



ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری

**DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY**

JAMIA MILLIA ISLAMIA  
JAMIA NAGAR

NEW DELHI

CALL NO. 16-84-4-2--

Accession No. 36317







# اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ

زیر اہتمام  
دانس گاہ پنجاب، لاہور



جلد ۲

(اچ — آفر)

۵۱۳۸۶/۵۱۹۶۶

طبع اول

## ادارہ تحریر

- ڈاکٹر محمد وحید سرور، ایم اے (پنجاب)، بی ایچ ڈی (لڈن) ..... مدیر و رئیس ادارہ<sup>۱</sup>
- پروفیسر محمد علاء الدین صدیقی، ایم اے، ایل ایل بی (پنجاب) ..... قائم مقام رئیس ادارہ<sup>۲</sup>
- پروفیسر محمد احمد خان، ایم اے (پنجاب)، ایم لٹ (کمرچ) ..... قائم مقام رئیس ادارہ<sup>۳</sup>
- ..... مشیر رئیس ادارہ<sup>۴</sup>
- مولانا غلام رسول مسر ..... ڈاکٹر محمد نصر اللہ احسان الہی رانا، ایم اے، بی ایچ ڈی (پنجاب)، بی ایچ ڈی (کمرچ)
- ..... معاون رئیس ادارہ<sup>۵</sup>
- ..... مدیر معاون<sup>۶</sup>
- ..... مدیر معاون<sup>۷</sup>
- ..... مامور خصوصی<sup>۸</sup> و مدیر معاون<sup>۹</sup>
- ..... معتمد ادارہ<sup>۱۰</sup>
- ڈاکٹر ناصر احمد ناصر، ایم اے (پنجاب)
- سید ربیعہ باری، ایم اے (پنجاب)
- عبدالمنان عمر، ایم اے (علگ)
- ڈاکٹر ناصر احمد ناصر، ایم اے (پنجاب)
- مقالہ اسلام کی تدوین و اساعت ڈاکٹر سید عبداللہ، ایم اے، ڈی لٹ، پروفیسر انجینئرنگ،
- موجودہ رئیس ادارہ<sup>۱۱</sup> کے زیر نگرانی ہوئی۔

- ۱۔ مارچ ۱۹۶۳ تا ۱۵ اپریل ۱۹۶۶ء
- ۲۔ اریکم دسمبر ۱۹۶۵ تا ۲۶ جولائی ۱۹۶۶ء
- ۳۔ مارچ ۱۹۶۶ تا ۱۳ نومبر ۱۹۶۶ء
- ۴۔ ۲۲ مئی ۱۹۶۲ء
- ۵۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۶۱ء
- ۶۔ ۱۲ جولائی ۱۹۶۳ء
- ۷۔ ۲۳ جنوری ۱۹۶۵ء
- ۸۔ ۱۲ فروری ۱۹۵۸ تا ۲۲ جنوری ۱۹۶۵ء
- ۹۔ ۶ اپریل ۱۹۶۰ء
- ۱۰۔ ۱۴ نومبر ۱۹۶۶ء

# اختصارات و رموز وغیرہ

## اختصارات

(۱)

کتب عربی و فارسی و ترکی و عبری اور ان کے تراجم اور بعض مخطوطات، جن کے حوالے اس کتاب میں نکتہ آئے ہیں

ابن بطوطہ = تحفہ الطائر فی غرائب الأقطار و عجائب الاسفار،  
مع ترجمہ از C. Defiémery و B R Sanguinetti،  
۳ جلد، پیرس ۱۸۵۳ تا ۱۸۵۸ء.

ابن تغری بردی = السّوم الراہرہ فی ملوک مصر و القاہرہ،  
طبع W Popper، برکلے و لائیڈ ۱۹۰۸ تا ۱۹۳۶ء.

ابن تغری بردی، ماہرہ = کتاب مذکور، قاہرہ ۱۳۳۸ھ بعد  
اس حوالے = کتاب صورہ الأرض، طبع J. H Kramers،  
لائیڈ ۱۹۳۸ء تا ۱۹۳۹ء (BGA, II) (۲ جلد)

ابن خردادبہ = المسالك و الممالیک، طبع ڈھویہ  
M. J. de Goeje، لائیڈ ۱۸۸۹ء (BGA, VI).  
ابن خلدون = عتر (یا العتر) = کتاب العتر و دیوان المبتدأ  
و العتر... إلخ، بولاق ۱۲۸۰ھ

ابن خلدون: مقدمہ = Prolégomènes d'Ebn Khaldoun،  
طبع E. Quatremère، پیرس ۱۸۵۸ تا ۱۸۶۸ء  
(Notices et Extraits, XVI-XVIII).

ابن خلدون: مقدمہ، مترجمہ دیسلان = Prolégomènes  
d' Ibn Khaldoun، ترجمہ و حواشی از دیسلان  
M. de Slane، پیرس ۱۸۶۳ تا ۱۸۶۸ء (۲ جلد،  
۱۹۳۴ تا ۱۹۳۸ء)

ابن خلدون: مقدمہ، مترجمہ رورنٹھال = The Muqaddimah،  
مترجمہ Franz Rosenthal، ۳ جلد، لندن ۱۹۵۸ء.

ابن خلیکان = وقایع الأغیان، طبع و شیعہ F. Wüstenfeld،  
گوتنگن ۱۸۳۵ء تا ۱۸۵۰ء (حوالے شمار تراجم کے  
اعتبار سے دیے گئے ہیں)

ابن خلیکان، بولاق = کتاب مذکور، بولاق ۱۲۷۵ھ  
ابن خلیکان، قاہرہ = کتاب مذکور، قاہرہ ۱۳۱۰ھ

۱) = اردو سائرہ معارف اسلامیہ.

۲) = اسلام انسائیکلو پیڈسی (= انسائیکلو پیڈیا او اسلام،  
ترکی).

۳) = دائرہ المعارف الاسلامیہ (= انسائیکلو پیڈیا او  
اسلام، عربی)

۴) = لائیڈ ۱ یا ۲ = Encyclopaedia of Islam (=)  
انسائیکلو پیڈیا او اسلام، انگریزی، ۲ جلد، لائیڈ  
ابن الآثار = کتاب تکمیلہ الصلہ، طبع کوڈیرا F. Codera،  
میڈرڈ ۱۸۸۷ء تا ۱۸۸۹ء (BAH, V - VI)

ابن الآثار: تکمیلہ = M. Alarcóny - C. A. González  
Apéndice a la adición Codera de Palencia  
Tecnica، در Misc de estudios y textos árabes  
میڈرڈ ۱۹۱۵ء

ابن الآثار، جلد اول = ابن الآثار: تکمیلہ الصلہ،  
arabe d' après un ms de Fés, tome I, complétant  
A Bel طبع A. Bel، ۲ جلد، ۱۹۱۸ء  
و محمد بن شب، الحرائر ۱۹۱۸ء

ابن الأثیر ۱ یا ۲ یا ۳ = کتاب الکامل، طبع ٹورنبرگ  
C. J. Tornberg، نار اول، لائیڈ ۱۸۵۱ء تا ۱۸۷۶ء،  
یا ۲ جلد، قاہرہ ۱۳۰۱ھ، یا ۲ جلد، قاہرہ ۱۳۰۳ھ،  
یا ۲ جلد، قاہرہ ۱۳۳۸ھ، ۹ جلد

ابن الأثیر، ترجمہ فابیان = Annales du Maghreb et  
de l' Espagne، مترجمہ فابیان E. Fagnon، الحرائر  
۱۹۰۱ء

ابن ہشکوال = کتاب الصلہ فی اخبار آئینۃ الأندلس، طبع  
کوڈیرا F. Codera، میڈرڈ ۱۸۸۳ء (BAH, II)

الإدريسي، ترجمه جوبار = *Géographie d'Édrisi*، مترجمه  
P. A. Jaubert، ۲ جلد، پیرس ۱۸۳۶ تا ۱۸۴۰.

الاستیعاب = ابن عبدالر: الاستیعاب، ۲ جلد، حیدرآباد  
(دکن) ۱۳۱۸ - ۱۳۱۹.

الاشتقاق = ابن درید: الاشتقاق، طبع ووستنیٹ، گوٹنگن  
۱۸۵۴ (الاستاتیک).

الإصابة = ابن حجر العسقلانی: الإصابة، ۴ جلد، کلکتہ  
۱۸۵۶ تا ۱۸۷۳.

الأصطخری = التسلک والممالک، طبع ڈھویہ، لائیلن  
۱۸۷۰ (BGA, I) و ہار دوم (قل بار اول) ۱۹۲۷.

الأغانی ۱، ۲، ۳ = ابوالفرج الاسمعیانی: الأغانی،  
بار اول، بولاق ۱۲۸۵، یا بار دوم، قاہرہ ۱۳۲۳.

یا بار سوم، قاہرہ ۱۳۴۵ بعد.

الأغانی، بروٹو = کتاب الأغانی، ح ۲، طبع بروٹو R. E.  
Brunnow، لائیلن ۱۸۸۸/۱۳۰۶.

الأسباری: تَرْهه = تَرْهہ الألباء فی طَسَقَاتِ الأَذْنَاء، قاہرہ  
۱۲۹۴.

المعدادی: الفرق = الفرق بین الفرق، طبع متحد سدر،  
قاہرہ ۱۳۲۸/۱۹۱۰.

السلّازی: أنساب = أنساب الأشراف، ح ۴ و ۵، طبع  
M. Schlössinger و S. D. F. Goitein، بیت المقدس

(یروشلم) ۱۹۳۶ تا ۱۹۳۸.

السلّازی: أنساب، ح ۱ = أنساب الأشراف، ح ۱، طبع  
محمد حمید اللہ، قاہرہ ۱۹۵۹.

السلّازی: فتوح = فتوح السُدان، طبع ڈھویہ، لائیلن  
۱۸۶۶.

بیہقی: تاریخ بیہقی = ابوالحسن علی بن زید السہیقی:  
تاریخ بیہقی، طبع احمد بہمیار، تہران ۱۳۱۷ ش.

بیہقی: تنقہ = ابوالحسن علی بن زید السہیقی: تنقہ  
صوان الحکمة، طبع محمد شعیب، لاہور ۱۹۳۵.

بیہقی: ابوالفضل = ابوالفضل بیہقی: تاریخ سمودی،  
Bibl Indica.

ابن خلیکان، مترجمہ دیسلان = *Biographical Dictionary*،  
مترجمہ دیسلان M. de Slane، ۴ جلد، پیرس ۱۸۴۳ تا

۱۸۷۱.

ابن رُستہ = الأعلاق النّفسیہ، طبع ڈھویہ، لائیلن ۱۸۹۱ تا  
۱۸۹۲ (BGA VII).

ابن رُستہ، ویب Wiet = *Les Atours précie*، مترجمہ  
G. Wiet، قاہرہ ۱۹۵۵.

ابن سعد = کتاب الطبقات الکبیر، طبع رھاؤ H. Sachau  
و غیرہ، لائیلن ۱۹۰۴ تا ۱۹۱۴.

ابن عداری = کتاب البیان المغرب، طبع کولی G. S. Colin  
ولیوی پرووینس E. Lévi-Provençal، لائیلن ۱۹۳۸ تا

۱۹۵۰، جلد سوم، طبع لیوی پرووینس، پیرس  
۱۹۳۰.

ابن العیاض = شذرات الذهب فی أخبار من ذهب،  
قاہرہ ۱۳۵۰ تا ۱۳۵۱ (سین و صیاب کے اعتبار سے

حوالے دیے گئے ہیں)

ابن العیاض - محضر کتاب السُدان، طبع ڈھویہ، لائیلن  
۱۸۸۶ (BGA, V).

ابن قُتیبہ: شِعْر (یا الشّعْر) = کتاب الشّعْر والشّعراء، طبع  
ڈھویہ، لائیلن ۱۹۰۲ تا ۱۹۰۴.

ابن قُتیبہ: معارف (یا المعارف) = کتاب المعارف، طبع  
ووستنیٹ، گوٹنگن ۱۸۵۰.

ابن هشام = کتاب سیرة رسول اللہ، طبع ووستنیٹ، گوٹنگن  
۱۸۵۸ تا ۱۸۶۰.

ابوالعداء: تقویم = تقویم السُدان، طبع ریٹو J. T. Reynaud  
و دیسلان M. de Slane، پیرس ۱۸۴۰.

ابوالعداء: تقویم، ترجمہ = *Géographie d'Aboulféda*  
*traduite de l' arabe en français*، ح ۱ و ۲، ار

ریٹو، پیرس ۱۸۳۸ و ح ۲، از St. Guyard، ۱۸۸۳.

الإدريسي: المغرب = *Description de l' Afrique et de l' Espagne*، طبع ڈوڑی R. Dozy و ڈھویہ، لائیلن  
۱۸۶۶.

ذہبی: حَقَّاط = الذَّهَبِي: تَذْكِرَةُ الحَقَّاط، م حلد، حیدرآباد (دکن) ۱۳۱۵ھ۔

رحمن علی = رحمن علی: تذکرہ علمائے ہند، لکھنؤ ۱۹۱۴ء  
روضات الحقائق = محمد باقر حوالساری: روضات الحقائق،  
تہران ۱۳۰۶ھ۔

راما اور، عربی = عربی: رحمہ، از محمد حسن و حسن احمد  
محمود، ۲ جلد، قاہرہ ۱۹۵۱ء تا ۱۹۵۲ء

السُّكِّي = السُّكِّي: طبقات الشافعية، ۶ جلد، قاہرہ ۱۳۲۴ھ  
سجل عثمانی = محمد ثریا: سجل عثمانی، استنبول ۱۳۰۸ تا  
۱۳۱۶ھ

ترکیمن = ترکیمن: معجم المطبوعات العربیہ، قاہرہ  
۱۹۳۱ء تا ۱۹۳۱ء

السُّمَعَانِي = السُّمَعَانِي: الانساب، طبع عکسی باغتساء  
سرچسب D S Margoliouth، لاٹینڈ ۱۹۱۲ء  
(GMS, XX)

السُّوُطِي: السُّوُطِي = السُّوُطِي: مَحْمَدِيَّة الوَعَا، قاہرہ ۱۳۲۶ھ  
الشُّوُطِي = السُّوُطِي: السُّوُطِي = السُّوُطِي، طبع کورٹن W Cureton،  
لنڈن ۱۸۳۶ء

الصُّبِّي = الصُّبِّي: بَغِيَّة المُلْتَمَس في تاريخ رجال اهل الأندلس،  
طبع کوڈیرا Codera و ریبیرہ J. Ribera، میڈرڈ ۱۸۸۳ء  
تا ۱۸۸۵ء (BAH, III)

الصُّوَاءِ اللُّامِع = الصُّوَاءِ اللُّامِع: الصُّوَاءِ اللُّامِع، ۱۲ جلد، قاہرہ  
۱۳۵۳ء تا ۱۳۵۳ء

الطُّرِّي = الطُّرِّي: تاريخ الرُّسُل و المُلُوك، طبع ڈ حویہ  
و غیرہ، لاٹینڈ ۱۸۷۹ء تا ۱۹۰۱ء

عثمانی مؤلف لری = لری: لری = لری: عثمانی  
مؤلف لری، استنبول ۱۳۳۳ھ

العقد الفريد = ابن عذرة: العقد الفريد، قاہرہ ۱۳۲۱ھ۔  
علی حواد = علی حواد: مالک عثمانی تاریخ و حمرایا لعلی،

استنبول ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء تا ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء۔  
عوی: کتاب = عوی: کتاب الانساب، طبع براؤن، لنڈن و  
لاٹینڈ ۱۹۰۳ء تا ۱۹۰۶ء

عیون الانباء = طبع مٹر A. Müller، قاہرہ ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ھ۔

تاج العروس = محمد مرتضیٰ بن محمد الریجی: تاج  
العروس۔

تاریخ بغداد = الخطیب البغدادی: تاریخ بغداد، ۱۴ جلد،  
قاہرہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

تاریخ دمشق = ابن عساکر: تاریخ دمشق، ۷ جلد، دمشق  
۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء تا ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۱ء

تہذیب = ابن حجر العسقلانی: تہذیب التہذیب، ۱۲ جلد،  
حیدرآباد، (دکن) ۱۳۷۵ھ/۱۹۰۷ء تا ۱۳۷۷ھ/۱۹۰۹ء

الثعالبی: بَغِيَّة الثعالبي: بَغِيَّة الثعالبي، دمشق ۱۳۰۳ھ۔  
الثعالبي: بَغِيَّة الثعالبي: بَغِيَّة الثعالبي، قاہرہ ۱۹۳۳ء

حاجی حلیہ: حجاج ثمالی = حاجی حلیہ، حجاج ثمالی، استنبول  
۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء

حاجی حلیہ = کشف الظُّرُون، طبع محمد شرف الدین دائقایا  
S Yaltkaya و محمد، استنبول ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء

Rifat Bilge Kılıshi، استنبول ۱۹۰۴ء تا ۱۹۰۴ء  
حاجی حلیہ: سَمِيعُ المُلُوك = کشف الظُّرُون، طبع ملوک

Gustavus Flügel، لاٹریک ۱۸۳۵ء تا ۱۸۵۸ء  
حاجی حلیہ: کشف = کشف الظُّرُون، ۷ جلد، استنبول

۱۳۱۰ء تا ۱۳۱۰ء  
حدود العالم = The Region of the World، سرمد ح

مورسکی V Minorsky، لنڈن ۱۹۳۷ء (GMS, XI)  
سلسلہ جدید

حمد اللہ مستوی: تَرْغَمَة - حمد اللہ مستوی: تَرْغَمَة القلوب،  
طبع لیستریج Le Strange، لاٹینڈ ۱۹۱۳ء تا ۱۹۱۹ء

(GMS, XXIII)  
موانید امیر = حبیب البکر، بہران ۱۳۰۱ھ و بمبئی  
۱۳۰۷ھ/۱۸۵۷ء

الدُّرَر الکَامِلَة = ابن حجر العسقلانی: الدُّرَر الکَامِلَة،  
حیدرآباد ۱۳۳۹ھ تا ۱۳۵۰ھ

الذُّبیری = الذُّبیری: حَبِیَّة الذُّبیری (کتاب کے مالک،  
کے عنوانوں کے مطابق حوالے دیے گئے ہیں)۔

دولت شاہ = دولت شاہ: تذکرۃ الشعراء، طبع براؤن  
E G Browne، لنڈن و لاٹینڈ ۱۹۰۱ء

السَّعُودِي : مَرْجُح = السَّعُودِي : مَرْجُح الذهب، طبع باريه  
د سيمار C Barbier de Meynard و پاوه د كورتني

Pevet de Courteille، پيرس ١٨٦١ تا ١٨٤٤  
السَّعُودِي : مَرْجُح = السَّعُودِي : مَرْجُح الذهب، طبع باريه،  
طبع د حويه، لانيډن ١٨٩٣ (BGA, VIII).

المقدسي = المقدسي : احسن التقاسيم في معرفة الأقاليم، طبع  
د حويه، لانيډن ١٨٤٤ (BGA, VIII)

المقري : Analectes = المقري : فتح الطيب في غرض الأندلس  
الترطيب، *Analectes sur l'histoire et la littérature des Arabes de l'Espagne*، لانيډن ١٨٥٥ تا ١٨٦١

المصري، بولاي = كتاب مديكور، بولاق ١٨٦٢/١٨٤٩  
مشمع باشي = مشمع ناشي : صحائف الأخبار، استانبول ١٢٨٥  
ميرحواند = ميرحواند روضه الصفاء، بمشي ١٢٦٦/١٢٨٩  
نزه الحواطر = حكيم عبدالحي . نزه الحواطر، حيدرآباد  
١٩٣٤ بعد

نسب = مصعب الرسيري نسب قريش، طبع ليهوي  
پروواسال، قاهره ١٩٥٣

الواري = الصقدي . الواري نالوفيات، ح ١، طبع ريتز Ritter،  
استانبول ١٩٣١، ح ٢ و ٣، طبع ديډرلنگ Didering،  
استانبول ١٩٣٩ و ١٩٥٣

الشمسدي = الشمسدي . صفة تحرير العرب، طبع ديډرلنگ  
D H Müller، لانيډن ١٨٨٣ تا ١٨٩١

ياقوت = ياقوت . معجم البلدان، طبع ويستيلك، لانهرگ  
١٨٦٦ تا ١٨٤٣ (طبع اناساتيک، ١٩٢٣).

ياقوت : ارشاد (يا ادباء) = ارشاد الأرباب إلى معرفة الأديب،  
طبع مرحليوث، لانيډن ١٩٠٤ تا ١٩٢٤ (GMS, VI)

معجم الادباء، (طبع اناساتيک، قاهره ١٩٣٦ تا ١٩٣٨  
يعقوبي (يا اليعقوبي) = اليعقوبي . تاريخ، طبع هوتسما

W Th Houtsma، لانيډن ١٨٨٣ : تاريخ اليعقوبي،  
٣ جلد، ليدن ١٣٥٨، ٢ جلد، بيروت ١٣٤٩/١٩٦٠

يعقوبي : بلدان (يا البلدان) = اليعقوبي : (كتاب) البلدان،  
طبع د حويه، لانيډن ١٨٩٢ (BGA, VII).

يعقوبي، Wiet ويت = Ya'qūbi Les pays، مترجمة  
G Wiet، قاهره ١٩٣٤.

علام سرور = غلام سرور، مفتي : حرية الاصحاء، لاهور  
١٢٨٣

عوثي مالدوي : گزارش ابرار = ترجمه اردو موسوم به ادکار  
ابرار، آگره ١٣٢٦

فرشته = محمد قاسم فرشته . گلشن ابراهيمي، طبع سكي،  
بمبي ١٨٣٢.

فرهنگ = فرهنگ حرايای ايران، از الشارات دايرة  
حرايای ستاد ارتش، ١٣٢٨ تا ١٣٢٩ هـ

فرهنگ آمد راج = سني محمد نادشاه . فرهنگ آمد راج،  
٣ جلد، لکهنؤ ١٨٨٩ تا ١٨٩٣

فهرست محمد = فهرست محمد جهلمی . حدائق الجمية، لکهنؤ  
١٩٦٠.

فولتن و انكر = Martin و Alexander S Fulton  
Second Supplementary Catalogue of  
Arabic Printed Books in the British Museum  
لانيډن ١٩٥٩.

فهرست (يا الفهرست) = اس الديد . كتاب المهرست،  
طبع فلوكل، لانهرگ ١٨٤١ تا ١٨٤٢

ابن المقفي = ابن المقفي : تاريخ الحكماء، طبع ليپرت  
J. Lippert، لانهرگ ١٩٠٣

الكشي = اباب = اباب شاکر الکشي : قوات الوقياب، بولاي  
١٢٩٩.

لسان العرب = اباب مطور : لسان العرب، ٢ جلد، قاهره  
١٣٠٠ تا ١٣٠٨

مآثر الامراء = شاه نوار خان : مآثر الامراء، Bibl Indica  
مجالس المؤمنين = نورالله شوستري : مجالس المؤمنين،

تهران ١٢٩٩ هـ  
مرآة الجنان = الياسي . مرآة الجنان، ٣ جلد، حيدرآباد

(دکن) ١٣٣٩  
مرآة الرمان = سبط اباب الحوري : مرآة الرمان، حيدرآباد

(دکن) ١٩٥١.  
مسعود کيهان = مسعود کيهان . حرايای مفضل ايران،

٢ جلد، تهران ١٣١٠ و ١٣١١ هـ

(ب)

کتاب انگریزی، فرانسیسی، جرمن، جدید ترکی وغیرہ کے اختصاراً،  
اس کے حوالے اس کتاب میں بکثرت آئے ہیں

- Al-Aghānī: *Tables* = *Tables Alphabétiques du Kitāb al-aghānī, rédigées par I Gudi*, Leiden 1900
- Babinger = F Babinger *Die Geschichtschreiber der Osmanen und ihre Werke*, 1st ed, Leiden 1927
- Barkan *Kanunlar* - Ömar Lütfi Barkan *XV ve XVI İnci Asırlarda Osmanlı İmparatorluğu'nda Ziraat Ekonomisinin Hukukî ve Mali Faalları* 1 *Kanunlar*, Istanbul 1943
- Blachère *Litt* = R Blachère *Histoire de la Littérature arabe*, 1, Paris 1952
- Brockelmann, I, II = C Brockelmann *Geschichte der Arabischen Literatur, Zweite den Supplement-banden angepasste Auflage*, Leiden 1943-1949
- Brockelmann, SI, II, III - G d A L, *Erster (Zweiter, Dritter) Supplementband* Leiden 1937-42
- Browne, 1 = E G Browne *A Literary History of Persia, from the earliest times until Firdawsî*, London 1902
- Browne, ii = *A Literary History of Persia from Firdawsî to Sa'adî*, London 1908.
- Browne, iii = *A History of Persian Literature under Tartar Dominion*, Cambridge 1920
- Browne, iv = *A History of Persian Literature in Modern Times*, Cambridge 1924.
- Caetani *Annali* = L. Caetani *Annali dell' Islam*, Milano 1905-26
- Chauvin *Bibliographie* = V Chauvin *Bibliographie des ouvrages arabes et relatifs aux Arabes*, Lille 1892
- Dorn *Quellen* = B Dorn *Muhammedanische Quellen zur Geschichte der südlichen Küstenländer des Kaspischen Meeres*, St. Petersburg 1850-58.
- Dozy : *Notices* = R. Dozy *Notices sur quelques manuscrits arabes*, Leiden 1847-51

- Dozy *Recherches* = R Dozy *Recherches sur l'histoire et la littérature de l'Espagne Pendant le moyen-âge*, 3rd ed, Paris-Leiden 1881
- Dozy, *Supp.* = R Dozy *Supplément aux dictionnaires arabes*, 2nd ed., Leiden Paris 1927
- Fagnan *Extraits* = F Fagnan *Extraits inédits relatifs au Maghreb*, Alger 1924.
- Gesch des Qur* = In. Nothke *Geschichte des Qurāns* new edition by F Schwally G Bergsträsser and O Pretzl, 3 vols, Leipzig 1909-18
- Gibb *Ottoman Poetry* = E J W Gibb *A History of Ottoman Poetry*, London 1900-09
- Gibb-Bowen = H A R. Gibb and Harold Bowen *Islamic Society and the West*, London 1950-57.
- Goldziher *Muh St* = I Goldziher *Muhammedanische Studien*, 2 Vols, Halle 1888-90
- Goldziher *Vorlesungen* = I Goldziher *Vorlesungen über den Islam*, Heidelberg 1910
- Goldziher *Vorlesungen* = 2nd ed, Heidelberg 1925
- Goldziher *Dogme* = *Le dogme et la loi de l'islam*, trad J. Arin, Paris 1920
- Hammer-Purgstall *GOR* = J von Hammer (-Purgstall) *Geschichte des Osmanischen Reiches*, Pest 1828-35
- Hammer-Purgstall : *GOR*<sup>2</sup> = the same, 2nd ed Pest 1840
- Hammer-Purgstall *Histoire* = the same, trans. by J J Hellert, 18 vol, Bellizard (etc), Paris (etc), 1835-43
- Hammer-Purgstall : *Staatsverfassung* = J. von Hammer *Des Osmanischen Reiches Staatsverfassung und Staatsverwaltung*, 2 vols, Vienna 1815.
- Houtsma *Recueil* = M Th Houtsma *Recueil des textes relatifs à l'histoire des Seldjucides*, Leiden 1886-1902



- Juynboll *Handbuch* = Th. W. Juynboll *Handbuch des islāmischen Gesetzes*, Leiden 1910
- Juynboll : *Handleiding* = *Handleiding tot de kennis der mohammedaansche wet*, 3rd ed., Leiden 1925
- Lane = E. W. Lane : *An Arabic-English Lexicon*, London 1863-93 (reprint, New York 1955-56).
- Lane-Poole : *Cat* = S. Lane-Poole *Catalogue of Oriental Coins in the British Museum*, 1877-90
- Lavoix . *Cat.* = H. Lavoix : *Catalogue des Monnaies Musulmanes de la Bibliothèque Nationale*, Paris 1887-96.
- Le Strange = G. Le Strange . *The Lands of the Eastern Caliphate*, 2nd ed., Cambridge 1930 (reprint, 1966)
- Le Strange . *Baghdad* = G. Le Strange . *Baghdad during the Abbasid Caliphate*, Oxford 1924.
- Le Strange . *Palestine* = G. Le Strange : *Palestine under the Moslems*, London 1890 (reprint, 1965)
- Lévi-Provençal . *Hist. Esp. Mus* = E. Lévi-Provençal : *Histoire de l'Espagne musulmane*, nouv. éd., Leiden-Paris 1950-53, 3 vols.
- Lévi-Provençal . *Hist. Chorfa* = D. Lévi-Provençal *Les Historiens des Chorfa*, Paris 1922
- Maspero-Wiet *Matériaux* = J. Maspero et G. Wiet : *Matériaux pour servir à la Géographie de l'Égypte*, Le Caire 1914 (MIFAO, XXXVI)
- Mayer : *Architects* = L. A. Mayer . *Islamic Architects and their Works*, Geneva 1956
- Mayer : *Astrolabists* = L. A. Mayer *Islamic Astrolabists and their Works*, Geneva 1958.
- Mayer *Astrolabists* = L. A. Mayer *Islamic Metalworkers and their Works*, Geneva 1959
- Mayer . *Woodcarvers* = L. A. Mayer : *Islamic Woodcarvers and their Works*, Geneva 1958
- Mez . *Renaissance* = A. Mez . *Die Renaissance des Islams*, Heidelberg 1922, Spanish translation by S. Vila, Madrid-Granada 1936
- Mez : *Renaissance*, Eng. tr. = the same, English translation by Salahuddin Khuda Bukhsb and D. S. Margoliouth, London 1937
- Nallino . *Scritti* = C. A. Nallino *Raccolta di Scritti editi e inediti*, Roma 1939-48.
- Pakalın = Mehmet Zeki Pakalın *Osmanlı Tarih seyimleri ve Terimleri Sözlüğü*, 3 vols., Istanbul 1946 ff
- Pauly-Wissowa = *Realenzyklopaedie des klassischen Altertums*
- Pearson = J. D. Pearson *Index Islamicus*, Cambridge 1958.
- Pons Boigues = *Ensayo bio-bibliográfico sobre los historiadores y geografos árabe-españoles* Madrid 1898.
- Santillana *Istituzioni* = D. Santillana *Istituzioni di diritto musulmano malichita*, Roma 1926-38
- Schlimmer = John L. Schlimmer *Terminologie medico-Pharmaceutique et Anthropologique*, Tehran 1874
- Schwarz *Iran* = P. Schwarz *Iran im Mittelalter nach den arabischen Geographen*, Leipzig 1896
- Smith = W. Smith *A Classical Dictionary of Biography, Mythology and Geography*, London 1853
- Snouck Hurgronje *Verspr. Geschr* = C. Snouck Hurgronje *Verspreide Geschriften*, Bonn-Leipzig-Leiden 1923-27
- Sources inéd.* = Comte Henri de Castries : *Les Sources inédites de l'Histoire du Maroc*, Paris 1905, 1922
- Spuler *Horde* = B. Spuler *Die Goldene Horde*, Leipzig 1943
- Spuler . *Iran* = B. Spuler . *Iran in früh-islamischer Zeit*, Wiesbaden 1952
- Spuler *Mongolen*<sup>2</sup> = B. Spuler *Die Mongolen in Iran*, 2nd. ed., Berlin 1955.
- SNR = Stephan and Naudy Ronart *Concise Encyclopaedia of Arabic Civilization*, Djambatan-Amsterdam 1959
- Storey = C. A. Storey . *Persian Literature a bio-bibliographical survey*, London 1927

*Survey of Persian Art* = ed. by A. U. Pope, Oxford 1938.

Suter = H. Suter : *Die Mathematiker und Astronomen der Araber und ihre Werke*, Leipzig 1900

Taeschner : *Wegenetz* = F. Taeschner *Die Verkehrs-lage und den Wegenetz Anatoliens im Wandel der Zeiten*, Gotha 1926.

Tomaschek = W. Tomaschek : *Zur historischen Topographie von Kleinasien im Mittelalter*, Vienna 1891.

Wiel : *Chalifen* = G. Weil · *Geschichte der Chalifen*, Mannheim-Stuttgart 1846-82

Wensinck *Handbook* = A. J. Wensinck *A Handbook of Early Muhammadan Tradition*, Leiden 1927

Zambaur = E. de Zambaur *Manual de de généalogie et de chronologie pour l'histoire de l'Islam*, Hanover 1927 (anastatic reprint, Bad Pyrmont 1955)

Zinkeisen = J. Zinkeisen *Geschichte des Osmanischen Reiches in Europa*, Gotha 1840-83

Zubaid Al-masri = *The Contribution of India to Arabic Literature*, Allahbad 1946 (reprint, Lahore 1968)

(ح)

مجلات، سلسلہ ہائے کتب\*، وغیرہ، جس کے حوالے اس کتاب میں نکتہ آئے ہیں

B = Archives Berbères.

bh. G W Gött = Abhandlungen der Gesellschaft der Wissenschaften zu Göttingen.

bh K M = Abhandlungen f d Kunde des Morgenlandes

bh Pr Ak W = Abhandlungen d preuss Akad d Wiss

fr Fr = Bulletin du Comité de l'Afrique française

fr Fr RC = Bulletin du Com de l'Afr franç., Renseignements Coloniaux

AIEO Alger = Annales de l' Institute d' Études Orientales de l' Université d' Alger

IUON = Annali dell Istituto Univ Orient, di Napoli

M = Archives Marocaines

nd = Al-Andalus

rih = Anthropos

nz. Wien = Anzeiger der philos-histor Kl d Ak. der Wiss Wien

O = Acta Orientalia

rab. = Arabica

ro = Archiv Orientalné.

RW = Archiv für Religionswissenschaft

SI = Archaeological Survey of India

SI, NIS = the same, New Imperial Series

SI, AR = the same, Annual Reports,

ÜDTCFD = Ankara Üniversitesi Dil ve Tarih-Coğrafya Fakültesi Dergisi

s Fr B = Bulletin du Comité de l' Asie Française

AH = Bibliotheca Arabico-Hispana.

ASOR = Bulletin of the American School of Oriental Research.

•H = Turk Tarih Kurumu Belleten

Fac Ar = Bulletin of the Faculty of Arts of the Egyptian University

Et. Or. = Bulletin d'Études Orientales de l'Institut Française Damas

BGA = Bibliotheca geographorum arabicorum

BIE = Bulletin de l' Institut Egyptien

BIFAO = Bulletin de l' Institut Français d' Archéologie Orientale du Caire

BIS = Bibliotheca Indica series.

BRAH = Boletín de la Real Academia de la Historia de España

BSE = Bol'shaya Sovetskaya Entsiklopediya (Large Soviet Encyclopaedia), 1st ed.

BSE<sup>2</sup> = the Same, 2nd ed

BSL(P) = Bulletin de la Société de Linguistique (de Paris)

BSO(A)S = Bulletin of the School of Oriental (and African) Studies

BTLV = Bijdragen tot de Taal-, Land-en Volkenkunde (van Ned-Indie)

BZ = Byzantinische Zeitschrift

COC = Cahiers de l' Orient Contemporain

CT = Cahiers de Tunisie

EI<sup>1</sup> = Encyclopaedia of Islam, 1st edition

EI<sup>2</sup> = Encyclopaedia of Islam, 2nd edition

EIM = Epigraphia Indo-Moslemica

ERE = Encyclopaedia of Religion and Ethics

GGA = Göttinger Gelehrte Anzeigen

GJ = Geographical Journal

GMS = Gibb Memorial Series

Gr I ph = Grundriss der Iranischen Philologie

GSAI = Giornale della Soc Asiatica Italiana

Hesp = Hesperis

IA = Islâm Ansiklopedisi (Turkish)

IBLA = Revue de l'Institut des Belles Lettres Arabes, Tunis

IC = Islamic Culture

IFD = İlahiyat Fakültesi

IG = Indische Gids

IHQ = Indian Historical Quarterly

\* انہیں رومن حروف میں لکھا گیا ہے .

*IQ* = *The Islamic Quarterly*  
*IRM* = *International Review of Missions*  
*Isl* = *Der Islam*  
*JA* = *Journal Asiatique*  
*JAfr S.* = *Journal of the African Society*  
*JAOS* = *Journal of the American Oriental Society*  
*JAnthr I* = *Journal of the Anthropological Institute*  
*JBBRAS* = *Journal of the Bombay Branch of the Royal Asiatic Society*  
*JE* = *Jewish Encyclopaedia*  
*JESHO* = *Journal of the Economic and Social History of the Orient*  
*JNES* = *Journal of Near Eastern Studies*  
*JPak HS* = *Journal of the Pakistan Historical Society*  
*JPHS* = *Journal of the Punjab Historical Society*  
*JQR* = *Jewish Quarterly Review*  
*JRAS* = *Journal of the Royal Asiatic Society*  
*J(R)ASB* = *Journal and Proceedings of the (Royal) Asiatic Society of Bengal*  
*J(R)Num S* = *Journal of the (Royal) Numismatic Society*  
*JRGco S* = *Journal of the Royal Geographical Society*  
*JSFO* = *Journal de la Société Finno-ougrienne*  
*JSS* = *Journal of Semitic studies*  
*KCA* = *Korosi Csoma Archivum*  
*KS* = *Keleti Szemle (Revue Orientale)*  
*KSIE* = *Kratkie Soobshcheniya Instituta Étnografii* (Short Communications of the Institute of Ethnography)  
*LL* = *Literaturnaya Entsiklopediya* (Literary Encyclopaedia)  
*Mash* = *Al-Mashrik*  
*MDOG* = *Mitteilungen der Deutschen Orient-Gesellschaft*  
*MDVP* = *Mitteilungen und Nachr des Deutschen Palästina-Vereins*  
*MEA* = *Middle Eastern Affairs*  
*MEJ* = *Middle East Journal*

*MFOB* = *Mélanges de la Faculté Orientale de Beyrouth*  
*MCG Wien* = *Mitteilungen der geographischen Gesellschaft in Wien*  
*MGMN* = *Mitteilungen Geschichte der Medizin und der Naturwissenschaften*  
*MGWJ* = *Monatsschrift für Geschichte u Wissenschaft des Judentums*  
*MI* = *Mu Islami*  
*MIDLO* = *Mélanges de l'Institut Dominiain d'Études Orientales du Caire*  
*MIÉ* = *Mémoires de l'Institut d'Égypte*  
*MIFAO* = *Mémoires publiés par les membres de l'Institut Français d'Archéologie Orientale du Caire*  
*MMAT* = *Mémoires de la Mission Archéologique Française au Caire*  
*MMIA* = *Madjalla al Madjma'al-'ilm al 'Arabî, Damascus*  
*MO* = *Le Monde oriental*  
*MOG* = *Mitteilungen zur osmanischen Geschichte*  
*MSE* = *Malaya Sovetskaya Entsiklopediya*—(Small Soviet Encyclopaedia)  
*MSFO* = *Mémoires de la Société Finno-ougrienne*  
*MSL* = *Mémoires de la Société Linguistique de Paris*  
*MSOS Afr* = *Mitteilungen des Sem für Oriental Sprachen, Afr Studien*  
*MSOS As* = *Mitteilungen des Sem für Oriental Sprachen, Westasiatische Studien*  
*MTM* = *Mili Tetteb'uler Medjmu'asi*  
*MVAG* = *Mitteilungen der Vorderasiatisch-ägyptischen Gesellschaft*  
*MW* = *The Muslim World*  
*Nc* = *Numismatic Chronicle*  
*NGW Gott* = *Nachrichten von der Gesellschaft der Wiss zu Göttingen*  
*OA* = *Orientalisches Archiv*  
*OC* = *Oriens Christianus*  
*OCM* = *Oriental College Magazine, Lahore*  
*OCMD* = *Oriental College Magazine, Dattima, Lahore*

- OLZ** = *Orientalistische Literaturzeitung*.  
**OM** = *Oriente Moderno*.  
**Or** = *Oriens*.  
**PEFQS** = *Palestine Exploration Fund Quarterly Statement*  
**PELOV** = *Publications de l'École des langues orientales vivantes*.  
**Pet Mitt** = *Petermanns Mitteilungen*  
**PRGS** = *Proceedings of the R Geographical Society*  
**QDAP** = *Quarterly Statement of the Department of Antiquities of Palestine*  
**RAfr** = *Revue Africaine*  
**RC EA** = *Répertoire Chronologique d'Épigraphie arabe*  
**REI** = *Revue des Études Islamiques*.  
**REJ** = *Revue des Études Juives*.  
**Rend Lin** = *Rendiconti della Reale Accad dei Lincei, Cl di sc mor, stor e filol*  
**RHR** = *Revue de l'Histoire des Religions*  
**RI** = *Revue Indigène*.  
**RIMA** = *Revue de l'Institut des manuscrits Arabes*  
**RMM** = *Revue du Monde Musulman*.  
**RO** = *Rocznik Orientalistyczny*  
**ROC** = *Revue de l'Orient Chrétien*  
**ROL** = *Revue de l'Orient Latin*  
**RAH** = *Rev de la R Academia de la Historia, Madrid*  
**RSO** = *Rivista degli Studi Orientali*  
**RT** = *Revue Tunisienne*  
**SBAK Heid.** = *Sitzungsberichte der Ak. der Wiss zu Heidelberg*.  
**SBAK Wien** = *Sitzungsberichte der Ak der Wiss zu Wien*  
**SBBayr. Ak** = *Sitzungsberichte der Bayrischen Akademie der Wissenschaften*  
**SBPMS Erlg** = *Sitzungsberichte d. Phys-medizin Sozietät in Erlangen*  
**SBPr Ak W** = *Sitzungsberichte der preuss Ak der Wiss. zu Berlin*.  
**SE** = *Sovetskaya Étnografiya* (Soviet Ethnography).  
**SI** = *Studia Islamica*  
**SO** = *Sovetskoe Vostokovedenie* (Soviet Orientalism)  
**Stud Isl** = *Studia Islamica*  
**S. Ya** = *Sovetskoe Yazikoznanie* (Soviet Linguistics)  
**SYB** = *The Statesman's Year Book*  
**TBG** = *Tijdschrift van het Bataviaasch Genootschap van Kunsten en Wetenschappen*.  
**TD** = *Tarih Dergisi*  
**TIE** = *Trudi instituta Étnografii* (Works of the Institute of Ethnography)  
**TM** = *Turkiyat Mecmuası*  
**TOEM** = *Ta'rikh i 'Othmīni* (Türk Ta'rikhi) *En İlmīni medjmi'asi*  
**TTLV** = *Tijdschrift v Indische Taal, Land- en Volkenkunde*  
**Verh. Ak Amst** = *Verhandelingen der Koninklijke Akademie van Wetenschappen te Amsterdam*  
**Versl Med AK Amst** = *Verslagen en Mededeelingen der Koninklijke Akademie van Wetenschappen te Amsterdam*  
**VI** = *Voprosi Istoriy* (Historical problems)  
**WI** = *Die Welt des Islams*  
**WIJS** = the same, New Series  
**Wiss Veröff. DOG** = *Wissenschaftliche Veröffentlichungen der Deutschen Orient-Gesellschaft*  
**WMG** = *World Muslim Gazetteer, Karachi*  
**WZKM** = *Wiener Zeitschrift für die Kunde des Morgenlandes*  
**ZA** = *Zeitschrift für Assyriologie*  
**Zap** = *Zapiski*  
**ZATW** = *Zeitschrift für die alttestamentliche Wissenschaft*  
**ZDMG** = *Zeitschrift der Deutschen Morgenländischen Gesellschaft*  
**ZDPV** = *Zeitschrift des Deutschen Palästina-Vereins*  
**ZGErdk Berl** = *Zeitschrift der Gesellschaft für Erdkunde in Berlin*  
**ZK** = *Zeitschrift für Kolonialsprachen*  
**ZOEG** = *Zeitschrift f Osteuropäische Geschichte*.  
**ZS** = *Zeitschrift für Semitistik*.

## علامات و رموز و اعراب

### ۱ علامات

- \* مقالہ، ترجمہ اور لائنیں  
 ۴. جدید مقالہ، برائے اردو دائرۂ معارف اسلامیہ  
 [ ] 'ضافہ'، ادارۂ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ

### ۲ رموز

ترجمہ کردے وہ انگریزی رموز کے سدرجہ ذیل اردو متبادل اختیار کیے گئے :

کتاب مذکور	= op cit	اعد	= ۱, ۲, ۳, ۴, ۵, ۶, ۷, ۸, ۹, ۱۰
قرب (قارب یا ماہل)	= cf	بدلی یادہ (نکدہ)	= ۱
و-م (قل مسیح)	= B C	دیکھیے، کسی کتاب کے	= see, s
م (موقوف)	= d	حوالے کے لیے	
محل مذکور	= loc cit	رک نہ (رجوع کیلئے نہ) یا	= q v
کتاب مذکور	= ibid	رک ناں (رجوع کیلئے ناں) :	
وہی مصنف	= idem	آ کے لسی مقالے کے	
۵ (سہ ہجری)	= A H	حوالے کے لیے	
۵ (سہ عیسوی)	= A D	بمواضع کثیرہ	= passim

### ۳ اعراب

( ح )	( ) Vowels
۱ = e کی آواز کو ظاہر کرتی ہے (پن : pen)	a = ( ۱ ) متحہ
۲ = o کی آواز کو ظاہر کرتی ہے (مول : mole)	i = ( ۲ ) لبرہ
۳ = u کی آواز کو ظاہر کرتی ہے (تورکیہ : Türkiye)	u = ( ۳ ) صمہ
۴ = o کی آواز کو ظاہر کرتی ہے (کول : Kol)	( ب ) Long Vowels
۵ = a کی آواز کو ظاہر کرتی ہے (ارخب : 'aradjab رخب . radjab)	ā = ( آح کل : āj kal ) آ
۶ = علامت سکون یا حزم (بسمیل : bismil)	ī = ( سیم . Sīm ) ی
	ū = ( ہارون الرشید : Hārūn al-Rashīd ) و
	ai = ( سیر . Sair ) اے

متبادل حروف

g	=	گی	s	=	س	h	=	ح	h	=	ح
gh	=	گھ	sh, ch	=	ش	kh	=	خ	bh	=	بھ
l	=	ل	s	=	ص	d	=	د	p	=	پ
lh	=	لھ	q	=	ق	dh	=	ڈھ	ph	=	پھ
m	=	م	t	=	ط	d	=	ڈ	t	=	ٹ
mh	=	مھ	z	=	ظ	dh	=	ڈھ	th	=	ٹھ
n	=	ن	'	=	ع	qh	=	قھ	t	=	ت
nh	=	نھ	gh	=	ع	r	=	ر	th	=	ٹھ
w	=	و	f	=	ف	rh	=	رھ	th	=	ٹھ
h	=	ہ	k	=	ک	r	=	ڑ	dj	=	ج
,	=	،	k	=	ک	rh	=	رھ	djh	=	جھ
y	=	ی	kh	=	کھ	z	=	ز	č	=	چ
						ž, zh	=	ژ	ch	=	چھ

⊗ آج: (دوسرے املاہ: اوج، اوچہ، اوچہ،

سسکرت لفظ اوچا (= اوچا) سے مشتق، بمعنی بلند، اوچا) سابقہ رنات سہاولپور میں ارض پاک و ہند کا ایک نہایت قدیم اور مشہور شہر، جو سہاولپور سے اڑیس سول کے فاصلے پر جنوب مغربی سمت میں دہلائے ۳۰ لچ اور چناب کے سنگم کے قریب واقع ہے (طول، بلند ۱۰ درجہ، ۷۰ دقیقہ ۳۰ ثانیہ مشرقی، عرض بلند ۱۹ درجہ، ۱۶ دقیقہ ۳۰ ثانیہ شمالی، سطح اب سے بلندی ۳۲۰ فٹ) اور جسے متعدد مہوئی جانوادوں، خاصہ طور پر حصرت و مہدوم جہانماں جہاں کشت کی بدولت ہی شہر اور طلب حاصل ہوئی، لیکن جو حالت موجودہ امی ساری سال و سوائے کھو بٹھا ہے۔ آج کی قدیم تاریخ اور عہد اسلامی میں اس کی عمر معمولی اہمیت کے بارے میں ابھی تفصیل سے کچھ نہیں لکھا گیا اور نہ اس امر کی کونسن کی گئی ہے کہ اس کی عہد عہد بدیلیوں، انادی اور ویرانی، حدود و وسعت اور آثار و مقامات کی باقاعدہ تحقیق کی جائے، لہذا اس سلسلے میں جو بھی معلومات دستیاب ہوئی ہیں قدیم وقائع نگاروں اور سیاحوں کے سنات اور سرسری اشارات یا روایات سے مأخوذ ہیں۔ یا پھر ریاست سہاولپور اور سدھ کے گریٹر ہیں، جس میں اس شہر کی وجہ سدھ اور تاریخ کا ایک احمالی خاکہ مرتب کر دیا گیا ہے

آج کی وجہ سدھ تو بھی معلوم ہوئی ہے کہ اس کا یہ نام سب اس کی بلندی کے ہوا، لیکن ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس کا یہ نام سید حلال الدیس شیرشاہ بخاری نے بحویر کیا تھا۔ سید صاحب موصوف ترکستان سے شریف لائے تھے اور ترکستان میں اوچ کرغاں اور اوچک نام کے شہر موجود ہیں۔ نابین ہمہ یہ بات صحیح معلوم نہیں ہوتی، اس لیے کہ آج کو اوسا اور اوچا بھی کہا گیا ہے۔ اوسا کا اشارہ اوسا دیوی کی طرف ہے

جس کی، کہا جاتا ہے، کبھی یہاں پرستش ہوتی تھی؛ لہذا خیال ہے کہ ہندوؤں کے زمانے میں یہاں اس نام کا کوئی سہر آباد ہوگا۔ یوں بھی ان کے زمانے میں آج کو بڑی اہمیت حاصل تھی، بلکہ ان کے ہاں تو روایات کا سلسلہ راماین کے عہد تک جا پہنچتا ہے، البتہ جہاں تک تاریخی عہد کا تعلق ہے ایک رائے یہ ہے کہ اس علاقے میں جہاں اب آج آباد ہے ایک راجہ ہودی نام حکومت کرنا تھا، جس نے ہود نام ایک سہر آباد کیا۔ ہود ہی رومہ رومہ عوج اور عوج میں بدل کر آج ہو گیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ راجہ ہود کے صوبے دار چچ نے ایک نالاب کھدوایا اور اس کی مٹی سے جو ٹملا بنا ہوا اس ر چچ کے نام سے جو سہر تعمیر کیا وہی بعد میں آج کہلایا، مگر پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آج کا پرانا نام دیوگرہ تھا، حتیٰ کہ ۱۶۴۴ء میں جب سد حلال اعظم سرح پوش بخاری دیوگرہ شریف لائے تو راجہ دیوگرہ، جو اس وقت یہاں حکومت کرنا تھا، مارواڑ بھاگ گیا، لیکن اس کی بیٹی سدھی نائی نے اسلام قبول کر لیا اور سد صاحب کے ارشاد پر ایک قلعہ تعمیر کیا جو بہت بلند تھا، لہذا اس شہر کا نام آج (بلند) رکھا گیا۔ ایسے ہی مسیح المسالک میں، جس کا فارسی نسخہ چچ نامہ سے موسوم ہے اور آج ہی میں تصنیف ہوا، آج کو اسکندریہ لکھا گیا ہے، بلکہ اسکندریہ اور اسکندہ بھی، جس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی عہد سے پہلے اس شہر کا نام آج نہیں تھا، اسکندریہ، اسکندہ یا اسکندہ تھا۔ اس سے خیال ہونا ہے کہ شاید یہی وہ شہر ہے جسے اسکندر اعظم نے سدھ اور چناب کے سنگم پر آباد کیا اور اس کا نام اپنے نام پر اسکندریہ رکھا تھا۔ مگر عین ممکن ہے کہ اس سے پہلے بھی یہاں کوئی سستی موجود ہو، اس لیے کہ مصنف جامع التواریخ نے



اج ایک بلند اور مرتفع مقام پر واقع ہے۔  
 آب و ہوا ناصطلاح حیرانسا انتہائی ہے، لیکن  
 صحت مند، گورسات زیادہ ہو تو ملیریا پھیل جاتا ہے۔  
 ایک طرف ریگستان ہے، دوسری طرف چٹان اور ستلج  
 کاسکیم، لہذا اس نواح میں ہر قسم کی بنداوار نکتہ  
 ہوئی ہے، مگر اس کا انحصار بارش پر ہے۔  
 بارش کی کمی کو حور کر کے لیے اب سبب بد  
 ہے، حور اج سے کچھ زیادہ دور نہیں، متعدد نہیں  
 تھوڑی جا رہی ہیں۔ قریب برس ریلوے سٹیشن  
 احمد نوری ہے اور اج سے اس کا فاصلہ صرف  
 بارہ میل ہے۔ آند و رب سوں کے درمیان ہونے  
 لگی ہے۔ مقامی زبان، حور وہ وہ منجانی منجانی  
 میں حدت ہو چکی ہے، 'اوجی بولی' کہلاتی ہے  
 اور عجب بات یہ ہے کہ ہندی حروف میں لکھی  
 جاتی ہے۔ اس ہندی رسم خط کو 'ہند کی اوجی'  
 اور اس کے حروف کو 'اوجھی اکھر' کہا جاتا ہے۔  
 فاسا یہ ہے کہ یہ رسم خط ساند صرف کارواری  
 تجربوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک زمانے میں  
 اج کی آبادی سلوں تک پہنچی ہوئی تھی، لیکن اب  
 (۱۹۳۱ء میں) یہاں بمسکل دس ہزار نفوس آباد ہیں۔  
 کچھ سیاسی اغلاتاب اور کچھ درناؤں کے بھاؤ میں  
 نار نار بددلی کے ناعب بران سپر کتب کا اکر چکا  
 ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کئی نارویراں اور کئی  
 نار آباد ہوا اور اب صرف بن چھوٹی چھوٹی سسوں پر  
 مستمل ہے، یعنی اج بحاری، اج گلابی اور اج معلہ پر  
 حور سانبھ ہی سانبھ واقع ہیں۔ اج بحاری اور  
 اج گلابی، حسا کہ ناموں ہی سے ظاہر ہوتا ہے،  
 سادات بحارا اور سادات گلابی کا مرکز ہیں۔  
 اج معلہ میں حکومت معلہ کے اہل کاروں کا قیام رہا  
 کرنا تھا۔ مکان زیادہ تر کچیے ہیں، بحر جند بختہ  
 عمارتوں کے، حور بعض متمول افراد نے اپنے لیے تعمیر  
 کیں۔ صفائی کا کوئی انتظام نہیں۔ مسعدوں،

اس کی نشان دہی اسکندہ اس کے نام سے کی ہے،  
 جس سے اس امر کی نائند ہو نہیں ہوئی کہ  
 اسکندر اعظم نے یہاں فی الواقع کوئی سپر آباد  
 کیا لیکن یہ ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ اگر  
 کیا بھی تھا تو اس سے پہلے بھی یہاں کوئی سپر  
 آباد تھا، جس کے نام کو اج سے قریبی مسابہ  
 حاصل تھی۔ اسے ہی 'اج' کے کچھ اور نام بھی تھے  
 کئی گئے ہیں، مثلاً اسکندہ اور اسکندہ بلواڑہ اور  
 حور (دیکھئے مناجات سٹاکس، رناب، رناب  
 بھاولپور، ۱۹۶۰ء)۔ مسابہ المسابک میں اسکندہ  
 اس سے قبل ہے اسکندور الادریسی نے برہہ المسابک  
 میں سندر سے مویوم لیا ہے، مگر اس نقطہ پر  
 اوسہ ہی لکھا ہے۔ ناموں کی اس فہرست میں  
 بعض اور ناموں کا اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے، مثلاً  
 اسی ڈریکی (Oxydrace) کا، مگر جس کے متعلق  
 سر ہیری ایلٹ نے لکھا ہے (بحوالہ گرنٹر ماٹور)  
 کہ اسی ڈریکی، جسے مغربی معنی میں طرح طرح  
 کے ناموں سے لکھا ہے، درنا کے اس نار مغرب میں  
 واقع تھا، کو عجب بات ہے کہ یہاں بھی اج کے  
 نام کا ایک سپر موجود تھا، حور صدیوں سے ویران  
 پڑا ہے۔ ایلٹ کے نزدیک آسی ڈریکی اور اج  
 کا ایک ہونا ممکن نہیں، بلکہ اس کی رائے میں تو  
 اسکندر نے ساند کوئی سپر آباد ہی نہیں کیا۔ یہ  
 محض اس کی سپر بھی جس کی وجہ سے اج کا نام  
 اسکندہ نا اسکندہ ہو گیا۔ حاصل تلام یہ کہ اج کی  
 قدیم تاریخ بردہ حسا میں ہے۔ اسلامی عہد میں  
 السہ جب آئیے سر معمولی وسعت اور برقی ہوئی تو  
 علاوہ ایک علمی اور تہذیبی مرکز کے سیاسی،  
 معاشی، بحاری اور جنگی لحاظ سے بھی اس کی اہمیت  
 میں روز افزا اضافہ ہونے لگا (دیکھئے اسلامی ہند کے  
 تاریخی مآخذ)۔ چنانچہ ساحوں نے اس کی حوس حالی،  
 حور صوری، روبر اور حس مساطر کی تعریف کی ہے۔

مدرسوں، معروں، حافاھوں اور قدیم آثار کا سلسلہ اس دور دور تک بھینلا ہوا ہے (تفصیلی حالات کے لیے - دیکھیے محمد حفص الرحمن حفص: تاریخ اوج انوار ۶ و ۷)، جس سے دا حلنا ہے کہ اسی زمانے میں نہ سہر کس قدر ادا ہوگا، چنانچہ قریب ہی کے رہائے (۱۸۲۷ء) میں سب سر چارلس مسس کا یہاں گھر ہوا تو وہ اس کی زرخیزی اور آبادی کی تعریف کے بغیر نہ رہا۔ وہ کہتا ہے: ”اج اس علاقے کا بہت قدیم مدرس سہر ہے اور فی الحقیقت یہ سہروں کا مجموعہ۔ ریلوں آتے پہلے سے منجوں میں ایک کا نام در کا اح ہے۔ ریلوں کے آوار ڈے پر روٹی ہیں اور دھوئیں سے تلے کی بھری ہوئی لٹکانیں سدھ لٹو جاسی رہی ہیں۔ قدیم آبادی کے پیمبر دور اور تک پہلے ہوئے ہیں“ (تجارت و گریٹر، رمانیت بہاؤ، ۱۹ء، ص ۳۸۹) بوڈ راس لکھتا ہے کہ دور اور در کے زمانے تک حیات اور سدھ کا سنگم اح کے بالمقابل واقع تھا، یعنی مٹھن لوٹ میں اس کے موجودہ سنگم سے ساٹھ میل شمال کی جانب، چنانچہ ۱۷۸۸ء میں جب ریل Runnel نے حیرانسانی ہند (Geography of India) نصف لٹا اور ۱۷۹۶ء میں جب مرزا فضل سنگ نے اس علاقے کی دہانوں کی نو ان دریاؤں کا سنگم اسی مقام پر کیا، لکن موجودہ صدی (اسٹون) کی ابتداء میں دریائے سدھ نے تدریج اپنا رخ بدل لیا (تجارت و گریٹر، ۱۹۰۷ء)، جس کا مطلب یہ ہے کہ زمیں کی بار بار دریا بردیوں سے اح کو بہت نقصان پہنچا، لہذا یہاں ایک مہینے کئی سہر آباد ہوئے۔ جیسا کہ مرزا فضل سنگ نے لکھا ہے کہ نہ سہر سات ستوں پر مشتمل تھا۔ ارنر Barnes کہتا ہے کہ اح میں بین الگ الگ سہر شامل ہیں (وہی کتاب) اور مفتی علام سرور نے اسی نصف (محرر بہت)،

لاہور ۱۲۸۵ھ) میں اس کے حو حالات بیان کیے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اج دریائے پنجند سے چار میل کے فاصلے پر بڑی خوبصورتی سے لگائے ہوئے درجوں سے گھرا ہوا ہے اور ایک نہایت سرسبز اور سراب علاقے میں آباد ہے۔ تجارت سب ہوئی ہے، بالخصوص برتنوں کی۔ موجودہ آبادی سب بہاؤ الدس، کرنا ملانی کے زمانے کی ہے۔ رحمت سنگھ کے عہد میں سٹھوں نے اسے لوٹا اور قریب تھا کہ نہ سہر اچڑ جائے۔ ایسے ہی مرزا فتح سنگ مؤلف تاریخ سدھ نے لکھا ہے کہ ملتان کے برکنوں میں آج بھی ایک بڑا سہر ہے۔ پہلے اح کی سات ادناں نہیں اب صرف بن نامی ہیں۔ فتح گر گنا ہے۔ ان بد کردہ نگاروں سے بہت پہلے اس بطوطہ اح کی تعریف کر چکا ہے۔ مول اس کے اوجہ دریائے سدھ کے کنارے واقع اور بہت بڑا سہر ہے، بازار عمدہ اور عمارتیں مصدقہ ہیں (سفرنامہ اس بطوطہ، اردو ترجمہ، ص ۲۹۳، سانچ کردہ نفس الہندی، کراچی)۔ ان سب باتوں کو جس نظر رکھیے تو یہ امر نہ کسی زمانے میں اح کا عرص و طول ۲۴ اور ۳۱ میل تک پہنچ گیا تھا مبالغہ آفر معلوم نہیں ہوتا۔ بہر حال نہ اسلامی عہد ہے جس میں اس سہر کو سیاسی اور معاشی اعتبار ہی سے نہیں بلحاظ تہذیب و تمدن بھی بڑا مروج ہوا، نا آنکہ وہ علم و عرفان کا ایک رہبر و مر تر بن گیا۔ اح ٹوسٹ سے پہلے محمد بن قاسم نے فتح کیا، لکن سدھ میں عربوں کی طامش گزور ہوئی تو اح پر بھر ہندوؤں کا قبضہ ہو گیا، گو محمود غزنوی نے جب راجہ جے پال کو شکست دی (۱۰۱۰ء) تو اس وقت یہاں فرمطی امیر ابوالفتح حکومت کر رہا تھا۔ محمود غزنوی ہی کے زمانے میں یہاں ایک اسلامی درس گاہ کی بنیاد رکھی گئی، جس کے صدر مولانا صفی الدین گاررونی

یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کے جانشین ہوئے۔ ہمایوں کے عہد میں البتہ اچ بھر دہلی کے ماتحت آ گیا لیکن ہمایوں نے شیرشاہ سوری سے شکست کھائی اور بھاگ کر سدھ پھچا تو اس کا گزر اچ سے بھی ہوا۔ یہ زمانہ بخشوی خان لنگہ کی صوبیداری کا ہے، جو شاہ حسین ارغون (رک نان) والی سدھ کی طرف سے یہاں حکومت کر رہا تھا۔ اس نے ہمایوں سے اچھا سلوک نہیں کیا۔ پھر حال ہمایوں جب ایران سے واپس آیا تو اچ بھر سلطنت معلہ میں شامل ہو گیا اور اس وقت تک شامل رہا جب تک دولت معلہ کو روال نہیں ہو گیا، لیکن معلہ عہد بالخصوص عالمگیر کے بعد اچ کی سیاسی اہمیت تدریج ختم ہوتی چلی گئی۔ اب وہ کوئی انتظامی مرکز تھا نہ حکومت کا صدر مقام؛ لہذا آبادی بڑھ رہی تھی، تجارت اور کاروبار میں فروغ آنا گیا، علم و فضل کا بھی چرچا نہ رہا؛ چنانچہ نادر شاہ افشار اور احمد شاہ اندالی کے زمانے میں اچ کی حیثیت ایک معمولی سے شہر کی بھی اور انتظامی اعتبار سے یہ صوبہ ملتان کا ایک حصہ تھا۔ آگے چل کر جب سکھوں نے سر اٹھایا تو ان کے زمانہ عروج میں رعیت سکھ نے اچ پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش کی، لیکن ناکام رہا، حتیٰ کہ عساکر بہاولپور نے اسے اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔

اچ کی علمی مرکزیت اور اسلامی ہدم میں اس کا غیر معمولی فروع دراصل ان حوادادوں کا رہیں سب ہے جنہوں نے یہاں آ کر سکونت اختیار کی اور جن کی برکات و انوار، فیوض طاہری و باطنی اور سلیمی کوششوں سے اس کے اطراف و اکاف میں اسلام کی روشنی پھیلنے لگی۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے یہ عزوبی عہد تھا جب شیخ صفی الدین گزرونی یہاں تشریف لائے۔ وہ پہلے بررگ ہیں جنہوں نے

تھے۔ یہ گویا اچ کی علمی مرکزیت کی ابتدا تھی، نا آنکہ آگے چل کر وہ دہلی کا حریف تصور ہونے لگا؛ چنانچہ قاضی مسباح السراج نے، جو یہاں مدرسہ فیروزی میں درس بھی دیتے رہے، اچ کو سب اس کے علمی مرنے کے ”حصرت اوچہ“ لکھا ہے۔ پھر جب سلطان شہاب الدین محمد غوری نے ارض پاک و ہند میں اسلامی سلطنت کی سا رکھی تو ملتان کے ساتھ اچ پر بھی غوریوں کا قبضہ ہو گیا۔ اچ کو سب سے زیادہ عروج سلطان ناصر الدین محمود کے دور حکمرانی میں ہوا، جس کی انک یہ وحد بھی تھی کہ التمس کے عہد اور قباچہ کی صوبیداری کے زمانے میں، جس نے اچ کو اپنا صدر مقام بنایا اور یہاں ایک مصوط قلعہ بھی تعمیر کیا، جس معلوں نے ارض پاک و ہند میں دستبرد شروع کی تو علماء و فضلاء گروہ در گروہ اچ کا رخ کرنے لگے اور بشتہ نے یہیں سکونت اختیار کر لی۔ معلوں نے اچ پر بار بار حملہ کیا، لیکن ان کی عاری گری کے باوجود اچ کی حیثیت میں کوئی فروغ نہیں آیا، بلکہ سیاسی اور جنگی لحاظ سے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی۔ پھر جب معلوں کی ماتحت و ناراج کا زمانہ ختم ہوا اور غازی ملک عثمان الدین تعلق اور عاری ملک کے بعد محمد تعلق نے دہلی کا ماتحت و ماتحت سنہالا اور ایک مصوط مرکزی حکومت قائم کر دی تو اچ کو باطمینان ترقی کرنے کا موقع ملا؛ البتہ ۱۳۹۸ء میں جب تیمور نے دہلی پر حملہ کیا تو اچ ہی کے راستے سے ملتان اور ملتان سے پاک پٹی ہوتا ہوا دہلی روانہ ہوا تھا۔ یوں ملک کا اس و امن، جس میں اس سے پہلے بھی حل آ رہا تھا، اور بھی درہم برہم ہو گیا۔ دہلی کی مرکزیت ختم ہو گئی اور ہر طرف مقامی حکمرانوں نے سر اٹھایا، لہذا اچ کا تعلق بھی دہلی سے منقطع ہو گیا؛ چنانچہ اب یہاں جام اور لنگہ اور سمہ خاندان کے قسمت آ رہا

نرنگوں کی روایات کو برقرار رکھا، لہذا ان کی پانچ سو تعلیمات کا اثر بھی دور دور تک پھیل گیا اور گرد و نواح کے علاقوں کے لیے قیوں ہدایت کا باعث ہوا۔ مسیح رضی اللہ عنہ گنج علم، جس کے علم و فضل کے حصرت محدود جہانوں جہاں گشت بھی معریف ہیں، اح ہی کے رہنے والے بھی، اسی طرح تحفہ عوینہ کے مصنف مولوی عوب رحمن اور کئی ایک دوسرے علماء و فضلاء اور ماہرین میں۔

اج کا روال اور ایک عظیم السال سہر سے ایک معمولی سی سسی میں اس کی تبدیلی تاریخ کا ایک عام لیکن عربی واقعہ ہے۔ ذرا اندازہ ہو کہ جسے نہ جو سہر کبھی امرائے حکومت کا مرکز تھا، جس کے انتظامات اور عملداری میں کئی علامتیں شامل تھیں، جہاں کبھی علم و فضل کا چرچا تھا اور جس کی تجارت اور صنعت اور کاروبار سے دن رات ایک جہل بھل رہی تھی وہاں بحر اٹھری ہوئی سسوں اور ان کے مٹے اور مٹے ہوئے آثار کے علاوہ اب کچھ بھی نہیں۔ نہ سرکاری عمارتیں ہیں نہ رس کافیں، نہ امراء کے محلے، نہ نو نشتر کچے مکانوں کی اس چھوٹی سی سسی میں ایک بھانہ اور ایک سفاسادہ۔ برسوں کی تجارت اب بھی ہوئی ہے، لیکن وہ علیے سے بھری ہوئی کشتیاں اور وہ مال و اسباب کے فافلیے اب کہاں۔ حلقہوں، مسحدوں، مدرسوں اور مراوں کی مہربس گریٹر ریاست مہاولپور اور تاریخ اوج (حوالہ اوسر آچکا ہے) میں ملیے گی۔ ان میں مزار حصرت مسیح صلی اللہ عنہ حقانی، حانفہ حصرت سد حلال اعظم سرح نوش بخاری، سرار سلطان سد احمد کبیر، حلقہ و مرار حصرت محدود جہانوں جہاں گشت، حلقہ حصرت محدود راح قتال، حلقہ بی بی حوندی، مرار پیر مٹاں، حلقہ حصرت مہاول حلیم، مسحد شریف اج گیلانی، مرار

اج میں ایک مدرسہ اور حلقہ قائم کی۔ مہاجر کے عہد میں ایک اور مدرسہ مدرسہ ضروری کے نام سے تعمیر ہوا، جس میں طلبہ کا مجموعہ رہا تھا، ناپن ہمہ اج کو سب سے زیادہ شہرت حصرت محدود جہانوں جہاں گشت کے وجود مسعود سے ہوئی۔ ان کے حد امجد حصرت سد حلال اعظم سرح نوش بخاری سے ملتا ہوا ہے۔ مسیح صلی اللہ عنہ لائے اور یہاں افادت گریں ہو گئے۔ سلطان سد احمد سر بخاری سہروردی ان کے صاحب رائے ہیں، جس کا سہار عہد علماء اندلس حلیی کے اکادمیاء اور سرور ہیں ہونا ہے۔ سندھان۔ نہ یہی اسے والد واحد کی طرح بڑے صاحب اسف و براہ۔ اور کبھی۔ حصرت محدود جہانوں جہاں گشت، جو اصر پات و ہند کے اکابر سرور ہیں سے ہیں، انہیں کے صاحب رائے ہیں۔ حصرت محدود کی رحیم و رحمت میں ان کے والد امجد اور عم محرم کے علاوہ بعض اور سرگود، کا بھی حصرت ہے، مثلاً مسیح جمال الدین حیدر، عالم حدیب اور مسیح بھاد الدین، قاضی اج کا۔ اس سے ناچلنا ہے کہ اج اس زمانے میں کسا بڑا علمی مرکز تھا مگر اس کے اوحد یہ حصرت محدود کا سلسلہ رسد و ہدایت تھا جس سے اج کا سہر ہر طرف پھیل گیا۔ ان کے فضل و کمال، ان کی سر و صاحب، ان کے کسف و ارامات، موص ظاہری و باطنی، درس و تدریس اور امراء و وزراء سے روابط ان کی عظیم شخصیت کا ناچل انکار سوب میں، جس نو بد کردہ نگاروں نے بڑی مفصل سے بیان کیا ہے۔ ساداب بخارا کے علاوہ دوسرا حیدر، جس سے اج کے علم و عرفان میں اضافہ ہوا، ساداب گیلان کا ہے۔ اس حیدر کے اولین بزرگ حصرت مسیح بدگی محمد عوب حلیی لنگہ سرداروں کے زمانے میں اج سریر لائے۔ ان کے حاشیہ ان کے صاحب رائے حصرت سید عبدالقادر ثانی ہوئے۔ ساداب بخارا کی طرح ساداب گیلان کی اولاد و احفاد نے بھی دیر تک اپنے

بھی اپنا منصب اچے کے فرمانرواؤں سے حاصل کرتے تھے۔

اچے کلان : شروع میں صرف شمال مغرب کی طرف کا صلع دریا اچے سمیت اور بندرگاہ اچے، جو اچے کے حکمرانوں کی خاص جائے سکونت تھی، اچے خاص شمار ہوتا تھا۔ ولدیروں نے اسے اچے کلان اور دارالسلطنت کو کٹوتہ راجا (یعنی راجا کے قلعے) کا نام دیا۔ سانانگ Sabang کی بندرگاہ، جو بولووی Pulo We کے جزیرے میں (کٹوتہ راجا کے شمال مشرق میں) واقع ہے، صرف موحودہ صدی کے آثار سے وجود میں آئی۔ ساحلی علاقے (سروہ Barōh) کے ناسدے بہت سی ناہوں میں اندرون ملک کے بند علاقے (تونونگ Tunong) کے ناسدوں سے مختلف ہیں۔ اول الد (حوطاهر) ساھی قائم گاہ کے قرب میں رہتے ہیں) اسے طور طریقوں اور اپنی زبان کے اعتبار سے ہمیشہ زیادہ سادہ تصور کیے جاتے رہے ہیں۔

مستعقات (Dependencies) : دیگر اصلاع، جو مغربی، شمالی اور مشرقی ساحلوں پر واقع ہیں اور جو ولدیروں کی حکومت میں شامل تھے، بالعموم متعلقات (Dependencies) کہلاتے تھے۔ یہاں کے اہم شہروں میں مدرخہ دیل شمار ہوتے ہیں : مغربی ساحل پر : مولاسوہ Meulabōh، ناپاسوان Tapa' Tuan اور سینگیل Singkil، شمالی ساحل پر : سگیل Sigi، جو سابقہ بیدیہ Pidie (یا Pedir) کی سلطنت کے علاقے میں ہے، سورودو Meureudu، برواین Bireuën، بوسنگی Peusangan، لوسکون Lhō' Sukōn اور لوسیوماوہ Lhō' Seumawē، مؤخرالد کر مقام اور دریائے دیامبو آئے Diambō Ayé کے درمیان پاسے Pasé کی خوشحال سلطنت تھی، جس کی ساحل ان بطوطہ (طبع Sanguinetti و Defrémery، ۲۲۸ : ۴۰۰) نے ۱۸۶۶ء / ۱۳۴۵ء میں کی تھی، مشرقی ساحل پر : مجملہ

جمال الدین خندان، حافظہ حضرت حسن دریا اور حافظہ حضرت بدگی محمد عوث بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ جس کی ریاست کے لیے صوبہ اچ کے حلقہ نگوش آج بھی دور دور سے آئے اور فیض ناطی حاصل کرتے ہیں۔

مآخذ (۱) *Panjab States Gazetteers*، ج ۲۶،

*Bahawalpur State*، ۱۹۰۷ء، (۲) محمد حیات الرحمن

حیات، تاریخ آج، ۱۹۳۱ء، (۳) محمد ایوب

قادری : معدوم جہانیاں جہان گشت، کراچی ۱۹۶۳ء،

جس میں ماحد فی انک طویل مہرست درج ہے، (۴)

محمد سعادت مرزا بندرہ حضرت معدوم جہانیاں

جہان گشت، حیدرآباد ۱۹۶۳ء، (۵) اسطغر ندوی،

باربع، دارالمصنف اعظم گٹھ ۱۹۶۷ء، (۶)

تعدادات جشی، طوعہ پنجابی اکیڈمی، لاہور، (۷)

سرمایہ اس بطوطہ، مترجمہ رئیس احمد جعفری، مطوعہ

نفس اکیڈمی، کراچی، (۸) A Cunningham :

*Ancient Geography of India*، لندن ۱۸۷۱ء

(سید ندیر نیازی)

اچے : [احہ] نا اچے نا اچس [برنگالی مصحف : اچہ] ولدیروں : Ajeḥ یا Atjeh سائرا کے حریرے کا سب سے شمالی حصہ۔ یہاں ایک زمانے میں اچے کی ناامدار اسلامی سلطنت عروج پر تھی، مگر آج کل جمہوریتہ انڈونسیا کا ایک صوبہ ہے۔ ولدیروں کی حکومت کے زمانے میں جنوب میں اس کی حد بندی ناپانولی Tapanuli اور سائرا کے مشرقی ساحل (Oost-kust) کی ریڈیڈنسوں سے عوبی تھی، جو اب سائرا اناہه Utara کا صوبہ ہیں۔ پہلے زمانے میں اچے کا صوبہ (یا نام اس کے سیاسی امدار کا دائرہ عمل) جنوب کی طرف بہت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ سائرا کے مشرقی اور مغربی دونوں ساحلوں کا ایک معتدہ حصہ اچے کے ماتحت تھا، یہاں تک کہ تک Batak علاقوں کے سے دیس سردار

میں تاور Tawar کی بڑی جھل اور دریائے  
پسوسنگی واقع ہیں) ان لوگوں کے نصرف میں  
ہے جو اورنگ لوب Urang Laut (یعنی جھیل  
کے لوگ) کہلاتے ہیں۔ اس کے برعکس جو  
مندان اس کے حبس میں ہے وہاں اورنگ دوروب  
Urang Dorot یعنی جسکی کے لوگ کہتے ہیں۔  
حبس مشرق میں سربوہادی Sərbödjadi کی سطح  
سے سطح وسیع ہے، جس میں دریائے پورولا کے  
سب سے پہلے ہیں، جو مشرقی سمت میں بہتا ہے۔  
جوبھی سطح مرتفع، جو حبس میں ہے اور جس میں  
دریائے تیرا Tupa بہتا ہے جو مغربی ساحل پر  
سمندر میں جا گرتا ہے، کابولاؤس Gayō Luōs، (یعنی  
گاہو کا وسیع ملک) کہلاتی ہے۔ آس کا علاقہ اس کے  
سور میں واقع ہے۔ ان علاقوں کے لوگ، جو بہت سی  
ناسوں میں اچھے کی آبادی سے مختلف ہیں، شروع  
ہی سے اچھے کی حکومت کو تسلیم کرتے رہے ہیں۔  
اچھے کے حکمرانوں نے جن چار سرداروں کو  
(جو کجوروں Kēdjuruns کہلاتے تھے) ملک کے  
مغربی حصوں میں مقرر کیا تھا وہ گاہو اور اچھے  
کے درمیان ثالث کا کام دیتے تھے۔ ان میں سے  
دو کجوروں کا دائرہ اثر ورسوخ جھیل باور کے  
حطے میں تھا (ان کے مخصوص لقب رواہو نوٹ  
Rōdjō Bukit اور سہ اناہ Siah Utama تھے)۔  
ایک کا نر دوروب میں سے ہونا تھا (جس کا لقب  
رواہو لنگو Rōdjō Linggō تھا) اور چوبھے کا گاہو لاؤس  
میں سے ہونا تھا۔ (کجوروں پسمانگ Kēdjurun  
Pétambang) سربوہادی گرسہ رمانے میں آبادی سے  
حالی تھا، بعد میں اس کا سب سے زیادہ ممتاز سردار  
بھی کجوروں آنک (Kēdjurun abuk) کہلاتے لگا۔  
آس کی مملکت میں دو کجوروں اچھے کی حکومت کی  
نمایدگی کرتے تھے۔

سب سے اہم انتظامی مرکز نکنگوان kéngon

دیگر شہروں کے ایڈی Idī، لانگ سا Langsa اور  
کوالا سیمپانگ Kuala Simpang کے شہر ہیں۔ ایک  
دھانی ٹریموے مشرقی اور شمالی ساحلوں کو کوٹہ راجا  
سے ملاتی ہے۔ آبادی کا ایک حصہ اچھے نلان سے  
نقل وطن کر کے وہاں چلا گیا ہے اور بہت سے ملائی  
لوگ بھی آس ناس کے اصلاع سے آ کر یہاں آباد  
ہو گئے ہیں

سادہ برج کی روایتی کاسٹ، جس کی وجہ سے  
"معلہات" کے ایک حصے میں ہونا۔ نا، اسد  
وجو۔ میں آئی تھیں، سادہ ہر جانے کے "و۔ ز۔ اچھے  
وامدبری حکومت کے زیر سایہ رہی کہ آسے آنک  
جوسحال ملک میں گدا، چاچہ ۱۹۴۲ء میں حوال  
ی دہمسا سالس ہرارٹس رائے اور ضرورت مذاوار  
دوسرے ملکوں کو بھیجی گئی اور جیہالنا، بچولی  
patchouli، ناریل، ریڑ اور موہیسوں کی۔ اسد  
بھی اہمیت رکھتی تھی۔ آب رسانی کی تعمیرات  
نڑے سماسے پر مکمل ہو گئیں یا ریپر مکمل  
تھیں۔ سڑکوں کے نظام کو وسیع دی گئی اور  
اس کے علاوہ مغرب کی اسٹیشنوں پر اچھے کے  
مشرقی اور مغربی ساحلوں پر اسادہ رہیں کے وسیع حطے  
ریڑ، ناریل اور ٹس وعمرہ کی کاسٹ کے لیے ساف  
لے۔ رانتو Rantau، کوالا سمانگ اور پورولا  
Peureula (لانگسا) میں سی سی ایم (Bataafce  
Petroleum Maatschappij) رہیں سے مل نکالنے کا کام  
کرتی تھی اور مولانوہ میں سونا نکالنے والی ایک  
کسی کو ٹھیکہ دے دیا گیا تھا۔

گاہو Gayō اور آس Alas کے علاقے:  
نلد بہاڑی سلسلے، جو قدیم جنگل سے ڈھکے ہوئے  
ہیں، ساحلی علاقے کو گاہو کی سرزمین سے جدا کرتے  
ہیں اور ایک دوسرے کو قطع کرتے ہوئے گاہو  
کے علاقے کو چار مربع سطحات میں تقسیم کرتے  
ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ شمالی علاقہ (جس

ہوئے باحروں) نے ایک حد تک آبادی کی ترکیب پر اثر ڈالا ہے۔ اچے میں بہت سی مقامی بولیاں رائج ہیں اور پھر ہر ایک مقامی بولی کی بہت سی شکلیں ہیں۔ ادبی زبان بالعموم صلیح نروہ کے محاورے سے عربی دہریں مناسب رکھتی ہے۔

اچے کی ادبیت کے لیے دیکھئے *The Snouck Hurgronje* 'Achehnese'، ۲: ۶۶ تا ۱۸۹۔ گایو ایک مستقل زبان ہے، حالانکہ آئس ایک شمالی تنگ بولی ہے۔ انیسویں صدی میں ملائی زبان سدراکھوں کی آبادی کے ایک حصے کے سوا اچے میں کوئی نہیں جانتا تھا، مگر اس سے بسروہ درباری زبان بھی اور نہایت قدیم زمانے سے اچے میں سرکاری کاغذات اور دیسات پر بہت سی تصانیف ملائی زبان میں لکھی جاتی ہیں۔ عربی اور ملائی تصانیف کے قدیم ترین تراجم *Achehnese* کی زبان میں سترھویں صدی سے جاری ہوئے۔ اب انڈونسی زبان سرکاری زبان ہے۔ دیگر

تصانیف کے لیے دیکھئے: (۱) *C Snouck Hurgronje*، *Studien over Atjehsche klanken schrifteleer*، در *TBG*، ۳۵ (۱۸۹۲): ۳۴۶ تا ۳۴۲، نیز (۲) *Atjehsche Taalstudien*، وہی محلہ، ۴۲ (۱۹۰۰): ۱۴۴ تا ۲۶۴، (۳) *Handleiding voor K F H van Langen*، (۴) *de beoefening der Atjehsche Taal*، ہنگ ۱۸۸۹ء، (۵) *Atjehsche-Nederlandsch Woordenboek*، H. Djajadiningrat، *boek*، ثاویا ۱۹۳۳-۱۹۳۴ء، (۶) *Three old Achehnese MSS*، در *BSOS*، ۱۴ (۱۹۵۲): ۳۳۵ تا ۳۴۵، (۷) *Gajösch-Nederlandsch Woordenboek met Nederl-Gajösch register*، ثاویا ۱۹۰۷ء۔

قائل اور خاندان: اس نام کے آثار ابھی تک باقی ہیں کہ اچے کی آبادی چار قبیلوں میں منقسم تھی۔ ایسے ہر قبیلے یا *kawöm* (مأخوذ از عربی: قوم) کے افراد یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے

اور بلنگ کھسریس *Blang Kédjèrèn* میں ہیں۔ اول الذکر چھل ناور پر ہے اور مؤخر الذکر گایولاؤس میں۔ نکسگوں کی تحصیل میں، جہاں سر ہزار ہیکٹر (hectares) کا رقبہ صوبہ (fir) کے درجوں سے بھرا ہوا ہے، گوئد (resin) اور نارین (turpentine) کی اہم صنعت شروع ہو رہی ہے۔ ۱۹۴۲ء میں خاندانی حملے کے وقت کاعد زمانے کا ایک تاریخی قلم کے لیے کاغذ صوبہ بھرنا مکمل ہو چکا تھا۔

اچے کے ناموں کے متعلق صحیح معلومات کے لیے ہم سے زیادہ سول ہرچرند *C Snouck Hurgronje* کے رپورٹ احسان ہیں جس نے (پہلی بار ۱۸۹۱-۱۸۹۲ء) اس قوم کے معاشرتی سیاسی اور مذہبی حالات و فوائد کے بارے میں جہاں سے کی، جس کے بارے میں اس سے پہلے شاید ہی کوئی نام معلوم نہیں (*De Atjehers*)، ثاویا ۱۸۹۳-۱۸۹۴ء، قلم اس کتاب کا انگریزی ترجمہ، جس کے ساتھ ایک بنا دیا گیا شامل ہے اور بعض اضافے بھی مصنف نے کیے ہیں: *The Achehnese*، ثاویا۔ لائنڈن ۱۹۰۶ء، *Ambtelijke adviezen*، ح ۱، ہنگ ۱۹۵۷ء: ص ۷۷ تا ۷۸) اور بعد میں اس نے تفصیل سے گایو کی سرزمین اور ان کے رسم و رواج کی نسبت بیان کی ہے (*Het Gajöland en zijne bewoners*، ثاویا ۱۹۰۳ء)۔ موسیٰ اور نسلی تصانیف کا ایک نیا مجموعہ *J Kreemer* نے اکٹھا کیا اور اپنی کتاب *Atjeh*، دو جلد، لائنڈن ۱۹۲۲-۱۹۲۳ء، میں شائع کیا، جس میں اس کے علاقے کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

آبادی اور زبان: اچے قوم کی اسدہ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ زبان کے اعشار سے یہ لوگ ملایا اور پولی نیشا کی اقوام (Malay-Polynesian) سے تعلق رکھتے ہیں۔ علاموں نے، جو ناس *Nias* کے سریرے وعرہ سے لائے گئے ہیں، اور دوسرے غیر ملکیوں (مثلاً ہندوستان سے آنے

اور سردار (Sagi-chiefs) : تاریخی زمانوں میں اچے ہمیشہ سے بہت سے جھوٹے جھوٹے اصلاح میں مقسم رہا ہے، جس کے وہروبی سردار، جو اولی بلانگ (یعنی سہ سالار) کہلاتے تھے، مسلسل طور پر ایک دوسرے سے برسر پیکار رہے تھے، تاہم وہ اپنے مشترک آقا کی حشمت سے اچھے کی سدرکہ کے امر کو حراج عقیدت ادا کرتے تھے۔ مؤرخانہ سرکاری (ملائی) کا اعداد میں سلطان کا لقب رکھا تھا، لیکن بالعموم اکسر Achehnese اسے واحد نام پوتو (Puteu)، یعنی "ہمارا آقا" کہتے تھے۔ سلاطین اور ان کے خاندان کے افراد ہواں کو tuanku کے لقب سے ملقب تھے اور سہ سالاروں (اولی بلانگ) کے خاندانوں کے سربراہ افراد ہواں کو Teuku کے لقب سے ممتاز تھے۔

آکسر حکمرانوں کا افسدار و وقار اور ان کے دربار کی دولت و ثروت اور ساں و سوک، جس کا بد ذرہ قدیم سریں ملائی اور یورپی دونوں طرح کے سانپ میں موجود ہے، ساحل اور آس پاس کے علاقوں کے حراج اور دارالسلطنت اچے کی سدرکہ کے محاصل پر موقوف بھی۔ دلیر اکسر چہارراں سمندر اور سدرگاہوں کے مالک تھے۔ اگر وہ حراج طلب کرنے کو سادھی کوئی انکار کی حرأ کر سکتا تھا۔ ملک کے اندرونی حصے میں حکمرانوں کو کوئی دلچسپی نہ تھی، نہاں تک کہ جب یہ سلطنت غروج پر بھی (سولہویں صدی کے دوسرے نصف اور بالخصوص سترہویں صدی کے نصف اول کے دوران میں) بواس وفت بھی سلطان کی حکومت دارالسلطنت کے قریبی گرد و نواح تک محدود تھی۔

سترہویں صدی کے خاتمے تک یہ حکمران پورے طور پر اچے کلاں کے سپہ سالاروں پر بھروسا کرنے لگے تھے۔ اس زمانے میں مؤرخانہ کرنے بظاہر اپنے بشرکہ معاد کی بناء پر اپنے آپ کو تین اتحادوں میں مقسم کر لیا تھا، جو سگی Sagi یعنی "اطراف"

بربرہ سلسلے میں حوں کے (شترے سے مربوط ہیں، لہذا) خاندانوں کی اہمی انتقامی جو بربری اور حوں نہا کے معاملے میں (بالخصوص) ان کے حقوق اور فرائض مستترک ہوئے ہیں تاہم مختلف قوموں (Kawōms) کے افراد عام ملک میں مسخر نائے حایے ہیں۔ صرف اسے مقامات میں جہاں بہت سے قرابت دارا دیئے رہے ہیں ان کا یہ عہدہ ہے نہ وہ اپنے سر نہ وہ د کے سے ایک سردار مسخر کر لے ہیں۔ گاہو کتی گورنارٹ میں موسم ہر، جہاں اپنے راجاؤں Rojos کی سرکردگی میں مل جل رہے ہیں۔ جب راجاؤں نے آس میں اختلاف ہے، تو مصلہ چوروں کی رائے پر موقوف ہوتا ہے۔

دنیات کا نظم و نسق : اچے میں لٹوچھی Keutjhi (یعنی نرا نوڑھا) گمبونگ (Gampōng) یعنی کاؤں)، اس کے ایک محلے (ملائی) : گمبونگ (Kamping) کا سربراہ ہوتا ہے۔ نوب ضرورت وہ معتبریں اسخاص سے (یعنی ان لوگوں سے جو زندگی کے تجربات حاصل کر چکے ہوں) مسورہ کرتا ہے۔ گاؤں کے دیسی معاملات، مثلاً صلہ (سار)، میں مقامی لوگوں کی امامت کرتا، سنگکوموناساہ (Teungku meunasah) کا کام ہے۔ سنگکو کے لقب سے اسے میں وہ لوگ ملقب ہیں جس کے فرائض منصبی دیسی امور سے متعلق ہیں اور وہ لوگ بھی جنہوں نے شرعی قانون سے کچھ واقف حاصل کر لی ہے۔ کاؤں کے مقدم (Gampōng Teungku) یا محلے کے مقدم (Teungku meunasah) کوئی صاحب علم لوگ نہیں ہوئے، بلکہ ان کا منصب موروثی ہو گا ہے اور ہر حربہ کے زمانے میں ان سنگکووں کی حسانہ اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ وہ دوسرے لوگوں کی مدد کے بغیر نہ مشکل اپنے فرائض منصبی ادا کر سکتے تھے۔

شاہرا دگاں (Princes) سپہ سالار (Ulabbalangs)



نشاں دہی کرتی بھی اور جس سے مراد ایسے مقام کی حفاظت کرنے کی اہلیت بھی)۔ اس کے برعکس گایو اور آس لوگوں کے سرداروں کو اُن کے منصب کی نشانی کے طور پر عموماً ایک قسم کا حجر عطا کیا جاتا تھا۔

مقاموں کی تقسیم: شافعی عقدے کے مطابق ہمارے جمعہ صرف اس صورت میں حائر ہوئی ہے جب (کم از کم) چالیس مہم موجود ہوں۔ مہم سے مراد ایسا شخص ہے جو ایک حکم متوطن ہو گیا ہو اور سب کی شرائط پوری کرنا ہو۔ جبکہ اکثر گائیو کی آبادی ایسی رہاؤں سے بھی کہہ چالیں مقاموں کی مہم میں ہمارے جمعہ ادا کی جاسکتی اس لیے یہ دستور بن گیا تھا کہ نئی کاسوں کو ملا کر ایک ضلع بنا دیا جاتا اور جی الامکان اس ضلع کے ہر سر سے نزدیک تر کسی حکم پر ہمارے جمعہ کے لیے ایک مسجد تعمیر کر دی جاتی، لہذا لفظ مہم کا مفہوم (جس کا تلفظ یہاں مکیم Mukim تھا) نہ صرف اچھے میں بلکہ بعض ملائی علاقوں میں بھی دائرہ نا حلقہ ہو گیا۔ ہر ایک سب سالانہ اسے کئی مہموں کا حاکم ہونا تھا۔ علاوہ ازیں مذکورہ بالا بسوں سرداروں Sagis کے نام ان کے مقیموں کی ابتدائی تعداد سے ماخوذ ہیں، چنانچہ وہ یوں کہلائے ہیں: ”نائس مقیموں والا سردار“ (حبوب میں)، ”بچیس مقیموں والا سردار“ (مغرب میں)، ”چھیس مقیموں والا سردار“ (مثلاً شکل کے اسے کلان کے مشرق میں)۔ یہ قدیم نام بچیس مقیموں والے سگی اور بالخصوص نائس مقیموں والے سگی میں مقیموں کی تعداد آبادی کے اضافے کے باوجود قائم رہے۔

مہموں کے سرداروں کا لقب اسموم meum

تھا۔ اس لفظ کا ابتدائی مفہوم ہمارے جمعہ کا سر

کہلاتے تھے، یعنی اچھے کلان کی مثلث کی ہیں اطراف۔ ہر ایک فرد (Sagi) کا ایک پگھلا سگی Pandima-Sagi یعنی افسر اعلیٰ ہوتا تھا، جس کا اقتدار ہوا تھا۔ ہمہ سگی کے مترکہ مقام سے آگے تجاوز نہ کرنا تھا ”معلقات“ میں بھی اس قسم کے اعداد ہائے جاسے ہیں۔ ان میں سرداروں کا مسجد آردہ سلطان انہیں دستور کے مطابق کچھ رقم دیتا تھا اور نامعلوم سابق فرمانروا کے خاندان سے ہونا تھا، لیکن بعض اوقات ایسی آدمی، مثلاً اچھے میں بود و ناس رہنے والے سادات، سلطان مسجد پر اپنے حاکم تھے۔ مزبور رہاؤں کے ساتھ دوسرے سرداروں نے بھی حکمران کے انتظام میں رہنے سے حاصل کر لیا۔ ایک روایت کے مطابق ایک رہاؤں میں بارہ سرداروں نے (بہ مولد بسوں سرداروں کے) مل کر ایک قسم کی انتظامی مجلس کی شکل اختیار کر لی تھی

بعد کے زمانے ۲۰ اچھے کلان اور معلقات میں سر اولی بلائنگ Ulethalangs ایسے احساسات سلطان سے حاصل کر رہے تھے اور اس بات کی سہادت کے طور پر انہیں ایک سند دی جاتی تھی، جس پر فرمانروا کی سہر (موسوم نہ سرکہ Sarakata [سر خط] ثبت ہوئی تھی۔ اس سہر کی سندوسانی اصل و اسناد کے بارے میں دیکھئے: G P Rouffaer، در BTLV، سلسلہ ۲، ۵: ۳۸۹ تا ۳۸۸، قسٹ C Snouck Hurgronje، مقام مذکور، سلسلہ ۲، ۶: ۵۲ تا ۵۵)۔ نا ہم تمام سب سالانہ اپنے لیے سرکہ نا منصب کی سند اس قدر ضروری نا کارآمد نہیں سمجھتے تھے کہ اس کے حاصل کرنے کے مصارف برداشت کریں۔ ”Tjab“ ”Sikureueng“ (یعنی سلطان کی نہ پہلو سہر سے ”Tjab limong“ [بج پہلو سہر] زیادہ اہم بھی، یعنی وہ سہر جس میں عادی کی شکل قوب و اقتدار کی

میں کی ایک طبع، ار P. Voorhoeve و G. W. J. Drewes، ریر اساعت ہے۔ مرید بر آن سلاطین اور ہنگلما حکمران دونوں اپنے اپنے کٹی (= قاضی) رکھتے تھے، لیکن نہ مذہبی قاضی صرف خاص خاص موقعوں پر عدل گسٹری میں حصہ لےتے تھے (مثلاً تقسیم میراث، طلاہ کی بعض شکلوں، عقد نکاح سے متعلق بعض معاملات میں یا بعض دوسری صورتوں میں جہاں بالعموم دینی قانون کی ناسدی کی جانی بھی، اس کے علاوہ صرف اس صورت میں جب سردار خاص طور پر ان سے مسورہ طلب کرے)۔ سلطان کا قاضی کٹی مالکونادی (Kali Malikōn Adi) یعنی قاضی ملک العادل کا لقب رکھتا تھا۔ اس کا موروثی منصب سرور زمانہ کے ساتھ رو بہ بدل ہو گیا۔ وہ سلطان کی مملکت کے اندر مقرر قانون کا مخصوص سردار بن کر رہتا تھا۔ اسی طرح دوسرے قانون یعنی قاضیوں کا منصب بھی موروثی ہو گیا اور ان کے نادر ہی اس ہونا تھا کہ حو افراد اپنے موروثی حق کی بناء پر کٹی (قاضی) ہوں وہ اس منصب نے لیے ضروری علیحدگی رکھتے ہوں۔

مذہب: مذہب دریں زمانے سے آچے اور ہندوستان کے درمیان تجارتی تعلقات قائم تھے۔ آچے کی تہذیب اور اس کی زبان شروع میں ہندو اور سے مغلوب بھی، بعد میں اسلام آچے کے ساحلوں تک پہنچ گیا، جسے غالباً ہندوستانی باہر وہاں تک لے گئے۔ جب ۱۳۴۵ء میں اس بطوطہ نے Pasai کی سیاحت کی تو وہاں اسلام کا تسلط ہو چکا تھا اور اس ملک کا حکمران اپنے غیر مسلم ہمسایوں کے خلاف مصروف ہیکار تھا۔ ایکسیر راسخ العفندہ مسلمان ہیں، لیکن آچے میں اور اندونسیا کے بعض دوسرے مقامات میں اسلام جس شکل میں پایا جاتا ہے اس کے بعض مخصوص پہلو ہیں جس کی سرچ اس کی ہندوستانی

اسام (عربی: امام) تھا، تاہم رفتہ رفتہ یہ اسوم نہ سلسلہ وراثت دنیوی سردار بن گئے اور انہوں نے جمعے کی نماز یا جماعت کی عبادت اپنے خاص افسروں کے سپرد کر دی

حکومت فضاء، قوانین: عام دستور کے بموجب سردار خود قاضی کے فرائض ادا نہ کرتے تھے۔ ان کے پہلے رسم و رواج (آداب) کے غیر مکتوب قانون پر مبنی ہوتے تھے۔ بعض قوانین (Sarakatas) واقعہً ایسے بھی تھے جس کے متعلق رواج ہے کہ Meukura عالم اور بعض دیگر مسطور حکمرانوں پر اندر نافذ تھا اور ان کے ساتھ ان قوانین کے صرف ناموں سے واقف تھے، ان کے سمجھنے میں نہ وہ ان کے قانون کے صحیح تصور کو پس لیتے تھے مگر وہ دراصل ایسے مختصر قواعد و ضوابط پر مشتمل تھے جو عام نسق کے معاملات، درباری آداب (حسن و احترام) کے سامنے اظہار اطاعت و توریس کا وہ طریقہ بھی شامل تھے جس پر عمل کرنا سپہ سالاروں کے لیے ضروری تھا، سردار کے محاسب کے تقسیم اور متفرق مذہبی فرائض کی ادا کی سے متعلق رکھتے تھے۔ یہ قواعد و ضوابط اس وقت وجود میں آئے جب حکمرانوں نے اپنے نظم و نسق کو ایک مرکز پر لانے کی کوشش کی، اگرچہ اس کوشش کا کوئی مستقل سچہ برآمد نہیں ہوا۔ دربار سے متعلق رہنے والے مسلم علماء بھی ان قوانین پر اثر انداز ہوئے (زیادہ مفصل معلومات کے لیے دیکھیے: The Achinese C Snouck Hurgronje، ۱: ۱۶ نا De inrichting K F H von Langen، van het Atjehsche Staatsbestuur onder het sulanaat در BTLV، سلسلہ ۵، ۱۱۱-۳۸۱ نا ۱۷۷۱ Translations، Journal of from the majellis Ache [T Braddell]، ۱۸۵۱ء) ۲۶ نا ۲۲، ملائی the Indian Archipelago، ۱۸۵۱ء) ۲۶ نا ۲۲، ملائی

تھی کہ وہ اچے میں اکثر سکونت اختیار کر لیں۔  
 بہت سے اکسر رائریں مکے میں کسی نہ  
 کسی راسخ العقیدہ صوفی سلسلے (بالخصوص قادریہ  
 یا نقشبندیہ) میں مسلک ہو جائے تھے، لیکن یہ  
 سلسلے یا طریقے اچے میں ابی اہمیت نہ رکھتے  
 تھے جیسا کہ اندونیشیا کے اور بہت سے جہوں  
 میں۔ گریستہ زمانے میں اچے میں وحدت الوجودی  
 صوف کی بعض ادسی شکلیں رائج تھیں جن کا اُس  
 وقت بالعموم ہندوستان میں دور دورہ تھا۔ اس  
 غیر راسخ العقیدہ رجحان کے سب سے بڑے نمائندے  
 اچے میں حسن الدین السطرائی (یعنی پاسے کے  
 سائیں)، (م [۱۰۳۹/ھ] - ۱۶۳۰ء) [رک ناں] اور ان کے  
 بسرو حمزہ قصوری [رک ناں] تھے۔ اس عقدے  
 کے بڑے محالین رائیری [رک ناں] اور عبدالرؤف  
 السیکلی [رک ناں] ہوئے ہیں۔ قدیم عقدہ تصوف  
 کی بعض سکلیں زمانہ حال تک ناقدی رہ گئی ہیں،  
 لیکن مرکز اسلام سے دور افروں آمد و رفت کی  
 بدولت اس قسم کے انحرافات، جو جہالت پر مبنی  
 ہیں، تدریج محو ہونے کا رہے ہیں (زیادہ معصل  
 معلومات، در *The Achehnese* • Snouck Hurgronje،  
 ۲: ۱۳، بعد، ۱۳۸)۔ اولیاء کی معظم و تکریم اب  
 بھی اکیبیر کے رائج انعام مذہب میں ایک اہم  
 مقام رکھتی ہے۔ رائری مشہور اولیاء کے مراوں کی  
 زیارت کرنا ہے اور بدر و بار کے دریغے ان کی  
 مہربانی اور بواسطہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ بعض  
 مشہور ترین اکسر اولیاء غیر ملکی تھے، مثلاً  
 عرب بیونکو انجونگ *Teungku Andjōng*، جو  
 ۱۷۸۲ء میں فوت ہوا اور ترکی نا سامی گمبونگ  
 بائی *Gampong Bitay* کا ولی حو ار روے روایت  
 سولہویں صدی میں اچے آیا تھا۔  
 دینی زندگی میں بلند ترین مرتبہ ”آلہ“  
 (عربی: علماء، جو اکیبیر زبان میں واحد کے طور

اصل سے ہوئی ہے۔۔۔۔ اور بعض ایسی خصوصیات  
 جو تین طور پر سعی ہیں؛ مثلاً اچے میں پہلا  
 مہینہ آسن آسن *Asan Usen* کہلاتا ہے، ظاہر  
 ہے کہ یہ نام [حصرت] حسن و حسین [علہم  
 السلام] کے نام پر رکھا گیا ہے، جن کی سعی  
 منکوں میں خاص طور پر معظم و تکریم کی جاتی ہے۔  
 ایک مقصودہ جھڈے پر [حصرت] علیؑ کی بلوار  
 دوالمعار کی نشہ بھی ور اس کے ساتھ جاسے پر ایک  
 سعی بحر پر بھی آئی۔ اس سے بعض علماء اس  
 سلط مہمی میں مبتلا ہو گئے تھے کہ اس سر میں  
 لچھ لوگ سب سے تھے (قہ *Een A W T Juynboll*  
*Atjineesche vlag met Arabische opschriften*، در *Tryd-*  
*schrift voor Ned - Indië*، ۱۸۷۳ء، ۲: ۳۲۵ نا ۳۴۰،  
 ۱۸۷۵ء، ۱: ۴۷۱ نا ۴۷۶، دھویہ *M J de Geoe*  
*Atjeh*، در *De Nederl Spectator*، ۱۸۷۳ء، ص ۳۸۸)۔  
 عام طور پر اکسر بہت سے مذہبی فرائض کی ادائیگی  
 میں سہا مل برتے تھے، مثلاً صلوٰہ (نماز) میں، مگر  
 بہت سے اکسر کا نہ معمول ہے کہ حج میں ضرور  
 شریک ہوں۔ علاوہ ارین دیسی کتانوں (ملائی،  
 عربی اور اکسر زبانوں میں) کا مطالعہ ایسے اسانہ  
 کی رہمائی میں کیا جاتا تھا جو فقہ کے عالم ہوئے  
 تھے (قہ *Eene verzameling C Snouck Hurgronje*  
*Arab Maia en Atjehsche handschriften en gedrukte*  
*Notulen van het Batav. Genootschap van boeken*  
*Kunsten en Wetensch*، ۳۹ (۱۹۰۱ء)، سمارہ ۷، سر  
*The Achehnese*، ۲: ۱ نا ۳۲)۔ طالب علم، جو  
 زیادہ تر دور کے اصلاح سے آئے تھے، ایک مشترک  
 قیام گاہ (رنگ کنگ *Rangkang* میں رہتے تھے۔ جب  
 یہ سلط عروج پر بھی بودبار کی شان و شوکت  
 کا شہرہ س کر ہندی، شامی اور مصری علماء کو  
 (جن میں مشہور عالم اس حجر الہیتمی کا ایک شا  
 بھی شامل تھا) بعض اوقات اس باب کی ترعیب ہوئی

بر مستعمل ہے) کا تھا۔ یہ علماء سریع اور عائد کے معاملے میں سب سے اعلیٰ حکم بھی اور ان کا مرتبہ عالم (Além) سے بہت زیادہ بلند تھا، جسے مواہ وہ دنیا ہی صاحب علم کہوں نہ ہو۔۔۔ بد نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح کم علمی رکھنے والے عالم (معلم) یا لکڑیے leubé بھی بدر نہیں سمجھے جا رہے تھے اور جنم کا یہ لفظ اس شخص کے استعمال دونا تھا جو علم کو دیکھ بھی نہ رٹھا ہو مگر اپنے ماہمی فرائض کم و بس نامیدی کے ساتھ ادا کر رہا ہو۔ علماء کی بعضہ و کرم دونوں تھے۔ کسی کارس ۔۔۔ اکوہ۔۔۔ ساہ سے بچی بہر زادہ کی حاجی بھی۔ جس طرح ازلی لانگ، یعنی سردار، "عابد" (رسم و رواج) کے حامدے تھے اُسی طرح علماء "حکم" (احکام مذہبی) کے علم بردار تھے، اگرچہ ار ویئے سریع احکم) سردار (اولی بلاکم) اپنے علاقے کے مذہبی نسوا بھی ہوتے تھے۔ "حکم" اور "عابد" کے ضروری تعاون کو سرحدرسه Snouck Hurgronje آکسر معاصرے کی سادقہ رار دیتا ہے اور حسا کہ اس مصنف نے کہا ہے اسے مدرحتہ دیں حملے کی روسی میں سمجھا چاہے:

"عابد کی حسب مانکا کی ہے اور حکم (سریع) اس کی فرمانبرداری اونڈی ہے، تاہم حکم کو حسب موقع ملتا ہے تو وہ اپنی زبردستی کا انجام لیتی ہے اور اس کے نمائندے ہمیشہ اس سالانہ حسب سے بچ نکلنے کے لیے موقع کی تلاش میں رہتے ہیں" (The Achehnese، ۱۰۵۳ء)

تاریخ : اچھے کا صوبہ اندوسیا کا وہ حصہ  
 یہ جہاں اسلامی سلطنتوں کی بنیاد پہلے پہل  
 رکھی گئی۔ انہیں میں سے ایک سلطنت کا ذکر  
 سب سے پہلے مارکو پولو Marco Polo نے کیا ہے۔  
 جب اس نے ۱۲۹۲ء میں اچھے کے شمالی ساحل

کی صاحب کی دواس وقت فریک Ferlec، یعنی Pèrlak (السیر: 'Peureula')، میں ایک مسلمان بادشاہ موجود تھا، مگر دو اور علاقے سنہ یا نشن اور سنہ انہی تک اسلام نہیں لائے تھے۔ ان دو علاقوں کو داسے اور سمڈرا Samudra کا برادف ہیں سدجھا جا سکتا، کیونکہ داسے اور سمڈرا کا پہلا مسلم فرمانروا، یعنی الملک الصالح، ۱۲۹۷ء میں فوت ہوا، لہذا یہ نام بعد ارماس معلوم ہوئی۔ ۱۲۹۲ء تک سمڈرا کے لوگ "وحشی، بد دین" اور "آدم حور درندے" رہے ہوں۔ H K I Cowan در ۱۹۱۹ء (۱۹۳۹ء) ۲۱، ۱۲۱- حد صدیوں تک سمڈرا کی بندرگاہ، جو بعد میں ساسنی Pasa (السیر: داسے) کہلائی، مجمع الحرائر میں اسلام کی اساع کا ایک اہم مرکز بنی رہی۔ ہو سکتا ہے کہ دسی دن اس کے حکمران حاندانوں کی تاریخ نو مراون کی الواح اور سنہ وں بر معوش کتوں، ملائی زبان کی تاریخوں (سحرہ ملایو Sēdjarah-Mīlayu اور حکایہ راجہ پسانسی Hikayat Radja-radja Pasa، جسے E. Dulaurier نے بعنوان Chroniques Malayes، ۱۸۴۹ء میں ایک واحد مخطوطے، R. A. S Raffles, Mal 67 سے طبع کیا، روس حروف میں طبع، ار J P Mead در JSBRAS، ح ۶۶، ۱۹۱۴ء) اور جسی، عربی (اس نطوطہ، دیکھے اوپر) اور یورپی مآخذ کی مدد سے مرتب کیا جا سکے۔ اب تک بہت سا مواد اکٹھا کیا جا چکا ہے، لیکن کتوں کی اساع انہی تک نہیں ہوئی۔ امار قدیمہ کے معاسے کے کام کی روداد کے بارے میں دیکھے Oudheidkundig verslag، ۱۹۱۲ء بعد، Ned Encyclopaedie v Indie، ح ۱، ۱۹۱۷ء، بدیل مادہ (Blang Me)۔ مراون کے بہت سے نثر لہمایب واقع گجرات سے لائے گئے تھے (J P Moquette در TBG، ۵۴، ۱۹۱۲ء) ۵۳: ۵۳۶-۵۴۸)۔ ۷۸۱ء کی ایک مر پر عربی اور قدیم ملائی

زبان کے کتبے ہیں (W. Stutterheim، در: AO، ۱۴، ۱۹۳۶ء) : ۲۶۸ تا ۲۷۹، قتب G. E. Marriasson، در: JMBRAS، ج ۲۴، (۱۹۵۰ء)، حصہ اول، ص ۱۶۲ تا ۱۶۵۔ ایک ہندوستانی آبادکار کی لوح مزار پر، جس کی تاریخ ۵۸۲۳ء ہے، سعدی کی ایک فارسی غزل لکھی ہے (H. K. J. Cowan، در: TBG، ۸۰، (۱۹۳۰ء) : ۱۵ تا ۲۱)۔ یہ سلطنت سولہویں صدی تک قائم رہی۔ حب Tomé Pires سے ۱۵۱۲-۱۵۱۵ء میں اپنی کتاب Suma Oriental (طبع: A. Cortesão Hakluyt Soc.، سلسلہ ۲، ص ۸۹، ۱۹۳۴ء) کے لیے ملکا Malacca میں معلومات فراہم کیں تو اس وقت تک یہ سلطنت خود مختار بھی اور برکالوں نے حب ملکا پر قبضہ کیا تو ملکا کے روال سے اس کی بحار کو بہت فائدہ پہنچا، مگر یہ جو بحالی زیادہ۔ بریا ثابت نہ ہوئی۔ اگرچہ ناسے کاروانی دشمن پیدر Pedir (اکسر: پدی Pedir) اپنے نادشاہ Madaforxa (مظفر شاہ؟) کے قوت ہو جانے اور (بظاہر اچھے سے) نہ سرحدگ ہونے کی وجہ سے رو نہ برل تھا، مگر اس وقت ہاسے کی نہیں بلکہ اچھے کی طاقت بڑھ رہی تھی۔ پیرس Pires اس کے حکمران کے متعلق یوں لکھتا ہے کہ وہ ایک قراوی نادشاہ ہے، جو اپنے ہمسایوں کے درمیان ایک جانباز سرد مسدان کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ لمبری Lambry (لموری Lamuri، لمبری Lambri) کے ہمسایہ ملک اور تیر Biar کی سرزمین کو، جو اچھے اور پدر (اکسر: بیہوئی Biheu) کے درمیان واقع بھی، پہلے ہی فتح کر چکا تھا۔ یہ غالباً سلطان علی معایت شاہ کی جانب اشارہ ہے، جو حجاجین گراٹ H. Djadjadiningrat کی فہرست میں پہلا سلطان ہے، اگرچہ اس کی تخت نشینی کا سال صحیح طور پر معلوم نہیں۔ حب حجاجین گراٹ ملائی تواریخ اور یورپی متحد سے

- ۱۔ علی معایت شاہ (؟-۱۵۳۰ء)؛
- ۲۔ صلاح الدین (۱۵۳۰ ± ۱۵۳۷ء)؛
- ۳۔ علاء الدین رعایت شاہ القہار (± ۱۵۳۷ تا ۱۵۷۱ء)؛
- ۴۔ علی رعایت شاہ یا حسین (± ۱۵۷۱ تا ۱۵۷۹ء)؛
- ۵۔ سلطان مڈا (ایک بچہ، جو صرف چند ماہ تک ۱۵۷۹ء میں حکمران رہا)؛
- ۶۔ سلطان سری عالم (۱۵۷۹ء)؛
- ۷۔ رین العایدی (۱۵۷۹ء)؛
- ۸۔ علاء الدین حاکم بیراک یا منصور شاہ (± ۱۵۸۶ تا ۱۵۸۹ء)؛
- ۹۔ علی رعایت شاہ یا راجہ ٹوینگ (± ۱۵۸۶ تا ± ۱۵۸۸ء)؛
- ۱۰۔ علاء الدین رعایت شاہ (± ۱۵۸۸ تا ۱۶۰۴ء)؛
- ۱۱۔ علی رعایت شاہ یا سلطان مڈا (۱۶۰۴ تا ۱۶۰۷ء)؛

(۱۷۸۱ تا ۱۷۹۵ء)؛  
 ۲۹۔ علاء الدین جوہر العالم شاہ (۱۷۹۵ تا ۱۸۲۳ء)  
 [۳۰۔ شریف سب العالم (۱۸۱۵ تا ۱۸۲۰ء کدا، ۱۸۲۳ء)]  
 ۳۱۔ محمد شاہ (۱۸۲۳ تا ۱۸۳۶ء)  
 ۳۲۔ منصور شاہ (۱۸۳۶ تا ۱۸۷۰ء)  
 ۳۳۔ محمود شاہ (۱۸۷۰ تا ۱۸۷۳ء)  
 ۳۴۔ محمد داؤد شاہ (۱۸۷۳ تا ۱۸۹۰ء)  
 سلی مَعانت شاہ کے دو بیٹوں صلاح الدین اور خصوصاً علاء الدین رعایت شاہ القہار نے اس نئی سلطنت کی اہمیت میں اضافہ کیا۔ برکی سرکاری دسویں سے تہ چلتا ہے کہ مؤخر الذکر نے ۱۸۷۳ء [۱۸۷۵-۱۸۷۶ء] میں برنگالوں کے خلاف مدد کی درخواست کر کے ہوئے ایک وفد قسطنطنیہ بھیجا تھا اور یہ اظہار کیا تھا کہ جنوب مشرقی ایشیا کے کئی حکمرانوں نے اسلام قبول کر لیا ہے کا وعدہ کیا ہے سرطیکہ عثمانی ترک انہیں برنگالیوں سے بچا لیں۔ اس سفارت قسطنطنیہ میں ورود اس وقت ہوا جب ترکوں کو Szigetvar کی مہم درپیش تھی اور سلطان سلمان کی وفات واقع ہو گئی تھی، لہذا سفارت کو دو سال تک قسطنطنیہ میں اسٹار کرنا پڑا۔ اس کے بعد سویز Suez کے امیر البحر گرد اوعلو ہیر رئیس کی سرکردگی میں ایک بحری مہم سار کی گئی، جو اس جنگی جہازوں پر مشتمل تھی اور ان کے ساتھ بویں اور سامان رسد وغیرہ تھا؛ لکن اس مہم کا رخ یمن میں ایک بغاوت کو فرو کرنے کے لیے ہٹ دیا گیا اور اس کی جگہ دو جہاز سامان رسد اور فوجی قبی ماہرین کے ہمراہ اچھے روانہ کر دیے گئے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوا ہے کہ یہ جہاز اچھے کے سلطان کی ملازمت میں داخل ہو گئے اور وہیں رکے رہے (دیکھیے صفحہ Saffet، در TOEM، ۱۰: ۶۰۳ تا ۶۱۴)

۱۲۔ اسکندر سدا (وفات کے بعد اس کا نام مرحوم مکیو عالم ٹھہرا) (۱۶۰۷ تا ۱۶۳۶ء)  
 ۱۳۔ اسکندر ثانی علاء الدین مَعانت شاہ (۱۶۳۶ تا ۱۶۴۱ء)  
 ۱۴۔ نایح العالم صفیہ الدین شاہ (۱۶۴۱ تا ۱۶۷۵ء)  
 ۱۵۔ نور العالم صفیہ الدین شاہ (۱۶۷۵ تا ۱۶۷۸ء)  
 ۱۶۔ سناپ شاہ رتہ الدین (۱۶۷۸ تا ۱۶۸۸ء)  
 ۱۷۔ کتاب شاہ (۱۶۸۸ تا ۱۶۹۹ء)  
 ۱۸۔ بدر العالم سرف ہاشم جمال الدین (۱۶۹۹ تا ۱۷۰۰ء)  
 ۱۹۔ بیر گسہ عالم سرف لمتوئی بن سرف ابراہیم (۱۷۰۲ تا ۱۷۰۳ء)  
 ۲۰۔ جمال العالم سدا انیسیر (۱۷۰۳ تا ۱۷۲۶ء)  
 ۲۱۔ جوہر العالم اماء الدین شاہ (صرف چند دن حکمران رہا)  
 ۲۲۔ سمس العالم یا ونڈی بینگ Wandī Tēbing (صرف چند دن بادشاہ کی)  
 ۲۳۔ علاء الدین احمد شاہ یا سہاراجہ لیلایو Lela Mēlayu (۱۷۲۷ تا ۱۷۳۵ء)  
 ۲۴۔ علاء الدین جوہر شاہ یا پوجھٹ آوک Potjūt Auk (۱۷۳۵ تا ۱۷۶۰ء)  
 ۲۵۔ محمود شاہ یا بوانکو راجہ (۱۷۶۰ تا ۱۷۸۱ء کدا، ۱۷۶۳ء)]  
 ۲۶۔ بدر الدین (۱۷۶۳ تا ۱۷۶۵ء)  
 ۲۷۔ سلیمان شاہ یا راجہ آداهہ لیلایو Udahana Lela (۱۷۷۳ء)  
 ۲۸۔ علاء الدین محمد شاہ یا بوانکو محمد

تجدہ یہ ہوا کہ اٹھارھویں صدی کی ابتداء میں خاندانی جنگوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ بعض امیر، جنہوں نے محبت حاصل کرنے کے لیے جنگ کی، سند (یعنی [حصرت امام] حسینؑ کی اولاد سے) بھی اور اچے میں پیدا ہوئے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور جمال (سطور نالا، شماره ۲۰) تھا۔ ۱۷۶۶ء میں اسے معزول کر دیا گیا، مگر اس کے بعد بھی وہ خاصے عرصے تک آئندہ آنے والے سلاطین کا مقابلہ کرنا رہا اور مرحلہ دیگر سلاطین کے وہ احمد (سطور نالا : شماره ۲۳)، جو بگس (Bugis) نسل کا ایک شخص تھا (اکسیر حکمرانوں کے امیری خاندان کا مورث) اور اُس کے بیٹے جوہن ساہ (سطور نالا : شماره ۲۴) کے مقابلے میں ڈٹا رہا۔ جمال اور جوہن ساہ کا مقابلہ اور اول الذکر کی موت افسر کی ایک بڑی رزمہ : حکایت بوب حب محمد (Potjut Muhamat)، نا حال عبر مطبوعہ، The Achehese، Suouck Hurgronje، ۲ : ۸۸ نا (۱) کا موضوع ہے، یہاں تک کہ حب ساہی دربار کا اقتدار اور اس کی دولت و ثروت بتدريج بے حجب سی رہ گئی تب بھی اکسیر کے دنوں میں فی الواقع رہائے حال تک اپنے حکمرانوں کے لیے عظیم و مکرم کا ایک بردست حدہ باقی رہا جس کی وہ ایک سادار ماضی کے نمایندوں کی حسیب سے بڑی عرب کرتے تھے۔

(Th W Juynboli و [P Voorhofve])

اچے کی جنگ : انیسویں صدی میں اکسیر کی قرانی اور بردہ فروسی اور ہمسایہ ملکوں میں ان کی ناحب و ناراج نے ایک مسلسل خطرے کی صورت احساہ کر لی۔ ابتداء میں ولیدیری حکومت اس قابل نہ تھی کہ وہ اس قرانی کو دور کر سکے، کیونکہ ۱۸۲۴ء میں اُس نے انگلستان سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ سمائرا میں اپنے اقتدار کو شمال کی

۱۱۔ ۱۸۳۸ تا ۱۸۴۳ : آئی۔ ایچ۔ اوروں جیرنسیلی : عثمانلی قابضی، ۲ (۱۹۸۹ء) : ۳۸۸ تا ۳۸۹ و ۱/۲ (۱۹۵۱ء) : ۳۱ تا ۳۲۔ سرہویں صدی کے نصف اول میں اچے کی ممالک اپنی حوسحالی کے انتہائی درجے کو پہنچ گئی اور اسکندر مدا کے عہد حکومت میں وہ اپنے بڑے غروج پر بھی چہانچہ اسکندر مدا کی وفات کے بعد اپنے سرکنا عالم یعنی دنا کے باغ کے لئے سے سرقرار لیا (سطور نالا : عدد ۱۲)۔ اس کے عہد میں افسر کی حکومت خوب سے دور تک پہنچی ہوئی تھی۔ وہ پٹنگ Pahang اور ملنگ کے خلاف ایک بڑے سمندری سرے کے ساتھ ۱۸۴۸ء لے کر گیا، چنانچہ یہی مہم افسر کی ایک سادار رزمہ نظم، یعنی حکایت معلم دنگنگ (Hikayat Malem Dagang، طبع H K J Cowan، ۱۹۳۷ء) کا موضوع ہے۔ ۱۸۳۸ء میں اس کے حاسس (اسکندر ثانی سطور نالا : شماره ۱۳) کے عہد میں ایک برنگالی سفارت اچے پہنچی اور اس نے وہاں کے سلطان کو ولیدیریوں کے خلاف حکم میں ادا طرفدار بنانے کی ناکام کوشش کی (دیکھئے Breve racconto, Agostino di S Teresa، ۱۸۵۲ء، del viaggio al regno di Achien، نوم ۱۸۵۲ء، Histoire de Pierre Berthelot، Ch Bréard، سرس ۱۸۸۹ء)۔ سرہویں صدی کے نصف آخر (۱۸۴۱ء تا ۱۸۹۹ء) میں چار سہرادیوں نے اچے میں حکمرانی کی۔ نسوانی حکومت کا یہ دور اولی بلانگ یعنی سہہ سالاروں کے حق میں قدرتی طور پر بہت مفید تھا، جس کا اقتدار اور احساراب اس کی وجہ سے بہت بڑھ گئے، لیکن اس کے برعکس بہت سے لوگ اس صورت حال کو نسیب نہیں کرتے تھے اور انہوں نے مکتے سے حاصل کردہ ایک مہوی کی سند پر یہ اعلان کیا کہ سرع کی رو سے کسی عورت کا بر سر حکومت ہونا مسموع ہے۔ اس کے

حائب و سب نہ دے گی، لیکن یہ پابندی ۱۸۷۱ء میں، انگلستان سے ایک نئے معاہدے کی رو سے وضع ہو گئی اور ۱۸۷۳ء میں ولندیزی حکومت نے اسے سہا، ساحل پر امار دی۔ اس سے اچھے کی جنگ شروع ہوئی، جو چند قہقوں کے ساتھ ۱۸۷۳ء سے ۱۹۰۰ء تک جاری رہی، بحالہ و مرالد آئر سال میں یہ سمجھا گیا کہ پورے طور پر اس بحال ہو گیا ہے۔

معمولی ۱۸۷۱ء پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی اس سیر موقع ہوا جب کے اس عناصر سپرے۔ علمہ۔ سرداروں فوج (اولی لائن) اور سلطان۔ ان دونوں میں علماء فوج بربر اور غلطی حکمران سے، سے زیادہ کمزور عہد رہا۔ یہ اجری اب واپس نہیں ہے، چونکہ حسا نہ ہم پر اوپر سے نیا سلطان کا اثر و رسوخ بہت محدود رہا۔ سلطان کا قلعہ یعنی کرٹہ رامہ فتح کر لے سے ولندیزیوں کی نظر میں سلطان کی حکومت نا حاسبہ ہو گیا اور ولندیزیوں نے اس کا منصب اور اس کے امتیازات چھین لیے۔ اس اثنا میں سلطان محمد ساہ کی وفات کے بعد سلطان مصور ساہ (مصور نالا : سوارہ ۳۳) کا بیٹا محمد داؤد، جس کی عمر چھ سال کی تھی، سلطان مسموح ہوا۔ سلطان محمد داؤد نے، جو سب و ناح کا دعویدار تھا، اسے درباروں کے ساتھ کیوملا Keumala واقع ہدی، میں ماہ لی، مگر ولندیزی فوج نے اس کا معاقبہ کیا اور وہ ایک جنگ سے دوسری جنگ جھسا پھرا۔ آخر کار ۱۹۰۳ء میں اس نے اطاعت قبول کر لی، مگر ۱۹۱۷ء میں بعض حصہ سرکرموں کی سہا پر اسے حلا رض کر دیا گیا۔ سرداران فوج کو، جو دوسری حکام یا ”ملک کے آقا“ (The Achehnese، ۱ : ۸۸) تھے اور ولندیزی اقتدار کو تسلیم کرتے پر رضامند نہ تھے، ایک ایک

کر کے مغلوب کرنا پڑا۔ سب سے زیادہ نا اثر اسخاص میں سے ایک نائیں مقسوں کی سگی کا سردار سو سو ہنگلما پولیم Teuko Panglima Pulém محمد داؤد تھا۔ اب سب کہ سلطان کی حکومت کا حاسبہ ہو چکا تھا ولندیزیوں نے سرداروں (اولی لائن) میں سے ہر ایک کو، سوا ان کے جو اچھے کلاں میں تھے اور جسے سلطان کی ملکیت مصور کہا جاتا تھا، اسی اسی جنگ صاحب امتیاز حکمران تسلیم کر لیا، مگر ان کے لیے ولندیزی حکومت سے تعلقات کو ایک معاہدے کے ذریعے معین کرنا ضروری تھا۔ سواک ہر حرحرہ کے مشورے سے معاہدے کی جو شکل مسموح کی گئی وہ اس کے نام (corde verklaring) (فلسلہ المذہب معاہدہ) کے نام سے موسوم ہوئی۔ اس معاہدے کی رو سے حکمرانوں نے تسلیم کیا کہ ان کے علاقے ولندیزی ہند کا ایک حصہ ہیں اور یہ اقرار کیا کہ وہ بیرونی طاقتوں سے کسی قسم کے سیاسی تعلقات نہیں رکھیں گے اور اچھے کے گورنر کے تمام احکام کی تعمیل کریں گے۔ علماء، یعنی لوگوں کے روحانی مسوا، آزادی کی حد و حہد کے اصلی محرک تھے۔ یہاں ہم صرف ایک مشہور و معروف خاندان ترو تیونگکور Tiro-teungkus کا ذکر کر سکتے ہیں، جس میں چہد سمن Tjeh Saman سب سے زیادہ نامور شخص تھا۔ یہ لوگ ترو کے گاؤں سے مسموح تھے، جو ہدی کے علاقے میں واقع اور اسلامی علم و داس کا ایک بڑا مرکز تھا۔ علماء حہاد کی تلقین کرتے ہوئے پورے ملک کا دورہ کرتے تھے۔ ان کا حکمی سرمایہ وہ رکوتہ بھی جو لوگوں پر عائد کی جاتی تھی۔ مہامی سردار ... پس ہشت دھکیل دیے گئے اور جنگ ایک طویل مدت تک بڑے حوش و حروش کے ساتھ اس وجہ سے جاری رہی کہ اس نے ایک مذہبی حہاد



سد ”عاد“ (مقامی رسمی قانون) سے حاصل کرنا تھا ولدیری اداری نظام میں مدرجہ ذیل طریقے سے جگہ دے دی گئی : اولی بلاگ کے علاقوں کو ”دیی ریاستوں“ (zelfbesturende land-schappen) کے طور پر تسلیم کر لیا گیا اور ولدیری حکومت سے ان کا تعلق قلیل المدت معاہدے (korte verklaring) کی رو سے معین کیا جاتا تھا۔ اس معاہدے سے اچے کلاں اور سنگیل کا جھوٹا صلح مستثنیٰ نہیں کیونکہ ان دونوں کو ایسے علاقے قرار دیا گیا جس کا انتظام براہ راست حکومت کے ہاتھ میں تھا (rechtstreeks bestuurd gebied)۔ ان سگوں کے علاقے کو بھی اسی نوعیت کے علاقوں میں اس لیے شامل کر لیا گیا کہ صلح کے بعد غلط طور پر نہ فرض کر لیا گیا تھا نہ نامی اچے کے برعکس یہاں کے سردار سلطان کے ملازم عمال تھے۔ سنگیل کے سرحدی علاقے کی سمولت نارنجی وحوش کی نہ پر عمل میں لائی گئی۔ اس صلح کا ایک حصہ اس سے پہلے ہی سولی Tapanuli کی رینڈیسی کے ایک حصہ کی شکل میں ولدیری حکومت کی عملداری میں شامل دیا جا چکا تھا، لہذا یہاں کے نظم و نسق کا طریقہ معین کرنے میں اسی نظام کی بروی کی گئی جو رینڈیسی میں آور حگہ رائج تھا، لیکن یہاں بھی نظم و نسق کے ڈھانچے کو، جو رواج پر مبنی تھا، برقرار رکھا گیا، چنانچہ سنگیل سگی، اولی بلاگ اور اسی طرح کے دوسرے لوگ بحشت مقامی سرداروں کے سرکاری عمال بنا دیے گئے۔

عاد کا نظام، جسے اس طرح نظم و نسق میں صم کر لیا گیا، ایک لامحدود نوع کا مرفع نس کرنا تھا۔ وہ تقریباً ایک سو سرداروں (اولی بلاگ) پر، جو خود مختار حکمرانوں کی سی حشت رکھتے

کی شکل اختیار کر لی تھی۔ حکایت ہرنگ سی Hikayat Prang Sabi (طبع H T Damsté، در BTLV ۸۴ : ۱۹۲۸ء) : ۵۴۵ بعد، جس میں دینداروں کو حباد کی دعوت دی گئی ہے، اسی زمانے کی تصف ہے۔ جب سلطان نے، جو سلطنت کا دعویٰ دار تھا اطاعت قبول کر لی تو علماء اور بعض سردار (اولی بلاگ) نے فاعده (guerilla) جنگ لڑنے رہے، اگرچہ سنگیلما سوام نے بھی سلطان کی اطاعت کے چار ماہ بعد ہتھیار ڈال دیے۔ ۱۹۱۱ء میں سوینگکے مع Teungku Ma'at بھی، جو سرو سوینگکور کا آخری سردار تھا، مارا گیا۔

ان میں بنادی انتظام و عوام کی پوری اہمیت کو سمجھنے اور اس کے مطابق ادبی حکمت عملی اور طریق کار کو ڈھانچے کی صلاحیت ولدیری حکومت میں اہم برصی کے بعد پیدا ہوئی۔ سرحدی کی بحصصات سے سب سے پہلے وہ سیاسی نصرت پیدا کی جس پر گورنر J B van Heutsz (۱۸۹۸ تا ۱۹۰۴ء)، گورنر G C F van Daulen (۱۹۰۵ تا ۱۹۰۸ء) اور گورنر H N A Swart (۱۹۰۸ تا ۱۹۱۸ء) کی فوجی مہمات میں کی جاسکیں (فٹ Snouck Hurgronje K van der Maaten، دو جلد، Oostersch Instituut، en de Atjeh-Oorlog لاڈن ۱۹۴۸ء، اور وہ تصانیف جس کی مہرست اس میں درج ہے)۔ گورنر Swart آخری گورنر تھا، جسے اچے میں سک ویت سہری حکومت اور فوجی فساد بمومر کی گئی۔

ولدیری نظم و نسق : چونکہ اچے کی جنگ نے سلطان کی حکومت کا حاتمہ کر دیا تھا اس لیے یہ سمجھا جاتا تھا کہ اعلیٰ امداد سلطان کے نائیں یعنی سرداروں اولی بلاگ کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔ اس سیاسی نظام کو حواسے حوار کی

تھے اور ان کے علاوہ تقریباً پچاس ہنگلیما سگی، اولی بلانگ اور معروف انقاب، رکھے والے مقامی سردار بھی شامل تھے۔ ہر ایک علاقائی وحدت کا وہ بالاحتلاف ایک، گاؤں سے لے کر ایک ولیدیری صوبے کے مساوی تھا اور آبادی چید سو سے لے کر پچاس ہزار تک تھی اور حکمرانوں کی تعلیم معمولی ابتدائی (Primary) نصاب سے آگے نہ بڑھتا تھا۔ کیل سروس کالےج (Bestuurschool) کی مدت تک تعلیم نہیں ملتی تھی۔

اس اندو، سی انتظامی - مانتے - واری سروس سڈھا گیا تھا۔ اس نظام کا مقصد - تھا کہ ان اداروں کے ذریعے سے اس وادی، نظم و نسق اور ان کی حکومت قائم کرے اور ملک کو مناسب اور مناسب لحاظ سے برقی کی رہ نردائے - ان مصاد کے پس نظر آجے اور مختلف علاقوں کی حکومت (جو بعد میں ریڈیڈسی بن گئی) ایک گورنر کے ماتھے میں تھی، مگر اسے بالآخر حار اصلاح میں تقسیم کر دیا گیا تھا اور ان میں سے ہر ایک کا نظم و اسے مددگار ریڈیڈنٹ (Assistant Resident) نے سرحد کرنا لگا۔ یہ چار اصلاح حسب ذیل تھے: (۱) اچے کا ضلع، (۲) شمالی ساحل کا ضلع، (۳) مغربی ساحل کا ضلع اور (۴) مغربی ساحل کا ضلع۔ پھر اسی حکم یہ چاروں اصلاح کی اس جھولنے ضلعوں میں تقسیم تھے، جس میں سے ہر ایک ایک ضلعدار (Controleur) کے زیر انتظام تھا

حکومت کی حکمت عملی کا رجحان مستقل طور پر یہ تھا کہ سرداروں میں اندامے عمل کی ذاتی صلاحیت کو زیادہ برقی دی جائے اور اندو سی نظام حکومت کو مغربی معیاروں کے مطابق بنا دیا جائے، لہذا برائے نمونے کے سردار نے، جو ایک قدیم مطلق العنان حاکم کی طرح حکومت کرتا تھا، اسی حکم رفتہ رفتہ سب سے کم عمر اور زیادہ برقی پسند

آدموں کے لیے خالی کر دی۔

اس طرح سے ولیدیری عملداری میں پورا نظم و نسق اولی بلانگ برادری کے ماتھے میں رہا۔ وہ ایک ایسی برادری بھی جو ایک طرف ان حادانوں کے ماتھے اہمی شادیوں سے مستحکم ہو گئی تھی جو پہلے بھی مختلف طریقوں سے ایک دوسرے سے وابستہ تھے، لیکن اس کے برعکس قدیمی عداوتوں کی بار فرمائی کے باعث ایک دوسرے سے جدا بھی تھے۔ علاوہ اس اس برادری کا نمونہ محض حکمرانی کے دائرے تک محدود نہ تھا، بلکہ ”عاد“ کی رو سے عدل و انصاف کا محکمہ بھی اولی بلانگ کے ماتھے میں تھا، بحالیکہ ”حکم“ (سرینے) کی رو سے وہ اسے علاقے کے مدھی رہتا بھی تھے۔ مرند بران انہیں اکر اہم بخاری اور دوسرے معاشی فوائد بھی حاصل تھے اور وہ بالعموم وسیع املاک اسے نصیب میں رکھتے تھے، خاص طور پر ہدی میں، جہاں انہی تک قروں وسطی کا سا مانگ براری نظام رائج تھا۔ آخر میں چونکہ ہر قسم کی تعلیم و تربیت کے لیے ان کے بچوں کی حاد - سب سے پہلے نوحہ کی جاتی تھی اس لیے ایک معنی میں انہیں ایک قسم کی علمی اعزاز داری بھی حاصل تھی۔

جب جنگ جاپان شروع ہوئی تو اس وقت میں اولی بلانگ نمایاں اہمیت رکھتے تھے: (۱) سوکو بجاء عارف Teuku Nja' Arif، جو ۲۶ مضمون کی سگی کا سردار تھا اور جس سے قومی مجلس (Volksraad) میں ۱۹۳۱ء تک اچے کی نمائندگی کی تھی، (۲) گلنگ بیونگ Glumpang Payōng ہدی کا حکمران سوکو محمد حسن، جو گزشتہ زمانے میں ریڈیڈسی کے دفاتر و امع کوٹہ راجہ میں کام کر چکا تھا اور جہاں وہ سیاسی حکمت عملی پر بہت اثر انداز رہا

میں مذہبی، اہم تصور کیا جاتا تھا۔ بالآخر جاہلی حملے سے درا ہی پہلے سابق سلطان کے ایک اور حلف یوانکو عبدالعزیز کو، جو کوئٹہ راجہ کی مسجد کا امام تھا، غیر سرکاری طور پر مذہبی مشیر بنا دیا گیا۔ وہ اس مفہوم میں ”علماء“ نہیں تھا جس میں اس لفظ کو اچھے میں استعمال کیا جاتا تھا اور اگرچہ وہ عالم (دیکھئے اوپر) کہلاتا تھا تاہم اسے اسے نامور مسرووں کی سی عزت و توقیر حاصل نہ تھی۔

دسویں تعلیم سے دوسرے - رحے پر مذہبی تعلیم کی اہمیت برقرار تھی، چنانچہ ابتدائی دینی تعلیم کے علاوہ اچھے میں بہت سے ثانوی سکول دینی تعلیم کے نام سے تھے، جس میں جعفریاء، تاریخ، معاسات و عمرہ مصائب بھی پڑھائے جاتے تھے۔ بہت سے سردار (اولی بلائک) اس باب کا خاص طور سے خیال رکھتے تھے کہ ان کے علاقے میں ایک نا انک سے زائد دینی مدرسے موجود ہوں، جس میں درس دیے والے مصر کے تعلیم یافتہ، سنگ کماو Minangkabau یا حدود اچھے کے سرسب یافتہ علماء ہوں، جس کی سہرت کی بدولت خود ان کی اپنی سکیماسی میں اضافہ ہو جائے۔ رہی یہ بات کہ یہ علماء اکثر اوقات کم و بس علاقہ طور پر معرب کے دسمن ہوئے تھے، تو انہیں اس باب کو محجوراً گوارا کرنا پڑتا تھا۔

ولندیزیوں کے خلاف حد و جہد میں مسرا عنصر سلطان کی حاسی جماعت تھی، مگر اس کا کردار ختم ہو چکا تھا۔ سلطان، جو بہت کا دعوتدار تھا، ۱۹۳۹ء میں شاوانا میں اسقال کر چکا تھا اور اس کے بٹھے کو اچھے واپس آنے کی احارب دے دی گئی تھی۔ ساہی خاندان کے دیگر افراد، جو اچھے میں رہ گئے تھے، بہت کم اثر و رسوخ رکھتے تھے، مگر توانکو محمود اس سے مستثنیٰ تھا۔ وہ ایک اہم سیاسی

تھا؛ (۳) تیو کو حاسی تجیمی Tjhi متحد جہان عالم شاہ Alamsjah، جو بیوسگی (Bireuën) کا حکمران تھا۔

در حالیکہ سرداروں اولی بلائک کا گروہ اس طرح بنیں اور پھر اسے نو ولندیزی نظام سے فردی طور پر وابستہ کرنا گیا، علماء کے گروہ میں بحشب محموسی ولندیزیوں کی مخالفت کی روایت برقرار تھی۔ اچھے کی جنگ کے دوران میں علماء نے جو برتری حاصل کر لی تھی وہ اس و امن کی بحالی کے بعد دوبارہ سلب ہو گئی اور اولی بلائک کا پرانا امداد از سر بوفائیم ہو گیا، لہذا ان دونوں گروہوں کے درمیان، جو جنگ کے دوران میں انک دوسرے سے تعاون دے رہے تھے، ساریج مسافرت بنا دہی گئی۔ اچھے کی تاریخ میں اس مسافرت کا بار بار اظہار ہوتا رہا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علماء اولی بلائک کو عتدار بصور کرے لگے

ولندیزی نظام حکومت کی قدیمی نالاسی کے مطابق مذہبی زندگی کو آزادی کے ساتھ سو و نما حاصل کرنے کا موقع دنا گیا تھا۔ پہلے پہل یوانکو راجہ کو مالا (جس کا والد محمد ساء، سطور بالا: ساء ۳۱، کا برنونا تھا) مذہبی امور میں مسیر کے فرائض انجام دینا رہا، لکن اس کی وفات کے بعد نہ عہدہ دوبارہ پر نہیں آتا گیا اور اس کے ساتھ ہی مذہبی معاملات کے متعلق وہ مجلس شوریٰ، جسے ۱۹۱۹ء میں مجلس علماء (”راد علماء“ ulama raad) کے نام سے قائم کیا گیا تھا اور جس کی مرکزی شخصیت سلطان کا یہ صاحب علم حلف تھا، موقوف کر دی گئی، اس لیے بعد میں ولندیزی حکام مذہبی دائرے کے اندر نئے حالات کے بارے میں اپنی معلومات کے لیے سرداروں پر اعتماد کرنے لگے، جنہیں قانونی طور پر ان کے اپنے اپنے علاقوں

ہم نوائی حاصل نہ ہوئی۔ ناوجود اپنی اکیسیر قیادت کے وہ ندیہی طور پر ایک عمر اکسر تحریک بھی۔ جس نے زیادہ تر غیر اکسر عناصر کو اپنی طرف متوجہ کیا یا مقامی طور پر اکسر معاشرے کے جنگجو عناصر کو، جو کسی حال میں سیاسی تحریک کی عدم موجودگی میں مددگار الا تحریک میں اسی سیاسی اور معاشرتی آرزوؤں کی تسکین تلاش کر رہے تھے۔ اس نوجوان اسلامی جذبہ پسند تحریک نے مدد میں نظریات اسی کے قیادت پسند لوگوں کے نظریات سے بالکل مختلف تھے

محمدیہ کے جذبہ پسندادہ نظریات کے مقابلے میں ۱۹۳۹ء میں پوسا PUSA یا Persatuan Ulama Seluruh Atjeh کا نام سروریں Bireuen میں بنوسکر کے حکمران کی نا اثر حمایت میں عمل میں آنا۔ اس کا مقصد نہ تھا کہ اچھے کے حوٹی کے علماء کی رہنمائی میں نہ تنظیم اس حالیہ راسخ الفصدہ مذہبی زندگی کی تشکیل کا ذریعہ بن جائے جو اس کی خصوصیت ہے۔ نہ ضروری نہیں تھا کہ اس کی رکنیت محض علماء تک محدود ہو۔ ہر شخص جو اسے آپ کو اس کے مقاصد سے ہم آہنگ کر سکے، اس میں شامل ہو سکتا تھا اور اس سے زیادہ نمایاں سربراہ بنوٹنگس (بدی) کا رہنے والا بنوٹکو محمد داؤد سورنواہیہ Beureuh تھا۔ بظاہر نہ تحریک ایک اہم ضرورت کو پورا کرتی تھی۔ اس کے ذریعے قیادت پسند اور برقی پسند دونوں طرح کے علماء کو یکجا کر دیا گیا اور اس کی ساحیں اچھے میں ہر جگہ قائم ہو گئیں۔ ولیدیوں سے دسمی مول لیا نو در کنار کسی طرح کی سیاسی حشمت اختیار کرنا اس تحریک کے مقاصد کے مافی تھا۔ سرداران قوم اور حکومت کی حالت اس کی روش بالکل صحیح تھی، لہذا اور بہت سے سرداروں نے اپنی اپنی مقامی ساحوں کے مشر کی حشمت منظور کر لی اور

شخصیت کا مالک تھا، جس نے نٹاویا کے سول سروس کالج میں تربیت پائی تھی۔ اچھے واس آئے سے پہلے، جہاز کے ریڈیڈنٹ کی ملازمت میں اس کا تقرر ہ حشمت ایک اعلیٰ دسمی حاکم ہوا، وہ تحہ عرصے تک سسیر Célébes میں ایک سرکاری محکمے اور فائزر رہ چکا تھا۔ ۱۹۳۱ء میں بنوٹو جہاز عازف کے بعد وہ مجاور عوام (Volkraad) میں داخل ہو گیا اور دیردار سلطان کی وفات کے بعد مسابھی حشمت کے ساتھ سربراہ بن گیا ۱۹۳۹ء میں اس نے بعض ناخروں کے سلطانی حکم سے بدل کرے کی جو دسمی سرور کی جی آئے لچھ پائے حاصل نہ ہو سکی، اولی ملازمت کی ۔ ۔ سے مدد اس نے لچھ بھی حمایت نہ کی تھی، نتیجہ اچھے اس تحریک میں خود اسے جگہ ہمارے کے لیے حفظہ نظر آ رہا تھا

سیاسی صورت حال اسی جگہ برسرِ نہی گئی۔ سرحد کے آخری واقعہ ۱۹۳۳ء میں بنوٹا اور مسعد فوج بدرجہ ہم کر دی گئی۔ بظاہر اور جہاد کا حشمت مذہبی معور کے مطالعے تھے۔ اب ان کی حکمت مفاہمی اسی سر حب الوطنی کے لیے لی، جس کا اظہار اس طرح ہوا کہ وہ اچھے کھر میں خود مالک و مجاور بنا چاہتے تھے اور حکومت کے نظم و نسق میں آئے ہم وطنوں کے لئے دسمی تعداد میں عہدے حاصل کرے کی طلسمی خواہش رکھتے تھے۔

اس نے کی قوم انہی تک مشکل ہی سے رسانہ حال کے نظریات قوم دسمی کی کرب میں آئی تھی۔ یہی بات محمدیہ تحریک کے بارے میں بھی صحیح ہے جس کی ابتداء حاوا میں ہوئی تھی۔ اگرچہ اس تحریک نے اپنا نصب العین مذہبی زندگی کا ارتقاء قرار دیا تھا اور اس کے تعلقات تمام انڈونسیا سے تھے، تو بھی اسے اکسر کی مذہبی زندگی کی

توانکو محمود کو سرپرست کا منصب پیش کیا گیا۔ نوجوانوں کی ایک تحریک پمؤڈا پوسا Pemuda Pusa کے نام سے شروع کی گئی، جس کا مرکز ایدی میں تھا۔ زیادہ سرمی یافتہ اور حد و جہد کرنے والے عناصر نے رواجی قانون کے دناؤ کے خلاف رد عمل کے طور پر اس تحریک میں ماہ ڈھونڈی اور اسے اپنے نظریات کے اظہار کا ذریعہ بنانا چاہا۔ سچہ یہ ہوا کہ یہ نوجوانوں کی تحریک جلد ہی ایک چھادی اور بحری بی بی، ب احتیاج کر کے لگی، چنانچہ پوسا نداد خود علماء کے ہاتھوں میں ولیدیری حکومت اور اولی نلاک، کے خلاف ان کی حد و جہد میں ایک مؤثر ہتھیار بن گئی

اس دور کی اقتصادی برسات اور تعلیم کے سدھنی پہلو پر ہم محض طور پر بحث کر چکے ہیں۔ دیوی تعلیم نلا بوف بھلی، گئی، چنانچہ جاہانی حملے کے وقت اچے میں ایک اوجھے درجے کا سکول تھا۔ درہ اسے سکول بھی جو معربی طور کی ابتدائی تعلیم دیتے تھے، بن سو اڑنا اس ابتدائی و، سکول vernacular سکول اور پسالس Vervolg scholen یا اوجھے درجے کے ورسکولر سکول بھی اور ایک بحاری اور صغی مرکز تھا۔ انہیں نابو ولیدیری حکومت نے قائم کیا تھا یا مقامی ریاستوں نے۔ اس کے علاوہ کچھ نجی (private) سکول بھی تھے، جن میں معربی طور کی ابتدائی تعلیم دی جاتی تھی اور جن کی امداد محمدیہ اور نئی سسٹوہ Taman Siswa انجمن کرتی تھی۔

جاہانی قصبہ : اس سے بستر کہ مارج ۱۹۴۲ء میں جاہانی فوجیں اچے بر فانی ہوں، اچے کیلان اور شمال اور معرب کے ساحلی اصلاع میں ولیدیری حکومت کے خلاف تعاون شروع ہو چکی تھیں۔ ان تعاونوں نے ایک قومی خروح کی شکل اختیار کر لی تھی، خاص طور پر نائس مقیموں کی سگی

نیز مغربی ساحل پر تچانگ Tjalong کے چھوٹے ضلع میں جاہانی فوجوں کے ساحل پر اترنے کے بعد تعاون سرعت سے پھیل گئی، جیس کہ اچے کی جنگ کے زمانے میں ہوا تھا۔ تعاون کا اہم ترین عنصر علماء پر مشتمل تھا۔ اس کی قیادت پوسا اور پمؤڈا پوسا کے سربراہ کی حیثیت سے سوسکو محمد داؤد بسورسواہ کر رہا تھا، بحالکہ نہ مذکورہ نالا جماعتیں بورے اچے میں اثر و رسوخ رکھنے کی بنا پر جہاد کی ضلع کے لیے بہت مؤثر تھیں۔ سرداروں (اولی نلاک) کی سرکب شروع میں چند غیر منظم، سیاسی عناصر تک محدود تھی، جو محض مقامی اہمیت رکھتے تھے۔ اس واقعے کی توضیح نہ نائس مقیموں کی سگی میں تعاون نے ایک قومی خروح کی شکل اختیار کر لی، اس نائس و اعانت سے ہوئی ہے جو علماء کو اس سگی کے سربراہ اور اچے کی جنگ کی عظیم مراحمہ کے فائدہ سوسکو بنگلما بولم محمد داؤد کے بیٹے سے حاصل ہوئی، بحالکہ اول الذکر جنگ شروع ہونے سے کچھ عرصے پہلے فوت ہو گیا تھا۔ بحلسک میں لاگسواہی Lageuén کے سوسکو سامی Sabi کی سرکب نے، جو ان دو مقامی حکمرانوں میں سے تھا جنہوں نے اس سے پہلے سلطانی حکومت کو بحال کرنے کی تحریک کی حمایت کی تھی، وہاں کی تعاون کی نوعیت پر اپنی مہر ثبت کر دی۔ لہذا اچے کی جنگ کے زمانے کا بسرا عنصر، یعنی سلطانی حکومت کا حامی، بھی اس موقع پر دوبارہ ظہور میں آ گیا۔ اس تحریک کو حاناسوں کی طرف سے نقویت پہنچی، کیونکہ دسمبر ۱۹۴۱ء میں بسانگ Penang کے سقوط کے فوراً ہی بعد وہاں کی اکییز نوآبادی میں سے ایک باچواں دستہ مرتب کر لیا گیا، جس نے اپنے کارکنوں کو جاہانی تسلط سے بنا ڈھونڈنے والوں

کے سربراہوں میں سے منتخب کیا گیا تھا۔ دو سرداروں نے اس وفد میں اچھے کی نمائندگی کی جو ۱۹۴۳ء میں سمائٹا سے جاہاں گیا تھا۔ ان میں سے ایک سردار، یعنی توکو محمد حسن، اس وفد کا قائد مقرر کیا گیا تھا۔ اچھے کی مشاورتی مجلس میں، جو ۱۹۴۳ء کے اختتام برقائم کی گئی تھی، توکو محمد عارف کو اس کا صدر اور توکو محمد حسن کو اس کا نائب صدر مقرر کیا گیا۔ حسن طرح ایسے ۱۰۰ میں مرتب کیا گیا اس کے اراکین کی اکثریت اولی بلانگ کے طبقے سے تعلق رکھتی تھی، لیکن جب ۱۹۴۵ء میں ایسے اراکین نو بریم دیا گیا تو وہ سبکل قائم نہ رہی۔ نایس ہمہ اولی بلانگ کے علی الرغم علماء کا مقام خاصا مستحکم ہو گیا، چنانچہ ۱۹۴۳ء کے شروع میں سو تو عبدالعزیز پورے اچھے کے لئے مذہبی امور کا مشیر مقرر ہوا اور چند ماہ کے بعد ایسے دیہی امور سے متعلق مشاورتی مجلس کا صدر بنا دیا گیا، جو اسی زمانے میں مرتب کی گئی تھی۔ سو تو کو محمد داؤد سوربواہ کو اس مجلس کا نائب صدر مقرر کیا گیا جس کی باہیں پورے اچھے میں پھیلی ہوئی تھیں اور وہ جلد ہی اس میں ایک نمایاں شخصیت بن گیا۔ اس مجلس کا اور اس قسم کی دوسری تنظیمات کا بڑا مقصد یہ تھا کہ مذہب کو جاہانی جنگی کوشش کے کام میں لایا جائے۔ جب ۱۹۴۴ء میں مذہبی مقدمات کی سماعت کے لئے ایک عدالت سو تو کو ہوواں shukyo-hōin کے نام سے قائم کی گئی تو اس میں بھی سو تو کو محمد داؤد سوربواہ اور اس کی پوسا جماعت کا غلبہ تھا۔ آخر میں پوسا کی مجلس عاملہ کا ایک رکن دیہی تعلیم کا نگران مقرر کیا گیا۔ سو تو کو محمد داؤد سوربواہ اور متعدد دوسرے علماء اچھے کی پہلی اور دوسری دونوں مجلسوں کے رکن تھے۔

کے بھیس میں اچھے روانہ کر دیا۔ جاہانیوں کے ساحل پر اترنے سے کچھ ہی عرصے پہلے تو کو محمد عارف معاوہ میں شریک ہو گیا اور اس کے بعد گلہنگ رنگ کے سو تو کو محمد حسن نے بھی یہ اعلان کر دیا کہ وہ جاہانیوں کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی ان سے تباہ و برباد کر چکا تھا۔

سرداروں (اولی بلانگ) اور علماء کے بارے میں خاندانوں کی روش شروع ہی سے ولدیریوں سے مختلف تھی۔ انھیں علماء ہی سے علماء کی مانند اس حد تک سائنس ہو گئی کہ سائنس اور اس سے نہ حاصل ہوئی ہو، تاہم پوسا کی اس کوسس کو جاہانیوں نے پس منظر میں رکھا کہ وہ مادی سرداروں (اولی بلانگ) سے امداد کو مستقل برتے اور ہاتھ میں لے لے، لہذا کہ وہ اس بات کی اجازت دے دے سکے تھے کہ "عارف" بر مئی حکومت کے کل دروز کی برطرفی سے موجودہ معاصرینی نظام درہم برہم ہو جائے۔ اس سے ان کی اپنی فوجی طاقت کو نقصان پہنچ جاتا۔ اس کے برعکس جاہانی حکمت عملی کا بڑا مقصد یہ تھا کہ ان دونوں سیاسی طاقتوں، یعنی "عادت" اور "حکم" (یعنی احکام شریعت) کو تاہم متحد کر دیں، کہ عوام کا معاوہ مجموعی طور پر حاصل کر سکیں، لہذا کہ وہ ولدیریوں کی طرح جاہانیوں نے بھی نہ کوسس کی کہ دونوں گروہوں کے درمیان توارن قائم رکھیں، چونکہ حقیقت میں اولی بلانگ نے بھی معاوہ میں اہم حصہ لیا تھا اس وجہ سے یہ حکمت عملی جاہانیوں کے لئے قابل قبول تھی۔

اس طرح اولی بلانگ کی حکومت برقرار رہی، بلکہ ملکی نظم و نسق کے دائرے میں ان کی حیثیت اور زیادہ مستحکم ہو گئی۔ ولدیری سرکاری حکام کی جگہ اندویشی گچوؤں gun-chōs نے لے لی، جنھیں ایک کے سوا اولی بلانگ خاندانوں

اگست ۱۹۴۴ء میں گلپنگ کے حکمران کو، جس نے حصہ سرگرمیوں اور ولندیزیوں سے سارسار کرنے کا شہ کیا جانا تھا، بعض دوسرے اولی بلانگ کے ہمراہ گرفتار کر لیا گیا اور کچھ عرصے کے بعد قتل کر دیا گیا۔ ان گرفتاریوں کے وقت، جو بڑے پیمانے پر عمل میں آئیں، ہوسسگس کا حکمران پہلے ہی نئی ماہ سے صدمہ تھا۔ حکایت پرنگ سسی (یعنی دعویٰ جہاد) کے اسی سحرے کا پاس رہنا یا اسے بڑھ کر سنا کر حرم قرار دیا گیا۔ دو مثالیں ایسی ہیں جن میں علامہ طور پر مراحمت کی گئی۔ شروع میں ۱۹۴۲ء ہی میں لہو سسوماو Lho Seumawe کی تحصیل میں واقع بانو Bayu کے مقام پر بغاوت رہنما ہوئی۔ وہاں ایک ”علما“ نے بیکو عبدالجلیل کے معنی، جو انہی نوعمری کے باوجود ایک وسیع مدھی جماعت کا بٹوا تھا، یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے جاننا سوں کے خلاف پرنگ سسی (جہاد) کی بات کی تھی، حلیہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت ایک حوبرنر جنگ میں مارا گیا۔ ۱۹۴۵ء میں سرورس کی تحصیل سسدرائ Pandrait کے مقام پر ایک اور بغاوت ہوئی۔ یہاں اساتے ضروریہ کی نااجر فراہمی کے بھاری معافی بوجھ اور نگر کی وجہ سے بغاوت رونما ہوئی، جسے وحشیانہ سجنی کے ساتھ دایا گیا

جاہانی حملے کا 'تداء' میں تو صرف یہ سجد نکلا کہ لوگوں کے دلوں میں کافر کی نفرت اور سرور نارہ ہو گئی، لکن جب جاہانی دناؤ بڑھا گیا تو مقامی حب الوطنی کے مثبت جذبے کو فروغ حاصل ہوا، جس کی وجہ سے اکسر کی یہ اسگ اور بڑھ گئی کہ وہ حکومت اپنے ہاتھ میں لیں، جاننا سوں کی طرف سے آزادی کے وعدے کا نتیجہ یہ ہوا کہ

عدل و انصاف کا محکمہ بھی ارسر نورٹ کیا گیا اور اسے بہت حد تک سرداروں (اولی بلانگ) نے نصرت سے الگ کر دیا گیا۔ بالخصوص محسریٹوں عدالتوں (کوہوان ku-hōin) میں جن لوگوں کو رکان نامزد کیا گیا ان میں بہت سے بوا کے حامی، حربیک مراحمت کے علمبردار اور اولی بلانگ کے دوسرے دشمن شامل تھے

دونوں گروہوں میں بواں پر قرار دینے کی نہ حکمت عملی نہ ہو اولی بلانگ ہی کے لیے سالی جس ہو سکتی تھی اور نہ علماء ہی کے لیے۔ نہ صحیح ہے کہ اب ”عادہ“ (رواحی باتوں) مانکہ اور ”حکم“ (سرعت) اس کی فرمانبرداری لوندی نہ رہی تھی، لیکن علماء صرف اس صورت میں مطمئن ہو سکتے تھے کہ ”حکم“ ہو، لیکن ان حائے اور ”عادہ“ اس کی لوندی۔ اس وجہ سے دونوں گروہ جاننا سوں سے الگ الگ دوسرے کے خلاف سرور بٹو حد و جہد میں مصروف تھے اس زمانہ میں جاننا سوں پر دناؤ رور رور بڑھتا جا رہا تھا۔ جاہانی فوج، جو یہاں ممکن تھی، وہ نہ صرف اپنی حورا نہ مانکہ سڑکوں، ہوائی اڈوں اور بلعہ بندوں کی تعمیر کے لیے مردوروں کی فراہمی میں خود اس ملک کے وسائل ہی پر انحصار ڈرتی تھی۔ نہ ضرورت پوری کرنے کے لیے اولی بلانگ اور علماء دونوں کی وساطت سے لوگوں پر انک بھرتا ناقابل برداشت ارا مال دنا گیا۔ اس کا سجدہ یہ ہوا کہ بے چسپی بڑھی گئی اور سس ارسس اولی بلانگ مانص افواج کی خدمات کے لیے اپنے ملازمین سہا کرنے سے انکار کرنے لگے، در حالیکہ علماء کے بے بھی جاہانی مطالبات کے پورا کرنے میں تعاون کرنا رور رور دشوار ہونا گیا، چنانچہ ستمبر ۱۹۴۳ء میں اچھے میں بڑے پیمانے پر گرفتاریاں عمل میں آئیں اور جو لوگ گرفتار کیے گئے ان میں کئی ولی بلانگ بھی شامل تھے۔

نآرمودہ کاری، چہرہ دسی اور نددیانتی سے، جہیں دراصل آبادی کی محض ایک اقلیت کی نائد حاصل تھی، جلد ہی ایک زور افروز بے چسپی پیدا ہو گئی اور ۱۹۴۸ء میں کوئٹہ راجہ سے ایک معاہدہ ہو گیا جو ناکام رہی، لیکن جب تک انڈوسنی جمہوریہ کی مرکزی حکومت ولیدیریوں سے کوئی سمجھوتا نہ کر سکی اس وقت تک وہ دوسرے معاملات میں مہمک رہی، لہذا اچھے میں اس کی مداخلت کا کوئی سوال نہ اٹھا ہوا تھا۔ انڈوسنی کی آزادی سوائے کے لیے سرکہ حد و جہد ان چند سالوں کے دوران میں ایک واحد مقصد رہا۔ افسر کی مقامی حب الوطنی اور انڈوسنی کے اتحاد کا نظریہ دونوں اس وقت نکلا ہو گئے تھے

۱۹۴۹ء کے حاتمے پر جب حکومت ہالینڈ سے انڈوسنی کی جمہوریت کو مستقل ہو گئی تو اس کے ساتھ ہی مرکزی حکومت کی مداخلت ناگزیر ہو گئی۔ انتظامی اعراض کی بناء پر اچھے کو شمالی سمائرا کے صوبے میں شامل کر دیا گیا، جس کی وجہ سے سوئکو محمد داؤد سورنواہ کا عہدہ نہ حسبِ نوربر سب ہو گیا۔ افسر فوجی دسوں کی جگہ بدرجہ افسر ساھی معین کر دیے گئے، جس کا نتیجہ نہ ہوا نہ بوسا اپنے فوجی سپہاڑے سے محروم ہو گئی۔ ۱۹۵۱ء میں اسراکی رہنماؤں کی عام گرفتاری کے پردے میں، جو اس وقت پورے انڈوسنی میں عمل میں آئی، بوسا کے سربراہوں کی ایک بڑی تعداد کو بھی حراست میں لے لیا گیا اور بوسا کے ان نااہل حاسوں کو، جو سرکاری حسبِ رکھے تھے، ان کے عہدوں سے برطرف کر دیا گیا، لیکن مرکزی حکومت کی یہ توقع کہ وہ اس طرح اچھے کی حکومت کی راہنمائی کر کے اسے رومہ رومہ راہ راست پر لے آئے گی پوری نہ ہوئی۔ ستمبر ۱۹۵۳ء میں سوئکو محمد داؤد سورنواہ

حب الوطنی اتحاد کے ایک ایسے طریقے میں تبدیل ہو گئی جو مذہب برسی ہوئے ہوئے پورے انڈوسنی پر حاوی تھا۔

انڈوسنی کی آزادی: اگست ۱۹۴۵ء میں حاتمے کے ہمسار ڈال دیے کے بعد اچھے میں ولیدیری حکومت بحال نہ ہو سکی، بلکہ صرف سناٹک کے حاتمے پر ولیدیری فوج نے قبضہ کر لیا۔ اس طرح 'اولی بلاٹک اور علماء کے درمیان ایک آخری معاملے کا راستہ کھل گیا، جسے ستمبر ۱۹۴۶ء میں حاتمے سکی کا آغاز ہوا اور آخر کار فروری ۱۹۴۷ء میں 'اولی بلاٹک کی موت آنا ہو گئی۔ لٹی سر، ارون (اولی بلاٹک) کے حاتمے اس طرح مل کر دیے گئے کہ ان کا ایک بچہ نہ رہا۔ 'اولی بلاٹک حاتمے کے سیکڑوں افراد جمہوریت کے سامنے فرار دیے گئے اور جمہوری حراسی لیسوں میں حاتمے عائب ہوئے اور ان کی اہلک صط ہو گئی۔ ان میں ۲۶ مضمون کا سکی اور پوسٹس کا حکمران بھی شامل تھے۔

اولی بلاٹک کے امداد کی اس برنادی کو محض "عادی" (رواج) اور "حکم" (سرعت) کے نامی اضافہ کے نتیجہ میں نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں معاسری، سیاسی اور معسی اسات بھی کار فرما تھے۔ معاسری میں 'اولی بلاٹک کو نہ حسبِ مجموعی حاتمے حاصل تھا اور جس کے حسبِ دسی قدر بفصل سے اوپر سنا کی گئی تھی اس کے خلاف مذہب ایک معاسری اغلاب کا آلہ کار بن گیا۔

اس مابہ جنگی میں بوسا کے صبح یاب ہونے کے جلد ہی بعد اس کا سربراہ سوئکو محمد داؤد سورنواہ اچھے کا فوجی ناظم بن گیا۔ اس کے ساتھیوں نے نظم و نسق، پولس اور محکمہ عدل و انصاف میں وہ عہدے سنبھال لیے جو اس سے پہلے 'اولی بلاٹک کے تصرف میں تھے۔ نئے حکمرانوں کی



مآخذ، در *Cultureel Indië*، (۱۹۷۰ء) ۲۰۵ تا ۲۱۱  
(Tichelman) اچھے انتدائی مقالات میں، حو *De Javabode*،  
مئی ۱۹۳۳ء، میں شائع ہوئے، ساتویں/تیرھویں صدی کے  
نصف اول کے الواحِ سرار کا ذکر کرتا ہے، لیکن ان  
معلومات کا مآخذ ناقابلِ اعتماد ثابت ہو چکا ہے) (۱۲)  
*Iskandar Muda, zoon van 'Ali? P. Voorhoeve*  
*BTLV*، ص ۱۰۷، ۳۶۷-۳۶۵ (۱۳) *J Jonge-*  
*'Land en Volk van Atjeh vroeger en nu jans*  
*Atjeh en de oorlog A J Piekaar* (۱۴) ۱۹۳۹ء  
*Sekutar S M. Amin* (۱۵) ۱۹۴۹ء، *met Japan*  
*'peristhwa berdarah di Atjeh* ۱۹۵۶ء۔

\* اچیلی: Ochiai (یا اودہ الی) سولہویں صدی  
ء، ملادی کا ایک برک اسمر البحر-کلمہ (Calabria)  
کے ایک ڈوٹ میں، حو لیگسٹی Licastelli کے  
نام سے مشہور ہے، حدود ۱۵۰ء میں پیدا ہوا،  
توونکہ اس کی وفات کے وقت، حو ۱۵۸۷ء میں  
ہوئی، اس کی عمر نوے سال سے اوپر بتائی گئی ہے۔  
اچیلی اس کا وہ نام ہے حواسے اس کے ہمعصر اطالوی  
مآخذ میں دنا گیا ہے، لیکن سرکی مآخذ میں اس کا  
نام اَلج علی ہے، حو غالباً اسے شمالی افریقہ میں  
دیا گیا۔ ہو سکتا ہے کہ نہ عربی کے صغہ جمع علوج  
(جمع علج) کی بگڑی ہوئی شکل ہو، جس سے اس کا  
حارحی السسل ہونا ظاہر ہوتا ہے (Hammer)، در *GOR*،  
طبع ثانی، ۲، ۴۸۱، ۷۵۱ء، میں مصاد بان دیے گئے ہیں)۔  
پہلے کچھ عرصہ ایک اسر جہازی علام (galley slave)  
رہے کے بعد وہ مسلمان ہو گیا اور مدب تک بحیرہ  
روم میں جہازرانی کرنا رہا۔ سچل عثمانی (۳)  
(۵۰۲) کے سان کے مطابق وہ ۱۵۹۱ء / ۱۵۵۴ء میں  
پرسایہ قبودانی (بحری اسلحہ حایے کا کپتان) مقرر  
ہوا۔ اس کے عروج کا ناعب مشہور امیر البحر طورعد  
رئس سے اس کا تعلق تھا، جس کا یہ نائب بنا۔ حب  
چارلس Charles بحم بے حریرہ جرتہ پر حملہ کیا تو یہ

اور اس کے پیرووں نے علمِ معاوب بند کیا اور  
اس طرح ایک حوبریر بے قاعدہ جنگ شروع ہو گئی،  
حو ۱۹۵۷ء کے وسط میں سوسکو محمد داؤد  
پیوریویہ اور مقامی حکام کے درمیان ایک  
عمر رسمی عارضی صلح نامہ طے ہوئے تک جاری رہی۔  
اس سے ایک سال پیشتر اکتوبر ۱۹۵۶ء میں اچھے  
کو دوبارہ ایک خود مختار صوبے کی حسبِ عطا کر  
دی گئی تھی

(A J PIEKAAR)

مآخذ علاوہ ان بصادف لے حو مذکور ہو چکی

ہیں: (۱) *Encyclopaedie van Ned Indië*، ح ۱  
(۱۹۱۹ء)، بدل مادہ حو *Atjeh*، (۲) *P J Veth*  
*Atchin en zijne betrekkingen tot Nederland* (لائن)  
(۱۸۷۳ء) (۳) *J A Kruyt Atjeh en de Atjehers*  
*Twee jaren blokkade op Sumatra's N O Kust*  
*Mededeelingen betreffende* (۴) (لائن ۱۸۷۷ء)  
*de Atjehsche onderhoorigheden*، سلسلہ ۷،  
*De tocht J L J Kempees* (۵) ۱۳۸ تا ۱۷۱ء  
*van overste van Daulen door de Gajo و Alas en*  
*Bataklanden*، ایمرڈم ۱۹۰۳ء؛ (۶) *C Snoucke*  
*Een Mekkaansch gezantschap naar . Hurgronje*  
*Atjeh in 1683*، در *BTLV*، سلسلہ ۵، ۳: ۴۵۵ تا  
*Nord-Sumatra II, Die Gajo- W. Volz* (۷) ۵۵۴  
*lander*، برلن ۱۹۱۲ء (۸) *P Voorhoeve* *Critical*  
*survey of studies on the languages of Sumatra*، ہیک  
۱۹۵۵ء، ص ۵ تا ۸ (۹) *J Hulshoff Pol* *De gouden*  
*Jaarboek*، در *munten (mas) van Noord-Sumatra*  
*voor munten penningkunde*، ح ۱۶ (۱۹۲۹ء) (۱۰)  
*Nota over de geschiedenis van het T. J. Veltman*  
*landschap Pidie*، در *TITLV*، ۵۸ (۱۹۱۹ء) ۱۵ تا  
۱۶۰: (۱۱) *G L Tichelman Een marmeren*،  
*praaigrav te Koeta Kareueng*، مع معید حواشی نات

حان کی جگہ حاکم مائے - اچالی نے جہازوں کے بنانے میں بڑی سرگرمی دکھائی، جس طور پر لہاتو کی ماہ کس شکست کے بعد - اس کے علاوہ اس سے غلطہ Galata میں یوحانہ جامع اور سلطان کے محل میں ایک حمام بنانا - اپنی اچانک موت (۱۰ رجب ۵۹۹۵ / ۲۱ جون ۱۵۸۷ء) کے وقت، جو اس کی اپنی مسجد میں واقع ہوئی، اس نے نئے ادارہ دولت چھوڑی، جو حکومت کے قصبے میں چلی گئی۔

مآخذ ترکی میں سب سے بڑے تاریخی مآخذ (۱) سلاطینکی تاریخ اور (۲) حاجی حلیہ: بحہ الککار ہیں، اسی زمانے کی ایک مغربی تصنیف (۳) Pierre de Vies des hommes illustres Bourdeille de Breutôme علاوہ (۴) نان ہامر von Hammer، ریکائس Zinkeisen اور جورگا Jorga کی تاریخی تصانیف اور (۵) E Hamilton Sea-wolves of the Mediterranean Currey لندن ۱۹۱۶ء، ص ۳۴۴، بعد (۶) حافظ حسین الايوان سرائی: حذیقہ العوام، ۲: ۵۹

(J H KRAMERS)

- ⊗ احابیش: چند ایسے فائل کا نام جو عہد دہوی میں اکثر فرس کی صفوں میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کر کے نظر آئے ہیں۔ بظاہر یہ لفظ ”حشی“ کی جمع الجمع معلوم ہوتا ہے، لیکن اصطلاحاً اس سے مراد ملک حش کے رہنے والے نہیں، بلکہ ”متحد“ یا ”حلف“ قبائل عرب لیے جاتے ہیں۔ اس حسب (المتمم، ص ۱۷۷ تا ۱۸۰) نے اس ابی ثابت الزہری کے حوالے سے اس اصطلاح کی تاریخ یہ مان کی ہے کہ دو الحارث بن عبد مہاء بن کمانہ کا ایک شخص کچھ سامان بچے مٹے آیا، پاس لگی تو سو محروم کے محلے میں کسی درواریے پر جا کر پانی مانگا۔ اس پر ایک عورت باہر نکلی۔ کمانی باجرے شرمندہ

طورعد کے ساتھ وہیں موجود تھا۔ ۱۵۹۵ء میں یہ دونوں مالٹا کی ناکام [ترکی] مہم میں شامل تھے، جس میں طورعد مارا گیا۔ اس کے بعد ۱۵۹۸ء تک یہ طورعد کی جگہ طرابلس کا حاکم رہا، پھر صالح پاسا کی جگہ الجزائر کا حاکم مقرر ہوا۔ اس زمانے میں اس نے الجزائر کی حدود کو مغرب کی طرف توسیع دی اور ۱۵۹۷ء میں اس نے تونس کو آبادی مختصی سلطان اور اس کے ہمسائیوں حامیوں سے چھین کر اس سر عامی طور سے قصہ کر لیا۔ Cervantes اس کتاب Don Quixote کے انالسٹور میں اسے الجزائر کا ادساہ لکھا ہے۔ اس کے -سیرے سال الفح طو نے تونس ولس ولس اور مالٹا وار کے خلاف بحری مہموں میں حصہ لیا۔ اس کا سب سے بڑا کرنامہ جنگ لہاتو Lepart (۱۷۷۱ء) سمیر ۱۷۷۱ء سے متعلق ہے، جس میں وہ - کی بحری سڑے کے ناپس نارو کا امیر تھا۔ جب اس نے سکست کے بعد بحری سڑے کے ایک حصے نو کاسای کے ساتھ صحیح و سالم قسطنطنیہ پہنچا دیا تو اس کے انعام میں اسے فوداں پاسا مقرر کر دیا گیا، کیونکہ سابق امیر البحر مودن راہ علی لہاتو کی جگہ میں مارا گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس موقع پر اس کے نام آج علی تہ بدل کر فتح ملی کر دیا گیا۔ وہ اپنے اس عہدے پر مریہ دم تک اقرار رہا اور اس نے بحیرہ روم میں محملہ اور کاموں کے اسی سرکردگی میں لٹی ایک عارت گرانہ حملے دے اور محملہ اور حروں کے ۱۵۷۴ء میں سر عسکر سیان پاسا (۱۷۷۱ء) کے ہمراہ تونس اور القلعة (La Goulette) کی دوبارہ تسخیر میں حصہ لیا۔ ملک کی اندرونی سیاسی تبدیلیوں کا سرکاری حلقوں میں اس کی ہر دلچسپی پر کوئی اثر نہ پڑا۔ اس کا آخری سرکاری کام یہ تھا کہ کریما کے جدید حان کو قلعہ Kaffa لے آئے اور اسے معرول شدہ

ہو کر کہا: ”کسی بجے کو کبوں نہ بھیج دیا“۔ عورت نے کہا: ”سو کربنِ عدِ مہا نے ہمیں اس قابل کہاں رکھا ہے کہ ہمارے مرد حرم میں (گھر پر) رہا درس“۔ باجر وطن واپس ہوا تو اپنی قوم کو برعت دی کہ فرس دو بدد دیں۔ اس پر سو الحارث (جو سو بکر کے ہم حد اور عالیا حریب مقابل بھی) خود جمع ہوئے اور اسے رسہ دار قائل سو المصطلی اور الحارث سعد بن عمرو کو بھی جمع کیا۔ حد پڑی تو سو الہوں بن حربہ بھی دوڑے آئے اور پھر نہ سب مٹنے کے حوٹ میں دُنب حُثیبی نامی وادی میں اٹھتے ہوئے اور حلف اٹھایا: ”لله انال انا آند نهد الہد و نجین اللہ ما ازی منی“ (خداے قابل کی قسم! ہم سب ایک ہی ہانبہ ہیں، حومل کر بوڑے اور مل کر حوں بری رو لے جس جب تک کہ حُسی پہاڑ ابی حگہ قائم ہے)۔ اہ اع مرسری کے حاسے میں مصحح نے یہ الفاظ کہے ہیں: ”انا لند علی عربنا ما سعا لل و وضع نہار و ما ازی حُسی مکنہ“ (ہم اپنے مخالفوں کے لیے ایک ہی ہانبہ بنے رہیں گے جب تک راب اربک اور دن روس رہے اور جب تک حُسی پہاڑ ابی حگہ بر قائم رہے)۔ انی نابت نے نہ بھی روایت کی ہے نہ حب قصی نے لڑ جھگڑ کر مٹنے پر قصہ لیا (حس کے بعد اس کے مددکار اور رسے دار فائل فصاعہ و اسے واپس چلے گئے) تو فرس کو اسی تعداد کی کمی کے بعد گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ اس پر عدِ مہا بن قصی نے سو الہوں اور سو الحارث بن مہا کو حلف کی دعوت دی، جسے انہوں نے قبول کر لیا۔ آخر الدکر صلے نے خود ہی حلف ہو کر المصطلی اور الحارث کو دعوت دی، جس پر وہ بھی چلے آئے۔ عدِ مہا نے ان سب قائل سے، حو احاسس یعنی حلف کی حثیب سے اکٹھے ہوئے بھی، باہمی امداد کا معاہدہ کیا۔

ان احابیش نے یہ شرط بھی منظور کرائی کہ آئندہ آوروں کو بھی اس حلف کے رشتے سے وابستہ ہونے کی احارب دی جائے گی۔ اس طرح قیلۃ القارہ اور قیلۃ قارط (حس کے لیے دیکھیے اسمی، ص ۱۸۵) بھی شریک ہوئے اور سو مہا بن الذئب بھی (حس کا ذکر البلاذری: اسباب الاسراف، ۲: ۲۴۴، میں ہے)۔ حنل حُسی مٹنے سے دس میل پر الرمشہ کی سب میں ہے۔ حماد راویہ کا بیان ہے کہ یہ حلف خود قصی کے زمانے میں اٹھایا گیا۔ اگرچہ اسباب الاسراف (۱: ۲۲) کی ایک اور روایت کے مطابق حلف الاحاسس کا انعقاد عندِ مہا بن قصی اور عمرو بن ہلال بن معط الکبابی کے مابین ہوا تھا، اور اس میں سو الحارث، سو المصطلی اور سو الہوں شریک ہوئے بھی۔ حماد کی روایت کے مطابق قصی نے سو الحارث بن عدِ مہا کے سردار [ابو معط عمرو بن] عامر بن عوف بن الحارث مسک الدب (البلاذری: اسباب میں ”مسک الدب؟ السباح“ ہے) کو ابی شئی ریطہ بھی بیاہ دی۔ اس کی نائید بعض اسعار سے بھی ہوئی ہے۔ البقوی (تاریخ، ۱: ۲۷۸ تا ۲۷۹) نے اس حارثی سردار کا نام عمرو بن ہلل (۹) بن معص بن عامر بتایا ہے اور حلف کی وجہ یہ بتائی ہے کہ ان مائل کو خود ضرورت بھی تھ فرس سے مل کر طاقب پیدا کریں اور حلف کے متعلق یہ تفصیل درج کی ہے کہ احاسس میں کا ایک اور قریس میں کا ایک، یعنی دو دو آدمی مل کر، رکن (حجر اسود) پر ہانبہ رکھتے اور کہتے ”خداے قابل کی، اس گھر (کعبے) کی حرم کی، مقام (ابراہم) کی، رکن (حجر اسود) کی اور حرام مہسے کی قسم! ہم ساری مخلوق کے خلاف اس وقت تک مدد دیتے رہیں گے جب تک کہ حدار میں اور اس بر کی ساری چیزوں کا وارث نہ بن جائے اور باہم سارے لوگوں کے بالمقابل اس وقت تک تعاقد و تعاون کرتے

رہیں گے حب تک سمندر صدقہ (سپہوں) کو بھگونا رہے،  
حب تک چرا اور تیر (بھاڑ اسی جگہ پر) قائم رہیں اور  
اور قنات حب تک سورہ انیر مسروق سے نکلتا رہے۔  
یہ بھی لکھا ہے کہ منذ مسوق کی نبوی مانکہ سلمہ ہی  
بے در اصل حلف احاسس کو جاری کیا تھا (یہ روایت  
سنتہ ہے کہ نہ کہ عرب قنات نے قائل نہ ہے)۔

بچھڑنے بعد لب و نکر بن عر مہ سے  
اور کی جنگ ہوئی نو داب تکف اور داب المسئل  
کے معرکوں میں احاسس قرس کے ساتھ بھیے اور  
المصاف بن عبد داب بن قصی ان سب کے حار (یعنی  
فائدہ عام) ہوئے۔ احاسس میں اس وقت علاوہ نبو  
احبار کے صل الدیس (اروالہوا)، المصاف اور  
احبار حراہ بھی شامل تھے (المعبر ص ۶۶)۔  
ص ۸۷ تا ۸۸ اس وقت کا فائدہ الاحاسس خطم  
اسد [اربی الحار بن عبد مہ] تھا۔

احصرب کی نو عمری میں حب جوبھی  
جنگ حار ہوئی نو احاسس نے الحس بن برد (ار  
بی الحار) کی سرداری میں قرس کا ساتھ دیا۔  
(المعبر، ص ۱۷۰ تا ۱۷۱، ابن سعد، ۱/۱: ص ۸۱)۔  
[مفسر طبری، سورہ قل، سے معلوم ہوتا ہے  
کہ احاسس (ساتھ اور ہدل) نے اترہ کے حملے  
کے وقت بھی قرس کا پورا پورا ساتھ دیا اور سارے  
علاقہ نہامہ کا ایک بھائی مال حملہ آور کو پس  
کنا نہ وہ لیے لیے اور کسے کی بے حرمتی نہ کرے،  
مگر اترہ نے اس نسکس کو ٹھکرا دیا]۔

آغار اسلام میں حب احصرب ابونکر  
[صدیق] برشاں ہو کر مگر سے ترک وطن کے لیے  
نکالے تو اس الذیعہ نے علاقہ قارہ میں ان کی داجوئی  
کی اور اسے ساتھ مگرے لاکر نہامہ دیے کا اعلان کیا  
مگر چند روز بعد حب اس نے بوجہ دلائی کہ احصرب  
ابونکر اسے اسلام کا کھلے بدوں اظہار نہ کیا  
تو احصرب ابونکر نے اس کی ماہ سے

دسرداری اختیار فرمائی (ابن ہشام، ص ۲۴۵ تا  
۲۴۶)۔ سہلی (الروض الاف، ۱: ۲۳۱) کے مطابق  
ابن اندعہ کا نام مالک تھا۔ [بحاری (کتاب ۲۵:  
باب ۴۵)، ابواؤد (کتاب ۱۱: باب ۸۶) وغیرہ میں  
مراجعت ہے کہ حب قرس نے محرب سے قبل  
احصرب نے خاندان کا مقابلہ کیا تو مسئلہ کناہ  
بے احس سے مراد احاسس ہی ہو سکتے ہیں) مقام  
حب اسی زمانہ قرس سے معاہدہ کیا کہ وہ بھی  
اس مقامی مقاطعے میں سرک رہیں گے]

جنگ احد میں الحس بن ربان (اربی الحار)  
کی سرداری میں احاسس نے قرس کا ساتھ دیا  
الحس نے مسلمان مقبولوں کے ساتھ وحشانہ بناؤ  
بر ابوسفیان نو ملامت بھی کی (ابن ہشام، ص ۵۸۲)۔  
معرکے کے آثار میں حب نکرے بعد دیگرے دس  
قرس عدمردار مارے گئے تو پھر کسی کو عام  
اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس پر عربیہ اب علقمہ  
العارذہ (ار احاسس) نے گریا ہوا عام اٹھا لیا اور  
آخر تک وہی اسے اٹھائے رہی (ابن ہشام، ص  
۱۷۰ تا ۱۷۱، ابن سعد، المعبری: اصاع، ۱: ۱۲۶  
تا ۱۲۷)۔ اللادری: الاساب (۲: ۲۲۲) کے  
مطابق اس جنگجو عرب کا پورا نام عمرہ بن الحار  
بن الاسود بن عبد اللہ بن عامر تھا۔

عذیل کی ساح لجان بھی احاسس میں شامل  
معلوم عوسی ہے، چونکہ ابن سعد (۱/۲: ۳۶) کے  
مطابق سفان بن خالد لجان کو احاسس گھیرے  
رہے تھے۔

چونکہ نو المصطلق بھی احاسس میں سریک  
تھے، اس لیے وہ میں احصرب صلعم کا ان کی سرکونی  
کے لیے جانا بلاوجہ نہ تھا۔ اس جنگ کی تاریخ  
۳۴ھ اور ۳۵ھ بیوں سال کی گئی ہیں۔ [بحاری  
میں لکھا ہے کہ یہ عروہ ۳۶ھ میں ہوا۔ ابن اسحق  
کے حوالے سے ابن ہشام نے بھی یہی سن دیا ہے،

کیونکہ اس بعد، ۱/۲ : ۹۷، اور ابن ہشام، ص ۸۰، میں صراح ہے کہ یہ سونفانہ تھے، جو سوکر کی ایک شاخ تھے اور سو فائے کا حلف الاحابش میں شریک ہونا اور بیاں ہو چکا ہے۔

مسح مکہ کا باعث ہی یہی لوگ ہوئے۔ مسلمانوں کے حلیہ و حراہ کو فریس کے حامی نوٹکر، یعنی ساح و سافہ، نے مل لیا تو انتہائی آنحضرتؐ سے مکے پر لیسکر کنسی و رہائی۔ حضرت خالدؓ بن الولید سے جس لوگوں نے مکے میں داخلے کے وقت مقابلہ کیا وہ بھی احاسن ہی تھے (المقبری: اساع، ۱: ۳۷۸)۔ مکے میں داخلے کے وقت آنحضرتؐ نے مقابلہ نہ کرے والوں کے لیے اس عام کا اعلان کر دیا ہوئے ایک استثناء کیا اور حراہ و احارہ دی کہ نوٹکر سے ایسا اقدام نہ، اسکن جب حراہ نے حد سے تجاوز کیا تو اس استثناء کو مسح کر دیا گیا (المقبری، ۱: ۳۷۷-۳۷۸)۔

احادیثِ زمانہ، جامعہ میں فریس کے ساتھ اساف اور نائلہ (سوں) کی ٹوٹا کرے بھی (المحتر، ص ۳۱۸) - یہ سووی عکاظ میں بھی ہر سال شرکت کرے بھی (حوالہ سابق، ص ۲۶۷)۔

آخر میں اسرارہ لَامِس Lammens کے نظریے کا حوالہ دیا جاسکتا ہے، جس سے ایک خاص مضمون میں اہل مکہ سے احاسس کے روابط کو دیکھ کر یہ سچہ امد لنا ہے کہ: (۱) اہل مکہ نے بحواہ یاب سپاہوں کی ایک مسلسل اور مداسی فوج بھرنی کی تھی، (۲) احاسس سے حسنی سلام مراد ہیں اور یہ نہ (۳) فریس حود نہایت بردل لوگ تھے اس لیے اسے بحاری قاتلوں کی حفاظت کے لیے یہ فوج بھرنی کی تھی - لیکن ان سب باتوں کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

مآخذ: (۱) ابن حبيب: کتاب المصنف، معطوطة

ناصر حسین معتمد لکھنؤ، ص ۸۲ تا ۸۸، ۱۷۷ تا ۱۸۰،

بحاری میں موسیٰ بن عقیہ کی روایت یہ بھی ہے  
یہ عروہ ۳۵ھ میں ہوا لیکن امام بحاری نے ۶۶ھ  
مقدم رکھا ہے۔ واقعہ، اس کے شاگرد اس  
اور اس سعد کے شاگرد املا درج سے ۵۵ھ  
پر قرار رکھا ہے۔ یہی رائے سبلی نعمانی  
ہے (سیرۃ النبی، طبع سنہ ۱۳۰۱ھ) اور داعم  
کا بھی یہی خیال ہے۔ چونکہ یہ لوگ مسلمانوں  
حلاف لڑنے کے لیے جمع ہوئے تھے، لہذا احصاء  
حیرت ملیحہ پر بروہم ان کا مدار نہ ہوا یا۔

حکیم حمدی [رک، حمدی] میں بھی احادیث  
موسس کا ساتھ دیا تھا (ان سام، ص ۳۳۶)

حب [حسرت] حدیثہ [رکۃ ۱۰] کے اسے  
 اماں رواہ ہوئے اور یہ حیرت ملی کہ احادیث لکھنے  
 ہمار ہیں (احقریری، اصباح، ۱۰۷۸ تا ۲۸۰)  
 اسلام کے ساتھ آپ کی مسلسل اور بے وسہ برہاں  
 نام نہاد (نام الحجازی، ناب ۳)  
 صبر مہم ہے اٹھائے سفر میں انک جنگی مساوری  
 لس معہ کی اور رائے لی کہ نہوں نہ چلے جلائے  
 نس وعمرہ کی سرکوبی کی جائے؛ لیکن صبر  
 نکرہ کا یہ مسوورہ پسند کیا گیا کہ اس وقت صرف  
 سے ہی سے سروکار رکھا جائے، البتہ اگر وہ لوگ

ن گئے دو دیکھ لیا جائے گا۔ حدیث میں فریس کے  
مدد سفر آنحضرتؐ کے پاس آئے۔ ایک مریض  
وں نے الحداد بن عثمہ (روایت دیگر: الحداد  
بن) کو بھی، موسد الاحاسن بھی، سفر دیا کر  
جا (ابن عثمہ، ص ۷۳)۔ اس سے قرانی کے  
ور دیکھ کر فرس کو صلح کرنے پر زور دیا  
دھمکی دی کہ اگر مسلمانوں کو عمرہ کرنے  
روا گیا ہو احاسن مسلمانوں کی مدد کریں گے  
ن سعد، ۱/۲ : ۷۰)۔ صلح حدیبیہ میں  
س کے ساتھ واسطہ ہوئے والوں کا نام سونکر  
نا گیا ہے۔ اس سے مراد بھی احاسن ہی ہیں،

آگے وادی قہاہ کو عبور کرنا پڑتا ہے۔ یہ وہی درنا ہے جو طائف میں قح کہلاتا ہے اور مدینہ کے پاس گزریے وقت قہاہ سے موسوم ہے۔ سہر سے چند میل اوپر نہ عاقول کی ایک قدرتی جھیل میں گرتا ہے اور اسے لبر کر کے بعد احد کے جنوبی دامن سے گزر کے نسوح کے قریب بحر احمر میں جا گرتا ہے۔ نارس ہو تو کچھ دیر (اور بعض اوقات چند دن) سلاط آتا ہے ورنہ خشک رہتا ہے۔ گزرگاہ درنا کی گہرائی اسی کم ہے کہ معمولی حالات میں اسی سے محسوس بھی نہ کرے۔ یہاں لٹی ناع اور مجلساں ہیں۔ اس جگہ ایک چھوٹی سی نہاڑی ہے جسے حمل الرماہ (سر اندازوں کی نہاڑی) اور حمل العسی (دو چشموں کی نہاڑی) بھی کہتے ہیں، پہلا نام اس لیے کہ عروۃ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سر انداز ماسور لیے تھے اور دوسرا نام شاید اس لیے کہ اس کے شمالی دامن میں دو چشموں ہیں۔ اس نہاڑی کے مشرق میں ایک برائے بل کے ٹھنڈے پائے جاتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں یہاں سلاطوں کی کثرت تھی اور سہر سے سہاڑے احد کی ربارب آتے والے اس کے بعد ندی کو عبور نہ کر سکتے تھے۔

احد کی وجہ تسمیہ یہ معلوم ہوئی ہے کہ یہ آس ناس کے سلسلہ ہائے کسوف سے الگ ایک مفرد نہاڑ ہے۔ سہر مدینہ سے اسے دیکھیں تو گہرے سرج رنگ کا نظر آتا ہے۔ اس پر روئدگی دم ہے، لکن نارس کا بانی کئی جگہ نہاڑی عاروں کے قدرتی حوضوں میں جمع ہو جاتا ہے اور عربیے تک کام دیتا ہے۔ پہاڑی کی چوٹی پر سہلی [۵۰۸ نا ۵۸۱/۵۱۱۴ ۱۱۸۵۱] (مصحف الروص الذیف) کے زمانے میں بھی حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر کا ہونا مشہور تھا۔ یہ سعد گچ کا مزار

۱۸۵ (۲) وہی مصنف: کتاب المحر، مطبوعۃ دائرۃ المعارف، حیدرآباد، ص ۱۷۰، ۲۴۶، ۲۶۷، ۳۱۸ (۳) البلاذری: انساب الأشراف، مخطوطۃ استانبول، ۲ ۷۲۲ (۴) السہلی: الروض الأصف، ۱۰۱، ۲۲۱ (۵ تا ۷) ابن ہشام: سیرہ الطبری، تاریخ المقبری، امساع الأسماع، اشاریے، بدس احاسن، علقہ وغیرہ (۸) اس سعد: طباع، ۱/۱، ۸۱ و ۱/۲، ۱۰۷، ۷ (۹) الحموی: تاریخ، ۱۰، ۲۷۶ تا ۲۷۹ (۱۰) H Lammeas Les Ahobis et l'organisation militaire de la Mecque au siècle de cheire، JA، جرس ۱۶۱۶ (۱۱) L'Arabie Occidentale، ص ۲۷۳ تا ۲۹۳ (۱۲) Muhammad at Mecca W. Montgomery Watt، (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰)

احادیث۔ دیکھیے حدیث

احد: ایک نہاڑ، جو مدینہ منورہ کے شمالی مضافات میں سرفا غرنا پھیلا ہوا ہے۔ مسعد سوی سے نہ دین ساڑھے دس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ باب السامی سے نکلتے ہی ناڈیں ہانہ در مربع شکل کا حمل سلج ملتا ہے، جس کے مشرق میں مسعد الشقی اس مقام کی شان دہی کرتی ہے جہاں کھڑے ہو کر ہی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھڑ دوڑ کا معاہدہ فرماتے اور انعام جسے والوں کا مفصلہ سایا لے رہے تھے۔ اس سے آگے شمالی تہ الذراع کا ٹلہ اور مختلف ناع و مجلساں ہیں۔ ایک ڈاڑھ مسعد سورمشی کے میدانوں پر مشتمل ہے، جہاں لسی قسم کی روئدگی نہیں پائی جاتی اور آگے حرہ یعنی آس و سابی سے جانے ہوئے سیاہ پتھر اور میدان شروع ہو جاتے ہیں، جو سہر کو مشرق، مغرب اور جنوب سے گھیرے ہوئے اور مٹلوں پھلے ہوئے ہیں اور

إب نہی ہے ۔

اہل مدینہ کو نہ پہاڑ قدیم سے غریب رہا  
 ہے ایک حدیث نبوی ہے ۔ ”ہذا حِلُّ نَحْنَا وَ  
 قَعْدَةُ“۔ احد ہمیں دہستہ رہا ہے اور ہم اسے  
 دوست رکھتے ہیں (بخاری، داب ۲۴، باب ۵)۔  
 یہ دھن میں رہے نہ آغار اسلام کے وقت سہر  
 مدینہ بہت سی سی۔ یوں نا محمود نہا اور ہر سی  
 میں ایک عرب ۱۰۰ ہودی قبلہ سکوت نہا رہا ۔  
 ان سسوں میں ناہم کم نا رہا۔ فاصلہ دانا حانا  
 نہا ۔ عموماً ہر سی میں نہا حمرن سرور ہوئی  
 تھیں ۔۔۔ مڈن، اے ا۔ لہب اور اظام [جمع اظم]  
 یعنی ”کڑھان“ [د مسحکم مقامات] (حر ۵) میں  
 حنرے کے رہت غورنوں، حوں، بلکہ بھڑ نکرینوں  
 کو بھی مقامات کے لیے مستقل نہ دنا حانا نہا)۔

احد کوئی نہ مل لیا نہا ہے ۔ اس کا  
 شمالی رح ایک بلند دوار کی طرح ٹھوس چٹانوں پر  
 مشتمل ہے، جس میں کہیں کوئی درہ نا گردہ  
 نہیں ہے ۔ چوڑائی بچ میں فرلاک دہڑہ فرلانگ  
 ہوگی، لیکن کوئوں نہ نالکل نہیں ہے ۔ جنوبی  
 رح کے ایک حصے میں، جو مغربی سرے کے قریب  
 ہے، ہلالی شکل کا حم ہے، جس کا قطر تقریباً ۱۵ سو  
 گر ہے ۔ اس کے شمالی سرے پر ایک بگ گردہ کے  
 پہچھے ایک اور وسیع کھلا میدان ہے ۔ لوگ اس  
 میں تفریح کے لیے حصہ ڈال کر ٹی ٹی دن  
 رہتے ہیں ۔ یہ اندرونی میدان چونکہ ہر طرف سے  
 محفوظ ہے اس لیے عروہ احد کی مختصر اسلامی فوج  
 کے بڑاؤ کے لیے اس سے بہر کوئی اور مقام مل  
 نہیں سکتا نہا اور حسا نہ حدیث میں ناں ہوا  
 ہے رسول اکرمؐ کے رحموں کو دھوئے کے لیے  
 حصرت علیؓ پہاڑ کے قدرتی حوضوں سے پانی اسی  
 ڈھال میں بہر بہر کر لائے تھے، جو دندو دار نہا ۔  
 بیرونی سم دائرے کی شکل کے میدان میں،

حو ریتلا اور سنگلاچ ہے، پانی کے دو چشمے ہیں ۔  
 وہیں دنداں نبوی کا مدفن ہے ۔ دو حوروں میں  
 سہداے احد کی قبریں ہیں اور ان سے الگ  
 حصرت حمزہؓ کی قبر ہے، جس سے می ہوئی  
 نہ اور قبریں ہیں ۔ انداء حصرت حمزہ کو وادی  
 قنہ کے جنوب میں دفن کیا گیا نہا، لیکن سلاوں  
 میں ہر نا نا، عرقاب ہوئے اور نہہ حانے لگی ہو  
 نہ سو سال بعد حلاف عباسیہ میں لاس کو  
 موجودہ مقام نہ مستقل نہا گدا، جو وادی قنہ کے  
 شمال میں کسی قدر بلند زمین پر واقع ہے ۔ نہا  
 حانا ہے نہ مستقل نہی کے وقت تک لاش  
 بارہ بھی ۔

عروہ احد : ۵۲ میں اندر [رک ناں] کے مقام  
 پر مشرکین قریس کو حلاف موقع سکست ہوئی ہو  
 انہوں نے اس کا انعام لیے کی داری کی ۔ اسی قبضاع  
 کے واقعے سے مدینے کے یہودی حلے ہوئے تھے ۔  
 ان کا ایک سردار ثعب بن الاسرف مٹھے گیا اور در  
 کی سکست پر اطہار امسوس کر کے انعام کی ترعب  
 دلائی ۔ اس نے یقناً اسی مدد کا بھی وعدہ کیا ہوا ۔  
 قریس نے اولاً اسے ساتھ کے ستر مدیوں کے قیدیوں میں  
 (اوسطاً چار ہزار درہم فی کس کے حساب سے)  
 تقریباً ڈھائی لاکھ درہم ادا کئے ۔ پھر وہ بخاری  
 کاروان، جو در میں ناں ناں بچ کر نکل گیا نہا،  
 مٹھے نہچا ہو مالکوں نے اصل لیے کر پورا بچہ جنگ  
 کے جندے میں دے دیا ۔ نہ رقم ڈھائی لاکھ درہم  
 ناں کی گئی ہے ۔ عمرو بن انعاص وغیرہ قریس کے  
 کارندے اب احاسن کے علاوہ (جو قریس کے مستقل  
 حلف تھے) مختلف عرب قبائل میں بھجے گئے تاکہ  
 اخیر سپاہی فراہم کریں ۔ سال بھر کی بگ و دو اور  
 باری کے بعد آغار سوال ۵۳ میں نہا ہزار (اور  
 بعض روایتوں میں پانچ ہزار) کی جمعیت بیاہ ہوئی،  
 جس میں سات سو زرہ ہوش اور دو سو گھوڑے بھی

لکھا ہے کہ ان کے چند سواروں نے شہر کے بعض مضافات میں گھسے کی کوشش کی تو مقامی باشندوں نے سڑکوں کی بوجھاڑ سے انہیں بھگا دیا تھا۔

فریش مدینے کے قریب پہنچے تو مسلمان حاسوس ان میں گھس گئے (عالمی راب کا وقت تھا) اور حب انہوں نے رعانہ میں اتر کر بڑا ڈال ڈالا تو اس کی اطلاع مدینے پہنچا دی۔

فریش چہار ہفتے کو مدینے پہنچے اور جمعہ کو آرام ڈالا (المقریزی: اساع) اور سب سے ۱۵ سوال کو جنگ ہوئی، حساب کہ اس اسحاق و عمرہ نے نصیح کی ہے گویا بیس دن تک مسلمانوں نے محصور رہے تو نصیح دی۔

دس دن آگے پہنچا تو شہر کی عام طور پر اور مسکن سویا کی خاص طور پر حفاظت کے لیے پہرہ لگا دیا گیا۔ آنحضرتؐ نے مجمع عام سے منورہ کیا۔ آپؐ کی ذاتی رائے یہ بھی کہ شہر کے اندر و محصور رہ کر مدافعت کی جائے۔ شہر کے غیر مسلم عروں کی رائے بھی یہی تھی، مگر بدر کی فتح سے مسلمانوں کی شہت بڑھ گئی تھی اور اس کے باعث بعض یوحنا در حبس حمزہؑ شدید اصرار کرنے رہے کہ باہر نکل کر حملہ کریں۔ آخر آنحضرتؐ نے اسے منظور کر لیا اور جمعے کی نماز مدینے میں پڑھ کر رضاکاروں کو شہر کے باہر جمع ہونے کا حکم دیا۔ عورتوں کو آٹام میں بھیج دیا گیا، اللہ چند لشکر میں ساتھ رہیں۔ رومیوں کی ہمدرداری سپاہوں کو نانی بلانے اور اس کے مماثل کاموں میں خود روح رسولؐ حبس عاشرہؑ شریک نہیں۔ ام عمارہؑ وغیرہ نے دو لڑائی میں مردانہ وار حصہ لیا۔ ان دس ہندہ مسلمان عورتوں میں سے بعض مدینے سے کھانا پکا کر بھی سپاہیوں کے لیے لائی تھیں۔

حسب معاہدہ مدینے کے یہودیوں پر واجب

تھے۔ اس بیماری کی اطلاع آنحضرتؐ کے چچا حبس عباسؑ نے منگے سے ایک عماری مدوی کے ہاتھوں ر وقت سے دی تھی۔ حب فریش چل پڑے تو قسطنطنیہ رعانہ نے (جو آنحضرتؐ کے دادا کے زمانے سے مدینہ حلف تھی) رچ کی اصلاح پہنچائی (المقریزی: اساع) انہی تھے [وہاں] کی معاف نہ ہوئی تھی اس لیے لڑنا چاہتا تھا کہ رمضان کا نہ رہا نہ گرمیوں کے احسام اور سردیوں کے آثار کا جا۔ مولیٰ اس سے دس دن کے بڑا ڈال ڈالا تو اس کی اطلاع مدینے پہنچا دی۔ حب انہوں نے رعانہ میں اتر کر بڑا ڈال ڈالا تو اس کی اطلاع مدینے پہنچا دی۔

منگے یعنی حبس سے آئے والوں کو مدینے کے حبس میں بڑا ڈال ڈالا چاہے تھا، انکی اصل مدد، یعنی مسکن سویا، تک پہنچنے کے لیے حبس میں قیام و عمرہ کے گناہ معاف ہوئے۔ نہ سب دسوار گزار ترکیبی مادے (lava) کی پہاڑیاں اور مسروں میں یہودی بستیاں تھیں۔ عرب میں بھی ایسا جہ آنا تھا جہاں فوجی حمل و حرکت دسوار بھی۔ محصور انہوں نے انسی و انسی کا راسہ کٹ جائے کا خطرہ سول لیا اور وادی حقیق میں سے گزر کر مدینے کے شمال میں کئی میل دور رعانہ چلے گئے جہاں مارہ دن کے سفر کے بھگتے ہوئے اوٹ اتر گھوڑے اطمینان سے چر چگ سکے تھے۔ وہاں نانی بھی وافر تھی۔ یہ وادی کا نانا ہے جو حرسانی ہفتہ طر سے رباہ فریش قناس ہے۔ اس اسحاق کا نانا کہ وہ اس کے دامن میں وادی قناہ کے کنارے شہر کی شور میں اترے نہ ظاہر ہوں کارار کا دکرے یا ان مختصر ٹولیاں کا جو طلاہ گردی کے لیے آئی تھیں، چنانچہ ابو عامر راہب کا سداں احد میں گڑھے کھود کر انہیں اوپر سے ڈھانک دیا معروف ہے۔ انہیں میں سے ایک میں آنحضرتؐ گر پڑے تھے۔ اس کے علاوہ المقریزی (اساع) نے



جب صبح دشمن زعائنہ سے احد کی طرف چلا تو اس نے اپنے سواروں کا ایک حصہ خالد بن ولید کی قیادت میں الگ کر دیا۔ برسر موقع مشاہدے کے بعد میں اس سحری پر پہنچا ہوں کہ نہ دسہ عام فرسی فوج کے ساتھ ساتھ نہیں آیا بلکہ احد کی سب سے بڑے ہمارے کا چکر کیا کہ مسلمانوں کی بے خبری میں ان کے پیچھے جا پہنچا۔ اس طرح اسے اپنی عام فوج کے مقابلے میں موٹی نایح مل رائد دھاوا مارنا پڑا۔ یہ مساب سواروں کے لئے نچھ دسوار نہیں۔ حمل زمانہ کے مسلمان بر انداز اور سوار مل کر اس ناب میں ایک سے زیادہ مرید کامیاب رہے کہ دشمن کے رسالے کو حمل زمانہ کے مسری سے میدان میں گھسے اور مسلمانوں کے عقب میں جا پڑے سے رو دیں۔ ان کے سہ سالار ابوسمیان کے ساتھ بہت سی عربوں کے علاوہ نہ صرف اس کی ادبی سوی بھی بلکہ وہ اپنی نعل میں دو ت بھی لئے ہوئے تھا۔ عربیں دف بھا کر اور مقبولی بدر کے مریے کا کر فریں دیکھ کر براں کچھ نہ رہی تھیں

حسب معمول انفرادی مقابلوں و سرہ کے بعد ابتدائی بصادم ہوا یو فرس سنا ہو گئے اور اھاگ لپٹے ہوئے۔ ان دو گرفتار کرے اور ان کے براؤ کو لوٹنے کے لئے مسلمان ساھی تعاف میں دوڑنے لگے تو حمل زمانہ کے محافظ دسے کے آدمیوں کا حی لجانا اور اپنے سردار کی سدید معانعت کے باوجود وہ بھی نہاڑی سے اتر کر بچے اوٹ میں حصہ لئے حل پڑے اور وہاں صرف ان کا سردار اور سات آٹھ بر انداز باقی رہ گئے، یہ معدودے جید مسلمان خالد بن ولید کے رسالے کے احانک حملے کو نہ روک سکے تھے اور وہ سب نا شہید نا رحمی ہو کر رہے ہو گئے، پھر جب خالد کے سواروں نے مسلمانوں پر احانک پیچھے سے حملہ کیا تو یہ نائے اور تعاقب

تھا کہ بیرونی اقدام کی مدافعت میں مسلمانوں کا ہاتھ نائے، مگر ایک خاص تعداد نے اس سے انکار کر دیا اور عذر یہ سن کر کہ نہ سب (سیرے) کے محترم دن جنگ کرنا ہمارے مذہب میں حائر نہیں (اس ہسام) چند ایک نے بدد میں کی (اور اس سعد کے قول کے مطابق نہ اپنی متاع کے نہودی بچے اور سنا حاتولی مذہبی متاع کے رسد دار ہونے کی وجہ سے اذیتہ خواہ وہ وہ وقت پر علی گھوسنا ناب ہوں)۔ آجہ ب نے اہیں واپس کر دیا اور ساتھ لیسے سے انکار کیا۔ مذہب کے سہ ہسام عربوں کو ساتھ لئے سے بھی آپ نے انکار کیا (اس ہسام)۔ ساتھیں سرہ میں ساتھ رہے اور پہوڑی دور جا کر واس ہو گئے۔ اسے لوگ دیں سو تھے۔ قصد سالماً مسلمانوں کی حسعت میں انداز بدلا پڑا ہ

میں کے باہر مدینہ اور حمل احد کے رخ میں نہ پھر، کی کڑھوں کے اس رضاکاروں کا معاند ہوا۔ نہ میں بچے واس کر دیے گئے۔ اب سب ملا کر سات سو مسلمان تھے، جن میں صرف ایک سو لے جسم نہ رہیں تھے۔ لپوڑے صرف دو نا رہے۔ اب بھر نجاس حواں حفاظت کے لئے اسلامی پڑاؤ کے گرد کسب کر رہے۔ سہ برے آگے برے کر، ناسوں، ٹپوں و سرہ میں سے ہوئے ہوئے، کوہ احد کے ہم مدور میدان کے اندر پڑاؤ ڈالا گیا، جس سے محفوظ بر مقام وہاں نہیں دانا جانا

بدر ہی کی طرح احد میں بھی فوج کی صفوں کو "سر کی طرح سدھا" بنا گیا حمل احد کے مشرفی داس کو سب ر لپھا گیا کہ طوع ہوئے والا سورج آنکھوں کے سامنے نہ رہے۔ حمل زمانہ ر نجاس بر انداز مأمور تھے کہ وہ اور حصرت ر ر کے ساتھ کے جید سوار مل کر کار ارن اور علی راستے سے دشمن کے دھاوے کو روکے رہیں۔



چند اہل مدینہ اولاً اپنے مقتولوں کو میدان جنگ سے شہر لے آئے، مگر آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ شہداء کو ان کے مقام شہادت ہی پر دفن کیا جائے۔ آنحضرتؐ نے ہر ایک پر فرداً فرداً بیمار حنارہ بڑھی۔ حضرت حمزہؓ کے مقبرے میں مصعب بن عمیر، عبداللہ بن جحش اور سماس بن عثمان کی قبریں بنائی جاتی ہیں۔ یہ کچھ بعید نہیں، کیونکہ مساحرین میں سے صرف یہ چار شہید ہوئے تھے، باقی انصار تھے، جن کے مزار الگ ہیں۔

حضرت حمزہؓ کے مافی اول پر بھی ایک گسد بنا، جسے ۱۹۲۶ء میں نجدوں نے دم مسہم کر دیا اور مزار ثانی (مدفن موحودہ) پر جو گسد بنا وہ بالکل ناسد کر دیا گیا ہے۔ وہاں نانات مصاحب وغیرہ کا ہو کتب خانہ بنا وہ بھی اس زمانے کی لڑائیوں میں نہ معلوم کتنا ہوا۔ میدان میں شہداء کے دو حجرے ہیں، مگر سنگ ہارے مزار نہیں۔ ایک نم مسہم گسد اس مقام کی نشان دہی کرتا ہے جہاں کہتے ہیں کہ دندان نبوی صلعم دفن کتا گیا تھا۔ یہ چشموں کے شمال میں چند گریز ہے۔ پہاڑ کے مشرقی دامن میں انک آگے کو نکلی ہوئی چٹان ہے جس کی وجہ سے یہاں کچھ سایہ ہو جاتا ہے۔ مروجہ بتائے ہیں کہ یہاں آنحضرتؐ صلعم بے آرام فرمانا تھا۔ اس سے مراد شمال میں ایک اور منہدم عمارت ہے۔ وہ بھی آرام گاہ نبوی صلعم سے انتساب رکھتی ہے۔ سحیح کے اطام، جہاں رضاکاروں کا اجتماع اور معاہدہ ہوا تھا، اب مسعد شحیح کی صورت میں ہیں۔ ۱۹۲۶ء میں اس کی چھت پر دو برحیاں تھیں، جو اسے آس ناس کی مسعدوں سے مختار کرتی ہیں۔

روایت ہے کہ حضرت حمزہؓ کی قبر کی ریارت کے لیے آنحضرتؐ صلعم حود وقتاً فوقتاً آیا کرتے تھے۔ بعد کے زمانے میں وہ لا محالہ ایک

دشمن تک پہنچ گئی اور اگر اس کا ارادہ بنا بھی کہ پھر پلٹ کر مدینے کا رخ کرے تو یہ سن کر اس نے اپنی پچھلی شکست سے سہل جانے اور اب مصیب سے بچنے ہی کو غم جانا اور چپکے سے مٹنے وانس ہو گیا، اللہ یہ لہلا بھلا کہ آسہ سال بدر میں معاملہ لڑے ا جانا۔

دشمن کی غزوات میں سے بعض بڑی، ہمہ اہر، مقام د لہائی، جہانچہ ان ہسام نے لڑا ہے کہ لڑائی کی ابتداء میں اس سے در بے دشمن کے لڑی غار دراز مارے گئے اور پھر لسی نہ ہمہ اب ہوئی نہ گریے ہوئے علم کو اٹھائے تو عمرہ اب منعمہ ہے اسے اٹھا لیا اور آخر تک اسے بھانے رہی۔ مروجہ فرس کو اس واقعے نے بھی سہالا اور عمر دلائی۔

میدان جنگ کا اب نئے چودہ سو سال بعد معاہدہ لڑیں تو ایک دسوار سوال سدا ہونا ہے۔ حملہ رماہ اور حملہ احد کے درمیان اب چار سو گری کی مسافت ہے، جسے نفساً بیروں کی مدد سے سد نہیں کتا جا سکتا۔ گمان ہوتا ہے کہ احد اور رماہ کے مابین اس زمانے میں وہاں کوئی آڑ بھی نہ تھی۔ وہاں دو چشمے دیکھے کے بعد حال ہونا ہے کہ یہاں شاید کوئی ناع ہوگا۔ اس کی نائید حضرت ابو دحانہ کے ایک شعر سے بھی ہوئی ہے۔ حب آنحضرتؐ بے خاص ایسی بنوار اس بہادر کو دینا چاہی جو اس کا حق ادا کرے اور حضرت عمرؓ وغیرہ کو محروم رکھ کر ابو دحانہ کو دی تو انہوں نے فی البدیہہ کہا تھا: [ابا الذی عاہدنی حلی۔ وبحی نالسمع لدی الحلیل] ”میں وہ ہوں جس سے میرے دوست (صلعم) نے عہد لیا، حب کہ ہم نجدستان کے پاس پہاڑ کے دامن میں تھے“ (اس ہشام و الطری)۔ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ درمیان کا کھلا راستہ صرف اتنا رہ گیا تھا جو تیر کی رد میں تھا۔



ابن بطوطہ: عَنَابِیَ الاسْفَار، (۱۶) Annali - Caetani  
 'Dell' Islam، ۱: ۵۳۰ تا ۵۶۶؛ (۱۷) Burckhardt  
 'Reisen in Arabien'، ص ۵۵۲ بعد، (۱۸) Burton  
 'A Pilgrimage to Mecca'، ۱۸۹۳ء، ص ۴۲۳ بعد، (۱۹)  
 'A Modern Pilgrim'، Wavell، ۱۹۰۸ء، ص ۶۲ بعد  
 (معتد حمید اللہ)

\* اَحْدَاث: لفظی معنی "حوال آدمی" (جمع  
 حَدَث) ایک قسم کی رضاکار شہری فوج، جس نے  
 چوتھی صدی ہجری / دسویں صدی میلادی سے  
 ۱۰ چھٹی صدی ہجری / بارہویں صدی میلادی تک  
 سام اور نالائی الخرز کے مختلف شہروں میں بڑی  
 اہم خدمات انجام دیں اور جو حلب اور دمشق میں  
 بالخصوص مشہور تھی۔ سرکاری طور پر اس رضاکار  
 فوج کے دوئے - شرطہ (بولس) کے فرائض تھے، مثلاً  
 اس عامہ کام اور آسہ دہنگی کی صورت میں آگ بجھانا  
 وغیرہ۔ اگر ضرورت پڑی تو اس سے نافعہ فوج کی کمک  
 کے طور پر دفاعی خدمات بھی لی جاتیں، جس کے معاوضے  
 میں احداث کو وظیفے دیے جاتے۔ ان وظائف کی رقمیں  
 محض شہری محاصل سے وصول کی جاتیں۔ شرطہ (عام  
 بولس) اور احداث میں فرو تھا تو ایسا نہ انہیں  
 مقامی اور عمر سرکاری طور پر بھرتی کیا جاتا۔ وہ  
 شرطہ کے ارکان بھی مصور نہیں ہوتے تھے، لہذا  
 اس فرو کی بناء پر ان کا کام نہ صرف زیادہ مؤثر بلکہ  
 شرطہ (بولس) کے مقابلے میں زیادہ اہم اور مختلف  
 ہو جاتا ہے۔ پھر اس شہری فوج کی ترکیب چونکہ  
 مقامی آبادی کے مسلح اور جنگجو افراد سے ہوئی تھی،  
 اس لیے بمقابلہ ساسی اصحاب اقتدار (جو عموماً  
 عمر ملکی اور پھر حال اہل شہر سے نہیں ہوتے تھے)  
 شہری مدافعت کا متحرک عنصر انہیں سے تشکیل  
 پاتا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے نار نار ملوک و  
 امراء کے اقتدار کے خلاف سر اٹھانا، بلکہ حکام  
 وقت کو کمزور دیکھا تو انہیں محبور کر دیا کہ

شہر کا انتظام ان کے اشتراک سے کریں۔ سائیں ہمہ  
 جہاں تک آبادی کا تعلق ہے ان سے کسی  
 مخصوص طبقے کی نمایندگی نہیں ہوئی تھی گو بعض  
 نارک موموں پر (مثلاً حب دمشق پر فاطمی قاض  
 ہو گئے تو اس قصے کے فوراً بعد) اس جماعت پر  
 عوامی عناصر کا غلبہ ہو جاتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ  
 احداث زیادہ تر شہری متوسط طبقے کی راہمائی قبول  
 کر لیتے اور ایک یا دو بڑے بڑے حاندانوں کے  
 حامیوں کے گروہ میں شامل ہو جاتے تھے۔  
 ان کا سردار، جو رئیس کہلاتا تھا، انہیں بڑے  
 حاندانوں میں سے کسی کا فرد ہونا اور حکمرانوں  
 کو محصور کر دینا کہ وہ اسے "رئیس البلد"  
 تسلیم کریں۔ رئیس البلد کی حیثیت گویا شہر کے  
 مشر Mayor کی سی ہوئی اور اقتدار بعض  
 اوقات کسی مہار مقامی رکن یعنی قاضی، کے برابر  
 اور کبھی اس سے بھی زیادہ ہوتا۔ قاضی منصب کے  
 لحاظ سے درکنں شہر میں شمار ہوتا تھا، جس سے  
 کبھی کبھی اس طرح کے رسموں اور قاضوں میں سے  
 شہری حکمران حاندانوں کا ایک باقاعدہ سلسلہ شروع  
 ہو جاتا تھا، مثلاً (طرابلس کے نو شمار کے مقابلے میں،  
 جس کا سلسلہ وہاں کے قاضوں سے شروع ہوا تھا)  
 عہد کے نو سناں، جو چھٹی صدی میلادی میں اپنی  
 فرمانروائی کی برائے نام سیادت کے باعث موروثی طور پر  
 عمید پر حکومت کرتے تھے، چنانچہ سام اور الحریرہ کے  
 شہروں کا جو تصور ان حقائق کے پیش نظر ہمارے  
 سامنے آتا ہے وہ ان کے اس عام تصور سے بڑی حد تک  
 مختلف ہے جس سے کسی قسم کے نلدیانی نظم و  
 نسق کا پتا نہیں چلتا۔ یہی وجہ ہے کہ جس شہروں میں  
 باقاعدہ ملازم پیشہ شرطہ [رک ناں] (بولس) کا  
 نام ممکن نہیں تھا وہاں احداث بڑی سرگرمی سے  
 کام کرتے تھے؛ لہذا بغداد یا قاہرہ میں ہمیں اس سے  
 ملتا جلتا کوئی نظام نہیں ملتا۔ احداث کا آخری

زوال اس وقت شروع ہوا جب سلجوقی حکمرانوں نے ان کے حاشیوں پر ہر شہر میں فوجی حکام (شعبہ [آرٹان]) مقرر کر دیے اور جس کی مدد کے لیے باقاعدہ فوج کے دستے موجود رہے۔ تقریباً یہی زمانہ تھا جب احداث کی اصطلاح کا اطلاق فرقہ باطنیہ یعنی جسس (Assassin) کے مسلح دستوں پر ہوئے لگا۔

اسدائی ہجری صدیوں میں یہ اصطلاح عراق، بالخصوص بغداد اور دوسرے مقامات میں چلی رائج ہو گئی تھی۔ احداث جس عہدیدار کے ماتحت کام رہے تھے، اس عہدہ کا دوسرا نام تھا، لکن اس سبب میں یہ اصطلاح ایک دوسرے مفہوم میں بھی استعمال کی گئی ہے (نوری Day کے معنی میں، بدیل مادہ) اور اس روئے اسماں بھی صرح ہے، نعم، ان قابلِ مذمت بدعات کے معنوں میں جس سے اس عہدہ میں حلال بنا ہوا اور جس کے محرکین کو اس لیے گرفتار کرنا اور سزا دینا ضروری تھا۔ عام طور پر دیکھا جائے تو خاص خاص موقعوں پر یہ اصطلاح یقیناً ”جرم“ کے معنوں میں استعمال ہوئی ہے، لکن بعض دوسرے موقعوں پر اس سے عیناً وہ جماعتیں مراد لی جاسکتی ہیں جو ”بوجوانوں“۔

مشمول ہوں، خواہ ان کی نالائقیتیں و صاحب نہ کی جائے۔ بہر حال اوپر جو معلومات سن کی گئی ہیں ان کا لحاظ رکھا جائے تو کھپا پڑے گا کہ دوری Dozy کی رائے گو محال نظر ہے، لکن ہور کوئی ایسی تحریر دیکھنے میں نہیں آئی جس سے اس امر کا کوئی قطعی فیصلہ کیا جاسکے۔

بہر اور انک مسئلہ عراق اور سام کے احداث اور ”فتیان“ (دیکھیے مادہ فتی) اور ”عاروں“ (دیکھیے مادہ عیار) کے ناہمی تعلقات کا ہے، جس کی بروں وسطے میں عراق اور ایران کے مختلف علاقوں

میں موجودگی کی ذہاد کتابوں سے ملتی ہے اور جو احداث ہی کی طرح چوبیسویں صدی ہجری / دسویں صدی میلادی سے لے کر چھٹی صدی ہجری / بارہویں صدی میلادی تک بالخصوص سرگرم کار ہے۔ اس گروہ کی حشمت، سرکاری اقتدار کے مقابلے میں بلا سبب عوامی مراحمہ کے ”سرگرم نازو“ کی بھی، خواہ گریہ احداث کے پہلو بہ پہلو، لکن زیادہ تر دعویٰ سے کام کرنا۔ علاوہ ازیں ایران کے شہروں میں مظاہر انک اُنس بلد بھی ہوا کرنا تھا اور وہی بعض اوقات اسے سہر کے فتیان کا رُئس بھی ہوتا۔ بہر لعوی اسرار سے بھی احداث اور فتیان ہم معنی ہیں۔ بہر کف واقعات کی رو سے دونوں جماعتوں کے سن نظر گو عام طور پر ایک ہی کام تھا، لکن ان کی اسداء انک نہیں تھی، لہذا اس سے جو اختلاف پیدا ہوا، ہمیشہ قائم رہا۔

”فساں“ اور ”عمار“ حقیقت میں لوگوں کے اسے جی گروہ تھے، جس کے افراد اپنے طبقے کے لوگوں میں سے بھرتی کیے جاتے اور عمل میں بھی زیادہ ادما پسند ہوتے تھے۔ بہر اگر کبھی کبھی سہری طمع یا سرفاہ کے لچھ عناصر ان میں شامل ہو جاتے تو گروہ میں فوجی شرطہ (بولس) کی جگہ لے لے کر یا ایسا تدریج ہوتا اور اس کے لیے کئی مرحلوں سے گزرنا پڑتا۔ بسا اوقات وہ خود اپنی سطہ جمعیتیں قائم کرتے، جس میں شمولیت کے لیے بعض رسمیں ادا کرنا پڑیں اور جس کے اندر رہ کر وہ اپنے مخصوص نظریات (”سوء“ [آرٹان]) کو نشو و نما دیتے، لکن احداث کے اندر ابھی تک اس طرح کی کسی مثال کا سراغ نہیں ملا اور بہر یہ شاید محض اتفاقی امر نہیں کہ ”فتیانی“ اور ”احداثی“ سہروں کی درمیانی سرحد بڑی حد تک قدیم نورنطی اور ساسانی سرحد کے عین مطابق بھی جس سے یہ نتیجہ ادا کیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے

”کسی جہ کو حائر قرار دیا“ اصطلاحاً ارضِ حرم میں داخل ہونا، اس حالت میں آنا جس میں اَرکانِ حج ادا کیے جائے ہیں۔ احرام گویا ایک اصطلاح ہے اور اس لیے جو شخص احرام کی حالت میں آئے اسے ”مَحْرَم“ کہتے ہیں، گویا وہ نام ہے اس حالت کا جس میں انسان عمرہ اور حج ادا کرنا ہے۔ چنانچہ احرام صرف اسی وقت نافذ ہوتا ہے جب حاجی سرزمینِ مکہ، یعنی حرم [رَکَّ نَانَ] کے حدود میں داخل ہو جاتا ہے، جہاں سے سفر کرنے والے حاجی (اللہ اکثر حد سے پہنچتے ہی) احرام نافذ لیتے ہیں۔ احرام کے لیے (حدودِ حرم کی رعایت سے) چند ”مواقب“ (جمع مقام) مقرر کر دیے گئے ہیں تاکہ نہاں نہج کر احرام نافذ لیا جائے، مثلاً دوالخلیفہ برائے حجاج مدینہ، الخیفہ برائے حجاج شام و مصر، فون انمارل برائے حجاج نجد، یلملم برائے حجاج یمن اور ذاب عرق برائے حجاج عراق۔۔۔۔۔ ان مواقع کو ”مہل“ بھی کہا جاتا ہے، یعنی وہ مقام جہاں سے اہلال شروع ہوتا ہے (اہلال کے معنی ہیں، آوار بلند کرنا، ناوار بلند ”لُک“ [رَکَّ نَانَ] نہاں)۔ یوں اہلال و احرام دونوں کا مفہوم ایک ہو جاتا ہے، چنانچہ ”أَهْلٌ بِالْحَجِّ“ کہا ایسا ہی ہے جسے کوئی کہے ”أَحْرَمٌ بِالْحَجِّ“، یعنی اس نے حج کا احرام نافذ کیا۔ جو لوگ ان مواقع کے اندر رہے ہیں وہ اپنے گھروں ہی سے احرام نافذ کر چکے ہیں (نستہ، طبع A. W. T. Juynboll، ص ۷۲)، اللہ عمرے کے لیے انہیں ”حَلَّ“ [رَکَّ نَانَ] کی حدود میں سے کسی ایک حد پر جانا ضروری ہے جس کے لیے بالعموم نعم کو مسح کرنا جاتا ہے۔ احرام کی ابتداء غسل ورنہ وضو سے کی جاتی ہے، پھر حامۃ احرام پہنا جاتا ہے، حوسو لگائی جاتی ہے اور عارم حج دو رکعت نفل ادا کرنا ہے، مطلب یہ ہے کہ

”احداث“ کا رشتہ مؤخر روم سلطنت کے قدیم ”جہوں“ factions سے جانا ملتا ہو، لکن اس مسئلے کی پوری تحقیق اسلامی سپروں کے عام معاشرتی فالب کے بالاستیعاب مطالعے ہی سے ہو سکتی ہے، مگر اس ضمن میں ابھی بہت بھوڑا کام ہوا ہے۔

مآخذ وہ متعدد حوالے ہو (۱) ان القلاسی دیل تاریخ دمشق، طبع Amedroz، (ترجمہ انگریزی، ار گب The Damascus Chronicle of H A R Gibb، the Crusades، لندن ۱۹۳۲ء، ترجمہ فراسیسی، ار Damas de 1075 à 1154 R Le Tournau، پیرس ۱۹۵۲ء) میں موجود ہیں، اسی طرح وہ حوالے جو (۲) ابن العدیم تاریخ حلب (طبع Dahan)، (۳) ابن ابی طیب، ار رومے ابن العرب، (مخطوطہ)، (۴) ابن الأثر و؛ (۵) یعنی الاطائی (طبع Vasiliev و Kratchkovsky)، (۶) سط ابن العوری اور دیگر ثنائی مآخذ میں مدرج ہیں۔ عراقی مسئلے کے لیے دیکھئے بالخصوص (۷) الطبری، مواضع کثیرہ، (۸) الماوردی الاحکام السلطانیہ، باب ۹، خلاصہ در Recueil de la Sor Jean Bodin، ج ۶، ار Cl Cahen، جو مکمل تر تحقیقات میں مصروف ہے، (۹) ملاحظات ار ریناود Reinaud، در JA، ۱۸۳۸ء، ۲ : ۲۳۱، (۱۰) اشارات ار گب Gibb و ٹورنو Le Tournau، جو انہوں نے ان القلاسی کے ترجمے کی تہذیب میں کیے ہیں؛ (۱۱) سوواگے J Sauvaget، Alep، ص ۹۶، ۱۰۳، ۱۳۹، پیر دیکھئے احمی، عیار، وی۔ (Cl Cahen)

أَحْدِیَّةُ : (دیکھئے اللہ، وحدہ)

\*۴ احرام : (مادہ ح۔ ر۔ م سے ناب افعال کا مصدر، جس کے معنی ہیں مسح کرنا، حسا کہ لسان (۱۵ : ۹) میں ہے : ”احرم الشیء جعله حراماً“، ”کسی چہر کو حرام قرار دیا“ ”یا ”حرام بنانا“ اس کا نقص ”احلال“ ہے، یعنی

نال ابروائے حائے ہیں، تو یہ سلسلہ حتم ہو جاتا ہے۔  
احرام کی حالت میں چند امور سے برہیز شرعاً  
لارم ہے: جماع سے، سحی ریب و ریب سے،  
حون نہانے سے اور شکار لہلہ سے، قَب [القرہ]:  
۱۹۷ ( . ) . . . . . وَلَا رَقَّتْ وَلَا مَسُوقٌ وَلَا جِدَالٌ . . . :  
بودوں کا بوڑھا بھی مع ہے قَب [المائدہ]: ۱  
( . ) . . . . . عَنِ الْمَيْمَنِ اْلأَيْدِیْ وَ اْلأَسْمَیْ حَرَّمَ . . . : حاحی  
مکثہ معطمہ پہنچ کر طواف اور سعی [رک نان]  
کرنا ہے، حی چاہے تو ریم کا پانی بھی پسا ہے،  
نال بھی برسوانا ہے، سرطیکہ احرام صرف عمرے  
کے لیے مادھا گیا ہو، لیکن اگر احرام حج کے لیے  
مادھا گیا ہے تو اس صورت میں حج کے ماسک ادا  
کرنے کے بعد ۹ ذوالحجہ کو نال ابروائے یا برسوائے  
حائے ہیں۔ اب حاحی روزمرہ کا لباس نہیں سکتا ہے۔  
پھر اگر مکثہ معطمہ چھوڑے ہوئے عمرہ الوداع بھی  
ادا کیا جائے نہ حاحی اس مقصد کے لیے نعم کا  
رج کرنا ہے اور وہاں دور بعد ہمارا ادا کر کے  
طواف اور سعی کے لیے پھر مکثہ معطمہ واپس آ جانا  
ہے (فہ بحاری صحیح، ۱: ۲۱۱ تا ۲۱۲)۔

مآخذ: (۱) ولہاؤرن Reste Wellhausen  
*arabischen Heidentums*، طبع دوم، ص ۱۲۲ بعد (۲)  
ہرگریہ Het Mekkaansche Snouck Hurgronje  
*Feest*، ص ۶۸ بعد (۳) چونسول Juynboll، *Handb.*  
*des Islām Gesetzes*، ص ۱۴۳ بعد (۴) سنتھ  
*Lectures on the religion* W Robertson Smith  
*of the Semites*، طبع دوم، ص ۱۱۸ بعد (۵) فہ اور  
حدیث کی کتابیں تدیل موضوع حج (۶) Burckhardt،  
Burton، Maltzan، v اور Keane کے سفرنامے؛ (۷)  
انج - کاظم رادہ، در *Revue de Monde musulman*  
19: ۱۹۸ بعد (۸) A J Wensinck، *Some Semitic*  
*Rites of mourning and Religion*، در *Verhandl.*  
DI. 'Nieuwe Reeks' kon. Akad van Wetensch

وہ اپنے آپ کو طاہری اور باطنی نجاستوں سے پاک  
کرتا اور اس عظم فریبے کی ادائیگی کے لیے ہمار  
ہو جاتا ہے جس کے لیے وہ حرم کعبہ میں حاضر  
ہوا۔ حائے احرام میں کوئی مادھا ہوا کپڑا نہیں  
ہوتا۔ اس میں دو حادثے ہوتے ہیں: ایک ناف سے  
کچھنوں تک مادھی حای ہے (ازار)، دوسری جسم  
پر لٹا ہوا حای ہے، اس طرح آٹھ نسی حد تک  
آر، کمدھا، سب اور سب دھک جائے۔ اس - و سری  
یار کی دائرہ ماس (بائے بر) بعض دفعہ گد، لہ دی  
حای ہے۔ ایسے 'رداء' کہتے ہیں۔ جس طریقی سے  
اس میں کمرہ اکائی حای ہے اس کی وجہ سے اسے  
'واساح' (بٹکا) بھی کہتے ہیں۔ عورتوں کے لیے  
احرام ریبی الگ یا خصوص لباس نہیں ہے، لیکن  
وہ بالعموم ایک لمبی رداء سے اپنے آپ کو سر سے  
داڑی تک لٹا لٹا کر [مگر سر طہ ہے آٹھ  
چادر، بٹکے نہ ہو، نہ جسم سے جمنی ہوئی]۔ عرب  
چونکہ دن ابراہیمی کی بروی کے مدعی تھے،  
لہذا احرام کی رسم قدیم زمانے سے چلی آتی ہے  
۱۹۷۱۔ بے التہ اسے جاحلہ کی آلاسوں سے پاک  
وصاف کر دیا۔ عارم حج وہ رکعت ہمارا ادا کر کے  
اسی نم کا اعلان کرتا ہے جو نا تو حج کے لیے  
ہے، کی نا عمرے کے لیے اور نا دونوں کے لیے۔ یوں  
اس کی میں صورتیں قائم ہو جائیں گی (۱) پہلی  
صورت افراد (الک الگ کرنا) ہے، یعنی نا تو حج کیا  
جائے نا عمرہ (۲) دوسری یہ کہ سب عمرے کی ہو،  
لیکن نا تو حج بھی کیا جائے۔ اسے تمتع (تمتع بالعمرة  
الی الحج) کہتے ہیں، یعنی عمرے کے بعد حج بھی  
کرنا، (۳) دوسری صورت قرآن ہے، یعنی عمرے اور  
حج دونوں کے لیے یک وقت سب کرنا

یہ کر لے کے بعد سلسلہ (لیک کہا)  
کی ابتداء کی جاتی ہے، جسے حتی ہا بھی ممکن  
ہو کہا جائے۔ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو جب



پھلانا شروع کر دیں؛ چنانچہ معاد کے سلسلے میں تو اس پر شدید اعتراضات کیے گئے۔ راسخ العقیدہ شیعہ علماء کہتے تھے کہ سیح احمد حسیر احساد کا مسکر اور صرف روحانی حشر و سر کا قائل ہے (دیکھئے سحی)۔ آخری نار کرنلائے معلیٰ کی زیارت کے بعد ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۴ء میں اس نے کرمان شاہ میں سکونت اختیار کر لی، گو یہاں آ کر بھی اس نے کئی سفر کیے (العراق میں اور ۱۲۳۲ھ / ۱۸۱۷-۱۸۱۸ء میں مکہ معظمہ کا)۔ مجتہدین سے اس کا قطعی افتراء ۱۲۳۹-۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء کے لگ بھگ قرون میں ہوا، جب مشہد سے واپس آنے پر ملائی ترکیبی ایسے آس مزاج مجتہد سے، جو فرقہ ناسخ کی مشہور سمرہ طاہرہ (ناقرۃ العین، دیکھئے نابی) کا چچا تھا، اس کا مسطرہ ہوا۔ رفتہ رفتہ ملاؤں کی عداوت اس کے خلاف بڑھتی چلی گئی اور اس سے اسے عقائد مسیوب کیے گئے جو کبھی اس کے وہم و گماں میں بھی نہیں آئے تھے (مثلاً الوہب علی، عقدہ نمونص، حس کا مطلب نہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کا نظم و نسق ائمہ کے سپرد کر دیا ہے، وغیرہ)۔ متعدد سماعتوں کے بعد، جس کے دوران میں درس و تدریس کا کام بھی جاری تھا، اس نے اپنی بہت سی تصانیف کی تکمیل کی۔ اس کا انتقال ۷۵ سال کی عمر میں حج کے لیے مکہ [معظمہ] جانے ہوئے مدینہ (سورہ) کے قریب ۱۲۴۱ھ / ۱۸۲۶ء میں ہوا اور اسے وہیں دفن کر دیا گیا۔ علوم دین پر اس کی تصانیف کی بعد (حر میں چھوٹے چھوٹے رسالے بھی شامل ہیں) ایک سو کے قریب ہے۔ اس کے عقائد کے متعلق دیکھئے مادۃ سحی۔ وہ حس فرقے کا نابی ہے اس کی رہمائی کا سلسلہ سید کاظم رشتی [رک نانا] سے جاری رکھا، جو اس کا حاشیہ تھا۔ یہی فرقہ ہے حس کے دستاں سے نابی [رک نانا] تحریک کی

۱۸، شمارہ ۱، مواضع کثیرہ؛ (۹) فقہ کی کتابیں، بذیل مادۃ احرام و صلوة؛ (۱۰) چونسول: وہی کتاب، ص ۷۹ بعد؛ (۱۱) A J Wensinck، در Der Islam، طبع C. H. Becker، ۴: ۲۲۹ تا ۲۳۲۔

(وٹسینک A J Wensinck [و ادارہ])

الاحسان: (احسا، الحساء) دیکھئے الحسا

اور ہمشہو

الاحسانى: سح احمد بن زین الدین

ابراہیم، ایک قصبی مذہب (نا بھر اس لیے کہ نسعی مجتہدین نے اسے خارج از مذہب قرار دے دیا تھا، زیادہ صحیح طور پر ایک فرقے) کا نابی جو اس کی نسبت سے سحی [رک نانا] کے نام سے مشہور ہے۔ وہ الاحساء (عرب) کے مقام سر ۱۱۶۶ھ / ۱۷۷۳ء میں پیدا ہوا۔ اس کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ وہ چچے ہی سے بڑا مسمیٰ انسان تھا۔ بس سال کی عمر میں دینی علوم کی تحصیل سے فارغ ہو کر وہ عراق کے نسعی مقامات مقدسہ کی زیارت کے لیے روانہ ہوا۔ یہ اس کی کامیابی کا اعار تھا، اس لیے کہ یہاں مجتہدین نے اسے علوم دین بڑھانے کی اجازت دے دی، لہذا اس نے اپنے کسی سمت پہلے بحران اور پھر مصرے میں سکونت اختیار کر لی۔ اس کے بعد اس نے العراق میں کئی سفر کیے اور ۱۲۲۱ھ / ۱۸۰۶ء کے بعد وہ پھر ایران بھی گیا، جہاں اس نے مشہد مقدس کی زیارت کی۔ مشہد سے واپسی پر اس نے کچھ وف تردد میں معلّم کی حشبت سے گزارا اور بڑی عرب حاصل کی، حتیٰ کہ خود شاہ ایران (فتح علی شاہ قاجار) نے اسے بہراں بلایا اور اس پر نوارسوں کی نارش کی۔ کچھ اس واقعے اور کچھ اس کی عیام مقسولیت اور ہردلعربری کے باعث علمائے یزد سح احمد سے حلے لگے۔ انہوں نے اس کی تعلیمات کو بے دینی سے تعبیر کیا اور ان کے متعلق طرح طرح کی افواہیں

ابتداء ہوئی۔

مآخذ (۱) نکولا Cheikh Ahmad A L M Nicolas

Lahçahi، جرس ۱۹۱۰ء (Essai sur le Cheikhisme)

(۲) براکلمان: تکملہ، ۷: ۸۳۴ تا ۸۳۵، مرید مآخذ کے لیے دیکھیے مادۂ شیعی۔

(A BAUSANI) (باؤسانی)

احسن آباد گلبرگہ: جسے معص 'گلبرگہ اور حصرت گسودرار سند، سوار' کی سب سے گلبرگہ صرف بھی کہیے ہیں، نہ، حہ دائرہ ریلوے لائن کا ایک۔ سس اور ریاست صدر آباد کے ایک ضلع کا صدر مقام ہے اور ۱۰۰' ۱۰۰' [عرض البلد اور ۱۰۰' ۱۰۰' [طول البلد پر واقع ہے۔ یہ سہر بہمی ملک کے قیام، یعنی ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء سے ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء تک اس کا نامے تحت رہا۔ سلطنت کے وال بر ۱۳۵۷ھ میں اس پر نجانوری اواح کا قصد ہو گیا اور ۱۳۵۷ء میں سلطنت بحلیہ سے اس کا انجاء ہو گیا۔ آخر کار ۱۳۶۴ء میں حب نظام الملک آیت شاہ اول نے سکر کھڑے کے مقام پر سارر حال کو سکسب دیے کر دکن کے صوبوں پر قصد کیا تو گلبرگہ بھی آصف شاہی قبیلہ میں شامل ہو گیا۔ ۱۸۷۴ء میں، گلبرگہ کو 'یک صوبے نا (ڈویژن) کا صدر مقام پایا گیا، لیکن حال میں حب یہ صوبے نو دیے گئے تو یہ صرف ایک ضلع کا صدر مقام رہ گیا۔

احسن آباد گلبرگہ میں بہمی اور عادل ساہی دونوں سلطنتوں کے بے شمار آثار پائے جاسے ہیں۔ ان میں سب سے اہم قلعہ ہے گلبرگہ اور حصرت سیح سراج الدین حسدی اور حصرت حواحد گیسو درار کے مقبروں کو سمجھا جاتے۔ قلعہ کم و بس بصری شکل کا ہے اور اس کے اکثر برحوں پر عادل ساہی نادساہوں کے کتے ہیں اور

اس وقت تک توہی ہڑھی ہوئی ہیں۔ مشرقی دروازے کے اندر ایک بہت بڑا برج ہے، جسے رن سدل اور فتح برج بھی کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمب برج، نورس برج، سنگ برج اور گیارہ دوسرے برج ہیں۔ عطاہر معلوم ہوتا ہے کہ عادل ساہیوں نے قلعے کو از سر نو مستحکم کیا تھا، اس لیے کہ کسے زیادہ تر انہی کے آخری دور کے ہیں۔ قلعے کی جامع مسجد کئی احاط سے ابھی مثال آپ ہے۔ یہ ایک عظیم الشان عمارت ہے جو ۲۱۶ فٹ طول اور ۱۷۶ فٹ عریض ہے۔ اس کا بڑا گنبد، جس کے نیچے محراب و منبر ہیں، ۵۰ فٹ بلند ہے اور مسجد پر ۱۱۱ چھوٹے چھوٹے گنبد ایک خاص ترتیب سے بنے ہوئے ہیں۔ یہ پوری مسجد مسقف ہے، چھب ڈاٹ کی ہے۔ اندازہ ہے کہ اس میں ایک وقت چھپے ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں، لیکن عمارت کیچھ اس صعب سے بنائی گئی ہے کہ ہر نمازی حلیے کے وقت محراب و منبر کی آرائش کو دیکھ سکتا ہے۔ اس مسجد کے علاوہ قلعے کے اندر ایک اور مسجد ہے، جو عرب خان کے نام سے مشہور ہے۔ اس سے ملا ہوا عادل ساہی رہائے کا ایک بڑا امام ناڑا ہے۔

قلعے سے چند فرلانگ مغرب کی طرف پہلے دو بہمی نادساہوں، یعنی سلطان علا الدین حس شاہ (۱۳۴۷ تا ۱۳۵۸ء) اور محمد شاہ (۱۳۵۸ تا ۱۳۶۹ء)، کے مقبرے ہیں، جس کی ساخت سے معلوم ہوتا ہے کہ گو علا الدین نے سلطان محمد بن بغا کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا، تاہم بغاوت ثقات اور بغاوت میں تعمیر کے اثرات دکن میں قائم رہے۔ دہلی کے بغاوت عہد کی عمارتوں کی طرح ان مقبروں کے گنبد چھپے اور دیواریں ڈھلوان ہیں۔ شہر کے دوسری جانب قلعے سے ایک میل کے فاصلے پر ایک وسیع چوہرے پر محاهد شاہ بہمی

کے نلایر پر وہ کوڑچی سے گلبرگہ چلے آئے اور یہاں ۵۷۸۱ھ / ۱۳۸۰ء میں ۱۱ قمری سال کی عمر نا کر انتقال کیا۔ روایت ہے کہ محمد شاہ کی محبت بخشی پر شیح سراج الدین حسدی نے کھدر کا کرہ، عمامہ اور نٹکا نادشاہ کے پاس بھجوا دیا اور اس کو نہیں کر اس نے محبت بخشی کی رسوم ادا کیں۔ بہمنی فرمان روا حصر کے اسے معتقد بھی کہ حب تک حصر زندہ رہے انہیں کے بھجے ہوئے کھدر کے کٹڑوں میں ان کی ناح بوسی ہوسی بھی۔ حصر کا مقبرہ، جس کے دو اونچے مسار دور ہی سے نظر آتے ہیں، پہلے عادل شاہی فرمان رواے سجاپور یوسف عادل شاہ کا سایا ہوا ہے اور سجاپوری طور تعمیر کے بہترین نمونوں میں شمار ہوتا ہے

مآخذ : (۱) روس قادری : رہنمائے رومیتیں  
(۲) سیر الدین احمد : واقعات مملکت سجاپور، حصہ سوم  
(۳) عبدالحمید ملکاپوری : تذکرہ اولیائے دکن  
(۴) Historical Landmarks • Sir Wolsley Haig  
(۵) The Bahmanics of the Sherwani of the Deccan  
Deccan—An Objective Study : [۶]، لاٹڈ

۱۹۰۸-۱۹۳۸ء، ۲ : ۱۸۲

(ہارون خان شروانی)

### الاحقاف : قرآن مجید کی چھالیس سو سو سورہ کا

نام اور انک جغرافیائی اصطلاح، جس کا مفہوم اور صحیح استعمال عام طور پر غلط سمجھا جاتا رہا ہے۔ اس سورہ کا نام اس کی آکسون آیہ [فلوگل کے سائے کردہ قرآن میں اس آیہ کا شمار ۲۰ دیا ہے] سے مآخوذ ہے، جس میں عاد کا ذکر ہے کہ اس نے ایسی قوم کو احقاف میں متنبہ کیا [وَأَذْكُرُ آخَا عَادَ إِذْ أُنْذِرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ]۔ لغت کی کتابوں، تفسیروں اور قرآن [ہاک] کے تراجم میں احقاف کے معنی عموماً ریت کے حصار ٹیلوں کے نتائج گئے ہیں۔ قرون وسطی کے جغرافیادانوں کا خیال تھا کہ

(۱۳۷۵ تا ۱۳۷۸ء) سے لے کر ناح الدین فیروز شاہ (۱۳۹۷ تا ۱۴۲۲ء) تک کے مقررے ہیں اور یہ مجموعی طور پر ہفت گند کہلاتے ہیں۔ ان مقبروں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے ان کی جگہ گندوں میں دکنی اور ایرانی فن تعمیر کا بہترین انداز سے امتزاج ہو گیا ہے، یہاں تک کہ فیروز شاہ کے نام بہاد حڑوار مقبرے میں بدھو فن تعمیر کا ترو گوئے گوئے میں نظر آتا ہے

ہفت گند سے چند سو کر کے فاصلے پر حصر سند محمد الحسینی المعروف بہ سند محمد گسو درار بندہ نوار کا مزار ہے، جو دکن ہی کے لیے نہیں بلکہ تمام دکن کے لیے مرجع خاص و عام ہے۔ آپ ۵۸۰ھ / ۱۱۷۰ء میں دکن سرحد لائے اور قمری اعتبار سے ۱۰۰ سال کی عمر نا کر ۵۸۲ھ / ۱۱۷۲ء میں اپنے افعال کیا۔ حصر اور حصر کے فرزند سند محمد الدین الحسینی کے مقررے گند کہ کی مزار پر بنی عمارتیں ہیں، جو سلوں سے نظر آتی ہیں۔ حصر بندہ نوار کے مقررے کی، جسے روضہ نورگ کہتے ہیں، طور تعمیر اگرچہ وہی ہے جو ناح الدین فیروز شاہ کے مقررے کی ہے، لیکن اس کی وسعت، اس کی سادگی اور مکین روضہ کی عظمت کا دل پر جو اثر ہوتا ہے اس کا مقابلہ کرنا مشکل ہے۔ یوں تو گلبرگہ میں بہت سے دوسرے برزخ دین آسودہ ہیں مگر ان میں شیح سراج الدین حسدی کا رتبہ بہت اونچا ہے۔ شیح بساور کے رہنے والے بھی اور حب محمد بن بعلو نے دکن پر چڑھائی کی تو اس کے ساتھ یہاں آئے بھی۔ سلطان علاء الدین جس نے شاہ ان کا مرید بنا اور وہ اپنی نادشاہت سے پہلے اور اس کے بعد بھی حصر کی خدمت میں قصہ کوڑچی میں حاضر ہوا رہتا تھا۔ سلطان کے انتقال کے بعد غالباً محمد شاہ بہمنی

ہوئے ہیں (۳ [آل عمران]: ۷۹، ۴۰ [العنکبوت]: ۱۶، ۶ [الممتحنہ]: ۱۰)۔ انتہائی مفہوم میں آدمی اور قطعی فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے (دیکھئے مادۃ المَحْكَمَة)، لیکن اس نے اپنے انشاء کو فیصلے کرنے کا اختیار سویض کر رکھا ہے۔ آنحضرت [صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم] کا حکم خصوصاً سے حکمِ حائلہ کے معارض ہے (۵ [المائدہ]: ۵۰)۔ اس طرح حکم کے معنی اسلامی حکومت کا کامل اختیار اور سلطانی ہو جائے ہیں اور دوسری طرف کسی مخصوص مقدمے میں کسی قاضی کا فیصلہ۔ حکم بمعنی عدالتی فیصلہ سے اس کا مفہوم کسی چیز کے متعلق منطقی رائے قائم کرنا، کسی شخص یا سے فی حیثیت سے کرنا اور وہ، نحو اور دیگر علوم کا کوئی قاعدہ بن گیا۔ ان تمام معانی میں اس اصطلاح کو بصعۃ جمع نہایت آزادی کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے، ایک، محصور معنی میں ”الاحکام الختمیہ“ سے وہ تابع ”صعاب“ (فرض، مستحب، مباح، مکروہ، حرام) مراد عوبی ہیں جن میں سے کسی ایک سے آدمی کا عمل ار روئے سریریت (دیکھئے سریریت) متصف ہوتا ہے۔ زندہ وسیع معنی میں احکام سے مراد وہ تمام قواعد ہیں جو کسی دینے ہوئے موضوع سے متعلق ہوں (قہر کتابوں کے نام مثلاً احکام الاوقاف، یعنی قواعد متعلقہ اوقاف؛ الاحکام السلطانیہ، متعلقہ حکومت؛ علیٰ ہذا اساس احکام الآخرہ، یعنی دوسری دینا یا آخرت کے قاعدے؛ احکام الحوم، متعلقہ علم نجوم وغیرہ)، اس طرح مدہی قانون کے مبادی میں احکام فروع کے مترادف ہو گیا ہے، یعنی بطریقہ قانونی یا فقہی (دیکھئے فقہ) کے مقابلے میں مشیت و معین قانون؛ لیکن چونکہ اس اصطلاح کے معنی میں عدالتی فیصلے بھی شامل ہیں اس لیے اس کا اطلاق زیادہ مخصوص طور پر حقیقی مقدمات میں قانون کے ضوابط

الاحقاف جنوبی عرب میں ایک ریگستان کا نام ہے، جو حصرموت اور عمان کے درمیان، یعنی الرَّمْلَة والَرَّحْ العالی [رَلَّ مَان] کے مشرقی حصے میں واقع ہے۔ عہد جدید کے مغربی جغرافیہ دان اس کے برعکس اورے الرَّمْلَة یا محض اس کے مغربی نصف حصے کو الاحقاف سمجھنے کی جانب مائل ہیں۔ C Landberg (Hadramout، ص ۱۴۶ تا ۱۶۰) مابین الَاحقاف ایک علاقائی نام کی حیثیت سے جنوبی عرب میں اندازاً حصرموت کا اس کے وسیع ترین معنی میں مترادف ہے اور اس کا اطلاق اس ریگستان پر نہیں ہوا جو ریاد اوپر شمال کی جانب ہے۔ جنوبی علاقے کے ندوی، تر الاحقاف کی طرف سے ہوں گے ہیں نہ کہ وہ بہاڑی علاقہ ہے جو ساحل، مندر کے عقب میں طمار سے مغرب کی سمت سدن تک چلا گیا ہے اور جس کی مرکزی وادی حصرموت ہے۔ ان کے نزدیک احقاف سے مراد محض بہاڑ ہیں اور اس لفظ کا نہ رب کے ٹیلوں سے کوئی تعلق ہے اور نہ حسا کہ لندز برگ کا خیال ہے تاروں (کہوٹ) سے۔ اس الکلی کی ایک روایت کے مطابق، جسے الکری اور یاقوت (تذیل مادہ) نے نقل کیا ہے، حصرموت کے کسی شخص نے [حصر] علیٰ ارض اس ای طالب سے جو نیچے ساں دیا اس سے یہ طام ہونا ہے کہ زمانہ قدیم میں بھی اسلاف کا لفظ انہیں معنوں میں جنوبی عرب میں استعمال ہوتا ہوگا کہ نہ صحرائے کبیر کے ریشے ٹیلوں کے نام کے طور پر،

(G RENTZ)

احکام: جمع حکم، بمعنی رائے یا فیصلہ (بیر دیکھئے حکم)۔ قرآن [ہَاك] میں یہ لفظ صرف صیغہ واحد میں آیا ہے اور اپنے فعل کی طرح اللہ، انبیاء اور دوسرے لوگوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ جب اللہ کے لیے استعمال ہو تو اس سے اللہ کے فرداً فرداً احکام اور اس کی تمام مقدرہ تطہیم اشیاء دونوں مراد

قرآن [مجدد]، ۹۱ [الصف]: ۶ پر ہے، جس میں ارشاد ہوا ہے: ”حب عسیٰ اس مریم بے کہا کہ: اے سی اسرائیل! میں تمہاری طرف خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ کتاب نوریہ جو مجھ سے پہلے (نارل) ہو چکی ہے میں اس کی تصدیق کرنا ہوں اور (ایک اور) نعمت کی (نہیں) خوشخبری سنانا ہوں جو میرے بعد آئیں گے (اور) جس کا نام ”احمد“ ہوگا“ [وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ نَبِيُّ إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقٌ لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ الْبُيُوتِ وَ مَسِيرًا رَسُولٌ يُبَشِّرُ بِبَعْدِي إِسْمَ أَحْمَدَ . . .]

عہدنامہ حدید میں اس سے نمایاں طور پر مماثل کوئی عبارت نہیں ہے، اس لیے بعض لوگوں نے یہ حوالہ ظاہر کیا کہ لفظ احمد periklutos ”مستہور و معروف“ کا ترجمہ ہے، جس کو بحالے خود parakletos کی نگڑی ہوئی شکل سمجھا جاوے، یعنی انجیل، یوحنا ۱۴: ۱۶، ۱۵: ۲۳ تا ۲۷، کا Paraclete [یوحنا، ۱۵: ۲۳ بعد کا ترجمہ اس ہمام، ص ۱۵۰، میں موجود ہے]۔ لیکن عہد نامہ حدید کے متن اور اس کے ترجموں کی تاریخ کے مطالعے سے اور ہر اس حقیقت کو پس نظر رکھتے سے کہ اس عہد کی یونانی زبان میں periklutos کا لفظ عام نہ تھا، یہ نامسک معلوم ہونا ہے [لیکن عہدنامہ حدید کے متن میں تو اکثر بحریف ہوئی رہی۔ علاوہ ازیں اس کے اور نسخے بھی ہیں، جنہیں اگرچہ کلیسا نے تسلیم نہیں کیا ایکس جس کی تاریخی حیثیت سے انکار کرنا نامسک ہے۔ دراصل مدار بحث یہ ہے کہ حباب مسیح علیہ السلام نے ایسا فرمایا، یہ نہیں کہ عہدنامہ حدید میں Paraclete کا لفظ موجود ہے۔ یوحنا کی متعدد آیات اس سلسلے میں پیش کی جا سکتی ہیں؛ مگر زیاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ

عائد کرنے پر ہی ہونا ہے۔

مآخذ: (۱) لین Lexicon Lane، بدیل مادہ حکم، (۲) العربانی، تعریفات، ص ۹۷، (۳) شپرنگر Sprenger، Dict of the Technical Terms، بدیل مادہ حکم، (۴) هورویٹر J Horowitz، Koranische Untersuchungen، ص ۷۲ بعد، (۵) جیفری A Jeffery، MW، ۱۹۵۰ء، ص ۱۲۱ بعد، (۶) بیل R Bell، Introduction to the Qur'an، ص ۱۰۳، (۷) گاردے L Gardet، La Cité musulmane، اشاریہ، بدیل مادہ احکام و حکم۔ (ناصح J SCHACHT)

### أخلاف . دیکھیے جلف

احمد: محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک نام اور ایک اسم غنم، جو مسلمانوں میں مستعمل ہے۔ قواعد کی رو سے یہ لفظ محمود یا حمید کا اسم بفصل ہے بمعنی ”ربادہ یا سب سے ربادہ قابل بعریف“ اور یا حماد کا، جس کا احوال نام ہے بمعنی ”حدا کی ربادہ یا سب سے ربادہ بعریف“ لڑنے والا“ [ا لڑ من حمید و ا حل من حمید۔۔ ناصی غاص: سقاء، اسانول، ۱: ۱۹۷ و ۱۸۹] لیکن اسم علم کی حیثیت سے یہ لفظ ان نامی تمام سکلوں سے، بشمول محمد، مختلف ہے جو ار روئے اسماں ایک دوسرے سے متعلق ہیں۔ جاہلی عربوں میں یہ نام کبھی لکھی نہیں ملتا ہے، لیکن محمد سے کم ہر نار [المعمر، ص ۱۳۰ پر محمد نام کے لوگوں کی فہرست درج ہے]۔ سام کے سرحدی علاقے میں دریافت شدہ شمالی عرب کے صفائی (Safaitic) کتبوں میں اس شکل کے سام بظاہر ”حدا قابل تعریف ہے“ کی نوعیت کے مرکب theophoric ناموں کے اختصارات کے طور پر ملتے ہیں، لیکن یہ امر مشکوک ہے کہ آیا حصار کی ادبی زبان میں بھی ایسا ہے یا نہیں۔ اسلام میں کلمہ احمد کے استعمال کا مدار

انجیل کا اصل نسخہ، یعنی وہ جو کہ مسیح<sup>۱۳</sup> پر نازل ہوا، کہیں بھی محفوظ نہیں۔ [یہ سچ ہے کہ مسلمان دوسری صدی ہجری کے نصف سے پہلے ہی آنحضرت<sup>۱۴</sup> کو Paraclete کی آمد کی اس سارے کا معنی اور پھر چکے تھے (اسی مقام، ص ۱۰۰، بحوالہ اس اسحاق)، لیکن حوالہ انہوں نے استعمال کیے ہیں وہ یا تو نواسی narakiētos یا اس کا صحیح آراپی منہماہ menahhomanā ہیں۔ اس صاحب کی سادہ و صوفی مطالب ہے جو آراپی لفظ اور محمدؐ کے نام میں پائی جاتی ہے اور جس کی طرف ظاہر عسائی رسولوں نے توجہ دلائی۔ اگرچہ مسلمانوں میں محمدؐ [دیکھئے المحرر، ص ۲۰۰ بعد] کے نام کا استعمال آنحضرت کے ساتھ ہی سے شروع ہو گیا تھا اور محمود، حمید، محمد کی ستاروں میں سدی ہجری میں بھی ملتی ہیں، تاہم معلوم ہوتا ہے کہ اسم علم کی حشمت سے احمد کا رواج صرف ۵۱۲۵ / ۷۷۷ کے حدود میں شروع ہوا اس سے یہ نسخہ احمد لیا گیا ہے کہ مد توروہ بالا آیت (سورہ ۶۱ [الصفا] ۶۰) میں لفظ احمد اسم علم کے بجائے اسم صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے (اس سورہ ۷۷، اس آیت میں ایک مہم سا اشارہ انجیل یوحنا ۱۴: ۱۲ کی طرف سمجھا جا سکتا ہے [مسلمانوں کا دعویٰ یہ نہیں کہ اس آیت کا اشارہ انجیل یوحنا کی کسی عبارت کی طرف ہے بلکہ یہ کہ حجاب مسیحؑ نے ایسا فرمایا، لہذا یہاں انہماں اور عدم انہماں کی بحث اٹھانا غلط ہے])؛ نیز یہ کہ احمد کا استعمال بطور اسم علم اس وقت سے شروع ہوا جب آنحضرت کی ذات مبارک کی طبیقی فارقلیط (Paraclete) سے کی گئی، لہذا پہلی صدی ہجری کی شاعری میں جو کہیں کہیں آنحضرت کا ذکر احمد کے نام سے آتا ہے [مثلاً المحرر، ص ۱۸۶، ۲۷۲] اس کی توجیہ یوں کی گئی ہے کہ

ماخذ: (۱) شہرنگر Das Leben A Sprenger

und die Lehre des Mohammed ۱۸۶۱ء، ۱:

۱۵۸ بعد، (۲) 'Gesch des Qur', ۱۹۰۱ء، حاشیہ ۱: (۳)

گرم Grimme H، در ZS، ۱۹۲۸ء، ص ۲۲ بعد، (۴) فشر

E A Fisher، در Ber Verh Sächs Ak Wiss

Phil-hist Kl، ۱۹۳۲ء شماره ۲، (۵) واٹ M W Watt

در M W، ۱۹۵۳ء، ص ۱۱۰ بعد۔

(J. SCHACHT شاحب)

\* احمد الاول، چودھوان عثمانی سلطان، محمد

ثالث کا سب سے بڑا بیٹا، جو ۲۲ جمادی الآخرہ

۵۹۹ھ / ۱۸ اپریل ۱۵۹۰ء کو منیسہ (Manisa)

کے مقام پر پیدا ہوا اور ۱۸ رجب ۱۰۱۲ھ / ۱۲

دسمبر ۱۶۰۳ء کو اپنے ناپ کا حاشیں ہوا [اس

کی والدہ کا نام حدان سلطان تھا]۔ مؤرخین کہتے

ہیں کہ مقررہ دستور کے خلاف اس نے اپنے بھائی

مصطفیٰ کو قتل نہیں کرایا، بلکہ احمد کے بعد وہ

اس کا جانشین ہوا۔ بعد پر بیٹھتے ہی اس بادشاہ

دو لاکھ قرہ عروش کی یکمشت رقم بطور تاواں بھی وصول کی، لیکن یہ معاہدہ کیا کہ آسٹریا کے فرمان روا کو آئندہ محض شاہ کے بجائے سپہشاہ یا ایڈمیرال طور کا لقب دیا جائے گا، جس سے اسے سلطان کے مساوی حُسن حاصل ہوئی تھی۔ بیوہاوسل Neuhausel کے مقام پر آخری تفصیلات طے کرنے کے لیے کئی بار مشاورت ہوئی اور جولائی ۱۶۱۵ء و مارچ ۱۶۱۶ء میں وی آنا کے مقام پر معاہدے کی مدت کو مزید توسیع دینے کی گفتگو ہوئی۔ داخلی مشکلات نے ترکوں کو اس بات پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ اس عہد نامے پر دستخط کر دیں۔ آٹے دن کی جبری فوجی بھرتوں اور بعض حکام کی ررستانی کے باعث سلطنت کے مختلف حصوں میں بغاوتیں رونما ہو گئی تھیں، لہذا قویوچو مراد پاسا کو باغیوں کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا اور اس نے موصلی چاؤش پر لاریزہ اور حشید پر آدہ [آٹھ] کے میدان میں فتح پائی۔ خاص طور پر قابل ذکر معرکہ خان بولاد اوغلو علی پاسا سے [جس کی مدد دروری امیر مہم اوغلو میرالدین کر رہا تھا] اور وچ کے میدان میں بیلان کے قریب ہوا (۲۴ دسمبر ۱۶۰۷ء)، جس میں مراد غالب آیا۔ مغرب میں اس نے قلندر اوغلو محمد پاسا پر حملہ کیا، جس کے قصبے میں بروسہ اور بےسنہ کے اصلاح بھیے اور اسے آلاچائیر میں شکست دی (۵ اگست ۱۶۰۸ء)۔ علاقہ سام میں ترکوں نے دروری امیر میرالدین بن مہم پر بھی حملہ کیا، لیکن یہاں فیصلہ کن فتح حاصل نہ ہو سکی۔ اب صدر اعظم، جس کی عمر سوے سال تھی، تبریز کی جانب روانہ ہوا، لیکن شاہ ایران سے صلح کی گف و سید شروع کرنے کے بعد ہی وہ فوج ہو گیا۔ اس کے حاشیہ تصویح پاشا [رک بان] نے ۱۶۱۱ء میں ایک صلح نامہ مکمل کیا، جس کی رو سے اس تصفیے کی بنیاد پر سرحدیں قائم ہوئیں

نے ایک کام یہ کیا کہ اپنی دادی صامہ سلطان (ویس کی نافہ Baffa) کو قدیم سرائے [محل سلطانی] میں نظر بند کر دیا، جو مراد ثالث اور محمد ثالث کے عہد میں عثمانی حکومت کی روح و روان بھی تھی۔ احمد نے ایک فوج جعالمہ راہہ سنان پاشا [رک بان] کی قیادت میں شاہ عباس اول کی ایرانی فوج کے خلاف بھیجی، جس نے انہیں دیوں اربواں اور قازص بر قصبہ کر لیا تھا۔ لیکن جسے عیسے کے مقام پر نسپا ہونا پڑا تھا۔ سنان پاسا کو سلطنت کے مقام پر شکست ہوئی (۹ ستمبر ۱۶۰۷ء) اور اس کے کچھ عرصے بعد وہ دیار بکر میں اسی رنج و غم سے فوج ہو گیا۔ ادھر شاہ عباس نے اسی فتح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گنچہ اور دیرواں کو دوبارہ حاصل کر لیا۔ ہنگری میں صدر اعظم لالا محمد پاسا (دیکھئے محمد پاسا) نے ہشہ (Pest) اور استرغون (Gran Esztergom) کے سامنے رک اٹھائے کے بعد واج (Wattzen, Vác) پر مقصد کر لیا۔ ایک دوسری مہم میں، جس میں ٹرانسلوینیا کا حکمران سٹیفن بوچسکائی Stephen Bocskay بھی اس کی مدد پر تھا، وہ استرغون کے قلعے کی ناندہ بندی کرنے اور اسے برہریشمیر فتح کرنے میں کامیاب ہو گیا (۱۴ نومبر ۱۶۰۷ء)۔ برناکی جس پاسا [بوچسکائی کی برکی فوجوں کی مدد سے] ویسپریم Veszprém اور پلوٹہ Palota میں داخل ہو گیا۔ بوچسکائی کو ٹرانسلوینیا [اردل] اور ہنگری [مجر] کی ریاستیں مویص کر دی گئیں۔ اس کے بھوڑے دن بعد صدر اعظم فوج ہو گیا اور اس کی جگہ یکے بعد دیگرے درویش پاسا اور مراد پاسا [رک بان] المعروف نہ قویوچو (کوان کھودنے والا) نے قلمدان وزارت سنبھالا۔ مراد پاشا نے آسٹریا والوں سے ۱۱ نومبر ۱۶۰۶ء کو جتوہ نوعاری (Zsitvatorok) کے معاہدے پر دستخط کئے۔ اس معاہدے کی رو سے وہ سارا علاقہ ترکوں کے قصبے میں رہا جو انہوں نے فتح کیا تھا اور اس سے انہوں نے

علاقب کے بعد ۲۳ ذوالقعدہ ۸۱۰ھ / ۲۲ نومبر ۱۶۰۷ء کو اس کا انتقال ہو گیا۔ وہ مغلوب العصب اور ستلوں مزاج آدمی تھا اور آسانی سے کسی طرف ڈھلک جاتا تھا۔ احمد الاول اسے نہایت قابل وزراء کی قدر سیاسی کنبہ میں کر سکا۔ وہ دین دار آدمی تھا۔ اس سے بہت سے مذہبی ادارے قائم کیے اور "نعتہ سراف" (اور وہ منہ رسولؐ) کی برٹین و ریپابلیک میں بھی حصہ لیا۔ اسے سکار اور حرید (پولو Polo) تھلے سے تارے حد سوں تھا اور سروسن میں بھی گھری۔ جسپی لیا تھا۔ [وہ خود بھی شاعر تھا اور بحی تعلص کرتا تھا، اس نے اپنا ایک دیوان مریت لکھا ہے۔]

مآخذ: (۱) ابراہیم پچوی: تاریخ، ۲: ۲۹۰ تا ۳۶۰، (۲) حاحی حلیہ قدکک، ۱: ۲۲۱ تا ۳۸۶؛ (۳) صولاق زادہ محمد حمدانی: تاریخ، ص ۶۸۳ تا ۶۹۶؛ (۴) تعیم: تاریخ، ۱: ۱ تا ۱۱ و ۱۵۴؛ (۵) فرائضی زادہ محمد سعید کلش معارف، ۱: ۵۹۵ تا ۶۱۰؛ (۶) فریدون پیر: مستند سلاطین، ج ۲، (۷) اولیاء، چلی سیاحت نامہ، ۱: ۲۱۲ تا ۲۱۹؛ (۸) مصطفیٰ پاشا: نتائج الوقوع، ۲: ۲۲ تا ۳۱؛ (۹) فان ہامر پُرگشتال J von Hammer Purgstall، *Histoire de l' Empire ottoman*، ۸: ۵۱ تا ۲۳۵؛ (۱۰) زینکسین Zinkeisen ج ۴: (۱۱) ایورگا: *Geschichte des osmanischen Reiches*، N Iorga، ۳: ۴۱؛ (۱۲) آت، تدیل مادہ (ار حاوید بیسون)۔

(R. MANTRAN)

\* احمد الثانی: عثمانی سلاطین کے سلسلے کا اکسوان بادشاہ، سلطان ابراہیم اور ملکہ معز سلطان کا نسا۔ مول نعمان وہ ۶ ذوالحجہ ۸۱۰ھ / ۲۵ فروری ۱۶۴۳ء کو (بقول رشید [راشد] ۵ جمادی الاولیٰ ۸۱۰ھ / یکم اگست ۱۶۴۲ء کو) پیدا ہوا اور اپنے بھائی سلیمان کی حکمت تاریخ ۲۶ رمضان ۸۱۱ھ / ۲۳ جون ۱۶۹۱ء [ادرنہ میں] تحت نشین

حو سلم ثانی کے عہد میں ہوا تھا، لیکن چار سال بعد جنگ ار سربو شروع ہو گئی۔ سمندر میں امیر البحر اعظم حلیل ناسا [آرکسان] نے اہل فلورنس اور مالٹا کے بحری مڑوں کے حلالی اہم کا ماساد حاصل کیا۔ ۱۶۰۹ء میں مالٹا کے چھ بحری جہاز بحریہ کے مہر ہوئے، گرفتار ہوئے، جن میں وہ "سرخ جہاز" دی شامل کیا عوار کے سالار فرسیہ Fresinet کا تھا (جنگ مرہ حتم)۔ ۱۶۱۰ء میں، فرسول کو لپانتو Lepanto کے مقام پر عربت ہوئے اور مالٹا کے بحری ڈاکوئوں کو کوس Cos پر سخت دی گئی۔ ۱۶۱۰ء میں باوردر کے مڑے کے ایک سے بے سبب (Cilicia) کے ساحل پر اعلیٰ مار، کو مدرکہ کے درجہ حملہ کیا اور ۱۶۱۰ء میں حلیل ناسا نے مالٹا کو لچھ نقصانات پہنچائے۔ بحرہ اسود میں کسکوں کے جھنڈے بسوف Sinope میں غارتگری کیا کی تھ، یہ حال تھا اور انہیں داں دونا کے دھانے پر مار ساقی ابراہیم ناسا نے کسک دی۔ ادھر ولد دیوہ Moldavia میں اسکندر نامے کسکوں کے ایک اور حملے کو روکا اور درناے بسٹر Dniester کے کنارے سے Bussa کے مقام پر ۲۷ ستمبر ۱۶۱۷ء کو صاحب نامے پر دستخط ہو گئے۔ احمد الاول کے عہد میں فرانس، انگلستان اور ہس سے اسراراب (capitulations) کی تجدید ہوئی (۱۶۰۶ء) اور اسی قسم کی مراعات پہلی مرتبہ ہالینڈ والوں سے بھی طے پائی (۱۶۱۲ء)۔ اس کے عہد میں ترکی میں مسلمانوں کی غم ہو گئی۔ احمد الاول "دباؤ نامہ" کے اجراء میں مشغول رہا، جس کے ذریعے سلطنت عثمانیہ کے انتظامی اور بحاربی صواب کو ایک مسند قانون کی صورت میں مصسط کرنا مقصود تھا، کیونکہ اس وقت تک ان میں کوئی ربط و ترتیب قائم نہ ہوئی تھی۔ اس سے (۱۶۰۹ء تا ۱۶۱۶ء) میں آب میدان استانبول میں ایک عالی شان مسجد تعمیر کرائی، جو اس کے نام سے موسوم ہے۔ دو مہینے کی



فرائضی زادہ محمد سعید: گلشنِ معارف، ۲: ۹۹۳ تا ۱۰۱۳؛ (۳) مصطفیٰ پاشا: نتائج الوقعات، ص ۸ تا ۱۱؛ (۴) فیدلی محمد آغا: سلاح دار تاریخی، ۲: ۵۷۸ تا ۸۰۵؛ (۵) ہامر - ہرگشتال Hammer - Purgstall (۶) ریکائس [Gesch. d osman Reiches] Zinkeisen (۷) [in Europa Geschichte des osmanischen Reiches] N Iorga (۸) آت، بدس مادہ (ار جاوید بیسون)؛ (۹) رومان S Romanm Storia di Venezia ح ۱۶، باب ۶.

(R. MANTRAN)

- \* احمد الثالث: عثمانی سلاطین میں ششواں نواسہ، محمد الرابع [رک نان] کا بٹا۔ وہ ۸۱۰/۱۶۷۳ء میں پیدا ہوا اور اسے بھائی مصطفیٰ الثانی [رک نان] کی جگہ ۱۰ ربيع الثانی ۱۱۱۵/۱۶۷۳ء اگست ۱۷۰۳ء کو تخت سنبھالا، جو بچی چری فوج کی ایک معاون کی وجہ سے تخت سے دست بردار ہو گیا تھا۔ نئے سلطان نے استانبول کو فوراً دوبارہ دربارِ شاہی کا مستقل مسکن بنا کر اس معاون کے سرکردہ اسعاص کا قصبہ حلد ہی ہاتھ کر دیا اور آئندہ چند سال میں بہت سے آدمی، جس کی نابت یہ علم یا سک تھا کہ وہ اس سارن میں ملوث تھے، برابر موقوف، حلاوطن یا قتل ہوئے رہے، جس سے سلطنت کی کارکردگی پر برا اثر پڑا۔ سلطان احمد کا پچھلے ارادہ یہ تھا کہ وہ فوج کی طاقت کو نوڑ دے؛ چنانچہ اس نے اپنے محل کے ملازمین میں سے سب کو ستاحی نکال دیے اور ان کی جگہ حری بھری کے دیو شرمہ dewshirme سپاہی رکھ لیے (دیو شرمہ سے اس موقع پر آخری دفعہ کام لیا گیا)۔ اس کے بعد اس نے بچی چری فوج میں آور بھی زبردست بحیف کر دی۔ ناین ہمہ اپنے عہد حکومت کے ستائیس سال میں وہ پہلے ترہ چودہ برس تک تو

ہوا۔ اس نے صدر اعظم کو اپرولوزادہ [رک نان] فاصل مصطفیٰ پاشا کو اس کے عہدے پر مستقل کر دیا اور اس سے آسٹریا اور ہنگری کے خلاف ارسر بوجگ شروع کر دی، لکن سلاوین Slankamen کی جنگ میں شکست کھائی اور مارا گیا (۱۹ اگست ۱۶۹۱ء)۔ اب اس کی جگہ عترعی علی پاشا مقرر ہوا، لکن حلد ہی اس کے بجائے حاجی علی پاشا کو صدر اعظم مقرر کر دیا گیا، جس نے ۱۶۹۰ء میں اپنی سبھ بڑے ہزم و احتیاط سے چلائی۔ اسی سال اہل ولس نے کنبہ Canea پر ایک ناکام حملہ کیا۔ سلطان سے احوال ہو جانے کی وجہ سے حاجی علی پاشا کو معزول کر دیا گیا اور اس کا عہدہ بوروواو مصطفیٰ پاشا کے سپرد ہوا، جس نے آسٹریا والوں کو بلغراد کا محاصرہ اٹھانے پر مجبور کر دیا (۱۶۹۳ء) پھر [فرلر آغا کی سارن سے] یہ وزیر بھی برطرف کر دیا گیا اور اس کی جگہ سورسلی علی پاشا [رک نان] کا مقرر ہوا۔ یہ وزیر قلعہ بشر وارڈن Peterwardein کو فتح کرنے کی کوشش میں ناکام رہا (۱۶۹۴ء) اور ادھر اہل ولس دانماچینہ Dalmatia کے علاقے میں گیلہ Gabella اور سافر Chios کے اہم حریرے پر فاض ہو گئے۔ احمد الثانی کے عہد میں عراق اور حجاز میں فتنہ و فساد برپا ہوا [سام میں سرحاں اور معن اوغوللر سرکشی پر آمادہ رہے] اور مغرب میں بوس پر طرابلس اور الحرائر دونوں نے حملہ کیا۔ یہ نادرشاہ کمزور سبھ کا تھا اور اسے حوالی موالی کے کہنے میں آجانا تھا۔ اس کے علاوہ اسے شراب نوشی کی لت تھی۔ ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۱۰۶/۱۷۰۵ء فروری ۱۶۹۵ء کو ادرہ میں معارضہ استسقاء اس کا انتقال ہو گیا۔ اسے استانبول میں سلطان سلمان قانونی کے مقررے میں دفن کیا گیا۔

مآخذ: (۱) رشید تاریخ، ۲: ۱۵۹ تا ۱۹۲؛ (۲)

خاص طور پر انقلاب پسندوں (فتیہ حیلر) سے خوف کے مرض میں مبتلا رہا۔ دس سال تک ایسے کوئی قابل وزیر ہی نہ مل سکا، گو اس عرصے میں اس نے چار صدر اعظم مقرر کئے، آخر کہیں محرم ۱۱۱۸ھ / مئی ۱۷۰۶ء میں حاکم حورلولو علی پاشا (آرک ناں) کا مقرر عمل میں آیا اور حکومت کہ دوبارہ استحکام حاصل ہوا۔ اس عرصے میں، بلکہ ۱۷۰۷ء آٹھ نو سال تک، اس کے افعال پر زیادہ تر محل ساھی کے ایک حصہ جتنے کا اثر غالب رہا، جس کے سرحدی والدہ سلطان پورلر اعنسی اور سلطان ناوہ بطور نظر بھی جو بعد میں (سپہ) سلجق دار داماد علی پاشا (آرک ناں) کے لقب سے مشہور ہوا۔ سلطان اور محل کی یہ جماعت دونوں ہمیشہ اس حال سے یہیں رہے تھے کہ کہیں محل کے ملازم کے سوا کوئی "ناظرہ الا" وزیر اعظم نہ ہو جائے، جسے کہ "بروٹو" عمال پاشا (دیکھئے نیچے)، اور ایسا حصہ کر کوئی بنا اقدام کرے تو حائف ہو جائے تھے۔

حولائی ۱۷۰۹ء تک تو اس کے عہد میں کوئی خاص قابل ذکر واقعہ پس نہ آیا، لیکن اس وقت چارلس دوازدہم ساہ سوئڈن، جس کا عرف عام ترکی میں پیر ناس (آہی سر) تھا، رار روس ستر اعظم سے سولٹاوا Poltava کے میدان میں شکست کھانے کے بعد عثمانی مملکت میں بدر کے مقام پر، جو دریائے نیسٹر پر واقع ہے، پناہ گریں ہوا۔ ہسپانیہ کی جنگ بحب شیشی میں آسٹریا کے الجھے ہوئے اور مغربی طاقتوں کی اس میں شرکت سے باب عالی نے اس قسم کا فائدہ اٹھانے کی اب تک کوئی کونسنس نہ کی تھی کہ اپنا وہ علاقہ جو ۱۶۹۹ء میں کارلووئٹر Carlovitz کے عہدنامے کی رو سے سلطان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا واپس لے لے، یا روس کے "شمالی جنگ عظیم" میں مبتلا ہو جانے سے ان مراعات کو مسخ کر دے جو

زار روس کے بحر اسود پر حریفانہ ارادوں سے روسی برکی عہدنامہ ۱۷۰۰ء میں منظور کر لی گئی تھیں، مگر اب شاہ چارلس نے اپنا ملک و مال دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش میں جلد ہی سلطان کو اس بات کی ترغیب دینا شروع کی کہ وہ شاہ پیٹر اعظم کے خلاف جنگ آرمانی کرے اور ناب عالی کو بوی چہر دہم کے لئے مدد دیکرے آنے والے سفروں اور نمایندہ روسی مقیم اسٹانبول نے بھی یہی بات سچائی، چنانچہ اس کا نسخہ یہ ہوا کہ چورلولو علی پاشا کو، جس نے حال ہی میں روسی عہدنامے کی تجدید کی تھی، معرول کر دیا گیا۔ اس کی جگہ کوپرولو (آرک ناں) نعمان پاشا مقرر ہوا جو محل کی ٹولی کے مداخل کے خلاف زیادہ آزادرو نائب ہوا، لہذا وہ بھی دو مہینے بعد معرول کر دیا گیا اور ماہ ستمبر میں اس کی جگہ اطاعت کوش مگر سارش پسند نالطامی محمد پاشا (دیکھئے محمد پاشا)، جو اس سے کچھ عرصے پہلے اس عہدے پر فائز رہ کر ادبی نا اہلیت کا ثبوت دے چکا تھا، وزیر اعظم مقرر ہو گیا اور ساتھ ہی ۲ نومبر کو اعلان جنگ کر دیا گیا۔ عثمانی حکومت کی خاص سکایات نہ تھیں کہ روسوں نے بحر ازو Azov میں جنگی جہاز سار کرنا شروع کر دیں ہیں، ترکی سرحدات پر کئی ایک قلعے تعمیر کر لیے ہیں، رار ان نااریوں کے معاملات میں مداخلت کرنا ہے جو خانِ قرم Crimea کے ماتحت ہیں اور سلطان کی راسخ العقیدہ [کلیسائے یونان کی پیرو] رعایا میں عرب اور بددلی پھیلانا ہے۔ محارب لشکروں کی مدد بھیڑ حولائی ۱۷۱۱ء ہی میں ہو سکی، گو اس سے پہلے پیٹر صوبہ مولدیویہ Moldavia کے سپہ سے علاقے کو Hospodar Dametrius Cantemir (آرک ناں) کی عداوت کی وجہ سے ہمال کر حکا تھا، لیکن اس وقت تک اس کا سامان رسد خطرناک حد

حس کی مدد ۲۵ برس قرار پائی۔ عہد نامہ پرتھ کی شرائط کی موثق کی گئی اور بالآخر روس کے ساتھ ایک طویل مدد کے لیے صلح ہو گئی۔ ادھر شاہ چارلس سلطنت عثمانیہ کی حدود سے نکل جانے سے انکار پر اڑا رہا۔ وہ کہتا تھا کہ جب تک مجھے فوج اور نقد روپے کی امداد نہ دی جائے تاکہ میں پولسڈ میں اسکا کھویا ہوا علاقہ واس لیے سکوں میں نہیں جا سکتا۔ اعام کار ۱۷۱۳ء کے موسم بہار میں اسے بردستی بندر کے مقام سے دموتکہ Demotika میں منتقل کیا گیا اور اس کے بعد ادرنہ کے بردیک دسیر طاش پاسا سرے میں بھیج دیا گیا۔ اگلے موسم حراں میں اسے محصور کیا گیا تاکہ انہی سوڈ فوج کے ہمراہ ولاچہ Wallachia، ٹرانسلوینیا اور ہنگری کے راستے اسے وطن کو واس چلا جائے

اس دوران میں ۲۷ اپریل ۱۷۱۳ء کو احمد کا منظور نظر داماد صلاح دار علی پاسا خود صدر اعظم مقرر ہو چکا تھا اور یہ اس کی حکمت عملی بھی تھی کہ روس سے اس طرح دوبارہ صلح ہو گئی تاکہ ناب عالی اس قابل ہو جائے کہ کارلووٹر کے سداں میں جو کچھ وینس نے چھین لیا تھا وہ واس لے سکے۔ صوبہ مورہ Morea میں وینس کی حکمرانی نے حد نامبول ناب ہوئی اور وہاں کے راسخ العمدہ ناسدے ناب عالی میں موارہ محصور نامے بھیجے رہے کہ انہیں ان نئے آقاؤں سے جلد بحال دلوائی جائے، لکن اس جمہوریہ کے خلاف جنگ کے لیے معقول عذر ۱۷۱۳ء ہی میں نکل سکا، جب روس کی انگریج بر مونٹی نگرو میں ایک معاہدہ فرو کرنے کے بعد حکومت وینس نے ولڈیکہ Vladika اور مونٹی نگرو کے دیگر عمائد کو، جنہوں نے وینس کے علاقے میں جا کر پناہ لی تھی، واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ جنگ کا اعلان ۹ دسمبر ۱۷۱۳ء کو ہوا اور آئندہ موسم گرما میں دو مہینے کے اندر اندر (جون۔ جولائی) ایک ترکی لشکر نے، جس کی قیادت

تھک کم رہ گیا تھا اور جب وہ حبوب کی جانب پرتھ Pruth کے کنارے کنارے اسرائیل پر قبضہ کرنے کی عرص سے کوچ کر رہا تھا تو اچانک بڑی ترکی فوج نے اسے آٹا۔ پتھر کو پسپا ہوا بڑا اور آخر کار وہ گھیر کر آ اور اسے ہار مان کر صلح کی درخواست کرنا پڑی۔ [بشر کی ملکہ کتھرس کی سعی سے] اسی وقت ایک عہد نامہ بر دستخط ہوئے، جس کی رو سے یہ قرار پایا کہ رار بحر اروق سے دس ہزار عو جائے اور دوسرے قابل اعتراض قلعے، کو سپہدم کرے، آئندہ نہ کتھی اناریوں کے معاملے میں دخل دے اور نہ پولسڈ کے امور میں مداخلت کرے، اسانول میں آئندہ اس سمارت نامہ بھی نہ لکھے اور سلطان کی راسخ العمدہ رعانا سے سار بار کرنے سے باز رہے۔ ان سب امور کے باوجود چونکہ رار سے حوسط بھی اس موقع پر موائی جانی اسے مانا پڑی، اس لیے صدر اعظم محمد ناما پر یہ سب لکھا کہ اس نے رسوب لے کر اسی برم شرائط صلح منظور کر لی ہیں، اس لیے اسے دس ماہ بعد سرطرف کر دیا گیا۔ اس کی وجہ رسادہ سر ساہ چارلس کی مرید رسدہ دواناں تھی، کیونکہ اس عہد نامے سے اس کی آمدوں پر پانی بھر گیا تھا۔ حتم یہ ہے کہ آئندہ دس سال میں ساہ چارلس اکثر ناب عالی کو دوبارہ جنگ چھڑائے برالسانا رہا اور اس میں کچھ آسانی یوں پیدا ہو گئی کہ ساہ بشر عہد نامے کی شرائط کی تکمیل میں قاصر رہا۔ عرصہ زیادہ بر شاہ چارلس کی نو سنوں ہی کا سجدہ تھا کہ روس کے خلاف دس مریدہ جنگ کا اعلان ہوا (دسمبر ۱۷۱۱ء، نومبر ۱۷۱۲ء اور اپریل ۱۷۱۳ء)، اگرچہ جنگ روس کی جانب سے بعض مراعات مل جانے کی وجہ سے ہمیشہ ٹلتی ہی رہی؛ بشر اعظم سے حتی مصالحت ماہ جون ۱۷۱۳ء میں ہو سکی جب کہ ادرنہ میں ایک عہد نامے پر دستخط ہو گئے،

کوسس میں ناکام رہے، کوئی خاص اہم جنگ نہ ہوئی۔ نابِ عالی نے جلد ہی عارضی صلح کی تجاویز سنیں کیں، اور آخر کار ۲۱ جولائی ۱۷۱۸ء کو پاساروویتز (Passarowitz، Pažarevac، Pasarofča) کے مقام پر صلح بھی ہو گئی، جس کی رو سے بلغراد اور روسی علاقہ تب اور ولاچہ حورد نابِ عالی نے آئین کے حوالے کر دیے اور اسٹیریا اور افریٹش کی سرحدیں اور سوس پر ہرسگووینا (Hercegovina) کے جنوب مشرقی علاقے ویس نے ابِ عالی کے حوالے کر دیے اور اس کے بدلے اسے جریگو Cengo اور وہ مسیحک مقامات جو ویس والوں نے الیاس اور ولاچہ میں فتح کیے تھے دے دیے گئے۔ ایک تجارتی عہدنامہ بھی ہوا، جس کے تحت ویس اور آسٹریا کے تجارت کو بعض ایسی مراعات دی گئیں، جو انہیں پہلے حاصل نہ تھے۔

جس وزیر اعظم نے اس عہد سے کا اہتمام کیا وہ بھی احمد ثالث کے منظر، نظر لوگوں میں بھا، یعنی ہوسبرلی ابراہیم ناسا [رکناں]، جو سلطان کی تیرہ سالہ بیٹی فاطمہ سلطان سے سادی کے بعد داماد بن گیا۔ فاطمہ سلطان اس سے قبل صلاح دار کی منگنی بھی۔ احمد ثالث کے عہدِ حکومت کے نامی بارہ سال میں، جسے اس عہد کا دوسرا دور سمجھا جاسکتا ہے، ابراہیم دربار پر برابر حاوی رہا۔ سلطان احمد بعض اور فوجی لطمہ کا دلدادہ تھا اور ابراہیم کے ساتھ، جو اس کا ہم مدد تھا، اسے اس کا موقع مل گیا کہ اپنے یہ فوج پورے کرے اور ترکی معاصرے میں نئے طور طریقے رائج کرے۔ یہ ناب اسے جنگجو صلاح دار کے زمانہ وزارت میں حاصل نہ ہو سکی تھی۔ دیوسیرمہ کو سترھویں صدی میں تدریج ترک کر دینے کا سچہ یہ ہوا کہ اب بڑے بڑے سرکاری عہدے آزاد مسلمانوں کو ملنے لگے اور علوم و فنون کی ترقی میں ناظر طبقے کی

خود صلاح دار علی ناسا کے ہاتھ میں تھی اور جس کے ساتھ سلطان کا بحری دریا بھی کام کر رہا تھا، سارا صوبہ دوبارہ فتح کر لیا اور کوئی سخت لڑائی بھی نہ ہوئی۔ اندر بحری سڑے نے حرائر سوس، Aegina، اور جریگو Cengo پر قبضہ کر لیا اور سارا، رازا، Santa Maur، سودہ Sud اور (اقرباشر میں) سوناوینگ Spinalong کو فتح کر لیا، جو اس وقت تک ریاست ویس کے قبضے میں تھے۔ برابوں کی ان ذمہ داریاں سونڈھو د اور اس کے منظر نے کورفو Corfu اور دوسرے ویسٹی متروکات بھی، جو دالمیچہ Dalmatia میں تھیں، سلطان کے قبضے میں آجائیں گے اسٹیریا کو خوف پیدا ہوا، چنانچہ اپریل ۱۷۱۶ء میں سپہسالار اس سب سے ویس سے امداد نامی کا اب عہدنامہ کیا اور ساتھوں میں نابِ عالی کو اسی آخری شرائط پہنچ کر اعلانِ جنگ کا اعلان کر دیا۔ اس جنگ کی ابتداء سودان ناسا نے کورفو پر ناکہ حملے سے ہوئی اور اس کے بعد اگست کے مہینے میں یوحنا Eugene، حاکم سوائے Savoy نے سواروں کے قریب برابوں کے بڑے لشکر کو، جس کی قیادت صلاح دار علی ناسا خود کر رہا تھا، شکست دی اور وہ میدانِ جنگ میں نام ادا (اس نے بعد سے ہی یواریچ میں اس کا نام عہد علی ناسا لکھا جائے گا)۔ یوحنا نے اس فتح کے بعد تیمسوار (Temesvar، ٹیمسوار) کو مسخ کیا اور علامتِ تب اور ولاچہ حورد پر موسمِ حراں میں قبضہ کر لیا اور بعد ازاں ۱۷۱۷ء کے موسمِ سرما میں اس نے بلغراد کا محاصرہ کر لیا، جہاں ۱۶ اگست کو اسی فوج سے اس بڑی ترکی فوج کو، جو محاصرہ توڑنے آئی تھی، اس نے مکمل ہریم دی۔ یوں روز کے بعد بلغراد کی قلعہ گیر فوج نے ہتھیار دال دیے، جس کے بعد، اگرچہ آسٹریا والے ہوسہ پر چھا جانے کی

دلچسپی بڑھ گئی، لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ انتظامی اور فوجی کارکردگی میں کمی آ گئی۔ اس کے علاوہ محلّہ مار Phanar [استنبول کا ایک حصّہ] کے یونانی باشندوں نے دارالخلافت کی ماموریت میں پہلے سے بہت زیادہ رسوخ حاصل کر لیا اور انہوں نے مغرب کے ہم عصر افکار سے بھی واقفیت پیدا کر لی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہسارووتر کی صلح کے بعد کے بارہ برس میں شعر و سخن، موسیقی اور فنِ تعمیر کے مداخل میں حرب انگیز تبدیلی رونما ہو گئی اور یورپ کی مثال سے فائدہ اٹھانے کا ایک نیا رجحان پیدا ہو گیا۔ یہ مختصر زمانہ لالہ دوری، یعنی دورِ لالہ سے معروف ہے، کیونکہ چند سال تک لوگوں کو گل لالہ (tulips) کی کاشت کا حط ہو گیا تھا، اور اس دور کی دسواں پیرس روح کی نمائندگی شاعر ندیم [رکّ ناں] کا نہ مصرعہ کرنا ہے کہ ”آؤ ہسس، کھلیں اور اس دنیا کا لطف اٹھائیں“ [۔ ”گولہ لم اویسا یہ لم کام آلہ لم دیادں“]۔ اس دور میں مساحد اور مقروں کے مقابلے میں کوسک اور ناع زیادہ نائے جانے لگے اور ان کی تعمیر مغرب [و مشرق] سے درآمدہ نمونوں پر کی جاتی تھی۔ شاہ لوئی چہارم کے دربار سے وابستہ ایک سفر [محمد چلی] کو خاص ہدایات بھیجی گئیں کہ وہ فرانسیسی اداروں کا مطالعہ کرے اور ایسے اداروں کا پتا بنائے جو ترکوں کے معمد مطلب ہو سکے ہوں۔ ۱۷۲۴ء میں اس [سفر] کے نتیجے [سعید محمد امدی] نے ابراہیم متعرقہ کو استنبول میں پہلا مطبع قائم کرنے میں مدد دی، نابِ عالی نے فرانسیسی انجینئروں میں سے ایک فوجی انجینئر کو دعوت دی کہ مغربی اصولوں کے مطابق ترکی افواج کی اصلاح کی تحاویر تیار کرے اور ایک فرانسیسی نومسلم نے آگ بھانے والے دستے کی تنظیم کی (بولوسہ حیوں کا اوحا) اگرچہ فوجی

اصلاحات کا کوئی نتیجہ نہ نکلا، تاہم محکمہ بحریہ کا نظم و نسق درست کیا گیا اور پہلی مرتبہ سہ سالہ جنگی جہاز تعمیر ہونا شروع ہوئے۔ مرید مر آن بعض علماء نے مل کر کتابوں کا (عربی و فارسی) ترجمہ کرنے کے لیے ایک انجمن قائم کی [جیانیہ عقدالجمان فی تاریخ اہل الرمان، تاریخ عسی، روضۃ الصفا اور صحائف الاحبار کا ترجمہ اسی زمانے میں ہوا]۔ تعلیمی ضروریات کے پسِ نظر قلمی کتابوں کی سرآمد ممنوع قرار دے دی گئی اور کم از کم پانچ کتب خانے دارالخلافت میں قائم ہوئے جس میں سلطان کا اپنا کتاب خانہ ”اندرون ہمایوں کتب خانہ سی“ بھی شامل تھا۔ اس کتب خانے کا مہم [ساعت] ندیم کرد مقدر لگا گیا۔ کتب خانہ اور اُرد کے چسی ظروف کے کارخانے بھر جاری کئے گئے اور ایک ہسرا کارخانہ استنبول کی تکمیل سرائے میں قائم ہوا۔ ۱۷۲۲ء سے ۱۷۲۴ء تک قدیم یورپی زمانے کی فصلوں کی تربیت وسیع پیمانے پر ہوئی رہی اور دارالخلافت میں پانی کی مہم رسانی کے لیے ایک سد تیار ہوا، جس میں بلراد کے چشموں سے پانی پہنچایا جاتا تھا۔ اس عہد کی ان سب سے ممتاز تعمیراتی یادگاروں میں سے حو اب تک موجود ہیں ایک نو وہ مسجد ہے جو احمد ثالث نے اپنی والدہ کے نام سے اوسکودار (Scutari) میں تعمیر کرائی تھی اور دوسرے اس کا چشمہ، جو طوبہ فو سرائے کے باب ہمایوں کے باہر [آیا صوفیہ کے سامنے] ہے اور جس کا قطعہ تاریخ اس سے حود لکھا تھا [آج سملیلہ ایچ صوبی حان احمدہ ایلہ دعا (۱۶۱۱ھ) = ”سم اللہ کہہ کے کھول، پانی ہی اور حان احمد کو دعا دے“]۔

ابراہیم پاشا کی حکمت عملی یہ تھی کہ جنگ سے احتراز کیا جائے۔ اس کے باوجود دورِ لالہ میں

آگے چل کر نادر شاہ سا، نکال ناکر کیا اور اگلے ہی سال ترکوں کو شکست دے کر محصور کر دیا کہ وہ اپنے تمام مفتوحہ علاقے خالی کر دیں۔

اس ہریمت کا فتح یہ ہوا کہ استانبول میں عوام نے شورش مچا کر دی، جس کے دباوے میں ابراہیم اور سلطان دونوں پس و پیش کرتے رہے یہاں تک کہ موقع ہی ہاتھ سے نکل گیا۔ دارالاحلام کے مسلمان، جو پہلے ان ایرانی فتوحات کو پسندیدگی کی نظر سے نہ دیکھتے تھے، اب ان کے ہاتھ سے نکل جانے پر بگڑ گئے۔ ابراہیم پاشا مرید جنگ سے نجات کی فکر میں تھا، لیکن محض رائے عامہ کے دباو سے اس نے لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس کے علاوہ ایسی امریاء تواری کی وجہ سے، جس پر وہ اپنا عہدہ محفوظ رکھنے کی عرص سے عمل کر رہا تھا اور دوسرے ایسی مالی حکمت عملی کے باعث وہ پہلے ہی نامقبول ہو چکا تھا۔ فدا بہر پسند لوگ دربار میں فرنگیوں کے سے مسلمانہ طور طریق کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے اور عریب لوگ بھی ان ناموں سے ناراض تھے۔ ادھر فوجی اصلاحات کے منصوبے سے یکن چری فوج کو اندیشہ پیدا ہو گیا تھا، چنانچہ اس شورش کا سرکردہ ایک یکن چری ”ریس“ ہی تھا جو التابہ کا رہنے والا اور اس سے پہلے ”لیونڈ“ [نئے قاعدہ بحری سپاہی] تھا اور اس نے [قبّ بحریہ] وہ پتروں [Vice-admiral] حلیل کے نام سے مشہور تھا۔ یہ شخص [حکومت سے] ناراض دو عالموں کے زیر اثر اور کئی یکن چری سرداروں کی رصاصہ کی ساتھ کام کر رہا تھا۔ یہ شورش ۲۸ ستمبر ۱۷۳۰ء کو شروع ہوئی اور چند کھٹے میں ایک ادھورے طور پر مسلح گروہ، جو کئی ہزار نفوس پر مشتمل تھا، آب میدان میں جمع ہو گیا۔ اس وقت سلطان احمد اور ابراہیم پاشا دونوں اسکودار میں حصار میں تھے، لیکن جب

دولت عثمانیہ کو مغربی ایران کے ٹڑے ٹڑے علاقوں میں عارضی توسیع نصیب ہوئی۔ صوفیوں کے روال اور ان کے سلوک پر اعلیٰوں کی پورش سے، جس کے نتیجے میں ۱۱۳۵ھ/۱۷۲۲-۱۷۲۳ء میں ان کا افسہاں پر قبضہ ہو گیا، ملک بھر میں اتاری پیدا ہو گئی تھی، جس سے روس اور ناب عالی دونوں کو لالچ ہوا۔ ۱۱۳۵ھ/۱۷۲۲-۱۷۲۳ء میں برٹنوں نے تھیس پر قبضہ کر لیا اور روسوں کے اسی سال درسد اور ناکو کے علاقے ہتھما لے کر ۱۷۲۷ء میں لچھ عرصے تک ایسی تسدد گئی تھی کہ ترکوں اور روسوں کے درمیان جنگ چھڑنے چھڑنے رہ گئی، جس کے بعد انک اور عہدہ روس اور سلطان عثمانیہ کے درمیان طے ہو گیا۔ اس عہدہ کے شرائط کے بموجب تقسیم نوں ہوئی تھ درسد، ناکو اور گیلار۔ ساہ نیر کے پاس چھوڑ دیے گئے اور گرجستان (Georgia)، آریواں، سروان، آذربائیجان اور وہ تمام ایرانی علاقے جو خط اردل۔ ہمدان کے مغرب میں واقع ہیں، ترکوں کے پاس رہے۔ فی الواقع ترک فوجوں نے اس تمام وسیع علاقے پر قبضہ کر لیا اور ناب عالی نے اس میں کوئی دس ہائی ایالتیں قائم کیں۔ لیکن جب اپریل ۱۷۲۵ء میں اشرف افغان نے اپنے شاہ ہونے کا اعلان کیا تو اس نے ترکوں سے ان مفتوحہ علاقوں کو چھوڑ دیے کا مطالبہ کیا اور ناب عالی کے انکار پر آخر ماہ نومبر ۱۷۲۹ء میں اس نے احمد پاشا [رک ناکو] کو، جو ایران میں ترکی افواج کی قیادت کر رہا تھا، شکست دی؛ مگر ایک سال کے بعد اشرف کو محصور ہو کر صلح کرنا پڑی اور تمام مفتوحہ علاقوں پر سلطان کے قبضہ و اقتدار کو تسلیم کر لیا گیا، چنانچہ اس وقت سے لے کر ۱۷۳۰ء تک یہ تمام ممالک دولت عثمانیہ کا ایک حصہ رہے، لیکن ۱۷۲۹ء میں اشرف کو نادر نے، جو

مال گذارے وغیرہ بڑھا دی اور دوسری جانب سرکاری احراحاب میں کمی کر دی۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے وہ ایسے طور طریقے اختیار کرنا جس کی وجہ سے لوگ اس سے ناراض ہو گئے۔ احمد کو حرم شاہی سے بہت محبت تھی اور وہ اس کا بہت حال رکھتا تھا، لیکن اس نے اپنے بعض مشوروں کی طرح اس بات کی کبھی اجازت نہیں دی کہ حرم سرا کے لوگ امیر مملکت میں اثر انداز ہوں۔ اس نے پورے اکتیس چھپے بھیجے اور اس لیے اس کا عہد حکومت آنے دن کی تقاریب، یعنی بیٹوں کے حسوں اور بیٹوں کی شادیوں، کی وجہ سے مسمار ہے، جس کی بدولت اس عہد میں سرور و انبساط کی ایک مخصوص کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ [اس کے بیٹوں میں سے ایک، مصطفیٰ، عثمان ثالث کے بعد بادشاہ ہوا۔]

اس کے عہد حکومت کے چھوٹے چھوٹے واقعات میں حسب ذیل قابل ذکر ہیں: ۱۱۱۷ھ/۱۷۰۵ء میں مسیحی [آرک ناں] عربوں کی حوالی نصرہ میں معاویہ، اسی علاقے میں ۱۷۲۷ء - ۱۷۲۸ء کے قریب ایک اور عرب معاویہ کی سرکوبی، فقار کے بعض علاموں پر، جو بحرہ اسود کی سرحد پر واقع تھے، اس کے عہد حکومت کے آغاز میں برکی اقدار کی موت، ۱۷۰۸ء میں الجزائر کی افواج کا ہسپانیہ سے وهران Oran کا علاقہ چھپ لیا؛ یسوعی Jesuit فرقے کی تسلیم کی وجہ سے ارمینی "ملک" میں موانر فسادات (بالخصوص ۱۷۰۶ء - ۱۷۰۷ء اور ۱۷۲۷ء - ۱۷۲۸ء میں) اور مصر میں دو معاویہ (۱۷۱۲ء - ۱۷۱۳ء و ۱۷۲۷ء - ۱۷۲۸ء میں)؛ قریب Crimea کے حوایں میں سے یکے بعد دیگرے کئی نے اس دور کے واقعات میں بڑا حصہ لیا، بالخصوص روس کے خلاف جنگ کے دوراں میں اور حان دیولپ گبرائے سے تو خاص طور پر

شام کو انہیں اس شورش کا علم ہوا تو وہ رات کے وقت محل میں واپس آ گئے۔ دو دن ناعوں سے ناکام گفت و شنید کرنے میں گزر گئے۔ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ وزیر اعظم کے علاوہ مسیح الاسلام قبولان باسا، کاہنہ نے [مہتمم محل سلطانی] اور دوسرے سرکردہ مہتمم داروں کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔ آخر ۳۰ ستمبر کی رات کو سلطان نے یہ دیکھ کر کہ فوج میں سے کوئی بھی اس کا حامی و مددگار نہیں ہے، نہ مصلحہ نہ اپنے مسطور بطور کو قراں نہ دے؛ چنانچہ اس کی لاس مع قبولان باسا اور کاہنہ کی لائوں کے ناعوں کے پاس مسیح کے وقت پہنچ گئی۔ احمد خود اس شرط پر محبت سے دستبردار ہوئے سر راضی ہو گیا کہ اس کی اور اس کے بیٹوں کی جان بخشی ہوگی، چنانچہ یکم اکتوبر ۱۷۰۳ء - ۱۸/۱۰/۱۷۰۳ء کو اس کی جگہ اس کا بیٹا محمود اول [آرک ناں] محبت میں ہو گیا۔ احمد گویہ مسیحی کی حالت میں، حواس دس سے اس کی مسمت میں لکھی تھی، ۱۷۱۹ھ/۱۷۰۶ء میں فوت ہو گیا [اور یثیٰ حایع کے قبرستان میں مدفون ہوا]۔ احمد ثالث سیکل اور حویرو تھا۔ وہ ایک مہاجر خوش بوس، اساء بردار اور ساعر تھا۔ اگرچہ عام طور پر وہ نرم مزاج تھا، لیکن اگر کسی سے حائف ہو جانا یا کوئی اسے ناراض کر دینا تو اس کے ساتھ بہت بے رحمی کا سلوک کرنا تھا۔ اسے جنگ آزمائی کا بالکل شوق نہ تھا، جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جنگ پر روئے حرج ہوتا ہے اور وہ دولت کا بے حد شائق تھا اور حیرانہ جمع کرنے کی فکر میں رہتا تھا۔ لہو و لعب اور اظہار شان و سکوة سے اسے جو الف بھی وہ اس کے اس ملاں کے متناقص تھی؛ لیکن داماد ابراہیم باشا اس کی حرص دولت اور فضول حرجی دونوں کا انتظام اس طرح کیے رکھتا تھا کہ کہیں تو محصول اور

۱۸۳۷ء : ۱ : ۳۳۳ و ۲ : ۱۳۹ : (۱۲) ہامر ۔  
 ہرگ شمال، طبع اول، ۷۰ تا ۳۹۰ : (۱۳)  
 زینکسن Zinkeisen، ۱۸ تا ۶۳۸ : (۱۴) بورگا  
 Gesch a Ott. Reiches N Jorga، گوتھا، ۱۹۱۱ء :  
 Une Ambassade A Vandal (۱۵) : ۸۱۲ تا ۲۷۵  
 Française en Orient sous Louis XV، پیرس ۱۸۸۷ء :  
 (۱۶) The Ottoman Empire from M L Shay شے  
 1۷20 to 1734، اربانا Urbana ۱۹۳۷ء : (۱۷) سمیر  
 Peter the Great and the Ottoman B H Sumner  
 Empire، آکسفورڈ ۱۹۳۹ء، پساوویٹر کے عہدنامے کے  
 متعلق (۱۸) V Bianchi (تایید و سن) Istoria  
 relazione della pace di Posarowitz، پدوا Padua  
 ۱۷۱۹ء (۱۹) سورادونگیان G Nouradounghian  
 'Recueil d'actes internationaux de l'empire ottoman  
 پیرس ۱۸۹۷ء، ۱ تا ۶، ۶ تا ۲۱، ۲۱ تا ۲۲ : (۲۰) ہاؤٹوچ  
 D M Pavlovič (1718 g) Pošerevački mir، در  
 Novi Sad ۱۹۰۱ء، Letopis matice Srpske  
 شمارہ ۲۰، ص ۲۶ تا ۳۷ و شمارہ ۲۰۸، ص ۸۵ تا ۸۰  
 (۲۱) کرائٹزر Fr von Kraelitz Bericht über den  
 Zug des Gross-Botschafters Ibrahim Pascha nach  
 Wien (SBak، Wien im Jahre 1719، ۱۹۸ء ترکی  
 متی بھی اے ریو بے دوبارہ شائع کیا ہے در TOEM،  
 ۱۸۳۲/۱۹۱۶ء ص ۲۱۱ بعد) پتروہ حلیل کی معاہدہ  
 کے لیے ایک بڑا مآخذ عہدی امیدی [رک نان] کی تاریخ  
 ہے [قبیر آ، ب، بدیل مادہ، ناہید سڑی : ۱۲ شارل  
 تاریخی (ترجمہ ار وولٹر Voltaire، استانسول ۱۹۱۰ء  
 اور کوارب، ایوچ قرالی ۱۲ کارلگ حیاتی و معالیتی،  
 استانسول ۱۹۳۰ء]۔

(H. BOWEN)

\* احمد بن ابی خالد الاحول : الماموں کا

کاتب (سکرٹری)، حو شامی سئل سے بھا اور ابو عید اللہ  
 کے ایک کاتب کا بیٹا تھا۔ اس بے التماسکے سے اپنے

روس کے خلاف منصوبوں میں شاہ چارلس دوازدہم  
 کی بڑی مدد کی۔ آسٹریا کے ساتھ جنگ کے زمانے میں  
 جب فرانسس ر کوجیری Francis Rákóczy،  
 اداہ ٹراسلوسا، کو ہگری، آزادی کی کوئی  
 امید باقی نہ رہی تو اس نے ناب عالی کو امداد کی  
 پیشکش کی، چنانچہ ناب عالی نے اس کی یہ پیشکش  
 قبول کر لی، امکنی اس کی حمایت و امداد سے کوئی  
 اندیشہ نہ اٹھایا جاسکتا۔ کیونکہ وہ استانسول میں بعد از  
 وقت پہنچا۔ آخر میں ولاچہ کے پرنس Pruth کی ہم  
 میں حاکم Cantemur اور اس کے ساتھی ہوسودار  
 Hospodar کی سداوت کی بنا پر ۱۷۱۶ء کے بعد سے  
 فساری (Phanariote) یونانی ان رہا۔ سول کے وانی  
 مقرر ہوئے لگے۔

مآخذ (۱) محمد راشد، تاریخ، حصے کوچوک

چٹنی زادہ اسماعیل غاصم نے جاری رکھا، استانسول ۱۰۵۳ھ،  
 ج ۲ و ۳ (۲) صاری محمد پاسا نصاب الخوارزمی [و الامرا]  
 (طبع و ترجمہ، رائٹ Ottoman State- W L Wright،  
 craft، پریسٹن ۱۹۳۵ء) (۳) سید مصطفی نتائج الوقعات،  
 استانسول ۱۳۲۷ھ، ۳ : ۱۹ تا ۳۲، ۷۰ تا ۷۱ : (۴) احمد  
 ریو بے : مذکورہ تاریخ عثمانی، استانسول ۱۲۸۶ھ، ص ۲۲۱  
 ۲۳۶ : (۵) احمد ریو بے : اول ایکچی عصر محمد  
 عثمانی حیاتی، استانسول ۱۹۳۰ء، بالخصوص دساویز  
 ۶۳، ۶۸، ۸۱، ۸۷، ۸۸، ۹۰، ۹۸، ۱۲۱ تا ۱۲۴،  
 ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۳ : (۶) وہی مصنف، لالہ دؤری، استانسول  
 ۱۹۳۲ء (۷) محمد ثریا : سجل عثمانی، ۱ : ۱۶ تا ۱۷،  
 ۲۳ و ۲۴ : ۲۸، ۵۲۶ تا ۵۲۹ و ۵۶۸ تا ۵۶۹ : (۸)  
 محمد غالب شہید علی ہاشم، در TOEM، ۱ : ۱۳۷ : (۹)  
 کوارت A N. Kurat، ایوچ قرالی ۱۲ کارلگ ترکیہ دہ،  
 استانسول ۱۹۳۳ء : (۱۰) وہی مصنف : ہروت سمری و  
 باریشی، استانسول ۱۹۵۱ء، (۱۰) [انور صیا] کراں  
 E Z Karal، در آ، ت، بدیل مادہ احمد ثالث، (۱۱)  
 Letters . Lady Mary Wortley-Montague، لندن



سابقہ تعلقات سے فائدہ اٹھائے ہوئے الفصل بن سہل کے ہاں ملازمہ اختیار کر لی۔ در حقیقت برمکی پہلے ہی اس کے باپ کے مسموم احساں بھیے اور اس نے خود بھی یعنی کے مسموم ہونے کے بعد اس کی مدد لی تھی۔ ظاہر بعداد پر فہمہ ہونے سے بھی پہلے وہ حراساں گیا تھا اور ایک سفارسی خط کے ذریعے، جو یعنی نے اسے اسی موت سے پہلے دیا تھا، مرو کے کئی دیوان [مجموعے] اس کی تحویل میں دے دیے گئے تھے۔ امامہ المأمون کے عراق میں واپس آنے کے بعد امامہ بن انس کی باند و حمایت سے فائدہ اٹھا کر اس نے الحسن بن سہل کو حکومت کے نظم و اسق میں مدد دی اور بعد میں اسی کی حکم مقرر ہو گیا۔ اس کی دیانت داری سکوت بھی، کیونکہ وہ آسانی سے لالچ میں آ جاتا تھا۔ وہ حرص پر اور اپنے مایہوں سے سددہ رہنے میں بدنام تھا۔ ناوجود ان سب باتوں کے وہ بڑے دم نک (۸۲۶/۵۲۱ - ۸۲۷) المأمون کا دست راست بنا رہا، اگرچہ بھی نے ساتھ نہ کہا مجال ہے کہ وہ مدد وزارت تک پہنچا یا نہیں، مگر حال اس میں شبہ نہیں کہ اس کی قابلیت ہی کی وجہ سے المأمون نے اس کی حاسوں سے واپس ہونے کے ناوجود اسے اپنی ملازمہ میں برقرار رکھا۔

اس نے ۸۲۰/۵۲۱ کی ساسی سار نار میں اہم حصہ لیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ظاہر بن الحسن، جو اس وقت بعداد کا والی تھا، عساں بن عتاد کی حکم حراساں کا والی مقرر ہو گیا۔ جب ۸۲۲/۵۲۲ میں ظاہر نے اپنی خود مختاری جانا شروع کی تو المأمون نے اپنے کاتب کو حکم دیا کہ فوراً حراساں پہنچے اور والی مذکور کو، جس کی وفاداری کے متعلق اس نے پوری دہ داری لی تھی، بعداد لے آئے۔ احمد کو بڑی مشکل سے صرف چوبیس گھنٹے کی مہلت مل سکی اور کہا جاتا ہے کہ

اس کی دہانگی سے پہلے ہی ظاہر کی موت کی خبر شہر میں پہنچ گئی۔ جیسا کہ بعض مؤرخین نے نکلا ہے، ان سب باتوں سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ اس کی اچانک موت میں احمد کا بھی ہاتھ تھا۔ اس نے ظاہر کی حکم اس کے بیٹے طلحہ کو حراساں کا والی مقرر کرا لیا، لیکن المأمون نے احمد کو بھی حراساں بھیج دیا تا کہ وہ طلحہ کی مدد کرے، بلکہ یہ کہا زیادہ صحیح ہوگا کہ اس پر نگرانی رکھے۔ کاتب، جسے فوجی اختیارات بھی مسموم ہوئے تھے، اس موقع پر ساوراء السمر نک جا پہنچا اور اس نے اسروسہ بھی فتح کر لیا۔ المأمون نے چیچا ابراہم بن المہدی کو، جس نے بخت کا سوی کیا تھا اور لٹی سال نک حلیفہ کی پولس [سرطہ] سے پوشیدہ رہنے میں کامیاب رہا تھا، معافی دلانے میں بھی احمد نے اپنے رجوع سے کام لیا۔

مأخذ: (۱) البلاذری، فتوح البلدان، ص ۳۰ و ۳۱،

(۲) ابن طیمور و یعقوبی، ح ۲ و الطبری، ح ۳، اشاریہ (۳)

الغیشیاری، اشاریہ و RAAD [مجله المجمع العلمی العربی

دمشق]، ۱۸، ۳۳، (۴) السعودی، تنبیہ، ص ۳۰۱ تا

۳۰۲؛ (۵) الأغانی، مہارس؛ (۶) شہبشتی، دیارات (طبع

عقاد)، ص ۹۷ تا ۹۸ (قب روتھشٹائن G. Rothstein، در

Festschrift Th Nöldeke، ۱ : ۱۰۵ تا ۱۰۷) (۷)

التوحی: بشوار، ۱ : ۲۱۱ تا ۲۱۵، (۸) التوحی: الفرج

بعد الشدة، قاہرہ ۱۹۳۸، ۱ : ۷۴ تا ۷۵ و ۷۶ (قب

سورڈل D. Sourdel، در Mélanges Massignon؛ (۹)

ابن الأثیر، ح ۶، اشاریہ (۱۰) ابن حلیک، قاہرہ ۱۹۳۸،

۲ : ۲۰۵۔ (سورڈل D. Sourdel)

(سید) احمد شہید: دیکھیے احمد بریلوی۔

احمد بن ابی بکر: دیکھیے (آل) محتاج۔

احمد بن ابی دؤاد: ابو عبد اللہ، معتزلی قاصی،

جو نصرے میں پیدا ہوا (نواح ۵۱۶/۷۷۷-۷۷۸)۔

کچھ تو ابی قابلب کے بل بوتے پر اور کچھ



Gesh. d. Chaltfen ۲ : ۲۶۱ بعد.

(CH. PALLAT و K V ZETTERSTÉEN)

احمد بن ابی طاہر طیفقور : دیکھے اس

ابی طاہر.

احمد بن اذریس : مرا کس کے سرب اور

صوفی، حو عبدالعزیز الدناع نابی سلسلہ حضریہ کے مرید تھے۔ آپ نے حو۔ بھی تصوف کا ایک سلسلہ ادریسہ کے نام سے عسیر میں قائم کیا، جہاں ۱۸۲۳ء میں آپ نے طبرستہ سوسے کے نابی کو اپنے مریدوں میں داخل کیا۔ آپ کی وفات صیبا (عسہ) میں ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء میں ہوئی۔ آپ سے ایک قسم کی سم مدھی اور سم فوحی رہا ہے قائم کی، جس کے آخری دو حکمران آپ کے بیٹے سعد محمد بن علی بن محمد بن احمد (۱۸۹۲ء / ۱۹۲۳ء) اور موحد الد در کے بیٹے علی (۱۹۲۳ء سے) تھے۔ احرار علی شو محورا سعودی عرب کی سادات اور حاکمات قبول کرنا پڑی۔ یہ عہدناہہ موسیٰ پشوا احمد سرب (دیکھو ادریسہ) سے طے کرایا تھا۔

سلسلہ ادریسہ کے لوگ آج کل ساحل اطالوی شمالی لسنہ (مرسہ Merca) اور حوبی سراری ٹبریا کے سو عامر (حیمہ) کے درمیان اور علا (Gallas) میں (جہاں اس سلسلے کے مبلغ نور حسین کا بڑا احترام کیا جاتا ہے) بکثرت پائے جاتے ہیں۔ سلسلہ ادریسہ کے سلسلہ حضریہ کی دوسری جماعتوں بالخصوص سوڈان کے سلسلہ مرغابہ سے برادرانہ تعلقات قائم ہیں۔

مآخذ: (۱) اؤراد، احراب و رسائل، طبع لیتھو

قاہرہ ۱۳۱۸ھ: (۲) نالینو Scritti. Nallino ۲ : ۲۸۷

بعد، ۳۹۷ بعد اور بالخصوص ۴۰۳ تا ۴۰۷ (۳)

Annuaire du Monde Musulman، طبع چہارم، ۱۹۵۴ء،

ص ۲۷، ۲۸۰، ۳۸۵، ۳۸۷، ۳۹۲ تا ۳۹۳ (۴)

عبدالواسع بن یحییٰ الواسعی البیانی: تاریخ الیم، قاہرہ

۱۳۳۶ھ، ص ۳۳۸ تا ۳۴۳.

(L. MASSIGNON ماسینون)

\* احمد بن حابط: (یہ کہ حابط، اس مقام کے

اعتبار سے حو العسقلانی ہے اسے انجادی ترتیب میں دیا ہے)، ایک عالم دیں، جس کا شمار معتزلہ میں ہوتا ہے۔ وہ الطّام [رک نان] کے ملامدہ میں سے بالخصوص الفصل الحدیث کا استاد تھا۔ اس کی زندگی کے متعلق ہمیں کچھ علم نہیں، البتہ اس کی بعض بدعات جس حروی طور پر معلوم ہیں۔ اس کا مذہب، جو ۲۳۲/۸۳۶ - ۸۴۷ء سے پہلے کا وضع کردہ ہے، معتزلہ کی تعلیمات سے ل دو سادی عقیدوں میں مختلف معلوم ہونا ہے جو ایسے مذاہب سے لئے گئے ہیں جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، بسکی جس کی تصدیق اس حابط کی نظر میں قرآن سے ہوئی ہے۔

(۱) قرآن پاک کی سورہ ۹ [الرعب]: ۲۲ (۲۳)، [تخسر فتادی] قَالَ آتَا رَسُولُ اللَّهِ [نقرہ]: ۲۱۰ (۲۰۶) [هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ طُلُفٍ مِنَ الْعَمَامِ وَالْمَلِيكَةِ. قُضِيَ الْأَمْرُ الْحَقُّ] اور [المائدہ]: آیہ ۱۱۰ [وَإِذْ عَلَّمْنَاكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالسُّورَةَ الْأَنْجِلَ وَإِذْ نَخْلُفُ مِنَ الطُّبَى كَهَيْفَةِ الطَّيْرِ يَأْتِي قَسَمٌ بِهَا فَتَكُونُ طَرًا يَأْتِي الْحَقُّ] سے وہ حصر عسی کی الوہب کا نبوت فراہم کرتا ہے ور اس سے تاریخ الحاد لکھے والے یہ معنی لیتے ہیں کہ اس کے نزدیک دنیا کے دو حالی ہیں، یعنی اللہ [نعا] اور [حصر] مسیح [۳]۔

(۲) وہ "کرور" یا مسیح ارواح کا قائل ہے، حو روح کل (Universal Spirit) سے ایسی شکلوں میں حو اُن کی گزشتہ زندگی کے مک [یا بد] کاموں کے مطابق حو بر یا بدر ہوں گی سکتی ہیں۔ اس نظریے کی رو سے پانچ محلوں کا وجود مانا پڑتا ہے: ایک مقام ملعونہ (دورج): ایک مقام

ص ۳۴۰؛ (۶) المقریری: حطّط، ۸۱۲۷، ۲: ۳۴۷؛

(۷) د ساسی Druzes S de Sacy، ص xlii بعد؛ (۸)

اس بحر العسقلانی: لسان المیران، ۱: ۱۴۸.

(CH PELLAT)

\* احمد<sup>(۱)</sup> بن حنبل، "امام بغداد"، مشہور و

معروف عالم دین، فقہ اور محدث (۱۶۴ تا ۲۴۱ھ /

۸۰ تا ۸۵۵)، آپ اسلام کی نہایت اولو اعظم شخصوں

میں سے تھے اور اسلام کے تاریخی ارباب اور حدید

احباب، آپ کا گہرا اثر پڑا ہے۔ آپ اہل سب کے

چار مذاہب میں سے مذہب حنبلی کے بانی ہیں

اور اپنے شاگرد امام شافعی<sup>(۲)</sup> [رک ناں] کے درجے

وہامت کے مورب اعلیٰ، اور کسی حد تک سنیہ کی

مداہم پسندانہ اصلاحی تحریک کے بھی محرک ہیں.

۱۔ سوانح حباب: احمد بن حنبل سلا عرب

اور ربیعہ کی ایک ساح نوسٹان میں سے تھے،

جہوں نے غراں اور حراسان کی صبح میں سرگرمی سے

حصہ لیا تھا۔ ان کے خاندان کی سکونت پہلے نصرے

میں تھی، لیکن آپ کے دادا حنبل بن ہلال کے زمانے

میں، حو بی امہ کی طرف سے سرحد کے والی اور

عاسیوں کے اندائی حاسوں میں سے تھے، یہ

خاندان شہر مرو میں چلا گیا تھا۔ آپ ماہ

ربیع الثانی ۱۶۴ھ / دسمبر ۷۸۰ء میں اپنے والد

محمد بن حنبل کے، حو حراسانی فوج میں ملازم تھے،

بغداد منتقل ہوئے کے چند ماہ بعد پیدا ہوئے۔

بغداد آنے کے کوئی تین سال بعد ان کے والد کا

انتقال ہو گیا۔ ماہم آپ کو ایک چھوٹی سی خاندانی

حاکم ورثے میں ملی، جس سے آپ ایک سادہ مگر

آزادانہ زندگی بسر کر سکتے تھے۔ بغداد میں علم

لعب، فقہ اور حدیث کی تعلیم پانے کے بعد انہوں نے

۱۶۷ھ / ۷۹۰ء سے اپنے آپ کو علم حدیث کے

مطالعے کے لیے وقف کر دیا اور اس سلسلے میں

العرا، حجاز، یمن اور شام کے سفر کیے، مگر

آبادی (بہ دنیا)، دو مقامات پر اے مکاتب اصافی

اور آخر کار، مہش، حباب [انداء میں] ارواح کی

تخلیق ہوئی تھی۔ ارشاد قرآسی ۷ [انراب]

[۷۶] [وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَذَّبْنَ وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا]

وَلَيْكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ] . . .

[سوسس] . . . [۹۴] . . . لَيْكَلْ أَتَىٰ أَهْلُ

حَاةَ النَّارِ فَمَا شَاءَ لَوْ سَاعَهُ وَ لَا يَسْتَعِدُّونَ] و

[التخلیل] . . . [۹۴] [وَلَوْ سَاعَهُ لَوْ سَاعَهُ]

النَّارِ يَطْلُبُونَ مَا رَكَّ سَبْعًا مِنْ دَانِهِ الْكَبْرُ حَجْرَهُمْ

إِلَىٰ أَهْلِ النَّارِ فَأَحْبَبَهُمْ لَأَنَّهُمْ حَرُونَ

سَاعَهُ وَ لَا يَسْتَعِدُّونَ] کے مطابق اسی ارواح میں

سکی نا دی ۵ 'ہالہ سریر جو چکا ہے' آخر کار

مہش - دوزخ میں جائیں گی - اس لحاظ، حو

حواب کے صاحب ارواح کا بھی قائل ہے، اس

مطبی سچے کو قبول کرنے پر مجبور ہے کہ

حواب ہی "مکلف" ہیں اور اپنی انفرادی

دمہ داری رکھتے ہیں اور یہ اسی صورت میں

حائر ہو سکتا ہے کہ ان کی تعلیم کے انے بھی

پہلے ہی تھے۔ چنانچہ اس عمدے کی دلیل

وہ ۶ [الانعام]: ۸۰ [وَمَا مِنْ دَانِهِ فِي الْأَرْضِ]

وَلَا ظَئِرٍ يَفْتَرُ بِحَسَابِهِ إِلَّا أَنْتُمْ مَثَلُكُمْ] . . .

[التخلیل] ۶۸ [وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ]

فَاتَّبَعْنِي سَبَلَ رَبِّكَ دَلَالًا] اور ۳۰ [فاطر]:

۲۴ [وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرًا] کی

سماہ پر بیش کرنا ہے۔ قدرتی طور پر مؤرخین

العاد نے اس عالم پر بڑی بڑی نکتہ چینی کی ہے

اور وہ ایسے مسلمان کا نام دیا بھی پسند نہیں کرتے.

مآخذ: (۱) الحافظ: کتاب العیوان، طبع دوم، ۴

۲۸۸ ۲۹۳ بعد و ۲۴۴ (۲) الشہرستانی: بیل

(طبع Cureton)، ص ۴۲ بعد (ترجمہ از Haarbrücker، ۱۰

۶۱ بعد؛ (۳) ابن خرم: فصل، ۴: ۱۹۷ بعد؛ (۴)

العدادی: فرق، ص ۲۶۰؛ (۵) ایچی: [مواقف] (Strabo)

اور دستانِ حجار کی مرہوں میں ہے۔ بعض اوقات انہیں محض امام شافعی<sup>(۲۱)</sup> کا شاگرد تصور کیا جاتا ہے، مگر یہ رائے درست نہیں۔ آپ امام شافعی<sup>(۲۲)</sup> کی تہی تعلیم سے کم سے کم حروی طور پر واقف تھے، لیکن ان سے آپ کی ملاقات بظاہر صرف ایک ہی مرتبہ ۱۹۵ھ میں بغداد میں ہوئی تھی (البدایہ، ۱۰: ۲۵۱ تا ۲۵۶، ۲۵۵ تا ۲۶۰)۔

المأمون نے اپنے عہد حکومت کے اواخر میں بشر العریسی کے رتبہ اور سرکاری طور پر معتزلہ [رک نان] کی حمایت کرنے کی حکمت عملی اختیار کر لی اور احمد<sup>(۲۳)</sup> ن حنبل کے دورِ محضر و اسلاف کا آغار ہوا جس کی وجہ سے آپ کو آگے چل کر ایک بڑی سہولت حاصل ہوئی والی بھی (دیکھیے مادہ المأمون اور المحدث)۔ اس حنبل<sup>(۲۴)</sup> نے حنبل قرآن کے عمدے کو قبول کرنے سے سختی سے انکار کر دیا، جو کہ راسخ اسلامی عمدے کے خلاف تھا۔ جب المأمون کو، جو اس زمانے میں طرسوس میں مقیم تھا، اس کا علم ہوا تو اس نے حکم دیا کہ اس حنبل<sup>(۲۵)</sup> اور انک اور معتزلہ محمد بن یوح کو اس کے پاس بھیج دیا جائے؛ چنانچہ ان دونوں کو نا ترجیح کر کے روانہ کر دیا گیا، لیکن رقبہ سے کوچ کرنے کے بھوڑے ہی عرصے بعد انہیں حلقہ کے قوب ہونے کی خبر ملی، اس لیے ان دونوں کو بغداد واپس بھیج دیا گیا۔ اس یوح بن اسی سفر میں انتقال کر گئے اور اس حنبل<sup>(۲۶)</sup> کو بغداد پہنچنے پر پہلے یاسیریہ میں قید کر دیا گیا، پھر دارِ عمارہ کے ایک مکان میں اور آخر کار درث الموصلی کے عام قندحانے میں (سابق، ص ۳۰۸ تا ۳۱۷؛ ترجمہ ص ۳۰ تا ۵۶؛ البدایہ، ۱۰: ۲۷۲ تا ۲۸۰)۔

اگرچہ بیا حلقہ المعتصم چاہتا تھا کہ احتساب کو سد کر دے، لیکن کہتے ہیں کہ معتزلی قاصی احمد بن ابی داؤد نے اسے یہ مشورہ دیا کہ جو موقف

ایران، خراسان اور مغرب کے دور دراز ممالک تک سفر کرنے کی روایں محض افسانہ اور ناقابلِ اعشاء ہیں۔ ۱۸۳ھ میں آپ کو روئے گئے تھے۔ مگر آپ کا زیادہ تر قیام نصرے ہی میں رہا، جہاں آپ پہلے ۱۸۶ھ میں اور بعد ازاں ۹۰ھ، ۱۹۳ھ میں اور پھر ۲۰ھ میں گئے تھے۔ اب مکہ [مکرمہ] اس سے بھی زیادہ مرتبہ گئے تھے، چنانچہ اب نے تابع دفعہ مریضہ حج ادا کیا، یعنی ۱۸۷ھ، ۱۹۱ھ، ۱۹۶ھ، ۱۹۷ھ، ۱۹۸ھ (جس کے بعد آب مدینہ [مبوروہ] میں عرب نسبی [بحاورہ] سے مشرف ہوئے)۔ پھر ۱۹۸ھ میں حج کر کے دوبارہ بحاورہ روضہ رسول<sup>(۲۷)</sup> کا سرف حاصل کیا اور وہاں ۱۹۹ھ تک رہے۔ اس کے بعد آپ عبدالرزاق محدث کی ملاقات کے لیے صنعاء گئے (سابق، ص ۲۲ تا ۲۳؛ ترجمہ، ص ۱۳ تا ۲۴)۔

آپ نے حدیث اور فقہ کی تحصیل بہت سے اسانہ سے کی، جن کے اسمائے گزشتہ محسوط ہیں (سابق، ص ۳۳ تا ۳۶؛ ترجمہ، ص ۱۳ تا ۲۴)۔ بغداد میں آپ قاضی ابو یوسف [رک نان] (م ۱۸۰ھ/۷۹۸ء) کے درس میں بھی سربیک ہوئے، لیکن آپ پر ان کی تعلیمات کا کچھ زیادہ گہرا اثر نہ پڑا۔ آپ باقاعدگی کے ساتھ ہر سہم بن سہر کے درس میں، جو ابراہیم الشافعی کے شاگرد تھے، ۱۷۹ھ سے لے کر ۱۸۳ھ تک سربیک رہے (سابق، ص ۵۲؛ البدایہ، ۱۰: ۱۸۳ تا ۱۸۴)۔ اس کے بعد آپ کے بڑے استاد سفیان بن عثیم (م [رحم] ۱۹۸ھ/۷۹۸ء) [فروزی] (۸۱۴ء) رہے، جو دستانِ حجار کے سب سے بڑے مستند عالم تھے۔ آپ کے دوسرے مہار اسانہ میں سے نصرے کے عبدالرحمن بن مہدی (م ۱۹۸ھ/۸۱۳-۸۱۴ء) اور کوئے کے واقع بن العراج (م [دوالجہ] ۱۹۷ھ/ [اگست] ۸۱۳ء) تھے، لیکن حسا کہ اس تیمیہ<sup>(۲۸)</sup> نے لکھا ہے (مساح السنہ، ۴: ۱۴۳) علم فقہ میں آپ کی تعلیم و تربیت زیادہ تر اہل حدیث

سرکاری طور پر اختیار کیا جا چکا ہے اسے ترک کر دینا حکومت کے لیے ناعبِ خطر ہے۔ چنانچہ اس حوالہ<sup>۱۴۱</sup> کو حلقہ کے حضور سس بھیجے گا حکم دیا گیا (رمضان ۵۱۹ھ)۔ اب بھی آپ نے حلقہ قرآن کے عقدے کو بول کرے سے قطعی طور پر انکار کر دیا۔ اس پر آپ، اگر بہت ہی طرح رد و کوب کیا گیا، لہٰذا مجموعی طور پر ٹوٹی دو سال تک مد میں رہے کے بعد آپ کو گھر جانے کی اجازت دے دی گئی۔ المدینہ کے پورے پندرہ حکومت میں آپ ٹرسٹ میں رہے اور حدیث کا درس دیتے سے اجتناب کیا رہے تھے۔ (الوافی کی صحت مدنی کے موقع پر) یعنی (۶۲۲ھ / ۸۸۰ھ) سے آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کرنے کی دوبارہ توسیع کی، لیکن پھر اسے حد ہی موقوف کرنا بہتر خیال دیا۔ گو حکومت کی جانب سے کوئی حکم اسماعیلی جاری نہیں ہوا تھا، مگر درجہ تھا کہ انہیں سرکاری فاضل کی جانب سے اب پھر هدفِ حور نہ بنا لیے جائیں۔ اُنہیں آپ کی حلقہ سسی جاری رہی بلکہ (آپ نے ان سے) بعض اوقات آپ کو اپنے دسموں سے تحفے کے لیے روپوس بھی ہونا پڑتا تھا (مساب، ص ۳۸۸ تا ۳۸۹)۔

۵۲۳ھ / ۸۸۴ھ میں حلقہ المتوکل کی بحال سسی کے بعد سنی مذہب (سرکاری طور پر) دوبارہ احسان بر لیا گیا تو اس حیل پر بھی اسے درس و تدریس کا سلسلہ پھر جاری کر دیا! ناہم ان محدثین میں آپ کا نام نہیں آتا جنہیں ۵۲۳ھ میں حلقہ نے فرقہ ختمیہ اور معرلہ (مساب، ص ۳۵۶) کی تردید کے لیے نامزد کیا تھا۔ حور و شدد کے زمانے کی سربراہانہ حصص اب غائب ہو چکی تھیں، اس وجہ سے اب حلقہ اور آزاد منشی امام احمد<sup>۱۴۲</sup> بن حنبل کے درمیان راہ و رسم کی سسل نکل آئی۔ احمد بن ابی دؤاد کو ۵۲۳ھ / ۸۸۴ھ میں اسے

عہدے سے برطرف کر دیا گیا اور بعض روایات سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ احمد اس ابی دؤاد کی جگہ اس اکتھم کے نقر کی سفارش بھی آپ ہی نے کی تھی (البدایہ، ۱: ۳۱۰ تا ۳۱۶ و ۳۱۹ تا ۳۲۹)۔ دربارِ خلافت میں ہمچے کی پہلی کوشش تو ناکام رہی، اگرچہ اس کی ترویج اور اسات پوری طرح معلوم نہیں (مساب، ص ۳۵۹ تا ۳۶۲)، لیکن ۵۲۳ھ میں آپ کو حلقہ المتوکل نے سامرا میں طلب کیا۔ اسانا معلوم ہوتا ہے کہ حلقہ کا مشا یہ تھا کہ اب بوجوان سہراہ المعز کو حدیث پڑھائیں اور نہ بات بھی فرض کی جائے۔ مگر یہ کہ حلقہ اس مشہور عالمِ دین سے سب کی بحالی کے سلسلے میں کام لے کر خواہش مند تھا۔ سامرا کے اس سفر میں آپ کو مسامحت و مفاہمت کے کسی خطرے کے بغیر دربار کے سربراہانہ کوکوں سے بھی ملنے کا موقع ملا۔ جو نبات محفوظ رہ گئے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سامرا پہنچنے پر حاجب و صیف نے آپ کی بری ڈھک کی اور اساح کے برداف محل میں اتارا، ترب سے بخائف اور غطاب پس کیے اور سہراہ المعز کے حضور میں تاربات کرایا، لیکن احقرار آپ کی ادبی ہی درخواست پر آپ کی عمر اور صحت کے بس نظر آپ کو کسی خاص ذمہ داری کے لیے سے معاف کر دیا گیا۔ نچھ عرصے یہاں تمام کرنے کے بعد آپ حلقہ سے ملاقات کیے بعد بغداد چلے آئے (مساب، ص ۳۷۲ تا ۳۷۸، ترجمہ ص ۵۸ تا ۵۹، البدایہ، ۱: ۳۱۴، ۳۱۶، ۳۳۷ تا ۳۴۰)۔

امام احمد<sup>۱۴۳</sup> بن حنبل کا انتقال مختصر سی علالت کے بعد ربیع الاول ۵۲۴ھ / جولائی ۸۸۵ھ میں ہوا۔ آپ نے ۵۷ برس کی عمر پائی اور سہیدوں کے قبرستان (مقابر الشهداء) میں حزبِ درواری کے قریب دفن ہوئے۔ آپ کے حارے کی تعمیرات سے،

کے بعد ان کے مرار کی طرف منتقل ہو گئی (طبقات ۱ : ۱۸۰ تا ۱۸۸)۔ دونوں بٹے اپنے والد کی علمی زندگی سے نہایت قریبی تعلق رکھتے تھے اور یہی دونوں اس مجموعی عمارت کے بڑے معماروں میں ہیں جسے ”حسلی مذهب“ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۲۔ نصابہف : امام حنبل کی مشہور و معروف کتابوں میں سے وہ مجموعہ احادیث ہے جسے مسند کہتے ہیں (طبع اول قاہرہ ۱۳۱۱ھ [۱۹۱۳ھ]؛ طبع جدید، ار احمد شاہ کر، حس کی اشاعت ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۸ء) سے جاری ہے۔ گو امام موصوف اس کتاب کو غیر معمولی اہمیت دیتے تھے، لیکن اصل میں آپ کے بٹے عبداللہ نے اس کتاب کے کثیر مواد کو جمع کیا۔ اسے مسانید کے تحت جمع کیا اور اس میں خود بھی کچھ اضافے کیے۔ عبداللہ کے بعد اسی شاگرد ابوبکر القطیعی نے اسی مدونہ نسخے میں کچھ اور اضافے کر کے اسے آگے منقل کیا۔ اس عظیم الشان مجموعے میں احادیث کو نصابہف کے اعشار سے ترتیب نہیں دیا گیا جیسا کہ صحیح بخاری یا صحیح مسلم کی ترتیب ہے، بلکہ انہیں سب سے پہلے راوی کے نام کے تحت جمع کیا گیا ہے۔ اس اعشار سے اس کتاب میں کئی مخصوص مسند [احادیث] پہلو بہ پہلو موجود ہیں اور [حضرت] ابوبکر [رضی اللہ عنہ]، [حضرت] عمر [رضی اللہ عنہ]، [حضرت] عثمان [رضی اللہ عنہ]، [حضرت] علی [رضی اللہ عنہ] اور دیگر اصحاب کبار [رضوان اللہ تعالیٰ علیہم] کی طرف مسند [حدیثیں] اور آخر میں انصار، اہل مکہ، اہل مدینہ، اہل البان کوفہ، نصرہ اور شام کی طرف مسند احادیث مندرج ہیں [عبدالمنان عمر نے قصبی ابواب کی ترتیب سے اسے از سر نو مرتب و مدون کیا ہے، جس سے یہ بوری ”مسند“ ”جامع“ کی شکل میں آ گئی ہے۔ معطلوہ مرتبہ کے پاس ہے]۔

اسانید کی ترتیب سے علمی دیانت کا ثبوت ملتا ہے، لیکس وہ لوگ جنہیں یہ احادیث

جو کسی حد تک افسانے کا رنگ رکھتی ہیں، یہ بات ضرور واضح ہوتی ہے کہ آپ کے متعلق عوام کے دل میں درحقیقت محبت کے مخلصانہ جذبات تھے، چنانچہ آپ کے مقررے پر جوش عصب کے ایسے مظاہرے ہوئے کہ مقامی حکام کو درسوں کی حفاظت کے لیے پہرا لگانا پڑا (نصابہف، ص ۹ تا ۱۸، ترجمہ ص ۷۷ تا ۸۲: البدانہ، ۱۰ : ۳۴۰ تا ۳۴۳)۔ بعد ازاں آپ کا مقررہ ایک سب سے بڑی زیارت گاہ بن گیا۔ ۵۷۳ھ / ۱۱۷۹ء میں حلقہ المستصفی نے اس پر ایک کتبہ لگوا دیا، جس میں اس یگانہ روزگار مجدد کو سب کے ورد و نثاروں کا نامی کے طور پر بہت سراہا گیا (البدانہ، ۱۲ : ۲)۔ انھوں نے صدی ہجری / چودھویں صدی میلادی میں دریائے دجلہ کے ایک سیلاب میں یہ مقررہ نہہ لٹا (الستریج Baghdad Le Strange، ص ۱۶۶)۔

آپ کی دو مکوحہ سونوں کے نطن سے ایک ایک لڑکا (صالح اور عبداللہ) پیدا ہوا اور ایک لونڈی کے نطن سے بھی چھ بچے پیدا ہوئے، جن کے بارے میں اس کے سوا کچھ معلوم نہیں (نصابہف ص ۲۹۸ تا ۳۰۶)۔ صالح ۵۲۰۳ھ / ۸۱۸-۵۸۱۹ء میں بعد ازاں میں پیدا ہوئے اور ۵۲۶۶ھ / ۸۷۹-۵۸۸۰ء میں اصمہاں میں فوت ہوئے، حکم وہ وہاں کے قاضی تھے۔ آپ کی قصبی تعلیمات کا بہت سا حصہ انہیں کے درجے منقول ہوا ہے (طبقات، ۱ : ۱۷۳ تا ۱۷۶)۔ عبداللہ (ولادت ۵۲۱۳ھ / ۸۲۸ء) کو زیادہ تر دلچسپی علم حدیث سے تھی اور آپ کے ادبی کام کا بیشتر حصہ انہیں کے واسطے سے ہم تک پہنچا ہے۔ عبداللہ کا انتقال ۵۲۹ھ / ۶۰۳ء میں بعد ازاں میں ہوا اور وہ قریش کے قبرستان میں دفن ہوئے، چنانچہ جو عقیدت اور ارادت ملی عوام کو آپ کے والد کے مرار سے تھی وہ اس کے سیلاب میں نہہ جانے

حفظ نہ ہوں اس تربیت کی وجہ سے نہ مشکل اس کتاب سے کام لے سکے تھے، پہنچے بعض اوقات اس کی ترتیب کو بدلا گیا۔ محدث ابن اثیر نے ۱۱ ویں کتاب فی جمع الاسماء العسرة میں حروف اعداد کے اعداد سے صحاح کی ان احادیث کو مرتب کیا ہے جو ابن حبان (۲۱) کی مسند، صحاح ستہ اور الطبرانی کی معجم اور تراز اور ابو یعلیٰ الموصلی کی مسندوں میں آئی ہیں (سندرات ۶، ۲۳۱)۔ پھر ان رتبوں (۸۸۳/۳۳۳، ۳۳۳/۶۱۳، ۶۱۳/۲) : ۲۰۲-۲۰۳ آئے ہیں، نصف کتاب الثاری، ہوا، ہاری (۲۱) کے ابواب فی ترتیب کے، روئی کی ہے۔ اس کی نئی جوبی یہ بھی ہے کہ اس نے احادیث کے ضمن میں احادیث کی بہت سی تصانیف داخلہ خصوصاً ابن قتیبہ، ابن عساکر اور ابن السیتم کے تصانیف بھی داخل کر دیے ہیں۔ یہ صحیح المؤلف، و دوسری کتاب حادہ طاہرہ میں محفوظ ہے، ۱۰۰۰ سال سے بے شمار، ملی کتابوں کی طباعت و اشاعت کے لیے ایک معدن کا کام دیتی رہی ہے۔

علمِ حدیث کے دائرے کے اندر احمد<sup>(۱۲)</sup> اس حیل  
 ۱۰ ایک مسئلہ محمد سمجھا جاوے، جنہوں نے  
 بقول ان حدیث<sup>(۱۳)</sup> (مساج، ۴، ۱۴۳) احادیث و احبار  
 کے اس امار میں سے، جو آپ کو ایسے بہت سے سوچ  
 سے ملا تھا، اپنا مسلک خود قائم کیا (احبار  
 لفظ) اس لیے آپ کو الطبری کی طرح کسی صورت  
 بھی محض حدیث نہیں تھا، حالانکہ وہ آپ  
 محض اسے نہ ہی جس کا صرف سرعی اصول و  
 قواعد سے واسطہ ہوتا ہے۔ جس نے ان عقل نے  
 لکھا ہے اس حیل<sup>(۱۴)</sup> کے بعض احبار کردہ موافق  
 [احبار] ایسے ہیں جنہیں آپ نے اس حوی سے  
 حدیثوں پر مبنی کیا ہے کہ اس کی مثال شاد ہی  
 کہیں ملے گی اور آپ کے بعض فتاویٰ اس باب کے  
 شاہد ہیں کہ آپ کی پیہانہ تاریک نیم، عظیم الطیر



جسے ابونکر الحلال نے روایت کیا ہے، جو ہو سکتا ہے کہ کتاب الجامع کا ایک ٹکڑا ہو (دیکھیے دیلم میں) اور جو احمد بن حنبل کے سیاسی اور مذہبی خیالات کے مطالعے کے لیے اہم رہ سکتی ہے۔ دوسری کتاب الامر ہے، جو علام الحلال کے واسطے سے ہم تک پہنچی ہے (مخطوطہ در طاعریہ)۔

کتاب الوزع (قاہرہ، ۱۳۷۰ھ، حروی ترجمہ از G H Bousquet و P Charles Dominique، در Hespéris، ۱۹۵۲ء، ص ۹۷ و ۱۱۲) میں خاص مواقع کے متعلق امام احمد<sup>(۱۲)</sup> بن حنبل کی رائے سرسری ترتیب کے ساتھ یاد داسوں کی صورت میں مندرج ہیں، جہاں ان کے نزدیک اسپانی احساٹ (وزع) کی ضرورت ہے۔ ان کے راوی ابونکر المزوری نے ان مسائل پر نا معلومہ مضامین پر دوسرے علمائے دین کی آراء کا اضافہ کر دیا ہے، جس سے شاید مؤلف کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ زعم و وزع کے بارے میں امام احمد<sup>(۱۳)</sup> کی تعلیمات آپ کے معاصرین ابراہیم<sup>(۱۴)</sup> بن آدم، فضیل<sup>(۱۵)</sup> بن عاص یا ذوالنور<sup>(۱۶)</sup> مصری کی تعلیم کے مقابلے میں نہیں ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے (فت عبدالحلہ: *Aspects intérieurs de l' Islam*، ص ۲۲۸، حاشیہ ۱۹۳) کہ ابوطالب المکی نے اسی کتاب فوب القلوب میں اس نالیف سے تکرر استنباط لیے ہیں اور پھر امام العزالی<sup>(۱۷)</sup> نے بھی احیاء علوم الدین میں اس سے استمداد کیا ہے۔

مسائل: عقائد، اخلاق اور فہ عرض ہر قسم کے مسائل میں امام احمد<sup>(۱۸)</sup> بن حنبل سے موازنہ رجوع کیا جاتا تھا۔ بعض روایوں کی رو سے آپ نے اپنی آراء کے قلم بند کیے جانے کو منع کر دیا تھا۔ ممکن ہے کہ آپ نے کوئی ایسی رسمی ممانعت نہ کی ہو، تاہم اسی بات یقینی ہے کہ آپ اپنے مستشرقین کو ہمسنہ سبہ کرنے دیتے تھے کہ آپ کے افکار مدوں کرنے (بدویں الرائے) سے پرہیز کریں، ساداً اس

قسم کی بدویں ان احکام کی جگہ لے لے جو قرآن اور سنت سے اُحد کیے جانے ہیں۔ امام شافعی<sup>(۱۹)</sup> کے برعکس آپ نے اسی آراء کو کبھی منظم طور پر عقائد کے مجموعے کی صورت میں پس کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ان کی تعلیم کا سادی مقصد اس دن عمل کی شکل میں واضح ہونا ہے جو احکام فقہ کی بدویں کے خلاف بناد ہوا۔ ابتداء میں اسلامی قانون بشری روایت کی صورت میں مل ہونا آیا تھا، جس میں ایک دستور کہ بناد پر انفرادی اختلاف رائے کی بہت کچھ گنجائش موجود تھی، اس لیے قانون کی ایسی اصطلاح بدویں سے جس کے ذریعے کسی خاص عالم کا طرز فکر قانون پر تسلط ہو جائے یا جس سے قانون متعین ہو کر بن جائے یہ اندیشہ ہو سکتا تھا کہ قانون کی باطنی یا حتمی نوعیت بدل جائے گی۔

اب کے حوانات [ماوی] کو موصوفہ بحر میں لائے اور فہ کے عام عنوانات کے تحت انہیں ترتیب دیے کا کام صالح اور عدالت، بر آپ کے ان دوسرے سا کردوں نے انجام دیا: (۱) اسحق بن منصور الکوسج (م ۵۲۵۱/۸۶۵-۸۶۶؛ طبقات، ۱: ۱۱۳، ص ۱۱۵) (۲) ابونکر الذہبی (م ۵۲۶۰/۸۷۳-۸۷۴) یا ۵۲۷۳/۸۸۶-۸۸۷؛ طبقات، ۱: ۶۶، ص ۱۱۳) (۳) حنبل بن اسحق (م ۵۲۷۳؛ طبقات، ۱: ۱۱۳، ص ۱۱۵) (۴) الملک المصنوی (م ۵۲۷۳/۸۸۷-۸۸۸؛ طبقات، ۱: ۲۱۲ تا ۲۱۶) (۵) ابونکر المزوری (م ۵۲۷۵/۸۸۸-۸۸۹؛ طبقات، ۱: ۵۶ تا ۶۳) (۶) ابو داؤد السجستانی (م ۵۲۷۵؛ طبقات، ۱: ۵۶ تا ۶۳) (۷) حرب الکرمانی (م ۵۲۸۰/۸۹۳-۸۹۴) (۸) اسحاق بن اسحق العزلی (م ۵۲۸۵/۸۹۸-۸۹۹؛ طبقات، ۱: ۸۶ تا ۹۳)۔ اس کے علاوہ اور مجموعے بھی ہیں۔ مرید برآن طبقات اس ابی یعلیٰ میں وہ جوابات

درج ہیں جو اسم ابن حنبل<sup>(۱۲)</sup> نے اسے کثیر ملاقاتوں کو دیے تھے۔

ابوبکر الخواری کے ایک ساگرد ابوبکر الخلال حذیف (م ۳۱۱ھ / ۹۲۳ - ۴۲۷ء) نے، جو بغداد میں المہدی کی مسجد میں درس دیے تھے (طبقات، ۲: ۱۲۵)، اس تمام منسخر مواد کو کتاب الجامع العلوم الامام احمد<sup>(۱۳)</sup> پر جمع کر دیا تھا۔ اس سلسلہ نے الخلال کی اس خدمت کو سراہا ہے وہ لکھتے ہیں: ثبت الامان ص ۱۰۸، کہ اس خدمت کے رسول و عتائندہ کا علم حاصل کرنے کے لیے الخلال کی کتاب السنہ سب سے مقبیل اور جامع مآخذ ہے اور ایسی تاریخ ان کی کتاب فی العلم اصل مہرہ کے مضامین کے لیے۔۔۔ سے بس بھا دہر، مہربان ہے۔ اس میں سبک نہیں کہ نہ رسول دہیں کتاب الجامع ہی کے حصے میں نا ان مر تمام الجامع کے مضامین کو اس پر نو دست ہے۔۔۔ کیا ہے۔ رسول اس قسم الحواریہ (اعلام الموقعین، مآثرہ، ۱: ۳۱) کتاب الجامع دس حدود پر مشتمل تھی۔ جہاں تک ہمیں علم ہے نہ کتاب ناسد ہو چکی ہے اور اس کا صرف وہی حصہ باقی رہ گیا ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے لیکن اس سلسلہ اور اس قسم نے ایسی تصانیف میں اس سے بکرت استفادہ کیا ہے، اس لیے ان کی تصانیف سے اس کتاب کے مضامین کی ایک حد تک بلائی ہو سکتی ہے اور ان سے امام احمد<sup>(۱۴)</sup> ابن حنبل کے افکار سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

الخلال کے کام کو ان کے ساگرد عبدالعزیز بن جعفر (م ۳۹۳ھ / ۹۷۳ - ۱۰۷۴ء) نے مکمل کیا، جو علامہ الخلال کے نام سے زیادہ معروف ہیں۔ وہ ابن حنبل<sup>(۱۵)</sup> کی آراء کے متعلق اسے استاد کی شریعت کو ہمیشہ تسلیم نہیں کرتے اور ان کی اپنی تصنیف راد المسافر اگرچہ کتاب الجامع کے سراسر اہم

نہیں ہے تاہم کچھ مرید مواد فراہم کرتی ہے، جس سے اکثر رجوع کیا جاتا ہے۔ اس مجموعے میں وہ خلافات دستور موجود ہیں جو ابن حنبل<sup>(۱۶)</sup> کے خلاف کی طرح کرے میں پیدا ہوئے تھے۔ یہی سب ہے کہ اب حاملہ نانی مذهب کی ایسی عداوت (نصر) اور دوسرے نے ان سے جو تعلیم منسوب کی (روایات)، سر امام موصوف کے سمجھائے ہوئے پہلو (سہماں) اور ان افواہ میں جو بعض ان کے ساگردوں کا سلسلہ نظر بس کرے ہیں (اوجاہ) فرو و اسرار کرے ہیں۔

ابن الخواری (م ۹۱۱ھ) امام ابن حنبل<sup>(۱۷)</sup> کی دوسری تصانیف کے علاوہ ان کی ایک منسخر کا حوالہ دیتے ہیں جو ایک لاکھ سو ہزار احادیث پر مشتمل تھی؛ مگر نہ تصانیف اب ضائع ہو چکی ہیں، دیکھئے سر تراکمان، ۱: ۱۹۳؛ نکتہ، ۱: ۳۰۹ نا ۳۱۰۔

۳۔ رسول و عتائندہ: حنبلی مذهب کے بعض معتمدین کے درمیان حوس مدھی کی بنا پر کچھ جھگڑا پیدا ہوا جس کی وجہ سے نا ان کے ایک گروہ کی سالعہ آسیر باسیدی الفاظ کے باعث، جس کا سبب جہالت یا کج عینی بھی، بعض اوقات حنبلی مذهب کو نقصان پہنچا ہے۔ ایسی ساری تاریخ میں یہ مذهب ان مختلف مذاہب کی زبردست مخالف کا ہدف بنا رہا ہے جس کے اصولوں کی وہ مخالف کرنا تھا۔ اس کے مخالفین کبھی اسے دانستہ طور پر نظر انداز کرتے اور کبھی اس پر مل کر حملہ کرتے یا اس کے متعلق حصہ سکوک پیدا کر کے اس کی حقیقت کو دنا دیے تھے۔ عرب کے مستشرقین نے اس مذهب میں بہت کم دل چسپی لی ہے اور انہوں نے بھی اس کے بارے میں کچھ کم سختی سے کام نہیں لیا؛ چنانچہ ابن حنبل<sup>(۱۸)</sup> کی تعلیمات کے متعلق مسئلہ رائے یہ ہو گئی ہے کہ وہ ایک تند مزاج

تشبیہی مذہب ہے، جس میں ایسی متعصباتہ حدیث پرستی موجد ہے کہ یہ مذہب اب زندہ رہنے کے قابل نہیں اس میں نارواداری دیوانگی کے درجے تک پہنچی ہوئی ہے۔ ماہمی معاشرتی بحال و تعاون کی اس میں گنجائش نہیں اور نہ کسی رنج الوہ نظام کو قبول کر لے کی اہلیت سے ہمیشہ عاری رہا ہے۔ اس حیل<sup>(۱۴)</sup> کی تصانیف کا براہ راست مظاہرہ کرنے سے بنا حلما ہے کہ ان کی تعلیمات کے ذریعہ مقاصد کو اس قسم کے سرری مصلحتوں میں مبالغہ کرنا ہے سود ہے۔

صفات ناری تعالیٰ۔ امام ابن حیل<sup>(۱۵)</sup> کے نزدیک ”حدا“ قرآن کا خدا ہے خدا بر ایمان رکھنے کے نہ معنی ہیں نہ اسے اسی طرح مانا جائے جیسا کہ ”حدا“ نے اپنے آپ کو خود قرآن میں نماں آدا ہے اس لیے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفات، مبالغہ سماعت، بصارت، کلام، قدرت، املہ، مستی اور علم و حکمت و سرور، نہ حقیقی (حق) مانا جائے بلکہ اس کے ساتھ ہی ان امام مسالہات پر بھی ایمان رکھنا ضروری ہے جن میں خدا کے ہاتھ اور عرس اور اس کے حاضر و ناظر ہونے اور مؤسس نوحہ کے دن اس کا دندار نصیب ہونے کا ذکر ہے۔ احادیث کے مطابق اس باب کی بھی تصدیق کرنا لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات کے نہانی حصے میں سب سے پہلے آسمان پر نزل فرماتا ہے تا کہ جو لوگ اس کی عبادت کرنے ہیں ان کی معروضات سماعت فرمائے، مگر ان سب باتوں کے ساتھ اس باب کا اقرار بھی ضروری ہے کہ قرآن پا ل کے لفظی میں (مت سورہ الاحلاص) کے مطابق اللہ تعالیٰ جو احد اور صمد ہے، اس دنیا میں اپنی کسی مخلوق کے ساتھ مماثل یا مشابہ نہیں ہو سکتا (کتاب السنہ، ص ۳۷۳؛ مبالغہ، ص ۱۰۰)۔ اسی لیے ابن حیل<sup>(۱۶)</sup> بڑے زور شور کے ساتھ حنبلیہ کے سلی عقائد (تعطیل) اور ان کی

قرآن و حدیث کی بصورت استعارہ بفسر (ناویل) کا بردید کرے ہیں اور اسی ناکند اور سحی کے ساد وہ مستہ کے عقدے کو بھی ناطل گرداے ہو حو خدا کو اسماں کے مشابہ بنائے ہیں (نسیہ) امام احمد<sup>(۱۷)</sup> اپنے مآطروں میں ہمیشہ کو ہم مشابہ میں شامل کرتے ہیں۔ لیونکہ وہ عمر سعورہ طور پر اس عقدے کے قائل ہو گئے ہیں۔ اس حیل<sup>(۱۸)</sup> کے عقدہ راسخہ میں داب ناری تعالیٰ پر اس، کتب یا طور حایہ بعیر (بلا تلب) اسمان لانا لازم ہے اور نہ رار اسی کی داب پر چھوڑ دینا چاہیے کہ وہ کتا ہے اور کسی ہے اور علم کلام کی بے سو اور حظیرا ک موسکاموں کو بالکل ترک کر دو چاہیے (کتاب السنہ، ص ۳۷۳؛ مبالغہ، ص ۱۰۰)۔ قرآنی نقطہ نظر سے ابن حیل<sup>(۱۹)</sup> کا یہ موقف ایسا سا اور اس کے ساتھ ایسا مضبوط تھا کہ الاشعر عقدہ معرلہ کو حیرانہ کہیے کے بعد مصلحتہ از راہ احلاص اس حیل<sup>(۲۰)</sup> کی بناء میں آگئے۔ اب الاسعری نے اپنے ساتھ عقدے کے حق میں کہ مراعات ملحوظ خاطر رکھی نہیں تھیں ان ساگردوں نے یکے بعد دیگرے مرید توسع دی نہ رعاسی مسئلہ صفات ناری تعالیٰ، قرآن اور عقائد کے حوار کے متعلق ہیں۔

قرآن مجید: قرآن خدا کا کلام عمر محلو ہے۔ صرف یہ مان لیا کہ قرآن کلام الہی ہے اس کی مرید سربح نہ کرنا اس کا مراد ہے کہ کو شخص ایک معین موقف اختیار کرنے سے انکار نہ ہے اور اس طرح فروہ واقفہ، یعنی گریز کرنے والوں کے الحاد میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اس تک و کی وجہ سے، جو ایسی صورت میں بدا ہو جاتا ہے یہ روس اختیار کرنا ہمیشہ کے نمایاں بر الحاد بھی زیادہ بڑا گناہ ہے (کتاب السنہ، ص ۳۷۳)۔ قرآن سے مراد صرف ایک مجرد مفہوم

مستقماً مؤدّياً، الواسطۃ، قاہرہ ۱۳۴۶ھ، ص ۲۱ تا ۲۲]۔  
 اصول الفصیح: الشافعی کے برعکس ابن حنبل  
 نے اصول فقہ پر کوئی کتاب نہیں لکھی اور بعد کے  
 زمانے میں آپ کے مذہب کے بارے میں جو مشہور  
 تصانیف نڈے اہم نام سے اور دوسرے مذاہب سے  
 ساحٹے نے رنگ میں لکھی گئی ہیں ان کے معلو  
 مات نہیں، تنہا حاکم کا کہ وہ صحیح طور پر آپ کے  
 حالات کی درحمانی کر رہی ہیں۔ اس بارے میں کتاب  
 المسائل کے مطالعے سے جو کچھ احاد کا  
 سکا ہے وہ نہ ہے کہ سحرین کی مفصل اور مطوّل  
 بالقباب کے مقالے میں ان کی اسی تعلیمات سادہ اور  
 ابتدائی قسم کی ہیں۔ تاہم اس کتاب کی خوبی یہ  
 ہے کہ اس میں حنبلی مذهب کے ابتدائی فقہی اصول  
 بیان کر دے گئے ہیں۔

قرآن و سنہ: اس ضمن میں حنبلی عقیدے کے  
 معلو دعویٰ یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے قرآن پر  
 مبنی ہے، جسے لفظی طور پر سمجھا جائے اور اس کی  
 تفسیر میں تاویل، یعنی محاری یا تفسیری تعلیمات  
 کا استعمال نہ کیا جائے۔ پھر قرآن کے بعد اس کی  
 سادہ سب سے ہے، جس سے مراد وہ تمام احادیث ہیں  
 جن کے معلو نہ ہیں ہو کہ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے ہمیں پہنچی ہیں۔ آپ کے اپنے بیان  
 (مسند، ۱: ۵۶-۷۰) کے مطابق آپ کا مقصد یہ  
 تھا کہ اسی مسند میں وہ احادیث جمع کریں  
 جو آپ کے زمانے میں عام طور پر مستعمل (یعنی  
 ”مستعمل“) تھیں۔ اس نصف میں آپ ہی کی  
 اصطلاحات کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں ایسی  
 حدیثیں ملیں گی جن کا معتبر ہونا صحیح طریق  
 سے ثابت ہو چکا ہے اور جنہیں ہر لحاظ سے  
 ”صحیح“ کہا جا سکتا ہے۔ ان کے علاوہ ایسی  
 حدیثیں بھی ہیں جن کے معتبر ہونے کا گمان ہو  
 اور جنہیں ”ضعیف“ سمجھنے کے لیے کوئی قطعی

نہیں، بلکہ اس کے ساتھ اس کے حروف و الفاظ و  
 تعبیرات و معانی بھی شامل ہیں، یعنی قرآن اپنی  
 پوری اور حتمی زندہ صورت میں، اگرچہ اس کا  
 کہہ سکتے ہیں ہماری قلم سے نکل رہا ہے۔

اصول قرآن: یہ کتاب مشکل ہے کہ اس مسئلے  
 کے متعلق اس میں اصل کا مرہب دیا ہے۔ نص  
 روایت کی راہ سے آپ اس نے اس کو بھی غیر معلو  
 مانے (یعنی بالقرآن غیر معلو)۔ کتاب السنہ  
 (ص ۸۰) میں آپ اس سے زیادہ اور کچھ بیان فرماتے  
 ہیں۔ حصہ ۲ میں دیا گیا ہے کہ آیات قرآن  
 کے وہ حصے، الفاظ اور کلمات ہیں اور ان کی جس  
 طرح آیات آئے ہیں وہ معلو ہیں۔ اس میں  
 کہ جس میں کہ وہ کلام الہی ہے اس کا سحر  
 نہیں ہے۔ وہ قطعہ کی مذهب رہے کے علاوہ،  
 جس کا سبب نہ تھا کہ الفاظ قرآن معلو ہیں، اب  
 تاہم جو اسے سمجھنے کو کسی قطعی اور اساسی  
 صورت میں نہیں دے، جس سے بعد کے زمانے  
 کے حاکم کو اچھی خاصی الجھن پیدا ہوئی۔  
 ان مسائل کے رد میں یہ پہلا مسئلہ ہے جس نے معلو  
 مواد میں جس حنفی تفسیر پیدا ہوا (فت H Laoust

Essai sur Ibn Taymiyya ص ۱۷۲) اور وہ لکھے  
 ہیں کہ ان حنبلی نے اس بارے میں نہایت موقف  
 انتشار کرتے ہیں احراز کیا تھا۔ الواسطیہ میں  
 خود بن ہمدان نے ایک محاط کا بیان کرتے ہیں، جو  
 انہیں حنبلی مذهب کے مسائل کے مطابق معلو  
 ہو۔ ہے یعنی جب لوگ قرآن پا ل کی تلاوت یا  
 وراوا کر لیا کرتے ہیں تو قرآن ہر حالت میں  
 اور حقیقت میں کلام الہی ہی رہا ہے، کہ کہ  
 کلام درحقیقت اسی ذات کی طرف منسوب ہو سکتا  
 ہے جس نے اسے وضع کیا ہے، نہ کہ اس شخص کی  
 طرف جس نے اسے محض پہنچایا ہو یا ادا کیا ہو  
 [فان الکلام بصف الی من قاله مستدعاً لا من قاله

سب موجود نہ ہو۔ گویا وہ حدیثیں جنہیں الترمذیؒ کی اصطلاح میں ”صحیح“ اور ”حسن“ کہہا جائے گا۔ بہت بعد کے زمانے میں جب ان الحوری کے ہاتھوں مقررہ قواعد کی ناسدی کے ساتھ احادیث کی تصحیح انتہاء کو پہنچی تو اس حیلؒ پر سائنسہ موموعہ احادیث قبول کر لیں۔ ان اسراء سائدہؒ کا کہنا ناہم اس الزام کی تردید محدثین مثلاً ابن ہشام اور ابن حجر العسقلانی نے کی ہے۔ سند کے متعلق اب غالب رائے یہ ہے کہ اس میں ”صحیح“ احادیث کے ساتھ ساتھ ”حسن“ اور ”مربط“ احادیث بھی موجود ہیں، لیکن ان میں سے کوئی بھی حدیث ایسی نہیں جو صحیح معنی میں افانل قول ہو۔ صحابہؓ کے مساوی اور اجماع: قرآن اور

سب کا سامنے ایک سرے مآخذ کا ہے، جسے اس جراحی اور تکمیلی درجہ سمجھنا چاہیے، یعنی صحابہؓ کے مساوی۔ اس حیلؒ کے نزدیک عمدہ مدھی نے اس سے مآخذ کے حوار کے اسباب بالکل واضح ہیں، یعنی نہ وہ صحابہؓ بعد کی نسلوں کی نہ سب قرآن ناک اور سب تو نہیں بہر جانے اور سمجھنے تھے اور ان کی تعلیمات پر زیادہ اچھی طرح پر عمل کرنے تھے، نہ وہ سب کے سب قابل احرام ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی ایسی ”وصہ“ میں انہی سب کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو اپنے حاسنوں، یعنی حلقائے رسدیںؓ کے اتباع کی ہدایت فرمائی ہے اور حملہ نئی احراعات (بدعات) سے احرار کرنے کا حکم دیا ہے۔ جہاں کہیں صحابہؓ کا احلاف ہو تو وہی صواب فیصلہ معلوم کرنے کے لیے قرآن اور سب سے ناسانی رجوع ہو سکتا ہے یا پھر صحابہؓ کے مدارج فیصلہ کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی فیصلہ کر سکتے ہیں (مناقب، ص ۱۶۱)۔

دیسی مدارج: (یعنی تفصیل) کے اعتبار سے اس حیل کے نزدیک [حضر] ابو بکرؓ کا مرتبہ سب سے بلند ہے، پھر [حضر] عمرؓ کا، پھر ان دونوں اصحابؓ السوری کا جنہیں [حضر] عمرؓ نے مہر فرمانا تھا اور حوسب کے سب حلاف کے اہل بھی اور امام کہلانے کے بہ حق، یعنی [حضرات] عثمان، علی، زبیر، طلحہ، عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص [رضی اللہ عنہم]۔ اس کے بعد عاریان جنگ بدر، مہاجرین و انصار کا درجہ ہے (کتاب السنہ، ص ۳۸، مناقب، ص ۱۵۹، دا ۱۶۱)۔ اہل السب کا یہ مصالحانہ عقیدہ [حضر] علیؓ کی منار سخصت اور ان کی حلاف کا سر حق ہونا مسلم کرنا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کے حریفوں کو بھی دروسل کے قابل قرار دیا ہے۔ ان میں سب سے پہلے [امیر] معاویہ ہیں۔ مدت اسلام کے استحکام کے سلسلے میں انہوں نے جو خدمت سرانجام دی اس کے اعتراف میں حیل مدھب ہمیشہ فاضی سے کام لے رہا ہے، چاہے حیلہ کے نزدیک [امیر] معاویہ کے فضلوں سے روگردانی کرنا ضروری نہیں ہے۔

مروں ما بعد کے مستند ترین نمایندگان (یعنی تابعین) کے فیصلے بھی قابل لحاظ ہیں، کیونکہ ان سے [قرآن و سہ کی] معقول تاویلات کی شہادت فراہم ہوئی ہے۔ اس عقیدے میں اجماع سے مراد کسی ایسی جماعت پر اجماع عام ہے جو قرآن و سب پر مبنی ہو اور اس طرح اجماع صحیح معنی میں فقہ کا کوئی مستقل مآخذ نہیں ہے، کیونکہ ایک بوری امت بھی اجماعی طور پر غلطی کی مرتکب ہو سکتی ہے، اگر اسے وحی اور سب نبوی کی رہمائی حاصل نہ ہو (مب Essay، ص ۲۳۹ تا ۲۴۲)۔

مفتی کا کام: پہلا فرض جو مفتی پر عائد

حسن سے نہ امر بخوبی واضح ہو جائے گا کہ ابن حنبلؒ روایت اور حقیقت ساسی دوسوں کا کس قدر خیال رکھتے تھے۔ حسن طرح ایک طبیب کے لئے لازم ہے کہ وہ علاج کو مریض کی حالت کے مطابق سائے اسی طرح ایک مفسر کے لئے ضروری ہے کہ وہ مآخذ غہ سے ایسے احادیث سے حاصل کرنے کی کوشش سے مسلسل احتیاط کرنا رہے جنہیں حصہ معلومہ کے اے استعمال کرنا چاہئے، اس لئے ابن اکابر حنابلہ نے بھی احتیاط کا دروازہ دوبارہ کھولنے کی دعوت نہیں دی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک قانون شریعت کے سمجھنے اور اسے صحیح طریق سے استعمال کرنے کے لئے ہر وقت احتیاط کی ضرورت ہے۔

حلاف اور عرب۔ ابن حنبلؒ کے ساسی حلاف کا رح اصلاً حوارج اور سب سے روافض کے خلاف تھا لہذا سب سے پہلے وہ اس بات کی سیدھی کرتے ہیں کہ حلاف میں ہی حلاف کے حقدار ہیں: "حس کے دل تک کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ ان کے علی الترم حلاف کا دعویٰ کرے یا ان سے دعاوت کرے یا کسی اور شخص کی حلاف مسلم کرے" (کتاب السنہ، ص ۳۵)۔ احمدؒ ابن حنبل کے زمانے میں سعودیہ، یعنی مختلف نسل کے لوگوں میں جو جھگڑے رورسور سے جاری تھے ان میں آپ نے عربوں کی حمایت کی، لیکن کبھی ان کی سربری کا اعلان نہیں کیا: "ہمارا مرض ہے کہ ہم عربوں کے حقوق کا پاس کریں، ان کے مدارج کو مسلم کریں اور ان کی گریسہ خدمات کا اعتراف کریں۔ ہمیں رسول خدا [صلی اللہ علیہ وسلم] سے جو محبت ہے، اس کی بنا پر ہمیں ان سے محبت کرنا بھی واجب ہے۔ عربوں کی ہتک کرنا یا ان سے نفرت رکھنا نفاق ہے" (وہی کتاب، ص ۳۸)۔ نفاق اس لیے کہ ہتک کرنے یا نفرت کرنے کے

ہونا ہے یہ ہے کہ وہ۔ یاسداری کے ساتھ اس روحانی میراث کی پیروی کرے جو سرورین سلف کے درمیان اس تک پہنچی ہے اور اس لیے ہر قسم کی دعت کے رجحان سے احترا کرتے، بنا بدن ان حدیثؒ "رأی" میں اپنی اپنی رائے کے بلا ضرورت اظہار کی ممانعت۔ کرسے میں انسداد: مائل، ص ۲۷۱ (۲۷۲) ان کے نزدیک بطور عدۃ ثبوت وہ سرر عمل بھی ضروری نہیں ہے کہ اس میں حق و باطل کے روئے مطلق اور ناہم اور سبوت و مود احبار در ہے۔ انہما موصوف اسرائیلی سئل ("فاس") کہ یہ نہیں کرے، لیکن مفسرین نے اس کو مفسر اور مفسر کے لئے اس کی قدر و قیمت ۵ انہیں نور احساس نہیں پہا، جیسا کہ بعد ازاں ابن تیمیہ اور ابن قیم نو دھنی انراٹ نے محبت ہوا۔

ابن حنبلؒ نے اس مصلحت کا استعمال وسیع پیمانے پر کیا ہے۔ یہ استدلال کا ایک صریح ہے، حسن کی رو سے محبت تک کوئی اسے نئے حالات میں نہ ہو۔ ان میں حق کی بناء پر اسی مقرر کردہ مفسر میں برہم ضروری ہو اس موقف کو قائم رہا چاہے۔ ابی فخر اپ نے ایک دوسرے طریق استدلال کا استعمال بھی کیا ہے، حسن سے مراد وہ ہے کہ محبت کوئی "امر" یا "نہی" خدا کی طرف سے جاری ہو حکم دو سو ہو وہ خبر جو اس حکم کے اجراء کے لئے ناگزیر ہو نا حسن سے اس "نہی" کی حلاف وری ہو، ہو سب سے مامور نا مفسر ہونا چاہئے۔ مصلحت کے مسئلہ بھی، حسن کے تحت مفاد عامہ کے پس نظر کسی مفسر موقف کی تحدید یا توسع ہو سکتی ہو، ان کے مذہب کے مطابق ہے، گو آپ نے خود اس طریقے کو نہ توسع دی اور نہ مضطرب کیا، جیسا کہ ابن تیمیہ اور ان کے ساگرد الطومی نے بعد میں کیا۔ ہم ابن قیم کی ایک نمٹیل کو دہرائے ہیں،

میں 'س' کی اطاعت سے انکار کر دینا چاہیے، لیکن اس میں مسلح بغاوت اس وقت تک باحادث ہوگی جب تک کہ امام روزمرہ کی نمائندگی ناقاعدہ ادا کرنا رہے، لیکن ہر مسلمان پر اپنے علم اور درائع کے مطابق یہ فرض عائد ہونا ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا رہے۔ اس طرح علمائے دین بسبب رسول ﷺ کی بایر حاکم سے وفاداری کی حدود کے اندر رہتے ہوئے بھی احکامات سے کام کر سکتے ہیں، اُسے عائدہ کو حردار رکھ سکتے ہیں اور نادسیاہ وقت کو پاسد کر سکتے ہیں کہ وہ احکام مذہب کا احترام کرے۔

روح احمدی: اس حیلہ کی حکمت عملی کا لب لباب یہ ہے کہ مذہب کی مرکزیت اور تک جہتی طور پر قائم رہے۔ فتنہ اور نا امانی کے معاملے میں جو ملت کو کمزور کر رہی ہے وہ "جماعت"، یعنی ایجاد احمدی اور سوسائٹی، کا تصور بن کر رہے ہیں۔ وہ اس سلسلے میں اس حد تک دور بکل گئے ہیں کہ "نکیر" کے مسئلے میں ان کی رواداری فرقہ مرجئہ کی ڈھیل سے حاصل ہو رہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کسی شخص کو گناہ گسار کی بنا پر بھی حدیب کی سزا کے بغیر ملت سے خارج نہیں کیا جا سکتا اور حدیب کے بھی محدود لفظی معنی لیا جائیں (کتاب السنہ، ص ۳۵)۔ وہ صرف اس صورتوں میں نکیر کو حائل سمجھتے ہیں: ترک صنواہ، مسکرات کا استعمال اور ایسے ملحدانہ عقائد کی اشاعت جو اصول اسلام کے خلاف ہوں۔ آخر الذکر لوگوں میں وہ صرف جہمہ اور قدریہ فرقوں کا نام لیتے ہیں۔ نکیر، یعنی ملت سے خارج کرنے کی جگہ وہ یہ مشورہ دیتے ہیں کہ اس قسم کے ملحد سے، جو ملت کے اندر موجود ہو، راہ و رسم قطعی طور پر ترک کر دی جائے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ "میں دعوتیوں کے

بردے میں ایک اور حقیقہ مقصد یہ ہے کہ قدیم شہنشاہوں کو اس سر نو رندہ کیا جائے یا کسی دوسری مہندس کو بھر مسدسین بنا کر اسلام کو نرنا د کیا جائے۔ [حضر] ابوبکرؓ اور [حضر] عمرؓ نے جو مٹاس قائم کیں ان کی بنا پر امام احمدؒ حلیہ کے اے اما حاسین نامرد کرنا حائل سمجھتے ہیں، ان کی ایسی نامردگی کے موافق ہونے کے لئے اس کے فوراً بعد ہی ایک معاہدہ (سابعہ) ہونا چاہیے، جس میں امام اور اُسے عائدہ کے مسدس نامزدیہ دہیوں مل کر کلام اللہ سے وفاداری کا حلف اٹھائیں (فتاویٰ، ص ۲۸۷)۔ امام نے رانص کی سبب اپ کا قطع نظر دسرحاب ہمیں سے عام طور پر معنی ہے، مگر اب امام دو احکام مراں اور سبب کی حدود کے اندر رہ کر عمل کی کافی وسیع آزادی دیتے ہیں۔ حاجت وہ مصلحت، یعنی مفاد عائدہ کی خاطر اسے تمام احکام جاری کر سکتا ہے جو اس کے نزدیک امت یا قوم کی مادی یا اخلاقی ترقی کے لئے ضروری ہوں۔ اسی اصول میں سیاست سرعہ کا وہ اہم صورت مصدق ہے۔ عے بعد ازاں ان عمل، ان رسمہ اور ان القم الحورہ نے ادا

افراد امت پر امام کی اطاعت فرض ہے اور وہ اس کے اخلاق پر معروض ہے۔ اس اطاعت سے انکار نہیں کر سکتے: "امام ائمہ کے ساتھ مل کر جہاد کرنا فرض ہے خواہ وہ تک آدمی ہوں یا نہ۔ ظالم کی بے انصافی اور مصلحت کی انصاف پسندی چندان لائق اعتناء نہیں جیسے کی نماز، حج اور عیدیں کی نماز حکام کے ساتھ ہی ادا کرنا چاہیے، خواہ وہ حاکم تک، انصاف پسند اور برہرگار نہ ہوں۔ رکوعہ شرعی، عشر، حراج اور قرآن امیر کا حق ہے خواہ وہ اس کا صحیح استعمال کرے یا نہ کرے (کتاب السنہ، ص ۳۵)۔ اگر حکمران احکام خداوندی کے خلاف چلے (مقصود) کا حکم دے تو اس معاملے

پہچھے ہمار بڑھنا پسند نہیں کرنا اور یہ پسند کرتا ہوں کہ اسے لوگوں کی ہمار حناہ بڑھی جائے“ (کتاب السنہ، ص ۳۶۱)۔

احمد بن حنبلؒ کے مذہب میں جو حکم فلسفہ اخلاق کا بنیاد علیہ ہے۔ حناہدہ کے نزدیک جو عمل کرے۔ وہ مقصودِ خدا ہے۔ چھپا اور چھپا کے ساتھ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ ”انسان سے مراد بول، فعل، سم اور سم کی رو سے ہے“ (کتاب السنہ، ص ۳۶۲)، اس سے انہی انسانی قوت کے اعتبار سے ذم و نسو سمجھا ہے اس سے انسان کی انسانی کمال مستحکم اور انسانی کے حق کی رو سے آخری شخص مسرور صورت (استقامت) کے علاوہ وہی ہوئے کا دعویٰ نہیں کر سکتا، یعنی انہی کے وہی ہے ”ان شاء اللہ“ یا اسے کرنا ہوگا۔ انہی انہی صرف حسد رسوہ کا مجموعہ ہے۔ اس سے مراد معصوم اخلاقی اعتدالات کا ایک مکمل نظام ہے، یہی خدا کے عبادت اور اطاعت میں انہی صدق علی (احد ص)، رب دنیا، درختہ نفس اور مسکب (رعد، فقر) کا مدد، ایسی اخلاقی حرأت جس سے ہر انسان ہر خواہش کو اس کے احکام کے خوف سے رکت دے (فستود) اور انسا بقولے اور برہرذری جس کے باعث انسان ان حروں سے برہر کر سکے جو مناج اور غیر مناج کی واضح حدود کے درمیان ہیں (فت ص ۱۵۹ تا ۲۶۹)۔ العرص ان حیل کے مذہب میں کوئی ایسی چیز نہیں جسے معص نہیں کی لفظ رستی سے تعبیر کیا جائے۔

عبادات و معاملات: اس حکم ان حیل کے ان فقہی اور اخلاقی احکام (مروغ) کی تشریح کا موقع نہیں جس کا اطلاق حق کے دو نئے شعبوں، یعنی عبادات اور معاملات، پر ہوا ہے۔ ان کا باقاعدہ تفصیلی بیان الحرقی کی المختصر میں موجود

ہے، مگر اس میں امام ابن حیلؒ کی واحد رائے ہر مسئلے میں نقل کر دی گئی ہے اور اس طریقے سے ان کے فقہی احکام کا ایک محدود مجموعہ پیش کر دیا گیا ہے۔ یہی حال ابن قداسہ کی کتاب العمده کا ہے۔ اگرچہ یہ کتاب سائیس صدی ہجری/سولہویں صدی میلادی میں حیل مذہب کی کیفیت معلوم کرنے کے لیے نہایت مفید ہے (دیکھئے Laoust، Précis de droit d'Ibn Qudama، دمشق ۱۹۵۰ء)۔ لیکن ایک اصول ہے حد اہم ہے، جسے ان نے نکالا ہے اور جو ہمارے نزدیک ابتدائی حیل مذہب کا خاصہ ہے، یعنی کسی عمل کو معاصر، فرائض میں داخل نہیں کیا جا سکتا ہوا ان مذہبی عبادات اور معمولات کے جو اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ مقرر فرما دی ہیں، دوسری طرف کوئی حیر سرعی طور پر حرام نہیں ہو سکتی سوا ان افعال کے جنہیں قرآن و سنت نے حرام قرار دیا ہے۔ یہ وہ دو کوہ اصول ہے جو ان مذہب کے ایک حیلے میں بیان کر دیا ہے: ”تَرْوُفٌ فِي الْعِبَادَاتِ وَ عَقْوٌ فِي الْمَعَامِلَاتِ“، یعنی مذہبی فرائض میں سخت ناسدی اور رسم و رواج، یعنی معاملات، میں انہی کشادہ دل اور تحمل (فت Essai، ص ۳۳۳)۔ تاہم مذہبی معاملات کی شرائط طے کرنے میں قرین کو وسیع آزادی دینا چاہیے، بالخصوص اس دس کے معاملات میں، جس میں سوا ان چیزوں کے جنہیں قرآن اور سنت نے بالصرحت ممنوع قرار دیا ہے، یعنی سٹہ (تشیہ) اور سود (ربا)، اور کوئی شرط بھی ناطل قرار نہیں دی جاسکتی (کتاب السنہ، ص ۳۸)۔ المجاسی کے خیالات کے رد عمل کے طور پر اس حیلؒ فرماتے ہیں کہ حائر مباح کے لیے آزادانہ نوشیں کرنا ایک مذہبی فریضہ ہے۔

اس کے برعکس عبادات کے سلسلے میں صرف



ہیں۔ (اح) زمانہ حال کی تحقیقات (۵) W M Patton  
 (۶) گولڈ تہر Ahmed ibn Hanbal and the Mihna  
 Zur Geschichte der I Goldziher  
 hanbalitischen Bewegungen در ZDMG، ۱۹۰۸ء،  
 ص ۱ تا ۲۸، (۷) وہی مصنف، درآ، لائڈن، طبع ۱۹۰۸ء،  
 محمد ابورعہ: ابن حنبل، قاہرہ، ۱۹۴۹ء۔

(لاؤٹ (H LAOUSI)

احمد بن خالد بن حماد الناصری الشلاوی،  
 ابو العباس سہاب الدین، ایک مراکسی مؤرخ، جو  
 سلا (Salé) میں ۲۲ ذوالحجہ ۵۱۲۰ھ / ۲۰ [۲۱]  
 اپریل ۱۸۳۵ء کو پیدا ہوا اور اسی شہر میں  
 ۱۶ جمادی الاولیٰ ۵۱۳۱ھ / ۱۳ اکتوبر ۱۸۹۷ء  
 کو فوت ہوا۔ اس مصنف کا سحرۃ سب براہ راست  
 مراکش کے طریقہ ناصریہ کے ابی احمد بن ناصر سے  
 حاصل کیا ہے، جو اسے معرور کے راویوں میں، کہ  
 وادی ذرقہ (Dra) میں واقع ہے، مدفون ہوا۔ احمد نے  
 سلا ہی میں تعلیم پائی اور اسلامی دیناں اور وہ  
 کی تحصیل کے علاوہ اس نے عربی زبان کے عرب  
 مدھی ادب کا بھی بڑا گہرا مطالعہ کیا، بعد  
 چالیس سال کی عمر میں احمد الناصری شریعی حکومت  
 کے عدالتی شعبے میں ساہی جاگروں کا مسطرم  
 مقرر ہوا۔ وقتاً فوقتاً وہ بعض رسدہ اہم سہدوں پر  
 بھی مأسور رہا۔ شروع میں وہ دارالنصاہ  
 (Casablanca) میں رہا کرنا تھا (۱۲۹۲ - ۱۲۹۳ھ /  
 ۱۸۷۵ - ۱۸۷۶ء)، مگر دوسرے اس کا مقام مراکش میں  
 بھی ہوا، جہاں وہ محلات ساہی کے سہم کے محکمے  
 میں ملازم تھا۔ اس کے بعد وہ کچھ مدت تک الخدیوہ  
 (Mazagan) میں محکمہ محصولات راہ داری میں ایک  
 عہدے پر فائز رہا، پھر طنجہ اور فاس میں یکے بعد  
 دیگرے مقیم رہا، مگر اپنی زندگی کے آخری ایام میں  
 وہ اپنے وطن واپس آ گیا اور تعلیم و تدریس میں سہمک  
 رہا۔ جب وہ فوت ہوا تو اسے سلا کے قبرستان میں دفن

وہی عبادات حائز ہیں اور صرف انہیں طریقوں سے  
 حائز ہیں جو قرآن اور سنت سے مقرر کر دیے ہیں۔  
 حنبلی مذہب کے سادگی کی توضیح و توجہ اس روح  
 اخلاص اور بوجہ نہ حسرات سے نہیں کی جاسکتی  
 جس کا وہ فرائض مدھی کی ادائیگی میں متقاضی ہے،  
 بلکہ اس سے کہ وہ عبادت کے ان سب طریقوں کی  
 سعی حسب تسلیم کرے سے انکار کرنا ہے جو  
 راہدوں یا رسوم کے احکامات، بلکہ حکام وقت کے  
 کسی حکیمانہ فیصلے۔۔۔ بھی رائج نہیں کئے ہوں۔  
 بدعوت، یعنی جاہلیت کی ناماندہ رسوم، فروع  
 مباحہ کی اجراء اور غیر مذہب سے احادیث  
 عناصر کی جانب حنبلی مذہب کی معاندانہ روس  
 بردہاری اور اٹائی وہاں سے فروع میں خاص طور پر  
 سادگی کے ساتھ جانیں ہوئی۔

مآخذ: (الف) سوانح حباب (۱) ابوبکر الحلال

(م) ۵۳۱ھ / ۹۲۳ - ۹۲۴ء کی حنبلی مذہب کی تاریخ کا  
 ایک باب، جس کے حدیث صغاء جامعہ طاہریہ دمشق میں  
 محفوظ ہیں، (۲) ابوبکر البیہمی (م) ۵۰۸ھ / ۱۰۶۵ -  
 ۱۰۶۶ء کی ایک نالی، جس کے طویل اقتباسات اس کثیر  
 کی الدانہ، ۱۰: ۲۴۳ تا ۲۴۴، میں معمول ہیں  
 (البہروی (م) ۵۳۸ھ / ۱۱۸۸ - ۱۱۸۹ء) سے بھی ایک  
 سوانح عمری منسوب ہے، ان کے علاوہ دو اور مفصل  
 اور مسترح سوانح حباب میں، یعنی (۳) ابن الحوری صاحب  
 الامام احمد بن حنبل، قاہرہ، ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۱ء اور (۴)  
 الدھی کی تاریخ کسر کا افسان، جو احمد شاہ کریم علیحدہ  
 شائع کیا، بعنوان ترجمہ الامام احمد، قاہرہ ۱۳۶۵ھ /  
 ۱۹۴۶ء (اور مسند کی جلد اول میں دوبارہ چھاپا)۔ ا  
 تصانیف میں نکتہ ایسی دسویں موجود ہیں جو  
 ابن حنبل کے بیٹوں اور ابتدائی شاگردوں کے زمانے تک  
 پہنچتی ہیں، مگر ان میں مدح کا رنگ غالب ہے اور  
 اکثر اوقات سب کو صحت کے ساتھ صحت نہیں کیا گیا۔  
 (ب) امام موصوف کی تصانیف: مقالہ ہذا میں مذکور ہو چکی

کنا گیا، جو ناب معلقہ کے نامہ واقع ہے۔ عرض الناصری  
 عربوں کی حکومت میں وہ ایک ادبی درجے کا عہدہ اور  
 تھا، مگر اس کے ساتھ ہی 'نک'، 'ت' اور مؤرخ  
 بھی تھا۔ دارالرج نویسی کے علاوہ، جس میں اس نے  
 حدود مراکش سے باہر بھی نام لکھا، اس نے  
 اپنی ادبی سبب جھوڑی دے کر لوگوں کی  
 توجہ اس طرف مبذول دی اور باہر مغربی  
 افسانوں کی صورت میں اسے ایک تاریک حکمہ سے  
 کے لیے دیکھ لیا۔ یہ تصانیف، جسے محمد بن خالد  
 نے لکھا (Chorja، ص ۳۵۲، داسہ ۱)،  
 حسب ذیل ہیں: (۱) اس زمانے کے ایک نظم  
 شاعر کی سوجھ بوجھ کا نام اس نے 'تاریخ الامان' میں  
 حدیثہ ان الزمان رکھا (طبع سیکو، ۱۸۹۶ء/۵۱۳۱۸)  
 (مخصوصاً ملاحظہ 'Catalogue'، ص ۳۱، ۳) (۲)  
 اس کے علاوہ عربی حانداں کی سرگزشت،  
 جس میں وہ خود بھی تھا، بعنوان طلب المسری  
 فی السبب الجعفری (مطبوعہ فاس، فرانسیسی ملاحظہ  
 La Zaouia de Tamagroust M. Bodin، ۱۹۱۸ء)  
 (۳) Birheres، ۱۹۱۸ء)۔ یہ تصانیف، جو اس نے ۵۱۳/۱۸۸۱ء  
 [۱۸۹۱ء] میں مکمل کی، راویہ معرب کی  
 ایک عمدہ تاریخ ہے۔ اس میں بہت سی تصانیف اور  
 دجیسٹ معلومات ہیں، جو ان طویل ذرائع کی بحوثی  
 نلامی کر دیتی ہیں جنہیں مصنف نے اپنے حانداں  
 کے بارے میں پس لکھا ہے

احمد الناصری کی سب سے بڑی تصانیف  
 کتاب الاسماء لآخبار دول المغرب الافسی ہے۔  
 المغرب کی تاریخ نویسی میں اس کتاب کی اشاعت  
 ایک بے نیاز واقعہ ہے۔ مصنف نے ایک محدود  
 قسم کی تاریخ نہیں لکھی، بلکہ اسے ملک کی ایک  
 عام تاریخ لکھی ہے اور مستراد یہ کہ اس کی طباعت

مصر میں ہوئی۔ جب سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے  
 مسشرقین یورپ میں اس کی بڑی دھوم مچ رہی ہے۔ شمالی  
 افریقہ کے مؤرخین کی توجہ بھی اس کی جانب حلقہ ہی  
 مبذول ہو گئی، جیسے انہوں نے اپنی تحقیقات میں اس  
 کتاب سے بار بار ادا کیا ہے، بالخصوص جب سے  
 Archives Marocaines میں اس کے آخری حصے کا  
 فرانسیسی ترجمہ شائع ہوا، جس میں علوی خاندان  
 کی تاریخ ہے، لہذا اس سے عمر عربی داں بھی  
 مستفید ہو سکتے ہیں۔ تاہم یہ حصہ بھی حلقہ  
 واضح ہو گئی کہ یہ تاریخ مغربی عربوں کی دوسری  
 کتابوں میں سے متاثر ہے، یعنی وہ محض ایک  
 تالیف ہے، جس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں  
 سیاسی تاریخ کے ان تمام مغربی احراء کو ایک  
 مربوط و مسلسل تحریر میں یک جا کر دیا گیا ہے  
 جو انسی تاریخوں اور کتاب سن میں منتشر تھے جو  
 اس ملک میں اس سے دسہ دہائی پہلے تھے۔  
 اس کے سادہ نہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسے  
 ہم وطنوں میں الناصری ہی وہ پہلا شخص تھا جس  
 نے ایک ایسے موضوع پر ایک جامع کتاب لکھی  
 جس کی طرف اس کے سروروں نے محض حروی طور پر  
 توجہ کی تھی، مگر خود اس کا اصل مقصد یہ نہ تھا۔  
 دوسری جگہ (سرفاء Chorfa، ص ۳۷۰ تا ۳۶۰) یہ باب  
 واضح کر دی گئی ہے کہ کتاب الاسماء کی تالیف کا  
 نقطہ آغاز اصل یہ تھا کہ مراکش کے مغربی حانداں  
 کے متعلق ایک حاصی صحیح کتاب بنائی جائے، جس میں  
 رنادران اپنی رزق اور ان حلقوں کی تصانیف سے مدد لی  
 جائے اور اس کا نام 'کشف العین فی ثبوت سی مریں  
 رکھا جائے' مگر چونکہ ناصری کا بار بار ملک کے  
 ایک صدر مقام سے دوسرے صدر مقام میں تبادلہ  
 ہوا رہا اس لیے اسے اس کا موقع مل گیا کہ وہ مراکش  
 کے دوسرے حانداں کے متعلق بھی تاریخی مآخذ کے

ورنہ طاماً وہ ایک ادیب تھا۔ بعض اوقات اس کی تحریر میں خاصی آزادی فکر اور وسیع الطری کا ثبوت ملتا ہے۔ اس کا اسلوب بیان نہایت سلیس اور نستہ ہے اور وہ سادہ و نادر ہی استعارات یا مقی عبارت کا استعمال کرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دورِ حدید کا مراکسی مؤرخ ہے، جس نے شاید اپنی زبان کو نہایت سہولت اور خوش اسلوبی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔

عربی الاستقصاء کی جلد چہارم کا ترجمہ E Fumey نے *Chronique de la dynastie 'alaouie au Maroc* کے نام سے *Archives Marocaines*، جلد ۹ اور ۱۰ (برس ۶ ۱۹ - ۱۹۰۷ء) میں کیا ہے۔ نامی جلدوں کا ترجمہ بھی اس رسالے کی جلد ۳۰ بعد، برس ۱۹۲۳ - ۱۹۳۵ء میں G S Colin, A Graulle, I Hamet اور خود مؤرخ کے بیٹوں نے کیا ہے۔

مآخذ: (۱) *Chorfa Lévi-Provençal*، ص ۳۰۰ تا ۳۶۸، (۲) راکلمان Blockelmann، مکملہ، ۲ ۸۸۸ تا ۸۸۹ (الاستقصاء کی ضح حدید، رباط ۱۹۵۴ء)۔

(لیوی پروونسال E Lévi-Provençal)

- \* احمد بن الحَصِیْب: دیکھئے اس الحَصِیْب۔
- \* احمد بن خِصْر: دیکھئے قرہ حانہ۔
- \* احمد بن زینی دحلان: دیکھئے دحلان۔
- \* احمد بن سعید: دیکھئے بو سعید۔
- \* احمد بن سہل بن ہاشم: والی حراسان۔

انک امیر دھقان حاندان کام گاریاں میں سے تھا، جو مرو کے قریب آباد تھا اور ساسانی الاصل ہونے کا دعویٰ رکھتا تھا۔ اس کا بھائی مرو میں ایراسوں اور عربوں کی لڑائی میں مارا گیا۔ اس نے اس کا انتقام لینے کے لئے عمرو بن اللث کی سرکردگی میں عوام کی ایک شورش برپا کرا دی۔ اسے قید کر کے سستان میں لے گئے، مگر وہاں سے وہ جان پر کھل کر فرار ہو گیا۔ اس نے مرو میں دوبارہ شورش برپا کرانے کی

بارے میں اپنی معلومات میں اضافہ کرے؛ چنانچہ اس طرح اسے مراکس کی مکمل اور مفصل تاریخ لکھنے کا حمال پیدا ہوا۔ اس نے اسی کتاب ۱۵ حمادی الآخرہ ۲۹۸ھ / ۱۵ مئی ۱۸۸۱ء کو مکمل کی اور اسے سلطان وف مولائے الحسن کے نام سے مستند کیا، انک اسے اس خدمت کا کچھ صلہ نہ ملا۔ سلطان کی وفات کے بعد مصنف نے اس تاریخ کو قاہرہ میں طبع کرائے کا فیصلہ کیا اور اسے مولائے عبدالعزیز کی حبس سی تک مکمل کر دیا؛ چنانچہ الاستقصاء ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء میں چار جلدوں میں قاہرہ میں شائع ہوئی۔

الناصری کے تاریخی عربی مآخذ کے بحرے اور ان زبانوں کی فہرست کے لئے جس سے اس نے لفظ بلفظ یا نہ بصرف متعدد اساس نقل کئے ہیں اس کتاب کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ یہاں صرف یہی مانا کافی ہوگا کہ الناصری اپنی مصنفہ میں عربی مآخذ کے حوالے دینے کے علاوہ پہلا مراکسی مؤرخ ہے جس نے بعض یورپین مآخذ سے بھی کام لیا ہے، جو اسے محض اقامہ طور پر بل گئے تھے، مثلاً برنگری سلط کے زمانے میں سرنگی Mazagan کی انک تاریخ، بعنوان *Memorias para historia de praça de Mazagao* از Luis Maria do Conto de Albuquerque de Cunha، برس ۱۸۶۳ء اور *Description historica de Marruecos* از Manuel P. Castel، *y breve rescña de sus dinastias*، ۱۸۸۳ء Orihuela، ۱۸۷۸ء، طبعہ ۱۸۹۸ء۔

اپنی تاریخ لکھنے میں الناصری نے اپنے ہم وطنوں کے عام طریق کی پیروی کی ہے، لیکن کہیں کہیں نقدی مدای کا ثبوت بھی دیا ہے۔ مجموعی طور پر [اس کی کتاب پڑھ کر] ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ محض حسنی اتفاق سے مؤرخ بن گیا،

کونسیں کی اور پھر فرار ہو کر سامانی نادشاہ اسماعیل بن احمد کے پاس حاراً میں رہ لی۔ اسماعیل کے ماتحت حراسان اور رستے کی جنگوں میں اس نے سرگرم حصہ لیا اور احمد بن اسماعیل کے عہد میں جب وہ سالک منج ہوا تو اس موقع پر بھی اس نے نعمان بن حسانب ایجا دیں۔ ایسے حالات کے اپنی والی حاکم بن علی المعروف دی نے حلاوت، نصر بن احمد کی سپہ سالاری میں بھیجا کیا، جبکہ اس نے اپنے حریف اور ریح الاول، ۵۳۰، ۱۱۱۰ - ۱۱۱۸ - ۱۱۱۹ء میں دی - ۱۱۱۸ء میں سرحدی علاقوں میں اس نے سامانیوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا، منکر و حسان کے مقام پر وہ سالک حاکم بن علی سے مسابقت لٹائی اور اسے حاراً بھیج دیا، وہاں وہ قید خانے میں دو اچھے ۵۳۰ / ۱۱۱۸ء میں ۹۲۰ء میں قید ہو گیا۔

مآخذ (۱) بن الاسر، مع ثوب ۱۱۱۸ء - ۱۱۱۹ء، بعد اور بن معلومات زیادہ تفصیل کے ساتھ (۲) تریخ بن تصیف رن الاخبار (طبع ناظم، ۱۹۲۸ء، ص ۲۷ تا ۲۹) میں بھی مبنی میں ملے کہ دونوں کا واحد ایک ہی ہے، یعنی سالک (۳) اسلامی کی تاریخ ولاد حراسان۔

(W. BARTHOLD)

احمد بن طولون، صولاری حاکم بن دانی اور مصر کا پہلا مسلمان والی جس نے ملک نام کا الحاق کیا۔ وہ عباسی حلفاء کا رائے نام ناہکزار تھا اور ان برقی غلاموں کی مثال کے طور پر جس نے کیا حاکم تھا جسے حراسانوں کے رہائے سے حلفاء اور رائے سلطنت کی بھی ملازمت میں بھیج کر لیا جاتا تھا اور جو بعد آراں حاکم طلبی، سالک اور آزادی کی اردو کی دولت بالآخر مسلمانوں کے اصلی حاکم بنے والے بنے۔ کہتے ہیں کہ احمد کا ناپ طولون بھی اس حراج میں شامل تھا جو والی حاراً نے حوالی ۵۲۰ / ۱۱۱۵ - ۱۱۱۶ء میں حلیہ

العاموں کے لیے بھیجا تھا۔ اس نے یہاں تک برقی کی کہ حلیہ کے دانی بہرہ داروں کا سردار بن گیا۔ احمد رمضان ۵۲۰ / ستمبر ۱۱۲۵ء میں پیدا ہوا، فوجی تعلیم و تربیت سامرا میں پائی اور بعد آراں علم دین مدرسوں میں حاصل کیا۔

ابھی سعادت اور بہادری کی بدولت احمد حلیہ المستعین کی بطرون میں مقبول ہو گیا اور حاکم ۵۲۰ / ۱۱۲۵ء میں حلاوت سے دست بردار ہوا تو اس موقع پر احمد ہی کی نگرانی میں حلاوتی قتل کی۔ المستعین بعد میں قتل ہو گیا، لیکن اس قتل میں احمد کا کوئی ہاتھ نہ تھا، کیونکہ غالباً اس کام میں اس کے معاون کی ضرورت ہی نہیں سمجھی گئی۔ ۵۲۰ / ۱۱۲۵ء میں حلیہ المعز نے مصر کا ملک ترک کر کے سپہ سالار ناکاک کو، جس نے طولون کی سوہ سے نکاح کر لیا تھا، بطور حاکم عطا کر دیا۔ احمد کو اسے سوسلے ناپ کا نائب مقرر کیا گیا، چنانچہ وہ ۲۳ رمضان ۵۲۰ / ۱۱۲۵ء میں ۸۶۸ء کو قسطنطین میں داخل ہوا۔

آئندہ حارس سال احمد اسی کنوینس میں رہا کہ وہ سلطنت کا نظم و نسق اس المدبر سے لیے کر خود سہل لے۔ اس المدبر انک قابل اور صاحب انداز مسلط مالک تھا، جس کی ناقابل برداشت ررسائی، غازی اور حرص کی وجہ سے مصری لوگ اس سے ناراض اور متنفر ہو گئے تھے۔ یہ کشمکش سامرا میں اپنے اپنے کارکنوں اور ریسہ داروں کے درمیان جاری رہی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس المدبر موقوف کر دیا گیا۔ ناکاک کے قتل کے بعد صوبہ مصر یروج کو بطور جاگیر عطا ہوا، جس نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح احمد بن طولون سے کر دیا تھا۔ اس نے اس طولون کو نائب والی کے عہدے پر مستعمل کر دیا اور اس کے علاوہ اسکدریہ، برقہ اور سرحدی اصلاع بھی اس کی تحویل

میں ۳۔ مختاری کی تحریکوں اور حملوں سے خلافت خطرے میں بھی اور ادھر حبوب میں رنگوں (رج) کی بغاوت کی وجہ سے الموقی کی فوج مصروف تھی۔ اندرین حالات الموقی، جو سہا ایسا آدمی تھا کہ ابن طولوں کی طاقت کا مقابلہ کر سکے، خود سب سے زیادہ انتظامی، دیپٹی اور اس ناظمی کسمکس کی زد میں تھا جو ایک طرف تو حلیفہ اور خود اس کے درمیان اور دوسری طرف ترک جماعتوں کے سرداروں کے ساتھ جاری تھی۔

یہ بھی خلافت کی صورت حالات جب اس طولوں نے اپنی مملکت کے مالکات پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد اپنی خود مختاری کے لیے موروثی موقع مسجبت کیا۔ ربح کے خلاف طویل اور کراں مہموں کے سلسلے میں سہ سالار الموقی خلافت کے رہبر بن گئے تمام علاقوں سے مالی امداد حاصل کرنا اپنا حق سمجھتا تھا۔ اس طولوں کی جانب سے اسے جو امداد ملی اس نے اسے ناکافی سمجھا اور موسیٰ بن نعمان کے ماتحت ایک فوج اس عرصے سے روانہ کی تھی وہ اسے وہاں سے علیحدہ کر دے (۵۲۶۳ھ / ۱۱۳۷ء)، لیکن سناہوں کے مطالبات اور اس طولوں کی افواج کے خوف سے یہ اقدام ترک کر دیا گیا۔ احمد کے حوصلے اب اسے بڑھ گئے تھے جہاد اور سوریہوں کے خلاف ملک سام کی سرحدوں کی حفاظت کے نام سے اس نے سام پر قبضہ کر لیا، لیکن اس کے بعد اسے جلد ہی مصر آنا پڑا تاکہ اپنے بیٹے عنان کی بغاوت فرو کرے، جسے اس نے مصر میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔

سام کی مہم کے بعد ابن طولوں نے اپنے ہاں کے سونے کے سنگوں پر حلیفہ اور اس کے بیٹے جعفر کے ناموں کے علاوہ اپنا نام بھی ضرب کرانا شروع کر دیا (یہ ناب قابل ذکر ہے کہ اس طولوں ہمیشہ المعتمد کو حلیفہ تسلیم کرتا رہا؛ شاید اس

میں دے دیے، جواب تک اس کی حکمرانی سے باہر تھے۔ فلسطین کے والی آنحضور کی بغاوت سے احمد آگاہ اس ناب کا موقع مل گیا کہ وہ حلیفہ کی احازب سے کثیر تعداد میں علامہ حرد لے تاکہ ان کی مدد سے اس بغاوت کی سرکوبی کر سکے اگرچہ یہ کام بعد ازاں کسی ورسعصر کے جہد کر دیا گیا لیکن یہ سالم فوج ان طولوں کے امداد کی نماندگی تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ خود مصر کے ناس اپنی بڑی فوج بار ہو گئی جو حلیفہ کے ماتحت رہ تھی۔ ماضیانہ عطیات و تحائف کے ذریعے اس طولوں نے خلافت عباسیہ کے نئی درباروں کو اپنا گرویدہ بنا لیا اور اس میں بھی کامیاب رہا کہ حلیفہ نے جو حکم اسے واپس بلا لینے کے لیے صادر کیا تھا وہ مسخ کر دیا جائے۔ حلیفہ ان امداد کے حاسب کی، مگر اس طولوں کو لکھا کہ وہ اپنا نہ مصر کا حراج حرانہ خلافت میں بھیجا جائے۔ علاوہ برن حلیفہ نے اس خیال سے کہ حراج کی یہ رقم اس کے اپنے ذاتی حراج کے لیے مخصوص رہے اور اس کے بھائی الموقی کو اس کا ہمارا نہ جیل سکے، مصر اور سام کے سرحدی علاقوں کے مالکات ۵ کل انتظام احمد کی بحول میں رہے۔ دنا ۵۲۵۸ھ / ۱۱۳۷ء میں حلیفہ کا بیٹا جعفر (جو بعد میں الموقی کے لقب سے مشہور ہوا) یزحوج کی حکم مصر کا حاکم قرار مقرر ہوا۔ المعتمد نے اپنے بھائی الموقی کو اپنے بیٹے کے بعد تحت و ناح کا وارث تسلیم کر لیا تھا اور پوری مملکت کو ان دونوں وارثوں کے درمیان تقسیم کر دیا تھا، حلیفہ الموقی کو حاکم میں مشرق کے صوبے ملے اور الموقی کو مغرب، مؤخر الذکر کے لیے موسیٰ بن نعمان ترک کو نائب السلطنت کی حثیت سے سریک کار مقرر کیا گیا۔ در حقیقت الموقی کو پورا پورا اختیار حاصل تھا، لیکن صورت حال یہ بھی کہ ایک طرف تو مشرق

کی وجہ صرف یہ ہو کہ وہ ایسے بالکل بے بس سمجھا تھا)۔ ۵۲۶۹ / ۸۸۲ء میں احمد نے حبشہ کو اس باب کی سبب دی تھ وہ اس کے عمان آکر ہماہ گویں ۸۸۲ء میں اس نے اس کی سرس رہ بھی کہ تمام شاہی اقدار مصر میں مرکوز ہو جائے اور وہ خود حدیث کہ جو مصر ایک مکر ہے حال رہ گیا تھا محفوظ رہ جائے کی تک اسے حاصل کرنے کے لئے ان کے ہاں سے راز راسیے بھی بے روٹ دیا گیا اور انموقی نے اسکو اس انداز میں مصر و سیدہ والی ارد گرد کے علاقے میں اس کے اندر کے اہل مذہب کے فہم کی ویاہت کی، جو نہ سہ میں معمر ہوئی، انموقی کے وارث بہت دور کے حق کو حاصل کرنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ انموقی نے اس ارادہ کو معجز کیا کہ وہ ان طوئوں پر مساجد میں لے کر بھیجے گئے۔ اس کے جواب میں ان طوئوں نے بھی مصر اور اہل کی مساجد میں ان ترقی کے خلاف یہی ویرہ اہتمام کیا، لیکن انموقی نے، کو وہ آخر کار ربح کے خلاف جنگ میں کامیاب ہو گیا، یہ کوسس کی اہل سامہ صوبہ بحال رہے۔ اس کا مدعا یہ تھا کہ وہی اور حکمت شعلی نے دریغ احمد سے وہ دیر حاصل کر لی تھ جو جنگ کے درمیں حاصل نہ ہو سکی تھی۔ احمد نے بھی اس سلسلہ میں سامی سے موافقت کا اظہار کیا، لیکن وہ دو دفعہ ۵۲۷ / مارچ ۸۸۳ء میں فوت ہو گیا۔

اس طواؤں کی کامیابی کی وجہ صرف یہ نہیں تھی کہ وہ سب قابل اور ہوسار تھا یا اس کی برکی اور سودانی سلاؤں کی فوجیں بڑی طاہور تھیں، بلکہ اس کا ایک باعث تعاون ربح بھی تھی، جس کی وجہ سے انموقی کو یہ موقع نہ مل سکا کہ وہ اس کی دست دراریوں کا قرار واقعی اسداد کر سکے۔ اس کی رراعی اور انتظامی اصلاحات کا مقصد یہ تھا کہ وہ کسانوں کی حوصلہ افزائی کرے تاکہ وہ ان بھاری محصولوں

کے باوجود جو ان پر عائد تھے سرگرمی سے اسی اراضی کو کاشت کریں۔ اس نے حکام کی ان ررسانوں کا حاشہ کر دیا جو وہ مالی انتظامات کے سلسلے میں اپنے ذاتی مع کے لئے روا رکھتے تھے۔ ان طوئوں کے عہد میں جو حوش حالی مصر کے مذکورہ مذکورہ عہد میں وہ زیادہ تر اس حقیقت کے باعث بھی کہ ملک کی کل آمدنی کا بڑا حصہ اب دارالحکومت کو نہیں پہنچا جاتا تھا، بلکہ نہ وسائل اب تجارت اور صنعت و حرفت کو فروغ دینے اور قسطنطنیہ کے بحال میں ایک نئی سسی قائم کرنے کے کام آئے، جسے الفطائع کہتے تھے۔ آل طولون کے زمانے میں حکومت کا مسمر بھی رہا اور اسی میں ان طوئوں کی تعمیر کرائی ہوئی جامع مسعود واقع تھی۔  
 مآخذ (۱) التلوی سرب ان طوئوں (طبع کرد علی)؛  
 (۲) ابن سعد المقرئ (طبع رکی محمد حسن، سیدہ کاشف و شومی صیف، بیر طبع *Fragmente aus dem Voller* *Mughrab*)، (۳) الطبری، ۳ ۱۶۷ بعد (۴) یعقوبی (طبع ہوسما Houtsma)، ۲ ۶۱۵ بعد؛ (۵) المقرئ: خطہ، ۱ ۳۱۳ بعد، (۶) ابوالمحاسن (مطبوعہ قاہرہ)، ۳ ۱۰۰۔۔۔ (۷) ابن ایاس، ۱ ۳۷ بعد، (۸) *Egypte Marcel*، باب ۶ بعد، (۹) ویسٹفیلڈ *Die Statthalter Wustenfild*، *von Agypten*، جلد ۳ بعد، (۱۰) کوربت *Corbett*؛ *The Life and works of Ahmed ibn Tulun*، در *JRAS*، ۱۸۹۱ء، ص ۵۲ بعد؛ (۱۱) لین پول *Lanepool*؛ *History of Egypt*، ص ۵۹ بعد، (۱۲) بیکر *C. H. Becker*؛ *Beitrage zur Geschichte Agyptens*، ۳ ۱۳۹ تا ۱۹۸؛ (۱۳) وائٹ *Histoire de la Nation Egyptienne*، جلد ۴، باب ۳؛ (۱۴) رکی محمد حسن *Les Tulumides*، پیرس ۱۹۳۷ء۔

(رکی محمد حسن)

احمد بن علی بن ثابت : دیکھیے الخطیب العدادی ۔

احمد بن عیسیٰ: بن محمد بن علی بن العریض  
 بن جعفر الصادق (۱) [حضر] علی (۲) کے برہمن،  
 المہاجر کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ ول بھی سمار  
 ہوئے ہیں اور روانہ حصر بنی ساداب کے مورث اعلیٰ ہیں۔  
 آپ ۵۳۱ھ / ۹۲۹ء میں (بواہل آرک نان) کے  
 مرعومہ مورث اعلیٰ محمد بن سلمان اور (سو وندم  
 کے مورث اعلیٰ) سالم بن سداد کے ہمراہ ۵۳۱ھ /  
 ۹۲۹ء میں صرٹ سے روانہ ہوئے۔ مگر ابو ظاہر  
 القرمطی کے حصے کی وجہ سے اگلے سال تک وہ  
 نہ پہنچ سکے۔ لہذا اسے ساتھیوں سمیت  
 مغربی بن (خلافت سرحد اور سہام) میں اناد ہو گئے۔  
 ۵۳۴ھ / ۹۵۱ء میں آپ اپنے بیٹے عبداللہ کو ساتھ  
 لے کر حصر بنی حلہ گئے۔ پہلے تو آپ علاقہ  
 حجر بن بنیم کے قریب اقامت گزرتے ہوئے، پھر  
 قارہ بنی حسہ اور آخر میں حسہ میں حلے آئے،  
 جہاں آپ بے سہر ہوئے۔ اور کی طرف صوف کا علاقہ  
 حرد لیا اور وہاں حواج اور اناصہ کے ملحدانہ  
 سفائد کے مقابلے میں سنی سفائد کی زور سے حمایت  
 کرنے لگے۔ آپ کا انتقال (سول السلی) ۵۳۵ھ /  
 ۹۵۶ء میں ہوا۔ آپ کے اور احمد بن محمد الحسی  
 کے مرار حسہ کے ناھر یعب محمد (یعب احمد)  
 میں مربع رائیں ہیں۔ آپ کے دو بیٹے، حذیفہ  
 اور غلوی سمل میں حاذر آباد ہوئے، جو بریم سے  
 چھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ۵۲۱ھ / ۱۱۲۷ء  
 سے یہ سہر (نا) غلوی [آرک نان] حادان کا سام طور  
 پر مرکب بنا ہوا ہے، یعنی غلوی مدثور کی آل اولاد کا  
 ایک اور احمد بن حسہ عمود الدین کے حالات  
 کے لیے، جو العمودی کے حصر بنی حادان کے مورث  
 بھی، دیکھئے Hadhramout v d Berg، ص ۴۱، ۸۵۔  
 مآخذ: (۱) برگ L W C van den Berg  
 Le Hadhramout، ۱۸۸۶ء، ص ۵۰، ۸۵؛ (۲) فستعلت  
 Cufiten F. Wustenfeld، ص ۲ بعد (۳) الشلی المشرع

- الرؤی بن مناقب بنی غلوی، ۱۳۱۹ھ، ۱: ۳۲ بعد،  
 ۱۲۳ بعد، (۴) لیڈ برگ Hadramout . C Landberg،  
 ص ۴۰، (۵) رساور Manuel Zambaur، جدول E.  
 (O LOFGREN)
- \* احمد بن فضلان: دیکھئے اس فصلان۔
- \* احمد بن محمد بن حنبل: رک نہ احمد  
 بن حبل۔
- \* احمد بن محمد: بن عبدالصمد اوتصر،  
 عربی سلطان مسعود بن محمود کا وزیر۔ اسے مسہور و  
 معروف بسرو الممندی کی وفات (۵۳۳ھ / ۱۰۳۲ء) کے  
 بعد اس نے اپنی ملازمت کا آغاز حوازم سہ آلون  
 ناش کے داروغہ (کجدا) کی حسہ سے کیا اور  
 مسعود کا وزیر بننے کے بعد وہ اس کے عہد حکومت  
 میں اس عہدے پر برابر فائز رہا۔ دہاقان کی  
 شکست کے بعد جب مسعود ہندوستان چلا آیا تو  
 اسے بیٹے مودود کے ہمراہ اسے بلج بھیج دیا تا کہ وہ  
 بلجیوں کے خلاف اس سہ کی حفاظت کرے۔  
 مودود کی بحسسی (۵۳۲ھ / ۱۰۴۱ء) کے بعد  
 بھی وہ نچھ عرصے تک وزیر کے عہدے پر رہا،  
 یہاں تک کہ عہدہ وزارت الممندی کے بیٹے نے  
 سنبھال لیا۔ اس کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہے۔
- مآخذ: (۱) السہقی (طبع مورلی Morley)؛ (۲)  
 اس الاثیر، ح ۹؛ (۳) Kazimirski و De Biberstein  
 Dman Menoutchehri، (دیوان موچہری) دیباچہ۔
- \* احمد بن محمد عرفان: دیکھئے احمد  
 بریلوی۔
- \* احمد بن محمد المنصور: دیکھئے احمد  
 المنصور۔
- \* احمد بن یوسف: بن القاسم بن صبیح،  
 ابو جعفر المأمون کا کاتب (سیکرٹری)۔ وہ کاتبوں  
 اور شاعروں کے ایک ایسے حادان سے تعلق رکھتا تھا

سترہ سال کی عمر میں مدرسۂ ملکہ کی تعلیم سے فراغت حاصل کی اور نوپ حارے کے سپہ سالار کی پیشی میں، رحمان کی حبش سے مدد کیا گیا، مگر اس نے یہ ملازمت اسے حادثان کی سبب مخالفت کے باوجود بہت جلد چھوڑ کر احمد بن یوسف کا سہ ماہی کر لیا اور اٹھارہ برس کی عمر میں ایک پندرہ روزہ رسالہ عثمان کے نام سے جاری کیا۔ یہ رسالہ چند دنوں کے بعد بند ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے فرانسیسی افسانوں کے ترجمے کا کام شروع کر دیا، جس میں جولین ورن (Julien Vainc) اور ڈوڈہ (Alphonse Daudet) کی کئی تصانیف بھی شامل ہیں۔ جب وہ قسطنطنیہ کے ایک نام نہاد نو اکتیے والے روزانہ اخبار تربت میں ترجمہ کا کام کر رہا تھا تو اسے یہ خیال سدا ہوا کہ ایک قصہ وار مصور رسالہ جاری کرے، چنانچہ اس نے اپنے دو بانی آغا بنو بدیع دے دی کہ وہ اپنے اس اخبار کے ساتھ ایک قصہ وار علمی صمیمہ نروپ فوں کے نام سے نکالنے کی اجازت دے دے۔ ایک سال کے بعد اس صمیمہ نے احمد احسان کی ملکیت میں ایک مستقل حبش اخبار کر لی۔ مارچ ۱۸۸۹ء کے پہلے رحمتے میں رسالے کی تعریف یوں کی گئی کہ یہ ایک "ناصوبہ برکی رسالہ ہے جو ادبیات، سائنس، فنون لطیفہ، سوانح نگاری، صاحب اور مسابہ یوسفی کے لئے وقف ہے"۔ اس نئے رسالے میں سائنسی حالات کے اظہار سے زیادہ تر سرگرمی کرنا جانا تھا۔ بد سمجھ کر کہ ایک مصور اخبار کے ذریعے سرکاری ماسد کی تبلیغ بہت اچھی ہو سکتی ہے شروع میں حکام وقت نے اسے ہر قسم کی امداد دی، جس میں مالی اعانت بھی شامل تھی، لیکن نہ امداد بہت جلد ہی ایک اور مصور رسالے، یعنی نانا طاہر کے مصور معلومات کی طرف منتقل کر دی گئی۔ تاہم نروپ فوں مغرب، خصوصاً فرانس کی علمی زندگی سے آگہی اور اس کی تقلید کی تلقین برابر کرتا رہا

جو موالی میں سے تھا اور اصلاً کبوتے کے گرد و بواح میں آباد تھا۔ اس کا ناپ یوسف پہلے عبد اللہ بن علی کا، پھر یعقوب بن داؤد کا اور آخر میں یحییٰ برمکی کا کتبہ رہا۔ معلوم ہوا ہے کہ العاصیوں کے عہد خلافت کے اواخر میں احمد عراق میں بھی کاتب کے عہدے پر مقرر تھا۔ ان کے ایک دوست احمد بن ابی حلد نے اپنے اساتذوں کے حوالہ سے پتہ لگا اور وہ جلد ہی ابی حوسن دانی کی وجہ سے مورخ العرب اور حنفی فہم مدد حاصل ہو گیا۔ بعد ازاں یہ دیوان السمریوں ہوا اور دیوان الرمال، جہ عمر بن مسعودہ کو دیا گیا تھا، اگرچہ اس کے اس نثری حجب ماریجہ میں گرا۔ ممکن ہے کہ حنفی کے دوسرے نثری کی حیثیت سے اس کی قدروں میں اتنی بڑی نہ رہیں مؤرخین نے اسے ویر کے لقب سے یاد کیا ہے، حالانکہ اس اخبار کے بعد اسے بھی حاصل نہیں ہوا۔ آئندہ ہوئے واپس حدیث المعصم سے اس کا اختلاف ہو گیا اور اس کا معلوم ہونا ہے کہ ماہ رمضان ۵۲۳ھ / دسمبر ۸۲۸ء میں اس نے وفات پائی۔ اس سے متعلق رسائل، حکم، احوال اور اشعار منسوب ہیں، جس کی وجہ سے وہ "کاتب سامر" کے لقب سے مشہور ہے۔

- مآخذ (۱) الجاحظ فی تم احادیث الکتاب، ص ۴۶؛ (۲) البیہاق، ۲۶۳؛ (۳) ابن طیفور؛ (۴) الفلیری، ج ۳؛ (۵) الغنیمتاری اشاریہ؛ (۶) الصولی اوراق (سفر)، ص ۱۴۳؛ ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲؛ (۷) المسعودی السہ، ص ۳۵۲؛ (۸) الاعانی، مہارس Tables، (۹) یاقوت اساد، ۱۲، ۱۶۰ تا ۱۷۱۔

(D SOURDEL)

احمد احسان (احمد احسان نوک گوار) ایک ترکی مصنف اور مترجم، جو ۲۴ جولائی ۱۸۲۸ء / ۵ اپریل ۱۸۶۹ء کو ارزروم میں پیدا ہوا۔ اس نے



احمد احسانی، شیخ: (احسانی در آقائے جمال زادہ: مجلہ یعما، شماره ۱۶۲: ۱۸۹۲: احسانی در سرکار آقائے ابوالقاسم خان ابراہمی سیح سئم: فہرست کتب سیح احسانی) سلسلہ سنجیہ کے سرگ و بیسوا۔

ان کا نام احمد بن ربیع الدین بن ابراہم بن صقر بن ابراہم بن داغر بن رمضان بن راشد بن دھیم بن سمرح آل صفر احسانی ہے (رمضان نا سمرح، چار اجداد، سی بھی)۔

سج رحب ۱۱۶۶ھ میں (روایات الحجاب، ص ۴۱۶) احساء کے ایک عربی مضمونی میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں قرآن مجید حتم کر لیا۔ سج کے حالات خود ان کے اپنے فلم کے لکھے ہوئے موجود ہیں۔ انہوں نے بچپن میں شیخ محمد سے کتاب آخرومہ اور عوامی حرجانی پڑھا تو بیاں کیا ہے، لیکن ان کے سواہ اپنے کسی اور استاد کا ذکر نہیں کیا۔ لڑکپن ہی سے سور و حوص کی طرف پوری رغبت تھی۔ دس سال کی عمر میں عساب عالیہ خانے سے پہلے اپنے شہر میں مروحہ اسدانی علوم پڑھے میں مشغول رہے۔ دس سال کے ہوئے نو عتاب عالیہ چلے گئے اور وہاں سواتر علماء کے حلقہ درس میں حاضر ہوئے رہے، لیکن وہاں مرض طاعون پھیل جانے کی وجہ سے احساء لوٹ آئے۔ سج نے بحرالعلوم حاجی سید مہدی سے (مجلہ یعما، شماره ۱۶۲: ۴۴۰) بیر سج جعفر بن سج حاضر نعمی سے (مجلہ یعما، شماره ۱۶۲: ۴۴۲) اور مطابق فہرست، ص ۱۸۹، سج محقق، سج حسین آل عصمور، سج احمد بحرانی دھستانی، آقا مرزا سہرستانی، آقا سید علی طباطبائی صاحب ریاض اور حاجی کلانی صاحب کتاب اشارات سے اجارۃ روایت و دریافت حاصل کیا اور آل عصری کی ایک حاتون سے نکاح کر لیا۔ کچھ زمانے کے بعد بحرین گئے

اور ملک بھر کے تقریباً سب بوجوان ادیب اس کے لیے مضمون لکھتے تھے؛ چنانچہ اکرم نک، حائد صیاء، احمد راسم اور سی زادہ ناظم اس کے ناقاعدہ مضمون نگاروں میں سے تھے۔ ۱۸۹۴ء میں بوفی وکرب کو اس رسالے کی ادارت کا پورا اختیار دے دیا گیا، لیکس ۱۹۰۱ء میں اس کی احسان سے کچھ ان بن ہو گئی، اس لیے وکرب مسعفی ہو گیا اور ان کی ناہمی کسب گئی ۱۹۰۷ء تک قائم رہی۔ ۱۹۰۱ء میں ایک اور زمانہ ٹری آف بس آئی، یعنی نہ کہہ جس حائد نے ایک فرانسیسی مقالے کا ترجمہ کیا، جس میں انقلاب فرانس کا ذکر تھا اور اس میں چند حملے ایسے تھے جنہیں معاویہ انگریز فرار دنا کیا۔ اس پر سلطان ناراض ہو گیا اور عربوں چند ہفتوں تک بند رہا، لیکن محمد عارف کے دربارے، جو احسان کا ہمدرد رہ چکا تھا اور محل سلطانی کے حملے میں مسلک تھا، یہ اخبار بھر سائے ہوئے لگا، ناہم ان تمام ادبوں نے جو اس اخبار کے مسئلہ معاون تھے اس سے قطع بعلی کر لیا اور گو احسان اسے برابر سائے کرتا رہا لیکن پہلا سا حوش و حروش نامی نہ رہا۔

احسان کی طبع راد ادبی تصانیف میں کوئی اماری ساں نہیں ہے۔ اس کا سرمایہ سورپ مطبوعات خاطر لری کے نام سے اسانول میں ۱۹۳۰ء میں ۱۹۳۱ء میں سائے ہوا۔

ابھی عمر کے اواخر میں وہ ملی مجلس کسر [نوک ملی مجلس] کا رکن بھی ہو گیا تھا۔ اس نے ۱۹۴۲ء میں وفات پائی۔

مآخذ: (۱) Die turkische O Hachtmann

Literatur des zwanzigsten Jahrhunderts لاہرک

۱۹۱۶ء، ص ۵۸، (۲) گوسا I A Góvsa ترک

مشہور لری اسانکلویدی سی، اسانول ۱۹۴۶ء، ص ۳۸۳۔

(G L LEWIS و K SUSSHEIM)

[illegible]

۱۲۳۲ھ میں سیح نے ریارب رحمہ اللہ سرب کا ارادہ کیا۔ لیکن اس کے بعد بھی کچھ مدد عتاب عالیہ میں، نھر کرماں ساہاں اور فرویں (حماں سپید نالٹ حاحی ملا محمد نقی برغانی نے سیح کی تکمیر کی۔ قصص العلماء و فہرست، ص ۱۹۱) میں رہے اور تیسری بار رومہ حصرب رضا کی ریارب کو

گئے اور عتابِ عالمہ واس آگشہ - کر بلائے معلیٰ  
 میں کیجھ زمانے نام کے بعد آخر کار سب اللہ الحرام  
 کی زیارت کے ارادے سے حجاز کا قصد کیا، راستے  
 میں نادِ سموم سے بیمار ہو کے صاحبِ فراش ہو گئے  
 اور مدینہ منورہ پہنچے میں دو مہرلیں باقی نہیں  
 تھیں ۲۱ ذوالحجہ ۱۲۳۳ھ کو انوار کے دن ان  
 کا احوال ہو گیا۔ ان کی قبر مدینہ طیبہ میں حسب  
 جمع کی دیوار کے نیچے ہے (بحرۃ السماء فی  
 تراجم العلماء۔ طبع لکھنؤ، ۱: ۳۶۳ و کتاب  
 روضات الجنات، طبع بہران، ص ۲۶)۔

سخ احمد احسانى ان حد علماء ميں سے  
 ھن ھميوں نے ھر چھوٹے بڑے مسئلے کے مسئلے  
 كوئى كتاب نا كوئى رسالہ تصف و تالف كر ديا  
 ھے۔ ان کے بشر رسالے رفع سہاب کے ليے ان  
 سوالوں کے جواب ميں ھن حو اسلام کے بنيادي  
 اصول و مسائل کے مسئلے ان کے عقيدت مندوں يا  
 كسى عربى طرف سے كيے گئے تھے۔ مرحوم  
 سخ كى كتابوں، رسالوں اور تاليفات كى تعداد حاحى  
 محمد كريم حان مرحوم نے كتاب عدايہ الطالبين  
 ميں بس سو حلد مان كي ھے، لكى يہ مسلم ھے كہ  
 ان ميں سے بہت سى تاليف چونكہ سئلوں کے  
 جواب كي صورت ميں تھيں، لہذا اسوس كہ صانع  
 ھو حكى ھيں۔ سد كاظم رسي نے حو تا تمام مہرست  
 سخ كى كتابوں كي لكھى ھے اس ميں بچانوے  
 رسالوں كا ذكر كيا ھے اور اس مہرست ميں اسى  
 كتابوں کے نام ديكھے ميں آيے ھن حان كا اب  
 ساں بھى ناقي تھيں۔ حاحى سد محمد آفا فائقى  
 (رحلہ بعما، شمارہ ۱۶۲ : ۴۴۵) كي تحرير کے  
 مطابق سخ كي ايك سو دس كتابيں اب بك موجود  
 ھيں، حان ميں سے چھپے کے سوا سب چھپ چكى  
 ھيں۔ سخ كي كتابيں اور تاليفات نو قسموں ميں  
 تقسيم كي جا سكتى ھيں۔ يہ تقسيم، بير موضوعات كي

نقلہ، ہر مسلمان کے لیے فرض عین ہے، نہ ہے کہ مسلمان کے تمام اعمال امام کی فرمائش کے مطابق اور اس کی پیروی میں ہوں (مہرست، ۱ : ۱۰)۔ سلسلہ سجدہ کے موجودہ پسوا کہتے ہیں : ”ہم کوئی عمل نہیں کریں جس کی نسبت امام علیہ السلام سے نہ جان لیں“ اسی بنا پر ہم فتوے اور حدیث میں فرق نہیں کرتے۔ ہاں، اس کا راوی ربدہ ہو نا مردہ اس سے عمل میں کوئی تفاوت نہیں ہونا“ (مہرست، ۱ : ۱۳) ”نہ کہتے ہیں کہ جو دھو ہم کہیں چاہے کہ فرمادیں آل محمد علیہ السلام کے مطابق ہو (مہرست، ۱ : ۱۶) اور نہ بھی کہتے ہیں : ”نہ صرف نہ کہ احکام سرعہ، عبادات اور معاملات کا علم آل محمد علیہ السلام کو ہے، بلکہ دنیا و آخرت کے تمام علوم اور جو ہو گا اور جو ہوگا اس کا صحیح علم بھی آل محمد علیہ السلام کو ہے۔ جو کچھ دوسروں سے کہا ہو اور ان کی فرمائش کے خلاف ہو، وہ حتمی ہے علم نہیں۔ علم صحیح صرف علم قرآن ہے اور اس کے مفسر آل محمد ہیں نہ کہ کوئی دوسرا“ (مہرست، ۱ : ۲۳)۔ (موجودہ پسوا نے) نہ سب عقائد سچ احمد سے لیے ہیں۔

سچ کے رسالوں، مراسلوں، مواعظ اور کتابوں کے مطالعے سے مسلمہ طور پر نہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ سچ بے اصول، فقہ اور کلام کے سسر مسائل میں انہی رائے ظاہر کی ہے اور اس طرح کہ کئی جگہ صراحت کر دی ہے کہ میں نے جو کچھ کہا وہ اسطرح ہے جو آیات (قرآنی) اور ائمہ اطہار کی حدیثوں سے کیا ہے۔ سچ بے بعض مواقع ہر اپنے مقصد کے لیے حکماء، متکلمین اور عرفاء کی اصطلاحات سے بھی کام لیا ہے (ہمیں معلوم ہے کہ فقہاء و متکلمین اسلام نے کسی طرح ان کے اس رویے کو قابل قبول قرار نہیں دیا اور دین کو عقلی و حکمی

تعمین اور مندرجات کی سبب، مہرست بالیفات سچ، ح ۲، میں تحریر ہے، جو سرکار آف ایوالقاسم خان ابراہیمی نے مرتب کی ہے اور حسب دلیل ہے : (۱) کتب و رسائل حکمۃ اللہ و فصائل (۲) در بیان اعتقادات و رفع ارادات؛ (۱) در بیان سر و سنوکت؛ (۳) در بیان اصول فقہ؛ (۵) در بیان کتب فقہیہ؛ (۶) در سیر؛ (۷) فایضہ و حکم عملی؛ (۸) ادبیات؛ (۹) کتب و رسائل مہرست۔ ان بالیفات میں سے مردنا نابوے حوامع الکلم کے نام سے دو بڑی بڑی جلدوں میں ۱۲۷۳ھ اور ۱۲۷۶ھ میں سرور میں جہت حکمی ہیں۔ سچ کی سب بالیفات عربی میں ہیں۔

نسخہ سواؤں کی تمام بالیفات، جو شمار کر کے درج کی جا چکی ہیں۔ ۸۳۵ رسالوں، ۸۲ فائدوں، ۳۲ فائدوں، ۱۵۵۲ خطوں، ۱۶۵۳ درجوں، ۱۸ مراسلوں، ۲ مفاہوں اور ۱۳ واردوں پر مشتمل سمجھی گئی ہیں۔

(نسخہ کے ہر سوا کی بالیفات کی جدا جدا تفصیل نہ ہے : (۱) سچ احمد : ۱۱۵ رسالے، ۵ حصے، ۳۵ فائدے اور ایک مراسلہ؛ (۲) حاحی سند کاظم : ۱۶۶ رسالے، ۲ خطے، ۳ فائدے اور ایک مراسلہ؛ (۳) حاحی محمد کریم خان : ۲۴۶ رسالے، ۲۲۶ فائدے، ۹ مراسلے، ایک مقالہ، ۲۱ مواعظ، ۳ واردے اور ۳۲ فائدے؛ (۴) حاحی محمد خان : ۱۳۸ رسالے، ۱۰ فائدے، ۲ مراسلے، ایک مقالہ، ۱۴۲ درس اور ۷ مواعظ؛ (۵) حاحی رب العائدین خان : ۳۶۴ جلد اور (۶) سرکار آف ایوالقاسم خان : ۱۴ رسالے)۔

افکار و عقائد سچ احمد احسانى : شیخ احمد کا بطور کلی یہ اعتقاد ہے کہ ہر مسلمان کے عمل کی ساد قرآن، سب اور ضرورت اسلام پر ہونا چاہیے (مہرست، ۱ : ۲۱۹) اور حقیقی

حکومتوں کے مقابلے میں اپنی آزادی برقرار رکھو ان آزاد قبائل میں توخی خاص طور پر قاد دکر ہیں۔

توحیوں کا دور (۵۹۶۰ تا ۱۲۰۰ء): علرنیہ کی ایک شاخ توحی ہے، جو برنگ اور ارعدا کی وادیوں میں سی ہوئی تھی، تیموریان دہلی ا صفویان ایران کے درمیانی علاقے میں اپنی خود مختار برقرار رکھی۔ اسی حاندان میں سے شاہ محمد قلابی ۵۹۶۲ / ۱۰۵۴ء میں ہمایوں کی طرف ۲ قندھار کا حاکم بنا، جس کی سل سے ایک فرد ملے ہوا۔ اسے اورنگ زیب نے سلطان ملعی کا لقب دے کر تمام علرنیوں کا ملک تسلیم کیا (۱۰۹۲ء ۱۶۵۱ء)۔ اس کے عہد میں صہویوں، ہزارویوں اور علرنیوں کے درمیان حوالیر لڑائیاں ہوئیں ملعی نے اندالوں کے رئیس سلطان حداد سے ایک عہد نامہ کیا، جس کی رو سے وادی گرماب حدفاصل قرار پائی۔ اس کی ہلاکت (۱۱۰۰ / ۱۶۸۸ء کے بعد مدد تک اس کے بیٹے حامی عادل (نواح ۱۱۰۰ء) بعد میں عادل کے فرزند نائی حان (نواح ۱۱۱۰ء) سے قلاب اور اس کے ملحقان پر حکومت کی، پھر کچھ عرصہ ملعی کے بھتیجے شاہ عالم ولد علی حان (نواح ۱۱۵۰ء) بعد آراں اس کے فرزند خوش حال حان نے۔ مؤخرالذکر کے بیٹے اشرف حان کو احمد شاہ اندالی نے قلاب سے عربی تک کی حکومت سپرد کی تھی (نواح ۱۱۶۰ء)۔ تیمور شاہ اندالی کے عہد میں اشرف حان کے بیٹے اموجان کو علرنیوں کی حکومت مل گئی (نواح ۱۲۰۰ء)۔ اس حاندان کے لوگ امیر عبدالرحمن خان کے عہد تک برسرِ اقتدار تھے۔

عہدِ اندالیان (۱۲۰۰ تا ۱۳۴۴ء): اندالی حاندان کا شجرہ نسب اپتل یا ہپتل (= اودل = اندل = ہیطل = یقتل) تک پہنچتا ہے۔ سعید نام آریاؤں کے

نبہاں طلائی، نقرئی اور مسی سکے ڈھالے جاتے تھے۔ اس زمانے میں اسلامی حکومتوں کی حدود خلیج بنگالہ سے جبل الطاروں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ایشیا، افریقہ اور یورپ میں وسیع ممالک ان کے تحت آچکے تھے۔ بڑی بڑی غیر مسلم یورپی طاقتوں، مثلاً انگلستان، روس، ہالینڈ، فرانس اور ہسپانیہ سے ہندوستان، ایران اور خلافت عثمانیہ کے سیاسی اور تجارتی تعلقات قائم ہو چکے تھے۔ ہندوستان کی تجارت یورپی ممالک سے خشکی کے راستے یا نو پشاور، ٹائل اور بحارا کی راہ سے ہوتی تھی یا قندھار اور مشهد کی راہ سے۔ صعب، تجارت اور علوم و فنون کو ان عظیم شہنشاہوں نے بڑی برمی دی۔ مال و دولت سے لدے ہوئے قافلے برابر کابل، قندھار اور شراب سے گزر رہے تھے۔ افغانوں کے قبائل تعداد اور رسوخ کے لحاظ سے مستقل برمی کرنے لگے اور غالباً یہی وہ زمانہ ہے جس میں اندالی اور علرنی اپنے بہاڑوں سے نکل کر قندھار، ربین داوڑ، برنگ اور ارعدا کی زیادہ زرخیر وادیوں میں پھیلے۔ جب ناحک قوم پر روال آیا، جہیں مغلوں کے حملوں کی سختیاں برداشت کرنا پڑی تھیں اور کوہستان عور میں ان کے پہاڑی قلعوں پر نم محل سل (قبہ ہرارہ) کی آبادی قاصر ہو گئی تو افغان قوم کے لوگوں کو ابھرے کا موقع ملا۔ وہ اپنے سرزمین کوہستانوں پر حملہ آوروں کی ترک باز سے بہت کم متاثر ہوئے تھے، کیونکہ حملہ آوروں کو زیادہ حرص یہی ہوئی تھی کہ دروں میں سے گزر کر ہندوستان کو لوٹیں۔ ادھر افغان قبائل کی بڑھتی ہوئی آبادی کو پھیلنے کی ضرورت سرور کی طرف ہندوستان کے میدانی علاقوں میں لے جانی تھی وہی ضرورت ان کے گلہ بان اور دیہقان قبائل کو مغرب کی طرف پھیلنے کی محرک ہوئی۔ کوہستانی قبائل نے عملی طور پر تمام

معروضہ مثل اور مثالی قائلوں کی طرح بعد میں داخل ہوا ہے، اس لیے کہ افلاطون کے پرو عالم مثال کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ عالم مثال میں تمام و کمال انسانوں کا نمونہ موجود ہے۔

لیکن شیخ احمد احسائی اس طرح کے معاد حسائی کے قائل ہیں جس کا نام انہوں نے حور قلمائی (اس اصطلاح کے لیے دیکھئے جمال زادہ: مقالہ، در معاد، شمارہ ۱۰۲: ص ۴۸۸) رکھا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تمام موجودات انک نور مندا سے جدا کیے گئے ہیں اور دوبارہ وہیں واپس ہوئے ہیں اور خلق کا اختلاف مادی اور صوری دونوں طرح ہوتا ہے۔ ہر موجود اپنے وجود کے مراتب اعلیٰ سے گزر کر ادنیٰ مرتبے کی طرف دروں کر رہا ہے اور یہ مراتب عرصی ہیں۔ انسان کے لیے بھی حقیقت و اعراض ہیں اور انسان کے اعراض وہی جسم عصری اور شکل و رنگ وغیرہ ہیں اور وہ اعراض اس دنیا سے مخصوص ہیں اور حوالچہ حقیقت میں محصور ہوا ہے۔ اصل جسم ہے نہ کہ اعراض و لواحق۔ شیخ کا اعتماد تھا کہ ”الحسد العنصری لا یعود“ (جسم عصری واپس نہیں ہوتا) اور وہ جسم اصلی ہے جسے نواب نا عذاب ہوتا۔ جسم اصلی وہ جسم ہے جو اندامے طفلی سے آخر عمر تک رہا ہے۔ انسان کے مرتبے کے بعد احراے جسم مسخر ہو جائے ہیں اور ہر حروا اپنے طبعی مقام پر چلا جاتا ہے، بانی پانی میں، حاکم میں، اور روح بانی بھی رحمت ہو جاتی ہے۔ حوالچہ نامی رہا ہے وہی جسم اصلی یا حور قلمائی ہے، جس کا ظہور عرص جسم میں اتحاد ثلاثہ سے ہوتا ہے، وہ جسم حقیقی اور باقی ہے اور فنا نہیں ہوتا اور عالم حور قلمائی کو واپس ہو جاتا ہے۔

اہم مسائل میں سے ایک اور مسئلہ جس کی طرف شیخ نے نوحہ کی حضرت رسالت مآب صلعم کے معراج

سے بالآخر سمجھا اور اس وجہ سے شیخ اور ان دونوں کی تکمیل کی اور ان کے بعض عقائد کو حاکم (۱)۔ ان اہم مسائل میں سے جس کی طرف وجہ ہوئے اور جس کے جواب میں شیخ نے عقلی و نوعی اور نفس و جسم کا مسئلہ احسائی کے مسئلہ معاد حسائی اور معراج حسائی کے نام کی طرف سے شیخ کی کتاب مسئلہ میں لکھے گئے ہیں (۲)۔

معاد کے بارے میں مذہبی عقائد میں اس کے بارے میں ہے کہ انسان مرتبے سے جدا رہا، ہوئے اور دوبارہ حراے ہو کر اور بدکار ہو کر رہا ہے اور نواب و عذاب الہی حسائی کے مسئلہ حور قلمائی کی طرح ہے نہ مسئلہ حور قلمائی کی طرح ہے اور وہ اس کے لیے اس کے لیے نہ ہوئے معاد ہوتا ہے نہ کوئی معدوم موجود۔ یہ زیادہ نہ کہ ایک مادہ الہی حراے سورب کے کوئی دوسری شکل احسائی کر لیا ہے۔ اسباب جسم الہی برنسی شکل و صورت کے اور مسخر ہو جائے ہو پھر وہ دوبارہ ہو کر و شکل اس کے لیے واپسی کے قائل نہیں ہیں۔ یہ مسئلہ معاد کے بارے میں مختلف اب و بعد احسائی کر لیا ہے۔ لچہ لوہ کو روحانی سمجھ کے کہتے ہیں: اسباب ارواح الہی طرح نامی رہتی ہیں اور اپنے اصل مقام، نامہ ارواح کو واپس ہو جاتی ہیں اور نواب و روحانی ہے۔ لچہ لوہ افلاطون کی طرح نفس و عقلی کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان حسی کے علاوہ اس کے کسی معنی مقام پر عقلی انسان موجود ہے۔ انسان نفسی و جسم کی حیثیت اور اس کا کامل نمونہ ہے۔ نفسی انسان حسی سے ایک درجہ بلند تر انسان عقلی انسان نفسی سے بالآخر۔ یہ

حاکم کابل، سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ ۱۰۷۰ھ کے قریب حصر خان کے بیٹے سلطان خداداد (المعروف بہ حودکی) اور شیر خان ممدھار کے سردار ہوئے۔ خداداد اور سلطان ملجی علرئی نے معاہدہ کر کے اپنی اپنی حکومتوں کی سرحدیں پل سنگین اور گرماب جلدک معر لیں اور کوہ سلیمان کی برائیوں تک ژوب اور نوری کے علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ ۱۱۰۵ھ/۱۶۹۳ء میں شیر خان نے قندھار کے حاکم کے خلاف جنگ کر کے بدکوژگ میں صفوی افواج کا صفایا کر دیا۔ شیر خان کے بعد اس کا نٹا سرمست خان اور اس کے بعد دولت خان واد سرمست خان کو ممدھار کی سرداری ملی۔ سلطان خداداد کا نٹا حیات سلطان بھی سرداری دولت خان کے سپرد کر کے اپنے بھائی لشکر خان کو لے کر چھے ہزار اندالوں کے ساتھ ملسان چلا گیا۔ دولت خان ایک مرد آہن بھا، جس نے شاہ جہاں اور عالم گر کے متعدد حملوں کا مقابلہ بڑی کامیابی سے کیا۔ اسے عباس برس تک ممدھار میں کابل اقتدار حاصل رہا، حتیٰ کہ صفوی حکومت کے بیگلربیگی رہاں خان کا اثر صرف بلخ تک محدود ہو کر رہ گیا۔ ۱۱۰۶ھ/۱۶۹۴ء میں شاہ حسین صفوی نے گرگیں خان گرجسانی نام ایک ظالم نصرانی کو ساہ نواز خان کا لقب دے کر قندھار کا بیگلربیگی مقرر کیا۔ وہ ایک راب اپنے حوں حوار سواروں سمیت دولت خان کے مرکزی حکومت شہر صفا میں داخل ہوا اور اسے ہلاک کر دیا (نواح ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء)۔ دولت خان کے بعد اس کا نٹا رستم خان مسید ریاست پر بٹھا۔ اگرچہ اس کا بھائی رہاں خان بطور پرمعال حکومت صفوی کے قبضے میں تھا، تاہم اس نے بلوچوں کی مدد سے جنوبی ممدھار میں صفوی لشکر کو تباہ کر دیا۔ چار سال بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ اب اندالی قبائل نے سرے رہ گئے۔ ان میں انتشار

قبیلے نے ناختر اور طحارستان میں اپنا اقتدار قائم کیا تھا۔ تاریخ اسلام میں ابدال یا اودل کے نام سے حوصحص معروف ہوا (نواح ۴۴۰ھ) وہ ترس بن خیون بن سڑپن کا بیٹا تھا (سڑپن کا ذکر مقالے میں ابدائی حصے میں آچکا ہے)۔ اس کی سلی سے ایک سلیمان رارک بن عیسیٰ (نواح ۷۰۵ھ) نے مانی قبائل کو کوہ سلیمان سے قندھار تک پھیلایا۔ پھر اس کا بیٹا ملک نازک (۷۶۰ھ) دوسرا بیٹا ملک نوبل حاسن ہوا (۷۸۳ھ)۔ اسے اپنا اقتدار سال و ژوب (بلوچستان) تک پھیلا کر لیا۔ اس کے پوتے ملک مانی ولد ملک حس (۸۵۰ھ) کے حصے میں قندھاری قبائل کی سرداری تھی، جسے سلطان سکندر لودھی (۹۰۵ تا ۹۰۰ھ) تسلیم کیا۔ اس کے بعد ملک پہلول ولد کامی ولد مانی (۸۹۰ھ) اور ملک صالح ولد معروف ولد پہلول (۹۰۰ھ) بھی لائی سردار گزرے ہیں۔ صالح کے بعد اس کا بھائی ملک سدو ایک وہابی حر کے سے ممدھار کی مسید ریاست پر بٹھا۔ یہی شخص ورنہ قبیلے کا حید اعلیٰ ہے۔ محمد رئی قبیلے کا حید اعلیٰ محمد رئیس نازک رئی، ملک سدو کا ہم عصر اور نایب تھا۔ سدو کی حکومت کو ساہ عباس صوفی نے بھی رسمی طور پر تسلیم کر لیا تھا (نواح ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۱ء)۔ پچھتر سال تک نا احمسار اکم رہے کے بعد اس نے اپنے نٹے حصر خان کو انشین مقرر کیا۔ ۱۰۴۷ھ/۱۶۳۷ء میں وہ جہاں نے حصر خان اور اس کے بھائیوں مودود (ممدود) خان، رعفران خان، کامران خان اور ہادر خان کی مدد سے قندھار پر قبضہ کیا تھا اور یہی ساء پر انہیں قندھار کا سردار تسلیم کیا تھا۔ ایک ممدود اور ملک کامران ۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰ء میں ہلی گئے اور مورید عیان شاہی ہوئے۔ ان میں سے اول الذکر ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء میں ملک یحییٰ

پھیل گیا۔ اس طرح قندھاری قبائل کی اسارت چاہی۔ میر ویس خان کے ہاتھ آئی، جو ہوئی خانداں کا مؤسس ہے۔ ابدالی زعماء ہرات چلے گئے اور وہاں انہوں نے اپنی حکومت قائم کر لی (راج ۱۱۱۹ھ / ۱۷۰۷ء)۔

۲۶ رمضان ۱۱۲۹ھ کو حیات سلطان کے بیٹے عبداللہ خان نے ہرات پر قبضہ کر کے اس کے تمام ملحقہ اپنی حکومت میں شامل کر لیے۔ ۱۱۳۲ھ / ۱۷۱۹ء میں اس کا بیٹا اسد اللہ خان شاہ محمود ہوئی کا مقابلہ کرنا ہوا مارا گیا تو حیات سلطان نے ہرات کی حکومت دولت خان کے بیٹے زمان خان کے سپرد کر دی۔ زمان خان کی سرکردگی میں ابدالیوں نے صوبوں کے حملے کا مقابلہ کامیابی سے کیا۔ اس کی وفات (۱۱۳۵ھ / ۱۷۲۲ء) کے بعد محمد خان ولد عبداللہ خان نے ہرات کی حکومت سنبھالی اور مشہد نک پیش قدمی کر کے چار مہینے اس کا محاصرہ جاری رکھا۔ کچھ عرصے بعد ابدالیوں نے اس کی جگہ زمان خان کے بیٹے ذوالفقار خان کو امیر بنا لیا (۱۱۳۶ھ)، لیکن ۱۱۳۸ھ / ۱۷۲۵ء میں قومی جرگے نے ذوالفقار خان کے تخت صرف باخروز اور بادغیس کی حکمرانی رہے دی؛ براہ کی حکمرانی عبداللہ خان کے ایک بیٹے رحمت خان اور ہرات کی سرکردگی حکومت اس کے دوسرے بیٹے اللہ یار خان کے سپرد ہوئی۔ اللہ یار خان اور ذوالفقار خان نے نادرشاہ افشار سے سب لڑائیاں لڑیں۔ ۱۱۴۱ھ / ۱۷۲۸ء میں انہوں نے نادرشاہ کی پیش قدمی روک دی اور وہ دو ماہ کی لڑائی کے بعد ہرات پر ان کی حکمرانی تسلیم کر کے واپس ہو گیا۔ ۱۱۴۳ھ میں نادرشاہ نے ہرات فتح کرنے کا دوبارہ عزم کیا۔ اب کے شاہ حسین ہوئی نے بھی ذوالفقار خان کی مدد کی اور نادرشاہ ناکام رہا۔ صفر ۱۱۴۴ھ میں ہرات کی مدافعت اللہ یار خان کے

سپرد ہوئی اور اس نے مردانہ وار جنگ جاری رکھی، لیکن بالآخر ایک سال کے محاصرے کے بعد وہ ہرات چھوڑ کر ملتان پہنچ گیا اور شہر پر نادرشاہ کا قبضہ ہو گیا (رمضان ۱۱۴۴ھ / ۱۷۳۱ء) [کدا، فروری ۱۷۳۲ء]۔ ۱۱۶۰ھ / ۱۷۴۷ء میں ذوالفقار خان کے بیٹے احمد خان نے قندھار سے آکر دوبارہ وہاں اپنی حکومت قائم کر لی۔

ہوتکیوں کا دور (۱۱۱۹ھ تا ۱۱۵۰ھ): دولت ہوئی کے نانی میر ویس خان کا جدِ اعلیٰ ہوئی بن ناروس نولر بن علی تھا۔ یہی علی (= عزری (آئوہ زادہ) = خلجی = غلری) غلری قبائل کا مورثِ اعلیٰ تھا۔ میر ویس سلطان ملخی کا نواسا تھا اور اس کی بیوی کبرا خان ابدالی کی پوتی تھی۔ وہ خود ایک خوش گفتار، خوش کردار اور عقل مند انسان تھا، چنانچہ اسے اپنے ذاتی محاسن اور خاندانی روابط کے باعث افعانوں کے بیوں بڑے قبیلوں، یعنی ہوئیوں، غلریوں اور ابدالیوں کی حمایت حاصل ہو گئی، تاآنکہ اس سے قندھار میں اپنی مستقل حکومت کی بنیاد ڈالی۔ حب صوبوں کی طرف سے گرگین خان قندھار کا حاکم ہو کر آیا تو میر ویس نار ناراصمہان حاکم حسین صوبی سے دادخواہ ہوا۔ حب وہاں سے لفظی ہمدردی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا تو نبی اللہ میں حاکم عرب علماء سے گرگین کو قتل کر دیے کے حوالے میں فتویٰ حاصل کیا۔ پھر وہ قندھار لوٹا اور ایک بہت بڑے جرگے میں اعلانِ استقلال کی توثیق کرائی۔ اس کے بعد اس نے تمام اہل قندھار کی مدد سے گرگین خان اور صوبوں کے پورے لشکر کو تہ تیغ کر کے شہر (قندھار) پر قبضہ کر لیا۔ اس واقعے کے ایک عینی شاہد، مؤلف پتہ حراہ (پشتو)، کا بیان ہے کہ گرگین کا قتل ۲۹ ذوالعقدہ ۱۱۱۹ھ / ۱۷۰۷ء [کدا، ۳ فروری ۱۷۰۸ء] کو ہوا۔

کی بھی معاوضہ کی، جن کا اجتماع ایران کی شمالی سرحدوں پر ہوا تھا۔ پانچ سال حکومت کرنے کے بعد اس کی فوجیں نادر شاہ کے مقابلے میں تتر بتر ہو گئیں اور اسے افغانستان کی طرف فرار کے سوا چارہ نہ رہا۔ اواخر ۱۱۴۲ھ / ۱۷۲۹ء [کدا، ۱۷۳۰ء] میں ابراہیم بن عبداللہ خان بلوچ نے اسے قتل کر دیا۔

۱۱۳۵ھ میں شاہ محمود نے اصفہان فتح کرنے کے بعد اپنے چھوٹے بھائی شاہ حسین کو مدھار کا حاکم بنا دیا تھا۔ اس کے عہد میں حدود سلطنت فراء، هراب، سروار، عربہ اور گومل سے آگے شال، پشین اور ذرہ حاج تک پھیل گئیں، حتیٰ کہ اس کی فوجیں ملتان کی حدود میں بھی داخل ہو گئیں۔ اس کی حکومت ۱۱۴۹ھ / ۱۷۳۶ء تک رہی اور اسی سال نادر شاہ افغانستان کو فتح کرنے کے لیے هراب میں اندالیوں کا بھجہ لٹا کر کے بعد مدھار کے درپے ہوا۔ شاہ حسین نے تقریباً ایک سال تک ڈٹ کر مقابلہ کیا، لیکن بالآخر اسے ۱۱۵۰ھ / ۱۷۳۷ء میں مدھار نادر کے حوالے کرنا پڑا، جس نے سہر کو ناراج کیا اور ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۸ء میں شاہ حسین کو زہر دے کر مروا ڈالا۔

تحریک آزادی کے اعتبار سے ہونکیوں کا محاصرہ سا عہد بڑا اہم ہے۔ ایک طرف تو اس زمانے میں داخلی طور پر ایک آزاد حکومت قائم ہوئی اور اوسان قوم نے اپنی دلاوری کا سنگہ بٹھایا، دوسری طرف علمی ماحول پیدا ہوا، بالخصوص ہشو ادب کو بڑی ترقی نصیب ہوئی۔

نادر شاہ افشار (۱۱۴۸ھ / ۱۷۳۵ء تا ۱۱۶۰ھ / ۱۷۴۷ء) : نادر شاہ نے ایران میں ہونکیوں، هراب میں اندالیوں اور مدھار میں علانیوں کی بساط حکومت الٹ دی، لیکن اس کے بعد اس نے اوسان مائل کے بارے میں بالعموم اور اندالیوں کے ساتھ بالخصوص مصالحت کی حکمت عملی اختیار کی اور

صغویوں نے اپنی طاقت سے مرعوب کر کے میر و بس کو اطاعت اختیار کرنے پر کئی بار مجبور کیا، لیکن اس نے علامی کا طوق گردن میں ڈالنے سے انکار کر دیا اور ان کا ہر حملہ پسپا کر دیا۔ بالآخر ۱۱۲۳ھ / ۱۷۱۲ء [کدا، ۱۷۱۱ء] میں گرگیں کے بھگے کچسرو کے زیرِ نمان ایک بڑا لشکر بھجوا گیا، لیکن اس میں سے صرف پانسو آدمی جان بچا کر نکل سکے اور کچسرو اپنی فوج سمیت مارا گیا (۲۸ رمضان)۔ اس کے بعد میر و بس سے اپنے بھائی کو بجائے دے کر فوج سیر، شاہ دھلی، کے پاس بلور سفر بھجوا، جس کے جواب میں دربار دھلی نے اسے مدھار کی حکمرانی کی سند، خطبات "حاجی امیر حاجی"، حبيب و سمسر اور ہانہی ارسال کیے۔ میر و بس کے بھگے میں مدھار کا پورا علاقہ مغرب میں فراء و سستان تک اور مشرق میں پشین و عربہ تک تھا۔ اس کی وفات (۱۱۲۷ھ / ۱۷۱۵ء) کے بعد اس کے کم بخت بھائی عبدالعزیز نے ایران کی اطاعت قبول کر لی، جس پر ۱۱۲۹ھ / ۱۷۱۶ء میں سر و بس کے بیٹے محمود نے اسے قتل کر دیا اور خود مسند حکومت سنبھال لی۔ ۱۱۳۴ھ / ۱۷۲۱ء میں اس نے ایران کے پائے تخت اصفہان پر لشکر کشی کی اور اٹھ ماہ کے محاصرے کے بعد اس پر قبضہ کر لیا (۱۱ محرم ۱۱۳۵ھ / ۲۲ اکتوبر ۱۷۲۲ء)؛ یوں صغویوں کے آخری نادر شاہ حسین کا اقتدار ختم ہوا۔ فاتح اصفہان کی وفات (۱۲ شعبان ۱۱۳۷ھ / ۲۵ اپریل ۱۷۲۵ء) کے بعد اصفہان میں تخت سلطنت پر شاہ اسرف اس عبدالعزیز متمکن ہوا۔ اس کے عہد میں احمد پاننا والی تعداد نے کئی بار ایران پر حملے کیے، لیکن ہر بار اسے پسپا کر دیا گیا۔ بالآخر صلح ہو گئی، اوسانوں اور عثمانیوں کے درمیان سمرانی تعلقات استوار ہو گئے۔ اسی طرح اشرف نے روسی فوجوں



باعث اس سے برگشتہ تھے۔ ابدالیوں پر اس کی خاص نظر عیاب تھی اور ان کا بوجوان سردار احمد خان عساکر نادری میں بہت اونچے منصب پر پہنچ گیا تھا۔ روایت ہے، نادر شاہ نے خود ہی پیشین گوئی کر دی تھی کہ اس کے بعد احمد نادر شاہ ہو جائے گا۔ جب نادر شاہ ابراہیوں اور فرماشوں کے ہاتھوں مارا گیا [یکشمہ ۱۱ حمادی الآخرہ ۱۱۶۰ھ / ۱۷۷۷ء] نادر شاہ نے، جو ابدالیوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ قریب ہی فروکش تھا، ایک حراہ بردار فوجی دستے کو گرفتار کر لیا اور قندھار کا پہنچا، [جہاں ایک بڑے ہوشی حراہ نے اسے افغانستان کی نادر شاہی کے لیے مسجبت کر لیا (شوال ۱۱۶۰ھ / اکتوبر ۱۷۷۷ء)]۔

افغانوں کی قومی مملکت

(الف) سدورئی حانداں [۱۱۶۰ھ تا ۱۲۵۰ھ]: احمد شاہ کے نادر شاہ کے حراہ پر سلطنت نادری کے تمام مشرقی اصلاح دریائے سندھ تک اس کے منصب میں آگئے۔ ہندوستان میں افغانی مملکت میں شامل ہو گیا۔ ایرانی نادر شاہ کے عام انتشار کے وقت احمد شاہ نے نادر شاہ کے پوتے شاہ رخ کے محافظ کا کام انجام دیا، جسے اس کے دشمنوں نے اندھا کر دیا تھا اور اس کے لیے حراساں میں ایک ریاست قائم رکھی۔ یہ صوبہ فی الواقع احمد شاہ اور اس کے بیٹے تیمور شاہ کے موصوبات کا ایک حصہ تھا اور کبھی کبھی مشہد میں ان دونوں کے نام کے سکتے تھے مصروب ہوئے؛ لیکن رسماً شاہ رخ وہاں کا حکمراں رہا، تا آن کہ تیمور شاہ کی وفات کے بعد آغا محمد قاجار نے اسے گرفتار کر کے مروا ڈالا؛ تاہم حرات سلطنت دریائے سندھ کا حراہ لاینفک سمجھا جاتا تھا اور خراسان کی قدیم مملکت ایران و افغانستان کے درمیان دستور مقسم رہی۔

احمد شاہ نے قندھار کو اپنا دارالحکومت

ان کی بڑی بڑی جماعتیں اپنی فوج میں بھرتی کر لیں۔ بہت سے علویوں نے سلطنت ہند کے صوبہ کابل میں شہر لای تھے۔ نادر شاہ نے یہ کہہ کر کہ اس کے احتیاجات کا کوئی جواب دربار دہلی سے نہیں دیا گیا کابل پر چڑھائی کر دی، جو فوراً مسخر ہو گیا (۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۸ء)۔ کابل میں سپہشاہ دہلی محمد شاہ کے مصروبہ سکنوں کی آخری معلوم تاریخ ۱۱۳۸ھ / ۱۷۲۵ء ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نادر شاہ نے اپنے سکنے ہوائے کے لیے کابل کی نکسال استعمال نہیں کی، بلکہ فتح قندھار کے سال (۱۱۵۰ھ / ۱۷۳۷ء) میں اپنا سکنہ قندھار میں صرف کرایا دوسرے سکنے، جو نادر آباد (جسے نادر شاہ نے محاصرہ قندھار کے دوران میں قندھار سے باہر بنانا تھا) کے صرف سندھ ہیں، بلکہ محاصرے کے زمانے کے ہیں۔

اب افغانستان نادر شاہ کے منصب میں تھا اور اس طرح ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء میں ہندوستان پر فوج کشی کے لیے اسے ضروری مرکز مل گیا۔ محمد شاہ پر اسے جو فتح حاصل ہوئی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت مغلیہ کے وہ سارے علاقے جو دریائے سندھ کے مغرب میں تھے اور جن میں پشاور اور ڈیرہ جاب کے اصلاح بھی شامل ہیں، اس کے حوالے کر دیے گئے، کابل پر اس کا اقتدار مان لیا گیا اور سندھ کے کامپوڑا یا عباسی حکمراں اس کے ناح گزار قرار پائے۔ دہلی سے واپس آ کر اس نے دریائے سندھ کو اٹک کے مقام پر عبور کیا اور یوسف زئیوں پر، جنہوں سے شورش برپا کر رکھی تھی، حملہ کیا۔ پھر وہ کابل چلا گیا۔ بعد ازاں وادی کرم اور علاقہ سکس کے راستے ڈیرہ جاب سے گزرنا ہوا سندھ جا پہنچا۔ وہاں سے درہ بولان کے راستے قندھار، پھر حرات چلا گیا۔ عمر کے باقی ماندہ ایام میں وہ اپنے افغانی عساکر پر زیادہ اور ایرانی فوج پر کم اعتماد کرتا تھا۔ اہل ایران سے عقاید کے

مایا اور اسے احمد شاہی کا نام دیا۔ یہ نام  
 اس کے اور حاشیوں کے سکوں پر کندہ ہے۔  
 اس نے ”دردراں“ کا لقب اختیار کیا اور اس کی  
 وم، یعنی ابدالی، اس وقت سے درانی [رک بان]  
 کہلانے لگی۔ اس کا حاندان بہت پہلے سے افغانوں  
 میں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس کے  
 ساتھ اس کی اپنی سرگرمی اور موقع سیاسی نے اسے اس  
 اہل بنا دیا کہ اپنی حیثیت کو برقرار رکھے۔  
 مائل کے ساتھ وہ برمی اور ملاطفت کا برتاؤ کرنا  
 ہوا۔ حزانہ شاہی کے لیے معاصر عائد کرنے کے  
 بجائے اس کا زیادہ انحصار خارجی مہمات پر تھا۔  
 رانی اس پر ناراض تھے اور نہ طلب خاطر اس کی  
 بیروی کرتے تھے، لیکن وہ ایسی نسل کے لوگ  
 تھے جس پر آسانی سے حکومت کی جا سکے۔ یہی  
 سب تھا کہ اس کا بیٹا بیہوش شاہ اپنا دارالحکومت  
 قندھار سے تبدیل کر کے کابل لے گیا، جہاں آبادی کی  
 کشمیر ناچیک تھی۔ ہندوستانی فوجات میں  
 محمد شاہ صرف نادر شاہ کا ہم پایہ ہی ثابت نہیں ہوا  
 لکہ اس پر سبقت لے گیا۔ اس نے اپنے مقصودات کو  
 رہائے سدھ سے بھی آگے بہت دور تک وسعت دی،  
 ورنہ ان میں کشمیر، لاہور اور ملتان کی ولایات، یعنی  
 مہات کے شہر حصے، کا اضافہ کر لیا اور دہاولپور  
 کے حکمران داؤد ہوسروں سے بھی اپنی بالادستی  
 تسلیم کرائی۔

احمد شاہ نے متعدد بار ہندوستان پر چڑھائی کی  
 ورنہ دہلی پر ایک سے زیادہ مرتبہ قبضہ کیا۔ اس نے  
 ۱۱۷۱ھ / ۱۷۶۱ء میں پانی پت کے مقام پر مرہٹوں  
 کو شکست دی وہ ہندوستان کی تاریخ میں ایک  
 انقلاب انگیز واقعہ ہے، لیکن اس نے پنجاب سے  
 گئے ہندوستان کے کسی صوبے کو اپنی سلطنت میں  
 شامل نہیں کیا۔ سکھوں کے خلاف اس نے مسلسل  
 عرصہ آرائی کی، جو بالآخر [اس کے جانشینوں کے عہد

میں] صوبہ پنجاب کے شاہی سے نکل جانے کا موجب  
 ہوئی۔ قلات کے حاکم تروٹنی [بروہی] نصیر خان  
 نے بھی، جو نادر شاہ کا نواح گزار تھا، ۱۱۷۲ھ /  
 ۱۷۵۸ء میں آزادی و خود مختاری کا اعلان کر دیا۔  
 احمد شاہ نے قلات کا محاصرہ کیا، لیکن کامیابی  
 نہ ہوئی اور واپس ہندوستان روانہ ہونے کے  
 باعث اس نے حاکم قلات کی برائے نام اطاعت پر اکتفا  
 کر لیا۔ تاہم نصیر خان نے حراسانی مہمات میں  
 احمد شاہ کی مدد کی اور اس نے ۱۱۸۲ھ / ۱۷۶۸ء  
 میں [ایران کے] کریم خان زند پر حوثج حاصل کی  
 اس میں نصیر خان کا بڑا حصہ تھا۔ اس موقع پر  
 اسے افغانی سپہ سالار نے کریم خان کا ساتھ دیا  
 اور اسے مشہد میں سنا دی۔ احمد شاہ نے شہر کی  
 ناکہ بندی کر کے اسے سر کر لیا۔

احمد شاہ کے متعلق مرید مصیلات کے لیے  
 دیکھنے والے احمد شاہ درانی - اس نے قندھار کے  
 قریب پہاڑی علاقے میں، مرغاب کے مقام پر [تاریخ  
 ۲۰ رجب ۱۱۸۶ھ / ۱۷۷۲ء اکوبر ۱۷۷۲ء] وفات پائی  
 اور اسے حاشیوں کے لیے ایک بہت وسیع، لیکن  
 عمر محدود، سلطنت چھوڑی۔

[احمد شاہ ایک عالم، پشوا کا صاحب دیوان  
 ساعر، دیں دار اور بہادر شخص تھا۔ رعایا کے ساتھ  
 مہربانی اور عدل سے بس آنا اور اپنی مملکت سے  
 باہر کے مسلمانوں کے ساتھ احوب اسلامی کا مظاہرہ  
 کرنا تھا۔ اس نے افغانستان کی اسی ساں دار خدمات  
 انجام دیں کہ وہاں کے لوگ اسے ”نانا“ کے  
 لقب سے یاد کرنے لگے۔ مملکت افغانستان میں  
 ملکی، فوجی، مالی اور مدنی محکمے قائم کر کے  
 وزیر مقرر کیے۔ قندھار کا موجودہ شہر، ناشقرعان  
 اور بعض دوسرے شہر آباد کیے۔ ۱۱۶۶ھ / ۱۷۵۲ء  
 میں کابل کا جنگی قلعہ تعمیر کرایا۔ اس کی افواج  
 تقریباً ایک لاکھ نفوس پر مشتمل تھیں اور سالانہ

آمدنی تین کروڑ دس لاکھ روپے بھی.]

بیمور شاہ اپنے باپ کے عہد میں سلطنت کے اہم عہدوں، مثلاً ولایت لاہور و ملتان کی بطاب پر فائز رہا تھا۔ یہ امر اس کے نام کے سٹکوں کے ایک حداکانہ سلسلے سے ظاہر ہوتا ہے۔ احمد شاہ کی وفات کے وقت وہ ہرات میں تھا اور اپنے بھائی سلطان کو، جسے بعض امراء نے اس کا حریف بنا کر لٹڑا کر دیا تھا، گرمناور اور مل کر کے بعد ہی مدہار پر قبضہ حاصل کر سکا۔ وہ اپنے دارالسلطنت کو حد ہی کا بل لے گیا اور اس وامن سے ہر سال حکومت کی مگر اس عرصے میں سلطنت کی موت اور استحکام میں تدریج کمی آتی گئی اگرچہ یہ ظاہر اس میں کوئی حل واضح نہیں ہوا۔ بیرونی صوبوں میں مرکزی حکومت کا اقتدار محدود حالت میں تھا۔ سٹکوں نے زور پکڑا اور ۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۱ء میں انہوں نے ملتان فتح کر لیا، لیکن سمور شاہ نے اسی سال یہ سہر واپس لے لیا۔ سیدہ میں ناح گرا کر کٹھوڑا سرداروں کا حصہ الٹ گیا اور ان کی جگہ نالہ (جسے عام طور پر نالہریا نال پور کہا جاتا ہے) مسلے کے بلوچ اس پر سرائدار آ گئے اور سمور شاہ کے سپہ سالاروں کے خلاف ۱۱۹۷ھ / ۱۷۸۲ء سے ۱۲۰۱ھ / ۱۷۸۶ء تک کامیابی سے لڑتے رہے۔ انہوں نے سمور شاہ کی برائے نام سیادت قبول کر کے اپنی آزادی برقرار رکھی۔ بخارا کی جنگ قوم کا امیر معصوم صوبہ ترکستان، خصوصاً مرو، پر دستدراری کر رہا تھا۔ اس کے خلاف سمور شاہ نے لشکر کشی کی اور معصوم نے بھی برائے نام اطاعت قبول کر لی، لیکن اپنے مفتوحہ علاقوں پر دستور فاض رہا۔ کشمیر میں بھی بغاوت پھوٹی، جسے دبا دیا گیا۔ اندرونی ملک میں درانیوں کے مسلہ مارکرنی کی طاقت تدریج بڑھتی گئی۔ سمور شاہ نے [۷ سوال] ۱۲۰۷ھ /

[۱۸ مئی] ۱۷۹۳ء کو وفات پائی۔

بیمور شاہ کا حاشیہ اس کا بیٹا رمان شاہ ہوا، جس نے اپنے بعض بھائیوں کو کابل کے نالاحصار میں قید کر دیا۔ اس کے ایک بھائی ہمایوں نے قندھار سے نکل کر مقابلہ کیا، مگر شکست کھائی اور بلوچستان کی طرف بھاگ گیا۔ ایک طرف تو رمان شاہ اس حادثہ جنگی میں الجھا ہوا تھا اور دوسری طرف شمال میں بخارا کے (سگنی) نادشاہ، جنوب میں سیدہ کے مر، مغرب میں ایراں کے فاجار اور مشرق میں پنجاب کے سکھ خطرات کا سامنا کر رہے تھے۔ ۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۳ء میں رمان شاہ نے پنجاب کا رخ کیا، لیکن ابھی پساور ہی پہنچا تھا کہ ہمایوں نے مران سیدہ کی مدد سے قندھار سر کر لیا، چنانچہ رمان شاہ نے قندھار پر چڑھائی کی، ہمایوں کو گرمناور کے اندھا کر دیا، پھر درہ بولان کی راہ سے سیدہ کے نالہریوں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا، جنہوں نے دس لاکھ طلائی سٹکے دے کر صلح کر لی۔ اس اثنا میں رمان شاہ کے دوسرے بھائی محمود نے ہرات سے لشکر کشی کر دی۔ رمان شاہ نے محمود کو شکست دی اور اس کی والدہ کی سفارش پر اسے ہرات کا حکمراں رہنے دیا۔ اس کے بعد اس نے بخارا کے ارکوں سے صلح چھپا۔ ۱۲۱۰ھ / ۱۷۹۵ء میں اس نے اٹک پار کیا۔ حسن اندال میں سکھوں کو شکست دے کر آگے بڑھا اور لاہور فتح کر لیا۔ اس دوران میں محمود نے پھر سورش برپا کر دی، چنانچہ رمان شاہ محموراً واپس ہوا اور محمود کو شکست دے کر اپنے بیٹے قیصر مررا کو اس نے حاکم بنا دیا (۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷ء)۔

[رمان شاہ عالی ہمت اور حلیل القدر بادشاہ تھا۔ زیادہ تدبر اور اہتمام سے کام لیتا تو اس وقت تک افغانستان میں حکومت کی استواری کے

(۱۸۱۵ء / ۱۸۰۰ء) - انگریزوں نے اس سہل سے فائدہ اٹھا کر نظام اور مرہٹوں کی امداد سے ٹیپو سلطان پر چڑھائی کر دی۔ سلطان شہید ہو گیا اور اس کی ”سلطنت خدا داد“ ناہم بانٹ لی گئی (مئی ۱۷۹۹ء)۔

ادھر کانل میں محمود کی نعت بخشی کے اعلان کے ساتھ ہی پشاور میں [اس کے بھائی] شجاع الملک نے اپنی نادشاہی کا اعلان کر دیا۔ علیٹوں نے محمود کے خلاف بغاوت کر کے شجاع الملک کی مدد کی، جس نے ۱۸۱۸ء / ۱۸۰۳ء میں کانل لے لیا، محمود کو رندان میں ڈالا اور اپنے سگے بھائی رمان شاہ کو قید سے نکالا۔ کچھ عرصے کے لیے محمود کے بیٹے کامران نے فتح خان کی مدد سے مدھار پر قبضہ قائم رکھا، مگر فتح خان نے اپنے لیے سرطیں طے کر کے پہلے تو شجاع الملک کی اطاعت قبول کر لی، پھر اپنی حالت سے عریضہ کر کے رمان شاہ کے بیٹے قمر شاہ کو مدد دے کر حکومت بنا کر کھڑا کر دیا۔ بعد کے چند سال پیہم ساروں میں گزرے۔ فتح خان کبھی ایک مدعی نعت سے مل جاتا تھا اور کبھی دوسرے کا مدد و مددگار بن جاتا تھا۔ کبھی وہ محمود اور کامران کی حمایت کا دم بھرتا تھا اور کبھی اپنے آپ کو مصر کا حامی ظاہر کرتا تھا۔ ادھر شجاع الملک نے اپنی طاعت سداہ اور کشمیر کی سہلوں میں صانع کر دی۔ بالآخر فتح خان نے، جو اب محمود کا حامی تھا، پہلے کے مقام پر شجاع الملک کو شکست دی، جو ہندوستان بھاگ آیا، [پہلے رنجب سنگھ کے پاس رہا، ”کوہ نور“ دے کر حان چھڑائی، پھر بدل کر بھاگا اور لدھیانے پہنچ گیا۔ جہاں انگریزوں نے اس کے لیے قیام کا انتظام کر دیا۔ ۱۸۲۶ء / ۱۸۱۱ء]۔

علاوہ ہندوستان میں مسلمانوں کی متزلزل حکمرانی کو تقویت پہنچانے کا سامان موحود تھا۔ اس وسیع سر زمین کو، جہاں مسلمان بارہویں صدی کے اواخر میں سب سے بڑی قوت بن چکے تھے، ان احسوں کے تسلط سے بچانا سہل آسان تھا جو ناہروں کی حیثیت میں یہاں آئے تھے، مگر انہوں نے سلطنت کی داغ بیل ڈال دی تھی اور ملکی حاکموں کی سیاسی حریت و رقابتوں سے فائدہ اٹھا کر رومہ رفتہ دائرۂ امداد بڑھانے کا رخ بھی۔ دکن میں حیدر علی خان اور اس سے بدرجہا بڑھ کر ٹیپو سلطان نے اس احسی قوت کو ختم کر دینے کے لیے حان کی نازی انکا دی تھی۔ ٹیپو سلطان نے جہاں بعض ملکی فرمان رواؤں کے علاوہ سلطنت عثمانیہ (جو مصیبت حلاوت کی بھی حامل تھی) اور حکومت فرانس سے امداد و معاون کی اپیل کی تھی وہاں رمان شاہ سے بھی یہاں اچھے روابط پیدا کر لیے تھے۔ اگر رمان شاہ شمالی ہند میں قوت لے کر آ جاتا اور انگریزوں کے لیے ہمہ گیر فراس پیدا کر دیتا تو ٹیپو سلطان کے لیے دکن کی فصا سازگار ہو جاتی اور وہ قدم آگے بڑھا کر مشتر ملکی حامیوں کو ساتھ ملا لیتا۔ یوں انگریزی اقتدار کا کاشا ہمیشہ کے لیے نکل جاتا۔ رمان شاہ سے ٹیپو سلطان کے روابط کی مستند دستاویزی حود انگریزوں نے محفوظ کر دی ہیں (مثلاً ایم وڈ M Wood، ایم، بی کی کتاب *A Review of the Origin, Progress and Result of the last Decisive War in Mysore*، صمۃ الف مکاتیب ۲۱ - ۳۰)۔ رمان شاہ اس منصوبے پر کاربندی کے لیے تیار تھا اور غالباً اسی لیے ہندوستان آیا تھا، مگر لاہور پہنچا تو پہچھے شاہ محمود نے ہنگامہ برپا کر دیا۔ رمان شاہ کو بیری سے لوٹنا پڑا، محمود سے جنگ میں شکست کھائی، گرفتار ہوا اور اس کی آنکھوں میں سلائی پھرا دی گئی

اب محمود کی حکمرانی کا دوسرا دور شروع ہوا، لیکن وہ بالکل فتح خان کا دسب نگر تھا، جس کی طاقت بہت بڑھ گئی تھی۔ اس کا ایک بھائی دوست محمد خان اعلیٰ منصب پر فائز ہوا، دوسرا بھائی محمد اعظم خان کشمیر کا اور تیسرا بھائی کہن دل قندھار کا والی مقرر ہوا۔ ہر اب کا صوبہ ایک اور شہر آدمی کے زیر اقتدار درجہ بخشنے لگا تھا، اسے فتح خان اور دوست محمد خان نے ۱۲۳۲ھ / ۱۸۱۶ء میں اس پر فتح کیا۔ [محمود کے بیٹے کامران کو فتح خان کا اقتدار پسند نہ آیا۔ اس نے موقع پا کر پہلے اسے اندھا کیا، پھر قتل کر دیا۔] فتح خان کو افغان قدرتی نگاہ سے دیکھتے تھے؛ چنانچہ اس کے بھائی دوست محمد کو بھاری لشکر جمع کرنے اور ۱۲۳۵ھ / ۱۸۱۸ء [تقدیم ۱۸۱۹ء] میں کابل کے قریب شاہ محمود کو شکست دینے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ کابل محمود کے ہاتھ سے نکل گیا، جسے وہ دوبارہ حاصل نہ کر سکا۔ ہر اب پر وہ اپنی وفات (۱۲۴۵ھ / ۱۸۲۹ء) تک قابض رہا۔ اس کا حاشیہ کامران ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء تک وہاں حکمران کر رہا، تا آنکہ اسے قتل کر دیا گیا۔

(ڈیمر M LONGWORTH DAMES [و عبدالجی حسی،

بہ بلخص از سدا مجد الطاف])

(ب) نازک رثی (سا محمد رثی) حساندان [از ۱۲۱۶ھ]: محمد رثی قبلہ قندھار کے نازک رثی دراصل کی ایک چھوٹی سی شاخ ہے۔ یہ محمد نامی ایک شخص سے منسوب ہے، جو اندالی قبائل کے سردار ملک سدو کا ہم عصر تھا اور ۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۱ء کے قریب اپنے چھوٹے سے قبیلے کے درمیان قندھار کے جنوب مشرق میں اربعان کے مقام پر بود و باش رکھتا تھا۔ اس کے اخلاف قندھار کے نازک رثی قبائل میں سردار کے لقب سے ملکتے تھے

اور حاجی جمال الدین خان بن حاجی یوسف بن یارو ابن محمد کی وجہ سے ممتاز ہوئے، جو احمد شاہ ابدالی کے ماتحت کام کرتا تھا اور ۱۱۸۳ھ / ۱۷۷۰ء۔ ۱۷۷۱ء میں قتل ہوا۔ اس کے بیٹے پایندہ خان نے معاونوں کو فرو کرنے میں تیمور شاہ کی گران قدر خدمات انجام دیں، لیکن زمان شاہ نے محمود کے ساتھ سازش کی اور اسے قتل کر پایندہ کو ۱۲۱۴ھ / ۱۸۰۰ء میں بمقام قندھار قتل کر دیا۔ اس کے متعدد بیٹے تھے، جن میں سب سے بڑا فتح خان تھا۔ جب محمود نے کابل پر قبضہ کیا (۱۲۱۵ھ / ۱۸۰۰ء) تو فتح خان شاہ دوست کے لقب سے منصب وزارت پر فائز ہوا۔ محمد زبوں کی طاف میں اضافہ ہو جانے کے باعث ان کی اسکیں حکمران حانداں سدورثی سے متصادم ہو گئیں۔ اس تصادم نے افغانستان کو جنگ و جدل اور خون ریزی کا شکار بنا دیا، تا آنکہ آخر کار ۱۲۳۴ھ / ۱۸۱۸-۱۸۱۹ء میں فتح خان کے قتل کے بعد اس کے بھائی دوست محمد خان نے شاہ محمود کو کابل سے نکال دیا۔ اس کی حکمرانی کے ابتدائی برسوں میں سلطنت کے بیرونی صوبے تیزی کے ساتھ اس کے ہاتھ سے نکل گئے۔ سیکھوں نے ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء میں ملتان، ۱۲۳۵ھ / ۱۸۱۹ء میں کشمیر اور ڈیرہ اسماعیل خان اور ۱۲۳۶ھ / ۱۸۲۱ء میں ڈیرہ غازی خان فتح کر لیا۔ [پشاور امیر دوست محمد کے بھائی سلطان محمد نے رنجیت سنگھ کے حوالے کر دیا۔ امیر دوست محمد نے لشکر کشی کی، مگر سلطان محمد کی عداوت سے اس کا لشکر ہرا گدہ ہو گیا۔ امیر حلال آباد کو لوٹ گیا اور رنجیت سنگھ نے عداوت کے صلے میں سلطان محمد کو ہشت ہزار سے کوہاٹ اور ٹل تک کا علاقہ بطور حاکم دے دیا (۱۲۵۴ھ / ۱۸۳۸ء)۔] ادھر امیران سدہ نے شکار پور فتح کر کے [سدہ میں] افغانی

انگریز اس کے لیے کابل فتح کریں گے اور وہ ان کا سفیر کابل میں رکھے گا، دول خارجہ سے انگریزوں کے مشورے کے بغیر تعلقات پیدا نہیں کرے گا اور کشمیر، بیر درناے سدھ کے دونوں کناروں کے علاقے سے درہ خیبر تک اور ڈیرہ حاب سے دس بردار ہو جائے گا۔ انگریزی فوج نے کین Sir John Keane کی سرکردگی میں شجاع کو ساہ لے کر ۱۸۳۸ء/۱۲۵۴ھ میں درہ بولان کے راسے قندھار پر جڑھائی کی اور اسے فتح کر کے ساہ شجاع کو نجیب شاہی پر مستثنیٰ کر دیا (۲۳ ص ۱۲۵۵ء/۸ مئی ۱۸۳۹ء)۔ یہیں شاہ شجاع نے برطانوی نمائندے مسکائی سے وعدہ کیا کہ وہ افغانستان میں مسلمان انگریزی فوج رکھے گا۔ یکم جمادی الآخرہ ۱۲۵۵ء/۱۲ اگست ۱۸۳۹ء کو کابل بھی فتح ہو گیا اور شاہ شجاع افغانستان کا ناساہ بن گیا۔ امیر دوست محمد اپنے بیٹوں سمیع بخارا کی طرف بھاگ گیا، جہاں کے امیر نے اسے زندان میں ڈال دیا۔]

شاہ شجاع کا عہد بڑا پُر آشوب ثابت ہوا۔ [افغانوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا اور ان پر حملے کرنے لگے۔ ایک سال بعد امیر دوست محمد اپنے بیٹے افضل خاں کے ہمراہ بخارا سے بھاگ کر معاہدین سے آ ملا، لیکن اپنک کے مقام پر سکس کھائی اور ناشقرعان چلا گیا (سبعان ۱۲۵۶ء/سمبر ۱۸۴۰ء)۔ چند روز بعد اپنی مساعی سے مایوس ہو کر اس نے اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر دیا اور اسے کلکتے بھیج دیا گیا۔ لیکن اس سے مجاہدین کی سرگرمیوں میں کمی نہ آئی اور انہوں نے امیر دوست محمد کے بیٹے محمد اکبر خاں کے زیر قیادت انگریزوں کے لیے مشکلات پیدا کر دیں۔ میکائی کابل میں اکبر خاں کے ہاتھوں مارا گیا، الیگزادر برنس ۲ نومبر ۱۸۴۱ء کو

اقتدار کی آخری علامت مٹا دی۔ ہندو کش کے شمال میں بلخ کی ولایت بھی ہاتھ سے جانی رہی۔ اس طرح دوست محمد ایک مختصر، مگر مصبوط، افغان مملکت کا حاکم رہ گیا، کیونکہ دور اقتادہ صوبوں کے صانع ہو جانے سے، حوسدورٹیوں کے ضعف کا باعث بنے تھے، اس کی طاقت مجتمع ہو گئی۔ وہ مصنف مزاج مشہور تھا اور افغانوں میں ہر دل عربزبہا۔ اس کی برقی میں اس کے بھائیوں کی ناگریز رفتوں سے بڑی رکاوٹ پیدا ہوئی۔ جب اس نے کابل کو اپنا دارالحکومت بنایا تو اس کا بھائی کہیں دا قندھار پر فائض تھا۔ ۱۲۵۰ء/۱۸۳۴ء میں قندھار واس اس لیے کے لیے شجاع الملک نے جو یہ رقبہ کی اسے کہیں دل بے ناکام بنا دیا۔ ورنہ یار محمد خاں کے ہاتھوں کامران کے قتل (۱۲۵۸ء/۱۸۴۲ء) کے بعد ایرانی پھر ہرات پر فائض ہو گئے۔ اس سہرے کو دوست محمد نے اسی وفات سے کچھ ہی پہلے ۱۲۸۰ء/۱۸۶۳ء میں دوبارہ حاصل کیا۔

[امیر دوست محمد نے سناور میں اپنے بھائی کو سکس دیے اور رجب سکھ سے معاملہ کرنے کے لیے انگریزوں، ایرانیوں اور روسوں سے مدد مانگی۔ انگریزوں نے الیگزادر برنس Sir Alexander Burns کے زیر قیادت ایک مشن ڈال بھیجا۔ انہیں اتام میں روس کا نمائندہ ویکوچ Vikovich بھی کابل پہنچ گیا اور دربار کابل کو پجات میں انگریزوں کے خلاف مشن قدمی پر اکسائے لگا۔ امیر دوست محمد نے برنس سے کہا کہ اگر دولت انگلیشیہ دو ہزار ہندو میں اسے دے دے اور پشاور بیر درناے سدھ کے مغرب کے تمام علاقے اس کے لیے واگزار کر دے تو وہ انگریزوں کا دوست بن جائے گا، لیکن انگریزوں نے ہندوستان کی حفاظت اور روس کے احتمالی حملوں کی پیش بندی کے لیے شاہ شجاع سے اس مصموں کا معاہدہ کر لیا کہ

اس موقع پر دوست محمد کے لیے ان کی کوئی مدد ممکن نہ تھی۔ وہ اپنے ملک کے استحکام میں لگا رہا۔ اس نے ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۰ء سے ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۵ء تک کے عرصے میں بلخ، حلم، قندھار اور بدخشاں کو ارسر بفتح کیا۔ ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء میں وہ ہرات سے اترائیوں کو نکل دینے میں کامیاب ہوا۔ اس فتح کے چند روز بعد وہ وہیں [عارضہ دمہ] بوب ہو گیا [۲۱ ذوالحجہ ۱۲۷۸ھ / ۱۹ جون ۱۸۶۲ء]۔ وہ اپنی نمایاں کوششوں کے باوجود عمومی حیثیت سے ایک اچھا حکمراں تھا۔ [وہ افغانستان کے موجودہ حکمراں خاندان کی امارت کا بانی اور امرتکبر کے لقب سے مشہور ہے۔ اس کی سلطنت کی سالانہ آمدنی ۲۴,۲۳,۵۱۹ روپے تک پہنچ گئی تھی۔]

دوست محمد کا ہانچواں نٹا شیر علی، جسے اس نے اپنا حاکم نامزد کر دیا تھا، نجب پر بیٹھے ہی اپنے بڑے بھائیوں محمد افضل اور محمد اعظم، بر اپنے بھائی (عبدالرحمن بن محمد افضل) سے حاکمیت میں مبتلا ہو گیا (ان جنگوں کے لیے دیکھیے سادہ عبدالرحمن خان)۔ ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء میں شیر علی نے (عبدالرحمن سے) سکست لکھائی۔ اس کے ہاتھ سے پہلے کابل، پھر مدهار نکل گیا۔ افضل خان اور اعظم خان نے نئے بعد دیگرے ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء تک حکومت کی، لیکن وہ ہرات پر قابض نہ ہو سکے، جہاں سے شیر علی کے بیٹے محمد یعقوب نے پس قدمی کر کے اگلے سال مدهار اور کابل کو اپنے باپ کے لیے ارسر بفتح کر لیا۔ [امیر اعظم خان اور عبدالرحمن خان بھاگ کر ایران پہنچے، جہاں اعظم خان بوب ہو گیا اور عبدالرحمن کو ترکستان کے روسی حاکم نے اپنے ہاں بلا لیا۔] اب شیر علی پورے افغانستان کا مالک تھا اور ہندوستان کی برطانوی حکومت نے اس کی امارت تسلیم کر لی۔ اس نے ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء میں امارت کے مقام پر ہندوستان کے وائسرائے

قتل ہوا، برطانوی افواج ۱۸۴۱ء میں کابل سے روانہ ہو گئیں اور انہیں درہ خرد کابل میں تقریباً ختم کر دیا گیا، خود شاہ شجاع کو بھی افغانی مجاہدین نے ٹھکانے لگا دیا (۲۱ ص ۱۲۵۸ / ۳ اپریل ۱۸۴۲ء)۔ انگریز حلال آباد اور مدهار پر قابض رہے۔ انہوں نے ۱۸۴۲ء کے موسمِ حراں میں دوبارہ کابل پر قبضہ جما لیا، جہاں شاہ شجاع کے قتل کے بعد اس کے بیٹے فتح جنگ کو پھیل رٹوں نے بادشاہ تسلیم کر لیا تھا، لیکن نازک رٹی اس کے مخالف تھے۔ افغانستان کی اس جنگ میں انگریزی افواج کے سس ہزار آدمی مارے گئے اور اسی کروڑ روپہ صرف ہوا، لیکن وہ اپنی حفاظت سے غافل رہے؛ چنانچہ انہوں نے امر دوست محمد سے مصالحت کر لی اور افغانستان کی سرزمین حالی کر گئے (شوال ۱۲۵۸ھ / نومبر ۱۸۴۲ء)۔ فتح جنگ بھی ان کے ہم راہ چلا گیا اور یوں امر دوست محمد ملتِ افغان اور اپنے بیٹے اکثر خان کی قیادت کے صدمے ایک بار پھر کابل کے نجب پر بیٹھا۔ امیر نے اپنی حکمرانی کے دوسرے دور میں ان افغان رعماں پر جنہوں نے آزادی کی راہ میں سب کچھ قربان کر دیا تھا نہ تو اعتماد کیا اور نہ امورِ مملکت میں انہیں دخل دیے دیا۔ اس کے برعکس اس نے تمام مہمیں اپنے بیٹوں اور بھائیوں کی تحویل میں دے دیے، لیکن ان کی ناہمی رفتاریں خاندان کے اتحاد و استحکام میں وقتاً فوقتاً رحمہ اندازی کرتی رہیں۔ خود اکثر خان، جو منصب وزارت پر فائز ہو گیا تھا، اپنی وفات (۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۶-۱۸۴۷ء) تک باپ سے کشیدہ خاطر رہا۔ سکھوں اور انگریزوں کی دوسری جنگ (۱۸۴۹ء) کا دور مستثنیٰ کر کے دوست محمد نے انگریزوں سے دوستانہ تعلقات قائم رکھے۔ ۱۸۵۷ء میں ہندوستانی فوج اور دوسرے طبقے انگریزوں کے خلاف اٹھے، مگر

کا ہے۔ انکے گروہ کا قول ہے کہ حضور رسول اکرم نے اسی حسیہ مطہرہ جسمانی سے آسمانوں پر عروج فرمایا۔ اس مسئلے پر عقل اور فلسفے کے نام سے اعتراض واقع ہوتا ہے کہ اول تو اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ اصول طبعی اور عادت کے خلاف جسم مبارک حضورؐ نے سمیع عروج فرمایا تو افلاک کو چر کے ان سے کسیے گزرا، حالانکہ افلاک قابل شکاف و پوسکی نہیں ہیں۔ دوسرے یہ فرض خلاف عقل ہی نہیں، بلکہ ناممکن ہے اور قدرت ناممکنات سے متعلق نہیں احمسار لربی۔ اس دسواری کو رفع کرنے کے لیے کچھ لوگ عروج روحانی کے قائل ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلعم کی روح مبارک نے آسمانوں پر پرواز کی۔ سچ کا سنا کچھ اور ہی ہے۔ ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور رسول اکرم صلعم کی روح سرمد سرب ارواح بھی اور حسیہ مطہرہ جنابؐ کو بھی اعتدال و سراء، و لطاف کا درجہ کمال حاصل تھا اور آپؐ کا روحانی پہلو آپؐ کی حساسیت پر غالب تھا اور آپؐ صرف روح کی طرح تھے، اس لیے ہر جگہ اصلی و حقیقی جسم سمیت موجود ہوئے تھے اور جو چہر آپؐ کو ایک جگہ مہمد کرنی بھی وہ جسم کے رسمی اعراض و لواحق تھے، آسمانی اعراض آپ کو آسمانوں میں موجودگی سے اور زمینی اعراض زمیں پر موجودگی سے مہمد کرنے تھے، لیکن حضورؐ کی اصل و حقیقت اعراض و لواحق کے صمیع سے جدا ہوئے ہر جگہ بھی اور آپؐ کا جسم مطہرہ بھی روحانیت کلی کے علیے اور لطاف کی وجہ سے ہر جگہ تھا اور چونکہ وجود کامل اور شدید و قوی کسی ایک مخصوص جگہ کا مہمد نہیں لہذا جس وقت رسمی اعراض و لواحق سے بری ہوتا تھا اور اعراض آسمانی لاحق ہوتے تھے تو

(وجود مقدس) آسمانوں میں دیکھا جانا تھا اور جب اعراض زمینی لاحق ہوتے تھے تو زمیں پر موجود ہونا تھا اور جس وقت تمام اعراض دور تر دیتا تھا (جسم عصمری سے مراد یہی رواؤد و فواصل و کثافات ہیں جو انسان کے لیے لباس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ انسان کا جسم عالم آہرب میں بصیرے کے بعد جانا ہے اور بصیرے کا مطلب کثافات سے ناک ہونا ہے۔ مہرس، ص ۱۹۶) تو سب جگہ موجود ہونا تھا۔ مختصر یہ کہ جنابؐ کی معراج جسم اصلی اور حقیقیہ حمدیہؐ سمیت بھی اور تمام موجودات پر چھائی ہوئی (ذوہرہ فاسٹوی - ۵۳ [الحجم]: ۶) اور تمام گزرتے سے بلند، جہاں آپریس (فان فوسین اوادی - ۵۳ [الحجم]: ۹) ہے اور عالم جسمانی سراسر آپؐ کے وجود مقدس کے نور سے تھا۔ اس ترکب سے سچ ہے معراج کے معلو اہما نظریہ پسن کا ہے (دیکھئے سرح فوائد، ص ۱۲۳، ۲۹۶، ۳۰۶ و فائدہ ۱۰، ۱۱۰، ۱۳، ص ۱۲۷، ۲۳۷، ۲۵۲، در بعلقہ، طبع بہراں ۱۲۷۸ھ، وسیح احسانی: رسالہ عرسہ، بہراں ۱۲۷۸ھ، و سرح مساحر، در دیل حدیب معراج)۔

مرقہ سیحہ اصول ایمان و عقائد کے مسئلے میں خاص نظریات رکھتا ہے جو احبار آل محمد علیہ السلام سے مآخوذ ہیں۔ چونکہ حکماء و عرفاء نے اکثر اس بارے میں بحث کی بھی لہذا سچ نے بھی بعض مقامات پر انہیں کی اصطلاحات میں اسے مطالب سنا کیے ہیں۔

ہم حاتے ہیں کہ عرفاء اور اہل سر و سلوک کہتے ہیں: ”لارم ہے کہ ہر زمانے میں ایک ایسا ہادی و راہنما ہو جو وجود عالم امکان کا محور ہو اور وہ قطب الاقطاب اور حاکم امور ہونا ہے“ (مولوی روم:



لارڈ میو Mayo سے ملاقات کی، لیکن امیر اس سے چنداں مطمئن نہ ہوا، کیونکہ اسے وائسرائے سے دوسری طاقتوں کے معاملے میں امداد کا پکا وعدہ حاصل کرنے میں ناکامی ہوئی۔ انہیں ایام میں اس نے ایسے دلہ بیٹے محمد یعقوب کو رنداں میں ڈال دنا اور حب اس کے لیے وائسرائے نے سماعت کی تو سبب رہم ہوا۔ وہ سستان کی سرحد کے بارے میں انگریز افسروں کی ثالثی پر رعامد ہو گیا، لیکن حب ثالثی کے بیچے کے طور پر رجسٹرین اراضی کا ایک خاص بڑا حصہ اراں کو دے دیا گیا، تو انگریزوں نے خلاف سیر علی کی برہمی میں اور بھی امادہ ہو گیا اور اس نے روس سے نعمات فائز کرنے کے لیے ناب جیب شروع کر دی۔ یہ واقعات ۱۸۷۸ء کی جنگ افغانستان کا موجب بنے۔ برطانوی فوج نے کابل فتح کر لیا اور سیر علی مرار صرف کی طرف بھاگ گیا، جہاں وہ [۲۹ صفر ۱۲۹۶ھ / ۲۲ فروری ۱۸۷۸ء کو] قوت ہو گیا (سر دیکھیے مادہ سیر علی)۔

ناپ کے فرار ہو جانے کے بعد محمد یعقوب نو [آٹھ سال بعد] قند سے نکالا اور اس کے امیر سے کا اعلان کیا گیا (ربیع الاول ۱۲۹۶ھ / فروری - مارچ ۱۸۷۹ء)۔ گندمک کے مقام پر [کابل کی طرف] پیس مدعی کرنی ہوئی برطانوی افواج سے امیر کا سامنا ہوا۔ یہاں ایک معاہدہ طے کیا گیا (۳۰ جمادی الآخرہ / ۲۶ مئی)، جس کی رو سے وہ درہ بولان اور وادی کُرم کے قریب کے کچھ علاقے برطانوی ہند کے حوالے کر کے کابل میں انگریزی سفارت رکھے کا فیصلہ ہو گیا۔ چند ماہ بعد کابل میں معاہدہ برپا ہو گئی اور انگریزی سفارت کے ارکان، جن کا قائد کیوگنری Sir Louis Cavagnari تھا، تہ تیغ کر دیے گئے۔ اس حادثے کی وجہ سے جنگ دوبارہ چھڑ گئی۔ رابرٹس Roberts

نے دوسری مرتبہ کابل فتح کیا، لیکن وہاں اس کی فوج کو قبائلی لشکر نے، جس کی قیادت محمد حان اور ملا مشک عالم کر رہے تھے، گھیر لیا۔ قبائلی لشکر کی سبکس کے بعد یعقوب خان کو معزول کر کے ہندوستان بھیج دیا گیا اور حکومت عبدالرحمن کو پس کر دی گئی۔ مدھار میں انک الگ ریاست قائم کی گئی۔ اس جنگ کو انگریزی فوج مقیم بھی اس کا کچھ حصہ سٹورٹ Stewart کی کمان میں کابل کو روانہ ہوا۔ یہ در اصل ملک کے بحلیے کی ابتدا تھی، لیکن حب یہ فوج علوثوں کے علاقے سے گزری تو احمد حل کے مقام پر اس قبیلے کے ایک بھاری لشکر نے اس پر حملہ کر دیا، جسے بڑی شدید جنگ کے بعد سبکس دی گئی۔

ابھی عبدالرحمن کے بادشاہ بننے کا اعلان ہوا ہی تھا کہ شیر علی کا دوسرا بیٹا، محمد ایوب ہرات میں لاسکر جمع کر کے مدھار کی طرف بڑھا، میوند کے مقام پر انگریزی افواج کو سبکس فاش دی [۱۷ شعبان ۱۲۹۶ھ / ۲۵ جولائی ۱۸۸۰ء] اور مدھار کا محاصرہ کر لیا۔ [عبدالرحمن کابل میں اس فائز کرنے کے بعد عارم مدھار ہوا۔ جنرل رابرٹس دس ہزار فوج کے ساتھ اس کی حمایت پر تھا، چنانچہ سردار محمد ایوب کو ایران کی طرف بھاگ دیا گیا اور مدھار بھی امیر عبدالرحمن کے حوالے کر دنا گیا۔] اس کے بعد ساری برطانوی فوج افغانستان حالی کر کے واپس چلی آئی اور پورا ملک، بشمول قندھار، عبدالرحمن کے سپرد کر دیا گیا (۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء)۔ اس نے داخلی مشکلات اور خارجی مسائل نے ناوحدہ اپنے ملک کی آزادی اور وحدت برقرار رکھی (دیکھیے مادہ عبدالرحمن)۔ [اس سلسلے میں ہندوستان کی برطانوی حکومت نے اسے بڑی تقویت پہنچائی۔ ۱۸۸۰ء میں اسے ہانچ لاکھ روپے، کئی سو توپیں اور کئی ہزار مدوقین دی گئیں۔ اس کے

دوران میں افغانستان سے غیر جانب داری کی حکمت عملی اختیار کی۔ ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ / ۲۰ فروری ۱۹۱۹ء کو امیر نے لغمان کے قلعہ گوش میں ہڑاؤ ڈال رکھا تھا کہ اسے گوری کا نشانہ بنا دیا گیا۔ [اس کے بھائی نصر اللہ خان نے جلال آباد میں اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا، لیکن امیر کے سرے بیٹے امان اللہ خان نے، جسے فوج کی امداد حاصل تھی، مسند امارت حاصل کر لی اور نصر اللہ خان نے قدم میں انتقال کیا۔]

امان اللہ خان نے [نکم مارچ ۱۹۱۹ء کو] بحب نشیں ہوئے ہی [افغانستان کے اسمگلر کا اعلان کر کے برطانوی حکومت سے جنگ شروع کر دی۔ انگریزی انواع نے درہ خیبر کے شمالی دہانے کے پاس ڈاکہ کے مقام پر اور چمن کے سامنے سس بولاک کے افعابی قلعے پر قبضہ کر لیا اور کابل طیارے کے ذریعے سے بم ناری کی، لیکن افغانستان کے عوام نے قندھار میں سردار عبدالمدوس، صدر اعظم، جنوبی سرحدات پر سبہ سالار محمد نادر خان اور سمب مشرفی میں اپنے فوجی سرداروں کی راہ بری میں اعلان جنگ کر دیا۔

حولائی ۱۹۱۹ء میں سوویٹ روس نے افغانستان کا اسمگلر تسلیم کر لیا۔ بالآخر حکومت افغانستان اور برطانوی ہند کے درمیان صلح کی گئی و سید شروع ہوئی اور معاہدہ راولپنڈی (۲ دوالقعدہ ۱۳۳۷ھ / ۸ اگست ۱۹۱۹ء) کی رو سے برطانوی حکومت نے افغانستان کی آزادی نامابطہ تسلیم کر لی۔ شاہ امان اللہ خان نے سفیروں کے ذریعے ساری دنیا سے روابط قائم کر لیے اور مملکت عصری ترقیات کی طرف قدم بڑھانے لگی۔ [۱۹۲۱ء میں روس کی سوویٹ حکومت اور برطانیہ سے نئے معاہدے کیے گئے، گو کشیدگی شمالی سرحدوں پر ۱۹۲۲ء تک اور جنوبی و مشرقی سرحدوں پر ۱۹۲۳ء تک جاری رہی۔ ۱۹۲۲ء میں لوئی جرگے

علاوہ اسے اٹھارہ ہزار پونڈ سالانہ کی مالی امداد بھی ملنے لگی۔ اس نے ”خط ڈیورنڈ“ کو ناہمی سرحد بنانے پر موافقت کر لی (۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء)۔ اس کے دور حکومت میں تمام داخلی دشمنوں کو انتہائی حیر و استداد سے کچل کر رکھ دیا گیا۔ عبدالرحمن نے ہندو کش سے شمال کی ولایت پر قبضہ کیا اور کافرستان فتح کر کے اس کا نام نورستان رکھا (۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء)۔ ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء میں روس اور افغانستان کی سرحدات کا معنی ہوا اور پچ دہ کا علاقہ افغانستان سے الگ ہو گیا۔ امیر عبدالرحمن نے اپنی وفات (۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ / یکم اکتوبر ۱۹۰۱ء) پر ایک غیر مسارع مذہب حکومت اپنے بیٹے امیر حبیب اللہ کے لیے چھوڑی۔ [افغانستان کے لوگوں کے لیے امیر ایک مسند حکمراں تھا، لیکن انگریزوں کے ساتھ اس کی روش بہت نرم اور دوسانہ تھی، چنانچہ اس نے سواہ، ختال، وربرستان، خیبر، جامی، چمن، بش، پارا چنار اور نرم کے علاقے ایک معاہدہ طے کر کے برطانوی حکومت کے لیے چھوڑ دیے۔]

امیر حبیب اللہ کی بحب نشیں کے بھوڑے عرصے بعد روسی۔ برطانوی معاہدہ طے ہو گیا اور اس بات کا احتمال جانا رہا کہ ان میں سے کوئی طاقت افغانستان کے کسی حصے کا الحاق کر لے گی یا اس کے معاملات میں مداخلت کرے گی۔ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں امیر حبیب اللہ نے اس معاہدے کی یوثی کر دی جو اس کے والد نے ہندوستان کی برطانوی حکومت سے کر رکھا تھا اور جس کی رو سے امیر نے اٹھارہ لاکھ روپہ (ایک لاکھ ساٹھ ہزار پونڈ) کے عوض معاملات خارجہ برطانوی حکومت کی تحویل میں دے دیے۔ امیر حبیب اللہ کے عہد میں ملک کے اندر اس و امان فی الجملہ قائم رہا اور تعلیم میں بھی کچھ ترقی ہوئی۔ پہلی عالمی جنگ کے

یہ ایک دستور اساسی مرتب و نافذ کیا۔ ۱۹۲۳ء میں انتظامی دستور العمل مرتب ہوا۔ [عساکر کی تنظیم و اصلاح جدید ترین اصول پر ہوئی اور دنیا بھر کے محالک سے بحارمی تعلقات کا تمام عمل میں آیا۔ داخلی اصلاحات کا احراء ہوا، مثلاً علامی کی مسیح، مطامع کا قیام، احبار کا احراء، بندیات کا قیام، سڑکوں اور ہلوں کی تعمیر، نار برمی اور ٹیلی فون کی توسیع، نہروں اور کانوں کی کھدائی، کابل میں مجلس شوریٰ اور صوبوں میں محالیں مسوورہ کا قیام، سیاسی احراء کی آزادی، حہالب اور عصیب کے خلاف حد و حید، اعلیٰ معلم کے اظامات، حمل و نقل کے جدید وسائل کی در آمد اور ان کا احراء۔ ۱۹۲۴ء میں غوربوں کے لیے بھی اعلیٰ معلم کی ہدایہ احبار کی گئیں، جس پر انگریزوں کے اشارے سے ایک مقررہ اعلیٰ سردار عبدالکریم کے زیر سرکردگی حوسب میں بغاوت ہو گئی۔ کابل کے عساکر نے ناعوں کو گرفتار کر کے گولی سے اڑا دیا اور عبدالکریم ہندوستان کی طرف بھاگ آیا۔ یہ پہلی رجعت پسندانہ بحریک بھی جو انگریزوں کی انگجبت پر امان اللہ کے خلاف سدا ہوئی۔] ۱۹۲۴ء میں دوسرے لوئی حرگے سے معلم سوان سے متعلق قوانین مسووح کر دیے سر بحری بھری کے قوانین میں برسم کر دی۔ [حب اس فائم ہو گیا تو امان اللہ حد یے ۱۹۲۶ء میں بادشاہ کا لقب اختیار کیا اور ۱۹۲۸ء میں یورپی ملکوں کی سیاحت کی، ان سے سیاسی، علمی، ثقافتی اور اقتصادی معاہدات طے کیے اور کاعد ساری، شکر ساری، پشمیہ نامی اور ساجی (کپڑا سے) کے کارخانے خرید کر ملک میں لایا۔] اس دورے سے واپس آ کر بادشاہ نے نئے دستور اساسی کے مفاد اور معاشری و تعلیمی اصلاحات کی تربیت کے لیے تیسرا لوئی حرگہ طلب کیا۔ [چونکہ امان اللہ کا ماسکو

حانا دولب انگلشیہ کے سیاسی معامد کے موافق نہ تھا اور اسے ہندوستان کے لیے خطرے کی علامت سمجھا گیا، اس لیے انگریزی حکومت نے ہندوستان کے سرحدی فائل میں شورش برپا کر دی۔ اس کے علاوہ اسی حکومت کی شہ پر ایک ناجیک ڈاکو چٹہ سقا نے کوہ داس سے بیس قدمی کر کے کابل پر قبضہ کر لیا (جنوری ۱۹۲۹ء)۔ امان اللہ خان مدھار کی طرف نکل گیا۔ وہاں سے اس نے کابل کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے حو کوسس کی اسے حب اللہ [چٹہ سقا] کے حامیوں نے ناکام بنا دیا (اپریل - مئی ۱۹۲۹ء)۔ اندرس اثنا ہرات پر ایک اور ناجیک عبدالرحیم کا قبضہ ہو گیا۔ امان اللہ جس کے راسے افغانستان سے رجعت ہو گیا اور اٹلی جا کر سکونت احبار کر لی۔

[ملک میں اتنی بیدا ہو گئی تو سپہ سالار محمد نادر خان (س) محمد یوسف خان س یحییٰ خان س سلطان محمد خان برادر دوست محمد خان) فراس میں ہمار بڑا تھا۔ جنگ استقلال میں کامیابی کا سہرا اسی کے سر رہا تھا، لکن وہ ملکی پالسی سے شدید اختلافات کی ساء پر، سز علاج کے لیے ملک سے باہر چلا گیا تھا۔ انتہائی کمزوری کی حالت میں واپس آیا۔ قوم کو اس و انعاد کی دعوت دی اور اعلان کیا کہ حکومت کا آخری فیصلہ قومی نمایندوں پر چھوڑا جائے۔ چٹہ سقا سے بھی یہی کہا کہ اپنا معاملہ قوم کے حوالے کر دے۔ کئی مہسے کی ناکامیوں اور پرشاسوں کے بعد سپہ سالار نے وریریوں اور محسودوں کا ایک لشکر فراہم کیا، جس نے سپہ سالار کے بھائیوں شاہ ولی خان اور شاہ محمود خان کی سرکردگی میں کابل پر قبضہ کر لیا، جہاں قومی نمایندوں نے ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ / ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو محمد نادر خان کی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔]

طاہر شاہ کو، جس کی عمر اس سال تھی نادر شاہ  
سانے کا اعلان کر دیا] عملاً ہاشم خان، صدر اعظم، ہی  
۱۹۳۶ء تک امورِ سلطنت کا مختار بنا رہا۔ آئندہ  
درسوں میں چند قبائلی معاہدات [۱۹۳۵ء میں علی رئی  
قبائل، ۱۹۳۷ء میں حیدران اور مہمند قبائل اور  
۱۹۳۸ء میں صافی و مہمند قبائل] نورے اہتمام سے  
فرو کی گئیں اور عسکری، تعلیمی اور اقتصادی ترقیات  
کی مؤثر تدبیروں پر عمل درآمد ہوئے لگا۔ ۱۹۳۸ء  
میں افغانستان جمعیتہ الاقوام (League of Nations)  
کا رکن بن گیا۔ ۱۹۳۶ء میں سوویت روس سے  
بحاربی معاہدہ طے ہوا۔ ۱۹۳۷ء میں اس نے ترکی،  
عراق اور ایران کے ساتھ مسابہ سعد آباد پر دستخط  
ثب کئے۔ دوسری عالمی جنگ کے دوران میں  
بھی افغانستان کامل غیر جانبداری پر قائم رہا۔  
رہے سہے سرحدی ناراحتیاں ۱۹۳۷ء میں طے کر لے  
گئے، یعنی شمال کے حصے کا روس سے معاہدہ طے  
کر کے اور دریائے ہلمند کے پار کے متعلق ایران  
سے نزاع کا نصاب امریکی ثالثی کے ذریعے ہو گیا۔  
اسی سال پاکستان کی نئی مملکت قائم ہوئی، اس  
وقت سے سابق شمالی و مغربی سرحدی صوبے اور  
آزاد قبائل کا مسئلہ، جس سے سو سال تک  
افغانستان اور برطانوی ہند کے ناہمی تعلقات کو اندر  
بائے رکھا تھا، ان دو مسلمان مملکتوں کے ناہمی  
تعلقات میں بھی حل انداز ہونا رہا۔ [نام نہاد مسئلہ  
پنجوستان کی بناء پر ۱۹۶۲ء میں کچھ عرصے کے لیے  
سفری تعلقات بھی منقطع ہو گئے، ناہم وزارتِ عظمی  
سے سردار - اوڈ خان کی سبک دوشی کے بعد  
سے دونوں ملکوں کے تعلقات بہت خوشگوار  
ہو رہے ہیں۔]

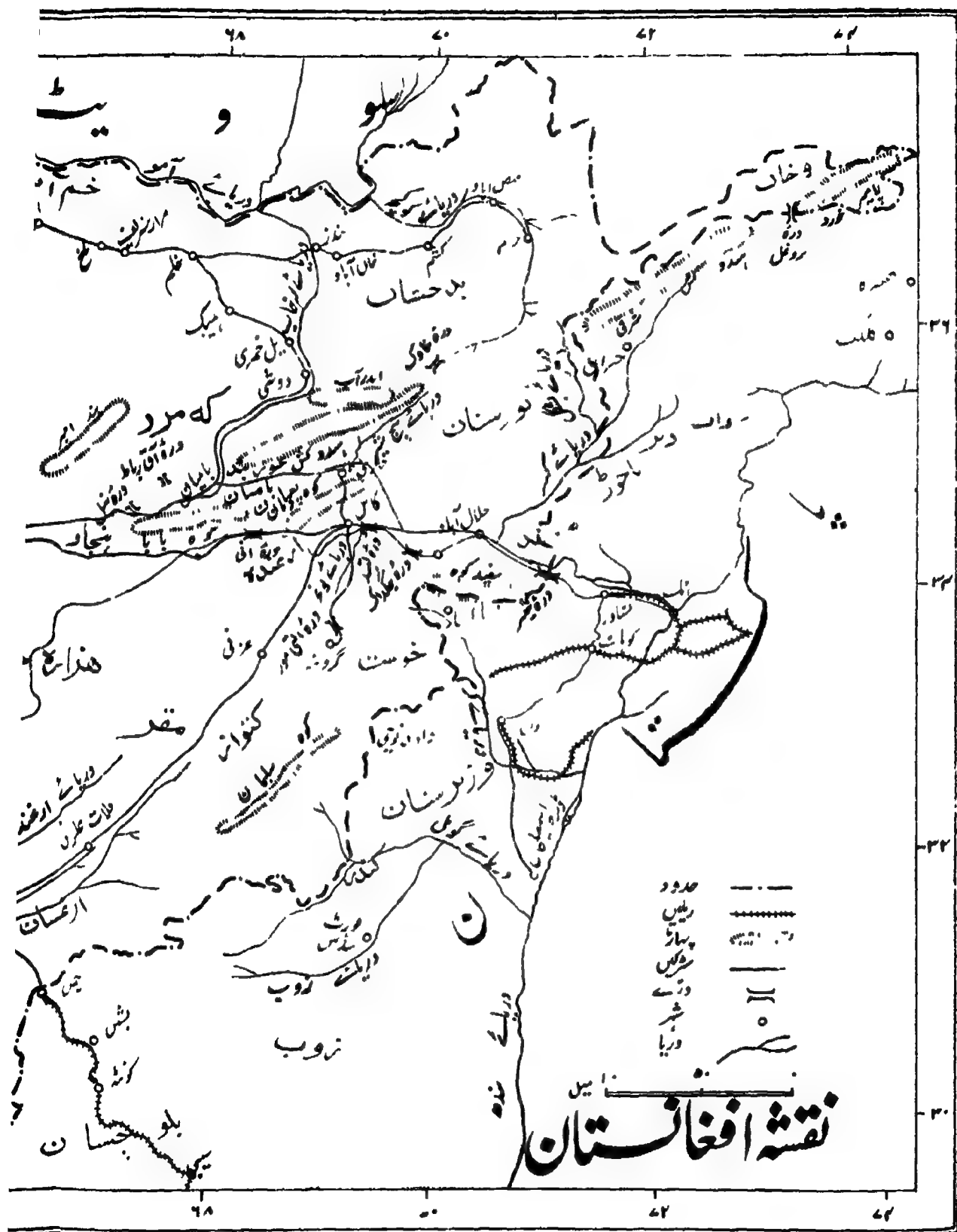
(ذیم M. LONGWORTH DAMES و گت H.A.R. GIBB)

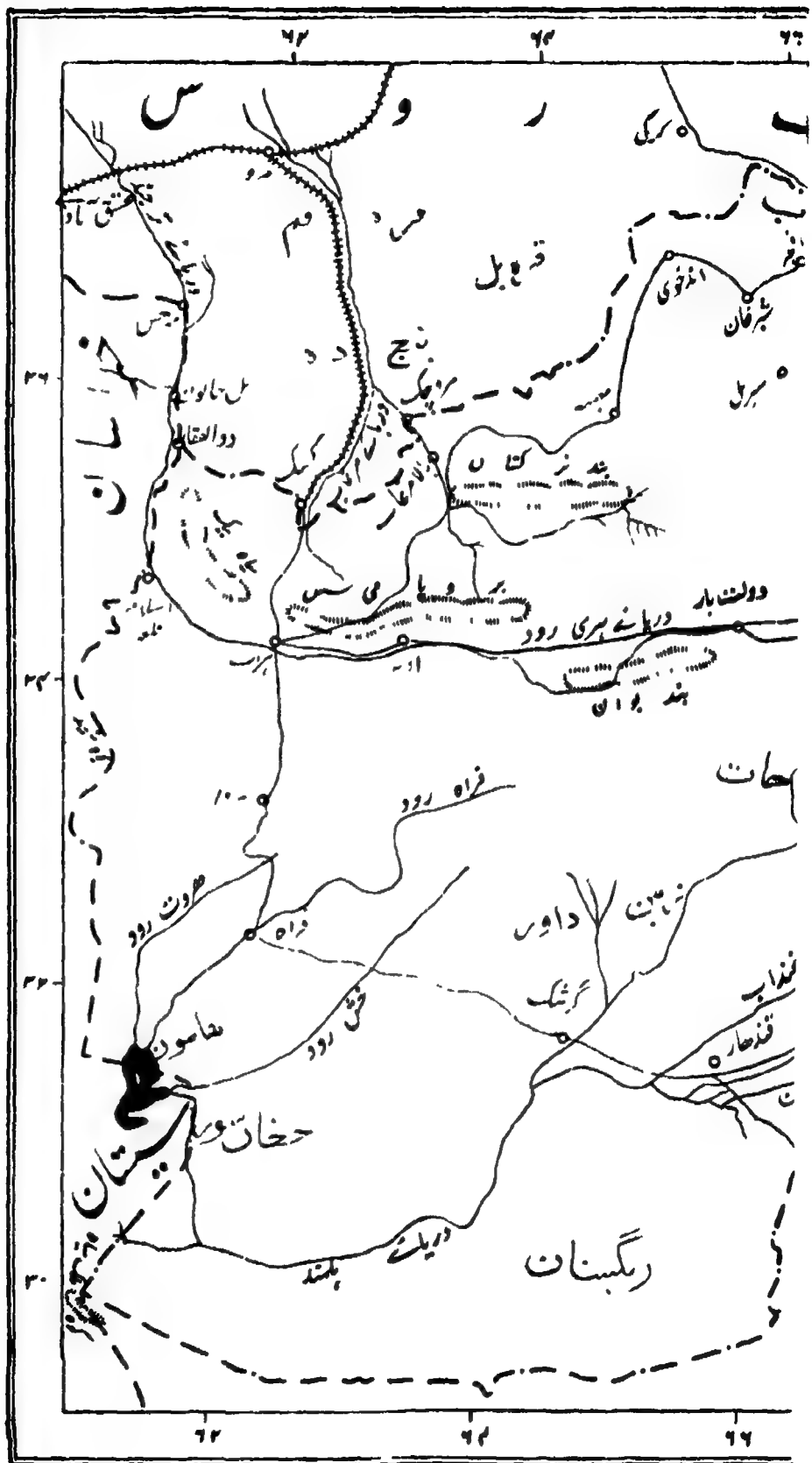
[و عبدالحی حبیبی، نہ تلخیص از سید امجد الطاہر]

آئین : افغانستان کا رسمی نام آج کل دولت

۱) حبیب اللہ نے ہتھیار ڈال دیے اور اسے موت کی  
سزا دی گئی۔ ملک میں امن و امان قائم کرے میں  
مزید دو سال لگے۔ امان اللہ خان کے حامیوں میں  
اضطراب اور بے چہسی کی آگ سلگتی رہی، جس میں  
سب سے زیادہ سرگرم لوعر کا چرخہ چاندان تھا۔ اس  
خاندان کے سرسیدہ رکن - سو سرائے موت دے  
کے باعث ایک حریف عداوت کی صورت پیدا ہو گئی۔  
۱۹۳۰ء میں ابراہیم لقی نے روس کی انتکحت پر قطع  
میں شورش برپا کی، جسے ورنہ حرمہ نے فرو کر دیا۔  
۱۹۳۰ء میں گردنر میں دری حمل اور ۱۹۳۱ء میں  
شرہ میں سلیمان حمل قبائلی اٹھ لہڑے ہوئے۔ انہیں  
بھی عسکری طاقت سے دبا دبا گیا۔ نادر شاہ نے  
وہ دیکھ اور مدرسے اور سڑکوں کو کھولے جو ستوی  
شورش اور بد امنی کے دوران میں بند ہو گئے تھے؛  
ان کے علاوہ دارالفنون کے نام سے ایک درسگاہ جاری  
کی۔ اس نے عساکر - کو مسلح کیا، [ہر شعبے میں  
اصلاحات کیں اور دورِ انری کی برنادیوں سے ملک  
کو بحال دلا کر برقی کے راستے پر لگانے کی اسہانی  
کوشش کی۔ طلبہ میں شوقِ علم بڑھانے اور قوم کو  
تعلیم کی اہمیت پر متوجہ کرنے کے لیے نادر شاہ  
خود سندیں اور اعانات تقسیم کیا کرتا تھا۔ ایسی  
ہی ایک بفرت پر، جو قصرِ دلکشا میں - عقد ہوئی  
تھی، عبدالحی نام ایک طالب علم نے، جو چرخہ  
خاندان کا پروردہ تھا، اس وقت نادر شاہ کو گولی  
مار دی جب وہ طلبہ کی پہلی قطار کے ایک ایک  
فرد سے مصافحہ کر رہا تھا (۲۰ رجب ۱۳۵۲ھ /  
۸ نومبر ۱۹۳۳ء)۔

نادر شاہ کا ایک بھائی (ہاشم خان، صدر  
اعظم) ایک نئی سڑک کے افتتاح کے لیے کابل سے  
باہر تھا۔ دوسرا بھائی (شاہ ولی خان) یورپ میں  
سفیر تھا۔ صرف تیسرا بھائی شاہ محمود خان وریر  
حریہ کابل میں موجود تھا۔ اس نے نادر شاہ کے بیٹے





ندھشان، وراہ، عرنہ، پروان، گرشک، میمنہ، شرعاں، غوراب، طالغان، بامیان اور اررگان میں منقسم ہے۔ ہر صوبے کا ایک گورنر ہے، جو بڑے صوبوں میں نائب حکومت اور چھوٹے صوبوں میں حاکم اعلیٰ کہلاتا ہے۔

قومی پرچم: قومی جھنڈے میں سیاہ، سرخ اور سر رنگ کی عمودی پٹاں ہیں، جس کے درمیان ایک سفید طعری بنا ہوا ہے۔

رقبہ اور آبادی: کل رقبہ دو لاکھ پچاس ہزار مربع میل اور جدید ترین اعلیٰ اندازے کے مطابق کل آبادی [ایک کروڑ چھالاس لاکھ خوراسی ہزار] ہے، یعنی آبادی کی گنجائی انراں کی آبادی کی گنجائی سے دگنی اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی گنجان آبادی کے مساوی ہو جاتی ہے۔ [آبادی کی بہت بڑی اکثریت (ساتویں فی صد) مسلمان ہے۔ تھوڑی سی تعداد سکھوں، ہندوؤں اور یہودیوں کی بھی ہے۔] افغانستان کے پسر ناسندے مدھاسی ہیں، لیکن ایک قلیل تعداد (تقریباً دس لاکھ) سمنوں کی بھی موجود ہے۔

تعلیم: ابتدائی مکاتب جگہ جگہ موجود ہیں۔ ثانوی مدارس صرف بڑے شہروں میں ہیں۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ کابل یونیورسٹی میں، جو ۱۹۳۳ء میں قائم کی گئی تھی، حسب ذیل نو شعبے (faculties) ہیں: طب، سائنس، زراعت، انجینئرنگ، قانون و سیاسیات، ادب، اقتصادیات، دیانت اور علم الادویہ۔

نظم و نسق عدالت: قانون عدالت زیادہ تر شریعت اسلامیہ پر مبنی ہے۔ ہر صلح میں محاکم ابتدائیہ اور ہر صوبائی مرکز حکومت میں محاکم مرافعہ موجود ہیں۔ ان کے علاوہ ایک عدالت عالیہ (محکمہ عالی نمبر) وزارت عدل سے وابستہ ہے اور ایک سپریم کورٹ (ریاست نمبر اعیان)

پادشاہیہ افغانستان ہے۔ حکومت کی شکل دستوری پادشاہت ہے۔ قانون سازی کا اختیار اعلیٰ پارلیمنٹ (شورائے ملت) کے ہاتھ میں ہے، جس میں پادشاہ، کابینہ وزراء اور مجلس ملی شامل ہیں۔ سیٹ پچاس ارڈن پر مشتمل ہے، جنہیں پادشاہ عمر بھر کے لیے نامزد کر دیتا ہے اور مجلس ملی کے لیے ۱۷۱ ارکان چنے جاتے ہیں۔ اس کا اجلاس سال میں دو مرتبہ (مئی اور اکتوبر میں) ہوتا ہے، لیکن یہ شرط ضرورت کسی اور وقت بھی طاب کیا جاسکتا ہے۔ ان کے علاوہ ایک مجلس اعلیٰ بھی ہے، جو آویٰ حراگہ کہلاتی ہے۔ اس کا اجلاس غیر معتد اوقات میں ہوتا رہتا ہے۔ خصوصاً عام حکمت عملی کے بارے میں جب کبھی پادشاہ کو مشورے کی ضرورت ہو۔ ۱۹۶۳ء میں ایک نئے آئین کی تشکیل کے لیے ایک کمیٹی مقرر ہوئی تھی۔ اس کی سفارشات بھی لوی حراگے کے سامنے پیش کی گئیں [اب ایک جدید آئین اس کی روسی میں مرتب ہوا ہے]۔

نظم و نسق حکومت: [اس آئین کے نافذ ہونے سے پہلے] افغانستان میں حوہہ وزارتیں تھیں، یعنی (۱) وزارت دفاع، (۲) وزارت امور خارجہ، (۳) وزارت امور داخلہ، (۴) وزارت تعلیم، (۵) وزارت اقتصادیات، (۶) وزارت عدل، (۷) وزارت تعمیرات عامہ، (۸) وزارت مال، (۹) وزارت صحت، (۱۰) وزارت معادن و صنعت و حرفت، (۱۱) وزارت مراسلات، (۱۲) وزارت زراعت، (۱۳) وزارت منصوبہ بندی اور (۱۴) وزارت صحافت و اطلاعات۔ ان میں سے ہر ایک کا ایک وزیر ہے اور ان کے علاوہ قبائلی معاملات کا ایک الگ محکمہ ہے، جو ایک صدر کے ماتحت ہے۔ وزراء اور یہ صدر سب کابینہ کے رکن ہیں۔ پورا ملک سات بڑے صوبوں: کابل، مرار شریف، مہار، ہرات، قطغن، نگرہار (سابق صوبہ مشرقی) اور پاکتیا (سابق صوبہ جنوبی) اور گیارہ چھوٹے صوبوں:

ہے۔ [آئیں کی ترمیم کے ساتھ ساتھ نظم و نسق عدالت میں بھی تبدیلیاں کی گئی ہیں]۔

پیداوار: اگرچہ افغانستان کا زیادہ تر علاقہ پہاڑی اور صحرا ہے، تاہم بچ بیج میں وادیاں اور سرسبز زرعی میدان آجائے ہیں، جہاں بھروسہ اور کھجور سے آبپاشی کے ذریعے اتنا اناج پیدا ہو جاتا ہے نہ وہاں کے باشندوں کے لیے کافی ہو۔ ایسا قابل زراعت علاقہ کوئی ساڑھے بیس کروڑ ایکڑ ہے، جس میں تقریباً دو کروڑ ایکڑ عملاً زیر کاشت ہے۔ یہاں کئی قسم کے پھل بھی بہت اچھے اور افراط سے پیدا ہوتے ہیں۔ نارہ اور خشک پھل بڑی مقدار میں باہر بھیجے جاتے ہیں۔ دسوں کی کثرت ہے اور ان کی کھالوں اور اون کی درآمد ملک کی آمدنی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ایرانی سل کی وہیلی بھرتیں بھی بالی جاتی ہیں اور ان کی کھالی بھی بیرونی ممالک میں بھیجی جاتی ہیں۔ روئی بھی خاصی مقدار میں پیدا ہوتی ہے (۱۹۶۰-۱۹۶۱ء میں تقریباً چوتھ ہزار ٹن)۔ ارند، محبہ اور ہنگ کے پٹ بڑی تعداد میں موجود ہیں۔

معادن: افغانستان کی کانوں سے ابھی پوری طرح کام نہیں لیا گیا، لیکن یہاں نائے کی افراط ہے۔ سسٹا اور لوہا بھی خاصی مقدار میں موجود ہے۔ کونلے کی کانیں بھی دریافت ہوئی ہیں اور ابھی حال میں ہراب اور شمالی علاقے میں پٹرول بھی دریافت ہوا ہے۔ سونا قندھار میں اور کئی شمالی دریاؤں کی ریت میں پایا جاتا ہے۔ پنج شیر کی وادی میں چاندی کی کانیں ہیں اور بدخشان میں دنیا کا بہترین لاجورد (lapis lazuli) ملتا ہے۔ پنج شیر میں ابرو کی کان دریافت ہوئی ہے اور میمنہ کے علاقے میں گدھک کے دھیرے پائے جاتے ہیں۔

صنعت و حرف: زمانہ حال میں صنعت و

حرف میں نمایاں ترقی ہوئی ہے اور ملک میں متعدد کارخانے قائم ہو چکے ہیں، جن میں سے کابل میں دیاسلانی، ٹی، چمڑے کی جیروں، سگ سرس کے ظروف، فریجیر، سشے، سائیکلوں اور پلاسٹک کے کارخانے ہیں۔ ایک اور کارخانہ موٹروں کے فالتو پوروں کی ساحت کے لیے بھی قائم ہو گیا ہے۔ اون کا ایک کارخانہ قندھار میں ہے اور ایک کابل میں 'روئی دھسے کے کارخانے قندھار اور لاسکر ٹاہ میں ہیں' سوئی کنڈروں کا ایک کارخانہ جبل سراج میں اور ایک پل حمیری میں ہے۔ حرسوں کے گل بہار میں ایک جدید وضع کا کپڑے کا کارخانہ قائم کیا ہے۔ دھج کے لیے اسلحہ اور نارود ساری کا ایک الگ کارخانہ ہے۔ نغلاں میں حماد سے سکر بنانے کا اور قندھار میں بھلوں کو ڈبوں میں محفوظ کرنے (canning) کا کارخانہ ہے۔ دریائے کابل درستیوں میں ایک برقی کارخانہ بن چکا ہے اور ایک اور نغلاں میں ۱۹۶۷ء تک بنا ہوا خانے گا۔ جبل سراج اور پل حمیری میں سمسٹ کے ٹرے ٹرے کارخانے بن گئے ہیں۔

مواصلات: افغانستان ابھی ہمسایہ ملکوں سے سڑکوں کے ذریعے مربوط ہے، جن میں سے کئی ایک سرحد کے مختلف دروں میں سے گذر کر اسے پاکستان سے ملاتی ہیں۔ ان دروں میں سب سے اہم درہ خیبر ہے۔ قندھار سے حسن تک کی سڑک پختہ بن گئی ہے [اور وہاں ایک ریلوے لائن بنانے کا معاہدہ بھی پاکستان سے ہو چکا ہے]۔ امریکی سرمایہ دار بورجھم سے کابل تک کی دو سو میل لمبی سڑک کو پختہ بنا رہے ہیں اور اسی طرح کابل سے قندھار جانے والی سڑک پختہ بن گئی ہے۔ ہراب سے ایران جانے والی سڑک کو پختہ بنانے کا منصوبہ زیر عور ہے۔ روسیوں نے اپنی سرحد پر کشک سے قندھار تک کی سڑک کو پختہ



بحری زیدان: تاریخ التمدن الاسلامی، قاہرہ ۱۹۰۲ء؛  
 (۱۷) وہی مصنف: مشاہیر الشرق، قاہرہ ۱۹۱۰ء (۱۸)  
 حسن ابراہیم: تاریخ الاسلام السياسي والديني والثقافي  
 والاجتماعي، ۳ جلد، مصر ۱۹۳۸ء (۱۹) صدرالدين علي:  
 احزاب الدوله السلطويه، لاہور ۱۹۳۳ء (۲۰) محمد حسن:  
 مراہ الاشياء، مطبوعہ اودھ؛ (۲۱) شمس الدين سامی:  
 قاموس الاعلام، استانبول ۱۳۰۸ھ؛ (۲۲) خليل ادهم:  
 دول اسلاميه، استانبول ۱۹۲۷ء (۲۳) بیہقی: تاریخ  
 السمود، ۲ جلد، بہران ۱۹۴۷ء؛ (۲۴) ابو بصير العتبی:  
 تاریخ یمنی، مصر ۱۳۹۰ھ؛ (۲۵) تاریخ سیستان، طبع  
 بہار، بہران ۱۹۳۴ء؛ (۲۶) تاریخ طبری [فارسی]، ترجمہ  
 بلعمی، لکھنؤ ۱۹۱۶ء (۲۷) حوسبی: تاریخ جہانگشاہی  
 تہران ۱۳۱۵ھ؛ (۲۸) حافظ ارو: دیل جامع  
 التواریخ رشیدی، بہران ۱۹۳۷ء (۲۹) ترک تیموری،  
 مسمیٰ ۱۳۲۶ھ؛ (۳۰) ترک بابر، ترجمہ عبدالرحیم  
 جانجام، طبع ہند ۱۳۰۸ھ؛ (۳۱) مائتہ ائمہ، تعلیقات ار  
 سورج، لندن ۱۹۲۲ء (۳۲) عیث الدین احمد حواید امیر:  
 قانون ہمایونی، طبع بنگال ایشیائک سوسائٹی، کلکتہ  
 ۱۹۴۰ء (۳۳) نابرد نیاب: تذکرہ ہمایوں و اکبر،  
 کلکتہ ۱۹۴۱ء (۳۴) ابوالفضل: آئین آکری، لکھنؤ  
 ۱۳۲۲ھ؛ (۳۵) وہی مصنف: اکبرنامہ، کلکتہ ۱۸۸۶ء؛  
 (۳۶) ترک جہانگیری، طبع مسرہادی، لکھنؤ  
 ۱۳۲۷ھ؛ (۳۷) معتمد خان نحشی: اقبال نامہ جہانگیری،  
 کلکتہ ۱۸۸۵ء (۳۸) عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ،  
 کلکتہ ۱۸۶۹ء؛ (۳۹) محمد صالح لاہوری: عمل صالح،  
 کلکتہ ۱۹۳۹ء؛ (۴۰) عبدالباقی بہاؤدینی: مآثر رحیمی،  
 کلکتہ ۱۹۲۵ء (۴۱) نظام الدین احمد ہروی: طبقات  
 آنری، کلکتہ ۱۹۳۱ء؛ (۴۲) مشی محمد کاظم:  
 عالمگیرنامہ، کلکتہ ۱۸۶۸ء؛ (۴۳) حامی خان: منتخب  
 اللباب، طبع بنگال ایشیائک سوسائٹی، کلکتہ ۱۸۹۶ء؛  
 (۴۴) رقعات عالمگیر، طبع دارالمصنفین، اعظم گڑھ  
 ۱۹۴۵ء؛ (۴۵) نواب مصباح الدولہ: مآثر الامراء، کلکتہ

بہانے کا معاہدہ کر لیا ہے اور ہندوکس میں سے  
 سلنگ salang کی زمیں دور سڑک بھی بنا رہے ہیں،  
 جس سے شمال کا پرانا راستہ ایک سو بس میل کم  
 ہو جائے گا۔ صوبائی مرکز سب کے سب کانل کے  
 ساتھ موٹر کی سڑکوں کے ذریعے وابستہ ہیں، لیکن  
 سامان تجارت ابھی تک زیادہ راونڈ یا ٹریوں  
 وعمرہ کے ذریعے لانا لے جایا جاتا ہے۔ افغانستان میں  
 ہوریلز نہیں ہیں، لیکن اس سلسلے میں ۱۹۶۳ء  
 میں پاکستان سے جو معاہدہ ہوا تھا اس کی رو سے  
 یورپ اور چین سے ریلوے لائنیں افغانستان کے  
 اندر تک بنائی جا سکیں گی۔

سنگہ: افغانستان کا روسہ (امعانی) حاندی کا  
 سنگہ ہے، جس میں دس گرام حاندی مبی ہے  
 (۹۰۰ حالص) اور نہ سو سو (۹۰۰) میں ۷۵۰  
 کیا جاتا ہے۔

(ادارہ، مآخوذ از The Statesman's Year-Book)

(۱۹۶۴ - ۱۹۶۵ء)۔

مآخذ: (۱) البلاذری: فتوح البلدان، قاہرہ  
 ۱۹۰۱ء (۲) ابن جریر دارہ المسالک والمالک، لائڈن  
 ۱۳۰۶ھ؛ (۳) قدامة بن جعفر: کتاب الجراح، لائڈن  
 ۱۸۹۲ء (۴) ابن الأثیر: الکامل، مصر ۱۲۹۰ھ؛ (۵)  
 الاصطخری: المسالک والمالک، لائڈن ۱۳۰۶ھ؛ (۶)  
 المقدسی: احسن التقاسیم، لائڈن ۱۸۷۷ء؛ (۷) ابن حجر  
 العسقلانی: الأصابہ فی تمیز الصحابة، مصر ۱۳۲۳ھ؛  
 (۸) الیعقوبی: کتاب البلدان، لائڈن ۱۸۹۲ء؛ (۹) ابن  
 حکن: وفيات الاعیان، بولاق ۱۲۹۹ھ؛ (۱۰) المسعودی:  
 مروج الذهب، پیرس ۱۸۶۱ء بعد؛ (۱۱) ابن مسکویہ: تعاریف  
 الأمم، لائڈن ۱۹۰۹ء؛ (۱۲) الدہلی: دول الاسلام،  
 حیدرآباد دکن ۱۳۳۳ھ؛ (۱۳) حدود العالم، تہران ۱۹۳۲ء  
 (حواشی از سورسکی Minorsky، لندن ۱۹۳۷ء)؛ (۱۴)  
 ابن السدیم: المہرست، قاہرہ ۱۳۴۸ھ؛ (۱۵) سید  
 جمال الدین افغانی: تنمۃ النیان، قاہرہ ۱۹۰۱ء؛ (۱۶)

تهران ۱۳۲۵هـ (۷۶) حسین فروغی: تاریخ ایران، تهران  
 ۱۳۱۸هـ (۷۷) ابن محمد امین: محل التواريخ بهمد  
 نادریه، تهران ۱۳۹۰هـ (۷۸) سلطان محمد حاکم  
 قندهاری: تاریخ سلطانی، بمبئی ۱۳۲۸هـ (۷۹) شیر محمد  
 گندهاپور: حورشید جهان، لاهور ۱۳۸۹هـ (۸۰) عبد الرؤف  
 بیوا: میریسی خان، کابل ۱۳۹۶هـ (۸۱) محمد زردارخان  
 ناصر افغان: صولت افغانی، لکهنو ۱۳۸۷هـ (۸۲)  
 رحمان افغانستان، نشریه اکادمی افغان، کابل ۱۳۹۹هـ  
 (۸۳) احمد علی کهراد: تاریخ افغانستان، ج ۲، کابل  
 ۱۳۹۶هـ (۸۴) وهی مصطفی: در روایات تاریخ  
 افغانستان، کابل ۱۳۵۲هـ (۸۵) وهی مصطفی: مسکوکات  
 افغانستان در عصر اسلام، کابل ۱۳۳۹هـ (۸۶) سید  
 قاسم رشتیا: افغانستان در قرن نوزدهم، کابل ۱۳۵۰هـ  
 (۸۷) عبدالشکور: کتیبه‌های میوریم پشاور، پشاور  
 ۱۳۸۸هـ (۸۸) ملک الکتاب شیرازی: ریس الزمان  
 فی تاریخ هندوستان، بمبئی ۱۳۱۰هـ (۸۹) نواب  
 محمد عوث خان افغان: مجمع السلاطین، بمبئی ۱۳۷۹هـ  
 (۹۰) حمید کشمیری: اکسرنامه (مسطوم)، کابل  
 ۱۳۵۱هـ (۹۱) مفتاح التواریخ، طبع ولیم بیل، مطبوعه  
 لکهنو: (۹۲) محمد مدبر: مستحبات آداب العرب، لاهور  
 ۱۳۳۸هـ (۹۳) دکتر شفق: تاریخ ادبیات ایران،  
 تهران ۱۳۹۲هـ (۹۴) سیدی هروی: تاریخ هرات،  
 کلکته ۱۳۹۳هـ (۹۵) مکتوبات محمود گوان، مطبوعه  
 حیدرآباد دکن، (۹۶) محمد عبد السلام خان عمر حیل،  
 سب نامه افغانه، مطبوعه هند ۱۳۱۴هـ (۹۷)  
 یعقوب علی کابی: بادشاهان متاخر افغانستان، کابل  
 ۱۳۵۳هـ (۹۸) محمد عباس رفعت: ترک افغانی،  
 مطبوعه هند ۱۳۲۹هـ (۹۹) فرهنگ اوستا، مطبوعه بمبئی  
 (۱۰۰) علی قلی میرزا: تاریخ افغانستان، مطبوعه تهران  
 (۱۰۱) میر غلام محمد عار: احمد شاه بابا، کابل ۱۳۹۴هـ  
 (۱۰۲) وهی مصطفی: افغانستان و نگاهی بتاریخ افغان،  
 در محله کابل، ج ۱ و ۲، کابل ۱۳۳۱-۱۳۳۲هـ (۱۰۳)

۱۳۰۹هـ (۱۰۶) سید غلام علی بلگرامی: سجد المرحان  
 فی آثار هندوستان، ۱۳۰۳هـ (۱۰۷) مرتضی حسین بلگرامی:  
 حذیقه الاقالیم، لکهنو ۱۳۲۹هـ (۱۰۸) مفتی غلام سرور  
 لاہوری: حریمه الاصغیاء، لکهنو ۱۳۴۴هـ (۱۰۹)  
 غلام علی آزاد: حرانه عامره، مطبوعه هند (۱۱۰) میرشر علی  
 نوائی: مجالس المناس، تهران ۱۳۹۴هـ (۱۱۱) آشکنه آذر،  
 بمبئی ۱۳۰۹هـ (۱۱۲) یحیی بن احمد سهرندی:  
 تاریخ سارک شاهي، طبع بکال ایشنکک سوسائتی،  
 کلکته ۱۳۳۱هـ (۱۱۳) خواند امیر: حبيب السیر، بمبئی  
 ۱۳۷۳هـ (۱۱۴) مسباح سراج: طبقات ناصری، طبع حبیبی،  
 کوئته ۱۳۹۹هـ (۱۱۵) عبدالرزاق سمرقندی: مطلع سعدین،  
 طبع ڈاکٹر محمد شمع، لاهور ۱۳۶۰هـ (۱۱۶)  
 قابوس نامه، تهران ۱۳۹۰هـ (۱۱۷) عروسی: چهارمقاله،  
 مع تعلیقات قزوینی، لائڈن ۱۳۹۰هـ (۱۱۸) عوفی: لب  
 الانساب، لائڈن ۱۳۲۱ تا ۱۳۲۴هـ (۱۱۹) علی بن حامد  
 کوفی سدی: چچ نامه، نشریه عمر بن محمد داؤد پوته،  
 دهلی ۱۳۳۹هـ (۱۲۰) تاریخ مرسته، لکهنو ۱۳۲۱هـ  
 (۱۲۱) میرخواند: روضه الصفاء، مطبوعه لکهنو: (۱۲۲) سید  
 معصوم بکری: تاریخ سده، بمبئی ۱۳۳۸هـ (۱۲۳)  
 حمد الله مستوفی: تاریخ گریده، لائڈن ۱۳۹۱هـ (۱۲۴)  
 عبدالحی گردپری: زین الاحبار، تهران ۱۳۳۵هـ (۱۲۵)  
 یحیی قزوینی: لب التواریخ، تهران ۱۳۳۵هـ (۱۲۶) محل  
 التواریخ و القصص، طبع بهار، تهران ۱۳۳۸هـ (۱۲۷)  
 نورالله لوردی: زندگانی نادرشاه، تهران ۱۳۳۹هـ (۱۲۸)  
 رضاقلی هدایت: روضه الصفا ناصری، ج ۸، تهران ۱۳۰۲هـ  
 (۱۲۹) تاریخ نظامی ایران، تهران ۱۳۱۵هـ ش (۱۳۰)  
 میرزا محمد خلیل صفوی: مجمع التواریخ، تهران ۱۳۹۹هـ  
 (۱۳۱) محمد طاهر قزوینی: عباس نامه، تهران ۱۳۵۰هـ  
 (۱۳۲) نصف قلی معری: تاریخ روابط سیاسی ایران، تهران  
 ۱۳۹۷هـ (۱۳۳) عبدالله رازی: تاریخ ایران، تهران  
 ۱۳۳۶هـ (۱۳۴) عباس اقبال: تاریخ معصل ایران در عهد  
 معول، تهران ۱۳۳۲هـ (۱۳۵) وهی مصطفی: تاریخ عمومی،

پس سہر عصرى وليی قائم اس

آرمادس نا فامب لازم اس

اور جاسی محمد کرم خان، سد جس فر ند سد رسی  
کے وال کے سوا دین، کہا ہے: ”میں صحت  
ہے خان، اور اس کی صحت وہ رسد و ناظر  
(محض) ہے جو مؤمن (کی عدالت) کے لیے مامر،  
(وہ اللہ) ہر (برکت) (رحمہ)، دہ دہل ص ۱۰۱  
دہی لہا، ص ۱۳۱، ۱۳۷۔

سجدہ دہ اعما۔ بوی رکھے ہں نہ ائمہ  
اطہار کے نہ جاد۔ علم و عمل۔ شان، صفات حسنہ  
من ملکہ رکھے وائے او صاحب آسم و کدما۔ و  
حواری عادات ایسے برکات۔ جاتی ہوئے ہں۔ نہ دے  
کے بعد ان سرگنوں کی ناف فروں پر بھی درانات  
ماہر ہونے اور ہوئی ہں۔ ان کی ادنیٰ فصلت، ہ  
نہ دوسروں کو ان کے توسط سے روزی دی جاے۔ ہ  
اور انہ دہالی ان کے سوسل سے دوسروں کی نلا رد  
کر لیا۔ ہ اور وہ سرگ واسطہ اور سمع و را ناے  
ہں (مہرب، ۱: ۷۷، ۱۰۸)۔

مسلمانوں میں اصول دین کے متعلق مختلف  
بطربات ہیں۔ مکملیں اسلامی کہتے ہں اصول دین  
چار ہیں: سوحد، عدل، نبوت اور امام۔  
بعض علماء اصول دین پنج مانے ہں۔ سوحد،  
عدل، نبوت، امام اور سعادت۔ بعض اصول دین سے  
مراد سوحد، عدل اور نبوت لیتے ہیں اور کچھ  
سوحد، نبوت اور امام۔ مختصر یہ نہ سجدہ  
کہتے ہیں کہ اصول و ارکان دس سے مراد چار  
ارکان ہیں کلمہ ارکان کو اصول، قوانم، اء،  
عبود اور معام کا مرادف کہا جا سکتا ہے (مہرب،  
۱: ۱۰۱) اور مقصد وہ امور ہیں جن پر دین کی سیاد  
ہے، یعنی (۱) معرفت سوحد: لا الہ الا اللہ، (۲)  
نبوت: محمد رسول اللہ، (۳) امام: ائمہ اثنا عشر

کی امام کا اسناد و معرفت، (۴) اولیاء (اللہ) یعنی  
اولی الامر سے دوسی اور ان کے دشمنوں سے بیراری۔  
بعض سو معرفت اولی الامر کو فروع (دین) میں  
داخل سمجھتے ہں اور بعض، مثلاً سح مفید محقق  
صاحب سرائع الاسلام و انصاری صاحب فرائد، مسئلہ  
ولایت و نراثت (دوسی و بیراری) کو اصول دین  
سمجھتے ہں اور آپ اللہ تر و ہدی نے ایسے اصول  
دہ، کے لوازم میں شمار کتا ہے اور سح احمد  
احسانى نے اصول و ارکان ایمان میں جانا ہے اور ولایت  
و نراثت اور چوبھا رکن کہا ہے (مہرب، ۱:  
۱۰۴ و مہرب، ۳: ۹۸) اور اس شخص کی دوسی  
کی معرفت و ایمان، حس کا وجود ہر مانے میں لازم ہے  
اور اسی کے دے حلق کی ہدایہ رہمائی ہوئی ہے۔  
سح کا اعما ہے نہ یہ ارکان اربعہ ایمان  
کے اصلی اجراء ہں اگر ان میں سے ایک بھی نہ  
ہو تو اسان نا وہ ایمان نہیں جو خدا نے چاہا ہے  
اور لفظ رکن کہا بھی واجب نہیں ہے۔ مختصر  
نہ نہ سجدہ ہادی و محبت کامل کی معرفت کو  
چوبھا رکن مانے ہں اور وہ ہادی اسنا شخص ہے  
جو ہر ہر دہ اور اہل اللہ میں سے ہو، ہدایہ و  
راہمائی اس کے سپرد ہو، مطلق ہو اور لوگوں میں  
حاشی ناں کرنا ہو۔

سجدہ کہتے ہں کہ تمام لوگوں پر واجب  
ہے کہ اپنے عالم و پشوا کو شخصی طور پر پہچانتے  
ہوں، لکن ایسے کاملین اور برکات دین کی معرفت،  
حسے مسلمانوں میں ہر دور میں ہونے ہں، نوعی  
بھی کافی ہے۔

ہر مانے میں ممکن ہے اولیاء ایک سے زیادہ  
ہوں، لکن ایک ان میں سے کامل تر اور مطلق ہوگا،  
س وہی قطب، مرکز اور محور ہے، وہ ظاہر و  
مشہور ہو یا محمی و پوشیدہ، اور باقی (اولیاء) صامت

شاه ولی الله دهلوی : مکتوبات سیاسی، شریعہ حلیق نظامی، علی گڑھ ۱۹۵۰ء؛ (۱۰۴) مکتوبات شاه فقیر الله علوی، مطبوعہ لاہور؛ (۱۰۵) حسامی : فوج السلاطین، آگرہ ۱۹۳۸ء؛ (۱۰۶) عطا محمد : دوائی معارف، کابل ۱۹۵۳ء؛ (۱۰۷) امر عبدالرحمن : تاج التواریخ بمبئی ۱۳۲۲ھ؛ (۱۰۸) محمد سعادت خان بریں افغان : حسان السعادة، لکھنؤ ۱۸۵۵ء؛ (۱۰۹) شاه شعاع سدورنی : واقعات شاه شعاع، کابل ۱۹۵۳ء؛ (۱۱۰) محمد عبدالحمید لودی : شوک افغانی، آگرہ ۱۳۲۵ھ؛ (۱۱۱) تذکرہ نصرآباد، تہران ۱۳۱۵ھ؛ (۱۱۲) عبدالحمید استانی : سکہ اعصاب، دہلی ۱۳۵۰ھ؛ (۱۱۳) وہی مصطفیٰ : چراغ انجمن، دہلی ۱۹۲۱ء؛ (۱۱۴) احمد شاه بخاری : شکرتان افغانی، لاہور ۱۳۰۵ھ؛ (۱۱۵) علی اصغر حکمت : حاشیہ، تہران ۱۹۴۰ء؛ (۱۱۶) امیر شیر علی لودی : سرآہ اندال، مطبوعہ ہند. (۱۱۷) گلشن رده، طبع راورنی Raverty، رٹمورڈ، ۱۸۸۶ء؛ (۱۱۸) کلید افغانی، طبع هیور Rev Hughes، مطبوعہ لاہور؛ (۱۱۹) محلہ کاوہ، سال ۲، برلن ۱۳۰۳ھ؛ (۱۲۰) حریدہ امان افغان کابل ۱۹۱۹ء؛ (۱۲۱) سالنامہ های کابل ۱۹۳۰ تا ۱۹۵۳ء، شریاب اکادمی افغان، کابل؛ (۱۲۲) میرزا مهدی : ذرہ نادرہ، بمبئی ۱۳۰۹ھ؛ (۱۲۳) وہی مصطفیٰ : جہانکشای نادری، بمبئی ۱۳۰۹ھ؛ (۱۲۴) امرنابہ : طغر نامہ ورجیب، لاہور ۱۹۲۸ء؛ (۱۲۵) قاسم علی : معارف کابل، آگرہ ۱۲۷۲ھ؛ (۱۲۶) میر احمد شاه افغانی : بہارستان افغانی، لاہور ۱۳۰۵ھ؛ (۱۲۷) محمد حسین سہلی : تذکرہ حسینی، لکھنؤ ۱۲۹۲ھ؛ (۱۲۸) سید صدیق حسن خان : شمع انجمن، بہوپال ۱۲۹۲ھ؛ (۱۲۹) مشی عبدالکریم : تاریخ احمدی، مطبع نولکشور ۱۲۶۶ھ؛ (۱۳۰) غلام حسین : سیر المتاخرین، مطبع بولکشور، لکھنؤ؛ (۱۳۱) سید ظہورالحسین موسوی : تاریخ افغانیہ، مطبوعہ ہند ۱۳۳۰ھ؛ (۱۳۲) امین احمد زاری : ہفت اقلیم، کلکتہ ۱۹۱۸ء؛ (۱۳۳) محمد حیات خان :

حیات افغانی، لاہور ۱۸۶۷ء و انگریزی ترجمہ : *Afghanistan*، لاہور ۱۸۷۶ء؛ (۱۳۴) سید ابو طہر ندوی : تاریخ مختصر ہند، اعظم گڑھ ۱۳۵۵ھ؛ (۱۳۵) سید الطاف علی : حیات حافظ رحمت خان، ہدایوں ۱۹۳۳ء؛ (۱۳۶) رحمن علی خان : تذکرہ علمائے ہند، لکھنؤ ۱۲۹۲ھ؛ (۱۳۷) دوست محمد کابل : خوشحال خان خٹک، پشاور ۱۹۵۱ء؛ (۱۳۸) محمد حسین خان : افغان بادشاہ، لاہور ۱۳۴۶ھ؛ (۱۳۹) وہی مصطفیٰ : انقلاب افغانستان، مطبوعہ خالدہر، (۱۴۰) برہان الدین کشککی : نادر افغان، کابل ۱۳۱۰ھ؛ (۱۴۱) الله بخش یوسفی : تاریخ آزاد پٹھان، لاہور ۱۹۵۹ء؛ (۱۴۲) وہی مصطفیٰ : یوسف رئی افغان، لاہور ۱۹۶۰ء؛ (۱۴۳) جمال الدین افغانی : تاریخ افغانستان، مرحمہ محمود علی خان، ملدی بہاولدین ۱۳۴۲ھ؛ (۱۴۴) سلطان محمد خان : دبدبہ امیری، مترجمہ محمد حسن بلگرامی، حیدرآباد دکن ۱۹۰۱ء؛ (۱۴۵) سید شاه بخاری : کابل میں چار بادشاہ، مطبوعہ حمایت اسلام پریس، لاہور؛ (۱۴۶) عزیز ہندی : روال غازی امان الله خان، امرسر ۱۹۳۴ء؛ (۱۴۷) محمود الرحمن ندوی : دولہ عروہ، لاہور ۱۹۳۱ء؛ (۱۴۸) حاہی محمد خان : ذکر شاہ اسلام، مطبوعہ مطبع نظامی، دہلی؛ (۱۴۹) عبداللہ سدھی : کابل میں سات سال، لاہور ۱۹۵۵ء؛ (۱۵۰) محمد علی قصوری : مشاہدات کابل و یاعستان، مطبوعہ انجمن ترقی اردو پاکستان؛ (۱۵۱) تردید شایع ناطلہ شاہ مخلوع (مع فیصلہ لوی حرگہ، ۵)، ۱۳۰۹ھ؛ (۱۵۲) محمد هوتک : پٹہ حرانہ، مع تعلیقات حبیبی، کابل ۱۹۴۴ھ؛ (۱۵۳) احوند درویرہ : تذکرہ الانار و الاشرار، پشاور ۱۳۰۹ھ؛ (۱۵۴) قاضی عطاء اللہ : تاریخ پشتون، پشاور ۱۹۴۷ء؛ (۱۵۵) امصل خان : تاریخ مرصع، رٹمورڈ ۱۸۶۰ء؛ (۱۵۶) سلیمان ماکو : تذکرہ الاولیاء، در پستانہ شعراء، کابل ۱۹۴۰ء؛ (۱۵۷) احوند قاسم پاپ خیل : فواید الشریعہ، مطبوعہ لاہور؛ (۱۵۸)

پاول هورن : تاریخ مختصر ایران، تهران ۱۹۳۲ء  
*Bibliographie analytique de* : M Akram (۱۸۸)  
*l'Afghanistan*، پیرس ۱۹۳۷ء (۱۸۹) M Elphinstone  
*Caboul*، لندن ۱۸۳۹ تا ۱۸۴۲ء (۱۹۰) وهی مصنف :  
*Account of the Kingdom of Caboul*، لندن ۱۸۱۵ء  
*Tribes of the Hindoo Koosh* J Bidulph (۱۹۱)  
کلکته ۱۸۸۰ء (۱۹۲) J P Ferrier *Caravan Journeys*  
لندن ۱۸۵۷ء (۱۹۳) وهی مصنف : *History of the*  
*Afghans*، لندن ۱۸۵۸ء (۱۹۴) A Burnes *Cabool*  
لندن ۱۸۳۲ء (۱۹۵) وهی مصنف : *Bokharu*، ترجمه  
انگریزی Bode ۷، لندن ۱۸۳۵ء (۱۹۶) H W. Bellew  
*Afghanistan and the Afghans*، لندن ۱۸۳۹ء (۱۹۷)  
وهی مصنف : *Political Mission to Afghanistan*، لندن  
۱۸۶۲ء (۱۹۸) وهی مصنف : *From the Indus to the*  
*Tigris*، لندن ۱۸۷۵ء (۱۹۹) وهی مصنف : *Races of*  
*Afghanistan*، کلکته ۱۸۸۰ء (۲۰۰) T H Holdich  
*The Indian Borderland*، لندن ۱۹۰۱ء (۲۰۱) وهی  
مصنف : *Geographical results of the Afghan*  
*Campaign*، در *Proc of the Geogr Soc* ۱۸۷۹ء  
Evan Smith (۲۰۲)، در *F J Goldsmid*  
*Persia*، ۱ ۲۲۳ تا ۳۲۸ (۲۰۳) C Masson  
لندن *Travels in Balochistan, Afghanistan, etc*  
۱۸۳۴ء (۲۰۴) G. T Vigne *Ghazni, Kabul and*  
*Afghanistan*، لندن ۱۸۸۴ء (۲۰۵) Mohan Lal  
*Travels in Panjab, Afghanistan*، لندن ۱۸۷۶ء  
(۲۰۶) وهی مصنف : *Life of Dost M. homed*، ۲ جلد،  
کلکته ۱۸۳۶ء (۲۰۷) C. E. Yate *Northern*  
*Afghanistan*، Bannu G S Thorburn (۲۰۸)  
۱۸۷۶ء (۲۰۹) Oliver *Across the Border, Pathan*  
*and Baloch*، لندن ۱۸۹۰ء (۲۱۰) A H Mac-Mohan  
*Southern Borderland of Afghanistan*، در *Geogr.*  
*Journal*، ۱۸۹۷ء (۲۱۱) وهی مصنف : *Survey and*

عبد الهی حبیبی : تاریخچه شعر پشتو، قندهار ۱۹۳۵ء  
(۱۵۹) وهی مصنف : مقدمه دیوان عبدالقادر خان جنگل،  
قندهار ۱۹۳۷ء (۱۶۰) وهی مصنف : مقدمه کلیات  
حوشحال خان، قندهار ۱۹۳۷ء (۱۶۱) وهی مصنف :  
نوی احمد شاه بابا، کابل ۱۹۳۹ء (۱۶۲) وهی مصنف :  
پشتانه شعراء، ج ۱، کابل ۱۹۳۰ء (۱۶۳) وهی مصنف :  
مشاهیر ابدالیان، کابل ۱۹۳۶ء (۱۶۴) وهی مصنف :  
مؤرخین گیسام افغان، کابل ۱۹۳۶ء (۱۶۵) وهی مصنف :  
مقاله "تعدیل" (در باره نسب نامه اهل کرب)، در مجله  
آریانه، شماره ۶۸، کابل ۱۹۳۸ء (۱۶۶) وهی مصنف :  
تاریخ ادبیات پشتو، کابل ۱۹۵۰ء (۱۶۷) وهی مصنف :  
افغانستان در عصر تیموریان هد (عبر مطبوعه) (۱۶۸)  
نادر نامه (مطبوعه)، معطوطه حبیبی؛ (۱۶۹) خلاصه  
الانساب ابدالی، معطوطه (۱۷۰) نعمت الله هروی : محرن  
امعانی، معطوطه (۱۷۱) احوید درویره : محرن اسلام  
(پشتو)، معطوطه (۱۷۲) ملا مسد رسد : سلوک الراء  
(پشتو)، معطوطه (۱۷۳) شیخ امام الدین پشاور :  
تاریخ امعانی، معطوطه کابل (۱۷۴) عوفی : حوابع الحکایات،  
معطوطه کابل (۱۷۵) محمد نسوی : سیره حلال الدین  
سکریبی، معطوطه کابل (۱۷۶) فیض محمد همراره :  
نعمه الحبیب، معطوطه کابل (۱۷۷) نواب محبت خان :  
ریاض المعینه، معطوطه (۱۷۸) قصص الله نبیانی :  
ناریح محمود شاه، معطوطه پشاور (۱۷۹) حسن حواجه  
بهارای : مذکر احباب، معطوطه نرلی (۱۸۰) تاش محمد  
القدوزی : جمعه الاورنگ شاهیه، معطوطه کابل (۱۸۱)  
واله داغستانی : ریاض الشعراء، معطوطه کابل (۱۸۲)  
هلمفورڈ، آنزک : جنگ امعان و فارس (ترجمه)، مطبوعه  
لندن (۱۸۳) سرخان ملک : ناریح ایران (ترجمه)، سنی  
۱۸۶۷ء (۱۸۴) کریستیسین : ایران معبد ساسانیان (ترجمه)،  
دهلی ۱۹۳۱ء (۱۸۵) بارثولڈ : جغرافیای تاریخی ایران  
(ترجمه)، تهران ۱۹۲۸ء (۱۸۶) لیس پول : طبقات  
سلاطین اسلام (ترجمه)، تهران ۱۳۱۹ ش (۱۸۷)

- Lund - لانبرگ ۱۹۳۹ء؛ (۲۳۲) وهي مصنف 'Uzbek  
Lund 'Texts from Afghan Turkestan' ۱۹۳۸ء؛  
(۲۳۴) Bacon 'Inquiry into the History of the  
Hazara Mongols' در 'S W Journal of Anthro-  
pology' ۱۹۵۱ء، ص ۲۳۰ بعد؛ (۲۳۵) G A Grier-  
'Linguistic Survey of India' ح ۸ / ۲ و ج ۱۰؛  
(۲۳۶) وهي مصنف 'The Ormuri of Bargista Langu-  
age' کلکته ۱۹۱۸ء؛ (۲۳۷) G Morgenstierne  
'Report on a Linguistic Mission to Afghanistan'  
اوسلو ۱۹۲۶ء؛ (۲۳۸) وهي مصنف 'Report on a  
Linguistic Mission to N W India' اوسلو ۱۹۳۲ء؛  
(۲۳۹) وهي مصنف 'Persian Texts from Afghanistan'  
در 'AO' ح ۶؛ (۲۴۰) وهي مصنف 'Indo-Iranian Frontier'  
'Languages' ح ۱ و ۲، اوسلو ۱۹۲۹ء؛ (۲۴۱) وهي  
مصنف 'Supplementary Notes on Ormuri' در 'Norsk'  
'Tidskrift for Sprogvidenskap' ح ۵؛ (۲۴۲) وهي  
مصنف 'The Language of the Ashkun Kafirs' در  
'NTS' ح ۲؛ (۲۴۳) وهي مصنف 'The Language of the  
Prasun Kafirs' در 'NTS' ح ۱۵؛ (۲۴۴) وهي مصنف  
'Notes on Shughni' در 'NTS' ح ۱؛ (۲۴۵) وهي مصنف  
'Notes on Gavar Bati' اوسلو ۱۹۵۰ء؛ (۲۴۶)  
D L Lorimer 'Phonology of Bakhtiari, Badakhshani, etc'  
لندن ۱۹۲۲ء؛ (۲۴۷) W Gieger 'Grundriss der iran Philol'  
در 'Pamir-Dialekte' ح ۲ / ۱ (مع ماحد)؛ (۲۴۸) R Ganthiot  
'observations sur le mundjanni' در 'MSL' ۱۹۱۵ء؛  
(۲۴۹) W Lentz 'Materialien zur Kenntnis der  
Shughni-Gruppe' گوئنگن ۱۹۳۳ء؛ (۲۵۰) H. Sköld  
'Materialien zu den iranischen Pamirsprachen'  
۱۹۳۶ء؛ (۲۵۱) I. I Zarubin 'Kharakteristika  
mundzhanskogo yazika' لين گراډ ۱۹۲۷ء؛ (۲۵۲)  
'Vakhanskile teksti' ماسکو- لين گراډ  
'Exploration in Seistan' در مجله مذکور، ۱۹۰۶ء؛  
(۲۱۲) P. Molesworth Sykes 'Fourth Journey in  
Persia' در مجله مذکور، ۱۹۰۲ء؛ (۲۱۳) وهي مصنف  
'A History of Afghanistan' لندن ۱۹۰۴ء (مکمل ماحد)؛  
(۲۱۴) A and P Griesbach 'Field Notes, Geol'  
'Survey of India' ۱۹۰۶ء؛ (۲۱۵) A Hamilton  
'Afghanistan' لندن ۱۹۰۶ء؛ (۲۱۶) F A G Martin  
'Under the absolute Amir' لندن ۱۹۰۷ء؛ (۲۱۷)  
'Afghanistan O V Niedermayer' لانبرگ ۱۹۳۴ء؛  
(۲۱۸) E Trinkler 'Afghanistan, eine landeskund-  
liche Studie' گوتنبا ۱۹۲۸ء؛ (۲۱۹) وهي مصنف  
'Quer durch Afghanistan nach Indien' برلن ۱۹۲۵ء؛  
(۲۲۰) R Furon 'L'Afghanistan' پيرس ۱۹۲۶ء؛  
(۲۲۱) وهي مصنف 'L'Iran, Perse et l'Afghanistan'  
طبع ثاني، پيرس ۱۹۵۱ء؛ (۲۲۲) E Dollot  
'L'Afghanistan' پيرس ۱۹۳۷ء؛ (۲۲۳) Ikbal Ali  
'Modern Afghanistan' لندن ۱۹۳۸ء؛ (۲۲۴) Shah  
'Structure economique et social' : V. Cervinka  
'commerce extérieur' لوزان ۱۹۵۰ء؛ (۲۲۵)  
'Races of Afghanistan' . H G. Raverty کلکته  
۱۸۸۰ء؛ (۲۲۶) وهي مصنف 'Grammar' طبع ثالث، لندن  
۱۸۶۷ء؛ (۲۲۷) B S Guba 'Racial Affinities of  
the People of India' در 'Census of India 1931'  
۳ / ۱؛ بعد، شمله ۱۹۳۵ء؛ (۲۲۸) G S Robertson  
'Kafirs of the Hindu-Kush' لندن ۱۸۹۶ء؛ (۲۲۹)  
Herrlich 'Beitrage zur Rassen-und Stammeskunde  
der Hindu-Kusch-Kafiren' در 'Deutsche im Hindu-  
Kusch' برلن ۱۹۳۷ء؛ (۲۳۰) Die Markowski  
'materielle Kultur des Kabulgebietes' لانبرگ  
۱۹۳۲ء؛ (۲۳۱) Andreiev 'Po etnologiya Afghani-  
stana' تاشکنت ۱۹۳۲ء؛ (۲۳۲) G Tarring  
'distribution of Turkish Tribes in Afghanistan'

1838-39, لندن ۱۸۴۱ء: (۲۷۲) *The Rajas* . Griffin  
*of the Punjab* ... Massey و Griffin (۲۷۳): ۱۸۷۳ء  
 چند *Chiefs and families of note in the Panjab*  
 لاہور ۱۹۰۹ء: (۲۷۴) Pottinger *Travels in*  
*Belouchistan and Scinde*، لندن ۱۸۱۶ء: (۲۷۵)  
 لندن ۱۹۳۷ء *History of the Arabs* Philip K. Hitti  
 (۲۷۶) *The Caliphate* . Muir، لندن ۱۹۲۴ء: (۲۷۷)  
*Chinese Records of the Arabs in Central* Gibb  
*Asia*، در *BSOAS* ۲ (۱۹۲۳ء): ۶۱۳ تا ۶۲۳: (۲۷۸)  
*Iransehir* . Marquart، برلن ۱۹۰۱ء: (۲۷۹) Brown  
*A Literary History of Persia*، کیمبرج ۱۹۰۲ء  
 (۲۸۰) *History of Persian*، وہی مصنف:  
*Literature in Modern Times*، کیمبرج ۱۹۲۴ء: (۲۸۱)  
*History of India* Erskine، لندن ۱۸۵۴ء: (۲۸۲)  
*The Statesman's Year-Book* ۱۹۶۵-۱۹۶۴  
*World Muslim Gazetteer*، مرتبہ مؤتمر العالم  
 الاسلامی، کراچی ۱۹۶۴ء: (۲۸۳) H A Ross  
*Glossary of Tribes and Castes of the Punjab and*  
*the N-W Frontier Provinces*، لاہور ۱۹۱۱ء  
 (۲۸۵) H C. Willy *from the Black*  
*Mountain to Waziristan*، لندن ۱۹۱۲ء (پشپانوں)  
 سرحدی قبائل کے بارے میں: (۲۸۶) W. Gieger  
*Sprache der Afghānen*، در *Grundriss der iran.*  
 (۲۸۷) *Philologie*، ۲/۱ (مع مہربس کتب مآخذ):  
 (۲۸۸) *Dictionary* H G. Raverty، ۱۸۶۷ء:  
 وہی مصنف: *Selections from the Poetry of the*  
 (۲۸۹) *Afghans*، لندن ۱۸۶۴ء: H. W. Bellow  
 (۲۹۰) *Grammar*، لندن ۱۸۶۷ء: وہی مصنف  
 (۲۹۱) *Dictionary*، لندن ۱۸۶۷ء: J. Darmesteter  
 (۲۹۲) *Chants populaires des Afghans*، پیرس ۱۸۸۸ء  
 (۲۹۳) *of Waziri Pashto*، کلکتہ ۱۹۰۲ء: J. L. R.

۱۹۳۶ء: (۲۰۳) *Mogholica* . Ramstedt، در *JSFO*  
 (۲۰۴) *Vocabulary of Moghal* : Leech، (۲۰۵)  
 (۲۰۶) *Vocabularies of Some Languages, etc.*، در *Amaks*  
 (۲۰۷) *Early Empires of Central Asia*، (۲۰۸)  
 لاہور *History of Afghanistan* C. B. Melleon  
 (۲۰۹) *The* . G. P. Tate، لندن ۱۸۸۰ء:  
*Kingdom of Afghanistan—a historical sketch*  
 : W K. Fraser-Tytler (۲۰۸) ۱۹۱۱ء: کلکتہ  
*Afghanistan—a study of political developments*  
 (۲۰۹) *The* . C. C. Davies، لندن ۱۹۰۳ء:  
*Problem of the North West Frontier, 1890-1908*  
 کیمبرج ۱۹۳۲ء (۲۱۰) W. Huberton *Anglo-*  
*Russian Relations concerning Afghanistan,*  
 (۲۱۱) *Cambridge History*، لندن ۱۹۳۷ء:  
*of India*، ح ۵، باب ۲۸ (ص ۴۴۲ و مآخذ: ص ۴۴۳  
 بعد): (۲۱۲) *Causes of the First Afghan* . Durand  
 (۲۱۳) *War*، لندن ۱۸۷۹ء: J W. Kaye  
 (۲۱۴) *Afghan War*، لندن ۱۸۷۴ء:  
*Afghan War, 1878-1880, Abridged Official Account*  
 لندن ۱۹۰۸ء: (۲۱۵) *Afghan war of* : Heusman  
 (۲۱۶) *The Third Afghan*، لندن ۱۸۸۱ء:  
 (۲۱۷) *War, 1919, Official Account*، کلکتہ ۱۹۲۶ء:  
 (۲۱۸) *History and Coinage of the* : White King  
 (۲۱۹) *Barakzais*، در *Numismatic Chronicle*، ۱۸۹۶ء:  
*Journey to the North of India Overland: A Conolly*  
 (۲۲۰) *from England*، ۲ جلد، لندن ۱۸۳۴ء: Barr  
 (۲۲۱) *Journal of a march from Delhi to ... Cabul with*  
 (۲۲۲) *the mission of Sir C. M. Wade*، ۱۸۴۴ء:  
 (۲۲۳) *Journal of the disasters in Afghanistan* Lady Sale  
 (۲۲۴) *Narrative of the* : Hough، (۲۲۵) ۱۸۴۳ء:  
 (۲۲۶) *march and operations of the Army of the Indus....*

۱۹۰۰ء، ص ۳۳۶؛ (۳۱۴) وہی مصنف: *Afghanistan*  
 : ۱۰؛ *Ind Antiquary*، در *Avestic Geogr.*  
 (۳۱۵) وہی مصنف: *Zoroastrian deities on Indo-Scythian*  
 : coins، در مجلہ مذکور، ج ۱۷؛ (۳۱۶) وہی مصنف:  
 : *White Huns and kindred tribes*، در مجلہ مذکور،  
 ج ۲۹؛ (۳۱۷) *Ariana antiqua* Wilson، لندن  
 : ۱۸۸۳ء؛ (۳۱۸) *Chronicles of the* E Thomas  
 : *Pathān Kings of Delhi*، لندن ۱۸۷۱ء؛ (۳۱۹)  
 : *Sikhs and Afghans* Shahāmat 'Alī، لندن ۱۸۸۶ء؛  
 : *Hist of the Mongols* Howorth (۳۲۰) لندن  
 : ۱۸۸۸ء؛ (۳۲۱) *Travels* Hanway، لندن ۱۷۶۲ء؛  
 : *The Bangash Nawābs of Farukhābād* Irvine (۳۲۲)  
 : *JASB*، ۱۸۷۸ تا ۱۸۷۹ء؛ (۳۲۳) *Hutchinson*  
 : *The Tirah Campaign*، لندن ۱۸۹۸ء۔

را آ، لائن، طبع اول و ثانی [و عبدالحی حبیبی و ادارہ]

\* الافلاجی، جمال الدین: دیکھئے جمال الدین

افغانی۔

\* الافلاج: (افلاج الدواہر)، جنوبی نجد کا  
 ایک صلع، جو طویق کی عظیم ڈھلان (cuesta) کے  
 آر پار واقع اور بحسباً شمال میں وادی یرک،  
 مشرق میں المناص کے میدان، جنوب میں وادی  
 القفر اور مغرب میں الدعی کے رنگ رار سے  
 محدود ہے۔ اس صلع کا آبادسرن بحلستان اور  
 صدر مقام تلی ہے (۶۰'، ۴۴'، ۳۵" طول بلد مشرقی،  
 ۲۳'، ۱۶'، ۴۵" عرض بلد شمالی)۔

الافلاج میں کئی قابل دید نالاب ہیں،  
 جن میں چشموں سے پہانی آتا ہے اور جو  
 آؤں السع کہلاتے ہیں۔ ان کے علاوہ نہروں  
 کے ایک وسیع نظام کے نامی مادہ آثار بھی ہیں، جو  
 کسی وقت ایک زیادہ حوش حال خطے کو سراب  
 کربہ نہیں۔ نالاب، جن میں سب سے بڑا تقریباً  
 ایک کایو میٹر لمبا ہے، جریرہ نامی عرب کے اندر

*Syntax of Colloquial Pashtu* Lorimer  
 : ۱۹۱۵ء؛ (۲۹۴) *Some Current Pushtu* Maylon  
 : *Folk Stories*، کلکتہ ۱۹۰۲ء؛ (۲۹۵) *Gilbertson*  
 : *The Pakhto Idiom, A Dictionary* لندن ۱۹۳۳ء  
 : *Notes on Pushtu Grammar* Cox (۲۹۶) لندن  
 : ۱۹۱۱ء؛ (۲۹۷) *Etymological* G. Morgenstierne  
 : *Voc of Pashto*، اولو ۱۹۲۷ء؛ (۲۹۸) وہی مصنف:  
 : *Archaisms and Innovations in Pashto Morphology*  
 : *The Wanetsi*، وہی مصنف: (۲۹۹) ج ۱۲  
 : *Dialect*، در مجلہ مذکور، ج ۴؛ (۳۰۰) *W Lentz*  
 : *Sammlungen zur afghanischen Literatur-und*  
 : *Zeitgeschichte*، در *ZDMG*، ۱۹۳۷ء، ص ۷۱۱ بعد  
 : (۳۰۱) وہی مصنف: *Die Pashto Bewegung*، در  
 : *ZDMG*، ۱۹۳۱ء، ص ۱۱۷ بعد، (۳۰۲) *H Penzl*  
 : *On the Cases of the Afghan Noun, Word* ج ۶  
 : (۳۰۳) وہی مصنف: *Afghan Descriptions of the*  
 : *Afghan Verb*، در *JAOS*، ۱۹۵۱ء؛ (۳۰۴) وہی  
 : مصنف: *Die Substantiva nach Afgh Grammatikern*،  
 : *ZDMG*، ۱۹۵۲ء، مع فہرست کتب مآخذ؛ (۳۰۵)  
 : *History of India* Dowson و Elliot، ج ۱، ۱۸۵۷ء؛ (۳۰۶)  
 : *Ancient India, Invasions of Alexander* Mc Crindle  
 : *Ptolemy's Geography*، وہی مصنف (۳۰۷) لندن ۱۸۹۶ء  
 : *Successors* Cunningham (۳۰۸) بمبئی ۱۸۸۶ء  
 : *of Alexander*، لندن ۱۸۸۳ء؛ (۳۰۹) *Gardner*  
 : *Greek and Scythian Kings*، در مقدمہ فہرست کتب  
 : *Early* V A Smith (۳۱۰) ۱۸۸۶ء؛ (۳۱۱) وہی  
 : *History of India*، اوکسفرڈ ۱۹۰۴ء؛ (۳۱۲) وہی  
 : مصنف: *Cat of Coins in Indian Museums*، اوکسفرڈ  
 : ۱۹۰۶ء؛ (۳۱۳) *Chronology of Kushāns* Fleet  
 : *JRAS*، ۱۹۰۳ء، ص ۳۲۵ و ۱۹۰۴ء، ص ۷۰۳ و  
 : ۱۹۰۵ء، ص ۲۲۳، ۳۵۷ و ۱۹۰۷ء، ص ۱۰۱۳؛  
 : *Kalhana's Rajatarangini* Stein (۳۱۴)



ظہور اسلام کے وقت الافلاج کا سرکردہ قبیلہ جَعْدَة [رَلَّه بَان] تھا، جس کا مورث اعلیٰ کعب کے دو بیٹوں قَشِیر اور الحَشِیر کا بھائی تھا اور کعب خود شمالی عرب کے عامر بن صَعَصَعَة کی نسل سے تھا۔ قبیلہ جَعْدَة نے ۵۹ھ/۶۳۰-۶۳۱ء میں دین اسلام قبول کیا اور ایک وفد مدینے بھیجا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علاقے میں قبیلہ مذکور کی حیثیت کی تصدیق کر دی (Annali Caetani، ۲: ۲۹۷)۔ ۵۱۲ھ/۶۴۳ء میں جَعْدَة اور ان کے حلفاء سو عامر نے یوم الفلج الاول (فلج کی پہلی جنگ) میں سو حیفہ کے ایک والی کو، جو ان پر مامور تھا، قتل کر دیا۔ سو حیفہ نے یوم الفلج الثانی (فلج کی دوسری جنگ) میں سو عامر کو شکست دی اور جنگ یشاش ۵۱۲ھ/۶۴۳ء میں ان کی قوت توڑ کر رکھ دی (Chronographia Caetani، ۵: ۱۶۰)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں سو سال بعد تک بھی جَعْدَة دستور الافلاج میں مقدم دریں قبیلہ تھے، اور ان کے بعد قَشِیر اور الحَشِیر کا مقام تھا۔ (الہمدانی، ۱: ۱۵۹)۔ جَعْدَة کا بڑا سرکرہ سَو الفلج کا شہر تھا، اس کے پھانک لوہے کے بھیے اور فصیل، جو بیس ہاتھ چوڑی تھی، جس رقبے کو احاطہ کیے ہوئے بھی کہا جاتا ہے کہ اس میں شیریں پانی کے دو سو ساٹھ کنوئیں تھیں۔ جَعْدَة کے علاقے میں قصر العیدی بھی شامل تھا، جس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ طسم اور جدیس کے زمانے کا بنا ہوا ہے۔ شاید وہ کھنڈر، جو السیج کے جنوب میں اب قَصْرَات عَاد کے نام سے معروف ہیں، اسی قصر کے ہیں۔ قَشِیر شہر الہیصیہ پر قابض تھے، جس کی فصیل اتنی چوڑی تھی کہ اس کے اوپر چار گھوڑے پہلو بہ پہلو دوڑائے جا سکتے تھے۔ جس قصوں میں الحَشِیر آباد تھے ان میں الہتدار بھی

لہتی قسم کی مخصوص چیلوں میں سب سے زیادہ قابلِ توجہ ہیں۔ اس ضلع کا نام، جو قدیم ایام میں اَلْمَلْج بھی کہلاتا تھا، ملج (جمع: افلاج) سے ماخوذ ہے [قَب] "وِیْسَمِی لَانْفَلَا حَہ بِالْمَاءِ"۔ الہمدانی، ۱: ۱۵۹] اور یہ اصطلاح عمان میں اب بھی ایسی کاربرد (مذہب زمین نالی) کے معنی میں استعمال ہوتی ہے جس میں سطح زمین پر سوراخ ہوں نا کہ اسے آسانی سے صاف کیا جاسکے، اگرچہ یہ عجیب بات ہے کہ الافلاج میں اب اس قسم کی کاربرد کو، جو ممکن ہے ایرانی الاصل ہو، سیامی (بلفظ: ساحی، جمع: سواہی) کہا جاتا ہے۔ سمحان، ترائر اور الوُحاح کی کاربریں اور بنی جھوئی آبی گررگا ہیں، جو سب کی سب السیج کے بحلساں کو سراب کرنی ہیں، نا حال رواں ہیں، اگرچہ ان کی دیکھ بھال اچھی طرح سے نہی کی جاتی

الافلاج کے مستہائے شمال کا گاؤں اَسْیَانِہ ہے۔ تَلّی، موجودہ دارالامارہ غصیہ، سابق دارالامارہ الصرر اور الحَقْدِیْرِیہ کی بستریوں پر مشتمل ہے۔ زیادہ حبوب میں العَمَّار (اسے آل عمار سے منسوب کیا جائے) دوآبیر کا ایک حصہ ہے، السیج (جہاں سب سے زیادہ وسیع پیمانے پر کاشت کی جاتی ہے)، الحرقہ اور الروصہ کے بحلساں ہیں۔ نالاب السیج کے جنوب مشرق میں واقع ہیں۔ ان کے جنوب میں سویدان، الرقیقہ، العوطہ اور مروان کے چھوٹے چھوٹے بحلساں ہیں۔ مستہائے جنوب کے بحلساں البدع وادی حشر میں، جو الہتدار سے نیچے کو اترتی ہے، اور الشطنہ ہیں، جو وادی العمر کے نالائی طاس میں واقع ہے۔ طویق کے پہاڑی علاقے میں الستارہ (الہمدانی میں: الصدارہ)، الحرافہ اور الغیل ہیں، جو سب قدیم مقامات ہیں۔ طویق کی مغربی ڈھلان کے ساتھ شمال کی طرف الحمر (الأحمر) اور حبوب کی جانب الہتدار ہیں۔

شامل تھا؛ لیکن اس قبیلے کے بہت سے افراد اس وقت تک یمن جا چکے تھے۔

۵۴۴/۱۰۵۱ء میں ناصر خسرو نے الافلاج کو داخلی جھگڑوں کے باعث عملاً تباہی کی حالت میں پایا، جس کی شدت کا یہ عالم تھا کہ لوگ نماز پڑھتے وقت بھی ڈھالوں اور بنواروں سے مسلح رہتے تھے۔ اس درمیانی دور میں قبیلہ حمیلہ نے، جسے عثرہ کی ایک شاخ بتانا جانا ہے، سرکردہ حیثیت اختیار کر لی۔ کویت اور انجریں کے موجودہ حکمران حانداں آل صباح اور آل جابہ، اپنا نسب حمیلہ سے ملائے ہیں۔ کوئی دو سو سال ہوئے یہ لوگ حبش کے دواہر [رَکَ نَاں] کا دواؤ پڑنے پر انتہا سے نسل مکاں کر کے چلے آئے تھے بالآخر دواہر نے حمیلہ کو پورے صلیع سے نکال باہر کیا اور حود ان کی جگہ لے لی۔

۵۱۱۹۹/۱۷۸۵ء میں الافلاج کے باشندوں نے اسے ان افرا کے تنبع میں حو وادی الدواہر میں رہتے تھے وہاں مسلک احساہ کر لیا اور اسی دن سے وہ اس مسلک کے بکے حامی و مددگار چلے آ رہے ہیں، اگرچہ اس صلیع نے عصر حاضر کی تاراج میں بالکل معمولی کردار ادا کیا۔ ۵۱۳۲۸/۱۹۱۰ء میں عبدالعزیز آل سعود نے الفرج کے قبیلہ قراریہ کے باغی رہنماؤں کو لیلی میں گھیر لیا اور قتل کرا دیا۔ یہ صلیع اب ایک امیر کے ماتحت ہے، حو الریاض کی حکومت العرسہ السعودیہ کے سامنے جواب دہ ہے۔

دواہر کے علاوہ شیخ، سہول، اور فصول قبیلوں کے تھوڑے سے لوگ بھی الافلاج میں رود و باش رکھتے ہیں۔ الہدار میں حمیلہ کے کچھ بچے کھجے گھرائے آباد ہیں۔ اشراہ الشیخ کی آبادی کا اہم حصہ ہیں۔ شہروں میں اکثر حبشی خوں بھی نظر آتا ہے اور سو حصیر [رَکَ نَاں] کے

بہت سے لوگ بھی یہاں آباد ہیں، جو بالعموم کاشتکار (کدّاد، جمع: کوادید) ہیں۔

الافلاج کی کھجوریں مشہور ہیں۔ الہمدانی اور فلی Philby دونوں نے صفیری کھجور کا ذکر کیا ہے (الہمدانی نے سے سید التمر [بہترین کھجور] لکھا ہے، اگرچہ عصر حاضر کے لوگ سیری کھجور کو سید التمر سمجھتے ہیں) اور ناصر خسرو نے الافلاج کی کھجوروں کو مصرے کی کھجوروں سے بہتر قرار دیا ہے۔

مآخذ: (۱) الہمدانی: اشاریہ، بدیل مادۃ الفلج؛ (۲) ناصر خسرو: سفر نامہ (طبع شیخ Schefer)، ص ۸۰ تا ۸۱، ترجمہ، ص ۲۲۰ تا ۲۲۲؛ (۳) لوریمر *Gazetteer of the Persian Gulf*, J G Lorimer *Oman and Central Arabia*، نکلتہ ۱۹۰۸ تا ۱۹۱۵ء؛ (۴) فلی *The Heart of Arabia* Hist-J B Philby (۵) وہی مصنف: *Two Notes from Central Arabia* (مع نقشہ الافلاج)، ۱۹۲۹ء، ص ۸۶ تا ۹۳؛ (۶) اس ٹیلیڈ صحیح الاحار۔

(W. E. MULLIGAN و G RENTZ)

\* افلاطون: Plato کا معرب، مشہور یونانی فلسفی، جسے ارسطو کے ساتھ مؤدّ یونانی فلسفے کا نام مانا جاتا ہے۔ (الف) تصانیف و تعلیم (ب) سوانح حیات (ج) احوال۔

(الف) مشرقی بحیرہ روم کے حو علاقے سلطنت روم کے اجزا تھے اور ان میں یونانی تہذیب و علوم کا رواج تھا، وہاں افلاطون کی نصرت کردہ کتابیں، نذر وہ کتابیں حو غلطی سے اس کے ساتھ منسوب کر گئی تھیں پڑھائی جاتی تھیں۔ یہی خطے عربوں کے ہاتھوں مسخیر سے پیشتر کی صدیوں میں افلاطون سے عرب مصنفین کے لئے تعارف کا بھلا برا دریمہ تھے۔ بیشتر عرب مصنفین افلاطون کو حکیم یونان کا نژاد نامیدہ نہیں مانتے تھے،

Supplementum، ح ۱، ۱۹۳۴ء)۔

افلاطون کے متب سے اقتباسات اور اس کے  
نکڑے اسلامی دنیا میں حالسوس کی دیگر  
نصایف کے ترجموں کی وساطت سے پہنچے۔ جیسا کہ  
ارسطو کے معاملے میں ہوا، تھا، مآثر فلاسفہ یونان  
یہ کوشش کی کہ افلاطون کے مکالمے منظم ترتیب  
سے جمع کیے جائیں۔ ایک اور نصیف کا علم،  
(حو دیلاطونیب کے اثر سے بالکل آزاد، لیکن افکار  
افلاطون کے سیاسی پہلوؤں سے پورے طور پر ناظر  
ہے) ہمیں محض اس طرح ہوا کہ الفارابی نے  
اس سے کام لیا اور حرثی طور پر نقل بھی کر دیا  
(I Rosenthal و R Walzer، 'Plato Arabus' ح ۲،  
۱۹۷۳ء)۔ اس یونانی رسالے کا مصنف نامعلوم ہے،  
جس نے مکالموں کی اس ترتیب میں ان کی تاریخ  
نصیف کی ترتیب کو بھی ملحوظ رکھا یا تھا۔  
اسی نوع کے مآخذ سے 'الجمہوریہ' (Republic) کی  
ایک شرح بھی الفارابی نے بڑے پیمانے پر استعمال  
کی، اس رسد کی شرح کا نژاد حصہ یہی ہے،  
حو عربی ترجمے میں موجود ہے اور سولہویں  
صدی کے ایک لاطینی ترجمے میں بھی ہے (اسے  
E G Rosenthal طبع کر رہا ہے)۔ افلاطون کی کتاب  
نوامس (Laws) کی ایسی ہی ایک بلخص الفارابی  
یہ اس کتاب کی اپنی بلخص میں استعمال کی  
ہے (Plato Arabus، F Gabrieli، ح ۳، ۱۹۵۲ء)۔  
الزاری نے طماوس Timaeus کی پلوٹارک Plutarch  
کی شرح پر حاشیہ تحریر کیا (Atomenlehre: S Pines،  
ص ۹۰) اور بعضی ن عدی نے پلوٹارک کی کتاب  
نقل کر دی (المہرست، ص ۲۴۶)۔

ناہم عرب حکماء عموماً افلاطون کو اس کے  
نوفلاطونی شارحین ہی کی نظر سے دیکھتے ہیں،  
جیسے فلوطیس Plotinus (قبہ الشیخ الیونانی)،  
فروریوس Porphyry [رک نان]۔ سروقلس Proclus

جیسا کہ مثلاً سیٹ اگسٹائن St Augustine کی  
واحد ہی (Civ Del، ۸: ۴، ۱۲)، بلکہ اسے ارسطو  
نے فروریوس سمجھتے تھے؛ تاہم وہ مثلاً فروریوس  
(Porphyry)، آمونیوس (Ammonius) اور سمپلیکوس  
(Simplicius) کی طرح ان دو نامور فلسفیوں کی  
ایک سانی معصد اور سادی ہم آہنگی سے آگاہ تھے۔

جس طرح [فلسفہ] ارسطو کی بعض ایسی  
شرحیں حو نو افلاطونی دستاؤں کے نادر اکھی  
گئیں عربی ترجموں، اور جزاً محض عربی  
ترجموں ہی میں محفوظ رہیں، مثلاً اسکندر  
الافروڈسی (Alexander of Aphrodisias) اور تھمستوس  
(Themistius) وغیرہ کی بعض نصایف، اسی طرح  
افلاطون کی وہ شرحیں بھی حو نو افلاطونیب کے رنگ  
سے مترا ہیں، عرب فلسفیوں کے ہاتھ لگ گئیں  
اور انہوں نے ان کا مطالعہ کیا۔ حالسوس (Galen)  
[رک نان] کی کتاب Πλατωνικών διαλόγων σύνοψις  
آٹھ جلدوں میں بھی۔ اس کی یونانی اصل  
کھو گئی تھی (لیکن اس کے کچھ حصے تک حصے  
اس اسحق) یا ترجمہ میں ثبت حالسوس (Bergsträsser)،  
عدد ۱۲) اور اس کے دستاؤں کی رسائی ہو گئی تھی)۔

اب اس کا پتا چل گیا ہے اور حال ہی میں اسے طبع  
کر دیا گیا ہے، یعنی پوری طماوس (Timaeus)  
[کتاب الطمسہ] کا خلاصہ، جس میں بہت سی شارحین  
کی لفظ بلطف نقل بھی موجود ہے، 'الجمہوریہ' (Republic)  
کا کچھ حصہ شارح (یعنی حالسوس) کے الفاظ میں  
لکھا ہوا، نوامس (Laws) کی بلخص کا ایک ٹکڑا اور  
پارمیڈیز کی بلخص کا، حواس نے کی بھی ایک  
حوالہ (Plato Arabus، R. Walzer و P. Kraus، ح ۱،  
۱۹۵۱ء)۔ حالیوس کی طماوس Timaeus کی طبی  
شرح (جس میں عدد ۱۲۲) کے کچھ ٹکڑے عرب کے  
طبی مصنفین سے حاصل کیے گئے ہیں (H O Schröder

و Corpus Medicorum Graecorum : P. Kahle

فلسفہ کا کتاب اور علم النفس کا ایک دلچسپ بیان، جو کسی نامعلوم مگر قیمتی نو فلاطونی مآخذ سے لیا گیا ہے، الشہرسانی، ص ۲۸۳ بعد، میں موجود ہے (حرس سرجمہ ار Haarbrucker، ۲ : ۱۱۷)۔ چونکہ مجموعی طور پر نو فلاطویب افلاطونی مسلک کی تجدید کی مدعی ہے، اس لیے یہاں بعض نا اثر نو فلاطونی مصنف کا بھی ذکر کر دینا مناسب ہے اور وہ حسب ذیل ہیں: *Theology of Aristotle*، جس میں یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ ارسطو نرہا ہے میں افلاطون کا پیرو ہو گا تھا، *Liber de causis*، جو بروکس Proclus کی *Elements of Theology* پر مبنی ہے، وہ نا فارطسی میں جسے P Kraus نے دریافت کیا ہے (قب، مآخذ) اور وہ عربی فارطسی مآخذ جس سے زورنہال F Rosenthal نے بحث کی ہے (قب مآخذ "ارسطو طالس"، "السخ الیونانی")۔

السہروردی المعدول [رک ناں] اور اسحاق السہروردی [رک ناں] سے ایک نئے ارفاء کا آغاز ہوا ہے، جو الفارابی اور اس سب پر نکتہ چسی کرنے ہوئے افلاطویب یا زیادہ صحیح طور پر، نو فلاطویب کے ناطبی یا روحانی پہاڑوں پر زور دیتے ہیں اور "صوفی" افلاطون کو فلسفے کا اصل امام قرار دیتے ہیں۔ اس وقت سے صوفیہ افلاطون کے اصلی پیروں میں جاتے ہیں (قب مثلاً السہروردی: *Opera Metaphysica et Mystica* (طبع Corbin)، ۱ : ۷۸۸، xxxiii بعد)۔ ایک نامعلوم مصنف کی کتاب *On the Platonic Ideas* (طبع ندوی A Badawi، ماہرہ ۷۱۹۷)، جو غالباً چودھویں صدی میں لکھی گئی (Corbin): کتاب مذکور، ص ۷، حاشہ ۹) افلاطون کے خیالات کی اس عجیب تعبیر و تفسیر پر مبنی ہے جو السہروردی نے کی تھی۔

افلاطویب کی ایک اور مخصوص روایت کی نمائندگی محمد بن رکریا الرازی [رک ناں] نے کی ہے اور

[رک ناں] و غیرہم۔ بروکس نے طیمائوس Timaeus کی جو شرح کی بھی اس کے ایک ٹکڑے (۸۹E تا ۹۰C)۔

Corpus Medicorum Graecorum. Supple- . E Pfaff mentum، ۳ : ۲۲، ۷۱۹۷) کا ترجمہ حین بن اسحق نے کیا تھا۔ اس کے مآخذ سے (بیر قب) ما ترجمہ، عدد ۵۰) میں وہ لکھا ہے۔ "حالدوس" معراج کا معناری ترجمان ہے اور جو سحر افلاطون کے مطالب کی شرح کرنے کا سب سے زیادہ حیدار ہے وہ فاضل سہر بروکس ہے۔ بروکس نے افلاطون کی جو ترجمانی کی ہے اس کی ایک سو آمور سال مسکوئہ کی آہ، راصعہ کے اس باب میں بائی حاتی ہے جو روح کی اندیش سے متعلق ہے (زورنہال F Rosenthal، ص ۳۹۹ بعد)۔

یہ عالم بروکس کی کتاب *On the immortality of the soul according to Plato* پر مبنی ہے۔ یہ دس حصوں میں ہے اور اس سے عرب واند بھی (المہرست، ص ۲۵۲)۔ اسی قسم کی ایک روایت کی پیروی الیکندی نے بھی کی ہے، جس کے ہاں افلاطونی عنصر نہایت قوی ہے (قب انرسائل، طبع انورندہ، عدد ۱۰ نا ۱۳)۔ نہ صرف علم النفس میں بلکہ اس کے فلسفہ الواحد (One) کی تشریح میں بھی، جس میں وہ مسئلہ نو فلاطونی ما بعد الطبیعات کا سدب سے پیرو ہے اور اسی طرح اس کے فلسفہ اخلاقیات میں۔ وہ افلاطون جس کا حوالہ الفارابی (اس کے نظریہ "حکومیہ مثالیہ" کو مستثنیٰ کر کے)، ان سب، ان ناحہ اور ان رسد صراحت یا معاً دیتے ہیں ہمیشہ فلوپطس اور اس کے متبعین کا افلاطون ہوتا ہے۔ یعنی بن عدی کے کتابخانے میں اولمپودورس Olympiodorus (چھٹی صدی میلادی) کی سوفسطائی Spohist (جس کی یونانی اصل گم ہو چکی ہے) کی شرح حین بن اسحق کے ترجمے کی شکل میں موجود بھی (المہرست، ص ۲۵۶)۔ افلاطون کے فلسفہ ما بعد الطبیعات،

دوسرے عربی ترجموں کے محفوظات کا کوئی سراغ اس وقت تک بالکل نہیں مل سکا۔ الجمهوریۃ Republic کی عارب کا لفظ بہ لفظ اقتباس (علاوہ ان کم و بیش لفظ بہ لفظ حوالہ جات کے حواسِ رشد کے توصیحی ترجمے یا اس کتاب کے مضامین کے متعلق دوسرے عرب فلسفیوں کے حوالوں میں آ گئے ہیں) ملتا ہے، مثلاً رسائل احوال الصفا، قاہرہ ۱۳۴۷ھ، ص: ۴۳۴ میں حکایت متعلقہ Gyges، در Rep، ص: ۲۰۹ بعد، قس Rosenthal، ص: ۳۹۷، الکندی نے افلاطونی عدد پر ایک رسالہ لکھا (Rep، ح: ۸، الفہرست، ص: ۲۵۶)۔ اس میں طساوس Timaeus کی عباروں کے اقتباسات اکثر پائے جاتے ہیں، لیکن یہ فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ آیا وہ براہِ راست افلاطون سے لیے گئے ہیں یا کسی واسطے سے استفادہ کیا گیا۔ البیرونی کی کتاب الہند میں نوامیس Laws کے حوالہ اقتباسات ملتے ہیں ان کے لیے

قس F Rosenthal، ص: ۳۵۹ بعد و F Gobrich Plato Arabus، ص: ۳، XII، حاسیہ ۲۔ اس کتاب میں Phaedo کے بھی بہت سے اقتباسات ہیں۔ سقراط کی موت سے متعلق آخری فصل بھی ملی ہے، مثلاً ابن الفیثی، ص: ۲۰۰ تا ۲۰۶ و ابن ابی اصیبعہ: ۱: ۴۵ میں۔ مکالمے کا ایک فارسی ترجمہ بروصہ میں موجود ہے (Bell، ۱۹۵۲، ص: ۱۱۴)۔ آنکیادی Alcibiades تقریر، جو Banquet سے لی گئی ہے، F. Rosenthal نے ڈھونڈ کر استاسول، کوپرولو، شمارہ ۸-۱۶، وزی ۲۱۶ میں نکالی ہے۔ لگا تار جستجو سے بلا شبہ افلاطونی مکالمات کے مرید اساسات عربی کی فلسفیانہ اور سیر فلسفیانہ تصانیف میں مل سکیں گے۔

افلاطون سے مسوب فلسفیانہ تصانیف میں مدرجہ دیل کا ذکر کیا جا سکتا ہے: بوفیثاعورثی رسالہ Plato's Exhortation of young men، جو غالباً یونانی الاصل ہے (F. Rosenthal، در Orientalia،

وہ بھی افلاطون کو اباس سے بڑا مقتدا مان کر اس کی پیروی کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کے افلاطونیت آموز نظم الاخلاق (قہ الطب الروحانی) کا تعلق حالیوس کے مطالعے سے ہو سکتا ہے اور ہدیت عالم سے اس کا انکار طساوس Timaeus کی ان تشریحات کا نتیجہ سمجھا جا سکتا ہے جو پلوٹارک اور حالسوس نے پیش کی ہیں؛ مگر اس کے پانچ ہندی اصول بوفیثاعورثی مصادر سے تعلق رکھتے ہیں، اگرچہ وہ انہیں افلاطونی حال کرنا ہے۔ مادے کی جوہری (atomic) ساخت کا جو نظریہ اس نے پیش کیا ہے، ممکن ہے وہ افلاطون کے درس "در بارہ حیر" (On the Good) پر مبنی ہو، لیکن یقیناً یہ افلاطون کے فلسفہ مابعد الطبیعات کی اس تعبیر میں موخر ہے جو بوفیثاعورثی داستان نے پیش کی ہے (Adversus Physicos Sextus Empiricus، ۲: ۲۴۹ بعد)۔

عرب سوانح نگار ان تمام مکالمات کے عنوان نوادے دیتے ہیں جو افلاطون کی یونانی تصانیف کے مجموعے (Greek Corpus Platonicum) میں آئے حائے ہیں، لیکن عربی ترجموں کے متعلق بہت کم معارفات مہیا کر رہے ہیں۔ وہ الجمهوریۃ Republic کی ایک شرح (حسن کا ترجمہ حسین بن اسحق نے کیا)، سرجی بن البطرینی، حسن بن اسحق اور یحییٰ بن عدی کے کہے ہوئے تراجم طساوس Timaeus کا ذکر کر رہے ہیں (حسن نے ایک رسالہ بھی لکھا تھا جس کا نام ہے: That which ought to be read before Plato's works)۔ وہ جسے افلاطون کی تصانیف سے پہلے پڑھنا واجب ہے)۔ ابن الدیم نے Crito کے ایک نسخے کا بھی ذکر کیا ہے، جو یحییٰ بن عدی نے اپنے ہاتھ سے نقل کیا تھا۔ بروقلس Proclus کی شرح Phaedo (حسن کی یونانی اصل مفقود ہے) کے کچھ حصے کا ترجمہ ابن زرعه نے سریانی سے کیا۔

ان ترجموں کے یا کسی افلاطونی مکالمے کے

صدی میں آپ کی دذہیال کی طرف کے سب احداد  
سوداں کے صدر مقام میں امامت یا قضاء کے عہدوں پر  
مأمور رہے تھے اور خود آپ بھی بہت جلد اپنے ملک کے  
علمی حلقوں میں مشہور ہوا۔ کے رمرے میں شمار ہونے  
لگے۔ حب سعدی مائدان کے سلطان مراکش  
حد المصور [رک ناں] نے ۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۲ء میں  
سوداں فتح کر لیا۔ احمد نا نے دربار مراکش کی  
حکومت کو مسلم کرنے سے انکار کر دیا۔ سجدہ یہ  
ہوا۔ دو برس کے بعد سلطان کے حکم سے  
محمود یزید والی سوداں نے انہیں گرفتار کر لیا اور ان  
در مسکو میں نئی حکومت کے خلاف بغاوت بھیلانے  
کا الزام لگایا گیا۔ چنانچہ انہیں کئی [رستہ داروں اور]  
موظوں کے ساتھ ہا درحضر مراکش بھیج دیا  
گیا۔ [آب وہاں یکم رمضان ۱۰۰۲ھ / ۲۱ مئی  
۱۵۹۴ء کو پہنچے۔ اس نلامے ناگہانی کے دوران  
میں آپ کی ۱۶ کتابیں ضائع ہو گئیں، اور اثنائے  
سفر میں اوٹ پر سے گر کے آپ کا ناؤ بھی ٹوٹ  
گیا۔] احمد نا کو اسی آزادی دواہ حاصل کر لیے  
میں نوربادہ دیر نہ لگی، لکن ان پر یہ پابندی عائد  
کر دی گئی کہ وہ مراکش ہی میں سکونت رکھیں  
(۱۰۰۳ھ / ۱۵۹۶ء) چنانچہ یہاں انہوں نے [جامع الشرفاء  
میں] فقہ اور حدیث میں درس دینا شروع کر دیا اور  
ملاوے بھی جاری کرتے رہے بھوڑے ہی دیوں میں وہ  
المغرب کے نوے نوے میں مشہور ہو گئے۔ [فاس میں ان  
دیوں میں شہر الرحاحی، فاسی ابوالقاسم بن ابی النعم  
العسائی اور مؤلف حدوہ الامساس ابوالعاس احمد بن  
القاسی وغیرہ سے ان کی ملاقات رہی اور متعدد ناخلاف  
مرصی فاسی بھی رہے۔] ۱۰۱۶ھ / ۱۶۰۷ء میں احمد  
المصور کی وفات پر اس کے حاشی مولای زیدان  
نے انہیں اور ان کے حلا وطن [اعترہ کو اور]  
سودانیوں کو مسکو واپس جانے کی اجازت دے دی۔  
بلاتنسہ اسی زمانے میں وہ حج کے لیے مکہ معظمہ

۱۹۳۹ء - ۱۹۵۳ء) - یہ تصنیف اس حیثیت سے  
تاریخی نوحہ ہے کہ اس میں پہلی مرتبہ موجودہ  
زمانے کی مسلم عرب تاریخ نویسی میں بڑے نمایاں  
ہر نقید و تحقیق کا طے شدہ استعمال کیا گیا ہے۔ ۱۹۳۳ء  
کے بعد سے وہ مسلسل وار ادبی رسائل المآلہ میں  
شریک کار رہا اور سہ ۱۹۳۹ء سے اس پر اسی نام  
کے ایک اور رسالے الثقافة کی ادارت کے فرائض ادا  
کئے۔ اس کے ان ادبی، معاشرتی اور دوسرے  
موضوعات پر مسالوں کو جو ان رسائل میں شائع  
ہوئے رہے ان کا جمع کرنا کتابت حوزہ  
میں شائع کیا گیا (فہرست الحاضریہ) حجاز قاہرہ  
(۱۹۳۷ء)۔ اس کی بعد سے دوسری جلد میں  
سے مسرکی - راہی روایات (folk-lore) کی ایک فہرست  
قاموس العادات و العیاد و المعانی العربیہ (قاہرہ  
۱۹۵۳ء) اور دوا نوشتہ سوانح عمری حمابی (قاہرہ  
۱۹۵۰ء) خاص طور پر قابل ذکر ہیں

۱۔ آٹھ (۱)۔ دود پوشٹ سوانج سمری (دیکھئے اوپر)  
انگریزی ترجمہ، آر کریگ I M Craig، ربر اشاعت  
(۲)۔ U Rizzitano، در OM، ۱۹۰۰ء، ص ۶ تا  
۸۹۔ (۳)۔ براکمان Brocklemann، نکلا، ۳۰ : ۳۰  
(H A R GIBB سبٹ)

احمد دانا، نور آباد، و "العباس احمد بن احمد [بن احمد بن عمر بن محمد آصف بن عمر بن علی بن یحییٰ] النخعی [الشمہانی] المصوفی [الماسوفی]، بلاد السہیل کے ایک قصہ اور سوانح نگار، جو ارب کے ضہاحہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور سنکو (حسے اب Timbuktu لکھا جانا ہے) [کے ارواں نامی ڈوں] میں ۲۱ ذوالحجہ ۱۰۶۳ھ/ ۲۶ اکتوبر ۱۰۵۶ء کو پیدا ہوئے [۱۱ء، میں تاریخ ولادت ۲۱ ذوالحجہ ۱۰۹۶ھ/ ۲۸ نومبر ۱۰۵۳ء اور مہجی اور ویرانی کے حوالے سے ۲۱ ذوالحجہ ۱۰۹۳ھ/ ۲۶ اکتوبر ۱۰۵۶ء دی گئی ہے]۔ پدھرہویں اور سولہویں

۱. (۳۸۳ تا ۳۹۵)؛ (۲) افلاطون کا ایک خط فرفوربوس Porphyry کے نام، جس کا موضوع رفع حزن ہے اور جس پر الکندی کا ایک رسالہ مؤامہ و تعریف مبنی ہے (Mash، ۱۹۲۲ء، ص ۸۸۴ تا ۸۸۹، نیز دیکھیے R. Walzer و H. Ritter: *Memorie Ac del Lincei*، ص ۳۸۸، حاشیہ ۲) اور (۳) افلاطون کی وصیت ہام ارسطو۔

لیکن عرب صرف افلاطون کے فلسفیانہ خیالات کی ان مختلف تعبیرات ہی سے واقف نہیں تھے جن سے یونانی فلسفے کا ہر طالب علم آشنا ہے، بلکہ اس افلاطون سے بھی آگاہ تھے جسے بوہماہ سے وابستہ کر دیا گیا تھا اور یہ بوہماہ یوفلاطون کے اکثر دستاویزوں کی تعلیمات کا حشو و لایہ تک بن گئے تھے، یعنی سحر، نجوم اور کسما (اولمپیوڈورس Olympiodorus اور دیگر متأخر یوفلاطونی کسما میں بھی دھل رکھتے تھے اور انہوں نے افلاطون کو اپنا مرثیٰ قرار دیا تھا)۔ عرب ان سے بھی ایک قدم آگے بڑھ گئے؛ حاشیہ انہوں نے افلاطون کو کیمیا کی کسانوں کا مصیب بھی بنا دیا۔ حاشہ (س حاشاں) نے ایک مصیبت افلاطون کا اقتباس دیا ہے، جس میں وہ اپنے ساگرد طساوس Timaeus کو اسرار کسما سے آگاہ کرنا ہے، مگر حاشہ نے طساوس کی جو عباریں بدل کی ہیں ان کا افلاطون کے اصل مکالمے سے کوئی تعلق نہیں (P. Kraus: *Jabir et la science grecque*، ص ۸۸، تبعد)۔ اسی نوع کی ایک اور تصنیف، جو کیمیا اور فلسفے سے متعلق ہے اور افلاطون کی طرف منسوب کی گئی ہے، روائع افلاطون ہے، جو معرب میں *Liber Quartorum* کے نام سے مشہور ہے اور دو عربی محظوظوں میں محفوظ ہے۔ اس میں احمد بن الحسین بن خہار بختار اور حران کے مشہور ماہر ریاضی ثالت بن قرہ کے مابین ایک

مکالمہ درج ہے (P. Kraus: کتاب مذکور، ص ۵۱، ۳۳۹)۔ کیمیا کے ایک اور رسالے *Liber Platonis de XIII clavibus* کی بابت حال کیا جاتا ہے کہ ۱۳۰۱ء میں اس کا ترجمہ عربی سے لاطینی میں کیا گیا تھا (L. Thorndike: *A History of Magic*، ۵۷۰ء)، نیز قہ Kraus: کتاب مذکور، ص ۵۱، حاشہ ۹۔

سحر سے متعلق ان رسائل میں جو افلاطون کی طرف منسوب ہیں، التوامیس قابل ذکر معلوم ہونا ہے، جس میں معسرعی سائل سے بحث کی گئی ہے، (P. Kraus: کتاب مذکور، ص ۱۰۴، حاشہ ۱۲) اور اسی طرح السراخفی بھی (وہی کتاب، ص ۵۲)۔ (ب) ”افلاطون کی عربی سوانح عمریاں“ اس مواد میں کوئی قابل وقعت اضافہ نہیں کریں جو اس یونانی روایت میں موجود ہے جس کی نمائندگی دیو حاشہ لائرتس Diogenes Laertius، کتاب سوم، اولمپیوڈورس Olympiodorus اور ایک مجہول الاسم یوفلاطونی مصنف کی کتاب *Prolegomena to the Platonic Philosophy* سے ہوتی ہے (قہ A. Debrunner، F. Buddenhagen، H. Breitenbach، Diogenes Laertius، F. von der Muehl، ج ۳، ۱۹۰۷ء؛ J. Kirchner: *Prosopographia Attica*، عدد ۱۱۸۵۵)، تاہم انہیں یونانی متنوں معلومہ سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں۔ عربی روایت کے ایک حصے کا تعلق سمرنا کے تھیو Theo (دوسری صدی میلادی) کی ایک معارفی کتاب سے ہو سکتا ہے، جس کا ذکر المہرست، ص ۲۴۵ میں موجود ہے اور جس سے ابن القفطی (ص ۱۷ تا ۱۹) نے ایک طویل اساس دیا ہے، (قہ J. Lippert: *Studien auf dem Gebiete der griechisch-arabischen Übersetzungslitterature*، جلد ۱، Braunschweig، ۱۸۹۸ء، ص ۳۹، تبعد)۔ المہرست میں (جملی)

ہے جو *Diog. Laertius*، ۳ : ۴۰، میں پایا جاتا ہے (قُب) *E. J. و L. Edelstein*، *Asclepius*، بالٹی مور ۱۹۴۰ء، ج ۱، عدد ۳۲۲ وح ۲، عدد ۱۲۷)۔ عرب سوانح نگاروں میں فقط مشر ہی ہے مصر میں افلاطون کے مرقی قیام کا تذکرہ کیا ہے۔ [افلاطون کی] سکل و ساہب سے متعلق حصے کے لیے قُب *F. Rosenthal*، موضع مذکور، ص ۳۸۔

اس القفطی نے اپنی طویل اور مفصل سیرِ افلاطون (ص ۱۷ تا ۲۷) کی سادہ الفہرست، نیز سمرا کے تھیو *Theo* (قُب اوپر) اور کسی نامعلوم یونانی مآخذ پر رکھی ہے (ص ۱۹ س ۱۶ تا ص ۲۰ س ۳)۔ نرسا ہر ناب حواس میں بیاں کی گئی ہے اس کے سواری یونانی زبان موجد ہیں۔ وہ حکایات حواں مباحثوں کی مانند ہیں جن کی سب روایت ہے کہ *Dionysius* کے دربار میں ہوئے تھے، *Olympindorus* کی *Life* اور *Plutarch* کی *Dio* میں موجد ہیں۔ صرف حمد ناین ایسی ہیں جن میں التماس ہو گیا ہے، جیسے مسلی میں سراط کا قیام، افلاطون کی دو حواہوں ساگردوں کا معارف اس کی بیوں کی حشبت سے، اور بروقلس *Proclus* کو اس کے بلامدہ میر شامل کرنا۔ ص ۲۰ س ۴ تا ص ۲۷ س ۱۴ العارانی سے لی گئی ہیں (قُب محمول الاسم مصنف کی *Proll Phil Plat.*، عنوان ۷ تا ۱۶)؛ ص ۲۶ س ۱۵ تا ص ۲۷ س ۱۴ صاعد الاندلسی، ص ۱۹ سے مقول ہے۔ نو فلاطونی زبان میں ”دعائے افلاطون“ بھی قابل ذکر ہے (ص ۲۷ س ۱۵ تا ۱۷) (نیر قُب مخطوطہ اوکسمورڈ، *Hunt*، عدد ۱۶۲، وری ۲۰۲ راسب)۔

الشہروری نے اپنی ”رہۃ الارواح“ (مخطوطہ) میں افلاطون کی جو سیرِ بیاں کی ہے وہ مبشر کی تحریر پر مبنی ہے۔

بعد کی صدیوں میں افلاطون کے مزار کے

پلوٹارک *Plutarch* کا بھی ذکر ہے، دیکھیے *H. Diels* : *Doxographie Graeci*، ص ۲۸۷۔ العامری نے، جو چوتھی صدی ہجری / نویں صدی میلادی کا فلسفی ہے (مقبول در انوسلمان المصطفیٰ : تلخیص صوان الحکمة، مقدمہ)، غالباً کسی گم شدہ یونانی روایت کا تتبع کرتے ہوئے افلاطون کو حکمت کے پانچ سربوں میں سے ایک قرار دیا ہے، دوسرے چار یہ ہیں : *Anaxagoras*، *Empedocles*، *Pythagoras*، *Socrates* اور *Aristotle* [رک باہا]۔ [مول اس کے] ان فلسفیوں نے اپنی حکمت اساء سے احد کی بھی۔ وہ لکھتا ہے کہ افلاطون نے بڑھاپے میں گوشہ نشینی اختیار کر لی اور عبادت میں مشغول ہو گیا۔ اس فلسفی نے *Delian* مسئلے [حکمت کو دگنا کرنا] کے متعلق افلاطون کا حل بھی پس کر دیا ہے (قُب پلوٹارک *Plutarch*، *De gen Socr.*، ۷ : ۵۷۹، وہی مصنف : *De El ap Delphos*، ۶ : ۳۸۶، *Tannery*، *La Géométrie grecque*، ص ۱۱۰، القروبی : آثار البلاد (طبع و شملت *Wüstenfeld*)، ص ۵۵ : لطفی المکحول : مصنف المدبح (س۔ یلعایا، الف۔ عدیان، *H Corbin*، پیرس ۱۹۴۰ء)۔ صاعد الاندلسی : طبقات الآمم، ص ۲۳، نے اسی پر اعتماد کیا ہے؛ صاعد کی سیرت سے، ایک کم بردرجے کے مآخذ کے طور پر، ابن القفطی نے اسعادہ کیا ہے، مواضع کثیرہ۔

مبشر بن مایک کی کتاب مختار الحکم میں مدرجہ سیرِ افلاطون (مخطوطہ مورہ، ریطانہ، شمارہ Add ۲۵۸۹۳، وری ۴۴ بعد؛ اس نصیف کے بارے میں قُب *F. Rosenthal*، *Orientalia*، ۱۹۳۷ء، ص ۲۱ بعد) اس انی اصبعہ نے نقل کی ہے (۱ : ۵۰ بعد)۔ اس نے افلاطون کے ناپ اور ماں دوہوں کو اسکلیپس *Asclepius* کی اولاد بنا دیا ہے۔ غالباً یہ اس قطعے کا مطلب غلط سمجھنے کا نتیجہ



حاصل تھا (۱۳۸۶-۱۴۱۸ء) ترکوں کا باخ گزار بن گیا، لیکن سرزمین نے اپنی آزادی قائم رکھی۔ بویار Boyars [رومائی] کو اپنا حاکم منتخب کرنے کا حق باقی رہا، جس کی نوٹیں بعد ازاں باب عالی سے ہو جانی بھی۔ معاہدہ ادرہ نک، جو ۱۸۲۹ء میں ہوا، اس صورت حال میں عملاً کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی، اگرچہ شرائط میں، جب کبھی کسی حاکم (Voivod) نے حراج دیے سے انکار کیا یا آسٹریا یا روس نے ریاستوں کے معاملات میں مداخلت کی، ایک سے راند مریدہ بن کر ہوا۔ مثلاً سندرھویں صدی ہی میں بدنام ولد درکول Wlad Drakhul نے، جسے ترک ہمیشہ ماریقلو (سولی چڑھانے والا) ووئی ووڈ (Karyklu Voivoda) کہتے ہیں، ترکوں سے تعاون کر بیٹھا؛ اس نے اپنی عادت کے مطابق ترکی سپر حمزہ ہاشا کو سولی پر چڑھا دیا اور بلغاریا کو ناحب و ناراج کیا۔ اس واقعے سے براہِ رحمہ ہو کر ساطان محمد ثانی نے لشکر کشی کی اور سعد یہ ہوا کہ درکول کو ہنگری بھاگ جانا پڑا اور ردول Radul کو اس کی جگہ حاکم بنا دیا گیا (۱۸۶۲ء)۔ ۱۸۷۷ء میں اس کی وفات کے بعد یہ طالم حاکم (درکول) بھر واپس آگیا، لکن اسے ۱۸۷۹ء میں قتل کر دیا گیا۔ سولہویں صدی کے اواخر میں کچھ عرصے کے لیے مائیل (Voivod Michael) ٹرانسلوینیا Transylvania اور مولدوینا Moldavia کو اپنی حکمرانی کے تابع لائے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ ۱۶۰۱ء میں مارا گیا۔ بعد کے زمانے میں یہ دستور ہو گیا کہ وائی ووڈ Voivod کو نوٹیں حاصل کرنے کے لیے بڑی بڑی رقمیں باب عالی کی نذر کرنا پڑتی تھیں، جنہیں اکٹھا کرنے کے لیے بدقسمت رعایا کا خون چوسا جاتا تھا۔ یہ صورت حال اس وقت بطور خاص نمایاں ہو گئی جب ۱۷۱۶ء سے یونانی فزاری (دیکھیے قمار) حاندانوں نے ولاشیا

زیارت قوبہ میں کی جا سکتی تھی (F. W. Hasluck). *Christianity and Islam under the Sultans*، اوکسفرڈ ۱۹۲۹ء، ص ۳۶۳ و مواضع کثیرہ)۔

(ج) اقوال ابلاطون کے متروک مجموعوں کا بڑا ماحد حین بن اسحق کی وادر الفلاسفہ و الحکماء (قبطی عربی ترجمہ، جسے A Löwenthal نے انڈکس، فرانکفرٹ ۱۸۹۶ء، اور اسی کا ترجمہ جو اس نے جرمن میں کیا، برلن ۱۸۹۶ء، نیز *Sinnsprüche der K Merkle Philosophen*، لاہرگ ۱۹۲۱ء)۔ ایک اور ابتدائی ماحد اس ہندو: الکلمہ الروحانیہ فی الحکمہ اليونانیہ، قاہرہ ۱۳۱۸ھ، ہے۔ ابو سلیمان کی تلخیص صوان الحکمہ میں قبطی ابلاطون کے اقوال دے دیے گئے ہیں۔ ان اسی اصبعہ، ۱: ۵۱ سے ۵۳ س ۱۶، میں مشرقی فصل متعلقہ اقوال ابلاطون کے نقل کر دیا گیا ہے۔ ابلاطون کی جانب منسوب اقوال عربی ادب میں اکثر پائے جاتے ہیں۔

مآخذ، (۱) *Die griechischen Philoso-* Auiller

*phen in der arabischen Überlieferung* Halle ۱۸۷۳ء؛

*Die arabischen Übersetz-* M Steinschneider (۲)

*ungen aus dem Griechischen* Central blatt fur

*۱۸۹۳ء؛ Biblotheekswesen* (۳) F Rosenthal

*On the knowledge of Plato's Philosophy in the*

*Islamic World*، در *IC*، ۱۹۴۰ء، ص ۳۸۷ بعد؛

(۴) وہی مصنف: *As-Savh Orientalia 'al-Yūnāni and*

*the Arabic Plotinus source*، در *Orientalia*، ۱۹۵۲ء

بعد؛ *Plotin chez les Arabes* P Kraus، در *BIE*،

۱۹۴۱ء، ص ۲۹۳ بعد۔

(R. WALZER)

\* افلاق: ولاشیا Wallachia کا ترکی نام۔ ۱۳۹۱ء میں Voivod Mircea [ووئی ووڈ یا وائی ووڈ مقامی حکمران یا رئیس یا سرکاری افسر کو کہتے تھے۔ ترکیا Mircea ولاشیا کا حکمران تھا، اسے اعظم کا لقب بھی

رومانیا اتحادی حکومتوں کے ساتھ تھا اور اس کے حاتمے پر پورا ٹرانسلوینیا، نوکسوینا اور سیرابیا بھی اس کے تصرف میں آگئے۔ دیکھیے آ، ب مررب مادۃ افلاق، جہاں اس صورت کی بہت مفصل تاریخ اور متحد کی ایک طویل فہرست درج ہے۔  
**افلاک**: دیکھیے فلک۔

**افلاکی**: شمس الدین احمد، سلسلۂ مولویہ [آرک ناں] کے اولیاء اللہ کا تراجم بکار۔ وہ (مولانا) حلال الدین روسی کے پوئے حلال الدین العارف کا مرید تھا اور انہیں کی دسائش پر کتاب سابق العارفین لکھی، جو (مولانا) حلال الدین روسی، ان کے والد، ان کے حاشیوں اور رفیقوں کے تراجم پر مشتمل ہے؛ آعار نصیب ۱۸/۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹ء، مکمل در ۵۵۴/۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴ء؛ مطبوعۃ آگرہ ۱۸۹۷ء، ترجمہ فرانسسی Cl. Huart۔  
*Les saints des derliches tourneurs*، پریس ۱۹۱۸ء، یا ۱۹۲۲ء، اقتباسات کا انگریزی ترجمہ، در *The Mesnevi*، ترجمہ J. W. Redhouse، کتاب اول، لندن ۱۸۸۱ء، ص ۱، یا ۱۳۵۔ اس کتاب کا ایک اور نسخہ، جسے عبدالوہاب الہمدانی نے نظر ثانی کے بعد مرید تاریخوں وغیرہ کے اضافے کے ساتھ شائع کیا (۵۹۴/۱۵۴۰ - ۱۵۴۱ء) اور اس کا ترکی ترجمہ بھی موجود ہے۔

مآخذ: (۱) Storey، ۱: ۹۳۷ بعد (۲) Cl Huart، در *JA*، ۱۹۲۲ء، ص ۳۰۸ بعد؛ (۳) محمد فؤاد کوپرولوز، در *Bell*، ۱۹۴۳ء، ص ۳۸۳، ۴۲۲ تا ۴۲۳؛ (۴) H. Ritter، در *Isl*، ۱۹۴۲ء، ص ۱۲۹ بعد۔

(F. MEIER)

**افلح بن یسار**: دیکھیے ابو عطاء السندی۔  
**افن**: (Offen) نوداپست کا جرمن نام؛ دیکھیے نوداپست۔

Wallachia اور مولدوینا Moldavia کے لیے حاکم مقرر کرنا شروع کیے۔ یہ صحیح ہے کہ وقتاً فوقتاً باب عالی کی طرف سے حراج اور لازمی ندرانوں کی رقم مقرر کرنے کی باب احکام جاری کیے گئے اور جنس کی صورت میں غلہ، بھیڑ، بکری اور لکڑی کی ادائی بند کر دی گئی، پھر بھی بعض خرابیاں جاری رہیں اور ان کی اصلاح اس وقت بھی کچھ نہ ہوئی جب اسسویں صدی کے آغار میں روس کی تحریک پر یہ انتظام لیا گیا کہ حاکم صوبہ سات سال کے لیے مقرر کیا جائے اور اسے روسی سفر کی منظوری کے بغیر برطرف نہ کیا جائے۔ معاہدہ ادربہ کے بعد یہ انتظام مسخ کر دیا گیا۔ حاکم پھر عمر پور کے لیے مقرر ہوئے لگے۔ سالانہ حراج کے علاوہ انہیں اس حراج کے بدلے جو احساس کی شکل میں ادا کیا جاتا تھا ایک رقم دینا پڑی تھی۔ اس معاہدے کی رو سے ترکوں کو دریائے ڈینیوب Danube کے بائیں کنارے کے شہر (بریلایا Braila، جیورجیو Giurgiu اور ٹرنو میگوریل Turnu Magurele) بھی حالی کرنا پڑے اور مسلمانوں کو ان ریاستوں میں مستقل سکونت اختیار کرنے سے منع کر دیا گیا۔ ۱۸۵۸ء میں جب کوزا Cuză [یاں قورہ] کو ولشیا اور مولدوینا دونوں کا صوبے دار منتخب کیا گیا تو باب عالی نے ان دونوں صوبوں کے اتحاد کا اعلان کر دیا اور اس کی توثیق بھی کر دی تو ترکہ اور ولشیا کے درمیان رابطہ منقطع ہو گیا، اگرچہ ۱۸۷۸ء کے معاہدہ برلن کے بعد جا کر رومانیہ کو بالکل مستقل حکومت تسلیم کیا گیا۔ [۱۸۸۱ء میں کیرول اول (Carol I) رومانیہ کا بادشاہ ہوا۔ وہ ۱۹۱۳ء کی جنگ بلقان میں شریک ہو گیا۔ عہد نامہ بحارست کے بعد دوہروجا کا صوبہ بھی اس کی مملکت میں شامل ہو گیا۔ ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۹ء کی عالمی جنگ میں

## تصحیحات

### جلد دوم

صفحہ عمود سطر حوا	صواب	صفحہ عمود سطر حوا	صواب
۲۳۱ : ۲ : ۲۰ : ۶۱۹ :	۶۱۹۰۱ :	۴ : ۲ : ۱۰ : عمید :	جہد میں :
۲۳۲ : ۱۰ : ۳۱ : مدغم :	مدغم :	۲۵۰ : ۲۰ : ۱۳ : مواد :	مواد :
۲۳۳ : ۲ : ۷۰ : کدال :	کدال :	۱ : ۲ : ۲۲ : نعلنگ :	نعلنگ :
۲۳۶ : ۲ : ۱۳ : مرج :	مرج :	۲۱۰ : ۱۰ : ۳۳ : رعانہ :	رعانہ :
۲۳۶ : ۲ : ۲۶ : مرج :	مرج :	۶ : ۲ : ۳۳ : رعانہ :	رعانہ :
۲۳۶ : ۲ : ۲۸ : مرج :	مرج :	۱۰ : ۲ : ۳۴ : رعانہ :	رعانہ :
۲۳۳ : ۱ : ۷۰ : Athens :	Alhens :	۲۸ : ۱۰ : ۳۶ : الحبل :	الحبل :
۲۳۵ : ۱ : ۲۸ : * ادرس :	⊗ ادرس :	۱۱۰ : ۱ : ۳۵ : راد :	ریادہ :
۲۴۴ : ۱ : ۸ : ۸۷ نا ۸۹ :	۸۷ نا ۸۹ :	۸۰ : ۲۰ : ۳۶ : اسرائیل :	اسرائیل :
۲۵۴ : ۲ : ۶۰ : دیکھے :	دیکھے :	۱۰ : ۲ : ۳۶ : بعدی :	بعدی :
۲۵۵ : ۱ : ۷۰ : بلاد :	بلاد :	۱ : ۲ : ۳۶ : اسمہ :	اسمہ :
۲۷۸ : ۲ : ۱۰ : ۵۱۳۹۱ :	۵۱۳۹۱ :	۲۱۰ : ۱ : ۶۱ : امثالکم :	امثالکم :
۲۸۱ : ۱ : ۳۲ : M S Collis :	M S Collis :	۲۰ : ۲ : ۷۶ : الحصب :	الحصب :
۲۸۳ : ۱ : ۱۴ : کرہ کے ہیں :	کرہ کے ہیں :	۱۰ : ۲ : ۸۷ : اعناد :	اعناد :
۲۸۴ : ۲ : ۱ : بڑھا :	بڑھا :	۱۵ : ۱ : ۱۰۰ : برگسٹال :	برگسٹال :
۲۸۸ : ۱۰ : ۲۹ : سہ :	سہ :	۱۰ : ۱ : ۱۲۶ : انکھی :	انکھی :
۲۹۲ : ۲ : ۱۳ : دیکھے :	دیکھے :	۱۳ : ۲ : ۱۳۳ : نکروری :	نکروری :
۲۹۹ : ۱ : ۲۲ : سروسٹ :	سروسٹ :	۱۹ : ۲ : ۱۷۱ : احمد :	احمد :
۲۹۹ : ۱ : ۲۳ : Brosset :	Brossets :	۱۹ : ۲ : ۱۷۱ : الاحمد :	الاحمد :
۳۰۰ : ۲ : ۶ : Sudarmenien :	Sudarmenien :	۹ : ۲ : ۱۷۵ : ممتیس :	ممتیس :
۳۱۳ : ۲ : ۲۲ : ۶۸۱۷۲ :	۶۸۱۷۲ :	۱۰ : ۲ : ۱۷۵ : مسد :	مسد :
۳۱۳ : ۲ : ۳۰ : پر :	پر :	۲ : ۲ : ۱۷۶ : نہ بڑے :	نہ بڑے :
۳۱۸ : ۱۰ : ۱۵ : مدغم :	مدغم :	۹ : ۲ : ۱۷۹ : رہائے میں بھی :	رہائے میں بھی :
۳۱۹ : ۱ : ۶ : محل :	کا محل :	۳ : ۲ : ۱۸۱ : مرث :	مرث :
۳۱۹ : ۲ : ۱۳ : استجابات :	استجابات :	۴ : ۲ : ۱۸۳ : سبویہ :	سبویہ :
۳۲۱ : ۲ : ۱ : اردل :	ردل :	۲ : ۲ : ۲ : کے لیے :	کے لیے :
۳۷۳ : ۲ : ۱ : ۶۱۳۴۵ :	۶۱۳۴۵ :	۱۶ : ۱ : ۲۳۱ : ورزاب :	ورزاب :

صواب	مصححہ عمود سطر خطا	صواب	مصححہ عمود سطر خطا
و :	و : ۲۵ : ۲ : ۴۲۱	ارزن : ارزن : ۱۱ : ۱ : ۴۵۱	
کر دیے :	کر دیے : ۲۲ : ۱ : ۴۲۲	اس کی : اس کے : ۲۹ : ۱ : ۴۵۸	
الرئس :	الرئس : ۶ : ۱ : ۴۲۴	احمد۔ ندوی : احمد۔ ندوی : ۲۴ : ۱ : ۴۸۰	
فانح :	فانح : ۱۴ : ۲ : ۴۲۶	احمد۔ ندوی : احمد۔ ندوی : ۳۱ : ۱ : ۴۸۰	
احلاط :	احلاط : ۲۱ : ۱ : ۴۲۷	احمد۔ ندوی : احمد۔ ندوی : ۹ : ۲ : ۴۸۰	
مد :	مد : ۱۳ : ۱ : ۴۲۹	احمد۔ ندوی : احمد۔ ندوی : ۱۳ : ۲ : ۴۸۰	
الرہا :	الرہا : ۱۸ : ۲ : ۴۳۳	احمد۔ ندوی : احمد۔ ندوی : ۱۷ : ۲ : ۴۸۰	
دگنا :	دوگنا : ۳ : ۱ : ۴۴۷	حانی : حانی : ۲۳ : ۱ : ۴۸۵	
حسن :	حسن : ۲۸ : ۲ : ۴۴۹	ہاہوں : ہاہوں : ۱۷ : ۱ : ۴۹۲	
بوربطہ :	بوربط : ۱۶ : ۱ : ۴۵۴	اداراب : اداراب : ۳ : ۲ : ۴۹۵	
حکگوں :	حکگوں : ۲۱ : ۱ : ۴۵۵	یقل : یقل : ۵ : ۱ : ۴۹۶	
ارمیہ :	ارمہ : ۸ : ۲ : ۴۵۶	یقل : یقل : ۶ : ۱ : ۴۹۶	
دانی :	دانی : ۱۰ : ۲ : ۴۶۴	یقل : یقل : ۹ : ۱ : ۴۹۶	
بوحیہ :	بوحیہ : ۳۲ : ۲ : ۴۶۴	الْاِبَالُصَلُوْہ : وَلَا الصَّلُوْہ : ۹ : ۱ : ۴۹۶	
البرادی :	البرادی : ۲۶ : ۱ : ۴۸۱	وَلَا الرَّكُوْہ : وَلَا الرَّكُوْہ : ۱۲ : ۱ : ۴۹۶	
بیشگی :	بیشگی : ۲۴ : ۱ : ۴۸۳	یقل : یقل : ۱۲ : ۱ : ۴۹۶	
قرعریہ :	قرعریہ : ۲۵ : ۲ : ۴۸۵	صلوہ : صلوہ : ۱ : ۲ : ۴۹۶	
قرعری :	قرعری : ۳۲ : ۲ : ۴۸۵	المکبوب : المکبوب : ۱۴ : ۱ : ۴۰۰	
الاروی :	الاروی : ۲۴ : ۲ : ۴۹۳	واصح : واصح : ۱۰ : ۲ : ۴۰۳	
سہما :	سہما : ۲ : ۱ : ۵۳۲	قما : قما : ۲۵ : ۲ : ۴۰۶	
ربیع :	ربیع : ۳ : ۱ : ۵۳۲	کا صاس : کا صاس : ۲۲ : ۱ : ۴۰۷	
اشکانی :	اشکانی : ۲۰ : ۱ : ۵۴۱	ارکانی : ارکانی : ۲۳ : ۲ : ۴۰۸	
ہے کہ :	ہے کو : ۳۱ : ۲ : ۵۴۳	حد امجد : حد امجد : ۳۲ : ۲ : ۴۱۲	
طور پر :	طور : ۱۲ : ۲ : ۵۴۷	سایے : سایے : ۲۴ : ۱ : ۴۱۳	
Nikopolis :	Nikopolis : ۱۴ : ۲ : ۵۴۷	بصرف : بصرف : ۷ : ۱ : ۴۱۴	
گئے :	گئے : ۱۴ : ۲ : ۵۴۸	حانا : حانا : ۱۵ : ۲ : ۴۱۴	
گئی ہیں :	گئیں ہیں : ۱۳ : ۱ : ۵۵۸	ارمی : ارمی : ۶ : ۱ : ۴۱۵	
حیوا :	حوا : ۹ : ۲ : ۵۶۱	الرئس : الرئس : ۵ : ۱ : ۴۱۶	
المدونہ :	المدونہ : ۱۴ : ۲ : ۵۶۶	الرئس : الرئس : ۶ : ۱ : ۴۱۶	
حلی :	حلی : ۲۵ : ۲ : ۵۶۹	دفاہر : دفاہر : ۱۴ : ۲ : ۴۱۹	
استدیرک :	استدیرک : ۲۱ : ۱ : ۵۷۱	سجاق : سجق : ۱۵ : ۱ : ۴۲۰	

صفحہ عمود سطر خطا	صواب	صفحہ عمود سطر خطا	صواب
۵۷۱ : ۱ : ۲۵ : الآثر	: الأمر	۵۷۵ : ۲ : ۱۱ : قرأت	: قرات
۵۸۲ : ۱ : ۳۱ : آذان	: اذان	۵۸۳ : ۱ : ۷ : الشرع	: الشرع
۵۸۳ : ۱ : ۲۰ : باحویں	: باحویں	۵۸۳ : ۲ : ۱۳ : الصبری	: الصبری
۵۸۵ : ۲ : ۱۵ : مسعد	: مسعد	۵۸۸ : ۲ : ۱۹ : مصلحة راحه	: مصلحة راحه
۵۸۹ : ۱ : ۱۳ : المصالح	: المصالح	۵۹۳ : ۲ : ۶ : حلدون	: حلدون
۵۹۳ : ۲ : ۶ : تاریخ	: تاریخ	۵۹۳ : ۲ : ۳۰ : ان	: ان
۵۹۹ : ۱ : ۲۳ : محماده	: محماده	۵۹۹ : ۲ : ۲۶ : حو	: حو
۶۰۸ : ۱ : ۲۷ : اسد آباد	: اسد آباد	۶۲۳ : ۲ : ۲۶ : ارتفاعات	: ارتفاعات
۶۲۶ : ۱ : ۱۵ : Susqensoria	: Suspensoria	۶۳۵ : ۱ : ۲۹ : حیوا	: حیوا
۶۳۵ : ۲ : ۲۰ : ابوالحسن	: ابوالحسن	۶۳۷ : ۲ : ۲۹ : مساب	: مساب
۶۳۸ : ۱ : ۲۵ : سامی (۱۴)	: سامی (۱۴)	۶۳۸ : ۱ : ۲۵ : سامی (۱۴)	: سامی (۱۴)
۶۳۸ : ۲ : ۳ : ٹھوڑے ٹھوڑے	: ٹھوڑے ٹھوڑے	۶۳۹ : ۲ : ۲ : السنائی	: السنائی
۶۳۹ : ۱ : ۲۸ : میں	: میں	۶۴۰ : ۲ : ۵ : نعین	: نعین
۶۴۶ : ۲ : ۲ : ڈوری	: ڈوری	۶۴۶ : ۲ : ۳ : کل	: کل
۷۰۷ : ۲ : ۳ : حکم	: حکم	۷۱۳ : ۲ : ۲۲ : الحکیم	: الحکیم
۷۱۶ : ۲ : ۲۸ : کی	: کی	۷۲۰ : ۱ : ۳۰ : رواہوں	: رواہوں
۷۲۳ : ۲ : ۲۱ : تذکرہ الخطا	: تذکرہ الخطا	۷۲۳ : ۲ : ۹ : جیوا	: جیوا
۷۲۳ : ۲ : ۵ : اپنی	: اپنی	۷۲۳ : ۲ : ۱۵ : حکم	: حکم
۷۵۵ : ۱ : ۴ : ایشیا	: ایشیا	۷۵۶ : ۲ : ۸ : (جماعت سے)	: (جماعت سے)
۷۵۸ : ۱ : ۱۰ : دسویں/خود دسویں	: دسویں/خود دسویں	۷۵۹ : ۱ : ۱۳ : اثنا عشریہ	: اثنا عشریہ
۷۶۷ : ۱ : ۲۴ : بیٹیس	: بیٹیس	۷۶۸ : ۱ : ۳۲ : کچھ	: کچھ
۸۰۱ : ۲ : ۱۰ : الاعقاد	: الاعقاد	۸۰۷ : ۱ : ۱۴ : ملازمہ	: ملازمہ
۸۱۲ : ۲ : ۱۹ : اسموں	: اسموں	۸۱۶ : ۲ : ۳۱ : فایان	: فایان
۸۲۰ : ۲ : ۱۲ : المطشہ الکبریٰ	: المطشہ الکبریٰ	۸۲۳ : ۱ : ۲۶ : سے ناد کا گیا	: سے ناد کا گیا
۸۲۹ : ۱ : ۱۵ : [المؤمنون]	: [المؤمنون]	۸۵۰ : ۲ : ۲۹ : ٹھاٹ ٹھاٹ	: ٹھاٹ ٹھاٹ
۸۵۴ : ۱ : ۸ : حسوا	: حسوا	۸۵۵ : ۲ : ۱۲ : الحسہ	: الحسہ
۸۶۳ : ۲ : ۳ : کا حسبی	: کا حسبی	۸۶۳ : ۱ : ۲۱ : ۱۹۳۰	: ۱۹۳۰
۸۶۳ : ۲ : ۷ : صرف	: صرف	۸۶۶ : ۲ : ۷ : طبع	: طبع
۸۸۰ : ۲ : ۱۱ : نبیدہ	: نبیدہ	۸۹۱ : ۱ : ۱۰ : سبده	: سبده
۸۹۸ : ۲ : ۱ : سنجی	: سنجی	۹۱۶ : ۱ : ۲۵ : فلاحہ	: فلاحہ
۹۳۰ : ۱ : ۳ : ازمڑ	: ازمڑ	۹۳۰ : ۱ : ۴ : ازمڑ	: ازمڑ
۹۳۹ : ۱ : ۱ : تقسیم	: تقسیم		

صواب	خطا	صفحہ عمود سطر	صواب	خطا	صفحہ عمود سطر
خرداد بہ	حررداریہ	۱۰۰۷ : ۱ : ۱۹	حیمی	حیمی	۹۹۷ : ۲ : ۵
عدد	عدّد	۱۰۱۷ : ۱ : ۶	اکثر	الر	۹۸۷ : ۲ : ۲۵
اکثر	اکثر	۱۰۱۸ : ۲ : ۱۱	سرحیوں	سرحیوں	۹۹۱ : ۱ : ۴
المذبح	المذبح	۱۰۲۰ : ۱ : ۲	دلوا کر	دے کر	۹۹۳ : ۲ : ۲۰
			پہروا	پہرا	۹۹۷ : ۱ : ۳۲

36.2.21

## مجلس انتظامیہ

۱ - پروفیسر حمید احمد خان، ایم اے (پنجاب)، ایم لٹ (کیمبرج)، سارے امتیاز، وائس چانسلر دانش گاہ پنجاب (صدر مجلس)

۲ - مسٹر جسٹس ڈاکٹر ایس - اے - رحمن، ہلال پاکستان، جج سپریم کورٹ، پاکستان، لاہور

۳ - لفٹننٹ جنرل ناصر علی خان، سانی صدر ہلک سروس کمیشن، مغربی پاکستان، لاہور

۴ - مسٹر معزالدین احمد، سی - ایس - بی، رٹس (ہویو بورڈ، حکومت مغربی پاکستان، لاہور

۵ - مسٹر الطاف گوہر، سی - ایس - بی، نعمہ پاکستان، سارے فائدا عظم، ستارہ پاکستان، معتمد اطلاعات، پاکستان، روالپنڈی

۶ - معتمد مالیات، حکومت مغربی پاکستان، لاہور

۷ - سید یعقوب شاہ، ایم اے، سانی آڈیٹر جنرل، پاکستان و سانی وزیر مالیات، حکومت مغربی پاکستان، لاہور

۸ - مسٹر عبدالرشید خان، سانی کنٹرولر برائنگ ایڈسٹری، مغربی پاکستان، لاہور

۹ - ڈاکٹر سید محمد عبداللہ، ایم اے، ڈی لٹ، سانی پرسنل، اوریشنل کالج، لاہور

۱۰ - ڈاکٹر محمد نافر، ایم اے، پی ایچ ڈی، پرسنل، اوریشنل کالج، لاہور

۱۱ - پروفیسر محمد علاء الدین صدیقی، ایم اے، ایل ایل بی، صدر، شعبہ علوم اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور

۱۲ - سید شمشاد حیدر، ایم اے، مسجل و خزان، دانش گاہ پنجاب، لاہور (معتمد مجلس)

طبع : اول

سال طابع : ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء (صفحہ ۶۶ تا صفحہ ۷۰ : ۵۱۳۸۸ / ۴۱۹۶۸)

مقام اشاعت : لاہور

ناشر : سید شمشاد حیدر، ایم اے، مسجل، دانش گاہ پنجاب، لاہور

طابع : مسٹر امجد رشید مسہاس، ایم پی ڈی (لیڈر)، معوض مطبع

مطبع : پنجاب یونیورسٹی پریس، لاہور

صفحات : ۱۰۲ + الف تا د

# Urdu Encyclopædia of Islām

*Under the Auspices*  
*of*  
**THE UNIVERSITY OF THE PANJĀB  
LĀHORE**



**Vol. II**

**(ʾUch — Ofen)**

**1386 / 1966**

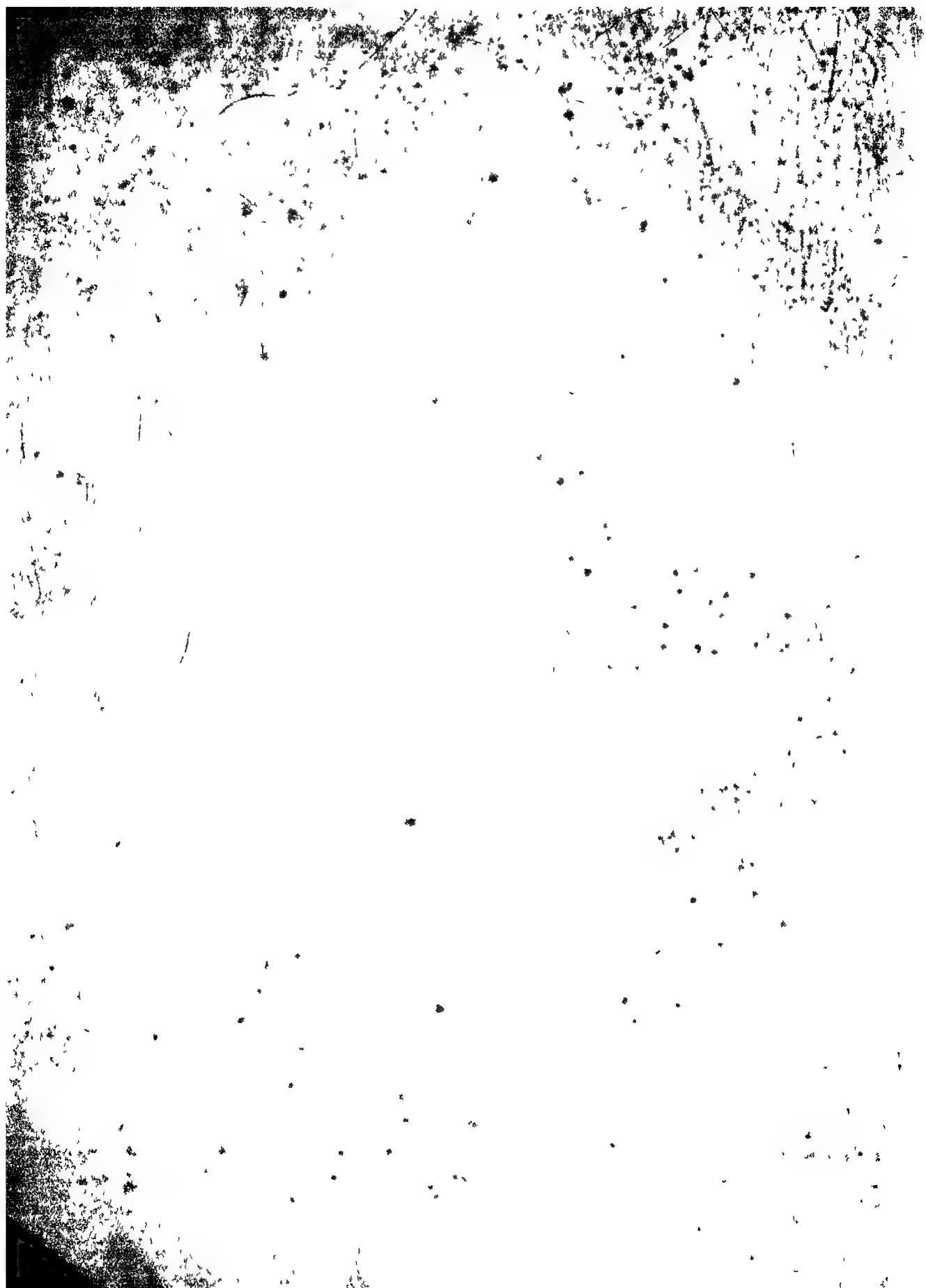


صدی میں آپ کی ددھیال کی طرف کے سب اجداد سودان کے صدر مقام میں امامت یا قضاء کے عہدوں پر مامور رہے تھے اور خود آپ بھی بہت جلد اپنے ملک کے ملکی جموں میں مشہور قضا کے رتبے میں شمار ہونے لگے۔ حب سعیدی حادثات کے سلطان مراکش احمد المصنوع [رکھ نان] نے ۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۲ء میں سودان فتح کر لیا تو احمد بابا نے دربار مراکش کی حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ سب سے پہلے وہاں کے دو برس کے بعد سلطان کے حکم سے محمود زرقون وائی سودان بے انہیں گرفتار کر لیا اور ان پر دسکو میں نئی حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانے کا الزام لگایا گیا، حناجہ انہیں کئی [رسد داروں اور] ہم ولسوں کے ساتھ ساتھ مراکش بھیج دیا گیا۔ [آب و ہوا یکم رمضان ۱۰۰۲ھ / ۲۱ مئی ۱۵۹۴ء کو پہنچے۔ اس نئے ناگہانی کے دوران میں آپ کی ۱۶۰۰ کناییں ضائع ہو گئیں اور اثنائے سفر میں اوٹ پر سے گر کے آپ کا پاؤں بھی ٹوٹ گیا۔] احمد بابا کو انہی آزادی دوبارہ حاصل کر لینے میں بڑی مدد دی گئی، لیکن ان پر یہ ناسدی عائد کر دی گئی کہ وہ مراکش ہی میں سکونت رکھیں (۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۶ء)۔ چنانچہ یہاں انہوں نے [جامع الشرفاء میں] قلم اور حدیث میں درس دینا شروع کر دیا اور مناویے بھی جاری کرنے لگے، بھڑے ہی دنوں میں وہ المغرب کے کوئے کوئے میں مسطور ہو گئے۔ [فاس میں ان دنوں منی سہر الحراچی، قاضی ابوالقاسم بن ابی القاسم العسائی اور مؤلف حدوہ الافاس ابوالعاس احمد بن القاضی وغیرہ سے ان کی ملاقات رہی اور متعدد نارحلاف مرصی قاضی بھی رہے۔] ۱۰۱۶ھ / ۱۶۰۷ء میں احمد المصنوع کی وفات پر اس کے حاشیہ مولائے ریدان نے انہیں اور ان کے حلا وئی [اعترہ کو اور] سودانوں کو سکتو واپس جانے کی اجازت دے دی۔ تلاشہ اسی زمانے میں وہ حج کے لیے مکہ معظمہ

۱۹۷۵-۱۹۵۳ء)۔ یہ نصیب اس حشمت سے قابلِ توجہ ہے کہ اس میں پہلی مرتبہ موجودہ زمانے کی مسلم عرب تاریخ نویسی میں بڑے بجائے پر نقد و تحقیق کا طریقہ استعمال کیا گیا۔ ۱۹۳۳ء کے بعد سے ۱۹۵۰ء ہفتہ وار ادبی رسائل الرسالہ میں شریعت، تاریخ اور ادب کے رسائل کے علاوہ اسی قسم کے ایک اور رسائل النفاذ کی ادارت نے فرائض ادا کرنے میں اس کے ادبی معاشرتی اور دوسرے موصوفات پر مبنیوں کو جو ان رسالوں میں شائع ہوئے ہیں ان کے جمع کرنے کے ساتھ ساتھ صورت میں شائع کیا گیا (فصل آخر، ۸ حد، ۱۹۳۷ء)۔ ۱۹۳۷ء میں ان کی بہت سی دوسری تصانیف سے مصر کی قومی روایات (folk-lore) کی ایک فائبر قائم شدہ تصانیف و المؤلفات و المعاصر المبرورہ (فارسی ۱۹۵۳ء) اور خود نوشت سوانح بحری حسانی (فارسی ۱۹۵۵ء) جس میں قابل ذکر ہیں۔

مآخذ: (۱) خود نوشت سوانح عمری (دیکھئے اوپر) انگریزی ترجمہ، انگریز A J M Craig، زیر اشاعت ہے۔ (۲) U Rizzitano، در OAM، ۱۹۵۵ء، ص ۶ تا ۸۹ (۳) براکمان Brockleman، مکملہ، ۳، ۳۰۵۔ (گت H A R Gibb)

احمد بابا: پورا نام ابوالعاس احمد بن احمد بن احمد بن عمر بن محمد امین بن عمر بن علی بن یحییٰ بن ابراہیم بن ابراہیم بن المصنوع [العسوی]؟ بلا۔ اسودان کے ایک قصبہ اور سوانح نگار، جو ان کے صاحبزادے حناجہ سے تعلق رکھتے تھے اور بکنو (جسے اب Timbuktu کہا جاتا ہے) کے ارواں نامی ڈول میں ۲۱ ذوالحجہ ۹۶۳ھ / ۱۶۰۶ء نومبر ۱۵۵۶ء کو پیدا ہوئے [۱۱، ب، میں تاریخ ولادت ۲۱ ذوالحجہ ۹۶۰ھ / ۲۸ نومبر ۱۵۵۳ء اور مدعی اور وراثی کے حوالے سے ۲۱ ذوالحجہ ۹۶۳ھ / ۲۶ اکتوبر ۱۵۵۶ء دی گئی ہے]۔ پندرہویں اور سولہویں



گئے اور وہاں سے اپنے وطن واپس آئے، جہاں ۶ شعبان ۱۰۳۶ھ / ۲۲ اپریل ۱۶۲۷ء کو آپ نے افعال کیا۔ [یعنی بے تاریخ وفات ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۳ء دی ہے، جو غلط ہے۔]

احمد پانا نے مد مالکی، صرف و نحو اور دوسرے مضامین پر کوئی پیچاس کتابیں لکھی تھیں، لیکن آپ کی سب سے بڑی مصنفہاں مذهب مالکیہ کے اُس مکتبے کا مکتبہ ہے جسے خود ہوں صدی کے دوسرے نصف میں اس فرحون [رکناں] نے تالیف کیا تھا اور الدباج المذهب فی معرفۃ اعمال علماء المذاهب نام رکھا تھا؛ احمد پانا نے اسے صحیفے کا نام مل الانساح تطویر الدباج رکھا۔ آپ نے اس کتاب کی تکمیل مراکش میں ۱۰۰۵ھ / ۱۵۹۶ء میں کی اور اس کے بعد اس کا ایک حلامہ سانچ لیا، جس میں صرف ان مالکی فقہاء کو لیا ہے جو اس فرحون کی کتاب میں درج ہوئے سے رہ گئے تھے۔ اس کتاب کا نام لغتہ المصاحح لمعرفة ما لیس فی الدباج ہے۔ سال ۱۳۱۷ھ میں فاس میں پتھر پر چھپی اور پھر قاہرہ میں ۱۳۲۹ء میں دباج کے حاسے پر طبع ہوئی۔

احمد پانا کی یہ فاموس سولہویں صدی کے آخر تک المغرب کے مشہور علماء اور ان کی تصانیف کے بارے میں معلومات کے خاص مآخذ میں سے ہے اور مالکی مذهب کے فقہاء کے علاوہ اس میں اس زمانے کے بڑے بڑے مراکسی اولیاء اللہ کے متعلق بھی کسی قدر معلومات موجود ہیں۔ انہوں نے سودان میں جو وسیع کتب خانہ بنا دیا وہ انہی تک بالکل براگندہ نہیں ہوا اور یہ انہیں کا قلبی مسجود تھا جسے اس عبدالعزیز الحمیری کی تصنیف الروض المظار میں اندلس کے متعلق مواد کی اشاعت کے لیے خاص طور پر استعمال کیا گیا تھا (پرووا سال Lévi Provençal La Péninsule ibérique

۱۰۳۶ھ / ۲۲ اپریل ۱۶۲۷ء کو آپ نے افعال کیا۔ [یعنی بے تاریخ وفات ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۳ء دی ہے، جو غلط ہے۔]

احمد پانا نے مد مالکی، صرف و نحو اور دوسرے مضامین پر کوئی پیچاس کتابیں لکھی تھیں، لیکن آپ کی سب سے بڑی مصنفہاں مذهب مالکیہ کے اُس مکتبے کا مکتبہ ہے جسے خود ہوں صدی کے دوسرے نصف میں اس فرحون [رکناں] نے تالیف کیا تھا اور الدباج المذهب فی معرفۃ اعمال علماء المذاهب نام رکھا تھا؛ احمد پانا نے اسے صحیفے کا نام مل الانساح تطویر الدباج رکھا۔ آپ نے اس کتاب کی تکمیل مراکش میں ۱۰۰۵ھ / ۱۵۹۶ء میں کی اور اس کے بعد اس کا ایک حلامہ سانچ لیا، جس میں صرف ان مالکی فقہاء کو لیا ہے جو اس فرحون کی کتاب میں درج ہوئے سے رہ گئے تھے۔ اس کتاب کا نام لغتہ المصاحح لمعرفة ما لیس فی الدباج ہے۔ سال ۱۳۱۷ھ میں فاس میں پتھر پر چھپی اور پھر قاہرہ میں ۱۳۲۹ء میں دباج کے حاسے پر طبع ہوئی۔

احمد پانا کی یہ فاموس سولہویں صدی کے آخر تک المغرب کے مشہور علماء اور ان کی تصانیف کے بارے میں معلومات کے خاص مآخذ میں سے ہے اور مالکی مذهب کے فقہاء کے علاوہ اس میں اس زمانے کے بڑے بڑے مراکسی اولیاء اللہ کے متعلق بھی کسی قدر معلومات موجود ہیں۔ انہوں نے سودان میں جو وسیع کتب خانہ بنا دیا وہ انہی تک بالکل براگندہ نہیں ہوا اور یہ انہیں کا قلبی مسجود تھا جسے اس عبدالعزیز الحمیری کی تصنیف الروض المظار میں اندلس کے متعلق مواد کی اشاعت کے لیے خاص طور پر استعمال کیا گیا تھا (پرووا سال Lévi Provençal La Péninsule ibérique

احمد الندوی: (موجودہ مصری لہجے میں الندوی) جس کی کتب ابوالفتاں بھی، مصر میں گزشتہ سات سو سال سے مسلمانوں کے بہت مقبول ولی اللہ جیلے آ رہے ہیں۔ عوام الناس انہیں عام طور پر صرف ”السید“ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ ایک نظم میں، جو آپ کی شان میں لکھی گئی ہے اور جسے لٹمان Littmann نے شائع کیا ہے، انہیں الندوی نام کی رعایت سے شیخ العرب کہ



چلے لگے۔ روایت ہے کہ دو دفعہ البدوی کے سجادہ نشین قتل ہوئے (اس ایس، ۲ : ۶۱، ۳ : ۷۸)۔ ۸۵۲ھ / ۱۴۴۸ء میں علماء اور دیندار ارباب سیاست نے سلطان الطاهر جقمق سے طنطا کی زیارت کو ممنوع کرایا، لیکن اس فرمان کا کچھ اثر نہ ہوا، کیونکہ لوگ اپنے برائے دستور کو ترک نہ کرنا چاہتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے سلطان قاب ہک البدوی کے مداحوں میں سے تھا (اس ایس، ۲ : ۲۱۷ و ۳۰۱)۔ حکومت عثمانیہ کے وقت میں احمد البدوی کے سلسلے کی طاہری سان و سوکت بہت کچھ کم ہو گئی، کیونکہ ترکوں کے دوسرے طاہر سلسلے اس سے جڑے تھے، لیکن حکومت کا نہ سیاسی رویہ مصریوں کی عقیدت کو کم نہ کر سکا، حناجہ احمدیہ کا درویشی سلسلہ، جسے احمد البدوی نے قائم کیا تھا، روئے قدریہ اور برہانہ کے ساتھ ساتھ مصر کا مقبول ترین سلسلہ طریقہ ہے۔ اس سلسلے کے علم اور علمائے سرح رنگ کے ہوئے ہیں اور اس کی کئی شاخیں ہیں، مثلاً تومہ [رک نان] وغیرہ (مب مادہ طریقہ)۔

وہ مقام جہاں احمد البدوی کا خاص احترام کیا جاتا ہے طنطا کی مسجد ہے، جو آپ کی مرگے اور نعمر ہوئی تھی۔ اس کے متعلق لے E W Lane *An Account of the Manners and Customs of the Modern Egyptians*، لندن ۱۸۴۶ء، ۱ : ۳۲۸) لکھتا ہے کہ ”اس ولی اللہ کے سرار ہر سالانہ بڑے بہواروں کے موقع پر دارالحکومت اور علاقہ ربریں مصر سے فریب فریب انی ہی تعداد میں لوگ جمع ہو جاتے ہیں جسے کہ دنا بھر سے حج کے موقع پر جمع ہوئے ہیں“۔ بہت سے لوگ جو حج کے ارادے سے مکہ [معظمہ] جاتے ہیں پہلے طنطا کی زیارت کو جاتے ہیں اور اسی لیے احمد البدوی باب النبی ”رسول اللہ تک رسائی کا دروازہ“ کے نام سے مشہور

آپ کے مریدوں اور معتقدین کے نام سطوحیہ یا اصحاب السطح یعنی چھب والے سے شمعون Symeon کے پیروں، یعنی ”سون والے اولیاء“ کی یاد تارہ ہوتی ہے)۔ وہ اولیاء حق کا طباط میں آپ کے ورود کے وقت احرام کیا جاتا تھا (مثلاً حسن الاحسانی، سالم المعربی اور وحہ القمر) آپ کے سامنے ہاند بڑ گئے۔ آپ کے ہمعصر مملوک سلطان الطاهر شرس کے متعلق سان کیا جاتا ہے کہ وہ آپ کا بے حد احرام کرنا تھا اور آپ کے قدم حومتا تھا ایک لڑکا عبدالعال اسی دکھی ہوئی آنکھوں کے علاج کی تلاش میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ لڑکا بعد میں آپ کا زاردار اور حلفہ بن گیا۔ اسی لیے آپ کو عوامی ادب میں ابو عبدالعال کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آپ نے ۱۲ ربیع الاول ۸۶۷ھ / ۲۴ اگست ۱۷۷۶ء کو وفات پائی۔

آپ ان کتابوں کے مصنف ہیں: (۱) ایک دعاء (جرب) (۲) صلوات، یعنی دعاؤں کا ایک مجموعہ، حسن کی عبدالرحمن بن مصطفیٰ القسدرؤسی نے سرح لکھی اور اس کا نام فتح الرحمن رکھا اور (۳) وصایا، جس میں عام قسم کی تسہات ہیں۔

احمد البدوی سب سے چھوٹے درجے کے درویشوں میں شمار ہوئے ہیں اور آپ کے دماعی اور علمی کمالات بظاہر زیادہ اہم نہ تھے۔

آپ کی وفات کے بعد عبدالعال (۸۷۳ھ / ۱۳۳۲ - ۱۳۳۳ء) آپ کے حلفہ ہوئے۔ انہوں نے آپ کے مہرے کے فریب انک مسعد نعمر کرائی۔ زیادہ تعلیم یافتہ علماء اور بہروں کے مخالفین نے آپ کے احترام اور طنطا میں زائریں کے ہجوم کی اکثر مذمت کی ہے۔ ان مخالفین میں سے یا تو بعض وہ لوگ تھے جو ہر قسم کے تصوف کے مخالف تھے یا وہ سیاسی لوگ تھے جو کسی صورت میں بھی یہ بات پسند نہیں کرتے تھے کہ عوام پر صوفیوں کا حکم

مہارے میں یا بدر بار کرتے ہیں۔ آپ کے بارے میں بہت سے لوگوں کے عقائد، حواث تک چلے آئے ہیں، اس نظم سے عیاں ہیں جو Littmann نے قاہرہ میں قلمسند کی بھی (دیکھئے مآخذ)۔ اس نظم میں احمد البدوی نے مائیل میں معجرات مذکور ہیں۔ وہ بھی نہتے ہیں نہ آب حسیں روز پیدا ہوئے اسی روز تولدے لگتے اور آپ عمر معمولی طور پر نہت زیادہ کھانا کھانا کرتے تھے۔ آپ کی مخصوص گراستوں میں سے مددوں کی رہائی اور گم شدہ لوگوں اور مال کی واپسی خاص طور پر مشہور ہے۔ بنا برس آپ کو لوگ گائت السیر [حانی نالاسرا] یعنی مدی کو واس لائے والا کہتے ہیں اور حب کہہ کر کوئی مادی کرنے والا کسی بچے نا جانور یا کسی مال کے گم ہو جانے کا اعلان کرنا ہے تو وہ آپ کی روحانی امداد کا طلسمان ہوتا ہے۔ Spoor (در ZDMG ۱۹۱۴ء، ص ۲۴۳) اس ولی کی ایک گرامر کا ذکر کرتا ہے جو فلسطین میں صادر ہوئی تھی

مآخذ: (۱) سوانح الزمری (مخطوطہ برلن ۳۳۵، عدد ۴) و اس البحر العسلائی (مخطوطہ برلن ۱۰، ۱۰۱) (۲) اسولی: حسن المحاصرہ، قاہرہ ۱۲۹۹ھ، ۲۹۹ عدد (۳) السمرانی طباق، قاہرہ ۱۲۹۹ھ، ۱: ۲۴ تا ۲۵ (السمرانی آپ کے خاص عمدتوں میں سے تھا اور اپنے آپ کو الاحمدی لکھا کرتا تھا، دیکھئے لائپرک کے مخطوطات کی مہرب، مرتبہ Vollers عدد ۳۵۳) (۴) عبدالصمد بن الدین: الحواہر السیہ فی الکرامات الاحمدیہ، نار نار طبع ہوئی (اس اہم تالیف میں جو ۱۰۱۸ھ / ۱۶۱۹ء میں لکھی گئی، مذکورہ بالا حوالوں کے علاوہ ایسے مآخذ سے اقتباسات بھی موجود ہیں حواث ناپید ہیں) (۵) علی الحلبي (م ۱۰۴۴ھ / ۱۶۳۴ - ۱۶۳۵ء)، التبیحہ العلویہ فی بیان حسن طریقۃ السادہ الاحمدیہ، مخطوطہ برلن شمارہ ۱۰۴، (۶) حسن راشد المشہدی الحفاحی، المعانی الاحمدیہ، قاہرہ ۱۳۲۱ھ؛

آپ کے مرار پر ہیں نثرے مہوار (والد، جمع [رکے نان] یا مولد) ہوتے ہیں: (۱) ۱۸ و ۱۹ کو، (۲) اعتدال رسمی (vernal equinox) کے (۳) انقلاب صیفی (summer solstice) سے بعد جب درپے مل میں کافی پانی آجانا تک اس ہی مہروں کے مابین کھولے جاتے۔ بقول Far، نہ بدھی۔ ہوا، بڑے سے میر بھی - ناریدیں قطعی سویم کے مطابق شمار ہوئی - غالب گمان یہ ہے کہ ان حسیں اور - - مصری اور مسیحی رسوم نے ان میں - پیانچہ نہیں برس کی وہی تاریخ ہے - Enphar (یعنی ظہور [احصاء] حسیں) کے - - Muh Stud (۲۳۸۰) - - بل ظاہر لگتا ہے کہ طیفی ریاردی - - حلوسوں کے ساتھ بعلو ہے جو سپر - - و حاد تر سے بھتے اور جس کی سب - - و س نے لکھی ہے۔

مصر کے دوسرے مقامات پر بھی آپ کی یاد برس ہوئے ہیں، نہ صرف قاہرہ میں بلکہ جہیز، دمناب میں بھی (مک مئلا علی منار، ۹: - - اب اب کچھ مشکوک معلوم ہوئی ہے کہ - - مہربس مقامات جو البدوی کہلاتے ہیں انہیں البدوی سے منسوب ہیں، لیکن ایسے مقدس - - لئی، جگہ ہیں، مثلاً اسوان کے قریب، ملک - - اس کے قریب (I Burckhardt: ۵۱۱، اور حیرہ میں، Muh Stud Goldziher، ۲: ۳۳۸، ۹۰۵: ۱۵۸، ۱۵۲)۔

احمد البدوی کے بہت سے قصے اور کرامتیں رہیں، مثلاً وہ کرامتیں جو آپ نے اپنی زندگی یا رحلت کے بعد دکھائیں یا وہ کرامتیں جو آپ نے مردے کو زندہ کر دیا، بیروہ کرامتیں جو ان لوگوں کو دکھائیں جو آپ کا عرس

لسکر بھجا تو ایسے قفقاز کے علاقے میں ٹھہرایا گیا،  
لنکی یہاں وناہ پھیل گئی، جس سے نہت سے ساھی  
ہلاک ہوئے اور فوج کی شہت بہت ہو گئی۔

بے کی احارب سے ایک فرانسیسی جہازمانا نویس  
بے بڑی احباط کے ساتھ حدود مملکت کی ہماریں  
کر کے اس کا ایک نقشہ بنا رکھا۔ بے نے ۱۸۳۸ء  
میں ایک دارالموں بھی قائم کیا تھا تا کہ اس میں  
ماہرین و اور انتظامیہ افسروں کو تربیت دی  
جائے۔ مسرو کی مہم کے بعد نہ ادارہ ختم ہو گیا۔

احمد بے بحری فوج کی ضرورت بھی محسوس  
کی۔ اس نے برونی ممالک سے نارہ جہاز خریدے  
اور پورٹو فارنا Porto Farina کے مقام پر بحری  
اڈہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہاں اس نے ایک  
ہلکی قسم کا جنگی جہاز (frigate) بھی سوانا  
بھا، لنکی یہ بحری استعمال کے لیے مستعدا بیکار  
ناب ہوا اور درناے پیرزدہ نے بدرگہ کی نوڈی کو  
بھی نہت جلد ریب سے بھر دیا۔ انے عہد کے  
اواخر میں بے نے صرف حلق الوادی La Goulette  
کے اسلحہ خانے کو موحودہ بنانے کی ضروریات کے  
مطابق ڈھالنے پر اکتفا کیا۔ بحاری مدرگاھوں کی  
درسی اور اصلاح کے معاملے میں اس نے نوئی  
دلجیسی نہیں دکھائی۔

احمد بے نے سلطنت برکیہ کے دعاوی کی بھی  
مراحمب کی جو کہ بوس پر ایسے ساھی حقوق سوانے  
کا کوئی موقع نہ جانے دینی بھی، جعمے بحائف کا  
مطالبہ کرنی اور سالانہ کوئی رقم بطور خراج ادا  
کرنے پر رور دیسی بھی تاکہ بے کی ناجگرار حشب  
کا واضح ثبوت ملتا رہے۔ حکومت انگلستان برکی  
کی حامی بھی، لہذا احمد بے فرانس کی مدد طلب کی،  
جس نے البحریا میں اس قائم رکھے اور اسلحہ کی  
ناحائر درآمد کو روکنے کی خاطر اس ناب کا اہتمام  
کیا کہ ناب عالی بوس کے معاملات میں مداخلت

(۷) قصہ سیدی احمد البدوی و ما جرى له مع الثلاثة  
الاقطاب، (۸) قصہ السید البدوی مع فاطمہ بنت بری  
وما جرى بينهما من المعائب، (۹) قصہ انسد البدوی مع  
فاطمہ بنت بری و ما جرى لهما من المعائب والعرائب  
(یہ آخری تین رسائے ہیں، جو قاہرہ میں طبع ہوئے،  
دوسرے اور تیسرے رسائے کا میں تقریباً ایک ہی ہے)۔  
اکثر اوقات اب کا ذکر دوسرے اصناف کے ساتھ کیا جاتا  
ہے، جیسے کہ (۱۰) محمد بن حسن العلوی (نواح ۵۸۹۹/  
۱۸۹۴ء) سے لیا ہے، مخطوطہ برلی، شمارہ ۱۶۳، (۱۱)  
احمد بن عثمان السرنوبی (حدود ۵۹۵ / ۱۵۴۳ء)،  
مخطوطہ برلی، شمارہ ۳۳-۱۲) احمد البدوی کی شان میں  
ایک قصیدہ، مخطوطہ برلی، شمارہ ۵۴۳۲، ۸۱۱۵/۳ (۱۲)  
علی مبارک الحظ الحدیدہ، ۱۳ ما ۵۱، جو بشر  
الشعرانی اور عبدالسمید برسی ہے؛ (۱۳) مدیح السد البدوی  
و بان الکرامہ المعظمہ، جسے عثمان Littmann نے طبع  
کیا اور ترجمہ بعنوان Ahmed el-Bedawi Ein Lied auf  
den agyptischen National-heiligen Mainz ماہر  
۱۹۰۰ء، بر دیکھیے (۱۵) براکلمان Brockelmann،  
۱: ۴۰۰ و نکلہ، ۸۰۸

(E. J. JIMANN و K. VOLLERS)

\* احمد بے: بوس کا بے (۱۸۳۷ء تا ۱۸۵۵ء)،  
خاندان حسنیہ کا دسواں حکمران۔ اس نے اعلان کیا  
کہ وہ خود اپنی فوج کا سالار اعلیٰ ہوگا اور ایسے جدید  
طرز پر منظم و تربیت کرنے کی کوسس کی۔ اس نے  
بوس کے فوجی افسروں کو فوجی تربیت حاصل کرنے  
کے لیے یورپ بھجا اور یورپی فوجی مسروں اور  
فرانسیسی فوجی افسروں کو تربیت دینے کے لیے ملازم  
رکھا، لنکی وہ نہ تو بوس کے فوجیوں میں نظم  
و ضبط کی عادات راسخ کر سکے اور نہ انہیں قابل  
اعتماد دسوں کی صورت ہی میں منظم کر سکے۔ جب  
احمد نے جنگ قرم (Crimea) میں حصہ لینے کی  
عرص سے اپنی فوج کے دس ہزار سپاہیوں کا ایک

تہ کرے۔ ۱۸۴۶ء میں احمد فرانس گیا اور برس  
میں اس کا گریجویٹ سے اسماعیل ہوا۔ ترکی کے  
مطالبات کے حتمی دہانہ کرنے کا وعدہ یہ ہوا کہ  
وہ باغی ہو کر اسے ایک خط سیرف حاصل کرنے سے  
کہاں ہو گیا، جس سے اسے دانی حشمت سے خود  
مختار بادشاہ بن گیا۔

برس — اس وقت کے فاضل دربارے  
سچہ بچوں کے لئے احمدیہ مدرسہ محمدیہ مدرسہ  
کرا۔ یہ ایک عظیم الشان عمارت تھی، جو اس کی  
حضور — آئے ایک مکمل نہ ہو سکی اور بعد اس  
بہت جلد نوادری ہو گئی۔

اس قسم کی معمولی درسوں کے لئے  
مستور، یہ واحدہ حوا کے مدرسہ Raffo اور  
سب سے زیادہ یونانی نواب خانہ دار مصطفیٰ وربر  
مالک (۱۸۳۷ء تا ۱۸۷۲ء) کے اسراف کی وجہ سے  
خراب حال ہو گیا۔ ۱۸۴۰ء میں نہایت دور اور  
دوسری قسم کے لکس ٹرے حاشیے کی وجہ سے سوس  
اور علامہ فاس میں نماز ہوئی اور ۱۸۴۲ء میں  
جنس السوائی میں بھی سوس برسا ہو گئی۔  
ان سوسوں کو دیا گیا، لکنی نے نو ہزاری  
قبائل میں مانی حکومت کرنے کا موقع نہیں نصیب  
ہو سکا۔ ظاہری سان و سولت کے پردے میں سوس  
نمایاں اور نظم و نسق حکومت میں بے فائدہ کون  
کی وجہ سے سوس کی حالت رو بہ زوال ہوئے لکے۔  
اس کے باوجود نہ مرور سنہم کرنا سڑے گا کہ  
احمد سکسی سے ملک میں مغربی قسم کے ادارے  
قائم کرنے کا متمنی تھا۔ اس نے چند مفید اصلاحات  
نامد بھی لیں۔ ۱۸۴۱ء میں اس نے حسوں کی فروخت  
کا دستور بند کر دیا اور اپنے محل کے تمام علاموں  
کو آزاد کر دیا۔ ۱۸۴۶ء میں اس نے ریاست میں  
مردہ فروسی کی باقاعدہ منع کر دی۔ یہودیوں  
سے جو امتیازی سلوک کا قانون رائج تھا وہ بھی

مستور کر دیا اور آخری باب یہ کہ تعلیم کی ترویج  
اور بری میں سڑا حصہ لیا۔ نادری (abbé) بورگاد  
Bourgade فرطاحہ کے سٹ لونس گرجا کا  
مستور تھا، جسے بعد کر کے احمد ہی نے احارب  
دی بھی۔ اس نادری نے ۱۸۴۳ء میں یہاں ایک  
سجادانہ قائم کیا اور دو برس بعد سٹ لونس کالج  
کی بنیاد رکھی، جس میں ہر مذہب و ملت کے لڑکے  
راجل ہد سکھتے تھے۔ اس کے ساتھ چھوٹے بچوں  
کا ایک مدرسہ اور ایک چھاپہ خانہ بھی ملحق  
تھا۔ بعد ازاں اسی نادری نے کچھ اور مدرسے اور  
سجادانے قائم کئے۔ مختلف جگہ آثار قدیمہ کی  
نہدائی شروع ہوئی۔ سوس میں فرانسسی اثر  
عالم آ گیا، کیونکہ ایک طرف تو یہ تعلیمی  
مرگرواں جاری تھیں اور دوسری جانب سوداگروں  
مارسٹر کی سوس سے بخاری کار و بار کو خوب  
فروع ہو رہا تھا۔

مآخذ: ( ) P H X (D'Fournelles de

La politique française en Tunisie (Con'ant

La Tunisie avant et depuis N Faucon (۲) ۱۸۹۱ء

l'occupation française، برس ۱۸۹۳ء؛ (۳)

The last Punic War, Tunis past and A M Broadley

La Tunisie G Hardy (۴) ۱۸۸۲ء، لندن

G Hanotaux، (۵) Histoire des colonies françaises، از

La politique turque en J Serres (۵) (Martineau و

Afrique du Nord sous le Monarchie de Juillet، برس

Historique de la mission P Marty (۶) ۱۹۲۵ء

La Tunisie militaire française en Tunisie، ۱۹۳۵ء؛ (۷)

Une mission Bechir Mokaddem و P Grandchamp

tunisienne à Paris—1853، RAfr، ۱۹۳۶ء؛

La pénétration intellectuelle Dr Arnoulet (۸)

de la France en Tunisie، RAfr، ۱۹۵۳ء؛ (۹)

محمد یوم التوسی: صفوہ الاعتبار، قاہرہ ۱۳۰۲ھ



۱ : ۱۳۶ تا ۱۳۵، ۲ : ۶ تا ۹ .

(M. Emerit و G. Yver)

- \* احمد بیجان : دیکھئے نجان احمد .
- \* احمد پاشا : عہدِ آل عثمان میں نعداد کے والی حسن پاشا [رکے دن] کا نسا، جو خود بھی نعداد کا والی بنا۔ ۱۷۱۵ء میں وہ سپہرور اور کیر نوک کا اور بعد ازاں نصرے کا والی مقرر ہوا۔ ۱۷۱۹ء میں اسے وزیر کا عہدہ دیا گیا۔ ۱۷۲۴ء کے شروع میں اس کے باپ کی وفات (اول ۱۷۲۴ء) پر اسے نعداد کا والی مقرر کیا گیا اور انیسویں کے خلاف جو مہم اس نے باپ سے شروع کر رکھی تھی اسے جاری رکھنے کا کام اس کے سر پر ہوا۔ ۱۷۲۴ء کے موسم بہار میں اس نے ہمدان پر قبضہ کر لیا اور گو (کرد سرداروں کے اس کا ساتھ جھوڑ دینے کی وجہ سے) ایران کے یلدرمی حکمران اس پر اسے شکست دی، تاہم اس نے ۱۷۲۷ء میں ترکوں کے اسے مفد مطلب شرائط منظور کرا اس، یعنی کرمان ساہ، ہمدان، تبریز، روان، نجیوان اور بیلے کے علاقے سلطنت عثمانیہ میں شامل ہو گئے۔ جب طہماسپ صفوی نے یہ سب مفسوحہ علاقے واپس لے لیے تو احمد پاشا نے انک اور مہم شروع کر کے کرمان ساہ اور آردلان پر قبضہ کر لیا اور ۱۷۳۲ء میں فورجاں کا معرکہ جسے کے بعد وہ ہمدان پہنچ گیا۔ معاہدہ ۱۷۳۲ء کی رو سے کچھ علاقے تو ترکوں ہی کے پاس رہے اور نامی ایران کو واپس کر دیے گئے۔ تاہم جنگ پھر شروع ہو گئی اور احمد پاشا کو نادر ساہ کے مقابلے میں خود نعداد کی مدافعت کرنا پڑ گئی۔ ۱۷۳۳ء میں اسے نعداد کے علاوہ نصرے کا بھی والی بنا دیا گیا۔ اگلے سال اسے پہلے تو تبدیل کر کے حلب بھیجا گیا اور اس کے بعد رقبہ کا والی مقرر کیا گیا۔ کوہرلو زادہ عبداللہ پاشا کی وفات کے بعد رقبہ کی

ولایت کے علاوہ اسے افواج مشرق کی سپہ سالاری کا عہدہ بھی عطا ہوا اور وہ نادر شاہ سے ایک عارضی صلح کرے میں کامیاب ہو گیا۔ اب دوسری بار اسے نعداد کا والی مقرر کیا گیا اور امور خارجہ سلفہ ایران کی نگہداشت کے علاوہ ناعی قبائل کی سرکوبی بھی کرتا رہا۔ ناناں کے حاکم سلیم کے خلاف ایک مہم سے واپس آنے کے بعد وہ ۱۷۴۷ء میں فوت ہو گیا۔ اسے اپنے باپ کے پہلو میں [حصر امام] ابو حسنہ<sup>(۱۳)</sup> کے مزار کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔ وہ پہلی مرتبہ گیارہ سال تک نعداد کا والی رہا اور دوسری مرتبہ بارہ سال۔

مآخذ: (۱) راشد: تاریخ، ۴: ۵۷، (۲) چلی زادہ عاصم (اول الذکر تاریخ کا مکمل)، استانبول ۱۲۸۲ھ، مواضع کثیرہ، (۳) سامی شاکر و صبحی تاریخ، استانبول ۱۱۹۸ھ، مواضع کثیرہ؛ (۴) غری: تاریخ، استانبول ۱۱۹۹ھ، مواضع کثیرہ، (۵) کاتب چلیبی: توہم التواریخ، استانبول، ۱۱۳۶ھ، ص ۱۵۳، بعد، (۶) نظمی زادہ مرتضیٰ: گلشن حلفاء (مخطوطہ ایم حاوید بیسول، عمارت متعلقہ بہ احمد پاشا، جو مطبوعہ اڈیس میں نہیں ہے)؛ (۷) دوحہ الزوراء (اول الذکر کا سلسلہ)، نعداد ۱۲۴۶ھ، نعداد اشاریہ، (۸) *oyage en Arabie Niebuhr*، ۲: ۲۵۴ تا ۲۵۶، (۹) سچل عثمانی، ۲۵۰۰، ۱۹۰۲، (۱۰) ہامر ہرگشتال Hammer-Purgstall، نعداد اشاریہ؛ (۱۱) *Histoire de Bagdad C Huart*، ص ۱۴۵ تا ۱۴۶، (۱۲) *Four Centuries of S H Longrigg*، *Modern Iraq*، ص ۷۵، ۱۲۷، بعد، ۱۳۱ تا ۱۶۲، ۱۶۵، بعد و ۳۴۶۔

(ایم۔ حاوید بیسول)

- ۱ احمد پاشا برسلی: پندرہویں صدی کے آخری نصف کا ایک ترکی شاعر، شیخی کے بعد اور نجانی سے پہلے سب سے زیادہ اہم۔ وہ قاضی عسکر ولی الدین بن الیاس کا (جو حسینی سید

ہونے کا مدعی تھا) بنا تھا اور غالباً آذربائیجان میں (بعض کے نزدیک بروسیہ میں) پیدا ہوا تھا۔ ایسے سلطان مراد نامی کے قائم کردہ مدرسہ دیر مدرس کی جنگ ایڈینی اور دہ ۱۸۵۷ء میں وہ ملا خسرو کی جگہ آذربائیجان میں مقرر ہوا سلطان محمد نامی کی جگہ سب سے بعد وہ قاضی عسکر کے علاوہ فتح حکمران کا نائب بنا اور اس طرح مرزا وزارت تک جا پہنچا۔ سلسلہ کی فتح کے موقع پر وہ سلطان کے ساتھ تھا۔ اگرچہ اس کے بعد وہ دوبارہ سلطان کے معارف حاصل ہو گیا تھا مگر اس کے بعد اس کی ریسرچ آگیا اور حرا۔۔۔ میں رکھا گیا (کہتے ہیں کہ اسے سلطان کے ذریعہ منظور نظر کیا گیا۔ یہ ممکن ہے کہ اس کی سب سے پہلی اصل اس کے بعد وہ بعض سلطان کے مسلمان مملوکوں کی ایک کمانڈر بن گیا ہو) مگر پھر اس کے تصور ناف ہوا اور اس کو بروسیہ میں اوربٹ اور سلطان مراد کی مسخروں کے مملوک بنایا گیا اور بعد میں اسے سلطان اویو، بڑے اور افرہ کا سچی نک (یعنی حاکم صلا) بھی مقرر کر دیا گیا۔ نابریڈانی کی حبس میں کے بعد اسے بروسیہ کا سچی نک بنانا گیا۔ وہ انامولہ کے حکمران کی سنان پاشا کے ساتھ آغاجیری Aghajari کی جنگ میں اس کے حلو میں وحرر رہا۔ یہ جنگ مملوکوں کے خلاف ہوئی تھی (۸ رمضان ۱۲۹۳ھ/۱۷ اکتوبر ۱۸۷۸ء، قس سعد الدین اور داہر۔ آکسٹال Hammer-Purgstall)۔ اس نے ۱۲۹۳ھ/۱۸۹۶ء میں بستان بروسیہ وفات پائی۔ انہی زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ اس کی قبر کے کھنڈر وہاں موجود تھے۔

اس کی نظموں میں بہت سے قصائد ہیں جو اس نے سلطان محمد نامی، سلطان نابریڈانی اور [اس کے بھائی] جیم کی مدح میں لکھے۔ اس نے محمد ثانی کے بٹے مصطفیٰ کی موت پر ایک مرثیہ

بھی لکھا تھا۔ اپنے زمانے کے فصلا سے اس کے گہرے تعلقات تھے۔ بروسیہ کی گورنری کے زمانے میں اس نے اپنی مصاحبت میں حریری، رسمی، میری، چمبرجی سچی اور سپہدی جسے شاعر جمع کر لیے تھے۔ اس سر پر کی شعراء مثلاً احمدی، ساری، ملجی اور بالخصوص سچی اور عطائی کا بڑا اثر تھا (قتل نامی مجموعہ، ۱۹۱۸ء)۔ اپنے زمانے کے دوسرے شاعروں کی طرح اس نے بھی فارسی شعروں میں کمال حاصل کیا (اس نے سلمان ساوچی حافظ، کمال احمدی اور کاسی کا خاص طور پر تتبع کیا ہے)۔ اس کے عکس وہ مشہور عام روایت (جسے ہم اپنی مرثیہ جس چلی کے بند لڑے میں پائے ہیں) کہ احمد برسلی نے علی شیر نوائی کی بعض نظموں پر ”نظائر“ لکھ کر اول اول شاعری شروع کی بالکل غلط ہے (قتل محمد فواد کوبرولی، در برف تودو، ۱۹۲۷ء، عدد ۲، وہی مصنف: قرب دلی و ادبانی حصہ آرٹسٹ لیر، اسانبول ۱۹۳۴ء، ص ۲۶۴ بعد)۔ احمد پاشا کو اپنے زمانے کا سب سے بڑا شاعر تسلیم کیا جاتا تھا اور پندرہویں کے اواخر اور سولہویں صدی کی ابتدا کے بہت سے شعراء نے اس کی تقلید کی ہے اور اس نے اثرات اس زمانے کے بعد تک محسوس کیے جاتے رہے جب نئے رجحانات کی وجہ سے، جس کی ابتدا یحییٰ سے ہوئی اور بالخصوص نامی سے، احمد پاشا کی شاعری کا وہ پہلا سا زور ٹوٹ چکا تھا۔

اس کا دیوان سلطان نابریڈانی کے حکم سے مرتب ہوا۔ اس کے بے شمار قلمی نسخے موجود ہیں، جو ایک دوسرے سے قدرے مختلف ہیں۔ اس کے علاوہ احمد پاشا کی نظموں (جس میں سے بعض عربی اور فارسی زبان میں ہیں) پندرہویں اور سولہویں صدی کے ”نظائر“ کے بڑے مجموعوں میں بھی ملتی ہیں۔

مآخذ تذکرہ از (۱) سپہی، ص ۲۰؛ (۲) لطیفی، ص

یوحی سے بھی ناراض ہو گیا اور کوئی ایک سال قید رہے کے بعد ۱۷۲۷ء میں ویس بھاگ آیا، جہاں اس نے بہتری کوسس کی کہ آسٹریا کی مخالف طاقتوں میں سے کوئی اسے اسے ۷۰۰ لارم رکھ لے، لیکن ناکام رہا۔ اب اس نے اپنی حساب سلطان احمد ثالث کو ویس کر دیں اور ۱۷۲۹ء میں زعوسہ Ragusa کے راستے سے سفر کرتے ہوئے نوسہ سرے بھجا، جہاں اس نے اسلام قبول کر لیا اور اس کا نام احمد رکھا۔ محمود اول کی محبت نشینی کے بعد وہ پہلے نو گوٹمولٹس Gumuldine واقع بھریس میں مقیم رہا، جہاں اسے روپید ملتا رہا اور پھر ستمبر ۱۷۳۱ء میں اسے وزیر اعظم طوبال عثمان ناسا نے طلب کر لیا، کیونکہ اس کا ارادہ تھا کہ وہ ترکی فوجوں کی تعلیم و تربیت یورپی طریقوں کے مطابق کرائے اور حمیہ حصوں (grenadiers) کے ادحا کی اصلاح کرے۔ اگلے ماہ اپریل میں عثمان ناسا کے بوال کے بعد اس کے حاشی حکم اوعلو علی ناسا نے شروع میں اسے بطور انداز کیے رکھا، لیکن ۱۷۳۳ء میں اس نے پولٹ کے مسئلہ محبت نشینی کے سلسلے میں بونیوال سے مشورہ کیا کہ ناب عالی کی حکمت عملی کیا ہونا چاہیے اور ماہ جنوری ۱۷۳۵ء میں اسے حمیرہ جی ناسی کا عہدہ اور ناساے دو طوع [= گھوڑے کی دم، ترکی نشان اسار] (میر میران) کا منصب عطا ہوا۔ اسی سال ماہ جولائی میں علی پاشا کی برطرفی کے بعد ۱۷۳۷ء تک بونیوال کو ناب عالی کی مشاورتی محال میں سریک نہ کیا گیا، لیکن پھر محسنی رادہ عبداللہ پاشا نے آسٹریا کے خلاف جنگ کے سلسلے میں اسے دوبارہ مشورے کے لیے طلب کیا۔ گو وہ اس کے بعد وزیر اعظم یحییٰ محمد پاشا کے ساتھ پھر محاذ جنگ پر گیا، لیکن ہنگری میں معاون برپا کرانے کی جو چال اس نے چلی تھی وہ ناکام رہی؛ چنانچہ جب

۱۷۳۶ء (۳) عاشقی چلی اور (۴) قبالی رادہ، مدیل مادہ، (۵) الشقائق العمامیہ، ترکی ترجمہ، ص ۲۱۷؛ (۶) عالی، گتہ الاحبار، ۵ : ۲۳۰ بعد (۷) سعد الدین : باح التواریخ، ۲ : ۵۱۱؛ (۸) بلیغ : گتہ، ص ۲۵۹؛ (۹) ہامر۔ ہرگسٹال Hammer-Purgstall۔ بعد اشاریہ؛ (۱۰) وہی مصنف، Gesch d osm Dichtkunst، ۲ : ۴۱ بعد؛ (۱۱) معلم باحی : عثمانی شاعر لری، ۲۰۹۰ تا ۲۰۹۱؛ (۱۲) فانی رشاد تاریخ ادبیات عثمانیہ، استاسول ۱۹۱۳ء، ص ۱۳ تا ۱۵۰؛ (۱۳) گب [Hist of Ottoman Poetry]، ۲ : ۵۸ تا ۵۹؛ (۱۴) سعدی بڑھ اڑعون Sadettin Nuzhet Ergun : ترک شاعر لری، استاسول ۱۹۳۶ء، ۵ تا ۳۲؛ (۱۵) محمد فواد کوپروٹو : برسلی احمد پاشا، در محلہ سعادت، ۱۹۲۰ء، اعداد ۲۹، ۳۶، ۴۰، ۵۶؛ (۱۶) وہی مصنف در آء، ب، مدیل مادہ، (۱۷) استاسول کتاب لک لری ترکچہ یارمہ دیوان لکرتا لوسو، عدد ۱۰۔

(حلیل ایپالچی HALIL INALCIK)

\* احمد پاشا بونیوال : کلاڈ الگرانڈر کوٹڈ

بونیوال Claude-Alexandre Comte de Bonneval ۱۶۷۵ء میں لیموس Limousin کے ایک امیر گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ ۱۷۰۴ء میں ہسپانیہ کی جنگ محبت نشینی کے آغاز میں اس نے فرانسسی فوج میں بہت نمایاں خدمات انجام دیں، لیکن اس کے بعد اسے یہ حال گورا کہ اس کی شک کی گئی ہے، چنانچہ وہ یہ تعلق منقطع کر کے قریبی نانی سے حاملا اور بھوڑے ہی دیوں میں ایک سپہ سالار کی حش سے تمام یورپ میں مشہور ہو گیا۔ اس نے سوائے Savoy کے سپہرادیہ یوحی Eugène کے ماتحت ابسے ہی ہم وطنوں کے خلاف متواتر کئی معرکوں میں شرکت کی، پیٹرواردین Peterwardein کے معرکے (۱۷۱۶ء) میں رومی ہوا اور اس سے اگلے ہی سال بلعراک کے محاصرے میں شریک ہوا۔ آخر میں وہ سپہرادیہ

کی بحورِ مطہر کر لی گئی، چنانچہ اس نے نوغوردان (Sabacz) کو تسخیر کر لیا (۲ شعبان ۱۱۹۲ھ / ۸ جولائی ۱۷۷۹ء) اور سیرمیه Syrmia پر حملہ کر دیا۔ بلغراد کے محاصرے میں جس خدمات کے صلے میں سلطان نے اسے وزیر دیوان مقرر کر دیا (۱۷۷۹ء کا موسمِ حرار)۔ روٹس کی مہم میں اس نے سسہ سالار کی حشمت سے ساحل پر اترے اور سمیر کا محاصرہ کرنے میں بڑی کامیابی حاصل کی۔ اس کے بعد اس نے سب حاکم کے سورماؤں (Knights) سے قلعہ حوالہ کر دیسے کی شرطیں طے کیں (۲ صفر ۱۱۹۲ھ / ۲۱ دسمبر ۱۷۷۹ء)۔ صدر اعظم پیری محمد پاشا [رکھ ناں] کی معرولی میں احمد پاشا کا ہاتھ بھا اور اسے اسد بھی کہ وزیر سوم کے درجے سے وہ وزیر اول کے منصب تک براہ راست ترقی کر جائے گا، کیونکہ وزیر دوم اس وقت مصر میں تھا، لہٰذا دستور و معمول کے بالکل برعکس نہ عہدہ ”خاص اوطد ناشی“ ابراہیم [رکھ ناں] کو مل گیا۔ اس فصلے سے بے حد مایوس ہو کر احمد نے سلطان سے درخواست کی کہ اسے مصر کی والی مقرر کر دیا جائے (۱۷ اگست ۱۷۷۹ء)۔ وہاں جا کر اس نے مملوکوں اور بدوی سرداروں کو، جو خیری بیگ کی وفات کے بعد سے ناراض تھے اور بڑی سورش برپا کر رہے تھے، پھر رصاصہ کر لیا۔ سلطان انہی تک صدر اعظم ابراہیم کے زیر اثر تھا، اس لیے اس نے فرہ مونی کو مصر کا والی مقرر کر دیا اور اسے حکم دیا کہ وہ احمد کو قتل کر دے۔ حب احمد کو یہ معلوم ہوا تو اس نے سلطان کا لقب اخیار کر کے اپنی خودمجاری کا اعلان کر دیا (جنوری ۱۷۷۹ء)۔ اس نے یگی چری سپاہیوں کو، جو قلعہ قاہرہ میں متعین تھے، قتل کرایا اور منتشر کر دیا اور ترکوں کے خلاف مسیحی طاقتوں سے روابط قائم کر لیے۔ سلطان سلیمان نے اہمے وزیر

۱۷۷۸ء میں وہ استانبول میں واپس آیا تو اس کی طرف سے چشم التفات پھر چکی تھی۔ اگلے سال سپہ سالاری بھی اس سے چھین لی گئی اور اسے قسطنطینیہ Kastamonu میں حلاہدس کر دیا گیا۔ بعد ازاں اگجدہ ایک حال کے اندر ہی اندر سے بحال بھی کر دیا گیا، لہٰذا اسے بھلا کر واپس آکر حاکم نہ ہو سکا اور ۱۷۷۹ء میں ادنیٰ وفات تک وراسر واپس جائے کے لیے عادیہ ناؤں مارنا رہا۔ اس دوران میں اس کا ہم محسن یہ رہا کہ حصرِ حوی کا اندوہ و انصرام نہ ہو اور یورپ کے سیاسی مسائل، ناب عالی کی خدمت میں اپنی رائے پیش کرنا رہے، (اس نے بعض مصریوں کی درجے کی حصور میں محفوظ ہیں)۔ اسے قلعہ کے قبرستان مولوی حاسہ میں دفن کیا گیا اور اس کی حکرہ (حصرِ حوی کے دستور کے مطابق) اس کے مونی فرزند کے بعد عمل میں آیا۔ وہ بھی ایک فراہمیشی نو مسلم تھا اور اس کا نام سلیمان آغا تھا

مآخذ (۱) محمد عارف: حصرِ حوی ناشی احمد پاشا

نو سوال، OTM، عدد ۱۸، تا ۲، (۲) Prince de Ligne

Mémoire sur le comte de Bonneval، پیرس ۱۸۱۷ء

(۳) Le Pacha Bonneval A Vandal، پیرس ۱۸۸۳ء، (۴)

وہی مصنف Une Ambassade Française en Orient

پیرس ۱۸۸۳ء، اشارہ، (۵) آغا، ب، بدیل مادہ (ارحاوید

نیسوں) اور وہ مآخذ جو وہاں درج ہیں]۔

(نوٹ: H BOWEN)

احمد پاشا خائن: وزیرِ دولہ عثمانیہ، اصلاً گرجستانی تھا۔ احمد پہلے پہل سلم اول کے محل میں ”ایچ اوعلائی“ کی حیثیت سے داخل ہوا۔ اس کے بعد نوبوک امیر آخور ہو کر اس نے مملوکوں کے خلاف ۱۵۱۶ء - ۱۵۱۷ء کی جنگ میں حصہ لیا اور ۱۵۱۹ء میں رومیلی کا بیگلر بیگی مقرر ہو گیا۔ سلیمان اول نے بلغراد پر حو حملہ کیا اس میں احمد

ایاس پاشا کی قیادت میں ایک لشکر مصر بھیجا اور اس کے علاوہ حمہ طور پر نہ کوشش بھی کی کہ احمد کی فوج اس کے خلاف ہو جائے۔ اس کے اپنے ایک اسیر قاضی زادہ محمد بگ نے ایک حمام میں اس پر قاتلانہ حملہ بھی کیا، لیکن زخمی ہو جانے کے باوجود احمد اُسی خان بھا کر قسطنطنیہ سوکر کے دیویوں کے اس پہنچ گیا، تاہم انہوں نے بالآخر اسے گرفتار کر کے سرائے موت پانے کے لئے سلطان کے حوالے کر دیا۔

مآخذ: (۱) حلال زادہ مصطفیٰ طبقات المسالک و درجات الممالک (مخطوطہ جامع، عدد ۴۳۲۳) (۲) سہلی، تاریخ مصر الحدید، اسانول ۱۱۳۵ (۳) فریدون بگ: مُشْتَبَاہ، اسانول ۱۲۷۴، ص ۵۰ تا ۵۳: (۴) پیچوی، ۱ تا ۷۹ (۵) I Diaru Marino Sanuto ح ۳۸۳، و س ۱۸۷۹ تا ۱۹۰۳ (۶) عامر-پرگسٹال Hammer-Purgstall، بعد اشارہ، (۷) J W F 'The Ottoman Turks and the Arabs Stripling Urbana ۱۹۴۲ء۔

(حلیل ایالعی HALIL INALCIK)

\* احمد پاشا قرہ، سلطان اول کے عہد میں صدر اعظم دولت عثمانیہ۔ وہ البانوی الاصل تھا۔ اس نے محل ساہی میں تعلیم پائی اور موجی ناسی، میر علم اور بھر (۱۵۲۱ء / ۹۲۷ھ) کی حری کے آغا (یگنی حری آعاسی) کے درجے تک پہنچا۔ اسے روم ایلی کا سیکرٹری مقرر کیا گیا اور اس سے ہنگری کی جنگ میں حصہ لیا۔ ۱۵۴۳ء / ۹۵۰ھ میں والپو Valpo اور سیکلوس Sikiös فتح کئے اور اُسٹرگز گران (Esztergom) اور اُسٹو سلیراد (Stuhlweissenburg، Székesfehérvár) کے سر ہونے کے موقع پر بھی موجود تھا۔ ۱۵۴۸ء / ۹۵۵ھ میں اسے ایرانیوں کے خلاف جنگ میں سپہ سالار اعظم بنایا گیا اور دوسرے درجے کے وزیر کا منصب

عطا ہوا۔ ۱۵۴۹ء میں اس نے کماج کے قریب ایرانیوں کو مار بھگایا اور مشرقی اطولہ اور گرجستان کے متعدد قلعے فتح کر لیے۔ ہنگری میں لپا Lippa کے ہاتھ سے نکلے اور صوفلی محمد پاشا کے محاصرہ نمسوار Temesvár میں ناکام ہوئے پر اسے بطور سپہ سالار وہاں تبدیل کر دیا گیا۔ یہاں اس نے سس رور کے محاصرے کے بعد نمیشوار کو، جس کی مدافع Stephan Losonczy کر رہا تھا، سحر کر لیا۔ اس کے بعد اس نے زولنوک Szolnok پر قبضہ کر لیا، لیکن اعری (Erlau، Eger) کے محاصرے میں وہ ناکام رہا، جو اس نے صوفلی کے ساتھ مل کر کیا تھا۔ ساہ طہماسپ (۱۵۹۰ء / ۱۰۵۳ھ) سے جنگ کے زمانے میں سلطان سلمان نے وزیر اعظم رسم ناسا نو معرول کر کے اس کی جگہ احمد ناسا نو مقرر کر دیا۔ مؤخرالذکر نے بحیوان اور قرہ ناع کے معرلوں میں حصہ لیا۔ معاہدہ اماسہ Amasya (۱۵۵۵ء) کی رو سے جنگ ختم ہوئی اور سلطان اسانول و اس آنا نو احمد کو دیوان کے ایک احلاس کے دوراں میں گرفتار کرنے کے بعد قتل کر دیا گیا (۱۳ دوالہعدہ ۹۶۲ھ / ۲۸ [۳۰] ستمبر ۱۵۵۵ء)۔ اس قتل کا سبب تو یہ بتایا گیا کہ اس نے والی مصر علی ناسا کے خلاف سارس کی بھی، لیکن معلوم ہونا ہے کہ سلطان کا دلی مقصد یہ تھا کہ رستم ناسا کو، جو اس کا داماد تھا، دوبارہ وزیر اعظم مقرر کر دے۔ حد مہ الاجوام، ۱: ۱۴۳، سجل عثمانی، ۱: ۲۵۹، کے مطابق احمد پاشا نے سلیم اول کی سنی فاطمہ سلطان سے سادی کی بھی۔ اس نے طوب فی کے نزدیک ایک مسجد کی تعمیر شروع کی بھی، مگر وہ اس کی وفات کے بعد ہی مکمل ہو سکی۔

مآخذ: (۱) حلال زادہ مصطفیٰ: طبقات المسالک،

مخطوطہ: (۲) حلال زادہ صالح: سلیمان نامہ، مخطوطہ،

(۳) رستم پاشا، نوارنج آل عثمان، مخطوطہ (م) لطفی پاشا، تاریخ، استنادوں ۱۳۴۱ھ، ص ۳۳ تا ۳۴۰ (۴) عالی کدہ الاخبار، مخطوطہ، تہذیبی کتب خانہ شماره ۲۲۹ / ۳۲، ورق ۳۱۰ (۶) پیچوری، تاریخ، ۱: ۲۴۰، ۲۴۱ تا ۳۳۳ (۷) ضوئیں رادہ، تاریخ، استنادوں ۱۳۴۱ھ، ص ۵ تا ۷۲ (۸) مجمع البی، ص ۱۰۱ تا ۱۰۲ (۹) الاخبار، ۱: ۵۱۳، ص ۳ تا ۴ (۱۰) کاتر، بیسی، تعلیم التواریخ، استنادوں ۱۳۴۱ھ، ص ۱۲۱، ۱۲۲ تا ۲۳۶ (۱۱) عبد رادہ محمد، ۱: ۳۱۰، ۳۱۱ تا ۳۱۲ (۱۲) مرانی، بیسی، تہذیبی کتب خانہ، استنادوں ۱۳۴۱ھ، ص ۱ تا ۱۰۱ (۱۳) سبیل، بیسی، ۱: ۱۹۸، ۱۹۹ تا ۲۰۰ (۱۴) ناصر، پرستال، Hammer-Pergstall، نواعی کتبہ (۱۵) نوش، بیسی، Busbecq، ۱: ۱ تا ۱۰۱ (۱۶) (م) حاوند نسوہ

احمد پاشا گدک: [نا لیدید، اس نے اس

لقب کی وجہ سے لے دیکھے جسے] برکی صدر اعظم، سرو، میں پیدا ہوا۔ اسے مراد نامی کے محل میں "ایچ او" کے طور پر رکھا گیا۔ وہ بیوزیہ عرصے کے لیے سلطان محمد ثانی کے عہد میں روم (بوفاد) کا نیکار کی ہوئی رہا ہوا، جس کے بعد ۱۴۶۱ء میں انادولیا میں منگولوں کی سادہ دیا۔ ۱۴۶۱ء تک اس سہارے رہا، جس کے بعد اسے ورو سادہ دیا گیا۔ انادولیا میں رہا، اور ان یونینلو کے خلاف تمام شے منہ ہا ملا، اور کے احصا و استحکام میں اس نے حصہ لیا۔ ۱۴۶۱ء میں اس نے پہلے ہو کویلی حصار (۱۴۶۱ء) کو سر کرنے میں نام لدا گیا، پھر ۱۴۶۹ء تا ۱۴۷۲ء میں اس نے قرہ ماں اہلی کے پہاڑی اور ساحلی علاقے کو، ۱۴۷۱ء میں علانہ اور ۱۴۷۲ء میں بلیک، موئی، گوریگوس اور لیسے (Lullon) کی سمیر سے مطیع و مقاد پایا۔ ۱۴۷۲ء میں آق قویونلو کی فوجوں کا ایک خطرناک

حملہ ہوا، جس کی قیادت قرہ ماںلی امیر پیر احمد کے ہاتھ میں بھی اور جو حامد اہلی تک بڑھ آئیں۔ گدک احمد نے انہیں سنا کرنے کے بعد قرہ ماں اہلی کو دوبارہ فتح کر لیا۔ قبول بھری، ص ۲۱۱، اس نے اورود، جس [آرک آن]، ۱۳۴۸/۵۸۷۳ء میں فتح پانے میں اہم حصہ لیا۔ اس کے کچھ عرصے بعد ہم اسے ایچ اہلی میں پائے ہیں، جہاں اس نے قرہ ماںلی امیر کا، جنہوں نے یہ مقام ایک عثمانی بحر - ژے کی مدد سے دوبارہ حاصل کر لیا تھا، بڑی کامیابی سے مقابلہ کیا۔ اس مہم میں احمد نے بلی اور سیلفیکہ پر فصد کر لیا، اور طانی اہلی کے سرداروں کو ناخوشی کے گھاٹ اتارا یا خلا وطن کر دیا (۱۳۷۳ - ۱۳۷۴ء)۔ اس وقت وہ ورو دوم کے منصب تک پہنچا تھا، لیکن ۱۴۷۴ء میں صدر اعظم محمود (جمال پاشا، رادہ) کے قتل کے بعد صدر اعظم برور ہو گیا۔ محمود انی نے اسے اہل حصار کے معاملے میں قرہ (Crimea) بھیجا، جہاں اس نے ترقہ (حواں ۱۴۷۵ء)، بولدانہ اور ناند پر فصد کر لے کے علاوہ منگول (دسمر ۱۴۷۵ء) کا محاصرہ کر لیا (جسے بعد میں یعقوب تک نے فتح کر لیا)۔ احمد نے نئے حال میں گلی کرانے سے، جسے اس نے ترقہ کے مدحانے سے رہائی دلائی تھی، ایک عہد نامہ بھی کیا، جس کی رو سے اس نے سلطان کی حمایت میں آنا قبول کر لیا۔ احمد کی خود اعتمادی سے سلطان نے اسے سقوطی کے خلاف ایک مہم کے معاملے میں احلاف رائے کرنے کی حراہ کی جو اسے روسیلی حصار میں قد کر دیا گیا (۱۴۷۷ء)۔ ۱۴۷۸ء میں اسے رہائی ملی اور بڑے کے قیوداں کا منصب عطا ہوا۔ ۱۴۷۹ء میں اس نے لیونارڈو ٹوکیو Leonardo Tocco سے سائنامورو کا شہر چھین لیا۔ لیونارڈو اپولیہ Apulia کی طرف

فرار ہو گیا اور احمد پاشا نے والونہ Valona سے لگرائٹھا  
 کبر ۱۱ اگست ۱۸۸۰ء کو اوتراٹو Otranto  
 پر قبضہ کر لیا۔ آئندہ موسم بہار میں جب اس نے  
 والونہ ہی میں سے ایک مالشکر جمع کر کے  
 یہ ارادہ کیا کہ اوتراٹو سے بڑھ کر برید موحاب  
 حاصل کرے تو اسے وہ سرعیت دی گئی کہ  
 وہ نئے سلطان نادرشہ نابی کی اس کے بھائی  
 جیم سلطان کے خلاف حمایت کرے۔ حمانچہ اس نے  
 سلطان نادرشہ نابی کے لیے بہت حاصل کرنے میں  
 فیصلہ کن حصہ لیا، لہٰذا وہ یا جو جیم سلطان کو  
 مملوکوں کے علاقے میں فرار ہونے سے روک رہا نہ  
 کمر سٹا یا خود گرفتار کرنا نہ چاہتا تھا اس لیے  
 سلطان نے اسے تسہ کی بناء پر قید کر دیا؛ لہٰذا اس  
 کارروائی سے سی قواو Kapikulu [یکٹی چیری کے  
 محافظ دسے کے ساھی (life-guards-men)] میں شور و  
 سبب برپا ہو گیا، چنانچہ اسے دوبارہ بحال کرنا  
 پڑا۔ جب جیم سلطان دوسری مرتبہ بھی بہت بر  
 فائض ہونے کی کوسس میں ناکام رہا تو اترید نے اسے  
 آپ کو کافی طاقتور دیکھ کر احمد کو قتل کروا دیا،  
 گو اس کی وجہ سے فبی فولو میں دوبارہ سورش برپا  
 ہو گئی۔ اسانول کا ایک حصہ گدیک احمد کے  
 نام سے موسوم ہے، کیونکہ اس نے وہاں کچھ  
 سرک عمارات تعمیر کرائی تھیں اور گدیک احمد  
 کی وہ مسعد حواموں میں ہے قدیم عثمانی فی تعمیر  
 کا بہت اچھا نمونہ ہے۔ [عاسی باسا رادہ اسے  
 رنادرہ بر گدیک ار احمد ناسا لکھا ہے، یعنی اس کے  
 خیال میں وہ پٹہ داروں میں سے تھا، چنانچہ اس کی  
 مدح میں یہ شعر بھی ذکر کرنا ہے کہ:

تو احمد کم گدیکلرگ ار یدر

بیچہ گدیکلری سرو ایتدی احمد

”یہ احمد حو پٹہ داروں کا آدمی ہے، اس سے  
 پٹہ داروں کو کیسی تقویت دی۔“ گدیک = پروانہ

یا پٹہ، سر حلال، قصص، کمی]۔

مآخذ: (۱) پُشری: حہان نسا (طبع ناشر  
 Taeschner) (۲) کمال پاشا رادہ (مخطوطہ فایح، شمارہ  
 ۲۰۰۵ء)؛ (۳) آرح [عروج؟] نواریح آل عثمان (طبع ناشر  
 Babinger) (۴) G M Angioiello D. da Lecce  
 Historia Turchesa، بحارست، ۱۹۱۱ء (۵) ہامر-پورگستال  
 Hammer-Purgstall، مدد اشاریہ، (۶) S Fisher  
 The Foreign Relations of Turkey Urbana، ۱۹۴۸ء (۷)  
 ناشر Mehmed der Ercherer Fr Babinger، میونخ  
 ۱۹۵۳ء؛ (۸) آا، ب، مدیل مآدہ (ار M H Yinanç)  
 (حلیل ایالعی HALH INALCIK)

احمد نائب: دیکھے عثمان رادہ۔

احمد تقوی: ملا ٹھٹھوی، نصر اللہ الدبلی التوی  
 (ٹھٹھوی) کے سٹے بھی (محالس المؤمنین، مجلس پنجم،  
 ص ۲۵۴: تقوی۔ سر ایلٹ اور ڈاؤس، ۱۵۰: ۵  
 لہٰذا حواسی میں بحوالہ ڈا کٹر برڈ Dr. Bird و  
 جنرل برگر General Briggs: سوانی)۔ اس ولادت  
 نامعلوم ہے۔ آنا واحداد فاروقی حمی بھی، لہٰذا ملا احمد  
 نے امامہ عقائد اختیار کر لیے بھی۔ صاحب محالس  
 المؤمنین (قاضی نور اللہ شوسری) کے قول کے مطابق  
 مدیل عقائد کا سبب یہ ہوا کہ انہی ملا کا بچس  
 تھا کہ ایک عرب عراق سے ٹھٹھے آنا اور ملا احمد  
 کے ہمسایے میں رہے لگا۔ اس نے ملا احمد کو  
 سیمی عقائد سے روساس کیا؛ چنانچہ ملا کو  
 نفسیر کشاف کے پڑھے کا خیال پیدا ہوا۔ انہیں  
 ایام میں عراق سے میرزا حسن نام ایک برگر،  
 جنہیں خواب میں احمد کی ضرورت کا احساس ہو  
 چکا تھا، وارد ٹھٹھے ہوئے اور کشاف کا نسخہ  
 پیش کیا (محالس، مجلس پنجم، ص ۲۵۴)۔ ابتدائی  
 تعلیم کا حال قاضی نور اللہ شوسری نے خود ملا احمد  
 ہی کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں نے مذہب امامہ اختیار







مہدی کا افسار کیا جا رہا تھا، تاکہ اسلام میں حیات نہ پیدا ہو سکے۔ یہ دلائل قیاسی ہیں۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے اس کتاب کے آغاز کی سرگزشت، سال کی یہ (مستحق، ۲ : ۲۱۸-۳۱۹)، جس میں بنا برکتہ! بنا سکتا ہے کہ کتاب کا آغاز حکیم ہمسام (م ۶ ربيع الاول ۸۱ / ۱۱ اکتوبر ۱۵۹۷ء) حکیم علی (م ۱۰۸ / ۱۶۰۹ء) اراکم سرحدی (م ۴۹۹۴ / ۱۵۸۶ء) نظام الدین (م ۲۳ ص ۱۰۰۳ [۷ نو ۱۶۰۵ء]) ملا عبدالقادر بدایونی، بقیم جان (م ۲۳ / ۱۶۱۳ء) اور میر بیچ اللہ (م ۵۹۹۷ / ۱۵۸۸ء) ۱۵۸۹ء میں لکھا۔ چونتیسویں سال رحمت، یعنی ۱۵۸۹ء سے یہ ملا احمد کے سرحد ہوا اور احمد نے افغانوں کے معرکوں میں ان کے حکیم دربارہ حصہ بنایا، (معارف، ص ۲۵۵) اور آثار الامراء کا مائیدی سال (۱۶۰۳ء) حساباً وہ دائرہ محفوظ الحق نے ثابت کیا ہے (ص ۲۶۹) دونوں نائیل ٹھہرے ہیں۔

ملا احمد جو کچھ لکھنے چاہے تھے۔ سب جان مہدی قزوینی اسے بادشاہ کے حضور میں پڑھنے بھی (معارف، ص ۲۶۷)۔ اس طرح کتاب کی تحریر جاری تھی کہ ملا قبل ہو گئے اور ماما کام جعفر دیکھ آصف جان (بلاحد، ۱۱۶۰۱) سے پورا کیا۔ کتاب کا دیباچہ ابوالفضل نے لکھا (بحوالہ سابق)۔ پہلی دو حدوں کی طرز نامی بدایونی نے کی اور دوسری جلد کی تصحیح آصف جان کے ہاتھوں انجام کو ہم بھی

تاریخ النبی پر بعض مؤرخین نے اعتراضات بھی کیے ہیں، مثلاً :-

(۱) ایسی کتاب اس کتاب پر ہیں اعتراض ہیں : (الف) ہجری کی بجائے سال رحلت کے حساب سے العہد ہوئی ہے، (ب) بعض اہم واقعات نظر انداز کیے گئے ہیں، (ج) تاریخ سال وار مرتب کی گئی ہے،

حسن سے واقعات کا سلسل ٹوٹتا ہے (۵ : ۱۵۶)۔ (۲) ملا احمد پر یہ اعتراض عام ہے کہ اس نے مسی حیالات کا اظہار نہیں کیا ہے۔ ڈاکٹر محفوظ الحق کی رائے ہے کہ کتاب کا حتما حصہ انہوں نے دیکھا ہے اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا (ص ۲۶۸)۔ لیکن ان تعریضات کا کیا کیا جائے ہو صاحب بحال المؤمنین نے (ص ۲۵۵) بھی درج کی ہیں اور جس سے ملا احمد کے لب و لہجہ کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۳) ملا احمد (ص ۲۶۸) کا اعتراض ہے کہ تاریخ النبی میں معلومہ دور کا حال زیادہ سرا کر نامہ سے دلچسپی کا گنا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب آصف جان کے ہوسہ حصے کے بارے میں ہے اور ملا احمد سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔

سراحم و سلحش سحر اورنی Major Riverty کے انگریزی ترجمے کا مسودہ انڈیا آفس لائبریری میں ملی۔ یورپ میں محفوظ ہے۔ سترہ صفحات کے اقتباسات کا ترجمہ المٹ اور ڈاؤس میں موجود ہے (۵ : ۱۵۰) یا ۱۰۱۔ فارسی ملخص، یعنی احسن الفص و دافع العاص (تالیف ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۲-۱۸۳۳ء) اور احمد بن ابی الفتح السریف الاصفہانی، کے نسخے بھی بعض کتاب خانوں میں پائے جاتے ہیں (ستوری، ص ۱۲۱)۔

معاصر سلسلہ : اکثری دربار کے قلمی نسخے کا ایک حصہ کلکتے کے مسٹر احب گھوش Ajit Ghose کے کتب خانے میں ہے۔ اس پر ڈاکٹر محفوظ الحق نے ایک مقالہ، بعنوان *Discovery of a Portion of the Original illustrated Manuscript of Tarikh-e-Afifi* written for the Emperor Akbar، جولائی ۱۹۳۱ء کے اسلامک کالج میں شائع کیا تھا۔

مآخذ :- (۱) عبدالقادر بدایونی، ملا، مستحق التواریخ، کلکتہ ۱۸۶۹ء، ۲ : ۳۱۷ تا ۳۱۹، ۳۶۳ و ۳ : ۱۶۸ تا

مائل اور آنکھیں گہری بیلی تھیں۔ [ہندوستان کے محل نادساہ ہمایوں کی والدہ ماہمہ بیگم اور اکبر اعظم کی والدہ حمیدہ بانو بیگم کا سحرہ نسب آپ سے ملتا تھا۔ اسی طرح عہد اکبری کی ایک اور حاسون بانو آغا بھی، جو حمیدہ بانو کی عزیز اور سہیل الدین احمد خان بیٹاوری کی زوجہ تھیں اپنا نسب انہیں سے ملاتی تھیں۔] آپ برسر (پہسان) کے علاقے میں ایک گاؤں نامہ یا نامق میں ۱۰۸۹ھ/۱۰۰۹ء - ۱۰۵۰ء میں پیدا ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق نوعمری میں آپ بر آسنہ سری کا عسلہ بھا، یہاں تک کہ ۱۰۶۳ھ/۱۰۷۰ء میں، جب آپ کی عمر نائیس سال کی بھی، ایک روز کسی نرم بے حسی کے لئے آپ سراب سے لدا ہوا گدھا گھر ہانک کر لا رہے تھے کہ اچانک ہانف عسی کی ایک آوارہ حالت بدل دی اور آپ اسے گاؤں کی پہاڑیوں میں غریب سیں ہو گئے۔ یہاں پورے بارہ برس تک ریاض اور محاہدے کی زندگی بسر کرے اور حراساں کے حد سہروں کی سر و صاحب کے بعد ناطلی ہدایت کے مطابق آپ فہسان میں برد (برد) حام کے پہاڑوں میں مقیم ہو گئے، جہاں آپ بے مسجد نور کے نام سے ایک مسجد تعمیر کرائی اور لوگوں سے ملنے جلنے لگے۔ یہاں آپ بے سوانر چھبے سال تک فام کیا۔ چالیس برس کی عمر میں (۱۰۸۸ھ/۱۰۸۹ء) آپ حام کے معذ آباد نامی گاؤں میں مستقل ہو گئے، جہاں آپ بے انک حاقاہ اور اس کے ساتھ ایک جامع مسجد تعمیر کرائی۔ آپ بے مسرتی ایران میں سرخس، بسااور، ہراب، ناخرو وغیرہ دور دراز سہروں کا سفر کیا اور کہتے ہیں کہ آپ مکہ [معطہ] بھی گئے۔ مآحد سے اس باب کا بھی پتا چلتا ہے کہ سلطان سحر سے آپ کے دانی تعلقات تھے۔ جب آپ بے محرم ۱۰۳۶ھ/ اگست ۱۱۴۱ء میں اپنی ہی حاقاہ میں انتقال کیا تو اس وقت آپ کے مریدوں کی

۱۶۹، (۲) شاہوار خان، مصنام الدولہ: مآثر الامراء، کلکتہ ۱۸۹۱ء، ۳: ۲۵۸ تا ۲۶۴، (۳) نور اللہ شوسری، قاضی: مجالس المؤمنین، تہران ۱۲۹۹ھ، ص ۲۵۴ تا ۲۵۵، (۴) ابوالفضل: آئین اکبری، انگریزی ترجمہ، ار بلاخ، ۱۸۷۳ء، ۱: ۲۶ تا ۲۷، (۵) Storey Persian Literature، ۲/۱، ۱۹۳۵ء، ص ۱۱ تا ۱۲، ۱/۱: ۱۹۵۳ء، ص ۱۱۰، ۱۲۴۰، ۱۳۹۴، (۶) The History of India Elliot & Dowson، ۱۸۷۳ء، ۵: ۱۵۰ تا ۱۵۱، (۷) Akbar the Great، V A Smith، ۱۵۱۲-1605، (۸) Moghul، 1512-1605، طبع دوم، ۱۹۱۹ء، ص ۲۶۲ تا ۲۶۳، (۹) A Bibliography of Mughal S R Sharma، (۱۰) Rulers of India (1521-1707 A D)، بمبئی ندوں تاریخ، (۱۱) Mahfuz-ul-Haq، (۱۲) Discovery of a Portion، (۱۳) of the Original illustrated Ms of the Tarikh-e-Alfi، (۱۴) written for the Emperor Akbar، (۱۵) در اسلامک کلچر، (۱۶) حوالہ ۱۹۲۱ء، ص ۲۶۲ تا ۲۷۱ (مع دو تصاویر) (ڈاکٹر وحید قریشی)

احمد نگوذر: دیکھئے ایلحابہ۔

احمد تھانیسری: دیکھئے تھانیسری۔

احمد جام: یا احمد حامی، قصہ حام کے رہے

والے، سلجوقی عہد کے ایک ایرانی صوفی تھے، جو العراقی، عدی بن مسافر، عی الفصاء الہمدانی اور سائبی کے ہم عصر تھے۔ آپ کا پورا نام سہیل الدین ابونصر احمد بن ابی الحسن بن احمد بن محمد التامی الحامی ہے اور زندہ ہل (ہل دیو فام) کے عرف سے بھی مشہور ہیں۔ اپنے آپ کو آنحضرت (۱۶) کے صحابی حضرت حریر بن عبد اللہ العلی (ابن سعد، ۲: ۱۳) کی اولاد سے بتاتے تھے [جو بلند فام و حوبرو تھے اور اسی لئے حضرت عمرؓ انہیں "اہل اسلام کے یوسف" (یوسف ابن امت - حامی: بفحاف الاس) کہا کرتے تھے]، لیکن عرب ہونے کے باوجود آپ کے چہرے کی رنگ سرخ بھی، ڈاڑھی سرخی

ایک حاضی جماعت بن چکی تھی۔ آپ کی عداوت نے مطابق آپ کو معدّ آناد کے باہر ادک ایسی جگہ طو۔ لکھا گیا۔ اسے اب کے ادک ۱۰۰ سو سے اب حوا میں دیکھا گیا۔ نتیجہ وہی ہے کہ بعد آپ کے مرار کے مراب ایک مسجد اور ایک خانقاہ تعمیر کی گئی۔ اس کے بعد جہاد۔ عمارتیں بنائی گئیں اور یہ سب ایک شہر بنی، جو اب تک موجود اور سب سچ حام [رقہ ناں] کہلاتی ہے۔ مرد بن گئے۔ آپ کے سال کے وہ اب کے انتہائی دور میں ہے۔ خود نامی پیر ان میں سے ایک۔ رہا الدین، آپ کے آباء کی حلات اور مریدوں کی عداوت و بیعت۔ دم سہال ۱۱۔ سعد الدین محمد۔ بیوی احمدی ایک صوفی مسٹر، جو کہ سال ۱۸۶۳ء/۱۳۵۹ء میں ہو (حام: بہت الٹا ہے، بعد)، انہوں نے وہاں الدین کی خدمت میں کی اولاد سے تھے اور ان کے بھائی کے بھائی اور حجازی بھائی روح الدین احمد تھے احمد حام کے بھائیوں میں سے تھے

احمد حام کی روحانی تربیت کسی خاص سلسلہ میں بیعت کے ذریعے نہیں ہوئی بلکہ آپ نے حلو سبھی میں جو۔ ہی اما راسہ بلاں کیا، باہم رواہ بد ہے کہ آپ کو ایک برگ، اوطا ہر کرد سے بوسل تھا، جس کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ حضرت ابوسعید بن ابی العیر کے مریدوں میں سے تھے اور انہوں نے اسے برکات کا سود لگا ہوا حرفہ بھی [میں حضرت ابوسعید سے وراثہ چلا آتا تھا] احمد حام کو دیا تھا۔ صوفی اولیاء کے بد کروں کا یہ ایک معروف موضوع رہا ہے کہ کوئی مسہور شیخ اپنا حرفہ کسی دوسرے کے حوالے کر دے اور اسے کچھ ایسی مخصوص علامات بتا دیتا ہے جن کے ذریعے وہ اس حرفے کے آئندہ پہنچنے والے کو صاحب کر سکے، لیکن بالعموم ایسی روایات

کو محض احیاء ثاب کیا جا سکتا ہے (قب بردوس المریدہ (مرئہ Meier)، مقدمہ، ص ۱۸، بعد)۔ ہو سکتا ہے کہ یہاں بھی حقیقت یہی ہو۔ مد کورہ نالا الکوسوی کی نام مشہور ہے کہ انہوں نے بعد میں اسی سرفے کو پہنچے کا دعویٰ کیا تھا [اگرچہ قول حامی (نجات الائن) یہ حرفہ سچ احمد حام کے بعد ثابت ہو گیا]۔

حضرت احمد حام نے مفصلہ دہل کتابیں، جو سب فارسی زبان میں ہیں، تصنیف کیں: آس المائیں، سراج السائرین (مرغوبہ تاریخ تصنیف ۱۱۹۰/۱۱۹۰ء)، صوح لطیف (- صوح الروح؟)، روضہ المدین، بحار الحقیقہ، نور الحکمہ، مفتاح النجات ۱۲۸/۱۲۸ء میں لکھی گئی)۔ ان تصانیف میں سے اب تک صرف اول الذکر اور آخر الذکر دستیاب ہو سکی ہیں، گو مرزا معصوم علی شاہ (م ۱۹۰۱ء) نے اپنے وقت میں دوسری کتاب [سراج السائرین] بھی پڑھی تھی۔ بد کرہ نویسوں کی وہ معلومات جو پہلی جہے تصانیف کی تاریخوں کے متعلق ہیں (ایوانوف Ivanow، در JRAS، ۱۹۱۷ء، ص ۳۰۳ بعد ۳۰۹ تا ۳۰۴) حرثی طور پر ضرور غلط ہوں گی، کیونکہ ان نام تصانیف کی تہریر مفتاح النجات میں موجود ہے، اس لیے ان کی تصنیف کا زمانہ ۱۲۸/۱۲۸ء سے پہلے ہی کا ہوگا۔ ہاں اگر تصانیف مذکورہ کی تہریر محض الحاقی ہو یا تصانیف مذکورہ بر بعد میں نظر ثانی کی گئی ہو تو یہ دوسری بات ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور تصنیف رسالہ سمرقندیہ بھی محفوظ ہے، اسے سوال و جواب بھی کہتے ہیں، کیونکہ وہ ایک سوال کے جواب میں لکھا گیا تھا۔ دو میں تصانیف ایسی بھی ہیں جن کا سوانح نگاروں نے حوالہ دیا ہے اور جن کے متعلق یہ ناں کیا جاتا ہے کہ فتوح الروح کے ساتھ حام میں معلوم کے حملے کے وقت تلف

مقصود۔ متعدد معرابت میں سے صرف ایک کو مستحب کرتے ہوئے۔ روح یا حان، یعنی حقیقت تو کی تلاش ہے، جس کے محض دو راستے ہیں: ذکر الہی اور انتظار (مراقبہ)، یہاں تک کہ داب ناری انبی رحمہ سے انبی حقیقت کسی مدے پر ظاہر کر دے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کو بعض صوفیوں کے خیال کے مطابق محسوس مانا السراج، الکلائنادی اور القشیری کی طرح حضرت احمد حام کے نزدیک بھی ناممکن ہے، کیونکہ اس عقیدے سے حلول لارم آتا ہے اور انسان کو صرف صفات الہیہ کے آثار کا علم ہو سکتا ہے نہ کہ خود ان صفات کا (قدیم اور حادث میں عدم بناسب)۔ حضرت احمد حام کے خیال میں صحیح عقیدہ یوحنا یہ ہے کہ تمام افعال و حوادث کو ایک اصلی سرچشمے کی جانب راجع قرار دیا جائے، یعنی داب ناری کی طرف (مقدرات، تدبیر، قدرت، فادر)۔ جہاں تک نائی نایوں کا تعلق ہے عسوی حقیقی کے احوال و کمالات کم و بس و بس وہی ہیں جو عسوی مجاری کے ہوا کرتے ہیں۔ کوئی شخص کسی دوسرے کے ساتھ فی الواقع ایک نہیں ہو سکتا۔ معسوی حقیقی سے وہ مماثلت جو کوئی شخص اختیار کر سکتا ہے حلد ہی غائب ہو جاتی ہے اور انسان فوراً اپنی روزمرہ کی زندگی کی طرف لوٹ آتا ہے اور اگر وہ مماثلت دوبارہ ظاہر ہو تو اس کے برعکس انسان کے تعلقات دوسوی بھر منقطع ہو جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی احمد حام مصوفانہ زندگی کی عظمت اور اس کی روحانی قوت کا بیان ساغرانیہ پیرایہ میں بھی کرتے ہیں۔ وہ فصل بس عراض کی مثال دیتے ہیں کہ حب انہوں نے قراتی چھوڑ کر راہ ہدایت احسار کی ہو انہوں نے ان سب لوگوں کا مال واپس کر دیا جنہیں انبی و عسوی کے زمانے میں لوٹا تھا اور جب ان کے پاس کچھ باقی نہ رہا تو اس وقت بھی اپنی قناء کے بیچے سے ایک یہودی کے

ہو گئی تھیں، التہ فیروز شاہ بعلی (۷۵۲ تا ۷۹۰ھ/ ۱۳۵۱ تا ۱۳۸۸ء) کے دہلی کے کتب خانے میں احمد جام کی سب کتب موجود ہیں۔ مصباح الأرواح (مخطوطہ رضا پاشا، عدد ۳۰۰۹)، جس کا ذکر اب (تبدیل مادہ جامی) میں ہے، علماً احمد حام کی تصنیف نہیں ہے۔

خود احمد حام کے اے قول کے مطابق انہی تبدیل ہونے کے وقت تک آپ نے علوم دین کی تحصیل نہیں کی تھی اور جو کچھ بھی ان علوم کے بارے میں آپ نے بعد میں حاصل کیا یا سنا ہے اسے محض کتب سمجھا جائے۔ انکے اسے تسلیم کرنے میں درا ناممل کی ضرورت ہے، کیونکہ آپ کے ابتدائی اقوال سے بھی کچھ نہ کچھ واقف علم دین سے ضرور مرئج ہوئی ہے اور اس سے بھی زیادہ آپ کی محرمات سے، جن کے لئے علم دین کا ہوا لاندی تھا۔ مہر حال آپ کے نظریات یا کم سے کم ان کا ہر ایک بیان مصاد اور غیر معلفہ نایوں سے جاری نہیں ہے۔ آپ کا علم دین زیادہ تر قرآن و سب رسی اور سبب کے مطابق ہے، جس کا کہ صوفی اسے سمجھے ہیں۔ اس باب میں آپ بگتے سنی ہیں، مثلاً آپ مسح الحفص کو حائز سمجھے ہیں۔ تاہم عمل صحیح میں حجب (یعنی استدلال ناطمی) کو شامل سمجھے ہیں اور ان کے نزدیک کوئی ناخاطر فعل جس کے ساتھ حجب شامل ہو اس حائز فعل سے بہتر ہے جو بلا حجب ہو۔ آپ کے عقیدہ طریقت میں برکت نفس کے مدارج کو تسلیم کیا گیا ہے، یعنی نفس امّارہ، نوائسہ، اور ملثمہ کی مبارک طے کر کے نفس مطمئنہ کا مقام حاصل کر لیا ہے اور اس آخری منزل کے دل (قلب) سے خلق کی وصاحت کی کوسس کی گئی ہے۔ آپ نفس مطمئنہ کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ وہ ایک پیام ہے جو دل کا مستقر ہے (غلاف دل)۔ آپ کے نزدیک ریاض و محاہدہ تصوف کا

لئے سونا نکل لائے، کیونکہ ساری ریں سونا ہی گئی تھی۔ اسی رسالے (مفتاح النجاة) میں، جو آپ کے ایڈیشن کی نیوہ و اس کے موقع پر لکھا گیا تھا، اب کہتے ہیں، کہ وہی وہ [مقبول دوزخہ اسی] ہے جس کی معرفت و یوسف وہ نابی کرنا ہے جس پر وہ سب کرنا ہے، اور اسی کی معرفت میں ساریے و طب النجاة رہے ہیں، اور اس کے لئے دعا کریں ہیں۔ خدا، اندال اور راشد وہ سورج ہے جس سے تمام لوگ، اور اور روسی دے میں۔ جو فی نے لے لیے وہ اے ماحول میں برکت کا جسم اس طرح سے کہ جس طرح کہ مسک اور عود اپنی حور، مسر دے ہے۔ آراء دیکھ جفتی ہر ایک کسے ہے جس کی حور نہ ہے کہ وہ اس سے مس ہو جائے وہ اس کے رک میں رہا جائے

۱۔ کی روحانی شخصیت کی وہ بصورت جو آپ کے مضامین اور تحریرات سے عماد ہوئی ہے اس دیور سے مضاد ہے جو آپ سے مسوب لیا جاتا ہے اور جس سے یہ منظور ہوتا ہے کہ آپ ایک وحدانی وحدت الوجودی تھے، جو انبی الوہب کے شے میں سب و سراسر رہا ہے۔ حسا شد ابوانوف (Ivanow, JRAS, ۱۹۱۰ء، ص ۳۰۰) پہلے لکھ چکے ہیں اور حسا شد Rafter نے اسے ایک بھی حد میں اپنی مثال ظاہر کیا ہے، اس سہ کی گتہ، ر موجد ہے کہ یہ دیوان ہم از کم حرثی طور پر۔ علی ہے، لیکن اس مسئلے میں انہی زیادہ مفصل بحثات کی ضرورت ناپی ہے۔ یہ دیوان کئی محظوظات کی شکل میں محفوظ ہے، اگرچہ وہ سب مکمل نہیں ہیں (مہرست، در Biblio Meier)، اور لیتھو میں چھپ بھی چکا ہے (کان بور ۱۸۹۸ء، لکھنؤ ۱۹۲۳ء)۔ آپ کا تخلص احمد اور احمدی ہے۔ آپ کے سوانح بکر آپ کے نام سے منظومات کی ایک

اور کتاب بھی مسوب کرتے ہیں۔

۲۔ مآخذ: سوانح (۱) رضی الدین علی بن ابراہیم البائنا۔ی، حو شیخ کا همعصر تھا، اس کی کتاب اب محفوظ نہیں ہے لیکن اسے حسب دلائل مصنفین نے استعمال کیا ہے (۱) سید الدین محمد بن موسیٰ العربی، یہ بھی شیخ کا همعصر اور مرید تھا معانی شیخ الاسلام... احمد بن ابی العباس النامی ثم العاصی، حو نواح ۵۶۰۰/ ۱۲۶۰ء میں مرتب ہوئی، مخطوطہ نامہ پاسا استنبول شمار ۳۹۶، ورق ۳۸ تا ۱۲۲، احمد کے حقیقی حالات زندگی اور فکر کے لئے نہ نصف تقریباً ناکارہ ہے، کیونکہ وہ ایسے معجزانہ افسانوں سے بھرے ہوئے جو محض قطعہ عوام کی دلچسپی کا باعث ہو سکتے ہیں۔ العربی نے ضرور ایسے ہر و مرشد کے بعض شاعرانہ اقوال کے معانی مادی صورت میں لے لیے ہوں گے۔ بہر حال یہ کتاب اس لحاظ سے دلچسپ ہے کہ اس میں صوفی روایات کی مثالی شکلیں موجود ہیں اور اسی طرح بعض تاریخی حالات اور سرزمین ایران کے بعض جغرافیائی نام بھی (۳) احمد "تاریخ" سی، شیخ کا همعصر، جس کی تصنیف غالباً محمد بن ابی رہ سکی، لیکن جس کی اور العربی کی تصنیف کا استعمال (۴) ابوالکارم بن علاء الملک حاسی نے حلامہ المعانی میں کیا ہے، حو ۵۸۲/ ۱۳۳۶ - ۱۳۳۷ء میں لکھی گئی اور شاہ رح کی حلیہ میں پھینک دی گئی؛ اس کا ایک فلمی نسخہ انشائیک سوسائٹی آف کمال (Ivanow's Cat، ۱: عدد ۲۴۰) میں، اور دو نامکمل معطلوئے روس میں ہیں جن میں سے ایک کو ابوانوف Ivanow نے JRAS، ۱۹۱۰ء، ص ۲۹۱ تا ۳۶۰ میں شائع کیا (۵) علی سورخند (عالمًا نوژحانی) (۵۹۲۹/ ۱۵۰۰ء) کی تصنیف ہے، حو عالمًا ابوالکارم کی تصنیف پر مبنی ہے اور جسے جابیکوف نے استعمال کیا تھا؛ (۶) حاسی کی معانی الانس (کلکتہ ۱۸۵۹ء، ص ۳۰۰ تا ۳۱۷) میں جو مقالے احمد حام اور ابوطاہر گزرد پر ہیں اور اس کے علاوہ اس کتاب کے کچھ اور حصے بھی العربی

ہے، حوقوق برہلی (برق کلب) کا نائب رہا، ۱۷۱۱ء میں برہلی کی مہم میں حصہ لینے کے بعد سکیم احسار کر لی تھی احمد نے اندازے عمر ہی میں ری حب اس دھڑے میں دنا اور ۱۸۳۹ء میں، حب اس کی عمر صرف سیرہ سن کی تھی، ایسے استاںول کے ابدہ مدرسے میں تعلیم پانے کے لیے بھیج دیا گیا۔ وہاں اس نے مدرسے کے عام نصاب کے علاوہ نہ صرف جدید علم ریاضی کا، بلکہ اے اے فارغ اوقات میں مشہور شاعر سلمان مہم سے فارسی بھی سیکھی اور شہر قدیم کے مطابق شعر کہنے لگا۔ مہم ہی نے اس کا تخلص جودت بخوبی کیا، جو بعد میں اس نے اپنے نام کا حصہ بنا لیا۔

سند "احزاب" حاصل کرنے کے بعد، حب اس کی رو سے وہ بدالی نسلہ احسار کر سکتا تھا، ۱۸۲۶/۵ - ۱۸۴۰ء میں قاضی کے عہدے پر اس کا سب سے پہلا نائبہ مگر برائے نام مقرر ہوا۔ ۱۸۴۶ء میں حب مصطفیٰ رسد پاسا وزارت عطی کے عہدے پر مقرر ہوا تو اس نے سبب الاسلام کے دور سے درخواست کی کہ اس کے لیے کوئی وسیع الحال عالم فراہم کیا جائے، جسے سرعب کا انا علم ہو کہ وہ جدید قوانین اور نظام ناموں کی معمول تربیت و سوند میں، حبیں وزیر اعظم نافد کرنا چاہتا تھا، مدد کر سکتے۔ اس کام کے لیے احمد جودت ہی کو منتخب کیا گیا۔ اس وقت سے لے کر رسد پاسا کی وفات تک، یعنی سیرہ برس کے دوران میں، جودت کے تعلقات اس سے بہت گہرے رہے، یہاں تک کہ وہ اسی کے گھر میں اس کے بچوں کے اناالوں کی حب سے رہتا بھی رہا۔ اس مدت میں علی پاسا اور فواد پاسا سے بھی اس کی واقفیت ہو گئی اور رسد پاسا کے برعب دلانے پر وہ سیاسی اور انتظامی خدمات انجام دیے لگا۔ ۱۸۵۰ء میں اس کا مقرر صحیح معنوں میں پہلی بار عمل میں آیا۔

کی تحبہ، ت ماحود میں؛ میر دیکھے (۷) اس کے بعد (طبع Sanguinetti و Defiémery) ۲ - ۱۱ بعد ۱۱۱۱ مرزا معصوم علی شاہ: تاریخ الحاد، طبع سبکی، ۱۵۱۳/۱۶ میں ۲۰۱

مطالعات ۰ (۹) جیکوف (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰) (۱۰۰۱) (۱۰۰۲) (۱۰۰۳) (۱۰۰۴) (۱۰۰۵) (۱۰۰۶) (۱۰۰۷) (۱۰۰۸) (۱۰۰۹) (۱۰۱۰) (۱۰۱۱) (۱۰۱۲) (۱۰۱۳) (۱۰۱۴) (۱۰۱۵) (۱۰۱۶) (۱۰۱۷) (۱۰۱۸) (۱۰۱۹) (۱۰۲۰) (۱۰۲۱) (۱۰۲۲) (۱۰۲۳) (۱۰۲۴) (۱۰۲۵) (۱۰۲۶) (۱۰۲۷) (۱۰۲۸) (۱۰۲۹) (۱۰۳۰) (۱۰۳۱) (۱۰۳۲) (۱۰۳۳) (۱۰۳۴) (۱۰۳۵) (۱۰۳۶) (۱۰۳۷) (۱۰۳۸) (۱۰۳۹) (۱۰۴۰) (۱۰۴۱) (۱۰۴۲) (۱۰۴۳) (۱۰۴۴) (۱۰۴۵) (۱۰۴۶) (۱۰۴۷) (۱۰۴۸) (۱۰۴۹) (۱۰۵۰) (۱۰۵۱) (۱۰۵۲) (۱۰۵۳) (۱۰۵۴) (۱۰۵۵) (۱۰۵۶) (۱۰۵۷) (۱۰۵۸) (۱۰۵۹) (۱۰۶۰) (۱۰۶۱) (۱۰۶۲) (۱۰۶۳) (۱۰۶۴) (۱۰۶۵) (۱۰۶۶) (۱۰۶۷) (۱۰۶۸) (۱۰۶۹) (۱۰۷۰) (۱۰۷۱) (۱۰۷۲) (۱۰۷۳) (۱۰۷۴) (۱۰۷۵) (۱۰۷۶) (۱۰۷۷) (۱۰۷۸) (۱۰۷۹) (۱۰۸۰) (۱۰۸۱) (۱۰۸۲) (۱۰۸۳) (۱۰۸۴) (۱۰۸۵) (۱۰۸۶) (۱۰۸۷) (۱۰۸۸) (۱۰۸۹) (۱۰۹۰) (۱۰۹۱) (۱۰۹۲) (۱۰۹۳) (۱۰۹۴) (۱۰۹۵) (۱۰۹۶) (۱۰۹۷) (۱۰۹۸) (۱۰۹۹) (۱۱۰۰) (۱۱۰۱) (۱۱۰۲) (۱۱۰۳) (۱۱۰۴) (۱۱۰۵) (۱۱۰۶) (۱۱۰۷) (۱۱۰۸) (۱۱۰۹) (۱۱۱۰) (۱۱۱۱) (۱۱۱۲) (۱۱۱۳) (۱۱۱۴) (۱۱۱۵) (۱۱۱۶) (۱۱۱۷) (۱۱۱۸) (۱۱۱۹) (۱۱۲۰) (۱۱۲۱) (۱۱۲۲) (۱۱۲۳) (۱۱۲۴) (۱۱۲۵) (۱۱۲۶) (۱۱۲۷) (۱۱۲۸) (۱۱۲۹) (۱۱۳۰) (۱۱۳۱) (۱۱۳۲) (۱۱۳۳) (۱۱۳۴) (۱۱۳۵) (۱۱۳۶) (۱۱۳۷) (۱۱۳۸) (۱۱۳۹) (۱۱۴۰) (۱۱۴۱) (۱۱۴۲) (۱۱۴۳) (۱۱۴۴) (۱۱۴۵) (۱۱۴۶) (۱۱۴۷) (۱۱۴۸) (۱۱۴۹) (۱۱۵۰) (۱۱۵۱) (۱۱۵۲) (۱۱۵۳) (۱۱۵۴) (۱۱۵۵) (۱۱۵۶) (۱۱۵۷) (۱۱۵۸) (۱۱۵۹) (۱۱۶۰) (۱۱۶۱) (۱۱۶۲) (۱۱۶۳) (۱۱۶۴) (۱۱۶۵) (۱۱۶۶) (۱۱۶۷) (۱۱۶۸) (۱۱۶۹) (۱۱۷۰) (۱۱۷۱) (۱۱۷۲) (۱۱۷۳) (۱۱۷۴) (۱۱۷۵) (۱۱۷۶) (۱۱۷۷) (۱۱۷۸) (۱۱۷۹) (۱۱۸۰) (۱۱۸۱) (۱۱۸۲) (۱۱۸۳) (۱۱۸۴) (۱۱۸۵) (۱۱۸۶) (۱۱۸۷) (۱۱۸۸) (۱۱۸۹) (۱۱۹۰) (۱۱۹۱) (۱۱۹۲) (۱۱۹۳) (۱۱۹۴) (۱۱۹۵) (۱۱۹۶) (۱۱۹۷) (۱۱۹۸) (۱۱۹۹) (۱۲۰۰) (۱۲۰۱) (۱۲۰۲) (۱۲۰۳) (۱۲۰۴) (۱۲۰۵) (۱۲۰۶) (۱۲۰۷) (۱۲۰۸) (۱۲۰۹) (۱۲۱۰) (۱۲۱۱) (۱۲۱۲) (۱۲۱۳) (۱۲۱۴) (۱۲۱۵) (۱۲۱۶) (۱۲۱۷) (۱۲۱۸) (۱۲۱۹) (۱۲۲۰) (۱۲۲۱) (۱۲۲۲) (۱۲۲۳) (۱۲۲۴) (۱۲۲۵) (۱۲۲۶) (۱۲۲۷) (۱۲۲۸) (۱۲۲۹) (۱۲۳۰) (۱۲۳۱) (۱۲۳۲) (۱۲۳۳) (۱۲۳۴) (۱۲۳۵) (۱۲۳۶) (۱۲۳۷) (۱۲۳۸) (۱۲۳۹) (۱۲۴۰) (۱۲۴۱) (۱۲۴۲) (۱۲۴۳) (۱۲۴۴) (۱۲۴۵) (۱۲۴۶) (۱۲۴۷) (۱۲۴۸) (۱۲۴۹) (۱۲۵۰) (۱۲۵۱) (۱۲۵۲) (۱۲۵۳) (۱۲۵۴) (۱۲۵۵) (۱۲۵۶) (۱۲۵۷) (۱۲۵۸) (۱۲۵۹) (۱۲۶۰) (۱۲۶۱) (۱۲۶۲) (۱۲۶۳) (۱۲۶۴) (۱۲۶۵) (۱۲۶۶) (۱۲۶۷) (۱۲۶۸) (۱۲۶۹) (۱۲۷۰) (۱۲۷۱) (۱۲۷۲) (۱۲۷۳) (۱۲۷۴) (۱۲۷۵) (۱۲۷۶) (۱۲۷۷) (۱۲۷۸) (۱۲۷۹) (۱۲۸۰) (۱۲۸۱) (۱۲۸۲) (۱۲۸۳) (۱۲۸۴) (۱۲۸۵) (۱۲۸۶) (۱۲۸۷) (۱۲۸۸) (۱۲۸۹) (۱۲۹۰) (۱۲۹۱) (۱۲۹۲) (۱۲۹۳) (۱۲۹۴) (۱۲۹۵) (۱۲۹۶) (۱۲۹۷) (۱۲۹۸) (۱۲۹۹) (۱۳۰۰) (۱۳۰۱) (۱۳۰۲) (۱۳۰۳) (۱۳۰۴) (۱۳۰۵) (۱۳۰۶) (۱۳۰۷) (۱۳۰۸) (۱۳۰۹) (۱۳۱۰) (۱۳۱۱) (۱۳۱۲) (۱۳۱۳) (۱۳۱۴) (۱۳۱۵) (۱۳۱۶) (۱۳۱۷) (۱۳۱۸) (۱۳۱۹) (۱۳۲۰) (۱۳۲۱) (۱۳۲۲) (۱۳۲۳) (۱۳۲۴) (۱۳۲۵) (۱۳۲۶) (۱۳۲۷) (۱۳۲۸) (۱۳۲۹) (۱۳۳۰) (۱۳۳۱) (۱۳۳۲) (۱۳۳۳) (۱۳۳۴) (۱۳۳۵) (۱۳۳۶) (۱۳۳۷) (۱۳۳۸) (۱۳۳۹) (۱۳۴۰) (۱۳۴۱) (۱۳۴۲) (۱۳۴۳) (۱۳۴۴) (۱۳۴۵) (۱۳۴۶) (۱۳۴۷) (۱۳۴۸) (۱۳۴۹) (۱۳۵۰) (۱۳۵۱) (۱۳۵۲) (۱۳۵۳) (۱۳۵۴) (۱۳۵۵) (۱۳۵۶) (۱۳۵۷) (۱۳۵۸) (۱۳۵۹) (۱۳۶۰) (۱۳۶۱) (۱۳۶۲) (۱۳۶۳) (۱۳۶۴) (۱۳۶۵) (۱۳۶۶) (۱۳۶۷) (۱۳۶۸)

ایسے دارالمعلمین کا ناظم مقرر کر دیا گیا اور مجلس معارف کا رکن اور دسر اعلیٰ بھی بنا دیا گیا۔

دارالمعلمین میں اپنی نظامت کے زمانے میں، جو سائبا آئندہ سال ہی ختم ہو گئی، حودت نے وہاں کے مسئلہ کے داخلے، گزارے اور امتحانات کے سلسلے میں اصلاحات منظور کرائیں اور مجلس معارف کے سر کی حیثیت سے اس نے ایک رویداد لکھی۔ جس کا ترجمہ یہ نکلا کہ جولائی ۱۸۵۱ء میں ”انجمن داس“ کا تمام عمل میں آیا، جس کی جانب مارج ۱۸۵۲ء میں فواد پاشا کی معیت میں مصر کے سرکاری دورے کے بعد اس نے اپنی تمام تر وجہ مدد دی اور اپنی بہترین نصف تاریخ وقائع دولت علیہ کا آغار کیا، جس کی پہلی تین جلدیں اس نے Crimean کے دوران میں اس انجمن کے سر اہتمام مکمل کیں۔ جب یہ جلدیں سلطان عبدالعزیز کی خدمت میں پیش کی گئیں تو اسے منصب سلطانیہ پر فائز کیا گیا۔ فروری ۱۸۵۵ء میں وہ وقائع نوامس مقرر ہوا اور ۱۸۵۶ء میں غلطہ کا ملا ایسی خطبہ)۔ ۱۸۵۷ء میں اسے اعلیٰ عدالتی حکام میں منصب مکہ عطا ہوا۔ اسی جنگ کے زمانے میں اسے اس مجلس ماہرین کا رکن مقرر کیا گیا جس کے سپرد یہ کام تھا کہ بحارنی داد و ستد کے متعلق احکام سریع کی ایک کتاب مرتب کرے۔ یہ مجلس ایک مصنف کتاب السیوع سائنس کر سکی تھی کہ اسے نوڑ دیا گیا۔ ۱۸۵۷ء میں وہ مجلسی نظامت کا رکن مقرر ہوا اور یہاں اس نے فوجداری قانون نامہ مرتب کرنے میں نمایاں حصہ لیا اور ارسنی سہ کو میسونو [کمیشن برائے اراضی شاہی] کا صدر ہونے کی حیثیت سے اس نے طاہو (قالہ deed-title) کے متعلق بھی ایک قانون نامے کی ترتیب و تدوین میں شرکت کی۔

۱۸۵۸ء میں رشید پاشا کی وفات کے بعد علی

پاشا اور فواد پاشا نے حودت کو مشورہ دیا کہ وہ علمی پیشے کو حیرانہ کہہ کر سرکاری ملازمت اختیار کرے اور ویدن Widm کے والی لی کے عہدہ قبول کر لے؛ لیکن اس نے یہ مشورہ قبول کرنے میں قریباً آٹھ برس لگا دیے، گو اس دوران میں اسے دو مرتبہ مختلف اہم اور انتظامی کاروبار پر ناظر خصوصی (کمشنر) مقرر کیا گیا۔ پہلی مرتبہ ۱۸۶۱ء کے موسم خزاں میں اسے اسقودرہ بھیجا گیا اور دوسری مرتبہ (ایک جنرل کے ساتھ، جو ایک ڈویرن کا سالار تھا) ۱۸۶۵ء میں طارس Taurus کے علاقے میں قوزن Kozan بھیجا گیا، تاکہ ضروری اصلاحات کے ذریعے ان علاقوں میں اس و سکون قائم کیا جائے۔ پہلی مہم میں وہ ایسا کامیاب ثابت ہوا کہ ۱۸۶۳ء میں اسے مفتش کے طور پر فاضی عسکر (اناطولسہ) کا عدالتی عہدہ دے کر بوسہ بھیجا گیا۔ یہاں بھی اس نے آئندہ اٹھارہ ماہ میں اس بحال کرنے میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اس عرصے میں پہلے تو اسے اس کمشنر کا رکن بنایا گیا جو سرکاری احبار تقویم وقائع کی اصلاح کے لیے قائم ہوا تھا اور اس کے بعد اسے مجلسی والا کا رکن مقرر کیا گیا۔ جنوری ۱۸۶۶ء میں جب اس کی وقائع نویسی ختم ہو گئی تو اس نے پیسہ قصاء کو ترک کر دیا۔ اس کے علمی منصب کی جگہ اسے اب وزیر کا درجہ عطا ہوا اور ولایت حلب کا والی مقرر کیا گیا، جس کی احکام سلطانیہ دربارہ ولایات کے مطابق اس نے سر نو حد بندی کی گئی تھی۔ فروری ۱۸۶۸ء میں دیوان احکام عدلیہ کی صدارت کا عہدہ سنبھالنے کے لیے اسے دارالحلافہ میں واپس بلا لیا گیا، یہ ادارہ ان دو اداروں میں سے ایک تھا جو مجلسی والا کی جگہ قائم ہوئے تھے۔ دوسرے ادارے کا نام شورائے دولت تھا۔ یہ زیادہ تر جودت کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا کہ اس ادارے کے تحت



”نظامی“ عدالتوں کا قیام عمل میں آنا۔ عدالتوں پر دیوانوں کے سامنے ہونا، یعنی عدالت میں (مرافعتہ، appeal) اور عدالت میں (casuation) اور ان کی عدالتوں میں بدل دی گئی۔ وزیر عدالت کی جانب سے اسے پہلے دور وزارت ہی میں حودت نے ایک دفعہ قصاص کی تعلیم و شہادت اور مالی و دیوانہ کی اصلاح کے لیے دیوینی اور علی صاحب مدرس سے استفادہ کیا۔ چنانچہ اس نے اس کی بھی ترقی دالی کہ ایک احمدیہ پانڈر اس کے راجہ بکرائی میں مدد کی۔ حودت نے محکمہ (رکنوں) یعنی مجموعہ اہل کار کیا۔ اس قسم کے محکمہ کے ساتھ (وہی ایسا سا جو اسلامی اصول و معائنہ پر ہی مبنی ہے) حاصل کر کے اسے حودت کو حوالہ دیا اور رواج اور مذہبی پاسا کی نائید حاصل بھی، اس نے علی ایسا ہی حودت کے محال کیا اور ان کے بجائے قرا۔ یہی پاسا دیوانی (Code (civil) اور ان کے لیے توجہ دیا گیا۔

حودت نے (۱۸۷۰ء) اب نہ حساب ملے کیا گیا) اپریل ۱۸۷۰ء تک وزیر انصاف کے منصب پر فائز رہا۔ اس وقت تک حودت کی کار حلدوں میں ہو چکی تھی، لیکن ناچوں کی حلد کے حمل ہوئے ہی وہ معرواں ہو گیا اور اگرچہ اسے بروہہ والے معرواں کر دیا گیا تھا لیکن اسے فوراً ہی اس عہدے سے بھی سبکدوں کر دیا گیا۔ اس کے بعد ماہ اکتوبر تک وہ سحر رجا، نا اراکہ اسے احمدی محکمہ پر شوراے دولت کے سب سے بڑے منظم کی صدارت کے لیے واپس بلا لیا گیا۔ اس زمانہ میں محکمہ کی ناچوں حلد کے علاوہ چھٹی حلد بھی، جس کی سرسب و بدویں میں حودت کے کوئی عامہ نہ تھا، شائع ہو گئی تھی۔ مؤخر الذکر حلد میں بہت سی خامیاں مافی رہ گئی تھیں، جس کی حکہ حودت نے فوراً ایک نئی حلد شائع کر دی تھی۔ یہی چہرے اسے واپس بلائے کا باعث بنی

بھی۔ پھر اس تاریخ سے ۱۸۷۳ء میں تمام حلدوں کے چھپ جانے تک اس محکمہ کی سرسب و بدویں کی بکرائی اسی کے سرسب رہی، اگرچہ اس کام کے حلال دوسرے اہم عہدوں پر اور بعض اوقات ولایات میں بھی اس کی تعیناتی ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک اہم عہدہ وزیر تعلیم کا تھا، جو ماہ اپریل ۱۸۷۳ء میں اسے ملا۔ اس حسب میں اس نے لڑکوں کے تدریسی مدارس (جسٹن مکتب لڑی) میں اصلاحات کرائیں۔ یہ (ناپوی مدارس) کے لیے نصاب تعلیم تیار کیا، سر آئندہ اسے والے مدارس اعدادیہ (مڈل Middle) ۵ سبب مرتب کیا۔ ان حلدوں انتظامات کے باعث نئے درسی نصاب تیار کرنا ضروری ہو گیا۔ حوالہ اس سلسلے کی بنی کتابیں اس نے حودت کے اور دارالامعالم کی منظم حلد اس طریق سے بنائی کہ ان کے درسیوں کے مدارس کی ضروریات بحوالہ پوری ہو سکیں، لیکن نومبر ۱۸۷۳ء میں جس میں حودت کے صدر اعظم سرسب ہو جانے پر، حودت عامہ ملے ہی سے سلطان عبدالعزیز کو معرواں کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا، حودت کو والی پاسا (Janina) سرسب کر کے دارالاجلاہ سے اھر بھیج دیا گیا۔ نا اراکہ اس کی جانب سے اس حرکت کی مخالفت کا اعلان ہوا نہ رہے۔ حوالہ اگلے سال ماہ جون میں جس میں حودت کی معرواں کے بعد نہیں حوالہ وہ اسے اسلی عہدے پر بحال ہو سکا۔ نومبر ۱۸۷۵ء میں اسے حوالہ وزیر عدل و انصاف سرسب دیا گیا اور اس حسب میں اس نے بحالی معاملات کی عدالتوں کو اسی وزارت کے تحت منتقل کرایا، حوالہ تک وزارت بحال کے ماتحت تھی۔ نا اہم محمود بدیم پاسا کی دوسری مدارب عظمی کے زمانے میں حودت نے عمر منگی سرمایہ داروں کو مراعات دینے کی بحوالہ کی مخالفت کر کے اس کی ناراضگی مول لے لی۔ چنانچہ پہلے نو مارچ ۱۸۷۶ء میں اسے روم ابلی

کی ولایت کے معاہدے کے لیے دورے پر بھیجا گیا اور بعد میں وزارت عدلیہ سے موقوف کر دیا گیا۔ وہ ملک سام کا ولی ہو کر حانبے ہی والا تھا کہ محمود مدیم کی وزارت برطرف ہوئی اور حودت کو بکسری مریمہ وزیر تعلیم بنا دیا گیا۔

حودت نے عبدالعزیز کی معرولی میں، حومٹی کے آمد میں واقع ہوئی، کوئی حصہ نہ لیا اور بوسر میں عبدالحمید ثانی کے حب نشین ہونے کے بعد وہ وزارت عدلیہ میں واپس آگیا۔ اب مدحت پاشا کے ساتھ اس کے تعینات میں مسمل ناچانی کی صورت پیدا ہو گئی، کیونکہ مدحت کی رائے یہ بھی کہ ان محاکموں میں جن میں حودت نے حصہ لیا شروع کر دیا تھا اس کا وہ دستورے معلیٰ رحمت پسند نہ تھا۔ اس کے باوجود مدحت نے اپنی صدارت عظمیٰ کی ساری مدت میں حودت کو اپنے عہدے پر رقرار رہا، یہاں تک کہ مدحت محبوب اور وزارت سے معزول ہوا اور اس کی جگہ سافریلی اڈیم پاشا مقرر ہو گیا۔ اب وہ یہاں سے مدینہ ہو کر وزارت اور داخلہ میں چلا گیا۔ یہ وزارت نئی نئی قائم ہوئی تھی اور اس پر وہ ۱۸۷۷ء کی حکمت روس کے احکام تک فائز رہا، جس میں ناب عالی کا حصہ لیا اسے پسند نہ تھا۔ کچھ عرصے وزیر اوقاف سادی رہنے کے بعد وہ دوسری بار ملک سام کا ولی مقرر کیا گیا۔

وہ سام میں دو ماہ تک رہا۔ چونکہ اسے اس علاقے سے وری واقف بھی اس لیے اس عرصے میں اس نے قوزل Kozan میں نواب حودت ایک اور بغاوت کی سرکوبی کی۔ اسی سال دسمبر کے مہینے میں مدحت نے اس کی جگہ لے لی اور اسے واس بلا کر ایک اور وزارت، یعنی وزارت بحار کا صدر مقرر کر دیا گیا۔ اکتوبر ۱۸۷۹ء میں حیرالدین پاشا صدر المعظم کی برطرفی پر حودت پاشا

نے دس روز تک کانسٹنٹینوپل کی وزارت کی اور کواچواک سعد پاشا کے مقرر ہر اسے چوبھی مریمہ وزیر عدلیہ مقرر کیا گیا۔ اب تک یہ اس کا طویل ترین دور وزارت تھا، یعنی پورے دس سال۔ یہ وہی زمانہ تھا جب مدحت پر مقدمہ چلایا گیا۔ حودت بظاہر پہلے ہی سے اس کی مذمت کرتا تھا کہ وہ ایک دغا باز، بصرانی پسند وزیر ہے، چنانچہ خلاف معمول وہ نہ لحاظ منصب سرلسکر بن کر حودت اس دس سال کے ہمراہ سمرا گیا جو مدحت کو گرفتار کر کے دارالسلطنت میں لانے کے لیے متعین ہوا تھا۔

جب احمد وفاق پاشا بوسر ۱۸۸۲ء کے آخر میں صدر اعظم مقرر ہوا تو حودت کی وزارت عدلیہ کا چوبھا دور ختم ہو گیا اور پھر کہیں جون ۱۸۸۶ء میں حاکم اسے اسی عہدے پر آخری مریمہ مقرر کیا گیا جس پر وہ چار سال تک فائز رہا تھا۔ اس عرصے میں وہ ان خاص حصہ محاسن کے بنی ارکان میں شامل رہا جو سلطان عبدالحمید نے سیاسی مسائل پر بحث کرنے کے لیے معتمد کی تھیں۔ اس کے علاوہ وہ اس مجلس کی صدارت بھی کرتا رہا جس نے ۱۸۹۹ء کی بغاوت کی سرکوبی کے بعد افریض (Crete) کے نظام حکومت میں محلف برامسم جاری کرانے کے لیے ایک فرمان سلطانی مرتب کیا تھا۔ ۱۸۹۰ء میں وہ مسعمی ہو گیا، کیونکہ صدر اعظم کامل پاشا کی حکمت عملی سے اسے اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور اس کے بعد اس نے امور سیاست میں کوئی حصہ نہ لیا۔ اپنی زندگی کے آخری بیڑہ برس، جس میں سے نو سال تو محض گوسٹ نہائی میں گزرے، اس نے محلف قسم کے ادبی کاموں کی طرف اپنی تمام تر توجہ مبذول رکھی، جس میں اس کی تاریخ کی آخری جلدوں کی تالیف کا کام بھی شامل ہے۔ ۲۵ مئی ۱۸۹۵ء کو اس نے اپنی مالی [ساحل سمندر کی رہائش گاہ] واقع نیک میں انتقال کیا۔

جودت پاشا کے طور پر عمل اور اس کی سیاست، دونوں میں سرسری پسندی اور مذہبیتیں ایک عجیب اسرار پایا جاتا ہے۔ اگرچہ اس نے استقلال کے ساتھ برقی معاشرہ میں رہا، یہ وہ روشن حسالی اور جذباتی سدا اثر ہے جو اس نے اور حکمران طبقے میں جہالت، بعد اور جودت کے اظہار کی اور تمام میں وہ وہ سبب اس کی بہت مدد کی ہے، تاہم اس نے اسے ابتدائی مدرستے کی تعلیمات کے ادبی اثرات سے رہے۔ جہاں اس کی تعلیمی تعلیمات میں اس کے معاصرین کی ذمہ داریوں پر کچھ چہرے نہیں ہیں اس کے لئے جسے وہ امید کی جھلک پائی، جہاں اس کی ڈرہائے کے رمانے کی بناء میں جذبات نے مغلی اس کے حالات میں تبدیلی کا اظہار کیا ہے اور ان کے بارے میں وہ اکثر بیخ ڈالامی پر قائم تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جودت کے طور پر عمل میں تبدیلی نہیں آئی تھی حد تک مذہبیت پاشا سے مخالفت کی وجہ سے وہی پیدا ہوئی، جو اس نامداف بنانا نہ تھا کہ وہ فرانسسسی زبان پر پورا عبور نہیں رکھتا اور اس لئے یورپ کے افکار نہیں سمجھ سکتا۔ اس کے بعد سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حالات و واقعات اور بالخصوص اس نامناسب حصے سے جو اثر ہے مذہب کے خلاف مددے میں لیا جودت کو تسلیم و حسن ایک رحمت پسندانہ رویہ احسار کرنے پر مجبور کر دیا اور یہ چہر عبدالحمید کے عہد کے حامی رجحان سے بہت مناسب رہی تھی۔

و سوفاں تاریخیہ سی کے (جو زیادہ تر حلقہ گرامے کی تئیں جاناں رہی ہے) میں اور کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں، یعنی (۱) تاریخ، جو عام طور پر تاریخ جودت کہلاتی ہے۔ یہ بھی بارہ حلقوں میں ہے۔ اس میں ۱۸۷۷ء سے لے کر ۱۸۹۶ء تک (۲) تاریخ، تاریخ کے معاہدے سے لے کر نئی چری فوج کی برطرفی تک) کے واقعات درج ہیں۔ اس نصف کی مکمل میں - روح سے لے کر آخر تک بس سال صرف ہوئے اور اس مدت کے دوران میں ان معاصر انقلابات کے باعث جو برقی معاشرے میں روحا ہوئے اس کے اسے بظاہر میں بھی تبدیلی ہوئی رہی۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ چھٹی اور اس کے بعد کی حلقوں میں اس کا اسلوب بیان زیادہ سادہ اور عسری ہو گیا ہے۔ ان زیادہ تر محدث طبعوں میں جو کتاب کی تالیف کے زمانے میں شائع ہوئی رہیں اس پر بعض برسوں اور اصافے ضرور آئے، لیکن اس کے باوجود کتاب کا اصل مادہ قائم رکھا، لیکن جو آخری طبع (”ترتیب جدید“ کے نام سے) ۱۸۸۵ء اور ۱۸۹۱-۱۸۹۲ء کے درمیان مکمل ہوئی اس میں زیادہ سادی طور پر رد و بدل کر دیا گیا، چنانچہ مثال کے طور پر اس میں اصلی حلقہ اول اب محض کتاب کی تمہید ہو گئی۔ (۲) دنا تر جودت، ان یادداشتوں کا مجموعہ جو اس نے وفاتے نویس کی حشبت سے اپنے رمانے کے حوادث کے معنی مرتب کیے، اور جنہیں اس نے زیادہ تر اسے حاسین لطفی کے حوالے کر دیا تھا۔ ان یادداشتوں میں سے صرف چار باقی رہ گئی ہیں اور OTEM، سمارہ ۴۴ تا ۴۷ اور یگی مجموعہ، ۲: ۴۵۴، میں شائع ہو چکی ہیں۔ جو یادداشتیں اس نے اپنے پاس رکھ لی تھیں وہ محظوظات کی شکل میں شہر و انقلاب مؤرخہ سی، استانبول، میں محفوظ ہیں، لیکن اس کی بیٹی فاطمہ علیہ حاتم کی تصنیف

جودت کی بے شمار تصانیف میں اس کی تاریخی تصانیف کو اہم ترین درجہ حاصل ہے۔ علاوہ قصص النساء و بوارج حلقہ کے، جو بارہ صحیفہ حلقوں میں ایک درسی نصف ہے (حضر آدم سے شروع ہو کر سلطان مراد ثانی کے عہد تک) اور جو اس نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں مکمل کی، اور قیریم



مرکوزہ بالا ترجمے پر لکھا۔ (۲) در سال ۱۹۲۷ء، شماره ۳، (۳) ا، ت، بدل مادہ (ار احمد حمیدی طال پناہ A H Tanpinar) (۴) ایف دیو اوغلو نیوک ترکیجہ مفتی اوسلو احمد حکمت، انقرہ ۱۹۵۱ء، جس پر در دار اوغلو H Dizdaro نے ترک دلی، ۱۹۵۲ء، ص ۲۴ تا ۳۱ میں ناقدانہ تبصرہ کیا ہے۔

(G L Lewis و F Giese)

- ⊗ احمد خان: سر، دا شر (جواد الدولہ، عارف حکمت، خطبات از شاہ دہلی)، سدا احمد خان، اسیویں صدی میں مسلمانان ہند کے ایک عظیم رہنما اور مصنف؛ حوی سند ولادت، دہلی، ۵ ذوالحجہ ۱۲۳۲ھ/۱۸۱۷ء؛ ان کے اسلاف ہرات سے ساجھان کے شہد میں مددوساں آئے اور سلاطین مغلیہ کے صاحب لٹی صاحب بر فائر رہے۔ سر سند کے والد سر نقی ولد سر محمدی، جو ایک درویش مزاج شخص اور حبیب عارف علی شاہ (محدثی) کے خاص مرید تھے، فلغہ دہلی کے ششمہ حواری درباروں میں تھے، مگر سر سند کی بھانیاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی عقیدت مند تھیں۔ سند احمد خان کے نانا خواجہ فرید الدین احمد بہادر (دسر الدولہ، امیر الملک، مصلح جنگ) ناندساہ دہلی الشریعہ نامی کے وزیر اور کچھ عرصے تک اسٹیشنر اندنا لکھی کے سفر رہے۔ سر سند بیس ہی سے والد کے ہمراہ ناندساہ کے دربار میں جایا کرتے تھے۔ یہ بعلی ۱۸۵۷ء میں بھی جنگ آزادی تک قائم رہا۔ تعلیم و تربیت ماں کی نگرانی میں قدم طریقے کے مطابق ہوئی۔ ان کی استعداد فارسی میں بہت اچھی اور عربی میں متوسط درجے کی تھی۔ آپ نے عربی کی سرید تحصیل اُس زمانے میں کی جب آپ سلسلہ ملازمت دہلی آئے تھے۔ انہوں نے ہندسہ اور ریاضی اپنے ماموں نواب ربیع العادیں خان سے اور طب حکیم غلام حیدر سے پڑھی۔ شعر و شاعری سے بھی کچھ عرصے تک لگاؤ رہا، چنانچہ ان کا

دھر خارجہ میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس کی بدنامی نہایت مسار رہی اور ۱۹۲۶ء میں وہ محکمہ معصر حجاب کا سر نام ہو گیا۔ اس کے نام سے سامہ وہ اچھے برائے دار سے ہیں اور ۱۹۵۱ء کے دارالفنون میں ادبیات کی مدم بھی دلا رہا۔ کچھ عرصے کے لیے وہ آفرہ میں دُک اور اونی کے مقامی شعبے کا صدر بھی رہا۔

و، اندام اور ثوب فوں کی اسے مضامین اشاعت کے لیے ہمیں کرنا تھا لیکن وہ احمد خان ضرور اسامیہ کرنا تھا۔ اس کے اسیر شاہ اور مو، وح برقی ہوئے تھے اور وہ صلاح رہا کی بعد کے ہادیوں میں سے تھا۔ اس کی سب سے پہلی کتابی لیلی ما بود، ترجمہ و تفسیر، نے نام سے شائع ہوئی تھی، جس کا اردو ترجمہ جادو، المذہب لیلی خانم نا لری کی فارسی کے نام سے شائع ہوا۔ اس کی کتابوں کی ایک حد بارساں و اشعار نے نام سے شائع ہوئی استابول ۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰ء۔ ان میں سے دس ماسوں کا حرم ترجمہ Jacob Türkische Bibliothek، ۱۹۰۷ء، میں مصنفہ اس کے ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا بعد کے زمانے کی بعض تحریروں اس کی ایک کتاب چہلمان لیر (مجموعی اشار) کے نام سے ۱۹۲۲ء میں استابول میں طبع ہوئی۔ اس کے لطیف مزاج کا مظاہرہ سب سے زیادہ اسی تحریروں میں ہونا ہے جن میں مسکنم صرف ایک شخص ہو (monologues) اور نہ صاحب تحریر اسی سے سب سے پہلے برقی ادبات میں معارف کی۔ [وہ شعر بھی نہیں تھا اور طرائف کی محک کے موقع پر اس نے لٹی پر جوش نظمیں لکھی تھیں، علاوہ اس شاعری اور موسیقی پر اس نے چند تحقیقی مقالے بھی تحریر کیے۔] وہ استابول میں ۲۰ مئی ۱۹۲۷ء کو فوت ہوا۔

مآخذ: (۱) Schrader کا وہ مقدمہ جو اس نے اپنے

جا سکتی ہے: ۱۔ بحشیہ مصنف: ۲۔ بحشیہ مصلح مدھی: ۳۔ بحشیہ رہنما۔ ان میں سے سب سے پہلے نصاب کو لجیے۔

نصاب اور علمی کام: سرسید کی نسیمی زندگی کو بی حصوں میں تقسیم کیا جا سکا ہے: (۱) انداء سے ۱۸۵۷ء تک (۲) ۱۸۵۷ء سے ۱۸۶۹ء (۳) ۱۸۶۹ء سے ۱۸۹۸ء تک۔ پہلے دور کی نصاب میں اگرچہ نئے اثرات بھی نمودار ہیں، مگر عموماً قدیم رنگ ہی جھلکتا ہے، مثلاً سرائی طرر کی تاریخ نویسی (جامِ حم فارسی، مطبوعہ ۱۸۴۰ء، سمور سے بہادر شاہ ظفر تک سٹالسی نادشاہوں کا مختصر حال)؛ مذہب، احادی اور بصوف پر کچھ رسالے (حلاۃ القلوب تذکرہ المصنوع، ۱۲۵۵ھ، محاسن مولود میں پڑھے کے لیے صحیح روایات پر مبنی سیرت رسول صلعم پر ایک رسالہ، راہ سب و نعت، مؤلفہ ۱۸۵۰ء، طریفہ محمدیہ کی نائید اور اہل تقلید کی تردید میں، تحفہ حسن، ۱۲۶۰ھ، تحفہ اناعسریہ کے باب ۱۲۰۱ کا ترجمہ، رد سعه میں، کلمۃ الحق، ۱۸۴۹ء، سری بریدی کے حلاف، نیمہ، ۱۸۵۲ء، بصور شیح کے متعلق ایک فرضی خط، کلمات سعادت کے حد اور ای کا اردو ترجمہ، ۱۸۵۳ء؛ ان کے علاوہ انہوں نے ریاضی پر بھی چند کتابیں لکھیں، مثلاً تسہیل فی حر الثقیل (مطبوعہ ۱۸۴۴ء)، اردو ترجمہ معارف القول بوعلی؛ فوائد الافکار فی اعمال الفخار، دو انگریز عالموں کی فرمیس سے ہرکار کے متعلق اپنے نانا کی بعض فارسی تحریروں کا ترجمہ؛ قول متین در ابطال حرکت رس، گردش آسمان کے حق میں ایک رسالہ۔ مدرجہ نالا مدھی نصاب میں عموماً حضرت سید احمد ریلوی اور شاہ عبد العزیز کے اثرات کاربما ہیں اور ریاضیات میں پرانا مذاق نظر آتا ہے۔

اس زمانے میں بدورانِ ملازمت انہیں تاریخ نگاری

بخلص آہی تھا، مگر سنجیدہ مقاصد زندگی نے انہیں شاعری کی طرف صحیح معنوں میں متوجہ نہیں ہونے دیا، البتہ اپنے زمانے کے نامور ادباء و شعراء سے خوب خوب صحبتیں رہیں۔

ولد کے افعال کے بعد (عمر ۲۲ سال) اپنے خالو حلیل اللہ خان صدر امین دہلی کے پاس عدالت کام سکھ کر انہیں کے پاس سرور تہدار ہو گئے۔ اس کے بعد آگرے کے کمشنر کے دفتر میں نائب منشی بن گئے (یہاں قوائس معلفہ نسیمی کا خلاصہ بار (کہ)۔ منشی کا اسحاق دینے پر دسمبر ۱۸۴۱ء میں دین پوری میں منصف مقرر ہو گئے اور پھر درجہ بہ درجہ ترقی کر رہے ہوئے حج والد حصہ (Small Cause Court) کے عہدے تک پہنچ گئے۔ اس حث سے وہ فتح پور سکری، دہلی، رھنک، جھور، مراد آباد، عاری پور، علی گڑھ اور سرس میں بیوڑے بیوڑے عرصے تک رہے اور ۱۸۶۹ء میں انگلستان بھی گئے۔ ۱۸۷۶ء میں ملازمت سے حید ہو کر علی گڑھ میں مقیم ہو گئے۔

سرسید احمد خان ۱۸۷۸ء میں امپریل کونسل کے رکن مقرر ہوئے۔ ان کے اہم کارناموں میں ایک وہ ملی الاولاد کی تجویز اور البرٹ بل کی ۔ ۔ ۔ اس کے علاوہ ۱۸۸۲ء میں ایجوکیشن کے رکن اور ۱۸۸۷ء میں ہلک سروس کے رکن مقرر ہوئے۔ ۱۸۸۸ء میں انہیں ۔ ۔ ۔ ۔ کا خطاب ملا اور ۱۸۸۹ء میں ۔ ۔ ۔ ۔ ایل۔ ایل۔ ڈی کی ڈگری عطا کی ۔ ۔ ۔ ۔ اور سیاسی خدمات انجام دیے کے ۔ ۔ ۔ ۔ مارچ ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء / ۵ ذوالعدہ ۱۳۱۵ھ میں ریلوے رور مدرسہ العلوم علی گڑھ کی حید کے احاطے میں دس ہوئے (تفصیل کے لیے ۔ ۔ ۔ ۔ حیات جاوید)۔

سرسید کی زندگی پر بی حیثیتوں سے نظر ڈالی

۱۸۶۰ء تا ۱۸۶۱ء)۔ اس دور کی مدھی بالفاظ میں مصالحہ کا حدسہ کارفرما رہا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں اور عسائیوں کے سیاسی تعلقات خوش آوار ہو جائیں، جس کے لیے ضروری تھا کہ پہلے ان دونوں قوموں کی مدھی وحدت کا اصول مسلم آوارا جائے، حناجید دھتوی نے ساری اور رسالہ احکام طعام اہل کتاب (۱۸۶۸ء) کے علاوہ نائل کی تفسیر میں آکلام بھی اسی زمانے میں لکھی تھی (مراد آباد و عاری نور میں ملازم کے دوران میں) [یہ مکمل نہ ہو سکی]۔ اس دور کے حاصل علمی کاموں میں صابری کی تاریخ سرور سہی کی تصحیح بھی شامل ہے، جو اگرچہ درست و بحشیہ کے لحاظ سے معاری نوسن نہیں کہلا سکتی، تاہم اس نے ان کی محبت اور دوق کا بنا ضرور چلنا ہے (مطبوعہ انسائیک سوسائٹی آف سکال، ۱۸۶۲ء)۔ اس حدسہ کے اعراف میں سرسند آوارا ایشائیک سوسائٹی نے فلو نامرد کیا تھا)۔ ۱۸۶۶ء میں انہوں نے سائٹفک سوسائٹی کا (جو برمانہ فام عاری پور فام کی گئی تھی) احبار جاری کیا، بعد میں یہی احبار علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ کرٹ کے نام سے بڑی مدت تک نکلتا رہا۔ لچھ عرصے تک براگرس احبار بھی اس کرٹ میں مدغم ہو کر چلتا رہا۔

سرسند کے علمی کاموں کا دور سوم بڑا نتجہ حیر تھا۔ اس میں انہوں نے سور Sir William Muir کی لائف آو محمد [Life of Mahomer، ۱۸۶۱ء] کے جواب میں برمانہ فام انگلستان (۱۸۶۹ء - ۱۸۷۰ء) خطاب احمدیہ نصف کی لم اس کے بعد تفسیر القرآن لکھی، جو نامام رہی (جلد اول، مطبوعہ ۱۲۹۷ھ)۔ بعد میں اس کی مرید حلدیں وقتاً فوقتاً شائع ہوئی (عین)؛ نصف قرآن سے کچھ زیادہ (سترہویں بارے تک) لکھ پائے تھے کہ انتقال ہو گیا (چھ مطبوعہ حلدیں آخر سورہ نبی اسرائیل تک اور ایک جلد غیر مطبوعہ سورہ انبیاء تک)؛ بڑ

کے شیعہ مذاہب اور نئے رجحانات سے بھی روہ۔ اس ہونے کا موبع ملا۔ اس دور کی احمدیہ مادہ آثار الصنادید ہے، جس میں دھتوی کی سوانح بھی ہیں۔ انعام اول ۱۸۶۷ء میں جس میں وہ مسجور سے پہلے ہو کر دھتوی کی سوانح عام حال کے مطابق یہ کتاب انام میں شائع کی گئی۔ معاویہ مرتب ہوئی [اسی مواد سرسند کے سارے اور اسے تحریریں لکھ کر چھپائی گئی تھیں]۔ پہلی انعام میں مسجور نے مقدمہ لکھ کر دیا تھا۔ انعام دہائی (۱۸۸۰ء) کا اندازہ ہاں یہ اور حدسہ فہم ہے [خوسر سد کی اس تحریر ہے]۔ ان محسبات اور مقبول نصف دہائی میں سب سے زیادہ ڈراما داسی ہے لدا۔

اس نے علاوہ اس دور میں مسجور سے تاریخ صلح مسجور بھی مرتب کی تھی (۱۸۷۰ء کے بعد)، جو "سار" ۲۰، مانع ہو گئی۔ اس ادب کی تصحیح و انعام (مطبوعہ ۱۸۷۲ء دھتوی) بھی اسی دور میں ہوئی ("عذر" میں دوسری جلد صانع ہو گئی، جلد اول و سوم موجود ہے)۔

سرسند احمد خان کے بھائی سد محمد خان نے ۱۸۳۷ء میں (اردو کا دوسرا احبار) سد الاحبار جاری کیا تھا، جس میں سر سند بھی مصموم لکھا کرتے تھے۔ یہ احبار سد محمد خان کے انتقال کے بعد لچھ عرصے جاری رہا اور پھر سد ہو گیا۔

اب دوسرے دور کی مصافحہ آبی ہے۔ اس دور میں "عذر" سے پیدا شدہ حالات کے زیر اثر اور وقت کے سیاسی مفاصوں کے باعث انہوں نے سیاسی اور ملکی حالات و معاملات پر متعدد رسالے اور کتابیں لکھیں۔ تاریخ سر لکھی مسجور (مئی ۱۸۵۷ء سے اپریل ۱۸۵۸ء تک کے واقعات)؛ اسباب معاویہ (۱۸۵۹ء)؛ لائل محمد نر آو انڈیا (Loyal Muhammadans of India)، تین شمارے

حید جھوٹے جھوٹے رسالے، مثلاً ازالہ العین اور تفسیر السموات وغیرہ)۔ اس دور میں اس کے علاوہ برجہ تہذیب الاخلاق کا بھی اجراء ہوا (۲۴ دسمبر ۱۸۷۰ء [نکم سوال ۱۲۸۷]، دور اول: چھ سال [نکم رمضان ۱۲۹۳ھ تک]: دور دوم: دو سال پانچ ماہ [ارجمادی الاولیٰ ۱۲۹۶ھ]، دور سوم: ار سوال ۱۳۱۱ھ میں برس جاری رہ کر بند ہو گیا)۔ اس پرچے میں مولوی چراغ علی، محسن الملک، وفار الملک، دکانہ اللہ، مولوی فارقلط اللہ، وغیرہ کے علاوہ سرسید کے اسے مصائب بھی چھپے تھے۔ یہ مصائب اب مصائب تہذیب الاخلاق (جلد دوم) اور آخری مصائب سرسید، شائع کردہ قومی دکان، کسمیری بازار، لاہور میں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ سفرنامہ لندن (ناہم) سائنٹفک سوسائٹی آخبار میں اور ہنٹر Hunter کی کتاب Our Indian Mussulman کا ”ریویو“ پہلے اخبار ہاؤس Pioneers میں برٹان انگریزی اور پھر اردو ترجمہ سائنٹفک سوسائٹی آخبار (۲۴ نومبر ۱۸۷۱ء سے ۲۳ فروری ۱۸۷۲ء تک کی چودہ اساعوں) میں شائع ہوا۔

طیور مصنف سرسید کی نمایاں بریس حسبِ مصنع مذهب کی ہے۔ خطاب احمدیہ، مسین الکلام اور تفسیر القرآن ان کی اہم دینی تصانیف ہیں۔ ان کے علاوہ تہذیب الاخلاق میں بھی وہ دینی موضوعوں پر لکھتے رہے۔ انہوں نے نئے حالات میں جدید علم کلام کی ضرورت محسوس کی، چنانچہ ان کے افکار مذهب کا اصل اصول دین میں اجتہاد کی ضرورت اور مذهب کا عقل، فطرت اور تمدن کے مطابق ہونا ہے۔ ابتداء میں سرسید پر امام غزالیؒ کے حالات کا خاص اثر نظر آتا ہے، جس کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے کلمات سعادت کے بعض ابواب کا ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ احیاء العلوم (دیکھئے صمغہ اور نیشنل کالج مگرین (فروری)۔ مئی ۱۹۵۳ء، ص ۷۲) کی کتاب الصدق اور کتاب الحق

سرسید صلاحیتوں کے اعتبار سے تحقیق کے دل دادہ اور مؤرخ بھی تھے۔ چنانچہ ان کی تاریخی تصانیف اس کا کافی ثبوت مہیا کرتی ہیں، مگر سیاسی اور مذہبی و تعلیمی سرگرمیوں کے سبب وہ اپنے خالص تحقیقی اور تاریخی مشاغل جاری نہ رکھ سکے، ناہم ان کی تاریخی تالیفات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ آثار الصنادید اور بعض تاریخی مآثور (آئین اکبری وغیرہ) کی تصحیح ان کے مؤرخانہ کمالات اور محبت کے قابلِ داد نمونے ہیں۔ تاریخ میں ان کی غایت صداقت کی جستجو اور ناساھوں کے واقعات سے زیادہ انسانی معاشرے کی تاریخ اور تہذیب کی مصوری ہے (قبّ نسلی: المأمون، دیباچہ، طبع ثانی)۔ وہ تاریخی جرئیت و تفصیلات کی عمدہ تنظیم و ترتیب کے علاوہ یہ بات بھی ضروری سمجھتے تھے کہ طریق بیان دلچسپ اور دل شیں ہو۔

سرسید کا اردو ادب کی ترقی میں بھی بڑا حصہ ہے۔ وہ جدید نثر اردو کے بانی ہیں۔ انہوں نے سادہ و سلیس طریق بیان کو مقبول بنایا۔ اگرچہ ان کی



حو انہوں نے انجمنِ نجات کے لئے لکھے زمانے کے لحاظ سے مندرجہ ہیں، مگر نئی بحریک میں قوت اور وسعت سرسند ہی کے فضل پیدا ہوئی۔ حالی کا - سائنس مدد و حرر اسلام بھی انہیں کے ایماء سے نکلا۔ خط و کتابت کا فطری اسلوب، املاہ اور رسم الخط کی برہمہ، رموز و علامات کی اصلاح، علمی علمی کے سائنسیک اصول، سن فصلی اور عملی میں مساوی کی دریافت، ہجری و میلادی تاریخوں کی تطبیق وغیرہ وغیرہ ان کے اہم کارنامے ہیں۔ ان کے نامہ نام علمی مصوبوں میں ایک حجم اور جامع اردو لغت کی تدوین (۱۹۳۵ء) اور ادبیات اردو کی ایک میں مہرست بھی ہے (۱۹۳۵ء)۔

اردو ادب میں سرسند کے علمی اور ادبی کارنامے اسے اہم اور دور رس اثراں رکھتے تھے۔ ان سے ادب کا ایک خاص دستان قائم ہوا، جس کے حصائص میں سائنس، مقصدیت اور مادیت، یعنی خیال پر مادے کی ترجیح، نمایاں حسب رکھی ہے۔ اسلوب میں سادگی، پراگشکی اور مطلب نگاری اس میں ایک اہم وصف ہے، جس میں سرسند کے علاوہ ان کے رفقاء بھی برائے سر یک ہیں۔ (نصف و نائف کے علاوہ سرسند کا ایک اہم کارنامہ ان کی تعلیمی بحریک ہے۔ ہنگامہ "صدر" کے بعد مسلمانوں پر جو مہمیں آئیں ان میں سرسند نے مسلمانوں کی ہر موقع پر مدافعت کی، مگر قومی احساس اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ اس میں یہ محسوس ہوا کہ قومی یسسی کا واحد علاج تعلیمی ترقی ہے، لہذا انہوں نے تعلیم کی ترویج کا ارادہ کر لیا اور حب لڈن گئے تو انہیں اس مسئلے پر آواز دی اور فکر کا موقع ملا [اور وہ انگریزی طریقہ تعلیم و تربیت اور طریق معاشرت سے بہت متاثر ہوئے]۔ چنانچہ انہوں نے وہیں سے

تحریر میں نامہ نگاری بھی ہوئی ہے اور وہ ان کے انتخاب اور تربیت میں محسوس سے وہ بھی لیتے، تاہم ان کے بیان کی تاثیر اور دائرہ سے انہیں نہیں کیا حاسدا۔ انہوں نے طر اذ ان دی کی حمایت میں اور مشابہت کتاب کے حالات آراء بلند کی اور اردو نثر کو مقصود تہذیب کی حد سے نکال کر سچہ علمی محلات کے انتہا پر لایا۔ انہوں نے سائنسیک سیمینار، ۱۹۳۵ء کے انعقاد میں بہت سے شرحیں لکھیں۔ ان سو اٹھ سالہ اخبار بھی تھا، یہ بعد میں طبع کر کے بہت مگر ٹی کے نام سے طبع ہوا، ان کے سائنس علم برائے بڑی ترقی ہوئی (سائنس کے نام سے)۔ (۱۹۳۵ء)

سرسند نے نثر میں اپنے اندر نہ اردو ادب کے حد متاثر ہوا۔ اس میں ان کے نہیں تھے انہوں نے نثر نگاری کے بعد ادب پر توجہ سے مرکوز کیا، اردو میں علمی اور سائنسی نثر نگاری کے لیے وہ جو بنی بنیے، ان کے رفقاء اور ان کے بعد میں نے بہت سے علمی اور اسالط اور مباحث کے احساار سے بھر لے سارے ادب نے ان کا گہرا اثر قبول کیا، چنانچہ نہا جا سکتا ہے کہ اس سون صدی کے ادب اردو کو بسا سرسند احمد خان نے جسا متاثر سا انا کسی اورا دلے شخص نے نہیں کیا۔ اردو میں مصوب نگاری (Essay) کا مذاق، جس میں انڈس Addition اور سٹیل (Steele) کی مثال ان کے سامنے تھی، انہوں ہی نے پیدا کیا۔ اس کے علاوہ علم نلام، تاریخ نگاری سرب نگاری، شاعری، عرص علم و ادب کی متعدد شاخیں ان کے اثر اور عملی نمونے سے فصیلت ہوئیں۔ ادب میں حقیقت، سچائی اور فطرت کی تحریک صحیح معنوں میں انہوں ہی نے اٹھائی۔ ادب اور شاعری پر محمد حسین آزاد کے وہ لکچر

کے سیاسی امور کے رہنما بھی تھے اور اس لیے لارڈ علی گڑھ کالج صرف معلم ہی میں نہیں سیاست ملکی میں بھی مسلمانانِ ہند کی رہنمائی کے فرائض انجام دیتا رہا۔ [سروے میں حصہ برائی وضع کے علماء کالج کی بہت مخالفت کرتے رہے، بلکہ بعض تعلیم یافتہ اور روس خیال لوگ بھی اس نئی ہدایت کے مخالف تھے جس کی سرسید بنا ڈالنا چاہتے تھے اور جس کا مرکز علی گڑھ کالج بن گیا تھا۔ اس دوسری قسم کے مخالفین میں اکثر الٰہ آبادی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، جنہوں نے کالج اور سرسید کی تحریک پر مزاحیہ برائیے میں اکثر طر کی ہے، چنانچہ ایک جگہ کہتے ہیں:

سید کی روسی کو اللہ ہی رکھتے فائم

نئی بہت ہے موٹی روع بہت ہے بھوڑا

ایک اور نظم میں ایجوکیشنل کانفرس کے ایک

اجلاس کا حاکم کہہ جتے ہوئے کہتے ہیں:

بٹھے ہیں ممبر بھولے بھالے

حارے کا موسم بھولے بھالے

بہ کوئی کام ہے نہ کوئی دھندہ

لاؤ چیدہ، لاؤ چیدہ!

لیکن وہ زمانہ یہ مخالفین کالج کی افادیت کے قائل ہوئے گئے اور ہندوستان کے ہر حصے سے طلباء اس میں تعلیم پانے کے لیے آئے لگے۔ [سرسید نے، جو پہلے ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے، "انڈین نیشنل کانگریس" کے جواب میں علی گڑھ میں "نیشنلٹک اسوسی ایشن" قائم کی، جو مسلمانانِ ہند کے سیاسی حالات کی نمائندہ سمجھی جاتی تھی۔ سرسید نے اردو ہندی کے قسے میں اردو کی زبردست حمایت کی۔ اس کے علاوہ مسلمانانِ ہند کی حداگانہ حشمت اور ان کے لیے حداگانہ سیاسی حقوق کا مطالبہ کیا۔ علی گڑھ تحریک صرف تعلیمی ہی نہیں، فکری اور ہدیتی تحریک بھی تھی، جو معاشرہ، تعلیمِ علوم

ایک تحریر، عنوان "التماس خدمتِ اہل اسلام و حکامِ ہند در بابِ ترقی تعلیم مسلمانانِ ہند"، چھپوا کر مجلس الملک کے پاس بھجوائی، مگر اس معاملے میں اصل کام ان کی واپسی پر ہوا، جب انہوں نے اپنے حالات کی اشاعت کے لیے ہدایتِ الاحلاق (انڈیا، ۱۸۷۷ء) جاری کیا اور عد میں ایک "کمٹی سوانسکار برقی تعلیم مسلمانان" قائم کر کے اور معلم کے موضوع پر مضمون لکھوا کر ایک درس گاہ کی سکیم سازی اور ایک دوسری کمیٹی "حریتہ البصاعہ" کے نام سے جلسہ جمع کرنے کے لیے نمائی۔ بالآخر دئی ۱۸۷۵ء میں معلم علی گڑھ ایک ابتدائی مدرسے کا افتتاح ہوا اور مولوی سمیع اللہ خان کی مدد میں اسی سال معلم کا آغاز بھی ہو گیا۔ دو سال کے بعد (جنوری ۱۸۷۷ء) میں لارڈ لٹن L.V.II-7 سے علی گڑھ کالج کا سنگِ بنیاد پست نام۔ یکم جنوری ۱۸۷۸ء میں کالج کے درجے قائم ہوئے اور انچھہ سہ سید کی زندگی میں، کچھ ان کے اساتذہ کے بعد اعلیٰ معلم کے اکثر سب سے فائم ہوئے گئے۔ [سرسید اس کالج کو انگلستان کی درس گاہوں کے نمونے پر قائم کرنا چاہتے تھے اور اس کے ساتھ ہی طالب کی تربیت بھی انگریزی طریقے سے ہے جسے کے سمجھی تھے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے کالج کے ساتھ ایک ہاسٹل انگلش ہاسٹل کے نام سے بنایا تھا، جو چھوٹے بچوں کے لیے مخصوص تھا اور جس کی نگران ایک انگریز خاتون مس بیگ Beck تھیں۔] یہ درس گاہ ۱۹۲۰ء میں کالج سے یونیورسٹی میں بدل گئی۔

علی گڑھ کالج کہتے کو تو ایک کالج تھا، مگر عملاً ایسے مسلمانانِ ہند کے اہم سیاسی مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ سرسید اس کالج کے سرکاری ہونے کے ساتھ ساتھ محمڈن اینگلو اوریشنل ایجوکیشنل کانفرس (۱۸۸۶ء) کے روح و روان اور مسلمانوں

## احمد الراری : دیکھیے 'راری'.

- \* احمد راسم : برکی مصنف، ۱۸۶۴ء میں  
 \* حاتم صاری نوزل Sariguzel (یا صاری گزر Sarigcz) پیدا ہوا، جو علامہ فاتح (اسانول) کا ایک محلہ ہے اور ۳۱ - ۱۹۳۲ء میں لوجریہ Heybeliada میں فوت ہوا اور وہیں دفن ہوا۔ اس کے لڑکپن ہی میں اس کے والد بہاء اللہ اس کا انتقال ہو گیا، جو حریزہ و مرص کے خاندان پشپس اوسلو سے تھا۔ احمد راسم کی پرورش اس کی والدہ کے کی۔ ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء سے لے کر ۱۸۱۲ھ / ۱۸۸۳ء تک اس نے مدرسہ دارالاسفہ اسانول میں تمام نائی، جہاں اسے ادبیات و فنون لطیفہ کا حق تھا اور اس نے مصنف کے قصہ کو لیا۔ اس سے لے کر وہ "باب عالی حادثہ سی" کہنا کرنا تھا۔ بعد کے سانی انقلابات میں بھی اس نے احساں لے کر لیا۔ اکثر دوسرے مصنف کی طرح اس نے ابداء احساں نویسی سے کی، حاتمہ اسانول کے سب مشہور و معروف احساں و رسائل میں اس کے مضامین شائع ہوئے تھے۔ بعد میں اس نے اپنے بے شمار مضامین اور خاکے جمع کر کے، ملا مقالات و مضامین (۱۳۲۵ھ) دو جلدوں میں اور عمر ادبی (۱۳۱۵ھ تا ۱۳۱۹ھ) کے نام سے چار جلدوں میں - مؤخر الذکر کتاب میں اس کی زندگی کے حالات نہیں ہیں، بلکہ اس کے روحانی ارفاء اور ان احساسات و جذبات کی چھلک نظر آتی ہے جو اس کی مختلف اقام کی مصائب میں منعکس ہوئے تھے۔

زمانہ گزرنے پر احمد راسم کی مصائب کا سلسلہ بہت بڑھ گیا۔ پہتے ہیں کہ اس کی بڑی جھوٹی مصائب کی کل تعداد ۱۴ کے قریب ہے، لیکن وہ کسی بڑے معنی میں تر نویس مصنف نہ تھا۔ کسی موضوع پر لکھنے سے پہلے وہ ہمسہ اس مضمون کا کھرا مطالعہ کرتا تھا اور پھر پوری سچائی کے ساتھ اس پر لکھتا تھا یا کبھی کبھی

اور ادب میں بعض خاص رجحانات کی نمایندہ بھی۔ زندگی کے - ملے علی آڑھ بحر تک - بعد برقی پسندانہ تھا، مگر مذہبی امور میں اس کا اور اعتدال اس کا طرہ امتیاز تھا۔ علی ۱۳۵۰ء کے اولین عام اردو سرسند اور اس کے بعد - شملی، دکنہ اللہ، ہندو احمد، چانچ علی، و قار الملک، سند، محمود، مولوی سید اللہ، اسفہل حاکم رنہس دناولی و سند - بعد میں علی ۱۳۵۰ء کی روایات اور رفرار دہسے ۱۳۵۰ء اور رفرار ۱۳۵۰ء میں ہم سے ناہ و رفرار، ۱۳۵۰ء انات احمد، مولانا محمد شملی، اللہ مولوی سند احمد، راس مسعود، سعاد حیدر اللہ، حریزہ و مرصہ شامل ہیں۔

ماآخذ: (۱) سوانح حیات (۱) - حیات - اوند

(۲) لبرل براہم (۱) - حیات - اوند

(۳) نورالرحمن - حیات - اوند

(۴) تاریخ ادب اردو (۱) - سند - حیات  
 (۵) احوال ملی سرسند : سند - حیات

(ب) عام (۶) - سید محمد انور - حیات

(۷) طفل احمد مکتوری مسلمانان ہند کا روشن مستقبل

(۸) Modern Islam in India C. I. Smith (۹) - سند

عبداللہ: The Spirit and Substance of Urdu Prose

under the influence of Sir Syed (۱) - زمانہ

سکسہ: تاریخ ادب اردو (۱) - سند - حیات

شملی: (۱۲) محمد نجفی سہا سر احمد

محمد امین رسی: د لک شملی (۱۳) - حامد حسرت - فارسی

داسان تاریخ اردو (۱۵) - مضامین سہا - الاخلاق (ج ۲)

قومی دہان، لاہور (۱۶) - مقالات شملی (اسی و بعدی)

(۱۷) رحم علی الہاشمی: فی صحافت (۱۸) - بدر شکیب

اردو صحافت: (۱۹) A Note on Muslim Bcyton

Education

(ڈاکٹر سید عبداللہ)

تھا۔ ان کتابوں کا ایک سٹش سمب مکملہ اس کی نصف سپر مکنولٹری (۱۳۲۸ - ۱۳۲۹ء) ہے، جس میں قدیم اسانول کی رنگا رنگ زندگی کے بے مثل نقاشی کی گئی ہے اور پیرایہ نیاں روزدار اور دوو افریسی ہے۔ مساب اسلام (۱۳۲۵ء) میں اسلامی بھواروں، مسحدوں اور دوسرے مدھی امور کا ذکر ہے۔ ادنیات کی تاریخ کے زمرے میں سیاسی [رنگ نیاں] بر اس کی ایک نصف ہے، جو اس کے عہد حدید کے ترک مصنف کی تاریخ (مطوعاب تاریخہ بدتل ایک سو سوک محرر لردن سیاسی، ۱۹۲۷ء) کے مقدمے کے صور پر لکھی تھی۔ مطوعاب خاطرہ لردن (۱۹۲۴ء) میں برکی مصنفوں کے اور فنگہ (۱۹۲۷ء) میں اس کے اپنے مکس کے رمانے اور عموماً قدیم نظام تعلیم کے بارے میں وہ ناپیں ہیں جو اسے یاد رہ گئی تھیں۔

علاوہ ازیں احمد راسم نے قواعد، لاعب و ندع، تاریخ وغیرہ پر بھی نکترب درسی کتابیں لکھی ہیں اور ایک کتاب مثالی اساء پرداری پر بھی نائف کی (علاوہ لی حریمہ مکاسب یا خود مکمل مساب، طبع بحم، ۱۳۱۸ء)۔ اس کے ماسوا اس کے کئی معربی کتابوں کا ترجمہ کیا اور اس کے ابتدائی رمانے کے ترجموں کے ایک بڑے مجموعے کا نام ”متحاب ار ادب معرب“ (ادنیات عربہ دن پر نیدہ، ۱۸۸۷ء) ہے۔ [ان میں Carmen Sylva, Jules Verne اور Sven Hedin کی کتابوں کے ترجمے شامل ہیں]۔ وہ نعمہ نگاری کی بھی بڑی صلاحیت رکھتا تھا اور اس نے ۶۵ گت ابی یادگار چھوڑے ہیں، جو دارالشمفہ کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔

اس وسیع ادبی سرگرمی کے لیے احمد راسم کو قدرے آزادی عمل کی ضرورت تھی، جو سلطان عبدالحمید ثانی کے دور حکومت میں مفقود بھی اور جو ایک سرکاری ملازم کی حشب سے اسے بمشکل

مراجہ انداز میں، جس میں اسے بوری دسترس حاصل تھی، نا پھر بر لطف گفتگو کے پیرانے میں لکھا تھا۔ وہ جو کچھ بھی لکھا ہمہ انک سکارانہ حدیے کے ساتھ اور اپنی مخمبوس طری نگارس کو ملحوظ رکھ کر لکھتا تھا۔ یہ طرز حدید بھی اور اس رمانے کے دنیانوں اور ادبی حلقوں کی طرز سے حدانہ بھی۔ سوام میں اس کی طرز تحریر کو بڑی مقولست حاصل ہوئی۔ اس نے اہل فلم کا ایک نا دستان قائم کیا، اور برکی ادب بر اس کا نہت گہرا اثر پڑا ہے۔

ناول، مختصر اسائے اور حکایت کے میدانوں میں اس کی ادبی صانف میں اس کے شروع کے ناول نیلی دن (۱۸۹۰ء) اور نجاریہ حباب (۱۸۹۱ء) شامل ہیں (دونوں کا محصر بحرہ، در P. Horn. „Gesch. der Turkischen Mode“ ص ۳۶ پر سید)۔ ان کے علاوہ حب وطن بر اس کا ناول مساب حباب (۱۳۰۸ء) سر بحرہ سر عسی (۱۳۱۱ء) اور مکس اربہ داسم نامی کہانیاں اور کچھ عرصے بعد کا اسانہ ناکام (۱۳۱۵ء)، پھر حب وطن بر انک اور ناول عسکر اوعلو اور رناده عشقہ کہانیاں کہانہ عم (۱۳۱۵ء) [تین جلدوں میں، ساعہ نگارس عثمان کو نس کی گئی] اور عدلیت (مطوم)۔

اس کے ساتھ ساتھ احمد راسم کو شروع ہی سے تاریخ کا سوو رہا تھا اور اس نے اپنی احساط سے مرتب کردہ تصانف کو عام بسد شکل میں نس کر کے اپنے ہم وطنوں میں تاریخ کے مطالعے کا دوو سدائرنے کی کوسنس کی۔ تاریخ روم اور تاریخ مدن وغیرہ بر اپنی ابتدائی نائف کے بعد اس نے برکی کی تاریخ کی طرف بوجہ کی اور سلم ثانی کے عہد حکومت سے لے کر مراد حامس کے عہد تک برکی تاریخ استداددن حاکم ملہ یہ (۱۳۴۱ء) - (۱۳۴۲ء) کے نام سے اور ایک عام مصرہ عثمانی تاریخ (۱۳۲۶ء تا ۱۳۳۰ء) کے عنوان سے نائف

*Literaturie*، ماسکو ۱۹۱۲ء، ص ۶ و ۱۰۰: (۱۱)  
*Unpolitische Bräfe aus der Türkei* M Hartmann  
 (در *Der islamische Orient*، جلد ۲)، لائپزگ ۱۹۱۰ء،  
 اشارہ، ص ۲۵۲ (۱۲) ایر الامین محمود کمال:  
 شوب مصر تک شاعر لی، ۸ (۱۹۳۹ء): ۱۳۵۸  
 نا ۱۳۶۰ء (۱۳) رسالہ اکبرہ گوچی۔ احمد راسم  
 حسانی سعیدہ شعر و نثری، ۱۹۳۸ء (۱۴)  
 ابراہیم علاء الدین آرومہ Ibrahim Alâettin Govsa  
 - ت مسطور لری اسانکلوپیدن سی، ص ۲۴ (۱۵)  
 نهاد سامی تیرل رستلی ترک اداسانی تاریخی،  
 ص ۲۱۸ نا ۳۲۹ (۱۶) آاد، ندیل مادہ (از  
 ساووس گل S L Savunusgil) (۱۷) سعاد حصرچی:  
 احمد راسم (ت ف دلاسلکری، ۳)، ۱۹۵۳ء۔

(W BJORKMAN)

#### \* احمد رسمی، دولت عثمانیہ کا ایک مدبر اور

مؤرخ، احمد بن اہم المعروف بہ رسمی، حریرہ  
 شوب کے ایک مقام ریمو Rethymno (ترکی میں  
 ریمو) - رمی والا جا (اور غالباً رسمی کی وجہ سسمہ  
 نہیں ہے) - وہ نہابی الاصل تھا (تسہ ہامر - برگسنال  
 Hammel-Purgstall، ۸، ۲۰۲) - وہ ۱۱۱۲ھ /  
 ۱۷۰۰ء میں پیدا ہوا اور ۱۱۱۶ھ / ۱۷۳۳ء میں  
 اسراول آنا، حماں اس سے تعلیم پائی اور رئیس  
 انسانی مذاو حسی [کے داماد] مصطفیٰ کی ایک بیٹی  
 سے سادی کی اور اب عالی میں ملازم ہو گیا۔ وہ  
 محبت سہروں میں محبت عہدوں پر مامور رہا  
 [دیکھیے سجل عثمانی، ۲: ۳۸۰ - بعد]۔ ماہ صفر  
 ۱۱۱۷ھ / اکتوبر ۱۷۰۵ء میں وہ ترکی سفیر کی  
 حشمت سے وانا آنا اور انبی واسی پر اس بے اہم  
 مساعداں اور بحرات کے معنی ایک تجربی بیان  
 رسن بنا - دوالعہدہ ۱۱۱۷ھ / مئی ۱۷۶۳ء میں  
 اسے پھر یورپ بھیجا گیا۔ اس دفعہ وہ پروشیا  
 (المانیہ) کے سپہر رلی میں سفیر بن کر گیا اور اس

میسر آسکزی ہوی، تاہم وہ دو مرتبہ مجلسی تعلیم  
 عامہ (انجمن معینی و معایہ) کا رلی ناہ، ہوا،  
 اگرچہ جڑے ملی عرصے نے اسے ۱۹۲۰ء - ۲۰  
 اس بے مدھی معاملات میں اپنی دلچسپی دے  
 دیا، یعنی جب خلافت کا خاتمہ ہوا - اس نے  
 وقت میں ایک مقدمہ دسی [۱۱۱۷ھ] نے - یہ  
 (امانت و محاسبات)، شروع ہو گیا ہے۔  
 کے معنی سرور فلم لدا، جو مدبر لدا، د ف کے  
 اخباروں میں ہی عربی زبان میں، ۱۵۰۰ء - ۱۵۰۰ء  
 کی بحور بہ بھی لدا ان بحرات کو حوالہ ان  
 کی ربار نے سے کسی محاد - ۱۵۰۰ء - ۱۵۰۰ء  
 لردنا جائے (A Villano - ۱۵۰۰ء - ۱۵۰۰ء)  
 ص ۲۲ (مد) - ۱۵۰۰ء سے وہ نفس ۱۵۰۰ء  
 اصحاب، ۱۵۰۰ء خلافتی آمد اور - ۱۵۰۰ء  
 سانہ (فب) ۱۵۰۰ء - ۱۵۰۰ء ص ۱۹ - ۱۹۳۰ء  
 ۲۲۷ اور محاد: En l'opinion biographique de  
 Turquie ۱۰ (۱۹۳۸ء)، ۲۰۲۳ (۱۹۲۹ء - ۸۸)  
 شہر اسراول بی لرف سے مجلس قی - مدد  
 (deputy) رہا، ان سے لے آخری حقے، ۱۵۰۰ء  
 رہے بن جا

مآخذ (۱) بوسال ملی، ۱ (۱۹۳۳ء) ۲۶۵ نا  
 ۲۶۷ (۲) اسمعل حسب ترک بعد اداسانی تاریخی،  
 اسراول ۱۹۲۸ء، ص ۵۶۷ نا ۵۶۹ (۳) دمسات دن  
 ہری، ۱۹۴۰ء، ص ۳۵۸ نا ۳۶۶ (۴) بی حاب  
 اذنبات، ۱۹۲۹ء، ص ۱۷۱ نا ۱۷۲ (۵) وحی مصف  
 ترک ادبات اسراول سی، ۱۹۳۳ء، ص ۹۸ نا ۱۰۲  
 (۶) بقرلورادہ رضا، مسجات بدائع اربہ، ۱۹۳۶ء، ص  
 ۳۴۷ نا ۳۵۰ (۷) دسماحان Issai sur Basmarhjan  
 ۲۵۹ (۸) حسین حامد کاوغہ لرم (Kagazlarim)، ۱۹۳۶ء، ص ۲۵۹  
 تا ۲۹۰ (۹) احمد احسان مضوعہ حاضرہ لرم، ۱۹۳۰ء، ص ۷۷  
 (۱۰) Oçerki po nowoy osmanskoy Wl Gordilewskij

مآخذ: (۱) [محمد ثریا]: سجل عثمانی، ۲: ۳۸۰۔  
 بعد: (۲) بروسی محمد طاہر: عثمانی مؤقلمری، ۳:  
 ۵۸ (مع مہرست تصانیف)؛ (۳) نانگر Babinger،  
 ص ۳۰۹ تا ۳۱۲ (اس کے سرناموں کے مخطوطات کی فہرست  
 میں یہ بھی شامل کر لیے جائیں: برلن، Or، ۱۵۰۲،  
 اوراق ۲۷ تا ۴۶ ب (نامکمل)؛ پیرس، Suppl Turc،  
 عدد ۵۱۰ (۲)؛ پیرس، مجموعہ Cl Huart اور  
 مخطوطات، جس کا ذکر اسانول کتابت لری تاریخی  
 حرمیہ یارمہ لری کتابت لوگ لری، ح ۱، عدد ۸۳، میں  
 کیا گیا ہے؛ اس کے ساتھ ہی پوشا ترجمے کا اضافہ  
 کیجیے: Podroz Resmi Ahmed-Efendego do Polski،  
 1777 Poselstwo Jego do Prus (مطابق واصل: تاریخ،  
 ۲۳۹۰۱ بعد)، در JJS Sekowski،  
 ۲۲۲ تا ۲۸۹، ح ۲، وارسا ۱۸۲۰ء، ص ۲۲۲  
 تا ۲۸۹، حدیقة الرؤساء اور حمیلہ الکراء کے مخطوطات  
 کے لیے دیکھیے بیر استانول کتابت لقری، وغیرہ،  
 اعداد ۱۲ و ۱۳)۔

(F BABINGER نانگر)

احمد رفیق: (اس نے اپنا خاندانی نام آلون آئی  
 [سمہرا حاند] احمار نسر لیا تھا)، ایک نرسک  
 مؤرخ جو ۱۸۸۰ء میں سیک طاس اسانول میں  
 پیدا ہوا۔ اس کی تعلیم کلی کے فوجی نابوی مدرسے  
 اور مکسہ حربہ میں ہوئی۔ فوجی افسر بننے  
 کے بعد بھی اس کا زیادہ تر وقت حمراسے اور  
 فرانسسی زبان کی تعلیم دینے میں صرف ہونا  
 رہا۔ ۱۹۰۹ء سے اسے [فوج کے] عمومی عملے  
 (general staff) میں احمار عسکری مجموعہ کا  
 مدیر مقرر کیا گیا، جس میں وہ خود بھی فوجی  
 موضوعات پر مقالے سائع کرنا رہا۔ تاریخ انجمی  
 کا رکن بننے کے بعد وہ ملازم سے سکندوس ہو کر  
 مکمل طور پر مطالعے میں مہمک ہو گیا۔ ۱۹۱۷ء  
 سے ۱۹۳۳ء تک وہ اسانول کی یوسورسٹی میں

بے اس سفارت کا بھی پورا حال فلمسد کا جو  
 بلادِ مغرب میں بھی حادث بوجہ ثابت ہوا، کیونکہ  
 اس میں اس نے بروشنا کی حکمتِ عملی پر رائے دی  
 کی تھی اور برلن کے حالات، وہاں کے ناسدوں کے  
 صورِ شرفیے اور تمام متعلقہ موضوعات کا تذکرہ تھا۔  
 نئی ہم عہدوں پر فائز رہنے کے بعد وہ ۲ سوال  
 ۱۹۱۱ء/۳۱ اگست ۱۸۸۳ء کو اسانول میں  
 دب ہو گیا (اس تاریخ کے متعلق قب نانگر Babinger،  
 ص ۹، حاشیہ ۲)۔ اس کا ممبرہ سموطری [اسقودار]  
 کے معنیہ سمنہ میں موجود ہے۔

ونادا اور نرلس کے سفارت ناموں یعنی  
 دورۂ بالا بحریری بنات کے علاوہ احمد رسمی نے  
 نئی اور روس کی جنگ اور کوچک قنارجہ کی صلح  
 (۱۸۶۹ء تا ۱۸۷۴ء) کے بارے میں بھی ایک  
 سالہ خلاصہ الاعتراض کے نام سے لکھا تھا۔ رسمی  
 خود اس جنگ میں سرینک تھا، حناجیہ اس نے اس  
 سالے میں اپنے ناثراب فلمسد کیے ہیں، جو ترکی کے  
 اس اہم دور سے متعلق ہیں۔ اس کے مجموعے، جس  
 میں مساہر کے سوانح حیات ہیں، خاص طور پر  
 قابلِ مہر ہیں، مثلاً حدیقة الرؤساء (مہرہ  
 ۱۸۵۰ء/۵۱۴۴ء)، جس میں جوسٹھ رؤساء الکتاب  
 ارنس اسدی لری کے حالات مذکور ہیں اور  
 حمیلہ انتراء، جس میں ساہی حرم کے سڑے سڑے  
 حواحد سراؤں (مہر لری) کا ذکر ہے۔ اسی قسم کی  
 ایک اور کتاب اس کا وہ نکتہ ہے جو اس نے ۱۸۷۷ء/۵۱۱۷  
 ۱۸۶۳ء میں محمد امین بن حاجی محمد المعروف  
 الایہ سگی رادہ کی وفات پر مہرر کیا، جس  
 میں اس نے بارہ مہرسوں میں مساہر دکور وانات  
 کی وہ کی تاریخیں دی ہیں (قت مصامیں کی وہ  
 مہرست جو ہامر-پرگشتال Hammer-Purgstall، ۹:  
 ۱۸، بعد، بے دی ہے)۔ رسمی نے علم طبقات الارض اور  
 انثال پر بھی کئی اور کتابیں لکھیں۔



وہ نے اطمینانی حس سے دل میں حلنس رہا کرتی بھی اطمینان سے بدل گئی۔ ادھر حصر حواچہ<sup>۲</sup> پر بھی آپ کے جذب و شوق اور صدق و صفا کے ساتھ ساتھ اتباع شریف اور حمیت دینی کا بڑا اثر تھا۔ پھر جب آپ نے باقاعدہ حصر حواچہ<sup>۲</sup> کے ہاتھ پر عہد کی تو ان کے ارشاد کے مطابق سرہند واپس سرحد لے گئے اور اس سلسلہ ارشاد و ہدایت کی ابتداء کی جو اوصیٰ ہاک و ہند میں مسلمانوں کی حساب ملی کے لئے ایک بڑے فاصلہ کی اور دور رس انقلاب کا باعث ہوا۔ اس دوران میں آپ حصر حواچہ<sup>۲</sup> کی دعوت پر ایک مرتبہ پھر دہلی شریف لے گئے اور چند مہینے ان کی صحبت میں بسر کیے۔ ظاہر ہے اس زمانے میں انہوں نے اپنے مرشد سے بالخصوص حساب فص کیا ہوگا، لکن اس کے بعد پھر آپ کا ان سے ملنا ثابت نہیں حتیٰ کہ حصر حواچہ<sup>۲</sup> کا انتقال ہو گیا۔ حصر مجدد<sup>۲</sup> اس وقت لاہور میں بھی جہاں حصر حواچہ<sup>۲</sup> ہی کی ہدایت پر آپ شریف لے گئے تھے۔ مرشد کی وفات کا حال سن کر آپ دہلی پہنچے، مراد بر حاصری دی، اور سرہند واپس آ گئے۔ ۱۰۲۸ھ/ ۱۶۱۹ء میں آپ کو جہانگیر نے آگرے میں طلب کیا۔ نہ وہ زمانہ ہے جب آپ کا سلسلہ تلقین و ہدایت دور دور تک پھیل چکا تھا اور آپ کے مرید اور حلقہ اسلامی ہند کے انقطاع و اصلاح کے علاوہ سبب ہند میں بھی موحود تھے، آپ کے سامنے اب ایک عصمہ السان کام تھا، یعنی ان حراہیوں کی اصلاح جو طرح طرح سے مسلمانوں میں پھیل رہی تھیں اور جس سے ایک طرف مسلمانوں کا شعور ملی، دوسری جانب اتباع شریف اور اقامت دین کے لئے ان کا احساس روز بروز کم ہو رہا تھا۔ یہی حالات تھے جس سے دیکھتے ہوئے آپ کے ایک پرحوش مرید سچ مدیع الدین نے جہانگیر کے لشکر کا رح کیا اور اسے دعوت حق دی تو ایک تعداد کثیر حصر مجدد<sup>۲</sup>

کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئی۔ ادھر آپ کے مخالفین نے جہانگیر کو بھکاریا اور حصر مجدد<sup>۲</sup> پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ اپنے بعض دعاوی میں حدود شریعت سے تجاوز کر گئے ہیں۔ یہ امر مصالح ملکی کے خلاف تھا۔ مہر کف آپ دربار شاہی میں پہنچے تو جہانگیر بڑی بے ادبی سے بس آیا، آپ کو معرور اور متکبر ٹھہرایا اور اس عذر میں کہ آپ اپنے احوال باطن کی اصلاح کر سکیں آپ کو قلعہ گوالیار میں قید کر دیا؛ لکن حصر مجدد<sup>۲</sup> کے لئے قید و بند کا یہ سلسلہ ایک نعمت عبرتورقہ ثابت ہوا؛ چنانچہ اس دوران میں آپ نے اپنے مراتب روحانی میں بالخصوص برقی کی، جس کا اظہار آپ نے اپنے مکتوبات میں بھی کیا ہے۔ رندان گوالیار ہی میں کئی ایک غیر مسلموں نے آپ کے دست حق سرست سر اسلام قبول کیا اور کئی ایک محرموں نے صدق دل سے بونہ کی۔ سال بھر کے بعد سب جہانگیر نے، جو معلوم ہوتا ہے اپنے اس فعل پر نادم تھا، آپ کی رہائی کا حکم صادر کیا تو اس کے دل میں حصر مجدد<sup>۲</sup> کی عظمت راسخ ہو چکی تھی اور وہ دل سے ان کا معتقد ہو گیا تھا۔ اس نے حصر مجدد<sup>۲</sup> کو احارب دی کہ جی چاہے تو سرہند واپس شریف لے جائیں اور جی چاہے تو لیسکر ساہی کے ساتھ رہیں۔ علاوہ اس کے حلقہ فاجرہ بھی عطا کیا۔ حصر مجدد<sup>۲</sup> نے اپنی دعوت کے بس نظر لیسکر کے ساتھ رہنا پسند کیا؛ چنانچہ کئی ایک مہموں میں آپ ناساہ کے ساتھ رہے۔ ناساہ کی بوجہ بھی اب روز بروز اس امر پر مرکور ہو رہی تھی کہ حکومت کے لئے اتباع شریعت فرض ہے۔ یوں اس طور و طریق کا ازالہ ہوا جو اکبر کے عہد میں حکومت نے اختیار کر رکھا تھا۔ اس دوران میں آپ احمر بھی شریف لے گئے اور حصر حواچہ معین الدین<sup>۲</sup> چشتی کے مراد پر مراقبہ فرمایا۔ پھر جب پیرانہ سالی کے باعث ضعف



جسمانی نژدے لگا ہوا بادشاہ کی احاطہ سے سرحد واس آگئے، جہاں ۲۸ صفر ۱۰۰۳ھ / دسمبر ۱۶۰۴ء کو آپ کا انتقال ہو گیا۔ مزار مبارک سرحد میں ہے اور اس وقت تک کہ اب تک اراکین کی زیارت گاہ ہے۔ یہ اہل مال دار ہے۔ [۱۰۰۳ء میں] سکھوں نے اسے سرحد میں ہندو ماہ میں حضرت مجددؒ (مزار ان کی دہلی میں موجود ہے) حضرت مجددؒ کی دعوت دہلی میں احاطہ سب سے ہی اور افواج دہلی کے لیے ان اولوالعزمہ کے لیے۔ کی احاطہ سب سے ہی ہندو، دوسری سیاسی۔ اہل مال دار ہندو اور ان کے اور ہندو ہوا، ان کے ہندو بھی ہو اسلامی تعلیمات کی غلط فہمی، تاہم ان کے آڑ میں مسلمانوں میں بھل رہے ہیں۔ دہلی میں ان کی نظر حکومت وقت نے ان کے حوالہ اعداد، حالات اور بنیاد پر بھی ہو مسلمانوں کی حالت ملتی ہے اس لیے ان کے مادہ عالم دہلی میں ہے اور ڈر تھا کہ اگر ان کی حالت اور معاشرہ نہ ہو عالم رہا ہو یہاں ہے ان کی ملتی حضرت حاجہ عو جائے حاجہ، حضرت مجددؒ کے ان دونوں معاملات میں ایک مسئلہ ہے موقف احبار دہلی اور مسلمانہ حضرت مسیح ولی اللہؒ کے فرمانا ان کا درجہ "لا سیما" "ارغص" کا ہے۔ اسدراں مسورت ہندو شریا۔ رہا ہے کہ حضرت مجددؒ کی شخصیت اسلامی عقیدوں کی تاریخ بصورت میں رہا ہے۔ انہوں نے جس طرح اصولاً اسلامی تعلیمات کو ان کی صحیح شکل میں اجاگر کرنا اسی طرح اس میں دہلی میں عقائد اور اس کی اس سیاسی اور ملی حسیت کو برقرار رکھنے کے لیے بھی معاہدہ قدم اٹھا، جس میں عدل ان کے بعد کا اظہار ہونا ہے۔ اثر کے عہد کی ہے عبداللہ نے سلطنتِ معلیہ کی اسلامی حسیت کو جس طرح

مسح کر رکھا تھا اور ملک بھر میں کچھ تو عجمی تصوف اور لحد بھنگی تحریک کے رہا اثر جو ملحدانہ حالات اور تحریک بھل رہی تھیں ان کے اراکین حضرت مجددؒ کی سیاسی مسئلہ کن ثابت ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت کو اس امر میں نہ تھے کہ حضرت مجددؒ کی دعوت کا انک رج سیاسی بھی تھا وہ بھی مسلم کہے ہیں کہ اسلام اور ہندو مذہب کے آمیزش کا وہ عمل جو سیاست، معاشرہ اور تعلیم و تمدن میں جاری تھا حضرت مجددؒ ہی کی نوسوں سے رکا۔ یہی کہ میں دہلی میں سے مسلمانوں کی ملی اور دہلی حضرت اور تصوف بھنگی۔ اسے ہی ان سعی اراکین کو دراز سیاسی بر چھا رہے تھے اور انک کی اصلاح و حرکت میں داکواری کا سبب بن رہے تھے وہ جمع ہوا ہو انہوں کی بدولت۔ اس عملی حہاد کے ساتھ ساتھ حضرت مجددؒ نے تعلیم و ہدایت اور رہائش و تہذیب کا وہ عمل بھی جاری رکھا جس کے بغیر ناممکن ہے کہ اخلاق میں صدق و اخلاص کا راجد پیدا ہو اور یہاں ہی اہم حقیقت سمجھ میں آجائے کہ ان کے ماتحت دہلی میں ہوا زروے دہلی نا امداد و غنائم و فوجاً پیدا ہوئے رہے ہیں ہمارا موقف دہلی ہوا چاہیے۔ لہذا حضرت مجددؒ کے سرسخت و طرغ، کسب و کد و کدات، دعت و سب اور احیاء کے بارے میں اسے حالات کا اظہار ہی حراہ سے دہلی اور حق نہ ہے کہ اس بات میں ان کے حالات سے انحراف کا کوئی راستہ نہیں۔ انہوں نے مسلمان و ہندو الوجود ہر بالخصوص بوجہ کی، اس لیے کہ یہ ایک ایسا تصور ہے جس کی بغیر غیر اسلامی رنگ میں بھی ممکن ہے۔ انہوں نے اس کے برعکس وحدۃ السہود کا نظریہ قائم کیا۔ یہاں اس امر کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ حضرت مجددؒ خود بھی تصوف کے مختلف سلسلوں،

بالخصوص سلسلہ نقشبندیہ سے مسلک اور صاحب حال بررگ بھی۔ ان کی داب بھی ائمہ صوفیہ کی طرح ارشاد و ہدایت کا سرچشمہ تھی اور وہ بھی اس امر کے ذمہ دار بھی کہ اپنے اراد بدوں کو برکتہ ناطی کی تعلیم دیں، تاکہ ان کی زندگی اسلام کے سامنے میں ڈھل جائے۔ لیکن ہندوستان میں کچھ اسے عوامل کار فرما ہو گئے بھی جس سے اس ساجے کی اصل ہشت میں بہت کچھ فرق آچکا تھا، لہذا حضرت مجددؒ کی تعلیمات ایک نئے سلسلہ بصوفیہ کی شکل میں ظاہر ہوئیں۔ ہمارا مطلب ہے سلسلہ مجددیہ، جس کے متعلق قابل ذکر امر یہ ہے کہ دیکھ سلسلہ ہائے بصوفیہ کے برخلاف، جو ہندوستان سے یہاں آئے بھی، یہی ایک سلسلہ ہے جس نے ہندوستان سے باہر دوسرے اسلامی ممالک کا ریح کیا۔ حضرت مجددؒ نے اپنے حالات کی برحمانہ بعدد سے کتاب میں کی ہے، یعنی المبدأ و المعاد (دہلی، ۱۳۱۳ء) رسالہ بدلیہ (آب کے مکتوبات کا مجموعہ) معارف اللدنیہ، مکاشفات غیبیہ، رسالہ فی اباب الودہ اور آداب المریدین میں۔ آپ کے ایک اور رسالے کا عنوان ہے رد روافض، لیکن آپ کی سب سے بڑی علمی خدمت آپ کے مکتوبات ہیں، جو دس دفعہ درجہ شامل ہیں (دفتر سوم بالخصوص اہم ہے) اور جس کی آپ کی زندگی میں انہی قدر و سربل ہوئی کہ ان کی نقلیں ہندوستان اور ہندوستان سے باہر دوسرے ممالک میں پھیل گئیں۔ غالباً یہ لکھا غلط یہ ہوگا کہ مسوی مولنا رومؒ کے بعد مکتوبات ہی حقائق و معارف اور اسرارِ سریع و طریقت کا وہ حریہ ہے جس سے الحاد و رندقہ، بدعت اور ضلال کا قلع قمع ہوتا ہے۔ اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ مکتوبات کا مطالعہ حالاً علمی سرچ بر بھی کیا جائے۔ اگر ایسا ہوا تو اس سے اسلامی تعلیمات، تاریخ بصوفیہ اور نفسان مذہب

کے متعلق نہایت اہم نکات مشکف ہوں گے۔ مکتوبات کا انداز علمی بھی ہے اور واعظانہ و خطیبانہ بھی، زبان مؤثر اور سربیں ہے اور اسلوب بیان نہایت سلیحھا ہوا۔ حضرت مجددؒ کا ذکر ان کے معاصرین اور ساجریں سب نے بڑی محبت اور عرب و احرام سے کیا ہے، لیکن پھر ایسا بھی ہوا کہ مکتوبات کی بعض عبارتوں اور ان کے دعویٰ مجددیت پر اعتراضات بھی کیے گئے۔ دعویٰ مجددیت کی ایک دھمکہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ادیری الحاد میں ایک قسمہ ”الغہ“ بھی تھا، جس کا رور اس باب ر تھا کہ اسلام کی تعلیمات صرف ایک ہزار سال کے لیے ہیں، لہذا ان کا دور ختم ہو رہا ہے۔ اس اسرار سے دیکھا جائے تو دعویٰ مجددیت یا لقب مجدد الف ثانی کی بوجہ ناسانی ہو جاتی ہے، بالخصوص جب مقصد صرف یہ ہو کہ مسلمان انہی زندگی میں وہ راستہ احسار کریں جو اسلام نے تجویز کیا ہے۔ رہے اب کے دوسرے دعویٰ جو مورخ اعراض ہوئے تو ان کی وجہ زیادہ تر وہ غلط فہمیاں ہیں جو رومیہ القیوسہ کی عبارتوں سے پیدا ہوئیں جو بجائے خود ایک ناامنی سی بصفت ہے اور جس کی ذمہ داری حضرت مجددؒ پر بھر حال عاید نہیں ہوئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے معاصرین، بالخصوص سراج عبدالحق محدثؒ دہلوی، کو بھی بعض امور میں ان سے اختلاف تھا، لیکن یہاں بھی زیادہ تر دحل غلط فہمیوں ہی کا تھا؛ ثانیاً حضرت مجددؒ کو جب ان اختلافات یا اعتراضات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے بڑے سلیقے سے اپنا موقف واضح کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مجددؒ دہلوی بھی ان کا نام بڑے احترام سے لے لے ہیں۔ پھر اس میں میں ایک اہم باب یہ ہے کہ حضرت مجددؒ نے جب قرآن و سنت کی قطعیت اور اتباع نبوی کی فرصت کے پس نظر حملہ



اور ۱۷۳۱ء میں ہراب پر قبضہ کر لیا۔ اندالیوں کی جنگی صفات دیکھ کر نادر نے انہیں اپنی فوج میں بھرتی کر لیا اور ۱۷۳۷ء میں غلزیوں کے احراج کے بعد اس نے اندالیوں کو قندھار میں آسے کی اجازت دے دی۔ احمد خان نے نادر شاہ کی ملازمت میں نماناں حساب سرانجام دیں اور وہ معمولی پساؤل، یعنی دانی ملارہ، کے درجے سے برقی کر کے اندالیوں کے دستہ فوج کا سہ سالار بن گیا اور اس حسب سے ایرانی فوج کے ہمراہ ہندوسان کی مہم پر بھی گیا۔ حمادی الآخرہ ۱۱۶۰ھ / ۱۷۴۷ء میں نادرشاہ کو فرانس سارسوں نے حراساں میں کچاں کے مقام پر قتل کر دالا۔ اس واقعے سے احمد خان اور افعان سپاہیوں کو قندھار کی طرف کوچ کرنے کا حال پیدا ہوا۔ راسے میں انہوں نے احمد خان کو اپنا سردار منتخب کر لیا اور اسے احمد شاہ کا لقب دیا۔ اس انتخاب میں زیادہ آسانی اس وجہ سے بھی پیدا ہو گئی کہ حاجی جمال خان، جو محمد رنی یا نارک رنی قبائل کا سردار تھا (اور یہی مسلے ستوریوں کے بڑے رئیس تھے)، احمد خان کے حق میں دست بردار ہو گیا۔ احمد شاہ نے ڈرڈران، یعنی موسوں کا بھتی، لقب اختیار کر لیا اور اس دن سے اندالی ڈرانی کہلانے لگے۔ احمد شاہ کی ناچپوشی کی رسم قندھار میں ادا ہوئی، جہاں اس کے نام کا سکھ مصروب ہوا۔ ایرانی فوج کا بے کس کرتے ہوئے اس نے بھی ایک خاص فوج بنا رکھی، جو اس کی داب کے ساتھ واسطہ بھی اور ”علام شاہی“ کہلائی بھی۔ یہ ایک مخلوط قسم کی فوج بھی، جو ناچکوں، فرانسوں اور یوسف رنی پٹھانوں پر مشتمل بھی، لیکن احمد شاہ طبعاً زیادہ تر اعتماد اسے نزدیک ترین پیروں، یعنی درآسوں ہی پر رکھتا تھا۔ قندھار کو اپنا صدر مقام بنا کر اس نے عربی، کابل اور پشاور کو بھی آسانی سے اپنے حیطہ امدار میں لے لیا۔

بہا، جو عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ وزیر سلطنت ہندو جنگ کو موقوف کرنے کے بعد اس کی حکومت جی جلد ہی ختم ہو گئی۔ ایک اور وزیر، احمد شاہ عاری الدین خان نے اعلان کر دیا کہ حکومت کرنے کے باقیل ہے اور مد کر کے اس کی تہوں نکلوا دیں (۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۴ء)۔ احمد شاہ ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۵ء میں فوت ہوا۔

(۲) احمد شاہ اول و نانی و نالہ۔ ہمیں حان کے حکمران تھے، ان کے لیے دیکھئے مقالہ ”سیر احیاء“۔

(۳) احمد شاہ و محمد شاہ سمس الدین: حاکم کاسہ (۸۳۵ھ تا ۸۳۶ھ / ۱۷۳۱ء تا ۱۷۳۲ء)۔ دیکھئے مقالہ ”راہ گیش [درا، لائنڈ، طبع دوم]۔ (۴) احمد شاہ اول و نانی: ساہاں گجرات دیکھئے مقالہ ”گجرات“۔

(۵) احمد شاہ: نظام شاہی خاندان کا نانی؛ دیکھئے مقالہ ”نظام شاہی“۔

احمد شاہ درانی: [یا اندالی]، افعانسان کے ستوری خاندان کا پہلا حکمران اور درانی سلطنت کا بانی، جو افعانوں کے اندالی [رکے ناں] قبیلے کی شاہ رنی برادری کی ایک ساح ستوری کا فرد تھا۔ [وہ ۱۷۲۳ء میں ملتان میں پیدا ہوا، جہاں اب تک ایک سیرت اس کے نام پر اندالی روڈ کہلائی ہے۔] اٹھارہویں صدی کی ابتداء میں اندالی زیادہ تر ہراب کے گرد و نواح میں آباد تھے۔ اسے سردار زمان خان کی فساد میں، جو احمد خان کا باپ تھا، انہوں نے افسوں کی جانب سے ہراب پر قبضہ کر لے کر افسوں کی مراحمہ کی، مگر آخر کار ۱۷۲۸ء میں انہیں محصور ہو کر نادرشاہ کی اطاعت قبول کرنا پڑی۔ کچھ مدت کے بعد انہوں نے احمد خان کے بھائی دوالفقار خان کی سرکردگی میں پھر بغاوت کی، لیکن ایرانی حکمران نے انہیں دوبارہ سکس دی

بھا تو اس کی غرضی میں نور محمد علی رٹی  
نے، جو اندر ساہ کا ایک سابق سردار بھا، ایسے بحث سے  
معدول کر کے مارش کی۔ قندھار واپس آئے تو اس  
اٹنی نو دنا دنا گیا اور نور محمد کو مل کر دیا  
گیا۔ اس کے بعد وہ اپنی معرہ سرحد کی جانب  
میں ہوا، چنانچہ ۱۱۶۳ھ / ۱۷۴۹ء - ۱۷۵۰ء  
۱۱۶۳ھ، ۱۱۶۴ھ اور ۱۱۶۵ھ میں تسلط ہو گیا۔  
اس سادہ لوح، خردمند، نادر ساہ کا بونا بھا، مرہا کی  
سرحد پر لٹی اصلاح احمد ساہ کے حوالے کرنا پڑے  
اور اس کے علاوہ اسے سگوں پر افغانی سادہ کا  
احراف کرنا پڑا۔ اسی سال احمد ساہ کا فاجہ کی  
بوجہ طاعت سے جی بھادام ہوا، لیکن اسرآناد کے  
مقام پر وہ بھا ہوا اور اس سے آئے یہ بڑھ سکا،  
اسی دن وہ ہندوستان کے اس نار ایسے حاصی کامانی  
ہوئی، یہاں اس نے پنج اور بدھساں پر قبضہ کر لیا  
اور اس طرح کوٹا امر درنا (Oxus) اس کی مملکت بنی  
مقام سرحد بن گیا۔

۱۷۵۰ء تا ۱۷۵۲ء میں اس نے ہندوستان  
پر بھری نار حڑھائی کی، کیونکہ چہار محال کا  
موجودہ والد اسے ادا نہیں ہوا تھا۔ چار ماہ تک  
لاہور کا محاصرہ رہا اور ارد گرد کا تمام علاقہ  
ویراں کر دیا گیا۔ معین الملک والی لاہور کو  
تک یہ نہیں کے ناعب سکست ہو گئی، لیکن  
احمد ساہ نے اسے اسے عہدے پر بحال رکھا،  
کیونکہ سہساہ دہلی نے اب احمد شاہ کو ملتان  
اور لاہور کے دو صوبے باابطہ حوالے کر دیے تھے۔  
اس مہم میں کسمیر کے صوبے کا الحاق بھی درانی  
سلطنت سے کر لیا گیا۔ اپریل ۱۷۵۲ء تک احمد شاہ  
نور افغانستان واس نہج گیا۔ معین الملک کے  
لئے محاب کا صوبہ کشتوں کی سیح ثابت ہوا  
اور حب ماہ وہ ۱۷۵۳ء میں اس کا اسمال ہو گیا  
تو اتری اور بھی زیادہ بڑھ گئی۔ کچھ عرصے تک

اس کا مقصد یہ تھا کہ افغانستان میں اسی  
طاقت مضبوط کر کے اپنا وقار و امداد رکھے اور  
اپنے سرکس پہلوؤں کے لئے حاجی حمزہ کے لئے  
شغل پیدا کرے، جس کی حالات یہ تھے۔ ۱۷۵۰ء  
کی، کیونکہ اس دن وہ ہندوستان میں اس کے  
کا دور دورہ تھا۔ ۱۷۵۱ء میں اب احمد شاہ کی طرف  
مملکت ۵ وارہ سمجھا بھا اور اس سال سے ان  
صوبوں کا تھوٹ دار بھا جو اس کے علاقے میں تھے  
یہ چودہ تھے۔ چنانچہ اس نے اپنے علاقے میں  
ہندوستان میں ۱۷۴۹ء سے ۱۷۵۱ء تک ہندوستان  
داہ اور اس دن بڑا زیادہ لڑا، وہ وہاں  
اپنی سلاطین قائم کرے۔ ہندوستان میں اپنے حملے  
کے موقع پر وہ ہندوستان میں ۱۷۵۱ء میں روانہ  
ہوا اور ۱۷۵۱ء کے ماہ مئی میں یہ لاہور  
سرحد پر قبضہ کر لیا۔ احمد شاہ نے ہندوستان  
اسے روانے کے میں چھی سی۔ احمد شاہ نے ہندوستان  
بوجہ ہندوستان چاہا اور اس کی فوج کے مقابلے میں ہندوستان  
کی تعداد بھی نہیں زیادہ تھی، اس لئے ماہ مارچ  
۱۷۵۸ء میں اسے لاہور کے مقام پر معرکہ لڑے  
ہئے معین الملک نے سکست دی۔ معرکہ میں خود  
ایک ابتدائی چھڑ میں مارا جا چکا تھا۔ احمد ساہ  
بھا ہوا اور معین الملک محاب کا صوبہ از مقرر کیا  
گیا، لیکن وہ اپنی حکومت کو نہری طرح مضبوط  
یہ کرے ہاں تھا کہ دسمبر ۱۷۵۹ء میں احمد ساہ  
نے دوبارہ درنا کے سندھ کو غور کیا۔ دہلی سے  
کوٹنی تک معین الملک کو یہ نہج سکی، اس لئے  
وہ صلح کرے پر مجبور ہو گیا۔ دہلی کی عداوت  
کے مطابق احمد ساہ سے یہ وعدہ کیا گیا کہ اسے  
چہار محال (گجرات، اورنگ آباد، ساکوت اور سرور)  
کا مالیہ ادا کیا جائے، جو معین الملک  
محمد شاہ نے ۱۷۴۹ء میں نادر شاہ کو ادا کرے کا وعدہ  
کیا تھا۔ حب احمد شاہ محاب میں تر سر ہکر

تو حکومت کے تمام اختیارات اس کی سوا معلاتی سکیم کے  
 مانیوں میں رہے، لیکن اس کی بے اعتدالوں کے نائب  
 ہمیشہ معاویہ ہوتی رہیں۔ محل ورور عماد الملک  
 سے اس منظمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے محلہ  
 سے بکے لیے محاب کو دوبارہ حاصل کرنے کی  
 وہیں کی اور اس کا انتظام آدینہ سنگ کے سپرد کر  
 دیا۔ احمد شاہ فوراً اپنا چھٹا ہوا علاقہ واپس لے  
 کر اپنے افغانستان سے روانہ ہوا۔ دسمبر ۱۷۵۶ء  
 میں وہ لاہور پہنچ گیا اور پھر کسی مزاحمت کے  
 بغیر دہلی تک جا پہنچا اور ۲۸ جنوری ۱۷۵۷ء کو  
 دارالخلافت میں داخل ہو گیا۔ شہر میں لوٹ مار  
 کے بازار گرم ہوا اور پھر ناسدوں کو موت کے  
 دانت امارا گیا۔ یہی حال مہرا، بندران اور آگرے  
 کے لوگوں کا ہوا۔ مارچ ۱۷۵۷ء کے آخر میں  
 احمد شاہ کی فوج میں ہضہ بھوٹ بڑا، اس لیے اسے  
 ہندوستان سے واپس جانا پڑا۔ واپس جانے سے پہلے  
 اس نے محمد شاہ مرحوم شہسپاہ دہلی کی لڑکی حضرت  
 بی بی سادی بکری اور اسے بیٹے سمور کو ناسپاہ  
 خانہ کراچی کی بیٹی زہرہ سکیم سے بیاہ دیا۔ سرحد  
 و سرحد جی درانی سلطنت میں شامل کر لیا اور  
 ان کو بحمد اللہ روہیلہ کی تحویل میں دے  
 دیا۔ اس سے اس کی مدد کی بھی اور سمور محاب میں  
 لے گیا۔ نائب کے طور پر رہا، مگر احمد شاہ کو  
 ہندوستان کی مدد سے گئے دیر نہ ہوئی تھی کہ  
 انھوں نے آدینہ سنگ کے ساتھ مل کر سمور کے  
 خلاف بغاوت کر دی۔ ۱۷۵۸ء کے شروع میں  
 یہ سنگ نے مرہٹوں کو اس عرصے سے بلایا کہ  
 محاب سے افغانوں کو نکال دیں۔ یہ کام مرہٹوں  
 نے سرانجام دیا، چنانچہ وہ یہاں آئے اور دریائے  
 سندھ کو عبور کر کے فی الواقع چند ماہ پشاور پر  
 قابض رہے (اس کے متعلق خوشہادب گرانٹ ڈف کے  
 سال کی *History of the Maharattas* Grant Duff

۱۹۲۱ء، ص ۵۰۷ پر ملتی ہے۔ اس کی تصدیق ایک  
 فارسی معطوطے سے بھی ہوئی ہے، جس کا نام  
 احبارت ہے اور جو "نہارت انہاس سمہودھک منڈل"  
 کے کتب خانے میں موجود ہے اور چندر چندہ دت،  
 ج ۱، ۱۹۲۰ء ج ۲، ۱۹۲۳ء میں بھی اس کا  
 ذکر ہے، سر دیکھتے *Studies in H. R. Gupta*  
*Later Mughul History of the Punjab* ۱۹۳۳ء، ص  
 ۱۷۵ نا ۱۷۶)۔ ان واقعات کی وجہ سے احمد شاہ  
 کو جنوبی مریہ ہندوستان آنا پڑا (۱۷۵۹ء نا  
 ۱۷۶۱ء)۔ روانہ ہونے سے پہلے اس نے فلاب کے  
 برہوئی سردار نصر خان پر حملہ کیا، جس نے اسی  
 خودمختاری کا اعلان کر دیا تھا۔ گو احمد شاہ  
 فلاب پر قبضہ نہ کر سکا، تاہم نصر خان نے اس کی  
 سپاہ مسلم کرنے اور اس کی فوج کے لیے  
 امدادی دسے دینے کا اقرار کیا۔ مرہٹوں نے افغانوں  
 کی آمد سے پہلے ہی محاب کو حملہ حالی کر دیا  
 اور دہلی تک بھاگ گئے۔ سدا سو بھاو کو، جو  
 مرہٹا دشمنوں کا بھائی تھا، افغانوں کو محاب سے  
 باہر نکال دینے کا دسوار کام سپرد ہوا تھا۔ مرہٹوں  
 کو نہ صرف شمالی ہند کے مسلمان سرداروں کا  
 مقابلہ کرنا پڑا، جو احمد شاہ سے مل گئے تھے، بلکہ  
 انھیں بن بھا لڑنا پڑا، کیونکہ راجپوت اور دوسری  
 ہندو ریاستوں نے بھی ان کا ساتھ چھوڑ دیا، جو  
 ان کے چوتھے اور سردیس مکھی کے استحصال بالحر  
 کی وجہ سے اراض ہو گئی تھیں۔ مرہٹوں نے ۲۲  
 جولائی ۱۷۶۰ء کو دہلی پر قبضہ کر لیا، لیکن  
 فوجی مرکز کے اعصاب سے یہ مقام بے کار تھا، کیونکہ  
 یہاں نہ تو احساس حیرت دہلی مل سکتی تھیں نہ چارہ  
 اور نہ روٹ۔ جہاں تک رسد رسانی کا تعلق تھا  
 عارضی طور پر حالات کچھ رو بہ ہو گئے، کیونکہ  
 ۱۷ اکتوبر ۱۷۶۰ء کو کچ نورے پر قبضہ ہو گیا،  
 لیکن یہ دشمنی شاہ کی ثابت ہوئی، اس لیے کہ

[illegible]

ہائی اس کی لڑائی کے بعد شمالی سرحد کی تاریخ کا نیا واقعہ سکھوں کا روز افروغ عروج ہے۔ جنہوں نے احمد شاہ کے سلسلہ مواصلات پر متواتر حملے کر کے افغانوں کے خطرے کا سد باب کر دیا، چنانچہ ۱۷۶۲ء کی مہم کا مقصد انہیں پہچانی سکھوں کی

سر لوہی بھی۔ سکھوں کو سب سے ہوئی اور گوجروال کے قریب ان کے بسوں کے بستے لگ گئے۔ اس ارانی کو سکھ نوک "کہلو کھاڑا" [یعنی سحر حور، حمد] کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ احمد شاہ مجاہد میں شامل ہوا، نیک مقیم رہا اور اس عرصے میں اسی نے شمر کو جس واقعہ صوبدار خود مختار مہاراجہ دھارا ناتھ سلطنت میں شامل کر لیا۔ ناٹن عامہ سکھوں کی تیزی سر لوہی پہ ہو سکی اور افغان فوجوں پر ان کے لشکار حملوں کی وجہ سے ۱۷۶۳ء سے لے کر ۱۷۶۹ء تک اپنے دیں اور حملے دینا پڑے۔ ادھر احمد شاہ کو خود ایسے ملک میں بھی سحر معاویوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ۱۷۶۳ء میں ہرات کے قریب مسئلہ ایمان سے سرکشی کی اور ۱۷۶۷ء میں حراساں میں سحر معاویہ ہوتا ہو کٹی - ۵۱۸۴ / ۱۷۷۳ء میں احمد شاہ کی وفات کے وقت اس کی سلطنت فرنگ ورت آمو درنا سے لے کر دریائے سندھ تک اور دکن میں حراساں تک پھیل چکی تھی۔ اس میں شمر، ساوڑ، ملتان، سندھ، بلوچستان، ارانی حراساں، ہرات، دھارا، کانل اور بلخ کے علاقے شامل تھے۔ اس کی زندگی ہی میں ایسے آثار نمایاں ہو چکے تھے کہ وہ دور افتادہ مسوحہ علاؤں، مثلاً مجاہد وغیرہ، پر اپنا منصب قائم نہ رکھ سکے گا۔ بلوچستان عملاً خود مختار تھا اور صاف معلوم ہونا تھا کہ حراساں کے لیے قاچار حاندان کی حکومت مقدر ہو چکی ہے۔ احمد شاہ درانی کے حاکموں کے عہد میں درانی سلطنت سری کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔

ماجد (۱) عبدالکریم علوی ناریج احمد، لکھنؤ

۵۱۲۶۶ ( اردو ترجمہ، واقعاتِ درانی، کاپور ۱۲۹۲ھ ) .

(۲) میرزا محمد علی، تاریخ سلطانی، بمبئی ۱۲۹۸ھ

Quellen studien zur Geschichte O Mann (r)

تعلیم حاصل کی اور بھرکھہ الحقوق (School of Law) کے شعبہ ترجمہ میں کام کیا۔ ۱۸۸۷ء میں حدیث دینی پاسا نے قانون کے مطالعے کے لیے اسے فرانس بھیجا اور ۱۸۹۱ء میں اس کی واپسی پر اسے دیوان حدیوی کے یورپی شعبے (العلم الاخری) کا صدر (رئیس) بنا دیا گیا، پہلی عالم گیر جنگ (۱۹۱۴-۱۹۱۸ء) میں حب حدیث عباس حلمی پاسا کو مہرول کر دیا گیا سو شوقی اسی حوسی سے واپس چھوڑ کر سس جلا گیا (۱۹۱۵ء-۱۹۱۹ء) میں وہ واپس واپس آنا اور پھر مریے دم تک سسٹ Senate کا ممبر رہا۔

اس کے اسعار اس قدر مشہور ہوئے کہ مصر میں انہیں دھڑانا، بڑھا اور پایا جانے لگا اور اسے امیرالسعراء کا لقب دیا گیا۔ اس کے بعض فصائد اب تک بڑے دوو و سوو سے مصر اور دیگر عرب ممالک میں پڑھے جاتے ہیں۔ اس کی سہرت نے اسے حرمسعال بنا دیا اور اس کے ہمہدیب یافہ مذاحدوں کا ایک بڑا حلقہ قائم ہو گیا۔

اگرچہ اس نے ر مستعج لکھے کی کوسس کی لیکن اس میں اسے کسوٹی نژی کاسانی حاصل نہیں ہوئی۔ اس کی بحدہ کاراندہ تصادف تقریباً تمام شعر اور مطوم نمثلی حکایوں تک محدود ہیں۔

سعر: اس کی نظمیں کا مجموعہ اس کی وفات کے بعد چار حلدوں میں چھپا، جس کا نام الشوقیات ہے۔ اس کی پہلی حلد کے ساتھ ڈاکٹر محمد حسین ہیکل کا لکھا ہوا ایک دیباچہ ہے، جس میں اس کی شاعری کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ انداز بیان اور زبان میں تو وہ قدیم روایت کی پیروی کرتا ہے، لیکن اس کے موضوعات، نقطہ نظر اور احساسات نمایاں طور پر زمانہ حال کے مطابق ہیں، اسی لیے وہ اور اس کا ہم عصر شاعر حافظ انراہیم، جو بہت صاحب اسعداد لیکن کسی قدر کم جذب طراز تھا، دونوں

(۴) *des Ahmad Sah Durani*، در ZDMG، ۱۸۹۸ء؛ (۵) Storey، ۱: ۳۹۵ (احمد شاہ کے مؤرخین کے متعلق)؛ (۶) *History of India* J Dowson و H Elliot، حلد لندن ۱۸۷۷ء؛ (۷) *Caulbul M Elphinstone*، حلد ۸، ص ۸۳۹؛ (۸) *Studies* H R Gupta، (۹) *in Later Mughal History of the Punjab*، لاہور ۱۹۰۰ء؛ (۱۰) *Coins of Ahmad Shah* C J Rodgers، (۱۱) *J Sarkar*، (۱۲) *J4S( Bengal )*، ۱۸۸۵ء؛ (۱۳) *Tail of the Mughal Empire*، کلکتہ ۱۹۳۴ء؛ (۱۴) وہی مصنف، سور الدین کی تاریخ بخت الدولہ کا ترجمہ، در IC، ۱۹۳۳ء، (۱۵) وہی مصنف، کاسی راج سو راؤ ہڈت کی کتاب حالات پانی پت کا ترجمہ، در *Indian Historical Quarterly* (۱۶)؛ (۱۷) *Indian Historical Quarterly*، طبع سرڈیسائی *tions from the Peshwa's Daftar*، حلد ۱، ۱۹۳۰ء؛ (۱۸) *G S Sardesai*، *Deccan College Monograph, Panipat 1761*، Series، ۱۹۴۶ء، (۱۹) مسنی علام حسن طاطنائی سیرالمأخرین، انگریزی ترجمہ، کلکتہ ۱۹۰۲ء؛ (۲۰) [۱۵] مسنی عبدالکریم واعبات درانی، ترجمہ امیر وارث علی سیعی، پشانی اکیڈمی، ۱۹۶۳ء؛ [۲۱] سر دیکھیے مآحد، ر مقالہ افغانسان: تاریخ۔

(کولن ڈویر C COLLIN DAVIES)

احمد شوقی: احمد شوقی بن علی بن احمد

سوی (۱۲۸۵ تا ۱۸۶۸/۵۱۳۵ تا ۱۸۶۸ء)، نویں صدی کے نصف اول کا مشہور ترین معری شاعر۔ وہ حرثی طور پر کرد سل سے تھا، فادرہ میں ما ہوا اور وہیں اس نے وفات پائی۔ اسے کلام میں اس نے نہ صرف عرب قومی اسگوں اور امیدوں عی کا ذکر کیا ہے بلکہ اسے وطن مصر پر اور اس کی گرسہ سان و سوکت بر فجر و ماساھاب کا اظہار بھی کیا ہے۔

اس نے مصر کے محاب سرکاری مدارس میں



الکثیر (۱۹۳۲ء) میں بھی سوئی ابھی ملک کی تاریخ کی طرف رجوع کرنا ہے۔  
محسوس اسٹی (۱۹۳۱ء)، امیرہ الاندلس (۱۹۳۰ء) اور غمزدہ میں اس بے قصے عربوں کی گرسہ تاریخ سے اسے (روایوں کے ناموں کے ساتھ جو تاریخیں دی گئی ہیں وہ ان کی تاریخ طبع ہیں)۔  
سوئی کی دیگر تصانیف کی طرح اس کی یہ روایات بھی فائدہ ہی میں طبع ہوئیں۔

یہ سب درامے اس وقت لکھے گئے جب سوہی  
 چھوٹا ہو چکا تھا اور ان میں اس کے بعض  
 بہترین اسعار شامل ہیں۔ اس نے اسے کام میں بڑی  
 سہولت اس سے پیدا کر لی کہ کہل کے موقعوں  
 اور رونے والیہ کردار کی حسب کے مطابق اس نے  
 مختلف بحریں اختیار کیں۔ اسے چھوٹی بحریں  
 اور بڑی روی اسعار کرنے کی بدولت بڑی  
 کامیابی نصیب ہوئی۔ سوہی میں ڈرامائی شعور کا  
 فقدان نہیں ہے، لہذا اس درامے میں اس کا کہلا  
 کہل دیوارا سادہ سب سے زیادہ کامیاب ہے۔  
 اس میں بڑی کمی یہ ہے کہ اس کی کردار نگاری  
 نہ بہت سلیجی جن میں ہیں، تاہم اس کے بعض  
 درامے اب بھی ان کے لئے حائے ہیں۔

نہیں اس کی ایک مصححہ روایت  
است حدی (Meden Huda) کا ذکر بھی ضروری ہے،  
جو حال ہی میں طبع ہوئی ہے۔ اس روایت کا  
مادی ذرا ایک عورت ہے، جس نے کئی سادیاں  
پس، لیکن سب میں ناکام رہی، کیونکہ اس کے  
بہاء سوہر ملا اسماء فقط اس کی دولت کے لالچی  
جوے۔ لہلہل میں دیا گیا ہے کہ اس عورت نے اپنے  
اک سوہر سے کس طرح اسے بچھا چھڑایا۔ یہ سوہر  
سراپ کا دھما اور ایک مجلس و فلاں قانون بیسہ  
سحقہ رہا۔ لہلہل کے آخری حصے میں عورت کی  
وفات کے بعد اس کے آخری سوہر سے روٹاس کرایا

ايسے ہم وطن مصریوں اور عربوں کی امتدوں اور  
آزموں کے اظہار میں کامیاب رہے۔ اس کی بناء پر  
مختلف طرز کی ہیں: سانی، نا اچھی، اچھی،  
وصفی، عرک، رؤا، یہاں تک کہ بعض طبعی  
بچوں کے لیے بھی مخصوص ہیں (ادوان، اسماء اور  
نصر الصفا)۔ اس کے ایام میں ان کی سادہ کے  
مابین عالی دہی اور احماد مہدی کی جگہ بھی  
شامل ہے (اہل کے اور دیکھیں، "ادنی  
الحواد"، در۔ وہاب، ۱۰)۔ اس کی خاص خصوصیت۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہاں انہی جاس ہے، یہی اسے  
 اپنے زمانے کے حادثہ و وجہات و حادثوں کے تصور  
 کے پردے میں یہاں کے سماج کی ہے۔ کہے  
 "الذیہ" و "الجمار" و "اب. م. م. (۱)

[illegible]

حاندان ساداتِ نکیہ راے بریلی لکھا ہے۔ [شاہ علم اللہ (م ۱۰۹۶ھ) عہدِ سامجہاں و عالمگیر کے اکارِ مشائخ میں شمار ہوئے تھے۔ وہ چار نسب اوپر سید احمد کے پدری اور مادری حدِ اسجد بھی (سربِ علمہ و بدکرہ الارار)۔

سید احمد کی ابتدائی تعلیم گھر میں ہوئی۔ تحصیلِ عام پر زیادہ توجہ نہ تھی، مردانہ کھیلوں کا بہت سوچ بھا (محررِ احمدی)۔ ہمیں لڑکوں کا لشکر بنانے اور بطورِ جہاد نہ آوار بلند نکیریں کہنے ہوئے ایک فرضی لسكرِ حرب پر حملے کیا کرنے (نوارِ بحسہ)۔ سوچ جہاد اس زمانے میں بھی غالب تھا (مطوّرہ)۔ جسمانی قوت غیر معمولی تھی، ورزش بھی بہت کرتے تھے، سر زیادہ وقت ہمسایوں اور اہل محلّہ کی خدمت میں صرف کرتے۔ ان کے لیے نانی اور جنگل سے اندھن لا دیتے۔ وہ عمر کرتے تو مسکنوں اور محاذوں کی خدمت گزاری کے مسائل اسے پر بنابرِ انداز میں بیان فرماتے کہ سبے والوں پر رفت طاری ہو جاتی (محررِ احمدی)۔

عموماً سب میں چند عمریوں اور ہم وطنوں کے ہمراہ، جو ملازمت کے خواہاں تھے، لکھنؤ گئے۔ وہاں سب مہرے گراہے۔ حسی اسامان نکلیں دوسروں کو دلا دیں۔ خود تحصیلِ علم ظاہر و باطن کے سوچ میں شاہ عبدالعزیز محدث کے پاس دہلی پہنچ گئے۔ شاہ صاحب نے انہیں اپنے بھائی شاہ عبدالقادر محدث کے پاس اکثر آبادی مسجد میں بھیج دیا (محررِ احمدی)۔ ایک روایت میں سران، کافہ اور مشکوٰۃ پڑھنے کا ذکر ہے (ارواحِ ثلاثہ)۔ اس زمانے میں بھی طاعان و سیلاب میں قابلِ رشک سہرے حاصل بھی (آثار الصّادق، طبع اول)۔ آغاز سلوک میں سالہا سال عشاء و فجر کی نمازیں ایک وضو سے ادا کرتے تھے (وصایا الزور)۔ ۱۲۲۲ھ / ۱۸۰۷ء میں شاہ عبدالعزیز سے بیعت سلوک کی۔

گیا ہے۔ عورت نے اپنا انتقام اس طرح لیا کہ اپنی بی دواں چند عورتوں کے نام کر گئی اور اسے بھر کے اپنے ایک پیسہ بھی نہ چھوڑا۔ اگرچہ اس ٹھیل سے پوری سقمی نہیں ہوتی اور وہ لطف عرفت سے بھی معرّاً ہے بھر بھی اَلَسْتِ ہندی میں مصر طریفانہ اسعار ہیں اور یہ بمثل اس قابل ہے اسے شمع پر سنس کرنا جائے۔

مآخذ (۱) احمد شوقی، الشوقات، قاہرہ ۱۹۵۱ء تا ۱۹۵۷ء۔ ڈراموں کی تاریخ طبع متن مقالہ میں دے دی گئی ہے، سواہ اَلَسْتِ ہندی کے جس میں کوئی تاریخ نہیں دی گئی، تفصیل مآخذ کے لیے دیکھیے (۲) یوسف احمد داہم، مصادر الدرّاسۃ الادبیۃ، الجزء الثانی، ۱۹۵۵ء، ص ۶ تا ۵۱، القسم الاول، دہلی کی تصنیفات خاص توجّہ کے قابل ہیں (۳) طہ حسین : حاشیہ و شوقی، قاہرہ ۱۹۳۲ء (۴) احمد السائب : احمد شوقی، دہرہ ۱۹۵۰ء، (۵) Jacob M Landau، Studies in the Arab Theatre and Cinema، Philadelphia (ریاست ہائے متحدہ امریکہ)، ۱۹۵۸ء، ص ۱۰۵ تا ۱۳۸۔

(جی اے ہائیوڈ J A Haywood)

احمد شہید، سید : سید احمد سمیع الدین سید محمد عرفان، ۶ صہ۔ ۱۲۰۱ھ / ۲۸ نومبر ۱۷۸۶ء نو راے بریلی (اودھ) میں پیدا ہوئے (سید محمد نعوت برادرِ رادۃ سید صاحب، دروفاغِ احمدی)۔ آپ کا سب چھپس پشت اوپر حاکمِ امرِ المؤمنین حضرت علیؑ سے ملتا ہے۔ [حسی] سادات کا یہ زمان سلطان سمس الدین ایلتمش کے زمانے میں دوستانہ کرکڑہ مانک پور میں آباد ہوا تھا۔ س کے افراد باحاط علم و نقوی ہر دور میں ممتاز رہے۔ بعض نے ساہی عہدے بھی پائے۔ ان کی قیام گاہیں بھی بدلی رہیں۔ [رحمن علی سے (بدکرہ علمائے ہند، ص ۸۱) آپ کے خاندان کو

سے سردانہ وار لڑیے۔ (وقائعِ مطبوعہ) نواب کی ہمب نے مساعدت نہ کی تو سید صاحب رفاقت ترک کر کے وسط ۱۸۱۸ء میں دہلی پہنچ گئے تاکہ مسلمانوں کی دینی اصلاح کے ساتھ ساتھ جہاد کے لیے بطور خود مستقل تنظیم قائم کریں اور اس حوالہ کی عمر بروئے کار لائیں جس کے لیے امیر خان نصرت و یاقوتی میں نابت قدم نہ رہ سکا تھا۔

دہلی میں سید صاحب کو نہایت سے رفیق مل گئے جس میں سے ولی اللہ خاندان کے دو ممتاز و مشہور عالم [سید عبدالعزیز کے بھتیجے] مولانا سید اسماعیل اور [ان کے داماد] مولانا عبدالحی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ تقریباً دو سال تک انہوں نے رومیل ٹھنڈ، آگرے اور اودھ کے مختلف بلاد و مقامات کے دورے جاری رکھے، مثلاً میرٹھ، مظفرنگر، سہارنپور، مراد آباد، رام پور، کانپور، لکھنؤ، اترس وغیرہ (وقائع، مطبوعہ)۔ دینی اصلاح اور تنظیم جہاد دونوں کام ہوئے رہے۔ سید اسماعیل اور مولانا عبدالحی نے جہاد اور شہادت کے فضائل پر مسلسل وعظ کیا۔ اس اہم اسلامی فریضے کی فضیلت دھوئیں میں اس طرح تنہا دی کہ مسلمان خود بخود حلق و مال راہِ خدا میں قربان کرنے کو اس سعادت سمجھنے لگے (آثار الصّادقین)۔ مساعلی سلوک کے علاوہ فوجی جنگ کی مشق سید صاحب کے مریدوں کا خاص مسئلہ بن گئی (وقائع احمدی، مطبوعہ)۔ نکاح سوڈن کا احراء کیا، جسے مسلمان سربراہ ناعب سبک سمجھنے لگے تھے اور خود اپنی سوہ بھانج سے عقد کیا (محرر احمدی، مطبوعہ، وقائع احمدی وغیرہ)۔

سمندر پر فرنگی فاضل ہو گئے۔ بحری سفر کے خطرات بڑھ گئے۔ حج کو جانا دشوار ہو گیا۔ بعض علماء نے اس بناء پر فرضیت حج کے سقوط کا فتویٰ دے دیا کہ اس طریق باقی نہیں رہا، جو

شاہ صاحب نے فرمایا کہ حق حلق و علاء ہے اس صاحب باطن کو اختیار طریقہ ارشاد و ہدایت۔ کہ نابت میں واسطے کا محتاج نہیں، لہذا (آثار الصّادقین) اور یہ سید عالی دار علم ناطق میں اس درجے کے تھے کہ معمولی اشارے سے مقاماتِ حائے نہ سمجھ کر طے کر لیا تھے (مطبوعہ) ۱۲۰۳ھ / ۱۸۱۸ء میں وطن واپس آئے۔ انہیں دنوں میں سادگی میں ہندوستان میں اسلامی حکومت کی بحالی اور شرعی نظام کا احراء سید صاحب کا محور و نصب العین رہا۔ اسی لیے لے لے، بدگمی و نفرت چمکے تھے۔ وہ اپنے صاحبانِ باہ و حشہ اور سالاران عساکر میں سے صرف نواب احمدی، ان اس، نیر حق میں معاون بن سکا تھا۔ اس لیے اس پر بوج اور بھاری بوبہ حائے موجد چا او، اشارے ہر اثر سے آزاد ہونے کے علاوہ وہ وسط و وسط میں جھاؤنی دالے پڑا تھا، جہاں سے مختلف سمتوں میں دھماکے حملے کر کے احرافِ مذک کے مسلمان احرار سے راہ راست روابط پیدا کیے تاکہ سب سے پہلے چنانچہ سید صاحب ۱۲۰۳ھ / ۱۸۱۸ء میں نواب، موصوف کے پاس راجپوتانے پہنچ گئے (محرر احمدی، مطبوعہ، وقائع احمدی وغیرہ) اور سات برس اس عرض سے ساتھ کرارے کہ نواب چھوٹے چھوٹے جھگڑوں سے دامن چلا کر اپنی پوری فوج فوجی اور اسلامی مقاصد کے لیے وقف کر دے۔ اس بناء میں جو لڑائیاں پس اُنیں ان میں بھی سرک رہے اور لشکر میں اہماء دس کا کام بھی جاری رکھا۔

انگریزوں کے حوڑ بوڑ کے باعث ۱۸۱۷ء میں نواب کے حالات اچانک ازل صورت اختیار کر گئے۔ وہ انگریزوں سے معاہدہ کر کے ٹونک کی ریاست لیے اور فوج کو منتشر کر دیے پر آمادہ ہو گیا۔ سید صاحب نے اسے اس ارادے سے نار رکھے کی انتہائی کوشش کی۔ بار بار کہا کہ انگریزوں

ہمہ تن حہاد کی بیاری میں مصروف ہو گئے۔  
 حہاد کا مقصد یہ تھا کہ اسلامی حکومت  
 بحال ہو جائے اور بھاری و مشرکین کے علیے کی  
 جڑ کٹ جائے۔ نہ سلطنت کی خواہش بھی نہ  
 حاکم و حاکم کی؛ صرف اعلاء کلمہ اللہ منظور تھا  
 (مکاسب و اعلام نامہ حاکم)۔ تنظیم حہاد ابتدائی  
 مراحل طے کر چکی تھیں اور قوموں کے مشورے سے قرار پایا  
 کہ شمال و مغرب کے علاقہ سرحد کو مرکز بنایا  
 جائے۔ وہاں کے باشندے مسلمان تھے۔ ان کی آزادی  
 سکھوں کی یورپوں کے ناعب خطرے میں پڑ چکی  
 تھی۔ اس علاقے کے عقب میں اسلامی حکومتیں  
 نہیں تھیں جس سے حیرت انگیزی کی امید تھی۔ پنجاب پر  
 اقدام کے ساتھ سندھ اور بہاول پور کی مسلمان حکومتیں  
 مددگار بن سکی تھیں۔

۱۸۳۶ء کو سند صاحب نے دارالحرب ہند سے  
 مغرب کی، جہاں زندگی کی چالیں بھاریں گزار چکے  
 تھے۔ اس ارادے کے لیے رائے بریلی سے روانہ ہوئے۔  
 پہلے فاصلے کے غاریوں کی تعداد پانچ چھ سو کے  
 درمیان بھی اور صرف پانچ ہزار روپے پاس تھے۔  
 رائے بریلی سے کانچی، گوالیار، ٹونک، احمدی، نالی،  
 امر کوٹ، حیدر آباد (سندھ)، پیر کوٹ، مذہبی،  
 سکار پور، ڈھانڈر، نولان، کوٹہ، مدھار، عربی، کابل  
 اور حلال آباد ہوئے ہوئے پشاور پہنچے۔ راستے میں  
 عام مسلمانوں کے علاوہ سندھ، بہاول پور، بلوچستان،  
 مدھار اور کابل کے حاکموں سے رؤساء و اکابر کو  
 دعوتِ جہاد دیتے گئے (مطوّرہ، وقائع)۔ پیسالیس  
 روز اس عرصے سے کابل میں مقیم رہے کہ امیر  
 دوست محمد اور ان کے بھائیوں کے ناہمی اختلافات رفع  
 کر دیے (مطوّرہ)۔

سند صاحب کے عزمِ حہاد کا شہرہ سن کر  
 سکھ حکومت نے ہندو سکھ کو دس ہزار فوج

سراٹھ جمع میں شامل ہے (وقائع احمدی)۔ اس قسم کا  
 ایک فتویٰ لکھنؤ میں تیار ہوا، جسے شاہ اسماعیل  
 دیر مولانا عبدالحی نے نہ دلائل قاطعہ رد کیا۔  
 شاہ عبدالعزیز محدث نے اس رد کی دوٹیوں فرمائی  
 (سیرہ)۔ موضع گڑھ (نزد Kutni، یو۔ پی) کے  
 دہاوی ناز علی نے ایک قدم آگے بڑھا کر حرمتِ  
 حج کا فتویٰ دے دیا کہ یہ اپنے آپ کو جان بوجھ کر  
 "لاکھ میں ڈالنا ہے، حو لا تُلَقَّوْا بِاَیْدِیْکُمْ  
 اِلٰی اَشْہَلْکُمْ کی رو سے ممنوع ہے (وقائع احمدی)،  
 ان اکر ناطقہ کی عملی تردید کے لیے سید صاحب نے  
 حج کا ارادہ کر لیا اور عام اعلان کر دیا کہ  
 جو مسلمان چاہے بیمار ہو جائے، حواہ اس کے پاس  
 حج ہو یا نہ ہو میرے ہمراہ حج کرے (مطوّرہ،  
 منابع وغیرہ)۔

شعبان ۱۲۳۶ھ کی آخری تاریخ ۳۰ جولائی  
 ۱۸۲۱ء کو سند صاحب تقریباً چار سو ریفیوں کے  
 ہمراہ رائے بریلی سے حج کے لیے روانہ ہوئے۔ منزل  
 نہ منزل تلکے پہنچے۔ تین مہینے وہاں ٹھہرے  
 رہے۔ اس وری مدت میں اصلاح اور احشاء دین کا  
 دم جاری رہا۔ لاکھوں مسلمانوں نے ہدایت پائی۔  
 مدت سے عمر مسلم اسلام لائے (محرر احمدی، وقائع  
 احمدی وغیرہ)۔ ۱۲۳۷ھ میں رنارٹ یس اللہ سے  
 ملاقات ہوئے (تذکرہ علمائے ہند)۔

حجرات روانہ ہوئے تک سات سو درتن آدمی  
 حج کے لیے جمع ہو چکے تھے۔ دیر ہزار آٹھ سو  
 ۳۰ روپے کرایہ دے کر دس چھاروں میں انہیں  
 سوار کرنا اور تقریباً بیستس ہزار روپے کا سامان  
 حوالہ ان کے لیے فریدا۔ حجاز میں قیام اور واپسی کا  
 حج بھی خود برداشت کیا۔ حالانکہ گھر سے چلتے  
 وہ جب تک پاس نہ تھا۔ دو سال دس مہینے کے  
 بعد ۲۹ شعبان ۱۲۳۹ھ / ۲۹ اپریل ۱۸۲۳ء کو  
 وطن واپس پہنچے (محرر احمدی، وقائع، مطوّرہ)۔ پھر



تھا (مَظورہ، وقائع، آثار الصّنادید وغیرہ)۔ ۱۸۳۰ء کی سردیوں میں سلطان محمد درانی نے نقص عہد اور حصہ سارن سے ان ڈیڑھ دو سو عاریوں کو بحال ہے جری سہد کرا دیا جو مختلف دیہات میں بکھری ہوئے تھے۔ یہ عاری سند صاحب کے ارشاد کے مطابق ہندوستان کی اسلامیت کا "حلاصہ" اور "لبّ لباب" تھے (مَظورہ)۔ وہی عاری رہے جسے حد اہم اور پھمار میں بھی نا بر وقت اطلاع مل جائے اور محفوظ جگہوں میں بھی بھیج گئے تھے۔ ناچار سند صاحب نے درازی سرداروں پر بعض دوسرے دواہ میں اہم نقص عہد اور حلال امدادی سے متاثر ہو کر اندھار سالہ مرکز چھوڑ دینا مناسب سمجھا اور کسمیر کا قصد کر لیا، جہاں کے مسلمانوں کی طرف سے ناروا دعویٰ آچکی تھی۔ ہزارہ، مظفر آباد وغیرہ کے حواہی، جس کے علاقے کسمیر نے راستے پر واقع تھے، ساتھ دینے کے لیے ہمہ تن تیار تھے؛ حتیٰ کہ اب دسوار گہراں بھاڑی راستوں سے گزرے ہوئے درباہے انسانیں نو غور کر کے راج دواہی (مادہ ہزارہ) میں وارد ہوئے اور عاری بھوکڑ بگ، لڑیں اور نالا کوٹ میں مرکز قائم کر لے ہوئے مصر (کسمیر) تک پہنچ گئے (مَظورہ، وقائع وغیرہ)۔ معاویہ حواہی نو سکھوں کی دست برد سے لے کر آئے ایک قبیلہ ان حکم ضروری سمجھی۔ اس عرصے سے آجھ عرصے کے لیے نالا کوٹ (مَظورہ، وقائع وغیرہ) میں مقیم ہو گئے (مَظورہ، وقائع وغیرہ)۔

اس زمانے میں رنجیت سنگھ کا بٹا سر سنگھ کے حکم جوڑوں کے ساتھ مانسہرہ اور مظفر آباد میں حکم کر رہا تھا۔ وہ اچانک سکھ فوجوں کے ارشاد نو بھاڑی پگ ڈنڈیوں سے گرا رہے تھے۔ اچانک کاٹ کر مٹی کوٹ کے نیلے پر آئے میں کاسب ہو گیا، جو قصہ نالا کوٹ کے

عین سامنے جانب مغرب واقع ہے۔ ۲۴ ذی القعدہ ۱۲۴۶ھ / ۶ مئی ۱۸۳۱ء جمعے کو چاسب کے وقت نالا کوٹ اور مٹی کوٹ کے درمیانی میدان میں جوہریز لڑائی شروع ہوئی، جو تقریباً دو گھنٹے جاری رہی۔ سکھوں کی تعداد عاریوں سے کئی گنا زیادہ تھی۔ بہت سے سکھ مارے گئے۔ تقریباً دس سو عاریوں نے حام شہادت نوش کیا۔ ان میں خود سند صاحب اور مولانا اسماعیل بھی شامل تھے۔ بقہ اسف عاری یہ س کر میدان سے چلے گئے کہ سند صاحب کو گوچر اٹھا کر ناس کے بھاڑوں میں لے گئے تھے۔ شہادت کا علم بعد میں ہوا (مَظورہ، وقائع وغیرہ)۔

یوں وہ پیکر عریض صلح ہزارہ کے شمال مغربی کونے میں اندی آسودگی سے ہم آغوش ہوا جس نے کامل نے سروسامانی کے ناوجود ہندوستان کو اعیار کے تسلط سے ناک کر کے اسلامیت حاکمہ کے رنگ میں رنگے کا بٹا اٹھایا، مسلمانوں میں سچی اسلامی زندگی کی بے سادہ بڑبڑا کر دی اور انہی تربت میں ایک ایسی جماعت بن کر کی جس کی مثالیں ابتدائی دور کے مسلمانوں کے بعد بہت کم ملی ہیں۔ کوئی ملک جس میں نالا کا سکنا جہاں رہائے تربت میں ایسا صاحب کمال پیدا ہوا ہو۔ سند صاحب اور ان کے رفیقوں سے حاوی خدا کو جو موقع حاصل ہوئے ان کا عسر عسر بھی ہندوستان کے دوسرے مسایح و علماء جس نہیں کر سکے (نصائر حود الاحرار)۔

سکھوں نے سند صاحب کی لاش تلاش کرائی تو سر جس سے الگ تھا۔ دونوں کو ملا کر یہ اعرار دفن کرا دیا۔ [سوس لال سوری: عمدہ الواریح، ۳: ۱، ۳۵]۔ دوسرے یا تیسرے دن بھگ سکھوں نے لاش قبر سے نکال کر دریا میں ڈال دی۔ سر اور جس پھر الگ الگ ہو گئے۔ بن تلّشہ

(گڑھی)۔ اللہ تعالیٰ سے ہیں مل جاتے۔ مال دریائے  
کھار کے مشرقی کنارے کے آسمانوں پر درنا سے  
نکل کر سر معروف مقام پر دوں ۱۱ (۱) ہزارہ  
گزنہ (پشاور)۔ اب وہاں سید صاحب کی ایک قبر  
دشانی حاتی ہے، جو عہد مستند سے رہا ہوا  
گڑھی حسب اللہ پہنچ گئی۔ وہاں لے جاتے آئے  
نکلوا کر درنا کے کنارے ہیں دوں ۱۱ (۱) ہزارہ  
مانسہرہ سے مظفر آباد لے آئے ہوئے ہیں اور  
ہی ہاؤں مقام پر ہے۔ ۱۹۶۸ء تک یہ قبر  
بہت چھوٹی تھی۔ عہد میں اسے بڑھا کر پوری  
قبر کے برابر بنا دیا گیا۔ عہد بہادرتی سید صاحب کی  
اب تصویر سیر لاجپور کی چالیس سالہ تصویر  
سوال کر رہی ہے۔ کہ یہ اس کی تصویر ہے، یہی  
(مظفر نامہ)۔ وہاں اور نامہ)۔ اس کی ٹوٹی سراج  
بہ ملا۔

سید صاحب نے سید راجے بھی نصیب فرمائے۔  
اس کی نسبت دہلی میں درج ہے۔

(۱) سید اعجاز افغانی، ۱۱ مئی ۱۹۸۵ء

۱۹۶۸ء، راقم نے عہد کے مطابق

منبع، سیدی، مظہور میں بھی چھپی  
تھی اس پر اردو۔ یہ وہ مرید  
سائے ہے جہاں ہے۔

(۲) رسالہ سار (فارسی)، اس میں بھی اردو

ترجمہ دو مرید چھپی ہوئے ہیں

(۳) رسالہ در نواح نمودن (فارسی)، ۱۱ مئی

تک سائے نہیں ہوا

(۴) صراطِ مستقیم (فارسی)، اس کا مضمون

اب ارشاد فرماتے جاتے ہیں۔ پہلا

باب مولانا شاہ اسماعیل ہے اور دوسرا

باب مولانا عبدالحی ہے مرتب لیا۔

دونوں ایک ایک ٹکڑا لکھ کر سید

صاحب کو سائے ہیں۔ بعض اوقات

اب کے ارشاد نے مطابق دو دو ہیں

دس مرید عمارتیں بدلی گئیں (مطوّرہ)

و وفات ۱۲۳۸ھ / ۱۸۲۳ء)۔

مولانا عبدالحی نے پیام مکہ مکرمہ کے

دوران میں اس کا ترجمہ عربی میں کیا

تھا۔ اردو ترجمہ بھی چھپی چکا ہے۔

(۱) ملاحات احمدیہ فی الطريق المحمدیہ،

۱۱۹۹ھ / ۱۸۸۲ء [کلاسہ

۱۲۳۸ھ / ۱۸۲۳ء]

مآخذ: (۱) سید محمد علی (همسیر زادہ سید صاحب)

محرم احمدی (فارسی)، ۱۱۹۹ھ قلمی نسخہ

در شانہ داسکھ پھاب، (۲) سید جعفر علی نقوی:

مطوّرہ الشہداء فی احوال العراء و الشہداء، معروف

بہ تاریخ احمدی (فارسی) حطی، نواب وزیر الدولہ کے ایماء سے

۱۲ صحت پر مشتمل ہے۔

اس کا تلمی نسخہ (اصل) ٹونک میں موجود ہے۔

آمرالد، سجدہ درجے ناصح ہے: (۳) وفات احمدی (اردو)

بہ تاریخ سیر (حطی) نواب وزیر الدولہ والی ٹونک نے

سید صاحب کے قصہ السیف رضاء کو جمع کر کے

نماہ حالات بہ صورت روایات مرتب کرائے تھے اور

مستند حلدی سار ہو گئی۔ نوری کتاب کی صحت

ازغائی ہزار صحت ہے کہ نہ ہو گی۔ اس کے سحر

ٹونک اور بدوہ، لکھنؤ کے علاوہ راقم کے پاس بھی ہیں

(۴) مولوی محمد جعفر بھاسری: نوارح عینہ یا سوانح

احمدی (اردو) بہ کتاب دہلی (۱۸۹۱ء)، ساڈھورہ (۱۹۱۰ء)

اور لاہور میں (ناریج ندارد) چھپی چکی ہے، (۵) صاب طہ

(اردو)، مرتبہ مرزا حبیب دہلوی۔ یہ در اصل شاہ اسماعیل

کی سوانح عمری ہے۔ آخر میں سید صاحب کے حالات شامل

کردیے گئے ہیں، دہلی ۱۹۹۵ء، ۲۶ (۶) سر سید احمد خان

آثار الصنادید (اردو)، صرف طبع اول، دہلی ۱۸۸۷ء؛

باب ۴، ص ۲۶ بعد و ۵۵ [تذکرۃ اہل دہلی کے

نام سے اس باب کو قاضی احمد میان اختر دونا گڑھی

Dictionary Buckland (۲۳)؛ ۳۰۰-۳۰۵ وغیرہ؛ [of Indian Biography، ص ۸، ۱۸۸۸ء، خصوصاً ۲: ۳۰۰]؛ (۲۴) سوہی لال سوری: عمدہ التواریخ، مطبوعہ لاہور، ۱/۳: ۱۶، ۱۹، ۳۰، بعد ۴۵، بعد ۵۶ ومواقع دیگر؛ [(۲۵) محمد اکرام موج کوثر، مطبوعہ نمئی، ص ۷ تا ۳۸، (۲۶) Indian Islam M T Titus، لندن ۱۹۳۰ء، ص ۱۸۱ تا ۱۸۶: (۲۷) W C Smith، Modern Islam in India، لاہور ۱۹۴۳ء]؛ (سید صاحب کی جماعت مجاہدین کے اصول نظمیں اور بعد کے حالات کے لیے رگ نہ مادہ مجاہدین)۔

(علامہ رسول مہر)

احمد الشیخ: (حومقامی طور پر "آمدوسکو" کے نام سے مشہور ہے) ایک کٹروری (Tokolor) حکمران، حو معربی سوڈان کے کٹروری فوج الحاج عمر بل [رک آن] کا بٹا تھا۔ ماسیہ کی جنگ میں جانی سے پہلے، حسن من وہ مارا گیا، عمر نے پیگو کی نمرہ مملکت احمد کے حوالے کر دی تھی اور اسے طریقہ بخانیہ میں سوڈان کے لیے اپنا حلیہ بھی بنا دیا تھا۔ عمر ۱۷۶۶ء میں اپنی فوجات کو مستحکم کرنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا اور احمد کو نہ صرف خاندانی رہنماؤں اور مصوح لوگوں کی دعاؤں کا ناکہ فراسیسوں کی مسلسل اسسیندی کا بھی سامنا کرنا پڑ گیا۔ آناٹی سلطنت میں اس کے حق ورائے کے متعلق تو کسی نے کوئی خاص مخالف نہ کی، لیکن اس عسکری سلطنت کی وحدت اس وجہ سے کمزور ہو گئی کہ مختلف صوبدار اپنے علاقوں میں عملی طور پر خود مختار حاکم بن گئے تھے۔ یہ صوبدار اس کے اپنے بھائی حسب (حکمران دن گراے Dingray) اور مختار (والی کویہ کیری Komakari)، اس کا عماد بھائی البخانی (حو ۱۸۶۴ء سے لے کر ۱۸۸۷ء تک ماسیہ کا خود مختار حاکم رہا) اور اس کے باپ کا علامہ مصطفیٰ، حاکم سورو،

یے مرتب کیا، طبع احسن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۵۵ء (۴)؛ ص ۳۴ بعد و ۷۶]؛ (۷) نواب صدیقی حسن خان: معاصر جیود الاحرار (فارسی)، بھوپال ۱۹۸۱-۸۲؛ (۸) دیوان اسرناہ طغرنامہ (فارسی)، شائع کردہ بخت بومورسٹی، لاہور ۱۹۲۸ء؛ (۹) نواب وزیر الدولہ والی ٹوبہ: وصایا الوری علی طریق الشیر والتدبر (فارسی)، ٹوبہ ۱۲۸۶ھ۔ اس میں نہ سلسلہ حکایات سید صاحب اور ان کے رہا کے حالات درج ہیں، (۱۰) مکاتب (فارسی)، سید صاحب کے مکاتیب اور اعلام نامہ حاکم کے مدد مجموعے میں جمع ہوئے ہیں سے پانچ راقم کے پاس ہیں (حظی)؛ (۱۱) سیرت علمیہ (فارسی)، شاہ علم اللہ کے حالات خاندان کے ایک برگ سے لکھے تھے، بعد میں ایک دوسرے برگ نے مرید حالات شامل کر کے اس کا نام تذکرہ الامرار رکھا (حظی)۔ خاندانی حالات میں نہ بہت عمدہ کتاب ہے، (۱۲) مولوی رحیم بخش۔ اسلام کی سون کتاب مکتبہ نہ تاریخ بت لبات (اردو)، لاہور ۱۳۳۴ھ؛ (۱۳) ارواح ثلاثہ (اردو)، سہارنپور ۱۳۷۵ھ، یہ امیر شاہ خاں مرحوم کی روایات کا مجموعہ ہے، حو مولانا اشرف علی صاحب بھانوی، مولانا طیب صاحب اور بعض دوسرے حضرات کی سعی و ہشیہ سے شائع ہوا؛ (۱۴) طغرنامہ رحمت سکھ (فارسی مطبوعہ)، ار بھیا لال ہندی، لاہور ۱۸۷۶ء؛ (۱۵) ہزارہ کریٹیر، لاہور ۱۸۸۲-۱۸۸۳ء؛ (۱۶) سید ابوالحسن علی ندوی: سیرت سید احمد شہید (اردو)، لکھنؤ ۱۹۳۹ء؛ (۱۷) سید احمد شہید (اردو)، مرتبہ راقم، دو جلد، لاہور ۱۹۵۵ء؛ (۱۸) رحمت علی: تذکرہ علمائے ہند، ص ۸۱-۸۲؛ (۱۹) نظامی ندایوبی: قاموس المشاہیر (اردو)، ۱-۳۱۴-۳۱۵: (۲۰) Persian Literature Storey، ۲/۱: ۱۰۳۱: ح ۳؛ [JASB (۲۱)، ۱ (۱۸۳۲) ۴۷۹-۲۹۸، Oriental Biographical Dictionary Bcale، لندن ۱۸۹۳ء، ص ۳۵۴ بعد]؛ (۲۲) W W Hunter، The Indian Muslims، لندن ۱۸۷۱ء، ص ۱۳ تا ۱۸،



Niger ۱۹۱۲ء تا ۲۰۲۳ء تا ۲۰ (۲) وہی مصنف:  
Traditions historiques et légendaires du Soudan  
Occidental ۱۹۱۳ء تا ۸۳ ص ۹۸ (۳) L. Tauxier  
Histoire des Bambara ۱۹۲۲ء تا ۱۲ ص ۱۸۱ (جس  
میں معاصر فرانسیسی مصنفین کے حوالے بھی دیے گئے ہیں)۔

(J. S. TRIMINGHAM)

- احمد غلام حلیل: دیکھئے علام حلیل۔
- احمد فارس الشیداق: دیکھئے فارس الشیداق

- احمد کو/پروٹو: دیکھئے کو/پروٹو۔
- احمد گران: بن ابراہیم، حسنه کی فتح اور اسلامی کا فائدہ، جو اسی وجہ سے صاحب الفتح اور العاری کے کتاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ امہری لوہاؤں (Amharans) نے اسے گران (کھنا) کا عرفی نام دیا۔ روایت یہ ہے کہ وہ سومالی سلطنت میں تھا۔ وہ ریاست ادل Adal کے ضلعی حوث Hubal میں ۱۵۶۶ء کے ایک بھگت پیدا ہوا اور اس نے اپنے آپ کو الخیراد آسوں سے وابستہ کر لیا، حوٹس حکمرانوں کا فائدہ تھا جو تسلیم حکمرانوں کی حسہ کے ساتھ مصالحت آمیز روش کی مخالفت تھی۔ آوں کی وفات کے بعد احمد حید حرب مخالف ۵ سردار بن گیا اور اس نے سلطان انونکر بن محمد نو سکسب دینے کے بعد قتل کر دیا اور امام ۵ لمت احبار کر لیا۔ نجاسی لینہ دینگل Negus Ichni Dengel نو حجاج ادا کرنے سے احار شریعے پر لڑائی شروع ہو گئی۔ نالی Bali نے کورر یوسکسب دینے کے بعد اس نے اسی سومالی اور عمر فوج نو متحد کر کے ایک ریڈرست فوجی طاقت بن کر لی۔ حناجہ اس نے سمیرا کورے Shemhera Kute کے مقام پر اہل حسہ پر ایک فاصلہ لٹ فتح حاصل کی (۱۵۲۹ء) اور دو سال کے اندر اندر سوہ Shoa پر قبضہ کر لیا۔ آئندہ چھ سال

Nyoro بھی ہے۔ احمد کی اس ناکام کونسل نے کہ سلطنت بارہ بارہ نہ ہونے پانے اسے برابر جنگ و جدال میں الجھائے، تھا۔ اس کے بعد کے ابتدائی سال ابھی ہی سلطنت کے مضبوطی کے لیے تھے۔ میں گزریے، جنہیں پوری طرح دیکھی جاتا تھا، اس کے نیکو روی سردار اس کے لیے - آوں سے مل گئے اور ۱۸۶۸ء کی معاہدہ پر حسب سے رہنا، بہت سی اسی معاہدوں میں سے ایک بھی ۱۸۶۸ء میں اس نے "ابن المؤمنین" کے نام سے ایک

۱۸۷۸ء سے ۱۸۸۰ء تک فرانسیسی بوداں پر مسل آگئے اڑھنے رہے اور حسب اندیشی میں ملک کی تیار تھا اس کی وجہ سے احمد ان کی جوتی مور، صاحب نہ کر سکا، بلکہ اس کی اور - ری Samori [نقہ SAMORI در اٹلانٹک، طبع دم] کی اہمیت - حاکم کی وجہ سے فرانسیسیوں نے یہ موقع مل گیا کہ وہ ان دونوں پر ایک ایک حملہ کر کے اسے اپنے سے دیکھیں۔ احمد نے جہاں پہلے پہلے دے فرانسیسیوں پر سے میل کیا۔ ۱۸۸۰ء میں اس نے یہ مقرر کر دیا کہ وہ فروریوں کے مہینوں ابھی حال کا ہمسایہ محسوس ہوا، ابتدا وہ مورو Nyoro چلا گیا، جہاں اس نے اپنے جانی - قتلہ نو مہرول کر - اس سے اس نے ۱۸۸۳ء میں وہاں کا حاکم مقرر کیا گیا۔ ۱۸۸۹ء میں فرانسیسی سربراہ اریشار Archinard نے - کو رقصہ کر لیا اور اس سے اگلی سال اس نے مورو جمہور کر (جس پر اسی فرانسیسی ٹریبل نے اسم جوڑی ۱۸۹۱ء نو مقصد کر لیا)، بحرہری، ف مائل تھا، حناجہ ۲۶ اپریل ۱۸۹۳ء نو آئے۔ بہت عرصے اور اس طرح سوراں میں نیکو روی حکومت کا حاکم ہو گیا۔ احمد سو سو Sokoto کے علاقے میں ہوا۔ حد Hausaland کی طرف بھاگ گیا، جہاں وہ ۱۸۹۸ء میں فوت ہو گیا

مآخذ: (۱) Haut-Sénégal- M Delafosse

میں اس نے کئی قابل ذکر مہموں کی بدولت حسہ کا بہت سا حصہ مسخر کر لیا، لیکن وہ اپنے ان مصوحہ علاقوں کو پوری طرح ضبط میں نہ لاسکا۔ اس کے اپنے لشکر کے مانہ بدوسوں میں مرکز سے انحراف کے رجحان غالب تھا۔ اس کے علاوہ ان برنگیری افواج کی ابتدائی کامیابی سے جو لیمہ ڈیگیل کی وفات کے بعد ۱۵۴۲ء میں وہاں آئی تھیں اس کی طاعت کو خاصا صدمہ پہنچا لہذا احمد کو ناساے زائد سے تربیت یافتہ بدو قہقوں کی کمک طلب کرنا پڑی۔ ان کی مدد سے اس نے برنگیروں کو شکست دی، لیکن اس کے بعد اس نے ان ہمسور شاہوں کو واپس بھیج دیا۔ نئے سپہ سالار [حسہ] گلاود بدوس Galawdewos نے نافی مانہ برنگیروں سے مل کر مارخانہ امدام شروع کیا اور زانتیرا Zānterā کے مقام پر ۱۵۴۹ء/۱۵۴۳ء میں فاصلہ کن فتح پائی۔ احمد میدان جنگ میں کھٹ رہا اور اس طرح مانہ بدوسوں کے اسلارہ کا ناکل حاتمہ ہو گیا۔

مآخذ: (۱) شہاب الدین: موج الحسہ، طبع ناسے R Basset، ۱۸۹۷ء تا ۱۹۰۱ء (۲) ناسے R Basset Études sur l'histoire d'Éthiopie، ۱۸۸۲ء (۳) La Cronica Abbreviata d'Abissinia F Beguinot، ۱۹۰۱ء (۴) Rivista di Studi Etiopici، ۱۹۳۱ء، ص ۹۳ تا ۱۰۳ (۵) Storia C Conti Rossini روسی Rend Lin، di Lebna Dengal Dos Festos de D Christovam Miguel de Castanhoso، ۱۸۹۸ء، طبع Pereira، لڑیں ۱۸۹۸ء (J S TRIMINGHAM)

احمد مذہب افندی: (۱۸۳۳ء تا ۱۹۱۲ء) ترکی مصنف، ایک متوسط الحال برار سلیمان آغا کا بیٹا، استانبول میں طوب خانہ کے فوجی محفلے میں ۱۸۳۳ء/۱۸۲۶ء میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں چرکس (Circassian) نسل سے تھی۔ احمد پانچ

یا چھ سال ہی کا تھا کہ اس کا باپ فوت ہو گیا۔ چنانچہ بچپن کے ایام میں وہ عملاً آزاد رہا۔ ایک وقت میں اس نے مصر چارسی بازار میں ایک عطار کی دکان میں ساگر دی بھی کی۔ ماں کی طرف سے اس کا بڑا بھائی، حافظ آغا، وڈین کی ولایت میں ایک قضا کا حاکم تھا۔ جنگ فرم (کریمہ) (۱۸۵۳ء تا ۱۸۵۶ء) کے دوران میں وہ اپنے سارے خاندان کو وڈین لے آیا اور وہیں احمد کی تعلیم شروع ہوئی۔ جب اس کا خاندان ۱۸۵۹ء میں استانبول کو لوٹ آیا تو اس نے طوب خانہ میں فسرہ جی کے لیے بر واقع ایک ابتدائی مکتب میں اپنی بڑھائی کا سلسلہ جاری رکھا۔ جب حافظ آغا کا مذہب پاسا [رک نان] سے، جو ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۱ء میں ورور اور صوبہ وڈین کا والی مقرر ہوا، بغاوت قائم ہوا تو وہ دوبارہ اپنے خاندان کو استانبول سے واس لا کر سپرینس میں سکونت پذیر ہو گیا۔ احمد، جو اس وقت سیرہ سال کا تھا، بس کے رسیدہ [درجہ ثانوی کے مدرسے] میں بڑھنے لگا اور اس نے ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء میں سند حاصل کر لی۔ انہیں انام میں دوبہ [ذنب] کی ولایت کی سیکل ہو رہی تھی۔ احمد نے اس کے صدر مقام رسیچک Ruschuk میں پہنچ کر اپنے بڑے بھائی حافظ آغا کی مدد سے ایک سو فرس ماہوار بخوار بر نائب مسی کی جگہ حاصل کر لی۔ احمد، جو ایک دانا دانا، ہنسا اور خوددار شخص ہوئے کی وجہ سے مذہب ناسا کا مسطور بطور بن گیا تھا، اپنے اوقات فرصت میں ایک طرف مسرفی بہدیت سے مرید واقف حاصل کرنے کے لیے مسجد میں درس لیا تھا اور دوسری جانب ایک سرکاری عہدے دار درکن افندی سے فراسسی زبان سیکھا رہا؛ علاوہ سرس وہ ایک نئے روز نامہ طونا Tuna میں مضامین بھی لکھا رہا۔ مذہب پاسا نے اس کی سرگرمیوں کو قدر و تحسین کی نگاہ سے دیکھا اور اسے خود اپنا نام "مذہب" عنایت کیا اور جب

عجب روش کا آدمی تھا، فارسی زبان اور فلسفہ مذہب سکھتا رہا۔ اسی دور میں اس نے حمدی سے ہی کے سو، دلائے پر پھر مصنف و تالیف کا کام شروع کیا اور نئے قائم شدہ صحتی مدرسے کے طلبہ کے لیے حاجہ اول Hâce-i-evel اور قصہ دان حصہ Kissa dan Hissa نامی کتابیں پہلی بار یہیں چھپوائیں۔ ان کہانیوں میں سے بعض، جو آخر میں استانول میں ”لطائف روایات“ کے سلسلے میں شائع ہوئیں، بعد ازاں ہی میں لکھی گئی تھیں۔

بعد ازاں کے ڈیڑھ سال بعد اس کا بڑا بھائی حافظ آغا، جو اس وقت مصر کے متصرف [حاکم] سنجلی تھا، فوت ہو گیا اور خاندان کے پندرہ افراد کے مصارف کا بوجھ احمد مدحت کے کندھوں پر پڑ گیا۔ اس نے فوراً استانول لوٹ کر کاملاً تصیف و تالیف میں مشغول ہو جانے کے حال سے بڑی مشکل سے مدحت باپا سے اپنی ملازمت سے مستعفی ہو کر کی اجازت لی اور ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء کے موسم بہار میں استانول چلا آیا۔ استانول میں اسے حرسہ عسکریہ کی ادارت سس کی گئی، جو اس پر فول تری اور ڈیڑھ سال تک یہ خدمت انجام دینا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے گھر میں، جو اس نے بحسب قلعہ Tahta Kale میں لیے رکھا تھا، اپنا ایک چھوٹا سا مطبع قائم کر لیا۔ اس مطبع میں وہ اپنے کھر والوں کے ساتھ مل کر اپنی عبارت کے حروف جوڑنا، چھانتا اور ان کی کتابی شکل میں حیرت انگیز کے ادھر ادھر فروخت کے لیے تقسیم کر دیتا تھا۔ وہ یہ دیکھ کر کہ ان کتابوں کی ترقی کی آمدنی سے وہ اپنے بڑے بچے کے اخراجات کو سورا نہیں کر سکتا مایوس نہیں ہوا، بلکہ اپنے اس کام کو جاری رکھتے ہوئے اس نے روزنامہ نصرت اور دوسرے اخبارات کے لیے مضامین لکھنا شروع کر دیے۔ اس کے مطبع کا

تک یہ سر اقتدار رہا اس کی سرپرستی سے کبھی دریغ نہ کیا۔ احمد افندی کو ایک مہینے اندر کے ساتھ ترجمان کے طور پر کام کر کے سے مدد بھیج دیا گیا، جہاں اس نے سادی کر۔ بعد ازاں وہ رسچک واپس آئے۔ ان کے بعد ہریدان حالی و آوارگی میں مبتلا رہا۔ دماغی اشارے، یہ دور کچھ عرصے تک جاری رہا اور اسی زمانے میں اس نے خود کشی کا قصد بھی کیا، مگر اسے مشفق رفائے کار کی مصلحتوں نے مائل کر دیا۔ اس نے بہت حادثات اپنی دلچسپی کی تھی۔ اور پہلی سی سرگرم زندگی از سر نو شروع کر دی۔ کچھ عرصہ اس نے دیوانے سے (کتابت) کی مصائب آنکاشی میں ہوائی کا کام دیا، مگر حیرانگی آمدنی میں کوئی اضافہ نہ ہوئے سے مائل ہو کر استعفاء دے دیا۔ اب اسے محکمہ راء کے دور میں کتاب کی ملازمت ملی تھی۔ اس نے ساتھ ہی وہ روزنامہ ملہانا یا اسٹار بھی مہر ہو گیا۔ اس خدمت پر وہ آٹھ ماہ مامور رہا اور جب مدحت باپا شورائے دولت کی عمارت سے تبدیل ہو کر ولایت بعد ازاں والی مہر ہوا تو احمد استانول چلا آنا اور ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء میں سرکاری ملازمت کے ایک بڑے فائز کے ہمراہ بعد ازاں کی طرف روا ہوا۔ اسے یہ نام موصول ہوا تھا کہ بعد ازاں میں قائم ہونے والے مطبع اور صوبے کے اخبار روراء Evra کی سبکدوشی چال کرے

بعد ازاں میں احمد با پام اس کے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہوا۔ ایک طرف مہری عاقبت سے زیادہ واقفیت حاصل کرنے کے لیے ناظم محکم حمدی نے [رکبان] کے مشورے سے وہ سوریہ در آمدہ کتابوں کے مطالعے میں مہمک رہا۔ دوسری جانب ایک مشرقی فلسفی جان معطر Jan Muattar سے، جو ہر مذہب و ملت سے جوئی وادہ ایک

گیا؛ در آن حالکہ وہ اس سخت سزا سے درجہ غایت دل شکستہ بنا ہوا ہے ملی، مگر بعد ازاں اپنے کو اس زندگی کا عادی بنا کر وہ اپنا وقت مطالعے اور تحویر میں گزارنے لگا۔ اس کی تصانیف دنیا پہ ایکنہی گیش، آچی ناش، حسن ملاح، احد صور سب اسی زمانے کی ہیں۔ اس نے یہ کتابیں لکھ کر استانول بھیج دیں، جہاں وہ اس کے ایک رشتے دار محمد حودت کے نام سے طبع ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ Basmadjian نے احمد مدحت کی بعض تصانیف کو محمد حودت کی طرف منسوب کر دیا ہے (دیکھیے *Essai sur l'Histoire de la litterature Basmadjian Ottomane*، برس ۱۹۱۰ء، ص ۲۱۸)۔ مزید برآں اس فید ہی کے زمانے میں اس نے ابراہیم پاشا کی مسجد کے احاطے میں ایک مکتب مدرسہ سلماہیہ کے نام سے کھول دیا، جہاں وہ بچوں کو جدید طریقے سے تعلیم دینے لگا۔

سلطان عبدالعزیز کی معزولی (۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء) پر احمد مدحت کو معافی مل گئی اور وہ استانول واپس آگیا۔ جہاں وہ اپنی ساری توجہ اپنے مطبع پر صرف کرنے لگا۔ اس نے اپنی پرانی کتابیں، جو اب موجود نہ تھیں، از سر نو چھاپیں اور بہت سی نئی کتابیں بھی لکھیں۔ عبدالحمد ثانی بحسب سیں ہوا تو اس نے اسے آپ کو سزی سے بدلے ہوئے حالات کے مطابق ڈھال لیا اور سلطان کی خوشنودی مزاح حاصل کر لی۔ اس کی کتاب اس انقلاب (۱۲۹۴ھ) کی اساعت، جس میں عبدالعزیز کے عہد حکومت کا حال بنا گیا تھا، اس کے نویم وفائع اور سرکاری مطبع کا ناظم اعلیٰ سے کا باعث ہوئی (۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء)۔ یہ صورت حال اس کے اور ”شے عثمانیوں“ کے مابین ناموافق کا باعث ہوئی، جنہیں دوبارہ حلاوطن کر دیا گیا (نامی کمال کے ان دو خطوں کے علاوہ جو

کام بڑھا تو اس نے آصفہ آلتی میں حاملی خان میں ایک حصہ بڑا سا کمرہ لے لیا اور چند مددگار رکھ کر کام چلاتا رہا اور بالآخر حادثہ ناب عالی میں ایک بڑے دائرے میں مطبع قائم کر لیا۔ ان تمام گرمیوں کے دوران میں وہ اپنے خاندان کے بچوں کو جس طرح بعداد میں پڑھایا کرنا تھا یہاں بھی بڑھاتا رہا۔ ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء میں جب مدحت پاشا وزیر اعظم بن گیا تو احمد مدحت نے رسالہ دعرکت کے نکالنے پر اکتفا نہ کی بلکہ دور کے نام سے ایک روزنامہ جاری کرنے کی اجازت حاصل کر لیا، مگر پہلا شمارہ نکالنے کے بعد یہ کام بند کر دیا گیا۔ آراں بعد اس نے ایک رستہ دار محمد حودت کے نام سے روزنامہ سدر جاری کرنے کی اجازت حاصل کی، لیکن تیرہ شماروں کے بعد نومبر ۱۸۷۰ء میں اس اخبار کا بھی یہی انجام ہوا۔ بالآخر رسالہ دعرکت میں ایک مصنفوں نے ”دو اردن سرحد“ سائع کرنے کی بناء پر، جس میں اخبار بصورت کے ایک خلاف اسلام مصنفوں پر جرم کی کسی بھی، ناب مستحب [سج الاسلام کے دور] کی جانب سے احمد مدحت کو سرریش کی تہذیب کی گئی اور ایک سام حب وہ نمائندہ بن گیا اسے گرفتار کر کے پولیس تھانے (ناب) کے لئے لے جایا گیا اور محسوس کر دیا گیا۔ اس کے بعد ہی بعد اسے نامی کمال، نوری، رساد اور الصیاء نوری کے ساتھ ایک جہاز میں کر استانول سے حلاوطن کر دیا گیا (محرم ۱۲۹۹ھ / مارچ ۱۸۷۳ء)۔

احمد مدحت کو انوالصاء نوری کے ساتھ حریرہ رودس Rhodes بھیج دیا گیا تھا۔ وہ اگرچہ ”حدید عثمانی“ گروہ میں سے نہ تھا اور فکر و عقدہ من امن کمال سے کسی قسم کا رابطہ نہیں رکھتا تھا تاہم پہلے اسے جزیرہ رودس کے قلعے میں بند کر دیا

اس نے احمد مدحت او اکھوے اور بعد دستور او  
(میروظہ) کے بعد مانع ہوئے دیکھو۔ رضاء الدین  
اس فخر الدار : احمد مدحت ابدی، اوں رک  
۱۹۱۳ء، ص ۶۰، نامہ ۱۔ ۲، اس نے ۱۹۱۳ء  
حکومت کی سب سے اوں یہ ہے کہ  
راہیں نکال، اس اور ۱۹۱۳ء کی ۱۹۱۳ء  
اسے اپنے ملک کے اے اپنی ۱۹۱۳ء، ۱۹۱۳ء  
کا موقع ملتا رہا

[illegible]

حور، ۱۸۸۹ء) احمد مہذب کو "نالائ" (یعنی سمار) کے لقب سے پکارا گیا تھا۔ جب دوسری بار مشروطہ فائیم ہوئی (۱۹۰۸ء) تو احمد مہذب نے اس کے قانون کے مطابق احمد مہذب کو مسیحی ہونے پر مجبور کیا گیا اور نئے مذہب کے رکھنے والے اس پر شدید حملے ہوئے رہے، اس زمانہ میں خاصے عرصے کے بعد، اس نے چاہا کہ ارسینو ایڈیٹر کے نام سے اخبار - نئے جسے اس نے بہت دنوں سے مدیر بنال رہ رہا تھا، لیکن وہ محسوس کرنے لگوے کہ لوگوں نے اس کی طرف بدل چکا ہے اور وہ خود اس کے پہلے کی طرح قبول عام نہیں رہا اس لیے وہ سال ۱۹۰۸ء میں اخبار - آخر وہ مجلس وزراء کے حکم سے دارالعلوم میں اربع عمومی اور اربع فلسفہ و مذہب کے اعلیٰ معلم بن گیا اور اس میں تعلیم اور مدرسہ کے افسر بن گیا اور اربع مذاہب کے مضامین پڑھانے لگا۔ اس کے بعد وہ "دارالینقہ" میں بلامعاوضہ ۱۹۰۸ء (۱۰ جون) سے ۱۹۱۵ء تک رہا تھا تو ۲۸ دسمبر ۱۹۱۵ء / ۱۳۲۸ھ انوار کی رات کو حزن قلب سے فوت ہو گئے اور محمد فانی کے قبرستان کے اس میں سپرد ہوا

حب احمد مدحت سکور میں رہا تھا تو اُس نواح کے لوگوں سے بہت حسد سلوک سے جس انا اور ایسے عظم حے، لہنی سادہ داڑھی اور موٹے عصا حب اسی مسقفانہ حال اور حذر حواہانہ طور طرہے کے ساچہ سارح باب عالی میں رہ کر وہاں کے لوگوں کی معطم و محبت ہی اس نے حاصل کر لی۔ ایسے ایک مضمون بعنوان دیکہ دانلر Dekadanlar (صحابہ، یکم ربیع الاول ۱۳۱۳ھ) میں احمد مدحت نے تروپ فوں کے سر ادواء کی بصحک و بدلیل کی بھی اور حشوں نے حوس حوانی میں ایسے بہت سبب حواب دے بھی اچھوں نے بھی آخر کار اس کی طرف ایسے احساس مومب کے اطہار سے دریغ نہیں کیا (قت حسین حاہد بالحبیں : ادبی حاطرہ لر، استانولہ

کی مدح ہے۔ مرید برآں اس نے انسانی ہمدردی اور رجائیت (optimism) کے پیروں سے سوس ہار کے فلسفے پر حملے کیے ہیں (سوس ہارٹ کے حکمت حدیدہ سی)۔ اس نے ایک طرف اسے تاریخی دور کی جس کا اظہار وہ حادثہ اول (طبع ۱۸۶۸ء) میں کر چکا ہے یوں کی کہ ایک نواس انقلاب لکھی اور ۱۲۷۶ھ/۱۸۷۶ء کے قسہ و فساد کا حصارانہ بحریہ رندہ الحقائق (طبع ۱۸۷۸ء) کی صورت میں پس کیا اور دوسری جانب تاریخ عالم کی نوعیت کی تصنیف *L'Univers* کے تراجم شائع کئے (کتاب، ۱۴ جلدیں، طبع ۱۸۷۱ء تا ۱۸۸۱ء) اور تاریخ عثمانیہ کی ایک کتاب مفصل (طبع ۱۸۸۰ء) بھی لکھی۔ وہ تئیس اور اس کی دیگر تصانیف اسناد و ماحول کی حش سے ذرا بھی قیمتی نہیں، تاہم ان کتابوں نے ان لوگوں میں جس کے لیے وہ لکھی گئی ہیں تاریخ سے دلچسپی درور پیدا کر دی اور اس طرح فی الجملہ ان کی حاسوں کی سلامی ہو جاتی ہے۔

احمد مدحہ کی ان ادبی سرگرمیوں کا اہم ترین پہلو ناول نویسی اور افسانہ نگاری ہے۔ حد مسلمات کے سواء (جسے دو ماس حورد سے مرحمہ انون فادیمک حاسہ سی، ۱۲۹۸ھ اور *La Dame au camélias*، ۱۲۹۹ھ) فوئلہ Octave Feaillet سے مرحمہ برہر دلفابلونک حکایہ سی، ۱۲۹۸ھ اور صفت کارناموسو، ۱۳۰۸ھ) اس نے فرانسیسی عوامی افسانہ نگاروں سے جو برحمے کئے (مثلاً کوک Paul de Kock سے اوح یورلو فاری، انوالصاہ نوسو کے ساتھ مل کر، ۱۲۹۴ھ؛ فہرہ عاسو، ۱۳۰۳ھ؛ Emile Richebourg سے مردود فر، ۱۲۹۹ھ اور بچہلی فادیں Emile Gaborieu سے اوریوال حایسی، ۱۳۰۱ھ) وغیرہ وہ موضوع کے لحاظ سے عامانہ اور برحمے کے اعسار سے نہت آزادانہ ہیں۔

۱۹۳۳ء، ص ۱۴ بعد)۔ حقیقت یہ ہے کہ برکی فائیں احمد مدحہ کی تصانیف کے برہوں مس ہیں، جس کی تعداد ۱۵۰ جلدوں تک پہنچتی ہے۔ اس ان ایک مصنف کی، جسے اس کے معاصرین نے "جالس پھروں کی طاب والی لکھے کی مس" کا لقب دیا، تھا، مس سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اس نے عوام کے طابع میں، حوسند ظال عازی اور عاسو۔ راب ایسی کتابیں بڑھے کے رسا بھرے، قسہ و قسہ کہ صرف افسانے (رومان) کا دور رسا کیا بلکہ مقام (دھر) کی حواس کا سود بھی لگا دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ دھر حگ اور فرق اسار سے شروع کر کے اس کی یہ مطلق خدمت تقریباً نصف صدی تک جاری رہی اور اس نے قارئین کی ایک ایسی بڑی حاسہ کی رہبری کی جس کا حلقہ حدود قومی سے دھر تک پھیلا ہوا تھا۔

افسانوں، حکایتوں اور ناولوں کے علاوہ احمد مدحہ نے تاریخ، فلسفہ، احکامات، مسلمات اور ایسے ہی دیگر کئی سجدہ (مس) علوم کے میدان میں بکثرت حولاتاں دکھائیں۔ حوسچر وہ بڑھتا اور سیکھتا تھا اسے اپنے فائیں کے قسہ کے مطابق فادیمک کے بٹھ جانا تھا اور اگرچہ اس نے نوی عظیم طبعراد تصنیف نہیں چھوڑی تاہم اس نے ان موضوعات سے عامہ الناس میں وسیع دلچسپی اور ایک طرح کی معقول رواداری کی دھب سدا کی۔ اس نے ڈا ڈیر جان ولیم ڈربر Diaper کی کتاب کا ترجمہ تراغ عام و دین کے نام سے ۱۳۱۳ھ میں شائع کیا اور اس کے ساتھ ہی انہی طرف سے اس کی تردید اسلام و علوم کے عنوان سے لکھی۔ اس نے یہ دکھائے کی کوشش کی کہ اسلام نہ صرف سائنس کے بصوراب بلکہ فلسفہ مغرب کے افکار کے خلاف بھی نہیں۔ اس کی کتاب بن پیم [میں کون ہوں؟]، جس کا پس منظر روحانیت ہے، مادہ پرستی

میری باخود انتظام، (۱۹) اسمی (۹) شہادت  
۶۱ (۱۸۸۸/۵۱۳)، (۲۰) مسأہدات، (۲۱) پاپاسدہ  
کی راز (۱۸۹۰/۵۱۳)، (۲۲) احمد متین  
وسرراد، (۲۳) حال وحدت (۱۸۹۱/۵۱۳)،  
(۲۴) لٹلو (۱۸۹۸-۱۸۹۷/۵۱۳)، وغیرہ۔  
اس ۵ آسری ناول رومن سر دے، جو احسار  
دہاں حتمت میں سادہ دستور کے بعد مسطور چھپا۔  
احمد مدست حتمی معنوں میں ایک مقبول عام  
ناول جس کا انداز تحریر سادہ اور سنجیدہ  
ہے، جس میں لکھی لکھی مسالہ امیر اسامی  
کا رنگ اور اسہائی بحال بھی آجانا ہے (مثلاً  
میں ملاح در اند و سرہ میں) اور لکھی وہ ایسی حقیقت  
نویسی پر اند آتا ہے جس میں ایجاد یا بحال کا کوئی  
دلیل نہیں ملتا (مثلاً، اعدا)۔ اور اسے ہر  
ناول میں، اسے قاری کے لیے مناسب موقع ہر قسم  
کے معلومات پر نا، جس معلومات درج کرنا ہے  
اور حوادث مدکورہ کے بارے میں مد و نصیحت  
دینا جاتا ہے۔ ہر مد لہ اس قسم کے غیر معنی  
دیوانی کتاب اس کے حصے کی وحدت اور اس کے  
سہم میں مدلیل انداز ہوئے ہیں ناہم وہ اس  
دیوانی ر قاری کے ساتھ دوسرا مد معنی پیدا  
کر کے درجہ رائے کی نوسن کرنا ہے۔ مقامی  
موضوعات پر ہم اسے وہ سنا اوقات علو سے  
نا اے بر اسے راز راز کرنا ہے جو روایت کے  
سے ہی مد کرنا ہے اس اور اس کے بعض راز  
سے حتمی اوراد ہیں جنہیں معاسرے سے لے کر  
اسے میں مدلی کرنا گنا ہے۔ بعض ناولوں  
میں اس سے اسے راز کے اسامی کی، یعنی سلطان  
مد و ر مدود سنی کے عہد کی، معاسرت کا  
مد و ر راز راز اور نا اکل حقیقت کے مطابق  
مد سنا ہے۔ یہ مد اسے ایسی مٹیلاب بھی لکھیں  
جسے احمد راز، ایسی اس (۱۸۹۷)، سہ ووس، ہر اس

تاہم ان کتابوں سے بڑی مقبولیت مائی - اس کی اپنی  
 سادہ کردہ کتابوں میں الٹا میں دیکھوں ایک سلسلہ  
 لطائف روایات ہے جو جس میں اس سے قوا  
 (۱۸۷۱ء تا ۱۸۹۴ء) - ان کتابوں کی  
 حد تک دوسری کتابوں پر مبنی ہے  
 خلاصہ Horn ۱۱ سے *ausch u turkischen Mo'tame*  
 لاہور ۱۹۰۲ء میں جامعہ اسلامیہ میں  
 مرحوم F Seidel سے *ausch u turkischen Mo'tame*  
 ۱۹۰۲ء میں لاہور میں  
 اساتذہ کی - اس کتاب کا مجموعہ جامعہ اسلامیہ میں  
 یا کہ آل (ملاح) کی اصلاح اور اصلاح میں رہا  
 وہاں اس کتاب میں اس کے بعد اس کے  
 میں عدم اس کتاب کی رہا اس کے بعد اس کے  
 بھی اس کی اس کی اس کی اس کی اس کی  
 خلاصہ اس کی اس کی اس کی اس کی اس کی  
 (Dumet pere) کی مائی - *Monte Cuto* کے  
 پر جس میں ۱۲۹۱/۱۲۹۲ء میں اس کے  
 کی اصلاح کی اور اس کے بعد اس کے  
 کتاب اس کی

[illegible]

(۱۲) مصطفیٰ نہاد : ترکچہ دہ رومان، (۱۹۳۷ء) ۱ : ۱۸۷ تا ۳۳۲؛ (۱۳) احمد راسم : معرہ، شاعر، ادیب، (۱۹۲۳ء) ص ۳۵ بعد، ۳۶ بعد، مواضع کثیرہ، [(۱۴) 'Geschichte der Turkischen moderne P Harn لاٹبرگ ۱۹۰۹ء، ص ۱۲ تا ۳۰؛ (۱۵) ناسگر 'Babinger ص ۳۸۹ تا ۳۹۱؛ (۱۶) 'Die O Hach'mann 'Türkische Literatur des zwanzigsten Jahrhunderts لاٹبرگ ۱۹۱۶ء، (۱۷) 'Unpolitische M Hartmann 'Briefe aus der Türkei لاٹبرگ ۱۹۱۰ء، ص ۷۰ و ۸ 'Erindringer J Ostrup، کوپن ہیگن ۱۹۳۷ء، ص ۴ تا ۴۴]۔

(صبری اسد سیاوش گیل ارا، ترکی و B LFWIS)

\* احمد المنصور: مراکس کے حادثات سعدی

[آرٹیکل] کا چھٹا حکمران، یہ ناساہ اس حادثات کے دوسرے سلطان محمد السح المہدی (م ۵۹۶ھ / ۱۱۵۷ء) کا بٹا تھا۔ وہ ۵۹۶ھ / ۱۱۵۷ء میں فارس میں پیدا ہوا اور فوج میں کئی عہدوں پر مامور رہا، لیکن اسے بڑے بھائی عبدالملک کے ساتھ الحرائر میں حلا وطن کر دیا گیا۔ جب عبدالملک ۵۸۳ھ / ۱۱۵۷ء میں بحسب سن ہوا تو اس نے اپنے بھائی احمد کو ولی عہد نامزد کر دیا۔ دو سال بعد احمد نے وادی الحاریر کی مشہور جنگ میں حصہ لیا۔ یہ وادی القدر الکبر [آرٹیکل] کے نواح میں اور مراکش کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ لڑائی حمادی الاولیٰ ۵۸۶ھ کی آخری تاریخ کو (۳ اگست ۱۱۵۷ء) ہوئی، جس میں سباسبیان Sebastian سہاہ بردھال کی فوجیں بالکل سہاہ ہو گئیں اور خود ناساہ بھی میدان جنگ میں مارا گیا اور شمار بردگالی امراء قید کر لیے گئے۔ ادھر سلطان عبدالملک بھی، جو بہت بیمار تھا، اسی جنگ میں اپنی پالکی کے اندر فوت ہو گیا۔ اسی روز فتح مند افواج نے احمد کی بحسب سنی کا اعلان کر دیا اور

ادب لیری وغیرہ۔ یہ مصنف اس باب کا کبھی دعویٰ نہیں ہوا کہ وہ [اعلیٰ] ادب کی تخلیق کر رہا ہے، لیکن وہ ترکیب کو ایک ناشعور صبح سر لاسے کا درجہ بنا اور اس سے اس حال میں وراثت کی کہ ترکیب کی تاریخ صرف عثمانیوں کے محدود نہیں اور ترکیب زبان کو ایک مستقل اور آزاد زبان بنانے کی ضرورت ہے۔ اس سے مغرب کی معماری (classic) کماؤں کے تراجم کا کام آئے دے آئے اور ہماری ثقافت کے لیے، جو مغربی اثرات سے بر رہی ہے، ایک درس اور صحبہ مند استاد کی ہے۔ اس کا اثر اور سہرت دوسری حدود میں پھیلا کر اٹل گئے اور اس کی کتابیں ترک اقوام میں بھی دارجسی کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں اور لوگ ان سے مستفید ہوئے ہیں، کیونکہ احمد مدحت اس بحرک روس حالی کے مہمار اور بڑے نمائندوں میں سے ہے جس کا اعادہ نظمات کے ساتھ ہوا تھا۔

۱۔ آخذہ اس کے سوانح حیات کے لیے دیکھیے۔

۲۔ احمد مدحت: مضمون، ۱۲۹۳ھ، (۲) اسمعیل حق:

احمد مدحت افندی (اوپر درجہ عصرک ترک محرر نری، ج ۱ ص ۸، ۱۳) (۳) رضا الدین بن محمد الدین احمد مدحت افندی، اوپر برگ ۱۹۱۳ء،

۴۔ اسمعیل حبیب: تنظیمات دن نری، ۱۹۹۴ء، ص ۲۳۱ تا ۲۴۲، ۲۶۳ بعد، ۳۱۲ بعد، (۵) اسمعیل حکمت: برد ادب تاریخی (تا کو ۱۹۲۵ء)، ۲،

۶۔ تا ۵۲۷، (۶) وہی مصنف: احمد مدحت، ۱۹۳۲ء،

۷۔ ڈاکٹر کامل نارگیچ (پسر احمد مدحت افندی)۔

احمد مدحت افندی حبابی و خاطره نری، ۱۹۹۴ء، (۸) احمد امین: مطوعات خاطره لریم، ۱: ۳۲ تا ۳۷، ۵۲ تا ۵۷، (۹) خالد صبا اوشق لی گل: قریب، ۱۹۳۶ء،

۱۰۔ ۷۹، (۱۰) حسین شاہد یالغین: قاوہ لریم ۱۳۲۶ھ، ص ۱۱۹ تا ۲۱۸؛ (۱۱) وہی مصنف: ادبی خاطره لری (استادول ۱۹۳۵ء) ص ۱۳، ۸۲ بعد،





میں چلا گیا، مگر فاس پہنچے ہی ۱۱ ربیع الاول ۱۲۰۱ھ / ۲۰ [کذا، ۱۹] اگست ۱۶۰۳ء کو فوت ہو گیا۔ اس کی میت کو مراکش پہنچانا دیا اور اس عظیم الشان مہرے میں دس لاکھ دینار دیا اور اب تک موجود ہے۔

مآخذ: (۱) عربی مصادر حولیوی پرووانسال I èvi Provençal کے Chorfa میں دیے ہیں یعنی افرانی، مشالی، اس القاصی الممتنی المصور، (۲) انک نامعلوم مصنف کی تاریخ (طبع G S Collin، رباط ۱۹۳۴ء)، (۳) ناصر اسقف، قاہرہ ۱۹۳۲ء (حسن کا مصنف کے بیٹے نے ترجمہ کیا، AM ح ۳۴، برس ۱۹۳۶ء)۔ نورنی مآخذ Les sources inédites de l'histoire H de Castries (۲) du Maroc، سلسلہ اول، ۱ نا، سر دکھتے آ، طبع اول، ۳ ۲۵ سعد، اور مادۃ سعدیہ اور سودا کے مآخذ

(لیوی پرووانسال (E LÉVI-PROVENÇAL)

\* احمد واصف: دیکھئے واصف۔

\* احمد وفیق پاشا۔ برک مدثر اور سر لدرہ ماہر "برکات"، حی ۲۳، ذوال ۱۲۳۸ھ / ۶ جولائی ۱۸۲۳ء ذی ہدا ہوا۔ ۲۲ سعد ۱۳۰۸ھ / ۲ اپریل ۱۸۹۱ء کو اسانول میں فوت ہوا۔ اس کا تعلق سردری ترجمہ یوں کے ایک حیدان سے تھا اور وہ داب عال کے ایک رحمان بلغار زادہ نجی ناہی کا بیٹا تھا، جس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور قبول سانی زادہ عطاء اللہ امیدی رومی الاصل اور قبول مورٹس A D Mordtmann یہودی السسل تھا۔ انہی والد روح الدب محمد امیدی کے ساتھ، جسے فرانس میں سفارت خانہ برکات کے ناظم امور کا عہدہ حاصل تھا، احمد وفیق پاشا برس گیا اور وہاں اس نے دس برس مدرسۃ سان لوئی (Lycée Saint Louis) میں تعلیم پائی۔ خود برس کی عمر میں وہ ترکی واپس آ گیا، جہاں اسے مختلف قسم کی سرگرمیوں

(askia) اسحاق سے اس سہر کے قریب شکست بھائی اور اسے صلح کی درخواست کرنا پڑی اور اس کے کچھ عرصے بعد مراکشی فوجیں ٹمکتو آئے تان میں داخل ہو گئیں۔ اس کے بعد خود راسا ۱۰ حکم ایک اور مورسکو مردار محمود زوفوں ۱۰ سالار مقرر ہوا اور تمام ملک کی مسیح کا سلسلہ جاری رہا۔ اس کے ساتھ ہی ٹمکتو کے تمام سربراہان ۱۰۰۰۰ جن میں احمد نانا [رک تان] بھی شامل تھے، مراکش میں حلا وطن کر دیے گئے۔ بعد ازاں ۱۰ سال تک سعدیہ دارالحکومت دس مال ورز اور گرفتار شدہ علاموں کی کثرت سے درآمد ہوئی رہی۔

احمد المصور، جو اسے تمام عہدہ حکمت دس اندھی لپی مراکش سے ناہر نکلا ہو، اس ناب ک سواہر شہر ۱۰۰۰ وہاں ایک ایسا محل ۱۰ کرے جو اس کے ساناں سان ہو۔ حانچہ قصر البدیع کے نام سے ایک محل بنوایا، جس کی تعمیر اس کی بخت سستی کے بعد ہی سے شروع ہوئی تھی اور تقریباً دس برس تک جاری رہی۔ بعد کے زمانے میں سلطان مولای اسمعیل نے اس بازار اور بریکلف محل کا حلیہ نکاڑ دیا۔ اس کے ملاو، سلطان مراکش نے انہی سے انہی کے انہی کے انہی جمع کیا، انہی سے بعض مصنف حب محکمے خاص لڑکاٹ دیوان عبدالعزیز البسالی [رک تان در ۱، لائن، طبع ثانی]، جو مشہور و معروف مددہ تاریخ ماسائل الصفاء کا مصنف ہے۔

احمد المصور کے عہد کے آخری سال اس کے ۱۰ فی بخت حاصل کرنے کی سازشوں اور ۱۰۰۰ کی اس ونا کی وجہ سے جو ۱۰۰۰ / ۱۰۵۹۸ - ۱۰۵۹۹ء میں پھیلی اور بعد تک باقی رہی تھی - سانی میں گزری۔ اس ونا سے صدر مقام کی اندی بہت کچھ گھٹ گئی اور اس سے بچنے کے لئے سلطان مراکش کو چھوڑ کر ملک کے شمال

اس بے حد انسی شائیں صیبت کیں جن کے  
معلق اس ہے لوارا نہیں لگا کہ اہم نام سے  
مستند لہے۔ برکی ادب کا مطالعہ اس کا خاص  
موضوع ہے۔ اس کے حوالہ سے علم حاصل کیا خود  
اسی ہے۔ اور لہے، لکن صیبت ہے کہ  
عربی علوم سے شائیں کے باوجود وہ ان کی قدر و  
قیمت کا صحیح اندازہ نہیں کر سکا۔ اس کا شمار اولین  
”ادب دانوں“ میں ہوتا ہے اور اس صیبت سے اس  
پہچان میں ہے۔ کی زبان کی بظہر کی جائے اس کا  
”تاریخ“ ہے۔ اس کی صیبت ”امجد عثمانی“ (طبع اول،  
۱۲۹۳ھ/۸۷۶ھ، طبع دوم، ۱۳۰۶ھ/۱۲۸۹ھ) [کدا  
۱۰۸۰ھ] کی زبان میں برکی کی فی الواقع اولین  
ادب دانک صیبت میں داتا ہے جس سے انہی تک  
راہروا دندہ برسی آجائے۔ لہے شائیں الدین شائیں  
رہے۔ اور دوسرے صیبت میں لہے کی حوالہ  
دیں اس موضوع میں صیبت شائیں کی اساس  
رہے (دیکھئے: داتا (Supplement) از Barbier de  
Meynard (۱۰۷) - Molière کے سولہ ڈراموں (طبع  
دوم، لائسنس رہے الحظ میں ۱۳۴۳ھ) کا اس کے قلم سے  
ترجمہ لا صرف ایک اسی ساہکار ہے (روسہ کے  
اسم میں اس نے اسوں میں بھی لگا)۔ اس نے فالگیر  
Voltaire نے Telemaque Gil Blas de Scitillac اور  
Micromegas کا بھی ترجمہ لگا۔ مسرومی (چھپائی) برکی  
میں اس کے ایک ہوا ”تاریخ“ کی صیبت [سحرہ الانرا لگا]  
”سور افلاک میں“ الاساطیر فروری ۱۸۶۳ء سے  
مروج ہوئے، سحرہ اوصاف بر لہے کے نام سے] اور پھر  
Belin کی امداد سے مسر علی سر نوائی کی صیبت  
محبوب الغلو (۱۸۹۱ء / ۱۲۷۲ء)۔ اس کی دوسری  
صیبت میں صرف الاساطیر کا ایک مجموعہ بھی ہے  
”سور“ [”زوں کا قول“]۔ تاریخی صیبت کے لیے  
دیکھئے مگر Babinger (دیکھئے دیل میں) اور  
انور کورای Enver Koray: سور لہے تاریخ یا پیلری

[illegible]



[۱۵۶] مکہ معظمہ سے واپس آ رہے تھے تو اس نے ان کا حرم مدامہ دیا۔ اسی مملکت کی تنظیم حوٹس اسوہی کے کی ایرو مواضع، اصلاح اور صوبوں کا انتظام اپنے ہنر زدہ حدامہ کے سپرد کیا، جن پر قابضی (ولہ: الخلی) علاقے کی عدالت میں مجاہدہ کیا جا سکتا تھا۔ اس اور مویشیوں کی ملکیت حکومت کے ہاتھ میں تھی اور وہ سال بہ سال اور حرمانوں کا کچھ حصہ بھی وصول کرتی تھی۔ یہ ملک کی تحصیل نہ ۱۵۰۰ روپے (فلسے) *lakka fulhe* علیے کی مداوار کا عشر، مویشیوں کا مناسب حصہ، ادراہ اور زائد محصول (سویہ، حرف اور نمک کے دلوں پر)، مداوار حوراک کا حراج، ناخبرے کی نکل میں مدو (*muddu*)، عدالتمطہ کے موقع پر فوجی امداد کے لیے غلاموں سے چھ چاندہ اور عشر (فلسہ) (سرو) یعنی محصول بحساب دس فیصدی - حوٹس ہمارے موسم آدا فوجی مہمیں کرتے تھے۔ ان کے لیے ہر ڈوڑن دو مسرہ بعداء میں سپاہی مہیا کرتا رہے۔ اس مسرہ بعداء کا ایک ہفتی حصہ ہر سال فوج کے نظام اوقات کے مطابق چھڑی لٹا دیا۔ حوسماعی غلام نہیں بڑھے وہ حسب کھروں سے بھر رہے تو انہیں اعلیٰ و عبال کے حراج کے لیے ارادہ ملتا۔ فوج ہرج اعلیٰ سپہ داروں کے ماتحت تھی اور ان میں ہر ایک کسی خاص مشق کی خاص ذمہ داری دار ہوا۔ مقامی دھوٹوں کے فصلوں کے خلاف حملہ اللہ کے نرے قاضی کی عدالت میں مراعات لٹا جا سکتا تھا اور قاضی القضاہ کے فصلوں کے خلاف حمود احمدو کی عدالت میں اسل کی جا سکتی تھی۔ جس میں بادشاہ کی مدد کے لیے ایک مراطبی عدالت مساوربی حشب سے موجود رہتی تھی

احمدو اول ۱۸۳۳ء میں فوت ہوا اور اس کا بیٹا

احمدو (حمود) ثانی مقامی قابو وراثت کے علی الرغم

اس کا حاشیہ ہوا۔ ۱۸۳۶ء میں اس نے ٹمکشو

افسٹ گریں ہو گیا، جہاں اس کی ماں مذا حوٹی تھی اور جہاں بہت سے طلبہ اس کے پاس جمع ہو گئے۔ لیکن ان طلبہ اور ماسما اردو *urdu* کے بیٹے گورو دیلو *Gurori Dyallo* کے درمیان ایک واقعے نے احمدو کو غلابیہ معاون پر آمادہ کر دیا۔ اس کی سرکوبی کے لیے جو مسرہ *Bambara* لاسکر بھیجا گیا اس نے دھوکے میں آ کر ایک لٹھائی اور بعد ازاں دھوکے میں لٹھائی سے نکل گیا (۱۸۱۰ء)۔ یوں سارے علاقے نے مل اس کے مطیع ہو گئے۔ پھر تو مہمیں نے معاشرے کے بعد اس نے جسے سر بھی مہمیں لٹھائی اس نے فلسفہ *Kunari* کے سرار لٹھائی۔ *Gelara* جو ایک مسد دی (اس کے درمیان) ایک مقبول مقام کتب اب تک دیا جاتا ہے دیکھئے *Bull du Comité d'étude hist et scient* (۱۸۱۵ء) اور *l'Asie* (۱۸۱۵ء) میں درج ہے۔ ان کے (سارے ارادے) کے نام سے *Hundallay* (فلسے) *fulhe* میں *Hundallay* کے نام سے بعد ازاں (۱۸۱۵ء) اس نے *Toureg* سے عسکی *Isa Ber* کی جہن لٹھائی (۱۸۲۵ء) اور ۱۸۲۷ء میں *Black Volta* مشرق کی جانب تو موڑے مسرہ اور جنوب مشرق میں درامے *Black Volta* اور *Suru* کے سکیم ایک ایسی حکومت وضع کر لی۔

احمدو نے امیرالدو میں کا لقب اختیار کیا اور سلسلہ قادریہ کے عقائد کے مطابق اسلام کی تبلیغ میں مصروف رہا۔ فرائض مدعی کی پاسدی کی اس نے سختی سے ناکید کی۔ فرائض مسحدوں اور مقامی عبادت گاہوں کو مسہدم لٹا دیا۔ بعد ازاں وحشی کی ممانعت کر دی اور سلطان استاسول سے تعاقب قائم کیے۔ ۱۸۳۸ء کے ٹک بھگ حسب حاجی عذر مل

⊗ احمد یسوی: (۱۹۵۶ء/۱۹۶۶ء) ایک

مشہور صوفی شاعر اور درویشی سلسلے کے بانی۔ ان کی شخصیت بڑی عظیم تھی اور یہ انہیں کا فیض ہے جس سے ترکوں کی روحانی زندگی نے صدیوں تک نہایت گہرا اثر قبول کیا۔ انہیں اگرچہ ”پیر برکستان“ کا لقب دیا گیا (مرید الدین عطار: منطق الطیر، ایران ۱۲۸۷ھ، ص ۱۵۸، حکایت در بیان احوال پیر برکستان)، لیکن ان کی شہرت اور اثر کا دائرہ ترکستان کی جغرافیائی حدود تک محدود نہ تھا، بلکہ اس سے بھی وسیع تر رقبے میں آباد مختلف ترک قسلوں کے دریاں تقریباً سو سو سال تک قائم رہا۔ ان کی تاریخی شخصیت کو بلاشبہ کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس نے صدیوں سے انسانے کا رنگ اختیار کر رکھا ہے۔ انہی بھوڑے در، قلل تک قریۃ یسی میں ان کا مزار قاراقرغیر کے نام صحرائی علاقے کے لیے ایک دیسی مسلک کا مقدس مرکز بنا۔ نا ایں ہمہ ہماری کوشش ہوگی کہ اس عظیم الشان ترک صوفی کے حالات کا مطالعہ جس سے ترکوں کی مدھی اور ادبی تاریخ کے لیے نئے وسیع اور دور رس اثراں مرتب ہوئے اس نقطہ نگاہ سے کریں کہ اس سے مذہب اور ادب نے کیا اثر قبول کیا۔

(۱) تاریخی شخصیت: احمد یسوی کا تعلق سلسلۂ حواجگان سے تھا، یہی وجہ ہے کہ انہیں اکثر حواجه احمد یسوی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہمارے پاس اس قسم کی دستاویزیں بہت کم ہیں جس سے ان کی تاریخی شخصیت متعین ہو سکے اور جو ہیں وہ روایات سے اس طرح خلط ملط ہو چکی ہیں کہ ان سب پر غور و فکر کے باوجود کوئی قطعی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ بہر کیف ہمیں اس سلسلے میں جتنی بھی معلومات حاصل ہیں پیش کر دی جائیں گی؛ گو ضروری نہیں کہ ان کی

بر، جس نے اس کے ناپ کی وفات پر بغاوت کر دی تھی، ماسیہ کی سیادت کسی قدر رسمی کساتھ پھر قائم کر دی۔ اسی طرح ۱۸۵۲ء میں احمدو ثانی کی وفات پر اس کا بیٹا احمدو ثالث بحب نشیں ہوا۔ اس نے کچھ اپنی حکمت عملی اور کچھ تلوار کے زور سے عظیم توگولر Tokolar فاتح العاج عمر تل کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روکنے کی کوشش کی، لیکن جون ۱۸۶۲ء میں عمر حمد اللہ بر قاصص ہو گیا۔ احمد ثالث نے ٹسکنو کی طرف راہ فرار اختیار کی مگر وہ گرفتار ہوا اور اسے عمر کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔ با اس ہمہ اس کے چچا بالوببو Balobbo نے عمر اور اس کے حاشیوں کے خلاف لڑائی جاری رکھی۔ ماسیہ کی ریاست سختی سے اسلام کی پاسداری و نفاذ کی دشمن تھی، جس کے لیے René Caillé اور ہائرش ہارٹ Heinrich Barth ایسے مغربی سیاحوں کو بحرے سے معلوم ہوا۔

مآخذ: (۱) Monographie de Ch Monteil

Tulle 'Djenné' ۱۹۰۳ء، ص ۲۶۶ تا ۲۷۷ (۲)

Haut-Sénégal-Niger M Delafosse پیرس ۱۹۱۲ء

۲ ۲۳۲ تا ۲۳۹ (۳) L Tauxier Moeurs et

histoire des Peuls پیرس ۱۹۳۷ء، ۱۶۳ تا ۱۸۵ (۴)

Études sur l'Islam et les tribus du P Marty

Soudan پیرس ۱۹۲۰ء، ۲ : ۱۳۷ تا ۱۳۸

۱۷۷ تا ۱۸۰، ۲۴۶ تا ۲۴۷ (۵) Mohammadou

La vie d'El Hadj Omar Aliou Tyam مرتبہ و مترجمہ

H Gaden پیرس ۱۹۳۵ء، ص ۱۵۴، بعد

۱۹۴ Journal d'un voyage à R Caillé (۶)

Tombouctou et à Jenné پیرس ۱۸۳۰ء، ۲ : ۲۰۶

بعد: Voyage dans le Soudan E Mage (۷)

occidental پیرس ۱۸۶۸ء، ص ۲۵۸ بعد: (۸)

La langue des Peuls ou Foulbé H L Labouret

Dakar ۱۹۵۲ء، ص ۱۶۲ تا ۱۶۵

(M. RODINSON)

گو ان کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے بھڑے ہی دنوں کے بعد وہ یسی واپس لوٹ آئے اور پھر ۱۱۶۶/۵۰۶۲ء تک یعنی با دیم مرگ یہیں طریت اور سلوک کی اشاعت کرتے رہے۔ ان ایام میں درویش سارے اسلامی ایسا میں روز پکڑ رہے تھے۔ ہر گوشے میں دکنے (حافاھیں) معرض وجود میں آ رہے تھے اور ترکستان کے اندر یدی صو کے تارے دلچپہ کے اصلاح میں اسلام کی ترویج و ترقی کی ایک نازہ اور قوی لہر دوڑ رہی تھی۔ ان سارکار حالات میں احمد یسوی نے سر دریا کے علاقوں، ناندھ اور اس کے مصاف سر سجون ہار کے ہم صحرائی اقطاع میں بڑا اثر و رسوخ حاصل کر لیا۔ حو لوگ ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے اگرچہ خانہ بدوش یا دیہانی پرست تھے اور نازہ نازہ حلقہ نگوس اسلام ہوئے تھے انکی بڑے مضبوط روحانی رستوں میں ناہم واستہ تھے۔ انہیں صوفی طریقہ رندکی، اسلامی علوم اور فارسی ادب سکھانے کے لیے مسیح ایک ایسی زبان استعمال کرنے پر مجبور تھے جسے وہ سمجھ سکیں لہذا انہوں نے اپنا صوفیانہ کلام نہایت سادہ زبان میں ایسی اصناف اور بحروں میں لکھا جو عوامی برکی ادب سے مستعار لی گئی تھیں۔ اس طرح حو کلام مرتب ہوا اس میں اور عام ساعری میں استیاز پیدا کرنے کے لیے اسے حکمت کا نام دیا گیا۔ احمد یسوی کا ایک شا ابراہیم نامی باپ کی زندگی ہی میں فوت ہو گیا تھا لہذا حو لوگوں کا دعویٰ ہے کہ وہ احمد یسوی کی اولاد ہیں وہ ان تک اپنا سلسلہ نسب شج کی شئی گوھر شہاز کے واسطے سے پہنچا ہے ہیں۔ حاندان یسوی کے کثیر التعداد ارکان عصر حاضر تک یسی بیر ماواراءالنہر اور سلطنت عثمانیہ کے بعض ممالک میں موجود تھے۔ ایسے ہی بعض دوسرے شعراء اور مصنفین بھی اس امر کے مدعی

ہر تفصیل قطعی طور پر درست ہو، الا یہ کہ بعض عوامی وہ بہت کچھ حقیقت کے قریب ہیں۔ وہ گیارہویں صدی میلادی کے نصف آخر میں مغربی ترکستان کے ایک شہر سرام میں پیدا ہوئے۔ اس شہر کو، حو موجودہ چمکب سے کسی دور مسرہ میں واقع ہے، ان دنوں آمدنجات نا ی شہر ہے تھے۔ وہ اسلامی ثقافت کا ایک اہم مرکز تھا اور وہاں برت اور ایرانی آباد تھے۔ احمد یسوی کے بچپن میں۔ ان کی عمر سات سال کی تھی کہ باپ کا انتقال ہو گیا لہذا وہ اپنی بی بی کے ساتھ یسی چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ برتوں کی روایات کے مطابق بد شہر اوسورخان دارالحکومت تھا، جہاں ان ایام میں مشہور برت مسیح ارسلان ہا کی پشوائی کا ایک سلسلہ طرفہ بھی جاری تھا۔ جنہوں نے علم کے چرند اندازی سالوں کے بعد مسیح موصوف نے ماواراءالنہر کے عظیم اسلامی مرکز بخارا و رج لیا، حو قرہ مانسون کے زیر نگین تھا اور حو اس وقت سلاطین کی سادہ تسلیم کرنے تھے۔ اسلامی ثقافت کے اس اہم مرکز میں ان دنوں ایک جمعی المذہب امیر حاندان آل برہاں [رک ہاں] بر سر امدار تھا۔ یہ لوگ اسے سرداروں کو "صدر جہاں" کہا کرتے تھے اور ان کے پاس برستان کے طول و عرض سے ہزار ہا اسان ساگر دی کے لیے آئے۔ ۱۱۱۰/۵۰۰ء سے اچھی خاصی مدد پہلے وہ شہر کے سب سے بڑے عالم اور صوفی شیع یوسف حمدانی (۱۱۴۰ تا ۱۱۴۵/۵۰۳ تا ۱۱۴۸) کے حلقے میں شامل ہو گئے اور پھر مدیوں ان کے زیر اثر رہے۔ انہیں کے ساتھ انہوں نے متعدد مقامات کا سفر بھی کیا۔ شج کے لطف و کرم کی بدو اب وہ ان کے تیسرے حلیفہ قرار پائے اور پہلے دو خلفاء کا انتقال ہو گیا تھا تو بخارا میں شیع کی مسند انہیں کو ملی (۱۱۶۰/۵۰۵ء)،

مرمت در اصل شیانی خان کے حکم سے کی گئی۔ شیانی خان نے جب قازاق حوانین پر چڑھائی کی تو وہ اپنے ہمراہ فصل اللہ اصفہانی کو بھی لے گیا تھا۔ فصل اللہ نے اس واقعے کا حال مہمان نامہ نگارا میں لکھا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ شیانی خان نے یسی میں مسجد تعمیر کرائی۔ تعمیر کا مطلب مرمت سمجھا جا سکتا ہے۔ پھر کہ یہ مصیبت ظاہر کرنی ہے کہ شیانی خان نقشبندی احمد یسوی کو کس قدر عظیم و مکرم کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ سر نہ کہ ان دنوں یسوی طریقہ ارنکوں اور بالخصوص فارابی قناتل میں خوب خوب پھیلا ہوا تھا۔ اس یادگار عمارت میں بڑی قسمی اشیاء موجود ہیں اور ان میں بعض کا تعلق ہیمور کے زمانے سے ہے۔ روسی حملے کے وقت سے لے کر اس کی مرمت کی اور کئی کوششوں کا حال بھی بیان کیا جا چکا ہے (الک مصوفلر، ص ۸۸ تا ۹۶)۔ اس کتاب کی اساعت کے بعد جو حقائق ہوئے اور اس میں شامل نہ ہو سکیں ان کے لئے دیکھئے مہرست متحد، جو اس مقالے کے آخر میں درج ہے۔ عہد سموری کے بعد عصر حاضر تک مختلف زمانوں میں متعدد ترک حکمران اس درگاہ کی ربارب کے لیے آئے رہے۔ یہ مقررہ وسطی ایشیا اور والگا کے لوگوں بالخصوص ارنکوں اور قازاقوں کے لیے ایک مرکزی ربارب گاہ بنا رہا۔ یسوی طریق کا، جسے بیم صحرائی علاقوں کے حاندہوشوں میں بڑا تقدس حاصل ہے، یہی مرکزی مقام ہے۔ ہر سال جب موسم سرما کا وسطی زمانہ آتا ہے تو لوگ مقررہ ایام پر ہزارہا کی تعداد میں یہاں آتے اور پورے ہفتہ بھر رسوم ادا کرتے ہیں۔ یسوی طریق کے پیروں کی پرانی گمنام قبریں جا بجا ملتی ہیں۔ تیمور کے عہد میں بیر اس سے پہلے اور بعد کے زمانے میں ارنک اور قازاق حکمرانوں کی سب سے بڑی خواہش یہی رہی ہے

ہے کہ ان کا تعلق یسوی خاندان سے ہے؛ مثلاً شیخ رکریا سمرقندی، شاعر عطا آسگونی (سولہویں صدی میلادی)، اولیا چلی، حواہ حافظ احمد یسوی مسندی (میتروہویں صدی) وغیرہ، (مؤاد کوپرولو: ادبیاتہ الک مصوفلر، ص ۸۶ تا ۸۸، ۳۹۷)۔ ان میں شیخ رنگی کے نام کا اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے، جو سولہویں صدی میلادی میں حج کو گئے ہوئے درویشوں کی بھاری جماعت لے کر سلطنتِ عثمانیہ میں داخل ہوا (ادب فاکولتہ سی مجموعہ سی، ۲۰۹، ۳۱)، سز یسی کے مشہور و معروف، یونور شیخ کا نام بھی لیا جاسکتا ہے، جو چودھویں صدی میلادی میں گزرے ہیں (رشحات برحمہ سی، استاسول ۱۲۶۹، ص ۲۴۳)۔ اسی صدی میں خاندان یسوی کے ایک شعبہ محمود نامی نے آلتوں اردو (Golden Horde، اردو کے رہنے) کے خواہن کے محل میں بڑا رسوخ حاصل کیا، حتیٰ کہ اس کی شادی خان بررگ کی دختر سے ہو گئی (بارتولڈ Barthold: اور نہ آسارک تاریخی مسئلہ درستی، استاسول ۱۹۲۷، ص ۱۶۱)۔

امیر ہیمور نے احمد یسوی کے مقررے اور حاقہ کی مرمت نہایت سادہ و سادہ طریق سے کرائی تھی۔ یہ کام دو سال تک جاری رہا۔ چودھویں صدی میلادی میں احمد یسوی کا مرار بلاد ماوراءالنہر کے عوام و خواص ہی کے لیے نہیں بلکہ بیم صحرائی علاقوں کے حاندہوش لوگوں کے لیے بھی ربارب گاہ بنا ہوا تھا لہذا اس میں آسہر سیاسی منصوبے کے پس نظر جس پر ہیمور عامل تھا اس مرار کی مرمت کرانا ضروری ہوا۔ اس تعمیر کے ماہرین اس مقررے، مسجد اور حاقہ کو اس دور کی تعمیرات کا نہایت اعلیٰ اور نفیس نمونہ تسلیم کرتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خاندان ارنکیہ کے آخری خان عبداللہ نے بھی ان عمارت کی مرمت کرائی تھی، لیکن تاریخی مآخذ کے بیان سے اغلب یہ نظر آتا ہے کہ یہ



کہ مرنے کے بعد انہیں اس مقدس مقام میں دفن کیا جائے، جس کے لیے بڑی بڑی آمدنیوں کے اوقات قائم کیے گئے۔ ازبکوں اور قاراہوں کے اوجھے اور درمیانی طبقے کے دولت مند لوگ اپنی زندگی ہی میں مقبرے کے قریب رہیں کا طعمہ خرید لیتے تھے اگر ان میں سے کوئی سردی کے موسم میں فوت ہو جا تو اس کی لاش کو بعدے میں بہت کم درجہ میں لٹکا دیا جاتا تھا، حتیٰ کہ موسم بہار آتا اور لاش پسی لائی جاتی، تاہم خود میرے والدین کی وصیت کے مطابق شمع کے مقبرے کے حوالے میں دفن کر دی گئی تھی۔ روسی مستشرق گورڈلےفسکی Gordlevsky نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یسوی طریقہ ایک ایرانی طریقہ ہی کا متبادل ہے، جو اس سے پہلے کہ یہ شہر ترکی، صوبہ احسار کرنا یہاں رائج تھا، لیکن ہمیں اس دعوے کا کوئی ثبوت نہیں ملا، اس لیے کہ یہی مسائل مختلف موسموں میں مذہبی رسمیں ادا کرتے ہیں تاہم ان کی فصلیں بارآور ہوں۔ میں نے یسوی طریقے میں ان قدیم عناصر کی موجودگی نمایاں کر دی ہے (محل مذکور، ص ۹۹: یسوی درویشوں پر ترکوں کے جاہلی عہد کے اثر کے لیے دیکھیں دہل کا بیان)۔

(۲) احمد یسوی کی صوفیانہ سرب اور اثرات :-

جساکہ احمد یسوی کی ادبی حیثیت کی بحث میں آگے چل کر بتایا جائے گا، ایسی کوئی کتاب جسے قطعی طور پر اس کی تصدیق کیا جاسکے آج ہمارے پاس موجود نہیں۔ رہے وہ محدودے چند اقوال، اعمال و افعال اور روایات جو تصوف کی مختلف کتابوں اور تذکروں میں موجود ہیں جو قرن ہا قرن بعد تصنیف ہوئے اور شیخ احمد یسوی سے منسوب ہیں اس امر کے لیے کافی نہیں کہ ہمیں اس کی صوفیانہ حیثیت کی کوئی ہو بہو اور واضح تصویر مل سکے۔

پھر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ تصنیفات اس وقت قلمبند ہوئیں جب پندرہویں صدی میلادی میں سلسلہ نقشبندیہ کے درویش وسط ایشیا میں اقامت پذیر ہو چکے تھے اور سلطنت عثمانیہ کے ملکوں میں پھیل رہے تھے تو یہ سمجھنا کوئی مشکل امر نہیں کہ احمد یسوی کے ظاہری اطوار کو کون انک نقشبندی درویش کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ ماوراءالنہر کے عظیم الشان اسلامی مرکزوں میں طریقہ نقشبندیہ کا ظہور اس رد عمل کا نتیجہ تھا جو قدیم ایرانی ثقافت سے ترکوں اور معلول کے حاملہ عقائد میں ہوا لہذا نقشبندیوں نے ان ترکوں کو جو ایرانی ثقافت قبول کر چکے تھے اپنے زیر اثر لانے کے لیے طریقہ یسویہ سے رشتہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ جب میں نے کتاب ترک ادبنامہ الک مصوفیہ نصر کی تو احمد یسوی کے صوفیانہ کردار اور اس کے سلسلے کی ماہیت کو سراسر اس شکل میں پیش کر دیا تھا جو نقشبندی کسانوں میں نظر آئی تھی۔ لیکن ناٹائی، حیدری اور نکاسی [رنگ نہ نکاسیہ] روایات میں احمد یسوی کے بارے میں جو کچھ مذکور ہے وہ یقیناً زیادہ قرین صحت ہے۔ طریقہ نکثاشیہ کی ابتداء کے متعلق میں نے جو مرید محققان کی اور کتاب الک متصوفیہ کی اشاعت کے بعد جو نئی دسواویریں سرے ہاتھ لگیں ان سے میرا یہ خیال پایہ یقین کو پہنچ گیا۔ یہی وجہ ہے کہ احمد یسوی کی صوفیانہ سیرت اور سلسلہ یسویہ کی ماہیت کی جو تصویر اس مقالے میں پیش کی جا رہی ہے وہ الک متصوفیہ کے بیان سے بالکل مختلف ہے (میں نے پہلے پہل اس رائے کا اجمالی اظہار *Les Origines de l'Empire Ottomane* پیرس ۱۹۳۵ء، ص ۱۱۸ بعد میں کر دیا تھا)۔

اب یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ یوسف

ہمدانی کا جانشین احمد یسوی ایک طرف تو خراسان کے طریقہ ملائیم سے متاثر ہوا اور دوسری جانب تشیع کے ان اثرات سے جو ان دنوں مشرقی ترکستان اور سیجون کے علاقے میں پھیل رہے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اس سلسلے نے ماوراءالنہر اور خوارزم کے بڑے بڑے سنی مرکوز میں لازماً بیشتر سنی عقائد کا رنگ اختیار کر لیا ہوا۔ اس لیے کہ جب احمد یسوی نے یسوی میں بیٹھ کر ترک حانہ بدوسوں اور دیہاسوں کے درمیان تسلی کام شروع کیا تو طریقہ یسویہ کو حار و باچار اپنے ماحول کی مطابقت کرنا پڑی ہوگی۔ یہ ترک ہمہ کتب سحرے مسلمان تھے، لیکن اسلام کے بارے میں ان کی معلومات ادھوری اور مختلف النوع تھیں۔ اس لیے ان حانہ بدوسوں ترکوں کے درمیان یسوی طریقہ محور ہوا کہ قدیم ترک قسلوں کی بعض روایات اور ان کے عہد حہالت کے بچے کھچے ارات بھی ابھی اندر شامل کر لیے۔ نقشہ بندی روایات اس باب کی شاہد ہیں کہ ایک وہب میں خود احمد یسوی نے عورتوں کو مردوں کی طرح اپنی مجالس میں بیٹھنے کی اجازت دے دی تھی (حواہر الانوار، در الک متصوف لہ، ص ۳۹ بعد)۔ دکور و انات میں فروغ کرنا حانہ بدوسوں کی زندگی کی ایک لازمی خصوصیت رہی ہے۔ یوں بھی نقشہ بندی مآخذ کی یہ کوشش کہ اس حقیقت پر پردہ ڈال دیں کامیاب نہیں ہو سکی کہ یسوی طریق میں بعض پرانی رسمیں مروج تھیں جو ترکوں کے عہد حہالت بلکہ بدھ مت سے آئی تھیں، مثلاً بیل کی قربانی۔ علاوہ اس کے میں اس امر کی تشریح بھی کر چکا ہوں کہ یسوی سلسلے میں عبادت کا طریق ترکی عہد حہالت سے اہل کیا گیا تھا (L'Influence du Chamanisme turco-mongole sur les ordres mystiques musulmans، استامبول ۱۹۲۹ء)۔ احمد یسوی کا اس قسم کا طریق عبادت

اختیار کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ ترکی ماحول کا اثر ان ترکوں پر گہرا ہوا۔ چنانچہ متعدد مصنفین نے اس بات کی تائید کی ہے (الک متصوف لہ، ص ۱۳۳)۔ حسا کہ مسلمانوں کے حملہ سلسلہ ہمارے طریق کا دستور رہا ہے، احمد یسوی نے اپنی زندگی ہی میں اپنے حلفاء اور مریدوں کی ایک جماعت مختلف ترکی علاقوں میں بھیج دی تھی۔ ان میں اکثر رہائے کی فراموش کاری کا سکار ہو چکے ہیں۔ لیکن بڑے بڑے سیوح کی یاد ابھی تک قائم ہے۔ احمد یسوی کا حلقہ اول مشہور و معروف آرسلاں نانا کا بیٹا منصور عطا (م ۵۹۴ھ / ۱۱۹۷ء) تھا۔ اس کا حاشین اس کا بیٹا عبدالملک عطا ہوا۔ پھر اس کے بیٹے ناح حواجه (م ۵۹۶ھ / ۱۱۹۹ء) کو حلالہ ملی۔ مؤخرالد کسر زندگی عطا کا باپ تھا۔ ہمیں احمد یسوی کے دوسرے حلیہ خوارزمی سعد عطا کا کچھ حال معلوم نہیں، جس نے ۶۱۵ھ / ۱۲۱۸ء میں وفات پائی۔ بسرا خلیفہ سلطان حکیم عطا تھا جس نے اسی رسم اور متصوفانہ نظموں کی بدولت ترکوں میں بڑی شہرت حاصل کی۔ اس کی وفات ۵۸۲ھ / ۱۱۸۶ء میں واقع ہوئی۔ حکیم عطا کا مشہور حلیہ رنگی عطا تھا۔ اوزون حسن عطا، سعد عطا، صدر عطا اور بدر عطا اس کے مرید تھے۔ یسوی نسب کا سلسلہ فی الواقع سید عطا اور صدر عطا سے شروع ہوتا ہے۔ سید عطا کا سب سے مشہور حلیہ اسمعیل عطا تھا۔ اس کے فرزند اسمعیل کی مختصر تصیف اُپسالہ Upsala کے کتب خانے کے مخطوطات کا مجموعہ شمارہ ۴۷۲ ہے، لیکن یسوی سلسلہ سب نے حقیقی شہرت صدر عطا کے مریدوں کی بدولت حاصل کی۔ اس کے جانشین بالترتیب ایمن باب، شیخ علی اور مودود شیخ گرے ہیں۔ مودود شیخ کے مشہور خلفاء کمال شیع اور خادم شیع تھے۔

قائل کا بہت بڑا حصہ احمد یسوی سے نسب کا مدعی ہے۔ یوں اس امر کی بوجہ ہو جاتی ہے کہ ایام گزشتہ میں یسوی طریقہ تبلیغ بے اناطولیہ میں کسا اہم کردار ادا کیا تھا (حریذہ وقت، مؤرخہ ۲۰ جون ۱۹۲۵ء)۔

تیرھویں صدی میلادی میں جب سلسلہ حیدریہ کا ظہور ہوا تو یسوی طریقے اس میں بھی بڑا اہم کردار ادا کیا اور ایسے ہی اس صدی کے نصف آخر میں اناطولیہ میں نائٹی اور نکاشی سلسلوں کی نظم میں بڑا حصہ لیا۔ پندرھویں صدی میلادی میں جب بلاد ماوراءالنہر میں سلسلہ شمسینہ کا ظہور اور فروغ ہوا تو یہاں ہر خراسان میں یسوی طریقے کی اہمیت کم ہو گئی، لیکن حسنا نہ ہم اور ہاں نہ رکھے ہیں نفسیوں بے اثرہ احمد یسوی کو اسے ہی سلسلے کا ایک بہت بڑا وسیع ظاہر کرنے کی تہس کی تاہم اس صوفی برکت کی اس سہرت کو جو اسے ترکوں میں حاصل بھی ٹوٹی مٹا نہیں پہنچا۔ ایران کے شمسینی سوح بے سموری امراء میں بڑا رسوخ حاصل کر لیا تھا، لیکن ایسی مثالیں موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ احمد یسوی کے طریقے کی اہمیت رائل نہیں ہوئی (رسخبات ترجمہ سی، ص ۳۳۲)۔ ارنک حواس کے بارے میں بھی یہی بات کہی جاسکتی ہے۔ یہ ماوراءالنہر میں تیموریوں کے حاشیوں سے اور ایک زمانے میں انہوں نے ترکستان میں ان کا دارالحکومت بھی فتح کر لیا تھا۔ شمسینی طریقے بے اگرچہ سولہویں صدی میں بہت کچھ وسعت حاصل کر لی بلکہ یسوی طریقے کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا تاہم سلسلہ یسویہ سے تعلق رکھنے والے لوگ خراسان، افغانستان اور سلطنت عثمانیہ کے ملکوں میں موجود رہے۔ اسی طرح سیحوں کے اصلاح اور ارنک قارا کے بیم صحرائی قائل میں

مآخذ سے یہاں چلتا ہے کہ ان دونوں سے دو الگ الگ سلسلے چلے جو سولہویں صدی میلادی تک قائم رہے۔ صوبہ کے بند کروں میں جن شیوخ کے حالات زندگی ہاں لکھے ہیں ان میں عراق، خراسان اور ماوراءالنہر کے صوبہ کے ہوا باقی سب سلسلے یسوی سے چلے (رسخبات ترجمہ سی، ص ۱۱۸)۔ اگر احمد یسوی کی زندگی کے تاریخی واقعات اور روایات کو نامداریہ طور پر لکھا دے ہوئے دیکھا جائے تو سلسلہ صوبہ کی تاریخ اور اس کی جغرافیائی تقسیم کے بارے میں حسرت دی جائے گا۔ احمد یسوی نے یہ ترکوں کا اس سلسلہ کی نسبت کیا جس کی بنیاد اس نے صوفی بے حاکم کی ماہول میں رکھی۔ پہلے پہل اس سلسلے نے سحر کے علاقے اور واح نامند اور مشرقی ترکستان میں اپنے قدم مضبوطی کے ساتھ چمکائے۔ آراں بعد برقی ان اور رقی مامد کے اسخام کے پہلو بہ پہلو ماوراءالنہر اور حورہ میں مرید اہمیت حاصل کی۔ اسے چل کر ساند معلوں کی نورسوں کے باعث یہ سلسلہ وادی سحر اور حوارہ سے بڑھ کر بیم صحرائی علاقوں میں پھیل گیا اور رسمہ رسمہ بلغاریہ تک پہنچا۔ خراسان، ایران اور آذربائیجان میں ترکوں سے معارف عوی کے بعد تیرھویں صدی میلادی میں اس بے اناطولیہ میں قدم رکھا۔ یسوی دروسوں کا یہ داخلہ، جو بعض اوقات چھوٹے چھوٹے گروہوں کی شکل میں آئے، اگرچہ بتدریج کم ہوتا گیا تاہم چودھویں صدی میلادی میں بھی جاری رہا۔ اناطولیہ کے سب سے مشہور صوفی حاکم نکاش اور صاری صالی سے قطع نظر سترھویں صدی میلادی میں بھی اناطولیہ اور آذربائیجان میں یسوی دروسوں کی روایات زندہ نہیں (از اولیاء چلی، در الکمتصوفیہ، ص ۵۳)۔ آج بھی درسم کے قریب لاش کردوں کے

احمد یسوی اور سلسلہ یسویہ کا اثر و رسوخ دستور قائم رہا اور کوئی دوسرا طریقہ اس کی جگہ نہیں بے سکا۔ اس ترک صوفی کی، جو نوعائی داسانوں، مثلاً ادبکہ، میں مذکور ہے، وہ حرم و تعظیم اور یک - قاراں حانہ بدوسوں کے زمانے سے چلی آئی بھی صدیوں تک ایک قوی عقدہ مدہمی کے طور پر باقی رہی۔ سلسلہ یسویہ کے آئی و ارکان کے بارے میں ہماری معلومات کے قدیم ترین مآخذ سولہویں صدی میلادی تک پہنچتے ہیں (ایک تصوف لڑ، ص ۱۱۰ تا ۱۲۲)۔ ان کی بعض رسموں کو نقشبندی طریق سے بڑی مسابہت حاصل ہے، مثلاً ذکر اربعہ یعنی د لہر سرو لہاس (بھکی د لہری) اس سلسلے کے ابتدائی مادی اسعالم میں سے ہے جسے بھی بعض دوسرے وظائف بھی، جو پندرہویں اور سولہویں صدی میلادی میں نقشبندی طریقے کے زیر اثر لازماً بدل گئے ہوں گے۔

(۳) ادبی حشمت اور اس کے اثرات :-

یہ معلوم ہے کہ احمد یسوی نے ترکوں میں اپنے صوفیانہ حالات کی اساعت کے لئے جو نظمیں لکھیں ان میں وہی طرز اخبار کا جو ترکی اوران اور ترکوں کے عوامی ادب کے عین مطابق تھا۔ ان نظموں کو پندرہویں اور سولہویں صدی کی عام مائری سے متمیز کرنے کے لئے ”حکمت“ کا نام دنا جانا تھا، چنانچہ دیوان حکمت کے نام سے انہیں ایک مجموعے کی شکل میں مرتب بھی کیا گیا۔ یسوی اور نقشبندی روایات میں یہ نظمیں براہ راست احمد یسوی سے منسوب ہیں۔ لیکن دیوان حکمت کے جو قلمی اور مطبوعہ نسخے اس وقت موجود ہیں ان پر سرسری نظر ڈالنے ہی سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ نظمیں یسوی سلسلے کے مختلف درویشوں کی لکھی ہوئی ہیں۔ دیوان حکمت کا کوئی قدیم نسخہ میسر نہیں آ سکا۔ گورڈلیووسکی Gordlevskiy

حب ۱۹۲۹ء میں یسوی گیا تو اس نے سنا کہ ساتھ ستر سال پہلے [احمد یسوی کے] مقررے میں دیوان کا ایک قدیم نسخہ موجود تھا، جسے چمڑے پر لکھا گیا تھا لیکن بعد میں ضائع ہو گیا۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ سترہویں صدی میلادی سے قدیم تر نسخہ کہیں موجود نہیں۔ مہمان نامہ نحرار کا مصنف بیان کرتا ہے کہ اس نے یسوی کے مقررے میں یسوی کی ایک کتاب پڑھی تھی۔ یہ کتاب ترکی تصوف کے متعلق تھی، جس میں طریقت کے اشعالم کا حال بیان کیا گیا تھا۔ اس کی ترتیب اس قدر عمدہ اور اعلیٰ تھی کہ اس سے ہمیں ممکن نہیں ہو سکتی۔ مصنف نے سحر کا ذکر بہ سی خواجہ عظمیٰ احمد کے نام سے کیا ہے لیکن اس پر یہ نہیں لکھا کہ یہ کتاب مسموم تھی، نہ صراحہ نہ کہ اس کا نام دیوان حکمت تھا لہذا اس سے ہمارے مد ثورۃ بالا دعوے کی نائند ہوئی ہے۔ اندرین صورت سوال یہ ہے کہ اس نسخے کو کس نے مرتب کیا؟ اور دیوان میں جو حکمتیں درج ہیں ان میں سے کتنی احمد یسوی کی ہیں؟ کاسوں نے کس حد تک اصلی زبان کو محفوظ رکھا ہے؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کا سامی جواب ان معلومات کی بنا پر نہیں دیا جاسکتا جو ہمیں میسر ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ آج ہم دیوان حکمت کا کوئی تصحیح و دقیق شدہ نسخہ پیش نہیں کر سکتے۔

اگر موجودہ دیوان حکمت کی کوئی نظم بھی احمد یسوی کی لکھی ہوئی نہ ہو تو اس کے باوجود یہ امر شک و شبہ سے بالا ہے کہ اس بزرگ صوفی نے ترکی زبان میں عوام کی پسندیدہ شکلوں میں کچھ حکمتیں لکھی تھیں اور پھر بعد میں آنے والے یسوی شعراء میں اس قسم کی نظمیں لکھا ایک مقدس روایت بن گئی لہذا ہم کہہ سکتے

احمد یسوی کی لکھی ہوئی اصلی نظموں کی — یہ کہ ان الحاقی نظموں کی جو موحودہ دیوان حکمت میں مدراج ہیں — لسانی حقیقت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ بارہویں صدی میلادی کی ادبی ترکیبوں کی حیران کن حدود معین کر لی جائیں اور اس علاقے کی بولی کو سر اس کی عام ثقافتی حالت کو جس میں احمد یسوی پیدا ہوئے اور جس میں انہوں نے زندگی بسر کی بحوالہ دہن نشیں کسر لیا جائے۔ اس سلسلے میں ہم نے سابقہ تحقیقات سے حوثائج حاصل کئے ہیں ان کے پس نظر یسوی بولی کو اس ادبی سرکی زبان کے زمرے میں شامل کر لیا عین قرین عقل ہوگا جسے ہم ”حاقابہ“ کہتے ہیں (الک متصوف، ص ۱۴۲ تا ۱۶۶) سر مصطفیٰ مدکور: سرک اداسی تاریخی، ص ۱۲۹)۔

اگر ہم ایک طرف مریدوں اور پیرووں کے اس حلقے کو ملحوظ خاطر رکھیں جو احمد یسوی نے بسا کیا پیر ان لوگوں کو جس سے وہ مخاطب ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس دور کی عام خصوصیات کو اور دوسری جانب اس صوری اور معسوی نقالی کو جو ان کے پیرووں نے صدیوں میں سار کی اور پھر اس سب پر ناقداً نظر ڈالیں تو احمالی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ احمد یسوی کی ”حکمت“ کی مثالی معاصد کے ربر اثر بھی — ان حکمتوں کے اہم موضوعات یہ ہیں: درویش کے مصائب، مسلمانوں کے مشہور اخلاق آمیز جہاد کے منظوم قصے، نبی کریمؐ اور صوفیہ عظام کے بارے میں قطعات، دنیا کی امسوس ناکب حالت اور یوم الحساب کی آمد کے بارے میں سب کے طور پر فریاد و نعان، بہشت و دوزخ کے متعلق نظمیں بالخصوص وہ جن میں دوزخ کے عذاب کا ذکر کیا گیا ہے۔ سادہ لوح حابہ ندوشوں میں، جھوں نے صرف طاہری شکل میں

ہیں کہ اس نقطہ نظر سے موحودہ نظمیں اگرچہ احمد یسوی کی تصنیف میں ہیں مگر ہم یسوی اور معنوی لحاظ سے ان نظموں سے مختلف ہیں جو فی الواقع احمد یسوی نے لکھیں۔ نیز کہ تاریخی اور ادبی دستاویزوں کی بنا پر بھی وضعی طور پر معلوم ہے کہ سرواں یسوی نے صدیوں تک ”حکمت“ نویسی میں انہیں فواحد اور سی طر، نو برقرار رکھا ہے۔ پہلے سے چلی آ رہی تھی۔ یوں ہی اس امر کو یسوی کے مریدوں ہی سے محض نہیں سمجھا جاوے۔ اس لیے کہ سلسلہ سلسلہ سے طریقہ کے عوامی ادب میں عموماً صدہا سال تک اس نوع کے ”عقدہ مقرر“ کا اصول کار فرما تھا۔ اس کی ایک وجہ تو بسا ادبی — قرے کا وہ رواج ہے جو قدیم زبانوں میں عام تھا اور ایک سب یہ بھی کہ اسی عظیم شخصیت کے مرید اسے مرشد کے احوال کو از روئے ادب بحسب دھرا کر تقدس کی عصا قائم کر دیتے تھے۔ پس اس صومانیہ اعلامی شاعری سے، جسے حکمت کا نام دیا گیا ہے، احمد یسوی کے تلام کی ادبی توندت اور اس کے بلفس زردہ مثالی اخلاق کا قرب تربت صحیح طور پر اندازہ لگانا غیر ممکن نہیں۔

یورپ کے ماہرین بر زبان، جن میں واسری Vambery سے لے کر ملدورانسک Melioransk، ہارٹمان اور سراکلمان تک سب شامل ہیں، تاریخ اور لسانیات کے تنقیدی فرائض سے بغافل کر گئے ہیں اور بصر سوچے سمجھے کہ یہ دیوان کس طریق سے معرض طہور میں آیا اسے بارہویں صدی میلادی کی پسداوار سمجھتے ہیں (صرف تھوری Thury) اسے چودھویں صدی میلادی کی تصنیف ظاہر کرنا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے یسوی کے سوا سح حیات کے بارے میں جو مواد ملا اس میں وہ ایک غلطی کر گیا تھا)۔

تصوف ہے اور دوسرا عنصر قوسی، یعنی قدیم ترکی ادب - پہلے عنصر کی وصاحب مطالب و معانی سے ہونی ہے اور دوسرا عنصر ان کی ساخت اور ان کے اوراق میں مصرع ہے - وادی سیحوں کے نومسلم لکن خوشیلے ترکوں نے اسی ”حکمت“ کو جو قدیم عوامی ادب کے ساتھ وابستہ بھی مذہبی رنگ دے دیا - یہ حکمتیں یسوی تقریباً میں بڑھی جانی نہیں اور لوگ انہیں حفظ کر لیتے تھے - یہ سلسلہ صدیوں تک جاری رہا، جس کے باعث یسوی طریقے نے بڑی سری سے برمی کی اور احمد یسوی اللہ کے برگزیدہ ولی تسلیم کیے گئے - اناطولہ کے باہر وہ علاقے جہاں صدیوں تک یسوی طریقہ حکمران رہا، اگرچہ وہاں سوسوں صدی تک کسی خاص دہی اور مدنی پیداری کا مظاہرہ نہیں ہوا، بالخصوص سولہویں صدی کے بعد سے رنگ بڑھنے لگے لیکن پھر بھی ان میں مشرقی اور شمالی ترکوں کے درمیان یسوی اثرات روروں پر تھے اور یسوی مقلدیں برابر پروان چڑھتے رہے۔

مآخذ (الف) اساد احمد یسوی اور یسوی طریق کے بارے میں حملہ مآخذ میری کتاب میں زیر بحث آچکے ہیں اور چند اہم مآخذ جو وہاں استعمال نہیں کیے گئے مقالہ ”ہذا میں مذکور ہیں - مرید برآں احمد یسوی کے کچھ اقوال فوائد حاجی بکناش ولی نام کے فارسی رسالے میں آئے ہیں (ترک ادبیاتندہ الیک متصوف لر) (کتاب فوائد میرے نجی کتب خانے میں ہے)؛ حالات کے لیے دیکھیے مادہ بکناشہ - نیز ان کے متعلق کچھ حکایات کمال الدین حسین حواری کی فارسی مشوی شرحی میں مذکور ہیں (متعدد کتب خانوں میں معطوطات موجود ہیں) - کتب خانہ آپسالہ Upsala کے معطوطات میں ایک نظم مرآۃ القلوب کے عنوان سے ہے، جس میں احمد یسوی اور اسمعیل عطا کے نسب نامے دیے گئے ہیں اور احمد یسوی کے کچھ اقوال ہیں، جو

اسلام قبول کر لیا تھا، صوفیانہ عقائد کی تبلیغ کے مقصد سے جو نایاب لکھی گئیں وہ اسی طرح کی ہو سکتی تھیں - یہ کلام جس سے ترکی عوامی ادب کی تحلیقات کی یاد تازہ ہوتی ہے اور حواستال و بصائح سے سربر ہے مربع کی سی صورت میں لکھا گیا، زیادہ تر ۳ + ۴ = ۷ ارکان (= فعلوں مستعمل) پر یا ۴ + ۴ = ۸ ارکان (= مسمعل مستعمل مستعمل) ر مسمل اور نصف قافیہ و ردیف کے استعمال کے ساتھ، جیسا کہ عوامی ادب کی مروجہ طرح کا تقاضا تھا۔ بعض طویل نظموں میں، جو مربع کی سی صورت میں ہیں، ہر مربع کا چوتھا مصرعہ ایک ہی قافیہ کا حامل تھا - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نظمیں عام مجالس میں معتمد دھوں پر گائی جاتی تھیں - نہ حکمیں، جو جذبات اور بغل سے بالکل پاک اور خالص تبلیغی مقاصد کے لیے لکھی جاتی تھیں، نہ صرف سرعت کے ساتھ نیم صحرائی ملکوں کے ماوراء حیل گزرنے بلکہ ہر اس جگہ پہنچیں جہاں یسوی طریقہ رائج تھا۔ لہذا اس صوفیانہ ساعری کو ترکستان، حواریہ، والگا اور اناطولہ میں بھی اپنے سرو اور نقال مل گئے اور ان کی بدولت ترکی ادب میں ایک عوامی صوفیانہ ساعری معرض وجود میں آگئی (دیکھیے مادہ ”ترکی ادب“ حکیم عطا محدود قلی : یوس اسرہ)۔ یوس اسرہ سے اس کے آثار کے بعد اس شاعری نے اناطولہ میں ایک جداگانہ راستہ اختیار کر لیا۔ کو وسطی ایشیا، حواریہ اور والگا میں یہ شاعری اٹھ سو سال سے بدستور اپنی اصلی حالت پر قائم ہے اور یہاں اس کے صدہا متبعین بھی ہیں؛ پھر اس اثر کی تشریح بھی چندان مشکل نہیں کہ یہ حکمتیں گو حاملیانی اوصاف سے یکسر خالی ہیں نایاب ہمہ ترک اقوام کے اکثر و بیشتر افراد ان سے بہت ار قبول کرتے ہیں - یہ حکمتیں دو بنیادی عناصر پر مشتمل ہیں - ان کا ایک عنصر اسلامی یا دینی

نمون حواہ احمد یسوی (در *Festschrift George Jacob*، لائپرک ۱۹۳۲ء، ص ۵ تا ۶) - اس میں احمد یسوی اور ان کے سلسلہ طریقت کے بارے میں ان تمام روسی مقالات کی تفصیل دی گئی ہیں جو الگ متصوف کی اشاعت کے بعد شائع ہوئے؛ (۶) طریقہ یسویہ اور اس کی حکمتوں کو کاشغر کے درویشوں میں جو اہیب حاصل ہے اس کے لیے دیکھیے N Lykochin کے مقالے کی تلخیص نمون ناشتد ایشانلری (RMM، ج ۱۳، حصہ اول، ص ۱۳۴)۔

بابگر F Babinger نے طریقہ یسویہ کے بارے میں J Nemeth اور J Thury کی تعریبات پر جو نقیبات بغیر کسی مآخذ کے ذکر کی ہیں (Der Islam، ۱۹۲۳ء، ص ۱۰۶) وہ الگ متصوف کے مآخوذ ہیں (ص ۱۳۵، حاشیہ)

(محمد فؤاد کوپرؤلز)

احمد یکنیکی ادیب: (مگر ہے کہ اس سبب کا اشارہ موضع یوغااک کی طرف ہو جو ناشتد کے حوب میں واقع ہے) نارهوں صدی کے اسدائی رسالے کا ترکی شاعر؛ ناصحانہ اسدار میں غنہ الحقائق نامی مرتعاب کے ایک مجموعے کا مصنف، جو کسی اسر داد سبہ سالار رنگ نامی کے نام سے معسوں ہے - موضوع یوسف حاص صاحب کے قذعوبلگ سے ملتا چلتا ہے - اس کی ران بھی اگر بعید ویسی نہیں نو قذعوبلگ کی ران سے معادل ضرور ہے - لکن مصمویں زیادہ تر اسلامی رنگ کا ہے اور اس میں عربی اور فارسی الفاظ کا استعمال سہ زیادہ ہے - اس مجموعے کو بحسب عاصم نے عہ الحقائق کے نام سے اسانسول میں ۱۳۲۴ھ میں سائج کیا - بقصدی اساعب ار رحمت آرت، اسانسول ۱۹۵۱ء۔

مآخذ (۱) N A Balghasan-Oghlu، در Keleti

Szemle، ۷: ۲۵۷ تا ۲۷۹، (۲) W. Radloff

صوفی محمد داشمند نے اکھٹے کیے تھے (مجموعہ ۴۷۲)، دیکھیے *Le Monde Oriental* ۲۲: ۱ تا ۳، آہالہ ۱۹۲۸ء - پیرس کے قومی کتب خانے میں ترکی مخطوطات کے مجموعے میں کلمات کا جو نسخہ ہے (تکملہ، ص ۳۱۹ تا ۳۱۷) اس میں مصنف الاس کے سائیم السعہ نامی ترجمے و تملیے کے اندر نوابی احمد یسوی اور بعض دوسرے یسوی شوج نے معاف معلومات دی ہیں - ان معلومات کو بحال استعمال نہیں کیا گیا - ایک اور اہم مآخذ جو اس مقالے کی تحریر کے وقت حاص طور پر استعمال کیا گیا مشہور مصنف فضل اللہ بس زور بہان معروف بہ حواہ مولانا اسماعیلی کی اہم تصنیف مہمان نامہ بغداد ہے، جو ۱۹۱۵ء کے قریب لکھی گئی تھی اور آج تک علمی دنیا میں غیر معروف تھی (نورو عثمانیہ نئعانہ، شمارہ ۳۴۱)۔

(ب) مصنفات: احمد یسوی اور طرغہ یسوی کے بارے میں پہلا مخصوص مقالہ (monograph) ترک ادیبانہ الگ مصوف لڑ (انسول ۱۹۱۹ء) نے پہلے حقے میں ہے (ص ۱، ۲) - اس میں جس تحقیقی ثنائوں کا حوالہ دیا گیا ہے اس پر حسب دین اہم مآخذ کا اضافہ کر لیا جائے (۱) امروہ [احمدوف] احمد یسوی مسعد نگ شاہ لری، (فاران نومورستہ سی آر کولومی، نارج و ایسوکرافہ حمعی جریلی) ۱۸۹۵ء تا ۱۸۹۶ء، ۱۲، ۵۳۹ تا ۵۴۰؛ (۲) وہی مصنف: احمد یسوی نگ مہرو نگ نومسی (محل مد کور، ۱۸۹۵ء تا ۱۸۹۶ء، ۱۳: ۵۳ تا ۵۴)، (۳) اس مہر کا مستند ہونا معرص بحث میں ہے، (۴) اوزہ وشرمی آسیا دیوغلری حمعیب نگ روس لومیتی سی جریلی (پیشور ترک ۱۹۰۶ء)، شمارہ ۶، ص ۲۳ تا ۲۵ میں مسعد مد کور کے متعلق Vesselovskiy کا ایک مختصر سا مقالہ ہے، جو زبانہ اہم نہیں ہے؛ (۵) M. Masson کا مقالہ نمون احمد یسوی تربہ سی (ناشتد ۱۹۳۰ء)، جو میں بے پڑھا نہیں، (۶) V. Gordlevskiy کا ۱۹۳۲ء میں شائع شدہ مقالہ

اس سہر کو ۱۴۱۱ء میں احمد شاہ اول [رک نان] سلطان گجرات نے آباد کیا (حسن نے قدیم ہندو شہر آشول کو اپنا پایہ تخت بنایا تھا) اور اسے بشمار عمارات سے زیب و ریس دی۔ گجرات کے شاہی خاندان کے عہد کی پہلی صدی میں یہ سہر بڑی پیری سے خوش حال ہو گیا تھا۔ لکن اس کے بعد اس کی شان و سوک جانی رہی۔ محل شہشاہوں کے عہد میں اسے دوبارہ خوشحالی نصیب ہوئی، تاکہ اٹھارہویں صدی میں اس پر پھر روال آ گیا۔ انگریزوں نے اس پر ۱۸۱۸ء میں قبضہ کیا۔

مأخذ: (۱) *Imperial Gazetteer*، ج ۱ (۱۹۰۱ء) ص ۴۹۲، (۲) *Bombay Gazetteer*، ص ۴ (۱۹۰۳ء)؛ (۳) *Muhammedan Architecture of Ahmedabad*؛ (۴) *A D 1412—1520*؛ (۵) *Indian Architecture* Fergusson؛ (۶) *Handel und Gewerbe in Schlagintweit* (Ahmedabad) *Oesterr Monatsschr für den orient* (۱۸۸۳ء، ص ۱۶۰، بعد)۔

\* احمد نگر: ہندوستان کے صوبہ بمبئی میں صلع احمد نگر کا صدر مقام، جو دریائے سیوا کے کنارے آباد ہے۔ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق اس شہر کی آبادی سولہ ہزار اور پورے صلع (۶،۵۸۶ مربع میل = ۱۷،۰۵۸ مربع کلومیٹر) کی ۸،۳۷۶،۶۹۵ تھی۔ یہ سہر ۱۴۹۳ء میں نظام شاہی خاندان [رک نان] کے بانی احمد نظام شاہ نے بسایا تھا۔ اس خاندان نے کوئی ایک صدی تک احمد نگر میں حکومت کی، یہاں تک کہ چاند بی بی کی دلیرانہ مدافعت کے باوجود اکبر کی فوجوں نے اس پر قبضہ کر کے اسے سلطنت مغلیہ میں شامل کر لیا۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد احمد نگر مرہٹوں کے قبضے میں آ گیا اور ۱۸۰۳ء میں دولت راؤ سدھا کو یہ شہر ڈیوک آف ولنگش کے حوالے کرنا پڑا۔

مأخذ: *Bombay Gazetteer*، ج ۱۷، ص ۱۹۰ء۔

در *Izvest Ak Nauk*، ۱۹۰۷ء، ص ۳۷۷ تا ۳۹۴، (۳)۔  
عاصم، ابو حور یارسی، ایلمہ، *ہمہ الحقائق* دیگر ترجمہ سی،  
در ترکیات مجموعہ سی، ۱۹۲۵ء، ص ۲۲۷ تا ۲۳۳؛ (۴)  
گوانسکی *Hibat-ul-Haqāiq Kōrōsi* Csoma T Kowalski  
*Archivum*، ۱۹۲۵ء (ترکی ترجمہ در ترکیات مجموعہ سی،  
۱۹۲۶ء، ص ۴ تا ۴۶)؛ (۵) *J Deny*، در *RMM*،  
۱۸۹۱ء تا ۱۹۲۳ء؛ (۶) ایم غزاد کوہرولو، در *MTM*،  
۳۶۹ تا ۳۸۰، (۷) وہی مصنف، در ترکیات  
مجموعہ سی، ص ۲۵۵ تا ۲۵۷؛ (۸) وہی مصنف: *ہمہ*  
*الحقائق* حتمہ پٹی بر وثیقہ، در ترکیات مجموعہ سی،  
۱۹۲۶ء، ص ۴ تا ۵۹؛ (۹) وہی مصنف، ترک دلی و  
دیباہ حتمہ آراشترملر، استاسول ۱۹۳۴ء، ص ۴۵ بعد  
(مذکورہ بالا مقالوں کی طبع ثانی اور دو حتمہ مقالے:  
*ہمہ الحقائق* حتمہ، پٹی بر وثیقہ دھا، اور *ہمہ الحقائق*  
بدقی لکھ نوگوں کو حالی)۔

\* احمد آباد: ہندوستان (احاطہ بمبئی) میں اسی نام کے ایک صلع کا صدر مقام جو دریائے سارسی کے کنارے پر واقع ہے۔ ۱۹۰۱ء میں اس سہر کی آبادی ۱،۸۵۰،۸۹۹ تھی۔ حسن میں سے  $\frac{1}{5}$  مسلمان تھے۔ سارے صلع (۳،۸۱۶ مربع میل = ۹،۸۸۳ مربع کلومیٹر) کی آبادی ۷،۹۵،۹۶۷ تھی۔ احمد آباد کا شمار ہندوستان کے بڑے بڑے خوبصورت شہروں میں ہوتا ہے اور وہ طلائی و قمری زرعب، ریشمی و سونی کپڑے اور کمحواف کے لیے مشہور ہے اور اسی طرح کاسی اور نائے کے برہوں، سب کے ربور، چاپانی وارنس، رنگ کی ہوئی (japannad) چپروں اور چوب سراسی (مثلاً باندان وغیرہ) کے کاموں کے لیے بھی۔ یہاں قدیم اسلامی صعب کی بہت سی یادگاریں بھی موجود ہیں، جن میں دوسری عمارتوں کے علاوہ پندرہویں اور سولہویں صدی کی تعمیر شدہ مسجدیں اور مقبرے شامل ہیں۔



اُحمدی : دیکھیے احمد شج .

احمدی : دیکھیے سکہ .

اُحمدی : تاج الدین ابراہیم بن جعفر، آٹھویں صدی ہجری / چودھویں صدی میلادی کا سب سے بڑا عثمانی شاعر، اس کی پیدائش کی تاریخ اور حوالے پیدائش معلوم نہیں لیکن گناہ عالم یہ ہے کہ وہ ۵۳۰ھ / ۱۳۳۸ء سے قبل گروہان میں پیدا ہوا۔ اناطولیہ میں جس حد تک ممکن تھا تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ تاتارستان چلا گیا اور اکل الدین (الانری) ارج ہدایہ کی - انگریزی اختصار کی - حامی پاشا اور ملا فزاری سے ہی اس نے دوستی پیدا کر لی۔ وطن واپس آ کر اس نے کوناہہ میں گروہان اوغلو سلیمان پاشا کی ملازمت اختیار کر لی، جو معروف سخن کا مشہور سرپرست تھا اور جس نے اس صوبے پر تقریباً ۵۶۹ھ / ۱۳۶۷ء سے لے کر ۵۸۸ھ / ۱۳۸۶ء تک حکمرانی کی۔ احمدی نے اس کے لئے اسکندرنامہ لکھا لیکن اس کا آخری اصلاح شدہ نسخہ سلیمان چلسی کی نذر کیا گیا۔ اس کے بعد وہ اپنے سرپرست کے داماد یعنی عثمانی سلطان ہارپد کے درباروں میں داخل ہو گیا۔ حیدر وہ خاص طور پر اس کے بڑے سلمان چلی کا مقرب اور منظور نظر بن گیا۔ اگر روایتی ساناب پر یقین کیا جائے تو وہ جنگ آفرہ میں اس کی فتح کے بعد تیمور سے ملا۔ حوٹاب نقی کے ساتھ کبھی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ شاعر پہلا موقع ہمارے ہی سلیمان چلی کے دربار میں مقام ادرہ پھر حاضر ہو گیا۔ گو اس کے اشعار میں اہل بروہہ کی ہجو دیکھ کر یہ ظاہر ہوا ہے کہ احمدی چند سال بروہہ میں بھی رہا۔ اہل بروہہ سے ناراضی اور ان کی ہجو کی وجہ ناسانی سمجھ میں آسکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ احمدی سلیمان کا ہواخواہ تھا اور اہلی بروہہ محمد چلی (محمد اول) کے طرفدار

تھے۔ اس کے دیوان میں بہت سے قصائد سلیمان کی مدح میں موجود ہیں اور اس نے اپنی تصانیف اسکندرنامہ کا آخری مرتب و مصحح نسخہ، حمشد و موسید اور ترویج الارواح اس کے نام سے منسوب کیے۔ سلیمان کی وفات (۵۸۱ھ / ۱۱۸۱ء) پر اس نے ایک دل گذار مرثیہ لکھا، جس کے آخر میں اس سے اس امر کا حال پوچھا کہ نئے سلطان محمد کے حق میں کچھ دعائے انصار پڑھا دیے جائیں۔ بعد ازاں اس نے متعدد قصیدے اس سلطان کی مدح میں لکھ کر اس کی خدمت میں پیش کیے۔ وہ ۵۸۱ھ / ۱۱۸۱ء میں مقام اماسیہ فوت ہوا۔

اس کی بڑی بڑی تصانیف یہ ہیں :-

(۱) اسکندرنامہ، سکندر اعظم کی زندگی اور کارناموں کی تفصیل، اس کتاب کا نسخہ مصری فردوسی اور نظامی کی تصانیف سے لیا گیا ہے لیکن اس میں اس نے اپنی طرف سے بہت سے تصحیح اور اشعار کا اضافہ کیا ہے۔ اس کی زبان خصوصیت کے ساتھ حال ہی ترکی ہے اور وزن دیسی ”پرمای جسامی“ [انگلوں پر گسا، مراد syllabic metre سے ہے] اختیار کیا گیا ہے۔ اس نظم کا حاشیہ اسلامی تاریخ کے ایک مختصر سے خاکے پر ہوتا ہے، جس کا آخری حصہ تاہم دولہ عثمانیہ کی ایک نہایت اہم منظوم تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس موضوع پر یہ پہلی تصنیف ہے جس سے بعد کے زمانے کے مؤرخین نے اکثر استفادہ کیا ہے (یہ کہانی مختلف نسخوں میں مختلف زبانوں تک پھیلائی گئی ہے)۔

(۲) جمشید و خورشید، ایک مثنوی، جس میں ایک چپی شہزادے کا ذکر ہے، جو ایک نوزنطی شہزادی پر عاشق ہو گیا تھا۔ سلمان ساوحی کی اسی نام کی مثنوی پر مبنی ہے۔

(۳) ترویج الارواح، طب اور حفظانِ صحت کے عنوان پر ایک ہندوستانی مثنوی، جو سلیمان چلی

کی دہی اور اخلاقی تربیت کے لئے لکھی گئی۔  
(۴) دیوان۔

مآخذ: (۱) ابن عرب شاہ عقود الصبیحة، جس کا حوالہ تقی الدین نے اپنی قلمی تصنیف طبقات الحنفیہ میں ۶۰ھ: (۲) طاش کوپرولؤزادہ، الشقائق النعمانیہ، ص ۷۰ بعد: (۳) تذکرہ حاب، ارسپی، ص ۵۴ بعد، لطیفی، ص ۸۲، عاشق چلبی: (۴) عالی: کلمۃ الاحبار، ص ۱۲۸، (۵) Ottoman Poetry، Gibb، ص ۲۶۰ بعد، (۶) بابکر Babinger، ص ۱۱ بعد، (۷) Töröknyelvenlékek J Thury، (۸) بوڈا پست ۱۹۰۳ء، ص ۳۱ بعد (ترکی ترجمہ در MTM، ص ۱۱۰ بعد): (۹) ترجمہ ارگون S Nuzhet Ergan، (۱۰) نورک شاعر لری، ص ۳۸۴ بعد، (۱۱) نباد ساسی مارلی: احمدی و داستان تواریخ الملوک آل عثمان، در ترکیات مجموعہ سی، ۱۹۳۹ء، ص ۴۹ بعد: (۱۲) تراکمان، در ZDMG، ۱۹۱۹ء، ص ۱ بعد: (احمدی کی زبان پر) (۱۰) P Wittek، در Isl، ۱۹۳۲ء، ص ۲۰۰: (۱۱) وہی مصنف: در Byzantion، ۱۹۳۶ء، ص ۳۰۳ بعد: (۱۲) آ، ترکی، ندیل مادہ (ارغواد کوپرولؤز)

(G L Lewis)

احمدیہ: دیکھئے علام احمد۔

احمدیلی: مراغہ کا ایک شاہی خاندان، خاندان کے مؤسس احمدیل اور اس کے حاسنوں کے درمیان امتیاز کرنا ضروری ہے۔ احمدیل بن ابراہیم بن وہسودان الروادی الكردي اصل میں ایک عرب خاندان الرواد کی مقامی شاخ کا فرد تھا اور الرواد اصل میں عربی قبیلہ آزد کی ایک ساح بھی، جو تبریز میں آکر آباد ہو گئی تھی (دیکھئے روادی، Riwadids، [قب راباور]۔ مرور زمانہ سے یہ خاندان کردوں سے مخلوط ہو گیا اور "احمدیل" کا نام ہی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کے ساتھ ایک ایرانی (کردی) لاحقہ نصیب اہل لگا دیا گیا ہے۔ احمدیل نے ۵۰۰/۱۱۱۱ء کی صلیبی

جنگوں کی مقابل میں حصہ لیا۔ تل ناسر کے محاصرے کے دوران میں جوسلین Jocelyn نے اس کے ساتھ کچھ سارنار کر لی اور وہ شہر چھوڑ کر چلا گیا (کمال الدین: تاریخ حلب، RCH، ص ۳: ۵۹۹)۔ اس کے کچھ دن بعد وہ شاہ ارمس [رک نان] سقمان (م ۵۰۶/۱۱۱۲ء) کا حاشین بن جانے کی اسد پر شام کے علاقے کو بالکل ہی چھوڑ گیا۔ سقمان نے تبریز کو ربر کر لیا تھا اور احمدیل کو یہ دہی لگی ہوئی تھی کہ وہ اپنے آبا و اجداد کی اصلی جاگیر پر دوبارہ قصبہ کر لے۔ قول سبط ابن الجوری (RHC، ص ۳: ۵۰۶) احمدیل رابع ہرار مسلح سوار جمع کر سکتا تھا اور اس کی آمدنی چار لاکھ دینار سالانہ تھی۔ ۵۱۰ھ (یا ۸۵۰ھ) میں اسے اسمعیلیوں نے قتل کر ڈالا، کیونکہ انہیں اس نے بعد نقصان پہنچایا تھا (RHC، بحوالہ سابق، اس الاثر، حوادث سنہ ۵۱۰ھ)۔ اس کے حاسنوں کے ناموں اور القاب کے مختلف مآخذ میں مختلف ہونے کی وجہ سے ان کی تاریخ کا مطالعہ مجملہ ہو گیا ہے۔ نہ ظاہر ایسا معلوم ہوا ہے کہ احمدیلی کا حاسنیں اس کا ایک علام ہوا، جس کا نام ترکی تھا۔ یعنی آسقر الاحمدیلی، جس کا ذکر سلطان محمد (م ۵۱۱/۱۱۱۸ء) کے سٹوں کے نامی حکم و خدال کے سلسلے میں اکثر آتا ہے۔ ۵۱۴ھ میں مسعود بن محمد نے اپنے سانی آبانک قاسم الدولہ السرمی کو مراغہ میں متعین کر دیا۔ لیکن سلطان محمود بن محمد نے آسقر کو (جو بغداد پہنچ چکا تھا) پھر مراغہ میں بحال کر دیا۔ ۵۱۵/۱۱۲۱ء میں ملک طغرل بن محمد نے آبانک کنتعدی کی وفات پر آسقر کی دلی خواہش یہ بھی کہ وہ اس کا حاشین بنے، طغرل نے حکم دیا کہ وہ دس ہزار سوار جمع کرے اور خود اس کے ہمراہ آردیل کی فتح کے لیے روانہ ہوا۔ اس شہر کے ناکام محاصرے کے

دوران میں جیوش بیک نے جسے سلطان محمد نے بھیجا  
 تھا، مراغہ پر قبضہ کر لیا۔ سال ۵۰۱۶ھ / ۱۱۲۰ء  
 [کذا، ۱۱۲۲ء] کے تحت وٹانے گرجساں (Brosset،  
 ۱: ۳۶۸) میں مداسور ہے کہ انا تک اڑان  
 الحسٹل (آفسٹر) نو، جسے طغرل کی جانب سے یہ  
 حکم ہوا تھا کہ وہ سرخاں پر حملہ کرے، سبک  
 ہوئی۔ ۵۰۲۲ھ میں اسے مرازی دویہ کی ساریوں  
 کا قلعہ فتح کرنے کا نام سر ہوا۔ ۵۰۲۴ھ کے واقعات  
 میں اس میں معلوم ہوا ہے کہ آفسٹر داؤد نے محمد  
 کے انا تک کی جانب سے اس کے باج و تحت کے اڈا  
 کی حمایت کرنے میں مصروف ہے۔ ۵۰۲۶ھ میں  
 طغرل نے اسے بھیجے داؤد کو سبک دی اور مراغہ  
 اور سرخاں پر قبضہ کر لیا (السداری، ص ۱۱۶۱-آفسٹر  
 بغداد کی طرف فرار ہو گیا اور اس کے بعد اس نے  
 داؤد کے دوسرے چچا مسعود کی مدد کی کہ وہ  
 آذربائیجان پر دوبارہ قبضہ کر لے۔ اس نے عمداں پر  
 بھی قبضہ کر لیا لیکن ۵۰۲۷ھ / ۱۱۳۳ء میں طغرل  
 کی انکسبت پر اسماعیلیوں نے اسے قتل کر دیا (وہی  
 کتاب، ص ۱۶۶)

آفسٹر کے بیٹے اور حاشیوں کو بھی حام  
 طور پر آفسٹر ہی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے (ان  
 الاثر، ۱: ۱۶۶ و ۱۷۷، تاریخ گریڈہ، ص ۴۷۲)  
 لیکن اس کا نام آرسلاں بن آفسٹر (احمار الدولہ  
 السلجوقیہ) بھی مذکور ہے اور عماد الدین نے اسے  
 نصرت الدین حاشی (السداری، ص ۲۳۱، ۲۳۳ پر  
 نصرت الدین آرسلاں - ۱۱) کہا ہے اس زمانے  
 میں آذربائیجان کی حکومت آند کر آرسلاں بن طغرل  
 کے انا تک اور آفسٹر ثانی کے زمانے میں قائم تھی،  
 ہونا بالخصوص بیک محمد بن سلطان محمود کے حاشیوں  
 سے متعلق تھا۔ ۵۰۴۱ھ / ۱۱۴۶ء میں آفسٹر کے  
 ایک دشمن حاشی بیک آرسلاں بن بلیگری [بیک  
 ابری؟] نے مراغہ کا محاصرہ کر لیا (السداری، ص

(۲۱۷)۔ ۵۰۴۷ھ / ۱۱۵۲ء میں سلطان محمد نے  
 اس بلیک ابری کو قتل کر دیا، لیکن فی الواقع اس کا  
 قتل نہ ہوا کہ اس کی وجہ سے آذربائیجان کے دونوں  
 حکمران (صاحبان) یعنی الدگر اور آفسٹر چھوٹے  
 ہو گئے اور انہوں نے ایک اور دعویدار (سلطان) کو  
 کھڑا کر دیا۔ جب محمد انہی حکم پر دوبارہ قاض  
 ہو گیا تو اس نے آفسٹر کو اسے بیٹے داؤد کا  
 انا تک مقرر کیا۔ اس لیے الدگر کی آفسٹر سے  
 ٹکڑی گئی۔ آفسٹر نے ساد آفسٹر کی مدد سے پہلوان  
 بن الدگر کو سفد رود پر سکست دی۔ ۵۰۵۶ھ /  
 ۱۱۶۱ء میں اس نے اینج والی رے کی حمایت کی، جو  
 الدگر کا مخالف تھا، لیکن ۵۰۵۷ھ میں الدگر نے اس  
 اسر کو سکست دے دی اور اس کے بعد آفسٹر  
 الدگر کے ساتھ گرجساں کی مہم پر روانہ ہو گیا  
 (۵۰۵۷ھ / ۱۱۶۲ء)۔ ۵۰۶۳ھ میں آفسٹر نے دربار  
 بغداد سے اسے ساگرد داؤد کے حق میں پروانہ نیابت  
 سامی حاصل کر لیا، جس سے پہلوان کے ساتھ ایک  
 بیٹے عیاض کی صورت پیدا ہو گئی (اس الاثر،  
 ۱: ۲۱۸)۔ اس کے بھوڑے ہی دن بعد آفسٹر  
 انا تک سے غائب ہوا روع ہو جاتا ہے۔ ارورے  
 تاریخ گریڈہ، ص ۴۷۲ اس کے بیٹائی قلعے رے کے  
 اسر اینج (م ۵۰۶۴ھ / ۱۱۶۸-۱۱۶۹ء دیکھیے  
 اس الاثر، ۱: ۲۳۰) کی حوصلہ افزائی پر مراغہ  
 میں معاویہ برپا کر دی، جسے پہلوان نے فرو کیا  
 اور مراغہ کا سہر آفسٹر کے بھائیوں علاء الدین  
 اور رکن الدین کو دے دیا۔

۵۰۷۰ھ کے تحت ابن الاثر (۱: ۲۸۰) نے  
 مراغہ میں آفسٹر ثانی کے بیٹے فلک الدین کا ذکر  
 کیا ہے، جس کے دل میں لارنا یہ خواہش پیدا ہوئی  
 ہوگی کہ سریر پر قبضہ حمایا جائے، لیکن پہلوان  
 کے ساتھ دو دو ہاتھ ہونے کے بعد اسے اس دعوے سے  
 دستبردار ہونا پڑا۔ اس کے باوجود دونوں حاشیوں

اپا؟ ہو) کی بیوتی تھی۔ اس کی شادی اُلْدِ گری  
اُرْبِک کے بھرے گونگے شے (حسے) "حاموش"  
کہتے تھے) سے ہوئی تھی۔ لیکن غالب گمان یہ  
ہے کہ اس سے بعد میں اس نساء پر علیحدگی ہو  
گئی کہ وہ جلال الدین سے جا ملا۔ اور اس کے بعد  
اسمعیلیوں کے ساتھ شریک ہو گیا (نسوی، ص ۱۲۹،  
۱۳۰)۔ سہرادی شرف الملک سے نکاح کرنے ہی  
والی بھی کہ جلال الدین موقع پر آ پہنچا اور اس نے  
اس سے سادی کر لی اور قلعہ روئیں در کا اسی طرف  
سے ایک گوربر مقرر کر دیا (وہی کتاب، ص ۱۵۷)۔  
حاموش خود کثیر العیال تھا اور یہ بات واضح نہیں  
ہو سکی کہ آیا اس کا بیٹا انانک نصر الدین اس  
احمدیلی سہرادی کے نطن سے تھا یا کسی اور  
عورت کے۔ بقول حویلی نصر الدین علاء روم میں  
چھپا رہا لیکن ۵۶۴۴/۱۲۴۶ء کے قریب اسے  
گوڈوک خان نے بربر اور آذربائیجان پر حکومت کرنے  
کی سب "آل نعا" عطا کر دی

(میسورسکی V MINORSKY)

- \* احمد، بنو: حانداں بنو نصر کے بنو الاحمد  
کا سسی دم (دیکھئے بصر، سو)۔
- \* الاحنف بن قیس: نصرے کے ایک بنی  
شح ابونخر صخر (جہیں بعض وب غلطی سے الصخر  
بھی کہتے ہیں) بن قیس بن معاویہ السمی السعدی  
[المقری] کا عرف۔ وہ مرہ بن عبد کے حانداں سے بھیجے۔  
مان کی طرف سے ان کا سلسلہ ناہلی ملے اود بن معن  
سے ملتا تھا۔ ملہور اسلام سے پہلے [۳-۵/  
۶۱۹ء میں] پیدا ہوئے۔ غالباً نجس ہی میں والد  
کے سایے سے محروم ہو گئے، جسے بنو مارن نے مار  
ڈالا تھا۔ ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ وہ  
پہدایس ہی سے اہاجع بھیجے اور ان پر ایک عمل  
حراچی بھی ہوا تھا۔ ان کے عرف ابوالاحنف کی  
توجیہ بھی یہی ہے کہ اس کے پاؤں ٹڑھے بھی

کے درمیان موروثی عیاد و نفاق برقرار رہا۔ ۵۶۰۲/  
۱۲۰۵-۱۲۰۶ء میں امر مراعه علاء الدین نے  
اُرْبِک کے گوڈوکوری سے یہ سمجھوتا کیا کہ  
سہرادی ابونکر اُلْدِ گر کو، جو حکومت کرنے کے  
باقابل تھا، معزول کر دیا جائے۔ لیکن اس نے اپنے  
حانداں کے قدیمی غلام آئی دوغیش کی مدد سے  
علاء الدولہ کو مراعه سے نکال دیا اور اس کے  
بدلے اسے اُرْبِیہ اور اُسو دے دیا۔ ۵۶۰۴ میں  
علاء الدولہ (حسے ابن الاثر، ۱۲: ۱۸۲، ۱۵۷) اس مقام  
پر وہ ستر لکھتا ہے) فوب ہو گا۔ اور اس کے ایک  
دئر ملارم نے اس کے مانع بننے کو اسی حفاظت  
میں لے لیا، جو ۵۶۰۵ میں فوب ہو گا۔ ملارم  
قلعہ روئیں در میں مقیم رہا اور ابونکر نے مراعه  
کے باقی ماندہ علاقے پر قبضہ کر لیا۔ یہ بات یقینی  
معلوم ہوتی ہے کہ علاء الدین ہی وہ سربرس  
سہرادی تھا جس کی خدمت میں نظامی شاعر نے  
اپنی مشہور مسوی قف پتکر (جس کی تکمیل  
۵۵۹۳ میں ہوئی) بدر کی بھی اور جسے شاعر  
موصوف علاء الدین کُرب (کورب = حوان) آرسلاں  
(دیکھئے Cat Pers Miss Rieu، ۲: ۵۶۷ اور Supp،  
۱۹۸۵ء، ص ۱۵۴) کے نام سے یاد کرتا ہے۔ نظامی  
نے اس کے دو بیٹوں نصر الدین محمد اور احمد کا  
بھی ذکر کیا ہے (ان میں سے ایک بیٹا شاید وہ ہو  
جو قول ابن الاثر ۵۶۰۵ میں فوب ہو گا تھا)۔  
اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ اس حانداں  
میں عورتوں کی حاشیہ کا سلسلہ شروع ہو جاتا  
ہے۔ حب ۵۶۱۸/۱۲۲۱ء میں معلو نے مراعه پر  
قبضہ کر لیا بنو والہ سہر نے اپنی حان قلعہ روئیں  
در میں پناہ لے کر بجائی۔ ۵۶۲۴/۱۲۲۴ء [کدا،  
۱۲۲۶-۱۲۲۷ء] میں شرف الملک وریر حوارم ساہ  
جلال الدین نے روئیں در کا محاصرہ کیا، جس کی ملکہ  
علاء الدین کرب (نسوی، ص ۱۲۹) ممکن ہے کوپ

۶۵۶ء) میں جو حامیان علیؑ اور [احمب] عائشہؓ کے درمیان ہوئی تھی وہ عرصہ حیات دار رہے لیکن اگلے سال جنگ صفین میں وہ [احمب] علیؑ کی طرف سے لڑے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد سے وہ مقامی سیاسی معاملات ہی میں مہمک رہے لیکن سوامیہ کو ان کے اثر و رسوخ کا ایسا احساس تھا کہ وہ ان سے عام سیاسی مسائل میں بھی مشورہ لیتے رہتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ ان سے وہ [احمب] کی حامی کے مسئلے پر بھی رائے دینے کا موقع ملا۔ نصرے میں سو رستہ، حن کا سردار نکر بن وائل تھا اور سو مصر، حن کی نمایندگی بمصر کرتے تھے۔ دربرہ ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ الاحمب نے ابی مسعدی سے ناہمی جو بریری کو روکے رکھا لیکن وہ عداوت کی دھکی ہوئی چٹانوں کو پوری طرح بچھا نہ سکے۔ یرید بن معاویہؓ کی وفات (۵۹۸/۶۸۳ء) پر نصرے میں ایک بغاوت ہوئی اور وہاں کے کوربر حید اللہ بن زیاد [رکبان] نے ایک اردی مسعود بن عمر العتیک کی نو سہر کا نگران مقرر کر دیا، لیکن اسے جلد ہی قتل کر دیا گیا۔ مصلحہ ارد نے اس کے بعد قتلہ نکر اور عبد اللہ بن مسعود کے ساتھ بمبیموں کے خلاف اتحاد کر لیا، جنہیں الاحمب نے اردیوں کے ساتھ اعتدال پسندانہ رویہ رکھنے کی ناکامی کر رکھی تھی۔ لٹی مہمے تک صورت حال حد درجہ الجھی ہوئی رہی۔ بالآخر الاحمب ایک ایسے سمجھوتے پر راضی ہو گئے جس کی شرائط اردوں کے حق میں تھیں اور انہوں نے ابی حبیہ سے اردی مقتولین کا خون بہا بھی ادا کر دیا۔ جب اس فائدہ ہو گیا تو انہوں نے پورے انہماک اور بوجہ سے نصرے کے تمام قبائل کو اپنے مشترک دشمنوں، یعنی حوارج کے خلاف، جو سہر کے لیے خطرے کا باعث بن رہے تھے، متحد کر لیا۔ آپ ہی سے ۵۹۶/۶۸۳-۶۸۵ء میں یہ تحویر پیش کی کہ المہمب

لیکن اس خرابی کے علاوہ ان کے اعضاء میں اور خرابیاں بھی تھیں (ان کے حلیے کی تفصیل کے لیے دیکھیں الحافظ: البیان، طبع ہارون، ۱: ۵۶) [انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا لیکن آپ سے ملے نہیں]۔

مہمور اسلام پر ہو حیم نے آنحضرتؐ کے ارشادات کی طرف سوجھ نہیں دی تھی۔ الاحمب ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے انہیں قبول اسلام پر مائل کیا۔ اس کے بعد وہ [احمب] عمرؓ کی حد میں پیش ہوئے۔ وہ نصرے کے اولیٰ مسندوں میں شمار ہوتے ہیں، جہاں وہ بہت جلد قوم کے برحمان اور مسلمانوں کے سردار بن گئے۔ انہوں نے پہلی صدی ہجری / سائیسویں صدی - ثلاثی میں - ہر مصرہ میں سرسراوردہ مقامی رعما، ارباب، علماء اور سیاست دانوں کی ایک مجلس قائم کی۔ ابو موسیٰ الاشعری کے زور قنات انہوں نے بالخصوص ۵۲۳/۶۴۴ء اور ۵۲۹/۶۴۹ء میں قم کسان اور اربابوں کی سحر میں جایاں حصہ لیا۔ بعد میں وہ عبداللہ بن ساسر [رکبان] کے ہمسراں سپہ سالاروں میں شمار ہوئے اور اسی کے حکم سے انہوں نے قمستان، ہراب، مرو، مروالروہ، بلخ اور دوسرے علاقے فتح لیے (مروالروہ کے قریب ان کی مائی ہوئی شماروں یعنی نصر الاحمب اور رسانی الاحمب کی وجہ سے ان کے نام کو دوام نصیب ہوا)۔ وہ اپنی فوجوں کو طحارستان کے میدانوں تک بڑھانے چلے گئے اور اس طرح آخری شاہ ایران کے لیے نہ تباہ ناممکن ہو گئی کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کوئی منظم معرکہ آرائی کر سکے۔ کچھ عرصے تک وہ خراسان کے ایک صلح کے حاکم بھی رہے لیکن بعد میں وہ نصرے واپس چلے آئے، جہاں بمبیموں کا سردار ہونے کی وجہ سے انہیں سیاسی زندگی میں نمایاں حصہ لینے کا موقع ملا۔ جنگ جمل (۵۳۹/۶۴۰ء)

تا ۱۷۳۴: (۶) ابن قتیبة، معارف، قاهرة ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۴ء، ص ۳۶، ۳۷، ۱۳۴، ۱۸۶ تا ۱۸۷، ۲۵۰، ۲۶۸: (۷) وہی مصنف: عیون الاخبار، اشاریہ، (۸) ابن سائتہ: سراج العیون، ص ۵۳ تا ۵۷: (۹) طبری اشاریہ، (۱۰) ابن الاثیر، اشاریہ: (۱۱) ابن حجر، احسانہ، عدد ۴۲۹، (۱۲) وہی مصنف: تہذیب التہذیب، ۱۹۱۰ [۱۳] میدانی: امثال، قاهرہ ۱۳۵۲ھ: ۲۲۹ تا ۲۳۰، ۲۴۷، ۲۴۸: (۱۴) الاعانی، اشاریہ (۱۵) گولڈتسیہر Muh. St. Goldziher، ۲: ۱۹۶، ۲۰۰: (۱۶) Ch. Pellat، Milieu basrien، اشاریہ: [۱۷] ناغوب، معجم البلدان، ۳: ۹۰۳، (۱۸) ابن حنکال، ۲۳۰: (۱۹) ذکر احوال اصفہان، ۱: ۲۲۴، (۲۰) ابن عساکر، ۱۰: (۲۱) الدیار بکری، العجمی، ۲: ۳۰۹: (۲۲) الدہلی: تاریخ، ۳: ۱۲۹۔

(CH PELLAT)

- \* **الْأَخْوَصُ:** الانصاری، عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عاصم بن ناب، توصیفہ بن رید (قبیلہ) الأوس کا ایک نطف) میں سے تھا۔ تقریباً ۵۳۰ھ/ ۷۵۰ء میں پیدا ہوا۔ اس کی تمام عمر مدینہ [سورہ] کے مہذب معاشرے میں بسر ہوئی۔ مدینے کے سربراہانے ابتدائی فتوحات [اسلامی] کی بدولت دولت مند ہو گئے تھے۔ انہیں شہر کی تاریخی عمارات اور ناعات کی فروخت سے بے حساب دولت حاصل ہو چکی تھی اور حلیہ کی جانب سے بھی مالی اعانت ملی رہتی تھی، البتہ انہیں سرکاری ملازمت اور سیاسیات میں حصہ لینے کی اجازت نہ تھی۔ گویا سیاسی اعتبار سے وہ ایک قسم کے حلاوطن لوگ تھے۔ ثرو اور سیاسی آرزوؤں سے انقطاع بے مدینے کی معاشرتی زندگی پر نمایاں اثر ڈالا۔ معاشرے کے اس ماحول میں [ایک طبقے میں] عشقیہ شاعری نے فروغ پایا اور اس میدان میں عمر بن ابی ربحۃ الغریجی اور الاخوص پیش پیش تھے۔
- الْأَخْوَصُ کے دانی روابط پہلے پہل اموی

الأردی [رک نان] کو اراقہ کے حلال ایک مہم کا سپہ سالار بنایا جائے، کیونکہ انہیں توقع تھی کہ باشندگان شہر انہیں یہ عہدہ قبول کر لیں گے۔ آمادہ کر لیں گے۔ ۵۶۷/ ۶۸۶-۶۸۷ء میں شہر بصرے کے..... فائدہ المختار [الثقیفی] بے شہر میں اپنے حامیوں کی ایک جماعت پیدا کر لی لیکن الاحف بے شیعوں کی مخالفت کی اور المختار کے حامیوں کو شہر سے نکال دیا۔ اس کے بعد انہوں نے بصرے کی فوج کے تسمیٰ حنیف کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی اور اس فوج نے مصعب بن النضر کے ماتحت المختار پر حملہ کرنے کی عرص سے کوفے کی طرف کوچ کیا، چنانچہ اسی جگہ بڑی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا [۵۷۲/ ۶۹۱ء، بقول لدھی، قب الحسین]۔

ان کی نسل دو حلد ہی ختم ہو گئی لیکن ان کی یاد ہی قسم کے ذہن میں برابر تازہ رہی، جو انہیں اپنا بہت بڑا قائد سمجھتے تھے۔ انہیں عروسی کا بھی بھوڑا سامدای تھا لیکن ان کی صرب د کی داسن مدی کی بنا پر ہے، جس کا اظہار ان کے چھوڑے ہوئے ان بے شمار اموال و حکم سے ہوا ہے جس میں سے بعض صرب الامثال بن گئے۔ ان کے حکم کا مقابلہ معاویہ (ع) کے حکم سے کیا جانا ہے اور اسے صرب المثل کی حیثیت حاصل ہے؛ چنانچہ مثل مشہور ہے کہ اَحْلَمُ مِنَ الْاَحْفِ [احف سے بھی زیادہ حلیم] (الجاحظ: الحيوان، نار دوم، ۲: ۹۲؛ احیرانی، ۱: ۲۲۹ تا ۲۳۰)۔

مآخذ: (۱) الجاحظ: الحيوان، اشاریہ؛

(۲) وہی مصنف، مختار، مخطوٹہ برلن ۳۲، ۵۰، ۸۱

تا ۸۶: (۳) بلادری: الآساب، ۵، ۷، اشاریہ،

مخطوٹہ استاسول، ۲: ۹۹۴ بعد (دیکھیے B E

۱۹۵۲-۱۹۵۳ء، ص ۲۰۸): (۴) ابن سعد: طبقات،

۱/۶۶ تا ۶۹: (۵) الدیبوری: الآثار الطوال، ص ۱۷۳

حالات کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ ۵۱۱۰ / ۷۲۸۔  
۷۲۹ء میں وہ بیمار ہوا اور وفات پائی۔

الاحوص کے چال چلی کی نابت تمام آراء سلی ہیں۔ اس میں نہ مروت تھی نہ دین (الاعانی، طبع اول، ۴ : ۴۳ (طبع سوم، ۴ : ۲۳۳)) لیکن بحیثیت شاعر اسے بہت سراہا گیا ہے۔ عزل، بحر، مدح اور ہجو میں وہ دوسروں سے گوئے سقت لے گیا تھا۔ روانی طبع، سلاست کلام، صحت معنی، روئی شعر، شیرینی الفاظ، حوصلہ اور ملائم طبع تعسرات اور احراء قصیدہ کی حسن تربیت کی وجہ سے اس کی تعریف کی جاتی ہے۔ تاہم عمر اس ابی ربیعہ کے مقابلے میں اس کی قوت اختراع کا بایہ کمتر ہے۔ یہ نابت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ قدیم اوراق اور قدیم قصائد کے موضوعوں کا اتباع کرتا ہے۔ اس کی رباع میں مدیجے کے لہجے کا اثر غالب ہے (مکتب Petrāček، در ArOr، ۱۹۵۴ء، ص ۶۰، ۶۱)۔

مآخذ: (۱) الاعانی، طبع اول، ۴ : ۴۰ تا ۵۰ (طبع سوم، ۴ : ۲۲۸ تا ۲۶۸) اور Tables، بدیل مادۃ الاحوص، (۲) ابن قتیبہ: الشعر، ۳۲۹ تا ۳۳۲؛ (۳) جراند، ۱ : ۲۳۲ تا ۲۳۴؛ (۴) العتبی، طقات، قاہرہ ۱۹۲۵ء، ۳۳۴ تا ۳۴۰؛ (۵) ابن عبد ربہ: العقد، نامداد مہارس؛ (۶) ابن خرم: حسیرة، ۳۱۳؛ اس کے اشعار کتب دہل میں ہیں (۷) تگری: معجم، (۸) السعتری: حسانۃ؛ (۹) انونام: حسانۃ؛ (۱۰) یاقوت: ارشاد؛ (۱۱) وہی مصنف: معجم؛ (۱۲) لسان العرب [نامداد مہارس، ص ۳ و ۱۸۱ بیر لسان ۱۲ : ۱۸۲]؛ (۱۳) ناح العروس؛ (۱۴) ابن داؤد الاصفہانی: رعرہ؛ اس کے متعلق مطالعات دہل بھی دیکھیے؛ (۱۵) ہامر پورگشتال Literaturgesch Hammer-Purgstall، ۲ : ۲۳۲ تا ۲۴۰؛ (۱۶) تراکمان، ۱ : ۴۴؛ (۱۷) Abriss der ar : Rescher؛ (۱۸) Lett ar . Pizzi، ۱ : ۱۶۷ تا ۱۶۸؛ (۱۹) Ibn Qotatba : Gaudefroy-Demombynes

ہاشمہ الولید سے قائم ہوئے، جس کے ہاں وہ مختلف موقعوں پر مہمان کی حیثیت سے آکر رہا۔ عمر بن عبدالعزیز جب مدینے کے گورنر تھے تو انہوں نے ایک مرتبہ عیشیاری کے الزام میں اسے درے لگوائے تھے (الاعانی، ۶ : ۵۳ تا ۱۵۸۔ الولید کی حکومت کے آخری ایام میں ان حرم سے اس کی ان بن ہو گئی، جو پہلے (۵۹۸ / ۷۱۴) مدینے کا قاضی ہوا اور بعد میں (۵۹۶ / ۷۱۵) میں گورنر ہو گیا۔ الاحوص بے حلقہ کی موجودگی میں اس کی ہتک کی اور اشعار میں اس کی محو بھی نکلی۔ اس کے علاوہ بعض سیاسی اور اخلاقی جرائم بھی اس کی بدنامی کا باعث ہو گئے، مثلاً اس کے فاسقانہ عشق و محبت کے واقعات، رباع حواہیں (مثلاً حبیب سکنہ بہت العزیز) کا قصیدوں کی سیب میں دل، شرفاء سے اس کا براہ و حدال، بہت وعبرہ کا اس پر سہ، فحش دلاسی اور شاید یہ واقعہ بھی اس کے خلاف ثابت ہوا ہو کہ وہ ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتا تھا جس نے بغاوت مدینہ میں اہم حصہ لیا تھا۔ بر سراقندار حناہ کی تحریض پر حلقہ سلمان کے حکم سے اسے درے لگوائے گئے، سیکھے میں کسواپا گیا اور بحیرۃ احمر کے جریرے ڈھنگ میں جلاوطن کر دیا گیا (الاعانی، طبع اول، ۴ : ۴۸ (طبع سوم، ۴ : ۲۴۶)؛ طبع اول ج، ۴ : ۴۳ (طبع سوم، ۴ : ۲۳۳)؛ طبع اول، ۴ : ۴۵ (طبع سوم، ۴ : ۲۳۹))۔ سلیمان [ابن عبدالملک] اور عمر [ابن عبدالعزیز] کے عہد حکومت میں یعنی چار ہایچ سال تک وہ اسی جریرے میں رہا؛ اگرچہ بعض افسار نے اس کی رہائی کی سفارش بھی کی۔ برید ثانی نے اسے رہا کر کے [مال و کسود (لباس) بھی عطا کیا، الاعانی]۔ الاحوص اب اس کا مدیم بن گیا اور بادشاہ کے سیاسی مقاصد کی تائید میں اس نے ہوسہلت کی ہجو کی۔ یزید سے تعلقات پیدا ہو جانے کے بعد الاحوص کے

- **اخبار مجموعة:** ایک مختصر اور کسی گمنام مصنف کی لکھی ہوئی تاریخ، جس میں عربوں کی فتح اندلس کا ذکر ہے۔ یہ زمانہ قرطبہ کی مروانی حکومت کے قیام سے پہلے کا ہے لکن اس میں امرب مروانی کا ذکر بھی عبدالرحمن الثالث الماصر کے عہد تک کا موحود ہے۔ اس کتاب کا متن Bibl Nat. کے unicum کے مطابق پیرس میں شائع ہوا اور اس کا ترجمہ ہسپانوی زبان میں Lafuente y Alcantara (میڈرڈ ۱۸۶۷ء) نے کیا لکن حب سے ان خیانت کی مقبیس کا بڑا حصہ دستیاب ہوا ہے ایک مسند مآخذ کی حیثیت سے اس کی چندان اہمیت نہیں رہی۔ یہ ایک غیر متناسب اور سنہ بعد کے زمانے کی تصنیف ہے، یعنی عالم اس زمانے کی حب نلسیہ دوبارہ فتح ہوا۔ اس میں قدیم دفاع و قاتع اور بواریح سے طویل عباریں منقول ہیں، بالخصوص عسی بن احمد الرازی کی تصنیف کے اقتباسات زیادہ ہیں۔ چونکہ اس کتاب میں ان مآخذ کا جس سے احساس کیا گیا یا جو بعضہ نقل کیے گئے ہیں ذکر نہیں اس لیے ڈوری کو (دیکھئے دیماچہ اس العداری: السان المعرب، طبع ڈوری، لائنڈن ۱۸۴۸-۱۹۰۱ء، ۱۰: ۱۲) اور اسی طرح رائیبرا Ribera کو (دیکھئے پیش لفظ ترجمہ افتتاح ار اس القوطیہ، میڈرڈ ۱۹۲۶ء، ور ۱۳) بھی یہ دھوکا ہوا کہ یہ تصنیف طبع راد ہے۔ غیر عربی داں ہسپانوی مصنف Cl Sanchez Albornoz کے انتہائی طور پر بحث طلب مطالعے اور اُن مختلف فیہ نتائج کا جس تک وہ اپنی تصنیف El Ajbar maymū'a, cuestiones historiográficas (Buenos Aires، ۱۹۴۴ء، میں پہنچا ہے، یہاں صرف ذکر کر دیا کافی ہے۔
- مآخذ: براکلمان Brockelmann، تکرار، ۱: ۲۳ تا ۳۲
- (لیوی پرووانسال (E. LÉVI-PROVENÇAL)

- **اختری:** مصلح الدین مصطفیٰ شمس الدین

Introduction au livre de la poésie et des poètes تا ۶۷: (۲۰) طہ حسین: حدیث الآراء، ۲: ۹۳ تا ۱۰۴ (قاہرہ ۱۹۲۶ء): (۲۱) Al Ahwas K Petrāček (۱۹۰۱ء) مقالہ al-Ansāri, prispěvky k poznání šivota a dī'a ArOr، ۱۹۰۱ء، میں شائع ہوگا۔

(K PETRÁČEK)

• **احیاء:** (ع) ”بحر رمیں کو آباد کرنا“، اسلامی فقہ کی کتابوں کے ابواب السوح میں ایک باب احیاء الموات کا بھی ہوتا ہے، جس کے لفظی معنی ہیں ”مردہ زمین کو زندہ کرنا“۔ جو زمین کام میں نہ آئی ہو اسے موات کہتے ہیں۔ حب کوئی مسلمان کسی عسر مرزوعہ زمین کو ادا کرتا ہے شرطیکہ وہ کسی... کی ملکیت نہ ہو تو وہ اس کی ملکیت بن جاتی ہے۔ اکثر فقہاء کے نزدیک اس کے لیے حکام سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک حکومت سے اجازت لینے بعد موات میں رراع کرنا جائز نہیں۔

مآخذ: (۱) ابو یوسف: کتاب الخراج (بولی ۱۲۰۲ء)، ص ۳۶ بعد: (۲) الماوردی. الأحكام السلطانیہ (طبع M. Enger)، ص ۳۰۸ بعد: (۳) التووی: مساجع الطالین (طبع L.W.C van den Berg)، ۲: ۱۷۱ بعد: (۴) ابن قاسم التبری: فتح التبری (طبع v d Berg)، ص ۳۹۲ بعد: (۵) الیشتی: رحمة الآئمة فی اختلاف الآئمة (بولی ۱۳۰۰ء)، ص ۹۳ بعد: (۶) رخاو E Sachau، ۵۸۳: (۷) Muhammm Recht nach schäfflischer Lehre، ۵۸۳: (۸) Das Moslemische Recht N V Tornaau، ۲۷۰ بعد۔

(چونسل W JUNBOLL)

آخ: دیکھئے عائلة، اخوان، مواخاة۔

اخبار: دیکھئے تاریخ۔



رأے، اس لیے کہ امس کا مراح جمہوری اور شوراہی ہے، تاکہ ناہم مل کر معاملات طے کیے جائیں۔ یہ [احماع [رک نان] کے مقابل میں بولا جاتا ہے اور اس سے مراد علمائے شرع و اصول کی آراء کا وہ اختلاف ہے جو بھی احکام و کلیات کی عملی معاملات میں ہو اور اس کی رد مہمات اصول پر نہ نہ پڑے، خصوصاً اول الذکر (یعنی فقہی معاملات) میں۔ اس اختلاف سے مراد مذاہب اربعہ [رک نہ فقہ] کا ناہمی اختلاف نہ وہ اختلاف ہے جو خود کسی مذہب کے اندر پایا جاتا ہے۔ ان لوگوں کے نظریات کے برخلاف جو اتحاد عمل پر زور دیتے ہیں، اختلاف بہر حال ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ ان اختلافات نو کسانہ شکل میں مدون کرنے کی سادہ پر علم فقہ کی تحصیل کے ابتدائی زمانے سے لے کر آج تک علوم اسلامیہ کی کتابوں کا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔ Fr Kern نے نہایت جامعیت کے ساتھ ان کی یادداشتیں مرتب کی ہیں۔

مآخذ: (۱) Snouck Hurgrorne، در *Revue*

*de l'Histoire des Religions*، ۱۷۸، ۳۷، بعد (۲)

گولڈتسیہر *Die Zährten Goldzither*، ص ۹۳ تا ۱۰۲؛

(۳) وہی مصنف *Vorlesungen über den Islam*، ص ۵۱ تا

۵۳، وہی مصنف، در *Beiträge zur Religionswiss*

*by the society for the study of Religions in Stockholm*

۱ (۱۹۱۳-۱۹۱۴)، ۱۱۵ تا ۱۴۲، (۵) F Kern،

در *ZDMG*، ۶۱۰۵۵ تا ۷۳، (۶) اسی کا عربی دیباچہ

جو اس نے اپنی طبع طبری: اختلاف العقائد کے ساتھ

شایع کیا (قاہرہ ۱۹۰۲ء)

(I GOLDZHIER گولڈتسیہر)

الاخرس: عبد العمار بن عبدالواحد بن

وقت، عراق کا عرب شاعر، جو موصل میں ۱۲۲۰ھ/

۱۸۰۵ء کے قریب پیدا ہوا [نروایتے ۱۲۲۵ھ -

الاعلام، سرکیس] اور ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۴ء میں بمقام

السنہ حصارى (م ۱۲۸۸/ ۱۵۶۱ء) کا تخلص۔

اس نے ایک عربی۔ ترکی لغت مرتب کی (۱۲۵۲/

۱۵۴۵ء)، جو اختری کبیر کے نام سے مشہور ہے

(اس کے مطبع محتصرات بھی ہیں) اور (۱۲۴۰/

۱۳۰۶ء اور ۱۲۹۲ء میں) مسطوطیہ میں طبع ہوئی،

قَب فلوکل: *Die arab pers u türk Hss zu Wien*

۱۱۹: ۱ تا ۱۲۰۔

اختلاج: (ع) جسم کے اعصاب کا لرزنا۔

یہیں سے علم الاختلاج نکلا، جسی وہ من جس میں

اعصاب کی غیر ارادی لرزش سے پس گونی کی جاتی

ہے۔ اسے *Palmology* بھی کہا جاتا ہے۔ اس موضوع پر

غالباً سب سے قدیم تصنیف *Μετὰ τὴν ἰστορίαν τῆς Παλαιᾶς*

*ἱστορίας* ہے *JSI*

(*Scriptores phyllognomoniac veteres* Franzius)

*Allenbungi*، ۱۷۸۰ء، ص ۴۰۱ (بعد)۔ سبب مصنف

بہر حال اس علم کی نسبت طمانہ ہندی کی طرف لڑے

ہیں۔ یہ دون شخص کہا؟ اس کی ابھی تک توضیح

نہیں ہوئی۔ ہوبر *Hauber* نے ایک تحویر پس کی ہے:

طمانہ (طمانہ) *Dindymus*، در *ZDMG*،

۶۳: ۴۷۷ بعد۔

مآخذ: (۱) *Über des verbedeutende Fleischer*

*Verhandl*، در *Gliederzucken bei den Morgenländern*

*der Kön Sächs Gesells der Wissensch*، قسم فلسفہ و

تاریخ، ۱۸۴۹ء، ص ۲۴۴ (بعد) *Kleinere Schriften*،

۳: ۱۹۹ (بعد)؛ (۲) *M Gaster*، *Des türkische*

*Zuckingsbuch in Rumänien*، در *Zeitschr für Rom*

*Philologie*، ۶۵: ۴۰ (بعد)؛ (۳) *H Diels*، *Beiträge zur*

*Zuckungsliteratur des Okzidents und Orients*، در

*Abhandl der Berl Akademie*، ۱۹۰۹-۱۹۰۷ء؛ (۴)

*Inostrančew*، در *Zapiski Vost Old. Imp Russk.*

*Arch Obč*، ۱۸: ۲۲۲ بعد۔

اختلاف: (ع) رائے کا تفاوت، [سبب ارادی

- \* آخرت: دیکھیے بحوم .
- \* اُخسِیَکٹ: یا اُخسِیَکٹ [یا اُخسِیَکٹ، دیکھیے یاغوب] (سُعدی زبان (Sogdian) میں معنی ”امیر کا شہر“)، چوبھی / دسویں صدی میں فرغانہ کا دارالسلطنہ اور اس کے امیر اور امیر کے عمال یا نائبوں کی جائے سکونت، سر دریا (سیحون) کے شمالی کنارے، کسانسے کے دھانے کے قریب پہاڑ کے دامن میں واقع تھا۔ اس حردادسہ (م ۵۲۰۸) اس شہر کو ”مدینہ فرغانہ“ (فرغانہ کا شہر) موسوم کرتا ہے۔ اس حوقل (Kramers) ص ۱۲۵ کے نساں کے مطابق یہ دڑا شہر تھا (ایک مرتع میل)۔ اس میں کئی شہریں تھیں اور ایک بلند قلعہ [قہندر] جہاں جامع مسجد، والی کا محل اور قندحانہ تھا۔ اس وقت شہر کے اردگرد ایک فصل بھی، جس میں پانچ دروازے تھے اور اس کے باہر وسیع بیرونی سستان اور باغ بہلے ہوئے تھے۔ شہر میں اور باہر کی سستی میں ایک ایک سڑی بھی اور قرب و حوار میں زرخیز چراگاہیں بھی (الاصطخری، ص ۳۳۳: المقدسی، ص ۲۷۱: القزوینی، ۲: ۱۵۶: حدود العالم، ص ۷۲، ۱۱۶)۔ اس شہر کو بظاہر بیرونی صدی میلادی کے ابتداء میں حوارم شاہ محمد ثانی کی جنگوں اور ان کے بعد مغلون کے حملوں نے تباہ کر دیا (شرف الدین علی یزدی: طغرنامہ، کلکتہ ۱۸۸۵-۱۸۸۸ء، ۱: ۴۴، ۲: ۶۳۳، یہاں بھی اسے ”اُخسِیَکٹ“ لکھا ہے)۔ صدر مقام تو اندیجان میں مستقل کر دیا گیا تھا لیکن پھر بھی کچھ عرصے تک ”اُخسی“۔ نادر کے زمانے میں یہ شہر اسی نام سے پکارا جاتا تھا۔ فرغانہ کا دوسرا بڑا شہر رہا (دیکھیے ترجمہ Beveridge، اشاریہ)۔ گیارہویں / سترہویں صدی کے اواخر تک بھی تہگان فرغانہ کا موجودہ صدر مقام اُخسی کے گھٹیا چھوٹے بھائیوں (”تواسع“) میں

نصرہ وفات پائی۔ بعداد میں سکونت اختیار کر لیے کے بعد اس نے داؤد ہاشا والی بعداد کے ساتھ کچھ راہ و رسم پیدا کر لی۔ مؤخر الذکر نے اس کی درخواست پر نقص گویائی رفع کرنے کے لیے، جس کی بناء پر وہ الاحرس (گوگنا) کے نام سے مشہور ہو گیا تھا، ہندوسان بھیج دیا، مگر اس نے عمل حراچی کرانے سے انکار کر دیا۔ اس کے مدحہ فصائد کی بدولت، حواس نے داؤد ہاشا اور عبدالباقی سر بعداد اور نصرے کے متعدد معرَبین کی تعریف میں لکھے، بظاہر اس کی معاش کا سدوسب ہو گیا لیکن عراق میں اس کی شہرت و ناموری کا درجہ اس کے دوسرے اسعار میں، جو معاری ساعری کی حملہ اصناف پر حاوی ہیں۔ غزل، مرثیہ، نوحہ، مہجو، مناظر فطرت اور خود ستائی وغیرہ۔ اس نے چند ایک مؤسجات اور بعض قابل ذکر زندانہ گیت بھی لکھے، جس کی بناء پر وہ ایسویں صدی کا انو نواس کہلائے لگا تھا۔ اس کا دیوان اگرچہ نامکمل ہے مگر عبدالباقی کے برادرزادہ احمد عرب ہاشا الماروقی کی کوشش سے مدون اور ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۶ء میں الطرار الانس فی شعر الاحرس کے نام سے قسطنطنیہ [۱۳۰۰ھ] میں چھپ گیا ہے۔

مآخذ: (۱) حرعی ریدان: تراجم مشاہیر الشرق، طبع ثالث، ۱۹۲۲ء، ۲، ۲۵۷ تا ۲۶۰؛ (۲) شیخو L. Cheikho [الأدب العربی فی القرن التاسع عشر]، طبع ثانی، ۱۹۲۳-۱۹۲۶ء، ۲: ۱۱ تا ۱۲؛ (۳) M. M. al-Basir: نصحہ العراق الادبیة فی القرن التاسع عشر، بغداد ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء، ص ۱۱۱ تا ۱۱۹؛ (۴) La litt arabe et l'Islam H. Pérès، (۵) براکلمان Brockelmann، ص ۲۸؛ (۶) نکملہ، ۲: ۷۲ و حوالعات پیش کردہ؛ [۷] تاریخ الموصل، ۲: ۲۳۷؛ (۸) العقود العوہریة، ص ۹۶؛ (۹) المسک الادب، ص ۱۱۶۔

عربی متن، ص ۲۳ بعد، ترجمہ، ص ۴۱)،  
عالمی اسی مفہوم میں جس میں خلفاء کا اعزازی لقب  
عبداللہ ہوا تھا۔ الاخشید کے باپ اور دادا پہلے  
ہی سے حلیفہ کے ملازم تھے، لیکن خود اس نے  
آہستہ آہستہ بیچے سے اوپر کی جانب ترقی کی۔  
معلوم ہوا ہے کہ وزیر الفصل بن جعفر، سولہ فرات  
کے مشہور حاندان کا ایک فرد [دیکھیے اس الفراء:  
عدد ۳]، اس کا مرنے و مددگار تھا۔ جب وہ مصر کے  
پراگندہ امور کا انتظام کر چکا (۵۳۲۳ / ۶۹۳۵)  
تو اسے اس کی فکر ہوئی کہ اب اس حلیفہ مرنے  
کو طاقور اسر محمد بن الرائی [رک نہ اس الرائی] کے  
ہاتھ سے بچائے، جو مصر کے دروازوں تک ڈھٹتا  
چلا آیا تھا لیکن جس نے اس کے بعد اخشد کو  
ملک پر التسلہ تک حکومت کرنے کی اجازت دے  
دی تھی، اس شرط پر کہ وہ حراج ادا کرے۔  
اس کے پانچ سال بعد حلیفہ مشکلات پیدا ہو گئیں  
اور اللجوں پر ایک لڑائی ہوئی، جس میں کوئی  
مصلحت نہ ہو سکا۔ بعد ازاں ان دو حکم آرا بیروں  
نے سادی کا رستہ پیدا کر کے ناہم ملاپ کر لیا۔  
الاحشد ۱۰,۰۰۰ دینار سالانہ حراج ادا کرنا تھا۔  
اس الرائی کی وفات کے بعد الاحشد کا ایک یا دس  
اٹھ کھڑا ہوا اور وہ حمدانی حاندان تھا، اور چونکہ  
الاحشد اس وقت اپنے اقتدار کے اوج پر تھا اس لیے  
وہ بھی امیر الاسراء کا مقام حاصل کرنے کے مقابلے میں  
شامل ہو گیا۔ محرم ۵۳۲۳ / ستمبر ۶۹۴۴ میں  
رقہ کے مقام پر وہ حلیفہ المقتی سے ملا، اور فرات  
کے اس کنارے پر کچھ دن تک وہ اس خیال  
میں رہا کہ وہ حلیفہ کا ساتھ دے جو اس وقت  
ترک طوروں کے ساتھ، جو بغداد میں حکومت کر رہا  
تھا، کشمکش میں مصروف تھا اور پھر جو حلیفہ کا  
حال ہو وہی اس کا بھی ہو۔ مگر آخر کار وہ مصر  
واپس چلا آیا اور سب الدولہ حمدانی سے برسر بیکار

شمار ہوتا تھا: قُب بھر الاسراء، در *India H Ethé*  
*Office Cat.*، شماره ۵۷۵، ورق چہ ۱۰۸۔ اُخشی اور  
شہد کے دہات کے قرب و حوار میں ٹھنڈیوں  
(مغرب سے مشرق کی جانب ۱,۰۰۰ قدم، شمال  
سے جنوب کی سمت میں ۶۰۰ قدم، سر در کی سطح  
آپ سے ۱۵۰ قدم اوپر) اور مدینہ نعلہ اسکی اُخشی  
کی *N. I. Veselovskiy* نے ۱۸۸۵ء میں سائبک کی  
تھی (قُب *Sredneazatskiy Vyestnik*، سائبک،  
جولائی ۱۸۹۶ء) [اس شہر کی طرف بہت سے  
علماء منسوب ہیں، جسے ابوالوفاء محمد بن محمد  
(م ۶۴۴ھ یا بول نابوب ۵۲۲ء)، جو لعب اور تاریخ  
کے استاد تھے، ابوساد احمد بن محمد، نوح بن نصر  
(موجود در ۵۱۵ھ)]۔

مآخذ: (۱) *Iran Schwarz*، ۳، ۲۶۹ (مسی)  
حوالہ کتاب بغداد میں فرمانہ کا ذکر نکل موجود نہیں)  
(۲) لسنریج *Le Strange*، ۴۷، بعد، ۴۸۶ (۳)  
*Mappae arabicar K Miller*، شٹ کارٹ ۱۹۲ -  
۱۹۳۱ء، ۴: ۷۸ تا ۸۲، ۹۱ تا ۹۶، [(۴) نابوب  
معجم البلدان، ۱، ۱۰]

(شبولر *B SPULIK*)

انخشام: دیکھیے صلہ۔

اُخشیڈیہ: مصر کا ایک حکمران حاندان۔  
اس کے عام تاریخی مقام کے لیے دیکھیے مادہ  
مصر۔ اس حاندان کا نام فارسی نے پرانے شاہی  
لقب اخشد سے لیا گیا ہے، جو حلیفہ الرامی نے  
لوگوں کی خواہش دیکھ کر ۵۳۲۶ / ۶۹۳۷ء میں  
اس کے باپ محمد بن طمع کو عطا کیا تھا۔ عد  
میں سرخاسہ [رک نہ] کے مدیم حکمرانوں کا  
لقب رہا، جن کی اولاد میں یہ حاندان اسے آپ کو  
شمار کرتا تھا۔ اخشد کے معنی "شاہ شاہان"  
بیان کیے گئے ہیں، اگرچہ کچھ اور لوگ اس کے  
معنی "عبد" بتاتے ہیں (قُب اس سعد، طبع *Tallqvist*،

بعض خوش آئند انسانی حقائق بھی اس کی طرف  
مسبوت ہیں۔ کافور غالباً اس سے زیادہ قابلِ وقعت  
ہے، گو اس کی صورت شکل بظاہر انگڑ بھی [دیکھیے  
المتنی کا ماحولہ قصیدہ حسن کا مطلع ہے:

الا کل ماشہ الہندی

فدا کل ماشہ الحسلی

اس نے اپنی دہسی صلاحیتوں کی بدولت  
زندگی کا ایک ایسا راستہ اپنے لیے بنا لیا جو اس  
زمانے بھی میں اپنی نظر نہ رکھتا تھا، یعنی ایک  
سیہ فام غلام سے وہ ایک حاندانی بادشاہ کے اقتدار کا  
مالک ہو گیا۔ حسن و فہم وہ اپنے انتہائی عروج پر  
پہنچ چکا تھا اس وقت بھی اس نے اپنے ادبی مریے کو  
کبھی فراموش نہ کیا اور اس کے حوالہ اوصاف و  
احلاق ہم تک پہنچے ہیں ان میں دلچسپی کس  
نہ سب ناپسندیدہ اوصاف کے زیادہ ہیں۔ ان دونوں  
حکمرانوں نے اپنے اپنے زمانے میں ادبی دوی کی  
پرورش کی۔ المتنی نے دونوں کی مدح میں قصیدے  
لکھے لیکن بعد میں ان کی ماحولہ بھی کی۔ احشیدیوں  
کے عہد حکومت میں خلافت کے دو حاندانوں  
(عباسہ اور فاطمہ) کے دربار اس بارے میں  
کشمکش شروع ہوئی کہ ان مختلف حاکموں پر  
جنہوں نے اسے اپنے حکمران حاندان قائم کر لیا تھا  
برائے نام سیادت کس کی ہو۔ یہ بحث آرمہ سپاہی  
(احشیدی) ان دونوں کو آپس میں لڑائے رہے۔ معلوم  
ہوا ہے کہ اخنسی دی دل سے دو فاطمہ کو اپنا  
سردار ماننے کی طرف مائل تھے لیکن عباسیوں کے وفادار  
بھی رہا چاہتے تھے، کیونکہ ابھی تک انہیں کی  
دھاک بہت زیادہ بٹھی ہوئی تھی۔

مآخذ: اس سعید: کتاب المغرب، طبع Tallqvist،

حسن میں دیگر مصنفین (المقبری، العللی، اس الاثیر،

اس حاکم، ابن خلدون، ابوالحسن، السیوطی، وشمیلٹ:

Statthalter، ح ۴، وغیرہ) سے مواد اہل کیا گیا۔ اس

ہوا۔ لیکن ان کا باہمی جھگڑا ایک صلاحیت پر  
ختم ہو گیا، حسن کی رو سے خراج کی ادائیگی پر دمشق  
الاحشید ہی کے قصے میں رہا۔ الاحشید نے ۵۳۳ھ  
کے اواخر / جولائی ۱۱۳۶ء میں وفات پائی۔ اس کے  
حاشیوں میں تو اس کے دو لڑکے ہوئے لیکن  
وہ محض نام کے نواسہ تھے۔ اصلی امداد ایک  
حشی غلام کافور کے ہاں تھا اور دوسرے  
لڑکے کے فوج ہو جانے کے بعد اسی کو مصر کا  
نقاعدہ بادشاہ بنا دیا گیا اور اسی نے بعد ازاں  
مصر اور سام کو حمدانیوں کے حملوں سے کاسانی  
کے ساتھ بچائے رکھا۔ کافور کی وفات کے بعد الاحشید  
کے ہوتے کو والی بنا دیا گیا لیکن اس حاندان کا  
بہرم ملک بھر میں جانا رہا اور مصر، سام  
، فاطمہوں کے ہاں لگ گیا جو شمالی افریقہ  
کی جانب سے بڑھتے چلے آ رہے تھے۔

ذیل کی لوح میں احشیدیوں کے نام بالترتیب  
دیے جاتے ہیں:-

(۱) محمد بن طبع الاحشید، ۵۳۳ھ/۵۹۳۵ء۔

(۲) ابوالقاسم ابونحور بن الاحشید، ۵۳۳ھ/

۵۹۳۶ء۔

(۳) ابوالحسن علی بن الاحشید، ۵۳۴ھ/

۵۹۶۰ء۔

(۴) کافور، حسن نے اپنے نام سے بھی حکومت کی،

۵۳۵۵ھ/۵۹۶۶ء۔

(۵) ابوالقوارس احمد بن علی، ۳۵۷-۵۳۵۸ھ/

۹۶۸-۹۶۹ء۔

لفظ ابونحور روایات میں کئی طرح سے آیا

ہے۔ الاحشید اور کافور کی شخصیتیں حقیقت میں

بڑی اہم تھیں۔ الاحشید کی نابت کہا گیا ہے کہ

حسامی لحاظ سے دو وہ بڑا طاقتور تھا مگر بردل

اور بالخصوص حریص اور لالچی تھا۔ اس کی حکومت

میں کسی کی دانی ملکیت محفوظ نہ تھی۔ تاہم

پر نیا اضافہ صرف الکندی طبع Guest ہے۔

(C H BUCKER)

• **الأخضر:** (ع) (= ر) شمالی اوریسہ میں شخصی نام **الخضر** [رک ناں] کی عام طو پر مسعمل ایک غیر فصیح صورت - ذہنی درویش، الخصوص قسطنطنیہ میں، اس نام سے مشہور ہے۔

• **الأخضرى:** ابو رناد عبدالرحمن بن سبیری محمد الصبغی، ایک الحرائری مصنف دسویں صدی ہجری/ سولہویں صدی میلادی میں گرا ہے۔ اس کی تصانیف یہ ہیں: (۱) **السلّم المروئی** (تصنیف ۵۹۷/۵۳۷)، حوالہ بہری [رک ناں] کے مسقی رسالے **أساعوجی** کی مختصر سی مخطوم صورت ہے۔ اس چھوٹی سی کتاب نے جلد ہی اسپانیہ، عرب، اٹلی، ترکی اور اس پر لامعداد شرحیں اور حواشی لکھی گئیں (جن میں سے ایک شرح خود صاحب جیسف نے لکھی ہے)۔ یہ فارس اور بولاق میں (ان میں اہم ترین ادیش ۵۱۲۴۱ء میں جو مجمع مہمات المتون میں شامل ہے) اور قاہرہ و لکھنؤ میں لہو یا ٹائپ کے ذریعے بارہا طبع ہو چکی ہے۔ فرانسیسی میں اس کا ترجمہ **Le Sullam** کے نام سے D Lucias نے الحرائر میں شائع کیا۔

(۲) اس کی دوسری کتاب **موسوم بہ العوثر المتکون فی صنف الثلاثة العنوں** بھی بہت مقبول ہوئی، جو تلخیص المباح کی مخطوم صورت ہے (برا کلمان، ۱: ۲۵۳)، (تصنیف ۵۹۵/۵۳۳ء) اور جس کی شرح خود مصنف نے لکھی ہے۔ اس صورت میں یا دیگر مصنفین کی شرحوں کے ساتھ یہ کتاب اکثر قاہرہ میں لٹھو یا ٹائپ کے ذریعے سے چھپی ہے (سب سے پہلی مرتبہ ۱۲۸۵ء میں)۔ اس کی دوسری تصانیف جو لٹھو یا ٹائپ کے ذریعے سے شائع ہو چکی ہیں جیسے **دیل ہیں**:-

(۳) **الدرة البيضاء فی أحسن العنوں و الأشياء**

جو علم الحساب، وراثت اور توکعات سے متعلق ایک مخطوم مقالہ ہے (تصنیف ۵۹۴/۵۳۳ء) [تصنیف نے خود اس کی شرح کی، مصر ۱۳۰۹ء]۔  
(۴) **تظم السراج فی علم الفلك**، جو علم ہشت سے متعلق ایک مخطوم مقالہ ہے (تصنیف ۵۹۳/۱۰۳۲-۱۰۳۳ء) اور

(۵) **مختصر فی العبادات**، جو مستندیوں کے لیے امام مالک کے مسلک کے مطابق عبادات سے متعلق ایک مقبول عام رسالہ ہے [الحرائر سے ۱۳۲۴ء میں چھپ چکا ہے]۔ اس کی چند دیگر تصانیف بھی قلمی صورت میں موجود ہیں۔ وہ **راویہ نبطوس** میں مدون ہے (التکری: المغرب، ص ۵۲، ۵۳) جس کا موسودہ نام **Ben Thious** ہے اور حو شکرہ کے شمال مغرب میں واقع ہے اور مرجع حلائقی ہے۔  
**مآخذ:** (۱) اکلمان: تکملہ، ۲: ۷۰۵، بعد؛  
(۲) سرکیس: **معجم المطبوعات**، ۴۰۶، بعد؛ (۳) محمد بن ابی القاسم الجعافی: **تقریب العلف برحال السلف**، الحرائر ۵۱۳۲۵ تا ۵۱۳۲۷/۷۱۹ تا ۷۱۹۰۹ء۔

(J SCHACHT صاحب)

**الاختل:** (= بابوی، برگو) ایک عرب شاعر عات بن عوث بن الصلت کا لقب، جسکی وفات غالباً ۵۹۲/۷۱۰ء سے پہلے ہوئی۔ اس کا تعلق شمالی شام کے طاقتور قبیلے **تعلب** [رک ناں] سے تھا۔ یہ سلسلہ، جو مدھنا یعقوبی (Monophysite) تھا، مسیحی ہی رہا۔ اس کی ماں لیلیٰ ایک اور عیسائی قبیلے ایاد سے بھی۔ اس کی پیدائش یا تو جیرہ میں ہوئی (دیکھیے **الأعانی**، طبع اول، ۷: ۱۷۰) اور یا رصافہ (Sergiopolis) کے قریب۔ اس کی تاریخ ولادت یقینی طور پر معلوم نہیں اگرچہ خیال یہ ہے کہ ۵۲۰/۶۴۰ء کے قریب ہوگی۔ یہ زندگی بھر عیسائی رہا اور اسے مسلمان بنانے کے سلسلے میں امیہ خاندان کے اہم ارکان کی تمام کوششیں رابکان گئیں۔ گویہ

کا اظہار کرتے رہے۔ گو الاحطل کی شاعری پر مذهب کا ایک تاریک سا پردہ پڑا ہوا تھا لیکن قدیم بدوی حالات کی شعاعیں اس پردے سے چھن چھن کر باہر آ رہی تھیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ ولد اول کے زمانے میں الاحطل کی وہ پہلی سی قدر تھیں رہی۔ دور ولید کے حاتم سے درا پہلے اس کی وفات ہو گئی۔ اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔

الاحطل کے قصائد ہم تک السکری کی روایت سے پہنچے ہیں۔ یہ نسخہ اس مواد سے بنا رکھا

گیا تھا جو اس الأعرابی نے جمع کیا تھا (دیکھئے تراکلمان: تکملہ، ۱: ۹۴ اور مہرست، ص ۷۸، ۱۵۸)۔

اس وقت یہ سجدہ حد ہنگامی اور عارضی طباعتوں میں ملتا ہے، مثلاً صالحانی کا مرتب کردہ دیوان الاحطل، سروب ۱۸۹۱-۱۸۹۲ء، حس کا مخطوطہ

بیئربزرگ کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ اس کے

بعض احرا کو صالحانی نے مکمل کر کے ۱۹۰۵ء

[۱۹۰۹ء، در سرکس] میں سروب سے سائے کیا،

نام وہی رہا یعنی دیوان الاحطل (یہ نسخہ بغداد

کے ایک مخطوطے کا عکس تھا)۔ اسی طرح

گرفی Griffin نے *al Akhtal, Diwan* کے نام سے

انک اساعب شرکی، [چاپ سکی] سروب ۱۹۰۶ء

(یہ نسخہ بس کے انک مخطوطے کی نقل ہے، [اس

پر تعلیقات بھی ہیں]) اور ایک ملحق دیوان الاحطل

بھی شائع کیا، سروب ۱۹۰۹ء۔ قصدہ الاحطل فی

مدح بنی اسہ بھی چھپ چکا ہے، طبع ہوسما،

مع لاطینی ترجمہ، لائڈ ۱۸۷۸ء۔ ہم کہہ چکے ہیں

کہ فردوسی اور جریر میں ساعرانہ چھڑپیں ہونی

رہتی تھیں، ان چھڑپوں پر مشتمل ایک کتاب نقائص

حریر و الفردوسی پہلے مرتب ہو چکی تھی۔ بیسری

صدی ہجری / سویں صدی میلادی میں ابونہام نے

ان نقائص کو جمع کیا جو جریر اور الاحطل کے

خود مدہبا یعقوبی تھا لیکن اس کے تعلقات آل سرجون

کے مدحی (Melchite) خاندان سے بھی خاصے خوشگوار

تھے [الأعرابی، طبع مدکور، ۲: ۱۷۴]۔ اس کے اشعار کی

بعض کتبیات سے پتا چلتا ہے کہ اسے اپنے مذهب سے

محبت تھی اور اس محبت کے اظہار میں یہ خود مدحی

سے بھی کام لیتا تھا (دیکھئے اس کا دیوان، حاتم)

مگر اس کے اخلاقی معیار بہت تھے۔ اس نے ایسی

بدی کو طلاق دے کر انک اور مطلقہ عورت سے سادی

کر لی تھی۔ وہ ایک بربر دست سرائی تھا، جو سکدوں

میں بدچل س گائے والی اڑکھوں کی صحبت میں اپنا

وقت گزارا کرتا تھا۔

الاحطل زندگی بھر اپنے حکمرانوں کے ساتھ

ہر گرم و سرد میں شریک رہا۔ [اسر] معاویہ (ع) کے

عہد میں یہ سیاسات میں بھی الجھ گیا۔ یزید اول

کا مقرب درباری تھا اور اس کی مدح میں اس نے

قصائد بھی لکھے۔ چند اور اہم ہستوں مثلاً زیاد

اور حجاج وغیرہ کا بھی مدح تھا۔ عبدالملک کے

زمانے میں یہ حلقہ کا درباری شاعر بن گیا (دیکھئے

الأعرابی، ۱۲: ۱۷۲ تا ۱۷۶)۔ اس کے بعد نہ عبدالملک

کے حاشموں کا ملارم رہا اور اسے اشعار میں دسمان

بواسطہ کی حر لیتا رہا (دیکھئے دیوان، ص ۵۸،

۷۳، ۹۳، ۱۲۰، ۲۷۷ وغیرہ)۔ لایمر Lammens

نے ان نظموں کا تاریخی پس منظر واضح طور پر بنا

لیا ہے۔

الاحطل زندگی بھر اپنے معاصر حریر سے لعلی

جنگ کرتا رہا۔ گو فردوسی حریر کا ہم قسملہ تھا

اور دونوں سیمی تھے لیکن مساحاہ حریر و الاحطل

میں یہ حریر کا مخالف تھا اور الاحطل کی مدد کا

کرتا تھا۔ ان بیوں شعراء کے حالات زندگی کو

ایک دوسرے سے جدا کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

مساحاۃ میں الاحطل اور ریر حاہلیب کی روایات

پر جمع رہے اور صرف اپنے اپنے قائل جنداب

کے وحلے، جس کا موارہ الاعالیٰ، طبع اول، ۷: ۱۷۱  
بعد، ۱۷۴ اور ۱۸۰ میں ملتا ہے۔ بعد کی نسلیں  
الاحطال کو عربی اب میں وہ مقام نہیں دیتیں جو  
اسے بھی حاصل تھا (فب مائلا طہ حسین کا محتاط  
مضامہ در حدث الاربعاء، ۲: ۷۷ بعد)۔ یورپ  
میں اب تک الاحطال کے صرف حالات زندگی ہی کا  
مطالعہ ہوا ہے۔

مآخذ: (۱) الاعالیٰ، طبع اول، ۷: ۱۶۹ تا

۱۸۸ (الاعالیٰ، طبع سوم، ۸: ۲۸۰ تا ۳۲۰) (۲) النثرانی،

مؤرخ، ص ۱۳۲ بعد، (۳) Notice Caussin de Perceval

، sur les poètes Akhtal, Farazdaq et Djerir

، ۱۳ ۲۸۹ بعد، ۵۰۰ بعد، (۴) لامر Lammens

، Le Chantre des Omiades، در ۱۸۹۳ء، ص ۹۳ تا

۱۷۶، ۹۳ تا ۲۴۱، ۳۸۱ تا ۴۶۵، (۵) وہی مصنف:

، Études sur le règne du Calife omayyade Mo'awia

، بروک ۸ ۱۹۷۱ء، ص ۳۹۷ تا ۴۰۴، (۶) I Krackowsky

، Festschrift G Jacob، Der Wein in al-Akhtal Gedichten

، ص ۱۴۶ تا ۱۶۴، سرمد تفصیل در تراکمان، ۱: ۹۹

تا ۵۲ و تکملہ، ۱: ۸۳ بعد، (۸) C A Nallino

، Raccolta di Scritti، ۶: ۷۳ تا ۷۶، (۹) La Littérature

arabe des origines a l'époque de 'la dynastie

umayyade، ترجمہ از Pellat، پیرس ۱۹۵۰ء، ص ۱۱۵

تا ۱۱۲، (۱۰) العقد الفرند، ص ۱۳۳؛ (۱۱) حميرة،

ص ۱۷ (۱۱) الشعر والشعراء، ص ۳۰۱؛ (۱۲)

حبرانہ الادب، ۱: ۲۲، (۱۳) شعراء الصراصة

بعد الاسلام، ص ۸۰]۔

(R. BLACHER)

الاحطش: (شعرہ جسم یا حس کی ہلکیں نہ  
ہوں)، کئی بحویوں کا عرف عام ہے، جن کی فہرست  
السیوطی (مرہر، قاہرہ بلا تاریخ، ۲: ۲۸۲ -  
۲۸۳) سے مرتب کی ہے، یعنی اسو الخطاب، سعید  
بن مسعدة اور علی بن سلیمان دیکھیے نیچے:

ما بین ہوئے اور انہیں تقدس جریر و الاحطال کے  
نام سے سنانے کر دیا۔ اس کا ایک معطوطہ اسانوں  
میں محفوظ ہے۔

جریر اور فردی کی طرح الاحطال کی حقیقت

کا پس منظر بھی اسی کے زمانے کے واقعات ہیں۔

ان نظموں کو پڑھ کر اس زمانے کے ماحول اور

سیاسی رقابتوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجھتا ہے

اور ہندوی روایات و ان میں ہر حکم و حد میں

دیوان میں مضامین مدغمہ کے خلاف اس کی بھی

خاصی تعداد ہے۔ اس کی شاعری اصنافِ بلاغہ

امثالاً اب وابتدا اور زبان کے لحاظ سے چار معمولی

احتمالات کو چھوڑ کر ہمیں معاصر شعرا کے خلاف

ہی حساسی ہے۔ الاحطال کو ابی رند ہی میں بڑی

مقبولیت حاصل ہوئی اور اس کی بڑی وجہ قبول سب

کو ربیعہ کی حوصلہ افزائی تھی۔ انہیں الاحطال کی

صورت میں ایک اسٹا مرد میدان مل گیا تھا جو

ان کے مخالفین یعنی سو بزم اور سو بکر سے اپنے کی

بڑی اعلیٰ رہتا تھا (دیکھیے النثرانی: المؤرخ،

ص ۱۳۸)۔ بعد میں جب عراق کے ادبی مراکز سے

شاعروں کا انعام و تعریف لڑنا شروع ہوا، تب تک الاحطال،

فردی اور جریر میں سے "اسعر" کہلائے۔ انہیں

کا دستور گنا۔ لوگ اس موارہ کے گرویدہ ہو گئے۔

یہ چار قرون وسطیٰ کی مشرقی فصاحت کے رنگ و بے

میں رچ گئی اور بغدادی موارے پر مباحثے بھی ہوئے۔

چونہی صدی ہجری / انہوں صدی میلادی کے

آخر میں ہمدانی نے اپنے مقامات میں انہیں مباحثوں

کا حوالہ اڑایا ہے۔ معلوم نہیں ہوا ہے کہ دوسری

صدی ہجری / انہوں صدی میلادی کے اوائل یا

تیسری صدی ہجری / نوں صدی میلادی کے اوائل

میں بصرے و کوفے کے بحویوں اور ہمدانی لے

یے الاحطال کو جریر و فردی سے اسعر قرار دے دیا

تھا (دیکھیے اسوعیدہ، الأصمعی اور حماد الراویۃ

عبد اللہ بن محمد العدادی، تلمذ الاصمعی؛ احمد بن  
سمران بن سلامة الألبانی، حو. ۵۲۰/۴۸۶۳ء [کدا ۹  
۴۸۶۰] سے قبل فوت ہوا، وہ کتاب غریب الموطا کا  
مصنف، بجوی، لغت نویسی اور شاعر تھا (دیکھئے  
Classes des Savants de l'Ifrigiya, Ben Chenet, ص ۳۴)؛  
درون بن موسیٰ بن سرنک (حو ۵۲۱/۸۸۴-۸۸۵ء  
بن فوت ہوا)؛ احمد بن محمد الموصلی حو ابن حنی کا  
اساتذہ، عبدالعزیز الادبسی حو ابن عبداللہ کا استاد  
بجا، علی بن محمد الادبسی حو. ۵۷۰/۱۰۵۸ء کے  
بعد فوت ہوا، خلف بن عمر الشکری اللنسی، حو  
۵۷۶/۱۰۶۸ء کے بعد فوت ہوا؛ علی بن اسمعيل  
رحا، العالمی - اس فہرست میں علی بن المارک  
۱۱۵۸ھ تکملاً، ۱: ۱۶۵) اور ایک محدث الحسن بن  
جعاد بن حرب، حو ۵۲۷/۸۹۰ء میں فوت ہوا، کے  
نام اور سامع نامے جاسکتے ہیں (دیکھئے ابن حجر؛  
بیان المرائ، ۲: ۳۱۳-۳۱۴)۔ دلیل کے ہیں سب  
سے زیادہ مشہور ہیں؛ ان میں سے پہلے دو نصرے  
کے مکتب سے دغلی رکھتے ہیں:-

(۱) الأحقسن الأكبر: ابوالخطاب عبد الحميد،  
[ر عبد الحميد]، ۵۱۷ھ / ۱۱۲۰ء میں فوت ہوا  
اور حو ابو عمرو بن العلاء کا - گردنہا - کہا  
گیا ہے کہ یہ پہلا شخص ہے جس نے قدیم نطوون  
کی تین السطور سرج لکھی اور بہت سے روزمرہ  
کے خاص الفاظ جمع کئے - اس کے مہار سا گردوں میں  
- وہ، انورید، ابو عییدہ اور الاصمعی تھے [دیکھئے  
عر ایک سے متعلق مادہ]۔

مأخذ (١) سِيرَامِي: أَحْصَارُ الْحَوَالِي (طبع  
 Krenkow) ص ٥٢؛ (٢) رِثِيذِي طَبَقَات، قَاهِرَة ١٩٥٣م،  
 (٣) سَيَّوُطِي: مَزْهَر، ٢، ٢٨٨، ٢٣٩ (٤) ابنِ تَعْرِي رَدِّي،  
 ١ : ٣٨٥ (٥) رَاكِلْمَان: تَكْمِلَه، ١ : ١٦٥؛ (٦)  
 فِيهِ الْوَعَاة، ص ٢٩٦؛ (٧) إِنْشَاءُ الرُّوَاه، ٢ : ١٥٤.

(۲) الاخفس الاوسط : ابوالحسن سعيد بن

مستعدہ، جو حملہ احمسوں میں سے سے ریادہ مشہور ہے۔ یہ محاسن بن دارم کی بیٹی شاح کا مولیٰ تھا۔ ناح میں پیدا ہوا اور اس سفر المعترلی کا شاگرد تھا، لیکن ریادہ خصوصاً سے سیویہ کا، جس کے بعد تک وہ رہا، حالانکہ عمر میں اس سے بڑا تھا۔ اس نے الکتاب کا درس دینا شروع کیا اور اسے دور دور تک معروف کیا۔ اس کا انتقال مابین ۲۱۰ اور ۲۲۱ھ / ۸۲۵ اور ۸۳۵ھ ہوا۔ اس کی اپنی تصانیف میں سے کوئی بھی نامی نہیں (فہرست، ۱ : ۵۲) [لکن الرکلی نے لکھا ہے کہ اس کی شرح معانی القرآن اور شرح انساب المعانی کے (مخطوطے محفوظ ہیں)۔ الثعلبی نے (حو ۸۳۷ھ / ۱۰۳۵ء میں فوت ہوا) اس کی کتاب عریب القرآن سے استفادہ کیا ہے اور العدادی نے اس کی کتاب المعانی کے حوالہ دیا اپنی کتاب الحزابه میں مکتوب دیے ہیں (۱ : ۳۹۱ : ۲ : ۳۰۰ : ۳ : ۳۶، ۵۲۷)۔

مأخوذ: (١) ابن قتيبة: المعارف (طبع فيسطنبول  
 Wustenfild)، ص ٢٤١؛ (٢) آزرقي، در MO، ١٩٢٠، ص  
 ١٢؛ (٣) ابن الأنباري: برهه، ص ١٨٣ تا ١٨٨؛ (٤) م  
 ريدي: طبقات، (٥) سیرانی أخبار الحوین، ص ٩٠ تا ٩١؛  
 (٦) ابن حنبل، شماره ٢٥٠؛ (٧) ياقوت: إرشاد، ص ٢٣٢  
 تا ٢٣٣؛ (٨) يامعي: مرآة الجنان، ٢: ٦١؛ (٩) سيوطي:  
 نعيه، ص ٢٥٨؛ (٩) وهي مصنف مؤرخ، ٢٥٣٠، ٢٨٤؛  
 (١٠) براكمان: تكمله، ١: ١٦٥؛ [(١١) إسهاء الرواة، ٢:  
 ٣٦].

(۳) الاحفش الاصغر : ابوالحسن علی بن سلیمان بن الْمُفَضَّل [الفصل] حو المرد اور ثعلب کا شاگرد تھا۔ اس بے تعداد کے صرف و نحو کا علم مصر میں رائج کر کے امتیاز حاصل کیا جہاں احمد الحنفی اس کا شاگرد تھا۔ صرف و نحو پر اس کی تصنیف کردہ ایک کتاب اندلس میں داخل درس





[رَکَ نَان] کے ساتھ وابستہ رہا، یا آنکہ ۵۴۶/۱۰۷۱ء میں سارگرڈ کی لڑائی کے بعد کہا جاتا ہے کہ آلب آرسلان نے اسے خود اپنی تحویل میں لے لیا (ناریج میافارقین، وزو ۱۴۵ ب) - ۵۴۶/۱۰۷۱ء میں ترک امیر سقمان القطبی نے اس پر قبضہ کیا اور ایک صدی سے زیادہ عرصے تک وہ شاہ آرس [رَکَ نَان] نامی خاندان کا صدر مقام رہا۔ ۶۰۴/۱۲۰۷ء میں ایوبی [الملک] العادل کے بیٹے الاؤد نے اسے فتح کر لیا اور اس کی وفات پر ۶۰۹/۱۲۱۲ء میں وہ اس کے بھائی الاشرف کے ہاتھ لگا۔ اس درمیانی عرصے میں خارجہ والے دو مرتبہ اخلاط پر چڑھ دوڑے (۶۰۵/۱۲۰۸ء اور ۶۰۷/۱۲۱۰ء)۔ ۶۲۷/۱۲۳۰ء میں حواریزم شاہ حلال الدین منگریبی نے چھ ماہ کے محاصرے کے بعد اسے فتح کر لیا لیکن پھر بھوڑے ہی عرصے کے بعد [الملک] الاشرف نے روم کے سلجوقی علاء الدین کقباد اول کے ساتھ مل کر آریخان کے مقام پر حلال الدین کو شکست دی - ۶۳۳/۱۲۳۳ء [کدا، ۱۲۳۵-۱۲۳۶ء] میں کقباد نے خود اخلاط پر قبضہ کر لیا اور ناوجود ایوبی ملوک کی مجموعی مخالفت کے اس پر برابر قاصر رہا۔

مآخذ: (۱) اخلاط پر متحد کی مکمل فہرست

*Voyages archeologiques dans la Turquie Orientale* A Gabriel  
پیرس ۱۹۳۰ء، ص ۲۴۱ تا ۲۵۱ (نقشوں کے ساتھ  
۲: ۸۵ تا ۹۰) میں ملے گی: (۲) کتبات کے لیے دیکھیے،  
عبدالرحیم شریف: *اخلاط کتاتہ لری*، استانبول ۱۹۳۲ء  
(تصحیحات و اضافات از J. Sauvaget، در Gabriel  
کتاب مذکور، ص ۳۴۶ تا ۳۵۰ و RCEA، شماره ۳۸۸ تا  
۳۸۸۲، ۳۸۸۳، ۳۸۸۴، ۳۸۸۵، ۳۸۸۶، ۳۸۸۷، ۳۸۸۸، ۳۸۸۹، ۳۸۹۰، ۳۸۹۱، ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۸۹۴، ۳۸۹۵، ۳۸۹۶، ۳۸۹۷، ۳۸۹۸، ۳۸۹۹، ۳۹۰۰، ۳۹۰۱، ۳۹۰۲، ۳۹۰۳، ۳۹۰۴، ۳۹۰۵، ۳۹۰۶، ۳۹۰۷، ۳۹۰۸، ۳۹۰۹، ۳۹۱۰، ۳۹۱۱، ۳۹۱۲، ۳۹۱۳، ۳۹۱۴، ۳۹۱۵، ۳۹۱۶، ۳۹۱۷، ۳۹۱۸، ۳۹۱۹، ۳۹۲۰، ۳۹۲۱، ۳۹۲۲، ۳۹۲۳، ۳۹۲۴، ۳۹۲۵، ۳۹۲۶، ۳۹۲۷، ۳۹۲۸، ۳۹۲۹، ۳۹۳۰، ۳۹۳۱، ۳۹۳۲، ۳۹۳۳، ۳۹۳۴، ۳۹۳۵، ۳۹۳۶، ۳۹۳۷، ۳۹۳۸، ۳۹۳۹، ۳۹۴۰، ۳۹۴۱، ۳۹۴۲، ۳۹۴۳، ۳۹۴۴، ۳۹۴۵، ۳۹۴۶، ۳۹۴۷، ۳۹۴۸، ۳۹۴۹، ۳۹۵۰، ۳۹۵۱، ۳۹۵۲، ۳۹۵۳، ۳۹۵۴، ۳۹۵۵، ۳۹۵۶، ۳۹۵۷، ۳۹۵۸، ۳۹۵۹، ۳۹۶۰، ۳۹۶۱، ۳۹۶۲، ۳۹۶۳، ۳۹۶۴، ۳۹۶۵، ۳۹۶۶، ۳۹۶۷، ۳۹۶۸، ۳۹۶۹، ۳۹۷۰، ۳۹۷۱، ۳۹۷۲، ۳۹۷۳، ۳۹۷۴، ۳۹۷۵، ۳۹۷۶، ۳۹۷۷، ۳۹۷۸، ۳۹۷۹، ۳۹۸۰، ۳۹۸۱، ۳۹۸۲، ۳۹۸۳، ۳۹۸۴، ۳۹۸۵، ۳۹۸۶، ۳۹۸۷، ۳۹۸۸، ۳۹۸۹، ۳۹۹۰، ۳۹۹۱، ۳۹۹۲، ۳۹۹۳، ۳۹۹۴، ۳۹۹۵، ۳۹۹۶، ۳۹۹۷، ۳۹۹۸، ۳۹۹۹، ۴۰۰۰، ۴۰۰۱، ۴۰۰۲، ۴۰۰۳، ۴۰۰۴، ۴۰۰۵، ۴۰۰۶، ۴۰۰۷، ۴۰۰۸، ۴۰۰۹، ۴۰۱۰، ۴۰۱۱، ۴۰۱۲، ۴۰۱۳، ۴۰۱۴، ۴۰۱۵، ۴۰۱۶، ۴۰۱۷، ۴۰۱۸، ۴۰۱۹، ۴۰۲۰، ۴۰۲۱، ۴۰۲۲، ۴۰۲۳، ۴۰۲۴، ۴۰۲۵، ۴۰۲۶، ۴۰۲۷، ۴۰۲۸، ۴۰۲۹، ۴۰۳۰، ۴۰۳۱، ۴۰۳۲، ۴۰۳۳، ۴۰۳۴، ۴۰۳۵، ۴۰۳۶، ۴۰۳۷، ۴۰۳۸، ۴۰۳۹، ۴۰۴۰، ۴۰۴۱، ۴۰۴۲، ۴۰۴۳، ۴۰۴۴، ۴۰۴۵، ۴۰۴۶، ۴۰۴۷، ۴۰۴۸، ۴۰۴۹، ۴۰۵۰، ۴۰۵۱، ۴۰۵۲، ۴۰۵۳، ۴۰۵۴، ۴۰۵۵، ۴۰۵۶، ۴۰۵۷، ۴۰۵۸، ۴۰۵۹، ۴۰۶۰، ۴۰۶۱، ۴۰۶۲، ۴۰۶۳، ۴۰۶۴، ۴۰۶۵، ۴۰۶۶، ۴۰۶۷، ۴۰۶۸، ۴۰۶۹، ۴۰۷۰، ۴۰۷۱، ۴۰۷۲، ۴۰۷۳، ۴۰۷۴، ۴۰۷۵، ۴۰۷۶، ۴۰۷۷، ۴۰۷۸، ۴۰۷۹، ۴۰۸۰، ۴۰۸۱، ۴۰۸۲، ۴۰۸۳، ۴۰۸۴، ۴۰۸۵، ۴۰۸۶، ۴۰۸۷، ۴۰۸۸، ۴۰۸۹، ۴۰۹۰، ۴۰۹۱، ۴۰۹۲، ۴۰۹۳، ۴۰۹۴، ۴۰۹۵، ۴۰۹۶، ۴۰۹۷، ۴۰۹۸، ۴۰۹۹، ۴۱۰۰، ۴۱۰۱، ۴۱۰۲، ۴۱۰۳، ۴۱۰۴، ۴۱۰۵، ۴۱۰۶، ۴۱۰۷، ۴۱۰۸، ۴۱۰۹، ۴۱۱۰، ۴۱۱۱، ۴۱۱۲، ۴۱۱۳، ۴۱۱۴، ۴۱۱۵، ۴۱۱۶، ۴۱۱۷، ۴۱۱۸، ۴۱۱۹، ۴۱۲۰، ۴۱۲۱، ۴۱۲۲، ۴۱۲۳، ۴۱۲۴، ۴۱۲۵، ۴۱۲۶، ۴۱۲۷، ۴۱۲۸، ۴۱۲۹، ۴۱۳۰، ۴۱۳۱، ۴۱۳۲، ۴۱۳۳، ۴۱۳۴، ۴۱۳۵، ۴۱۳۶، ۴۱۳۷، ۴۱۳۸، ۴۱۳۹، ۴۱۴۰، ۴۱۴۱، ۴۱۴۲، ۴۱۴۳، ۴۱۴۴، ۴۱۴۵، ۴۱۴۶، ۴۱۴۷، ۴۱۴۸، ۴۱۴۹، ۴۱۵۰، ۴۱۵۱، ۴۱۵۲، ۴۱۵۳، ۴۱۵۴، ۴۱۵۵، ۴۱۵۶، ۴۱۵۷، ۴۱۵۸، ۴۱۵۹، ۴۱۶۰، ۴۱۶۱، ۴۱۶۲، ۴۱۶۳، ۴۱۶۴، ۴۱۶۵، ۴۱۶۶، ۴۱۶۷، ۴۱۶۸، ۴۱۶۹، ۴۱۷۰، ۴۱۷۱، ۴۱۷۲، ۴۱۷۳، ۴۱۷۴، ۴۱۷۵، ۴۱۷۶، ۴۱۷۷، ۴۱۷۸، ۴۱۷۹، ۴۱۸۰، ۴۱۸۱، ۴۱۸۲، ۴۱۸۳، ۴۱۸۴، ۴۱۸۵، ۴۱۸۶، ۴۱۸۷، ۴۱۸۸، ۴۱۸۹، ۴۱۹۰، ۴۱۹۱، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۱۹۴، ۴۱۹۵، ۴۱۹۶، ۴۱۹۷، ۴۱۹۸، ۴۱۹۹، ۴۲۰۰، ۴۲۰۱، ۴۲۰۲، ۴۲۰۳، ۴۲۰۴، ۴۲۰۵، ۴۲۰۶، ۴۲۰۷، ۴۲۰۸، ۴۲۰۹، ۴۲۱۰، ۴۲۱۱، ۴۲۱۲، ۴۲۱۳، ۴۲۱۴، ۴۲۱۵، ۴۲۱۶، ۴۲۱۷، ۴۲۱۸، ۴۲۱۹، ۴۲۲۰، ۴۲۲۱، ۴۲۲۲، ۴۲۲۳، ۴۲۲۴، ۴۲۲۵، ۴۲۲۶، ۴۲۲۷، ۴۲۲۸، ۴۲۲۹، ۴۲۳۰، ۴۲۳۱، ۴۲۳۲، ۴۲۳۳، ۴۲۳۴، ۴۲۳۵، ۴۲۳۶، ۴۲۳۷، ۴۲۳۸، ۴۲۳۹، ۴۲۴۰، ۴۲۴۱، ۴۲۴۲، ۴۲۴۳، ۴۲۴۴، ۴۲۴۵، ۴۲۴۶، ۴۲۴۷، ۴۲۴۸، ۴۲۴۹، ۴۲۵۰، ۴۲۵۱، ۴۲۵۲، ۴۲۵۳، ۴۲۵۴، ۴۲۵۵، ۴۲۵۶، ۴۲۵۷، ۴۲۵۸، ۴۲۵۹، ۴۲۶۰، ۴۲۶۱، ۴۲۶۲، ۴۲۶۳، ۴۲۶۴، ۴۲۶۵، ۴۲۶۶، ۴۲۶۷، ۴۲۶۸، ۴۲۶۹، ۴۲۷۰، ۴۲۷۱، ۴۲۷۲، ۴۲۷۳، ۴۲۷۴، ۴۲۷۵، ۴۲۷۶، ۴۲۷۷، ۴۲۷۸، ۴۲۷۹، ۴۲۸۰، ۴۲۸۱، ۴۲۸۲، ۴۲۸۳، ۴۲۸۴، ۴۲۸۵، ۴۲۸۶، ۴۲۸۷، ۴۲۸۸، ۴۲۸۹، ۴۲۹۰، ۴۲۹۱، ۴۲۹۲، ۴۲۹۳، ۴۲۹۴، ۴۲۹۵، ۴۲۹۶، ۴۲۹۷، ۴۲۹۸، ۴۲۹۹، ۴۳۰۰، ۴۳۰۱، ۴۳۰۲، ۴۳۰۳، ۴۳۰۴، ۴۳۰۵، ۴۳۰۶، ۴۳۰۷، ۴۳۰۸، ۴۳۰۹، ۴۳۱۰، ۴۳۱۱، ۴۳۱۲، ۴۳۱۳، ۴۳۱۴، ۴۳۱۵، ۴۳۱۶، ۴۳۱۷، ۴۳۱۸، ۴۳۱۹، ۴۳۲۰، ۴۳۲۱، ۴۳۲۲، ۴۳۲۳، ۴۳۲۴، ۴۳۲۵، ۴۳۲۶، ۴۳۲۷، ۴۳۲۸، ۴۳۲۹، ۴۳۳۰، ۴۳۳۱، ۴۳۳۲، ۴۳۳۳، ۴۳۳۴، ۴۳۳۵، ۴۳۳۶، ۴۳۳۷، ۴۳۳۸، ۴۳۳۹، ۴۳۴۰، ۴۳۴۱، ۴۳۴۲، ۴۳۴۳، ۴۳۴۴، ۴۳۴۵، ۴۳۴۶، ۴۳۴۷، ۴۳۴۸، ۴۳۴۹، ۴۳۵۰، ۴۳۵۱، ۴۳۵۲، ۴۳۵۳، ۴۳۵۴، ۴۳۵۵، ۴۳۵۶، ۴۳۵۷، ۴۳۵۸، ۴۳۵۹، ۴۳۶۰، ۴۳۶۱، ۴۳۶۲، ۴۳۶۳، ۴۳۶۴، ۴۳۶۵، ۴۳۶۶، ۴۳۶۷، ۴۳۶۸، ۴۳۶۹، ۴۳۷۰، ۴۳۷۱، ۴۳۷۲، ۴۳۷۳، ۴۳۷۴، ۴۳۷۵، ۴۳۷۶، ۴۳۷۷، ۴۳۷۸، ۴۳۷۹، ۴۳۸۰، ۴۳۸۱، ۴۳۸۲، ۴۳۸۳، ۴۳۸۴، ۴۳۸۵، ۴۳۸۶، ۴۳۸۷، ۴۳۸۸، ۴۳۸۹، ۴۳۹۰، ۴۳۹۱، ۴۳۹۲، ۴۳۹۳، ۴۳۹۴، ۴۳۹۵، ۴۳۹۶، ۴۳۹۷، ۴۳۹۸، ۴۳۹۹، ۴۴۰۰، ۴۴۰۱، ۴۴۰۲، ۴۴۰۳، ۴۴۰۴، ۴۴۰۵، ۴۴۰۶، ۴۴۰۷، ۴۴۰۸، ۴۴۰۹، ۴۴۱۰، ۴۴۱۱، ۴۴۱۲، ۴۴۱۳، ۴۴۱۴، ۴۴۱۵، ۴۴۱۶، ۴۴۱۷، ۴۴۱۸، ۴۴۱۹، ۴۴۲۰، ۴۴۲۱، ۴۴۲۲، ۴۴۲۳، ۴۴۲۴، ۴۴۲۵، ۴۴۲۶، ۴۴۲۷، ۴۴۲۸، ۴۴۲۹، ۴۴۳۰، ۴۴۳۱، ۴۴۳۲، ۴۴۳۳، ۴۴۳۴، ۴۴۳۵، ۴۴۳۶، ۴۴۳۷، ۴۴۳۸، ۴۴۳۹، ۴۴۴۰، ۴۴۴۱، ۴۴۴۲، ۴۴۴۳، ۴۴۴۴، ۴۴۴۵، ۴۴۴۶، ۴۴۴۷، ۴۴۴۸، ۴۴۴۹، ۴۴۵۰، ۴۴۵۱، ۴۴۵۲، ۴۴۵۳، ۴۴۵۴، ۴۴۵۵، ۴۴۵۶، ۴۴۵۷، ۴۴۵۸، ۴۴۵۹، ۴۴۶۰، ۴۴۶۱، ۴۴۶۲، ۴۴۶۳، ۴۴۶۴، ۴۴۶۵، ۴۴۶۶، ۴۴۶۷، ۴۴۶۸، ۴۴۶۹، ۴۴۷۰، ۴۴۷۱، ۴۴۷۲، ۴۴۷۳، ۴۴۷۴، ۴۴۷۵، ۴۴۷۶، ۴۴۷۷، ۴۴۷۸، ۴۴۷۹، ۴۴۸۰، ۴۴۸۱، ۴۴۸۲، ۴۴۸۳، ۴۴۸۴، ۴۴۸۵، ۴۴۸۶، ۴۴۸۷، ۴۴۸۸، ۴۴۸۹، ۴۴۹۰، ۴۴۹۱، ۴۴۹۲، ۴۴۹۳، ۴۴۹۴، ۴۴۹۵، ۴۴۹۶، ۴۴۹۷، ۴۴۹۸، ۴۴۹۹، ۴۵۰۰، ۴۵۰۱، ۴۵۰۲، ۴۵۰۳، ۴۵۰۴، ۴۵۰۵، ۴۵۰۶، ۴۵۰۷، ۴۵۰۸، ۴۵۰۹، ۴۵۱۰، ۴۵۱۱، ۴۵۱۲، ۴۵۱۳، ۴۵۱۴، ۴۵۱۵، ۴۵۱۶، ۴۵۱۷، ۴۵۱۸، ۴۵۱۹، ۴۵۲۰، ۴۵۲۱، ۴۵۲۲، ۴۵۲۳، ۴۵۲۴، ۴۵۲۵، ۴۵۲۶، ۴۵۲۷، ۴۵۲۸، ۴۵۲۹، ۴۵۳۰، ۴۵۳۱، ۴۵۳۲، ۴۵۳۳، ۴۵۳۴، ۴۵۳۵، ۴۵۳۶، ۴۵۳۷، ۴۵۳۸، ۴۵۳۹، ۴۵۴۰، ۴۵۴۱، ۴۵۴۲، ۴۵۴۳، ۴۵۴۴، ۴۵۴۵، ۴۵۴۶، ۴۵۴۷، ۴۵۴۸، ۴۵۴۹، ۴۵۵۰، ۴۵۵۱، ۴۵۵۲، ۴۵۵۳، ۴۵۵۴، ۴۵۵۵، ۴۵۵۶، ۴۵۵۷، ۴۵۵۸، ۴۵۵۹، ۴۵۶۰، ۴۵۶۱، ۴۵۶۲، ۴۵۶۳، ۴۵۶۴، ۴۵۶۵، ۴۵۶۶، ۴۵۶۷، ۴۵۶۸، ۴۵۶۹، ۴۵۷۰، ۴۵۷۱، ۴۵۷۲، ۴۵۷۳، ۴۵۷۴، ۴۵۷۵، ۴۵۷۶، ۴۵۷۷، ۴۵۷۸، ۴۵۷۹، ۴۵۸۰، ۴۵۸۱، ۴۵۸۲، ۴۵۸۳، ۴۵۸۴، ۴۵۸۵، ۴۵۸۶، ۴۵۸۷، ۴۵۸۸، ۴۵۸۹، ۴۵۹۰، ۴۵۹۱، ۴۵۹۲، ۴۵۹۳، ۴۵۹۴، ۴۵۹۵، ۴۵۹۶، ۴۵۹۷، ۴۵۹۸، ۴۵۹۹، ۴۶۰۰، ۴۶۰۱، ۴۶۰۲، ۴۶۰۳، ۴۶۰۴، ۴۶۰۵، ۴۶۰۶، ۴۶۰۷، ۴۶۰۸، ۴۶۰۹، ۴۶۱۰، ۴۶۱۱، ۴۶۱۲، ۴۶۱۳، ۴۶۱۴، ۴۶۱۵، ۴۶۱۶، ۴۶۱۷، ۴۶۱۸، ۴۶۱۹، ۴۶۲۰، ۴۶۲۱، ۴۶۲۲، ۴۶۲۳، ۴۶۲۴، ۴۶۲۵، ۴۶۲۶، ۴۶۲۷، ۴۶۲۸، ۴۶۲۹، ۴۶۳۰، ۴۶۳۱، ۴۶۳۲، ۴۶۳۳، ۴۶۳۴، ۴۶۳۵، ۴۶۳۶، ۴۶۳۷، ۴۶۳۸، ۴۶۳۹، ۴۶۴۰، ۴۶۴۱، ۴۶۴۲، ۴۶۴۳، ۴۶۴۴، ۴۶۴۵، ۴۶۴۶، ۴۶۴۷، ۴۶۴۸، ۴۶۴۹، ۴۶۵۰، ۴۶۵۱، ۴۶۵۲، ۴۶۵۳، ۴۶۵۴، ۴۶۵۵، ۴۶۵۶، ۴۶۵۷، ۴۶۵۸، ۴۶۵۹، ۴۶۶۰، ۴۶۶۱، ۴۶۶۲، ۴۶۶۳، ۴۶۶۴، ۴۶۶۵، ۴۶۶۶، ۴۶۶۷، ۴۶۶۸، ۴۶۶۹، ۴۶۷۰، ۴۶۷۱، ۴۶۷۲، ۴۶۷۳، ۴۶۷۴، ۴۶۷۵، ۴۶۷۶، ۴۶۷۷، ۴۶۷۸، ۴۶۷۹، ۴۶۸۰، ۴۶۸۱، ۴۶۸۲، ۴۶۸۳، ۴۶۸۴، ۴۶۸۵، ۴۶۸۶، ۴۶۸۷، ۴۶۸۸، ۴۶۸۹، ۴۶۹۰، ۴۶۹۱، ۴۶۹۲، ۴۶۹۳، ۴۶۹۴، ۴۶۹۵، ۴۶۹۶، ۴۶۹۷، ۴۶۹۸، ۴۶۹۹، ۴۷۰۰، ۴۷۰۱، ۴۷۰۲، ۴۷۰۳، ۴۷۰۴، ۴۷۰۵، ۴۷۰۶، ۴۷۰۷، ۴۷۰۸، ۴۷۰۹، ۴۷۱۰، ۴۷۱۱، ۴۷۱۲، ۴۷۱۳، ۴۷۱۴، ۴۷۱۵، ۴۷۱۶، ۴۷۱۷، ۴۷۱۸، ۴۷۱۹، ۴۷۲۰، ۴۷۲۱، ۴۷۲۲، ۴۷۲۳، ۴۷۲۴، ۴۷۲۵، ۴۷۲۶، ۴۷۲۷، ۴۷۲۸، ۴۷۲۹، ۴۷۳۰، ۴۷۳۱، ۴۷۳۲، ۴۷۳۳، ۴۷۳۴، ۴۷۳۵، ۴۷۳۶، ۴۷۳۷، ۴۷۳۸، ۴۷۳۹، ۴۷۴۰، ۴۷۴۱، ۴۷۴۲، ۴۷۴۳، ۴۷۴۴، ۴۷۴۵، ۴۷۴۶، ۴۷۴۷، ۴۷۴۸، ۴۷۴۹، ۴۷۵۰، ۴۷۵۱، ۴۷۵۲، ۴۷۵۳، ۴۷۵۴، ۴۷۵۵، ۴۷۵۶، ۴۷۵۷، ۴۷۵۸، ۴۷۵۹، ۴۷۶۰، ۴۷۶۱، ۴۷۶۲، ۴۷۶۳، ۴۷۶۴، ۴۷۶۵، ۴۷۶۶، ۴۷۶۷، ۴۷۶۸، ۴۷۶۹، ۴۷۷۰، ۴۷۷۱، ۴۷۷۲، ۴۷۷۳، ۴۷۷۴، ۴۷۷۵، ۴۷۷۶، ۴۷۷۷، ۴۷۷۸، ۴۷۷۹، ۴۷۸۰، ۴۷۸۱، ۴۷۸۲، ۴۷۸۳، ۴۷۸۴، ۴۷۸۵، ۴۷۸۶، ۴۷۸۷، ۴۷۸۸، ۴۷۸۹، ۴۷۹۰، ۴۷۹۱، ۴۷۹۲، ۴۷۹۳، ۴۷۹۴، ۴۷۹۵، ۴۷۹۶، ۴۷۹۷، ۴۷۹۸، ۴۷۹۹، ۴۸۰۰، ۴۸۰۱، ۴۸۰۲، ۴۸۰۳، ۴۸۰۴، ۴۸۰۵، ۴۸۰۶، ۴۸۰۷، ۴۸۰۸، ۴۸۰۹، ۴۸۱۰، ۴۸۱۱، ۴۸۱۲، ۴۸۱۳، ۴۸۱۴، ۴۸۱۵، ۴۸۱۶، ۴۸۱۷، ۴۸۱۸، ۴۸۱۹، ۴۸۲۰، ۴۸۲۱، ۴۸۲۲، ۴۸۲۳، ۴۸۲۴، ۴۸۲۵، ۴۸۲۶، ۴۸۲۷، ۴۸۲۸، ۴۸۲۹، ۴۸۳۰، ۴۸۳۱، ۴۸۳۲، ۴۸۳۳، ۴۸۳۴، ۴۸۳۵، ۴۸۳۶، ۴۸۳۷، ۴۸۳۸، ۴۸۳۹، ۴۸۴۰، ۴۸۴۱، ۴۸۴۲، ۴۸۴۳، ۴۸۴۴، ۴۸۴۵، ۴۸۴۶، ۴۸۴۷، ۴۸۴۸، ۴۸۴۹، ۴۸۵۰، ۴۸۵۱، ۴۸۵۲، ۴۸۵۳، ۴۸۵۴، ۴۸۵۵، ۴۸۵۶، ۴۸۵۷، ۴۸۵۸، ۴۸۵۹، ۴۸۶۰، ۴۸۶۱، ۴۸۶۲، ۴۸۶۳، ۴۸۶۴، ۴۸۶۵، ۴۸۶۶، ۴۸۶۷، ۴۸۶۸، ۴۸۶۹، ۴۸۷۰، ۴۸۷۱، ۴۸۷۲، ۴۸۷۳، ۴۸۷۴، ۴۸۷۵، ۴۸۷۶، ۴۸۷۷، ۴۸۷۸، ۴۸۷۹، ۴۸۸۰، ۴۸۸۱، ۴۸۸۲، ۴۸۸۳، ۴۸۸۴، ۴۸۸۵، ۴۸۸۶، ۴۸۸۷، ۴۸۸۸، ۴۸۸۹، ۴۸۹۰، ۴۸۹۱، ۴۸۹۲، ۴۸۹۳، ۴۸۹۴، ۴۸۹۵، ۴۸۹۶، ۴۸۹۷، ۴۸۹۸، ۴۸۹۹، ۴۹۰۰، ۴۹۰۱، ۴۹۰۲، ۴۹۰۳، ۴۹۰۴، ۴۹۰۵، ۴۹۰۶، ۴۹۰۷، ۴۹۰۸، ۴۹۰۹، ۴۹۱۰، ۴۹۱۱، ۴۹۱۲، ۴۹۱۳، ۴۹۱۴، ۴۹۱۵، ۴۹۱۶، ۴۹۱۷، ۴۹۱۸، ۴۹۱۹، ۴۹۲۰، ۴۹۲۱، ۴۹۲۲، ۴۹۲۳، ۴۹۲۴، ۴۹۲۵، ۴۹۲۶، ۴۹۲۷، ۴۹۲۸، ۴۹۲۹، ۴۹۳۰، ۴۹۳۱، ۴۹۳۲، ۴۹۳۳، ۴۹۳۴، ۴۹۳۵، ۴۹۳۶، ۴۹۳۷، ۴۹۳۸، ۴۹۳۹، ۴۹۴۰، ۴۹۴۱، ۴۹۴۲، ۴۹۴۳، ۴۹۴۴، ۴۹۴۵، ۴۹۴۶، ۴۹۴۷، ۴۹۴۸، ۴۹۴۹، ۴۹۵۰، ۴۹۵۱، ۴۹۵۲، ۴۹۵۳، ۴۹۵۴، ۴۹۵۵، ۴۹۵۶، ۴۹۵۷، ۴۹۵۸، ۴۹۵۹، ۴۹۶۰، ۴۹۶۱، ۴۹۶۲، ۴۹۶۳، ۴۹۶۴، ۴۹۶۵، ۴۹۶۶، ۴۹۶۷، ۴۹۶۸، ۴۹۶۹، ۴۹۷۰، ۴۹۷۱، ۴۹۷۲، ۴۹۷۳، ۴۹۷۴، ۴۹۷۵، ۴۹۷۶، ۴۹۷۷، ۴۹۷۸، ۴۹۷۹، ۴۹۸۰، ۴۹۸۱، ۴۹۸۲، ۴۹۸۳، ۴۹۸۴، ۴۹۸۵، ۴۹۸۶، ۴۹۸۷، ۴۹۸۸، ۴۹۸۹، ۴۹۹۰، ۴۹۹۱، ۴۹۹۲، ۴۹۹۳، ۴۹۹۴، ۴۹۹۵، ۴۹۹۶، ۴۹۹۷، ۴۹۹۸، ۴۹۹۹، ۵۰۰۰، ۵۰۰۱، ۵۰۰۲، ۵۰۰۳، ۵۰۰۴، ۵۰۰۵، ۵۰۰۶، ۵۰۰۷، ۵۰۰۸، ۵۰۰۹، ۵۰۱۰، ۵۰۱۱، ۵۰۱۲، ۵۰۱۳، ۵۰۱۴، ۵۰۱۵، ۵۰۱۶، ۵۰۱۷، ۵۰۱۸، ۵۰۱۹، ۵۰۲۰، ۵۰۲۱، ۵۰۲۲، ۵۰۲۳، ۵۰۲۴، ۵۰۲۵، ۵۰۲۶، ۵۰۲۷، ۵۰۲۸، ۵۰۲۹، ۵۰۳۰،

ہے (تاریخ، طبع Jaeschner ص ۲۱ تا ۲۲، انقرہ کے مطبوعہ سحرے میں یہ بیان موحود نہیں ہے)۔  
اولیا چلی (۴: ۱۴۰) کے بیان کے مطابق عثمانی ترکوں کے احداث کی قریب اسی اخلاط میں بتائی جاتی تھیں۔ مظاہر یہ شہر صرف سلطان سلیم اول کے دورِ حکومت میں آل عثمان کے قبضے میں آیا، مگر ۱۵۴۸/۱۵۴۸ء میں شاہ طہماسپ نے اس شہر پر قبضہ کر کے اسے ریں کے ہموار کر دیا۔ سلطان سلیمان اول نے، جس کے عہد میں یہ شہر بالآخر سلطنت عثمانیہ میں شامل کیا گیا، جھیل [واں] کے کنارے پر ایک قلعہ تعمیر کرایا (اولا چلی کے بیان کے مطابق یہ قلعہ ۱۵۶۳/۱۵۵۴ء میں پایہ تکمیل کو پہنچا) اور اسی قلعے کے حوالے میں ایک جدید چھوٹا شہر آباد ہو گیا۔ عثمانیوں اور میں اخلاط مقامی کرد سرداروں کے زیرِ نگیں رہا اور صرف ۱۸۴۷ء میں سلطان محمود ثانی کے عہدِ حکومت میں براہِ راست عثمانی حکومت کے زیرِ انتظام آیا۔ Curnet کے بیان کے مطابق اسویں صدی کے آخر میں اخلاط کی قضا کی مجموعی آبادی ۲۳,۶۵۹ تھی (اس میں ۱۶,۶۳۵ مسلمان، ۶,۶۰۹ خارجی کے ارسے، ۲۱۰ کلیسائے قدیم کے یونانی اور ۲۵۰ یریدی تھے)۔ آج کل یہ جمہوریہ ترکیہ میں بیتلیس کی ولایت [ایل] میں ایک قضا (ایلیچہ) کا صدر مقام ہے۔ قصبے کی آبادی (۱۹۴۵ء میں) ۳,۱۲۴ اور قضا کی ۱۳,۷۰۲ تھی۔

قروں وسطی کا شہر (اسکی اخلاط) پہاڑ کی ڈھال پر کھنڈر اور غر آباد ہے۔ جدید شہر، جس میں ایک بڑا عثمانی قلعہ ہے (جس کے صدر دروازے پر سلم ثانی کا ۱۵۶۸ء کا کتبہ کندہ ہے) اس کے مشرق میں جھیل کے کنارے پر واقع ہے۔ مؤخرالذکر شہر میں دو مسجدیں (اسکندر پاشا جامعہ، جس پر ۱۵۶۳/۱۵۶۳ء سے لے کر کتبے ہیں اور ایک میسار،

*Studies in Caucasian History*، لندن ۱۹۵۳ء، بامداد اشاریہ؛ (۵) لیسٹرینج Lo Strange، ص ۱۱۲؛ (۶) *Armenia: H. F. B. Lynch*، لندن ۱۹۰۱ء، ص ۲۸ تا ۲۹؛ (۷) *Kirchen und Moscheen Bachmann*، لاہرک ۱۹۱۳ء، ص ۵۸ (سورسکی (V MINURSKY))

۲۔ کوسہ طاع کی حک (۱۲۴۳/۱۲۴۳ء) کے بعد اخلاط پر مغلوں نے قبضہ کر لیا (۱۲۴۳/۱۲۴۳ء)؛ دیکھیے Tomasek، در SBAB، ص ۱۱۳، شمارہ ۴، ص ۳۱، بعد؛ ابوالعداء (طبع Reiske-Adler، ۱۲۴۳ء) مگر انہوں نے ملکی رنسون کے مقبوضات بحال رکھے (اخلاط میں خارجی کی ایک شہزادی کے مقبوضات کی توئی کے لیے دیکھیے: گعہ کا Cyriac، ص ۴۴، Die Mongolen B Spuler، In Iran، ص ۴۳، حاسہ ۱)۔ اخلاط اور نالائی عراق عرب کی آس پاس کی ریسوں اور آرسہ کے بلند مہدانوں، پر معلوں کا قطعی قصبہ بوصف بعداد کی تسخیر (۱۲۵۹/۱۲۵۸ء) اور ہلاکو کی شام کی طرف پیش قدمی کے ساتھ ہی ساتھ ہوا (۱۲۵۸/۱۲۵۹ء)؛ (Spuler)؛ کتاب مد ثور، ص ۵۵)۔ بعد ازیں اخلاط ایلخاسوں اور ان کے حاشیہ خاندانوں (خلائو، آں موبیلو) کی ملک میں شامل رہا۔ یہ شہر ایلخاسوں کی ٹکسٹ بھی تھی۔ ۱۲۴۶ء میں ایک شدید زلزلے سے شہر کا بڑا حصہ منہدم ہو گیا۔

سلطنت عثمانیہ کی تاسیس سے متعلق روایتوں میں سے ایک یہ ہے کہ قلعہ اوغر کے، جس سے سلطان عثمان کا مرعومہ والد ارطغرل تھا، فاتحانہ اقدام کا آغاز اسی شہر سے ہوا تھا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ معلوں کے دناؤ کی وجہ سے اسے اخلاط سے مغرب کی جانب کوچ کرنا پڑا۔ مگر پیری اس ارطغرل کو عثمان کا باپ تسلیم کرنے سے انکار کرنا

کے مجسمہ تھے (قرآن، ۶۸ (القلم) : ۴) اور آپ نے معصوم ہوتے ہی اس فرض کی تکمیل شروع کر دی تھی۔ آپ صحابہ کو مکارمِ اخلاق کی تلقین فرمایا کرتے تھے (مسلم، باب مناقب ابی ذر)۔ آپ نے ایک موقع پر فرمایا : اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا (ترمذی)، کامل الایمان وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔ اسلام کی کتاب۔ قرآن مجید۔ علمِ اخلاق کی ایک حکیمانہ کتاب بھی ہے۔ اس میں انسانی زندگی کی ہدایت و شایستگی کے ہر پہلو پر بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ قوم و فرد کی زندگی کے لیے کس قسم کے آداب و اخلاق کی ضرورت ہے، اخلاق کے اصول، فلسفہ، ماحد اور مرجع کیا ہے۔ ان میں کن کن وجوہ سے برقی یا برل ہونا ہے اور اخلاقی فاصلہ کے حصول کا طریق کیا ہے۔ اس نے وہ تمام درائع تلقین کیے ہیں جس سے افراد کا کردار درس ہو اور وہ اس فائدہ ہو سکیں کہ نظامِ قومی میں خوش اسلوبی سے حصہ لے سکیں۔ عرصہ اسلام نے اخلاق، فلسفہ اخلاق اور شخصی اور قومی اخلاق پر مفصل بحث کی ہے۔ سارا قرآن مجید اخلاقی تعلیمات سے بھرپور ہے۔ وہ ایک مکمل صابطہ اخلاق ہے، جس کی نظر انسانی ہستی کے پورے نظام پر ہے اور اس کے بنیاد میں اس نے وسیع، ہمہ گیر، مفصل، مکمل اور جامع دفاع کا لحاظ رکھا ہے۔ تمام اخلاقی احوال و کیفیات کا اس میں تفصیل و تشریح کے ساتھ احاطہ کر لیا گیا ہے اور حزنِ نجات تک کا استقصاء کیا گیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ انسان کے فعل اور ترکِ فعل کی اندرونی اور ذاتی سیلیں کیا کیا ہیں اور کس ناطقہ محرکات سے ظاہری افعال کا وقوع ہوتا ہے۔ افعال کی تقد و تشخیص عملی رنگ میں کس اصولوں کے تابع ہے۔ حصلت کے شو و نما کے طریقے اور عادات کے سلسلے

جو ۵۹۷۸/۱۰۷۰ء سے چلا آتا ہے۔ دوسری قاضی محمود حامی، جو ۵۱۰۰/۱۰۹۷ء کی تعمیر ہے۔ نروں وسطی کے ہرے ویراں شہر اور دورِ حاضر کی سسی کے درمیان ایک مشہور قبرستان ہے، جس میں بیروہیں سے سولہویں صدی تک کے ہر کلف نقش و نگار سے آراستہ تموید ہیں (انہیں میں ۱۴۰۱ء کا میڈھے کی شکل کا ایک تموید بھی ہے) اور سندھویوں، معلوں اور ترکمانوں کے عہد کے بہت سے مستقیم مقارن (برتیں türbes اور گسد kunbeds) ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ قابلِ ذکر یہ ہیں : (۱) آلُوکَیْد (جس پر کوئی تاریخ نہیں ہے) (۲) سادی اساکَندی (۱۲۷۳ء) اب معدوم ہو چکا ہے، (۳) ایک تریہ نواعای آغا، ۱۲۸۱ء، اور اس کے بیٹے حسن بیگور، ۱۲۷۹ء کا مقبرہ، (۴) نایدر مسعد (۵۸۸۲/۱۴۸۳ء [کدا، ۱۴۷۷ء]) اور تریہ (۵۸۹۰/۱۴۹۱-۱۴۹۲ء [کدا، ۱۴۸۵ء])، جسے نانا حان نے تعمیر کیا اور جو خاص دلچسپی کی چسر ہے، (۵) شمس نجم الدین تریہ سی (۱۲۲۲ء)؛ (۶) حسن پادشاہ تریہ سی (۱۲۷۵ء) اور ایزن حایوں تریہ سی (۱۳۹۶-۱۳۹۷ء)۔

مآخذ : ان تصانیف کے علاوہ جن کا ذکر حامی حلیفہ کی حبان نما، ص ۱۳۲ بعد میں آچکا ہے، (۱) اولیا چلسی، ص : ۱۳۴ تا ۱۴۲؛ (۲) ساسی : فائوس الاعلام، ۱ : ۶۶ الف (زیر مادہ اخلاق)، (۳) Nouv. géogr. univ : Réclus، ۹ : ۳۷۶، (۴) La Turquie d'Asie. V. Cunet، ۲ : ۵۶۴ تا ۵۶۶۔ (F. TAESCHNER)

① اخلاق : اسلام نے اخلاقِ حسہ پر بہت زور دیا ہے۔ اس کے مانی اور ارکان ہی میں اخلاقِ فاصلہ کا رار مصمر ہے۔ یہی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں : بُعِثْتُ لِاتِمِّ مَکَارِمِ الْاِخْلَاقِ (مالک : الموطا، باب حسن العلق) میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ آپؐ خود اخلاقی فاصلہ

کیا ہیں۔ اعمال و حدیث میں کیا نسب ہے۔ جذبات کو روکنے یا وسعت دینے کے کیا اصول ہیں اور ان کے اعمال پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اس پر اساسی زندگی کے ہر شعبے میں اخلاقی طاقتوں کو تسلیم کیا ہے۔ اگر اس کے صاف اخلاق نہ ہو، نہ کہ جائے ہو اس میں، بفرادی اخلاق، عائلی اخلاق، تمدنی اخلاق، اقتصادی اور معاشی اخلاق، قانونی اخلاق، سیاسی اخلاق اور علمی اخلاق وغیرہ کی دنیا سمائی ہوئی نظر آتی ہے۔ معلوم ہے کہ علمی قوتوں کے پیمانوں اور مقادیر میں فرق ہے۔ ان کے آثار اور عملی نتائج میں فرق ہے، میلان طوائف میں فرق ہے، اجتہادات میں فرق ہے اور ان دونوں سے اخلاقی اقدار کا ایک بحر ناپیدا کنار پیدا ہو جاتا ہے، جسے اسلامی صاف اخلاق کے نور سے میں سد کہا گیا ہے۔ عرصہ اسان کی اخلاقی اور نفسانی کمالات، حالات، حموی، فضائل اور ادا کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو اسلام کی اخلاقی تعلیمات سے باہر رہ گیا ہو۔

اسلام کا قانون اخلاق ان لوگوں کے لیے جو نیک اور با اخلاق ہیں انکے سہارا، روحانی مبارک تک پہنچنے کے لیے مدارج ارتقاء کا رہنما اور ان لوگوں کے لیے جو نا اخلاق سا چاہے ہیں ایک صادق دوست اور مشقی راہبر ہے۔ یہ قانون اپنے احکام نہ سرسری طور پر موانا ہے نہ بطور تحکم، بلکہ ان کے ساتھ ان کی مصلحتیں اور حکمتیں بھی بتاتا ہے اور دلائل بھی دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تجربے، مشاہدے اور آزمائش کے بعد ان کی صحت ثابت ہوتی ہے اور جو معیار بھی ان کی صداقت کی پرکھ اور امتحان کے لیے معین ہیں یا قیادانہ اصول کے تحت متعین ہو سکتے ہیں ان پر وہ پورے اترتے ہیں۔ فلسفہ اخلاق کا سب سے پہلا اور اساسی سوال یہ ہے کہ اخلاق کا مبدأ اور مآخذ کیا ہے۔

اسلام بتاتا ہے کہ اسان کی طبعی حالتیں جس کا سرچشمہ نفسِ امّارہ ہے اسان کی اخلاقی حالتوں سے کچھ الگ چیز نہیں، بلکہ وہی حالات ہیں جو ہر سب سے اخلاقی حالت کا رنگ پکڑ لیتے ہیں۔ حلی (ح کی ر کے ساتھ) طاہری پیدائش کا نام ہے اور حلی (ح کی پس کے ساتھ) ناطی پیدائش کا، اور طاہری اعصاب کے مقابل ناطی اعصاب میں جو اساسی کمالات کی کمیتیں رکھی گئی ہیں ان کا نام حلی ہے۔ جس قدر اصول اخلاق ہیں وہ سب حدیثِ فطرت کے اثرات ہیں اور فطرت ان سب کا مآخذ ہے اور یہی فطری قوی اور طبعی حالتیں جب نیک اخلاقی رنگ میں نہ آئیں کسی طرح اسان کو قابلِ تعریف نہیں بنائیں۔ اسی طرح اسلام نے بتایا ہے کہ اخلاق کا مبدأ اور محرو اسان کی اپنی طبیعت اور اس کی فطری حالتیں ہیں اور اسان کی ذات میں اخلاقی قوتوں کا هجوم اسی وجہ سے ہے کہ وہ حلی قوی کے تابع ہیں اور اس کے فیضان طبعہ میں اس کی تحریک پائی جاتی ہے۔ اس نکتے کو امامِ عراقی نے احیاء العلوم میں حلی کی تعریف کرتے ہوئے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ”حلی نفس کی اس صفتِ راسخہ کا نام ہے جس سے تمام اخلاقی بلا نکتہ صادر ہوں۔ اگر اعمال عقلی و سرما عمدہ اور قابلِ تعریف ہوں تو اس صفت کو حلی نیک اور اگر برے اور قابلِ مذمت ہوں تو حلی مذ کہتے ہیں“۔

اگر اخلاق کا مبدأ اور محرو اسان کے اپنے قوی ہیں اور اسان میں مذ اخلاقی کے مظاہر نظر آئے ہیں تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے کہ بعض حدیث اور قوی مذابِ حود برے ہیں؟ اسلام نے بتایا ہے کہ اسان کا چشمہ پیدائش گدلا نہیں، نہ گناہ اور مذ حلی اس کا مایہ خمیر ہے۔ وہ اپنی حلقہ میں سادہ اور پاک ہے اور اس کی اصل فطرت

اور قلب کی عین آرزو ہے، اور قلب کیا ہے ایک اسیرِ الہی ہے، جس کا مقتضیات شہوت کی طرف میلان اس کی حدِ ذاب سے خارج اور اس پر عارض و طاری ہے۔ (احیاء، ۳: ۶۳)۔

حب یہ کہا جاتا ہے کہ انسان فطرۃً نیک ہے تو اس وقت بعض دھوں میں یہ سوال ابھرتے لگتا ہے کہ اس فطرت میں حدِ ذابِ دافعہ بھی پائے جاسکتے ہیں اور یہ ایسے حدِ ذاب ہیں جس سے متعدد براع پیدا ہوئے ہیں، دوسرے اسلئے جس نقصان اٹھائے ہیں اور انسانی معاشرے میں بعض اوقات حوصاک صورت حال پیدا ہو جاتی ہے؛ مثلاً طمع، نفرت، غیبت اور عصبہ وغیرہ۔ اگر فطرت کے حدِ ذاب نیک ہیں تو یہ مصائب اور ادیتیں انسان کے حصے میں کیوں آئیں۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کا جواب یہ ہے کہ اس چیز سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انسان میں اس قسم کی فوہیں بھی پائی جاتی ہیں جس کی وجہ سے وہ ہزاروں قسم کی صعوبتوں اور آلائشوں میں آئے دن گرفتار رہتا ہے لکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انسان بالطبع گناہ گار پیدا ہوا ہے۔ بلکہ یہ حدِ ذاب بھی دراصل معصوم ہیں اور ضروریاتِ مدامعت اور استحقاقِ حفاظتِ خودِ احتیاری کے لئے عطا ہوئے ہیں اور ان کی انسان کو ویسی ہی ضرورت ہے جیسے ہمدردی، حلم اور دوسرے حدِ ذاب کی۔ حقیقت یہی ہے کہ انسان کی ذاب میں جس قدر فوہیں پائی جاتی ہیں اور حدِ ذاب کا جس قدر عطیہ اسے ملا ہے وہ دراصل نعلے خودِ احلاق ہیں اور اگر ان میں نہی کبھی یا سا اوقات کوئی نقص پایا جاتا ہے یا کوئی لعرض پیدا ہو جاتی ہے تو وہ خود ہمارے غلط استعمال کا نتیجہ ہے۔

احلاق کا ملکہ ہمارے اندر ودیعت ہے اور ارادہ و تربیت سے اسے لعرضوں سے محفوظ رکھا جا

میں ہدایت اور صحیح الہام ودیعت ہے اور اسے اچھی سے اچھی راستی پر پیدا کیا گیا ہے، جسے فرمایا: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (قرآن، ۹۶: العلوی: ۴)۔ اسی طرح حدیث میں ہے: مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَنَافَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا أَوْ يَجُوسِيًّا (بخاری، کتاب الحائض) ”انسان کی فطری ہدایت سلامتی پر ہوتی ہے لکن ماں باپ کی تربیت اسے یہودی، عیسائی، یا مجوسی وغیرہ بنا دیتی ہے۔“

گویا انسان اپنی اصل فطرت میں معصوم اور بے ذیاد پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنی پنٹھ پر کوئی بوجھ لے کر دنیا میں نہیں آتا، نہ اس کی ہدایت دوسری ہدایت کا اور اس کا جسم دوسرے جنم کا نشعہ ہے اور نہ وہ اپنے بچھلے کرموں (اعمال) کے ہاتھ میں مقید ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں کفارہ اور تاسیح اسے مسائل نہیں ہیں، نہ اس میں کسی اس اللہ تصور ہے جو تمام انسانوں کے ہدایتی گاموں کا بوجھ اٹھا سکے۔ پھر اسلام بتاتا ہے کہ بدِ اخلاقی کے ارتکاب کے وقت یہ نہیں ہوتا کہ انسان کی فطرت اور اس کے طبعی احلاق ندی کے اساسی محرک ہوئے ہیں بلکہ ہوتا ہے کہ فطری مقصیبات کے استعمال میں لعرض اور غلطیِ اخلاقی سبب کی نکوئیں کا باعث ہوئی ہے۔ طبعی فوہی حبِ حدِ صلاحیت میں رہ کر کسی لعرض اور غلطی کے بغیر کام کرتے ہیں تو اس عمل کا دمِ اخلاق حسہ ہے۔ امام غزالی نے لکھا ہے: ”مدموم اعمال کی طرف نفس کی کشش اور میلان انسانی فطرت اور طبع کے خلاف ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جسے بعض بچوں کو چوڑی چھپے مٹی کھانے کی عادت ہو جاتی ہے مگر اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی عبادت و معرفت کی طرف نفس کی کشش ایسی ہے جس طرح کھانے اور پیسے کی طرف کیونکہ یہ فطرت و طبع کے عین مطابق ہے

سکتا ہے۔ اس سے اسلام کی اخلاقی تعلیم کے دو بنیادی نکتے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ طبعی جذبات کو کچلنا خوبی نہیں اور رہبانیت اور برك دنیا مسموم ہے۔ قرآن معید میں ہے: وَحَقَّنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ آمَنُوا رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهَابَنَا بِسَنُوحَا مَا تَتَسَنَّاهَا عَلَيْهِمْ (قرآن، ۷۰ (الحديد)، ۱۷۰) ”عیسائیوں کے دلوں میں رالہ اور رحم ہے اور وہ رہبانیت میں بڑ گئے ہیں، حالانکہ ایسے ہم نے ان پر غرض نہیں کیا“۔ نبی اکرمؐ فرماتے ہیں: لا رہابہ فی الاسلام (احمد بن حنبل: مسند، ۲۶۰-۲۶۱) ”اسلام رہبانیت کی احاطہ نہیں دیتا“۔ گویا اسلام نے انسانی قویوں کے استعمال کی تعلیم نہیں دی اور بتایا ہے کہ کوئی قوت فی نفسہ بری نہیں بلکہ وہ مومع و محل کے خلاف استعمال کی وجہ سے بری کہلائی ہے۔ اس نے عصے کو فسط کر کے والے کی تعریف کی ہے (قرآن، ۴ (ال عمران): ۱۳۴) عصے کے مٹا دیے والے کی نہیں۔ در اصل دنیا میں نشاط کار، ولولہ و اسط اور روی و برقی انسانی قوتوں کو کچل ڈالتے ہیں نہیں بلکہ ان کے صحیح استعمال میں ہے۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حب تک انسان کی طبیعت میں سے شہوت و عصب وغیرہ طبعی جذبات کو ختم نہ کر دیا جائے تب تک بد اخلاقیوں کا استیصال ہو ہی نہیں سکتا یہ ایک ایسی رائے ہے جس پر کارند ہونے سے ہم ان راہوں سے بہت دور جا پڑتے ہیں جنہیں حود مطرب نے ہمارے لیے تجویز کیا ہے۔ اسلام کہتا ہے کوئی جذبہ فی نفسہ برا نہیں بلکہ اس کا بے محل استعمال برا ہے۔ اسلام نے جو قایوں اخلاقی پیش کیا ہے اس کا کبھی یہ مشا نہیں ہوا کہ اس قسم کے جذبات کو نابود ہی کر دیا جائے بلکہ اس نے فطری قوی کی تبدیل و تربیت پر زور دیا ہے۔ دوم یہ کہ طبعی قوی اس وقت اخلاق کا رنگ اختیار کرتے ہیں

حب ان کے ساتھ ارادہ اور نیت شامل ہو۔ بخاری کی پہلی حدیث ہے: اما الاعمال بالنیات ”انسان کے اعمال اس کی نیت پر موقوف ہیں“۔ گویا اخلاق کا اچھا یا برا ہونا نیت اور ارادے پر مبنی ہے۔ حسن نیت نہ ہو تو بڑے سے بڑا بظاہر اخلاقی کام بھی حسن خلق کے دائرے سے باہر رہ جاتا ہے۔ یہی وہ اساس ہے جس سے اسلام کے فلسفہ اخلاق میں شروع سے آخر تک بحث کی جاتی ہے۔ جس فعل میں نیک ارادہ شامل نہیں اخلاقی لحاظ سے اس کی کوئی قیمت نہیں۔ اسلام میں نفس عمل مطلوب نہیں بلکہ وہ عمل مطلوب ہے جس کی نیت صحیح ہو۔ استحکام نیت کی صورت میں اگر کسی وقت عقل و فراسد اور قوت فیصلہ بھک جائے اور بدی کا غلبہ انسان سے کسی بد اخلاقی کا ارتکاب بھی کروا دے تو پھر بھی استحکام نیت اور نیت حیر کی وجہ سے مرید لعنہوں سے نجات کے لیے سہارا مہیا رہا ہے۔ عرصہ تک بتی اسلام میں ایک فرص ہے جو ہر حالت میں قابل عمل ہے اور تمام اوصاف حسہ کے لیے اعلیٰ درجے کی اخلاقی ساد اور سب پر حاوی ہے۔ کیونکہ کوئی فعل اس وقت تک اخلاق پر مبنی اور درست نہیں قرار دیا جاسکتا جب تک اس کے کرنے والے کی نیت درست نہ ہو اور نیک ارادہ اس فعل کا رکن اعظم نہ ہے۔ نیک نیتی سے حلی حسہ کی سیاد شروع ہوتی ہے اور یہی اس کی اساس ہے۔ حلم، صدق، صبر، قساعت، صبط نفس، شعاعت، عفت، دیابت وغیرہ ایسے اخلاق ہیں جن کی قیمتیں تشخیص سے بالا ہیں۔ لیکن اخلاق حسہ کی فہرست میں یہ تھی شامل ہوتے ہیں حب ان کے ساتھ نیک نیتی شامل ہو اور بد نیتی کے تاثرات سے بصر ہو۔ نیک نیتی کے بغیر یہی صفات اخلاقی سوز ثابت ہو سکتی ہیں۔ جو شخص فریب اور دھوکے کی نیت سے حلیم اور بردبار ہے اس کے

اعمال کے متعلق عدم علم کہ یہ بد اخلاقی کے زمرے میں ہیں یا نہیں، اس کے لیے اسلام نے مفصل مابعدہ اخلاقی پیش کیا ہے اور اصولی طور پر بتایا ہے کہ اخلاقی حسیہ اسماء حسنی کا ہر تو اور صفات الہیہ کا سایہ اور ظل ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے: **حس الخلق خلق الله الاعظم (طبرانی)** ”حس اخلاقی اللہ تعالیٰ کا خلق عظم ہے۔“ گویا وہی اخلاق اچھے ہیں جو صفات ربانی کا عکس ہیں اور وہی اخلاق برے ہیں جو صفات اللہ کے مآلی ہیں۔ اس لیے حکم دیا گیا ہے: **بخلقوا باخلاق الله** ”اپنے اسدروہ اخلاق پیدا کرو جو الہی اخلاق کے رنگ سے رنگیں ہیں۔“ قرآن مجید میں ہے: **صِفَةُ اللَّهِ وَ مَنْ أَحْسَنُ مِنْ اللَّهِ صِفَةً (قرآن، ۲ (القرہ): ۱۳۸)** اللہ تعالیٰ کے رنگ سے بہتر کوئی رنگ نہیں۔ جو اخلاق اخلاق الہیہ سے مطابقت رکھیں وہ اچھے ہیں اور جو ان کے مسافہ ہوں وہ برے۔ اس جہالت کو دور کرنے کے لیے حس خلق اور سوہ خلق سے جتنے اخلاق و اوصاف پیدا ہوئے ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں اور مسافوں اور کاروں کے اخلاق و اوصاف میں بیان کر دیا ہے۔ عرالی نے قرآن مجید کی ان آیات کا ایک مجموعہ نقل کیا ہے دیکھیے احباب: ۳: ۷۷)۔ حس اخلاقی کی ہر کہ کا ایک اور اصول اسلام ہے وہ بتایا ہے جسے ہم انسان کی نفسیاتی کیفیت کا زندہ احساس اور باطن کی آواز کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے: **اَسْتَمِعْ قَلْبَكَ وَ اسْتَمِعْ نَفْسَكَ، اَلرَّيَّا اَطْمَأَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ وَ اطْمَأَنَّ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَ اَلَا اِنَّ النَّاسَ مَا حَاكَ فِي الْقَلْبِ وَ تَرَدَّدَ فِي النَّفْسِ وَ اِنْ افْتَاكَ النَّاسَ (احمد: مسند، ۴: ۲۲۸)** یعنی جب کسی امر کا اچھا یا برا ہونا طے کرنا ہو تو اپنے دل اور نفس سے پوچھو اور یہ سمجھ لو کہ یہی وہ عمل ہے جس کے ارتکاب کے بعد دل و نظر میں طمانینت کا احساس

لیجے بہ اچھا تھا کہ اس میں یہ حلم اور بردباری نہ ہوتی، کیونکہ وہ اپنے اس بظاہر اچھے خلق سے سکی اور سعادت کی عملی تحقیر کرنا اور اس خلق نمائی سے لوگوں کو دھوکے میں ڈالتا ہے اور بیک اوصاف کی برقدری کر کے ان کی اعلیٰ قیمتوں میں فرق لاتا ہے۔

عرض اخلاق کا ملکہ ہمارے اندر ودیعت ہے اور ہماری قوتیں فی نفسہ بری نہیں ہیں بلکہ ان کا بیجا استعمال اور ان کے استعمال میں غلطی اور لعش انہیں بد اخلاقی کا لباس پہناتی ہے۔ یہ لعش، یہ غلطی کس طرح پیدا ہوئی ہے، اسلام نے اس سے بھی پردہ اٹھایا ہے اور ان اسباب پر مصیبتی روشنی ڈالی ہے کہ اسان بد اخلاقوں میں کون مبتلا ہوتا ہے۔ مثلاً (۱) اس کا ایک بہت بڑا موجب بری صحبت ہے۔ اس سے بچنے کے لیے فرمایا: **لَا تُؤْتُوا نِعَمَ الْمُؤْمِنِينَ (قرآن، ۹ (التوبہ): ۱۱۹)** یعنی برون کی نہیں بلکہ سکون اور صافوں کی معص اختیار کرو۔ (۲) حسامی یا ذہنی بیماری، اس کی طرف بوجہ دلانے کے لیے فرمایا: **الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ حَيْرٌ وَ احَبُّ اِلَى اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ (مسلم، کتاب القدر)** ”صحف مند اور قوی مؤمن اس مؤمن سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے جو کمزور اور ضعیف ہے۔“ (۳) ماحول کی حرابی، اس کے لیے فرمایا: **قُوا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيكُمْ نَارًا (قرآن، ۶۶ (الحریم): ۶)** تمہارا مرض اپنے آپ ہی کو آگ سے بچانا نہیں بلکہ اپنے ساتھ اپنے اہل و عیال کو بھی برائیوں کی آگ سے بچاؤ۔ اسی طرح فرمایا: **وَ اتَّقُوا نِصَةَ لَابِئْسِينَ الدِّينِ لِمَا صَوَّاهُمْ خَاصَّةً (قرآن، ۸ (الانعام): ۲۰)** ”اس سے بچو جو صرف ظالموں ہی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔“ بلکہ بسا اوقات ساتھ والے بھی اس میں ارتار ہو جایا کرتے ہیں۔ ”جماعتی مصیبتیں جب اسی میں سو کسارہ کش افراد کو بھی نہیں چھوڑیں۔ (۴) جہالت اور بے علمی یعنی بعض



برے کاموں سے متاثر اور پریشان ہوتے اور بد اخلاقیوں سے محتسب رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بد اخلاقی سے بچنے کا ایک ذریعہ تربیت ہے۔

اس کا سلسلہ بچے کے بڑے ہوئے سے نہیں شروع ہوتا بلکہ والدین کے خیالات کا اثر بھی نومولود پر پڑتا ہے اور ان کے ماکولات و مشروبات کا اس میں دخل ہوتا ہے؛ لیکن خاص طور پر اس کا آغار اس وقت سے ہوتا ہے جب مرد و عورت رسنہ نکاح میں مسلک ہوتے ہیں؛ اس سے بڑھ کر اس وقت جب بچہ اسے ابتدائی مستقر میں قدم رکھتا ہے۔ اسی لیے

مسائل نسوی کے احتلاط کے وقت کے لیے اسلام نے

یہ دعا سکھائی ہے: اللھم حسنا وحبب الشيطان

ما ررمسا (بخاری، کتاب بدہ الحلق) ”اللہ ہی ہمیں بھی

سطنانی حماوں سے بچا اور ہماری اولاد کو بھی“۔

اس کے بعد جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسلام میں

حکم ہے کہ اس کے دائیں کان میں اذان دی جائے

اور بائیں کان میں نکسر کہی جائے۔ پھر بچے کو

جھوٹی عمر میں شمار و عبادت کا پابند بنانے کا حکم

ہے، کیونکہ نہ چہرین بدکاری سے بچانے کا ذریعہ ہیں۔

(قرآن، ۱۶ (الحل): ۹۰)۔ عرالی بے بچوں کی تربیت

کے لیے، جسے اس بے ربا ص صنان کا نام دیا ہے،

احیاء العلوم میں معصل لائحہ عمل واضح کیا ہے۔

بڑے ہو کر بچے کے سامنے مشاہدات و محسوسات

کا ایک عالم قدرت کی طرف سے کھل جاتا ہے اور

قوابیل فطرت یکے بعد دیگرے سامنے آتے لگتے ہیں؛

مختلف قسم کی معلومات کا ذخیرہ بدرجہ اس کے

دل و دماغ میں جمع ہوتا جاتا ہے اور یہ ذخیرہ

خود اس کے اپنے اور دیگر انسانے حس کے لیے

ایک قانون تربیت بن جاتا ہے۔ پھر بعض لوگ اکثر

واقعات کا مشاہدہ بلا ارادہ کرتے ہیں اور سرسری

طور پر ان سے گزر جاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ

حافظے نے انہیں اپنے اندر حکم نہیں دی، لیکن دراصل

ہایا جائے اور گناہ وہ عمل ہے جو دل میں کھٹکتا

ہو اور خلعتان اور تردد کا موجب ہو ہر چند

کہ لوگ تجھے اس کا کرنا جائز ہی کہوں نہ

بتائیں۔ یہی وہ حاسنہ اخلاقی ہے جس کا نام

لوگوں نے ضمیر کی آواز رکھا ہے۔ یہ آواز یکی

اور بدی کے فطری الہامات کے تابع ہے، جسے فرمایا:

فَالْتَمِمْهَا قُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (قرآن، ۹۱ (الشمس): ۸۰)۔

انسانی نفس کو یکی و بدی کی پرکھ کا

ملکہ بحشا گیا ہے۔ یہی وہ چہر ہے جسے دوسری

جگہ نفس لوامہ کہا گیا ہے (قرآن، ۵۶ (العنکب): ۲)۔

ضمیر کی آواز اور قلب سے فتویٰ لے کر ہر ایک

پہلو پہ ہے نہ جو فعل یا حرف ہم کرے انہیں

پہلے اس کا اطلاق خود اسی داب پر کر کے

دیکھیں، اگر ہم اس سے مایوس نہیں ہوتے اور وہ

ہمارے لیے موروں اور معدنات، ہو تو لہا جا

سکتا ہے نہ وہ آوروں کے لیے بھی درست ہی ہوگا

اور اگر خود ہماری اپنی داب ہی وہ نار نہ اٹھا

سکے تو سمجھ لیا جائے کہ ایسا فعل دوسروں کے

لیے بھی مناسب نہیں۔ جو شخص دوسروں کے حق

میں عدل روا نہیں رکھتا وہ خود اپنی داب مقابلے

میں رکتا اور دیکھے کہ اگر کوئی دوسرا شخص

اس کی نسبت ایسا عمل کرے تو خود اس کا اپنا دل

کیا کہے گا۔

لیکن اگر ہر انسان میں نفس لوامہ موجود ہے

اور صبر کی راہ بری پائی جاتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ

بہت سے لوگ پھر بھی بد اخلاقیوں کے مرتکب

ہوتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ضمیر اپنی

صدائے احتجاج تو بلند کرتا ہے لیکن یہ لوگ اس کی

طرف کان نہیں دھرتے، دوسرے یہ کہ بد اخلاقی

ایک زہر ہے اور بار بار کی بد اخلاقی سے یہ نفس لوامہ

آخر افسردہ یا ہلاک بھی ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے

مقابلے میں ان لوگوں کی تعداد بھی دیکھنا چاہیے جو

علہ و علی آلہ و سلم : المسلم مرآہ المسلم (ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے بطور آئینے کے ہے) میں اسی محاسبہ و عرفان نفس کے ایک درجے کو پیش کیا گیا ہے۔

مکارم اخلاق میں سے کسی بھی حلقہ کو پیدا کرنے کے لئے اسلام نے ریاض و مشق پر بہت زور دیا ہے۔ کسی حلقہ کو سکھانے پر آخر اس کا حرو طبع بن جانا اس گہرے نعلی کا مظہر ہے جو ناطق اور ظاہری اعصاب و حوارج کے درمیان موحود ہے۔ ظاہر کا اسان کے ناطق پر اور ناطق کا ظاہر پر اثر ہوتا ہے۔ احیاء میں امام عراقیؒ نے اس پر بھی روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ جو صفت بھی قلب میں پیدا ہوگی لامحالہ اس کا اثر اعصاب و حوارج پر ہوگا؛ گونا گونا گویا اعصاب اسی حرب میں قلب کے فصلے کے مسطر رہے ہیں۔ اسی طرح جو فعل اعصاب سے سرزد ہوگا اس کا کچھ نہ کچھ اثر قلب پر ضرور پڑے گا۔

عداؤں کا بھی اسان کے اخلاق پر اثر پڑتا ہے۔ قرآن مجید میں جو بعض عداؤں کی حرمت کا ذکر ہے۔ اس کے بچنے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ان کے استعمال سے اسان بعض اعلیٰ اخلاق سے محروم رہ جاتا ہے اور بعض نرے اخلاق اس میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ اخلاق پر عدا کے اثر کا ذکر کرتے ہوئے امام عراقیؒ نے لکھا ہے : ”بچنے کی دایہ نہایت دیدار اور صالح اور اکل حلال کی جو گر ہونا چاہئے، کیونکہ جو دودھ حرام سے بنے گا اس میں کوئی حسرت و ترک نہ ہوگی۔ حب انداء ہی سے بچنے کی نرس میں حرام شریک ہو گیا تو آہستہ آہستہ اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جائے گا اور آگے چل کر وہ نالطع حرام اور ناپاک امور کی طرف مائل و راعب ہوگا“ (احیاء، ۳ : ۷۷)۔ اسلام نے اخلاقی تعلیم کو رائج کرنے کے

وہ مناظر یا مشاہدات خاموشی سے ہماری طبیعت میں درجہ وار متمکن ہوتے جاتے ہیں، اسی لئے قرآن مجید نے مشاہدات قدرت کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔

تسبیح کا ایک درجہ بدکیر و نصیب بھی ہے۔ قرآن مجید نے قَدْ کَرَّ بِالنَّفْسِ (قرآن، ۱۰۰ : ۵) اور وَ ذِکْرٌ فَإِنَّ الذِّکْرَی نَسْفَعُ الْمُؤْمِنِ (قرآن، ۱۰۰ : ۵) فرما کر نرس کے اس درجے کو بھی احساں کیا ہے۔

تسبیح کا ایک اور درجہ تاربع ہے۔ بعض دفعہ تاربع کی وقت اس وجہ سے کم ہو جاتی ہے کہ اس کی وسعت کو بہت محدود کر دیا جاتا ہے۔ اس کی وسعت کبھی صرف حکومسی دائرے میں دھم کر دی جاتی ہے اور بعض وقت اس میں چند اور اصناف سے ایک حد قائم کر دی جاتی ہے۔ لیکن اخلاقی لحاظ سے تاربع میں بڑی وسعت اور اس کی بڑی قسم ہے۔ ماضی کے واقعات میں صدھا اسی ناس اور صدھا اسے نکاح عالیہ ملے ہیں جو سے انک اخلاقی دھرم مرتب ہو سکتا ہے اور ان میں عرب بدبیری اور حوصلہ و سوؤ کا وسیع ساہل موحود ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے تارباہ اس کے کی طرف توجہ دلائی ہے اور اخلاقی پہلو سے تاربع کے مطالعے پر زور دیا ہے (قرآن، ۳۰ : الروم) : ۸ بعد

نرس و اصلاح کے لئے نہ بھی ضروری ہے نہ اسان کو اس کے عوب و فائن معلوم ہونے رہیں۔ اسلام نے اس طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ حاسوا قبل ان تعاسوا (اس سے قبل کہ فائن میں حوارا محاسبہ ہو اما محاسبہ اس دنیا میں خود در او) میں بھی مصمون بنا ہوا ہے اور صوبہ کے قول مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ (خس نے عرفان نفس حاصل کر لیا ایسے عرفان الہی حاصل ہو جائے گا) میں بھی نکتہ مصر ہے۔ اسی چہر کو علامہ اقبال نے خودی کا نام دیا ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ

ایمان باللہ۔ اس سے اسان سب کمزوریوں اور آفات سے عملًا نجات پاتا ہے۔ ایمان باللہ اسلامی صابطہ اخلاق کا بنیادی پتھر ہے، محض اس رنگ ہی میں نہیں کہ صفات الہیہ اسان کے سارے اخلاق کے سنگھارے مل ہیں بلکہ اس طرح بھی کہ ایمان باللہ سے قلب کو بیکوں کے حصول اور بدیوں سے احتساب کی طاقت ملتی ہے۔ فرشتے اس کی راہ نری کرتے ہیں اور وہ کشاکش گناہ سے بچ کر اس و طماسب کی رہ گئی سر کرے لگتا ہے۔ جیسے فرمایا اِنَّ الدِّينَ قَالُوا رَبَّنَا اللّٰهُ نَمِ اسْتَمْسُوا تَسْتَرْلِ عَلَيْهِمُ الْمَلٰئِكَةُ اَلَّا نَعٰوُوا وَلَا تَخْرُوْا (قرآن، ۴۱) (حم السجدہ)۔

(۳)۔ ”حولوگ اللہ تعالیٰ کو ابا رب مانتے ہیں اور اس عقدے پر استقامت اختیار کرتے ہیں وہ ملائکہ کا مسطح س حائے ہیں، حواہیں یہ شارٹ دیے ہیں کہ اب نہ خوف و حزن سے نجات پا گئے۔“ نہ غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نہ ما اخلاق میں کچھ شور اور نمی نہیں سدا شرنا اور ہسی ناری تعالیٰ کے اعتراف سے اخلاقی طاقتوں میں کچھ تقویت نہیں آتی۔ اسلام کے نزدیک جس قانون اخلاق میں خدا نرسی کی ضروری دفعہ نہیں وہ بے وقعت ہے۔

اخلاق کی درستی کے لیے اسلام نے حوا اصول پس کسے ہیں ان میں ایمان باللہ کے حوا اصول مکافات کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ محض اخلاقی صواط کا باند اصلاح اخلاق میں صرف اپنی داب یا معاشرے یا عملی احتیاداد ہی سے کاہ لیتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اس سے تمدنی سارل میں ایک عملی سہولت پیدا ہوئی ہے، لیکن اسلام حب اخلاق حسہ کی تحریک کرنا ہے بوساہ ہی یہ بھی تانا ہے کہ ان سے نہ صرف تمدن ہی سدھرنا ہے بلکہ ایک اگلی رہ گئی بھی سوری ہے۔ اس حقیقت پر سی تحریص و ترغیب سے اعمال میں ایک خاص قسم کی صداقت اور رور پیدا ہو جاتا ہے۔ قانون مکافات

لیے متعدّد طریقے اور اسالیب اختیار کیے ہیں؛ مثلاً قرآن مجید میں اخلاق حسہ کو عمدہ نشیہوں اور اخلاق رذیلہ کو صج مناظر اور فاس نیرت صورتوں میں پیش کیا ہے اور اچھے اخلاق کے اچھے اور برے اخلاق کے برے نتائج بھول کر بتائے ہیں؛ نیز مسائل اخلاق کو انوہس، ملکوبیت اور نوت کے محاس میں اور ردائل کو سطان و اہلیس کے حصائص میں سسار دنا ہے اور ان ضروریوں کا بڑے خوئی آبد طریق پر احساس دلایا ہے حواخلاقی اعمال کی محرک ہیں۔

ارد اور وہ کی اصلاح کے لیے دو چروں کی ضرورت ہے : اخلاق اور قانون۔ دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کا درجہ ہیں۔ اسلامی تعلیم میں نہ دونوں پہلو موجود ہیں اور ان کا قوی بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ایک دیر و اعطاف اور حکمانہ انداز میں اصلاح اخلاق اور مراعات حق پر رور دیا ہے اور دوسری طرف ان سرائوں کے اسداد پر حق کا اثر راہ راست دوسروں کے حق پر پڑنا ہے، جسے چوری، داکا، مل اور انہام وسرہ، انہیں راہ راست قانون کے حب ر لھا ہے اور ان کے لیے معنی سرائیں مسرر کی ہیں، لیکن اس کے ساہ ہی انہیں عام طور پر اخلاقی صابطے کے طور پر نرائوں کے سرے میں رنہ کر نرائیوں سے سراہ کا روحانی ذمہ دنا دنا ہے، چونکہ محض سانس اور نریری صابطوں سے اخلاقی دمع داریاں نہیں پیدا کی جا سکیں، نہ محرموں کے دلوں سے نصاب مجرمانہ کا ارادہ کنا جا سکا ہے نہ اس قانون کا خاصہ ہے جسے اخلاقی قانون لھا جاتا ہے اور حوا دلوں اور خیالات پر حکومت کرنا ہے۔

ایک مسلمان صومی سے کسی بے پوچھا وہ کیا طریق ہے کہ ہم منہیات اور نلیات سے طمایت اور استقلال کے ساتھ آزاد ہو جائیں۔ انہوں نے کہا

خیال رکھا جائے اس کو دوسرے لفظوں میں تقویٰ اور بیب کی پاکیزگی کا نام دیا گیا ہے۔

اصلاحات اور قانون اخلاق کے سلسلے میں اسلام بتاتا ہے کہ اگر ایک شخص ایک بیک حلوی رکھتا ہے اور دس دس خلی سو انصاب یہ ہے کہ اس ایک بیک خلی کی قیمت بھی لگائی جائے۔ یہ بڑی بھاری غلطی ہے کہ برے اخلاق کے مقابلے میں ایک حلوی کی قیمت بھی گوا دی جائے۔ اس سے لوگوں کی طبیعتوں سے مادہ تحریر اور صواب اصلاح روز بروز کم ہوتی جاتی ہے اور لوگ آخر میں یہ سمجھے لگتے ہیں کہ یہاں بیک اور بدی کا ایک بھاؤ ہے۔ نہ ایسا ہی ہے جسے کسی بیک چشم کی دوسری سالم آنکھ کی بصارت کا بھی انکار کر دیا جائے۔ یہ اصول ایسا غلط ہے کہ اس سے بہت سی حساب کا بھی حوں ہو جاتا ہے۔ اگر ایک شخص چند بابوں میں بیک اور چند میں برا ہے تو کتنا وحہ ہے کہ بدیوں کا حساب لیا جائے اور بیکان چھوڑ دی جائیں۔ اگر ایک شخص ناوحد عام طور پر بد حلوی ہونے کے ایک مملوک الحال انسان کے ساتھ ہمدردی سے پیش آنا ہے تو کبوں اس کا اعتراف نہ کیا جائے۔ ایسا نہ کرنا ایک عاصیہ فعل ہوگا۔ اس وحہ سے قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ جو شخص درہ بھر سکی کرے گا وہ سکی بھی سمار ہوگی اور درہ بھر بدی بھی حساب و کتاب میں آئے گی (قرآن، ۹۹ (الرلرل): ۸۰۷)۔ اس آخر الذکر فقرے سے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں، کیونکہ اسلام بے علم اخلاق کا یہ اصول بھی بیان کیا ہے کہ بیکان برائوں کا دعیہ کرتی اور انہیں نابود کر دیتی ہیں: اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُدْهِسُ السَّيِّئَاتِ (قرآن، ۱۱ (ہود): ۱۱۰)؛ دوسری جگہ فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ يَفْقِرُ الذُّنُوبَ حَمِيْعًا (قرآن، ۳۹ (الزمر): ۵۳) = ”اللہ تعالیٰ تمام کے تمام گناہ

اخلاقی اصولوں کی تنقید و تعمیل کے لیے ایک تاریخی کام بھی دیتا ہے، جس سے بہت سے لوگ متنبہ ہو کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

اسلام بے اخلاق کی درستی کے لیے مأمور کی بات فیض آثار کو بھی پیش کیا ہے اور اس طرح بازار سلوک کو طے کرنے میں زبردست سہولت پیدا کر دی ہے۔ خود ہی اکرم صلعم کی داب کو قرآن بے صورت اسوہ و نمونہ بنی کیا ہے، جیسے فرمایا: لَنْدَكَانَ لَكُمْ فِی رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسُوَّةٌ حَسَنَةٌ (قرآن، ۳۳ (الاحزاب): ۲۱) = ”تمہارے لیے ہی اہم کی زندگی میں اسوہ حسنہ ہے“۔

تربیت اخلاق کی بطور مثال جو چند صورتیں اوپر بیان ہوئی ہیں وہ سب کی سب اپنی داب میں ایک اثر اور حد نہ رکھتی ہیں اور اس اثر اور اس حد سے ہماری طبیعتیں سانسر ہوتی ہیں اور ہر شخص علی قدر مراتب ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

اسلام بے تربیت کے محل اثر کی معین بھی کی ہے اور بتاتا ہے کہ تربیت کا اصل اثر دل و سماع پر ہوتا ہے، جسے اسلام کی اصطلاح میں ”قلب“ کہتے ہیں۔ تربیت سے پہلے قلب سائر ہوتا ہے اور قلب کے بعد دوسرے اعضاء و حوارج پر اثر پڑتا ہے اور قلبی قوتوں کے ذریعے ہر حرکت عالم وجود میں متشل ہو کر سرور ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے: فِی الْحَسَدِ مَصْعَدٌ اِذَا صَلَحَ صَلَحَ الْحَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَ فَسَدَ الْحَسَدُ كُلُّهُ اَلَا وَهٰی الْقَلْبُ (بخاری، کتاب الایمان) = ”انسان کے جسم میں ایک کڑا ہے۔ اگر وہ ٹھیک ہو تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے اور اگر اس میں فساد آئے تو سارا جسم ہی فاسد ہو جاتا ہے۔ دیکھو وہ قلب ہے“۔ چونکہ قلب ہی تربیت کا محل اور مرجع ہے، اس لیے اسلامی قانون اخلاق میں اس امر پر خاص طور پر زور دیا گیا ہے کہ قلب کے تزکیے اور صفائی کا خاص

تکلف پہنچا کر مائع اور ناطل نہ کرو۔“ پس خلیق ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ صاحب خلق کا طرز عمل اور طریق اظہار ادب آسہ ہو۔

اسلام نے یہ بھی بتایا ہے کہ اخلاقی حسہ اور اخلاقی سینہ ایک تسلسل رکھتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی نوع اور قسم کا سلسلہ ناہم ایک سبب وحدت رکھتا ہے اور سایا ہے کہ کس طرح ایک معمولی ابتدائی نکتے سے رفتہ رفتہ بڑی بڑی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ حوصحصہ والا صدق و با لبرکتی کے ناہمی نعلی سے آگاہ ہے وہ ان دونوں اخلاق کو پورا کرنے میں اس شخص کے مدائے میں زیادہ عمدہ لی سے سعی کر سکتا ہے حوص ان دونوں کے ناہمی رسوں سے ناآسا ہے۔ عرص اخلاق کی آس میں قرب و سنگنگ ہوئی ہے اور ان میں ناہم سسسی نائی جاتی ہیں۔ اسی لیے ایک نکتی کے احسا کرنے سے دوسری نکتی کا بھی احسا رفتہ رفتہ حوکر ہو جاتا ہے اور بد حلقی کے احتثار کرنے سے دوسرے برے اخلاق سے بھی طمع مانوس ہو جاتی ہے۔ یہی اخلاقی دنیا میں حوصی ارتقاء اور یہی تدریجی انحطاط ہے۔ اسلام نے اس طرف بوجہ دلا کر اخلاق کے دھمی رسوں کی وصاحب تفصل سے کی ہے۔

اخلاق کی نکویی اور بدویی تدریج کے متعلی اسلام نے بتایا ہے کہ گو اخلاقی اقدار فطرت میں سرکور ہیں، لیکن اخلاقی زندگی ساکن و حامد شکل نہیں رکھتی بلکہ اس میں حرکت ہے اور دسا کی اخلاقی ترقی کا ستارہ آسمان حوصت پر تدریج طلوع ہوا ہے اور حسے حیسے انسانی حدبات، احساسات اور دھمی قویوں نے سب و سما پائی ہے ویسے ویسے اخلاقی حقیقتیں بھی رفتہ رفتہ مکشف ہونی گئی ہیں۔ دنیا کا پہلا مأمور اخلاقی صابطے کا سب سے پہلا مہبط تھا۔ پھر حیسے حیسے زمانہ

بھی بخش سکتا ہے۔“ بد اخلاقوں کے بوجہ سے دینی ہوئی غمگین دنیا کے لیے یہ ایک عظم الشان بشارت ہے۔ بعض فلسفی ہر واقعے سے ناامیدی اور مایوسی کا نتیجہ پیدا کرتے ہیں۔ دوسرے کہتے ہیں کھاؤ، پیو اور خوش رہو۔ اخلاقی لحاظ سے یہ دونوں نظریے غلط ہیں۔ پہلا نظریہ انسان کے تمام فوری کو سب اور یح سبہ نہ دیتا ہے اور دوسرا نظریہ انانیت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ اسلام کے فلسفہ اخلاق کی سادہ راہ افراد و محیط کی ان دونوں راہوں نے ہج مس سے نکلتی ہے اور خوف و رجا کے درمیان ہے (مرآن، ۳۹، الرمر: ۹)۔ اسلام نے انسان کے دل میں ہم و رہ، دونوں کی نفس پکھا کی ہیں۔ دماغ اور دناہیوں کی نار برس کا خوف بھی اور رحمت اللہ کی امید کا سہارا بھی۔ نہ در اتے عامل اور نہ با لب ہیں ہوئے دنیا اور نہ امید ایسے مایوسی اور سکسہ حالمی سے بچاتی ہے۔

اسلام نے اس پر بھی زور دیا ہے کہ انسان کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی اخلاقی طامسوں کا اسے طریق پر اظہار کرنے سے ان کی چمک دمک بھی بڑھ جائے اور لوک دلی سو سے اس کے کرویدہ ہوں ہر حلق حسس اگرچہ اسی حکمہ درس ہے لیکن انسان کے طرز عمل سے بھی اس میں بعض اوقات نئی آجاتی ہے اور اس کی سب گھٹ جاتی ہے، بلکہ سب اوقات وہ نکتی ناطل ہی ہو جاتی ہے۔ حوصحصہ صدقہ و حرات سے کام لیتا ہے وہ ایک بڑی نکتی کی نویق پاتا ہے، لیکن اگر وہ صدقہ دیتے وقت احسان حتنا، معلطاب سے کام لسا اور سائلوں کو برا بھلا کہا ہے تو وہ اپنی اس نکتی کی بے وقری کرنا اور ایسے ناطل کرنا ہے: لَا تُسْأَلُوا مَذَقْتِكُمْ بِالْأَدْنَى (قرآن، ۲، القرمہ: ۲۶۴)۔ ”اپنے صدقات کو احسان حتنا کر اور دوسروں کو

*The Religious Attitude and* : D B. MacDonald  
 C E. von (۵) 'Life in Islam' شکاگو ۱۹۰۹ء،  
 'Medieval Islam' Grunebaum شکاگو ۱۹۴۶ء  
 وغیرہ؛ (۶) 'La Cité Musulmane' L. Gardet، پیرس  
 ۱۹۵۴ء؛ (۷) العرالی: 'احیاء علوم الدین'، قاہرہ ۱۸۸۲ء؛  
 (۸) وہی کتاب، مع شرح المرتضیٰ، قاہرہ ۱۳۱۱ھ، (۹)  
 العرالی: 'میزان'؛ (۱۰) القشیری: 'الرسالہ فی علم التصوف'؛  
 (۱۱) ابن مسکویہ: 'تہذیب الآحلاق'، (۱۲) محمد رکی  
 مارک: 'الآحلاق عند العرب'؛ ترجمہ اردو انورالعس  
 حان: 'غرالی کا تصور اخلاق'، لاہور ۱۹۵۶ء، (۱۳)  
 سعید احمد ربیع: 'اقوال کا نظریہ اخلاق'، لاہور  
 ۱۹۹۰ء، (۱۴) کرامت حسن: 'رسالہ علم الآحلاق'،  
 الہ آباد ۱۹۰۷ء، (۱۵) سلیمان ندوی: 'سیرہ النبی'،  
 ح ۶، اعظم گڑھ ۱۹۳۱ء؛ (۱۶) ملا حلال الدینی:  
 'آحلاق حلالی'، لکھنؤ ۱۸۸۳ء، (۱۷) نصیر طوسی:  
 'آحلاق ناصری'، لاہور ۱۹۵۲ء، (۱۸) میرزا سلطان احمد:  
 'اساس الآحلاق'، امرتسر۔

(عبدالمنان عمر)

- \* آخیمیم: بالائی مصر میں دریائے نیل کے  
 مشرقی کنارے پر قاہرہ سے ۳۱۲ میل کے فاصلے پر  
 ایک شہر۔ اس کا یہ نام مبطی نام سین Shmin اور  
 یونانی نام خیمس Khemmis کی نشان دہی کرتا ہے اور  
 یورپی سون میں اسے ہسوپولس Panopolis کہا  
 گیا ہے۔ یہ ایک کورہ (pagarchy) برکسے کی  
 حکومت کا صدر مقام تھا اور بعد میں فاطمی حلیفہ  
 المستنصر [۴۷۷ تا ۵۸۷ھ] کے دور اصلاحات کے وقت  
 سے ایک صوبے کا صدر مقام ہو گیا۔ بارہویں صدی  
 ہجری / اٹھارہویں صدی میلادی میں اس کی حیثیت  
 بطور صدر مقام نامی نہ رہی اور اسے گرگا کے صوبے  
 میں شامل کر دیا گیا۔ فروع وسطیٰ میں اس کے  
 ارد گرد بہایہ زرخیز مروجہ قطعات تھے، جن میں  
 کھجور کے باغ اور گتے کے کھیت تھے۔ الیعقوبی

ترقی کرتا گیا صوابط اخلاق میں بھی اضافہ ہوتا  
 چلا گیا۔ دور اول میں، جسے دورِ آدمؑ کا نام  
 دے لیجئے، ابتدائی حالت بھی۔ دورِ ثانی میں اور  
 برقی ہوئی۔ دورِ ثالث میں کچھ اور ہی سماں  
 نظر آتا۔ آخر حصر مسح ناصریؑ معوث ہوئے۔  
 آپ ے اخلاقی دنیا میں بہت سے نلسد کارنامے  
 سرانجام دیے، لیکن انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ  
 کچھ کی انہی اور بھی بہت سی نائیں ہیں، لیکن  
 ہم میں ان کی برداشت کی طاقت نہیں، جب وہ یعنی  
 روح حق آئے گا تو ہمیں سب کچھ بتائے گا۔ آخر  
 اسی روح حق کا ظہور قدسی داب ناسرکاب نبوی  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں ہوا اور سب سے آخری  
 اور مکمل صابطہ اخلاق آپ کو عطا کیا گیا۔ آج  
 دنیا میں جہاں کہیں بھی حسن اخلاق کا کوئی  
 نمونہ ہے وہ انہیں اساء و رسل کی تعلیمات کا  
 برہو اور انہیں کے صحائف اخلاق کا کوئی نہ کوئی  
 ورو ہے۔ عرض اسلامی تعلیم یہ ہے کہ دنیا کی  
 اخلاقی برقی تمام بر ماموروں کی داب کے گرد چکر  
 لگاتی رہی ہے اور ان کی برسوں سے یہ حوسو آ رہی  
 ہے کہ آج دنیا میں جہاں کہیں بھی اخلاق فاصلہ  
 کا رنگ و روغن ہے وہ انہیں نفوس قدسیہ کی کوسس  
 کا رہن سب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ادیان کے  
 تمام اصلاحات کے ناوحد اخلاقی صوابط کے لحاظ  
 سے سب میں ایک سب وحدت پائی جاتی ہے اور  
 وہ سب ایک ہی معدن کے جوہر اور ایک ہی سمندر  
 کی موجیں ہیں۔

- مآخذ: (۱) ڈونلڈسن D M Donaldson  
*Studies in Muslim Ethics* (قابل قدر اور بے مثل  
 کتاب ہے)۔ (۲) 'Encyclopaedia of Religion and Ethics'  
 ح ۵ (۱۹۱۲ء)، مقالہ اردو نوثر T I de Boer 'Ethics'  
 (۳) 'Studien zur Geschichte der alteren arabischen Fürstenspiegel'  
 لاہزگ ۱۹۳۲ء؛ (۴)

مآخذ: (۱) الیقوی، ص ۳۲ (ترجمہ: ویٹ Wiet، ص ۱۸۷)؛ (۲) مقنسی، ص ۲۰۱؛ (۳) الادریسی (ڈوزی و دحوہ)، ص ۳۶ تا ۳۷؛ (۴) ابن حیر، ص ۶۰ (ترجمہ Gaudefroy - Demombynes، ص ۶۸ تا ۷۰؛ ترجمہ براڈہرسٹ G Broadhurst، ص ۵۳ تا ۵۵)؛ (۵) ابن بطوطہ، ۱: ۱۰۳ (ترجمہ: ۱: ۱۶۵)؛ (۶) یاقوت، ۱: ۱۶۵؛ (۷) التقریب، ج ۱ (طبع ویٹ Wiet)، ص ۱۳۳ تا ۱۳۸؛ (۸) ماسپرو Maspero و ویٹ Wiet، Matériaux، در MIFAQ، ۳۶: ۶ تا ۷؛ (۹) الخرنی، ص ۹۸، ۹۷؛ (۱۰) ویٹ Wiet، L'Égypte de Murtadi، ص ۱۰۳ تا ۱۱۰۔ [Enc Brit. (۱۱)، ۱: ۳۸۳]۔

(ویٹ Wiet G)

اخنوخ: دیکھیے ادریس۔

احوان الصفا: اس امر کی قطعی شہادت

موجود ہے کہ چوتھی صدی / دسویں صدی کے نصف آخر (۸۳۷/۸۴۳ء) میں ایک ایسی مذہبی اور سیاسی جماعت موجود تھی جس کے حالات اور رجحانات پر عالی سعید یا ساید زیادہ صحیح الفاظ میں یہ لکھا چاہیے کہ اسماعیلیت، [مسطبیت اور معتزلت] کا رنگ غالب تھا۔ پھر اس جماعت کا مسفر تھا اور اس کے ارکان اپنے آپ کو ”اہل الصفا و الایمان“ کہتے تھے، کیونکہ ان کا مقصد عائی یہ تھا کہ ایک دوسرے کی مدد کریں اور جو بھی دلائل ممکن ہوں ان سے کام لے لیں، علی الخصوص علم سرکی (معرفت، γνῶσις) کی بدولت، اپنی غیر فانی روحوں کی نجات کے لیے کوشش کریں۔ ان کی سیاسی سرگرمیوں کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں، البتہ رسائل کا ایک مجموعہ جسے انہوں نے ایک جامع صورت میں مرتب دیا اور جس میں انہوں نے اپنی جماعت کے اعراض و مقاصد سے بحث کی ہے، باقی رہ گیا ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ روحانیات میں حصول افادہ اور ترقی کے متعلق

کا بیان ہے کہ یہ چمڑے کی چٹائیوں کی صنعت کا ایک مرکز تھا۔ وہاں ایک چمکی خانہ تھا، جس کے اہل کاروں کی سحت گیری پر اہر حیر نو بہت غصہ آیا تھا۔ اس کی آبادی میں آج بھی عیسائیوں کی ایک بہت بڑی تعداد شامل ہے۔ اسی شہر میں دوسری صدی ہجری / آٹھویں صدی مسلامی کے اواخر میں [شہور] صوفی دوائیوں پیدا ہوئے تھے۔ تمام عرب مصنفین ہلاکان احمیم کے قدیم مدر کی تعریف میں رطب انسان ہیں (اس) اس وقت نام و نشان تک نہیں ملتا۔ یہ مدر Hermes Trismegistus سے اپنی بواسی نسب کی بناء پر خاص طور سے مشہور و معروف تھا۔ [اس مدر سے متعلق] بیشتر سانبات میں اس قسم کے افسانے شامل ہیں جو قرآنہ کے عہد حکومت کے مصری آثار کے بارے میں بن گئے ہیں، مگر ان میں نے اس سلسلے میں جو ہر لطف مان دیا ہے وہ خاص بوجہ کا مستحق ہے، [کیونکہ] اس نے اپنی بر قوت مشاہدہ سے سافلانہ طور پر کام لیا ہے۔ یہ مدر آٹھویں / چودھویں صدی کے دوران میں مسہدم ہو گیا اور اس نے ملنے سے ایک مدر سے کی تعمیر میں کام لیا گیا، لیکن اس کا معلوم ہوا ہے کہ اس کا کچھ ملکہ پندرہویں اٹھا لیا گیا تھا؛ پہنچہ مگر کے مؤرخین حرم میں ایسے ستونوں کے لکانے حائے کا۔ تر لریے ہیں جو احمیم سے لائے گئے تھے۔

اس شہر کی کوئی تاریخی اہمیت نہیں ہے۔ بارہویں صدی ہجری / انہارہویں صدی مسلامی کے آغاز میں مملوک سرداروں کی ناہمی آویرنس کے دوران میں ایسے ناح و تاراج کیا گیا اور اس کے حاکم جس احمیمی کو قتل کر دیا گیا۔ اس حاکم نے ۱۱۱۳ - ۱۱۱۶ / ۱۷۰۲ - ۱۷۰۴ء میں جامع مسجد کو از سر نو درست کرایا تھا اور اس کے اس کام کا ذکر کتبوں میں محفوظ ہے۔

ان کے نظریات کیا تھے۔ ان رسائل (تعداد میں ۵۲ :  
 نسخہ ہستی میں پہلے رسالے کے آغاز میں دی ہوئی  
 فہرست نیز اس کے احتمالی اشارات میں بیان  
 کیا گیا ہے کہ کل ۵۲ مقالے ہیں، لیکن چوتھے حصے  
 کے آخری مقالوں میں ۵۱ کا ذکر ہے) کی جمع  
 و ترتیب کا زمانہ عام طور پر چوتھی / دسویں  
 صدی کا وسط تسلیم کیا جاتا ہے اور اس میں حو لوگ  
 تریک کار بھی ان کے اسماء یہ ہیں : ابوسلمان محمد  
 بن مشیر السبکی المعروف بہ المقدسی، ابوالحسن علی بن  
 ہارون الرضائی، محمد بن سہر حوری العوفی اور رید بن  
 رفاعہ۔ مرید بمصیلات کا بتا نہیں چلتا، جس کی سب سے  
 بڑی وجہ یہ ہے کہ احوان الصفا اپنے حالات کا اظہار  
 پیچیدہ زبان میں کرتے تھے۔ جہاں تک ان افسانوں کا  
 تعلق ہے جس کی تحقیق کسر لی گئی ہے اور جو  
 رسائل میں موقوف ہیں وہ زیادہ تر آٹھویں اور نویں  
 صدی کی تصنیفات سے لیے گئے ہیں۔ فلسفیانہ اعصار  
 سے احوان الصفا کی حیثیت وہی ہے جو یونانی،  
 ایرانی اور ہندی حکمت و داس کے قدیم مترجمین  
 اور حاکمین کی بھی اور جس کا نقطہ نظر انتقادی تھا۔  
 ہرمیس اور مشاعورث، سقراط اور افلاطون کا حوالہ  
 بار بار ملتا ہے۔ ان میں ارسطاطالیس کا درجہ بڑا  
 حد ہے اور اسے منطق، افلوطینی الہیات اور  
 کتاب النفاحة کا مصنف ٹھہرایا گیا ہے۔ ارسطاطالیسی  
 فلسفے کے سب سے زیادہ مکمل اور حاکم علم کی، جس  
 کی ابتدا الیکدی سے ہوئی، احوان الصفا کے رسائل  
 میں کوئی جھلک نہیں ملتی اور یہ ان کے دہمی  
 رویے کا ایک خاص پہلو ہے کہ وہ الیکدی کا کوئی  
 اقتباس نہیں دیتے یا اگر دیتے ہیں تو اس کا ذکر  
 نہیں کرتے، حالانکہ اس کے مرتد شاگرد ابو معشر  
 (۵۲۷/۶۸۸ء) ایسے عجیب و غریب محکم کے  
 کئی حوالے ملیں گے۔ بہر حال یہ کوئی ناممکن بات  
 نہیں کہ الیکدی اور اس کے شاگردوں سے ان کے

ادبی تعلقات قائم ہوں۔ بیرونی رسالے کے اس  
 لاطینی ترجمے کی رو سے جو ارسطاطالیسی میں ہوا  
 یہ کسی محمد کی تصنیف ہے، جو الیکدی کا شاگرد  
 تھا! قتب : T. J de Boer : Zu Kindl und seiner Schule :  
 در Archiv f Gesch d Philos ۱۳ (۱۸۹۹ء) :  
 ۱۷۷ بعد۔ رسائل کے مشمولات نمایاں طور پر  
 انتقادی نوعیت کے ہیں اور ان کا سرکاری حال  
 روح کے آسمانی مبدأ اور خدا کی طرف اس کے رجوع  
 کا عقیدہ ہے۔ عالم نے خدا سے صدور کیا، جسے  
 لفظ کا متکلم یا روشنی کا سورج سے ہوتا ہے۔ وحدت  
 خداوندی سے سرل بہ سرل اول ایک وجود ثانی  
 یعنی عقل نے صدور کیا، اس سے ایک تیسرے یعنی  
 روح، پھر ایک چوتھے یعنی اسدانی مادے، ایک  
 پانچویں یعنی عالم فطرت، ایک چھٹے یعنی اجسام یا  
 مکانی مادے، ایک ساتویں یعنی کبروں کی دنیا، ایک  
 آٹھویں یعنی عالم بحب القمری کے عناصر اور ایک نویں  
 یعنی ہماری دنیا کے موالد ثلاثہ، معدنیات اور  
 حیوانات نے۔ اس کوئی عمل میں پہلے جو جسم کا ظہور  
 ہوا ہے، جو اساس ہے فرد سر اور نقص کی۔ انفرادی  
 نموس نفس عالم کا محض ایک جز ہے۔ جسم  
 مرجانا ہے جو وہ پاک و صاف ہو کر لوٹ جاتے ہیں،  
 جسے نفس عالم یوم آخرت میں خدا کی طرف لوٹ  
 جائے گا۔ احوان الصفا موت کو قیامت صغریٰ اور  
 نفس عالم کے اسے حالی کی طرف رجوع کو قیامت  
 کبریٰ سے تعبیر کرتے تھے۔

ان کے نزدیک یہی وہ حکمت اور دانائی ہے  
 جس پر تمام قوموں اور تمام مذاہب کا ہمیشہ اتفاق  
 رہا۔ کوئی بھی فلسفہ ہو اس کا اور ہر مذہب  
 کا مقصد ہی یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو  
 نفس انسانی کو خدا کے مشابہ بنایا جائے۔ اس مذہبی  
 عقیدے کی روحانی تعبیر کے لیے قرآن [مجید] کے مطالب  
 بھی تمثیلی رنگ میں بیان کیے گئے ہیں اور یہی



تعمیلی انداز مغربی [؟ مشرقی] الاصل قصوں، مثلاً کلیۃ و دمنۃ کے بارے میں اختیار کیا گیا ہے، جیسا کہ گولڈتسیہر Goldziher نے قمریوں کی حکایت کے سلسلے میں بتایا ہے کہ حیوانات بے ایک، دوسرے کا مخلص دوست (اخوان الصفاء) بے کس طرح ابے آپ کو شکاری کے پھدے سے چھڑایا۔ یہی وجہ ہے کہ اس مجلس کا نام بھی "اخوان الصفاء" تھا

ان باون رسائل نے، جس کا لب و لہجہ موسطانیہ ہے، غیر ضروری طوالت اور تکرار مضامین کے وجود سطحی طور پر ایک دائرہ المعارف کی حشمت احسار کر لی ہے پہلا حصہ چودہ رسائل پر مشتمل ہے۔ جن میں رباصیاب اور مسطوی کا ذکر بطور حید کے آیا ہے۔ دوسرے حصے میں، دوسرے رسائل پر مشتمل ہے، علوم طہید، نز علم المس کا ذکر آیا ہے۔ تیسرے حصے میں ما بعد الطغیاب سے بحث کی گئی ہے اور آخری حصے کے کنارہ رسائل میں مصوف، نجوم اور سحر کا بیان ہے۔ چوتھے حصے (چوتھے سلسلے کے پندرہویں شمارے) کے ایک مضمون میں اس جماعت کی بوس اور نظم سے بحث کی گئی ہے۔

[علوم کا اصطفاہ اسی بنا پر قائم دنا گنا ہے جو ارسطو نے اختیار کی اور حسا نہ فلوبونوس اور الفارابی [رک بان] کے ذریعے ان تک پہنچی۔ یہ امر اس لیے اہم ہے کہ آگے چل کر یہود نے علوم کے اصطفاہ میں جس طرح قدم اٹھایا اس میں ان رسائل کا بھوڑا بہت اثر موجود ہے۔

اعدادی مصوف، اعداد نامہ اور اعداد متجانہ کے علاوہ رسائل میں عددی اصطفاہ بھی احسار لیا گیا ہے، یعنی اشیاء کی صف بندی باعتبار ان کے ایک ایک، دو دو یا تین تین ہار و ہونے کے۔ ایسے مسائل بھی زیر بحث آئے ہیں جن کا تعلق مساوی محیط اشکال سے ہے۔ مد و جرر، کسوف و خسوف اور زلزلوں کی توجیہ۔ آواز نتیجہ ہے ہوا کے ارتعاشات

کا۔ ان میں یہ سوال بھی اٹھایا گیا ہے کہ وہ سب آواریں حو ایک وقت میں پیدا ہوئی ہیں ناہم مل کیوں نہیں جاتیں۔ اخوان الصفاء کے نزدیک خلا کا وجود محال ہے۔]

مآخذ: (۱) براکلمان Brockelmann (۱۸۹۸ء): ۲۱۴ میں دے ہوئے حوالوں کے علاوہ حسب ذیل کا ذکر کیا جا سکتا ہے (۲) *Geschichte der T.J. de Boer* (۳) گولڈتسیہر *Über I Goldziher* (۴) *die Benennung "Ihwān-al-Safā"* (۵) *Der Islam* (۶) *Sur la date de la* : Louis Massignon (۷) *composition des "Rasāil Iḥwān al-Safā"* (۸) *Lit Hist of R A Nicholson* (۹) *the Arabs* ص ۳۷۰ تا ۳۷۲، کیمبرج ۱۹۰۳ء۔

(د بوئر T J Di Boer [و سید بدیریاری])

الاحوان المسلمون: اٹھارہویں صدی کے اوائل سے اس وقت تک اسلامی احیاء اور ساسی سداری کی حسی ٹوسٹس عرب دسا میں ہوئی ان میں سب سے مہار مقام "الاحوان المسلمون" یا رناده صحیح طور پر "جمعیه الاحوان المسلمین" کو حاصل ہے، جس کی بناء حسن المتائے مصر میں ڈالی۔ حسن المتائے ۱۹۰۶ء میں مصر کے ایک چھوٹے سے فصرے محمودیہ میں سدا ہوئے، ابتدائی تعلیم و تربت اسلامی ماحول میں ہوئی، سد فراعے ۱۹۲۷ء میں ماهرہ کے ایک تعلیمی مرکز "دارالعلوم" سے لی۔ اس دوران میں ان کی سیرب و کردار کو متاثر کرے میں اسلامی تعلما، تصوف اور قومی بحریک آزادی کا نڑا ہانہ رہا۔ بحصل علم کے بعد ۱۹۲۷ء ہی میں ان کا بقرر اسماعیلیہ میں ایک سرکاری سکول میں استاد کی حیثیت سے ہو گیا۔ اسماعیلیہ انگریزوں کی استعمار پسند کارروائیوں کا نڑا مرکز تھا۔ حسن البنا کو معربی طاقتوں کے سیاسی اور

معاشی استحصال اور جر و جور کا اندازہ یہیں ہوا۔ تحریک کی تاریخ : مارچ ۱۹۲۹ء میں حسن البنا نے اسماعیلیہ میں ”حمیہ الاخوان المسلمین“ کے نام سے اس تحریک کا سنگ بنیاد رکھا، جو بعد میں عرب دنیا کی سب سے طاقتور تحریک بن گئی۔ رسمی طور پر اس کے قیام کا اعلان ۱۱ اپریل ۱۹۲۹ء کو کیا گیا۔ ۱۹۳۳ء میں حسن البنا کا تبادلہ قاہرہ میں ہو گیا۔ اس وقت تک تحریک کی ساحیں مختلف سہروں اور قصبوں میں قائم ہو چکی تھیں اور اسماعیلیہ ان کا مرکز تھا۔

قاہرہ میں یہ تحریک تنظیم و توسیع کے ایک نئے مرحلے میں داخل ہوئی۔ دوسری جنگ عظیم سے پہلے اس کی تنظیم نہ صرف سارے مصر بلکہ بعض دوسرے ممالک میں بھی قائم ہو چکی تھی، بلکہ یہ تحریک اسی نئی ہو گئی تھی کہ معاصرین نوبت کے بعض مطالبات حکومت کے سامنے رکھ دیے گئے۔

۱۹۳۶ء میں فلسطین کی کسمکس شروع ہوئی۔ ”الاخوان“ نے ہر ممکن طریقے سے عربوں کی حمایت کی۔ یہ تحریک برطانیہ کے سبب خلاف بھی اور آخر تک رہی۔ عرب و فلسطین کی حمایت کی بنا پر سارے عرب ممالک میں ”الاخوان“ مقبول ہو گئے۔ ۱۹۳۸ء تک اس تحریک میں پوری پختگی پیدا ہو چکی تھی۔ ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم کی ابتداء کے ساتھ ”الاخوان“ نے سیاسی، تنظیمی، معاشی، معاصرین اور بحارتی جد و جہد کے لیے میدان میں قدم رکھا۔ رکت میں ایسے لوگوں کا اضافہ ہوا جو دماغی کام کرنے والے یا معاشرے کے رہبرین صفے سے تعلق رکھنے والے تھے۔

جنگ عظیم (۱۹۳۹-۱۹۴۵ء) کے دوران میں مصر کے سیاسی حالات نہایت خراب رہے۔ انگریزی سامراج کے خلاف ”الاخوان“ کی حد و جہد

اپنے عروج کو پہنچ گئی۔ دوران جنگ کے وزارتیں رد و بدل انگریز آقاؤں کے اشارہ چشم و انرو پر اور ان کے مفاد کے مطابق ہوئے تھے، جس کے نتیجے میں ”الاخوان“ کے معلقان ان وزارتوں سے بہت خراب تھے۔ جنگ کے اختتام کے بعد اسماعیل صدیقی کی وزارت کے رہائے میں (فروری - دسمبر ۱۹۴۶ء) انگریزی اقتدار کے خلاف ”الاخوان“ کے مظاہروں اور سرگرمیوں میں آور زیادہ شدت پیدا ہو گئی۔ معاشی اور ثقافتی مسائل میں عدم تعاون کی التجا کی گئی، یہاں تک کہ وہ مصر سے غیر مشروط انجلاء پر آمادہ ہو جائیں۔ مصری حکومت سے انہوں نے مطالبہ کیا کہ انگریزوں سے مذاکرات ترک کر کے ان کے خلاف اعلان جہاد کیا جائے۔ ۱۹۴۸ء کی جنگ فلسطین میں ”الاخوان“ نے عرب لیگ کے پرچم تلے حصہ لے کر عظیم انشال خراب اور دلیری کا مظاہرہ کیا۔ ان کے بہت سے آدمی جنگ میں کام آئے۔ محمود مہدی القزاسی (دسمبر ۱۹۴۶ - ۱۹۴۸ء) نے اعلان جہاد کے دوبارہ مطالبے پر جنگ فلسطین سے پیدا شدہ حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انگریزوں کو حوش کرنے اور اسی حکومت قائم رکھنے کے لیے ۸ دسمبر ۱۹۴۸ء کو ”الاخوان“ کو غیر قانونی تنظیم قرار دے کر ان پر پابندی عائد کر دی۔ بیس روز بعد القزاسی کو قتل کر دیا گیا۔ اس قتل کا الزام ”الاخوان“ پر لگایا گیا، چنانچہ حوانی کارروائی کے طور پر ۱۲ فروری ۱۹۴۹ء کو حسن البنا کو قتل کر دیا گیا۔ اس وقت جو حالات تھے ان کے پس نظر اس قبل میں حکومت کا ایماء معلوم ہونا تھا۔ حکومت نے تحریک کو کچل ڈالنے کی پوری کوشش کی۔ ۱۲ جنوری ۱۹۵۰ء کو بحاس ناشا کی حکومت نے ”الاخوان“ پر سے پابندیاں ہٹانا شروع کر دیں اور ۱۵ دسمبر ۱۹۵۱ء کو ”الاخوان“ کی بعض جاہلادین واکدار ہوئیں، جن

نہ آئی تاہم یہ چہرہ بالکل بے اثر بھی نہ رہی۔  
شاہ فاروق شروع سے تحریک سے حد درجہ  
حائف بنا اور حس الہا سے بے حد مرعوب۔ اس نے  
انگریزوں کے اشارے پر ”الاخوان“ کو انقلاب پسند  
فوجی افسروں کے خلاف استعمال کرنا چاہا، مگر  
یہ ممکن نہ ہو سکا۔ انقلاب کے شروع ہونے ہی  
”الاخوان“ نے انقلاب کی پوری حمایت کی اور فوجی  
افسروں سے مل کر اپنے مشترکہ دشمن شاہ فاروق  
سے بیچھا چھڑا لیا۔ شاہ فاروق کا یہ کہنا یہ تھا کہ  
اسے نکلنے والے اصل میں ”الاخوان“ ہی تھے اور انہیں  
بے فوجی افسروں کو اس کے خلاف استعمال کیا۔

فوجی افسروں سے ”الاخوان“ کے تعلقات کی ابتداء  
دوسری جنگ عظیم کے شروع (۱۹۴۰ء) میں ہو  
چکی تھی۔ حس الہا نے اسی دعوے کو فوجی  
افسروں میں پھیلانے کی طرف خاص توجہ کی تھی اور  
مختلف درجے کے فوج میں نفوذ حاصل کر لیا تھا۔  
دوسری جنگ عظیم کے دوران میں ”الاخوان“ کا اثر  
فوج میں اور زیادہ بڑھ گیا۔ ۱۹۴۸ء کی جنگ  
فلسطین میں ”الاخوان“ اور فوجی افسر دوس دونوں  
لڑے اور ”الاخوان“ کی ہمدردی اور خلوص نے ان  
افسروں کو بہت متاثر کیا۔ حود جمال عبدالناصر پر  
”الاخوان“ سے ہمدردی کا الزام تھا۔ ۱۹۵۱-۱۹۵۲ء  
کی جنگ سوئز میں ”الاخوان“ کو پھر فوجی افسروں  
کی مدد میں داد شجاعت دینے کا موقع ملا۔ اس طرح  
دونوں بہت قریب آ گئے۔ ۱۹۴۸ء میں تنظیم کے  
عمر قاسم قرار دیے جانے کے بعد بھی دونوں کے  
تعلقات برقرار رہے تھے، مگر ان تعلقات کے ساتھ یہ  
حقیقت تھی کہ ایسے فوجی افسر بھی کم نہ تھے جو اپنا  
طریق کار ”الاخوان“ سے آزاد رہ کر متعین کرنا چاہتے  
تھے۔ اس کے علاوہ ان میں سے بعض ”الاخوان“ سے  
قریب ہونے کے باوجود مغربی اثرات کے تحت  
لادیسپ (سیکولرزم) کی طرف مائل تھے۔

میں مرکزی دفتر اور مطبع کی عمارتیں بھی شامل تھیں۔  
یہ دور نئے سرے سے تعمیر کا دور تھا؛ ”الاخوان“ نے  
اپنی گم شدہ حیثیت جلد دوبارہ حاصل کر لی اور  
اکتوبر ۱۹۵۱ء کی آزادی کی کشمکش میں بڑا  
حصہ لیا۔ داخلی سیاست میں اس زمانے میں  
”الاخوان“ نے کسی قدر معنایط طریقہ عمل اختیار کیا۔  
یہ دور اس لحاظ سے بے حد اہم ہے کہ ”الاخوان“ کے  
مصنفین نے اسلام کے مختلف پہلوؤں پر معرکہ آرا  
تصانیف تیار کیں اور موجودہ دور کے مسائل کا  
تفصیلی حل پیش کیا۔ ”الاخوان“ کی فکری تاریخ  
میں یہ دور نہایت شعبہ جہ ہے۔

حس الہا کے قتل کے بعد سے ۱۹۵۰ء تک  
تحریک کا پورا نظم و نسق احمد حس المافوری کے  
ہاتھ میں رہا۔ اس کے بعد ”الاخوان“ کی شب  
ناسخہ (حزب اسمعی) نے تحریک کے معاملات صالح  
العشماوی، مدرس الدعوة، کے سپرد کر دیے، جو  
نظم کے نائب مرشد عام (اسسٹنٹ ڈائریکٹر) بھی  
تھے اور حس الہا (مرشد عام) کی عدم موجودگی  
میں ان کی ذمہ داریاں سنبھال کر رہے تھے۔  
غیر متوقع طور پر حزب اسمعی کے ناہرانک شخص  
حس التھمسی کو ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو مرشد  
عام بنا دیا گیا۔ حسن التھمسی ۱۹۴۲ء میں  
”الاخوان“ کے رہنما بنے تھے اور حس الہا سے بہت  
متاثر تھے۔ التھمسی نے ۱۹۱۵ء میں قانون کی  
ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۲۴ء تک وکالت کی۔ اسی سال  
وہ عدلیہ مصریہ میں حاکم (جج) ہو گئے اور ستائیس  
سال اس عہدے پر کام کیا اور عدالت فائزہ  
(سپریم کورٹ) کے مشیر رہے۔ تاہم التھمسی کی  
شخصیت میں وہ ساحرانہ کشش نہ تھی جو تحریک  
کے بانی کی خصوصیت تھی۔ ان کے تقرر نے ”الاخوان“  
کے اندر اختلاف پیدا کر دیا اور اس اختلاف کے  
نتیجے میں اگرچہ کوئی متواری جماعت وجود میں

۲۳ جولائی ۱۹۵۲ء کو انقلاب برپا ہو گیا۔ انقلابی کونسل ”الاخوان“ سے ہمدردی رکھتی تھی، چنانچہ حسن البنا کی نرسی کے موقع پر اعلیٰ فوجی امیروں نے انہیں حراح عقیدت و تحسین پیش کیا۔ شروع میں دونوں میں اسی قربت تھی کہ انقلابی کونسل کو ”الاخوان“ کا آلہ کار سمجھا جانے لگا تھا۔ بدھصر کی تعمیر کی اصولوں پر ہو اور کس کی اہمائی میں؟ یہ ایسا سوال تھا جس نے دونوں کے درمیان اختلاف کی ناقابل عبور حلیج پیدا کر دی، جو ٹڑھتی ہی چلی گئی۔ ”الاخوان“ اسلامی ریاست کے بناء کے خواہاں تھے اور اسلامی خطوط پر حکومت کی اہمائی کرنا چاہتے تھے۔ انقلابی ان کی رہمائی نہی طرح رصاصہ نہ تھے اور بعض لادسی رناسہ نو طرح دیتے تھے۔ ”الاخوان“ کی یہ بحویر کہ بحرماں کا مکمل اسناداد ہو، نا بعد میں نہ بحویر نہ قانون ساری ان کی نگرانی میں ہو، مسترد کر دی گئی۔ نہر سوئیر پر انگریزی۔ مصری مدا کراب کے ”الاخوان“ سدید مخالف تھے۔ وہ انگریزوں کے سویر سے غیر مشروط انحلاء بر مصر اور اس کے سبب برخلاف تھے کہ سوئیر کو بن الاقوامی شاہراہ تسلیم کیا جائے اور انگریزوں کو واپسی کا حق دیا جائے۔ ۲۸ مارچ ۱۹۵۴ء کو جمال عبدالناصر فوجی حکومت کے سربراہ کی حیثیت سے ابھرے اور یکم ستمبر ۱۹۵۴ء کو انحلاء کے معاہدے پر انگریزی اور مصری حکومت کے دستخط ہو گئے۔ اب حکومت اور ”الاخوان“ کی کشمکش نقطہ عروج پر پہنچ گئی۔ ۲۶ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو ایک شخص نے جمال عبدالناصر کی خانے کی ناکم کوشش کی۔ اس شخص کو ”الاخوان“ سے مسوب کیا گیا اور تحریک کو غیر قانونی قرار دے کر ٹرے پیمانے پر گرفتاریاں ہوئیں۔ چھپے احوالیوں کو، جس میں بعض بہترین دماغ اور چوٹی کے فصلاہ سے، پھانسی دے دی گئی، بن سو کو طویل المیعاد

قید نا مشقت کا حکم ہوا اور دس ہزار سے زیادہ کو محتلف سرائیں دی گئیں۔ انقلابی حکومت سے ”الاخوان“ کے تعلقات کیسے ہی رہے ہوں یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ انقلاب کی راہ ”الاخوان“ کی ہمواری ہوئی تھی اور فوجی حکومت نے ”الاخوان“ ہی کے لگائے ہوئے بودے کے پھل کھائے۔ اس ناسدی کے بعد سے یہ بحریک ریر رہی ہے۔

✓ اہم نظریات: مصر بر فراسیسی حملے کے بعد اسلام کے علاوہ سب سے زیادہ طاقتور عامل، جس نے مصر کے دہی، روحانی اور مادی نقطہ نظر کی نئی مشکل کو سائر کیا ہے، مغرب پسندی ہے۔ مغرب پسندی کی روح سے سادی طور پر متصاد ہے۔ ”الاخوان“ کی نظر میں مغرب پسندی کا اولین مقصد نہ ہے کہ معاصر بنی رندگی کے سارے مظاہر میں سے مذهب کو سح و بن سے اکھاڑ بھسکا جائے؛ اس کے سچھے العاد، مادیت، بحریس اور انکار عب کی طامین کام کر رہی ہیں؛ چنانچہ ان کے بردیک مغرب کے ساسی اور فوجی سلط سے کہیں رناده بناہ کن اور دور رس یہ نظریانی اور معاشرتی حملہ ہے، جس نے مسلمانوں میں احساس کمتری کو فروغ دیا ہے اور اپنے ملی اور قومی سرمایے سے مغرب کرنا سکھایا ہے۔ مغربی بصورات سے (پھاری) کے ناوجود ”الاخوان“ ٹکولوجی اور سائنس کی رمناب سے نس ار پیس فائدہ اٹھانے کے حق میں ہیں۔

مغرب کا اہم ترین مظہر نظریہ ”قومیت“ ہے۔ ”الاخوان“ کے بردیک قومیت کا مغربی تصور، جس کی بناہ رنان، علامے، نسل یا ثقافت بر ہو، سراپر غیر اسلامی ہے اور ناقابل قبول۔ اس کی برقی اسلام کا نرل ہے۔ قومیت کے مغربی تصور کو اپنانے کا بیجہ یہ ہوا ہے کہ اسلامی اتحاد پارہ پارہ ہو گیا اور عیسائی اور یہودی سامراجی طاقتیں مسلمانوں پر

سے ہم آہنگ ہو۔ حقیقی جہاد کا صحیح استعمال ان کے نزدیک اسی وقت ہو سکتا ہے جب انسان کے نفس کا ترکہ ہو چکا ہو اور وہ نفسانی آلودگیوں اور امراض سے پاک ہو چکا ہو۔

”الاخوان“ کی نظر میں سیاست و حکومت اسلام کے کل کا ایک ایسا لازمی جز ہے جسے اس کے اخلاقی اور روحانی اجزاء سے کسی طرح جدا نہیں کیا جا سکتا۔ وہ حکومت کو اردن اسلام میں سے ایک رکن سمجھتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اس کا مرتبہ بنیادی اصول و عقائد کا ہے نہ کہ فقیہی فروع کا۔ اسلام کا بنیادی نظام ان کے نزدیک بطریقہ خلافت پر مبنی ہے، جس کے مطابق انسان کی حقیقی حیات کے سلسلے اور اس کے ترقی کے لیے اس طرح انسان صرف ایک محدود بنیادی ادارہ کا مالک ہے۔ اسلام کا نظام ان کے نزدیک مدنی حکومت (بھوکریسی)، جمہوریت، آمریت اور سہمسامیت، سب سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ حلقہ کے لیے وہ ”فرسب“ کی شرط کو ضروری نہیں سمجھتے۔ حلقہ کا انتخاب راہ راست یا سواری کے واسطے سے، دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ حلقہ کی اطاعت اس پر منحصر ہے کہ وہ شرعی قوانین کی پیروی اور ان کا نفاذ کرے۔ شرعی قوانین کی لٹھی ہوئی اطاعت وری سے اطاعت کا فرضہ ساقط ہو جاتا ہے۔ ”الاخوان“ کے نزدیک سواری اسلامی سیاسی نظام کی بنیاد ہے۔ مجلس سواری کے ارکان شریعت کے عالم، صاحب صلاح و تقویٰ اور رہائے کے حالات کے واقف کار ہونا چاہئیں۔ اسلامی ریاست کی اہم ترین ذمہ داری قانون شریعت کا نفاذ ہے۔ شریعت ان کے نزدیک ان اصول اور نظریات کا مجموعہ ہے جنہیں خدا نے قرآن کی شکل میں انسان کی ہدایت کے لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، جو اس کے شارح اور مبین بھی ہیں۔ یہ مکمل زندگی کا نظام ہے اور انسانی

سلطنت ہو گئی۔ ان کے خیال میں قومیت کے نظریے کو قبول کرنے کا مطلب سامراجی طاقتوں کے ہاتھ مضبوط کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ قومیت کو ”جاہلیت جدیدہ“ کہتے ہیں

”الاخوان“ کے نزدیک صرف اسلام ایسی چیز ہے جو دینی اور دنیوی معاملات میں مسلمان افراد اور مسلمان ملکوں اور حکومتوں کی رہنمائی کر سکتا ہے۔ ان کے نزدیک اسلام صرف روحانی اور مذہبی معاملات پر مشتمل نہیں، وہ ایک وقت انسان و عبادت، وطن و قوم، مذہب و حکومت، روح و جسم، عمل، قرآن و تفسیر، سب اکٹھے ہے۔ اسلام اسے عالمگیر اور دائمی اصولوں کے مجموعے کے طور پر جو دنیا و مکانات کی فہم دینے والا ہے اور ہر مسئلہ، رنگ و قوم کے لیے قابل عمل۔ اسلام کے اس جامع تصور کے سچے میں وہ سیاست اور مذہب کی علیحدگی کے سخت بریں مخالف ہیں۔ نہ مذہب اور ایک فطری خارجی عنصر ہے، جو عیسائی ملتیں، مسیحیوں، مغرب زدہ سائنسدانوں اور مغربی ممالک کے درمیان مسلمانوں میں داخل ہوا۔ اسلام کو سیاست و حکومت سے علیحدہ رکھنے کا مطلب ”الاخوان“ کی نظر میں اسلام کا کلاں کھوسنا ہے۔ اسلام کے بطریقہ دوام و آفات اور انسانی معاشرے کے معر بہدیر ہونے کی بنا پر ”الاخوان“ اجتہاد کے استعمال پر پورا زور دیتے ہیں۔ وہ کے عظیم الشان دحیرے کو وہ اس مسلسل جدوجہد کا نتیجہ سمجھتے ہیں جو ضروریات و مسائل کو سامنے رکھ کر اسلام سے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے کی گئی۔ وہ اس دحیرے کے نمایاں احرام اور فہمی ہونے کے قائل ہیں، مگر آخری سد صرف قرآن و سب کو تسلیم کرتے ہیں؛ لیکن قرآن و سب کی تعبیر کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کی تعبیرات

زندگی کو ایک ناقابل تقسیم وحدت قرار دے کر عمل پیرا ہوتا ہے۔ خدا کا یہ نازل کردہ قانون، خواہ فوجداری ہو یا دیوانی یا شخصی، انسان سے غیر مشروط اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے۔ قانون ساری کا حق صرف اللہ کو ہے۔ رسول کی حیثیت اس قانون کے لانے والے، اس کو نافذ کرنے والے اور اس کی سرح و بھیل کرنے والے کی ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہمیں نہ اسلامی ریاست میں ”الاخوان“ کے نزدیک قانون ساری کی سرے سے گنجائش ہی نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ شریعت سے ہمیں عمومی نوعیت کے اصول دیے ہیں، ہر موقع اور محل کے لئے تفصیلی قوانین نہیں دیے، خاص طور سے رماں و مکاں کے اختلاف سے متاثر ہونے والے معاملات میں۔ اس طرح مساب اسلامہ کے لیے وضع قوانین کے حق اور عمل احتیاد کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ قانون ساری کے عمل پر یہ پاسدی ضرور ہے کہ وہ اسلام کے بنیادی اصولوں اور روح سے متصادم نہ ہو اور مخصوص احکام سے نواہی رکھے۔ شریعت کے اصول و قواعد کو مجروح کرنے والے سارے قوانین باطل ہیں۔

”الاخوان“ کے نزدیک معاشی آزادی اور استحکام کے بعد سیاسی آزادی ہے معنی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ روٹی کا مسئلہ بنیادی اہم رکھتا ہے؛ مگر ان کے نزدیک مسلم ممالک کے درد کا مداوا سرمایہ داری، انٹراکٹ، یا اشتمالیب نہیں۔ یہ سب نظام ان کی نظر میں اسلام کی روح سے متصادم ہیں اور مسلمانوں کے مخصوص مسائل کو حل کرنے کے ناقابل۔ صرف حائل اسلامی بنیادوں پر معاشی تنظیم ہی مسلمانوں کے مسائل کو حل کر سکتی ہے۔ ان کے نزدیک معاشی میدان میں اسلام کا مقصود معاشرتی بہبود ہے۔ اس کے حصول کے لیے اسلام جہاں قانون ساری سے مدد لیتا ہے تا کہ ایک صحت مند معاشرہ وجود میں آ سکے اور قائم رہ سکے اور ایک

مخصوص سطح سے نیچے نہ گرنے پائے، وہاں وعظ و نصیحت، تبلیغ و ارشاد اور اخلاقی تعلیم کو بہت زیادہ اہم قرار دیتا ہے، تا کہ انسان حانور کے مرتبے سے اٹھ کر ایک ارتقاء یافتہ اور اخلاقی زندگی گزارنے کے لیے شعوری طور پر تیار ہو سکے۔ ”الاخوان“ کے نزدیک اسلام دائمی ملکیت کو حائر قرار دیتا ہے، مگر صرف اس حد تک کہ معاشرے کے مجموعی مصالح سے اس کا تصادم نہ ہو۔ ”الاخوان“ ہی وہ پہلی جماعت ہے جس نے حقنوں کی تحدید کا مطالبہ کیا۔ وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ جس پر مسی عرفطری معاشی مساوات کا اسلام قائل نہیں۔ اسلام نہ طبقات کو ختم کرتا ہے اور نہ طبقاتی مساوات اور کشمکش کی تبلیغ کرتا ہے۔ وہ نالائی اور ربرس طبقات کے فرو کو کم سے کم کر کے ایسے ناہمی تعلقات کو فروغ دینا چاہتا ہے جن کی ساد ہمدردی اور حدسہ امداد ناہمی پر ہو، چنانچہ وہ اکتشار، ذخیرہ اندوزی اور اطہارِ دولت و ثروت کو حرام بتاتا ہے، قوم کی دولت میں غریبوں کا حق مقرر کرتا ہے اور استحصال بے جا کے سارے درائع اور طریقوں کو ناجائز بتاتا ہے۔ سود استحصال بے جا کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں؛ اسی لیے ”الاخوان“ کا کہنا ہے کہ ایسکوں کے موحودہ نظام کو، جس کی ریڑھ کی ہڈی سود ہے، ختم کر کے مع اور نقصان میں شرکت کے اصولوں پر سک قائم کرنا چاہیے۔ ان کے نزدیک اسلام ابی ریاس کے سارے باشندوں کے سماجی تکافل کی ذمہ داری ہلا کسی امتیاز کے لیتا ہے، معاشی اور مدد رتی درائع کا کھوج اور حصول ضروری قرار دیتا ہے۔ ”الاخوان“ صنعتوں کو فروغ دینے پر زور دیتے ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ سب کمپیوں کو قومی ملکیت قرار دیا جائے، حتیٰ کہ نیشنل بینک کو بھی، جو غیر ملکوں کا سب سے بڑا ذریعہ

استحصل ہے۔

”الاخوان“ کی نظر میں معاصر بنی اصلاحات نو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اسلامی معاشرہ ان کا نصب العین ہے۔ اصلاح معاصرہ کے لئے ان کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ تمام انسانوں کے درمیان اخوت کا اعلان کیا جائے: مرد اور عورت، دونوں کی برتری کی راہ کھولی جائے اور عام انسانی حقوق میں ان کی باہمی مساوات و برابری کی بنیاد کی جائے: ہر فرد کی زندگی، ملکیت، کام، محبت، آزادی اور تعلیم کے حق کو تسلیم کرنا جائے اس کے بعد اور جنس کی حائر خواہشات کی تکمیل کے مناسب مواقع بہم پہنچائے جائیں، حیرانم کی روک تھام میں سخت گیری سے ڈالنا جائے، ساتھ ہی حکومت اپنے مخصوص دائرے میں اسلامی نظام برپا کرنے کی جدوجہد کرے۔ معاشرے کی اصلاح و تعمیر کے چار درجہ وار مرحلوں میں تقسیم کرنا ہے۔

- ۱۔ مسلمان فرد: ۲۔ مسلمان قوم: ۳۔ مسلمان خاندان: ۴۔ مسلمان حکومت: ان میں ہر بعد والا مرحلہ پہلے کی اصلاح و تعمیر کا محتاج ہے اور سب کی بنیاد فرد ہے۔ جب تک فرد کی اصلاح نہ ہو کسی بات کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اس اصلاح کا آخری سرا حکومت کی اصلاح ہے، جس کے بعد ہی مکمل اسلامی نظام اپنی تمام برکتوں کے ساتھ برپا ہو سکتا ہے

عملی کام: ”الاخوان“ کے ان نظریات نے انہیں براہ راست ملک کی سیاسی، معاشی، سماجی، تعلیمی اور طبی زندگی میں حصہ لینے اور اسے بہتر بنانے پر مجبور کیا، ورنہ اس وقت ملک کی سب جماعتوں کی توجہ صرف سیاسی امور تک محدود تھی۔ یہ کام مختصر طور سے حسب ذیل نوعیت کے تھے:-

/ اصلاحی اور سماجی خدمات: قاہرہ میں ”الاخوان“ کے مرکز کے قیام کے بعد ہی ایک ایسا

دفتر قائم کیا گیا جس کا کام عربوں اور محتاجوں کی مدد، نئے روزگاروں کو روزگار فراہم کرنے کی جدوجہد، ضرورت مندوں کو چھوٹے سرمایے کے قرضوں کی فراہمی، مریضوں کو مفت علاج، حفظان صحت کے اصولوں کی اشاعت اور عربوں کو ارزاں نرخوں پر غذا کی فراہمی تھا۔ ۱۹۴۵ء میں اس دفتر کی حیثیت مستقل ہو گئی اور اس کا نام ”جماعت اسماء اللہ والخدمۃ الاجتماعیۃ للاخوان المسلمین“ رکھ دیا گیا، یعنی ”اخوان ۵ سوسل ویلفیئر بورڈ“۔ تحریک کے پہلی بار غیر قانونی قرار دیے جانے سے پہلے مصر کی وزارت امور رفاہ عامہ کے رجسٹریس کے تحت اس ادارے کی پانچ سو سادس دم کر رہی تھیں۔ ”الاخوان“ کے مرکزی عام کے مابعد شعبے بھی رفاہ عام کے کاموں میں حصہ لے رہے تھے، مثلاً شعبہ محبت انسان کا کام کارخانوں کے حالات کا مطالعہ، مردوروں سے متعلق فوائس کی تشریح و تفسیر، محبت نسلوں کے حقوق کے لیے حد و حدود، باہمی امدادی مساعروں میں سمولت کی ترغیب وغیرہ تھا۔ اسی طرح شعبہ ماہرین رزاع کا کام تھا رزاع کے حدود اور اصلاحی طریقوں کی ترویج اور زرعی صنعتی منصوبوں کی ترویج، جس میں موسموں کی افراطی سبیل، عمدہ بیج کا استعمال، روڈ سے ہٹا رہا اساء پر سرکاریوں وغیرہ کو توجہ میں محفوظ کرنا شامل تھا۔ ماہرین عمرانیات کا شعبہ ایسی عملی تحقیقات اور فنی تجاویز پیش کرتا تھا، ایسے ادارے قائم کرنا تھا جو معاصر بنی انصاف قائم کرنے میں حکومت کی مدد کریں، معاصر بنی کفالت باہمی کے منصوبے کا نفاذ کرنا تھا اور امداد باہمی کی انجمن قائم کرنا تھا۔

حتمانی سرسب: حتمانی تربیت ”اخوانوں“ کے فرائض میں داخل تھی۔ جماعت کے پہلی مرتبہ غیر قانونی قرار دیے جانے سے پہلے ان کے نئے نئے سپورٹس کلب قائم تھے، جس کے ٹورنامنٹ مصر کے

موضوع پر چھوٹی بڑی کتابیں شائع کرنا تھا۔ مرکز سے قریب قریب بیس، اور ”الاخوان“ کی لکھی ہوئی دوسری ایک سو چودہ کتابیں شائع کی گئیں، جو مذہبی، سیاسی، معاشرتی، معاشی، ادبی اور سوانح وغیرہ ہر طرح کے موضوعات سے بحث کرتی ہیں۔ خاندانی نظام کے لئے علیحدہ اسلامی نصاب شائع کیا گیا، سر ترب کے لئے ہفتہ وار اجتماعی درس اور خطبات کا انتظام تھا۔ ”الاخوان المسلمات“ یعنی ’رکان حواس کے علاحدہ پروگرام ہوتے تھے اور ’’مدارس جمعہ‘‘ کے نام سے بچوں کے لئے الگ۔ مرکز میں شعبہ ہسندہ وراں کے تحت اعلیٰ ہائے علمی لکھتے ہوتے تھے۔ مقررین میں مصر کے چوٹی کے ارباب علم و فن شامل تھے۔ مرکز میں ایک کتب خانہ تھا، جس میں اسلام سے متعلق تمام موضوعات پر کتابیں جمع کی گئیں۔ یہ کتب خانہ انقلاب کی بدر ہو گیا۔

الاخوان المسلمات: مغربی اثرات کے تحت مصر میں عورتوں کی تعلیم کی حمایت، پردے کی مخالفت اور عورت مرد کے آزادانہ میل جول کی وکالت بڑے زور سے شروع ہوئی اور ان مقاصد کے حصول کے ۱۹۲۳ء میں ’’جمعہ الاتحاد النسائي المصري‘‘ کا قیام عمل میں آیا۔ ان اثرات کو حتم کرنے اور عورت کو اس کا اسلامی مقام دلانے کے لئے ’’الاخوان‘‘ نے کتابیں لکھنے کے علاوہ عملی کوشش بھی کی۔ ۱۹۲۲ء میں ’’فرق الإخوان المسلمات‘‘ کے نام سے جماعت کے تحت عورتوں کی تنظیم کی گئی۔ ۱۹۳۴ء میں اس کی جدید تنظیم عمل میں آئی۔ ۱۹۳۸ء میں اس شعبے کی پچاس ساحیں تھیں، جس میں پانچ ہزار عورتیں شامل تھیں۔ تنظیم کا مقصد عورت کے متعلق معاشرے کے نقطہ نظر کی تصحیح، اس کے حقوق کا اعتراف، نسوانی اصلاح و بیداری کی قیادت کی ناگ ڈور عورتوں کے سپرد کرنا اور ان

بڑے بڑے شہروں میں ہوتے تھے۔ ملک میں ’’الاخوان‘‘ کی ساوے تین سو ہٹ نال کی، تیس ہسکٹ نال کی، اٹھائیس ٹیل ٹیس کی، اس بھاری وزن اٹھانے کی، سولہ نا کسنگ کی، نو کستی کی اور اٹھ ہراکی کی تھیں۔ غیر قانونی قرار دیے جانے کے بعد اس شعبے میں کچھ اصحاب لال آگیا، عام ۱۹۵۲ء میں جو دو کمپ موسم گرما کے لگائے گئے ان میں کثیر عداد میں لوگوں نے شرکت کی

حسب التآیہ ۱۹۳۸ء میں سرکاری مصری سکاوٹ تنظیم سے ہٹ کر ’’فریق الرحاب‘‘ (جماعت سر) کے نام سے ایک نئی سکاوٹ تنظیم بنائی۔ ۱۹۴۱ء میں اس کے لئے مخصوص پروگرام وضع کیا گیا۔ یہ اخوان سکاوٹ ’’حوالہ‘‘ کہلائے گئے۔ ان کی تربیت کے نگران وہ لوگ تھے جو فوجی سبق دیتے ہوئے تھے۔ سکاوٹ تنظیم نے بڑی سری سے جرمی کی، ان کی تعداد ۱۹۴۷ء میں ۲,۰۰۰ اور ۱۹۴۲ء میں ۱۵۰۰ ہو گئی۔ پھر یہ تنظیم دہشت میں پھسلے لگی۔ ۱۹۴۳ء میں اسی کے رستم دہشتی علاقوں میں سماجی منصوبے چلانے لگے۔ ۱۹۴۵ء میں یہ تعداد ۴۵,۰۰۰ ہو گئی اور ۱۹۴۶ء کے اواخر میں ۶۰,۰۰۰ کے مسطور حصے میں ان لوگوں نے بہت کام کیا۔ بعد میں تعداد میں اور اضافہ ہوا۔ ۱۹۴۸ء میں تنظیم کو غیر قانونی قرار دیا گیا تو یہ نظم بھی حتم ہو گیا۔ فوجی انقلاب کے بعد نئے سرے سے اس کی تنظیم ہوئی اور ۱۹۵۳ء میں ان کی تعداد پھر ۷۰,۰۰۰ ہو گئی تھی۔

ثقافتی و تعلیمی خدمات: ’’الاخوان‘‘ روحانی تربیت پر بہت زور دیتے تھے۔ شعبہ خاندان روحانی تربیت کا دوسرا دار تھا۔ اس نظام کے تحت ہر بھائی (اح) پر اتالیس فرائض کی ادائیگی لازمی تھی۔ مرکز کا ’’شعبہ اشاعت دعوت‘‘ دعوت اسلامی کے



التعارف، الشجاع الدیر، الساحط: ماہنامے: المنار، الشہاب، صرف نقیب، ترجمان نہیں: ہفتہ نامے: الدسود، سرل النوحی، مسرالشرق: ماہ نامے: المسلمون.

۷ "الاحوان"، بیرون مصر: حسن الساہل ۷ عصر اسلامی ممالک کو ۱۹۳۷ء سے پہلے خطوط لکھے تھے، مگر تحریک کی ساحیں ۱۹۳۷ء کے بعد ہی آئیں۔ دمشق میں ۱۹۳۷ء میں ایک ساح قائم ہوئی جو "الاحوان" کی سب سے طاقتور ساح رہی۔ شام کے مختلف علاقوں میں مختلف ناموں سے ان ساحوں کا قیام انھوں کی صورت میں عمل میں آیا، مگر سب مل کر "ساح محمد" کہلاتی تھیں۔ ان انھوں کی مجموعی کانفرنس ہوئی ۱۹۴۴ء میں حلب میں باجیوں ۵۰۰ میں ان کو متحد کر کے مصطفیٰ الساعی مشہور عالم و خطیب کو مراقب عام مقرر کیا گیا۔ مفصلی پروگرام یتروڈ [سام میں حصص اور تعلک کے میں] میں ۱۹۴۶ء میں وضع کیا گیا۔

۱۹۴۶ء میں بروکسل میں ایک ساح قائم ہوئی اور فلسطین کے دوسرے قصاب میں بھی تحریک پہنچ گئی۔ ۱۹۴۶ء میں لسان، اردن اور فلسطین کی ایک مجموعی کانفرنس ہوئی اور صہیوت کے خلاف اور "الاحوان" کی نائید میں تعاون سطور ہوئیں۔ لسان میں ۱۹۴۶ء ہی میں ایک ساح قائم ہوئی، جس نے جنگ فلسطین کے دوراں میں خاصی سرگرمی کا مظاہرہ کیا۔ لسان میں ۱۹۴۹ء میں "الاحوان" کا کام زیادہ ہوا۔ سوڈان میں کام کی ابتدا ۱۹۴۶ء میں ہوئی اور مختلف مقامات میں پچیس ساحیں قائم ہو گئیں۔ عراق میں یہ تحریک تعداد کے شیخ محمد محمود الصواف کے تحت چلتی رہی۔ شمالی، بیز مشرقی افریقہ کے بعض حصوں

کے معاشرتی عروضہ حیات کی تعیین تھا۔ بچیوں کے لیے علیحدہ تربیت گاہیں قائم کی گئیں۔ خانگی ملی امداد کی تعلیم کا انتظام ہوا۔ تبلیغ کرے والی عورتوں کے لیے مبلغات کی درس گاہیں قائم کی گئیں، غیر دستکاری کے مراکز اور باندہ معراج خانے کھولے گئے

✓ اقتصادی خدمات، قومی دہانہ کی افایس و حفظ اور معاشی آزادی "الاحوان" نے مقصد میں سامان ہے، چنانچہ مختلف اوقات میں سب بڑی دہانہ قائم کی گئیں: ۱۔ اسلامی معاملات لمپی (۱۹۳۹ء)، جس نے "ٹرانسپورٹ سروور" اور سل ٹی انک فیکٹری لھولی، ۲۔ عربی ڈال ٹی (۱۹۴۷ء)، ۳۔ الاحوان المسلمون نا ذرحا: بارجہ نامی (۱۹۴۸ء)، ۴۔ الاحوان مع: ۵۔ ٹرانڈنگ اسڈانہ سرگہ لمپی، ۶۔ ٹرانڈنگ، انجمن لمپی، ۷۔ عربی اسپازار، کہتی۔ ان کے علاوہ نامی اسراک سے "احوانوں" نے اسب میں نمپان قائم اس۔

✓ طبی خدمات "الاحوان" طبی سبب دا ٹٹروں کی ایک جماعت پر مشتمل ۱۵ نومبر ۱۹۴۴ء کو قائم ہوا۔ ۱۹۴۵ء میں اس کی لھولی ہوئی اسپسری میں زر علاج مرہن ۲۱،۸۷۷ اور ۱۹۴۷ء میں ۱،۳۰۰ تھے۔ سطا میں اس کے قائم کردہ شفاخانے میں یہ تعداد ۱۹۴۶ء میں ۵،۰۰۰ اور ۱۹۴۷ء میں ۸،۰۰۰ تھی۔ اس شعبے نے مختلف حکم شفاخانے قائم کیے، جن میں اقامتی اور لشی شفاخانے اور ڈسپنسریاں بھی تھیں۔ ۱۹۴۸ء میں طبی شعبے کا بحث تیس ہزار پاؤنڈ تھا۔ پہلی مرتبہ پاسدی اٹھے کے بعد اس شعبے کو حرب انگر برقی ہوئی۔

✓ صحافت: مختلف اوقات میں "الاحوان" کی طرف سے جو روزنامے، ہفتہ نامے، یا ماہ نامے شائع ہوئے وہ یہ ہیں: ترجمان (Organ) روزنامے: الاحوان المسلمون، ہفتہ نامے: الاحوان المسلمون، الشہاب، الکشکول،

منزل آسٹرا (ایڈیٹر) اور یطوان (مراکشی) وغیرہ، میں ہی یہ تحریک پہنچی۔ ”الاخوان“ کا دعویٰ تھا کہ ان کی شاخیں انڈونیشیا، پاکستان اور ایران میں بھی ہیں، مگر یہاں دراصل اس جماعت کے ارکان نہیں بلکہ ”الاخوان“ کے ہمدرد موجود ہیں۔

مآخذ :- علاوہ ”الاخوان“ کے مذکورہ بالا روایات، ہمہ ناموں اور ماہ ناموں کے (۱) حسن النبی: مدا شراب الدعویہ والداعیہ، قاہرہ ۱۳۵۸ھ؛ (۲) من خطب حسن النبی: الحلقة الاولى، دمشق ۱۳۳۸ھ؛ (۳) النبی تعزیر السور، قاہرہ ۱۳۳۶ھ؛ (۴) النبی: المسماح، قاہرہ ۱۳۳۸ھ؛ (۵) النبی الی ای شئی بدعوالناس، قاہرہ بدون تاریخ؛ (۶) النبی هل نحن قوم عملون، قاہرہ؛ (۷) النبی دعوتنا فی طور حدید، قاہرہ؛ (۸) النبی عقیدتنا؛ (۹) النبی المؤتمر الخامس، قاہرہ بدون تاریخ [مصر ۱۳۵۱ھ؛ اردو ترجمہ الاخوان المسلمون، ارطہ یسین، کراچی ۱۳۵۲ھ]؛ (۱۰) النبی مسکلاتنا فی ضوء النظام الاسلامی، بغداد بدون تاریخ؛ (۱۱) النبی: الاخوان المسلمون بعد رؤایہ القرآن، بغداد بدون تاریخ؛ (۱۲) سد قطب العدالہ الاحباسیہ فی الاسلام، قاہرہ ۱۳۴۹ھ؛ (۱۳) عبدالقادر عودہ۔ الاسلام بین حتمل اسائہ و عجز علمائہ، بغداد ۱۳۵۷ھ؛ (۱۴) عودہ: المال والحکم فی الاسلام، قاہرہ ۱۳۵۱ھ؛ (۱۵) عودہ: الاسلام و اوضاعہ القانونیہ، قاہرہ ۱۳۵۱ھ؛ (۱۶) محمد العرالی الاسلام والأوضاع الاقتصادية، قاہرہ ۱۳۵۲ھ؛ (۱۷) محمد العرالی: من ہما تعلم، قاہرہ ۱۳۵۳ھ؛ (۱۸) محمد العرالی: عقیدہ المسلم، قاہرہ ۱۳۵۲ھ؛ (۱۹) محمد العرالی: الاسلام المعتبر علیہ بین الشیوعیین والرأس مالیین، قاہرہ ۱۳۵۱ھ؛ (۲۰) قانون النظام الاساسی لہیئۃ الاخوان المسلمین، ترمیم کردہ ۸ دسمبر ۱۳۵۵ھ؛ (۲۱) عبدالرحمن النبی: ثورہ الدم، قاہرہ ۱۳۵۱ھ؛ (۲۲) السہی الحولی: المرآہ بین الیب والمجتمع، قاہرہ بدون تاریخ؛ (۲۳) کامل الشریف: الاخوان المسلمون فی حرب فلسطين، قاہرہ ۱۳۵۱ھ؛ (۲۴) حقائق التاريخ،

قصۃ الاخوان کاملہ، قاہرہ بدون تاریخ؛ (۲۵) تنجی العسال: حسن النبی کما عرفہ، قاہرہ؛ (۲۶) احمد انور الجبدي: قائد الدعویہ أو حیاء رجل و تاریخ مدرسہ، قاہرہ ۱۳۵۵ھ؛ (۲۷) احمد اس الحماحی: روح و ریجان، قاہرہ ۱۳۵۵ھ؛ (۲۸) احمد محمد حسن الاخوان المسلمون فی المران، قاہرہ بدون تاریخ؛ (۲۹) محمد سوئی رکی: الاخوان المسلمون و المجتمع المصری، قاہرہ ۱۳۵۳ھ؛ (۳۰) اسحاق موسی الحسیبی: الاخوان المسلمون: کتری حركات الحدیثہ فی الاسلام، بیروت ۱۳۵۵ھ؛ (۳۱) کمال کیرہ: محکمہ السعید، حلد، قاہرہ ۱۳۵۳ھ؛ (۳۲) کمال کیرہ: معاکمات

الثورة، ۶ حلد، قاہرہ ۱۳۵۳ھ؛ (۳۳) Francis Bertier: L'Ideologie Politique des Frères Musulmans Orient، ح ۸، ۱۳۵۸ھ؛ (۳۴) فصل الرحمان 'Al-Ikhan' در 'al-Muslimun, A Survey of Ideas and Ideals' Bulletin of the Institute of Islamic Studies، علی گڑھ ۱۳۵۹ھ، ص ۹۲ تا ۱۰۲۔

(فصل الرحمان)

آخوند: (Ahund و hōnd) ایک لقب، جو پہلے وسطی ایشیا میں اور سموری دور کے بعد ایران میں حوہ امدی کی حکمہ علماء کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اور جس سے بعض اوقات ایک مخصوص منصب دیبی بھی مراد ہوتا تھا۔ مشرقی ترکستان میں یہ لفظ امدی (Sir) کے بجائے استعمال ہوتا ہے اور ”آخیم“ کی شکل میں بھی بولا جاتا ہے۔ مغربی ترکستان میں اس کا اطلاقی بلند مرتبہ علماء پر اور اطراف قاراں میں اس بڑے امام پر ہوتا تھا جو محلے کے اماموں کی نگرانی کرتا تھا اور اماموں اور مفتی کے مابین واسطے کا کام دیتا تھا۔ اس لفظ کی بابت یہ گمان تھا کہ یہ فارسی لفظ حاوند یا حواند سے لیا ہے (دیکھیے کارنیر: Histoire des. Quatremère sultans mamlouks، ۱۳۵۰ھ؛ ۶۹، راولوب Wb. Radlov، ۱۳۵۰ھ)؛ لیکن یہ مسئلہ ایسا آسان نہیں جیسا کہ

ہے جسے رڈلوف (Radlov, Wh. ۱ : ۹۸ - ۹۹) لفظ اُخوند کا مرادف ٹھہرانا ہے۔

(احمد ریکی ولیدی طوعان [در آ، ترکی])

اُخوند پنجو : (۹۴۳ - ۱۰۴۰ھ)

شیخ عبدالوہاب ابن ہوری پشاور کے معروف نہ اُخوند پنجو سید عاری، نانا بوسلجای سد حسنی کے بیٹے تھے۔ آپ ۹۴۳ھ میں بوسلجائی کے علاقے میں، جو پشاور کے شمال میں واقع ہے، پیدا ہوئے۔ آپ کے والد نے، جو ایک مفتی اور رہبرگار آدمی تھے، ۹۴۵ھ کے قریب صلح ہزارہ کے راستے ہندوستان سے نکل کر موضع ناہ حسین علاقہ بوسلجائی میں سکونت اختیار کر لی اور نحو خان خدو خیل کے زیر سایہ، سو اس وقت اس سر زمین کا حاکم تھا، زندگی بسر کرنے لگے۔ اس کے بعد اسے بیٹے عبدالوہاب کو، جس کی عمر اس وقت چودہ سال تھی، اسے ساتھ لے کر حدود ۹۵۸ھ میں موضع چوہا گھر نگرام میں جا کر امامت کرس ہوئے۔ عبدالوہاب نے اسی جگہ تعلیم پائی۔ ان کے والد نے ۹۸۹ھ میں انک کے قلعے میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ عبدالوہاب نے ۹۹۰ھ میں اربابلس سال کی عمر میں اکرپورے میں جو پشاور کے مشرق میں سرہ مل کے فاصلے پر واقع ہے، سکونت اختیار کی اور ناہ آخر وہیں مقیم رہے۔ ۹۹۳ھ میں آپ نے اکرپورے کے مقام پر سر ابوالفتح مساجی کے ہاتھ پر سلسلہ چشتیہ صائریہ میں شیعہ کی۔ میر صاحب ممدوح سبح حلال الدین بھاسری کے مرید تھے۔ آپ نے شریعت و طریقت میں بہت سہرت حاصل کی اور افعانوں میں ایک صاحب کرامات ولی اللہ کی حیثیت سے مشہور ہو گئے۔ چنانچہ کابل و حیر سے لے کر اٹک تک تمام لوگ ان کے مرید و معتقد بن گئے۔ رصوانی کی روایت کے مطابق (نعمۃ الاولیاء، ص ۳۴) اکر نادشاہ نے بھی ۹۹۳ھ میں اکرپورے کے مقام

خیال کیا گیا تھا، کیونکہ اس کے شروع کے الب کی وضاحت ترکستان میں مسیحی ایرانی بولیوں کے ذریعے نہیں ہو سکتی۔ پدی صو کے اثرات اور خصوصاً درہائے چو کے حوضے میں مغلوں کے زمانے میں بھی جو عیسائی ترک آباد تھے ان کے ہادیوں کو آرغون یا ارغون کہا جاتا تھا اور بالکل ممکن ہے کہ اسی لفظ نے آگے چل کر ارغون کی شکل اختیار کر لی ہو۔ حال ہے کہ لفظ ارغون arkhūn یونانی لفظ ἀρχων (دیکھئے Dozy Supplement, ۱ : ۱۰۷) محمد قزوینی جہاں گشای خوبی، ۳ : ۳۰۰ (بعد) یا ارمی زبان سے (Zaposh, Marr) ۱۶ : ۲۶ (بعد) ماحود ہے۔ Rubruck، جس سے اس لفظ کو Organum کی شکل میں لکھا ہے، سمجھتا ہے کہ یہ ہر زمانوں کے (جس سے ظاہر مسلمان فارسی مراد ہے) پدی صو کے علاوہ ہر غرضہ کرنے سے پہلے اس لقب کا اطلاق حوین الحماں روحانوں [فرہوں] پر کیا جاتا تھا (دیکھئے The Journey of Rockhill William of Rubruck، در Hakluyt Society، سلسلہ دوم، عدد ۴۰، لندن ۱۹۰۰ء، ص ۱۴۰)۔ اس کے ساتھ ہی یہ ہی معلوم ہے کہ درہائے چو Chu کے حوضے [طاس] دو مغلوں کے زمانے تک ارغو کہے تھے (دیکھئے، محمود کاشغری، ۱ : ۱۱۴) وہ علاقے جو طرار اور بالاساغون کے درمیان ہیں]۔ ان کے لفظ ارغون، بمعنی باشندگان خطہ ارغو، نو ارغو سے مشتق سمجھا جائے تو ترکی قواعد صرف کی خلاف ورزی نہ ہوگی (دیکھئے مارکار Ungarische Jahrbucker Marquart، ۹ : ۹۷)۔ یہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ ان علاقوں کا ایک عظیم سلسلہ، جس کا نام آج کل ارغون Argun ہے، چودھویں۔ پندرہویں صدی میں بھی اسی نام سے مشہور تھا۔ تاہم قازاقی سولی میں عوامی شاعر یا عاشق [مغنی سیار] کے معنی میں ایک لفظ Akin

کے باشندے تھے اور اصلاً ترک تھے۔ انہوں نے  
 احوید کے ہراروں مریدوں اور محاہدوں کے ساتھ  
 ہرارے اور سر کے کوہستان میں دیہ اسلام کی تبلیغ  
 کی اور حہاد کر کے وہاں کے لوگوں کو مشرف بہ  
 اسلام کیا۔ اس وقت سلطان محمود گزن اور یارحان  
 عرغشی بھی ان عرواب میں شامل تھے۔ فتاویٰ عربہ  
 احوید چالاک کی نالغبات میں سے ایک نالغبات  
 معبر کتاب ہے۔ مولوی اسماعیل شہید دہلوی<sup>۱</sup>  
 نے بطور خاص موضع ہڈو ریلہ میں مال غنیمت کی  
 تقسیم اور بدری کے مقام پر سردار یار محمد خان کے  
 قتل کے سلسلے میں اسی کتاب عربہ سے سند و فتویٰ  
 حاصل کیا تھا۔ ان کی دوسری کتاب بحرالاسباب  
 ہے، جو افعانوں ترکوں، سندوں اور مشائخ طریف  
 کے سلسلہ نسب کے متعلق ہے۔ دوسری کتاب  
 غرویہ ہے، جو سر اور کوہستان ہرارہ سے سرحدات  
 حلاسات تک کے علاقے اور گلگت میں رہنے والے  
 کافروں اور ان کے درمیان جنگ کے واقعات پر مشتمل  
 ہے۔ یہ بیوں کتابیں فارسی زبان میں ہیں۔  
 چوتھی کتاب منافع حضرت احوید پنجو ہے۔  
 یہ بھی ایک معبر کتاب ہے۔

مآخذ: (۱) میر احمد شاہ: تبعہ الاولیاء،  
 لاہور ۱۳۲۱ھ؛ (۲) نصر اللہ خان نصر: حضرت احوید  
 پنجو صاحب، (زبان پشتو) پشاور ۱۹۵۱ء؛ (۳) معنی  
 غلام سرور لاہوری: حریۃ الاصفیاء، جلد اول، مطبوعہ  
 بولکشر ۱۹۱۳ء؛ (۴) ملا مست رسد: سلوک العراء،  
 (پشتو اکادمی کابل کا علمی نسخہ)؛ (۵) سیاح الدین  
 کاکمیل: تذکرہ شیخ رحمکار، لاہور ۱۹۵۱ء؛  
 (۶) صدیق اللہ: مختصر تاریخ ادب پشتو، کابل  
 ۱۹۳۶ء۔

(عبدالحمید حبیبی اعانی)

⊗ آخوند درويزہ: بگر ہاری ثم پشاور،

پشاور کے ایک مشہور ولی اللہ اور عالم دس۔

پر احوید پنجو کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی عقیدت  
 اور اخلاص کا اظہار کیا تھا۔ بقول مفتی غلام سرور  
 احوید پنجو شرف علوم اور درس و تدریس کی برعینہ  
 و عریض میں سامی رہے تھے۔ آپ پشتو زبان بولتے  
 تھے، نیکی شعر فارسی میں کہتے تھے۔ آپ ہندی  
 زبان میں بھی بات چیت کر سکتے تھے۔ آپ نے وہ  
 حنفی کی کتاب کمرالدقائق کو پشتو میں نظم کیا  
 تھا احوید پنجو نے چھانوے سال کی عمر میں اکبرپورے  
 کے مقام پر تاریخ ۲ رمضان المبارک ۱۰۴۰ھ  
 بروز سوسہ بوقت چاشت وفات پائی اور اسی جگہ  
 دفن ہوئے۔ عربہ الاصفیاء کے مؤلف نے آپ کا سن  
 وفات ۱۰۴۰ھ لکھا ہے، مگر رضوانی کا قول (حو  
 ۱۰۴۰ھ) زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے، کیونکہ  
 رضوانی نے موسمی کے معاصر مآخذ سے تحقیق کر کے  
 یہ تاریخ لکھی ہے۔

احوید پنجو لوگوں کو ہمیشہ ارکانِ حمسہ  
 اسلام کی پابندی کی تاکید کرتے رہے تھے اور  
 اس وجہ سے پنجو کے نام سے مشہور ہو گئے۔ آپ  
 کی خدمت میں صاحب اثر و رسوخ مریدوں کا ایک  
 ہجوم رہتا تھا اور وہ آپ کے فصوص و برکات کی سرو  
 اساعت اطراف و اکساف میں کیا کرتے تھے اور  
 کتابیں بھی لکھا کرتے تھے، مثلاً شیخ عبدالرحیم  
 ابن میاں علی نے فارسی زبان میں مناقب احوید پنجو  
 کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی، جس کو حاکی  
 اکبرپوری نے ۱۱۹۸ھ میں مناقب حاکی کے نام سے  
 نظم کیا اور پھر فارسی نظم کو میاں بادشاہ (ساکس  
 کندی سیحان، اکبرپورے) نے پشتو نظم کے سانچے میں  
 ڈھالا۔ شیخ عبدالعمور عباسی پشاور کے بھی  
 احوید کے مناقب و محاسن تحریر کیے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ کے مریدوں میں سے دو

بھائی احوید چالاک اور احوید ساک مشہور تھے،  
 جو کوہستان چمررئی، رود آسائی اور کابل گرام

درويزه بن گدائي بن سعدی جيون بن جتي کی نسل  
تھے۔ اخوند درويزه کا اپنا بيان یہ ہے کہ جيون  
بن نجتي کابل کے مشرق میں افغانستان کے درہ  
مہمد میں امامت گزين ہوئے۔ جنوں بن جتي  
دراصل قدس (قدور) کے رہنے والے نہ تھے اور  
بلخ کے حکمرانوں کے رسمے دار تھے۔ جب مہمدوں  
سے اختلاف پیدا ہوا تو بلخ کے حکمداروں نے  
ان کی حمایت کی اور اس طرح انھیں بکراہارے  
لوگوں کی سرداری مل گئی۔ ان کے سات ۶۰۰ جے  
جی میں سے ایک کا نام مہد احمد تھا۔ اس سے  
دُرغان پیدا ہوا اور اُس نے لوہ (پشاور) کے  
داس میں پاپی کے مقام۔ سکونت اختیار کی۔  
دُرغان کا شا سعدی سمج مولیٰ یوسف رنی (رَکَ نَان)  
کا ہم عصر تھا اور ۵۸۰۰ نے مرگ۔ تو رنی افواہ  
کے ساتھ سوات چلا آیا اور اس حکمہ سمج مولیٰ  
(رَکَ نَان) کے اصول و رسوم کے مطابق ابتدا  
پس کیا۔ اس کا حصہ مولیٰ رنی مدوری میں مقرر  
ہوا۔ لیکن بعد میں اسی حکمہ سعدی مارا گیا اور  
اس کے بیٹے دُرائی نے وہاں سے نکل کر علامہ سر  
میں استعمال حیل کے ملک میں حمرزنی کے مقام  
پر سکونت اختیار کر لی

گدائي نے باہر کے شہزادوں کے حادان کی  
ایک عورت سے سادی کی، جس کا نام فراری تھ  
نارو حان بن ملک داور پای تھا اور ۷۰۰ سلطان موسا  
اور سلطان بہرام (رَکَ نَان) کا راج افغانستان،  
ربہ عوان حکمرانان کتر و یوسف رنن کی نسل سے  
تھی۔ باریج پشاور کے مؤلف کے سان کے مطابق  
سمج درويزہ اسی فراری کے نظر سے یوسف رنی کے  
علاقے (شمالی پشاور) کے گاؤں سکر رنی میں ۵۹۰۰  
کے نواح میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اس علاقے میں  
تحصیل علم کی اور بڑے پرمیرکار شخص ثابت  
ہوئے۔ ان کے ایام جوانی کے استاد ملا سجر

پاپی، ملا مصر احمد، ملا محمد رنگی اور ملا  
جمال الدین ہندی تھے۔ انھوں نے سید علی برمدی  
(رَکَ نَان) سے روحانی مص حاصل کیا اور سلسلہ کرویہ  
چشتہ میں مسلک ہو گئے۔ عمر کا معتد بہ حصہ  
انھوں نے سوات سے لے کر براہ تک افغانوں کے ملک  
میں دس کی بلخ اور لوگوں کی ہدایت کے لیے سر  
کنا اور بہت رسوخ حاصل کر لیا۔ سمج درويزہ  
خود لکھتے ہیں کہ وہ لوگوں میں اس قدر محبوب  
عام اور سچ انام بن گئے تھے کہ قوم یوسف رنی کے  
ایک بڑا ملک دولت مولیٰ رنی نے یمن و ترک  
کے حال سے اسی نہیں مریم کا نکاح ان کے ساتھ  
کر دیا۔ ان دنوں شیخ درويزہ کی والدہ قدس  
(قدور) میں تھیں اور ان کے والد وہاں فوت  
ہو چکے تھے، اس لیے سمج کو قدس جانا پڑا۔  
اس سفر سے لوہ کر آب پھر یوسف رنی کے علاقے  
میں آ گئے اور نایرند سر روس (رَکَ نَان) کے مقابلے  
میں مخالفانہ بلخ کا علم بلند کیا، بلکہ انھوں  
نے اپنی ساری عمر اسی کوسس میں صرف کر دی کہ  
لوگوں کو سر روس نایرند کی بروی کرنے سے نار  
رہیں۔ سمج درويزہ عموماً نایرند کے ساتھ اور  
ان کے مریدوں کے ساتھ ماطرے اور بحثیں کنا  
کرتے تھے اور انھیں علی الاعلان سر پر اور عام  
کر دہوں پر کافر، ملحد اور بے دین کہا کرتے تھے۔ وہ  
ایک آس سان خطبہ، اثر انگیز مقرر و مؤلف اور  
بہایت سحر کر محتسب تھے، پستو، فارسی اور  
عربی میں تقریر کرتے تھے، شعر کہتے تھے اور تبلیغ  
کرتے تھے۔ افغان انھیں ”نانا“ کہتے تھے۔ شیخ  
درويزہ نے سو سال سے زیادہ عمر پا کر ۱۰۴۸ھ میں  
وفات پائی۔ موضع ہرارحانہ میں، جو پشاور کے  
حوب میں واقع ہے، آپ کا مرار تا حال مشہور اور  
مرحہ انام ہے۔

اخوند درويزہ پشتو زبان کی نثر میں یعنی مقفی

کے ہزار ہا نسخے لکھے جاتے رہے ہیں۔ یہ نسخے افغانستان اور سرحد میں بہ کثرت ملتے ہیں۔ مطبوعہ کتاب کے علاوہ اس کتاب کے مخطوطات بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔

(۲) تذکرہ الابرار والاشرار: فارسی زبان میں ۲۳۶ صفحات کی ایک کتاب، جس کی تالیف ۱۰۲۱ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچی اور ۱۳۰۹ھ میں مفتی محمود کی فرمائش پر ہندو پریس پشاور میں دوسری ناز چھپی۔ جیسا کہ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہے درويزہ نے اس کتاب میں یہ کوشش کی ہے کہ اپنے مخالفوں کو "اشرار" کی دہلی میں بتا کر انہیں ملحد اور بیدین ظاہر کریں اور اپنے طرفداروں کی ایک جماعت کو ابرار کا نام دے کر دیں دار اور خدا کا دوست دکھائیں۔ پہلی مہرست میں غالباً وہ لوگ ہیں جو پیر روشن بایرید کے مرید اور پیرو تھے۔ احوند درويزہ اور دہلی کی حکومت مغلہ دونوں اس گروہ کے سبب حابی دشمن تھے۔ دوسرا گروہ جہیں ابرار کا نام دیا گیا ہے غالباً سید علی بریدی کے مریدوں اور پیروں پر مشتمل تھا۔ یہ کتاب تمام و کمال اشرار کے عقائد و اقوال کی رد و قدح اور ابرار کی مدح و توصیف سے بھری ہوئی ہے اور اس میں صمّا افغانوں سے متعلق بعض تاریخی واقعات، پیر میان روشن بایرید کے اور خود اپنے حاندانی حالات بھی رقم کیے گئے ہیں، جو بہت غنیمت ہیں۔ اس کتاب میں احوند درويزہ نے فقہ، تفسیر، عقائد اور تصوف کی انتدائی کتابوں کے حوالے دیے ہیں۔

(۳) آرساد الطالبین: فارسی زبان میں ایک ضخیم کتاب۔ یہ بڑی قسطی کے ۵۵۲ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۲۷۸ھ میں مطبع پشاور میں چھپی اور احمد بخش تاجر نے شائع کی۔ یہ چار ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول توحید، ایمان، نماز

اور مسجع عبارت کے ترقی دیے والوں میں سے ہیں۔ آپ ایک خاص طرز کے بانی ہیں اور بایزید کے پیروں میں بھی ان کی طرز نگارش بے رواج پایا۔ اس نام پر پشتو ادب کی تاریخ میں وہ خود، ان کے اگر اور ان کا حاندان سب بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کی تالیفات حسبِ دلیل ہیں:-

(۱) معرّی اسلام: یہ کتاب مسجع نثر میں پشتو زبان میں لکھی گئی ہے۔ اس میں عربی اور فارسی کی عبارتیں بھی آ گئی ہیں۔ اس کتاب میں اہل سب و جماعت کے عقائد کی تشریح کے ساتھ ساتھ اسلام کے مختلف فرقوں کا حال بیان کیا گیا ہے، پیر تصوف کے مسائل اور ارکانِ حمسہ کے احکام کے ساتھ پیر روشن بایرید کے فرقے کی مخالفت کی گئی ہے۔ صمّا اس میں افعانوں سے متعلق بعض تاریخی واقعات بھی آ گئے ہیں اور یہ کتاب افعانوں کی تاریخ اور بایرید اور اس کی اولاد کے حالات کے لیے ایک اہم مآخذ سمار کی حابی ہے۔ علاوہ ازیں یہ اس پشتو شریو سی کا بھی ایک عمدہ نمونہ ہے جو ۱۰۰ھ کے نواح میں رائج بھی۔ معرّی کے آخر میں چند ملحقات ہیں، جو خاندان درويزہ کے فاضل اصحاب نے بعد میں بڑھائے ہیں، مثلاً کریم داد [نا عبد الکريم] بن درويزہ (م ۱۰۷۲ھ)، جس کی اپنی متعدد تالیفات بھی ہیں؛ محمد حلیم بن عبد اللہ بن درويزہ؛ ملا اصغر برادر درويزہ؛ عبد اللہ بن درويزہ؛ نور محمد بن کریم داد، مصطفیٰ محمد بن نور محمد، عبدالسلام، سیر محمد و جان محمد۔ ان میں سے ہر ایک نے معرّی کے آخر میں اپنی طرف سے کچھ عبارتیں بڑھا دی ہیں، جن میں درويزہ کی طرز نگارش کا چرہ آتارنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چونکہ معرّی اسلام ایک ایسی کتاب ہے جو افعان مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے لکھی گئی ہے اس لیے دو تین سو سال گزر جانے کے بعد بھی اس

اور وضوہ کے بیان میں؛ باب دوم توبہ، پر کمال کی علامات، علم اور ذکر کے بیان میں؛ باب سوم سلوک، اخلاقی حمیدہ اور صبر و شکر کے بیان میں اور باب چہارم اخلاقی ذمہ، علامات قیامت، مختلف مسائل اور طبی فوائد کے بیان میں ہے۔ لہذا یہ کتاب فقہ اخلاقی، سلوک، تصوف، طبی دہ طب کے مسائل و مطالب کا بھی ایک بڑا مجموعہ ہے۔ اس میں ہر ایسے زمانے کے فقہاء، مفسرین، صوفیہ، واعظین اور علمائے اخلاق و ارباب فنی کی کوئی ایک سو کتابوں کے حوالے دیے گئے ہیں۔

(۴) شرح قصیدہ امالی: فارسی زبان میں، ۱۱۵۰ مخطوطہ کتب خانہ سد فضل صمدانی، شماره ۷۰۵، اسلامہ کالج بساور، میں موجود ہے۔ اخوند درویرہ کی یہ سب کتابیں مصنف و مدق کے رنگ سے جالی ہیں۔

مآخذ: (۱) اخوند درویرہ تذکرہ الاراء والاشرار ہشاور ۱۵۱۳ (۲) وہی مصنف محرم اسلام، وہ مخطوطہ (۳) وہی مصنف ارشاد الطالبین، اور ۱۵۱۲۷۸ (۴) آریانا دائرہ المعارف، ج ۱، طبع لندن دائرہ المعارف افغانستان، ذیل ۱۹۴۳ - ۱۹۴۷ (۵) مقالہ از مقام الدین خادم، در سالنامہ ۱۳۰۳ - ۱۳۰۴، بعنوان "بطور اب ہر ہسو" (۶) مسی علامہ سرور لاہوری، حررہ الامضاء، ج ۱، بولکسور ۱۹۱۴ (۷) عبدالحی حبیبی، مؤرخہ من سام افغان، ذیل ۱۹۴۶ (۸) رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند، لکھنؤ ۱۹۲۹ (۹) عبدالحی حبیبی افغانستان در عصر سموربان ہند، مخطوطہ: (۱۰) صدیق اللہ مختصر تاریخ ادب ہسو، ذیل ۱۹۴۶ (۱۱) وہی مصنف: تاریخ ادب ہسو، ج ۲، کابل ۱۹۵۰ (۱۲) سر احمد شاہ رسوائی نعمہ الاولیاء، لاہور ۱۳۲۱ (۱۳) عبدالحی حبیبی ہشاندہ شعراء، ج ۱، کابل ۱۹۴۰ (۱۴) صدیق اللہ: سہ خاندان ادبائے ہشتو، کابل ۱۹۴۶ (۱۵) عبدالحکیم رستاقی: سکنہ الفضلاء، ہند ۱۳۳۵ (۱۶) نصر اللہ نصر اخوند درویرہ،

ہشاور ۱۹۵۰؛ (۱۷) گوہار، داس: تاریخ ہشاور، لاہور ۱۹۸۷ (۱۸) عبدالحی حبیبی تاریخچہ شعر ہشتو، قندھار ۱۹۳۵ (۱۹) مولوی عبدالرحیم ہشاور: لباب المعارف، آگرہ ۱۹۱۸ (۲۰) مکتوب عبدالکریم اکرم دادس درویرہ تک ہازی، مخطوطہ، شماره ۶، ۱۱ در اسلامہ کالج بساور، (۲۱) فقیر محمد حیلیم، حدائق الحمیہ، بولکسور لکھنؤ ۱۳۳۴، ۱۳۱۷۔

(عبدالحی حبیبی افغانی)

اخوند زاده: مرزا فتح علی (۱۸۱۳ تا ۱۸۷۸)، ترکی روریرہ میں طبع راد ڈراموں کا پہلا مصنف۔ وہ ایک باحر کا بٹا ہوا، جو ایرانی آدریخان سے نقل مکان کر کے آیا تھا۔ (جعمر اوعلو کے بیان کے مطابق) وہ ۱۸۱۱ء میں نا (Soviet Encyclopaedia، ۱۹۵۰ء کے مطابق) ۱۸۱۲ء میں ہسکی Shēki میں پیدا ہوا، جس کا موجودہ نام توجا ہے۔ ایک فرسی سریر کی بدواں اسے اچھی ادبی اور فلسفیانہ علم کے حصول کا موقع مل گیا۔ وہ ایک مسلمان عالم کا بیٹا تھا، جس کا تعلق روسی ادب سے بہرور ہوا۔ لہذا (نیر ناخ) میں ایک مدھی عالم سے علم پانے کے بعد اخوند زاده نے روسی نابوی (انٹرمڈیٹ) سکول میں، جو مسلمانوں کے لیے ہسکی میں اچھی دنوں ٹھوڑا بنا تھا، اسی تعلیم پوری کی۔ اس کا املاں ہے کہ جمال الدین افغانی اور مذکم خان سے مل جل کر کی وجہ سے اسے مسلمانوں کے حدیاد رجحانات سے ساسانی کا موقع ملا ہو، لیکن اس قسم کے اثبات، جس کا ٹوچرٹی نے اخوند زاده کے کھر والوں کی اطلاعات کی بنا پر د کر کیا ہے، پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتے۔ اسے عہد سبب میں اخوند زاده فارسی ساعری کے رنگ میں اشعار کہتا تھا، جیانچہ اس کی ایک ایسی صیف وہ مرثیہ ہے جو اس نے ہسکی Pushkin کی موب پر لکھا تھا۔

ان نمثلی کہانیوں اور تاریخ کا مکمل آدری - ترکی نسخہ ۱۸۵۹ء میں یفلس میں شائع ہوا۔ اس کی دوسری طباعت آذربائیجان (SSR) کی وزارت ثقافت کی طرف سے ۱۹۳۸ء میں مصنف کی ایک سو پچیسویں برسی کی یاد میں شائع کی گئی (اس سے پہلے ۱۹۲۰ء یا ۱۹۳۰ء کے عرصے میں مدارس میں استعمال کے لیے متعدد الگ الگ طباعتیں شائع ہو چکی تھیں)۔ ان نمثلوں کا مشی محمد جعفر نے فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔ عدد ایک کا ترجمہ فرانسسی زبان میں نارناد مسار Barbier de Meynard نے کیا، در JA، ۱۸۸۶ء، عدد ۲ کا (فارسی سے) حرمن رساں میں وارنمڈ A Wahrmond نے کیا، وی آنا ۱۸۸۹ء، اور فرانسسی میں (اصل ترکی سے) L Bouvat نے کیا، برس ۱۹۰۶ء، عدد ۳ کا انگریزی میں (فارسی سے) ہگرڈ W H O Haggard اور لسترینج G Le Strange نے کیا: *The Vazu of Lankuràn*، عدد ۴ کا فرانسسی میں نارنیا د مسار نے *Recueil de textes et de traductions* میں ترجمہ کیا، برس ۱۸۸۹ء، عدد ۵ کا فرانسسی میں L Bouvat نے JA، ۱۹۰۴ء، میں؛ عدد ۶ کا فرانسسی میں (فارسی سے) Ailliére نے *Deux comédies turques* کے نام سے کیا، برس ۱۸۸۸ء، مشہور طریقہ وفائے کو L Bouvat نے JA، ۱۹۰۳ء، میں طبع اور ترجمہ کیا۔

نمئل نگاری میں اس کی سرگرمی کے باعث اسے ”فمازی کوگول“ (Gogol) یا ”منرقی مولٹر (Molière) کا لقب حاصل ہوا۔ اس کے علاوہ احوند زادہ نے سیاسیات، تہ، اسناد اور مذہبی حکومت کے خلاف بھی رسالے لکھے، میر اپنے ایجاد کردہ نظام اتحاد کے بارے میں دو یادداشتیں مرتب کیں، جس سے اس کا مقصد اسلامی زبانوں بالخصوص ترکی رومرہ نولیوں کو سہل تر اور زیادہ ترقی پذیر بنانا تھا۔

مآخذ: (۱) کوچرلی F. Köçerli (روسی میں

بطور تمثیل نگار اس کی قوب عمل کا اصلی محرک تھیٹر کی وہ ترقی تھی جو یفلس میں وہاں کے موجی گوربر Prince Worontsov (۱۸۴۴ - ۱۸۸۸ء) کی بدولت رونما ہوئی، کیونکہ احوند زادہ اسی حاکم کے دفتر میں بطور ترجمان ملازم تھا۔ ۱۸۵۰ء اور ۱۸۵۷ء کے درمیان اس نے چھ طرہ نمثلیں (Comedies) اور ایک تاریخی قصہ آدری ترکی میں لکھا، جس کے نام حسب ذیل ہیں: (۱) حکایت ملا ابراہیم حلیل کیمیاگر، ۱۸۵۰ء، (۲) حکایت ایم ژوردان (Jourdan) حکیم بنات و مسغلی شاہ حادوگر مشہور، ۱۸۵۰ء؛ (۳) سرگدسپ وریر حاکم سراب، ۱۸۵۰ء، (۴) حکایت جرس گلدناباں (ایک ریچھ کی کہانی، جس سے راہروں کو نکتا چا)، ۱۸۵۲ء، (۵) سرگدسپ مرد جسس، ۱۸۵۲ - ۱۸۵۳ء، (۶) حکایت وکلاء مرافعہ، ۱۸۵۵ء اور ایک تاریخی طرہ نصف الدیمس دیواکت (یعنی قرب حورہ سارے)، ۱۸۵۷ء۔ اس تاریخ اور اسی نمثلات میں مصنف نے حاکمرداری نظام، راہروں، محکمہ عدل و انصاف میں رائج الوہ حراسوں اور اوہام برستی کے خلاف، جس کا اس وقت متار میں زور تھا، اپنے ترقی پسندانہ خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ کہیں کہیں روسی حکام کی اطاعت و وفاداری کی بھس بھی کرتا ہے، جس سے اس کی سرس ماورائے فقار کی مسلم آبادی (انسویں صدی تک آدری ترکوں کی اصطلاح رائج نہ ہوئی تھی) کو جدید مہذب میں رنگے کا راستہ صاف کرتا ہے۔ ان میں سے اس کی کئی نمثلات روسی ترجموں کی شکل میں حکومت کے سرکاری مجلے *Kavkas* میں شائع ہوئی اور یفلس اور سٹ بیٹر برگ میں شیخ بردکھائی گئی۔ اصلی [آدری] زبان میں انہیں پہلی دفعہ ۱۸۷۰ء کے اواخر میں آذربائیجان کے سرکاری مدارس کے طلباء نے پیش کیا۔



ہاں ہوئی۔ سال ولادت کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت کے مطابق سال ولادت ۱۷۹۸ء ہے۔ پلوڈن Plowdon ۱۷۹۴ء لکھتا ہے اور حباب الثانی کا مصنف ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۴ء بیان کرتا ہے۔ بچپن کے ایام آپ نے اس گاؤں میں بھیڑ نکریاں اور مویشی چرائے میں سر کیے۔ آٹھ سال کی عمر میں حصول علم کے لیے حدک رنی کے علاقے کے بڑنگولا گاؤں میں چلے گئے۔ وہاں سے سرحد کے علاقہ مردان کے گاؤں گوھرگڑھی میں آ کر آپ نے چند سال ملا عبدالحکیم اخوندزادہ سے درس لیا۔ اس کے بعد آپ نے پشاور سے باچ میل مشرو کی طرف ماں عمر صاحب چمکی کے مرار سے متعلق مدرسے میں اپنے درسوں کی تکمیل کی۔ سلسلہ نقشبندیہ کا خرقہ آپ نے حضرت حبی صاحب پشاور سے حاصل کیا اور نور ڈھری مردان کے صاحب زادہ محمد شعب، مؤلف کتاب مرآہ الاولیاء، سے طریقہ قادریہ اخذ کیا۔ ازاں بعد قریہ سگی دھل میں بارہ سال ریاض و معاہدہ اور رحد و تقویٰ میں گزارے اور بررگی میں شہرت حاصل کی (نواح ۱۸۲۸ء)۔ اس کے بعد دربارے انک کے کارے کے ایک مقام ہڈ کا مشہور ملک حاوی حان آپ کا مرید بن گیا۔ ۱۲۳۳ھ کے لگ بھگ ہدی معاہدین کا ایک قافلہ سید احمد بریلوی اور مولوی اسماعیل شہید کی سرکردگی میں درہنولان و قندھار و کابل کی راہ سے پشاور کے شمال میں اشعر کے مقام پر پہنچا اور وہاں پہنچ کر ان لوگوں نے بہاد کے سکھوں کی حکومت کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا۔ اخوند عبدالغفور نے بھی اس جہاد میں ان کا ساتھ دیا اور اخوند صاحب کے برعیب دلانے پر ان کے مرید اور معاصر حواین، مثلاً ہڈ کا حاوی حان، گوٹہ کا سید امیر پاچا، ریدہ کا اشرف حان اور بہتار کا فتح خان بھی اس جہاد میں شامل ہو گئے۔ اخوند عبدالغفور نے بہتار کی مشہور

(Kočarinsky): آذربائیجان ادبیات مانیہلری، باکو ۱۹۲۵ء، ۱/۲: ۴۰۷ بعد (اس میں اخوندزادہ کی تذکرہ شامل ہے): (۲) Shisw'i A Akherdov 'deyatchnost' Murzi Fatali Akhundow (۳) اے جعفر اوغلو: اور طقونجی عصر جوک آذری ریڈارمیری میرزا فتح علی آخوندزادہ، در 'Festschrift' برائے برنیل Bonelli، روم ۱۹۳۰ء تا ۸۵ (۴) اے۔ وہاب یوریمور: میرزا فتح علی آخوند زادہ ٹنگ حباتی و آذربائی، آفرہ ۱۹۵۰ء وہی مصنف۔ آذربائیجان ڈرام ادبیاتی، انقرہ ۱۹۵۱ء: (۵) H W Brands *Azerbaïdjanisches Volksleben und modernistische Tendenz in den Schauspielen Mirzā Feth-All* (۱۸۱۲-۷۵) *Ahundzades*، مارلبورگ/L، ۱۹۵۲ء (۶) M F Achundov (تا ہوز غیر شائع شدہ) (۷) (۱۱ اخوندزادہ): *devli Pis'ma Kemalad*، باکو ۱۹۵۹ء (آذری میں): (۸) *Mirza M Rafili* (۹) *Fatali Achundov*، باکو ۱۹۵۹ء (روسی میں): (۸) *Ahovjan i Achundov K Farverdieva*، اروان ۱۹۵۸ء (ارسی میں): *Jerevan XIX evr Azerbajdžan edebijaty*، ۱۹۵۶ء (آذری میں): *taricht*، باکو ۱۹۵۶ء (۱) *Iz istorii obščestvennoj i G Guseynov*، ۱۶۲۰۲ *filosofskoj mysli v Azerbajdžane XIX veku*، ۱۹۵۸ء مطبوعہ۔

(H W BRANDS)

⊗ اخوند صاحب سوات: حضرت میان عبدالغفور بن عبدالواحد، جنہوں نے اخوند صاحب سوات کے نام سے شہرت پائی، اپنے زمانے کے مشہور روحانی پیشوا، معاہد اور موحودہ ریاست سوات کے بانی تھے۔ آپ کی پیدائش سوات کے ایک گاؤں چپڑی میں قوم صافی کے ایک معمولی دیہاتی خاندان میں ان پڑھ چرواہے ماں باپ کے

حک و اور قلعہ ہنڈ کی فتح میں نہ ہنس نفیس حصہ  
 لیا۔ اس کے بعد اخوند صاحب خٹک کے علاقہ نمل  
 کے مقام پر ملا محمد رسول سے علومِ دینی کی تکمیل  
 میں مشغول ہو گئے اور وہاں سے سوات چلے گئے۔  
 بوات، بنیر، باجوڑ، دیر اور صوبہ سرحد کے شمالی  
 علاقوں میں ہزارہا اشخاص آپ کے مرید بن گئے۔  
 ۱۸۳۵ء میں جب امیر دوست محمد خان سکھوں  
 اور اپنے بھائی سردار سلطان محمد خان طلالی کا  
 مقابلہ کرنے کے لیے کابل سے آیا تو امیر موصوف نے  
 اخوند صاحب کو بھی اس جہاد میں شامل ہونے  
 کی دعوت دی۔ اخوند صاحب سوات کے ہزارہا  
 سارنوں اور مریدوں کے ہمراہ پشاور سے نو میل  
 جانب غرب شیخان کے مقام پر امیر کے حضور میں  
 پہنچ گئے اور ۱۱ مئی ۱۸۳۵ء تک اسے مریدوں  
 کی جمعیت میں سکھوں کے خلاف حکم کرنے میں  
 شامل رہے۔ ارآن بعد سوات کو واپس چلے گئے اور  
 موضع سندو میں، حواب ریاست سوات کا مرکزی مقام  
 رہے، سکونت پذیر ہو گئے۔ ۱۸۴۹ء میں انگریزی  
 سکر نے پشاور کو سرکر کے سوات پر حملہ کیا۔  
 اخوند عبدالغفور نے سوات، باجوڑ، اور تیر کے لوگوں  
 کا ایک بڑا ہرجہ طلب کر کے ۱۸۵۰ء میں اس  
 علاقے میں اسلامی اور شرعی حکومت قائم کر لی اور  
 سپاہ کے سپہا کر شاہ کو، جو سپہ احمد شہید  
 بریلوی کے رفقاء میں سے اور ان کے معتمد علیہ  
 مسر اور حزانہ دار بھی، سوات کے شرعی امام کی  
 منسب سے مستحب کر لیا۔ شرعی قوانین جاری کیے،  
 عیسائی مال قائم کیا اور خود اخوند عبدالغفور صاحب  
 مسیح الاسلام بنے۔ سپہا کر شاہ موصوف ۱۱ مئی  
 ۱۸۵۷ء کو فوت ہو گئے اور سوات میں بغاوت پیدا  
 ہو گیا۔ مارک شاہ ولد سپہا کر شاہ نے ۱۸  
 جولائی ۱۸۵۷ء کو نارنجی کے مقام پر اور اپریل  
 ۱۸۵۸ء میں پختار کے مقام پر انگریزوں کے لشکر کا،

جو میجر واکس اور میجر جبرل سڈنی کائن Sidney  
 Cotton کے زیرِ قیادت بڑھا آیا تھا، مقابلہ کیا۔  
 اس کے بعد جب ۲۶ اکتوبر ۱۸۶۲ء کو  
 بریگیڈیر نیویل چمبرلین Neville Chamberlain نے  
 سات ہزار مسلح فوج اور نوپ خانہ لے کر کوتل  
 اسیلہ کے مقام پر سوات کے غازیوں پر حملہ کیا  
 تو اخوند صاحب سوات اور مولوی عبداللہ معاہدے  
 انگریزی لشکر کے خلاف جہادِ عظیم کیا۔ انگریزوں  
 کے نو سو آٹھ آدمی مقتول و معرور ہوئے اور غازیوں  
 کے لشکر میں سے بن ہزارے عام شہادت نوش کیا۔  
 اس کے بعد اخوند صاحب نے قتل گڑھ کی مشہور  
 حکم کی تاریخاں شروع کر دیں، جو ۱۸ نومبر  
 ۱۸۶۳ء کو وقوع پذیر ہوئی۔ اخوند صاحب  
 پندرہ ہزار مجاہدین کی مدد سے ۱۵ دسمبر تک  
 انگریزوں کے لشکر سے لڑتے رہے، لیکن چونکہ  
 ہر کے لوگوں اور مجاہدین کے درساں نفاذ پیدا  
 ہو گیا اس لیے اخوند صاحب سوات نے انگریزوں  
 کے ساتھ صلح کر لی اور سیدو سرب کو لوٹ گئے  
 (۲۷ دسمبر ۱۸۶۳ء)۔ اخوند صاحب نے سوات کی  
 سر زمین کو اپنی عمر کے آخری ایام تک انگریزوں  
 کے اثر و نفوذ سے محفوظ اور آزاد رکھا۔ اس علاقے  
 میں ان کے ہزاروں مرید اور پیرو تھے، جو انہیں  
 اپنا بے ناح بادشاہ سمجھتے تھے۔ صوبہ سرحد اور  
 افغانستان کی افغان اقوام کے تمام بزرگ اور خواہین  
 اخوند صاحب کے تابع فرمان اور محض تھے۔ آپ  
 کے پیشکار کا نام سپہ لطیف خان تھا۔ افغانستان  
 کے بادشاہ بھی انہیں اور ان کے مریدوں کو  
 احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اخوند صاحب نے  
 اپنے بیٹے کی شادی چترال کے حکمران خاندان میں  
 اسان الملک مہتر چترال کی دختر سے کی۔ آپ نے  
 حج بیت اللہ بھی کیا۔ رنگی بھر قبائل کے  
 باہمی اختلافات کو رفع کرنے اور ان کی آزادی کے

احوند صاحب سوات کے دو بیٹے تھے: ایک عبد الحقان اور دوسرے عبدالحالق۔ ان دونوں نے ۱۸۹۰ء میں مالا کنڈ کے علاقے میں انگریزوں کے خلاف جہاد کیا اور اس کے بعد وفات پا گئے۔ میان گل عبدالودود ولد عبدالحاق نے ۱۹۱۷ء میں سوات میں زیادہ رسوخ حاصل کر لیا اور سوات کی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔ ۱۹۲۳ء میں انہوں نے سیر اور چیکسر نو بھی سوات میں ملحق کر لیا۔ ۱۹۲۶ء میں ہندوستان کی برطانوی حکومت نے بھی ناصابطہ انہیں سوات کا والی تسلیم کر لیا۔ تقسیم ہند کے وقت تک وہی سوات کے بادشاہ تھے، لیکن ۱۹۴۷ء میں انہوں نے سوات کے باکسان کے ساتھ ملحق ہونے کا اعلان کر دیا اور ۱۹۴۹ء میں اپنے بیٹے سہراہ عبدالحق جہاں ریب کو اس حاشیہ پرور دیا۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۴۹ء کو لٹل علی خان، وزیر اعظم پاکستان، نے سیدو سریف جات سرکاری طور پر ان کی ریاست کو مسلم نرے کے مراسم ادا کیے۔ جناب عبدالودود اب تک سیدو سریف میں نود و ناش رہتے ہیں اور ان کا بیٹا جہاں ریب سوات کا ہر دلبر اور برقی حواہ حکمران ہے۔

مآخذ: (۱) سید عبدالغفور قاسمی: تاریخ سوات، پشاور ۱۳۵۶ھ (۲) صدیق اللہ: مختصر تاریخ ادب پشتو، کابل ۱۹۴۶ء (۳) نصر اللہ نصر: آہوں صاحب سوات، پشاور ۱۹۵۰ء (۴) صدیق اللہ: پشتانہ شعراء، ح ۲، کابل ۱۹۴۲ء (۵) ولی محمد سوانی: مناقب آہوند صاحب سوات (مضوم پشتو)، معطوطہ در کابل (۶) محمد رزدارخان صولت افغانی، بولکشور ۱۸۷۶ء: (۷) War-Frontier Expeditions، مطبوعہ لندن (۸) Yabgitus W Bellow (۹) یوسف رنی، کلکتہ ۱۸۹۲ء: (۱۰) ہڈت بہاری لال: Notes on Peshawar، دہلی ۱۹۰۲ء: (۱۱) Lumsdon Rev Hughes (۱۲) کلکتہ ۱۹۰۰ء: Report on Swat

تھفظ اور اس ملک میں اسلامی اور شرعی حکومت کے قیام کے لیے کوشاں رہے۔ ۱۸۷۶ء میں احمد خان اسحاق زئی، حاکم جلال آباد، امیر سر علی خان بادشاہ افغانستان کی طرف سے حصر مقرر ہو کر احوند صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں انگریزوں کے خلاف لڑنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی، لیکن احوند صاحب نے دربار کابل کی درخواست قبول نہ کی۔ ہنٹر Hunter کہتا ہے کہ احوند صاحب ایک ایسی شخصیت کے مالک بھی جو مسائل میں حیرت انگیز رسوخ رکھتی تھی۔ سد جمال الدین افغانی نے بھی ان کے بارے میں احوند صاحب کے زہد، ان کی پاکیزگی اخلاق، ان کے سوچ جہاد اور خواہش آزادی کی بہت تعریف کی ہے۔ بادی ہسور Hughes نے بھی ان کی کرامتیں بیان کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ احوند صاحب افغانوں کے دینی اور سیاسی ابطال میں بے تھے اور راہ آزادی کے بہت بڑے مجاہد۔ آپ نے سوات میں افغانوں کی ایک آزاد قومی اور اسلامی حکومت کی بنیاد عملی طور پر رکھ دی۔ احوند صاحب کی وفات ۱۲ جنوری ۱۸۷۷ء کو واقع ہوئی۔ آپ کا مزار سیدو سریف میں اب تک مرجع حلائق ہے۔ احوند صاحب کی نالغاب میں سے ایک مثنوی مساحبات ربانہ پیشو میں ہے، حوا اب تک طبع نہیں ہوئی۔ آپ کے مریدوں میں سے کئی بڑے مشہور و معروف ہررگ اور مجاہد گرے ہیں، مثلاً عٹہ علاقہ جلال آباد افغانستان کے ہررگ مجاہد ملا نجم الدین، متوفی ۱۳۱۹ھ شیخ عبدالوہاب مشہور نہ مانکی شریف، مؤلف عقائد المومنین (پشتو)، متوفی ۱۳۲۲ھ، مانکی، تحصیل نوشہرہ، میں شیخ ابوبکر المعروف نہ پاشنی ملا (غریبی) اور احوند صاحب موسیٰ، کابل۔ ان حضرات نے بھی اپنے پیروں و مرشد کی طرح بڑی شہرت پائی۔

ان دونوں الفاظ کی صورتی یکساںیت محض اتفاقی ہے اگرچہ خود اخنوں نے بھی اس بوجہ کو بخوشی قبول کر لیا تھا۔ پیر بعض اوقات فارسی ترجمے میں اسی توجہ کے پس نظر اخنی کے بدلے ”برادر“ لکھا جاتا ہے (قَب ناصری طبع Taeschner و Schumacher، ص ۳۸)۔ دراصل یہ ایک ترکی لفظ ہے (قَب Deney، J در JA، ۱۹۲۰ء، ص ۱۸۲ سعد، H H Schaeeder در OLZ، ۱۹۲۸ء، ص ۱۰۴۹، حاسیہ ۱)، جو پہلے ہی سے اویغور زبان میں شکل ”آقی“ موجود ہے اور جس کے معنی ”فاصل“ ہیں۔ A von Gabain۔ *Altürkische Grammatik*، ورہنگ (Glossary)، تبدیل مادہ، *Turfantexte*، ۶ : ۱ نام۔ یہ لفظ اسی شکل اور انہیں معنوں میں (سر قَب آقِلِی بمعنی فاصلی) وسطی ترکی (کاسگری) میں ملتا ہے، مثلاً الکاشگری : دیوان لغات الترک میں (امی، ”الحواد“، ۱ : ۸۴۔۔ طبع عکسی، ص ۷۵ آقِلِی، ۳ : ۱۲۹۔۔ طبع عکسی، ص ۵۲، تراکمان : *Mitteltürkischer Wortschatz*، تبدیل مادہ) اور پند آبور نظم موسومہ غنہ الحقائق، مصنفہ ادب احمد بن محمود نوکیکی میں، ناب ہم (طبع R Rahmatı Arat، استانبول ۱۹۵۱ء، ص ۵۸ تا ۶۱، اساریہ تبدیل مادہ، زیر عنوان غنہ الحقائق، طبع بحسب عاصم، استانبول ۱۳۳۴ھ، ص ۵۲ تا ۵۵ : قَب Deney، J در RMM، ۱۹۲۵ء، ص ۲۱۹، حاسیہ ۱) ”آقی ار“ بمعنی ”فیاض شخص“ اور ”آقی نول“ بمعنی ”فاصل سو“؛ ان کی صد ”نجیل“ اور ”نجیللی“ یا ”نعل“ اور جسس اور حسیسلیق ہیں۔ آخر الذکر کتاب میں ”آقی“ کی متبادل شکل احی بھی استعمال ہوئی ہے اور یہی وہ واحد شکل ہے جو رومی۔ ترکی میں بلا استثناء مستعمل ہے۔ کئی مرتبہ قدیم ترین رومی۔ ترکی ادب میں اس کا استعمال بدائیانہ انداز سے (بمعنی ”اے مرد فیاض“، ”اے عالی سب“، ”اے نعل“) شعر

(۱۳) *The Akhward of Swat*، لندن ۱۸۹۵ء؛ (۱۴) *Central Asia*، ۱۸۷۳ء؛ (۱۵) *Personalities of Swat*، لندن ۱۹۰۳ء؛ (۱۶) کابل، از نشریات اکادمی اعلیٰ، کابل ۱۹۳۹ء؛ (۱۷) مچر رپورٹی *Notes on Afghanistan* Major Raverty، کلکتہ ۱۸۹۰ء؛ (۱۸) *North West Frontier*، لندن ۱۸۹۹ء؛ (۱۹) *The Sikhs* Cunningham، کلکتہ ۱۹۰۱ء؛ (۲۰) *Peshawar Statement* James، کلکتہ ۱۸۹۸ء؛ (۲۱) ڈارمشٹیرٹ فرسوی (دہشوتو عواہار و بہار)، پیرس ۱۸۸۸ء؛ (۲۲) مشوی عارالدیر (پشوتو محطوطہ)؛ (۲۳) محمد حیات خان : *خیاب اعلیٰ*، لاہور ۱۸۹۷ء؛ (۲۴) جمال الدین اعلیٰ، *تتمہ البیان فی التاریخ الأعلیٰ*، قاہرہ ۱۹۰۱ء؛ (۲۵) مولانا محمد اسماعیل سوروی سرحد : *صاحب سوات*، پشاور ۱۹۰۳ء؛ (۲۶) مولانا صفی اللہ : *نظم الذرر فی سلک السیر*، محطوطہ؛ (۲۷) حاجی احمد علی : *برہان المؤمنین علی عقائد المصلین*، محطوطہ۔

(عبدالعلی حبیبی اعلیٰ)

احی : پینہ وروں کی ان انجمنوں (guilds) کے رؤساء کا لقب جو اناطولہ میں سرھویں اور جودھویں صدی میلادی میں کچھ بوجوان مل کر بنا لئے تھے۔ یہ لوگ قسودہ [رک نان] کو اپنا نصب العین قرار دیتے تھے اور یہی زیادہ تر اہل حرفہ کے رمرے میں بھرتی کیے جاتے تھے۔ اس نقطہ (۲ : ۲۶۰) اس نام کا تعلق عربی کے اس لفظ [احی] سے بنا ہے جس کے معنی ”میرا بھائی“ ہیں۔ یہ توضیح اگر صوتی یکساںی کے سوا کسی اور حقیقت پر بھی مبنی ہے تو وہ معاطبت کی شکلوں سے القاب کے بن جانے کی ایک مثال ہوگی، کیونکہ ایسی ہی مثالیں عربی ”سیدی“ اور ترکی ”حام“ اور ”بیگم“ وغیرہ میں بھی موجود ہیں؛ تاہم زیادہ قریں قیاس یہ ہے کہ

ادب سے بھری اس امر کی تصدیق ہوتی ہے (ناصری کا فارسی فتوت نامہ، جو ۵۶۸۹ھ / ۱۲۹۰ء میں شمال مشرقی اناطولیہ میں لکھا گیا اور منوی کی صورت میں ۸۸۶ اشعار پر مشتمل ہے؛ ترکی فتوت نامہ نثر میں، جو یحییٰ بن حلیل الشراعی نے غالباً آٹھویں / چودھویں صدی میں یا اس کے بعد مرتب کیا؛ وہ اہم باب جو فتوت بر عطار کی منطق الطیر کے برائے ترکی ترجمے ار گل سہری، میں موجود ہے اور جس کا مطالعہ F. Taeschner نے SBPAH، ۱۹۳۲ء، ص ۳۴ نا ۶۰ء، میں کیا ہے) اور ان اشارات سے بھی جو مختلف مصنفین کے ہاں پائے جاتے ہیں (جن میں سے اس طوطہ کا نصرت اور نصیرہ سے زیادہ حادث بوحہ ہے، ۲: ۲۵۴ نا ۳۵۴، اور خاص طور پر ص ۲۶۰ بعد پر، یعنی الاحۃ الفتیاں کا باب) اور علاوہ ازیں کسوں اور دستاویزات سے بھی، (حوالہ باب کی ایک مہرست، جس میں اب بہت سے اسمائے کئے جاسکتے ہیں، Islamica، ۱۹۲۹ء: ۲۹ تا ۴۷ میں درج ہے)۔ عاصی ناسارادہ (طبع Giese)، ص ۲۰۱ نا ۲۱۳ (= طبع استانبول، ص ۲۰۵) نے احوال کا ذکر عاریاں، اندالان اور ناحیان کے ساتھ ان چار قسم کے لوگوں میں کیا ہے جو روم (اناطولیہ) کے اندر سیر و ساحت کرنے رہتے تھے (مسافر لر و سیاح لر) (اس باب پر نصیرے کے لیے دیکھئے P. Wittek، در Byzantion، ۱۹۳۶ء، ص ۳۱۰)۔ [عاصی زادہ کے] اس حملے کے الفاظ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اناطولیہ میں کہیں باہر سے آئے تھے۔ ممکن ہے کہ ان کا تعلق درویشوں سے اور اسی قماش کے دیگر لوگوں سے ہو جو سیلاب کی طرح مشرق (حراساں و ترکستان) سے اسٹ آئے تھے اور جس کے متعلق دیگر درائع سے بھی پتا چلتا ہے کہ وہ مغلوں کے زمانے (بیرہویں صدی کے دوسرے نصف حصے) میں اناطولیہ آئے تھے۔ اس کی تصدیق یوں ہوتی ہے کہ مغلوں کے

کے آخر میں بطور ردیف کیا گیا، مثلاً کتاب ددہ تورقہ میں (طبع E. Rossi، وری ۶۵-الف، تین دفعہ طبع کیسلی رفعت، ص ۱۶؛ طبع گوکسای Gokyay، ص ۱۹)، یوس ایمرہ کی دو نظموں میں (طبع برہاں امید، ۳۴۴: ۲ و ۳۶۱؛ طبع عبدالسامی گول ہارلی، ص ۱۱۷) نیز دوسرے مقامات پر مثلاً ابوری (کے اشعار میں) (طبع مکرمین حلیل، ص ۴۳)۔ یہ لفظ فارسی لفظ "حوامرد" کا بوزا معبود حاصل کر کے، جو خود اس لفظ سے سری لفظ منی، الفی سے حاصل کیا تھا، نام معنی سے گزر کر خاص معنی یعنی "حامل موتہ" (فارسی: فتوت، ترکی: فتوت) کی طرف منتقل ہو گیا (قہ مانڈر H H Schaefer، مقام مذکور)۔

اخی کی اصطلاح ان معنوں میں کہ اس کا حامل فتوت کا مالک (صاحب موت یا موت دار) ہے ہمیشہ نام سے پہلے استعمال ہوتی ہے اور نہیں نہیں ایسے اشخاص کے لیے بھی استعمال کی گئی ہے، حواسیوں / بیرہویں صدی سے پہلے گزرے تھے؛ مثلاً یہ اصطلاح صوبی شیع اخی فرج زنجانی (م ۴۵۷ - ۵۰۸ھ / ۱۰۶۵ - ۱۰۶۶ء کے لیے استعمال ہوتی ہے) اور کہا جاتا ہے کہ شاعر نظامی (ولادت ۵۳۵ھ / ۱۱۴۱ء) کے اساد کا بھی یہی لقب تھا؛ تاہم صرف سانیوں / بیرہویں صدی میں اور زیادہ خصوصیت سے آٹھویں / چودھویں صدی ہی میں حاکم یہ نام کل مشرق وسط میں عموماً اور اناطولیہ میں خصوصاً بکثرت ملتا ہے۔ پھر نویں / پندرہویں صدی کے دوران میں وہ تدریج دوبارہ غائب ہو جاتا ہے۔

زیادہ مخصوص مفہوم میں "اخی" بطیم موتہ کی وہ خاص شکل ہے جو اس نے اناطولیہ میں مؤخر ساجوقیوں کے بعد کے زمانے میں اختیار کر لی تھی۔ یہاں [یعنی اناطولیہ میں] اس تحریک کے خود اپنے

۲۸۶ قیسریہ [میں]، ۲: ۲۸۸ (بعد)۔ بعض اوقات وہ عدالتی اختیارات بھی رکھتے تھے (مثلاً) قوسہ [میں]، اس نطوطہ، ۲: ۲۸۱)۔ معلوم ہوتا ہے کہ آقرہ میں ان کی حشمت خاص طور پر مصبوط بھی، جب کہ سیواس کے محل والی کا امداد وہاں تک وسیع نہ ہوا تھا۔

سرف الدین، جو آقرہ کے ان اخیوں میں سب سے زیادہ متمول اور نارسوح تھا، اپنے مقررے کے کسے مؤرخہ ۵۰۱ھ / ۱۳۵۰ء میں اپنے آپ کو اخی المعظم کہا ہے (سارک غالب: آقرہ، ۲: ۱۵، بعد، سمارہ ۲۰: *Islamica*، ۱۹۲۹ء، ص ۳۳، عدد ۳ ب)۔ قول پیری (طبع Taeschner)، ص ۵۲ (= طبع آقرہ، ص ۱۹۰ تا ۱۹۲) مراد اول ہے ۵۶۲ھ / ۱۳۶۰-۱۳۶۱ء میں اس شہر کا قصبہ انہیں کے ہاتھوں سے لیا گیا تھا۔ اولیں سلاطین عثمانیہ کے حوالی و موالی میں بھی ہمیں اخی نظر آتے ہیں، حانچہ ان میں سے بعض نے فتح بروسہ میں حصہ لیا تھا (مفصل کے لیے دیکھئے *Islamica*، ۱۹۲۹ء، ص ۳۰)۔ اس واقعے کی سادہ پر گسرے Fr Giese (ZS، ۱۹۲۳ء، ص ۲۵۵ تا ۲۵۸) نے اخیوں کو ایسی افواج تصور کیا ہے جن کے درجے آل عثمان نے اپنی سلطنت کی ساد ڈالی اور یہ قیاس بھی ظاہر کیا ہے کہ آل عثمان خود بھی جماعت اخی میں سریک تھے، تاہم یہ اس لیے بہت عیراعاب ہے کہ اخی بحریک شہری نوعیت کی بھی اور اس کی انجمن اہل حرفہ پر مشتمل تھیں۔ [اس کے برعکس]، P. Wittek کا یہ حال بہت زیادہ قدریں قیاس ہے کہ گسرے نے جو کردار اخیوں سے منسوب کیا ہے وہ دراصل غاریوں کا ہے، جو دس کی حمایت میں لڑتے تھے اور اخیوں کے معائن ایک عسکری نظم رکھتے تھے (پہلے ZDMG، ۱۹۲۵ء، ص ۲۸۸- بعد میں اور پھر اکثر و ستر)۔ لیکن اس کے

دور سے پہلے مملکت ایران میں اخیوں کی موجودگی کا ذکر آیا ہے۔ اناطولیہ میں اخیوں کی موجودگی کے سب سے قدیم حوالے بھی (خصوصاً در افلاکی: ماقب العارین، قس کاہن Cl Cahen، دیکھئے مچے) اس زمانے کے ہیں جب [اناطولیہ کے] ایران سے تعلقات قائم تھے۔ اس کے ساتھ ہی نظم اخی کی مختلف صورتوں پر سر کرتے وقت ہمیں اس نعلی کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے جو انہیں دوبار بعداد کی مہذب و ساریستہ فتوہ سے تھا۔ اس کا قریبہ نظم فتوہ کے محدثہ حلیہ الناصر لدین اللہ (۵۰۵ء تا ۶۲۲ھ / ۱۱۸۰ تا ۱۲۲۵ء) اور روم کے سلجوقی سلطان کے ان باہمی تعلقات میں ملتا ہے جن کی تصدیق اکثر کی جاتی رہی ہے۔

حسن زمانے میں رومی سلجوقوں کی سلطنت بارہ بارہ ہو رہی تھی اور اناطولیہ کا علاقہ متعدد برکی ریسوں میں منقسم ہو رہا تھا (سرویں صدی کا نصف ثانی) جو اخیوں نے، جو ان کے ہمعصر یا لچہ و صے بعد کے مصنفین (مثلاً ابن بی بی، آو سرائی، سرس ۵ گسام محطوطہ اور افلاکی) کے قول کے مطابق [موجی] گروہوں (رئود) کی قیادت کر رہے تھے، زماناں سرگرمی دکھائی، جس سے ایک صدی پہلے کے بعداد کے عیاروں [رک نان] اور شام کے 'مداث [رک نان] [سر لکھشو کے نانکوں] کی یاد بارہ ہو جاتی ہے۔ چودھویں صدی کے پہلے نصف حصے میں اخیوں کا ذکر اس نطوطہ سے حسن کی انہوں سے اس کے سفر اناطولیہ کے دوراں میں (قریباً ۱۲۳۳ء) ہر شہر میں خاطر و مدارات کی، اس زمانے کے اناطولیہ کی مختلف النوع ریاستوں کے مجموعے میں اتحاد و اتعاف کے ایک اہم عصر کے طور پر لیا ہے۔ ایسے شہروں میں جہاں کوئی حکمران نہیں رہتا تھا انہوں نے ایک قسم کا نظام حکومت قائم کر رکھا تھا اور انہیں اس کا منصب حاصل ہوا تھا (مثلاً) آو سرائے [میں]، اس نطوطہ، ۲:

کارگزار ارکان ہوئے تھے۔ ان کی نشانی، بقول اس نطوطہ، ۲ : ۲۶۴، ایک چھری (سکین) ہوتی تھی، وہ سر پر سفید اوبی ٹوبی (قلنسوہ) اوڑھتے تھے، جس کے سرے سے ایک ہاتھ لٹکا رہا تھا (جس کی چوڑا کپڑے کا ٹکڑا لٹکا رہا تھا) (جس کی رمانہ مابعد کے یکی چری کے سر کے لباس کچھ [Kēō - کچھ کلاہ، مددے کی ٹوبی] سے مشابہت قابل توجہ ہے)۔ بقول اس نطوطہ اخی انجمن کے سربراہ روزانہ ساء کے وقت اسے سرگروہ اخی کے مکان پر جمع ہونے اور دن بھر کی کمائی اس کے سامنے پس کرتے تھے۔ اس سے اجتماع حائے کے احراہات اور مشرکہ لٹھائے کے مصارف ملتے تھے، جس میں مہمانوں اور بالخصوص آئے حائے مسافروں کو بھی سربک لٹا جاتا تھا۔ مسافروں کے مقام و طعام کے اہتمام کو وہ اپنا خاص فریضہ سمجھتے تھے۔ بقول اس نطوطہ ان کا ایک سیاسی مسئلہ یہ تھا کہ وہ طالبوں سے بر سر بیکار ہوں اور ان کے سانبھوں کو مل لیں۔ ممکن ہے کہ یہ بیان گریستہ زمانے کے اخیوں کی ان سرگرمیوں کی صدائے نارگسٹ ہو جس کی اکثر صدیق ہوئی تھی اور جس کا اظہار بغاوتوں اور اس قسم کے مظاہروں کی شکل میں ہونا رہا تھا۔

جہاں تک دیگر رسوم و آداب اور ان کے اصول شرافت کا تعلق ہے، اخیوں نے قُتُوہ [رُکَّ نَاں] کے عام اصولوں کو قبول کر لیا تھا۔ قُتُوہ کی طرح اخیوں میں بھی کسی نئے رکن کو جماعت میں شامل کرنے (برس) کے لئے اس کی کمر میں بیٹی باندھی جاتی تھی، اس کے نال برائے حائے تھے، تمکین پانی کا ہالہ مجلس میں گھمایا جاتا تھا اور نئے رکن کو باحامہ پہنایا جاتا تھا۔ داخلے کی یہ رسم ضروری تھی، مگر اس فرقے کی کوئی دیہی یا سیاسی حیثیت متعین نہیں تھی، چنانچہ اخیہ

پر خلاف مراد اول کے ایک وقف نامے (وفقیہ) مورخہ ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۶ء اور حاحی بیکتاش کے ایک کتبے مؤرخہ ۱۳۶۹ھ / ۱۹۴۸ء سے یہ تسخہ نکلا ہے کہ یہ سلطان شاہا ساسی وحوہ کی بناء پر جماعت اخی میں، حواب نک طاقنور تھی، شامل ہو گیا تھا۔ (دیکھئے ٹائسنر War Mardal/Gloss. Fr Taeschner 'Oiers der amurru oder Mitghed des Achibundes' ۱۹۵۳ء، ص ۲۴ تا ۳۱) تاہم اس واقعے سے برمی لڑنے کے بجائے بحریک اخی روال بد رہوئے لگی، سربراہ معلوم ہوا ہے کہ اس سلاطین شماسی نے انہوں کی مرید ضرورت نہ رہی جو انہوں نے ان سے اسے تعلقات قطع کر لئے۔

اخیوں کا اپنا ادب ساسی، بدایہ میں لسی سرگرمی کی طرف اشارہ نہیں کرتا، بلکہ اس میں اخی بحریک ایک سم مدھی، روس سمب جماعت کے رنگ میں نظر آتی ہے۔ اس کے ہی مدارج ہیں۔ (۱) بیک ("نوحواں ادسی"، جو عربی لفظ فی ہا [بری] ترجمہ ہے۔ اس سے جماعت کا معمولی عرسادی شدہ رکن مراد تھا) (۲) اخی (لسی انجمن) فتان کا صدر اور ایک راوی، یعنی اجتماع حائے، کا مالک: بعض اوقات ایک شہر میں ایک سے زائد ایسے راویے ہوتے تھے) اور (۳) سنج۔ ظاہر یہ آخری درجہ عملاً کوئی فعال کردار نہ رکھتا تھا اور اس سے مراد غالباً کسی درویشی سی کا ہونا ہوتا تھا، جس سے اخی جماعت کے لوگ اپنے آپ کو وابستہ سمجھتے تھے۔ اس قسم کی وابستگی ہر جماعت کی انفرادی نوعیت پر موقوف تھی، چنانچہ بنا چلتا ہے کہ اخیوں کے مولویہ، بکتاشیہ، خلودہ اور غالباً دیگر سلسلوں سے تعلقات تھے۔ پھر معمولی ارکان کی بھی دو قسمیں ہونی تھیں۔ وہ یا بوقولی، "ربانی ارکان" ہوتے تھے، یعنی وہ جو زبان سے احمالی طور پر اقرار کر لیں؛ یا سیفی، "بلوار کے ارکان"، جو غالباً

مزید سرآن دباغوں میں یحییٰ بن حلیل الترغاری کا فتوب نامہ برابر پڑھا جانا رہا اور اس کی نظر ثانی اور نقل کی جانی رہی۔

احی کا لفظ ترکی کے باہر بھی کہیں کہیں اتفاقاً من جانا ہے، لیکن سہادیں اس قدر کمات ہیں کہ اس کے صحیح مفہوم کے متعلق قطعی نتائج احد نہیں کسے جا سکے۔ سب سے زیادہ عجیب واقعہ ایک شخص احی حو [رک ناں] ”جھوٹے احی“ سے متعلق ہے، جو ایران کے اہل حانوں کے روال کے بعد آذربائیجان میں نمودار ہوا تھا۔ لفظ احی، ناص مفہوم میں ”حطائی“، یعنی سادہ اسماعیل [صوفی]، کے دیوان میں سچلہ دیگر حطابات کے، جو وہ اپنے پیروں کو دیا کرتا تھا، حطاب کے طور پر کئی مرتبہ وارد ہوا ہے (سوزسکی The poetry of Shah Isma'il I V Minorsky، در BSOAS، ۱۹۴۲ء، ص ۱۰۳، الف، فواد کوپرلو: ترک حلی اداسانی آسکلوئیدی سی، عدد ۱، اسانسول ۱۹۳۵ء، ص ۳۰، الف)۔

مآخذ (۱) کوپرلو: فواد محمد فواد، ترک ادبیات

ایلیک متصوف، اسانسول ۱۹۱۸ء، ص ۲۳ تا ۲۴۳ (۲) عثمان پوری، محلہ امور بلدیہ، ۱: تاریخ سکیلاب بلدیہ، اسانسول ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۲ء، باب ۶: احی شکلاتشک اصافلی لہ مساستی، ص ۵۳ تا ۵۵۶: (۳)

Iz žizni tsekhov v Turtsu k istorii. VI Gordlevskiy 'akhi'، در Zapiski Kollegii Vostokovedov، ۱۹۲۶ -

۱۹۲۷ء، ص ۲۳۵ تا ۲۴۸: فراسیسی میں تلخیص ار G Wajda، در REI، ۱۹۳۴ء، ص ۷۹ بعد: (۴)

Beiträge zur Geschichte der Achis in Fr Taeschner Anatolien (14-15 Jhdt) auf Grund neuer Quellen

در Islamicica، ۱۹۲۹ء، ص ۱ تا ۴ (۵) محمد حود: دیل علی فصل ”الاحیہ العیان التریکیہ“ فی کتاب الرحلہ

لاس بطوطہ (L'éducation et l'organisation aux foyers)

کے بعض دستوروں اور طریقوں میں (مثلاً [حصر] علیٰ رتبا سے استہائی عقیدت میں) شعیب کا رنگ جھلکتا ہے؛ تاہم وہ اپنے آپ کو یقیناً سنی سمجھتے تھے اور تمام ترکوں کی طرح حنفی مذہب کے پیرو تھے۔ اسوب میں اس بطوطہ پر، حو مالکی تھا، طریقہ ہمارے مذہب سے اختلاف کی بناء پر، رافضی یعنی سعی ہوئے کا بسہ کیا گیا تھا اور ایسے اپنی صفائی پس کرنے کے لیے حرگوش کا بھا ہوا کوسب کھانا پڑا تھا، ۲: ۳۵۲ بعد)۔

پندرھویں صدی میں مسک احی کی معمومات کم سے کم سر ہوئے ہونے آخر کار معدوم ہو جاتی ہیں۔ بعض اوقات احی کا لفظ اگر آدا بھی ہے تو بعض اسم معرہ کے طور پر، مثلاً سلطان محمد ثانی کے عہد میں ایک شخص ملا آخوٹ کا نام آتا ہے، ایک حانداں، جو ”احی زادہ“ کہلاتا تھا اور جس کے افراد اعلیٰ عدالتی عہدوں پر فائز تھے، سرھوہر صدی میں بھی نامی تھا، برائیس مقامات کے نام بھی، جس میں لفظ احی شامل ہے، اناطولہ اور رومانی میں عام ہیں، لیکن اسسا معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ احی پندرھویں صدی کے دوراں میں ناسد ہو گیا اور اس کی روایت ترکی پسہوروں کی انحصوں (سبب صف) کے صرف بعض عناصر میں باقی رہ گئی۔ سر بطوطہ میں (بقول سد محمد بن سد علاء الدین: فتوب نامہ کلان) (الف ۱۵۲۴ء)، سو مدارح ہونے تھے) اور احی، جو حلقہ بھی کہلاتا تھا، سانویں درجے پر ہونا تھا۔ احی روایت خاص طور پر دباغوں (چمڑہ رنگے والوں) کی انحص میں قائم رکھی جاتی تھی، جس کا سرپرست احی اوران [رک ناں] تھا، جو ایک سم اسانسوی شخصیت ہے اور اگر اس کا کوئی تاریخی وجود ہو بھی تو وہ لارما چہ دھویں صدی کے پہلے نصف میں گرا ہوگا۔ دباغوں کی انحص کے صدر کا لقب احی نانا [رک ناں] تھا۔



اس مشوی میں مستعار ہیں اور یہ اس بزرگ ہستی کی وفات کے بھوڑے ہی عرصے بعد لکھی گئی۔ بعد ازاں اس کا تذکرہ حاجی یکتاش کی کتاب ولایت نامہ میں آیا ہے جو سلطان مراد ثانی کے زمانے میں لکھی گئی تھی (گروس *Das Vilâyet-name des Hâgğî E Gross*، لائپزگ ۱۹۲۷ء، ص ۸۲ تا ۹۳)۔ گنکسہری کی مشوی میں بو اخی اوران کی شخصیت کو محض ہلکا سا کراماتی رنگ دیا گیا ہے (یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ اب تک اس میں دباؤ کے نشے سے اس کے تعلق کا کوئی ذکر نہیں آیا)، لہٰذا ولایت نامہ میں جائزے پوری طرح افسانوی نفس و نگار سے مرین کر دیا گیا ہے اور دباؤ کے ساتھ تعلق کا بھی ذکر ہے۔ یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ یہاں احی اوران کو مرید کی حیثیت سے نہیں بلکہ حاجی یکتاش کے دوست کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ قول علی امیری (OTEM، ۱۳۳۵ء، ص ۶۷ بعد، حاشیہ)، اور محمد حودب: (دیل علی فصل الاحیاء النبیاء، اسانول ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء، ص ۲۷ تا ۲۸۲) احی اوران کا ایک وقف نامہ (وقفہ) موجود ہے، جس کی تاریخ تحریر ۱۳۰۶ھ / ۱۳۰۷ء ہے (اس وقف نامے کی ایک نقل شائع کردہ حواد حق بریم: قیرسہر تاریخی، قیرسہر ۱۹۳۸ء، میں اس کی تاریخ ۱۳۶۶ھ / ۱۳۷۷ء بھی دی گئی ہے) جس میں اس بزرگ کا پورا نام الشیخ نصیر (بریم: نصیر) الدین پیر پیراں احی اوران دیا گیا ہے، مگر اس دستاویز کو آسانی کے ساتھ جعلی قرار دیا جاسکتا ہے، کیونکہ اس میں شیخ حامد ولی (م ۱۸۱۵ھ / ۱۸۱۲ء) کا نام مذکور ہے، جو حاجی بیرام ولی (م ۱۸۳۳ھ / ۱۸۲۸ء، [کذا ۱۸۲۹ء] کے استاد تھے۔ یہ دستاویز غالباً پندرہویں صدی کے نصف اول میں وضع کی گئی تھی یا کہ احی اوران کی حلقہ کی مملوکات کو

*des gens des métiers en Asie Mineure et Syrie du XIII<sup>e</sup> siècle jusqu'à notre temps*، اسانول ۱۹۳۰ء / ۱۹۳۲ء؛ (۶) عمت عثمان *Aperçu général sur l'histoire économique de l'Empire turc-ottoman*، اسانول ۱۹۳۱ء، ص ۶۳ تا ۶۶؛ (۷) ٹائشنر *Der anatolische Dichter Nâsîrî (um 1300) und sein Futuvvetname*، مع تمجد ار *W Schumacher*، لایپزگ ۱۹۴۴ء؛ (۸) ایلخان ترومن ایلر، آفرہ ۱۹۴۷ء (اس کا مطالعہ احتیاط سے کیا جائے)؛ (۹) ڈنسر *Spuren für das Einkommen des Achittums ausserhalb von Anatolien*، بین الاقوامی مؤرخہ مسشرقہ، کے ہائیسویں اجلاس کی رویداد، اسانول ۱۹۵۱ء (۱۰) کاہن *Sur les traces des premiers Akhis*، Cl Cahen، در *M I Köprülü Armağanı*، قیرسہر

(ٹائشنر IR Taischner)

• اخئی اوران: برکی کا ایک ہم افسانوی ولی، برکی دباؤ کی انجمنوں (guilds) کا سرپرست۔ اس کے مقررے اور راویے سے (جو یوں / پندروہویں صدی میں تعمیر ہوا اور جس پر ۱۸۵۴ھ / ۱۸۴۰ء اور ۱۸۸۶ھ / ۱۸۸۱ء کے کتبے نصب ہیں، جس میں سے آخر الدکر کتبہ علاء الدولہ بن سلمان بگ کے نام سے ہے، جو غالباً دوالقندر کے خاندان سے تھا اور اس طرح سلطان محمد ثانی کا برادر سستی تھا) حاجی ایک تکتہ ہے، جہاں رائرس بکثرت حاشیے بھی۔ طاش کوپروڑادہ (اس حلقہ کے حاشیے پر، ص ۱۵؛ ترکی ترجمہ ار محمدی، ص ۳۳، حرمن برحمہ ار ریشر O Rescher، ص ۶) بے اس کا ذکر اورخان کے دور کے شیوخ میں کیا ہے۔ اس کا نام سب سے پہلے ایک برکی مشوی کرامات احی اوران طاب ثرا، مصنفہ گنکسہری، میں آیا ہے، جو غالباً اس مصنف کی منطق الطیر (تاریخ مکمل ۱۷۱۷ھ / ۱۳۱۷ء) کے بعد لکھی گئی تھی، جس کے بہت سے مضامین

بھی، نیز یہ کہ آنحضرت [صلعم] نے خاص طور پر ان کی ستائش کی تھی۔ (اس تصادف زمانی کی میری بلفرا دی نے اپنی کتاب موسومہ نصاب الانتساب و آداب الاکتساب میں، جو ۱۹۲۰ء میں لکھی گئی اور جس میں ان انجموں کے ادب میں شیعہ رجحانات کی موحودگی پر بکتہ چینی کی گئی ہے، مذتب کی ہے)۔ کتاب عقای مشرق میں، جو جنوبی شیعہ سید مصطفیٰ ہاشم (۱۱۹۷ھ / ۱۷۸۳ء) کی تصنیف ہے اور جس کا حوالہ علی امیری (مقام مذکور، ص ۶۶ تا ۶۷) نے دنا ہے۔ اس برگ کا ذکر سید نعم اللہ احی اوران ولی کے نام سے حاحی نکتاش ولی اور سند ادیبالی کے ساتھ عازی عثمان کی رسم شمشیر ہدی کے سلسلے میں کیا گیا ہے۔ ترکی دناعوں کے سرپرست کی حشبت سے بصوف کا ایک سلسلہ بھی اس سے منسوب کیا جاتا ہے، جو تمام دناعوں کے سرپرست رند ہدی سے مل جاتا تھا۔ بعض دوسرے سلسلے منصور عاند، یعنی الحلاج، تک پہنچتے ہیں۔

سویں صدی کے ابتدائی سالوں تک احی اوران کے تکیے واقع قبر شہر نے ایک اہم کردار ادا کیا، کیونکہ اس کی حاقاہ کا سیح، جس کا لقب احی نانا [رک نان] ہوتا تھا، کچھ بوداب خود اور کچھ اپنے ان نمایدوں کے دریمے سے جو محفل شہروں میں رہتے تھے دناعوں کی اور اسی قسم کے چمڑے کے کارونار کرے والوں (مثلاً ریں سازوں اور کمش گروں) کی انجموں پر بصرف و اقتدار رکھتا تھا جو اناطولیہ اور سلطیہ عثمانیہ کے یورپی صوبہ جاب میں قائم تھیں اور تدریجاً قریباً کل ترکی پیشہ وروں کی انجموں کے نظام کو اپنے زیر اثر لانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

مآخذ: (۱) Dervishi Akhi V. Gordlevskiy

Izvestia Akademii 'Evrana i tsekhi v. Turtsiu

Nauk SSSR، ۱۹۲۷ء، ص ۱۱۷ تا ۱۱۹ (فرانسیسی

قانونی حواز دیا جاسکے۔ زیارت گاہ کے طور پر اس جامعہ کی اہمیت کی تصدیق سید علی رئیس نے کی ہے (مراہ الممالک، استانبول ۱۳۱۳ھ، ص ۱۶) انگریزی ترجمہ ار The Travels and adventures A Vamhery of the Turkish Admiral Sidi Ali Re، لندن ۱۸۹۹ء، ص ۱۰۵)، جس نے ۱۵۹۶ / ۱۵۵۶ء میں ہندوستان سے واپسی کے وقت اس کی زیارت کی تھی۔ میر سہر (میر سہری، ولایت مرہ مان) کے علاوہ اناطولیہ کے دوسرے شہر بھی اس باب پر محرکریے بھی کہ اس برگ کا سرار یا کم سے کم اس کی کوئی یادگار ان کے ہاں موحود ہے، مثلاً طبرون (وزیر پیر ایک "مقام"، مورہ (محلہ سرچہ لی میں)، ننگیہ اور بروسہ؛ مگر یہ سب یادگارن کم و بیش فراموش ہو گئیں اور صرف میر شہر کی حاقاہ نے اپنی سہر قائم رکھی۔

مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ احی اوران کے قصے بعض افواب اور مصنفین کے ہاں بھی ملتے ہیں، مثلاً (۱) علی: کتہ الاحبار، ۵: ۶۴ اور (۲) اولیا چلی: صاحب نامہ، ۱۰۹۴ بعد (۳) دناعوں کی انجموں کی تصانیف، جس میں احی کی روایات جاری رہیں (اکثر مساقب کے نام سے یحییٰ بن حلیل الرعاری کے منوب نامے کے صمیموں کی شکل میں (مب مادہ احی)) (۴) اس ربانی روایات میں، جن کو مثلاً M Rasanen

Türkische Sprachproben aus Mittelanatolien، ح ۳ ہاسکی ۱۹۳۶ء ص ۹۹ بعد، شمارہ ۲۳، ۲۴ و ۲۵؛ W Ruben (دیکھیے مآخذ) نے فلسفہ کیا ہے۔ یہ روایات زیادہ تر یا تو اس برگ کے دناغی (یا باعانی) کے کام سے متعلق ہیں اور یا اس کے نام سے (اوران یا 'وزن': "اژدہا، سانپ"؛ اسی بناء پر Gordlevskiy کو یہ سہ ہوا کہ کہیں یہ "ناک پوجا" کا قیہ نہ ہو)۔ احمر دناغان کی کتابوں میں ایک روایت یہ ہے کہ اس برگ کا اصلی نام محمود تھا اور وہ نبی اکرم [صلی اللہ علیہ وسلم] کے چچا [حضرت] عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹوں میں سے

کا بڑا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ نئے امیدواروں کو ان  
انجموں میں داخل کرنے وقت ان کی رسم کمر بندی  
(فوشاں یا پشپ مال قوناسمک) ادا کریں۔ اس کا  
کچھ معاوضہ مقرر تھا۔ اخی نانا آہستہ آہستہ اپنا  
اقدار دیگر انجموں پر قائم کر لے میں کامیاب  
ہو گئے اور ان میں بھی کمر بندی کی رسم ادا کرنے  
لگے۔ اس طرح انہوں نے اناطولیہ اور یورپی صوبوں  
کی تقریباً کل برکی نظم بيشہ وراں کو اپنے قابو میں  
کر لیا (لیکن ان صوبہ حاب میں جہاں عرب آبادی  
بھی ایسا نہیں ہوا)، جس کا تشعہ یہ ہوا کہ وہ  
حوب رور پکڑ گئے اور قیرسہر کے تکیے کے لیے  
انہوں نے بہت سی دولت فراہم کر لی۔ صرف حد  
ہی انجمیں اسی نہیں ہو سکی نہ کسی طرح ان  
کے اثر سے معیوض رہ سکیں، ان میں آقرہ کی انجمیں  
بھی شامل تھیں، جو اس سے پہلے احب کا گڑھ رہ  
چکا تھا۔ اخی نانا کا اثر فرم (کریما) تک بھی جا  
پہنچا تھا اور وہاں بھی دناغوں کی انجمیں کو تمام  
انجموں کی تقریبات میں اولت حاصل بھی  
(F. Bulatov، در *Očerki Rossi*، طبع پاسبک V Passek،  
ماسکو ۱۸۸۰ء، ۳: ۱۳۹ تا ۱۵۴؛ V Gordlewskiy،  
*Organizatsiya tsekhov v krimskikh Tatar, Trudi etno-*  
*grafno-arkhe-ologičeskovo Muzei pri I Moskovskom*  
*Gosudarsto Unversitete*، ح ۴، ماسکو ۱۹۲۸ء،  
ص ۵۶ تا ۶۵)۔

اخئی نانا یہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ اخی  
اوران کی اولاد ہیں۔ اخی نانا کے مقامی نمائندوں کو  
متعلقہ انجموں کے ارکان مستحب کرنے بھی، لیکن  
یہ ضروری نہ تھا کہ وہ خود بھی ان انجموں کے  
ارکان ہوں۔ کوئی شخص بھی، جو کسی وجہ سے  
مشہور ہو، مستحب ہو سکتا تھا؛ تاہم ان کے لیے  
ضروری تھا کہ وہ قیرسہر کے اخی نانا سے  
احارب نامہ اور حکومت سے سد (نرات) حاصل کریں،

میں خلاصہ از *G. Vajda*، در *REI*، ۱۹۳۳ء، ص ۸۱ تا  
(۸۸): (۲) ٹائشنر *Taeschner*، در *Islamica*، ۱۹۲۹ء،  
ص ۳۱ تا ۳۴ (جس میں قدیم تر مآخذ کے حوالے بھی  
ہیں): (۲) وہی مصنف: *Legendenbildung um Achs*،  
*Evran, den Heiligen von Kirschehr*، ۱۹۱۱ء، ص ۱۰۰  
شمارہ، ارمنان برائے *Fr. Giese*، ۱۹۰۱ء، ص ۱۱ تا ۱۲، ۹  
بعد: (۴) خودت حتی قیرم: قیرسہر تاریخی اور رہنما آرا  
شتریتہ، قیرسہر ۱۹۳۸ء، ص ۱۱۱ تا ۱۲۶ (۵) وہی  
مصنف: تاریخہ قیرسہری۔ گلی شہری، ۱۹۳۸ء،  
(۶) *H B Kunter*، کاہلر، ویدر در لسی،  
۱۹۳۲ء، ص ۳۱ بعد (اس کا نقاشہ کا کدہ جس میں  
مرار واقع ہے، ص ۳۴ بعد، حد ۹ تا ۱۰) (۷) *W Ruben*  
: قیرسہر گڈمز چکی صفت عابدہ لری،  
۳: اخی اوران تریسی، در *Bell*، ۱۹۳۷ء، ص ۹۱۶ تا  
۹۳۸ (حرم خلاصہ، در *Bell*، ۱۹۳۸ء، ص ۱۹۵ تا  
۱۹۹: اخی اوران سے معالی حکایات اور اس کے سرازو  
حانقاہ کا بیان) (۸) ٹائشنر *Fr. Taeschner*،  
*Mesnet auf Achs Evran, den Heiligen von Kirschehr*  
*und Patron der thürkischen Zünfte*، ویرناڈا،  
Wiesbaden، ۱۹۵۵ء۔

(ٹائشنر *Fr. Taeschner*)

\* اخی نانا: عام [برکی] بول چال میں اخی نانا  
یا اخی نانا، اوران [رک نانا] کے نکلے واقع قیرسہر  
کے شیع کا لقب۔ بعض اوقات اس [شیع] کے اُن  
نمائندوں کو بھی اسی لقب سے یاد کرتے تھے جو  
ترکی اہل حرمہ کی انجموں (قب صفت) واقع اناطولیہ،  
رومیلیا اور بوسہ میں نکلے کی طرف سے بھیجے  
جاتے تھے، بالخصوص دناغوں اور دیگر چمڑے کے  
کاریگروں (زین ساروں، کمس گروں) کی انجموں  
میں: نیز خود ایسی انجموں کے صدر بھی اخی نانا  
(زیادہ صحت کے ساتھ "اخئی بابا وکیلی") کہلاتے  
تھے۔ اخی نانا یا اس کے نائبوں یا مقامی نمائندوں

حس سے ان کے تقرر کی تصدیق ہو۔ دناغوں کا آخی بابا بیک وقت اپنے شہر کی کل پیشہ ور تنظیمات کا صدر ہوتا تھا، تاہم اس کو معروف کیا جا سکتا تھا۔

ترکی انجمنوں کے انحطاط کے ساتھ، جو معری اقتصادی نظام کے دھیل ہو جانے پر طہور پذیر ہوا، وہ شہر کے اخی نانا کے دورے اور اس کے نمایندوں ۵ ادھر ادھر بھیجا جانا متروک ہو گیا۔ اخی نانا کا

ایک نمایندہ سب سے آخری مرتبہ بوسنہ Bosnia میں ۱۸۸۶-۱۸۸۷ء میں آیا تھا (-Hamdija Kreševlja

\*Esnafl i Obrti u Bosni i Hercegovini, Sarajevo ković در Zbornik Narodni život i običaje južnik Slavena

عرب Zagreb ۱۹۳۵ء، ص ۱۰۱ تا ۱۴۷)۔ ان صوبوں میں جو سلطنت عثمانیہ میں شامل رہے یہ

مریقہ صرف اس وقت متروک ہوا جب ۱۹۰۸ء میں اہل سرہ کی برائی انجمنیں نوڑ دی گئیں۔

مآخذ: دیکھیے مادہ آخی و آخی اوران، سیر (۱) Das Zunftwesen in der Türkei, Fr Taeschner

fur Sudosieuropa, در Leipzig Vierteljahrschrift ۱۸۸۷ تا ۱۸۹۰ (۲) وہی مصنف Das bosnische

Byzantin- در Zunftwesen zur Turkenzeit (1460-1875) ische Zeitschrift ۱۹۰۱ء، ص ۵۵۱ تا ۵۵۹۔

(نائشر FR TAESCHNER)

\* آخی جوق۔ ”آخی حورد“، آتھوین/چودھوں

صدی میں بربر کا ایک امر، جس کا [اصلی] نام معلوم نہیں۔ وہ چوناں خاندان کے ملک اشرف کی

ملارم میں تھا، جسے آلتوں اردو کے حان حابی نگ نے سکسب دے کر قتل کر دیا تھا۔ حابی نگ

کے انتقال کے بعد حب اس کا بیٹا سردی بیگ، جسے اس کا باپ مفتوحہ شہر کا حاکم بنا گیا تھا،

اسے باپ کا نائب حاصل کرنے کے لیے بربر سے روانہ ہوا (۱۳۵۸ھ/۱۳۵۷ء) سو آخی حوے نہ

صرف بریز پر قابض ہو گیا بلکہ پورے آدرسجان

پر تسلط جمائے میں کامیاب ہو گیا اور اس نے کچھ عرصے تک اس علاقے کو بغداد کے جلاثری سلطان آویس سے، جو حس بربرگ کا بیٹا تھا، بچائے

رکھا؛ تاہم حب آویس نے ۵۷۶۰ھ/۱۳۵۹ء میں بربر فتح کر لیا، سو اس نے آخی حوے کے قتل کا

حکم دے دیا، کیونکہ اس نے سلطان مدکور کے خلاف سازش میں حصہ لیا تھا۔ اپنے قلیل زمانہ

حکومت میں آخی حوے مصر کی مملوک سلطنت سے خط و کتابت کرتا رہا (مملوک سرکار ایسے محض

”آخی“ کے لفظ سے مخاطب کرتی تھی، القلقشیدی: صبح الأعشی، ۲۶۱، ۸ قے Beiträge W Bjorkman

zur Geschichte der Staatskanzlei im islamischen Agypten، ص ۱۲۸)۔ اس کی شہرت باطولہ تک

خا پہنچی تھی، جہاں ایک قدیم ترکی ساعر احمدی نے اپنے مسطور اسکندر نامے میں ایک بورا ناب اس کے

لئے وقت کیا۔

مآخذ: (۱) سر حواید: روضہ الصمد، دمشق ۱۲۶۶ھ، ۵: ۱۶۹؛ (۲) حواید امر: حبیب السیر،

تہران ۱۲۷۱ھ، ۳: ۸۱؛ (۳) حافظ ابرو، ترجمہ اریانی، پیرس ۱۹۳۶ء، ص ۱۵۴؛ (۴) سورسکی V Minorsky

در آ، انگریزی، طبع اول، ح ۴، مادہ تبریر و آویس، (۵) شہول Die Mongolen in Iran B Spuler، ص ۱۳۷؛

(۶) نائشر Fr Taeschner Der Achidehuk von Tebriz، در Festchrift Jan Rypka، پراگ ۱۹۵۶۔

(نائشر FR TAESCHNER)

\* اخیضیر: صحراے عراق میں کر بلا سے پچیس میل

اور یمامہ سے جنوب مغرب کو دس میل کے فاصلے پر ایک شاندار قلعے کا نام، حو اب کھنڈر ہو چکا ہے۔

ممکن ہے کہ یہ قلعہ اسمعیل بن یوسف بن الاحصیر کے نام پر ہو، جو یہاں یمامہ سے آیا تھا اور جسے

قراطنہ نے ۵۳۱۵ھ/۹۲۷ء میں کوئے کا والی مقرر کیا تھا۔ ندوی قسملہ روالہ کے لوگ، حو اس کے قریب

ہی خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرتے ہیں، اس نام کا قلعہ ”الاحضر“ کہتے ہیں، لیکن قلعے کو صفر یا قصر الحماجی کہنا بہتر سمجھتے ہیں۔

اس قلعے کو پہلے ۱۶۲۵ء میں بشود دلا وال Pietro della Valle نے دریافت کیا اور پھر ماسیون L Massignno نے ۱۹۰۸ء میں دوبارہ -ریا۔ لہا اور اسے دیکھنے کے لیے ۱۹۰۹ء میں مسیون Miss Gertrude L Bell اور پھر ۱۹۱۲ء میں مورل A Musal یہاں آئے۔ ۱۹۱۰ء میں O Reuther نے باقاعدہ لکھنے پر اس کا حائرہ لیا۔

یہ قلعہ، جو پھروں، سمب اور کچھ ادبوں سے تعمیر کیا گیا ہے، ایک مستطیل، مستطیل، احاطے پر مشتمل ہے، جس کے ۸۸ دندے (bastions) ہیں، جس کے پہلو ۵۵ فٹ لمبے ۶۹ فٹ اونچے اور ۹ فٹ موٹے ہیں، سردیوں کی چھوٹی پر روزی دار فصلوں کے ساتھ ساتھ بہرہ دہی والے پھروں کے جدے پھرنے کا وسیع راستہ ہے۔ ٹوٹے کے چاروں دندوں میں چار ریمیں ہیں اور چاروں پہاڑوں میں سے ہر ایک کے وسط میں ایک دروازہ ہے۔ شمالی دروازے سے، سو مدر دروازہ ہے، اس قصر میں داخل ہونے میں جس کا ایک دالان، مول مسیل، ساند مسجد کے طور پر استعمال ہوتا تھا، اگرچہ اس کا رخ منے کی طرف نہیں ہے، اور نامی رانجامی کے نمرے ہیں جو شمالی دیوار کے ساتھ ساتھ بنائے گئے ہیں۔ ان میں سے شمالی جانب کے کمرے سے سرلہ ہیں اور باقی میں طرف کے کمرے، جو اندرونی صحر کے ارد گرد ہیں، صرف ایک سرل کے ہیں۔ احاطے کے باہر دو ملحقہ عمارتیں ہیں، جس کی کچھ زیادہ اہمیت نہیں۔ فی تعمیر کے نقطہ نگاہ سے اس قصر کے متعدد طاق، ڈاٹ کی ہالیدار (fluted) چھب اور مدور کرسیوں (drums) پر قائم سات گنبد قابل بوجہ ہیں۔

اخضر کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ اسے

قنچے کی باقاعدگی، وسیع پیمانے اور صناعی سے وہ اس رمانے کا معلوم ہوتا ہے جب عراقی صحراء کی حدود میں شاہی محل بنائے جاتے تھے۔ دیولافای Dieulafoy اور ماسیون Hatra کی طرح کا ایک رمانہ قبل اسلام کا سرمائی محل تصور کرتے ہیں، جسے ایک ایرانی معمار نے حیرہ کے ایک سہرادے کے لیے تعمیر کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ وہی قصر السیدیر ہو جس کا ذکر [حاہلی] شعراء نے کیا ہے۔ مسیل کے سردیک الاحضر کو دوسرے الحیرہ کا مقام قرار دینا بہرہ اور اس کے خیال میں اس کی تاریخ تعمیر اموی عہد کی ہے۔ احضر کی سامرا کے ساتھ تعمیری مماثلت کی وجہ سے ہیرفلڈ Herzfeld اس کی تاریخ سریا ۵۲۱۵ / ۸۳۰ء میں کرنا ہے۔ مورل اس کی تاریخ اکے سرکاسے سرکاسے ۵۲۷ / ۸۹۰ء تک لے آتا ہے، کیونکہ اس کی رائے میں یہ وہی دارالبحرہ ہے جسے قرامطہ کے تابعیوں نے اس سال تعمیر کیا تھا۔ درحقیقت یہ بات تو بہت فریب دہش ہے کہ قرامطہ نے یہاں اپنے قدم حمایہ کے لیے اس کی مرمت کر لی ہو، لیکن نہ تو ان کے پاس ایسے درائع تھے اور نہ ان کا یہ دستور تھا کہ وہ اس قسم کے عالیشان محل ”پہا گاہ“ کے طور پر بنالیں۔

مآخذ: (۱) *Viaggi* Pietro della Valle

ویس ۱۶۶۳ء، ۴: ۵۹۹؛ (۲) *Reisebes- Niebuhr*

*chreibung*، کوپن ہیگن ۱۷۷۸ء، ۲: ۲۲۵ (فرانسسی

ترجمہ، ایمسٹرڈم ۱۷۸۰ء، ۲: ۱۸۳، ۱۹۳ تا ۱۹۴)؛

(۳) *Mission en Mésopotamie* L Massignon، ح ۱

(۱۹۱۲ء)، ص ۲ تا ۲۰ اور ح ۲ (۱۹۱۲ء) ص ۱۳۸؛

(۴) ہیرفلڈ Herzfeld، در *Isl*، ۱۹۱۰ء، ص ۱۰۹،

۱۲۴ تا ۱۲۶؛ (۵) وہی معتب: *Erster vorläufiger*

*Bericht*، برلن ۱۹۱۲ء، ص ۳۷؛ (۶) بل *G. L. Bell*

فولرز Vollers اور نالینو Nallino نے اس لفظ کا جو اشتقاق پیش کیا ہے وہ اس قدیم ترین مفہوم سے مطابقت رکھتا ہے؛ چنانچہ دونوں کا خیال یہ ہے کہ جمع کا صیغہ ”آداب“ لفظ دَاب سے بنا (حس) کے معنی دستور، عادت کے ہیں) اور یہ کہ صیغہ واحد یعنی ”ادب“ بعد میں اسی جمع کے صیغے سے بنایا گیا ہے (عربی لغت نویسوں کے ہاں اس لفظ کا اشتقاق مادۂ د-ب سے ہے، جس کے معنی ہیں حیرت انگیز چہر یا تناری اور صاف)۔

بہر کیف اس لفظ کے قدیم ترین معنی وہی ہیں جو اوپر بیان ہوئے، یعنی عادت یا معیارِ طرزِ عمل، جس میں قابلِ ستائش ہونے اور آناء و اجداد سے ورثے میں بنانے کا مفہوم بھی شامل ہے۔

لفظ کے اس قدیم مفہوم کے ارتقاء سے ایک طرف تو اس کا اخلاقی اور عملی پہلو زیادہ نمایاں ہو گیا، یعنی ادب کا لفظ روحانی صفاتِ حسہ، حسِ درستی، سائستگی اور خوش خلقی کے معنی میں استعمال ہونے لگا اور یہ ارتقائی مفہوم صدیوں کے اخلاق اور رسم و رواج کی اس تشفی و بہدیت کے مطابق بنا جو اسلام کے اسر (قے Wensinck

Handbook، تبدیل مادۂ ادب) اور محرب کی پہلی دو صدیوں میں عربی ملکی ثقافتوں کے ربط سے پیدا ہوئی۔ اس طرح عباسی دور کے آعار میں ”ادب“ اسے اس مفہوم میں لاطینی لفظ urbanitas کا ہم معنی بنا، جس سے سہری زندگی کی وہ سائستگی، خوش خلقی، اور نفاس پسندی مراد لی جاتی تھی جو صدی گوارہں اور زینتِ حوئی کی حد ہے (ادب کے اس مفہوم کو واضح کرنے کے لیے لغت نویس ”ظرف“ کا لفظ استعمال کرتے ہیں، جس کے معنی خوش خلقی اور نفاس طبع کے ہیں)۔ اسلامی ثقافت کے پورے وسطی دور میں ”ادب“ کے لفظ کا یہی اخلاقی اور معاشرتی مفہوم قائم رہا، مثلاً ادب یعنی آئیں طعام و شراب

Amurath to Amurath، لندن ۱۹۱۱ء، ص ۱۱۵ تا ۱۰۸؛  
(۷) وہی مصنف: Palace and Castle of Ukhaider,  
Ocheidir. O Reuther (۸) راتھر Ocheidir. O Reuther  
(در VDOG، ح ۲۰) لاٹبرک ۱۹۱۲ء؛ (۹) Baghdad  
Times، ۱۰ اپریل، ۱۹۲۰ء؛ (۱۰) Musil  
Arabia Deserta، بو یارک ۱۹۲۷ء، ص ۳۹۶ تا  
۳۹۷ (عدد ۹۵)؛ (۱۱) وہی مصنف: Rwdla، نیویارک  
۱۹۲۹ء، ص ۱۵۴، ۱۵۵، ۲۴۳، ۲۴۴، ۳۱۴۔

(ماسیون Louis Massignon)

اداء: (عربی) لغوی معنی: ادا کرنا، بجالانا،  
ایک اصطلاح، جو وہ میں کسی فریضۂ مذہبی کی  
آس وقت کے اندر بجا آوری کے لیے استعمال ہوتی ہے  
جسے شروع سے معین کیا ہو، برخلاف فصاء کے، جس  
سے مراد کسی فریضۂ مذہبی کی ادائیگی ناخبر کے  
ساتھ (شرطیکہ ناخبر کی احارب ہو) ہوتی ہے۔  
وہ میں فرص کی مکمل اور نامکمل بجا آوری  
(الاداء الکامل و الاداء الناقص) کے درمیان بھی  
امسار بنا گیا ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت کے صحن  
میں اداء کے معنی حروف کا روایی تلفظ ہے،  
مرادف براہ [رک نان]۔

ادات: (دیکھئے مادۂ نحو)۔

آدار: نا آدار، دیکھئے مادۂ تاریخ۔

آدب: (عربی) اس لفظ کی تاریخ میں ”علم“  
اور ”دب“ کے لفظوں کی تاریخ کی طرح بلکہ  
اس سے بھی بہتر طریق پر رمانۂ جاہلیت کے سروعات  
سے لے کر عصر حاضر تک عربی ثقافت کے ارتقاء کا  
عکس نظر آتا ہے۔ اسے قدیم ترین مفہوم میں اسے  
”سنہ“ کا مرادف سمجھا جاسکتا ہے، یعنی عادت،  
موروثی معیار، طرزِ عمل، دستور، جو انسان اسے  
آناء و اجداد اور ایسے بررگوں سے حاصل کرتا ہے  
جنہیں قابلِ تقلید سمجھا جاتا ہے (جس طرح کہ  
دیسی مفہوم میں ست نبویؑ اس کے لیے تھی)۔

و لباس (قَبّ مساده طعام، شراب، لباس)؛  
 ”ادب“ یعنی آئینِ ندیم (قَبّ رسالۃ ادب الدیم)  
 از کشاجم و مادّہ ندیم؛ انک اور ضمن میں  
 ”ادب“، بمعنی ادبِ مناظرہ و مباحثہ، قَبّ  
 متعدّد رسائل، مجموعان آداب النحت و مادّہ نحت؛  
 مطالعے کے آداب (قَبّ کتب بر ادب الدرس،  
 ادب العالم و المتعلم) و مادّہ درس۔

تا ہم پہلی صدی ہجری سے ادب کے لفظ کے  
 ساتھ مذکورہ بالا احلامی اور معاصرین مفہوم کے  
 علاوہ ایک دہنی اور علمی مفہوم بھی واسطہ  
 ہو گیا، جو شروع شروع میں اس پہلے مفہوم ہی کے  
 ساتھ مربوط تھا، لیکن بتدریج اس سے دور اور دور تر  
 ہوا گیا۔ اب ادب کا لفظ اس مجموعی علم کے  
 لیے استعمال ہونے لگا جس سے کوئی صاحب علم  
 شایستہ اور مہذب بتا ہے، یعنی ثقافتِ دسوی (۱۰)  
 مقابل علم، یعنی دانش، یا زمانہ صحیح طور پر علم  
 دہن، یعنی فرائض، حدیث اور فقہ، جس کی سادہ اولاً  
 شعر، فی خطابت، اور قدیم عرب کی قبائلی اور تاریخی  
 روایات پر، نثر متعلقہ علوم، یعنی بلاغت، نحو، لغت  
 اور عروض پر تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ادب کا یہ اساسی  
 (humanistic) تصور شروع شروع میں حالہ  
 قومی تھا، چنانچہ ہوامیہ کے دور میں مکمل ادیب  
 وہ شخص تھا جو شعرِ قدیم، ایام العرب اور عرب  
 ثقافت کے شاعرانہ، تاریخی اور پاستانی پہلوؤں سے  
 بہترین واقف رکھتا ہو، لیکن غیر ملکی ثقافتوں  
 کے ساتھ رابطہ پیدا ہو جانے پر لفظ ادب کے مفہوم  
 کا دائرہ وسیع تر ہو گیا اور عرب ادب کی حگہ  
 اب مطلق و بلا قید ادب نے لے لی۔ اب اس کے  
 مفہوم میں غیر عربی (ہندی، ایرانی اور یونانی)  
 ادب (اقوال و امثال سائرہ اور فی ادب) کے ان عناصر  
 کا علم بھی شامل ہو گیا جس سے عربی اسلامی ثقافت  
 ابتدائی عباسی دور اور اس کے بعد واقف ہوئی۔

تیسری صدی ہجری / نویں صدی میلادی کا ادیب،  
 جس کی مکمل ترین مثال الحاحط تھا، نہ صرف شعر  
 عربی اور نثر عربی، امثال العرب، ایام العرب،  
 حاحط اور عربوں کے اس زمانے کے اسباب و روایات  
 کا ماہر تھا جب تمدن اسلامی ان میں راسخ  
 نہ ہوا تھا بلکہ اس کی علمی دلچسپی کے دائرے  
 میں پورا عالم ایران سے اپنی زریہ، اخلاقی و قصصی  
 روایات کے سما گا تھا اور اسی طرح ساری دیارے  
 ہند اپنی اساطیری داستانوں سمیت اور سارا جہاں  
 یونان اپنے علمی فلسفے خصوصاً اپنی اخلاقیات و  
 اقتصادیات کے ساتھ۔ اس طرح تیسری صدی ہجری /  
 نویں صدی میلادی میں وہ حلیل السان ادبی تصانیف  
 وجود میں آئیں جن کا بحر علمی گونا گوں بھی تھا  
 اور۔ لبحوش کی بھی۔ ان تصانیف کو حالہ  
 علمی نہیں کہا جا سکتا، اگرچہ بعض اوقات وہ  
 علمی موضوعات کے قریب پہنچ جاتی رہیں اور  
 انہیں استعمال بھی کرتی رہیں، بلکہ ان کا مرکز  
 اولیٰ اسان، اس کی صفات و حدیث، وہ ماحول  
 جس میں وہ زندگی بسر کرتا ہے اور وہ مادّی و  
 روحانی ثقافت ہے جو اس سے تعلق کی ہے۔ اسی  
 دائرے میں رہ کر الحاحط اور اس کے متبعین  
 (ابو حیان التوحیدی، التوحی، وغیرہ) نے اس ورثے سے  
 جو ایرانی الاصل عفری اس المقع سے گزشتہ صدی  
 میں دنیا سے اسلام کے لیے چھوڑا تھا نہ صرف پورا  
 فائدہ اٹھایا بلکہ اسے وسعت بھی دی۔ حقت میں  
 اس المقع ہی کو ادب کے اس وسع تر تصور کا  
 تحلیل کسدہ کہا جا سکتا ہے، کیونکہ اس نے  
 غیر ملکی تاریخی اور ادبی دحیرے (خدائے نامک اور  
 کلیہ و دسہ) کو عربی سانچے میں ڈھالا اور احلا  
 و ہند و نصیحت کے نئے رسائل (الادب الکبیر اور  
 الادب الصغیر) تصنیف کیے (اگرچہ مؤخرالذکر کی  
 صحت سست بہت مشتبہ ہے)۔ ان ادبی تخلیقات کو

عُباسی عہد کی ثقافتِ بلند کی حقیقی بنیادی قوت سمجھا جاہیے۔

دوسری طرف عباسیوں ہی کے عہد میں ادب کے اس انسانی (humanistic) یا ثقافتی مفہوم کی وسعت اور ہمہ گیری میں کمی بھی آ گئی اور اس کی جگہ ایک تنگ تر مفہوم نے لے لی۔ بجائے ایسی "ضروری ثقافت عامہ" کے مفہوم کے، جس کی توقع ہم کسی اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص سے کر سکتے ہیں، اس کا مخصوص مفہوم وہ علم ہو گا جو معینہ مناصب اور معاشرتی تقریبات کے لئے ضروری ہو چنانچہ مثلاً ایک "ادب الکاتب" کہلائے لگا، یعنی وہ ادب جو کاتب (سیکرٹری) کے عہدے پر مامور ہونے کے لئے درکار ہو (اس قسم کی ایک کتاب کا بھی نام ہے، قسّ بئر مادّہ کاتب)، یا اسی طرح ادب (یا آداب) الوزراء، یعنی مخصوص علم اور تجربے کا وہ مجموعہ جو فرائض و رزاق کی اداہیگی کے لئے ضروری ہے [ادب القاصی کے لئے قسّ مادّہ قاصی]۔ دوسری طرف انجام کار ادب کا وہ وسع انسانی (humanistic) مفہوم جو اسے خلافت کے عہدِ زریں میں حاصل رہا نہ ختم ہو گیا اور ادب لطیف ("belles lettres") کے تنگ تر اور زیادہ بلیغانہ حلقے میں محدود و مقید ہو گیا، یعنی ادب کا اطلاق محض شعر و سخن، نثر مرصع، paremiography اور حکایات و نوادر نگاری پر ہونے لگا۔ ادب کی یہی وہ قسم بھی جس میں الحریری سے اپنی لفظی صفت گیری اور حد درجہ متکلف انداز بیان اور کلمات کے صحیح استعمال کے شوق کی بدولت مہارت نامہ حاصل کر لی تھی۔ ادب انسانی (humanitas) سے ادب اب صرف ادب فرہنگی یا دبستانی (literature of academy) بن کر رہ گیا اور ادب کے احیائے جدید تک عربی کے لفظی و معنوی روال کے پورے طویل دور میں اس کی یہی نوعیت رہی۔

عصر حاضر میں ادب اور اس سے بھی زیادہ اس کی جمع آداب اس لفظ کے مخصوص ترین مفہوم میں "لٹریچر" کے مترادف ہیں؛ چنانچہ تاریخ الآداب العربیہ سے مراد عربی ادبیات (literature) کی تاریخ اور کلمۃ الادب ان یونیورسٹیوں میں جن کی تنظیم یورپی طرز پر ہوئی ہے فیکلٹی آف آرٹس یا فیکلٹی آف آرٹس (Faculty of Arts or Letters) کی مراد ہے؛ لیکن اس اصطلاحی نام کی حدود سے باہر بعض ادیبوں (طہ حسین) کے نالارادہ استعمال سے اس لفظ کے مفہوم کو اس کی پہلی سی وسعت اور لچک دینے کا رجحان پیدا ہونا چاہ رہا ہے۔

مآخذ: (۱) نالینو Scritti Nallino، ۶: ۲ تا ۱۰۷ (۲) آداب و آئین معاشرت کی مختلف انواع پر کتابوں کے حوالے کے لئے قسّ نثر دراکلمان، ح ۲، اشاریہ تذیل مادّہ آدب و آداب، (۳) حامی حلیفہ، تذیل مادّہ آداب و ادب۔

(F GABRIELI)

- \* ادبیاتِ جدیدہ: برکی کی نئی ادبی تحریک، جس کا تعلق محلّہ ثروب فون [رک بان] کے ۱۸۹۵ء تا ۱۹۰۰ء کے درمیان سالوں سے ہے، یعنی نوس فکری [رک بان] کی ادارت کے زمانے سے۔ علاوہ ارین دیکھیے مقالہ "برکی ادب" اور وہ مقالہ جو الگ الگ مصنفین پر لکھے گئے ہیں۔

(مدیر)

- \* ادغام: (بصرے کے نحویوں کے نزدیک) یا ادغام (کومے کے نحویوں کے نزدیک)، عربی صرف کی ایک اصطلاح، جس سے مراد ہے ایک دوسرے سے متصل آئے والے دو ہم جس حروف صحیحہ (تاہم قسّ Schoade، ص ۹۴) کو ناہم ملا کر تلفظ کرنا۔ یہ تلفظ ایسے دو حرفوں کو مکمل طور پر ایک بنانے کے بغیر بھی ہو سکتا ہے، لیکن بالعموم ان



(اور تفاعل) اکثر ادغام سے اثر پذیر ہوتے ہیں: چنانچہ وہ حروف سیہ جو ابتداء میں رائد آتے ہیں ف کلمے کے حروف سیہ میں مدغم ہو جاتے ہیں، جیسے اَطِيرَ بَعَالِي نَظِيرَ (ادغام کی وجہ سے ہمراہ ابتداء میں زیادہ کیا گیا) [اور اِثْقَالَ بَعَالِي تَثَاقُلَ کے]۔ انہوں نے اب (افتعال) میں ط، ص، ض، یا د کے بعد تائے افعال ط بن جاتی ہے (مثلاً اَطْلَبَ بَعَالِي اِطْلَبَ کے اور اِضْطَرَبَ یا اِضْرَبَ بَعَالِي اِضْطَرَبَ کے۔ د یا ر کے بعد دال بن جاتی ہے (اِرْدَانٌ سے اِرْدَانٌ)۔ یہاں ہم ان افعال کا بھی ذکر کر سکتے ہیں جن کا فاء کلمہ یا غیر کلمہ سیہ ہو، مثلاً اِنْتَارَ اور اِنْتَارَ بَعَالِي اِنْتَارَ کے اور یہاں ہی ساد طور پر اِقْتَسَلِ کے بَعَالِي قَبْلَ (حذف الف)۔

(۳) ان اسماء میں جن کے شروع میں حروف شمسہ ب، پ، د، د، ر، ز، س، ش، ص، ط، ظ، ل اور ن سے کوئی حرف ہو لام بعریف ہمسہ حرف شمسی میں مدغم ہو جاتا ہے (جیسے اَلرَّسُولُ کے بَعَالِي الرَّسُولِ، وغیرہ)۔

مآخذ: (۱) الرَّمَحْسَرِيُّ: المصطلح، ص ۱۸۸ تا ۱۹۷، (۲) ابن یعیش (طبع زان Jahn)، ص ۱۴۵۶ تا ۱۴۹۶، (۳) سَبْتَوِيَه (طبع ڈیون بورگ)، ص ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، بعد، (۴) محمد اعلیٰ Dictionary of Technical Terms (طبع سپرننگس)، ۱: ۵۰۱، (۵) رائٹ Arabic Wright Grammar، ۱: ۱۳، ۱۶، ۱۶، ۶۶، ۶۷، ۶۸ و مواضع کثیرہ؛ (۶) Volkssprache und Schriftsprache im Voller، (۷) alten Arabien، ص ۲۳ تا ۳۶، (۸) Schaaade، (۹) Sibawaihi's Lautlehre (لائڈن ۱۹۱۱ء)، ص ۲۳، ۲۴، ۲۵ تا ۵۳، [Arabic Grammar Howell (۸)، کلکتہ (بامداد اشاریہ)]۔

(سٹیونس ROBERT STEVENSON)

ادزار: سربر حصرائیائی اصطلاح بمعنی ”حال“، جس کا اطلاق صحرائے اعظم کے متعدد

دو میں سے ایک حرف دوسرے میں داخل ہو کر اسی جیسا بن جاتا ہے اور پھر اسے اس طرح لکھا اور بولا جاتا ہے گویا وہ ایک دھرا حرف ہے۔ ادغام کے متعلق جو قوانین الرمحسری نے وضع کیے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے:-

(۱) عام طور پر ادغام اس وقت واقع ہوتا ہے جب دونوں حرف متحرک ہوں (جیسے رَدَد سے رَدَدُ)، یا جب پہلا ساکن اور دوسرا متحرک ہو (جیسے اَقْلَ لَک سے اَقْلَک)، لیکن اگر پہلا متحرک اور دوسرا ساکن ہو تو ادغام نہیں ہو سکتا (جیسے قَرَرْتُ، طَلَبْتُ وغیرہ)۔ ادغام اسی حالت میں بھی ہو سکتا ہے جب وہ حروف بالکل یکساں ہوں، جیسے تہ اوپر کی مثالوں میں اور وہاں بھی جہاں دونوں حروف ہم معرج ہوں۔ اس طرح حروف حلقہ میں سے ہ کو ح سے بدلا جا سکتا ہے (جیسے اِدْبَحَ ہدہ کی بجائے اِدْبَحَدَ) نا ک کو و سے (جیسے لَمَّا رَاک قال سے لَمَّا رَاقال) یا ح کو ح سے (جیسے اِزْعَ حَابِیَا کی بجائے اِزْعَانَا) اور ع کو ح سے و علیٰ ہذا القاس۔ اس قسم کی تبدیلیاں حروف سیہ (dentals)، حروف شمشہ (labials) میں اور حروف صغیر یہ (sibilants) میں بھی ہوتی ہیں (جیسے زِدْبَحْنَا سے زِبْحْنَا، عمر سے عمر وغیرہ)۔ لہذا اسی بھی مثالیں ہیں جہاں سیہ اور صغیر یہ آپس میں بدل جائے ہیں (جیسے اَصَابَتْ سُرْنَا سے اَصَابَتْ سُرْنَا)۔ عام میلان یہ ہے کہ صغیر حروف قوی حروف میں مدغم ہو جاتے ہیں، لیکن اس قاعدے کے مستثبات بھی ہیں (مثلاً کَلَّہ سے کَلَّکَلَّہ)۔ حرف الف میں ادغام نہیں ہو سکتا اور ہمزہ کا آپس میں ادغام صرف ان لمطوں میں ہوتا ہے جو تَعَال کے وزن پر آتے ہیں (مثلاً سَنَالُ رَأْسُ)۔ عام طور پر د، ش، ص، ف اور ی اپنے ہم جنس کے سوا کسی اور حرف میں مدغم نہیں ہوتے۔ (۲) افعال کے پانچویں اور چھٹے باب (تفعیل

ایک توسیع ہے، یہ سلسلہ کوہ قبل کمبری (Pre-Cambrian) دور کی بلورین چٹانوں پر مشتمل ہے، لیکن اس میں زمانہ قریب میں کسی برکائی عمل کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

ادرار اُفوعہ میں خلیج گینی (Guinea) سے ہر سال آنے والی موسمی ہواؤں سے نارش ہوتی ہے (کدال میں ۱۲۳ ملی میٹر) اور یہاں کی نباتات (خصوصاً وادیوں میں) تقریباً ویسی ہی ہے جیسی ساحلی علاقے کی؛ لیکن چونکہ یہاں کی مٹی سبب ہے اس لیے ہائی کے مراکز [کوپن] بہت شاذ ہیں۔

اس کوہ بودہ میں توارق (Tuareg) قبائل آباد ہیں، جن میں کدال کا شریف قبیلہ اُفوعہ امینوکال (aménokal [حکمران] [رک نان] مہیا کرنا ہے۔ اُفوعہ کے نام کو توسیع دے کر اب یہ ان سب قبیلوں کے لیے استعمال ہوئے لگا ہے جو آذرار اور اس کے گرد و نواح میں آباد ہیں۔ ۱۹۴۹ء میں قسم (sub-division) کدال کے باشندوں کی تعداد ۱۴,۵۷۳ تھی، جو حادہ بدوش تھے اور اونٹ، بیل اور بھیڑیں پالے تھے۔ یہ لوگ کوہ بودہ کے قرب و حوار میں حادہ بدوشانہ زندگی بسر کرتے ہیں، لیکن اپنی بھیڑیں بیچنے کے لیے نیرزف کو عبور کر کے یدی کلب Tidikelt اور نواب بھی چلے جاتے ہیں۔ ان کا بڑا اداری مرکز کدال ہے (آبادی ۶۸۳ نفوس)۔ یہاں سے قریب ہی سونگھائی Songhai کے پرانے شہر السو (Es Souq)، ندیک کے کھڈر اب بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

مآخذ (۱) ابن حوقل: *Description de l'Afrique* (مترجمہ دیسلان de Slane، در ۱۸۴۲ء)؛ (۲) البکری: *Description de l'Afrique septentrionale* (مترجمہ دیسلان De Slane، الجرائز ۱۹۱۳ء)؛ (۳) E F Gautier، *A travers le Sahara français* (در ۱۰: ۱۰، ۱۹۰۷ء)؛ (۴) Lt Cortier، *D'une rive à l'autre du*

کوہستانی علاقوں پر کیا جاتا ہے۔

(۱) آذرار، توات Touat کے دارالحکومت کولومب پچر Colomb-Béchar کے جنوب مشرق میں ۶۵ کلومیٹر کے فاصلے پر تیمی Timmi کے قیلے کا اہم ترین قسّر (قصر)۔

اپنی موجودہ حالت وقوع پر آذرار کے مرکزی مقام کی تاریخ فراسیسی قصبے (۳۰ جولائی ۱۹۰۰ء) سے شروع ہوتی ہے، کیونکہ اسی زمانے سے یہ شہر ایک اداری اور تعارنی مرکز بن گیا۔ ۱۹۵۱ء میں آذرار کی آبادی ۱,۷۹۵ نفوس پر مشتمل تھی۔ اس "قسّر" کی زندگی میں زراعت کی حیثیت بہ معمولی ہے۔ دستکاری (دیواروں کے اونی اور سوتی پردوں کا بنا، جنہیں "ڈکلی" Dokkal کہتے ہیں) رو باحفاظ ہے۔ یہاں سب سے اہم حیثیت ہمیشہ بحار کو حاصل رہی ہے، لیکن کاروانوں کے دریمے سوڈان کی طرف کھجور اور بھڑوں اور الحرائر کے بعلستانوں کی طرف کھالوں، بھڑوں اور مکھن کی ترآمد موٹر ایسے درائع حمل و نقل سے معاملے کی وجہ سے کم ہو گئی ہے۔

مآخذ: (۱) ماری Cne Flye Sainte Marie۔

*Bul Soc*، *Le commerce et l'agriculture au Touat* (۲) *Gég. Arch Oran*، ۱۹۰۴ء؛ (۳) *des populations du Touat*، *Bul Soc*، *Géog Alger*، ۱۹۰۵ء؛ (۴) *Les oasis A G P Martu*، ۱۹۰۸ء؛ (۵) *sahariennes (Gourara, Touat, Tidikelt)*، ۱۹۰۸ء؛ (۶) *Le Touat, étude géographique et* P Devots، ۱۹۴۷ء، *Archives Inst Pasteur Algérie, médicale*۔

(۲) آذرار اُفوعہ Ifoghas: جنوبی صحرائے اعظم (سوڈان) کا ایک قدیم کوہ تودہ (massif) جو ۲۱ اور ۱۸ درجے عرض بلد شمالی اور ۳۰ دقیقے اور ۳ درجے طول بلد مشرقی کے درمیان واقع ہے۔ سلسلہ کوہ العقار (Abaggar) کی طرح، جس کی یہ

خصوصیتیں ہیں جو صحرائے اعظم کی خصوصیات سے مختلف ہیں۔ موسم گرما میں یہاں حلیج کی کی مرطوب ہواؤں کا زور ہوتا ہے اور حوالائی۔ اگست کے مہسوں میں زور کے طوفان (tornadoes) آتے ہیں۔ وادیوں میں پانی بھی نہ نکلتا ہے اور شیب، جو عرائس (grair) کہلاتے ہیں، اس سے بھر جائے ہیں۔

ادرار کے ابتدائی نشدے تقریباً کہلاتے تھے۔ ان کے متعلق اس سے زیادہ مشکل ہی سے کچھ معلوم ہے کہ سولہویں صدی تک بھی پریگری ادرار کو ”تقریباً بھاڑ“ کہتے تھے۔ دسویں صدی میلادی سے لیبیہ (رگ نائ) ادرار میں گھس آئے اور ان کے سردار انونکر بن عمر نے پہلے سقیط (رگ نائ) (در ا، لائن، طبع ثانی) (موجودہ سکیپی) اور بالآخر عانہ ر قصہ حمالا، اگرچہ یہ قصہ زیادہ عرصے تک قائم رہا۔ بیسویں صدی بعد [سو] میل (رگ نائ) (در ا، لائن، طبع ثانی) سے، جنہیں سو برس کے اولس فرمان رواؤں نے بھگا دیا تھا، انونکر کی بیروی کریے ہوئے بربری قبائل کو مطیع کیا۔ پندرہویں صدی میلادی میں مراٹوں کی تحریک بھی مغربی صحرائے اعظم کے عربی بعد سے متاثر ہو جائے کا موجب بنی۔ اس دور میں یہاں اس انداز کی طبقہ وار نظم قائم ہوئی جو موریتانا Mauretania کے معاشرے کے ساتھ مخصوص تھی، [اس نظم میں] سب سے اوپر سپاہی (سوحس) تھے۔ جو عرب تابعین کی اولاد سے تھے، ان کے بعد مراٹیں (روایا) اور ناح گرار (زناقا) (Zenaga) تھے، جو دونوں بربروں میں سے تھے اور آخر میں حراتیں Haratin، غلام اور لہار، نر اور حشی، یا دوعلیے لوگ تھے۔ معاشرے کا یہ نظام فرانسیسی نمود کے وقت تک قائم رہا۔ ۱۹۰۹ء میں (جبرل) گورو Gouraud کے فوجی دستے نے ادرار پر قبضہ جما لیا۔

Sahara : R. Chudeau (۵)؛ ۱۹۰۸ء؛ *Soudanais*، R. Mauny (۶)؛ ۱۹۰۹ء؛ *pédie maritime et coloniale Afrique occidentale française. Protohistoire et histoire ancienne*، R Capot-Rey (۷)؛ ۱۹۴۹ء؛ ح ۱؛ *Trav. formes de relief de l'Adrar des Ifoghas*، H Lhote (۸)؛ ۱۹۵۱ء؛ ح ۷؛ *ment de la ville de Tadmekka, ancienne capitale des Berbères soudanais*، در *Notes Afr.*، شمارہ ۵۱ جولائی ۱۹۵۱ء۔

(۳) ادرار موریتانا Mauretania (ادرار افوشہ سے امتبار کے لیے اسے ادرار تمار Tamar بھی کہتے ہیں) جنوبی صحرائے اعظم میں سطوح مرتفعہ کا ایک مجموعہ جو ۱۹ اور ۲۳ درجے عرض بلد شمالی ۱۰ درجے اور ۱۳ درجے ۳ درجے طول بلد مغربی کے درمیان واقع ہے۔ اس کا رقبہ ایک لاکھ چار مربع کلو میٹر ہے۔ یہ سطوح مرتفعہ رومی (sedimentary) پہاڑ، سکربرون (gravel)، سگ ستور (schist) اور چوے کے پتھر سے بنی ہیں۔ ان سطوح مرتفعہ کی حد پر مختلف بلندوں کی ڈھلائی ہیں، جہاں سے سگ ستور کے نشی علامے نظر آتے ہیں، جس سے آگے وادیوں کا سلسلہ ہے یا کہیں کنارے کنارے دلدلیں (سحاب)۔ ان ڈھلانوں میں سب سے نمایاں بڑی ڈھلان صہر کی بلندی ۸۳۰ میٹر ہے۔

ادرار میں نارش بہت کم ہوتی ہے (اندر میں ۸۱ ملی میٹر اور سکیپی (Chinguiti) میں ۵۲ ملی میٹر سالانہ)۔ پانی کے نکاس کا کوئی مستقل ذریعہ نہیں۔ چٹیل میدانوں میں صرف حاردار جھاڑیاں نظر آتی ہیں، اس لیے اسے صحرا کا ایک حصہ سمجھنا چاہیے؛ تاہم یہاں کی آب و ہوا آہائے سطحیہ کے کوائف اور نباتاتی پیداوار میں بعض ایسی

اپریل ۱۹۰۲ء: (۳) Esquisse · F. de la Chapelle  
*d'une histoire du Sahara occidental* رباط  
 ۱۹۳۰ء: (۴) *Les tribus de la Haute P Marty*  
*Bulletin du Comité de l'Afrique française, Renseignements coloniaux*  
 ۱۹۱۵ء: (۵)  
*Les populations primitives de l'Adrar Col Modat*  
*Bulletin du Comité des études mauritanien*  
 ۱۹۱۹ء: *historiques et scientifiques de l'A O F*  
 (-) *Portugais, Arabes et Français dans* وہی مصنف  
*l'Adrar Mauritanien* وہی لیٹن، ۱۹۲۲ء (۷)  
*Les populations primitives de l'Adrar Cne Huguet*  
*Bull du Com de l'Afr fr Rens mauritanien*  
 ۱۹۲۷ء، col

(R CAPOF-REY)

- \* اِدرامیت: مغربی ترکی کا ایک شہر، حوالیہ  
 ادرامس کے سرے سے (جہاں نقول ہومر ٹی Thebe  
 آباد تھا) ۸ کلومیٹر کے فاصلے پر باسا دای کی رہین  
 ڈھلوانوں (کوہ ایڈا (Mt. Ida) کے ایک آگے بڑھے  
 ہوئے حصے) پر واقع ہے اور جنوب میں (۳۹° -  
 ۳۵° شمالی، ۲۷° - ۲۰° مشرقی) سلائی مادوں سے  
 بنی ہوئی رچر وادی اس کے سامنے ہے۔ قدیم  
 اڈرامائی ٹیون Adramyttion ساحل پر مقام قرہ ناش  
 Karatash (آساقہ کیمر Kemer)، ادرامیت سے ۱۳  
 کلومیٹر دور جنوب مغربی سمت میں) آباد تھا، جہاں  
 گودیوں وغیرہ کے آثار اب بھی موجود ہیں۔ سٹون  
 سے بھی اس اس کی شہادت ملی ہے کہ ادرامس ابھی  
 موجودہ محل وقوع سے کومنیس Komnens کے  
 زمانے میں مستقل نہیں ہوا (حسنا کہ کیپرٹ Kiepert کا  
 خیال ہے) بلکہ شاید دوسری صدی میلادی میں  
 (روگے W. Ruge، در Pauly - Wissowa: مقالہ  
 ٹی Thebe، عمود ۱۵۹۷)۔ ترکی حملوں کی ابتداء  
 گیارہویں صدی کے آخر میں ہوئی۔ ۱۰۹۳ء میں چکاس

۱۹۳۲ء میں ادرار کے امیر نے معاونت کی اور فراسیسی  
 کہیں دو سال بعد اس علاقے میں امن بحال کر سکے۔  
 ادرار کے باشندوں کا خاص درجہ معاش  
 مویشیوں کی پرورش ہے۔ سپاہیوں، مراٹون اور  
 باج گراؤں، سہی کے پاس بکثرت اونٹوں اور بھڑوں  
 کے گلتے ہیں۔ یہ گلتے موسم سرما میں عرقوں  
 (ergs) میں منتشر ہو جاتے ہیں اور موسم گرما  
 میں انہیں کسوؤں کے آس پاس جمع کر لیا جاتا  
 ہے یا ساحلی علاقوں میں جرنے کے لیے چھوڑ دیا  
 جاتا ہے۔ رزاع کی یہاں دو شکلیں ہیں۔ گراؤں  
 (عرائر، سد نسوں) میں سلاب کے بعد درہ  
 (serghum) اور برور کی فصل ہوتی ہے اور جس  
 ناعوں میں آب پاشی ہوتی ہے ان میں کھجور کے  
 درختوں کے نیچے باغیچے، مکئی اور جو کی کھجور  
 ہوتی ہے۔ ان کھجوروں کی جو ماہ جولائی میں  
 اتاری جاتی ہیں (Gatna) بڑے رور سور سے تجارت  
 ہوتی ہے۔ ادرار میں کچھ جھوٹے جھوٹے نعلسان  
 بھی ہیں، مثلاً اروگوئی Azougui، مصرطرساں  
 Torchane، تون گاد Tougad اور اوچف Oueft۔  
 سبکی، جو کسی زمانے میں دیہی اور علمی  
 سرگرمیوں کا مرکز تھا اور جس کی سماعیں شمال  
 (Senegal) تک پہنچتی تھیں، اب محض ایک  
 حصہ سا حصہ رہ گیا ہے۔ زندگی کی ساری  
 سرگرمیوں کا مرکز اب یہاں کا صدر مقام آئر ہے۔  
 یہ شہر سٹ لونی سے اعادہ کو ملانے والی موٹر  
 کی سڑک پر واقع ہے (قَب) تیر مادہ موریتانیا  
 MAURITANIA [در ا، لائن، طبع ثانی]۔

مآخذ: (۱) *L'Adrar Th Monod*

*Dakar mauritanien, esquisse géologique*  
 ۱۹۲۲ء: (۲) وہی مصنف: *Contribution à l'étude du*  
*'peuplement de la Mauretanie Notes botaniques sur*  
*'Institut Français de l'Afrique Noire در l'Adrar*

(مع نقشہ): W. Tomaschek (۲) *Zur historischen Topographie von Kleinasien im Mittelalter* (۱) ۱۸۹۱ء (= SBak Wien ۸/۱۲۳) ص ۲۳-۲۴؛ (۳) ۱۸۹۰ء *La Turquie d'Asie* : V. Cunet (۳) ۱۸۹۰ء تا ۱۸۹۵ء، ۳ : ۲۴۳ تا ۲۴۶؛ (۵) A. Philippson *Reisen und Forschungen im Westlichen Kleinasien* (۱) ۱۸۹۰ء، *Erganzungsheft* (۱۶۷) Pet Mitt. -) ص ۳۰ تا ۳۳؛ (۶) آا، ترکی، بدیل مادہ (= مقالہ) ار مارٹمان Mordtmann، در آا، لائنڈن، طبع اول، مع اصافات ار ترک مرتبیں۔

(J. H. Mordtmann [و V. L. Ménage])

ادرنہ : انڈریانوپل، ایک شہر، حوطونجہ بہری (Tundja) اور آردہ بہری (Arda) کے مریج بہری (Maritsa) سے سنگم پر واقع ہے، بروسہ کے بعد ترکوں کا دارالسلطنت اور اب اسی نام کی ایک ولایت کا انتظامی مرکز، حو روایہ ترکی (اب مشرقی) بھریس (ترکمانہ) Tarakya یا پاشا ایلی (Pasha-eli) کا مرکز بھی چلا آ رہا ہے۔ اسے تاریخی اعتبار سے اہمیت حاصل ہے جو اس لیے کہ وہ اس ساہراہ پر واقع ہے جو ایشیا کوچک سے بلقان گئی ہے اور جس پر استاسول کے بعد وہی سب سے اہم منزل ہے۔ وہ اس قدرتی گزرگاہ کے مشرق سے داخلے کا بھی محاط ہے جو کوسہستان رودوپ Rhodope کے جنوب مغرب اور کوسہستان استرندجہ Istrandja سے شمال مشرق کی جانب واقع ہے۔ اسی طرح وہ ساری آمد و رفت بھی اس کی زد میں ہے جو ادرنہ سے طونجہ اور مریج کی وادیوں میں ہو کر حانی ہے، بلکہ یہ اس نہایت اہم آمد و رفت کا ابتدائی مقام بھی رہ چکا ہے جو دریا کے راستے مریج اور ایجیہ کے درمیان ہوئی بھی، گو آگے چل کر اس کا زیادہ تر بوجھ اس ریلوے پر چا پڑا جو استاسول حاتے ہوئے ادرنہ سے گزرتی ہے۔ ادرنہ میں عثمانی فن تعمیر کی یادیں بالخصوص کثرت سے موجود ہیں، جس میں اس کی

(Čaka) Trachas نے سمرنا میں اپنے فوجی مستقر سے آگے بڑھتے ہوئے ادراست کی اینٹ سے اینٹ بھادی، لہذا الکسندس Alexius کے سپہ سالار فیلوکالس Philokalos کو اسے بھر سے آباد کرنا پڑا (Aléxiade)، طبع B. Leib (۳ : ۱۴۳)؛ اور پھر ۱۱۶۰ء کے لگ بھگ مسوئل اول (Manuel I) نے ترکی خطرے کے بغیر نظر اس کے استحکامات کو اور زیادہ مضبوط کیا (Nicetas Choniates، مطبوعہ ہون، ص ۱۹۴)۔ بعد ازاں ۱۲۶۱ء میں حب میخائیل پالیولوجس Michael Paleologus نے سمرنا کو اہل حینوا (Genoese) کے حوالے کر دیا تو اس نے انہیں ایڈرامائی ٹون میں بھی بکثرت مراعات عطا کر دیں (W. Heyd، *Illust. du Commerce du Levant*، ۱۹۰۶ء، ص ۲۹)۔ اسے ہی اگلی صدی کے شروع ہی میں - سوا کے ایک محافظ دستے نے ترکوں کے خلاف اس شہر کی مدافعت کی (Pachymeres، مطبوعہ ہون، ۱۵۵۸ء)۔ اس کے بھوڑے ہی دنوں بعد ادراست پر قرہ سی [رک بان] حاندان کا قبضہ ہو گیا اور پھر ارجاں کے عہد میں ادراست کے علاوہ اس پاس کے اور علاقے بھی ترکوں کے قبضے میں آ گئے (عاشق پاشا زادہ، طبع گیس Gies، ص ۴۱) لیکن عاشق پاشا زادہ میں اس کی تاریخ ۱۵۳۵ء/۱۵۳۴ء ۱۵۳۵ء بہت پہلے کی ہے، یعنی اس واقعے سے دس سال (مقدم)۔ پانچ صدیوں تک ادراست کا نظم و نسق قرہ سی کی سنجی کے قضا کے طور پر ہوتا رہا (۱۸۴۱ء سے ۱۹۲۳ء تک انتظامی تبدیلیوں کے لیے دیکھیے ۱۱، ترکی، ۶ : ۳۳۴) جہاں ولایت بالیکسر Balıkesir کی ایک قضا کی حیثیت سے اب روع ریتوں کی صعب کو خوب خوب فروغ ہو رہا ہے (آبادی [۱۹۵۰ء] : ۱۲، ۷۰۰)۔

مآخذ: (۱) Pauly-Wissowa، بذیل مادہ ہاے

(5) Die H. Kiepert : Adramittion, Thebe *alten Ortslagen am Südfusse des Idagebirges* در ZG. Erdk. Berl. ۲۴ (۱۸۸۹ء) : ۲۹۰ تا ۳۰۳



- ۱۔ سلیم جامی
- ۲۔ اوج شری جامی
- ۳۔ اہل جامع
- ۴۔ ستان
- ۵۔ علی پاشا چارشی
- ۶۔ ستم پاشا حافی
- ۷۔ چوپاش جامی
- ۸۔ جامعہ ترقی
- ۹۔ جامعہ اقلیہ صناعی
- ۱۰۔ ماریہ حال کو پرو
- ۱۱۔ اورتہ جمارت
- ۱۲۔ مدیت نامی
- ۱۳۔ سلمہ جامی
- ۱۴۔ رستم خانہ
- ۱۵۔ قاسم پاشا جامی
- ۱۶۔ الکبھی اوٹلوکا والی
- ۱۷۔ مائتہ قانون نانی
- ۱۸۔ شیخ چلی جامی
- ۱۹۔ قیامی
- ۲۰۔ مرادیہ جامی
- ۲۱۔ بھری جامی
- ۲۲۔ ست پزاری
- ۲۳۔ انکی سہای
- ۲۴۔ سریدھانی جامی
- ۲۵۔ یثی عمارت مقلدسی
- ۲۶۔ مالک روز کویری
- ۲۷۔ مدرم محادی



ہو گیا تو اسے ایک ہندسی نمونے کے مطابق پھر سے بنایا گیا؛ دوسرا قلعہ دیشی Kal'e-dishi، جو مشرق کی جانب واقع اور موجودہ شہر کا مرکزی مقام ہے۔ قدیم عثمانی مآخذ میں ادرنہ کا نام ادرینوس Edrinus، ادرن Edrune، ادرنبولی Edrinaboli، ادرنیہ Endriye، سز ادرنیہ Edirne یا ادرنیہ Edrine مانا گیا ہے۔ آخری شکل اس "فتحنامہ" میں درج ہے جو مراد اول نے ایلخانی سلطان اویس خان کو بھیجا تھا۔ تاریخی دستاویزوں میں اعراری اسماء بھی استعمال کیے گئے ہیں، مثلاً دارا خسرو الممہ، دارالسلطہ۔ ادرنہ کے متعلق حال یہ ہے کہ اس شہر میں اول اول بھریسی قبائل آباد تھے، جس سے اسے اہل مقدونہ نے جہنم اور اس کا نام اورشٹا (Orestia یا Orestias) رکھا۔ دوسری صدی میلادی میں مصر ہڈریس Hadrian نے چونکہ اسے دوبارہ تعمیر کیا لہذا اسی کے نام پر اس کا نام Hadrianopolis، Adrianople ہو گیا۔ اڈریانوپل ہی میں مسططین نے ۳۲۳ء میں لی کی سسٹس Licinius پر فتح پائی اور ۳۷۸ء میں والٹر Valens نے فوطیوں (گوتھوں) Goths کو شکست دی۔ ۵۸۶ء میں اوار (Avars) قبائل نے اس کا محاصرہ کیا۔ ۶۱۸ء میں بلغاری اس پر قابض ہو گئے۔ ۱۰۸۹ء اور ۱۰۷۸ء میں بے چنگس Pečenegs نے اسے پھر محاصرے میں لے لیا۔ ۱۲۰۵ء کے معرکہ اڈریانوپل میں نورمنی لاطینی شہنشاہ بالڈون Baldwin نے شکست کھائی اور بلغاریوں نے، جو کتھولک فرقے کی مداخلت پر ان کے خلاف یونانیوں سے مل گئے تھے، اسے گرفتار کر لیا۔ یوں سورمنی یونانوں نے اسے اہل بلغاریا سے بچائے رکھا۔ ۱۳۴۲-۱۳۴۳ء میں ترک ایشیائے کوچک سے یہاں نمودار ہوئے حب آیدیں اوغلوامور نے Aydin-oghlu Umur Bey کینٹاکوزیس Cantacuzenus کا ساتھ دیتے ہوئے پالاکولوجس Palacologus سے

اہمیت اگرچہ اسی وقت کم ہو گئی تھی جب ترکی دارالسلطنت استاسول مستقل ہوا؛ لیکن ۱۸۲۹ء میں جب روس سے اس پر قبضہ کر لیا تو اسے اور بھی نہ تر گئی۔ نفاق کی جنگوں کے بعد سے اس کی حیثیت ترکی کے ایک سرحدی شہر کی سی ہو گئی ہے، جس پر ۱۹۱۳ء میں اہل بلغاریہ بھی حد دونوں کے لیے فاعر ہو گئے تھے۔ ۱۹۲۰ اور ۱۹۲۲ء کے دوران میں اس پر یونانوں کا قبضہ رہا۔ انیسویں صدی کے درمیانی حصے میں ادرنہ کی آبادی انک لاکھ سے زیادہ تھی، لیکن موجودہ صدی کے شروع میں ۸۷,۰۰۰ رہ گئی (اس میں ۴۷,۰۰۰ ترک، ۲۰,۰۰۰ یونانی، تقریباً ۱۵,۰۰۰ یہودی، ۳,۰۰۰ ارمنی اور ۲,۰۰۰ بلغاری تھے)۔ ۱۹۲۷ء میں مردم شماری میں یہ آبادی کم ہو کر ۳۴,۵۲۸ رہ گئی اور ۱۹۴۵ء میں بالآخر صرف ۲۹,۴۰۰ رہ گئی۔ اس کے بعد سے ادرنہ نے پھر ترقی کرنا شروع کر دی ہے۔ آج کل آبادی کا بیسہ حصہ ترک ہے، جس میں یہودیوں کی انک چھوٹی سی اقلیت بھی موجود ہے۔

ادرنہ طویلہ نہری کے ایک موڑ کے اندر آباد ہے اور بحری میں، اس کے سکیم سے اوپر انک بندریج بند ہوئے ہوئے سداں میں، جس کی بلندی اس نہاری نہر میں مسعد سلماہیہ تعمیر ہوئی، ۵۰ میٹر تک سطح آبی ہے اور آگے بڑھے نو مشروں میں ۱۰ میٹر ہو جاتی ہے۔ شہر کا وہ حصہ جو نشیبی ڈھلانوں پر آباد ہے اکثر سیلابوں کی زد میں آتا رہتا ہے، جو نہی کبھی ساہی کا باعث بھی ہو جاتے ہیں۔ شہر کے دو بڑے حصے ہیں: ایک قلعہ اچی (قلعہ اچی Kal'e-aci)، دریا کے موڑ کے مغربی حصے میں، جو کبھی فصلوں سے گھرا ہوا تھا، جو بحالت موجودہ یہ فصلیں نہرنا معدوم ہو چکی ہیں، پچھلی صدی کے اواخر میں جب شہر کا یہ حصہ آس زدگی سے بر باد



ہشت سالہ حکومت کی ریاہ ترمذی ادرنہ میں  
کراری اور وہیں وفات بھی پائی، گو وہ بھی اپنے  
پس رووں کی طرح بروہہ میں دفن ہوا۔ پھر یہ ادرنہ  
میں تھا جہاں حب و ساج کے مدعی مصطفیٰ کو  
۵۸۲۵ھ/۱۱۸۲ء میں مراد ثانی سے شکست کھانے کے  
بعد موت لے کھاٹا مار دیا گیا۔ مراد ثانی کے زمانے  
میں ادرنہ کی حیثیت کو بڑا فروغ ہوا اور مصافحہ کی  
حالت بھی اچھی ہوئی گئی۔ اسی زمانے میں یہاں اوروں  
دو: Uzun Kopru (حسار ارگہ Duz-i-Ergene)  
کا شہر تعمیر ہوا۔

ادرنہ میں سربوں کے ممالک کے سفر مراد کے  
دربار میں حاضر ہوئے۔ ادرنہ میں سے وہ اپنی فتوحات  
کی بہت سی روایت کرتا اور یہ طوطہ بھی کا حریزہ ہے  
جہاں اس نے اپنے لڑکوں علاء الدین اور محمد کی  
رسم حب کا حسن بڑی دھوم دھام سے منانا۔  
نئی چربوں نے آس و پاس کے یہاں اسی سلطان کے عہد  
حکومت میں بغاوت کی، جو فرو ہوئی تو اس طرح کہ  
سپاہیوں کی سچاویوں میں اضافہ کیا گیا۔ مراد ثانی  
نے ادرنہ میں وفات پائی اور محمد ثانی اس کا  
حاشیہ ہوا، لیکن وہ اس وقت تک ادرنہ میں داخل  
نہیں ہوا جب تک اس نے قسطنطنیہ کے محاصرے کا  
فیصلہ نہیں کر لیا، چنانچہ اس محاصرے کا منصوبہ  
ادرنہ میں ہی میں مشورہ کر مار کیا گیا تھا اور ان دونوں  
کی آرمیس بھی ادرنہ کے اطراف ہی میں کی گئی  
جس میں اس محاصرے میں استعمال کرنا مقصود تھا۔  
قسطنطنیہ فتح ہوا تو محمد ثانی نے اپنا دربار ادرنہ  
میں میں منعقد کیا۔ یہیں ۵۸۹۱ھ/۱۱۹۵ء کے  
موسم بہار میں شاہزادہ نایرید اور مصطفیٰ کے حرموں  
کی تقریب بڑی دھوم دھام سے منائی گئی، جس کا  
سلسلہ دو ماہ تک جاری رہا۔ سلیم اول کا دربار بھی  
ادرنہ میں منعقد ہوا تھا، حتیٰ کہ اگر ایسے کسی  
مہم پر ناکارہ ہوتا تو اس کی حفاظت شاہزادوں

نیرود آزما ہوا۔ اس نے "شہزادہ" (Şehzade) ادرنہ کے  
خلاف دیموٹو Dimetoka [آرک ہاں] کی مدافعت کی اور،  
جیسا کہ کہا جاتا ہے، مؤخرالذکر کہ قتل بھی  
کر دیا (دیکھیے مکرمین حلیل: دستور نامہ اسوری،  
استانبول ۱۹۲۹ء، مقدمہ، ص ۶-۷)۔ ۵۸۳۰ھ/۱۱۸۵ء  
میں ترکی شاہزادہ سلیمان پاسا اہل معاریہ اور  
اہل سربیا کی فوجوں کو شکست دے کر ادرنہ میں  
Cantacuzenus سے حاملہ۔ ادرنہ کی فتح سے دس سال  
پہلے عثمانی سلطان اور حال سے نے سلیمان پاسا کو  
مشورہ دیا تھا کہ قلعہ ادرنہ پر بالخصوص نظر  
رکھے۔ گو یہ فتح مراد اول کے زمانے میں لالاسا میں پاسا  
کے ہاتھوں ہوئی، جس نے ادرنہ کے تکفیر کو  
بمقام سارلی دسرہ Sarli-Dere شہر کی خوب مشرقی  
سمت میں شکست دی۔ اس پر تکفیر اپنے محل سے،  
جو طوطہ بھری کے ساحل پر واقع تھا، چپ چاپ ایک  
کشتی میں سوار ہو کر نکل گیا اور رسیاں ۶۳-۵۸/۵  
جولائی ۱۳۶۲ء میں اہل ادرنہ نے اس شرط پر اطاعت  
قبول کی کہ انہیں آزادی کے ساتھ رندگی بسر کرنے کی  
اجازت ہوگی۔ مراد اول نے ادرنہ کا نظم و نسق اگرچہ  
لالاسا میں پاسا کے سپرد کر دیا تھا اور لچھ دیوں تک  
یہی بہر سمجھا کہ دربار سلطانی بروہہ یا دیموٹو  
Dimetoka میں قائم رکھے، تاہم وہاں ہی ادرنہ کو  
ایک طرح سے یورپ میں پسندیدگی کے لیے بر لوں  
کے مستعد درجہ حاصل تھا، چنانچہ نایرید  
بلدرم نے ادرنہ میں قسطنطنیہ کے محاصرے کے  
لیے پسندیدگی کی تھی۔ پھر جب نایرید کو شک  
آفرہ میں شکست ہوئی تو شاہزادہ سلیمان آکر نے  
شاہی حراہ بروہہ سے ادرنہ منتقل کر دیا اور یہیں  
اپنی رسم بغت سببی بھی ادا کی، گو آگے چل کر  
موسیٰ چلبی نے اس سے یہ شہر چھین لیا اور یہیں زمانہ  
حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے نام کا سنگ  
ڈھلایا۔ چلبی کی وفات پر سلطان محمد اول نے اپنی

کے دسے کر دی جاتی۔ دسویں صدی ہجری / سولہویں صدی میلادی میں ادرنہ کی خوشحالی برقرار ترقی کرتی رہی۔ سلیمان (قانونی) اکثر یہاں قیام کرنا، چنانچہ ادرنہ کی سب سے بڑی مسجد اسی کے جاسٹین کے عہد میں تعمیر ہوئی، لیکن ۵۹۹ھ / ۱۱۵۸ء اور ۱۰۰۳ء / ۱۵۹۵ء کی بغاوتوں میں اس شہر کا اس و سکون۔ برہم برہم ہوا رہا؛ مگر حب احمد اول کا زمانہ آیا تو ادرنہ کو ان ساھی شکاری اجتماعوں اور ساھی حسوں اور صیافتوں کے باعث جو اس کے گرد و نواح میں ساھی حاتی نہیں بالخصوص سہرب ہوئی، حتیٰ کہ محمد چہارم (آوجی = Avdji = شکاری) کے عہد میں تو اسے چار جامد لگ گئے۔ آگے چل کر حب رقی اصواج کو متواسر سکسین ہونے لگیں تو اس شہر کی زندگی بھی متاثر ہوئے بعد نہیں رہی۔ یہیں ۱۵ / ۱۷۰۳ء میں مصطفیٰ ثانی کو، جو ادرنہ ہی میں اپنا دربار منعقد کرنا تھا، استاسول سے اسے ہونے سورش بسدوں کے باعث یہ مشہور و معروف حادثہ پیش آیا، جس کے باعث اسے احمد ثالث کے حق میں محبت و نواح سے دستردار ہونا پڑا۔ ادرنہ کا سرحد روال ۱۱۵۸ھ / ۱۷۴۵ء کی آتشزدگی کے باعث اور بھی بیری سے ہوئے لگا۔ اس آسردگی میں ساٹھ سال جل کر خاک ساہ ہو گئے۔ ۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۱ء کے زلزلے میں شہر کی حالت اور بھی حراب ہو گئی۔ ۱۸۰۱ء میں البانہ کے فوجی سساکرنے سلیم ثالث کی اصلاحات کے خلاف ادرنہ ہی میں بغاوت کی، چنانچہ ۱۷۰۶ء میں ادرنہ کا ”دوسرا حادثہ“ انہیں وحوہ کی بنا پر پینس آیا۔ یگی جریوں کے حاتمے کے بعد ادرنہ کو بعض غیر معمولی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر حب ۱۸۲۸-۱۸۲۹ء کی روسی۔ عثمانی جنگ ہوئی اور روسوں نے ادرنہ پر قبضہ کر لیا تو اس سے مقامی مسلم آبادی غیر معمولی طور پر متاثر ہوئی۔ جیسے جیسے مسلمانوں

یہ ادرنہ سے محبت کرنا شروع کی ان کی جنگ آس پاس کے دیہات سے عیسائی آکر آباد ہونے لگے۔ لہذا محمود ثانی ادرنہ آیا اور مسلمانوں کی ڈھارس سدھانے کے لیے کوئی دس روز وہاں ٹھہرا۔ اس نے حکم دیا کہ سربچ نہری پر ایک بڑا پل تعمیر کیا جائے (مگر یہ پل کہیں ۱۸۴۲ء میں عبدالعزیز کے عہد حکومت میں مکمل ہوا) اور اپنی یادگار میں سگے بھی مصروب کرائے، لیکن ۱۸۷۸-۱۸۷۹ء میں حب روسی پھر ادرنہ پر قابض ہو گئے اور آگے چل کر بلقان کی لڑائیاں پس آئیں تا آنکہ پہلی عالمگیر جنگ کے لیے میدان کارزار گرم ہوا تو ادرنہ کی حالت اور بھی نگزنی چلی گئی۔

یادگاریں: بحال موجودہ قلعہ ادرنہ کا، جس کے چار رخوں اور نو دروازوں کے نام ہمیں معلوم ہیں، صرف ایک برج محفوظ ہے، یعنی ساعت قلعہ سی (گھنٹہ گھر) اور جو استدہا میں بیوک قلعہ (برج اعظم) کہلاتا تھا۔ گھڑی کا اصابہ اس سوہی صدی میں کنا گیا۔ یونانی کسے، جو جان John Bachm اور میخائل پیلولوگس Michael Palaeologus کے نام سے کندہ ہوئے بھی، مٹ چکے ہیں۔

قصر: (۱) اسکی سرائے (پرانہ قصر): حب ادرنہ فتح ہوا اور سراد اول نے نکمور کے محل کو، جو قلعے میں بنا تھا، ناکافی پایا تو اس نے قلعے کے باہر ایک بنا محل تعمیر کرایا، جس میں وہ ۱۷۶۷ء / ۱۳۶۵-۱۳۶۶ء سے پہلے مستقل نہیں ہو سکا۔ اولیا چلی کہتا ہے کہ یہ محل سلطان سلم کی مسجد کے پاس محلہ قاواں میدان Kavak Meddan میں بنا تھا، جسے آگے چل کر عجمی اعلان کے لیے نازکوں کے طور پر استعمال کنا گیا۔ سلیمان (قانونی) نے ہنگری پر فوج کشی کی تو معلوم ہوا کہ اس پر اسے قصر میں صرف چھ ہزار حذام ٹھہر سکتے ہیں، لہذا چالیس ہزار یگی جریوں

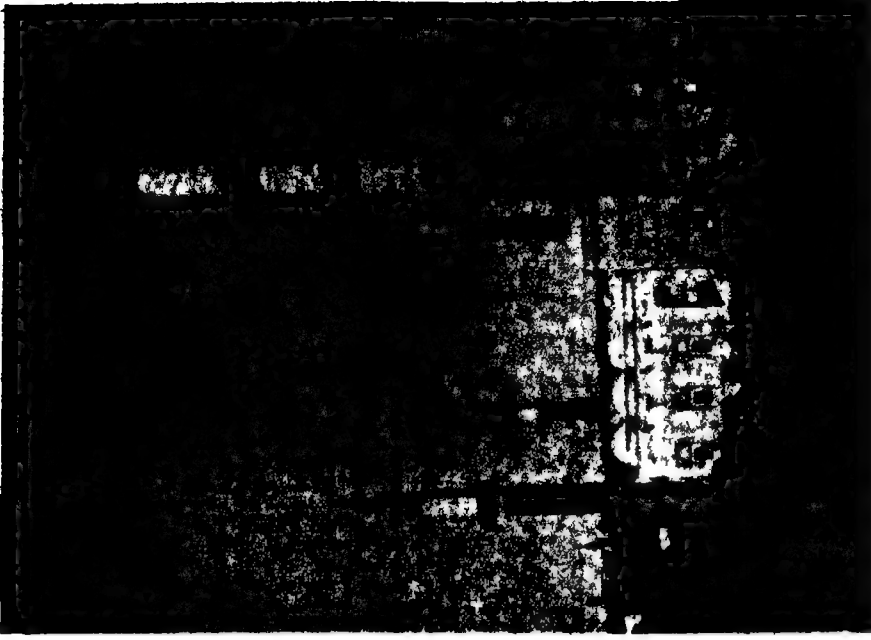
شامیانے، ۸۰ مسحدیں، ۷ بڑے بڑے دروازے، ۱۴ حمام اور ۵ صحن موحود تھے اور اس کے اندر تقریباً چھ ہزار سے دس ہزار آدمیوں تک کا قیام رہتا تھا۔ یہ قصر تدریج ویران ہوا۔ اٹھارھویں صدی میں اسے پھر سے بحال کرنے کی متعدد کوششیں کی گئیں، لیکن ۱۸۲۷ء میں ایک سرکاری حائرے سے پتا چلا کہ اکثر عمارتیں پوری پوری یا بڑی حد تک برباد ہو چکی ہیں۔ پھر ۱۸۲۹ء میں حب روس نے اس پر قبضہ کر لیا تو اس قصر اور اس کی مسجد کو نقصان پہنچا۔ روسی فوجوں نے قصر کے باغات میں ڈیرے ڈال دیے۔ آگے حل لبر اس کی بحالی کی اور بھی کوششیں کی گئیں، لیکن دوسری مرتبہ حب روسی پھر اس پر قابض ہو گئے تو اس کی ہستی کا گویا حاتمہ ہو گیا حاتمہ بربکوں نے ادرنہ حالی کرنے سے پہلے حود ہی نارود کے دھرمے کو اک بگا دی اور پھر حب واس آئے بھی تو ناقدی ماسدہ عمارتوں کو برباد حاصل کرنے کے لیے لہود دالا۔

مساحد: ادرنہ میں جمعے کی سب سے پہلی نماز قصر کے اندر ایک گرجا میں ہوئی، جسے مسجد بنا لیا گیا تھا اور حو آگے چل کر اسے مدرس اول سراج الدین محمد بن عمر حللی کے نام پر جلسہ کھلایا۔ یہ حللی محمد فایح کا استاد تھا۔ جلسہ کو جامع چلی بھی کہتے تھے۔ یہ گرجا اٹھارھویں صدی کے ایک رلرلے میں بنا ہوا تھا، لیکن اس کی پھر سے مرمت کی گئی اور یہ انیسویں صدی تک نامی رہا۔ اس قصر کا ایک اور گرجا بھی مسجد میں تبدیل کر لیا گیا اور اس کا نام کلیسہ جامع تجویر ہوا۔ لیکن محمد ثانی نے اسے مسجد کر دیا اور اس کی جگہ ایک مسجد بنائی جس کے چھ گنبد تھے، مگر یہ مسجد بھی اٹھارھویں صدی کے نصف آخر میں گرا دی گئی۔ قدیم ترین مسجد، حو ابھی تک

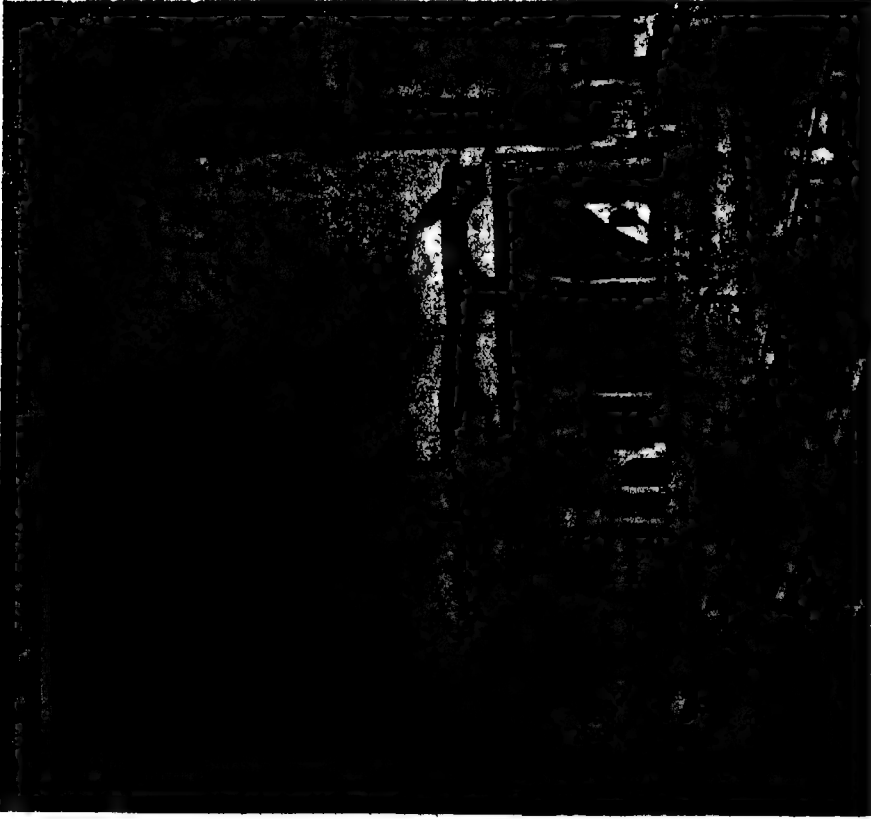
کے لیے قرب و حوار میں اور جگہ مہیا کرنا پڑی۔ اولیا چلی کہتا ہے: اس محل کا اپنا کوئی باغ نہیں تھا؛ وہ اونچی اونچی دیواروں سے گھرا ہوا تھا اور ان کا محیط کوئی پانچ ہزار قدم کے قریب تھا اس کی شکل مستطیل تھی اور اس کے ایک دروازے کو باب ہمایوں کہتے تھے۔ اس پرانے قصر کی اہمیت میں اگرچہ فرق آگیا تھا پھر بھی سلطان سلم کی مسجد کی تعمیر کے باوجود وہ ایچ اوعلاں کی معلم کے لیے استعمال ہونا رہا اور حب تک اس میں فتح نہیں ہوا اس کی منظم میں بھی کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ ۱۸۶۹ء/۱۲۷۵ء میں سلطان محمد رابع نے پرانے قصر کو اپنی حدیجہ کے نام پر دنا، جس کی شادی نصاحب مصطفیٰ پاشا سے ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں اس کا نام بھی "حدیجہ سلطان کا قصر" ہو گیا۔ پھر یہی۔ انا مصر تھا جہاں انیسویں صدی کے اوائل میں فوجی تربت ڈہ قائم کی گئی۔

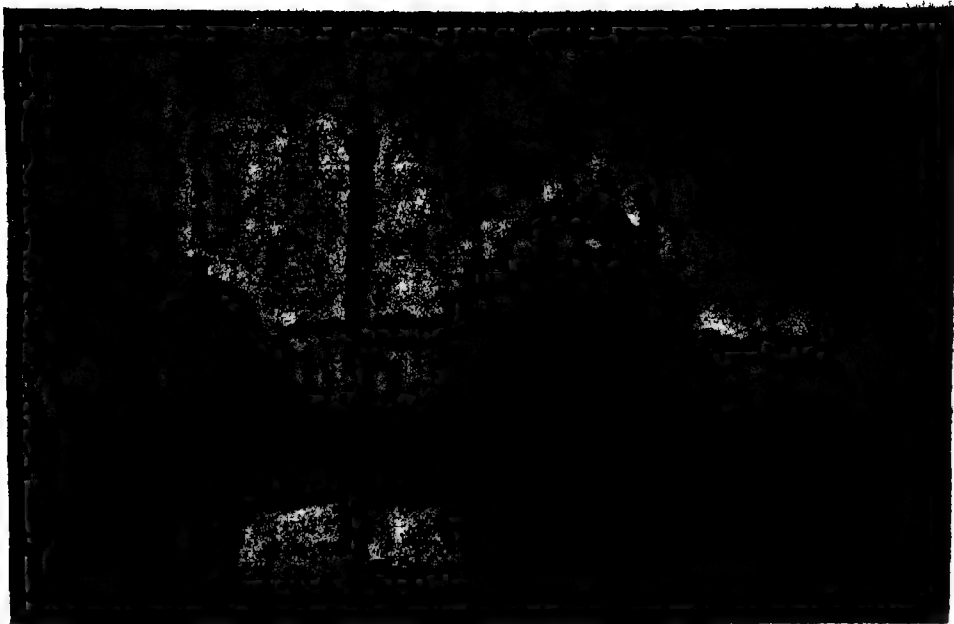
(۲) سرائے حدید حاسرہ (حدید مصر ساھی): جسے سلطان وراد ثانی نے حررہ طوبجہ Tundja اور اس پاس کے مرعراوں میں ۱۸۵۴ء/۱۲۷۰ء میں تعمیر کیا اور جس کے حص حصوں میں وہ سنگ مرمر بھی استعمال ہوا حو سالونیکا کے لہندروں سے آیا تھا۔ اس مصر کی تعمیر اگلے سال بھی جاری رہی۔ محمد ثانی نے یہاں ہزارہا درخت لکوائے، بلکہ ایک ہل کے درمے اسے مصر کی ان بڑی بڑی عمارتوں سے ملا دیا جو مغربی جانب ہی تھیں۔ قصر اور شہر کے درمیان ایک اور ہل سلیمان قانونی نے سوایا، بلکہ اس کے زیر ہدایت قصر میں اہم اصافے بھی کیے گئے۔ بعد کی حکومتوں میں بھی یہاں کئی ایک مزید کوشش تعمیر کیے گئے، حتیٰ کہ اس مصر کی وسعت محمد ثانی کے زمانے کی بہ نسبت دو چند ہو گئی۔ گیارھویں/سترھویں صدی کے اختتام پر یہاں ۱۸

لوچ شرفہلی جامع (صدر دروازہ اور صحن)



ایسی جامع





جامع بایرید ثانی و شفاخانه



سلیمیه جامع

باقی ہے، مسجد بلندرم ہے، حو ۵۸۰۱ / ۱۳۹۹ء میں ایک ایسے گرجا کی بنیادوں پر تعمیر ہوئی جو چوتھی صدی جبک میں برسات ہو گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی محراب پہلو کی ایک دیوار میں ہائی گئی ہے۔ ۱۸۷۸ء میں جب روسیوں نے اس پر قبضہ کیا تو مسجد کی روشنی اینٹیں اکھیڑ لے گئے، بلکہ ایک دوسرے سے ٹڑے ہوئے وہ دو مرمرین حلقے بھی سوڑ ڈالے جن کی بنا پر اس کا نام کوئہلی جامع (ہالیوں والی مسجد) رکھا گیا تھا۔ ایک اور قدیم مسجد یعنی اسکی جامع (نفیس ترین مسجد قدیمہ) کی تعمیر امیر سلیمان نے ۵۸۰۳ / ۱۴۰۲ء میں شروع کی، لہذا محمد اول نے اس کا نام سلیمانہ رکھا، لیکن اسے بعد میں بدل کر اولو جامع یا بڑی مسجد کر دیا گیا، گو بالآخر اس کا نام اسکی جامع (یا جامع عتیق) قرار پایا۔ اس مسجد کی تکمیل ۵۸۱۶ / ۱۴۱۳ء میں محمد اول کے عہد میں ہوئی (لوحة ۱۰)۔ اس کا اندرونی حصہ مربع شکل کا ہے اور اس پر نو گنبد بنے ہیں، جنہیں چار ستونوں سے سہارا دے رکھا ہے۔ معری دروازے کے ایک کتے میں معمار کا نام حاجی علاء الدس قوبوی مرقوم ہے۔ محراب کی دائیں جانب کھڑکی تعمیر ہو رہی تھی تو اس میں کتبے لے ایک کوشے سے لایا ہوا پتھر نصب کر دیا گیا، جس کی عظیم اس وقت سے اب تک برابر ہوئی چلی آ رہی ہے۔ اٹھارہویں صدی میں جب اس مسجد کو آسردگی اور زلزلے سے صدمہ پہنچا تو محمود اول نے اسے بھر سے بحال کر دیا۔ ایک اور مسجد— مسجد مرادیہ— مراد ثانی نے تعمیر کی، جسے شروع میں نو مولویہ درویشوں کے رہنے کے لیے بنایا گیا تھا، لیکن جب اس عمارت کو مسجد میں منتقل کر دیا گیا تو قریب ہی ایک چھوٹا سا اور مولوی خانہ تعمیر کر دیا گیا۔ اس مسجد کا طرہ امتیاز وہ

رومی اینٹیں ہیں جو اس کی محراب اور دیواروں کے بعض حصوں میں لگی ہیں۔ دسویں صدی ہجری/سولہویں صدی میلادی میں اس مسجد کو سبب اس کے حیران حانوں اور دوسرے اصافوں کے بہت آمدنی ہوتی تھی۔ ایک اور مسجد، جو پہلے بڑی سال دار تھی، یعنی دارالحدیث (جس کے محاصل ایک زمانے میں بہت زیادہ تھے؛ گیارہویں صدی ہجری/سولہویں صدی میلادی میں نصف ملین اسپر سے رانند)، ابتداءً ایک درس گاہ تھی، جس کی تکمیل ۵۸۳۹ / ۱۴۳۵ء میں ہوئی۔ اس مسجد کے مینار ۱۹۱۲ء کے محاصرے میں مہدم ہو گئے تھے۔ قریب ہی ایک قبرستان (برسات) ہے، جس میں کئی سہرادیے اور شہزادیاں دفن ہیں۔

ایک اور عمارت، جسے مراد ثانی نے تعمیر کیا، اوج شرفہلی مسجد (نیں جھروکوں والی مسجد) ہے، جس کی ابتدا ۵۸۳۱ / ۱۴۳۷-۱۴۳۸ء میں کی گئی اور حو ۵۸۵۱ / ۱۴۴۷-۱۴۴۸ء میں مکمل ہوئی (لوحة ۱۰)۔ اولیاء چلی کہتا ہے اس مسجد کی تعمیر میں ۷۰۰۰ سوڑے خرچ ہوئے، جو ارمیر کی فتح میں بطور مال غنیمت ملے تھے۔ اس مسجد کو مرادیہ، یگی جامع (مسجد حدید) اور جامع کبیر (کلان مسجد) بھی کہتے ہیں۔ اس کی شکل مستطیل ہے اور اس پر ایک بڑا گنبد قائم ہے، جسے چھ سوئوں سے سہارا دے رکھا ہے۔ علاوہ اس کے چار درمائی حجم کے اور گنبد بھی ہیں، جو سوڑے گند کے پہلووں میں تعمیر ہوئے۔ ان ستونوں میں سے چار بڑے ستونوں کو دروازے اور محراب کے دونوں پہلووں میں دیواروں سے نکالا گیا ہے۔ حرم (صحی نماز)، جس کا فرش سنگ مرمر کا ہے، پہلا حرم ہے جو عثمانیوں کی تعمیر کی ہوئی کسی مسجد میں نہا۔ حرم کے چاروں پہلووں میں جو مسقف

غلام گردشیں ہیں ان کی چھت اکیس مَدُور قُوتوں سے تعمیر ہوئی اور انہیں اٹھارہ ستونوں پر قائم کیا گیا۔ اس کا سہ منزلہ مینار عثمانی میاروں میں ابھی قسم کا پہلا مینار ہے۔ دو اور مینار بھی ہیں جو دو منزلہ ہیں اور ایک اور صرف ایک منزلہ۔ مراد انی نے اس مسجد کے مصارف کے لیے اول کار، ثورا Karalora واقع سربیا Serbia کی معادنِ سقرہ کے محاصل وقف کر دیے تھے، لیکن آگے چل کر رستم پاشا نے جب ان کانوں کو سرکاری خزانے میں منتقل کر دیا تو اس مسجد کا خرچ ناپرید ثانی کے وقف سے پورا ہوئے لگا۔ اس مسجد کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ یہیں محمد الدین عجمی نے فصل اللہ تبریزی کے ”حروفی“ سبب کو بر ملا لعنت ملا سب کی، جس کے متعلق حال تھا کہ انہیں سلطان محمد فاتح کی ہمدردی حاصل ہے۔ ناپرید ثانی نے طوبعہ بھری کے کنارے ایک مسجد، ایک حمام، ایک سفاخانہ، ایک مدرسہ اور ایک حیراب خانہ بھی تعمیر کرایا (لوحة، ۱۱)۔ مسجد کے دروازے پر ایک کتبہ بھی لگا ہے، جس کے مادہ تاریخ کے حروف کو جمع لیا جائے تو ۸۹۳ھ/۱۴۸۸ء کا سن حاصل ہوتا ہے۔ اس مصارف کا خرچ اس مالِ عسب سے چلنا تھا جو آق کرمان سے ہاتھ لگا تھا۔

اس مسجد کی عمارت بڑی سادہ ہے، جس میں نہ محرابیں ہیں نہ ستون، گند کو چاروں دیواروں نے سہارا دے رکھا ہے۔ حمام (ساب خانہ)، جن کے اوپر نو گند بنے ہیں اور ہر ایک میں چار چار کمرے، مسجد کے دونوں پہلوؤں سے ملحق ہیں اور اس کے نارت نارت سے میاروں کا راستہ انہیں سے ہو کر گیا ہے۔ مسجد کا مرمریں منہر خاص طور پر شاندار ہے۔ پھر ادرنہ میں یہی ایک مسجد ہے جس میں سب سے پہلے ایک نجی رواق (محفل) تعمیر ہوئی۔ اسے سگ سماں

کے ستونوں نے سہارا دے رکھا ہے، جو شاید کسی بعد کے کھنڈروں سے دستاب ہوئے تھے۔ سفاخانہ مسجد کی مغربی سمت میں بنا ہے۔ اس کی شکل ایک مسجد کی ہے، جس کے باغ میں مسجد اور میاروں کے علاقے اور ان کے الگ تھلگ رہنے کے لیے کمرے بنے ہیں (جہاں بقول اولیاء چلی مریموں کو رورانہ گناہا پرنا تھا)۔ مدرسہ سفاخانے کے بالمقابل تعمیر ہوا اور حیراب خانہ اور سورخانہ مسجد کی مشرقی سمت میں۔ ناپرید ثانی نے طوبعہ بھری کے کنارے ایک کھاٹ بھی بنوایا تھا۔ مسجد کی محراب کے سامنے دریا کے ٹاٹ کو اور بھی زیادہ چوڑا کر دیا تھا۔ دسویں صدی ہجری/سولہویں صدی میلادی میں ادرنہ میں جو حسن بن عمار بن ہار ہوئیں وہ سب کی سب سیان کی بنا کردہ ہیں۔ ان میں ایک، یعنی طاش لوق جامع، جسے سیان نے محمود پاشا کے راویے سے مسجد میں بدل دیا، مٹ چکی ہے۔ بین مسجدیں انہی تک قائم ہیں: جامع دفر دار، مسجد سج چلی اور مسجد سلطان سلم (جامع سلمیہ)، جس پر ادرنہ کو فتح ہے اور جو اس سہری آخری شاہی مسجد ہے (لوحة، ۱۱)۔ یہ ۸۹۲ھ/۱۴۸۷ء۔ ۹۰۵ھ/۱۴۹۵ء اور ۸۹۸ھ/۱۴۹۳ء کے دوران میں تعمیر ہوئی، جسا کہ اس کے مادہ تاریخ سے، جو حرم کے دروازے پر کتبہ ہے، پتا چلتا ہے۔

اولیاء چلی کہتا ہے اس کی تعمیر میں ۲۷،۷۶۰ بوڑے صرف ہوئے، جو مرض کی فتح پر مال عسب میں ملے تھے۔ اس مسجد کا عظیم گند، جو آٹھ ستونوں پر قائم ہے اور بمقابلہ گند آیا صوفیہ، استاسول، ارتفاع میں چھ ہاتھ اور اوچا ہے۔ مؤذن کی گررگہ کے اوپر دو دو میٹر بلند بارہ مرمریں ستونوں پر قائم ہے اور اس کے نیچے ایک چھوٹا سا فوارہ بھی ہے۔ مسجد کا کتب خانہ دائیں جانب بنا ہے اور شاہی رواق نائیں طرف۔ یہ رواق (محفل) چار مرمریں ستونوں پر تعمیر

ہوئے۔ ابتداء میں اس کی زیائس روعی ایشوں سے کی گئی، سکس ۱۸۷۸ء میں روسی انہیں اکھیڑ کر لے گئے۔ حرم کا صحن مسقف علام گردشوں سے گھرا ہوا ہے، جن میں سولہ بڑے بڑے ستونوں پر اٹھارہ گنبد ہیں۔ یہ جریرہ نماے قبی طاع اور سام کے کھنڈروں سے لائے گئے تھے (نعل اولیاء چلی اس سے Alhena سے بھی)۔ میں سے مسرلوں والے چاروں مساروں کی، جو مسجد کے چاروں کونوں پر کھڑے ہیں، بارہا مرمت کی گئی۔ خود مسجد کی مرمت بھی ہوئی تھی، جسے کہ ۱۷۵۲ء کے زلزلے کے بعد اور پھر ۱۸۰۸ء، ۱۸۸۴ء میں مرمت کے زمانے میں بھی۔ سلطان سلیم کی مسجد دراصل عمارات کا ایک مجموعہ ہے، جس میں ایک مدرسہ، ایک دارالقرآن، ایک مکتب اور گھنٹہ گھر شامل ہے۔ مدرسہ سلیمیہ کے مدرس کو شہر کے مدرس اعظم کا درجہ حاصل تھا، مگر آگے چل کر یہ مدرسہ مرکزی فوجی حراست خانہ بن گیا۔ آج کل یہ آثار قدیمہ کا عجائب خانہ ہے۔ دارالعرفاء کو ایتھوگرافی (سلسلہ) کا عجائب خانہ بنا دیا گیا ہے۔ کتب خانے میں آگے چل کر بہت سی کتابیں وقف کر دی گئیں، لیکن ان میں بعض بڑی قیمتی تصانیف بلعاری فیضی کے زمانے میں ضائع ہو گئیں۔

ادرنہ اسلامی علوم کا ایک اہم مرکز تھا۔ اسے اسانول اور سروسہ کی طرح اپنا حدا گاہہ بھارت تعمیر کرنے کی اجازت تھی۔ ان مدرسوں کے علاوہ اس کا ذکر اوپر آچکا ہے وہ مدرسے بھی خاصے اہم تھے جو اوج سرمہ لی جامع (ساکردہ) مراد نامی کے صحن میں قائم ہوئے اسی طرح بیکلر مدرسے، جنہیں محمد ثانی نے یہیں قائم کیا۔ یہ مدرسے، جو قدیم عثمانی طور میں تعمیر ہوئے، آج کل ویران پڑے ہیں، گو انہیں اب بھی بحال کیا جا سکتا ہے۔ ادرنہ میں متعدد بازار بھی تعمیر

ہوئے، جن سے مقصود زیادہ تر یہ تھا کہ ان سے شہر کی مقدس عمارات کا حرج چلتا رہے۔ ان میں سب سے پہلا محمد اول کا مسقف بازار ہے (چودہ گنبد، چالیس دروازے)، جو اسکی جامع کے لیے وقف تھا۔ مراد ثانی نے جو مسقف بازار تعمیر کیا اور جو برائے بازار کے نام سے مشہور تھا وہ گیارہویں صدی ہجری/سترہویں صدی میلادی کے نصف آخر میں بناد ہو گیا۔ مراد ثالث کا بھی ایک بازار تھا، جسے سان نے تعمیر کیا۔ اس کا نام تھا ”آراستہ“ (۳ محرم ۱۲۳۰ ذکابین) اور اسے بھی مسجد سلیمانہ کی مالی امداد کے لیے ہوا یا گیا تھا۔ سان نے سمر علی کے لیے بھی ایک بازار تعمیر کیا، جس کے چھ دروازے تھے۔ ادرنہ میں قہوہ خانے (”حان“) بھی کثرت سے موجد تھے، جن میں رستم پاسا کے بڑے اور چھوٹے ”حان“ نو سان نے تعمیر کئے تھے، جسے صوقالی (Sokollu) کے لیے ”طاش حان“۔ ایک اور ”حان“، جو اب تک موجود ہے، گیارہویں صدی ہجری/سترہویں صدی میلادی کے آغاز میں ایک کجی زادہ احمد پاسا نے تعمیر کیا۔ دسویں صدی ہجری/سولہویں صدی میلادی کے آغاز میں ادرنہ میں سولہ ”حان“ اور بازار موجد تھے۔ آگے چل کر اس تعداد میں اضافہ ہوا گیا، اس لیے کہ فراسیسی اور انگریز سودا گروں نے بھی اپنے اپنے لیے کوٹھیاں قائم کر لی تھیں۔ ادرنہ میں جن صنعتوں نے رواج پایا ان میں صاعی، دناعی، صابون سازی اور گلاب کی کشند کے علاوہ گاڑیوں وغیرہ کا بنانا بھی شامل تھا۔ ادرنہ اپنی مخصوص جلد سازی کے لیے بھی مشہور تھا۔ جہاں تک آب رسانی کا تعلق ہے اس کا انتظام خاصکی سلطان کی کاریز کی بدولت، جو ۱۵۳۷ء/۱۵۳۰ء میں بن کر تیار ہوئی، خاطر خواہ ہو گیا تھا۔ یہاں کوئی تین سو عام فوارے



تکیوں میں بعض بڑے بڑے مشہور درویش اور شیخ پروان چڑھے۔ ان میں سب سے زیادہ شہرت [شیخ] حلال الدین اور [شیخ] جمال الدین کو ہوئی، جنہوں نے مراد ثانی کے عہد میں فروغ پایا، پیر سرائی حسن دہ (م ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۸ء)، جنہیں گلشنی طریقے کا دوسرا پیر مانا جاتا ہے۔ ادرنہ کے معاش میں کئی ایک نظمیں بھی لکھی گئیں، جن میں علاء الدین کا ہمایوں نامہ اور حوضہ نشاۃ کی طبقات الممالک شامل ہیں۔ ایک مقامی شاعر حیالی نے بھی ایک قصیدہ لکھا ہے، جس کی ردیف بھی ادرنہ ہے۔ اس طور کے اور بھی کئی ایک قصیدے لکھے گئے۔ آخر میں دہلی کا قصیدہ قابل ذکر ہے، جو اس نے سلطان کی مدح میں لکھا اور جس میں ادرنہ کے حسن مناظر کی تصویر کشی گئی ہے۔

مآخذ: (۱) ادرنہ پر ایک مخصوص مقالہ (monograph)، جس میں ۷۷ تا ۸۱۰۷ھ / ۱۳۶۶ تا ۱۶۳۷ء کی تاریخ بھی بنا کر دی گئی ہے، از جبری [رک باں] متوطن ادرنہ، بعنوان ایس ایس ایس، تصنیف ۱۰۸۶ھ / ۱۶۳۶ء۔ یہ ابھی تک طبع نہیں ہوا، لیکن اس کا اقتباس حاضی حلیفہ *Rumeli und Bosna*، ترجمہ از ہامر Hammer، وی آنا ۱۸۱۲ء، ص ۱ تا ۱۰۵، میں اور نام بہاد وقائع (Chronicle) جوری (استانبول ۱۲۹۱ تا ۱۲۹۲ھ)، قہ ہامر۔ پرگشتال Hammer-Purgstall، در GOR، ۱۰: ۶۹۱۔ بعد اور بائنگر Babinger، ص ۲۱۳، میں موجود ہے۔ اسی کتاب کا ایک حصہ ہام ریاضی بلدیہ ادرنہ ہادی احمد احمدی (۱۲۵۵ تا ۱۳۲۶ھ / ۱۸۳۹ تا ۱۹۰۸ء) نے لکھا؛ (۲) اولیاء چلی: سیاحت نامہ، ج ۳، میں ادرنہ کے لیے ایک طویل باب مخصوص ہے، (۳) اس کے علاوہ سترھویں اور اٹھارھویں صدی میلادی کے مغربی سیاحوں سے اس کی بات بیانات دیے ہیں (John Covel)، در *Early voyages and travels in the Levant* Th. Bent

بھی تھے، جن میں سے اب اکثر بیست و نابود ہو چکے ہیں۔ ان ہلوں کے علاوہ جو شاہی محلوں کے لیے تعمیر ہوئے چار ہل اور قائم کیے گئے تھے اور ایک اور مریج نہری پر۔ ان میں سب سے پرانا غازی میخال کا ہل تھا، جو ۸۲۳ھ / ۱۴۲۰ء میں تیار ہوا۔

شروع شروع میں ادرنہ کا انتظام انک قاضی اور ایک صوباشی کے سپرد تھا۔ یہ صوباشی حالاً وہی شخص تھا جسے پوکوک Pockock نے یگی چہ ہوں کا آغا ہاں کہا ہے۔ اسکی استانبول فتح ہوا دو اس کا انتظام ہوسٹان ہی ہائی کے رہتے کر دنا تھا۔ دسویں صدی ہجری / سولہویں صدی میلادی کے اوائل میں قاضی ادرنہ کے لیے دس سو اسپر : ہوسہ بھتا مقرر تھا۔ مرید بران اسے یہ بھی موقع بھی نہ برقی ہا کر استانبول چلا جائے گا۔ بقول اولیاء چلی اس کے ہمسالہ نائب تھے۔ اس، نا مقرر اور برطرمی مر لری حکومت کے ہاتھ میں تھی۔ انک اور دلحسب مقامی عہدیدار "باغان خاص" (لحدائے ناسایان) تھا، جس کے ذمے بھی باغان اور پھلوں کے ان ناعیوں کی دیکھ بھال بھی جو ہوں درناؤں کے شمارے کنارے لگے تھے (جبری نے ان کی تعداد چار سو پچاس بتائی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس سے پہلے اسی تعداد تھی نہیں ہوئی تھی، اس المسامریں، وری ۳۶)۔ ادرنہ کو ملاطیں کی دانی حایداد (خاص) منصور تھا جانا تھا، جس کی آمدنی دسویں صدی ہجری / سولہویں صدی میلادی میں تقریباً دو ملین اسپر (بیس لاکھ) تھی، لیکن تھی ایسا بھی ہونا کہ استانبول کے مصارف ادرنہ کے خزانے سے پورے کیے جاتے۔ ادرنہ میں یونانی آرتھوڈوکس میٹروپولیٹن (Greek Orthodox Metropolitan) اور (یہود کا) ایک اعلیٰ رتی بھی رہتا تھا۔

ادرنہ کے پچاس سے زائد "راویوں" اور

ایک صدیق ہی تھا۔ اور چڑھا لیا ہم نے اس کو مکان بلند میں۔“ (۲) وَاسْمِعِلْ وَادْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ كَلَّ مِنَ الصَّبْرِ (۲۱ [الانبیاء: ۸۵] ترجمہ شاہ صاحب موصوف: ”اور اسماعیل کو اور ادریس کو اور ذوالکفل کو ہدایت دی۔ وہ ہر ایک تھا صبر کرنے والوں سے۔“ اگرچہ تفسیروں میں اس بات پر توجہ نہیں کی گئی، لیکن یہ امور لائق لحاظ ہیں کہ پہلی مثال میں بھی سلسلہ سانہ حضرت ابراہیمؑ کے ذکر سے شروع ہوا ہے وَادَّكُرْ فِي الْكِتَابِ اِبْرٰهٖمَ (۱۹ [مریم: ۱۴]) اور دوسری جگہ بھی: وَلَقَدْ اَتٰنَا اِبْرٰهٖمَ رَسَدًا (۲۱ [الاسماء: ۵۱])۔ اول الذکر سان میں صعب ”صدیق“ پر زور دیا گیا ہے دوسرے میں، جہاں زیادہ تعداد میں اسماء کا تذکرہ کیا ہے، ان کا معنی، صالحیت اور بوجد پر ثابت قدمی یا کثرت سان ہوئی ہے اور ربِّ رحمت دوسری آیت سے متصل پہلے حضرت ایوبؑ کی مثال آئی ہے، جن کا صبر صبر المثل ہے۔ دونوں جگہ حضرت ابراہیمؑ کی دہلی میں یہ ذکر دیکھ کر گماں ہو سکتا ہے کہ ادریسؑ ان کے بعد کے ہی ہوں گے، لیکن ہمیں معلوم ہے کہ قرآن کسی موضوع کے بیان میں ہمیشہ درست زمانی کی باندی ضروری نہیں سمجھتا۔ دوسری طرف نائل میں ادریسؑ کا زمانہ حضرت ابراہیمؑ سے بہت پہلے بتایا گیا ہے (دیکھئے آئندہ سطور)۔ پس آیات محولہ سے یہ مطلب نکلا ہے کہ ادریسؑ صدی و صبر کی صفت سے متصف ہی تھے۔ ”صدیق“ معنی اعتبار سے نہایت سچے آدمی (صدوق کا اسم مبالغہ، راجع: المعردات فی عرائب القرآن، تحت مادہ) اور اصطلاح قرآن میں مؤمن کامل (سی کے بعد سب سے برگزیدہ ولی، وہی کتاب: قسّم [النساء: ۶۹: ۷۰] [الحديد: ۱۹]) کو کہتے ہیں۔ ”وَ رَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا“ کی تفسیر الطبری (طبع ثانی، مصر ۱۳۸۳ھ، ج ۱۶، ص ۱۶) نے

لدن ۱۸۹۳ء: Antoine Galland، Journal، طبع نیچر Ch. Schefer، پیرس ۱۸۸۱ء، E Chishull، Letters of Lady، لدن ۱۷۳۷ء: Wartley Montague، مکتوبات ۲۵ تا ۳۴)۔ اسی صدی کے آثار میں اس شہر کے انحطاط کا حال (Narrative of a journey across، George Keppel، لدن ۱۸۳۱ء، ج ۱: اور Moltke (۵) Briefe über Zustände und Begebenheiten in der Türkei، طبع نسیم، ص ۱۰۰ بعد، میں درج ہے: Nicolas de (۶) Navigations، میں دسویں صدی ہجری / سولہویں صدی میلادی میں یہاں کے باشندوں کے نمونے دیے گئے ہیں۔ مساحد اور دوسری عمارات کے مناظر اور خاکے (۷) C Sayger و A Desarnod، Album d'un voyage en Turquie en 1۸29-1۸3۰، پیرس، بلا تاریخ، بر (۸) Thomas Allom و Robert Walsh، Constan، ۱۸۳۰ء اور بالخصوص (۹) C Gurlitt، Die Bauten Ad unopli، در (۱۰) G Jacob، در ISL، ۳ (۱۹۱۲ء): ۳۵۸ - ۳۶۸) میں دیے گئے ہیں۔ سرکی زبان کی تصانیف میں ذیل کی کتابیں شامل ہیں: (۱۰) ولایت ادرنہ کے سانے، (۱۱) رعب عثمان۔ ادرنہ رہنما، ادرہ ۱۳۳۵ھ / ۱۹۲۰ء (۱۲) Oktay Aslanapa، ادرہ دہ عثمانی دوری عائدہ لری، استانبول ۱۹۴۹ء: (۱۳) M Tayyib Gökbulgin، ۱۵ - ۱۶ عصر لردہ ادرنہ و پاشانواسی، استانبول ۱۹۵۲ء: (۱۴) مصف مکور۔ مقاله Edirne، در آ، ترکی۔

(M TAYYIB GOKBILGIN)

ادریسؑ: ایک قدیم پیغمبر، جن کا قرآن مجید میں دو جگہ ذکر آیا ہے: (۱) وَادَّكُرْ فِي الْكِتَابِ اِٰرْسَ اِنَّهٗ كَانَ صَدِیْقًا نَّبِیًّا وَ رَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِیًّا (۱۹ [مریم: ۵۶، ۵۷]) ترجمہ شاہ عبدالقادر: ”اور ذکر کر (اس) کتاب میں ادریس کا، بے شک وہ

ان کے چوتھے یا چھٹے آسمان پر یا جنت میں زندہ اٹھا لیا جانا کی ہے۔ بعض متأخرین (مثلاً جلالین، موضع القرآن، وغیرہ) اس کا تتبع کرتے ہیں، لیکن دوسری مستند تفسیریں (جیسے کبیر، البصاوی، الکشاف، تفسیر آیہ مذکور) اس کلمے سے ادریسؑ کا بلند مرتبہ اور بقرب الہی پانا مراد لیتے ہیں۔ عہد حاضر کے مفسرین و مترجمین قرآن و رحمان اسی طرف ہے (مثلاً محمد علی لاہوری: سان القرآن، نیز مفسر القرآن انگریزی: عبد اللہ یوسف علی، ترجمہ انگریزی، ج ۲۵۰۸، عبدالمجید دریابادی، تفسیر آیہ مذکورہ)۔

الطبری نے چند احادیث موقوف (یعنی جس کی سند صرف کسی صحابی تک جاتی ہے) مگر ایک قتادہ بن انس بن مالک سے مرفوعاً (یعنی آنحضرت صلعم تک) نقل کی ہے، جس میں رسول اللہ صلعم کی معراج میں حضرت ادریسؑ سے چوتھے آسمان پر ملاقات کا ذکر ہے۔ یہ حدیث صحیح (باب الاسراء و المعراج) میں مالکؑ اس معصۃ اور ابودر غصاریؑ دو صحابوں سے اسؑ بن مالک سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ ابودرؑ کی روایت میں آسمانی منازل کی صراحت نہیں، لیکن اسما کے نام مع ادریسؑ، جن سے ملاقات ہوئی، دونوں حدیثوں میں یکساں ملتے ہیں۔ تاہم حضرت ادریسؑ کے زندہ آسمان پر اٹھانے کے حاسے کا ان احادیث میں مطلق ذکر نہیں ہے، لہذا عہد حاضر کے مفسرین، نیز Wensinck (مقالہ ادریس، در آء، طبع اول، عربی ترجمہ، دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ج ۱، جزء ۸) کی رائے قرین صواب مانی جائے گی کہ بعد کی روایات، جو مسلمانوں میں حضرت ادریسؑ کے متعلق مشہور ہوئیں، اسرائیلیات میں شامل ہیں اور یہودیوں کی غیر مستند اساطیر سے لی گئی ہیں۔ قرآن و حدیث صحیح میں ان کی کوئی

حک کہ نہیں پائی جاتی۔ ان روایتوں میں حضرت ادریسؑ کا (اگر ان کا عبرانی نام Enoch حوٰک، احوخ مسلم کیا جائے) آدمؑ کی ساتویں پشت میں اور حضرت نوحؑ کا آٹھواں پردادا ہونا اور ۳۶ برس کی عمر ہانا خود بائبل (نکوین، اصحاح ۵) سے مأخوذ ہے، لیکن یہ اوصاف کہ ان پر بیس صحیفے نازل ہوئے اور کتاب، علم نجوم و حساب انہیں کی ایجاد ہیں (البصاوی اور الکشاف، تفسیر ۱۹، [مریم]: ۷۵) نیز یہ کہ حیاطی یا سیے کا ہر انسانوں کو انہوں نے ہی سکھایا، ورنہ پہلے وہ کھالیں پہنتے تھے (الکشاف، محلّ مذکور)، سب دیگر اسرائیلی روایات سے مأخوذ ہیں۔ اس سلسلے میں پہلا سوال ان کے نام کا آنا ہے۔ ادریسؑ کی نسبت یہ قیاس کہ عربی مادّہ درس کا اسم سالعہ ہوگا کسی سنجیدہ مفسر یا لغت نویس نے قبول نہیں کیا۔ البصاوی لکھتے ہیں کہ ممکن ہے عربی کی کسی قریبی رشتہ دار زبان میں یہ معنی ہوں۔ عربی میں یہ غیر مصروف ہے اور دخل ہی مانا جائے گا (محلّ مذکور)۔ اس کا عربی مترادف ”احوخ“ جہاں تک معلوم ہو سکا، سب سے پہلے الطبری کی تفسیر میں آیا ہے اور وہ بھی سورۃ مریم کی آیہ کی تفسیر میں نہیں بلکہ بعد کی سورۃ الاساء کی آیہ ۸۵ کی تفسیر میں محملاً بلا کسی صراحت کے لکھا ہوا ملا ہے۔ بعد کے مفسرین بھی، جو اس صریحاً غیر عربی نام کو نقل کرتے ہیں، اس کی کوئی سند یا علمی دلیل نہیں لائے۔ ایک یورپی مستشرق ادریسؑ کو یونانی اندریاس Andreas صاحب کرنا ہے، جو سکندر اعظم کے ایک ناورچی کا نام تھا، جس نے ناند رتہ حاصل کیا (آء، مقالہ مذکور)۔ مسلم اہل تصوف میں جمال الدین ابن القفطی نے ادریسؑ کے نام اور حالات پر خاص توجّہ کی اور اپنی کتاب احبار الحكماء (طبع J. Lippert، لاہنزگ ۱۹۰۳ء،

(ص ۱۰۵)۔ آخر میں عربی مصنفین کے حوالے سے انہیں حکمت (طب)، ہیئت بیز نقاشی کا بانی، سب سے پہلا کتانی درس دینے والا اور کپڑا سی کر پہننے والا بنایا ہے۔ ان پر بیس آسمانی صحیفے نازل ہوئے اور خدا نے انہیں اپنے پاس مکمل بلند پر اٹھا لیا ( : ”رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ مَكَانًا عَلِيًّا“، ص ۷)۔ یہاں فرآئی الفاظ میں ”اللہ“ کا اضافہ لائق لحاظ ہے اور اس کے اندر مصنف کا یہ عقیدہ چھلکتا ہے کہ ادریسؑ آسمان پر رہنے والا ہے جسے گنتے جیسا کہ اس کے پیش رو حضرت سلیمان ناریخ نویس (الیعقوبی، المسعودی وغیرہ) اور خصوصاً الثعلبی کی قصص الانبیاء (ص ۳۴، فہرہ ۱۲۰۰) میں لکھا جا چکا تھا فرآن و حدیث میں ایسی کوئی روایت نہیں۔ زیر بحث آیت کریمہ میں ”إِلَى“ کا صلہ نہ ہونے سے ”رَفَعَهُ مَكَانًا عَلِيًّا“ کے معنی الضاوی اور الرفعی کے مطابق بلند رہنے اور بقرب الہی زیادہ قریں صحت و معاورہ ہوں گے۔

ادریسؑ کو نوراہ کا Enoch (حوک، احوخ) مان لیا جائے، جس کا کوئی منصوص و معقول ثبوت ہمارے سامنے نہیں، نو کتاب نکویں، اصحاب ۵، آیات ۲۲-۲۴، میں حوک کا زمانہ قریب بین ہرارمل مسیح اور جملہ ایام حیات ۳۶۰ سال تحریر ہیں۔ ۶۰ برس کی عمر میں اس کے ہاں بیٹا ہوا۔ پھر ”وہ ۳۰۰ برس خدا کے ساتھ چلا۔ وہ نہیں رہا کیونکہ خدا نے اس کو لے لیا۔“ اس پورے اصحاب یا ناب میں سابق و مابعد اساء کے لئے ”مرگنا“ کے لفظ آئے ہیں، صرف حوک کی نسبت ”لے لیا گیا“ لکھا ہے اور بظاہر اسی امتیازی کلمے پر اس کے رہنے اٹھا لیے جانے کی اسرائیلی روایات مبنی ہیں۔ مسیحی عہد نامہ جدید کے ایک خط سیٹ پال نام عراسان (Hebreus، ۱۱ : ۵) میں بھی حوک کا، اس لیے کہ موت نہ دیکھے، اٹھایا

رحمۃ اردو، از غلام جیلانی برق، انجمن ترقی اردو، دہلی ۱۹۴۰ء) کا آغاز انہیں کے تذکرے سے لیا۔ مصنف کا دعویٰ ہے کہ وہ ”اہل التواریخ و المنصر و اهل التفسیر“ کے اقوال کا اعادہ نہیں کرنا بلکہ اس تذکرے میں حکماء کے اقوال بیان کرے گا ان حکماء کے نام یا کتاتوں کا اس سے حوالہ نہیں دیا، مگر بظاہر حکماء یونان قدیم مراد ہیں، جن سے وہ بالواسطہ اور ممکن ہے بالواسطہ استفادہ کرنا ہے۔ وہ لکھا ہے کہ قرآن مجید میں ادریسؑ اسے موسوم کیا گیا جو عراسوں میں ”حوخ“ اور اس کا معنی ”احسوح“ ہے۔ یہ برگ مصر قدیم کے دارالحکومت میں پیدا ہوئے اور یا عراق کے سہر نابل سے نقل وطن کر کے مصر میں آئے تھے۔ اصل نام ہرمس الہوامہ، یونانی میں رئیس (مبادل بہ ”ہورس“، طبع Lippert، ص ۲ حاسہ) بمعنی عطارد یا طرمس سر اوریس یا لوریس تھا (Wensinck، مقالہ مذکور، جہاں یہودی حوالوں پر ان کا نام Hurmuz نیز Hermes Trimegiste، دیا گیا ہے)۔ وہ بہترین حائے تھے۔ انہوں نے بہت سے شہر آباد کرائے۔ ان کی سریر دنیا میں پھیل گئی۔ اسی سریر کو فرقہ صائیں ”العمہ“ نے نام سے موسوم کرنا ہے۔ اس ادرسی دین کا قلعہ نصف النہار کے ٹھک جنوب کی طرف تھا۔ اس کی عیدیں اور قربانیاں ستاروں کے عروج و رجوع کے وفات کے مطابق مقرر کی گئی تھیں اور سورج کے مختلف وح میں داخلے کے وقت مائی حانی تھیں (وہی کتاب، ص ۳ بعد ترجمہ، ص ۲۲)۔ ادریسؑ نوحید و آحر، خدا کی عبادات (صوم و صلواہ)، اعمال صالحہ اور اخلاقی حسمہ کی تعلیم دیتے تھے۔ ان کے مواعظ و حکم فل کیے گئے ہیں، نیز ان کے حلیے اور بعض لسانی حرثیات کا ذکر ہے۔ زیادہ اہم بات یہ لکھی ہے کہ ربین میں ان کی ملت قیام بیاسی سال تھی

۱۹۳۹ء؛ (۱۱) یوسف القسطنطینی: آخار الحکماء، طبع  
Julius Lippert، لائپرگ ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۳ء، ترجمہ  
اردو، غلام حیلانی برق، انجمن ترقی اردو، دہلی  
۱۹۴۰ء۔

(سید ہاشمی فرید آبادی)

**ادریس اول:** ادریس اول بن عبداللہ بن عبداللہ  
بن الحسن [رک نان] مغرب میں ادریسیہ حاندان کا  
علوی نامی۔ اس نے عباسی حلقہ موسیٰ الہادی [رک نان]  
کے خلاف علویوں کے حروج میں حصہ لیا اور حب  
۳ دوالحجۃ ۱۶۹ھ / ۱۱ جون ۷۸۶ء کو اس کا  
بھٹھا الحسن بن علی بن الحسن مکہ [مطمعہ] کے  
مغرب فتح [رک نان] کے میدان میں، جہاں اس نے خود  
بھی حکم میں سر لٹ کی بھی، شکست کھا کر مارا  
گیا تو وہ کچھ مدد تک روئوس رہا، لیکن بعد میں  
اسے ایک وفادار مولیٰ الراسد کی معیت میں مصر بھیجے  
میں کامیاب ہو گیا اور وہاں کے صاحب فرید  
(پوسٹ ماسٹر) الواضح نامی کی مدد سے، حو باطناً شیعیہ  
بھا، المغرب کی طرف بچ نکلا۔ یہاں بربر قبیلے اور  
کے سردار اسحق بن محمد نے اس کا استقبال کیا۔ اس  
سردار کی تحریک پر ۴ رمضان ۱۷۲ھ کو آؤرتہ قبیلے  
نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور بعد میں یہاں،  
رواعہ، لیمایہ، لوانہ، عمارہ اور سدرانہ کے مائل نے بھی،  
حو موحودہ مراکس کے شمالی حصے میں آباد بھیے؛  
لیکن ان بربروں کا حو درا ہی پہلے خارجی عقیدہ  
رہے تھے اس طرح انک علوی سے بعت کر لیا  
مدھی مقاصد سے زیادہ سیاسی مصالح پر مبنی تھا۔  
ادریس نے صرف امام کا لقب اختیار کیا اور بقول  
الکری اس نے اسحق بن محمد کی معتزلی تعلیمات بھی  
قبول کر لیں۔ اس نے نامیسا کے صلح میں یہودیوں،  
نصرانیوں اور کفار کے قبیلوں پر حملہ کیا، جنہیں  
اس نے بظاہر ناسانی شکست دے دی۔ پھر ۱۷۳ھ  
یا ۱۷۴ھ / ۷۸۹ء - ۷۹۰ء کے قریب اس نے مشرق

جانا (Translate = منتقل کیا جانا) آنا ہے۔ انہیں  
روایات کے رواج پانے سے عام مسلمانوں میں رفتہ  
رفتہ یہ عقیدہ پھیل گیا کہ ادریس (حضر عیسیٰ)  
کی طرح) چوبیس آسمان پر رہتے ہیں جس طرح الناس  
اور حضرت زبیر پر زندہ جاوید ہیں۔ پھر ان بیرونی  
روایات میں طرح طرح کی اسلامی تعزیمات کی آمیزش  
ہوتی رہی، مثلاً یہ قصہ کہ ادریس نے ملک الموت  
سے اسمعنا روح قص کرے کی درخواست کی اور جب  
دوبارہ روح پالی بوحث سے نہیں گئے اور نہ دوبارہ  
روح قص کئے جانے پر راضی ہوئے اور قرآن کی وہ  
آیتوں سے اہل طرز عمل کی مدد سے کی (Wensinck،  
مقالہ مد لور)۔ لئی حکایتوں میں ادریس کے سورج  
(دیونا دا فرنیس) سے خصوصی تعلقات دکھائے گئے  
ہیں۔ ان اساطیری عناصر سے سر سوارہ میں ان کے  
ایام حیات میں ہزار برس قبل مسیح بتائے جانے سے  
ہم یہ فہاس کرے میں حق بجانب ہوں گے کہ  
ادریس کا زمانہ بہت قدیم یعنی ابراہیم و نوح سے  
پیشتر ہوتا ہے نہ انسانوں میں سورج کی بوجا یا  
نوا لٹ پرسی پھیلی ہوئی تھی۔

مآخذ: (۱) قرآن مجید؛ (۲) تفسیر اس جبر، طبع ثانی  
مصر ۱۳۸۳ھ، حرہ ۱۹۶۶ء؛ (۳) السعوی: ابوار السربل،  
مصر ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۵ء؛ (۴) الرمیشی الکشاف، کلکہ  
۱۲۷۶ھ؛ (۵) عبدالماجد درنا بادی تفسیر ماحدی، لاہور  
۱۳۷۲ھ/۱۹۵۶ء؛ (۶) انگریزی ترجمہ قرآن، ار عبداللہ  
یوسف علی، طبع سوم، لاہور ۱۹۳۷ء؛ (۷) مشکوٰۃ المصابیح،  
مطبع معینی کبیر ۱۳۳۶ھ؛ (۸) Holy Bible،  
مستند سرکاری سب سے مطبوعہ برٹش اینڈ فارن ہانسل  
سوسائٹی، لندن ۱۸۸۳ء؛ (۹) آ، طبع اول،  
لندن ۱۹۲۷ء، مادۃ ادریس، ار A I Wensinck  
وفہرست مآخذ؛ (۱۰) دائرۃ المعارف الاسلامیہ، عربی، محلہ  
اول، جزء ثامن، مع حاشیہ فرید وحیدی، مصر ۱۳۵۸ھ /

۷۸ بعد: (۱۴) ابن القاسم: *جَدْوَةُ الْاِتِّسَاسِ* (فاس ۱۳۰۹ء)،  
ص ۶ تا ۱۰: (۱۵) ادریس بن احمد: *الدَّرَرُ السَّيِّئَةُ* (دو  
جلد، فاس ۱۳۱۴ء) ۲۰۲ تا ۲۰۶ (۱۶) احمد العلوی: *الدَّرَرُ  
الْقَبِيحُ* (فاس ۱۳۲۴ء)، ص ۷۹ تا ۱۰۹، ۱۲۱ تا ۱۴۱،  
۱۴۴ تا ۱۴۹: (۱۷) *Dell' Africa*. Leo Africanus (۱۷)  
(طبع *Primo volume delle navigazioni Ramusia*، ویس  
۱۹۰۳ء)، ورق ۳۱ ڈی (۱۸) *Les Berbers* Fournel  
۱۹۵۰ء: ۲۹۵ تا ۴۰۰، ۴۰۷ تا ۴۴۹: (۱۹) A Müller  
*Der Islam etc.* ۱: ۳۸۸، ۴۹۲، ۵۵۰.

(بائے RENÉ BASSET)

- \* ادریس ثانی: ادریس اول [رَکَّ نَاں] کا بیٹا  
اور جانشین - ادریس اول نے مرے وقت کوئی اولاد  
نہ چھوڑی تھی، لیکن اس کی ایک لونڈی کثرہ نامی  
اس سے حاملہ تھی - اس کے مولیٰ الراسد نے بربروں  
کو اس پر راضی کر لیا کہ وہ بچے کی ہدایتیں تک  
انطار کریں اور اگر نومولود لڑکا ہو تو اس کی امامت  
اور اپنے ناپ کی حاشینی کا اعلان کر دیا جائے - یہ  
واقعہ پوری ہوئی - کثرہ کے ہاں یکم حمادی الآخرہ  
۵۱۷ء / [۱۳ ستمبر] ۷۹۳ء کو لڑکا پیدا ہوا - اسے  
ادریس اول کا جانشین تسلیم کر لیا گیا اور الراسد کی  
نگرانی میں دے دیا گیا - الراسد کو خاندان  
ادریسہ سے حوالہ ہانہ محبت بھی اس کے باعث اسے  
ابراہیم بن الاغلب کے شہد کا، جو افریقیہ [تونس]  
کا تقریباً خود مختار حاکم تھا، شاہنشاہ بنا دیا گیا - اسے  
بہلول نامی ایک بربر نے اس کی حاکم لے لی - جب  
اسے بھی ابراہیم نے اپنے ساتھ ملا لیا تو بہلول  
کو اتالیقی کی خدمت ابو خالد یزید بن الساس کے  
حوالے کرنا پڑی - اس قسم کی مزید سازشوں کا  
سید باب کرنے کی غرض سے قائل بربر نے یارہ سالہ  
ادریس کو تخت نشین کر دیا اور ایللی کی جامع مسجد  
میں اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی، تاہم ابراہیم نے اپنی

کی جانب حملہ کیا اور تلمسان (اعادیر) پر قبضہ کر  
کے وہاں کے عملاً خود مختار حاکم محمد بن حابر  
بن سولت کو زہر کیا اور محمد مذکور نے اسے امام  
رحمی تسلیم کر لیا - تلمسان میں وہ کچھ مدت  
تک مقیم رہا اور یہاں اس نے ماہ صفر ۵۱۷ء میں  
ایک مسجد تعمیر کی، جس کا وہ سر جس پر اس کا  
نام کندہ تھا اس جلدوں کے زمانے تک موجود تھا - جب  
وہ اپنے ہائے تخت ایللی (قدیم Volubilis) میں واپس  
آنا نہ چاہتے تھے تو بعد نظر حلیہ ہارون الرشید  
کی انگیزش پر ایک شخص سلیمان الشماح نامی  
پر حکم رسیع الثانی ۵۱۷ء / ۱۶ جولائی ۷۹۳ء  
کو اسے زہر دے دیا - بعض مؤرخین نے اس قتل کے  
معلق جس حرثیاب اور درائع قتل (بربر کا ایک ٹکڑا،  
انگور کا ایک دانہ، حلال یا مسح) کا ذکر کیا ہے،  
پر یہ کہ الراسد نے قابل پر مقدمہ چلانا، وہ سب  
محض افسانوی اصافے ہیں۔

مآخذ: (۱) ابن امی رزق: *روص القوطاس* (طبع  
Tornberg) ۱: ۵ تا ۱۰، (۲) النکری *کتاب المسالک*  
(طبع دیسلان)، ص ۱۱۸ تا ۱۲۲، (۳) ابن العداری: *السنن  
المغرب*، ۱: ۷۲ تا ۷۴، ۲۱۷ بعد، (۴) عبد الرحمن  
ابن خلدون: *کتاب العرب*، ۱: ۱۳۷ و ۱۳۸: ۱۲ تا ۱۳، (۵)  
وہی مصنف: *Hist des Berhères* (ترجمہ دیسلان)،  
۱: ۲۹ و ۳۰: ۵۵۹ تا ۵۶۱، (۶) *Hist Desvergers*  
*de l'Afrique et de la Siciles*، ص ۸۹ تا ۹۱، حاشیہ ۹۷،  
(۷) ابوالعاس: *الحوم [الزاهر]*، ۱: ۴۳۳، ۴۵۲، (۸)  
معلوم مصنف: *جمع تواریخ مدینہ فاس (Storia di Fās)*،  
طبع Cusa، پالمو ۱۸۷۰ء، ص ۳، ۱۳ تا ۱۵؛  
(۹) ابن ابی دینار: *کتاب المؤسس*، ص ۴۶: (۱۰) ابن واضح  
الیقونی: *Historiae*، ۲: ۴۸ بعد، (۱۱) المسعودی:  
*Prairies d'Or* (طبع باریہ د میار Barbier de Meynard)،  
۱: ۱۹۳، (۱۲) الطبری: *Annales*، ۳: ۵۶۰ بعد؛  
(۱۳) یحییٰ بن خلدون: *بغیة الرواد* (طبع Bel)، متن، ۱:

اور اس کے باپ کے سوانح زندگی کے متعلق بہت کم معلومات حاصل ہیں، لیکن یہ بات واضح ہے کہ ادریس ثانی اپنے باپ ادریس اول کی نسبت کم اہمیت رکھتا تھا۔

مأخذ: (۱) ابن ابی زرع: روض القرطاس، ص ۱۰ تا ۲۷؛ (۲) ابن العذاری: البیان المغرب، ۱، ۲۱۸؛ (۳) النکری: کتاب المسالک، ص ۱۲۲ بعد؛ (۴) الطبری: Annales، ۳، ۵۶۲؛ (۵) عبدالرحمن بن خالد: کتاب المعبر، ۴ تا ۶؛ (۶) وہی مصنف: Hist des Berbers، ۲: ۹۶۱ تا ۹۶۳؛ (۷) Hist de Desvergers، ۱، ۸۹؛ (۸) یحییٰ بن خالد: معید الرواد، ص ۱۰ تا ۸۰؛ (۹) نامعلوم مصنف: تواریخ مدینہ فاس، ص ۳ بعد؛ (۱۰) السلاوی: کتاب الاستقصا، ۱: ۷ تا ۷۵؛ (۱۱) ادریس بن احمد الذر اللہی، ۲: ۷ تا ۱۱؛ (۱۲) محمد الکتانی الارہار العاطرہ (فاس ۱۳۱۴ھ)، ص ۱۷ تا ۱۸، ۱۹ تا ۳۲؛ (۱۳) وہی مصنف: سئلہ الاناس (۳ حلدیں، فاس ۱۳۱۶ھ)، ۱: ۶۹ بعد؛ (۱۴) احمد الحللی: کتاب الذر اللہی، ص ۱۴۹ تا ۲۱۹، ۲۲۳ تا ۲۶۴، ۲۸ تا ۲۹۰، ۲۹۶ تا ۲۹۸، ۳۸ تا ۳۳، ۳۳ تا ۳۸۶ (مصحفی حالات، خاص طور پر ادریس کی صفات حسبہ اور کرامات): (۱۵) Leo Africanus، Dell' Africa، ورث ۳، ڈی، (۱۶) Les Fournel، Berbers، ۱: ۴۴۹ بعد، ۴۵۵ تا ۴۶۰، ۴۶۷ تا ۴۷۱، ۴۷۱ تا ۴۷۷، ۴۹۶ بعد؛ (۱۷) Der A Muller، Islam etc، ۱: ۵۵۰۔

(بائے RENÉ BASSET)

الادریسی: (قدسم املاہ ادریسی Edrisi) ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن ادریس الحمودی (دیکھئے مادۃ ابو حمود) الحسبی، المعروف بالشریف الادریسی (رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سے ہونے کی بناء پر)، ۵۹۳ھ/۱۱۰۰ء میں سبتہ (Ceuta) میں پیدا ہوا اور ۵۹۶ھ/۱۱۶۵ء [؟، ۱۱۶۴ء] میں فوت ہوا (خاص

چالبازیاں جاری رکھیں۔ ادھر ادریس نے عربوں کو حلائیہ ترجیح دے کر اور ایک عرب کو وزیر بنا کر بربروں کو اپنے سے کشیدہ کر دیا۔ جب وہ بدرہ برس کا ہوا تو اس نے اسحق بن محمد کو قتل کرا۔ یا حالانکہ اس نے اس کے باپ کی نہایت قابل قدر حساب انعام دی نہیں۔ اس اقدام کے لیے اس نے نہایت یہ کتا کہ وہ ابراہیم بن اغلب سے مار کر ہا تھا۔ اس سبب فعل سے، جو یقیناً خلاف احصاف تھا، اس نے ہر قسم کی بغاوت کے اسباب کا جنم دیا۔ اسی زمانے کے قریب، یعنی ۵۱۹۲ھ/۸۰۹ء میں، اس نے فاس [رک ناں] میں اما سنانے جب تعمیر کیا، اور جب وہ اٹھارہ برس کا ہوا تو اس نے دوبارہ اسی رعابا سے حلف و فاداری کیا۔ اس وقت اسرائیم بن الاغلب بعض معاونوں کے فرو نریے میں مصروف تھا اور اس لیے ادریس کے عاملان میں داخل نہ دے سکا۔ اس کے ساتھ ہی ادریس نے جی اپنی حکمت عملی بدل دی اور بربروں سے زیادہ دوسانہ روابط قائم کر لیے۔ مضمودہ بربروں کے خلاف ایک مہم حم کرائے کے بعد، جس میں اس نے ان کے اسی شہر خود مختار ہو گیا تھا اور نہاں کی حکومت اپنے عم راد بھائی محمد بن سلمان بن عبد اللہ کے سپرد کر دی۔ خارجی بربروں کے خلاف کئی حکمیں نریے کے بعد، جس کی مفصل معلوم نہیں ہو سکی، وہ ماہ ربیع الاول ۵۲۱۳ھ (۲۰ مئی - ۱۸ جون ۸۲۸ء) میں چھتیس سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔ قول ابن خلدون اسے رعر دے دیا گیا اور انکری لکھتا ہے کہ انگور کے ایک سج سے اس کا دم گھٹ گیا۔ اس بادشاہ کی شہر محض فاس کا نانی ہوئے کی بناء پر ہے اور اسی وجہ سے اس کی یاد آج تک بھی مراکش میں اس حد تک تازہ ہے کہ وہاں کے فقیر اب بھی اس کے نام پر بھیک مانگتے ہیں۔ گو ہمیں اس کے

طور پر قہر مکتبہ حدیبیہ کی مہربان الکتب العربیہ،  
 ۵: ۱۶۶)۔ اس پر قرطبہ میں تعلیم پائی اور اس لیے  
 القرطبی بھی کہلایا ہے (Biblioteca Arabo-Sicula،  
 ص ۶۰، بیزاطالوی ترجمہ، ۲: ۴۸۷)۔ اس کی  
 تکمیل اور بست اس الشری (الثیری) کی، جو  
 اس پیشروں سے حریذہ عمادالدین میں دی  
 ہے، کوئی توضیح نہیں ہو سکی۔ متعدد ملکوں کا  
 سفر کرنے کے بعد ایک طویل مدت تک اس نے پالمو  
 Palermo میں قیام کیا اور صلیب کے مارن بادشاہ  
 Roger نابی کے دربار میں رہا (اسی لیے اسے الصقلی  
 بھی کہا جاتا ہے)۔ راحرکی موت (۵۰۴/۱۱۰۵ء)  
 سے تھوڑے ہی عرصے پہلے اس نے سنا کے اس نقشے کا  
 ساں مکمل کیا جو اس نے چاندی کے ایک بڑے قریص پر  
 بنایا تھا، یعنی ”روحہ کی کتاب“ یا کتاب روحار،  
 یا الکتاب الرحاری یا رہہ المستاق فی احتراق الآفاق،  
 جس کا عربی متن (مع ۱۷ نقشوں کے) حرثی  
 دور اس سائے ہوا ہے۔ لیکن جس کے سارے متن کا  
 (نہایت غلط) فراسسی ترجمہ Amédée Jaubert  
 (۱۸۳۶ تا ۱۸۸۰ء) نے کیا ہے۔ ولیم William اول  
 (۱۱۵۴ تا ۱۱۶۶ء) کے لیے الادریسی سے  
 حیرانگی کی اس سے بھی بڑی کتاب روض الآس  
 و رُحہ النفس یا کتاب الممالک (والمسالك) لکھی،  
 لیکن اس کا صرف ایک اقتباس کتاب حاتم حکیم  
 اوعلو علی ہائنا، استادول، میں محفوظ ہے  
 (سارہ ۶۸۸) جس کا تا کوئی دس سال پہلے ہورووٹر  
 J Horowitz سے استادول کے کتب خانوں میں  
 اعم تاریخی مخطوطات تلاش کرے وقت چلایا تھا)۔  
 کتاب روحار کا سرسری خلاصہ مسمیٰ بہ رہہ المشتاق  
 فی ذکر الأمصار و الاقطار و البلدان و الحرر و المدن  
 و الآفاق ۱۰۹۲ء جیسے ابتدائی زمانے میں روم سے سائے  
 ہوا تھا۔ اس کا لاطینی ترجمہ دو مارونی (Maronites)  
 Joannes Hesronita اور Gabriel Sionita

نے Geographia Nubiensis کے نام سے ۱۶۱۹ء میں  
 کیا، جو بہت غلط ہے (یہ نام اقلیم ہشتم، حصہ ۴،  
 کے شروع میں، جہاں بیل کے منابع کا ذکر ہے، لفظ  
 ”ارصا“ یعنی ”ان کی ریں“ کو غلطی سے ”ارصا“  
 یعنی ”ہماری ریں“ پڑھے کی وجہ سے رکھا گیا)۔  
 عربی دان علماء کے کرسے کا ایک انتہائی  
 ضروری کام یہ ہے کہ وہ ان مخطوطوں کی مدد سے  
 جن کا اس وقت علم ہے، یعنی برس (۲)، آکسفورڈ  
 (۲)، اسامول (صرف آیا صوفہ، کیونکہ فہرستوں کے  
 انتہائی محمل بنات محض ۱۰۹۲ء کے روم والے  
 نسخے یا حورث Jaubert کے متعلق ہیں) پیٹروگراڈ  
 اور قاہرہ کے، فروں وسطی کی اس اہم ترین جغرافیائی  
 نصف کا تصحیح کردہ متن اور محسی ترجمہ مع  
 ضروری نقوش کے سائے کرس۔ اسامول کے محصر  
 اور نکتا مخطوطے کی اساع کے متعلق میں خود  
 پہلے سے سوچ رہا ہوں کیونکہ سرے پاس اس کے  
 عکس موجود ہیں۔

مآخذ: (۱) Géographie d' Aboul- Renaud

féda، تہذیب عمومی، ص cxiii تا cxxx، cccx تا cccxvi؛

(۲) Storia dei Musulmani di Sicilia Amari، ۳؛

۴۵۲ تا ۴۶۰، ۶۶۲ تا ۶۶۸، (۳) وہی مصنف، Biblioteca

Arabo-Sicula، ترجمہ، xxvi تا xxviii و ۲، ۳۸۷ تا

۳۸۹، (۴) ڈوری Dozy و دھوہ De Goeje Description

de l'Afrique et de l'Espagne، لائڈن ۱۸۶۶ء؛ (۵)

España Saavedra، ۱۸۸۰ء؛ (۶) L'Italia descritta nel

“Libro del re Ruggero” compilato da Edrisi, testo

arabo pubblicato con versione e note da Amari e

Schiaparelli، روم (Lincci) ۱۸۷۸ تا ۱۸۸۳ء؛ (۷) بلوشے

Contribution à l'étude de la Cartographie. Blochet

Bulletin de) ۱۸۹۸ Bône، بونہ

(l'Académie d' Hippone)، اس میں الادریسی کے بنائے ہوئے

شمالی افریقہ کے دو رنگین نقشے بھی ہیں؛ (۸) Brandel :



تھا، اس کا حاشیہ ہوا، لیکن اپنی دادی کَڑَہ کی تحریک پر اس نے ریاست کو متعدد حاکموں میں تقسیم کر کے اپنے بھائیوں کے نام کر دیا، جن میں بعض یقیناً حورد سال ہوں گے۔ گو ایک طرح سے اس نے ان پر اپنی سادت تو قائم رکھی لکن یوں ان رفاقتوں اور نزاعوں کا سدّ ناب نہ ہو سکا جو اس کی سلطنت میں پیدا ہو رہے تھے۔ یہ تقسیم کسے کی گئی، اس پر مؤرخین کو آپس میں اگرچہ پورا پورا اتفاق نہیں، تاہم ہم اس کی اغلب شکل یہ بھی : القاسم کو طحہ، سینہ، حَحر التَّصْر اور طَیْطَوَان کا علاقہ دیا گیا؛ عمر کو بقی ساس اور ترغا؛ داؤد کو ہوارا، نسول اور تارہ اور عیثہ کا خطہ؛ یحییٰ کو بصرہ، أصیلہ اور العرائش (Larache)، عبد اللہ کو أعصاب اور نفیس اور سوس کے علاقے؛ عسیٰ کو شالا (Chella)، سَلَا (Salé)، اَرْمُور اور تامسا کا خطہ؛ احمد کو مکناش اور بادلہ حمرہ کو ایللی اور اس کے نواح؛ مگر بلیساں (اعادیر) محمد بن سلمان ہی کے ہاتھوں میں رہا، جو ادریس ثانی کا اس عم تھا۔ یوں اس تقسیم کے ساتھ ہی خانہ جنگی شروع ہو گئی اور عسیٰ اور قاسم کے علاقے، جنہوں نے اپنے بھائی محمد کے خلاف بغاوت کی تھی، عمر کے قبضے میں آ گئے۔

ربیع الثانی ۵۲۱ھ / [مارچ] ۸۳۶ء میں فاس کے امام کا انتقال ہو گیا اور اس کا حاشیہ اس کا بیٹا علی ہوا، مگر رجب ۵۲۳ھ / [حوری] ۸۳۸ء میں اس کی حکمہ اس کے بھائی یحییٰ نے لے لی۔ یحییٰ ہی قیروان کی مشہور و معروف مسجد کا بانی ہے، جو ۵۲۵ھ / ۸۵۹ء (قے فاس) میں تعمیر ہوئی۔ اس کا حاشیہ اس کا بیٹا یحییٰ ثانی ہوا، مگر اس کے حشر اور اس عم علی بن عمر نے ان شورشوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جو یحییٰ اول کی وفات پر برپا ہوئیں فاس پر قبضہ کر لیا اور ادریس ثانی کی سلطنت کو ایک حد تک

Uppsala 'Om och ur den arabiska geografen Idrisi ۱۸۹۳ء، شام اور فلسطین پر عربی اور سویدی زبان میں (نامکمل مآخذ کے ساتھ)؛ (۹) Edriska, Seybold I. Triest, ۱۸۹۱ء در ZDMG ۶۳ (۱۹۰۹ء) : ۵۹۱ تا ۵۹۶؛ (۱۰) وہی مصنف. Analecta Arabo-Italica در Centenario Amari (۱۹۱۰ء) : ۲ بالغوص من ۲۱۳ تا ۲۱۵؛ (۱۱) Gesch der Krumbacher byzantin. Literatur طبع دوم، ص ۱۱۱؛ (۱۲) Lagus Oriental Kongress Florenz ۱۸۹۰ء : ۳۹۰ تا ۳۹۱ (صوبعات بالٹک Baltic)؛ (۱۳) بولڈنکہ Finland Rerum Norman- Seippel ۱۸۸۳ء؛ (۱۴) Dorpat nicarum fontes arabici کرسٹیان ۱۸۹۳ء؛ (۱۵) Madagascar : Grandier (نقشہ الادریسی)؛ (۱۶) Ptolemaeus und die Karten der arab H. v. Mzik Geographen مع ۲ نقشوں کے [میں نقشہ الادریسی کے] ویانا ۱۹۱۵ء (اقتصادی Mitteilungen der K. K. geogr Gesellsch ویانا ۱۹۱۵ء، ج ۵۸، شماره ۳)؛ (۱۷) Hämushalbinsel W Tomaschek (بارہویں صدی)، در Sitz - Ber d Wiener Ak. ۱۱۳ ح ۱۸۸۶ء؛ (۱۸) ماسیون Le Maroc Massignon الجرائز ۱۹۰۶ء؛ (۱۹) Historie de la médecine arabe Leclerc ۲ : ۹۵ تا ۹۷ : کتاب المفردات (Simplicia)؛ (۲۰) وِسنلٹ در Lüdde's Ztschr f vgl Erdkunde ۱ (۱۸۸۲ء) : ۳۱؛ (۲۱) Géographie Lelewel ۱۸۵۲ء تا ۱۸۵۷ء؛ (۲۲) Encyclo- pédie arabe ۲ : ۶۷۳؛ (۲۳) سامی Universel [قاموس الاعلام]، ص ۸۱۲۔

(C F SEYBOLD)

• اَدْرِیْسِیَہ : ادریس اول اور ادریس ثانی کی حکومتوں سے ہم اوپر بحث کر آئے ہیں۔ اس خاندان کا زوال مؤخر الذکر کی وفات پر ہوا۔ ادریس ثانی کے گیارہ بیٹے تھے، جن میں محمد، جو سب سے بڑا

طبعة سے ستہ [رَلَّہَ نَاں] تک غمارہ کا علاقہ شامل  
 تھا، لیکن موسیٰ بن ابی العافیہ کی عداوت نے وہاں  
 بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ علاوہ ارین اندلس کے  
 امویوں کا ستہ پر قبضہ ایک اور کاری ضرب بھی  
 جو ادریسیوں پر لگی۔ یوں ۵۳۱ھ / ۱۱۳۶ء میں سلطنت  
 کا بہت سا علاقہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ کچھ  
 دنوں کے بعد اگرچہ انہوں نے ستہ میں سر نکالا  
 لیکن حلیفہ قرطبہ کے عاملوں کی حیثیت سے۔  
 حجر النصر [رَلَّہَ نَاں] میں انہیں دکھاوے کے لیے  
 کچھ اختارات دے دیے گئے۔ ۵۳۶ھ / ۱۱۴۱ء میں  
 بالآخر ادریسیوں کا ہمسہ کے لیے حاتمہ ہو گیا اور  
 ان کی سبقت امویوں اور فاطموں میں بٹ گئی۔  
 مکہ محرم ۵۳۶ھ / ۲۱ ستمبر ۱۱۴۱ء (قَبَّ الحکم ثانی)  
 کو اموی سپہ سالار غالب فاطمہ فوطہ میں داخل  
 ہوا، جس کے حلو میں آخری ادریسی نام لیوا بھی شامل  
 تھا۔ ادریسوں کی حکومت دو سو برس تک قائم  
 رہی۔ آگے چل کر اس خاندان کی ایک شاخ نے  
 مالقا Malaga میں ایک ریاست قائم کر لی،  
 جہاں وہ بس برس سے کچھ اوپر حکومت کر رہے  
 تھے (قَبَّ حمودیہ)۔ مراکش میں بھی شرفاء کے  
 کچھ خاندان اپنا سلسلہ نسب ادریسوں سے ملاتے  
 ہیں، جو ممکن ہے بعض صورتوں میں ٹھیک ہو،  
 لیکن حقیقہ یہ دعویٰ مشکوک ہے۔

مأخذ: (۱) ابی ابی روح روضة القُرطاس، ص ۲۷  
 تا ۶۳، (۲) البکری: کتاب المسالک، ص ۱۲۳ تا ۱۳۲،  
 ۳۰۲ بعد، ۳۲۵ بعد، ۳۶۳ بعد؛ (۳) دحویہ De Goeje.  
 Descriptio al-Magribi ص ۱۲۲ تا ۱۳۹؛ (۴) ابن  
 العذاری: البیان المغرب، ۱: ۲۱۸ تا ۲۲۲ و ۲:  
 ۲۲۵، ۲۲۷، ۲۳۱ بعد، ۲۵۵، ۲۵۷، ۲۶۰ تا ۲۶۹،  
 ۳۰۱ (ترجمہ از Fagnan)، ۱: ۳۰۳ تا ۳۱۰ و ۲:  
 ۳۴۷، ۳۵۰ بعد، ۳۵۸، ۳۹۶، ۳۹۸، ۴۰۴ تا ۴۱۸،  
 ۴۶۷ بعد؛ (۵) عبد الرحمن بن خلدون: کتاب العصر

بہر سے نئی شکل دی؛ لیکن اس نے بربری صغریہ کی  
 ایک بغاوت میں شکست کھائی، لہذا رماہ حلاب  
 اب اس کے ایک اور ابن عم یحییٰ ثالث ابن القاسم  
 کے ہاتھ میں چلی گئی؛ ابن القاسم بغداد کے نام  
 سے مشہور تھا؛ مگر پھر انقلاب ہوا اور اب  
 منصب ۵۲۹ھ / ۱۱۳۵ء میں یحییٰ رابع ابن ادریس بن  
 سدر کے ہاتھ میں آ گئی۔ ادھر بیرونی خطرات نے  
 اس خانہ جنگی میں مرید پیچیدگیاں پیدا کر دیں۔  
 افریقیہ اور وسطی مغرب سے فاطمیوں نے اعلیٰوں کے  
 بے دست و پا خاندان کو بے دخل کر دیا تھا۔  
 دوسری جانب مغرب کو سپین سے خطرہ تھا، جسے  
 امویوں کے مانع رور برور فروغ ہو رہا تھا۔ علاوہ  
 اس ملک کے اندر بھی مکاسبہ کے سردار موسیٰ بن  
 ابی العافیہ نے، جو ادریسوں کا حانی دسم تھا، ملویہ  
 کی وادی میں ایک آزاد حکومت قائم کر لی، گو فاس  
 میں فاطمی سپہ سالار مصالہ (قَبَّ فاطمہ، ص ۸۹)  
 موسیٰ بن ابی العافیہ کے عم راد بھائی نے ۵۳۱ھ /  
 ۱۱۳۶ء میں اس کا رور بوڑ دیا، لہذا اس خاندان کے  
 مراہون کو ریف اور غمارہ [رَلَّہَ نَاں] میں پناہ گزین  
 ہوا۔ ۱۔ الحسن بن محمد بن القاسم کے زمانے میں  
 جسے یہ سب ان رحمہوں کے حواس نے لگائے الحتام  
 (افساد) بھی کہتے ہیں، بظاہر ان کی حالت کسی قدر  
 بچل گئی۔ اس نے فاس کو پھر اپنے قبضے میں لے لیا۔  
 ۵۳۱ھ / ۱۱۳۶ء میں موسیٰ بن ابی العافیہ کو شکست  
 دی اور اپنے ابا و اجداد کے علاقوں کا ایک حصہ واس  
 لے لیا۔ اس اثنا میں اموی ملیلہ پر قابض ہو چکے تھے۔  
 بن ابیہ مغرب میں قدم جمائے کے لیے ایک حکم  
 من گئی۔ الحسن کو فاس کے قیروانی محلے کے  
 حامل نے موسیٰ کے حوالے کر دیا، جس نے اس سے  
 جا آئے کی کوشش میں جاں دے دی۔ آخری زمانے  
 میں ادریسیوں کے پاس صرف دو چھوٹی چھوٹی  
 رستیں رہ گئی تھیں، جس میں ریف کا ایک حصہ اور

کہا ہے: اس کا کچھ اور حال نہیں لکھا، کیونکہ اس زمانے میں وہ لازماً ریب کے اندر دب گیا ہوگا۔ گریجر Granger نے ۱۷۳۰ء میں اس کا ذکر کیا ہے اور کسی یورپی مصنف کے قلم سے اس شہر کا تذکرہ پہلی بار یقیناً اسی کے ہاں ملتا ہے۔ اس نے اس جگہ ”ایک مدر کے کھنڈر“ دیکھے ”حسن میں کوئی شخص داخل نہیں ہو سکتا تھا اور حور ریب، مٹی اور ملبے سے اٹا ہوا تھا“۔ اس سے زیادہ واضح اور مکمل بیاں کے لیے آگے چل کر ہمیں Vivant Denon کی طرف رجوع کرنا پڑے گا، جو اس مدر کو دیکھ کر بہت زیادہ متاثر ہوا۔ ۱۷۵۰ء/۱۷۳۰ء میں بعض حبش ساروں کی بدولت ایک عورت کا مجسمہ برآمد ہوا۔ اس عورت کو حبش بر شہی دکھایا گیا تھا اور اس پر ہر وہ علمی رسم الخط میں ایک نکتہ ثبت تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ آدفو کا ضلع بہت ررجیز رہ چکا ہے، بالخصوص کھجور کے درختوں کی بہت افراط تھی۔ یہاں کھجوریں بس کر اس کے آٹے کے ٹیک بنائے جاتے تھے۔ مملوکوں کے عہد میں یہاں کے ۲۳،۷۶۲ فدان [انکر] کے رقبے سے ۱۷،۰۰۰ دیار مالہ وصول ہوتا تھا۔ آدفوئی اس شہر کے باشندوں کے اوصاف حمیدہ کا بہت مداح ہے۔ وہ انہیں کریم النفس، محتاط، مخلص، مہمان نواز اور محیر مانا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر میں کچھ ایسے واقعات رونما نہیں ہوئے جو تاریخی حیثیت سے قابل ذکر ہوں۔

مآخذ: (۱) الثغریری، حطط، در MIFAQ، ۱۲۵ (مع مہریت مآخذ): (۲) یاقوت، ۱: ۱۶۸ تا ۱۶۹ (۳) اس دقماق، ۵: ۲۹ (۴) Egypte de Murtadi، طبع ثانی از Wiet، مقدمہ، ص ۱۱۳ تا ۱۱۴ (۵) کارے Carré (۶) Voyageurs français en Egypte، ۱: ۱۳۸، ۸۹، ۶۵ (وٹ وٹ) (G Wiet)

۱۳: ۱۸ تا ۱۹: ۱۸ (۶) Histoire des Berbères، ۲: ۵۶۳ تا ۵۶۴: (۷) یحییٰ بن خلدون: بعید الرواد، ۱: ۸۰ تا ۸۳ (متن): (۸) نامعلوم مصنف: تواریخ مدینہ فاس، ص ۴ تا ۱۷: (۹) ابن ابی دیار: کتاب المؤسس، ص ۹۹ تا ۱۰۰: (۱۰) Catalogue des monnaies musulmans: Lagnon، ۱: ۳۹۱ تا ۳۹۲: (۱۱) الصلاوی: کتاب الاستبصار، ۱: ۷۰ تا ۷۱، ۸۳ تا ۸۶، ۸۷ تا ۸۹: (۱۲) محمد الکنانی: الآثار العاطرة، ص ۱۸۵ تا ۱۹۴: (۱۳) ادريس ابن احمد: الدرر السنية، ۱: ۱۰۰ تا ۱۰۱ (اس حلد کے آخری حصے میں ان خاندانوں کا ذکر ہے جن کا سلسلہ نسب ادريس سے ملتا ہے) (۱۴) Salmon، Archives marocaines، Les Chorfas Idrisides de Fas، ۱: ۲۵ تا ۲۶ (۱۵) Les Berbers Fournel، ۱: ۱۰۹ تا ۱۱۰، ۱۱۱ تا ۱۱۲، ۱۱۳ تا ۱۱۴، ۱۱۵ تا ۱۱۶، ۱۱۷ تا ۱۱۸، ۱۱۹ تا ۱۲۰، ۱۲۱ تا ۱۲۲، ۱۲۳ تا ۱۲۴، ۱۲۵ تا ۱۲۶، ۱۲۷ تا ۱۲۸، ۱۲۹ تا ۱۳۰، ۱۳۱ تا ۱۳۲، ۱۳۳ تا ۱۳۴، ۱۳۵ تا ۱۳۶، ۱۳۷ تا ۱۳۸، ۱۳۹ تا ۱۴۰، ۱۴۱ تا ۱۴۲، ۱۴۳ تا ۱۴۴، ۱۴۵ تا ۱۴۶، ۱۴۷ تا ۱۴۸، ۱۴۹ تا ۱۵۰، ۱۵۱ تا ۱۵۲، ۱۵۳ تا ۱۵۴، ۱۵۵ تا ۱۵۶، ۱۵۷ تا ۱۵۸، ۱۵۹ تا ۱۶۰، ۱۶۱ تا ۱۶۲، ۱۶۳ تا ۱۶۴، ۱۶۵ تا ۱۶۶، ۱۶۷ تا ۱۶۸، ۱۶۹ تا ۱۷۰، ۱۷۱ تا ۱۷۲، ۱۷۳ تا ۱۷۴، ۱۷۵ تا ۱۷۶، ۱۷۷ تا ۱۷۸، ۱۷۹ تا ۱۸۰، ۱۸۱ تا ۱۸۲، ۱۸۳ تا ۱۸۴، ۱۸۵ تا ۱۸۶، ۱۸۷ تا ۱۸۸، ۱۸۹ تا ۱۹۰، ۱۹۱ تا ۱۹۲، ۱۹۳ تا ۱۹۴، ۱۹۵ تا ۱۹۶، ۱۹۷ تا ۱۹۸، ۱۹۹ تا ۲۰۰، ۲۰۱ تا ۲۰۲، ۲۰۳ تا ۲۰۴، ۲۰۵ تا ۲۰۶، ۲۰۷ تا ۲۰۸، ۲۰۹ تا ۲۱۰، ۲۱۱ تا ۲۱۲، ۲۱۳ تا ۲۱۴، ۲۱۵ تا ۲۱۶، ۲۱۷ تا ۲۱۸، ۲۱۹ تا ۲۲۰، ۲۲۱ تا ۲۲۲، ۲۲۳ تا ۲۲۴، ۲۲۵ تا ۲۲۶، ۲۲۷ تا ۲۲۸، ۲۲۹ تا ۲۳۰، ۲۳۱ تا ۲۳۲، ۲۳۳ تا ۲۳۴، ۲۳۵ تا ۲۳۶، ۲۳۷ تا ۲۳۸، ۲۳۹ تا ۲۴۰، ۲۴۱ تا ۲۴۲، ۲۴۳ تا ۲۴۴، ۲۴۵ تا ۲۴۶، ۲۴۷ تا ۲۴۸، ۲۴۹ تا ۲۵۰، ۲۵۱ تا ۲۵۲، ۲۵۳ تا ۲۵۴، ۲۵۵ تا ۲۵۶، ۲۵۷ تا ۲۵۸، ۲۵۹ تا ۲۶۰، ۲۶۱ تا ۲۶۲، ۲۶۳ تا ۲۶۴، ۲۶۵ تا ۲۶۶، ۲۶۷ تا ۲۶۸، ۲۶۹ تا ۲۷۰، ۲۷۱ تا ۲۷۲، ۲۷۳ تا ۲۷۴، ۲۷۵ تا ۲۷۶، ۲۷۷ تا ۲۷۸، ۲۷۹ تا ۲۸۰، ۲۸۱ تا ۲۸۲، ۲۸۳ تا ۲۸۴، ۲۸۵ تا ۲۸۶، ۲۸۷ تا ۲۸۸، ۲۸۹ تا ۲۹۰، ۲۹۱ تا ۲۹۲، ۲۹۳ تا ۲۹۴، ۲۹۵ تا ۲۹۶، ۲۹۷ تا ۲۹۸، ۲۹۹ تا ۳۰۰، ۳۰۱ تا ۳۰۲، ۳۰۳ تا ۳۰۴، ۳۰۵ تا ۳۰۶، ۳۰۷ تا ۳۰۸، ۳۰۹ تا ۳۱۰، ۳۱۱ تا ۳۱۲، ۳۱۳ تا ۳۱۴، ۳۱۵ تا ۳۱۶، ۳۱۷ تا ۳۱۸، ۳۱۹ تا ۳۲۰، ۳۲۱ تا ۳۲۲، ۳۲۳ تا ۳۲۴، ۳۲۵ تا ۳۲۶، ۳۲۷ تا ۳۲۸، ۳۲۹ تا ۳۳۰، ۳۳۱ تا ۳۳۲، ۳۳۳ تا ۳۳۴، ۳۳۵ تا ۳۳۶، ۳۳۷ تا ۳۳۸، ۳۳۹ تا ۳۴۰، ۳۴۱ تا ۳۴۲، ۳۴۳ تا ۳۴۴، ۳۴۵ تا ۳۴۶، ۳۴۷ تا ۳۴۸، ۳۴۹ تا ۳۵۰، ۳۵۱ تا ۳۵۲، ۳۵۳ تا ۳۵۴، ۳۵۵ تا ۳۵۶، ۳۵۷ تا ۳۵۸، ۳۵۹ تا ۳۶۰، ۳۶۱ تا ۳۶۲، ۳۶۳ تا ۳۶۴، ۳۶۵ تا ۳۶۶، ۳۶۷ تا ۳۶۸، ۳۶۹ تا ۳۷۰، ۳۷۱ تا ۳۷۲، ۳۷۳ تا ۳۷۴، ۳۷۵ تا ۳۷۶، ۳۷۷ تا ۳۷۸، ۳۷۹ تا ۳۸۰، ۳۸۱ تا ۳۸۲، ۳۸۳ تا ۳۸۴، ۳۸۵ تا ۳۸۶، ۳۸۷ تا ۳۸۸، ۳۸۹ تا ۳۹۰، ۳۹۱ تا ۳۹۲، ۳۹۳ تا ۳۹۴، ۳۹۵ تا ۳۹۶، ۳۹۷ تا ۳۹۸، ۳۹۹ تا ۴۰۰، ۴۰۱ تا ۴۰۲، ۴۰۳ تا ۴۰۴، ۴۰۵ تا ۴۰۶، ۴۰۷ تا ۴۰۸، ۴۰۹ تا ۴۱۰، ۴۱۱ تا ۴۱۲، ۴۱۳ تا ۴۱۴، ۴۱۵ تا ۴۱۶، ۴۱۷ تا ۴۱۸، ۴۱۹ تا ۴۲۰، ۴۲۱ تا ۴۲۲، ۴۲۳ تا ۴۲۴، ۴۲۵ تا ۴۲۶، ۴۲۷ تا ۴۲۸، ۴۲۹ تا ۴۳۰، ۴۳۱ تا ۴۳۲، ۴۳۳ تا ۴۳۴، ۴۳۵ تا ۴۳۶، ۴۳۷ تا ۴۳۸، ۴۳۹ تا ۴۴۰، ۴۴۱ تا ۴۴۲، ۴۴۳ تا ۴۴۴، ۴۴۵ تا ۴۴۶، ۴۴۷ تا ۴۴۸، ۴۴۹ تا ۴۵۰، ۴۵۱ تا ۴۵۲، ۴۵۳ تا ۴۵۴، ۴۵۵ تا ۴۵۶، ۴۵۷ تا ۴۵۸، ۴۵۹ تا ۴۶۰، ۴۶۱ تا ۴۶۲، ۴۶۳ تا ۴۶۴، ۴۶۵ تا ۴۶۶، ۴۶۷ تا ۴۶۸، ۴۶۹ تا ۴۷۰، ۴۷۱ تا ۴۷۲، ۴۷۳ تا ۴۷۴، ۴۷۵ تا ۴۷۶، ۴۷۷ تا ۴۷۸، ۴۷۹ تا ۴۸۰، ۴۸۱ تا ۴۸۲، ۴۸۳ تا ۴۸۴، ۴۸۵ تا ۴۸۶، ۴۸۷ تا ۴۸۸، ۴۸۹ تا ۴۹۰، ۴۹۱ تا ۴۹۲، ۴۹۳ تا ۴۹۴، ۴۹۵ تا ۴۹۶، ۴۹۷ تا ۴۹۸، ۴۹۹ تا ۵۰۰، ۵۰۱ تا ۵۰۲، ۵۰۳ تا ۵۰۴، ۵۰۵ تا ۵۰۶، ۵۰۷ تا ۵۰۸، ۵۰۹ تا ۵۱۰، ۵۱۱ تا ۵۱۲، ۵۱۳ تا ۵۱۴، ۵۱۵ تا ۵۱۶، ۵۱۷ تا ۵۱۸، ۵۱۹ تا ۵۲۰، ۵۲۱ تا ۵۲۲، ۵۲۳ تا ۵۲۴، ۵۲۵ تا ۵۲۶، ۵۲۷ تا ۵۲۸، ۵۲۹ تا ۵۳۰، ۵۳۱ تا ۵۳۲، ۵۳۳ تا ۵۳۴، ۵۳۵ تا ۵۳۶، ۵۳۷ تا ۵۳۸، ۵۳۹ تا ۵۴۰، ۵۴۱ تا ۵۴۲، ۵۴۳ تا ۵۴۴، ۵۴۵ تا ۵۴۶، ۵۴۷ تا ۵۴۸، ۵۴۹ تا ۵۵۰، ۵۵۱ تا ۵۵۲، ۵۵۳ تا ۵۵۴، ۵۵۵ تا ۵۵۶، ۵۵۷ تا ۵۵۸، ۵۵۹ تا ۵۶۰، ۵۶۱ تا ۵۶۲، ۵۶۳ تا ۵۶۴، ۵۶۵ تا ۵۶۶، ۵۶۷ تا ۵۶۸، ۵۶۹ تا ۵۷۰، ۵۷۱ تا ۵۷۲، ۵۷۳ تا ۵۷۴، ۵۷۵ تا ۵۷۶، ۵۷۷ تا ۵۷۸، ۵۷۹ تا ۵۸۰، ۵۸۱ تا ۵۸۲، ۵۸۳ تا ۵۸۴، ۵۸۵ تا ۵۸۶، ۵۸۷ تا ۵۸۸، ۵۸۹ تا ۵۹۰، ۵۹۱ تا ۵۹۲، ۵۹۳ تا ۵۹۴، ۵۹۵ تا ۵۹۶، ۵۹۷ تا ۵۹۸، ۵۹۹ تا ۶۰۰، ۶۰۱ تا ۶۰۲، ۶۰۳ تا ۶۰۴، ۶۰۵ تا ۶۰۶، ۶۰۷ تا ۶۰۸، ۶۰۹ تا ۶۱۰، ۶۱۱ تا ۶۱۲، ۶۱۳ تا ۶۱۴، ۶۱۵ تا ۶۱۶، ۶۱۷ تا ۶۱۸، ۶۱۹ تا ۶۲۰، ۶۲۱ تا ۶۲۲، ۶۲۳ تا ۶۲۴، ۶۲۵ تا ۶۲۶، ۶۲۷ تا ۶۲۸، ۶۲۹ تا ۶۳۰، ۶۳۱ تا ۶۳۲، ۶۳۳ تا ۶۳۴، ۶۳۵ تا ۶۳۶، ۶۳۷ تا ۶۳۸، ۶۳۹ تا ۶۴۰، ۶۴۱ تا ۶۴۲، ۶۴۳ تا ۶۴۴، ۶۴۵ تا ۶۴۶، ۶۴۷ تا ۶۴۸، ۶۴۹ تا ۶۵۰، ۶۵۱ تا ۶۵۲، ۶۵۳ تا ۶۵۴، ۶۵۵ تا ۶۵۶، ۶۵۷ تا ۶۵۸، ۶۵۹ تا ۶۶۰، ۶۶۱ تا ۶۶۲، ۶۶۳ تا ۶۶۴، ۶۶۵ تا ۶۶۶، ۶۶۷ تا ۶۶۸، ۶۶۹ تا ۶۷۰، ۶۷۱ تا ۶۷۲، ۶۷۳ تا ۶۷۴، ۶۷۵ تا ۶۷۶، ۶۷۷ تا ۶۷۸، ۶۷۹ تا ۶۸۰، ۶۸۱ تا ۶۸۲، ۶۸۳ تا ۶۸۴، ۶۸۵ تا ۶۸۶، ۶۸۷ تا ۶۸۸، ۶۸۹ تا ۶۹۰، ۶۹۱ تا ۶۹۲، ۶۹۳ تا ۶۹۴، ۶۹۵ تا ۶۹۶، ۶۹۷ تا ۶۹۸، ۶۹۹ تا ۷۰۰، ۷۰۱ تا ۷۰۲، ۷۰۳ تا ۷۰۴، ۷۰۵ تا ۷۰۶، ۷۰۷ تا ۷۰۸، ۷۰۹ تا ۷۱۰، ۷۱۱ تا ۷۱۲، ۷۱۳ تا ۷۱۴، ۷۱۵ تا ۷۱۶، ۷۱۷ تا ۷۱۸، ۷۱۹ تا ۷۲۰، ۷۲۱ تا ۷۲۲، ۷۲۳ تا ۷۲۴، ۷۲۵ تا ۷۲۶، ۷۲۷ تا ۷۲۸، ۷۲۹ تا ۷۳۰، ۷۳۱ تا ۷۳۲، ۷۳۳ تا ۷۳۴، ۷۳۵ تا ۷۳۶، ۷۳۷ تا ۷۳۸، ۷۳۹ تا ۷۴۰، ۷۴۱ تا ۷۴۲، ۷۴۳ تا ۷۴۴، ۷۴۵ تا ۷۴۶، ۷۴۷ تا ۷۴۸، ۷۴۹ تا ۷۵۰، ۷۵۱ تا ۷۵۲، ۷۵۳ تا ۷۵۴، ۷۵۵ تا ۷۵۶، ۷۵۷ تا ۷۵۸، ۷۵۹ تا ۷۶۰، ۷۶۱ تا ۷۶۲، ۷۶۳ تا ۷۶۴، ۷۶۵ تا ۷۶۶، ۷۶۷ تا ۷۶۸، ۷۶۹ تا ۷۷۰، ۷۷۱ تا ۷۷۲، ۷۷۳ تا ۷۷۴، ۷۷۵ تا ۷۷۶، ۷۷۷ تا ۷۷۸، ۷۷۹ تا ۷۸۰، ۷۸۱ تا ۷۸۲، ۷۸۳ تا ۷۸۴، ۷۸۵ تا ۷۸۶، ۷۸۷ تا ۷۸۸، ۷۸۹ تا ۷۹۰، ۷۹۱ تا ۷۹۲، ۷۹۳ تا ۷۹۴، ۷۹۵ تا ۷۹۶، ۷۹۷ تا ۷۹۸، ۷۹۹ تا ۸۰۰، ۸۰۱ تا ۸۰۲، ۸۰۳ تا ۸۰۴، ۸۰۵ تا ۸۰۶، ۸۰۷ تا ۸۰۸، ۸۰۹ تا ۸۱۰، ۸۱۱ تا ۸۱۲، ۸۱۳ تا ۸۱۴، ۸۱۵ تا ۸۱۶، ۸۱۷ تا ۸۱۸، ۸۱۹ تا ۸۲۰، ۸۲۱ تا ۸۲۲، ۸۲۳ تا ۸۲۴، ۸۲۵ تا ۸۲۶، ۸۲۷ تا ۸۲۸، ۸۲۹ تا ۸۳۰، ۸۳۱ تا ۸۳۲، ۸۳۳ تا ۸۳۴، ۸۳۵ تا ۸۳۶، ۸۳۷ تا ۸۳۸، ۸۳۹ تا ۸۴۰، ۸۴۱ تا ۸۴۲، ۸۴۳ تا ۸۴۴، ۸۴۵ تا ۸۴۶، ۸۴۷ تا ۸۴۸، ۸۴۹ تا ۸۵۰، ۸۵۱ تا ۸۵۲، ۸۵۳ تا ۸۵۴، ۸۵۵ تا ۸۵۶، ۸۵۷ تا ۸۵۸، ۸۵۹ تا ۸۶۰، ۸۶۱ تا ۸۶۲، ۸۶۳ تا ۸۶۴، ۸۶۵ تا ۸۶۶، ۸۶۷ تا ۸۶۸، ۸۶۹ تا ۸۷۰، ۸۷۱ تا ۸۷۲، ۸۷۳ تا ۸۷۴، ۸۷۵ تا ۸۷۶، ۸۷۷ تا ۸۷۸، ۸۷۹ تا ۸۸۰، ۸۸۱ تا ۸۸۲، ۸۸۳ تا ۸۸۴، ۸۸۵ تا ۸۸۶، ۸۸۷ تا ۸۸۸، ۸۸۹ تا ۸۹۰، ۸۹۱ تا ۸۹۲، ۸۹۳ تا ۸۹۴، ۸۹۵ تا ۸۹۶، ۸۹۷ تا ۸۹۸، ۸۹۹ تا ۹۰۰، ۹۰۱ تا ۹۰۲، ۹۰۳ تا ۹۰۴، ۹۰۵ تا ۹۰۶، ۹۰۷ تا ۹۰۸، ۹۰۹ تا ۹۱۰، ۹۱۱ تا ۹۱۲، ۹۱۳ تا ۹۱۴، ۹۱۵ تا ۹۱۶، ۹۱۷ تا ۹۱۸، ۹۱۹ تا ۹۲۰، ۹۲۱ تا ۹۲۲، ۹۲۳ تا ۹۲۴، ۹۲۵ تا ۹۲۶، ۹۲۷ تا ۹۲۸، ۹۲۹ تا ۹۳۰، ۹۳۱ تا ۹۳۲، ۹۳۳ تا ۹۳۴، ۹۳۵ تا ۹۳۶، ۹۳۷ تا ۹۳۸، ۹۳۹ تا ۹۴۰، ۹۴۱ تا ۹۴۲، ۹۴۳ تا ۹۴۴، ۹۴۵ تا ۹۴۶، ۹۴۷ تا ۹۴۸، ۹۴۹ تا ۹۵۰، ۹۵۱ تا ۹۵۲، ۹۵۳ تا ۹۵۴، ۹۵۵ تا ۹۵۶، ۹۵۷ تا ۹۵۸، ۹۵۹ تا ۹۶۰، ۹۶۱ تا ۹۶۲، ۹۶۳ تا ۹۶۴، ۹۶۵ تا ۹۶۶، ۹۶۷ تا ۹۶۸، ۹۶۹ تا ۹۷۰، ۹۷۱ تا ۹۷۲، ۹۷۳ تا ۹۷۴، ۹۷۵ تا ۹۷۶، ۹۷۷ تا ۹۷۸، ۹۷۹ تا ۹۸۰، ۹۸۱ تا ۹۸۲، ۹۸۳ تا ۹۸۴، ۹۸۵ تا ۹۸۶، ۹۸۷ تا ۹۸۸، ۹۸۹ تا ۹۹۰، ۹۹۱ تا ۹۹۲، ۹۹۳ تا ۹۹۴، ۹۹۵ تا ۹۹۶، ۹۹۷ تا ۹۹۸، ۹۹۹ تا ۱۰۰۰، ۱۰۰۱ تا ۱۰۰۲، ۱۰۰۳ تا ۱۰۰۴، ۱۰۰۵ تا ۱۰۰۶، ۱۰۰۷ تا ۱۰۰۸، ۱۰۰۹ تا ۱۰۱۰، ۱۰۱۱ تا ۱۰۱۲، ۱۰۱۳ تا ۱۰۱۴، ۱۰۱۵ تا ۱۰۱۶، ۱۰۱۷ تا ۱۰۱۸، ۱۰۱۹ تا ۱۰۲۰، ۱۰۲۱ تا ۱۰۲۲، ۱۰۲۳ تا ۱۰۲۴، ۱۰۲۵ تا ۱۰۲۶، ۱۰۲۷ تا ۱۰۲۸، ۱۰۲۹ تا ۱۰۳۰، ۱۰۳۱ تا ۱۰۳۲، ۱۰۳۳ تا ۱۰۳۴، ۱۰۳۵ تا ۱۰۳۶، ۱۰۳۷ تا ۱۰۳۸، ۱۰۳۹ تا ۱۰۴۰، ۱۰۴۱ تا ۱۰۴۲، ۱۰۴۳ تا ۱۰۴۴، ۱۰۴۵ تا ۱۰۴۶، ۱۰۴۷ تا ۱۰۴۸، ۱۰۴۹ تا ۱۰۵۰، ۱۰۵۱ تا ۱۰۵۲، ۱۰۵۳ تا ۱۰۵۴، ۱۰۵۵ تا ۱۰۵۶، ۱۰۵۷ تا ۱۰۵۸، ۱۰۵۹ تا ۱۰۶۰، ۱۰۶۱ تا ۱۰۶۲، ۱۰۶۳ تا ۱۰۶۴، ۱۰۶۵ تا ۱۰۶۶، ۱۰۶۷ تا ۱۰۶۸، ۱۰۶۹ تا ۱۰۷۰، ۱۰۷۱ تا ۱۰۷۲، ۱۰۷۳ تا ۱۰۷۴، ۱۰۷۵ تا ۱۰۷۶، ۱۰۷۷ تا ۱۰۷۸، ۱۰۷۹ تا ۱۰۸۰، ۱۰۸۱ تا ۱۰۸۲، ۱۰۸۳ تا ۱۰۸۴، ۱۰۸۵ تا ۱۰۸۶، ۱۰۸۷ تا ۱۰۸۸، ۱۰۸۹ تا ۱۰۹۰، ۱۰۹۱ تا ۱۰۹۲، ۱۰۹۳ تا ۱۰۹۴، ۱۰۹۵ تا ۱۰۹۶، ۱۰۹۷ تا ۱۰۹۸، ۱۰۹۹ تا ۱۱۰۰، ۱۱۰۱ تا ۱۱۰۲، ۱۱۰۳ تا ۱۱۰۴، ۱۱۰۵ تا ۱۱۰۶، ۱۱۰۷ تا ۱۱۰۸، ۱۱۰۹ تا ۱۱۱۰، ۱۱۱۱ تا ۱۱۱۲، ۱۱۱۳ تا ۱۱۱۴، ۱۱۱۵ تا ۱۱۱۶، ۱۱۱۷ تا ۱۱۱۸، ۱۱۱۹ تا ۱۱۲۰، ۱۱۲۱ تا ۱۱۲۲، ۱۱۲۳ تا ۱۱۲۴، ۱۱۲۵ تا ۱۱۲۶، ۱۱۲۷ تا ۱۱۲۸، ۱۱۲۹ تا ۱۱۳۰، ۱۱۳۱ تا ۱۱۳۲، ۱۱۳۳ تا ۱۱۳۴، ۱۱۳۵ تا ۱۱۳۶، ۱۱۳۷ تا ۱۱۳۸، ۱۱۳۹ تا ۱۱۴۰، ۱۱۴۱ تا ۱۱۴۲، ۱۱۴۳ تا ۱۱۴۴، ۱۱۴۵ تا ۱۱۴۶، ۱۱۴۷ تا ۱۱۴۸، ۱۱۴۹ تا ۱۱۵۰، ۱۱۵۱ تا ۱۱۵۲، ۱۱۵۳ تا ۱۱۵۴، ۱۱۵۵ تا ۱۱۵۶، ۱۱۵۷ تا ۱۱۵۸، ۱۱۵۹ تا ۱۱۶۰، ۱۱۶۱ تا ۱۱۶۲، ۱۱۶۳ تا ۱۱۶۴، ۱۱۶۵ تا ۱۱۶۶، ۱۱۶۷ تا ۱۱۶۸، ۱۱۶۹ تا ۱۱۷۰، ۱۱۷۱ تا ۱۱۷۲، ۱۱۷۳ تا ۱۱۷۴، ۱۱۷۵ تا ۱۱۷۶، ۱۱۷۷ تا ۱۱۷۸، ۱۱۷۹ تا ۱۱۸۰، ۱۱۸۱ تا ۱۱۸۲، ۱۱۸۳ تا ۱۱۸۴، ۱۱۸۵ تا ۱۱۸۶، ۱۱۸۷ تا ۱۱۸۸، ۱۱۸۹ تا ۱۱۹۰، ۱۱۹۱ تا ۱۱۹۲، ۱۱۹۳ تا ۱۱۹۴، ۱۱۹۵ تا ۱۱۹۶، ۱۱۹۷ تا ۱۱۹۸، ۱۱۹۹ تا ۱۲۰۰، ۱۲۰۱ تا ۱۲۰۲، ۱۲۰۳ تا ۱۲۰۴، ۱۲۰۵ تا ۱۲۰۶، ۱۲۰۷ تا ۱۲۰۸، ۱۲۰۹ تا ۱۲۱۰، ۱۲۱۱ تا ۱۲۱۲، ۱۲۱۳ تا ۱۲۱۴، ۱۲۱۵ تا ۱۲۱۶، ۱۲۱۷ تا ۱۲۱۸، ۱۲۱۹ تا ۱۲۲۰، ۱۲۲۱ تا ۱۲۲۲، ۱۲۲۳ تا ۱۲۲۴، ۱۲۲۵ تا ۱۲۲۶، ۱۲۲۷ تا ۱۲۲۸، ۱۲۲۹ تا ۱۲۳۰، ۱۲۳۱ تا ۱۲۳۲، ۱۲۳۳ تا ۱۲۳۴، ۱۲۳۵ تا ۱۲۳۶، ۱۲۳۷ تا ۱۲۳۸، ۱۲۳۹ تا ۱۲۴۰، ۱۲۴۱ تا ۱۲۴۲، ۱۲۴۳ تا ۱۲۴۴، ۱۲۴۵ تا ۱۲۴۶، ۱۲۴۷ تا ۱۲۴۸، ۱۲۴۹ تا ۱۲۵۰، ۱۲۵۱ تا ۱۲۵۲، ۱۲۵۳ تا ۱۲۵۴، ۱۲۵۵ تا ۱۲۵۶، ۱۲۵۷ تا ۱۲۵۸، ۱۲۵۹ تا ۱۲۶۰، ۱۲۶۱ تا ۱۲۶۲، ۱۲۶۳ تا ۱۲۶۴، ۱۲۶۵ تا ۱۲۶۶، ۱۲۶۷ تا ۱۲۶۸، ۱۲۶۹ تا ۱۲۷۰، ۱۲۷۱ تا ۱۲۷۲، ۱۲۷۳ تا ۱۲۷۴، ۱۲۷۵ تا ۱۲۷۶، ۱۲۷۷ تا ۱۲۷۸، ۱۲۷۹ تا ۱۲۸۰، ۱۲۸۱ تا ۱۲۸۲، ۱۲۸۳ تا ۱۲۸۴، ۱۲۸۵ تا ۱۲۸۶، ۱۲۸۷ تا ۱۲۸۸، ۱۲۸۹ تا ۱۲۹۰، ۱۲۹۱ تا ۱۲۹۲، ۱۲۹۳ تا ۱۲۹۴، ۱۲۹۵ تا ۱۲۹۶، ۱۲۹۷ تا ۱۲۹۸، ۱۲۹۹ تا ۱۳۰۰، ۱۳۰۱ تا ۱۳۰۲، ۱۳۰۳ تا ۱۳۰۴، ۱۳۰۵ تا ۱۳۰۶، ۱۳۰۷ تا ۱۳۰۸، ۱۳۰۹ تا ۱۳۱۰، ۱۳۱۱ تا ۱۳۱۲، ۱۳۱۳ تا ۱۳۱۴، ۱۳۱۵ تا ۱۳۱۶، ۱۳۱۷ تا ۱۳۱۸، ۱۳۱۹ تا ۱۳۲۰، ۱۳۲۱ تا ۱۳۲۲، ۱۳۲۳ تا ۱۳۲۴، ۱۳۲۵ تا ۱۳۲۶، ۱۳۲۷ تا ۱۳۲۸، ۱۳۲۹ تا ۱۳۳۰، ۱۳۳۱ تا ۱۳۳۲، ۱۳۳۳ تا ۱۳۳۴، ۱۳۳۵ تا ۱۳۳۶، ۱۳۳۷ تا ۱۳۳۸، ۱۳۳۹ تا ۱۳۴۰، ۱۳۴۱ تا ۱۳۴۲، ۱۳۴۳ تا ۱۳۴۴، ۱۳۴۵ تا ۱۳۴۶، ۱۳۴۷ تا ۱۳۴۸، ۱۳۴۹ تا ۱۳۵۰، ۱۳۵۱ تا ۱۳۵۲، ۱۳۵۳ تا ۱۳۵۴، ۱۳۵۵ تا ۱۳۵۶، ۱۳۵۷ تا ۱۳۵۸، ۱۳۵۹ تا ۱۳۶۰، ۱۳۶۱ تا ۱۳۶۲، ۱۳۶۳ تا ۱۳۶۴، ۱۳۶۵ تا ۱۳۶۶، ۱۳۶۷ تا ۱۳۶۸، ۱۳۶۹ تا ۱۳۷۰، ۱۳۷۱ تا ۱۳۷۲، ۱۳۷۳ تا ۱۳۷۴، ۱۳۷۵ تا ۱۳۷۶، ۱۳۷۷ تا ۱۳۷۸، ۱۳۷۹ تا ۱۳۸۰، ۱۳۸۱ تا ۱۳۸۲، ۱۳۸۳ تا ۱۳۸۴، ۱۳۸۵ تا ۱۳۸۶، ۱۳۸۷ تا ۱۳۸۸، ۱۳۸۹ تا ۱۳۹۰، ۱۳۹۱ تا ۱

**آدل:** مشرقی افریقہ کی ان اسلامی ریاستوں میں سے ایک جنہوں نے مسلمانوں اور حشہ کے عسائیوں کی باہمی جنگوں میں اہم حصہ لیا۔ *المقریری (الألہام باختار من یأرض الحشہ من منوط الإسلام، قاہرہ ۱۸۹۵ء، ص ۵)* نے جنوبی اور مشرقی حشہ کی حسب دلیل سب اسلامی ریاستیں شمار کی ہیں، جنہیں وہ ”ممالک تلاد زیلع“ نام دیتا ہے۔ اوقات (عام شکل ایفاب ہے)، دوارو، آرینی (آرینی، آرینی)، ہڈیا، سرحا، نالی، دارہ۔ حشہ کے وفائے ناموں سے بعض دیگر ریاستوں کا بھی پتا چلتا ہے، جن کی حیثیت مذکورہ بالا ریاستوں کی سی بھی، اور انہیں میں سے ایک آدل ہے۔ آدل (عدل) ان ریاستوں کے مشرقی اقصیٰ میں واقع ہے اور عصر حاضر کے تقریباً اس علاقے پر مشتمل ہے جو فرانسیسی سمالی لند کا ساحلی علاقہ ”Côte française des Somalis“ کہلاتا ہے۔ اس جگہ کے ناسدے کچھ بوسمالی ہیں اور کچھ غمر (ذبابیل [دیکھئے مادہ ذیلی])۔ اس ریاست کا ذکر پہلی بار ان جنگوں کے سلسلے میں آیا ہے جو مسلمانوں اور حشہ کے نادرشاہ عمدہ صیوں Amda Seyōn (۱۳۱۴ء تا ۱۳۴۴ء) کے درمیان ہوئی۔ زیلع پر عمدہ صیوں کی یلعار (۱۳۳۲ء) کے موقع پر آدل کے حکمران نے اس کا راستہ روکنے کی کوشش کی، لیکن شکست کھائی اور مارا گیا۔ آدل کے حکمرانوں کا لقب عربی کسانوں میں امیر اور آگے چل کر امام بھی ملتا ہے، لیکن حشہ کے وفائے ناموں میں ”بحاشی“ (Negus نادرشاہ) ہے۔ آدل پندرھویں صدی میلادی میں ایفاب (اوقات [رکناں]) کا ایک حصہ تھا، چنانچہ پندرھویں صدی میں آدل کا امیر ایفاب پر بھی حکومت کرنا تھا اور اس کا صدر مقام غرر کے مشرق میں دگر کے مقام پر تھا۔ زراہ یعقوب (۱۳۳۸ء تا ۱۳۶۸ء) اور بندہ ماریام (۱۳۶۸ء تا ۱۳۷۸ء) نادرشاہوں کے عہد میں حشہ اور آدل کے

درمیان گفت و شنید ہوئی اور بعد ازاں لڑائیاں ہوئیں، جن میں کبھی کسی کا ہلہ بھاری رہتا کبھی کسی کا۔ آدل کی ریاست کئی بار ان مسلمانوں کے لیے پناہ گاہ کا کام بھی دیتی رہی جو اہل حشہ سے بچنے کی خاطر زیادہ دور کے مغربی اصلاع سے بھاگ کر آئے تھے، لیکن سب اوقات اہل حشہ ان کا پیچھا کرتے ہوئے وہاں بھی پہنچ جاتے تھے۔ مسلمان مصنفین (المقریری اور عرب فقیہ: فوج الحشہ) آدل کا کوئی ذکر نہیں کرتے، البتہ اگر ”عدل الاسراء“ (المقریزی، مقام مذکور، ص ۲) سے آدل مراد ہو تو دوسری بات ہے۔ ان کے ہاں اس علاقے میں صرف سلطنت زیلع کا ذکر ملتا ہے۔ علاوہ بریں آدل کا نادرشاہ محمد بن آروی ندلای (*Chroniques de Zar'a Ya'eqôb et de Ba'eda Perruchon*) (۱۳۱۴ء) ص ۱۳۱) سلطنت زیلع کے حانداں میں سے تھا۔ وہ مشہور و معروف سعدالدین کا پوتا تھا، جس کے نام پر اس حانداں اور ملک کو ”بر سعدالدین“ کہتے تھے۔ سعدالدین نے ۱۳۸۶ء سے ۱۴۱۵ء تک حکومت کی اور ۱۴۱۵ء میں حشہ کے نادرشاہ یسحاق (۱۴۱۴ء تا ۱۴۲۹ء) سے لڑنا ہوا مارا گیا۔ آدل اور سلطنت زیلع سب اوقات مترادف سمجھے جاتے ہیں اور ان کی تاریخ آپس میں بہت قریبی تعلق رکھتی ہے (مادہ زیلع)۔ سولہویں صدی میلادی کے حالات کے لیے مادہ احمد گران بھی دیکھا جاوے۔ ان ملکوں کی بعد کی تاریخ میں مسلم سالوں اور عمر کی باہمی لڑائیاں گلہ Gallia کے خلاف لڑائیوں کے باعث ماند پڑ جاتی ہیں، جنہوں نے ۱۵۴۰ء سے حشہ کے عسائیوں اور مسلمانوں سے جنگ شروع کر دی تھی۔ تواریخ کے اندر اس زمانے میں بھی آدل کا ذکر کئی بار آتا ہے۔ اسیویں صدی تک میں بھی، یعنی انگلستان، فرانس اور اٹلی کے حشہ کے ساحلی علاقوں پر قبضہ جانے

سے قبل، شوا Shoa کا بادشاہ ساہلا سیلاسی اپنے آپ کو شاہ آڈل کہتا تھا۔

مآخذ: (۱) چرلی E. Cerulli. *Documenti Arabi*

Mem. Lin. 'per la Storia dell' Etiopia Mem. Lin.

۱۹۳۱ء، کراسہ ۲: (۲) وہی مصنف: *L' Etiopia del*

*Rivista* در secolo XV in nuovi documenti storici

*Africa Italiana* ۱۹۳۲ء، ص ۸۸ تا ۹۸ (۳) وہی مصنف

*Etiopici I Studi La lingua e la storia di Harar*

۱۹۳۶ء، ص ۱۰ تا ۱۶ (۴) وہی مصنف *Il Sultanato*

*dello Scioa nel secolo XIII secondo un nuovo docu-*

*mento storico* در *Rivista di Studi Etiopici*

۱۹۴۱ء، ص ۲۸ تا ۲۹ (۵) ٹریمنگھام JS Trimmingham

*Islam in Ethiopia* لندن ۱۹۵۲ء۔

(F LITTMANN)

\* أدلیة . دیکھیے مادۃ اَنَسَنَہ

\* اَدَمَوَہ: مغربی افریقہ کے غبی علاقے میں ایک خطے کا نام، جو ۱۸۰۹ء کے قلمی جہاد کے معافی فائد (دیکھیے پیرا ۵) کے نام سے مآخوذ ہے اور جس سے مراد ہے:

(الف) وہ تمام رقبہ جو جغرافیائی اصطلاح میں نو کئی قطعی طور پر متعین نہیں ہوا، لکن جس میں جہاد مذکور کی فوجات اور ان کی وجہ سے اس خطے میں قذہ کے حلقہ اثر میں آنے والا وہ تمام علاقہ شامل ہے جو شمال میں مروہ Marua سے لے کر جنوب میں نگوندرہ Ngaundere (نجومدیرہ) سے بہت آگے تک اور مشرق میں ری ببا Rei Buba سے لے کر بولہ Yola کے مغرب تک پھیلا ہوا ہے اور بحیثاً ۱۱ درجے تا ۶ درجے عرص بلد شمالی اور ۱۲ درجے تا ۱۴ درجے طول بلد مشرقی کے درمیان واقع ہے۔ موحودہ صدی کے اوائل میں جب افریقہ کا یہ حصہ اہل فرنگ کے قبضے میں آیا تو اس کا نسبتاً چھوٹا اور زیادہ

گنجان آباد مغربی حصہ نائیجیریا کی [اس وقت کیا] برطانوی حکومت کے ماتحت آ گیا اور مشرقی حصہ حرمس کیمرون کا جرہ بن گیا، جسے ۱۹۱۳ تا ۱۹۱۸ء کی جنگ کے بعد محلی اقوام (لیگ آف نیشنز) نے برطانیہ اور فرانس کی حفاظت میں دے دیا۔

(ب) شمالی نائجیریا کا ایک صوبہ، جس کا رقبہ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کی رو سے ۲,۸۱,۷۷۸ مربع میل ہے اور جو ۱۹۲۷ء تک صوبہ بولہ Yola کے نام سے معروف تھا۔ یہ صوبہ اس حصے پر جو پہلی انگریزی - حرمس بن الاقوامی سرحد کے مغرب میں واقع ہے اور سابقہ حرمس کیمرون کے ان علاقوں پر مشتمل ہے جنہیں برطانیہ کی حفاظت میں دے دیا گیا تھا۔ مؤخرالہ کر میں ایک چھوٹا رقبہ دریائے بیو Benue کے شمال میں اور اس سے ایک دریا بڑا رقبہ اس دریا کے جنوب میں شامل ہے۔ صوبہ آدموہ میں موری کی امارت، جو اس کے جنوب مغربی گوشے میں واقع ہے، اور کچھ قبائلی علاقے بھی شامل ہیں جن پر سابقہ نام آدموہ کا اطلاقی نہیں ہوا تھا۔ یہ صوبہ نائیجیریا کے صوبہ بورنو Bornu کے

جنوب میں اور صوبہ نوجی کے مشرق میں واقع ہے۔ (۲) جغرافیائی خصوصیات: آدموہ کے اہم کوائف یہ ہیں: (۱) دریائے بیو Benue، جو دریائے نائیجیر کا بڑا معاون ہے اور اس صوبے کے وسط میں مشرق سے مغرب کو بہتا ہے۔ یہ ایک بن الاقوامی دریائی شاہراہ ہے، جو بھری برسات کے موسم میں (اگست سے لے کر اکتوبر تک) دھانی جہازوں کی آمد و رفت کے قائل بن جاتا ہے اور چھوٹی بڑی کشتیاں (canoes) اور ڈوبکے (barges) اس میں ہمیشہ چلتے رہتے ہیں (۲) منڈرا کا سلسلہ کوہ، جو دریائے بیو کے شمال میں شمالاً جنوباً واقع ہے اور تین ہزار فٹ سے زیادہ بلند ہے اور (۳) ایک وسیع ہلالی شکل کا کوہ تودہ (massif)، جو

۱۰,۲۳,۷۵۵ ہونی ہے۔

ٹڑے ٹڑے بے دیں قبیلوں کی مردم شماری اس وقت حسب ذیل تھی: پیچہ ۱۹,۷۰۳، چیمہ ۵۱,۲۲۴\*؛ ہونہ ۶,۶۰۴؛ بٹہ ۲۳,۰۰۳؛ ہیچی ۶,۲۸۴؛ کلبہ: ۲۲,۷۹۹؛ لالہ: ۹,۷۲۳؛ لونگہ: ۱۱,۸۰۹؛ مصلہ: ۱۹,۳۴۸؛ مموہ: ۷۹,۲۷۲؛ ورہ: ۱۰,۸۶۶؛ ورکس: ۷۳,۲۷۲۔ مرغی: ۱۵۱,۲۲۳\* (جن اعداد پر سارے کا شان لگانا ہے اس میں مصلے کے وہ افراد بھی شامل ہیں جو صوبے کی حدود سے باہر لیکن قدیم ادموہ کی حدود کے اندر رہتے ہیں)۔

(ب) رہاسی: اس علاقے کے ستر لوگ (مقلدہ، دیکھئے مادہ قلیہ) بولتے ہیں، جو فریب فریب اس علاقے کی ”لنگوا فرانکا“ lingua franca [عام فہم مشترک زبان] کی حشب اختیار کر چکی ہے۔ بے دیں فائل اس زبان کو اسی حشب سے استعمال کرتے آگئے ہیں، اگرچہ ان کی اپنی اپنی مخصوص رہاسی بھی ہیں اور ان میں سے بعض کم و بس ناہم مربوط ہیں (مثلاً ترہ اور مرغی، بحالکہ ان کا کلبہ سے درا زیادہ دور کا تعلق ہے)۔ ہورا زبان سہروں کے باہر بہت کم بولی جاتی ہے اور سہروں میں بھی زیادہ تر بحاری حلقوں میں۔ انگریزی اور فراسسی وہی لوگ بولتے ہیں جو اس علاقے کے مغربی یا مشرقی افطاع کے اعلیٰ مدارس میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔

(۶) ساریج: قلی قوم کے ”جہاد“ سے پہلے کے حالات صرف ان قبائلی روایتوں میں ملتے ہیں جو رہابی مستقل ہوئی چلی آئی ہیں۔ دریائے نیو کے شمال میں بسے والے اکثر قبائل اس ملک کے اصلی باشندے ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے، بلکہ ان کے ہاں ایسی روایتیں ہیں کہ وہ شمال یا مزید مشرق سے نقل مکان کر کے وہاں آئے تھے۔ یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانے

اپنے بلند تر مغربی سرے پر پانچ ہزار فٹ سے زیادہ بلند ہے اور مشرق سے مغرب کو خم کھانا ہوا دریائے بنیو Benue کے جنوب میں واقع ہے۔

(۳) تجارت اور درائع هل و حمل: حمل و نقل کے لیے خود دریائے نیو سے وسیع پیمانے پر کام لیا جاتا ہے۔ علاقے کے اندر کاروانی ساہراہیں اور موٹر کی سڑکیں جنوب سے شمال کو جاتی ہیں۔ قدیم رہایام میں انشائے برآمد زیادہ تر علام اور بھوڑے بہت ہانبھی داب پر مشتمل ہوتی تھیں۔ عصر حاضر میں ان کی جگہ موٹنگ بھلی اور بجلی کھالوں سے لے لی ہے، اگرچہ ان کے علاوہ اور بہت سی چیزیں بھی ہیں، جن میں روٹی، نوید، تل و غیرہ شامل ہیں۔ درآمد کی چیزیں۔ بامعنیہ خصوصاً روٹی کی مصوغات پر مشتمل ہیں۔

(۴) اقتصادی حالت: اس علاقے میں صنعتی کارخانے قائم نہیں ہوئے اور نہ اس میں کچھ ٹڑے سہرے ہیں۔ انہی ضروریات زندگی کے لیے یہ علاقہ خود بخود کافی ہے۔ اس کی آبادی زیادہ تر کسانوں اور آئندہ ناسوں پر اور اس کا سرمایہ دولت موسموں اور بھڑ بکری کے متعدد گلوں پر مشتمل ہے۔

(۵) باشندوں کی اصل و نسل (Ethnography): (الف) اس علاقے کی آبادی قلی (دیکھئے مادہ قلیہ) نسل کے جانہ بدوش اور سہری لوگوں پر متعدد بے دیں نسلوں پر مشتمل ہے۔ جس عمر میں علاقے کا ذکر اس مقالے کے پیرا ۱ (الف) میں اوپر آیا ہے اس کی آبادی کے اعداد و شمار صحت کے ساتھ دیا ناممکن ہے۔ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کی رو سے ناٹجریا کے صوبہ ادموہ (دیکھئے اوپر پیرا ۱۔ ب) کی آبادی کے نمایاں اعداد و شمار یہ بھی: قلی: ۱,۵۰,۹۳۶، ہورا Hausa [رکناں]: ۲۱,۵۶۰، گوری [رکناں]: ۱۰,۴۹۵، دیگر قبائل: ۳,۶۷,۱۳۸، یہ اور کچھ دیگر چھوٹے چھوٹے گروہ ملا کر کل آبادی

نے حوامی کے ایام میں بورنو کے ایک مودتو کیاری نامی سے تعلیم حاصل کی تھی اور وہاں سے ۱۸۰۶ء میں دریائے نیو کے علاقے کے ایک گاؤں ولٹسہ Weltunde میں واپس آ گیا تھا۔ ۱۸۰۹ء میں آسمانو (عثمان) نے ایک علم اور کچھ خنکی آدمی اس ہدایت کے ساتھ مودتو آدمہ کے سپرد کیے کہ وہ اپنے ملک میں واپس جا کر وہاں ”جہاد“ شروع کرے۔ ۱۸۰۹ء میں مودتو آدمہ نے گورن سے ”جہاد“ کا آغاز کیا اور فتوحات اور علاموں کے حصول کے لیے وہاں کے بے دیں مائل پر یلغاروں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ عموماً ملی قوم کے گھڑ سواروں سے ہر جگہ فتح پائی اور بے دیں قسبے صرف اسے ٹوہسانی علاقوں میں محفوظ رہ سکے جہاں گھڑ سواروں کا پہنچنا مشکل تھا۔ ایسے علاقوں کے بہت سے بے دیں مائل، جیسے دریائے نیو کے شمال میں یچی، مریچی اور کینہ اور دریائے مدکور کے جنوب میں منیلہ، جینہ اور بعض دیگر قبائل، بے اہل فرنگ کے قسبے کے وقت تک اپنی حقیقی یا معمولی آزادی برقرار رکھی۔

۱۸۳۸ء میں مودتو آدمہ نے اپنا صدر مقام گورن (اب یہ ایک جیٹونا سا گاؤں ہے، ناہم پرانی یادگاروں کی وجہ سے واجب احترام سمجھا جاتا ہے) سے فریب کے شہر رینڈو Ribadu میں اور پھر ۱۸۳۹ء میں جو-وا-سوو Juboliwo میں، جو اس سے درامع کوٹ ڈر واقع ہے، مستقل کر لیا۔ بالآخر ۱۸۴۱ء میں اس نے اور بھی زیادہ مغرب کی طرف شہر یولا Yola کی ساد رکھی (لغظ یولا ملی زبان میں اس سطح مربع کے لیے استعمال ہوتا ہے جو کسی دلدل میں واقع ہو) اور وہیں ۱۸۴۸ء میں اس کی وفات ہوئی۔ یہ سب مقامات دریائے نیو کے ٹھیک جنوب میں واقع ہیں اور ظاہر ہے کہ انہیں صدر مقام بنانے کا مقصد یہ تھا کہ دریا کے

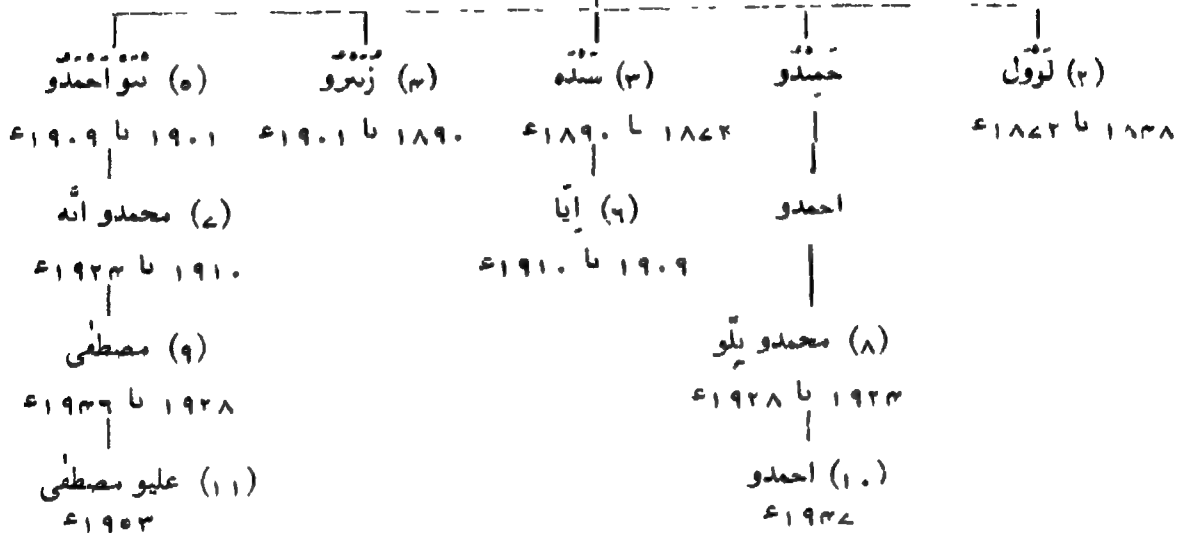
ملی قبائل کی نقل و حرکت کی عام سبب یہی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ صحرائے اعظم کے شمال بعید کے علاقوں میں پانی روز بروز کم ہوتا جا رہا تھا اور اس لیے وہ قبائل جو [ان حالات میں] زندگی بسر کرنے کے سب سے کم قابل بھی محضاً جنوب کی طرف رخ کر کے اس ساحلی علاقے میں جہاں سسے Tsotse نامی رہریلی مکھی پانی جابی ہے پناہ گزین ہو جاتے تھے۔ ”جہاد“ سے صدیوں پہلے ملی قبائل ادموہ میں بقا آ چکے ہوں گے۔ مقامی بے دین آبادی کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ: (۱) قبیلہ کی بڑی ملی سکائی کے وسط (حالی اور مغربی افریقہ کے ساحلوں کے ساتھ ساتھ اور پھر سینی گمبیا Senegambia کی سب سے افریقہ کے غنی علاقے میں داخل ہوئے ہوئے) ان کی ایک ساح بورنو Bornu میں اور وہاں سے مغربی کاروایی راستے سے مروروں اور بیلیمہ ہوئی ہوئی وسطی صحرا کو عبور کر کے شمال کی طرف سے ادموہ میں داخل ہوئی۔ (۲) یہ ملی قبائل ادموہ میں حالی ہاتھ پہنچے، لہذا ان کے مویشی راسے ہی میں سرکھپ چکے تھے اور پھر وہاں انہوں نے مقامی بے دیں قبائل سے مویشی حاصل کیے۔ ”جہاد“ شروع ہوئے ہی میں مسند تاریخی معلومات حاصل ہوئے لگی ہیں۔ جب ۱۸۰۴ء کے فریب آسمانو بے مودوہ (دیکھئے مادہ عثمان بن قویدی) نے سوکوتو Sokoto کے علاقے میں ”جہاد“ شروع کیا اور اس کی شہر پھلی بو آدمہ نامی ایک مودتو (ملی زبان میں معلم کو کہتے ہیں) [جو غالباً عربی لغت مؤلف کی بگڑی ہوئی شکل ہے] اس کے ساتھ آ ملا۔ یہ مودتو آدمہ گورن Gurin کے سواح میں پیدا ہوا تھا، جو دریائے نیو کے ٹھیک جنوب میں اس کی معاون ندی فرو Faro کے مغربی کنارے پر ویرہ Vere کی پہاڑیوں کے مشرق میں واقع ہے۔ اس

سائبر پر قابو رکھا جائے۔ اس حکمران خاندان کا مفصل شجرہ جس کی بنیاد مودتو آدمہ نے رکھی حسب دہل ہے :

### امراے یولا

حَسَن [یا حَسَن]

(۱) مودتو آدمہ (۱۸۰۹ تا ۱۸۴۸ء)



اور مشرقی حصے میں واقع ہیں، بائی حابی ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ مودتو مد کور کی زندگی ہی میں اس علاقے کا نام ادموہ پڑ گیا تھا؛ کیونکہ جب کلپرتن Clapperton ۱۸۲۳ - ۱۸۲۴ء میں بورسو پہنچا تو وہاں یہ نام رائج تھا۔

(۷) مذہب : ملی قوم کا مذہب اسلام ہے اور بہت سے بے دین دیہ اسلام قبول کر چکے ہیں اور کرنے کا رہے ہیں، تاہم ابھی تک بہت سے ارواح پرستانہ (animistic) عقائد بھی موحود ہیں۔ اب اس علاقے میں عسائیوں کی تبلیعی جماعتیں بھی کام کر رہی ہیں۔ ان میں تعداد کے لحاظ سے سب سے زیادہ اہم چرچ آف دی بردرن (Church of the Brethren، امریکی مشن) ہے، جو دریائے نیو کے شمال میں بورہ - مرغی قبائل کے رقبے میں کام

ملی کے مفتوحہ علاقوں میں، جہاں اکثر اوقات وہ محض ناحب و ناراح کے لیے حابی تھے، صدر مقام کے قرب و حوار کے سوا کہیں بھی مناسب بسیم نہیں تھی۔ حکومت کا نظم و نسق جاگرودارانہ اور ناح گروارانہ نوع کا تھا، جھوٹے سردار لیدو (Lamido، فلسی زبان کا لفظ بمعنی امیر جمع : لیمہ) کی سادہ تسلیم کرنے تھے اور حراج ادا کرنے تھے، لیکن اس نظام میں مرکز سے انحراف کے رجحانات موحود تھے۔ یہ جاگرودار (ملی = لیدو، جمع : لیمہ) بسا اوقات مرکز سے اسی جاگیر کی دوری کی سب سے عملاً آزادی حاصل کر لیتے تھے، اگرچہ باقاعدہ یا رسمی طور پر نہیں۔ اس رجحان کی عمدہ مثالیں مذنگلی اور رٹی بوبہ Rei Buba میں، جو بالترتیب صوبے کے شمالی



مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ حملوں اور حوایی حملوں کے ابتدائی دور کے بعد انگریزوں اور فرانسسیوں کی ایک متحدہ حملہ آور فوج بے حرمسوں کے معوضات لیمرنوں Kameruns پر قبضہ جما لیا۔ اس فوج نے ۱۰ جون ۱۹۱۵ء کو گروآ اور ۲۸ جون ۱۹۱۵ء کو نگوندرہ Ngaundere (نجومدیرہ) کے مقامات پر لڑ لیے اور حرمسوں کے پہاڑی قلعے سورہ Mora نے ۱۸ فروری ۱۹۱۶ء کو ہتھیار ڈال دیے

مآخذ: (۱) The Muhammadan S J Hogben

Emirates of Northern Nigeria، آکسفورڈ، ۱۹۳۰ء (۲)

کتاؤں کے نام، جس کی مہربان اس کتاب کے صفحے کے

حصہ ۱۰، ص ۲۰۱ و ۲۰۲ - میں بطور مآخذ دی

گئی ہے، یہاں دوبارہ نہیں دیے جا رہے ہیں، (۳)

Caravans of the old Sahara E W Bovill، آکسفورڈ

۱۹۳۳ء، (۴) Census of Nigeria 1931 Brooke، ص ۲،

لندن ۱۹۳۳ء، (۵) C E J Whitting، The

Literature of Nigeria، در JRAS، ۱۹۳۳ء،

(۶) انفکٹل تیسوری Infaku I Mairuri، طبع Whitting،

لندن ۱۹۵۱ء، (۷) حکومت نائیجیریا کی مطبوعات

۱۹۰۰ء

(و) وٹنگ C E J Whitting

آدنہ: (عربی رسم خط میں آدنہ، آدنہ، آدنہ اور مؤخر زمانے میں آطلہ)، (۱) حویلی آناطولہ کا ایک شہر، (۲) سلطنت عثمانیہ کی ایک ولایت۔

(۱) آدنہ کا شہر کنسکا (Cilicia) جغوراوہ

کے میدان کے شمالی حصے میں درناے سینان (قدیم

سین) کے دائیں (مغربی) کنارے پر ۳۷° عرص بلد

شمالی اور ۳۵° - ۱۸' طول بلد مشرقی میں واقع ہے۔

عثمانی دور میں یہ شہر ولایت آدنہ کا صدر مقام تھا

اور ۱۹۳۵ء سے ولایت سینان کا مرکز ہے (دیکھیے

(۲) آگے)۔ یہ ایک خوشحال اور رو بہ ترقی تجارتی

مرکز ہے۔ آبادی (۱۹۵۰ء میں) ۱،۱۷،۷۹۹ تھی۔

کے رہا ہے اور دوسرا سوڈان یونائٹڈ (Sudan United)

ڈیٹارلہ کا مشن) ہے، حویولا کے مغرب میں دریہ کے

کنارے کے بچہ قبلے میں سرگرم کار ہے۔

۱۹۳۱ء کی مردم شماری کی رو سے آدنہ ادموہ کی

کل ۱۰،۲۴،۷۵۰ آبادی میں سے ۶،۷۴،۵۱۶

مسلمان، ۳،۴۸،۷۹۱ ارواح پر۔ اور ۱،۴۲۵

پروٹسٹنٹ عیسائی تھے۔ یہ بات غسی ہے کہ آدنہ

مردم شماری میں ارواح برسوں کی تعداد خاصی کم

ہو جائے گی، مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے گی

اور عیسائیوں کی تعداد میں بھی بڑھ اضافہ ہوگا۔

(۸) مسفرات، یورپ کا پہلا مجموعہ تاج، جس

کا حال دانوں میں آنا ہے، ڈاکٹر بارٹ Barth

نہا، جو ۱۸۵۱ء میں اس علاقے میں پہنچا۔

فرانسسی لفتنٹ میروں Mizon نے اس علاقے

کی سال ۱۸۹۱ء تا ۱۸۹۳ء میں کی۔ ناٹجر لپی

درناے یسومیں چلے والے بھاری جماروں کے ذریعے

یہاں چید سال تک تجارت لڑی رہی، اس سے پہلے

کہ بولا پر انگریزی افواج نے ۲ ستمبر ۱۹۰۱ء کو

صحیح معنوں میں قبضہ د لیا۔ اس وقت بولا کے

شہر کی بڑی تجارتی سے مذاہب کی لٹی۔ اہل

شہر کو اس سلسلے میں رہہ Rutch کی افواج

کے فراروں (دیکھیے مادہ بورنو) سے بڑی مدد ملی،

جس کے پاس جدید رائفلوں کے علاوہ دو سو بی بھی،

جو اس وقت کے لیدو کو لفتنٹ میروں نے طے شدہ

معاهدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دی تھی۔

مارچ ۱۹۰۲ء میں حرمس افواج نے کروآ Garua

پر قبضہ کر لیا اور اپریل ۱۹۰۳ء میں انگریزی

اور حرمس علاقے کے درساں میں الاموامی سرحد کا

تعیین ایک کمیشن کے ذریعے کیا گیا۔ ۱۹۱۴ء تا

۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم کے دوران میں یہ علاقہ

خاصے بڑے پیمانے پر عسکری اقدامات کی حوالا گد

بنا رہا اور اس دوران میں حمل و نقل کی عظیم

لیکن عربوں نے ۶۶۴ء میں محاصرہ کر کے اسے واپس لے لیا۔ ۶۲۰ء میں یورپی پھر اس شہر پر قابض ہو گئے، لیکن مستقل طور پر اسے اپنے تصرف میں نہ رکھ سکے اور نہ بظاہر سلجوقی فاتحین (۱۰۷۱ء) ہی شروع شروع میں اس صوبے میں اپنے قدم جما سکے (فکت *Byzance et les Turcs jusqu'en 1081. J. Laurent*) پیرس ۱۹۱۳ء، ص ۱۱)۔ پھر کب ۱۰۸۲ء میں ادبہ پھر یورپیوں کے قبضے میں تھا، لکن ۱۰۸۳ء میں سلیمان بن قلیس نے اسے دوبارہ لے لیا (*Chronique de Michel le Syrien J B Chabot*، پیرس ۱۹۰۵ء، ص ۱۷۹)۔ حب صلیبوں نے اس شہر پر ۱۰۹۷ء میں قبضہ کر لیا تو پہلے کچھ عرصے یہ شہر ریاست انطاکیہ میں شامل رہا، لکن ۱۱۰۴ء میں الکسی اول (Alexis I) نے اسے الگ کر لیا اور یہ شہر پھر یورپی حکومت کے ماتحت آ گیا۔ ۱۱۳۵ء میں یہ شہر ارمینیا کوچک کے حکمران لیون Leon کی عملداری میں تھا اور ۱۱۳۷ء میں پھر یورپی مملکت بن گیا۔ ۱۱۳۸ء میں اسے روم کے سلجوقی حکمران مسعود نے فتح کیا اور (زیادہ سے زیادہ) ۱۱۵۱ء میں آرمینیوں کے اور ۱۱۵۸ء میں ایک بار پھر یورپیوں کے قبضے میں آیا۔ آخر کار ۱۱۷۱-۱۱۷۳ء میں روپی (Rubenid) خاندان کے ملیچ Mlech نے اسے اسی ارمینی مملکت میں شامل کر لیا اور بہت دن تک وہ اسی میں شامل رہا، اگرچہ مسلمان اس پر بار بار حملے کرتے رہے۔ مصر کا سلطان شمس ۱۲۶۶ء میں انطاکیہ میں فتح حاصل کرنے کے بعد اس شہر کے سامنے نمودار ہوا۔ مملوکوں نے ۱۲۷۵ء اور ۱۳۰۴ء میں بھی اس شہر کو تاراج کیا اور ۱۳۵۵ء میں اس پر حملہ آور ہوئے؛ تاہم ۱۳۴۱ء سے ۱۳۴۴ء تک کی مدت کے سوا، جس میں یہ شہر وراثہ کاٹی ڈی لوسنان Guy de Lusignan کو مل گیا تھا، اس

تاریخ : اس شہر کے گونا گوں حالات زیادہ تر اس کی جغرافیائی جائے وقوع یعنی کوهستان طارس Taurus کے دروں کے دامن میں واقع ہونے سے متاثر ہوئے رہے ہیں۔ یہ شہر ایک ایسے مقام پر واقع تھا جسے ہم آناطولیہ اور شام کی سلطنتوں کے مضافات مبادات کا نقطہ کشمکش قرار دے سکتے ہیں، کیونکہ اول الذکر سلطنتیں کوه طارس کو عمور نے ۲۷۰۰ ق م کی طرف اور مؤخر الذکر شمال کی جانب پھیلنا چاہ رہی تھیں۔ ان دونوں سلطنتوں کے توارق اقدار کی دولت یا مشترکہ کمزوری کے باعث وہاں موٹا چھوٹے چھوٹے حکمران خاندان قائم ہوئے رہے (ملا روپی، ریمانی)۔ لہذا اس شہر کو کسی اسی ہی سلطنت کے ماتحت اس اور چیں کی زندگی نصیب ہو سکی تھی جو آناطولیہ اور سام دونوں پر مسلط ہو، مثلاً عربوں کی فتوحات سے پہلے یا آگے چل کر سلطنت عمایہ کے زیر سلط۔ ادبہ ایک قدیم نستی ہے، جو معلوم ہوتا ہے کہ شاہان لڈیا Lydia کے دور میں بہت ترقی پزیر رہی اور جسے جنگ میں بہت حصہ حاصل تھا۔ بعد پومپی Pompey نے ارسر نو آباد کیا۔ یہ مشرقی رومی سلطنت کے ماتحت ایک اہم بحاربی مڈی تھی، جو طرسوس سے ٹکر لے لے (فکت *Pauly - Wissowa*، ۱ : ۸۴۴)۔

عربوں نے ادبہ پر ساتویں صدی میلادی کے وسط میں قبضہ کر لیا تھا، لیکن یورپوں سے آئے دن کی کشمکش کی وجہ سے اس شہر کے حکمران اثر بدلتے رہے۔ بہم سرحدی لڑائیوں کے باعث یہ شہر اڑ گیا۔ ہارون الرشید اور اس کے حاشیوں نے اسے ارسر نو آباد کیا اور اس طرح وہ ثغور الشام کے استعماری قلعوں کے سلسلے کا ایک حصہ حصی بن گیا۔ ۸۷۵ء میں بزل Basil اول قبضہ روم نے اس شہر پر عارضی طریقے سے قبضہ کر لیا۔ ۹۴۴ء - ۹۴۶ء یہ دوبارہ یورپیوں کے قبضے میں چلا گیا،

فوجیں فائن ہو گئیں، لیکر آفرہ کے برکی - فراسسی معاہدے (۲۰ اکتوبر ۱۹۲۱ء) کی رو سے یہ شہر برکی کو واپس دے دیا گیا۔

بحار: چونکہ آناطولہ سے عربستان کو جانے والی ساہراہ عظم بر ایک اہم مستقر ہونے کی حیثیت سے اس کی جانے وقوع سارڈار (قے Anat Taeschner W. Wegener، لائبرک ۱۹۳۴ء، اناریہ) اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ ربحر ہے، اس لیے اسے برابر بدلے ہوئے ساسی حالات کے باوجود ادبہ ہمیشہ اسی کم کردہ اہمیت دوبارہ حاصل کرنے کے قابل رہا۔ تاہم رخصان اوغلو خاندان کے عہد سے پہلے بظاہر اس کی اہمیت طرسوس کے مقابلے میں کم تھی۔ الاضطحری اور ان حوئل کے دن کے مطابق دسویں صدی میلادی میں ادبہ کی حفاظت کے لیے اس کے گرد ایک فصل تھی، جس میں آٹھ دروازے تھے اور دریا کے دوسرے کنارے پر ایک قلعہ تھا (جس کے بجائے لہجے آثار ۱۸۳۶ء میں مسندہ کر دیے گئے)۔ الادرسی (۱۱۵۰ء) کے دن کے مطابق یہاں بحار کی ٹرم بازاری تھی۔ فال اولیں سرگ W von Ollenburg (۲۰۱۱ء) لکھتا ہے کہ یہ شہر حوت آباد تھا، لیکن خاندان دولت مدبر میں تھا۔ اس شہر میں، جو پہلے ہی سے انسی روٹی کی وجہ سے مشہور تھا، اعلیٰ و سس کو خاص حقوق حاصل تھے (Hist du Commerce Heyd، اناریہ، قے Laurent، ص ۱۱)۔ انوالعداء نے بھی اس شہر کو حوسحال اور ناروبی بنایا ہے اور سروکیٹر B de la Brouquière (۱۸۳۷ء) اسے ایک یروبی مڈی کہتا ہے۔ سلطنت عثمانیہ کے زیر سیادت رخصان اوغلو خاندان کے عہد حکومت میں اس شہر نے جو ترقی کی اس کا یروبی سیاحوں کے سفرناموں میں موجود ہے (قے مثلاً (۱) ندر الدین العری (۱۵۳۰ء)، محطوطہ کوپروٹو، شمارہ ۱۳۹۰، (۲) قطب الدین المتکی

بر آرمینیوں ہی کا قبضہ رہا۔ ۱۳۵۹ء میں مصر کے مملوئوں نے اس پر قبضہ جما لیا اور یہ ایک بیات کا صدر مقام بن گیا۔ ۱۳۷۸ء میں اس شہر کا والی یوری گر اوغلو رخصان نامی ایک بر کماں تھا، جس نے مملوئوں کی سیادت تسلیم کرتے ہوئے اسے مقبوضات کو بیعت دی اور رخصانہ اوغلو [رک آن] نامی ایک ذریعائی (buffer) سلطنت قائم کر لی۔ اس کی اور اس کے خاندانوں کی سیاسی حکمت عملی کبھی مملوئوں کے موافق رہی اور کبھی ان کے مخالف اور ان کے عہد میں ادبہ کو سب سے زیادہ اس میں حاصل رہا۔ معلوم ہو رہا ہے کہ داخلی مسائل اور ۱۴۶۷ء میں دوالعدری شہسوار کی ناک و بار اس شہر کے اس و اماں پر خاندان اثر انداز نہیں ہوئی۔ ۱۴۸۸ء اور ۱۴۸۹ء کے درمیان عثمانیوں نے ادبہ کو مملوئوں کے ہاتھ سے چھین لے کر اس کی ناکام کوشش دی۔ ۱۵۱۶ء میں سلطان سلیم اول نے مصر پر حملے کے وقت اس شہر پر قبضہ کر لیا، لیکن اسے رخصان اوغلو خاندان ہی کے قبضے میں رکھ دیا، جس نے اب بر لوں کا باحکمران سا منظور کر لیا تھا۔ ۱۶۰۴ء میں یہ شہر غاصی طور پر داعی سردار جیلاط اوغلو کے زیر نگیں چلا گیا۔ ۱۶۸۰ء میں اسے ایک باقاعدہ صوبہ (ایالت) بنا دیا گیا، جس پر سلطان کا مقرر کیا ہوا والی حکومت کرتے لگا۔ ۱۸۳۲ء کی جنگ مصر و ترکی کے دوران میں ادبہ مصری افواج نے، جو ابراہیم پاشا کے زیر کماں تھے، صدر مقام بنا اور معاہدہ کنوئامہ (۶ اپریل ۱۸۳۳ء) کی رو سے محمد علی پاشا کو دے دیا گیا، لیکن میٹاپ لڈن (۶ جولائی ۱۸۴۰ء) کی رو سے یہ شہر دوبارہ باب عالی کی بحول میں چلا گیا۔ اس کے بعد سے اسے صوبہ حلب کا ایک حصہ بنا دیا گیا، لیکن ۱۸۶۷ء میں وہ پھر ادبہ کی نئی ولایت کا صدر مقام بن گیا۔ ۱۹۱۸ء میں اس شہر پر فراس کی

‘Reise in Griechenland . . . und südöstl Kleinasien  
سٹٹ مارٹ Stuttgart ۱۸۳۱ء، ص ۵۲۴ بعد)۔ اس  
وقت یہاں بہت کم بحاری سرگرمی نظر آتی تھی، جیسا  
کہ برطانوی قونصل نیل Neale سے اپنی رپورٹ میں  
لکھا ہے (مقولہ ریٹر، دیکھئے مآخذ)۔ مصری  
مصر کے دوراں میں خصوصاً روئی کی کاس کو دوبارہ  
مروج دینے کے لیے حونا نام کوسسین کی گئیں ان کے  
لے دیکھئے A Personal Narrative W F Ainsworth  
ح ۱، لندن ۱۸۸۰ء۔ نیل کے کارناموں کی ایک شب  
اجتماعیہ کا ذکر Voyage dans la Cilicie V Langlois  
پرس ۱۸۶۱ء، بے کتاب ہے۔ ایسویں صدی میلادی  
کے نصف آخر میں اس سہر کی حوصلہ کی دن بھر  
سروع ہوئے۔ اس کی وجہ یہ بھی کہ روئی کے لیے  
اہل یورپ کی مانگ بڑھ رہی تھی اور اصلاح و برقی  
کی کوسسین (سلا میرس Mersin تک سٹریٹ کی تعمیر)  
جاری تھیں۔ اس سلسلے میں والی حلیل باسا کی مساعی  
خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ڈیویس (Life in Turkey I Davies، لندن  
۱۸۷۹ء، ص ۸۸ بعد) بیان کرتا ہے کہ ان کوسسوں  
کا سبب یہ ہوا کہ اراضی کی کاشت اچھے طریقے سے  
کی جانے لگی، سہر سسہ زیادہ صاف ہو گیا،  
اس کی سرگرمیاں بڑھ گئیں اور ناسدوں کی تعداد بس اور  
سس ہزار کے درمیان رہنے لگی (یہ فرق اس وجہ  
سے بڑھا تھا کہ موسم گرما میں آبادی کا ایک حصہ  
پہاڑوں پر چلا جاتا تھا اور بہت سے مردور بھی آنے  
جائے رہتے تھے)۔ Quinet ۲۷: ۳۵ بعد، بے مستقل  
ناسدوں کی تعداد بس ہزار (مسلمان : ۱۳۰۰۰،  
ارمی : ۱۲،۷۷۵) اور آنے والے مردوروں  
کی تعداد بارہ سے پندرہ ہزار تک تھانے کی ہے۔ ۱۸۷۰ء  
میں یہاں ایک نظام نلدیہ قائم کیا گیا، جس کا  
ایک رئیس مقرر ہوا۔ ۱۸۸۶ء میں مرس کی طرف  
ریلوے لائن بن جانے کے باعث، بیز پہلی جنگ عظیم

(۱۵۵۷ء) : تاریخ سمیری درگسی، ۲/۱ : ۴ بعد؛ (۳)  
Les observations, etc. P Belon، اٹورپ ۱۵۳۳ء)۔  
محمد عشق : مآثر العوالم (مخطوطہ نور عثمانیہ،  
سما ۳۰۳۲، ص ۲۱۵) اور حاحی حلیہ :  
مہاں نما (استانبول ۱۱۳۵ھ، ص ۶۰۱) بے عرب  
جعز، بائیسوں پر اعتماد کیا ہے اور کوئی نئی بات  
اس لکھی۔ ایک گم نام مصف کے رسالے المآثر  
والطریق فی سب الله [العس]، (مخطوطہ انقلاب کتاب  
خانہ سی، K. boy ۰ M C، سما ۱۱۳۰۳ ورو ۸) میں  
اس سہر کے بازاروں اور ان کی پیداوار کی عمدگی کا  
ذکر ہے اور اسی طرح اولنا حلی کے ہاں بھی (ساحب  
۱۱۳۵، استانبول ۱۱۳۵، ص ۳۷ و ۳۸ : ۳۳۳ بعد)،  
اس کے بیان کے مطابق ادب کا سہر مٹی کے بنے ہوئے  
۸۰۰ کھروں پر مشتمل تھا (جس میں مسکن ہے  
اس بے حساب معمول کسی قدر سالے سے کام لیا ہو)۔  
سلطنت عثمانیہ کے عام روال و انحطاط کے ساتھ اس  
سہر پر بھی روال آیا، جو اسویں صدی میلادی کے  
وسط تک جاری رہا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی  
تھی کہ اس کے دروازوں کے باہر نکلے ہی لوگ اپنے  
کار و مال کو غیر محفوظ حال کرنے لگے تھے۔  
سہر روئی کی بحاری جاری رہی اور معلوم ہوتا  
ہے کہ اٹھارہویں صدی میلادی میں اس سہر کے  
بحاری انقلاب مصری کے باخروں سے بہت وسیع  
ہوئے (ق P Lucas ۱۷۶۶ء)؛ سور C Niebnhr  
(ساحب در ۱۷۶۶ء) : Reisebeschreibung، ہمرگ  
۱۸۳۷ء، اور دیگر مصنفین، جن کا ریٹر Ritter نے حوالہ  
دیا ہے)۔

ایسویں صدی میلادی کے آثار تک بھی ادب کی  
آبادی طرسوس سے زیادہ تھی (حسب بیان J M Kin  
Voyage dans l'Asie Mineure، پیرس ۱۸۱۸ء)،  
یکس دس سال بعد، یعنی ۱۸۳۶ء میں، اس شہر کو  
طرسوس سے چھوٹا بیان کیا گیا ہے (J Rusegger)۔

(۱۵۴۸ء) نے لکھا ہے کہ ادب عربی اور ترکی کی لسانی سرحد پر واقع ہے۔ بعد ازاں آبادی کے عرب عصر کی جگہ تقریباً تمام و کمال دوسرے عاصر نے لے لی اور اس صورت حال میں ایسویں صدی میلادی کے منحصر مصری قصبے کے وقت بھی کسی قسم کی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔

ثقافت: ثقافتی اعتبار سے ادب نے نہ تو کبھی دور ماضی میں کوئی خاص اہمیت حاصل کی، نہ عہد حاضر میں کر رہا ہے۔ یہاں جعفر پاشا کے مدرسے میں ایک دلچسپ عجائب گھر ہے، جو ۱۹۲۴ء میں قائم کیا گیا تھا۔ اہم تاریخی عمارات رقصان اوغلو خاندان کی مرہون تھیں، مثلاً اسکی یا ناع جامع (قدیم یا روعی جامع مسجد)، جس کا دروازہ ایک تاریخی یادگار ہے (کتبہ ۱۵۵۳ء)۔ اس کے صحن کی منبری اور جنوبی سمتوں میں مدرسہ اور ایک کسودار ایوان ہے، جس میں پتھر کو گھڑ کے نہایت عمدہ نقش و نگار بنائے گئے ہیں۔ خود مسجد کی تاریخ تعمیر معلوم نہیں (عالم ۱۵۰۰ء سے پہلے کی ہے) 'اولو جامع (نئی جامع مسجد)، جسے رقصان اوغلو حلیل (۱۵۰۰ تا ۱۵۴۱ء) نے تعمیر کرایا اور جس کی توسیع اس کے پوتے مصطفیٰ (۱۵۴۸ء/۱۵۴۹ء) نے کی (اس مسجد کی تعمیر سے متعلق ایک قصبے کے لیے قس نامی ایک: ادب، استاسول ۱۹۴۳ء، ص ۴۷ بعد)۔ مسجد، مدرسہ، ترب اور درس خانہ سب کے سب ایک اونچی دیوار سے گھیرے ہوئے ہیں۔ زیادہ تر توجہ منبری زوکار پر صرف کی گئی ہے، جس میں ایک بڑا دروازہ ہے۔ عمارت کے بیسی خاکے، اس کی مختلف حرثیات، رنگین نقش و نگار اور مسار [کی ساحب] سے شامی میں تعمیر کے نمونوں کا اثر ظاہر ہوا ہے۔ سلجوقی اثر ان اژدھوں میں خصوصاً نمایاں ہے جو گسد کے بیچے سے ہوئے ہیں۔ مسجد کی محراب بڑی کاریگری سے بنائی گئی ہے اور نہایت

بے دوزان میں کوشستان طارس کے آر پار ہیرنگوں کی تعمیر کے باعث یہاں کے درائع پعمام رسانی میں بہت اصلاح اور ترقی ہو گئی۔ فوجی قصبے اور اس کے بعد ارمینیوں اور یونانیوں نے چلے جانے کے باعث، جنہوں نے انیسویں صدی کے دوران میں اپنی بحاربی سرگرمیوں کی بناء پر بہت اہمیت حاصل کر لی تھی، شہر ایک بحران سے دو چار ہو گیا۔ ترکی جمہوریت کے ماتحت ترقی کا دور بڑ رفتاری سے شروع ہوا (۱۹۲۷ء میں آبادی ۱۵۷،۵۷۷، ۱۹۵۰ء میں ۱،۱۷۷،۷۹۹)۔ ۱۹۳۵ء سے ادب ولایت سجان کا صدر مقام ہے۔

آبادی: ادب میں عسائیت کے قدم بہت شروع زمانے ہی میں جم گئے تھے اور نہ شہر ایک اسف کی قیام دہ تھا۔ ارمینوں کے روپی (Rubenid) خاندان کی حکومت قائم ہوئی تو یہاں ارمینوں کی آبادی یونانیوں سے بڑھ گئی اور ارمینی کلسائے علیہ حاصل کر لیا۔ اس شہر کی عسائی آبادی مسلمانوں کے پسہم حملوں سے پہلے ہی مائٹ ہو چکی تھی۔ مملوئوں کی فتوحات کے بعد اور عثمانیوں کی حکومت کے دوران میں یہ مسلسل کم ہوئی چلی گئی (دیکھئے ساحوں کے نبات اور رٹر Ritter اور الس Alishan میں اعداد و شمار)۔ انیسویں صدی میلادی کے دوران میں یہاں کی عسائی آبادی بڑھ گئی۔ لیکن ۱۹۲۰ء میں برٹوں کی فتح وصال سے عسائیوں کے مکمل اہراج کا باعث بن گئی۔ ادب کے یہودیوں کا حال بہت کم معلوم ہے (قس Galante A Histoire des Juifs d'Anatolie، استاسول ۱۹۳۹ء، ۲: ۳۰۴)۔ عربی عناصر انہوں صدی میلادی سے صوجوں کے ساتھ کیلیکیا میں آئے لکے، لیکن حب خانہ بدوش ترکوں نے ادب کے قرب و حوار میں اپنے قدم مضبوطی سے جما لیے تو عربوں کے لیے اس شہر میں جما رہنا مشکل ہو گیا۔ P Belon

*Histoire de la Dynastie des H'andamides* الحرائر  
*Die Ostgrenze des E Honigmann* (۱۲)؛ ۱۹۰۱ء  
*Byzantinschen Reiches von 363 bis 1071* برسلر  
 ۱۹۳۵ء؛ (۱۳) اورون چارشی لی: *اناطولو بیلکلیری*، انقرہ  
 ۱۹۳۷ء؛ (۱۴) محمد نزہت رمضان اوغلاری، *TOEM*،  
 ۱۹۷۷ء بعد؛ (۱۵) ہاسر ہرگستال *Hammer-Purgstall*،  
 ح ۱۰، اشاریہ، (۱۶) *Sisvuan ou L Alishan*،  
*l'Armino-Cilicie*، ویس ۱۸۷۹ء؛ (۱۷) C Ritter  
*Vergleichende Erdkunde des Halbinsellandes Kleina-*  
*sten*، برلن ۱۸۵۹ء؛ (۱۸) سالنامہ ولایت ادبہ، شمارہ ۹،  
 ۱۳۸۷ء و شمارہ ۱۰، ۱۳۱۲ء؛ (۱۹) باقی آن وردی،  
 آدبہ جمہوریہ دن اول شکرہ، انقرہ، (۲۰) M. Oppen-  
*Inschriften aus Syrien, Mesopotamien und heim*  
*Kleinasien*، لائپزگ ۱۹۱۳ء؛ (۲۱) K Otto-Dorn  
*Islamische Denkmäler Kilikiens, Jahrb f Kleina-*  
*siatische Forsch.* ۱۹۵۲ء، ص ۱۱۸ بعد.

(R ANHEGGER)

(۲) ایک ولایت کا قدیم نام، جو عام طور پر  
 کیلیکیا کے میدان (چقوراوہ) پر — جسے اب سخاں  
 کہتے ہیں — شامل بھی — اس کے صدر مقام کا  
 نام بھی یہی (ادبہ) تھا — ادبہ کی قدیم عثمانی انال  
 (رولہ نہ حاجی حلقہ: جہاں نما، ص ۶۰۱) ادبہ کے  
 علاوہ صرف بس اور طرسوس کی دو مرید سخاں پر  
 مشتمل بھی — عد کی ولایت ادبہ میں (۱۸۶۷ء  
 کے بعد) ادبہ ایچل (سیلفکہ)، حوران (بیس)، چہل دیگ  
 (یرت) کی سخاں شامل ہیں — موجودہ ولایت سخاں  
 میں (رقبہ: ۱۷,۲۵۶ کلومیٹر؛ آبادی: ۵,۰۹,۶۰۰،  
 ۱۹۵۰ء، گل نفوس سیمی، انقرہ ۱۹۵۰ء)، جو  
 کم و بیش ادبہ کی قدیم سخاں کے مطابق ہے، حسب دہل  
 قصائیں ہیں: ادبہ، باعچہ، سیحان، دوربول، فکہ،  
 قادری، قرہ عیسیٰ لی، قوزان، عثمانہ، صائم پری لی —  
 چقوراوہ میں سب سے زیادہ سرگرمی روئی کی کاش

اعلیٰ درجے کے ترکی ٹائل (کاشی کے ٹکڑے) استعمال  
 کیے گئے ہیں۔ مختلف انواع کے عمارتی صنعت کے یہ  
 نمونے بہت خوش اسلوبی سے یکجا کر دیے گئے ہیں۔  
 رب میں شاہاں رمضان اوعلو، حلیل، پیری اور  
 مصطفیٰ کی قبریں ہیں، جو کسی کاری سے راستہ ہیں۔  
 اس حانداں نے جن متعدد عمارات کی بنیاد رکھی  
 ان میں سے حسب دہل نما و کمال یا حرئی طور پر  
 محفوظ ہیں: وہ محل جو وقف سرائی کہلاتا ہے  
 اور ۱۴۹۵ء سے اس حانداں کا مسکن رہا، سلامیک  
 دائرہ میں، جسے اب نورحاجی کہتے ہیں — علاوہ ازیں  
 حسب دہل عمارتیں قابل ذکر ہیں: چارشی حمامی،  
 بیتان (حسن کا سیاحوں سے اثر ذکر کیا ہے، لکن  
 جسے انیسویں صدی میلادی کے وسط میں ارسر نو تعمیر  
 کیا گیا) اور ۱۴۰۹ - ۱۴۱۰ء کی تعمیر شدہ اغچہ  
 مسجد، جو شہر کی قدیم ترین مسجد ہے اور حسن کے  
 دروازے پر مسکاری کی گئی ہے۔

مآخذ: اس خاص موضوع پر کوئی الگ کتاب موجود  
 نہیں ہے۔ ان کتابوں کے علاوہ جن کا حوالہ مقالے میں دیا  
 جا چکا ہے، حسب دہل کتب میں منتشر حوالہ جات ملتے ہیں:  
 (۱) آ، ترکی و ترک (سابق انون) آسکلوپیدی سی،  
 مدیل مادہ، (۲) R A Chesney *The Expedition for*  
*the Survey, etc*، ح ۱، لندن ۱۸۵۰ء؛ (۳) انونکرموری  
 خلاصہ احوال البلدان فی ممالک دول آل عثمان (استادول  
 نویورسٹی کتب خانہ سی، عکسی نسخے، شمارہ ۲۸،  
 ص ۹۰)؛ (۴) *La Turquie d'Asie*، V Cuinet، ص ۲: ۳  
 نا ۴۰)؛ (۵) *Asie Mineure* Ch Texier، ص ۷۳۱  
 (۶) *Nouv géogr univ* E Reclus، ۹: ۶۵۶؛ (۷)  
 سامی بے فراشیری: قاموس الاعلام، ۱: ۲۹۰ بعد؛ (۸)  
*The Historical Geography of Asia* W M Ramsay  
 Minor، ح ۲، لندن ۱۸۹۰ء؛ (۹) لیٹریج *Le Strange*  
 ص ۱۳۱)؛ (۱۰) *Die Städtegründungen* E Reitmeyer  
*der Araber*، لائپزگ ۱۹۱۲ء؛ (۱۱) M Canard

عربی میں منتقل کیا گیا۔

دیسقردیس کی معرہ الادویہ (Materia Medica) کے عربی ترجمے کی تاریخ کے لیے دیکھیے مادہ دیسقردیس - دیسقردیس کے اس تصور کو ایران کے بڑے عالم الیروی نے علم الادویہ کے موضوع پر اپنی مذکورہ دیل کتاب [المیدنة فی الطب] میں واضح طور پر ظاہر کیا ہے کہ نظریاتی لحاظ سے ہر بوئی طبی خواص رکھتی ہے، خواہ وہ خواص معلوم ہوں یا نہ ہوں - اس تصور کی بناء پر دواساری کے موضوع پر کتابیں لکھیے والوں نے ایسے پودوں کے حالات بھی اپنی تصانیف میں درج کر دیے ہیں جس کی اہمیت محض علم نبات کے نقطہ نظر سے ہے - یہ معلومات بالخصوص ابوحنیفہ البیہقی سے لی گئی ہیں - گویا مسلمانوں کے ہاں علم الادویہ یا ادویہ معرہ وغیرہ کے موضوع پر اور علم النبات [رکناں] کے موضوع پر تصانیف میں [عام طور پر] کسی قسم کا امتیاز موقوف نہیں۔

کتب طبہ پر جس میں اسحاق کے خود نوشتہ رسالے (Über die syrischen und arabischen Galen)، Übersetzungen (Bergsträsser)، شماره ۳۵) کے مطابق حالیسوس Galen کی کتاب المصرداب (Book of Simple Drugs) کے ابتدائی پانچ مقالات کا کسی قدر غیر اطمینان بخش ترجمہ سریانی زبان میں یوسف العوری نے کیا تھا - بعد ازاں ادیسہ [الرہا] کے ایوب (Job of Edessa) (تقریباً ۷۸۳ء تا ۸۴۵ء) نے اور بالآخر خود حنین نے بالاحتصار ترجمہ کیا - حنین نے مس کا عربی میں بھی ترجمہ کر دیا - کتاب مذکور کے دوسرے حصے کا سریانی ترجمہ یسعیانہ کے سرجیس Sergius، م ۵۳۶ء (متن کا ایک محفوظہ، در مورہ برطانیہ، شماره ۱۰۰) نے کیا تھا، جس کی تصحیح حنین نے کی اور عربی ترجمہ حنین کے بھتیجے حنین نے کیا (کتاب الادویہ

میں نظر آتی ہے، بلکہ آج کل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں صرف اسی کی کاشت ہوتی ہے۔

(FR TAESCHNER)

ادویہ : دوا کی جمع، جس سے مراد ہے ہر وہ چیز جو انسانی مزاج پر اثر انداز ہو۔ یعنی ہر وہ شے جو علاج یا زہر کے طور پر استعمال کی جاتی ہو۔ مسلمان علمائے ادویہ نے اصنام یونان کے خیال کے مطابق بسیط (غیر مرکب) دواؤں یعنی ادویہ مفردہ (φάρμακα ἀπλά) اور مرکب دواؤں یعنی ادویہ مرکبہ (φάρμακα σύνθετα) میں فرق رکھا ہے (ادویہ مرکبہ کے لیے دیکھیے مادہ آفرادیث) - ادویہ کی ان کی اصل کے لحاظ سے بن سیمین ہیں (۱) نباتہ (جو نبات سے حاصل کی جاتی ہیں) (۲) حیوانہ (جو جانوروں سے لی جاتی ہیں) (۳) معدنیہ (جو معدنات سے بہار کی جاتی ہیں)۔

مسلمانوں کے علم الادویہ کا انحصار عام طب کی طرح یونانی علوم [اور دانی دھم] پر ہے - علم الادویہ کی اصطلاحات میں کہیں کہیں ایرانی روایت کا عنصر بھی نظر آتا ہے - بہت سی صورتوں میں پودوں اور حشری بوٹیوں کے یہ ایرانی نام، جن میں سے بعض اب بھی استعمال ہوئے ہیں (مثلاً دیکھیے احمد عسی سے 'Dictionnaire des noms des plantes'، قاہرہ ۱۹۳۰ء)، جندی سائور کے مشہور و معروف طبی دہسان کے وقت سے چلے آ رہے ہیں، جہاں ایران کی سر زمیں میں یونانی علم طب پھل پھول رہا تھا - یہ علم ۵۱۸/۷۵۰ء میں مسلمانوں پر بہت نتیجہ حیر اثر ڈالنے لگا، یعنی جب حلیفہ المصور نے سعادۃ جندی سائور کے خاندان بحشوع کے رئیس الاطباء جرجیس کو اپنے علاج کے لیے بلایا - یونانی ادویہ کا علم دیسقردیس Dioscorides، جالینوس (Galen)، اوریباس (Orbasius) اور آنیسیہ Aegina کے ہال Paul کی اصل کتابوں کے سریانی تراجم سے

اغذیہ کے اور دوسری عقائیر کے موضوع پر ہے۔  
غالباً یہ کتابیں وہی دو مقالے ہیں جو اس نے اہرون  
کی کتاب کے اپنے ترجمے کے ساتھ شامل کیے تھے  
(قَب ان القفطی، ص ۸۰)۔

حسن کے زمانے کے بعد علم الادویہ نے دباے  
اسلام کے مشرقی ملکوں میں بہت سرعت سے ترقی  
کی، چنانچہ ابن الدیم، ابن ابی اصیبعہ اور ابن القفطی  
نے مہربس کتب پر اپنی تصانیف میں تقریباً ایک سو  
کتب ادویہ (*materia medica*) کا ذکر کیا ہے۔  
ان میں سے تیس کے قریب مخطوطات کی شکل میں  
مسئروں اور معرب کے کتب خانوں میں موجود ہیں،  
اگرچہ علمائے معرب نے ان میں سے صرف چند کتابوں  
کا مطالعہ کیا ہے۔ حالسوس وغیرہ کے یونانی میں  
کی تاریخ کے لیے یہ عربی متون بلاشبہ بہت اہم  
ثابت ہوں گے۔

جون حوں زمانہ گزرنا گیا ادویہ مصرہ کے  
صدہا نام، جو اہل یونان کو معلوم نہیں تھے، اس  
دحیرہ علمی میں شامل ہوئے گئے جو یونانیوں نے  
اپنے عرب اور ایرانی شاگردوں تک پہنچایا تھا۔  
(ایسے معرقات کی ابتدائی مہرست کے لیے دیکھئے  
*Histoire de la médecine arabe* L Leclerc، پیرس  
۱۸۷۶ء، ۲ : ۲۳۲ تا ۲۳۳)۔ پودوں اور بوٹوں کے  
عربی، ایرانی، یونانی اور ہندی ناموں کی بھرمار کے  
باعث، جو نظری اور عملی طور پر طب میں رائج ہو گئے  
تھے، ان کے اصطلاحی نام وضع کرنے میں لازماً بہت  
التباس پیدا ہوا، چنانچہ کچھ عرصے میں ان ناموں  
کا حتمی مفہوم معین کرنے اور مترادفات کو یکجا  
کرنے کی غرض سے بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔  
ڈیستریڈیس کا عربی ترجمہ، جو بعداً میں کرایا گیا،  
عملی اعتبار سے اس وقت تک پڑھے والوں کے لیے  
چندان فائدہ بخش نہ ہوا جب تک کہ معرقات کے  
یونانی نام زیادہ تر بعید عربی رسم الخط میں مستقل

المترکبہ کا سریانی ترجمہ بھی سرچیس اور حنین نے  
کیا اور حنین نے اسے عربی کا حامہ پہنچایا (حنین :  
کتاب مذکور، شمارہ ۹۷)۔

اوریباس Oribasius کی *Synopsis* اور  
*Ad Eumaphum* کا ترجمہ حنین نے (عربی میں؟)  
کیا اور اسی نے عیسیٰ بن یحییٰ کے ساتھ مل کر  
*Collectiones* کے پہلے رسالے کا ترجمہ سریانی  
میں کیا (= الکشاف الکسر، حسن کا ذکر ابن ابی  
اصیبعہ، ۱ : ۱۰۰)۔ یہ ترجمے کم ہو چکے  
ہیں، لیکن بعد کے مؤلفین نے اکثر ان کے حوالے  
دئیے ہیں۔

آئحیہ کے ہال کی کتاب *Pragmata* کو  
سمنان اطہاء نے بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا  
اور وہ اس کی سات جلدوں کے ملخص ترجمے کو، *در حین*  
نے کیا تھا، استعمال کیا کرتے تھے (الکشاف فی الطب،  
مہربس، ص ۲۹۳، کتاش الثریاء، ابن ابی اصیبعہ :  
۱ : ۱۰۳)۔ چھوٹے چھوٹے احراء کے سوا عربی میں اس  
کتاب کا کوئی نسخہ محفوظ نہیں رہا، البتہ بعد کے  
مصنفین نے اس کے حوالے بکثرت دیے ہیں۔

بار ہیرئیس Bar Hebraeus (*The Chronography*)  
ترجمہ E A W Budge، آکسفورڈ ۱۹۳۲ء، ص ۷۵)  
کے بیان کے مطابق ہجاری آہروں Ahron نے اپنا  
طبی مجموعہ (*pandect*) یونانی زبان میں لکھا تھا اور  
اس نے اس مصنف کا ترجمہ سریانی زبان میں کیا گیا۔  
ماسرچس (ماسرجویہ) نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا۔  
دواساری کے موضوع پر کتابیں لکھنے والے اہروں کی  
کتاں النفس کے حوالے بکثرت سے دیتے ہیں اور اس  
مصنف کی نہ حیثیت عالم بہت شہرت تھی (الاحاط :  
الحوان، قاہرہ ۱۳۵۶ھ، ۱ : ۲۵۰)۔ عربی میں طبی  
کتابوں کا پہلا مترجم ماسرچس یا ماسرجویہ (دیکھئے  
Steinschneider، *ZDMG* ۱۸۹۹ء، ص ۲۸ تا ۳۳)  
دو کتابوں کا مصنف بھی تھا، جن میں سے ایک



فارسی اور دوسری ایرانی زبانوں کے ناموں پر کثرت التعداد حواشی، پودوں کے ناموں اور سحر عرب میں ان کے مرادف اسماء پر لسانی اعتبار سے بوٹ لکھے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں طبی اور نباتاتی کتب سے (جن میں سے بہت سی کا ہمیں علم تک نہیں) ہر بوٹی کی ماہیت و حاصیہ پر کثرت اقتباسات نقل کئے گئے ہیں اور اس کے بدل نتائج گئے ہیں وغیرہ۔ یہ نصیب بلاشبہ مزید مطالعے کی مستحق ہے۔

مشرق میں جو کثرت التعداد کتابیں طب کے موضوع پر لکھی گئیں ان میں علم حواص الادویہ بھی شامل ہے۔ ان میں سے یہاں صرف اہم ترین کا ذکر کیا جا سکتا ہے: (۱) علی بن ریس الطبری کی فردوس الحکماء، جو ۵۲۳۰ / ۸۵۰ء میں لکھی گئی (طبع محمد ریس صدیقی، برلن ۱۹۲۸ء)۔ اس کتاب میں حبیب اور اس کے ساگردوں کے براجم کے اقتباسات دیے گئے ہیں اور وہ اس اعتبار سے بھی خاص طور پر دلچسپ ہے کہ اس میں طب ہندی کو بھی شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے (فہرست A Siggel، در Abh. der Akad. der Wiss. und Lit. برلن ۱۹۵۰ء)۔ (۲) ابونکر الزاری (۲۵۰ تا ۵۳۱۳ / ۸۶۴ تا ۹۲۵ء) کی مژئی طبی ”دائرۃ معارف“ (البحار)، جو عقابر کے ناموں سے بھرپور ہے، (۳) ابن سینا کی صحیح کتاب القانون فی الطب (نولاف ۱۲۹۴ء)، ناب الادویہ، جس میں آٹھ سو دواؤں کا ذکر ہے، (۴) ایک اور طبی دائرۃ معارف دحیرہ حوارزم شاہی (ہور غیر مطبوعہ)، مصنفہ ریس الدین اسمعیل الحرحانی، جو چھٹی صدی ہجری / بارہویں صدی میلادی میں لکھی گئی اور جس میں عقابر کے اسماء اور ان کے عمل پر ایک مخصوص رسالہ شامل ہے۔

کثرت صورتوں میں دیسقردیس، انوحیفۃ الدینوری وغیرہ کے نباتات حڑی بوٹیوں کے پہچانے کے لیے یقیناً ناکافی تھے، لہذا اصطلاحات کے فقدان

کے حاتمے رہے۔ ان ناموں کے عربی مرادفات علمائے اندلس نے دسویں صدی میلادی کے وسط میں جا کر متن میں شامل کئے۔ تقریباً اسی زمانے میں بوجہ، بن سراپیون (Sérapion، ابن ابی اصیبعہ، ۱۰۹۱ء) کی سریانی کتاشا کے عرب مترجم نے عقابر کے ان کثرت التعداد یونانی اور سریانی ناموں کے، جو اس کتاب میں مذکور تھے، عربی مرادفات دیے (مخطوطہ آیا صوفہ، شمارہ ۱۶: ۳۷۱ Les noms arabes dans Sérapion. P. Guigues)۔

در J.A. ۱۹۰۵-۱۹۰۶ء فارسی زبان کی ایک قدیم ترس تالیف ابو منصور موقی بن علی الہروی کی کتاب الابنہ عن حوائی الادویۃ ہے، جس میں ۵۸۴ مختلف عقابر کے عربی، سریانی، فارسی اور یونانی ناموں کی شرح، عربی حروف ہجا کی ترتیب سے کی گئی ہے (طبع F. K. Seligmann، ویانا ۱۸۵۹ء، جرمن ترجمہ، از Dorpat 'A C Achundow ۱۸۹۳ء)۔

مشرق میں ادویہ کے مرادفات نے موضوع پر سب سے زیادہ دلچسپ کتاب یقیناً السروبی (۳۹۱ تا ۵۴۴ / ۹۷۲ تا ۶۰۸ء) کی تالیف الصندہ فی الطب ہے (Das Vorwort zur Drogenkunde M Meyerhof)۔

در (des Berunt Quellen und Studien zur Gesch. der Naturwiss. und der Med. ح ۳، برلن ۱۹۳۳ء)۔

وہی مصنف، در BIE، ۱۹۴۰ء، ص ۱۳۳، بعد، ۱۵۷ (بعد)۔ فارسی ترجمے کے دو مخطوطوں کے علاوہ یہ نصیب ہم تک محض ایک ناقص کتبے پہنچے واحد مخطوطے کے ذریعے پہنچی ہے، جو بروہ میں ہے۔ یہ وہ مسودہ ہے جو اس نے غالباً عالم پیری میں لکھا تھا اور جسے وہ پورا نہ کر سکا۔

اس نامکمل حالت میں یہ تصف ۷۲ مقالوں پر مشتمل ہے، جو عربی کے حروف ہجا کی عام ترتیب کے لحاظ سے لکھے گئے ہیں اور جن میں نباتی، حیوانی اور معدنی عقابر کا حال بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ان کے یونانی، سریانی، ہندی،

دیسقردیس کے مُصَحَّح اور مُفَحَّح متن سے اندلس میں علم خواص الادویۃ کے مطالعے کے شوق کو بہت برقی ہوئی اور دسویں صدی میلادی کے آخر اور بعد کے زمانے میں علم عقاقیر پر تصانیف کی کوئی کمی نہ رہی (دیکھیے *Esquisse d'histoire M Meyerhof de la pharmacologie et botanique chez les Musulmans d'Espagne*، در *And ۱۹۳۵*، ص ۱ نا ۴۱)۔ اندلس میں معردات پر سب سے پہلے کتابیں لکھے والے عبدالرحمن بن اسحاق بن ہشام اور سلمان بن حسان المعروف بہ ابن جَنَاح تھے۔ یہ دونوں راہب بکنوس اور ان دوسرے اطباء و ماہرین علم نبات کے سرریک کار اس گنتے جو دیسقردیس کے متن پر کام کر رہے تھے۔ ابن جَنَاح نے ایسی معردات پر ایک کتاب لکھی جس کا ذکر دیسقردیس نے نہیں کیا ہے (مخطوطہ آکسفورڈ، Hyde شماره ۳۴، وری ۱۹۷۱ نا ۲۰۱)۔ ابوالقاسم الزہراوی (م تقریباً ۱۰۰۰ھ/۱۱۰۹ء) کی عظیم طبی دائرۃ معارف التصریف کی ۳۷۰۰ کتاب میں معردات، ان کے مرادفات اور اندال کے سان میں ایک رسالہ ہے۔ ابونکر حامد بن سَنَحوں کی زندگی کا حال اس کے سوا کچھ معلوم نہیں کہ وہ حاجب المصور (م ۸۳۹ھ/۱۰۰۲ء) کے زمانے میں ایک متارطیب تھا۔ اس کی کتاب، جو معردات پر قدیم و جدید اطباء و حکماء کے احوال پر مشتمل ہے، ابھی حال ہی میں دستاب ہوئی ہے (کتب *Ibn Samağün und sein Drogen-* P Kahle، در *Documenta islamica inedita*، برلن ۱۹۵۲ء، ص ۲۷ بعد) [اس نکلارش کی مستمتی کے لیے دیکھیے رینو Renand، در *Hesp*، ۱۹۳۰ء، وری ۱۳۵]۔

اندلس میں عقاقیر (اور علم نبات) پر جو جامع ترین کتاب مرتب کی گئی وہ العاقی نے غالباً چھٹی صدی ہجری / بارہویں صدی میلادی کے نصف اول میں لکھی تھی۔ اس کی پہلی جلد دو مصور

کے بیش نظر۔ جو ایک ایسی کمی ہے جو اسلامی اور قدیم علوم دونوں میں مشترک ہے۔ یہ احراج بدرجہ عایب قیمتی ثابت ہوئی کہ نبات کی تصاویر دی جائیں۔ قدیم ایام میں اس طریقے کو حزی بوئیوں کے ماہر ('rhizotomist') Crateuas (پہلی صدی قبل مسیح) نے رائج کیا تھا اور حزی بوئیوں سے متعلق اس کے رسالے کی تصویروں اور مرادفات کا کچھ حصہ دیسقردیس کے مُفَحَّح متن میں جا پہنچا، جو Juliana Anicia کے ۵۱۲ء کے فلسی نسخے (codex) میں موحود ہے (بعد میں لوگوں نے اس میں عربی مرادفات بھی شامل کر دیے)۔

بورعلی ہیسر نے ۹۸۸ء میں قرطہ کے حلیہ عبدالرحمن ثالث کو دیسقردیس کا جو مصور نسخہ تحفہ پہنچا تھا اس سے اندلس میں اس کے متن سے ارسر نو اور بہت زیادہ بارآور مطالعے کا شوق پیدا ہو گیا (دیسقردیس کے تصاویر مخطوطے کے لیے دیکھیے مادۃ دیسقردیس)۔ اس ابی اَصْبَغہ (۲: ۲۱۶ نا ۲۱۹) ہمیں بتاتا ہے کہ اس کے اسناد رشیدالدین المصوری (م ۹۳۹ھ/۱۲۴۱ء) نے حزی بوئیوں کے احوال پر ایک رسالہ مرتب کیا تھا، جس میں ایسی تصویریں بھی جو زندہ ہودوں کو سامنے رکھ کر بنائی گئی تھیں۔ علم النبات پر اس فصل اللہ کے ناب کے لیے دیکھیے *Un Herbar B Farès*، *Archeologica Orientalia*، در *arabe illustré du XIV siècle*، *in Memoriam E Herzfeld*، ۱۹۵۲ء، ص ۸۳ بعد۔

حزیرہ ہمارے آئی بریا کے مسلمان ناسدوں کو ایک ایسا ملک ورثے میں ملا تھا جو قدیم زمانے میں ان معدسات اور نبات کی فراوانی کے لیے مشہور تھا جو ادویۃ کی بیماری میں کام آتی ہیں۔ تاہم شروع میں خواص الادویۃ اور صیدۃ کا علم اندلس میں مشرو ہی سے آیا اور مغرب کے طلاب طب کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بغداد جایا کرتے تھے۔

ان کتابوں میں، جو مردات کے بیان اور ان کی ترکیب استعمال سے متعلق ہدایات پر مشتمل ہیں اور المعرب میں لکھی گئیں، چند اور کتابوں کا اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے، جن میں مرادفات کی مہرستیں دی گئی ہیں اور جو اس عرص سے لکھی گئی ہیں کہ عقابر و ادویہ مردہ کے مختلف ناموں کے معانی واضح کیے جائیں۔ ایسی کتابوں میں مثال کے طور پر مشہور یہودی طب، حکیم اور عالم دین موسیٰ بن مینون (Maimonides، ۱۱۳۵ء تا ۱۲۰۴ء) کی کتاب شرح اسماء العقارب، طبع M Meyerhof، قاہرہ ۱۹۱۰ء، ترکیب گم نام، حصہ کی لکھی ہوئی بحقہ الاحباب، طبع H. P. J. Renaud و G. S. Colin، رباط ۱۹۳۴ء، جس میں بالخصوص ان ناموں کا ذکر ہے جو براہ کس میں رائج تھے اور جو عالم اٹھارہویں صدی میلادی میں لکھی گئی تھی، شامل ہے [جلانی کی نقوم الادویہ کے لیے دیکھیے Renaud، در Hesp، ۱۹۳۳ء، ورن ۶۹]۔

مآخذ: (۱) M Meyerhof، در تمہید بر ابن مینون شرح اسماء العقارب (۲) مہرست مردات کے لیے [دیکھیے Heilmittelnamen der M Steinschneider Araber، در WZKM، ج ۱۱ (۲۰۴۳ عوانات)۔

(B LEWIN لپو)

آدہ: [آطہ] ترکی کا ایک لفظ، جس کے معنی ہیں ”حریرہ“ یا ”حریرہ نما“ اور جس کا استعمال حیرامانی نقشوں میں اکثر ہوتا ہے؛ مثلاً آدہ قلعه [رک نان] Adakle، آدہ کوئی، آدہ آوا (owa)، ادہ بازار Pazar، ادہ لردیبری denizi (بحرالحریرہ = مجمع الحرائر۔

آدہ پازاری: [آطہ پازاری]، ترکی کے صوبہ قوچہ ایل کا ایک نارونق شہر، جو اقووه [آق اووہ = بیضہ سفید] نام کے رحیر میدان اور دریائے سقاریہ کے زیریں محری پر ۴۰° - ۷۴° عرض بلد شمالی اور

مقطوطوں میں موجود ہے (دیکھیے M Meyerhof، در BIE، ۱۹۴۱ء، ص ۱۳؛ مکمل کتاب طرابلس العرب (Tripolitania) میں دستیاب ہوئی)۔ اس کا خلاصہ ابو الفرج بن العبرئ مسعی نے کیا تھا، جو عام طور پر بارہبرئیس کہلاتا ہے (طبع M Meyerhof و G. P. Sobhy، قاہرہ ۱۹۳۴ء تا ۱۹۳۸ء، نامکمل)۔ دستور عمل اور مواد کی تربیت کا جو طریقہ اس سمعوں اور العاقبی نے اختیار کیا تھا اسی کی بروی الادرسی (م ۵۶۰/۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶) نے اسی کتاب المرادات میں کی ہے۔ اس کتاب کا پہلا نص حصہ محفوظہ فانیج، شمارہ ۳۶۱، استانبول میں ہے)۔ اس سے ترکیبی زبانوں کے مرادفات کا بڑا وسیع مواد جمع کر لیا ہے (دیکھیے M Meyerhof، در Archiv für Gesch der Math, der Naturwiss und der Technik، ۱۹۳۰ء، ص ۴۵ بعد، ۲۲۵ بعد؛ وہی مصنف، در BIE، ۱۹۴۱ء، ص ۸۹ بعد)۔ اس اثر کے نام صدیہ کے لیے دیکھیے المستانی کی الکتاب، کتاب چہارم، کا عکسی نسخہ۔ اپنی صحنہ دائرہ معارف الجامع لمردات الادویہ و الاغذیہ (عربی متن کی ایک حباب طبع، سولاق ۱۹۲۹ء، فرانسسی ترجمہ از Notices N L Leclerc et Extraits de la Bibliothèque Nationale، ج ۲۳، ۲۵، ۲۶، ۳۰، ۱۸۷۰ء تا ۱۸۹۳ء) میں اس الشظار (م ۵۶۴/۱۱۶۸) نے وہ تمام معلومات جو اس کے ہاتھ لگیں نکلا کر دی ہیں۔ اس سے دستبردیس سے لے کر ابے استاد ابوالعاس السامی تک، جس کی کتاب رحلة ما الرحلة السابیه کا ذکر وہ بار بار کرتا ہے، ایک سو پچاس گزشتہ مصنف کے اقوال نقل کر دیے ہیں۔ اس الشظار کو ان کتابوں کا بالخصوص الغافقی کا علم یقیناً ثابوی مآخذ کے ذریعے ہوا تھا۔ الجامع کے ۲۳۲ مقالات میں ۱۴۰۰ مختلف دواؤں اور نباتات کا حال بیان کیا گیا ہے، جن میں سے چار سو اطباء یونان کو معلوم نہ تھے۔

دریائے ڈیوب [توبہ] کے اندر ”آہی دروازوں“ [دمیر قبی ہوغار، حوٹرانسلوینی الپز اور نلقان کے پہاڑوں کو ملانے والے پہاڑ تبت کا ایک درہ ہے] سے چار کیلومیٹر اوپر اور آرشوہ Orsova سے نصف کیلومیٹر نیچے واقع ہے اور جس میں ترک آباد ہیں۔ یہ حریرہ ۸۰۰ [آ، ب: ۱,۵۰۰] میٹر لمبا اور ۲۰۰ میٹر [آ، ب: ۲ ہکٹر] چوڑا ہے [اور دریا کے بائیں کی سطح سے بھڑا ہی اونچا ہے]۔ سدرھویں صدی میلادی میں عثمانی ترکوں نے اس علاقے میں دریا کے عسکری اہمیت رکھنے والے مقامات پر قبضہ کر لیا تھا، لیکن اس حریرے کا ذکر پہلی بار ۱۶۹۱ء میں آیا ہے، جب ڈرسوں [طرسوں] محمد ہاشا سے ”سنگسے ارسوہ میں ایک چھوٹا سا حریرہ“ فتح کیا، جس میں بعد ازاں چار سو سپاہی آباد کیے گئے اور اس کا نام سنس ادہ سی (یعنی حصار سد حریرہ) رکھا گیا، حوٹرانس لفظ Schanz سے ماخوذ ہے (ساحدار فیڈیلی محمد اعا: تاریخ، اسانول ۱۹۲۸ء، ۲: ۵۴۰)۔ اس قلعے کے پایدار استحکامات وغیرہ پہلی مرتبہ آہی دروازوں [دمیر قبی ہوغار] کے محافظ چرکس محمد ہاشا نے تعمیر کرائے (محمد رشید: تاریخ، اسانول ۱۱۵۳ء، ۲: ۱۵۳)۔ کچھ مدت کے لیے آسٹریا والوں کے قبضے میں چلے جانے کے بعد علی ہاشا المعروف نہ سردار انکیرم نے ۱۷۳۸ء میں اسے از سر نو فتح کیا اور اسی موقع پر اس حریرے کا ذکر پہلی مرتبہ ادہ قلعہ سی کے نام سے کیا گیا (قب محمد صبحی: تاریخ وقائع، اسانول ۱۱۹۸ء، ص ۱۳۱ و ۱۳۲)۔ اس کا نظم و نسق ویدن Vidin کے والی کے سپرد تھا۔ ادہ قلعہ کے گرد و نواح میں آخری جنگیں ۱۷۸۸ء میں واقع ہوئیں، جب صدر اعظم قوچہ یوسف ہاشا لادن Laudon کی افواج کے مقابلے میں لشکر آرا ہوا۔

۳۔ ۲۳' طول بلد مشرقی میں واقع ہے۔ پہلے بہ شہر اس دریا کی دو شاخوں کے درمیان آباد تھا (اس لیے اس کا پہلا نام ادہ [آطہ] یعنی حریرہ تھا)، لیکن یہ درہائے سقاریہ اور چرخ صوبو کے درمیان واقع ہے۔ ترکوں نے اس پر اورحان کے ربہ فیادب مضہ کیا تھا اور پہلی مرتبہ اس کا ذکر ایک وصف سامے میں آیا ہے، حوٹرانسی سے منسوب ہے (وقت گوک بلکین: ۱۵ و ۱۶ عصر لردہ ادربہ و ساسا لیواسی، اسانول ۱۹۵۲ء، ص ۱۶۱)۔ ۱۷۹۵ء میں یہ ایک نائب کا صدر مقام بنا اور اس کا حدود ادہ ہزاری رکھا گیا۔ ۱۸۵۲-۱۸۵۳ء میں شہر کا مرتبہ دیا گیا اور La V Cuinet 'Turquie d'Asie' ج ۴، پیرس ۱۸۹۹ء، ص ۳۷۲ بعد کے سہ کے مطابق ۱۸۹۰ء میں اس کے باشندوں کی تعداد ۲۴,۵۰۰ تھی۔ ۱۹۵۰ء کی مردم شماری کے وقت تک یہ آبادی بڑھ کر ۳۶,۲۱۰ ہو گئی۔ یہ شہر مقامی ہداوار نالخصوص ہماکو، سریوں اور پھلون کی مٹی ہے۔ یہاں کوئی قابل ذکر اسلامی یادگار موجود نہیں۔

ماخذ: (۱) Deser de l'Asie - Ch Texier

(۲) Mineure، پیرس ۱۸۳۹ء، ۱: ۵۲ بعد (۳) The Six Voyages J. B. Tavernier، لندن ۱۶۷۷ء تا ۱۶۹۸ء، ۳ (۴) انوکریفیمی، حلاصۃ احوال البلدان، کتاب خانہ اسانول یونیورسٹی، عکسی نسخہ، ۲۸، ۳۱۲ بعد (۵) الفدرفیق، اسانول حجاتی (ار)، ۱۱۰ تا ۱۱۲، اسانول ۱۹۳۱ء، ص ۱۸۹ (۶) طالعه بالحق اوغلو: ادہ ہزاری، اسانول ۱۹۵۲ء (۷) طلعت ترکس: ادہ ہزاری الجہ سی، اسانول، تاریخ ہدارد: (۸) شریف کیا ہوغازی: اربد۔ شہدہ ادہ ہزاری وادی سی، اسانول ۱۹۲۹ء؛ (۸) ترک (آویو) انسکلوپیدی سی، بدیل مادہ۔

(R. ANHEGGER)

ادہ [آطہ] قلعہ: ایک حریرہ، حوٹرانسی میں

نابندے ترکی پارلمنٹ کے لئے اپنے نمائندے منتخب کرتے تھے۔ ٹریانون Trianon کے معاہدے (۱۹۲۰ء) کی رو سے اس کو تیس کے ساتھ رومانیہ کی ملک میں شامل کر لیا گیا، لیکن ترکی نے اس مسئلے کو معاہدہ لوزان (۱۹۲۳ء) کے وقت ہی حل کر تسلیم کیا۔

ان دنوں اس حریرے میں ۶۴۰ ترک آباد ہیں [۱. ا. ب : ۷۰۰، جس کی گیدر اوقات ہمسائیگی کا کتب، دربارے ڈیوٹ میں ملاحی، ۷۰۰ سالوں پر مشہور حی کے کام اور حریرے کی سر کو آئے والے لوگوں کے ہمسائیگی اور یادگاری چیزیں (souvenirs) فروخت کرنے وغیرہ پر ہے]۔ مسلم آبادی کے لئے وہاں الگ مدرسے ہیں۔ اس شہر کی عمارات میں سرح اشوں اور بھروں سے بے ہوئے استحکامات قابلِ ذکر ہیں، جس میں دہانے اور حوص سے ہوئے ہیں۔ ہر ایک مسجد ہے، جسے سلطان سلیم ثالث نے تعمیر کرایا تھا۔ اس مسجد کے ساتھ مسکن شاہ نامی ایک درویش کی زیارت گاہ بھی ہے، جو اٹھارویں صدی میلادی میں ترکستان سے آیا اور اس حریرے میں قوت ہوا تھا

مآخذ: (۱) علی احمد، انسلا ادہ قلعہ (Insula

Adakaleh)، تروٹو-پوریس ۱۹۳۸ء (۲) Tür- I Künos

kische Volksmarchen aus Aakale، لائپرگ۔ یونارک

۱۹۰۷ء (ترکی ترجمہ مطابق طبع ہنگری، از بحی پیر

Necmi Seren، استانبول ۱۹۴۶ء، طبع ہنگری، بوڈا پست

۱۹۰۶ء: (۳) وہی مصنف: Ungarische Revue،

۱۹۰۸ء، ص ۸۸ تا ۱۰۱، ۲۲۳ تا ۲۳۳ (۴) ہامپرگسٹال

Hammer-Purgstall، طبع ٹائی، ۳: ۳۴۶ بعد: (۵)

Gesch Osm Reiches N Iorga، ۲۳۰: ۲۳۴

K. Dapontes (۶) ۸۳: ۷۷، ۳۳۸، ۳۴۲

Eφημερίδες Δάχικες، طبع C. Erbiceanu، در

Cronicii greci carii au scris despre Români in

تت کے علاقے میں عثمانی فوج کی بہ آہری بلغار بھی جس کے دوران میں اس حریرے نے دریا میں حربی مستقر کا کام دیا۔ یوسف ہاسا نے ارسوہ اور بنگہ Tekija کے درمیان ایک سڑا پل تعمیر کرایا اور اس "حریرہ عظمیٰ کے قلعے (ادہ کدر معہ سی) میں مرید سپاہ سمیں گوا کے اسے تقویت پہنچائی۔ (اس غزوے کا تفصیلی حال ایک کسماء مصنف کی کتاب سمرنامہ سردار اکرم یوسف ہاسا میں درج ہے، معطوطہ در جامعہ استنبول، کتاب سرائے استانبول یونیورسٹی لائبریری، T.Y. شماره ۳۲۵۴، ایک اور معطوطہ راقم ممالہ کے پاس ہے)۔ اہل سروہ (صربستان) کی معاونت کے دوران میں یہ حریرہ سلطنت عثمانیہ کا اہم جنگی قلعہ بنا رہا۔ جب دائوں (Dayla) نے المیراد میں ہتھیار ڈال دیے تو انہیں محافظ قلعہ رحمت آغا نے ۱۸۰۹ء میں ادہ قلعہ میں لا کر قتل کرایا (احمد چود: تاریخ، استانبول ۱۳۰۹ھ، ۱۲۶: ۱۲۸)۔ کچھ دن بعد خود رحمت آغا نے بلقان کے اعبان کی پیروی کرتے ہوئے بغاوت کر دی اور سرائے موٹ پائی۔ اس کے بھائی آدم، نکر اور صالح، جنہوں نے قلعہ فتح اسلام (Kladovo) پر قبضہ جما لیا تھا، پس پا ہو کر اس حریرے میں پناہ گزین ہوئے۔ علی پپہ ڈیللی کے بیٹے ولی ہاسا نے، جو سرویا [صربستان] میں اس فائیم کرنے کی خدمت پر مامور تھا، انہیں معافی دے دی، جس پر انہوں نے حریرہ اس کے حوائے کر دیا۔ ۱۸۶۷ء کے بعد جب ترکی قلعہ ستریں فوجوں نے سرویا کا ملک حالی کر دیا تو ادہ قلعہ اور دارالسلطنت کے مابین براہ راست مواصلات کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ۱۸۷۸ء کی مؤہم برلن کے وقت یہ حریرہ کسی کو باد نہ آیا اور اس وجہ سے وہ ترکی سلطنت کا ایک منقطع مقبوضہ بنا رہا، جس کا انتظام ایک ناحہ مدیری (مدیر ناحیہ علاقہ دار) کے سپرد تھا۔ اس کے

صابر کو سحر کی طرف سے اتسز حوارزم شاہ (م ۵۵۱/۱۱۰۶ء) کے ساسی مقاصد معلوم کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اس نے حا کر اسر کی مدح میں بھی ایک قصیدہ کہا تھا، جس کا پہلا شعر یہ ہے :

توئی کہ روئے نو در مہرگان بہار من است  
کہ چہرہ نو گلستان و لالہ رار من است

ادیب صابر اس وقت حوارزم میں تھا جب اسر نے دو شخصوں کو سحر کے قتل کے لیے بھیجا تھا۔ صابر نے اس کی اطلاع ایک بڑھا کے درجے سے مرو بھیج دی۔ سحر نے ان دونوں شخصوں کو ایک حراناب میں بلائی کر کے مروا ڈالا۔

اسر کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے صابر کو حیجوں میں پھینک دیا۔ حویسی سے (ص ۷) صابر کے عری ہوئے کی تاریخ حمادی الآخرہ ۵۴۲ھ دی ہے، لیکن دولت ساء (ص ۷) نے ۵۴۶ھ/۱۱۵۲ء لکھی ہے اور یہی صحیح ہوگی، کیونکہ ہم اوپر دیکھ

چکے ہیں کہ صابر نے ۵۴۳ھ یا ۵۴۴ھ میں ابوالحسن طاهر کی مدح کی بھی اور روحانی غریبی نے سلطان بہرام ساء عربی کے وزیر نجیب الدین حسین بن حسن کے عہد و رار میں حوسوگند نامہ ۵۴۴ھ کے بعد لکھا تھا (کیونکہ کم از کم اس سال تک نجیب الدین حسین کا ناب ابو علی حسن بن احمد

ہی وزیر تھا)۔ اس میں ادیب صابر کو زندہ کہا ہے (تاریخ بہرام شاہ (انگریزی)، ار علام مصطفیٰ خان، لاہور ۱۹۵۵ء، ص ۹۳ تا ۹۵)۔ صابر کے ہاں وطواط کی ہجو مسح ملی ہے (انتخاب، بھوپال، وری ۱۹۹۹ء الف)، لیکن وطواط کے ہاں اس کی مدح ہے (دیکھیے لب الالباب، ۱: ۸۳، ۸۶)۔ ہجو اور

مدح سرائی کے ناوحد دیں سے تعلق اور دنیا سے سراری ادیب صابر کا طرہ امتیاز ہے (تاریخ ادبیات ایران، از دکتر رضا زادہ شفق، بہران ۱۳۲۱ شمسی)۔

مآخذ: (الف) مخطوطات: (۱) دیوان ادیب صابر،

epoca fanariotă، بحارث ۱۸۸۸ء، S.S. ۱۷۳۸؛ (۷) Chronograful Țării Românești Dionisie Eclesiarhul Papiu Ilarianu در ۱۷۶۹ până la ۱۸۱۹، Tesauru de monumente istorice pentru România، بحارث ۱۸۶۳ء، ۲: ۱۷۸؛ (۸) آ، ترکی، بریر مادہ [AUREL DECEI]

۱. اَدْهَم حَلِيل: دیکھیے اَدَم، حلیل اَدَم۔  
۲. اَدْهَمِيَّة: مسہور صوفی ابراہم اس اَدَم [رتہ نان] کے پرووں کا مجموعی نام، جس کے متعلق مساحریں کا خیال ہے کہ انہوں نے ایک درویشی سلسلہ قائم کیا تھا۔

۳. ادیب صابر: صابر نام تھا۔ واند کا نام اسماعیل تھا۔ رسد الدنس وطواط (لباب الالباب، ۸۹۰) نے اس کا لب سہاب الدنس لکھا ہے۔ رمدک ۷۰ھ سے والا تھا (لباب، ۲: ۱۱۷) اور بحارا سے اس کی اصل ہے (دولت ساء، لاہور ۱۹۲۴ء، ص ۵۶)، لیکن حراساں میں شو و نما پائی اور وہاں کے ایک رئیس سید مجد الدین ابو القاسم علی بن جعفر الموسوی کی مدح سرائی کرنا رہا۔ اس کے متعدد قصدے اس امیر کی مدح میں ہیں (دیکھیے اصحاب دواویں عراقیہ مقدمین، کتاب خانہ حمیدہ بھوپال، وری ۱۹۹۹ء) دیوان ادیب صابر، کاما لائبریری، بمبئی (R VII 48)۔

اس کے علاوہ ساعر کے دوسرے کئی ممدوح بھی ہیں، جن میں سے ایک ابوالحسن طاهر (اس سے اجل ابو القاسم عبداللہ بن علی بن اسحاق)، یعنی ساء الملک طوسی کا بھیجا اور داماد (تاریخ نسو، ص ۷۷) تھا اور بساپور (تاریخ نسو، ص ۲۱) میں وہ رجا تھا۔ ایک اور ممدوح محمد بن حسین تھا، جو سول ساعر بلخ سے روس تک مشہور تھا۔ اسی طرح انک ممدوح علاء الدین سید محمد بن حیدر تھا، جس کی مدح میں ایک قصیدہ دیوان میں موحود ہے (دیوان صابر، کاما لائبریری، بمبئی)۔

اصطلاحاً یہ اضافہ تثویب کہلاتا ہے۔ اسے بھی دو بار دہرایا جاتا ہے۔ سیمی مذہب میں بھی اس کا حوار موحود ہے، لیکن، جیسا کہ ابو جعفر محمد بن علی نے لکھا ہے، بطور بقیہ (میں لا یحصیہ العقیہ، طبع رابع، نصف ۱۹۵۷ء، ص ۱۸۸)۔

پہلا کلمہ چار مرتبہ دہرایا جاتا ہے، باقی سب کلمات دو دو مرتبہ، لیکن آخری 'لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' صرف ایک مرتبہ، جس پر اذان ختم ہو جاتی ہے۔ مذہب حمی اور حلی میں نو اذان کی ادائیگی کی بھی صورت ہے، لیکن مذہب سافعی اور مالکی میں "سہادین" (اشہد ان لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ . . . اشہد ان محمداً . . .) کو چار مرتبہ دہرایا جاتا ہے۔ سافعی کے نزدیک اول ناوار بلند دو مرتبہ، پھر دو بار آہستہ مالکیہ میں اول آہستہ، پھر ناوار بلند۔ یہ ترجیح ہے، جس کے معنی اعادے کے ہیں۔ حصہ ترجیح کے قائل نہیں ہیں (دیکھیے سرح وقانہ، مطبع محسنی دہلی، ۱۹۱۴ء، ج ۱، کتاب الصلوٰۃ، ص ۱۵۲، جہاں اذان کے بارے میں یہ مذکور ہے کہ اسے تین بار و ترجیح ادا کیا جائے)۔

سبعوں میں صرف ایک فرقہ، جسے موقوفہ نہیں ہیں (اس لیے کہ اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے کتاب کو بنا دیا اور پھر اسے ہی صلعم یا حصرت علی کے سپرد کر دیا) اذان میں سہادت نامی (اشہد ان محمداً رسول اللہ) کے بعد یہ الفاظ دہرانا ہے: اشہد ان امیر المومنین علیاً ولی اللہ و وصی رسول اللہ و خلیفۃ سلاسل؛ لیکن راسخ العقیدہ شعبہ اس کے قائل نہیں۔ وہ موقوفہ کو ملعون کہتے ہیں، دیکھیے میں لا یحصیہ العقیہ، طبع رابع، نصف ۱۹۵۷ء/۱۹۵۷ء، ص ۱۸۸ (لیکن یہ وہ موقوفہ نہیں جو معتزلہ کی ایک شاخ ہیں)۔ ان کے نزدیک اذان کے کلمات وہی ہیں جو بیان ہوئے، ناصافہ حتیٰ علیٰ خیر العمل، جس سے

جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، مخطوطہ ۸۷۸؛ (۲) دیوان ادب صابر، کما لائبریری، بمبئی؛ (۳) دیوان ادب صابر، مکتبہ آصفیہ حیدرآباد دکن، مخطوطہ ۹۳۶؛ (۴) انتخاب دواوین شعرائے متقدمین، ۳، حمید یہ لائبریری، بھوپال؛ (۵) احمد بن محمد کلانی اصحابی: موسس الاحرار، حبیب گنج؛ (ب) مطبوعات؛ (۶) عومی نصاب الاساب۔ لائڈن ۱۹۰۳ء؛ (۷) حویسی: تاریخ جہانکشی، طبع سیدخان الدین بھرائی، تہران ۱۳۵۱ھ؛ (۸) غلام مصطفیٰ: تاریخ بہرام شاہ عربوی (انگریزی)، لاہور ۱۹۵۵ء؛ (۹) ونب شاہ: بد کثرہ دولت شاہ، لاہور ۱۹۲۴ء؛ (۱۰) سہتی۔ تاریخ بیہی، طبع احمد بھسار، تہران ۱۳۱۰ شمسی؛ (۱۱) رضا زادہ شفی: تاریخ ادبیات ایران، تہران ۱۳۲۱ شمسی۔

(غلام مصطفیٰ خان)

⊗ اذان: (لفظی معنی اعلان کرنا، حرداد کرنا) اصطلاحاً وہ کلمات جو مؤذن اعلان صلوٰۃ کے لیے ناوار بلند ادا کرتا ہے یا نہ لوگ امام صلوٰۃ کے لیے بار ہو جائیں۔

اذان سات کلموں پر مشتمل ہے۔ سعی مذہب کی رو سے اسے اس میں ایک اور کلمے حتیٰ علیٰ بحر العمل کا اضافہ کر لیا جاتا ہے اور نہ کلمہ شروع ہی سے اس فرقے کا ما نہ الامسار چلا آتا ہے۔ یہ سات کلمے جن میں چھٹا پہلے کی تکرار ہے یہ بریب دیل دہرائے جاتے ہیں:-

(۱) اللہ اکبر (۲) اشہد ان لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (۳) اشہد ان محمداً رسول اللہ (۴) حتیٰ علی الصلوٰۃ (۵) حتیٰ علی الملاح (۶) اللہ اکبر (۷) لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔  
آٹھواں کلمہ، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے پانچویں اور چھٹے کلمے کے درمیان ادا کیا جاتا ہے۔ فجر کی اذان میں البتہ پانچویں کلمے کے بعد الصلوٰۃ خیر من الصوم کا اضافہ کر لیا جاتا ہے۔

صاحب الاستبصار کو بھی اتفاق ہے۔

یہ امر کہ اذان ستہ مؤکدہ ہے شافعی، حنفی، مالکی بیوں مذاہب میں متفق علیہ ہے۔ حنبلوں کے نزدیک التہ اذان فرض کفایہ ہے، لیکن یہ محض اصطلاحی اختلاف ہے، اس لیے کہ اذان کو ستہ کہا جائے یا فرض، اقامت صلوٰۃ سے پہلے اس کا دیا جانا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں شافعی، حنفی اور مالکی مذاہب میں جو معمولی سے اختلافات پائے جاتے ہیں، مثلاً یہ کہ اذان کس نوع کی سم ہے، اور اسی طرح مذاہب اربعہ کے درمیان بعض دوسرے فروعی اختلافات کے لیے دیکھئے کتاب الفہم علی مذاہب الاربعہ، حرو اول، ناب اذان، ناب عبدالرحمن الحرری۔ ان اختلافات کا تعلق اذان کی شرائط، مؤذن کی شخصیت، اذان کی ادائیگی اور اس کے سدوات و مکروہات سے ہے: التہ حملہ مذاہب فقہ اسی باب کے فائل ہیں کہ اذان میں نرم اور نرمی جائز نہیں، یعنی ایسے عمامے کی شکل نہیں دی جاسکتی، لہذا اذان کی کوئی خاص لیے نہیں، لیکن مؤذن کا خوش آواز ہونا اچھا ہے اور اسی طرح یہ کہ وہ بلند آواز بھی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اذان کے ثنی العان ہیں اور ان میں کسی ایک کی ناسدی ضروری نہیں۔ سورب اذان نہیں ہے سکتی۔ اس پر مالکی، حنبلی اور حنفی متفق ہیں۔ البتہ شافعی کہتے ہیں کہ اگر رفع صوب سے احتراز کرے تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔

اذان اقامت صلوٰۃ کی ضروری شرط ہے۔ مساحد میں تو نافعہ اس کا اہتمام ہونا ہے، لیکن مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں، ایک یا زیادہ، گھر کے اندر یا باہر، سفر یا حضر میں، ان کے لیے مستحب ہے کہ اقامت صلوٰۃ سے پہلے اذان دے لیں۔ اقامت صلوٰۃ میں بھی اذان ہی کے کلمات دہرائے جاتے ہیں، البتہ پانچویں کلمے ”حی علی

الملاح“ کے بعد دوسرے کلمہ ”قد قامت الصلوٰۃ“ کا اضافہ کر لیا جاتا ہے۔

جب اذان دی جائے تو سب والوں کو چاہیے کہ اذان کے کلمات کو مؤذن کے ساتھ ساتھ خود بھی آہستہ آہستہ دہرائے جائیں، لیکن جوبہا اور پانچواں کلمہ سنیں تو اسے دہرائے کی بجائے لاجول ولا قوہ الا باللہ (اللہ کے سوا کسی کو طاقت اور اقتدار حاصل نہیں) کہیں۔ فجر کی نماز میں کلمات ثویب کے سب سے پر صدق و ترتیب کہا چاہیے۔

اذان کے بعد دعاء بھی کی جاتی ہے اور ایسا کرنا مستحب ہے۔ دعا کے الفاظ یہ ہیں: اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة أب محمد الوسيلة والفصله وابعثه مقاماً محموداً الذي وعدته وارزنا شفاعته يوم القیامہ انک لا تحلف المعاد۔

سبعہ اذان کے بعد یہ دعا پڑھی جاتی ہے: اللهم احمل قلبي نارا وعسى فاراً وعملی ساراً ورزقي داراً واولادی ابراراً واحمل لی عند فرسک محمد صلی اللہ علیہ وسلم مسفراً و فراراً برحمک یا ارحم الراحمین۔

اذان میں چونکہ اسلام کے سادی عقائد کی تکرار بار بار ہوتی ہے، لہذا ہر مسلمان بچے بچی کی سدايش پر اس کے کان میں اذان کہی جاتی ہے۔

اذان کی ابتدا کسے ہونی؟ اس کی صورت یہ ہے کہ آنحضرت صلعم مدینہ منورہ شریف لائے تو اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع ہو جایا کرے۔ آپؐ نے صحابہؓ سے منورہ فرمایا۔ بعض نے ناقوس بجائے کی رائے دی، آپؐ نے فرمایا یہ نصاریٰ کی چیز ہے؛ بعض نے بون کی، آپؐ نے فرمایا یہ یہود کی چیز ہے؛ بعض نے دف کی، آپؐ نے فرمایا یہ رومیوں کی چیز ہے؛ بعض



کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعۃ، الجزء الاول؛ شیمی  
 واحد کے لیے بالعصم (۲) ابو جعفر محمد بن علی :  
 من لا یحضرہ الفقیہ؛ (۳) ابو جعفر محمد بن یعقوب :  
 المروع من الکافی، وغیرہ، مستشرقین کی تصانیف میں  
 دیکھیے (۴) Snouck Hurgronje، *Mekkanische Spr-*  
*chwörter und Redensarten*، ص ۸۷، *Verspr Geschr.*  
 : ۸۳، (۵) *Droit Musalman* A Querry، ۱ : ۶۶  
 بعد، (۶) *Muhammad an die Jodan to Wensinck*  
*Madina*، وی ۱۱۷ (فرانسیسی ترجمہ، در *RA fr*،  
 ۱۹۵۴، وی ۹۶)۔

(سید ندیر یاری)

أَذْرَحْ . (مَب أَذْرَحْ) ساد طور پر أذْرَحْ،  
 معان اور الرّم (Petra) کے درساں ایک مقام،  
 روموں کی ایک سادار حمہ کاہ (حس کے بیچے بھچے  
 آزار کا حال سرفو Brunnow اور ڈومسزوسکی  
 Domaszowski نے بیان کیا ہے) اور حس میں ایک  
 چشمے سے پانی آتا تھا۔ زمانہ قبل اسلام میں یہ  
 مقام مسلمہ جدّام کے علاقے میں واقع تھا اور قریش  
 کے کارواں یہاں آنا جایا کرتے تھے۔ یہاں کے لوگوں  
 نے عروۃ ثوک (۵۹ / ۶۳) پر روانگی کے زمانے  
 میں حراح دیا منظور کر کے نبی [کریم صلی اللہ  
 علیہ و آلہ وسلم] کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ اس  
 قبول اطاعت کا وہ معاہدہ جو ہمارے مآخذ کے ذریعے  
 ہم تک پہنچا ہے غالباً مستند ہے۔ کہا جاتا ہے  
 کہ اسی مقام پر [حضر امام] حسن (ع) بن علی  
 [کریم اللہ وجہہ] نے امیر معاویہ (ع) کے ہاتھ پر بیعت کی  
 تھی۔ بعض عرب حفرانویسوں کے بیان کے مطابق  
 أذْرَحْ ولایت نفاہ کے صلح الشّراء کا صدر مقام تھا۔  
 محاربات صلیبی کے زمانے سے اس کا ذکر کہیں  
 نہیں ملتا، اگرچہ اس خطے میں صلیبی آفتمت اور  
 وادی موسی (Vaux Moyse) وغیرہ پر قابض تھے۔  
 مسلمانوں کی تاریخ میں أذْرَحْ کی شہرت اس

نے آگ جلانے کی رائے دی، آپ نے فرمایا یہ مجوس  
 کا طریق ہے؛ بعض نے کہا ایک جھنڈا نصب کر دیا  
 جائے، لیکن کوئی فیصلہ نہ ہو سکا اور مشورہ ختم  
 ہو گیا؛ لیکن آنحضرت صلعم کو برابر اس کا خیال  
 تھا کہ صلّوہ کی اطلاع کا کوئی طریق ہونا چاہیے۔  
 حضرت عبداللہ (ع) بن رید سے بھی اسی خیال میں  
 رات بسر کی۔ انہوں نے اپنی حکمہ [اور حضرت عمرؓ  
 سے اپنی جگہ] جواب میں دیکھا کہ ایک  
 فرشتہ انہیں اذان اور اقامت سکھا رہا ہے وہ  
 آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو معلوم  
 ہوا کہ وحی میں بھی آپؐ کو یہی طریق مانا گیا  
 ہے، لہذا آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ غر مار  
 سے پہلے اذان دی جائے۔ یوں اذان مشروع ہوئی۔  
 اسے ہی صحیح کی روایت ہے نہ کہ لوگوں  
 نے آپ سے عرض کیا کہ نماز کے وقت کی اطلاع کا  
 کوئی ذریعہ ہونا چاہیے تو آپ نے حضرت بلالؓ کو  
 طلب فرمایا اور انہیں اذان کا حکم دیا۔

سند روایت یہ ہے کہ معراج میں آنحضرت  
 صلعم نے جو بھی نماز ادا کی اس سے پہلے حرنبل  
 علیہ السلام نے اذان دی۔ دوسری یہ کہ آنحضرت  
 صلعم نے حرنبل علیہ السلام سے وحاً اذان سی  
 (دیکھیے المروع من الکافی و من لا یحضرہ الفقیہ)۔

مستشرقین میں سکر (Is) Becker، ۱۹۱۲ء،

ص ۳۸۶ بعد) نے عسائوں اور مثنوح Mittwock  
 نے (Phil. Hist Classe، ۱۹۱۳ء، *Akh. Pr. Ak w*)،  
 شمارہ ۲، ص ۲۲ بعد) یہود و نصاریٰ کے ہاں  
 بھی اذان کا نمونہ بلائز کر لیا ہے، گو بصورت  
 یہود کمر یقین کے ساتھ، جیسا کہ انگریزی  
 انسائیکلو پیڈیا آو اسلام کے مقالہ نگار کا خیال ہے  
 (دیکھیے کتاب مذکور، مادۃ اذان)۔

مآخذ : سی مآخذ کے لیے دیکھیے کتب حدیث و  
 فقہ؛ مختصر مطالعے کے لیے (۱) عبدالرحمن الجزری :

عیسوی دور میں ادراج عرب کی ایک اسقفیہ (bishopric) کا مرکز بنا۔ ۶۱۳ یا ۶۱۴ء میں ایرانیوں نے بوزنیطیوں پر اپنی فاعانہ پلغار کے دوران میں اس شہر کو تاراج کیا اور اس علاقے کے زیتوں کے باغ تباہ کر دیے۔ (الطبری، ۱: ۱۰۰۵، ۱۰۰۷)۔ ہجرت نبوی [مبعوث] سے دراصل پہلے ادراج اب ایک یہودی نوآبادی کا اہم مرکز بنا؛ یہودیوں کے قبیلہ بنو نصر بنے، جسے نبی [کریم صلی اللہ علیہ وسلم] نے [نوحوہ] مدینے سے نکال دیا تھا، یہیں آ کر اپنے ہم مدھوں کے ہاں پناہ لی تھی۔ [حصص] ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں یہاں کے باشندوں نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی اور حب [حصص] عمارؓ [القدس کو حاتمے ہوئے] اس علاقے سے گزرے تو اس شہر کے باشندوں نے ان کا پر ہاک حیر مقدم کیا۔ کہا جاتا ہے کہ یرید کا بٹا معاویہ ثانی یہیں پیدا ہوا تھا۔ مرامطہ کی معاویہ (۵۲۹ھ / ۶۰۶ء) کے وقت یہاں کے باشندوں کا قتل عام کیا گیا۔

صلیبی وقائع نگاروں کی کتابوں میں، بالخصوص ۱۱۱۹ اور ۱۱۴۷ء کے محب، ہمیں اس شہر کا ذکر "Bernard d'Étampes کے شہر" کے نام سے ملتا ہے۔ مملوکوں اور عثمانیوں کے زمانے میں ادراج صلیب نشیہ کا صدر مقام اور ولایت دمشق کا ایک حصہ شمار ہوتا تھا اور حجاج کے راستے کی ایک منزل تھا۔ حب دمشق، عمان اور مدینے کو آپس میں ملانے والی ریلوے لائن سائی گئی تو ادراج اس کا ایک اہم سٹیشن اور بصرہ اور حیفہ کو جانے والی ریلوے لائنوں کا جنکشن (مقام اتصال) بن گیا۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۱۸ء کو اس پر برطانیہ نے قبضہ جما لیا۔ آج کل درعہ ریلوے کا ایک اہم مرکز ہے دمشق سے بغداد کو جانے والی جنوبی سڑک یہیں سے گزرتی ہے اور اردن کی سرحد پر یہ شام کی ایک سرحدی چوکی ہے۔

محسن حکیم کی وجہ سے ہوئی جو حبک صغیر کے بعد منعقد ہوئی تھی تا کہ [حصص] علیؓ اور [امیر] معاویہؓ کے باہمی مذاقے کے سلسلے میں کسی مسئلے پر پہنچا جاسکے (دیکھیے مادہ های علی و معاویہ)۔ مآخذ: (۱) الاصفہری، ص ۵۸، (۲) القنسی، ص ۱۰۵، (۳) البغوی: بلدان، ص ۳۲۶، (۴) الہمدانی، ص ۱۲۹، (۵) النگری (طبع وینٹلف Wüstenfeld)، ص ۸۵؛ (۶) یاقوت، ۱: ۱۸۸، بعد؛ (۷) Brünnow و Die Provincia Arabia Domaszewski، ۱: ۴۴۳ بعد؛ (۸) لیسٹریج Palestine under the Moslems Le Strange، ص ۳۸۴، ۳۹، ۴۰، ۱۰۰، کا یہ بیان کہ اس مقام پر خارجی رہتے تھے الشرات اور الشراہ (خارج) کے الفاظ کے درمیان التباس کا نتیجہ ہے۔

(L. VECCHIA VAGHIERI و H. LAMMENS)

ادرجات: ہائل کا ادراج، Edrei، جو آج کل درعہ [دراعا] کے نام سے مشہور اور ولایت حوران کا صدر مقام ہے۔ یہ دمشق سے حب کی طرف ۱۰۶ کومٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ سری مائل سیاہ پتھر (basaltic) کے علاقے اور صحرا کی درمیانی سرحد پر واقع ہوئے کی وجہ سے یہ شہر ہر دور میں اناح کی سڈی اور بحاربی شاہراہوں کا اہم مرکز بنا رہا اور ایک زمانے میں سراب اور سل کی بندوار کے سے بہت مشہور تھا۔ آشوری فتح (۷۲۲ ق۔ م) سے پہلے یہ شہر دمشق اور اسرائیل کی سلطنتوں کے درمیان مایہ نراع رہا اور بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ وہی شہر ہے جس کا ذکر آمّرتہ کی الواح میں ادوری کے نام سے آیا ہے۔ تانیہ Batanea کے دارالحکومت ادراج کو ایطیوکس Antiochus ثالث نے ۲۱۸ ق۔ م میں فتح کیا، بعد ازاں اس بریطیوں نے قبضہ جما لیا، پھر یہ رومیوں کے زیرِ نگیں ہو گیا اور ۱۰۶ء سے [سلطنت روم کے] عرب صوبوں (Provincia Arabia) میں شامل کر لیا گیا۔

عوام کا عقیدہ تھا کہ معص اس کی ہو وضع حمل یا اس میں سہولت کے لیے کافی ہے اور اسی طرح مکھوں، جوهوں اور چھپکلوں کو بھگانے کے لیے بھی [قَب] اسوالعلاء بن الرهر: محربات الحواص، حطی، نسخہ لاہور، ورق ۱۲ الف: العاقی کے بعض بیانات، مثلاً پھول کی شکل، نو اور دورانِ آفتاب کے ساتھ ساتھ حرکت سے سورج مکھی کا گمان ہوا ہے، قَب محبر الادویه، دہلی ۱۲۷۸ء، ص ۴۵، جہاں اسے سورج مکھی ہی لکھا ہے۔

مآخذ: (۱) اس النظار جامع، ٹولان ۱۳۹۱ء، ۱: ۱۶؛ (۲) ابن العوام: فلاحہ، ترجمہ از Clément و Mullet، پیرس ۱۸۶۶ء، ۱: ۲۶۹؛ (۳) قزوینی، طبع و شیعہ Wustenfeld، ۱: ۲۷۱؛ (۴) L. Leclerc، Notices et extraits des manuscrits، ۲۳، ۳۸؛ (۵) مارہوف Meyerhof و صبحی The abridged Sobhy version of "the Book of Simple Drugs" etc کتاب جامع المفردات للعاقی، انتحاب از ابن السری، ۱: ۱۳۶ سعد [متن عربی، ص ۳۵]

(J Hill ھل)

اُذُن. (ع) احارب۔ اسلامی فقہ کی کتابوں میں علاموں سے متعلق فوائس کے باب میں اُذن کے خاص صواب دیے گئے ہیں۔ ار روئے فقہ علام عموماً فابوبی طور پر حائر معاملات کو سرانجام دینے کے اہل نہیں سمجھے جاتے، تاہم اگر کوئی آقا اپنے کسی علام سے اپنے کاروبار میں کوئی مدد لے لیا جائے تو وہ اسے معاملات فابوبی طے کرنے کا محار قرار دے سکتا ہے جس علام کو اس قسم کا اختیار دیا گیا ہو اسے فقہ کی کتابوں میں 'مادوں' کہا جاتا ہے، یعنی وہ جسے اذن دیا گیا ہے۔ جس علام کو اس قسم کا اختیار حاصل ہو اس کے طے کردہ معاہدے قانوناً حائر اور حتمی سمجھے جاتے ہیں، بشرطیکہ وہ ان اختیارات کی حد سے تجاوز نہ

مآخذ: (۱) اللادری: فتوح، ص ۱۲۶، ۱۳۹؛ (۲) باقوت، ۱: ۱۷۵ بعد؛ (۳) Palestine G Lc Strange؛ (۴) Baudrillart؛ (۵) under the Moslems؛ (۶) Dict. Hist. et Géogr. ecclésiastiques؛ (۷) Across the Jordan Schumacher؛ (۸) Adraa؛ (۹) Topographie hist. de la؛ (۱۰) R Dussaud؛ (۱۱) Syrie؛ (۱۲) H Lammens؛ (۱۳) ۳۲۵ بعد؛ (۱۴) R Grousset؛ (۱۵) ۱۶۹ بعد؛ (۱۶) Hist. des Croisades؛ (۱۷) ۲۱۵، ۲۵۷، ۳۷۴؛ (۱۸) Les Parlers du Hōran، J. Cantineau کے لیے قَب (۱۹) Syria، Princ Exp؛ (۲۰) A/۲، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۸۱ بعد و D/۴، ۴ بعد (N FISSÉH و F Buhl)

\* اذرگون: (فارسی "اسن رنگ" عربی اذریوں)، ایک بودا جو نمبراً دو بیٹ اور چاہوٹا ہے، جس کے ہتھے ایک انگلی کے برابر لمبے، سرخی مائل زرد رنگ کے اور پھول بدبو دار ہوتے ہیں اور ان کے اندر سیاہ رنگ کا بیج ہوتا ہے۔ اس بودے کی انہی تک پوری شہادت نہیں ہو سکتی، چنانچہ یونانی زبان میں senecio vulgaris لفظ اذریوں، یعنی معمولی groundse کے ہم ام کے طور پر آتا ہے۔ (۱) Botanik der spätern Griechen B Langkavel، ۱۸۶۶ء، ص ۷۷؛ (۲) Aramaische Pflanzennamen I Löw، ۱۸۷۹ء، ص ۷۷۔ عرب مصنف کی زبان لڑہ معاملات سے گمان ہوتا ہے کہ نہ یا تو کھرے زرد رنگ کا bupthalmos ہے، جس کا لفظ Clément-Mullet کا خیال تھا اور یا calendula officinalis، یعنی کسدا ہے، جس میں واقعی شکل و صورت اور رنگ و بو کی یہ سب خصوصیات مجتمع ہیں اور جو پہلے دواؤں میں استعمال ہوتا تھا۔ عربی طب میں اذریوں کو معرج، تریاق، وغیرہ بتایا گیا ہے، مگر اس بودے کی اہمیت جتنی عقیدہ عوام میں تھی انہی طب میں نہ تھی؛ چنانچہ

Die arabische Frage : M. Hartmann، ص ۳۱۹ بعد.  
(O Löfgren گرن)

- \* اَرَاکان : ریریں برما کا انتہائی مغربی حصہ، جو کوہستان اراکان، توپا اور ملیح نگال کے درمیان واقع ہے۔ ۵۱۱۹۹/۵۱۷۸۳ء تک اراکان ایک خود مختار مملکت تھی۔ اس کے بعد یہ (برطانیوی حکومت کے ماتحت ۵۱۲۴۱/۵۱۸۲۶ء سے) برما کا ایک حصہ بن گئی۔ نویں صدی ہجری/چودھویں صدی مسلامی سے دسویں صدی ہجری / اٹھارہویں صدی مسلامی تک تاریخ اراکان کا اسلامی نگال کی تاریخ سے بہت فرسی یعنی رہا۔

دسویں صدی ہجری / دسویں صدی مسلامی سے اراکان کا مذہب بدھ مت تھا، لکن ۵۸۹/۱۱۴۰ء میں اراکان کا بادشاہ نرسملہ Naramcikhla برسوں سے سکست کیا کر نگال کے مسلمان حکمران کے ہاں پہا گرس ہوا اور نگال کے سلطان کی افواج نے اسے ۵۸۳۳/۱۱۴۰ء میں اس کا تخت واس دلو دیا۔ اس طرح وہ سلطان نگال کا ناگدار بن گیا (اس سلطان کی ساحت کے لیے دیکھیے Phayre، ص ۷۷ تا ۷۷، Collis، ص ۳۴ تا ۵۲؛ History of Bengal، ۱۲۰ : ۲ تا ۱۲۹)۔

جہاں نرسملہ کا تعلق نگال سے ایک ناگدار کا رہا تھا وہاں اس کے بھتیجے ساوپیو Basawpyu کا ایک فاتح کی حثیت سے ہو گیا، کیونکہ اس نے چٹاگانگ (چائیکام) کی اہم بندرگاہ فتح کر لی۔ ۵۹۱۸/۱۱۵۱ء کے قریب راجا ٹپرا نے یہ بندرگاہ اس سے چھین لی، لکن ساہ پترہ Minyaza نے اسے دوبارہ حب لیا۔ اس کے بعد یہ بندرگاہ ۵۹۲۳/۱۱۵۱ء سے ۵۹۴۶/۱۱۵۳۹ء تک حسین ساہی سلاطین کے قصبے میں رہی۔ چٹاگانگ شاہ میں Minbin کے عہد سے شاہ سداتودمہ Sandathudamma کے عہد تک اراکان کی مملکت میں شامل رہا۔

کرے جو اسے دیے گئے ہیں اور قرص حواہوں سے جو وعدے اس نے کیے ہوں ان کی صوابت اس مال و اسباب سے کرے جو اسے اس کے مالک نے کاروبار چلائے کے لیے سپرد کیے ہیں۔

(چونبول Th W JuyNBOLL)

- \* الاذواء : دو کی جمع مکسر، جس سے مراد جس کے وہ بادشاہ اور امراء ہیں جن کے نام دو سے شروع ہوئے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور منامہ۔ یعنی حمیر [آرک ناں] کے آٹھ سپہرادیے (فیل [آرک ناں] [قت مباحثہ انعلوم، لائنڈن، ص ۱۰۸۔ بعد، ۲ : ۵۸، ص ۴۶] ہیں، جنہیں بادشاہ کے انتخاب کے موقع پر منصب نادمات کا حق حاصل ہوتا تھا۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں : دوہندن، دوہرقم، دوخلیل، دوہمار (مقار)، دوہسحر، دوہزواج، دوہعلان (تعلنان)، دوہعکلاں [قت النعمد، ۲ : ۵۸، ص ۴۵ و حواشی السمعانی، صفحہ ۵۰، ب، ذیل المنامہ : ”ملوک حمیر کے آٹھ اصحاب بلند مرتبہ ہوئے تھے اور ان سے کم درجے کے سر آدمی۔ بد ماہ کے مرتبے پر، ان آٹھ میں سب سے افضل کو بادشاہ بنا دیا جاتا تھا اور ان ستر میں سے ایک کو آٹھ میں شامل کر لیتے تھے“]۔ الہمدانی، الذیل، (طبع بسا فارس) : ۱۵۹، اس فہرست میں دوہراند کو بھی شامل کرنا ہے، جس کا نام ان ’مار میں بھی آیا ہے جس کا حوالہ نسوان، ۱ : ۲۶۳ ہے۔ مگر ان میں دوہسحر کا نام نہیں ہے۔
- مآخذ (۱) لین Lane، ص ۹۸۵ الف (۲) الہمدانی Sūd-arab Mustah، طبع لوف گرن Löfgren، ص ۴۸ تا ۴۹ (۳) ان لفظ کا مشتق آذوائیہ، یعنی لقب یا منصب اذواء، (۴) رز (۵) قت Löfgren - Ein Hamdānī، Uppsala، ۱۹۳۵ء، ص ۳۱؛ (۶) نسوان : نسیم العلوم، طبع Zettersteen، ۱ : ۲۶۳، طبع حمیم الدین احمد، در GMS، ۲۴ : ۱۶، ۳۹، ۴۸؛ (۸)

شاہ شجاع کی موت کا انتقام لیا۔ اس نے اراکائیوں کے دو بحری بیڑے تیار کر کے ان کے حملوں کا حاتمہ کر دیا اور ۱۰۷۶ء/۱۶۶۶ء میں چٹاگانگ (چائنگام) پر قبضہ کر لیا (پریگیریوں کو ایک سال پہلے ہموار کر لیا گیا تھا اور امیر مسکت رائے والی چائنگام کا، شاہ کمال بھی اس مہم میں معلوں کے ساتھ شامل تھا۔ امیر مسکت رائے ۱۰۷۸ء/۱۶۶۸ء میں چائنگام سے بھاگ کر ڈھاکے چلا گیا تھا)۔

اس طرح مشرقی بنگال میں اراکائیوں کے امداد کا حاتمہ ہو گیا، اگرچہ غلام حاصل کرنے کے لیے یلعاروں کا سلسلہ بارہویں صدی بحری / اٹھارہویں صدی میلادی تک جاری رہا۔ علاوہ بریں مسلمان قسمت آرما سپاہیوں نے بنگال کے اسیروں کی معتدہ بعداد کو ساتھ ملا کر اراکان کے صدر مقام میں بغاوت کا علم بلند کیا اور بس سال تک اراکان پر ان کا تسلط رہا۔ بنگال کے دو مسلمان شاعروں دولت قاضی اور سید الاول کو، جو اراکان کے ناساھوں پھیری ٹودمہ اور سندا ٹودمہ کے درباروں سے وابستہ تھے، دربار کے ایسے ہی مسلمان حکام و اہل کاران کی سرپرستی حاصل تھی۔ ان مسلمان سپاہیوں کی سل کے لوگ اب بھی زمیری اور اُکیاب کے علاقوں میں آباد ہیں اور کمن (فارسی لفظ کمان کا محقق) کہلاتے ہیں (بشیشور بھٹاچاریہ : *Bengal Past and Present*، شماره ۶۵، ۱۹۲۷ء : ص ۱۳۹ تا ۱۴۴)۔

مسلمانوں سے اراکائیوں کے تعلقات کا اظہار اس شکل میں ہوا کہ اراکان کے بادشاہوں نے اسلامی القاب اختیار کر لیے اور ایسے سنگے رائج کیے جن پر ان کے یہ القاب یا کلمہ (طیبہ) فارسی رسم الخط میں منقوش تھا۔

اب اراکان کی بحری فوجوں نے، جن کا مستقر چٹاگانگ میں تھا، خلیج کے ڈھانچے پر رہنے والے پرتگیزی بحری ڈاکوؤں کے ساتھ مل کر بنگال کے دریائی علاقوں پر تسلط جما لیا۔ یہ لوگ واٹھلی اور باقر گنج کے اضلاع میں لوٹ کھسوٹ کرتے اور یہاں کے لوگوں کو غلاموں کی طرح فروخت کرتے تھے (ایسے لوگوں کی کثرت بعداد کا اندازہ دیے کے لیے دیکھئے *Travels of Father Manrique*، طبع ۱۷۰۹ء) اور واقعہ یہ ہے کہ یہ اضلاع کئی سال تک در حقیقت اراکائیوں کے قبضے میں رہے، بلکہ ۱۰۷۸ء/۱۶۶۸ء میں اراکائیوں نے سلطنت معلہ کے صوبائی صدر مقام ڈھاکے کو بھی تاراج کیا۔

۱۰۷۰ء/۱۶۶۰ء میں شاہ شجاع نے اپنے بھائی اورنگ زیب کی فوجوں سے بنگال میں شکست کھائی اور اراکانوں کے ایک مختصر بحری بیڑے کے ساتھ، جس نے جنگ میں اس کی مدد کی تھی، اراکان چلا گیا اور مڑوہانگ Mrohaung کے مقام پر اراکان کے بادشاہ سدا ٹودمہ کے ہاں پناہ گرس ہوا۔ مغل اسے وہاں سے نکالنے کے لیے رقمیں پیش کرتے رہے۔ ادھر شاہ شجاع نے، جسے وہاں سے جانے کے لیے جہاز نہ مل سکے، اراکان کے مسلمانوں سے، جو خاصی بڑی بعداد میں تھے، سار نار شروع کر دی۔ ۶ جمادی الآخرہ ۱۰۷۱ء/۷ فروری ۱۶۶۱ء کو اراکان کی فوج نے اس کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور شہزادہ غالب اس کشمکش میں، جو اس موقع پر رونما ہوئی، مارا گیا (دیکھئے G E. Harvey، *Jour. Burma Research Soc.*، ۱۹۲۲ء، ۲ : ۱۰۷ تا ۱۱۰)۔

اورنگ زیب کے نائب السلطنہ شایستہ خان نے

اراکانی لقب	عہد حکومت	اسلامی لقب	سکہ
ریخلا	Narameikha ۵۸۳۳ء تا ۵۸۳۸ء / ۵۸۳۳ء تا ۵۸۳۸ء	—	سلطان نکال کا ناہنگدار
بنگ کھری	Mong Khari ۵۸۳۸ء تا ۵۸۳۸ء / ۵۸۳۸ء تا ۵۸۳۸ء	علی خان	—
ساویو	Basawpyu ۵۸۶۳ء تا ۵۸۸۷ء / ۵۸۶۳ء تا ۵۸۸۷ء	کلمہ شاہ	کلمہ [طیہ]
کسابدی	Kasabadi ۹۲۹ء تا ۹۳۰ء / ۹۲۹ء تا ۹۳۰ء	اباس شاہ سلطان	کلمہ [طیہ] و اسلامی لقب
تھتھ	Thathasa ۹۳۱ء تا ۹۳۲ء / ۹۳۱ء تا ۹۳۲ء	علی شاہ	” ”
مین	Minbin ۹۳۷ء تا ۹۳۸ء / ۹۳۷ء تا ۹۳۸ء	رنوک شاہ	اسلامی لقب
مین پالنگ	Minpalaung ۹۷۸ء تا ۹۷۹ء / ۹۷۸ء تا ۹۷۹ء	سکندر شاہ	”
مین یازگی	Minyazagy ۱۰۰۱ء تا ۱۰۰۲ء / ۱۰۰۱ء تا ۱۰۰۲ء	سلم شاہ	”
مین کماونگ	Minhkamaung ۱۰۲۱ء تا ۱۰۲۲ء / ۱۰۲۱ء تا ۱۰۲۲ء	حسن شاہ	”
تھری تودمہ	Thirithudamma ۱۰۳۱ء تا ۱۰۳۲ء / ۱۰۳۱ء تا ۱۰۳۲ء	سلیم شاہ	فارسی حروف
سند تودمہ	Sandathudamma ۱۰۶۲ء تا ۱۰۶۳ء / ۱۰۶۲ء تا ۱۰۶۳ء	بد اسلامی لقب	بد سکھ

J W (۳) '۵۲ تا ۳۴: ۱، ۱۹۲۵، Research Soc  
Lardley، در JASB، ۱۸۳۶ء، لوحہ ۳، شمارہ ۱۲: (۳)  
H F Blochman، در JASB، ۱۸۷۳ء، ۱: ۲۰۹  
تا (۳۰۹)۔

اراکان میں مسلمانوں نے اپنے آثار مروہانگ  
Mrohaung میں سندھتھن Sandihkan کی مسجد  
اور اکیاب اور سندووی Sandoway میں بدھوتھن  
Buddermokan، بھی بدالہی اولیاء کی حلقہوں،  
کی شکل میں چھوڑے ہیں۔ ان بزرگ کی

ظاہر ہے کہ اراکانی سکہ نکال کے سکہوں  
نے نمونے پر ڈھالے جانے لگے؛ چنانچہ بنگال [کذا،  
ر ۵۹] میں سکہوں پر کلمہ [طیہ] کا استعمال اس  
وقت سے شروع ہوتا ہے جب سلطان نکال نے  
ریخلا کو اراکان کے تحت پر بحال کیا اور دونوں  
سکہوں کے سکہوں پر بھدا سا کوئی خط استعمال  
نہ کیا (دیکھیں Coins of Arakan, of Phayre  
International Numismata، در Pegu, and of Burma  
Jour. Burma. M S Collis (۲): ۱۸۸۲ء، Orientalia

کے متعلق ترکی بیانات کی عدم صحت کا یہ ایک اور ثبوت ہے۔ ارامار کی سرحدیں حسب دیل ہیں: شمال کی طرف استازن اور گور؛ جنوب میں ریکان؛ مغرب میں چلو، نار اور تحومہ [قب سطوری] اور ارس اور مشرق میں ساب [قب سمڈیناں]۔ ارامار ۵۰۵۲ فٹ کی بلندی پر واقع ہے (قب ڈکسن Dickson) اور چھوٹے چھوٹے دیہات کے ایک مجموعے کا نام ہے، جو روماری سین کے اوپر ایک سنگلاخ ساح کوہ کے دونوں طرف نکھرے ہوئے ہیں۔ خود اس ساح کے اوپر، جو گہرائی ژیر Gaprani Zhēr کے نام سے موسوم ہے، گرنہ بوی کے مقام پر اس مجموعہ دیہات کا صدر مقام اور آغاؤں کا مسکن ناوگند یا ”وسط سہر“ ہے۔ ساح کوہ کے آخری کنارے پر حوسرا نکلا ہوا ہے اسے ایک وسیع فرستان بے گھٹ رکھا ہے۔ گرنہ بوی کے نام سے، جس کا معنہ ہم ”ب کی بہاڑی“ لیتے ہیں، بظاہر اس سستی کی قدامت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ حتمی کہ گہراں جن ڈھلانوں کو خدا کرنا ہے ان پر درے اہمام کے ساتھ راعب کی حانی ہے اور ان میں چھوٹے طبقات (terraces) کا سچ در سچ سلسلہ نظر آتا ہے، جن میں سے ایک طبقہ یا نو کوئی کھس ہے اور یا ایک محصر سائیں باغ، اس حمال کی رہمائی کرتی ہے کہ اسان بے مدبوں پہلے اس حگہ کو سکوت کے لیے مستحب کر لیا تھا اور وجہ شاید یہ بھی کہ ایک جنگلی علاقے کے بیچ میں یہ بالکل الگ بھلک واقع ہے۔

کوہستانی حمرایا: اس علاقے کی عمومی خصوصیات کے لیے دیکھیے مادہ سطوری۔ ارامار اس قوس کے مشرقی سرے پر واقع ہے جس کی تشکیل جلو طاع کرنا ہے۔ بقول ڈکسن Dickson، ترکی کردستان کے بہاڑی سلسلے اور وادیاں تقریباً خطوط عرض بلد

مشہور ترین حانقاہ چانگام میں ہے اور وہ بنگال اور اراکان کے ملاحوں کے سرپرست ولی ہیں (دیکھیے Monograph on Arakan Antiquities E. Forchhammer اور Sir R. C. Temple، در Joun Burne Research Soc، ۱۹۲۵ء، ص ۱ تا ۳۱)۔

مآخذ: (۱) History of Su A P Phayre، (۲) Burma G E، ص ۷۶ تا ۸۱، ۱۷۱ تا ۱۸۳، (۳) History of Burma Harvey، ص ۱۳۷ تا ۱۶۹، (۴) History of Bengal، ح ۲، طبع سر حادو ناتھ سرکار، ڈھاکہ ۱۹۳۸ء، (۵) سر حادو ناتھ سرکار Studies in، (۶) Aurangzib's Reign، ص ۱۹۱ تا ۲۰۳، (۷) B HARRISON (غریب)

\* ارامار: اُرسر دہ کی کے ملکی حمرایے میں بعض اوقات ارامار نو ایک فصا [صلح، جس کا حاتم فایم مقام لہلہا ہے] مانا جاتا ہے، جس میں دو ناحیے [بھصلیں، جن کے حاتم وربر لہلہے ہیں] شامل ہیں، یعنی جلولر اور اشان، جنہاں سس فصا ہر اور ۲۵،۹۱۰ سوس آباد ہیں (تہ Turque d'Asie Cuinet، ۲: ۵۶) اور لہی اس نام کے ایک ناحیے کا ذکر ملتا ہے، جو ولایب وان [رک نان] کی سخو حکاری میں گور نامی فصا کا ایک حصہ ہے۔ اس صلحے کو دیکھیے کے بعد، حو وسطی کردستان کے وسط میں ایک عمر معروف مقام ہے، ہمارا رجحان اس دوسری تعریف قبول کرنے کی طرف ہے۔ یہ صرف یہ کہ ارامار کو ایک فصا ہونے کی اہمیت حاصل نہیں بلکہ جن دو ناحیوں کو اس سے منسوب کیا جاتا ہے ان میں بلا سرکب غیرے سطوری [رک نان] آباد ہیں۔ ان میں سے ایک یعنی جلو [لر] بو خود مختار ہے اور ارامار کم از کم آج کل حالۃ گردی ہے اور مالابری Māla Miri کے گہرائے کے زیر ساد ہے، جو ہیری نہیں بلکہ دسکنی ژوری کے ایک قبیلے سے متعلق ہے (Cuinet، کتاب مدکور)۔ کردستان کے اس حصے

نہری کی طرف رزگہ، فرازاہے پرامیزی (تپن قائل  
یعنی رکائی، ہرکی اور دسکائی کی سرحد)، درعہ، ہرکی  
کی گھاٹی (شیوہ ہرکی) پگور، مرزہ اور نہری سے ہوتی  
ہوئی حاسی ہے۔ امید ہے کہ ہرکی اور عراں کے  
درمیان سرحد کا قطعی تعین ہو جانے کے بعد اس خطے  
کا ٹھیک سے حائرہ لیا جائے گا اور قسے سائے حائیں گے،  
اور آج کل کی طرح بھشوں میں حالی حگھیں اور  
علطاساں نظر نہیں آئیں گی (مب Asia Française،  
اکتوبر۔ نومبر ۱۹۲۶ء، معاہدہ حد بندی)۔

سبل و قوم : خود ارامار اور اس کے قرب و  
حوار میں سب سے والے مدرجہ دبل گورد مائل کا ذکر  
کیا جاسکتا ہے، بشمول ان ساحوں کے جو کردوں  
کی نقلی مکانی کی وجہ سے لارما ادھر ادھر بھل  
'گئی' ہر قسے کے نام کے بعد صلح کا نام اور گھراؤوں  
کی بعد از خطوط وحدانی میں دیے دی گئی ہے :  
(۱) دسکائی رہری (ارامار، ۲،۰۰۰)؛ (۲) پڑوئے  
(پڑوہ، فصائے آمادیہ، ۸۰۰)؛ (۳) دیری (گور اور  
گلہ دیری، ۱،۰۰۰)؛ (۴) پٹائیٹ (گور اور جلاپڑک  
کے درمیان اور ہرھکی کا ایک حصہ، نزد  
ناش قلعہ، ۳،۰۰۰)؛ (۵) دسکائی پڑی (فصائے دھک،  
۲،۰۰۰)؛ (۶) پڑوری پڑی (محل مدکور، ۵،۰۰۰)؛  
(۷) نروار (محل مدکور، ۳،۰۰۰)؛ (۸) گونے،  
(حانہ بدوش، جو موسم سرما دھک میں اور گرمیاں  
گور اور ارامار میں گزاریں ہیں، ۱،۳۰۰)؛ (۹)  
چلی (حلاپڑک، ۶،۰۰۰)؛ (۱۰) آرتوشی (گرمیاں  
فرانس اور سردیاں برے ٹپکار میں سر کرنا ہے،  
۶،۰۰۰)؛ (۱۱) آرتوشی (سکوب کریں : الباک،  
۱،۰۰۰)؛ (۱۲) پڑیر، ۱،۰۰۰)؛ (۱۳) آرتوشی کے بعض  
گھراؤے : گودن، مام حورن، ژرکی (حلاپڑک کے  
ارد گرد، ۶،۰۰۰)۔

تاریخ : جہاں تک ہمیں علم ہے مرآۃ الدلالت  
(تہران، ص ۲۲) میں مدرجہ ذیل مختصر سے اندراج کے

کے سواری واقع ہیں اور ایرانی سرحد کے نزدیک  
جا کر وہ جنوب مشرقی سمت اختیار کر لے رہے ہیں،  
یعنی اس جگہ جہاں ان کا خطہ معجزہ تبدیل ہوا ہے  
بلندیوں اور وادیوں کا ایک پیچیدہ سلسلہ بن گیا  
ہے۔ مذکورہ تبدیلی معجزہ کے مرکز کے نزدیک  
سلسلے کا پیچیدہ ترن حصہ ہے، جسے ہرکی ارامار  
کہا جاسکتا ہے۔

سڑکوں کا نظام : اگرچہ واقعہ یہ ہے کہ  
یہاں کی سڑکیں محض بگ ڈنڈیاں ہیں، جو قائل  
کے رہاں مواصلات کے نام آتی ہیں، تاہم ان کی  
میسوں کا ذکر دلچسپی سے حالی نہ ہونا تاکہ ان  
راستوں کا تعلق سڑکوں کے اس نظام کے ساتھ معلوم  
ہو سکنے جس کا مطالعہ ہم رواں دہر اور سمڈیاں  
(قت نہ مادے) کے صحن میں کر چکے ہیں اور  
جس کی ارسہ قدیم میں بے شمار زیادہ اہمیت رہی ہوگی۔  
ارامار سے گور کوراسد : جسی کی، درہ ناشر نارس،  
علی کاسی، ناژرگا اور دتہ ہونا ہوا جانا ہے۔  
اس سڑک پر ایسے سمائات ملے ہیں جس سے بنا  
جاسا ہے کہ زیادہ خطرناک مقامات پر تعمیر کا کچھ  
کارہ آدا گیا تھا۔ جنوب کی طرف یہ سڑک ایک  
بہاوت تک گھاٹی سے گزر کر پہلے پڑوہ (قت  
حجے) حاسی ہے اور وہاں اس کی دو شاخیں ہو  
جاسی ہیں : (۱) مغرب کی طرف آرتوشی کے صلح کے  
برابر سے براہ پیری جی پیم اور صلح نروہ کے قریب  
سے براہ ولہ اور پیری ہلانہ، جس میں سے موحرالد کر  
مقام راب اکبر کے ناٹیں کمارے بر سر یہ کے بالمقابل  
عکرا سے آئے والی سڑک پر واقع ہے اور (۲) مشرق  
کی سمت صلح رکائی کے پاس سے براہ پیرالی سہجہ اور  
اوسرک (گذرگاہ آب) سے نرران اور نہریراس کی  
طرف، جو راب اکبر کے ناٹیں کمارے پر ترکپران کے  
بالمقابل اور اسی طرح عکرا سے آئے والی سڑک پر واقع  
ہیں۔ ایک تیسری سڑک پڑوہ سے شمدینان کے مرکز



ہوا ارامار کا تذکرہ کسی کتاب میں موجود نہیں :  
 ”اوسو، بضم اول و سکون ثانی، ہکے اور اصفاہ  
 [اقصاے (۹)] آذربہان است۔ در آنجا جمع کثیر  
 برائے جنگ و مدافعت سعید بن العاص جمع شدہ۔  
 سعید جریر بن عبداللہ البجلی را بہ جنگ آن جماعت  
 مامور کرد و جریر آن جماعت را مسہزم و سرکردہ  
 ایشان را بردارزد۔“ یہاں ہمارے لئے یہ باتیں قابلِ غور  
 ہیں : (۱) اوسو، جس کا پہلا حصہ اُر کوہی  
 نستوریوں کے تلفظ کے مطابق ہے، مگر دوسرا حصہ  
 [اوسو]، جہاں الف کی جگہ محض زار ہے، اس سے  
 مختلف ہے (گردی رہاں میں اس کا تلفظ ہورامار ہے،  
 جسے وہ اپنی مخصوص ہائے معلوط کے ساتھ ادا  
 کرتے ہیں)۔ (۲) نسب النحلی، جس کا تعلق محل  
 نامی مقام سے سمجھا جاوے، جو اس سواح کا  
 ایک کرد گاؤں اور حادان شہج نحلی کی وجہ  
 سے مشہور ہے۔ (۳) اس واقعے کی تاریخ  
 نہیں دی گئی۔ تاہم مرثری کردستان کے اس  
 مقام حصے کی مانند یقیناً ارامار کی بھی ایک  
 سر حاصل تاریخ رہی ہوگی، جس کا ان اقطاع  
 میں عیسائیت کی تاریخ سے بہت گہرا تعلق ہوگا۔  
 ہم یہاں ماری ممو کے نستوری گرجا کی ڈیسپ  
 ہان کرتے ہیں، جو ارامار میں اسی نام کے گاؤں  
 میں واقع ہے اور جس کی ڈیسپ کسی نے اس سے  
 پہلے بیان نہیں کی۔ ڈیکسن Dickson نے محض  
 اس کا نام دیا اور Cunct (وہی کتاب، ۲: ۵۷۷)  
 کہتا ہے کہ ”چالیس نستوری رعایا (Rays)  
 کو، جو ارامار میں متوطن ہیں، کردوں کے شہر  
 (کذا) کے دو نستوری گرجاؤں کی حفاظت موعیض  
 ہے۔“ دوسرا گرجا، جو ناوگند (قبہ اوپر) میں  
 واقع ہے اور مار ڈیٹیل کہلاتا تھا، موجودہ سل  
 جکے سامنے مسجد میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔  
 سانپ نظر آنے پر اس کے کانٹے سے بچنے کی خاطر

جو نستوری متبر پڑھتا جاتا ہے اس میں دو ولیوں  
 کے نام آتے ہیں۔ یہ متبر یہ ہے : ماریمو مار دیٹیل  
 کہنہ البھویش (ماریمو مار دیٹیل = پتھر سانپ پر)،  
 کیونکہ قصہ یہ ہے کہ مرید حولیش Jubas کے رمانے میں  
 ولی مار ممو قیساریہ، واقع کہادوشیہ Cappadocia، میں  
 شہید ہوئے سے بچ نکلا اور اس نے پہاڑوں میں پناہ لی،  
 جہاں اس نے حشرات الارض کو اکٹھا کیا اور ایک  
 پتھر کی سل کے بچے سے بد کر دیا اور سل کے اوپر اس کے  
 نام کا گرجا بنایا کیا (قبہ Acta Martyrum et Sanctorum،  
 طبع Bedjan، ح ۶، ۱۸۹۶ء)۔ ناپ ہمہ اس ولی کے  
 سوانح حیات میں ارامار یا حشرات الارض کا کوئی  
 ذکر نہیں ہے، البتہ حکلی جانوروں پر اس کے اثر و  
 اقتدار کا کچھ ذکر ضرور کیا گیا ہے۔ ڈیکسن  
 کی جمع کردہ روایات سے ظاہر ولی مذکور کے  
 سوانح سے بہت زیادہ مختلف ہیں۔ ڈیکسن کے نزدیک  
 یہ گرجا ایک آسوری رٹرت [دکرو عباد گاہ] کے  
 محل وقوع پر تعمیر ہوا تھا۔ بہر حال گرجا کی کیفیت،  
 جس کی پاسبانی کا کام سردرنہ ماری ممو کا خطاب رکھے  
 والا ایک نستوری حادان ارجاء دیتا ہے، حسبِ دلیل  
 ہے : اگر اس میں ایک نہایت چھوٹا دروازہ نہ  
 ہوتا جس کا نالائی حصہ ایک نستوری صلیب اور دو  
 دائروں سے سریں ہے، جس میں اسی طرح کی صلیبیں  
 سی ہوئی ہیں، تو یہ گماں بھی نہ گزرتا کہ  
 ان گھڑ بھروں کی یہ متواری السطوح عمارت کوئی  
 گرجا ہے۔ اندرونی حصے کی ہم تاریکی میں دیکھا  
 جا سکتا ہے کہ رقبے کا چوتھا حصہ عباد گاہ  
 (sanctuary) سے گھیر رکھا ہے، جسے ناف کلیسا  
 (Nave) سے ایک دیوار کے ذریعے علیحدہ کیا گیا  
 ہے۔ اس دیوار میں دو دروازے ہیں۔ نائیں دروازے  
 سے اصل قربان گاہ کی طرف راستہ جاتا ہے۔ یہ ایک  
 پتھر ہے، جس کی اونچائی تین فٹ سے زیادہ اور  
 چوڑائی دو فٹ کے قریب ہے اور آدھا دیوار میں

گرخا سے کیا جا سکتا ہے، جو ہیڈل (Kurds and) Heazell نے اپنی کتاب (Christians) میں دیا ہے۔ W A Wigram نے اپنی کتاب (The Assyrians and their Neighbours، لندن ۱۹۲۹ء) میں کچیس کے گرجے مارسلتہ کے اندرونی حصے کا خاکہ دیا ہے۔ بہر حال اس باب کا یقین کرنے کے لیے وجوہ موجود ہیں کہ آرامار میں کبھی عیسائی آباد تھے۔ ایک مقامی روایت میں یہ بھی ہے کہ موجودہ آغاؤں کا حد امجد مدوں پہلے اس عیسائی علاقے میں آیا تھا اور اپنی چالوں اور سارسوں سے یہاں کے باشندوں کو نکال باہر کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ظاہر آرامار کے سمیٹ مقامات سے بھی اس باب کی تصدیق ہو گئی ہے۔ خود لفظ آرامار بھی آرامی زبان سے مشتق معلوم ہوتا ہے۔ ہم اس نام کی اس تشریح کے لیے Mgr Graffin کے مسمون ہیں کہ آرامار کے معنی ”مالک کا قلعہ“ ہیں (فٹ آرشلیم Ur-shahm)۔ مذکورہ نوحہ کی تصدیق اس خطے کی دشوار گزاری سے ہو جائے گی اور ساتھ ہی ہمارے اس خیال کی بھی توثیق ہو جائے گی کہ یہ علاقہ بہت قدیم زمانے سے آباد ہے۔ اس خطے میں دوسری حکموں پر بھی ایسے نام موجود ہیں، مثلاً آورہ بشو، حوکرٹہ ناوکہ (فٹ اوپر) کی ایک ڈھلان ہے۔ آورشو، گیلیہ تو سے پرے ایک گاؤں، اری، ایک سطوری قسہ اور آخر میں خود اربہ۔

مآخذ: ہم جن تصانیف سے آشنا ہیں ان کی فہرست

E B Soane اور ہماری مشترکہ کتاب Suto and Tato، a Kurchish text with transl and notes، در BSOS، ۱: ۲ میں دی گئی ہے، (۲) ۱۹۳۵ء میں حیا گریملک سوسائٹی پریس کے ریویو میں ہمارا مضمون، Le système routier du Kurdistan، نکلا تھا، جس میں بہت سی جغرافیائی تفصیلات کے علاوہ ایک نادر تصویر سے آرامار کا عمومی منظر بھی دیا گیا تھا۔

(B NIKITINE)

نصب ہے۔ اس کے کنارے گول کر دیے گئے ہیں اور اوپر کی طرف پتلا ہوتا جاتا ہے۔ اس قربانگاہ کے اوپر ایک تنگ روش داں ہے، جس سے تھوڑی سی روشنی آتی ہے۔ بائیں طرف دیوار میں ایک چھوٹا سا طاق ہے۔ عبادت گاہ سے پتھر کی ایک دیوار میں در با کے ایک دوسرے کمرے میں راستہ جاتا ہے، جہاں چٹان کھود کر قدیم وضع کی اصطلاح گاہ (baptistry) بنائی گئی ہے اور اس کے کچھ بیچے اسی پیاد پر آتے ہیں (سورہ) ہے، جس پر قطری روٹی تار کی جانی بھی۔ اس حصے کے بالمقابل جو مقدس فرائض کے لئے مخصوص ہے پتھر ہی کے دو مسر ہیں، جو ہمار اور دیسی کتابوں اور صلیب کے لیے ہیں۔ گھنٹیوں کی جگہ ایک سلاح سے دھاب کے دو پترے آویزاں کر دیے گئے ہیں۔ یہ سلاح محراب دار چھب کی نہ میں دونوں دیواروں کو ملاتی ہے۔ یہاں متروک سسپن بالکل نہیں ہیں۔ گرخا کی امائی، ۱۶ فٹ، عرض ۱۷ فٹ اور بلندی ۱۶ فٹ ہے۔ قلعے کے مطابق اگر ہاسانوں کے حادثات سے ان کے دنیاوی امتیازات چھین لیے جائیں تو ساپ وغیرہ، جو قربانگاہ کے بچے بند بڑے ہیں، باہر نکل آئیں گے۔ دیواروں کی گرد ناولے کتوں، ساپوں، اور بچھوؤں وغیرہ کے کاٹنے کا علاج ہے۔ ہمیں کردستان کے سطوری گرجاؤں کے متعلق بہت کم باقی معلومات حاصل ہیں۔ ان میں سے بعض مثلاً ایرانی سرحد (پرتگور) پر واقع ماریشو، جیلو کے ماررئیہ، آشتہ کے مارسوہ، اور اسی طرح کچیس کے کھنڈر شمول کلیسائے مارسمو کی قدامت چوبھی اور پانچویں صدی کے درمیان قرار پائے گی، کیونکہ یہی وہ دور ہے جسے کہا جاتا ہے کہ اولیں مسیحی داعیوں، مثلاً ماراؤگی ماریشو وغیرہ کی آمد کا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ مارسمو کے نقشے کا موازنہ مارشو کے

اس لیے بھی مشہور ہے کہ یہاں ۳۳۱ ق۔ م میں سکندر نے دارا، شہشاہ ایران، کو فیصلہ کن شکست دی تھی (دیکھیے Pauli-Wissowa، ۲: ۴۰۷ و ۷: ۸۶۱ بعد)، ولایت موصل (عراق عرب) کا ایک شہر، جو اس سڑک پر جو موصل سے بغداد گئی ہے راب نام کے دو دریاؤں (راب اکبر اور راب اصغر) کے درمیان یکساں فاصلے پر واقع ہے۔ اس حکم ایران کے بھاڑی علاقوں سے آئے والی دو اور سڑکیں اس سڑک سے آملی ہیں (قب Der Zagros Hüsing، ص ۳۸ بعد)۔ یہ سہر ولایت موصل میں سہر زور کی سبھی میں ایک فصا کا صدر مقام ہے۔ قدیم عرب جغرافیہ نویسوں سے اسے السواد میں حلاوا کے آسان (یا اوسان، فارسی = سمت) کا ایک طسوج (ار فارسی سو = صلح، دیکھیے ندیل مادہ) لکھا ہے (دیکھیے Bihl Geogr Arah، ۶: ۶، ۲۳۵)۔ موصل سے مشرق و جنوب مشرق کی جانب اس کا فاصلہ پچاس میل ہے اور المون لوبرو (دیکھیے ندیل مادہ) سے اس کی مسافت ۱۲ گھنٹے کی ہے۔ اس کا عرص بلد ۳۶ درجہ ۱۱ دقیقہ شمالی ہے اور طول بلد ۴۳ درجہ ۱۰ دوہ مشرقی (ار کریج)

اربل (اربل عام رباں میں، سر اربل) نالی۔ آسوری (عہد) کا اربائلو Arba-ilwi اور قدیم ایرانی معنی کتوں کا آئرنہ ہے۔ اس شہر نے، جس کا ذکر بہت قدیم زمانے، یعنی نویں صدی قبل مسیح کی آسوری دستاویروں میں بھی آیا ہے، تاریخ پاستانی میں کوئی خاص سیاسی حصہ نہیں لیا، بلکہ ہخامنشی خاندان سے بستر کے زمانے میں اس کی اصل شہر کی ساد دیوی آستر کا وہ انتہائی قابلِ معطم مندر تھا جو یہاں موجود تھا، گویا اربائلو قدیم آسوریہ کا ڈلہی Delphi تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ کاروانی راستوں کی حالتے اتصال ہونے کی وجہ سے بھی بہت اہم شہر تھا۔ راستوں کے

اربل: یا آرتد (قدیم نام آربل کی محرف شکل [دیکھیے مادہ آربل])، ایک قدیم شہر اربلہ Arbela کا نام، جس کے اب صرف کھنڈر باقی ہیں اور جو اس بھاڑی پر واقع ہے جس کے ساتھ ساتھ ثانی بیراس Tiberias سے وہ سڑک جاتی ہے جو شعب حمامہ (فاختہ کی گھاٹی) سے گزرتی ہے۔ اس کے کھنڈروں میں سے ایک صومعے کے کھنڈر خصوصاً قابلِ ذکر ہیں (دیکھیے Antike Synagogen ruinen Watzinger و Kohl in Galilaea، ص ۵۹ بعد)۔ اس کے آس پاس کی چٹانوں میں جو عجیب سار پائے جاتے ہیں انہوں نے بعد کی یہودی تاریخ میں بہت اہم حصہ لیا ہے۔ یہیں ار روئے روائت موسیٰ [عالمہ اسلام] کی والدہ اور [حضر] یعقوبؑ کے چار بیٹوں دان Dan، یساکر Issaachar، زبولون Zebulon اور حاد Gad کی قبریں ہیں

ادک اور شہر اربل۔ آرتد، جو اسی طرح ایک قدیم اربلہ Arbela کے نام پر ہے، بقاء [آرک ناں] کے صلح میں نساں سے نارہ عربی میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ خلیفہ برید ثانی کا یہیں انتقال ہوا تھا۔ مأخذ: (۱) Loca sancta Thomsen، ص ۲۴ (۲) Geogr des alten Palästina Buhl، ص ۲۵۶، ۲۱۹ (۳) Palästina - Jahrbuch، Dalman، ص ۵۶ (۴) یاقوت: معجم البلدان، ۱: ۱۸۴ (۵) لیب شریح Palestine under the Moslems Le Strange، ص ۲۵۷ (۶) Die geogr Nachr in Halil R Hartmann، az-Zahlr، etc، ص ۷۴: (۷) الطبری، طبع دحویہ، ۲: ۱۳۶۳ (۸) Zeitschr d Deutsch Pal Schlatter، ۱۹: ۲۲۲ بعد ۲۲۰، ۲۸ و ۲۹، ۹۹ (نوہل Buhl (Fr))

آربسک: Arabesque [دیکھیے م (الرحرہ الاسلامیہ)]

اربل: [یا اربل Erbil]، قدیم اربلہ Arbela، جو

مقام کے طور پر کرتے ہیں: *قَبْ Bibl. Geogr Arab* طبع دخیہ، ۶: ۶، ۳، ۲۳۵، ۲ - بعد میں اربل کو الحریرہ میں شمار کیا جائے لگا، بالخصوص صوبہ موصل میں - ۵۶۳ / ۱۱۶۷ء میں ربن الدین علی کوچک نے یکنگین نے اربل کو صدر مقام بنا کر ایک چھوٹی سی ریاست کی بنیاد رکھی - بنو نکتگین [رَبْکَ نَاں] کے اس کرد خاندان میں سب سے زیادہ مشہور حاکم صلاح الدین کا برادر سسی کواکوری تھا - اس کے ماتحت قرون وسطیٰ میں اربل اپنی انتہائی فارع النالی کو پہنچ گیا - مول یاقوت اس زمانے میں یہاں بردوں کی اکثریت تھی - ۵۸۶ / ۱۱۹۰ء میں کواکوری نے اس سلطنت کو، جو اس نے اپنے بھائی سے پائی تھی، بہت وسعت دی - اس نے آس پاس کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو جمع کر کے سہررور کے صلع کو بھی (سمول کرکوک) اپنی حکومت میں شامل کر لیا - اس کے بعد بہت سے عسکرملکی لوگ یہاں آباد ہو گئے اور اربل بہت جلد ایک اہم سہرر بن گیا - کواکوری سال میں کئی بار حش مسایا کرنا تھا، جن میں دور و بردیک سے لوگ آتے تھے - ملاد انس [صَلَّى اللہ علیہ وآلہ وسلم] کے حش کے موقع پر بالخصوص بہت اہتمام کیا جاتا تھا اور اس کے ساتھ ایک ملا بھی لگتا تھا (قَبْ اس حَلْکَاں، طبع وِسْتِیْمِلْٹ، کراسہ ۶: ۶۶) - فلغے کی بہاڑی کے داس میں واقع اربل کے ریرس سہرر کا نام بھی سہرادہ ہے - اس نے ایک مدرسے کی بنیاد بھی رکھی، جو اسی کے نام پر مدرسۂ مظفریہ کہلاتا تھا اور جہاں مشہور عرب مؤرخ ابن حَلْکَاں (پیدائش ۵۶۰۸ / ۱۲۱۱ء) کا باپ مدرس تھا - صومیوں کے لیے کواکوری نے اربل میں ایک حلقہ (رباط) تعمیر کرائی -

حب ۵۶۳۰ / ۱۱۳۲ء میں کواکوری لاوڈ مرا بو اس نے اپنی مملکت خلعہ المستنصر کے لیے

انصال پر سازگار محل وقوع کی وجہ سے آشوریہ کے مشہور شہروں میں سے تھا اربائلو کو یہ اسمیار حاصل ہے کہ اس کا وجود اور نام ابھی تک نامی ہے اور وہ بہت قدیم زمانے سے اس صلع کا مرکز رہا - حر کی حد فاصل شمال اور جنوب میں ان دو دریاؤں [رَبْکَ و اصغر] سے بنتی ہے - قدیم زمانے میں اس صلع کو یا بو صدر مقام کے نام پر اربلائس Arbellitis کہا جاتا تھا اور یا دونوں راسوں کے نام پر ادیابین Adiabene - (ساسوں کا حَذَبْ Hedayah) - یہ قریب قریب عرب حمرافا نویسون کی ارض اربل کا مرادف تھا - چونکہ سب سے بڑے روال کے حد خاص آشوریہ کا اہم سہرر بھی اربل رہا تھا، لہذا اربلائس کے نام کو بعد میں وسعت دے کر پورے آشوریہ کے لیے استعمال کرنے لگے (یعنی ڈائیوڈوجی Diadochi کے زمانے ہی سے) - اس وقت ادیابین بھی انہیں وسعت معنوں میں مستعمل تھا - دوسری صدی قبل مسیح کے دوسرے نصف میں وہاں ایک چھوٹی سی سلطنت قائم ہوئی، جو نارہیوں (اسکائیوں) کے عہد میں بالعموم انی آزادی فائز رکھ سکی - ساسوں کے عہد میں اربل والوں کا صدر مقام رہا، جنہیں بعض اوقات حاصی آزادی حاصل ہوئی تھی، ان میں سے ایک والی قُذَع کو، جو اربل کے قریب فلغہ یلکی میں رہا تھا، شاور نامی نے ۳۰۸ء میں عسائی مذہب اخسار کر لے کر تباہ کر دیا تھا -

مسلمانوں کے زمانے میں اربل کا ذکر بہت عرصے کے بعد آخری خلفائے عباسیہ کے عہد میں آتا ہے - الطبری کی تاریخ میں اس کا کہیں ذکر نہیں - قدیم عرب حمرافا نویسون میں سے صرف اس حَرْدَاذِیہ (نویں صدی) اور قدامہ (دسویں صدی) عراق عرب کی تقسیم ملکی کے بیان میں اس شہر کا ذکر صوبہ حلوان کے ایک صلع (طسوج) کے صدر

چھوڑ دی، جس کے دباؤی اقتدار میں، جو بہت گھٹ چکا تھا، اس سے معتدہ اضافہ ہو گیا۔ مگر خلیفہ موصوف کو اس متروکہ املاک کا قبضہ لینے میں طاق استعمال کرنا پڑی۔ کیونکہ اربل کے لوگوں نے عباسی خلیفہ کو اپنا فرمانروا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ شہر کے محاصرے کے بعد سہ سالار اقبال الشراہی، جسے المستنصر نے بھیجا تھا، سرکش شہر پر قابض ہوئے میں کاسب ہو گیا۔ قتب اس الطقطنی : المحری (طبع آلورٹ (Ahlwardt)، ص ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰ : Chron. Syr Barhebraeus، طبع بیجے Bedjau، ص ۶۶ بعد اور Gesch d Chalifen، Weil، ۳ : ۴۶۸ - اس کے بھوڑے ہی عرصے بعد مغل اربل کے درواروں پر پہنچ گئے - ۵۶۲۸ / ۱۲۳۰ تک وہ اپنے حملوں میں حلقہ شہر کے اندر داخل ہو چکے تھے (قب اس الاثر، طبع ٹورن برگ، ۱۲ : ۳۲۸) - ۵۶۳۳ / ۱۲۳۵ میں انہوں نے اس کے باراروں میں لوٹ مار کا بارار گرم کر رکھا تھا (قب تاریخ مختصر، ہروب، ص ۳۶، س ۹) - ۵۶۳۴ / ۱۲۳۶ میں وہ پھر آئے، انہوں نے بیجے کے شہر کو آگ لگا دی اور قلعے کا محاصرہ کر لیا، جس کی محصورین نے بڑی بہادری سے مدافعت کی، لکن ہستالس دن کے بعد ناوان کی ایک معتدہ رقم وصول کرنے کے بعد وہ واپس چلے گئے : قتب Barhebraeus تاریخ مختصر، ص ۳۷، س ۱۲ بعد : ویشیلٹ، در Abh d Gött، Gesch. d. Wiss., ۲۸ (۱۸۸۱) : ۱۲۰ : سر Historie des Mongols، d'Ohsson، ۳ : ۶۹، ۷۱، ۷۳ - جب ۵۶۵۶ / ۱۲۵۸ میں ہلاکو نے بغداد کی طرف بڑھا شروع کیا تو اس نے ساتھ ہی اپنا ایک سہ سالار اربل کی طرف بھیجا - کردوں نے ایک سال سے زیادہ تک ہر قسم کے حملوں سے قلعے کی محافظت کی اور مغل بالآخر محض موصل کے ہدالین لؤلؤ کی مدد سے اس شہر پر، جس کے لیے

اتنا حوں مرادہ ہوا تھا، قابض ہو گئے : قتب رشید الدین : Hist des Mongols de la Perse (طبع کاترمیٹر)، ۱ (۱۸۳۶) : ۳۱۴ بعد : Chronic Syriac : Barhebraeus، ص ۵۰۶، س ۳ بعد : اس العری Barhebraeus : تاریخ مختصر، ص ۷۲ اور Gesch der Chalifen، Weil، ۳ : ۴۶۸ : ۴۷۰ : دوساں D'Ohsson : کتاب مذکور، ۳ : ۲۵۶ بعد : چابچہ تیرہویں صدی کے نصف آخر یعنی معلوں کے عہد میں اربل ماربعانی فیلیے کے کرد امیروں کے قبضے میں تھا (Notices et Extraits)، ۳۱ : ۱۰۱۳ (بعد) حساکہ قرب ہی کے زمانے میں اس کے معاملات کا نظم و نسق برکی حکام سے کہیں بڑھ کر آس پاس کے پہاڑوں میں رہنے والے کردوں کے ہاتھ میں تھا - بہر حال اس سے بعد کے زمانے میں بھی اربل کو جنگ کی ہلاکت آفرینی اور آس پاس کے کرد اور عرب قبائل کے حملوں کا آماجگاہ بنا پڑا - مصائب و آلام کے آخری ایام وہ بھی حوشہر والوں کو ۵۶۴۳ میں نادر شاہ کی برکی مہم کے دوران میں سر کرنا پڑے - ساٹھ دن کے محاصرے کے بعد کہیں جا کر فاتح ایرانی ناساہ شہر میں داخل ہو سکا - ایسویں صدی کے نصف اول میں بھی بہت زمانے تک اربل بغداد کے بڑے صوبے یا پانسالک میں داخل تھا اور وہاں کا ایک نہایت اہم فوجی مقام ہونے کی وجہ سے یہاں یگی چری کی ایک مصبوط حفاظتی فوج متعین تھی - حب ولایب موصل کو ولایب بغداد سے الگ کرنا گیا تو اربل موصل میں رہ گیا - صلح ادیادیں اور اس کے ارد گرد کے علاقے میں مسیحیت کی تبلیغ کا زیادہ تر کام اربل ہی سے ہوا کرتا تھا - بالکل ابتدائی زمانے سے یہاں ایک اسقف کا صدر مقام تھا - اس اسقف کا علاقہ در اصل صرف دونوں رانوں کے درمیان تھا، اسی لیے شامی اسے حدیب Hedayab کے اسقف کا حلقہ کہتے تھے یا اسقف کے دو صدر مقاموں کے نام پر اربل

ناحۃ (اربل کے قریب ایک گاؤں) سے مسوب کرے  
 تھے۔ پانچویں صدی کے شروع میں اربل کا مرتبہ  
 بڑھا کر اسے ایک اسقف اعظم کا حلقہ بنا دیا گیا،  
 جس کے ماتحت آشوریہ خاص کا تمام علاقہ تھا۔  
 سیوہ (موصل) نا آنور Athur کے اسقفی حلقے کو  
 بہت بعد کے زمانے میں حاکم ایک مستقل  
 کلیسائی صلیب بنا کر اربل سے علیحدہ کیا گیا تھا۔  
 تاہم قبل از اسلام میں سامی کلیسا کی تاریخی اہمیت  
 کے لیے خاص طور پر قہ وہ تاریخ جسے غالباً اربل  
 کے اسقفی حلقے کے ایک نادری سے لکھا تھا اور  
 A Mingana کے Sources Syriacques، ج ۱ (لائبرگ  
 ۱۹۰۶ء) میں سائے کیا اور Sachau نے اس پر  
 der Berl Akad d Wissensch، ۱۹۱۰ء، شماره ۶،  
 میں بحث کی ہے۔ اس تاریخ میں خاص طور پر  
 اسقفوں اور اس اسقفی حلقے کے سپہاء، ار ۱۰۰ تا  
 ۵۴۰ (۹۵۰ء)، کا ذکر ہے۔ سز دیکھے Labourt  
 ۱۹۰۴ء، Le Christianisme dans l'empire Persi  
 مواضع کثیرہ (اساریہ، ص ۳۵۶)۔

سبطوری کاتولیکوس Catholikos نے ۱۲۶۸ء  
 میں ایک صدر مقام بغداد سے اربل میں مستقل  
 سر 'ما، لیکن پھر ۱۲۷۱ء میں وہ یہاں سے بھی  
 مستقل ہو کر آدریجان کے علاقہ آستوم میں چلا گیا،  
 لیونکہ حشیشوں کی سارسوں کی وجہ سے مسلمان  
 عسائوں کو مسسہ نظر سے دیکھے لگے اور انہیں  
 بری دلب برداشت کرنا پڑی تھی، قہ Barhebraeus  
 Chronic ۱۰۰ (طبع Abbeloos و Lamy)، ۲: ۳۹۰  
 وہی مصنف: Chron. Syr، ص ۵۲۵، س ۱۰  
 بعد و ۵۲۹، س ۲۱ بعد: D'Ohsson: کتاب  
 مدبور، ۳: ۶۹۰ بعد۔ ہولاگو [رک ناں] کے  
 حاشیوں کے زمانے میں اور بالحصوص عازان  
 [رک ناں] اور العائشو [رک ناں] کے عہد حکومت  
 میں اربل کے عیسائیوں کی حالت بالعموم بہت

خراب تھی۔ کرد اور عرب اکثر ان پر ٹوٹ پڑے،  
 انہیں لوٹے اور قتل کرے تھے۔ اس قتل و غارت  
 کی ابتداء ۱۲۷۴ اور ۱۲۸۵ء میں ہوئی: قہ  
 Chron. Syriac. Barhebraeus، ص ۵۲۸ تا ۵۲۹،  
 ۵۵۷، س ۸ بعد۔ ۱۲۹۵ء میں، جسا کہ  
 پندرہویں صدی کے ایک کتبے میں، جواب تک  
 مار بہنام Mar Behnam کی حاشا میں موجود ہے،  
 بناں کیا گیا ہے کہ انجان دندو سے اربل کے  
 علاقے کو ناحب و ناراج کیا: قہ H Pognon  
 Inscript Semit (سرس ۱۹۰۷ء)، شماره ۷، ص  
 ۱۳۵ - ۱۲۹۶ء میں ایک ساھی فرمان سے [نوحوہ]  
 اس سہر کے عسائیوں کے تمام گروہوں کو بہاء کر  
 دنا گیا (Barhebraeus: کتاب مذکور، ص ۵۹۶،  
 س ۱۸ بعد اور Histoire de Mar Jabalaha، طبع  
 Bedjan، ۱۸۹۵ء، ص ۱۱۳)۔ ۱۲۹۷ء میں کرد کئی  
 ماہ تک ان عسائیوں کا محاصرہ کیے رہے جنہوں نے  
 بالائی سہر میں پناہ لی تھی (Hist de M Jabalaha،  
 ص ۱۲۱ تا ۱۳۱)۔ ۱۳۱۰ء میں العائشو کے عہد میں  
 عسائیوں نے دین تک قلعہ بند ہو کر اپنے  
 محاصرے۔ عربوں، کردوں اور معلوں۔ کابھادری سے  
 مقابلہ کیا، لیکن بالآخر وہ معلوب ہوئے اور انہیں  
 سب و نابود کر دنا گیا۔ اربل کے اس... زمانے کا  
 ہمارے پاس ایک... بناں اس شخص کے فلم  
 سے لکھا ہوا موجود ہے جس نے اس وقت کے  
 کاتولیکوس، حلبہ نالب، کی سوانح حیات لکھی ہے  
 (دیکھے Hist de M Jabalaha، ص ۱۵۴ تا ۲۰۱)۔  
 اس زمانے کے بعد سے اربل عیسائی سہر نہ  
 رہا، لیکن... ایک عمارت کی دیوار پر، جسے  
 آج کل قشہ یا فوجی نارک کے طور پر استعمال کیا جاتا  
 ہے، کچھ سریانی کتبے ہیں، جو قدیم تر عیسائی  
 آبادی کی یاد دلاتے ہیں، قہ Cuinet: کتاب مذکور،  
 ص ۸۵۷۔ خود اربل میں اب کوئی [مستقل طور

دس زاویے اور سولہ مدرسے ہیں۔ ترکوں کی حالیہ انتظامی تقسیم کے مطابق اربل قضا کا صدر مقام قرار پایا، جس کا تعلق شہر زور کی سنجے سے تھا اور اسے دو ناحوں میں تقسیم کیا گیا تھا، جن میں ۳۲ گاؤں اور ۱۲,۰۰۰ باشندے آباد تھے۔

اربل شہر کے دو حصے ہیں، بالائی اور ربریں، جو قلعے کے گرد آباد ہیں۔ ربریں شہر، جس کی تعمیر کونکوری نے کی (جسے Cuinet کے سان کے مطابق کنورک کہا جاتا ہے) قلعے کی پہاڑی کے مغربی اور جنوبی داسوں کی طرف واقع ہے اور دیکھے میں نہایت ہی حقیر معلوم ہوا ہے۔ اب اس کا بیستر حصہ ویراں پڑا ہے۔ پہلے زمانے میں یہ کہیں زیادہ وسیع تھا، جیسا کہ اس حقیقت سے واضح ہے کہ وہ حدوں جو کسی زمانے میں اس کا احاطہ کرتی تھیں گھروں کے موحودہ قلیل مجموعے سے بہت دور ہے۔ یہی ربریں شہر بحاری سرگرموں کا مرکز ہے اور اس میں بازار اور سرائیں (خان) ہیں۔ قابل ذکر عمارتوں میں سے ایک بڑی مسجد کے آثار بالخصوص نمایاں ہیں، جس میں ایک شاندار مسار تقریباً ۲۰۳ فٹ بلند ہے، جس کا دور ۳۸ فٹ ہے (قت وہ سان جو Rich ۲۰: ۱۵ بعد، میں ہے) مسار پر کے ایک کتے سے ظاہر ہونا ہے کہ اسے کونکوری نے تعمیر کیا تھا۔ شاید یہ وہی مسجد ہے جسے القروی نے مسجد الکف لکھا ہے (مقام مذکور) اور جس میں اس کے سان کے مطابق ایک پتھر پر آدمی کے ہاتھ کا نشان تھا۔ بظاہر اس کا اشارہ کسی ایسی عبادت گاہ کی طرف ہے جس پر [حصرت] علی (ع) کے ہاتھ (کف، پجہ) کا نقش بنا تھا، جیسی کہ عراق، میسوپوٹیمیا اور ایران میں اور بھی ہمارے علم میں ہیں (قت مثلاً Berchem v، در Archaeolog Reise im Euphrat-und : Sarre و Herzfeld Tigrisgebiet، ۱: ۲۴)۔

پرآباد عیسائی خاندان نہیں پایا جاتا؛ چند ایک نام نہاد گلدانی (متعلقہ نسطوری، آئن کوو Ainkawo) (جسے ان کہہ، ان کتو، ان کتو بھی لکھا جاتا ہے) میں، جو اربل سے بمشکل ایک گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے (اور جو یقیناً Hist de M Jabalaha، ص ۹۱۲، کا آئنگہ اور غالباً Barhebraeus Chronic Syr، ص ۵۵۷ س ۱۱، کا آنگاد ہے) بلاشبہ کتب غیرے آباد ہیں عیسائیوں کے بعد تعداد کے احاطے سے کرد اربل کی آبادی کا عالم میں عصر ہیں۔ گناہو بی صدی سے اربل اور اس کے گرد و نواح میں مذہبی یا حکمیہ کرد آباد ہو گئے تھے: ان کے لیے Erdkunnæ Ritter، ص ۶۲، کا برمنٹر Quatremère، در Notices et extraits des manuscrits، ۱۳: ۲۰۱، حاشہ ۱، ص ۳۰۹ تا ۳۱۳ (العمری، م ۵۷۹/۵۸۰، کی حمرامانی اور نارنجی کتاب کے اساسات)؛ Syrische Akten G. Hoffman؛ persisch Märtyrer (۱۸۸۱ء)، ص ۲۳۶، ۲۴۲۔ ان کردوں کے سردار، جو اربل کے علاقے میں متعدد قلعوں پر فائز تھے، شہر پر قبضہ حاصل کرنے کے لیے آپس میں اکثر لڑتے رہتے تھے۔ دسویں صدی کی ان مقامی خانہ جنگیوں کے حالات مثال کے طور پر ابن حلدون اور ندرا الدس العینی کی تاریخوں میں موجود ہیں؛ دیکھئے Tiesenhansen، در Mém présentées a l'Acad Imp des Sciences de St Pétersbourg ۸ (۱۸۵۹ء): ۱۳۱، ۱۶۰ تا ۱۶۱۔

اب بھی اربل کی موجودہ آبادی تو Cuinet (۱۸۹۲ء) کے بیان کے مطابق اس کی تعداد ۳,۲۶۰ ہے، جس میں سے ۴۹۷ غیر مسلم (یہودی) ہیں۔ گھروں کی تعداد ۱,۸۲۲ بتائی جاتی ہے (۱۸۹۹ء میں Belck اور Lehmann نے صرف بالائی شہر کے گھروں کا اندازہ ۸۰۰ لگایا)۔ ترک والی کے محل کے علاوہ یہاں دو مسجدیں، مسلمانوں کے

درمیاں تھی۔ ارہل سے دوسڑکیں مشرق اور شمال کی طرف جاتی ہیں اور ناہموار پہاڑی دروں سے ہوئی ہوئی آدریحاں کے علاقے میں پہنچ جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک نو پہلے شمال مشرق کی طرف روانہ ہو جاتی ہے اور دوسری مشرق کی سمت میں حوی سحقی کو۔ ارہل سے جانے والی سڑکوں اور ان کے فاصلوں کے لیے خاص طور پر دیکھیے Rich: ۲: ۲۹۶ تا ۲۹۷؛ Jones؛ در JRAS، ۱۸۵۵ء، ص ۳۸۰ اور Cuinet، ص ۹۳ بعد۔ ارہل سے مراہ کو جانے والی سڑک کا نام Hoffmann (کتاب مذکور، ص ۲۳۱ بعد) نے دیا ہے۔

ارہل کا شہر ایک عمدہ اور نہایت زرخیز علاقے کا مرکز ہے، جو دیکھے میں بحالے اوبھا سجا ہوئے کے ایک سہاٹ سطح مریع معلوم ہوا ہے۔ ۱۳۰۰ فٹ کی اوسط بلندی کی وجہ سے (ارہل کا ربریں شہر سطح سمندر سے ۱۳۳۲ فٹ بلند ہے) یہ دونوں رانوں کے درمیان فاصلہ آب (water-shed) کا کام دیتا ہے۔ درجہ و یہاں نام کو نہیں، لیکن یہاں کی زمیں علیے کی ہداوار کے لیے بہتریں ہے۔ روٹی یہاں بکثرت پیدا ہوتی ہے اور شہر میں اس سے کپڑا بنا کر جانا ہے۔ ایرانی جہرامدادان حمد اللہ المستوفی اپنی جہرامدائی بصیف نزہۃ القلوب میں (نواح ۱۳۴۰ء) یہاں کی روٹی کی تعریف کرتا ہے۔ موسم سرما میں میدان میں متعدد ندیاں بہتی ہیں، لیکن یہاں کوئی ایسا دریا نہیں جو سال بھر جاری رہتا ہو؛ لہذا آبپاشی حرثی طور پر زیر زمین نہروں کے ذریعے سے کی جاتی ہے۔ شمال کی طرف کردی آلہ کی شاخیں ارہل کے حاصی نزدیک آ جاتی ہیں۔ شہر کی مغربی جانب ۱۳۶۰ فٹ تک بلند ہے۔ شمال مشرق اور مشرق کی طرف سے درہ دوان داغ میدان کی حد بندی کرتا ہے اور جنوب میں (التین کوہرو کے مقام پر) زر کزواں داغ۔

بالائی شہر مع قلعہ ایک گول پہاڑی پر بنایا گیا ہے۔ جس کی بلندی ۶۵ فٹ سے ذرا کم ہے اور جس کے پہلو بہت ڈھلوان ہیں۔ یہ پہاڑی مصنوعی ہے۔ اس کے اندر ڈاٹ کی چھت کے بڑے بڑے ر۔ ردور راستے اور حجرے ہیں۔ چوٹی پر ایک مضبوط قلعہ اور اس کے گرد ایک فصل ہے، جو اب کسی قدر سکستہ ہو چکی ہے اور جس کی بلندی ۸۸ فٹ ہے۔ اس میں حکہ حکہ روڑ دار مڈیریں اور برج سائے کئے ہیں۔ یہ دیو ہکل پہاڑی (طل) اور اس کے اوپر کا نظر صریح قلعہ ہمسہ سیاحوں کو مسح کر رہے ہیں۔ کئی گھنٹے کے سفر کے فاصلے سے یہ پہاڑی سارے سدانی علاقے پر چھائی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور ایک مد تک اسے دیکھ کر ہمیں جنس اور حلت کی قلعہ دار پہاڑیوں کا خیال آ جاتا ہے، جن سے اس کا اکثر مقابلہ کیا گیا ہے؛ لیکن یہ اپنے حجم کی سان و سول کے اعتبار سے دونوں سے سبق لے گئی ہے۔ قلعے میں قائم مقام اور شہر کے دیگر عہدے دار رہتے ہیں۔ غیر سرکاری سہریوں کے مکان فصیل کے بالکل قریب سے ہوئے ہیں۔ ارہل میں انہی تک کوئی نافاعدہ کھدائی نہیں ہوئی اور نہ عہدہ ودم کے عجائبات میں سے کوئی چہر یہاں انقابہ دستیاب ہوئی ہے۔

آج کل ارہل کی اہمیت کا دار و مدار ایک بحاربی سڈی اور دور دور کے سرگرم علاموں سے بحارب کا مرکز ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہاں اہم کاروانوں کے راستے مختلف اطراف سے آتے ہیں۔ سب سے زیادہ قابل ذکر وہ قدیم سڑک ہے جو بعداد سے کرکوک اور التین کوہرو ہوتی ہوئی ارہل اور پھر وہاں سے موصل کو جاتی ہے۔ بعداد اور موصل کے درمیان یہی سب سے زیادہ سیدھی سڑک ہے، جسے کہ قدیم زمانے میں وہ بابل اور نینوہ کے



جنوب مغرب میں اربل کی سطح مرتفع کی حد نیٹمیک کا نشیبی میدان ہے، جو راب اکبر کے کنارے تک چلا گیا ہے۔

عمدہ طریقے سے کثرت شدہ اس سطح مرتفع میں متعدد گڑد گاؤں آباد ہیں۔ وہ گڑد قسائل جو موسم گرما میں رواندور کی پہاڑیوں میں خمدن ہوئے ہیں موسم سرما میں یہاں چلے آئے ہیں۔ اکثر گاؤں خاص وضع کے محروطی ٹنلوں (tunuli) کے بالکل پاس بنائے گئے ہیں۔ ہر جگہ بے شمار کھدروں کے ڈھیر دکھائی دیتے ہیں، جو اس دہر زمانے کے شاہد ہیں جب یہ سر رسی، جسے مدرب نے اپنی نعموں سے مالا مال کر رکھا ہے، موحودہ زمانے کی نہ نسبت ایک بہت بلند پانہ تہذیب کی حامل تھی۔

عراق عرب (میسوپوٹیمیا) میں اربل نام کے اور بھی متعدد شہر موحود ہیں اور یہ ٹوٹی نامکی باب نہیں کہ جس مقامات کے نام اربلہ (اربل - ارد) ہیں اور آشوریہ سے باہر واقع ہیں، ان کی ساد آشوری اربلہ کے باشندوں نے رکھی ہو اور انہوں نے انہیں اپنے وطن کے نام سے موسوم کر دیا ہو

مآخذ۔ آشوری عہد کے لئے ق (۱)

Wo lag das Paradies? Fr Delitzsch (۱۸۸۱ء)

Die Inschriften Streck (۲) و ۲۵۶، ۱۲۳ ص

Assurbanipals (۱۹۱۶ء)، ۳: ۱۱۱؛ یونانی - رومی

Pauly - (۳) Graeco-Roman عہد کے لئے ق

Realenzyk der klass Altertumswiss Wissowa

۲۰۷ تا ۲۰۸ (۵) Fraenkel اور (۴) Supplem

۱۱۷ (Streck) اسلامی عہد کے لئے علاوہ ان تصانیف کے

جس کا ذکر ہو چکا مدرجہ دیل خاص طور پر ضروری ہیں

(۵) یاقوت: معجم (طبع وینٹیلٹ)، ۱: ۱۸۶ تا ۱۸۹

(۶) المسکنی: Kosmographie (طبع Mehren)، ص ۱۹۰؛

(۷) قزوینی: Kosmographie (طبع وینٹیلٹ)، ص ۱۶۲

تا ۱۶۳، (۸) مرآید الاطلاع (طبع جونبول (Juynboll)،

۱: ۴۲ و ۴۵، (۹) ابن الاثیر: Chronicon (طبع

(Tornberg)، مواضع کثیرہ، در ح ۷ تا ۱۲ (ادیکھیے اشاریہ):

(۱۰) ابن المری: Chronicon syriacum Barhebraeus (طبع

Bedjan، پیرس ۱۸۹۰ء)، مواضع کثیرہ، خصوصاً، ص

۴۲۴، ۴۳۲، ۴۳۷، ۴۶۶، ۵۰۶، ۵۲۵ تا ۵۲۶،

۵۲۸ تا ۵۲۹، ۵۵۰، ۵۹۶ تا ۵۹۷، (۱۱) حاحی حلقہ:

حمہاں نما (لاطینی ترجمہ از Lund Norberg،

۱۸۱۸ء)، ۲: ۵۳ تا ۵۵، (۱۲) چار حلدوں میں اربل

کی مقامی تاریخ، جسے ابو الرذب المارک المستوفی

(م ۵۶۳/۱۲۴۰)، کوکوزی کے وریر، نے تالیف کیا

اور اب ناپید ہو چکی ہے [لیکن دیکھیے اصاف] - یاقوت

کو اپنی حمرافائی لمب کے لئے بہت سی نادداشتیں المستوفی

سے ملیں، جس سے وہ دانی طور پر واقف تھا؛ ق (۱۳)

Abh der Gottinger Ges des Wiss Wustenfeld ۲۸

(۱۸۸۱ء) ۱۱۹ تا ۱۲۰، (۱۴) Die hist u geogr J Heer

Quellen in Jäqut's Geogr Worterb (۱۸۹۸ء)،

۳۶: (۱۵) اس حلقہ نے بھی، جس نے اسدائی تعلیم

المستوفی سے اربل میں حاصل کی تھی، اس تاریخ کا استعمال

سیرت پر اپنی تصنیف میں بکثرت کیا ہے، ق Wustenfeld،

حوالہ مذکور؛ نورینی سیاحوں کے مقامات میں سے مدرجہ

دیل قابل ذکر ہیں (۱۶) Niebuhr (۱۷۹۶ء) Reisebes-

chreib nach Arabien und anderen umliegenden

Landern (کوپس ہیگس ۱۷۷۸ء)، ۲: ۳۴۲ تا

۳۴۴، (۱۷) Olivier (۱۷۹۵ء): Voyage dans

l'empire Othomane (پیرس ۱۸۰۳ء): ۲۹۲ تا

۲۹۶، (۱۸) J S Buckingham (۱۸۱۶ء): Travels

in Mesopotamia (لنڈن ۱۸۲۷ء)، ص ۳۲۵ تا ۳۲۸؛

(۱۹) Cl Rich (۱۸۲۰ء): Narrative of a Residence

in Koordistan (لنڈن ۱۸۳۶ء)، ۲: ۱۳ تا ۱۸، ۲۹۳

تا ۳۰۵، (۲۰) H Southgate (۱۸۳۸ء): Narrative

۳۷°-۳۰' اور طول بلد مشرقی ۴۱°-۱۵' ے۔

(۳) و (۴) دیکھیے ریر مادۃ اِربِد۔

(۵) یاقوت (۱: ۱۸۹ س ۲۱) کا یہ بیان کہ صیدا

(Sidon) کو اربل کہا جاتا تھا غالباً غلط ہے۔

یہ امر خارج اراکل نہیں کہ اَربِلہ (اِربِل، اِربِد) نام کے دو مقامات اشوریہ سے باہر واقع ہیں ان کی بنیاد اشوری اَربِلہ کے باشندوں نے رکھی ہو اور انہیں اپنے وطن کے نام سے منسوب کر دیا ہو۔

(M STRECK و R HARTMANN)

\* اَربُونہ: وہ نام جس سے عرب مؤرخین سہر ناربون Norbonna کا ذکر کرتے ہیں۔ مسلمان اپنی ابتدائی مہمات کے دوران میں اس مقام تک پہنچ گئے تھے اور اس پر عبدالعزیز بن موسیٰ بن نصیر کی سرکردگی میں ۵۹۶ / ۷۱۵ء ہی میں قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد سالاً یہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا یا وہ خود اس سہر کو چھوڑ کر چلے گئے اور ۵۱۰۰ / ۷۱۹ء میں الشّمع بن مالک، الغولابی نے اسے دوبارہ فتح کیا۔ ۵۱۱۶ / ۷۳۳ء میں پوئینیسرس Poitiers کی لڑائی (دیکھیے مادۃ نلاط الشّہداء) کے دو سال بعد مروویس Provence کے ڈیوک نے ناربون کے والی یوسف بن عبدالرحمن سے ایک معاہدہ کیا، جس کی رو سے مؤخرالذکر کو وادی رھون Rhône کے متعدد مقامات پر قبضہ کرنے کی اجازت مل گئی، جس کی عرص یہ بھی کہ چارلس مارٹیل Charles Martel کے اقدامات کے مقابلے میں مروویس کی حفاظت کی جاسکے اور شمال کی طرف چڑھائی کرنے کے لیے بنا راسہ مل جائے، چارلس مارٹیل نے فی الفور جوابی اقدامات کیے اور ۵۱۱۹ / ۷۳۷ء میں اوگسٹا Avignon پر قبضہ کر کے ناربون کا محاصرہ کر لیا، لیکن وہ شہر کو فتح کرنے میں ناکام رہا۔ آخر ۵۱۳۲ / ۷۵۹ء میں پیپس دی شارٹ Pepin the Short نے

۲ 'of a Tour through Armenia, Koordistan, etc

(لنڈن، ۱۸۳۰ء): ۲۱، بعد: (۲۱) V Place (۱۸۵۱ء):

Lettre à M Mohl sur une expédition faite en

Arbêls، در JA، سلسلہ ۲۰، ۱۸۵۲ء: ۴۴۱

بعد و ۴۵۷ تا ۴۶۰ (۲۲) J Oppert (۱۸۵۵ء):

Expéd scientifi en Mesopotamie، ۱ (۱۸۶۳ء): ۲۸۱ تا

۲۸۶ (۲۳) H Petermann (۱۸۵۵ء) Reisen im Orient

(لنڈن، ۱۸۶۱ء): ۲، ۳۲۱، (۲۴) Czernik (۱۸۷۳ء):

در Erg Heft، Petermann's Geogr Mitt، شمارہ ۵۵

(۱۸۷۶ء): ص ۱ تا ۲، (۲۵) E Sachau (۱۸۹۸ء):

Am Euphrat und Tigris (لنڈن، ۱۸۹۹ء): ص ۱۱۱

۱۱۳، (۲۶) C F Lehmann و L Belck (۱۸۹۹ء):

Verh der Berl Anthropol Gesellsch، ۱۸۹۹ء

ص ۱۷۷: (۲۷) S Guyer (۱۹۱۱ء)، در Petermann's

Geogr Mitteil، ۶۲ (۱۹۱۶ء): ۲۹۳، بیرقت (۲۸)

Descript du Pachalik de Bagdad [Rousseau] (پرس

۱۸۸۹ء): ص ۸۵، (۲۹) C Ritter (۱۸۹۱ء):

۶۹۱، (۳۰) Dupré 'Rich' Olivier، Niebuhr (۱۸۰۸ء)

اور Shal (۱۸۳۶ء) کے بیانات سے استفادہ کیا گیا ہے،

(۳۱) Lu Turquie d'Asie، ۷ Cuinct (۱۸۹۲ء):

۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹ تا ۱۹۰، (۳۲) Czernik (۱۸۷۳ء) (کتاب

مذکور، اوجہ ۲) نے اربل کے نواح کا ایک عمدہ نقشہ دیا

ہے۔ اربل کے سٹون کے لیے ق (۳۲) Lane-Poole

Catal of Oriental Coins in British Museum (لنڈن

۱۸۷۵ء: ج ۳، ۶، ۹ و ۱۰) (دیکھیے اشاریہ) اور

حواشی ار Berchem، ۷ و Strzygowski

Amia (۱۹۱۰ء): ص ۹۴ حاشیہ ۳، (۳۳) ابو العدا:

عرب البلدان، ص ۱۲۲ بعد (۳۴) لیسٹریج G Le Strange

Eastern Caliphate، ص ۹۲: (۳۵) Am Sachall

Euphrat u Tigris، ص ۱۱۲ بعد۔

(۲) کَلَت کے جنوب مشرق میں طُور عَسَدین

(میسو پوٹیمیا) میں ایک جگہ، جس کا عرص بلد شمالی

آرپا : ترکی میں خو۔ آرپہ دانہسی (= دانہ خو) کی اصطلاح عثمانی عہدِ حکومت میں ورن اور پیمانی دونوں کے لیے استعمال ہوئی تھی۔ اس نام کا ورن تقریباً ۳۵۰۳ ملی کرام کے برابر ہوتا تھا (خٹہ کا نصف) اور ہمانہ ۱۱ انچ سے کچھ کم، یعنی چھ آرپہ = ایک ہرنی (خو خود ۱۱ انچ کے برابر ہوئی تھی)۔

(H BOWEN)

آرپالیق : (لفظی معنی : زرِ خو) ایک اصطلاح، جو عثمانی عہدِ حکومت میں انیسویں صدی کی ابتدا تک مستعمل رہی۔ اس سے وہ رقم مراد تھی جو حکومت کے بڑے بڑے ملکی، فوجی اور مذہبی حکام کو دورانِ ملازمت میں بحوالہ کے علاوہ بھتے کے طور پر یا خدمت سے سکندوس ہونے پر بطور نسیں یا رہائش دہکاری میں ہرجائے کے طور پر دی جاتی تھی۔ تاریخی مآخذ میں یہ اصطلاح سولہویں صدی سے قبل نہیں ملی اور ابتدا میں جانوروں کے چارے کے معاوضے کے لیے استعمال ہوئی تھی، حواں لوگوں کو دنا دیا جاتا تھا جو فوج کے لیے رسالے رکھا کرتے تھے یا گھوڑوں کی نگہداشت کرتے تھے۔ اس وطنی سے سب سے پہلے مستفید ہونے والے حکام ننگی چری فوج کے آغا، ساہی اصطیل کے آغا، بوللوک بمعنی اصل فوج کے آغا اور محلّ سلطانی کے اعلیٰ درجے کے آگے چل کر اس رعایت میں مذہبی حکام کو بھی شامل کر لیا گیا، مثلاً سیح الاسلام، قاضی العسکر، انالسی سلطانی اور پھر (سترہویں صدی میں) ان وزراء اور علماء کو بھی یہ وطنیہ ملنے لگا جس کے پاس پہلے ہی سے کوئی حاکم (رعایت) بھی، بیر صوبائی یا سرکاری حکومت کے عہدے داروں یا ان فوجی افسروں کو جنہوں نے کارہائے نمایاں انجام دیے ہوں، بلکہ کریمیا [قرم] کے حواں کا شمار بھی اس وطنی سے مستفید ہونے والوں میں تھا۔ آرپالیق

طویل معاصرے کے بعد یہ شہر مسلمانوں کے ہاتھ سے چھین لیا۔ ۸۱۷۷ء / ۷۹۳ء میں عبدالملک بن مغیث نے ناربون تک بلغاری اور اس کے گرد و نواح میں آگ لگا دی۔ اس نے شہر کے قریب سولور Toulouse کے ڈھوک کو سکس دی اور بہت سا مال غنیمت لیے کر واپس چلا آئے۔ ایک اور حملہ ۸۲۶ء / ۸۴۰ء میں لیا گیا، جو ناکام رہا۔ اس کے باوجود سپر ناربون اور اس کے معلقہ علاقے نے اموی دربار سے تعلقات قائم رکھے۔ اس سلسلے میں یہودی باجر خاص طور پر پس پس تھے۔

مآخذ : (۱) E. Lévi Provençal, *Hist. Esp. Mus.*، ج ۱ (دیکھیے اشاریہ)۔ اس نے اہم واقعات بیان کر دیے ہیں اور مآخذ و مطالعات کے نام لکھ دیے ہیں (ص ۸، حاشیہ ۱، ص ۳۰ تا ۳۱ اور ص ۷۷، حاشیہ ۱)۔ ان مآخذ و کتب میں سے حسبِ ذیل خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں (۲) *Narbonne, Gerion y Barcelona bajo la Codera*، *dominación Musulmana*، *Est crit hist de esp*، *Invasion des Sarrasins en France* (۳)؛ *M. Reinaud*، *France*، پیرس ۱۸۳۶ء (انگریزی ترجمہ از ہارون خان شروانی، در *Islamic Culture*، ص ۶۱۳۰)۔ (۴) *سند*، ۲۵۱ بعد، ۳۹۷ بعد، ۵۸۸ بعد و ۵ (۱۹۳۱ء)؛ ۷ بعد، ۷۷۲ بعد، ۷۵۱ بعد؛ (۵) *Molinie*، ۸ و *Invasions des Sarrasins dans le Languedoc d'après les historiens musulmans*، *Histoire générale du Languedoc*، *Vaissette* و *Devic*، ج ۲، بولور ۱۸۷۵ء؛ ان کے علاوہ حسبِ ذیل کتب بھی دیکھنے کے قابل ہیں : (۵) *Chronicon*، (۶) *Chronicon Moissiacense*، (۷) *Fredegaril*، *Chronicon Fontanellensis* اور دیگر لاطینی وقائع (۸) *Ch Pellat*، *Les Sarrasins en Avignon*، *La Terre d'islam*، ۱۷۸۸ء تا ۱۹۰۰ء [۸] *J Lacam*، *Vestiges de l'occupation arabes en Nardannais*، در *Cahiers*، ۸ : ص ۹۳ تا ۱۱۰، بالخصوص محراب کی ایجاد۔ (ادارہ)

ایک علاقہ، جو بحر احمر کے کنارے واقع ہے اور جس میں مسلمانوں کی خاصی آبادی ہے۔ ۱۹۵۲ء میں اسے اثوئا (حسہ) میں ملا دیا گیا تھا اور پھر ۱۹۶۲ء میں پورے طور سے سلطنت حسہ میں شامل کر دیا گیا۔

(الف) جغرافیائی تاریخی اور نسلی اعتبار سے اریٹریا العموم اس واحد اور وسیع و عریض ملک کا حصہ رہا ہے جس کا ذکر ”الحسن“ کے دیل میں آئے نا۔ اس مقالے کا موضوع وہ خاص پہلو اور اسلامی مظاہر اس حق کا محدود معوں میں اریٹریا ہی سے ملتی ہے۔ اریٹریا کا نام (Mare Erythracum سے ماخوذ) ۱۸۹۰ء میں اطالویوں کا بحویہ کردہ ہے، جو انہوں نے بحر احمر، یعنی اہل حسن کے بحر بدر Bahrmeder (بحری سرزمین) یا ماریب مریس (ماورائے دریائے ماریب) کے ساحل پر اسے بڑھے ہوئے معوصات کے لیے (حق کی ابتداء ۱۸۶۹ء میں بدر اسب Assab [آرک ناں] کی خرید سے ہوئی) رکھا۔

شمال اور مغرب میں اریٹریا کا مثل شکل کا علاقہ (جو حد درجہ مختلف النوع اور تقریباً پچاس ہزار مربع میل پر مشتمل ہے) سودان تک چلا گیا ہے۔ مشرق میں بحیرہ احمر اور جنوب مشرقی کونے میں فرانسیسی سوماترانا ہے، جہاں پہنچ کر شمال مغربی سمت میں حسہ سے اس کی برائی سرحد دفنی [آرک ناں] کے نسبی خطے اور پھر ماریب سلسلہ Mareb-Belsa کے خط کے ساتھ ساتھ چلی گئی ہے۔ اس سرزمین کی طبعی ہشت کا نمائندہ پہلو وہ مرکزی اور وسیع بودہ کوہ ہے (سطح سمندر سے ۶,۵۰۰ تا ۸,۰۰۰ فٹ بلند) جو جنوب میں اندرون حسہ تک چلا گیا ہے۔ مشرق و مغرب اور شمال میں اللہ اسے گرم میدانوں پر گھیر رکھا ہے۔

(ب) آبادی: حبر Djabart کے ماسوا اریٹری مسلمانوں کی عظیم اکثریت شمال مشرق اور مغرب ہی کے گرم علاقوں میں رہتی ہے اور گیارہ لاکھ

کی زیادہ سے زیادہ مقدار علماء کے لیے ستر ہزار اسپر، بنگی چری فوج کے آغا کے لیے اٹھاون ہزار، محلات کے امیروں کے لیے ایس ہزار نو سو ساڑھے اسپر مقرر تھے۔ اس قسم کے عطیات بعد میں مختلف مدارج اور اہمیت کی جاگروں کی شکل میں تبدیل ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ بعض اریٹریائی رکھنے والے اسی ان جاگروں کی بددی بٹے پر دے دیا کرتے تھے۔ ان جاگروں کی انپ شاپ تقسیم کی وجہ سے ملک کے فوجی، معاشی اور اقتصادی نظام میں سنگین حرامیاں پیدا ہو گئیں۔ چنانچہ اٹھارہویں صدی کے بعد سے انہیں صرف بڑے بڑے علمہ ہی کے لیے مخصوص کر دنا گیا۔ تنظیمات کے دور میں اریٹریائی کا حاتمہ ہو گیا اور میعاد ملازمت کے حتم ہونے کے بعد پیش کے لیے ایک فنڈ قائم کر دنا گیا۔ ان دنوں احلال ہونے کے بعد نکاری کا ہر حاتمہ بھی دنا جائے لگا۔

ماخذ (۱) عالی گئے الاحرار (استانول یوسورٹی لائبریری کا غیر مطبوعہ مخطوطہ، ترکی مخطوطات عدد ۳۲/۲۱۹) (۲) قوجی بیگ۔ رسالہ، ص ۱۷، ۱۷، ۱۷، (۳) سعد الدس: تاح انتواریج ۱۹۶۰ء (۴) سلاویکی تاریخ، ص ۱۷، ۱۷، ۱۷، (۵) مصطفیٰ نوری پاشا، نتائج الوفوعا، ۱۷، ۱۷، ۱۷، (۶) Tableau M d'Ohsson (۷) général de l'Empire ottoman، ص ۱۷، ۱۷، ۱۷، (۸) Des osmanischen Reichs J von Hammer، (۹) M Zeki، ۱۸۶۳-۱۸۶۵ء، (۱۰) Pakalın عثمانی تاریخ دیملری و برملری سورلوغو، ۱: ۸۳ تا ۸۷، (۱۱) ایم طیب گوک بلکن، در JA، ح ۱، کراسہ ۸: ۵۹۲ تا ۵۹۵ [و آ، ترکی ریر ماڈ]۔

(H MANTRAN)

\* اریٹریا: (Aritria) شمال مشرقی افریقہ کا

متی ہیں جو بحر احمر کے ساحلی اور خشک نشیبی علاقے میں آباد ہیں۔ اس علاقے کا شمار دیا بھر کے سب سے زیادہ بحر اور گرم علاقوں میں ہوتا ہے۔ مصنوع Massawa کی سدرگاہ (اور اس سے کہیں زیادہ کم آرکیکو Arkiko اور اساب Asab) کی آبادی دنیا بھر کے مختلف لوگوں پر مشتمل ہے، جس میں پہاڑی فائل کے علاوہ دناقل، سودانی، عرب، ہندوستانی [ناسدناں پاکستان و ہند] اور کچھ گروہ برکی سل کے بھی ہوں گے اور یہ اسلام ہی ہے جس نے ان سب کو باہم متحد کر رکھا ہے۔ ذہلک [رک ناں] کے بحر حریرے، جو ساحل مصنوع کے سامنے واقع ہیں، مشرقی افریقہ کے ان اولین علاقوں میں ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا، چاہے کوفی خط کے متعدد سنگ مرار اس امر کی دلیل ہیں کہ ان حریروں سے اسلام کا تعلق بہت پہلے قائم ہو گیا تھا۔

(ح) اریٹریا کی تاریخ ایک طرف حسن اور جنوبی عرب اور دوسری جانب سوداں کی تاریخ سے اس طرح مل گئی ہے کہ ماضی کے بعض اہم واقعات کو اس سے الگ کرنا مشکل ہوگا۔ جنوبی عرب کے مہاجرین نے بحر احمر کے مغربی ساحل کے اس حصے میں بوقت اختیار کیا جسے آج کل اریٹریا کہتے ہیں۔ رفتہ رفتہ وہ اس کے اندرونی حصوں میں آباد ہوئے حلے کئے، جہاں انہوں نے انیسویں صدی میں کی ساد ڈالی جس کے متعدد آثار سرری اریٹریا میں اب بھی موحود ہیں۔ آگے چل کر اکیسویں صدی میں اریٹریا ہی کو اپنا مستقر بنایا ہوئے جنوبی عرب کے ساحلوں پر ایک بہت بڑے حصے میں اپنی ریاست قائم کر لی۔ پھر یہیں وہ راستہ بنا جس کے ذریعے میرو Meroe سے تصادم بھی ہوا اور ثقافتی روابط بھی استوار ہوئے۔ اریٹریا چونکہ روایتی حشہ کا ساحلی صوبہ متصور ہوتا تھا، اس لیے کہ اس کے پاس سمندر تک پہنچنے کا یہی ایک راستہ تھا،

کی پوری آبادی میں ان کی تعداد تقریباً پانچ لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔ سیاسی اقتدار زیادہ تر یعقوبی مسیحیوں (Monophysite) کے ہاتھ میں ہے۔ عیسائی اور عرب، جو مرکزی گھٹا آباد مربع میدانوں میں مجتمع ہیں، تگریسا Tigrinya (دیکھئے نیچے) زبان بولتے ہیں۔ مشرقی مسلمانوں کی زبان، حواء ان کا قیام مستقل طور پر ایک ہی جگہ ہے یا وہ قلیل آبادی کے نسبی حشوں میں حانہ بدوثر زندگی بسر کرتے ہوں، تگریسا Tigre ہے (دیکھئے نیچے) اور یہی محدود حصے پر عربی۔ وہ یحیہ [رک ناں] یا دوسرے نوشی (Cushitic) فائل اور شروع شروع میں جنوبی عرب سے آئے والے مہاجرین کی اولاد ہیں۔ ان میں سب سے بڑا قبائلی وفاق بو عامر [رک ناں] باسی غیر کا ہے، جس کے افراد کی تعداد ساٹھ ہزار کے لک بھک ہے (ان کے علاوہ بیس ہزار سوداں میں رہتے ہیں) اور جو مغربی اریٹریا کے ایک حصے بڑے حصے میں آباد ہیں وہ ایک بڑے سردار کے تابع فرمان ہیں، جسے ڈنگلال [رک ناں] کہتے ہیں اور مدھی معاملات میں پریشانی حادداں ان کا بسوا ہے۔ شمالی پہاڑیوں میں حبب The Habab ادیکلیس Ad Tekles اور اد بمریم Ad Teniarium سے باہم مل کر بہت آگندے Bet Asgedo کا قبائلی وفاق قائم کر رکھا ہے اور آد شح Ad Shaykh بے حبب اور ادیکلیس کے درمیان ڈیرہ ڈال رکھا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک مکی حادداں کی اولاد ہیں، گو ان قبائلی روایات میں سے اکثر ناقابل ثبوت ہیں۔ بیلن Bilen (یا بوکوس Bogos)، جو کیرن Keren کے علاقے میں رہتے ہیں، دو بڑے بڑے قبیلوں پر مشتمل ہیں: سب بڑے Bet Tarke اور بیلن بڑے Bet Takwe - ساعو Saho کا قیام مشرقی ڈھلانوں اور ان پہاڑیوں کے داس کے ساتھ ساتھ ہے جو دناقل قبیلوں کے اس وفاق سے حا

ہے) اس وقت سرے سے ناکام ہو گئی جب (۱۹۵۰ء میں) اقوام متحدہ نے فیصلہ کیا کہ اوتریا کو تاج حبشہ کے زیر سیادت ایک خود اختیاری وفاق وحدت قرار دیا جائے۔ اس غیر اطمینان بخش انتظام کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ اوتریا حبشہ ہی میں جذب ہو گیا، اس لیے کہ دستوری بحفظات کسے بھی ہوں نہ ناممکن تھا کہ یہ علاقہ ساسی اور معاشی حثیت سے رہدہ رہ سکے، البتہ اس کی عظیم اسلامی اقلیت کو معقول حد تک (حسبہ کی) عیسائی سلطنت کے اندر مذہبی اور ساسی معاملات میں اظہار رائے کا حق حاصل ہے۔

(د) رہائیں: نگرینیہ Tigrinya اور نگرہ Tigre دوسوں ساسی۔ انوبی (Ge'ez) زبانوں کی حاشیں ہیں۔ ان میں سے پہلی بلند میدانوں میں رہے والے، یعنی حشر، استعمال کرتے ہیں اور دوسری عربی اور مشرقی سسی علاقوں اور شمالی پہاڑیوں کے مسلمانوں کی مخصوص زبان ہے۔ صوبہ کسالہ Kassala میں نگرہ زبان کو الحقیصہ کہا جاتا ہے۔ نگرہ کی مختلف بولوں کے اختلافات کو انہی تک پورے طور پر متعین نہیں کیا گیا۔ نگرہ زبان کا کوئی ادب نہیں ہے، بلکہ یہ عربی سے دیتی چلی جا رہی ہے، کیونکہ عربی میں مسلمانوں اور تاجروں کے لیے جو کشش ہے وہ نگرہ کو مسر نہیں۔ اوسریا کی حکومت کا ۱۹۵۲ء کا یہ مصلہ کہ نگرینیہ اور عربی اوتریا کی سرکاری زبانیں شمار ہوں گی (اگرچہ بہت سے نگرہ بولنے والے عربی بہت کم جانتے ہیں یا بالکل نہیں جانتے تھے) ایک ایسا مصلہ ہے جو محض وقار قومی کے پیش نظر اور سیاسی اعراض کے ماتحت کیا گیا ہے نہ کہ لسانی اعتبار سے۔ مسلمانان اوتریا میں جو دو بڑی غیر ساسی زبانیں رائج ہیں ان میں ایک تو بدویہ Bedawiye ہے اور دوسری بلن Bilin۔

لہذا اوتریا ہی سے مسلمانوں نے بڑھ بڑھ کر آگے حملے کیے، جس سے صدیوں تک حد و جہد کا وہ سلسلہ شروع ہوا جسے بالآخر پرتگریوں نے ختم کر دیا (جسے خود پرتگریوں کی غارتگری اور دستبرد نو عمان اور مسقط کی متحدہ سلطنت نے)؛ بعینہ ۱۹۵۰ء / سوئیس صدی میں مصوغ اور ارکیکو ہی وہ سفر تھے جہاں سے آگے بڑھے ہوئے ترکوں نے ساسیوں کے مریع میدانوں میں پلغار کی کوسنس کی (اس واقعے کی یاد دولت عثمانیہ کے نمائندے، نائب ارکیکو، کے لقب سے ہمیشہ کے لیے قائم ہو گئی)۔ ۱۹۵۰ء صدی میں اہل مصر نے بار بار نوٹس کی کہ اوتریا میں مرید بس قدسی کے لیے اسے ہمہ حمایتیں نہ آنکہ ساہسہا جان John بے گورہ Gura بے فریب انہیں فیصلہ کی شکست دی (۱۸۷۶ء)۔ برارٹ سپر Napier نے بھی تھوڈور Theodore (۱۸۶۸-۱۸۶۸ء) کے خلاف حلیج رولہ Zula ہی سے ساسی کے ساتھ لشکر کشی کی بھی اور اطالویوں نے بھی اوتریا میں اپنی نوآبادی اس ساحلی صوبے کے انہیں حصوں میں قائم کی جس کے لیے سوآن Shoan سہسہا Menelik ثانی نے (اپنے نگری (Tigren) پشرو جان کے رعکس) یا نو لڑنا نہیں چاہا یا وہ لڑ ہی نہ سکتا تھا۔ جالیس برس کے دوران میں اطالویوں نے دو مرتبہ اپنی فوجیں اوتریا سے حبشہ کی طرف روانہ کیں، یہاں تک کہ دوسری عالمگیر جنگ میں انہیں بالآخر وہاں سے نکال باہر کیا گیا۔ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۲ء تک اوتریا میں برطانوی فوجی نص و سو کا عمل دخل رہا اور یہی وہ زمانہ ہے جس میں مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں نے اپنی ساسی امنگوں کا مظاہرہ کیا۔ یہ تحویر کہ اوتریا کی مصوغی سیاسی وحدت کو ختم کر دیا جائے (اس طرح کہ اسلامی مغرب کو سوداں میں ملا دیا جائے اور مرکز کے عیسائی علاقے کو حبشہ

ارتريا ميں مذاہب کے پیروں کا تناسب حسب ذیل تھا : مالکی ۶۵ فیصد، حنفی ۲۶ فیصد اور شافعی ۹ فیصد۔ قائل کی بہت بڑی تعداد ميں اگرچہ رسم و رواج کا شریعت پر علہ ہے، ہاں ہمہ شہری آبادی ميں شریعت ہی غالب ہے۔ دیوی حکومت ہے، حواء وہ معربی ہو یا اثوبی، اسلامی قابوں مدنی کے ارباء اور قاصیوں کی عدالتوں کے تمام کی ہفت افرانی کی ہے۔

مآخذ: (۱) Reale Società Africa Orientale

Brit Mil. (Geogr Ital) Bologna ۱۹۳۶ء؛ (۲)

Races and Tribes of Eritrea Admin اسارہ ۱۹۳۳ء؛

Guide book of Ethio- Chamber of Commerce (۳)

ادس انا ۱۹۵۴ء؛ (۴) 'Chi è ? dell' Erithrea

اسارہ ۱۹۵۲ء۔ (۵) Principi di C Conti Rossini

'diritto consuetudinario dell' Eritrea روم ۱۹۱۶ء؛

(۶) مقاله 'Eritrea در Encyclopedia Italiana؛ (۷)

'Guida dell'Africa Orientale میلان ۱۹۳۸ء؛ (۸)

A Short History of Eritrea S H Longrigg آکسورڈ

The Ethiopian Empire- N Marien (۹) ۱۹۴۵ء؛

'federation and laws' روٹرڈام ۱۹۵۴ء؛ (۱۰)

Desert and Forest L M Nesbitt (سیاحت دناقل)

'Penguin Books' ۱۹۵۵ء؛ (۱۱)

Bologna 'Le popolazioni indigene dell'Eritrea

British military Rennell of Rodd (۱۲) ۱۹۳۵ء؛

administration of occupied territories in Africa

Tensa'e Eritrea Ityopy- (۱۳) ۱۹۴۸ء؛

awit (تحدید ارتريا)، ادس انا ۱۹۵۲ء؛ (۱۴)

Eritrea, 1941-52 G K N Travaskis، لندن ۱۹۶۰ء؛

Islam in Ethiopia J S Trimmingham (۱۵)

'The Ethiopians E U Ullendorff (۱۶) ۱۹۵۲ء؛

لندن ۱۹۶۰ء۔

(E ULLENDORFF)

(۵) مذہب : جب سے [حضرت] محمد [صلی اللہ علیہ و سلم] نے اپنے اولیں پیروں [الساقتوں الاولون] ميں سے بعض کو معاشی کے یہاں بہا لیے لیے بھیجا، اسلام ارتريا اور حشہ ميں ایک قوت رہا ہے؛ چنانچہ ارسہ وسطی ميں بحیرہ احمر کی جانب سے اس کا زور برابر بڑھتا رہا، لہذا عسانی مجبور ہو گئے کہ عسانی کی حو شکل انہوں نے قبول کر لی ہے اسے محفوظ رکھنے کے لیے حد و حشد کریں۔ لیکن ارتريا اور اثوبہ دونوں ميں اگرچہ تقریباً نصف آبادی مسلمانوں کی ہے باہم مسلمانوں کو اپنی اس کونسن ميں کسانی نہیں ہوئی کہ یعقوبی عسانی کی، راحب لو نوژ لڑ اس کی اصل ہیئت بدل دے۔ سرعکس اس کے حود حشر ایسی سیا کی ہامی، لسانی اور قومی طرہ رندگی کی روایات لو اس حد تک حدب کر چکے ہیں کہ ان کے مذہب نے بھی لچھ عجب سی شکل اختیار کر لی ہے۔ ہا این ہمہ ششی سر رسوں کے کششی (Cushitic) اور نیلوی (Nilotic) لوگوں ميں اسلام اب بھی برقی لڑ رہا ہے؛ مربع سداوں کے پاسدوں ميں التہ اسے مطلق کامیابی نہیں ہوئی، پھر بھی ان سب علاموں ميں، جہاں یعقوبی عسانی کی مخصوص اور قومی دعوب پر حقیقہ کوئی عمل نہیں ہو رہا، اسلام کے عالمگیر ہنگام ميں بڑی حادس ہے۔

ارتريا کے ساحلی علاموں ميں [سلسلہ] قادریہ

یے بڑی مصوطی سے قدم جما رہے ہیں، بالخصوص مصوع اور اس کے عقبی خطوں ميں، مگر اس کے باوجود ارتريا کا سب سے زیادہ مؤثر سلسلہ بیرغینہ یا حتمہ ہے، جس کا دار و مدار اگرچہ کسالہ Kassala پر ہے، لیکن جسے معربی علاقوں ميں ہی عامر، قیب اور دوسرے مسلم قبائل ميں بھی خاص طور سے مقبولیت حاصل ہے۔

اطالیہ کی آخری مردم شماری (۱۹۳۱ء) کی رو سے

کی خلاف اور ۸۴۹ء میں ابو سعید ("Apu-Seth") محمد بن یوسف القزوی کے آرمینیہ بھیجے جانے سے شروع ہوا ہے، جس کے بیٹے یوسف کو موش Mush میں حیثیت Khoyth کے پہاڑیوں نے ۸۵۱ - ۸۵۲ء موسم سرما میں قتل کر دیا، ص ۱۰۴ (فہم یعقوبی *Historiae*، ۲: ۳۲۴، البلاذری، ص ۲۰۵)۔

کتاب کے بیسے حصے (ص ۱۰۷ تا ۲۴۴) میں نوما نے آرمینیہ میں نغا کی فوجی کارروائیوں کے بارے میں قیمتی تفصیلات دی ہیں (۸۵۲ تا ۸۵۵ء) ص ۱۱۰ تا ۱۶۸ - جب آرمینیہ کے رؤساء کو حلاوطن کر کے سامرا بھیج دیا گیا تو گرگیں ول آپولچ Apu Pelc (بحریہ اسو تلج)، جو ارسروہ کے حذی فرات داروں میں سے تھا، وسپرکان میر حاکم بن بٹھا، بھلے آلتگ کوچک (Little Albag) کے قصبات خلمار Djimar (Djulamer) اور سرنک Sring میں اور اس کے بعد صلح اندروٹسک Andzavatsikh میں (جس کا صدر مقام کاسگور Kangowai تھا اور جسے مارکووارٹ Marquart *Südarmerien*، ص ۳۵۹، عرب مؤرخوں کے الزوران سے صاحب کرتا ہے)، لیکن سات سال کے فید کے بعد اصلی حادان کے امراء پھر وسپرکان لوٹ آئے، ص ۱۶۱ - ۱۶۸؛ چنانچہ بعد از آن بود انہیں اصلی حادان کے امراء کی داستان شروع کرنا ہے، یعنی گریگور ڈریک Grigor Derenik (الطبری، ۳: ۱۸۹۴ میں اسے ابو احمد الدیرانی سے اور ۳: ۱۹۱۶ میں ابن دیرانی سے، جو اس صبح نہیں، موسوم کرتا ہے)، جسے ہیر Hēr (خونی khor) کے رئیس آلیبرس Alebers یا انسر Abumsar سے ۸۸۷ء میں قتل کیا، اشوت Ashot ولد ڈریک کی، جس سے نخجوان [رک بان] میں ۹۰۴ء میں انتقال کیا، ص ۱۸۲ تا ۲۰۲؛ اور [آخر میں] گیگک Gagik ولد ڈریک کی، جس کی

آرتسرونی: (Artsruni)، توما Thoma، ایک ارس مؤرخ، جو نویں صدی میلادی کے نصف آخر اور دسویں صدی کے آغاز میں گزرا ہے۔ وہ خود کہتا ہے کہ وہ یوسف بن انی سعید کے قابل سے واقف تھا، جو ۸۵۱ء میں قتل ہوا اور اس کی تصف کا مسند حصہ کم از کم ۹۰۶ء (ص ۲۱۰ - ۲۱۱) تک پہنچا ہے، بلکہ شاید ۹۴۳ء (ص ۲۳۶ - ۲۴۵) سے کچھ پہلے تک بھی پہنچتا ہو۔ اس کی صحی زندگی کی تاب ہمیں فقط اتنا معلوم ہے کہ وہ ایک راہب (vardapet) تھا اور اس نے ماورائے قفقاز کی ساحل کی بھی (ص ۲۳۶)۔ سلا اس کا تعلق ضرور ارسروہی کے سریف حادان سے ہوگا، جو وسپرکان Waspurakan کے حاکم دار بھی ہے، یعنی ان علاقوں کے جو چھل وان کے مشرق میں ایران کی سرحد تک پھیلے ہوئے ہیں (وسپرکان کی حاکم کے لئے دیکھئے *Die alt-armenischen Ortsnamen Hubschmann* در *Indogerm Forschungen*، ۱۶: ۱۹۰۴) ۲۶۱ تا ۳۴۹-۳۴۷ء - وسپرکان کی امارت بریلا ولایہ وان [رک بان] (قبل از ۹۱۴ء) سے مطابقی بھی۔ نوما کی تاریخ زیادہ تر ارتسرونی رنسون ہی کے حادان پر مشتمل ہے، جن کا سلسلہ سب وہ آسوری بادشاہ سناچرب Sennacherib کے بیٹوں سے ملتا ہے۔ بروٹ Brossets کے ترجمے میں (جس کا ہم یہاں حوالہ دے رہے ہیں اور جس میں ۲۹۲ صفحات ہیں) عہد قدیم (آسوری، اسکائی، ساسانی) کا سان ستاسی صفحات میں ہے (کتاب ۱ - ۲، فصل ۳)۔ اس کے بعد ایک مختصر سی یادداشت اسلام کے شروعات پر ہے۔ نوما نے اس ارتسرونی کا بھی ذکر نہیں کیا، جس کی عباسوں کے مقابلے میں مقاومت بہت مشہور ہو گئی تھی (*Südarmerien* Marquart، ص ۵۱۰)۔ [کتاب کا] اصلی حصہ ص ۹۵ (کتاب ۲، فصل ۵) پر المتوکل ("ثوکل Thokl المعروف به حفر Djafr")



کی سرگرمیوں اور وسپرکان پر دیلمیوں کے حملے (قُبّ اس بسکویہ : *The Eclipse, etc.* ص ۴۰۱ تا ۴۰۴، لشکری کی مہم) کی دلچسپ تفصیلات اور آرمیہ میں عرب سوانادیوں، یعنی ایشرونیس Arshrunikh (کاعدمان) کے جہاموں (قُبّ مارکوارٹ : Sūdarmenien، ص ۵۰۱ تا ۵۰۴)، مکرک کے کانسج (فس) (وہی کتاب، ص ۵۰۰، ۵۰۳ تا ۵۰۸) اور پیکری کے اور قلعة آسک Amuk (وان کے شمال میں) کے اونماسج کے حالات تحریر لے گئے ہیں۔

نوما نے قدری طور پر آرمیہ کے حادثاتوں کے ناہمی تعلقات کی تاب نہ لے سکی معلومات دی ہیں، گواس کا رجحان یہ ہے کہ اوتسرونی حادثات کی کارگزاروں پر زیادہ زور دے اور نگرانی (Bagratid) ناساھوں اسوب Ashot (۸۶۱ - ۸۹۰ء) اور سنبٹ Smbat (۸۹۰ - ۹۱۴ء) کے کارناموں کو گھٹا کر د لھائے۔

نوما کی تحریر بعض مواقع پر بے حوصلہ اور طولانی ہو جاتی ہے، لیکن بحشیہ مجموعی اس میں وضاحت اور صحت پائی جاتی ہے۔ مارکوارٹ Marquart، جس نے نوما کا مطالعہ تسلیم اور نوزنطی مسد کتابوں کی روشنی میں کیا ہے، اسے بہت عمدہ ("trefflich") قرار دیتا ہے (کتاب مذکور، ص ۳۵۸)۔ نوما کی تاریخ کا ایک بہت مفید مکملہ اس کے ہم عصر جان کیتھولیکوس کی تصنیف ہے، جس میں ۹۲۵ء تک کے واقعات ہیں، جن کا بظاہر اسے دانی بحرہ تھا۔ ص ۲۲۸ (آرمیہ متی، یروشلم ۱۸۴۳ء، فراسیسی ترجمہ، سیٹ مارٹن St Martin ۱۸۴۱ء، مترجم کے وفات کے بعد کا شائع شدہ اور نادرست)۔

مآخذ۔ آرمیہ متی پہلی نازقسطیہ میں ۱۸۵۲ء

میں شائع ہوا اور پھر دوبارہ پٹکان Patkanean نے ۱۸۸۷ء

مدح پر نوما کی تاریخ کا اختتام ہوتا ہے (مارکوارٹ Marquart : کتاب مذکور، ص ۵۰۸، کے سان کے مطابق گیکک نے تقریباً ۹۴۳ء میں وفات پائی)۔

نوما کی کتاب کا متن کچھ زیادہ اطمینان بخش حالت میں نہیں ہے۔ صفحہ ۲۱۱ تا ۲۱۸ میں کچھ عبارت بڑھا دی گئی ہے، جس میں ڈینک اور اسوب کی حکومتوں کا حال بہت مختلف طور پر بیان کیا گیا ہے۔ خاتمے پر کسی اور شخص نے گیکک کے چھٹے حاشیوں کے حالات کا اضافہ کر دیا ہے۔ یہ جاش گیکک کا پونا سچرم یوہانس Senekherim Yohannes (۱۰۰۳ تا ۱۰۲۶ء) ہے، جس نے ۱۰۲۱ء میں اپنی مملکت نورطی سہشاہ بارل Basil کے حوالے کر دی۔ پھر یہ مباحثہ بیان آگے چلا ہے اور اسی حادثات کی دوسری شاخ، یعنی حادثات جدید Khedenik کے احلاف کی (جو سچرم Senekherim کا قرابت دار تھا)، تاریخ پر مشتمل ہے، خصوصاً عبدالمسح (Abdelmseh، م ۱۱۲۳ء) اور اسی کے فرید شیفانوس آئر Stephannos Aluz کی، جس نے "نوما کی کتاب حاصل کر کے اسے نافذہ مرتب کرایا" (ص ۲۵۶)۔ آخر میں وہ کتاب جس نے ۱۳۰۳ء میں اس کتاب کی عمدہ چکر خان میں نقل کی تھی، لکھا ہے کہ اسی سال اس تاریخ کا مصحح شدہ نسخہ تیار کیا گیا (عالمی دوبارہ مرتب کیا گیا) اور کیتھولیکوس پر زکریا Catholicos Ter Zakharia اس کے احراجات کا مکمل ہوا۔ اس کے بعد کے ایک صفحے میں (ص ۲۵۹ - ۲۶۲) شیفانوس Stephannos کی ایک پوسی کے احلاف کا ذکر ہے۔ اس صفحے میں چودھویں صدی سلاوی کے نصف آخر تک کے حالات ہیں، جہاں ایک مسلمان سے کیتھولیکوس پر زکریا Catholicos Ter Zakharia کی ایک ہتھیج کی شادی کا ذکر ہے۔

نوما کی تاریخ میں ساجہ (Sadjids) (رک ناں)

کل لمائی ۲,۲۳۰ میل [۵,۶۰۰، کیلو میٹر، دریائے نیل کے مساوی] ہے، جس میں سے صرف ۲۵۳ میل سلطیب چین میں ہے۔ اومسک Omsk کے مقام پر اس دریا کا ریل کا ہل ۶۵ گر لیا ہے۔ اس دریا کی گرگہ اسفل میں اس کی زیادہ سے زیادہ چوڑائی ۸۷۵ گز ہے۔

اس دریا کے نام کا ذکر آٹھویں صدی میلادی کے اوروں Orkhon کسوں میں بھی ملتا ہے (Die alturkischen Inschriften der Mon- W Radloff)۔ سلسلہ دوم، ص ۱۹، بحر اعراب کے لکھا ہوا)۔ المسعودی کتاب السہ (طبع د حویہ، ص ۹۲) میں ”ارسی الاسود“ اور ”ارسی الانص“ کا ذکر کرنا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ دونوں بحرہ حر میں گرنے میں۔ حدود العالم (ورق ۱ ب) کا مصنف اریس کو وولگا Volga کا معاون حال کرنا ہے۔ اس کے معطلوطے میں ایسے آریس (یا آریوش) لکھا گیا ہے اور یہ تلفظ اس صفحے سے مطابقت رکھتا ہے جو انک معمول عام استقامت پر مبنی ہے (اریوش ”اے شخص“ بچے اور“، جس کا ذکر گردیری نے کیا ہے“ میں در ناربولڈ Oïçer a pol'ezd'e v Srednyju, Aziju Barthold ص ۸۲)۔ باوجود اس تجارتی ساہراہ کے جو گردیری کے نام کے مطابق فاراب [رگہ نان] سے اریس کو جانی بھی، اس علاقے پر فروع وسطی میں اسلامی ثقافت کا بہت کم اثر پڑا۔ دریا کا نام بھی کہیں ساد و نادر ہی آتا ہے، مثلاً سمور کی مہموں کی تاریخ طفرنامہ، مطبوعہ ہند، ۱ : ۳۷۵ و ۳۹۵ (اریس) میں۔ وہ اسلامی شہر جو روسی فوجوں کو دریا کی گرگہ اسفل پر ملا تھا اور جس کا بڑا قلعہ ٹوبول Tobol کے دھانے کے قریب ہے، غالباً معلوں کے عہد میں وولگا Volga کے علاقے سے آنے والے آبادکاروں نے بنایا تھا۔ (Aus Siberien) Radloff، ۱ : ۱۴۶) نے جو حکایات بحارا سے اسلامی ملتیں کے

میں سینٹ پیٹربرگ سے شائع کیا؛ (۲) فرانسیسی ترجمہ بروسیٹ Brosset نے اپنی Collection d'historiens arméniens، سینٹ پیٹربرگ، ح ۱، ۸۷۴، میں دیا؛ (۳) بروسیٹ Brosset نے Notices sur l'historien arménien Thoma Ardzruni، در Bulletin Acad St Pétersbourg، ۵ (۱۸۶۲) تا ۵۰۴ (۱۸۶۳)۔ ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶



سے اصلاح پر اقتدار جما لیا اور آخر ماردین کا وارث بن گیا۔ وہ فرنگیوں (الفرنج Franks) کے خلاف جنگوں میں شریک رہا۔ ۱۱۰۴ء میں اس نے حران کے سامنے الرہا (Edessa) کے کاؤنٹ نالدون Baldwin کو گرفتار کر لیا۔ اس کے کچھ دنوں کے بعد وہ فوت ہو گیا۔

برکنار کی موت کے بعد محمد نے، جو سہا پوری سلطنت کا مالک بن گیا تھا، ایلکاری کو دیا، نکر واپس بھیج دیا، جہاں ۱۱۰۷ء میں فتح آرسلاں رومی کی سکست میں اس کا بھی ہاتھ تھا جسے محمد کے دشمنوں نے دیارِ نکر بلانا تھا، اور ۱۱۰۸ء میں وہ ماردین میں سقمان کے ایک شے کی جگہ حاکم بن گیا (دوسرا سٹا حصہ کما ہر مسور قابض رہا)۔ دوسرے سرداروں نے آمد، انحلاط، آرزون وغیرہ کے علاقوں پر اپنی اپنی حکومت قائم کر لی۔ محمد نے انہیں فرنگوں کے خلاف جہاد میں شریک ہونے کی عرص سے متعہ کرنے کی کوشش کی، مگر وہ لڑائی کے دوران میں ایلکاری اور انحلاط کے والی سقمان کے ناہمی اختلاف کو نہ روک سکا۔ لیکن سقمان ۱۱۱۰ء میں وفات پا گیا۔ اس کے بعد سے ایلکاری اور محمد کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ اول الذکر سلطان کی ان فوجی مہموں میں جو وہ فرنگوں کے خلاف بھیجتا رہا شرکت کرنے سے ہش ار پیش احتراز کرنا رہا، کیونکہ ان خطرناک کے ہش نظر جو مول لیے پڑتے تھے صرف سلجوقی حکومت ہی کو فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ ۱۱۱۴ء میں ایلکاری نے آسفر الرقی، حاکم موصل، کے خلاف ترکمانوں کا ایک وفایا لیا۔ اس کی فتح ہوئی، لیکن محمد کے انتقام کے خوف سے وہ شام بھاگ گیا اور وہاں اس کی نہ صرف دمشق کے انایک طعنیوں سے مہممت ہو گئی، جو خود سلطان کی شامی مہموں سے حوزہ ہو رہا

عطا ہوا، جو فوجی نقطہ نگاہ سے کردستان کا ایک اہم مقام تھا؛ مگر ۱۰۸۵ء کے بعد سے وہ دیارِ نکر میں موصل اور حلب کے عرب حکمران مسلم کے ساتھ مل کر، جو ملک شاہ کے سبب خلاف تھا، سارنوں اور ریشہ دوازیوں میں مصروف رہا؛ ناہم مسلم کی وفات کے بعد وہ پھر تنش کی ملازمت احیا کرنے پر مجبور ہو گیا، جس نے ۱۰۸۶ء میں اسے فلسطین کا علاقہ دے دیا۔ اس کی موت کی تاریخ معلوم نہیں۔ اس نے اپنے پیچھے کئی شے چھوڑے، جس میں سقمان اور ایلکاری شامل تھے۔

ملک شاہ کی وفات کے بعد ارتقاء جس کے زیر مبادب حریرے پر چڑھ دوڑے اور وارثِ بعد ہوئے کے دعوے میں اس کے بھتیحوں کے خلاف اس کی مدد کرنے لگے (۱۰۹۲ء تا ۱۰۹۵ء)؛ تنش کے انتقال پر انہوں نے اس کے فرزند رضوان والی حلب کی اس کے بھائی دقاو والی دمشق کے خلاف مدد کی۔ بعد میں فلسطین ان کے ہاتھ سے نکل گیا اور ۱۰۹۸ء میں مصر کے اسے دوبارہ فتح کر لے اور بعد ازاں اس پر صلیبیوں کا قبضہ ہو جانے سے ارتقیوں کی یہاں واپسی کا سوال قصاً ختم ہو گیا۔ دونوں ارتقی سرداروں میں سے ایک، ایلکاری، نے عارضی طور پر ملک شاہ کے ایک بیٹے محمد کی ملازمت اختیار کر لی، جس کی اس نے اس کے بھائی برکیار کے خلاف مدد کی تھی اور جس نے اسے عراق کا والی بنا دیا، لیکن وہ ترکمانی قسلی جو اس خاندان کی پشت پناہ تھے دیارِ نکر ہی میں مقیم رہے۔ ۱۰۹۷ء میں سقمان کا بھتیجا ماردین پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ خود سقمان کو، جو سروج پر قابض ہو چکا تھا، وہاں سے ۱۰۹۷ء میں صلیبیوں نے نکال دیا، لیکن الحریرہ کے سرداروں کے ناہمی ساقشات کی بدولت اس نے ۱۱۰۲ء میں جس حصہ کیما پر قبضہ کر لیا، شمال کی جانب اور آگے تک بہت

بعد ازاں حب وہ ایلکاری کی سلک ملازمت میں مسلک بنا اس نے الیسا کے جوسیلین Jocelyn کو ۱۱۲۲ء میں اور ایلکاری کی موت کے بعد یروشلیم کے بالڈون کو، جو دربارے فراب کے کباروں پر سے والے آرمی فرکیوں کے تحفظ کے لیے آیا تھا، ۱۱۲۳ء میں اسر کر کے مرید ناموری حاصل کی۔ بعد ازاں وہ ایلکاری کے ایک دوسرے بھائی کو برطرف کر کے حلب پر خود قابض ہوئے میں کامیاب ہو گیا، لیکن ۱۱۲۴ء میں مسیح کے معاصرے کے دوران میں مارا گیا۔ اس کے بعد حلب ارتقیوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔

دیار بکر میں، جہاں ارتقیوں کے مذہب مصوطی سے جمے ہوئے تھے، ایلکاری کا سنا سمن الدولہ سلمان بھی، جو مسافروں کے حاکم کی موت کے بعد اس کا حاشی ہوا تھا، ۵۰۲۴/۱۱۲۹ - ۱۱۱۳ء میں انتقال کر گیا۔ ایلکاری کا ایک اور بٹا بمراس، جو ماردین پر پہلے سے قابض تھا، اس کا حاشی ہوا۔ تلک کی ریاست داؤد کے قصبے میں حلی کئی، جو سقماں کا بٹا اور ۱۱۱۰ء سے حصہ کما کی ولایت پر اس کے حاشی کی حشمت سے حکمران تھا۔ اس کے بعد سے ارتقیوں کی دونوں ساحوں نے پوری دو صدی تک اسی اسی حدادانہ حشمت قائم رکھی۔

لیکن سلطنت کی توسیع کا دور ختم ہو چکا تھا۔ ۱۱۲۷ء سے [عماد الدین] رنگی موصل کا اور ۱۱۲۸ء کے بعد سے حلب کا بھی خاتمہ چلا آنا تھا، اس نے وہاں ایک مصبوط سلطنت قائم کر لی تھی۔ بمراس سے رنگی کے ناح گدار کے طور پر داؤد کے خلاف فوج کشی میں حصہ لیا اور پھر ۱۱۴۴ء میں داؤد کے بیٹے فرہ آرسلاں اور حاکم آمد کے خلاف، جسے اس نے اور رنگی نے ۱۱۳۳ء میں محصور کر لیا تھا۔ داؤد شمال میں مصر و بکار رہا تھا، جہاں اس نے گرجیوں

تھا، بلکہ انطاکیہ کے فرنگیوں سے بھی، جہوں نے ۱۱۱۰ء میں سلجوقی فوج کا قلع مع کر کے ایلکاری کو بچا لیا۔ ۱۱۱۸ء میں محمد نے وفات پائی اور ایلفازی نے دیار بکر میں سلجوقیوں کی آخری چوکی میافارتیں سر بھی قبضہ کر لیا۔ اب وہ اس طاقتور ہو گیا کہ اسے باسانی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ حلب نے، جو اندرونی حلفشار کا سڈار اور فرنگیوں کے حملے کے خطرے سے - وچار تھا، اس سے مدد کی درخواست کی، اگرچہ وہاں کے بڑے بڑے سردار ایلکاری کو اقتدار سونپنے کے خلاف تھے۔ ایلکاری، جسے اب سلجوقیوں کی طرف سے کوئی اندیشہ نہ رہا تھا، نہ نہیں چاہتا تھا کہ فرنگیوں کی موت میں اضافہ ہو، لہذا والی دمشق طغیبا کے ایلکاری رائے سے اس نے ۱۱۱۸ء میں اہل حلب کی درخواست اعلیٰ مول کر لی اور ۱۱۱۹ء میں اس کی برلمان فوج نے انطاکیہ کے فرنگیوں کو بڑی بھاری شکست دی؛ لیکن ارتقیوں کا مر کر دیار بکر میں بدسور قائم رہا اور دوسرے فرنگیوں کے رد عمل کے پس نظر ایلکاری صلح پر مائل ہو گیا۔ اسے گرجیوں کے خلاف بھی بردار ہونا پڑا، مگر اس مرتبہ اسے شکست ہوئی (۱۱۲۱ء)۔ نا اس ہمہ ۱۱۲۲ء میں اس کی موت تک اس کے حاش و حلال میں کوئی فرق نہ پڑا تھا۔ ۱۱۱۳ء سے اس کا بھائی تلک مسرفی فراب کے آرپار دیار بکر کے شمال مشرق میں ایک روز افروں مسعکم رناب قائم کرے میں لگا رہا تھا، جس کا صدر مقام بقریا ۱۱۱۰ء سے خرب پربت تھا۔ مرید برآن ملطہ کے سلجوقی فرمانروا کے انالی کی حشیت سے، جو اس وقت نالاع تھا، اس نے داسمندی گمشدگی کے ساتھ عہد و پیمان کر کے آرپار بھان کے والی اس منکوچک اور طربزون کے بوریطی والی گاؤر اس Gavras کو ۱۱۲۰ء میں شکست فاش دے کر بڑا نام پیدا کیا۔

چاہی اور اس کے بدلے میں اسے گرجیوں کے خلاف شاہِ آرمین کی مدد کرنا پڑی۔ ۱۱۶۳ء میں قرہ آرسلاں نے خود اناٹیوں اور بیسیائیوں سے آبد چھسے کی کوشش کی، لیکن داسمیدیوں کے حملے کے باعث وہ ایسا نہ کر سکا۔ اس کے باوجود کچھ ہی دنوں کے بعد اس کا بیٹا محمد نورالدین رنگی کی معیت میں داسمیدیوں کی مدد کے لیے روانہ ہوا، جنہیں قونہ کے سلجوقوں کی توسیع طلب حکمتِ عملی سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ نورالدین کی رور افروں قوت پر ارتقوں کو غیرسجوری طور پر ایک ناہنگداری کی حشمت احسار کر لیے پر مجبور کر دیا، حتیٰ کہ ۱۱۷۳ء میں نورالدین کا انتقال ہو گیا۔

بعد کے سالوں کی تاریخ زیادہ تر ان مدافعاہ کارروائیوں سے متعلق ہے جو بالائی عراق عرب کے امراء صلاح الدین ایوبی والی مصر کی بڑھتی ہوئی اسگوں کے خلاف کرتے رہے۔ صلاح الدین نے نور الدین کی وفات کے بعد بدرجہ شام اور الحزیرہ کے ان علاقوں پر قبضہ کر لیا جو اس نے ورثے میں چھوڑے تھے۔ ارتقی سہرادوں نے اسدء میں مستعدہ طور پر موصل کے رنگیوں کی مدد کی۔ بعد ازاں محمد نے عاقبت اسی میں دیکھی کہ صلاح الدین کے ساتھ صلح کر لے، جس نے آمد کو، جو مدیوں سے اس کی لچائی ہوئی بطروں کا نشانہ بنا رہا تھا، فتح کر لیا اور اسے بطور حاکم محمد کو دے دیا۔ اس وقت (۱۱۸۳ء) سے آمد برابر اس حادثاں کا مستقر رہا۔ اس کے بھوڑے ہی دنوں بعد محمد کا انتقال ہو گیا اور آمد، ماردین، آحلاط اور موصل کے بحوں پر کمس شہرادے ہی رہ گئے۔ اس کے ساتھ ہی محمد کی مملکت دو حصوں میں بٹ گئی، جو حصے کیما و آمد اور حرب پر مشتمل تھے۔ ان سب نابوں کی وجہ سے وہ صلاح الدین کے اور بھی ریردسب ہو گئے۔ موخرالذکر نے ۱۱۸۵ء میں

کے خلاف ایک مہم کی رہمائی کی تھی۔ اس سے ان تمام چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو، جس کی سرحدیں اس کی سلطنت سے ملحق تھیں، بالخصوص ان ریاستوں کو جو حصے کنگا کے مشرق میں واقع تھیں اپنی سلطنت میں ضم کر لیا؛ لیکن رنگی اس پر مسلسل دباؤ ڈالتا رہتا تھا اور اس سے نہ صرف بھتیاں کو، جو دیارِ بکر کے مشرق میں تھیں، فتح کر لیا بلکہ قرہ آرسلاں کی بحثِ سیاسی کے بعد حصے کیما اور حرب پر کے مابین پورے سلامے پر قبضہ کر لیا۔ قرہ آرسلاں کو محوِ الرُہا (اڈسہ) کے آرمینی فرنگوں سے صلح کرنا پڑی، جن کے خلاف بترناس کی طرح وہ بھی وقتاً فوقتاً تر سرہکار رہ چکا تھا۔ رنگی کے ہاتھوں الرُہا کی سحر (۱۱۴۴ء) بھی داؤد کے لیے محسب کا باعث ہوئی۔ لیکن ۱۱۴۶ء میں اس کے دسمن [رنگی] کی موت پر اسے [ناہمی سے] عا لیا۔ بترناس اور قرہ آرسلاں نے کسی قدر وقت و سواری کے بعد دیارِ بکر کو آس میں ناٹ لیا۔

[عمادالدین] رنگی کے مقوصات میں سے حلب نورالدین اور موصل اس حادثاں کے دوسرے سہرادوں، یعنی نورالدین کے بھائیوں اور بھیجوں کے حصے میں آیا۔ نورالدین وہ وقتہ ان سب کو ریر کر رہا۔ فرنگیوں کے خلاف رزم آرائیوں اور موصل کی جانب اس کی فوجی سرگرمیوں پر اسے ایک بار نور ارتقوں سے اتحاد کر لیے پر مجبور کر دیا۔ اس نے دیارِ بکر کے لیے ان کے ساتھ کوئی جھگڑا نہ کیا اور الرُہا کے کاوٹ کے مال عسب کے حصے میں فراب کا شمالی علاقہ ان کے حوالے کر دیا، لیکن فرنگیوں یا نوریطوں کے خلاف جہاد میں انہیں رابر ایسے ساتھ لگائے رکھا۔ تاہم ان کے ساتھ اس کے تعلقات نہایت اچھے تھے، بالخصوص قرہ آرسلاں کے ساتھ؛ بترناش کے بیٹے اور حاشین آلی نے اخلاط کے شاہِ آرمین کی پہا لے کر اپنی حیثیت مضبوط کرنا

میں ان لوگوں کو فتح کر کے دیارِ بکر پر براہِ راست اپنا تسلط قائم کر لیا۔

اب کچھ بچے لہجے ارقی رہ گئے تھے۔ جنہیں سلطان صلاح الدین ایوبی کے حاشیوں، یعنی اس کے بھائی العادل اور اس کی اولاد نے رفتہ رفتہ ختم کر دیا۔ ۷ - ۱۲ء میں ایوبی اخلاط پر قابض ہو گئے، لیکن ان میں بعض اوقات آپس ہی میں اختلاف رہا تھا۔ ان میں سے زیادہ ظالم و مضر کا والی الکامل تھا، جس کے خلاف لجنہ عرصے کے لیے ارمنی روم کے سلجوقوں کے باحکمران بن گئے، جن کی سلطنت اس وقت مشرق کی سمیت دریائے ہزارہ ربعی تھی، اور اس کے بعد حوارہ ساہ جلال الدین منگوبرنی کے، جو اس وقت آذربائیجان اور اخلاط دونوں پر قابض ہو چکا تھا۔ سلجوقوں کے انعام کے۔ اب انہیں ۱۲۳۶ء میں دربارے فرات کے شمالی علاقوں سے ہاتھ دھونا پڑا اور الکامل کے حادثہ انعام ہے (۱۲۳۴ - ۱۲۳۳ء میں) انہیں حصہ دیا اور آمد سے محروم کر دیا۔ الکامل کے بعد سلجوقی سے الجہ نژاد اور سکسٹ ڈھائی۔ سجدہ نہ ہوا نہ حرب ترب و ارمنی شہزادہ، جس نے قسام کی مدد کی تھی، ۱۲۳۸ء میں اپنی ولایت سے بے دخل کر دیا گیا۔ اس کے بعد سے ارمنیوں کی صف وہ شاخ نامی رہی جو مارڈیس پر حکمران تھی اور یہ تقریباً دو صدی بعد تک حکومت کرتی رہی۔ ۱۲۹۰ء میں اس کے ایک نمایندے الملک السعد نے معلون کے ایک طویل محاصرے کا پامردی کے ساتھ مقابلہ کیا [اور مارا گیا]، لیکن اس کی موت نے حادثہ کو نابود ہونے سے بچا لیا، کیونکہ اس کے فرزند المظفر نے ہلاکو کے آگے ہتھیار ڈال دیے اور اس طرح معلون کا ایک ادبی باحکمران بن کر اس نے اپنے برادرگوں کی میراث کو محفوظ رکھا۔

ارتقیوں کی مملکت کے اندرونی نظم و نسق اور

ان کے تمدن کے متعلق بہت کم معلومات ملتی ہیں، اور مجموعی طور پر ان چہروں میں کوئی ایسی ندرب بھی نہیں پائی جانی جس کی داء بر ان کا بحالے حود انک حام مطالعہ کنا جائے۔ وہ علاقے جس پر اربعی حکمران بھی ناسشائے حرب بر، عربوں کی موحاب کے وقف سے اسلامی دسا کا ایک حصہ رہے اور وہاں ایک ہی سل کے لوگ حکومت کر رہے (مثلاً مسافاریں میں سوسانہ کا نامور ابدال) اور انہیں اصونوں کے مطابق (حلالہ در عبدالعزیز ار محمد س طلحہ القرسی العدوی وزیر ماردن، سابوین عجزی / برھوین صدی سلاوی) حو آس ناس کی جھوٹی جھوٹی ریاستوں میں رسانہ ساس میں ن اس وب بھی رائج ہے۔ [مثلاً] وہ معاصل (نکس) جس د د ر انک دو لسوں میں کنا کنا ہے وہی جس حو ہر جگہ موحود ہے، اور اس کناہی لو سرسری سے رائد اہمب دسا فرس عفل نہ ہوا جس میں سد و مد سے نہ سان نا کنا ہے نہ سرناس کے ربر نگں دیہانی آبادی پر رنگی کی رعانا کی نہ سب معاصل کا نوحہ حاصا ہلکا ہوا۔ بر لمانوں کی آمد سے ملک کی روایی امصادی سرگرموں پر لوئی اسر نہیں نڑا، حو نہتی ناڑی، مویسوں کی برورس، لوہے اور ناسے کی کانوں اور کر حسان و عراق کے سانہ بحارب بر مسی نہیں۔ جہاں نک نفامی سرگرموں کا بعلی ہے، اگرچہ ہمیں کسی ایک بھی ایسے مختار و معروف مصنف کا علم نہیں حو اربقوں کے دربار سے مسلک رہا ہو، ناہم عربوں کی علمی و ادبی روایات ان میں اس حد تک رندہ نہیں کہ مثلاً ایک شامی حلا وطن اسامہ بن سفد حصی کیفا میں کئی سال تک قرہ آسلاں کے دربار میں مقیم رہا۔ [تاہم کئی نصایب اربقی حکمرانوں کے نام پر لکھی گئیں، جس میں سے قابل ذکر یہ ہیں: ملک السعید نعم الدین البی کے نام

محفوظ رکھا (لکن رنگوں سے زیادہ نہیں، جو براہِ راست برکمانی الاصل نہ تھے)۔ بعض سگنوں پر یا بعض عمارات کے آرائشی کام میں جو حایوروں [مثلاً دو اُردھ یا دو عقاب] کی تصاویر ملی ہیں اور جن کا تعلق شاید برک قتلوں کے روایتی علامتی نسانوں کے ایک عام رمبے سے ہے، ان کے مقصد و مفہوم بہت کچھ بحث ہوئی رہی ہے۔ اس سبب کا ارتقی نسانوں کے عملی نظم و نسق سے کچھ تعلق نہیں۔ شاید جس حیر کا اس سے زیادہ تعلق ہے (سرطیکہ اسے اس ابتدائی فائنلی رواج کی طرف منسوب کیا جائے جسے افراد کی نہ نسبت حادثاتی حمایت حاصل تھی) یہ بھی کہ اس حادثات کے لیے سوارے اور ”سلاطین“ کو حاکموں کے لیے سما، اور قصاصان رساں عطیات سے نجات ناممکن تھا۔ ناں ہمہ اس میں سہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ ساردر میں اس حادثات کی ایک عرصے تک موجودگی اور اس کی جگہ درناے دحلہ کے شمال میں، ایوبی کردوں کی حکومت کے تمام کا تعلق ضرور آبادی کے بدو بدل اور اس کے نتیجے میں اس امداد سے ہے جو برکمانوں نے ایوبی افواج میں برکوں کی بکثرت موجودگی کے علی الرغم ارتقی حادثات کو بہم پہنچائی۔ اس کا نہ مطلب نہیں کہ ارتقیوں کا، مرواسوں کی بعض بنادیسوں کی یاد کے باوجود، اسی کرد رعانا سے اکثر جھگڑا رہتا تھا۔ ناں ہمہ وہ بھی اسی مشرقی سرحدوں پر واقع آزاد و خود مختار کرد ریاستوں کو صم کرنے کی اسی حکمت عملی پر کاربند نظر آتے ہیں جس پر دراز زیادہ خوب میں رنگی عمل پیرا تھا اور اس صدی کے آخر میں کردوں کا قتل عام، جس کے ساتھ وہ اس سے پہلے بڑی حد تک گھل مل گئے تھے، رستمی برکمانوں کی ہجرت کا پہلا سبب بن گیا۔

جہاں تک مدھی اعتقادات کا تعلق ہے عام

بر: العقدا المريد للملك السعيد، اركمال الدين اوسالم  
محرالدير قره ارسلان کے نام پر: ارخورة في صور  
انكواكب الثمانية، از ابوعلی بن ابی الحسن الصوفي  
الملك المسعود کے نام پر: المختار في كشف  
الاسرار، از رين الدين عبدالرحيم الحوناري  
محمود بن محمد بن قره ارسلان کے نام پر: كتاب في معرفة  
اجل الهندسه، از الحرري  
عماد الدين ابوكر کے  
نام پر: الواح العماديه، از سهروردي المصولي  
اور  
ملك مسعود بن محمد الدير کے نام پر: روضه المصاحبه،  
از عمادالامادر بن الدين الترابي۔ نہ سب نثاس  
دری زبان میں لکھی گئیں جو اس زمانے کی ادبی  
زبان تھی ]

یہ سب کچھ کہنے کے بعد ہمیں ابھی یہ  
دیکھنا ہے کہ آنا انی اسدہ یا کسی اور اسرار  
سے ارتقی حکومت کی کچھ معنیہ خصوصیات نہیں  
یا نہیں ہیں۔ سب سے پہلا مسئلہ برکمانی  
ارباب کا ہے۔ دیار بکر کے معاصرے میں برکمان  
حیرات ایک اہم عنصر رہے اور ان کا ارشمال  
کی نہ نسبت، جہاں کردوں کا غلبہ رہا، شاید خوب  
میں زیادہ تھا۔ رسم کی اس وسیع برکمان قلمی مکابی  
نا، جو تقریباً ۱۱۸۵ تا ۱۱۹۰ء میں عمل میں  
آئی اور پورے مشرقی اور وسطی اسیائے کوچک  
میں پھیلائی، ایک نقطہ آغاز دیا، بکر بھی تھا۔  
دوسری طرف نہ بھی معلوم ہے کہ برکی زبان کے  
وہ چند اسرار جو مغربی ایشیا میں عوامی ادب کے  
قدیم ترین نمونے ہیں ارتقی علاقے ہی میں لکھے  
گئے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ارتقی  
سائنس دان حاصل برکمانی نہ رہ سکا، لیکن علامتی بر  
کا استعمال ان میں ایک عرصے تک جاری رہا اور  
ارتقی ساہرادوں نے اپنے القاب میں عربی اور فارسی  
ناموں کے ساتھ ساتھ مخصوص برکی القاب کو بھی



طور پر ارتقیوں کا رویہ بظاہر خاصا روادارانہ تھا۔ یہ سچ ہے کہ انہوں نے بھی مذہبی دلستگی کے اس عام رجحان کو اپایا جو سلجوقیوں اور ان کے بعد کے زمانے کا خاصہ تھا۔ انہوں نے مدارس و مساجد، عمارات رفاہ عامہ (ہل، سرائے وغیرہ) اور صوحی استحکامات کی تعمیر میں گہری دلچسپی لی۔ ایلغازی نے، جسے نقاصے وہب سے سیاسی شماس بنا دیا تھا، حبشہ کے ساتھ پورے طور پر تعلقات نوڑنے سے پرہیز نہ کیا۔ اس کے حاشیوں میں ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا جو مذہب سے والہانہ تسکینی میں سلطان نور الدین رنگی کا مقابلہ کر سکے اور ان میں سے ایک نو حرب پرب [حربوب] میں مشہور اسرائانی صوفی [سبح شہاب الدین] سہروردی نے بہت مہربان تھا، جس کے خلاف وہ سچ ہے کہ اس وہب تک الحاد کا الزام نہیں لگا تھا۔ حبشہ مجموعی اسی طرح کی رواداری ارسوں نے اپنی عیسائی رعائے کے ساتھ تعلقات میں بھی برقی۔ عیسائیوں نے جہتی / نارہوں صدی کے نصف آخر میں بالخصوص بعض نکلموں اور دشواریوں کی شکایت کی ہے: لیکن ان تمام کی نہ میں حکومت کے کسی اقدام کی حکمہ بعض اوقات کردوں کے باہمی مسادات کار فرما نظر آتے ہیں۔ ۱۱۸۰ء کے قریب کردوں اور برکمانوں نے دیاربکر کی شمالی سرحدوں پر جبل سسون Sassun کے ارسوں کا صل عام کیا، لیکن یہ لوگ ایک سیم خود مختار گروہ سے تعلق رکھتے تھے اور اکثر شاہ ارس سے سار نار کرسے رہے تھے اور اس لیے جس اقدام کا وہ شکار ہوئے وہ بحالے مذہبی نوعیت کے سیاسی نوعیت کا تھا۔ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اپنی عام عیسائی رعایا کی طرف ان کا طرز عمل بالکل صحیح اور درست تھا۔ اس حقیقت کی کوئی دوسری توجیہ ہو ہی نہیں سکتی کہ نارہوں

صدی میں کچھ عرصے تک آرمینی اسقف اعظم (Catho-licus) خرت پرب کے صوبے میں ڈروک Dzvok کے مقام پر مقیم رہا اور یعقوبی مسیحیوں (Monophysites) کا بطریق برابر کھی نو مار تر صوما Mar bar sawma کی حاشیہ میں رہتا (جو وقتی طور پر ارتقیوں کے مانع بھی، لیکن عموماً لڑھا سے متعلق رہی اور بعد ازاں ملطہ کے حکم سے) اور کھی آمد یا ماردیں میں۔ یہاں طریقوں کا انتخاب اکثر ارتقیوں کی احارب سے ہوا کرتا تھا۔ لٹی اسقیتیں، بالخصوص یعقوبی Monophysite فرقے کی [جو مسح علیہ السلام کی داب میں الوہب و شرب دوہوں کو مجمع مانا ہے]، ہمسہ دیاربکر میں موجود رہیں، عیسائی بھاری اکثریت میں موجود رہے اور صوبے کی جنوب مشرقی سرحدوں پر طور غندی کا صلح نو آٹھوں / حودہویں صدی تک حاشیہ رندگی کا ایک ٹڑا مر تر رہا۔

آرتقی سکوں کی عجب وضع قطع کی وجہ، جو داسمندیوں کے سکوں کی طرح مدوں قدیم نوریطی سکوں سے مشابہہ رہے، مسیحی اثر ثنائی حاشی ہے۔ سرے نزدیک یہ توجیہ قابل اطمینان نہیں۔ نہ کہا کہ ایک قدیم اسلامی ملک میں کوئی ایسا مسلمان سکھ رن موجود نہ تھا جو اسلامی سکے بنا سکتا عمل و فہم سے بعد ہے۔ نہ نوریطوں کے ساتھ بحارب ہی کی اہمیت کچھ زیادہ ورن رکھتی ہے، کیونکہ یہ ناور کرنا مشکل ہے کہ نوریطوں کے ساتھ بحارب کی اہمیت آس پاس کے مسلمان ممالک کے ساتھ بحارب کے مقابلے میں یکایک ٹڑا گئی بھی، یا ان ناسے کے سکوں کا جو اس وقت خاص طور پر رن بحث میں مقامی استعمال کے علاوہ کوئی اور بھی مصرف تھا۔ یہ دلائل داسمندیوں کے بارے میں تو مانے جاسکتے ہیں، لیکن ارتقیوں کے بارے میں انہیں تسلیم نہیں کیا جاسکتا اور

یہ مسئلہ اس قابل ہے کہ اس پر بحیثیت مجموعی دوبارہ غور کیا جائے۔

معلوں کی فتح کے بعد اربعیوں کی تاریخ، اس امر کے باوجود کہ ان کی سیاسی سرگرمیوں کا دائرہ اب تنگ ہو گیا تھا، اس لحاظ سے ضرور ہمارے دھیے درجہ اعلیٰ ہے کہ ایک آزاد مملکت نے کس طرح اسے آپ کو نئے حالات کے مطابق ڈھال لیا، تقسیم سے اس کے متعلق ہمیں بہت کم معلومات حاصل ہیں۔ ارتقی ایلچائیوں کے وفادار خادم بنے رہے۔ سلطان کے لقب کے علاوہ انہیں یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ وہ ایک مذہب تک عمل حکومت کے محدث و معاون یا نائب متصور ہوئے رہے اور انہوں نے کم و بیش مستقل طور پر داریکٹر کا ایک بعدہ حصہ واپس لے لیا (آمد، روال و انحطاط کی حالت میں متاخرین اور شاید اسعد) اور علاوہ ازیں حاکم بھی، صرف حصہ کف (حس بر اتوبی مکتراں بھی) اور آرز (حس بر سلحوسوں کی حکومت بھی) خود مختار و آزاد رہے۔ مرید برآن ایلچائیوں کی تمام باحکمدار ریاستوں کی طرح ارتقی بھی آٹھویں / سترہویں صدی کے دوسرے ربع میں عمل مطلب کا سراہہ نکھر جانے کی وجہ سے دوبارہ خود مختار بنے اور اس طرح عمل حکومت کے انصاف کے بعد حوشتی ریاستیں انہیں انہیں ان میں سے کسی ایک یا دوسری کی عارضی اطاعت قبول کرنے کی اراہی مل گئی۔ ان کی ”خارجہ حکمت عملی“ کے نتیجے میں انہوں نے اپنا چلنا ہے وہ ایک طرف تو حصہ کیما کے ایویوں کے ملحقہ اسماعیلی سرسری کو قائم رکھے میں لگے رہے، جس کے خلاف انہوں نے ۱۲۳۵ھ / ۱۸۲۰ء میں اکام جنگ بھی لڑی، جس کی پاداش میں انہیں دریائے دجلہ کے بائیں جانب کے مقبوضات سے ہاتھ دھونا پڑے اور دوسری طرف وہ معلوں،

ترکمانوں اور مملوکوں کے خلاف مصروف رہے، جو ان کے مقابلے میں نالائی عراق عرب کے دعویدار تھے۔ ایک تیسری طرف وہ شمالی کردوں کے خلاف، جو ایویوں کے طرفدار تھے، ترکمانوں کے ساتھ مل کر لڑائیاں لڑتے نظر آتے ہیں، لیکن اسے آہائی قسبے دوگر Döger کے ساتھ، جو اس وقت مملوک ریاست کی سرحدوں پر مرید عرب کی طرف آباد ہو گیا تھا، ان کے کسی خاص رابطے کا کوئی مرید ذکر نہیں ملتا، دوسری طرف آٹھویں / چودھویں صدی کے وسط میں آرمینا اور نالائی عراق میں علی الترتیب آو قوبیلو اور قرہ قوبیلو کے دو متعاصم ترکمانی وفای و خود میں آ گئے۔ شروع میں تو بظاہر ارتقی مؤخرالذکر کے دسموں کا ساتھ دیتے رہے (اگرچہ یہ وہ تو اس سے کہا مشکل ہے کہ یہ دسم آو قوبیلو قریب ہی کے لوگ تھے)، لیکن ایسا معلوم ہوا ہے کہ سمور کے حملے سے کچھ پہلے بغداد کے معلوں (حلائر)، قرہ قوبیلو، اربعیوں اور مملوکوں میں عام طور پر مصالحت ہو گئی تھی۔

ان متعارضہ مسائل کی صورت حال کچھ ہی ہو، ایک اور پہلو سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ جہاں تک اقتصادی اور معاشی سرگرمیوں کا تعلق ہے معلوں سے پیشتر کے زمانے کی یہ سبب حصہ عصر کے مقابلے میں بدوی عصر میں اضافہ ہو گیا تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زرعی زندگی میں انحطاط رونما ہو گیا۔ تاہم بعض شہروں نے، جن میں حصہ کیما اور ماردین بھی شامل تھے، شاید گرد و پیش کے تزلزل و انحطاط سے فائدہ اٹھایا اور اس طرح وہ اچھی پساہ گاہیں بن گئیں۔ ماردین میں آٹھویں / چودھویں صدی تک تعمیرات کا سلسلہ برقرار جاری رہا اور وہاں عربی ثقافت کو، جس کا ایک نمائندہ مثلاً شاعر سیف الدین العلی تھا، اب بھی ایک باعزت مقام حاصل رہا۔ مسیحیت کا زور، جسے

مغفلوں کی سرپرستی حاصل تھی لیکن ان کے جانشینوں کے ہاتھوں بعض اوقات بدسلوکی سے دو چار ہونا پڑا، ارتقی علاقے میں ایک حد تک ناقدی رہا۔ مسیح کی وحدت مطرب کا فائل (Monophysite) بطریق اکثر ماردیں ہی میں رہتا تھا اور داسال دار الغطاب ایک ایسا مسیحی عالم ہے جس کا نام وہاں ابھی تک عرب و احترام سے لیا جاتا ہے۔

سمور کے حملے سے نئے اعلاہ رومنا ہوئے۔ سلطان الظاهر مسی، جس ر مصر کے ساتھ روابط رکھے کا سہ بہا، اہم ریاست کو سموری دسرد سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اس سے پہلے نو آویسوں کے ساتھ، جو سمور کے برہوس حاسی تھے، جھگڑا کھڑا ہوا اور پھر الحصوص او فویلو کے مہ آنا، جھوں نے پہلے نو سمور کے لیے اور اس کی موت کے بعد خود اسے اے ارمی مملکت کو فتح کرنے کی ٹھان لی تھی۔ ۸۰۹ء میں الظاهر آمد کو بجایہ کی ناکام فوسش کرنا ہوا، مازا کتا اور ۸۱۱ء / ۸۰۹ء میں اس کے حاسس الصالح نے فرہ فویلو سردار فرہ نوسف کے حق میں ماردیں سے دست بردار ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اس طرح اس خاندان کا چراغ گل ہو گیا اور حوسبی دیارنکر کی ایک کوہ خود مجاری کا بھی حاسہ ہو گیا۔

مآخذ۔ مآخذ وہی ہیں جو ہانچویں / گیارھویں صدی کے اواخر سے لے کر نویں / پندرھویں صدی کے آغاز تک مشرق قریب کی عام تاریخ کے ہیں۔ ہارھوں / تیرھویں صدی کے لیے دیکھیے (۱) راقم مقالہ: *Syrie du Nord à l'époque des Croisades*، پارس ۱۹۴۴ء، کا مقدمہ۔ مدرجہ ذیل [نصاب] کو حاس طور سے پیش نظر رکھا جائے: گیارھویں صدی کے لیے (۲) کمال الدین ابن العدیم: *تاریخ حلب*، طبع سامی دقان، دمشق، حلد اول، ۱۹۵۱ء، حلد دوم، ۱۹۵۴ء (جلد سوم، زیر طبع)؛ (۳) سبط ابن العوزی: *مرآة الرمان* (اس عہد سے متعلق حصہ ابھی شائع نہیں

ہو سکا) اور واقعہ بحرین کے لیے (۴) ابن المقرب کا شارح (*La fin des karmates De Geoje*، در ۱۸۹۵ء)؛ ہارھوں صدی کے لیے دیکھیے (۵) میکائل شامی: *Siriatic chronicle*، طبع و ترجمہ Chabot، ح ۳، اور ان سب سے بڑھ کر (۶) انک نادر تاریخ، جو اس وقت تک محفوظ ہے اور ارمی دیارنکر میں لکھی گئی تھی، یعنی تاریخ میافاریں، اس اس الزور الفاری (عبر مطبوعہ دیارنکر کے سیاسی وقائع کے تحریر کے لیے دیکھیے مقالہ راقم، ۱۹۳۵ء)؛ معالوں کی آمد سے قبل پیرھویں صدی کے حالات و کوائف کے لیے دیکھیے مدرجہ ذیل یادگار تاریخیں: (۷) تاریخ ابن العدیم (حس ۵۵۵ کر اوپر آچکا ہے)؛ (۸) تاریخ ابن الاثیر؛ (۹) تاریخ ابن واصل (طبع حمال الدین السال، اسکدرہ میں زیر طبع ہے، حلد اول ۱۹۵۳ء میں شائع ہوئی تھی)؛ (۱۰) تاریخ الحری (*Orients*، ۱۹۵۱ء، ص ۱۵۱)؛ (۱۱) حمال الدین ابن شداد، اعلیٰ، بالحصوص وہ حصہ جو الحریہ سے متعلق ہے (عبر مطبوعہ، بحرہ مصاص کے لیے دیکھیے مقالہ راقم *Djazira au XIII<sup>e</sup> Siecle*، در *RLI*، ۱۹۳۴ء)۔ نہ تمام مآخذ عربی زبان میں ہیں۔ ان کے علاوہ فارسی میں: [الاوامر العلامہ فی الامور العالمیہ عرف] سلحوی نامہ، ار ابن بی، A S Erzi کا مرہہ عکسی ایڈیشن، انقرہ ۱۹۵۶ء، اس کا تعقیبی اندس، مرہہ N Lugal و A S Erzi، ح ۱، (انقرہ ۱۹۵۷ء)؛ اسی کا ترکی ایڈیشن جسے ہوتسما T Houtsma نے مرتب کیا، موسومہ *Recueil de textes relatifs à l'histoire des seljoucides*، حلد ۲؛ حرس ترجمہ، ار H W Duda (حورر طبع ہے)؛ سریانی زبان میں (۱۲) [ابن العری] Gregory Abu'l-*Chronography*؛ Faradj Bar Hebraeus (طبع و ترجمہ، ار Budge)۔ معال، مآخذ معال اور تیموری دوروں کے لیے ہمیں ان حرنی معلومات کو یکجا کرنا ہوگا جو مملوکوں، ایلعابیوں اور تیموریوں کے حالات پر مشتمل مستند کتب تواریخ میں مشر ہیں، بالحصوص (۱۴) حصہ کیا ہے۔

دیکھیے (۲۶) برطانیہ اور (۲۷) استانبول کے عجائب خانوں کی فہرستیں اور (۲۸) لیں پول Lane Poole کا مقالہ : *The Coins of the Urtukus Chronicle*، ۱۷۷۰ء، (۲۹) بوتاک B. Butak، رسمیں ترک پارہ لری، استانبول ۱۹۷۷ء تا ۱۹۸۰ء۔

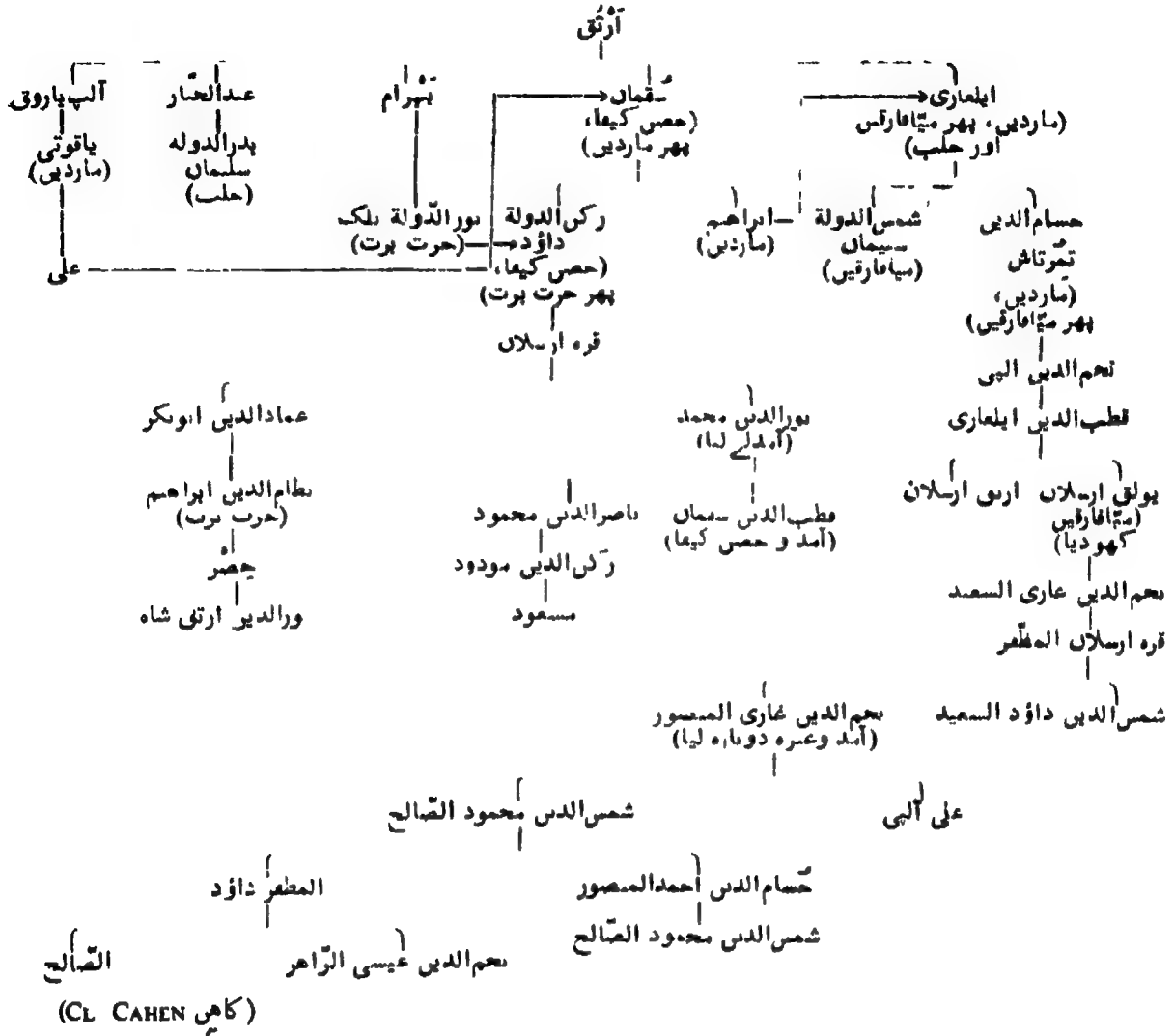
اس موضوع پر جدید جامع مگر ضرورہ مختصر مقالوں میں (۳۰) مکرمین حلیل یانچ . دیارنکر اور (۳۱) 'کوہرولو' ارس اوغلری شامل ہیں حوا آ، ب، میں سائے ہوئے ہیں، (۳۲) راقم مقالہ کی نصف *Diyyar Bakr etc*، حوشروع رسائے کی تحریر ہے اور جس کا ذکر اوپر آچکا ہے، صرف سیاسی واقعات کے مطالعے میں مفید ہو سکتی ہے؛ سر دیکھیے (۳۳) راقم مقالہ . *Première Pénétration turque en Asie Mineure* (Byzantion ۱۹۳۸ء) اور (۳۴) راقم مقالہ . *Syrie du Nord*، جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے، 'یر صلیبی حکموں کی تواریخ سکون پر از' (۳۵) Runciman و (۳۶) 'Grousset' (۳۷) Van Berchem کا کتاب پر نہایت کارآمد مضمون، در *Abh G W*، گواٹن گوتینگن ۱۸۹۷ء؛ 'یر اس موضوع پر (۳۸) *Amida* Strzygowsky، ۱۹۱۱ء، کا متعلقہ حصہ، (۳۹) *Ousama b Mounkidh H Derenbourg* ح ۱، ۱۸۸۶ء، (۴۰) فاروق سیر دوگرلر، دائرہ، در نور کتاب مجموعہ سی، ۱۹۵۳ء، چودھویں صدی کے لیے دیکھیے (۴۱) مقالہ راقم : *Contribution à l'histoire du Diyār Bakr*، در *au XIV<sup>e</sup> siecles*، ۱۹۵۵ء؛ (۴۲) *Daniel bar al-khattāb* پر دیکھیے *Nau* کا مقالہ، در *Rev. Or.*، ۱۹۵۰ء، *Chret*۔

ارتقیوں کا شجرہ نسب اگلے صفحے پر دیکھیے

اسویں کی تاریخ میں (غیر مطبوعہ، دیکھیے مصنف کا تحریرہ، در *JA*، ۱۹۵۵ء) اور ان معلومات میں اس عہد کی تصانیف ایشاء کی مدد سے اضافہ کرنا ہوگا اور اسی طرح سریانی زبان میں (۱۵) [ابن العری] *Bar Hebraeus* کی مدنی تاریخ کے ذیل (طبع *Abbeloos* و *Lamy*) اور (تیمور کے بعد کے زمانے کے لیے) (۱۶) ایک کسام مصنف کی سریانی نصیف طبع و ترجمہ، ار *Behnsch* (Bratislava ۱۸۳۸ء) اور (۱۷) ارسبی زبان کی تاریخ سمور، ار *Thomas de Medzioph* (طبع و ترجمہ، ار *Nève*) کی مدد سے؛ سر دیکھیے (۱۸) *یوسف الدین العلی* دیوان اور نساہ (۱۹) اسونکر بھرائی کتاب دیارنکر (پندرھویں صدی کے اواخر کی تالیف)، جس سے میں استفادہ نہیں کر سکا (دیکھیے آ، ب، مادہ دنارنکر، آق قویونلو، یر فاروق سیر کا مقالہ، جس کا ذکر آگے آئے گا)۔

چودھویں صدی کے آغاز تک کے حوالے سے *RC.LA* میں جمع کر دیے گئے ہیں، سربراہان سب کا مطالعہ *Sauvaget* سے (۲۱) *Voyage A Gabriel*، ۱۹۱۷ء، *archéologique en Turquie Orientale* کے صمیم میں کیا ہے، 'یر دیکھیے (۲۱) *Sauvaget*۔ *La tombe de l'Ottokide Baluk* (مقالہ در *Ar*)، ۱۹۳۸ء، اور (۲۲) *Islamica*، ۱۹۳۸ء، عمارات کے لیے دیکھیے (۲۳) *A Gabriel* کی مذکورہ بالا تصنیف۔ اس و صناعی کی چیزوں کے لیے دیکھیے (۲۴) *J T Renaud*، ۱۹۵۰ء، *Monuments Blacas*، *Inventaire de la Collection Princess Ismail*، ۱۸۹۶ء۔ سکون کے لیے (بحی دھیروں میں بہت سے آئے گئے موقوف ہیں جس کی کیفیت شائع نہیں ہوئی)

## ارتقیوں کا شجرہ نسب



دہشہات میں آباد ہیں، جن میں سب سے مشہور سیدی، نورباموہراں، استور اور آگس ہیں۔ آج کل نسوریں صرف ایک جماعت دوار (قمت مادہ دوار، حاصیہ بر) پر مشتمل ہیں، جس کے کل افراد تعداد میں ۹،۷۸۱ اور Fort National کی محلوٹ قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔

ہمیں آیت آریں کی تاریخ کے متعلق بہت کم معلومات حاصل ہیں۔ اس حلدوں (Hist des Berbères، ترجمہ از دیسلان، ۱: ۲۵۶) بیان کرتا ہے کہ

ارتقن: بربر زبان میں: آیت آریں (مک آیت)، عربی میں: سورین، مائلہ کلان کا ایک قسملہ، جس کے علاقے کی شمالی سرحد سبو Sebau اور معرب میں وادی انسی ہے، جو انہیں سورینی سے جدا کرتی ہے، جنوب میں آیت یحیٰ کا صلع اور مشرق میں آیت قرویں Ait Frausen ہے۔ یہ ایک پہاڑی علاقہ ہے، جس کی بلندی میں ہزار سے ساڑھے تین ہزار فٹ تک ہے۔ یہاں کی پیداوار رتوں، انجیر اور کچھ اناج ہیں۔ اس کے باشندے مختلف

جاتا ہے) تعمیر کروایا، جو ”قنائید کی آنکھ میں کائسے کی طرح کھٹکتا رہا“۔ اس کے بعد تئوڑیں چودہ سال تک خاموش رہے، لیکن ۱۸۷۱ء میں انہوں نے پھر ہتھار اٹھائے اور قلعہ بولس (Fort National) کے محاصرے میں حصہ لیا، مگر وہ اسے مسخر کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے

مآخذ: (۱) Le K'anoün Boulifa (Saïd)

Recueil de Mémoires et de Textes publié d'Adn en l'honneur du XIV<sup>e</sup> Congrès international des Etudes Orientalistes، الحرائر ۱۹۰۰ء (۲) Carette (۲) Exploration scientifique de l'Algérie، sur la Kabylie Sciences historiques et géographiques (۲) ۱۸۷۷ء Récits de Kabylie، Cam- E. Carrey (۳) ۱۸۴۸ء Cam- Clerc (۴) ۱۸۵۸ء، pagne de 185، الحرائر

۱۸۵۷ء، Devaux (۵) ۱۸۵۷ء، Les Kaballes du Djerdjera Marseilles مارسیلر Opérations Randon (Maréchal) (۶) ۱۸۵۹ء militaires en Kabylie، Rapport au ministre de la Poésies Hanoteau (۷) ۱۸۵۴ء، guerres populaires de la Kabylie du Jurjura (۸) ۱۸۶۷ء، Letounrnau و Hanoteau (۸) ۱۸۶۷ء، La Kabylie et les Coutumes Kabyles (۹) ۱۸۶۷ء، ۱: ۲۲۸ تا ۲۴۱، میر دیکھیے مآخذ قنائید .

(G YVER)

ارٹنا: (اراسا Äitnā، اردانی Ärdāni؟)، اویعوری نسل کے ایک سردار کا نام، جس نے ایل حانی حکومت کے ایک حاسین کی حشب سے ایشائے کوچک میں اپنا سگہ حمایا۔ اس نام کی توحہ شاید سسکرت لفظ رتن (= موتی) سے کی جاسکتی ہے، حوندھمب کی اشاعت کے بعد اویعوروں میں عام طور پر ہو گیا تھا ([بحوالہ] مراسلہ، از نارین L Bazin)، لیکن قدرتی طور پر یہ کوئی ایسی چیز نہ تھی

”وہ بچاۓ اور تدلیس کے درمیان کے پہاڑوں میں رہے والے لوگ ہیں“۔ وہ حاکم نعاۓ کے برائے نام محکوم تھے اور ان کا نام حراج گزار قائل میں درج تھا، لیکن در حقیقت یہ لوگ آزاد تھے۔ حب الحس المرینی نے افریقیہ پر جڑھانی کی تو اس وقت عبدالصمد حانداں کی ایک عورت، حرن نام شمس تھا، ان کے حکمران تھی اور انہیں کے سردار اسی حانداں کی اولاد میں سے تھے۔

برکی دور حکومت میں ایب ارتق نے اپنی آزادی قائم رکھی، تاکہ وہ اپنے پہاڑوں کے بچھے محفوظ تھے۔ وہ مائیکہ قوہ کے سب سے معصوم و محذوقاتی گروہ تھے، جو بائچ ”عرش“ یا گروہوں پر مشتمل تھا: ایب ارتق، آکرتمہ، استور، اوگشہ اور اومالہ۔ یہ لوگ مدان جنگ میں دو ہزار آٹھ سو آدمیوں کی فوج لا سکتے تھے۔ انہوں نے ۱۸۵۷ء تک اپنی آزادی کو قائم رکھا، حب Marshal Randon نے صاحب فراسسی فوج پہلی بار مائیکہ کی پہاڑیوں (حبل حرخرہ: قے مادۃ الحرائر، الف) کے اندر داخل ہو گئی۔ ایب ارتق نے اپنے علاقے کو دسم کے حملے سے بچانے کی عرص سے یرعمال اور حراج دیا منظور کر لیا۔ اس کے باوجود اس ملک میں مراہیسیوں کے خلاف سوار سارسی ہوئی رہیں اور اس لیے ۱۸۵۷ء میں Randon نے انہیں مکمل طور پر مغلوب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ فراسسی فوج ۲۴ مئی کو یری آرو سے روانہ ہوئی اور اس نے ایک ایک کر کے قبائلی مواضع کو فتح کر لیا، میر ۲۹ مئی کو ایب ارتق اور ان کے اتحادیوں کی فوج کو سوو الاربعاء کی سطح مرتفع پر تتر تتر کر دیا۔ ۲۶ مئی کو ایب ارتق سے اطاعت کی بیش کش کی۔ انہیں قابو میں رکھے کے لیے Randon نے فوراً ان کے ملک کے قلب میں قلعہ بیپولیں (Fort Napoleon) (جسے اب Fort National کہا

میں، جس کی بدولت اس نے آشوب زمانے میں ایک حد تک امن و امان قائم کیا، اسے کوسہ پیمبر، یعنی جھدری ڈاڑھی والا پیمبر، کہا کرتی تھی۔ اس کا انتقال ۵۰۳ء / ۱۳۰۲ء میں ہوا اور اس کی ریاست اس کے بیٹے عیاض الدین (محمد) کے حصے میں آئی، جس نے مملوک سلاطین سے اتحاد قائم رکھا اور اپنے بھائی جعفر کی معاونت کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔

لیکن ننگ [اسراہ]، حسا کہ ہر کہیں ان کا معمول تھا، یہاں بھی نظم و ضبط سے غاری تھے، چنانچہ ۵۶۶ء / ۱۳۶۵ء میں محمد ایک حملے کا سکار ہو گیا، حو نہیں کے اسیارے برکنا گیا تھا۔ اس کے بیٹے علاء الدین علی ننگ کے ماتحت، حو کہا جاتا ہے صرف عس و عسرب کا دلدادہ تھا، اماسیہ، بوقاد، سرقی، قیرہ حصار، حی کہ سواس کے ننگوں اور حصو صا آرینجاں کے بیک بھرنے سے حود مختار و حود سر حانوں کا سا رویہ اختیار کر لیا۔ دوسری جانب قوہ مانی اور عثمانی برکوں نے ارسنی ریاست کے مغربی مقبوضات چھین لیے اور آق قویونلو نے اس کے جید ایک مغربی نواح۔ عملاً اب تمام حکومت قاصی برہان الدین [رکناں] کے ہاتھ میں تھی، حو مصری کے قصاب کی اولاد میں سے تھا۔ یہ قصاب پہلے فرمانرواؤں کے رہائے میں بھی اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ علی ۵۸۲ء / ۱۳۸۱ء میں ناعی بیگوں کے خلاف ایک مہم کے دوران میں مارا گیا۔ پھر حب مختلف دعویداروں کے درساں ناہم کسی مکش شروع ہوئی تو برہان الدین نے نوحوان وارث تحب محمد ثانی کو بر طرف کر کے اپنے سلطان ہونے کا اعلان کر دیا اور یوں اس حانوادہ ساہی کا حاتمہ ہو گیا۔

ہمیں حو دستاویزیں ملی ہیں ان کی صورت بدقسمتی سے کچھ ایسی ہے کہ ارتسی حکومت کا

حو اس خاندان کو اسلام قبول کرنے سے مانع ہوتی، جیسا کہ ایلخانی ریاست کے سب برک اور بغل کر چکے تھے۔ ایرنا شاید جوان [دیکھیے جوانیہ] کے ملازمین میں سے تھا اور اس کے بیٹے تیمور تاش کے ایک خادم کی حبش سے ایشیائے کوچک میں آباد ہو گیا۔ ایلخانی ناہدار ابوسعند نے اسے والی مقرر کر دیا تھا، لکن حب اس کے آدے معاونت کی نو روپوشی ہو گیا۔ پھر حب تیمور تاش مجبور ہو گیا کہ بھاگ کر مصر میں پناہ لے۔ جہاں موت اس کا انتظار کر رہی تھی (۵۲۷ء / ۱۳۲۶ء)، تو ایرنا کو جس الا کر حاتم آرینجاں کے ماتحت اس ناعی سردار کا حاشیہ بنا دیا گیا۔ پھر حب ابوسعند کے انتقال پر ملک میں بدظمی پھیل گئی اور جس الا کر نو تیمور تاش کے بیٹے جس الاصغر نے شکست دی تو ایرنا معاویہ سلطان الناصر محمد کی پناہ میں آ گیا (۵۳۸ء / ۱۳۲۷ء)۔ ۵۴۴ء / ۱۳۴۳ء میں اس نے جس الاصغر کو، حو آدرینجاں کا مالک بن گیا تھا، شکست دی، جس سے اس کے وقار میں حاصا اماتہ ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد وہ ایشیائے کوچک کے ان سب علاقوں پر حود مختارانہ حکومت کرنا رہا حو ان برکمانی رہا۔ یوں سے حو سلجوقی سلطنت کے حاتمے پر حود میں آئیں آپس میں ہمسہ نہیں کر لی تھیں، یہی کم و بیش مسلسل طور پر یگنہ، آق سراہے، انقرہ، دوقلی، قیرہ حصار، یرینہ، اماسیہ، بوقاد، سرقیوں، سمسون، آرینجاں اور سرقی قیرہ حصار کے صوبوں پر اس کا دارالحکومت پہلے سسواس اور پھر مصری رہا۔ وہ اپنے آپ کو سلطان کہا تھا، اس نے علاء الدین کا لقب اختیار کیا اور اپنے نام کا سکہ ڈھلویا۔ وہ عربی حاتمہ تھا اور علماء اس کا شمار اہل علم میں کرتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی رعایا اس کے جس انتظام کے اعتراف

کی حکومت نے، جو خود بھی برکی نسل سے تھا، ارتنی روایات کو ترک کر دیا تھا۔

مآخذ: (۱) ارسہ وسطیٰ کے ایک ہی مؤرخ اس حلدوں سے ارتنی حابوادی حکومت کی تاریخ کا انکب عمومی خلاصہ مرتب کیا ہے، ۵: ۵۰۸ بعد؛ سالیک سے ان کے روابط کے متعلق اس حلدوں کے بیان کی تصدیق العینی کے سامنے نک کے مملوک مؤرخین کی تحریروں سے ہو جاتی ہے۔ (۲) اس حکومت کی امداد کے بارے میں اور بطوطہ نے بڑی قیمتی معلومات فراہم کی ہیں۔ ۲: ۲۸۶ بعد (طبع گت Gibb، ۲۳۳۰۲ بعد) بیر (۳) شہاب الدین العمری نے، طبع ٹائسنر Taeschner، ص ۲۸، مواضع کثرہ اور (۴) افلاکی نے، طبع یازنجی T Yazici، انقرہ ۱۹۵۹-۱۹۶۱، ۲: ۹۷۸۔۔ ترجمہ Huart، ۲: ۱۱۵ (آخری باب)، اور (۵) السکی نے شامی طققات میں، (۶) اس حکومت کے حاتمے کے لیے، برہان الدین کے نقطہ نظر سے، دیکھیے مؤخر الذکر کی تاریخ، بعنوان نرم و نرم، از عربین اردشیر استرانادی (طبع کلیسیا رعبہ)، استانبول ۱۹۲۸ (شرح و تفسیر، از گیریکیے H H Gieschke، Das work des، ۱۹۹۷)؛ (۷) مشرقی سرحد کے لیے آن قویوللو۔ لطف کی توسیع کی تاریخ، جو کتاب دیارنکریہ کے زیر عنوان مرتب ہوئی، از ابوبکر تہرانی (نویں / پندرہویں صدی کا بعد آخر) اور جسے حال ہی میں فاروق سیور Faruk Sumer نے شائع کیا ہے (انقرہ ۱۹۶۲)؛ (۸) بیر دیکھیے ایرانی (حافظ آنرو وغیرہ) اور عثمانی (سجتم ناشی، عربی متن معطوطے میں) عمومی تاریخیں؛ (۹) شکاری کی تاریخی داستان (طبع م۔ مسعود کوس Komen، ۱۹۳۶) میں، جو قرہ مایوں سے مخصوص ہے، از تیوں کا نار نار ذکر آتا ہے، طرابرونی، حبسوآئی اور ارس مآخذ کو بھی نظر امان دیکھ لیا چاہیے؛ (۱۰) سگروں کی ایک عمدہ فہرست متحف استانبول کی کستانی فہرست میں موجود ہے، از احمد توحید، ۴: ۳۳۶ بعد؛ (۱۱) ارتنی علاقوں کا الواحی (کستانی) مواد

ٹھیک ٹھیک نقشہ قائم کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ ان بیانات (اس بطوطہ، العمری) سے، جو اس ریاست کے آثار ہی میں مرتب ہوئے، ایک بد کرے (نرم و نرم) نیز اس کے حاتمے سے دس یا سس۔ س بعد سیاحوں (نیلٹ برگر Schiltberger، کلاویرو Clavijo) کے قلمبند کردہ حالات کے ناہمی مقابلے سے کچھ نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ ارتنا کے اس نظام حکومت کی نئی بات یہ بھی، جس کی عملی حقیقت ابھی تحقیق طلب ہے، کہ یہاں محل حکومت کے زمانے سے لیے سر عثمانی حکومت کے آثار تک کسی سرکماں حاسداں کی حکومت نہیں رہی، جیسا کہ ارد گرد کے علاقوں میں ہونا رہا۔ برکری سونوں میں بظاہر ترکمانی مصر بحسے بھجے محل قبائل کے مقابلے میں کمزور تھا۔ سہروں کو ایک حد تک قارع النالی حاصل بھی۔ امراہ کی بھدیت اور اسی طرح بحارب کا رج گندسہ عہد سے زیادہ عربی نولے والی مصری۔ سامی سلطنت کی طرف تھا، گو ایرانی بھدیت و تمدن سے لاجسبی ابھی باقی بھی۔ اس بدلی ہوئی صورت حال پر ضرورت سے زیادہ زور دینا غلط ہوگا۔

آس ناس کی اور چھوٹی ریاستوں ہی کی طرح اسی حکومت میں بھی شہری احموں کی تنظیم اور قوت امراہ (مولویہ) اور عوام پسند مذہبی سلسلوں کے رسوخ، فارسی سے برحموں کی شکل میں برکی ادب (سواس کا یوسف مداح)، عالمانہ ساعری برہان الدین کی، جس کا سہرا ایک حد تک ارس حکومت کے سر سمعھا چاہیے) اور مقبول عام رسمہ دستاویزوں (دوسرا دانسی مسہ نامہ، جو بوقاد میں مرتب ہوا اور انکب سلجوقی الاصل نصیف سے مآخوذ ہے) کا فروغ ہوا۔ ارس علاقوں میں فکاری کے جو چند ایک نمونے ملتے ہیں ان میں کوئی خاص بات نہیں۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ برہان الدین



واقع ہوئی؟ یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ ارج بن عادل، جس کا ہماری معلومات کا تعلق ہے، نثر میں دولت عثمانیہ کی قدیم ترین تاریخ کا مصنف ہے، جس کا عنوان تواریخ ال عثمان ہے اور جس میں ابتداء سے لے کر سلطان محمد ثانی فاتح کے عہد تک عثمانی تاریخ کا ذکر آ گیا ہے۔ واقعات کے بیان میں اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس باتوں کا اسے ذاتی طور پر علم نہیں وہ ان میں قدیم مآخذ سے رجوع کرتا ہے۔ ان میں اہم برس یحییٰ قندہ کا مناقب نامہ ہے۔ پھر چونکہ اس نے کمرے کے متس کی بعض عباریں لفظ بلفظ زمانہ زمانہ کی تواریخ آل عثمان سے ملتی تھیں، جس کا مصنف معلوم نہیں کون تھا، لہذا خیال یہ ہے کہ ان دونوں کتابوں کا تعلق شاید ایک ہی مآخذ سے ہے۔ سلطان محمد ثانی کے عہد حکومت کا ساں بڑا مفسر ہے، اس لیے کہ ادرنہ قسطنطنیہ کے قریب ہی واقع ہے اور وہ شاید خود بھی ان حالات سے گزر چکا تھا جو اس سے قلمبند کئے، لہذا یہ طے نہیں کہ اس کا یہ مدکرہ کہاں سے ہوتا تھا، اس لیے کہ ۱۹۲۷ء میں بائنگر F Babinger کو جو مخطوطہ بوڈلین Bodlain میں ملا (Rawl Or 5) وہ آخر میں نامکمل ہے اور دوسرا مخطوطہ بھی، جو اس کے بعد دستیاب ہوا، یعنی آگرم Agram کی حوینی سلامی اکڈمی (South Slav Academy) میں، Coll Babinger، شماره ۱/۶۷۳، اس کا سلسلہ بھی قلمبند اور اختتام ٹوٹ جاتا ہے۔ آکسفورڈ کے متس کا ایک ایڈیشن، جس سے کیمبرج کا ایک مختلف سا نسخہ بھی ملحق ہے، بائنگر F Babinger نے Quellenwerke des islamischen Schriftums، ح ۲، ۱۹۲۵ء، میں شائع کر دیا تھا، بعنوان Die frühosmanischen Jahrbücher des Urudsch، ایک ضمیمے (Nachtrag) (ہانور ۱۹۲۶ء) کے، تصحیحات اور ترقیحات کے ساتھ۔

RCEA، ج ۱۰، میں جمع ہے، جو بالخصوص اسماعیل حقی [آرون چار شیلی] (سیواس شہری، نصیری شہری، وغیرہ) اور Max van Berchem اور حلیل ادھم کی تحقیقات پر مبنی ہے، در CIA، ۳: ۲۰، بعد (۱۲) آثار قدیمہ کے لیے دیکھئے Monuments turcs d'Anatolie A Gabriel، جلدیں ۲۔ یہاں بھی، جیسے دوسری جگہوں میں، اس امر کا امکان ہے کہ عثمانی معون سے مرید معلومات حاصل کی جاسکیں، اس لیے کہ ہو سکتا ہے ان میں قدیم ادارت کے بعض حاکم محفوظ ہوں۔ علاوہ ان کے وقف نامے (وصفہ) بھی ہیں جن کی اشاعت سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ پھر (۱۳) حلیل ادھم: دول اسلامیہ اور (۱۴) رساور Zambaur، ص ۱۰۰، کے ماسوا زمانہ حال کا عام بیان صرف (۱۵) اسمعیل حقی اورون چار شیلی کا ہے، بعنوان اندلویہ لکتری، باب ۵، جو زیادہ تر احمد توحید کے مقالے ہی ارتقا پر مبنی ہے، در TOEM، ۵ (۱۳۳۰): ۱۳ تا ۲۲ اور حوا، ترکی میں اسی مصنف کے تاریخی حلاصوں اور عثمانی تاریخی، ح ۱، میں پھر سے شائع ہوا (۱۶) بیز دیکھئے مصطفیٰ آو طایم Akdag، ترکیہ لگ اقتصادی و اجتماعی تاریخی، ۱۹۵۹ء، ۱: اشاریہ، (۱۷) رکی ولیدی طوغان: عمومی ترک تاریخہ، کیش، ۱: ۲۳۲ تا ۲۳۶، ۲۳۸: (۱۸) Spulen Mangolen، خصوصاً ص ۳۰۰، اور برشم Berchem، حلیل ادھم، گیریکے اور گابریل کی تصنیفات، جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے؛ نیز ادب کی تاریخیں اور آخر میں حال ہی کے زمانے کی کتاب (۱۹) La geste de Melik I Mélikoff، جلدیں، ۱۹۹۰ء، دیکھئے۔

(کاہن CL CAHEN)

\* ارج: شروع شروع کا ایک عثمانی مؤرخ اور عادل نام ایک ریشم فروش کا بیٹا، جو غالباً پندرھویں صدی کے وسط میں ادرنہ، میں پیدا ہوا۔ اس کی زندگی کے جو حالات ہمیں معلوم ہوئے ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ ارج شاید اپنے ہی شہر میں کاتب کا کام کرتا تھا۔ اس کی موت کب اور کہاں

مآخذ: (۱) نانکر F. Babinger، در GOW،

ص ۲۳ بعد، جہاں مرید تفصیلات بھی ملیں گی۔

(نانکر FRANZ BABINGER)

ارجیاس (یا ارجیس) طاعی (آج کل کا املاہ Erciyas) : ارجیاس وہی پہاڑ ہے جسے زمانہ قدیم میں Argaeus Mons کہتے تھے، جسے حمد اللہ المسومی (ترجمہ، ص ۹۸ تا ۱۸۱) نے ارجاس کو لکھا ہے اور جو وسطی اناطولیہ کے پہاڑوں میں سے ہے زیادہ بلند ہے۔ یہ ایک سرد سبزہ آس فشاں ہے، جس کی بلندی ۳,۹۱۶ میٹر (= ۱۲,۸۴۷ فٹ) ہے اور جو اس پاس کے منداں سے، جس کی بلندی اوسطاً ایک ہزار میٹر (تقریباً ۳,۲۸۰ فٹ) ہوگی، دفعہ بلند ہو جاتا ہے۔ سووی رح سے قیصری کے شہر سے اس کی مسافت رجا بس کلمو میٹر (تقریباً ۱۲ ۱/۲ میٹر) ہے۔ محل وقوع ٹھیک ۳۸ درجہ، ۳ دقیقہ عرض بلد شمالی اور ۳۵ درجہ، ۳ دقیقہ طول بلد شرقی کے قریب ہے۔ ارجیاس نے اس سارے منداں کو گھر رہا ہے جو بحیثاً ۴۵ کلمو میٹر (۲۸ میٹر) سرفا سر رہا اور ۳۵ کلمو میٹر (۲۱ ۱/۲ میٹر) شمالاً جنوباً چلا گیا ہے۔ بعض قدیم مآخذ میں اس کی آس فشاں دہلیز بھی آیا ہے۔ آج کل ارجاس طاعی سحر و گناہ سے نہ بنا سرخاری اور ہمیشہ برف سے ڈھکا رہتا ہے۔ دریائے دلی صو Deli-Su اسی پہاڑ سے نکلتا اور قرہ صو Kara-Su یعنی قزل ایرماں کے ایک معاون ہیں جا گرتا ہے۔

وہ عام راستہ جس کا استعمال زمانہ قدیم سے ہو رہا ہے اور جو یکریلہسی Tekér Yaylesi کی جیراگاہوں (۲,۰۰۰ میٹر = ۶,۵۶۱ فٹ) بلند سے مونا عوا ارجیاس طاعی کی مشرقی ڈھلانوں اور اس کے سرو میں اس کے ہمسایہ گوج طاعی Koc Daghi (۲۵,۰۰۰ میٹر = ۸,۲۰۲ فٹ) کے درمیان قیصری سے جنوبی سمت ایورک Everk اور دیوہلی Develi کو

چلا گیا ہے؛ لیکن جنوبی سمت کا ٹڑا راستہ وہ ہے (اس کا استعمال بھی زمانہ قدیم سے ہو رہا ہے) جو ارجیاس کے گرد چکر کاٹتا ہوا مغرب کی طرف جاتا ہے اور جس نے ایچہ صو Incesu ہوتے ہوئے بگیدہ Nigde اور نور Bor، یعنی قدیم زمانے کے طانہ Tyana، کا رخ کر لیا ہے۔

ارجیاس طاعی کی چوٹی پہلی مرتبہ ہملٹن W J. Hamilton (۱۸۳۷ء) سے سر کی اور پھر اس کے بعد جی جیف Tchihatchef (۱۸۳۸ء)، ٹویر Tozer (۱۸۷۹ء) اور کوپر Cooper (۱۸۷۹ء) نے۔ ان کے بعد اہم ترس چڑھائی پینتھر Penther اور اس کے ہمراہوں کی بھی، جو ۱۹۰۲ء میں ہوئی۔ ۱۹۰۵ء کے بعد پھر اس پر کئی چڑھائیاں کی گئیں (۱۹۲۰ء تک کی چڑھائیوں کی فہرست ریٹر F J. Ritter نے سار کی ہے، Erdjias Dag، Innsbruck ۱۹۳۱ء، ص ۱۳۵ بعد۔ اب چند دنوں سے یہ علاقہ برف پر پھسلے (سکٹنگ) کے کام میں آ رہا ہے۔

مآخذ: (۱) Pauly-Wissowa، ۶۸، ۲۰ (طبع ہر شعیل)؛ (۲) لیسٹریخ Le Strange، ص ۱۴۶، (۳) اولیا چلی: سیاحت نامہ، ج ۳، استانبول ۱۳۱۴ھ، ص ۱۷۶ بعد؛ (۴) کاسب چلی: جہان نامہ، ص ۶۲۰؛ (۵) H v Moltke، Briefe über zustände und Begebenheiten in der Türkei، برلن ۱۹۱۱ء، خصوصاً ص ۳۳؛ (۶) ارجیاس داغ کے مآخذ پر (ہملٹن کے بعد) بیسم ڈرکوت Besim Darkot نے اپنے مقالہ Erciyas-Dağı، در JA، ۲۸۸-۲۸۶، ص ۲۸۸ میں جدید تصنیفات ذکر کر دی ہیں؛ ان میں ایک نہایت ہی اہم رسالے کا اضافہ کر لیا چاہیے یعنی (۷) Das Gebiet des Erciyes Dağı und Gerhart Bartsch، در die Stadt Kayseri in Mittel-Anatolien der Geographischen Gesellschaft zu Hannover für 1934 und 1935، ہانوفر ۱۹۳۵ء، ص ۸۷ تا ۲۰۲۔

(F. TAESCHNER)

چار تحصیلوں (بخش) پر مشتمل ہے، یعنی اردبیل، جین، آستارا، اور گرمی۔

شہر کے ارد گرد درخت بہت کم ہیں اور رراعت کے لیے آب پاشی کی ضرورت پڑتی ہے۔ شہر سے کوئی بس مل مغرب کی جانب کوہ سولان (عرب جغرافیہ نویسوں کا سولان) واقع ہے، جس کی حوالی ۱۵،۷۸۴ فٹ بلند ہے اور ہمیشہ برف سے ڈھکی رہی ہے۔ شہر اور صدر مقام والے بخش میں سردی کے موسم میں سخت سردی ہوتی ہے (درجہ حرارت کی ماہانہ اوسط بالعموم درجہ انجماد سے نیچے رہتی ہے)، اس لیے اس شہر کا شمار ”سرد سیر“ علاقوں میں کیا جاتا ہے۔ نامی سون بخش ”گرم سیر“ علاقے میں شمار ہوتے ہیں۔ دریائے لیخ لویا نالی صوبہ یا چای [= ماہی رود]، جو دریائے فرہ صوبہ معاون ہے، شہر کے جنوبی حصے میں ہو کر ٹرنبا ہے۔ شہر کے نواح میں گرم پانی کے چشمے ہیں، جو ہمسہ سے ساحلوں کے لیے ناست کنش رہے ہیں

اس نام کا اسحاق یقین کے ساتھ معین نہیں ہو سکا، لیکن میورسکی Minorsky، در JA، شمارہ ۲۱۷ (۱۹۳۰ء) ص ۶۸، نے اس لفظ کے معنی ”قانون مقدس کا مذبحوں“ تحریر کیے ہیں۔ اردبیل کی اسلام سے پہلے کی تاریخ معلوم نہیں، کیونکہ یہ نام صرف اسلامی زمانے میں ملتا ہے۔ السعانی نے اس نام کا ضبط آردبیل دیا ہے، مگر حدود العالم میں اسے آردبیل لکھا گیا ہے۔ ارسنی زبان میں یہ آرتویب کی شکل میں (Ghevond) اور بعد ازاں آرتویل کی صورت میں آنا ہے۔ فردوسی اور یاقوت کہتے ہیں کہ اس شہر کی بنیاد ساسانی بادشاہ پیروور (۴۵۷ء تا ۴۸۴ء) نے رکھی تھی اور اس لیے اسے نادان پیروور یا آنادان پیروور [= پیروور آناد یا پروور کرد] کہا جاتا تھا۔ قزوینی نے برہۃ القلوب میں اس شہر کی بنیاد بہت پہلے کے ایک بادشاہ [یعنی کیانی سیاوش کے بیٹے کیخسرو] سے منسوب کی ہے۔

\* **آرچی:** (آرتشید)، بالائی داغستان کی ایک قلیل التعداد قفقازی قوم، جو آوار [آرتک ناں] سے مماثل ہے، لیکن آندو۔ دیدو Ando-Dido کے نسلی گروہ سے مختلف ہے (دیکھئے مادۂ آندی، دیدو)۔ ۱۹۲۳ء میں اس قبیلے کے آدمیوں کی تعداد انس سویس تھی جو قرہ کوئی سو (داغستان کی خودمختار سوویت جمہوریہ) کی بلند وادی میں آباد تھے۔ آرچی لوگوں کی اسی علیحدہ زبان ہے، جو آسیری قفقازی (Ibero-Caucasian) زبانوں کی داغستانی شاخ سے تعلق رکھتی ہے اور آوار [آرتک ناں] اور آرتک [آرتک ناں] کے درمیانی مرحلے کی نمائندگی کرتی ہے۔ یہ زبان ابھی صط بحریر میں نہیں آئی اور آرچی لوگ آوار زبان کو اور اس سے کم درجے پر روسی اور آرتک زبانوں کو ثقافتی مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ۱۹۱۸ء کے انقلاب کے بعد سے یہ قوم آوار قوم میں مدغم کر دی گئی ہے۔ ارجون آوار لوگوں نے پندرہویں صدی میلادی میں مسلمان کیا اور وہ بھی انہیں کی طرح شافعی المذہب بنی ہیں۔

مآخذ: (۱) Arčinskij yazık A Ditt، در Sbornik Materyalov dlya opisani mestnostey i plamën Kavkasa، ج ۳۹، تلس ۱۹۰۸ء، پر دیکھئے مادۂ آوار، آندی، داغستان، لک۔

(H. CARRIÈRE d'ENCAUSSI)

\* **آردب:** دیکھئے مادۂ آرتک۔

\* **آردبیل:** (برکی آردبیل)، مشرقی آذربائیجان کی ایک صلع اور شہر، جو ۳۸° - ۱۷' طول بلد مشرقی (گریج) اور ۳۸° - ۱۵' عرض بلد شمالی پر واقع ہے۔ سڑک کی راہ تبریز سے اس کا فاصلہ ۲۱۰ کلومیٹر ہے اور سوویتی سرحد سے ۴۰ کلومیٹر۔ یہ سطح بحر سے ۵۰۰ مٹ کی بلندی پر ہے اور ایک مذکور سطح مرتفع پر واقع ہے، جو پہاڑوں سے گھری ہوئی ہے۔ ضلع (شہرستان)، جس کا صدر مقام یہ شہر ہے،

بن گیا اور خاص طور پر شاہ عباس نے شیخ صفی کے مقبرے اور مسجد کو ہدانا سے مالا مال کر دیا، جس میں چینی کے ظروف اور قالین [اور ایک اہم اور نشی قرار کتب خانہ] بھی شامل تھے۔ صفوی حکومت کے خاتمے پر یہ شہر کچھ عرصے کے لیے ترکوں کے قبضے میں چلا گیا، لیکن نادر شاہ نے اسے دوبارہ لے لیا اور اسی شہر کے نزدیک معان کے گناہی میدان میں ۱۷۳۶ء میں باج شاہی ریب سر کیا۔ عثمانی ترکوں کے قبضے کے دوران میں اس شہر اور صلیح آبادی اور اراضی کا حائرہ لیا گیا، جس کی ایک نسل اسمبول میں نائیں وکالت آرسوی [رک نان] میں محفوظ ہے۔ بولس کے عہد میں حیرل گاردان Gardanne نے اس شہر کے استحکامات تعمیر کئے اور فصلیں سوائیں اور عباس سررا نے وہاں اپنا دربار لگایا۔

وہ یورپی ساحل جو اس شہر میں آئے اور جہوں نے اس کا محضر سا حال لکھا حسب ذیل ہیں: Pietro della Valle (۱۶۱۹ء)، Adam Olearius (۱۶۳۷ء)، اس نے اپنے صاحب نامی میں شہر کا مصور نقشہ بھی دیا ہے، J B Tavernier، Corneille Le Brun (۱۷۰۳ء) اور James Morier (۱۸۲۱ء)۔ شیخ صفی کی درگاہ کے کتب خانے کا بڑا حصہ اور قی سواد روسی ۱۸۲۷ء کے بعد اٹھا کر سنٹ پٹرز برگ لے گئے۔

Morier (Second Journey) نے شہر کی آبادی کا اندازہ چار ہزار لگایا تھا۔ اب آبادی بس ہزار کے قریب ہے۔ تاریخی عمارات میں مقبرہ شیخ صفی، مسجد جمعہ (تعمیر شدہ ۱۳۸۲ء)، [مدرسہ چینی خانہ] اور مقبرہ شیخ حبرائل (شیخ صفی کے والد؟) قابل ذکر ہیں۔ [ان کے علاوہ شاہ اسمعیل صفوی، شاہ طہماسپ صفوی، شاہ اسمعیل ثانی، شاہ محمد خدا بندہ اور شاہ عباس اول کے مقبرے یہیں مقبرہ شیخ صفی کے قرب و حوار میں واقع ہیں]۔ شیخ

پہلے کے اموی سنگوں پر بطور نکسالی نشان حروف "اب را" (آذربایجان) منقوش ہیں۔ یہ تحقیق نہیں کہ ان حروف سے اردیبل مراد ہے یا کچھ اور، لیکن حب عربوں نے آذربایجان کو فتح کیا تو البلادری کے قول کے مطابق اردیبل مہرمان (والی) کا محل اقامت تھا۔ عربوں نے یہ شہر معاہدے کی رو سے لیا تھا اور [حصرت] علی رضا کے مقرر کردہ والی الاسفٹ نے اسے اپنا صدر مقام بنایا۔ یہ شہر خلفائے عباسیہ کے عہد میں خانا مسلسل طور پر صدر مقام نہیں رہا؛ مثلاً ۱۱۱۲ھ / ۱۷۰۰ء میں حرر ہے اس پر قبضہ حمایا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ مراۃ السعداں کا دوسرا صدر مقام ہو، اس لیے کہ بطریق حکومت کا مرکز رکھی مراۃ رہا اور کبھی اردیبل۔ اردیبل کے صلیح کو نائیک [رک نان] کے محل سے نقصان پہنچا۔ یہ شہر دسویں صدی سلادی کے اوائل میں خود مختار ساحی والیوں کی عملداری میں تھا۔ اس صلیح کو مقامی امراء کی ناہمی آویرسوں اور دسویں صدی سلادی کے نصف اول میں روس کے حملوں کی وجہ سے سخت نقصانات اٹھانا پڑے۔ اوپس درہم، جس پر اردیبل کا لفظ کندہ ہے، ۱۲۸۶ھ / ۱۸۹۹ء کے ہیں۔

اردیبل کے شہر کو معلول نے ۱۶۱۷ھ / ۱۷۲۰ء میں فتح کر کے تباہ کر دیا اور اس کی سابقہ اہمیت رائیل ہو گئی، یہاں تک کہ بیروہویں صدی میلادی کے آخر میں صفوی سنج صفی الدین نے اردیبل کو اپنے سلسلہ تصوف کا مرکز بنایا۔ ۱۷۹۹ء میں سنج مذکور کی نسل میں سے اسمعیل، جو گیلان میں خلاوطنی کی زندگی بسر کر رہا تھا، اردیبل واپس آیا اور اس نے اس شہر میں صفوی حکومت کی بیاہ ڈالی اور اس کے کچھ عرصے بعد دیربر میں اس کی بادشاہت کا اعلان کر دیا گیا۔

اس کے بعد سے اردیبل صفویوں کی ایک ریارت گاہ

کے شمال مشرق میں قریب ہی زوارہ نامی ایک حکہ ہے، جہاں ایک پرانی مسجد اور زمانہ قبل از اسلام کے کچھ کھنڈر موجود ہیں۔ پچاس گاؤں کے اس ضلع کی آبادی (۱۹۳۰ء میں) ستائیس ہزار کے قریب تھی۔

مآخذ: (۱) *Iran . Schwarz*، ص: ۶۳۸: (۲) لیسٹریج *Le Strange*، ص: ۲۰۸: (۳) علی اکبر دہ خا: لغت نامہ، بہران، ۱۹۵۰ء، ص: ۱۶۹۲: (۴) مسعود گنہاں: جغرافیہ، تہران ۱۹۳۲ء، ص: ۲۰۵: (۵) شہر کے حاکم اور موجودہ شہر کے کوائف کے لیے مکتبہ رہنمائے ایران (طبع وزارت جنگ نگاہ حریطہ ساری)، تہران ۱۹۵۲ء، حصہ ۲: ص: ۲۰۔

(فرانی R N FRYE)

آرڈشیر۔ قدیم فارسی کا آرتھشترہ یونانی کا *Ap-αῥέρης*، ایران کے فرمان رواؤں کا مشہور نام اسلامی روایات میں صرف اس نام کے آخری دور کے ساسانی ناساھوں کا ذکر آتا ہے، یعنی اردشیر اول (۲۲۹ء تا ۲۴۱ء)، اردشیر ثانی (۳۷۹ء تا ۳۸۳ء)، اردشیر ثالث (۶۲۸ء تا ۶۲۹ء) [دیکھیے مادہ ساسانہ]۔ مآخذ: (۱) *L'Empire des Sassanides* (مقدمہ، ص: ۲: ۲: persane اور اشاریہ بدیل مادہ اردشیر)۔

(ماسے H MASSÉ)

آرڈشیر حُرہ: دیکھیے فیروز آباد۔

آردکان: (عوامی بولی میں آردکون)، ایران کا ایک شہر، حو ۳۲°-۱۸' عرض بلد شمالی اور ۵۳°-۵۰' طول بلد مشرقی (گریج) میں صحرا کے کنارے اس شاہراہ پر واقع ہے جو آج کل نائیں کو پُرد سے ملانی ہے۔ اس کے شمال میں عُنْدَا کا ضلع (بُلُوك) اور جنوب میں میہود ہے۔ سطح بحریہ اس کی بلندی ۳,۲۸۰ فٹ ہے۔ نطلیموس نے *Apraxáva* نام کے جس شہر کا ذکر کیا ہے (ٹوماشک *Tomaschek*، در

جبرائیل کا مقبرہ اردبیل کے شمال میں چھ کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

مآخذ: (۱) *Iran im Mittelalter* · P Schwarz

۸ (۱۹۳۵ء): ۱۰۲۶ تا ۱۰۳۷، اس میں اسلامی مآخذ

کے حوالے حواشی میں دیے گئے ہیں: (۲) *F Saare*

*Ardabil Grabmoschee des Schech Saffi*

*Denkmäler persischer Kunst*، حصہ ۲، برلن ۱۹۲۵ء

*Chinese Porcelains from the Ardabil*, J A Pope (۳)

*Shrine*، واشنگٹن (ڈی۔ سی۔) ۱۹۵۶ء (۴) لیسٹریج

*Lands Le. Strange*، ص: ۱۶۸ (۵) رزم آرا فرہنگ

جغرافیہ ایران، ص: (تہران ۱۹۵۲ء)۔ ۱۱ تا ۱۳

(۶) دہ خا: لغت نامہ، بہران ۱۹۵۰ء، ص: ۱۲۹۰ تا

۱۲۹۲: (۷) راہ نمای ایران (وزارت جنگ نگاہ حریطہ ساری،

بہران ۱۹۵۲ء)، ص: ۱۰ تا ۱۲ (جہاں شہر کا نقشہ

بھی دیا گیا ہے): (۸) مسعود گنہاں: جغرافیہ

مفصل ایران، ۱۳۱۰-۱۳۱۱ھ، ۱۶۶ (۹) آ، ترکی،

بربر مادہ (مقالہ از میرزا بالا)۔

(فرانی R N FRYE)

آردستان: (عام بول چال میں آروستون)، ایران

کا ایک شہر، حو صحرا کے کنارے نظریہ سے نائیں

کو حائے والی موجودہ سڑک کے مشرق میں واقع

ہے۔ اس مقام کی بلندی سطح سمندر سے ۳,۳۷۵

فٹ اور محل وقوع ۳۳°-۲۲' عرض بلد شمالی اور

۵۲°-۲۸' طول بلد مشرقی (گریج) ہے۔ دروہ

وسطی میں یہ ایک مشہور شہر تھا۔ عربی اور

فارسی کتب سوانح میں یہاں لکھا گیا ہے کہ

پہلے ساسانی بادشاہ آردشیر (۲۲۹ء تا ۲۴۱ء) نے

یہاں ایک آسکنہ تعمیر کرایا تھا اور خسرو اول

انوشیروان (۵۳۱ء تا ۵۷۹ء) یہیں پیدا ہوا تھا۔

یہاں کی قدیم ترین (چوہی صدی ہجری / دسویں

صدی میلادی) مسجد کی کیفیت کے لیے مکتبہ

A. Godard، در آثار ایران، ۱۹۳۶ء، ص: ۲۸۵-آردستان

پُرڈیل: اِرڈیل یا اِرڈیلستان، ہنگاری مجری  
 میں: اِرڈیلے (Erdely) (ار Erdö elve = ”حگل پار“):  
 رومانوی میں: اِرڈیل Ardeal، حرم میں: ریس بوزگی  
 Siebenbürgen، لاطینی نام: ٹیرا ٹراسیلوویا  
 Terra Ultrasilvas، لہذا اگے چل کر ٹراسیلوویا  
 Transsilvania، جو ہنگاری نام کا ترجمہ ہے، یعنی  
 ٹراسیلوویا کا صوبہ بحالت موجودہ۔ نہ صوبہ رومانا  
 کے معری حصے پر مشتمل ہے۔ عثمانی مآخذ میں اِرڈیل  
 کا نام سب سے پہلے رورنامہ سلیمانی میں آیا ہے، جہاں  
 ولایت۔۔۔ انکورس Fngurus (ولایت اہل ہنگری) کے نادرشاہ  
 یانوش Yanosh کی عثمانی لشکر میں سمولت کا حال  
 بیان کیا گیا، جس کے معنی کیا جاتا ہے کہ پہلے اردل  
 کا اے تھا (فک فریدوں کے منشآت، طبع ثانی، اساسول  
 ۱۲۵۰ء، ۲: ۲۷۵)۔ اِرڈیل کی دوسری شکل اردلسان  
 کا دوسرا مآخذ میں موجود ہے (یعنا، ح ۱، محفل  
 مقامات، اوانا حلی، سیاحت نامہ، ۱: ۱۸۱، مصطفیٰ  
 پوری پاشا: نتائج الوقعات، ۲: ۷۲)۔ حمرامانی  
 اعتبار سے اردل کی سرحد مشرق میں بعداں (مولداویا  
 Moldavia) ہے۔ حمرامانی علاقہ (ولایت Wallachia)،  
 جنوب مغرب میں (دریائے سیح) (جسے ”آہمی دروازے“  
 دیمہ (پیر و عمرہ) بھی اس سے جدا کرتے ہیں) اور  
 شمال میں صوبہ مرمروش Marmarosh۔ ان حدود سے  
 محدود اردل گویا ایک طاس کی شکل میں ہے، جسے دس  
 طرف سے کارسہی (Carpathian) اور ٹراسیلوویا  
 (Transylvanian) الپس Alps نے گھیر رکھا ہے اور جسے  
 ہنگری کے میدان سے ارج گریک Ércheğység (روم  
 Muntia Apuseni) کے پہاڑوں نے جدا کر دیا ہے۔ لیکن  
 عثمانی عہد میں اردل بسا اوقات ان حمرامانی حدود سے  
 تجاوز کرتے ہوئے ہمسایہ ممالک تک بھی پھیلتا گیا۔  
 اردل کو دس حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔  
 اردل کا میدان، جس میں ہنگاری میدان سے زیادہ  
 شیب و فرار ہے اور جس میں دریائے پریش

Pauly-Wissowa، ندیل مادہ) اسے بھی شہر قرار  
 دیا جاتا نظر ہے، کیونکہ اس شہر میں ہر  
 کھنڈر بالکل نہیں ہیں۔ البتہ اس حوقل (طبع کرامر  
 Kramer، ص ۲۶۳) نے پرد کے قریب صحرا کے  
 نام سے ہر آذرکان نامی ایک شہر کا ذکر کیا ہے  
 اور اسے آذرکان سمجھا جاسکتا ہے۔ سابعی صدی  
 ہجری / بیسویں صدی میلادی سے پہلے اس شہر  
 د نوئی یقینی ذکر نہیں ملتا۔ اس سال یہاں  
 دہشوں کی ایک حلقہ تعمیر ہوئی، قس عبدالحسین  
 بی: تاریخ سرد، رد ۱۹۳۹ء، ص ۵۰۔ اس صفت  
 نے اس شہر کے مشہور اصحاب کی فہرست بھی دی  
 ۵۔ Ardcan کا نام پہلے اہل اٹھارویں صدی  
 میلادی کے اوائل کے یورپی مصنفوں میں نظر آتا ہے۔  
 آج کل یہ شہر ایک ضلع (بلوک) کا مرکز ہے،  
 جس میں پانچ گاؤں ہیں اور آبادی ۱۰۰۰۰ ہے  
 (۱۹۳۰ء میں)، غول مسعود نے ان: معارف، ح ۲  
 ۳۸۰۰۰۰۔ کچھ ناسدے روسی  
 ہیں۔ یہاں کے لوگ دھاب کے کام اور مٹھانساں  
 بنانے کے لیے مشہور ہیں۔ کسی زمانے میں یہاں  
 کی طرح امی اور فالس۔ باری کی صنعت عروج پر تھی  
 لیکن اب اس کی وہ اہمیت باقی نہیں رہی

مآخذ: (۱) علی اکبر دہ خدای: لغت نامہ، تہران  
 ۱۹۹۰ء، ص ۱۷۷ (۲) حمرل رزم آرا: حمرانیہ نظامی  
 ایران، تہران، ۱۹۸۵ء (۳) یورپی ستاحوں کے حوالوں کے  
 سے Die Erforschung Persiens A Gabriel وی آنا  
 ۱۹۵۲ء، ص ۵۸ (von Poser)، ص ۱۸۸ (Buhse)،  
 ۳۰۰ (Baier)، (Stahl)، در Peterman's Geogr  
 ۱۸۸۱ء، تکملہ، ۱۱۸، ۱۹۵۸ء، ص ۲۹۔

ایک اور اردکان ولایت فارس میں ۳۰°-۱۶' عرض  
 بلد شمالی اور ۵۱°-۵۹' طول بلد مشرقی (گریچ) پر واقع  
 ہے اور قشقانی قبیلے کا مرکز ہے۔

(R N FRYE برائی)

Yanku Hunyades (ہنگاری میں : ہیادی بانو، Hunyadi János) —ولایچا کا ”نظلی سمید“۔ مسطر پر نمودار ہوا تو ترکوں کے خلاف مزاحم پہلے سے زیادہ سبب ہو گئی۔ اس سے ان : ۱۴۴۱/۱۴۴۰ء میں سمدر پر اور ۱۴۴۱/۱۴۴۰ء میں بلغراد کے قریب جنگ آرمانی کی اور ۱۴۴۶ء میں عثمانی سپہ سالار مرید نے کو شکست دے کر قتل کر ڈالا۔ اسی سال ہیادی نے، جس اب ولاد دراکل کی حمایت حاصل تھی، روم۔ اب (رومیلی) کے سرے حادم سپہا الدین پانسا کو ولاد میں شکست دی۔ دونوں بلقان میں اب ہسادی کا د بھاری ہو گیا اور وارنا کی فاصلہ کس شکست برابر بھاری رہا۔ [سلطان] محمد ثانی کے عہد عثمانی حملوں کی پھر سے ابتداء ہوئی۔ ایک حمہ ۱۴۷۹/۱۴۷۸ء میں ہسادی کے بیٹے مٹھائی Matthias کے خلاف کیا گیا۔ ۱۴۷۹/۱۴۷۸ء میں بس ہرار کا ایک لشکر اردل میں داخل ہ مگر اسے ہریب اٹھانا پڑی۔ ایک اور حمہ ۱۴۹۸/۱۴۹۳ء میں ہوا۔ اس کے بعد جب عثمانی حملے غاصی طور پر رت گئے تو اردل کے ہنگارو اور ولایچی کسانوں نے معاویہ لبر دی (۱۴۹۲ء) مگر اسے حاگیردار سرداروں نے دنا دیا اس میں اردل کے ویوودا جان زاپولای (hn Zápolyai) (پیچوی، ۱: ۱۰۸ میں : ساہولانی یانوش) سے اہم حصہ لیا۔ اس نے مہاکر Mohács کی جنگ کے بعد ۱۵۲۶ء میں استولنی بلکراڈ olmi Belgrad [رک نان]، حریم میں سٹول وائسبر Stuhlweissenburg میں اپنے ہنگری کے بادشاہ ہو کا اعلان کیا، مگر جب آسٹریا کے آرج ڈیو فرڈینڈ Archduke Ferdinand نے اسے دعوت حک دی تو وہ پولینڈ بھاگ گیا اور استانول میں سا بھیج کر سلطان سے مدد کا خواستگار ہوا۔ اس

Munath اور اس کے معاون بہتے ہیں، مشرق میں سیکلون (Seklens) کی سرزمین، اور آخر میں جنوبی کوہ کارپتھین کا علاقہ۔

عثمانی ترکوں کا اردل سے سب سے پہلے سافد آٹھویں/چودھویں صدی میں ہوا۔ ۱۴۶۹ء/۱۴۶۸ء میں ڈینس (Dénés, Dennis) نے، جو ویدین Vidin کا نان (حکمران) تھا اور پھر اردل کا ”ویوودا“ voyvoda (شہزادہ) بن گیا، بلغاریوں کے خلاف [سلطان] مراد اول کی مدد سے جنگ کی۔ لہذا ہنگری اور اس لیے اردل کے خلاف پہلی عثمانی مہم کی تاریخ عاشق پانسا زادہ نے (طبع گزے Giese، ص ۶) ۱۴۹۳ء/۱۴۹۱ء دی ہے۔ ۱۴۲۳ء/۱۴۲۰ء کی بڑی بلغار، جو [سلطان] محمد اول کے عہد میں کی گئی، بعد ویدین Vidin کے سرحدی محافظ دستوں کا کام تھا۔ اگلے سال ڈسوب کے سرحدی نے بے افلاں کے ویوودا کے اُسارے پر براشوف Brashov کے سپہر پر قبضہ کر لیا اور اسے حلا ڈالا۔ ۱۴۲۹ء/۱۴۲۶ء اور ۱۴۳۶ء/۱۴۳۲ء میں دو اور حملے ہوئے، جس میں سے دوسرا اور موس رادہ علی سے کی سرکردگی میں افلاں کے سے کے اشتراک سے کیا گیا۔ ترکی مؤرخین نے علی نے کے انک اور حملے کا ذکر بھی کیا ہے جو مراد ثانی کے ایماء سے ۱۴۴۱ء/۱۴۳۷ء میں ہوا (عاشق پانسا رادہ : کتاب مذکور، ص ۱۱۰، پشوی : تواریخ آل عثمان، ولی الدین افندی معطوطہ، عدد ۲۳۵۱، ورق ۱۷۷)۔ دوسرے سال سلطان خود پہلی مرتبہ افلاں کے بے ولاد دراکل Vlad Dracul کی معیت میں اردل کے علاقے میں داخل ہوا اور سین Sibin تک بڑھا جلا گیا (سعد الدین، ۱: ۳۲۱)۔ ان سکس Saxan فیدیوں میں سے جو اس مہم میں ہانہ آئے تھے ایک نے عثمانی رسم و رواج اور تنظیم کا نہایت دلچسپ حال لکھا ہے (Cronica Abconterfayung der Türker...)، آگس برگ (۱۵۳۱ء)۔ پھر جب یٹکو ہیادیس

بہ درخواست قبول کر لی گئی، لیکن اس شرط پر کہ وہ عثمانی سیادت تسلیم کر لے گا؛ چنانچہ رابولائی مہم ویانا کے دوران میں خود حاضر ہو کر سلطان کی ولاداری کا حلف اٹھایا (فریدوں نے، ۲ : ۵۷۰، عالی : تگہ آخابار، مخطوطہ دانش گاہ استانبول، عدد ۵۹۵۹ / ۳۲، ورق ۲۹۳) - ۵۹۳۶ / ۱۵۳۰ء میں محمد پاشا بیلشترہ Silistre کے محسوسے نے اہلاق کے ویوودا ولاد Vlad کی اعانت سے براسوف رقبہ کر کے اسے رابولائی کے حوالے کر دیا اور اس نے شیعی ہاتھوری Stephen Báthory کو اردل کا ویوودا مقرر کیا۔

اردل میں عثمانی سیادت (۵۹۳۸ / ۱۵۳۱ء تا ۵۹۹۹ / ۱۱۱۰ء) : ۱۵۴۰ء میں ابی موب سے کچھ دن پہلے رابولائی نے سلطان سے اس امر کی منظوری حاصل کر لی تھی کہ اس کا بیٹا جان گسمنڈ John Sigismund (بچپن : سمون یانوش اور یانوش یگمون، ۱ : ۲۲۸ و ۳۳۳ وغیرہ، لیکن دوسرے ترکی مآخذ میں اسے نالعموم اسمیں Stephan کہا گیا ہے) اس کا حاشیہ ہوگا، مگر اس مرتبہ اداے حراج کی شرط پر، حاشیہ ندیں Budim کی مہم کے دوران میں نہ لڑکا (سلطان) سنان قانونی کی خدمت میں پس کیا گیا، جس نے اسے ولایت اردل میں ایک محسوس عطا کر دی اور اگے چل کر ایک بادشاہ دیے کا وعدہ بھی کر لیا (فب عالی : کہہ آحابار، ورق ۲۷۷) - ۵۹۳۸ / ۱۵۴۱ء کے عہدنامے میں سرکی سادب کی تصدیق کر دی گئی اور یہ طے پایا کہ حراج کی ایک رقم کے عوض اسے سلطان کی حمایت حاصل ہوگی۔ حراج کی رقم پہلے دس ہزار اشرفیاں (ducats) مقرر ہوئی، جسے ۵۹۸۳ / ۱۵۷۵ء اور ۱۵۱۰ / ۱۶۰۱ء کے درمیان بڑھا کر پندرہ ہزار کر دیا گیا۔ پھر دس سال کے لیے معاف کر دیا گیا اور دوبارہ پھر دس ہزار

مقرر کی گئی۔ گیارہویں / سترہویں صدی کے دوسرے نصف میں اس رقم کو بڑھا کر پندرہ ہزار اور اس کے بعد چالیس ہزار طلائی سکے (آلتین، آلتون) کر دیا گیا۔ علاوہ اس کے یہ بھی دستور تھا کہ ہر سال دس ہزار سے ساٹھ ہزار طلائی سکوں کی مالیت کا کوئی نصف (پسکس) سلطان کو دیا جائے۔ اردل کا شاہزادہ مقامی ڈیٹ Diet کی طرف سے نامزد ہوتا اور سلطان اس انتخاب کی منظوری دے دیتا، جس کی صورت یہ ہوئی کہ سلطان کی طرف سے اسے ایک ریس و سار سے آراستہ گھوڑا، ایک پرچم، ایک تلوار اور ایک حلقہ ارسال کیا جاتا تھا (شہزادہ اردل اور اہلاق اور سعدان کے ”ویوودوں“ کے فری مراتب کے لیے دیکھیے نتائج الوقعات، ۱ : ۱۳۷)۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ ناب عالی کسی نامزدگی کو رد یا کسی شہزادے کو برطرف کر دے، جیسا کہ ۵۱۰۴۲ / ۱۶۱۳ء میں گابور ہاتھوری Gábor Báthory اور ۵۱۰۶۷ / ۱۶۵۷ء میں جارج راٹوکری George Rákóczi کے معاملے میں ہوا۔ ان شہزادوں کا فرض تھا کہ ان کی خارجی حکمت عملی ناب عالی کی مرضی کے مطابق رہے۔ اندرونی معاملات میں اسے انہیں آزادی حاصل تھی۔ ناب عالی میں ان کی نامزدگی شروع میں دو خاص ایلیچوں کے درمیان ہوئی رہی، مگر پھر پہلا مستقل وکیل (قبو کخاسی = کد حداسی، اردلی دستاویروں میں کہسہ kapitiha) ۵۱۰۶۷ / ۱۵۶۰ء میں مقرر ہوا۔ یہ وکلاء اردل کے لیے اور دین مقامی متلوں (ہنگاریوں، حرمنوں اور سکلوں (Sekels)) کی نمائندگی کرتے تھے۔ (اہل ولاچیا کا قانونی وجود تسلیم نہیں کیا گیا تھا)۔ اس کی سکوب اسانسول کے محلہ نلاط کے اس بازار میں بھی جسے آج کل محترروں یوقوشو (ہنگاری فرار = Hungrians' Rise) کہا جاتا ہے اور سعدان اور اہلاق کے وکلاء



کے اقامت گاہوں کے قریب تھی۔

حسن رسائی میں رکسمند نانائے تھا ڈیٹ Diet نے کروشیا Croatia کے لیتھولک راہب (friar) George Martinuzzi-Utyeszenicz (Utesonic) (عالی، وری ۲۸۷: برتہ brata، یعنی بھائی) کو نائب اسلطف مقرر کر دیا تھا، لیکن اس نے ۱۵۵۱ء میں اردل کو ہاپس برگز Hapsburgs (اسریا کے حکمرانوں) کے حوالے کر دیا، لہذا روم ایلی کے پٹر سے محمد پاشا صوفلی نے اردل پر فوج کشی کی (عالی، وری ۲۸۷)۔ مارنیری سے عثمانیوں سے صلح کر لی، لیکن ۱۵۵۲ء میں آشروی حریل لستلڈو Castaldo نے اس پر حملہ کر دیا، حسن میں اس کی جان حاسی رہی۔ ایک اور لشکر مرہ احمد پاشا کی سرکردگی میں تب Banat پہنچ گیا، حسن نے بی سوارا Temesvár پر قبضہ کر لیا؛ لہذا ۱۵۵۳ء میں لستلڈو اردل سے بچھے ہٹ گیا، اور لچھ دیوں، یعنی ۱۵۵۶ء تک اس علاقے کے ویوودا ہاپس برگز کی طرف سے حکومت کر رہے، تا آنکہ ۱۵۵۶ء میں ڈیٹ نے مادرِ سہ انرا ملا Isabella اور جان رکسمند کو واپس بلا لیا، جنہوں نے پولسڈ سے آکر اردل کے بلگراڈ (اردل بلگرادی، رومانوی: آلسا حولسا Alba Julia، ہنگروی: Cyulafehaérvár، حرم: کارلس برگز Karlsburg) کو اپنا مرکز حکومت قرار دیا۔ جان رکسمند نے ۱۵۵۹ء سے ۱۵۷۱ء تک بلا سر لب عمرے حکومت کی، یہ صرف اردل بلکہ ہنگری کے شمالی اصلاع پر بھی، جہاں اس کا ہاپس برگز حکمرانوں کے ساتھ مسلسل مقابلہ ہوتا رہا۔ اگرچہ ۱۵۶۴ء میں سمر Satmar کی معاہدہ کی رو سے اس سے شہسہاہ فرڈینڈ کو ہنگری کا بادشاہ تسلیم کر لیا، مگر پھر بھی اس قائم نہ ہو سکا۔ لہذا جان نے سلطان سے مدد کی درخواست کی (قت پچیوی، ۱: ۴۱۲)، جس پر سلطان نے ۱۵۶۶ء میں ایک مہم رگوار

Szigetvár روانہ کی۔ اسی جاں کی حکومت میر سیکالوں (Szekels) نے تعاون کی، جس کے سحرے میر ۱۵۶۲ء میں ان کے واپسی حثوں مسوح کر دیے گئے اور ۱۵۶۴ء اور ۱۵۷۱ء کے فصلیوں کے مطابق ڈیٹ Diet نے اردل میں مذہبی رواداری کا اعلا ر کیا۔ اس کے حاسیں شمس نابھوری Stephen Báthory (۱۵۷۱ء تا ۱۵۷۶ء) نے کسی نہ کسی طریقے ہاپس برگزوں اور بر لوں کے دریاں بوارا فائز رہا۔ وہ ایک طرف تو شہسہاہ مکسیمینس Maxi-milian کو ہنگری کا بادشاہ تسلیم کرنا تھا اور یوں گویا ۱۵۷۱ء میں عہدنامہ سنٹ Speyer کے رو سے اس کا حلفہ بکوس بن گیا تھا اور دوسری جانب ناب عالی کو رار حراج ادا کرنا تھا۔ ۱۵۷۶ء میں اسے ناب عالی اور اس کے وریر اعظم صوفلی محمد پاشا کی توسیوں سے پولسڈ کا بادشاہ مسجبت کیا گیا (دیکھئے احمد روسی: صوفلی محمد پاشا و لپسٹا اسحانامی، در TOEM، جیٹا سال، ص ۶۶۴ سعد) ۱۵۸۱ء تک اردل پر اس کے بھائی کریسٹوفر نابھورے Christopher Báthory کی حکومت رہی اور یہ ۱۶۰۲ء تک (کووفوں کے ساتھ) اس کے بیٹے رکسمند نابھوری Sigismund Báthory کی، لیکن مؤخرالذ ناب عالی سے اسی وفاداری میں نار نار میٹرلرں ہو جا رہا، چنانچہ ۱۵۹۳ء میں وہ "مقدس" مجاہد (Holy League) میں شامل ہو گیا اور ۱۵۹۴ء میں اس وقت جب بظاہر وہ فوجہ سناں پاشا کی برکی فوج میں شامل ہو رہا تھا اس نے برکی کے حامی قریبی سربراہوں کو قتل کر دیا۔ اس نے عدان اور ایلوا کے ویوودوں کو بھی اکسایا کہ برکوں کے حلالہ انہ کھڑے ہوں، بلکہ ۱۵۹۵/۹۶ء میں اس فوج کو سکسب دی جو برکوں نے تعاون کے قلع و قہ کے لئے بھیجی تھی، لیکن اس زبردست شکست بعد جو شہسہاہی (آشروی) عساگر کو تیسرے

کو تحت سے اُتار کر اس کی جگہ اس کے بھائی  
شمس پتھلیس کو ٹھا دیس۔ خارج راکوکری  
اول کا حاشیں اس کا سٹا خارج نابی ہوا (۱۶۴۸  
تا ۱۶۵۷ء، ۱۶۵۸ء، ۱۶۵۹ء تا ۱۶۶۰ء)، جس نے  
ناب عالی کی مرضی کے خلاف کونسنس کی کہ پولسڈ کا  
راج و نوح حاصل کر لے، لیکن اس میں ناکام رہا  
اور حاش سے ہاتھ دھو بیٹھا، لہذا اردل پر اب  
برکی عسا کر نے قبضہ کر لیا۔ کولوحار میں جو  
قدی برکوں کے ہاتھ لگے ان میں ایک یوحوان  
ہنگاری بھی تھا، جس نے آگے حل کر اسلام قبول  
کر لیا اور ابراہیم شیخ (رک نان) کے نام سے  
مشہور ہوا۔ کولورلی [وررا] کے عہد میں اردل پر  
برکی سادب بھر سے قائم ہو گئی، لہذا ۱۰۷۲۔  
۷۳ء سے ۱۶۶۲ء/۱۱۱۰ء تا ۱۶۹۰ء تک وہاں  
برکوں کا نامرد امیر معائنل ابامی ای Michael  
Apafy حکومت کرتا رہا۔ جب برکوں سے  
لڑائی میں آسٹریا کا ہلہ بھاری ہو گیا تو اردل  
کی خود مختاری ختم ہو گئی۔ چنانچہ معائنل  
ابامی ای نے خود ہی ہاس برگ فوجوں کو ملک  
میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ ۱۱۰۲ء/  
۱۶۹۱ء میں مشہور و معروف تصدیق نامہ (Diploma  
Leopoldinum) کی رو سے اردل کو ہاس برگ کی شاہی  
ملکیت قرار دیا گیا، گو اس کے باوجود مقامی مجلس  
نمایدگان (Diet) کی حشبت حوں کی یوں قائم رہی۔  
پھر جب ۱۱۱۱ء/۱۶۹۹ء میں کارلوویٹس Carlowitz  
کا عہد نامہ ہوا تو اردل پر آسٹری سادب باقاعدہ  
سلم کر لی گئی۔ ۱۷۰۳ء میں فرانسس راکوکری  
نابی سے کونسنس کی کہ اس صورت حالات کو پھر سے  
پلٹ دے، چنانچہ ایک مقامی معاوی کے بعد اسے  
۱۷۰۴ء میں حکمران منتخب کر لیا گیا، لیکن  
اس نے ۱۷۱۰ء میں شکست کھائی اور اگلے سال  
فرانس بھاگ گیا۔ ۱۱۲۷ء/۱۷۱۵ء میں ترکوں

Mezőkeresztes کی لڑائی میں ہوئی وہ اردلستان سے  
کل بھاگ اور ریم حکومت ایسے عمراد بھائی کارڈیل  
اندریاس مابھوری Cardinal Andreas Báthory کے حوالے  
کر گیا، جس کی تربیت دربار پولسڈ میں ہوئی تھی اور  
جو اسی لیے ترکوں کا طرفدار تھا، لکن اسے افلاک کے  
نامی وویوودا voyvoda بحال (Michael) نے شکست  
دی، جو خود آسٹریا والوں کے عاہوں مارا گیا۔ اس پر  
فرانڈ کرے ملک برقصہ کر لیا اور رگسٹ مابھوری  
Sigismund Báthory کی اس کونسنس کو کامیاب نہ ہوئے  
۱۱۰۳ء کہ اردل پر پھر اپنا سبط حما سکے۔ ۱۶۰۳ء میں  
ایک پیکل Sekel امیر سکلی مور Székely Múzes  
برکوں کی مدد سے آسٹریوں کو ملک بدر کرنے کی ناکام  
وشش کی، البتہ ایک اور اردل امیر شمس بوجسکانی  
Stephen Borcsky نے، جو بھاگ کر ترکوں سے حامی ملا  
ہوا (۱۷۰۱ء تا ۱۷۰۶ء)، کسی قدر دادہ کامیابی ہوئی  
اور ۱۶۰۶ء کے عہد نامہ وی آنا کی رو سے سہسہا  
Rudolf نے بھی اسے اردل کے حکمران سلم  
کر لیا۔ اس کی موت کے بعد حالات بگڑ گئے، چنانچہ  
ڈو، مابھوری Gábor Báthory نے بڑے ظلم و ستم سے  
حکومت کی (۱۶۰۸ء تا ۱۶۱۳ء)۔ برکی باحد میں  
اسے دیوانہ بادشاہ کہا گیا ہے۔ کسجہ Kanije کے  
برے اسکند، نا۔ ایسے اسے معرول کر دیا اور کولوحار  
Kolojvar میں مجلس نمایدگان (diet) کو محجور  
سا نہ اس کی جگہ گائور پتھلیس Gábor Bethlen  
عاجت کریں۔ اس کا عہد حکومت اردل کی  
اسب کا دور زریں تھا، مگر وہ ۱۶۲۹ء میں مرکا۔  
اس کے بعد کچھ دیوں بعد حکومت خالی رہا۔  
اس کی یہ حکمت عملی کہ برکوں سے معاوی کے ساتھ  
ساج مقامی خود اختیاری کا تحفظ کرے خارج  
انٹری George Rákoczy اول (۱۶۳۰-۱۶۴۸ء)  
نے پھر سے بحال کر دی۔ ۱۱۰۶ء/۱۶۳۶ء میں ترک  
می اس کونسنس میں کامیاب نہیں ہو سکے کہ گائور

بوڈاہٹ ۱۸۷۶ تا ۱۸۹۸ (MCRT): (۶)  
 وہی مصنف: *Transylvania et bellum boreo-orientale*  
 بوڈاہٹ ۱۸۹۰ تا ۱۸۹۱ (۷) Hurmuzaki Docu-  
 'mente privitoare la istoria Românilor' ح ۱ تا  
 ۳۲، بحارث، ار ۱۸۸۷، مع تکملہ حات (۸)  
*Török-magyarok Al Szilágyi و A Szilágyi*  
*államokmányjár* بوڈاہٹ ۱۸۶۸ تا ۱۸۷۲، ح ۱  
 تا ۷، (۹) *Monumenta Hungariae historica*، فصل ۲،  
 'Scriptores': (۱) طبع *Basta György A Veress*  
*handvezér Sevelezése és Iratai (1547-1607)*  
 [Monumenta Hungariae historica Diplomataria]  
 ح ۳۳ تا ۳۷، بوڈاہٹ ۱۹۰۹ تا ۱۹۱۰، (۱۱) طبع  
 وہی مصنف: *Fontes rerum Transylvanicarum*، ح ۱  
 تا ۳، بوڈاہٹ ۱۹۱۳، (۱۲) وہی مصنف:  
*Documente privitoare la istoria Ardealului, Mold-*  
*ovei și Țării Românești*، بحارث ۱۹۲۹ تا ۱۹۳۸،  
 ح ۱ تا ۱۲، (۱۳) *Oesterreichische Staats-*  
*verträge Fürstentum Siebenbürgen (1526-1690)*  
 وی آنا ۱۹۱۱، (۱۴) *Die Turken-*  
*Sudosteuropäisches] 'herrschaft in siebenbürgen*  
 Forschungs-Institut, Sekt Hermannstadt, Deutsche  
 'Abteilung' ح ۲، Hermannstadt ۱۹۲۳، (۱۵)  
*Le relazioni fra l'Italia e la Transil-*  
*vania nel secolo XVI*، روم ۱۹۳۱، دیگر مآخذ کے  
 حوالے متعلق مقالہ میں آچکے ہیں۔ مرید کتابوں کے لیے  
 دیکھیے مآخذ، ذرا، ترقی، تبدیلی مادہ۔

(A DECEI و ایم طیب گواک بلگی)

آردلان: پہلے یہ نام ایرانی صوبہ کردستان

کے لیے استعمال ہوا تھا، جس کی حدود چیدان معیہ  
 یہ تھیں اور جس کا بڑا حصہ آج کل سندھ (سانو  
 سہ Senna) کے شہرستان (ضلع) میں شامل ہے  
 [اس کے] حوالے کے لیے دیکھیے مادہ کردستان

یہ پھر ایک بار کوشش کی کہ اسے آسٹریا کے حلال  
 لڑائی میں استعمال کریں، لیکن صلحنامہ ہساروویس  
 Passarowitz کی رو سے اسے اور اس کے ہسکاروی  
 رقتہا کو لٹارہ کش ہونا پڑا، جس کے بعد وہ  
 یگر داغ (روڈوسٹو Rodosto) واقع ہیریس) میں  
 سکوت ہدیہ ہو گا (قب رائد، ح ۴ و ۵، بمواضع  
 لٹیرہ احمد رسی: میمالیک عثمانیہ دہ را لوجری  
 و نوابی، اسانول ۱۳۳۸ھ ایم طیب گواک بلگی:  
 را لوجری فریج ثانی و نوابیہ دائریگی و غمہ، در  
*Belleten* ۵ / ۱۰، ۱۹۳۱)۔ ایک اسی ہی مآخذ  
 کوشش بر لوں نے اس کے بیٹے نوریج (Jorzel) کو  
 استعمال کر کے کی، لیکن ۱۱۵۲/۱۷۳۹ء میں  
 صلحنامہ بلعراہ نے ان کے اردل پر حصہ حقانے کے  
 منصوبوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔

بر لوں کے بعد اردل کی تاریخ کے ٹرے برے  
 واقعات یہ ہیں: نوابی ٹلسا کے سرور مقامی  
 رومانویوں کی تعداد نشر کا پوپ کی اطاعت مول  
 لرلما (۱۷۷۰ء کا انعقاد) ۱۷۸۳ء کی معاہدہ،  
 جو رومانوی نسابوں نے برپا کی ۱۸۳۸ء میں مجلس  
 نمایندگان (Diet) کا مسئلہ نہ اردل ہسکاری میں ضم  
 ہو جائے اور بالآخر ۱۹۲۰ء کے عہد نامہ ٹریانوں  
 Trianon کی رو سے اردل کا رومانیہ سے الحاق۔

مآخذ: (۱) *Com- A Centorio degli Hortensi*

*mentaril della guerra di Transilvania* ویس ۱۵۶۶ء

(۲) *Historia della Transilvania* C Spontone

ویس ۱۶۳۸ء (۳) *Regni Hungarici Historia*

*Nicolao Isthuangffio* Coloniac Agrippinae ۱۷۲۳ء

(۴) *Österr) Siebenbürgische Chronik* G Kraus

*Akad d Wiss, Fontes Rerum Austriacorum*

ح ۱، حصہ ۳ و ۴، وی آنا ۱۸۶۲ تا ۱۸۶۳، (۵) طبع

*Monumenta comitalia regni Transylva-*

*niae. Erdélyi országglési emlékek* ح ۱ تا ۲،

(ایرانی)۔

عام طور پر اس نام کی نسبت سوآردلان کی طرف کی جاتی ہے، جو چودھویں صدی میلادی سے دستاں لے بہت سے حصے پر حکمران رہے۔ اس دریا حادان کی اصل معلوم نہیں، لیکن سرف نامہ کے مطابق نانا اردلان دیار بکر کے سو مروان بن سہل سے تھا اور کردستان کے مسئلہ گور، جس آسا تھا۔ ایک اور مآخذ (Les Valis B Nikitine) کی رو سے اردلان سے پہلے ساسانی بادشاہ اردشیر بن سسل سے تھا۔ انیسویں صدی میلادی میں اردلان کے ابراہ کی متعدد تاریخیں، رسی زبان میں لکھی گئیں۔ جس میں بادشاہ حکمرانوں کے سوانح حیات ہی - بح میں (سوری Storey، ص ۳۶۹، ۱۳۰) اردلان کے حکمرانوں کے نام اہاں صفوی کی طرف سے والی کا خطاب دیا جا رہا تھا، لیکن بعض اوقات وہ عثمانی برکوں کی سادہ سول کر لیتے تھے

ان حکمرانوں کے متنازعہ افراد میں سے ایک مان، اللہ خان تھا، جس کا عہد حکومت انیسویں صدی میلادی کا اسمائی زمانہ ہے۔ اس کے بیٹے کی سادی (ج سی ماہ [ناچار] کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ ناصرالدین شاہ کے ایک قاجار سپہ سالار کو کردستان کا والی مقرر کر دیا اور اس طرح اردلان حادان کی حکومت کا حاتمہ ہو گیا (دیکھیے مادہ کردستان و سہ)۔

مآخذ: (۱) Les Kurdes B Nikitine، پیرس ۱۹۰۹ء، ص ۳۴ تا ۳۶، ۱۹۷ تا ۱۰۰ (۲) وہی مصنف۔  
Les Valis d'Ardeian، در RMM، ص ۶۹ (۱۹۲۲ء)؛  
ما ۱۰۰، (۳) یہ حداد: لعب نامہ، تہران ۱۹۴۸ء،  
ص ۱۷۷؛ (۴) شرف نامہ اور دیگر مآخذ کے لیے قہ  
سنوری Storey، ص ۳۶۶ تا ۳۶۹

(R N FRYE فرائی)

الْأَرْدُنُ یَرْدُنٌ عِراقِی تَلْقَطُ (ہا) ”یردین“،  
مکر شمارہ ۷، یوسفیوس Josephus، پلیوس Pliny اور

دوسری تصانیف میں: ὁ Ἰορδάνης - اس لفظ کا اشتقاق معلوم نہیں، بلکہ بعض لوگ تو اسے مستعار لفظ سمجھتے ہیں (قہ حریرہ افریطش (Crete) کے ایک دریا کا نام Ἰορδάνος) صلیبی جنگوں کے بعد اس کے لیے الشریعہ (الخیرہ)، یعنی ”(بڑا) گھاٹ“ کا نام استعمال ہونے لگا اور بدوینوں میں اب تک بھی یہی نام عموماً رائج ہے۔

(۱) دریا اردن میں دریاؤں کے ملنے سے بنتا ہے، یعنی الحسانی، سہل دانا اور سہل انیس - مقام ابدال سے دریا آگے نکل کر نہ دریا صلح حول میں داخل ہو جاتا ہے اور بحیرہ الجبٹ میں سے بہتا ہے (ڈالمن Dalman کے نزدیک بحیرہ الجبٹ محض شمال کی طرف برکر سے ڈھلی ہوئی ایک دلدل کا نام ہے) جنوب کی طرف وادی اردن سری سے بھی ہوئی جاتی ہے، یہاں تک کہ بحیرہ طبرہ (Galilee Lake)، جس میں سے گذر کر دریا اردن بہتا ہے (قہ مادہ طبرہ)، بحر روم کی سطح سے چھ سو باسی فٹ سچی ہے۔ اس وادی کے اس حصے کو جو جھیل کے جنوبی سرے سے شروع ہو کر بحر مردار (Dead Sea) سے ہیں گھٹنے کی مسافت پر واقع ایک سطح، منع نک جاتا ہے العور کہے ہیں۔ یہاں اس وادی کی کتب اس کے شمالی صاف حصے سے مختلف ہو جاتی ہے، یعنی اب وہ سفید براف رزح مٹی کے میدان کی شکل اختیار کر لیتی ہے، جس کے درمیان میں سے دریا کٹی دل کھانا ہوا کر رہا ہے، چنانچہ اگر کوئی دریا کو کچھ بلندی سے دیکھے تو معلوم ہوتا ہے کہ سبز رنگ کا مڑا بڑا مٹا پڑا ہے، کیونکہ دریا کے کناروں پر گھٹا سرہار ہے، جس سے دریا کو ڈھک رکھا ہے۔ اس کے علاوہ اس میدان میں کہیں ہریاؤں کا نام و شان نہیں، البتہ اس کے مغربی سرے پر پہاڑیوں کے داس میں چند سرسبز بحیرستان (حدائق الاردن) ہیں (قہ الطبری: Annales [تاریخ]، ۱:

قدیم زمانے میں بھی پایاب راستے تھے اور انہیں کے ذریعے اردن کے مشرق اور مغرب کے علاقوں میں آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا اور اس طرح بحیرہ روم کے ساحل اور مصر کا واسطہ دمشق سے قائم تھا۔ بحیرہ طبرہ کے شمال میں ایسی پانچ گزرگاہیں یا پایاب راستے ہیں اور اس کے جنوب میں حوں، یہ زیادہ تر بیساں کے نامقابل واقع ہیں۔ عہدنامہ قدیم (بوراب) میں ان کا ذکر مصر یا مغیرہ کے نام سے آتا ہے۔ نہ امر مشہد ہے نہ سی اسرائیل کے پاس آنا لینے حائے والی کشاں نہیں یا نہیں اور کم از کم کتاب صموئیل الثانی، ۱۹: ۱۹ کی مسم غارت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ دوسری طرف یہ ناور لڑنا بھی مشکل ہے کہ جب ان لوگوں نے اردن پار کر کے آراسوں کے خلاف مشرقی علاقے میں جنگ کی تو انہی فوجیں، گھوڑے اور رہیں وغیرہ (کتاب الملوک الاول، ۲۲: ۳۵) ان پایاب راستوں میں سے گزار کر لے گئے ہوں گے، کیونکہ ہمیں یہ نہیں مانا کہ کبھی کسی طرح گزار کر لے گئے (کتاب نائوٹوں Floats) کے ذریعے؟۔ ضرورت کے وقت اردن کو پار کرنا بھی ممکن تھا (المکاسم الاول، ۹: ۴۸)، لیکن نہاؤ کی سری کی وجہ سے اس کے لیے بڑی مہارت اور فوج درکار تھی۔ اس وقت بل بقتا نہیں تھے، کیونکہ ان کی تعمیر روم حکومت کے زمانے میں شروع ہوئی۔ وہ گزرگاہ جو صلیح الحولہ سے دریا حوں کی طرف ہے بالخصوص مشہور ہے، وہاں سے قیظہ ہوئی ہوئی ایک سڑک دمشق حابی بھی۔ آیا یہاں کوئی سڑک رومنوں کے عہد کی بھی نہیں یا نہیں، اس کے متعلق P Thomsen کے نقشے مدرحہ ZDPV، ۴۰ (قسط ص ۳۳)، کی رو سے کچھ پتے سے نہیں کہا جاسکتا، لیکن ارسنہ وسطی اس گزرگاہ کا جسے (کتاب الکویں، ۳۲: ۲۲) کے حوالے سے

۱۲۳۲؛ دیکھیے مادہ ریحہ)۔ اردن بحر لوط (بحر مردار) میں جا کر ختم ہو جاتا ہے، جس کی سطح سطح سمندر سے ایک ہزار دو سو باونے فٹ نیچی ہے اور زیادہ سے زیادہ گہرائی دو ہزار چھ سو فٹ ہے۔ مغرب یا جنوب کی جانب اس میں سے پانی نکلتے کا کوئی راستہ نہ پہلے تھا اور نہ اب ہے۔ دریائے اردن کے ذریعے اس میں روراء ایک ارب بیس لکھ گنا پانی کرنا ہے، لیکن گرمی اس سدب کی ہوئی ہے کہ وہ سب کا سب بخارات بن کر اڑ جاتا ہے اور اس طرح پانی کی سطح، چھوٹے موٹے موسمی تغیرات کے سوا، تقریباً یکساں ہی رہتی ہے۔ سبب یہ ہے کہ اس جھل میں کوئی چر رہہ نہیں رہ سکتی، کیونکہ نمک اور دیگر معدنی اجزاء حوں کے بن رہے ہیں اور پانی اڑ جاتا ہے۔ بحر مردار کے جنوب میں جو شمس ہے اسے آفریہ کہتے ہیں، یہاں رہتی پہلے تو خاصی سرد ہو جاتی ہے، لیکن اس کے بعد پھر حلیح عسہ کی سطح کے برابر بجی ہو جاتی ہے۔

یہاں دریائے اردن کے حسب دہل معاون دریاؤں کا ذکر کیا جاسکتا ہے: حوں یہ دریا بحیرہ طبرہ سے نکلتا ہے تو بائیں کنارے پر اس میں الشریعہ الصغیرہ یا الشریعہ الماصیہ کا اہم دریا آگرتا ہے، جسے پہلے یرموک [رکناں] کہتے تھے؛ پھر مرید حوں کی طرف بہر الرزقاء (قدیم حثوی Jahbok) الدامہ کے مقام پر آملتا ہے۔ دائیں کنارے کی طرف سے درناے خالوب آتا ہے، جو عس خالوب سے نکلتا ہے اور بیساں کے پاس سے سپہا ہوا اردن میں آگرتا ہے۔

یہ دریا اپنے نہاؤ کی بیری، معدد بچ و حم اور جبکہ حکہ گہرائی کی کمی کی بنا پر چہارراہی کے لیے استعمال نہیں ہو سکتا۔ اس کے برعکس جہاں جہاں پانی کم گہرا ہے وہاں کئی حکہ

یہ بتاتا ہے کہ اس نے اردن کو اس جگہ ایک ہل کے درمیان بار کیا تھا (Robinson)۔  
*Biblical Researches in Palestine* (بار دوم، ح ۳)۔  
 دریائے یرموک اور اردن کے مقام اتصال کے قریب  
 جسر المعامع نامی ایک ہل ہے، جہاں سے بعض سڑکیں  
 قریب صراطہ کی پہاڑیوں کے دامن میں سے ہوتی ہوئی  
 معس اور اربد کو جاتی ہیں۔ اس سے زیادہ جنوب  
 کی طرف ایک اور ہل جسر الدایمہ کے نام سے ملتا ہے،  
 جو اب خشک زمیں پر ہے، کیونکہ یہاں دریا نے اپنا  
 رخ بدل لیا ہے۔ یہ ہل زبردست مملوک سلطان  
 حسن نے ۱۲۶۶ء میں بنایا تھا، جس نے اور بھی متعدد  
 مقامات پر ہل تعمیر کرائے تھے (قہر Röhricht  
*Archives de l'Orient latin*، ۲/۱: ۳۸۲، Clermont  
 Ganneau، در JA، سلسلہ ۸، ح ۱۰، [۱۸۸۷ء]،  
 ص ۱۸)۔

سب سے زیادہ مستعمل ہلوں میں سے ایک  
 وہ ہے جو اربد (Jericho) کے شمال میں ہے اور  
 عربی یفرین کو جاتا ہے۔

عرب جغرافیہ نگاروں نے اردن کے جو محاصر  
 حالات لکھے ہیں ان میں بعض حقائق دلچسپ  
 ہیں۔ انقلسی کہتا ہے کہ یہ دریا حصارابی کے  
 قابل نہیں ہے۔ یاقوت نے ایک قدم پر مآخذ کے  
 حوالے سے مان لیا ہے کہ اردن کو بحیرہ طریہ  
 کے اوپر (شمال میں) بوازد کس کہا جاتا تھا اور  
 اس حقل اور بحر مردار کے درمیان اردن صغیر  
 لیکن اس مان کی ساد غالباً دریائے یرموک سے  
 اتنا ہی ہر ہے (دیکھیے اوپر)۔ اس نے گہرے کے کھیتوں  
 کا بھی ذکر کیا ہے، جو العور (قہر مادہ ربحا) کے علاقے  
 میں تھے اور ان کی آبپاشی اس دریا سے ہوتی تھی۔  
 الدمشقی نے بحر طریہ اور جسر المعامع کے قریب، جہاں  
 یرموک اردن سے ملتا ہے، پانی کے گرم چشموں  
 کا ذکر کیا ہے۔ اس نے اس دریا کے احتتام کی جگہ

عسٹ طور پر) Vadum Jacobi کہا جاتا تھا، ذکر  
 کرتا ہے اور صلیبی جنگوں کے دوران میں  
 اس کی فوجی نفلہ نگاہ سے خاصی اہمیت رہی۔  
 ۱۱۵۷ء میں بالڈن سوم (Baldwin III) نے  
 سلطان نورالدین کے ہاتھوں شکست کھائی تھی اور  
 ۱۱۷۰ء میں بالڈن چہارم نے معر سے درا بحیر  
 کی طرف ایک قلعہ تعمیر کیا، جسے اگلے سال  
 سلطان صلاح الدین نے حملہ کر کے تباہ کر دیا۔  
 اسی معر کے قریب بعد میں بنی محرابوں کا ایک  
 ر سنگ سیاہ (basalt) کی بڑی بڑی سیلوں سے  
 بنا تھا (قہر بضاویر، در ZDPV، ۱۳: ۷۸)۔  
 ۱۲۵۰ء تک اس ہل کی موجودگی کا علم ہے اور  
 جاتا ہے اس سے کچھ ہی پہلے تعمیر کیا گیا ہوگا۔  
 اس کے نام 'جسر باب یعقوب' میں قدیم نام ویدہ  
 Vadum Jacobi کی طرف اشارہ جاتا ہے،  
 جسکی یہاں یہ امر قابل سو ہے کہ [حصار] یعقوب<sup>۱۳</sup>  
 کی متعدد نشان یہ ہیں

دمشق اور اردن کے مغربی علاقوں کو ملانے  
 والے راستوں میں سب سے اہم راستہ سالنا ہمیشہ  
 رہا ہے جو قیس (یا افسی، بلکہ افسی Apliek،  
 مکتوب الاول، ۲۰: ۲۶ تا ۳۰: ۳۰، قہر ۱۳: ۲۲)  
 سے ہوتا ہوا بحیرہ طریہ کے جنوبی سرے تک جاتا  
 ہے۔ یہاں حیل سے نکلنے کے بعد اردن کو ایک  
 معر کے درمیان پار کیا جاتا تھا۔ اس معر سے درا  
 جنوب کی طرف پتھر کے دو ہلوں، یعنی ام الماطر اور  
 جسر البید، کے شکستہ آثار ہیں۔ ان ہلوں کی تاریخ  
 تعمیر وغیرہ کا کچھ پتا نہیں چلتا، لیکن ان میں سے ایک  
 ر غالباً وہی ہے جس کا ذکر المقدسی نے حقل کے  
 جنوب کی طرف طریہ کے مان میں کیا ہے اور  
 جس کے متعلق یاقوت نے یہ لکھا ہے کہ اس کی بنی  
 بحرابیں تھیں۔ چودھویں صدی عیسے مؤخر  
 زمانے میں بھی ہمیں بالڈنسل W de Baldensel

تھے، سوا طبریہ کے، جن کے لوگوں نے بلا مقابلہ ہتھیار ڈال دیے تھے۔ غالباً اسی وجہ سے سبکی دو پولیس Skythopolis کے بجائے طبریہ ہی کو دارالحکومت بنایا گیا۔ صلح کی وسعت کا اندازہ یہاں کے سہروں کی اس فہرست سے کیا جاسکتا ہے جو مؤرخوں اور جغرافیہ نگاروں نے دی ہے۔ بقول اللادری نہ سپر سدرجہ دہل تھے : طبریہ، نسان، قدس، عتکہ، صور اور صفوریہ اور سری اردن میں سوئسہ، افنی، حرس، تیب راس، اللؤلؤ اور سواد (١) بقول الہقونی : طبریہ، صور، عتکہ، قدس، نسان اور سری اردن میں فعل، حرس اور سواد (٢) بقول ابن القسہ : طبریہ، السامرہ (یعنی نابلس)، بیسان، عتکہ، قدس اور صور اور سری اردن میں فعل اور حرس، بقول المقدسی طبریہ، قدس، قرڈیہ، عتکہ، اللؤلؤ، نسل اور بیسان اور سری اردن میں اذرعاب بقول الادریسی طبریہ، اللؤلؤ، السامرہ (نابلس)، بیسان، اریحا (Jericho)، عتکہ، نابصرہ، صور اور سری اردن میں رعار، عمارہ (Amathus)، غیس (یاس؟) حذر، ابل (انہ)، سوئسہ بقول ناقوب : طبریہ، نسان، صفوریہ، صور اور عتکہ اور سری اردن میں نسل راس اور حذر وغیرہ۔ ان فہرستوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حدود ہمیشہ نکساں نہیں رہیں۔

صوبہ اردن کے سالانہ خراج کے متعلق عرب مصنفوں نے حسب ذیل اعداد و شمار دیے ہیں (متسلطی) : آٹھویں صدی میلادی کے آخر میں چھانوے ہزار دینار، المأمون کے عہد میں ستانوے ہزار، اس خردادہ اور ابن القسہ کے سال کی رو سے بیس لاکھ پچاس ہزار، بقول قدامہ ایک لاکھ نو ہزار، النعمونی ایک لاکھ اور المقدسی ایک لاکھ ستر ہزار (مت ZDPV، ۷ : ۲۲۵)۔

حروب صلیبہ کے زمانے میں اصلاص کی برائی تقسیم ختم کر دی گئی اور بجائے ان کے سلطان صلاح الدین کے خاندان کے افراد نے مختلف سلطنتیں

پر بعض عجیب و غریب مظاہر کا نشان بھی لکھا ہے۔ دریائے اردن رات دن بحر مردار میں سوار کرنا رہتا ہے اور وہاں سے کوئی دوسرا نکس ہی نہیں، اس کے باوجود بحر مردار کا پانی نہ حاروں میں زیادہ ہوتا ہے اور نہ گرمیوں میں نیم۔ دمشق سے جو شاہراہ مصر لے کر جاتی ہے وہ اس خردادہ اور اس کا اتساع کرے والے جغرافیہ دانوں (BG 4) ۶ : ۲۱۹ کے قول کے مطابق فنی ہوئی ہوئی بحرہ طبریہ کے جنوبی کنارے تک جاتی ہے اور وہاں سے چکر کاٹے ہوئے طبریہ کے راسے نساں جلی جاتی ہے، لیکن اس کے برعکس خود ہویں صدی میلادی میں نہ شاہراہ غعلوں کے ایک حصے سے گزری ہوئی بیسان سے وادی اردن میں اترتی تھی اور معاصر تک جاتی تھی اور پھر وہاں سے بل ناز کر کے اربد کے راسے پر ہولسی تھی۔ پندرھویں صدی میلادی میں ایک اور شمالی راسہ استعمال ہونے لگا، جو نئے دارالحکومت صف (دیکھئے بجے) سے مشرق کی طرف چل کر اور مد لورہ والا حسر بناب بمعوب کے دریائے اردن کو پار کر کے نعران اور قسطرہ ہونے ہوئے دمشق جاتا تھا۔ اسی راسے پر عموماً آمد و رفت ہوئی تھی اور حال ہی میں بل کی طرف جاتے اور وہاں سے آنے والی سڑک کو درست کر کے اسے زیادہ آرام دہ بنا دیا گیا ہے۔

(۲) عربوں کا صوبہ اردن—حد الأردن (اردن کا فوجی صلح) — وہی تھا جو قدیم بر ملکی تقسیم میں "Palaeestina Secunda" کہلاتا تھا اور اس میں حلبین (two Galilees)، وادی اردن اور سری اردن کا مغربی حصہ شامل تھے۔ اس کے سب سے سہروں کو [حصرب] ابو عسہ ۱۳۵/۶۳۵ء میں فتح کیا تھا۔ باقی علاقے [حصرب] خالد ۱۴۱/۷۵۸ء میں عمرو بن العاص ۱۴۱ء میں فتح کیے۔ بعض لوگ ان علاقوں کا فاتح [حصرب] شرجیل ۱۴۱ء کو بتاتے ہیں۔ یہ سب علاقے بروز شمسیر فتح کیے گئے

ابن القتیہ، در BGA، ۱۱۶، ۲۲۶؛ (۱۸) المقدسی، در BGA، ۳: ۱۵۳، ۱۸۹؛ (۱۹) الأدریسی، در ZDPV، ۸: ۳۹ (متن، ص ۲۱)؛ (۲۰) یاقوت: معجم، طبع Wustenfild، ۱: ۲۰۱؛ (۲۱) ابن حرداذہ، در BGA، ۶: ۷۸، ۲۳۶؛ (۲۲) R Hartmann Palästina unter dem Arabern، ص ۱۳، ۱۶۔

(Fr BUHL)

⊗ اردو: مسلمانوں کی آمد بے ترعظم پاکستان و ہندوستان نوے سمار فواند پہنچانے، جس سے اہل مدینہ کی زندگی اور حالات میں بڑا انقلاب پیدا ہو گیا، لیکن ہزار سالہ اسلامی حکومت کا سب سے اہم اور عظیم الشان کارنامہ وہ مسرت اور مقبول عام رہا ہے جو اس ترعظم کو، جس میں نسوں رہاں اور سکڑوں بولیاں رائج ہیں، گذشتہ ہزار سال سے پہنچ رہی تھیں۔

مسلمانوں کی آمد پہلے سیدہ میں ہوئی، جب کہ محمد بن قاسم نے پہلی صدی ہجری کے اواخر (۵۹۳/۷۱۱ء) میں اس علاقے کو فتح کیا۔ مسلمانوں کا تسلط اس علاقے میں مدینہ دربار تک رہا۔ سیدہ بر اسلام اور اسلامی ہدایت کا حربہ دیگر اثر ہوا یہی وجہ ہے کہ یہاں کی آبادی میں مسلمانوں کی اکثریت نائی جاتی ہے اور سیدھی رہاں میں عربی الفاظ اکثریت سے اس طرح گھل مل گئے ہیں کہ غیر نہیں معلوم ہونے [اور وہ عربی حروف ہی میں لکھی جاتی ہیں]۔

دوسری صدی ہجری میں ہندوستان کی ایک دوسری سمت، یعنی جنوب میں عرب مسلمان باہروں کی حبش سے پہنچنے اور ملبار کی بحارت کلہ ان کے ہاتھ میں آگئی۔ کالی کٹ ان کا سب سے بڑا بحارتی مرکز رہا۔ یہاں مسلمان بلا شرک غیرے زمانہ دربار تک بحری بحارت کے مالک رہے۔ ان کی سب سے بڑی یادگار موہلا (ماہلا) قوم اب بھی لاکھوں کی

مملکت قائم کر لیں۔ صوبہ اردن بیستر مملکت صوبہ پر مشتمل ہے اور اس نام کے سپر کے علاوہ اس میں حسب ذیل اصلاخ شامل ہیں: تریخ، غنوں، یخوں، حنن، عتکہ، صور اور خیدا، یعنی وہ تمام سپر جو دریائے اردن کے مغرب میں ہیں۔

سہاب الدین المقدسی نے ۱۳۵۱ء میں ایک کتاب لکھی تھی، جس سے اکثر اور لوگ نقل دے رہے ہیں۔ اس کتاب میں ہمیں ایک اور صوبہ کا ذکر ملتا ہے جس میں آٹھ اور دریائے اردن کے مشرق کے علاقے زیادہ نمایاں ہیں، یعنی اخواریا، جس کا ہر نوری مقام طریقہ تھا اور جس میں لغو، مولا اور نساں کے اصلاخ شامل ہیں۔

مآخذ: (۱) Historical Geo G A Smidi

graphy of the Holy Land، طبع پاردہم، لندن ۱۹۰۹ء

Die Landesmatur Palastinas، Schwobel، ج ۱

۱۹۱۰ء، ص ۵۵ بعد (۳) المقدسی، در BGA، ۳: ۱۹

۱۸۸۱ء؛ (۴) الأدریسی، در ZDPV، ۸: ۱۲۰ (متن،

ص ۳)؛ (۵) یاقوت: معجم، ۱: ۲۰۰؛ (۶) الدمشقی،

طبع سہرہ Mehren، ص ۱۰۷؛ (۷) ابوالعلاء، طبع

Reinaud و de Slane، ص ۴۸؛ (۸) رائس

Biblical Researches in Palastine، Robinson، ج ۳

Der Dscholan، Schumacher، در ZDPV، ۹

۱۹۰۷ء بعد، خصوصاً ص ۲۱۶؛ (۱۰) وہی مصنف:

Der südliche Basu، در محلہ مذکور، ۱: ۶۵ بعد

Geschichte des Konigreiches Röhricht، (۱۱)

Jerusalem، ص ۲۸۹، ۲۸۲، ۳۸۶ بعد؛ (۱۲)

Die Strasse von Damaskus nach R Hartmann

Kur، در ZDMG، ۶۴: ۶۶۵ بعد، Via Maris کی

تاریخ پر: (۱۳) ZDPV، ۸: ۵۳ بعد؛ (۱۴)

البلادی، طبع دحوہ de Goeje، ص ۱۱۵ بعد، ۱۲۶

۱۳۱؛ (۱۵) الطبری، طبع دحوہ، ۱: ۲۰۹۰

۲۱۰۸؛ (۱۶) الیعقوبی، در BGA، ۷: ۳۲۷ بعد؛ (۱۷)



تعداد میں موجود ہے۔ عرب باخروں نے نومسلموں کو عربی سکھائی اور خود ملیالم سکھی، جسے وہ بطور خط میں لکھتے تھے۔ اس کا اثر نہ ہوا نہ ملیالم زبان میں کثرت سے عربی الفاظ نئے جانے لگے۔ جنوبی ہند سے مسلمانوں کا نہ ملنے [راہدہر] بخاری تھا۔

سندھ کے بعد ٹوٹی میں سو برس گزرے پر شمالی ہند میں مسلمانوں کا دوسرا سیاسی و تعلقی سلطان محمود غزنوی کی فتوحات سے ہوا۔ اس دور کو ہندوستان کی تاریخ میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ گو سلطان محمود کے حملوں کے بعد مسعود اور اس کے حاشیوں کے عہد میں پنجاب کی حیثیت ایک صوبے کی سی رہی، تاہم اس ملک والوں سے فاتحوں کے تعلقات رسمہ رسمہ بڑھے گئے، چنانچہ ہندوؤں کی ایک خاص فوج عربی میں بمعنی 'ہندی' ہندی فوج کا نامدار سوندر رائے تھا اور جب وہ لڑائی میں مارا گیا تو مسعود نے اس معاصر عہدے پر ملک کا تقرر کیا۔

پنجاب میں غزنوی حکومت بحکم ہونے دو سو برس تک رہی۔ اس عرصے میں ہندوؤں سے مسلمانوں کے تعلقات خاصے وسیع ہو گئے۔ اکثر ہندوؤں نے فارسی پڑھی اور مسلمانوں نے ہندی۔ محمود کے زمانے میں عربی میں متعدد ترجمان بھی، جن میں سے ملک اور بہرام کے نام تاریخوں میں آئے ہیں۔ اس زمانے کے بعض نامور اور مستند شعراء کے کلام میں بھی بعض ہندی الفاظ داخل ہو گئے۔ مسعود بن سعد بن سلمان کی نسبت محمد عوفی، مصنف لباب الالباب، نے لکھا ہے کہ عربی فارسی کے علاوہ اس کا تیسرا دیوان ہندی میں بھی تھا (بد لہر لباب الاناب، ج ۲، باب ۱)۔ اس حیرت انگیز تصدیق کی ہے (دیناچہ عرہ الکمال)، لکن ان کے ہندی کلام کا اب تک کہیں پتا نہیں لگا۔ یہ کونسی ہندی بھی اور کس قسم کی زبان بھی؟ اس

کا مطلب علم نہیں۔ محمد کی وفات کے کچھ عرصے بعد غزنوی حکومت کی وہ شاخ نہ رہی۔ غزنویوں سے جو لڑائیاں ہوئیں انہوں نے حکومت کو کمزور کر دیا۔ آخر ۵۵۸ھ/۱۱۸۷ء - ۱۱۸۸ء میں ملاہ الدین کے بھتیجے معرالدین بن سہم نے، جو محمد غوری کے نام سے مشہور ہے، محمود کے آخری حاشیوں کو فتح سے انار دیا اور لاہور پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح غزنوی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

اگرچہ محمد غوری نے ہندوستان میں دور دور دھاوے مارے اور فتوحات حاصل کیں، مگر محمود اور اس کے حاشیوں کی طرح اس کا دل بھی عربی میں تھا اور محمود کی طرح اسے بھی ہندوستان میں رہ کر سلطنت قائم کرنے کا خیال کبھی نہ آیا۔ سلطان برائین کی فتح کے بعد واپس چلا گیا اور ہندوستان کے تمام معاملات اور معرکے اپنے معتمد حیرل اور نائب قطب الدین اسک کے حوالے کر گیا۔

محمد غوری کے انتقال کے بعد ۵۶۰ھ/۱۱۶۶ء میں قطب الدین اسک، جو ایک زر حراند علام تھا، ہندوستان کے مسووحہ علاقے کا فرمانروا قرار پایا۔ ہندوستان میں اب پہلی بار ایک مستقل اسلامی حکومت قائم ہوئی، جس کا پہلا سلطان قطب الدین تھا جو خاندانِ غلامان کا بانی ہوا۔

اب ہندوستان میں ایک نئی قوم آئی ہے اور یہیں اس حاشی ہے۔ اس کا مذہب اور اس کی تہذیب، اس کی زبان اور رسم و رواج اور عادات و خصائل ان لوگوں سے جدا ہیں جو پہلے سے آباد ہیں۔ اب یہ دونوں ایک ہی ملک کے باشندے اور ایک ہی حکومت کی رعایا ہو جائے ہیں۔ وہ تعلقات جو پہلے غرضی اور آدھورے تھے، اب مستقل اور پختہ ہو گئے۔ کروناں ملکی و معاشرتی اور ضروریات زندگی نے انہیں ایک دوسرے کے قریب کر دیا، اور قرب کی بدولت ایک کی تہذیب و زبان کا اثر

دوسرے کی تہذیب و زبان برتری سے پڑے لگا۔  
مسلمان جس وقت یہاں آئے تو اس ملک کی  
جیسے ہندوستان کہتے تھے، عجب کثرت تھی۔  
ہر طرح ملک مختلف رجواڑوں میں بنا ہوا تھا اور  
ہر علاقے کی حکومت الگ تھی اسی طرح ہر علاقے  
کی زبان بھی جدا تھی۔ یہاں ان بولیوں اور ان کی  
دوسری ذکر کیا جاتا ہے جو مسلمانوں کی  
آئے وقت رائج تھیں۔ آریاؤں کا اصل وطن کہاں  
تھا اس کے متعلق مختلف اور مختلف نظریات ہیں  
اب تک قطعی طور پر اس کا مصلحہ نہیں ہوا۔  
اس کے قریب یہاں ہے کہ جو آریا اراں میں اسے  
تھیں ان کا ایک گروہ مسرفی حاکم کوچ کرنا ہوا  
تھا۔ یہاں سے برعظیم ہندوستان میں داخل  
ہوا۔ یہاں اکثر اہل یہاں کے دیسی باشندوں،  
ہیں اور یہ قوم سے ساتھ بڑا۔ یہ آریا عرسمند  
ہے اور ان کی حالت حدیثہ بدوسوں کی سی تھی۔  
ان کے مابین میں دراوڑی زبانہ برفی نامہ اور متقدم  
میں آریا جسمانی لحاظ سے قوی تھے۔ انہوں نے  
راہ ان لوگوں کے رجحان علاقوں سے مار بھگنا اور  
تھیں۔ انہیں جلاہ بنا لیا، حاکم ان "نہادر  
آریاؤں کی بنا۔ ڈر وہ کروڑوں سودر اور  
تھیں جو اس برعظیم میں اب تک ایسے قوموں  
تھیں۔

جب دو ایسی قومیں آئیں، یہی ہیں جس میں  
متمدن اور دوسری عرسمند ہو سو جو  
تھیں اس، لاپ سے جدا ہوئی ہے اس پر غالب  
متمدن قوم کا ہونا ہے، خواہ وہ قوم مغرب ہی  
ہو۔ یہاں۔ یہاں براہی دراوڑی تہذیب کا اثر  
ہوئی زندگی کے ہر شعبے پر پڑا، حتیٰ کہ وہ  
دراوڑوں کے بعض دیوتاؤں کو بھی بوجھے لگے۔  
تو انسانی تہذیب میں بڑی اہمیت حاصل  
ہے۔ ان دو قوموں کی یکجہانی سے، جس کی بولیاں مختلف

تھیں، ایک کا اثر دوسرے پر پڑنا لازم تھا۔ متمدن  
قوم کی بولی کا اثر غالب ہونا ہے۔ آریاؤں اور  
دراوڑیوں کے مل جلنے سے جو بولی وجود میں آئی  
اس میں لامحالہ دراوڑی الفاظ کی بہت تھی، کیونکہ  
متمدن قوم کی زبان میں الفاظ کا ذخیرہ زیادہ ہوتا ہے  
اور اس میں اسماء کے ناموں اور حالات و حدیث  
کے طہار کے لیے بے شمار الفاظ ہوتے ہیں؛ اس لیے  
وہ عرسمند بولی کی حالت احاطی ہے۔ دراوڑی  
بولی کا اثر صرف الفاظ ہی تک محدود نہ رہا اصوات  
بھی اس سے متاثر ہوئیں۔ لسانیات کا یہ گوشہ  
ادبی تحقیق کی روشنی سے محروم ہے، لیکن اس میں  
یہ نہیں کہہ سکتے اسی پر اثر سے وہ زبان نکلی جو  
سسکرت کہلاتی ہے۔ یہ بھی بولی ان قدیم  
راہروں اور بولیوں کی زبان ہے جو اس برعظیم میں  
بولی جاتی تھیں اور اسی کے اثر سے اس زبان نے جو  
آریا ایران سے بولے آئے تھے ہندو-آریائی شکل  
احساس کی

برآثر کے معنی فطری، عرسمندی کے  
ہیں۔ اس کے مقابلے میں سسکرت سے مراد سسہ،  
مصدوعی زبان ہے۔ سسکرت برہمنوں کے سنت اور  
بحیوں کے اصول و ضوابط کے قیود اور حکم بند سے  
ناجہ ہو کر رہ گئی، عام بول چال کی زبان نہ ہوئے  
نائی اور برہمنوں اور اہل علم کے طہے تک محدود  
رہی۔ اس کا سچہ نہ ہوا کہ براہیوں کو، جو  
عوام کی بولیاں تھیں، حاکم خواہ شروع ہوا اور ان  
براہیوں سے دوسری بولیاں نکلیں اور بھولی پھلیں۔  
انہیں سولوں میں سے ماگدھی اور اودھ۔ ماگدھی  
ہیں، جو مہاتما بدھ اور جین مذہب کے بانی مہاویر  
نے اپنے مذہبی عقائد کی بلیں کے لیے اختیار کیں۔  
انہیں بولیوں نے بعد میں کسی قدر بصر سے پالی اور  
جس اودھ۔ ماگدھی کی شکل اختیار کی۔ جب  
یہ زبانیں بھی سسکرت کی طرح ٹھٹھادی اور مذہبی

جو مسلمان ہندو ان میں آئے ان کی مذہبی اور علمی زبان عربی تھی۔ اس کا بول چال سے تعلق تھا نہ رورمرہ کی ضروریات سے۔ برکی امراہ اور شاہی حادثات والوں تک محدود تھی۔ دہری، کاروباری، درباری، ہندوستانی اور تعلیمی زبان فارسی بھی۔ اس کی فلم دہلوی زبان پر لگی تو اس پیوند سے ایک نئی مخلوط بولی وجود میں آئی۔ ابتداء میں یہ ہندی یا ہندوی کہلاتی رہی۔ بعد میں دوسری بولیوں سے امتزاج کے لیے اسے رنجہ کا بیا نام دیا گیا، جس سے مراد ملی حلی زبان ہے۔ ابتداء میں لفظ رنجہ صرف کلامِ مطوم کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ بعد میں عام زبان کے لیے استعمال ہوئے لگا۔ ہندوستانی (یعنی زبان ہندوستان) بھی اسی کا دوسرا نام ہے۔ یہی بولی رومہ اور رومے کو پہنچی جسے ہم اردو کہتے ہیں اور جو اب مقبول عام نام ہے۔ عالمگیر کے عہد سے قبل یہ نام زبان کے لیے کسی تحریر میں نظر نہیں آتا۔

یہ زبان، جس کے لیے رسمِ کتابت کے مسائل میں مار ہوئی اور جس نے دلی میں خاص حالات میں ایک نئی بولی کا روپ دھارا، صوفیوں، درویشوں اور سلطنتِ دہلی کے لستکروں کی دولت گجرات، دس، پنجاب اور دوسرے علاقوں میں پہنچی اور بری سری سے پھیلی حلی گئی۔

درویش کا نکتہ سب کے لیے کھلا ہوتا ہے۔ دلا امتزاج ہر قوم و ملت کے لوگ اس کے پاس آئے اور اس کی ریارت و صحبت کو موجبِ ترکِ سمجھتے ہیں۔ عام و خاص میں کوئی تعریض نہیں ہوئی۔ خواص سے زیادہ عوام درویشوں کی طرف جھکتے ہیں، اس لیے انہوں نے اپنے اصول و عقائد کی بنیاد کے لیے جو ڈھک احسار کئے ان میں سب سے مقدم یہ تھا کہ جہاں جائیں اس خطے کی زبان سیکھیں تاکہ اپنا پیغام عوام تک پہنچا سکیں۔ ہمارے اس بیان

بے حاشیہ پر کسی ہی قواعد اور ضوابط کی پاسداری ہو گئیں اور بول چال کی زبان نہ رہیں تو اس وقت پراکرت کی بول چال کی زبان اب بھاشا (نکڑی زبان) ہے ان کی جگہ لے لی۔

سارہوئس صدی میں متعدد اب ہر سائنس نہیں۔ سورسی (سورسی دس، سہرا) کی اپ بھاشا وسطی علاقے کی بولیوں کی زبان ہے۔ ان میں سے ایک اس علاقے میں بولی جاتی تھی جو سلج کے کنارے سے دہلی تک اور روملکھنڈ کی مغربی حدود تک پھیلا ہوا ہے اور ایک (یعنی برج بھاشا) آکرے اور سہرا کے علاقے میں اور روملکھنڈ میں دہری کی جانب دوسری زبانیں بروج بھی، مثلاً سہلی، مانگدھی، بھوج پوری وغیرہ اور آکرے سہلی، آسامی، اڑیا، مغرب کی جانب راجستھانی اور گجراتی، جنوب کی طرف مرہٹی اور نامل؛ مغرب میں بھجائی۔ سارہوئس صدی ملائی میں اس حصہ ملک میں نہ سب بول چال کی زبانیں تھیں۔ ان بولیوں کا سسکرت سے براہِ راست کوئی تعلق نہ تھا، بحر اس کے نہ ان میں سسکرت کے بہت سے الفاظ۔ لچھ اصلی صورت میں اور زیادہ تر مسیح شدہ حالت میں۔ ضرور پائے جاتے تھے۔

دلی، سرگھ اور آس پاس کے مقامات میں جو بولی بروج بھی وہی بھی جسے امیر خسرو دہلوی (یا ہندوی) کہتے ہیں (مثنوی نہ سہرا)۔ ابوالفضل نے بھی انہیں اتری میں اس کو اسی نام سے موسوم کیا ہے۔ نہ عوام کی بولی بھی اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اسے اس زمانے میں نکڑی بولی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جب دہلی میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی اور سلطنت کو استقلال عوام بویہی بولی بھی جو وہاں بولی جاتی تھی۔ ابتداء میں اس پر آس پاس کی بولیوں (بھجائی، ہریائی وغیرہ) کا بھی اثر پڑا۔

ی صدیق فاضل شارح اکھروٹی (نصیف ملک محمد حائسی) کے قول سے بھی ہوئی ہے۔ وہ ادب کے حاتمے پر لکھے ہیں:-

”و بھم نکند کہ اولیاء اللہ بعد از ان  
ی نکتہ بہ کردہ زیرا کہ حمد اولیاء اللہ در ملک  
عزت مخصوص نہ بودہ۔ مگر در ملک کہ وہ  
را، ان ملک را بکار بردہ اند و گمان نکند کہ هیچ  
اولیاء اللہ نہ رہاں وادی نکتہ بہ کردہ زیرا کہ اول  
جمع اولیاء اللہ قطب الافاضات حواحد برتر  
در الحق والہد و الدین و دین سرورہ رہاں  
بعد فرمودہ، بعد از ان حواحد گنج سکر دین سرورہ  
و حضرت حواحد گنج سکر در رہاں دینی و دنیوی  
معتبر از اسرار عظیم فرمودہ . . . . .  
ہر یکے از اولیاء اللہ دین لسان نکتہ بہ فرمودہ“

حضرت حواحد معین الدین جیشی دین سرورہ  
الغریب کا کوئی ہندی قول اب تک نہیں ملا، لیکن  
اب تک عالمگیر مکتب کو دیکھے ہوئے ہندو  
یہی ہے کہ وہ ہندی رہاں سے ضرور واقف تھے۔  
اسے سچ فرید الدین سکر گنج دین سرورہ (۵۶۱/۵۶۰)  
[۱۱۶۵ء تا ۱۲۶۵ء/۵۶۶ء تا ۱۲۶۵ء] کے بعض قولے  
سے ہیں۔ مولانا سید مبارک، معروف بہ سر حورد، جو  
سلطان المسایح حضرت نظام الدین اولیاء کے مرید و  
محب خاص تھے، اپنی تالیف سیر الاولیاء میں  
لکھتے ہیں کہ جب حضرت یحییٰ جمال الدین  
کے چھوٹے بھائی کو اسی شعبہ میں مستغرق کیا اور  
صبر کے وقت حلاوت نامہ، مصلیٰ اور عصا عنایت  
دیا تو ”مادر مؤمنان“ (سچ جمال الدین) کی  
مدد سے کہا ”حوا نالا ہے“ اس پر آپ نے  
”ی رہاں ہی میں فرمایا ”توہوں کا چاند بھی نالا  
ہے“ یعنی ہلال بھی پہلی رات کو چھوٹا ہوتا ہے۔  
سچ بہاء الدین صاحب (۵۹۰/۵۸۸ء تا ۶۱۲/۶۰۶ء) نے اپنی نصیف خرائن رحمت

میں حضرت سکر گنج کے نہ دو قول نقل فرمائے  
ہیں، جو ہماری رائے میں مستند معلوم ہوتے ہیں:

(۱) راول دنول ہمی نہ جائے

بھاٹا بہہ روکھا کھائے

ہم درویش بہہ رہے رب

پالی لورس اور مسیب

(۲) جس کا ساتھیہا کتا سو کتوں سونے داس

جمعہات سامی میں، جو حضرت قطب عالم

(۵۹۰/۵۸۸ء تا ۶۱۲/۶۰۶ء) اور حضرت

شاہ عالم کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، حضرت حواحد

سکر گنج کا نہ منظوم قول نقل کیا ہے:

اسا کتری یہی سو رب

خاوں نامے کی خاوں مسیب

وہ نہایت سے منظوم احوال آپ کے نام سے مشہور ہیں،

لیکن ان کی کوئی ناوی سند نہیں۔ ان میں سے

بعض اسے ہندو خاں کے ہم نام نانا فرید کے ہیں۔

سچ بوعلی بلندر (۵۶۲/۵۶۱ء) کا

اسر حیرت سے نہ نہا ”نرکا لکھ سمجھا ہے“ ثابت

کرنا ہے کہ یہ درگ بھی مقامی رہاں سے واقف تھے۔

اسلامی ہند کے صاحب کمال شاعر و ادیب

اسر حیرت (۵۶۱/۵۶۰ء تا ۶۲۵/۶۲۴ء)

پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسے کلام میں ہندی

الفاظ اور حملے بے تکلف استعمال کیے۔ ان کی سب

عام طور پر یہ بتیں ہیں کہ ان کا کلام ہندی میں

بھی تھا اور بعض بدکروں نے بھی اس کا ذکر کیا

ہے۔ خود اسر نے بھی اپنے دیوان عرہ الکمال

[کے دسچے] میں صاف طور پر لکھا ہے کہ میں نے

ہندی نظم بھی لکھی تھی، لیکن اسوس ہے کہ

ان کا ہندی کلام اب تک دستیاب نہیں ہوا۔ ریحد

قسم کے بعض قطعے یا ایک آدھ غزل اور کچھ پہلناں،

چستانیں، کہہ مکریاں، املناں، دو سچے یا دوہے،

خاں سے مسوب ہیں، ان کی صحت کے حاتمے کا

نا آنہ کوئی گنبد چڑھایا

ناحس سب آنہ آپ بتایا

برکت ہوا ہر کہیں ڈیٹھا آپ لکایا

(۳) مسجد مسجد نانگا دیوں سجادے سرا شور

سجادے بہتر رنگ کرے اسرا شور

(۴) ناحبس وہ کرے کرم

پاپ بھی ہووے دھرم

(۵) یہ قتی کتا کس ملتی ہے

حب ملی ہے تب چھلی ہے

ان مثالوں سے ظاہر ہوا کہ جو زبان اس

حسرو کے وقت نا ان کے فریب کے زمانے میں دتی

میں بولی جانی بھی وہ اس زبان سے جسے ہم اردو

کہتے ہیں کس قدر قریب بھی - بعض حملے جو

بالکل آج کل کی سی زبان میں ہیں۔

صوفیوں اور درویشوں کے علاوہ دوسرا گروہ

جس نے اس زبان کے بھلائے اور دور دراز علاقوں

میں بھجائے میں مدد دی وہ سلطنت کی فوجیں

نہیں - صوفیوں کا مقصد اس زبان کی اساعت نہ تھا -

انہوں نے یہ زبان اس لئے احسار کی کہ یہی ایک

ایسی زبان بھی جس کے ذریعے وہ ملک کے ہر حصے

میں اسے اصول و عقائد کی تلقین کر سکتے تھے

نہ اور بات ہے کہ اس ضمن میں زبان کی بھی اساعت

ہو گئی - یہی صورت سلاطین دہلی کی مسوحت

سے ظہور پذیر ہوئی - ان سلاطین میں سب سے

پہلے ۵۶۹۵/۱۱۷۶ء میں علاء الدین نے دکن

پر لشکر کسی کی اور دیوگری تک جا بھجیا اور

۵۶۹۸/۱۱۷۹ء میں گجرات پر تسلط کر لیا اور

اسی طرف سے صوبے دار مقرر کر دیا۔

علاء الدین کے بعد ۵۷۲۷/۱۱۷۷ء میں

محمد بن علی نے دکن شہر کی آبادی کو دیوگری

(دولت آباد) میں لے جا کر بسا دیا اور تحصیل دو

لاکھ دکن والے دولت آباد میں آباد ہو گئے - ان کے

اس وقت کوئی معتبر ذریعہ نہیں - ان میں سے

متکثر ہے بعض ان کے ہوں، لیکن صدقاً سال سے

لوگوں کی زبان پر رہے ہے ان کے الفاظ اور زبان

میں بہت کچھ بصر آ گیا ہے - سب سے قدیم

حوالہ بلا وحبی کی نصف سب رس (۱۰۵۰ء) میں

ملا ہے - اس میں ان کا یہ دوہا نقل کیا گیا ہے :

پکھا ہو کر میں دلی، سامی سرا چاؤ

مچھ جانی [کا] جسم کیا، سرے لکھیں دو

(سب رس، منظومۂ انجم برقی اردو، ص ۳۰۲)۔

ان کی فارسی مشنوں میں ہندی الفاظ اور حملے

بڑی بے تکلفی سے استعمال ہوئے ہیں، مثلاً بعلی نامہ

(ص ۱۲۸) میں : "براری کتب ہے ہے بر مارا"،

حاصل دہلوی زبان ہے۔

سبح لطف الدین درنا بوش "سلطان الاولیاء

سبح نظام الدین" کے مرید اور حدمہ تھے - حضرت

سبح ناحبس اپنی نصف حرائی رحمت میں لکھتے

ہیں کہ سبح علیہ الرحمہ سہر (دلی) سے سرکی لائے

اور اپنے رہنے کا گھر بنا لے - حب یہ سرکی برانی

ہو جانی نا آندھوں میں اڑ جانی جو دوسری سرکی

لے آئے - ان سے حب نہ لہا کیا نہ آپ مسفل گھر

کوں نہیں بنا لےے جو فرمانا :

ارے ارے نانا ہمیں بھارے

لنا گھر کرےے بھارے

سبح بہاؤ الدین ناحبس نے اپنی اسی نصف

حرائی رحمت میں اپنے مرشد سبح رحمۃ اللہ کے

ملفوظات و ارشادات اور اقوال مسابح سلف بھی جمع

کیے ہیں - اس میں حکم حکم اسے اسعار اور دوے

بھی لکھے ہیں - چند یہاں نقل کیے جاتے ہیں :

(۱) ساحر دعا خدا اس کی بولے

کھاوے حلال اور ساج بولے

فل ہو اللہ کا برحمہ ان الفاظ میں کیا ہے :

(۲) نا آنہ حسا نہ وہ حایا

نا آنہ مائی ناپ کھلایا

انہ ان کی زبان بھی جا پہنچی، جس کے آثار اب بھی دولت آباد اور حلد آباد میں پائے جاتے ہیں۔ اس حیرت انگیز واقعے پر اس زبان کی تاریخ میں ایک نیا باب کھول دیا۔

اس زبان کو دو وجوہ سے ایک جداگانہ اور خاص حیثیت حاصل ہو گئی: ایک۔ تو یہ نہ وہ لوح ہی ہے فارسی حروف اور رسم خط میں لکھی جائے مگر دوسرے یہ کہ اس پر بھوڑی مدب بعد وہ دروس بھی اختیار کر لی جو فارسی زبان میں مروج ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ وہ زبان جس پر دلی مرہم بنا دکن میں جا کر ادب و انباء کا درجہ حاصل کر رہی ہے اور وہاں اسے شروع ہونا ہے۔ یہی عہد ہی میں اس د رواج ہو چلا تھا اور وروں طبع لوگ اس سے کام لے لگے تھے۔ اس عہد کی پہلی کتاب معراج العابدین جمعوی جاتی ہے، جو حضرت سید محمد بن یوسف الحسنی دہلویؒ سے منسوب ہے۔ یہ سیح نصر الدینؒ بیاض دہلویؒ نے مرید تھے اور خواجہ بندہ نوارؒ کسو درارؒ کے سے مشہور ہیں۔ معراج العابدین میں بے ہی بندہ آباد دکن سے سائے کی تھی۔ معجزے اس وقت ہوئے اور انہیں نہ تھا کہ نہ خواجہ بندہ نوارؒ کی تصانیف ہے۔ خواجہ بندہ نوارؒ صاحب تصانیف۔ یہ ہیں۔ ان کی سب کتابیں فارسی یا عربی زبان میں ہیں۔ ان کی اکثر تصانیف اس خاص خط سے لکھی گئی ہیں۔ انہیں کوئی ہندی لفظ، مملہ نظر نہ آتا۔ علاوہ معراج العابدین کے دجھے اور بھی دلی رسالے مثلاً بلاوہ الوحود، ذر الاسرار، ذکر امہ، تمثیل نامہ وغیرہ ملے، جو قدیم اردو میں ہیں اور خواجہ صاحب سے منسوب ہیں۔ احبار الاحبار، نصیف سیح عبدالحقؒ محدث دہلوی اور حوامع الکلم، سید سید حسین المعروف نہ سید محمد اکبر حسینی مرزید اکبر خواجہ بندہ نوارؒ، جس میں حضرت کے

ملفوظات و حالات کا تذکرہ ہے، اس میں کہیں اس باب کا اشارہ تک نہیں پایا جاتا کہ کسی یا قدیم اردو میں بھی ان کی کوئی صنف ہے۔ قریب قریب یہ ہے کہ یہ ان کے فارسی اور عربی رسائل کے ترجمے ہیں، جو ان کے نام سے منسوب کر دیے گئے ہیں۔ اس قسم کی بدعت ہماری زبانوں میں ہوئی آئی ہے۔ ان کا منظوم کلام بھی بعض ماصوں میں پایا جاتا ہے۔ شہار کا لفظ بھی ان کے نام کے ساتھ آیا ہے، اس لیے بعض منظوم احوال، جس میں شہار بطور بخلص استعمال ہوا ہے، انہیں کا کلام سمجھا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض میں بے اپنی کتاب اردو کی ابتدائی سو و جا میں صوفیہ کرام کا کام میں مل کیے ہیں۔ سب سے قدیم حوالہ ان کے منظوم کلام کا ایک برائی مستند ماص میں ملا، جس میں سران حی سمن العشاقؒ اور ان کے بٹے، بونے اور بعض مریدوں کا کلام بڑی احتیاط سے جمع کیا گیا ہے۔ اس کا سہ کتابت ۱۰۶۸ھ۔ ۱۰۷۱ھ میں ان کی ایک عربی بھی ہے، جس کے مقطع میں شہار حسینی آتا ہے۔ اس بناء پر اسے خواجہؒ کا کلام سمجھ لیا گیا، لیکن اس نام کے دو اور بزرگ گروہ ہیں: ایک ملک سرف الدین شہار گھڑانی (م ۹۳۴ھ) اور دوسرے بھانور کے شہار حسینی (م ۱۰۱۸ھ)، اس لیے حمی طور سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ خواجہ بندہ نوارؒ کا کلام ہے۔ زبان بھی اس کی بہت برائی نہیں، البتہ اس ماص میں مقام "ابھنگ" میں بن مصرعوں کا ایک مثال ان کے نام سے درج ہے، جو یہ ہے:

حضرت خواجہ نصر الدین جسے جنو میں آئے  
جنو کا گھونگھٹ کھول کر مکھ باو دکھائے  
آکھے سید محمد حسینی ہو کا سکھ کھانہ خانے  
اس نظم میں ان کے اپنے پیر و مرشد کا نام بھی ہے اور اس کے ساتھ اپنا پورا نام ہے، اس لیے

صاحبوں نے ہمیں سکون سے یہ پنا لگایا ہے کہہ  
 حوسکے ۸۶۵ سے ۸۶۷ھ تک مصروب ہوئے ہیں  
 ان پر احمد شاہ کا نام ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو  
 یہ مشوی انہیں سیں میں بصف ہوئی ہے، بہر حال  
 اس میں شک نہیں کہ سلطان علاء الدین شاہ  
 کے انتقال کے بعد اس کے کسی حاشیہ کے عہد میں  
 لکھی گئی ہے۔ اس مشوی کی ریاں میں ہندی عصر  
 بہت زیادہ ہے۔ عربی فارسی لفظ کہیں کہیں  
 آجائے ہیں۔ چونکہ اس کا کوئی دوسرا نسخہ کسی  
 جگہ نہیں، اس لیے دو چار شعر بطور نمونے کے  
 درج لیے جاتے ہیں:-

حمد: گسائیں نہیں ایک دنہ جگہ ادھار  
 سروسر دنہ جگہ نہیں دیسار  
 جہاں بھو نکویے نہاں ہے نہیں  
 بعد:- نہیں ایک سا حا گسائیں اسر  
 سری دوی بن جگہ پورا دتہر  
 اہولک مکب سیں سسار کا  
 لرے کام سردھار کرناں کا

لیکن اس ریاں کے ساتھ ساتھ بعض مصرعے یا شعر  
 ایسے صاف ہیں کہ وہ آج کل کی سی ریاں کے معلوم  
 ہوئے ہیں مثلاً:

- (۱) سانا کھرا ات بندہ وب دون
- بھونا کہوں اور کس کون کہوں
- (۲) گواوے کہیں اور ڈھونڈے کہیں
- بہ پاوے کہیں ڈھونڈے بن کہیں
- (۳) بظامی کہیں ہار حسن یار ہوئے
- سہار سن بھر گفتار ہوئے
- (۴) نہ ناسی دھروں نہ تواسی دھروں

(آج کل کی ریاں میں "ناسی تاسی" کہتے ہیں)۔

جہاں تک موجودہ تحقیقات کی دسترس ہے  
 اس سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ اگرچہ دکی  
 اردو کی سب سے قدیم کتاب بظامی کی مشوی ہے

یہ قیاس کرنا بیجا نہ ہوگا کہ یہ خواجہ صاحب  
 کا کلام ہے۔ جوامع الکلم میں خود خواجہ  
 صاحب کی ربانی ان کی متعدد عربی مقول ہیں۔  
 ان غزلوں میں وہ اپنا بخلص محمد یا ابوالفتح یا  
 بوالفتح لکھے ہیں۔

اس وقت تک ہم نے قدیم ریاں کے نول چال  
 کے یا مظلوم اقوال پھنس گئے ہیں، کسی مستقل  
 کتاب کا ذکر نہیں آیا۔ مستقل کتابیں ایک مذہب  
 کے بعد تحریر میں آئیں۔ اگر معراج العائیں سے  
 قطع نظر کی جائے تو دہلی اردو کی سب سے قدیم  
 کتاب مشوی بندہ راو و ہدم راو ہے۔ مصنف  
 کا نام نعرالدین بظامی ہے، جس کا اظہار اس سے  
 اس نظم میں لکھی جگہ دیا ہے۔ صحیح سہ  
 نصف معلوم نہ ہو سکا، لیکن اس قدر یقینی ہے  
 کہ یہ کتاب سلطان علاء الدین شاہ ہمیں بن  
 احمد شاہ ولی کی وفات کے بعد لکھی گئی ہے۔  
 بعد کے بعد ایک عنوان ہے "مدح سلطان علاء الدین  
 ہمیں سور اللہ برمدہ"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے  
 کہ اس وقت سلطان علاء الدین کو مرے ربانہ  
 عرصہ نہ ہوا تھا۔ سلطان علاء الدین بن احمد شاہ  
 ۸۳۸ھ میں بعبش ہوا اور ۸۶۲ھ میں انتقال  
 فرما گیا۔ اس کا فرزند اور حاشیہ ہمایوں شاہ تھا،  
 جو ۸۶۵ھ میں فوت ہو گیا۔ ہمایوں کا حاشیہ  
 اس کا فرزند بظام شاہ ہوا۔ اس کا دو سال بعد ۸۶۷ھ  
 میں انتقال ہو گیا۔ مدح سلطان کے یہ اشعار قابل  
 غور ہیں:-

شہسہ سرا شاہ احمد کسوار  
 پربہال سسار کرناں ادھار  
 دھیں باج کا کون راجا ابھگ  
 کور شاہ کا شاہ احمد بھگ

سلطان علاء الدین کی اولاد اور اس کے  
 جانشینوں میں کسی کا نام احمد شاہ نہ تھا۔ بعض

لیکن اس میں شک نہیں کہ اس زبان کو مستقل  
خود بر ادبی صورت میں سنسن کرنے کی فصیلت  
گجرات کو حاصل ہے اور یہ فصیلت اسے صوفیہ  
رہ کی بدولت نصیب ہوئی۔

مسلمان ملاطین میں سب سے پہلے علاء الدین  
خجندی سے دکن پر حملہ کیا اور ۱۲۹۶ء میں  
گجرات پر تسلط کر لیا۔ اس وقت سے اس علاقے  
کے صوبے دار دلی کی سلطنت کی طرف سے مقرر ہو کر  
رہے۔ صوبے دار کے ساتھ لاو لسنکر، محنت  
سہور، ساگرد سنہ، ملا، میں، مصاحبین وغیرہ،  
بک کر جماعت ہوئی تھی اور ان کے لواحقین  
رہے۔ عیال بھی ان کے ساتھ ہوئے تھے۔ یہ  
درے سار و سامان کے ساتھ دلی کی زبان بھی  
سے ساتھ لائے تھے۔ گویا دلی کا اثر اس علاقے  
پر "سرو" کے وقت سے چلا آ رہا تھا۔

دہلی کے حملے کے بعد جب دلی کی حکومت  
میں ضعف پیدا ہوا اور صوبے دار طفرحان نے مظہر شاہ  
پر قبضہ اختیار کیا تو ۱۸۰۶ء میں گجرات کی  
موجودہ حکومت قائم کر لی جو شمالی ہند سے سرفراز  
ڈاکٹر بڑی تعداد ہجرت کر کے گجرات آ گئی۔  
اس نے کچھ ایسے بزرگ بھی لیے جو علوم طاهر  
میں اعلیٰ عالم اور صاحب عرفان تھے، چنانچہ سچ  
نہتو (م ۱۸۴۹ء) اور حصر قطب عالم [اس  
حدود جمہایان بخاری] (۱۹۰۷ء تا ۱۸۵۰ء) خاص  
مور قابل ذکر ہیں۔ ان کے اقوال میں انہی  
سب اردو کی ابتدائی سو و نامین صوفیہ کرام کا کام  
پر نقل کر چکا ہوں۔ اس زبان میں ان حضرات کی  
ذاتی مستقل تصنیف و تالیف نہیں، لیکن ان کے  
سردوں میں بعض ایسے بزرگ ہیں جن کی مستقل  
تصانیف اس زبان میں پائی جاتی ہیں۔

ان میں ایک قاضی محمود دریائی ہیں،  
جن کا شمار گجرات کے اولیاء اللہ میں ہے۔ ان کے

کلام کا مجموعہ قلمی صورت میں موجود ہے۔ زبان  
ہندی نما ہے، مقامی رنگ صاف ظاہر ہے، گجراتی  
اور فارسی عربی لفظ بھی کہیں کہیں استعمال کیے  
ہیں، کلام کا طور بھی ہندی ہے۔ چونکہ سماع  
کا خاص دوی تھا اس لیے ہر نظم کی ابتدا میں  
اس کے راگ یا راگنی کا نام بھی لکھ دیا ہے۔ ان کا  
مسترب عشق و محبت ہے اور سارا کلام اسی رنگ  
میں رنکا ہوا ہے۔ ان کا کلام (زبان کی احسب کی  
وجہ سے) مشکل ہے، آسانی سے سمجھ میں نہیں آتا۔  
نموں کے طور پر چار شعر لکھے جاتے ہیں، اس سے  
ان کی زبان اور طرز کلام کا اندازہ ہوگا۔

سوں کاحل، سکھ سولا، ناک سوبی، گل ہار  
سس جاؤں نہ اناؤں اپنے پر کروں جو ہار  
(نہی آنکھوں میں کاحل، نہ میں پاں، نا لب میں  
سوبی، گلے میں ہار۔ اس سچ دھج سے میں سر تو  
چھکڑوں، محبت کروں اور سر تو آداب کروں)

کوئی مایلا مرم نہ بدجھے رہے  
باب میں کی کس نہ سوچھے رہے  
(ماتلا: اندر کا مرم: بھند)

دکھ حسو کا کس نہوں اللہ  
دکھ بھریا سب کوئی رہے  
پر دوکھی حک میں کو نہیں  
میں: پر بھی بھر بھر ہوئی رہے

(یعنی اے اللہ! میں اسے جی کا دکھ کس سے  
کہوں) سب کوئی دکھ بھرے ہیں۔ میں نے دنیا  
جہاں میں پھر پھر کے دیکھ لیا۔ کوئی ایسا نہ ملا  
جو دکھی نہ ہو)۔

ایک دوسرے بزرگ شاہ علی جو کام دھمی  
ہیں، جن کا مولد و مشا گجرات ہے، گجرات کے  
کامل درویشوں اور عارفوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔  
شاہ صاحب ٹڑے پائیے کے شاعر ہیں اور ان کا کلام  
نوحید اور وحدت الوجود سے بھرا ہوا ہے۔ اگرچہ



ہے۔ علاوہ خوب رنگ کے ان کا ایک مطلقہ رسالہ بھاوبہد صنائع و بدائع پر بھی ہے۔

یہ صوفی شعراء جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ہندی میں لکھنے کی معدرت کرتے ہیں اور اسی زبان کو "گوچری" یا "گجری" کہتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ دلی سے حو رباں خوب کی طرف کئی ان کی دو ساحیں ہو گئیں۔ دکن میں کئی تو دکنی لہجے اور الفاظ کے دخل ہوئے سے دکنی کہلائی اور گجرات میں پہنچی سو وہاں کی مقامی خصوصیت کی وجہ سے گجری، [گوچری] یا گجراتی کہی جانے لگی۔ زبان در حقیقت ایک ہی ہے، بعض مقامی الفاظ اور محاورات کی وجہ سے یہ بصری ہو گئی۔ آخر میں یہ بصری مت کئی اور دونوں علاقوں کی زبان دکنی ہی کہلائی۔

دکنی زبان کا دوسرا بڑا مرکز بیجاپور تھا، جہاں عادل شاہی سلاطین کی زیر سرپرستی اس زبان کو فروغ ہوا۔

اس زمانے کے ایک صوفی بزرگ امیر اندر عرف سراجی سمن العساق<sup>۲</sup> ہیں، جو متکے میں پیدا ہوئے اور بحکم بر (کمال الدین سنانی<sup>۳</sup>) بھنگر (علاقہ احمد آباد) میں جا کر مقیم ہوئے۔ وہاں سے لیجہ مذہب بعد نعمت علی عادل شاہ اول (۱۵۹۶ء / ۱۵۵۷ء تا ۱۵۸۸ء / ۱۵۸۰ء) بیجاپور میں وارد ہوئے۔ نظم و نثر میں ان کے کئی رسالے ہیں۔ ایک مطلقہ رسالے کا نام حوس نامہ ہے۔ اس میں وہ تصوف و مہرب کی ناسی ایک لڑکی موثر [یا حوسودی] نامی کی ربانی لڑکوں کے حالات کی مناسبت سے بیان کرتے ہیں، مثلاً یہ دیا اس کی سیرال ہے اور عالم آحر اس کا سکا ہے، اس طرح تمام سواری لوازمات، مثلاً ربور بھسا، مہندی لگانا، چرچا کتنا وعبرہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اس میں بحمیتا بوجے دو سو شعر ہیں۔ ایک دوسری نظم خوش نعر ہے۔

وجد و خود کے مسئلے کو معمولی باتوں اور تمشلوں میں بیان کرتے ہیں، مگر ان کے ماں اور الفاظ میں بریم کا رس گھلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ وہ حاضی ہیں اور جدا معشوق ہے۔ نثر نلام ہندی شعراء کا سا ہے اور عورت کی طرف سے خطاب ہے۔ زبان سادہ ہے، لیکن چونکہ پرانی ہے اور عمر مانوس الفاظ استعمال کرتے ہیں اس لیے کہیں کہیں سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے:-

(۱) ہم ری ہا نو دیکھو حسا

ہو رحوں پر ہوسائیں ایسا

سوئے نہیں ہونا وہ ایسا

(۲) اک سمند ساب لہاوی

دھوبوس نادل مسہ برساوی

وہی سمند ہو بوند لہاے

بدنا نالے ہو کر چاے

(۳) ہو ملا گل لاگ رہی ہے

سکھو نہ دکنی بات نہ لہجے

ان کے نلام کا مجموعہ حواہر الاسرار کے نام سے موسوم ہے۔ شاہ صاحب کا سنہ وفات ۱۵۹۳ء / ۱۵۶۵ء ہے۔

ایک اور بزرگ ماں خوب محمد حسنی<sup>۴</sup>

ہیں۔ نہ بھی احمد آباد (گجرات) کے رہنے والے

ہیں۔ ان کا شمار وہاں کے بڑے درویشوں اور اہل

عرفان میں ہے؛ تصوف میں بڑی دستگاہ رہے تھے؛

صاحب تصانیف اور صاحب سخن تھے۔ آپ کی ولادت

۱۵۳۶ء / ۱۵۳۹ء میں اور وفات ۱۵۲۳ء / ۱۶۱۴ء

میں ہوئی۔ تصوف میں آپ کی کئی کتابیں

ہیں۔ سب سے مشہور اور معمول کتاب خوب رنگ

ہے، جس کا سنہ تصنف ۱۵۸۶ء / ۱۵۷۸ء ہے۔

یہ خاص تصوف کی کتاب ہے۔ ماں خوب محمد<sup>۵</sup>

عالم اور سالک ہیں؛ تصوف کی اصطلاحات و نکات

کے ماہر اور بہت اچھے ناظم ہیں۔ انی اس کتاب

کی شرح انہوں نے امواج حوی کے نام سے لکھی

کرنے میں ایسے نہایت بڑا مدد خیال کریں ہیں۔  
ان کی اکثر نظمیں کی بحرین ہندی ہیں اور  
ربان پر بھی ہندی رنگ غالب ہے، البتہ ہندی الفاظ  
اور اصطلاحات کے ساتھ کہیں کہیں فارسی و عربی  
الفاظ اور اصطلاحیں بھی پائی جاتی ہیں، مگر وہ اپنی  
نظموں میں ہندو مسلم دونوں زبانوں و بھاشوں سے

کم لے رہے ہیں۔ اگر ایک دوہے میں یوسف زلیخا کی  
بلمصح ہے تو دوسرے میں سری کرشن جی کے قصے  
کی طرف اشارہ ہے۔ شاہ ترخان اپنی ربان کو گجری  
کہتے ہیں، ("یہ سب گجری کہا ناں")

عادل (عادل علی) بھی اسی زمانے کا شاعر ہے۔  
اس کی نصف ابراہیم نامہ ہے، جو اس نے  
ابراہیم عادل شاہ ثانی کے حالات میں خود اس کی  
مریائیں پر لکھا (۱۲ ۵۱)

اسی عہد کا ایک مشہور شاعر حسن شوقی  
ہے۔ مجھے اس کی دو مثنویاں دستاویز ہوئی ہیں؛  
ایک محفاتی نظام شاہ ناطق نامہ نظام شاہ، جو رستم  
ہے۔ اس میں ثانی کوٹ کی مشہور جنگ کا حال  
سنا گیا ہے۔ یہ جنگ ۱۵۶۳ء/۱۵۶۳ء میں  
ہوئی تھی۔ اس میں دکن کے فرمانرواؤں، یعنی  
علی عادل شاہ، ابراہیم قطب شاہ، نظام شاہ اور  
برہنہ شاہ نے متحد ہو کر وجہانگیر کے راہ راہے  
پر لشکر کشی کی اور اسے شکست فاش دی۔  
دوسری مثنوی، حسن کا نام مریانی ہے، سلطان  
محمد عادل شاہ سلطان کی سادی سے متعلق ہے۔ اس میں  
سہرگشت اور حشوں کی دھوم دھام اور میرانی  
اور مہمانی کی نساں و شوکت کا ذکر ہے۔ ان  
مثنویوں کی ربان قدیم دکنی اردو ہے، مگر سب سے سہل  
ہے۔ بیان میں روانی اور صفائی پائی جاتی ہے۔  
شوقی کی غزلیں بھی مجھے ملی ہیں۔ ان میں بعض  
مسلسل اور مرصع ہیں۔ اگر زبان کی قدامت سے  
قطع نظر کی جائے تو ولی اور اس کے بعد کے اساتذہ کی

حسن میں حوشی سوال کرنی ہے اور میراں جی  
محب دیہے ہیں۔ ایک اور منظوم رسالہ، حسن میں  
محسن پانسو شعر ہیں، مصوف کے معمولی مسائل  
ہے۔ اس میں وہ ہندی میں لکھنے کی وجہ بیان  
کرتے ہیں اور معذرت کرتے ہیں۔ میراں جی کا سہ  
۱۵۹۷ء کے لگ بھگ ہے۔

میراں جی حسن انصاف کے فرزند اور حلیہ شاہ  
رحم الدین خانم اپنے وقت کے بڑے عارف اور صوفی  
رہنما حوش گوساگر تھے۔ یہ علی عادل شاہ و  
۱۶۵۱ء تا ۱۶۸۸ء اور ابراہیم عادل شاہ ثانی  
۱۶۸۸ء تا ۱۷۰۳ء کے عہد کے رنگ ہیں، کیونکہ  
ان کے کلام نکتہ واحد کے ایک "وہماں"  
سہ ۱۶۹۷ء اور انک دوسرے کا ۱۶۷۷ء ہے  
اور ان کی مثنوی ارساد نامہ کا سہ نصف ۱۶۹۹ء  
ہے۔ مجھے ان کی متعدد نظمیں اور منظوم رسالے ملے  
ہیں، جن کا ذکر میں نے رسالہ اردو، ماہ حوری  
۱۹۲۷ء، میں کیا ہے۔ ان کی سب سے بڑی نظم  
۱۷۰۱ء (حوری) ارساد نامہ ہے، جس میں محسن اڑھائی  
۷۰ شعرا ہیں۔ ان کی ربان اگرچہ پرانی ہے، لیکن  
اب جی حسن انصاف کے مقالے میں سہل اور سادہ  
سے بعض مقامات پر سادگی کے ساتھ کلام میں  
انہ الفاظ بھی پائی جاتی ہیں، مثلاً:

ہیں حسنی مدھ کو سوچ نہیں  
اور نہ مدھ عشق کو کوچ نہیں  
مے آپ کو کچھو جس کو کو نائیں  
سو کو کچھو جس آپ گوائیں

۱۰۔ لاوہ مثنویوں اور دوسری منظومات کے ساتھ صاحب  
۱۱۔ نہایت سے خیال اور دوہے بھی لکھے ہیں،  
۱۲۔ ایک اچھی خاصی تعداد ہے اور ہر دوہے کے  
۱۳۔ رائے راگی کا نام بھی لکھ دیا ہے۔ خاندان  
۱۴۔ سہ کے برنگ موسیقی کو مساجح ہی نہیں سمجھتے  
۱۵۔ روحانی دوی پیدا کرنے اور روحانی مدارج طے

غزلوں کے مقابلے میں کسی طرح کم تر ہیں۔

سلطان ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں قدیم دکنی اردو کا خاصا رواج ہو گیا تھا اور یہ سرکاری دفاتر میں بھی پہنچ گئی تھی۔ بادشاہ خود بھی شاعر اور موسیقی کا دلدادہ تھا، اسی شاہ پر اس سے ”حکٹ گرو“ کا لقب پایا۔ اس کی مشہور کتاب نو رس فی موسیقی ہے، جس پر ظہوری نے دیسچہ لکھا جو سہ نثر ظہوری کے نام سے مشہور ہے۔ اس کتاب کی زبان ہندی ہے، نہیں کہیں کوئی دکنی لفظ آ جاتا ہے۔

ابراہیم عادل شاہ ثانی کے افعال نے عہد محمد عادل شاہ (۱۰۳۷ تا ۱۰۶۷ھ) بہت تر شٹھا۔ اس کے عہد میں بھی اردو کا رواج برقرار رہا تھا۔ اس عہد کے ہی شاعر فانی دکنی ہیں؛ ایک مقامی (میرا مقام حان) مصنف چندر بدن مہار (۱۰۵۰ھ) دوسرا ملک حوسود مصنف حببت سنگھار (فصلہ بہرام)، ترحمہ حببت بہشت امیر خسرو، سہ نصیب ۱۰۵۵ھ، بسرا رسمی (جمال حان)، جو بہت برکو شاعر تھا۔ اس کی نصف حاور نامہ ایک صحیح رسمہ مشوی ہے، جو چوبیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ فارسی حاور نامہ کا ترحمہ ہے اور اس میں حصرت علیؒ اور ان کے رفقاء کی لڑائیوں کی فرضی داستان ہے، سہ نصف ۱۰۵۹ھ ہے۔

محمد عادل شاہ کے حاسن علی عادل شاہ ثانی (۱۰۶۷ تا ۱۰۸۳ھ) کے عہد میں دکنی اردو کو خوب فروغ ہوا۔ اس بادشاہ نے اردو کی طرف خاص توجہ کی۔ وہ خود بھی بہت اچھا شاعر تھا اور شاہی مجلس کرنا تھا۔ اس کا کلام موحود ہے، جس میں اس کا کلام اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں ہے۔

اس عہد کا سب سے بڑا شاعر نصری ہے، جو علی عادل شاہ کے دربار کا ملک الشعراء تھا۔ وہ

رزم و نرم دونوں میں بد طولی رکھتا ہے۔ اس سے میں مشویاں یادگار ہیں: (۱) گلشی عشق، جو نصری کی سب سے پہلی تصنیف ہے (۱۰۶۷ھ) اور موہر اور مد مالتی کے عشق کی داستان ہے، (۲) علی نامہ، جس میں علی عادل شاہ کی ان حبیبی سہماں کا بیان ہے جو اسے معلوں اور مرہٹوں کے خلاف لڑنا پڑا۔ یہ بڑے پایے کی مشوی ہے۔ اس میں ساحر مے نارنجی واعاب کی محفل، ماطر قدرت کی کتب، رزم و نرم کی داستان اور حکم کا نقشہ جمال فصاحت و بلاغت اور صنّاعی سے لہجہ ہے۔ نصری کی یہ مشوی نہ صرف قدیم دکنی اردو میں بلکہ تمام اردو ادب میں اپنی نظیر نہیں رکھتی (سہ نصف ۱۰۷۲ھ) (۳) نارنج اسکندری، جس میں علی عادل شاہ کے حاشیوں اور عادل شاہی سلطنت کے آخری بادشاہ سکندر عادا، شاہ (۱۰۸۳ تا ۱۰۹۷ھ) کی اس لڑائی کا بیان ہے جو اسے سواحی سلسلہ سے لڑنا پڑا۔ یہ ۱۰۸۶ھ کی نصف ہے۔ نصری کے فصائد بھی بہت پرسکون ہیں اور روریاں، علوی مصامیں اور سوکب لفظی میں بے مثل ہیں۔

شاہ امین الدین اعلیٰؒ نے اسے والد حصرت سرہاں الدین حاسمؒ اور اپنے دادا میراں حسی سمن العنایؒ کی پیروی میں متعدد نظم و نثر کے رسالے تصوف کے مسائل پر لکھے۔ ان کی زبان سہ آسان ہے۔

اس عہد کا ایک بڑا شاعر سید میراں حاسمی گرا ہے، جو مادر زاد اندھا تھا۔ اس کی مشوی یوسف رلتھا بہت مشہور ہے۔ اس نے عربی بھی لکھی ہیں، جن میں ریحی کا رنگ پایا جاتا ہے۔ اس طرح کلام کا لکھنے والا یہ پہلا شخص ہے۔

دکنی اردو کا بيسرا مرکز گولکنڈہ یعنی قطب شاہیوں کا دارالحکومت تھا۔ قطب شاہی بادشاہ علم و ہر کے بہت قدردان تھے؛ بالخصوص اس

ہیں۔ سیف الملوك و ندیع الجمال اسی نام کے فارسی قصے کا اور طوطی نامہ صاء الدین حشی کے طوطی نامہ کا مضمون پرجمہ ہے۔ عوامی کا دیوان بھی موجود ہے۔ وہ بہت خوش گو شاعر ہے۔ اس کی غزلوں کی ریاں صاف اور فصیح ہے۔ اس کے قصیدوں میں بھی سو کب ہائی حابی ہے؛ (۳) اس شاطی، مصنف پھولیں۔ یہ ایک فارسی قصے سانس کا پرجمہ ہے۔ اگرچہ اس نے صنائع بدائع سے خوب کام لیا ہے اور ساری مسوی سرعہ ہے لیکن سادگی اور روانی کو ہاتھ سے نہیں چاہے دیا۔ اس کا سہ نصف ۱۷۱۷ء ہے۔

بہمنی سلطنت کے روال پر اس کے قصے بحرے ہوئے اور نیچ نشی خود بحار سنطین قائم ہوئیں، یعنی قطب شاہی، عادل شاہی، نظام شاہی، عماد شاہی، رید شاہی۔ ان سب حکوموں نے قومی زبان اردو (دکنی) کی ترقی کی۔ نظام شاہی حکومت کا بانی ملک احمد بحری الملقب بہ نظام الملک (۸۹۵ تا ۹۱۴ء) ہے۔ اس کے زمانے کے ایک شاعر کا نام گاہے، جس کا تخلص اسرف ہے۔ اس کی مشوی نو سر ہار سہدائے کربلا کے نام میں ہے۔ اس کتاب کا سہ نصف، حسا کہ خود اس نے لکھا ہے، ۱۷۹۰ء ہے:

بازاں جو بھی نارنج سال  
بعد از بی ہجرت حال  
نو سو ہوئے اگلے نو  
یہ دکھ لکھا اشرف تو

اگرچہ یہ مشوی دکنی اردو کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتی ہے اور بہت قدیم ہے لیکن اس کی زبان سادہ اور سہل ہے اور دوسری دکنی کتابوں کی طرح، جو بعد کی اور بہت بعد کی ہیں، مشکل اور سہت نہیں ہے۔ اس میں ٹھیٹھ دکنی الفاظ اور ہندی مسکرت کے مشکل الفاظ نہیں ہیں۔

حاندان کے پانچویں نادرشاہ سلطان محمد علی (۱۷۸۸ء / ۱۷۸۸ء تا ۱۸۰۲ء / ۱۸۱۱ء) کے عہد میں سنک بے حوش حالی میں اچھی ترقی کی اور علم و فن اور شعر و ساعری کا خاصا چرچا رہا۔ نادرشاہ حمد بڑا شاعر تھا۔ اس کا کتاب بہت صحیح ہے۔ وہ بہت پرگو اور قادر الکلام شاعر ہے۔ غزل کے علاوہ اس نے قصیدے، مثنویاں، مرثیے وغیرہ بھی لکھے ہیں۔ متعدد قصیدے اور مسنون مظاہر قدرت، بیرون، رسم و رواج، موسموں، مہووں اور انیسوں اور محلوں وغیرہ پر لکھی ہیں۔ محمد علی کا سلام بہت قدیم ہے، لیکن اگر زبان کی مداہت سے قطع نظر کی جائے تو اس کے کلام میں وہ سب معانی موجود ہیں جو بعد کے نامور شعراء میں بانی حابی ہیں۔ اس کا مسند کتاب (مرتبہ ۱۸۰۲ء) لکھنؤ میں ضرور برسر ہوا ہے اردو کے علاوہ فارسی کلام بھی ہے، اکثر غزلوں میں ہندی اسلوب میں لکھا جاتا ہے۔

اس کا بھتیجا اور حاسن محمد قطب شاہ (۱۸۰۲ء تا ۱۸۲۵ء) بھی، جس نے سلطان محمد علی صاحب مرتب کیا ہے، شاعر تھا اور ظل اللہ تخلص کرتا تھا۔ محمد قطب شاہ کا فرید اور حاسن صاحب اللہ قطب شاہ بھی شاعر تھا۔ اس کا دیوان بھی موجود ہے۔

قطب شاہی عہد کے دس شاعر خاص طور پر یاد ہیں: (۱) وحشی، مصنف قطب مسری (۱۸۱۱ء) یہ نظم دکنی اور ادب کی ابتدائی مسودوں میں بڑی پایے کی ہے۔ یہ دربدہ محمد علی شاہ کی داستان عشق ہے، انجمن ترقی اردو کی سے سائے ہو چکی ہے۔ اس کی دوسری تصنیف سن ۱۸۱۷ء میں دکن آگے آئے گا؛ (۲) عوامی، اس کی دو مثنویاں سیف الملوك و ندیع الجمال (۱۸۰۰ء) اور طوطی نامہ (۱۸۰۹ء) بہت مشہور

کو بھی دلی کی رباں سے فیض پہنچا۔ ولی غزل کا شاعر ہے۔ قدماء کی رباں میں جو کرختگی اور ناہمواری تھی وہ ولی کی رباں میں نہیں۔ اس کی رباں میں لوج اور لطاف اور بیاں میں لذت اور روانی پائی جاتی ہے۔ تصوف کے لکڑے اس کے کلام میں دردِ مہدی پیدا کر دی ہے۔ اس نے فارسی اور ہندی الفاظ کا موروں مناسب قائم رکھا ہے۔ اگر وہ بہت بلند پروازی نہیں کرنا تو پسی کی طرف بھی نہیں جاتا۔

دکن میں ولی کے ہم عصر اور بھی کئی شاعر تھے۔ ان میں صرف چند قابل ذکر ہیں : (۱) امین گجراتی، مصیب یوسف رلیجا (۱۱۰۹ھ) (۲) قاضی محمود بحری، جس کی منسوی سر لکھی دکن میں بہت مقبول ہوئی اور بارہا طبع ہوئی۔ ان کے کلام بھی ہے، جس میں غزلوں کے علاوہ ایک مثنوی ہنگام ہے۔ بحری نے سراب کے بجائے لفظ سنگ استعمال کیا ہے۔ ان کا کلام بڑے پائے کا ہے۔ (۳) وحید الدین وحیدی، جس کی مثنوی بھی ناہا (۱۱۳۱ھ)۔ مرحمتہ منطوق الطیر، بہت مشہور ہے۔

سمالی ہند میں اردو ساعری کا آغاز محمد شاہ نادرشاہ (۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۹ء تا ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء) کے وقت سے ہوا ہے۔ ولی کا دیوان دلی میں پہنچا تو سرل گوئی کا چرچا شروع ہو گیا تھا۔ شاہ سارک آبرو (۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۰ء)، شاہ حاتم (۱۱۱۱ھ / ۱۶۹۹ء تا ۱۱۲۰ھ / ۱۷۰۹ء)، سرف الدین مصموں (۱۱۵۸ھ / ۱۷۴۵ء)، سید محمد ساکر ناہی، وغیرہ نے اسی رنگ میں غزل گوئی کا آغاز کیا۔

اس عہد میں حواحد میر درد (۱۱۳۳ھ / ۱۷۲۱ء تا ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۴ء) اپنے کلام اور بررگی کی وجہ سے مہار حشیش رکھتے تھے۔ ان کے کلام اپنی خصوصیت کی بنا پر اردو ادب کی تاریخ میں خاص مقام رکھتا ہے۔ اگرچہ فارسی اور ہندی

برید شاہی حکومت کا بانی قاسم برید تھا۔ اس نے اپنا دارالحکومت بیدر قرار دیا، جو بہمی سلطنت کا بھی دارالخلافہ تھا۔ اس کے فرزند امیر برید کے عہد میں ایک شاعر شہاب الدین قریشی گزرا ہے۔ اس کی کتاب بھوگ بل، جو کوک ساستر کا ترجمہ ہے، امیر برید کے نام سے منسوب ہے :  
اے شہر بیدر سچا محبت گاہ  
کہ شہا امیر شاہ سا نادرشاہ  
کتاب کے آخر میں سہ نصف (۱۰۲۳) بھی بیان کر دیا ہے :

ہزار اور بیوس بھی سال حب  
کنا میں مرتب سو خوش حال سب  
گجرات و دکن میں اردو کی برونج و فروع کا یہ نہ لہر شہشاہ عالم گیر اورنگ زیب کے عہد تک پہنچا ہے۔ ایک سرسری نظر ڈالنے سے یہ بات صاف معلوم ہوگی کہ سدریچ ہندی کے عربی، ناملائم اور نامانوس الفاظ کثرت ہوئے گئے اور عربی فارسی الفاظ بڑھتے گئے، حتیٰ کہ ولی دکنی (گجراتی) کے کلام میں ہندی فارسی الفاظ کا مناسب توازن نظر آتا ہے۔ یہ ہونا لازم تھا، کیونکہ اردو ساعری کی تمام اصناف فارسی کی مڑھوں سے ہیں اور ان کے ادا کرنے میں بھی فارسی کی فہم کی گئی ہے، اسی لیے اب تک اردو ساعری پر فارسی ساعری کا رنگ چھایا رہا۔ عہد عالمگیر کے آخر زمانے میں اردو ادب کا ایک نیا دور شروع ہوا ہے۔ ولی دکنی کا انتقال شہشاہ عالم گیر کی وفات کے ایک سال بعد ۱۱۱۹ھ میں ہوا۔ اس سے چند سال پہلے (۱۱۱۲ھ میں) وہ دلی آنا بواہلِ دوں اس کا کلام سن کر بہت معطوب ہوئے اور وہ رنگ اسکا مقبول ہوا کہ وہاں کے موروں طبع حصرات نے اسی طور میں غزل گوئی شروع کر دی۔ اس سے قبل شمالی ہند میں کوئی غزل گو شاعر نہیں پایا جاتا۔ ولی

وہ عزل کے نادشاہ ہیں۔ اردو کا کوئی شاعر اس میں ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ تمام ناکمال شعراء نے انہیں اسنادِ عزل مانا ہے۔ ان کی بعض مثنویاں بھی بڑے پایے کی ہیں۔ وہ بہت بلند سیر کے شخص تھے۔ خودداری اور بے ساری انہماک کو پہنچ گئی تھی اور اسی وضع سے ساری حیرت و شہادت کے زمانے میں شعر و سخن کی پہلی سی قدر اور سرپرستی نہ رہی تو دلی کی ساری رومی آنکھوں آ گئی۔ میر صاحب بھی نواب آصف اندولہ کی طلب پر آنکھوں چلے آئے

ان کے ہم عصر سودا (۱۲۵۰ھ/۱۸۳۲ء [۱۸۱۰ء تا ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۰ء] کو وہ مرتبہ حاصل نہیں۔ ان کے دیوان میں بھولوں کے ساتھ کائنات بھی لٹے ہوئے ہیں۔ وہ مصاحب اور درباری تھے، اپنے مزاج پر قابو نہیں رکھتے تھے، اکثر اوقات خواہ مخواہ جھگڑے مول لے لیتے اور لمبی لمبی ہجوئیں کہتے تھے، لیکن باوجود اس کھڑکے جو انہوں نے اچھالی ہے وہ بہت فادر الکلام شاعر تھے اور ان کا شمار اردو کے اول درجے کے ناکمال اساتذہ میں ہے۔ اردو زبان میں ان کے فصائد اپنا حوالہ نہیں رکھتے۔ ان کے کلام میں سکون، سادگی میں قدرت اور وسعت نظر نائی جاتی ہے۔ وہ ہر صفت سخن پر قادر تھے۔

میر حسن (م ۱۲۰۱ھ/۱۷۸۶ء) اپنے زمانے کے رسوم و عادات کے مصور ہیں۔ وہ ہر چہرہ کو صحیح طور سے اور اصلی رنگ میں دیکھتے ہیں۔ وہ حقیقت نگار ہیں۔ ان کی مشہور مثنوی سحرالنبی میں قدرتی مناظر اور انسانی جذبات دونوں کا بیان موجود ہے، میر حسن بیاں اور لطیف زبان بدرجہ کمال پایا جاتا ہے۔ اردو زبان میں یہ مثنوی بہت مقبول ہوئی اور اپنا حوالہ نہیں رکھتی۔ اس نظم کا قصہ قدیم طرز کا ہے۔

انے اثر سے تصوف اردو شاعری میں پہنچ گیا تھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اردو زبان میں صوفیانہ شاعری کا حق خواجہ صاحب ہی نے ادا کیا ہے۔ ان کا تصوف عطار و سائے سے ملتا ہے نہ کہ صراط و حاتم سے۔ ان کا طرز بیان بالک، صاف، روان، بہتہ ہے اور دائیں سے حالی نہیں۔ ان کا شمار اس وقت کے اولیاء اور عارفوں میں ہوتا ہے۔ ان کے دیوان میں بھی عرفان و معرفت کی نمایاں جھلک دیکھی جاتی ہے۔ وہ بڑے خوددار اور اعلیٰ سربلندی پر گئے تھے۔ حب دلی پر یہ نہ بے آفتاب ناز ہوئیں اور شعر و سخن کا کوئی سرپرست نہ رہا تو میرا یہ عظام دلی کو حیرت کہے پر محو ہوئے مگر خواجہ صاحب کے ہائے استقامت میں لغزش نہ آئی۔

میر اردو کے کمال کا زمانہ مرتبہ میر (۱۲۵۰ھ/۱۸۳۲ء [۱۸۱۰ء تا ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۰ء] کا زمانہ ہے۔ میر کی شاعری میں ان کی زندگی کا عکس نظر آتا ہے۔ ان کے والد ایک گوشہ نشین، متوکل درویش تھے۔ ان کی نوعمری کا بڑا حصہ سب و زور دوسوں کی صحبت میں گزرا۔ دس گیارہ برس کی عمر میں وہ سیم ہو گئے اور بلندی معاش میں دلی سے آکر آئے۔ اس وقت معلوم کے اقبال کا شمار تھا، رہا تھا۔ نادر شاہ کی یورس کے بعد احمد شاہ - رائے کے حملوں اور مرہٹوں اور حاکموں کی غارتگری کے بعد مطلب کی بھی سبھی وقعت خاک میں ملا دی تھی۔ ان تمام واقعات کا اثر میر کے دل پر بہت گہرا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں درد و یاس، درد و الم اور سوگند و گداز پایا جاتا ہے۔ ان کا کلام عاشقانہ ہے اور جذبات کے اظہار میں خلوص پایا جاتا ہے۔ زبان میں خاص گھلاوٹ، سیریلی، سادگی اور موسیقیت ہے۔ یہ خوبیاں یکجا کسی اور شاعر کے کلام میں نہیں پائی جاتی۔

وہ اس بڑے عظیم کی متعدد زبانیں جانتا تھا۔ اردو زبان کا بہت بڑا ماہر تھا۔ اس پر اس کا کلام اور بالخصوص اس کی کتاب دریائے لطافت سہا ہے۔ یہ پہلی کتاب ہے جو ایک اہل زبان نے اردو صرف و نحو اور لسانیات پر لکھی ہے۔ اگر وہ سہی دربار میں جا کر اپنی ہستی کو نہ کھو دینا تو سودا کی ٹکر کا ہونا اور شاید بعض صورتوں میں اردو کے حق میں بے نظریہ کام کر جانا۔

نظریہ (م ۱۲۳۶/۱۸۳۰ء)، اردو ادب کی تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اس کے ساتھ بہت ناانصافی کی گئی ہے۔ ہمارے شاعروں اور بدترہ نویسوں نے اسے سرے سے شاعر ہی نہیں سمجھا۔ اس کی قدر سب سے پہلے اہل یورپ نے کی، لیکن انہوں نے اور ان کے مقلدوں نے اسے اس قدر بڑھانا جس کا شاید وہ مستحق نہ تھا، تاہم اس میں شک نہیں کہ اردو ادب میں وہ اسی وضع کا ایک ہی شاعر ہے۔ وہ صحیح معنوں میں ہندوستانی شاعر ہے۔ اس میں پاک دلی اور معصومیت کے ساتھ اسکا درجے کی رند مسرہ بھی پائی جاتی ہے، لیکن یہ بے اعتدالی، جو نہیں کہیں آجانی ہے، لطف سے جالی نہیں۔ اگرچہ بعض اوقات شہوانی خواہش اسے گمراہ کر دیتی ہیں، مگر اس کا کمال ہمیشہ اس کا ساتھ دینا ہے، اس کی شاعری شہوانی جذبات کو مستعمل کرنے والی نہیں ہے۔ اس کا بہترین کلام وہ ہے جس میں وہ اپنے دیس کا راگ گاتا ہے اور مرے مرے سے ان چیزوں پر نظمیں لکھتا ہے جس کو بوڑھے بچے، امیر غریب، سب پڑھتے اور سرہ لیے ہیں۔ اپنے وطن کی فطرت کی طرح اس کی طبع رنجیر اور مالا مال ہے۔ اس کی اکثر نظمیں پرندوں اور جانوروں کی (مثلاً ہنس بچارا، رچھ کا بچہ، گلہری کا بچہ) محاورے سے حقیقت کی طرف لے جاتی ہیں۔ یہ دراصل اپنے زمانے کے معاشرے کی

مصحفی (م ۱۲۳۱/۱۸۲۵ء) بہت بڑگو، مشاں اور پختہ شاعر تھے، فن شعر کے نکات پر گہری نظر تھی۔ ان کا کلام آٹھ جلدوں میں ہے۔ سودا کے انداز میں قصیدے بھی بہت لکھے۔ زبان میں صفائی اور روانی ہے اور ہر قسم کے مضمون ادا کرنے پر قادر ہیں۔ ان کے استاد ہوئے میں کچھ شبہ نہیں۔

اب رنگیں (م [۱۸۲۰/۱۸۳۳ء) و اشاء (م ۱۲۳۳/۱۸۱۷ء) کا دور آنا ہے۔ یہ بھی سودا، میر اور حس کی طرح لکھنؤ آئے تھے۔ لکھنؤ اس زمانے میں عشرت پسندی، تکلف اور نمود و نماس کا مرکز تھا۔ یہ رنگ وہاں کے تمدن کے ہر پہلو اور ہر شعبے میں نظر آتا تھا۔ سادگی کی جگہ بناوٹ نے اور فطرت کی جگہ صنعت نے لے لی تھی۔ اسی رنگ میں شاعری بھی رنگ گئی۔ رنگیں رنجی کا موحد ہے، یعنی وہ اس طور کا مانی ہے جس میں سارا کلام غور و غور کی زبان میں اور غوروں ہی کے متعلق ہونا ہے۔ وہ جام ہندی کا مے نوش ہے، مگر اس کا معیار ادبی ہے۔ اس کی شاعری تمام تر شہواب نمسانی سے پر ہے۔ اشاء شہواب نمسانی کا دلدادہ نہیں، مگر بڑا رندہ دل، خوش طبع اور طریف ہے؛ خوب ہنسا اور ہسانا ہے۔ اشاء اردو ادب میں ایک شاندار ٹھنڈ کی مانند ہے۔ وہ سچا شاعر تھا جو زمانہ رواں میں پیدا ہوا، حب کہ عرب نفس اور خودداری کی جگہ علامی نے لے لی تھی۔ اشاء زندگی کو کھل سمجھتا ہے۔ اس کی نظم کا رنگ بہت شوح ہے اور جذبات چھوٹے ہیں۔ وہ فن شعر کا استاد ہے۔ اس میں بلا کی حد اور طبعی ہے۔ اگرچہ اس کے تکلف اور بصفت سے اردو ادب کو ایک طرح سے مصائب پہنچا مگر پھر بھی اس نے بیان میں شکستگی، نارگی اور وسعت پیدا کی ہے۔ اس کا اثر حیر و شر دونوں جانب ہے۔

شاہ نصیر کے شاگرد تھے۔ ان کے بعد ذوق سے مشورۂ سخن کرسیے لگے، جو ان کے دربار کا منک الشعراء تھا۔ ذوق کی وفات کے بعد اپنا کلام مرزا غالب کو دکھائیے لگے۔ ان کے کلام کا اکثر حصہ بھرنی کا ہے۔ نئی نئی زمیں اور نئے نئے قافے اور ردیفیں نکالنے کا بہت شوق تھا، لیکن اکثر اسعار، جن میں اردابِ قلبی کی کیفیت کا ہوا ہے، سوز و گداز اور یاس سے تر ہیں۔ ناساہ رناں کے ناساہ ہیں۔ اپنے اسعار میں، رورمرہ اور محاورہ بڑی خوبی سے نافذ ہوتے ہیں۔ اس کے لیے ان کا کلام سد ہے۔ ناول حالی، ظفر کا جام دیوان رناں کی صفائی اور رورمرہ کی خوبی میں اول سے آخر تک یکساں ہے۔ انہیں تصوف سے بھی بہت لگاؤ ہو گیا تھا؛ چنانچہ ان کے کلام میں صوفیانہ اسعار بھی کثرت سے ملتے ہیں۔

اس مہند کی شاعری بے مرہ اور نقلدی، بھی، جس میں وہی خیالات، وہی الفاظ، وہی ناس ہیں، جو نار نار دھرائی کا چکی ہیں۔ سمیع نظم بچھے تو بھی کہ غالب ایک شعلۂ طور کی طرح نمودار ہوا۔

غالب سادھی حادثات کا تھا۔ اس کی رگوں میں برکی ہوں تھا، جس نے اس کی شاعری میں گرمی پیدا کر دی۔ انہی وہ مکس ہی میں تھا کہ اس نے شاعری شروع کر دی، لیکن اس کا کمال ۱۸۵۷ء کے بعد ظاہر ہوا ہے۔ ۱۸۵۷ء کا انقلاب اگرچہ برقی کا انقلاب تھا، مگر عارف گری بھی تھا۔ اس میں بہت سی وہ چیزیں بھی بناد ہو گئیں جو رہنے کے قابل نہیں۔ مغلہ سلطنت کے جانے سے جو صدمہ غالب کو ہوا اس کا اثر اس کے کلام کے درد و سوز میں پایا جاتا ہے۔

غالب اپنے زمانے سے بہت آگے تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس کے ہم عصروں نے اس کی قدر نہ کی۔

رسوم و عادات پر تنقید ہے۔ اس نے بعض ایسی نصیبیں لکھی ہیں جن میں ہندوستان کے تسوہاروں کے برلطف سماں کھینچا ہے۔ اس نے ہندوستان کے ہوں کا حال حسنِ لطف و خوبی سے لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قدرت کا عاسی ہے۔ اس کا یہ کمال کالی داس سے کم نہیں۔ وہ اپنے اسلوبِ زبان میں بے پروا ہے۔ اس کا کلام عیب سے خالی نہیں۔ ہ مضامین کے انتخاب میں لائالی ہے اور اسے اپنے کی روانی میں کسی چتر کا خارج ہونا گوارا نہیں۔ اس کے کلام سے ظاہر ہے کہ وہ حوام کا شاعر ہے۔

ذوق (۱۸۱۲ء / ۱۸۷۰ء تا ۱۸۷۱ء / ۱۸۷۰ء) فارسی شعراء کے ایک طویل سلسلے کا مغلہ ہے۔ اس کے قصیدے، جو زیادہ تر آخری مغلہ ناساہ کی مدح میں ہیں، اردو رناں میں بڑی سربست رکھیں گے۔ غزلوں کی حالت دوسری ہے۔ اس کی طبیعت عراق کے ماسک نہیں معلوم ہوئی۔ 'رحہ' کے لحاظ سے اس کی غزلیں بے عیب ہیں، مگر ان میں سحریت کم ہے۔ وہ محبت کی برہ اور خوبی سے خالی ہے۔

مومن (۱۸۱۵ء / ۱۸۸۰ء تا ۱۸۶۸ء / ۱۸۸۵ء) ایک عاسی مزاج، لذب کا دلدادہ، جس نے بہت تاجر تھا۔ اگرچہ اس نے قصیدہ، مثنوی و غزل بھی طبع آزمائی کی ہے لیکن اس کا اصل کوجہ۔ غزل ہے، جس میں وہ عشقہ معاملات اور واردات اپنے سے کرنا ہے۔ ان خیالات کے ادا کرنے میں اس نے اکثر لطف پیرایہ اختیار کیا ہے، لیکن اس کے کلام میں سوز و گداز اور اثر نہیں۔ اس کا سبق صادق نہیں۔

سراج الدین بہادر شاہ ظفر آخری مغلہ ناساہ بہت بزرگوں کے تھے۔ ان کے چار صحیفہ دیوان موجود ہیں، بہت سی اصنافِ سخن پر طبع آزمائی کی ہے، مگر در حقیقت وہ غزل کے شاعر ہیں۔ ابتداء میں



مقام حاصل ہو گیا ہے۔

میر انیس کے کلام میں واقعات کرنا ایسے فطری احساس سے ناں کئے گئے ہیں اور شہدائے کرنا کی ایسی تصویر کھینچی گئی ہے کہ ان کی شخصیت زندہ نظر آتی ہے۔ ان کے اسعار رواں اور شاندار ہیں اور اکثر اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی بات چب کر رہا ہو، لیکن ان پر حسرت و یاس کا پردہ بڑا ہوا ہے۔ حضرت امامؑ کے عظیم الشان کارنامہ شعاع کو رزمیہ رنگ میں بلند آہنگی سے بیان کرنے کی جگہ اسے مایوسانہ اور رناتہ طرز میں ناں کیا گیا، [چنانچہ میر انیس کے مرثیوں کی روسی میں] آپؑ میں وہ ناں نظر نہیں آتی جو صداقت و راستی کے [ایک ایسے عظیم الشان] شہد میں پائی جانا چاہئے۔ اس اور دیر دونوں آپؑ کے مصائب و آلام پر غور و غور کی طرح آہ و زاری اور ماتم کر رہے ہیں۔ ان تمام نقائص کے باوجود اس ناں اور اس شعر کا نا کمال استاد ہے۔

لکھنؤ کے روال کا رناتہ رد عمل اور رکاوٹ کا رناتہ ہے۔ اس رناتے کے ساعروں کے حالات میں گہرائی ناں کو نہیں، کوئی حدید حال نہیں، کوئی نئی طرز نہیں، ساعری انہیں پرانے فالوں میں ڈھالی جاتی ہے اور تکلف و تصنع کی بھرمار ہے۔ اس اور ناسخ ف کے استاد ہیں، مگر بڑے شعراء میں شمار کئے جانے کے مستحق نہیں۔ ناسخ کے مقلد اور ساگرد (وریر، رشک، صبا، بحر، امات وغیرہ) شاعر نہیں، صلع جگہ ناں ہیں۔ ان کی ساعری کا دار و مدار محض الفاظ کے الٹ پھیر، رعایب لمطی، رور مرہ کی ہامال ششپوں اور استعاروں پر ہے اور انتدال کی طرف مائل ہے۔

دیا سکر رسم کی مشوی ساعرانہ صعب کے کمال کا نمونہ ہے، لیکن رعایب لمطی کا حظ عیب تک پہنچ گیا ہے۔ سوق کی مشویاں اس رناتے

عالم کے کلام سے اردو کی حدید شاعری کی داغ بیل پڑی ہے۔ اس میں حدب و تحیل کا رور اور ایسی بلند پروازی ہے جو اردو کے کسی شاعر میں نہیں پائی جاتی۔ عالم کی بدولت اردو شاعری میں فلسفے کا ذوق پیدا ہوا، جس سے وہ اب تک محروم تھی۔ فلسفہ و تصوف اور سور و گدار بے مل کر اس کے کلام میں ایک عجیب رنگ پیدا کر دیا ہے۔

عالم کی طرز مرصع اور دل نشیں ہے۔ اس کا ایک قص بہ ہے کہ اکثر اوقات اس کا ادا رادا فارسی رنگ میں ڈونا ہوا ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ حنا دینا بھی لازم ہے کہ اس کے حالات کی برکت اور حدب کسی آسان طرز میں ادا نہیں ہو سکتی تھی، لیکن جہاں کہیں اس نے صاف شعر لکھے ہیں وہ اسکا درجے کے سہل متع ہیں۔ عالم نے اردو شاعری میں ایک نئی روح پیدا کی، جس میں آئندہ کی حدید شاعری کا ہیولی موجود تھا۔ وہ بہت زندہ دل، طریف، خوب صورت اور شاندار شخص تھا؛ دہلی میں ۱۸۶۹ء میں انتقال کیا۔

مردوں پر رونا اور آنسو نہانا دنیا کی ساعری کی ایک قدیم طرز ہے، لیکن مسلمانوں کی المہ ساعری نالخصوص امام حسینؑ کی شہادت سے مسوب ہے۔ ایران میں اس واقعے پر بہت سے مرتبے لکھے گئے ہیں؛ چنانچہ محشم کاسی کی نظم [ہفت بند] بہت مشہور ہے۔ محشم ایرانی تھا۔ اس کے اطہار عم کا طریقہ غور و غور کا سا ہے۔ اسی کی بلند ہدوستان کے مرثیہ گو ساعروں نے کی۔ ان میں سے انیس (۱۸۰۲ تا ۱۸۷۴ء) اور دیر (۱۸۰۳ تا ۱۸۷۵ء) محشم کاسی سے سبق لے گئے ہیں، لیکن ان کے مرثیوں میں بھی مردانہ نہیں ہے، [ناہم] جس بیان و رباں اور مذهب کے حوٹے نے ان مرثیوں کی قدر و مرلت بہت بڑھا دی ہے اور اس وجہ سے اردو ادب میں مرثیے کو ایک خاص

دوسری تھی۔

حواہ الطاف حسین حالی (۱۸۳۷ء/۱۲۵۳ھ) پانی پت میں پیدا ہوئے، جہاں ہندوستان کی بنیاد پر فیصلہ کن لڑائیاں ہوئیں اور سلطنتوں پر نکتا کھایا۔ ان کا لڑکپن اور جوانی دہلی میں بسر ہوئی۔ یہ مغلیہ سلطنت کے زوال کا زمانہ تھا۔ اس میں سیاسی اور معاشی تبدیلیوں کا ہونا ناگزیر تھا۔ مغلیہ سلطنت کے اعمال کا سورج انہوں نے اسی آنکھوں ڈوبنا دیکھا تھا۔ ان تمام واقعات کا ان کے قلب پر گہرا اثر ہوا۔ ادبی قص انہیں سیمہ کی صحبت اور غالب کی سالاری سے سمجھا۔

ان کی اسدائی شاعری عام طور کی بھی، لیکن ادب اثر ہے ان کی شاعری کا روح فطرت پسندی (محلول ارد) اور حقیقت نگاری کی طرف بھر دیا۔ ان کی فومی اور اخلاقی شاعری علی گڑھ تحریک کا مددگار ہے۔ سر سید احمد خاں کی تحریک سے ایک نیا ایک جدید سہدب کا دور شروع ہوا، جس نے مسلمانوں کی دماغی زندگی میں ایک نئی روح بھونک دی۔ حالی نے ان جدید حالات کا گت ڈیا۔ اسلامی حکومتوں کے زوال پر [ان کی شاعری میں] ایک عجب و عرب درد پیدا کر دیا تھا۔ انہوں نے اس ٹھوٹے ہوئے عظم و حلال آنو دلی سورہ گذار اور درد سے بنا کر لیا ہے۔ انہوں نے اپنے مسدس مد و حرر اسلام میں تاریخ زمانہ گرسہ ہی کہہ رہے ہیں کیا بلکہ ہندوستانی مسلمانوں کی فومی زندگی کا مرقع بھی حیرت انگیز صفائی سے بن کر لیا ہے۔ اگرچہ ان کی شاعری کی بنیاد ایک روال ناقتہ قوم کی گہری آوار مایوسی پر ہے، جسے بڑھ کر بے اختیار دل بھر آتا ہے، مگر وہ اسے پھر سے سانا اور تعمیر کرنا بھی چاہتے ہیں۔

حالی اگرچہ انگریزی زبان کے ادب سے واقف

کے عیاشانہ معاشرے کا خاکہ ہیں، جس کا اصل مسیح واحد علی شاہ کا رنگیلا دربار ہے۔ اس میں تنک نہیں کہہ ان مثنویوں کی زبان کی صفائی۔ یہ ساحتہ پس اور محاورے اور بول چال کی خوبی دلی داد ہے، لیکن شاعر خوش فہم و دلیرانہ رہا۔ اس کا سحر ہے اور سون کا سحر ہے

داع اور امیر سبائی کے بعد میر تقی کی قیام (۱۸۶۱ء) شاعری کی ساد ڈھے گئی۔ دونوں کا سبب سبستی کی طرف مائل ہے۔ یہ اس پر ہر روایت نے عدم بردار میں جس کی ساری کوسوں نے ابر جوئی جوئی خوش نمائند ہیں۔ رف ہوئی بھی کہ داع زبان کا بہت بڑا استاد ہے۔ اس کی زبان سادہ کی، روانی اور بے سادہ میں اور اس میں سہر حال حیرت انگیز ہے۔ اس نے اردو کو روایت محاورات اور سوج اسلوب بیان سے والا مال کر لیا ہے۔ یہ باب داع پر حتم ہے۔ اس کا اثر اس کے نام عصر شاعروں پر بھی ہوا۔

ادب اردو ادب نے محض ہمسحر اور نقالی کا دور اختیار کر لیا تو مذاک کی دماغی زندگی پر غور کا بڑا شروع ہوا۔ یہ ہندوستانی طوائف کے بے مبالغہ کی نئی دنیا بھی۔ برانی روایات دل میں۔ [جدید سائنس کی بدولت جمال آرائی کی جگہ سادہ نگاری نے لے لی]۔ مذاہب سچ کے اصولوں میں اس نے پیدا ہو گا۔ مستمع و مقلد ان کے بجائے سادہ زبان و زبانہ کے بجائے مردانہ بن اور خود اپنے ہی پیدا ہو گئی

اس عہد کی ایک ممتاز ہستی محمد حسن (۱۸۹۰ء) ہیں۔ یہ پہلے شاعر ہیں جنہوں نے حب کی اُلتی ہوئی شراب سے ادا جام بھرا۔ وہ ان کے محقق اور مستمع شکر کے استاد تھے، مگر وہ بڑے شاعر نہ تھے۔ وہ صرف مثنی کی موریں سانا جاتے تھے۔ ان کے ہم عصر حالی کی حالت بالکل

انہوں نے علی گڑھ تحریک کو بھی نہیں بخشا۔ علی گڑھ اور سرسید احمد خان تو گویا ان کے مزاج و طرز کے خاص مدد تھے۔ انہیں اندیشہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یورپ کی مادیت کا سلاب اسلام اور اسلامی ثقافت کو لے ڈوبے۔ ہر نئے خیال اور جدید تحریک کو وہ بدگمانی کی نظر سے دیکھتے اور ان کے مانگوں اس کی بڑی کٹ بستی۔ انہیں خصوصاً ان سنگ نظر ہندیوں سے سخت نفرت تھی جو اندھا دھند اہل یورپ کی قالی کرتے تھے، اگرچہ خود ان کی نظر بھی محدود تھی، نئے خیال سے بدلتے اور مذہب کے نام پر ان کا مصحکہ اڑاتے تھے۔ ان کا اسلوب بیان بہت ستھرا، پر لطف اور پر مزاج ہے۔ ان کی طرز بڑی گہری اور کاری ہوئی ہے اور اس وجہ سے وہ بہت مقبول ہوئے، لیکن یہ مقبولیت اب کم ہوئی جا رہی ہے، کیونکہ ان کے اس قسم کے کلام کا معتدہ حصہ وقتی تھا، اب اس کا ڈنک نکل گیا ہے۔

شاعری کے اس جدید دور میں ہیں شخصیتیں دوسروں سے الگ نہایت بلندی پر نظر آتی ہیں۔ غالب، حالی اور اقبال۔ ان تینوں کے کلام نے مردہ شاعری میں انقلاب پیدا کیا۔ غالب نے اگرچہ کوئی نئی راہ نہیں نکالی، لیکن ان کی حدب فکر، بلندی تحیل اور سماں کی شومی نے پرانی شاعری میں حان سی ڈال دی۔ نواحود رندہ دلی کے ان کے کلام میں یاسیت چھلکتی ہے۔ اس کے بعد ہی زمانہ بدلتا اور اس کے ساتھ ہماری شاعری بھی بدل جاتی ہے اور حالی نے نو آکر ہماری شاعری کا رخ یکسر موڑ دیا۔

اقبال [۱۹۳۸ء] میں گو غالب کی سی بلند پروازی تحیل اور حالی کا سا سور و گدار نہ ہو لیکن ان کے کلام میں جو ولولہ، حوش اور تحلیقی قوت ہے وہ کسی دوسرے شاعر کے کلام میں نہیں پائی جاتی۔ اگرچہ انہوں نے ترکی تہذیب، جمہوریت،

نہ تھے، تاہم وہ ان چند لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے نواحود سماں نہ جانے کے بساط بھر انگریزی خیالات و ادب کی ایک گونہ ترجمانی کی ہے۔ انہوں نے اردو ادب میں ایک نئی جاں ڈال دی۔ شاعری حالی کے لیے صداقت کا جذبہ ہے، یہاں تک کہ بعض اوقات صداقت کی خاطر وہ فن کے حسن سے بھی دست بردار ہو جاتے ہیں۔ وہ زندگی کے نڑے نقاد ہیں۔ ان کی رہاں پاک، صاف اور پر اثر ہے۔ نول چال کے وہ سادہ، اچھوئے، حاندار الفاظ جن کی اس وقت تک دربار میں رسائی نہیں ہوئی تھی انہوں نے اپنی نظمیں میں بڑی خوبی سے استعمال کئے ہیں۔ انہوں نے اپنی قوم کی بے رہاں سوریوں کی حمایت بڑی دردمندی سے کی ہے، چنانچہ مساحات سوہ ان کا دوسرا شاہکار ہے، جو انسانی سادہ اور ایسی زباں میں ہے جو اس موضوع کے لیے خاص طور پر موزوں ہے اور اس قدر بردرد اور دل گدار ہے کہ اسے پڑھ کر سب سے سب دل بھی پسچ جاتا ہے۔ چپ کی داد ان کی ایک دوسری نظم ہے، جس میں اپنے ملک کی عورت کی عصمت، سراف اور بے بسی کو عجب انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ مرثیہ اردو میں شہد کربلا کے لیے مخصوص تھا۔ حالی نے قوم کی بعض برگزیدہ ہستیوں کے ایسے مرثیے لکھے ہیں جن کی طیر ہماری زباں میں اس سے پہلے نہ تھی۔ غالب کا مرثیہ اردو ادب میں شاہکار کا درجہ رکھتا ہے اور حکیم محمود حان کا مرثیہ گویا دلی کا مرثیہ ہے۔

معربی خیالات کے بڑھے ہوئے سیلاب کو دیکھ کر، جو قدیم روایات کو بہانے لیے جا رہا تھا، اکبر الہ آبادی (۱۸۴۶ تا ۱۹۲۱ء) نے مشرقی تہذیب و روایات کی حمایت میں اپنی آوار بلند کی اور اپنی طرز و توضیح کے رہیلے تیر یورپ اور اس کی فضولیات کے پرستاروں پر برساتے شروع کئے۔

شاعر مشرق کے خطاب کے مستحق ہیں۔  
اقبال کی شاعری کا اثر بعد کے اردو شاعروں پر  
بہت کچھ ہوا۔ وہ ان کے خیالات ہی سے متاثر  
نہیں ہوئے بلکہ الفاظ اور تراکیب بھی اسی قسم  
کی استعمال کرتے لگے۔

عزل اپنی رعنائی، حسّی سادگی، سکھ،  
رسم اور انشائیہ کی وجہ سے ہماری شاعری پر  
چھائی ہوئی ہے۔ اس کا سداں حس و عشق ہے۔  
اگر کوئی اور بات بھی کہا ہوگی ہے تو اسی کی  
سوں چال اور اشاروں میں کہا پڑی ہے۔ عزل کا  
قدم اسلوب داغ پر حتم ہو جاتا ہے۔ حالی کی تنقید  
بے اسے ایک طرف تو انتہا و پستی سے بچایا اور  
دوسری طرف لفظی صعب گری اور بے حیاں و بے لطف  
مافیہ بعدی کی مسی سے بچا دلائی۔ حالی کے  
پس منظر عزل کی اصلاح بھی۔ اس کے سب  
انار بیڑھاؤ اور محاسن و عیوب ان کی نظر میں تھے۔  
ان کی اصلاح [کے حال] کی معرکہ وہ بد دومی بھی  
حس نے عزل کو لفظوں کا کھسل سا دیا تھا۔  
اس میں حال کی حد بھی نہ مارگی، خیال ہی پشت  
حا پڑا تھا۔ حالی کی تنقید بے عزل کو ہستی  
اور لفظی شیعہ ناری سے نکالا۔ مصائب کے لحاظ  
سے وسعت کا مشورہ دیا اور اس صفت سحر کو زندگی  
سے قربت بر لانے کی طرف توجہ دلائی۔ [اس کے  
لیے] صداقت اور خلوص لازم شرط بھی۔ حالی نے خود  
بھی اس پر عمل کر کے اچھی مثال پیش کی۔ ان کی  
عزلیں بھی حس و عشق [کے ذکر] سے حالی نہیں۔  
ان میں عشق کے نازک حدبات و احساسات اور اسان کی  
نفسی کیمیاب کو بڑی خوبی سے ادا کیا گیا ہے۔  
چونکہ ان کی شاعری کا مقصد فوری اصلاح تھا  
اس لیے یہ خیالات بھی ان کی عزل میں داخل ہو گئے  
ہیں۔ اس سے بعض اوقات عزل کی وہ شان نامی نہیں  
رہتی جس سے عزل غائب ہے، تاہم اس سے وسعت

وصیب اور مادیت کے تب بڑی بے دردی سے توڑے  
میں ایکنی ہماری شاعری میں سب سے زیادہ معری  
مادیت سے نفع انہیں نے حاصل کیا ہے۔ وہ بہت  
بڑے معرکہ اور عظیم المرتبت شاعر ہیں۔ انہوں نے  
حکیمانہ افکار کو جو معرب و مشرق کی حکومتوں  
نے نہرے مطالعے، ذاتی غور و فکر اور زندگی کے  
حدبات سے حاصل ہوئے اپنے حدبات و وحدانات  
میں ان کو شعر کے قالب میں ایسے لطیف، پر حوش  
اور اعلیٰ انگیز پیرائے سے ادا کیے ہیں کہ ان کے  
برہے سے مردہ دلوں میں بھی زندگی کے آثار نمودار  
ہوئے لگے۔ انہوں نے مسلمانوں کو جو معرب سے  
عرب اور برادران وطن سے محبوب، عاریہ کمبری  
مسلم، مانوس و دل سکسہ تھے، عرب نفس اور  
زندگاری کا پیغام سنا یا اور خودی کا جدید تصور  
سے ان کی ہمتوں میں بلندی اور غریم میں  
استقلال پیدا کیا۔ انتہاء میں انہوں نے مقبول عام  
شاعری کی۔ نیا میں وطن کے گت گائے اور  
حالت وطن کا ہر درہ انہیں دہوتا نظر آیا اور وہ ایک نئے  
سوانے کی بنیاد استوار کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس کے  
تھ ہی انہوں نے ملک کی اجتماعی زندگی اور  
سادی اصولوں پر بھی نظر ڈالی اور بدہ مردور کو  
مداری کا پیغام دیا۔ آخر میں وہ وطن سے نکل کر  
عمر و سب کی طرف مائل ہو گئے اور سی نوع انسان  
کو اپنا پیغام دیتے ہیں۔ یعنی وہ قوموں کو ایک  
وہ حیاں رتنے میں مسلک کرنا چاہتے ہیں، جو  
نہ کے خیال میں اسی میں سی نوع انسان کی مشکلات  
و مصائب کا حل اور ان کی بچاوت ہے۔

اقبال نے ایسے کلام سے اردو زبان کا مرتبہ  
سائد کر دیا ہے کہ اس سے پہلے ایسے نصیب  
نہیں ہوا تھا۔ اب اردو کی تنگ دامانی کی شکایت  
سب سے ناقدی نہیں رہ گئی۔ وہ بلا شہ

کا رستہ کھول گیا۔ بعد کے شعراء ان کی تقلید اور مثال سے کسی نہ کسی صورت سے سرور متاثر ہوتے رہے۔

غرل کی قدیم روایت اس وقت حسرت، اصغر اور فانی کے دم سے قائم تھی۔ جہاں تک غرل کا تعلق ہے حسرت اپنے وقت کے مصحفی ہیں۔ حسرت کی شاعری خالص عشقہ ہے۔ وہ محبوب کے امداد سان کسرنے میں حقیقت سے ہم کنار معلوم ہوئے ہیں۔ انہوں نے عشقہ و ارداب کو سچے اور صاف طور سے بیان کیا ہے۔ یہ صوفیہ کا عشق نہیں بلکہ عام انسانوں کا عشق ہے۔ ان کی غزلوں میں کہیں کہیں سیاسی رنگ بھی آگیا ہے، مگر بے اثر ہے۔ غرل میں حدت کا رنگ بھرے میں اصغر کا بھی حصہ ہے۔ ان کا ملال اگرچہ صوفیانہ خیالات کی طرف ہے اور ان کی نظر مسائلِ حباب پر حکیمانہ ہے، لیکن انسانی حس کی کیفیت اور اثر کو بھی بڑی خوبی سے اور بعض اوقات کیف اور انداز سے بیان کیا ہے۔ فانی رسدگی سے ہزار نظر آئے ہیں۔ ان کے کلام پر سراسر حزن و ملال اور یاس چھائی ہوئی ہے، مگر ناوجود اس کے وہ حس و عشق کے اسرار بیان کر چکے ہیں، جو غرل کے لوازم میں سے ہیں۔ اصغر اور فانی دونوں حدت کے ہوش و حرد نہیں چاہے اور ناوجود و فور حدت کے ہوش و حرد کا داس ہانہ سے نہیں چاہے دیے۔ بخلاف ان کے ہگر حس و عشق کے شاعر اور ان کی نفسیات کے ماہر ہیں۔ انہوں نے غرل میں بڑی رنگی اور سر مسمیٰ پیدا کی ہے۔ اس وقت جب کہ نظم کے مقابلے میں غرل کا امداد گھٹتا نظر آ رہا تھا ہگر سے اس کی بہت پہاڑی کی اور اپنے والہانہ اور سرور افزا کلام سے غرل کا رنگ بھر دیا۔

لکھنؤ بھی جدید اثرات سے نہ بچا۔ وہاں کے شعراء کو اپنی پرانی اور غیر شاعرانہ طرز کو حیرت

کہا بڑا۔ انہوں نے بسط اور لمبی صاعی کو ترک کر کے سادگی اور حقیقت کو بسی نظر رکھا۔ چکست کی غزلیں حس و عشق کے ذکر سے خالی ہیں۔ وہ وطن اور ”ہوم رول“ (Home Rule) کا راگ گایے ہیں۔ ان کی نظر غزلوں میں بھی سماجی اور سیاسی مسائل کی طرف پڑتی ہے، لیکن انہوں نے آداب غرل کو ترک نہیں کیا۔ [حدید] شعراء لکھنؤ نے ناسخ کی تقلید چھوڑ کر غالب و میر کی بیروی کی طرف توجہ کی۔ صفی، عربی، ثابت، آرو اور اثر کا کلام اس کا سہارا ہے، خصوصاً آرو نے سادہ اردو کو انسی سربلی ناسری میں ہدی کے سانچے میں خوب دکھایا ہے اور ایک نئی فصاحت پیدا کر دی ہے۔ اثر کی غزل میں سادگی، صفائی، نفاست اور رنگی نائی حابی ہے، جس سے ان کی غزل میں نازکی پیدا ہو گئی ہے۔ یگانہ [چکستری] میں عاشقانہ رنگ درا گہرا ہے۔ وہ کسی کے سامنے جھکا نہیں چاہتے۔ ان کی خودداری اور سائی حد سے بڑھی ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے بعض ہم عصر شاعروں کی طرح مسائل حباب پر بھی نظر ڈالی ہے۔ وہ حس و عشق کے معاملات کو بھی فلسفیانہ رنگ میں پس کر رہے ہیں۔ [بحسب مجموعی] نگاہ سے غرل میں حدت پیدا کی ہے۔

امال کے بعد حس ساعر نے ملک میں عام مقبولیت حاصل کی وہ حوس ہیں، اگرچہ ان کے کلام میں وہ گہرائی نہیں حواقل کے کلام میں ہے۔ وہ اسم نا مسمیٰ ہیں۔ ساعر سب ہی ہیں اور ساعر انقلاب بھی۔ یہاں رومان اور انقلاب ناہم یکساں نظر آتے ہیں۔ وہ بہت حوش گو اور حوش فکر ساعر ہیں۔ ان کے کلام میں شان و شکوہ اور ہمہمہ ہے۔ وہ اپنے دل کی بات بغیر جھجک کے آزادی کے ساتھ کہہ دیتے ہیں۔ انہیں اپنا ما فی الصیر ادا کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں

پڑھی خانے لگیں۔ نئے شاعر نظموں کے ساتھ غزلیں بھی لکھتے ہیں۔ غزل کے دو مصرعوں سے ان کی سیری نہیں ہوئی۔ اختر سیرانی، حلیط خالدھری، شاعر نظامی، احسان دانش اور روش صدیقی کا شمار انہیں شعراء میں ہے۔ انہوں نے مختلف قومی، سماجی اور ملکی موضوعات پر نظمیں لکھی ہیں۔ اختر سیرانی اپنے وقت میں رومانس کے علم بردار تھے۔ ان کی شاعری میں برہم، موسیقی، شادابی اور شدید عاشقانہ جذبات پائے جاتے ہیں۔ سانسٹ (Sonnet) کو اردو میں سیرانی نے رواج دیا۔

حیدر بریں شعراء میں قص، معارف، حدیث، حاکم نثار اختر، علی سردار جعفری، احمد ندیم قاسمی اور مخدوم محی الدین ترمی پسند ہیں۔ ان کے ہاں رومان و حقیقت یا رومان و سانسٹ ناہم مل جاتے ہیں۔ ن۔ م۔ راسد، میراجی اور اختر الایمان کے ہاں اساریت اور انتہام پانا جانا ہے۔ ان میں حسنی لدب کی طرف میلان بڑھا ہوا ہے، جو بعض اوقات عریانی کی حدود میں بھی جا پہنچتا ہے۔

غزل کی غزل میں بھی نئے دور کا احساس موجود ہے۔ انہوں نے بھی غزل میں وسعت پیدا کی ہے۔ وہ ان کے سماجی، سیاسی اور عمرانی بحرانات میں حس سے ان کی غزل میں تنوع پیدا ہو گیا ہے۔ وہ حس و عشق کی کیفیت کو حقیقی رنگ میں بن کر لکھتے ہیں اور دیکھ کر ہی نہیں، چھو کر بھی لذت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے مزاج میں رومانس ہے، حس نے غزل میں خاص شان پیدا کر دی ہے۔ ان کی غزلوں میں فلسفیانہ رجحان بھی ہے، مگر وہ اس دنیا اور مادی حیات سے آگے نہیں جاتے۔ کچھ شاعر اور بھی ہیں جن کا کلام منظر عام پر آیا ہے، مثلاً قیوم نظر، یوسف طفر، حلیط ہوشیارپوری، مجروح، اختر ہوشیارپوری، عدم، سلام مچھلی شہری، ناصر کاظمی، فصلی، مسعود حسین خان، ابن انشاء

بی۔ الطاف ان کے سامنے پرا ناندھے کھڑے رہتے ہیں۔ ان کے کلام میں دریا کی سی روانی ہے۔ بعض اوقات یہ روانی حواسک طبعیاتی کی صورت اختیار کر لیتی ہے؛ خصوصاً جب وہ مطلوبوں اور مردوروں کی زندگی کا نقشہ کھینچ کر سرمائے داروں اور کمپنیوں پر گرتے ہیں یا جب وہ فرنگی سیاست کی سیاستوں اور اپنے قومی معاشرے کی حراسوں اور کاروبار کی معنی کھولتے ہیں۔ وہ اب غزل سے بیزار ہیں [کمونکہ] غزل میں ان کے خیالات کی گنجائش نہیں تھی اور اقبال نے بھی غزلوں کو ہی نہیں اور ان میں ادا کیے ہیں اور اس عرصے کے لیے مسلسل غزلوں سے بھی کام لیا ہے، مگر غزل مربوط اور مسلسل خیالات کے ادا کرنے سے قاصر ہے۔ اسی وجہ سے حالی اور اقبال نے دوسری اصناف سنجی، بھی مشوری، قطعہ، مسدس، رباعی، بد و غیرہ سے کام لیا ہے۔ حوش کو بھی یہی کرنا پڑا۔ اب وہ نظم کے شاعر ہیں۔ ان کی بعض خاص نظمیں زندہ رہنے والی ہیں۔ ان کا میلان استراکت کی طرف ہے، بلکہ عمل کیجھ اور کہتا ہے۔

سماج سمیت پرگو شاعر ہیں۔ انہوں نے ہر صنف میں نفع آزمائی کی ہے۔ وہ فی کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ ان کے کلام میں اسے جذبات و احساسات نہیں پائے جاتے جو دل پر اثر کریں۔ قریب قریب یہی کیفیت ان کی ہے۔

خاص غزل گوئیوں کا رہا نہ حسرت، اصغر، فانی اور حکمران رہا۔ اس کے بعد نئے شاعروں کی آمد ہوئی، جو نظمیں لکھتے ہیں، مگر غزل نے ساتھ نہ چھوڑا بلکہ اس زمانے میں اسے اور فروغ ہوا اور شاعروں نے اسے مزید رومی بخشی۔ طرحی شاعروں کی جگہ غیر طرحی شاعرے ہوئے لکھے۔ شاعرے سر ہی کی خاطر بنا تھا اور غزل ہی شاعروں پر چھائی ہوئی تھی؛ اب غزل کے ساتھ نظمیں بھی

اور ان کے حقوق اور ذمہ داریوں کو سمجھایا، لیکن جن ادیبوں نے ان نظریوں کو تنقیدی نظر سے نہیں پرکھا وہ غلط رستے پر جا پڑے، کچھ تو بحسب شعور کے فلسفے میں گم ہو کر لذت برستی کے عارضے میں مبتلا ہو گئے اور کچھ بغیر یہ سمجھے کہ وہ کس ماحول اور کس معاشرے میں ہیں بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔

ہر زبان کے ادب میں اول قدم گنہ، نظم یا شعر کا آیا۔ شر بہت بعد ہی چر ہے۔ اردو ادب کا آغاز بھی اسی سہج سے ہوا۔ نظم کی طرح شری ابتدا بھی دکن سے ہوئی۔ اردو نثر کی سب سے پہلی کتاب معراج العسقیں سمجھی جاتی ہے۔ اس کی حقیقت میں گریستہ اورای میں لکھ چکا ہوں۔ اس سے قطع نظر کی جائے تو سب سے قدیم نثر ہمیں سراں حی سمن العشاق کی ملتی ہے۔ آپ کا ایک محضر رسالہ ہے، جس کا نام سرح مرغوب المطلوب ہے۔ اس میں چھوٹے چھوٹے دس باب ہیں، جن میں سربعت اور طریقت کی نانی نانی کی ہیں، نمونہ اس شر کا یہ ہے: ”حدا کہنا بحق مال اور پیسہ گڑے (= اولاد) ہمارے دشمن ہیں۔ جھوڑیو دسمان کوں۔ اے کسا عجب ہے جو بچھے اندھلا (= اندھا) کسا موب کی یاد بھی (= سے) بچھے سرا [کر]۔“

دکنی شری دوسری کتاب سرح ہمید ہمدانی یا سرح شرح ہمید ہے۔ یہ ہمیداد عن القصا کا ترجمہ ہے۔ مترجم سہ میراں (سہ سراں حسیبی یا میراں حی خدا نما)، امین الدین اعلیٰ کے مرید اور ساکن بلدہ حیدرآباد دکن ہیں۔ ان کا سہ وفات ۱۰۷۱ھ ہے۔ کتاب کی زبان ٹھیک۔ کسی اردو ہے، لیکن صاف ہے، معلیٰ نہیں۔ کتاب میں تصوف کے مسائل، مسائل شرعیہ، عقائد اور قرآن کی بعض آیات کے ناطی معانی بیان کیے گئے ہیں۔ میرے کتب خانے میں اس کے تین نسخے ہیں:

وغیرہ۔ نئے شاعروں میں دو چار کے سوا ابھی اوروں نے اپنا مقام حاصل نہیں کیا۔ کچھ ابھی سے تھک گئے ہیں اور ان کے پاس کہنے کے لیے کوئی نئی بات نہیں رہی: کچھ ایسے ہیں جن کی شہرت فی الحال ان کی صرف دو چار عربوں یا نظموں پر ہے اور کچھ ایسے ہیں جنہوں نے ابھی ابھی اس کوچے میں قدم رکھا ہے۔ وقت اس کا فصلہ کرنے کا کہ کون کس رتبے کا ہے۔

اس زمانے میں شعراء نے نئے بحرے بھی بسے ہیں، مثلاً غیر معنی اور آزاد نظم۔ راسد، میراجی، ڈاکٹر خالد وغیرہ نے کچھ نظمیں اس قسم کی لکھی ہیں۔ اس سے قبل پرانے شاعروں میں مولوی محمد اسماعیل، مولانا طباطبائی، مولانا شرر، سڈب کسمی دہلوی نے بھی [اس سداں میں] طبع آزمائی کی تھی، لیکن یہ طرز مقبول نہ ہوئی۔ اس کے لیے بڑی قدر کلام اور دووی سلم کی ضرورت ہے، یا نہ فائدہ و ردیف سے جو برتن اور کتب پیدا ہوئی ہے اس کی کمی۔ تو وہ اپنے اسلوب نال کے حسن اور الفاظ و حروف کی صوت و برت سے پورا کر سکے، لیکن اس طرز سے ہم نے اعتنائی نہیں کرے، کیونکہ جب ہماری زبان میں ڈرامے، رومہ نظمیں یا اسی قسم کے موضوعات پر لکھنے کی نوبت آئے گی تو یہ طرز اختیار کرنا پڑے گی۔

ہمارے قدیم شعراء میں محبوب کا تصور خیالی تھا۔ نئے شاعروں میں یہ تصور زیادہ برحق اور مادی ہے۔ ہمارے نئے شاعروں اور ادیبوں میں بہت سے ایسے ہیں جن پر فرائڈ Freud اور مارکس Marks کے نظریوں کا اثر ہے۔ ان میں سے ایک کا تعلق نفسیات سے ہے اور دوسرے کا سیاسیات سے۔ ان نظریوں سے بلاشبہ ہمارے ادب کو فائدہ پہنچا ہے۔ نفسیات نے اندرونی کیفیات کے تجزیے میں مدد دی اور اشتراکیت نے فرد اور معاشرے کے امتیاز

غریب ہیں - مترجم کا نام میراں یعقوب ہے - یہ ترجمہ انہوں نے ۱۰۷۸ھ میں شروع کیا اور کئی سال میں ختم ہوا - کتاب کا موضوع تصوف و طریقت کے مسائل ہیں - حاضی صحیح کتاب ہے - عبارت سادہ ہے - مرے نسخے میں سہ کثات ۱۱۰۵ھ ہے۔

مرحس نے 'بہ ند کرہ سماعے اردو میں لکھا ہے کہ مر محمد حسن المتخلص نہ کلم حواں محمد شامی نے [اس العربی کی] قصوص الحکم کا ترجمہ اردو میں کیا تھا اور ایک کتاب شر ہندی میں بھی لکھی تھی، جس کے دو ایک حملے بطور سونہ یاد کرے میں نقل کئے ہیں - یہ حملے بہت اچھی صاف اردو میں ہیں - تذکرہ ۱۱۸۸ اور ۱۹۰ھ کے درساں کسی سہ میں لکھا گیا ہے - اس وقت کلم کا انتقال ہو چکا تھا - اس سے ظاہر ہے کہ شمالی ہند میں یہ دو کتابیں اردو شر کی پہلی کتابیں ہیں، مگر ناواقف ہیں اب تک ان کا کہیں پتا نہیں لگا۔

دوسری کتاب نوطر مرصع ہے، جس کے مصنف سر محمد حسین عطا حار، متخلص نہ بحسین ہیں - یہ بہت اچھے خوش نویس تھے اور اس سادہ پر ان کا خطاب مرصع رقم تھا - اس کتاب کی تکمیل مصنف نے وزیر الممالک نواب برہان الملک شعاع الدولہ (نواب اودھ) کے سایۂ عاطفت میں کی اور ان کے حضور میں پیش کرنا چاہتے تھے کہ اتنے میں نواب صاحب کا انتقال ہو گیا - ان کی وفات کے بعد یہ کتاب نواب آصف الدولہ کے نام سے معنوں کی گئی - نواب آصف الدولہ کی تحب نشیسی ۱۱۸۹ھ / ۱۷۷۵ء میں ہوئی - یہ وہی قصہ ہے جسے سرانے نے باغ و بہار یا قصہ چار درویش کے نام سے لکھا ہے [اور جو فارسی کتاب ناغ و بہار کا ترجمہ ہے] - نوطر مرصع کی عبارت رنگین اور تشبیہات

سب سے قدیم نسخے میں سہ کثات ۱۱۰۲ھ لکھا ہے - اس حساب سے یہ دکنی اردو کی بہت قدیم کتاب ہے۔

میراں ہی شمس العشاق کے مرید و حلیفہ صاب الدین حاتم (م ۹۹۰ھ) کا ایک خاصا بڑا شاہنامہ الحقائق دکنی اردو میں ہے - اس میں سب کے مسائل بطور سوال و جواب بیان کئے ہیں - مذکورہ بالا کتابیں اگرچہ اردو شر کی دس برس کتابیں ہیں اور تاریخی حثیت رکھتی ہیں - میں ادنیٰ نظر سے ان کا ترجمہ کیا ہے - اس میں ۱۰۷۵ھ میں صاب الدین نے سب رس پہلی کتاب ہے جو اس زمانہ میں لکھی گئی تھی - اس میں حسن و عشق کا نام گہر حقیقت کو محار کی صورت دیے کر کے ہر اے میں بیان کیا گیا ہے اور دونوں کو جدا جدا سے لا کر ایک دوسرے کے مقابل میں لایا گیا ہے - پوری کتاب مفی عبارت میں ہے - اس میں بعض مقامات پر اسلوب بیان صاف، سکہ دار ہے - زبان چونکہ برائی ہے، بعض الفاظ حاروں کے سمجھے میں الجھ رہی ہیں - اس میں یہ کتاب خاص اور ممتاز حثیت رکھتی ہے - وحشی پہلا شخص ہے جس نے اسے اردو میں 'رانا ہندوستان' لکھا ہے۔

ابن ابی الدین اعلیٰ نے، جس کا ذکر اوپر ہے، نے اس میں بھی بعض رسالے لکھے ہیں - اس میں ایک شمار شاہ امین ہے، جس میں تصوف کے مسائل اور بعض اصطلاحات کی تشریح کی ہے - اس میں مختصر رسالہ گنج محفی ہے - اس میں شاہد سہ کی بحث ہے۔

اسی عہد کی ایک کتاب شمائل الاتقیاء ہے، ترجمہ ہے اسی نام کی ایک کتاب کا، جس کے مصنف عماد الدین دیر معنوی و مرید برہان الدین



کا ڈھنگ ڈالا اور مقفی اور مستغنی عبارت ترک کر دی گئی۔ پچاس سے اوپر کتابیں بہار ہوئیں اور طبع کی گئیں، جس میں کچھ ترجمے تھے، کچھ تالیفات اور کچھ انتعاب، جو قصص و حکایات، تاریخ و تذکرہ، لغات، صرف و نحو اور مذہب پر مشتمل تھے۔ کالج سے اردو رہاں کے حق میں دو بڑے کام کیے۔ ایک نورورمرہ کی رہاں کو سلاسل اور صفائی کے ساتھ لکھا سکھایا، دوسرے اس رسالے کے لغات سے لغت اور صرف و نحو پر جدید طرز کی کتابیں لکھنے کی کوشش کی۔ اس میں کالج کے ڈائریکٹر جان گیلکرائسٹ John Gilchrist کا بڑا ہاتھ تھا۔ ایک اور اچھا کام کالج نے یہ کیا کہ مستقل ٹائپ کا مطبع قائم کیا اور کالج کی کتابیں اس میں چھپنے لگیں۔

کالج کی بعض کتابیں اب بھی بڑھنے کے قابل ہیں، خصوصاً سر اس کی ناع و بہار رہاں کی مصاحب و سلاسل اور سہ تکلف طرز رہاں کی وجہ سے اردو ادب میں ہمیشہ زندہ رہے گی۔ میر اس کو رہاں پر بڑی مدد ہے اور ہر موقع پر اس کی مناسب سے صحیح اور ٹھیک لفظ استعمال کرتے ہیں اور ہر کیفیت اور واقعے کا نقشہ اس حوالے سے کھینچتے ہیں کہ ان کے کمال اشعارداری کی داد دینا پڑتی ہے۔ سر اس کے علاوہ سر شری علی اسوس بھی کالج میں ملازم تھے۔ ان کی کتاب آرایش محفل، جو سحران رائے کی خلاصہ التواریخ سے ماحود ہے، بہت مشہور ہے۔ انہوں نے گلسان [سعدی] کا ترجمہ بھی ناع اردو کے نام سے کیا۔ سید حیدر حسن حیدری نے طوطا کہانی لکھی، جو محمد قادری کے فارسی طوطی نامہ کا ترجمہ ہے۔ اس کے علاوہ آرایش محفل (قصہ حاسم طائی)، گلی معرب و غیرہ کئی کتابیں اردو میں ترجمہ آئیں۔ میر بہادر علی حسینی نے میر حسن کی مثنوی

و استماریات سے منلو ہے۔ بحسبیں نے اپنے بیان میں عام قصہ گوئیوں کا طرز اختیار کیا ہے۔ فارسی ترکیبوں اور الفاظ کی بھرمار ہے۔

شاہ رفیع الدین دہلوی (۱۱۶۳، ۱۲۲۳ھ / ۱۷۵۰ تا ۱۸۱۸ء [؟ ۱۸۰۸ء]) اور ان کے بھائی شاہ عبدالقادر (۱۱۶۷ تا ۱۲۲۳ھ / ۱۷۵۳-۱۸۲۷ء) نے قرآن مجید کے ترجمے اردو میں کیے، لیکن یہ ترجمے بالکل لغوی ہیں، عبارت کا سلسل اردو بول چال کے مطابق نہیں۔ شاہ عبدالقادر کو اس ترجمے میں اٹھارہ سال لگے اور وہ ۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۰ء میں تکمیل کو پہنچا۔ اسی رسالے میں حکیم شریف حان دہلوی نے شاہ عالم نادرشاہ کی فرمائش پر قرآن پاک کا ترجمہ کیا۔ اس کا فلسفی نسخہ ان کے حانداں میں حکیم محمد احمد مرحوم کے قصے میں تھا۔ ترجمے کے آخر میں کاتب نے زور جمعہ و دیقہ لکھا ہے۔ حساب کرنے سے اس کا سنہ ۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۳ء برآمد ہوا ہے۔ حکیم صاحب کے ترجمے کی رہاں زیادہ صاف ہے اور لغوی پابندی میں سعی نہیں برہی گئی، اگرچہ شاہ صاحب کے ترجمے کی سی ادبی خوبیاں کسی دوسرے ترجمے میں نہیں۔ حکیم شریف حان کا انتقال ۱۲۱۶ھ / ۱۸۰۱ء میں ہوا۔

جدید اردو شری ساد دراصل فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں پڑی۔ یہ کالج لارڈ ولبرلی نے ۱۸۰۰ء میں قائم کیا۔ اس کا مقصد ان نوجوان انگریزوں کو تعلیم دینا تھا جو انگلستان سے ہندوستان بھیجے جاتے تھے۔ چونکہ آگے چل کر ان کا تقرر دہدار عہدوں پر ہونا تھا اس لیے اس قسم کی تعلیم کا انتظام کیا گیا تھا کہ وہ اہل ملک کی رہاں اور اہل ملک کے خیالات اور رسم و رواج اور آئین و قوانین سے واقف ہو جائیں۔ اس صنف میں کالج سے ہندوستانی رہاں یعنی اردو کی بڑی خدمت کی۔ اردو میں سادہ اور زورمرہ کی رہاں لکھنے

مجر الیاء کے قصے کو شر میں بیان کیا ہے، جس کا نام نثریے بطور ہے۔ مظہر علی حان ولا سے ۱۸۵۱ء سے ۱۸۵۲ء میں اردو میں ترجمہ کیا اور ۱۸۵۳ء میں ہندی وغیرہ کئی کتابیں لکھیں۔ مرزا حان طہس ۱۸۵۴ء میں بھی تعلق کالج سے رہا۔ ان کی کتاب میں الیاء کی اصطلاحات اردوستان قابل ذکر ہے۔ طہس نے مہار داس نام کا ایک مطبوعہ علقہ ۱۸۵۵ء میں لکھا ہے۔ وہ صاحب دیوان ہیں۔ نظام علی حوان نے سکسلا ناک کا اور شیخ حدیث الدین احمد نے حمد اور ر کے نام سے مہار داس کا ترجمہ کیا۔ ان کے علاوہ حدیث حان ایک بہال حدیث نام، مسیسی نامی تراش جہاں وغیرہ نامی اشعار سے متعلق ہیں۔ لکھنؤ میں سے لکھنؤ اور صرہ اور جو بر کتابیں لکھیں

ایک اور ادارہ، جس نے اردو زبان اور اس وقت کے تمام تعلیم میں انقلاب پیدا کیا، مرحوم دہلی ۱۸۵۷ء میں اس کی بنی ہوئی خصوصیتیں تھیں ۱۔ یہ نہ ہم ملی درسگاہ تھی جہاں مسرو و ۲۔ نہ مکتبہ ہوا اور ایک ہی جہت کے سچے ۳۔ نہ و مغرب کے علوم و ادب ساتھ ساتھ بڑھائے ۴۔ تھے۔ اس ملاپ نے حالات کے بدلے، معلومات ۵۔ اضافہ کرنے اور دعو کی اصلاح میں بڑا کام کیا۔ ۶۔ تاج سے اسے روس حال اور نافع نظر انسان اور ۷۔ صرف کائنات کا احسان ہماری زبان اور معاصرے ۸۔ سمجھ رہے تھے۔ دوسری خصوصیت اس کی یہ تھی ۹۔ نہ درجہ تعلیم اردو زبان تھا۔ تمام مغربی علوم ۱۰۔ دو ہی کے درجے بڑھانے چاہیے تھے۔ دوسری خصوصیت یہ تھی کہ اس سے متعلق ایک مجلس ترجمہ (Translation Society) تھی، جو کالج کے طلبہ نے اسے انگریزی سے اردو میں دوسری کتابوں کے ترجمے نام کا کام انجام دیتی تھی۔ اس کی مطبوعات کی تعداد قریب ڈیڑھ سو کے تھے، جو تاریخ، جغرافیا،

اصول، قانون، ریاضات اور اس کی متعلقہ شاخوں کیمیا، مسکینات، فلسفہ، طب، حراچی، نباتات، عسویات، معاشیات وغیرہ علوم و فنون پر مشتمل تھیں۔ اگر ۱۸۵۷ء کی سورش کے بعد اس کا شیرازہ نہ نکھر جاتا تو یہ کالج ہماری زبان و ادب کی عظیم نشان حدیث انجام دیتا

پورٹ ولیم کالج نے بلاشبہ سادہ اردو لکھا سیکھائی، مگر اس کی تقریباً سب کتابیں قصص و حکایات کے ترجمے ہیں۔ دہلی کالج میں کالج کی جماعتوں کے درس کے لیے مختلف علوم و فنون کی کتابیں ترجمہ و تالیف کی گئیں، جس کا مقصد طلبہ کو مغربی علوم سے روشناس کرنا تھا۔ یہ سرسید احمد حان (۱۸۱۷ء تا ۱۸۹۸ء) تھے جنہوں نے سادہ اور علمی مضامین سادہ اور بے ساحہ زبان میں ادا کرنے کا ڈھنگ ڈالا۔ ان کی تحریروں میں سادگی کے ساتھ استدلال اور حدیث کی تحقیقی ہے۔ وہ انہماک سے بہت تھے اور بعض اوقات اسے خیال کو دل سے لے کر لے کر اس قدر سادگی اور وضاحت سے کہ اسے اس کے اندر عبارت بے رنگ ہو جاتی ہے، لیکن ان کے تلامذہ میں آئے، جو سادگی زبان اور خلوص کا سمجھتے تھے۔ اگرچہ سرسید احمد حان کا شمار ادیبوں میں نہیں لیکن ان کی تحریروں کا معنیہ حصہ اساتذہ جس میں خوش بنائی، مزاح اور ادب کا دلاویز رنگ جانا جاتا ہے۔ ان کے رسالہ تہذیب الاحلاق نے اردو ادب میں انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ انقلاب حالات ہی میں نہیں ادا کے حالات کی طور میں بھی تھا۔ یہ شریکاری، ایم شریکاری سے جدا تھی، جس کا لازمی اثر تصنیع اور آرائش تھا۔ بھول سرسید کے جہاں تک ہوسکا سادگی عبارت پر توجہ کی۔ اس میں کوشش کی کہ جو کچھ لطف ہو وہ صرف مضمون کی ادائیگی میں ہو، جو اپنے دل میں ہے وہی

دوڑے کے دل میں پڑے کہ دل سے نکلے اور دل میں بیٹھے۔ یہ شرنکاری کا کمال ہے۔

اس بوب پر ہم سررا غالب کے رقعات کو نظر انداز نہیں کر سکتے، جو رباں کی فصاحت و سلاست، بے ساختگی، مزاح و طراوت اور دلکش انداز کا بے مثال نمونہ ہیں۔ ان کی مثنویات عمارے ادب میں کبھی کم نہ ہوگی۔

وہ بزرگ جس کو حدید اردو کی شرنکاری میں استادی کا مرتبہ حاصل ہے اور جس کی تصانیف ہمارے ادب میں کلاسیک classics کا درجہ رکھتی ہیں وہ یا تو وہ بھے جو سید احمد خاں کے ریپر اثر آگئے بھے یا وہ جس کی تعلیم قدیم دہلی دالچ میں ہوئی بھے۔

مولوی محمد حسن آزاد دہلوی دہلی دالچ کے تعلیم یافتہ بھے۔ وہ رباں کے محقق اور مستحکم شعر کے استاد بھے اور اس کے باوجود کہ وہ بعض اوقات تکلف اور کٹھن بھے بھے سے کام لے لے ہیں وہ اردو شعر کے ایسے صاحب طرز ہیں کہ جس کی مثال نہیں۔ ان کی رباں میں عصب کی سادگی، شریبی اور لطافت ہے۔ ان کا علم سحرنگار واقعات و حالات کا بناں ایسے پر معنی، سبک اور لطیف الفاظ میں ادا کرنا ہے کہ آنکھوں کے سامنے نقشہ کھچ جاتا ہے۔ ان کی نصف آبِ حباب میں، جو باوجود بعض سی اور تاریخی نقائص کے اردو میں ہمیشہ رہنے والی ہے، یہ کمال خاص طور پر نظر آتا ہے۔ اس میں انہوں نے شعراء کی سیرت اور زندگی کے حالات اس خوبی سے بنا، کیے ہیں کہ ان کی رہنے تصویریں آنکھوں کے سامنے آجاتی ہیں۔ ان کی دوسری کتابیں، یعنی نیرنگ خیال، دربار اکبری اور قصصِ ہند، حصہ دوم، پڑھنے کے قابل ہیں۔ وہ نقاد نہیں، اگرچہ انہوں نے سب سے پہلے اس طرف توجہ کی۔ وہ اس کے

اہل نہ تھے۔ ان کی تشہید پر اسے تذکرہ نویسوں کی طرح بیاں و ندیع کے عیوب و محاسن اور مہم انعام میں ایک قسم کی قریط یا تقیص ہوتی ہے۔ ان کی راہیں ایک طرح سے روایتیں ہیں، جو بزرگوں سے سی تھیں یا سسہ نہ سیسہ چلی آ رہی تھیں۔ ان کی شر بھی تمید کے لیے موروں نہیں۔

حالی نے جس طرح اردو شاعری میں انقلاب پیدا کر کے صحیح راستے کی طرف رہنمائی کی اسی طرح اردو شعر پر بھی ان کا کم احسان نہیں۔ شر ہماری رباوں (یعنی اردو، فارسی، عربی) میں ایک قسم کی نیم شاعری بھے، یعنی رنگیں، مسجع یا مقفی عمارت۔ ششیہوں، اسعاروں اور سالنے سے لدی ہوئی، حال کم اور لفظوں کی بھرمار، ایک معنی کے لیے کئی کئی مترادف الفاظ۔ جسے صحیح شر کہنا چاہئے اس کی ابتدا اگرچہ سرسند سے ہوئی لیکن حالی نے اس کی سادیں مصبوط کیں اور اسے سوارا۔ حالی کی شر بڑی چچی بلی، سادہ اور متین ہوئی ہے۔ متین سے سری مراد ایسی شر سے ہے جس میں خاں اور فوب ہو۔ حالی کے مزاح اور کلام میں اعتدال اور قدیم اسادہ کا سا صبط ہے۔ وہ حدنات سے معلوب نہیں ہوئے، عقلیت اور استدلال کو پس نظر رکھتے ہیں۔ رنگیں عمارت، جو سسہ و اسعارہ سے مملو ہوئی ہے، دھن کو اصل موضوع سے ہٹا کر لفظی صنائع اور آرائشی کی طرف لے جاتی ہے اور اصل مصموں کی حیثیت ثانوی رہ جاتی ہے۔ ان کی شر میں الفاظ اور حالات ایسے یکجا ہوتے ہیں کہ اس سے معنی میں روشنی اور کلام میں قوت اور شگفتگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کی شر کی ایک اور خصوصیت ایجار ہے۔ پھیلاؤ سے کلام میں صعب پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ لفظ کے بہت بڑے ناٹ ہیں۔ صحیح لفظ صحیح مقام پر حادو کا سا اثر کرتا ہے۔ حالی حملوں کا کام لفظوں

ہے لیتے ہیں۔ وہ حملے میں ایسا بر محل لفظ ٹٹھا دیتے ہیں کہ سارا خیال چمک اٹھتا ہے۔

حدید سوانح نگاری کی بنیاد بھی حالی نے ڈالی۔ اس میں پہلی کتاب حواں کے قلم سے نکلی وہ سب معنی ہے۔ سعدی کی حیات پر و رسی یا اردو میں سب سامان نہ تھا۔ صرف نسخ کے کلام کے مطالعے سے شہد کی مکھی کی طرح درہ درہ جس کے حالی نے مدنی کی سیرت اور اخلاق اور حالات کو مرتب کیا ہے اور کلام پر مفصل تبصرہ اور اس کے معاصر اور اس کی نکت کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔

حالی کی یادگار غالب اردو کے عال مرثیہ ناصر و پہلی کتاب ہے۔ اگرچہ اس کے بعد صاحب لکھی کتابیں لکھی گئیں لکن یادگار غالب نہ بڑھ کر غالب کی عادات و اخلاق اس کی سرب اور حصص کا جو نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے آتا ہے، دوسری کتابیں اس سے فاضل ہیں۔ ناصر نے پہلی مرثیہ غالب کی قدر و سرب اور صفت لوگوں کے دلوں میں بٹھائی اور اس کی مرثیہ اور کلام کے مختلف پہلوؤں اور اس کے اہل کی ظاہری اور باطنی خوبیوں اور نکت کو اس انداز سے بیان کیا کہ غالب کی سحر اسان اور عمر کی حیثیت سے اس رتے کو پہنچ گئی جس سے صنعتی ہے۔ یادگار غالب نے غالب کو زندہ جاوید کر دیا ہے۔

تیسری کتاب اس موضوع پر حیات جاوید ہے۔ نشر میں حالی کا یہ سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ اس میں صرف سید احمد خاں کی سیرت، ان کے حالات اور کارناموں ہی کا ذکر نہیں بلکہ ایک صدی سے مسلمانوں کی ایک صدی کے تمدن کی تاریخ ہے۔ اس میں اس زمانے کی معاصر، تعلیم، مذہب، سیاست، رن، نئی تحریکیں اور ان کے اب و نتائج سب ہی کچھ آ گیا ہے۔ یہ زمانہ

بہت انقلاب انگیز تھا۔ مسلمانوں کی حالت نہایت پست اور درماندہ ہو گئی تھی۔ ان کی اصلاح کے لیے سر سید کی مساعی اور حد و حید، مخالفوں کی یورش، حکومت کی بے اعانتی اور سردمہری، آس کے ناراضی یہ سب حالات بہت دل چسپ اور عرب انگیز ہیں۔ ایک ایسے شخص کے حالات کا لکھنا، جو ہر طرف سے برے میں گھرا ہوا تھا، جو اپنی قوم کے لیے ایوں اور عروں سے معاہدانہ لڑ رہا تھا اور جس کی اصلاح کا موضوع کوئی ایک نہ تھا، بلکہ علم، معاشرت، رن، مذہب، سیاست سب ہی میں اسے کام کرنا اور دخل دینا پڑتا تھا، سال ہی کا کام تھا۔ ہماری رن میں یہ اعلیٰ حوالہ سوانح عمری کا ہے۔ ادبی لحاظ سے بھی اس کتاب کا نایہ نہایت بلند ہے۔

اردو میں حدید نقد کی ابتدا بھی حالی سے ہوئی۔ مقدمہ شعر و ساعری میں ساعری کی ماہیت، حیات و معاشرہ سے اس کا تعلق، اس کے لوازم، رن کے بعض اہم مسائل، اردو کی اصناف ساعری اور ان کے عیوب و محاسن اور اصلاح پر بہت معقول اور معترضہ بحث کی ہے، خاص کر بچرل ساعری پر جو کچھ لکھا ہے اس سے ان کی سقیدنگاری کی عظمیٰ اندازہ ہوتا ہے۔ شعر کی خوبی کے لیے جس شرائط کو حالی نے لازم قرار دیا ہے ان پر خود بھی عمل کیا۔ نقد پر یہ پہلی کتاب ہے اور اس موضوع پر اب تک اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی گئی۔ ادبی نقد میں حالی کا درجہ امام کا ہے۔ ان کی نقد نے اردو کے دو سچ کو بدل دیا۔

مولوی مدیر احمد (۱۸۳۶ تا ۱۹۱۲ء) نے قدیم دہلی کالج میں تعلیم پائی تھی۔ اردو ادب میں ان کا خاص درجہ ہے۔ یہ اردو کے پہلے ادیب ہیں جنہوں نے حدید طرر پر اردو میں ناول

نقصے کی حاک ہے۔ ان ناولوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کو زندگی سے کس قدر دل چسپی تھی اور انہوں نے اپنے وقت کے اسلامی معاشرے اور اسلامی خاندانوں کے طرز زندگی اور ان کی نفسیات کو کس قدر گہری نظر سے دیکھا ہے اور کیسا سچا نقشہ کھینچا ہے۔

ان کا ایک بڑا کارنامہ قرآن مجید کا اردو ترجمہ ہے۔ قرآن پاک کا یہ پہلا ترجمہ ہے جس میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ زبان کی سلاست و فصاحت کے علاوہ جہاں تک ممکن ہو اصل عربی کا رور اور اس کی ساں قائم رہے۔ اس کے علاوہ ان کی ایک ضخیم نصف الحروف و الفرائض ہے۔ یہ کتاب ارکان اسلام، احکام قرآن، اسلامی آداب و اخلاق اور شرعی معلومات کی جھوٹی مونی انسائیکلو پیڈیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی مختلف موضوعات پر ان کی متعدد تصانیف ہیں۔

مولانا جسے اعلیٰ درجے کے ادیب اور انشاء بردار تھے وہی سردست مقرر بھی تھے۔ زبان پر ان کو حیرت انگیز قدرت تھی۔ ان کے قلم میں بڑا رور تھا۔ مشکل سے مشکل مطالب کو وہ اپنی خاص طرز میں آسانی سے ادا کر دیتے تھے۔ ان کی تحریر میں بلا کی آمد بھی، مگر طبع میں صفا نہ تھا اس لیے بعض اوقات ان کا ساں عامیادہ رنگ احساس کر لیا تھا۔

مولانا سلی (۱۸۵۷ تا ۱۹۱۴ء) ان لوگوں میں ہیں جو سرسید احمد خاں کے اثر اور فیضِ صحبت کی بدولت ایک محدود اور تنگ دائرے سے نکل کر علم و ادب کے وسیع میدان میں آئے۔ انہوں نے اردو زبان میں اسلامی تاریخ کا صحیح دوں پھیلایا۔ تاریخ میں انہوں نے ”ہیروز آف اسلام“ کا ایک سلسلہ شروع کیا، جس کی اسد الماموں سے ہوئی۔ اس سلسلے میں متعدد نامور

لکھے۔ یہ ناول مسلمانوں کی معاشرتی اور مذہبی اصلاح کے پیش نظر لکھے گئے ہیں۔ ان کا پہلا ناول مرآۃ العروس ہے۔ اس کا مقصد انگریزوں کی تعلیم و تربیت ہے۔ اس میں اوسط درجے کی شریف خاندان کی روزمرہ کی زندگی کا نقشہ ہے۔ جب یہ کتاب چھپ کر شائع ہوئی تو بہت مقبول ہوئی اور [اس کے دو کرداروں] اصغری اور اکبری کے نام سکھڑاپے اور پھوڑوں میں ضرب المثل ہو گئے۔ ایک بڑی خوبی اس میں (اور ان کے اکثر دوسرے ناولوں میں) یہ ہے کہ عورتوں کی زبان اور ان کے حالات کو وہ بہت اس خوبی سے ادا کیا ہے کہ عورتیں بھی فائل ہو گئیں۔ ان کا دوسرا ناول نہال المعش اس کتاب کا گویا دوسرا حصہ ہے۔ نوبۃ الصبح کا موضوع ایک خاندان کی دسی اصلاح ہے۔ محضات میں دو بیویاں لڑنے کے مصر اثرات کو سامنا ہے۔ ان اہم میں انگریزوں اور انگریزی معاشرے کی بے جا تعلیم کی حراساں دکھائی ہیں۔ ان ناولوں کا معاملہ آج کل کے برہی یافتہ ناولوں سے نہیں لڑنا چاہیے۔ یہ پہلی کوشش بھی اور ان میں سے بعض ناول بہت مقبول ہوئے۔ ان میں ایک عجب یہ ہے کہ قصے کے دوران میں بعض اوقات طویل وعط شروع کر دیتے ہیں، جو کہیں کہیں تو اس مزاج و طراف کی بدولت جو مولانا کی فطرت میں بھی یا قصے کی مناسبت سے نہ جائے ہیں لیکن بعض اوقات ان کا بڑھنا احسن ہو جاتا ہے۔ ان ناولوں میں اس وقت کے اوسط درجے کے مسلمان شرفاء کی گھریلو زندگی کا نقشہ بہت خوبی سے کھینچا گیا ہے۔ بعض کرداروں کی نگارش میں کمال کیا ہے؛ وہ رندہ اور حتیٰ جاگتے معلوم ہوتے ہیں۔ مرآۃ العروس میں اصغری و اکبری اور نوبۃ الصبح میں مرزا طاہر داریک کا کردار بہت پر لطف اور بے مثل ہے، اور کلیم کا کردار

مباررطلی، تلواروں اور بیڑوں کے کربت دکھائے گئے ہیں، ایک یہ صرف رزمیہ شاعری کی جھلک ہے۔ حقیقی رزمیہ شاعری صرف قدیم اردو میں پائی جاتی ہے۔ ابیس کی شاعری کے معاس دکھائے کے بعد آخر میں دسر سے مقابلہ کیا گیا ہے اور ہم مصومن اشعار نامہ نقل کر کے اس کے کلام کی مصائب ثابت کی گئی ہے۔

مولانا [نسلی] کی ایک اور مشہور اور معمولی مصنف شعر العجم ہے۔ اس کی چوتھی جلد میں انہوں نے اس امر پر بحث کی ہے کہ شاعری کتنا چہر ہے اور اس کے حب وہ احساس و ادراک، محاذات، بحیل و سرہ سے بحث کر رہے ہیں۔ شاعری پر نہ بحث جامع اور قابل قدر ہے۔ مولانا نے حالی کے بعد بعد کے سلسلے کو قائم رکھا، اگرچہ وہ اس میں سوئی اضافہ نہ کر سکے۔

آزاد، حالی اور نسلی انگریزی نہیں جانتے تھے، البتہ انگریزی ادب کے تعلق کچھ موٹی موٹی نائیں سن رکھی تھیں۔ اپنی دھابت اور دوی کے بل پر انہوں نے اردو ادب کو حقیقت کی راہ دکھائی اور نقد کا سا ڈول داڈا اور اردو ادب کی انہوں نے وہ عظیم السان خدمت کی جو انگریزی تعلیم یافتہ بھی نہ کر سکے۔

حدید نقد نگاروں میں سب کے سب انگریزی تعلیم یافتہ ہیں۔ شروع شروع میں بعض نے جو کچھ لکھا وہ احد و برحمہ اور نقل کی حد سے آگے نہ بڑھا، لیکن بعد کے لکھے والوں نے تنقید کے فن کو ترقی دی اور مغرب کے اثر سے تنقید کے کئی مذهب بن گئے؛ بعض تاثراتی ہیں، جن پر رومانیت اور جذباتیت کا غلبہ ہے، بعض انتہا پسند ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کی تنقید میں اعتدال ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمن بھٹو نے مغربی رہاں اور ادب سے پورا استمادہ کیا تھا، مگر انہوں نے

سلاف کے سوانح آگئے ہیں۔ ان میں سب سے مشہور اور مقبول کتاب الفاروق ہے۔ ان کی آخری نصف، جسے ان کا شاہکار سمجھا جاتا ہے، سیرت نوی ہے، جو ان کے انتقال کی وجہ سے نام تمام رہ گئی۔ ررحس کی تکمیل بعد میں ان کے فاضل ساگرد نے کیا۔ مبینا بدوی نے کی۔ اگرچہ وہ یورپی مؤرخین کے ان کے طریق تاریخ نویسی کے بہت نامک ہیں اور ان کی سبب مہم کر رہے ہیں لیکن انہوں نے یورپی طریق تحقیق سے بہت نچھ استفادہ کیا ہے۔ علاوہ ان مستقل تصانیف کے انہوں نے بے شمار تاریخی و جسمی مضامین لکھے ہیں۔ اس سے بالخصوص دوستان کے اردو دان طے اور خاص کر مہمانوں کے تاریخ دہائی اور تاریخ نویسی کا سونہر ہدا ہو گا۔ نسلی شاعر بھی ہیں اور شاعرانہ سراج بھی ہے۔ ان کے نثری سچ اور سچ مہم ہیں۔ ان کے بعد بعد نگاری میں انہیں کا نام آتا ہے۔ ان کے ادب میں حالی سے بہت متاثر ہیں اور ان کی رائے کر رہے ہیں۔ سمند میں ان کی کتاب 'میرا اس و دیر بہ مشہور ہے۔ شروع میں جو رزمیہ گوئی کی تاریخ سنائی ہے وہ ناقص ہے۔ وہ مزے کی ابتدا سودا سے کر رہے ہیں، 'اردو مرثیوں کا انہیں علم نہیں' لیکن سودا کے بعد مرثیوں میں جو ترقی ہوئی ہے اسے بخوبی ان کا ہے۔ تاریخی بحث کے بعد فصاحت، بلاغت، علم، تہذیب انسانی، جذبات، مناظر قدرت اور تہذیب نگاری کے مختلف عنوانات قائم کیے ہیں اور ان کی حقیقت بیان کرنے کے بعد اپنی نائید میں ان کے کلام سے متعجب اقتباسات پیش کیے۔ ان بیانات کے بعد ابیس کی شاعری کو رزمیہ کر رہے کی کوشش کی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان کے مرثیوں میں کہیں کہیں معرکہ کارزار، ان کے داؤں بیچ، قاروں کی گویج، پہلوانوں کی

پروفیسر کلیم الدین احمد اور بعض دیگر مغرب زدہ حضرات کی طرح اپنے ادب کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھا، بلکہ اپنے ادب اور روایات کی برتری کو دکھایا ہے۔ غالب پر ان کی تنقید اس کی شاہد ہے، اگرچہ اس میں بعض اوقات حدناتیب سے مغلوب ہو کر وہ بہت دور نکل جانے میں۔ سارے تحجوری اور فراں گورکھپوری کی تنقید بھی حدناتیب اور رومانیب سے تعلق رکھتی ہے۔ سار کی تنقید بالکل وجدان و دہن پر ہے۔ اس سے وہ اس قدر مغلوب ہیں کہ عقل و شعور کو بچھے چھوڑ جانے میں۔ فراں بھی وجدان و دہن کے فائل ہیں۔ وہ شاعر یا ادیب کے کلام میں ڈوب کر تنقید لکھتے ہیں اور پورے حوش کے ساتھ کیف آور اور برائے الفاظ میں اپنا حال ظاہر کرتے ہیں۔ ان کی تنقید میں تخلیقی رنگ چھلکا ہے۔ محوں گورکھپوری کی اسدانی تنقیدیں ناثرانی ہیں، مگر بعد میں وہ مارکسی نظریے کی طرف جھکے ہوئے معلوم ہوئے ہیں۔ ان کی تنقیدیں گہرے مطالعے پر مبنی ہیں۔

مغرب ہی کے اثر سے ایک جماعت برقی پسند مصنفین کی وجود میں آئی۔ ان کی تنقید کی سادہ مارکسی حالات پر ہے۔ وہ زندگی اور ادب اور اس کے تمام شعبوں کو ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ برقی پسند ادیبوں نے تنقید کی ایک نئی راہ نکالی اور تنقید کو آگے بڑھایا لیکن ان کی تنقیدیں کلیہً مادی نقطہ نظر پر مبنی ہیں۔ وہ وحدانی، روحانی، الہامی، ماورائی اور مابعد الطبیعیاتی نظریوں کے قائل نہیں۔ سعادت ظہیر، احتشام حسین، ممتاز حسین وغیرہ اسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔

کچھ اور نقاد ہیں، جو نہ زیادہ مغرب زدہ ہیں نہ اشتراکی اور مارکسی نظریے سے مغلوب۔ انہوں نے مغرب کے اثر میں آ کر مشرقی اصول اور حدید سوانح نویسی اور تنقید کی طرح ناول اور مختصر افسانے کا رواج بھی مغربی اثر کا نتیجہ ہے۔ مولوی ندیر احمد اردو کے پہلے ناول نگار ہیں، جن کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے۔ دوسرے ناول نگار ریڈت برس نانہ سراسر (۱۸۳۶ تا ۱۹۰۲ء) ہیں۔ یہ بالکل دوسرے رنگ کے شخص ہیں۔ مولوی ندیر احمد حسن قدر سنجیدہ ہیں یہ اسی قدر آزاد اور رنگیں مزاج ہیں۔ ان کا مشہور ناول

تنقید کو ترک نہیں کیا۔ ان کی تنقید میں توازن اور اعتدال ہے، انتہا پسندی نہیں۔ اس جماعت میں مختار نام آل احمد سرور کا ہے۔ ان کی تنقید حالی کی پیروی میں ہے۔ صلاح الدین احمد، معی الدین رور اور وقار عظیم بھی اسی قسم کے نقاد ہیں۔ ڈاکٹر عناد بریلوی کی تنقید میں توازن ہے، اگرچہ وہ مغربی تنقید کے فائل اور اس کے اصولوں پر عامل ہیں، مگر وہ مشرقی روایات سے معذور نہیں۔ کلم الدین احمد کا مطالعہ اور نظر وسیع ہے۔ انہوں نے مغربی ادب کا مطالعہ گہری نظر سے کیا ہے، لیکن وہ مغرب کے اثر سے اس قدر مغلوب ہیں کہ بعض اوقات حد سے تجاوز کر جاتے ہیں اور مصحکہ حسرت نائیں کہہ جاتے ہیں۔ وہ اپنی رائے پر رو و رعایت بڑی آزادی اور بے نگی سے ظاہر کرتے ہیں۔ ان کی کتاب اردو تنقید پر ایک نظر یہ ہو گا کہ ہمارے ادیبوں کو چونکا دیا اور وہ اپنے کاموں کا حائرہ نسے پر آمادہ ہو گئے، لیکن ان کی تنقید یک طرفہ ہے۔ پروفیسر احسن فاروقی بھی اپنے حالات میں پروفیسر کلم الدین سے ملے جلتے ہیں، لیکن وہ اتنے انتہا پسند نہیں۔ انہوں نے بھی انگریزی ادب کا مطالعہ بڑے عور سے کیا ہے اور اس کا ان پر بہت اثر ہے۔ وہ تنقید میں صحیح اصول سے کام لیتے ہیں اور بے لاگ رائے دیتے ہیں۔

حدید سوانح نویسی اور تنقید کی طرح ناول اور مختصر افسانے کا رواج بھی مغربی اثر کا نتیجہ ہے۔ مولوی ندیر احمد اردو کے پہلے ناول نگار ہیں، جن کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے۔ دوسرے ناول نگار ریڈت برس نانہ سراسر (۱۸۳۶ تا ۱۹۰۲ء) ہیں۔ یہ بالکل دوسرے رنگ کے شخص ہیں۔ مولوی ندیر احمد حسن قدر سنجیدہ ہیں یہ اسی قدر آزاد اور رنگیں مزاج ہیں۔ ان کا مشہور ناول

کچھ اور نقاد ہیں، جو نہ زیادہ مغرب زدہ ہیں نہ اشتراکی اور مارکسی نظریے سے مغلوب۔ انہوں نے مغرب کے اثر میں آ کر مشرقی اصول اور

اور زندہ رہے والے ہیں۔ وہ بہت پر نویس اور رود نویس تھے، اس لیے حامیوں کا ہونا لازم تھا۔ ناوجود حامیوں کے یہ ماننا پڑے گا کہ وہ ہماری زبان میں تاریخی ناول نگاری کے نامی تھے۔ اردو ناول نگاری کی تاریخ میں ان کا نام نامی رہے گا۔

مرزا ہادی رسوا دی علم اور صاحبِ دوں شخص تھے۔ ان کا ناول آراؤ خان ادا اردو ادب میں ایک خاص اور ممتاز درجہ رکھتا ہے۔ وہ کردار نگاری اور اردو (بلاٹ) کی تریس کے اعشار سے بہت متوازن اور سربمط ہے اور افراط و تفریط کے عیب سے بری ہے۔ [چند یہ ہے کہ انہوں نے] حقیقت نگاری کا حق ادا کر دیا ہے۔ آراؤ خان کا کردار ایک زندہ کردار ہے۔ یہ سارا قصہ بہت اچھی سہری زبان میں ہے۔ مولانا راشد العری دہلوی نے بہت سے ناول غوربوں کی اصلاح و بہبود کے لیے لکھے ہیں۔ اس میں انہوں نے اسے بھونہا مولوی بدیر احمد کی بیروی کی ہے۔ وہ غوربوں کی زبان اور ان کی سیرت بڑی خوبی سے پس کر رہے ہیں اور عم و الم اور درد انگیزی کی نگارش میں کمال رکھتے ہیں، اسی لیے مصوّر عم کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے سناناب میں آورد ہائی حابی ہے اور ناولوں کے اکثر پلاٹ اور مکالمے غیر فطری معلوم ہوئے ہیں۔ وہ کردار نگاری سے زیادہ اشاء برداری کی طرف مائل ہیں۔ ان کے ناولوں کے کردار اکثر بے حال ہیں، لیکن ایک طریقہ کردار نامی عشو بہت دل چسپ اور زندہ کردار ہے۔

اب تک جسے ناول نویسوں کا ذکر آیا ہے پریم چند ان سب سے الگ ہیں۔ انہوں نے اپنے ناولوں میں دیہانی زندگی کا نقشہ کھینچا ہے۔ حقیقت نگاری پریم چند کی بڑی خصوصیت ہے۔ ان کا انداز بیان صاف ستھرا اور مشاہدہ وسیع ہے۔ ان کے ناول اصلاحی ہیں۔ ان میں سے کس کسانوں

مسائل آزاد ہے، جو بہت صحیح ہے۔ اس ناول کا پلاٹ بہت بے ڈھنگا اور بے ربط ہے، بہت سے حراء بردستی داخل کر دیے گئے ہیں، اکثر واقعات غیر مصری اور مسائلغہ آمیز ہیں، لیکن اس میں ٹنک رہی نہ ہندوستانی معاشرے کے بعض پہلوؤں پر ان کی نظر وسیع ہے۔ وہ بالخصوص اکھٹو کے معاشرے کے رنگ سے واقف ہیں۔ نوابی درباروں، خاص خاص سپہواروں، رسوے و رواج، سادی ساد کے ہنگاموں، ح رنگ کے جلسوں، ناراروں کی چپھل پھل، سرائے ان ہشتاریوں، چاندواروں، امیوں، نانکوں، سہیوں، نوابوں کے حالات وہ بڑے سیرے سے ان کر رہے ہیں۔ نگار کی زبان پر انہیں بڑی قدرت ہے۔ اس ناول کا مشہور مصحح کردار ”حوجی“ ہے، جو ہمارے اردو میں بطور سرب المثل کے ہو گیا ہے۔ ناوجود غائص اور حامیوں کے یہ کتاب اردو ادب میں ایک مقام رکھتی ہے

بدیر احمد اور سرسار کے بعد عبدالعظیم سرسار نے حراء آسا ہے۔ ہماری زبان میں ناول کا نام انہوں نے انیسویں کی بدولت مشہور ہوا۔ سرسار مؤرخ ہیں۔ ان کے اکثر ناول تاریخی ہیں۔ ان کے ناولوں سے ہر گز میں تاریخ کے مطالعے کا دوں ہی سدا نہیں ہوا۔ سلامی حبیب اور حوش بھی نمودار ہوا۔ سرسار کو قصہ کہنے کا ڈھنگ آتا ہے۔ وہ بلاٹ سنانا اور سوارنا بھی جانتے ہیں، لیکن حقیقت نگاری میں ہٹے ہیں۔ درازوں کے تاریخی ہیرو تاریخ کے نامور اور زندہ اجناس ہیں، لیکن وہ ان کے ناولوں میں بے حال ہیں۔ اسے ہیں۔ وہ اپنے ہیرو کے معاملے میں بعض اوقات اس قدر علو کرتے ہیں کہ وہ غیر فطری معلوم ہوئے لگتا ہے۔ ان کے ناولوں میں فردوس تریس ایک ذیل ناول ہے۔ اس میں کردار نگاری اور موقع کشی میں سرسار نے کمال دکھایا ہے۔ سیح خودی اور حسین کے کردار اور ان کے مکالمے بہت خوب ہیں



سے ہمدردی کی ہے۔ ان کی رورسہ کی رنگی، جھگڑے لٹھے، زمیاداروں کے حر و استداد اور ان کے اقتصادی مسائل کو سچائی سے بیان کیا ہے۔ پریم چند نے متعدد ناول لکھے ہیں۔ لکڑی دو خاص طور پر قابل ذکر ہیں: ایک سدائے عمل، جس میں ادنیٰ طبقے کے افلاس اور ہندوستانی بوجھانوں کی دہی اور جیدساتی کس مکش کا نقشہ کھینچا ہے، دوسرا گٹوداں، جو ان کا سہ کار ہے۔ اس میں ناپ اور بٹے، قدیم اور جدید، ظلم اور تعاون کی کس مکش ہے۔ ان کے کردار بلا شبہ جاندار ہیں، لیکن کوئی ایسا کردار پیدا نہیں کر سکے جسے اندیشہ حاصل ہو۔

بچہ اور ناول بوس بھی ہیں۔ سررا محمد سعد کا ناول خواب ہستی قابل ذکر ہے۔ سررا صاحب صاحب فکر اور ادب ہیں۔ سونے لطمہ کا دوں رہتے ہیں۔ ان میں نفسانی نظر بھی پائی جاتی ہے۔ انکی [بعض جگہ] طویل بریریں اور ہندو وعظ بھی کرے جاتے ہیں [ان کا شمار جدید طور پر ناول نویس کے ناموں میں کیا جاسکتا ہے۔ ان کا ایک اور ناول یاسمین بھی بہت مقبول ہوا]۔ کش پرشاد کول کا ساما ایک ہندو سوتہ کی کہانی ہے۔ یہ اس زمانے کے متوسط درجے کے ہندو گھرانے کے حالات کا صحیح نقشہ ہے۔

بٹے لکھے والوں میں کرشن چندر، [سعاد حسن، مشو]، اہدر ناہ اشک، احمد علی، عصمت چغتائی، عزیز احمد قابل ذکر ہیں۔ بٹے لکھے والوں میں ایک طبقہ فرائڈ اور مارکس کے نظریوں سے متاثر ہے۔ ان ناولوں میں رومانس کے ساتھ حسیب اور لڈیٹ ہے یا اشتراکیت اور اشتمالیت کا ہلکا سا رنگ؛ اس کے باوجود یہ ناول مطالعے کے قابل ہیں، کیونکہ ان میں مشاہدے اور حقیقت نگاری سے کام لیا گیا ہے اور ان میں سے بعض کا انداز مکرانہ ہے،

جو ہمیں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔

مختصر افسانے کی ابتداء اس صدی کے اوائل میں پریم چند سے ہوئی۔ پریم چند بہت اچھے افسانہ گو اور افسانہ نویس ہیں۔ اپنے افسانوں میں دیہاتی زندگی اور دیہاتیوں کے دکھ درد، ان کی دلچسپیوں اور مشکلات و مصائب کو بڑی خوبی سے بیان کرتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں مقامی رنگ ہے اور مقصد اصلاح ہے۔ اسی زمانے کے لکڑی بھگ نار فتحپوری، سجاد حیدر [یلدرم] اور سلطان حیدر خوش نے بھی افسانے لکھے شروع کیے۔ نار حسن و عشق کے داستان گو ہیں۔ مقامی رنگ اور مقصد سے کوئی واسطہ نہیں۔ سجاد حیدر نے ترکی اور انسانی افسانوں کے ترجمے کیے اور چند خود بھی لکھے۔ ان کے افسانے عشقہ ہیں اور رحمان نے نقد محبت کی حاشیہ ہے۔ وہ نفسانی نظر بھی رکھتے ہیں۔ سلطان حیدر خوش کے افسانے بھی پریم چند کی طرح مقصدی ہیں۔ پریم چند کا مقصد وطن کی محبت ہے اور سلطان حیدر نے اپنے افسانوں میں مغرب اور اس کے مصر اثرات کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ اس زمانے میں اور بہت سے افسانہ نویس پیدا ہوئے، لکڑی قابل ذکر صرف چند ہیں، یعنی علی عباس حسینی، مجنوں گورکھپوری، اعظم کریوی، حامد اللہ اسر وعمرہ۔ یہ لوگ اب رومانیت کے بجائے زندگی کے حقائق پر نظر ڈالتے ہیں اور پریم چند کی قائم کی ہوئی روایت سے متاثر ہیں، لیکن یہ نظر بہت گہری نہیں۔ وہ کارزار زندگی میں پورے حوس سے نہیں اترے۔ اعظم کریوی کے افسانوں میں یو۔ پی [ہندوستان] کے مشرقی علاقے کی دیہاتی زندگی کے خاص خاص پہلو اپنے اصلی رنگ میں نظر آتے ہیں۔ مجنوں گورکھپوری نے یو۔ پی کے شرفاء اور تعلیم یافتہ طبقے کی زندگی کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ علی عباس حسینی نے یو۔ پی کے زمینداروں

کی وسعت داریوں اور کربوبوں کو بڑی حوسی سے بیان کیا ہے۔ حامد اللہ افسر نے مسلمانوں کی حاجگی دستی کی مخصوص ناییں جن جس کے نکلی ہیں۔ اس ان میں سے ہر ایک جس طرح اسے ماحول اور بحرے اور مشاہدے سے متاثر ہوا ہے اس پر اسے ایمانوں کا مجموعہ پایا ہے

۱۰۰۔ تہ سس بیس سال میں ستر زبانوں کے  
۱۰۱۔ کے مرحلے پہ کثرت سے ہوئے۔ انگریزی،  
۱۰۲۔ فرانسیسی، ترکی، حبشی، جاپانی، ہسپانوی،  
۱۰۳۔ ہی و سترہ سالہ ڈی ڈی زبانوں کے اہلکار  
۱۰۴۔ میں مسلسل ہوئے شروع ہوئے تھے۔ ان  
۱۰۵۔ سترہ سالہ عمری افسانہ نگاری پر پہ لکھو  
۱۰۶۔ رحیمہ شروع والوں میں سجاد حیدر بلوچ،  
۱۰۷۔ مجھوڑی، محوں کور ٹھوڑی، اعظم آریوی،  
۱۰۸۔ رحیم، ذلیل و لوانی، خواجہ مسطور احمد،  
۱۰۹۔ سس رائے پوری، حص طور و قابل در ہیں۔  
۱۱۰۔ ۱۹۳۵ء میں دس لہانوں کا ایک مجموعہ

۱۸۷۷ء کے نام سے سائنس ہوا، جس میں نری بے ناکی  
 ۱۸۷۸ء کی اسی کا اظہار کیا گیا تھا، بعض دہائیوں میں  
 ۱۸۷۹ء کی بات، ظاہر دوسری اور مذہب پر سائد طور،  
 ۱۸۸۰ء اور مسخر کیا گیا ہے، جو مسئلہ اور عام  
 ۱۸۸۱ء سے گرا ہوا ہے۔ ان میں ناغانہ اور اہلانی  
 ۱۸۸۲ء کی بات ہے۔ اس کا دھچکہ دھچکہ اور بعد کے  
 ۱۸۸۳ء کی بات پر بھی ہوا۔ اس کے دوسرے سال  
 ۱۸۸۴ء کی بات میں عمل میں آیا، جس  
 ۱۸۸۵ء کی بات میں اور آزادی کی تعلقین کی اور  
 ۱۸۸۶ء کی بات میں ایک تبدیلی رونما ہوئی؛  
 ۱۸۸۷ء کی بات میں، کرشن چندر، احمد علی،  
 ۱۸۸۸ء کی بات میں، بیدی، حسن عسکری، غلام عباس،  
 ۱۸۸۹ء کی بات میں، ممتاز شیریں، ممتاز مفتی،  
 ۱۸۹۰ء کی بات میں، انصاری وغیرہ نے زندگی  
 ۱۸۹۱ء کی بات میں اور معاشی بھلووں کو اپنا

موضوع بنایا۔ ان کے سال میں ہمسائیہ جزہ بھی  
پایا جاتا ہے۔ قبرہ العس حیدر، ہاجرہ مسرور  
وغیرہ بے بھی بعض افسانے اچھے لکھے ہیں۔  
اسی کے ساتھ مارکس اور فرائڈ کے نظریات بے  
ہماری حدید ماعری اور سعد کی طرح افسانے پر  
بھی اردالا اور ساید افسانہ ان نظریات سے زیادہ  
سائبر ہوا۔ اس سے یہ برعیا کہ وسعت پیدا  
ہو گئی، لکن، بعض افسانہ نگاروں نے حقیقت نگاری  
اور فی نے نام سے بہت بے اعتدالان کی ہیں اور  
لوگوں کے جذبات اور معصبات کو معجروح کرنے میں  
امان نہیں بنا۔ بعض بے حسن لو انما موضوع  
بنانا ہے اور اس میں اس قدر غلو بنا ہے کہ قربانی  
اور لذت صاف بے مانی ہے۔ مثلاً عصمت اور مٹو  
بہت اچھے افسانہ نگار ہیں اور ان کے بعض افسانے  
درجہ صاف۔ اعلیٰ تالیف کے ہیں، لکن حد اسے افسانے  
بھی ان کے علم سے نکلے ہیں جن کو پڑھ کر گھس  
آتی ہے اور نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

اس میں شک نہیں گریسہ بحسب بس برس  
 دس اردو افسانے یہ فاعل تعریف بروی کی ہے اور  
 اس کے بعض افسانے اسے ہیں نہ ہم انہیں دینا کے  
 مشہور افسانوں کے ساتھ بس لڑ سکیے ہیں۔ -  
 ہمد کے بعد جو بنا دور آنا ہے اس میں بہت سے نئے  
 افسانہ نویس طبع آزمائی کر رہے ہیں، جن کے متعلق  
 اس وقت کوئی قطعی رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔

وائحد علی شاہ کے عہدِ حکومت میں رقص و سرود کو حوب شروع ہوا۔ اسی زمانے میں ۱۸۵۳ء کے لگ بھگ سید آغا حسن امامت نے ایک نائیک اندر سہا کے نام سے تصنف کیا۔ اس میں اس نے ہندی دیو مالا کو اسلامی روایات میں سمو کر خاص کیفیت پیدا کی ہے۔ گانے اور رقص نے اس کی مقبولیت میں اور اضافہ کیا۔

اسی دوراں، یعنی ۱۸۵۴ء میں ڈھاکے اور

اور نالی والا اور کاؤس جی کھشاو اس کے مشہور اداکار تھے۔ اس کمپنی کی بڑی شہرت ہوئی اور اس نے ۱۸۷۷ء میں دہلی دربار کے موقع پر خوب نام پایا۔ ہسٹن جی فرام جی کے انتقال کے بعد ہالی والا اور کاؤس جی کھشاو نے اپنی الگ الگ کمپنیاں وکٹوریا ٹائٹل کمپنی اور الیریڈ تھیٹر ریکل کمپنی کے نام سے قائم کر لیں۔ الیریڈ کمپنی کے ڈراما نگار سند مہدی حسن احسن لکھنوی اور بعد میں آغا حشر تھے۔

محمد علی ناخدا نے کھشاو کی الیریڈ کمپنی کے مقابلے میں بیو الیریڈ تھیٹر ریکل کمپنی قائم کی۔ بیسویں صدی کے آغاز میں ریاست راء پور کے نواب حامد علی خان انک نے لاکھوں روپے کے صرف سے رام پور قلعے کے سامنے بھٹنر کی عالی ساں عمارت تعمیر کی اور قابل ڈراما نگاروں، ساعروں اور اداکاروں کو اپنی کمپنی کے لیے جمع کیا۔ اس کمپنی کے ٹوٹنے پر اس کے عملے نے دہلی میں حوبلی بھٹنر قائم کیا جو بہت مقبول ہوا۔

۱۹۱۵ء سے ۱۹۳۰ء تک بسوں کمپنیاں ہیں اور ٹوٹیں اور کچھ دن اپنا اپنا تماشا دکھا کر رحمت ہو گئیں۔ سیما نے ان کا بازار سرد کر دیا۔ اگرچہ پارسی سرمایہ داروں نے حصول زر کی خاطر اپنا سرمایہ اس کام میں لگایا، لیکن اس صر میں اردو ڈرامے اور اردو زبان کی خدمت بھی ان کمپیوں نے کی۔

قدیم ڈرامے ابتدا میں اندر سہا کے انداز کے تھے۔ بعد میں کچھ اصلاح ہوئی، لیکن پھر بھی قدیم روایات کے پاس رہے۔ موضوع عشق و محبت ہوتا تھا، کردار اکثر ماموں العطرت ہوتے؛ حقیقی زندگی سے بہت کم واسطہ ہوتا؛ باتیں گانے میں ہوئیں، بادشاہ بھی گانا، وزیر بھی گانا، غلام بھی گانا؛ اشعار کیا تھے، تک سدی ہوتی تھی اور بیچ بیچ میں شرآ حابی نو نظم سے بدتر؛ مضمون، مسجعہ

بمبئی میں اردو شیع کا آغاز ہوا۔ ڈھاکے میں ابتداء امامت کی اندر سہا ہی سے ہوئی۔ شیخ فیض بخش کانپوری نے، جو ایک مذہب سے ڈھاکے میں مقیم تھے، ایک تھیٹر ریکل کمپنی مرحمت افرا نام سے قائم کی اور نواب علی رئیس کو ڈرامے لکھنے کے لیے بلایا۔ انہوں نے بہت سے ڈرامے لکھے۔ وہاں کے امراء نے اس کی سرپرستی کی۔ اس کمپنی نے نکال کے مختلف مقامات میں ڈرامے دکھائے، جس کا ایک اثر یہ ہوا کہ نکال کے ان علاقوں میں جہاں ٹوٹی پھوٹی اردو بولی یا سمجھی حابی تھی اردو کا سُور پیدا ہو گیا۔

۱۸۵۳ء میں ہندو ڈرامیٹک کور نو، حوبرہٹی ڈرامے دکھاتی تھی، یہ حال پیدا ہوا کہ ملک کی عام معمول زبان اردو میں ڈرامے دکھائے جائیں تو زیادہ روپی اور کامیابی ہوگی، چنانچہ اس نے گراٹ روڈ بھٹنر میں اردو کا ٹائٹل، گوئی چند دکھایا۔ اسی ٹائٹل کو اس نے دوبارہ حوبری ۱۸۵۴ء میں پسٹن لیا۔

ہندو ڈرامیٹک کور کے ٹوٹ جانے یا بسنی سے چلے جانے کے بعد پارسی بھٹنر ریکل کمپنی نے، جو گجراتی نمائے دکھاتی تھی، اردو کی طرف بوجھ کی اور اردو کے کئی ڈرامے دکھائے۔ ڈرامے کے آخر میں نقل دکھانے کی رسم بھی اُسی نے جاری کی۔ یہ سلسلہ ۱۸۵۴ء کے اواخر تک رہا۔

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ عظیم نے ملک کا نظم درہم برہم کر دیا تھا۔ ٹائٹل کمپیوں پر بھی اوس پڑ گئی، لیکن کچھ ہی عرصے بعد تاحرانہ ذہین کے پارسی سرمایہ داروں نے اس میں کو پھر زندہ کیا اور کاروباری اصول پر چلانے کا ڈول ڈالا۔ سینٹ ہسٹن جی فرام جی نے، جو ساعر بھی تھے اور اداکار بھی، اور یحل بھٹنر ریکل کمپنی کی ساد ڈالی۔ رونق بنارس اور حسیبی میاں طریف اس کے ڈراما نگار

ہم شاعری ہوتی۔ احسن لکھوی، بے ناب اور حشر  
بے کچھ اصلاح کی۔

حدید اردو میں جو ڈرامے لکھے گئے ہیں وہ سٹیج پر  
آئے۔ قابل نہیں، بڑھے کے قابل ہیں۔ ان لکھے والوں  
میں مرزا ہادی رسوا، احمد علی شوق، لالہ کورسین،  
حکیم احمد شعاع، اشتیاق حسن، پشی، امتیاز علی تاج،  
دا نرغانہ حسین، پروفیسر محمد محبت، فضل الرحمن،  
عظیم بیگ چغتائی، سدریس، عبدالہ احد، نسیمی اور ادیب  
دل دہر ہیں۔ یورپی ڈراموں کے بھی اردو ترجمے  
ہوئے، ان کا بھی ہمارے ڈراما نگاروں پر اثر پڑا

آخر میں ان چند اداروں اور انجمنوں کا ذکر  
ہی مناسب معلوم ہونا ہے جنہوں نے اردو کی اساعت  
پر ترقی اور اس کے علمی مرتبے کو بلند کرنے میں  
نام لیا ہے۔ فورٹ ولیم کالج، قدیم دہلی کالج کا  
دار اس سے دل آچکا ہے۔ اس سلسلے میں سائنٹفک  
سوسائٹی علی گڑھ کا بدکردہ ضروری ہے۔ یہ سوسائٹی  
سر سید احمد خان نے ۱۸۶۴ء میں قائم کی، جس کا  
مقصد یہ تھا کہ علمی کتابیں انگریزی سے اردو  
میں ترجمہ کرا کر اہل وطن میں مغربی ادب اور  
مغربی علوم کا مذاق پیدا کیا جائے اور علمی مصائب  
پر دلچسپی دے جائیں۔

سوسائٹی نے تقریباً چالیس علمی کتابوں کے  
ترجمے شائع کیے۔ یہ کتابیں تاریخ، معاشیات  
(ایکونامکس)، ملاح، ریاضیات، طبیعیات وغیرہ  
مضامین پر تھیں۔ اسی سوسائٹی کی جانب سے ایک اخبار  
ایکڑا [اسٹیٹوٹ گزٹ] بھی جاری کیا گیا، جس میں  
حاجی، اخلاقی، علمی اور سیاسی مضامین شائع ہوتے  
ہے۔ یہ اخبار سر سید کی وفات کے بعد تک جاری رہا۔  
ایسویں صدی کے آخر میں مطبع نول کشور

بھی علاوہ عربی و فارسی تصانیف کے اردو زبان کی  
ساتھ کتابوں کی طبع و اشاعت کا قابلِ تعریف کام  
نہا اور نظم و نثر کی ایسی ایسی صحیح کتابیں

چھاپ کر شائع کیں جو کسی دوسرے ادارے یا  
مطبع کے بس کی بات نہ تھی۔ بیسویں صدی میں  
جس انجمنوں اور اداروں نے یہ خدمت انجام دی  
ان میں دارالمصنفین اعظم گڑھ، جامعہ ملیہ اسلامیہ  
دہلی، انجمن ترقی اردو اور جامعہ عثمانیہ  
حیدر آباد دکن خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔  
انجمن اور جامعہ عثمانیہ نے صدہا کتابیں مختلف  
علوم و فنون کی ترجمہ و تالیف کیں اور ہزارہا  
اصطلاحات علمیہ وضع کر کے اردو ادب میں پیش  
کیا۔ افسوس کہ انجمن نے اس کے سوا اردو شعراء کے  
قدیم نایاب تذکرے مرتب کر کے شائع کیے اور  
اردو زبان کی قدیم کتابیں، جس کے نام تک سے لوگ  
ناواقف تھے، شائع کر کے اردو زبان کی تاریخ  
میں انقلاب پیدا کیا۔ جامعہ عثمانیہ نے عظیم  
پاکستان و ہند میں پہلی یونیورسٹی بھی جس میں تمام  
علوم و فنون کا درجہ تعلیم ملک کی ایک دیسی  
زبان، یعنی اردو تھا۔ افسوس کہ ریاست پر قبضے کے  
بعد یونیورسٹی کا سرپرستہ تالیف و ترجمہ بند کر دیا  
گیا اور درجہ تعلیم اردو، جو جامعہ عثمانیہ کی  
مستار خصوصیت اور اس کا بڑا کارنامہ تھا، موقوف کر  
دیا گیا۔ حیدر آباد دکن میں ہماری قومی زبان اور  
بہدشت کو جس بیدردی سے مٹایا گیا ہے اس کا  
صدمہ ہم کبھی نہیں بھول سکیں۔

تقسیم ملک کے بعد حال میں پاکستان میں  
چند ادارے ایسے قائم ہوئے ہیں جو علمی، ادبی  
اور ثقافتی کام کر رہے ہیں [مثلاً انجمن ترقی اردو  
پاکستان، مجلس ترقی ادب، برہم اقبال، اقبال اکیڈمی،  
ادارہ مطبوعات فریڈلک، اردو فاؤنڈیشن، حلقہ ارباب  
دعوت، ادارہ ثقافت اسلامیہ، اردو اکیڈمی وغیرہ]۔

[اردو ادب کی مختلف اصناف کے تفصیلی جائزے  
کے لیے دیکھیے مادہ ہای ڈراما، رسائی، ریختی،  
حکایہ (داستان، ناول اور مختصر افسانہ)، غزل،

قصیدہ: قطعہ: مرثیہ: منسوی: نظم: حدید: نقد ادب: واسوحت: سر اردو رباں کی ابتداء اور نسائی صاحب کے لیے دیکھیے مادۂ رباں اردو]۔

مآخذ: (۱) امیر خسرو بھٹی نامہ (سلسلۂ معطوطات

فارسیہ، حیدرآباد دکن، طبع انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد

(دکن) ۱۹۳۳ء (۲) ملک محمد حائسی اکھوتی (سرح

اکھوتی، قلمی)، در کتاب خانہ راقم (۳) شمع بہاء الدین

باجی: حرائر رحمت (قلمی)، در کتاب خانہ انجمن ترقی

اردو ہائیکسان، کراچی: (۴) جمیع شاعری (قلمی)، در کتاب

خانہ راقم (۵) مولانا سید سرف، معروف بہ سر حور

سیرالاولیاء [مطوعہ ملک حس دین، لاہور، بلا تاریخ]

(۶) ملا وسمی سب رس، طبع انجمن ترقی اردو ہائیکسان،

کراچی ۱۹۵۲ء (۷) سلطان محمد علی قطب شاہ کلیات

سلطان محمد علی قطب شاہ در رسالۂ اردو، ح ۲، حوری

۱۹۲۲ء (۸) حافظ محمود شرابی بہجات میں اردو،

مطوعہ کرمی پریس، لاہور: (۹) عبدالعق اردو کی

ابتدائی نشو و نما میں صوفیہ کرام کا کام، طبع سوم،

انجمن ترقی اردو ہائیکسان، کراچی ۱۹۵۳ء (۱۰) شمع

عبدالعق محدث دہلوی: اہمار الاحبار، مطوعہ مسلم

پریس، دہلی ۱۳۲۸ھ (۱۱) سید محمد انور حسینی،

فرزند اکبر حواجہ بندہ ہوار گیسو درار، حوام الکلم،

مطوعہ انتظامی پریس، کابور ۱۳۵۶ھ (۱۲) سران حی

شمس العشاق، برہان الدین حامد، اس الدین اعلیٰ،

بیاض بیجاپوری (قلمی)، در کتاب خانہ راقم، سہ کتاب

۱۹۶۸ء (۱۳) میر حس۔ تذکرۂ شعراء اردو، طبع

انجمن ترقی اردو، ۱۹۶۰ء (۱۴) عبدالعق۔ ذکر میر،

طبع انجمن ترقی اردو، ۱۹۲۸ء (۱۵) وہی مؤلف۔

مقدمۂ گلشن ہمد (تصنیف میرزا علی لطف)، لاہور ۱۹۰۶ء

(۱۶) محمد حسین آزاد: آب حیات، لاہور ۱۸۸۳ء

(۱۷) پرانی اردو میں قرآن شریف کے ترجمے، در مجلہ اردو،

جوری ۱۹۳۷ء (۱۸) تاریخ دکن، حصہ ۲ و ۳ (سلسلہ

آصفیہ، حیدرآباد دکن)، آگرہ ۱۸۹۷ء (۱۹) نورالحس

ہاشمی۔ کلیات ولی، نار سوم، انجمن ترقی اردو، کراچی

۱۹۵۴ء (۲۰) رام ناتو سکسیہ: تاریخ ادب اردو،

منبع بولکسور، لکھنؤ ۱۹۲۹ء (۲۱) حالی حیات حاوید،

نامی پریس، لکھنؤ ۱۸۹۳ء (۲۲) وہی مصنف: نادگار

عالم، کرمی پریس، لاہور ۱۹۳۳ء (۲۳) عبدالعق:

مرحوم دہلی کالج، انجمن ترقی اردو، طبع دوم، ۱۹۴۵ء

(۲۴) حالی: دیوان حالی مع مقدمہ شعر و شاعری، نامی

پریس، کابور ۱۹۰۹ء (۲۵) شلی نعمانی شعر المعجم،

ح ۴، اعظم گڑھ ۱۳۳۱ء (۲۶) وہی مصنف: موارنہ

انیس و دسر، لکھنؤ ۱۹۲۴ء (۲۷) رحمۃ حالی (حود

نوشہ)، در مقالات حالی، ح ۱، نار سوم، انجمن ترقی اردو،

کراچی ۱۹۵۶ء (۲۸) مسدس حالی (مع مقدمہ)، کابور

۱۹۲۹ء (۲۹) کلام سران حی شمس العشاق، در اردو،

اپریل ۱۹۲۷ء (۳۰) کلام برہان الدین حامد، در اردو،

حولانی ۱۹۲۷ء (۳۱) کلام امین الدین اعلیٰ، در اردو،

حوری ۱۹۲۸ء (۳۲) سادہ میران حسینی شرح نمید

ہمدانی (شرح شرح نمید)، در اردو، اپریل ۱۹۲۸ء

(۳۳) شاہ علی حوگہ دہلی، در اردو، حولانی ۱۹۲۸ء

(۳۴) سان حوت محمد چسپی، در اردو، حوری ۱۹۲۹ء

(۳۵) حس شوقی، در اردو، حولانی ۱۹۲۹ء (۳۶)

عبدالعق: جدم عصر، طبع چہارم، انجمن ترقی اردو،

کراچی ۱۹۵۵ء (۳۷) سائشی فک سوسائٹی علی گڑھ، در

اردو، اپریل ۱۹۳۵ء (۳۸) عبدالعق: نصرتی، مطوعہ

انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد (دکن): (۳۹) عبدالرحمن

بحوری: بحاس کلام غالب، در اردو، حوری ۱۹۲۴ء:

(۴۰) اہل یورپ اور اردو کی حدسات، در اردو، حوری

۱۹۲۴ء (۴۱) محلہ اردو (اقبال نمبر)، اکوبر ۱۹۳۸ء

(۴۲) کلیم الدین احمد۔ اردو تنقید پر ایک نظر، ترقی

مشین پریس مرادپور، ہشہ [بلا تاریخ، طبع لکھنؤ، مع اصلہ،

۱۹۵۷ء]: (۴۳) سید مسعود حسن رضوی: ہماری شاعری،

طبع بہم، لکھنؤ ۱۹۵۳ء (۴۴) محمد احسن فاروقی:

اردو میں تنقید، لکھنؤ ۱۹۵۵ء (۴۵) عادت بریلوی: اردو

- \* آردی بہشت : دیکھیے مادۂ تاریخ .
- \* آرر : دیکھیے مادۂ ہرر .
- \* آرات : دیکھیے مادۂ حل الحارث .
- \* آراں : یہ نام عہد اسلامی میں ماورائے قفقاز کے اس علاقے کے لیے استعمال ہوتا تھا جو دو دریاؤں گر (گرہ) اور آرس (آرتکس) کے درمیان واقع ہے ۔ رہا قس اسلام میں یہ اصطلاح ماورائے قفقاز کے تمام مشرقی علاقے (موجودہ سوویت آذربائیجان)، یعنی کلاسیکی البانا (فہ مقالۃ البایا، در Pauly-Wissowa) کے لیے استعمال ہوئی تھی ۔ پندرہویں صدی میلادی تک آراں کا نام عام نول چال میں مستعمل رہا کیونکہ یہ مارا علاقہ آذربائیجان میں مدغم ہو چکا تھا ۔

اس کے نام آراں - حارحی : Rani، یونانی : *Albanoi* اور ارسی : *Alwank* (لوگ) - کی اصلیت معلوم نہیں ۔ (عصر کلاسیکی مصنفین کے ہاں، اللہ ایران Arian یا آرس Aryan سکندریں ملتی ہیں اور عربی مآخذ میں شکل آراں ملی ہے) ۔ ۳۸۷ء سے پہلے ان دو دریاؤں کے بیچ کا علاقہ آریہ کا حصہ سمجھا جاتا تھا جس میں آذر ج *Ardzakh*، اوٹلی *Uti* اور، بے تہہ *Paitakaran* کے صوبے شامل تھے ۔ ۳۸۷ء میں یونانوں اور ساسانیوں میں آریہ کے صوبے کی تقسیم کے بعد پہلے دو صوبے نو البانا آراں کے قصبے میں چلے گئے اور مؤخر الذکر ایران میں شامل ہو گیا ۔ آراں کے نام میں بہت کچھ الباس اور الجھن پیدا ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی، اس لیے کہ اُرسی لوگ صرف اس خطہ ملک کو آراں کہتے تھے جو دریائے گر کے شمال میں واقع تھا ۔

ساتویں صدی میلادی تک آراں کبیر کی آبادی پوری طرح محلول ہو چکی تھی اور یہاں کی کسی خاص قوم یا قبیلے کا ذکر کرنا گویہ مشکل ہے ۔

نمید کا ارتقاء انجمن ترقی اردو، کراچی ۱۹۰۱ء : [(۴۶) محسن الدین قادری رور : اردو کے اسالیب بیان، ۱۹۲۷ء : (۷۸) وہی مصنف : اردو شاہ پارے، ۱۹۲۹ء : (۷۸) محمد عبا الحارحی حال : محبوب الرمس مذکورہ شعرائے دکن، حیدرآباد (دکن) ۱۳۲۹ھ : (۴۹) انشاء اللہ حان انشاء : (۵۰) مطبوعہ انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۵ء : (۵۰) محمد عمرو نور الہی : ہندوستان کا ڈراما، درمحلہ اردو، سوری و جولانی ۱۹۲۵ء : (۵۱) نصیر الدین ہاشمی : دکن میں اردو، کراچی ۱۹۵۰ء : (۵۲) وہی مصنف : دکن میں دکنی مخطوطات، حیدرآباد (دکن) ۱۹۳۲ء : (۵۳) سید ہاشمی فرید آبادی : تاریخ .. لمعاناں پاکستان و بہار، مطبوعہ انجمن ترقی اردو، کراچی ۱۹۵۲ء : (۵۴) سید عی عباس حسینی : ناول کی تاریخ و تنقید، (۵۵) محمد احسن فاروقی : ناول کیا ہے ؟، کراچی ۱۹۹۸ء : (۵۶) وقار عظیم ہمارے اصحاب، کراچی ۱۹۸۸ء : (۵۷) عبدالعلیم ناسی اردو تھیشر (مقالہ 'ڈراما، غیر مطبوعہ) : (۵۸) عشرت رحمانی اردو ڈراما : (۵۹) رسالہ ادب لطیف، لاہور ۱۹۵۷ء : (۶۰) رسالہ آج کل، لاہور، ڈراما نمبر، ج ۳۹، شمارہ ۱، (۶۱) رسالہ آج کل، لاہور، ڈراما نمبر، حوری ۱۹۵۵ء : [(۶۱) سید مسعود حسین سوری : لکھنؤ کا شاہی اسٹیج ادیبان، لکھنؤ ۱۹۱۶ء : (۶۲) وہی مصنف : لکھنؤ کا عوامی اسٹیج، لاہور، لکھنؤ ۱۹۹۱ء : (۶۳) گرئیرسن G Grierson *Linguistic Survey of India*، ج ۱، حصہ ۱ : (۶۴) ناسی *Histoire de la Littérature* Garcin de Tassy، طبع ۱۹۰۸ء، تین جلد، (۶۵) گراہم ہارلے *A Short History of Urdu Literature*، آکسفورڈ ۱۹۳۱ء : (۶۶) تاراچند : *Problem of Hindus*، ۱۹۴۸ء : (۶۷) انسائیکلو پیڈیا *Hindustani Language*، (طبع ثانی)، ندیل مادۂ *Influence of English on Urdu Literature* : (۶۸) لندن ۱۹۲۴ء ۔

(عبدالحق)

الاصطخری، ص ۱۹۲، اور ابن حوقل، ص ۳۴۹، النہ ایک زبان الرانیہ کا ذکر کرتے ہیں حودسویں صدی میں نردعہ کے شہر میں بولی جاتی تھی۔

عربوں نے آرمینیہ کے روس طریقہ سیمیہ کو اختیار کر لیا اور اس اصطلاح کو وسعت دے کر مشرقی ماورائے قفقاز کے تمام علاقے کو آرمینیہ اول کے تحت میں شامل کر لیا، (اس حردادہ، ص ۱۲۲؛ البلاذری، ص ۱۹۴)۔ اب عرب اس ملک میں وارد ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ چھوٹے چھوٹے تعلقہ داروں میں تقسیم ہے، جس میں سے بعض خزر کے تابع گزار بن گئے تھے، بالخصوص ساسانوں کے روال کے بعد۔ آراں میں عسائیب کی بلیغ ارمیہ سے ہوئی اور اموی عہدِ خلافت میں وہ برائے نام طور پر ارمی شہزادوں کے زیرِ حکومت تھا، جو خود عربوں کے ماتحت تھے۔ چونکہ آراں اسلامی سرحد پر واقع تھا اور خزروں کی ماتحت و تسلط کی آمادہ تھا لہذا آراں کو بہت حد تک آزادی حاصل تھی۔ [حصص] عمرامہ کی خلافت کے حاتم اور [حصص] عثمان امہ کے عہد کی ابتداء میں جو حملے سلمان بن ربیعہ اور حبیب بن مسلمہ کے زیرِ ماتحت ہوئے ان کا سبب یہ ہوا کہ آراں کے بڑے بڑے شہر، یعنی بیلقان، نردعہ، قلہ اور شنگور برائے نام طور پر [عربوں کے] مطیع و متقاد ہو گئے۔ اس کے بعد عرب متواتر خزروں اور مقامی شہزادوں سے برسرِ پیکار رہے (البلاذری، ص ۲۱۲، الطبری، ۱: ۲۸۸۹ تا ۲۸۹۱)۔

پہلی خانہ جنگی کے بعد سر امیر معاویہ کے عہد میں آراں میں عربوں کی حکومت مستحکم ہو گئی، لیکن کوہستان قفقاز کے حوی علامے میں خزروں کے حملے جاری رہے۔ عبدالملک کے عہدِ خلافت میں آراں کے کلیسا کو، جو اب تک یونانی مسیحی کلیسا سے منسلک رہا تھا، ارمی پادریوں نے عربوں کی تائید اور رضامندی سے ارمی کلیسا کے

ساتھ ملحق کر دیا (قُب La domi. J. Muyldermans nation arabe en Arménie، لووین ۱۹۲۷ء، ص ۹۹)۔ آرمینیہ (شمال آراں) کے والیوں کے متعلق (قُب البلاذری، ص ۲۰۵ تا ۲۰۹)۔ مسلمہ سر عبدالملک کے عہدِ ولایت میں، جسے حلیفہ ہشام نے ۵۱۰ء / ۷۲۵-۷۲۶ء میں مقرر کیا تھا، آراں میں عرب قلعہ نشین فوجیں بڑی تعداد میں لانی گئیں اور نردعہ خزروں کے خلاف فوجی کارروائیوں کا مرکز بن گیا۔ خزروں کے خلاف فوج کشی کے لیے قُب The History D M Dunlop of the Jewish Khazars، پرنسٹن ۱۹۵۴ء، ص ۶۰۔ ۸۷ و Il Califfato di Hisham F Gabrieli، اسکندریہ ۱۹۳۵ء، ص ۷۷ تا ۸۴۔ مروان بن محمد کے عہدِ ولایت میں، جو [بعد میں] امویوں کا آخری حلیفہ ہوا (۱۱۳ تا ۱۱۲۶ / ۷۳۱ تا ۷۴۴ء) خزروں کو فصلہ کن سکست ہوئی اور عربوں کی حکومت مصبوطی سے قائم ہو گئی۔

آراں میں اموی اور عباسی دورِ حکومت میں مقامی آراںی اور ارمی خاندان ہم حود مختارانہ طور پر عربوں کے ماتحت حکمرانی کرتے رہے۔ لگا، اسلامی سٹکوں میں ادا کیے جاتے تھے اور ہمیں ایک ایسی ٹکسال کا علم ہے جہاں کے رہے ہوئے ۵۱۴ / ۷۶۲ء کے قدیم عباسی سٹکوں پر آراں کا نام موجود ہے۔ یہ ٹکسال یا نو نردعہ میں واقع تھی یا بیلقان میں۔ ۵۲ / ۸۲۲ء میں آکر ہمیں ایسے سٹکے بھی ملتے ہیں جن پر "مدینۃ آراں" کتبہ ہے بظاہر ۵۲۶ / ۸۴۰ء کے بعد اس ٹکسال کو ترقی کر دیا گیا۔

عرب مقامی حکمران کو، جو بہران کے قدیم خاندان سے تھا، نظریں آراں کے لقب سے یاد کرتے تھے اور یہاں کا آخری نظریق araz Trdat ۸۲۱ یا ۸۲۲ء میں قتل کر دیا گیا۔ اس کے کچھ

اران کا سب سے اہم شہر بن گیا، لیکن ۱۲۲۱ء میں مغلوں نے اسے تباہ کر دیا۔ اس کے بعد اران کا اہم ترین شہر گجہ تھا۔ مغلوں کے دورِ حکومت میں اران کو آذربائیجان کے ساتھ شامل کر لیا گیا اور ان دونوں صوبوں پر ایک ہی گورنر حکومت کرتا تھا۔ مغلوں کے حملے کے بعد تبلیغ اسلام اور برقی دہدہ کی اشاعت کا کام پہلے کی نسبت سز ہو گیا اور دونوں دروازوں کے بیچ کے علاقے کا نام قرہ باغ ہو گیا۔ سمور کی فوجات کے بعد، جس نے تعمیر اور بہروں کی مرمت کا بڑا کام کیا، اران کا نام صرف ایک بادشاہ کے طور پر نامی رہ گیا، کیونکہ اس کے تمام معاملات اب آذربائیجان کی تاریخ کا حصہ ہو کر رہ گئے۔

مآخذ: (۱) آرمینوں کی مدھی تاریخ Moses Kalankatuci نے ارمی زبان میں بیان کی ہے (تعلیقات ۱۹۱۲ء)؛ اس کے مضامین کے لیے دیکھیے A Manan-Beitrage zur albanischen Geschichte dian ۱۸۹۷ء، ص ۳۸۔ (۲) قبل اسلام کی تاریخ کے لیے J Marquart، Eransahr، ص ۱۱۷۔ (۳) جعفریہ کے لیے قس لیسٹریخ Le Strange، ص ۱۷۶ تا ۱۷۹ اور (۴) حدود العالم، ص ۲۹۸ تا ۳۰۳؛ (۵) اران کے ابتدائی دور کی اسلامی تاریخ کے متعلق دیکھیے J Laurent، L'Arménie entre Byzance et l'Islam (پیرس ۱۹۱۹ء)؛ (۶) شہل بن سبط کے لیے دیکھیے Minorsky، Caucasica IV، در BSOAS، ۱۹۰۳ء، ص ۵۰۳ تا ۵۲۹؛ (۷) ہوشداد کے متعلق قس اس کی تصنیف Studies in Caucasian History، لندن ۱۹۰۳ء؛ (۸) اصطلاح و زبان سے متعلق بہت سی تفصیلات مقالہ اران، ار رکی ولیدی طوعان، در آ، ب، میں مل سکیں گی

(R. N FRYE موائی)

• ارجان: فارس کا ایک شہر۔ عرب مصنفین کے قول کے مطابق اس شہر کا بانی ساسانی بادشاہ

عرصے بعد ہی دریائے گزر کے شمالی علاقے میں واقع شنگی کے امیر شہل بن سبط نے اران کے تمام صوبے پر اپنا تسلط حاصل کیا اور خلافت اسلامی سے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ اس نے باغی نانک نو، جس سے اس کے پاس ہوا لی تھی، عربوں کے حوالے کر کے ان سے دوبارہ مصالحت کر لی۔ اس کے چچہ دسر بعد حبشے گورنر تعینات کیے گئے۔ سہرادوں کو خلاوطن کیا گیا یا اس کے بیٹے اور حاشیہ کو ۸۵۴ء کے قریب سامرا بھیج دیا گیا۔ اس کے بعد اسے سروان اور در... کے امراء نے اران کے معاملات میں مداخلت کی، لیکن اسے ساح اران میں سب سے زیادہ طاقتور حکمران تھے۔ نویں اور دسویں صدی کے آخر کے ساحی والی ماہرانیے معمار کی عیسائی آبادی کے ساتھ بالخصوص، سختی رہتے تھے، لیکن مقامی خاندان، خاص طور پر دریائے گزر کے شمال میں، برابر حکومت کرتے رہے (قس ابن حوقل، ص ۳۳۸)۔ موانا بن محمد بن سبط نے اران اور آذربائیجان پر ۹۴۱ء سے ۹۵۷ء تک حکومت کی اور اران کے بستر امراء اس کے لیے تیار تھے۔ ۹۴۳ء میں اسی کے عہد حکومت میں روسیوں نے نردعہ کے مصافح کو مات و راجح کیا تھا۔ اس کے بعد اران گجہ کے ہوشداد کے حصے بن آ گیا۔ ہشاد کی خاندان کا سب سے بدہ طاقتور رکی ابو الاسبوار ساور بن فصل بن محمد بن... تھا، جس نے ۸۴۱ء / ۸۴۹ء سے ۸۵۹ء / ۸۶۸ء تک حکومت کی۔ ۸۶۸ء / ۸۷۰ء میں انب ارسلان نے اپنے ایک سپہ سالار سوپگی کو ہوشداد کی حکمہ اران کا حاکم بنا کر بھیجا۔ رکی مائل، جس میں سب سے پہلے عزت تھی، اران میں سے اور رفتہ رفتہ ترکی زبان نے ان سب دوسری زبانوں کی حکمہ لے لی جو عام طور پر رائج تھیں۔ ترکی عہد میں بظاہر نردعہ کی حکمہ بیلقان



اور اس کے مصافح میں اکثر لوٹ مار برپا کرتے رہتے تھے۔ آخر کار ساتویں / تیرھویں صدی میں انہوں نے ارجان پر قبضہ کر لیا اور اس فتح کے حوالہ سے نتائج سے ارجان کو پھر کبھی بحال نہ مل سکی۔ یہاں کے باشندے زیادہ تر قریب کے شہر بہنہاں میں مستقل ہو گئے، جو بعد میں ارجان کی جگہ اس صوبے کا دارالحکومت بن گیا۔

عرب حمرایادانوں کے نزدیک ارجان اس سڑک پر جو سرار سے عراق کو جاتی ہے اہوار اور شیراز سے تقریباً سترہ میل کے فاصلے پر اور حلب فارس سے کوئی ایک دن کی مسافت پر واقع تھا۔ یہ شہر دریائے طاب کے کنارے پر آباد تھا، جو نہاں اہوار اور فارس کے درمیان حد فاصل بنا رہا تھا۔

ارجان کے آثار قدیمہ C de Bode سے دریائے طاب (موجودہ آب کردستان یا ماروں) کے کنارے پر ۳۱ درجہ ۳۰ ثانیہ عرض بلد شمالی، ۵۰ درجہ ۲۰ ثانیہ طول بلد مشرقی (کریچ) پر دریافت کیے گئے۔ المسومی مان لڑا ہے کہ اس شہر کے لیے ارجان یا ارجان کا نام آٹھویں / چودھویں صدی میں عام طور سے رائج تھا۔ بقول ہررفیلڈ Herzfeld اس شہر کے آثار کا محل وقوع بہنہاں کے شہر سے بحالہ سرور گھوڑے کی سواری کے درجے کوئی دو گھنٹے کا راستہ ہے اور اس شہر کے کنارے ہے جو دریائے ماروں سے نکلی گئی ہے۔ یہ سیکستہ آثار مریداً ایک مستطیل میدان میں کوہ بہنہاں کے نزدیک ۳۹۳۰ × ۲۶۲۰ فٹ کے رقبے میں موجود ہیں۔ بقول سٹائن Stein کھیتوں نے اب سب عمارتوں کے آثار محو کر دیے ہیں۔ دریا سے اوپر کی طرف، کوئی دو میل کے فاصلے پر، قرون وسطیٰ کے زمانے کا ایک پل اور پل سے پیچھے ایک بند کے آثار اب تک موجود ہیں۔ اس پل کا ذکر عرب حمرایادانوں نے بھی کیا ہے۔

خواد اول (۸۸۸ یا ۸۹۶ تا ۹۰۳ء) تھا، جس نے آباد کیا اور اس شہر کا سرکاری نام ”وہ آبد قواد“ (اچھا یا بہتر آبد قواد) رکھا اور ان الفاظ کو ملا کر اس کی معرب شکل ”وام قواد“ نا عموماً معص ”آبد۔ قواد“ بن گئی (Marquart) سے اس لفظ کو الطبری، ۱: ۸۸۷، ۸۸۸، میں اسی طرح تلفظ کر کے کی تجویز کی تھی)۔ کچھ عرب مصنفین نے غلطی سے ارجان کو ”آبر (ر) قواد“ کا نام دے دیا ہے۔ حالانکہ وہ ایک صلح اور شہر کا نام ہے، جو اہوار (خوردستان) کی مغربی سرحد پر واقع تھا، میر دیکھے مادہ آبر قواد۔ بہر حال یہ نام، یعنی ارجان، جو عام طور پر استعمال ہوتا ہے، ایک قدیم تر شہر کے نام سے لیا گیا ہے، جو قواد کے سائے ہوئے نئے شہر سے پہلے موجود تھا۔

عربی حکومت کے عہد اوسط میں فارس کے ایک سرحدی شہر کے طور پر اہوار کے مقابلے میں ارجان کا ذکر زیادہ کثرت سے آیا ہے اور وہ ساتویں صدی ہجری / تیرھویں صدی میلادی کے آخر تک فارس کے پانچ صوبوں میں سے سب سے مغربی صوبے کا صدر مقام رہا۔ ارجان کے صوبے کا ایک حصہ انداء میں فارس کا نہیں بلکہ خورسان کا حصہ تھا (فت اس المند، ص ۱۹۹؛ المقبیدی، ص ۴۱)۔ عرب حمرایادان ارجان کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ ایک بہت بڑا شہر تھا، اس کے بازار بہت وسیع و بڑے تھے، یہاں صاف سڑی مقدار میں سنا تھا، اساح کثرت سے پیدا ہوتا تھا، کھجور اور ریوں کے باغ یہاں بہت زیادہ تھے اور اس کی حائے و بوع گرم سیر علاقے میں سب سے زیادہ صحت امرا حکموں میں سے تھی۔ حشیش کا عروج اس شہر کے روال کا باعث بن گیا، کیونکہ انہوں نے کئی ایسے مستحکم مقامات پر قبضہ کر لیا جو آس پاس کی پہاڑیوں پر واقع تھے اور وہاں سے وہ شہر

مآخذ: (۱) ابن الشَّحْرَبِيُّ حَمَانِي، حیدرآباد ۱۳۴۰ء، ص ۲۸۳؛ (۲) الشَّعْبَانِي: الْأَنْسَاب، ص ۲۴۰؛ (۳) ابن العَوْرِي الْمُنْتَظَم، حیدرآباد ۱۳۵۹ء، ص ۱۰۳ تا ۱۰۴؛ (۴) ناقوت، ۱۹۳۰ء تا ۱۹۵۰ء؛ (۵) ابن الأَثِير، ۱۱: ۹۶ تا ۹۷؛ (۶) ابن حَلِّكَنْ، مطبوعہ ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء، ص ۸۳ تا ۸۵؛ (۷) براکلمان Brockelmann، تَکْمِلَه، ص ۴۴؛ (۸) علی آل صاهر، *La Poésie arabe en Irak et en Perse sous les Seldjoukides*، Sorbonne، ۱۹۵۴ء، اشارہ (ادارہ)

### \* آرژچیل (Arzachel) دیکھئے الترمذی

- \* آرژ روم: Erzerum، اس سطح دریائے فرات کے کنارے ہے۔ اس کا ایک ولایت کا صدر مقام، سطح سمندر سے تقریباً ۶۰۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے اور روسی ماورائے قفقاز (Kars) اور ادراس (بیر) سے شمالی اسیائے کوچک (سواس) کے علاقے کا واحد قدرتی دروازہ ہے۔ سلاوہ اس ایک عمدہ سڑک کے ذریعے شمال کی سمت میں بحرہ اسود (طرابزون) اور جنوب میں چھٹل وال سے ملا ہوا ہے۔ قدیم زمانے میں یہی عین اسی مقام پر، جو جنگی اور تجارتی اعتبار سے اس قدر اہم ہے، ایک بڑا شہر، یعنی یورپٹوں کا Theodosiopolis (دیکھئے La Frontière de Chapot) Karin، کرنوئی کلک (Karnoi Kalak) کا صدر مقام تھا۔ یہ اس نام میں باقی رہ گیا ہے جس سے عربوں نے اس شہر اور صلیح کو موسوم کیا، یعنی فالقلا (اس کے متعلق قبط Andreas، در ہارٹمان Bohtan M Hartmann، ص ۱۴۸، بعد Hubschmann، در Indogerm Forsch، ۱۶: ۲۸۷ء بعد۔ عرب مؤرخین کا بیان ہے کہ حسب بن مسلمہ نے ۶۴۵ء - ۶۴۶ء میں فالقلا پر قبضہ کیا، لیکن ارمن مآخذ کی رو سے یہ قبضہ ۵۶۵ء کے بعد ہوا (دیکھئے Armenien unter der arab Ghazarian)

مآخذ: (۱) ناقوت، ۱۹۳۰ء تا ۱۹۵۰ء؛ (۲) لیسٹریج [Lo] Strang، ص ۲۴۷، ۲۶۸، ۲۶۹ تا ۲۷۰؛ (۳) سیدکہ Gesch d Perser u Araber Th Nöldeke، zur Zeit der Sasaniden، ص ۱۳، ۱۳۸، ۱۳۶؛ (۴) Eranšahr n d Geogr d Pseudo J Marouei، Muses-Koren، ص ۱۴۰ بعد؛ (۵) 'ran Schwarz، Erdkunde K Ritter، (۶) ثر سفر، Travels in Luristan C de Bode، (۷) ۱۳۵۰ء، and Arabistan، (۸) E Herzfeld، در Petermann's Geogr Mitteil، ص ۸۷ تا ۸۸؛ (۹) وہی مصنف در Klio، ۸: ۱۰۸؛ (۱۰) Old Routes in Western Iran، Sir Aurel Ste، ص ۸ تا ۱۰، لمحہ (پلیٹ) ۲۲ تا ۲۴ (D N WILNER) و M STRICK)

آرژحانی: صاحب اللذان ابوکر احمد بن محمد حیدری، عرب ساحر، جو ۵۴۶ھ / ۱۱۵۰ء میں ہند ہوا اور ۵۵۴ھ / ۱۱۵۹ء میں مصر کا عسکر مکرّم میں فوت ہوا۔ مدہنی مساجد کی بناء پر، جس کی تکمیل اس نے بنادہ۔ مدرسہ کے مدرسہ نظامہ میں کی تھی، اسے نستر کا رد کردنا گدا، لیکن اس نے اندا ہی سے اسے سو باغری کے لئے وقف کر دیا۔ جسے وہ ایک معاشی ایک دریمہ سمجھتا تھا اور اس نے بالخصوص کسی بلند المستطہر کی سان میں مدحتہ بطین جز، جو قصدے کی شکل میں نہیں اور جس کے روایتی سبب [عربہ نمہد] بھی شامل تھی۔ عصر قائد آرژحانی کے کلام کی تعریف کرتے ہیں، اسے محض ایک محدود نامے کا سرنگو سمجھنا چاہیے۔ اس کا دیوان، جسے اس کے بیٹے نے جمع کیا تھا، ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء میں بیروت شائع ہوا اس کے کئی قلمی نسخے لڈن اور لندہ میں موجود ہیں۔

(pashaliks) میں سب سے زیادہ اہم صوبے کا مرکز بن گیا۔ وہ ایک ایسا سرحدی مورچہ تھا جس پر قصبے کے لیے ترکوں کے حربہ انرابی اکثر اُن سے جھگڑتے رہے، لیکن جس پر ترکوں نے ہمیشہ کسانوں سے اپنا قصبہ برقرار رکھا۔ ترکی کی اندرونی تاریخ میں یہ مقام آنازہ ناہا [رک ناں] کی بغاوت کے باعث مشہور ہے۔ جسے ۱۶۲۷ء میں فرو کیا گیا۔ اسی صدی سے اس قلعے کو روس کے خلاف ترکی سرحد کا بغاؤ کرنا پڑا ہے، اگرچہ یہ مانا پڑتا ہے کہ اس نام کو وہ لچہ کسانوں سے نہیں سنا سکا۔ ۱۸۷۸ء میں دیوہ بونوں Dewe Boyūn [رک ناں] کی جنگ کے بعد ارز روم ترکوں کے ہاتھ سے اس طرح نکل گیا کہ اس پر دوبارہ قصبہ کرنا اُن کے لیے ممکن نہ ہوا، لیکن اسے عارضی صلح کے بعد ہی روسوں کے حوالے کر دیا گیا۔ [۱۸۷۸ء کے بعد سے ارز روم کا نظم و نسق زیادہ تر دولتِ یورپ کے ہاتھ میں رہا اور ارسنی و غاں منہ و فساد برپا کرتے رہے۔ پہلی جنگِ عظیم کے دوران میں روسی فوج ۱۹۱۶ء میں ارز روم میں داخل ہو گئی، لیکن پُرسٹ لٹووسک Brest-Litovsk کے معاہدے کے بعد ترکیت بھر اس پر قابض ہو گئے۔ جولائی ۱۹۱۹ء میں مصطفیٰ کمال ناہا نسری ترک فوج کے مقبض فی حُسن سے ارز روم آئے اور پھر فوج سے مستعفی ہو کر انہوں نے یہاں اپنے طور پر ایک مجلسِ ملی کی ساد رکھی۔ ۲۳ جولائی کو اس مجلس کا پہلا اجلاس ہوا ]

ارز روم کی آبادی کے متعلق جو مختلف اندازے کیے گئے ہیں اگر انہیں صحیح سمجھا جائے تو یہ کہنا حاسکنا ہے کہ گرسہ صدی کے دوران میں اس آبادی میں حامی کمی واقعی ہو گئی ہے۔ اگرچہ کسی ریلوے یا دوسری قسم کی سڑکوں کا کوئی اچھا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ارز روم کی

Herrschaft، ص ۱۹، ۲۳، بعد، ۷۳)۔ یونانیوں اور عربوں کی باہمی جنگوں اور ارسوں سے لڑائیوں کے متعلق، جو بعد کی صدیوں میں ہوئی رہیں اور جس کے دوران میں قائلقلا ایک فریب سے دوسرے کے پاس منتقل ہوا رہا، قَب مادہ اُرمسہ۔

اس شہر کا موحودہ نام صرف نویں صدی ہجری سے رائج ہوا۔ ۱۰۴۹ء میں سلجوقوں نے ارز کے شہر کو، جو سرس سے مشرق کی طرف لچہ زیادہ فاصلے پر واقع نہیں ہے، تباہ کر دیا اور اس کی آبادی Theodosiopolis، یعنی قائلقلا، میں منتقل ہو گئی اور ان لوگوں نے اس شہر کو ارزاں الروم (رومیوں کا ارز) کے نام سے موسوم کیا، جو نیکر تر ارزاں الروم اور ارض الروم (رومیوں کی سر زمین) ہو گیا۔ اس کے بھوڑے عرصے بعد ہی سلجوقوں نے آخر کار اُرمسہ میں یونانی حکومت کا حاکم کر دیا۔ ۵۸۸/۱۱۹۲ء سے ۶۲۷/۱۲۳۰ء تک ارزاں الروم ایک خود مختار سلجوق سلطنت رہا (قَب مادہ طغرل شاہ) ۱۲۴۱ء میں ارز روم مغول حملے کی لپٹ میں آ گیا۔ المستوفی (چودھویں صدی کے پہلے نصف میں) اس شہر میں متعدد گرجاؤں کا ذکر کرتا ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس میں زیادہ تر ارس آباد تھے۔ اس کے برعکس اس نقطہ پر آبادی میں برلمان مسلوں کا غلبہ دیکھا اور مغول اس نے ان کی حریت شہر کی تباہی کا باعث ہوئی۔ اس وقت سے ارز روم کا صلح آویوینلو سلسلے کا ایک مضبوط کڑا بنا رہا۔ فرہ ویوینلو سے جنگوں کے بعد، جو سمور کے حملے کے بعد ہی شروع ہو گئی تھیں، اوروں جس نے، جو آویوینلو میلے کا سب سے بڑا آدمی ہوا ہے، ارز روم کا قلعہ تعمیر کیا، لیکن ابھی وفات سے پہلے ۱۸۷۸ء/ ۱۳۷۳ء میں پرحاں کی تباہی جنگ کے بعد وہ اس کے ہاتھ سے نکل کر سلطان محمد ثانی کے قبضے میں آ گیا؛ اب ارز روم ترکی سلطنت کے صوبوں

\* ارزن: (سربیائی آرژون، ارزن آرژن Arzn، آلژن Alzn) مشرقی اناطولیہ کے کئی شہروں کا نام۔ ان میں سب سے زیادہ اہم رومی صوبہ ارزیسی (Arzanene) کا، جسے ارزن میں الریج Aldznikh کہتے ہیں، سب سے بڑا شہر تھا، جو دریائے دجلہ کے ایک معاون آرژن صوبہ (جدید گروزسکو) کے مسربی کنارے پر تقریباً ۳۱ درجہ ۱۴ منٹ درجہ طول بلد مسربی اور ۳۸ درجہ عرض بلد شمالی (گریچ) میں واقع تھا۔ مسلم مصنفین نے اس شہر کو عربی حاکم کے بڑے شہر مسافروں سے متعلق بتانا ہے۔

اس نام کی اصلیت کا تقبی طور پر کچھ علم نہیں، لیکن اس کی قدیمیت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ Die altarmenischen Hübschmann کے ایسے دیکھے Ortsnamen، Indogermanische Forschungen، ۱۶ (۱۹۱۱ء) ۲۳۸، ۳۱۱ اس شہر کی اسلام سے پہلے کی تاریخ کے لیے، جب کہ ایک اسف کی حاشیہ سام تھا، دیکھے مارکار Franzohr Marquart، ص ۲۵

ارزن ۵۲۰/۶۶۳ء میں عباس بن عثمان کے ہاتھوں فتح ہوا اور اس علاقے کو پہلے الحریرہ کے علاقے میں (البلادی، ص ۱۷۶) اور پھر دیار نکر میں شامل کر دیا گیا۔ یہ شہر ایک نہایت زرخیز زرعی ضلع میں واقع تھا اور بول قدیمہ (BGA، ۶۶-۲۴۶) سوغتوں کے زمانے میں ارزن اور مسافروں کے اوسط مجموعی مداخلت اٹالس لائڈ درہم سالانہ تھے۔ حمدانوں کے عروج تک ارزن پر ارزن امراء حکمران رہے، جو عربوں کے ساتھ ساتھ سر عقد اطاعت و وفاداری کی سہ پر واسطہ تھے، فکانرڈ، ص ۱۷۲)۔

جوبھی/دسویں صدی کے آغاز میں جب سلف الدولہ حمدانی ارمنوں یا نورطی سلطنت کے خلاف فوج کشی کی تیاری کر رہا تھا تو اس نے ارزن میں سکوت اختیار کر لی۔ ۵۳۳/۶۴۴ء میں نورطیوں

اہمیت کم ہو جاتی ہے، تاہم یہ شہر، جس کی آبادی Cuinet کے بیان کے مطابق اڑیس ہزار ہو سو چھ ہے [۹۴۵ء کی مردم شماری کی رو سے شہروں کی تعداد ۵۲۵۳۴ ہے، جس میں سے تقریباً ۹۹ فی صد مسلمان ہیں] مصالحت جنگی کے اعشار سے غم ہے، کیونکہ یہ ایک مستحکم سرحدی مقام ہے، یہاں جدید طریقے سے قلعہ بندی کی گئی ہے، درجہ اس کے وسیع زیادہ مصیبت ہیں، سرحدی افسر سے بھی ایک ولایت اور اس کے معنی علاقے کا چارٹی ہو کر ہوئے کے طور پر آئے مدت حاصل ہے (سابقہ زمانہ)۔ دریا ایک لائڈ، مالک کا نام) اور اسی طرح ایران سے تجارت کے لیے ایک مرکزی مقام ہونے کی وجہ سے ہے۔ احموریہ ترکی کے ربر سایہ اور روم میں سی طر کے مدارس، سفاحی، لڑکوں اور لڑکوں کے نئے صنعتی مرکز و سرہ قائم ہو گئے ہیں اور یہ شہر اناطولیہ کا ایک اہم مقامی مرکز بنا جا رہا ہے۔ یہاں نے ان، چمڑے، خود سازی اور ٹائل بنانے کے درجے میں قابل ذکر ہیں [

مآخذ (۱) Memoires sur l'Arménie St Martin، ۱۶۹۶-۱۶۹۷، (۲) یاقوت، ۱۶۹۶، (۳) ابوالعلاء (طبع R. Rinaud)، ص ۳۸۴، سعد، (۴) اس تطوط، ۲۹۴ (۵) الدیمیسی (طبع Mehren)، ص ۱۸۹، سعد، (۶) حاجی حلیہ، جہاں سما (مسططیہ ۵۱۱۳۵)، ص ۳۲۲ (۷) اور امیدی Travels (مترجمہ ہامر von Hammer)، ۲ (۸) لسترینج Eastern Cal- G la Strange، ۱۱۷۷، سعد، (۹) رٹیر Erdkunde، ۱۰، ۱۵۷ تا ۱۶۸، (۱۰) Reise nach Innerarabien Nolde، ۲۵۸، سعد، (۱۱) Diplomatic and Consular Reports، ۱۲۳۳-۱۹۱۱ (۱۲) Turque d'Asie Cuinet، ۱۸۳، سعد، (۱۳) آت، سریر مادہ، جہاں مآخذ کی مفصل فہرست بھی دی گئی ہے۔

(ہارٹمان R. HARTMANN)

نے ارزن کو فتح کر کے ماہ و برباد کر دیا (Canard، ص ۳۸)۔ حمداسوں نے شہر مدکور کو واپس لے لیا، لیکن انہیں دبار بکر کے علاقے میں نورملوں کے خلاف کئی دفعہ نژانسان لڑنا پڑی۔ اس کے بعد اس شہر کی اہمیت جاتی رہی اور بارہویں صدی میلادی میں باہوب (طبع ویشٹفلڈ Wustenfild، ۲۰۰) نے لکھا کہ یہ شہر کھنڈروں کا ایک ڈھر ہے۔ بہت ہی کم سیاح اس کے محل وقوع کو دیکھ سکتے ہیں، لیکن ٹیلر J G Taylor نے JRS، ۲۵ (۱۸۶۵ء) میں اسے صاحب کیا ہے اور اس کے کھنڈروں کا ایک نقشہ بھی دیا ہے۔

اس ارزن دو پاس ہی کے ایک چھوٹے سے موضع ارزن الرزم نامی کے ساتھ مندرج نہیں لڑنا چاہیے، جو اسی طرح ایک - ریا نہاں سو Bohtan Su کے کنارے پر واقع ہے، دیکھئے J Markwart، *Südarmanien und die Tigrisquellen*، (وی آنا، ۱۹۳۰ء)، ص ۳۱ و ۳۲۔ اسے ارزن الروم (ارز روہ) اور فریب کے نورملی شہر Aptat سے بھی مندرج کرنا چاہیے۔

مآخذ: متن میں جس جگہوں کا ذکر ہے ان کے علاوہ (۱) قب Die Entstehung und Marquart، *Wiederherstellung der armenischen Nation*، ہولڈم ۱۹۱۹ء، ص ۳۳۳؛ (۲) *Histoire de la M. Canard*، *Dynastie des Hamdanides*، الجزائر، ۱۹۵۱ء، ص ۸۳۔ جہاں صفحے کے آخر میں حاشیہ ۱۷ میں ارزن سے متعلق عرب جغرافیہ نویسوں کے حوالہ جات دیے گئے ہیں؛ ص ۲۰ پر جو نقشہ درج ہے وہ بالعصوم دلچسپ ہے۔

(برائی R N FRYF)

\* ارزنجان: (Erzindjān) ولایت ارزن روہ میں ایک سبکی کا صدر مقام، جس کے باشندوں کی تعداد سنس ہزار ہے۔ ارزن روہ اور سیواس کے درمیان فرہو کے

سمالی کنارے پر ایک رحیر میدان میں واقع ہے۔ ارزن ماحد کی رو سے نہ شہر زمانہ قبل مسیح سے چلا آتا ہے۔ اس شہر کے کچھ حالات ہمیں پہلی مرتبہ واضح طور پر سلجوقی عہد میں ملتے ہیں [دیکھئے مادۃ منگوچک Mangučak]۔ بقول باقوب اس کے باشندے زیادہ تر ارزن تھے۔ ۱۲۳۰ء میں حوارم شاہ حلال الدین [رک باں] نے یہاں سلجوقی علاء الدین کسناد اول اور ابوبی الاسرف نے شکست دی۔ المسومی (لیسٹریج Le Strange، کتاب مدکور) کا مان ہے کہ ارزن کی فصلوں کو لشکار نے ارزن نو بھر کیا۔ ۱۲۳۳/۱۲۳۴ء میں سلجوقوں کی فوج مغلوں کے سامنے سرگرم ہو گئی جو ارزن روہ کے راستے ایسائے کوچک میں داخل ہو گئے۔ اس نطوطہ کے وہ میں بشر آبادی ارزن بھی، لیکن اسے نہاں کچھ برکی بولنے والے مسلمان بھی ملتے تھے۔ اس شہر نے، جو ہمیشہ برکمانوں کا ایک حصہ حصی رہا، سوڑے عرصے کے لیے ناپرید اول کے عہد میں برکی ساد کو قبول کر لیا تھا۔ سمور کے زمانے میں وہ مرہ قونوللو خاندان کے قرہ یوسف کے حصے میں تھا اور پھر آف قونوللو کے اوروں جس کے ہاتھ میں چلا گیا۔ نہ زمانہ، جو غالباً اس کی سب سے زیادہ خوش حالی کا دور تھا، برحان میں سلطان محمد ثانی کی اوروں جس پر فتح کے ساتھ ختم ہو گیا۔ برکی حکومت کے مابعد یہ شہر موحودہ زمانے تک ارزن روہ کی ولایت (پاشالک) کا ایک حصہ رہا ہے۔ کئی بار لرلے سے تباہ ہوئے کے ناوحد (خاص طور پر ۱۷۸۳ء میں) اپنے گرد و پیش کے علاقے کی زمری کی وجہ سے یہ شہر ہمیشہ دوبارہ اپنی حالت درست کرنے کے قابل ہو گیا۔ [حسوری ۱۹۳۹ء میں اس شہر کو ایک اور حوصاک لرلے کا سامنا کرنا پڑا، جس سے وہ تقریباً تباہ ہو گیا اور کئی قدیم اور مشہور عمارتیں، مثلاً

پہلی صدی قبل مسیح سے مستقل طور پر مروج ہو گیا۔  
 (۱) اس کے سارحیں، یعنی دمشق کا نکولاس  
 Nicolaus (پہلی صدی و۔ م)، آروڈیسیاس Aphrodisias  
 کا الکزانڈر Alexander (م۔ ۷۲۰)، ہیپیسٹیس Themistius  
 (چوتھی صدی و۔ م)، جان فیلوپونوس John Philoponus  
 اور سیمپلیسیس Simplicius (چھٹی صدی و۔ م)  
 [کی تحریروں] سے بتا چلتا ہے کہ اسی سائنس دانوں نے  
 میں ارسطو کو آکس طربوں سے سمجھا جانا تھا۔  
 وہ احشائے معدودے حد (مستحیج) ارسطو کی اکثر  
 تصانیف احرار عربوں کو براہم کے ذریعے معلوم  
 ہو گئیں اور ارسطو کے عرب معلمین اور مسلمان  
 فلسفیان فلسفہ نہایت سی سرحوں کا بھی (حر میں سے  
 عصر سے ہم اصل یونانی زبان میں وارد ہیں اور  
 بعد صرف عربی ترجموں میں محفوظ ہیں، بلکہ  
 عرب سے لے ہوئے عربی ترجموں میں بھی) پوری  
 طرح مطالعہ کر چکے تھے۔ ارسطو کے مطالعے کی  
 مشرفی روایت دلائل قطع اس کے سائنس دانوں  
 سارحیں کا تتبع کرتی رہی۔ چنانچہ عربوں وسطیٰ فی  
 مغربی روایت اس حد تک ارسطو کے اسلامی مطالعے  
 پر اعتماد کرتی ہے جس حد تک کہ اس کے فکر کی  
 یونانی اور یورپائی سرحوں پر (بالخصوص ان ابواب  
 میں حوالہ فارابی، ابن سینا اور ابن رشد کی وساطت سے  
 معلمین فلسفہ تک پہنچے ہیں)۔ بیشتر عرب فلسفیان  
 ارسطو کو بلا نامقل فلسفے کا مستاربین اور بے مثل  
 نمائندہ مانتے ہیں، یعنی الکیڈی سے لے کر (قے  
 ابو یزید) : رسائل، ۱۰۳۰، ۱۷۱، ابن رشد تک، جس نے  
 اس کی بے لاگ مدح ان الفاظ میں کی ہے (Comm  
 Magnum in Arist De anima III، ۲ : ۴۳۳ طبع  
 Crawford) : ارسطو ”وہ مثالی شخصیت ہے جسے  
 قدرت نے اسباب کے مشابہ کمال کے اظہار کے  
 لیے خلق کیا تھا“ (exemplar quod natura invenit)  
 - (ad demonstrandum ultimam perfectionem humanam

ابو حامی (سائنس دان سنجوقی سلطان کیلانی ہے)،  
 ابن عربی اور تاش حان (عہد سلطان سلیمان اول  
 سے منسوب)، ابن حاتم، چادرحی حامی، حبل اللہ  
 مہدی وغیرہ مسمار ہو گئیں۔ قدیم ارونجام ایک  
 برصغیر کے وسط میں دریائے قرہ صو کے معری کے  
 ماں میں آباد تھا۔ اس ماہی کے بعد اس کی جگہ  
 ۱۰۰۰ عارضی شہر ریلوے سٹیشن کے شمال میں  
 کر ہے۔ یہاں فقط ایک منزل کے اور زیادہ سر  
 جہی کے مکمل ہیں۔ کچھ دکانیں اور مکمل وغیرہ  
 ہی ن گئے ہیں، اور سہرہ دو ارسطو ٹھیک  
 نے بعد۔ راتوں کا کام جاری ہے۔ ۱۹۴۵ء کی  
 رہ۔ سماری میں ارونجام کی آبادی ۱۲۶۳۰ (تقریباً  
 ۱۰۰۰۰) ہے۔ اس سے زیادہ ریل اور ٹرک ریلوں  
 پر بھیجی جاتی ہیں۔ ایک فوجی چوکی کے طور پر  
 اس سماں ارکی کی مشرفی حدود کے بڑے دفاعی  
 پوزیشن میں ہے۔

مآخذ (۱) Mémoires sur l'Armenie St Martin

۱۰۰۰ بعد (۲) ناقوب، ۱۰۵۰ (۳) ابوالدہ (طبع

Reinach)، ص ۲۹۲ بعد (۴) ابن بطوطہ، ۲۹۳۰

۱۰۵۰ الدمشقی، ص ۲۲۸ (۵) حاجی حلیفہ جہاں نما

(تقریباً ۱۱۴۵ھ)، ص ۴۴ (۶) اولیا امیدی :

Travel (مترجمہ von Hammer)، ۲۲۲ بعد (۷)

سینج G Le Strange Eastern Caliphate

ص ۱۱۸ (۹) زائر Erdkunde Ritter، ۱۰۷۷ تا

۱۱۰۰ (۱۰) Turque d'Asie Cuneet، ۲۱۱۰ (۱۱)

ت، برصغیر، جہاں بعض نئے مآخذ بھی مذکور ہیں

(R. HARTMANN)

ارزون الرؤم : دیکھیے ارونجام

آرس : دیکھیے الرس

ارسطو طالپس یا ارسطو یعنی Aristotle

چوتھی صدی قبل مسیح کا یونانی فلسفی، جس کی  
 تصانیف کا مطالعہ یونانی فلسفے کے دستاویزوں میں

چنانچہ ارسطو کا ذکر اکثر ”الفلسوف“ [”الحکیم“] کے نام سے کیا جاتا ہے اور الفارابی کا لقب ”المعلم الثانی“ ضمناً ارسطو کے ”المعلم الاول“ ہونے کا اعتراف ہے۔ چونکہ مسلم ارسطوئیت کا مکمل حائزہ لے کے معنی عملاً یہ ہوں گے کہ مسلمانوں کے پورے فلسفیانہ فکر کی مکمل تاریخ لکھی جائے اس لیے یہاں اسی پر اکتفا کرنا پڑے گا کہ خاص خاص حقائق بیان کر دیے جائیں اور مطالعے کے اُن وسائل کا نام دے دیا جائے جو اس وقت موجود ہیں۔ عرب یونانی شارحین سے اس باب میں مدد ملے گی کہ ارسطو ایک ادعائی (dogmatic) فلسفی اور ایک معتزم نظام فلسفہ کا ناظم ہے۔ اس کے علاوہ اسے (پھر اُسی طریقے سے کہ جس سے یونانی و افلاطونی معلم ناواقف نہ رہے) اسے فکر کے تمام سادی عقائد میں افلاطون سے مدد ملے گی کہ اس کی تکمیل کرنے والا فرص کیا جاتا ہے۔ عرب و اس حد تک پہنچ گئے کہ انہوں نے مابعدالطبیعات کے و افلاطونی حالات و تصورات کو بھی ارسطو سے منسوب کر دیا اور اس لیے یہ زیادہ عجیب حیرت نہیں ہے کہ فلوٹسوس Plotinus [کے فلسفے] کے ایک گم شدہ یونانی ترجمہ کے بعض اجزاء اور پروکلولوس Proclus کی *Theology* کے بعض ابواب کا ارسطو سے منسوب کردہ نسخہ علی الترتیب ارسطو کی الہیات (Theology) اور ارسطو کی کتاب حیرت محض (*Book of Pure Good*) یا (*Liber De Causis*) تصور ہوئے لگے۔

اجام کار عرب ارسطو کے تقریباً تمام اہم تر سلسلہ درسیات سے، نہ استثنائے *Politics* (سیاسات)، *The Eudemian Ethics* (آخلاق)، اور *Magna Moralia* (آخلاق فاضلہ)، واقف ہو گئے۔ ان کے پاس اس کی *Dialogues* (مکالمات) کا کوئی ترجمہ نہ تھا، کیونکہ مابعد یونانیت کے زمانے میں اس کی مقبولیت گھٹ گئی تھی۔ اس طرح عربوں کا علم ارسطو کے اُن چند مسطقی

وسائل سے بہت آگے نکل گیا تھا جو لاطینی قرون وسطیٰ کی ابتداء میں Boethius کے ترجمے کے ذریعے یورپ میں معروف ہوئے اور اس کے احاطے میں تمام متأخر یونانی درسات آجاتی تھیں (بیز قسب ایک معنی حیر عارت، در *Comm in Arist Craeca*، ۳ / ۱ : ۱۷ بعد)۔ معروف رسائل اور ان کی قدیم شرحوں کے حائزے اس الہیم المہرس، ص ۲۸ تا ۲۵۲، طبع Flügel (طبع مصر، ص ۳۷ تا ۳۵۲) اور ابن القفطی، تاریخ الحکماء ص ۳۷ تا ۳۷، طبع Lippert، میں موجود ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ابن القفطی کی کتاب مذکور، ص ۳۷ تا ۳۸ (قسب اس انی اصیعة : عیون الانساء فی طبقات الاطباء، ۱ : ۶۷ بعد) میں ارسطو کی تصنیفات کی وہ اصلی یونانی مہرس محفوظ ہے جسے مفقود مان لیا گیا تھا اور جو کسی نطلمیوس (Ptolemy) کی طرف منسوب ہے، قسب *Syrish-Arabische Biographien A Baumstark*، *des Aristoteles*، لائپرگ، ۱۹۰۰ء، ص ۶۱ بعد اور *Les listes anciennes des ouvrages d'Aristotele P Moraux* Louvain ۱۹۵۱ء، ص ۲۸۹ بعد۔

ارسطو کے سارے درسی تصانیف سے عرب ایک دم نہیں بلکہ بہت درجہ واقف ہوئے۔ پہلے مترجمہ متون، جس کا ہمیں علم ہے، اُس تصانیف درسیات کی طرح جو سام کے رہنمائی مدارس میں جاری تھا اور جس کا یونانی مصنفین میں کے آناے کلیسا (Patristics) تنبع کرنے تھے اصطلاحی منطق تک محدود تھے، یعنی فروریوس (Porphyry) کی ایساغوجی (Isagoge)، مقولات (Categories)، مدلولات (De Interpretatione) اور مادی علم الیال (Prior Analytics) کا کچھ حصہ۔ ارسطو کا پہلا مترجم، جس کی تصنیف کا ہمیں علم ہے (گو ابھی تک وہ طبع نہیں ہوئی)، محمد بن عبداللہ ہے، جو مشہور ابن المقفع کا بٹا تھا (قسب : P Kraus، *RSO*، ۱۹۳۳ء)۔ اس کے بھڑے ہی دن بعد ان پر *Topics*، *Posterior Analytics*، *Rhetoric* اور *Poetic* کا اضافہ ہوا (جو متأخر یونانی

روایت کے مطابق مسطقی تصنیفات میں شامل تھیں)،  
 مگر الساموں کے عہد میں باب الحکمة کی تالیف  
 سے پہلے ارسطو کی غیر مسطقی تصنیفات تک [عربوں کی]  
 رسوخ نہ ہوئی تھی۔ ابتدائی تراجم کی ناسب تاریخی  
 معلومات ابھی تک کمیاب ہیں، تاہم کتب متعلقہ  
 کتاب (On the Heaven)، کتاب الجو (Meteorology)،  
 و النجوم کی بڑی کتابیں، مابعدالطبیعیات  
 (Metaphysics) کا ستر حصہ، the Sophistical Elencchi اور  
 نہ گمانی محال (Prior Analytics) کے قدیم عربی تراجم  
 تک بھی ناقص ہیں، اور تاہم تہذیب الحساب ارسطو  
 Theology of Aristotle (قبت اورن) کا ترجمہ اپنی  
 'نئی' مدائی دور میں ہوا۔ اکیڈمی نے ارسطو [۱۰ قسمی]  
 سہ حصہ حد تک بھی سمجھا ہے وہ انہیں قدیم تراجم پر  
 مبنی ہے (قبت M. Guidi و R. Walzer Studii su al-Kindi،  
 I. Uno scritto introduttivo allo studio di Aristotele،  
 ۱۹۰۷ء)۔ جن میں ان اسحاق اور اس کے بیٹے اسحاق، سر  
 وند و طب اور عام طور پر یونانی علوم کے اس سہرہ آفاق  
 مرثیہ تراجم کے دیگر رہا۔ یے ارسطو کی تصنیفات کے  
 سب سے سابقہ تراجموں کی اصلاح کی اور بعض کا خود  
 تالیف دار ترجمہ کیا۔ ان حملہ تراجم کی تعداد بہت  
 زیادہ ہے۔ یہ مترجم کبھی نو اصلی یونانی متون  
 سے ترجمہ کرتے تھے اور کبھی قدیم تر یا اسی  
 تالیف کے سریانی تراجموں کے واسطے سے۔ ان میں  
 سب سے اچھے مترجم اپنا نام شروع کرتے سے پہلے  
 نوشتہ کرتے تھے کہ اصل یونانی متن متعین ہو جائے۔  
 عربی رفتہ رفتہ دسویں صدی میں تعداد میں  
 ارسطو کے مطالعے کی ایک مستحکم روایت قائم  
 ہو گئی، جسے ابو بشر متی، یحییٰ بن عدی اور دوسرے  
 سیدانی عرب فلسفیوں نے برقرار رکھا، خواہے آپ کو،  
 سالیانہ بعد طور پر، اسکندریہ کے دستاویز فلسفہ کے  
 آخر وارث تصور کرتے تھے۔ وہ نصاب تعلیم، جس کی  
 وہ پیروی کرتے تھے کچھ تو سابقہ اور کچھ خود

ان کے اپنے کیے ہوئے تراجموں پر مبنی تھا (جو  
 انہوں نے قدیم تر یا جدید سریانی تراجموں سے کیے  
 تھے)، کیونکہ اس دستاویز کے نمائندوں میں سے  
 زیادہ تر اب یونانی زبان نہیں پڑھ سکتے تھے۔ ارسطو  
 کے خیالات سے الفارابی کی واقعت کو بھی اسی حلقے  
 کی کارگزاریوں کا مرہون سمجھا جاسکتا ہے (الفارابی  
 کا سالہ On Aristotle's Philosophy محسن مہدی  
 چنبیوا کٹر سائے کرنے والے ہیں) اور بعد کے تمام مسلمان  
 فلاسفہ بھی اسی طرح اپنی معلومات اسی مجموعہ تراجم  
 پر مبنی کرتے ہیں جو (تقریباً دو سو سال کی لگانا محبت  
 کے بعد) آخر کار بغداد میں مرتب ہوا اور وہاں سے حملہ  
 اسلامی ممالک میں ایران سے لے کر اندلس تک پھیل گیا۔  
 ان تراجم کی کتابوں سے ظاہر ہوا ہے کہ صحابہ اور  
 یونانی نسخوں کے اختلاف فراہ سے واقعت میں یہ  
 مترجم اس رسد سے بھی آگے نکل گئے تھے۔ اصل یونانی  
 متن کی بغیر کے لیے ان عربی تراجموں کی اہمیت نسبتاً  
 کم نہیں ہے اور وہ ایسی ہی بوجہ کے مستحق ہیں  
 جسی کہ یونانی اور ای بردی (papyrus) یا کوئی قدیم  
 یونانی مخطوطہ یا وہ اختلافات فراہ جو خود یونانی  
 شارحین نے قلم بند کیے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمیں ان سے  
 عام طور پر متون کی تاریخ کا ایک زیادہ قریب عقل  
 تصور قائم کرنے میں بھی مدد ملتی ہے۔

عرب ارسطو کے اصلی متن کے ساتھ ساتھ ہی  
 یونانی شارحین سے وادف ہو گئے تھے اور ان کا اثر ہمیں  
 مختلف صورتوں میں نظر آتا ہے، مثلاً پورے پورے  
 متون حو ارسطو کے اساسی مقدمات کے قصایا (lemmata) پر  
 مشتمل تھے، Themistius اور اس جیسے لوگوں کے محمل  
 ترجمے، علاحدہ علاحدہ رسائل کے طریق استدلال کے زیادہ  
 مختصر حائریے اور مخطوطات کے حواشی، جن میں بعض  
 حملے اور نظریات صحیح تر کتابوں سے لے کر نقل کر دیے  
 گئے ہیں۔ ان یونانی شرحوں کے تراجم میں سے کچھ زیادہ  
 نہیں بچے، کیونکہ حو عرب فلسفہ ارسطو کے ماسخر



(۳) *Prior Analytics* تھیوڈورس Theodorus (ابو قرہ ۹) کے ترجمے کا ایڈیشن انجس بن سوار نے مع طویل حواشی کے پہلی بار نشر کیا، کتاب مذکور، ص ۱۰۳ تا ۲۰۶ (فت Oriens، ح ۶، ۱۹۵۲ء، ص ۱۰۸ تا ۱۲۸)۔

(۴) *Posterior Analytics* ابونشرمتی کے ترجمے کا پہلا ایڈیشن (حوجین بن اسحاق کے سریانی ترجمے پر مبنی ہے) اور متأخر علماء کے حواشی سائے کردہ احمد - ندوی: کتاب مذکور، ص ۳۰۹ تا ۴۶۲ (فت Oriens، ح ۶، ۱۹۵۳ء: ص ۱۲۹ بعد)۔

(۵) *Topics* ابو عثمان الدمشقی اور عبداللہ بن ابراہیم اور متأخر علماء کے ترجموں کے پہلے ایڈیشن مع حواشی، سائے کردہ احمد - ندوی: کتاب مذکور، ص ۴۶۷ تا ۷۳۳۔

(۶) *Sophistic Elenchi*: بنی ترجموں (یعنی بن عبدی و عسی بن زرغہ اور اس ناعثمہ) کی طبع اول، احمد - ندوی: کتاب مذکور، ص ۷۳۶ تا ۱۰۱۸ (فت C Haddad *Trois versions inédites des Refutations Sophistiques*، مقالہ (Thesis)، برس ۱۹۵۲ء)۔

(۷) *Rhetoric* معطوطہ برس، عدد ۸۲، ۱۲۳۴۶ کا کوئی ایڈیشن موجود نہیں ہے، فت S Margoliouth *Semitic Studies in memory of A Kohut* (برلن ۱۸۹۷ء)، ص ۳۷۶ بعد، S M Stern، *Ibn al-Samh*، در *JRAS*، ۱۹۵۶ء، ص ۱۱ بعد، F Lasinto *Il commento medio di Averroë alla Retorica di Aristotele* (فلورنس ۱۸۷۷ء - کتاب اول کے ایک حصے کا ایڈیشن) *Averroes' commentary on the third book of Aristotle's Rhetoric*، مقالہ (اوکسمورڈ ۱۹۵۲ء)، ٹائپ شدہ نسخہ۔

(۸) *Poetics*: ابونشر کے ترجمے کی طباعت: ار (۱) مرحلوٹ D S Margoliouth (۱۸۸۷ء، لاطینی ترجمہ ۱۹۱۱ء) (۲) J Tkatsch (معنوان *Die arabische*

یونانی ماہرین کے جانشین ہوئے انہوں نے خود اسے نام سے شرحیں اور خصوصی رسائل (monographs) لکھے ہیں۔ پھر ان میں سے بھی اپنی اصلی شکل میں ہم تک کم ہی پہنچے ہیں؛ مثلاً ارسطو کے رسائل بر الفارابی کی شرحوں میں سے اس وقت تک ایک کا بھی سراج کسی کتب خانے میں نہیں ملا۔ اس ناحۃ پر رسائل ارسطو کے جو مفصل خلاصے لکھے ہیں اس وقت تک ان کی تصحیح اور طباعت نہیں ہوئی۔ اس رسد کی چند مختصر اور زیادہ مطول شرحوں کا بھی علم ہے، حالانکہ بعض اور بعض سریانی اور لاطینی ترجموں کی شکل میں محفوظ رہیں۔

ارسطو کی ان کتابوں کی (شمول بعض اہم جعلی تصانیف)، جو اس وقت مطالعے کے لیے مل سکتی ہیں، فہرست حسب ذیل ہے:

(الف)

(۱) *Categoriae* (مفولات): انجس بن سوار کا اسحاق بن جس کے ترجمے کا ایڈیشن حلیل حور Georr نے ان تمام حواشی کے ساتھ، جو مکثہ اہلہ پیرس کے شعبے، عدد ۸۲، ۱۲۳۴۶ میں موجود ہیں، مع ان حواشی کے فرانسیسی ترجمے اور اشاریہ اصطلاحات کے، بعنوان *Les Catégories d'Aristotele dans leurs versions Syro-Arabses*، سائے کیا تھا، بیروت ۱۹۴۸ء (فت Oriens، ح ۶، ۱۹۵۳ء: ص ۱۰۱ بعد)؛ دوسری طباعت (حواشی کے بغیر) ار احمد - ندوی: مطبوعہ ارسطو، ص ۱ تا ۵۵، ۳۰۷ بعد و ۶۷۳ بعد - ان رسد کی الشرح الاوسط (مع مقدمات کے نقیدی مس کے) M Bouyges کی طبع، بعنوان *Bibliotheca Arabica Scholastica*، ح ۴، بیروت ۱۹۳۲ء، میں موجود ہے۔

(۲) *De interpretatione*: اسحاق بن حنین کے ترجمے کا بہترین ایڈیشن، ار Pollack، لائبرگ ۱۹۱۳ء، ایک اور طباعت ار احمد - ندوی: کتاب مذکور، ص ۷۵ تا ۹۹۔

۳۷۸ [دیکھیے] رسائل اس رشد، کراسہ ۴۔  
*On the parts = De naturis animalium* (۱۳)  
*of animals, On the generation of Animals, History of Animals* ترجمہ اریحیی بن الطریق، در مخطوطہ موزہ برطانیہ، Add ۵۱۱ و مخطوطہ لائڈن، عدد ۱۶۶۔  
 Gol G Furlani، در RSO، ۹، ۱۹۲۲ء، ص ۲۳۷۔  
 (۱۴) *De plantis* (اریکولس Nicolaus دمشقی): اسحاق بن حنی کا ترجمہ، تصحیح کردہ ثابت بن قرق، جسے A J Arberry نے (مخطوطہ یگی جامع، عدد ۱۱۷، سے لیے لر) طبع کیا، قاہرہ ۱۹۳۳-۱۹۳۴ء اور پھر دوبارہ احمد ندوی نے *Islamica*، ۱۶، قاہرہ ۱۹۵۴ء: اس ۲۴۳ بعد میں، H J Drossaart Lulofs *Journal of Hellenic Studies*، ۷۷، ۱۹۵۷ء: ص ۷۵ بعد۔  
 (۱۵) *De anima*: اسحاق بن حنی کے عربی ترجمے کا نام لایڈن، در احمد ندوی، *Islamica*، ۱۶، قاہرہ ۱۹۵۴ء: ص ۸۸ (مس ماحود از مخطوطہ آیا صوفیہ عدد ۵۴۵۰)۔ کسی کما م مصنف کا ترجمہ احمد فواد الہوانی نے طبع کیا، قاہرہ ۱۹۵۰ء (ف) *Oriens* ۱۹۵۳ء، ص ۱۲۶ بعد، اور *JRAS*، ۱۹۵۶ء، ص ۷۵ بعد۔ *Themistius* کے مدلل متن کے بعض حصوں کا عربی ترجمہ (شرح در *Arist Graeca*، ۳۷، ق) M C Lyons، در *BSOAS*، ۱۷، ۱۹۵۵ء: ص ۴۶ بعد۔ *Ibn Badjdja, Paraphrase of Aristotle's De anima* طبع و ترجمہ انگریزی، ارایم۔ ایس۔ جس، مقالہ اوکسفورڈ ۱۹۵۲ء (نائب کردہ سحر) رسائل اس رشد، کراسہ ۵ (طبع دیگر قاہرہ ۱۹۵۰ء) *Averrois Commentarium* *Magnum in Aristotelis De anima Libros*، مرہہ ارسر نو ار *F S Crawford*، کیمرح میساچیوسٹ ۱۹۵۳ء (لاطینی ترجمے کی بنیادی طابع)، ق) بیر اس سا: کتاب الانصاف، ص ۷۵ تا ۱۱۶ (طبع ندوی: ارسطو عبدالعرب، قاہرہ، ۱۹۴۷ء)۔  
 (۱۶) *De sensu et sensato De longitudine et*

*Übersetzung der Poetik und die Grundlage der Kritik des griechischen Textes*، ۲ جلد، ویانا ۱۹۲۸ء تا ۱۹۳۰ء (۳) از احمد ندوی (ارسطو طالیس، فر الشعر، ماہرہ ۱۹۵۳ء، ص ۸۵ تا ۱۱۴۔ *Poetics* نے متون، از (۱) انفارسی (فی فواین صباعہ السعراء، جمع ازیری Arberry، د، RSO، ۱۶، ۱۹۳۸ء) (۲) رسیا (ماہود ارسعہ، طبع مرحلیوٹ Margoliouth) (۳) اس رشد الشرح الاوسط، طبع Lasinio) بھی سی کتاب میں دوبارہ چھاپے گئے ہیں۔  
 (۹) *Physics* اسحاق بن حنی کے ترجمے نے مخطوطہ لائڈن (عدد ۱۴۴۳) کے نام سے *Ibn al Samh S M Stern*، در *JRAS*، ۱۹۵۶ء، ص ۳۱ بعد۔ اس کا بنیادی انڈس *Bibliotheca Arabica Scholasticorum* میں سائنس کا حصہ ہے۔  
 (۱۰) سدی الشرح الاوسط حذرآباد کے ۱۹۵۷ء کے ایک نسخہ میں موجود ہے، [دیکھیے] رسائل اس رشد، ۱۱۵۔

(۱۰) *De caelo*: موزہ برطانیہ کا مخطوطہ، عدد ۱۴۵۳ (اریحیی بن الطریق کا ترجمہ)۔ ایک بنیادی دانش *Bibliotheca Arabica Scholasticorum* میں طبع کیا جائے گا۔ *Themistius* کی شرح (حو اس کے ۱۰ ناہیا ہے) کا عربی مس (مع ترجمہ لاطینی) *Commentaria in Aristotelem* S Landauer نے بعنوان *Commentaria in Aristotelem*، ۷، برلن ۱۹۰۲ء، اس رشد کی اسحاق الاوسط، رسائل [اس رشد] (ق) اوپر، کراسہ ۲، میں موجود ہے۔

(۱۱) *De gen et corr*: ق) رسائل اس رشد، کراسہ ۳۔ الاسکندر آفرودیسی (Alexander of Aphrodisia) کی مفود شرح کے ایک شدے کے لیے ق) مخطوطہ Chester-Beatty، عدد ۳۷۰۲، ورق ۱۶۸ ب۔  
 (۱۲) *Meteorology* اریحیی بن الطریق کا ترجمہ، در مخطوطہ یگی جامع، عدد ۱۱۷ و Vat Hebr، عدد

۵۳ American Journal of Philology • W L Lorimer  
۱۹۳۲ء: ص ۱۵۷ بعد.

(ب)

گم شدہ تصانیف کے احراء

Studi Italiani di R Walzer: (۱) Eudemus (۱)  
Philologia Classica، سلسلہ جدید، ج ۱۴، ۱۹۳۷ء:

The Works of Aristotle Sir David Ross بعد ۱۲۵ء  
translated into English، اوکسفورڈ ۱۹۵۲ء، ۱۲۰

۲۳ (فہرست الکتبی: رسائل، ۱: ۱۱۷۹، ۲۸۱)

Eroticus (۲) R Walzer: (۲) در JRAS،  
۱۹۳۹ء، ص ۷۰۷ بعد Sir David Ross، در مجلہ

مدکور، ص ۲۶

Archives d S Pines: (۳) Protrepticus (۳)  
Histoire doctrinale et litteraire du Moyen Age، ۱۹۵۷ء

(ماحول اریستوکیہ: تہذیب الاخلاق، باب ۳)

De philosophia (۴) S van den Bergh: (۴)  
Averroes' Tahāfut al-Tahāfut [اس رسد کی تہافتات تہافت]

لندن ۱۹۵۴ء، ۲: ۹۰

(ح)

وہ کتابیں جو عربی روایات میں ارسطو سے

مسوب کی گئی ہیں

De pomo (۱) J Kraemer: (۱) (کتاب التفاحہ)

Das arabische Original des Liber de pomo' (کوہ پرومہ)  
Studi Orientali in onore di G Levi، در ۱۶۰۸ (عدد ۱۶۰۸)

della Vida، روم ۱۹۵۶ء، ۱: ۸۸۴ بعد مرحلیوٹ  
The Book of the Apple, ascribed D S Margoliouth

to Aristotle، طبع در فارسی و انگریزی، در JRAS،  
۱۸۹۲ء، ص ۱۸۷ بعد

Das Steinbuch des Aristoteles J Ruska (۲)  
ہائڈل برگ ۱۹۱۲ء

Secretum Secretorum (۳) (سر الاسرار)، طبع  
احمد ندوی، در Islamica، قاہرہ ۱۹۵۴ء، ۱۵:

brevitate vitae: ابن رشد کے ترجمہ احمد ندوی نے

طبع کیے، در Islamica، ۱۶، قاہرہ ۱۹۵۴ء: ص ۱۹۱  
بعد Averrois Compendia Librorum qui Parva

Naturalia vocantur، مرتبہ ارسوبو ار A L Shields،  
کیمبرج (مساجیوسٹ) ۱۹۴۹ء (لاطینی ترجمہ)

Metaphysica (۱۷) کتاب A6، ۱۵، ۱۹۸۷ء، ص ۵  
بعد، B-1 و A کے عربی متر کی طبع اول (ار محطوطات

لائڈن عدد ۲۰۷۲ و ۲۰۷۳) ar M Bouyges، در  
Bibliotheca Arabica Scholasticorum، ج ۵، نا ۷، بیروت

۱۹۳۸ء نا ۱۹۵۲ء (مع ابن رشد کی الشرح الکتاب کے)۔  
کتاب A کی شرح ar Themistius کے عربی ترجمہ کا

ایک حصہ ندوی سے سائع کیا، در ارسطو  
عبد العرب، قاہرہ ۱۹۵۷ء، ص ۳۲۹ بعد، ۱۲ بعد

[لدا، ۹]۔ پورا متن عبرانی اور لاطینی میں  
S Landauer نے سائع کیا، در comm in Aristotelem،

V، ۱۹۰۳ء (اصل یونانی میں نم  
ہو چکا ہے)۔ الاسکندر افروڈیسی کے لئے فہرست

Die durch Averroes erhaltenen Frag- J Freudenthal  
mente Alexanders zur Metaphysik des Aristoteles

برلن ۱۸۸۵ء؛ فہرست ندوی: ارسطو عبد العرب، ص ۳  
نا ۱۱ و اس سنا: کتاب الإنصاف، ص ۲۲ نا ۳۳

(طبع ندوی: ارسطو عبد العرب)۔

Nicomachean Ethics (۱۸): آخری چار کتابوں

کا سراغ مراکش میں مل گیا ہے اور اس کے ساتھ  
اس کتاب کے ایک حصے کے ایک اور ترجمہ کا، جو

نکولس دمشقی کی طرف مسوب ہے، فہرست A J Arberry،  
در BSOAS، ۱۹۵۵ء، ص ۱ بعد۔ Summaria Alexandri-

norum کی کتب ۱، ۷ اور ۸ محطوطہ سمور پاسا،  
اخلاق، عدد ۲۹۰، میں موجود ہیں۔

De Mundo (۱۹): سریانی ترجمہ (ار عسی

بن ابراہیم التیمیسی)، در محطوطہ Princetonianus  
RELS، ۳۰۸، اورای ۲۹۳ ب نا ۳۰۳ ب، فہرست

۱۷ تا ۱۸

ترجمہ اور مقالہ A Baumstark نے کیا تھا، کتاب مذکورہ ص ۳۹، بعد ۱۱۷، بعد ۱۲۸، بعد عربی میں مترجمہ تمام تصانیف اور شرحوں کی اس نہایت جامع فہرست پر جو اس المذہب اور اس القبطی میں ملتی ہے مگر A Muller نے *Die griechischen Philosophen* Halle in der arabischen Überlieferung ۱۸۷۳ء میں اور M Steinschneider نے *Die arabischen Übersetzungen aus dem Griechischen. Beihefte zum Centralblatt für Bibliothekswesen* ۱۸۹۳ء میں بحث کی ہے۔ گم شدہ یونانی فہرست، مرتبہ نظموس، جس کی اب تک ساحب نہیں ہو سکی (قہ اوپر)، A Müller نے *Morgenländische Forschungen, Festschrift Fleischer* لاہرک ۱۸۷۵ء، ص ۱، بعد، میں اور M Steinschneider نے *Fragmenta Aristotele* طبع رہہ Rose V، ص ۱۸، بعد، میں A Baumstark اور P Moraux نے (قہ اوپر) ارسطو کے سوانح حساب سے متعلق عربی کی تمام روایات پر ایک جدید اور سر حاصل بحث *Aristotle I During Göteborg in the Ancient Biographical Tradition* ۱۹۵۷ء میں ملے گی۔

(R WALZER)

آرٹس : دیکھئے دیہ۔

آرٹڈونہ : Archidona یا ارحدونہ، جنوبی ہسپانیہ کا ایک پرانا شہر، جس کا قدیم نام یقینی طور پر معلوم نہیں۔ یہ شہر آج کل کے صوبہ مالقہ Malaga کے شمال مشرقی کونے میں وادی الحور (Guadalhorce) کے مسع کے قریب انتقیرہ Antequera اور لوسہ Loja کے درمیان (دریائے سسل Genil پر) واقع ہے اس کی آبادی نو ہزار ہے۔ عربوں نے اس پر [۴۹۲/ء] ۷۱۱ء میں پہلی لڑائی کے ٹھوڑے ہی دن بعد قبضہ کر لیا تھا اور وہ اسے ارجدونہ یا

(n) *Περὶ βασιλείας*، طبع J Lippert، مقالہ، Hain ۱۸۹۱ء، قہ گولڈ زسہر I Goldziher، در *Der Islam* ۱۹۱۶ء، ۶ : ۱۷۳، بعد۔  
(o) *Theology of Aristotle* : جس کی ساد عالیا بعد طیس کے بعض حصوں کی سڈال یونانی شکل، بر ہے، F Dieterici، لاہرک ۱۸۸۰ء (جس ترجمہ، وہی ۱۸۶۳ء)، طبع جدید ار احمد ندوی، در *Islamica* ج ۲، قہرہ ۱۹۵۵ء۔ ان سڈا کے حواشی ندوی نے لکھے ہیں، در ارسطو عبدالعرب، ص ۳۷، ۳۸، اور G Valart نے ان کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا ہے در *Revue Thomassin* ۱۹۵۱ء، ص ۳۴۶، بعد، قہ در *Revue des Etudes Islamiques* S Pine ۱۹۵۳ء، ص ۷، بعد۔

(=) *Liber de causis* : جس کی ساد Proclus کی *Elements of Theology*، طبع O Bardenhewer، ۱۸۸۲ء Br ۱ (مع جس ترجمہ) ص ۱۹، قہرہ ۱۹۵۵ء

ارسطو کے ان سوانح حساب سے جو عربی میں لکھے گئے ہیں ان معلومات میں تقریباً کچھ بھی اضافہ نہیں ہوتا جو یونانی متون میں موجود ہیں۔ ان میں سے ذیل ذکر یہ ہیں : ابن المذہب : المہرست (قہ سڈا) : مسٹر بن فایک : مختار الحکم (قہ Lippert)

*Studien auf dem Gebiet der griechisch-arabischen Übersetzungsliteratur*، برلس ۱۸۹۳ء، ص ۳۷، بعد و F Rosenthal، در *Orientalia* ۱۹۳۷ء، ص ۲۱، بعد : سادالاندلسی طبقات الامم، ص ۲۴، بعد : ابن القبطی : طبقات الحکماء، ص ۲۷، بعد (طبع Lippert) : ابن الحجل : طبقات الامماء و الحکماء (طبع فواد سڈ، ۱۹۵۵ء)، ص ۲۵، بعد : ابن ابی اُنیعہ : عیون الاناء، ۱ : ۵۵، بعد، طبع مگر۔ ان سوانح حیات کے بعض حصوں کا

ہے کہ یہ شہر ابھی دسویں صدی کے امیر ہے، جو قرطبہ کے حلیفہ الناصر کا ناج گزار رہا تھا۔ دوبارہ تعمیر کیا تھا۔ چند سال بعد الکبریٰ ارش گول کی نائب کہتا ہے کہ ”یہ ساحل بلسمان پر ایک شہر ہے، جس میں ایک بندرگاہ موجود ہے، جہاں چھوٹے جہاز آسکتے ہیں اور اس کے گرد ایک فصل ہے، جس میں چار دروازے ہیں۔ شہر کے اندر ایک سات دالانوں کی مسجد اور دو حمام ہیں، جس میں سے ایک مسلمانوں سے پہلے کا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے یہ شہر برائے شہر کے آثار پر بسایا تھا۔ چھٹی صدی ہجری / بارہویں صدی میلادی میں الادریسی نے اسے محض ایک آباد مقام کہتا ہے، جو نچھ عرصہ پہلے ایک مستحکم مقام تھا اور جہاں چار بارہ نائی لے سکتے تھے۔

[مذاہر] ساسی بعباب اس شہر کے روائے کا سبب ہے۔ القیروان کے فاطمیوں اور قرطبہ کے سی امیہ کی ناہمی کشا کش کے دوران میں (چونہی صدی ہجری / دسویں صدی میلادی) یہاں کے ادریسی حکمران نکل دیے گئے اور شہر کے باشندوں کو ہسپانیہ بھیج دیا گیا۔ اہل اندلس نے اسے پھر کسی حد تک آباد کیا، لیکن پانچویں صدی ہجری / گیارہویں صدی میلادی میں اسے دوبارہ تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اس کے بعد یہ شہر سائویں صدی ہجری / پندرہویں صدی میلادی میں المرابطوں کے نو غایہ کی دستبرد کا شکار ہوا اور دسویں صدی ہجری / سولہویں صدی میلادی میں جب ہسپانیوں نے اوران Oran کے ساحل پر حملے شروع کیے تو یہاں کے باشندے اسے چھوڑ کر بھاگ گئے اور شہر ہمیشہ کے لئے ویران ہو گیا۔

مآخذ (۱) ان حوقل، مترجمہ دہسلان de Siane، در JA، ۱۸۸۲ء، ۱، ۱۸۷؛ (۲) الکبریٰ، متن، الجرائر ۱۹۱۱ء، ص ۷۹ تا ۸۰؛ ترجمہ، الجرائر ۱۹۱۲ء،

ارشذونہ کہتے تھے (یاقوت، ۱ : ۱۹۵ : ارشدونہ۔ اور ۱ : ۲۰۷ : ارشدونہ)۔ یہ شہر مدب درار تک کوسستانی صوبہ رتبہ Reijo کا (جو موجودہ صوبہ مالتہ کے مطابق تھا) دارالسلطنت رہا۔ تاریخ میں اس سے اہمیت مرید عمر بن حفصوں کی بغاوت کے زمانے میں حاصل کی (جس کا سب سے بڑا قلعہ بشیر Bobastro تھا)۔ آگے چل کر یہ سلطنت غرناطہ کا سرحدی قلعہ بنا۔ یہاں تک کہ حمعیت کائراوا Calatrava کے امیر اعظم (Grand Master) نے [۵۸۳۵/۱۴۳۱ء میں اس پر قبضہ کر لیا۔

مآخذ: (۱) ڈویری Recherches Sur Dozy l'histoire et la Littérature de l'Espagne (طبع ثالث)، ۱ : ۳۱۷ سعد (۲) وہی مصنف: Histoire des Musulmans d'Espagne، ۲ : ۳۵، ۱۸۱، ۲۰۲ (۳) Dictionnaire géographique-etadivico historique Madoz، ۲ : ۴۹۸ (۴) Simonet Description del reino de Granada (طبع ثانی)، ص ۱۲۳ (۵) وہی مصنف: Historia de los Mozárabes، ص ۹۲۸۔

(سیٹولڈ C P SEYBOLD)

\* ارش گول۔ ساحل الجرائر پر ایک شہر، جو اب ناپسند ہے اور پہلے اوران Oran اور مراکش کی سرحد کے درمیان دریائے تافنا Tafna کے دھانے پر حریرہ راشمون Rachgoun کے مقابل آباد تھا، جس کے نام کی وجہ سے اسے نقایہ دواہ حاصل ہوئی۔ اس مسلم شہر کا ذکر، جس نے شاہ سائی فیکس Syphax کے دارالسلطنت پورٹس سیجسس Portus Sigensis، یعنی بندرگاہ سیگا Siga، کی جگہ لے لی تھی، پہلی مرتبہ چوہیہ صدی ہجری / دسویں صدی میلادی کے آغاز میں اس طرح ملتا ہے کہ ادريس اول نے اسے اپنے بھائی عیسیٰ بن محمد بن سلمان کو عطا کیا۔ چوتھی صدی ہجری / دسویں صدی میلادی کے نصف آخر میں اس حوقل نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کا بیان

ص ۱۶۱؛ (۳) الادریسی، طبع دوزی Dozy و دحویہ de Goeye ص ۱۷۲؛ ترجمہ، ص ۲۰۶؛ (۴) الحسن بن محمد الوزان الرقائى Il viaggio Leo Africanus؛ طبع راموسو Ramusio، وینس ۱۸۹۲ء، ص ۱۰۷، (مرحمۃ Épaulet، پیرس ۱۹۵۶ء، ص ۳۲۰ تا ۳۳۱)؛ (۵) Atlas archéologiques، ورن ۳۰، شمارہ ۲، (G MARÇAIS)

آرٹھین: دیکھئے دِراج۔

آرھ: رمیں۔ تکرۃ رمیں کے لیے دیکھئے مادۃ۔  
 ۱۔ لارص۔ قانون ارامی کے لیے دیکھئے اُتفاع۔  
 ۲۔ ہمار، خاص، حانصہ، حراج، رِغَامَت، سَوْرَعَال [آ،  
 لَئِذِ، طبع دوم] سَرَّ قَطْعُهُ مَرْوُك [در آ، لَئِذِ،  
 ع دوم]، مَحْلُول [در آ، لَئِذِ، طبع دوم]،  
 مَسَاحَةُ مَقَاسُهُ، مَقَاطَعُهُ [در آ، لَئِذِ، طبع دوم]؛  
 سوب [در آ، لَئِذِ، طبع دوم]؛ مَلِك وَف.

آرْضَة ۱۔ (سر آرضہ: عربی) دیمک (termes arda،  
 سعد حوٹلی)۔ یہ کڑا تمام گرم ممالک میں  
 عرض ۳۰° شمالی اور جنوبی تک پایا جاتا ہے،  
 اس کی نائب ہماری معلومات ابھی تک بہت  
 محدود ہیں، عرسوں کی معلومات بھی اس کے متعلق  
 بھی ایسی ہی نہیں، کم از کم جہاں تک اس کی  
 نوع کا تعلق ہے جو عالم اسلام کی حدود میں  
 پائی جاتی تھی۔ عرب مصنفین نے جس کیڑے  
 کا حال بیان کیا ہے وہ سعد حوٹلی ہے، جس کی  
 حد اقسام مصر میں ملتی ہیں اور بیش تر دریاے  
 نل کے زیادہ اوپر کی طرف نوبیا میں اور سب سے  
 زیادہ کثرت کے ساتھ سوڈان میں۔ عرسوں سے بیان  
 سا کہ ان چھوٹے چھوٹے کیڑوں کے زندگی کے  
 عمر حصوں میں پر بھی نکل آتے ہیں (قول  
 سروسی "ایک سال بعد")، لیکن وہ یہ نہ جانتے تھے  
 کہ اس چیر کا تعلق ان کی جسی زندگی سے کیا  
 ہے، تاہم وہ دیمک کی معاشری زندگی، محرومی

شکل کے مٹی کے ڈھیر، جن میں بے شمار ربین دوز  
 راستے ہوتے ہیں، بنائے میں ان کیڑوں کی مشترکہ محنت،  
 چوٹیوں سے ان کی جنگ اور بالخصوص لکڑی کو  
 سرباد کرنے میں ان کے عمل سے، جس کی ساء پر  
 وہ ایک وبا سمجھے جاتے ہیں، نحوی واجب تھے۔  
 ان کے سرور سے محفوظ رہنے کے لیے سکھنا اور گوہر  
 کا رآمد حال کیسے جاتے تھے۔ دیمک کا ہوکا اور  
 ان سے جو قصاں پہنچائے دونوں عرب المثل سے گئے  
 تھے اور ان کی نائب عوام کا یہ وہم کہ وہ سوب کا  
 پس منہ ہیں بہت پرانا معلوم ہوتا ہے۔ قرآن [حکیم]  
 (۳۷ [سَاء]: ۱۳) کی ساء پر کہا جاتا ہے کہ [حصر]  
 مَلِئَان [۳] کی سوب کا پنا اس طرح چلا کہ ان کے عصا  
 کو [حس کے سہارے وہ کھڑے تھے] رمیں کے ایک  
 کیڑے [دَانَةُ الارِص] نے کہا لیا بھا [فَلَمَّا فَضَّيْنَا عَلَيْهِ  
 الْمَوْتِ مَا دَلَّهِمْ عَلَى مَوْتِهِ إِلَّا دَانَةُ الارِصِ تَاكُلُ بَيْسَانَهُ]۔  
 شمالی افریقہ میں لوگ اب تک یہ کہتے ہیں کہ  
 "جب کوئی شخص مرے لگتا ہے تو دیمک آ جاتی ہے،  
 کیونکہ اسے اس کا نحوی علم ہوتا ہے۔"

مآخذ: (۱) القروبی (طبع ویشیلٹ)، ۱: ۲۲۸؛  
 (۲) التیمی، ۲۲۰: ۱ (مترجمہ جکار Jayakar، ۱۹۰۱؛  
 سعد)؛ (۳) ہارٹمان Reuse des Baron Barnim Hartmann  
 ص ۲۸۳ تا ۲۸۶، ۳۳۳، ۳۳۴؛ (۴) Tierleben Brehm (۴)  
 (طبع ثالث ۱۸۹۲ء)، ۹: ۵۶۰ بعد۔

(هَلْ HELL)

ارطغرل: (۱) سلیمان شاہ کا بیٹا اور ترکی شاہی  
 خاندان اور سلطنت کے نانی عثمان اول کا ناپ۔  
 قدیم ترین روایت کے مطابق، حو عانی پاشا رادہ کی  
 تصنیف میں، محفوظ ہے، اس سے پائیں اووہ اور  
 سورمیلی چقوری سے چارسو خانہ بدوش برکمان گھرانوں  
 کے ساتھ ایشیائے کوچک کی طرف نقل مکان کیا،  
 جہاں سلطان علاء الدین سلجوقی نے اسے قرہجہ حصار  
 اور بیلہ جک Bilodjik کے درمیان سو گود Söğüd کا صلح



اگرچہ اس صحن میں مورسٹس [رک بان] کا دعویٰ بھی قابل لحاظ ہے۔

کتاب الآغانی (طبع د ساسی de Sacy، ۹ : ۹۰) میں ہمیں ایک ارغن (متن میں ارغن مرقوم ہے) کا ذکر ملتا ہے، جو المہدی کی بیٹی علیہ (۸۷۵ء) نے شروع زمانے سے متعلق ہے اور اس حوالہ (مروج الذهب، ۸ : ۹۰) ایک رسمی تحریر کے صحن میں، جو احمد (م ۴۸۹۳) کے سامنے کی گئی بھی، اس سار کا ذکر ملتا ہے اور ان دونوں روایتوں میں یہ آہل روم سے منسوب کیا گیا ہے۔ بعد کے حوالوں کے لیے دیکھیں کتاب الآغلا، اراہی رنہ (BGA، ۱۰ : ۱۰۰)، جہاں اسے آریا (مب آرسو، در ڈوری Dozi) لکھا گیا ہے، مفاہج العلوم (ص ۲۳۶) میں مکمل آرسونوں، رسائل احوال الصفا (مطبوعہ بمبئی، ۱ : ۴۷)، جہاں انک مانی آلے کی نصف نال کی لمی ہے، المہربسب (ص ۲۷، ۲۸۵) دسویں صدی کے سریانی-عربی لغات ویس (The Sir Payne-Smith، ص ۹۷۷ تا ۹۷۸) اس سبب، در سفا (وری ۱۷۳) اور رسائل میں الحکمہ (ص ۷۷)، جس میں ارغن کی جگہ آریل درج ہے (مب جدید ارغول، در MFOB، ۶ : ۲۹، اور آریل، در Chrest Freytag، ص ۷۷) اس رنہ ایسی کتاب الکافی (وری ۲۳۵) میں، گیارھویں صدی کی لاطینی عربی لغات Glossarium Latino-Arabicum، (ص ۵۶۳ : ورغن) اس حیرم اندلس میں (سفسہ الملک، ص ۷۳) اس ابی اصیغہ (۲ : ۱۵۵، ۱۶۳)، جس نے ارغن بنائے والے عربوں کے نام لکھے ہیں، الاملی، در مفاہج العلوم (وری ۳۳۹)؛ اس غسی، در جامع الالغان (وری ۷۸) اور اولیا چلی Travels [ساحب نامہ]، ۱ / ۲ : ۲۲۶)۔

المہربسب (ص ۲۷، ۲۸۵) قے ص ۲۸۵) میں مورسٹس یا مورسٹس [رک بان] کو ارغن النوقی (reed-pipe) اور ارغن الرمری (flue-pipe organ)

مد مدکور)، یعنی یقیناً تیمور کے حملے سے پہلے۔ وہ امر مسجد میں مدفون ہوا جو اس نے بروسہ میں وای تھی (سعد الدین، ۱ : ۱۲۵)؛ کلکتہ، مقام مدکور)۔ Leuncl (کتاب مدکور، ص ۷۱) قے ص ۷۱) نے ایک روایت یہ نال کی ہے کہ وہ مدکور کے قاضی برہان الدین کے خلاف جنگ کرنا میں درآ گیا۔ Chalkokondyles، ص ۱۳۱ تا ۱۳۲، ۱۳۱ کے مطابق اسے سمور نے ۱۲۹۹ء میں مدکور کے وقت قتل کر لیا اور بعد میں اسے دربر دیا۔

(J H MORDTMANN)

ارغن : ارغنوں، مصنوعی طور پر ہوا کے رور۔ جسے والا الہ موسمی جو ارغن organ کہلاتا ہے۔ سناہوں کے ایک قسم کے ناردار ناہے کہ وہ اس سے موسوم لیا جاتا ہے، جسے کہ Plato) کا ὄργανον (Republ، ۵۳۹۹) کہ ہے المہربسب، مروج الذهب (۸ : ۹۱)، میں اسے ایک ناردار سار کو کہتا ہے اور اس کے دو قسموں کی بات کرتا ہے کہ اسرائیلی اس سے ایک قسم کے ران کے لیے استعمال کرتے ہیں (برہان فاطم)، جو قرون وسطی کے ارغنوں اور اس سے جسی مدر مستقیم رہتا ہے۔ یہ کی مصنوعی رو سے جسے والے ناہے کی دو قسموں سے مستعملوں کو واقف ہوئی، یعنی ہوائی ارغن اور ابی ارغن مؤخر الدار کی دو قسمیں معروف ہوتی ہیں۔ اس ابی کے درجے ہوا کا دناؤ پیدا کرنا جاتا ہے اور ایک میں نابی کے درجے ہوا کے دناؤ کو مدور کرتا جاتا تھا۔ مسلمان مؤرخین کا افلاطون (برہان فاطم) اور ارسطو (حاجی حلیہ، ۳ : ۲۵۸) بعد الدین الرازی، وری ۱۵۷) دونوں کے بارے میں خیال تھا کہ انہوں نے ارغن ایجاد کیا تھا،



Instrumentalist (صنعة آلة الرأمر) کے عربی تراجم کے ذریعے ہوا۔ اسی اصول پر نشوونو موسیٰ نے اپنا خود کار ارغن بنایا تھا، جس کی کیفیت ایک رسالے نام ”ایک آلہ موسیقی جو خود بخود بجتا ہے“ (الآلة التي ترقع نفسها) میں بیان کی گئی ہے۔ مؤخرالذکر کا متی، طبع پروفیسر M Collangettes، رسالہ مشرق Machriq (۹ : ۴۴۴) میں شائع ہوا تھا اور اس کے ترجمے پروفیسر ویڈمان (برنابا حرس) اور فارمر Dr Farmer (برنابا انگریزی) نے کیے ہیں۔ مائی ارغن (hydraulic pressure stabiliser) :

یہ آلہ مائی (hydraulis) تھا، جس کا عربی میں ذکر سب سے پہلے (اگرچہ بلا تحصیل نام) ارسطو سے مصری طور پر مسود کتاب السیاسہ میں ملتا ہے، جس کا ترجمہ یونانی سے سریانی ترجمے کی وساطت سے یوحنا بن البطریق (م ۸۱۵ء) نے عربی میں کیا تھا۔ کتاب مذکور کی رو سے یہ ایک سارِ حرری ہے جس کی آوار ساٹھ میل تک سی جا سکتی تھی (قب فارمر Studies in Oriental Musical · Farmer Instruments، باب ۳، ص ۲۷، متی اور ترجمے کے لئے)۔ مورسٹس نے اس آلے کی مفصل کیفیت بیان کی ہے اور اس قسم کا آلہ یقیناً اُن آلات سے قدیم تر ہے جس کے بارے میں ہیرو Hero : وٹروویٹس Vitruvius نے لکھا ہے۔ برحلال یہودیون (idrabis, ohirdaulis) اور سامون (hedrula) کے، عربوں نے یونانی لفظ Hydraulis کو اپنی زبان میں اُحد نہیں کیا۔ مورسٹس اسے ارغن البوقی (flue-pipe organ) کہتا ہے۔

مشرق میں اسلامی تاریخ کے کسی دور میں بھی ارغن کو عود (lute)، نیے (flute)، قاصون (psaltery)، کاماجہ (viol) یا دف (tambourne) کے معنی میں آلہ موسیقی تصور نہیں کیا گیا مسلم سپہ کے لیے قب سفیة الملک (ص ۴۷۳)۔ اے

organ) کے متعلق تصانیف کا مصنف قرار دیا گیا ہے۔ ابن الفطی (ص ۲۲۲) اور اسوالمداء (تاریخ مختصر البشر، ص ۱۵۶) نے بھی یہی لکھا ہے۔ مورسٹس کی یہ تصنیفات محفوظ رہی ہیں اور ان کے نسخے کئی کتابوں میں مل سکتے ہیں (بیروت، مسطینہ اور برٹش موزیم)۔ ہروب کے قلمی نسخے کے متون Père Cheikho نے مشرق Machriq (ج ۹) میں شائع کر دیے ہیں اور ترجمے حروی یا کافی طور پر فرانسیسی زبان میں کارا دو و Baron Carra de Vaux نے، جرمن میں ویڈمان Dr. Wiedemann نے اور انگریزی میں فارمر Dr Farmer نے شائع کیے ہیں۔

ہوائی ارغن (pneumatic organ) : کتاب الاعانی (طبع دہلی، ۹ : ۹۰) میں جس آلے کا ذکر ہے وہ غالباً ہوائی ارغن تھا۔ مورسٹس نے جس مائی آلے کی کیفیت بیان کی ہے وہ بہت ابتدائی نمونے کا ہے، جس کی دھونکوں میں مہ سے ہوا بھری جاتی ہے، جو ایک ایسا طریقہ عمل ہے جس کے بارے میں مورسٹس کی تحریروں کی دریافت سے پہلے اب تک محض گمان ہی کیا جاتا تھا (اسائنکلوپڈیا برٹانیکا Encyclopaedia Britannica، طبع یارڈھم، ۲ : ۲۲۶)۔ مورسٹس اسے ارغن الرری یعنی reed-pipe organ کہتا ہے۔ اس غیبی سے جس ارغن کی کیفیت بیان کی ہے وہ اس نمونے کا ہے جسے portative کہا جاتا ہے [یعنی جسے ہاتھ میں اٹھا کر بجا سکتے ہیں]۔

مائی ارغن (hydraulic air compressor) : مسلمانوں کو اس کا علم فیلو Philo کی (کتاب فلول فی الجیل الروحانیہ و بحایقا الماء)، ہیرو Hero کی ”Pneumatics“ اور ”Mechanics“ (کتاب الجیل الروحانیہ) اور ارشمیدس Archimedes اور ہرکا Perga کے Appolonius کی Automatic Wind

عربی زبان میں اس سے ملتی جلتی ایک کہانی موجود ہے، جو نویں صدی ہجری / پندرھویں صدی میلادی کے ایک معنوی میں، جس کا نام کشف الہجوم والکرب ہے، پائی جاتی ہے اور حواستاسول میں محفوظ ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ ایک عرب انگیز اعرس کے بنائے والے کا نام تقی الدین المارانی یا فریسی تھا، جس کا کسی جعفر بن حلفہ الماسون سے عارف کروایا تھا۔ حلفہ نے یہ احساہ دیا تھا کہ فی اندیس کو وہ تمام سامان مہیا کر دیا جائے جس کی ایک حیرت انگیز اعرس کے بنائے میں ضرورت پڑے گی اور اس کا نام موسیقہ بجویر کیا گیا۔ اس بیان کے مطابق وہ آلہ محض ایک مکانیکی صاحب کا ہوائی ساز نہ تھا بلکہ ناروں والے آلہ موسیقی کا کام بھی دیتا تھا۔ لیکن اس نام بہاد موحد کا نام بتایا گیا ہے کہ وہ آلہ محض ایک فرضی قصہ ہے۔ اس ساز کی تاریخ میں جو موسیقی کی فی اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں وہ بعد کی سداوار ہیں (اصائد ار مکبوب ہاربر نام ادارہ، مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۵۷ء)۔ [یہاں تک کہ فروں وسطی کی تصانیف میں یہ حوالہ دیا گیا تھا کہ (Monumenta Germaniae Historica) ۱ : ۱۹۴] کہ ہاروں نے شارلمان کو ایک مائی گھڑی (clepsydra) بھجے میں دی، اسے بھی بعض حلقوں میں مسند سمجھا جاتا ہے (Isl, ۳ : ۲۰۹ و ۳۳۳)۔ اور (Histonc des arabes) Ci Huart ۲ : ۱۰۷ اور (Hist du Commerce du Levant) Heyde ۱ : ۹۰ کا یہ کہنا یقیناً غلط ہے کہ ہاروں نے حو بحائف شارلمان Charlemagne کو بھیجے تھے ان میں آلہ موسیقی بھی شامل تھے۔

اس کے برعکس یہ چیز بالکل قرین قیاس معلوم ہوئی ہے کہ چین میں اعرس (مائی) کی ابتدائی ترویج کا باعث محل تھے۔ چینی یوان شہہ Yüan Shih میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک اعرس

علاً اور جہت سی دلچسپ میکانیکی مختصرات (جیل) کے طور پر مقبولیت حاصل بھی، جسے کہ مائی ٹیوپی (clepsydra)، موسیقی کا درجہ اور دیگر معنی، جو ہارون الرشید کے وقت سے مقبول عام ہوئے، دیکھیے Über das Kitab al-Hijal Hauser ۹۲۲ F. ۱۶ : ۸۰ - اس کے ساتھ ساتھ اب بہت اعلیٰ ہے کہ مسیروں میں مائی (hydraulic) کے ارسہو رواج پانے کا سبب سمجھا جاتا ہے اور شاید مغرب کے نارے میں بھی ہی کہا جا سکتا ہے۔ یورپم (Byzantium) میں بصری مائی ارسہو رواج ہو چکا تھا۔ مائی کے وسیع ہوا کے دساؤ کو نکالنے کے اصول کے تحت ہار دار دھونکی (diastathmic) کے اعرس بنے لیے تھے، جس سے مائی اعرس میں مائی ہے۔ جب انھوں نے صدی کے حاتمے پرانا ہوس صریح کے شروع میں مسلمانوں نے مائی اعرس (hydraulic) بنانا شروع کیا، جس کا علم انھوں نے وائی (علاً مورسٹس کے) ترجموں کے ذریعے حاصل کر لیا تھا، موائی روم (یورپوں) نے بھی اس آلے کو اپنا کر احساہ دیا، جسے وہ صدیوں سے ترک کر دئے تھے اور جس کی سادہ سے انہیں غالباً کچھ بھی وابستہ مائی نہیں رہی تھی۔

یہ روایت کہ ہاروں نے شارلمان Charlemagne کو ایک اعرس بھجوا دیا تھا (Hist littéraire de la France ۱۲ : ۳۶۷) وہی مصنف : Le grand dictionnaire Larousse The Rimbault و Hopkins La grande encyclopedie Audsley 'Dictionary of Music' Grove 'Art of Organ Building' ۹ : ۲۰۰) محض مائی ہے، جس کا مآخذ Madame de Gerlis Les Chevaliers du Cygne میں مذکور ہے جسے کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ [اس کے برعکس

چنگ ٹنگ (Chung Tung) کی مسلمان سلطنتوں نے بحفے کے طور پر دیا تھا (۱۲۶۰-۱۲۶۴ء) بحالیکہ ایک اور تصنیف سے ہمیں یہ پتا چلتا ہے کہ یہ "مغربی ممالک کی جانب سے ایک تحفہ تھا" اور قبلائی Kubilai نے خود اس میں اصلاح کی بھی (JRAS، China Branch، ۱۹۰۸ء؛ JRAS، ۱۹۲۶ء)۔ ہم یہ تصور کر سکتے ہیں کہ اس قسم کا آلہ موسیقی سب سے پہلے ہلاکو کی جانب سے قبلائی کے لیے تحفے کے طور پر چین میں پہنچا اور یہ کہ وہ شام میں پایا گیا تھا، جہاں اس زمانے میں اس نمونے کے آلات بنائے جاتے تھے (اس اسی آئینہ، ۲ : ۱۵۵ تا ۱۶۳)۔ بعض فارسی لعاب نویس (Richardson اور Steingass) ٹولمتہ کی تعریف "ایک مائسی (hydraulic) آلہ موسیقی" کرتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک "ابن مشین" یا زیادہ اعلیٰ نہ ہے نہ انک قسم کا "آب آس" ہونا تھا۔

[عہد حاضر کے مصری ارغول کا نام صاف طور پر یونانی لفظ ارغول کی عرب شکل ہے، جو چندانہ یہ وہ ساز نہیں جسے مسکنکی طور پر بحالہ جانا ہے اور جس کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ ارغول کی تشریح کے لیے دیکھئے مقالہ مرمار (اصافہ ار مکتوب فارسی، نام ادارہ، مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۵۲ء)۔]

مآخذ: مکمل تصریے اور مہربس مآخذ کے لیے دیکھئے (۱) فارمر The Organ of the Ancients, Farmer (From Eastern Sources (Hebrew, syriac and Arabic) لندن ۱۹۳۱ء؛ اور (۲) Byzantinische E Wiedemann Archiv für die und arabische akustische Instrumente 'Geschichte der Naturwissenschaften und der Technik ح ۸، لائپرگ ۱۹۱۹ء؛ علاوہ ان تصانیف کے جو مادے میں مذکور ہیں مدرجہ دلیل سے بھی استفادہ کرنا چاہیے: (۳) فارمر Byzantine Archimedes آلة الزمار: (۲۰) Appolonius

لندن ۱۹۲۵ء (JRAS، حصہ دوم، ۱۹۲۵ء)؛ (۴) وہی مصنف: Studies in Oriental Musical Instruments: لندن ۱۹۳۱ء؛ (۵) Moule A Western Organ in : Medieval China (JRAS، ۱۹۲۶ء)؛ (۶) محراب الدین الرازی جامع العلوم، مخطوطہ برٹش میوزیم، شمارہ ۲۹۷۲ Or Herons von Alexandria Druck- W Schmidt (۷) Werke und Automaten-theater لائپرگ ۱۸۸۹ء (۸) L'Invention de l'hydraulis Tannery (در Revue des études grecques، ح ۲۱، پیرس ۱۹۰۸ء؛ (۹) کارا دو Le livre des appareils Carra de Vaux pneumatiques et des machines hydrauliques, par Philon de Byzance (در NE، ح ۳۸، پیرس ۱۹۰۳ء؛ (۱۰) وہی مصنف: L'Invention de l'hydraulis، در Revue des études grecques، ح ۲۱، پیرس ۱۹۰۸ء؛ (۱۱) وہی مصنف: Notices sur deux manuscrits arabes، در JA، ۱۸۹۱ء؛ (۱۲) وہی مصنف: Notes d'histoire des sciences، در JA، سومر - دسمبر ۱۹۱۷ء؛ (۱۳) E Wiedemann (۱۴) automaten bei den Arabern (در Centenario della Nascita Michele Amari، ۱۸۹۰ء)؛ (۱۵) Wiedemann Uhr des Archimedes Hausser (در Nova acta Abhandl der Kaiserl Leop-Carol Deutschen Akad der Naturforscher، ح ۱۰۳، Halle ۱۹۱۸ء)؛ (۱۶) اس سیماء: المخطوطہ الہدایا آسن، شمارہ ۱۸۱۱، (۱۷) ابن عینی: جامع الآثار، نوڈلین لائبریری، مخطوطہ، Marsh، ۸۲۸ء؛ (۱۸) اس ریلہ: کتاب الکافی، موزہ برطانیہ، مخطوطہ، شمارہ ۲۳۶۱، Or (۱۹) الآسول: بئاس الآسول، موزہ برطانیہ، مخطوطہ، شمارہ ۱۶۸۲۷، Add (۱۹) ارشمیدس Archimedes آلة الزمار: (۲۰) Appolonius

ضمة الزاير، موزة برطانیہ، مخطوطہ، شماره ۲۳۹۱ Add  
[بریکھے ذیل کے مقالات : اوتار، طبل، طسور، عود،  
ماء، مرمار، موسیقی]۔

(فارمر H U FARMER)

آرغنه : دیکھے ارگنی

آرغون : دیکھے اینحنہ

آرغون : اک محل حانداں، جس کا دعویٰ یہ ہے

نہ وہ ہلاکو کی نسل سے ہے (راورنی Raverty :

Notes on Afghanistan، ص ۵۸۰، اس دعوے کو

مسم نہیں کرتا، [اس کے معنی دیکھے برحان نامہ،

بقول ر الیٹ Elliott، ۳۰۳، قہ دوہ ستہ،

ص ۳۶۴ : ”اہل ارغون کہ ار دراکمہ

بر دستان اند“]۔ حانداں ارغون کے لوگوں نے

دیرھویں صدی میلادی کے آخر میں اس وقت سے

مست حاصل کی جب ہرات کے سلطان حسن نابقرا

سے دوالتوں تک ارغون کو ہدھار کا والی مقرر کیا۔

دوالتوں تک اسے والی ہسے کے بعد حلد ہی

بر ہمارانہ روئیں احسار کر لی اور ہرات کے فرمان روا

ے اسے اماعت بر محور کرنے کی حسی کوسس

س ان کی مدافع کرتا رہا۔ اس نے ۵۸۸۴ /

۹۰۱۸ء ہی سے بیس سال اور مسانگ کے مربع

تلاویں حصہ حمالا ہوا، حواب الموحسان کا ایک

حصہ ہیں۔ ۵۸۹۰ / ۱۳۸۵ء میں اس کے دو

ٹوں شاہ نگ اور محمد مقیم حان نے درہ بولان

سے ار کر سدھ بر چڑھائی کی اور سدھ کے سمہ

حالم حام ہدا سے بیوی (سیبی Sibi) کا علاقہ عارضی

نور بر چھیں لیا۔ ۵۹۰۲ / ۱۳۹۷ء میں اس نے

صیں نابقرا کے ناعی بیٹے ندیم الرماں کی نائند و

مست احتار کر لی اور اس سے انی سٹی کی سادی

کر دی۔ جب ارنگ امیر سیانی خان نے حراساں پر

پڑھائی کی تو دالتوں بیگ ۵۹۱۳ / ۱۵۰۷ء میں

مروچک کی لڑائی میں مارا گیا اور اس کا بڑا بیٹا

شاہ بیگ اس کا حاشین ہوا، جسے قندھار میں اہی  
حیشب برقرار رکھے کے لیے سیانی خان کی سیادت  
محوراً تسلیم کرنا پڑی۔ اس بر دسب ارنگ سردار  
[سیانی حان] نے ۱۵۱۰ء میں مرو میں شکست کھائی  
اور [رحمون سے بڈھال ہو کر] حان دی نو شاہ بیگ  
کو ار کی طرف سے، حو کابل کا فرمان روا بن چکا  
بھا، اور ایران کے شاہ اسماعیل صفوی کی طرف سے،  
جس نے ہرات بر حصہ حمالا ہوا، حضرہ لاجی ہوئے  
لگا۔ جب شاہ اسماعیل عثمانی ترکوں کے خلاف  
جنگ میں مصروف ہو گیا اور ار بر سمرقند کو  
ار سر بر حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا تو  
شاہ نگ نے کچھ دیر کے لیے اطمینان کا سانس لیا،  
تاہم اس نے محسوس کر لیا کہ اسے ہدھار سے  
رود نا بندر نکلتا پڑے گا اور اسی لیے اس نے  
نوحسان اور سدھ میں اساتذہ حمایہ کی کوشش  
سروع کر دی۔ سدھ میں جام ہدا کی جگہ اس کا  
بیٹا حام ضرور بحسب ہو چکا ہوا، جس کا اقتدار  
ملک کے اندرونی جھگڑوں کی وجہ سے کمزور  
ہو گیا تھا۔ ۵۹۲۶ / ۱۵۲۰ء میں شاہ نگ سدھ  
میں کھس آنا۔ اس نے حام ضرور کی فوج نو شکست  
دی اور حویلی سدھ کے حیر مقام ٹھٹھہ کو ناراج  
کیا۔ بالآخر ایک معاہدے کی رو سے جام ضرور نے  
بالائی سدھ کا علاقہ شاہ نگ کے حوالے کر دیا  
اور ریریں سدھ بر سٹاؤں کا امداد بحال رکھا گیا۔  
سٹاؤں نے اس معاہدے نو کم و سس فوراً ہی  
مسترد کر دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں ایک  
دفعہ بھر شکست کھانا پڑی۔ اب شاہ نگ نے  
حام ضرور کو بحسب سے آوار کر سدھ کے ارغون  
حانداں کی ساد رکھ دی۔ ۵۹۲۸ / ۱۵۲۲ء میں  
جب ہدھار اس کے ہاتھ سے نکل کر مکمل طور پر ار  
کے قبضے میں چلا گیا تو شاہ بیگ نے بھگر کے مقام  
کو، حو دریائے سدھ کے کنارے پر واقع ہے،

منتحب کر لیا۔ [پہلے رہائے میں الوہی ارغون کی امارت میراے مذکور کے اعداد ہی کے سپرد تھی۔] شاہ حسین نے ۱۵۵۶ء میں وفات پائی اور [چونکہ وہ لاولد مرا] اس پر ارغون حانداں کا حاتمہ ہو گیا۔

ارغون برحاں حانداں کی حکومت ۱۵۵۶ء سے ۱۵۹۱ء تک قائم رہی۔ محمد عسیٰ برحاں کو محصوراً اسے حریف اور مدعی سلطنت سلطان محمود گوگل داس سے مصالحت کرنا پڑی اور یہ قرار پایا کہ محمد عسیٰ برحاں ریریں سدھ برقانس رہے اور ٹھنڈ اس کا دارالحکومت ہو اور نالائی سدھ سلطان محمود کے نصرت میں رہے اور وہ بھنگر کو اپنا صدر مقام بنا لے۔ ۱۵۸۲ء/۱۵۷۳ء میں اکبر نے نالائی سدھ کو اسی سلطنت میں ملا لیا۔ عسیٰ برحاں نے ۱۵۷۵ء/۱۵۶۷ء میں وفات پائی۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا محمد نافر حکمران بنا، جس نے ۱۵۹۳ء/۱۵۸۵ء میں [سودا کے غائبے سے] خود کشی کر لی۔ اس کے حاسین جانی سنگ کے عہد میں اکبر نے ۱۵۹۹ء/۱۵۹۱ء میں عبدالرحیم خان حانداں کو ریریں سدھ کے العاویٰ کے لئے بھیجا۔ جانی سنگ کو سکس ہوئی اور [۱۵۰۱ء میں] ریریں سدھ سلطنت معلہ میں شامل کر لیا گیا۔ جانی سنگ [بچپن سے شراب کا سدائی تھا، شراب خوری کی کثرت سے بیمار ہوا، رعسہ ہوا پھر سرسام اور وہ برہانپور میں تھا کہ] ۱۵۰۸ء/۱۵۹۹ء میں حیل خمری (delirium)

tremens) سے مرگ گیا [مآثر الامراء، ۳: ۳۱۰]۔

مآخذ: (۱) نظام الدین احمد: طغات آگری،

(Bibl Ind) (۲) محمد قاسم فرشتہ، گلشن ابراہیمی، بمبئی

۱۸۳۲ء (۳) محمد علی کومی: چیچ نامہ؛ (۴) نادر نامہ

(طبع یورج Beveridge) (۵) H M Elliot و J Dowson

The History of India as told by its own Historians

(ح ۱، سید جمال: ترخان نامہ یا ارغون نامہ، جو ہندوں

دارالحکومت بنایا۔ اس نے ۱۵۳۴ء/۱۵۲۴ء میں وفات پائی۔ [میرزا شاہ بیگ بہادر اور صاحب فصل و کمال تھا اور اس نے شرح عقائد نسیمی، شرح کافیہ و شرح مظائع تصنیف کیں (مآثر الامراء، ۳: ۳۰۶)۔] اس کا بیٹا میرزا شاہ حسین اس کا حاشیں ہوا۔ اس نے نادر کے نام ایک خطہ پڑھوایا اور حالاً نادر کے ساتھ سارار کر کے ملتان کے لنگھوں کی مملکت پر چڑھائی کر دی۔ ملتان نے طویل محاصرے کے بعد ۱۵۲۸ء میں الحامع قبول کر لی۔ شاہ حسین وہاں پر اپنا ایک والی بٹھا در ٹھنڈ چلا گیا۔ اس کے کچھ عرصے بعد حب اہل ملتان نے اس کے مقرر کردہ حاکم کو باہر نکال دیا تو اس نے سپہ کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوئی کوشش نہ کی۔ ملتان کچھ دن آزاد و خود مختار رہا، لیکن جلد ہی یہاں کے نااقتدار لوگوں نے نہ مناسب سمجھا کہ محل شہشاہ کی سادہ نسیم کر لی جائے۔ ۱۵۴۷ء/۱۵۳۷ء میں حب ہمایوں نے سیرشاہ سوری کے ہاتھوں سکس کٹھانی اور شمالی ہند سے نکالے جانے پر سدھ میں پناہ لی تو سدھ میں شاہ حسین حکمرانی کر رہا تھا۔ اس نے ہمایوں کو مدد دینے سے انکار کر دیا، حالانکہ اس نے کہ یہ ارغون فرمان روا سیر شاہ سے لڑائی بول لئے کے لئے تیار نہ تھا۔ اس پر ہمایوں نے بھنگر اور سہوان کے مصبوط قلعوں پر مصبہ پائے کی کوشش کی، لیکن اس کے پاس اس کام کے لئے نہ تو مناسب درائع تھے، نہ ہتھ و طاقت اور نہ لشکر کشی کی صلاحیت۔ ۱۵۵۰ء/۱۵۴۳ء میں ہمایوں کو سدھ سے بلا روک ٹوک گزر کر قندھار جانے کی اجازت دے دی گئی۔ عمر کے آخری دنوں میں شاہ حسین کے کردار میں ہستی آ گئی۔ اس کا سجدہ یہ ہوا کہ امراء نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور ارغون قبیلے کی بڑی شاخ کے ایک رکن میرزا محمد عسیٰ برحاں کو اپنا حکمران

میں تشریف لانے یا وہاں آنے سے پہلے پیش آئے تھے، لیکن اس ہسام نے ان بابوں کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ الارقمؑ نے حضور [علیہ الصلوٰۃ والسلام] کے ساتھ مدینہ [مکہ] کو ہجرت کی اور عروہ بدر اور دوسری اہم مہموں میں شریک ہوئے۔ الارقمؑ کا گھر، جس میں ایک عبادت گاہ (مسجد یا قنہ) بھی تھی، ان کے حادان کے قصبے میں رہا، یا آئکہ حلیفہ المنصور نے اسے خرید لیا پھر یہ حلیفہ ہارون الرشید کی والدہ الحسراں کے قصبے میں چلا گیا اور ”نب الحسراں“ کے نام سے مشہور ہوا۔

مآخذ: (۱) ابن سعد، ۱/۳، ۱۷۲ تا ۱۷۴، (۲) ابن الاثیر: ائذالعاد، ۱: ۵۹، بعد، (۳) ابن حجر، اصناف کلکتہ ۱۸۵۶ تا ۱۸۷۳، ۱: ۲۰۵، (۴) ابن ہشام، ص ۵۷، (۵) الواقدی (مرحمتہ) ولہذرن J. Wellhausen، عنوان (Muhammed in Medina)، برلن ۱۸۸۲، ص ۶۷، (۶) فوٹیفیلڈ F. Wustenfeld، Chroniken der Stadt Mekka، لائپزگ ۱۸۷۸ تا ۱۸۹۱، ۳: ۱۱۲، ۴۴، (۷) Annali Caetan، ۱: ۲۶۱، بعد، مع سرید حوالہات۔

(W. MONTGOMERY WALL)

الارک: آج کل کا ساسا ماریا د الارکوا \* Santa Maria de Alarcas، کلترا والا ویڑا Calatrava la Vieja کے قلعے میں ایک چھوٹا سا قلعہ، حوسوداد ریال Ciudad Real سے سات سل جنوب مغرب میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے، جس سے سلی ہوئی پہاڑیاں بہر وادی انا (Guadiana) تک بچے آگئی ہیں۔ اس ناہموار میدان میں حواس کے داس میں پوبلیٹ Poblete اور وادی انا کے درساں واقع ہے یعقوب المنصور اور قشتیلہ والوں کی وہ مشہور لڑائی ہوئی تھی جس میں العانسو ہشتم کو مکمل ہزیمت ہوئی (لڑائی سے پیشتر کے واقعات کی تفصیل

اعتراف میر محمد معصوم کی تاریخ سندھ پر مبنی ہے: A History of India under Baber and W. Erskine (۶) Humayan، لندن ۱۸۵۴، (۷) میرزا قتلچ فریدون بیگ: A History of Sind، ح ۲، کراچی ۱۹۰۲، (۸) The Indus Delta Country، M. R. Haig، لندن ۱۹۰۹، (۹) Notes on Afghanistan، H. G. Raverty، لندن ۱۸۸۸، and Part of Baluchistan.

(ڈیوٹر C. COLLIN DAVIES)

\* اُرفہ: Edessa، دیکھئے، اُرفہ۔ الارقمؑ: رسول اللہ [صلی اللہ علیہ وسلم] کے روح ربانی کے ایک معنای جو عام طور سے لائق میں ای الارقم کے نام سے معروف ہیں اور جس کی نسبت او خدا اللہ ہے۔ ان کے والد کا نام مد صاف تھا اور وہ مکے کے مشہور اور اہل سنت و جمود سے متعلق رہے تھے۔ ان کی والدہ کے نام میں اختلاف ہے، مگر عام خیال یہ ہے کہ وہ عربی و عجمی سے تھیں۔ چونکہ ان کا سال و باب ۶۷۳ یا ۵۵۵/۶۷۵ء بتایا جاتا ہے اور ان کی عمر اسی سال سے زیادہ نہیں جانی ہے اس لئے ان کا سال سداس لارما ۵۵۹ء کے قریب ہوا اور یہ بہ ہی ام عمری میں مسلمان ہوئے ہوں گے، سوچو وہ یہ تیریں مسلمانوں میں سے تھے، جس میں ایک روایت کے مطابق وہ سابق مسلمان بھی اور دوسری روایت کے مطابق نارہو ن۔ انہیں عربی ۶۱۰ء میں انا مکان، حو کوہ صفا پر واقع تھا آنحضرت [صلی اللہ علیہ وسلم] کی سکونت کے لئے جس کسریے کی سعادت حاصل ہوئی اور یہی دن [حضرت] عمر بن الخطاب [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] نے اسلام لانے کے وقت مکہ بورائیدہ ملت اسلامیہ کا سفر رہا۔ اس بعد سے کئی حکم کچھ لوگوں کے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور دیگر ایسے واقعات کا ذکر کیا ہے جو حضورؑ کے الارقمؑ کے گھر

کے لیے دیکھیے مادۃ ابو یوسف یعقوب)۔

اصل لڑائی کی تفصیلات کے متعلق ہمارے پاس بہت کم معلومات ہیں۔ ایسا معلوم ہوا ہے کہ قشتیلہ والوں نے الموحدوں کے ہراول پر بالکل اچانک حملہ کر دیا، جو ابو حفص عمر اِنّی [رَکّ بَان] کے ہوئے ابو یحییٰ وزیر کے زیرِ کمان تھا، لیکن انہیں بہت معمولی سی کامیابی حاصل ہوئی۔ یعقوب نے خود اپنی فوج سے عیسائیوں کے نارو پر حملہ کر دیا۔ حب لڑائی نے طول کھینچا تو عیسائی گرمی اور پیاس سے پریشان ہو کر بھاگے اور الارک کے قلعے میں پناہ لے کر مجبور ہوئے یا اپنے نانشاہ کے ساتھ طَلْطِلہ کی طرف فرار ہو گئے۔ علاوہ بریں Pedro Fernández de Castro نے، جو العاسو ہشتم کا بڑا دشمن تھا، اپنے خاص سواروں کے ایک دستے کے ساتھ الموحد نانشاہ کی کامیابی میں حصّہ لیا، جسے اس نے بہت سے مشورے دیے۔ Don Diego Lopez de Haro نے، جو قشتیلہ کا بڑا علم دار (alférez) تھا، شاہی علم کے زیرِ سایہ قلعے میں پناہ لی، مگر اُسے بہت جلد ہتھیار ڈالنا پڑے۔

مسلمان مؤرخین نے اس لڑائی کا حال لکھتے ہوئے طرفین کی افواج کی تعداد کے ناں میں بظاہر کسی قدر سادگی سے کام لیا ہے۔ یہی سادگی عسائیوں کے مقبول اور اُن قدیموں کی تعداد کے ناں میں بھی موحود ہے جو قلعے میں گرفتار ہوئے، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ العاسو ہشتم کی فوج نے اس لڑائی میں زبردست نقصان اٹھایا اور اُسے اس شکست سے ایسا زبردست دھکا لگا کہ آئندہ سالوں میں شاہ آراغون Aragon کی امدادی کمک کے ماحود اسے یعقوب سے اُس موقع پر دوبارہ لڑنے کی ہمت نہ ہوئی جب وہ قشتیلہ کے علاقے میں گھس آیا۔ الموحدوں کے لیے الارک کی لڑائی نہایت ہی سارکار حالات میں لڑی گئی۔ العاسو ہشتم لیون Léon اور نیرے Navarre سے

لڑائی میں مصروف تھا۔ اندلس میں نہایت آسان اور کامیاب حملوں کا عادی ہو چکے کی وجہ سے، جس میں اسے کسی زبردست مقاومت کا مقابلہ نہیں کرنا پڑا تھا، اس نے مسلمان فوجوں کی قوت اور یعقوب المصور کی حربی صلاحیتوں کا قطعی غلط اندازہ لگایا۔

مآخذ: (۱) ان حوالجات کے ساتھ حولیوی پروواسال E Lévi-Provençal نے *La Péninsula ibérique d'après al-Rawḍ al-miṭār*، ص ۸، عدد ۱ میں دیے ہیں، سدرجہ دہل کا اضافہ بھی کر لیا چاہیے: (۱) ابن العداری، *آلِجَان*، ح ۴، ترجمہ Huici، ص ۱۰۰ بعد (۲) الشریف الفرنبلی: شرح مقصورة حازم القرطاجنی، قاهرة ۱۳۴۳ھ، ۱۰۳۰۲ تا ۱۰۶ (۳) *Primera Crónica General*، طبع R. Menéndez Pidal، ۱: ۶۸۰: (۴) *Chronique des Rois de Castille*، طبع Cirot، ص ۴۱، ص ۴۵: (۵) *Las grandes batallas A Huici*، ص ۴۵: *de la Reconquista*، ص ۱۳۷ بعد۔

(A HUICI MIRANDA سیراندا)

آرکائیوز: (Archives) دیکھیے ناش وکالپ ارشوی، دفتر، دارالمخطوطات العمومیہ، وٹسہ۔

آرکان: دیکھیے رکن۔

ارکان اسلام: (جمع رکن = ستون) یعنی وہ اعمال بلکہ ادارات و تاسیسات جس پر اسلام کی عمارت قائم ہے، چنانچہ بحاری میں ہے: *بِیَ الْاِسْلَامِ عَلٰی خَمْسٍ سَهَادَةٌ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ اِقَامَةُ الصَّلٰوةِ وَ اِيتَاءُ الزَّكٰوةِ وَ الْحَجُّ وَ صَوْمُ رَمَضَانَ (بحاری، باب الایمان)۔* التہ احادیث رسول (صلعم) میں لفظ رکن آہیں استعمال نہیں ہوا۔ ہاں، عماد کا لفظ آیا ہے، دیکھیے مثلاً تعارف السادہ المتقین، ۳: ۹، جس میں روایت دیلمی اور تیمی صلوٰۃ کو عماد الدین ٹھہرایا

گیا ہے، جیسے حج کو ”سام العمل“ اور رکوہ نو ”ہن ذلک“؛ (بیر دیکھے امام العزالی، احیاء، مطبوعہ مکتبہ عیسیٰ النابی العلوی، مصر، ۱۳۱۰)۔ اس روایت کے اسناد اگرچہ ضعیف ہیں، لیکن اس اصطلاح کی ضرورت، مفہوم اور جوی میں اس کے ناوجود کوئی فرق نہیں آتا۔ اب یہ ہے کہ اسلام اور اس کی نعمات میں افادہ عور و فکر کی ابتداء ہوئی اور فقہاء اور محدثین نے محسوس کیا کہ ان اصول اور اعمال کو مرتب شکل میں پیش کرنا چاہیے جس کی جاوری ہر مسلمان بفرص ہے تو قرآن ناک اور احادیث رسول صلعم میں جہاں جہاں اور جس طرح ان کی طرف اشارہ کیا گیا تھا اس کے پیس نظر انہوں نے ان اصول و اعمال کو نہ صرف الگ الگ عنوان میں مرتب دیا، بلکہ ان کے لئے مناسب اصطلاحیں بھی وضع کیں۔ اب ہر اس نظام اعمال و عقائد کی طرح جس کا تعلق زندگی سے ہے اور جس سے مقصود ہے اسے ایک مخصوص سانچے میں ڈھالنا، اسلام کی بھی حیثیتیں ہیں: ایک نظری اور دوسری عملی۔

نظری کا تعلق ان اصولوں سے ہے جس سے اس کی تعلمات و شریعات اور نصب العین سمیع ہوتا ہے، اسی ایمان باللہ، ایمان بالملائکہ، ایمان بالانبیاء، ایمان بالکتاب اور ایمان بالآخرہ — دیکھئے ۲ (آخرہ)۔ ۲۸۵ و ۲۸۶: اَمَرَ الرَّسُولَ حَآ أَنزَلَ إِلَهُ مِّن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَ مَلَكُوتِهِ وَ كُتُبِهِ وَ رُسُلِهِ قُلْ لَا تَمُوتُ نَفْسٌ أَحَدٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ وَ قَالُوا سَمْعًا وَ أَطْعَمًا قَدْ عَصَاكَ رَبَّنَا وَ إِلَهُكَ الْمُضِيُّ (ماں

ابا رسول نے جو کچھ ابرا اس پر اس کے رب کی طرف سے اور ایمان لانے والوں نے بھی۔ سب سے ماں لیا اللہ کو، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو۔ ہم ان میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ اور انہوں نے کہا ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ ہم

تجہ سے مغفرت چاہتے ہیں، اے ہمارے رب اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے) اور عملی کا ان ادراک و تأسیسات اور اعمال و افعال سے جس سے اس کی برحمانی زندگی میں کی جاتی ہے اور جس کے بغیر ناممکن ہے کہ بحیثیت ایک دستور حیات اس میں کوئی مسمی پیدا ہوں یا فرد کی تقدیر اور مستقبل اور جماعت کے مادی اور اخلاقی نشو و نما کا راستہ کھلے۔ یہی وجہ ہے کہ ارکان اسلام کا ترک یا انکار اسلام کا ترک اور انکار ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں واضح طور پر تصریح کر دی گئی ہے: سَلَا سُوْرَهٗ ۱۰ (الْمَاعُوْن): اَرَاَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالْاٰیٰتِ فَاِنَّكَ الَّذِي يَدْعُ الْاٰتِمْ وَ لَا يُحْصِ عَلٰی طَعَامِ الْاَنْسٰكِيْنَ قَوْلًا لِّلْمُضِلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يَرٰوُوْنَ وَ يَمْنُوْنَ الْمَاعُوْنَ (۱) (اے نبی! اس شخص کو دیکھا جو دین کی تکذیب کرتا ہے۔ یہی تو یتیم کو دھتکارنا ہے اور لوگوں کو آمادہ نہیں کرتا کہ مساکین کی بھوک دور کریں۔ حرامی ہے ان عمارتوں کے لئے جو اپنی عمارتوں سے بے حر ہیں، جو ربانکاری سے کام لیتے ہیں اور معمولی چیزوں کو بھی روکے رکھتے ہیں) اور جس کا مطلب واضح طور پر یہ ہے کہ ان کا ترک یا شخص رسماً پاسدی اس نظام حیات کے مسمی ہے جسے قرآن پاک سے دین سے تعبیر کیا۔ سورہ ۲۷ (الْمَدَّثِر): ۳، ۴، ۵ میں ہے: قَالُوا لَمْ نَك مِنَ الْمُضِلِّيْنَ وَ لَمْ نَك نَطْعُمِ الْاَنْسٰكِيْنَ (انہوں نے کہا ہمیں جہنم میں اس لئے جھونکا گیا کہ ہم صلوات ادا نہیں کرتے تھے، نہ مساکین کو کھانا کھلاتے تھے)۔

پھر الرَّحْمٰه الْمَهْدَاہ الی من یرید العلم علی احادیث المشکوہ، مطبع فاروقیہ، دہلی، ص ۴، کتاب الایمان، میں بھی حضرت عبداللہ ۴؎ سے عمر ۴؎ سے جو روایت مذکور ہے اس سے اس حقیقت کی اور زیادہ مصاحب ہو جاتی ہے: ”عَنْ اَبِي عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ



صلوہ نہ رکوہ اور نہ رورہ۔

گویا ارکان اسلام پانچ ہیں: (۱) تشهد یا شہادتیں، (۲) اقامت صلوہ، (۳) ابتداء رکوہ، (۴) صوم ماہ رمضان اور (۵) حج کعبہ، جیسا کہ احادیث رسول صلعم میں باقاعدہ اور الترتیب ان کا ذکر آیا ہے (دیکھیے بخاری، اوپر)، لیکن قرآن مجید کا چونکہ اپنا ایک حداگانہ انداز بیان ہے اور وہ اپنے مطالب کی تشریح بالعموم بصریح آیات سے کرنا ہے (کذلک تصرف الایبہ یوں ہم آیات کو بار بار لائے ہیں۔ ۶ (الانعام: ۱۰۵)، لہذا اس نے ان اعمال و افعال کی طرف کہیں فرداً فرداً اشارہ کیا، مثلاً حج اور صوم کے بارے میں، (۲ (المعرہ: ۱۸۳-۸۵) یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ سَهْرَ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ . . . . . من سَهِدَ بِكُمْ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ = اے اہل ایمان ہم ہر روزہ فرض کیا گیا جس سے تم سے اگلوں پر ناکہ تم بغوی احبار کرو . . . رمضان کا مہسہ جس میں قرآن نازل کیا گیا . . . . . جو کوئی نائے ہم میں نہ مہسہ ہو اس میں روزہ رکھیے اور ۳ (آل عمران: ۹۰) وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا = اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جس کو استطاعت ہے اس کی طرف راہ جلیے کی کہیں ایک سانبہ۔ بالعصوص صلوہ و رکوہ کا کہ ان کا الگ الگ بھی ذکر ہے اور ایک سانبہ بھی، مثلاً ۲ (البقرہ: ۴۳، ۸۳، ۱۱۰: (النساء: ۷۶، ان آیات میں بار بار کہا گیا ہے: ”صلوہ قائم کرو اور رکوہ دو“۔ ایسے ہی شہادیں میں کلمہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ دو حداگانہ آیات پر مستعمل ہے (لا الہ الا اللہ: ۳۷ (الصافات: ۳۵ اور محمد رسول اللہ: ۴۸ (الفتح: ۲۹۔ ان آیات کے علاوہ قرآن مجید نے،

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الَّذِينَ حَمَلُوا لَكُمْ يَوْمَ بَدْرٍ شَتَّى دُونَ شَتَّى شَهَادَةً أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأِيمَانُ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْحَبَّةِ وَالنَّارِ وَالْحَيَوَةِ نَعْدَ الْحَبِّ وَوَاحِدَهُ وَالصَّلَاةِ الْخَمْسَ عُمُودَ الْإِسْلَامِ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ الْإِيمَانَ إِلَّا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ طَهْرًا مِنْ الذُّنُوبِ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ تَعَالَى الْإِيمَانَ وَالصَّلَاةَ إِلَّا بِالرَّكُوعِ مَنْ قَعَلَ هَؤُلَاءِ ثُمَّ حَاةَ رَمَضَانَ فَتَرَكَ صَامَهُ مُتَعَمِّدًا لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ بِسَبِّهِ الْإِيمَانَ إِلَّا بِالصَّلَاةِ وَلَا الزَّكَاةِ وَمَنْ قَعَلَ هَؤُلَاءِ الْأَرْبَعَ وَتَسَرَّعَ الْجَمْعَ وَلَمْ يَجْعَ وَلَمْ يُؤَيِّنْ بَحْبِهِ وَلَمْ يَجْعَ بَعَثَ أَهْلَهُ لَا يَقْبَلِ اللَّهُ بِسَبِّهِ الْإِيمَانَ وَلَا الصَّلَاةَ وَلَا الزَّكَاةَ وَلَا الصِّيَامَ رَوَاهُ فِي الْحِلَّةِ (يعنى حِلَّة الْأَوَّلِيَاءِ) از ابو نعیم اصفہانی) = اس عمر سے روایت ہے، وہ کہہ رہے ہیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا: دین عبارت ہے پانچ باتوں سے۔ ان میں کوئی بھی کسی کے بعد قبول نہیں کی جاتی۔ یہ شہادت کہ اللہ ایک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اس کے عبد اور رسول ہیں اور ایمان اللہ، اس کے فرشتوں، کتابوں اور رسولوں اور حبس اور دورح اور حجاب بعد الموت پر۔ یہ ایک بات ہوئی۔ صلوہ ہم جگہ گاہ دن کا ستوں ہیں۔ اللہ ایمان قبول نہیں کرتا صلوہ کے بغیر۔ رکوہ پائستگی ہے گناہوں سے۔ اللہ تعالیٰ ایمان اور صلوہ قبول نہیں کرتا بغیر رکوہ کے۔ جس نے ان پر عمل کیا اور رمضان آگیا اور اس سے روزے عمدتاً برك کر دیے تو اللہ اس سے ایمان قبول کرے گا، نہ صلوہ نہ رکوہ۔ جس نے ان چاروں پر عمل کیا اور حج کر سکتا ہے، لیکن اس نے حج نہیں کیا اور نہ اپنے حج پر ایمان لایا اور نہ اس کی طرف سے اس کے اہل میں سے کسی نے حج کیا تو اللہ اس سے ایمان قبول کرے گا، نہ

اسی نظم و ضبط کے سانچے میں ڈھلتے رہیں۔  
 بعد میں یہ چند ایک ادارات اور ناسیسات ہیں  
 جن کی بدولت کوئی دستورِ حیات ایک عملی اور  
 واقعی شکل اختیار کرنا اور خارج میں مشہود ہونا  
 ہے۔ ارکان اسلام کا مفہم، باندی اور بچا آوری گویا  
 ایک مسلسل فریضہ ہے، جس میں درسی پروگداس  
 بھی ہیں اور مقصد سے دور لے جائے گی۔ بالفاظِ  
 دیگر ان کا ترک کبھی ممکن نہیں کیونکہ وہ عملی  
 اساس ہیں ہمارے اس عزم کا کہ ہم اپنی سرب  
 اور بردار اور اصلاح و عادات کی طرح اسی مٹی اور  
 اجتماعی زندگی میں بھی وہی راستہ اختیار کریں  
 جو احکامِ شریعت کے ہیں مطابق ہے۔ مثال کے  
 طور پر اگر ہم یوں سوچیں کہ جس و سر نوام ہیں،  
 اس لئے ایک پہلو سے دیکھتے تو زندگی نام ہے  
 نبوی کا نام ہم ان سرعبات و تحریکات سے  
 ہمیں جو انسان کو ہدایت کے بجائے صلابت کی طرف  
 لے جاتی ہیں جو ایمان بالغیب، امامِ صلوة، ایمانِ  
 رزق، ایمان بالسریر اور ایمان باليوم الآخر ضروری  
 ہو جاتا ہے، اس لئے کہ یہ وہ امور ہیں جن کے  
 بغیر نبوی ممکن نہیں اور اس خاص پہلو سے  
 وہ انہیں کے مطابق زندگی بسر کرنے پر مشروط ہے،  
 دیکھئے ۲ (الفرہ) : ۳ و ۴ (الدین یؤیسون بالغیب  
 و یؤمنون الصلوٰۃ و بما رزقہم یؤمنون لا و الذین  
 یؤمنون بما أنزل الیک و ما أنزل من قبلک و  
 بالآخرہ ہم یؤمنون) = جو ایمان لائے عیب پر صلوات  
 قائم کریں اور ہمارے دیے ہوئے رزق سے حرج کریں،  
 جو ایمان لائے اس پر جو نازل ہوا ساری طرف اور جو  
 نازل ہوا بعد سے پہلے اور جس کو یقین ہے آخر پر)۔  
 ارکان اسلام کا ادا کرنا گویا اس زندگی کا اہتمام کرنا  
 ہے جو عبارت ہے اسلام سے اور جس کا مقصد یہ ہے  
 کہ فرد ہو یا جماعت ہم اپنی زندگی کے نقطہ آغاز سے  
 نقطہ انتہا تک ایک مخصوص نصب العین کی طرف

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، متعدد مقامات پر اور  
 ہر طرح سے اس امر کی صراحت کر دی ہے کہ  
 دین اسلام کی بجا آوری ہر مسلمان پر لازم ہے  
 اللہ بہار قابلِ لحاظ امر یہ ہے۔ اور اس کی اہمیت  
 یہ ہے کہ ان اعمال و ادارات و ناسیسات  
 و محض مراسم مذہبی (یا عام معاشرے میں  
 ritual) پر محمول کرنا غلط ہوگا۔ انک  
 سے وہ لایسہ دینی معاملہ غیر، عہد اور معبود  
 کے ہیں۔ ان کے لئے ہمہ ان کی قدر و قیمت انفرادی  
 نہیں۔ بلکہ اس کے وہ حیات انسانی کا نام ہے۔  
 غیر، یعنی اس نظامِ حیات کی عملی تشکیل کا ذریعہ  
 دین اسلام ہے جو انسانی کے لئے جوہر کا اور جس  
 سے اور جماعتوں کی تربیت ہوتی ہے۔ ان  
 کی بجا آوری پہلا قدم ہے اسلام کی عملی ترجمانی  
 میں، آخری قدم نہیں ہے کہ ان کو مضابطہ  
 اور تدریس کا نام ہو گویا اسلام کا ناما پورا ہو گا  
 کہ نہ مالِ مجتمع میں، بلکہ سلط مہمی پر مبنی  
 ہے کیونکہ زندگی کا کوئی بھی مرحلہ ہو اس میں  
 اسلام کے معطل کا سوال ہی پیدا نہیں  
 ہوگا۔ ان کی ادائیگی ہر حالت، ہر موقع، ہر مقام اور  
 ہر زمانے میں فرض ہے کیونکہ زندگی عبارت ہے  
 اس مسلسل حرکت سے جس میں ہماری حد و حید  
 نہ سبب نہ ہر جاری رہتا ہے اور جس کی وحدت کو  
 دین اسلام ہی بے سہارا دے رکھا ہے اس لئے کہ  
 اسلام نہ روح و مادہ کی ثنویت کا قائل ہے نہ دین اور  
 مادیات و نفس کی نہ یونہی ایک مادی پر حقائق  
 و باتوں پر تہذیب و تمدن کے ساتھ ساتھ ایک ایسی  
 غائب کی اساس قائم ہو سکتی ہے جس کی روحِ حالہ  
 ہو۔ یوں بھی یہ ایک حجابی اور نفسیاتی  
 حسیب ہے کہ زندگی چونکہ سربا سرب نظم و ضبط  
 ہے، جو کسی نصب العین ہی کی رعایت سے متعین ہوگا،  
 سہا اس کا تقاضا ہے کہ ہمارے اعمال و افعال بھی

بڑھتے چلے جائیں؛ لہذا ارکانِ اسلام جہاں ایک ذریعہ ہیں فرد کی دہی اور اخلاقی تربیت، اس کے تزکیہ ناطق اور احوال و واردات کی اصلاح کا، وہاں ان کی حثیت ایک ایسے نظم و ضبط کی بھی ہے جو اسے ایک اعلیٰ زندگی کے لیے تیار کرنا ہے اور جس کی مرید خوبی ہے کہ اس پر محض نوجہ اللہ عمل کیا جاتا ہے کیونکہ وہ ایک ایسا فریضہ ہے جس میں ہماری ہی بھلائی ہے (ذَالِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ) یہ ہمارے ہی لیے اچھا ہے اگر ہم جانتے ہو۔ ۲۹ (العنکبوت: ۱۶) اور علاوہ اس کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی بھی، لہذا معاملات ہوں یا تعلقات، وہ ہر پہلو سے دیانت و امانت اور صدق و صدا کا سرچشمہ ہیں جس سے فرد یا جماعت کی زندگی ہر قسم کے عصب و غلب اور خود غرضوں سے پاک رہی ہے، فرد کی سرب اور کردار سا ہے اور جماعت اپنی ساری قوتیں ایک اعلیٰ مقصد کے حصول پر مرکب کر دی ہیں جس میں کوئی دانی یا دہوی آلاپیں پیدا نہیں ہوئی، کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے ہر قول و فعل کے لیے اللہ کے حضور جواب دہ ہیں۔ ہوں فرد پر مسئولیت داب کے ساتھ ساتھ جہاں یہ حصص سکشف ہوئی ہے کہ اس کا وجود دوسروں سے الگ نہیں، اس لیے کہ یہی نوع انسان ایک ایسے رسے میں مسلک ہیں جس کی نوعیت حیاتی بھی ہے اور اخلاقی بھی، وہاں یہ بھی کہ اس کی سرب اور شخصیت کا نشو و نما جماعت ہی میں ہونا ہے اور وہ اپنی تکمیل داب کے لیے بھی اسی کا محتاج ہے۔ یہ رستہ ناگریز ہے اور اسی کے پس منظر پر فرد محسوس کرنا ہے کہ علاوہ ان ضروریات کے جس کا تعلق معاشرے اور تمدن سے ہے یہ ہمارا ناہمی ربط و ضبط، اشتراک اور تعاون ہے جس کے بغیر کوئی ایسا نظام عمران و اجتماع قائم نہیں ہو سکتا جس کا

مطلوع نظر سراسر انسانی ہو اور جو ایک اعلیٰ اور برتر انسانیت کے نشو و نما کا ذریعہ بن سکے، جیسا کہ ارکانِ اسلام سے مقصود ہے، اس لیے کہ ان میں ایک ہر لحظہ ترقی پذیر اور وسعت طلب نظام مدیت کے وہ جملہ عناصر موجود ہیں جو انسانی معاشرے کے حفظ و استحکام اور نشو و ارتقاء کے ضامن ہیں اور جس کی بدولت وہ ادارات و باسیسات اور وہ اصول و مباح و منع ہوئے ہیں جس کی روح انفرادی بھی ہے اور اجتماعی بھی اور اسی لیے ہم ان کو ایک عالمگیر مہدیت و ثقافت کے علاوہ سیاست، معاش، نظم اور قانون کی بناء ٹھہراتے ہیں۔ اسلام نے زندگی کا تصور چونکہ ایک پس رو حرکت کے طور پر کیا، جس میں تنوع بھی ہے اور تعلق بھی، لہذا انسان اس میں اپنے بڑھنا اور ایک مرتبے سے دوسرے مرتبے میں قدم رکھنا ہے تو یوں نہیں کہ ایک نوا کی وحدت میں فروغ نہ آئے، بلکہ وہ اس ربط پر ترقی نظر رکھتے ہیں جس نے اس کے احراء میں حرو و کل کا تعلق پیدا کر دیا ہے۔ اندرین صورت ارکانِ اسلام سے جو نظام مدیت مسئلہ ہونا ہے اس میں ترقی اور تنوع کی راہیں کھلی رہی ہیں۔ ناانسان ہمہ اس کی ہشت، روح اور غرض و غایت میں کوئی فروغ نہیں آتا، کیونکہ اس میں احراء حیات کی سرارہندی اس خوبی سے کر دی گئی ہے کہ ان میں ایک نامی اور حیاتی رسد قائم ہو گیا ہے۔ اس نظام مدیت میں نہ تو فردوں کا تصادم ممکن ہے نہ دنیا کا آخرت اور فرد کا جماعت سے کہ ایک کی ہستی دوسرے کی ہی کر دے؛ اس لیے یہی معاشرہ ہے جس میں عدالت اجتماعیہ کے ساتھ ساتھ احوت و مساوات اور حریت داب کی برحمانی عملاً ہوئی رہتی ہے اور جو صحیح معنوں میں شرف انسانی کا محافظ اور اس کی تقدیر کا صورت گر ہے۔ یہ حالص انسانی اور اخلاقی نصب العین ہے، جس

تقدیر اور مستقل واستہ ہے، لہذا ”شہوات“، یعنی ان مادی اور حیوانی مقاصد کی مد جن کی طرف انسان بالطبع مائل رہتا ہے لیکن جنہیں کسی اصول کے ماحب ا جانا چاہیے (۳) (آل عمران: ۱۴) - وہ گونا گوا و ہوس یا دوسرے لغطوں میں اس بے مقصد اور بے اصول زندگی کے خلاف جو محض دنیا ظنی کے لیے سر کی حابی ہے ہماری سب سے بڑی سہر ہے جس کے بعر ہم اپنے نصب العین سے دور ہوئے ہوئے بے راہ روی کا شکار ہو جائیں (حجاب من) تَعْدِهِمْ حَيْفَ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ عَذَابًا = جو ان کے حاشیں عویے وہ لوک جنہوں بے صلہ صائغ کر دی اور حواسات کی پیروی کی سو دیکھ لیں آگے چل کر گہ بھی کو - ۹۱ (مریم) ۹۰ - صلہ، جس کے ارکان میں نماز و عود اور رکوع و سجود، یعنی وہ سب حاشیں جمع ہیں جس میں انسان اپنے رب کے سامنے اظہار عودت کرنا ہے، دراصل دربعہ ہے اس صفت سے براہ راست بقر اور بوسل کا جس کو فلسفے بے ابی، رباں میں اساس وجود، یعنی ہر سے کا سہارا ٹھہرایا ہے اور جس سے عذ حاش اسے اندرونی داب میں اتصال پیدا کرنا ہے جو اسے ایک ایسی شخصیت مل حار ہے جسے قرار و دوام حاصل ہو سکتا ہے - بھی وحہ ہے کہ صلہ کا حقیقی مقصود بھی ذکر الہی ہے (اُمِّ الصَّلَاةِ لِذِیْ بُرِّی) = صلہ قائم کر مجھے یاد رکھیے کے لیے - ۲۰ (طہ) : ۱۴) اور اس لیے وہ اس حاش داب کی اساس ہے - صلہ ہی کی بدولت فرد اپنا اسحاں کرنا اور دیکھتا ہے کہ آیا وہ اس معیار پر پورا ابرا جو اسلام بے زندگی کے لیے قائم کیا - وہ حصول علم کی ایک صورت بھی ہے کہ یونہیں انسان کائنات میں اپنا مربہ و مقام متعین کرتا اور یونہیں یہ نکتہ اس کی سمجھ میں آتا ہے کہ اس کی ایک تقدیر اور ایک مستقبل ہے؛

تے یسینی نظر اسلام بے فرد اور جماعت دونوں پر یکساں نظر رکھی اور ارکان حمسہ (شہد، صلہ و رکوع، صوم و حج) کو اس کے حصول کا دربعہ قرار دیا - مثال کے طور پر رکن اول شہد کو لیتے کہ ہمارے یہ اقرار ہے فرد کی حاش سے توسیع اور - محمدیہ (علی صاحبہا التحیہ و السلام) کا، رکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ محمد رسول اللہ“ کو محض دمدہ رباں سے بھرا دیا ہے بلکہ یہ اعلان ہے اس معاشرے کا نظام - اصاع و خمران میں صیانت کا جس میں انسان صرف اللہ کے سامنے سر جھکنا اور صرف اس کے رسول کی جماعتی قول کرنا ہے، لہذا انفرادی احساس سے جہاں خود و رسالت کا اقرار انک دعویٰ فکر ہے نہ ہم اس صفت کا مسالہہ ایسے علم اور عقل اور محسوسات و بدوآت کی دسا میں کرکس جسے ہم بے ار و سے - ان مسلم کر لیا ہے، وہاں یہ ہماری عرب نفس اور حرد داب کی کسی بڑی صفت ہے کہ اب ہمارا بے اطاعت نہ کسی معبود باطل کے سامنے جھکے، جس کی ہی کلمہ لا الہ الا اللہ بے کر دی ہے، یہ حضور رسالت صلعم کے علاوہ ہم کسی دوسری مذات کے محتاج نہیں گے، حسانہ اعلان محمد رسول اللہ سے مقصود ہے - اجتماعی لحاظ سے یہ سریم ہے اس معاشرے اور نظام مذت کی بدداریوں جو ایک فریضہ سجدہ کر ادا کرے اور اس کے حیطہ اسحکام اور مسلسل شو و نما کے لیے حدانہ حد و جہد کا جس کا اصول عمل ہے اللہ کی اصحت اور اس کے رسول (صلعم) کا اصاع - یوں سرک رکھر، جہالت اور بوجہات کی نفی کے ساتھ ان سب اورد کا حاشہ ہو جانا ہے جو دیا ہو یا آحرہ سال اور خدا کے درمیان ایک واسطہ بن کر حائل ہو جائے ہیں - اب صلہ کو لیجیے کہ یہ عبارت سے اس نصب العین کی تڑپ سے جس سے انسان کی

چنانچہ شروط تقویٰ میں ایمان بالغیب کی شرط اول اقامتِ صلوٰۃ ہی کو ٹھہرایا گیا ہے کہ اگر ایمان بالغیب نہیں تو اس کی بجا آوری گراں گزری ہے (وَ اِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ اِلَّا عَلَى الْغَافِلِينَ الَّذِي يَطْلُوْنَ اَنفُسَهُمْ فَاُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَةٌ رَّاجِعُونَ = وہ کُراں ہے مگر ان پر نہیں جو غافلزی سے کام لیتے ہیں، جس کو حال ہے کہ وہ اپنے رب کے رو برو ہوئے والے ہیں اور یہ کہ ان کو اسی کی طرف لوٹنا ہے - (المرۃ: ۴۵ و ۴۶)۔ صلوٰۃ ہی سے ترکہ نفس کا راستہ کھلتا اور فحشاء اور منکر کا ارالہ ہو کر فرد کی سیرت اور کردار کا جوہر نکھرنا ہے (اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاۃِ وَالْمُنْكَرِ) = منکر صلوٰۃ روکے رکھتی ہے بے حیائیوں اور ناپسندیدہ باتوں سے - (العنکوب: ۴۵)۔ پھر جب ایک نا اصول زندگی کی جد و جہد میں انسان مشکلات اور صعوبات سے گھرا جاتا ہے تو صلوٰۃ ہی اسے سہارا دیتی اور صبر و اسقامت (وَ اسْتَعِزُّوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ) = مدد مانگو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ - ۲ (المرۃ: ۴۵) کے ساتھ ساتھ عزم و اعماد اور امید و رجا کا سرچشمہ بن جاتی ہے وَ تَسِيرُ الصِّرَاطِ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابْتَهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ = اور شاربِ دو اہل صبر کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی سے ہمیں رجوع کرنا ہے ۲ (القرۃ: ۱۵۵ و ۱۵۶)۔ یہاں تک تو فرد کا معاملہ تھا۔ جماعت کے لیے صلوٰۃ کی حیثیت اس ادارے کی ہے جس سے امت ایک نصب العین پر جمع رہتی اور اس احوت و مساوات کا عملی نمونہ قائم کرتی ہے جو حریبِ داب اور سُرپِ اسانی کی حقیقی روح ہے: لہذا امت کا بلا اسرار رنگ و نسل اور بلا ندری ادنیٰ و اعلیٰ ایک ہی امام کے اقتداء میں کامل نظم و انضاط سے قبلہ رو ہونا اور علاوہ سورۃ فاتحہ کے ہر رکعت میں قرآن

ہاک کے کسی حصے کو سنا جہاں اللہ اور اس کے رسول سے اپنی اطاعت کا اظہار ہے وہاں اس امر کا اہتمام بھی ہے کہ ہم اپنے موجبِ حساب کو فراموش نہ کریں، ہمیں برابر حال رہے کہ اسلام کیا ہے، اس کی تعلیمات کیا ہیں اور وہ کیا مقاصد اور عزائم ہیں جس کے لیے ہمیں باہم مل کر جد و جہد کرنا ہے۔ صلوٰۃ بحکمت کی ادائیگی سے (خواہ مسجد میں یا مسجد سے باہر کسی دوسری جگہ) فرد اور جماعت دونوں ایسا ایسا احساسِ کبریٰ اور دیکھنے میں کہ انہوں نے وہ دمیہ داریاں جس کا تعلق امت کی حیثیتِ انفرادی اور اجتماعی سے ہے کہاں تک پوری کیں۔ گویا صلوٰۃ بالجماعت سے اگر اسلام کے اجتماعی مقاصد کی برحمانی ایک عملی شکل میں ہوئی ہے اور فرد اور جماعت کے ترکہ و استحکامِ داب کا راستہ کھلتا ہے تو وہ اپنی جگہ وحدتِ امت کی ایک زندہ مثال بھی ہے۔ یہاں یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ یہ فرضہ دنیا کے کسی حصے میں ادا ہو جماعت کا رج ایک ہی طرف ہونا، یعنی مسجد حرام کی طرف (فَوَلُّوْا وُجُوْهُكُمْ سَطْرَةً) = ہم اس کی طرف ایسا منہ پھر دو - ۲ (البقرہ: ۱۴۴)، عیسٰی جس طرح روسی کی کریں خواہ کسی سمت سے آئیں، ایک نقطہ ماسکہ پر جمع ہو جاتی ہیں۔ یوں ایک مشترک نصب العین کے لیے اہل ایمان کا یہ روزمرہ اور نار نار اجتماع اگر ان کے ملی عرائم اور مقاصد، ارادوں اور آرزوؤں کی تکمیل کا ایک بے تکلف اور ار روئے نفسیات مؤثر ترین دریعہ ہے تاکہ افراد کے اتحاد و ارتباط، حدبات کی ہم آہنگی اور یکجہتی سے ان کے عزم و عصب اور قوتِ عمل میں بیس ار پینس اضافہ ہو تو صلوٰۃ ہی کی بدولت ہم اپنی مادی اور حیوانی زندگی کے اس معمول سے، جس میں انسان ایک پررے کی طرح حرکت کرتا اور عالمِ طبعی کی قوتوں کے سامنے اپنے آپ کو بے بس پاتا ہے، خلاص حاصل

بصراحت حیات اجتماعیہ کی اساس ٹھہرایا گیا ہے اس سے رکّوہ کی اجتماعی اہمیت کے اعتراف میں بھی کوئی مشکل باقی نہیں رہتی۔ بالخصوص اس لیے کہ رکّوہ کے بارے میں آج بھی سوال کیا جائے تو بلا تامل جواب ملے گا کہ اس سے مقصود ہے اعلیٰ حاجت کی امداد، یعنی بھوک اور فاقے، فقر اور اولاس کی لعنت کو دور کرنا یا دوسرے اطفال میں یہ کہ دولت کی تقسیم بے راہروی اختیار نہ کرے؛ لہذا اس کی فراہمی اور حرج کا معاملہ بھی جماعت، یعنی ریاست کے ہاتھوں میں رہنا چاہیے۔ گویا رکّوہ سے مقصود ہے سرمایہ ملی کا مسلسل نشو و نما اور اس کی نہایت درجہ مناسب تقسیم، اس لیے کہ فرد ہو یا جماعت دولت کی ہمدانی، اس کا صرف اور عزم ہو یہی ان حملہ ناہمواریوں اور حراسوں سے آگ ہو سکتی ہے جو ابتداء میں معاشی اور پھر آگے چل کر اخلاقی اور اجتماعی فساد کا موجب بنتی ہیں۔ یہ ہوگا تو دولت میں اضافہ اور برقی بھی ہوگی۔ یہاں یہ امر قابل لحاظ ہے کہ لفظ رکّوہ میں باکریگی اور سمو (بڑھنا) دونوں مفہوم شامل ہیں۔ پھر اس مسئلے میں کوئی بھی نقطہ نظر احساں کیا جائے، انفرادی یا اجتماعی، جہاں ملک اور قوم کا سوال سامنے آیا دولت کے بارے میں جماعت ہی کے نقطہ نظر کو ترجیح دی جائے گی۔ اندرین صورت ضروری ہے کہ نظام رکّوہ ریاست کے ہاتھ میں رہے جیسا کہ ار روعے اسلام ہے؛ لہذا ریاست کی معاشی پالیسی (policies) کے علاوہ یہ اس کے نظام صرائف (taxation) کی اساس بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی ریاست کی ناسس ہوئی تو حضور رسالت صلعم نے انفرادی دولت کا حائرہ لیتے ہوئے جیسی بھی کسی شخص کی ذاتی ملکیت بھی اس سے وصولی رکّوہ کے لیے ایک نصاب مقرر کیا۔ یوں بھی کوئی نصیب العین ہو اس کا حصول

سریے اور اختیار ذات برقرار رکھتے ہیں۔ یوں ہمارے تعلق اپنے داخل اور باطن سے بھی منقطع نہیں ہوتا، کیونکہ وہی ہمارے ارادوں اور اقدامات کا حقیقی سرچشمہ ہے۔ پھر جب اسان یہ سمجھتے ہوئے کہ اس کی زندگی کا کوئی مقصد ہے اور اس کے اچھے فرائض میں مسجد میں قدم رکھتا ہے تو وہ اپنے دل میں محاسن کریم اور انسی کو باہوں پر نظر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور سر سجود ہوتا ہے، تاکہ اس کی رحمت اور فضل کے بھروسے پر ایک ارادہ اور ہی آرزو لیے باہر آئے اور اس حد و حیدر سے، جو بحیثیت مسلمان اس کے سامنے ہے، بارہ دم نہ کر پھر سے قدم رکھے۔ صلّوہ کو "مباحہ" جمع کرنے والی، یعنی درجہ اجتماع بھی کہا گیا ہے حاجتہ صدر اسلام میں امت کے اسماع کی ہی صورت بھی اور یوں وہ اپنے معاملات طے کرنے صلّوہ کہنا روح ہے اسلام کے نظام اجتماع کی، لہذا اس سے جو مثبت اجتماع قائم کی ہے اس کی بناء بالخصوص صلّوہ و رکّوہ پر رکھی: اِنَّ اِسْ اِنْ مَنَّہُمْ فِی الْاَرْضِ اَفَاءُوا الصَّلٰوۃَ اَبَوا الرِّکُوۃَ۔ وہ لوگ کہ جب ہم نے انہیں طاب ی کسی ملک میں تو وہ صلّوہ قائم رکھیں اور رکّوہ نہ۔ (۲۲) (الحج: ۴۱)۔ نصہ اس سورہ کا جامعہ ہے جس آداب ۷ و ۸ پر ہوتا ہے، ان میں صلّوہ و رکّوہ کے اجتماعی پہلو پر بالخصوص زور دیا ہے: اَوْ حَآہِدُوا فِی اللّٰہِ حٰی جَہَادَہٗ هُوَ اَحْسَنُ و مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ مِّلَہٗ اَیْکُمْ رُغْمَہُمْ۔ فَاَقِمُوا الصَّلٰوۃَ وَاَبُوا الرِّکُوۃَ۔۔۔ = اے جہاد کرو اللہ کے راستے میں، جیسا کہ اس کا حق ہے، جس سے تمہیں پسند کیا اور دین میں کوئی مشکل نہیں رکھی یہ ہمارے باپ ابراہیم کی سنت ہے۔۔۔ لہذا صلّوہ قائم کرو اور رکّوہ (دو)۔ ان آیات میں صلّوہ و رکّوہ کو جس طرح

جہاں طلائی، برنی اور مسی سٹکے ڈھالے جاتے تھے۔ اس زمانے میں اسلامی حکومتوں کی حدود خلیج نکالہ سے جبل الطاروں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ایشیا، افریقہ اور یورپ میں وسیع ممالک ان کے تحت آچکے تھے۔ بڑی بڑی غیر مسلم یورپی طاقتوں، مثلاً انگلستان، روس، ہالند، فرانس اور سپاہ سے ہندوستان، ایران اور خلافت عثمانیہ کے سیاسی اور بحاری تعلقات قائم ہو چکے تھے۔ ہندوستان کی بحار برہمنی ممالک سے خشکی کے راستے یا نو پشاور، کابل اور بخارا کی راہ سے ہونی بھی یا مدھار اور مشہد کی راہ سے۔ صعب، بحار اور علوم و فنون ان عظیم سہنہاہوں نے بڑی برمی دی۔ مال و دولت سے لدے ہوئے فاطمے برابر کابل، مدھار اور ہراب سے گزرتے رہے تھے۔ افغانوں کے فائل تعداد اور رسوخ کے لحاظ سے مستقل برمی کرتے رہے اور غالباً یہی وہ زمانہ ہے جس میں اندالی اور علرئی اپنے بہاروں سے نکل کر مدھار، رہی داور، برنگ اور ارعداد کی زیادہ زحیر وادیوں میں پھلے۔ حب ناحک قوم پر روال آیا، جنہیں معلوں کے حملوں کی سحساں بردائے کرنا پڑی تھیں اور کوہساں سور میں ان کے بہاری قلعوں پر نم محل نسل (قب ہارہ) کی آبادی قاص ہو گئی تو افغان قوم کے لوگوں کو انہرے کا موقع ملا۔ وہ اپنے مشرعی کوہستانوں پر حملہ آوروں کی برکنار سے بہت کم متاثر ہوئے تھے، کیونکہ حملہ آوروں کو زیادہ حرص بھی ہوئی تھی کہ دروں میں سے گزر کر ہندوستان کو لوٹیں۔ ادھر افغانی قائل کی بڑھتی ہوئی آبادی کو پھیلنے کی حورور مشرق کی طرف ہندوستان کے میدانی علاقوں میں لے جانی بھی وہی ضرور ان کے گلہ ناں اور دہقان قائل کو معرب کی طرف پھیلنے کی محرک ہوئی۔ کوہستانی قائل سے عملی طور پر تمام

حکومتوں کے مقابلے میں اپنی ارادی برقرار رکھی ان آزاد قائل میں توحی خاص طور پر قدر دکر ہیں۔

توحیوں کا دور (۵۹۶۰ تا ۱۲۰۰ھ)۔ علرئی کی ایک شاخ توحی ہے، جو برنگ اور ارعداد کی وادیوں میں بسی ہوئی تھی، سموربان دہلی صغویان ایران کے درمیان علاقے میں اسی حود مختار برقرار رکھی۔ اسی حانداں میں سے شاہ قلاتی ۵۹۶۲ / ۱۰۵۵ء میں ہماہوں کی طرف مدھار کا حاکم بنا، جس کی سل سے ایک فرد ملے ہوا۔ اسے اورنگ رب نے سلطان ملچی کا لقب دکر تمام علرئیوں کا ملک تسلیم کیا (۱۰۹۰ء)۔ اس کے عہد میں صغویوں، ہرارویہ اور علرئیوں کے درمیان حوریر لڑائیاں ہوئیں ملچی نے اندالوں کے رنسر سلطان حداداد سے اپنے عہد نامہ کیا، جس کی رو سے وادی گرمات حدفاصل قرار پائی۔ اس کی ہلاکت (۱۱۰۰ / ۱۶۸۸ء) کے بعد مدد تک اس کے بیٹے حاجی عادل (نوا) (۱۱۰۰ء) بعد میں عادل کے فرزند نائی حان (نوا) (۱۱۱۰ء) سے قلاب اور اس کے ملحقات پر حکومت کی، پھر کچھ عرصہ ملچی کے بھتیجے ساء عالم و علی حان (نوا) (۱۱۵۰ء) بعد ازاں اس کے فر حوش حال حان ہے۔ مؤخرالدکر کے بیٹے اسرف حاکو احمد شاہ اندالی نے قلاب سے عربی تک حکومت سپرد کی تھی (نوا) (۱۱۶۰ء)۔ بيمور اندالی کے عہد میں اسرف حان کے بیٹے اسو حان آ علرئیوں کی حکومت مل گئی (نوا) (۱۲۰۰ء)۔ حانداں کے لوگ امیر عبدالرحمن حان کے عہد تہ بر سر اقتدار تھے۔

عہد اندالیاں (۱۱۰۰ تا ۱۱۶۰ء) : ابدال حانداں کا شجرہ سب آتل یا ہٹل (= آودل = آندل ہیٹل = یٹل) تک پہنچتا ہے۔ سفید نام آریاؤں

اس قبیلے نے ناختر اور طحارستان میں اپنا اقتدار قائم کیا تھا۔ تاریخ اسلام میں اندال یا اودل کے نام سے جو شخص معروف ہوا (نواح ۸۴۴) وہ تر بن شریون بن سڑس کا نسا تھا (سڑس کا ذکر مقالے کے ابتدائی حصے میں آچکا ہے)۔ اس کی نسل سے منک سلیمان زبرک بن عیسیٰ (نواح ۵۰۰) نے افعانی قبائل کو کوہ سلیمان سے قندھار تک پھیلا دیا۔ پھر اس کا نسا ملک نازک (۸۶۰) اور دوسرا بیٹا ملک نوبل حاسس ہوا (۸۸۳)۔ اس نے اس اقتدار سال و روپ (بلوچستان) تک وسیع کر لیا۔ اس کے بونے ملک نامی ولد ملک حسب (۸۵۰) کے حصے میں قندھاری قبائل کی سرکاری آئی، جسے سلطان سکندر لودھی (۸۵۰ تا ۸۹۰) نے تسلیم کیا۔ اس کے بعد ملک بہلول ولد کاسی ولد نامی (۸۹۰) اور ملک صالح ولد معروف ولد بہلول (۹۰۰) بھی لائق سردار گرے ہیں۔ صالح کے بعد اس کا بھائی ملک سدو ایک قومی حرکت کے سامنے قندھار کی مسید ریاست پر بٹھا۔ یہی شخص سدو رئی مسلے کا جدِ اعلیٰ ہے۔ محمد رئی مسلے کا جدِ اعلیٰ محمد رئیس نازک رئی، ملک سدو کا ہم عصر اور نابع تھا۔ سدو کی حکومت کو شاہ عباس صفوی نے بھی رسمی طور پر تسلیم کر لیا تھا (نواح ۸۱۰۳ / ۱۶۲۱ء)۔ پچھتر سال تک نا احسار حاکم رہے کے بعد اس نے اپنے بیٹے حصر حان کو حاشیہ مقرر کیا۔ ۸۱۰۴ / ۱۶۳۲ء میں شاہ جہان نے حصر حان اور اس کے بھائیوں مودود (معدود) حان، رعمران حان، کامران حان اور بہادر حان کی مدد سے قندھار پر قبضہ کیا تھا اور اسی شاہ پر انہیں قندھار کا سردار تسلیم کیا تھا۔ ملک مودود اور ملک کامران ۸۱۰۵ / ۱۶۳۰ء میں دہلی گئے اور مورخہ عنایت شاہی ہوئے۔ ان میں سے اول الذکر ۸۱۰۵۳ / ۱۶۴۳ء میں ملک یحییٰ،

حاکم کابل، سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ ۸۱۰۷۰ء کے قریب حصر حان کے بیٹے سلطان حداداد (المعروف بہ خودکی) اور سرخان قندھار کے سردار ہوئے۔ حداداد اور سلطان ملحقہ عمری نے معاہدہ کر کے اپنی اپنی حکومتوں کی سرحدیں پسپا کیں اور گرماب خلدک مقرر کیں اور کوہ سلیمان کی برائیوں تک ژوب اور بوری کے علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ ۸۱۱۰۵ / ۱۶۹۳ء میں سرخان نے قندھار کے حاکم کے خلاف جنگ کر کے بدکوڑگ میں صفوی افواج کا صفایا کر دیا۔ سرخان کے بعد اس کا نسا سرمست حان اور اس کے بعد دولت خان واد سرمست حان کو قندھار کی سرداری ملی۔ سلطان حداداد کا نسا حیات سلطان بھی سرداری دولت حان کے سپرد کر کے اپنے بھائی لشکر حان کو لے کر چھٹے ہزار اندالوں کے ساتھ ملتان چلا گیا۔ دولت حان ایک مردِ آہن تھا، جس نے شاہ جہان اور عالم گہر کے متعدد حملوں کا مقابلہ بڑی کامیابی سے کیا۔ اسے پچاس برس تک قندھار میں کابل اقتدار حاصل رہا، حتیٰ کہ صفوی حکومت کے بیگنریگی رہا حان کا اثر صرف ملحقہ تک محدود ہو کر رہ گیا۔ ۸۱۱۰۶ / ۱۶۹۴ء میں شاہ حسین صفوی نے گرگین خان گرہستانی نام ایک ظالم نصرانی کو شاہ نوار حار کا لقب دے کر قندھار کا بگنریگی مقرر کیا۔ وہ ایک راب اپنے حوں حوار سواروں سمیت دولت حان کے مرکز حکومت شہر صفا میں داخل ہوا اور اسے ہلاک کر دیا (نواح ۸۱۱۱۵ / ۱۷۰۳ء)۔ دولت حان کے بعد اس کا بیٹا رستم حان مسید ریاست پر بٹھا۔ اگرچہ اس کا بھائی رہا حان بطور یرعمال حکومت صفوی کے حصے میں تھا، تاہم اس نے بلوچوں کی مدد سے جنوبی قندھار میں صفوی لشکر کو تباہ کر دیا۔ چار سال بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ اب اندالی قبائل نے سرے رہ گئے۔ ان میں انتشار



یہی عن المکبر اور حصول حیر اس کا مقصد ٹھہرا  
(کُتِبَ حَیْرٌ اُمِّهِ اُحْرَجَتْ لِلنَّاسِ . . . = ہم بہرین  
اُمّ ہو جسے انسانوں کے لیے اٹھایا گیا . . .  
(۳) (آل عمران: ۱۱۰) 'حاجہ یہی وہ اُمّ ہے  
جس کی زندگی میں ایک عالمگیر ہنسِ احساسہ  
اور حالۃً انسانی نظامِ مذہب کا عملی نمونہ دیکھنے  
میں آسکا ہے اور وہ دوسروں کی رہبری بھی اس  
نصابین کی طرف کٹر سکتی ہے۔ ساتھ ہی  
حائے دعوہ کو ملے قرار دیا گیا تو اس امر کی  
صراحت بھی کر دی گئی کہ اس کی عرص و سائب  
حملہ اقوامِ عالم کو ایک مرکز پر جمع کرنا ہے  
وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَسَطًا لِتَكُوْنُوْا سٰوِدَةً عَلٰی  
النَّاسِ وَ تَكُوْنُ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ سٰوِدًا = ہم نے تمہیں  
بہرین اُمّ بنا دیا تاکہ تم لوگوں کے لیے نمونہ  
سو اور رسول تمہارے لیے نمونہ بنے۔ (۲) (البقرہ)  
(۱۴۳)۔ یہاں نہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ  
یہی وہ اُمّ ہے جسے نوعِ انسانی کے اس اخلاقی  
اور روحانی ورثے کا حق سمجھا ہے جس کا تعلق  
ماضی کی عالمگیر بحریکت سے ہے، کیونکہ اس نے  
اپنے آپ کو ساری نوعِ انسانی سے وابستہ کر لیا،  
ہے۔ نہ ایک اور وجہ ہے کہ عالمِ انسانی کی  
مرکزیت حائے دعوہ کے حصے میں آئی، جس پر  
یہود و نصاریٰ کو، جو خود بھی اس قسم کی مرکزیت  
کے دعوے ادا رہے، اعتراض ہوا تو ان سے نہ بچتی  
لہا گیا۔ اَمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ  
وَ یَعْقُوْبَ وَ اٰلِیْنَ اَسَاطِرَ کُتُوْبٍ هُوْدٰ اَوْ نَصْرٰی = کیا ہم نہ  
تمہیں ہونہ ابراہیم، اسمعیل، اسحاق، یعقوب اور  
اس کی اولاد یہودی اور نصرانی تھے، (۲) (البقرہ)  
(۱۴۴)، کیونکہ اس بحریکت کی قیادت کی ابتدا  
جس کے نسبی نظر ایک عالمگیر نظامِ اجتماع اور  
بہدیت و تمدن ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام  
نے فرمائی تھی۔ انہیں حبِ اللہ تعالیٰ نے بعض

جس کی انسانی اور انسانی حینیت کا تقاضا تھا کہ اس  
کی قدامت بھی مستحکم ہو، حائے دعوہ کے باب  
میں تاریخ کو بھی اس کی قدامت کا اعتراف ہے۔  
قُرْاٰنِ ہٰکِ مِیْنِ : اِنَّ اَوَّلَ نَبِیٍّ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَنَبِیِّ  
بِسْمِکَ مَرْکَا وَ عٰدِی اَلْعٰلَمِیْنَ = نہایت سب سے پہلا  
گھر جو نوعِ انسانی کے لیے مقرر ہوا یہی ہے جو  
مذہب میں ہے اعلیٰ مرتبہ اور ہدایت سب انسانوں  
کے لیے (۳) (آل عمران: ۹۶)۔ اسے ہی سورہ حج  
(ایم ۲۳) میں اسے "نابِ عربی" کہا گیا۔ یوں  
بھی وحدتِ انسان کی راہ چونکہ موحد ہے، اور یہ  
وہ ناب ہے جس کی تاریخ سے بھی ثابت ہوئی ہے،  
لہذا اسے اسی مرکز کو مستحکم ہونی چاہیے تو اسی  
نابِ ہاک سے جس نے وہی و آسمان پیدا کیے اور  
جسے اسلام نے ربِ اعلیٰ ٹھہرا دیا۔ اندر ہی صورت  
حائے دعوہ کو سب اللہ ہی کہہ سکتا ہے تاکہ  
اس مرکزیت کا جس کی اساس حالۃً روحانی ہے  
حوار پیدا ہو جائے اور یہ وہ امر ہے جو قرآن پاک  
کی متعدد آیات میں مذکور ہے، مثلاً (۲) (البقرہ)۔  
۱۲۵، ۲۲ (الحج) ۲۶۰)۔ یوں اس گھر کی  
حرمت بھی، جسے پروردگار عالم سے نسبت ہے، لازم  
ٹھہری: (حَقَّ عَلَیْہِ اَلْکَعْبَةُ النَّبِیِّ الْحَرَامِ فَمَا لِبَآئِیْنَ  
اَللّٰہِ یَعْبُدُوْنَہِ کَذُوْ حَرَمٍ وَّ اَلَا کُوْرٌ بَآئِنًا وَّ اَوْرَاقًا کَا عَابِ  
لوگوں کے لیے)۔ (۵) (المائدہ) ۹۷) اور اس کا نام بھی  
بجا طور پر مسجد قرار پایا (۲) (البقرہ) ۱۲۵)۔ یہی  
وجہ ہے کہ ہر مسجد کا مذہب و عونا ضروری ہے  
تاکہ اداۓ صلہ میں سب کا مذہب حائے دعوہ کی  
طرف ہو: وَ حَبَّ مَا نَسَمُ فَوَلُّوْا وُجُوْہَکُمْ مَّضْرَبًا =  
اور ہم جہاں نہیں بھی ہو اما مذہب مسجد حرام  
کی طرف نہ لو۔ (۲) (البقرہ) ۱۴۴) اور جو  
گویا اتحادِ حلال اور اتحادِ عمل کے ساتھ ساتھ اس  
امر کا بھی اعلان ہے کہ اُمّ اسلامہ کی تشکیل  
ساری نوعِ انسانی کے لیے ہوئی۔ امر المعروف،

سکھائے اور پا کرے القہرہ (۲: ۱۲۸، ۱۲۹) :  
لہذا جب تعمیر اسلام، سی آخر الزماں حصر  
محمد مصطفیٰ (صلعم) سریف ہے ائے اور اس آیت کی  
سکیل ہو گئی جس کی حصر اراہمہ ہے دعا کی بھی  
روح ہے ہمہ می ہر مسلمان در سبط اطاعت فرض  
پہرانا ہے اس خط احیاء و عمران کی جو سارے  
سامان اساسی و محض ہے انک اساس اور سمہ قائم  
ہو جائے اور فرد کو بھی موقع ملے کہ اس نے اسی  
نہر میں دو، جناب سے واسطہ کر رہی ہے  
اس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے ہوئے  
ملازب داب سے نہر، وہ ہے - حاشہ دعا محض  
راہبہ دو ہے نہں، بلکہ اسلام کی احلامی،  
ادہ می، سیاسی، معاشی اور تعلیمی وحدت کا مظہر  
ہے اور حج ان مصاد کی مکمل کا مظہر آمار جو اس  
نے واسطہ میں اور جس کی ابتداء اسی لیے حصر  
اراعہ ہے ہے فرمانی بھی (و اذن فی الناس  
ناجی - اور اعلان کر کہ لوگ حج کے لیے ائیں -  
انحج (۲۲) ۱۷۰ لہذا حج کے تاہری ارکان کا  
اساتہ بھی در اصل اس نصب العین کی طرف ہے جس کی  
حد و حہد میں ہر فرد اپنے اس امر کا اظہار کرنا  
ہے کہ اس نے مبادی صرف اللہ کے لیے ہیں (ان صلائی  
و سبائی و محتائی و متائی للہ رب العلمین =  
میری صلوة، میری قربانی، میرا حسا اور میرا سب  
اللہ کے لیے ہے، الانعام (۶: ۱۶۲) لہذا ارکان حج  
بھی وہ علامات (شعائر) ہیں جن سے انک مخصوص  
نصب العین کی برحمائی مقصود ہے اور جن کے لیے  
تقویٰ شرط ہے تاکہ انسان کے قول و فعل میں  
ظاہر داری کا رنگ پیدا نہ ہو (وَمَنْ يُعْطِمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ  
فَاتَّهَا مِنْ تَتْوٰی الْقُلُوْبِ = جس نے شعائر اللہ کی  
تعظیم کی تو وہ سب دل کے تقویٰ کے ہے -  
الحج (۲۲) ۳۲ چنانچہ صفا اور مروہ کا شمار بھی  
شعائر ہی میں کیا گیا (القہرہ (۲: ۱۵۸) - پھر ان

[illegible]

حَقْلُهُ لِبَاسٍ سَوَاءٍ لِّالْعَالَمِ فِيهِ وَالْقَادِرُ وَمَنْ يَرْذُقُهُ  
بِالْحَيَادِ يَطْلُمُ بِذِقِهِ مِنْ عَذَابِ آتِيهِمْ ۚ اور مسعد حرام،  
حسے ہم نے سب لوگوں کے لیے برابر بنایا، پھر  
سے آنے والے ہوں یا وہاں کے رہنے والے، جو جس نے  
اس میں الحاد اور ظلم سے کام لیا ہے اسے سب  
عذاب دس گئے۔۔ الحج (۲۲) (۲۵)۔ اس دسے  
"او یوں بھی سمجھایا گیا ہے کہ حج میں نہ رب  
کی احارب ہے، نہ فسوی اور نہ حدال کی (فلا رفث  
و لا فسوی) وَلَا يَدْخُلُ فِي النَّعْيِ ۚ - المبرہ (۲) (۱۹۷)۔  
اب رفث (حسی احتلاط)، فسوی (بد عہدی اور  
بد دنیاوی) اور حدال (و براء) کی حج کے سلسلے میں  
ممانعت پر بالخصوص زور اس لیے دیا گیا کہ جب اس  
احتماع کی عرض و حاجت ہے ایک پاسدِ اصول، عفت،  
بر اس اور حالۃ اسانی معاشرہ، جس میں محبت  
و احوب اور آزادی و مساوات کے علاوہ ایک - دوسرے  
کی حیر خواہی، غرب اور احترام کی روح کار فرما رہے  
ہو اس تعرب میں بالخصوص ضرورت بھی نہ ہم اپنی  
خواہشات نفسانی اور ہر ایسی برحیب و تحریر  
سے بچیں جو سوء حال اور سوء نیت کا سب  
بں جائے، نہ اس میں وہ حرمان پیدا ہوں جو  
تقریب و اجتماع میں اکثر پیدا ہو جاتی ہیں  
اور نہ ہمارے اپنے ارادے کی کمزوری اور دل کا  
فساد ہمارے مقاصد میں خارج ہوئے پائے۔  
یاد رکھنا چاہئے کہ ایک نوع کے معنی میں  
ارادہ، دوسرے بیت اللہ سریف کو "قِيَامًا لِلْبَاسِ"،  
"مِثْلًا لِلْبَاسِ" اور "أَمَّا" ٹھہرا گیا، لہذا  
حج ارادہ ہے حقیقۃً نوع، اتحادِ اسانی اور اس عالم  
کے مقاصد کی عملاً تکمیل کا۔ پھر اس حیثیت سے کہ  
حج مسلمانوں کا ایک بین الاقوامی اجتماع ہے اس سے  
امت میں اتحاد و ارتباط اور استراک و تعاون کا  
راستہ کھلنا اور ان کے مطمح نظر میں وسعت پیدا  
ہونی ہے۔ وہ جب مختلف سر زمینوں میں سفر کرتے

حقائق کی مرید شریعہ ہی صلعم کے حقلہ  
حقلہ الوداع سے ہو جاتی ہے، جس میں حضور نے  
فرمایا: ہر مسلمان پر اس کے انسانے جس کی جان  
اور مال اور آبرو کی حفاظت فرض ہے (إِنَّ دِمَائَكُمْ  
وَ أَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ حَرَبِيَّةٌ يَوْمَكُمْ  
هَذَا فِي شَهْرِكُمْ عِدَا فِي بِلَدِكُمْ هَذَا إِلَى يَوْمِ  
تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ۔ بخاری، کتاب الحج) مسلمانوں پر  
اس لیے نہ اسلام عارب ہے اسباب نامہ ہے،  
لہذا اسلام ہر انسان کو مسلمان ہی دیکھنا چاہتا  
ہے۔ حضور رسالت صلعم کا نہ حقلہ کو احارب و  
مساوات اسانی کا دستور ہے چنانچہ آپ نے نہایت  
واضح الفاظ میں ہمیں ہمیشہ کے لیے مسد در دنیا  
نہ عربی لو عربی اور لونی فصاحت ہے نہ عربی  
لو عربی پر، نہ - رح 'و ساء اور نہ ساء لو سرح  
پر، مگر سب نبوی کے (إِلَّا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى  
عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لَأَحْمَرَ عَلَى  
الْأَسْوَدِ وَلَا لَأَسْوَدَ عَلَى الْأَحْمَرِ إِلَّا بِالْقُوَى۔ مسد  
احمد) اور نہ قرآن پاک کے اس ارشاد کے جس مطابق ہے  
لَهُ (إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ سُوءًا وَ قَاتِلٌ لِّبَعَارُتِمْ إِنْ أَتَرْتُمْ  
عِنْدَ اللَّهِ أَنْفَكُمْ ۚ ہم نے تمہیں شعوب و قائل  
بنانا یا نہ ہم ایک دوسرے کو حاں سکو۔ ہم میں  
سب سے زیادہ غرب مند وہی ہے جو سب سے زیادہ  
مقتی ہے، الحجرات (۹۷) (۱۲)۔ پھر اس لحاظ سے  
بھی کہ حج سے مقصود ہے وحدتِ اسانی، جس کا  
بک وقت وہ ایک دریغ بھی ہے اور مظہر بھی، بعینہ  
حسے حانہ کعبہ نوعِ اسانی کا مرکز اور مآس ہے، لہذا  
اس فرضے اور اس مقام کی عظمت دونوں کا تقاضا تھا کہ  
ان میں کسی ایسی چیز کو راہ نہ ملے جس سے ان  
مقاصد کو ٹھوکر لکے جو حج سے وابستہ ہیں ورنہ  
حانہ کعبہ کی حرمت میں فرو آ جائے، کیونکہ ان سے  
انحراف اس دستورِ رندگی سے انحراف ہے جو اسلام  
نے ہمارے لیے تجویز کیا (و الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي

بہ صرف اس رستے کی تقویٰ ہے جو ار روئے اسلام  
عد اور معبود کے درمیان قائم ہے بلکہ اس دستور  
حیات کا قسام و استحکام بھی جو حساب فرد اور  
جماعت اور ایک عالمگیر ہدایت و ثبات اور حاکم  
انسانی معاشرے کی اساس ہے۔

سہد، صلوة، رکوع، صوم اور حج کے متعلق  
بعض معلومات کے لیے دیکھئے نازل مادہ۔

مآخذ۔ (۱) دآں محمد بمواضع کثیرہ (۲) کتب  
احادیث، دلیل ایمان، صلوة و رکوع، صوم اور حج،  
(۳) لال اندس، التراح المسر شرح الجامع الصغیر،  
مار۔ ۱۳۵۷ھ، (۴) العرالی، الاحیاء، مطبوعہ مکتبہ  
عسی النابی الحلی، مصر، (۵) انوالعمر بورالحسن،  
الرحمہ المہداه انی من برید العلم علی احادیث المشکوہ،  
مطبع فاروقیہ، دہلی، (۶) مرتضیٰ ربیدی انعام السادہ  
المعین، مطبعہ میہمہ، مصر ۱۳۰۶ھ

(سیہ تدیر نیاری)

ارکشی (ہمسادوی: Arcis) سس میں  
نم از نم سس مقام اس نام کے ہیں اور بہت سے  
دریازا، ندیوں، ننگ بہاڑی دروں اور درنائی  
طاسوں کو بھی اس نام سے موسوم کیا جاتا ہے،  
یا نو صعتہ واحد Arcis کی شکل میں اور نا سکل  
جمع، یہی Arcos، علاوہ اس آرکس بلسمہ Valencia  
سے پل سل (سب بلومٹر) کے فاصلے پر ایک  
چھوٹا سا ضلع ہے، جس کا عربی نام الامواس =  
(Alacuas, the Arcos) اب تک برقرار ہے، جہاں تک  
مسلم سپہ کی تاریخ کا تعلق ہے، ان حکموں میں سب سے  
ربادہ اہم "سرحد اارکس" (Arcos de la Frontera)  
ہے، جو فادس Cádiz کے صونے کے شمال مغرب میں  
ریبریں Betic سلسلے کی آخری مغربی پہاڑیوں پر  
انسلسہ Seville کے میدان (کام پنا Campiña) میں  
[وادی لکے کے دائیں کنارے پر] واقع ہے، جہاں انگور  
نکثر پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے ناسدوں کی تعداد تقریباً

اور مختلف السلسل اساسوں سے ملنے، ان کے احلاق و  
۔ اب کا مشاہدہ کریں اور ان کے ماضی و حال پر  
سر رائے ہیں جو حیات اہم اور ان کے عروج و زوال  
کے علاوہ تاریخ اور تمدن کے کسے کسے حقائق  
۔ نے سامنے آجائے ہیں۔ (قرآن مجید میں ہے:  
۔ (۱) ۳۶ قَسْرُوا فِی الْاَرْضِ فَانظُرُوا تَبْتَ  
۔ عَاقِبَةُ الْمُکَذِّبِینَ = جو سفر کرو دنیا میں اور  
دیکھو کیا انجام ہوا جھٹلائیے والوں کے)۔ بعینہ حب  
۔ نہ حقیقت منکشف ہوئی ہے کہ رنگ و نسل  
۔ اختلاف آیات الہیہ میں سے ہے (او میں آیہ  
مِنْ اَحْزَابٍ وَ اَحْزَابٍ اَسْتَبْکَمَ وَ اِنَّا کُمْ  
اور اس کی آیات میں ہے اس و آسمان کی ساس  
۔ بہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف۔ الزوم۔)۔  
۔ اور بنا برسر نوع انسانی اصلاً ایک ہے جو ان د  
حساس اور بھی بڑھ جاتا ہے کہ حج ہی سے  
۔ ہیں احوت و مساوات اور یکانیت کا رستہ قائم  
ہے اور حج ہی اس کی سان و سوت، سب و استحکام  
۔ ساسی، اجتماعی اور نفاہی وحدت کی علامت ہے۔  
۔ وجہ ہے کہ عالم اسلام کے لیے اس میں طرح طرح  
کے مصالح اور مفادات مضمر ہیں جس کی نوعیت  
احادیثی ہی ہے اور روحانی بھی، جو دنیا و آخرت  
۔ اس کی سر بلندی اور سر فراری کا خاص میں اور  
میں کی طرف قرآن مجید میں نہ نہایت جامع اشارہ  
موجود ہے: (لَتَشْهَدُوا مَنَافِعَ نَحْمُ = نا نہ دیکھیں وہ  
ایہ مواضع کی حکمیں، الحج (۲۲) ۲۸۰)۔ حج  
ہی کی بدولت ان لا بعداد اساسوں کا دل و دماغ،  
جس کا تعلق مختلف سلوں، قوموں اور ملکوں سے  
ہے اور جو اطراف و اکناف عالم میں پھیلے ہوئے  
۔ کو اپنا اصول زندگی ٹھہرا چکے ہیں، سلی  
اور جغرافیہ بعضات سے آزاد ہوتا اور ایک یک رنگ  
نوبت کے سامنے میں ڈھلتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ ارکان اسلام سے مقصود

۱۱۰۰ء میں جب مرنی امیر ابو الحسین نے اندلس میں اپنی مہم شروع کی، جس کا سچا سہرہ نگہ (Salado) یا حریرہ طریقہ Tarifa کی جنگ میں اس کی شہرت کی صورت میں نکلا، یہ اندلسی محاسن (Councils) نے ابو مالک کی فوج کو ارنس کے قریب سکست دی اور اسے دریائے باربات (Barbate) کے کناروں پر، جو دونوں ملکوں کے درمیان سرحد کی سناں دہی کرنا تھا، قتل کر دیا۔ ۱۱۵۶ء / ۱۱۵۲ء تک عربانہ کے مسلمان حکمران (Moors) ارنس کے علاقے پر دست درازی کرتے رہے، حد دو صدیوں تک ایک سرحدی شہر رہا۔ اسے ہر وقت جنگ کے لیے تیار رکھا جاتا تھا اور اس طرح وہ Arcos de la Frontera (= سرحد کا ارنس) کہلائے گا واقعی مسیحی تھا۔

مآخذ (۱) الإدرسی عربی متن ص ۱۷۷، ترجمہ

ص ۲۰۸ (۲) لوی پرووینس E. Lévi-Provençal

La Peninsule ibérique، ص ۱۳۷، ترجمہ ص ۲۰۰

(۳) Dic Geogr de España، ۱۹۵۷ء، ۲۰۶۹۷ء (۴)

Las Grandes batallas de la Reconquista A Huici

ص ۳۳۶

(میرانڈا A Huici M'RANDA)

ارگوس دیکھیے ارنس

ارکیڈوہ: دیکھیے اریڈوہ۔

ارگائی رو کاشٹرو: دیکھیے ارگری۔

ارگری. (اردی، ارگری) Argirocastro

الاسوی: Gjinokaster کا سرکی نام، جو الاسوی ایپیرس Epirus کا سب سے بڑا شہر (عرص الملہ شمالی ۴۰° - ۱۳'، طول البلد مشرقی ۲۰° - ۱۳')، Mali Gjere کی مشرقی ڈھلان کے دامن میں دریائے ڈرن Drin کی وسیع اور زرخیز وادی کے اوپر واقع ہے، جو دریائے وایوسا Voyutsa (ویوسا Vjose) کا معاون ہے اور اس راستے کے نام کے پر ہے جو والونا Valona سے مشرقی یونان کے اندر گیا ہے۔ یہ

س ہزار ہے اور اس کی جائے وقوع جغرافی اور مصالح حربی دونوں کے لحاظ سے اسیاسی دلچسپ ہے۔ کیونکہ یہ ایک چٹانی بودے کے محور پر واقع ہے۔ یہاں وادی لطلہ نا وادی جگہ (Guadalete) ایک دم بڑھتا ہے اور کنارے کو چھوٹا ہوتا ہے۔ فوں وسطی کے پورے دوران میں اس کا قلعہ (Castillo) اور اس کے مصافحہ محلہ اوقات میں مسمار دیے گئے اور اس پر نوآباد ہوئے بارہوی دوریت پہلے کے متعدد آباد، ٹھہرے شہادت اور فنس کے رومی پھر سب اس کی قدامت کا ثبوت ہیں۔ جب یوسف الفہری کے خلاف عبدالرحمن اول نے اپنی مہم کا آغاز کیا تو ارنس نے مؤخرالد ارنی رفاوت کا اعلان کر دیا۔ بعد میں اس پہلے اموی امیر کے خلاف اہم ترین اور حتمی آپسوں پرری معاہد کے رعما میں ان میں الواحد المکناسی نے اپنے دھب و بازاج کیا۔ مسری / یوں صدی کے حاتمہ دراستہ کے علاقے میں عربوں اور مولدوں کی جنگ کے دوران میں ارنس، شرنش (Jerez) اور مدینہ مدونہ Medina Sidonia کے ناسی قلعوں پر امیر عبداللہ کی افواج نے حملہ کیا۔ یوسف بن ناسیہ نے رلافہ حاتمے کو ارنس میں قتل کیا تھا۔ الموحد حاتمہ بنعموب المصور نے ۱۱۹۰ء / ۵۸۶ء میں برنگل کے خلاف اپنی مہم کے دوران میں اپنی فوجوں کا اجتماع ارنس (Arcos de la Frontera) میں کیا۔ وہاں سے اس نے اسے ایک چچاراد بھائی السند بنعموب بن ابی حفص کو شات Silves کے شہر کے خلاف روانہ کیا اور اس اثناء میں خود اس سے طرش Torres Novas اور تومر Tomar کا محاصرہ شروع کیا۔ ۱۱۶۸ء / ۱۲۵۰ء میں فرڈیننڈ Ferdinand ثالث نے عربانہ فتح کر کے بعد ارکشی پر قبضہ کر لیا۔ اس کے مسلمان ناسدوں نے ۱۲۶۱ء / ۱۲۶۲ء میں معاہد کی اور ۱۲۶۲ء / ۱۲۶۳ء میں الفاسو (Alfonso the Learned) نے اسے اطاعت قبول کرنے پر مجبور کیا۔ ۱۲۳۹ء / ۱۳۳۹ء

Skendi 5 (طبع): 'Albania'؛ ۱۹۵۷ء؛ (۱) Guide  
'd'Albanie ('Albturist')، تیرانا ۱۹۵۸ء،  
ص ۳۱۰ تا ۳۱۵

(V L MÉRAGI)

- \* ارگلی: (Eregli) 'τὸ Ἡρακλέως Καστρον'،  
در Theophrastus: ۱: ۳۸۲ (طبع دور de Booi) 'ἡ τοῦ  
'Michael Αἰαχιάτα'، 'Ἡρακλέως Κομόπολις'،  
'Χωρὰ τοῦ' یا 'Ἡράκλεια' (Bonn) (مطبوعہ) ۱۳۶  
'Ἡρακλέους'، در Digenis Acritas، عربوں کا ہرقلہ،  
ارا ۵۴۵: Recueil etc، طبع Houtsma، ۱۱۳  
۱۹۵۰ء، ۲۶، ۲۷، ترکی میں ارگلی اور لہی کنہی  
قدیم میں ہرقلہ و ہرقلہ، صلیبی سپاہیوں کا  
Zur histor Topo- (Tomaschek) Erachia، Rieder  
'graphie von Klamason'، ص ۸۳، ۸۸، ۹۲) 'Arachie'،  
Bertrandon de la Broquiere، ص ۱۰۰، بعد، طبع  
سفر Charles Scheler، نورطی سرحد، ایک قلعہ  
حوکسکسا Cilicia سے 'Iconium' (Iconium) کو حایے  
والی سڑک پر واقع تھا اور جسے عربوں نے  
دے، مرنہ وچ، خاص طور پر ہارون نے سمیر  
۸۰۶ء میں (الطبری: ۳، ۹۷ بعد - Theophanes،  
مقام ماکور) 'امکن عمود'۔ وہ نورطی موصوف  
ہی میں رہا، وہاں تک کہ قونہ کے بر لوں نے اسے  
اں سے چھین لیا (محول اولیا چلی: ۳: ۲۸) ۵۳۸ء /  
۹۱ء میں)۔ اس کے بعد وہ فرہ ماں اوعلو کی سلطت  
میں شامل رہا اور ۱۳۶۹ء میں نامی علاقے سمیر  
شمالی بر لوں کے وحیے میں آ گیا۔ اس کے ناسدے  
(مرا، نایج ہرار) قریب قریب سب مسلمان ہیں،  
صرف ایک مختصر سی ارمی آبادی موجود ہے۔  
نژی [جامع] اور بازار چھوٹی مسجدیں ہیں۔ نژی  
مسجدوں میں سے ایک کے متعلق جہاں نما میں  
ماں کا آنا ہے۔ آدے فرہ ماں اوعلو حاندان کے

سہر قدیم ہیڈریانوپول (Hadrianopolis) [اگے چل کر  
دناوبل = ادرہ] کی حایے وقوع کے قریب آباد ہے  
اور اس کا نام ایک ایلیری (Illyrian) قبیلے کے  
میں رکھا گیا۔ بایرل اول کے عہد نسبت میں  
علامہ برکوں کے قصبے میں آیا۔ ۱۳۵۵ء /  
۱۳۵۵ء کے "یوتہ" میں ارگری نصری (حس کے صلح کا  
ولایت پریس، یعنی پریسی Zenebissi حاندان  
وڈب ہے) ۵۵۵ در سحر وواسہ کے صدر مقام کے  
آنا ہے۔ اے چل کر ۱۵۹۲ء / ۱۵۹۲ء میں  
۱۰۰ وہ اولوسہ Avlmya کی سحر کے ایک حصہ میں  
موصوف عماسہ نے احری آام میں مہر سحر بنا  
ولایت نامہ میں شامل ار دنا نا۔ اولیا [حسبی]  
۱۶۱۹ء سے ایک جوں حال اور مستحکم سہر  
۱۰۰ ہے جہاں کی زیادہ تر آبادی مسلمان تھی۔  
۱۰۰ [اردی] کی، حوآج نر وادی کی طرف ہیں  
ما ہے (موجودہ آبادی بارہ ہزار کے قریب)، سہر بلند  
معارب اوسہ وسطی کا (ویسی ۱۹) قصبہ ہے جسے  
۱۰۰ [اردی] کے حایے [رک ناں] نے ار سیر نو عمر  
۱۰۰ اس سہر کے قریب سے قدیم مدن آج بھی نامی  
۱۰۰، ۱۰۰ اس وقت کے سراج کے مطابق قلعہ بنا ہے  
۱۰۰ ہیں اور جسے دیکھ کر اولیا نے حد مارا ہوا۔  
مآخذ: (۱) ح۔ اسالحو آرساودلغہ عثمانی  
ما لیسنگ پرلشمہ سی، در فایح وامابول، ۲ / ۱  
(۱۹۵۳ء) ۱۵۳ تا ۱۵۷ء (۲) وہی مصنف ہجری ۸۳۰  
ریح صورت دفتر اربوید، انقرہ ۱۹۵۲ء، مقدمہ (۳) وہی  
حسب مقالہ اربوید، اوپر (۴) اولیا چلی سیات نامہ،  
۱۰۰ تا ۹۸۱ء، Babinger = منتخب ترجمہ و حواشی،  
در MSOS، ۳۳ (۱۹۳۰ء) ۱۳۸ تا ۱۵۰ (۵)  
'A Journey through Albania' J C Hubhouw  
Dahmanen Badeker (۶) ۹۲ تا ۹۷ء  
'und die Adria'، ص ۲۵ (F Babinger)  
(۷) En. II، تبدیل مادہ 'Argitrocastro' (۸)

قابل ذکر نہ ہیں۔ (۱) اسانول سے اژدھانیں بحری  
سل کی مسابہ ریکرداع کی ولایت اور چورلو کی  
قصا میں ایک ناحہ کا مرکز، آبادی ۱۹۴۷ء میں  
۱۶۰۷ (۲) سولطی عہد ۵ Herakleia، جو آج  
کل ارجحہ بھی کہلاتا ہے، ساد لوبی اور مورہ  
کے درمیان ایک ساحلی ڈون، آبادی ۱۹۴۷ء میں  
صرف ۸۳۱ (۳) قوحہ ابلی میں قرہ مؤرسل سے جا  
سل کے فاصلے پر، بحرہ مارمورہ کے کنارے ایک  
ڈون، آبادی ۱۹۴۷ء میں ۹۲۰ (۴) قرہ دہر میں  
ایک قصہ، جس کی آبادی ۱۹۴۷ء میں ۶۳۵ تھی۔  
اس نام کی قصا، جس میں ۱۲۱ ڈون شامل ہیں،  
۱۱۶۵ مرتع سل پر محوی ہے اور اس کی آبادی  
۲۰ ہزار سے زائد ہے۔ افسانے کی رو سے یہ قصہ  
اسی مقام پر واقع ہے جہاں Acherusia نامی سار تھا  
جس میں سے ہیراکلس Herakles جہم میں اتر گیا۔  
دیکھیے (۱) ب و سامیک : ماموس الاعلام،  
بدل مادہ فہرست، طبع حداد۔

ارگلی (دری زبان کا لفظ)، ارجلی کا درجہ

Sanodacae (argama sideroxylon یا argima spinosa)  
نوع کا ایک درجہ، جو مراٹس کے حسی  
ساحل پر پایا جاتا ہے۔ یہ ایک چھاڑی ہے،  
جس کی لٹری بہت سب اور مضبوط ہوتی ہے۔ اس  
چھاڑی سے ایک قسم کی لٹلی حاصل ہوتی ہے۔  
اس لٹلی کی لٹری کو بسا حائے نو اس سے دل  
بکنا ہے جس کی [بربروں کے غان] سری قدر ہے  
لٹلی مویسوں کو لٹلائی جاتی ہے۔ مراٹس کے  
عربی بولنے والے بعض لوگ بھی اس لفظ کو استعمال  
کرتے ہیں، لیکن اسے ایک دخل یا مستعار لفظ  
سمجھتے ہیں

مآخذ (۱) ابن البطار، شمارہ ۱۲۴۸، (۲)

Textes arabes de Rabat 1 Brunot، فرہنگ

(Glossary)، پیرس ۱۹۵۲ء، ص ۶ تا ۷، (۳) V Monteil

ایک مرد ابراہیم سک نے بنوایا تھا (ماسک الحج  
کے مطابق فلیچ آرسلان نے)۔ یہاں نامی معمار نے  
سولہویں صدی میں جو [مسجد اور] کاروان سرائے  
رستم پاشا کے حکم سے تعمیر کی تھی اس کا ذکر  
بھی مد لورہ والا نصف میں آیا ہے۔ [اس کے علاوہ  
ایک اور سرائے بھی تھی جسے ایک حکم جی اوسلو  
احمد پاشا نے بنوایا شروع کیا تھا اور پاشا پاشا نے  
مکمل کیا۔] رواب ہے کہ یہ پاشا کے نامی کے  
جسٹس [اسمعیل پاشا] رسول اللہ ﷺ سے  
بے بداد کر دیے تھے، جس کی وجہ سے اس کا  
عذر (مداوار کا دسواں حصہ) مدح نے اپنے وقت ہوا  
(جہاں نما، اولیا چلی، فہرست مدالین ۱۰ : ۱۶)۔  
[اس میں چھ ہزار آج بھی، جہاں دلاؤں نے  
ایک سلسلے سے سرباب بنا جاتا تھا اور اس دم کی  
نگرانی ایک سرداری عہدے دار کے سر پر تھی، جو  
میراب کہلاتا تھا۔] لکھتے رہا ہے میں ارگلی اس  
سائے پر ایک مقام تھا جس سے حاجی اپنے حائے بھی  
اور ۱۹۸۷ء سے وہ فونہ سے تعداد حائے والی راتوں  
لائیں پر ایک اہم مقام ہے۔ یہ سہر سحی فونہ  
میں ایک قصا کا صدر مقام ہے۔ [یہاں سو بی بیڑوں  
کا ایک بڑا کارخانہ قائم ہو گیا ہے اور اسی میں  
برابر اضافہ ہوتا جا رہا ہے، چنانچہ ۱۹۴۷ء میں آبادی  
۹۶۳ تھی جو ۱۹۵۵ء میں بڑے رسولہ ہزار سے  
اوپر ہو گئی۔ پوری قصا کی آبادی چھاس ہزار سے  
اوپر ہے۔ اس میں سڑسہ دہات ہیں اور کل رقبہ  
۴۷۰۰ مربع کلومیٹر ہے]

مآخذ (۱) حاجی حلیفہ جہاں نما، ص ۶۱۶

بعد؛ (۲) اولیا چلی، ص ۲۸، بعد؛ (۳) ماسک الحج،

ص ۳ بعد؛ (۴) Ritter Kleinasien، ۲ : ۲۶۸۔

(J H MORDTMAN، ماردنمان)

[مد لورہ والا ارگلی کے علاوہ اناضونہ کے کئی

اور مقامات اسی نام سے موسوم ہیں، جس میں سے

*Contribution à l'étude de la flora du Sahara occi-*  
*dental*، ج ۲، پیرس ۱۹۵۳ء، شماره ۹، ۴۰ (مع مہر سب  
جم: (م) Roux، *La vie herberie par les textes*  
ج ۱، ۱۹۵۵ء، ۳۴ تا ۳۶

(ادارہ)

آرگنچ (Urgench) دیکھو پجہ حوازیہ

ارگن، عثمان، (عثمان نوری) ترکی عالم اور  
مدرسہ و اساتذہ، حوازیہ ۱۸۸۳ء میں ولایت مغلطہ  
کے ایک (اب ایک ضلع کے سرور) اور،  
Imi میں پیدا ہوا۔ اس کے سات حاضر علی  
رہے۔ ساروں کے ایک خاندان سے تھا۔ اس نے  
حوازیہ میں فسطح آرائی کی اور اپنی ایک ستر آرائی  
نے حوازیہ میں ایک روہا ماکا بنی تھا، اساتذہ  
مہوہ خانہ مولانا اور وہیں سکونت پذیر ہو گیا۔  
حوازیہ میں بھی رہا اور جس نے کڑوں میں  
رہا [محمد] حفظا، اما ہوا، ۱۸۹۰ء میں اساتذہ  
میں شامل ہوئے اس نے شہر کے مختلف مدرسوں میں  
تعلیم حاصل کی اور پھر دارالاسلامہ میں، حوازیہ کو بھیجے  
جہاں وہ چھوٹی کتب خانہ داخل ہو گیا۔  
۱۹۰۰ء میں اس نے امی معلم حکم کی اور امی  
مدرسہ میں دوسرے درجے پر رہا۔ اسے اسی سال  
میں ایک کمیٹی (municipality) کے ایک اہلکار  
رہے۔ اس نے ملازمین مل کئی۔ چونکہ رہے اچھے  
و چاہا، لہذا ملازمین سے جو وہ چاہا اس میں  
سال تک وہ برابر سمادہ مسجد میں حاضر ہوا  
میں، جہاں اس نے وہ حملہ روادی جلوہ سکھے جو  
تک درجہ (عالم نس) کے لیے ضروری ہوئے۔  
سمادہ وہ اس معلم و تربیت سے، جس کی اے حل  
سے سچی سے نقد کی، مطمئن نہ ہوا اور اس  
جامعہ اساتذہ کے کتب خانہ میں اپنا نام  
نمایا۔ ۱۹۲۷ء میں اس نے درجہ اول میں سند  
حاصل کر لی۔ اس کے احوال عثمان ارگن ۱۹۷۷ء

یعنی اپنے زمانہ سکالوسی تک بلدہ کی ملازمین کرتا  
رہا اور اس عرصے میں وہ ایک معمولی محضر سے ترقی  
کر رہا ہوا مکتوب حق کے منصب تک پہنچ گیا۔ اس  
عہدے پر اس نے بائیس سال تک کام کیا۔ وہ ایک  
کتاب معلم بھی تھا اور ۱۹۵۶ء تک اساتذہ کے  
مجلس نابوی اور ہستہ وراہ مدارس میں درس دیا  
تھا، جس میں اس کا اپنا مدرسہ دارالاسلامہ اور لڑکوں  
کے ایک امریکی دلچ بھی شامل تھا۔ ۱۹۶۱ء میں  
اس نے اساتذہ میں وفات پائی

عثمان ارٹن ایک زندہ دل، محقق اور نہایت  
قابل انسان تھا۔ اساتذہ کے کتب خانوں اور  
دواہر (archives) میں عمر بھر جھج و نفس کے  
تجربے سے بہت کچھ اساتذہ کے تعلیمی اور تعلیمی  
اداروں کی تاریخ میں سند مانا گیا۔ وہ بڑا  
انسان، سب اور وفادار دوست تھا، اور نہیں حواس  
پور جس کی دولت "مکتوب حق عثمان ہے" ہے اسے  
زمانے کے فضلاء میں ایک ممتاز درجہ حاصل ہے  
لہذا اور ہر کوئی اسے محبت اور احترام کی نظر سے  
دیکھتا تھا

علاوہ ان متعدد کتابوں کے جو اس نے مختلف  
موضوعات پر لکھے اور سرب اور کتابت پر مخصوص  
مجلات، جس میں سے بعض اب تک شائع نہیں ہوئے،  
اس کی بڑی بڑی تصانیف یہ ہیں:

(۱) محفل امور بلدہ، حلدیں، اساتذہ  
۱۳۳ - ۱۳۳۸ھ، جس میں سے پہلی حلد کی  
حسنت بلاد اسلامہ اور ترکی، بالخصوص اساتذہ کے  
ملدی اداروں کی ایک تاریخی نمائندگی ہے، جس  
میں دستاویزی شہادتیں بکثرت موجود ہیں۔  
یہ اس موضوع میں حوالے کی ایک مستند کتاب ہے۔  
دوای حلدیں فوائس، تمامی فوائس، فوائس و سوانح  
اور مجلس سورائے ملی کے ان فصلوں وغیرہ پر  
متمم ہیں جس کا تعلق بلدیات کے امور نظم و



سقی سے ہے۔

(۲) سرلیہ معارف تاریخی، ۵ جلدیں، اسانول ۱۹۳۹-۴۰ء (ایک موعودہ چھٹی جلد شائع نہیں ہوئی)۔ اندازہ میں اس سے مقصود اسانول کے مدارس اور علمی درسگاہوں کی تاریخ نوی، لکری آگے چل کر اس کے برکی کی تاریخ تعلیم کی صورت اختیار کر لی۔ یہ اس موضوع میں اولین مصنف ہے اور معلومات ۵ جلدیں، اور باوجود اسے بعض قبی عناصر کے بھی اس موضوع میں ہمارا دیکھا جامع ماحد ہے۔ اس میں مصنف نے برکی کے ہر قسم کے مدارس اور ان کی شیو و نما سے سر حاصل بحث کی ہے۔ مدرسوں، مصر، سلطانی کے مدرس، فوجی مدرس، قدیم اور حداد طور کے معتدی یا سہ وراثہ مدرس، سم تعلیمی اداروں اور اُن کے معتقدات، معری اصولوں پر قائم شدہ ہر درجے کے مدرسوں، بھی، غیر ملکی اور اسلامی مدرس، داس ڈھوں اور اعلیٰ تعلیم کے دیگر اداروں سے ہی کا نا متصل ذکر کیا ہے۔ معتقد قسم کے مدرسوں میں مروجہ تصانیف کے تفصیلی تحریر اور مقالے پر نا خصوص بوجہ کی لٹی ہے۔ برکی معاشرے میں تبدیلی سے حو متعارف وہ تعلیمی مسائل پیدا ہوئے رہے ان کا ناالاستماع مطالعہ کیا گیا ہے اور کتاب میں کرب ایسی حکایات اور دانی یا داسس میں جس کی بدولت وہ نہاد ہی دل چسپ بن لٹی ہے

(۳) اسانول شہری رہبری، اسانول ۱۹۳۴ء، یہ اس کی طویل تحقیق و تمسس کا سجدہ ہے، حو ۱۹۲۷ء میں حدود طرہوں پر سر اسانول کی پہلی مردہ شماری (برکی کی اولیٰ عام مردہ شماری کے ص میں) سے پہلے کی لٹی تھی۔ یہ اسانول کا بہریس تحطی (topographical) مضالعہ ہے۔ اس میں نارازوں کے ناموں کے علاوہ اڑس نقشے بھی موحود ہیں۔

(۴) ترکیہ دہ سر جیمک تاریخی انکشافی، اسانول ۱۹۳۶ء، جس میں اُن مسائل میں سے جس کا حائرہ لیا گیا ہے جس سے محلہ امور بندہ میں بحث کی لٹی بھی

مآحد (۱) سہیل انور A Suheyل Ünver عثمان ارگہ چالینمہ حیاتی و اثرلری، در Belleten، ۲۶ / ۱ (۱۹۶۲ء)؛ ۱۶۳ تا ۱۷۹ء، جس میں اس کی غیر مطوعہ تصانیف اور ۱۹۲۴ سے ۱۹۳۶ء تک اسانول شہر امانی (بلدہ) مجموعہ سی میں شائع شدہ اس کے مقالات کی فہرست بھی شامل ہے (۲) اورحان دروسوی عثمان ارگہ بلیوگرافیسی، د طت و علمد تاریخمردہ پوربردر، عثمان ارگہ (جامعہ اسانول کی تاریخ طت کے اسٹیٹیوٹ کی شریات کا شمارہ ۵۲)، اسانول ۱۹۵۸ء (۳) بدع - ن - شمسوار اوعلو عثمان ارگہگ سوکرافیسی، اسی شریے میں (ناہر ار)

ارگہ گھوں انک میدان کا نام، حو بہاڑوں سے گورا ہوا ہے اور جس کا د لرمعلوں کی اصل سے متعلق داساں میں آنا ہے

اس داساں سے متعلق ناٹی سہ Pei shih اسی چسی وفائع نامے (chronicle) کی ایک حکایت میں سو۔ حوہ T'u-chueh کی اصل و سل فی یوں سرریج کی لٹی ہے۔ یہ لوک معری سمدر (Hsi-Hai) کے کنارے آباد تھے۔ اطراف و حواست کے لوگوں نے انہیں قتل کر دالا۔ صرف ایک جیہوتا لڑکا بچ گیا، اگرچہ وہ بھی رحمی ہو چکا تھا۔ ایک خبری نے اس کی حفاظت کی، اسے دودہ بلایا اور اس سے حاملہ بھی ہو گئی۔ وہ اسے ایک غار کے بیچ میں سے ایک ایسے میدان میں لائی حو چاروں طرف بہاڑوں سے گھرا ہوا تھا۔ نہاں نہیچ لڑ اس نے دس لڑکے جسے اور انہیں سے ان دس قسوں کی سل چلی۔ ان میں سے آ سہ۔ نا A-Shih-Na کا حد امجد، حو سب سے زیادہ عقلمند تھا،

سے واسطہ ہے اور کچھ مدت تک عثمانہ کے نام سے بھی مشہور تھا۔ اس سے اٹھارہ سلومٹر شمال مغرب کی جانب درامے دحلہ در ایک معدنی فصہ ہے، جس کا نام ارامی کے ساتھ حوڑ در ارمی مغین ہو گیا ہے اور حو اب ولایت ایلدک (العربر) سے واسطہ ایک فصا کا مر در ہے۔ اب دونوں فصوں کی حالت وقوع علیحدہ علیحدہ سوئے کے ناوحد جس اسناد میں انہیں ایک دوسرے سے ملنس در باک ہے

اصلی ارڈی نام عثمانیہ اس امے برك ٲر  
ر، اما ٲه آٲه كے مسرے ٲر چيل ٲر ٲر واقع  
ارٲ او حكه ٲا ٲه ٲه ٲام هے اور اس سے ٲوٲون  
ٲس 'انس ٲدا ٲوٲا ٲها - ارٲى ٲر ٲامے رحله كے  
ٲاس ٲٲارے ر سے ٲس ٲٲوٲر كى مساف ٲر  
ارٲك ١٥٧٦ مسر ٲسٲد حوٲے كے ٲهاڑ ٲس  
ٲه ٲى اور ٲسٲد ٲهلاٲ كے ٲهے واقع هے، جس كے  
ٲهے اٲ ٲهاڑى ٲدى كى ٲهرى ٲرٲده (هسٲد ره سى)  
هے - ٲرا اور - ٲهے ارٲسى كے ٲالاب اور  
اس ٲهے ٲهٲے هوئے هس اور ٲهسے كے اور حو  
ٲهلاٲ هے اس ٲر ٲه ٲى اٲ ٲٲٲم ٲسى اٲاد هے -  
اس كے ٲرٲ هى اٲك ٲالا، حو ٲهٲر ٲوالكٲل ٲا  
ٲٲٲ ٲهچا حاما هے اور اٲس كے ام سے ٲوسوم  
هے - ٲٲار ٲر حو ٲٲٲٲه رٲلوے لاس ٲر ارٲسى كا  
ٲسٲن ٲئے ارٲى سے ٥ ٦ ٲٲوٲر حوٲ كى ٲرٲ  
اٲ وادى ٲس هے - ارٲسى ٲانوں ٲس ارٲسى ٲام  
كے جس ٲامے ٲهٲر ٲا ٲر هے، ٲر وه ٲهٲر جس كا  
ٲر ارٲس Arkania كے ٲام سے مسمازى ٲسٲون  
ٲس ٲه ٲا هے، ٲمكن هے ٲه اس كى حائے وٲوع  
ٲه وهى هو حو موخوده ارٲسى كى هے - اس كا ٲه ٲى  
اٲلاٲ هے ٲه ٲوٲكٲر Peutinger كى ٲسٲون ٲس  
ارٲسٲه Arsmia ٲام كے جس ٲهٲرو ٲا ٲر هے ان ٲس  
سے اوٲى اٲك اسى حكه واقع هو - اسلاٲى ٲور ٲس

T'u-Chueh کا سردار بن گیا۔ حد سلوں کے  
A-hsien-shih کے رہائے میں  
T'u-chueh نے پہاڑوں کے اندر ہی، جیسے  
ہوئے تھے او حوئیں - جوئیں Juan-juan کی  
بھائی اور بھائی

رسیدہ انداز اور اس کے بعد اسوائیاری  
 ، جا رہے تھے یہی قصہ مانا گیا ہے، آٹو دوڑوں کی  
 میں قدرے فرق ہے۔ وہ دوڑیں ایسے معلوم  
 ہیں کہ خوب درجے ہیں۔ [ان کے سب کے مطابق]  
 وہ ان دو بازاروں پر معلوم کرتے ہیں کہ وہ  
 ۔ اس قبل عام سے صرف سو سہرا ہے  
 وہ ان کی جواں بچ سکتی ہیں۔ انہوں نے ایک دفعہ  
 ہے یہ اور اور ایک ایسے میدان میں ہوا لی  
 میں کے اور کر۔ ہمارے ہی مارے اور میں ڈالنا  
 انہوں نے کہا۔ یہاں ان کی سب سے اکی  
 یہ سو سال کے بعد جب "ار" ہوں" ان کی  
 نے اپنے نادھی ہو گیا تو انہوں نے اس سے  
 یہاں جانے کی بدتر دلائل کی اور وہ ہوں کہ  
 ۔ ہمارے کے سوڑے سے انہوں نے اسی بڑی ال  
 یہی بد ہمارے کے۔ ہو کہ ایک حصہ وٹ در رہے  
 رہے ۱۱

میری واحد ہے کہ اس دن سو زور جس کی  
- - حاضر ہو ڈی۔ حمایتہ معلیٰ اس کی داد  
- - ممانے رہے

متاحل (۱) *Pie-shih* باب ۹۹ (۲) ابوالغازی  
 ب۔ رحمن شجرہ مکتبہ طبع رصائیر، اسلامبول ۱۹۲۵ء۔  
 ج۔ م نا ۳۸ (۳) مواد کتبہ وولوف برک ادیبانی  
 د۔ جی، اسلامبول ۱۹۲۶ء، ص ۶۵ نا ۶۷

(P M BORATAV)

اُڑگسائی (اڑیسی، اڑبی، یورپ میں زمانہ  
- تک اُڑتہ)، دیارِ نکر سے حَرّ و تابِ حائے والی  
سڑا، سڑا، فصلا ک مرنے، جو دیارِ نکر کی ولایت

اس سے کام لیا گیا تھا۔ بچہ عرصے بعد برلن آ کر دی گئی اور پھر اس پر نہ استعمال ہوئے لگی۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ اولیا جلی رہے یہ نواسے صاحب نامے میں اور یہ جہاں نما میں اس کن کی موحور کی کا دہ لیا ہے یہ گماں نہا جاسکتا ہے کہ سرخوین صدی کے اواخر میں اس سے نانا نکلتے کا نام منقطع ہو گیا تھا۔ سٹاح اولیونیر Olivier نے لکھا ہے کہ انیسویں صدی کے اوائل میں ہبور امی کن کی جائے وقوع سے جو نانا برآمد ہوا تھا اس کا ایک حصہ بغداد بھجوا جانا تھا۔ غول برانت Briant ۱۸۳۳ء میں یہاں بالخصوص ان لوگوں کی تعداد جو راتوں میں دم ڈرتے تھے اس حوالہ سے بھی۔ گوئیے Guinet کی فراہم کردہ معلومات کی رو سے کن چلانے کا یہ حکومت کے ہاتھ میں تھا۔ جو عام دھاب دہاب پر لائی جاتی تھی، اسے وہیں آ کر سے صاف کیا جاتا تھا اور ساتھ ساتھ اس کی شکل میں لا کر اوسوں یا حجروں کی سب پر مار کر لے سونا نہ بھجوا دیا جاتا تھا، جہاں اسے سرح نامے میں تبدیل کیا جاتا تھا اسکاروں کے واسطے پھر بھیج دیا جاتا تھا۔ انیسویں صدی کے شروع میں دیا کی مٹی میں نامے کے برج کر گئے کن کے مقام کو بندر دھوں سے ملانے والی ریلوے لائنیں موحود نہ تھیں اور سردیوں کے جنگلوں میں مٹی تک نہ جاسکتی تھی و برنادی کا دور دورہ رہا۔ اہل و حوہ سے روہ رقمہ کان میں سے دھاب کا اخراج کم ہونا گیا، یہاں تک کہ یہ درونار بالکل بند ہو گیا۔ یہ کاروار دوبارہ محض جمہوریہ کے دور میں ۱۹۳۵ء سے شروع ہو سکا، جب کہ دنا کر کی ریلوے لائن مکمل ہو گئی اور یہاں عام نانا اپنے لگا اور اسے صاف کرنے (۱۹۴۱ء) میں ۸۱.۳ تن کا کام آسانی سے ممکن ہو گیا۔ علاوہ اس ارگنی کی نامے کی کن کے قریب ہی (سمان مسری کی جانب گولمان Guleman میں) بہت

ارگنی کی قسم دنا کر کی قسم سے وابستہ رہی (تا، بھی معلومات کے لیے دیکھئے مادہ دنا کر)۔ سلطان سلیم اول کی چاندراں Aldiran کے مقام پر (شاہ اسماعیل صہوی کے مقابلے میں) فتح (۱۵۱۴ء) کے بعد ادریس بیلیسی کے قون کے مطابق ارگنی دنا کر کے اس علاقے میں جو بیکلی محمد ہاسا کے تصرف میں تھا دنا کر ایک سے بہت ایک۔ جی میں لیا۔ گوئیے Guinet لکھا ہے کہ انیسویں صدی کے بعد ارگنی کے حصے کی آبادی چھ سے چار سے زائد تھی۔ اس زمانے میں سحر ارگنی کا صدر مقام معدن نامی حصے میں مکمل ہو گیا۔ اس نے نامے کی دنا سے کام لے کر بہت سے اہل بر اعظم حاصل کر لی تھی۔ آخر کار جمہوریہ کے قیام کے بعد اداریہ اسکالاب میں تبدیلیاں کی گئی اور معدن کی فصا نو [عمورہ] العربیہ و لات میں اور اردنی (عمانہ) کی فصا نو دنا کر کی ولایت میں داخل کر دیا گیا۔ ارگنی کی فصا کی آبادی، جو ۱۵۹۵ء میں بلسوٹر اراضی اور ۶۸ دھوں پر مشتمل ہے، ۱۹۴۰ء کی مردم شماری کے وقت سٹاح کی رو سے چار ہزار میں سو چار تھی

جہاں تک اس ارگنی معدن کا تعلق ہے جو دحلہ (اردنی صو) کے دائیں کنارے کے اوپر کی دغلان پر اور محراب نامی پہاڑی کے نام میں واقع ہے (جسے آج کل رناہر محض معدن کہتے ہیں) اس کی حوض حالی نہ دار و مدار اس پر رہا ہے کہ اس کے قرب و حوالہ میں جو نامے کے دھیرے ہیں ان سے نام لیا جائے یا نہ لیا جائے۔ اگرچہ اس سواح میں ان دھروں کی موحودگی نہ علم بہت قدیم زمانے سے لایا جاتا ہے، تاہم بعضی طور پر یہ معلوم نہیں کہ ارگنی معدن میں ان سے پہلی دفعہ کب کام لیا گیا۔ وہ کن جس کی بات معلوم ہے کہ بارہویں صدی کے شروع سالوں میں



نہیں مروج کے فاصلے پر تھا)۔  
 اس خردادہ (ص ۱۰۹) میں دیا ہے کہ  
 ارم کا قلعہ اللہ اور تلوکرج کے درمیان تھا  
 (اللہ: نائک کے شہروں میں سے ایک، جو درناے  
 الرأس (Araxe) کے ایک معاون کے کنارے واقع تھا  
 یہ معاون رود اردسل سے اوپر کی طرف ترانس میں  
 گزرتا ہے)

اس اللہ (ص ۲۱۶) ارم کے متعدد اصلاح  
 (رسالہ) کا ذکر کرتا ہے۔ ناموں (۱) ۲۱۶ کے  
 محض ارم کے ناحصے (ضلع) کا ذکر ہے اور  
 اس کے متعلق یہ لکھا ہے کہ اللادری ہی کا  
 علاقہ ہے

اللادری اور اس خردادہ کے حوالہ نام لائے  
 ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ادرمجان کے  
 شمال مغربی علاقے کا ایک ضلع ہوتا ہے، یعنی حالہ  
 آج کل کے سرحدہ علاقے میں، جس کا دارالحکومت ادر  
 ہے اور جس نے محاب اصلاح میں ارمی آباد ہے۔  
 [دوسری طرف حرہ بنواں کا متعلق درناے بنھاو  
 (بوناوارو) کے نام سے سمجھا جاسکتا ہے، جو موفان  
 (رگ نال) میں ہے]۔

(مینیورسکی V MINORSKY)

\* ارم۔ ایک فرد نامی علاقے کا نام، جس کا اسلامی  
 سب ناموں میں وہی مقام ہے حوالہ ملی سب ناموں  
 میں ارم Aram کا، جس کا نام اسلامی سلسلے  
 عوص بن ارم بن سام بن نوح کے اجداد سلسلے  
 عوص بن ارم بن یسم بن نوح کے مقام سے  
 واضح ہو جائے۔ [ارم کے لفظی معنی میں پہاڑی،  
 سناں راہ۔] یہاں سے اور سحران کی طرح یہ اسلامی  
 سحرہ بھی سائنہ سحرانوں کے اس کے تحت تاریخ میں  
 شامل ہو گیا اور اسی لیے عمن اس سے عرساں  
 میں اراموں [کی آادی] کے پھیلنے کے متعلق نوٹی  
 نئی معلومات حاصل میں ہوئی ہیں۔ ارم اور ارم

ذات العماد، جس پر بجیے بحث کی گئی ہے اور  
 جس کا اعراب معین ہو چکا ہے، ایک ہی تصور ہوئے  
 ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مسلمان ارم کے حوالے  
 ارم کہتے ہیں۔

روایت ہے اراموں کے ساتھ [ارم کی] نسبت  
 اور وہی بڑھا دیا ہے، حاصہ قوم عاد [رگ نال] جو  
 ارم کہا جاتا تھا اور حبہ قوم عاد سنا ہو گئی ہو  
 ارم کا یہ نمونہ نو دے دیا گیا، جس کی اولاد  
 سواد کے نسبی حال لیا جاتا تھا۔ مسلم علماء کو  
 یہ بھی معلوم تھا کہ وہم زمانے میں دمشق کو ارم  
 یعنی ارم کہا جاتا تھا

مآخذ: دیکھیے اگلا مقالہ

(وینسک A T WINSICK)

ارم ذات العماد: سران [محمد]۔  
 صرف ۸۹ [المحرر] ۶۰ میں آتا ہے۔ اَلْمَبْرُورُ  
 وَقَلَّ رُكْبُ عَادِ اَرَمِ اَمَّا اَلْبَنِي لَمْ يَخْلُقْ  
 مِثْلَهَا فِي اَسْلَافِ (لنا سو سے نہیں دیکھا کہ  
 برے رب نے نہ لیا عاد ارم ذات العماد کے ساتھ  
 جس کی داتا سہروں میں پیدا نہیں کیا)۔  
 ان اباب میں عاد اور ارم کے باہمی تعلق کی تفسیر  
 نئی طریقے سے کی جاسکتی ہے، جیسا کہ تفسیر میں  
 بالمفصل بیان کیا گیا ہے۔ اگر ارم کو عاد کے  
 ماننے میں لیا جائے تو اب سمجھ میں آ جاتی ہے  
 کہ ارم وہ بنی قریظ کا نام سمجھا گیا ہے۔ اس  
 صورت میں عماد سے مراد حمص کی خوب لی جاسکتی  
 ہے۔ دوسروں کے نزدیک عماد سے مراد ارم کا  
 دو شکل قد و قامت ہے، جس پر اس طریق سے  
 انحصار زور دیا گیا ہے۔ اگر ارم اور ذات العماد  
 مصاف اور مضاف الیہ ہیں تو اغلب یہ ہے  
 کہ ارم ذات العماد کوئی جغرافی اصطلاح ہو،  
 یعنی "سبوں والا ارم"۔ مسلمانوں کی عام طور سے  
 یہی رائے ہے۔ چر نہیں مسری اور معرب دونوں

حکے اس بارے میں بہت اختلاف ہے کہ اصل بارہ کس طرف ہے۔ یاقوت کے بیان کے مطابق بارہ والے یہ ہے کہ داب العماد کو دمشق [رَکَ نَاں] کی سمت سمعہا جائے، چنانچہ لہذا حاتم ہے کہ خیروں بن سعد بن عاد (دیکھیے دمشق) یہاں پر آباد ہو گیا تھا اور اس نے ایک سہر تعمیر جو سنگ مرمر کے ستونوں سے آراستہ تھا۔ Loth نے نہ روایت اپنی ان رائے کی نادرہ اس اعتبار کی ہے کہ ارم کے ساتھ معصن آرامی رباب کا تعلق ہے۔

ناہم مسلمانوں نے ارم ؟ یعنی اکثر حویلی انسان [نہ ی یمر و حصر موب، اس قسم، العمار، ...] سے مانا ہے جہاں کا عاد بھی تھا۔ عاد نے اپنے بھائی : سَدَاد اور سَدِيد، سَدِيد بن موب کے ساتھ اپنے روئے زمین کے بادشاہوں کو مسخر کیا۔ جب اس نے حبش کا ذکر کیا تو اس نے عدن کے کئی مہمانوں میں حبش کے نمونے کا ایک نمونہ بھی کرایا۔ اس کے بتور سونے اور چاندی کے بھی اس کی دیواروں میں حواہرات و پیرہ مڑے تھے۔ جب سَدَاد نے ہود [رَکَ نَاں] کی تمسہ کی پروا نہ کرنے سے اس سہر کو دیکھا یا تھا تو وہ مع اپنے خدام و حشم کے ارم سے ایک دن [اور راب] کی مسافت پر ایک زبردست طوفان سے ہلاک ہو گیا اور تمام کا نام مہر ریب میں دب گیا۔

ایک روایت میں، حوالمسعودی (۲۳۱۰۲) نے بتائی ہے، اس قصے کا حاتمہ اسے اسوساک طریقے پر سہری ہونا۔ [اس کی رو سے] جب سَدَاد ارم بنا چکا تو اس نے اسکندریہ کی حامی وقوع پر اس کا مٹی تعمیر کرایا چاہا، چنانچہ جب سکندر اعظم اس مقام پر اسکندریہ کی سیاد رکھنے کے لیے آیا تو اس نے یہاں ایک بڑی عمارت کے آثار اور بہت سے سنگ مرمر کے ستون دیکھے۔ ان میں سے ایک ستون

پر سَدَاد بن عاد بن سَدَاد بن عاد کا کتبہ تھا، جس میں اس نے مان کہا تھا کہ ”میں نے اس شہر کو روم داب العماد کے نمونے پر تعمیر کرایا تھا، لیکن اللہ نے میری ردگی کا حاتمہ کر دیا۔ کسی کو بھی حد سے بڑے کام کا بیڑا نہ اٹھانا چاہیے۔“ یہ روایت آسانی سے اسکندر کے اس افسانے سے تعلق رکھتی نظر آتی ہے جس میں مان کیا گیا ہے (حعلی Callisthenes، طبع C Müller ۳۳۰) کہ اسکندریہ کی تعمیر کے وقت ایک مندر ملا، جس میں مجروطی مسافر بھیے اور اس پر بیس جس Sesonchi یاد سہا کا کتبہ تھا، جس نے دنا پھر ہر حکومت بی۔ المسعودی کے [مان کردہ] نسخے میں جس نسخہ کہ ذکر کیا گیا ہے وہ اسکندری افسانے کے عام رنگ نے اس مطابق ہے، لہذا ہمیں یہاں کسی ایسی روایت کی اسد نہ رہا چاہیے جو [حتمہ] ارم کے محل وقوع سے متعلق ہو۔ ناہم نہ باب قابل ذکر ہے کہ الطبری نے بھی اپنی تفسیر قرآن میں اسی خیال کا ذکر کیا ہے کہ ارم اور اسکندریہ ایک ہی مقام کے دو نام ہیں۔

مرید ران مان کا حاتمہ ہے کہ عند اللہ بن فلاہ نامی ایک شخص دو گم شدہ اونٹوں کی تلاش میں اتفاقاً اس مدفون سہر تک پہنچا اور اس کے کھنڈروں میں سے مشک، کافور اور موی لے کر امیر معاویہؓ کے پاس گیا، لیکن جب ان تمام چیزوں کو ہوا لگی تو یہ حاکم ہو گئی۔ اس پر امیر معاویہؓ نے نَدَب الْأَحْصَار [رَکَ نَاں] کو اپنے پاس بلایا اور اس سے اس شہر کی نسبت دریافت کی۔ نَدَب نے فوراً جواب دیا۔ ”یہ سہر ضرور ارم داب العماد ہوگا، جسے تمہاری خلافت میں ایک ایسے شخص کا دریافت کرنا مقدر تھا جس کا حاتمہ یہ ہے۔“ اور بیان کردہ حاتمہ ہو بہو عند اللہ کا سا تھا۔ المسعودی کے بیان کا بمسخر امیر لمہجہ، جسے وہ چھپا نہیں سکا، قابل ذکر ہے (مروج، ۴: ۸۸) [دیکھیے

*u Schlösser* ص ۱۸-۱۰ (۱۰) Caussin de Perceval  
*Histoire*، ۱: ۱۴، (۱۱) شپرنگر *Leben Sprenger*  
*und Lehre Muhammads*، ۵۰۰ تا ۵۱۸، (۱۲)  
*Loth*، در *ZDMG*، ۳۵: ۶۷۰، (۱۳) اس حلدوں:  
 مقدمہ، طبع عبدالواحد وافی، قاہرہ ۱۹۵۷ء (۱۴)  
 - لیسان بدوی: ارض القرآن، طبع اول، ۱: ۱۲۹ بعد]۔  
 (وٹسک A J WENSINCK)

آرمین: دیکھیے ارمینہ۔

آرمینک: [فاموس الاعلام: آرمینک]۔  
 حویلی انٹولونہ کے طاس ایللی علاقے میں کولا، قصہ کے  
 نوانع میں سے ایک قصہ، حواک وادی کے کنارے  
 سطح سمندر سے ارہ سو میٹر کی بلندی پر واقع ہے اور  
 (اسی نام کی) ایک فصا کا مرکز ہے، جو لاس فوسہ  
 سے واسطہ ہے۔ یہاں قدیم زمانے میں حرماہی اونیلس  
 Germanikopolis کا سہر آباد تھا جو اساورہ Isavria  
 کے حصے میں تھا۔ ارمی جعفر اونیلس انجی حسان  
 Indjjan ہے، جس نے ارمک کے متعلق مفصل معلومات  
 دی ہیں، اس لفظ کو سلط سمجھا اور اس نے محض  
 اس کے نام اور دیکھ کر فرض کر لیا کہ یہ سہرا رموں  
 نے ماہ لیا تھا۔ *Ritter* نے جو یہ بتایا ہے کہ  
 یہ قلعہ خاندان روپ Ruben کی حکومت میں تھا وہ  
 بھی سلط ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حرماک نام ہی ہے  
 آخر کار ارمک کی شکل احمار کر لی۔ سہر کی قدیم  
 تاریخ کے بارے میں مؤرخین نے کچھ نہیں لکھا۔  
 سہر کی مشرقی سمت میں ایک قدیم قبرستان موجود  
 ہے۔ مراووں کے فتنے برپا سب قدم (فٹ) اویجیے  
 ہیں۔ ان کے اندر کے پہلو مسہدم ہو چکے ہیں اور  
 صرف بس قبروں پر سہر کے سبک مراو نظر آتے ہیں۔  
 مراو ماہی بسب شکل کے اور ریت و ریت سے معرا  
 ہیں۔ قبرستان میں سے دو یونانی کتبے بھی برآمد  
 ہوئے ہیں، ایک انہیں ابھی بڑھا جا رہا ہے۔  
 قبرستان کے پہلو میں ایسی تھیٹر (amphi-

نیر اس حلدوں: مقدمہ، ۱۰: ۲۲۷ تا ۲۲۸، حواس قصے  
 کو فرضی تصور کرنا ہے]۔

مسلمان علماء کے نزدیک یہ ارم ذات العمار  
 عدن کے قریب دہا، یا ضعاہ اور حصہ موب کے درمیان  
 یا عمان اور حصہ موب کے درمیان۔ واضح رہے کہ  
 ارم کے نام کی موب حویلی قبرستان کی ہے۔ چنانچہ  
 الہمدانی حویلی عرب میں ارم نام کی ایک پہاڑی اور  
 ایک کنوئیں کا ذکر کرتا ہے۔ یہ واقعہ کنوئیں  
 Loth کی رائے کی تردید کرتا ہے، جس نے صرف  
 آرامی واحد ہی پر سو رہا ہے۔

اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ قلعہ ارم =  
 آرم اور ارم ذات العمار ذوق ناہمی یعنی جسے مسلمانوں  
 کی بعض روایات میں فرض کر لیا گیا ہے قابل قبول  
 نہیں ہے۔ عاد بن ارم کے خاندان کے مقررے کی  
 دریافت ڈا قصہ D H Müller کی *Sudarabische Studien*  
 (Sitz ber Akad Wien, philos histor Klasse) ۸۶:  
 ۱۳۱ بعد) میں موجود ہے۔

[عامہ کو اگر عوص بن ارم بن سام کا نسا قرار  
 دیا جائے تو اس کا زمانہ ۳۰ ق۔ م سے پہلے قرار  
 دینا جائے۔ قرآن مجید نے جہاں قوم عاد کا ذکر کیا  
 ہے اسے خلفائے قوم نوح علیہ السلام نے اور علیٰ قصص  
 میں قرآن مجید ہی نے عاد کا ذکر ہمیشہ [حضر]  
 موسیٰ علیہ السلام سے پہلے کیا ہے۔ یہ قوم، جس کا نام اس حلدوں  
 نے لکھا ہے، عراق پر بھی حکمران ہو گئی تھی]۔

مآخذ: (۱) تفسیر سورہ العنکبوت، آء ۶، (۲)

المسعودی (طبع پیرس)، ۲: ۳۱ و ۳۲، ۳۷۲ تا ۳۸۸، (۳)

الطبری: *Annales*، ۱: ۲۱۴، ۲۲۰، ۲۳۱، ۲۴۸،

(۴) ترویجی آثار البلاد (طبع وٹسک)، ص ۹ بعد، (۵)

یاقوت: *معجم*، بدیل مادہ (۶) دنا نکر الحیس (قاہرہ

۱۲۸۳ھ)، ۱: ۷۶، (۷) الثعلبی قصص الانبیاء (قاہرہ

۱۲۹۰ھ)، ص ۱۲۵ تا ۱۳، (۸) الہمدانی (طبع Muller)،

اشارہ، بدیل مادہ، (۹) *Die Burgen* D H Muller

(theatre) کی طرح کی سڑھان سی ہوئی ہیں۔  
 ڈیزوں کے سچ میں ایک معد کے آوا بھی نظر  
 ہیں اور اس کے بریک ہی ایک محکمے کا  
 مدد دے بھی موجود ہے (دیکھیے P. Lénice  
 Sissouan M. Alisha، ویس ۱۸۸۵ء۔ سن ۱۹۹۱ء  
 ی۔ م۔)۔ اربعوں صدی کے آخر میں اس علاقے کا  
 نام Halam اس ایک امر تھا اور یہ  
 نام وہاں Lamas اور Anamur سے  
 ہی مشتق تھا۔ مگر یہ نام اس کا فعل  
 اس ملک کا اس سے ہے کے امراء (harons)  
 سے لے کر ہی ہے بعد کیا ہو یہ فعل  
 یہ مضبوط بنانا کیا جا، بالآخر اس سے یہ  
 اور ہاں یہ جو بڑی ساہرا سلیمان اوجا ہی  
 ہیں وہ جی حرات و حسہ ہو رہے ہو سی۔  
 اس کے بعد کی طرف پھرے حجرے اور ہر نظر  
 میں یہ قرون و جلی میں ارمک کا فعل کیا  
 لے کر، یہ نکتوں اور قوس کے سببوں کے دریاں  
 یہی ریل و رسائل کا نرا مر رہا۔ محل سلف  
 لے آسار میں ہر لمبوں کے بعض مسائل دے، جو  
 یہ مردہ ماں مہلے سے بھی ارمک کی حدود میں  
 یہ رہا۔ ۱۴۲۸ء میں علاء الدین غیاث اول نے  
 ارمک کا قبضہ کر کے اسے ساہ سالاروں میں سے  
 ایک فرزند کو یہاں کا حاکم (سردار) مقرر  
 کیا۔ یہاں دس برس بعد ان قریہ ماہوں پر جو ارمک  
 کے قریہ و حوا میں آباد ہو گئے تھے قریہ ماں نے کی  
 فائدہ لے کر قبضہ کر لیا۔ قرون وسطیٰ میں  
 جس ساحلوں پر قبضے ہو دیکھا وہ اسے امراء کا مراد  
 ہے اس، چنانچہ سہاب الدین العمری، جس نے  
 ارمک کے ساحل کی بھی بتا ہے، یہاں کے  
 بے امراء دلت رہتے تھے۔ ان کے تصرف میں  
 حدادہ بہر اور ڈنڈہ سو قلعے تھے اور ان کے پاس  
 پچیس ہزار سوار اور اسی قدر بدل ساہی تھے

(دیکھیے مسائلک الانصار فی مسائلک الانصار،  
 بیس ۱۸۳۸ء، ۱۳ / ۵ : ۳۴۱ تا ۳۴۳)۔  
 فلسفندی قلعے کی تصویر کھینچتے ہوئے یہاں کی  
 مسجد، اراروں، حماموں اور باغوں کا حال بالتفصل  
 لکھا ہے (دیکھیے صبح الاعشی، مصر ۱۹۱۲ء،  
 ۵ / ۳۴۷)۔ مؤرخ العسی، جس نے پندرہویں صدی  
 میں ہلاک سلطان الملک الموند کے حکم سے اس  
 قلعے کی مباحث کی تھی، لکھا ہے کہ ہر کے اطراف  
 میں دریاں و ڈول تھے اور قریہ ماں امراء کے مزار  
 تھے۔ ارمک پندرہویں صدی کے آخر میں عثمانی  
 دلوں کے تصرف میں آ گیا اور اسے ایچ الی کی  
 مدد میں شامل کر دیا گیا، لیکن یہ اس وقت  
 تک اس قریہ کا نام نہیں رکھا گیا۔ سولہویں صدی  
 کے دفاتر اراضی (land records) کی آؤ سے ارمک کی  
 مضافات میں معد لو، راہ، دیڑ، ٹیک، اور باغ آراسی،  
 ایسی محلہ کے علاوہ کڑوہ، ایسی، چمائل، لاماسی،  
 حواسلر، او کوزار، اس قریہ سی اور ناں ڈسوں  
 نامی قریہ شامل تھے۔ جہاں ما اور اولنا جلی کے  
 ساحل ناہ میں ارمک کے قلعے کا، جو ایک  
 بے برک و نہ نہائی پر واقع تھا، اور ان حاروں کا  
 د لڑے حد کرد و سر کی نہائیوں میں نائے حایر  
 تھے۔ [ان عاروں میں سے ایک، جس میں ایک  
 حصہ تھا، خاص طور پر مشہور تھا۔] بول اولنا جلی  
 قلعے کے دامن میں باغ اور باغیچوں سے معمور  
 حصہ بارہ محلوں میں منقسم تھا۔ اس میں اسٹ اور  
 پھر لے آٹھ سو گھر تھے اور تقریباً بارہ مسجدیں  
 جس، جس میں اہم ترین قریہ ماں اوعلو محمود کی  
 تعمیر کردہ اوعلو جامع تھی (کسے کی تاریخ ۱۰۷۵ھ)۔  
 اس کے علاوہ میں سرائیں، دو حمام اور چھ مکتب  
 تھے۔ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں ارمک  
 زیادہ تر کس پرسی کی حالت میں پڑا رہا۔ اس  
 زمانے میں جس ساحلوں نے اسے دیکھا ان کا نام ہے



کہ وہ بہت ہی عرب و افلاس کے حال میں تھا؛ مثلاً حرمس سیاح شوان بورن Schönborn، جو ۱۸۵۱ء میں یہاں سے گزرا تھا، اکھٹا ہے کہ شہر کے بازار بہت تنگ تھے، وہاں ایک مسعد اور چند دکانوں کے سوا اور کچھ نہ تھا اور باشندوں کی تعداد کل دو ہزار سات سو تھی۔ انگریز سیاح ڈبوس Davis، جس نے اس کی ساحت ۱۸۷۵ء میں کی، لکھتا ہے کہ یہاں صرف ایک ہزار دو سو گھر تھے، لیکن قصا کی آبادی کا تخمینہ وہ تین چار ہزار کرنا ہے۔ یہ تعداد گھروں کی اس تعداد سے مناسب نہیں رکھی جو اس نے بتائی ہے۔ اسیویں صدی کے آخر میں کیویے Cuniet کے زمان کی رو سے آبادی ۶۴۳۰ تھی۔ ارسک کا قصہ پہلے آدہ (آدانہ؛ فاموس الاعلام: اطہ) کی ولایت میں ایچ ایل کی مدتی سے واسطہ تھا، لیکن جمہوریہ ترکی کے قیام کے بعد فوسہ کی ولایت میں شامل کر دیا گیا۔ اس قصا کی آبادی، جس میں اڑتالیس گاؤں ہیں اور جس کا رقبہ ۲۴۴۵ مربع کلومیٹر ہے، ۱۹۴۵ء کی مردم شماری میں پچاس ہزار سے کچھ زیادہ بھی اور اس زمانے میں ارسک کے قصے کی آبادی ۶۶۰۷ تھی۔

مآخذ: (۱) *Realencycl Pauly-Wissowa* ۷

۱۲۵۸؛ (۲) *Rec des Hist les croisades*، ج ۱؛

Doc Arm (پیرس ۱۸۶۹ء، آخری مقالہ، عدد ۲۴)؛ (۳)

کاتب چلبی، جہاں نام (استاسول ۵۱۱۴۵)، ص ۶۱۱ بعد

(۴) اولیا چلبی: سیاحت نامہ (استاسول ۱۹۳۵ء) ص ۳۰۰

بعد (۵) ریمزے *The Historical Geo- W M Ramsay*

*graphv of Asia Minor* (لنڈن ۱۸۹۰ء)، ص ۳۶۳ بعد

(۶) ریٹر *Erdkunde Ritter*، ۱۹: ۳۰، (۷) آدانہ ولایتی

سالنامہ لری؛ (۸) انسٹیٹیوٹ *Géogr de l'Arm Indjridjan*

*moderne*، ص ۴۷ بعد؛ (۹) کیویے *Turquie V Cuniet*

*d'Asie* (پیرس ۱۸۹۱ء)، ۲: ۷۷؛ (۱۰) شہاب الدین التیمی

التیمز (مطبوعہ مصر ۱۹۱۲ء)، ص ۴۲؛ ارسک کے فرمان

اور علو کتوں کے لیے لکھے (۱۰) *H Ethem*، در *TOEM*، ج ۱، ۲، ۳؛ ارسک کے قلعے کے دفاتر ارامی کے مطابق معلوں اور قصاؤں کے لیے دیکھے (۱۲) باشر وکالب آرشیوی کے دفاتر مالیہ، شمارہ ۳۱، ۶۳، ۸۳، ۱۸۲، ۲۷۲، ۶۳۶ اوقات کے بارے میں دیکھے (۱۳) دفتر اوقات، شمارہ ۱: [۱۴] *Le Strange Eastern Caliphate*، ص ۱۳۸، (۱۵) *Sitz-Ber der Wiener Tamaschek*، (۱۶) *Akad*، (۱۷) سامی تک، فاموس الاعلام، برر مادہ۔

(ایم۔ سی۔ شہاب الدین تکی داغ [در آ، ت])  
 ارمیا<sup>۱۳</sup>: عربی زبان میں آپ کے نام کا لفظ ارمیا اور ارمیا بھی ہے، دیکھے ناح العروس، ۱: ۱۵۷؛ سر حص اوقات آخر میں مذ کا بھی اضافہ کر دیا جاتا ہے (ارمنہ)

وقت سے متعلق ہے ان کے حالات بیان کیے ہیں۔ اس زمان کی موٹی موٹی ناپیں وہی ہیں جو عہد نامہ عس میں [سیدنا] ارمیا (Jeremiah) کی ناپ وارد ہوئی ہیں، یعنی آپ کا منصب نبوت بر فائر ہونا، یہودا Judah کے ناساہ کی طرف معوب ہونا، آپ کا لوگوں کی طرف معوب ہونا اور آپ کا نائل اور پھر ایک غیر ملکی حکمران کی آمد کی اطلاع، جو یہودا پر حکومت کرنے والا تھا۔ اس پر [حضر] ارمیا اپنے کپڑے چاک کر دیے ہیں، اس دن پر لعب بھجتے ہیں جس دن آپ پیدا ہوئے اور موت کو اس ناپ پر ترجیح دیتے ہیں کہ اپنی زندگی میں یہ سب کچھ دیکھیں۔ اس پر خدا نے آپ سے وعدہ کیا کہ جب تک آپ خود درحواست نہیں کریں گے اس وقت تک یروسلیم تباہ نہیں کیا جائے گا۔ اس کے بعد تخت نصر شہر پر حملہ کرتا ہے، کیونکہ وہاں کے باشندوں کی معصیت کاری رور اوروں بھی۔ اس وقت خدا نے آپ کو ایک مرستہ ایک معمولی اسرائیلی کی صورت میں

[حصر] ارمیا کے پاس پہنچا کہ یروشلیم کے سقوط کی بات اب اتنا خیال متاثر کریں۔ آپ نے ان فریسیوں کو دیکھ لیا کہ وہ یروشلیم کے لیے پہنچا کہ سہرے کے لوگوں کو دیکھ لیا۔ ہر تہ بہت بڑی سڑکیوں پر گیلوٹا۔ اور [حصر] ارمیا کو دیکھ لیا اب اس وقت دیوار [حصر] ارمیا پر پہنچے تھے چاہے آپ نے سنا کی۔ "ہاں" وہ لوگ اگر ایسی وجوہات پر ہیں جو میں نے سنی ہیں اور اگر بڑی راہ پر ہیں تو میں نے سنی ہیں۔ "یہ الفاظ اب کی راہ پر آگئی۔" سام بھی پہنچے تھے کہ حدیثی نے آسمان سے آگ کے ساتھ چلی (صاحب) لڑائی، جس نے فریسیوں کو اس کے ساتھ سہرے ایک حصہ بنا کر دیا۔

[حصر] ارمیا پر اس کی نسبت طاری ہوئی۔ "آپ نے اپنے درے پہاڑ والے اس روحی ایسی۔" "جی۔ ہمیں ہے تو فریسیوں کے ساتھ۔" اس وقت اندر معلوم ہوا کہ شخص معلوم فرسند تھا، جو ارمیا کے پاس آنا، چنانچہ آپ صبح کی طرف چلے گئے (طبری، ۱: ۶۵۸ بعد)۔

[حصر] ارمیا کے اسلامی حصے ۵ دوسرا واقعہ آپ کی اور نبی نصر کی ملاقات سے متعلق ہے۔ "وہ" آپ کو یروشلیم کے قلعے کے قلعے میں دیکھا، جہاں آپ کو اس لیے دال دیا گیا تھا کہ آپ نے مدعیوں سے گواہیاں کی تھیں۔ نبی نصر نے آپ کو فوراً رہا کر دیا اور آپ کے ساتھ معلوم و سرچ سے پس آنا، چنانچہ آپ یروشلیم کی شاہ سہرے کے آذی ہی کے ساتھ رہے لکے۔ جب ان لوگوں نے آپ سے استدعا کی کہ آپ اللہ سے ان کی توبہ و استغفار قبول کر اسے کی دعا کریں تو اللہ نے فرمایا: "آپ ان لوگوں سے نہیں تہ بدسور نہیں ٹھہرے رہیں۔" لیکن ان لوگوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور [حصر] ارمیا کو (بردستی) اپنے ساتھ لے کر مصر چلے گئے (طبری، ۱: ۶۴۶ بعد)۔

انعمونی کا کہنا ہے کہ نبی نصر کے سہرے میں داخل ہونے سے پہلے [حصر] ارمیا نے کسی (یوحنا) ایک عمارت میں چھپا دی تھی۔

دوسرا حصہ اس طرح ہے کہ جب یروشلیم بنا ہوا گیا اور فوج وہاں سے ہٹ گئی تو [حصر] ارمیا اپنے گھر پر سوار ہو کر واس سیر کر لائے۔ اب کے ایک عمارت میں عربی انگور کا سالہ تھا اور دوسرے میں اجروں کی ایک ٹوکری۔ جب آپ اُنسا Aelia کے ٹھنڈوں پر پہنچے تو آپ نے بددب بنا اور فرمایا: "ہاں" اس طرح ایسے دوسرے رسد کی جیسے "۵" اس طرح [نبی] نے آپ کی اور آپ کے گھر کی جان لے لی۔ سو برس کر حایہ کے بعد نبی نے آپ کو بیدار بنا اور فرمایا: "تم کسی دیر سوئے رہے؟" انہوں نے حوائج عرض کیا: "ایک دن۔" جب خدا نے آپ کو تمام احوال سے مطلع فرمایا اور آپ کی آنکھوں کے سامنے آپ کے گھر کو رسد کی بجایا۔ اس عرصے میں اُس عربی انگور اور ان اجروں کی بارہی نامی رہی۔ پھر اللہ نے آپ کو طویل عمر عطا کی، آپ کی رباب سادیاں اور دیگر مواضع میں لوگوں کو ہونی رہی ہے (طبری، ۱: ۶۶۶)۔

پہلے دوسوں حصوں کی بات تو یہ کہنا چاہیے کہ وہ نبی نصر کے ساتھ برسی ہیں، لیکن دوسرے حصے کی ساد سادیاں ایک غلط فہمی پر ہے جو ۲ [اسرہ]: ۲۵۹ سے متعلق ہے: [اُو دَلْدِي مَرَّ عَلَى قَرْبٍ وَ هِيَ حَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّى يُحْيِي هَذِهِ اللَّهُ نَعْدَ مَوْتِهَا؟ فَأَمَّا سَةُ اللَّهِ رَاثَةً حَامٍ ثُمَّ نَعَمَةً قَالَ كَمْ لَيْتَ قَالَ لَيْتَ يَوْمًا أَوْ مَرَّ يَوْمًا قَالَ نَلَّ لَيْتَ بَأْتَهُ غَامٌ فَأَنْظَرُ إِلَى طَعَامِكَ وَ سَرَابِكَ ثُمَّ يَسْتَعِذُّ وَ أَنْظَرُ إِلَى حِمَارِكَ وَ أَيْحَلَّتْكَ آيَةُ لَبَّاسٍ وَ أَنْظَرُ إِلَى الْعِطَامِ كَيْفَ يَسِيرُهَا ثُمَّ تَسُوْهَا أَجْمَاطٌ] "اس شخص کی مثال

الحصر سے متعلق ناں دہنی ہے، بحلاف [حصر] الیاس [رک ناں] کے کہ [عوام میں] انہیں سمندر کا پیرستی ناں سمجھا جاتا ہے۔

مآخذ: (۱) تفسیر قرآن [معید]، بدیل ۲ [القرہ]: ۲۵۹: (۲) محیرالدین الحلی: الاس الحلیل (قاہرہ ۱۲۸۳ھ)، ۱، ۱۳۸، بعد: (۳) مظہر طاهر المقدسی: کتاب الداء و التاریخ، طبع Huart، ۳: ۱۱۴: (۴) الثعلبی: قصص الآسیاء، قاہرہ ۱۲۹۰ھ، ص ۲۹۲ بعد: (۵) الیعقوبی، ۱: ۷۰، (۶) I Fredlander 'Die Chahurlegende und der Alexanderronium' ص ۲۹۹ بعد۔

(وسک A J WENSINCK)

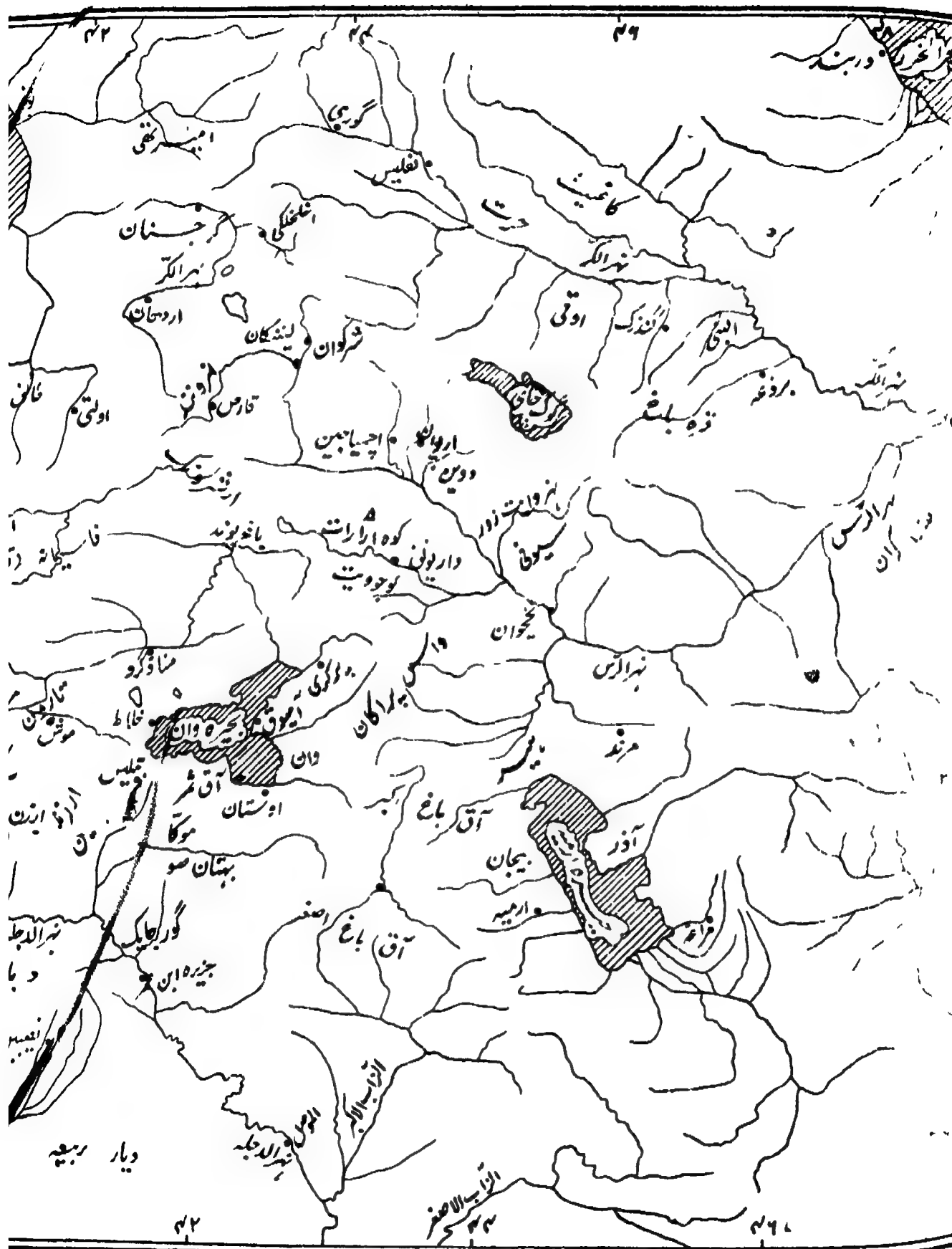
• ارمینہ: Armenia اسنامے فریب کا ایک ملک۔

(۱) جغرافی حاکم

ارمینہ اسنامے فریب کا مرکزی اور بندربر حصہ ہے، جو دو نہاری سلسلوں کے درمیان گھرا ہوا ہے، یعنی شمال کی سمت Pontic کا سلسلہ اور جنوب کی طرف Taurus۔ یہ سدرجہ دہل ممالک کے درمیان واقع ہے۔ اسنامے لوحک دریای فراب کے مغرب کی طرف، ادرسجان اور بحرہ حرر (Caspian Sea) کے جنوب مغرب میں واقع خطہ (کُرر Kura، Kurr) اور ارس (Araxes) کی حائے اتصال کا ہم سطح) مسر میں، Pontic کے علاقے شمال مغرب میں، قفقار (حسے Rion اور Kurr کا حصہ اس سے جدا کرنا ہے) شمال میں، اور عراق کا میدان (الائی دجلہ کا علاقہ) جنوب میں۔ حمل و ان Van کے جنوب میں کورحک Gordjak (غریب Gordyene، موجودہ نہتان Bohtan) اور عذری کردوں کی سر زمین (حکمرک اور آمدیہ کا علاقہ) جغرافی اعتبار سے ارمینہ کا ایک حصہ ہیں، اگرچہ وہ ہمیشہ اہل ارمینہ کے زیر حکومت نہیں رہے۔ اس طرح ارمینہ میں تقریباً وہ تمام علاقہ

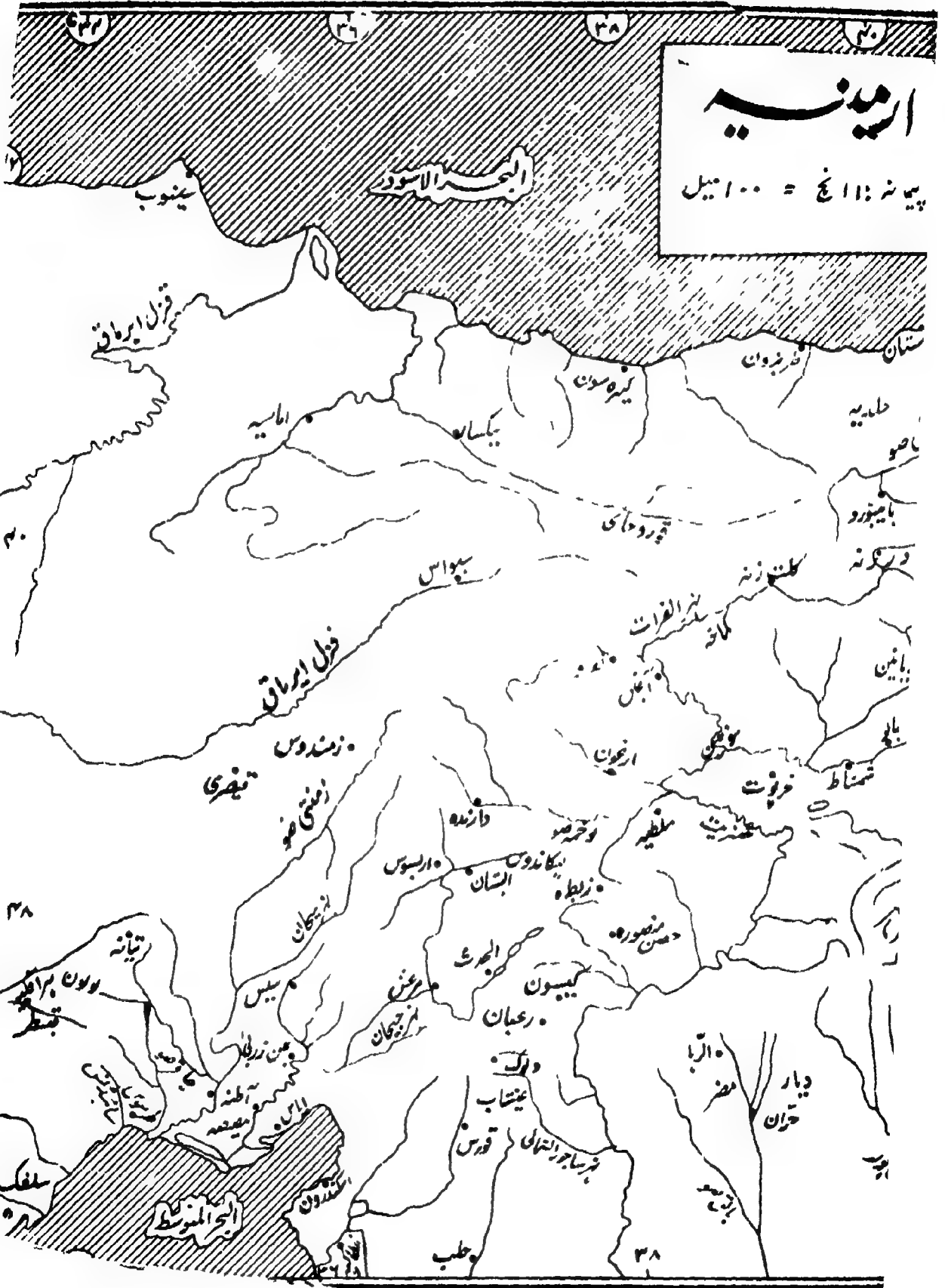
(ہرغور کرو) جو ایک شہر پر گزرا، جو گرا نڈا تھا ابھی چھتوں پر۔ تب اس نے کہا کہ اس کی ویرانی کے بعد اللہ ایسے کسی بحال کرے گا۔ تب اللہ نے اسے سو برس موت کی حالت میں رکھا۔ پھر اسے جگایا اور پوچھا تو کتنی دیر یہاں رہا۔ اس نے کہا ایک دن یا ایک دو سے بچہ لم۔ (اللہ نے) فرمانا نہیں بلکہ نو رہا سو برس، اپنا کٹھا اور اپنا بسا دیکھو کہ وہ حراب نہیں ہوا اور اے ندھے تو دیکھو ہم ہم لوگوں کے لئے ایک نشانی بنائے گئے اور ہڈیاں دیکھو، ہم انہیں بس طرح حوٹ دے ہیں اور پھر ان سے کسے کوسٹ چڑھائے ہیں۔

مفسرین قرآن نے اس سیک ذریعہ والی محض کی بعد میں دورب کے متعدد افراد کا نام لیا ہے۔ ان میں [حصر] ارمیا بھی ہیں۔ [بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس ادب میں حصر حورمل ہی کے ایک مددگار کا ذکر ہے، جو ادب میں حورمل، باب ۳۶ کے آخر میں ان ہوا ہے] ان کے حائے ہیں کہ وہ اس روایت سے متعلق ہیں۔ I bed Mulek سے ہے، جس کا نام ارمیا کے قبضے میں آتا ہے (ارمیا، ۳۹، ۱۶ بعد) (فک: The Parallel phenomena of Jeremiah the prophet، طبع Rendel Harris)۔ ارمیا نو عید ملک کے ساتھ مدس کر دے سے ایک اور الساس بھی پیدا ہو رہا ہے۔ اسرائیلی روایت کے مطابق عبد ملک ان لوگوں میں سے ہیں جو زندہ حورمل میں [مصر] روانہ ہیں اسے ہی زندہ حورمل انسانوں میں [حصر] حصر بھی ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ وہ وقت میں بید ہے الحصر ("میر") کو [حصر] ارمیا ہی کا ایک لقب بنا دیا ہے۔ اسی سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ان کی ناست اس ناست کیوں زور دیا جاتا ہے کہ وہ سنانا کو چلے گئے، جہاں وہ شہروں کی طرح کھلی کھلی لوگوں کو مل جائے ہیں؛ اس لیے کہ یہی بات دوسری جگہ



# ایرانی

پیمانه: ۱:۱۰۰ = ۱۰۰ میل



دریائے فرات، دجلہ، الرّس اور کُتر۔ دریائے فرات دو ساحوں کے سنگم سے بنتا ہے: شمالی ساح یا قرہ صو (عربی: فرات) اور جنوبی ساح یا مراد صو (عربی: آرکس)، جو اُرسی سطح مربع پر سے آئے ہیں۔ دریائے دجلہ جنوب کے اس سرحدی سلسلہ کوہ میں حم لیتا ہے جو اُرسی ناوروس Taurus کہلاتا ہے، بحالکہ دجلہ و فرات کا نظام حلیج فارس کی جانب جھکی ہوئی زمینوں کو سیراب کرتا ہے۔ دریائے آرّس (Araxes) (عربی: الرّس [رکّ ناں])، جو بیگول طاع سے آتا ہے، ان سررسوں کو سیراب کرتا ہے جو بحر خزر کی طرف ڈھلان رکھتی ہیں اور اس میں گرنے سے پہلے دریائے کُتر سے مل جاتا ہے، جو اسی متوازی ساح، یعنی بحر حرر کے معاون دریائے ریحون Rion کے ساتھ مل کر قفقاز کو ارسہ سے یکسر جدا کرتا ہے۔ دریائے فرات اور دریائے الرّس اُرسی سطح مربع کو اندر دور تک کٹتے حلے کٹتے ہیں اور، نہ ریحون نالی کے نکاس میں سہولت پیدا کر دیتے ہیں، جس کا نفع نہ ہے کہ ارسہ میں چھلین آتم بعداد میں ہیں، یعنی چھل وائ (۱۵۹۰ میٹر بلند)، جو عربی میں حلاط چھل کہلاتی ہے، اور آرّس [رکّ ناں] اور کُتر [رکّ ناں] یا Sevenga (دو ہزار میٹر)، جس کا دائرہ المسومی بے ۱۳۴۰ میٹر ہے اور حد سسہ چھوٹی چھلین۔

ارسہ کے کوہی اور آبی نظام اس طرح کے ہیں کہ یہ سر زمین متعدد وادیوں میں قسم ہو گئی ہے، جو ایک دوسری سے بلند پہاڑوں کے باعث جدا جدا ہو گئی ہیں۔ یہ حقیقت اس حاکم دارانہ نعرے کی بحلوں میں مدّ رہی ہے جس میں اہل ارمیہ ہمیشہ مبتلا رہے۔

ارمیہ کی آب و ہوا بہت تکلیف دہ و

سامل ہے جو طول بلد ۲۷° و ۹° مشرق اور عرض بلد ۳۵° و ۵۰° شمال کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ اس کے رقبے کا اندازہ تقریباً دس لاکھ مربع کلو میٹر کیا جا سکتا ہے۔

اس سر زمین کا اُرسی نظام ایسے پہاڑوں پر مشتمل ہے جن کا مرکزی حصہ قدیم تریس ہے۔ ماسی کا ہے اور جو دلچھٹی (درزی sedimentary) صاف کی سہ گودہ (tertiary) برنس کی حثانوں سے بنے ہوئے ہیں، لیکن وسیع و عریض برکانی (Volcanic) بودوں اور سسہ زمانہ حال کی سسہ آس فشال مادے کے ہمے رہے ہیں۔ اس کی سادہ میں تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔ اویسہ ہاری سلسلوں کے درمیان پھیلے ہوئے ہیں اور آبی سو سے لے کر دو ہزار میٹر کی متفاوت بلندی تھے ہیں (ارض روم: ۱۸۸ میٹر، فارس: ۱۸۰ میٹر، موین، جو مراد صو پر واقع ہے: ۱۴۰۰ میٹر، ارجان: ۱۳۰۰ میٹر، اربناں: ۸۹۰ میٹر)۔ پہاڑوں کے ان سلسلوں بے برکانی و جروطی پہاڑیوں کا ایک مل سلسلہ پیدا کر دیا ہے، جس میں ملک کی ان جوتان شامل ہیں۔ کوہ خودی Arrara، ایچ ہزار دو سو پانچ میٹر، دریائے الرّس Araxes کے جنوب میں، سسہ طاع (حار ہزار ایک سو چھتر میٹر)، سر سے الادری اسے وقت میں واقع تھا (طبع دحویہ de Guir، ص ۹۸، قَب Zeitsch für arm Philol، ۱۶۲ تا ۱۶۳، لسٹریج Le Strange، ص ۱۸۳)۔ ان طاع (بیں ہزار چھ سو اسی میٹر) ارض روم کے عرب میں، حوری طاع (بیں ہزار پانچ سو پچاس میٹر)، ان طاع (بیں ہزار پانچ سو سس میٹر) اور العور (بیں ہزار ایک سو اسی میٹر)، جو شمال کی جانب تقریباً بالکل علیحدہ ایک پہاڑی مجموعے کی شکل کرتا ہے۔

ارمیہ بڑے بڑے دریاؤں کا گہوارہ ہے:

یورپی لوگ، جو غالباً ان فریجی (Phrygian) لوگوں کی ایک شاخ تھے، جس کی سلطنت کو جان ہی میں سمیریوں (Cimmerians) نے تباہ کر دیا تھا، مغرب کی جانب سے آئے اور انہوں نے ارطو کے صبح کر لیا۔ ان ہوارد ناسدوں کو احشمنی اہل ایران ارسنی کہتے تھے (اور یونانی Ἀρμένιοι)۔ یہ ایک ایسا نام ہے جس کا مفہوم اور مآخذ ابھی تک واضح طلب ہیں۔ بہر کیف یہ حلافہ مروری زمانہ سے ارمینہ کے نام سے معروف ہو گیا، تاہم خود ارسنی اسے آب نو (اس نطل کے نام پر جس نے اس سررس کی سحر میں ارسنی قوم کی مادہ کی) Hark [ہک] کہتے ہیں اور اپنے ملک کا د لڑ ہسٹان Havastan کے نام سے کہتے ہیں۔

تکراں Tigranes نامی (تکراں اعظم) کے وقت کے سواہ ارسوں نے لکھی ایسا ہے قریب میں ساند حاصل میں لیا۔ اس کے اسباب میں ایک نو وہ حاکم دارانہ نظام ہے جس کی سند ملک کی جغرافیہ شہت بھی، جو بحالے خود اندرونی ماساب کا نائب بھی، اور اس کے علاوہ ظاہور سلطنتوں کا قرب۔ ارمینہ میں آ کر آباد ہونے کے وقت سے لے کر ارمینی سدوں (Medes) نے باہر کر رہے تھے اور بعد آراں احشمنی ارسوں کے، جنہوں نے اس ملک کو اسے نائبوں (satraps) کی بحوال میں دے رکھا تھا۔ مؤخراند لڑ سکندر اعظم کی وفات سے جدا ہونے والے مسہ و مساد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حلفہ میں ناساہ بن ٹھے، جنہوں نے بعد میں سلووسوں (Seleucids) کی سادہ تسلیم کر لی۔ جب معسرا (Maganesta) کے مقام پر رومیوں نے انطیوکس Antiochus ثالث ٹوسکس دی (۱۸۹ ق۔ م) نو وہ دونوں امراء ("Strategi") حواسین کی حیثیت سے ارمینہ پر حکمران بھی مطلبی العساں ہو گئے۔ انہوں نے ناساہ کا لقب اختیار کر لیا اور دو سلطنتوں

خبر معتدل ہے۔ سطح مرتفع پر موسم سرما باقاعدہ آٹھ ماہ تک رہتا ہے۔ مختصر اور سخت گرم موسم گرما شاد و نادر ہی دو ماہ سے زائد کا ہوا ہے۔ یہ موسم بہت خشک ہوتا ہے اور اس میں فصلوں کی باری کے لیے مصنوعی آب پاشی کی ضرورت ہوتی ہے، تاہم دریاے آرس کے کنارے کے مہاوں کے خطے کی آب و ہوا نسبتاً زیادہ معتدل ہے۔ جنوب کے پہاڑوں میں برفانی خطہ سس ہزار میٹر پر واقع ہے۔ لیکن مشرقی ارمینہ میں وہ حال۔ ہزار میٹر تک بلند ہو جاتا ہے۔

(۲) تاریخ

(الف) ارمینہ اسلام سے قبل۔

حال لیا جانا ہے کہ سرخون صدی قبل مسیح کے لک بھگ ارمینہ میں ایک انسانی قوم کے نوک حری (Hurrites) آباد تھے، جو یہ ہوسامی نسل کے تھے اور یہ آٹھ۔ ہری۔ ان لوگوں کی نظم دوسرے ہزار سال کے نصف اوّل میں ایک فاتح ایڈو۔ یورپی طبعہ امراء نے کی۔ بعد آراں وہ جتنی سلطنت کے حکوم ہو گئے اور اس کے بعد آسوریوں کے۔ نویں صدی قبل مسیح میں ایک قوم موسوم بہ آراطہ (Urtians) نے، جنہیں حندی بھی کہا جاتا ہے اور جو حریوں سے قریب کا رشتہ رکھتے تھے، وہاں ارطو (ناٹل کا اراراط Ararat) کی ظاہور سلطنت قائم کی، جس کا مرکز چہل وان تھا۔ اس سلطنت نے، جسے آسوریوں کے خلاف جنگ لڑنا پڑی، اس مکتمل عروج آٹھویں صدی [ق۔ م] میں حاصل کیا، لیکن ساتویں صدی کے وسط کے قریب اسے سیمیری (Cimmerian) اور ستھی (Scythian) حملے کی اس لہر نے تباہ کر دیا جو ایسا ہے قریب پر سے گزری تھی۔ ان اعلاناب کے دوران میں اور ان کے بعد تھراسو۔ فریجی (Thracophrygian) حادثات کے کچھ ایڈو۔

ارمنیہ کا ۴/۵ حصہ، جس پر خسرو ثالث حکمران ہوا اور جس کا دارالسلطنت ڈوین (Dwin) (عربی ذیل) تھا، بحالکہ معری حصہ روم کے ہاتھ میں رہا، جہاں آرشاک Arshak ثالث اُریحان میں برسرِ حکومت تھا۔ آرمکائی وفات کے بعد روموں (نوریطوں) نے اس سر ریس کا نظم و نسق انکے امیر (comes 'count) کے سپرد کر دیا۔ ایرانی حصہ ملک موسوم بہ پیرسرمینیا Persarmenia [یا ارمنیہ الفارسیہ] نے اسے قومی حکمرانوں کو ۴۲۸ - ۴۴۹ء تک برقرار رکھا اور بعد ازاں اس کا انتظام انکے ایرانی مرربان (والی) کے سپرد رہا، جو ڈوین میں رہا تھا۔ ارسنی مؤرخ سسوس Sebeos نے قول کے مطابق، جو نابھوں سے ساتویں صدی کے وسط تک کے دور کے لیے اہم ترس مآخذ ہے، ایرانی حکومت ارمنیہ میں اسے قدم مستحکم طور پر جمائے میں کبھی کامیاب نہیں ہوئی، اس وجہ سے اور بھی مذہبانی نادمہ ارسنی عسائیت نو ظلم و سدد کا شکار بنائے رہے۔ ارسنی امراء (nakherar) آس پرسوں کا قرب انگہر حوا انار بھسکے کے لیے ہر موقع سے فائدہ اٹھاتے تھے اور ایرانی مرربانوں سے اسے جھگڑوں میں لیا اوقات نوریطی ارمنیہ میں رہے والے اپنے ہم مدھوں سے امداد کے طلب گار ہوئے تھے۔ یہ ایک ایسا طریقہ عمل تھا جو سرحدی جھگڑوں اور بعض دفعہ حقیقی جنگوں کا باعث بن جاتا تھا، ناہم ارمنیہ اور نوریطہ کے درمیان انکے وسیع حلیج ۴۵۱ء میں حمدونہ Chakedon کی مجلس نے بند کر دی، جس کے فصاوں کو ارسوں نے ۵۰۶ء میں دوں کی مجلس میں مسرد کر دیا۔ اس نعرے نے، جو ناوجود یونانیوں کی دوبارہ اتحاد بند کر کے کی کوسوں کے قطعی ثابت ہوا، ارمنیہ الفارسیہ کے ارسوں اور مدائن (Ctesiphon) کے دربار کے مابین، حوا عسائیت کی جانب زیادہ رواداری برتے لگا تھا، سیاسی تعلقات میں سہولت پیدا کر دی۔

کی تشکیل کی: ایک ارمنیہ الکری، نام اریکساس Ariaxas، خاص ارمنیہ میں اور دوسری ارمنیہ المعری اسوفان - اریان (Sophene-Arzanene)، موسوم بہ زریندرس Zariadris - بعد میں ارمنیہ انکائی کی مادب ارسفون (Arsacid) کے ۱۵۰ء تک - پہلی صدی قبل مسیح میں اریکساس کے انکے حاکم بکراں یا بحرانبوس Igricus اعظم نے اسکاٹی (Parthian) حوا انار ہند، سوں کے ادساہ کو معرول کر دیا اور پورے ارمنیہ کو اسے ربرنگیں متحد کر لیا۔ ارسنی اتحاد قائم کرنے کے بعد اس نے اسکاٹوں اور سدیفوں کے علی الرحم ایک وسیع ارسنی سلطنت قائم کر لی اور ساسانی میں احمہ حصہ لیا رہا۔ ناہم اس کے بعد ارمنیہ کا ملک میں ارسنی اسکاٹوں کی مملکت اور رومیں سلطنت کے مابین انکے عرحادداد (buffer) ریاست کی حالت احتیاط کر لیا گیا، جس میں ہر ایک اپنی سدد کا نادمہ اس پر مستعد تھا چاہی بھی، اس لیے کہ اندرونی فساد و فساد و سرورنی مداخلت اور عاصانہ تصرفات کے لیے انکے مسلسل تہانہ مہتا کر دیا تھا۔ عام طور پر ۱۰۱ء سے لے کر ۲۲۴ء میں ارسفون کے سقوط تک کے زمانہ برعریہ میں جو افراد ارمنیہ میں برسرِ حکومت رہے وہ ارسنی حاکمان کے سپہرادیے تھے، جو کسی وقت نو اسے افارت کی روم کے خلاف ان کی جنگوں میں امداد کرے تھے اور کبھی رومی حمایت قبول کر لے تھے۔ جب ارسنی اسکاٹوں کی جنگہ ساسانیوں نے کر لی و ارمنیہ کا ملک، جو ندسور سابق ارسنی - ساہوں کے زیرِ فرمان تھا اور جس نے دوسری صدی کے حاتمے بر عسائی مذہب قبول کر لیا تھا دوبارہ دوں سلطنتوں کے درمیان انکے سبب براع - اور انہوں نے آحرکار اس کے مرور ناح کرار مملکت کو آس میں ناٹ اسے کا سمجھوتا کر لیا۔ انکے تقسیم کے بموجب، جو ۳۹۰ء کے قریب وقوع میں آئی، ایران کو مشرقی حصہ مل گیا، یعنی



ایک عسائی سپہاں پیش کرنا ہے، بلاشبہ اس دور کے لیے اہم ترین مآخذ ہے۔ اس سان کے ساتھ ایک سن فیملی مکمل کے طور پر ہادری لاونٹیوس Leonitus کی تحریر کی سمولب ضروری ہے، حومی الواقع ۶۲۲ اور ۶۷۰ کے درمیانی سالوں کے لیے ایک سپہا قابل اعشاء سپہاں کی حسب رکبھی ہے۔ عرب مصنفین میں اول درجہ البلاذری کا ہے، جس نے ایک اسو لیبی حد تک ارمینہ کے ناسدوں سے حاصل کردہ ساناب سے کام لیا ہے۔

ملک سام کی فتح اور عربوں کے ہاتھوں ایرانوں کی شکست کے بعد عرب ارمینہ پر بار بار حملہ آور ہوئے لکن اہر اس سرزمین پر تسلط حمائے کی حرص سے نوریطوں سے سرسپنکار رہے لگے۔ عراق عرب کے فاتح یحیٰ بن عثیم نے ۵۱۹ کے احشاء / ۶۳۹ اور ۵۲ کے سروخ / ۶۴۴ میں جنوب مغربی ارمینہ میں پہلی دہم کا بیڑا اٹھانا، جہاں وہ بیلنس تک ماہمجا - البلاذری (ص ۱۷۶)۔ الطبری (۶۰۱ - ۲۵) اور تاقوت (۱ : ۶ - ۲) اس مہم کی تاریخ کے بارے میں مسوق ہیں، لکن اس کی مصلحت کے متعلق اختلاف رکھتے ہیں۔ الطبری (۱ : ۲۶۶) اور اس الأسر (۳ : ۲۰ - ۲۱) کے ساناب کے مطابق ۵۲۱ / ۶۴۲ میں ایک دوسرا عرب حملہ واقع ہوا۔ مسلمانوں نے چار حصوں کی صورت میں، جس میں سے دو حسب بن مسلمہ اور سلمان بن ربیعہ کی قیادت میں تھے۔ شمال مشرقی ارمینہ کے سرحدی علاقوں میں سس قدمی کی، لکن وہ ہر طرف سے اس طرح بچھے دھکیل دیے گئے کہ انہیں جلد ہی ملک سے نکل جانا پڑا۔ اسی طرح اس محاصرہ (۱۰۲۱) کا اسر بھی اس سے بڑھ کر دیرپا ثابت ہوا جو ۵۲۴ / ۶۴۵ میں سلمان بن ربیعہ نے آدریجان سے ارمینہ کے سرحدی علاقے میں کی۔ اس ناح کے بارے میں دیکھے یعقوبی، ص ۱۸۰؛ البلاذری،

نہشہاہ مارس Maurice (۵۶۲ تا ۵۶۷) کے عہد حکومت (۵۸۲ تا ۵۶۷) میں نوریطوں نے ایرانی سلطنت کے جھگڑوں سے فائدہ اٹھائے ہوئے سرسپنسا کا ایک حصہ دوبارہ فتح کر لیا۔ اب ارمینہ کا ملک امن و امان کے ایک عہد سے مستمع ہوا، لکن خسرو ثانی پرویز (۵۹۰ تا ۶۲۸) نے ۶۰۴ میں نوریطوں کے خلاف دوبارہ جنگ کا آغاز کیا، جو ۶۰۹ تک جاری رہی اور جو Atropatene میں عراقس Heracleus (۶۱۰ تا ۶۴۳) کی مشہور و معروف مہمات کی بنا پر مشہور ہے۔

ساسانی عہد کے دورے زمانے میں ان دو بڑی مہمات کی مداخلت نے، بڑے بڑے حادثاتوں کے درمیان اندرونی مداخلت نے، جو ربری حاصل کرنے میں ایک دوسرے کے مد مقابل تھے اور شمال مشرقی سرحد پر حرر کی نوریٹوں نے ملک میں مکمل لافانوس قائم رکھی۔ ارمینہ کی سرزمین نے، جو ناح و ناح کا سکار بھی اور ناحہ جنگوں کی بدولت پائے پائے، مسلم حملے کے وقت اسے آپ دو ایک ایسی ضرور حال میں پایا کہ وہ عرب نورش کے خلاف سد مہم و ناحہ سس کرنے کے قابل نہ تھی۔ اس لافانوس سے فائدہ اٹھا کر اب جھل وان کے علاقے میں رشتونی Rshuni حادثات کی فوج بڑھا سرور ہو گئی، جس کا مرثر جھل وان میں واقع حررہ آغتر بھا اور جس کے سردار تھوڈور Theodore نے عرب حملوں کے وقت کارہائے عظیم سرانجام دیے۔

(ب) ارمینہ عرب افسدار کے ناحہ عربوں کی فتح ارمینہ کی تاریخ کی مفاصل میں ہمیشہ سے انہام و التماس کا سامنا رہا ہے، کیونکہ عرب، ارمی اور یونانی مآخذ میں جو معلومات پائی جاتی ہیں وہ سنا اوقات متناقص ہوئی ہیں۔ ۱۸۰۰۔ سان، حہ ہمارے سامر



زیادہ تر مقامی سردار اس کی صف میں شامل ہو گئے۔  
 اس نے زیادہ رحمت کے بغیر ارمنیہ کے پورے ملک  
 اور گرجستان کو دوا کر دیا، اپنے رکنوں اور شاہنشاہ  
 دونوں میں موسم سرما سر کرنے کے بعد نوستائیس  
 انہی بمشکل ملک سے رحمت ہوا، (۵۶۵ء) نہ  
 پھر ایک عرب فوج ملک میں آئی اور اس نے  
 جہل والوں کے شمالی ماحول پر واقع اصلاح دہ قصبہ  
 کر لیا۔ ان عرب عساکر کی مدد سے چار دوروں کے  
 یونانیوں کو دوبارہ ملک سے باہر ڈال دیا اور ان کے  
 بعد [امیر] معاویہؓ نے اپنے ارادہ سے، گرجستان اور  
 اران (Albania) کا سردار سلیم کر لیا۔ مورخوس  
 Maurianus کے روبرو فسادات ایک فوج کے ذریعے  
 ملک کے ٹھونٹے ہوئے حصوں کو دوبارہ فتح  
 کر کے یونانی نویتیں باطل نام ثابت ہوئیں  
 ۶۵۵ء میں عربوں نے اسی حکومت کو تمام ارمنیہ  
 پر وسعت دے دی اور ارمنیہ الوریٹھ کے دارالسلطنت  
 کرس (کابل) کو بھی اپنے دروازے ان کے لیے  
 کھولا پڑے۔ دہم دو سال کے بعد مسلمانوں کو  
 اس محسوری کا احساس ہوا کہ وہی طور پر انہیں  
 ایک ایسے مقاصد کو چھوڑ دینا پڑے گا جس پر  
 بھروسہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ جب ۶۳۶ء/۶۵۷ء  
 میں [امیر] معاویہؓ اور [حضرت] علیؓ کے درمیان  
 پہلی حادہ جنگی کا آغاز ہوا تو اول الذکر کو  
 اپنی اس فوج کی ضرورت پس آئی جو ارمنیہ میں  
 مستحکم بھی، حادہ مسلمان فوجوں سے حالی ہوئے پر نہ  
 ملک فوراً اپنے پرانے آقا یوریطی سلطنت کا دوبارہ  
 تابع ہو گیا۔

سسوس کے سال سے یہ بنا چلا ہے کہ  
 یہ سب واقعات، جنہیں عرب مآخذ سے حسب کی  
 ۲۴-۵۲۵/۶۳۶-۶۳۶ء کی بڑی مہم سے مستند  
 کر دیا ہے، وہ سالہ عارضی صلح کے بعد ظہور  
 میں آئے؛ تیوفان Theophanes کی Chronography میں

جو معلومات ہیں وہ بھی اسی تاریخ پر مبنی ہیں۔  
 عرب مؤرخین کے ہاں اس واقعے کا مطلق کوئی  
 ذکر نہیں ہے ارمنیہ اس پہلے حملے کے بعد جو  
 [حضرت] عمرؓ کے عہد میں ہوا تھا دوبارہ  
 یوریطی حکومت کے زیر نگیں ہو گیا تھا، یہاں واقع  
 ہی تو سال بنا گیا ہے [امیر] معاویہؓ کی رحمت  
 سسی سے پہلے کے زمانے میں اس ملک میں رونما  
 ہوئے تھے۔ اگر عربوں نے پہلے حملے سے لے کر  
 ملک اتران کے پورے اقدار میں رہا ہوتا تو نہ  
 واقعہ نہ یهودورس روسی Theodoros Rshuni نے  
 اسی مہم سے [امیر] معاویہؓ کی اطاعت قبول  
 کر لی تھی، جس کی شہادت نہ صرف سسوس بلکہ  
 یوفان نے بھی دی ہے، باقیل مہم ہو جائے گا۔ غاربان  
 Ghazarian کے قول کے مطابق، جس نے Zeitschrift für  
 arm. philol. ۱۳۰۲ تا ۱۳۰۳ء میں عرب اور  
 ارمنی مآخذ کے مابین تاریک اختلافات کا تجزیہ کیا  
 ہے، عربی روایت کے مقابلے میں سسوس کا ہم عصر  
 بنان زیادہ قابل اعتماد ہے۔ نہ غاربان ہی ہے  
 جس پر Müller انحصار کرتا ہے (Der Islam im)  
 Morgen-und Abendland، ۱۹۰۱ء تا ۱۹۱۱ء)۔ اس سے  
 ایک مختلف رائے مسلمان Ghodschian کی ہے (Zeitschrift  
 für arm. Philol. ۲: ۷۰ تا ۷۱ء)، جس کے سال کی رو  
 سے عربوں کے پہلے بڑے حملے کے بارے میں  
 ارمنی اور عرب مؤرخین میں ناراحتیوں اور واقعات  
 کی مضامین قائم کی جاسکتی ہے۔ لوران Laurent  
 (L'Arménie entre Byzance et l'Islam، ص ۹۰) کے  
 نزدیک ۳۷۱ء تا ۶۳۰ء اور ۶۵۱ء کے درمیان چھ عرب  
 حملے ہوئے۔ مہدیان H Manadean (Brèves Études)  
 ایریوان ۱۹۳۲ء، مہم پر پریران H Berberian، در  
 Byzantion، ج ۱۸، ۱۹۳۶ء-۱۹۳۸ء)، نے روایتی  
 مواد کو غائر نظر سے جانچا ہے اور وہ اس  
 سچے پر پہنچا ہے کہ ۶۵۰ء تک صرف تین عرب

لئے غارازان Ghazarian کتاب مذکور، ص ۱۷۷ تا ۱۸۲،  
لوزان Laurent کتاب مذکور، ص ۳۳۶ تا ۳۴۷؛ وسمیر  
Chronology of the governors of Armenia R Vasmer  
Memoirs of the College of under the first Abbassids  
Orientalists، لیس گراڈ، ۱۹۲۵ء، ۱ : ۳۸۱ بعد  
(روسی زبان میں)

ارمنیہ میں عرب اقتدار کی پہلی صدی ماہی حیر  
حکموں کے باوجود ملک کے لئے قومی اور ادبی  
تکفلی کا ایک دور بھی، لیکن نا ایں ہمہ مسلم  
حکومت امویوں کے زمانے میں اس سر زمین میں  
اپنے قدم مصوطی سے نہ جما سکی اور اس سے بھی  
نہم عباسوں کے عہد میں، لہذا فساد اور بغاوتیں  
اکثر ہوئی رہتی تھیں۔ عرب حکومت کے خلاف سب  
سے بڑی اور سب سے زیادہ خطرناک بغاوت الموکل  
کے عہد حکومت میں ہوئی۔ اس حلقہ نے اپنے  
بہترین آرمودہ کار سہ سالار برک تھا الاثر کو  
ایک زبردست فوج کے ہمراہ روانہ کیا، جو ۲۳۔  
۵۲۳۸/۸۵۱-۸۵۲ء میں حویریر اور انتہائی  
سدید معرکوں کے بعد بغاوت بر فانیانے میں کامیاب  
ہوا۔ اس پر سب امراء دو وفد ترک کے ملک کے  
ناہر بھیج دیا گیا۔ الموکل نے اپنی سرگرمی  
کو صرف اس وفد پر کیا جب اسے یورپوں  
سے جنگ کرنے اور ایک نئی بغاوت کو روکنے کے  
لئے، جسے مؤخرالد کر نے برانگجہ کہا تھا، اپنے  
عساکر کی ضرورت پس آئی، لہذا اس نے قندی  
سرداروں (Nakharar) کو رہا کر دیا اور  
ارمنیہ کے بڑے امراء کے طور پر بحراتی  
خاندان کے آسوت Ashot کو تسلیم کر لیا (۵۲۴۷/  
۸۶۱-۸۶۲ء)، جو عرب مقاصد کے حصول کے  
لئے پہلے بھی اہم خدمات سرانجام دے چکا تھا۔  
امیر الامراء کی حیثیت سے پچیس سال میں آسوت نے  
اپنی تمام رعایا اور مقامی سرداروں کو اس قدر اپنا

حملے ہوئے تھے: (۱) ۶۴۰ء میں پہلا حملہ، تروں  
Tarom کے علاقے میں سے ہو کر، اور ۶ اکتوبر ۶۴۰ء  
اور دونوں کی فتح، (۲) ۶۴۲ء میں دوسرا حملہ  
اورمچان کے راسے پرسرمینا Persarmenia کے اندر،  
(۳) ۶۵۰ء میں ایک تیسرا حملہ، جو آذربایجان سے  
اگنا، بھا اور جس کا زمانہ پہلو چھیل وان کے  
مان مشرق میں صنع Kogovit میں واقع آرمنیہ [۹]  
Artsap کی فتح بھی، تاریخ ۸ اگست ۶۵۰ء  
عربوں نے بہودروس زسوی Theodoros  
R'ituni کی جنگ، جسے وہ ۶۵۵ء میں قند در کے  
میں لے گئے تھے، جہاں ۶۵۶ء میں اس کا انتقال  
ہوا۔ اسے امراء مامکونی Hamazasp Mamikonian کو  
مقرر کر دیا تھا، جو ایک بہت مقابل خاندان کا فرد  
تھا اور جس کی جاگیریں تروں سے دو بیس تک  
پہیلی ہوئی تھیں، لیکن مامکونی نے یورپی  
سائنس کی رفاقت احیاء کرنے اور ۶۵۷-۶۵۸ء  
میں اسے قسطنطین Constans ثانی نے ملک کی  
براری کے لئے نامزد کر دیا۔ یورپی سادہ زیادہ  
عربی تک قائم نہیں رہی۔ [اسر] معاویہ اس نے  
بر سر اسدار آئیے کے بعد (۵۴۱/۶۶۱ء) ارمینہ  
کے لوگوں کو اس پر بغاوت سادہ قبول کرنے اور  
خراج ادا کرنے کی دعوت دیتے ہوئے ایک خط لکھا  
اور ارمینی امراء اس مطالبے کی مخالفت کرنے کی جرات  
نہ کر سکے۔ ارمینی مآخذ کے مطابق معزز ترین خاندانوں  
کے افراد (مامکیوں، بغراطہ (Bagratuni) یا بحرابی  
(Bagrands)) نے عبدالملک کے زمانے تک شروع کے  
امویوں کے ماتحت حکومت سنبھالے رکھی۔ اس کے  
برعکس عرب مؤرخین ارمینہ کے متعلق اس طرح بیان  
دیتے ہیں جیسے حبیب کی فتح سے لے کر یہ ملک برابر  
مسلم حکم کی حکومت میں رہا [حصر] عثمانیوں نے  
کر عاسی خلیفہ المستنصر تک کے زمانے کے لئے دیکھے  
الیعتوی، البلاذری، الطبری، اور عاملین کی فہرست کے

تحدید حلقہ المقدر ہے ۵۳۰/۶ اور ۶۹۱/۶  
۶۹۱ء میں کی۔

۶۹۱ء سے اسے کر یوسف نے اسی مہموں کے  
دوران میں ارمینہ کو ناح و ناراج کیا اور بالآخر  
کاپون Kapou کے قلعے میں سمط کو محصور کر لیا،  
جس کا سابقہ سب امراء نے چھوڑ دیا تھا۔ ۶۹۱ء میں  
(Adontz کے قول کے مطابق ۶۹۱ء میں) ارمینہ  
کے ناساہ نے اسے آپ کو دس کے حوالے کر دیا،  
جس نے اسے ایک سال تک قید میں دالے رکھے کے  
بعد سب امتیازات سے محروم کر دیا (۶۹۱ء) بقول  
(Adontz ۶۹۱ء)۔ سمط کے سقوط کے بعد ارمینہ  
میں لافانوس ۵ دور شروع ہو گیا، اس کا نائب  
نسا ' اسی ناساہ' اسوط نانی (۹۱۵ تا ۹۱۹ء)  
یورپلی فوج کی مدد سے دوبارہ سب حاصل کرنے  
میں کامیاب ہو گیا۔ یوسف نے شروع میں اس کے  
ایک حربہ کو اس کے مقابلے میں لپکا دے کے  
اس کی مخالفت کی، لیکن یہ دیکھے ہوئے کہ اسوط  
اسے دسموں پر قابض رہا تھا یوسف نے اسے  
سلم کر لیا اور اس کے لیے ایک ساھی ناح بھیج  
دیا (۶۹۱ء کے قریب)۔ ۶۹۱ء میں حلقہ کی افواج  
کے مہموں یوسف کی کرماری کے بعد، جس نے  
معاونت کرنا کی تھی، اس کے حاسس شک Sbuk  
نے اسوط نانی سے اتحاد کر لیا تا کہ حلقہ کی  
فوجوں کو ملک سے نکل دیا جائے، اور اسے  
سہشاہ کے قتل سے سرفراز کیا۔ اس وقت کی رو سے  
سمرحان Vaspurakan، آئی سیریا اور گرجستان کی  
ریاستوں اور دوسرے علاقوں پر اسوط کی سادہ  
سام کر لی گئی۔ اسوط نانی نے بحرانی اقتدار  
کو اس کے نصف الشہار تک پہنچا دیا اور وسطی  
اور شمالی ارمینہ کے سرحدی حصے پر اس کی حکومت  
رہی، جہاں سمط پہلے ہی اس خاندان کے علاقے  
میں معتدہ اصافہ کرچکا تھا۔ ارمی امراء کے ناہمی

گرویدہ بنا لیا کہ مؤخرالد کر کی درخواست پر  
۵۲۷۳ / ۸۸۶ - ۸۸۷ء میں حلقہ المعتمد نے  
اسے بادشاہ کا لقب عطا کر دیا۔ اس نے بھی امراری  
لقب رومی شہنشاہ سے بھی حاصل کر لیا، جس نے  
اس کے ساتھ ہی اس سے ایک معاہدہ اتحاد طے کر  
لیا۔ حلقہ سے اسوط کے تعلقات بھی مندر بہم  
ہوئے، وہ اپنا حراج باقاعدہ ادا کرتا رہا، لیکن  
اپنے مقبوضات کا انتظام اور ان پر حکمرانی خود اپنے  
طریقے پر کرتا تھا۔ اسی طرح مقامی امراء نے بھی اس کے  
عہد میں ہر بنا خود مختار حاکم اختیار کر لی تھی۔

اسوط (۶۹۲ تا ۶۹۹ء) کی وفات کے بعد اس کا  
بڑا بیٹا سمط حکمران ہوا، جو واقعی ایک شجاعانہ  
کردار کا شخص تھا، لیکن جو کسی طرح بھی اس  
قابل نہ تھا کہ اسے یورپی دسموں، یعنی دارنکر  
کے سپاہیوں اور اذربائیجان کے ساحلوں کا مقابلہ کر  
سکے۔ وہ شہانوں کے خلاف اپنی حد و حہد میں  
ناکام رہا، تاہم کچھ عرصے کے بعد ۵۲۸۶ /  
۸۹۹ء میں حلقہ المعتمد کی مداخلت سے سسانی  
امدار کا حاکم ہو گیا اور ارمی صوبوں کو ان  
حملہ آوروں سے نجات مل گئی، لیکن ساھی افسر  
مغرب اور شمال کی جانب اپنی سس قدمی سے ارمینہ  
کو مسلسل خطرے میں مبتلا کر رہا تھا۔ افسس  
(۵۲۸۸ / ۹۰۱ء) کے ہوشیار بھائی اور حاسس یوسف  
کے زمانے میں سمط کے لیے صوبہ حال آور بھی  
دشوار ہو گئی۔ یوسف اس چہرہ کے سمجھ گیا  
کہ آور سب ناسوں سے بڑے کر اسے آذربائی  
خاندان کو اپنی جانب مائل کرنا چاہیے، جو اسوط  
اول کے وقت سے بحرانیوں کے بعد امراء کا سب سے  
زیادہ بااقتدار گھرانہ بن گیا تھا، یہاں تک کہ  
۹۰۹ء کے قریب اس نے اس خاندان کے سربراہ حاجی  
Gagik کو، جو سمرجیان Vaspurakan کا اسیر تھا،  
شاہی ناح عطا کر دیا، یہی وہ اعرار تھا جس کی

الآزرق) اور انہوں نے چھیل وان کے علاقے میں عرب۔ ارمی ریاسوں پر سسہ زیادہ مؤثر امداد قائم کر لیا۔ ان ریاستوں نے بعد میں دیارنکر کے مروانی حاندان [رک نان] کے نانی ناد اور اس کے حاسیوں کی سادب مول کر لی۔

حمداسوں کے بعد یہ آدرنجان کے سو مسافر [رک نان] بھی جنہوں نے ارمسہ کے امراء سے ملاپی سادب سلیم نرائی، ان پر خراج عائد کیا (دیکھئے اس خوف، طبع نانی، ۵۳۵۴ / ۹۵۵ - ۹۵۶ء [لدا، ۹۶۵ - ۹۶۶ء] کے ضمن میں) اور دویں کے مالک بن گئے

اسوط ثالث (۹۵۲ تا ۹۷۷ء) نے بحرانی سلطنت کے صدر مقام نو آبی [رک نان] کے چھوٹے سے قلعے میں مستقل کر دیا، جسے اس نے اور اس کے حادس سمطاط نانی نے ساں دار عمارتیں تعمیر کر کے مسرو کے ایک درجہ شدہ کوھر کی شکل دے دی۔ اسی نے عہد حکومت کا یہ واقعہ ہے کہ بحرانی حاندان کے ایک سپہرادی کے لیے قارض کے علاقے کی حسب بڑھا کر ایسے ایک سلطنت کا درجہ دے دیا گیا، علاوہ ازیں یہ کہ ۹۶۸ء میں یورپٹی سلطنت نے ترون Taron کے علاقے کو، جو انک بحرانی اسر کی جاگیر تھا، اسی حدود میں شامل کر لیا۔

سمطاط نانی (۹۷۷ تا ۹۸۹ء) اور اس کے بھائی حاحق (۹۹ تا ۱۰۲۰ء) نے مسعدی اور کاسانی سے حکومت کی، لیکن ایک مصحکہ بحر حاندانی حکمت عملی کی وجہ سے وہ ہمسایہ عسائی ریاسوں سے نسبتاً مسلسل جنگ و جدال میں الجھ گئے۔ ہمسانہ مسلمان اسروں سے بھی ان کی لڑائی رھتی تھی، جنہوں نے موقع نا کر دویں پر قبضہ کر لیا، ارمیوں پر خراج عائد کیا اور خود اہل ارمسہ انہیں اسے چھکڑوں میں مداخلت کی

ملاں اور اس کے رقموں، خصوصاً اردروویوں کی جانب سے اس کی سادب کو برائے نام سلیم نے حایے کے بعد اس کے عہد کا حاتمہ بحال رہا، و عافیت ہوا، تاہم دویں کا سپر یوس کے کے عاتق میں رہا۔

جنوبی ارمسہ میں اردرووی (دیکھئے اور) ایک سسہ چھوٹے علاقے پر (سفرخان، جس کا -اراسلظمت وان تھا) حکمداں تھے۔ ان دو بڑی ریاسوں کے علاوہ اب کہ بعض چھوٹی ریاسوں کا ایک سلسلہ بھی موجود تھا، جس میں سے زیادہ تر محض برائے نام بحرانوں کی سادب اور سلیم نرائی تھے۔ علاوہ اس جنوب کی طرف Anahunik اور جنس وان کے علاقے میں متعدد عرب امراء کی ریاسیں تھیں، جو خود مختار تھیں، لیکن حلاوت سے مددہ لہذا ارمسہ کی تاریخ اسی وسعت کے اسر سے بحرانوں کی تاریخ کی مرادف ہیں۔

اسوط نانی کے پورے عہد اور اس کے حاسی Abas (۹۲۰ - ۹۵۳ء) کے عہد کے بہت سے حربے میں یورپٹی سلطنت اور عربوں کے درمیان جنگ لا یوق جاری رہی اور بعض اوقات یہ جنگ ارمسہ کی حدود کے اندر ہوئی تھی۔ شمالی ارمسہ - بحر جنوبی ارمینیہ میں یونانی چھیل وان کی سی عرب ریاستوں کے خلاف کارروائی کرتے رہے، - یورپٹی متحد کے مظاہر سپہسہ رومانوس - سوس Romanus Lecapenus (۹۱۹ تا ۹۴۴ء) کی اصاعت مول کرنے پر محور ہو گئی۔ آدرنجان نے آخری ساحی امراء کا اثر و رسوخ ارمسہ میں بمشکل ہی نامی رہ گیا تھا۔ حمدانی حکمران، جو ارمینیہ کی سرحد پر واقع دیارنکر کے مالک تھے اور یورپٹیوں سے برابر برسر بیکار رھتے تھے، بچہ حربے کے لیے تمام ارمسہ سے اسی سادب سوائے میں کامیاب ہو گئے (قبول مؤرخ اس ظاہر و اس

دعوت دہتے رہے، چنانچہ قارص کے بحرانی امیر نے سمپاط کے خلاف ایک سامری امیر کو مدد کے لیے بلایا۔ ۹۸۵-۹۸۸ء میں سمپاط کو ادرسحاق کے روادی امیر کی سادب سام آ کرنا پڑی، جو سامری حکمرانوں کا حاسین بھا اور اسے وہی حراج ادا کرنا پڑا جو گزشتہ سالوں میں اس پر عائد رہا تھا۔

جنوبی ارمینیہ کی دوسری ریاستوں کے بارے میں متلاں روادی سے تنازع میں حاحق نے 'Tark' کے داود Davit سے اتحاد کر لیا جو آئرینا Iberia (گرجستان) کے ایک بڑے حصے کا مالک تھا اور جس نے ۹۹۳ء کے قرب دیارکد کے مروانی امیر سے ملا کرڈ چھٹی لیا تھا، متلاں کو دو مرتبہ شکست ہوئی۔ دوسری بار قطعی طور پر ۹۹۸ء میں ارجس کے قرب رمو Tsunib کے مقام پر۔ اور وہ اس جگہ پناہ گزین ہوئے پر محصور ہو گیا۔

ناہم سپہشاہ نایل Basil ثانی (۹۷۶ء تا ۱۰۲۹ء) کا مقصد تمام ارمینی ریاستوں پر قبضہ کرنا تھا۔ وہ دج کے امیر داود سے ۹۹۰ء میں یہ وعدہ لے کر کامیاب ہو گیا کہ وہ اسے علاقے اپنی وفات پر اس کے حوالے کر جائے گا، چنانچہ شہشاہ نے داود Davit کی وفات کے بعد، ۱۰۰۱ء میں 'Tark' اور اس کے علاوہ ملا کرڈ کو بھی اسی سلطنت میں شامل کر لیا۔ حاحق اول کے افعال کے بعد بحرانی سلطنت میں انتشار پیدا ہو گیا، جس کی وجہ ایک نو اس کے نٹوں بوجھا سمپاط Johannes-Sambat اور اس کے چھوٹے بھائی اسوط چہارم کے مابین بحث کے لیے رستہ کشی بھی، دوسرے اس معاملے میں گرجستان کے اور سمیرحان کے بادشاہوں کی مداخلت اور اس کے علاوہ شروع کے سلجوقی حملے۔ نایل ثانی سے ان واقعات سے فائدہ اٹھایا اور کچھ تو احوال کے ذریعے اور کچھ شہزادوں کے درمیان صلح

کرانے کے نہانے سے وہ ارمینیہ میں اسے اقتدار کو وسیع کر سانسے میں کامیاب ہو گیا۔ آخری اردرووی حکمران سکرم Senekerim نے ۱۰۲۱ء میں ترکی حملے کے اندیشے سے سمیرحان کو نورطی سلطنت کے حوالے کر دیا اور اس کے عوض اسے سواس (Sebastia) کا علاقہ دے دیا گیا، جس میں کپادوکیا Capadocia میں وایم دوسرے علاقوں (قیصریہ Caesarea اور Izamandos) کا اضافہ کر دیا گیا۔ جھیل وان کی مسلم ریاستیں (احلاط، ارجس، بڑی) ۱۰۲۳ء اور ۱۰۳۳ء کے درمیان ملحق کر لی گئیں۔ آئی کے ناساہ بوجھا نے حائف ہو کر اور اسے علاقوں کو نورطی سلطنت سے محصور کر آئی پر اسی وفات تک عارضی قصہ رنٹھتے ہوئے رہا تھا، کو انسا حاسین سامے کا اعلان کر دیا۔ اسوط چہارم کی وفات (۱۰۴۱ء) پر، جس کے بعد جلد ہی بوجھا بھی فوت ہو گیا (۱۰۴۱ء)، جو بحرانی سلطنت کے مقدمات میں اس کا سریک تھا، سپہساہ Michael چہارم نے آخرکار ارمینیہ کو پورے طور پر اپنی سلطنت میں شامل کر لے کر ارادہ کیا، لیکن اس کی فوج کو شکست ہوئی اور ارمینی امراء نے اسوط چہارم کے بٹے حاحق ثانی کی ناساہ کا، جو اس وقت صرف سرہ سال کا تھا، اعلان کر دیا (۱۰۴۲ء)، ناہم قسطنطین التاسع (Constantine Mono-machos) نے بحالشی ہوئے ہی اسی نٹو ملحق کرنے کا فیصلہ کر لیا اور حاحق کو کمزور کر کے عرص سے اس نے گجھ کے سڈادی (دیکھئے سوسڈاد) حادثات کے امیر ڈوین انوالاسوار کو اس کے خلاف کھڑا کرنے میں کوئی نائل نہیں کیا۔ دوطرفہ آگ میں گھر کر حاحق کشان کشان قسطنطینیہ حای پر راضی ہو گیا اور اسے محصور آئی کو حوالے کرنا پڑا (۱۰۴۵ء)۔ معاوضے کے طور پر اسے کپادوکیا میں Charsianon اور Lykandos

کے اضلاع (themes) میں زمیں دی گئی۔ اس کے بعد سے ارمینہ کا مشترکہ حصہ براہ راست رومی سلطنت کے نظم و نسق میں آگیا اور اس سلطنت کے احکامات کو مرکز میں محدود کرنے کی حکمت عملی سے جو یہ اطمینانی سدا ہوئی اور ۵۰۰ء (Chalcedonian) اعلیٰ کا ما کو جو مراعات عطا کی گئیں وہ ایک حد تک سلجوقیوں کی ارمینہ میں رومانی کسب و کار گئیں۔

فارس کی رومی سلطنت کو سلجوقی یورش کے بعد نہیں ۱۰۶۴ء میں حاکم رومی سلطنت حکمران کے لیے ساتھ ملحق کیا۔ اس کے آدی نادیہ حاکم امار Gagik - Abas نے اسے سپہ سالار مسططس (Constantine Ducas) کے حوالے کر دیا، جس نے معاویہ کے لیے کپادوکیا میں حاکم بن عطا کر دیں۔

اس طرح اسے نادیہوں کی متعدد کرنے ہوئے ارمینی قوم کا ایک اہم حصہ رومی سلطنت کے علاقوں میں آباد ہو گیا، لیکن اس سے پہلے میں عرصہ دراز سے ارمینی ارمینہ سے باہر نائے حاکم ہوئے۔ یہ بات خوبی معلوم ہے کہ انہوں نے رومی سلطنت کے اسے سپاہی مہیا کیے، مگر متعدد سالار اور یہاں تک کہ سپہ سالار بھی۔ یہ ارمینی ہی ہے جنہوں نے مشہور و معروف ملناس (Melias) (ارمینی: Melik) سرکردگی میں Tzamandos, Lykandos, Larissa اور Symposion کے علاقوں کو آباد کیا۔

اس وقت جبکہ دسویں صدی کے شروع میں رومی حکومت نے کسادوکیا کے ان علاقوں کو دوبارہ معمور کیا۔ حالہ کیا جو عرب حملوں سے ویران ہو گئے۔ رومیوں نے ان علاقوں کی حفاظت کا ذمہ لیا اور رومی جنگوں میں نام سدا کیا۔ مسلم علاقوں میں جی ارمینی موجود تھے، جو حلفاء کی ملازم تھے، لیکن انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، جس سے یہ مشہور امیر علی الارمینی ہے، جو ارمینیہ اور

آذربائیجان کے والی نامزد ہوئے کے بھوڑے ہی عرصے کے بعد ۶۳۰ء میں فوج ہو گیا۔ مصر میں بھی طولیوں کی فوج میں ارمینی قوم کے لوگ پائے جانے تھے۔ تاہم رومی علاقے میں آد ارسوں کا آباد ہونا سب سے بڑھ کر اہمیت رکھتا ہے اور اس کی وجہ سے دسویں صدی کے نصف ناسی میں کنڈیکا Cilicia اور شمالی سام کے ان علاقوں کو ارسوں کو آباد کرنے میں مدد ملی جنہیں رومی سلطنت نے دوبارہ فتح کیا تھا اور جنہیں مسلمان ناسدے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ جعفر ابن ابی اسحق (۱۸۹: ۳، BGA) بیان کرتا ہے کہ اس وقت میں ابانوس Amanus ارسوں سے آباد تھا۔ اسوئیک Asozhik ہمیں یہ بتاتا ہے کہ حاکم [۹] Khačik اول (۹۷۲ تا ۹۹۲ء) کی حیرت (pontificat) میں ابطا کہ اور طرسوس میں ارمینی اسقف موجود تھے۔ گیارہویں صدی کے دوران میں ان علاقوں (کپادوکیا، Commagene، شمالی سام اور یہاں تک کہ عراق، عرب، مثلاً اڈھا (Edessa)) میں، ارسوں کی سرگرمی معدوم نہ تھی۔ متعدد ارمینی حکام سپہروں میں رومی سلطنت کے نائین کے طور پر کام کرتے تھے اور شروع کے سلجوقی حملوں سے جو ہلچل سدا ہوئی اس سے فائدہ اٹھانے ہوئے انہوں نے ارمینی رہائشیوں کی ساد ڈال دی (دنکھے مادہ ارس)۔ اسی زمانے میں مصر کے فاطمی حلفاء کے ہاں بھی ارمینی نائے حاکم تھے۔ ارمینی بدر الحمالی [رک ناں] کی سروی میں، جو ایک علام کی حیثیت سے برقی کر کے سام میں مصری افواج کا سپہ سالار ہو گیا تھا اور پھر اس سے بڑھ کر قاہرہ میں وزارت کے عہدے پر فائز ہو گیا تھا (۱۰۷۳ تا ۱۰۹۳ء)، مصر میں جس ارسوں کا ورود ہوا ان میں اول تو وہ لوگ بھی جنہیں اس نے پہلے ہی اپنے گرد و بیس اکٹھا کر لیا تھا اور دوسرے وہ لوگ جنہیں اس نے وہاں بلایا اور جنہوں



یہ نہ صرف فوج میں بلکہ انتظام ملکی کے اداروں میں بھی ملازمین اختیار کرتی۔ ان ارسوں نے فاطمی خلفاء کو متعدد وزیر مہیا کیے، جن میں سے ایک بہرام [رک ناں] اپنے عسائی مذہب پر قائم رہا۔ اس طرح مصر میں ایک اہم ارسی آبادی کے داخلے سے وہاں بہت سی ارسی حاکمان اور عبادت گاہیں وجود میں آ گئیں، در ایک ارسی شہولک کسسا (Catholicoate) بنی۔ بعض فاطمی خلفاء بھی ارسوں پر نظر عیایت رکھتے تھے، اس موضوع پر دیکھیے 'Un vizir chrétien à l'époque fatimite M Canard AIEO، الجزائر ۱۹۵۴ء، ج ۱۲ اور Notes sur les Arméniens en Égypte à l'époque fatimite، ج ۱۳ (۱۹۵۵ء) 'F. J. Laurent، Byzance et les Fuchs Seldjoucides dans l'Asie Occidentale، jusqu'en 1081، سال ۲۸، ج ۲، پیرس ۱۹۱۴ء (۱۹۱۹ء)۔

(M CANARD)

۲ (ب)۔ اہل ارمیہ پر لوں اور معلوں کے زیر حکومت :

جب نہ آخری واقعات رونما ہو رہے تھے تو برلمان، جن کی قیادت کچھ زیادہ عرصہ نہ کرنا تھا نہ سلجوقی خاندان کے عہدے میں آ کئی تھی، مسلم ایران کو ارسوں نے یورپی سرحدوں تک فتح کر رکھے تھے۔ اگرچہ نہ حملہ شروع میں ارسوں کے علاقوں کے یورپی سلطنت کے ہاتھ سے نکل جانے کا سبب نہیں تھا، جیسا کہ بعض دفعہ وہی سے لہا جانا ہے (JA، ۱۹۵۴ء، ص ۲۵۰ تا ۲۷۹ و ۱۹۵۶ء، ص ۱۲۹ تا ۱۳۴)، تاہم ہانچویں / گیارہویں صدی میں وہ ارسوں کے لیے ایک عولانہ خطرے کا پیش حصہ تھا۔ برلمان ناح و ناراح کے ایک دور کے بعد ملاگرد کی جنگ (دیکھیے ملاگرد) یورپی اقتدار کے خاتمے کی علامت

تھی اور ارمیہ، کسادوٹا اور ایسائے کوچک کے بستر حصے میں ہر جگہ ترکمان آباد ہو گئے۔ آدریجان کی حدود پر واقع ارسوں علاقے سلجوقی سلطنت میں شامل کر لیے گئے، حالانکہ مغربی اور وسطی علاقوں پر مختلف ریاستوں کی شکل اختیار کر لی : احلاط [رک ناں] کی ریاست، جس کی بناء ایک ناگرا سلجوقی امیر سگمان [سماں] القبطی پر ڈالی، جس پر سہ ارس کا بلند پایہ سب احبار کر لیا، آبی Ani [رک ناں] کی ریاست، جو سلجوقی حکمرانوں نے آران کے سابق حکمران خاندان کی ایک ساح موسوہ نہ سداس کو عیایت کر دی (مورسکی Mmorsky ۷

Studies in Caucasian History، ۱۹۵۳ء، ص ۷۹ تا ۱۰۶) اور آخر میں ارزروم میں سلجوقیوں (Saltukids) اور آدریجان میں منگوجاقیوں (Mangudjakid) کی خود مختار برلمان ریاستیں۔ اسی اسماء میں کسادوٹا کے داسمد خاندان اور اناطولیا اور یاوروس Taurus کے سلجوقی حکمران ملتئمہ پر حصے کے لیے آس میں چھکرنے لگے اور دیاربکر کو بالآخر آرمینی خاندان نے اسے علاقے میں ضم کر لیا۔ یہ صورت حال سائوں / سترھویں صدی کے شروع میں تبدیل ہو گئی، جبکہ دیاربکر کے بستر حصے اور احلاط کی ریاست کو مصر و سام کے ارسوں نے اسی سلطنت میں شامل کر لیا۔ بعد میں ارمیہ اور ایسائے کوچک پر حواریسوں کی غاصی، ورس کے بعد آدریجان اور ارزروم کی ریاستیں مع احلاط کی ریاست کے ایسائے کوچک کی متحد اور ناامداد سلجوقی سلطنت میں شامل کر لی گئیں، جس طرح نہ داسمدی علاقے پہلے ہی شامل کر لیے گئے تھے، تاہم آران اور آبی کے علاقوں میں اہل ارمیہ اگر خود مختار نہیں ہوئے تو کم از کم ایک عسائی (لیکن ایک مختلف کسسا سے تعلق رکھنے والی) سلطنت کی حکومت میں آ گئے، جس کی وجہ آدریجان اور سداسی خاندان کے صرف

برگہستان کی حدود کی توسیع بھی۔

اگرچہ بعض ارسوں نے [سلجوقی] حملہ آوروں

سے سمجھوتے کر لیے تھے اور بہر صورت دسریے

سے شرائط طے کر لیے کی کوسس کی بھی باہم

معاہدے کے مرحلوں میں حو باہمی رہا ہوئی اس کی

یاد دہانی سے اس قبل وطن میں مرید سرفی اور اضافہ

برگہستان کی محرک بورطی حکمت عسی بھی اور

حس بے اب ناوروس Taurus کے پہاڑوں اور کتلکما کے

میان کا رخ اشارہ کر لے۔ ملا دکرہ کی سنگ

کے بعد دھو عرصے کے لیے، سکنا بی ناوروس

سے آئے در ملخص تک عام علاقے سموات الرضا

و اضافہ ایک سا ارمی۔ بورطی سے سالار

فیلرٹس Philaretos کی سرکردگی میں دوبارہ

تجدد ہوئے، جس کے احلاف سیاسی معاہدوں کی

ادار کے وقت تک ناوروس میں مقام اٹھا و ملطہ

رکی سادات کے تحت اسی جگہ بر دسور قائم ہوئے۔

اس وقت سیاسی عوامی سرحدوں کی ارمی آبادیاں

ایک لکھ اور اٹھارہ کی آزاد حکومتوں میں شامل

سر لے گئیں، لیکن کتلکما میں ایک قومی

حکمران خاندان، روبانی (Rupenians) سے سدرب

حو۔ مچاری حاصل کر لی۔ اس کے عروج بے، حو

۹۰۰ء میں لےو Leo اعظم کے ساہی لقب کے

ساتھ کرے جانے سے مؤثر ہو گیا، اسے ارسوں کو

ایک مات کو جمع لیا کہ یہ علاقہ عا طور پر

ارمنیہ الصغریٰ لہلا سکا تھا۔ یہاں ہمارے

بے ماتریت اس خاندان کی تاریخ مان کرنا ضروری

ہے بلکہ محض اس واقعے کی جانب توجہ

دنا ہے کہ اسے ہمسایوں اور مخالف طبعوں کے

حلاف حد و حشد بے سپرادیہ Mleh کو قومی طور

پر (۱۱۷۰ء تا ۱۱۷۷ء) اس پر آمادہ کر دیا کہ وہ

اسلام قبول کر لے نا کہ اس طرح وہ نور الدین

[رک نان] کی حمایت حاصل کر سکے، پر یہ کہ

سایوس / برہوں صدی میں ایک سہ طویل عرصے

کے لیے حدید ہتھومی (Hethumian) خاندان کے عہد

میں اس سلطنت کو اساتے کو حک کے سلجوقوں

کے خلاف سبب جنگیں کرنا پڑیں اور عص و فوں

میں ان کی ایک مہم سی اطاعت بھی اختیار

کرنا پڑی (قے مقالہ ار P Bedoukian، حو Amer

Numismatic Society کے لیے رپ اساعہ ہے)

ناہن ہمہ حب ایک مہمہ شروع کی باہی

کا دور حتم ہو گا اور ناہدار ریاسوں کی نظم

ہو گئی تو مسلم اہلدار کے ماتحت ارسوں کی حالت

اس سے خنداں دہر نہ بھی حسی کہ وہ اس سے

بہارے کی مسلم حکومتوں کے ماتحت رہی بھی۔ اگر

مالک شاہ سے بالکل قطع نظر کر لی جائے، جس کی

تعریف و توصیف کرنے میں ارمی مؤرخین رطب اللسان

ہیں، تو بھی نہ کہنا دسوار ہے کہ اس زمانے میں

اساتے کو حک کی ریاسوں کو کسی طرح کی نئی

دسواروں کا اسات کرنا پڑا، جہاں ایک کدسانی نظم،

جائزہ اور نچہ مقامی سر کرسی ناوی رہ گئی بھی (قے

مقالہ Armenia and the Byzantine S Det Nersessian

Empire، ہارورڈ Harvard ۱۹۴۷ء، ص ۱۳۳) اور

نرے ارمی سپر حسیہ لہ ارمیجان اور ارمیروم

برقرار تھے۔ درامائی نوعت کے حو بھی واقعات ظہور

میں آئے وہ خاص اسباب کا سبب تھے۔ ان میں سب

سے پہلے ۱۱۸۰ء کے قریب حمل سسوں کے ارسوں

کا قتل عام تھا، حو اس علامے کے تقریباً حود مچار

برکمانوں اور کردوں کے درمیان فہ و فساد کا

سبب تھا اور بالخصوص الرھا کی عسائی آبادی کے

ایک حصے کا اس موقع پر قتل عام حب نہ سپر

رنگی بے ۱۱۴۳ء میں اور نورالدین بے ۱۱۴۶ء میں

فرنگوں (Franks) سے دوبارہ فتح کیا۔

بیادی طور پر صحیح نا یہ ہے کہ ارسوں

بے محلف اوہاب میں ابے مسلم آقاؤں کے ہاتھوں

کے قریب Elichmiazm میں مستقل در دیا گیا۔  
 تاہم ارمینہ الکبریٰ میں صوبہ حال دیر کے  
 مواقع نہ رہی۔ ۱۳۰۰ء کے قریب محل مسلمان  
 ہو گئے اور اترجہ ان کی رواداری اس سے متاثر  
 نہیں ہوئی تو بھی کسی خاص حفاظت کا سوال باقی  
 نہ رہا۔ علاوہ اردن محل حکومت سے ارمینہ میں  
 حاندیوس عصر کی مقدار بڑھا دی گئی، بالخصوص  
 بر لمان عصر کی، جس سے کام کاروں کو، جو زیادہ تر  
 ارمینی تھے، بہت نقصان پہنچا۔ بعد میں ارمینہ  
 الکبریٰ کو اسے ہمسایہ ملکوں کے ساتھ سمور کا  
 حملہ برداشت کرنا پڑا اور یوں / پندرھویں صدی  
 میں آو فوونلو [رکھ ساں] کے بر لمان حاسداں کی  
 سرکردگی میں ایک نایدار اور بحوبی منظم ریاست کا  
 تمام ارمینی قوم کے سابق امداد کو بحال کرنے کے  
 لیے کافی ثابت نہ ہوا۔ اب بہت سے ارمینوں نے دوبارہ  
 پہلے وطن سرورج لیا، اس مریضہ زیادہ تر بحر اسود کے  
 شمال میں واقع علاقوں کی طرف۔ عثمانی ترکوں اور  
 صفویوں کے مابین جنگیں اب بھی ارمینی سرزمین پر  
 لڑی جاتی رہیں اور بعد میں آذربائیجان کے ارمینوں  
 کے ایک گروہ کو فوجی تحفظ کے ایک اقدام کے  
 طور پر اصفہان اور دوسرے مقامات میں حلاوطن  
 کر دیا گیا۔ ہم خودمختار ریاستیں آذربائیجان کے  
 شمال کی طرف مروجہ کے پہاڑوں میں مستقل حالات  
 و کوائف کے ساتھ باقی رہیں، لیکن اٹھارھویں صدی  
 میں ان کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

مآخذ۔ (علاوہ عمومی تصانیف کے) گیارھویں  
 صدی سے لے کر پندرھویں صدی تک کی مسری قریب  
 کی تاریخ سے متعلق سب زبانوں میں جو عام مآخذ ہیں  
 ان کا یہاں ذکر نہیں کیا جائے گا۔ ان کا مطالعہ صلیبی  
 جنگوں کے حص میں *Syrie du Nord* میں، جس کا  
 ذکر بیچے کیا گیا ہے، مل جائے گا، ص ۱۰۰۔ یہاں  
 بارھویں اور تیرھویں صدی کے ارمینی مؤرخین کی جانب

جو تکلف اٹھائی اس کے اسباب مدھی نہیں بلکہ  
 سیاسی تھے۔ اوجود کسی قدر اختلاف کے مغرب کے  
 ارمینی بالعموم فرنگیوں کے "سرکائے حرم" کے طور پر  
 کام کرتے تھے۔ علاوہ اردن ارمینی کلیسا میں جو  
 مناسبات اکثر پیدا ہوئے رہے تھے ان کا سبب بھی  
 سیاسی تھا، خصوصاً ارمینہ الکبریٰ کی موسم رباعوں  
 کے ارمینوں۔ جنہیں سب سے پہلے اس قدر نا حال  
 رہنا تھا کہ وہ اپنے انہوں کو ناراض ہونے کا موقع  
 نہ دیں۔ اور کیلیکنا کے ارمینوں کے درمیان مناسبتہ  
 جن کا میلان زیادہ تر لاطینی مخالف کی جانب تھا۔  
 اسی طرح محل حملے کے معاملے میں بھی ارمینوں  
 کی اپنی روئے ہی نے ان کی جانب اسلامی طاقتوں کے  
 رد عمل کی دعوت کی۔

محل سلطنت کے تمام سے مسری قریب کی  
 محتاج مدھی حاکموں کے فوائد رد لے کر  
 گہرے بغاوت کا آغاز ہو گیا۔ جو اسلامی ریاستیں  
 معلول بے فتح کیں ان میں، انہوں نے بالعموم مدھی  
 اقلیوں بالخصوص عساکروں کی ناسد پر انحصار کیا۔  
 انہیں مشرقی ہم مدھی لوگوں کی مرسلہ اطلاعات سے  
 اچھا اثر لے ہوئے ہسٹم Hethum اول نے سام اور  
 انشائے کوچک کے مسلمانوں کے خلاف بحیرہ روم  
 کے ساحلوں پر معلول کے مسرو کے طور پر کارروائی  
 کی، لیکن ارمینوں کے اس فعل نے بجائے خود مسلمانوں  
 کے عطف و عصب کو براہگجہ کر دیا، جس کا  
 نتیجہ یہ ہوا کہ جب مملو لوگوں نے معلول کے خلاف  
 جنگ کا آغاز کیا تو سلطنت کیلکنا کی سرکوبی  
 ان کے بڑے مقاصد میں شامل بھی۔ آٹھویں /  
 چودھویں صدی میں محل سلطنت کے انراض سے  
 ارمینی بے بار و مددگار رہ گئے اور کیلیکنا کی سلطنت کا  
 صدر مقام سس Sis ۱۳۷۰ء میں منسوخ ہو گیا۔  
 نویں / پندرھویں صدی میں کیتھولیکوس Katholikos  
 کے صدر مقام کو پیچھے ہٹا کر درناے الس

musulmans در Studia Islamica ح ۱، ۱۹۵۳ء  
(Cl CAHEN)

۲۔ (ج) عمالی ترکی آرمسہ  
شمالی برکون نے مغربی آرمسہ کو خودہویں  
صدی کے آخری دس سالوں میں نایرد اول کے عہد  
میں فتح کیا اور مغربی آرمسہ کو اس کے بعد کی  
دو صدیوں میں، متحدہ باسی اور سلیم اول کے عہد  
میں۔ بالآخر وہ پورے آرمسہ، کلان (grasso) و حرد  
(modo) کے، جو ایک دوسرے سے زیادہ پر دریاے  
فرات کی الائی ساحوں کے درمیان انگ ہیں، مانک  
ن کٹے، سوائے ایرانی و ترکی رہواں Revan  
میں واپس آریواں (Erivan) کا زیادہ صحیح طور پر  
(Erevan) کی راست کے، جو ایک ایسا خطہ ہے  
جس میں Eçmiadzin (ترکی میں اوج کلسا) کا  
نظریاتی مسٹر اور آرمسہ کے نادساہوں کے قدیم  
دارالسلطنتوں کے آثار باقی ہیں۔ یہ خطہ جو ماورائے  
فقار میں وسطی الرس (Araxus) پر واقع ہے اور  
جس کے پارے میں ایک طویل عرصے تک برکون  
اور ایرانیوں میں سراع رہا، برلمان حای کے  
صلح نامے (یکم فروری ۱۸۲۸ء) کے رو سے روسوں کے  
سرداروں یا گنا، جنہوں نے اس وقت سے اس علاقے میں  
آرمسہ کی سوویت فدرل ری سلک بنا دی ہے۔ اس  
خطے کے جنوب میں نوہ ازاراٹ (ترکی میں آغری طاع)  
ارمن میں مصص (Masis) واقع ہے، جس پر مغربی  
ساح جماعتیں و ما فوسا لسی بوج<sup>(۱۳)</sup> کے حساب  
تلاش کر رہی ہیں اور انہیں نالسی کا دعویٰ  
دہری ہے۔ یہ وہ عظمہ ہے جہاں ترکی، ایرانی اور  
روسی سرحدیں اہم ملی ہیں۔

اس کے برعکس فارص کا صوبہ، جو ۱۸۷۸ء  
میں روسوں کے حوالے کر دیا گیا تھا، ترکی نے  
۱۹۱۸ء میں دوبارہ حاصل کر لیا۔

ترکی حکومت کی لعب میں — خاص طور سے

خاص طور پر بوجہ مندوں لکرائی جائے گی، خصوصاً  
جس کے میں Matthew اور گنام "شاہی مؤرخ"،  
کی جانب، جس سے مذکور رسر Alishan سے ایسی  
د۔ بعد میں اسنادہ بنا ہے (میں کی ایک طبع شکر  
Skinner نے بنا کی ہے) اور محل وچ کے زمانے کی  
تاریخ لکھنے کے مورخین کی جانب بھی۔ مؤخرالد بر میں  
یہ History of the Nations of the Archers، جسے عرصے  
تک راعب ملائی Malachi کی جانب منسوب کیا جاتا  
ہے، اس کے مرتبین و مرتحم R P Blake اور  
R N Fyfe (در Harvard Journal of Asiatic Studies،  
ح ۲، ۱۹۴۹ء) سے اس کے جملہ مصنف Akane کے  
Megors کے نام سے دوبارہ منسوب کیا ہے۔ فوین وسطی  
کی آخری دو صدیوں کے لیے صرف ایک قابل ذکر  
ارمنی مدثرہ موجود ہے، یعنی Meixopit کے نام  
Thomas، جس کا ایک حصہ F Nève کی کتاب  
Exposé des guerres de Tamerlan (ترسلر ۱۸۶۹ء)  
میں فرانسیسی زبان میں دستیاب ہو گیا ہے۔ صفوی  
سم کے لیے دیکھئے سرتو کے آرکے Arakel کی تصنیف،  
مترجمہ M F Brosset، بعنوان Collection d'Auteurs  
arméniens ح ۱۔

جدید مصنف (۱) Blance et J Laurent  
Cl Cahen (۲) ۱۹۲۰ء، 'les Turcs Seldjouk  
La premiere penetration tuque en Anatolie, Bizan  
(۳) ۱۹۳۸ء، 'La Syrie du Nord a  
'epoque des Croisades' (۴) ۱۹۳۰ء؛ صلیبی جنگوں کی  
تاریخ از Runciman و de Grousset اور فنڈیلما کی  
(History of the Crusades)، جس کی تصنیف میں متعدد  
مصنفین شریک تھے (۵) Sissouan L. Alishan، فرانسیسی  
ترجمہ، ورس ۱۸۹۹ء؛ (۶) Recueil des Historiens des  
'Croisades' در Historiens arméniens، ح ۱، مقدمہ، از  
Dulaupier، زمانہ حال کے دیگر مخصوص مطالعات میں  
Les Seldjoukides et leurs sujets non- O Turan (۷)

کاسا کے طریق کو حاصل نہیں۔ اس طرح ارمی قوم (برکی۔ ملت) کی تشکیل ہوئی۔ ایک مجلس اہل کلیسا کی اور ایک عوام کی اس طریق کی مدد دہی جس کا اسباب معمولی اسقفوں سے نالار "prelates" میں سے کیا جانا تھا اور جو مرحستہ کہلانا تھا، جس کا صحیح مفہوم ہے "ولی عاری" (سرنامی مارشہ ہے، برکی۔ عربی لفظ، مرحستہ سے اسفاق کوزہ کر دیا جائے)۔ مسقططہ کے طریق کی جائے سکونت ہم تو محلہ ہے۔

اس وہب سے ارمیوں کی حالت بہتر ہو گئی اور آگے چل کر وہ برکی میں ایک اہم حساب حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے، خصوصاً سکریٹرز (صراف، صحیح مفہوم میں money changers) کے طور پر۔ (۲۱ م ۱۸۵۴، Letters sur la Turquie، ۲: ۲۱۱) سے ان کی اس خدمت مسیحیہم حساب کے بارے میں بعض دلچسپ مصلحتیں ہیں، جو اچتر برکی صوائی حذہ اور بالعموم برکی حکومت سے معاملات طے کرنے میں حاصل ہو گئی تھیں۔ وہ باہر بھی تھے (ربادہر لڑے کے باہر) اور مسعد کاروان مالار، حہ اسانسول، مالدیویا، بولسڈ (Lumburg اور Lwów) نوربرگ، بروخس اور ایسٹورپ کے درمیان روابط قائم رکھتے تھے۔ صنعتیوں کی حساب سے یہ لوگ معمار رنگ ساز، رسمی کپڑے مار کرنے والے اور طباعت کا کام کرنے والے تھے (اسانسول میں ارمی مطبع ۱۶۷۹ء میں قائم ہوا)۔ یہودیوں کی طرح وہ بوجوان برکی کے اعلاک تک فوجی خدمت سے مستثنیٰ تھے۔ برکی آرمیہ کی تاریخ میں اہم ترین واقعات حسب ذیل ہیں:-

(۱) مذہبی تفرقہ: اس کا سبب ایک Uniate کیتھولک فرقے کی تشکیل اور [عقائد کی سادہ ترا اندوربی طلسم و بعتی کی شکل میں ظاہر ہوا (پروٹسٹنٹ تبلیغ کو اس میں سب سے کم دخل تھا)

اصلاحات کے اس لائحہ عمل کے سلسلے میں جس کا وعدہ یورپی طاقتوں سے کیا گیا تھا۔ اصطلاح "ولایہ ستہ" یا "چھپے صوبے" (جس ارمیوں سے آباد) احسار کی گئی، جو یہ ہیں: وان، سس (مسادل نہ موسس)، ارزروم، حرپوت، سواس اور دنارنکر۔ اس نام میں مرعش (Marash) کی سبھی دو نظر انداز کر دیا گیا، جو حلب کی سابقہ ولایت کا ایک حصہ بھی اور اسی طرح آدینہ (آدلیکنا Cilicia یا ارمیہ الصغریٰ، اس اصطلاح کے محدود مفہوم میں) کی سابق ولایت کو بھی۔

برکی امداد کا سبب نہ نہیں ہوا نہ ارمی برکیوں میں گھل مل جائے، نہ تو کد ماہب کے فرو کی وجہ سے ان کی علیحدہ حساب محفوظ رہی، اکثر یہ تھے ارمیوں، خصوصاً مردوں اور رومن کیتھولک لوگوں نے برکی کو اپنی دوسری بلکہ پہلی زبان کے طور پر احسار کر لیا۔

مسقططہ کی فتح کے بعد ارمی قوم کی رہنمائی میں ایک اہم بعت واقع ہوا۔ ۱۸۵۳ء تک اس ملک کی مبادی بنی طریق یا kathoghikos (katholikos) کرتے تھے، یعنی ۱۔ Ecmiadzin کا طریق، جو ۱۸۴۱ء سے اس خانہ میں بحال کر دیا گیا تھا، ۲۔ آدلیکنا میں واقع سس (Sis) موحودہ (Kozan) کا طریق، جو اس سہرہ میں ۱۸۹۲ء سے مقیم رہا تھا اور اول الد کر کو تسلیم نہیں کرتا تھا، ۳۔ آختر (چھل وان میں ایک چھوٹے سے فرقے) کا طریق، ۱۱۱۳ء سے یروشلم کے ارمی اسقف کو بھی طریق کے القاب اور سناناب حاصل ہیں۔

یورپہ کی فتح کے بعد سلطان محمد ثانی نے اپنے سیاسی نظریات کی مطابقت میں بروہ کے ارمی اسقف حواشم Joachim کو استانسول طلب کیا اور اس کا بقرہ طریق کے طور پر ان سب مراعات کے ساتھ کر دیا جو یونانی اور بھوڈوکس Orthodox

(۲) انقلابی سرگرمی،

(۳) حر و بند اور قتل عام۔

بارہویں صدی سے آرمینہ میں روس کتھولک مبلغ وقتاً فوقتاً کامیاب ثابت ہوئی تھی۔ اس کی جدید فلورنس کی عالمگیر کلیسائی مجلس (۱۴۳۸ء تا ۱۴۴۵ء) نے اور ۱۵۸۷ء میں مسطور و معروف پوپ Sixtus Quintus سے سام کے ارمنیوں میں کی، لیکن اس کا سب سے زیادہ نافع و محرک Mechitar (۱۵۶۵ء تا ۱۶۱۹ء) موفی نہ ویس (۱۶۲۹ء) کی شکل میں روپا ہوا۔ مسوعی کے اثر سے کتھولک مذہب میں نئے نئے وہ ایک نمایاں مذہبی جماعت قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا، جو اس کے نام سے موسوم تھی۔ روس کی جمہوریہ سے ۱۷۷۷ء میں Mechitar کی جماعت کے لوگوں کو لندون Lido کے قریب واقع سینٹ لازار St Lazar کے چھوٹے سا حریرہ دے دیا، جہاں ایک قدیم خدائی اسکول میں ان کی حاشاہ قائم ہو گئی۔ Mechitar کی وفات کے بعد اختلاف پیدا ہو گیا اور کچھ نادری سینٹ Trieste چلے گئے اور بعد ازاں وی انا (۱۸۱۰ء)۔ پدوا Padua میں بھی اس جماعت کی ایک معاون شاخ بھی، جو برس میں مسئل ہو کر وہاں بس سال تک موجود رہی۔ Mechitar کی جماعت کے پاس بس وہی کتب خانہ (۱۸۱۰ء) سے مسرفی معطوطات اور مطابع تھے۔ ان مطابع سے وہ تاریخ اور فلسفہ لغات سے متعلق کتابیں شائع کرتے تھے، جن میں ترکی اور ارمنی دونوں زبانوں کے مطالعات کو جگہ دی جاتی تھی۔

Mechitar کے دور زندگی ہی میں کتھولک جماعت کی انتہائی متعصب مبلغ نے، جو ارمنی قوم کے سب سے زیادہ دولمند اور سب سے بڑھ کر روس خیال طبقے میں کامیابی حاصل کر رہی تھی، گریگری (Gregorian) عقیدے کے طریقوں میں ایک

وردار رد عمل پیدا کر دیا تھا۔ مؤخر الذکر کو ترکی حکومت کی نائد حاصل تھی، جو ان "فرنگی سارسوں" کو ناسسدیدگی کی نظر سے دیکھی تھی۔

ارمنی کتھولک فرقے کے لوگوں میں سہادت کے دلدادہ افراد موجود تھے، جنہوں نے اپنا عقدہ ترک کرنے سے ہر حال میں انکار کیا، جیسا کہ Der Gomidas یا Don Cosme اور اس کے دو بیروں نے کیا (۱۷۷۷ء)۔ وہ Carboznano کے Cosme Conudas کا دادا تھا، جو ہسپانوی سفارت میں برحمان اور اطالوی زبان میں ترکی نحو کی ایک کتاب کا مصنف تھا (روم ۱۷۹۳ء)۔ ۱۷۹۰ء میں کتھولک مذہب والوں نے مرند مظالم برداشت کئے، یہاں تک کہ ۱۸۱۵ء اور ۱۸۲۸ء میں نائی اصلاحات سلطان محمود ثانی کی حکومت کے دوران میں آئی۔

اس کے برعکس انہوں نے فرانسیسی ہمراہ اور مسوعیوں کو اپنا مددگار بنا لیا۔ عمر دورانہ اس M de Ferriol نے اب عالی سے بطریق Avedis کے احراج کی منظوری حاصل کر لی، جو کتھولک فرقے کے لوگوں سے عداوت رکھتا تھا، جس کے بعد مؤخر الذکر کو اغوا کر لیا گیا اور ناسیل Bastille میں قید کر دیا گیا۔ اس نے ۱۷۹۱ء میں برس میں François Pétis de la Croix کے مکان میں وفات پائی اسی سال میں مسوعی نے ارمنی مطبع کو بند کر دیا۔

۱۸۳۰ء میں حیرل Guillemot نے، جو فرانسیسی سفیر تھے، کتھولک فرقے کے لوگوں کے لیے ایک علیحدہ کلیسائی نظام کی منظوری حاصل کر لی اور ۱۸۶۶ء میں Mgr Hassun نے، جو پہلے ہی مسططسہ کا بطریق (vicar) تھا، تمام ترکی سلطنت کے لیے کلیساکا Cilicia کے کتھولک - ارمنی بطریق کا لقب امتیاز کر لیا۔

سے ادا نہ ہوئی تھی، جسے آٹھ روز روس میں  
جیوس ارمیوں کے مسلح حملے اور غلاطہ Galata  
میں دہائی تک کے محاصرے (۲۶ اگست ۱۸۹۶ء) ۵  
واقعہ، انہیں پسند نہ آئے۔ بعد ازاں روسیوں  
Tashnaksutvun (دہلائے تھے) ایک نئے اعداں  
جماعت جماعت Hmčak بھی موجود تھی جسے  
۱۸۹۶ء میں روس میں قیام سے آئے ہوئے ایک  
ازبکی اور دس ترک Avadis Nazirbek نامی سے  
ادا دیا

یہ سب اسباب ظلم و ستم کی ایک سلسلہ مہمہ  
۵۔ افسر یا سپاہیوں کے لئے، جس نے بڑے پیمانے پر  
لوگوں کی حلاوتی اور قبیح عام کی شکل اختیار کر لی۔  
حکومت کی حسیہ سوسائٹی کے ایماء سے مذہبی بعض،  
اور قومی بھرتا ایک لاپرواہ اور مہذبیت کے  
سوانح میں پیدا ہو گیا جو طبعاً نہ صرف نرم دل  
واقع ہوئے تھے بلکہ ضرورت کی مدد و حمایت  
کرنا ان فرائض سمجھتے تھے۔ ترکی میں ارسوں کی  
مضبوط اور قوم کے معاملے (۲۵ فروری ۱۸۹۰ء)  
سے شروع ہوئی۔ یہ معتد بحرانوں سے گزری،  
الخصوص ۱۸۹۰ء تا ۱۸۹۶ء اور ۱۹۰۹ء (آدھ)  
میں، اور ۱۹۱۵ء میں پہلی عالمی جنگ کے  
دوران میں ارسوں۔ اس نفاذ حور و سلسلہ کی  
شکل میں جس کی سطح نوجوانوں کی حکومت  
رے کی تھی، وہ اسی انشاء کو پہنچ گئی۔

۱۹۲ء کی ارمی - ترکی حکم : ۱۹۱۹ء  
 اس اعلیٰ بحریک سے مائری روسی معاد کے ٹوٹے  
 کے بعد، جو ترکی میں ضاروں اور آرمیوں کی معری  
 سمب سے نررا ہوا، ماورائے قسار کی حکومب کی  
 مرتب نر- فوج ہی ثوریادہ بر ترکی حوانی حملے کی  
 روک تھام نررا نری - اس فوج کو ہریمب ہوئی اور  
 اسے ترکی علامے سے ناھر دھکیل دیا گیا (ترکی نے  
 ارمی جمہوریت سے ناطوم کا معاہدہ ۴ حوں ۱۹۱۸ء

ارسنی معاویوں کو جس سمت سے مسموم کیا  
 جائے؟ ان کا سمت ہمیں مادی سمیع کا حال نہیں  
 ہو سکتا۔ سرحدسدار Uchmi (کتاب مد دور، ص ۲۰۰  
 ص ۲۴۷) سے لکھا ہے: "ان سے مسموموں میں  
 جوابی مالی کی حکومت میں ارسنی ایک  
 انسی قوم میں جس کے سر ہمارے راجوں سے  
 مشرک ہیں اور جو ان مذاہب اور رفرور راجے  
 میں سے زیادہ راہ راست داچہ پی رہ چکے ہیں"  
 سر دیکھتے *La Politique du Sultan Victor Bérard*  
 (محمد احمد علی)، ص ۱۸۷-۱۸۸، ص ۱۴۹، ساری  
 تحریروں میں اور ویبائوں اور مدعوں سے معاملے  
 کی صورت میں ارسوں کو ملک صادق (وفادار قوم)  
 کی اصطلاح سے مسموم کیا جاتا تھا

ارمنی سے حمی کے اسباب - سب دہل جے -  
۱ - درد اور حر کسی انادروں - در سال لی  
اور تکلفدہ برناؤ اور لوٹ مار کی وہ حر ذہر جو ان  
سے سرزد ہوئی یعنی بوس ۲ - برکی حلاہ کی لا روایی،  
با حائر مضافات اور تحصیل ناچر ۳ - روسی برست  
و بحر نص، خاص طور پر ۱۹۱۲ء سے اے درد ۴ -  
حصول آزادی ۵ برغا ہوا سوو ایک اسی قوم میں  
جو بالعموم حری اور ناہمیت ہے، جو اس پر اراں ہے  
کہ وہ دنیا کی قدم سرن معنومہ اقوام میں سے ہے  
اور حواب بھی حسرت و اسای سے ان محضرا ادوار  
کو ناہر رہی رہی ہے حر کے دوران میں وہ اری  
آزادی برقرار رکھے میں کامیاب رہی رہی - بعض  
اصلاح و فی الواقع اپنی اراں قائم رکھے میں کامیاب  
رہی رہے، مثلاً روسوں (اب سلطانی، مرغس کی موجودہ  
ولایت میں) کے باغلیں سجمر ہازی، حاجی Haçin  
(اب سائم سلی Saimbuli، ساجاں کی موجودہ ولایت  
میں) اور ساسون Sasun (کابل حور Kabilcoz، سورد  
(Surt) کی موجودہ ولایت میں)، - اسلانی  
جماعتوں کی سرگرمیاں، جو بعض دفعہ خاص طور پر

(۸) 'La suppression des Armén Pinon ۱۹۱۶ء (۸)  
*Les massacres d' Arménie, témoignages des*  
*victimes*، دیاچہ ار G Clemenceau ۱۸۹۶ء؛ (۹)  
 خاطرات صدر اسبق کامل پاشا، ۱۹۱۱ء / ۱۹۳۲ء  
 طبع نائی، ص ۱۸۳ بعد (۱۰) سعید پاشانگ کامل پاشا  
 خاطراتہ خوانتری، استانبول ۱۹۳۲ء / ۱۹۹۰ء،  
 ص ۷ بعد.

(J DENY)

۳۔ نسیم، نظم و نسق، آبادی، تجارت،  
 فدری بدادوار اور صنعت و حرفت  
 نسیم:

مونکہ آرمینہ کی وسعت اس کی علاقائی حدود  
 کے اعمار سے صدیوں کے دوراں میں بہت تبدیل  
 ہوئی رہی ہے اس لیے وہ محالک جن میں اس نام  
 کے دبل میں آئے والے علاقے منقسم تھے ہمیشہ  
 یکساں نہیں رہے۔ قدیم وقتوں میں اہل آرمینہ  
 (دیکھئے *Geogr of the Pseudo-Moses Xorenuat*)  
 ص ۶۰۶) نے اس سر زمیں کو دو غیر مساوی حصوں  
 میں جدا کر دیا تھا: Mez Haik (آرمینہ الکبریٰ)  
 اور Pokr-Haik (آرمینہ الصغریٰ)۔ آرمینہ الکبریٰ،  
 عینی آرمینہ خاص، مغرب میں درناے فرات سے لے  
 کر مشرق میں درناے کر Kur کے نواح تک پھیلا ہوا  
 تھا اور بندرہ صوبوں میں منقسم تھا۔ آرمینہ الصغریٰ  
 درناے فرات سے لے کر درناے ہالز Halys  
 کے حصوں تک چلا جاتا تھا۔ اہل عرب بھی اس  
 دو ذہنہ منقسم سے واقف تھے (دیکھئے مثلاً نابوت،  
 ۱: ۲۲۰)۔ اس کے ناوجود انہوں نے آرمینوں،  
 روسوں اور یورپوں سے سرحدیں بنائیں ہوئے آرمینہ  
 کے نام کو درناے کر اور بحرِ حزر (Caspian Sea)  
 کے درمیان واقع تمام علاقے پر وسعت دے دی، یعنی وہ  
 حزران (Georgia, Iberia) آراں (الباسہ) اور درسد  
 (باب الانواب) کے درے تک قفقار کے پہاڑی علاقوں

توڑے (۱۱)۔ ۱۹۲۰ء میں مصطفیٰ کمال ناسا نے  
 ایک بلا اعلان جنگ کی حالت کو حتم کر کے  
 ا۔ جنرل کٹم فرہ کٹر نو، جس کے ہاتھ میں  
 تھوڑے بوج کی کمال بھی، شمال مشرقی محاذ  
 میں سونب دی۔ ناسا آک Tashnak حمایت  
 دے۔ ار "معدنہ آرمینی جمہوریت" کی فوجیں دوبارہ  
 تھیں لیا گئی اور ۲ دسمبر ۱۹۲۰ء کے  
 ار "روہا" میں Alexandropolis (ترکی میں گمر و Gumru)  
 (Lenakan) کے معاہدے نے ان فوجوں کی  
 اور آرمینی حو بر نوں نے حاصل کی تھیں، جن میں  
 یہ زیادہ اہم سر فارس کی آرمینی بھی

مآخذ: جہاں تک معلوم ہے برقی آرمینہ سے خاص  
 طور پر متعلق کوئی بھی نصف کسی معری رد میں  
 موجود نہیں (آرمینی زبان کی تصانیف تک سری رسائی  
 نہیں ہے)۔ جو بھی معلومات موجود ہیں اور جن میں  
 ایک سب مرتبہ دارانہ بعض کی جھلک ہمارا ہے،  
 وہ اس سے متعلق عام تصانیف میں ادھر ادھر سے ملی  
 ہیں۔ ان کتابوں کا ذکر کر دیا جائے گا (۱)

۱. Voyage en Arm et en Pers Amedee Jaube  
 ۲. Arm, Kurdistan et Comte de Chollet (۲)  
 ۳. Mesopotamie ۱۹۲۲ء (۳) André Mandelstamm  
 La Societe des Nations et les Puissances de l'orient

۴. Aghasi (۴) ۱۹۲۵ء، 'probleme armen'  
 Zeitoun depuis les orig jusqu'a l'insurrection de  
 ۱۹۱۸ء، ترجمہ ار Archag Tchobanian، دیاچہ ار  
 Victor Beaud ۱۸۹۰ء (۵) [L Nalbandian]

۶. The Armenian Revolutionary Movement [۱۹۶۳ء]  
 مسلمان عام سے متعلق نکتہ تصانیف ہیں، جن میں  
 سے محض حسب دبل کا ذکر کیا جائے گا (۶)  
 ۱۹۱۵ء Le traitement des Armen dans l'Emp O.  
 ۱۹۱۶ء اقتباسات ار "کتاب آرم" (Blue Book)  
 مع دیاچہ ار Viscount Bryce ۱۹۱۶ء (۷) Rene



میں بہت اختلاف رکھتی ہیں۔ عرب دسیم کی جدول سادی طور پر یوں ہے :-

۱۔ آرمینہ اول : آران (المانہ) مع دارالسند  
تردعہ اور تکر اور بحرر کے درمیان کا علاقہ،  
(شروان) ۲۔ آرمینہ دوم : جیران (Georgia) ۳  
آرمینہ سوم : مشتمل بر وسطی آرمینہ خاص مع اصلاع  
ذیل (ذویر)، سمرحان (Vaspurakān)، غروید اور  
تسا (Nakhčawan) ۴۔ آرمینہ چہارم :  
حوب مغربی خطہ مع سیمشاپ (Arsamosata)، فالقلا،  
آحلاط اور آرجس۔

مرید برآں حب عرب مصنفین (الآسیسی، ۲  
۱۵۶ و ادوالفداء، دوم، ص ۳۸۷ = العتوی  
تلذ، ص ۳۶۶، ۵، ۱۲) آرمینہ کی دس حدوں میں  
تقسیم کا ذکر کرتے ہیں، جو جسٹین Justinian سے  
پہلے کی مروجہ تقسیم کی جو بہو عمل ہے، جو اس میں  
مسموہ اصلاع کے شمار سے نہ معلوم ہوا ہے  
نہ نہ تقسیم محض آرمینہ دوم کے مکمل احراج  
سے حاصل کی گئی ہے۔

آرمینہ کی قبل اسلام تقسیموں کے بارے میں  
دیکھئے Die Genesis der byzantinischen H. Gelzer  
Themenverfassung، لائبرگ ۱۸۸۹ء، ص ۶۶، اور  
اسی عالم کی مرتبہ خارج George مصری کی کتاب  
(Lipsiae) ۱۸۹۰ء ص xiv بعد (طبع E. Honigmann،  
روسلر ۱۹۳۹ء، مع Hiéroclès، Synecdemos،  
ص ۹۷ نا ۷۰)، اور عرب دور کے لئے : Ghazarian،  
در Zeitschr für arm Philol، ۲ : ۲۰۷ تا ۲۸  
Thopdschian، مقام مذکور، ۲ : ۵۵ و در  
Mittel des Semm fur orient Sprachen، ۱۹۰۵ء،  
'L'Arménie entre Byzance et l'Islam J. Laurent' ۱۳۷  
ص ۲۹۹ بعد اور R. Grousset 'Histoire de l'Arménie'  
ص ۲۳۹۔

ملکی نظم و نسق :

پر بھی اس کا اطلاق کرتے لگے، جس کی وجہ یہ ہے  
کہ اس ملک (مقدار) کی تاریخ سے۔ بالخصوص  
مسلمانوں کے خلاف لشکر کے معاملے میں۔ یہ  
منکشف ہوا ہے کہ وہ آرمینہ کی تاریخ سے قریبی  
طور پر مسلک ہے، آرمینہ الکبریٰ سے عربوں  
کی مراد (دیکھئے ناموب : کتاب مذکور) خاص  
طور پر ان اصلاع سے بھی جس کا برسر خلاف  
(آحلاط [رک ناں]) ہے، بحالکہ آرمینہ الصغریٰ  
کے نام کا اطلاق وہ بفلس (یعنی کرجستان یا  
حارجہ) کے علاقے پر کرتے تھے۔ اس حوالہ (طبع  
د حوبہ de Goeje، ص ۲۹۷) آرمینہ خاص (المانہ  
اور آئی سرنا کو مسمیٰ کرتے ہوئے) کی ایک  
اور تقسیم سے بھی واقف تھا، یعنی اندروبی (آرمینہ  
الداخلہ) اور سروبی (آرمینہ الخارجہ)۔ اول الذکر  
میں ذیل Dabil، ذویس Dwin، تسوا (Nakhčawan،  
فالقلا، حوب بعد میں آرزو الروہ  
(Karin) کہلایا، کے اصلاع شامل تھے اور  
مؤخر الذکر میں تحصیل وان نا علامہ (پر لری  
Berkri، آحلاط، آرجس، و سطان وغیرہ)

اس تقسیم کے علاوہ قدیم و ب سے ایک اور  
تقسیم بھی موجد تھی، جسے یونانیوں نے احبار کر لیا  
تھا (جسٹین Justinian کی تقسیم ۵۲۶ء میں)،  
اور جو Maurice کی داخل کردہ تبدیلیوں کے  
ساتھ عرب حملے تک قائم رہی۔ اس نظام (آرمینہ  
اول، دوم، سوم، چہارم) کو بھی عربوں نے قبول  
کر لیا، لیکن ان چار مجموعوں میں مختلف اصلاع  
کو شامل کرتے میں عربوں نے اپنے سروروں سے اس  
قدر نمایاں طور پر انحراف کرنا ہے کہ اس عدم  
مطابقت کی نوحہ صرف یہ فرض کر لئے سے ہو سکتی  
ہے کہ عربی فتح کے بعد اصلاع کی ایک نئی تقسیم  
وقوع میں آئی ہوگی۔ علاوہ اس خود عرب مؤرخین  
اور جغرافیائیوں کی فراہم کردہ معلومات اس



ارمنیہ موجود تھا۔

ایرانی ارمنیہ :

نیوں میں سب سے چھوٹے حصے میں، جس کا رقبہ تقریباً ہزار مربع کلومیٹر ہے، اس میں صرف چند اضلاع شامل ہیں اور جو روسی ارمنیہ کا ٹونا ایک حصہ ہے۔ سیاسی حساب سے یہ آذربائیجان کے صوبے سے متعلق ہے۔ مغرب کی جانب یہ وان کی ترکی ولایت سے جاملتا ہے، حالانکہ شمالی سمت میں روس کے الممالک دریائے اترس تقریباً ۵۰۰ کلومیٹر کے فاصلے تک سرحد کا کام دیتا ہے، یعنی اراط (لوه خودی) کے مشرقی دامن سے لے کر اورداد (Ordubādh) تک۔ سب سے بڑا شہر حوی khoy ہے۔ اس کے علاوہ ماکو Maku، خورس Khoras اور مرند Marand بھی قابل ذکر ہیں۔ مجموعی طور پر ایرانی ارمنیہ وسترکان (عربی: سترخان) کے قدیم ارمنی صوبے سے مطابقت رکھتا ہے۔ اصفہان میں بھی ایک ارمنی آبادی موجود ہے، جو حتمہ [آرتا ناں] کے ان باشندوں پر مشتمل ہے جنہیں ۱۶۰۵ء میں شاہ عباس اول کے حکم سے حلاوطن کر دیا گیا تھا۔

۲۔ روسی ارمنیہ :

۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم سے پہلے یہ ماورائے قفقاز کے صوبے کے جنوبی اور جنوب مغربی حصے پر مشتمل تھا اور تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار مربع کلومیٹر کے رقبے پر پھیلا ہوا تھا۔ اس میں ایران اور ترکی کی سرحد پر واقع علاقے شامل تھے اور خاص طور پر آریوان (سائنس ہزار سات سو پندرہ مربع کلومیٹر)، "رض" (اتھار ہزار سات سو اسیاس کلومیٹر) اور ناطوم (چھپے ہزار نو سو چھپتر کلومیٹر) کی ریاستوں کا پورا علاقہ۔ گنچہ (Elizavetpol) اور یفلیس کی حکومتیں صرف اپنے جنوبی اور مغربی صوبوں میں ارمنی تھیں، اور کتائیس Kutaïs کی حکومت کا

دارالسلطنت کا کام دیتا رہا۔ اگرچہ اس زمانے میں وہ ایک بڑی آبادی کا شہر تھا تاہم موجودہ دور میں اس کی نسبت ایک چھوٹے سے ڈول سے زیادہ بڑا نہیں ہے، اس کے علاوہ فالسلا، جو حد میں اڑن اروہ کہلاتا ہے، آذربائیجان، ملاذکرد (Manazkert، Mantzikert)، نیسین، اخلاط (حلاط)، آرتاشس، شوا ارمنی (Nakhčawan) آری اور آرمض (دیکھئے علیحدہ علیحدہ مادے)۔

حلفاء کے زمانے میں آبادی کا سرحدی حصہ ارمنی یا ہندو بھی، لیکن ذیل، فالسلا اور اسی طرح ترائس، واقع آرائ اور نیلس، واقع خزاراں میں کچھان عربی نوآبادیاں بھی، جو عرب امدار کے بڑے مرکز تھے۔ ان بڑے شہروں کے علاوہ عرب مسائل کی بنیاد پر بھی ہوئی نوآبادیاں بھی موجود ہیں، بالخصوص جنوب مغرب کی طرف آرتک (ارز)، واقع ارزس (Arzanene) کے علاقے میں۔ نجونیس (ارمنی Apahunik)، جس کا صدر مقام ملاذکرد تھا، مشہور عرب مسند قس کی ایک ساح کے رہبر امدار تھا، جو چھپل وان کے شمالی کنارے پر بھی بعض حکموں پر قابض تھے۔ بحرانی سلطنت کا فروغ ان مسلم نوآبادیوں کے لیے "پہلو میں ڈالنے" کی طرح تھا، چونکہ یہ ان کے اپنے امدار کے اسجد اور اس کی توسیع میں محمل ہوتا تھا (دیکھئے ان نوآبادیوں کے بارے میں خاص طور پر Ithopdschian کتاب مد نور، ۴، ۱۹، ۱۱۵ بعد Markwart Sudarmentien، ص ۵۰۱ بعد، اور دسویں صدی میں ان کی حالت وقوع کے بارے میں M. Canard Histoire de la dynastie des Hamdanides، ص ۷۱ تا ۸۷)۔

اسی صدی کی روسی۔ ایرانی اور روسی۔ ترکی جنگوں کے بعد ترکی، روس اور ایران ارمنی سرزمین پر قبضے میں شریک ہو گئے؛ چنانچہ ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ تک ایک ایرانی، ایک روسی اور ایک ترکی

جیہا سی ہزار پانچ سو مربع کلومیٹر۔ اس کے اہم ترین شہر یہ تھے: سواس، ارر روم، وان، اررجحان، بلس، حرنوب، موس اور نابرند [آرک ناہا]۔

ایرانی اسسہ ٹو جیہوڑ ٹرم ۱۹۱۴ء کی جنگ سے اس صورت حال میں اہم بے گراں بنا کر دیے۔ ۱۹۱۷ء میں فقار سے روسی سپاہ کی سبائی کے بعد اس حکومت نے جو اس وقت ارمنیہ میں وجود میں آئی اور جو بحالے خود ماورائے فقار (گرجستان، ارمنیہ و آذربائیجان) کی حکومت کا ایک حصہ بھی بن گیا۔ اس کے خلاف اس معاد کی مدافعت کا کام اسے دے لے لیا، لیکن ٹرسٹ لٹووسک Brest-Litovsk کی صبح کے بعد، جس سے ترکی ارمنیہ مع فارص و آذربائیجان، جو اس سے پہلے ۱۸۷۸ء سے روسوں کے ہاتھ میں تھے، ترکوں کو مل گیا وہ اول الذکر کو آذربائیجان اور ارر روم (ضروری۔ مارچ ۱۹۱۸ء) اور پھر فارص (۲۵ اپریل) کو دوبارہ حاصل کر لے سے نہیں روک سکی۔ ماورائے فقار کی حکومت کے حاتمے اور ایک خود مختار ارمنی جمہوریت کی تشکیل (۲۸ مئی ۱۹۱۸ء) کے بعد ناطوم کے صلحنامے (۴ جون ۱۹۱۸ء) کی رو سے ارمنی جمہوریہ خود صرف اریوان اور چھیل سوان Sevân کے علاقے تک محدود رہ گئی اور باقی روسی ارمنیہ ترکوں اور آذربائیجانوں نے آس میں تقسیم کر لیا۔ اب اس کے بعد دوسرے معادوں پر ترکوں کی سکست اور مڈروس Mudros کی عارضی صلح (۳۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء) وقوع میں آئی۔ ۱۹۱۹ء کے شروع میں ارمنی فوجوں نے المکرائیڈروپول (Leninakan) Alexandropol اور فارس پر دوبارہ قبضہ کر لیا اور آہل حلیکی کے بارے میں گرجستان سے اور قزوین کے متعلق آذربائیجان سے ان کا تصادم ہوا۔ ارمنی جمہوریہ کو، جسے اتحادیوں نے حوری ۱۹۲۰ء میں عملاً (de facto) تسلیم کر لیا تھا، معاہدہ سیورے (Severes) ۱۹۲۰ء

سے وہ حصہ ارمنی تھا جو دریائے رنوں Rion کے دائیں کنارے پر واقع تھا۔ روسی ارمنیہ کے خاص قابل ذکر شہر یہ تھے: ناطوم، حرنوب اور عساری احسان سے اہم اور اس نام کی حکومت کا صدر مقام۔ بلیس کی حکومت میں آہلجج [آرک ناہ] اور آہل حلیکی کے دو مستحکم مقامات فارص کی حکومت میں اسی نام کا تہا یہ سب سے بعد، جو بطور ایک تجارتی مرکز بھی اہم تھا اور آذربائیجان کا ایک شہر، جب تک کہ نہماڑی پر واقع ہے اور اول الذکر کے مستحکم مقام ہے۔ اریوان کی حکومت میں، جس کا سرحدی حصہ ایک زمانے میں ایران کے پاس تھا، خود اریوان کا شہر اور مغرب کی طرف ابھارہ مل کے حصے پر ایچما۔ ریس Eçmiadzin کی مشہور و معروف شاہانہ، جو اہل ارمنیہ کا مذہبی مرکز ہے۔ بچوان (سوا [آرک ناہ])، جس سے اریوان کی طرح ارمنی تاریخ میں ممتاز حصہ لیا ہے، اور المکرائیڈروپول Alexandropol (قدیم گمری Gumri)، ۱۸۷۸ء تک ایک اہم سرحدی قلعہ اور بعد ازاں ایک ایسا شہر جو ریس کی صنعت کے لیے مشہور ہے۔ ایروان پول Elizavetpol (قدیم تہجہ) [آرک ناہ] سوسہ، قزوین کے علاقے میں واقع اور گرجہ زمانے میں ایک علیحدہ ناٹاری ریاست کا دارالحکومت اور آباد (Ordubadh) کا سرحدی شہر، خود زمانے آئیں پر واقع ہے۔

ترکی ارمنیہ

ارمنی سر زمین کا سرحدی حصہ، بلحاظ رقم روسی و ایرانی حصوں کے مجموعے سے بہت زیادہ۔ ترکوں کے ہاتھ میں ناسو سال تک رہا اور اس میں سدرجہ دیل ولایتیں شامل تھیں: س، ارر روم، معمورہ العزیر (موجودہ Elazığ، یعنی حرنوب)، وان اور اگرچہ حروی طور پر — دیارنکر — مجموعی رقم تقریباً ایک لاکھ

۱۹۲۰ء کے مطابق مابوٹا (de jure) بھی تسلیم کر لیا گیا۔ ہانس ہمدہ صدر ولسن Wilson کی ثالثی جس نے اس جمہوریہ کو طرابعزوں، ارمنیوں، یونانیوں، یونانیوں اور وائ کے علاقے دے دیے تھے، ایک حرف مردہ بنی رہی، اس لیے کہ مصطفیٰ کمال کی حکومت نے دوبارہ حکم شروع کر دی بھی اور ادھر سووٹ حکومت نے ہمدہ کو اس پر فتح کر لیا۔ فارص اور بھر الیگریڈروپول میں برٹوں کے داخلے کے بعد ارمسی جمہوریہ برکی شرائط کو ماننے پر مجبور ہو گئی۔ برکی نے فارص اور آرتھان پر اپنا قبضہ باقی رکھا، ارسوان کے جنوب مغرب میں واقع اعدیر کے علاقے کا الحاق کر لیا اور مطالبہ کیا کہ بیچجوان کے ضلع کو ایک خود مختار ماساری ریاست میں تبدیل کر دیا جائے۔ اسی دن ارمسی جمہوریہ نے، جہاں کچھ عرصے پہلے ایک سووٹ دوست جماعت کی شکل ہو چکی تھی، اپنے نو ارمسہ کی سوشلسٹ سووٹ جمہوریت میں تبدیل کر لیا۔ ۱۹۲۱ء کے روسی۔ برکی معاہدوں نے فارص اور آرتھان برٹوں کے قبضے کی بنیاد پر دی، لہذا برکی نے باطوم کو کرمستان کے سرحد کر دیا۔

ارمنیہ کی سوشلسٹ سووٹ جمہوریت میں اربواں اور جھیل سیوان Sevân کے علاقے شامل ہیں، لیکن فرہناغ اور بیچجوان، خونگورنی فرہناغ Nagorny Karabakh، (پہاڑی فرہناغ) کے خود مختار علاقے اور بیچجوان کی خود مختار سووٹ سوشلسٹ جمہوریہ کے نام سے موسوم ہیں، آذربائیجان کی سووٹ سوشلسٹ جمہوریہ سے واسطہ ہیں، جہاں کہ آمل خلیجی، آمل جیح (Akhaltziké) اور باطوم کے ضلع، مؤخرالذکر آخری Adjarie کی خود مختار سووٹ سوشلسٹ جمہوریہ کی شکل میں، جارجیا کی سووٹ سوشلسٹ جمہوریت کا ایک حصہ ہیں۔ ارمنیہ کی جمہوریت میں بڑے شہر یہ ہیں: لیمپناکان (سابق الیگریڈروپول)، کروواکان (Kirovakān)،

قدیم کجہ یا Elizavetpol) اور آلاورڈی Alaverdy۔ سابق ترکی ارمنیہ، جسے اب اس نام سے موسوم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ ۱۹۱۵ء تا ۱۹۱۸ء کے اخراج آبادی اور قتل عام کے واقعات کی وجہ سے ارسوان سے حالی ہو چکی ہے، قارص، آرتھان اور اعدیر نے اصنام سے وسیع تر ہو گیا ہے۔

آبادی:

ایک طرف برکی اور سرکمان مسائل کی یوریش اور دوسری طرف (جنوب میں) سردوں کی بنیاد میں کی وجہ سے آبادی کی کیسٹ میں فروں وسطی کے دوسرے نصف حصے سے لے کر اس قدر گہری تبدیلی پیدا ہو گئی ہے کہ ارمسی، جس میں بحال طور پر اس نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے، اسے وطن کے تمام رقبے میں کل آبادی کا ایک چوتھائی سے راندہ رہے۔ I. Schney اور N. Seidlitz کے اعداد و شمار کے مطابق (Petermann's Geogr Mitt) ۱۸۹۶ء، ص ۱، بعد) جوینس لاٹھ ستر ہزار آدمیوں میں سے، جو ماورائے قفقاز کے صوبوں میں باقی رہے تھے، آٹھ لاٹھ ساٹھ ہزار (۲۷ فی صد) ارمس تھے۔ حالانکہ ارمسی اصلاح میں جس لاٹھ ناسدوں میں سے ارمسوں کی تعداد ساٹھ لاٹھ ساٹھ ہزار (ایک دہائی سے کچھ راندہ) تھی، تاہم اربواں کی حکومت میں جو آبادی تھی وہ جیس فی صد ارمس تھی۔ پورے ماورائے قفقاز میں حاملہ سپروں کے دیہات میں ارمسی زیادہ تعداد میں آباد تھے (نمایاں طور پر بیلوس میں، یعنی ۸۰ فی صد)، لیکن ناسدوں کی مجموعی تعداد (سٹالس لاٹھ بیاسی ہزار) کے اعتبار سے ارمس (نو لاٹھ ساٹھ ہزار) اس آبادی کا صرف ۸ فی صد تھے۔

ترکی ارمنیہ کی باج ولایتوں کے چھبیس لاٹھ بیالیس ہزار ناسدے تھے، جن میں سے اٹھارہ لاٹھ اٹھائیس ہزار مسلمان تھے، چھبیس لاٹھ بیستیس ہزار

حر میں سے اکس لاکھ ترکی سلطنت میں رہے تھے، سترہ لاکھ روسی سلطنت میں، ایک لاکھ ایران میں اور دو لاکھ نامی دنیا میں۔ روسی ارمینہ خاص میں ان کی تعداد پیرہ لاکھ تھی (سمولت فارض، نجیوان، فرہ ناغ، آحل حکی) اور ترکی ارمینہ میں (مع کلککا) چودہ لاکھ۔ روسی ارمینہ میں وہ آبادی کا سترہ حرو تھے، یعنی اکس لاکھ، اس سے پیرہ لاکھ۔

اس کے برعکس Die Sowjet- W Leimbach

Stuttgart سٹنگارٹ 'union, Natur, Volk und Wirtschaft

۱۹۵۰ء کے سال کے مطابق ۱۹۲۶ اور ۱۹۳۹ء

میں دنیا میں اور سویت یونین میں ارمینی آبادی کے

اعداد و شمار حسبِ ذیل تھے: ۱۹۲۶ء میں

ارمنوں کی دنیا میں کل تعداد نائس لاکھ پچیس ہزار

تھی (۱۹۱۴ء کے لیے جو تعداد سان کی گئی تھی

اس سے فرو کی وجہ انک حد تک جنگ کے باعث

مصابا، قبل عام اور خلاوطی کے دوران میں

برداشتہ تکلیف سے ہو سکی تھی)۔ ان میں سے

دو تہائی سوویت یونین میں تھے، بحالکہ نامی

ایک تہائی مسرو فریب میں تھے (پس ہزار سام

میں، انک لاکھ ایران میں، تقریباً ایک لاکھ ترکی،

فلسطین، مصر اور یونان میں، مع مرید ایک لاکھ

کے امریکہ میں)۔ سوویت یونین میں سترہ لاکھ

ارمن تھے ہزار ارمینی تھے، جن میں سے پیرہ لاکھ

حالیس ہزار فقار میں اور انک لاکھ ناسٹہ ہزار

پس کاکسسا میں تھے۔ ماورائے قفقار میں جو

ارمن نائے حائے تھے ان میں سے سب لاکھ حوالس

ہزار ارمینہ کی سوویت سوسلسٹ جمہوریت میں

رہے تھے اور وہاں کے ناسدوں کی مجموعی تعداد

(آٹھ لاکھ آتس ہزار دو سو نوے) کا نجاسی فی

صد تھے، یعنی سوویت یونین کی ارمینی آبادی کا نصف

اور دنیا کی پوری ارمینی آبادی کا ایک تہائی۔ تین

لاکھ گیارہ ہزار حارحیا میں سکوت رکھتے تھے،

اس اور ایک لاکھ اناسی ہزار یونانی تھے؛ عام یونین کی سحی میں اور وان کی سحی میں بھی یہ تعداد میں فوقت رکھتے تھے (تقریباً دو لاکھ)

روسی اور ترکی ارمینہ کی مجموعی آبادی

تقریباً نالا انداروں کے مطابق تقریباً چھالس لاکھ

تھے ہزار تھے، جس میں چودہ لاکھ روسی تھے۔

روسی ارمینہ میں فقاری لوگ تعداد میں زیادہ تھے،

جسکد ترکی ارمینہ میں ترک، کرد اور دوبرے

تھے عناصر (ہمانی یہودی، عجری (Gypsies)

تھے، سطوری عسائی)۔ حیدل وان کے حسبِ

رو میں حار دوس ناباری قائل کی اکثریت تھی

ایرانی ارمینہ میں ۱۸۹۱ء میں سالس ہزار

تھے، جن میں سے صرف نصف آرمینا

تھے نائے حائے تھے (دیکھئے اوپر، اصہماں کے

میں)۔

یہ تھا Stieck کا اندازہ ۱۹۰۰ء سے مافیل

اور میں ارمینی آبادی کے بارے میں، حسا کہ

تقریباً ۱۸۵۰ء میں اسلام، طبع اول، میں درج کیا

تھا۔ اس نے یہ انکشاف کیا کہ قبل عام اور

ترک وطن کے سحے میں ترکی علاقے کے ارمینوں کی

تعداد رار کم ہوئی حار تھی۔ باہر کے ملکوں

میں حار کر ان لوگوں کا آباد ہونا اور تمام دنیا میں

ان کی پھیل جانا جاری تھا، اگرچہ یکساں طور پر

نہ (دیکھئے اوپر) یورپی علاقے اور پھر تمام

عمر میں حار کر آباد ہونے کے بارے میں، م

اس موضوع پر Erdkunde Ritter، ۱۰ : ۵۹۴ نا

۶۱ 'Reise nach dem Ararat' R Wagner، ص ۲۳۹

۲۰ - ایرانی دنیا میں رہنے والے ارمینوں کی

تعداد دو اور ڈھائی ملین کے درمیان تھی۔

Histoire de l'Arménie Pasdermadjian، برس

۱۹۰۹ء، ص ۴۴۴، کے مطابق دنیا میں ارمینوں کی

کل تعداد ۱۹۱۴ء میں تقریباً اکتالیس لاکھ تھی،

مصر سے اس اسدعا کے بعد سوویت ارمنیہ میں آئے۔ سائنس ہزار ارمنوں میں سے، جو یونان میں سے تھے، ۱۹۴۷ء تک کے زمانے میں اہلکار ہزار ارمنیہ میں آئے تھے۔

۱۹۴۵ء میں (دیکھئے H Field Contribution to the Anthology of the Caucasus) (میسو-سوشلس [امریکہ]، ۱۹۵۲ء، ص ۵) سوویت ارمنیہ کی آبادی تیرہ لاکھ تھی، جس میں سے دو لاکھ دارالسلطنت ارمنوں سے متعلق تھی۔ آج کل (دیکھئے La Chrenens d Orient P Rondot برس ۱۹۵۵ ص ۱۹ و ۱۹۶) ارمنیہ کے باشندوں کی مجموعی تعداد سترہ لاکھ کے لگ بھگ ہے اور تقریباً اسی ہی ارمنی باشندے سوویت یونین کے نامی حصوں میں ہیں۔ ارمنوں کے باشندوں کی تعداد ہر لاکھ ہے اور اس نے حار لاکھ پچاس ہزار [کی آبادی] کے لئے منصوبے بنا کر رکھے ہیں۔ حار لاکھ سے لے کر آج لاکھ تک ارمنی مسرو فریب میں پائے جاتے ہیں، انک لاکھ ان ملکوں میں جہاں جمہوری حکومت د دور دورہ ہے، دو لاکھ سے تین لاکھ تک سماں امریکہ میں، سس ہزار فرانس اور جرمنی امریکہ، ہندوستان فلسطین اور یونان کی اہم برکری آبادیوں میں۔

ارمنی مسئلے کو ایک معنی شکل دے رہی تھی۔ محض ارمنی گروہوں سے، جو برارسل ریاستہائے متحدہ امریکہ وغیرہ میں ہیں، مجلس اقوام متحدہ (U.N.O) کے سامنے لچھ مطالبات پیش کیے ہیں، جس کا مقصد یہ ہے کہ ارمنوں کو سابق برکی ارمنیہ بریڈنٹ ولسن (Wilson) کی معنی کردہ حدود کے ساتھ دوبارہ دے دیا جائے۔ ارمنی مسئلہ سوویت یونین اور برکی کے مابین تعلقات کی اسواری میں حسب معمول ایک رکاوٹ بنا ہوا ہے۔

بحار: پونٹوس Pontus اور میسوسوٹما کے

ایک لاکھ دس ہزار حود بحار Nagorny Karabakh کے علاقے میں (وہاں کی کل آبادی کا نواسی فی صد) اور سترہ ہزار تین سو ادرمجان کی جمہوریت کے نامی حصے میں۔

۱۹۳۹ء کی مردم شماری کے مطابق سوویت یونین کے ارمنوں کی تعداد اسی لاکھ اوں ہزار تھی۔ ارمنیہ کی جمہوریت میں بارہ لاکھ انسانی ہزار باسو باوے کی کل آبادی میں تیار لاکھ ارمنی تھے۔ Nagorny Karabakh کے حود بحار علاقے میں کل آبادی د نوے فی صد تھی، لکن ادرمجان کی جمہوریت کے نامی حصے میں کل آبادی کا صرف س فی صد۔ حارماہ میں ان کی تعداد حار لاکھ پچاس ہزار تھی۔ سوویت یونین کی ارمنی آبادی ۱۹۲۰ اور ۱۹۳۹ء کے درمیان مجموعی طور پر سس فی صد بڑھ گئی تھی۔

سماں اور لسان میں ۱۹۱۴ء میں تقریباً پانچ ہزار ارمن تھے۔ ۱۹۳۹ء میں لسان میں ان کی تعداد اسی ہزار تھی اور سماں میں ایک لاکھ سے زائد۔ ۱۹۳۹ء میں اسکندریہ (Alexandretta) کی سحر کے برکی سے دوبارہ الحاق کے بعد پچاس ہزار ارمنوں نے اس ملک کو ترک کر دیا۔ جب ۱۹۴۵ء میں سوویت حکومت نے ارمنوں کو سوویت ارمنیہ میں واپس آنے کی دعوت دیے ہوئے ان کے نام اسی اسدعا سائن کی تو یہ دعوت سماں کے تقریباً دو لاکھ ارمنوں سے تعلق رکھتی تھی، جو بالخصوص حلب اور نعروں میں رہتے تھے (حلب: انک لاکھ، کل تعداد دو لاکھ ساٹھ ہزار میں سے)۔ ایران میں ۱۹۲۶ سے ۱۹۳۹ء تک ارمنی آبادی پچاس ہزار سے ایک لاکھ پچاس ہزار ہو گئی۔ تقریباً پانچ سو سوویت ارمنیہ چلے جانے کی خواہش ظاہر کی اور ایران کے ارمنی ان ساٹھ ہزار سے ایک لاکھ تک ارمنوں کا جبرو غالب بھی ہو سماں، لسان، ایران اور

المعقونی: لُڈان، ص ۲۳۷)۔

بحاری ہندووار اور صنعت: ارمینہ کو اسلامی خلاف کے زرخیز ترین صوبوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ یہاں غلہ اس قدر افراط سے پیدا ہوتا تھا کہ اس کا کچھ حصہ باہر، مثلاً بغداد بھیجا جاتا تھا (دیکھئے الطبری، ۳: ۲۷۲ تا ۲۷۵)۔ اس کی جھلیں اور دریا بھی، جس میں جھلیاں کثرت تھیں، بحارب درآمد میں مدد دیتے تھے۔ جھلی واں سے ایک قسم کی ہیرنگ (herring، عربی: طریج) کثیر مقدار میں دستیاب ہوتی تھی، جو یوروں وسطی سے نمک لگا کر حرائر سرو الہند (East Indies) تک بھیجی جاتی تھی (نہول الفروسی، طبع ویسٹفیلڈ، Wustenfild، ۲: ۳۰۲)، اس نمک جھلی کی آج کل بھی پورے ارمینہ، آذربائیجان، فارس اور اسسائے کوچک میں بہت مانگ ہے۔

سب سے بڑھ کر ارمینہ معدنیات میں دولت مند ہے۔ چاندی، سسہ، لوہا، سکھیا، بھنکری، تارہ اور لندھک یہاں خاص طور پر دستیاب ہوتی ہے، سونا بھی مفعود نہیں ہے۔ اس بارے میں بہت کم معلومات ملتی ہیں کہ عربوں نے ان ہندوواروں سے کس حد تک فائدہ اٹھایا۔ صرف اس قصہ ایک ایسا مصنف ہے جس نے ہمیں ارمینہ کی قدرتی ہندووار کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔ ارمینی مصنف Leontius کے سان کے مطابق چاندی کی کانیں آٹھویں صدی میلادی کے حتم پر دریافت ہوئی تھیں۔ تراسہ نہ چاندی (اور سسہ) کی ان کانوں سے مطابقت رکھتی ہیں جس سے گوموش حانہ (اب گومس حانہ = چاندی گھر) میں کام لیا جاتا ہے، جو طرائروں اور ارر روم کے درمیان نصف فاصلے پر واقع ہے (اس موضوع پر دیکھئے Erdkunde Ritter، ۱: ۲۷۲ اور Reise nach Persien Wagner، ۱: ۱)۔

درمیان ایک عبوری سرزمین کے طور پر اور یورپین اور اسلامی سبیط کے درمیان ایک سرحدی علاقے کی حیثیت سے ارمینہ نے قرون وسطیٰ میں ایک اہم اقتصادی کردار ادا کیا ہے۔ کثیر تعداد میں جو بحارب اور کاروان اسے عبور کرتے تھے وہ مقامی صنعت کے فروغ میں معاون ہوئے، جسے بحارب کی طرح قدرتی ہندووار کے اعتبار سے ملک کی دولت مندی کی نائید حاصل تھی۔ ارمینہ کی بحاربی اہمیت کا باعث ۳۔ سے عبوری راستوں کی موجودگی بھی تھی، جو اس سرزمین کو قطع کرتے تھے اور جن میں سے اہم ترین کی نصف عرب بحارباؤسوں نے سان کی ہے۔ ان راستوں سے عربوں کے بحربی مفاد کو یقوت حاصل ہوئی تھی، جسے وہ ان کے بحاربی فوائد کے مقابلے میں زیادہ وقعت دیتے تھے۔ اسی وجہ سے انہوں نے ریل کے بڑے راستوں کو، جو عرب ہندووار دسمتہاہ تھا، انک دوسرے سے ملا دیا تھا۔ راستوں کی درستی اور ان کی حفاظت مسلم والی نے فرائض میں داخل تھی، یہاں تک کہ آج کل بھی ارر روم، جو سب سے بڑے راستوں کا نقطہ اتصال ہے، بحربی اعشار سے نہایت اہم جگہ ہے، ہونا کہ اسے کوچک کی کاند ہے۔

ارمینہ کا یورپین سے طرائروں (طرائرہ) کے درمیان رسل و رسائل کا سلسلہ قائم تھا، جو یورپین بحاربی مال (بالخصوص قیمتی سامان) کے لیے بڑا مرکزی مقام تھا۔ سلوں میں، جو وہاں ہر سال بڑے سمائے پر کٹی ہار لگتے تھے، تمام اسلامی دنیا کے باہر سرکٹ کرتے تھے۔ آمد و رفت عام طور پر طرائروں سے دہل اور قالملہ (ارر روم) تک ہوئی تھی۔ انراں میں ارمینی باہروں کے لیے سب سے زیادہ اہم بحاربی مڈی ری کا سہر تھا (دیکھئے اس القیہ، طبع د حویہ de Georje، ص ۲۷۰)۔ وہ بغداد سے بھی براہ راست بحاربی تعلقات رکھتے تھے (دیکھئے



۱۷۲ بعد: نسر قب مادہ گوموش-جانہ - تیرب  
 Bayburt [ابورد] اور ارغہ [رک تانہا] میں بھی  
 اہم کانیں موجود تھیں - کدایک Kedabeg  
 (ایلراوینول- گنجہ اور کوک چای کی جھیل کے  
 درمیان) کی قدیم اور بہت بڑی نالی کی کان اور  
 کلاکت Kalakent میں واقع اسی کی ایک ساح  
 ۱۹۱۴ء سے بھی پہلے بہت بڑی پا چکی تھی (دیکھئے  
 Lehmann Haupt *Armenien einst und jetzt* : ۱۰  
 ۱۲۲ بعد) - آج کل آلہ وردی Alaverdy، رہسور  
 Zangezur اور اریوان میں نالی کی اہم نشان  
 ہیں - ناہم گرنشہ رمانی میں ارمسہ کی سب سے  
 زیادہ رہسور کانیں نمک کی تھیں، جن کی مداوار  
 شام اور مصر، مصری، انی بھی - قرون وسطی کے  
 مصنفین نے ان نمک کی کانوں کا ذکر کیا ہے وہ  
 غالباً جھیل وان کے شمال مغرب میں واقع تھیں -  
 نمک کا ایک وسیع قطعہ نالابی الرس (Araxes) کے  
 جنوب اور یغریمان (Keghizman) کے مغرب  
 کی طرف کلب Kulp میں تھا (دیکھئے Ritter : کتاب  
 مد لور، ۱۰ : ۲۷۰ بعد اور Radde *Vier Vorträge über den Kaukasus* ص ۷۷) - آج کل اریوان ایک  
 صنعتی شہر ہے، جہاں مسسین نالی کے کارخانے  
 اور آچار، مرتے، دھوا کو اور مصنوعی ریش و عریہ کے  
 کارخانے بھی ہیں

قرون وسطی میں ارمسہ بڑا سہ، رنگے اور  
 کاڑھے کی صنعتوں کے لیے سب سے زیادہ مشہور تھا -  
 ذیل اس صنعتی سرگرمی کا ذکر ہے - وہاں شاہدار  
 اوبی کپڑے بنا رہے تھے اور ان کے علاوہ قالین  
 اور سل بوٹوں سے آرائشہ رنگ رنگ کے ریشم کے  
 بھاری کپڑے (عربی : تریوں) بھی، حوناہر کے ملکوں  
 میں بھی فروغ ہوئے تھے - فریر، ایک قسم کا کڑا جس  
 میں سے اودا رنگ نکلتا تھا، رنگے کے کام آتا تھا -  
 ایک طویل عرصے تک ارمسی قالین بہترین صنعت کے  
 بعد سمجھے جاتے تھے - دس سے حد کلمہ

ص ۹۱ بعد  
 مآخذ: (الف) عام تصانیف : (۱) *Geogr des*  
 L. Indji- *quatre parties du monde*، ارمی زبان میں، ار-  
 Com- J Renne (۲) ۱۸۰۶ء، ویس ۱۸۰۶ء، (۳) *parative Geogr of West Asia* لندن ۱۸۳۱ء،  
 ۹۷۲ تا ۷۸۸، ۷۷۹ : ۹، *Erdkunde* K Ritter  
 تا ۱۰۹ و ۱۰۷ : ۲۸۵ تا ۸۲۵، (۴) *Spiegel*  
 ۱۸۷۱ء، (۵) *Erantische Altertumskunde*،  
 ۱۳۷ تا ۱۸۸، ۳۶۴ تا ۳۶۸، (۶) *Armenia and the Armenians* ویس ۱۸۷۴ تا ۱۸۷۵ء،  
 (۷) *Dict de geogr univ* Vivien de Saint-Martin،  
 ۲۱۳ : ۲۱۷ تا ۲۱۷ (۸) *Geogr Univ*، ۱۸۸۱ء، ۲۴۳ تا ۲۸۳ : روسی  
 ارمیہ و ۱۸۸۳ء، ۳۲۱ تا ۳۷۷ : ترکی ارمیہ، (۸)  
*La turquie d'Asie* V Cunet، ح ۱ تا ۳، پیرس ۱۸۹  
 تا ۱۸۹۱ء، (۹) *H Gelzer (Petermann)*، در *Realencycl*  
*der protest theologie* (طبع ثالث)، ار Herzog-Hauck،  
 ۶۳۰ تا ۶۴۰، جو خاص طور پر کلیسا کی تاریخ سے

بحث کرتی ہے، (۱) C F Lehmann-Haupt  
 Armenien einst und jetzt، برلن ۱۹۱۰ء (۱۱)  
 'Géogr univ'، 'L'Asie occidentale' R Blanchard  
 مصنفہ Gallois و Vidal de la Blache (۱۹۲۹ء)  
 (ب) تاریخ اور تاریخی جغرافیہ - (۱۲)  
 Hist de l'Arménie depuis l'origine du Canicea،  
 monde jusqu'à l'année ۱۷۸۴ (در ارمینی)، ویس  
 ۱۷۸۴ تا ۱۷۸۶ء، طبع انگلری (Chanuch)، ار  
 I Aruz، کاکہ ۱۸۲۷ء (۱۳) Saint-Martin  
 Mémoire hist et géogr sur l'Arménie، پیرس  
 ۱۸۱۸ء (۱۴) Hist de l'Arménie Issaverdenz  
 ویس ۱۸۸۷ء - ارمینہ کی قدیم ترین تاریخ پر دیکھیے  
 Materialien zur älteren Gesch. C F Lehmann (۱۵)  
 chichte Armeniens und Mesopotamiens، برلن  
 ۱۹۰۷ء (۱۶) M Streck، در ZDMG، ۶۲، ۷۵۵  
 Das Gebiet der asiatischen Mesopotamiens  
 heutigen Landschaft Armenien, Kurdistan und West  
 persien nach den babylonischen Keilschrift، در  
 ZDA، ۱۳، ۱۴، ۱۵؛ (۱۷) H Berberian  
 'vertes archeologiques en Arménie de 1924 to 1927'  
 Rev des Ét arm، ح ۷ (۱۹۲۷ء) (۱۸)  
 Verkehr und Handel im Alten K von Hahn  
 Kaukasus، در Peterm Mus، ۶۹، ۱۹۲۳ء  
 Grundriss der Geogr Fr Hommel (۱۹) des alt  
 Orient، میونخ ۱۹۰۳ء، ص ۳۷ تا ۴۰  
 Hayastan (L Arménie avant L Alishan (۲۰)  
 'qu'elle fut l'Arménie'، ویس ۱۹۰۴ء (۲۱)  
 Lehrbuch der alt Géogr H Kiepert، برلن ۱۸۷۸ء  
 Pauly-Wissowa (۲۲) ۹۰ تا ۸۳ء؛  
 Realencycl der klass Altetumwiss، ۲ : ۱۱۸۱  
 Über die älteste H Kiepert (۲۳) : ۱۱۸۲  
 Landes - und Volksgesch von Armenien، در

Monatsschr der Berl Ak d Wiss، ۱۸۶۹ء (۲۴)  
 Georgius Cyprius، طبع Gelzer، لایپزگ ۱۸۹۰ء و طبع  
 Honigmann، مع Synekdemosis de Hierocles، برسلر  
 Beitr zur Kiepert و Strecker (۲۵) ۱۹۳۹ء  
 Erklärung des Rukzuges der 10,000  
 Armenia in the 5th century I V Akerdov (۲۶)  
 (در روسی)، طبع ثالث، نجوان ۱۸۹۷ء؛ (۲۷) H Karbe  
 Der marsch der 10,000، برلن ۱۸۹۸ء (۲۸)  
 Romisch-Armenien im 4-6 Jahrh. K Guterbock  
 در Schirmer Festschrift، کوانگرسبرگ  
 ۱۹۰۷ء (۲۹) Erānsahr J Markwart، برلن ۱۹۰۱ء  
 ص ۱۱۱ تا ۱۱۲، ۱۱۴، ۱۱۶، ۱۶۹ تا ۱۷۰ (۳۰) F Murad  
 Ararat and Masis، هائڈل برگ ۱۹۰۱ء (۳۱)  
 Die altarm Ortsnamen K Hubschmann، در  
 Indogerm Forschungen، ح ۱۶، سٹراسبورگ  
 ۱۹۰۴ء، ص ۱۹۷ تا ۲۱۰ (۳۲) J Markwart  
 Untersuch zur Gesch von Eran، ح ۲، لایپزگ  
 ۱۹۰۵ء، ص ۲۱۸ تا ۲۱۹ (۳۳) K Montzka  
 Die Landschaften Grossarmeniens bei griech und  
 N Adontz (۳۴) ۱۹۰۶ء؛  
 Armeniya v epoxu Justinijana (در روسی)،  
 سٹ پٹرزبرگ ۱۹۰۸ء و (۳۵) مصنف مذکور :  
 Hist d'Arménie Lesorigines (du X<sup>e</sup> au VI<sup>e</sup> siècle av  
 : S J، P G Meccerian (۳۶) ۱۹۳۶ء (C)  
 Bilan des relations arméno-iraniennes au VI<sup>e</sup> siècle  
 (cahier)، در Bulletin armenologique، دفتر J-C  
 P P (۳۷) ۱۹۵۳ء، ح ۳، بیروت ۱۹۵۳ء  
 Byzance avant l'Islam Goubert، ح ۱ (۳۸)  
 L'Orient sous les successeurs de Justinien L'empe-  
 reur Maurice، پیرس ۱۹۵۱ء

مدرجہ ذیل تصانیف قدیم اور وسطی عہدوں سے

متعلق ہیں : (۳۸) Sasūm und das Tomaschek

Indjidjan، ویس ۱۸۳۲ء (در ارمی) 'دنکھے بیر (۵۴)  
 Popoer von Gross-Arm L Alishan ویس ۱۸۵۵ء و  
 Geogr der provinz Shirakh (ویس ۱۸۷۹ء) و  
 Sisuan (ویس ۱۸۸۵ء) و Airarat (ویس ۱۸۹۰ء) و  
 Sisakan (ویس ۱۸۹۳ء)، سب ارمی میں (۵۵)  
 Die Landschaftsgrenzen des sudl H Kiepert  
 Monatsber، در Armeniens nach einheim Quellen  
 Thopdschian (۵۶) ۱۸۷۳ء، der Berl Ak d Wiss  
 Die inneren Zustände Armeniens unter Aschot I  
 Mittel d Seminars fur orient Sprachen in Berlin  
 ۱۹۰۴ء، حصہ ۲ ص ۱ تا ۱۵۳ (۵۷) مصنف: مہر دور  
 Polit und Kirchengesch Armeniens unter Aschot I  
 und Smbat I (معلقہ مذکور، ص ۹۸ تا ۲۱۸) (۵۸)  
 Gesch des Heraklius Scheos (زمانہ ۴۵۷-۴۵۹ء تا  
 ۶۰۲ء)، اور Leontius (زمانہ ۵۳۲ تا ۷۷۹ء) (۵۹)  
 H Hubschmann نے ارمیہ کے متعلق ان انواب کا جو  
 Zur Gesch Armeniens und der ersten میں Scheos  
 Kriege der Araber، لائبرک ۱۸۷۵ء، میں ترجمہ کر  
 دیا ہے، دنکھے بیر (۶) Jean Catholico  
 V de Saint-Arménie des origines a ۹25  
 Martin، بیرس ۱۸۴۱ء (۶۱) Chevond (Leontius)  
 Hist des guerres et des Conquêtes des Arabes en  
 Armenie، مترجمہ V Chahnazarian، بیرس ۱۸۵۶ء  
 (قہ) A Jeffery، Ghevond's Text of the corresp  
 between Umer II and Leo III، در Harvard Theol  
 Review، ح ۲۷، ۱۹۴۴ء (۶۲) Asoghik of Taron  
 Hist d'Arménie des origines à 1001 (حریم ترجمہ  
 ار H Gelzer و A Bruckhardt، لائبرگ ۱۹۰۷ء،  
 فراسیسی ترجمہ، حصہ اول، ار Dulaurier، بیرس  
 ۱۸۸۳ء و حصہ دوم، ار Macler، بیرس ۱۹۱۷ء؛  
 Thomas Ardzroun (نویں-دسویں صدی) Hist  
 des Ardzrounis، فراسیسی ترجمہ، ار Brosset

Quellgebiet des Tigris، در SBAA، ویانا، ح ۱۳۳،  
 شمارہ ۴، ۱۸۹۵ء اور (۳۹) اسی مصنف کا مقالہ:  
 Hist Topographisches vom oberen Euphrates  
 در Kiepert-Festschrift، بیرس ۱۸۹۸ء (۴۰)  
 Sudarmenien und die Tigrisquellen J Markwart  
 nach griechischen und arabischen Geographien  
 ویانا، ۱۹۳۰ء (۴۱) اسی مصنف کا مقالہ  
 Notes on two articles on Masjafâriqin، در JR 15  
 Die Entstehung der: وہی مصنف (۴۱) ۱۹۰۹ء  
 Orontaba Christiana، در armenischen Bistümer  
 Die I Honigmann (۴۲) ۱۹۳۲ء (۴۳)  
 Osgrenze des byz Reiches von 363 bis 1071، در  
 Corp brux hist byz، شمارہ ۳، رار ۱۹۳۵ء (۴۴)  
 Histoire de l'Arménie des origines à R Grousset  
 1071، بیرس ۱۹۳۷ء (۴۵) Minorsky  
 Studies V Cambridge Oriental Series, in Caucasian History  
 شمارہ ۶، لندن ۱۹۵۲ء

دنکھے علاوہ ارمی، (۴۶) P F Tournebise  
 Hist Pol et relig de l'Arménie، ح ۱ (باقی جلدیں  
 شائع نہیں ہوئیں)، بیرس ۱۹۰۱ء تا ۱۹۱۰ء  
 (۴۷) اسی مصنف کا مقالہ Arménie، در Dict d hist  
 et de géogr eccl، ح ۴، بیرس ۱۹۰۴ء (۴۸)  
 Hist du peuple arm depuis les J de Morgun  
 temps les plus reculés jusqu'à nos jours  
 بیرس ۱۹۱۹ء (۴۹) Etudes hist sur Kevork Aslan  
 des peuple arm، بیرس ۱۹۰۹ء و طبع Macler، ۱۹۲۸ء  
 (۵۰) History of Armenia Vahan، ح ۱، یوسٹ  
 ۱۹۳۶ء؛ (۵۱) Ant, Hist de la ville N Marr  
 d'après les sources et les fouilles، لیب گراڈ ۱۹۳۲ء  
 (در روسی)، (۵۲) Histoire de Pasdermadjian  
 l'Arménie، بیرس ۱۹۴۹ء

قدیم مقامی ارمی مآخذ سے ایک عمدہ تصیف میں  
 کام لیا گیا ہے: (۵۳) Descr de la vieille Arménie، ار

ترجمہ، H Berberian، حواریوں میں ۱۹۳۲ء میں  
*Manr Hetazotut' yunner* (مختصر مطالعات) کے نام سے  
 شائع ہوا تھا، (۷۰) *Armenien unter M Ghazarian*  
*der arab. Herrschaft bis zur Entstehung des*  
*Zeitschr für arm Philol*، در *Bagratiden-reiches*  
 ح ۲، مارورگ ۱۹۰۴ء، ص ۱۳۹ تا ۲۲۵ (۷۵)  
*Armenien vor und während der H Thopdschan*  
*Araberzeit*، در محلہ مذکور، ۲ : ۵۰ تا ۷۱ (۷۶)  
*Choronology of the Governors of Armenia* Vasmer  
 under the early 'Abbasids، در *Zap Kol Vos* ح ۱  
 (۱۹۲۵ء) ص ۳۸۱ بعد، (حرس ترجمہ، وی آنا ۱۹۳۱ء)؛  
*Byzantines and Arabs in the time* I W Brooks (۷۷)  
*of the Early Abbasids*، در *Engl Hist Rev*، ۱۹۱۰ء  
 ۱۹۰۱ء؛ (۷۸) *Die Grundung des Daghaschean*  
*Bagratidenreichs unter Aschot Bagratuni* برلی  
*La dynastie des Bagratides* A Green (۷۹)؛ ۱۸۹۳  
*Journal of the Russian* (روسی میں)، در *Arménie*  
 Minist of I P، سیٹ پشور برگ ۱۸۹۳ء، ۲۹۰  
 ۵۱ تا ۱۳۹؛ (۸۰) *Osteur und J Markwart*  
*ostas Streifzuge*، لائبرگ ۱۹۰۳ء، ص ۱۱۷ تا ۱۸۸،  
 ۳۹۱ تا ۳۶۵؛ (۸۱) *R Khalateantz (Chalatianz)*  
*Die Entstehung der arm Fürstentümer*، در *WZKM*  
 ۱۷ : ۶۰ تا ۶۹، دیکھئے بر (۸۲) *J Laurent*  
*L'Arménie entre Byzance et l'Islam depuis la con-*  
*quête arabe jusqu'en 886*، پرس ۱۹۱۹ء؛ دسویں صدی  
 اور نورطیوں کی دوبارہ فتح کے لیے Grousset اور  
 Honigmann کی سابق الذکر تصانیف کے علاوہ دیکھئے  
 Romanus Lecapenus S Runciman (۸۳) کیمرج  
 ۱۹۲۹ء، ص ۱۵۱ بعد، (۸۴) *Hist de la M Canard*  
 ۱ : ۳۶۲ بعد و  
 مائل، (۸۵) *Un empereur byz G Schlumberger*  
 au X<sup>e</sup> siècle، Nicéphore Phocas، پرس ۱۸۹۰ء؛

در *Collection d'Historiens arméniens* ح ۱،  
 سیٹ پشور برگ ۱۸۰۴ء، ۶۰۷ تک کے واقعات،  
 ۱۷۲۶ء تک جاری رکھا گیا ہے، (۶۴) *Matthew of*  
*Chronicle Fddessa* (ار ۹۵۲ تا ۱۱۳۶ء)، فراسیسی  
 ترجمہ ار Dulaurier، در *Bible Hist arm*، ۱۸۵۸ء  
 - بکر ترجمہ، *Collection Brosset*، سیٹ پشور برگ  
 (دو جلد) ۱۸۷۴ تا ۱۸۷۶ء و *Deux historiens*  
*arméniens*، سیٹ پشور برگ ۱۸۷۰-۱۸۷۱ء، میر  
 بی و فائیس بویس کا ترجمہ ار *Hist de la Orbelian*  
 Langlois (۶۵)؛ سیٹ پشور برگ ۱۸۶۴ء، (۶۵)  
*Collection des historiens anciens et modernes de*  
*l'Arménie*، پرس (دو جلد) ۱۸۶۷-۱۸۶۸ء، (۶۶)  
*La domination arabe en* J Muyeldermans  
*Arménie*، ماحود ار *Hist universelle Vardan*  
 لوس - پرس ۱۹۲۷ء

عرب حملوں اور عرب سلط کے بارے میں دیکھئے  
 (۶۷) اسلادری، *دوح البلدان*، ص ۱۹۳ تا ۲۱۲ (ترجمہ ار  
 Murgottan و Hittu، دو جلد، بیوارک ۱۹۱۶-۱۹۲۴ء)؛  
 (۶۸) ابطری (حوالہات حو متں مادہ میں مذکور ہیں)،  
 (۶۹) الیموبی، ص ۱۹۰ تا ۱۹۱ (ارمینہ سے متعلق حو  
 ساناب اسلادری اور الیموبی نے دیے ہیں ان کا روسی ترجمہ  
 P Zure نے کر دیا ہے، ناکو ۱۹۲۷ء، در *Materials*  
*for the History of Azerbaydjan*، کراسہ (Fascicule)  
 ۳ و ۴۔ اسی مصنف نے اس الاثیر کے ان ساناب کا  
 بھی ترجمہ کر دیا ہے حو قفقار سے متعلق ہیں، ناکو  
 ۱۹۲۰ء؛ (۷۰) نام بہاد واقدی: *Gesch der Eroberung*  
 . . *von Mesopotamien und Armenien*، هامورگ  
 ۱۸۳۷ء، (۷۱) *Textes arabes B Khalateantz*  
*relatifs à l'Arménie*، وی آنا ۱۹۱۹ء؛ پہلے عرب حملوں  
 کے لیے (۷۲) *Les invasions arabes en* H Manadean  
*Arménie*، در *Byzantion*، ح ۱۸، ۱۹۳۶ تا ۱۹۳۸ء؛  
 بر (۷۳) H Manadean کے ایک رسالے کا فراسیسی

*La dynastie* (Crop brux hist byz) اور ح ۲،  
*macèdonienne* (۸۶۷ تا ۶۹۵)، سیٹ پیٹرر برک  
 ۱۹۰۲ء (دز روسی، فراسیسی ترجمہ صرف حصہ دوم  
 کا، متون عربی، برسبر ۱۹۵۰ء) دیکھیے بیر (۹۷)  
*Regesten der Kaiserurkunden des F Dolger*  
*oström Reiches*، میونخ - برلن ۱۹۲۳ تا ۱۹۳۲ء  
*Armenia and the Byz S Der Nersessian* (۹۸)  
*Empire A brief study of Armenien art and*  
*civilization*، ہارورڈ یونیورسٹی، ۱۹۳۵ء (۹۹) علاوہ  
 ارین آرمینیہ سے متعلق وہ ابواب جو سریانی تواریخ  
 (بل منہرہ کا نام دھاد Denis، یصنٹس کا Elias، معائیل  
 الشامی، ابن العربی)، میں ہیں، بیر وہ تصانیف جو تاریخ  
 اسلام و خلفاء سے متعلق ہیں، خصوصاً (۱) - سامدون  
 پر Defilement کا مقالہ (Memon) (در ۱۸۸۸ء سلسلہ  
 چہارم، ح ۹ و ۱) آرمی نسل کے ان لوگوں کے  
 بارے میں جو عربوں کی تاریخ اور ادب میں مذکور  
 ہوئے ہیں (۱) I Kračkovsky نے *Encyclopaedia*  
*of Soviet Armenia* (ایرٹوان) میں انکارتوٹس، ابوالح  
 الارسی اور ندرالحمالی پر مقالات لکھے ہیں (سہرام  
 کے لیے دیکھیے اوپر)

سلطنتی عہد کے لیے نژاد ماخذ (۱۰۲) Lastivert  
 کے Arisakès، (Arisdagües of Lasdiverd) کی تاریخ  
 ہے، طبع ارسی، ونس ۱۸۴۵ء، فراسیسی ترجمہ،  
 ۱۸۶۳ء (۱۰۳) Ganazak کے Kirakos، (Guiragos)  
 (بیرہویں صدی) سے ۱۱۶۵ء سے ۱۲۶۵ء تک کے واقعات  
 کا ہم عصر بیان لکھا ہے، طبع ارسی، مانسکو ۱۸۵۸ء  
 و ونس ۱۸۶۵ء، فراسیسی ترجمہ ار Brosset  
 ۱۸۷۰ء تا ۱۸۷۱ء، دیکھیے بیر (۱۰۴) J Laurent  
*Byzance et les Turcs seldjoucides dans l Asie occi-*  
*dentale jusqu'en 1081*، پیرس ۱۹۱۳ - ۱۹۱۴ء اور  
 وہ ماخذ جو وہاں مذکور ہیں، (۱۰۵) C Cahen  
*La campagne de Mantzikert d'après les sources*  
*musulmanes*، در Byzantion، ۹ (۱۹۳۳ء) : ۶۱۳ بعد

(۸۶) *L'épopée byz. à la fin du X<sup>e</sup> siècle*  
 ح ۱، ۱۸۹۶ء (۱۹۲۵ء) و ح ۲، ۱۹۰۰ء (حصہ اول،  
 John Tzimisces، حصہ دوم، Bostil II) (۸۷) متعدد مقالات،  
 ار N. Adontz، شائع شدہ در *Byzantion (Les Taronites*  
*en Arménie et a Byzance* ۹ (۱۹۳۴ء) : ۷۱۵  
 بعد و ۱۰ (۱۹۳۵ء) ۵۳۱ بعد و ۱۱ (۱۹۳۶ء) :  
 ۲۱ بعد، ۱۲ و ۱۳ (۱۹۳۵ء) : ۴۰۷ بعد، *Notes*  
*arméno-byzantines*، ۹ (۱۹۳۴ء) ۳۶۷ بعد و ۱  
 (۱۹۳۵ء) ۱۶۱ بعد، *Tornik le Moine*، ۱۳ (۱۹۳۸ء)  
 ۱۴۳ بعد) و در *Ann de l'Inst de Philol et d' Hist Orient*  
*Bruxelles* ۱۹۳۵ء ح ۳، ۱۹۳۵ء (۸۸) مقالات ار V Laurent، در  
*d'Orient* ح ۳، ۱۹۳۸ء و ح ۳۱، ۱۹۳۹ء (۸۹)  
 مقالات ار Grigor Magistros et ses H Tarossian  
*rapports ave deux émirs musulmans* در RLI  
 ۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۷ء (۹) یورپ میں بعض ارسوں کے  
 موصف پر ار Leroy-Mohringen، در *Byzantion*، ۱۱  
 (۱۹۳۶ء) : ۵۸۹ بعد و ۱۲ (۱۹۳۹ء) ۱۴۷ بعد  
 (۹۱) مقالہ ار Einverlebung arm Territ- Akulian  
*torien durch Byzanz im XI Jahrhundert* ۱۹۱۲ء  
 (۹۲) مقالہ ار Z Avalichvili *La succession de*  
*David d'Ibérie*، در *Byzantion*، ۸ (۱۹۳۳ء) : ۱۷۷  
 بعد، نازک وطن ارسوں کی یورپی مملکت میں  
 آبادکاری کے لیے N Adontz کے مذکورہ بالا مقالات کے  
 علاوہ دیکھیے : (۹۳) Grousset، کتاب مذکور، ص ۴۸۸  
 تا ۴۸۹، ۵۱۱ تا ۵۲۲؛ و (۹۴) H Grégoire  
*Mélis le Magistre*، در *Byzantion*، ۷ (۱۹۳۳ء) :  
 ۷۹ بعد و کتاب مذکور، ص ۲۳ بعد،  
*Nicephore au col roide* : (۹۵) ان تصانیف سے بھی  
 رجوع کرنا چاہیے جو یورپی تاریخ سے متعلق ہیں  
 (دیکھیے *Byz Litteraturgesch* Krumbacher، طبع  
 ثانی، ۱۰۶۸ تا ۱۰۶۹)، اور (۹۶) اشاعاب Vasiliev  
*Byzance et les Arabes* : ح ۱، *La dynastie amorienne*  
 (۸۲۰ تا ۸۶۷ء)، فراسیسی ترجمہ، برسبر ۱۹۳۵ء

اور (۱۲۰) *Les Lusignan de K J Basmadjian*  
*Pontou au trône de la Petite Arménie*، در JA، سلسلہ  
 دہم ۷: ۵۲۰ بعد۔

قروں وسطی کے حصہ ایانکاروں کی فراہم کردہ  
 معلومات کے لئے دیکھیے (۱۲۱) BGA، طبع دوحید  
 de Geoje (۱۲۲) BAHG، طبع Mžik (۱۲۳)  
 یاقوب، ۱: ۲۱۹ تا ۲۲۲ (مت) *Die Quellen in Heer*  
*Yakūt's Geogr Wörterb*، ۱۸۹۸ء، ص ۶۲ تا ۶۳،  
 (۱۲۴) انوالمداء، تقویم، ص ۳۸۷ تا ۳۸۸، (۱۲۵)  
 Le Strange، ص ۱۲۹ تا ۱۳۱، ۱۳۹ تا ۱۴۱، ۱۸۲ تا  
 ۱۸۴، *Kulturgesch des Orients* A v Kremer (۱۲۶)  
 ۱: ۳۴۲ تا ۳۴۴، ۳۵۸، ۳۶۸، *unter den Chalfen*  
 Renseignements fournis N A Karaulov (۱۲۷)  
*par les écrivains arabes sur le Caucase, l'Arménie*  
*Sbornik materialov dlya et l'Adharbaydjan*  
 ۱: ۲۹، ۳۱، *opisaniya mestnostey i plerien kavka-a*  
 ۳۲ و ۳۸، نفیس ۸، ۱۹۶۸ء (Dizze) Zaze (۱۲۸)  
 یاقوب میں سے فقار سے متعلق بنات کا روسی ترجمہ،  
 طبع Acad of Sciences کی آدریجان کی Inst of Hist  
 B Khalateantz، روسی مذکرہ، در *Handes*  
 Amsorya (وی آنا)، ۱: ۲۷ تا ۲۸، ۵۳ تا ۵۴، ۱۱۲  
 تا ۱۱۳، ۱۷۶ تا ۱۷۷، ۲۵۲ تا ۲۵۳، ۱۸: ۵۳  
 تا ۵۴، ۳۶۷ تا ۳۶۸

گزشتہ صدی کی جنگوں پر دیکھیے (۱۳۰)  
*Gesch der Feldzüge des Generals V Uschakoff*  
*Paskewitsch in der asiat Türkei während der*  
*Jahre 1826-1829*، (طبع حرمس، لائپزگ ۱۸۳۸ء؛  
 قسٹ Erdkunde Ritter، ۱۰: ۳۱۳ تا ۳۲۲) اور  
 (۱۳۱) *Der persische Krieg 1826-1828* W Potto  
 (سیٹ پیٹربرگ ۱۸۸۷ء بعد)۔

جنگ کریمیا (Crimea) کے بارے میں دیکھیے  
 تصانیف از (۱۳۲) Rustow (۱۸۵۵ء بعد)، نیر (۱۳۳)  
 Bazancourt (طبع حرمس، وی آنا ۱۸۵۶ء) و (۱۳۴)

(۱۰۶) مصنف مذکور *Lapremière pénétration turque*  
*en Asie Mineure*، در Byzantion، ح ۱۸، ۱۹۳۸ء،  
 مفصل تر فہرست مآخذ کے لئے دیکھیے مادہ (آل) سلحوق  
 (۱۰۷) راہب Maia'ia بے محل حملے کی ایک  
 تاریخ لکھی: ارمی طبع، سیٹ پیٹربرگ، ۱۸۷۰ء، روسی  
 ترجمہ از Patkancan، سیٹ پیٹربرگ، ۱۸۷۱ء،  
 فراسیسی ترجمہ از Brosset، ۱۸۷۱ء، (۸) Medsoph  
 کے Thomas نے پندرہویں صدی میں تیمور اور اس کے  
 حاشیوں کی ایک تاریخ لکھی، ارمی طبع از  
 Chahmazarian، پیرس ۱۸۷۱ء

شاہ عباس اول کے عہد میں ارمی مصائب کے بارے  
 میں مآخذ (۹) تیرن کا Aiak'el ہے، جس کی  
 Histoire ۱۶۰۲ء سے ۱۶۶۱ء تک جانی ہے، ارمی طبع،  
 انصرڈم ۱۶۶۹ء، فراسیسی ترجمہ از Brosset

ارمینہ الصغریٰ کی سلطنت کی تاریخ پر (۱۱۰)  
 'B Kugler و F Wilken، *Gesch. der Kreuzzüge*  
 کے علاوہ دیکھیے صلیبی جنگوں کی جدید تاریخ، (مثلاً)  
 Grousset (۱۱۱)، تن خالد، پیرس ۱۹۳۴-۱۹۳۶ء و  
 Runciman (۱۱۲)، تن خالد کیمبرج ۱۹۵۱-۱۹۵۵ء  
 بر (۱۱۳) آخری صلیبی جنگوں کی تاریخ، از Atiya، لندن  
 ۱۹۵۰ء اور (۱۱۴) قرص کی تاریخ، از Hill، کیمبرج  
 ۱۹۵۰ء، علاوہ ازیں دیکھیے (۱۱۵) V Langlois

*Essai hist et crit sur la const soc et pol de*  
*l'Arménie sous les rois de la dynastie roupénienne*  
 در *Mém de l'Ac Impér des Sc de St Pétersbourg*  
 سلسلہ ہفتم، ح ۲ (۱۸۶۰ء)، شمارہ ۳: (۱۱۶) مصنف  
 مذکور، در *Bull de l'Ac Impér*، ح ۴، ۱۸۶۱ء و  
 (۱۱۷) در *Mélanges asiatiques*، ح ۴: (۱۱۸)  
*Étude sur l'org pol, relig et E Dulaunier*  
 'JA، *administi du royaume de Petite Arménie* در  
 ۱۸۶۱ء، ۱: ۳۷۷ تا ۳۷۸ و ۱۸: ۲۸۹ تا ۳۰۷  
 (۱۱۹) اسی مصنف کا مقالہ: *Le royaume de Petite*  
 'Arménie، در RHC Doc arm، ح ۱، پیرس ۱۸۶۹ء؛

*Aperçu de l'hist mod de l'Arménie Vostan, Cahiers d'hist* سے ۱۹۲۲ء تک)۔  
*et de civil arm* ج ۱، پیرس ۱۹۳۸-۱۹۴۹ء (۱۵۶)  
*A searchlight on the Armenian ques-* J Missakian  
 A Nazarian (۱۵۷) ۱۹۵۰-1950، یوسٹن  
*Vértes historiques sur l'Arménie* پیرس ۱۹۵۳ء  
*Die Sonjetunion* W Leimbach (۱۵۸) شٹٹ گارٹ  
 P Rondot (۱۵۹) ۱۹۵۰ء (بیانات متعلقہ روسی ارمینہ)  
*Les Chrétiens d'Orient Cahiers de l'Afrique et l'Asie*  
 ح ۴، پیرس ۱۹۵۵ء، ص ۱۷۱ تا ۱۹۹، دیگر تصانیف  
 میں دیکھئے (۱۶) *Les massacres A J Toynbee*  
*The treatment of arméniens* پیرس ۱۹۱۶ء (۱۶۱)  
*British Blue Armenians in the Ottoman empire*  
 Book، لندن ۱۹۱۶ء (۱۶۲) *Au pays de H Balby*  
*l'epouvante, l'Arménie martyre* پیرس ۱۹۱۷ء (۱۶۳)  
*Le rapport secret sur les massacres* J Lepsius  
*d'Arménie* پیرس ۱۹۱۸ء (۱۶۴) گیمام مصنف  
*Témoignages inédits sur les atrocités turques com-*  
 mises en Arménie پیرس ۱۹۲۰ء (۱۶۵) C Jaschke  
*President Wilson als Schiedsrichter zwischen der*  
*Turkei und Arménien* در MSOS، برلن، ج ۳۸ (۱۹۳۵ء)  
 شماره ۲ ص ۷۵ تا ۸۰، دیکھئے (۱۶۶) A Andonian  
*The Memoirs of Narm bey Turk off doc relative*  
*to the deportations and massacres of Armenians*  
 لندن ۱۹۲۰ء اور (۱۶۷) J de Morgan  
*Essai sur les nationalités (les Arméniens)* پیرس ۱۹۱۷ء  
 ارمینیائی کی تاریخ پر دیکھئے (۱۶۸) A Ter  
*Die arm Kirche und ihre Beziehungen* Mikelian  
 zur byzant. vom 4-13 Jahr، لائیپزگ ۱۸۹۱ء  
*Der gegenwärtige Zustand der arm Kirche* H Gelzer (۱۶۹)  
 در Z f. Theol، ۱۸۹۳ء، ۳۶: ۱۶۳ تا  
 ۱۷۱ (۱۷۰) مصنف مذکور: *Die Anfänge der arm*

Begdano- (۱۳۵) و (۱۸۵۷-۱۸۶۰) Amtschkow  
 vitsch (روسی میں، ۱۸۶۷ء) و (۱۳۶) Kinglake  
 (لندن، طبع ششم، ۱۸۸۳ء) (۱۳۷) C Rousset (پیرس،  
 طبع سوم، ۱۸۹۴ء) (۱۳۸) Geffcken (۱۸۹۱ء) و (۱۳۹)  
 Hamley (لندن، طبع سوم، ۱۸۹۱ء) و (۱۴۰) Rothan  
 A du Casse (۱۸۸۸ء) و (۱۴۱) Kurz (۱۸۸۹ء) و (۱۴۲)  
 Hist de la C Rousset (۱۴۳) نیز (۱۴۴) *guerre de Crimée*  
 پیرس ۱۸۷۷ء (سر اصفہ کیجیجے)  
 (۱۴۵) *Krymskaya vojna* F Tarle، ۲ جلد، ماسکو  
 (۱۹۳۳-۱۹۳۵ء)۔

۱۸۷۷-۱۸۷۸ء کی جنگ پر دیکھئے: (۱۴۵)  
*The Russian army and its campaigns in* Greene  
 ۱۸۷۷-1878، لندن ۱۸۷۸ء (۱۴۶) Jagwitz  
*Von Plevna bis Adrianopol* برلن ۱۸۸۰ء اور  
*Kritische Rückblicke auf den Kuropatkin* (۱۴۷)  
*russisch-türkischen krieg* (در حرمس، ار Kramat  
 برلن ۱۸۸۵-۱۸۸۷ء)۔

ارمینہ میں اسسویں صدی کے آخری دس سالوں  
 میں فساد و فساد کے لئے دیکھئے (۱۴۸) I D Greene  
*The Armenian crisis and the rule of the Turk*  
 لندن ۱۸۹۰ء (۱۴۹) R de Coursons  
*La rebellion arménienne* پیرس ۱۸۹۵ء (۱۵۰) R Lepsius  
*Armenien und Europa* برلن ۱۸۹۶ء (۱۵۱)  
*Les souffrances de l'Arménie* G Godet  
 Neuchâtel، ۱۸۹۶-۱۹۱۵ء کے بعد سے ارمینوں  
 کے قتل عام، حلاوطی اور نقل مکان پر دیکھئے  
 ارمینہ کی جدید تواریخ، جو اوپر مذکور ہیں (یعنی ار  
 J de Morgan، Kevork Aslan، Pasdermadjian)  
*Le peuple arménien, l'Arménie* Tchobanian (۱۵۲)  
 'saus le joug turc' پیرس ۱۹۱۳ء (۱۵۳)  
*L'Arménie et le Proche-Orient* F. Nansen  
 پیرس ۱۹۲۸ء (۱۵۴) Basmadjian  
*Arméniens* پیرس ۱۹۲۲ء (۱۵۵) Pasdermadjian

J Brant (۱۸۹) 'Arménia, etc  
 'JRGs Journey through a part of Armenia  
 'Narrative of a C J Rich (۱۹۰) 'L'Église arménienne  
 'residence in Koordistan  
 'Corresp et mémoires d'un E Bore (۱۹۱) 'voyage en Orient  
 'Travels in Russia and Turkey Armstrong  
 'Wilbraham (۱۹۲) 'F. Dubois de (۱۹۳) 'caucasia, etc  
 'Montpéroux, Voyage autour du Caucase en Georgie,  
 'Arménie, etc  
 'Travels in Koordistan, J B Fraser (۱۹۵) 'Atlas  
 'Mesopotamia, etc  
 'Memoires sur le lac de Van et ses environs  
 'JA Selske سوم، ۹ ۲۶۰ تا ۳۲۳ (۱۹۷)  
 'Narrative of a tour through H Southgate  
 'J Brant (۱۹۸) 'Arménia, Koordistan  
 'Notes of a journey through a part of Koordistan  
 'JRGs H Suter (۱۹۹) 'Notes of a journey from Erzerum to Trebisond  
 'Three Years in G Fowler (۱۹۹) 'Persia, with travelling adventures in Koordistan  
 'L'Église arménienne (حرمس رحمة، Aix-la-Chapelle، ۱۸۸۲) 'Travels and Research in W F Ainsworth (۲۰۰)  
 'Asia Minor, Mesopotamia, Chaldaea and Armenia  
 'Research in W J Hamilton (۲۰۱) 'Asia Minor, Pontus and Armenia  
 'L'Église arménienne (حرمس طبع ار A Schonburgk، مع اضافہ ار H Kiepert  
 'Description Ch Texier (۲۰۲) 'de l'Arménie, la Perse et la Mésopotamie  
 'Wanderungen im Orient K Koch (۲۰۳) 'M. Wagner (۲۰۴) 'Reise nach dem Ararat und dem Hochland

'Kirche  
 'SB de sechs Ges d Wiss (۱۸۹۰) 'Die kathol S Weber (۱۷۱) 'Frieburg im B 'Kirche in Armenien  
 'Die arm. Kirche in ihren Ter Minasiant  
 'Beziehungen zu den syrischen Kirchen  
 'L'Église arménienne N Ormanian (۱۷۳) 'enne, son hist, sa doct, son regim, sa disciplin  
 'sa liturgie, sa littérature, son pres  
 'Arménie. ar Petit l, در  
 'Diction de théologie catholique ح ۱، حصہ ۲.  
 'ح) جغرافیا، علم الانسان، نقشہ روسی  
 'Voy en Turquie Otter (۱۷۴) 'Voyage de Constantinople a D Destini (۱۷۶)  
 'Bassora en 17۵۱، پیرس، سال هم (Handzit  
 'Beschreib seiner Reise Hanway (۱۷۷) 'von London durch Russland und Persien  
 'طبع انگریزی، لندن ۱۷۵۳، سر دیگر  
 'A journey through Persia, J Morier (۱۷۸۱) 'Arménia J.  
 'J C Hoothouse (۱۷۹) 'A journey through Albania and other prov of Turkey  
 'L'Église arménienne (۱۸) 'J M Kinneir (۱۸) 'of the Persian empire  
 'A second journey through Persia, Armenia, etc  
 'Voyage en Perse Dupré (۱۸۲) 'Travels in various W Ouseley (۱۸۳) 'countries of the East  
 'Travels in various countries of the R Walpole (۱۸۴) 'Voyage en A Jaubert (۱۸۵) 'L'Église arménienne  
 'Arménie et en Perse Ker Porter (۱۸۶) 'Travels in Georgia, Persia, Arménia  
 'Relation du voyage de Monteuil (۱۸۷) 'JRGs ح ۳، لندن ۱۸۸۳) 'E Smith (۱۸۸) 'Missionary Researches in Koordistan, . Dwight



Armenien شنت کارث Stuttgart ۱۸۳۸ء (۲۰۵)  
 Crousine et Arménie A N Muravjev (روسی  
 میں، سینٹ پیٹرز برگ ۱۸۳۸ء) (۲۰۶) Brosset  
 Rapports sur un voyage archéologique en Grèce  
 et en Arménie، سینٹ پیٹرز برگ ۱۸۵۱ء (۲۰۷)  
 Reise nach Persien und dem Lande der Armenien،  
 Kurden، لانہرگ ۱۸۵۲ء، Curzon (۲۰۸)  
 ۵ year at Erzeroum, etc.، لانہرگ ۱۸۵۴ء (۲۰۹)  
 Voyage en Turquie et en Perse Hoinmaire de Hell  
 پیرس ۱۸۵۴ - ۱۸۵۶ء، K Koch (۲۱۰)  
 kaukasische Länder und Armenien، لانہرگ ۱۸۵۵ء  
 Transcaucasia، A v Haxthausen (۲۱۱)  
 Rundreise um den N v Seidlitz (۲۱۲) ۱۸۵۶ء  
 Urmiassee، در Petermann's Geogr Mitteil ۱۸۵۸ء  
 Vom Urmiassee zum Blau (۲۱۳) ۲۲ تا ۲۳  
 Vansee، لانہرگ ۱۸۶۳ء، ص ۲۰۰ تا ۲۰۱ (۲۱۴)  
 A journey from London to Persepolis I Ussher  
 لانہرگ ۱۸۶۵ء، Pollington (۲۱۵)  
 Half round the old World, a tour in Russia, the Caucasus Persia, etc  
 لانہرگ ۱۸۶۷ء، Taylor و Strecker (۲۱۶)  
 von Hocharmenien، در Z d Geogr Erdkunde، برلی  
 Wild life among the F Millingen (۲۱۷) ۱۸۶۹ء  
 Koords، لانہرگ ۱۸۷۰ء، Sievers و Redde (۲۱۸)  
 Reise in Hocharmenien، در Petermann's Geogr  
 Mitteil ۱۸۷۳ء، ص ۳۰۱ تا ۳۰۲ (۲۱۹) Radde  
 Vier Vorträge über den Kaukasus، وہی کتاب،  
 Ergänz. Heft، شماره ۳۶، Gotha ۱۸۷۴ء (۲۲۰)  
 Streifzüge im Kaukasus M v Thielmann  
 لانہرگ ۱۸۷۵ء، J B Telfer (۲۲۱)  
 The Crimea and Transcaucasia، لانہرگ ۱۸۷۶ء (۲۲۲)  
 Relation de voyage Deyrolle، در Le Tour du Monde  
 ۲۹ تا ۳۱، ح ۲۹ تا ۳۰، Globus، ح ۲۹ تا ۳۰ (۱۸۷۶ء)؛

Transcaucasia and Ararat J Bruce (۲۲۳) لانہرگ  
 ۱۸۷۷ء و موہتر طعاب (۲۲۴) Creagh  
 Koords and Turks، لانہرگ ۱۸۸۰ء؛ H Tozer (۲۲۵)  
 Turkish Armenia and East Asia Minor، لانہرگ ۱۸۸۱ء  
 Voyage en Arménie et en Perse Frédt (۲۲۶)  
 Aus Transkaukasien W Peterson (۲۲۷) ۱۸۸۵ء  
 und Armenien، لانہرگ ۱۸۸۵ء، G Radde (۲۲۸)  
 Reisen an der persisch-russischen Grenze  
 Au Kurdistan, en H Binder (۲۲۹) ۱۸۸۶ء  
 Mésopotamie et en Perse پیرس ۱۸۸۷ء (۲۳۰)  
 Karabagh G Radde، در Petermann's Mit Erg  
 Muller-Simonis (۲۳۱) ۱۸۸۹ء، Gotha 'Heft no 100  
 و Du Caucase au Golfe Persique Hyvernat  
 واشنگٹن ۱۸۹۲ء (حرس طبع، Mainz ۱۸۹۷ء) (۲۳۲)  
 vom goldenen Horne zu den L. Naumann  
 Quellen des Euphrates، بیروج ۱۸۹۳ء (۲۳۳)  
 A travers l'Arménie russe Chantre  
 (قہ در Globus، ح ۶۲، ۱۸۹۲ء) (۲۳۴) W Belck  
 Untersuchungen und Reisen in Transkaukasien،  
 Hocharmenien, etc، در Globus، ح ۶۳ و ۶۴، ۱۸۹۳ء  
 Reise nach Innerarabien, Kur- v Nolde (۲۳۵)  
 Braunschweig 'distan und Armenien ۱۸۸۵ء  
 Aus kaukasischen Landern H Abich (۲۳۶)  
 Reiseberichte von 1842-1874، وی آنا ۱۸۹۶ء (۲۳۷)  
 Mission scientifique en Perse J de Morgan  
 چار جلد، پیرس ۱۸۹۵ء (۲۳۸) وہی مصنف  
 Mission scientifique au Caucase Ét arch et  
 historiques، دو جلد، پیرس ۱۸۸۹ء؛ H Hep- (۲۳۹)  
 Through Armenia on horseback worth  
 ۱۸۹۸ء؛ I Kračkovskij (۲۴۰) Vioruja zapiska  
 Abú Dulafa v geografičeskom slovarě Iakuta  
 Izbrannye Sočinenija، (Azerbajdžan, Armenija, Iran)،

(۲۵۳) 'Armenien P Rohrbach  
Die Sowjetunion, Natur, Volk und W Leimbach  
Stuttgart, Wirtschaft (۱۹۵۰) (سوویت آرمینیہ سے  
متعلق صفحات) 'P George (۲۵۴) در URSS، پیرس  
(۱۹۴۷) (Collection Orbis)، ص ۴۷ تا ۴۷؛ (۲۵۵)  
'Géogr. phys. et écon. de l' URSS A Fichelle  
ص ۹۷ بعد (معلومات نامت سوویت تصانیف و  
تصانیف، مثلاً 'Revue de la Soc. russe de Geogr.  
و غیرہ P George کی کتاب مذکور میں ملیں گی)،  
دیکھیے نیز (۲۵۶) 'The USSR A geographical  
survey، لندن ۱۹۴۳ء۔

'Physiographie de I Alishan (۲۵۷)  
'l'Arménie H Abich (۲۵۸) ویس ۱۸۷۰ء؛  
'Geolog. Forschungen in den kauk. Ländern  
Die Schwan- R Sieger (۲۵۹) ۱۸۸۷ء تا ۱۸۸۷ء  
'kungen der hocharm. Seen وی آنا ۱۸۸۸ء (۲۶۰)  
'Die Stellung Armeniens im G. W. v. Zahn  
'Gebirgsbau Vorderasiens برلن ۱۹۰۷ء (۲۶۱)  
'Grundzüge des geolog. Baues von J. H. Schaffer  
'Turkisch Armenien در Peterm. Mitt ۱۸۹۶ء؛  
'Carté géol. du Caucase au 1:۱۰۰,۰۰۰ (۲۶۲)  
'Inst. de cartogr. géol. de l'URSS  
۱۹۳۱ء

دیکھیے سر (۲۶۳) 'Erzeroum Topo- Macier  
'graphie d'Erzeroum et sa région در JA، ۱۹۱۹ء؛  
'Le berceau des Arméniens J. Markwart (۲۶۴)  
در 'Revue des Ét. arm. ح ۸، ۱۹۲۸ء۔

وہاں تک ۱۹۱۴ء سے پہلے کے زمانے کی آبادی  
کے اعداد و شمار کا تعلق ہے، دیکھیے (۲۶۵) G. L.  
'Die Verbreitung der N. v. Seidlitz و Selenoy  
'Armenier in der asiat. Türkei und in Trans-Kaukas  
در Peterm. Mitt ۱۸۹۶ء، اور زیادہ جدید اعداد و شمار

اسکو۔ لیس گراڈ ۱۹۵۰ء، ص ۲۸۰ تا ۲۹۲  
(اؤڈلف کے نامے میں دوسری اطلاع در یاموب۔  
معجم البلدان (آذربائیجان، آرمینیہ، ایران)، منتخب تصانیف)؛  
'Geographeskoje N. D. Mikluxe-Maklaj (۲۶۶)  
'sočineje XIII, na peridskom jazyke (novyj istočnik  
'po istoričeskoj geografii Azerbadžana i Arménii)  
'Učenie Zapiski Instituta Vostokovjedenija (۲۶۷)  
ح ۹، ۱۹۵۰ء (فارسی میں تیرہویں صدی کی حواشی کی  
ایک کتاب ہے اور آذربائیجان و آرمینیہ کے تاریخی حواشی کا  
ایک نامادہ۔ "ادارہ مسشرقین کے عالمادہ مسناداد"،  
ان تحقیقی سیاحتوں کے نامے میں جو ۱۸۹۸ء

۱۸۹۹ء میں W. Belck اور C. F. Lehmann نے کیں  
دیکھیے "سر کی رویداد، جو (۲۶۸) 'Jahresberichte der  
'Geschichtswissenschaften، ۱۹۰۱ء تا ۱۹۰۱ء اور (۲۶۹)  
'Armenien einst und jetzt Lehmann-Haupt  
برلن ۱۹۱۰ء - ۱۹۲۶ء، میں درج ہے، (۲۷۰) 'Saire  
'Transkaukasien Persien, Mesopotamien, Transkau-  
'pien Land und Leute برلن ۱۸۹۹ء (۲۷۱) Lynch  
'Armenia travels and studies لندن ۱۹۰۱ء؛ (۲۷۲)  
'Vom Kaukasus zum Mittelmeer P Rohrbach  
لائپزگ ۱۹۰۳ء۔

(۲۷۳) Imperial Russian Geogr. Soc.  
'Memoirs of the Caucasian Section میں بہت سی  
اہم مساویات شائع ہوئی ہیں (روسی میں)؛ دیکھیے  
سر (۲۷۴) 'Committee for Caucasian  
'Statistik (ایلیسراؤتوپول، یفلیس، ۱۸۸۸ء اور قازان،  
۱۸۸۹ء)، 'قبیر مادہ حقل الحارث (ARARAT)

مطالعہ کیجیے پیر (۲۷۵) 'Die B. Plaetschke  
'Handbuch der geogr. Wiss., Band (Kaukasuslander  
'U. J. Frey (۲۷۶) (۱۹۳۵ء)؛ (۲۷۷) 'Mittel-und Osteuropa  
'Vorder-Asien, Schriftumsübersicht 1913-1932  
در 'Geogr. Jahrbuch، ۱۹۳۲ء، ح ۲؛ (۲۷۸)

(ترکسہ نول حربطس، ۱۰۰۰۰۰، ۲۵) (۲۸۳) وہ  
نقشے (بیمانہ ۱۰ : ۸۰) جو قورکسہ، ۱۹۳۶ء میں  
ہیں (صحاح دالب ملطہ، سوس، ارر روم، موصل)؛  
(۲۸۳) نقشہ تیار کردہ 'Notional Geogr. Institute  
پرس، ۱، ۱۹۳۴ء (صفحہ برائے ارر روم)۔  
(د) مآخذ کے بارے میں تصانیف: (۲۸۵)  
*Bibliogr. Caucas et Trans- M Minu aroff*  
*caucas*، ح ۱، سیٹ پیٹرنبرف ۱۸۷۳ - ۱۸۷۶ء؛  
*Armenische Bibliogr., Gesch* P Karekin (۲۸۶)  
*und Verzeichnis der arm Litteratur*  
تا ۱۸۳۳ء (در Neo Armenian، ویس ۱۸۸۳ء) - اہم تر  
تصانیف *Grammatica* H Petermann (۲۸۷)  
*armeniaca* میں مدکور ہیں (Port lingu orient، ح ۶)؛  
(۲۸۸) *Arm Studien* P de Lagarde؛ گوٹس  
۱۸۷۷ء؛ *Gesch der arm Litteratur* Karekin (۲۸۹)  
(در ارس، طبع ثانی، ویس ۱۸۸۶ء)؛ (۲۹)  
*Bibliogr. Univers der arm Hist Litteratur* Patkanean  
(در روسی)، سیٹ پیٹرنبرک ۱۸۸۸ء (۲۹۱)  
*Litterat* در *Abriess der arm Litteratur* F N Finck  
*des Ostens*، ح ۷، لائپرگ ۱۹۰۷ء؛ دیکھیے  
سر (۲۹۲) *Bibliographie de l'Arménie* A Salmalian  
پرس ۱۹۰۶ء اور (۲۹۳) ناب ۱۱، در *Les lettres, les*  
*sciences, et les arts chez les Arméniens*  
جہاں *Hist du peuple armenien* J de Morgan  
۱۹۱۹ء تک کے ارس رسالوں اور محلوں (journals  
and reviews) کے بارے میں معلومات ملیں گی، (*Ararat*،  
*Bulletin* (۲۹۴) دیکھیے سر (*Handes Amsorva, etc*  
*arménologique*، شائع کردہ Père Mecerian، در  
*Mélanges de l'Univ Saint-Joseph*، بیروت ۱۹۳۷ -  
۱۹۴۸ء اور مخصوص محلات (reviews)۔

(M CANARD)

\* آرمینہ : ایران کے صوبہ آذربائیجان کا ایک صلع

کے لیے وہ تصانیف جو اس مادہ رر نظر میں اس  
موضوع پر مدکور ہیں دیکھیے سر (۲۹۶) R Khernian  
*Les Arméniens, introd à l'anthropologie du Caucase*  
۱۹۴۳ء۔  
نقشوں کے لیے دیکھیے وہ حربطے (atlases) جو (۲۹۷)  
Monteith (۱۸۳۳ء) اور (۲۹۸) Dubois (۱۸۳۹ -  
۱۸۸۰ء) کے حالات سفر کے ساتھ شامل ہیں (۲۹۹)  
*Map of Asia Minor and Armenia* Glascott  
(۱۸۵۰ء) (۲۷۰) *Karte von Georgien*, H Kiepert  
*Armenien und Kurdistan* ۱، ۱۵۰۰۰، برلن  
*Karte von Armenien*، وہی مصنف: (۲۷۱) ۱۵۰۰۰،  
*Kurdistan und Azerbeidschan* ۱، ۱۵۰۰۰، برلن  
*Specialkarte des* H Kiepert (۲۷۲) ۱۵۰۰۰،  
*türk Arm* ۱، ۱۵۰۰۰، برلن ۱۸۵۷ء (۲۷۳) وہی  
مصنف: *Carte générale des prov europ et asiat de*  
*L'empire ottoman* ۱، ۳۰۰۰۰، برلن ۱۸۹۲ء (۲۷۴)  
*Karte von Kleinasien in 21 Blatt* H Kiepert  
۱، ۱۹۰۰، برلن ۱۹۰۲ تا ۱۹۰۶ء (۲۷۵)  
نہریں نقشہ Lynch-Oswald کا *Map of Armenia*  
*and adjacent countries*، لندن ۱۹۰۱ء؛ دیکھیے  
سر (۲۷۶) نقشے تیار کردہ *La Turquie Cuinet*  
*d'Asie* ۱۸۹۱ - ۱۸۹۲ء و (۲۷۷) Muller Simonis  
کتاب مدکور، ۱۸۹۲ء (۲۷۸) آرمینہ کا نقشہ، جو  
Hübshmann کے مقالے *Die altarm Ortsnamen*، در  
*Indogerm Forschungen*، ح ۱۶، ۱۹۰۴ء، میں ہے  
اور اس کے ملاحظات (وہی محلہ) تر *Kartenbibliogra-*  
*phie*، جو *Grundriss der iran Philol*، ار F Justi، میں  
دی گئی ہے (۲۷۹) نقشے ار Honigmann *Ostgrenze*  
دیکھیے سر (۲۸۰) *Handy Classical Murray*  
*Maps, Asia Minor*، وہ نقشے جو سیاحوں کے لیے تیار کردہ  
ہدایت ناموں میں پائے جاتے ہیں، مثلاً (۲۸۱) Baedeker  
*Guide Bleu*؛ (۲۸۲) ترکی کے راستوں کا نقشہ

اور سہرہ۔

نام : اسے شامی "آرمیا" لکھتے ہیں، ارمی "آرمہ" Omi، عرب "آرمہ"، ایرانی "آرومی" اور برٹ "آرومیہ" یا "رومیہ" (روم) (یورپی ترکی) سے خیالی استعار کی بنا پر)۔ بہر حال یہ نام کسی غیر معنیٰ غیر ایرانی اصل کا ہے۔ آسوری ماحد میں یہ نام من Mann میں جھل ارمہ کے قریب ایک جگہ کا نام آرمیہ Umerate لکھا ہے (قبت Streck، در ZA، ۱۴، ۱۳۰، Das Reich Belck der Mannu) Verhandl. d. Berl. Gesell. f. Anthropol. ۱۸۹۴ء، اور یورسکی Kelushin Minorsky، ۱۹۱۷ء [۱۷۰]۔ دوسری طرف آرمیہ کی جغرافیہ نویس اس نام سے واقف نہیں تھے اور اسی طرح آوستا Avesta اور نہاوی ماحد بھی (قبت Jackson: کتاب مذکور، ص ۸)۔ سابی، ۱۹۰۰ء کی آرمی جغرافیہ دان بھی یہ نام نہیں لے چکے (قبت Erānsahr Marquart)، اس کے باوجود یہ مؤلف برسی روایت میں، جس کا عربوں نے روایت کیا ہے (قبت البلاذری، ص ۱۳۱) اس حیرت دہنے، ص ۱۱۹، رورسب کی نامے سائنس ارمہ بتائی گئی ہے۔

جغرافیہ: صلح ارمہ کی حد بندیوں کے بحیرہ ارمہ میں بحرہ ارمہ ہے اور مغرب میں وہ سلسلہ کوہ جو شمالاً جنوباً بھلا ہوا ایران کو ترکی سے جدا کرتا ہے۔ شمال میں اس کی حد "ساہ ناریدہ" اوغان داعی نامی سلسلہ کوہ ہے، جو مشرق سے مغرب کو چلا گیا ہے اور صوبے کو سلماں Salmas [رک نان] سے جدا کرتا ہے۔ جنوب کی طرف ارمہ کی حد دریائے عادر کی وادی ہے، جس کا نالائی حصہ اُسو Ushnu [رک نان] میں شامل ہے اور ربریں حصہ سلندور Sulduz [رک نان] کی وادیوں کو سیراب کرتا ہے۔ شمالاً جنوباً آرمیہ کا طول تقریباً اسی میل

اور شرقاً غرباً اس کا عرض پچیس میل ہے۔

صلح ارمہ میں کچھ حصہ میدانی ہے اور کچھ پہاڑی۔ اس علاقے کو جو دریا سراب کرتے ہیں اور جن کا بہاؤ مغرب سے مشرق کی طرف ہے وہ حسب ذیل ہیں :-

(۱) نراندور : صلح مرحمار Margavār کے ندی نالوں کو ملانا ہوا پرگی Nergi کھائی میں سے گزر کر میدان میں چلا جاتا ہے اور اس کے جنوبی حصے کے گرد بہتا ہے۔ دائیں، یعنی جنوبی کنارے کی طرف نراندور میں دریائے قاسم کو بھی شامل ہو جاتا ہے، جو دس میل الصعر میں بہتا ہے۔ ماہ کے پہاڑ مشرقی دس میل اور ڈل Dul کو ایک دوسرے سے جدا کرتے ہیں۔ یہ مؤخرالذکر صلح کھوڑے کے نعل کی شکل کا ہے اور جھل کے جنوب مغربی کنارے پر (سلندور کے شمال میں) واقع ہے۔

(۲) بردہ سور (بردی رباں میں : "سنگ سرح")۔ یہ دریا بندکار کی کھائی میں سے ہو کر، جو ترکی مملکت میں ہے، دسب کے پہاڑی علاقے میں بہتا ہے، جو ارمہ ہی کا علاقہ ہے۔ یہاں سے یہ درہ بند میں ہوتا ہوا میدانی علاقے میں آکر نر سہر ارمہ کے اندر سے گزرتا ہے اور اسی لیے اس کا دوسرا نام سہر حای (یعنی سہر کا دریا) ہے۔

(۳) رورا (روصہ) حای، یہ دریا صلح مرحمار کے پہاڑی علاقے کا بانی لیے جاتا ہے اور جھل تک پہنچنے سے پہلے اس میں سے رراعی نہریں نکالی گئی ہیں۔

(۴) ناری حای : متعدد ندیوں کے ملنے سے بنا ہے۔ ان میں سے جنوبی ندی ترکی کے ایک صلح ڈیری Deri سے نکلتی ہے (یہیں ماریشو کی حامہا ہے)، بہر موضع اڑوں کے بحیرے سے رجبار کے شمالی حصے میں چلی جاتی ہے (یہاں اس کے دائیں کنارے پر دریائے موآنہ اس میں شامل

میں دچس فٹ کی گہرائی پر ایک محرابی چھت کا  
 نہہ خانہ نکلا، اور اس میں سے اسطوائی شکل کی  
 ایک مہر برآمد ہوئی، جس پر بابلی دیوتاؤں کی  
 شکلیں تھیں۔ وارڈ W H Ward نے امریکی رسالہ  
*Amer Journ of Archaeol*، ۱۸۹۰ء، ۱۶۸ تا ۱۶۹،  
 میں اور Lehmann-Haupt نے *Materialien z Alter*  
*Gesch Armeniens*، ۱۹۰۷ء، ص ۸ تا ۱۲، میں اس کی  
 تاریخ نواح دو ہزار مل مسیح<sup>(۱)</sup> متعین کی ہے۔ اگر  
 ارمیہ قدیم اُرمیہ Urmeiate ہی ہے تو یقیناً  
 وہ مانیوں (Mannaeans) (دربیاہ، ۵۷ : ۵۷ء کے ”بسی“)  
 کی سرزمین میں شامل ہوا اور یہ آسوریوں کے  
 حملے کی آماجگاہ اور سلطنت وان (Arartu)  
 کے زیر اثر رہا ہوا (قہرنگی اور  
 قلعة اسماعیل خان کے سنگس حجرے، جو وانی  
 Vannic) وضع کے سے ہوئے ہیں۔ قہرنگی  
 Minorsky، در Zap، ۲۴ : ۱۸۸ تا ۱۹۱، [ظاہر  
 رادوسٹ میں نوہ ٹوٹل برانک سسرا حجرہ بھی ہے]۔  
 ان دونوں ناموں کی صوتی مسابہت کی بنا  
 پر d'Anville کو یہ خیال آیا کہ اُرمیہ کو  
 Θηβαρμαίε سمجھا جائے، جہاں ایک بہت بڑا  
 آس کدہ تھا، جسے ہرقل (Heraclius) نے ۶۲۳ء میں  
 حلا دیا تھا، لہٰذا عجیب بات یہ ہے کہ جس راہ پر  
 خسرو پرویز نے ذہب گرد کی طرف سفر کیا تھا اسی پر  
 ثرمیس (Thebarmais) بھی واقع تھا (قہرنگی  
 Erilkunde Ritter، ۹۴۲ : ۹۴۲)۔ بیوفان (Theophanes) نے  
 اس میں کی رو سے جسے د بور De Boor نے ارسر نو درسٹ  
 کیا، ۱ : ۲۰۸ تا ۲۱۰، ۱۹۰ء، اگر حجرہ (Gazaka)  
 [کے محل وقوع] کو پیس نظر رکھیں تو ثرمیس  
 Thebarmais مشرق کی طرف واقع تھا 'Avatolj' -  
 رالینسن Rawlinson کے بعد سے مؤخرالذکر جگہ  
 بحسب سلیمان [قہرنگی] میں بتائی جاتی ہے؛ اس لیے  
 د بور نے ثرمیس کا تعلق ثرمیس Bithermis،

ہو جاتا ہے، درمیانی ندی بازرگہ (برکی) کی گھاٹی  
 میں سے نکل کر، موضع سرو کے قریب ایرانی  
 صلح بردوسٹ میں داخل ہو جاتی ہے؛ شمالی  
 ندی سلماس کے صلح صومانی [آرک ناں] میں سے  
 آتی ہے۔ ان دونوں ندیوں کا باہی کتوہ محل سر  
 (کردی زبان میں، ”سر ہانڈی“) کے نیچے آکر مل  
 جاتا ہے اور وہ دریا حواں آسوں کے ملے سے بنا ہے  
 وہ قلعة اسماعیل خان شکاک [آرک ناں] کے پس میدان  
 کے شمالی جھٹے میں بہے لگتا ہے۔ اسی کے بائیں  
 کنارے کے شمال میں اوغان طاعی (داعی) کی ڈھلان  
 پر صلح آئرل واقع ہے

اُرمیہ کی چھل سطح سمندر سے چار ہزار دو سو  
 ساس فٹ کی بلندی پر ہے اور خود سہر اُرمیہ چار  
 ہزار اس سو نوے فٹ کی بلندی پر۔ بیرونی جھٹے کی  
 چوٹیوں کی بلندی چار ہزار سات سو اسی، سات ہزار  
 تین سو دس، اٹھ ہزار دس سو دھاوے، اور سرحدی  
 سلسلے کی بلندی گیارہ ہزار دو سو دس، گیارہ ہزار  
 پادسو سانس اور گیارہ ہزار آٹھ سو دس فٹ ہے۔

باہی کی فراوانی کی وجہ سے اُرمیہ کا سدابی  
 علاقہ، جہاں دریاؤں کی مٹی آبی رہی ہے، بے حد  
 زرخیز و شاداب ہے۔ دیہات میں ہریاؤں ہی ہریاؤں  
 نظر آتی ہے۔ پہاڑی اصلاع کی زراعت کا احصار  
 نارس پر ہے اور طبعی حالات بھڑوں کی پرورش کے  
 لیے بہت سازگار ہیں۔

آثار قدیمہ : شہر کے قریب و حوا میں متعدد  
 ٹیلوں (مثلاً گواک پہ، دگلہ، ترمی، احمد، سرتلی،  
 دیرہ پہ) سے بہت ہی قدیم زمانے کی چٹریں دستیاب  
 ہو چکی ہیں (قہرنگی Fundstücke aus Virchow  
 Grabhügeln bei Urmia، در Zeitschr f Ethnologie،  
 ح ۳۲، ۱۹۰۰ء : ص ۶۰۹، ۶۱۲ : Jackson : کتاب  
 مذکور، ص ۹۰ تا ۹۸، Lehmann-Haupt، Armenien،  
 ۱ : ۲۷۶)؛ چنانچہ ۱۸۸۸ء میں گواک پہ کی کھدائی

ساحین الگ بھلگ رہی تھیں جو آدریچاں پر حکومت کرتے تھے۔

حب آدریچاں پر دیلمیوں کی حکومت بھی ہو آرمیہ میں ایک شخص حسناں بن شمر بن ہاشم اس فائدے کے لیے اپنے دورِ عمل کا آغاز ۵۳۴ھ / ۱۱۴۰ء میں شروع کر دیا۔ محاصرے کی حکمت سے حسناں (قبائلی) نے دیلمیوں کے آگے اپنے ساتھ ملا لیا اور مرزبان کی مانتی میں اسے آرمیہ کا حاکم بنا دیا گیا۔ مرزبان کی موت پر حب ۵۳۶ھ میں اس کا بیٹا حسناں اس کا جانشین ہوا جو حسناں بن شمر بن ہاشم کی اس کی سادہ سلیم نہیں کی۔ پہلے تو وہ آرمیہ چھوڑ کر ابراہیم بن مرزبان کی حمایت کے لیے چلا گیا اور اس کے نام پر مراغہ فتح کر لیا، لیکن بعد میں وہ اس کا ساتھ چھوڑ کر آرمیہ واپس آ گیا اور سمرقند کے کرد قصبے میں قتل ہو گیا۔

اس کے بعد اس نے مدعی حاکم المسبحر ناٹھ کی ملازمت اختیار کر لی اور اسے قحطانی کردوں کی نائند و حمایت حاصل ہو گئی، لیکن مرزبان کے دونوں بیٹوں (حسناں اور ابراہیم) نے اسے ہڈیانی کردوں کی مدد سے شکست دی۔ اس کے بعد ۵۳۹ھ میں مرزبان کے بیٹے وٹھودان کی انگلیت پر اس نے ابراہیم بن مرزبان کو ہریم دی، اس کی بیہوشی کو گرفتار کر لیا اور مراغہ کا الحاق آرمیہ سے کر لیا۔ ۵۴۰ھ میں یونہی سلطان رکن الدولہ کے کہنے پر حسناں نے دوبارہ ابراہیم [بن مرزبان] کی سادہ سلیم کر لی (اسی مسکوئیہ: بحارِ الاسام، طبع آئینہ ندور Amedroz، ۲: ۱۵۰، ۱۶۷، ۱۷۷ تا ۱۷۸، ۱۸۰، ۲۱۹، ۲۲۹؛ اس الأسر، ۸: ۳۹۵)۔

حب عروں نے آدریچاں پر حملہ کیا (۵۴۰ھ) تا ۵۴۲ھ) تو اس وقت آرمیہ کی حکومت ایک شخص ابوالہجاء [کدا، ابوالہجاء] بن ربیع الدولہ کے ہاتھ میں تھی، جو ہڈیانی کردوں کا رئیس تھا

برنہماں Berthemaہ اور برنہماں Bermaہ سے بنایا ہے۔ یہ نام ہیں جس کا ذکر متعدد قدیم مصنفوں نے کیا ہے۔

مسلم دور: آرمیہ کی فتح کا سہرا صدقہ بن علی کے سر ہے، جو سو آرد کے مولیٰ تھے۔ اب یہ سہرا متعدد قلعے سائے (البلادی، ص ۳۱) نا ۵۴۲ھ)۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اسے عتہ بن فرور نے اس وقت فتح کیا جب [حضر] عمر [رحی اللہ عنہ] نے آرمیہ ۵۴۰ھ / ۱۱۴۰ء میں موصل کا علاقہ فتح کرنے کی عرص سے بوجھا تھا۔

توہ صدی سلاوی کے حرافہنگار (الاصطغری، ص ۱۸۱) اس حوالے سے ۲۳۹ھ آرمیہ کو آدریچاں سے سہرا بڑا سہرا قرار دیتے ہیں (یعنی آردیل اور آرمیہ کے بعد) اور بالخصوص اس کے بانی، سرور حرافہنگار اور بھلوں کی فراوانی کا ذکر کرتے ہیں۔ احمدی (ص ۱۵) نے آرمیہ کو آرمیہ میں بنانا ہے اور کہا ہے کہ یہ سہرا دونوں کی حکومت کے مانتے ہے۔ اس زمانے میں آرمیہ اسے سہرا پر واقع تھا جو مراغہ سے آرمیہ سے بڑی ہوئی ہوئی حلیج والے سال ساری سے آمد تک جانی تھی (المقدسی، ص ۲۳)۔ چونکہ اس وقت تک سریر [رکے ناں] کو سہرا حاصل نہیں ہوئی تھی اس لیے یہ سہرا اس سے لٹتی ہوئی حب کے اہم شہروں کی طرف گھوم جاتی تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ شمالی آدریچاں میں ایسے عناصر کی موجودگی کی وجہ سے جنہیں اب تک زیر نہ کیا جاسکا تھا یہ سڑک حب کی طرف گھوم جاتی ہو (قے بحرہ السراہ اور تاریخ ناٹک)۔

آرمیہ کے صلح میں کردوں اور عسائیوں کی مدد ہے، اس لیے اس علاقے پر تاریخ اسلامی میں نہیں کوئی نمایاں حیثیت حاصل نہیں کی۔ یہ ایک دور افتادہ جاگیر تھی، جہاں ان خاندانوں کی

آرمیہ کو سراہے [رکناں] کے اتانک علاؤالدین کے حوالے کر دیا، تاکہ اس کے ہاتھ سے حر مراہ کے سر پیکل جکا تھا اس کی دلائی ہو سکے (اس الاثر، ۷: ۱۵۷) - ۱۶۱۷ء میں یاقوت نے آرمیہ کی سیاحت کی۔ اس نے اسے غیر محفوظ بتایا ہے۔ کیونکہ اس کا والد بیری حکمران اورنگ بن بہلوان ایک کمزور حاکم تھا۔

حسن زمانے میں آدرمجان بن حلال الدین حوارمہ ساہ کی حکومت تھی تو آرمیہ، سلفاس اور حوی کے اصلاح اس سلجوقی سپہرادی کی دانی حاکم میں شامل تھے جسے حلال الدین حوارمہ ساہ اس کے پہلے حاوند الد بیری اورنگ کے ہاں سے لے آیا تھا - ۱۶۲۳ء میں انوائی بن لہانوں نے آرمیہ پر قبضہ کر کے اس پر حراج عائد کر دیا۔ حلال الدین حوارمہ ساہ نے اسی ملکہ، یعنی مد ثورۃ نالا سپہرادی کی سکونت پر اسی قومیں بھیج دیں، جنہوں نے بر لہانوں کو - کسب دی (اس الاثر، ۱۲: ۳۰۱) - پھر بعد میں آرمیہ سابق الد بیری اورنگ کے ایک علامہ نوخذی نامی آو دے دنا کا (قبت السوی، طبع Houdas، ص ۱۱۸، ۱۵۳، ۱۶۵)

اس کے برعکس الجونی (۲: ۱۶۰، ۱۸۴) کے قول کے مطابق جنگ ڈربی کے موقع پر گرچسان کے دو سبہ سالار سنوا اور ایوان کرمار ہو گئے تھے اور شروع میں حلال الدین نے انہیں عرب کے ساتھ رکھا اور کچھ عرصے کے لیے مرند، سلفاس، آرمیہ اور آسو کی حکومت بھی ان کے سپرد کر دی - ۱۶۲۸ء / ۱۲۳۰ - ۱۲۳۱ء میں جب اس پر معلوں کا دناؤ بڑھ رہا تھا تو حوارمہ ساہ نے آرمیہ و آسو کے علاقے میں موسم سرما بسر کیا (قبت انوالمرح، طبع Pococke، ص ۴۷۰؛ رشیدالدین، طبع Blochet، ص ۳۲) - اس کے اس قیام ہی سے اس روایت کی توجیہ بھی ہو جاتی ہے کہ

اور اس کی والدہ سرور کے حاکم وھسودان الروادی کی بہن تھی (قبت مادہ ہائے سریر و مراہ) - نسب الدولہ کا یہ شاعر دنا کرنا تھا کہ غزوں کی حسن نس ہزار فوج نے اس کے علاقے میں سے گزرنا چاہا تھا اس نے ایک ہل کے نزدیک اس کے بچس ہزار آدمی موت کے گھاٹ اتار دیے (۹۵۴ھ) (قبت اس الاثر، ۹: ۲۷۱)۔

محرم ۸۴۵ھ / [حوری] ۱۱۰۶ء میں سلطان [ار] طغرل آرمیہ کے علاقے میں سے گزرا (السنداری، ص ۲۵) - جب سلطان مسعود نے بغداد سے آدرمجان کی طرف مراجعت کی (۹۵۲ھ) تو اس وقت آرمیہ میں امیر حاجب نابار فاعہ بند ہو کر بیٹھ دیا، لیکن بعد میں اس نے سلطان کے سامنے ہتھیار ڈال دیے (وہی ذات، ص ۱۹۵) - ۸۵۴ھ / ۱۱۴۹ء میں آرمیہ پر سلطان مسعود بن سلطان محمود بن سلطان ملک ساہ کے بھتیجے اور داماد ملک محمد بن محمود بن محمد کی حکمرانی تھی (راحمہ الصدور، GMS، ص ۲۴۴)

جب آخری سلجوقی سلطان طغرل نے اسے حجاج الد بیری پرل آرسلاں کے خلاف بغاوت کی تو امیر حسن بن فحای اس کی مدد پر گیا اور اس کے ساتھ مل کر اس نے ۸۵۸ھ میں آرمیہ کا محاصرہ کیا، شہر پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور اسے ناح و تاراج کر ڈالا (السنداری، ص ۲۰۲) - اسی سلجوقی دور میں سمجھا چاہیے کہ یہ گندمان کی تعمیر ہوئی، جس پر حاسکوف Khanykov نے انومصور بن موسیٰ کا نام اور ۸۵۸ھ / ۱۱۸۴ء کی تاریخ پڑھی ہے۔

۸۶۰ھ میں سریر کے اتانک انونکر نے آسو (کدا بجائے آستوا) [قاموس الاعلام: آسمہ، جغرافیہ مقصلا ایران: آستویہ، آرمیہ سے ۵۰ کلومیٹر کے فاصلے پر: آستوا مصافحہ بیساپور میں سے ہے] اور

حکمران (تبریز کے) بوداں حان بوزنک کو مقرر کیا گیا اور پھر اس کے بعد آقا حان مقدم المرائی کو، لیکن اسی کتاب (ص ۶۲) میں سلطنت کے ارتقاء و عمائد کی فہرست میں آرمیہ کا حاکم کلب علی سلطان اس قسم حان کو بتایا گیا ہے، جو افسار مسلے کی ساح اسمانی سے تعلق رکھتا تھا۔

صفویوں کے زمانے میں آرمیہ میں سنی مذهب (قبت اوپر) کی تبلیغ و اشاعت ایک محدود پیمانے پر ہوئی، چنانچہ آرمیہ کے علاقے میں کُرد اور بعض دیہات (بالو Balow) کے باشندے اب تک سنی ہیں۔ اہل السنہ میں نفسیاتی نتائج کے اثر کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۶۲۹ء میں سلطان مراد نے دنارکر میں آرمیہ کے جن شیخ محمود کو قتل کرایا تھا ان کے مرید بس حالس ہزار کے قریب تھے۔ شیخ نے آناہ و احداث بھی آرمیہ کے مسابح میں سے تھے (قبت ہامر Hammer، در GOR، طبع دوم، ۳: ۱۸۷، جہاں حان، ص ۳۸۵)۔

اولسا خانی: ۱۶۵۵ء کے بارے میں ہمارے پاس اولسا چلی کا بہت واضح بیان (م: ۲۷۱ تا ۳۱۸) موجود ہے۔ یہ شخص وہاں سے آرمیہ ان لیے گیا تھا کہ حان آرمیہ (جس کا نام مذکور نہیں) اور بس دوسرے حواس کردوں کے ایک مسلے بنائیس کی بھڑوں کے حوالے سے لے گئے تھے انہیں واس لائے۔ بدقسمی سے وہ جن مقامات سے گزرا ان کے ناموں اور اس کے پورے نام میں بہت کچھ التماس و انتہام پایا جاتا ہے۔

اس کا بیان ہے کہ قلعے کی سال ۱۶۹۹ء/۱۲۹۵ء میں عازان [حان] نے رکھی تھی اور ۱۶۳۰ء/۱۵۲۴ء میں شاہ طہماسپ نے اس کی توسیع کی۔ حب ترکوں نے آرمیہ کو سلطان سلیمان کے عہد میں فتح کر لیا تو سلیمان پاشا اور حمیر پاشا نے اس کی قلعہ بندی کو مستحکم کرایا۔ قلعے کا عام نام

خوررہ شاہ نے یہ گسداں (قبت اوپر) تعمیر کیا تھا یہ کہ وہ آرمیہ ہی میں دفن ہوا (قبت Bittner، ص ۵۵، Horale، ص ۳۸۸)۔

خانسکوف Khanykow کا قول ہے کہ آرمیہ کا مسجد جامع پر ۱۶۷۶ء/۱۰۷۷ء کی تاریخ کندہ ہے [انہا] کا دور حکومت]۔

نیمور۔ مقامی تاریخ نویس نکیتین Nikitine نے لکھا ہے کہ نیمور سے آرمیہ افسار قسلی کے ایک شخص گرنشنگ کو دنور جا کر دیے دیا تھا، جس نے اپنا مسافر قلعہ طوران میں بنا لیا تھا، وہ آرمیہ سے ایک چوبھائی فرسج کے فاصلے پر ہے، اپنی تقریباً ۱: ۴۴ میں مذکور ہے کہ آرمیہ کا حاکم ایک شخص بترک (۹) تھا اور اس کے حقوں کی بوی نیمور نے ۱۷۸۹ء/۱۳۸۷ء میں کی تھی۔

سازدوسٹ: [تاریخ] عالم آراء (ص ۵۵۹) میں مذکور ہے کہ شاہ طہماسپ [صفوی] کے زمانے میں آرمیہ پر بعض امراء حکمرانی کرتے تھے اور وہاں مسلمانوں کے کُرد وہ ناح کو، جسے شاہینوں نے حاصل کیا، برہمار (Targavar) اور مرہمار (Mairavar) کے صلے دیے گئے تھے۔ ۱۶۱۲ء/۱۶۰۳ء میں شاہ عباس [صفوی] نے آرمیہ اور آسو کا علاقہ اسر حان برادوسٹ کو اس کی وفاداری کے صلے میں دے دیا تھا، کیونکہ اس نے عثمانی ترکوں کی اطاعت قبول نہیں کی تھی، لیکن اسر حان نے یہ سہہ کر کے کہ آرمیہ کا قلعہ سیکستہ ہے اپنا مرکز دیمیدیم میں قائم کر لیا (یہ حکم آرمیہ کے جنوب میں دریائے قاسم کو کے دھانے پر براندور میں ہے) اسی وجہ سے اس پر سک کی نگہ پڑے لگی، چنانچہ ۱۶۱۹ء/۱۰۱۰ء میں دیمیدیم پر قبضہ کر لیا گیا اور آرمیہ دصنع (اولگا Olga)، مان حان بجدلی Bagdali کو دے دیا گیا، لیکن برادوسٹ نے ایک فوجی چال چل کر پھر دیمیدیم پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد قناں حان کی



رضا قلی خان: ۱۱۸۲ تا ۱۱۸۵ھ / ۱۷۶۸ تا ۱۷۷۱ء

امام قلی خان: ۱۱۸۶ تا ۱۱۹۷ھ / ۱۷۷۲ تا ۱۷۸۳ء

محمد قلی خان: ۱۱۹۸ تا ۱۲۱۱ھ / ۱۷۸۳ تا ۱۷۹۶ء

حسین قلی خان قاسم لو: ۱۲۱۱ تا ۱۲۳۶ھ / ۱۷۹۶ تا ۱۸۲۱ء

نصرت قلی خان: ۱۲۳۶ تا ۱۲۸۲ھ / ۱۸۲۰ تا ۱۸۶۵ء (قت Fraser، ص: ۵۶)۔

یہ امراء اپنے نژادوں سے برابر جنگ جری رہے تھے (سمال میں حدودی کے دستلی اور جنوب میں رزرا اور مکاری ٹرڈ) اور عرصہ سرح کے زمانے میں (۱۸۵۰ء) انہارہوں صدی میں آکر رہا تھا) یہ لوگ جبراً اُرسہ کے سرحدی علاقوں میں بھی نک و نار آکر رہے تھے۔

۱۷۲۳ء کی مہم میں عثمانی برٹوں نے ہڈری ٹرڈوں سے یہ کام لیا کہ افساریوں کی جانب سے فوجی سامان رسد کو جو خطرہ پیدا ہو گا، دھا اس کا سد باب کریں۔ جب ۱۷۲۵ء میں برٹوں نے ملک کا نظم و نسق درست کیا تو اُرسہ کی خانی قاسم لو (افسار) کے گھرانے میں سورونی سلیم کر لی گئی۔ ۱۷۲۹ء میں نادر [ساہ افسار] نے برٹوں سے مراعات، ساؤجِ بولاؤ اور دیمیدیم دوبارہ چھو لے (قت *Histoire de Nadir*، مرقمہ جوس Jones، ص: ۱۰۷)، لیکن ۱۷۳۱ء میں حکم اُعلو خاندان کے دو امروں علی ناسا اور رسم ناسا نے ایک مہم کے تحت مقابلے کے بعد اُرسہ کو دوبارہ لے لیا اور ہڈری امیر بابیس کے حوالے کر دیا (قت *Hammer*، ص: ۲۲۵، ۲۲۸، ۲۷۹)۔ اس کے بعد آدریخان سے برٹوں کی بے دخلی ۱۷۳۶ء کے معاہدے کے بعد ہی ممکن ہو سکی۔

ٹوبراق قاصد ہے، لیکن ایراسی (۹) مؤرخین اسے سرنلای غاران لکھتے ہیں۔ قلعے کی دیواریں کچ کی تھیں، اس لیے یہ قلعہ "انک سمد ہس" کی طرح نظر آتا تھا۔ اس کا محیط دس ہزار قدم تھا، دیواریں ستر ہاتھ (دراغ) اونچی اور سر ہاتھ چوڑی تھیں، حدود اسی ہاتھ چوڑی تھیں اور اس کا محیط ستر ہزار قدم تھا۔ رات کے وقت دیواروں پر مشعلیں روشن رہی تھیں۔ قلعے میں چار ہزار فوج بھی اور بیس سو دس (۹) بونس۔ خان کی ملازم میں ہندو ہزار سپاہی اور دس ہزار نوکر تھے۔

قلعے اور سہر کے درمیان ندیوں کی انک مار کا فاصلہ تھا۔ سہر میں ساٹھ محلات، چھ ہزار گھر اور آٹھ جامع مسجدیں تھیں۔ ان میں سے انک مسجد اوروں حسن کی بنوائی ہوئی ہے، جسے اس کے فرزند سلطان یعقوب نے مکمل کیا۔ اُرسہ کے مدانی علاقے (اوالکا) میں ڈیڑھ سو گاؤں تھے، جن میں سے لاکھ مراعات آباد تھے۔

اوانا جلدی ۵ ڈیہا ہے کہ سہر بہاب حوشحال تھا۔ اس نے یہاں کی جانماہوں (حضر) کو جمعہ سلطان)، مدرسوں، مکسوں اور مہوہ خانوں کی بھی تفصیل دی ہے اور یہاں لکھا ہے کہ یہاں اساتذہ کی فہمیں مقرر تھیں ("برج سح صبی")۔

امشار: اٹھارہویں صدی میلادی میں اُرسہ کی فہم بہم فرنی طور پر افساروں کی فہم سے وابستہ رہی، جو یہاں کے مدانی علاقے میں رہے تھے (قت اوپر)۔ ان کے سردار کا منصب یگتریگی کا تھا۔ ان میں سے جو لوگ زیادہ مشہور ہیں وہ (بقول Nikitine) حسب ذیل ہیں:-

حداداد نک فایم لو: ۱۱۱۹ تا ۱۱۳۳ھ / ۱۷۰۷ تا ۱۷۲۲ء

فتح علی خان اُرسلو: ۱۱۵۷ تا ۱۱۷۲ھ / ۱۷۴۳ تا ۱۷۵۸ء

جنگ ہو رہی تھی تو کئی مہسے تک روسی فوجوں نے آرمیہ پر قبضہ حاصل نہ کیا۔ حاکم سہر، یعنی سپہ سالار ملک قاسم سررا، کی عدم موجودگی میں سہر کا انتظام بنگلہ دہی کے بعض افسار کے سپرد رہا (قب: Gangeblov - کتاب مذکور)۔

عبداللہ: ۱۸۸۰ء میں مسیح عبداللہ الشہیدان [رک ناں] نے آدرجہاں پر حملہ کر دیا۔ گردوں نے آرمیہ کا محاصرہ کر لیا اور قریب تھا کہ سہر غنہار ڈال دے کہ حال ما کو [رک ناں] کی فوجیں آگئیں اور سہر بچ گیا۔

برکوں کا قبضہ: اکتوبر ۱۹۰۶ء میں مسیح عبداللہ [حانانوں کے ہاتھوں] روسوں کو حو ہرہ میں ہوئیں ان کے بعد برکوں نے اس نہایت سے شہر کی ایرانی سرحد کا بھی قبضہ نہیں ہوا آرمیہ کے صلح پر قبضہ کر لیا، ماسواہ خاص سہر کے، حو دریاں میں محصور رہا (قب: Nicolas - کتاب مذکور)۔ جنگ لہاں شروع ہوئی تو برکی فوجوں کو واپس بلا لیا گیا۔ دسمبر ۱۹۱۱ء میں سربر [رک ناں] کے حکاموں کے بعد آرمیہ پر روسی فوجوں کا قبضہ ہو گیا۔ پہلی جنگ عظیم میں آرمیہ پر کئی بار بھی ایک حکومت کا قبضہ ہوا تھی دوسری کا۔ ۱۲۰۹ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو پہلی دفعہ اس پر گردوں اور برکوں نے حملہ کیا۔ ۲ جنوری ۱۹۱۵ء کو روسوں نے سہر واپس کر دیا۔ ۳ جنوری سے ۲۰ مئی تک اس پر برک قابض رہے، پھر ۲۳ مئی کو روسوں کا دوبارہ قبضہ ہو گیا۔ ۱۹۱۷ء میں روسی فوجوں کے افسار کے بعد سہر کی اصل حکومت آسوری عسائوں (مئی) کی ایک مجلس کے ہاتھ میں چلی گئی۔ پھر چند نہایت ہولناک اور خوفناک واقعات رونما ہوئے (۲۲ فروری ۱۹۱۸ء کو عسائوں کے ہاتھوں آرمیہ کے مسلمانوں کا قتل عام ۲۵ فروری کو ایک گرد سردار سنگھو کے

آراد خان: ۱۹۱۶ء / ۱۳۸۷ء میں نادری سربراہانم شاہ کے بعد اس کا حیرل آراد خان، حو اعلان اسیر کی اولاد میں سے ہوا، اول نو سپہرور نے شہر چلا گیا اور پھر اس نے افساروں کے اندرونی افسار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آرمیہ پر قبضہ کر لیا، حو ان فتح علی خان نے اس کا ہمدردی سے اسے ان دیا۔ نتیجہ آرمیہ آراد خان کی قلیل العتب ریاست د صدر مقام فرار بنایا۔ آرمیہ کے شمال میں اوجاں - اسی نہاڑ کا نام بظاہر اسی اعلان حکومت کی ہے۔

فاجار ۱۹۱۷ء میں محمد حسن خان فاجار نے اوجاں کو ڈال دیا جس کے بعد آرمیہ پر قبضہ کر لیا۔ فتح علی خان افسار محمد حسن سے ملے۔ محمد حسن کے مرے کے بعد فتح علی خان نے اوجاں اور اس سے آرمیہ میں سمجھوتہ کر لیا اور پھر پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹۱۷ء / ۱۳۹۸ء کے موسم سرما میں کریم خان رند نے مؤخرالد کر کو میں محصور کر لیا۔ پھر اگلے سال مہانہ کے قریب قریب کا معرکہ ہوا، جس کے بعد آدرجہاں پر سہر کا قبضہ ہو گیا۔ سات ماہ کے محاصرے کے بعد آرمیہ پر بھی قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد فتح علی خان کریم خان کے اصطبلوں میں نظر بند کر دیا کہ ان لوگوں کے متعلق قریب صدی نامی بارچ کسی کدا۔ یہ حادثہ ان کے حو کے بعد آرمیہ کے افسار، سربراہ کے نقاں [رک ناں] اور حوی کے قریبی سب کے سب فوجیوں کے خلاف متحد ہو گئے، لیکن کاسات نہ ہو سکے۔ فتح علی شاہ نے محمد علی خان کو قتل کر دیا، لیکن حسن علی خان افسار کی بہن سے سادی لڑی (Fraser، ۱: ۵۵)۔ اسی [حسن علی خان] نے پھر، آرمیہ کے پہلے ایسے حاکم تھے جنہیں پھر ان کی مرکزی حکومت کی طرف سے مقرر کیا گیا۔ ۱۸۲۸ء میں حب روس اور ایران کے مابین

ہیں، جن میں خالص ہرار آدمی رہتے تھے۔ ۱۹۰۰ء میں Maximovich نے پورے صوبے کی آبادی میں لاکھ بٹائی ہے؛ اس میں سے سببیس فی صد عیسائی تھے، جن میں خالص ہرار سبطوری، بیس ہرار آریہوڈہ آس، دس ہرار کتھولک، دس ہرار پروٹسٹنٹ اور پچاس ہرار (۴) آرمس تھے۔ سہر میں ہیں ہرار ناسو گھر تھے۔

پہلی جنگ عظیم کے دوران میں ڈاکٹر کارول Dr. Caujole نے ارمہ کے نامہ دے دس ہرار سما؛ کہے۔ ان میں ایک خوبصورت آسوری تھے اور ایک ہرار، یہودی، جو ایک خاص محلے میں رہتے تھے۔ نکٹن (Niktune) (Ethnographie، ۱۹۲۶ء، ص ۲۵) نے ارمہ کے مہادی علاقے میں سببیس ایسے دیہات بتائے ہیں جن میں صرف عیسائی رہتے تھے اور باقی آسٹو سواصبات میں مخلوط آبادی تھی۔

ہمیں یہ معلوم نہیں کہ آرامی عیسائی (Syrians = "سامی")، جو جنگ عظیم کے بعد سے اسے آپ نو آسوری (Assyrians) کہتے تھے، کس زمانے میں ارمہ آئے۔ مسیحی ناناہی اسمعی اصلا (dioceses) کی قدیم درس مہرسوں میں اس سہر کا کوئی ذکر نہیں (قبت Guidi، در ZDMG، ۱۸۸۹ء و Synndicon Orientale Chabot - Assemani، ۲: ۴۴۹، ۴۵۳) ۱۱۱۱ء اور ۱۲۸۹ء میں سبطوری آسموں کا ذکر کرنا ہے۔ اسی مصنف نے بول ہے کہ ۱۵۸۲ء میں سبطوری بطریق نے ارمہ میں سکونت احسار کی (کتاب مذکور، ۳/ ۱: ۶۲۱)۔ ۱۶۵۳ء کی ایک دساویر میں ایک کلدانی (Uniate) بطریق سائنس نے (جسروہ، واقع سببیس، بے روم خط لکھتے ہوئے) سببیس، ارمہ (۴)، سببیس (۴)، برحقار، ارمہ، آرتل (ارمہ کا شمال مشرقی ضلع)، سندور اور آسٹو (آسٹو) میں اپنی جماعتوں کی فہرست دی ہے۔ قبت وہی کتاب، ۳/ ۱: ۶۲۲

ساتھیوں کے ہاتھوں بطریق مارٹینوں کا قتل؛ دس ہرار آرمس مسیحیوں کی وان سے آمد: آسوریوں اور ترکوں کے درمیان لڑائیاں)۔ ان واقعات کے بعد تمام آسوری آبادی، ارمہ کے مہادی میں جمع ہو گئی۔ پچاس سے ستر ہرار کی تعداد میں یہ اوگ خوب کی طرف روانہ ہوئے تا کہ برطانیہ کی حمایت میں حلے جائیں (یہ واقعہ آخر جولائی اور شروع اگست کا ہے)۔ اس خروج میں عوریں، بچے اور موشی بھی ان کے ساتھ تھے۔ یہ لوگ صاب قلعه اور مہادی کی راہ سے چلے گئے اور سببیس میں برقی فوجوں اور کردوں کے ساتھ بھی کھڑے ہوئے رہے۔ ان پہاڑیوں کو تعداد کے شمال میں نعمونا کے مقام پر آباد کیا گیا (Wigram، Caujole، Rockwell، Shklowski: کتاب مذکور)۔ آسوریوں کے نکل جانے کے بعد نکم اگست ۱۹۱۸ء کو سبھولک آسم Mgr Sontag اور اصطعاعی (Baptist) فرمے کے مبلغ H Pflaumer نے ارمہ میں قتل کر دیا۔

اس بحال ہوئے تک ارمہ براہ اور احاز ہو چکا تھا اور مہادی حکومت یہ بدرج ہی اس قابل ہو سکی کہ بحیرہ ارمہ کے مغرب میں اس امداد دوبارہ قائم کر لے۔

آبادی: ہم شروع میں وہ اعداد و شمار لکھ چکے ہیں جو (۱۹۵۵ء میں) اولنا جلی نے دیے ہیں اور جو غالباً سالہ آسم ہیں۔ آسموں صدی میلادی کے ابتداء میں ارمہ میں چھ سببیس ہرار گھرانے تھے۔ ان میں سے سو گھرانے عیسائی تھے، دس سو یہودی اور باقی سببیس مسلمان (قبت ایرانی یادداشت، شائع کردہ بٹنر (Bittner) - قول فریر (Fraser) (۱۸۲۱ء) ارمہ میں دس ہرار لوگ آباد تھے (Hörnle) (۱۸۳۵ء) بے سبب آٹھ ہرار حاسداں بتائے ہیں، جن میں سے اکثر سببیس (۴) تھے، دس سو یہودی اور سببیس عیسائی۔ ۱۸۷۲ء میں Arsanis نے آٹھ ہرار گھر بتائے

۱۳۳ / ۳، ۱۸۹۶ء، ص ۱ تا ۹۷ (ایک ایرانی یادداشت کا متن اور ترجمہ ہے، جس کی تکمیل تاریخی و جغرافیہ تعلقات کے ساتھ اسیویں صدی کی ابتداء میں ہوئی، (۸) صَبْعُ الدَّوْلَةِ : مِرْأَةُ السُّلْدَانِ، ح ۱، ۱۲۹۴ء، بذیل مادہ ارمیہ، (۹) نکیتن Nikitine (ارمیه کا سابق روسی قونصل) : *Les Afsars d'Urumiyeh*، در *JR*، جنوری تا مارچ ۱۹۲۹ء، ص ۶ تا ۱۲۳، ایک ایرانی یادداشت کا خلاصہ، جو ۱۹۱۷ء میں تیار کیا گیا [عالمی یہ تاریخ ارمیہ ہی کا خلاصہ ہے، جس کا ایک قلمی نسخہ ارمیہ کے ایک ممتاز فرد محمد السلطہ کے پاس ۱۹۱۰ء میں موجود تھا]، (۱) *A geographical memoir M Kinneir*، لندن ۱۸۱۳ء، ص ۱۵۴ تا ۱۵۵؛ (۱۱) *Drouville*، *Voyage en Perse* (۱۸۱۲ء)، سیٹ پٹربورگ ۱۸۱۹ء تا ۱۸۲۱ء، ۲، ۲۳۳؛ (۱۲) *Ker Porter*، *Travels* (۱۸۱۹ء)، لندن ۱۸۲۱-۱۸۲۲ء، ۲، ۵۷۱ تا ۵۷۶؛ (۱۳) *The circuit of the lake Urmia*؛ (۱۴) *Narrative of a journey into Khorasan Fraser* (۱۸۲۱ء)، لندن ۱۸۲۵ء، ص ۳۲۲؛ (۱۵) *Vospominaniya A S Gangeblov*، ماسکو ۱۸۸۸ء، ص ۱۳۸ تا ۱۶۶ (یہ ۱۸۲۸ء میں روسیوں کے اقتدار کا تذکرہ ہے)؛ (۱۵) *Monteith*، *Journal of a tour*، در *JRG*، ص ۴۴ تا ۵۶؛ (۱۶) *E Smith* و *A G O Dwight*، *Missionary researches including a visit to Oormiah*، بوش ۱۸۳۳ء، ۲: ۱۷۵؛ تحریر فگی Guney، شلماس ارمیہ، (۱۷) *E Schneider* و *G Hornle*، *Auszug aus d Tagebuche uber ihre Reise nach Urmia*، در *(Baseler) Magazin f d neueste Geschichte d evangelischen Missions-und Bibelgesellschaft*، ۱۸۳۶ء، ص ۴۸۱ تا ۵۱۰؛ (۱۸) *Wilbraham*، *Travels* (۱۸۳۷ء)، لندن ۱۸۳۹ء، ص ۳۷۰ تا ۳۷۷ (اس

و *Residence Perkins*، ص ۹: نولڈیکہ Noldeke *Grammatik d neusyrischen Sprache am Urnuu See und in Kurdistan*، لاٹبرگ ۱۸۶۸ء، ص xxiii و *Auszuge Hoffmann*، ص ۲۰۴)۔

۱۸۳۵ء میں "نسطوری مصلحی مس" کے پہلے ارمیہ میں آ کر سکونت پذیر ہوئے۔ ان کے بعد لازاری (Lazarists) کے لوگ بھی ۱۸۳۰ء میں آئے اور ایک دیہولت اصف ارمیہ میں ستن کر دیا گیا۔ ۱۸۵۹ء میں امریکوں نے ارمیہ میں "انجلیہ" (Evangelists) کی ایک جماعت قائم کی۔ اس صدی کے آخری دنوں میں ڈیٹربی Canterbury کے اصف اعظم (Archbishop) نے انگلستانی کلیسا کے مبلغ ارمیہ بھیجے۔ ۱۹۰۰ء میں ایک اہم روسی آرمیہ دوئس مس عساکروں کے اندر کام کرنا شروع کر دیا، لیکر ابراہ اور سووٹ روس کے درمیان ۱۹۲۱ء کو جو معاہدہ طے ہوا اس کی رو سے وہ مس بوڑ دیا گیا

مآخذ (۱) متن میں موجود ہیں، بیر قہ (۱۱) حدود العالم، طبع نارٹولڈ Barthold، ۱۹۳۰ء، ور ۳۲، ارمیہ = ارمیہ، ایک بڑا، حوشحال اور پست شہر ہے، (۲) قزوینی، ص ۱۹۴: (۳) یاقوت، ۱: ۲۱۹، ۵۱۳؛ (۴) حمدانہ المسولی، GMS، ص ۸، ۱۵، ۲۴۱؛ (۵) حاجی حلیہ، جہاں نما، ص ۳۸۵ اور بحرے کے ارد گرد کا نقشہ، سحہ حاسوار و آسانی ولا ارمی (ایک قلمی نسخہ، جس میں ارمیہ کے مواضع کی فہرست ہے) کے بارے میں دیکھیے: (۶) *Die Dorn Sammlung .. welche die Kaiserl Akademie im Jahre 1811 von Herrn v Chanykow erworben hat*، سیٹ پٹربورگ ۱۸۶۵ء، ص ۳۰، عدد ۱۱۳؛ (۷) *Der Kurdengau Uschnje und die Stadt M Bittner*، *Phil-hust Classe Sitzungs b Akad Wien*، *Urumije*





سمجھا ہے، اس کا عربی نام *سیر* (= *سیرہ*، *عمرہ*) ضرور اسی چیچسٹ سے نکلا ہوا [حسا کہ Hoffmann (*Auszüge*، ص ۲۵۲) نے بتا دیا ہے۔ *سیر* کا محل وقوع لٹل کو ہار دیا غالباً ہوتا ہے]۔

ایک اور پرانا نام، جو اس جھل کے لیے مستعمل تھا، *کپوتان*، بمعنی *سلا*، ہے (قب اوپر)۔ سائوس صدی میلادی کے ایک آرمی جغرافیے میں اس کا نام *Kaputan* دیا گیا ہے (قب Marquart *Eränšahr*، ص ۱۳۷؛ اس حوقل، ص ۲۳۷: *کودان*)

الاصطخری (ص ۱۸۱) اس جھل کو *جترہ اسراہ* لکھتا ہے، یعنی "خارجوں کی جھیل"، مگر زیادہ ر نہ ان سہروں کے ناموں سے موسوم کی جانی ہے جو اس کے قریب ہیں، یعنی *آرسہ*، *ساہی*، *صنوح* [رک ناں]۔

ساہی کا نام اگرچہ مؤخر زمانے میں ناپا جاتا ہے تاہم اس کا تعلق اس قدیم قلعے سے ہے جو جھل کے شمال مشرق میں واقع *حیرہ* نامی تھا۔ قلعہ ساہی سے طبری واقف تھا؛ حاجہ ۳۰۰/۸۱۵ء کے بعد آتا ہے۔ *حوارہ شاہ* حلال الدین کے عہد میں بھی نہ نام ملتا ہے (التسوی، ص ۱۵۷)۔ اسی ساہی میں پہلیے محل ایاجان ہلاکو خان اور اناخان بھی مدفون ہیں (قب رسدالیدیں، طبع قانسٹر Quatremère، ص ۱۶۹، *Le Strange*: کتاب مذکور، ص ۱۶۱، *Hist des Mongols*، ص ۳۰۰)۔ اس جھل کو *حیرہ* نلا کہا ہے۔ یہ صاف نہیں ہونا کہ تلا سے مراد ساہی ہے یا کچھ اور۔ الاصطخری کے فارسی ترجمے میں (قب د حویہ *de Goeje*، در اس حوقل، ص ۲۴۷، حاشیہ m)

ہے، اور ح ۱۱، باب ۱۸ میں *Mavriav* - *نظمیوس* (Ptolemy، ج ۶، باب ۲ میں اسے *Mapriav* (*Mavriav*)<sup>(۹)</sup> لکھا ہے (قب مراخہ)۔ عام طور پر *Manuane* کا نام *میتینوئی قوم* (*Mitienoi People*) سے منسوب سمجھا جاتا ہے، جس کے علاقے میں *ہروڈوس* Herodotos (۱: ۱۸۹، ۲: ۵۹، ۵: ۵۲) دریائے *آرس* Araxes (۹) اور *دیلا* (Gyndes) کا منبع بتاتا ہے۔ *Marquart* (*Sildarmenien*، ۱۹۳۰ء، ص ۳۱۳) کا خیال ہے کہ یہ *میتینوئی* Matienoi (یا *میتانوی* Mantianoi) ہی *مٹائی* Mannaean (Manna، *Mana*) (قب اور) تھے۔ شاید مناسب یہ ہو کہ *میتانا* Mantana کا تعلق *ماندا* Manda سے سمجھا جائے، جو نام قدیم ترس زمانے سے "اندو۔ یورپین" لوگوں کے لیے مستعمل تھا (قب *Revue des études grecques*، *Les Mannéens* Reinach، ج ۷، ۱۸۹۳ء، ص ۳۱۳ تا ۳۱۸، *Die Inschriften d. Hatti Reches*، *ZDMG*، ۱۹۲۲ء، ص ۱۷۳ تا ۲۶۹ اور *Meyer*، *Gesch d. Alturums*، ۱/۲، طبع ناپی، ص ۳۵، حاشہ ۳)۔ *Avesta* میں اس جھل کو *حاجسا* Caēcāsta کے نام سے یاد کیا گیا ہے، بمعنی "کھری جھل، جس کا نابی نمکس ہے"۔ *Altur Wort. Bartholomae*، عمود ۵۷۵، نے اس نام کے معنی "سند چمکدار" (*weisschimmernd*) لیے ہیں۔ اس بحیرے کے کنارے پر کے *حسرو* (Kawi Haosrawah) نے یورانی آفراسیاب (قرن رساں Franrasyān) کو قتل کیا تھا (یشت ۹: ۱۸ وغیرہ)۔ *تدہشی* (۷: ۱۷، ترجمہ ویسٹ West) کے مطابق اسی کجسرو نے وہ تہ خانہ (ہیکل) بھی توڑا تھا جو بحیرہ چیچسٹ کے قریب تھا (قب ساہ نامہ، طبع *Vullers*، ۲: ۳۳۱، جہاں "خمخسٹ" کی بجائے "چیچسٹ" پڑھا چاہیے)۔ جھل کے جنوب میں جو حاقہ ہے اور جسے *رالنس* Rawlinson نے *بحر سلیمان*





Le lar d'Ourntah، در Ann Géogr، ۱۹۰۸ء، ۱۷ :  
 ۱۲۸ تا ۱۳۳؛ (۱۱) E Zugmayer Eine Reise durch Vorderasien (1904) برلی ۱۹۰۵ء (مراغہ و حرائر بحیرہ  
 ارمیہ و خوی)؛ (۱۲) Der Urmiassee in Persien Beuck، در Pet Mitt.، ۱۹۱۶ء، ۶۲ : ۴۴۹ (غیر اہم حاشیہ)؛  
 Beitr z phys Geographie des K Kaehne (۱۳) Urmla-Beckens، در Zeit d Gesel' f Erdkunde، برلی ۱۹۲۳ء، ص ۱۰۰ تا ۱۳۰ (نہایت عمدہ بحث، جو  
 روسی نقشے پر مبنی ہے، جس کا پیمانہ ہے دو ورست  
 = versts = ایک انچ [انک ورست = ۲ میل]۔

(شورسکی V MINORSKY)

\* آرنیٹ: ہسپانوی آریندو Arnedo، صوبہ  
 "لوغروسو" Logroño کا انک جھوٹا سا قصبہ اور  
 انک قضاہ (partido judicial) کا صدر مقام۔  
 اس کی آبادی کوئی دس ہزار ہے اور درباے  
 سکادس Cicados کے نائی کنارے پر آباد ہے۔  
 یہ ندی درباے آبرہ (Ebro) کی معاون ہے، جو صدر  
 مقام سے تقریباً ۲۲ میل (۳۵ ہیلومٹر) کے فاصلے پر  
 ہے۔ ارسط (Arnedo) آئی۔یریس Ibrían (یعنی  
 قدیم ہسپانوی) اصل کا انک مقامی نام ہے جو  
 برعس (Burgos)، السط (Albacete) اور "لوغروسو"  
 کے صوبوں میں ملتا ہے اور جو مؤخر الذکر صوبے  
 میں اسم بصمیر (Arnedillo) کی شکل میں بھی  
 موجود ہے۔ چھٹی/بارہویں صدی میں مول الادریسی  
 اسلامی ہسپانیہ کا ملک چھس اقلیموں (خطوں) میں  
 منقسم تھا، جس میں ارسط بھی شامل تھا اور اس کے  
 مشہور شہر قلعہ آیوب (Calatayud)، دروغہ، سرسطہ،  
 وٹقہ (Huesca) اور بطلہ (Tudela) تھے۔ عربی  
 مآخذ میں سے صرف رؤض المعطار میں اس کا ذکر  
 آیا ہے۔ اس کا مصنف لکھا ہے کہ "یہ الاندلس  
 کا ایک قدیم شہر ہے، جو بطلہ سے اکتیس میل کے  
 فاصلے پر واقع ہے اور اس کے ارد گرد رخیر اور

ناداب مرروغہ مہداں ہیں۔ یہ بڑا مستحکم ہے اور  
 سب سے زیادہ اہم مقامات میں شمار ہوتا ہے۔  
 اس کے قلعے پر سے عیسائی علاقہ نظر آیا ہے۔" اربط،  
 بطینہ اور آنت Oñate کے سہر سو قصبے کی ریاست  
 (seignior) کے بڑے سہر تھے۔ عبدالرحمن ثانی  
 نے موزیر Muez کی مشہور مہم میں، جو نبرہ (Navarre)  
 کے خلاف تھی، قلعہ (Calahorra) پر قصد کر لیا،  
 جسے صرف دو سال پہلے سانچو غرسہ (Sancho Garcés)  
 نے فتح کیا تھا اور اسے اس ناب پر منحوس کر دیا  
 کہ وہ اربط میں جا کر بہا لے۔ سانچو اربط سے اس  
 وقت چلا گیا جب عبدالرحمن نے سلونہ (Pampeluna)  
 کا رخ کیا، جہاں اس نے نبرہ اور لئون Leon کی  
 متحدہ فوج کو Valdejunquera کی حوربر حمک میں  
 شکست فاس دی۔

مآخذ: (۱) الادریسی، عربی متن ص ۱۷۹، ترجمہ:

ص ۲۱۱، (۲) لیوی پروونسال E Levi-Provençal

La Péninsule ibérique، عربی متن ص ۱۴، ترجمہ

ص ۲۰، (۳) ابن حرم: حمیرۃ الاساب، ص ۸۶، سطر ۱۷

تا ۱۸، (۴) Dic geog، ۱۹۸۲ء، (۵) J M Lacarra

Revista del Exp musul contra Sancho Garcés

Principe de Viana، ۱۹۳۰ء، ۱ : ۴۱ تا ۷۰۔

(میراندا A HUICI MIRANDA)

\* آرور: (Aror) جسے آرور بھی لکھا جاتا  
 ہے، سدہ کا ایک قدیم سہر۔ حال کیا جاتا ہے  
 کہ یہ سہر ناساہ موسیقانوس Musicanus [یونانی]  
 کا صدر مقام تھا، جسے سکندر اعظم نے سکست دی  
 بھی اور یہ کہ سابیوں صدی میلادی کے جسی سیاح  
 ایونگ۔ سانگ (Hiung-tsang) نے بھی ابے سفرنامے  
 میں اس شہر کا ذکر کیا ہے۔ [آٹھویں صدی  
 میں اس شہر پر والی سدہ راحہ داہر بن چچ کی  
 حکومت تھی۔ اسے سکست دے کر مشہور فاتح]  
 محمد بن قاسم نے ۷۱۳/۷۹۵ء سے پہلے اس پر

اس مصنف کی طبع : حدود العالم، ص ۲۳۶؛ (۵) علی بن حامد الکوفی : فتح نامه سده، معروف بہ، جج نامہ، طبع داؤد پوتا، دہلی ۱۲۵۸ھ / ۱۹۳۹ء، اشارہ (۶) محمد معصوم بھکری : تاریخ معصومی، طبع داؤد پوتا، بمبئی ۱۹۳۸ء، اشارہ۔

مینورسکی (V MINORSKY)

- \* اریوان : Eriwan، [قدیم] ارمنی ہرستی Hrastan، [موجودہ نام : یرِوان Yerevan] روسی ماورائے قفقاز میں ارمنی حکومت کا صدر مقام، حائے وقوع : ۴۰ درجہ ۱۴' ثانیہ عرض البلد شمالی، ۴۴ درجہ ۳۸' ثانیہ طول البلد مشرقی (گرینچ)، سطح سمندر سے تقریباً بیس ہزار فٹ بلند، دریائے زنگہ Zanga کے آئیں کنارے پر، جو دریائے اَرَس (Araxes) کا ایک معاون ہے، آبادی (۱۸۹۷ء) تقریباً بیس ہزار اور بعض اور آباد کے مطابق ہندہ ہزار۔ ارمنی مآخذ کی رو سے اس کی تاریخ بہت دور کے زمانے تک حابی ہے (دیکھئے *Mémoires sur l'Arménie* St Martin، ۱ : ۱۰۶)۔ ترکی دور حکومت ہی میں جا کر اس شہر نے، جسے سرداری طور پر رِوان Rewān لکھا جاتا ہے، تاریخ اسلام میں ایک حد تک حابی اہمیت حاصل کر لی۔ اولاً بے جو روایت نقل کی ہے اس کی رو سے اس شہر کی تاسیس نویں / پندرہویں صدی کے مؤخر زمانے میں ہوئی [یعنی امیر تیمور کے بھارت میں سے ایک شخص خواجہ جان لہجانی نے اس نام کا ایک گاؤں آباد کیا] اور اس کے نالے کی بنیاد اس کے بھی سو سال بعد شاہ اسماعیل (اول) کے عہد میں [اس کے وزیر دیوان خان کے زیر اہتمام] رکھی گئی۔ مراد غالب کے عہد میں ترکوں نے اریوان کو، جو شروع میں صفوی حاکمان کے زیر نگیں تھا، لڑ کر حبی لیا اور اسے مستحکم کر دیا۔ [یہ کامیابی زیادہ تر مرہاد پاسا کی سعی سے حاصل ہوئی، جس نے شہر کے استحکام اور اس کی ریم و آرائش پر بہت روپیہ صرف

مصہ کتب لیا تھا (السلادری : فتوح البلدان، ص ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، الاضطحری، ص ۱۷۲، البیرونی، ہند، طبع رجاؤ Sachau، ص ۱۱، ۱۲)۔ البیرونی کے بیان کے مطابق یہ شہر ۴۰۰ سے جنوب مغرب کی جانب تیس فرسج [موجودہ ۲۴ میل] اور المنصورہ سے دریائے سده کے مہاؤ کے خلاف بیس فرسج [یعنی ۱۶۰ میل] کے فاصلے پر واقع تھا۔ دریائے سده پہلے اس کے قریب سے بہا تھا، بعد میں اس سے اب راستہ تبدیل کر لیا، جس سے شہر کی رونق اور خوش حالی حابی رہی، اس تبدیلی کی تاریخ مریخی ہے۔ سترہویں اور اٹھارہویں صدی میلادی کے مقامی مؤرخین (فٹ *History of Elliot-Dowson*، ۱ : ۲۵۶ تا ۲۵۸) اس مسئلے میں ایک حصہ مل کر رہے ہیں۔ قدیم محل وقوع سے تاج بیس جانب غرب انک جھوٹا سا قصہ روھڑی نام سے ہے، جو اسی نام کے نعلیے کا صدر مقام ہے (*Imperial Gazetteer of India*، ۸ : ۱۹۷، ۶ : ۲۰۸)۔ [صاحب جج نامہ، طبع داؤد پوتا، ۱۵ : ۱۰۵] کے بموجب الزور ہند و سدا کا "ملک تھا اور اس میں طرح طرح کے محلات، جگہ بہرے، حوض اور چمن وغیرہ تھے۔ اس شہر کے آثار اور کھنڈر ابھی تک قصہ روھڑی سے جیسے ساب میل کی مسافت پر موجود ہیں۔ داہر کے اس دھم کی دیواروں کے آثار بھی ہنور باقی ہیں، جسے محمد بن قاسم الثقفی نے سر کیا تھا۔ چھٹی صدی بدوشن قوم کے ایک نام لُوی۔ مستی زور۔ کا نعلی بھی الزور سے ہو سکتا ہے (دیکھئے مادہ لُوی)۔

مآخذ : (۱) باقوت، ۲ : ۸۳۳، (۲) H Cousens

*The Antiquities of Sind*، کلکتہ ۱۹۲۹ء، ص ۷۶ تا ۷۹، (۳)

مورسکی V Minorsky، در *JA*، ۱۹۳۱ء، ص ۲۸۵، (۴)

۵۳۰ [ (۷) آ، ب، سرپر مادہ اور وہ مآخذ جو وہاں  
مذکور ہیں ]

(ہارٹمان R. Hartmann)

**اڑیولہ:** (Urihuela)۔ مشرقی ہسپانیہ (Levante) کا ایک شہر، جو ہر سہ Murcia سے ۱۵ میل شمال  
مشرق میں واقع ہے۔ یہ ایک انتظامی ضلع  
(Partido) سر اسمی حلقے کا صدر مقام ہے۔  
بواحی غلاموں سمیت، جن کی آبادی بہت کچھ  
ہے، اس کے باشندوں کی کل تعداد ۳۵۰ نفوس  
ہے۔ اس شہر پر مسلمانوں کے قبضے کا وہی  
زمانہ ہے جو نوزدہ تدبیر [رک ناں] کے دوسرے  
شہروں کی فتح کا ہے۔ ہر سہ سے پہلے طویل مدت  
تک یہ اس دورے کا صدر مقام رہا ہے۔ جب تک  
یہ مسلمانوں کے زیر نگیں رہا اس کی تاریخ ہر سہ  
کی تاریخ سے وابستہ رہی، تاہم چھٹی صدی ہجری  
کے وسط / اڑھویں صدیء ہلادی کے درمیان حقے  
میں وہ شہر بہت بھڑکی مدت کے لیے ایک چھوٹی  
سی۔ دود معمار رہا اس کا صدر مقام رہا۔ اس ریاست  
کا حکمران فانی احمد بن عبدالرحمن بن علی بن  
عاصم تھا

**مآخذ:** (۱) الادریسی، طبع ڈوری Dozy و د حویہ  
de Goeje، متن ص ۱۷۵ و ۱۹۵، ترجمہ ص ۲۱۰ و  
۲۳۴ (۲) یاقوت: معجم البلدان، طبع وینٹ  
Wustenfled، ۳۰۱: ۴ (۳) انوالعداء: تقویم البلدان،  
طبع Reinaud و de Slane، متن ص ۱۷۹ و ترجمہ  
ص ۲۵۶ (۴) ابن عبدالمعجم الحمیری: الروص المغطار،  
ہسپانیہ، بدیل مادہ (۵) ابن الخطیب: أعلام، ہسپانیہ،  
طبع لیوی پرووانسال Lévi-Provançal، رباط۔ پیرس  
۱۹۳۴ء، ص ۲۹۷ تا ۲۹۸ (۶) Levante E Tormo  
(Guías Calpe)، میڈرڈ ۱۹۲۳ء، ص ۲۹۷ تا ۳۰۶

(لیوی پرووانسال Lévi-Provançal)

**اڑیسہ:** (Odra-deça) انڈیا کا ایک صوبہ، ⑧

کہا۔ [ ۱۶۰۴ء میں شاہ عباس اول نے اسے دوبارہ  
حاصل کر لیا۔ انہی مسلسل جنگوں کے بعد، جو کا  
سجہ کبھی تک اور کبھی دوسرے فریق کے حق  
میں نکلتا رہا، آخر کار مراد چہارہ نے اس پر قبضہ  
کر لیا، لیکن اس کے بعد جلد ہی وہ دوبارہ ایرانیوں  
کے ہاتھ میں چلا گیا۔ اس شہر کی تاریخ کا مختصر  
سا حال مادہ اڑیسہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ۱۸۲۷ء  
میں اس شہر پر روسی کارل Paskewitch نے  
قبضہ کر لیا، جسے اس فتح کے اصرار میں اربوٹسکی  
(Eriwanski) [یعنی امیر اریوان] کا لقب [اور دس  
لاکھ روپے انعام] دیا گیا۔ ۱۸۲۸ء کے صلحنامے  
کے بعد سے اریوان روس کے پاس رہا ہے۔ [۱۹۱۸ء  
میں جب جمہوریہ قفقاز میں اذربائیجان، گرجستان  
اور آرمینیا کی جمہوریتیں بن گئیں تو اریوان آرمینیا  
میں شامل کر دیا گیا اور اب اس جمہوریت کا صدر  
مقام ہے۔] یہاں مسیحی، جو انہی ذاتی باری کے لیے  
مشہور ہیں اور دیگر اہم عمارتیں آٹھویں صدی  
ہجری اور اس کے بعد کی ہیں [جن میں ٹوب مسجد،  
سردار مسجد کا ایک حصہ اور رنگی صو نا  
ایک تاریخی بل شامل ہیں۔ یہاں کے مشہور لوگوں  
میں حسن بن اسفہ اور صاحب دیوان شاعر مضع  
سر مرزا سلیم اریوانی کے بیٹے وزیر اعظم مرزا عباس  
فجری کا ذکر کیا جا سکتا ہے، جو خود ایک اچھا  
شاعر تھا (م ۱۸۳۹ء)۔]

**مآخذ:** (۱) حامی حلیہ۔ جہاں نما (قسطنطنیہ  
۱۱۴۵ء)، ص ۳۹۱ (۲) اولیا آمدی: Travels (ترجمہ  
ہامر von Hammer)، ۲: ۱۰۰ بعد (۳) Binder  
Au Kurdistan، ص ۲۵ بعد (۴) Muller-Simonis  
Du Caucase au Golfe persique، ص ۵۶ تا ۶۵ (۵)  
Persia Past and Present A V Williams Jackson  
(نیویارک ۱۹۰۶ء)، ص ۱۷ تا ۱۹ (۶) Sarre  
Denkmäler persischer Baukunst، ص ۵۲ بعد، لوحہ

معاهدے کے مطابق گو یہ علاقہ برائے نام انگریزوں کے ماتحت ہو گیا تھا تاہم ۱۸۰۳ء تک اسے باقاعدہ طور سے فتح نہیں کیا گیا۔

صلح سمول پور کو چھوڑ کر وہ علاقہ جسے آج کل اڑیسہ کہتے ہیں سمول سنگال اکتوبر ۱۹۰۵ء تک ایک ہی نظام حکومت میں شامل رہا۔ اس کے بعد مارچ ۱۹۱۲ء تک اس کا الحاق مغربی سنگال سے رہا اور پھر بہار اور اڑیسہ کے دو صوبے علیحدہ علیحدہ بنا دیے گئے۔

۱۹۳۶ء میں او ڈائل O'Donnell کمیٹی کی سفارشات کے تحت چھ صوبوں (بالا سور، ڈاک، گجم، رات پوری، اور سمول پور) کا ایک علیحدہ صوبہ بنایا گیا۔ ۱۹۳۸ء میں اڑیسہ کی حوس چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو بھی اسی صوبے میں مدغم کر دیا گیا۔ اس کے بعد برائے کلا اور ٹھرسوان کے علاقے صوبہ بہار میں شامل کر دیے گئے۔ یکم اگست ۱۹۴۹ء کو تمام سابقہ ریاستوں کو برائے اصلاح میں شامل کر دیا گیا، چنانچہ جدید اڑیسہ میں اب کل تیرہ اصلاح ہیں۔

مہاندی اور اس کے معاون شمال میں چھوٹے یا پوری پہاڑیوں اور جنوب میں مسرفی گھاٹ کو تقسیم کرتے ہیں۔ طمبات الارض کی تقسیم کے مطابق چھوٹے ناگپور کی پہاڑیاں اور مسرفی گھاٹ کے علاقے پالیزوی Palaeozoic [یا Primary] عہد سے تعلق رکھتے ہیں، جو زیادہ تر گوندوانہ طریق تقسیم کے مطابق ہیں۔ ان علاقوں میں معدنیات کثرت سے ہیں۔ خاص خاص معدنیات یہ ہیں: کوئلا، منگس (manganese) اور چوئے کا پھر، لیکن صعب و حروب کے اعتبار سے یہ علاقہ پس ماندہ ہے۔ ساحلی علاقے کے نصف سے زیادہ میدان مہاندی، سرھمی اور ستارانی اور ان کے معاونوں کے مشترکہ ڈیلٹے کی وجہ سے معرض وجود میں آئے ہیں۔

جس کا کل رقبہ ۵۹۸۳۹ مربع میل اور کل آبادی ۱۴۶۳۵۹۶۶ ہے۔ یہ صوبہ مہاندی اور آس ناس کے دریاؤں کے ڈیلٹا کو گھیرے ہوئے ہے اور ایک صرف حلیج سنگال سے لے کر مدھا بردس کی سرحد تک پھیلا ہوا ہے اور دوری طرف دریا سے بہتا ہے، لے کر پھل چلکا تک چلا جاتا ہے۔ یہ علاقہ میں نہ علاقہ قدرتی طور پر ناقابل تفریق ہے، اس لیے ہر قسم کے حملوں سے محفوظ رہا۔ اس کے ساحلی علاقے بعض اوقات فتح ہوئے رہے، کئی اندرونی ملک کے پہاڑی علاقے میں یہ حدود معیار یا ناج گزار ریاستیں قائم رہیں۔ یہ علاقہ مذہم زمانے کی سلطنت کالینگا کا ایک حصہ تھا، جسے امن سس قوم آچوکا A-çoka نے فتح کر لیا تھا اور یہی لوگ وہاں آباد تھے، لیکن مملکت پورنا کے استوار کے بعد یہ علاقہ دوبارہ کالینگا کی ریاست میں شامل کر لیا گیا۔ کچھ صدی کے آخر تک اس علاقے کی تاریخ میں راجا تھا، لہذا جو لوگ اس زمانے کی تاریخ کے معموں کو حل کرنا چاہیں، پھر چاہیے کہ وہ سرحد کی تاریخ اڑیسہ کا مطالعہ کریں۔

موجودہ اڑیسہ کے بعض حصوں کو سلطان محمد بن تغلق کی مملکت میں شامل کر لیا گیا تھا اور وہ حاج انگر کے صوبے میں شمار ہوئے تھے۔ اڑیسہ کا اصل فاتح اکثر کا مشہور سہ سالار راجہ مان سنگھ تھا، جس نے اس علاقے کو سنگال کے افغانوں سے پرور شمس چھین لیا، جو کسی طرح وہاں متمکن ہو گئے تھے۔ اکثر کے زمانے میں اڑیسہ کو صوبہ سنگال کا ایک حصہ سمجھا جاتا تھا، تا آنکہ جہانگیر کے عہد میں اسے ایک علیحدہ صوبہ بنا دیا گیا۔ مغلیہ سلطنت کے روال بدیر ہوئے پھر اڑیسہ بھوسلا مرھٹوں [رک ناں] کے قبضے میں آ گیا۔ ۱۷۶۵ء کے انتقال اختیارات دیوانی کے

نارے میں الاسعری کا ساں ہے نہ اُس نے حوارح کے مابین سب سے پہلے اس نظریے کی نائند کر کے اختلاف مٹا دیا تھا نہ حملہ و محاصرے کو ان کی عورتوں اور بچوں سمیت قتل کر دینا چاہیے (استعراصی)۔ اس شخص کے دانی حالات یہ ہیں کہ وہ ایک یونانی الاصل ارادسندہ لہمار کا بیٹا تھا۔ ۵۶۴/۵۸۳ء میں وہ عبداللہ بن البربرہ کی مدد کے لیے آیا، جب کہ سامی سہ سالار حسن بن نصر السُکونی کے عساکر نے مکہ میں ان کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ جب کہ محاصرہ اٹھا لیا گیا تو نافع دیگر خارجی رہنماؤں کے ساتھ، جس میں تھوہ بن عامر اور عبداللہ ابن ابی اسامی بھی شامل تھے، نصرے کو لوٹ آئے۔ یہاں پہنچ کر اس نے فوراً ان مسادات سے فائدہ اٹھایا جو رند بن معاذ بن ارمہ کی وفات کے اعلان پر ظہور میں آئے تھے، چنانچہ اسی کے زیرِ فساد حوارح نے نصرے کے والی مسعود بن عامر العنکی کو قتل کیا، جسے عبداللہ بن رند نے مار دیا تھا اور بعد ازاں عبداللہ بن البربرہ کے بھتیجے عویس والی عمر بن عبداللہ کو بھی ماریے سے انکار کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عمر بن عبداللہ کو سپہر کا منصب حاصل کرنے کے لیے طائف استعمال کرنا پڑی۔ اس کام میں اسے اہل سپہر کی امداد بھی حاصل ہوئی، جس کے لیے حوارح کی سپہر فرمانیں برداشت کرنا دشوار ہو رہا تھا۔ جب حوارح کو نصرے سے باہر نکال دیا گیا تو نافع نے سپہر کے دروازوں کے باہر ڈبیرے ڈال دیے اور مرید لاسکر جمع کر کے سخت لڑائی کے بعد عمر بن عبداللہ کو شکست دی اور سپہر پر دوبارہ قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ نصرے میں صورتِ حال کی اصلاح کے لیے ابن البربرہ نے مسلم ابن عسک کی سالاری میں ایک لاسکر روانہ کیا۔ غالباً اسی موقع پر نصرے میں حوارح کے انتہا پسند اور اعتدال پسند عناصر کے درمیان بفرقہ

ان دریاؤں کی رحیر وادیوں میں اکثر سلاطین آجاتے ہیں، لیکن ان سے بچنے کے لیے اب ایک عمدہ منصوبہ بنار ہو رہا ہے۔ عام سہہ رراع ہے۔ سب سے زیادہ فصل چاول کی ہوتی ہے۔ دوسری فصلیں نہ ہیں: پٹسی، گنا، بل اور دالیں۔ اس صوبے میں ۱۳ مربع میل میں جنگل ہیں۔ آب و ہوا معتدل ہے۔ اوسط بارش ۵۵ اینچ سالانہ کے قریب ہو جاتی ہے۔

علاقے کا صدر مقام ٹٹک ہے، جو ایک صنعتی مرکز اور آٹیکل یونیورسٹی کی جانے جگہ ہے۔ ایک بڑا صدر مقام بھوبھسوار Bhubaneswar کے تاریخی شہر کے قریب تعمیر ہو رہا ہے، جسے ٹٹک سے کئی بلوں کے ذریعے ملانا جائے گا۔ اس صوبے میں اچھوت قوموں کی اکثریت ہے۔ یہ عیسویوں کے گڑھ ہیں اور پوری کے مشہور۔ لیکن ناٹھ، پور، جو سمندر کے کنارے واقع ہے، ہزاروں تیسری آنے جاتے رہے ہیں

- مآخذ (۱) سر جی R D Bannerjee، *History of Orissa*، ۲ جلد، کلکتہ ۱۹۳۰ء - ۱۹۳۱ء (۲) *Orissa W W Hunter*، ۲ جلد، لندن ۱۸۸۳ء (۳) *Feudatory States of Orissa* Gobden Ramsay، کلکتہ ۱۹۱۰ء (۴) *Report of the Orissa Committee* (۵) *Sketch of A Toynbee* (۶) *of the History of Orissa from 1803 to 1828*، کلکتہ ۱۸۸۳ء (۷) *Imperial Gazetteer of India* ۱۹۰۷ء (۸) *India and Pakistan Year Book* ۱۹۵۵-۱۹۵۶ء (۹) رپورٹ مردم شماری انڈیا، ۱۹۵۱ء

(ڈیور C COLLIN DAVIS)

[ناضارہ ار قاضی سعید الدین احمد]

\* ازارقہ: حوارح [رک ساں] کے بڑے فرعون میں سے ایک۔ یہ نام اس فرعون کے فائد نافع بن الازرق الحمی الخطی کے نام سے ملتا ہے، جس کے

ہوا اور وہ دو فرقوں - اراقہ اور اباصہ - میں  
مقسم ہو گئے۔ از روئے روایت یہ اسی سال ۵۶۵ھ /  
۶۸۵ء کا واقعہ ہے۔ اباصہ نے، جو سب سے کم  
مست یھے، مسلم بن عقیل سے جنگ نہ کرنے کو ترجیح  
دی۔ بصرے ہی میں مقیم رہے، لیکن اراقہ نے  
اس کے لڑنے کا بہتہ لے لیا اور سپہر چھوڑ کر افع  
سے تردد کی۔ میں حورسین (اھوار) کی طرف چلے  
گئے۔ مسلم نے - ولایت کے مقام پر انہوں حالیا اور  
ساتھ جو کھمساں کا رہا اس میں نافع اور زبیری  
[مسلم] دونوں مارے گئے (۵۶۵ھ / ۶۸۵ء)۔  
ابو اراقہ نے عبداللہ بن الماحور کی سرکردگی  
میں اپنے نیا رسر بموسطم لے لیا اور جنگ جاری  
رہی۔ یہاں تک کہ مدد مائل فوجیں پھک کر اور  
- - - - - بصرے کو ٹوٹ گئیں۔ انہی ماہ  
تک بصرے اور اھوار کا درمیان علاقہ قتل و غارت  
اور اسرردگی کی آماجگاہ بنا رہا، کیونکہ اراقہ  
ان سب لوگوں کا قتل عام کر دیتے تھے جو ان کے  
- - - - - نو مسلم نہیں تھے۔ بصرے کے  
مسندوں سے خوفزدہ ہو کر المہلب بن ابی صخرہ کو  
لا بھیجا اور اس نے اراقہ کے خلاف معرلے کی قیادت  
رے کی جاسی بھر لی۔ المہلب نے پہلے انہیں  
مدہ (کے علاقے) سے بے دخل کیا اور بعد ازاں  
جیل لے مسروں میں ستری کے پردہ تک سکست فاس  
و (۵۶۶ھ / ۶۸۶ء)۔ اس سکست کے بعد اراقہ  
فارس کی طرف بھاگا ہو گئے۔ عبداللہ بن الماحور  
اس سرائی میں مارا گیا اور [حارحی] لاسکر کی  
سہلااری اس کے بھائی رسر کے ہاتھ میں آئی، جس نے  
سوزے ہی عرصے میں اسے جاسوں کو نئے سرے  
سے مستم کیا اور بھر لڑنے کے لیے چل پڑا۔ عراق  
میں - - - - - بارہ وارد ہو کر وہ مدائن تک ٹھہتا چلا گیا۔  
اس سپہر کو اس نے تاراج اور ناسدوں کا قتل عام  
کیا، لیکن جب کوفے سے آنے والی ایک فوج سے سامنا

ہوا تو اس نے ہلٹ کر اصفہان پر حملہ کر دیا،  
جس کا والی غائب بن ورفاء تھا۔ سپہر کے قریب مقابلے  
میں اراقہ نے سکست بھائی اور رسر بن الماحور کے  
میرے ر وہ بالکل تر تر ہو کر فارس کی طرف فرار  
ہوئے اور وہاں سے کرمان کے پہاڑوں میں چلے  
گئے (۵۶۸ھ / ۶۸۷-۶۸۸ء)۔ آرساں کے ایک جنگجو  
سپاہی قطری بن المحاء ہے، جو بے اسہا مسعد  
ہوئے کے ساتھ ساتھ ایک اعلیٰ خطب اور ساعر ہوئے  
کی عرصہ مولی صلاحیتیں بھی رکھتا تھا، اراقہ کے  
جوں - - - - - نو ارسر بولہاے اور ان کی ہراگندہ جہتوں  
کو از سر بموسطم لڑنے میں کاسانی حاصل کی۔  
بچہ وف کرارے کے بعد وہ سر نرم عمل ہوا اور  
الھوار پر قبضہ کیا۔ وہاں سے اس نے عراق کی  
سرزمین میں بھر داخل ہو کر بصرے کی طرف  
دس دس کی سپہر کے نئے والی مضمت بن الرسر  
کو چونکہ نفس بھاگا کہ صرف المہلب ہی اراقہ کا  
مقابلہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہے اس لیے اس نے اپنے  
موصول - - - - - جہاں اسے والی بنا کر بھیج دیا گیا تھا،  
و اس بلا لیا اور اراقہ کے خلاف مہم کی قیادت پر  
مأمر کر دیا۔ المہلب نے اگرچہ اراقہ کے اس  
جنگجو سردار کے خلاف وسیع سمائے پر جارحانہ  
اقدامات کیے، تاہم وہ المہلب کو بڑی مذت تک  
روکے رکھے میں کاسات رہا، بلکہ اس نے اس وف  
بھی جب کہ مسکن کے مقام پر مضمت کے سکست  
بھائے کے بعد عراق عبدالملک [بن سرواں]  
کے ہاتھ میں چلا گیا (۵۷۱ھ / ۶۹۰ء)۔ بھر دخل  
کے نائے کنارے اسے قدم جمائے رکھے۔ اس صورت  
حال میں اس وف تک کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی  
جب تک کہ الحجاج بن یوسف نے مغربی عرب میں  
اس واماں قائم کرنے کے بعد عراق کی حکومت اپنے  
ہاتھ میں نہ لے لی (۵۷۵ھ / ۶۹۴ء)۔ الحجاج نے ان  
جنگی اقدامات کی سپہلااری پر المہلب کو بحال

رکھا اور حکم دنا کہ وہ ازارہ ر می' الغور حملہ شروع کر دے۔ اس پر المہلت نے ازارہ کے خلاف مہموں اور معرکوں کا ایک زبردست - سلسلہ شروع کر دیا، جس کے نتیجے میں ازارقہ ہتھے ہتھے سلطنت کے سرحدی علاقوں تک پہنچ گئے، لہذا سدید مراحمت کے اوجود وہ داخل کو چھوڑ کر رڑوں کی طرف سہا ہونے اور بالآخر فارس کو حالی کر کے کرمان تک ہٹ آئے پر محصور ہو گئے۔ انہوں نے جبرف کے قصبے میں اپنا صدر مقام قائم کیا اور آٹھ سال اپنے مورچے سنبھالے رہے، یہاں تک کہ ان کی فوج کے عربوں اور موالی کے اہمی اختلافات نے رقبہ رقبہ ان کی جمعبند ہو رالندہ کر دیا۔ قطری نو عربوں کے ساتھ جبرف چھوڑ کر طرساں میں بسا اپنا بانی اور موالی ۵ لروہ صدرتہ الکسر کی قیادت میں جبرف میں سما رہا (اس عذرہ کے علاوہ ہمارے ماحد میں ایک اور عذرہ الصبر کا ذکر آنا ہے، جس کی سبب حال ہے کہ وہ قطری سے الگ ہو جانے والے انک اور کروہ کا سردار تھا)۔ اب ادھر نو المہلت نو درماں میں باقی ماندہ ازارہ سے بھگنے اور ان دمل عام کرے میں کچھ دسواری نہ ہوئی اور ادھر دبی سبہ سالار سبباں الٹرد فوج لے کر والی طرساں سے حاملا اور اس نے نواح طرساں کے نہاڑوں میں قطری کو حاکم کیا اور اسے فصلہ کر سکس فاس دی۔ نہ بہادر جنگ کو اپنے گھوڑے سے کر بڑا اور اس کے سانہی اسے نہا چھوڑ کر چل دے۔ دسمی نو اس کا بتا چل گیا اور اسے موب کے گھاٹ اندر دنا گیا (۷۸-۷۹/۵۷۹-۶۹۹)۔ اس کا سر حلیفہ کے سامنے پیش کر کے لیے دمسق لے جایا گیا۔ بچے کھچے ازارقہ عیدہ بن ہلال کی قیادت میں کومیس کے قریب سدور میں مورچے بنا کر بٹھ گئے تھے، ان کا محاصرہ طویل مدت تک جاری رہا۔ بالآخر انہوں نے نکل کر

حملہ کیا اور اس لڑائی میں سب کے سب مارے گئے۔ اس طرح نہ نعاون، جو حوارج کے فسون میں اسلامی سلطنت کی وحدت کے لیے سب سے زیادہ خطرناک اور اہم وحسانہ مدہمی جنوں کی وجہ سے درجہ غایت حوصالت بھی، اختتام پذیر ہوئی۔

بقائندہ وہ خاص خاص مدہمی نظریات جو ازارقہ کو دوسرے حوارج سے ممتاز کرے ہیں الا، عربی کے بنا کے مطابق حسب ذیل ہیں:

(۱) براہ الفعدہ، یعنی فائل سے بھجے سنو رہے والوں کا اسلام سے احرار (براہ)۔

(۲) یخنہ، یعنی ان تمام لوگوں کا احساب (اسحاں) جو ان کے لشکر میں داخل ہونے کے حواہاں ہوں۔

(۳) نکمر، یعنی ان مسلمانوں کو کافر سمجھنا جو عورت کر کے ان کی طرف نہیں آئے۔

(۴) اسیراص، یعنی دسموں کی عورتوں اور جنوں کے فائل نو حائر رہنا۔

(۵) براہ اہل رقبہ، ان لوگوں کو اسلام سے خارج سمجھنا جو قول یا فعل میں رقبہ کرنے سے فائل ہیں۔

(۶) یہ عیدہ نہ مسرکس کے بچے بھی اپنے والدین کی طرح جہمی ہیں۔ اس کے علاوہ بقول (السمرسانی اور البعدادی):

(۷) راسوں کو سنگسار کرنے کی سرائی موبو، کیونکہ یہ سرائی میں عائد نہیں کی گئی۔

(۸) خدا کی طرف سے کسی ایسے شخص کو سی بنا کر بھجے کا امکان جس کے متعلق وہ حاکم ہے کہ وہ ضرورہ نابریگر بن جائے گا یا جو سی سے پہلے نابریگر تھا، مرید نراں اس حرم کے بیاں کے مطابق:

(۹) چور کا ہاتھ، یعنی پورا نارو جڑ کی ہڈی سے کاٹ دیا؛

(۲۲) 'den ersten Umayyaden' لائڈن ۱۸۸۳ء؛  
'Chronographia isiamica Caetan' ۱۲۳۱ء، ۱۲۵۳ء  
(۲۳) ۷۶۲، ۷۶۸، ۷۸۲، ۸۴، ۸۶۰ (۲۴) 'Chalifen Weil  
به امداد اشاريه' (۲۴) پيل  
Ch Pellat 'Le milieu basrien et la formation  
de Gāhiz' پيرس ۱۹۵۳ء، ص ۹ و بعد (۲۵)  
R Rubmacet 'Il califfo 'Abd-al-Malik b Marwān  
در AIUON، سلسله حديد، ۱۹۵۳ء



مسل از سبب ششی: ۵۰۹۲/۱۱۹۶ء میں جب حواریم شاہ نکس [رکے نان] نے ایران پر حملہ کیا تو اس وقت ازنک ازنک اپنے بھائی ابوبکر اناک آذربجان کے خوف سے بھاگ کر نکس کے پاس آگیا اور اس نے اسے ہمدان کا علاقہ بطور جاگیر عطا کر دیا۔ (جہاں گشای، ۲: ۳۸)۔ بقول راحہ الصدور، ص ۳۸۸، خود ابوبکر ہی نے اسے ہمدان بھجوا دیا اور اس کے ساتھ عزالدین ستمز کو بھی، لیکن جلد ہی بادشاہ ملک جمال الدین آئی ایہ ؟ (حو اناک ذی رنہ امیر اور ولعہ قرین کا مالک تھا، قس مادہ سلطان آباد، سر تاریخ عسی کے فارسی ترجمے کا مقدمہ۔

ریو 'Catalogue Reiu'، ۱: ۱۵۸) ازنک کے ساتھ مل گیا اور اس کا اناک پر دراپے دامادوں کو اپنا معاون بنا لیا۔ ۹ حمادی الآخرہ ۵۰۹۳/۲۹ اپریل ۱۱۹۷ء کو اناک فوج بغداد سے روانہ ہوئی اور اس نے ہمدان فتح کر لیا۔ آئی ایہ فرار ہو گیا اور ازنک اب براہ راست حلقہ کے ماتحت ہو گیا (قبہ سراے بمصلاط اس الاثر، ۱۲: ۸۲)۔

بالآخر میاجی نے، جو حواریم شاہ کا سلام اور وفادار ملازم تھا (اور قلعہ اناج کا قائل)، صورت حال پر قابو پا لیا، لیکن رحمت ۵۰۹۳/مئی۔ جون ۱۱۹۷ء میں ازنک نے ہمدان کی طرف مراجعت کی اور ابوبکر نے دوبارہ اقتدار اعلیٰ حاصل کر کے اس کے لئے نئے مسر بھج دیے۔ راحہ الصدور میں ازنک کا لقب ملک نشانا گیا ہے۔ یہ زمانہ تراسبو تھا اور ۵۰۹۴ء میں ازنک سے قرؤیں کا رخ کیا نا کہ میاجی سے بردآرمائی کرے لیکن اسے رنجان کی طرف بسبا ہونا پڑا۔ ادھر اس کے حریف نے حلقہ وف کی سہ سے ہمدان فتح کر لیا اور ۲۰ رحمت ۵۰۹۴/۲۸ مئی ۱۱۹۸ء کو حواریم شاہ کی طرف سے بھی اس کی حکومت تسلیم کر لی گئی۔ میاجی کی خواہش تھی کہ وہ "سلطان" کا لقب بھی

احسار کر لے، لیکن آئی ایہ کی سرکردگی میں ابوبکر کی فوجوں نے اسے قہا (صلع رنے) کے قریب سکس دے دی۔ بھڑے عرصے کے لئے اناک ابوبکر نے رنے پر قصبہ رکھا، مگر ایک غلط افواہ کی وجہ سے ایسی کھللی محی کہ اسے وہاں سے بھاگنے ہی سی۔ اب میاجی بھر رنے واس آگیا، لیکن اس نے ظلم و تعدی کی بناء پر اس کے حواریم مری اس سے بددل ہو گئے اور بالآخر حواریم میں اسے قتل کر دیا گیا۔ ازنک اور اس کے نائب کو لچہ سے عراوی میں حواریم کا قتل عام شروع کر دیا اور ابوبکر اس قاتل ہو گیا کہ اصفہان پر قصبہ کر کے ملک بسم کر دے، حلقہ ملک ازنک کے حق میں ہمدان آنا اور کو لچہ کو رنے کا علاقہ ملا۔ ان سب پر بالا دسی آئی اسے کو حاصل بھی جو اسے داماد کو لچہ کی بدعواہوں سے رائد ار سربو جسم بوسی برتا تھا۔ ابوبکر اسے سب احساراب لھو کر (اس کی ضروری کی نابت دیکھئے اس الاثر، ۱۲: ۱۲۰) ازنک کے پاس حلا کساء، لیکن احمر میں دوبارہ آذربجان کو واس ہوا۔ اس دوران میں تمام عراوی عجم میں فسہ و فساد کا دورہ رہا (قس معاصرین کی سہادت: راحہ الصدور، ص ۳۹۸، سر فارسی ترجمہ عسی [قس مقدمہ، طبع جہان، ۱۲۷۴ء، ص ۱۰]، قس Defrémery: کتاب سہ تور) ۵۶۰ء میں (اس الاثر، ۱۲: ۱۲۸) ابوبکر نے آئی نوغیس کو اس عرص سے بھجوا کہ کو لچہ کو ٹھکانے لگا دے، جس نے اس عرصے میں رنے، ہمدان اور حبل (Media) پر قصبہ کر لیا تھا۔ کو لچہ مارا گیا اور ازنک وہاں کا ملک بن گیا۔ آئی نوغیس اس کا مشیر اور محافظ تھا۔ ۵۶۰ء میں آئی نوغیس ابوبکر کی مدد کو پہنچا اور اسے مراغہ [رکے نان] پر قصبہ کر لئے میں مدد دی، لیکن آخر کار اسے صرف آذربجان اور آراں پر تصرف رکھے کی

احبار دی (وہی کتاب، ص ۱۸۶، ۱۹۴)۔

ارنک بطور اسانک: غالباً ارنک شمال کی طرف ہٹ گیا تھا اور یہیں ۵۶۰ء / ۱۱۲۱ء میں وہ یونکر کا حاشی بھی ہوا (اس الاثر ہے اس کا ثبوتی ذکر نہیں کیا)۔

۵۶۰ء میں انک اور علام منگی نے آی نوعس کا حکم لے لیا جسے ۵۶۱ء میں بالآخر مل کر دیا گیا تھا (وہی کتاب، ص ۱۹۴، ۱۹۶، ۱۹۷)۔ منگی نے اسے آقا ارنک کے ساتھ خود سواہ روئے اختیار کیا، حقیقتاً وقت ہے ارنک کی حمایت کی اور ارنک کے اسانک کو اس کے حق میں مداحات کا فرمان بھیجا۔ منگی کی تمام املاک تقسیم کر دی گئیں اور ارنک نے اپنا حصہ اسے ایک علام اعلیس دے دیا (۵۶۱ء، وہی کتاب، ص ۱۹۷) اگرچہ یہ یاد رہے کہ اعلیس خطے میں حواریں سواہ کا نام لیا تھا اور موخرالدکر اسے ادا نائب سمجھتا تھا (قبت النسوی، ص ۱۳)۔

۵۶۱ء میں اسماعیلیوں نے اعلیس نو مل کر دیا تو فارس کے اسانک سعد نے رنے پر مضہ کر لیا اور ارنک نے اصفہان پر۔ یہ خبریں کر حواریں سواہ علامہ الدین محمد نے حمل (Media) پر دھاوا بول دیا اور ان حملوں کو منسخر کر دیا۔ ارنک آدریحان کی طرف پس ہوا ہو گیا۔ مگر اس کے عمائد میں سے سہراذہ افریصر الدین بیگی (حوسلا گرجی تھا) اور وزیر رب الدین گرفتار ہو گئے۔ حواریں سواہ نے ارنک سے معاملہ کر کے آدریحان اور آراں کے علاقے اس کے پاس چھوڑ دیے، مگر ساتھ ہی اسے مجبور کیا کہ خطوں میں اس کا نام بڑھا جائے اور سگے بھی اسی کے نام کے ڈھلس (قبت اس الاثر، ۱۲: ۲۰۷)؛ النسوی، ص ۱۷)۔

معل: جب ۵۶۱ء / ۱۱۲۰ء میں بناری تبریز کی شہر پناہ نک پہنچ گئے تو ارنک نے،

حو شب و روز میں نوشی میں مشغول رہتا تھا، یہ بردلانہ، مگر قربی مصلحت راستہ اختیار کیا کہ سپر کی طرف سے انہیں ناواں دینا منظور کر لیا (وہی کتاب، ص ۲۴۴)۔ گرجیوں کو حب پہلی بار بناریوں کے ہاتھوں سکس ہوئی تو انہوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ ارنک اور حان جلاط سے اتحاد کر لیا جائے، لیکن بناریوں کو اس فوج کی کمک بھیج گئی حو حود ارنک کے ایک برکی علام اوس (اغوس؟) نے ان کی امداد کے لیے مہیا کی بھی اور انہوں نے یہ منصوبہ پورا نہ ہوئے دنا، کیونکہ انہوں نے یطیس [رک نان] پر نئے سرے سے حملہ کر دیا اور پھر ۵۶۱ء میں دوبارہ تبریز پر حملہ آور ہوئے۔ اس دفعہ بھی ارنک نے سپر کی طرف سے ناواں ادا کر دیا (وہی کتاب، ص ۲۴۶)۔ حب ان لوگوں نے دسری بار تبریز پر حملہ کیا (وہی کتاب، ص ۲۵۰)۔ ارنک حود یحوان جلاط اور اسے اہل و عیال کو حوی بھیج دیا۔ اس الاثر ہے کہا ہے کہ "اس نے مصرے میں نورا آدریحان اور تمام آراں تھا، پھر بھی وہ اسے ملک کو دسم سے محفوظ رکھے میں بالکل بے بس ثابت ہوا" (وہی کتاب، ص ۲۵۰)۔

۵۶۱ء میں قنجاہ نے آراں میں سورش برپا کر دی۔ یہ لوگ درسد کے راسے ماورائے قفقاز میں داخل ہو گئے تھے اور اسی طرح بعد میں گرجیوں نے غالباً اس بات پر ابروحہ ہو کر کہ انہوں نے اتحاد کے لیے حوئی پس کسی کی بھی وہ ناکام رہی تھیں ان کو ناراج کر دیا (وہی کتاب، ص ۲۶۶)۔ اس سال کے احسام پر (اکتوبر ۱۲۲۲ء) ہم انک بار پھر ارنک نہ تبریز میں بیکار بیٹھا پائے ہیں، لیکن اسے کسی حد تک اثر و رسوخ حاصل تھا، کیونکہ موصول کے انک امیر نے اپنے کو اس کے زیر حمایت کر لیا تھا (وہی کتاب، ص ۲۶۸)۔

معلوں کے چلے جانے کے بعد حو اسن و اسان

حوارومی سپہ سالار سریر میں داخل ہو گیا۔ ۱۶  
رحب ۵۶۲۲/۲۴ جولائی ۱۲۲۵ء کو حلال الدین  
نے سر پر منصبہ کر لیا۔

حب حلال الدین گرجستان کی مہتموں میں  
مستعمل تھا تو اس کی عمر حصری میں سریر کے اندر  
ارہک کو واپس لائے کی سارس کی گئی، اس ساریر  
میں مسس الدین طغرانی جسٹاٹراسعصر بھی سامنے  
تھا، مگر حلال الدین اس کے سد باب کے لیے بروقت  
وہاں پہنچ گیا۔ حواریم شاہ نے ارہک کو وہ  
بردرست رک بھجوائی کہ اس کی سوی سے، حوطعل  
نابی کی سی بھی، نکاح کر لے۔ اگرچہ ارہک اور  
اس سمرادی کا نکاح مسیح ہو جائے کی مانوی حدیں  
بند کر لی گئیں، لیکن فصاحت و بدنامی بہت  
ہوئی۔ بعد میں حلال الدین نے اس سمرادی سے  
بے اعتنائی برسی یہاں تک کہ وہ ملک اسراف ابوی  
سے امداد کی التجا کرے بر محبور ہوئی۔ حناجہ  
۵۶۲۴ میں ایک مہم آدرہاں کو روانہ کی گئی  
اور سمرادی کو تسلط لے آنا گیا (اس الاثر،  
ص ۷۳، السوی، ص ۱۵۴)

ارہک کے ہاتھ سے سجدہ بھی جانا رہا اور اس نے  
اسے آخری دن (۵۶۲۲/۱۲۲۵ء) قلعة الجبلہ میں  
کرارے (قبرستان) Minor sky Transcaucasica  
در ۱۹۳۰ء، شمارہ جولائی، ص ۹۳)۔ مصیبتوں  
اور دلتوں نے اس کی قبر توڑ دی بھی (قبر السوی،  
ص ۱۱۹، جونی، ۱۵۷۰ء) اور اسی پر اناکوں کا وہ  
دور حکومت جسم ہو گیا حوالہ دیگر (الذکر) کے  
وقت سے شروع ہوا تھا۔

ارہک نے ایک نیا جھوڑا، جس کا نام معلوم  
ہونا ہے کہ قیرل آرسلاں تھا (السوی، ص ۱۶۸)،  
لیکن اس کے برخلاف راحہ الصدور (ص ۹۴) میں  
اس کا نام طغرل بتایا گیا ہے۔ عام طور پر اسے  
”حاموس“ کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ نہرا اور گونگا

کا زمانہ گزرا اس کے دوران میں ۵۶۲۰ میں ایران  
حوارہ شاہ کے ہاتھ عبات الدین اور اس کے چچا  
اغشیسی کے مابین موحب براہ ہو گیا۔ ارہک نے اسے  
علامہ ابنک السامی کی معیت میں عبات الدین کے  
خلاف چڑھائی کر دی، مگر شکست کھائی اس الاثر،  
۱۲: ۲۷۰)۔ السوی (ص ۷۶) کے مان کے مطابق  
جب عبات الدین عراق میں ممکن ہو گیا تو اس نے  
آدرہاں (مراغہ اور اوجان) پر دھاوے بولے۔ روح  
کر دیے اور ارہک نے اسی ہمسر سمرادی بچچوان  
کی شادی اس سے کر کے اسے رام ارسے کی  
کونسن کی، لیکن دوسری طرف اغشیسی دوبارہ  
آنا اور آدرہاں کو راجہ کرنا (قبر اس الاثر،  
۱۲: ۲۸۱)

۵۶۲۱ میں نئی بنی بنی موحوں نے ایران پر  
حملہ کیا اور رنے میں حواریم شاہ کو شکست  
دی۔ باقی ماندہ لوگوں نے ارہک کے پاس پناہ لی  
مگر بنیاریوں نے سریر پہنچ کر ان لوگوں کی وادسی  
کا مطالبہ کیا۔ ارہک نے ان میں سے چند نو مسلم  
کر کے ناموں کو بنیاریوں کے حوالے کر دیا۔ اس  
الاثر کا مان ہے کہ بنیاری صرف اس ہزار بھی،  
حالانکہ جن حواریموں کو رنے پر شکست ہوئی  
ان کی تعداد چھ ہزار بھی اور ارہک کی فوج ان  
دونوں سے زیادہ بھی (وہی کتاب، ص ۷۳)۔

۵۶۲۲/۱۲۲۵ء میں کرچی بفس سے آدرہاں  
کی طرف بڑھے، لیکن ان کی فوج ایک تنگ  
پھاڑی درے میں شاہ کر دی گئی۔ کرچی لوگ  
اس ہریم کا نذرہ لیے کی ساری کر رہے بھی  
کہ انہیں حلال الدین کے مراغہ پہنچ جائے کی  
اطلاع ملی، لہذا انہوں نے دوبارہ کونس کی کہ  
ارہک سے اتحاد ہو جائے۔

جلال الدین کی آمد: حلال الدین کے پہنچنے  
سے پہلے ہی ارہک گجہ کی طرف ہٹ گیا اور ایک

کی تاریخ احوال الدولہ السلجوقیہ، *Suppl Rieu* to the Catalogue of the Arabic Mss شماره ۵۰۰ (جس میں امانکوں کے متعلق کچھ تفصیلات موجود ہیں)، انہی تک طبع میں ہوئی، *Prolegomena zu einer Ausgabe der "Chronik des Seltschugischen Reiches"* لائپرگ ۱۹۱۱ء (۵) مہر حواند *Histoire des Sultans du Khwarezm* طبع مع تعلقات از *Defrémeury*، پیرس ۱۸۴۲ء، ص ۸ بعد (۶) حواند اسیر حسب التمریح ۲ تا ۴، تہران ۱۲۷۱ھ، ص ۲۰۱ (کو نیز کی کوئی خاص اہمیت نہیں) (۷) مستم نامی صحائف الاحبار، ۲ ۲۸۵ (مختصر حاشیہ) (۸) *Recherches sur Defrémeury* (۸) *quatre princes d Hamadan* در *JA*، ۱۸۴۷ء، ۱۳۸۰ تا ۱۸۶ (مملوک ذوالجحد، آی، وعس، منگی و اعلیس کی حکومت در بہت عمدہ مقالہ)۔

(میںسکی V MINORSKY)

- ⊗ **ازبکستان ۱۰** ایک جمہوریہ، جو سووٹ سہل انسا کے عین وسط میں واقع [اور سمرقند کے ایک بڑے حصے، سر درنا کے جنوبی حصے، مغربی فرغانہ، بخارا کے مغربی میدانوں، قرہ قلیق اے۔ اس۔ اس۔ آر اور خوارزم کے اربکی علاقوں پر مشتمل] ہے۔ ساند ہی کسی دوسرے ملک کی سرحدیں اسی آڑی پر چھٹی ہوں جسی نہ ازبکستان کی ہیں۔ اس کی سرحدیں [مغرب میں] در لمانہ، [شمال میں] قراغستان، [مشرق میں] قراغستان اور تاجکستان کی سووٹ سوسلس جمہوریتوں سے ملتی ہیں اور جنوب میں وہ افغانستان کی سرحد تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کا کل رقبہ ایک لاکھ اسی ہزار آٹھ سو چھاسٹھ مربع میل ہے۔ ۱۹۴۶ء میں اس کی آبادی ناسٹھ لاکھ ناسی ہزار [۱۹۶۳ء میں خوارزمی لاکھ ناسی ہزار] تھی، جس میں تقریباً ۷۰ فی صد ازبک اور ۲۰ فی صد میں تاجک، روسی، قازق، قرغیز،

ہا (فت السوی، ص ۱۲۹ تا ۱۳۰) جہاں کُشای، (۲۸۸)۔

مؤرخ میں ہے ازبک در سعی سے نکتہ حسنی کی ہے۔ حاجہ ابن الاثر بھی اپنا معمولی مصنفانہ سکون و وقار پر نہ ازبک کے حگہ حگہ اس پر لہر رہے ہیں (۱۲۰۰ ۲۴۴ ۲۵۰ ۲۶۷) اور اس پر نہ الرام عائد دریا ہے کہ وہ۔ اب تا رساء عس و عسرب کا دادادہ اور حوا (الغمار باسم، اذون کا حوا) کا ساتھی تھا۔ اس کے آرام طلبی کی زندگی سر دریا تھا اور مہینوں اور سے باغیر نہیں نکلتا تھا (فت سیر دافوب۔ بل مادہ آریہ، ۲۱۹۰)۔ بے لک زندگی کی یہ تصویر درو، ان اسدوں کے سرعکس بھی جو ارہم کے مسلمانوں کے حلال الدن کی دات سے وا۔ نہ ازبک بھی نہیں، حالانکہ اسی جی زندگی میں وہ نوی را ی سے نا ل نہ تھا (السوی، ص ۱۸۶ ۲۸۳ تا ۲۸۴)۔ حوا میں ازبک نے بھی معادہ و حق میں جتہ لیا تھا، مگر اس کی فوجیں سکس حملوں کے مقابلے کے لیے نا کافی تھیں (اس وقت برقی لوگ اسے عروج کی انتہا پر تھے) (فت یفلس) اور دریاں جریہوں، ملا معل اور مجاہد اعظم حلال الدن سے سرد آرمائی کے قابل نہ تھیں۔ اس الاس (۱۲۰۰ ۲۸۱) نے ایک کوسک کا ذکر کیا ہے، جو ازبک نے پر کسر صرف کر کے دریر میں تعمیر کرانا تھا۔ جوس گرواں و رنگیں مزاج امانک کا دربار ماعروں اور ف کاروں کے لیے نائب کس تہا اور ازبک کا وزیر دین الدن علم و ادب کا برا رہی تھا (السوی، ص ۱۶۲ تا ۱۶۳)۔ سر اواہر (زان نامہ)

مآخذ: (۱) الزاوی: راجح الصدور، GMS، فت

اشارہ (۲) اس الاثر، ح ۱۲، فت اشاریہ؛ (۳) السوی

سیر حلال الدین، طبع Houdas، فت اشاریہ، (۴) سلجوقیوں

ارمنی، یہودی وغیرہ شامل تھے، لیکن یہ آبادی سواتر بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ موجودہ ازبکستان انک سوویٹ سوشلسٹ ریپبلک ہے۔ یہاں جمہوریہ کا اعلان دسمبر ۱۹۲۴ء میں ہوا تھا اور ۱۱ مئی ۱۹۲۵ء سے اس کا الحاق سوویٹ یونین سے ہو گیا۔ اب اس ریپبلک کا دارالحکومت تاشمند ہے، جس کی آبادی چھ لاکھ کے قریب ہے [اور دوسرے بڑے شہر سمرقند، اندخان اور بنگان ہیں]۔

ازبکستان دنیا کا ایک قدیم متحذ علاقہ ہے۔ برصغیر [پاک و ہند] کے مسلمانوں کا ازبکستان سے گہرا تعلق رہا ہے۔ ہندوستان میں سموری سلطنت کا بانی ظہیر الدین محمد بابر ازبکستان ہی میں وادی فرغانہ میں پیدا ہوا تھا۔ بھدنی طور پر زمانہ قدیم سے برصغیر اور ازبکستان میں دہرے تعلقات قائم رہے ہیں۔ یہ علاقہ شروع سے اہم سیاسی اور فوجی اہلیات کی آماج گاہ رہا ہے۔ ۳۲۹ ق۔ م میں سکندر اعظم نے ایرانیوں کو شکست دے کر اسے اپنی قلمرو میں شامل کیا۔ آٹھویں صدی میلادی میں عربوں نے اسے اپنے زیر نگیں کر کے اسلام کی اشاعت کی اور بارہویں صدی میں حوارزم کے شاہان سلجوقی نے اسے فتح کیا۔ تیرہویں صدی میں چنگیزخان سے اس پر اپنا جھنڈا لہرایا اور چودھویں صدی میں تیمور نے اپنی زبردست فتوحات حاصل کرنے کے لیے اسی علاقے کے مشہور شہر سمرقند کو اپنا صدر مقام بنایا، لیکن اس کے حاکموں کے دور حکومت میں اس بڑی سلطنت کی وسعت کم ہوئے لگی اور پندرہویں صدی میلادی کے اواخر میں اس کا سرسارہ مشتر ہوئے لگا۔ ان سارے سنگمہ حر واقعات کے دوران میں سمرقند، بخارا اور تاشمند، جو چین، ہندوستان، ایران اور یورپ کی بخاری شاہراہوں پر واقع تھے، خوشحالی، بھدیت و تمدن اور عیش و عشرت کے مرکز بنے رہے۔ سولہویں صدی کے اوائل میں

ازبکوں نے شمال مغرب کی طرف سے اس علاقے پر حملے شروع کر دیے۔ یہ آلتون اردو کی باقی ماندہ یادگار تھے اور ایک شخص ازبک (چودھویں صدی) کو اپنا مورث اعلیٰ بتاتے تھے، جس نے ان کا نام بھی ازبک ہو گیا تھا۔ سولہویں صدی کے اواخر میں ازبک سردار عبداللہ نے اسی قلمرو کی حدود ایران، افغانستان اور چینی ترکستان تک وسیع کر لیں، لیکن کچھ ہی عرصے بعد یہ سلطنت متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گئی، جن میں سے حوا، حومند اور بخارا کی ریاستیں خاص اہمیت کی حامل تھیں۔ ان ریاستوں کو ۱۸۶۵ اور ۱۸۷۶ء کے دوران میں روسوں نے فتح کر لیا اور حومند کو براہ راست روسی سلطنت کا حصہ بنا لیا گیا، لیکن حوا اور بخارا کو مقامی امروں کے تحت روس کی ناہنکار حکومتوں کی حیثیت سے ۱۹۲۰ء تک برقرار رکھا گیا۔ ۱۹۲۴ء میں ازبک سوویٹ سوشلسٹ ریپبلک کی تشکیل عمل میں آئی اور ناہکستان کو بھی اس میں شامل کر لیا گیا۔ ۱۹۲۹ء میں ناہکستان کو ایک علیحدہ جمہوریت بنا دیا گیا اور روسی حکومت کی صنعتی حکمت عملی اور ٹرانس کسپسک و ترکستان۔ سائیریا ریلوے لائنوں کو باہم ملا دیے کی وجہ سے ازبکستان اب سوویٹ یونین کا ایک اہم حصہ بنا گیا ہے۔

ازبکستان کا بیشتر حصہ صحراؤں اور ریگستانوں پر مشتمل ہے، جو زیادہ تر عرآناد ہیں۔ یہاں کے دریا مختلف پہاڑی سلسلوں سے نکل کر الگ الگ سمتوں میں بہتے ہیں۔ انہیں دریاؤں کے ارد گرد وسیع بھلستان واقع ہیں، جو بہت زرخیر اور گھاٹ آباد ہیں۔ ان میں سے وادی فرغانہ کا بھلستان سب سے بڑا ہے، جسے سیر دریا سیراب کرتا ہے۔ اس کے علاوہ تاشمند، زرافسان، قشقہ دریا، سرخان دریا اور حوارزم بھی قابل ذکر بھلستانی خطے ہیں جو

سمور اور کھالیں حاصل کی جاتی ہیں اور سوویت یونین کے دوسرے حصوں کو بھیجی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ خشک موز، بھل، سری اور تراب بھی اہم برآمدی اشیاء میں سے ہیں۔

بچھلے پنج سالہ منصوبے سے قبل ازبکستان میں صغی برقی نہ ہوئے تھے برابر بھی، لیکن زمانہ حال میں صنعتوں میں بہت ترقی کے ساتھ برقی ہو رہی ہے اور اب نہ ملک زرعی پیداوار کی طرح صنعتی پیداوار میں بھی آگے بڑھتا جا رہا ہے۔ اس وقت تک ملک میں تقریباً چودہ سو چھوٹے بڑے کارخانے قائم ہو چکے ہیں، جہاں کی صغی اشیاء سوویت یونین سے باہر بھی جائے لگی ہیں۔ ملک میں کوئلہ، بیل، گدھک، نانا، جوتے کا پھر اور واسورس جسی معدنیات موجود ہیں۔ ناخواندگی کو کم کرنے کے لیے بھی حکومت وقت نے کوشش کی ہے۔ ۱۹۳۹ء تک کل آبادی کا ستر فی صد حصہ اس قابل ہو گیا تھا کہ وہ پڑھ لکھ سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ اعلیٰ علم کے لیے بھی نئے ادارے قائم کیے گئے ہیں۔ اس وقت ملک میں سو سے زیادہ تعلیمی ادارے ہیں، جن میں ازبکستان کی انجمن علوم (اکیڈمی آف سائنسز) اور انجمن رراعت (اکیڈمی آف انگریکلچر) نے عالمی شہرت حاصل کر لی ہے۔ (ناسقہ اور سرمہ میں یونیورسٹیاں اور طبی مدارس موجود ہیں)۔ اس ملک میں عام طور سے ازبک زبان بولی جاتی ہے، جو چغتائی ترکی کی برقی یافہ شکل ہے اور روسی [Cyrillic] رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ اس زبان کے شاعر اور ادیب زندگی کے تمام سماجی، معاشی اور تہذیبی پہلوؤں کو اسکاں حد تک حقیقت پسندانہ اور فنکارانہ طور پر بیان کر کے جمہوریہ میں نقد کی قوت اور اجتماعی فکر پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ موجودہ فنکاروں میں شرف رشیدو، زلیخہ، عبداللہ

وریاں اور لقی و دق صحراؤں، ریگستانوں اور پہاڑوں کے۔ ربعی ایک دوسرے سے الگ ہو گئے ہیں۔ صرف سڑکیں اور ریلیں انہیں ایک دوسرے سے ملاتی ہیں۔ اس ملک کی آب و ہوا خشک ہے، گرم نہ ہوتی ہے، لیکن ملک میں نہروں کی بہت ہے، جس کی وجہ سے ازبکستان میں آبپاشی بہت فائدے سے ہو رہی ہے اور بہاں کی مرروہ میں سوویت یونین کے دوسرے تمام حصوں سے زیادہ کئی ہے، جہاں زیادہ تر کھاس پیدا کر کے روٹی حاصل کی جاتی ہے، جو اس علاقے کی خاص مر ہے۔ اس کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ سوویت یونین کی روٹی کی کل پیداوار کا تقریباً دو بہائی حصہ اسی حصے سے حاصل ہوتا ہے۔ روٹی کے علاوہ ازبکستان کا فراہمی بھی دنیا بھر میں سب سے اچھا ہوتا ہے اور سوویت یونین کے فراہمی کی کل پیداوار کا دو بہائی حصہ اسی علاقے سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اسی طرح سوویت یونین کے رسم و ادھما حصہ اور اس کے جاول کی پیداوار کا سب سے زیادہ حصہ یہیں پیدا ہوتا ہے۔ ازبکستان میں بھل بھی کثرت سے پیدا ہونے میں اور سوویت یونین کے لوپرن [لچرے] کے درج، جو دنیا بھر میں مشہور ہیں، یہیں سے آتے ہیں۔ اس ملک میں کاشتکاری زیادہ تر جدید طریقوں سے کی جاتی ہے۔ ۱۹۳۸ء میں ستر لاکھ ایکڑ زمین زیر کاشت تھی، جس میں سے سسیس لاکھ ایکڑ زمین بر کشتکاری مصوعی درائع آبپاشی پر منحصر تھی۔ جہاں مدرنی درائع سے حاصل ہونے والا نانی استعمال کیا جاتا ہے وہاں گسہوں، جو اور مکئی پیدا ہوتی ہے۔ گھوڑے، گائے، بیل، اونٹ اور خربان صحرائی چراگاہوں میں پالی جاتی ہیں، لیکن صنعت کا مدرجہا زیادہ اہم دریعہ فراہمی میٹروں کی پرورش ہے، جن سے دلکس اور ہایدار

کَکھار (Kakhar)، سمور گلام اور موسیٰ ایک سیولہرست ہیں۔

- مآخذ: (۱) *History of Bokhara* A Vambery، لندن ۱۸۷۳ء؛ (۲) وہی مصنف *Central Asia*، لندن ۱۸۷۴ء؛ (۳) م - امیں نغرا: طوغو ترکستان (استانبول ۱۹۰۲ء)؛ (۴) *Or S Karakostov*؛ (۵) *Leningrada Do Tashkent* صوفیا ۱۹۳۷ء؛ (۶) *Srednaya Asya* N L Korshenevskiy تاشقند ۱۹۳۱ء؛ (۷) *The Sixteen republics of the Soviet Union* وائسکی ۱۹۵۰ء؛ (۸) *Istoria narodov Uzbekistana* B G Gaturon دو حلد، تاشقند ۱۹۴۷ء، ۱۹۵۰ء؛ (۹) *Uzbekshoy SSR* دو حلد، تاشقند ۱۹۵۵ء تا ۱۹۵۶ء؛ (۱۰) *Uzbek Turkistane* A Saakun، اشکاناد ۱۹۵۰ء؛ (۱۱) رکی ولدی طوعان، نوگون نو ترک ایل یکی تاریخی، اسانبول ۱۹۴۷ء؛ (۱۲) محترم موری طعانی، ترکستان دنیا ہوا تک سندہ کی موقعی، اسانبول ۱۹۳۶ء؛ (۱۳) *Peoples of the USSR* لندن ۱۹۵۳ء؛ (۱۴) *In the land of Socialism* M I Bogolepov، کلکتہ ۱۹۳۸ء؛ (۱۵) *Soviet Uzbekistan* A Alimov، دہلی ۱۹۶۰ء؛ (۱۶) وکروونکوویچ سوویت ازبکستان کی سیر، ماسکو ۱۹۵۹ء؛ (۱۷) ایل ایس، ترکستان صاحب نامہ سی، امرہ ۱۹۶۰ء

(اکمل ایوبی)

\* آزد: (اسدی مدتل املاہ: دونوں طرح سے رائج

ہے) قدیم عربوں کے دو قبائلی گروہوں کا نام، جو عیسر کی مربع سرزمین (ارد سراب) اور عمان (ارد عمان) میں [علحدہ علحدہ] آباد تھے اور عہد اسلامی میں مصرے اور حراساں میں آکر متحد ہو گئے۔ اسی وجہ سے بعد میں یہ روایں بن گئیں کہ ارد مصر کے

ایک قسملے سے تھے، جس کا ایک حصہ سد مارت کے ٹوٹ جانے پر شمال کی طرف اور دوسرا حصہ مسری کی طرف محرب ڈر گیا تھا، تاہم ان ہم نام قسملوں کے درمیان دوسری بنیادی رستہ نام نہیں لیا جاسکے ان کے سلسلہ نسب (الارد بن العوب بن نب بن مالک ابن رند بن نہلان بن ساء، جہاں الارد قسملے کے مورث اعلیٰ ذرہ یا ذراہ بن العوب کا لقب ہے) میں نہ صرف ارد سراب اور ارد عمان کو ملا دیا گیا ہے بلکہ اس میں عسآن، حرآعہ، الاؤس اور حرورج بھی ارد ہی کی ساحیں نظر آتی ہیں، حالانکہ ارد کے نام کا اطلاق صرف انہیں قبائل پر ہو سکتا ہے جن کا سلسلہ نسب نصر بن الارد سے جلتا ہے (سراب اور عمان میں)، باری اور سکر (سراب) پر جو وعدی - حارسہ بن عمرو مریضہ کی نسل سے ہیں، العدک اور الحجر پر (عمان میں) جو عمران بن عمرو مریضہ کی نسل سے ہیں بنو النہو بن الارد، قرن بن عبداللہ بن الارد، خرین، القع اور ححمہ بن عمرو بن الارد (سراب) کے قبائل ر

ارد سراب، جو کثرتاً بسے کے کام میں مہم سپور تھے، بالعموم ایک ہی حکم پر آباد تھے اور ان کے مقام سکونت میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔ دوس کے قبائل (سلم بن قہم، طریف - قہم، مسہب بن دوس) اور مو ماسیجہ وہ ساحیں تھیں جو سب سے دور شمال کی طرف، یہاں تک کہ بعض طائف کے شمال مسری میں، آباد تھیں، لیکن زیادہ تر وادی دؤفہ کے بالائی حصے میں رہتی تھیں۔ ان نے مسری اور جنوب مسری میں زھراں کے قبائل (سلامان، کدادہ، عسند بن عثرہ) آباد تھے، زیادہ مسری میں سراب عاید میں تیر بن عثمان، العطاریف، رازہ، آساب، لہب، تمالہ، عامد، قرن بن آحقن اور دیگر قبائل تھے۔ ان کا علاقہ بالائی وادی قنونا سے مسری کی طرف پھیلا ہوا تھا۔ ان قبائل اور ان کے بھائی بد

بلکہ غالباً سبھی ہو گئی۔ مروجہ تشریح (سنوٹہ = الحارث بن کعب بن عبد اللہ بن مالک بن نصر بن الازد) صریح طور پر غلط ہے؛ اس بات کی اب تحقیق نہیں ہو سکتی کہ کون کون سے انفرادی قبائل سنوٹہ سے تعلق رکھتے تھے۔

آزد عمان ان قبائل پر مشتمل تھے جو اپنا سب مالک بن فہم کی سب سے باپے تھے (یعنی ہنابہ، فراہید، حمہیم، نوا، فرادیس، حراہ، عقانہ، قسامل، صلیبی، اسافر)۔ بعض نصر بن زہراں کے سلسلے سے تھے (یعنی نعمہ، حدان، معاول)۔ بعض قبیلے وہ تھے جو عمران بن عمرو مرقہا کی سب سے تھے، یعنی العنک اور الحجر بن عمران (گمان غالب یہ ہے کہ عمران سے [نہ] رستہ، جس کی بناء پر انصار ان قبائل کے بھائی بد بن حاسبے ہیں، آل مہتب کے اعرار میں برص کر لیا گیا تھا۔ صحیح رسمہ سلسلہ سب العنک بن الاسد بن عمران میں محفوظ رہا)۔ یہ متعدد قبائل اس دس علاقے میں رہتے تھے، اس کے متعلق معلومات کم ہیں۔ معاول صحار اور اس کے گرد و نواح میں رہتے تھے؛ یحمد اور ہنابہ بڑوس کے ساحلی خطوں میں آباد تھے۔ ہنم (ار صلب مغر بن مالک بن فہم) تروی میں بود و پاس رکھتے تھے۔ العنک دنی میں اور الحجر ان کے قریب ہی آباد تھے۔ حدان بحری قزاقوں کے ساحل (Pirate Coast) کی غنی سرزمین میں رہتے تھے۔ ان کے درمیان کے علاقوں میں بعض عرب اردی قبائل بالخصوص سامہ بن لؤی رہتے تھے، جو بعد میں مجموعی حشب سے ہرار کے نام سے معروف ہوئے۔ سو حدید (قبیلہ اسافر سے) اسلامی عہد میں عرب کی جانب طقار حصر موب تک بڑھ آئے تھے، جہاں انہوں نے مہرہ سے لڑ کر ریسوت کی بدرگاہ پر قبضہ کر لیا۔ زمانہ قبل از اسلام میں بھی آزد عمان کے بعض گروہ، مثلاً سلیمہ بن مالک بن فہم، نقل مکان کر کے

سائی کے درمیان جو آزد رنابہ مشرق کی طرف رہتے تھے [سو] حثعم حائل تھے۔ حثعم کے مشرقی علاقے ری میں القوم (حوالہ بن النہو کی اولاد) رہتے تھے۔ سو سکر (سو والان)، نمالہ کے شمال مغرب میں اور قزل بن عبد اللہ نبالہ کے جنوب میں رہتے تھے۔ مرید جنوب کی طرف اور سراب الحجر ہی کے علاقے میں الحجر بن النہو کی متعدد ساحیں آباد ہیں ان میں اہم ترین سو شہر اور ان کے ساتھ لہ اہر تھے)۔ یہ قبائل محال میں ہو جاتی تھیں علاقے کے گرد رہتے تھے اور آگے چل کر وادی سومہ / وادی بل اسمر کے جنوبی ریموں میں موحود تھے۔ ان کے اہم مراکز حلی، الحضراء، بناس اور سوبہ تھے۔ ان میں سے کچھ افراد مرید جنوب میں وادی اہل کی طرف عمر کے حوار میں بھی رہتے تھے۔ قبیلہ بارو کے لوگ مغرب میں وادی بارو کے ریموں میں آباد تھے اور جنوب کی طرف حثعم کے گہرے ہونے علاقے کی حد بندی کرتے تھے۔ بارو بسینر وادیوں میں رہتے تھے اور حثعم مربع علاقوں میں آباد تھے۔ ارد کے ذیحہ گروہ (الجمع، ترقی بن النہو اور الحجر بن النہو کا ذیحہ حصہ) ساحل بحر ارجلی کے ارد قبائل کمانہ کی ہمسایگی میں آباد تھے۔ انہوں نے آزد سراب اور بھی زیادہ جنوبی اقطاب میں رہتے تھے اور سبہ قریب کے زمانے ہی میں حثعم سے مسلسل جنگ کر کے ان علاقوں میں جا کھسے جہاں وہ بعد میں آباد ہوئے۔ عہد اسلام میں ان کے باقی ماندہ کچھ لوگ یغر کے جنوب مغرب میں سو مغایر کے بعد اور ذیبہ میں سو اود کے ماتحت رہ گئے سر کر رہے۔ سنوٹہ کی اصطلاح، جو نار نار آبی ہے، اس کا مطلب ابھی تک واضح نہیں ہوا۔ چونکہ یہ نام حاجر بن عوف شاعر کی ایک نظم میں حکمی معرے [سغار] کے طور پر استعمال ہوا ہے، اس لیے خیال ہو سکتا ہے کہ یہ اصطلاح حمراسی نہیں



ہوئیں، جنہیں ۵۱۱/۶۳۲ء میں عثمان بن العاص والی طائف نے حلد فرو کر دیا۔ ۵۱۳/۶۳۴ء میں ارد کے کچھ لوگ اس دستہ فوج میں شامل بھی ہوئے [حضر] عمرؓ نے قراب کی طرف بھیجا تھا۔ نصرے اور رومے کی چھاؤنوں میں حو لوگ پہلے پہل آباد ہوئے ان میں لچہ ارد راب بھی ہے اور ان میں سے بعض مصر چلے گئے، مگر مجموعی طور پر انہوں نے یہ سب تم برک و طل کیا۔ اس سے چند سال پہلے ہی اسلام عمان میں پہنچ چکا تھا۔ اس کی وجہ یہ بھی کہ عمان کے حکمران کروہ العنسی (ار بو معاول، حو صغار میں رہتے تھے) کے دو بیٹوں حنتر اور عتد بن العتیک اور اندروں ملک میں رہنے والے دوسرے قبائل کے ساتھ، ان کا سردار لفظ ملک العاکہ تھا، اسے بعلت میں مسکلات کا سامنا ہو رہا تھا۔ ۵۱۸/۶۳۹ء میں مدینے سے عمرو بن العاص کو صغار بھیجا کہ اور ان کی مدد سے ان دو بھائیوں نے اس امداد پورے طور پر بحال کر لیا۔ لیط نے رتہ کے اناہ میں ایک بار پھر مسند آزمائی کی اور عمرو کو بچھڑے ہٹا لڑا، لیکن ۵۱۱/۶۳۲ء میں عکبرہ بن ابی جہل نے معاویہ کی سر نوی نوری طرح کر دی۔ بنو العنسی لٹی سال تک بلا سر لب عربے عملا عمان پر حکمران رہے۔ [حضر] عثمانؓ نے کے عہد میں عتد بن عتد بن العنسی فرمان روا بنا۔ وہ ۵۶۷/۶۸۶ء میں یمامہ کے حوارج کے خلاف لڑنا ہوا مارا گیا۔ اس کی جگہ اس کے بیٹے سعد اور سلیمان مسند سس ہوئے اور کہیں الحجاج کے عہد میں جا کر ان دو بھائیوں کو آخر کار عمان کی حکومت سے بر طرف کیا جا سکا اور ان کا علاقہ از سر نو خلافت اسلامی میں شامل کر لیا گیا۔ ارد عمان کی ایک بڑی تعداد ۶۰۰۔ ۵۶۱/۶۷۹ء۔ ۶۸۰ء میں نقل مکان کر کے نصرے چلی گئی تھی۔ اس نقل مکانی کے دوران میں ان میں سے کچھ لوگ

حلیج فارس کے جزیروں اور کرمان میں جا پہنچے تھے۔ یہاں وہ ماہی گیری، کستی رانی اور تجارت کرتے تھے، مگر دوسرے عربوں میں ان کی سہرت اچھی نہ تھی۔ ”مروں“ کا نام، جس کا اصلا بعض اوقات ان پر کیا جاتا ہے، بظاہر ان کا لقب تھا۔ جمال کیا جاتا ہے کہ وہ شمال کی طرف سے قل مکان کر کے آئے اور ان عرب باشندوں میں جو پہلے سے اس علاقے میں آباد تھے دخیل ہو گئے۔ وہ روایت جس کی رو سے انہوں میں مد دور اسد (۲) [رک نان] بھی لوگ تھے اور اس طرح وہ نوح کے حلف بھی غلطی پر مسمیٰ ہے۔

زمانہ جاہلیت میں ارد سراب کا زیادہ حال معلوم نہیں۔ لیونکہ ان کے اہلکار بہت کمات ہیں۔ [ان میں] صرف ایک مشہور ساحر جاجر بن عوف (ار بنو سلامان) ہوا ہے، جس کے اہلکار میں حنعم اور زمانہ کے خلاف جنگوں اور آل عطفہ کی طاعون رادری کے خلاف (وادی منونی میں) بعض قبائل کی لڑائیوں کا ذکر آتا ہے، جو ساتویں صدی میلادی کے آثار میں واقع ہوئیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس حاندان کے افراد مساب کے آس مندر کے نگران تھے جو قدند میں تھا۔ مدینے کے اسباب کی فہرست میں عطفہ کا حو نام نظر آتا ہے ممکن ہے کہ وہ انہوں سے آیا ہو۔ ارد سراب کے دیوناؤں میں حسب دیل کا نام لیا جاتا ہے: دوالسری، دوالخلصہ (اس ب کا مندر سالہ میں تھا)، دوالکفی اور عائم۔ ارد عمان کی ابتدائی تاریخ کے بارے میں معلومات اس سے بھی کم ہیں۔ ایرانیوں اور سہرہ کے خلاف اساموی جنگوں کے علاوہ عبداللہ بن عباس کے خلاف جنگ کا ذکر ملتا ہے۔ ان کے دیونا کا نام جاجر/ناجر بنایا جاتا ہے۔

ارد سراب نے ۵۱۰/۶۳۱ء میں اسلام قبول کیا۔ رتہ کے دوران میں معمولی سوریسیں رونما

سری قری عرب میں رہ گئے، جہاں نسری صدی ہجری /  
 یوں صدی میلادی میں رازہ کے مقام پر انک اردی  
 ارب فائم کرنی گئی۔ وہ ارد سراب کے ساتھ، جو  
 ہے ہی سے نصرے میں آباد تھے، متحد ہو گئے  
 ہوں سے جو رسعہ سے معاہدہ دوسری کرنا۔  
 جس کی وجہ سے وہ سی نمم کے حریف ہو گئے جہاں  
 ۔ شروع رہا، یعنی ۵۲۸ / ۶۵۸ء ہی میں  
 کے ارد سراب ے نمم کے مقابلے میں وہاں  
 کے واں رسد بن اسہ کی حفاظت کی تھی۔ اس طرح  
 رے اس وقت جب کہ برید اول کی وفات (۵۶۸ /  
 ۶۸۸ء) پر اسی نمم سے عبداللہ بن رباد کے خلاف  
 عداوت کا علم بلند بنا اس کی مدد کی۔ بعد کے فائلی  
 حیک و حمال نو، جس کے دوراں میں ارد اور رسعہ  
 ۔ تیرہ مبادل کا سردار مسعود بن عمرو العابی  
 ۔ ا۔ نمم کے سردار الاحنف بے طے بنا، تاہم  
 عداوت وہم رہی اور حراساں تک جا پہنچی، خصوصا  
 جب وہاں ۵۷۸ / ۶۹۷ء کے بعد آل مہلت کے سر  
 ب ارد بے (بھر رسعہ کے ساتھ مل کر) سر بردہ  
 ویدے کی حشمت حاصل کر لی۔ ارد آل مہلت کے  
 طرف سے جانے پر بہت برا فروجہ ہوئے اور ان  
 وعات کی دیر داری، جس کا سچہ ۵۹۶ / ۷۱۳ء  
 [۷۱۳ء] میں قسہ بن مسلم کی شکست اور موب پر  
 ہوا زیادہ تر ازد ہی پر عائد ہوئی ہے۔ وہ برید  
 بنی کے عہد کے آغاز، یعنی ۵۱۰ / ۷۲۰ء تک  
 [حراساں بن] سر بردہ گروہ بے رہے، لیکن اس کے  
 بعد آل مہلت کے حامیوں کا قلع قمع کرنے کی جو  
 سہ ماہی طور پر چلائی گئی اس کی وجہ سے  
 ہیں کچھ عرصے کے لیے آل قس کے والیوں کے  
 ر رہا بڑا۔ نو قس سے ارد کی عداوت بھی  
 سوائے کے سقوط کا ایک بڑا سبب بن گئی۔ سوائے  
 کے اقدار کے آخری ایام میں جو بدامنی رونما  
 ہوئی اس کے دوراں میں حد عارضی معاہدوں کے

حو ارد [اموی] والی [حراساں] نصر بن سار کے مخالف  
 رہے، جس کی وجہ سے ابو مسلم نو آگے بڑھے میں  
 بہت آسانی ہو گئی۔ نصرے میں بھی ارد بے  
 عباسوں کی حمایت میں اموی حکومت کے خلاف  
 تعاون کا علم بلند بنا، اگرچہ نو نمم اور شامی  
 لشکر سے شکست کھائی۔ تقریباً اسی زمانے میں اناصہ  
 [رکبان] عفاند، جو نصرے سے آئے تھے، عمان میں  
 ممول ہوا شروع ہوئے۔ ۵۱۳۲ / ۷۴۹ء میں  
 دریم حکمران حمالاں دو الحندی کے ایک رکن  
 الحندی بن مسعود نو [اناصہ فرمے کا] پہلا امام  
 سبج بنا گیا۔ وہ ۵۱۳۴ / ۷۵۱ء میں ابوالعاس  
 کے ایک سہ ماہ حارم بن حرمہ سے لڑنا ہوا مارا  
 گیا۔ بعد کے سال اس علاقے میں بہت بدامنی میں  
 سرور۔ یہ علاقہ برائے نام نو عباسی والی کے  
 ماتحت بنا، لیکن اس میں بالعموم نو الحندی اور  
 اناصہ کے درمیان برادر حیک و حمال ہوتی رہی،  
 چونکہ نو الحندی اسے بنی اقدار نو اسر نو  
 فائم کرنے کے لیے نوساں تھے۔ آخر ۵۱۷۷ / ۷۹۳ء  
 میں جا بر اناصہ نو سامہ حاصل ہوا اور انہوں نے  
 انک بنا امام "برحق" سبج کر لیا۔ اس کے بعد  
 انصی ائمہ کا صدر مقام تروی بن بنا۔ بد انصی امام  
 بلا اسسما بخت مسلے کے تھے۔ ۵۲۳۰ / ۸۴۴ء کے  
 بعد بھر فساد پیدا ہوا۔ نو الحندی کی سرکرسوں  
 کے علاوہ ارد اور برادر کے درمیان فائلی حیک جھڑ  
 پائی۔ ۵۲۷۷ / ۸۹۰ء میں نو سامہ بن لوی سے  
 حلقہ المعصود سے رجوع بنا کہ اناصہ کے خلاف  
 ان کی مدد کی جائے۔ اناصہ کا آخری آزاد امام عران  
 اس نمم ۵۲۸۰ / ۸۹۳ء میں بحریں کے عباسی والی  
 محمد بن نور کے خلاف لڑنا ہوا مارا گیا۔ ۵۲۸۲ /  
 ۸۷۵ء [۸۹۵ء] کے بعد تروی میں بھر انصی امام  
 رونما ہوئے لگے، لیکن ان کا امداد محدود رہا۔  
 مآخذ: (۱) "احار اهل عمان من اول اسلامهم الى

”موصل کے علمائے حدیث کے طبقات“ کے علاوہ اس سہر کی ساسی تاریخ بھی قلمسدا کی ہے۔ ان دونوں موضوعوں کو اس نے یا سو ایک ہی کتاب میں لکھا یا الگ الگ مرتب کیا تھا۔ علمائے حدیث کے۔ رے میں اس کی نصف کا حال محض ان افسانوں سے معلوم ہوا ہے جو دوسری کتابوں میں آئے ہیں۔ ان میں اس کی تحریرات صرف ان محدود معلومات تک مخصوص نظر آتی ہیں جو اسماء الرجال کی کتابوں میں بالعموم پائی جاتی ہیں، البتہ اس نے موصل سہر کی جو سال وار ساسی تاریخ لکھی وہ اس خاص موضوع پر پہلی کتاب بھی۔ اس تصنیف میں سے ۸۳۸ تا ۷۲۰ء / ۵۲۲ھ تا ۱۱۹ھ

۸۳۹ء کے حالات محفوظ ہیں۔ اس میں موصل کی تاریخ اس زمانے کی عام تاریخ کے پس منظر میں مرتب کی گئی ہے اور یہ اندائی دور کی اسلامی تاریخ نویسی کا ایک نہایت قابل قدر کارنامہ ہے

مآخذ: (۱) الذہبی، طبقات الحفاظ، بارہواں طبع،

شمارہ ۱۳، (۲) سرائکلمان: تکملہ، ۱، ۲۱۰: (۳)

'A History of Muslim Historiography' F Rosenthal

ص ۱۰۷، ۱۳۲ تا ۱۳۴، ۵، ۴ — حاشیہ ۱، ۴۶۵، (۲)

'Histoire de la Dynastie des H amânides' M Canard

الخرائر ۱۹۵۱ء، ۱: ۱۷۰

(F ROSENTHAL)

آرزقوئیل: (Azarquiel) دیکھیے۔ مادۃ الرزقالی.

الازرقی: ابوالولید محمد بن عبد اللہ بن احمد،

مکنہ مکرمہ اور حرم کعبہ کا مؤرخ۔ اس کے حادان کا مورب اعلیٰ الطائف میں کلدہ یا الحارث بن کلدہ کا (رومی) علام تھا، جسے اس کی بیلی آنکھوں کی وجہ سے الازرق کہتے تھے۔ اس عبداللہ کے بیان (الاستیعاب، بدیل مادۃ سمیہ) کے مطابق اس نے ریاد ان ایہ کی ماں سمیہ سے نکاح کر لیا تھا۔ ۸۸ھ / ۷۶۳ء کے محاصرہ طائف کے دوران میں ازرقی [محصر]

اختلاف کلمتہم، ۴، ایک گسام عرب کی تاریخ کشف الثمۃ

کا باب ۳۳، طبع H Klein، ہیمرک ۱۹۳۸ء: (۲) ان

الکلی: الحمرة فی السب، مخطوطہ اسکوریا، Encortial

شمارہ ۱۶۹۸، ص ۲۳۷، ۳۱۴، بعد، ۳۲۵، بعد، (۳)

ابن درید: الاشتقاق (طبع وینٹنٹ)، ص ۲۸۷، بعد: (۴)

الہمدانی: [الاکلیل]، ص ۱۰۵ تا ۱۰۲، ۱۰۱، (۵) ناقوت،

۱: ۶۶۳ تا ۶۶۴، ۱۳۸، ۱۸۷، ۱۸۷، ۳۷۷ تا ۳۷۸،

۳۸۷، ۴۰۳، ۴۳۶، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷،

۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷،

۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷،

۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷،

۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷،

۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷،

۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷،

۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷،

۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷،

۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷،

۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷،

۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷،

۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷،

۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷،

۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷،

۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷،

۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷، ۴۸۷،

(G STRFNZIOK)

الاردی: ابو رکریا برید بن محمد بن ایاس

ابن العاسم، موصل کا مؤرخ، جس نے ۸۳۳ھ / ۹۴۵ھ

۹۴۶ء میں وفات پائی۔ موصل پر ابراہم بن محمد

ابن برید الموصلی نے بھی ایک کتاب لکھی تھی، جو

الاردی سے ایک پسٹ پہلے ہوا ہے، لکن اس کی

تصنیف بظاہر محض علمائے دیں کے سوانح حیات

پر مشتمل بھی اور الاردی سے اپنی کتاب میں

عمر ۱۵ کے مقرر کردہ والی مکہ نافع بن عبدالحارب کی اولاد میں سے) م ۵۳۰۸ / ۶۹۲۱ء کے سرد کر دی، جس نے اس پر مرید اضافے کیے، بالخصوص حاتمہ کعبہ کی اس مرتبہ کا حال جو ۲۸۱ تا ۵۲۸۴ / ۸۹۴ تا ۶۸۹ء میں کی گئی۔ اس نے یہ کتاب اپنے پوتے نصحی ابوالحسن محمد بن نافع الحزاعی (م بعد ۸۳۵ / ۶۹۶۱ء) کے حوالے کر دی (جس نے اس پر صرف دو اضافے کیے)۔ یہ وہ مس ہے جسے ویشٹفلڈ Wustenfild نے بیان کیا: *Die Chroniken der Stadt Mekka*، ج ۱، لایپزک ۱۸۵۸ء۔

۵۲۷۲ / ۸۸۵ - ۶۸۸۶ء کے قریب محمد بن اسحاق الفاکھی نے الازرقی کی کتاب سے سرفہ کیا (دیکھیے ویشٹفلڈ: وہی کتاب، ۱: xxiv تا xxix و ۲: ۱)۔ سعد الدین سعد اللہ بن عمر الاسقرائنی نے ۵۶۲ / ۱۲۶۱ء کے قریب اسی کتاب زندہ الاعمال لکھیے وہ اس کتاب کو استعمال کیا (دیکھیے Supplement Rieu، شماره ۷۷۵)۔ الخیرمائی نے ۵۱۲ / ۱۱۱۸ء میں محضر تاریخ مکہ لکھی (مصنف کا خود بوسٹ محلوٹہ برلن میں ہے: Ahlwardt، شماره ۹۷۵۲)۔

مآخذ: (۱) الازرقی کے لیے نیر دیکھیے: ابن قسہ *Handbuch*، ص ۱۳۱، (۲) الطبری، ۳: ۲۳۱۵، (۳) اصانبہ، بدیل مادہ های الازرقی و سنیۃ ام عمار؛ (م) ابوالولید الازرقی کے لیے دیکھیے الفہرست، ص ۱۱۲، (۵) السمعانی، ص ۲۸ - الف، (۶) تراکمان: تکملہ، ۱: ۲۰۹، (۷) *Der Ahn des Azreqi* (Studi J W Fuck)، ۳۲۶، *Orientalistici in onore di G Levi Della Vida*، ۱: ۳۲۶ تا ۳۴۰)۔

(J W Fuck)

ازرقی: حکیم ابوالمحاسن ازرقی (کتاب، ۲: ۲) ⊗ (۸۶) نا ابونکر رین الدین بن اسمعیل الزواق [= کتاب فروش] الازرقی (چهار مقالہ، ص ۱۷۷)، ہراب کا مشہور

رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچ گیا، اسے آزاد کر دیا گیا اور وہ مکہ میں رہے لگا۔ اس کی اولاد پر اقتدار اور ربح حاصل کر کے سرفارے سواہیہ کے گھرانوں میں سادیاں کر لیں۔ اسی حصر اصل ابو محو کرنے کی عرص سے انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ سواہیہ کے حاتمہ بن عقیب سے تھے (ابن سعد: [مصاب، ۱/۳: ۱۷۶])، لکن بعد میں حب قس و ر بن کی ساہمی محاصرت زیادہ نمایاں ہو گئی تو [سو] حراہ سے انہیں یحییٰ گروہ میں اس میں سے شامل ہونے کی دعوت دی کہ الازرقی عبد بن الحارب بن ابی جر کا بٹا بٹا تھا۔ وہ سواہیہ کے ساہمی حاتمہ بن عقیب سے تھا (ابن سعد: [مجلہ مدینہ، ۱: ۳۵۸ و ۳۶۰])۔

الازرقی کا لکڑی بنا احمد بن محمد بن الولید بن عبد (م ۵۲۲۲ / ۸۳۷ء) تھا (ابن سعد، ۵: ۳۶۷، السبکی: طبقات السافیہ، ۱: ۲۲۲، ابن حجر: مہذب، ۱: ۷۹)۔ اسے مکہ اور اس کے حرم کی تاریخ پر بڑی دلچسپی تھی، حاتمہ اس نے اس تاریخ میں مسلمان سنیہ، مبنی سعد بن سالم، قسہ الریحی، داؤد بن عبد الرحمن العطار اور دیگر اہل مکہ سے سنیہ معلومات کا انک تہہ بٹا دھڑہ جمع کیا۔ اس کے جمع کردہ مواد کو اس کے پوتے ابو الولید، مصنف احباب مکہ، نے استعمال کیا اور اس پر اسی طرف سے بھی خاصا اضافہ کیا۔ اس کتاب میں جو روایات جمع کی گئی ہیں ان کا مرجع بالعموم ابن عباس دسسان ہے اور وہ اسی دسسان کے مطابق عنائد اور قرآن کی تفسیر پس کبریٰ ہیں۔ زمانہ حاضرت میں مکہ کی اسطری تاریخ کے بارے میں اس نے ابن اسحاق الکلبی اور وقت بن سنیہ سے بھی اقتباس کیا ہے۔ مقامی حیرانی کیفیت کا سنا زیادہ تر ابو الولید کا خود انا ہے۔ ابو الولید نے اسی کتاب القاری ابو محمد اسحاق بن احمد الحزاعی ([حصر]

کہ حب علاقوں کی مدکورۃ بالا بمسیم کے بعد  
قاورد بن چغری بنگ بن سکٹیل کرمیاں اور طین  
(راہہ الصدور، ص ۱۰۴) کا مالک ہوا جو غالباً بعد  
میں اس کی اور یوس بن سلحوق کی کوئی جنگ  
ہوئی تھی، کیونکہ قاورد (بمعنی گرگ) کے طعنے  
پر ”قرہ ارسلان بیک بن چغری [بنک]“ نفس نہا  
(ناریج اقصیٰ، ص ۳) [قرہ ارسلان = سر سیاہ]۔ اس کے  
بٹے امیراں شاہ کی مدح میں بھی اس شاعر نے علم کی  
علامت یہی بتائی ہے :

وراں کہ سیر سیاہ اسب نفس راسب او

دلیر بر بود اندر برد سیر سیاہ

(دیوان ازرقی، وہی نسخہ)

شاعر کا انک قدم ممدوح حسن بھی ہے،

حسن کا عور و عرحساں سے دعلق ہے :

سجای دولت نایندہ سعد ملک حسن

امیں سیاہ عجم، سیر عور و عرحساں

(دیوان ازرقی، وہی نسخہ)

ر نہر رحم جگر گوشہ مخالف او

سرحم تر کند اژدھا بن دندان

(موس الاحرار، ص ۶۲۳)

سرا حمال ہے کہ یہ ممدوح ابو علی حسن بن

موسیٰ بن [یعنی بن] سلحوق ہے، حسن کے حصے میں

۵۴۳/۶۱۰۳۹ء میں ہرات، نوسج، سیستان اور عور

کی حکومت آئی تھی (احبار الدولہ السلجوقیہ، ص ۱۷)

[مگر قبہ راہہ الصدور، ص ۱۰۴، حسن کی رو سے ان

علاقوں کا مالک حسن نہیں بلکہ اس کا ناپ موسیٰ

نہا] اور آخری شعر میں ”جگر گوشہ مخالف“ سے

مراد مسعود عربوی کا بیٹا مودود ہوگا، حسن سے بعد

میں ان براکمہ کی جنگیں ہوئی ہیں۔

۵۴۳/۶۱۰۳۹ء کی تقسیم کے بعد طغرل بیک

حسنے طاقتور شخص کو کہیں ۵۴۷/۶۱۰۵۵ء

میں حا کر مفتوحہ علاقوں کی طرف سے اطمینان ہوا

شاعر۔ طغان شاہ آلپ ارسلان محمد کی مدح میں وہ

اپنے آپ کو حمفری لکھتا ہے (چہار مقالہ، ص ۱۷۷)۔

نظامی عروضی : چہار مقالہ (ص ۴۳) میں مذکور ہے

کہ [حب سلطان محمود عربوی ہرات آیا تو اس کے

حرف سے فردوسی چھے ماہ تک] ازرقی کے والد اسمعیل

الوراق کے ہاں چھپا رہا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ

ازرقی کے والد اور فردوسی ہم عصر اور دوست تھے۔

سلطان محمود کے بٹے مسعود (م ۵۴۳/۶۱۰۴۱ء)

کے زمانے میں سرحس اور سرو کے درمیان دنداقان

کے مقام پر طغرل بنگ بن سکٹیل بن سلحوق اور

اس کے بھائی چغری بنگ نے مل کر مسعود کو ۸۰ مصباں

۵۴۳/۶۱۰۳۹ء مئی ۲۳ کو ادک جنگ میں (حسن

میں خود بھی مودود نہا، ناریج بھی، طبع نہراں،

ص ۴۷۰ بعد) شکست دی، پھر ان کے چچا موسیٰ

یعنی بن سلحوق اور یوس بن سلحوق و سرہ نے متحد

ہونے کا قول و قرار کیا اور مفتوحہ علاقوں کو اس

میں تقسیم کر لیا (سلحوق نامہ، ص ۱۷)۔ ازرقی

کے ہاں یوس بن سلحوق کی مدح میں ایک قصیدہ

ملتا ہے، جو غالباً اس کا سب سے قدم کلام ہے۔

یہ قصیدہ یوں شروع ہوتا ہے :

مگر کہ رہرہ و ماہ اسب تعب آن دلخواہ

کہ ناسعاد رہرہ اسب و نا طراوب ماہ

اس قصیدے کا ایک شعر ہے :

سیاہ روسہ نگررد شہا ز ہیبت نو

سیاہ سر علامت شان مہاں سپاہ

(دیوان ازرقی، آصفہ، ۹۴۳)

اس میں دشمن کے علم کا نشان ”سیاہ سر“ پایا

گیا ہے۔ عربویوں کے ہاں سیاہ علم اور سر کے نشان

کے استعمال کا ثبوت تو ملتا ہے (ناریج بہرام شاہ

(انگریزی)، از علامہ مصطفیٰ حان، لاہور ۱۹۵۵ء،

ص ۲۸ تا ۳۱)، لیکن نشان ”سیاہ سر“ کا کوئی

واضح ثبوت مہیا نہیں ہو سکا، اس لیے خیال ہوتا ہے

ہا (سَجَوْقِ نَامَہ، ص ۱۸، رَاحَہ الصُّدُور، ص ۱۰۵، حاشیہ)۔ قاورد حب کرمان پہنچا تو وہاں انوکالیچار سلطان الدولہ کا نائب بہرام بن لسكرسانہ تھا اور الاثیر، ندیل (۵۴۴ھ)۔ اس نے اسی کمروزی کا پر قاورد کو کرمان کی ولایت سنبھال کر دی اور اس کی بیٹی سے قاورد کی سادی بھی ہو گئی (ناریج اقصا، ص ۴)۔ ۵۴۴ھ سے قاورد نے کرمان اور اس کے اصراف کی بھی سحر شروع کی۔ جمال القمص اور مدح کی مدح کے بعد درسد سجستان کی مدح پر ارزقی نے اسراں سادہ بن قاورد کی مدح میں چوسٹھ اسعار کا ایک قصیدہ لکھا، حویوں شروع ہوتا ہے۔

ہمایوں حبیبی عہد و ماہ آدر  
حجستہ ناد ر شاہ مظفر

یہ فتح ہوئی کہ چھ ماہ کی جنگ کے بعد حاصل ہوئی تھی (شعر ۵ و ۶) اس لیے ماہ آدر (سعر ۱ و ۲) کے اوجود وہ اسے ”حبیبی عہد“ (سعر ۱) سے تعبیر کرنا ہے۔ ارزقی نے متعدد قصیدے اسراں سادہ بن قاورد کی مدح میں لکھے ہیں، جن میں سے دو اس طرح شروع ہوئے ہیں:

آسمان گون قرطہ بوسد آں حہ ماہ آسمان  
مہر چہر آمد سرد بندہ زور مہرہاں  
(دیوان ارزقی، آصفہ)

عہد مبارک آمد و ترست زورہ نار  
راں گوہ سب نار کہ ترار سب [و] نار  
(دیوان ارزقی، آصفہ)

ایک مرتبہ امیراں سادہ سجستان کے مقام فراء میں تھا، اس وقت ارزقی نے لکھا تھا:

چو آفتاب سد ار اوج خود بجانہ ماہ  
نجیس حانہ یہ برگ بید و نادرہ بخواہ  
مرا سمال ہری بی ہری چہ آید حوش  
چو شہریار خداوید من بود نہ فراء  
ہمام دولاب عالی، قوام ملاب حوی  
حمالی مملکت سہ امیر میران سادہ

خدا یگانہ، شاہ شہی، خداویدی

کہ بندہ سب سر او را رمانہ ہے اکراہ  
آخری شعر میں اسراں سادہ کو ”شاہشاہ“ کہا ہے، ہر جگہ کہ اس کی کوئی علیحدہ حکومت اسے والد کی حکومت کے علاوہ نہیں تھی۔ ایک اور قصیدے میں بھی ساعر نے اسے شاہشاہ کہا ہے:

شاہ شہی کہ ساکر و نا آفریں روند

زوار اور ر درگہ و مہماں اور حواں

اس ”شاہشاہ“ کا ”مہماں“ ساعر ہی ہوگا، جو قریب دس سال سے اس کے پاس ہے۔ اب اگر قاورد کی حکومت کے آثار (یعنی ۵۴۴ھ) سے حساب لگایا جائے تو اس قصیدے کا زمانہ ۵۴۵ھ کے قریب سمجھا جاتا ہے۔ ساعر نے اپنے ممدوحوں میں سے اکثر و بیشتر اسراں سادہ بن قاورد ہی کو ”شاہشاہ“ کہا ہے، اس لیے اس قصیدے میں اسی کے ورثہ کا ذکر ہوگا:

چو کوس حیدر درگہ نکو بند بگاہ  
نگاہ رف نہ عبد ان نگارین درگاہ ..  
مجار آل سری، حواہ عمید سرف  
وریر راد سہشاہ اس شاہشاہ  
ابوالحسن علی ابن محمد آن کہ بدوست  
جمال مسد و صدر و کمال دولاب و حاہ

ایک قصیدے میں پورا نام اور القاب اس طرح آگئے ہیں:

سدید دین، سرب دولاب، آفتاب کرم

ابوالحسن علی بن محمد ابن سری

اس وریر کی مدح میں اور بھی متعدد قصیدے

ہیں۔ ایک قصیدے میں القاب صرف اس قدر ہیں:

ربیب دولاب علی بن محمد ابوالحسن

آنکہ حسنی دولاب ار بدیر اور داستان

ناریج اقصا (ص ۵) میں ہے کہ حب قاورد

کی تعجب شیبی برد سیر میں ہوئی تو قاضی فزاری کو،

جو اس وقت ”قاضی ولایت“ تھا، وزیر بنایا گیا اور

(سجاء یومورسٹی لائبریری، ص ۹۳) سے معلوم ہوا ہے کہ آلہ ارسلان محمد (۵۴۵ھ / ۱۱۳۳ء) نا (۵۴۵ھ / ۱۱۳۳ء) بے ہراب میں اپنے سے شمس الدوہ طعان ساء کو والی بنایا تھا، یعنی ۵۴۵ھ کے قریب۔ اسی کتاب میں (ص ۹۳) ہے کہ بعد میں ظہیر الملک ابو منصور سعد بن محمد المؤمنی ششائوری کو والی ہراب بنایا گیا تھا، جو آلہ ارسلان کی جانب تک رہا، پھر ملک ساء بن آلہ ارسلان کی حکومت (۵۴۶ھ / ۱۱۳۴ء) تا ۵۴۸ھ / ۱۱۳۶ء شروع ہوئی تو ایک بار پھر طعان ساء اس عہدے پر فائز بنا لیا، لیکن لچھو عرصے کے بعد اس سے تعاون کے آثار ظاہر ہوئے تو اسے ملعۃ اصفہان میں محبوس کر دیا اور اس کی حکمت نظام الملک طوسی کے لئے مؤید الملک ابوبکر عبداللہ کو والی عہدہ بنانا لیا، جو اسے والد کی شہادت (۵۴۸ھ / ۱۱۳۶ء) تک وہاں رہا۔ اس شہادت کے دو ماہ بعد ملک ساء کی وفات ہوئی تو ہراب میں افرانیری پھل گئی۔ ہم اوپر دیکھ چکے ہیں کہ ۵۵۰ھ میں طعان ساء کے ندیم ابو منصور دیوسف سے نظامی عروسی کی ملاقات ہراب میں ہوئی تھی، یعنی اس سادسٹ کا زمانہ زیادہ سے زیادہ اگر ۵۵۰ھ سال قبل بھی فرض کر لیا جائے تو یہی وہ ۵۴۶ھ کے لگ بھگ ہوگا۔ پھر حال اسی زمانے میں ازرقی بے طعان ساء کی مدح سرائی کی ہوگی:

در سہرِ حصر آمد کامجوی و کامران  
ار سکارِ خسروی آن آفتابِ خسروان  
آسمان داد و ہمت، آفتابِ ناح و نعم  
نورِ حیاں میرِ چہری سمیع ساء الپ ارسلان  
مفخرِ سلجوقیان، سیفِ امیر المؤمنین  
سمی دولت، ربی ملت، کہفِ امیر ساء طعان  
(دیوان ازرقی، آصفیہ)

آخری شعر میں ”سیف امیر المؤمنین“ بھی

اس کے دیر ابو الحسن کو قاضی۔ اس ابو الحسن کے متعلق یہ بھی لکھا گیا ہے کہ ”قاضی و محد و عامل ہر ولایت را بعدالت و صفت فرمود“، اس لئے یہ عین ممکن ہے کہ یہی ابو الحسن ازرقی کا مدح ہو۔ پھر حال حسا کہ مد کور ہوا ۵۴۶ھ کے قریب تک ساعرِ برماں میں تھا، پھر ہراب آنا ہوا۔

چہار مقالہ (معاملہ دوم، حکایت سیم) سے معلوم ہوا ہے کہ ایک مریہ ہراب میں طعان ساء بن آلہ ارسلان (بن چہری بگ) احمد ندیم کے ساتھ برد کھیل رہا تھا اور بازی جسے کے لئے دو چھٹکوں کے بجائے دو آٹے نکلے تو وہ سب برہم ہو گیا۔ اس وقت ازرقی نے نہ دوسری کہہ دیر اس کا عصہ مروا دیا:

در ساء دوسس حواس دو تک رحم افاد  
با طلی سری کہ دوسس داد داد  
آن رحم کہ درد رای ساء ساء  
در حاتم ساء روی بر حالت بہاد

[چہار مقالہ، پیرا ۱۳۱، سہمی، ص ۷۷ اور دولت ساء، ص ۳۷: ساء (بجائے دو) اور دوسرا شعر دولت ساء نے اور طرح دیا ہے]۔ اس حکایت کے ساتھ طعان ساء کے ایک ندیم ابو منصور دیوسف کا ذکر ہے، جس سے ۵۵۰ھ میں خود نظامی عروسی بے ہراب میں اس واقعے کی دلیل میں ناسماعوں کی داد و دوسس کا حال بنا تھا۔ اسی کے ساتھ روایت بھی ہے کہ ”ناساء بود و کود ک بود“ اور چونکہ طعان ساء کے والد آلہ ارسلان کی بدداس کی سب سے پہلی تاریخ ۵۴۲ھ (راحہ الصدور، ص ۱۱۷ ح)، اس لئے یہ صحیح ہوگا کہ ۵۴۶ھ کے بعد ہی ازرقی بے طعان ساء کی ”کودکی“ کا زمانہ بنا، بلکہ تاریخ میں تو ۵۴۵ھ سے پہلے طعان ساء کا ہراب میں ہونا ثابت نہیں، اس لئے کہ معین الرحی الاسفراری کی کتاب روضۃ الحساب فی اوصاف مدیہ ہراب

نہیں تھی۔ تاریخ سنہی سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵۴۲ھ میں سلج حمادی الآخرہ کے بعد (عالمًا اپریل ۱۰۳۷ء میں) نورور ہوا (ص ۵۲۱)۔ ۵۴۹ھ میں سہ سہ کو حمت حمادی الاولیٰ کے حتم ہوئے میں حار دن باقی تھے (یعنی ۱۸ اپریل ۱۰۳۸ء) اس وقت نورور ہوا (ص ۵۳۴)۔ ۵۴۳ھ میں چہار سہ ۸ حمادی الآخرہ / ۶ مارچ ۱۰۳۹ء نو (ص ۵۶۷) اور ۵۴۳ھ میں پچیس ۱۸ حمادی الآخرہ / ۶ مارچ ۱۰۴۰ء نو نورور ہوا (ص ۶۱۱)۔ انک اور فصدے میں اس زمانے کی زیادہ وضاحت ہے :

حون چیرور گوسہ فرو رد نہ کوہسار  
نرد سر علامت عدد ار سب آسکار  
ہر نوآکی نہ بہسب عدد بر فلک  
در رسور سماع نرآمد عروس وار  
حون بر فراحت عدد علامت ندسب سب  
نورور در رسد و غلمہای نوہار  
سحبی دول طعان سہ رس اسم نروس  
انام سادمانہ و افلاک بحسار

(حوالہ سابق)

اس سال (۵۴۳ھ / ۱۰۸۱ء) سے نہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ازرقی کا تعلق طعان سہ سے تھا۔ انپ ارسلان کے ملک سہ کے عہد میں ہوا ہوا اور اسی سال کے قرب میں کسی وقت انو منصور نایوسف اس کا ندیم رہا ہو، جس سے ازرقی کی ملاقات ۵۰۹ھ میں ہوئی تھی۔ طعان سہ کی مدح میں متعدد فصدے ہیں، جس میں سے ایک کسی ناغ اور مصر کی تعمیر کے وقت لکھا تھا، جو اس کے ورثہ کے رپر اہتمام مکمل ہوئے۔ نہ اس طرح شروع ہونا ہے :

نعال ہمایوں و فرخندہ اختر  
نہ نجب موقی و معدی موقر

(حوالہ سابق و کتاب الالآت، ۲ : ۸۸ بعد)

خطاب ہے، جو سنکر ہے کہ ممدوح کے اسلاف کی طرح آئے ہی حلیفہ بغداد سے حاصل ہوا ہو۔ انک اور فصدے میں یہی ذکر اس طرح ہے :

گوئی کہ ماہ و مسری ار حرم آسمان  
بحویل کردہ اند بناء خدايگان  
شمس دول، گریذہ انام، فجر ملک  
تبغ حلیفہ سایہ اسلام سہ طعان  
(حوالہ سابق)

ایک اور فصدے میں الفاب اس طرح آئے ہیں :

ای سکستہ سہ سب بر روی روس مسری  
تیرہ سب بر روی روس مسری در مسری  
ار الفوارس حسرو ابران و نوراں آن کروس  
ار عدو انام حالی ار پس ملک سری  
محبی دولت، رس ملک، نہمہ آست، ماہ سہ  
مانہ عدل و باب ملک و قطب مسری  
(دیوان، نسخہ آصفہ)

ایک فصدے سے اس زمانے کی عین ہوئی ہے :

حوس و نکور بی ہم رسد عدد و نہار  
سی نکور و حوسر ر نار و ار فرار  
یکی رحسب عجم حبس حسرو افرندوں  
یکی ر دین عرب دین احمد مجار  
گریذہ شمس دول، سپریار دین و ملل  
کہ دین و دولت ارو کشت حبیب عدو و جار  
ار الفوارس حسرو طعان نہ آن ملکی  
کہ ۔ اھی ار انر حام اوس بر مقدار

(حوالہ سابق)

چنانچہ وہ وقت حب عبدالعطر اور نوہار ایک ہی

دہ ہوئے شاید [یکم سوال] ۵۴۳ھ / ۱۰ مارچ ۱۰۸۱ء

ہوگا۔ (اس الاثر (۱ : ۳۴) میں ہے کہ ۵۶۷ھ میں

نک سہ بے عمر حیان و عمرہ کی کوسس سے ”حالی“

سہ قائم کیا تھا اور (۱۰ مارچ) پہلی فروردین

سے وہ سہ شروع ہوا، ورنہ اس سے پہلے ناقاعدگی



ایک قصیدے میں وہ اسی وزیر اور اس کے علم و فضل کا ذکر کرتا ہے اور ایک عجب و عریب شبہ استعمال کرتا ہے (قَبَّ حَدَائِیْ اسْحَر، طبع عباس اقبال، ص ۱۲۴، ابیات ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸) :

ز نَابِ عِزِّ نَرِ نَابِ نَرْ سَهْلِ نَعْنِ  
هزار حلقہ شکست آن نگارِ حلقہ سکن  
بہر گریز میں آگیا ہے :

اگر بویہ حفا را دلم شہانہ لسی  
نجان خواجہ فاضل بگویم نہ مرن  
حکم سد ابوالقاسم آن نہ سہر سرحس  
رفدر او نہ ملک سرہمی لست مسکن  
(دیوان، اصفہ المجمع، ص ۳۸۲)

اس سرحسی وزیر کے القاب اور سورا نام  
سدالوراء عماد الملک ابوالقاسم احمد بن قوام ہے۔  
وہ آگیا ہے ۔

نمدح صاحب فرزانہ سداالوراء  
لغا صحیح سرکست روزگارِ سہم  
عمادِ ماک ابوالقاسم احمد اس قوام  
نہ فہمی تر او حکمت سب و مرد حکم  
(حوالہ سابق)

اس کی مدح میں آور بھی قصیدے ہیں۔  
طعان شاہ کی مدح کے قصیدوں سے نہ بھی معلوم ہوتا ہے  
کہ عزیزوں کی طرح اس کے علم میں بھی ہلال تھا  
اور سر کی تصویر بھی :

ہلنگ و سر بچسب تر ہلالِ عَظَمِ  
س از سمجِ یمانی و جانِ رنادرِ سَمالِ  
چہاں گر برد دشمن کہ سرِ رایبِ او  
ر حسبِ نو بخت مگر شکلی سگالِ  
(حوالہ سابق)

یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے دیار میں  
حد شد کا نقشہ تھا ۔

نَر کَانَ رُوزِ دَسْتِ تو گر صورتی کنند  
رر نفسِ مہر گیرد و بیرونِ جہدِ رکانِ  
(حوالہ سابق)

اور مذکور ہوا ہے کہ ہر اب میں ظہیر الملک  
ابو منصور سعید بن محمد بن المؤمل بيشانوری بھی  
آپ ارسلان کی طرف سے حاکم مقرر ہوا تھا ۔  
اس کی مدح میں بھی ازرقی نے نہ قصیدہ لکھا تھا :  
نارِ دیگر بر ستائِ گنِ سی ترک و نارِ  
اسیرِ رئیس سرآرد اسیرِ سروارِ بندارِ  
(حوالہ سابق)

لیکن اس کی مدح میں صرف ایک ہی قصیدہ  
ہے، اس لیے غالباً اس کے عہدہ میں (یا وفات آپ  
ارسلان) ازرقی کو [غرات میں رہنے] زیادہ موقع  
نہ مل سکا ہوگا اور اس کے بعد جب ملک شاہ نے  
اسے بھائی صغان شاہ کو والی غرات بنا دیا تو وہ اس  
سے رجوع ہوا ۔ پھر حال، جیسا کہ اوپر ایک  
قصیدے سے معلوم ہوا، ازرقی ۳۷۳ھ / ۱۰۸۱ء  
تک ضرور زندہ تھا اور ابتدائی کلام کے سنی نظر  
اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا زمانہ ساعری کم و بس  
جائز سال رہا ۔

سررا [محمد] فروبی نے (حواسی چہار مقالہ،  
ص ۷۷) سد ناد نامہ اور الفہ و سلفہ کو ازرقی  
کی نصف مانے سے انکار کیا ہے، کیونکہ اس کے  
حال میں وہ دراصل دوسروں کی نصف کردہ ہیں  
اور یہ نہ اگر وہ سد ناد نامہ منظوم کیا بھی  
چاہا تو یہ اس کے لیے ایک دسوار کام ناست ہوتا،  
جیسا کہ طعان شاہ کی مدح میں وہ خود کہتا ہے :

سہر یار آیدہ اندر مدحِ فرمانِ تو  
گر نواد کرد نماید رمعی ساحری  
ہر کہ سد سہر یارِ بندہای سد ناد  
تک داند کدرو دسوار ناست ساعری  
میں معاسہای او را یاورِ دانش کنم  
گر کند محبت تو شاہا خاطر م را یاورِ

۲: ۸۶، (۱۶) وَطَوَّاط • حدائق السحر، تہران، طبع  
عناں اقبال، (۱۷) فیس رازی: المصمم، لندن ۱۹۰۹ء،  
طبع وقفیہ کتب؛ (۱۸) دولت شاہ: تذکرہ، طبع براؤن،  
ص ۷۳ و مواضع دیگر بامداد اشاریہ.

(علام مصطفیٰ خان)

- ازل: دیکھیے آند.
- ازلجہو: دیکھیے مادۃ [من کورہ گری و] حرب،  
درا، لائنڈن طبع دوم.
- ازلے: نامی [آرک ناں] مذہب کے ان سروں  
کا نام جنہوں نے ناب کی وفات کے بعد مرزا یحییٰ  
معروف ۵ صبح ارل [آرک ناں] کا اتباع کیا.
- ازلے (Azalay، موحوسہ املاہ . Azalat)  
انک اصطلاح، حوالہ کسی نئی ہزار اوٹوں (یا زیادہ  
صحیح طور پر سائنسوں) پر مشتمل ان کاروانوں کے  
لیے استعمال کی جاتی ہے جو موسم بہار اور حران  
میں جنوبی صحرا کے -حائثر سے نمک لاد کر ساحل  
(Sahel) اور سودان کے اسوائی علاقوں کی طرف لے جاتے  
ہیں۔ بد نمک۔ اگر انگری (بحرۃ دیسلان de Slane،  
طبع ثانی، ص ۳۷) کے نام پر یہی کرنا جائے —  
حسی لوگ ہم ورن سوئے کے بدلے میں لیا کریے  
ہے، لیکن اب اس کے بدلے میں کھانے سے کی  
حس، یعنی حائل، نا، ا، سکر اور حائے و سرہ لی  
جاتی ہے۔ معرف کی طرف اجل کے نمک کو، جو ساید  
چھنی عدی مسلادی سے معروف تھا (Ravenna کی  
عبر موسود کتاب)، جنگویسی Chinguiti کے  
کونہ Counta کے آزاد کردہ علام (سور) اکھٹا  
کر کے لائے ہیں اور یہی مور اس نمک کو معربی  
سودان کی سڈیوں میں لے جاتے ہیں۔ نوڈتی Taoudenni  
کے دحائثر نمک بے اعارہ Teghaza کے ان دحائثر کی  
حکے لے لی ہے حویلی اور کاو کے نادساہوں (چودھویں  
صدی اور پندرھویں صدی) کی دولت و ثروت کا ایک  
دریغہ تھے۔ نوڈتی کے دحائثر میں ۱۵۸۵ء سے کام

اس قصبے کو ۱۷۷۶ء میں کسی اور شخص نے بطم  
یا بھا، دیکھیے مرزا محمد فروبی، حوالہ مذکورہ  
[۱۷].

السنہ و سنہ کے متعلق مرزا [محمد] فروبی  
نے لکھا ہے کہ وہ بھی اررمی کی نصف نہیں ہے،  
۵ اور بات ہے کہ طعان سناہ کے لیے اس نے اسے ایسے  
اماط میں سے لکھا ہو۔ فروبی (ص ۱۷۸) نے  
بہی کے حوالے سے لکھا ہے کہ السنہ کی بضاور  
بطان مسعود بن محمود عربی کے لیے عرب کے  
ایک قصر میں بسائی گئی تھیں، 'کی اررمی نے  
طعان سناہ کے قصر کے مسئلے میں بھی بضاور و  
حاصل کر دیا ہے (دیکھیے کتاب، ۸۹.۲).  
اررمی کے متعلق لکھا جاتا ہے کہ وہ حضرت  
سید اللہ اصراری ہروی (۱۰۸۱ھ) کا ورید تھا.  
(۱۰۸۱ھ سنہ ۱۶۹۹ء، ص ۱۴۸، مجمع المصداہ  
۱۰۳۹).

مآخذ: (۱) اررمی، دیوان، کتاب خانہ آصفیہ،  
بندرانہ دکن، مخطوطہ ۹۴۳ (۲) احمد بن محمد بن  
احمد کلانی: موسس الامرار، نسخة حبیب کتب، (۳)  
وصف النجف فی اوصاف مدینہ ہراب، از معین الدیمچی  
الاسمراری، طباعت یونیورسٹی لائبریری، (۴) نظامی عربی  
۳۰ ہمار مقالہ، طبع قزوینی، لائنڈن ۱۳۲۷ء، (۵) وہی کتاب،  
ص ۱۷۸، کثر محمد معین، تہران ۱۳۳۱ھ، (۶) تاریخ  
بہقی، تہران ۱۳۲۴ھ، (۷) طہر الدین بٹناپوری:  
بحوق نادر، تہران ۱۳۳۲ھ، (۸) علام مصطفیٰ  
خان، تاریخ بہرام شاہ عربی، لاہور ۱۹۵۵ء، (۹)  
دکتر مسدیدی بیانی: تاریخ اصفہ، تہران ۱۳۲۶ھ  
(۱۰) مجمع المصداہ، تہران ۱۳۲۸ء، (۱۱) اتراوندی:  
راحمہ الصدور، طبع محمد اقبال، لندن ۱۹۲۱ء، (۱۲)  
انر الاثیر، مطبوعہ لائنڈن، (۱۳) لطف علی آذر: آتسکندہ،  
سنہ ۱۲۹۹ھ؛ (۱۴) احبار الدولہ السلحوقیہ، لاہور  
۱۹۳۳ء؛ (۱۵) محمد عوفی: کتاب الالاب، لائنڈن ۱۹۰۳ء،

فاصلے پر واقع ہے اور وادی أم الربيعہ Oum er Rabi'a کے نائیں کنارے پر اور اس کے دھانے سے ۳ کوسٹر دور ہے۔ ۱۹۵۳ء میں اس کی آبادی پندرہ ہزار کے لگ بھگ تھی، جس میں غالب اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ ان کے علاوہ ایک قلیل تعداد میں یہودی (ملاح) اور بہت بھوڑے سے یورپی بھی آباد ہیں۔ سہرہ کا نام بربری زبان کے لفظ ازمو (احود رو ریسوا) سے ماخوذ ہے۔ یہ سہرہ شاد (shad) مچھلی کے سکر کی وجہ سے بہت شہرت رکھتا ہے اور یہی اس سہرہ کی آبادی کا نڑا اور اہم درجہ معاش ہے۔ یہ سکر ہر سال دسمبر سے لے کر مارچ تک کیا جاتا ہے۔ اس سہرہ کی مورتی ولی ایک سند مولائے توسعت (مولائے اوسعت) ہے، جو مومن خاندان کے ہے۔

ازمور کی اس وب کی تاریخ تاریکی میں ہے جب تک کہ اسے ہسپانیوں اور برنگروں سے واسطہ نہ پڑا تھا۔ معلوم ہوا ہے کہ ہسپانیوں نے اسی نامعلوم اور غریب تاریخ سے لے کر ۱۴۸۰ء تک، جب کہ طلطلہ (Toledo) کے مہم پر ہسپانیہ اور برنگل کے معاہدہ Alcaçovas کی توسیع ہوئی، ریرس اندلس کے بحری ساحل سے چل کر اس سہرہ پر متعدد بار چڑھائی کی۔ اس معاہدے کی رو سے ہسپانیہ نے مراکش کا اوقیانوسی ساحل برنگل کے لیے چھوڑ دیا۔ ۱۴۸۹ء میں یہ سہرہ برنگل کے ناساہ حان دوم (۱۴۸۱ء تا ۱۴۹۵ء) کے زیرِ سادت تھا۔ تیس سال کے بعد، تلالسہ مقاس سرداروں کی نائی ہوئی ایک جماعت کی انگشت پر برنگروں نے اس سہرہ کو مؤثر طریق سے اپنے قبضے میں لانا چاہا اور اگست ۱۵۰۸ء میں مسون (Manuel the Fortunate) کے عہد (۱۴۹۵ء تا ۱۵۰۲ء) میں انہوں نے اپنے اس ارادے کی تکمیل کی کوشش کی، جو ناکام رہی۔ ستمبر ۱۵۱۳ء کے

ہو رہا ہے۔ یہ نمک وہاں مستقل سے ہوئے کان کن جمع کرنے ہیں اور نوسہ قنائل کے لوگ اور نچو طوارق Tuareg کے آدمی اسے چھوٹے چھوٹے کاروانوں کے ذریعے نمکٹو لے جاتے ہیں۔ وہاں سے یہ نمک سارے مغربی سوزان اور بالائی وولٹہ Volta میں بکھرا ہوا ہے۔ مشرق میں بلما Bilma، سکوندائن Seguedine اور فچی Fachi کی معادن نمک میں کموری Kanoury لوگ کام کرتے ہیں۔ اس نمک کو Air اور دمرگو Damerkou کے طوارق ازلے سے لے کر اطراف میں لے جاتے ہیں اور وہ نائمہ، نا اور نائمجر کی نوآبادی میں فروخت ہوتا ہے۔ بورتو Borki (فہ Fayu) اور ایدی Ennedi کا نمک فرانسسی اسوائی اریقہ کے معادن میں سے والے حسوں کو مہیا کیا جاتا ہے۔ امدور Amador کا نمک، حوتمرست (Tamanrasset) کے شمال میں واقع ہے، اسے کل آگگر Kel Ahaggar اور کل آجر Kel Ajjer کے لوگ اڈھا کر کے دوسرے مقامات کو لے جاتے ہیں۔ بڑے بڑے کاروانوں کی اقسام میں سے ازلے ہی ایک اسی قسم ہے جو ابھی رہی ہے۔ حوی صحراء کے حانہ بدوس لوگوں کے لیے نمک کی بہ تجارت ہمسہ سے دولت کا ذریعہ رہی ہے اور ناوود بورپ سے آئے والے نمک اور کاؤلک Kaolak کے سمندری نمک کے دھروں سے معاملے کے ابھی تک جاری ہے۔

ماحد: Le Sahara français Capot-Rey

پیرس، طبع ثانی، ۱۹۵۹ء (مع ماحد)۔

(J. DESPOIS)

آزمور: [آزمور] (فرانسیسی: Azemmour)

ہسپانوی اور برنگری: Azamor)، ایک سہرہ، جو مراکش کے اوقیانوسی ساحل پر کسانلانہ Casablanca کے جنوب مغرب میں ۵۰ کومیٹر اور مازگان Mazagan کے شمال مشرق میں ۱۰ کومیٹر کے

*Région des (۴) : Villes et tribus du Maroc*  
*Doukkala* ح ۲: (۵) *Azemmour et sa banlieue*  
 پیرس ۱۹۳۲ء (تاریخی حصہ کجھ غیر یقینی ہے) اور (۶)  
*Le rite et l'outil* Ch Le Coeur پیرس ۱۹۳۹ء۔

(R RICARD)

\* **ازمید:** (قدیم بر صورتیں: اریتمید، اریتمید،  
 اس خردادہ اور الاذریسی کے ہاں یقونیدہ،) سری  
 کتابوں میں اریتمید، جسے معقف کر کے اریتمد بنا لیا  
 گیا اور] آج کل اسے سرکاری کاغذات میں اریتمپ لکھا  
 جاتا ہے) اسے قدیم زمانے میں یوسیدیا *Nicomedia*  
 کہتے تھے، اریتمد کی مستقل بنیاد (مستقر فی) کا  
 دارالحکومت (قے فوجہ ایلی)، (جواب ولایت فوجہ ایلی  
 کا صدر مقام ہے)۔ اس سہر کو سلجوقیوں نے اسے  
 اساتے کو حکمران کے دور میں گیارہویں صدی  
 کے اختتام پر فتح کیا۔ یہ سہر سلیمان بن قلمس (۱۰۴۷  
 تا ۱۰۷۹ء / ۱۰۷۸ تا ۱۰۸۵ء [کدا، ۱۰۸۶ء]) کی  
 مملکت میں شامل رہا، جس نے *Nicaea* کو اپنا  
 دارالسلطنت بنا لیا تھا۔ سلیمان کی وفات کے بعد  
 ہی مذہب بعد *Alexius I Comnenus* نے اسے دوبارہ  
 فتح کر لیا (*Anna Comnena*)، طبع *Reifferscheidt*،  
 ۱: ۲۰۲، قے ص ۲۳۷ و ۲۴۰: ۷۲)۔ اگر اس قبل مذہب  
 (۴ تا ۱۲۰۷ء) سے، جس کے اندر اس نے قسطنطینہ  
 کے لاطینی شہسازوں کا مقصد رہا، قطع نظر کر لی  
 جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ سہر برابر یورپیوں  
 کے قبضے میں رہا تاکہ اسے اُورحان کی سرکردگی  
 میں عثمانی ترکوں نے، ترکی مآخذ کے بنان کے مطابق،  
 ۵۷۲ھ / (۱۳۲۵-۱۳۲۶ء [کدا، ۱۳۲۶-۱۳۲۷ء])  
 میں یا ۵۷۲ھ / ۱۳۲۶-۱۳۲۷ء [کدا، ۱۳۲۵-  
 ۱۳۲۶ء] یا ۵۷۳ھ / ۱۳۳۰-۱۳۳۱ء [کدا،  
 ۱۳۳۰-۱۳۳۱ء] میں سحر کیا اور یورپی مآخذ  
 کے بنان کے مطابق ۱۳۳۸ء میں، قے: *Hammer* ۷۰  
*Gesch. des Osm. Reiches*، ۱: ۸۵ و ۵۸۰: (ترکی فتح

اشار میں ڈیوک آف برگنزا *Braganza* کے زیرِ کمان  
 انہوں نے پھر کوشش کی اور اب کے ان کی  
 کوشش بوری طرح کامیاب ہو گئی۔ برنگیروں نے  
 مراکش کے دوسرے مقامات کی طرح، حوان کے قبضے  
 میں بھی، ارمور میں بھی نئے منصوبہ قطعے تعمیر  
 کیے، جو عام و کمال اب تک موجود ہیں۔ جب  
 مارچ ۱۵۴۱ء میں سانتا کروز کوئی گونے *Santa*  
*Cruz del Cabo de Gue* اعاذیر *Agadir* کے سقوط کی  
 وجہ سے برنگیروں کے قدم حوان میں سرلرل  
 ہو گئے (دیکھیے مادہ اعاذیر) جو ساہ حال سوم  
 (۱۵۲۱ تا ۱۵۵۲ء) کے قبضہ کیا کہ اسی حملہ افواج  
 کو *Mazagan* کے مقام پر مجتمع کر لیے؛ حاجہ  
 'نوسر ۱۵۴۱ء کے اواخر میں جب بھی *Safi*  
 (نہیں مادہ اصفی) کو حالی بنا گیا تو اسی زمانے  
 میں ارمور سے بھی فوجیں ہٹا لی گئیں۔ اس طرح  
 ارمور بہانہ کا ایک مرکز بن گیا اور ۱۵۶۹ء تک  
 مرکز کے خلاف برابر تر سرہ کیا رہا، یہاں تک کہ  
 مگر آخرالذکر مقام کو بھی چھوڑ کر چلے گئے۔  
 فرانس کی فوجوں نے ارمور پر پہلے ۱۶۰۸ء میں قبضہ  
 کیا اور ۱۶۱۲ء میں اسے فرانس کی زیرِ حمایت  
 (نائب *Protectorat*) میں شامل کر لیا گیا۔

ارمور غالباً اس مراکشی جسی اسہہ کوئی  
*Estebanico de Azamor* کا وطن تھا جو تراطم  
 امریکہ کے حالات کی تحقیر کی تاریخ میں بہت  
 مشہور ہے اور جس نے ۱۵۲۸ء اور ۱۵۳۶ء کے  
 درمیان ہسپانوی کیرہ ڈی واکہ *Cabeza de Vaca*  
 کی نظم نقل مکانی میں حصہ لیا، جو موجودہ  
 ریاستہائے متحدہ امریکہ کے جنوبی حصے کے ایک  
 سرے سے لیے کر دوسرے سرے تک کی گئی تھی۔

مآخذ (۱) دیکھیے فہرست کتب، جو مادہ "اصفی"  
 کے نیچے دی گئی ہے، بالخصوص *Sources inédites, etc.*  
 اور (۲) *Ricard* *Études, etc.* ان کے علاوہ: (۳)

کے متعلق افسانوں کے لیے دیکھئے *Hist Leunclavius* ص ۱۸۶ تا ۱۹۰: سعدالدین، ۱: ۳۴ تا ۳۷ Christo Papadopoulos، ص ۶۵ (بعد) - ۱۳۹۹ء میں مارشل Boucicaut کو اس سہر کی مصبوط دیواروں سے بچھے ہٹا ہڑا (*La France en J Delaville Le Roulx* *Orient au XIV<sup>e</sup> Siècle*، ص ۳۱) - ۱۴۰۲ء میں دمری فوج کے ایک دستے نے ایسے تاج و تاجا (Ducas، مطبوعہ یوں، ص ۷۲) - ہر دون کے عہد میں ازمید کو بحری اسلحہ خانے کے طور پر اور چھوٹے بحاری جہازوں کے بنائے کی وجہ سے خاص اہمیت حاصل ہو گئی۔ ان جہازوں کی ساخت کے لیے لکری آس ناس کے گھسے - مکنوں سے دستاب ہونی بھی - کٹھا جانا ہے کہ اس اسلحہ خانے کی سادہ دیواروں جاندان نے رچی ہوئی - ایسے دسویں صدی کے وسط سے یہاں ہٹا لیا گیا تھا، لیکن بعد ازاں انگریز اجسروں کی نگرانی میں اس کی دوبارہ تعمیر روح ہوئے کو بھی - یہاں کی آبادی [۱۹۵۰ء میں ۳۵۵۶۴ تھی]، جس میں اکثر مسلمانوں کی ہے - سر مسلم عصر میں ایک ظامور آزہی برادری شامل ہے (یہ لوگ سرھوس صدی کی اسدہ میں انراں سے ہجرت کر کے یہاں آئے تھے) - اس کے علاوہ حدسو یونانی اور انک جھونی سی آبادی یہودیوں کی بھی ہے - ۱۸۷۳ء سے ازمید کو بدریغ ریل مسططہ سے ملا دیا گیا ہے (اس لائن کا آخری سسٹر حیدر ناسا ہے: مساف ۷ میل) اور ۱۸۹۲ء سے انقرہ، [ہر موبہ اور ارسر] سے بھی - قدیم اور وسطی زمانوں کی عمارتوں کے حو و برائے یہاں موجود ہیں وہ کچھ اہمیت نہیں رکھتے: نورطی عہد کے بہاڑی مورچے نہر حالت میں ہیں، جنہیں Busbecq اور Belon نے سولہویں صدی تک ان کی اصلی صورت میں دیکھا تھا - ترکی عمارتوں میں سے قابل ذکر یہ ہیں: سلطان اورخان کے فائیم کیا ہوا مدرسہ، حوشہر کے نالائی حصے میں ہے (یہ دراصل

گرچا تھا جسے عبدالحمید نے ارسر نو مرتب کرتا دیا تھا): بریو ناسا، محمد نگ اور عبدالسلام نگ کی مسعدن، جنہیں نساں نامی مہندس نے تعمیر کیا اس کے علاوہ رسم ناسا کے حمام اور بریو ناسا کی جان (کاروانسرا) بھی ہیں، عس ناع (سرای ناعہ سی)، مع اس کی تریح کدہ کے، جسے [سلطان] مراد رابع نے تعمیر کیا تھا، مگر اب ناسد ہے، اسیا ہی ایک ناع محمود نانی نے بنایا تھا اور عبدالعزیز نے اس کی تجدید و ترمیم کی تھی - یونانی گرجاؤں میں سے قدیم ترین گرچا St Panteleimon کا ہے - کٹھا جانا ہے کدہ نہیں اس قیدس کی سر بھی ہے جسے اس سہر کا محافظ ولی مانا جاتا ہے: مراد رابع کے عہد میں یہ ارمادناہ بردنا کتا تھا، مگر ۱۷۷۵ء میں دوبارہ تعمیر ہوا اور ۱۸۶۱ء میں اس کی تھر سے مرتب کی گئی - ازمید کے قرب و حوار میں چچک سدانی (Champ des Fleurs) واقع ہے، یہاں ٹرانسلوانا Transylvania کے سہرادی Emerich Thokely نے جلاوطنی اجسار پر کے امی عمر کے آخری اناہ کرارے تھے اور ۱۳ ستمبر ۱۷۷۵ء کو وفات پائی تھی (De la Motray، *Voyages*، ۱: ۳۹، *L'Asie Min*، etc، امسٹرڈم ۱۷۷۱ء، ۱: ۴۹) اس کی لاش، حو ارمی مرستان میں دفن کر دی گئی تھی، ۱۹۰۶ء میں لوح مرارسمت ہنگری لائی گئی (قہ ہامر Umblick von Hammer، ص ۱۹۲)۔ [نہلی جنگ عظم کے بعد ۶ جولائی ۱۹۲۰ء کو اس سہر ر انگریزی اور یونانی افواج کا قصہ ہو گیا، لیکن ۲۷ جون ۱۹۲۱ء کو برتوں نے اسے واپس لے لیا - اگرچہ ازمید کی بعض برانی صدیں، حو فروں وسطی تک نامی رہیں، اب غائب ہو چکی ہیں، تاہم ۱۹۳۴ء سے یہاں کاعدسازی کے کئی کرحانے قائم ہو گئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ سہر بعض کسمیایوی اسیا، مثلاً کوریم (chlorium)

\* **اِزمیر :** (Smyrna) ترکی ایسٹا کا مشہور ترین بحاربی سہر اور صوبہ آیدس کے والی کا صدر مقام۔ [جمہوریہ کے مقام کے بعد سے ارمیر کی ایک مستقل ولایت بنا دی گئی ہے۔ اس میں نہ سرہ فصائیں ہیں ارمیر، ناسدر، پرمگہ، حشمہ، وبللی، فوجہ، سرہ نورین، کمال ناسا (نا نسا)، مین، فوس آطہ سی، برارہ (یکس)، سیمر، اودہ بیس، سفری حصار، تیرہ، بورعلی اور اورلہ۔] نام کی شکل اِرمیر (اس نطوطہ : اِرمیر) اس شکل کے مطابق ہے جو مغرب کے لوگ قرون وسطی میں استعمال کرتے تھے، یعنی سمرہ Smire، سمرہ Zmura وغیرہ (Tomaschek، ص ۲۸؛ Ram Muftaner (تقریباً ۶۲۲) میں Esmira؛ Schiltberger کے ہاں Ismira)۔ حب سلجوقیوں نے شامیوں والی کے آخر میں اسے کوچک برنورس کی یونانک سرک سرار نکس (Tzachas) (صرف Anna Comneni میں  $\tau\acute{\alpha}\chi\alpha\varsigma$ ) ہے، جو فلیج آرسلاں اول کا حشر تھا اور بعد میں رہا تھا، سمر برانسا تسلط قائم کر لیا اور وہاں سے مجمع الحرائر کے حریروں اور درہ داسال (Hellespont) کو فتح کرنے کی غرض سے حملے شروع کر دیے۔ حب سلجوقیوں سے نکلنے والے (۱۰۹۷ء) جو سمرنا دوبارہ یورپی حکومت کے قبضے میں آ گیا اور بقیہ کے ساہسہاہ حوں و ساسر ڈوکاس John Vatatzes Dukas (۱۲۲۲ تا ۱۲۵۵ء) نے Pagus کی پہاڑی [بل ناعوش] بر مورجہ ندی کا ایک بڑا سلسلہ قائم کیا (Corp Inscr Graec، شمارہ ۸۷۹)۔ اس پہاڑی پر سے سمر نالکل سامنے نظر آتا ہے۔ فوسہ کی سلجوقی سلطنت کے روال کے بعد سہر افسوس Ephesus کے امیر آیدس نے ۱۳۲۰ء میں سہر پر قبضہ کر لیا اور سہر سے نکس کے عہد کی طرح ایک نار بھر مجمع الحرائر کے حریروں اور فرنگیوں کے بحاربی چہاروں پر ناحب شروع ہو گئی۔ اسے بند کرنے کے

بندھک کے سرب (sulphuric acid) وغیرہ کی ماری۔ رنرین گنا ہے، جس سے اس کی اقتصادی حالت بہت سہر ہو گئی ہے اور آبادی میں بھی برار اضافہ ہوا ہے، حنا بیجہ آبادی جو ۱۹۲۷ء میں صرف ۵۰۰۰ تھی، ۱۹۵۰ء میں بڑھ کر ۳۵۰۰۰ سے زائد ہو گئی۔ فوجہ اہلی کی پوری ولایت کی آبادی اس سال کی مردم شماری کی رو سے ۳۳۴ تھی، اس میں نہ فصائیں شامل ہیں۔ ارمیر، آطہ ناراری، اور پاری، کیرہ، کیرہ، کولجک (دکڑن درہ) حدود میں شامل اور سرہ ہو۔

مآخذ (۱) *Zur histor Topographie Tomaschek*

(۲) *von Alema von Tavernier Voyages*

(۳) *Rel nouvelle d'un Voyage a Guelot*

*Constantinople* (پیرس ۱۶۸۱ء)، ص ۸۸ تا ۵۲ (۴)

وہاں *Travels*، ۲، ۳۱ بعد (طبع ترکی) [ساحب نامہ]

(۵) کتب چنی، جہاں نما، ص ۶۶۲

*Voyages De la Motray*، ۱ : ۲۸۸ بعد (۷)

*Descr of the Last R Pocock*، ۲ : ۹۶ بعد (۸)

*Umbluck auf einer Reise von v Hammer*

*Constantinopel nach B...*، ۱۸۱۸ء

*Descr de l'Asie Texier* (۹) ۱۳۷ تا ۱۳۷

*Mincun*، ۱۷ تا ۲۸ (۱) *Ausland*، ۱۸۵۷ء

*Anatolsche v d Goltz* (۱۱) ۲۵۶ تا ۲۵۶

*La Turquie Cunct* (۱۲) ۸۱ تا ۸۱

*Christo Papadopoulos* (۱۳) ۳۵۶ بعد

*Buylas*، (تقسطیہ ۱۸۶۷ء)، ص ۵۹ تا ۷۷ (۱۴)

*Nikomedia O F Wulff و P B Pogodin*

*Nachrichten des Russ Arch Inst in Konstantinopel*

(اوڈیسا ۱۸۹۷ء)، ۲ : ۷۷ تا ۱۸۴ (روسی زبان)

میں، [۱۴] آت، تدیل مادہ (۱۵) سامی نک :

سامیوں الاعلام، تدیل مادہ۔

(J H MORDTMANN)

لیجے تمام آبِ رسدہ بحری طاقتیں بنانے روہ کی سرپرستی میں متعہ ہو گئیں اور انہوں نے ۱۲۸ اکتوبر ۱۳۴۴ء کو سمرنا پر سرورِ سمسّر قصبہ کر لیا (*Histoire du Commerce du Levant* Heyd، ۱۰: ۵۳۸)۔

روڈس Rhodes کے سہسواروں (Knights) نے، جنہیں شہر کی حفاظت سپرد کی گئی تھی، سدرگاہ پر سینٹ پیٹر St Peter نامی قلعہ تعمیر کیا، جہاں بعد میں وہ محصولِ خاصہ بنا جو آج سے بعد پچاس سال پہلے تک موجود تھا۔ دوسری جانب سہر کا قلعہ آندلس اوعلو کے ہاتھ ہی میں رہا۔ بابرید اول نے انہیں وہاں سے دھل کر کے ایک صوفی (حاکم سہر) مقرر کر دیا۔ جنوری ۱۴۳۳ء تک یہی حالت رہی، یہاں تک کہ سمور نے فرنگیوں کے قلعے پر دھاوا کر کے انہیں سمرنا سے نکال دیا (سرفال بن طغرناہ، ۲: ۴۶۴ تا ۴۷۷، Dukas، ص ۲۷۷ بعد Chalkokondylas، ص ۱۶۱، قسّ ہامر von Hammer Gesch d osm Reches، ۱: ۳۳۲ بعد و ۴۲۶ بعد)۔ ایسا بے لوجپک سے سمور کی واسی پر قسم آ رہا سردار حسد [رتک ناں] نے سہر پر قصبہ کر لیا، مگر تقریباً ۱۴۲۵ء میں اسے شکست ہوئی اور یہ سہر قطعی طور پر حکومت عثمانیہ کے زیرِ نگیں آ گیا اس سہر کی بعد کی تاریخ کوئی عام دلچسپی نہیں رکھتی۔ ۱۳ ستمبر ۱۴۷۲ء کو ورس کے بحری سڑے نے ہسرو مسیحو Pietro Mocenigo کی سرکردگی میں سمرنا پر حملہ کر کے اسے لوٹا اور آگ لگا دی (*Chroniques Gréco-Romanes Hopf*، ص ۲۰۷، *Delle Guerre de Veneziani nell' Asia*، Cippico، ص xxvi بعد، *Gesch d Osm Reches* Zinkeisen، ۲: ۴۰۵)۔ اس کے بعد یورپی بحری طاقتوں کی برکوں سے جو بحری جنگیں ہوئیں ان میں یورپی ناسدوں کی کثیر تعداد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یورپی طاقتوں کو اس سہر پر حملہ کرنے سے کئی بار احتراز کرنا پڑا،

مثلاً حب ساقر (Chios) کے سقوط کے بعد برکی بحرہ بیڑہ - ملح سمرنا میں بچھے ہٹ آیا تو ویس والوں ۱۶۹۴ء کے موسمِ حراں میں سمرنا پر حملہ کرنے پر ہاتھ روک لیا (*Gesch des Osman Reiches Kantemir*، ص ۶۴۹؛ Zinkeisen، وہی کتاب، ۱: ۱۷۵) اور ۱۷۷۰ء میں حب روسوں نے چسپہ Ceshme کے پاس پرے سڑے کو تباہ کیا (*Ypsilanti*، *μετα την άλωση*، *Gesch d Osman Reiches Hammer*، ص ۶۶۶؛ *Reches*، ۸: ۳۵۸) تو انہوں نے بھی یہی کیا۔ بعد کی جانب سے اس قسم کے حملوں کی روک تھام کے لیے نابِ عالی نے ویس سے لڑائی کے دوراں میں دریا دانال کی جنگ (۲۶ جون ۱۶۵۶ء) کے بعد آسائے کے سنگ سرن حصے میں راسِ سحقی نورسو پر دائمی استحکامات تعمیر کئے، جنہیں سحقی قلعہ سی (سلاسی لہ والا قلعہ) یا یٹکی قلعہ کہا جاتا تھا۔ یہ استحکامات ۱ جولائی ۱۶۸۸ء کے زلزلے میں بالکل تباہ ہو گئے اور پھر انہیں لچھ نامکمل طور پر دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ زمانہ حال میں یہاں دوبارہ نوین نصب کی گئی اور بحری سربتیں بچھا کر بنا نہ بندی کر دی گئی جسکی کی طرف سے خلابی اور رعنا کے سرس فائل نے سمرنا کو لٹی مار لوٹا۔ یہ لوک سرعوس صدی کی اسدائے سے آناطولہ کے لیے وناں حان نے ہوئے تھے، مثلاً ۱۶۰۰ء میں فلندر اوعلو اور فرہ سعد کی فوجوں نے لوٹ مار میانی (*Travailes Sandys*، طبع سٹم، لندن ۱۶۵۸ء، ص ۱۲، قسّ ہامر Hammer، ۷: وہی کتاب، ۴: ۳۹۸)، ۱۶۲۵ء میں قریشی کے حب اوعلو نے (*Negotiations Roe*، ص ۱۰: Zinkeisen، وہی کتاب، ۴: ۵۵ بعد) اور ۱۷۳۶ء میں حوئاس کے صاری نک اوعلو نے (*Pococke*، ح ۲، حصہ ۲، ص ۳۸؛ *Ipsilanti*، وہی کتاب، ص ۳۳)۔ بلاذیر کے بحری قزاقوں کی ناراض آمد و رفت سے بھی لوگ اسی طرح حائف رہتے

کچھ کم خطرناک نہ تھا جو ۱۴ مارچ ۱۷۹۷ء کو  
سفالونیا کے ناسدون (Cephaloniots) اور کرواٹ  
(Croats) کے درساں جھگڑا ہو جانے کی وجہ  
سے برنا ہوا، چنانچہ سپر میں آگ لگ گئی اور  
بہت سے لوگ مارے گئے (جوڈب: وہی کتاب،  
۶: ۲۲: Zinkeisen: وہی کتاب، ۷: ۱۳ بعد)۔  
باب عالی اور مصر کے درساں جنگ (۱۹ فروری  
۱۸۳۳ء) کے دوران میں ابراہیم پاشا حب بر لوں  
نو فوسہ پر ۲۱ دسمبر ۱۸۳۱ء کو شکست دے کر  
سوانحہ کی طرف بڑھا تو اس کے گھاسوں سے  
محمد علی [حدیو مصر] کی طرف سے سمرا پر قبضہ کر  
لیا، لیکن چند ہفتوں بعد وہ اسے چھوڑ کر چلے گئے  
(Gesch der Turkei Rosen، ۱۷۱۰ء) [نہلی جنگ  
عظیم کے بعد نچو عرصے تک ارسر پر یونانیوں  
کا قبضہ رہا، انکس ستمبر ۱۹۲۲ء میں عساری  
مصطفیٰ کمال پاشا نے انہیں وہاں سے نکال کر اسے  
دوبارہ ترکی مملکت میں شامل کر لیا]

سمیرا میں تاریخی یادگاریں بہت ہی کم  
ہیں، انار قدیمہ میں سے کوئی قابل ذکر حیرناپی  
نہیں رہی۔ وہ احمی تھیٹر amphitheatre اور  
سر لس circus، جس میں سمیرا ۵ مری قریس بولی کارپ  
Polycarp مارا گیا تھا، دوسوں سرھویں صدی  
میں تباہ کر دیے گئے اور ان کا مال مسالہ پرستان  
[یعنی مسقف عمارتیں] اور وریر حان (دیکھئے پان  
دیل) کی تعمیر میں لگا دیا گیا۔ بولی کارپ کی مرعوبہ  
فرانو، جو سر لس کے قریب تھی، اٹھارھویں صدی  
کی ابتدا میں بدل کر ایک مسلمان ولی کی قبر  
قرار دے دیا گیا۔ نورطی عہد کا قلعہ، جو حیل  
ناحوش Pagus پر واقع ہے، سالہا سال سے عر آباد  
ہے اور لس مریسی کی حالت میں ویران ہوا چلا جا  
رہا ہے، قدیم مسعد اور نژا حوص (قرون دترک)، جو  
دوبوں عالیا نورطی اصل کے ہیں، ویران ہو چکے

تھے کیونکہ حب تک فرانسسوں سے الحرائر  
فتح نہیں کر لیا باب عالی کی طرف سے ان بحری  
تاقوں کو احارب بھی کہ وہ اپنے چہارراں سمرا  
اور اس کے اس داس کے علاقوں سے بھری کر لیا  
در [۹] (Voyages Dumont، ۱۶۹۹ء، ۴: ۱۰۶  
Tournfort، ۲: ۱۹۸، جوڈب: تاریخ، ۴: ۲۰۰  
و ۷: ۱۸۳ و ۱۰: ۲۳۳)۔ سرھویں صدی  
میلادی میں سمرا کی یہودی آبادی میں سے ایک  
سمحی ملحد سانیائی جسی Sabbatai Sebi تھا،  
جس نے دونمہ Donme [دک تان] (اطنی مسلمان  
یہودی) فرقے کی بنا ڈالی اس کے سرھویں دس سے  
نچو لوگ اب بھی پائے جاتے ہیں (قب سمرا کے  
انگریزی فصل Rycart کا معاصر ناں، جو Knolles  
History of the turks کے ملحات، ۲: ۱۷۴ بعد،  
میں راج ہے)۔

اس سمر میں دو بار لرلہ آیا اور دوبوں رہا  
۵۔ سمر سمرا بالکل تباہ ہو گیا۔ پہلے لرلے دس  
۱۰۔ جولائی ۱۶۸۸ء/۱۲ رمضان ۱۱۹۹ھ کو  
تباہ، سحر قلعہ سی سمدر کی لہروں میں غرق ہو  
گیا، زیادہ تر عمارتیں گر گئیں اور ہزاروں لوگ،  
میں از دم تباہ ہوا، ہزار ہوس، سکسہ ہماریوں میں  
موت کرنا ہو گئے (راشد: تاریخ، ۱: ۱۴۷ الف  
Turkish History Rycart، ص ۳۰۱ بعد Carayon  
Relations medites des Missions de la Compagnie  
Vier javen in Pacificus Smit، بعد ۲۹۱  
Turkiye، ص ۱۷۸ بعد، بعد ۲۴۶ De la Motraye  
Voyages، ۱: ۱۸۲ بعد: Slaars، ص ۷۶، ۱۲۸)۔  
دو-را لرلہ ۳ اور ۵ جولائی ۱۷۷۸ء کو  
آیا۔ اس میں بھی، خصوصاً گری ہوئی  
سماروں میں آگ لگ جانے کی وجہ سے، اسی قدر  
تقصاں ہوا (Briefe Bjornstahl، ۴: ۱۳۱ تا ۱۴۷؛  
Slaars، ص ۱۳۲ بعد)۔ اس کے علاوہ وہ بلوہ بھی



ہیں اور جون وٹاسز John Vatatzes کے اس تاریخی کتبے کو جو اس کی بنیاد رکھتے وقت نصب کیا گیا تھا نیز اس قدیم اور عظیم سر کو جسے آبرام (Amazon) کا سر کہا جاتا تھا اور جو پہلے قلعے کے صدر دروازے کی دیوار میں چبا گیا تھا اور شہر کا امتیازی نشان سمجھا جاتا تھا حال ہی میں بڑی بے دردی سے تباہ کر دیا گیا ہے۔ ترک اس سر کو قیداً مکہ سا کا سر خنال کس رہے تھے؛ چنانچہ وہ اس قلعے کو قیداً قلعہ سی کہتے تھے، جو عام لوگوں کی زبان میں نگڑا کر قطعہ قلعہ سی (محمل کا قلعہ) بن گیا ہے۔ یہاں کی متعدد مساجد میں سے (جن میں عربی نسخہ لٹری اور چھمالس چھوٹی مسجدیں ہیں) سدرہ دیل خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں: حصار جامع، ... سازواں جامع، آستانہ بازار جامع، ... سہ لمر الی جامع، حاجی حسن جامع، روبراں اور برسین Bezistın کی بڑی کاروانسراں (۱۶۷۵ تا ۱۶۷۷ء میں صدر اعظم احمد نواہرولو نے تعمیر کرائی تھیں)۔ دیگر قدیم خانوں (جی سرائوں) میں سے درویش اوعلوہاں، مذمہ خان اور قرۃ عثمان زادہ خان قابلِ ذکر ہیں۔ سمرنا کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہاں کے فرنگی حصے میں متعدد مسقف بازار ہیں، جن میں فرحانہ کہتے ہیں جو (فرنگ خانہ کی نگڑی ہوئی صورت ہے) - ۱۱۰۸ھ / ۱۶۹۶ء - ۱۶۹۷ء میں سمرنا میں سوئے کی اشرفیاں اور چاندی کے فروغ نامی کے لیے ایک ٹکسال قائم کی گئی، لیکن چند سال بعد بند کر دی گئی (راشد: تاریخ، ۱: ۲۲۶ الف، قت اسمعیل غالب، تقویم مسکوکات عثمانیہ، عدد ۵۹۷ تا ۶۰۰)۔ سرھویں صدی میں سمرنا نے اس لحاظ سے نئی اہمیت حاصل کر لی کہ اس سر زمین کی پیداوار اور اندرون ملک کی مصوغات (یعنی گوند، انجیر، روئی، حسحاش، ایون، بلوط کا کچا بھل [valonia جو دناغب (چمڑا رنگی)

کے کام آتا ہے]، اصل السوس، قالین، وعمرہ) یہاں سے باہر بھیجی جاتی تھیں۔ زیادہ دور کے علاقوں کی مصوغات مثلاً ایران کے ریشمی اور انقرہ کے اوبی کٹرے اُن دیوں بھی اور آج تک بھی سمرنا کے راستے سے مغرب کو جاتے ہیں۔ بہت سے انگریز اور ولندیزی باہر وہاں آ کر آباد ہو گئے۔ انگریزوں کی نوآبادی نے اس ملک کی اقتصادی اور ثقافتی ترقی میں بہت کام کیا ہے۔ ایران اور انقرہ کے ساتھ تجارت کی وجہ سے بہت سے ارسی یہاں آ کر بس گئے۔ دلالی کا کام یہودیوں (صفر دیم) سے مخصوص تھا۔ یورپی لوگ شہر کے فرنگی محلے میں رہے تھے اور وہاں اپنے وطن کی طرح بوری آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، بعد میں یونانیوں کی ایک مصحف باہر جماعت بھی ان سے آملی اور مسلمان عنصر سدرج میں بس ہونا چلا گیا، چنانچہ اس شہر کا نام نیور ارسر (گر - "کافر سمرنا") پڑ گیا، شہر کا وہ حصہ جہاں رودس Rhodes کے ناسدے آباد تھے پہلے ہی سمور کے عہد سے اس نام سے پکارا جاتا تھا، (ارسر لیراں، در شرف الدین [ظفر نامہ])، اس کے مقابلے میں شہر کا بالائی حصہ مسلمانوں کے قبضے میں رہا - [۱۹۱۹ - ۱۹۲۰ء میں] اس شہر کی آبادی کا اندازہ دس لاکھ تھا، جس میں نوے ہزار مسلمان، ایک لاکھ دس ہزار یونانی، تیس ہزار یہودی، سدرہ ہزار ارسی اور تین ہزار غیر ملکی بھی، جس میں دس ہزار یونانی بھی شامل تھے۔ [گدشہ سالوں میں ارسر کی آبادی برابر بڑھتی رہی، چنانچہ ۱۹۲۷ء میں ناسدوں کی کل تعداد ۱۵۳۹۲۷ تھی؛ ۱۹۳۵ء میں ۱۷۰۹۵۹، ۱۹۴۰ء میں ۱۸۳۷۶۲، ۱۹۴۵ء میں ۱۹۸۳۹۶ اور ۱۹۵۰ء میں ۲۳۰۵۰۸؛ ۱۹۴۵ء کی تقریباً دو لاکھ آبادی میں سے ۱۵۷۰۰۰ کی مادری زبان ترکی تھی، ۱۰۷۶۱ کی یونانی اور ۳۴۲۸ کی

• W Heyd (۲۲) 'Asie Mineure', پیرس ۱۸۸۵ء؛ 'Hist du Commerce du Levant' (۲۳) Bronnen (۲۴) 'Smyrne F Rougon', پیرس ۱۸۹۲ء؛ 'tot de Geschiedenis van den Levantschen Handel verzameld door K Hecringa, I, II (Rijks Geschied-Gravenhage, ۱۸۹۱ء، شماره ۹ تا ۱۰، ۳۴) 'kundige Publicatién' ۱۹۱۰ء تا ۱۹۱۷ء؛ (۲۵) 'عبر ملکی قوموں کی تاریخ کے لیے دیکھیے: Glaubwürdige Nachrichten Ludeke: von dem Türkischen Reiche nebst der Beschreibung eines zu Smyrna errichteten Evangelischen Kirchenwesens' لاہرگ ۱۸۷۰ء؛ (۲۶) 'Steinwald Beiträge zur Geschichte der Deutschen Evangelischen Gemeinde in Smyrna'، رلن بدوں تاریخ، (۲۷) 'De Nederlandsche Protestantische M A Park Gemeente te Smyrna'، لائنڈ ۱۹۱۰ء؛ (۲۸) 'قدیم نظریے de Bruyn'، 'hoiseul-Gouffier'، 'Tournetort' اور 'Lahorde' کی تصانیف میں ہیں؛ (۲۹) 'Storari' (۱۸۵۶ء) اور 'Lamechi Saad' (۱۸۷۱ء) کے نقشے، [(۳۰) آ، آ، ترکی، ندیل مادہ اور وہ مآخذ جو وہاں مذکور ہیں]۔

(J H MORDTMANN)

- \* ازبیک: قدیم اور یورپی سکنا Nicara (اس) حرّادہ اور الادریسی: بقیہ۔ عربوں نے ۷۱۷ء اور ۷۲۵ء میں روم کی مملکت پر اسے ابتدائی حملوں کے دوران میں اس سہر کا ناکام محاصرہ کیا (Theophanes، طبع de Boor، ۱: ۳۹۷، ۴۰۵ بعد) اور ۱۰۸۱ء کے آغار میں یہ سلمان بن قسطنطین سلجوقی کے مصر میں آ گیا، جس نے یہاں رہائش اختیار کر لی۔ ۱۰۹۶ء میں سلمان کے مٹنے اور حاسین آلپ ارسلان نے بقیہ کے سامنے ان پہلے صلیبوں کو سکس فاش دی جن کی فیادب والٹر ہائے پشٹز Walther Habenichts کر رہا تھا، مگر آئندہ سال یہ سہر صلیبوں کا مقابلہ نہ کر سکا، جن کی

برایسی۔ سوری ولایت ارسر کی آبادی چھ لاکھ سہر ہزار ہے۔ جس میں تقریباً ساڑھے چھ لاکھ مسلمان، تقریباً سوہ ہزار یہودی اور دس دو ہزار کسھولک عیسائی (اطالوی وغرہ) رہتے ہیں]۔

- مآخذ: (۱) ابن بطوطہ: 'Voyages'، ۳۰۹، ۲ تا ۳۱۰، (۲) کاتب چلبی: 'جہان نامہ'، ص ۶۷؛ (۳) 'Étude sur Smyrna B F Slaars'، سربا ۱۸۶۸ء؛ (۴) 'Guida con cenni storici di Smirna', Storari (۵) 'Zur historisch-topographischen Topographie von Kleinasien im Mittelalter'، ۷۷ بعد؛ (۶) 'The present State of Paul Ricaut'، لندن ۱۷۹۹ء؛ (۷) 'Voyage Spon'، ۳۰۲ بعد؛ (۸) 'Reizen Cornelis de Bruyn' (Delft ۱۶۹۸ء)؛ (۹) 'Voyages De la Motraye'، ۱۷۸۰ء؛ (۱۰) 'Voy du Levant Tournefort'، ۲؛ (۱۱) 'Amsterdam ۱۷۱۸ء'؛ (۱۲) 'Description of the East R Pocock'، ۲/۲، ۳۴ تا ۳۹؛ (۱۳) 'Brieje Bjornstålhl'، ۱۵: ۶ بعد؛ (۱۴) 'Travels Chaudler'، طبع نانی، ص ۵۵ بعد؛ (۱۵) 'Vo pittoresque de la Grèce Choiseul-Gouffier'، ۲۰۰ تا ۲۰۴؛ (۱۶) 'Ancient and Modern'، ص ۱۹۶ تا ۲۰۷؛ (۱۷) 'Voy del Asie Mineure De Laborde'، ص ۳ تا ۹؛ (۱۸) 'Orient' (شٹگارٹ Stuttgart ۱۸۳۶ء تا ۱۸۳۷ء)؛ (۱۹) 'Discoveries in Asia Minor Arundell' (لندن ۱۸۳۴ء)؛ (۲۰) 'Le commerce de la Turquie Lemonid'، ۳۱؛ (۲۱) 'Smyrna Scherzer'، ۲۰؛ (۲۲) 'Smyrne et Démétrius Georgiadès'، ۱۸۷۳ء

اوّلیا چلی، اونکر قصی وغیرہ، جو اس سہر کا ایک اور نام ”حییٰ ماحیٰ روہ“ بتاتے ہیں۔ موحودہ ڈاؤن فصل سہر کے اندر ٹھوڑے سے رہنے میں آباد ہے اور مع اسے صلح کے ولایب حدادود (Brussa) میں نگہ سہر کی فصاء کا ایک ناحہ ہے، حالانکہ پہلے ارنق فوجاہلی کی ایالت کی ایک فصاء صدر مقام تھا۔ عام انحطاط نے قدیم عمارات پر بھی اثر ڈالا ہے، اس کا وہ حصہ جو سہرس حالت میں محفوظ ہے وہ رومی اور یونانی دیواروں میں جن کی ایک دوہری فصل ہے (جس کا سر سے اچھا سال Prokesch اور Texier نے دیا ہے اس کی باب فہ *Mit des Deutsch Arch Instituts Korte* اسہر Athens، ۲۴: ۳۹۸ تا ۹۴)۔ ان دیواروں نے عظیم السان روارے اور ۲۳۸ بُرج ہیں (Texier)۔ ان دفاعی استحکامات کا یونانی حصہ سو Leo نائب اسوری (Isaurian) کے عہد کا ہے، جس نے ۶۲۶ء (Corp Inscr Graec، شماره ۸۸۶۴) کے غری حملے کے بعد انہیں تعمیر کیا تھا، سٹائل Michael نائب نے ۸۵۸ء میں اور بعد میں Theodore Lascaris (Corp Inscr Graec، شماره ۸۷۴۵ تا ۸۷۴۷) نے ان کی مکمل اور اصلاح کی۔ جن اداروں کی ساد سلطان اورخان سے رہتی تھی ان میں سے صرف ایک مدرسہ اب تک استعمال میں ہے، مسجد (جسے سناں نے سلیمان اول کے حکم سے دوبارہ تعمیر کیا) صدیوں سے اپنے لگجراہے سمیت ٹھنڈر ہو چکی ہے، حدولی حیراندیں باسا کے خاندان کی عمارتوں میں سے پینل جامع (جو ۷۸۰ تا ۷۹۴ء میں تعمیر ہوئی) اور مکریمہ خاتون کی مسجد، جو [نانی سلسلہ اسرفہ] اشرف زادہ [عبداللہ] رومی کے نام سے (جو محمد ثانی کے عہد میں گرے ہیں [۷۵۴ تا ۷۸۷/۱۳۵۳ تا ۱۴۱۶ء، دیکھیے اسرفہ، دراء، ترکی]؛ فہ *Mit d. Seminars f. Or. Sprachen zu Berlin*، ۲: ۱۶۴)

سرکردگی گوڈفری Godfrey de Bouillon کے ہاتھ میں بھی؛ چنانچہ ۱۹ - ۲۰ جون ۱۰۹۷ء کو اس سہر نے یورپوں کی اطاعت قبول کر لی، جو صلیبوں کے حلف تھے۔ عثمانی حملے کے وقت تک یونانی اس سہر ر فاض رہے۔ لہے ہیں کہ سلطان عثمان اول نے سقہ در حملہ کیا تھا، لیکن اس پر ترکوں کا قصد اورخان کے عہد میں ایک طویل محاصرے کے بعد ۵۷۳/۱۱۳۱ء میں ہو سکا۔ لچہ دیوں کے لئے اورخان نے اس سہر کو اپنا دارالحکومت بنانا (عاقی ناسارادہ اور Nicephorus، Hist، ص ۱۹۵، فہ Gregoras، ص ۵۰۸، بعد) - ۱۱۴۲ء میں سمور کی فوج کے ایک حملہ آور دسے نے سہر ر قصد کر کے اسے ویراں کر دیا (Ducas، ص ۲۔ شرف الدین: طبرستان، ۲: ۸۵۴) لیکن اس صدمے کے بعد نہ بھر اُٹھا، چنانچہ سہرادہ مصطفیٰ کی بغاوت کے وقت اسے ایک آباد اور خوشحال سہر بنانا لیا ہے (Hist، Leunclavius، ص ۵۲۵، سطر ۶۶)۔ لہے ہیں کہ نایرند نانی نے اسے والد محمد نانی کی وفات کے بعد تخت سے دست بردار ہوئے اور سقہ میں گوسہ اسپن ہوئے کا ارادہ کیا تھا۔

اس سہر کا روال تقریباً سترھویں صدی کے وسط سے شروع ہوا۔ یہاں کی آبادی، جو اس وقت محسناً ۱۰۰۰۰ بھی (Grolot)، لہے لہے اب صرف ۱۵۰۰ رہ گئی ہے۔ جسی کی ٹائلوں کی صفت، سو لہے ٹڑے زوروں پر بھی اور جسے Otter (Voyage en Turquie، ۱: ۴۴) نے ۱۷۳۶ء میں حازی دیکھا تھا، اب بند ہو چکی ہے۔ اس صنعت کی صرف صفت سی یاددر، جسے اب ٹوٹی سمجھا بھی نہیں ہے، اس سہر کے نام جسی ریلک میں باقی ہے، جو عوام میں مشہور ہے (اور جس کی اصل ”جسی ارنق“، ”faience Iznik“ ہے [فہ

Sestini (۹) '۱۲۳ تا ۱۲۱ : ۲ / ۲ of the East  
 Voyage dans la Grèce asiatique (پیرس ۱۷۸۹ء)  
 Umblick auf v Hammer (۱۰) '۲۲۰ تا ۲۱۳  
 einer Reise von Constantinopel nach Brussa  
 Gesch d Osm (۱۸۱۸ء) '۹۹ تا ۱۲۵  
 Journey through Kinneir (۱۱) '۱۸۱۰ تا ۱۸۱۱  
 Asia Minor '۲۳ تا ۲۱ (۱۲) محمد ادیب  
 مذہبک الحکم (استنبول ۱۲۳۲ھ) '۲۶ تا ۲۷ (۱۳)  
 Denkwürdigkeiten und Prokusch von Osten  
 'Erinnerungen aus dem Orient' ۱۰۰ : ۳ تا ۱۲۳  
 Voyage de l'Asie Mineure Leon de Laborde (۱۴)  
 Descri d l'Asie Texier (۱۵) '۴۴ تا ۴۳  
 Mineure '۳۰ تا ۵۸ (۱۶) Auslard '۱۸۵۵ء  
 ص ۹۸۶ بعد (۱۷) سالنامہ خداوندگار، ۱۲۵۴ تا ۱۲۶۴  
 Anatolische Ausflüge v d Goltz (۱۸) ص ۴۰۶ تا  
 ۴۴۴ مصاویر اور نقشے Pococke، de Laborde اور  
 Texier کی یاد میں دیے گئے ہیں، دوبائی گرحے کے لیے  
 دیکھیے (۱۹) Oskar Wulff Die Koimesiskirche in  
 Strassburg Nicaea und ihre Mosaiken شراسبرگ  
 'Απο Κωνσταντινουπόλεως εις (۲) ۱۹ء  
 Νικαίαν ὑπὸ Θ Καβλιέρου Μαρσιέζου، قسطنطنیہ  
 ۱۹۰۹ء (۲۱) آ، ترکی، ذیل مادہ، جہاں بعض حدید اور  
 اہم متحدہ مذکور ہیں]

(J H MORDTMANN)

- \* **الزھر:** (الجامع الارھر) یہ عظیم مسجد،  
 جس کے نام الزھر کے معنی "نہایت روس" ہیں،  
 رمانہ حاصرہ کے فائرہ کی سب سے بڑی مساحہ میں  
 سائل ہے (اس نام میں شاید [حصر] فاطمہ [الرہاء] ر  
 کی طرف تلمیح ہے، اگرچہ ایسی کوئی برائی دستاویز  
 موجود نہیں جس سے اس بات کی تصدیق ہو سکے)۔  
 یہ علمی مرکز، جس کی بنیاد چوتھی صدی ہجری /  
 نویں صدی میلادی میں فاطمی خلفاء کے زمانے میں

میں ہے، اچھی خاصی حالت میں محفوظ ہیں؛  
 پھرہ اسی زمانہ کی رنارٹ کے لیے اب بھی لوگ  
 کہتے ہیں۔ ان تین گرجوں میں سے جو  
 رنارٹ عسائی کے آخر تک یونانیوں کے پاس بھی  
 (Turco-graecia ص ۴۰)، سسٹ بھوٹوری  
 St George اور سسٹ خارج St George کے دو گرجے  
 اب سسٹ و نابود ہو چکے ہیں۔ سسٹ گرجا، جو  
 Κοιμησις τῆς Παναγίας کا گرجا ہے اور جسے ۱۸۷۸ء  
 دوبارہ تعمیر کیا گیا تھا، نویں صدی میلادی کی  
 پورھی عمارت ہے جس میں کداریوس صدی  
 لچہ اضافے کیے گئے ہیں۔ یہ عمارت اسی وہیم  
 کی رہی کی وجہ سے دلچسپ ہے  
 عثمانی برٹوں کے عہد حکومت میں اسی  
 تک سسٹ و ہر کا مرکز رہا۔ یہاں ذہنی  
 عمارت بنانا ہوئے، جس میں فطمی، صدری حلی،  
 اسی، حامی حلی طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہاں  
 مدارس ہیں، جس میں داؤد الفصری، داخ الدین  
 دق اور ہرہ علاء الدین کے سے بلدانہ علماء  
 اس ذہنی رہے۔ مدارس کا یہ رجحان رمانہ سلطان  
 محمد فاتح کے دور تک قائم رہا۔ اسی مساحہ  
 ہونہ بھی مرکز رہا، اگرچہ ان مختلف طبقوں  
 میں جو یہاں راسخ بھی بعد میں اسراف زادہ زوسی  
 بدترہ طریقے کو عروج و حلیہ حاصل ہو لیا۔

مآخذ (۱) اس خردادہ، ص ۱۷۰ (۲) اس بطوطہ،  
 طوعہ پیرس، ۲۲۳۰ تا ۳۲۵ (۳) Busbecq  
 Epistolae، مصوعہ Plantin ۱۵۸۵ء، ورق ۳۱ الف  
 Relation nouvelle d'un voyage a Grelot (۴)  
 Constantinople، ص ۴۵ تا ۴۷ (۵) اولیا چلی:  
 سیاحت نامہ، ۲ تا ۱۰ (۶) کاتب چلبی، جہاں نما،  
 ۶۶۲ بعد (۷) Paul Lucas Voyage dans la Grèce،  
 l'Asie Mineure، (ایمستردم Amsterdam  
 Description Pococke (۸) '۷۲ تا ۷۱ (۹) ۱۷۱۴ء

رکھی گئی، ظاہر ہے کہ ابتداء میں اسماعیلی [عقہ و دیساب کا مرکز] تھا۔ سنی ایویوں کے عہد میں اسماعیلیس کے خلاف جو ردِ عمل ہوا اس سے اس کی روشنی مذہم پڑ گئی تھی، لیکن سلطان بہرس کے عہد سے اس کی سرگرمیاں باز ہو گئیں۔ اس وقت سے یہ سیوں کا علمی مرکز بن گیا۔ اس جامعہ کے عالم گیر اثر و رسوخ کی وجہ ایک طرف تو یہ ہے کہ قاہرہ کا شہر جغرافی اور سیاسی حیثیت سے (بالخصوص بغداد کی عباسی خلافت کے سقوط کے بعد سے) خاص اہمیت کا مالک ہے، جو علماء اور طلبہ کو دور دور سے اپنی طرف لہجھا ہے اور مغرب سے آنے والے خارجی حج و زیارت کی حائے مقام ہے، اور دوسری جانب اس کے مصلوب کی وجہ خود اس مسجد کی وسعت اور شہر کے اس حصے میں واقع ہونا ہے جو اسودن صدی تک شہر قاہرہ کا مرکز رہا۔ مملوؤں کے عہد میں یہ جامعہ بھی بہت سی اور درسگاہوں میں سے ایک تھی، لیکن عثمانی ترکوں کے دورِ امدارہ میں قاہرہ کی دوسری درس گاہیں فریب فریب سے ہم ہو گئیں تو اس جامعہ کو برقی کا موقع مل گیا اور اس نے مصری دارالحکومت میں ایسی واحد درس گاہ کی حیثیت حاصل کر لی جہاں عربی زبان اور علوم دینیہ کی درس و تدریس قائم و جاری رہ سکتی تھی۔ اٹھارھویں صدی میلادی سے اس درسگاہ میں اگرچہ سوپر دہی کے طریقے رو بہ روال ہو گئے، تاہم اس کی نظم میں وحدت و انضباط آجائے سے اس میں ایک ہم آہنگ کتب کی شان پیدا ہو گئی، یعنی یہ تک وقت ایک مدرسے اور ایک یونیورسٹی کا کام دے لگی، لہذا اسی زمانے سے ہم اسے دسائے اسلام کی سب سے بڑی دینی جامعہ سمجھ سکتے ہیں۔ بیسویں صدی میں یہ جامعہ اسی بڑھ گئی کہ اپنی مسجد کی حدود میں نہ سما سکی تھی، لہذا اس نے

اسلامی تعلیم کی متعدد درسگاہوں کو اپنے سے ملحق کر لیا۔ قاہرہ میں اس نے یونیورسٹی کے درجے کی کليات (faculties) قائم کر لیں اور مصر میں جامعہ ابتدائی اور ثانوی درجوں کے مدارس کھل گئے۔ حو براہ راست اس سے متعلق ہیں؛ چنانچہ ۱۹۵۳ء میں ان سب میں بیس ہزار طلبات زیر تعلیم تھے، جن میں ۴۵۰۰ غیر ملکی تھے۔ اس کے علاوہ مصر سے باہر کی بعض درس گاہیں بھی الازھر کے دائرہ اثر کے اندر کام کر رہی ہیں۔ آج کل اس یونیورسٹی کے کام کو اس کے اساتذہ چلا رہے ہیں، جن میں سے بعض کو مختلف اسلامی ملکوں میں باہر بھیجا جاتا ہے۔ اس کے اثر و نفوذ کی اساعت کا درجہ اس کا ماہانہ مجلہ اور بالخصوص وہ غیر ملکی ساگرد اور طلبات ہیں جو اس کے مختلف درسی نصابوں کی تکمیل کے لیے مصر آئے رہے ہیں۔ ان طلبات میں سے چند مصر ہی میں رہ جاتے ہیں، لیکن زیادہ تر انہی اسی ملکوں میں واپس جاتے ہیں اور اس طرح عربی زبان کے علم اور ساسی اور مذہبی اسلامی افکار کی سر و اشاعت میں حصہ لے رہے ہیں۔

عمارات اور سامان: جامع الازھر کی تعمیر کی اصل غایت مملکت کے صدر مقام قاہرہ کے لیے ایک عبادت گاہ مہیا کرنا تھا، جسے فتح مند فاطمی سپہ سالار حوھر الکاتب البیقلی ایک ایسا مسفل شہر بنا چاہتا تھا جس میں اس کا آقا، یعنی فاطمی خلیفہ ابو مسلم معذ اللعزیز لدین اللہ، اپنے خدم و حشم اور عساکر کے ساتھ سکونت اختیار کر سکے۔ مسجد کی تعمیر خوب کی طرف شاہی محل کے فریب ۲۴ حمادی الاولیٰ ۵۳۵ھ / ۴ اپریل ۱۱۴۰ء کو شروع کی گئی اور دو سال تک جاری رہی۔ تکمیل کے فی الفور بعد ۷ رمضان ۵۳۶ھ / ۲۲ جون ۱۱۴۲ء کو اس مسجد کی افتتاحی تقریب ادا کی گئی، قس اس کے کتبے کا متن، جو مسجد کے قریب پر کندہ تھا اور اب

ہے۔ تعمیرِ حُسنی ہے، جس کی ایٹوں پر سادہ یا  
مقسس پلستر کیا گیا ہے۔ صحن، ایوانِ ہمار اور  
لوانوں کی محرابیں پتلے پتلے سونوں نہ قائم ہیں،  
جو دوبارہ استعمال کیے گئے ہیں [یعنی نہ پہلے کسی  
اور عمارت میں نصب تھے]۔ اس سلسلے میں حلفہ  
المصر، حلفہ الحافظ (اصلاحات اور مغربی دروازے  
کے قریب سے فاطمی مقصورے کی جگہ کی تبدیلی)  
اور حلفہ العاص (چوٹی محراب، حواہ فہرہ کے  
عجائب گھر میں ہے) کی کارگزاریوں کا تذکرہ بھی  
ضروری ہے۔ اس تمام فاطمی عہد میں جامع الازھر  
اپنی تعمیرات کے ذریعے فاطمیوں کی اسماعیلی دعوت  
کے سلسلے میں بہت اہم کردار ادا کرتی رہی اور  
اسی لیے انیسویں کے عہد میں اہلِ سنن و الجماعت  
کے ردِ عمل سے اسے نقصان پہنچا (حو ۱۵۶۷/  
۱۱۷۱-۲۰-۱۱۷۱ء سے مصر کے حکمران رہے)۔  
سلطان صلاح الدین نے اس مسجد کی بعض آرائشی  
چیزیں (جیسے محراب کی سرئی بنی) انروا دیں اور  
یہاں اسے نام کا حطہ بڑھوایا۔ قاہرہ میں جمعے کی  
نماز صرف جامع الحاکمی میں بڑھی جاتی تھی۔ اس  
مسجد کو کچھ عرصے کے لیے فرنگوں (Franks)  
نے گرجا بنا لیا تھا، سلطان صلاح الدین نے اس میں  
ارسر نو اسلامی عبادت گاہ کی۔ الارھر کا وجود  
روال پدید ہونے کے باوجود قائم رہا (چھٹی صدی  
ھجری/ بارھویں صدی میلادی کے آخر میں عبداللطیف  
بعدادی یہاں طب پڑھانا تھا؛ دیکھئے ابن ابی  
اصنعہ، ۲: ۲۰۰)، لیکن اس کی عمارتیں بے بوجہی  
کی حالت میں بڑی ہوئی تھیں۔ مملوک سلاطین کے  
برِ اقتدار آنے سے صورتِ حال تبدیل ہو گئی؛  
چنانچہ امیر عبدالدین آیدر الجلی، حواس نواح میں  
رہتا تھا، الارھر کی تباہ حالی سے اس قدر متاثر ہوا  
کہ اس نے سلطان الطاهر بیرس کی مدد سے اس کی  
مرمت کے بعض کاموں پر اپنے پاس سے روپیہ صرفہ

سب چکے تھے اور جس میں تاریخ سنہ ۵۳۶ھ درج تھی  
 ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰ھ : حِطّہ، قاهرہ ۵۱۳۶ھ، ~ : ۵۹۶ھ  
 (بعد)۔ اس مسجد کو اکثر جامع القاهرہ بھی کہتے  
 تھے اور فی الحقیقت فاطمی عہد کے قاهرہ میں یہ  
 اُردی حیثیت کی حامل بھی ہو مصر۔ مسطاط میں  
 قمریہ بن العاص کی مسجد اور القُطائع میں ابن  
 صائون کی مسجد کو حاصل تھی۔ یہ دونوں مساجد  
 آج کے محلوں کا دیسی مرکز نہیں۔ جو ان دنوں  
 ایک الگ چھوٹے چھوٹے نواحی قصبے بنے۔ ان  
 دونوں محدود میں - معے کی سار ادا کی جاتی بھی  
 اور وقتاً فوقتاً جامعہ حَضْرَہ پڑھوا رہا تھا۔ ۵۳۸۰ھ /  
 ۹۹۶ھ کے بعد دُئی مسجد الجامع الانور (الحاکمی)  
 بنی، جو فاطمی زمانے کے قاهرہ کے شمال میں تعمیر  
 ہوئی تھی۔ وہی حمووی و - عبادت حاصل ہے  
 جو جامع الارھر دو - کئی فاطمی - ۱۰۰۹ھ الارھر کی  
 دُئی کے لیے توسیع رہے اور انہوں نے اسے عجائب  
 و - اود سے مالا مال کر دیا۔ اصلی جہت کو جو  
 اب بھی ہے، کسی نامعلوم وقت میں، سگر سنہ  
 کے بھوڑے ہی عرصے بعد، اوجھا کر دیا گیا  
 (حِطّہ، ۵۳۰ھ) - العربیہ بازار (۳۶۵ تا ۵۳۸۶ھ /  
 ۹۷۶ تا ۱۰۹۶ھ)، جس نے شاید میں میں دالوں  
 کے دو نواہوں [ایوانوں] کا اضافہ کیا اور الحاکم  
 بالله (۳۸۶ تا ۵۴۱ھ / ۹۹۶ تا ۱۰۲۰ھ)  
 کے ساراب میں بعض اصلاحات دیں۔ ۵۴۰۰ھ /  
 ۱۰۰۹ - ۱۰۱۰ھ کے ایک وقت نامے میں اس مسجد  
 کے عملے کی تنظیم اور اس میں عبادت کے سار و  
 سامان پر روسی ڈالی گئی ہے (لکن تعلیم کے بارے  
 میں نہیں؛ مگر در حِطّہ، ۵۹۶ھ بعد)۔ اسی دور  
 میں وہ وسیع مرکزی صحن تعمیر ہوا جس کے  
 ارد گرد ایرانی وضع کی محرابوں کی ڈیوڑھیاں  
 (porticos) ہیں اور اسی طرح پانچ متواری دالوں  
 (bays) کا وہ ایوان عبادت، جو دیوار قلعہ کی جانب

کنا گنا، مثلاً نائی کی ایک سیل اور یتیموں کو قرآن پڑھانے کا انتظام - ایک چھوٹا سارا، جو خطرناک طور پر ایک طرف چھٹک کنا تھا، گرا دیا گیا اور اسی وجہ سے اس مرنہ ارسر نو تعمیر کرانا کنا ( ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲ / ۱۳۹۸ - ۱۳۹۹، ۱۴۱۴ - ۱۴۱۵، ۱۴۲۳ - ۱۴۲۴ ) - مؤخرالذکر سال میں ایک حوص (صہریج) اور اس کے ساتھ ایک طسب و سو (بصنہ) مسجد کے وسط میں تعمیر کیا گیا اور صحن مسجد میں چار درجہ لٹائے کی ناکام کوسس کی آئی - سلطان فائب نای نے بہت سے کام کرائے - اس نے معربی دروڑے کی جگہ ایک ساردار نفس مسقف دروارہ بنوایا (۱۴۷۳ / ۱۴۶۹، Corp Inscr Arab، ج ۱، شماره ۷۱)، بہت سے چھوٹے چھوٹے حجروں کو، جو چھوٹے دروازے پر کئے گئے اور بہت بڑے روائد تھے، صاف کرا دیا (۱۴۷۶ / ۱۴۷۱) اور عمارت کی سیرنا یا تجدید کا حکم دیا (۱۴۹۱ / ۱۴۸۶) - فائضہ العوری نے الارھر میں ایک اور سار کا اضافہ کیا، جس کی بدولت آج فاعرہ کے کسر العداد ساروں کے درمیان الارھر کو دور سے پہچانا جا سکتا ہے (۱۴۹۵ / ۱۵۰۱) - اس دور میں تعلیم و تدریس کے لیے سرمایہ برار مہیا ہونا رہا - حب عثمانی برکوں نے مصر کو سر کیا جو الارھر پر سلطان سلیم کی بی نظیر غائب رہی - الارھر کی تاریخ میں اٹھارھویں صدی و سنی ہی اہمیت کی حامل تھی جیسا کہ فاطمی دور، چونکہ اب الارھر کو مصر میں دیہی علم و تدریس کی احارہ داری حاصل ہو گئی، لہذا مسجد حاصی وسع کر دی گئی - عثمان کتھدا آلکروعلی (فاصد اوعلو) نے، جو ۱۱۴۹ / ۱۴۳۶ء میں فوت ہوا، اندھوں کے لیے ایک قیام گاہ (راویۃ العقیان) تعمیر کرائی، لیکس الارھر کا عصیم ترین مرتی عبدالرحمن کتھدا (یا کتھیا) (م ۱۱۹۰ /

کنا اور سلطان مذکور نے ۱۲۶۶ / ۱۲۶۵ء میں بعض اور ناتوں کے علاوہ اس میں اضافہ پڑھے کی دوبارہ احارہ بھی دے دی (Corp Inscr Arab Egypt، ج ۱، شماره ۱۲۸) - سنی معلم رکھنے کے لیے کچھ اوقاف مخصوص کر دیے گئے اور اس طرح پھر الارھر میں حال پڑ گئی اور وہ توانائی آئی جس میں آج تک کوئی کمی نہیں ہوئی - ۱۳۰۲ / ۱۳۰۳ء کے مسہور اور - میسر رزلے میں اسے سبب نقصان پہنچا ("سقط")، جس کے بعد اس سار [اور بعد ازاں سلطان ناصر ن فلاووں] نے اس کی مرمت کرائی - سبک مرمر کا استعمال پہلی دفعہ المحراب کی مرمت (اوائل چودھویں صدی مسلاوی، صحیح تاریخ عربیہ علوہ) میں محاط طریق پر کیا گیا، اگرچہ نفس سہر کی ہیں دوسری عمارتوں کی محرابوں میں، جو مسجد کے بیرونی رخ کے مقابل نائی دس اور بعد میں اس میں شامل کر لی گئیں، سبک مرمر کو اس طریق سے استعمال کیا گیا کہ عجب ساں بنا ہو گئی ہے - یہ ہیں عمارتیں حسب دبل مر (۱) امیر طہرس کا مدرسہ، جس کی بناد ۱۲۹۹ / ۱۲۹۸ء میں معربی دروارے کے دائیں جانب رکھی گئی (۲) امیر آق نعا عبدالواحد کا مدرسہ، جو ۱۲۷۴ / ۱۳۳۹ - ۱۳۴۰ء میں اسی دروارے کے دائیں جانب تعمیر ہوا اور (۳) حواہ سراجوہر الفقائی کا دلکشی مدرسہ، جو مسجد کے مسرفی کوسے میں تعمیر ہوا اور جس میں حواہ سراجوہر مسدور کو ۱۴۴۱ - ۱۴۴۲ء میں دی گئی - ۱۴۲۵ / ۱۴۲۵ء میں بھی بعض تعمیرات کا ذکر ملتا ہے اور ۱۴۶۱ / ۱۴۶۰ء کے قریب مقصورے ارسر نو تعمیر کیے گئے، عمارت میں کچھ اصلاحیں کی گئیں، عربیوں کو کھانا کھلانے کے لیے اور درس و تدریس کے لیے مستقل سرمایے کا تدوین

۱۷۰۶ء، تھا، جو اسی مسجد میں مدفون ہے)، جس نے حسبِ دہل عثمانی سوانحیں، اگرچہ وہ قدیم تعمیرات کے حسن کو نہیں سمجھیں : انوں سے کہتا ہے۔ مملوک کی دنوار وسطی محراب کو چھوڑ کر، جو اب تک قائم ہے، گرا کر اس کے پیچھے درا اوچی دیوار بنائی گئی تھی۔ یہاں پر دو دروازے ہیں جن کے دروازوں کے علاوہ ایک نئی محراب، ایک - من، ایک حوض، بچوں کے لیے دان جوانی کا مدرسہ اور اپنا صحن تعمیر کرایا۔ یہ - طاق کے لئے حوض و پانی اور احساس کے نام کا نظام کیا۔ ایک نئے احاطے کے اضافے سے، جس میں ایک مسقف پھاٹک تھا، مغرب کی طرف - من اور آفتاب کے مدرسوں کو بھی اندر لے لیا گیا تھا۔ ان کی روایتیں اس پر بعد میں کی گئیں (۱۶۸۷ء /

۵۳ - ۱۴۱

الارھر کے طلاّب اور سب ملکوں کے طلاّب  
کی مدد و قیام فرمایا۔ ناراروں اور کئی نوجوانوں میں  
شاعری لکھ کر بھیجے، چنانچہ الحزبی نے ان کا  
مستجاب کیا۔ اس علاقے میں کوئی فساد نہ ہوا،  
اور یہاں انہوں نے بھی حصّہ لیا تھا۔ یہ معاہدہ  
فرانسسوں کے خلاف اس وقت سرنا ہوئی تھی  
جب وہ بونا پارٹ کی قیادت میں قاہرہ پر قابض  
ہوئے (۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۱۳ھ / ۲۰ اکتوبر  
۱۹۰۶ء)۔ جب اس معاہدہ کو فرانسسوں نے فوراً  
ختم کر دیا تو الارھر اور اس کا نواحی  
علاقہ ہی سراپا گرنے والوں کا آخری مورچہ بنا۔  
فرانسسوں کی آخری گولہ باری سے مسجد کو  
تباہ نہ ہوا اور قلعہ نے مسجد کی بے حرمتی نہیں کی۔  
محمد علی کے عہد میں مصر کو دوبارہ اندرونی  
خود مختاری حاصل ہو گئی، مگر یہ الارھر کے لیے  
چندان سودمند نہ ثابت ہوئی، کیونکہ اس کے اوقاف  
یعنا صرف کتب خانہ لنگر - بعد میں مصر کے خدیو

اور پھر نہ ماہ الارہر کے مرنے سے گئے اور انہوں نے اس کے معاملات کا اعلیٰ اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس کے بدلے میں وہ یہ امداد رکھنے بھی کہ الارہر کے سوج ان کے قاسموں میں رہیں گے اور ان کی یہ امید عام طور پر سوری بھی ہوئی، چند موقعوں کے سوا۔ جب انہیں اپنا ایک مستکبرانہ حساب کا سامنا کرنا پڑا اور یہ واقعات آج تک موضوع بحث رہے ہیں۔ اعلیٰ پاسا مارک (العظمت العبدیہ، م: ۱۴۰۰) اور ۱۶۱۷ء کے قریب الارہر کی عمارات اور وہاں کی زندگی کا تفصیلی نقشہ کھینچا ہے۔ اس دور میں قاہرہ کی بہت سی مسجداں جس انحطاط اور بدحالی کا شکار تھیں اس سے مسجد الارہر بھی محفوظ نہ رہی۔ حادیو ولسی پاسا اور عباس حلمی پاسا سے مرمت کے اہم کام کرائے۔ صحن اور اس کے گرد کی ڈبوزوں کی مرمت کی تاریخ ۱۸۹۰ء یا ۱۸۹۲ء ہے۔ مسجد کے مغربی ٹوپی پر عباس حلمی پاسا نے عبدالرحمن نجدا کے منار کو کرا کر اس کی جگہ ایک رواق تعمیر کرایا، جس پر اس کا نام کندہ ہے۔ یہ رواق ایک نہایت وسیع عمارت ہے، جس میں طلاب کے امام خانے اور ایک مصلیٰ (oratory) بنا ہوا ہے (امساح در ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۸ء)۔ ۱۸۸۲ء میں عراقی پاسا کی شورش اور ۱۹۱۹ء میں برطانیہ کے خلاف معرکہ آزادی میں ارہریوں نے حصہ لیا، تاہم ان ہنگاموں میں الارہر کی عمارات کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔ الشہ مؤخرالد کر واقعے کے دوران میں درس و تدریس کا سلسلہ عارضی طور پر بند کر دیا گیا۔ ۱۹۳۵ء تک اس جامعہ میں طلاب کی اعداد انہی بڑھ گئی کہ درس کے بعض حصوں کے لیے الارہر کو گرد و نواح کی مسجداں سے کام لیا پڑا، جنہیں مسئلہ عمارات کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ ۱۹۳۰ء میں جب اعلیٰ تعلیم کے بین کالجی (faculties) الگ کیے گئے



یا اور لوگوں کے گھروں میں رات بسر کرتے تھے۔  
 ہمارا کا دالان اور صحن اب بھی غیر ملکی طلباء کے  
 بعض درسوں یا مخصوص اساتذہ کے لیے استعمال کیے  
 جاتے ہیں۔ بعض تو عمر ارہری طلباء اپنا آموختہ  
 دھرانے کے لیے یہاں آ جاتے ہیں۔ وہ ادھر اُدھر  
 جیلے بھرے یا فرش پر بٹھ کر سنی یاد کرتے ہیں  
 اور اس طرح جامع الازھر کی درانی روایات کو قائم  
 رکھتے ہیں۔ ان کی وجہ سے مسجد میں ہمیشہ  
 بڑی جھل جھل نظر آتی ہے۔ علاوہ ازیں الازھری  
 طلباء کے لیے ہر جگہ عصر حاضر کے مطابق  
 سار و سامان موجود ہے۔ اسی طرح صوبوں میں بھی  
 مقامی درسگاہوں کے لیے مساجد کے باہر اسی عندہ  
 عمارتیں ہیں۔

مآخذ: [عربی] متون، جن میں اہم ترین حسب  
 ذیل ہیں (۱) المقریری: الحفظ، ۴۹۰ تا ۵۶، ۶ نا  
 ۶۲، ۲۲۳ تا ۲۲۴، (۲) القترینی، (۳) علی ہاشم سارک اور  
 دور حاضر کے لیے Van Berchem (۴) و Flury (۵)، حر  
 کے حوالہ جات (۶) *The Muslim Architecture of Egypt*، (۱) (آکسفورڈ ۱۹۵۲ء): ۳۶ تا ۶۴، میں نقشوں  
 اور خاکوں کے ساتھ جمع کر دیے گئے ہیں، یہ دیکھیے  
 (۷) *Les mosques du Caire* Wiet و Hauteceur، پیرس ۱۹۳۲ء، دو جلدیں؛ (۸) حسن عبدالوہاب، تاریخ  
 المساجد الاثریہ، ۱، قاہرہ ۱۹۴۶ء، یہ دیکھیے (۱۰) (۱۱)،  
 طبع اول، مقالہ ”ازھر“، جلد ۱۔

(۲) الازھر بطور عبادت گاہ و ملجأ عوام: سب  
 مساجد کی طرح الازھر کو بھی یہ دو گدہ حسنین  
 حاصل رہی ہیں۔ اس میں دن کی سح و صبح و عصر  
 نماز اور عزم معمولی مواقع کی نمازیں بھی پڑھی جاتی  
 تھیں۔ اس نقطہ نگاہ سے اس کی تاریخ ملک کی تاریخ  
 کے ساتھ واسطہ رکھتی ہے، یعنی مصعب (مثلاً) و  
 قحط یا حگ کے اوقات میں لوگ اللہ [تعالیٰ] سے  
 دعا کرتے اور قرآن [پاک] یا المعاری کی مخصوص

تو ان کتبوں کو مسجد کے باہر قائم کرنے کے لیے  
 مجبوراً قاہرہ میں مساجد کے علاوہ اور عمارتیں بھی  
 بنائی گئیں، لیکن جب مسجد کی پشت پر نئی عمارتیں  
 (مع جدید لوازمات، یعنی درس کے کمرے، جن  
 میں لیسک اور بیچیں، کیمناوی معمل (laboratory)  
 وغیرہ موجود ہیں) بنائے ہو گئیں تو ان عمارتوں کو  
 خالی کر دیا گیا۔ ۱۹۳۵-۱۹۳۶ء میں الازھر کے  
 شمال کی جانب عام امطانی اعراض کے لیے ایک  
 عمارت، سر میں چار منزلہ عمارتیں تعمیر ہوئیں،  
 جن کا مقصد یہ تھا کہ ابتدائی اور ثانوی مدارج کی  
 درسگاہیں اور ایک طبی درسگاہ مع ایک ایسے سفاحیے  
 کے مہیا کی جائے جس میں ہماروں کے رہنے کا بھی  
 انتظام ہو۔ ۱۹۵۰ء میں پھر مشرقی ہی کی طرف  
 مجلس عظمیٰ (Aula Magna) کے لیے اچھے سارے  
 ایک نئی عمارت تعمیر ہوئی، جس میں حار ہزار  
 طلباء کے لیے کچائیس رہنے لگی تھی۔ اس کے  
 علاوہ کئی قانونی سریم کے لیے ایک عمارت بنائی  
 گئی اور ۱۹۵۱ء میں عربی زبان کے کتبے کے لیے  
 عمارت تعمیر ہوئی۔ ۱۹۵۵ء میں، پھر مشرقی ہی  
 میں، کچھ پرانے مکان گرا دیے گئے، تاکہ آئندہ  
 چل کر کتبہ دسب کے لیے (جو اس وقت تک  
 محلہ ستری میں ہے) جگہ نکالی جائے۔ آج کل بڑا  
 کتب خانہ (مستمل بر محظوظات وغیرہ) آؤ نما  
 کے مدرسے میں ہے (جسے حدیو توفی نے اس سر نو  
 تعمیر کرایا تھا)۔ نئی جمہوریہ مصر نے کی معاسری  
 حکم عملی کو مد نظر رکھے ہوئے عباسہ کے  
 قدیم میدان القیصر میں عمرملکی طلباء کے لیے ایک  
 ”شہر جامعہ“ (University City) زیر تعمیر ہے  
 (۱۹۵۶-۱۹۵۷ء)۔ یہ شہر ان طلباء کی مناسب  
 سکونت کی سہل پیدا کر دے گا جنہیں خود مسجد  
 کے احاطے کے اندر جگہ نہ مل سکتی تھی یا جو  
 شہر میں جا کر اوقات کے متولوں کی ذاتی حایدادوں

نہ اہم کو سب سے کے لیے یہاں جمع ہو جائے تھے  
 یہ مسجد مباحریں کے لیے بھی جائے پناہ کا کام دیتی  
 رہی ہے (دیکھیے اس ایس، ۲: ۱۷۷، ۲۶۶ و ۳:  
 ۱۱۶، ۱۳۲، ۱۶۷)۔ عصر حاضر میں بھی قومی  
 شعبہ کے بعض واقعات کی تنظیم یہیں ہوئی۔  
 اس کی عمارتوں کی وسعت و گنجائش اور طلباء کی  
 عروج و بروجی بڑے بڑے اجتماعات کے لیے  
 بہت مناسب تھی، مثلاً ۱۹۱۵ء کا اجتماع (دیکھیے  
 بحالہ الازھر، ۲: ۳۹۶ تا ۴۰۰)۔ یہیں لوگوں  
 نے جنگ فلسطین (۱۹۴۸ء) سر ۱۹۵۰ء  
 ۱۹۵۰ء میں سہر سیر ر انگیزیوں کے خلاف  
 لے نالہ (guerrilla) جنگ میں جانے والے مجاہدین  
 ر اعرار و انکرام کیا۔ اس کے علاوہ الازھر عربوں  
 کے لیے کھیر کا کام بھی دیتی ہے، جنہیں اس کی تعمیر  
 کے بعد سے انہیں عارضی نا مسلسل طور پر سر مہیا ہے  
 کی مدد ملتی رہی ہے۔ بہت سے ایک راب کو  
 یہاں تمام لے کرے تھے، جنابہ المہدی نے اسر  
 سدوب ناظر الازھر کی مداخلت کے سلسلے میں لکھا ہے  
 کہ اس نے ۵۸۱۸/۱۴۱۵-۱۴۱۶ء میں جاھا تھا نہ  
 مسجد نو ان تمام طلباء یا عرب طلباء سے جو اس  
 میں ود و امن رکھتے ہیں حالی کرنا لیا جائے۔  
 اس کی اس مداخلت کا نتجہ نہ ہوا نہ لوٹ مار  
 دج لٹی اور رائے عامہ اس کے مخالف ہو گئی۔  
 سترہویں صدی کے آغاز میں سہر قاہرہ کے بعض  
 ناسدے، جن میں جو بحال اوگ بھی شامل تھے،  
 راب سر کرے کے لیے، بالخصوص ماہ رمضان میں،  
 یہاں آجائے تھے (الخط، ۴: ۵۵ تا ۵۰)۔ عصر  
 حاضر میں شمالی افریقہ اور کوہستان اطلس تک کے  
 سے دور دراز علاقوں سے پا زیادہ چل کر آنے والے  
 عربیہ عازمین حج (۱۹۵۴ء میں ان کی تعداد  
 ۱۴۰۰ بھی) میں سے بہت لوگ حجاز کی طرف روانہ  
 ہونے سے پہلے رمضان کے مہینے میں الازھر ہی میں

ہیں۔ الازھر کے متعدد طلباء انہیں اخلاقی  
 دی امداد بھی دیتے ہیں (ارمنہ وسطی میں  
 کے حجاج ان طولوں کی مسجد) میں ڈیرا لگانے  
 الخط، ۴: ۴۰)۔ اسر و مسلمان ہر زمانے  
 الازھر کے سریوں کو لاعداد عطیات دے رہے  
 ارمنہ وسطی میں الازھر کے دروازے صوفہ  
 لیے بھی کھلے تھے، اگرچہ اس کا انا رحمان  
 طرفہ کی طرف تھا۔ [ابو حصص] عذر [اس علی]  
 انراض [مستور صوفی ساعر، م ۹۳۲ھ] نے اپنی  
 لی کے آخری انام الازھر میں سر لڑے کو  
 حج دی (ابن ایس، ۱: ۸۲ تا ۸۳)۔ ایک عمارت  
 ان حلقہ ہائے ذکر کا جمال ملتا ہے جو یہاں  
 بد ہوا لڑے تھے (الخط، ۴: ۵۰)۔ کہا جاتا  
 کہ آج کے مدرسے میں بھی صوفیوں کا ایک  
 مسلسل طور پر رہا تھا (وہی کتاب، ۴: ۲۲۵)۔  
 الازھر سب سے بڑے ذکر ان اساندہ و طلباء کے  
 "کور" کا کام دیتی بھی جو اس کے محرابی  
 انوں والی بہت کے تجھے بود و ناش رکھے تھے۔  
 اعصار سے بھی اس کی تاریخ مصر میں اسلامات  
 درس کی تاریخ سے علیحدہ نہیں کی جا سکتی  
 (کتھے ابراہم سلاہ: *L'enseignement islamique en Égypte*، قاہرہ ۱۹۳۹ء)۔ اساندہ نو اس میں  
 و سکون اور رہنے کے لیے مناسب جگہ مل جاتی  
 ہی۔ تاہم بعض صوفیوں میں ان کی حبش ناقاعدہ  
 لڑنے ہوئے اسادوں کی سی نہ ہونی بھی، جابچہ  
 بعض اوقات ہمیں کئی ایسے علماء کا ذکر ملتا ہے  
 جو الازھر میں عارضی طور پر مسافرانہ مقیم ہوئے  
 لڑ کسی حکمران کی طرف سے ان کی وجہ معاش  
 لہر کر دی گئی۔ مرید برآں ایسے اوقات موحود  
 تھے جن کی آمدنی نہا جا سکتا ہے کہ علوم کا درس  
 ایسے والوں کے لیے یا خاص خاص قسم کے طلبہ پر  
 صرف کی جاتی تھی۔

(۳) ازسہ وسطیٰ اور ادوارِ مسد کی تعلیم و تدریس: ابتدائی دور کے بارے میں الاعاب ناقص اور غیر مکمل ہیں۔ وسطیٰ عہدِ حکومت (۵۳۶/۵۹۰ء) میں سرکاری داعی الدعاہ علیٰ اہل لقاہی النعمان الازھر میں اسماعیلی فقہ کا درس دیتا تھا اور یہی اس کے لیے اسے والد کی نصیب المحضر لہوائی (الحفظ، ۴: ۱۵۶؛ تراکماں: مکملہ، ۱: ۳۲)۔ وزیر نامرد ہونے کے بعد یعقوب بن کلس اپنے میں ادبا، شعراء، فقہاء اور مکلمیں (علمائے دیہ) کی مجلس منعقد کیا، دریا بہا، ان سب کو وطنانہ دینا تھا اور پھر یہ لوگ مسجدِ عمرو [بن العاص] میں اسماعیلی عقائد کی تعلیم دینا شروع ہوئے۔ اس طرح عمل سے الازھر کو فائدہ پہنچا۔ ۵۳۷/۹۸۸-۹۹۸ء میں العرب نے ہمسے فقہاء کو الازھر کے یہ رہنے کے لیے ایک مکان دنا اور ان کے کرارے مقرر کر دیے۔ ہر جمعے کے روز طہر اور عصر کے دماں ان کا جلسہ منعقد ہوتا تھا اور ان کا صدر ابوہبوب قاضی الجندی درس و تدریس کا نگران تھا (الحفظ، ۹: ۳۶۷؛ المفسر، ۳: ۳۶۷)۔ المقرری نے جامع الور (الحاکمی) کا مد کرہ کرے ہوئے، جس کا انہیں دوں افتتاح ہوا تھا، لکھا ہے کہ ماہ رمضان [المبار] ۵۳۸/۹۹۱ء میں اس مسجد میں سامعین کے گروہ ان اساندہ سے جو فاعرہ کی مسجد، یعنی جامع الازھر، میں پڑھانے بھی درس لیا کرتے تھے (الحفظ، ۴: ۵۵)۔ اس سے صما یہ معلوم ہوتا ہے کہ جمع الازھر کا ادارہ ہمیشہ ہی سے مسلسل طور پر قائم رہا تھا۔ اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس التہیثم نے اپنے قیام کے لیے الازھر ہی کو انتخاب کیا تھا (اس انی اصبغہ، ۲: ۹۰ تا ۹۱)۔ تاہم دیہی اور دیہوی ثقافت کے سلسلے میں فاطمیوں کی قابل ذکر مساعی کا اظہار خاص طور پر دارالحدیث کی شکل میں ہوا، جس کی بنیاد الحاکم نے

۵۳۶/۹۹۰ء میں رکھی تھی اور جو اس دور میں فاعرہ کا حقیقی ثقافتی مرکز بن گیا (الحفظ، ۴: ۱۵۸)۔ آئوبیوں کے عہد میں سعی تعلیمات تک قلم ہٹا دی گئیں۔ الازھر کے دروازے اہل علم و فضل کے لیے ہمیشہ کھلے رہے (مثلاً عبداللطیف العدادی کے لیے)، لیکن اب اس کی حکمت ان سنی مدارس کے لیے لی جو اسی زمانے میں سرکاری طور پر قائم کیے گئے تھے، یہاں تک کہ ممنوعوں کے عہدِ حکومت میں حاکم الازھر کو دوبارہ اپنا [مدیر] مقام حاصل ہو گیا۔

۵۶۶/۱۲۶۶ء میں اسرہلک الحارسانہ نے ایک وسیع منصوبہ تعمیر کرایا اور اس کے لیے سرمائے کا انتظام کر دیا تاکہ ایک جماعت فقہاء اس میں سماعی فقہ کا درس دینا شروع کرے۔ اس کے حدیب اور عدم انحقاق (یعنی معارف روحانی) کی تعلیم کے لیے ایک اسناد، قرآن حوائی کے لیے ساب فاری اور ایک مدرس بھی وہاں مقرر کر دیا (الحفظ، ۴: ۵۲)۔ ۵۶۱/۱۳۵۹-۱۳۶۰ء میں فہ حنی کا نصاب تعلیم بھی جاری کر دیا گیا اور انہیں دنوں یتامی کے لیے ایک مدرسہ فرا حوائی قائم ہوا۔ ۵۸۳/۱۳۸۲-۱۳۸۳ء میں سلطان برہوں کے ایک فرمان کی رو سے یہ فاعرہ مقرر ہو گیا کہ الازھر کے طلاب اپنے اسے دوستوں کا جو لاوارث فوب ہو جائیں ورنہ ہا سکیں گے (اس قسم کے اسطامات پر بحث کے لیے دیکھئے Education Tritton، ص ۱۲۳)۔ المقرری ۵۸۱/۱۳۱۵-۱۳۱۶ء کے واقعات فہمید کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ الجامع الازھر میں ۵۰ صوفائی یا پردیسی اشخاص وام پدیر تھے، جن میں المغرب سے لے کر ایران تک کے ناسدے موجود تھے، جو اپنے اپنے مخصوص رواقوں میں رہتے تھے۔ یہ قرآن پڑھتے اور اس کا مطالعہ کرتے، فقہ، حدیث، تفسیر اور نحو کی تعلیم

وہ کسی وقف کی شرائط میں درج کر دے، اور آخر میں صوفی حلقوں کا علم، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ انہوں نے مدرسوں کی جگہ لے لی۔ صوفیہ کے علاوہ دوسرے علوم کی جو کچھ نعمت باقی رہی وہ سب الزھر میں مرکوز بھی۔ اس دور کی زیادہ نہیں ہو انکے ہزار اسی بصریات کے نام جو الزھر کے کتب خانے اور اس کے حواری کی مساحد میں محفوظ ہیں حاجی حلقہ، طبع فلوگل، ۷: ۳ نا ۲۲، کے حوالے سے بتائے جاسکتے ہیں۔ دو ہزار سے زیادہ کتابوں کی، جو غالباً الزھر میں اس دور کے راوی کی ملکیت ہیں، مہربان اٹھارہویں صدی کے ایک مخطوطے میں موجود ہے (سمارہ ۶، ۳، ۴، Slane) کتب خانہ ملیہ درس (عثمانیہ عمر کے لیے سرحد دیکھیں گے H A R Gibb اور ہونٹ Islamic Society and the West، ج ۱، حصہ ۲، لندن ۱۹۵۷ء، یہ امداد اشارہ)۔

لیکن اس کے بعد اور انیسویں صدی میلادی کے حاتمے تک عام و فصل کا دار و مدار محض کتب مداولہ کے محرمی مواد نوادر کر لیسے پر منحصر ہو گیا، جو سب سے سب کے اضافوں سے گراں ناز تھا۔ ان بڑی بصریات کے براہ راست مطالعے کی جگہ جن سے افکار میں تبدیلی پیدا ہو سکتی تھی درسی رسالوں، سرخوں، حواشی اور ان حواشی کی دہلی سرخوں (بازار) کا مطالعہ شروع ہو گیا۔ طلباء کی ساری فوج حافظہ اس سعی پر صرف ہو جاتی تھی جو اس سطح پر سطح علمی مواد کو ارب کر کے لیے درکار تھی، جسے کسی معلمانہ طریقے سے ہرگز نش نہیں کیا۔ انا تھا۔ ثقافت عمومی معدوم بھی۔ حساب کی تعلیم ان ابتدائی فاعدوں تک محدود بھی جو سراب کی تقسیم میں کام آئے ہیں اور ہنسب کی تعلیم صرف ہمارے اوقات اور قمری مہینوں کی پہلی تاریخ معین کرنے (المقارن) تک رہ گئی تھی۔ لیکن ازمندہ وسطی

اصل کرنے اور وعظ و ذکر کی محافل منعقد کرنے سے (الخط، ۳: ۵۳ نا ۵)۔ آج کل سا اوقات یہاں جانا ہے کہ الزھر ہمیشہ سے مصر کا مخصوص و نگاہ دارالعلوم رہا ہے، لیکن اس واقعہ یہ ہے کہ مملوکوں کے عہد کے فائزہ میں، یہاں کی موجزن بھی، یہ جامع ایک اہم علمی مرکز رہا ہے، لیکن اس قسم کے متعدد مراکز میں سے ایک (دیکھیں مادہ مسجد) حناجہ المقبرری ۱۹ویں صدی میلادی میں اس کی کتب دیکھی گئی تھیں۔ ۱۹۵۷ء کے سفر سے زیادہ مرسوں کا ذکر کرتا ہے (الخط، ۳: ۱۹۱، ۲۸۱)۔ وہ مساحد کے اندر سے اس دور کے نوادر کر کے لکھا ہے۔ ۱۹۵۷ء کی واپسی کے بعد طاعون سے پہلے مسجد [الدرس] ہی میں حالت مجلس صاب نا ہے تھی (وہی کتاب، ۳: ۲۱) اس طولوں کی ہے۔ اس چودھویں صدی کے آثار میں حاروں کی سب سے اور صاب طب کی تعلیم دی جاتی تھی (وہی کتاب، ۳: ۵۰، ۵۱)۔ الحاتم کی مسجد میں اسی دور میں حاروں مذہب کی نقد تھی جاتی تھی (وہی کتاب، ۳: ۵۰)۔ اس کے علاوہ اس وقت تک حاناہوں میں صوفیہ کی تمام ہی رائج تھی، مثلاً ان حلدوں ۵۸۳/۱۳۸۳ء کے جب کہ وہ فائزہ آنا، یہاں الزھر میں درس دیا اور پھر اسے چھوڑ کر کسی دوسری جگہ رہا، اسے لک (ان حلدوں: تعریف، ص ۲۸۸)۔ اس دور کے عہد فائزہ میں علوم کے روال دیکھا گیا۔ ابراہیم سلامہ L'enseignement ص ۱۱۰ نا ۱۲۱ نے اس کے یہ اسباب بتائے ہیں۔ انسانی اضطراب، مصر کا مفلس کر دیا جا، اوقات کے مداخلت میں کمی یا بعض اور مقاصد کے لیے ان کے حناجہ حرح (عثمانیہ ترک فقہ حسی پر عامل تھے جس میں قاضی کو اس امر کی اجازت ہے کہ

دیگر مضامین کی تعلیم طہر کے بعد دی جاتی تھی۔ ہر درس کے خاتمے پر طلباء اپنے معلم کا ہاتھ چومنے تھے۔ ارہری طالب علم کی گراں اس قلیل حوراک، پر ہوئی بھی جو نافعہ نقسم کی جاتی (حرایات)۔ کچھ مدد اسے اسے گھر سے ملتی اور اکثر مرد روری حاصل کرنے کے لیے وہ کوئی نہ کوئی کام احسار کر لیا تھا، مثلاً قرآن خوانی، کتابت وغیرہ۔ وہ مسجد میں یا سہر میں رہتا تھا۔ نصاب ختم کرنے پر کوئی امتحان نہیں لیا جاتا تھا۔ سب سے ظلمہ الارہر میں حاصی بڑی عمر کے ہوتے تھے۔ جامعہ سے رجعت ہونے والوں کو ”احارہ“ یا بڑھانے کا لائسنس مل جاتا تھا۔ نہ انک سہ ہوتی تھی جو اس معلم کی طرف سے دی جاتی تھی جس سے طالب علم تحصیل علم کرتا رہا ہو اور اس میں طالب علم کی محبت و استعداد کی تصدیق کی جاتی تھی۔ اسناد و ساگرد کے تعلیمات بالعموم باپ بیٹوں کے سے ہوتے تھے، جن میں ساد و نادر ہی کسی سر دسی سے حلل واقع ہوتا تھا، مگر طلباء کی حریف جماعتوں کے مانس اکثر منافسات رہے تھے دارالعلوم کا ایک مسطہ (حمیدی، proctor) دافعہ و صواب کی پابندی اراے، کتابوں کی حفاظت اور سامان حوراک کی احساس نقسم کرنے پر مامور تھا۔ اس کے ماتحت چند افراد کا ایک عملہ ہوتا تھا۔ ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء میں ۳۶۱ معلمین اور ۱۰۷۸۰ طلباء کی نقسم بصورت دہل بمی، سامعی: ۱۴۷ معلم، ۶۵۱ طلباء، ساکی: ۹۹ معلم، ۳۸۲۶ طلباء، حمی: ۷۶ معلم، ۱۲۷۸ طلباء۔ حسیلوں کی نمائندگی بہت کم تھی، عی صرف ۳ معلم، ۲۵ طلباء۔ ان کے علاوہ کچھ دہلہ ایسے بھی تھے جن کے نام رجسٹر میں درج نہ تھے۔ طلباء ۱۵ حاروں اور ۳۸ رواؤں میں مقسم تھے (الحفظ الحدیدہ، ۴: ۲۸)۔ ان میں متعدد عرب ملکی طلباء

میں قاہرہ کی اہنی اور علمی سرگرمیوں کا اندازہ اس بعد کے دور انحطاط سے نہ کرنا چاہیے۔ ازمہ وسطیٰ میں الازھر کے ناظر (یعنی مہتمم) کا منصب کسی اونچے درجے کے سرکاری عہدے دار کو ملتا تھا۔ اس کے علاوہ ہر رواؤ کا، جسے ازمہ وسطیٰ کی یورپی یونیورسٹیوں کے طبقات نا درجہ (nations) کے مماثل سمجھا جاتے اور ہر تعلیمی شعبے کا رئیس (شیخ، رئیس) الگ الگ ہوا کرتا تھا۔ عثمانی عہد کے وقت سے الازھر میں انک شیخ الارہر، عی امر جامعہ، مقرر ہوتے تھے، حواسعفاء، برطرفی یا انبی وفات تک اس عہدے پر فائز رہتا تھا۔ محبت سمعوں کے سوح اس کے ماتحت ہوتے تھے اور وہ خود حکومت کے سامنے براہ راست جواب دہ ہوتا تھا۔ الحربی نے ان سوح کے ناموں کی انک نامکمل مہر سب اٹھارہویں صدی، ملادی کے آغاز سے دی ہے (دیکھئے سحے سو ۵)۔ علی بابا مبارک (الحفظ الحدیدہ، ۴: ۲۶ تا ۳۰) نے ۱۸۷۵ء میں، یعنی اصلاحات حدید کے آغاز کے وقت، الارہر کی رندگی کی کتب تحریر کی ہے۔ اس میں سے ہم برائے رسم و رواج کا کچھ اندازہ کر سکتے ہیں، یعنی نہ نہ طلباء حلفوں میں مقسم ہوتے تھے (حلفہ کے لغوی معنی دائرہ ہیں، لیکن یہاں مراد نصاب تعلیم ہے)۔ طلباء اپنے معلم کے کرد مسجد کی چٹائی (حصیرہ) پر بٹھتے تھے اور معلم خود ایک درا اونچی اور چوڑی آرام کرسی پر دونوں کی طرح [یعنی مرتع یا آلی بالی مار کر] بٹھتا تھا۔ یہ آرام کرسی کسی نہ کسی سوں کے بجائے رکھی رہتی تھی۔ ہر سوں دسی مقررہ معلم کے لیے مخصوص ہوتا تھا اور ۱۸۷۲ء تک کسی ایک فقہی مذہب کی بلا حجت ملکیت متصور ہوتا تھا۔ صبح کے درس سب سے ضروری مضامین، یعنی تفسیر، حدیث اور فقہ کے لیے مخصوص تھے۔ دوپہر کے وقت عربی زبان پڑھائی جاتی تھی۔

حاضر کے ان سب علوم کی تعلیم دی جانی ہو جو ملک کی بنداری کے لیے ضروری تھے۔ بہر کیف معلوم ہوا ہے کہ ان دنوں الازھر کا قدامت پسند طبقہ (الازھر کے اند، یا دھر) نئے علمی شعبوں کی تعلیم و ترویج یا الازھر کی ذہنی نعمات کے نظام و نصاب کی اصلاح کی ضرورت کو سمجھنے سے قاصر تھا اور یورپ کی تعلیم سے نفرت ہو جانے کے خوف نے اس اورام کو مفلوج کر رکھا تھا۔

ان سب باتوں کے باوجود الازھر کو اصلاح کے راستہ اختیار کرنا پڑا۔ اس کے معاملات میں حکومت کی مداخلت، جو اب رور مرہ کی بات ہو گئی تھی اور جسے بعض اوقات ارہری ناموسی ہی سے برداشت کرتے تھے، اس موقع پر مسئلہ کن ثابت ہوئی۔ جب حکومت خود اصلاحات کی مخالفت بھی (مسائل کے طور پر محمد عدوہ کے آخری ایام میں) تو قدامت پسند عناصر نے اس کے مقابل کی اور توہمی طاقت نہ تھی، ہر گز کو مفلوج کر رکھا تھا۔ اصلاحات کے نفاذ کے لیے حدیوی (بعد میں ساہی) استشاریات میں کام دے سکے تھے۔ اصلاح کے اہم مدارج نہ تھے: (۱) ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۲ء میں فرمان صادر ہوا کہ نصاب تعلیم کے احکام پر سید دی حایا کرے گی، ہر سال زادہ سے زیادہ چھ طالب گیارہ مضامین میں ایک طویل اور دقت طلب امتحان میں شرکت کرنا کرنی گئے، اس امتحان میں کامیاب ہونے والوں کو ”عالم“ (حسب مراتب درجہ اول، درجہ دوم، درجہ سوم) کا لقب ملے گا، اس سے ان کے لیے بعض مادی فوائد بھی ہو جائیں گے اور انہیں الازھر میں درس دینے کا حق حاصل ہو جائے گا؛ لیکن یہ اقدام بھی صریحاً ناکافی تھا (الحفظ الحدیدہ، ۴: ۲۷ تا ۲۸، رور نامہ وادی السل، مؤرخہ ۲۶ فروری ۱۸۷۲ء)۔ (۲) ۱۸۷۲ء میں اعلیٰ تعلیم کا ایک دارالعلوم قائم کیا گیا، جہاں سے

بھی تھے (دیکھیے رواتوں کی فہرست، ۱۱، طبع اول، مدیل مادہ ”ازھر“، شق ۲ و ۳)۔ تعطیل ماہِ ربیع سے شروع ہوئی تھی اور وسط سوال میں جمع ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ بیس دن کی تعطیل سرام (عدہ) کے موقع پر اور اتنی ہی طے طے کے ولی اللہ احمد ندوی اور دوسرے اولیائے کرام کے عرسِ اموال کے موقع پر ہوئی تھی (حفظ آجد، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸)۔ (۳) الازھر کی اصلاح: نونا نارٹ کی مہم سے سر ہو جو، ہکا لگا اور اس کے بعد محمد علی اور اس کے حامیوں نے مصر میں تہذیب جدید پھیلانے کے لیے دو نوٹس دیے اور ان کا نام الازھر سے ڈونٹ کیا گیا اور نام مخالفت رہی۔ اندر ہی اندر بعض نوٹس [نئی حرکت کے] حامی تھے، لیکن اکثر کی مخالفت۔ میرزاں سرد مہری نے انہیں بچھڑا دیے تھے۔ یورپ کے بعض مصورات کے اثر سے الازھر کا طور و حالت بدل گیا۔ اس نے سمجھنے والے بہت کم تھے کہ یورپ کی لائبریریوں میں سے جو اسلام کے نزدیک قابل قبول ہیں اور جو ناخائبر ہیں ان میں حد فاصل اس طرح پھیل چکے تھے۔ ایک روہ حامیوں پر احکام پڑا رہا۔ اپنی ہمہ ارہریوں میں سے (کیونکہ اس وقت نوٹی اور تعلیم نامہ لبرو، موجود ہی نہ تھا) مصر حدید کا فعال دستہ جیسا تھا (مصر کا تعلیمی وفد، جو ۱۸۲۵ء میں ۱۸۳۱ء میں قواعد القضاوی کی سرکردگی میں ریس ہوجا تھا، محمد آباد القضاوی د سفر روس اور مد ار آل سعد زعلول اور مسی عدوہ وغیرہ) لیکن وہ لوگ ہمیشہ الازھر کے قدامت پسند عنصر کا راستہ دت کر رہے، کیونکہ ان کا طہور اور طرز عمل قدامت پسند علماء کا سا نہ تھا۔ انیسویں صدی میلادی کے آغاز میں الازھر کو ایک دیہی دارالعلوم بنا دیا گیا اور یہاں اس کا طہور اور طرز عمل مکمل جامعہ کہلانے کا مستحق نہ تھا جہاں عصر

کچھ ازھری تہصص کی سد لے کر جدید مدارس میں تعلیم دیے کے لیے تیار ہو سکتے تھے (محمد عبدالحواد: تقویم دارالعلوم، ماہرہ ۱۹۵۲ء، خلاصہ در MIDEO، ۱: ۱۶۰ تا ۱۶۲) - (۳) ۱۳۱۲-۱۳۱۳/۱۸۹۵ء میں حدیو عباس نے ایک مجلس شوریٰ، سام مجلس ادارہ الازھر، قائم کی، جس کے ارکان الازھر کے اور اس کے باہر کے لوگوں پر مشتمل تھے۔ یہ ادارہ، جس کے قیام کا مطالبہ محمد عہد نے کیا تھا، ۱۸۹۹ء کی اصلاحات کا پس منظر تھا۔ محمد عہد اس مجلس کے رکن اور اس کی روح و رواں تھے۔ (۴) ۱۳۱۲/۱۸۹۵ء میں طنطہ، دماط اور دسوں کی درسگاہوں کو الازھر سے ملحق کر دیا گیا۔ (۵) اساتذہ اور معتمدین کی سجاوہوں کے بارے میں، جن میں سے بعض کے منہاڑے بہت قلیل تھے، ایک فرمان جاری ہوا۔ (۶) ۲۰ محرم ۱۳۱۳/ یکم جولائی ۱۸۹۹ء کو محمد عہد کی بحریک پر ایک قانون نافذ کر دیا گیا، جس کی رو سے فرار نانا کہ الازھر کی مجلس الازھر کے میں علماء اور حکومت کے نامزد کردہ دو سرکاری علماء پر مشتمل ہوئی۔ اس قانون کی رو سے الازھر میں داخلے کی کم سے کم عمر پندرہ سال مقرر کر دی گئی اور داخلے کی شرط یہ رکھی گئی کہ داخلہ ہونے والا پڑھنا لکھا جاسا ہو اور اسے آدھا قرآن حفظ ہو۔ اس قانون کی رو سے لائحہ تعلیم کی اس سر نو تنظیم کی گئی اور نہ مد لگا دی گئی کہ نئے طلباء کو حواسی نہ پڑھائے جائیں، بلکہ ان کا مطالعہ ہر ایک طلباء تک محدود رکھا جائے۔ دو امتحان مقرر کر دیے گئے: پہلا امتحان آٹھ سال کی تعلیم کے بعد فرار پایا، جس میں کامیاب ہونے والوں کو "اہلب" کی سند مل سکتی تھی اور دوسرا بارہ سال کے مطالعے کے بعد، جس میں کامیابی پر "عالم" کی سند دی جا سکتی تھی (اس کے تین امتیازی درجے رکھے گئے)۔ نصاب میں عصر حاضر

کے مصامین شامل کیے گئے، جن میں کچھ تولاہبی فرار پائے (جیسے ابتدائی حساب اور الجبر والمقابلہ) اور کچھ اختیاری (جیسے تاریخ اسلام، اشاء، سادی حمرایا وغیرہ)۔ تعطلات (گرما، رمضان، عید فرائ) کی مدت مقرر کر دی گئی۔ حفظ صحیف کے امور کی نگرانی کے لیے ایک طبی افسر مقرر کر دیا گیا۔ نصاب تعلیم کی مقررہ کتب کی فہرست بنائی گئی۔ اس قانون کے نفاذ میں شدید مراحم کا سامنا کرنا پڑا، جس کا اظہار احبار میں بھی ہوا۔ (۷) ۱۹۰۳ء میں الاسکندریہ میں ایک درسگاہ (اسٹی ٹوٹ) قائم کی گئی، جو الازھر سے ملحق تھی۔ (۸) محرم ۱۳۲۵/ فروری - مارچ ۱۹۰۷ء کے ایک قانون کی رو سے الازھر میں (سرعی عدالتوں کے لیے) قضاہ ایک مدرسہ قائم کیا گیا۔ (۹) ۱۲ صفر ۱۳۲۶/ ۶ مارچ ۱۹۰۸ء کے ایک قانون کی رو سے الازھر کی تعلیم میں درجوں، ابتدائی ثانوی اور اعلیٰ میں تقسیم کر دی گئی، ہر درجے کی معاد تعلیم چار سال مقرر ہوئی اور ہر درجے کے آخری امتحان کے بعد سند ملنے لگی۔ ۱۸۹۶ء کے احکامات مصامین لاری بنا دیے گئے۔ اس قانون کو الازھر کی خود مختاری کے لیے ایک ضرب شدید سمجھا گیا اور اس کے خلاف بہت شور مچا۔ ماہرہ اور طنطہ میں تو طلباء کی سوریں رونما ہوئیں (جنہیں جلد ہی دنا دیا گیا) مگر اور کسی جگہ نہیں، فصلہ کیا گیا کہ اس قانون کو سد ریج نافذ کیا جائے گا۔ (۱۰) دسمبر ۱۹۰۸ء میں معربی طر کی آزاد قاہرہ یونیورسٹی قائم ہوئی، جو معربی طر کی موجودہ حار یونیورسٹی کا پس حیمہ تھی۔ اس سے ایک ایسے مقابلے کا آغار ہو گیا جو الازھر کے لیے تکلف دہ ثابت ہوا۔ (۱۱) ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۹/ ۲۳ مئی ۱۹۱۱ء کا قانون ۱۹۰۸ء کی صدامے بار گشت تھا۔ اس کی رو سے فرار پایا کہ سیح الازھر کو حدیو

نار دیا کرے گا، مجلس ادارۃ الازھر کی توسیع کر دی گئی (جس میں مسیح الازھر، چاروں مذاہب کے بیچ اوقاف کا ناظم اعلیٰ اور مجلس وزراء کے مساعی کے مطابق بین نار د ارکان رکھے گئے)۔ جس کے علماء کا، جو بس مخصوص شعبوں کے صدر ہیں ایک محکمہ (tribunal) قائم کر دیا گیا، جس پر سے مسیح الازھر چلا جائے۔ جامعہ میں داخلے پر۔ انٹرمیڈیٹ کی شرط دس سال سترہ سال کر دی گئی۔ باقی دفعات وہی رکھی گئیں جو ۱۸۹۶ء کے قانون میں تھے۔ علوم خاصہ کے درس میں بھوؤاسا اور فہ کر دنا گنا، وغیرہ۔ یہ قانون ابھی تک جامعہ کے اجراء میں نہ ہوا تھا۔ نہ ایک داحسب مسندہ نہ دنا ہوا کہ دارالعلوم اور مدرسۃ القضاہ کے فارغ التحصیل طلبہ کو سرکاری عہدے الازھر کے فارغ التحصیل طلبہ کی نسبت زیادہ آسانی سے مل جائے اور وہ زیادہ کمائے بھی۔ (۱۲)

۹۰۔ دس داخلے کی شرط نہ کر دی گئی نہ نصف سال کی جگہ سارا قرآن حفظ ہو۔ (۱۳) ۱۳ محرم ۱۳۰۲ھ / ۲۶ اکتوبر ۱۹۲۳ء کے قانون کی رو سے اس کے درجہ تعلیم کا نام ”تحصیل“ رکھا گیا اور اس کی متعدد شاخیں تھیں۔ مدرسۃ القضاہ، جو ۱۸۷۷ء سے کہی ایک اور تھی دوسری وزارت کے ساتھ مسند ہونا چلا آ رہا تھا، بالآخر الازھر سے علی کر دیا گیا اور اس کی الگ حیثیت کا حاتمہ کے سے درجہ تحصیل ہی کا ایک شعبہ بنا دیا گیا (۱۹۲۳-۱۹۲۵ء)۔ اس دوران میں الازھر میں متعدد وفود تحصیل علم کے لیے یورپ گئے، تاکہ ۱۰۔ آ کر الازھر میں درس دیں۔ (۱۴) ۱۹۲۵ء میں ناعمرہ میں آزاد یونیورسٹی کی حکمہ سرکاری یونیورسٹی (جامعہ نواد الاول) قائم ہوئی۔ (۱۵)

۱۱۔ حمادی آخرہ ۱۳۴۹ھ / ۱۶ نومبر ۱۹۳۰ء کے قانون کی رو سے یہ قرار پایا کہ علمائے کبار کا

محکمہ اس امر کا فیصلہ کرنے کا مختار ہے کہ کوئی عالم کسی ایسے فعل کا مرتکب ہوا ہے جو اس کے مرتبے کے شایان نہ تھا۔ اس قانون نے مجلس شوریٰ کی مرید توسیع کر دی (یعنی اعظم، مذاہب اربعہ کے بیچ کی جگہ بین کاتات علوم کے شوح، وغیرہ)۔ اسی قانون کی رو سے قرار پایا کہ داخلے کے وقت طالب علم کی عمر سولہ سال سے کم ہونا چاہیے (التمہ غیر ملکی طلبہ کے لیے اٹھارہ سال کی عمر)۔ ابھی گئی اور انہیں پورے سال محکمہ حافظ ہونے کی شرط سے مستثنیٰ کر دنا گیا)۔ اس قانون کی رو سے جس میں کتاب کی شکل عمل میں آئی (یعنی قانون اسلامی یا سرعہ، دیسات یا اصول الدین اور عربی زبان نا اللمہ العربیہ) ان میں سے ہر ایک میں اسنادی درجے کا نصاب چار سال کا، ثانوی درجے کا پانچ سال کا اور اعلیٰ تعلیم کا چار سال کا مقرر ہوا اور مناسب صورتوں میں ان کتاب میں جو صرف قاہرہ میں تھے مرید تحصیل حاصل کرنے کی اجازت دی گئی۔ اعلیٰ معیار (عالمیہ) کے لائٹہ تعلیم کی تکمیل اس طرح کی گئی کہ بھوں نے کسی مخصوص شعبے میں امتیاز حاصل کیا ہو انہیں اسی کے مطابق مخاطب کیا جائے لگا، مثلاً فلاں فلاں مصنف کا ”اساد“ وغیرہ۔ جو طلبہ مقررہ نصاب کی تعلیم نہیں حاصل کر سکے بھی ان کے لیے ایک عمومی شعبہ قائم کر دیا گیا۔ تعطیلات کا بھی سال سال ہونے لگا۔ (۱۶) ۳ محرم ۱۳۵۵ھ / ۲۰ مارچ ۱۹۳۶ء کے قانون نے، جو ۱۹۵۵ء تک بھی نافذ تھا، یہ شرط لگا دی کہ داخلے کے وقت طالب علم کی عمر بارہ سے سولہ سال تک ہونا چاہیے اور تحصیل کی تعلیم کی مدت دو سال ہو۔ مصامیں تعلیم کے بارے میں جو قواعد بنائے گئے (ان کی مرید تحصیل بعد میں شائع ہوئے والے نوائج نصاب (syllabuses) میں دی جائے کو بھی)۔ ان کی بدولت یہ قانون گویا



عصر حاضر کی تعلیم کا حقیقی مشور (چارٹر) بن گیا ہے۔ اس میں، قدیم مضامین کے علاوہ حسب ذیل مضامین قابل ذکر ہیں: انگریزی یا فرانسسی زبان (اصول الدین کے کتبے کے لیے لاری، باقی مادہ دو کتبوں کے لیے اختاری)، اصول الدین اور اللہ العربیہ کے کتبوں کے لیے مادی فلسفہ، تاریخ فلسفہ، وغیرہ اور کلمہ الشریعہ کے لیے مسرت بن الاوامی قانون اور قانونی ماسی (comparative law) کا مطالعہ لازم کیا گیا۔ تحصیل کی بعض ساحوں میں انک اور مشرقی زبان (شعۃ وعط و ارساد میں) یا مادیات عبرانی اور سریانی (شعۃ نحو و بلاغ میں) یا تاریخ مذہب و سرکہ کو لاری قرار دیا گیا۔ ثانوی درجے کے معمولی نصاب ("نظامی") میں جدید علوم میں سے منطق اور فی بلاغ، طب (بہ استعمال خوردیں)، کیمیا، علم حیوانات و نباتات، تاریخ، جغرافیا شامل تھے اور ابتدائی تعلیم کے نصاب میں تاریخ، جغرافیا، حساب، البحر و المائدہ (نسط مساوات تک، جس میں صرف ایک عربی معلوم خبر ہو) اور حفظ صعب کے مادیات۔ قسم النعوت کی تعلیم، جو ان عربی ملکی طلباء کے لیے مخصوص تھی جو جامعہ کے معمولی نصاب میں نہیں چل سکتے تھے، بارہ سال کی تعلیم پر مشتمل تھی۔ یہ قسم چار چار سال کے بی درجوں پر مشتمل ہے، جس کا نصاب تعلیم درجہ سہل ہے۔ علوم جدیدہ میں سے انہیں صرف حساب، تاریخ، جغرافیا اور منطق پڑھایا جانا تھا، مگر یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ مذکورہ بالا جدید مضامین کو درس و تدریس میں انک ثانوی حشد دی جانی ہے اور ان پر کم وقت صرف کیا جاتا ہے۔ (۱۷)

۱۹۴۵ء میں دارالعلوم کو انک کلیر کی حسب سے قاہرہ یونیورسٹی سے ملحق کر دیا گیا۔ ۱۹۵۲ء میں دارالعلوم محض ارہیوں کے لیے مخصوص نہ رہا بلکہ اس میں دوسرے سرکاری مدارس

کے طلباء بھی داخل کیے جانے لگے۔ ۱۹۵۴ء میں لڑکیوں کے لیے ایک شعبہ کھولا گیا (۱۸) ۱۹۵۴ء میں الارہر کے لائحہ تعلیم میں معمولی سی تبدیلی کی گئی، یعنی اللغة العربیہ کے کتبے کے لیے ایک عربی ملکی زبان لاری قرار دے دی گئی۔ اسانہ کے لیے سکندوسی کی سمر بیسٹھ سال مقرر ہوئی اور یہ فاعدہ علمائے کنار (صدور) پر مقرر عائد کیا گیا، جو پہلے عمر بھر کے لیے مقرر ہوئے تھے۔ (۱۹) ۱۹۵۵ء میں سرعی عدالتیں موقوف نہ دی گئیں، جس سے کلمہ سرعت کے ارہیوں کے مسئل کا بڑا دروازہ بند ہو گیا۔ ۱۹۵۷ء تک، جسے بار بھی، صرف اس کام کے لیے مزارعہ میں روے کی منظوری کا مرحلہ باقی تھا۔

۱۹۵۳ء میں الارہر کے کتب میں طلباء کی تعداد بالترتیب یوں تھی: کلمہ سرعت: ۶۰۳، کلمہ لعب عربیہ: ۱۶۵۵، کلمہ اصول الدین: ۷۰۷۔ ملحقہ مدارس و مکاتب میں ابتدائی درجے کے طلباء ۱۲۳۹۸، ثانوی درجے کے ۶۵۵۹، اور مسئلہ درجات میں ۳۷۰۳، آزاد درس گھوں میں ۲۴۵۸ طلباء تھے۔ ۱۹۵۵ء میں مصر کے حسب دیل سپروں میں کچھ درسگاہیں الارہر = (بہ لحاظ نصاب تعلیم یا "نظامی") بلا واسطہ ملحق ہیں: (۱) ابتدائی اور ثانوی درسگاہیں قاہرہ، ططہ، مینورہ، سینین، الکوم، قیاز، سین، خرجا (گرگا)، اسبوط، مینا، قوم، سیوف، سمو، رقاریق، دسوی، دسوط، الاسکندریہ، دسپور میں۔ (ب) صرف ابتدائی درسگاہیں: سی سیوف، سینا، کفرالشیخ میں۔ (ج) آزاد مدارس زیر نگرانی (بجہ الاسراف) الارہر: ططہ، کسفورہ، سی عدی، ملاوی، ابو قرفاس، ابو کبیر، قاقوس، یسناوی، قاہرہ (عثمان ماہر) میں۔

۱۹۵۳ء میں غیر ملکی طلباء کی تعداد حسب



ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ ہر ادارے میں اپنے اپنے طلباء کے لیے الگ کتب خانہ ہے۔ ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء سے الازھر کا ایک ماہانہ رسالہ شائع ہو رہا ہے، جو اسانہ کا سرکاری ترجمان ہے۔ اس کا پہلا نام نور الاسلام تھا، جو چھٹے سال کے آخر میں تبدیل کر کے مجلہ الازھر کر دیا گیا۔ ایک دوسرا ماہانہ، جو شعہ و عطر و ارشاد کا ترجمان ہے، اب بھی نور الاسلام ہی کے نام سے چھپا ہے۔ ان کے علاوہ بعض نصاب بھی طبع کئے جاتے ہیں اور بہت سے ارہری موحودہ مصر کی ادبی مطبوعات میں مضامین لکھے رہے ہیں۔ بے شمار فقہی سوالات کا، جس کے بارے میں الازھر سے اسماء لکھا جاتا ہے، جواب دیے کے لیے لجنہ الفتویٰ کے نام سے ایک مجلس ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء میں قائم کی گئی (صدر اور نگارہ دوسرے ارکان پر مشتمل، جو ہر مذہب سے ہیں جس کے حساب سے لیے جاتے ہیں)۔ اس مجلس کو اس دارالافتاء سے مجلس نہ کرنا چاہیے، جو مصر کے معنی اعظم کے مانع ہے۔

(۵) نسوح کی مہرست: العزنی کے وقائع میں مشائخ الازھر کے نام ۱۱۰۰ھ سے محفوظ ہیں۔ لوگ مشعہ، یعنی شیخ الازھر کے عہدے کے بہت متنبی رہے تھے، جس پر مہاربریں علماء فائز ہوئے تھے اور جس کے لیے مذاہب اربعہ کے درساں طویل جھگڑے رونما ہوئے رہتے تھے۔ یہ مشائخ بہت مختلف معاشری طبقات سے لیے جاتے رہے، چنانچہ بعض جاگیردار امروں کے حانداں سے تعلق رکھتے تھے اور بعض ایسے معمولی لوگ بھی جو ابتداء میں حصول معیشہ کے لیے کتاب لکھا کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر نے اٹھارہویں اور انیسویں صدی میلادی میں شرحیں اور دوسری کتابیں لکھی ہیں، جن کا ان کے سوانح نگاروں نے ذکر کیا ہے۔ ۱۹۵۴ء میں الازھر کے میراثیہ آمد و خرچ میں

شیخ الازھر کے لیے دو ہزار مصری لیرا سالانہ کی رقم رکھی گئی (دیکھئے مہرست و حوالہ جات در الحجاجی: الازھر فی الف عام، قاہرہ ۱۳۷۴ھ، ۱: ۱۳۷ تا ۱۹۶)۔ العزنی نے ایک تیسرے شخص کے سوانح حیات بیان کرتے ہوئے ضمناً انک شیخ الازھر کے نام کا حوالہ دیا ہے اور یہ سب سے پہلا نام ہے جو ہمارے علم میں آیا: (۱) محمد بن عبداللہ العزنی (م ۱۱۰۱ھ / ۱۶۹۰ء) (۲) محمد الشریفی (م ۱۱۲۰ھ) (۳) عبدالقایی القلیبی، جس کی نامزدگی بر مسند کے اندر لڑائی ہو گئی اور ”کعبہ گولیاں بھی چلیں“ (م) محمد سن، اپنے وف کے سب سے زیادہ دولسد اسخاص میں سے ایک (م ۱۱۳۳ھ) (۵) ابراہیم بن موسی القوی (م ۱۱۳۷ھ) (۶) عبداللہ الشراوی، ساعر اور طریف، جو صوفیہ کے ہاں بہت آمد و رفت رکھا تھا اور ان کی حمایت کرتا تھا (م ۱۱۷۱ھ) (۷) محمد بن سالم الجناوی العلوی، صوفی اور فہد، مؤلف نروح و حواسی (م ۱۱۸۱ھ)۔ عالما امروں نے اسے رہر کھلا دیا۔ اس کا مزار لوگوں کے لیے مرجع عقدر بن گیا (براکماں، ۲: ۳۲۳، مکملہ، ۲: ۴۴۵) (۸) عبدالرؤف السجسی (م ۱۱۸۲ھ) (۹) احمد بن عبدالمنعم الدسہوری (م ۱۱۹۲ھ) (۱۰) عبدالرحمن الغریشی، حمی مذہب کا، جس سے سح الجناوی نے تصوف کے سلسلے میں تبع کی۔ اسے سافعی دناؤ کے مانع خالد ہی معرول کر دیا گیا (۱۱) احمد العروسی، صوفی اور شارح (م ۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۳-۱۷۹۴ء) (۱۲) عبداللہ الشراوی، جس کے شح ہوئے کے زمانے میں بونا بارث کی مہم واقع ہوئی، ایک فاصل شخص، جس کی تصانیف اس زمانے میں نکثرت پڑھی جاتی تھیں (م ۱۲۲۷ھ / ۱۸۱۲ء) (۱۳) محمد الشواہی، جس نے اپنے ایک حریف المہدی کو، جو برائے نام شیخ تھا، برطرف

(۲۵) سلم البشری، ایک متقی شخص، جس نے اپنی گذشتہ زندگی فقر و فاقہ میں بسر کی تھی۔ محدثوں میں سے آخری [شیخ الازھر] (اسے حدیث کے تمام رواہ کا پورا پورا علم تھا)۔ وہ محمد عتدہ اور ان اصلاحات کا حواس کی تحویر سے عمل میں آئیں سب مخالف تھا۔ وہ ۱۳۲۰ھ میں مستعفی ہوا (۲۶) علی البیلاوی، ۱۳۲۳ھ میں مستعفی ہوا (۲۷) عبدالرحمن الشرمسی، حواہی دناہ و پھر رکاری کی وجہ سے بہت محترم تھا، ۱۳۲۴ھ میں مستعفی ہوا (۲۸) حسوبہ النوری، دوسری دفعہ، ۱۹۰۸ء کے قانون کے نفاذ کی وجہ سے ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء میں مستعفی ہوا (۲۹) سلم البشری، دوسری دفعہ (م ۱۳۳۵ھ) (۳۰) محمد ابو الفصل الجراوی (م ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۸ء) (۳۱) مصطفی المراءعی، محمد عتدہ کا ساگرد، ۱۳۴۸ھ / ۱۹۲۹ء میں مستعفی ہوا (۳۲) محمد الاحمدی الطواہری، ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء میں مستعفی ہوا (۳۳) مصطفی المراءعی، دوسری دفعہ (م ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۵ء) (۳۴) مصطفی عبدالرازق، ایک بہت صاحب دوق شخص، محمد عتدہ کا مداح تھا۔ وہ لیونس Lyons یونیورسٹی (فرانس) میں عربی پڑھانا رہا تھا اور بعد ازاں مصر کی یونیورسٹی میں اسلامی فلسفے کا استاد رہا۔ اسے شاہ فاروق نے سب نامزد کیا تھا، حالانکہ وہ علمائے کبار کی جماعت میں سے نہ تھا۔ الازھر میں اس کے خلاف اس قدر شدید معاندانہ مظاہرے ہوئے کہ وہ ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء میں قلیہ کا دورہ پڑنے سے فوب ہو گیا (۳۵) محمد مامون الشبایہ (م ۱۳۶۹ھ / ۱۹۵۰ء)۔ اس کے بعد سے شیخ الازھر کے عہدے پر تقرر کی محض میعادیں مصری سیاست کے اندرونی محرکات سے مطابقت رکھتی ہیں، یعنی بہر سویر کے علاقے میں برطانیہ سے کشمکش (۲۶) حوری ۱۹۵۲ء کے فسادات قاہرہ (۲۳) جولائی ۱۹۵۲ء

اس کی جگہ سہالی (م ۱۳۳۳ھ) (۱۴) محمد المعروفی (م ۱۳۳۵ھ) (۱۵) احمد بن علی الذہبی (م ۱۳۳۶ھ) (۱۶) حسن بن محمد العطار (م ۱۳۳۶ھ) (۱۷) یونیا ہارٹ کے فرانسیسوں کا رفیق اور اصلاحات کا حامی تھا (م ۱۳۵۰ھ) (۱۷) مسر القویسی (م ۱۳۵۴ھ) (۱۸) احمد الصائم (م ۱۳۶۳ھ) (۱۹) ابراہیم بن محمد الحوری (م ۱۳۷۷ھ)، مشہور عالم دین (براکمان، ۳۸۷) (مکتبہ، ۲ : ۴۰۷) (۱۹) الف ہارنیل راجا دفعہ، جس کے دوران میں ہارنیلوں کی ایک مجلس الازھر کا اسطام چلائی رہی (۲۰) مصطفی المعروفی (۱۳۸۵ھ / ۱۸۷۰-۱۸۷۱ء تک)، اس نے اصلاحات کے لئے راستہ ہموار کیا جو اس نے دناہ سے رائج کیں (۲۱) محمد العباسی المہدی احمدی جس کی جگہ غرابی ناسا کے خروج (۱۳۹۹ھ / ۱۸۸۶ء) کے دوران میں محمد الانانی نے عارضی طور پر سہالی۔ بالآخر اس نے ۱۳۴۸ھ / ۱۸۸۶ء پر اپنا عہدہ ترک کر دنا (۲۲) محمد الانانی، برآمد عالم، لیکن ہر قسم کی حد کا مخالف تھا۔ ۱۳۴۸ھ / ۱۸۹۵ء میں اس کے عتدہ ہونے سے پہلے اس پر خاصی مدد دناؤ ڈالا گیا (براکمان : مکتبہ، ۲ : ۴۲۷) (۲۳) حسوبہ النوری، ایک جہ کردار شخص، جسے اہل مصر احرام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ فقہی تعلیم میں اپنے بلامدہ رہے اور انداز ہوا، جنہوں نے مصر کی سیاست میں اہم کردار ادا کیا۔ وہ الازھر کی مجلس اسطامیہ کا صدر رہا، ۱۸۹۶ء کی اصلاحات کے نفاذ کی نگرانی کے لئے مسحب کیا گیا اور ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء میں مستعفی ہوا (۲۴) عبدالرحمن قطب النوری، منہ الذکر کے بھائی، اسی سال فوب ہو گیا۔ اس کے حامیوں کا بے دریغ مستعفی ہونا اس نے چپی کو ظاہر کرنا ہے جو اصلاحات کی وجہ سے پیدا ہوئی؛

ہے۔ ازھری تعلیم کے طریقے میں، جسے چھ سال کی عمر کے بچے کو کسی مکتب قرآنی میں داخلے پر اختیار کرنا پڑتا ہے، اور عام دیوبند تعلیم کے طریقے میں بعد المشرقین ہے۔ الازھری طلباء پر سرکاری یونیورسٹیوں میں داخل ہونے کے دروازے مسدود ہیں۔ اگر الازھری قومی محکمہ تعلیمات کے سلسلہ ملازم میں عربی کا معلم بنے کے خواہاں ہوں تو ان کے لیے دارالعلوم یا ادارہ تعلیم (Institute of Education) کی سہولت ضروری ہے۔ علاوہ انہیں [جامع] الازھر محسوس کرتی ہے کہ سرکاری یونیورسٹیاں اس پر معترض ہیں اور اسے سہ ہے کہ اس کے بعض مخالف اس کی خود مختاری سے ناراض ہیں اور اس کی اسمدائی اور نابینا درسگاہوں کو سد کرانے کے خواہاں ہیں، بلکہ شاید کليات (faculties) میں بھی تصرف کرنا چاہے ہیں (دیکھئے محلہ الازھر، ج ۲، شمارہ ۴، ربع الثانی ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۵ء، حوسب کاسب اسی قسم کے حملوں کے خلاف اسی مدافعت کے لیے وقف کر دیا گیا ہے)۔ جب یہ دیکھا جائے کہ ان مصریوں میں جو دور رس اصلاحات چاہتے ہیں نہ صرف لامذہب لوگ بلکہ سحر مسلمان اور نہاد تک کہ الاحوان المسلمون کے ارکان بھی شامل ہیں تو یہ مسئلہ اور بھی بچہ ہو جاتا ہے۔ ساٹھ سال سے الازھر کا مسئلہ وقتاً فوقتاً اسمدائی حلچان کا موجب رہا ہے۔ اساسی طور پر مسئلہ یہ ہے کہ معلوم کیا جائے کہ سوویں صدی مسلامی کے مسلم معاصرے کی ضروریات کے سنی نظر الازھر کا حقیقی مقصد کیا ہے اور یہ کہ یہ درسگاہ جو دہی اور اخلاقی تعلیم دیتی ہے وہ ان ضروریات کے مطابق ہیں یا نہیں۔ الازھر اس مقام پر بہت زور دیتی ہے جو مصر اور عالم اسلامی کی زندگی میں اس کے سابق اساتذہ اور نلامدہ کو حاصل رہا ہے اور اب تک حاصل

کا انقلاب حکومت۔ متعدد موقعوں پر حکومت نے شیوخ الازھر پر اپنے عہدے سے علیحدگی کے لیے دباؤ ڈالا (۳۶) عبدالحمید مسلم، ۴ ستمبر ۱۹۵۱ء کو مستعفی ہوا؛ (۳۷) ابراہیم حمروش، ۱۰ فروری ۱۹۵۲ء کو مستعفی ہوا؛ (۳۸) عبدالحمید مسلم، دوسری دفعہ سب سے نا اور ۱۰ ستمبر ۱۹۵۲ء کو مستعفی ہوا؛ (۳۹) محمد الجبر حسن، حموی ۱۹۵۴ء کے آغار میں مستعفی ہوا؛ (۴۰) عبدالرحمن ناح، مدرس یونیورسٹی کا دکتور ادب (Docteur des lettres)، ۸ جنوری ۱۹۵۴ء کو نامرد ہوا۔

(۶) اصلاحات کے نتائج: ایک غیر مسلم اور غیر مصری کے لیے ان نتائج کا شخص کرنا مشکل ہے، کیونکہ اس کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ معجزہ لائے عمل پر کس دل سے کام لیا گیا اور ہر صورت میں ان اصلاحات کے انہوں سے حصے ہر درجہ میں عمل کیا گیا۔ باہر سے دیکھ کر صرف ایسا قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ان معجزہ اصلاحات کے باوجود جن کا ذکر اوپر کیا گیا کہ کسب حال مکمل طور پر قابل اطمینان نہیں ہے۔ اس کے علاوہ خود اہل مصر کا طریقہ عمل بھی اسی کی عمارت کرنا ہے، چنانچہ الازھر کے بہت سے اساتذہ اپنے بچوں کو تعلیم کے لیے اپنی درسگاہ میں نہیں بلکہ سرکاری سکولوں میں بھیج رہے ہیں۔ حکومت نے سرکاری یونیورسٹیوں کے اور الازھر کی اعلیٰ جماعتوں کے اساتذہ کے درمیان مساوات کا اصول مسلم نہیں کیا ہے۔ الازھر کے علماء اپنی درسگاہ میں معلم ہیں اور امامت اور وعظ کرتے ہیں۔ یہ ماصب قانوناً ان کا حق ہیں، لیکن ان کے ماسوا الازھری علماء کو سرکاری یونیورسٹیوں کے ہم پستہ معلمین کے مقابلے میں ہر جگہ ادنیٰ حیثیت دی جاتی ہے۔ زمانہ حال میں شرعی عدالتوں کی موقوفی سے ازھریوں کا ایک قدیم روایتی دروازہ بند ہو گیا

نہیں ہوئے اور اسی طرح ان لوگوں کے لیے جو موجودہ شیخ الازھر کے الفاظ میں مطرب سے زیادہ قریب (اقرّب الی العظہ) ہیں اور جن میں اسلام، جسے کہ ائمہ میں، برابر برتری کر رہا ہے۔ تاہم الازھری اس باب کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہم سی بیورسٹوں میں اسلامی عقائد و سرواں ہیں اور مغرب نے اسلام کے پیغام سے (اب تک) کوئی اثر نہیں لیا۔ اس کے مقابلے میں وہ اسے نالائحدہ کو حوالاً چھوٹے چھوٹے مضامین لکھنے کی تعلیم دیتے ہیں، جو ایک حد تک یکساں نوعیت کے اور تعلیمی یا اعتداری ہوئے ہیں اور ابتدائی اور ثانوی مدارس کے درجہ انشاء میں لکھوائے جاتے ہیں مثلاً صدائی اور صحت بدن، رکوع کا صحیح مصرف، سراج کی حرارت، تعدد اردواج کی حکمت، وغیرہ۔ مقالات اور خطبات میں اس نوع کی اعتداری جہروں کی مثالیں برابر ملتی رہی ہیں، لیکن ان میں زیادہ ضروری مسائل پر غور نہیں کیا جاتا۔ الاحوان المسلمین نے بھی اگرچہ اسی تبلیغی مساعی میں اسی ہی اعتبارات کو فروغ دیا، تاہم معلوم ہوا ہے کہ وہ زمانہ حاصرہ کی مشکلات سے زیادہ ناچار ہیں، مثلاً ۱۹۵۱ء میں ان میں سے ایک نے الازھر سے خاص طور پر درخواست کی کہ وہ ایسے موضوعات پر بھی لکھ لکھیں جسے کہ محبت و مردوری کا وفار، معاشری مسائل، سرمایہ پرستی، مارکس کا فلسفہ حیات، وغیرہ (سید قطب، در محلّۃ الرسالہ، مؤرخہ ۱۸ جون ۱۹۵۱ء)۔ محلّۃ الازھر نے ان کے متعدد جوابات سائے کئے (مجملہ آوروں کے، ۲۳ (۱۳۷۱ھ) : ۸۹ تا ۹۵)۔ ان جوابات میں کام کی نایب بہت کم ہیں اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مخالفین ایک دوسرے کو اس تصویر میں صاحب بھی کر سکیں گے حوالہ کی کھسچی گئی ہے،

الازھر کا مطالبہ یہ ہے کہ لوگ اس کا ستیاف کریں کہ مذاہن علم و فضل میں اس نے قابل ستائش کام کیا ہے۔ اس علم و فضل کا اظہار و حقیقت کئی پہلوؤں سے ہوتا ہے۔ سب سے پہلے یہ عظیم اسلامی قدروں کا وہ علم ہے جو اس کے ملازم صرف اپنی حائے تعلیم کے خصوصی ماحول میں تک اسے تصانیف کے ذریعہ تعلیم سے بھی احاطہ کرتے ہیں۔ اس حشمت سے الازھر نے برابر سہری اور نہایتی روایتی حلقوں میں بصورت اسلامی نہ برابر رکھا ہے۔ اس نے ان اوصاف کو قائم رکھا ہے جن کی کسی شخصیت پر، یعنی زندگی و معنی ایک سجدہ اور مذہبی روس، مہمان نوازی و ادب اور اسادہ کا ادب و احترام، رکوا، و اس کا فرضہ۔ الازھر میں یہ کثرت اور حدت کے نہیں بہتوں کی یاد بارہ ہو جاتی ہے جن پر اسے سب سے زور دیا جاتا رہا ہے۔ پھر اس کے ہر اسادہ نے، جو عربی زبان اور حد اسلامی کے پھر ہیں، وہ ایسی موضوعات کو لے کر انہیں سہل و سادہ میں دوبارہ سنایا ہے، لیکن سادی و سادہ اور اصولوں میں رد و بدل کئے بغیر، سوائے بعض مسائل کے (مثلاً تعدد اردواج وغیرہ)۔ تاریخ میں بعض مخصوص مضامین کی حدت و تصفیت اسلام خود الازھر کے بارے میں) وہی کام دینی میں جو زمانہ وسطی کی تصانیف دینی نہیں اور ان کی ساری میں وہی طریقے بھی استعمال کئے گئے ہیں مثلاً دستاویزات کی بدویں، سوانح حیات وغیرہ)۔ عصر اور اسادہ نے، جو بہت سے قدیم لغوی اور علمی رسائل سے ناچار ہیں، ان کے ایسے سوانح جمع کئے ہیں جو اہل علم کے لیے بہت سبب ہیں۔ یہ علم و فضل مجموعی حشمت سے کروڑوں مسلمانوں کی ضروریات کے عین مطابق ہے، جن کے سادہ اور غیر متزلزل عقائد اسی خیالات سے متاثر

تعلق رکھتی ہو (محمد احمد خٹف اللہ کا معاملہ، ۱۹۷۷ء، ۱۱: ۱، ۱۹۵۱ء، دیکھیے MIDEO، ۱: ۳۹ تا ۷۲)۔ حال ہی میں الازھر کے عائد کردہ دو فتوے دیوبندی عدالتوں نے مسوح کر دیے (۱۷ مئی ۱۹۵۰ء، ۵: ۱۷۰، فصلہ، جس کی رو سے محمد خالد محمد کی صط سہ کتاب میں ہمارا کو اس پر نو شائع کرنے کی اجازت دی گئی، ۱۹۵۰ء میں شیخ نجیب کا معاملہ، MIDEO، ۳: ۴۶ تا ۴۸)۔ انقرہ کی مجلس ملی کبیر [سوک ملت مجلسی] میں بھی یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ آیا ترکی رعایا کے ان افراد کو جو الازھر میں تعلیم پانے ہیں طالب علم ہونے کا درجہ دیا جائے یا نہ دیا جائے اور آخری رائے مخالف نکلی (۱۳ تا ۱۶ فروری ۱۹۵۴ء)۔

لیکن دوسری طرف الازھر کے علماء اسے مخالفین پر مسلم معاشرے کی ضروریات کو نظر انداز کر دیے کا الزام لگاتے ہیں۔ کوئی ازھری اس امر کو تسلیم کرنے کے لیے آمادہ نہیں کہ ان کی جامعہ کا درجہ کھٹا کر اسے دیوبند کے اعلیٰ مطالعات سے ایک کلمہ بنا دیا جائے، جس کا کہ بھوڑے عہرے پہلے یوس کی جامعہ ربونہ کے معاملے میں ہوا۔ اس کے برعکس اگرچہ وہ وقار جو الازھر کے نام سے وابستہ تھا مصر میں بہت کم ہو گیا ہے، تاہم باہر کے ماکوں میں پہلے کی طرح قوی اور مضبوط ہے۔ دنیا میں بہت سے مسلمان الازھر ہی کو مصر سمجھتے ہیں۔ شاید خارجہ حکمت عملی کے نصاب الازھر کی مخالفت کی اس رو میں بھی کچھ اعتدال پیدا کر سکیں جو اس وقت مصر میں موجود ہے۔

مآخذ: دیکھیے بالخصوص (۱) ابراہیم سلامة:

*Bibliographie analytique et critique touchant la question de l'enseignement en Égypte depuis la période des Mamelûks jusqu'à nos jours*، قاہرہ ۱۹۳۸ء:

کیونکہ وہ ابتدائی اور بے رنگ ہے۔ علم و فصل کا یہ تصور اگرچہ پہلے بھی کارآمد رہا ہے اور اب بھی کارآمد ہے، لیکن ان اہل مغرب کو جنہیں واقعات کو دیکھنے کا بہترین موقع حاصل ہے اس کی محدودیت کا احساس ہوتا ہے اور نہ ان مصریوں کو بھی نظر آتی ہے جنہوں نے عصر حاضر کے طریقوں پر تعلیم پائی ہے۔ الازھر میں تاحال اسے مطالعات کا سوال ہی سامنے نہیں آتا جس میں عصر حاضر کے تاریخی طریقوں سے استفادہ کیا جائے یا عصر حاضر کے افکار کے رجحان کے زیر اثر ان میں وسعت پیدا کی جائے۔ یہاں عباریں از بر کرنا اور سون کے صحابہ کو اپنے حلقے میں جمع کر لیا طلباء کے لیے لارسی شرط معلوم ہوئی ہے۔ بعض لوگ اس سبک نظری کی علت اس لیے معرناویل ناری کو قرار دینا پسند کر سکیں جس میں اہم مسائل رہ گئی، مثلاً طلاؤں وغیرہ، کو مجرد منطقی استدلال کا موضوع سمجھ لیا جاتا ہے اور ان اثرات کو یکسر فراموش کر دیا جاتا ہے جو عملاً انسان پر پڑے ہیں (دیکھیے رورنامہ الجمهوریہ از ۹ تا ۱۷ جنوری ۱۹۵۴ء)۔ ایک اور گروہ الازھر پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ وہ ہر اصلاحی اقدام کی راہ میں روک بن کر کھڑی ہو جاتی ہے اور اسے آپ کو اسلام کا واحد محافظ سمجھتی ہے؛ حالانکہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو مساوات پر مبنی ہے، جس میں مذہبی احارہ داری کے لیے کوئی حکم نہیں اور دھن رسا رکھے والے ہر فرد کو مختلف امور میں رائے دینے کا حق حاصل ہے۔ بعض ادارے، مثلاً سرکاری یونیورسٹیاں، جہاں تفسیر قرآن، فقہ اسلام، عربی زبان وغیرہ کے اپنے نصاب ہیں یہ چاہتی ہیں کہ ان معاملات میں خود صاحب اختیار ہوں اور خود ہی اپنے طلباء یا اساتذہ کی کسی ایسی کج روی کے بارے میں فیصلہ کریں جو ان کے اندرونی ضبط و نظم سے

ابراھیم سلامة: *L'enseignement islamique en Égypte* : قاہرہ ۱۹۳۹ء؛ (۱۸) علی عبدالرازق: *من آثار مصطفیٰ عبدالرازق*، قاہرہ ۱۹۵۷ء، الازھر کے نازے میں ۱۹۱۱ء سے لے کر سرکاری متون و قوانین وغیرہ کا فرانسیسی ترجمہ دیکھیے (۱۸) *REL*، ۱۹۲۷ء، ص ۹۵ تا ۱۰۰، ۱۹۵ تا ۲۰۹؛ ۱۹۲۸ء، ص ۳۷ تا ۱۶۵، ۲۵۵ تا ۲۳۷، ۱ تا ۳۷؛ ۱۹۲۱ء، ص ۲۳۱ تا ۲۷۶، ۱۹۳۶ء، ص ۱ تا ۳۳۔ ان سب کے آغاز میں مقدمہ از A Sekaly (۱۹) ۱۹۳۶ء کے قانون کے مطابق مختلف مدارج کے سرکاری نصاب عامے تعلیم الگ الگ کتابوں کی صورت میں، مطبع الازھر نے چھاپ رکھے ہیں (پہلا سلسلہ نصاب ۱۹۲۸ء تا ۱۹۴۵ء میں؛ معمولی سلیبیوں کے ساتھ طبع ثانی ۱۹۵۳ تا ۱۹۵۶ء میں)؛ (۲) سالانہ سرائے آمد و خرچ بھی طبع کیا جاتا ہے، جس سے مزایہ الجامعہ الازھر والمعاہدہ الدیسہ لسہ ۱۹۵۳ء اور نصاب کے معیاروں وغیرہ کے مطابق اساتذہ اور معلمین کی تعداد درجہ وار دی گئی ہے۔

(J JOMIER)

- \* **الازھری: ایک سبب، جس سے عام طور پر**  
وہ جس مراد ہوتا ہے جس نے جامعہ الازھر [رکھ ناں]  
قاہرہ میں تعلیم پائی ہو۔
- \* **الازھری: ابراھیم بن سلیمان الحمصی، جس نے**  
۱۱۰۰ھ / ۱۶۸۸ء کے فریب الرسالۃ المحارہ فی  
مناہی التیارہ لکھا، جس میں اس نے ثابت کیا ہے  
کہ عربوں کی ریاست کے وقت انہیں چھوٹا، دوسرا  
دینا یا ان پر امتحان حلاف سرع ہے (دیکھیے  
*Verzeichniss der arab Hss der Kgl. Bibliothek zu Berlin*  
شمارہ ۶۲۹۴)۔ وہ ایک اور  
رسالے کا بھی مصنف ہے، جس کا موضوع بھوکے،  
بوسہ لیجے یا تعلیم ہونے سے متعلق فقہی احکام  
ہیں۔ اس کا نام *رحیق الفردوس فی حکم الریفی و*

دکھوہ بالا حوالہ کے علاوہ دیکھیے (۲) المقرری:  
الخط، قاہرہ ۱۳۲۶ھ، ۳: ۴۹ تا ۵۶، (۳) السیوطی:  
مصر محاصرہ، ۱۲۹۹ھ، ۲: ۱۰۳ تا ۱۰۸، (۴)  
'جبرئیل کے وقائع' اور (۵) علی پاشا مبارک:  
مخطوطات جدیدہ، ۱۹ تا ۴۴، ایسویں صدی میلادی  
کے پندرہویں ص ۷۷ کے لیے دیکھیے: (۶) سلیمان احمد الحمصی  
الریاسی، 'کثر العواہر فی تاریخ الازھر، قاہرہ، تقریباً  
۱۸۰۰ء و (۷) مصطفیٰ بیر: رسالہ فی تاریخ الازھر،  
دعہ ۱۳۰۰ھ، عصر حاضر کے لیے دیکھیے (۸) امجدو:  
ابواب، ۱: الجامع الازھر، سندہ فی تاریخہ، قاہرہ  
۱۳۰۶ھ / ۱۹۸۹ء، اور بالخصوص ارحہ ضروری تصنیف  
۱۹۰۱ء، محمد مد المدامہ الجامعی الازھر فی الف عام، قاہرہ  
۱۳۰۶ھ / ۱۹۵۵ء، بین حلدوں میں، جس میں مذکور  
دسہ بیروں سے بھی بحث کی گئی ہے اور (۱) عبدالکرم  
الصمدی: تاریخ الاصلاح فی الازھر، قاہرہ، دون تاریخ،  
مصر ۱۹۵۰ء کے آخر پر ہوتا ہے۔ یہ مؤخر الذکر  
سب ہی حسب ان معتد نصاب میں جو الازھر  
کی اصلاحات کے سلسلے میں لکھی گئی ہیں سے زیادہ  
دلچسپ ہے۔ اس میں ان کتب کے عنوانات درج ہیں جو  
سویں صدی کے حاتم کے وقت سے الازھر میں پڑھائی  
جانی رہی ہیں، تعلیمات و مطالعات کی تنظیم کے لیے  
دیکھیے (۱۱) VoHers، درآ، لائنڈ، طبع اول، تبدیل مادہ  
(۱۲) *L'instruction publique en Égypte* E Dor  
۱۸۹۰ء، ص ۳۴ بعد، ۲۰۵ بعد؛ (۱۳)  
*L'enseignement la doctrine et* P Arminjon  
*la vie dans les universités musulmanes*، پیرس ۱۹۰۷ء  
سر (۱۴) Johs Pedersen، *Al-Azhar, et*  
*Muhammedansk Universitet*، کوپن ہیگن ۱۹۲۲ء (۱۵)  
*Materials on Muslim Education in* A S Tritton  
*the Middle Ages*، لندن ۱۹۵۷ء (۱۶) J Hey-  
*An Introduction to the History of* worth-Dunne  
*Education in Modern Egypt*، لندن ۱۹۳۹ء (۱۷)



یہ اس نے اپنے وطن میں مطالعے اور عزالت میں بسر کی۔

الازہری کے کام کا علم ہمیں چودہ تصانیف کے ناموں کی اس فہرست سے ہوتا ہے جو یاقوت اور ابن حلیکان نے فراہم کی ہے (اور جسے حروی طور - السیوطی نے بھی بحوالہ الوعاء، ص ۸، میں نقل کیا ہے)۔ اس میں تعلقات اور او تمام کے ذبواں شرحوں کو چھوڑ کر نامی سب کتابیں لعل ہیں۔ ان میں سے ایک لعل ہم تک پہنچی ہے (جو ابن حلیکان کے وقت میں دس جلدوں پر منظر تھی)، جس کا نام بہدیت اللعہ ہے۔ یہ کتاب ابھی تک طبع نہیں ہوئی، لکن اس کے مخطوطات لندن استاسول اور ہندوستان میں موجود ہیں، دیکھیں فہرست، در تراکلمان - یہ مجموعہ اس سالے ہمار کیا گیا ہے جو الازہری کو اپنے استاد المدری سے ملا تھا۔ یاقوت (ارساد، مقام مذکور) تو المدری سے لعل کی ایک مکمل کتاب کی روایت کا بھی ذکر کرتا ہے۔ اس کتاب کی سادی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اس طریقے کو قائم رکھا گیا ہے جس طرح حلیل سے اپنی کتاب العین میں زالی بھی یعنی اس میں مادوں کو عام رواج کے مطابق درج تہجی کی عام ترتیب کے لحاظ سے نہیں بلکہ صو، تقسیم کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے، اس طرح ابتداء حلقی حروف سے کی گئی ہے اور انتہا حروف شعوی پر۔ بہدیت سے اس مخطوطے لسان العرب میں تکثیر استعادہ کیا ہے۔

مآخذ: یاقوت: ارساد، ۶: ۱۹۷ تا ۱۹۹

مطبعة قاهرة، ۱۷: ۱۶۷ تا ۱۶۸، (۲) ابن حلیکان، ص ۵

۱۸۱۳: ۱: ۵۰۱ = طبع معنی الدین، قاهرہ ۱۸۹۸-۱۹۰۸

۴۵۸ تا ۴۶۲: (۳) Zetterstéen، در ۱۸۷۰، ۶

(۴) Kraemer، در ۱۹۲۰: ۱ تا ۱۰۶، (۵) تراکلمان، ۱: ۱۲۹

۶ (۱۹۵۳): ۲۱۳: (۵) تراکلمان، ۱: ۱۲۹

البوس ہے (وہی کتاب، شمارہ ۵۵۹۶)۔

مآخذ: تراکلمان، ۲: ۳۱۰۔

(C. BROCKFLMANN تراکلمان)

\* الازہری: ابو منصور محمد بن احمد بن الازہری، عرب لغوی، ۵۲۸۲/۸۹۵ میں مقام ہرات پیدا ہوا اور ۵۳۷۰/۹۸۰ میں سی مقام ہرات وفات پائی۔

الازہری اپنے ایک ہم وطن محمد بن جعفر المندری (م ۵۳۲۹/۹۹۷)، لغوی، کا شاگرد تھا، جس نے خود ثعلب [رک نان] اور المتد [رک نان] سے تلمذ کیا تھا (دیکھیں یاقوت: ارساد، ۶: ۳۶۷-۳۶۸، مطبعة قاهرہ، ۱۸: ۹۹ بعد)۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عموماً سبب ہی میں عراق چلا آیا تھا۔ یاقوت کے بیان کے مطابق اس نے بغداد میں بظونہ سے صرف و نحو کی تحصیل کی، انکی الزحاح اور ابن درید سے بہت کم استفادہ کیا۔ اگر شافعی فقہاء کی اس فہرست کو صحیح تسلیم کر لیا جائے جو یاقوت نے دی ہے اور جس کے متعلق فرض کیا جاتا ہے کہ وہ الازہری کے اساتذہ بھی ہو سکتے ہیں شافعی فقہ پر پورا غور حاصل ہو گا ہوگا۔ ۵۳۱۲/۹۴۴ میں جب وہ مکہ [مکرمہ] سے کوثر کی جانب حجاج کے ایک قافلے کے ساتھ واپس آ رہا تھا تو قافلے پر قرامطہ [رک نان] نے التہییر کے مقام پر حملہ کر کے کچھ لوگوں کو قتل کر دیا اور بعض کو مد کر لیا۔ الازہری دو سال تک بحریں کے ندویوں کے ہاں، جہوں نے قرامطہ اختیار کر لی بھی، قید رہا۔ انک عبارت میں، جو یاقوت اور ابن حلیکان نے نقل کی ہے، وہ بیان کرتا ہے کہ اس نے کس طرح ان ندویوں کے مابین اپنے مقام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی زبان سیکھی، جو قول اس کے نہایت شستہ تھی۔ اس کی قیہ زندگی ہمارے لیے ایک راز سرستہ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

تکملہ، ۱: ۱۹۷.

(بلاشیر R BLACHÈRE)

\* **الازہری:** احمد بن عطاء اللہ بن احمد، علم دین و بیان پر ایک کتاب موسومہ *تہذیب الاعجاز فی الحنفیہ و المہاجر کا مصنف*، جو ۵۱۱۶ھ/۱۱۲۸ء میں لکھی گئی۔ اس کتاب کا علم، جس پر مصنف کے بیٹے کی طرف سے ایک سرح بھی ہے، ایک معطوطے کے ذریعے ہوا، جس کی کتب Ahlwardt نے لکھی ہے۔ دیکھیے تراکمان، ۲: ۲۸۷.

(تراکمان C BROCKELMANN)

\* **الازہری:** خالد بن عبد اللہ بن ابی نضر، مصری جنوی، مجدد مصر میں خراج کے مقام پر پیدا ہوا اسی سے "خرجاوی" کی وہ سب مآخوذ ہے جو مصر اوراد، اس کے نام کے ساتھ استعمال ہوتی ہے) اور ۵۹۰ھ/۱۱۹۹ء میں قاہرہ میں وفات پائی۔ وہ صرف و نحو کی ایک کتاب *المقدمۃ الازہریہ* اسی علم العربیہ کا مصنف ہے (مطبوعہ نولای ۱۲۵۲ھ، جس کے ساتھ مصنف کی لکھی ہوئی سرح بھی ہے۔ جدید طبعیں: نولای ۱۲۸۷ھ اور قاہرہ ۱۳۰۳ھ، مع مختلف اسانید کے حواشی کے)۔ الازہری نے صرف و نحو پر متعدد کتابیں، در ان مالک [رکۃ آن] فی الفہ در ان ہمام کی سرح پر سرح اور لوبیری [رکۃ نان] کے [قصیدہ] بردہ اور آخر و مسہ تہ، رحیں بھی لکھی ہیں۔ الازہری کو اسے وقت میں بڑی سہرت حاصل ہوئی۔ النسوطی کا شمار اس کے ساگردوں میں ہوتا ہے۔

مآخذ: (۱) تراکمان، ۲: ۲۷: (۲) سرکیس.

معجم المطبوعات العربیہ، ص ۸۱۱.

(تراکمان C BROCKELMANN)

\* **ازیمت:** دیکھیے سب.\* **ازیمک:** دیکھیے نجوم.\* **اساس:** دیکھیے اسمعیلیہ.

\* **اساف:** منکب کے ایک نب کا نام، جس کا ذکر تقریباً ہر جگہ نائلہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ روایت یہ ہے کہ یہ دو نام قبیلہ حرم کے ایک مرد اور ایک عورت کے ہیں، جو حرم کعبہ کے اندر بدکاری کے مرتکب ہوئے اور اس کی بادشاہ میں پتھر سے نشے۔ انتہاء میں انہیں انصاف اور المروہ پر رکھ دیا گیا تا کہ دوسروں کے لیے باعث عبرت ہوں، لیکن بعد میں عمرو بن لُحی کے حکم سے ان کی برستیں ہونے لگی اور اس وجہ سے انہیں دو مقدس نہر سمعوا جانے لگا، لیکن ان کے ناموں کی [کوئی معقول] وجہ انہی تک نہیں ہو سکی۔ اس بارے میں جو کوششیں کی گئی ہیں ان کا نام ڈوری *De Israelieten te Mekka Duzy*، ص ۱۹۷ میں موجود ہے۔

مآخذ: (۱) *Reste Arab Heiden- Wellhausen*

thums، بار دوم، ص ۷۷.

\* **اساک:** ISAAK، دیکھیے اسحق.

⊗ **اسامۃ:** بن رید بن حارثہ بن شرحمل الکلی انہاسمی۔ اسامہ نام ہے، ابو محمد (اور ابو رید) کتب، جب رسول اللہ صلعم، یعنی "آنحضرت صلعم کے محبوب" لقب (اس حجر: تہذیب التہذیب؛ ابن الأثیر: اسدالغانہ، بدیل مادہ)۔ حضرت برکہ ام آمن کے بطن سے پیدا ہوئے۔ وہ آنحضرت صلعم کی کھلائی نہیں۔ والد حضرت رید آنحضرت صلعم کے محبوب اور مسہ بولے بیٹے تھے۔ گونا آنحضرت صلعم کی محسوبیت کا شرف آپ کو والدین سے ورثے میں ملا۔ آپ نے اسلام ہی میں آنکھ کھولی اور کمر و رک کی آلودگیوں سے کبھی ملوث نہیں ہوئے، مول صاحب تہذیب التہذیب آپ جانتے تھے تو صرف اسلام (لَمْ یَعْرِفْ إِلَّا الاسلام)۔ فتح حیر کے بعد آپ کا وظیفہ مقرر ہو گیا، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رہیں تھیں ملی اس کے

ایک حصے کے پھلوں اور غلے کی ہداوار میں آپ کو بھی حصہ دیا گیا (جَعَلَ لَهُ سَهْمًا فِي الثَّمَرِ وَالْقَمَحِ مِنْ زَيْعِ الْأَرْضِ أَمَّا هَآلُكَ عَلَى رَسُولِهِ بِحَيْرٍ) ابن ہشام : میرہ، طبع (فُیْثِلْتُ، ص ۷۷۵، ۷۷۶) اور اس کے انتظام کے لیے آپ اکثر وہاں تشریف لے جاتے۔ زندگی نہایت سادہ تھی۔ وفات پر کوئی مال و زر نہیں چھوڑا۔ عمر بھر دس کے حدسہ گزار رہے۔ کسی فتنے سے آلودہ نہیں ہوئے۔ ہجرت کا سرف بھی رسول اللہ صلعم کی معیت میں حاصل کیا۔

غزوہ اُحد پیش آیا تو آپ کا س دس گیارہ برس سے زیادہ نہیں تھا۔ جہاد میں شرکت کے آروم سے تھے، لیکن سبب کم عمری احزاب نہ ملی۔ مکہ معظمہ فتح ہوا (۹ھ) تو آپ آنحضرت صلعم کے ہمراہ سب اللہ میں داخل ہوئے۔ الحارثی، کتاب المعاری، میں ہے کہ نبی اکرم صلعم ایک دافہ پر سوار تھے۔ آپ کے حلو میں حضرت بلالؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت طلحہؓ تھے اور ردیف میں حضرت اسامہؓ۔

۱۱ھ میں آنحضرت صلعم نے حضرت اسامہؓ کو اس حسن کا سردار مقرر فرمایا جو موبہ میں حضرت ریدؓ اور حضرت جعفر طہارؓ کی شہادت کے بعد تیار کیا گیا اور جس سے مقصود یہ تھا کہ اسلامی لشکر رومی علاقے میں یلغار کرے تا کہ سرحد فتنہ و فساد سے محفوظ ہو جائے، لیکن صحابہ نے آپ کی نو عمری کے باعث آپ کی سرداری پر اعتراض کیا۔ آنحضرت صلعم کو خبر پہنچی تو باوجود علالت کے باہر شریف لائے اور حضرت اسامہؓ کے حق میں تقریر فرمائی۔ آپ نے حضرت اسامہؓ کو اپنے دست مبارک سے علم عطا کیا تھا، لیکن آپ ابھی اپنی پہلی سرلگہ حرف تک، جو مدینہ منورہ سے زیادہ دور نہیں، پہنچے تھے کہ آنحضرت صلعم کی طبع زیادہ خراب ہو گئی۔ اس خبر کو س کر حضرت

اسامہؓ لوٹ آئے، مگر جس روز آپ مدینہ منورہ پہنچے مرض میں افاتہ تھا، لہذا آنحضرت صلعم کے ارشاد پر آپ بھراپسی مہم پر روانہ ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ اور متعدد صحابہ کبار شریک لشکر تھے، لیکن حضرت اسامہ انہی حرف سے روانہ نہیں ہوئے۔ پائے تھے کہ حضرت ام ایمنؓ کی اطلاع پہنچی کہ رحلت مصطفوی کا وقت قریب ہے، لہذا آپ سع لشکر مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ بخاری، کتاب المعاری، میں ہے کہ آپ نے حضورؐ کی نعہ و بدمیں سے سر نکالنے اور حضورؐ کا حسد اظہر فرم میں اتارنے کا سرف بھی حاصل کیا۔

حضرت ابوبکرؓ حلفہ مستحب ہوئے، حسا کہ آنحضرت صلعم کا ارشاد تھا آپ نے باوجود فتنہ ردہ کے، جس نے فائل کو عاوب پر آمادہ کر دیا تھا، حسا اسامہؓ کو بھر باری کا حکم دیا، کو باعتبار آپ کے س و سال اور باعبار حالات بھر اس کی مخالفت کی گئی۔ حضرت عمرؓ کی رائے بھی نہ اس مہم کو کسی آرمودہ کار صحابی کے سپرد کیا جائے، لیکن حضرت ابوبکرؓ اسی رائے پر قائم رہے۔ آپ نے فرمایا یہ آنحضرت صلعم کا حکم ہے جس سے سر بانی ممکن نہیں، لہذا حضرت اسامہؓ بھر اس مہم پر روانہ ہو گئے اور ارض شام میں دور تک یلغار کرتے ہوئے اسی تک پہنچ گئے۔ یہ وہ فریہ ہے جسے آج کل خاں الریب کہتے ہیں۔ جبہ روز المرحہ میں کہ دمشق کے قریب ایک قریہ ہے قیام فرمایا (بہدیت السہدیت، مدیل مادہ)۔ اس کامات مہم پر کہ ایک طرح سے تسخیر شام کی تمہید تھی، مدینہ منورہ میں حوسی کی لہر دوڑ گئی۔ آپ مدینہ منورہ واپس آئے اور کچھ دنوں کے بعد حضرت ابوبکرؓ فتنہ ردہ کے سلسلے میں الانرق تشریف لے گئے تا کہ ناعی قائل کی سرکوبی کریں



شیرز کا لفظ استعمال ہوا ہے :

تقطع اساب النانة والهوى  
عشده رحبا من حماه وشررا

عبدالله بن قيس الرقيات کہتا ہے :

قوا حزنا اد فارقونا و حاوروا  
سوى قومهم اعلی حشاة و شررا

(ياقوت : معجم البلدان، ۳ : ۳۵۳)

آج کل یہ شہر شہر کے نام سے مشہور ہے۔ [ہو مقد کے رئیسوں کا دارالحکومت نہیں تھا۔ یہ لوگ میقذی امراء کہلاتے تھے۔

[اس خاندان کی ابتداء ایک کنعانی عرب سعد

سے ہوئی، جس کا سلسلہ نسب بعرب بن فحطان

نک پہنچا ہے۔ تاریخ کے اور ای نابی خاندان

مقد اور اس کے شے نصر کے متعلق خاموش ہے۔

اس خاندان کے پہلا فرد، جس کے متعلق ہمیں

اطلاعات ملی ہیں، ابو الموح محلیس الدولہ مقد

ابن نصر (م. ۵۴۵) ہے، جو اپنے خاندان اور قبیلے میں

اپنی حراب، سعاع، حود و سحا اور علم نواری

نر دوسری خصوصیات کی بنا پر نہایت ممتاز تھا

(وفیات الاعیان، ۲ : ۱۱۸، لباب الآداب، ص ۳۶۸)۔

اس کا نسا عبدالدولہ سدید الملک ابو الحسن علی

(م. ۵۷۵) علم و ادب کا مرنی اور سرپرست تھا۔

ابن العطاء العنابی کے دیوان میں اس کی مدح میں

متعدد قصائد ملیے ہیں۔ یہ خود بھی شاعر و ادیب

تھا (وفیات الاعیان، ۱ : ۳۶۷، راعب الطحاح :

اعلام النبلاء فی تاریخ حلب، ۳ : ۲۱۱)۔ اس

عسا کر کی روایت کے مطابق وہ سام میں لعب اور

بحو میں سد کا درجہ رکھتا تھا (ابن القلاسی :

تاریخ دمشق، ص ۱۱۴، لڈن ۱۹۰۸ء)۔ اس کے

اشعار کے کچھ نمونے یاقوت الحموی اور ابن حلیکان

سے نقل کیے ہیں (معجم الادباء، طبع مرحلوٹ،

۱۸۹ : ۲ و بیات الاعیان، ۱ : ۳۶۷)۔

اس کی بیداشت سے چار برس پہلے صلیبیوں نے  
یروشلم پر قبضہ کر لیا تھا، لیکن اس کی وفات سے  
ایک سال پہلے [سلطان] صلاح الدین ایوبی نے اسے  
دوبارہ فتح کر لیا۔ عمر بھر فرنگوں کے ساتھ اس کے  
ملاقات کبھی معاندانہ اور کبھی دوستانہ رہے۔

بدرہ برس کی عمر میں اسے سیرر کی حفاظت

کرنے کے لیے ڈسکریڈ کی فوجوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔

یہ فوجیں انطاکیہ سے حملہ آور ہوئی تھیں۔

اسے والد کی بلند میں، جو محض ایک معاہد

ہی نہیں بلکہ شکاری بھی تھا اور حفاظ بھی، اُسامہ

نے بھی اپنا وقت حہاد، سیر و سکار اور تحصیل علم و

ادب میں صرف کیا۔ وہ سو برس (۱۱۲۹) نا

(۱۱۳۸ء) تک موصل کے اتانک رنگی کی فوج میں

رہا، لیکن اپنے والد کے افعال (۵۴۱ء) کے

بعد اسے سرر چھوڑنا پڑا، کیونکہ جب اس کا چچا

[عبدالدولہ ابو العساکر، سلطان] سرر کا حاکم ہوا

تو وہ اُسامہ کی حری سہرہ کی بنا پر اسے شوں کی

حاطر اس سے حسد کرنے لگا، چنانچہ اُسامہ نے چھپے

برس (۱۱۳۸ تا ۱۱۴۴ء) توری حکمرانوں کے ہاں

دمشق میں گزارے۔ جب حکومت یروشلم سے

معاہدات کے بعد بمقابلہ تر اس ہو گئے و اسے

فرنگوں کے ساتھ ساسانی کے مواقع پہلے سے بھی

زیادہ حاصل ہو گئے، چنانچہ بہت سے فرسان دس

(الدایہ Templars) کے ساتھ اس کی دوسری ہو گئی۔

اس کے بعد وہ [۵۴۹ء میں] دمشق سے مصر

چلا گیا، جہاں فاطمویوں کی حکومت اسے دس دس

بھی۔ یہاں پہنچ کر (۱۱۴۴ء اور ۱۱۵۴ء کے

درمیان) وہ سارشیوں میں الجھا رہا اور اس نے فلسطین

میں صلیبیوں کے خلاف متعدد مہمیں کی سربراہی کی۔

بالآخر دس برس کے قیام کے بعد اسے [با دل باحواستہ]

قاہرہ چھوڑنا پڑا۔ راستے میں اس کی کتابوں کا تمام

دحیرہ ضائع ہو گیا، جس میں چار ہزار سے زیادہ

حیو طاب تھے۔

دمشق میں دوسری دفعہ آباد ہوئے کے بعد وہ اپنے مائے مریدی سلطان رنگی کے فرید اور مشہور معتمد سلطان نورالدین کی معیت میں متعدد بار یمنوں کے خلاف معرکہ آرا ہوا (۱۱۵۸ء تا ۱۱۶۱ء)۔ پھر ۵۵۲ھ / ۱۱۵۷ء میں ایک ہولناک زلزلے سے اس کا بھر نالکل بنا ہوا گیا۔ اس کے بعد اس نے ۵۵۵ھ / ۱۱۶۰ء میں، اس نے دمشق اور عمار، شامہ کی دیار کی۔ اس نے مدائن کے اس میں ۱۱۶۸ء سے اے کرم ۱۱۷۱ء تک رہا۔ حصہ حصہ میں فرہ ارسال آرمی کے ساتھ تیار اور زادہ علمی کاموں میں مشغول رہا۔ اس عرصے میں سلطان صلاح الدین انونی پر یمنوں کے خلاف یمنوں میں کام لیا گیا۔ شام کی سمریت اسامہ بن مرشد دوسری بار دمشق سے کوچ کرنا اور یہیں بڑی عمر کو پہنچ کر اس نے ۵۸۸ھ / ۱۱۸۸ء میں وفات پائی۔ اس کا سرار آدھ فاسوں پر واقع ہے، جس کی دیار میں اس کے بعد مشہور مؤرخ ابن حنکلی نے کی تھی۔ اسامہ ایک ایسے خاندان کا فرد ہے جس کے بارے میں ادبی تصانیف میں اکثر کیا جا رہا ہے (۱۰۰) دیکھئے یاقوت: معجم الادباء، ۲: ۱۷۳ (۱۹۷۰)۔ اسامہ بن مرشد والد محمد الدین ابو سلامہ مرشد (۱۱۶۱ء تا ۱۱۷۱ء) فروع وسطیٰ میں امارت اور سرکاری کی ساری خصوصیات سے متصف تھے۔ شجاع، محض اور فوجی جنگ میں ماہر ہوئے کے علاوہ ادب اور فنون لطیفہ میں بھی اچھی دسترس رکھتے تھے۔ وہ بہت اچھے حفاظ تھے۔ ان کی وفات کے بعد قرآن [ناک] کے دیسا میں سحرے ان کے ہاتھ لکھے ہوئے موجود ملے، جس میں دو سحرے مذہب و مصلحت تھے۔ ان میں سے بعض حفاظی کے بہترین نمونے کہے جا سکتے تھے [اسامہ بن مرشد: کتاب

الاعتبار، ص ۵۳، طبع ویلس جی Hitti، ۱۹۳۰ء]۔ خود اسامہ نے بھی ایک شاعر و ادیب ہی کی حیثیت سے سہرت پائی۔ اس کا دیوان دو جلدوں پر مشتمل ہے [یہ دیوان ابن حنکلی کی نظر سے گزرا تھا اور اس نے اس کے مسجعہ اشعار بھی اپنی کتاب میں دیے ہیں۔ یہ مسجعہ خود مصنف کے ہاتھ لکھا ہوا تھا۔ ابو سامہ الدنسی اور حماد الاصمہانی نے بھی اس کا دیوان دیکھا تھا اور ان مصنفین نے اسی تصانیف کتاب الروسی فی احبار الدولین، (۱۲۸۷ھ)، تاریخ الاسلام (سبعہ رضائہ رام پور) اور فرید العصر و حریہ اہل العصر (سبعہ کتب خانہ ملی تونس) میں اسامہ کے اشعار نمونے کے طور پر درج کیے ہیں]۔ دیوان اسامہ النافعی (۱۱۶۸ء / ۱۲۶۷ء) کے زمانے میں موجود تھا اور انہوں نے اس کا مطالعہ کیا ہے (دیکھئے مرآۃ الجنان، ۳: ۷۲)۔ [آٹھویں صدی ہجری کے بعد بظاہر یہ دیوان کم ہو گیا کیونکہ النافعی کے بعد کوئی شخص اس کے دیکھنے کا مدعی نہیں]۔ درابورج Derenbourg نے اس کے کچھ اشعار گویا Gotha کے نامکمل نسخے اور متعدد شعری مجموعوں سے جمع کر کے شائع کیے ہیں (Ousama b Mounkidh، ج ۱، La vie d'Ousama، تونس ۱۸۸۹ء تا ۱۸۹۳ء، ص ۳۶ تا ۳۸، ۵۴ تا ۵۶) [میں اس میں اشعار کی تعداد بہت کم ہے۔ اسامہ کی اہمیت اور دیوان کی نانی کے سبب نظر ۱۹۹۴ء میں الاساد عبدالعزیز المسمیٰ کی کتاب میں مختار الدین احمد نے علمی اور مطبوعہ مصادر سے اسامہ کے اشعار جمع کر کے ایک دیوان مرتب کیا تھا (دیکھئے دیوان شعر الامیر مؤید الدولہ اسامہ بن مرشد السمری، بقیہ و افتخار من المطبوعہ و المخطوطہ محسار الدین احمد لسل شہادہ الاستادیہ (MA) فی اللہ العربیہ و آدابها

دائرے سے بہت زیادہ دور تک پہنچتی ہے۔ اس میں اس کی یادداشتیں ہیں اور اس کے زمانے کی جتنی جاگزی تصویر ہے، جس سے اس اور جنگ دونوں زمانوں کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اس کتاب کا صرف ایک ہی قلمی نسخہ معلوم ہے، جسے ڈرا سورج نے اسکوریا، Escorial میں دریافت کیا (دیکھیے *Comment J'ai decouvert en 1880 à l'Escorial le manuscrit arabe contenant l'autobiographie d'Ouserna b Mounkidh* جو ہوبمان G Schuman کے حرمس ترجمے کا مقدمہ ہے، دیکھیے نیچے)۔ اس کتاب کا مکمل ترجمہ چار مرتبہ کیا گیا ہے، فرانسیسی میں ڈرا سورج نے (پیرس ۱۸۹۵ء)، حرمس میں G Schumann نے (Innsbruck ۱۹۰۵ء)، روسی میں سلیٹر Salier نے (مع مقدمہ، تعلقات، مہرست کتاب معلقہ، I Kratschkovsky، پیٹرو گراڈ Petrograd ۱۹۲۲ء) اور انگریزی میں جینی Hitti نے (نیویارک ۱۹۲۹ء) [اس کتاب کا ایک اور انگریزی ترجمہ G R Potter نے ۱۹۲۹ء ہی میں لنڈن سے سائع کیا۔ کتاب الاعشار کا اردو ترجمہ محارالدین احمد حاتم علی گڑھ نے مکمل کر لیا ہے اور عقرب سائے ہوگا۔ اس کتاب کا عربی متن پہلی مرتبہ ڈرا سورج نے لائڈن سے ۱۸۸۴ء میں اور فلپ جینی نے جامعہ پرنسٹن (امریکہ) سے ۱۹۳۰ء میں سائع کیا۔ ابھی حال میں جینی Hitti کے ایڈیشن کو عکس کے ذریعے چھاپ کر سائع کیا گیا ہے]۔

اسامہ کی نقہ تصورات صرف قلمی نسخوں کی شکل میں بٹی حاشی ہیں۔ اس نے فی شعر پر بھی ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام البدیع فی البدیع ہے (بعض نسخوں پر نام البدیع فی نقد الشعر درج ہے، دیکھیے مخطوطات دارالکتب المصریہ، ۴ : ۱۲۴)۔ ڈرا سورج نے (برلن، لائڈن اور قاہرہ کے) بین نسخوں کی مدد سے اس کا حال لکھا اور اس کے اقتباسات دیے ہیں (کتاب مذکور،

تحت مراقبہ الاستاذ عبدالعزیز المیمی، نسخہ خطی محرومہ کتاب خانہ جامعہ علی گڑھ)۔ کچھ عرصے کے بعد دارالکتب المصریہ کو دیوان کا ایک نسخہ، مکتوبہ ۶۸۸ھ، ہاتھ لگا۔ اس پر ایک مضمون مجلة الكتاب، ۳ : ۵۰۶ میں شائع ہوا ہے۔ اُسے قاہرہ سے ۱۹۵۳ء میں احمد المدوی اور حامد عبدالحمید نے شائع کیا۔ دیوان مطبوعہ سے مقابلہ کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ محارالدین احمد کے مرتب کردہ شعری مجموعے میں بہت سے اسے اشعار موجود ہیں جن کا ہا دیوان مطبوعہ میں نہیں، اس لیے اس مجموعے کی اہمیت اب بھی باقی ہے۔ دیوان کے کچھ اور نسخے بھی بعض کتب خانوں میں محفوظ ہیں، جن کا علم دیوان کے مرتب کو نہیں۔ دیوان اسامہ کے ایک مکمل اور علمی نسخہ ایڈیشن کی ضرورت اب بھی باقی ہے]۔ اس کی تصانیف میں بارہ کے قریب کتابوں کا مجموعہ علم ہے (قب ڈرا سورج Derenbourg، کتاب مذکور، ص ۳۱ تا ۳۳۹)، لیکن اس وقت ان میں سے صرف پانچ موجود ہیں [اب اس کی دو اور کتابوں کا ہا چلا ہے۔ یہ تحریر مساف امر المومنین عمر بن الخطاب لاس الحوری اور تحریر مساف عمر بن عبدالعزیز لاس الحوری ہیں۔ اول الذکر کتاب کا ایک نسخہ کتاب خانہ برلن میں دوسری عالمگیر جنگ کی ابتداء تک محفوظ تھا اور غالباً اب بھی ماربرگ یا ٹونگن میں موجود ہوگا۔ اس کا ایک نسخہ دارالکتب المصریہ میں محفوظ ہے۔ دوسری کتاب کا نسخہ برلن (شمارہ ۹۷۵۹) اور کتاب خانہ تیموریہ (تاریخ : ۱۵۱۳) میں اور اس کا مانکرو فلم معہد المخطوطات قاہرہ (تاریخ : ۵۲۲؛ فلم شمارہ ۶۰۳) میں محفوظ ہے]۔

اس کی سب سے زیادہ قابل توجہ اور دلچسپ تالیف کتاب الاعتبار ہے، جس کی اہمیت ادب عربی کے عام

عبدالسلام ہارون نے نوادر المخطوطات (حصہ دوم، ص ۱۷۵ تا ۲۱۵) میں قاہرہ سے ۱۹۵۱ء میں شائع کر دیا ہے۔

ابھی حال میں اسامہ کی ایک اور کتاب بھی ملی ہے، جس کا اب تک علم نہیں تھا، یعنی کتاب المارل و الذیاری (مصحف کا خود نگاشتہ نسخہ، محررہ ۵۰۶۸ / ۱۱۷۲ء، در حصص کیفی)۔ یہ نسخہ لندن گراڈ کے ایسٹنک سوریم میں ملا ہے۔ اس انتخاب کا باعث وہ رلرلہ ہوا حوا گسٹ ۱۱۰۷ء میں آیا تھا اور اس میں منارل، دیار، معانی، اطلال، ربع، دس اور رسم و عمرہ کے بارے میں ہر رسم کے اساسات ہیں۔ اس قلمی نسخے کا حال Kratschkovsky نے شائع کیا ہے اور میں نے یہ اس اساسات بھی نقل کر دیے ہیں (Zapiski، طبع نائی، ۱ : ۱۸) [سر دیکھئے اسی مصنف کا مقالہ مجلہ المجمع العلمی العربی (جولائی ۱۹۲۵ء) میں۔ اس کتاب کا عکس روسی مقدسے اور حواشی کے ساتھ اس خالدوف نے ۱۹۶۱ء میں لس گراڈ سے شائع کیا ہے۔ اس کا تحفہ و تبدیلی میں محارالدین احمد اساعب کے لیے مرتب کر رہے ہیں۔] اسامہ کی ایک اور تصنیف کا ایک قلمی نسخہ لسانہ الادب کے نام سے ۵۰۹۸ء کا لکھا ہوا قاہرہ میں یعقوب صروف، مدیر رسالہ المقتطف، کے پاس ہے۔ اس کے متعلق ہمیں تفصیلات ابھی نہیں ملیں [یعقوب صروف نے اس کتاب پر ایک سلسلہ مضامین سرد قلم کیا ہے، جو المقتطف کے دسمبر ۱۹۰۷ء، اپریل اور مئی ۱۹۰۸ء کے شماروں میں شائع ہوئے ہیں۔ اس کتاب کا ایک اور نسخہ، مکتوبہ ۱۰۶۲، دارالکتب المصریہ میں محفوظ ہے۔ احمد محمد ساکر نے ان دونوں نسخوں کی مدد سے اس کا متن تیار کر کے ۱۹۳۵ء میں قاہرہ سے شائع کیا ہے۔

[اسامہ کی اولاد میں صرف ایک بیٹے عبدالذین

۲۰ تا ۳۳۱، ۶۹۱ تا ۷۲۲ء) [اس کتاب کا مقدمہ نسخہ، ۷۱۱ء کا لکھا ہوا، مکتبہ بلدیہ مصریہ میں محفوظ ہے، اس کی کتابت یوسف بن یوسف الماردیسی نے کی ہے]۔ ان نسخوں پر ہم اب ایک اور نسخے کا بھی اضافہ کر سکتے ہیں۔ لیس گراڈ کے Asiatic Museum میں موجود نسخہ Kratschkovskysky [در مجلہ المجمع العلمی العربی، دمشق ۱۹۲۵ء، ص ۳۳۵ و] در ۱ : ۳ تا ۴) [یہ کتاب اب احمد مدوی حامد عبدالحمید کی تحفہ اور ابراہیم دمی کی مراجعت کے بعد قاہرہ سے ۱۹۶۰ء میں شائع ہو گئی ہے، اس کا ایک احصار، عنوان مختصر سفر، لائڈن میں محفوظ ہے۔ یہ رسالہ بھی ۱ : ۳۳۵ سے شائع ہو گا ہے]۔ اسامہ کی ایک تصنیف اب انعام بھی ہے۔ [سرخلووب D S Margoliouth] اسی مجمع الادباء [اریافرب] کی طباعت (۲ : ۱۸۱) احمد محمد ساکر نے مقدمہ لسانہ الادب میں غلطی اس لسانہ کا نام لسانہ القصا لکھا ہے۔ اس میں نظم کے متعدد اساسات ہیں، جن میں ان تمام مساوی کا ذکر ہے جنہیں تاریخ، [ادب] یا تاریخ میں اہمیت حاصل ہو گئی (دراسورع Drenbou : کتاب مسد کور، ۱ : ۳۳۴ تا ۳۳۶) [اس کتاب کے نسخے لائڈن قاہرہ میں محفوظ ہیں۔ محارالدین احمد، جامعہ قاہرہ، نے ایک نسخہ کتب خانہ مداحس، کمی و میں تلاش کیا ہے، جس کا ذکر وہاں قہرہ میں موجود نہیں۔ اس کے سرورق پر نام ابوالمحاسن یوسف بن رافع بن سداد لکھا ہوا ہے]۔ اس پر اس قلمی نسخے کا بھی وہ کر سکتے ہیں جو سلاں میں موجود ہے زمین سے آنا ہے (دیکھئے Gnffim، در ZDMG، ۶ : ۷۱۵) [کتاب القصا کو



Derenbourg نے اپنی مسوط تالیف میں جمع کر دیا ہے (دیکھیے اوپر)۔ اسی نے اسامہ کے متعلق الگ الگ متعدد مقالے بھی لکھے ہیں (قب سرائکمان، ۱: ۳۲۰)۔ یہ مقالے اس کی کتاب *Notes d'un arabisant* (پیرس ۱۹۰۰ء، ص ۳۱۳ تا ۳۳۶) میں دوبارہ شائع ہوئے، (۲) ان مقالوں اور ان کے بعد کی تصنیفات، پر اہم تبصروں کا، جو ان کتابوں پر لکھے گئے، ذکر Ign Kratschkovsky نے کتاب الاعصار کے اس روسی ترجمے کے صحیفے میں کر دیا ہے جو M Salier نے کیا ہے (پیٹروگراڈ ۱۹۲۲ء، ص ۲۰۶ تا ۲۱۲)۔ پیر دیکھیے (۲) T Kowalski *Pamiętniki arabskie z pierwszego wieku krusyat* در *Przegląd Warszawski* ۱۹۲۳ء، شماره ۱۸: ص ۳۸ تا ۴۰ و (۳) Ign Kratschkovsky *Naj-wieksze sočinenie Usamy* در *Żapiski*، شخ ثانی، ۱ (۱۹۲۵ء)، ۱۸ تا ۱۹ - [اب ان مآخذ پر دس تا اضافہ کیا جا سکتا ہے (۵) Mukhtar-ud-Din Ahmad *The Bani Munqidh, their scholastic and literary pursuits, with special reference to Mu'ayyid al-Daulah Usāma b Munqidh al-Kirānī al-Shayzūrī* غیر مطبوعہ، محروہ لٹرحانہ مسلمہ یونیورسٹی حیدرآباد ۱۹۴۹ء؛ (۶) الأستاذ محمد حسین: اسامہ بن منذر (۷) طاهر السعانی: اسامہ بن منذر (۸) مختار الدین احمد دیوان اسامہ بن منذر (دیکھیے اوپر) (۹) الرزیکلی، الاعلام، طبع ثانی، ۱۹۵۹ء، ۱: ۲۸۲؛ (۱۰) عمر رشید کتبہ معجم المؤلفین دشنی ۱۹۵۷ء، ۲: ۲۲۰ (۱۱) احمد المدوی، الحیاة الادبیة فی عصر الحروب الصلیبة بمصر والسام، ص ۱۷۱ تا ۱۸۸؛ (۱۲) عماد الاصبہانی حريدة القصر (قسم الشام، ۱: ۹۸ تا ۱۰۷)، تحقیق اسکندر شکری فیصل، دمشق ۱۹۵۵ء]۔

(Ign Kratschkovsky [و مختار الدین احمد])

اسپرند: (اس نطوطة میں سترنا؛ عہدنامہ

ابو العوارس مرقف بن اسامہ (۵۵۲ تا ۵۶۱) کا ذکر معاصر مؤرخین اور بعد کے مصنفین نے کیا ہے۔ اس کے تعلقات خاندان ایوبی سے بہت گہرے تھے۔ وہ سلطان صلاح الدین کا ندیم و اس تھا (حریده القصر، ۱: ۱۴۹) اور وہ اور ملک العادل سے عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے (معجم الادب، ۱: ۱۹۷)۔ یاقوت الحموی سے مرہف کی ملاقات ماہرہ میں ۵۶۱ میں ہوئی۔ جب کہ اس کی عمر ۹۲ سال کی ہو چکی تھی۔ اس عمر میں بھی اس کی یادداشتیں، دھات اور غرائب لوگوں کے لئے حیران کن تھیں۔ ابو شامہ (نسب الروسیں فی احبار الدولین، ۱: ۲۲۵)۔ عماد الاصبہانی (حریده القصر، قسم الشام، ۱: ۱۴۹، ۱۵۱) اور یاقوت الحموی (معجم الادب، ۵: ۱۴۳) نے اس سے ملاقات کا حال اور اس کے اسعار اپنی کتابوں میں درج کیے ہیں۔

اسامہ کے ایک اور بیٹے ابوکر کا پنا دیوان اسامہ بن منذر (ماہرہ ۱۹۵۱ء) کی داخلی شہادتوں سے چلتا ہے۔ ابوکر کا انتقال مصر سی میں ہو گیا تھا اور معلوم ہوتا ہے اسامہ کو اس سے بڑی محبت تھی۔ اس کے متعلق اس نے جو درد بھرے شعر لکھے ہیں وہ دیوان میں دیکھے جا سکتے ہیں (دیوان، قطعات، شماره ۵۰۰، ۵۰۶، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، حریده القصر، ۱: ۵۱۳)۔

اسامہ کے ایک بیٹے عتی کے مرثیے کے تین شعر عماد الاصبہانی نے حریده القصر (۱: ۵۴۶) میں نقل کیے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا بھی اسامہ کی زندگی میں اسے داغ معارف دے گیا تھا۔ اس بیٹے کے متعلق کسی اور مآخذ سے کوئی اطلاع نہیں مل سکی]۔

مآخذ: (۱) اسامہ کے سوانح حیات اور اس کی تالیفات و تصنیفات کے متعلق اہم ترین مواد دراسورع

'A Visit to the Seven Churches of Asia Arundell  
لنڈن ۱۸۲۸ء، ص ۱۱۸ تا ۱۳۲؛ (۵) وہی مصنف:  
Discoveries in Asia Minor، لنڈن ۱۸۳۴ء، ص ۱: ۳۳۶  
بعد ۲: ۱ تا ۲۲؛ (۶) Researches Hamilton، ص ۱:  
۳۸۳، (۷) Reisen in Kleinasien Sarre، ص ۱۶۷، بعد:  
(۸) La Turquie d'Asie Cuneet، ص ۱: ۸۵۰، بعد:  
[شہر کا] ایک مسطر در Voyage d'Asie de Laborde  
Mineure، ص ۱۰۶۔

(J H MORDTMANN)

اسپندارمڈ: (ف) ایرانی سہمی مہیوں کا  
بارہواں مہسہ، ہر ماہ کے پانچویں دن کا نام۔

اسپہان: دیکھے اسپہان۔

اسپہند: (پہلوی: سپاہ پت spah pat [قبت  
مسکرت: ساسانی])، سپہ سالار، 'Procopius =  
(ἀσπεβέδης)، سوار فوج کا امیر اعلیٰ - ساسانیوں  
کے عہد میں یہ لفظ اسم علم کے طور پر ان سات  
آرسکی الاصل خاندانوں میں سے ایک خاندان کے  
لئے استعمال ہوتا تھا جنہیں خاص مراعات حاصل  
تھیں۔ لقب کے طور پر اس کا استعمال موروثی  
عہدوں میں سے پانچویں عہدے سرحد کے لیے  
ہوتا تھا (Theophylactes، ۳: ۸)، ان میں سے  
دوسرے درجے، یعنی فوج کے عام معاملات کی نگرانی  
و اسطام کرنے والے منصب دار کو "انراں سپاہ ند"  
کہتے تھے۔ خسرو اول انوسرواں کے عہد میں  
ایرانی فوج چار بڑی فوجی قیادتوں میں منقسم تھی،  
جن میں سے ہر ایک کے سالار کو اسپہد کہتے  
تھے اور ان میں سے ہر ایک کے ماتحت ایک ہاذوسپاں  
(واسراے) ہوتا تھا، جو پہلے مطلق العنان ہوا کرتا  
تھا۔ ایران کی فتح کے بعد طبرستان کا علاقہ، جو  
ناقی علاقوں سے کوہ البر کے بلند سلسلہ کوہ کے  
ماتحت تھا، مذہب درار تک ان امراء کے ماتحت  
جنہیں اسپہد (عربی: الا سپہد، البلاذری، ص ۳۳۶

حدید، اعمال رسل، باب ۲۱، آیت ۱ کے عربی ترجمے  
میں یونانی پترہ Patara کی جگہ سبارطہ (قبت ZDMG،  
۹: ۷۳۱)، قدیم Baris Pisidia (Nat Hist Pliny)  
ج ۵، فصل ۱۳۷، Potlemy، ج ۵، فصل ۵، قوبہ کے  
سحقوں نے قلعہ آرسلان ثالث (۶۰۰ تا ۵۶۰ /  
۱۲۰۵ تا ۱۲۰۴) کے عہد میں فتح کر کے بوزنطیوں  
سے لے لیا (Rec de textes rel à l'Hist des Houtsma  
Seldjouckes، ۳: ۶۲۰-۶۲۱)۔ قوبہ کی سلطنت کے  
روال کے بعد اسٹریٹ حمد اوعلو [رک نان] کے قبضے  
میں چلا گیا اور ۸۸۳ء، ۱۳۸۱ء - ۱۳۸۲ء میں اس  
خاندان کے آخری حکمران نے اس شہر کو اپنی املاک  
کے بیشتر حصے کے ساتھ سلطان مراد اول کے  
ہاتھ فروغ کر دیا (Hist Leunclavius، ص ۲۳۸:  
سعد الدین، ۱۰۹۸)۔ سلطنت عثمانیہ کے زیر حکومت  
اس شہر حمد انلی کے سحق نے کی جائے سکونت  
چلا اور آج کل یہ شہر حمد آباد کے مصروف اور  
سی ڈیا Pisidia کے یونانی اسقف اعظم کا صدر  
مقام ہے۔ اس خوش حال شہر کی آبادی تقریباً  
۳۰۰ ہے، جس میں ۶۰۰۰ یونانی اور ۵۰۰  
ارمنی ہیں۔ یہاں متعدد مساجد (۳ جامع، ۶۳ عام)  
مسجدیں ہیں، جن میں سے مسجد فردوس نے [مشہور  
دکی معمار] سنان کی تعمیر کردہ ہے، ۹ مدرسے اور  
ایک کتب خانہ ہے، جس میں ۶۰۰ کتابیں ہیں۔  
اس کے علاوہ یہاں ۸ یونانی گرجے اور ایک ارمنی  
گرجا بھی ہے۔ مقدمہ الذکر دلچسپی سے حالی نہیں  
ہے۔ یہاں کی مصوغات میں قالین (۶۰۰ کھڈیاں)  
لحمہ اور بوعاسی (۲۵۰ کارخانے)، ریشم، عطریہ گلاب  
ایر الکحل قابل ذکر ہیں۔

مآخذ: (۱) ان مطوطہ (مطوعہ پیرس)، ۲: ۲۶۶؛

(۲) کاتب چلبی: حہان ناما، ص ۶۳۹، بعد، (۳)

Voyage dans la Grèce, l'Asie Mineure, Paul Lucas

la Macédoine etc، ۱: ۲۴۶ بعد (باب ۳۴)؛ (۴)

۵۱۰/۵۶۷ء میں شروع ہوئی اور حلد ہی ہرات، ناعس، گنج رستاں اور سجستان کے اضلاع میں پھیل گئی۔ متحد سے بنا چلتا ہے کہ استاد سینس کے پرووں کی تعداد بیس لاکھ تھی۔ اس بحریک کو پہلی سرحدات کا سامنا مرو الرود میں کرنا پڑا، لیکن ناعوں نے عرب سردار الاحتم اور اس کے بہت سے افسروں کو مار ڈالا۔ اس واقعے کی اطلاع پانے پر حلدہ المصوری نے اپنے سپہ سالار حارم بن حرمہ کو اپنے بیٹے المہدی کے پاس یسناور (نساہور) روانہ کیا اور اس نے حارم کو دس ہزار فوج کے ساتھ ناعوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ کئی چھوٹی چھوٹی سکسوں کے بعد، جو ناعوں کی عداوت کا سبب بنیں، حارم نے انک اسی حکمہ ڈیرا حما لیا جس کا نام نہیں ملتا اور نئی عربی حالتوں کے درجے، سر طعارساں سے آنے والی کمک کی مدد سے، وہ ناعوں کو شکست دینے میں کامیاب ہو گیا۔ ناعوں کی بہت بڑی تعداد ماری گئی۔ استاد سینس پہاڑوں میں بھاگ گیا، لیکن اگلے سال کے دوران میں گرفتار کر لیا گیا۔ ان دس ہزار لوگوں کو جو اس کے ہمراہ لائے تھے رہا کر دیا گیا، لیکن اسے اور اس کے بیٹوں کو بعداً بھج دیا گیا، جہاں وہ قتل کر دیے گئے۔ استاد سینس کی معاون مدھی رنگ کی بھی۔ وہ اپنے آپ کو پیمبر بتاتا اور لوگوں کو لفر کی ملیں لڑاتا تھا (الطبری، ۳: ۷۷۳)۔ وہ ان متحد عربی سرداروں کے سلسلے میں سے تھا جو ابو مسلم [رک ناں] کی موت کے بعد حراساں میں پیدا ہوئے، مثلاً یسناد مع (magian)، یہ آفرید [رک ناں]، یوسف اسرم اور المصنع۔ اس کے خیالات علما و دانش کے اصولوں پر مبنی تھے۔ الطبری نے سردار کا نام استاد سینس دیا ہے۔ سینس اکثر ایرانی ناموں میں پایا جاتا ہے (فت Alturan Namenbuch، ص ۳۳۶؛ الفہرست، ص ۳۳۴، کے مطابق مانی

بعد) کہتے تھے آزاد رہا۔ خلیفہ المأمون نے مازہار (سزدیار) بن فارس کو بھی لقب دے کر (حوالہ مذکور، ص ۳۳۹) اس صوبے کا والی مقرر کیا۔ ان شہزادوں نے جو بیگے عرب آرائے ان پر یہ نام پائے جاتے ہیں: خورشید اول، ۵۹۳/۵۱۱ء و ۵۹۷ء/۵۱۵ء میں، فردن (۱۰۰ تا ۱۱۰/۵۲۳ تا ۵۲۸ء)؛ داذ نرح مہر، ۵۱۲/۵۳۸ء میں؛ خورشید ثانی (۱۲۲ تا ۱۲۸/۵۴۰ تا ۵۴۵ء)؛ ۵۱۵/۵۶۸ء کے بعد سے مسلم والوں کے نام شروع ہو جاتے ہیں۔ چھٹی صدی ہجری/ناہون صدی میلادی میں جب نایند خاندان سے طرساں میں ارسر بن ادک آزاد۔ راست نام کی دو ان امراء نے، جو اپنے اسرائیلی ناموں کے ساتھ اسلامی القاب کا اضافہ کرنے لگے تھے، اسناد کے لقب کو دوبارہ استعمال کرنا شروع کر دیا (علاؤالدولہ علی بن سہرناز بن مازن، بصرہ السدس رسم، تاج الملوک علی بن مروان، حسام الدولہ اردبیل میں حسن)۔

مآخذ: (۱) Lampie des Arthur Christensen

(Sassanides) Danske Vidensk. Selsk. Skrifter

7 række 1/1، ۱۹۰۷ء، ص ۲۷، ۲۸

Iranische Alterthumskunde 1r Spiegel، ۲۴۰۳

(۲) D Mordtmann، ۱۹، ZDMG، ۱۸۶۵ء

۳۸۵، ۳۳ و ۳۴ (۱۸۷۹ء)؛ ۱۱۰ تا ۱۱۲

(اسپہسوں کے سنگے)، (۳) ان اسناددار، History of

Tabaristan، مترجمہ E. G. Browne، ص ۲۲، بعد،

۵۸ تا ۶۳، ۹۱ بعد؛ (۵) نولڈیکہ Geschichte Nöldeke

Perser u Araber z Zeit d. Sasaniden، ص ۱۳۹،

۱۵۱ بعد، ۱۵۵، ۲۷۹، ۳۳۷، ۳۴۴ بعد۔

(CL HUART)

استاد سینس: حراساں کی ایک مدعی بحریک کے رہنما کا نام، جو عباسیوں کے خلاف تھی۔ یہ معاون

- \* **اَسْتَاذ:** فارسی میں آقا، مُعَلِّم، کاریگر۔ یہ لفظ مغرب ہو گیا ہے اور اس کی جمع اساتذون اور اَسَاتِذَة ہے۔ اس لفظ کے معنی حواہ سر، ماہر موسیقی اور باحر کے کھانسی کے بھی ہیں، لیکس حال کی زبان میں اس کا مفہوم نالخصوص مُعَلِّم ہی کا ہو گیا ہے۔ دار کے لفظ کے ساتھ اس کی ترکیب، یعنی اساد دار ”مہتمم امورِ خانہ“ (major domo) کے معنوں میں استعمال ہوئی بھی اور اس اصطلاح کا اطلاق مملوک [رَکَّ نَان] سلاطین مصر کے نژدے امراء میں سے ایک پر کیا جاتا تھا۔ ہمیں اس لفظ کی محقق صورتیں، یعنی اَسْتَا، اَسْطَا اور اوسْطَا بھی ملی ہیں، جن کی جمع اَسْوَاب، اَسْطَوَاب اور اوسطواب ہیں۔ قاہرہ میں یہ اصطلاح گاڑی بانوں کے لیے استعمال ہوئی ہے۔

مآخذ: (۱) ولبر Vullers، لین Lane اور ڈوری

Dozy کی مرہکین: (۲) نالینو C A Nallino

*parlato in Egitto*، طبع قانی، میلان ۱۹۱۳ء، ص ۱۱۵

۱۸۶۰

(وسک A J. WENSINCK)

- \* **اَسْتَار:** (στατήρ) دواؤں یا سوئے چاندی کو بولنے کا ایک وزن، جو یونانیوں سے لیا گیا اور جس کا اندازہ بالعموم دو مختلف پیمانوں سے لگایا جاتا ہے۔ ایک معادلہ (equation) تو یہ ہے کہ ۱ اَسْتَار = ۶ درہم اور ۲ ذائق = ۴ مثقال (دوا فروشوں کا اَسْتَار) اور دوسرا یہ کہ ۱ اَسْتَار = ۶ درہم =  $\frac{1}{4}$  مثقال (مسروق کا تعاربی مثال)۔ پہلی مساوات صرف اس صورت میں درست ہوگی کہ درہم مسکوک اور مثقال مثال کو یوں سمجھا جائے:
- $$18018 = 3 \times 3042 = 18018 = \frac{(2092 \times 2 + 2092)}{4}$$
- دوسری مساوات یوں تقریباً درست ہوگی کہ ہم

کے حاشیہ سبب الامام کہلانا تھا، اور یونانی مآخذ ایسے Siniios کہتے ہیں)۔ دوسری جانب کتاب البدء و التاریخ (طبع هوا Huart، ۸۶۰) کے سان کے مطابق عربوں کی ایک بڑی تعداد اس ملحد کے متبعین میں شامل بھی، جیسا کہ داعی اسحاق التبرک کے معاملے میں ہوا، جو ابو مسلم بن ہدا کا اوبار مانتا تھا۔ یعقوبی راوی ہے کہ اساد سب نے المہدی کو [المنصور کا] ولی عہد مانے سے انکار کر دیا تھا، مگر سب سے بعد انگریزوں اس الایر کا ہے، جو کہا ہے کہ اساد سبیس ہارون الرشید کی بیوی اور المأمون کی والدہ، مرآجل کا ناپ تھا اور یہ کہ اس کے سنے، یعنی مأمون کے ماموں غالب، نے مؤخر الذکر کے مسہور و الفصل میں سہل ملقب بہ دوالریاستیں کو من کر دیا تھا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نام کی ساد کیا ہے، لیکن غالباً ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ اس کی یہ میں ایک ایرانی روایت مانا جاتا ہے، جس کا مدعا المأمون کو ایک شاہانہ نذہ یوں کہا جاتا ہے کہ برزگاہ حسب دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔ اساد سب کا خروج آسکانی = دین کی تاسیس کے پانچ سو سال بعد وقوع میں آیا اور اس کی بحریک کا ایک مرکز سجستان بھی تھا، جہاں ایسے شاید وہ بحاب دہمدہ (ساوشنٹ) منصور کر لیا گیا ہوگا جس کا انتظار رزمشتی مدھی روایت کی رو سے کیا جا رہا ہے (قب G van Vloten *Recherches sur la domination arabe*، 4۱، ۳/۱، ۱۸۹۴ء: ۶۸)۔

مآخذ: (۱) یعقوبی: تاریخ، طبع ہوتسما

Houtsma، ۲: ۴۰۷ (۲) الطبری، ۳: ۳۰۴ تا ۳۰۸

(۳) ابن الأثیر، ۵: ۴۰۲ بعد؛ (۴) *Geschichte Weil*

*der Chahfen*، ۲: ۶۵

(کرامر J H. KRAMERS)

سے الگ کر دیا، اس لیے کہ یہ جواب تھا اس جملے کا تو اس دوسرے حملے کو مستأفہ کہا جائے گا۔ اندریں صورت استثاف کا اطلاق اگرچہ دونوں حملوں پر ہونا ہے لیکن مستأفہ کا صرف اس حملے پر ہوگا جسے الگ کر لیا جائے۔ ایسے ہی نحو میں بھی استثاف کا استعمال بطور ایک اصطلاح کے ہوتا ہے، لیکن نحوی اس ابتدائی حملے کو مستأفہ کہتے ہیں جس کا تعلق ”لما“ یعنی کسی سوال کے جواب سے ہے۔ وہ اس قسم کے استثاف کی دین صورتیں بیان کرتے ہیں: ایک یہ کہ کسی باب کے سب کے متعلق مطلقاً سوال آنا جائے اور جس کا ظاہر ہے کوئی بھی سب ہو سکتا ہے، مثلاً ساعبر کہا ہے:

قَالَ لِي كَذَبَ أَنْتَ قُلْتَ غَلَبَ  
سَهْرٌ دَائِمٌ وَ حُرٌّ طَوْنٌ

یہاں سوال محض یہ تھا ”تم کیسے ہو“ جواب ملا ”غلل ہوں“ اور غلاب کی کسمب بھی مان کر دی گئی۔ کوئی خاص سب مذکور نہیں ہوا۔ استثاف کی دوسری صورت یہ ہے کہ سب خاص کی وصاحب کی جائے، مثلاً آتہ سریمہ ان النفس لآمارہ بالسوء سے دراصل یہ کہا مقصود ہے کہ ہاں، ان النفس لآمارہ بالسوء۔ صورت اول میں سب کے متعلق تاکد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لیکن دوسری صورت میں تاکد لازم آتی ہے، سبب صورت، جس کا تعلق نہ سب مطلق سے ہے نہ سب خاص سے، یہ ہوگی جیسے قرآن پاک کی اس آیت میں وَ لَقَدْ جَاءَتْ رَسُولَنَا إِبْرَاهِيمَ بِالسَّوَرِ فَأَلَوْا سَمَاءً قَالَ سَلِّمْ (۱۱) [ہود: ۶۹]، یعنی جب ابراہیم علیہ السلام کو سلام کہا گیا تو آپ نے بھی کہا نہ سلام ہو۔ مختصراً یہ کہ استثاف کا باب نہایت وسیع ہے اور اس کے محاسن بھی کئی ایک، مثلاً بعض حملے ایسے ہوتے ہیں جن میں استثاف مقدّر

درہم مسکوک اور قدیم مثقال (دینارِ طلائی) کو لیں (۱۹۱۲۵)؛ دونوں صورتوں میں نتیجہ عام یونانی وزن (stater) سے بہت زیادہ نکلتا ہے۔ ایک اور نسبت، یعنی یہ کہ ۲۰ استار کا ایک رطل (پونڈ) ہوتا ہے، اس وقت درست ہوتی ہے جب استار ۶۰ درہم کا ہو اور رطل سے مراد تعدادی رطل ہو، جو ۱۳۰ درہم کا ہے۔

مأخذ: (۱) Matruux H Sauvaire، دیلمادہ،

Essai sur les Systemes Don Vasquez Queipo (۲)

‘métriques‘ ح ۱۰

(زساور E v ZAMBAUR)

\* استثاف۔ سرعب اسلامہ میں اس سے مراد ہے کسی اسے شرعی کام (مثلاً نماز) کو شروع سے دوبارہ کرنا جس کا سلسلہ کسی وجہ سے منقطع ہو گیا ہو۔ برخلاف اس کے اگر صرف اسی حصے کو جو اصطلاح سلسلہ کی وجہ سے رہ گیا تھا بعد میں ادا کیا جائے تو اسے سبب نہیں ہے (یعنی اس کام کا جاری نہ تھا جس کا سلسلہ درمیان میں ٹوٹ گیا تھا)۔ [لعوی معنی: کسی امر کی پھر سے اداء (دیکھئے صراح)؛ ایک بھی اصطلاح، جس سے مراد ہے پہلی نکرہ بحریمہ کے ابطال کے باعث اس کی تجدید، یعنی دوبارہ اداء، مثلاً یوں کہ اگر حالب نماز میں حدث واقع ہو گیا اور اس لیے وضو کی ضرورت پسن آئی، لہذا وضو کے بعد نماز کی پھر اداء کی گئی اور اس حصے (رکن) کو پورا کیا گیا جس میں حدث واقع ہوا تھا تو اسے استثاف کہا جائے گا۔ نماز کے باقی حصے کے اتمام کو، جو سبب حدث پورا ہوا رہ گیا تھا، سبب کہتے ہیں۔ استثاف گویا پھر سے اداء ہے کسی امر کی اور سبب ہے اس کا سلسلہ جاری رکھا۔ استثاف عام معانی میں بھی ایک اصطلاح ہے، مثلاً آپ نے ایک جملے کو اس کے پہلے حملے

موتا ہے، جیسے اس صورت میں: أَحْسَبْتَ أَنْتَ إِلَى رَيْدٍ، رَيْدٌ حَقِيقٌ بِالْإِحْسَانِ، جس میں گویا سوال یہ تھا کہ مجھے رید پر کیوں احسان کیا؟ کیا وہ اس کا مستحق تھا؟ صورت حال یہ ہے کہ تھا۔ ایسے ہی آیہ سِرْعَهُ سَبَّحَ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ، جس میں پھر سوال یہ تھا کہ کون اس کی تسبیح کرے؟ جواب یہ ہے کہ رجال]۔

مآخذ: (۱) تہاوی: کُتَابُ اصطلاحات الفنون، مکتبہ ۱۸۶۲ء، (۲) التتاریخ: المطول، مطبعہ دولکشور، کھمبو، (۳) شمس الدین: جامع الرموز، مطبعہ دولکشور، لکھنؤ۔

TH W JUYNBOLL [وسید مدیر بیاری]

استانبول (قسطنطینیہ): اساسول عثمانیہ

۱۲ نوں کی فتح (۱۴۵۳ء) تک :-

نام: یہ سہر، جسے قسطنطینیہ اعظم نے ۱۱ مئی ۴۳۰ء کو سلطیب سرقیہ کا صدر مقام بنا لیا اور جس کا نام اسی کے نام پر رکھا گیا، عربوں کے عال قسطنطینیہ (نظم میں قسطنطینیہ، کبھی حرف بعرع پڑھا کر کبھی اس کے بعر) کے نام سے معروف تھا۔ وہ اس کے قدیم تر نام Byzantion (نوربطہ، محلہ معوں کے ساتھ) سے بھی واقف تھے، سر اس حقیقت سے بھی کہ ساخر یونانی، جسے کہ آج کل، اسے حصہ η πόλις = "البلدہ" یعنی "خاص سہر" کہتے ہیں (المسعودی، ۹: ۳۳۷، ابن الأثری، ۱: ۲۳، ابوالفداء، ۲: ۱-۳۹، الدمشقی، ص ۲۴۹، ابن بطوطہ، ۲: ۴۱-۴۲)۔ یونانی εις την πόλιν سے ترکی استانبول مستحق ہے (ابن الأثری اور فاموس: ۱۰۱، ابوالفداء، الدمشقی، یاقوت اور ابن بطوطہ: اضبطول، Clavijo، ص ۲۲، طبع Bruun: اسکمولی Langmantel: Escamboli، ص ۴۵، طبع "Constantinopel hayssen die Chrischen Istumboli und die Thürcken hayssends Stambol" = "قسطنطینیہ،

جسے عثمانی استنبولی اور ترک ستامول کہتے ہیں")۔ سولہویں صدی میں ہمیں ایک اور شکل اسلامول = "اسلام معمور" [معمورہ اسلام] بھی نظر آتی ہے۔ شکل قسطنطینیہ اور اس کی دوسری شکل قسطنطینیہ، زمانہ حال تک سرکاری نام کے طور پر سٹکوں اور فرمانوں میں مستعمل رہی۔ احمد ثالث سے لے کر سیم ثالث تک سٹکوں پر اسلامول نام نظر آتا ہے۔

بحریری زبان میں اور زیادہ سلیستہ گفتگو میں اس کے لیے "دار سعادت" اور اس سے کسی قدر کم "اسانہ سعادت" = "در حریمی" استعمال ہوا تھا۔ روزمرہ کی گفتگو میں اساسول باقی چلا آتا ہے اور زیادہ خصوصیت کے ساتھ اس کا اطلاق خاص سہر پر، جس میں غلطہ اور برا سائل نہیں ہیں، ہوتا ہے، بلکہ اس بطوطہ کے زمانے میں بھی یہی صورت تھی۔

اساسول پر عرب حملے: روایت ہے کہ خود رسول اللہ [صلی اللہ علیہ وسلم] نے سٹگوئی کر دی تھی کہ مسیحی اسلام قسطنطینیہ کو فتح کر لیں گے۔ برك مؤرخین اس کی سند میں یہ حدیث بیس کرے ہیں کہ: "تم قسطنطینیہ کو ضرور فتح کر لو گے" رحمہ ہو اس نادرشہ اور اس لشکر پر جس کے ہاتھوں یہ فتح نصیب ہو" (عالی: کتبہ الأحبار، ص ۲۵۲ بعد، صولای رادہ، ص ۱۹۴، اولیا، ۱: ۳۲ بعد، ۳: علی ساطع: حدیثہ الجوامع، ۱: ۲ بعد): الشوطی کی الجامع الصغیر کو بطور سند پس کیا جاتا ہے، اس سے زیادہ قدیم حوالے موجود نہیں [لکن مہ مسلم: الصحیح، کتاب الفتن، حدیث ۳۴، ۳۷، ۳۸، ابوداؤد: التسن، کتاب الملاحم: بردی: الجامع، کتاب الفتن، باب ۵۸، احمد: مسند، ۱: ۱۷۸، ۲: ۳۳۵، ۳: ۱۷۷، ۴: ۱۹۳، ۳۳۵ جہاں فتح روم و قسطنطینیہ کے قدیم تر حوالے موجود ہیں]۔

واقعہ یہ ہے کہ کو نو آئیہ نے اس کا رخطیر کو انجام دینے پر اس وقت اور بہادری سے کمر باندھی

حوادث انی مجاہدین اسلام کے دل میں حوشریں  
تھی۔ بقول تھیوفانس Theophanes عالمی سال ۶۱۸۶  
میں (جو یکم ستمبر ۶۵۳ء سے شروع ہوا) طرابلس [الشام]  
میں جہاروں کا ایک بڑا قسطنطنیہ پر چڑھائی کرنے  
کے لیے تیار کیا گیا، جس پر 'Αβουλαρ'، یعنی  
سر بن ابی اڑطہ کے زیر قیادت یونانی بڑے کو  
فسقیہ [Phoenix (Finika)] میں ساحل لیتا Lycian  
پر شکست دی، لیکن قسطنطنیہ تک اس کی پہنچ  
نہ ہوئی، اسی وقت [اسر] معاویہؓ نے [حسکی کے  
راستے] بھی یورپی مملکت پر حملہ کیا تھا

سال ۵۴۴ / ۶۱۵۶ عالمی / ۶۶۴ء میں  
عبدالرحمن بن خالد بن خالد کا حملہ وقوع پذیر ہوا جو  
برعہ (Pergamon)، تک بڑھے دیے گئے، عرب مآخذ  
کی رو سے اسر البحر سر بن ابی اڑطہ قسطنطنیہ تک  
پہنچ گیا تھا (الطبری، ۲، ۸۶)۔

اس کے بعد کے سالوں کے دوران میں قضاہ  
بن عسک چالسٹون Chalcedon تک پہنچ گیا اور  
اس کے پیچھے پیچھے برید بن معاویہؓ کو روانہ کیا  
گیا (تھیوفانس Theophanes کے قول کے مطابق یہ  
واقعہ ۶۱۵۹ عالمی میں ہوا جو یکم ستمبر ۶۶۶ء  
سے شروع ہوا ہے۔ نسیبس Nisibis کے پاس  
Elias کا کہنا ہے کہ برید ۵۵۱ء میں، جو  
۱۸ جنوری ۶۷۲ء کو شروع ہوا، قسطنطنیہ کے  
سامنے نمودار ہوا۔ ایک بڑے بے، جس کا اسر سر بن  
ابی اڑطہ تھا، اس حملے میں مدد کی۔ ۶۷۲ء میں  
ایک زبردست جنگی بڑا بحیرہ مارمورا کے یورپی  
کنارے پر شہر کی دیواروں کے پیچھے لنگر انداز ہوا۔  
عرب اپریل سے دسمبر تک شہر پر حملے کرتے رہے،  
سردی کا موسم انہوں نے سیری کس Cyzicus میں  
گزارا اور اس کے بعد کے موسم بہار میں پھر نئے  
حملے شروع کر دیے، یہاں تک کہ "سات سال جنگ  
کرنے کے بعد آخر کار وہ واپس ہوئے"۔ بڑے کا

ایک بڑا حصہ آس یونانی (greek fire) سے  
فنا ہو گیا۔ بہت سے جہاز واپسی کے سفر میں تباہ  
ہوئے (تھیوفانس Theoph. ص ۳۵۳ بعد)۔ اس  
سات سالہ محاصرے کے مختلف واقعات کی تاریخی  
برسٹ میں تھیوفانس کے ہاں بہت سے اشکالات  
موجود ہیں۔ بظاہر عسکر بڑی قسطنطنیہ کے سامنے  
۶۶۷ء میں نمودار ہوا اور بحری بڑا انعام کار  
۶۷۳ء میں واپس لوٹا۔ عرب مؤرخین نے مختلف  
طور پر اس کا سال ۶۸، ۶۹، ۷۰ اور ۵۵۲ لکھا  
ہے اور انہوں نے انصاریؓ کی وفات کا حال ۷۰،  
۷۱، ۷۲، یہاں تک کہ ۷۵ء تک بتانا ہے۔  
چونکہ قسطنطنیہ کے گرد جنگ سات سال تک جاری  
رہی اس لیے تاریخی محسوس میں یہ اختلاف  
نافعال ہو چکے ہیں۔

دائے عرب میں اس محاصرے کو خاص  
سہر حاصل ہوئی، اس لیے کہ اس میں انہوں نے خالد  
بن رید انصاریؓ [رک ناں] شہید ہوئے اور قسطنطنیہ  
کی دیواروں کے سامنے دس گئے، سلطان محمد  
نامی نے اس سہر کے آخری بار محاصرے کے دوران  
میں آپ کی فر دریافت کی۔ یہ واقعہ کچھ اس  
قسم کا ہے جیسا کہ ابتدائی صلیبی محاربین  
کو اٹکانہ کے محاصرے کے دوران میں "مقدس  
سہ" مل گیا تھا۔ (انہوں نے انصاریؓ کی قبر کا ذکر  
پہلی بار اس قصبہ، ص ۱۴۰، میں پایا جاتا ہے،  
الطبری، ۳: ۲۳۲، اس الاثر، ۳: ۳۸۱، اس  
الحواری اور القروی، ص ۴۰۸ نے لکھا ہے کہ  
یورپی اس فر کا احترام کرتے تھے اور جنگ سال  
میں فارس کے لیے دعا کرتے (استسقاء) کی عرص سے  
اس کے گرد جمع ہوا کرتے تھے۔ ترکی روایت بہت  
تفصیل کے ساتھ لیونکلویس Hui Mus Leunclavius  
ص ۱۴ بعد، میں اور خاص اس موضوع  
پر محبت سے لکھی ہوئی کتاب حاجی عبد اللہ

# اتاہول مقامی جغرافیہ اور آثار قدیمہ کا نقشہ

1:1

اشارات  
 سبکیان و صحرائے کوئٹہ  
 کلاہ  
 چار  
 1:1





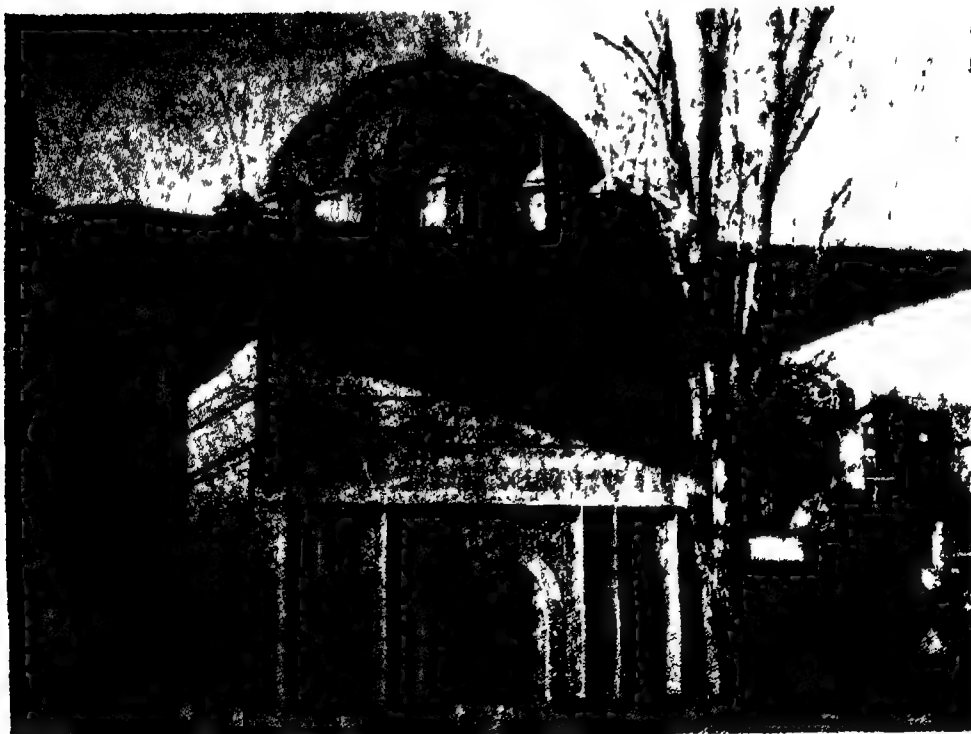


استانبول، سہر اور دواچ (سترھویں صدی میں)

(اگر Grelot . G-J . *Rel nou d'un voyage de Constantinople* . پیرس . ۱۶۸۰ء)



چشمہ احمد نالٹ



چشمہ طلپ خانہ



جامع سلیمانیه و نواح



بایزید میدان

واقع تھا جہاں مسلمہ نے پڑاؤ ڈالا تھا (المسعودی، ۲: ۳۱۷؛ ابن حردادبہ، ص ۱۰۴) اور اُس مسجد کو بھی حائے تھے جو اُس نے وہاں بنائی تھی (یاقوت، ۱: ۳۷۴)۔ عبداللہ بن طیب پہلا مسلمان تھا جس نے ”باب قسطنطنیہ“ پر حملے کی قیادت کی۔ وہ مسلمہ کے ساتھیوں میں سے ایک تھا (ابن قتیبہ، ص ۲۷۵)۔ مسلمہ کی یاب کہا گیا ہے کہ اس نے مصر شاہی کے پاس عرب قیدیوں کے لئے ایک عمارت بنائی تھی، کیونکہ اس کی تعمیر معاہدہ صلح کی شرطوں میں شامل بھی اور اسی سے استانبول میں پہلی مسجد بھی تعمیر کی (المقدسی، ص ۱۴۷؛ ابن الأثر، ۱۰: ۱۸؛ الدمشقی، ص ۲۲۷)؛ سب سے آخر میں غلطہ کا سار تعمیر کرنے والا بھی اسی کو بنایا گیا ہے (الدمشقی، ۴: ۲۲۸) اور غلطہ کی ”جامع عرب“ بنانے کا سہرا بھی اسی کے سر ہے (حاجی خلیفہ: نصویم السواربح، سال ۹۷۵ھ)۔ اولیا اور اس کے ماحد میں مسلمہ کی مہم کے دوران میں دو محاصروں کا ذکر ہے اور ان کا نام ایسی حکایات سے مرئی ہے جو ناقابل یقین ہیں۔ پیرکسی (۴۴۰/۹۳۴ء) سے مسلمہ کے عرواب سے اپنے *Pentast* [حسہ] کی چوبھی فصل میں بحث کی ہے اور اس میں اس نے معنی الدین ابن العربی کی مسامرات کا نتیجہ کیا ہے۔ عرب لشکر قسطنطنیہ کی حد نظر میں صرف ایک موقع پر اور نمودار ہوا، یعنی ۷۸۲ھ میں، جب کہ حلفہ المہدی کے فرزند ہارون نے اپنے لشکر کے ہمراہ ایشائے کوچک میں سے کوچ کیا اور نلامراحت بڑھتا چلا گیا، یہاں تک کہ کریسوپولس *Chrysopolis* (سقوٹری، اشقودرہ) میں جا کر ڈیرا ڈال دیا۔ ملکہ آیرین *Irene* نے، جو اپنے لڑکے قسطنطین *Constantine* کی کارکن نائب بھی، فوراً صلح کر لی اور حراح ادا کرنا منظور کیا (بھیومس، ص ۴۵۵) بعد، تبدیل ۶۷۴۴ سال عالمی / ۷۸۱-۷۸۲ء؛

المجیدۃ فی المناقب الخالدیہ، استانبول ۱۳۵۷ھ میں مندرج ہے)۔

اس کے بعد یورطیوں اور عربوں کے درمیان چالیس سال تک جنگ متواتر رہی، یہاں تک کہ ۷۹۷ھ میں (حس کا آغاز ۵ اکتوبر ۷۹۷ء کو ہوا) سلمان بن عبدالملک بخت نشین ہوا۔ اس زمانے میں ایک ”حدیث“ مشہور بھی، جس کی رو سے نوٹی حلیفہ، جس کا نام ایک سی کے نام پر ہوگا، قسطنطنیہ کو فتح کرے گا۔ سلمان سمجھا کہ اس میں کوئی کا اشارہ اسی کی طرف ہے، چنانچہ اس نے قسطنطنیہ کے خلاف ایک بڑی مہم کی ماری کی۔ اس لشکر کا سالار، جس میں محاصرے کی میں موحود تھے، سلمان کا بھائی مسلمہ تھا۔ اسے کوہک میں سے گزر کر اس نے درہ دانال (*Dardanelles*) کو ایڈوس *Abydos* کے پاس سے سور کا اور قسطنطنیہ کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ عربوں کے بڑے بحری بڑے کا ایک حصہ بو بحیرہ اورا کے ساحل پر کی دیواروں کے سامنے لنگر انداز ہوا اور ایک حصہ ناسورس میں، من الذهب (ساح زر) *Golden Horn* کو ایک ربحر سے سد کر دیا گیا۔ محاصرہ ۲۵ اگست ۷۹۷ء کو شروع ہوا اور مکمل ایک سال تک جاری رہا۔ آخر مسلمہ کو واس ہونا پڑا، اس لیے کہ ادھر بو بلعاروں نے حملہ کر دیا اور ادھر سلمان رسد بٹھ گیا (بھیومیس، ص ۳۸۶-۳۹۹) پوری تفصیل اس مشکوٰۃ، طبع د حویہ *de Goeje* : ص ۲۴۴ میں ملے گی۔ قسطنطین الطبری، ۵: ۱۳۱۴ بعد، ابن الأثر، ۴: ۱۷۷ بعد؛ قسطنطین *Pergamon Gelzer* ۱۳۱۴ *unter Byzantinern und Osman* ص ۴۹ نا ۶۴، میں بڑا واضح نام۔ متأخر عرب مصنفین کے ہاں مسلمہ کے رخطر جنگی کوچ کا ذکر بہت سی جگہ آیا ہے۔ چند صدیوں کے بعد تک بھی وہ ”نر مسلمہ“ سے واقف تھے، جو ایڈوس *Abydos* میں اس جگہ

اور قیصر ”قسطنطین“ کے (در حقیقت حسنین Justinian کے، جو أغسطس Augustus کہلاتا تھا) گھوڑے پر سوار محشمے کا ذکر کہیں زیادہ تفصیل کے ساتھ اور کہیں بالاحمال کیا ہے۔ ابن حوقل اور المقدسی نے خاصی توجہ پری ثوریم Praetorium پر دی ہے، جہاں ان کے اہل وطن، جو جنگ میں اسیر ہوئے تھے، قید محض میں رکھے جاتے تھے اور اس مسجد پر بھی جو مسلمہ کی طرف منسوب ہے (قت یا قوت، ۱ : ۵۰۹، مدیل مادہ ”نلاط“ اور Constantinos Porphyrogenitus . de Cerim ، ۱ : ۵۹۲ ، ۷۷۷)۔ اس النورڈی (چودھویں صدی میلادی) کا ساں سب سے زیادہ مفصل ہے)۔ وہ پروفائروچیشس Prophyrogenitus کے کاسی کے مخروطی مار، آرکڈیس Arcadius کے سون اور ویلنر Valens کے کاربر (Aqueduct) کا ذکر کرتا ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہے کہ ناب رزن سد کر دیا گیا تھا۔ اس بطوطہ (۲ : ۳۱۱) نامہ (۳۳۳) نے اپنے زمانے کی کلسائی زندگی کا انکھوں دیکھا حال لکھا ہے : سب سے آخری ملاحطات فرورآبادی (م ۵۸۱ء) نے اپنی لعب کی کتاب [القاموس، ترب مادہ قسط] میں دیے ہیں۔

جنگی فیدیوں کے علاوہ بہت سے مسلمان سوداگر اور حلیفہ اور دیگر مسلم فرمانرواؤں کے سیر نورطیم میں نود و ناس رکھتے تھے، مملوک سلاطین بعض مواقع پر فتنہ پر دار افراد کو بیع ان کے گھر نار کے یہاں حلا وطن کر دیتے تھے، سلحوں سلاطین اور مدعیان بحب (قلیح ارسلان ثانی، کحسرو اول، کیکاؤس ثانی) نے متعدد نار طویل مدت تک قسطنطینیہ میں آکر قیام کیا، دارالسلطنت میں ان کی زندگی کے حالات نورطی مصنفین اور سلحوئی مؤرخین نے بڑی تفصیل سے لکھے ہیں۔ عربوں کے قسطنطینیہ پر دونوں حملوں اور

البلاذری، ص ۱۶۸ : الطبری، ۳ : ۵۰۴ بعد : ابن الاثیر، ۶ : ۴۴۴ تحت ۵۱۶، جو ۲۶۱ گسب ۷۸۱ء سے شروع ہوا)۔ اولیا اور اس کے مآخذ (محمی الدین حمالی، م ۹۵۷، ۱۵۵۰ء بموجب Catalogue, etc. Rieu ص ۶۶ بعد) میں یونانیوں کے خلاف المہدی اور ہارون کے عزوات کے دوران میں قسطنطینیہ کے چار باقاعدہ محاصرے بیان کیے گئے ہیں۔ [نقول ان کے] ان میں سے دوسرے محاصرے کے بعد ہارون نے اسی طرح کے ایک حملے سے استانبول کے ایک حصے کو اپنے قبضے میں کر لیا جیسا کہ ڈیڈو Dido نے کاربہج حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا تھا (لیون کلایویس Leunclavius : محلی مدآور، ص ۵۰۴ اولیاء، ۲ : ۸۱، ۱ : ۲۵، ۱ : ۲۵) اسی ہی حکایت کلایویو Clavijo، ص ۲۳، نے اہل حسوا کے غلطہ میں آ کر بس جاتے اور اولیاء : Travels etc ، ۱ : ۲، ۶۶، نے محمد ثانی کے روسلی جہاز بنائے کی ناپ دی ہے۔

قسطنطینیہ کے متعلق عرب ساناب دسویں صدی سے شروع ہوئے ہیں۔ وہ درہ دایال، بحرہ مارمورا اور ناسمورس کو ایک ہی آب نای (حلیج) سمجھتے تھے، جو بحر متوسط کو بحر اسود سے ملاتی ہے۔ الاصطحری اور دیگر مصنفین نے اس بڑی رنجیر کا ذکر کیا ہے جس نے عربوں کے جہازوں کو داخلے سے روک دیا تھا۔ اس سے غالباً اس رنجیر کی طرف اشارہ ہے جو غلطہ اور استانبول کے درمیان جنگ کے زمانے میں پھلا دی جاتی تھی (دیکھئے بیان آئندہ)۔ انہوں نے شہر کے گرد کی بلند دوہری فصیلوں مع ان کے ترحوں اور بڑے پھانکوں کے، بشمول ”باب زرین“ [آلتون قپو]، آیا صومیہ، گھڑ دوڑ کے میدان مع اس کی یادگار عمارتوں کے (جس میں مصری مخروطی مار (obelisk) زیادہ نمایاں ہے)، محل کے دروازے پر کے چار کاسی کے گھوڑوں

Sigismund اول کے تحت پہنچ رہی ہے اس نے محاصرہ اٹھا لیا۔ پھر اس فوج کی نیکوپولس Nikopolis پر سکست (۲۵ ستمبر ۱۳۹۶ء) کے بعد ترکی محاصرے نے ایک سنگ گھیرے کی شکل اختیار کر لی، جو کئی سال تک جاری رہا، یہاں تک کہ قیصر نے ناپرید کے مطالبات مان لیے (تقریباً ۱۴۰۰ء)؛ دیگر مراعات کے ساتھ ساتھ ترکوں کو یہ اجازت مل گئی کہ وہ اپنا ایک الگ محلہ بسائیں، جس میں ان کا اپنا ایک علیحدہ قاضی ہو اور وہ شہر میں ایک مسجد بھی بنا سکیں۔ سمور کے سوداگر ہوئے اور اسرہ کی جنگ میں ناپرید کی گرفتاری کی بدولت نورطم کو اسے سائے والوں سے وقتی طور پر بچا مل گئی۔ (جو تاریخ یقینی طور پر معلوم ہے وہ ۱۳۹۶ء کے محاصرے کی ہے) جنگ نیکوپولس Nikopolus کے بعد کے واقعات کے ساتھ ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ان کی تاریخی تربیت معین نہیں کی جا سکتی)۔

جس حکمران نے اس شہر کا دوبارہ محاصرہ کیا وہ مراد ثانی تھا، لیکن اس نے جون ۱۴۲۲ء سے لے کر ستمبر ۱۴۲۲ء تک شہر پر حملے کیے وہ سب نے سود ثابت ہوئے۔ بعد میں ناہم صلح ہو گئی، جو اس سلطان کی وفات تک قائم رہی۔

قسطنطیسہ کی فتح اور نورطی سلطنت کا تختہ اٹھا مراد ثانی کے فرزند محمد ثانی کے نام مقدر ہو چکا تھا۔

اس نے سمندر کی طرف سے سامان رسد اور ہر ممکن کمک کا راستہ بند کرنے کے لیے ۱۴۵۲ء میں ناسورس کے یورپی ساحل پر قلعہ روملی حصار بنایا (جس کا نام اس وقت بوعار کپس boghaz-kesen = قاطع آب نای) تھا۔ شہر کا محاصرہ ۹ اپریل ۱۴۵۳ء کو شروع ہوا اور حمصرا ۲۹ مئی کو ختم ہوا۔ حملے کا خاص رور شہر کی جنگی کی طرف کی

اور ان کے اور دیگر مسلمانوں کے وہاں بود و باش رکھنے کے واضح آثار ابھی تک دست باب نہیں ہوئے، بالخصوص مسجد مسلمہ کا ابھی تک کوئی سراغ نہیں ملا۔ اس کا ذکر پہلی دفعہ Const de Adm Porphyrt، باب ۲۲؛ Bonn Corpus ص ۱۰۱، ۲۲ [۹۱] نے کیا ہے: یہ ایک عوامی سورش کے دوران میں ۱۴۰۰ء میں بنا ہو گئی اور ۱۴۰۳ء میں صلیبی محاربوں نے اسے تاراج کیا (Nicetas chon، ص ۶۹۶، ۷۳۱، مطبوعہ بون Bonn)۔ ان الذیبر، ۹ : ۳۸۱، قہ ۱ : ۱۸ (جس سے انوالعداء نے استفادہ کیا ہے) کے بیان کے مطابق اس مسجد کو ۱۴۴۱ / ۱۰۴۹ - ۱۰۵۰ء میں مرمت کر کے بحال کیا گیا اور یہ کام کسٹنٹائنس دومے کس Constantine Monomachos نے طرول سنگ سلحو کی درخواست پر کیا۔ آلمیری (۱۷۷۰ء) طبع تارمیر (Quatremere) نے کہا ہے کہ مکائل ہشم سٹولوگس Michael VIII Palaeologus نے ۱۴۶۰ / ۱۲۶۱ - ۱۲۶۲ء کے قریب ایک مسجد تعمیر کی، جسے مملوک سلطان سرس نے نہایت سادہ طریقے سے آراستہ کیا۔ ”عرب جامع“ اور استانبول میں عربوں کی دیگر تعمیرات کی نام کتاب اساطیر کے دہرے میں آئے ہیں۔

#### قسطنطیسہ اور آل عثمان

فتح قسطنطیسہ : اس وقت سے جب ماروں کے رہبر قناتد عربوں نے ناسورس پر ڈیرا ڈالا تھے سو سے زیادہ سال گزر چکے تھے کہ ترکوں نے قسطنطیسہ پر، جو مع اپنے متصل قرب و حوار کے عظیم شرقی سلطنت کا وہ نہایت حصہ تھا جو ابھی تک بچ رہا تھا، قبضہ کرنے کی پہلی کوشش کی۔ ناپرید اول نے ۱۳۹۶ء میں اس شہر کا محاصرہ کیا، جو چند ماہ تک جاری رہا، لیکن یہ س کر کہ فرانسسیوں اور ہنگری والوں کی کمکی فوج سیچمسٹ

عرصے کے لیے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا تھا]۔

قسطنطنیہ ترکوں کے زیرِ حکومت، محلِ سلطانی (سرائے) اور سرکاری عمارتیں : مسیح کے فوراً بعد کے سالوں میں محمد ثانی ویران شدہ شہر کے دوبارہ آباد کرنے اور اسے شاہی مسکن بنانے میں ہمہ تن مصروف رہا، جو لوگ یہاں بنانے کے لیے مرمہاں سے لائے گئے ان سے استانبول کے دو محلوں مرمہاں اور آو سرائے کے نام نکلے : فاسح سلطان نے کفہ Kaffa، مدلی (Mytilene) اور دیگر حرائر سے بھی لوگوں کو دارالسلطنت میں بنانے کے لیے بلوایا، ارمی، ایرانی اور دیگر نسل کے لوگ بھی یہاں بڑی تعداد میں آ گئے۔ بعد کے زمانے میں وہ یہودی اور عرب بھی جو ہسپانیہ سے نکال دیے گئے تھے بڑی تعداد میں یہاں آئے (وقت وہ حالی اور دور از کار بنات ہو اولاً : *Travels etc* : ۱ : ۴۸ بعد میں دیے گئے ہیں)۔ وہ یہودی جو محاصرے سے نکلے یا اس کے بعد شہر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے مرمہ رومہ بھر واپس آ گئے۔

یورپم کے شاہی محلات کو ویران ہی چھوڑ دیا گیا۔ بجائے ان کے محمد ثانی نے شہر کے بچوں بچ بسری بھاڑی پر ایک محل تعمیر کیا (*Critobubus*، ح ۲، باب ۱، فصل ۲، *Ducas*) ص ۳۱۷، بموجب اولاً : *Travels, etc* : ۱ : ۵۰ : ۸۵۸ تا ۸۸۶۲/۱۴۵۴ تا ۱۴۵۸ء)۔ اس محل کی تکمیل کے بعد ایک زمانے میں یہ محل اسکی سرائی [قدیم محل] کہلانے لگا اور صدیوں تک — محمود ثانی کی حکومت تک — یہ اس کام آیا کہ معرول شدہ سلاطین کے حرم کے لیے رہنے کا ٹھکانا مہیا کرے۔ اس کے بعد یہ سرعسکر کی جائے سکونت بن گیا، اور ۱۸۷۰ء کے ابتدائی ایام میں اسے گرا کر اس کی جگہ سرعسکریہ کی (نئی) عمارت بنائی گئی، لیکن اس کا قدیم نام ”اسکی سرائی“ عوام میں ابھی

ان فصیلوں پر تھا جو ”طوب ہو“ (نوپ دروازہ) اور ادرنہ دروازہ کے درمیان تھیں، جہاں محاصرہ کرنے والوں کی بھاری گولہ باری بے فعیل کا بڑا حصہ مسہم کر دیا تھا۔ اس محاصرے کے زمانے کے دو اہم حادثے خاص شہرت حاصل کر چکے ہیں : (۱) برکی بڑے کا شاخ رزس میں، جو ایک بھاری رنجیر کے درمے بند کر دی گئی تھی، اس طرح داخل ہو جانا کہ اسے رزس پر گھسٹ کر شاخ رزس میں پہنچایا گیا (حسح طولمہ ناعہ Dolma Baghcho سے پسرا Pera کی بھاڑی پر عوجے عوجے وادی فاسم پاشا تک)۔ بد واعدہ ۲۱-۲۲ اپریل کی درمیان رات کا ہے (۲) مسیح آو مسالندس کا انو ایوب انصاری اہل کی مر کا درناہ لربا۔

مسیح سہر کے اندر میں رور تک حاجت و ناراح کا بازار گرم رہا۔ اس کے بعد سلطان شہر میں داخل ہوا، اس نے آنا صوفیہ میں جمعے کی نماز پڑھی اور ایک صوباسی (حاکم شہر) مقرر د کے ادرنہ واپس چلا آیا۔

قسطنطنیہ کی فتح کے چند روز بعد اہل حسوا کی غلطہ ناسی نواحی نسی نے بھی، جو محاصرے کے دوران میں عر حاجت دار رہی تھی، اطاعت قبول کر لی۔

دارالسلطنت (قسطنطنیہ) کے عثمانی ترکوں کے زیرِ حکومت آجائے کے بعد فقط دو مرمہ کوئی نروبی دشمن فوج اس کے سامنے نمودار ہوئی : ۲۰ فروری ۱۸۰۷ء کو انگریزی امیر البحر ڈک ورتھ Duckworth، جو کوئی اہم حملہ کرنے میں دس دن بعد واپس ہو گیا اور ۱۸۷۷ء میں روسی لشکر، جس نے شہر پر قبضہ نہ کیا، بلکہ سان شٹانو San Stefano کے اطراف میں ڈیرہ ڈالا [بیسری دفعہ پہلی عالمی جنگ کے دوران میں انگریزی اور فرانسیسی فوجوں نے ۱۶ مارچ ۱۹۲۰ء کو کچھ

تک مؤخر الذکر عمارت کے لیے مستعمل ہے۔

مقابلہ ابتدائی زمانے میں۔ یعنی کہا جاتا ہے کہ ۵۸۷۲ / ۱۴۶۷ - ۱۴۶۸ء میں۔ سلطان محمد نے ایک دوسرا محل، دور تک بھلے ہوئے ناعوں کے درمیان اس پہاڑی کی چوٹی پر جانا شروع کیا، جو بحیرہ مارمورا، ناسمورس کے داخلے کے دروازے اور ساحل زرین کے درمیان ہے اور جسکی کی طرف سے اس مقام خطے کو ایک مصبوط اور بلند دیوار بنا کر الگ کر دیا (زمین ۴۸۸۳ م. جو ۲۶ نومبر ۱۴۷۸ء کو شروع ہوا، اس کی مکمل ہوئی) سمندر کے ساحل سمندر کی دیواریں محل کی حدود بنائی گئیں۔ قلعہ کی تعمیر کردہ عمارتوں میں سے اب بسلی چلی لی ٹوسک (جیسی محل) کی عمارت بنائی ہے، جو ستمبر ۱۴۷۲ء میں بن کر تیار ہوئی تھی اس عمارت کو اب ساہی عجائب خانوں سے متعلق کر دیا گیا ہے۔ نئے محل کی جائے وقوع اور اس کی الگ الگ عمارتوں کے لیے فک عبدالرحمن شرف کا مسند معالہ 'Revue Historique de l'Institut d'Histoire Ottomane' ج ۱ و ۲ (مع ایک نقشے کے)۔

اس زمانے کے اندر اصل محل، جو نورمطوں سے پہلے کے نالاحصار (Acropolis) کی چوٹی پر واقع ہے، الگ الگ عمارتوں کے ایک مجموعے پر مستعمل ہے اور اس میں تین بڑے صحن ہیں، جن میں داخل ہونے کے ہیں ہی دروازے بھی ہیں: (۱) باب ہمایوں، (۲) اوربہ موسیٰ، جسے باب السلام بھی کہتے ہیں اور (۳) باب سعادت۔ ان میں سے سب سے صحن کے گرد گرد سلطان کے نجی مکانات بنائے گئے ہیں، حرم، حراسہ اور وہ کمرے ہیں جن میں اسلام کے مقدس سرکات محفوظ ہیں (حرفہ شریف اولطہ سی) اور حود صحن کے اندر دیوان عام (عرض اولطہ سی) ہے۔ اس دیوان کا ٹڑا ایوان دوسرے صحن میں تعمیر کیا گیا تھا اور اس کے ساتھ سربی

حرانہ (طشرہ حریدہ سی) بھی۔ پہلے صحن میں علاوہ دیگر عمارات کے محل کا اسلحہ خانہ (حب خانہ) ہے، جو پہلے آیرین Irene کا گرجا تھا اور اب اسلحہ کا عجائب خانہ ہے، ۱۶۲۳ء کے بعد یہیں نکسال (صرب خانہ) بھی بنی۔ بعد کے سلاطین نے یہاں مصریوں اور کوسکوں کا ایک پورا سلسلہ قائم کیا، جن میں کچھ محل کے بلند مقامات میں اور کچھ بس مقامات میں سمندر کے قریب طوپ قوبر بھی ان میں سے سب سے زیادہ مشہور ہے یہ ہیں: (۱) تعداد کوسک، جو محل کے سرے صحن کے باہر کے رخ ہے، اسے مراد رابع نے تعمیر کیا، (۲) اینجولی کوسک (مونی محل)، بحیرہ مارمورا پر اور (۳) پالی کوسک (گرمائی محل)، ساحل زرین پر۔ ان میں سے دو مؤخر الذکر اب تباہ ہو چکے ہیں۔ قصر طوپ قوبر، جو انیسویں صدی کے آغاز تک سلطان کی موسم سرما کی مقام گاہ تھا، ۱۸۶۲ء میں تباہ ہو گیا۔ مراد ثانی پہلا سلطان تھا جس نے بیشک طاس میں سکونت اختیار کی۔ اس کے حاسین عبدالحمید نے وہاں طولمہ ناعچہ کا شاندار قصر تعمیر کیا اور اس کے بعد عبدالعزیز نے، جو عبدالحمید کا حاسین تھا، قصر چراغان بنایا، جو ۱۹۱۰ء میں آگ لگ کر تباہ ہو گیا۔ عبدالحمید ثانی نے (جو ۱۹۰۹ء میں تخت سے معزول کیا گیا) دوبارہ قصر بلدیر میں سکونت اختیار کی، جو بیشک طاش کے اوپر کی بلندیوں پر تھا۔ اس وقت سے محمد حاسین قصر طولمہ ناعچہ میں رہا حلا آ رہا تھا۔ آج کل کے جدید محلات سے ہمارے کرنے کے لیے اس زمانے کو، جس کا ابھی ذکر ہوا، مع اس کی عمارتوں کے، یورپ والے "پرائی سرے" (Old Serai) کہتے ہیں۔ حود ترکوں نے اسے طوپ قوبر سرای کا نام دے رکھا ہے، پہلے یہ یگی سرای کہلاتا تھا۔

۱۶۵۴ء تک صدر اعظم کے دفتر کے لیے کوئی



دکر کے قابل ہے۔

مساحد: (۱) جامع آیا صوفیہ، اس کے لیے دیکھے حداگانہ مقالہ بدیل مادہ۔

(۲) جامع محمدیہ، جسے سلطان فاتح نے کیسے حواریں اور یورپی شہشاہوں کے مقبرے کی جگہ چوتھی پہاڑی پر ۵۸۶۷/۱۱۶۲ء تا ۵۸۷۰/۱۱۷۷ء میں تعمیر کیا۔ یہ ان مغربی اوفات کی وجہ سے جو اس کے لیے مخصوص کئے گئے مشہور ہے، جن میں ”آٹھ مدرت“ بھی شامل ہیں۔ اسی مسجد کے پاس فاتح کی ”ترب“ (مقبرہ) بھی ہے۔ ایک دوسری ”ترب“ اور بھی ہے، جس میں نابرید نانی کی والدہ گل بہار سلطان سر دوسرالی لسروں (حرم) اور محمد نانی کی ایک دھڑکی قبریں ہیں۔ انک روایت کے مطابق، جس کی اور کہیں سے تصدیق نہیں ہوئی، ان کا معمار ایک یونانی تھا، جس کا نام کرسٹوڈولوس Christodoulos تھا۔ ان مختلف اصنافوں کے لیے جن میں نہا گیا ہے کہ سلطان نے اسے قتل کر دیا تھا، یا اس کے اعضاء کاٹ دیے تھے، دیکھیے Kantemir *Gesch des Osm Reiches*، ص ۱۵۸ اور اولاً: *Travels*، etc، ۱: ۶۸۔ کہا جاتا ہے کہ فاتح کی سوسلی ماں، یعنی سربا کی سپہرادی ماریا Maria جو حارج برانکووچ George Brancovic کی دختر بھی اور جو سلطان کے حرم میں داخل ہونے کے بعد بھی عسائی رہی، ان میں سے پہلی ”ترب“ میں مدفون ہے۔

۲۲ مئی ۱۷۶۶ء کے زلزلے سے مسجد کا گند گر گیا، جس سے فاتح کی ”ترب“ کو صدمہ پہنچا۔ اس کے بعد اس مسجد کو مکمل طور پر از سر نو تعمیر کیا گیا، جس میں قریب قریب پانچ سال لگے (۱۷۶۷ء تا ۱۷۷۱ء)۔

(۳) مسجد بایرید نانی، جو بڑے بازار میں ہے اور جس میں نانی مسجد کی اور اس کی

سرکاری عمارت مخصوص نہیں کی گئی تھی۔ وہ سرکاری کام جو دیوان میں پیش نہیں ہوئے تھے وزیر کے نجی مکان میں طے کیے جاتے تھے۔ ۱۶۵۳ء میں محمد رابع نے صدر اعظم دروس محمد ہاشا کو محل شاہی کے قریب ایک بڑی عمارت علاقائی کوسک کے سامنے مرحمت فرمائی۔ یہ صدر اعظم کا دفتر بن گیا اور باب عالی (Sublime Porte) کہلانا (عوامی رباں میں نالی یا ہاشا قہوسی)۔ گروسہ صدیوں کے دوران میں یہ عمارت ذی ناری کی وری یا حرنی طور پر آتش زدگی سے بچا ہوئی رہی ہے۔ سب سے آخری مرتبہ ۶ فروری ۱۹۱۱ء کو۔

صدر اعظم کے علاوہ بیگم چربیوں کے آغا کا بھی ایک الگ (دوسری مکان) تھا، جو آغا قہوسی کہلانا تھا۔ یہ بیگم چربیوں کی نار لوں اور مسجد سلیمانہ کے نزدیک تھا اسے سلیمان اول [فانوی] نے تعمیر کیا تھا۔ ۱۷۵۰ء میں ”قصر آتش زدہ“ (یا یعنی کوسکی) کے ساتھ یہ بھی آگ سے جل گیا اور پھر مراد اول نے اسے دوبارہ تعمیر کیا۔ جب بیگم چربیوں کا دسہ فوج معطل کر دیا گیا تو یہ عمارت ۱۸۲۵ء میں سح الاسلام کو سرکاری صاف گاہ کے طور پر دے دی گئی (سح الاسلام قہوسی، باب صوبی پہاچی) اور مشہور و معروف قصر آتش زدہ کو مسہدم کر کے اس کی جگہ پر سر عسکری برج تعمیر کر دیا گیا۔

سرکاری دفاتر کو، جو اسسویں صدی میں یورپ کے نمونے پر قائم کئے گئے تھے، آج کل متفرق عمارات میں جگہ دے دی گئی ہے۔ ان میں سے اکثر بالکل جدید طرز کے ہیں اور ان میں تاریخی دلچسپی کی کوئی باب نہیں ہے۔ ان میں سے فقط ”دفتر حانہ“ (دفتر تسخیل اراضی)، جو آب مدان میں ہے اور جس کے رجسٹر ”کونکاب“ کہلاتے ہیں، جو سلیمان اول نے ساری مملکت کے لیے مرتب کیے تھے،

- حضرت سلجوق سلطان کی برتیں ہیں۔ یہ مسجد ۱۵۰۱ء میں تعمیر کی گئی اور اس بازار کی وجہ سے جو ماہ رمضان میں اس کے صحن میں لگتا ہے سرائے کبودوں کی وجہ سے جنہوں نے اس میں ایسے ٹھکانے مار رکھے ہیں مشہور ہے۔

(۴) جامع سلیمہ، جو نابجیوں پہاڑی برتہ مار میں واقع ہے اور جس میں سلیم اول کی قبر ہے، سلطان اول نے ۱۵۲۲ء میں مکمل کی؛ اسی میں سلطان عبدالحمید کی قبر بھی ہے۔

(۵) جامع سہرادہ، دوسری پہاڑی برتہ سلطان اول کے لیے معمار سنان [رکھ ناں] نے ۱۵۴۸/۱۵۵۰ء میں سہرادہ محمدی ناڈکار میں، جو ۱۵۵۹ء میں فوت ہوا، تعمیر کی۔ اسی میں اس ائمہ اراکے کی اور اس کے بھائی چہانگیر (م ۱۵۹۰ء) کی قبریں اور متعدد وریوں کی قبریں بھی ہیں۔

(۶) جامع سلیمانہ، ایسے بلند محل وقوع، حد سہر کی سب سے اونچی پہاڑی برتہ، اور اسی نظم حسامت کی وجہ سے بہت ساں دار معلوم ہوئی ہے۔ ایسے سلیمان کی فرمائیں برتہاں نے ۱۵۵۵ء میں تعمیر کیا۔ اس میں حار مدرسے، انک "عمارہ"، [انگرحانہ] اور دیگر مکانات ہیں۔ حاروں ساروں میں بل ڈھانے ہوئے دس رتے (سرفہ) ہیں، شارع اس لیے کہ اس کا نابی دیوان عثمانلی سلطان بنا۔ یہاں اول کی برتہ مسجد کے صحن میں ہے اور اسی میں سلیمان نابی، احمد نابی اور بہت سی سقانی حوائی بھی مدفون ہیں۔

(۷) جامع احمدیہ، جو آب سدان میں ہے، ایسے ساروں کی تعداد (چھپے) کی وجہ سے مشہور ہے۔ اسے احمد اول نے ۱۶۱۷ء میں بنوا کیا۔ اس کے اندر اس کے نابی کی قبر ہے، جس کی وفات اسی سال ہوئی اور اسی میں اس کے فرزند عثمان نابی، مراد رابع اور ان کی مشہور ماں کوسیم والدہ [ماہ پکر، دختر سلطان

احمد اول] اور چند دیگر شاہزادیوں کی قبریں بھی ہیں۔ ایام ماضیہ میں یہ مسجد "ساہی مسجد" مسجد جامع، بہت سے مدھی سہواروں کے منارے کی حکمہ اور بہت سے درباری رسمی حلوسوں کی گرگہ رہ چکی ہے (Const u Bosp von Hammer، ۱: ۴۲۱)۔

(۸) بنگی (بٹی) جامع، ساخ رتے کے ساحل پر باب یہود (چھپ قبوسی) کے پاس، حواب غائب ہو چکا ہے، ایسے کوسیم والدہ نے شروع کیا اور اس کے بعد ترخان حدیجہ سلطان نے، جو محمد رابع کی والدہ بھی، ۱۵۷۳/۱۶۶۳ء میں نایہ تکمیل کو پہنچایا۔ علاوہ دیگر مقابر کے اس میں محمد رابع، مصطفیٰ نابی، احمد ثالث اور عثمان ثالث کی قبریں ہیں۔

(۹) نور عثمانیہ، دوسری پہاڑی برتہ نارار کے پاس، آتے محمود اول نے ۱۶۴۸ء میں شروع کیا اور عثمان ثالث نے ۱۷۰۵ء میں بنوا کیا۔

(۱۰) مسجد لالہ لی، ساہی مسحدوں میں سب سے چھوٹی مسجد، سہر کے اندرونی حصے میں بحیرہ مارمورا کی جانب لالہ لی چشمہ (چشمہ لالہ) کے قریب سال ۱۷۶۱ء یا ۱۷۶۴ء میں سلیمہ کے نمونے برتہ کی گئی۔ اس میں دو "برتیں" ہیں، جس میں نابی مسجد، اس کے بجائے (شمول سلیم ثالث) اور ان کی بیویاں مدفون ہیں۔

یہ مسحدیں جس کا ذکر اوپر ہوا وہ بڑی بڑی ساہی مسحدیں ہیں جو استانبول کی فصلوں کے اندر واقع ہیں۔ باقی ماندہ مسحدوں میں سے، جو کل ملا کر پانچ سو سے زائد ہیں، سدرجہ ذیل خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں:-

(۱) آیا صوفہ کوچک (چھوٹی آیا صوفہ)، بحیرہ مارمورا کے اوپر واقع ہے۔ پہلے یہ S Sergias اور S Bacchus کا کیسہ تھا، لیکن فاتح کی حکومت کے دوران میں اسے مسجد میں تبدیل کر دیا گیا۔

ہر - ۵۹۰۲ / ۱۳۹۶ - ۱۴۹۷ء میں تعمیر ہوئی  
اس میں متعدد ورثے اعظم کی ترس ہیں ۔

(۹) مسجد مہر ماہ سلطان، دھتر سلیمان اول  
حس کی وفات ۵۹۶۵ / ۱۵۵۷ - ۱۵۵۸ء میں ہوئی ۔  
سہر کی سب سے اونچی جیوٹی پر ادرہ دروارے کے  
قریب ہے اور اسی وجہ سے اسے ادرہ قبوسی جامع  
کہتے ہیں ۔ یہ سناں کی نانی ہوئی عمارتوں میں  
سے ہے ۔

(۱۰) مسجد رسم ناسا، محلہ بحدہ فعدہ میں  
سناج ررس بر ہے ۔ یہ اسے کسی نفس و نگار (ance)  
(work) کی وجہ سے مشہور ہے، اس کا نانی، جو بہت  
دن تک سلیمان اول کا ورثہ اعظم رہا، مہر ماہ سلطان  
کا حابوید تھا ۔ Busbek نے اس کے جو حالات لکھے  
ہیں ان کی وجہ سے وہ مشہور ہے ۔ اس ناسا کی واث  
۱۵۶۱ء میں ہوئی ۔ یہ مسجد سناں نے تعمیر کی

(۱۱) ورثہ اعظم صوفولی محمد ناسا کی مسجد،  
آب مدان (Hippodrome) کے جنوب میں، یہ نہاے  
انک نورطی کسندہ تھا، ۵۹۷۹ / ۱۵۷۱ - ۱۵۷۲ء  
میں مکمل ہوئی ۔

(۱۲) جامع فحدہ، پانچویں پہاڑی پر ۔ یہ  
یہ ناما کرشوس Pammakaristos کا کاسا تھا، جو  
فج کے بعد یونانی بطریق کا مستقر بنا اور مرا۔  
نالب سے اسے ۱۵۸۷ء میں مسجد میں بدل دیا  
اسی وجہ سے کچھ عرصے تک یہ مرادیدہ کے نام سے  
معروف رہی

(۱۳) مسجد حراج محمد ناسا، سانبوس پہاڑی  
پر، عورت بازار کے قریب، ۱۰۰۲ / ۱۵۹۳ - ۱۵۹۴ء  
میں تعمیر ہوئی ۔

نورطی کسساؤں میں سے، جس کی تعداد چار  
سو بھی اور جو ار روے روایت کبھی موجود تھی،  
صرف پچاس کی اب بھی شان دہی کی جا سکتی  
ہے ۔ ان میں سے فقط ایک (حسے) "Muchloutissa"

(۲) جامع ریرک، سناج ررس ۔ اوں کہاں  
کے اوپر ہے ۔ پہلے یہ پشوکریر Pantokrator کی  
حانقاہ تھی، فج کے بعد کچھ دن تک چمرا رنگے  
کے کارحانے کے طور پر کام میں آتی رہی اور  
بعد ازاں جامع نے اسے مسجد بنا دیا ۔ اس کا نام  
راویہ زیرک ملا محمود کے نام پر رکھا گیا ہے، جو  
اس کے پاس ہی ہے ۔

(۳) جامع محمود ناسا، نور حنمانہ کے قریب  
اس کسندہ کی جگہ پر ہے جسے ۵۸۶۸ / ۱۳۶۳ ۔  
۱۴۶۴ء میں مسہدم کر دیا گیا تھا ۔ اسے اس  
صدر اعظم نے مکمل کیا جس کے نام پر اس کا نام رکھا  
گیا اور اسی میں اس کی تربت بھی ہے

(۴) جامع مراد ناسا، جو آسرای کے محلے میں  
ہے، ۵۸۷۰ / ۱۴۶۵ - ۱۴۶۶ء میں نانی کئی  
اس کی ساد رکھے والا جامع کے ورثوں میں سے  
ایک تھا ۔

(۵) جامع واث، سناج ررس پر نانبرد نانی ہے  
۵۸۸۱ / ۱۴۷۶ - ۱۴۷۷ء میں رندہ سج مصطفی  
کے لیے بنائی ۔

(۶) جامع داؤد ناسا، ساحل مارمورا پر،  
۵۸۹۰ / ۱۴۸۵ - ۱۴۸۶ء میں پایہ مکمل ہو  
پہنچی ۔

(۷) جامع فوحہ مصطفی ناسا، محلہ بسمندہ  
Psmatia میں، ۵۸۹۵ / ۱۴۸۹ - ۱۴۹۰ء میں انک  
بورطی گرچا سے مسجد میں تبدیل کی گئی ۔  
اس کا نانی، جس کے نام پر اس کا نام رکھا گیا،  
پہلے عسائی تھا ۔ اس کی نانب کہا گیا ہے کہ  
یہ وہی شخص ہے جس سے شہزادہ حس (سر  
سلطان محمد فاج) کو رعر دیا تھا ۔ یہ مسجد ان  
حکایات کی وجہ سے مشہور ہے جو رعبردار سرو کے  
درخت سے اور نرونی صحن کے کھووں سے متعلق ہیں ۔

(۸) اسکی (یا عتیق) جامع علی ناسا، چنرلی طاش

حود مقبرے میں وہ ناس محفوظ ہے جس پر (آپ کا) مقدس جھنڈا لہرانا تھا (سبحی شریف)؛ اسی میں حسی تخت نشینی کے موقع پر [سلاطین کی] رسم سنسر ندی (نقلید شریف) ادا کی جاتی تھی۔ گورستان ایوب، جس میں متعدد سلطانوں کی سنگمات، فصلا، سغراء، وزراء وعمرہ کی قبریں ہیں، بہت مشہور ہے۔

ریادہ بر سلاطین کے مقبرے شاہی مساجد میں ہیں۔ اس سے مستثنا یہ ہیں: (۱) سلطان عبدالحمید اول (م ۱۷۸۹ء) کا خوب صورت مسمرہ (باعضہ موسیٰ کے پاس) اسی میں مصطفیٰ چہارم (م۔ ۱۸۰۰ء) بھی مدفون ہے، (۲) محمود ثانی (۱۸۳۹ء) کا شاندار مقبرہ دیوان یولو پر؛ اسی میں عبد العزیز (م ۱۸۷۷ء) بھی مدفون ہے۔

درویسوں کی خانقاہیں (بگہ، نکہ، راویہ) بھی یہاں بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ جن میں سے کچھ بڑی ہیں اور کچھ چھوٹی۔ ۱۸۸۷ء میں ان خانقاہوں کی تعداد، جو اسانول اور اس کے اطراف میں موجود تھیں، دو سو ساٹھ تھی۔ ان اطراف میں وہ گاؤں بھی شامل ہیں جو ناسفورس پر واقع ہیں۔ یہ خانقاہیں بہت ہی مختلف قسم کے سلسلہ ہائے صوفیہ سے تعلق رکھتی ہیں اور ان میں سب سے زیادہ اہم یہ ہیں: (۱) خانقاہ مولویہ، جو یوگی فوسہ میں ہے (یہ ۱۰۰۶ھ / ۱۵۹۷-۱۵۹۸ء میں تعمیر کی گئی)؛ (۲) مرکز امدی کی خانقاہ سسلہ، جو اسی مقام پر واقع ہے اور جسے سح مصلح الدین مرکز موسیٰ نے بنایا تھا، جس کی وفات ۹۵۹ھ / ۱۵۵۲ء میں ہوئی، (۳) پیرا کا مولوی خانہ، جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

مدارس (کالج): Gesch von Hammer d Osm R. ۹: ۱۴۵ بعد، میں ۲۷۵ مدرسوں کے نام دیے گئے ہیں، ۱۸۸۵ء میں ان میں سے استانبول

کہتے ہیں) یونانوں کے قصے میں باقی ہے۔ ایک بر سولہویں صدی میں ارسوں نے قصہ کر لیا تھا (صولو ماسٹر)، باقی سب کے سب صبح کے بعد کی دو صدیوں میں مسجد بنا دیے گئے۔ آئرنس Irene ر' بک کلیسا، جو سرائے (محل شاہی) میں ہے، اب دیوی اعراض کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

جو کلیسا اب مسجد بن چکے ہیں ان میں سے حمد کا ذکر دیل میں کیا جاتا ہے :-

(۱) کدسا جامع، یہ پہلے St Theodor تھا اور بر سولہویں صدی کے آخری ایام سے بطور مسجد استعمال ہوتا رہا ہے (۲) جامع حسرہ، جو اسے نفس و بر کی وجہ سے مشہور ہے، پہلے باب ادرہ کے پاس ηῖς Χώρας جامعہ بھی، اسے درید ثانی نے عہد میں مسجد بنایا گیا (۳) اسی کے عہد میں سنودیوس کی خانقاہ کو بھی، جو پدی ولہ کے پس ہے، مسجد بنایا گیا اور (۴) آخر میں "گل جامع" (کلاب مسجد) ساح زرتی پر آنا موسیٰ کے بن، جسے سلم ثانی کے عہد میں مسجد بنایا گیا۔

باب ایوان سرائے کے سامنے، جو [گورستان] ایوب کے قریب ہے، [حصر] ایوب انصاری کی مسجد ہے، جسے خاص طور پر مقدس مانا جاتا ہے اور ان کی برت اسی کے قریب اس جگہ پر ہے جہاں و. سمس الدین نے اسے محمد ثانی کے محاصرے کے زمانے میں درناوب کیا تھا - ۸۶۳ھ / ۱۴۵۸

۱۴۵۹ء میں فاتح نے اسی مقام پر مسجد تعمیر کی تھی، جس کی جگہ ۱۲۱۳ - ۱۲۱۵ھ / ۱۷۹۸ - ۱۸۰۰ء میں ایک اور مسجد بنی لی، جو اصل عمارت عر کے نمونے پر بنائی گئی تھی۔ ابو ایوب انصاری (رحمہ) کے مقبرے کی آخری نارمیت محمود ثانی نے ۱۲۳۵ھ /

۱۸۱۹ - ۱۸۲۰ء میں کی۔ اس مسجد میں جو آرکٹ محفوظ ہیں ان میں سے ایک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہسی قدم [قدم شریف] ہے۔

میں بہت سی کتابیں مطبوعہ ہیں) جو اس وقت سے اب تک قائم کئے گئے ہیں۔ ان کتب خانوں کی فہرستیں (نہ استوائی کتب خانہ حات سرائے) استانبول میں طبع ہو چکی ہیں۔ ان کی سب سے پہلی خاصی صحیح فہرست von Hammer نے اپنی کتاب *Gesch. d. Osm. Reiches*، ۹: ۱۶۹، بعد میں دی ہے۔ مخطوطات اور مطبوعات دونوں کی قدیم فہرستوں (فہرست حاحی حلیہ، طبع فوگل *Flügel*، ح۔) کی قدر و قیمت اب بھی باقی ہے، اس کے باوجود کہ جدید فہرستیں چھپ چکی ہیں۔ سرائے کے مجموعہ ہائے کتب کے دو سب سے زیادہ اہم مجموعے تعداد کوسک (تقریباً پندرہ سو حلدیں) اور اس کتب خانے میں ہیں جو احمد ثالث نے ۱۷۱۹ء میں تعمیر کیا تھا (اندرونی ہمایوں کتب خانہ سی: تقریباً بن ہزار حلدیں)۔ یورپ میں محل شاہی کا کتب خانہ سولہویں صدی سے مشہور رہا ہے، کیونکہ اس میں یونانی اور لاطینی مخطوطات بڑی تعداد میں موجود تھے (اب ۳) اور نہ امید کی جاتی تھی کہ ان میں کلاسیکی مصنفین کی بعض کم شدہ کتابیں مل سکیں گی۔

استانبول کے مسقف بازار، جس میں کھلی دکانیں ہیں (چار سو، پرستیں)، سر حانات (جو اطالوی *Fondachi* کی طرح بیک وقت گودام بھی ہیں اور دکانیں بھی) بظاہر سب کے سب برقی زمانے کے ہیں۔ بڑا بازار، جس کی بنیاد محمد ثانی نے ڈالی تھی، قدیم ایام میں کئی بار آتش زدگی سے بے ہوا ہوا ہے ۱۰ جولائی ۱۸۹۴ء کے زلزلے سے بھی بڑا نقصان پہنچا تھا۔ ”بڑے بازار“ سے ملتی جلتی طرز ”مصری بازار“ کی بھی ہے، جو سلیمان اول نے ۱۵۶۰ء میں بنایا تھا اور جسے آگ لگ جانے کے بعد ۱۶۰۹ء میں احمد اول نے دوبارہ پتھر سے بنایا (مصر چار سوسے: دواؤں اور گرم مسالے کا بازار)؛ یہ یونانی جامع کے قریب بندرگاہ کی جانب واقع ہے۔

اور ایوب میں ۱۶۸ بھی اور بیک طاشر، طوبخانہ اور مقوٹری میں ایک ایک؛ یعنی کل ملا کر صرف ۱۷۱، جس میں ۱۴۸ طلبہ مقیم تھے۔ ان میں سے سب سے زیادہ حاصرہ ان مدارس میں تھی: آیا صوفیہ (۱۴۸)، سلطان احمد (۲۰۰)، مدارس سلیمانہ (کل ۶۴۴) اور وہ مدارس جو [جامع] محمدیہ سے متعلق تھے (کل ۹۰۲)۔

شفاخانے اور مدارس (شفاخانہ، تاب خانہ، تیمارخانہ)، جو پہلے مسیحیوں سے متعلق تھے، اب ان کی جگہ جدید ہسپتال یورپی نمونے پر بنا دیے گئے ہیں (مثلاً گلخانہ، حیدر ہانسا و سرہ کے ہسپتال، فہرست رندار پاسا *Für Jena Rieder Pasha*، *die Turkle*، ۱۹۰۴ء)۔ ان میں سب سے اچھے اور زیادہ مشہور [شفاخانہ] محمدیہ اور مارستان احمدیہ تھے۔ ”عماراس“ (عوامی ناورجی حایر) بھی، جو مسجد کے ساتھ واسطہ ہوئی تھی، اپنی اہمیت کھو بیٹھی، برقی پارلیمنٹ نے ۱۹۱۱ء میں فصلہ کر دیا کہ ان کی تعداد گھٹا کر بیس کر دی جائے۔

کتب خانے: ۱۸۸۲ء میں استانبول، ایوب اور طوب خانہ میں عوامی کتب خانوں کی تعداد ہستالس بھی، جس میں بحشت مجموعی کل ۶۴۱۶۲ کتابیں تھیں اور تقریباً سب کی سب مخطوطات کی شکل میں۔ ان میں سے نشر کتب خانے مسیحیوں سے یا زیادہ صحیح معنوں میں ان مدارس سے تعلق رکھتے تھے جو مسیحیوں کے ساتھ واسطہ تھے۔ ان میں سے سب سے زیادہ کتابیں ان میں تھیں: کتب خانہ آیا صوفیہ (۴۸۶۴)، محمدیہ (۴۸۸۵)، نوری عثمانیہ (۴۳۸۲)، اسعد الہدی (۳۸۵۳)، کوبرونی (۲۷۷۷) اور راغب ہانسا (۱۷۳۳)؛ ان اعداد میں وہ مجموعے شامل نہیں ہیں جو اسکی (طوب قیو) سرائے اور ”ان“ عوامی (عوامی) کتب خانوں میں تھے (جس

درمیاں محفوظ ہیں۔ بورنطی شہنشاہوں نے پانی ہم پہنچانے کا مکمل انتظام اس طرح کیا کہ نئے کاریں اور بل ناسورس کے بورنی ساحل کے دور دراز چشموں سے شہر تک پانی لانے کے لیے بنائے۔ ان کی جگہ بعد میں (ترک) سلاطین آئے اور انہوں نے ان آب رسانی کے ذرائع کو آگے تک پھیلایا کیونکہ مسلمانوں کے (وضو، غسل اور طہارت کے) مخصوص طور طریقوں کے پس منظر ان کی خاص اہمیت تھی۔ سب سے پہلے جس نے یہ کام انجام دیا وہ خود فاتح تھا (Kritobulos، ۲ : ۱۰، فصل ۲)۔

سلمان [اول] ذرائع آب رسانی کی تعمیر کو اپنی زندگی کے تین کارناموں میں سے ایک سمجھتا تھا (نامی دو کام بڑی مسجد کی تعمیر اور وی آنا کا فتح کرنا ہیں)۔ اس نے اپنے خاص معمارساں کو پانچ کاریروں (بیدیکیری، اوروں کیر، معلی کیر، گورلجہ کیر اور مدرس کوپی کے کیر) اور ان کے ساتھ ان سے معلی بل اور ایک بڑے حوض کی تعمیر کا حکم دیا۔ عثمان ثانی نے ۱۶۲۰ء میں پیرگوس Pyrgos کا حوض بنوایا، احمد ثالث کی طرف ایک بند کی تعمیر مسوب کی گئی ہے، جو اس نے بلعرا کے جنگل کے تر آب رقبے میں بنوایا۔ محمود اول نے ۱۷۳۲ء میں ناعچہ کوپی کا بند بنوایا اور ایک کاریز تعمیر کیا، جو پرا غلطہ اور طوبحانہ کو پانی پہنچاتا ہے۔ ان ذرائع کی تعمیر کے علاوہ گزشتہ بیس سال سے ڈیرگوس Derkos کی چھل سے پانی نجی مساعی کی بدولت بھی پہنچایا جا رہا ہے۔ ان میں سے قدیم تر تعمیرات میں مشرقی طرز ”نقسم“ (نقسم آب) میں اور صوبہ راری (ناروے آب) کے ستونوں میں نمایاں ہے۔ سب سے زیادہ مشہور پیرا کی ”نقسم“ (محمود اول) ہے اور وہ جو اگری قبو دروازے کے باہر استانبول کی خشکی کی جانب کی فصیلوں کی طرف واقع ہے۔

سب سے پرانی اور سب سے بڑی سرائیں (خان) ان سڑکوں پر ہیں جو بندرگاہ سے بڑے بازار کو حاتی میں، مثلاً (۱) مشہور ”والدہ خان“ (جو ۱۶۴۶ء میں لوسیم والدہ سلطان نے تعمیر کر کے ”یگی جامع“ کے لیے وقف کی)، ایرانی سوداگروں کے گھر کی بڑی جگہ ہے اور اس میں تقریباً ۴۰۰ سے ہیں؛ (۲) ہوک یگی خان، جو مصطفی ثالث نے تعمیر کی اور جس میں ۳۲ سے ۳۵۰ تک کمرے ہیں (۳) سبیلو خان؛ (۴) محمود پاشا خان وغیرہ۔ بحری سڑکوں میں سے ہم ”وربر خان“ کا ذکر کر سکتے ہیں (جو طوق نارار کے محلے میں ہے) اور جسے کوپرووا احمد پاشا نے تعمیر کیا تھا اور یہ کہ اس ”خان“ کا حصے پر و پاسا نے بختہ قلعه محلے میں بنایا۔ ان عمارات میں سے جو آج سے بہت دن پہلے بنائی گئیں تھیں، محض ۲۰۰ اسی ہیں جو اب تک استعمال ہو رہی ہیں۔

کارواسرائیں (یہ بھی خان کہلاتی تھیں) اب انیسویں صدی میں بالکل ناسد ہو چکی ہیں یا سڑکوں کے قیام کے وقت سے ان کی کوئی اہمیت نہیں رہی ہے۔ ان میں سب سے بڑی کارواسرائے سقوطی اسکندرا میں بھی؛ انہیں میں سے ایک ایلچی خان (سکڑوں کی خان) بھی، جسے ۱۸۸۳ء میں گرا دیا گیا۔ یہ دیوان بولو در نام نہاد ”عمود سوختہ“ (چسلی عاشر) کے مقابل بھی۔ سترھویں صدی کے نصف آخر تک (بقول Gesch d Osman Reiches v Hammer، ۳۹۱، ۱۶۴۴ء تک) بورنطی مصر کے سفر نہیں ٹھہرائے جاتے تھے یا یوں کہے کہ حراسہ میں رکھے جاتے تھے۔

آب رسانی: سب سے قدیم کاریروں کی سادہ سیٹ ہیڈریس Hadrian اور ویلنر Valens نے رکھی تھی، ویلنر کے کاریں کے حوض سطر آثار ”ورطوعاں کمری“ تیسری اور چوتھی پہاڑی کے

کے چند سال بعد ان کی مرمت کی اور سات ٹرچوں کا قلعہ (پیدی قلعہ) تعمیر کیا۔ اس پیدی قلعہ میں (احسن) Grelot نے بحال طور پر قسطنطنیہ کا باسٹیل (Bastille کہا ہے) محافظ فوج ایک "ڈیڑدار" (قلعہ دار) کے زیرِ قیادت رہتی تھی۔ اس کے بعد سترھویں صدی تک اسے حیرانے کے طور پر کام میں لایا جانا رہا اور انیسویں صدی تک ٹرے ٹرے سرکاری امور اور بیرونی سفروں کی پیام گاہ اور جنگی قیدیوں کے لیے محبس بنا رہا۔ اسی میں محمود ناسا نو، جو محمد ثانی کا مشہور وزیر اعظم بن نظر بند اور قتل کیا گیا اور - لادوں نے عثمانی نو دلا گھوٹ کر سپرد کیا - ۱۲۴۴ھ / ۱۸۳۱ء۔ ۱۸۳۲ء میں آب سداں کے دارالوحوش (آرسلان خانہ) کے سر اس میں مشغول کر دیے گئے۔ اسے اب سکسہ اور ربرہ ربرہ ہو جانے کے لیے چھوڑ دیا گیا ہے۔

۱۴ ستمبر ۱۵۰۹ء کے ٹرے رلرے نے ان فصلوں کو بڑا نقصان پہنچایا اور نایرند ثانی ان کی مرمت کرانے پر مجبور ہو گیا (فان ہامر von Hammer Gesch d Osm Reiches، ۲: ۳۵۰)۔ مراد رابع کے عہد (۱۶۳۵ء) میں سمندر کی طرف کی فصلیں کٹی مار ٹوٹیں بھوٹی اور تمام ہاسا نے انہیں بھر سے بنایا اور ان پر سفیدی کرائی (قبّ اولنا: Travels, etc، ۱: ۱۲۰۱ بعد)۔ احمد ثالث کے عہد میں سمندر کی طرف کی فصلوں اور بندرگاہ کی دیواروں کو اگری ہو تک مکمل طور پر نئے سرے سے ۱۷۲۲ء تا ۱۷۲۴ء میں بنایا گیا (جیلسی رادہ، ورق ۶۷ ب بعد)۔

اس کے بعد سے اب تک ان کی حفاظت کے لیے کچھ نہیں کیا گیا۔ حب مشرقی ریلوے کی بنیاد بڑی نو سمندر کی جانب کی فصلوں کا ایک بڑا حصہ مسہم کر دیا گیا۔ شاخ زرین کی طرف کی فصلیں

بوزنطی حوضوں میں سے (اس میں سے ایک درجن سے زیادہ اس وقت تک معلوم ہو چکے ہیں)، حوض ہانی کی کمیابی کے وقت ہانی جمع کرنے کے کام آئے تھے، یعنی خشک سالی، معاصران و عرصہ کے دوراں میں، اور اس میں بڑے بڑے کاریروں کے درجے نامی لانا جاتا تھا، اس وقت فقط پیرہ آس سرائے [رمیں میں دھسی ہوئی سرائے] کا حوض باقی ہے، حوض استعمال میں آ رہا ہے اور باقی حوض - کم سے کم وہ اس پر چھب نہ تھی۔ برکاری نے باغیچوں (چوہو، پستان) میں تبدیل کر دیے گئے ہیں۔ بعض اور، مثلاً ان میں سب سے بڑا، یعنی فلوکسوس Philoxenos کا حوض، جسے اب تک بر دیر ب (ایک ہزار ایک سون) کہتے ہیں، اپنے مربوط ماحول کی وجہ سے رسم کانے کے کارخانوں کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ ترکی عہد میں ہزاروں قوارے (اسے، سسل حایر) بن گئے ہیں، اس میں سے بعض اسی صاحب اور آرایس دونوں کے لہجہ سے من تعمیر کا - مٹی نمونہ ہیں - ان میں سے خاص طور پر قابلِ ذکر احمد ثالث کا قوارہ ہے، جو محلّی ساھی میں جانے کے ٹرے دروارے (باب ہمایون) کے سامنے ہے اور جس پر اس کے نامی کا خود اپنا لکھا ہوا کتبہ نصب ہے (۱۱۴۱ھ / ۱۷۲۸-۱۷۲۹ء) [دیکھئے مادّہ احمد ثالث]

بوزنطی غسل خانوں میں سے اب ایک بھی باقی نہیں۔ ان کی جگہ مشرقی طرز کے معروف غسل خانوں (حماموں) نے لے لی ہے۔ اٹھارھویں صدی کے قریب استانبول کے ایسے حماموں کی تعداد کا اندازہ ایک سو بیس لگایا گیا تھا۔ اس وقت بھی ان کی تعداد غالباً یہی ہے۔

قدیم بوزنطی شہر کی فصیلیں، جو اگرچہ عرصہ دراز سے شہر کے بچاؤ کے لیے کسی مصرف کی نہیں رہیں، ابھی تک بغیر کسی عملی تعمیر و تبدل کے مغربی سمت میں قائم ہیں۔ محمد ثانی نے فتح

ایوان سرائے قبو (ایوب انصاریؒ) کی نگڑی ہوئی شکل ہے، کیونکہ اس دروارے سے گورستان ایوب کے احاطے میں داخل ہوتے ہیں، سولہویں صدی میں یونانی اسے Xvloporta کہتے تھے۔

(ب) حسکی کی طرف کی فصیلوں کے دروارے،

سمال سے جنوب کی جانب :-

(۱) ایگری قبو (ٹڑھا دروارہ) - ایگری قبو کے پاس فصل شہر سے ملے ہوئے پتھور سرائے کے، جو کسٹنٹائن سورفروسیٹاس Constantine Porphyrogenetos (دسویں صدی) کا تعمیر کردہ قصر تھا، کھنڈر ہیں۔ صبح کے بعد اسے پہلے اصطبل مل اور پھر سس حسی (nicean faience) اور کالج ساری کا کارخانہ بنایا گیا۔ پھر یہ اس وجہ سے مشہور ہو گیا کہ یہاں جوان طاسی دستیاب ہوا، جو ترکی ناح کے حواہر میں سب سے زیادہ قیمتی ہوا ہے (۲) ادرہ قبو (اذرنا بوبل دروارہ) (۳) طوب قبو (بوبل دروارہ)؛ (۴) مولوی خانہ ٹکی قبو (خانقاہ "درویس" کا بیا دروارہ)؛ (۵) سلوری قبو (سلوری دروارہ) (۶) فابلی قبو (سعا کیا ہوا دروارہ، جو اب دوبارہ کھول دیا گیا ہے)؛ (۷) سلاح خانہ قبو (مدیح نا کسلا دروارہ)، جو عام طور پر یدی فلیہ قبو کہلاتا ہے۔

بھوڈوسس Theodosius کا تعمیر کردہ سپہری

دروارہ (علامہ فتح مہدی)، ترکوں کی فتح کے بعد سے بن دیا گیا ہے۔ ہلکے انہرے ہوئے نقش و نگار (has reliefs)، حوالہ سوسن صدی کے آغاز تک بھی اس کے لیے باعث ریب تھے، اب بالکل مٹ گئے ہیں۔

(ج) سمدر کی طرف فصل کے دروارے، مسرے

سے مغرب کی جانب :-

(۱) سارلی قبو، (۲) سباطہ Psamatia قبو؛ (۳) داؤد ناسا قبو (۴) بوستان قبو (حو اب بنا ہوا جکا ہے) (۵) لگا یگی قبو؛ (۶) قوم قبو (ریب دروارہ) (۷) چیلادی قبو (چٹھا ہوا دروارہ)، جسے یونانی

نہرنا ساری کی ساری ان مکانوں سے ڈھک گئی ہیں جو ان پر بن گئے ہیں اور یا آشردگی سے تباہ ہو گئیں۔ اب صرف کہیں کہیں چند خاصے بڑے منبرے بچ رہے ہیں۔

فصلاوں کے دروارے

(الف) ساح زرتں پر، مشرق سے مغرب کی جانب :-

(۱) ناعہ قبو (ناع دروارہ) (۲) چیب قبو (یہودی دروارہ)، ٹکی جامع کے سامنے (۳) نالی بازار قبو (چھلی مٹی دروارہ)؛ یہ سوں اس وقت تباہ ہو چکے ہیں (۴) پیمس اسکالہ سی قبو (سولے کی بندرہ کا - دروارہ)، جسے عام طور پر رندان قبو (حمل دروارہ) - ہے، کیونکہ اس کے قریب ہی "محس اصدراں" واقع ہے، جسے رنانہ حمل کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ (۵) ۱۸۳۲ - ۱۸۳۱ / ۵۱۲۳۷ میں اسے بدل کر فرہ قول Karakol "جو کھنڈار خانہ" بنا دیا (۶) اس کے قریب ہی نانا جعفر کا مقبرہ ہے، جسے مسدوں کا نگہبان ولی ہے (۷) اودوں قبو (ایگری کا دروارہ) (۸) ٹکی نا انارمہ قبو، جو سولہویں صدی میں تعمیر کیا گیا (۹) اوں کہاں قبو (آئی کے اودہ کا دروارہ) (۱۰) حہلی قبو، جس کا نام حہلی علی کے نام پر رکھا گیا ہے، جس سے قلعہ کے زیر قیاد محاصرے میں حصہ لیا تھا (۱۱) آنا قبو (مقدس مسوں کا دروارہ، جس نے سٹ بھوڈوسا کے کسے کے قریب کی وجہ سے یہ نام لیا، یہ کسے آج کل کل جامع ہے (۱۲) ہمار قبو (یہ محلہ ہمار کے مدخل پر ہے) (۱۳) شری قبو، جو یورپی عہد میں قلعہ بند شرتں Petron کے اندر حاسے کے راستے پر تھا (۱۴) احرب یگی قبو (ساح زرتں کے اندر خانے کا بنا دروارہ) (۱۵) بلاط قبو، اس کا نام قصر بلسرنا Blachernac کے نام سے ماحود ہے، جو اس کے قریب واقع ہے؛ سولہویں صدی تک بھی اس کا یورپی نام Kynegou (سکاری دروارہ) ماحود تھا؛ (۱۶)



سولہویں صدی میں ”ریچھوں والا دروازہ“ کہتے تھے کیوں کہ اس کے اوپر پتھر کے شیر رکھے ہوئے تھے؛ (۸) آخور قبو۔

(د) محل شاہی کی فصیل کے دروازے، جو بحیرہ مارمورا اور شاخ زریں کے ساتھ ساتھ جاری ہیں:- (۱) بالی حانہ قبو؛ (۲) دگرمن قبو؛ (۳) خسہلی قبو؛ (۴) اوغرون (اودون) قبو؛ (۵) طوپ قبو (محل سلطانی میں سب سے اونچی جگہ پر اب تباہ ہو چکا ہے)؛ (۶) بالی کوشلک قبو، حواب مسمار ہو چکا ہے۔ یہ دروازے فقط محل کے ساتھ مواصلات کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔

وہ مقدس اور غرہ مقدس عمارتیں جو اوپر گوانی گئیں ہیں، ان بعباب کا واضح تصور پیش کرتی ہیں جو قسطنطنیہ میں اس زمانے میں رونما ہوئے جب اس پر ایک ایسی قوم کا تسلط ہو گیا جو نسل، مذہب اور ثقافت میں مختلف تھی اور جس کی روزمرہ کی ضروریات بالکل جداگانہ تھیں۔ اس انقلاب سے کوئی چیز بھی نہیں بچی۔ ان لوگوں کا اثر ان متعدد یادگار عمارتوں اور ان فن مصوغات پر بھی ہوا جو کبھی نوربظم کے ناراروں اور عوامی سرگاہوں کی ریب کا باعث تھیں۔ تابع سے حکم دیا کہ جسٹینیان Justinian کا عظیم فلتری گھڑ سوار مجسمہ (بامر آبی = ”کاسی کا گھوڑا“) اسی جگہ سے اکھاڑ دیا جائے اور دھاب کو پگھلا کر اس کی توپیں ڈھال لی جائیں اور دیگر محسموں کا بھی یہی حشر ہوا۔

اس کے علاوہ دیگر مبار وغیرہ، جو ابھی تک تقریباً معجزانہ طور پر غالباً اس لیے بچے ہوئے ہیں کہ انہیں طلسمات خیال کیا گیا تھا، یہ ہیں: آب میدان میں ابھی تک مصری محروطی عمود کھڑا ہوا ہے، جو کسٹینیان پورمروچیٹی ٹاس کے عمود (سانپ کی لاٹ) کے بیچ کا حصہ ہے،

لیکس اس حصے کا نحاسی خول صانع ہو چکا ہے۔ سانپ کی لاٹ اٹھارہویں صدی کے آثار تک بھی بچی ہوئی تھی۔ اس کے تین سر اور کھلے ہوئے حڑے تقریباً سب آفتوں سے بچ گئے تھے۔ ۱۷۰۳ء میں جب پولینڈ کی سفارت کو آب میدان میں ٹھہرایا گیا اس وقت اس کے تنوں سر بعض بوڑھے پھوڑ کرنے والوں نے، جس کا کبھی پتا نہ چلا، کاٹ ڈالے۔ خارجی مہمانوں پر سہ ہوا کہ انہوں نے یہ حرکت کی ہے۔ ان میں سے ایک سر کا اوپر کا حڑا اس وقت سے پہلے ہی صانع ہو چکا تھا، عام قصے کہانوں کے مطابق اسے سلیمان اول کے وزیر اعظم ابراہیم پاسا نے حدام نے کاٹ ڈالا تھا۔ کچھ اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ کام محمد ثانی نے کیا اور کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ سلیم ثانی یا مراد رابع نے ایسا کیا۔

قسطنطین اعظم کا سگ سماں کا ستون، جو طوں نارار میں ہے اور جسے ترک چسری طاقی کہتے ہیں، ابھی تک باقی چلا آتا ہے، اگرچہ اسے محل گرے، رسلے اور آتش زدگی سے نقصان پہنچ چکا ہے۔ اسی طرح مارسین Marcian کا ستون (برطانی، columna virginea) بھی ابھی تک بچا ہوا ہے۔ اس نے ڈھکی وضع کے جوتڑے کی ناس، جس پر وہ کھڑا ہے، سرکوں کا پختہ خیال ہے نہ یہ قسطنطین اعظم کی دحر کی قبر ہے۔ آرکڈیس کے ستون (the columna historiate) جسے یہ نام اس لیے دیا گیا کہ اس کے گردا گرد ویسے ہی انہرواں نفس و نگار نے ہوئے ہیں جیسے کہ تراش کے ستون پر ہیں) کا فقط چسوترہ باقی بچا ہے، یہ ستون اٹھارہویں صدی کے آثار میں تباہ ہوا اور اس کی انہرواں دھاریاں مٹ گئیں۔ مختلف اقسام کے ستونوں کے لیے دیکھیے Antike Denkmalsäulen in C Gurlitt Konstantinopel (۱۹۰۹ء)؛ سانپ کی لاٹ (Snake Column)

پاس اس سبکیں پل کے جو جسٹینین Justinian نے بنایا تھا کچھ ٹکڑے باقی تھے۔ اسے ابن بطوطہ، ۲: ۴۳۱ء نے تباہ شدہ لکھا ہے۔ سمندر کے اس سب سے زیادہ اندر کو گھسے ہوئے بارو کی شاخ پر ایک یا ایک سے زیادہ پل ”آسپاے سیریں“ (کتاب خانہ Kiat-Khane) کے پاس سے ہوئے تھے۔ دسپنا Despina پل اور ”ہانبھوں کے پل“ (فیل کوپروسی) کی نائٹ کہا گیا ہے کہ وہ ترکی عہد میں موجود تھے۔

سلطان محمود ثانی نے لکڑی کی بھرتی ہوئی جوڑے پیدے کی کشتیوں کا سب سے پہلا دل اسسول (اوں کسان) اور غلطہ (عداب قبو) کے درمیان بنایا۔ اس کا افتتاح بڑی دھوم دھام سے ۳ ستمبر ۱۸۳۶ء کو ہوا۔ دوسرا بڑا پل، حدید یا ”والدہ“ پل، چوک امین اوئی Eminönü (استانبول کی جانب، جامع والدہ کے قریب) اور قرہ کوبی (غلطہ) کے درمیان ۱۸۴۵ء میں سلطان عبدالحمید کی والدہ نے بنایا۔ ان دونوں پلوں کی نارہا مرمت ہو چکی ہے اور چوبی کشتیوں کی جگہ آہنی کشتیاں لگا دی گئی ہیں۔

ایک تیسرا پل، حو ایوب اور حاص کوبی کے درمیان تھا (اور ”یہودیوں کا پل“ کہلاتا تھا) ۱۸۶۲ء میں آتشزدگی سے تباہ ہو گیا۔ یہ پل صرف دس سال تک قائم رہا۔

سلم اول نے ساخ زریں کے شمالی ساحل پر ایک بحرین سامان حرب (ترسانہ) ۱۸۲۲ء/۱۰۱۶ء میں، اس مقام پر حو آگے چل کر رنص قاسم پاشا ہونے والا تھا، تعمیر کیا۔ اسے پہلے سلیمان اول نے اور پھر امیر البحر اعظم حرائر لی حسی پاشا نے (عبدالحمید اول کے زمانے میں) اور حسی پاشا نے (سلیم ثالث کے زمانے میں) بہت زیادہ وسیع کر دیا اور اب وہ اپنی متعلقہ عمارات — قرارگہ حہازان، کارخانے، رہنے کے مکانات، ”دیوان خانہ“ (قبودان پاشا کا

پر قدیم اور جدید زمانے میں جو افتادیں پڑیں ان کے لیے دیکھیے Das Plataeische Weihgeschenk zu . O Frick Konstantinopel (لاٹبرگ ۱۸۵۹ء) Fabricius، در Jahrbuch des Deutschen Arch Inst ۱: ۱۷۶ تا ۱۹۱ (۱۸۸۶ء)۔ قسطنطنیہ کے قدیم مناظر اور خاکے، نیر سولہویں صدی کے آغاز کے کھدے ہوئے کتبے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس وقت تک بہت سی قدیم عمارتیں بچی ہوئی تھیں، جن کی نائٹ ہمارے پاس مرید اطلاعات اس وقت نہیں ہیں۔ آب میدان کی یادگار عمارتوں اور ان محسوسوں کے لیے حو ابراہیم پاشا پست Pest [ہگری] سے لایا اور وہاں نصب کئے، دیکھیے Wiegand کا Jahrbuch des Deutschen Arch Inst ج ۲۳ (۱۸۹۸ء)۔

سپر کی قدیم چہارگاہیں، حو بحیرہ مارمورا پر ہیں، ترکوں کے عہد میں ثابت ہو گئیں۔ ان میں سے سب سے بڑی چہارگاہ البوہیریس Elcutherius ۱۷۹۶ء میں بالکل ناٹ دی گئی اور اس وقت وہ بڑی کا ایک بڑا باغ ہے (ولنگا بوستان wlanga bostan)۔ ”گلی گلی“ (بدرغہ لسانی، حوالی Julian یا صوف Sophia کی سدرگہ) اس وقت تک بحری سدرگہ اور بحرین سامان حرب کے طور پر استعمال کی جاتی رہی۔ اب کہ سلیم اول اور سلیمان اول نے ساحل زریں پر بحرین آلاب حرب بنایا۔

ساحل زریں (ترسانہ بوعاری) اس وقت سے قسطنطنیہ کی بحری اور بحاربی سدرگہ بن گئی ہے۔ بوریطی عہد میں داخلے کا یہ راستہ دسموں کے سڑوں کو روک دینے کے لیے نارہا ایک رنجیر سے بن کر دیا جاتا تھا (دیکھیے van Millingen، ص ۲۲۹ بعد)۔ جس جگہ اب ایک بل تعمیر کر دیا گیا ہے وہاں دونوں ساحلوں کے درمیان آمد و رفت کا سلسلہ چھوٹی کشتیوں کے ذریعے قائم رکھا جاتا تھا۔

سولہویں صدی تک بھی گورستان ایوب کے

حب مملکت نور بطیم پھر بحال ہوئی نو میکائل ہفتم  
پبلیولوگس نے ۱۲۶۱ء میں غلطہ اہل حیوا کو  
دے دیا۔ انہوں نے وہاں ایک خود مختار نوآبادی کی  
ساد ڈالی، جو ایک حاکم (podesta) کے تحت تھی۔  
آگے چل کر انہوں نے سہر کے گرداگرد فصیلیں  
اور حدیں بنا لیں۔ غلطہ کا برج، جو ایک سو پچاس  
فٹ بلند ہے اور ایک اونچے مقام پر کھڑا ہوا ہے،  
رائے استعکافات کی وہ سب سے آخری عالیشان یادگار  
ہے جو بچ رہی ہے۔ اس عظیم برج کو فتح کے  
بعد مدحائے کے طور پر استعمال کیا گیا اور اس نے  
بعد اسے استرڈگی کی نگرانی کرنے کا مقام بنا دیا  
گیا، جو یہ آج تک بنا ہوا ہے۔ ۸/۵۱۲/۱۷۹۳  
۱۷۹۴ء میں اس میں آک لگی، جس سے اسے سب  
نقصان پہنچا۔ اس کے بعد اسے بھر و سنا ہی بنا دیا گیا  
جسنا پہلے بنا اور اس کی بلندی کئی گراڑھا دی  
گئی۔ مسہور و معروف مصی مصی اللہ (اٹھارہویں  
صدی کے آغاز میں) نے یسوعی نادری (Jesuit) بسیر  
Besnier سے حواہس کی کہ وہ اس کی چوٹی پر  
ایک رصدہ قائم کرائے۔

غلطہ کی فصل میں اندر داخل ہونے کے  
حسب دیل دروارے تھے : ساحِ زرین پر (مغرب  
سے مشرق کو) عذاب ہو، فورقہی ہو، ناع مناں قبو،  
نالی نارار ہو، فرہ کوئی ہو، کرسٹلو محرنی ہو،  
موم خانہ ہو، کرج ہو، ارگری ہو، شکی کی جانب  
(مغرب سے مشرق کو) : مایب اسکله سی قبو، نوپوک  
اور کوچک فله ہو، طوپخانہ ہو، اندرونی فصیل  
میں : کوچک فرہ کوئی ہو، محل ہو، مدائنک  
ہو، ککسا ہو، ایج عذاب ہو، صاری قبو۔ ۱۸۵۷ تا  
۱۸۶۰ء میں فصلوں کو مع برحوں کے تقریباً کلی  
طور پر گرا دیا گیا، حیوا کے عہد کی سراؤں کا بھی،  
جو پریم نے نارار میں ابھی تک بچ رہی ہیں، یہی  
انجام ہوئے والا ہے۔ بعد میں جو پیرا کی لاطینی آبادی

مسکی اور اس کے بعد وزارتِ بحری کا دفتر) وغیرہ۔  
کی بدولت خاص کوئی سے غلطہ (عداب ہو) تک  
پھیلا ہوا ہے۔

دیوان خاص کے مغرب میں چھاری غلاموں  
کے لیے وہ دندانہ مقام تھا جسے نگسو bagnio  
(فحش خانہ) کہتے تھے۔

اس مغرب اسلحہ کے اوپر بلند جگہ پر اوو  
میدان (بیرناری کا میدان) ہے، جس کی جانب لپکا جاتا  
ہے کہ اس کی ساد محمد ثانی نے ڈالی تھی۔ اس  
میدان میں ہر انداز، جس میں بہت سے سلاطین بھی  
شامل تھے، بالخصوص سیم ثالث، نے جلانے کی مسی  
کنا کرنے تھے، ان کی مہارت اور قادر انصاری کا ساں  
بہت سے سکی سوپوں (ساں طاسی) پر بطم اور شر  
میں لکھا ہوا ہے۔ بنا، پڑھے کی نہلی جگہ (مارتہ)،  
جو ان نفس ساطر کی وجہ سے مشہور ہے جو  
وہاں سے نظر آتے ہیں، احمد ثالث نے ۵۱۲/۱۷۹۳  
۱۷۹۵ء میں بنائی تھی۔ محط اور ونا کے زمانے میں  
لوگ دعاء کے لیے حوی در حوی ہمیں جمع ہوئے  
تھے۔ ستمبر ۱۷۹۰ء میں سہرادوں کے حصوں کا  
جشن بھی یہیں چودہ دن تک مسایا گیا تھا

ان اطراف و حواہب میں جو مسعدين بنائی  
گئیں ان میں سے صرف قبوداں پاشا ہالیہ، فاسح  
سافر (Chios) اور فاسح چرسہ، کی مسجد کا دتر  
ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہ آجرا لڈ کر مسجد ۱۵۷۲ء  
میں فاسم پاشا کے اوپر ایک خوش منظر مقام پر  
تعمیر کی گئی اور اس کے لیے بڑی قیمتی حاداد وقف  
کی گئی۔

ناحیہ غلطہ : اس نام کی، جو اس مقام کو  
اس کے پرانے نام Sykac کی جگہ بہت ہی قدیم زمانے  
میں دے دیا گیا تھا، اصل یقینی طور پر معلوم نہیں،  
اس کے ساتھ اس کا متبادل نام Pera (”دوسری  
جانب“) مختلف شکلوں میں استعمال ہوتا رہا۔

لفظ، جو اسی قبرے سے مختصر کر کے بنا لیا گیا ہے، اس نو آبادی کا مخصوص نام ہو گیا اور پھر غلطہ کے نام کے طور پر، جس پر پہلے اس کا اطلاق ہوتا تھا، متروک ہو گیا۔ لیوگی گرتی Luigi Gritti کا مکان بھی، جو سلمان اول کے وزیر اعظم ابراہیم پاشا کا مشر اور کارکن تھا، یہیں تھا اور مشرقی شان و شوکت سے مزین تھا۔ ترکوں کے ہاں اس کا نام سنگ اوغلو (فرید شاہراہ) مشہور تھا (کیونکہ وہ ایک دوڑ Doge [ویس اور جسوا کی جمہوریتوں میں حاکم اعلیٰ] کا بٹا تھا)، اس لیے پیرا کا بھی یہی نام پڑ گیا۔ اس کا یونانی نام Stavrodromi ("حوراہا") ہے، کیونکہ پیرا کے اندر داخل ہونے کے مقام پر پیرا حائے والی بڑی سڑک کو وہ سڑک جو طوپحانہ سے اسلحہ خانے حائے کاٹی ہے۔

اس وقت سے اب تک پیرا برابر پھلنا جا رہا ہے، اس کی آبادی ایک لاکھ ہو گئی ہے اور اب بھی یورپ والوں کا اصلی مقام و مسکن ہے؛ غلطہ اب تک بحاری مرکز اور سمدری بندرگاہ بنا ہوا ہے۔ ترکوں کی آبادی، جو پیرا کی بلند پہاڑی کی مغربی اور مشرقی ڈھلاؤں پر ابتدائی زمانے میں آکر یہاں بس گئے تھے، رفتہ رفتہ غائب ہونی چلی جا رہی ہے اور اب فقط چند چھوٹی چھوٹی مسجدیں، جو یورپی محلے کے درمیان رہ گئی ہیں، یہ یاد دلاتی ہیں کہ یہاں کبھی مسلمان بھی بستے تھے۔

ابتدائی زمانے کی دو یادگاریں اور باقی رہ گئی ہیں: ایک غلطہ سرائے، دوسری حاقاہ مولویہ، جو غلطہ اور پیرا کی درسائی سڑک پر واقع ہے۔ غلطہ سرائے کا بانی نایرید ثانی تھا اور یہ شاہی حدام کے لیے ترسگاہ کے کام میں لائی جاتی تھی۔ سلم ثانی اور پھر دوبارہ محمد رابع کے عہد (۱۰۷۶ھ / ۱۶۶۵-۱۶۶۶ء) میں اسے بد کر دیا گیا تھا؛ اس کے

کھلائی اس کی جڑ وہی فرنگیوں (اطالویوں) کی جماعت تھی جو قدیم زمانے میں یہاں آکر آباد ہو گئی تھی۔ اس کے بعد یونانی (بالخصوص سافر (Clerics) سے)، یہودی اور ارمنی یہاں آکر آباد ہوئے۔ حب یہاں محروں سامان اسلحہ اور توپ سازی کے کارخانے (طوپخانے) کی سیاد رکھی گئی تو مغرب اور مشرق کے مسلمان بھی بردستی یہاں گھس آئے اور بڑے بڑے دسھولک اور یونانی کلساؤں پر، جو انہیں وہاں ملے، اپنا قصبہ حما بیٹھے۔ کیتھولک لوگوں کے پاس فقط سیٹ پیئر Pierre، سیٹ حارجر Georges اور سیٹ سمونٹ Benoit بچ رہے، باقی سب، یعنی سیٹ پال Paul، جو آج کل "عرب جامع" ہے (۱۵۲۵ یا ۱۵۳۵ء سے یہ مسجد بن گئی ہے)، سیٹ ماریا ڈی ڈراسرس Draperis (جو ۱۶۶۳ء میں صط ہو گیا)، سیٹ فرانسوئس François (۱۸۹۷ء سے یہ "مسجد والدہ" ہے)، سیٹ آنا Anna (جو ۱۶۹۷ء میں صط ہوا)، سیٹ سباسٹیئن Sebastian، سیٹ کلارا Clara، سولہویں اور سترہویں صدی کے گزرے گزرنے سب و نابود ہو گئے۔ یونانی کلساؤں میں سے سب سے زیادہ مشہور Xpυσοπηγή تھا۔ یہ سترہویں صدی میں ویراں ہو گیا۔ غلطہ میں ترکوں کی جودہ مسجدیں ہیں، جن میں سے چار اصل میں گرچا تھے۔

غلطہ میں، جہاں آج کل کے پیرا کی طرح متعدد ہوٹل اور تفریح گاہیں ہیں، بہت سے ترک سر کے لیے سہج حائے تھے تاکہ وہاں فرنگیوں کے طریقے سے لطف اندوز ہوں۔ محمد ثانی کبھی کبھی کیتھولک گرجاؤں میں وہاں کی نماز دیکھنے بھی چلا جاتا تھا۔

سولہویں صدی کے آغاز اسے قدیم زمانے ہی میں ویس اور فرانس کے سفر اور دیگر بیرونی اسخاص غلطہ کے شمالی بلند مقامات میں آکر "vignes de Péra" ("دوسری طرف یا بار کے پاکستان") میں سکونت اختیار کر لیتے تھے؛ چنانچہ Pera کا

بعد احمد ثالث نے ۱۷۱۴ء میں اسے بھر بحال کر دیا۔  
قدیم عمارت کو ۱۸۲۰ء میں منہدم کر دیا گیا؛  
جدید عمارت ۱۸۲۴ء میں تیار ہوئی اور اسے میڈیکل  
سکول بنا دیا گیا جہاں عام امراض کی تشخیص کی  
جائی تھی۔ ۱۸۶۷ء سے اسے فرانسیسی نمونے پر  
شاہی ثانوی (Lycée Impérial) درسگاہ بنا دیا  
گیا ہے۔

حاجہ مولویہ، حواس دار السلطنت میں سب سے  
زیادہ قدیم آبادی ہے اور ”غلطہ مولوی خانہ سی“  
کہلاتی ہے (اس لیے کہ غلطہ میں پرانہ ہی  
شامل ہے)، ۵۸۹۷ / ۱۳۹۱ - ۱۳۹۲ء میں تعمیر  
کی گئی، ۱۷۶۵ء میں آتشزدگی سے بیاہ ہوئی  
اور آخری مرتبہ سلم ثالث نے اسے ۱۷۹۵/۱۷۹۶ء  
میں موجودہ شکل میں تعمیر کیا۔ یورپ  
والوں میں یہ اس لیے زیادہ مشہور ہے کہ یہاں مرتد  
احمد پاشا (بونوال Bonneval، ولک بان) کی رہے  
اور مسلمانوں میں اس لیے کہ یہاں اسمعیل افروی،  
شارح مشہور، کا مزار ہے۔

غلطہ سے متصل ساحل سمندر کی مشرقی سمت  
میں طوبخانہ کے آس پاس کا علاقہ ہے۔ طوبخانہ  
کی وجہ سے یہ ہے کہ یہاں خود فانی نے بندوبست  
ڈھالے کا کارخانہ قائم کیا تھا اور سلمان اول نے  
اسے اور زیادہ پھیلایا۔ موجودہ عمارت کی، جس میں  
آج کل محض سرکاری دفاتر ہیں، کیونکہ اسلحہ اب  
بیرونی ممالک سے درآمد کئے جاتے ہیں، تعمیر کی  
تاریخ ۱۷۳۵ء ہے۔ ٹھیک اس کے مقابل پہودان پاشا  
فلیح علی نے اپنی عظیم مسجد ۱۷۵۸ء میں  
بنائی، جس میں ایک ترم بھی ہے، جو ندسلیتگی سے  
فرنگی طرز پر بنائی گئی ہے۔ یہ دونوں عمارتیں  
سنان نے تعمیر کیں۔ ترم کا زمانہ تعمیر غالباً  
متاخر ہے، ۱۷۳۲ء میں محمود اول نے اس مسجد  
کے سامنے ایک قوارہ بنایا اور اسے خوب آراستہ کیا۔

اس سے تھوڑے فاصلے پر ایک کھلے میدان میں  
نصرتیہ مسجد ہے، جو مراد ثانی نے ۱۸۲۳ء تا ۱۸۲۶ء  
میں یگی چریوں کے قتل کی یادگار میں بنائی۔

اس رصدگاہ کی حائے وقوع جس کا نارہا ذکر  
آچکا ہے اور جسے ماہرِ ہشت نقی الدین نے مراد ثالث  
کے حکم سے تعمیر کیا تھا اور جو فروری ۱۷۵۸ء  
میں تاریخی حصارامدادان سعدالدین کی درخواست پر  
منہدم کر دی گئی زیادہ صاحب کے ساتھ مع  
نہیں کی جا سکتی۔

انہیں اطراف و حواص میں محلّہ مدقلی کے  
اندر ایک مسجد ہے، جسے مراد ثالث نے ۱۷۹۷ء /  
۱۷۵۹ - ۱۷۶۰ء میں تعمیر کیا۔ یہ مسجد ساہرادہ  
جہانگیر کی ماد میں بنائی گئی جو ۱۷۵۳ء میں  
حملہ ایران میں مارا گیا اور اس کا نام بھی اسی کے  
نام پر رکھا گیا۔ یہ ایک مشہور و معروف قطعہ  
زمین ہے اور کئی بار درآس ہو چکا ہے، آخری بار  
اسے ۱۸۲۳ء میں بھر سے بنایا گیا۔

مطاس (بڈھنگی حٹان) اس خطرناک پہاڑی  
کا نام تھا جو ساحل کے قریب دولمہ ناعچہ میں تھی  
اور جسے قدیم زمانے میں Petra Thermastis کہتے  
تھے (Const u Bosp von Hammer، ۱ : ۱۹۱)  
ایک شخص مصطفیٰ بحیب نے، جس کا وہاں ساحل پر  
ایک سگاہ تھا، اس کے لیے ایک رصیف (pier) بنا دیا۔  
آخر میں اسے ۱۷۶۷ء میں ایک چھوٹی سی جہازگاہ  
تعمیر کر کے محفوظ کر دیا گیا، لہذا اس کا نام چلا  
آتا ہے۔

دولمہ (طولمہ) ناعچہ (بھرپور ناع) اس کا ترجمہ  
”کدو ناع“ - جو پہلے پہل von Hammer  
Const u Bosp، ۲ : ۱۹۰ء میں نظر آتا ہے -  
ایک مصحکہ حیر غلط فہمی پر مبنی ہے۔ یہ رقمہ  
زمین، جہاں اب عبدالمجید کا ۱۸۵۳ء میں بنایا ہوا  
قصر کھڑا ہے، مع اس کے سامنے والے میدان کے اصل

اوغلو، فاتح، ایوب، ریتون بورنو، نافرکوی، بے اوغلو، شیشلی، بیشکطاس، صاری پر، بے کور، اسکدار، قاضی کوی، اور حرائر میں : چالحد، سلجوری، شیلہ، قرتال اور یالوہ - ۱۹۶۰ء کی مردم شماری میں سہر استانبول کی آبادی ۱۴۶۶۵۳۵ تھی۔

علم و ثقافت کے نقطہ نظر سے استانبول صرف ترکی ہی کے سہروں میں سر فہرست نہیں بلکہ بحرِ متوسط اور اس ناس کے مشرقی ممالک میں بھی ایک مخصوص اہمیت کا حامل ہے۔ جامعہ استانبول میں چھ کالج (faculties) اور ۱۹۵۷ء میں ساڑھے سولہ ہزار کے قریب طلبہ تھے۔ اسی طرح یہاں کی صنعتی (technical) یونیورسٹی میں پانچ کالج اور تقریباً دس ہزار طلبہ تھے۔ علاوہ ان دونوں لطفہ کی ایک اکیڈمی، اقتصادیات و تجارت کا ایک اعلیٰ مکتب اور ہر قسم کی صنعت و حرفت سے متعلق متعدد مدارس موجود ہیں، کئی کتب خانے ہیں، جن میں کتابوں کے نس فہم دھاتر ہیں، کئی عجائب گھر ہیں، جہاں بعض بہت نس فہم آثار و برکات ہیں، مثلاً رسول اللہ صلعم کی تلوار اور بردہ سرفہ۔ سر و اساعت کے مرکز کی حثیت سے یہ سہر ترکی میں بے ہما ہے۔

استانبول کا اقتصادی موقف بھی بہت اہم ہے۔ ۱۹۵۰ء کے اعداد و شمار کی رو سے ترکی کی کل صنعت گاہوں میں سے ۱۰ سے زائد استانبول میں تھیں اور صنعتی کاموں میں جو لوگ مشغول تھے ان میں سے ۱۰ سے زیادہ اسی سہر میں تھے۔ مصنوعات کی مالیت کے لحاظ سے یہ ناسب ہیں اور ایک کا بھا اور کارخانوں کی فہم کے لحاظ سے چار اور ایک کا۔ ترکی کی تجارت میں استانبول کا بہت بڑا حصہ ہے اور یہاں جو تجارتی جہاز آتے جاتے ہیں وہ تعداد میں سب سے زیادہ ہیں۔ اسی وجہ سے درآمد و درآمد کی تجارت زیادہ تر استانبول ہی سے

میں ایک گہری حلیج تھا، حوقرہ بالی ناع اور پیشک طاش ناغ کے بیچ میں واقع بھی، جس کا ذکر سولہویں صدی میں اکثر آتا ہے۔ ۱۹۱۴ء میں بین ماہ کی مڈ کے اندر اندر قہوداں پاشا خلیل نے اسے سمندر سے ملحدہ کر دیا۔ یہی حلیج تھی جس سے فاتح کے جہاز ۱۴۵۳ء میں جسکی پر گھسیٹ کر شاج ررس میں ڈالے گئے تھے (دیکھئے اور)۔ آگے چل کر ایک زمانے میں جب جہاز کے بڑے کو کسی سہم پر بھیجا ہونا بھا تو امیر البحر اسے یہیں مگر انداز کر رہے تھے اور بحسی مراسم دھوم دھام سے جالائے تھے۔ اس فصر کو سلطان عبدالعہد اور ان کے بعد اس کا جاسی عبدالعزیز ساھی مسکن نے طور پر کام میں لائے تھے، یعنی اس وقت تک جب کہ عبدالعزیز نے فصر جہازاں تعمیر نہیں کیا تھا اس کے بعد سلطان محمد جاس بھر دولہ ناعچہ میں رہے لگا۔

[ ۱۹۲۰ء کے بعد سے استانبول ترکی کا ناعے شعب نہیں رہا۔ جمہوریہ کے فہام کے بعد شروع کے چند سالوں میں اس کی گرسہ رونی اور حوش حالی میں نمایاں فرو پیدا ہو گیا تھا، لکن یہ عارضی احتضاط جلد ہی جانا رہا اور استانبول کی آبادی اور اقتصادی اہمیت میں بھر اضافہ ہونا شروع ہو گیا۔ آج کل یہ سہر جمہوریہ ترکی کے ایک صوبے (ولایت) کا مرکز ہے، جس میں ناسورس (استانبول، بحاری) کے دونوں طرف کا علاقہ اور جریرہ نامے خورروں کا شمال مغربی حصہ (یالوہ کی فصا) شامل ہے۔ اس صوبے کا مجموعی رقبہ ۵۳۹۰ مربع کلومیٹر ہے اورپ میں ۳۳۰۲ اور ایسا میں حرائر سمب ۲۰۸۸ کلومیٹر)۔ کل آبادی ۱۹۵۵ء کی مردم شماری کی رو سے تقریباً پندرہ لاکھ اور ۱۹۶۰ء کی مردم شماری میں ۱۸۸۲۰۹۲ تھی۔ ۱۹۵۷ء میں یہ صوبہ ان اٹھارہ قضاؤں میں مقسم تھا: امیں

استانبول میں، مع ان اضافات کے جو علی ساطع نے کیے اور جو اسے عبدالحمید کے عہد حکومت تک لے آئے، طبع ہوئی۔ سب سے زیادہ قدیم بیانات، جن کی کوئی قیمت ہو سکتی ہے اور جن میں تصاویر بھی دی گئی ہیں، وہ ہیں جو (۵) Grelot نے اپنی کتاب *Relation nouvelle d'un Voyage à Constantinople* (پیرس ۱۶۷۲ء) میں دیے ہیں؛ (۶) دیسان *Tableau de l'Empire d'Othoman*، طبع مولیو، ح ۳، میں بعض تصاویر (engravings) دی ہیں؛ (۷) فان ہامر *Constantinopolis u von Hammer*، *der Bosphorus*، ۱: ۳۳۵ - ۳۳۶، میں متعلقہ باب اگرچہ بہت سی باتوں میں پرانا ہو چکا ہے مگر بھی اس قابل ہے کہ اس سے استفادہ کیا جائے، سیر دیکھیے (۸) *L'Architecture Ottomane*، ادھم پاشا کی سرپرستی میں شائع ہوئی (استانبول ۱۸۷۳ء)؛ (۹) *Die Baukunst Konstantinopels* Cornelius Gurlitt، (عربی طبع ہوئے والی ہے)، (۱۰) Paspali سے اپنی (۱۸۷۷ء) *Buḡantivai Meléti* (Cp ۱۸۷۷) میں یورپ کے ان گرجاؤں کا ذکر کیا ہے جو اب مسعدیں بن چکے ہیں، (۱۱) *Étude sur la Topographie* J Ebersolt، (۱۱) *et les Monuments de Constantinople* (پیرس ۱۹۰۹ء)، کاریروں کی نام مستند تصنیف ابھی تک (۱۲) *Voy à l'Embouchure de la Mer* Andréossy Noire (پیرس ۱۸۱۸ء، طبع نائی، سوواں: *Constantinople et le Bosphore de Thrace*، مصنف مذکور، ۱۸۲۸ء)؛ (۱۳) اسی سلسلے میں قسطنطنیہ مصافحات استانبول، ار *von der Goltz* (برلن ۱۸۹۷ء) سیر قسطنطنیہ *Const u Bosp v Hammer*، ۱: ۵۶۰ تا ۵۸۲، اس کے ص ۵۳۰ بعد ہر حماموں (عسل خانوں) کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے؛ ان کا ذکر وراثت White (دیکھیے بیان آئندہ)، ۳: ۲۹۶ تا ۳۱۳ میں بھی ہے۔

شہر کی فصیلوں سے متعلق (۱۵) *A van Mil-*

ہوئی ہے اور اس معاملے میں یہ رفتہ رفتہ ارمیر (سمرنا) سے باری لے گیا ہے۔ استانبول تقریباً پانچ سو سال تک خلافت اسلامی کا مستقر رہا اور دیانے اسلام میں اسے ایک خاص مقام حاصل رہا۔ آستانہ علیا، در سعادت اور استانبول کے ناموں سے زبان زد حلائی رہا۔ عثمانی ترکوں کے عہد میں ثقافت اسلامیہ کا سب سے بڑا مرکز بھی رہا اور خود ترکوں کے دلوں میں اس کے لیے جو حدیث عقیدت تھی ان کا اظہار ترکی شعراء نے کلام میں جگہ جگہ ملتا ہے: چنانچہ ادرہ کا ایک شاعر (مصطفی سامی تک) کہا ہے:

حالی سل سرف و قدری سم ادرہ تک

کعبہ دن اول اولور سعیدی امانولہ

(اس کی سرزمین کی عرب و عظم کو

پہچان، لہذا کہ ادرہ کا سجدہ کعبے سے پہلے

استانبول کو ہونا ہے)؛ دیکھیے گب *E J W Cabb*

*Hist of Ottoman Poetry*، لندن ۱۹۰۹ء، ۶: ۲۶۰

زیادہ تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے ا، برکی، بدلی مادہ]۔

مآخذ: فتح قسطنطنیہ کے بارے میں دیکھیے (۱)

*Bonn*، *Phrantzes*، *Ducas* اور *Chalcocondyles*، در

*Corpus*؛ نمبر (۲) *Monumenta Hung Hist*، ح ۲۱ بعد

*Belagerung* A D Mordtmann (۳)؛ (Déthier)؛

*und Eroberung Constantinopels*، ۱۴۵۳، (شٹٹگارٹ

Stuttgart ۱۸۵۸ء)۔

استانبول اور اس کے گرد و نواح کی مسجدوں کے

لیے اصل مآخذ (۴) ایوان سرای کے حافظ حسین امیدی کی

حدیث الجوامع (= ”مسجدوں کا باغ“)؛ یہ مصنف

اٹھارہویں صدی کے نصف آخر میں ہوا ہے۔ اس کی کتاب

سے یورپ کو پہلے پہل فان ہامر *von Hammer* نے

روشن کیا (قب *Gesch des Osman Reiches*، ۹:

۴۶ تا ۱۴۴)؛ یہ ۱۸۶۵-۱۸۶۴/۵۱۲۸۱ء میں

von Hammer، لسن ۱۸۵۰ء (نامام) (ج) طبع سوم،  
جلد میں، اسانول ۱۳۱۸ تا ۱۳۱۸ء۔

قدیم ترسیاکی تصانیف کا تقریباً مکمل حائرہ (۳۰)  
*Beschreibung des türk Reiches* Lüdeke (لائزگ  
۱۸۰۰ء) ۱: ۲۹۹ بعد و ۲: ۹۳ بعد، نے  
دیا ہے؛ قس فان ہامر *Const u Bosp v Hammer*،  
ح ۱، دیباچہ۔

شہر کے خاکے: قدیم تر خاکوں کے لیے دیکھیے۔  
(۳۱) *Oberhummer* کتاب مذکور، ص ۲۵، (۳۲) پہلا  
اصلی خاکہ، جسے F Kauffer نے ۱۷۷۶ء میں مکمل  
کیا اور ۱۷۸۶ء میں اس پر نظر ثانی کی، اہی  
اصلی شکل میں *Voy Pittoresque. Choiseul-Gouffier*  
*de la Grèce* ح ۲ اور J B Lechevalier (۳۳)  
*Proponide* (پرس ۱۸۰۰ء) میں ملتا ہے، (۳۴)  
H Kiepert کے نقشے (در *Constantinople u der*  
*Bosporus*، رلن ۱۸۵۳ء) میں Moltke کی پیمائشوں سے  
کام لیا گیا ہے، جو اس نے ۱۸۳۶ - ۱۸۳۷ء میں  
کیں۔ سب سے آخری خاکہ، جو C F Stople نے بنایا،  
اہی تصویلات میں حملا Kauffer کے خاکے پر مبنی ہے۔

ماطر: (۳۵) *Konstan- Eugen Oberhummer*  
*München) inopel unter Sulaiman dem Grossen*  
۱۹۰۲ء، اس میں وہ خاکے شامل ہیں جو  
Lorichs نے ۱۵۰۹ء میں تیار کیے تھے، (۳۵) *Choiseul-*  
*Voy Pittoresque de la Grèce Gouffier* (۳۶)  
*Promenades pittoresques dans Constanti-*  
*nople et sur les Rives du Bosphore* (پرس ۱۸۱۵ء)؛  
*Voyage Pittoresque de Constantinople* Melling (۳۷)

(پرس ۱۸۱۹ء)۔

(J H MORDTMANN)

\* اسٹانکوی: حریرہ سٹینکو Cos=Stenco کا

برکی نام، قس *La Turquie d'Asie* Cuinet، ۱:  
۳۵ بعد۔

*Byzantine Constantinople* (لنڈن ۱۸۹۹ء)؛  
*Autour des murs de Constantinople* A Zanotti (۱۶)  
(پرس ۱۹۱۱ء)۔

عظہ کی ناست (۱۷) *A. Belin*  
*Latinité de Constantinople* (پرس ۱۸۹۳ء)؛ (۱۸)  
*Documenti riguardanti la colonia* L F Belgian  
*Genovese di Pera* (۱۹) (۱۸۸۸ء) *Genova*  
*Notes on Galata* (در *Ann Brit School at Athens*)  
۱۹۰۴ - ۱۹۰۵ء (۲۰) *Sauli*  
*Colonia dei Genovesi in Galata* Torino ۱۸۳۱ء۔

عام تصانیف: (۲۱) *Cosimo Comidas de*  
*Descrizione topografica di Constanti-* Carbuogion  
*nopol* (سانو Bassano ۱۷۹۴ء)؛ (۲۲) ہامر *Hammer*  
*Constantinopolis und der Bosporus* (۲) جلد، پست  
*Pest* ۱۸۲۳ء، جو ابھی متروک نہیں ہوئی، (۲۳)  
*Geschichte des osmanischen Reiches*؛ نصف مذکور:  
(۱) جلد، پست *Pest* ۱۸۲۷ء تا ۱۸۳۵ء (۲۴) وہائٹ  
*Three Years in Constantinople* Charles White  
(۳) جلد، لنڈن ۱۸۳۵ء (۲۵) *Skarlatos Byzantios*  
*Kωνσταντινουπόλιν* (ایتھر ۱۸۵۱ء تا ۱۸۶۹ء،  
حدید یوانی زبان میں ایک محب سے لکھی ہوئی لیکن  
غریب اقدارہ تصنیف)؛ (۲۶) *Constanti-* E A Grosvenor  
*nople* (دو جلد، لسن ۱۸۹۵ء)؛ (۲۷) *Eugen*  
*Constantinopolis* Oberhummer ۱۸۹۹ Stuttgart  
(۲۸) *Real - Encyklopädie* نے Pauly-Wissowa سے  
دوبارہ طبع کیا، (۲۸) *Constantinople*؛  
*De Byzance à Stamboul* (پرس ۱۹۰۹ء)۔

مشرقی اسناد میں سے: (۲۹) اولیا چلی (ساتویں  
صدی میلادی) کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ اس کی تین  
تبعیات ہیں (۱) متعجات (اسانول ۱۲۳۹ء)، اس  
میں قط ابتدائی مصول ہیں، (ب) *Narrative of Travels*  
*in Europe, Asia and Africa*، ترجمہ ار فان ہامر



\* ۵۸

استبراء: (لفوی معنی: برائے چاہنا) اصطلاح

فقہ میں استبراء سے مراد یہ معلوم کرنا ہے کہ کوئی کنیز حاملہ ہے یا نہیں، حوالہ روئے ذریعہ ضروری ہے؛ چنانچہ اگر کوئی مسلمان کسی لونڈی کو خرید کر یا ورثے میں یا کسی اور ذریعے سے حاصل کرے تو اس کے لیے اس وقت تک اس سے صحبت منع ہے جب تک کہ یقین نہ ہو جائے کہ وہ حاملہ نہیں ہے تاکہ اولاد کے نسب میں شبہ نہ واقع ہو۔ انتظار کی مقررہ مدت پہلے حصص کے بعد یا اگر حمل ہو تو بچے کی پیدائش کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ جس لونڈی کو حصص نہ آئے ہو اس کی مدت انتظار ایک ماہ ہے۔ مزید برآں لونڈی آزاد ہونے کے بعد صرف اس وقت شادی کر سکتی ہے جب سرعی استبراء کی مدت گزر جائے [یعنی اگر کسی شخص کے پاس کوئی لونڈی ہے اور وہ کسی اور آدمی سے اس کی شادی کرنا چاہتا ہے، لہٰذا خود اس سے صحبت کر چکا ہے تو جب تک لونڈی حصص سے فارغ نہ ہو جائے اس کی شادی نہیں کر سکتا۔ اسے ہی اگر اس نے کوئی لونڈی خریدی جس سے بچے والا صحبت کر چکا ہے تو بھی وہ اس کی شادی نہیں کر سکتے گا جب تک وہ حصص سے فارغ نہ ہو جائے۔ اسی طرح اگر اس نے اسے آزاد کر دیا ہے، لہٰذا وہ حصص سے فارغ نہیں ہوئی، تو جب تک فارغ نہ ہو جائے اس کی شادی نہیں ہو سکتی گی۔ یہ امام مالک، امام الشافعی اور امام احمد بن حنبل کا قول ہے (۱)، عربی، بدیل مادہ۔ مذہب حنفی کی رو سے بھی استبراء واجب ہے اور اس وجوب کی بناء پر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر ہے جو آب نے غزوہ حنین کے فوراً بعد مقام اوطاس اسیران جنگ کے متعلق، جن میں عورتیں بھی شامل تھیں، فرمایا تھا کہ جبالی (حاملہ) سے وضع حمل اور حیالی (غیر حاملہ) سے استبراء سے پہلے مقاربت نہ کی جائے اور

جس کی حکمت یہ تھی کہ ان کی اولاد کا نسب محتاط نہ ہوئے پائے، دیکھیے السرحسی: المسوط، ۱۳: ۱۴۶، فصل استبراء؛ سر دیکھیے مقالہ ام ولد]۔  
 مآخذ: (۱) [النوی: مسباح الطالبین (طبع van den Berg)، ۳: ۶۰، بعد؛ (۲) فتح القریب (طبع van den Berg)، ص ۵۱۴، بعد؛ (۳) النحوری (قاہرہ ۱۳۰۴)، ۲: ۱۸۲، بعد؛ (۴) الدمشقی: رحمۃ اللہ علیہ اختلاف الانمہ (یولای ۱۳۰۰)، ص ۱۲۴؛ (۵) الشعرانی: المیران الکبریٰ (قاہرہ ۱۳۰۹)، ۱۱: ۱۵۵؛ (۶) ہدایہ (فصل فی الاستبراء)، (۷) قاضی زادہ امیدی۔ تکملہ فتح القدر لاس الہمام نرح الہدایہ، مطبع امیرہ، یولای مصر ۱۳۱۸ اور اس کے حاشیے پر (۸) محمود النابزی۔ شرح القناہ علی الہدایہ؛ (۹) السرحسی۔ المسوط، مصعہ السعاده، مصر، (۱۰) المدوہ الکبریٰ، کتاب الاستبراء، طبع اول، مطبعہ الحیرہ، ۱۳۲۴ھ؛ (۱۱) Mekka Snouck Hurgronje، ۲: ۱۳۵۔

(ہوٹسول Tii W Juynhott [وسیدہ بدیر نیاری])

استنجہ: (ہسپانوی: Ecija) اندلس کے مشرقی صوبے اسسلیہ کے ایک ضلع کا صدر مقام، جس کی آبادی ۲۵۰۰ نفوس پر مشتمل ہے۔ یہ سہرہ ایک دلکس مقام پر دریائے سسل (Genil) کے زیریں حصے کے نائیں کنارے پر واقع ہے۔ اس جگہ سے بحیرہ یہ دریا، جو ایک نہایت گرم وادی میں بہتا ہے، چہارراہی کے قائل ہے۔ اسی وجہ سے اس سہرہ کا نام el Sarten de España، یعنی ”سہرابیہ کا سورخانہ“ ہو گیا ہے۔ اس کی سڑکیں سنگ ہیں اور کلساؤں کے برج (جو پہلے [مساحد کے] مزار تھے) رنگین روئی اینٹوں سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ یہ نام قدیم آئیری (Iberian) زبان کا لفظ Astigi ہے، جسے عربوں نے استجہ، استجہ (آج کل ساد طور پر: استجہ) بنا لیا، جس سے ہسپانوی Ecija ماخوذ ہے۔ st اکثر یا z میں تبدیل ہو جاتا ہے، جسے ہسپانی

(فراسیسی ترجمہ)، ۱ : ۵۸ (اس نے غلطی سے استحسان کو سوس نامی ایک دریا پر واقع بتایا ہے، حالانکہ اس سے دریا پہلے حود کہتا ہے کہ شیل (Genil) عرناطہ کے پاس سے گذرتا ہے)؛ (۴) Madoz 'Diccionario geográfico-estadístico-histórico' ۱۸۴۸: ۷۷؛ (۵) 'Estudio sobre la invasión Eduardo Saavedra' ۱۸۷۷: ۷۷؛ (۶) 'de los Arabes en España Dozy' ۱۸۷۷: ۷۷؛ (۷) 'Histoire des Musulmans d'Espagne' ۱۸۷۷: ۷۷؛ (۸) 'Historia de los Mozárabes Simonet' ۱۸۷۷: ۷۷؛ (۹) 'Bosquejo histórico Varela y Maitel' ۱۸۷۷: ۷۷؛ (۱۰) 'Ecija, de la Ciudad de Ecija' ۱۸۷۷: ۷۷؛ (۱۱) 'محمّد عیاب اللہ: [۹] المقری: نفع الطیب: (۱) محمد عیاب اللہ: اندلس کا تاریخی جغرافیہ، ۱۸۷۷ء]۔

(C F SEYBOLD)

- ⊗ استحسان: (لعوی معنی: اچھا حانا، کسی بات یا کسی امر کو)۔ اسلامی حد کی ایک اصطلاح، جسے مذہبِ حنفی میں بمقابلہ فاسِ حلی فاسِ حمی پر محمول کیا جاتا ہے اور جس کی حشبت ایک ایسی دلیل کی ہے جو معتہد کے دل پر نویشن ہونی ہے لیکن وہ لمطوں میں اسے ظاہر نہیں کر سکتا؛ لہذا السرخسی نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: 'هو ترك القياس والحد بما هو اوفق للباس (المسوط، ۱۰ : ۱۴۵)؛ محمّدی: فلسفہ السیرع فی الاسلام (اردو ترجمہ، بعنوان فلسفہ سیرع اسلام، مطبوعہ مجلسِ برقی ادب، لاہور، ص ۱۴۶)، یہی فاس کی جگہ کوئی ایسی بات اختیار کرنا جو اساسوں کے لئے زیادہ نفع بخش ہو۔ استحسان گویا وہ دلیل شرعی ہے جسے خاص خاص حالات میں فاس پر ترجیح دی جاتی ہے، لیکن ان خاص حالات کی تعیین اگر دانی رائے سے ہوئی۔۔۔ جس میں ظاہر ہے طرح طرح کے رجحانات کا فرما ہوں گے۔ تو اسے دلیل شرعی کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

(Basti)، نسطہ سے بارہ (Baza)، Caesaraugusta، مرقسطہ سے رراگورا (Zaragoza) مستغرب سے سرارٹ بن گیا، وغیرہ؛ قتب Grundriss der Romanischen Gräber Philologie، ۱ (طبع دوم) : ۵۲ - ۷۱۱ء میں لبحیرہ (Laguna de la Janda) کی لڑائی کے بعد حولاً استافرما (Julia Augusta Firma) کی رومی نوآبادی، جو عہدہ بتیکا Bactica کے چار اصلاع (conventus juridici) میں سے ایک صلع تھا، اور استحسان کے قوطی اسقف کا علاقہ دونوں ایک ماہ کے محاصرے کے بعد طارق کے ہاتھ سے مروط طور پر ہمار ڈال دیے سر محور ہو گئے۔ اس سہرے عربوں کے دور کی تاریخ میں بہت اہم کام سر انجام دیا، خصوصاً مرید عمر بن حفصوں [وَلَكِنْ مَادَّةُ سِتْر] کی طویل معاونت کے دوران، جس کا نہ شمال مغربی حصہ حصہ تھا، یہاں تک کہ اس پر ۸۹۱ء میں قرطبہ کے امیر عبداللہ نے قبضہ کر لیا (قُب مَادَّةُ قُرْمُونِه)۔ یہاں سہراون (Mozarabs) کی کثیر تعداد ہمیشہ آباد رہی۔ اس پر ۱۲۴۰ء میں فستالہ (Castille) کے فرڈیننڈ باب نے قبضہ کر لیا اور مسلمانوں (Morescoes) کے اخراج کے بعد ۱۲۶۲ء میں الفاسو دھم "داسمڈ" نے اس سہرے میں عسائیوں کو اس سہرے آباد کیا۔ ہری نال نے ۱۴۰۲ء میں اسے ایک سہر (ciudad) قرار دیا اور اس نے فلیرو عرناطہ کی بوری تاریخ میں قسابلہ کے ایک سرحدی قلعے کی حشبت سے اور اس کے بعد بھی ہسپانوی حاسسی کی جنگ (War of the Spanish Succession) اور حریرہ نما کی جنگ (the Peninsular War) میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔

محمد بن لث استحقی مشہور محدث ہے، جس کا سال وفات ۳۲۸ھ/۹۴۹ء ہے، یہیں فروع پایا۔  
مآخذ: (۱) یاقوت: معجم البلدان، ۱ : ۲۴۲؛ (۲) مرصداطلاع، ۴ : ۹۸؛ (۳) ابوالعداء: جغرافیہ

کر رہے ہیں (دیکھیے المستصحبی)۔ الآمدی، البصاوی (م ۱۲۸۳ء) اور السبکی (م ۱۲۷۰ء) ایسے شافعی فقہاء بھی، جنہوں نے اس بحث کو ناقاعدہ جاری رکھا، امام صاحب کے ہم خیال ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ استحسان کی احارب صرف اس صورت میں دی جا سکتی ہے جب ایسے تخصیص کے تحت لایا جاسکے، یعنی کسی جرئی حکم کو کلی حکم پر ترجیح دی جائے؛ لیکن تخصیص چونکہ بطریقہ قیاس میں پہلے ہی سے شامل ہے اس لیے استحسان غیر ضروری ہے۔ بقول الآمدی (الاحکام، ص ۲۱۰) اختلاف اس میں نہیں کہ لفظ استحسان کا اطلاق جائز ہے یا نہیں کیونکہ وہ کتاب و سنت میں موجود ہے اور اہل لعن بھی اسے استعمال کرتے ہیں، اختلاف اس میں ہے جو ائمہ سے اس بارے میں منقول ہے چنانچہ استحسان کی سب میں قرآن پاک کی آیہ: **الَّذِينَ يَسْمَعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ** (۳۹) [الزمر]: (۱۹) اور حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث **مَا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ أَحْسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ** کو بھی پس کیا جاتا ہے۔ لیکن مخالفین استحسان اس قسم کے دلائل کو ناسانی غیر ورنی قرار دے سکتے ہیں، کیونکہ یہاں بحث لفظ استحسان سے نہیں بلکہ استحسان سے بطور ایک اصطلاح فقہی، یعنی دلیل شرعی کے ہے۔ مرید یہ کہ بعض محدثین کے نزدیک ما راہ المؤمنین الخ... حدیث نہیں بلکہ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے (دیکھیے فلسفۃ شریعت اسلام: حوالہ اوپر آچکا ہے) اور نہ بھی ہو تو اس کا اشارہ اجماع کی طرف ہے، استحسان کی طرف نہیں۔ یوں جہاں تک اس لفظ کے استعمال کا تعلق ہے وینسک (The Muslim Creed Wensinck) کے نزدیک اس کی قدیم ترین تاسی میلادی تک جا پہنچتی ہے، مثلاً بخاری (وصایا، باب ۷) میں لفظ استحسان موجود ہے، جس کا مطلب ہے دانی عور و مکر کی بناء پر قانون

پہی سب ہے کہ مذہب شافعی میں اسے دلیل شرعی تسلیم نہیں کیا گیا اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ دلائل شرعیہ میں صرف دلیل استحسان ہی کو استحسان کیوں کہا جائے؟ کیونکہ شریعت میں تو ہر کہیں استحسان ہی استحسان ہے، لہذا دلائل شرعیہ میں ایک نئی دلیل کا اضافہ بے محل ہے۔ پھر اگر یہ کہا جائے کہ استحسان کا تعلق قیاس سے ہے تو بقول ابن منہ شریعت میں کوئی نئے خلاف قیاس نہیں اور اگر ہے تو دو حالتوں سے حالی نہیں: یا سو قیاس ہی فاسد ہوگا یا کوئی ایسا حکم شرعی ہوگا جو نص سے ثابت نہیں ہوتا (اس قسم: اعلام الموقعین، ۱: ۳۳۵)۔

امام الشافعی کہتے ہیں: **مَنْ اسْتَحْسَنَ فَقَدْ شَرَعَ** (البحرۃ: اصول الفقہ، ص ۳۲۵)۔ گونا امام موصوف کے نزدیک استحسان عبارت ہے شریعت اسلامہ میں ایک نئی شریعت سے، حوطا ہے ناقابل قبول ہوگی۔ مکمل میں بھی علمائے اصول امام صاحب سے منقول الرائے ہیں اور اسے دلیل فاسد ٹھہراتے ہیں؛ لہذا اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ دراصل امام موصوف کو اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو استحسان حدود شریعت سے تجاوز کا ذریعہ بن جائے۔ یوں ایک ہی مسئلے میں مختلف اور مس مانے فقہانوں کا راستہ کھل جائے گا، مفتیان شرع حسا چاہیں گے وہی دیں گے اور ہم ان کی اطاعت پر مجبور ہوں گے، حالانکہ اطاعت کا حق تو اسی کو پہنچتا ہے جس کی اطاعت کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے، حیاء صراحۃ، حواء ایسے دلائل کی بناء پر جن سے یہ حکم ثابت ہو جائے (دیکھیے الشافعی: کتاب الام)۔ امام العزالی سے بھی، جو شافعی المذہب ہیں، استحسان پر اعتراض کیا ہے۔ ان کے نزدیک استحسان کا مطلب یہ ہوگا کہ باوجود ایک دلیل قوی کے ہم قیاس کو ترک

کی کوئی مخصوص تاویل - آگے چل کر امام مالک (۱۵۰ھ/۷۷۰ء) نے بھی ان قانونی فیصلوں کے سامنے میں جن کی سند احادیث میں نہیں ملی وہی خط استعمال کیا ہے (المدونہ، القاہرہ ۱۳۳ھ، ۱۶، ۲۱۷، سر ۱۳: ۱۳۴)۔ وہ کہتے ہیں: 'ما ہو سی' استحسان، یعنی یہ ایک ایسا امر ہے جس کے بارے میں ہمیں سلف سے کوئی ہدایت نہیں ملی۔ تقریباً اسی زمانے میں فقہ حمی کے مشہور امام قاضی ابو یوسف (م ۱۸۲ھ/۷۹۸ء) کا یہ قول ملتا ہے: القاس کا... الا ایسی استحسان اس چاہتا تھا کہ ایسا ہو، لیکن میں نے اسے نہیں پایا۔ کتاب الخراج، نولاق ۱۳۰۲ھ، ص ۱۱۷۔ یہ خیال ہونا ہے کہ یہ ممکن ہے اس اصطلاح سے کوئی ایسا طریقہ اسقاط مراد ہو جو قیاس کی نام نکل کے خلاف تھا۔

لیکن مذہب حمی میں استحسان کا وہ مطلب ہے جو مخالفین نے سمجھا ہے کہ یہ محض ایک نوا ہے دلیل یا ایسا قول ہے جو ہوائے نفس پر مبنی ہے، بلکہ وہ ایک ایسا قیاس ہے جو کسی دوسرے قاس سے معارض ہو، لہذا فقہ حمی میں جب قیاس سے انحراف کیا جاتا ہے تو کسی دینی رجحان یا رائے کی وجہ سے نہیں بلکہ بعض ایسی مضبوط اور نہیں دلیلوں کی بناء پر جن کی گنجائش قانون میں موجود ہے۔ استحسان گویا ایک طرح کا قیاس حمی ہے، یعنی ایک ظاہری قیاس (حلی) سے ایک مطلق اور مسروط بالذات قیاس کی طرف انحراف اور وہ بھی اس صورت میں جب استحسان کی بناء کسی سی علت پر ہو جو کتاب و سنت اور اجماع میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر اس مسئلے میں راندہ غور و تفحص سے کام لیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ استحسان میں نہ تو حدود شریعت سے تجاوز کا امکان ہے۔ جیسا کہ مخالفین استحسان کو

اندیشہ نہادہ اس امر سے انکار کیا جاسکتا ہے کہ اس قسم کا استدلال دوسرے مذاہب فقہ نے بھی حائز ٹھہرایا ہے مثلاً استصلاح (رک نان) کہ استحسان ہی سے ملتی حلی ایک دلیل ہے۔ نزاع جو کچھ ہے لفظی ہے۔ امام العزالی کہتے ہیں کہ اس نوع کی دلیل سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا، انکار ہے تو اس امر سے کہ کیا اسے استحسان کہا جائے یا کچھ اور (الحضری: اصول الفقہ، ص ۳۷)۔ اسوکانی کے نزدیک بھی استحسان قیاس ہی کی ایک شکل ہے: العدول من قیاس الی قیاس اقوی (کسی قیاس سے انحراف زیادہ قوی قیاس کی طرف)، ورنہ اگر کوئی مسئلہ مختلف فیہ ہے تو اس میں استحسان کام نہیں دے گا اور اگر مختلف فیہ نہیں تو پہلے ہی سے از روئے کتاب و سنت اور اجماع ثابت ہے (بفصل کے لئے دیکھئے ارشاد العقول، ص ۲۲، طبقہ السعاده، ۱۳۲۷ھ)۔

حمی مہم کے نزدیک استحسان اور قیاس میں فرق ہے تو یہ کہ قیاس سے مقصود ہے روکا (=حظر) اور استحسان سے اجازت (=اناجہ) لہذا استحسان ایک ایسی داخل سرعی ہے جسے کسی بھی کسی دوسری دلیل سرعی کے مقابلے میں ترجیح دی جائے۔ استحسان گویا قیاس حمی ہے بمقابلہ قیاس حلی۔ قیاس حلی کی علت تو ظاہر ہے۔ اس لئے کہ ہمارے سامنے ہوئی ہے۔ اور قیاس حمی کی بوسلہ بقول السرخسی: الاستحسان فی الحقیقہ قیاسان: أحدہما حلی ضعیف اثرہ قسیمی قیاساً والآخر حمی قوی اثرہ قسیمی استحساناً ای قیاساً مستحسناً۔ فالترجح بالاثیر لا بالجماء والظہور۔ وقد یقوی اثر القیاس فی بعض الفصول فوجدہ۔ الح، یعنی استحسان فی الحقیقت دو گونہ قیاس ہے: ایک حلی، مگر اثر میں ضعیف، اسے قیاس کہتے ہیں، دوسرا حمی، لیکن اثر میں قوی، اسے استحسان کہتے ہیں، یعنی قیاس مستحسن۔

مأخذ: (۱) الشافعی: رسالة، (کتاب الام کے شروع میں، بولاق ۱۳۲۱ء)، ص ۶۹ بعد: (۲) العزالی: المستملی (بولاق ۱۳۲۲ تا ۱۳۲۳ء)، ۱: ۲۷۳ تا ۲۸۳؛ (۳) البصاوی: مساح الوصول مع شرح نهاية السؤل، ار جمال الدين الأستوی (بر حاشیه التقرير والتحییر، ار ابی امیر الحاج، بولاق ۱۳۱۶ تا ۱۳۱۷ء)، ۳: ۱۳۰ تا ۱۳۷؛ (۴) تاج الدين السککی: حیح العوامع، مع شرح ار حلال الدين المحلی وحواشی ار سانی، القاهرة ۱۲۹۷ء، ۲: ص ۲۸۸؛ (۵) پردوی کسر الوصول، مع شرح کشف الاسرار، ار عبدالعزیز الحاری (استانول ۱۳۰۷ تا ۱۳۰۸ء)، ۳: ۲ تا ۱۳۷، ۴: ۸۳؛ (۶) اوالرکات السنی کشف الاسرار (شرح سارا الانوار)، مع شرح ار ملا حنون و حل لغات ار محمد عبدالحلیم لکھوی (دو جلدوں میں، بولاق ۱۳۱۶ء)، ۲: ۱۶۳ تا ۱۶۸؛ (۷) صدر الشریعة المحمدی، شرح توضیح علی تفتیح، مع شرح (التلویح) ار التفتازانی و حل لغات ار فاری و ملا حسرو (تین جلد، القاهرة ۱۳۲۲ء)، ۲: ۳ تا ۱۰؛ (۸) ابن الھمام: التقریر والتحریر، مع شرح ار ابن امیر الحاج، ۳ جلد، بولاق ۱۳۱۶ء، ۳: ۲۲۱ تا ۲۳۸؛ (۹) ملا حسرو: مرقاة الوصول الی علم الاصول، استانول ۱۳۰۷ء، ج ۳: ۲؛ (۱۰) محب اللہ ابن عبد الشکور (بھاری): مسکن الثوت، مع شرح (نواتج الرحموت)، ار محمد عبدالمعلی نظام الدین (بحر العلوم)، حر العزالی کی المستملی کے ساتھ چھپی ہے (بولاق ۱۳۲۲ تا ۱۳۲۳ء)، ۲: ۲۳۰ تا ۲۳۳؛ (۱۱) ابن تیمیہ: مجموعہ الرسائل والمسائل (القاهرة ۱۳۴۱ تا ۱۳۴۹ء)، ۳: ۱۱۰ تا ۱۱۸؛ (۱۲) الشیخ محمد الحضری بیگ: اصول انقہ (طبع ثانی، القاهرة ۱۳۵۲/۱۹۳۳ء)، ص ۴۱۳ تا ۴۱۶؛ (۱۳) عبدالرحیم: Principi della Guirispudence Musulmana، مترجمہ Guido Cimino (روم ۱۹۲۲ء)، ص ۱۸۱ تا ۱۸۳؛ (۱۴) D. Santilana: Istituzioni D. Santilana، di Diritto Musulmano Malichita، (روم ۱۹۲۶ء)، ۵۶: ۵۶ بعد: (۱۵) الآمدی: الاحکام

اب ترجیح جو حاصل ہے تو اثر کو نہ کہ حماہ یا ظہور کو۔ بعض فصلوں میں قیاس کا اثر قوی ہوتا ہے، لہذا اسے اختیار کر لیا جاتا ہے (الخصری: اصول الفقہ، ص ۳۲۵)۔

یوں استحسان بھی دو قسموں میں منقسم ہو جاتا ہے: ایک وہ جس کی تاثیر مخفی ہے؛ دوسرا وہ جس کی صحت تو ظاہر ہے، لیکن مساد معنی۔ ایسے ہی قیاس کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک جس کی تاثیر میں ضعف ہے؛ دوسرا وہ جس کا فساد تو ظاہر ہے، لیکن صحت معنی، لہذا جب یہ چاروں شکلیں ناہم متعارض ہوں تو استحسان کی پہلی قسم کو سب سے زیادہ قوی سمجھا جائے گا، پھر قیاس کی شکل اول، پھر اس کی شکل ثانی اور پھر استحسان کی دوسری شکل کو۔ حاصل کلام یہ کہ استحسان کی ضرورت اسی وقت پیش آتی ہے جب کوئی قیاس اس سے متعارض ہو۔ قیاس کے بغیر استحسان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ ہم اسے ایک ایسے قیاس پر حو موقوف ہے (جلی) اس لیے ترجیح دیتے ہیں کہ ایک دوسرا قیاس (خفی) اس سے متعارض ہے اور سبب صحت و اثر قیاس جلی سے بہتر۔ اندرین صورت یہ اندیشہ غلط ہے کہ استحسان کے باعث شریعت کی مقررہ حدود سے تجاوز کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ البتہ شروع شروع میں اس امر کی پیش بندی ضروری تھی اور اسی لیے استحسان کی مخالفت بھی کی گئی تاکہ ایسا نہ ہو کہ دلائل شرعیہ میں کسی ایسی دلیل کا اضافہ ہو جائے جس کا ثبوت کتاب و سنت سے نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ حنفی فقہاء نے اس باب میں بڑی احتیاط سے کام لیا؛ چنانچہ ابن الھمام (م ۱۴۵۷ء)، ابن امیر الحاج (م ۱۴۷۸ء)، محب اللہ بھاری (۱۷۰۸ء) اور بحر العلوم (۱۸۱۰ء) ایسے علماء نے اس پر بڑی شرح و بسط اور دقیق نظر سے بحث کی ہے۔

تجھ سے فصل عظیم سانگتا ہوں ۔ تجھی کو قدرت ہے، مجھے کوئی قدرت نہیں ۔ تو ہی جانتا ہے، میں نہیں جانتا ۔ تو ہی ہر عیب کو خوب جانتا ہے ۔ اے اللہ اگر تجھے علم ہے کہ یہ امر میرے لیے ناعث حیر ہے میرے دین، میری معاش اور میری عاقبت امر میں تو اسے میرے لیے مقدر کر اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ امر میرے دین، میری معاش اور میری عاقبت امر کے لیے ناعث سر ہے تو اسے مجھ سے دور رکھ اور مجھے اس سے دور رکھ اور میرے لیے حیر مقدر کر جسے بھی ہو اور مجھے اس سے راضی رکھ۔ پھر اپنی حاجت کا نام لے۔ اسی طرح البحاری کتاب التوحید، باب ۱، میں یہ دعاء کسی قدر زیادہ تفصیل سے مذکور ہے، لیکن زیادہ مختصر الفاظ میں انی ماجہ، باب الاستحارہ، ص ۴۴ میں (س، ح ۱، مرتبہ محمد فؤاد عبدالقانی)۔ تقریباً یہی شکل اس دعاء کی سنیہ امامیہ کے یہاں ملتی ہے، دیکھئے ابو جعفر القمی : س لا یحصیہ الفقیہ، ۱ : ۳۵۵، دارالکتب الاسلامیہ، نجف ۱۳۷۷ھ، جس میں ابو عبد اللہ، یعنی حضرت امام جعفر الصادقؑ سے روایت ہے کہ : اِذَا ارَادَ احَدُکُمْ سَنًا فلیُصَلِّ رُکْعَتَیْنِ ثُمَّ لیتَحَمَّ اللّٰهُ عَرًّا وَجَلًّا وَیُتْبِیْ عَلَیْهِ وَلیُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ عَلَیْ آلِهِ وَیَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِذَا کَانَ هَذَا الْاَمْرُ حَیْرَیْ فِیْ دِیْنِیْ . . . (= حب تم میں سے کوئی کسی باب کا ارادہ کرے تو دو رکعت نماز پڑھے، پھر اللہ عروجل کی حمد و ثناء کرے، پھر درود بھیجے سی صلعم اور آپ کی آل پر، پھر کہے : اے اللہ اگر یہ امر میرے لیے ناعث حیر ہے میرے دین میں . . . (الح)۔ یہ استحارے کی شرعی صورت ہے، جس میں دو رکعت نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے طلب خیر کی دعاء کی جاتی ہے اور جس پر اہل سنت کی سبقت

فی اصول الاحکام، مطبع محمد علی، مصر، ۳ : ۱۳۶ : (۱۶) محمضانی : فلسفۃ التشریع فی الاسلام (اردو ترجمہ : فلسفۃ شریعت اسلام، مجلس ترقی ادب، لاہور) : (۱۷) الغضری : اصول الفقیہ، طبع ثالث، ۵۱۳۵۸ / ۵۱۹۳۸، مکتبۃ التجاریۃ، مصر : (۱۸) آ، طبع اول، [۵۶۱۰۲] و تکملہ، بدلی مادہ : (۱۹) الشوکانی . ارشاد المعول، مطبعة السعادة ۱۳۲۷ھ : (۲۰) ابن عابدین : حاشیہ علی شرح المارقی الاصول، استانبول ۱۳۰۰ھ : (۲۱) شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب، مطبعة الحیرہ، ۱۳۱۹ھ : (۲۲) الشاطی : الاعتصام، مطبعة المار، مصر ۱۳۳۱ھ۔

(سید نذیر بیاری)

۴۰۰ استِحَارَہ : کسی ایسے امر میں جس کا تعلق اصول و عقائد یا مسائلِ مہمہ و مسئلہ کی بجائے زندگی کے عام معاملات سے ہو انسان کا باعثِ سعادت اللہ سے دعاء کرنا نا کہ اس بارے میں صحیح فیصلہ کر سکے۔ اس کی سند حدیث رسول اللہ صلعم سے لی جاتی ہے، دیکھئے بحاری، کتاب الدعوات، باب ۸۸ : کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الاستحارۃ فی الامور کلّھا . . . اِذَا هُمْ اَحَدُکُمْ بِالْاَمْرِ فَاِیْرُئِعْ رُکْعَتَیْنِ ثُمَّ یَقُوْلُ "اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَحِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَ اِسْقَدْرَکَ بِقُدْرَکَ وَ اَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَانْکَ تَقْدِرُ وَ لَا اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَ لَا اَعْلَمُ وَ اَنْتَ عَلَامُ الْغُیُوبِ۔ اَنْهَیْ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنْ هَذَا الْاَمْرُ حَیْرَیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَہِ اَمْرِیْ فَافْدِرْ لِّیْ وَ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنْ هَذَا الْاَمْرُ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَہِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْ عَنِّیْ وَ اصْرِفْ سِیْئَہُ وَ اَفْدِرْ لِّیْ لَعَبْرَ حَیْثَ کَانَ ثُمَّ اَرِیْ سِیْئَہُ" وَ یُسَمِّیْ حَاجَہُ۔ سی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حملہ امور میں استحارہ سکھاتے تھے . . . . . حب تم میں سے کسی کو کوئی امر بیس آئے تو دو رکعتیں پڑھے۔ پھر کہے : "اے اللہ میں تجھ سے تیرے علم کی بناء پر حیر کا طالب ہوں اور تیری قدرت سے قدرت چاہتا ہوں؛

شیعہ حضرات کا عمل بہت زیادہ ہے۔

لفظ استخاره کا تعلق خارجیہ سے ہے، بالخصوص

ان معنوں میں جو عبارات ذیل میں مراد لیے جاتے ہیں :

اللَّهُمَّ جِرْ لِي سَوِيْلَكَ (الطبري : تاريخ ۱۰ : ۱۸۳۲، ص ۶)

جرلہ (ابن سعد، ۲ / ۲ : ۲۳ ص ۱۱، ۲۵ ص ۲)

اور حَارَ اللَّهُ لِي (وہی مصنف، ۸ : ۹۲ ص ۲۵)

ایسے ہی اسْتَحَرَّ اللَّهُ فِي السَّمَاءِ يَجْرِلُكَ يَعْطِيهِ فِي

الْفَضَاءِ (ابن سعد، ۸ : ۱۷۱ ص ۱۸، القائل :

الأمالي، ۲ : ۱۰۶، سعد) ایک مثل ہے جو کہا

جانا ہے زمانہ قبل اسلام میں مستعمل بھی، مگر

یقین نہیں آیا کہ یہ مولہ اس زمانے کا ہو۔

استحارے پر، حسا کہ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے،

مسلمانوں کا قدم سے عمل چلا آتا ہے۔ استخارہ حب

بھی کہا جاتا ہے ایک معنی مقصد کے لیے، یہ نہیں کہ

صبح سے شام تک جو کام درپیش ہوں سب کے لیے

ایک ہی مرتبہ دعا کرتا رہتا ہوں۔ استحارے میں اسناد

زمانہ سے بعض ایسی باتیں بھی شامل ہو گئی ہیں جن کی

شرعاً کوئی سند نہیں، مثلاً یہ کہ استحارے کے لیے

مسجد میں جانا ضروری ہے یا یہ حال کہ ہمارے

استخارہ کے بعد خواب (εγχοίμησις) میں الفاے ربانی

ہوگا (Mekka Snouck Hurgronje، ۲ : ۱۶، حاسہ

Magie et Religion dans l'Afrique du Nord، ص ۱۳)

نیز یہ رسم کہ دعاے استخارہ کو

قرعہ اندازی سے تقویت دی جائے، یعنی دو مسادل

صورتوں کو الگ الگ کاعدوں پر لکھ کر

(الطبرسي : مكارم الاحیاء، القاہرہ ۱۳۰۳ھ، ص

۱۰۰)، جس کی اہل سبب سے سچی سے مخالفت

کی ہے (العسکری : مدخل، ۳ : ۹۱، سعد)۔

استخارہ قرآن مجید کھول کر بھی کیا

جاتا ہے (الصبر . . . فی المصحب . . .

تقدیم استخارہ، درانی شکرگال، ص ۲۴۳، آخری سطر :

قَبَّ الْفَرْحَ بَعْدَ السَّيْءِ، ۱ : ۴۴، اس موضوع پر

القزويني، طبع فوشیٹ، ۲ : ۱۱۳، ص ۱۸، بعد، نے

ایک قصہ بیان کیا ہے)۔ اس عرصے سے بعض اور کتابیں

(دیکھیے السیوطی : نعیہ الوعاء، ص ۱۰، ۱۷) بھی

استعمال کی جاتی ہیں جیسے کہ ایرانیوں کے ہاں دیوان

حافظ نامشوی مولانا روم (قب Bankipore Catalogue،

ح ۱، عدد ۱۵۱)؛ مگر ان سب باتوں کی اہل سبب کے ہاں

سچی سے ممانعت کی جاتی ہے (قب الدیسری، ندیل مادہ

طیر، ۲ : ۱۱۹، ص ۸، بعد، طبع بولاق ۱۲۸۳ھ :

المریضی : انحاء السادة المتقين، القاہرہ ۱۳۱۱ھ،

۲ : ۲۸۵، حب)۔ استحارے سے رسماً قرآن مجید

سے فال نکالنے کا جو معمول عام ہو گیا ہے اس کا مکمل

بیان لن Lane : Manners and Customs، طبع پچم، ناب

۱۱، ۱ : ۳۲۸، میں ملے گا۔ ایک صوبہ المنل ہے :

مَا حَاتَ مَيَّ اسْتَحَارَ وَلَا يَدَمَ مَيَّ اسْتَسَارَ (الطبرانی :

المعجم الصغير، مطبوعہ دہلی، ص ۳، بعد، جہاں

یہ عبارت بطور حدیث کے مذکور ہے)۔ چوتھی /

دسویں صدی کی ابتداء میں ابو عبد اللہ الرہری نے

کتاب الاستخارہ والاستحارہ لکھی (الووی : تہذیب،

ص ۴۴، س ۳)۔

جہاں تک روایات کا تعلق ہے استحارے

کی رسمی شکل کی سب سے پہلی مثال الأعابی،

۱۹ : ۹۲، ص ۳، بعد، میں ملے گی۔ ساعر العجاج

(دیوان، قصیدہ ۱۲، شعر ۸۳، اواخر العرب،

ص ۱۲) حجاج کی مدح میں کہتا ہے کہ وہ

خدا سے استخارہ کرتے بغیر کوئی کام نہ کر

کرنا۔ حب عبد اللہ بن طاہر عراق کا عامل

مقرر ہونا ہے جو اس کا ناب اپنے ایک صاحبہ خط

میں اسے نار نار تا کد کرتا ہے کہ حکومت کے ہر

کام میں استخارہ کر لیا کرے (طیغور : کتاب تعداد،

ص ۴۹، س ۷، ۵۲، ص ۳، حب، ۵۳، س ۴)۔

اسی طرح مختلف کتابوں میں اس رسم کی متعدد

مثالیں ملتی ہیں کہ مسلمان ہر اہم یا غیر اہم

بیاں کرتے ہیں (قَبّ الذّہبی : تذکرہ الحفّاط، ۲: ۲۸۸، ص ۱) - ایک قِصّے میں، جو در حقیقت تاریخ کے بالکل خلاف ہے، عمر ثانی [س عبدالعزیز] کی ناست بیاں کیا گیا ہے کہ انہوں نے آفریں بن اَعین کی کتاب کی، جو ان کے کتب خانے میں بھی، اشاعت کی احارب کتاب کو چالیس دن تک اپنے مہلتے پر کھلا رکھیے اور استحارہ کرتے رہنے کے بعد دی (اس انی اصْبَغَة، ۱: ۱۶۳، بعد)۔

مآخذ: (۱) بحاری، اس ماحہ اور دیگر کتب حدیث؛ (۲) ابو جعفر القمی: من لا یحضرہ الفقیہ، دارالکتب الاسلامیہ، بعد ۱۳۷۷ھ، (۳) المرالی: احیاء العلوم (نولای ۱۲۸۹ھ)، ۱: ۱۹۷، (۴) المرتضیٰ، اعجاب، ۳: ۳۶۷ تا ۳۶۹؛ (۵) فقہ کی کتابوں میں متعلّہ ابواب، قَبّ JA، ۱۸۶۱، ۱: ۲۰۱، حاشیہ ۲ و ۱۸۶۶، ۱: ۳۷۷، (۶) Phillot، Bibliomancy, Divination, Superstitions among the Persians، در Journ As Soc of Bengal، ۱۹۰۶، ۲: ۳۹۹ بعد: (۶) Bulletin de la Société de Géographie d'Oran (۱۹۰۸)، ح ۲۸، شمارہ ۱۔

(گولڈ تیسپر [وسید ندیر لیاری])

\* اَسْتَرَاہَاذ : اَسْرَانَاد (اَسْرَاہَاد، در سماعی :

الاساب)۔

ایران میں ایک شہر جو بحرہ حرر (Caspian Sea) کے جنوب مشرقی گوشے سے تقریباً ۶۳ میل مشرق میں ۳۶° درجے ۴۹' دقیقے عرض البلد شمالی اور ۵۴° درجے ۲۶' دقیقے طول البلد مشرقی (گرین وچ) پر قرہ صو کی ایک معاون ندی کے کنارے واقع ہے۔ یہ سطح سمندر سے ۳۷۷ فٹ بلند ہے اور کوہستانی سلسلے کی زنجیریں پہاڑیوں سے، جو آئر کی ایک شاخ ہیں، تین میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ شہر ایک میدان میں واقع ہے، جو شمال کی سمت میں ترکمان گیاهی میدانوں (steppes) سے جا ملتا ہے۔ استراہاد اب گرگان کہلاتا ہے (اسے شمال مشرق

یاد کا ارادہ کرنے، ایسے ہی نجی اور عام مہمات کو سر انجام دینے پر فاتحین کہیں حملہ کرنے سے پہلے استحارے کے درجے خدا کی منظوری حاصل رہے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ اس میں شک نہیں بعض اوقات اس عادت کو ان کی طرف غلط طور پر منسوب کیا جاتا ہے، مثلاً حب یہ کہا جاتا ہے کہ امیر معاویہ سے پرید کو ابنا حاشیں مقرر کرنے سے پہلے استحارہ کیا (الاعانی، ۱۸: ۷۲، ص ۶)۔ حلیفہ سلیمان اس عہد نامے کو جو اس کے سے اسوب کی ولی عہدی کی ناست اکھا گیا تھا بھاڑ ڈالتا ہے، کیونکہ اسے اطمینان نہیں ہوتا کہ اس کے مصائب کی صاحب کی تائید استحارے سے ہو گئی ہے (اس سعد، ۵: ۲۴۷، ص ۶)۔ 'ماؤں نے عدا اللہ بن طاہر کے تقرر سے پہلے ایک ماہ تک استحارہ کیا (طہور: کتاب مذکور، ص ۳۴، ص ۶)۔ قَبّ بعد اشعی کے وقت المقتدر کا بلند آوار سے دعائے استحارہ بڑھما (حار رکعتوں کے بعد، عرب، مع د حویہ، ص ۲۲، ص ۱۴)۔ الف لیله و لیلہ میں اس الوحود اور ورد می الاکمام کی حکایت میں ورد می الاکمام کی والدہ دو رکعت نماز استحارہ برہتی ہے تا کہ اسے اپنی بیٹی کے عشق کی ناست ہوئی قطعی دلیل ہانہ آ جائے (تین سو بہتروں راب، طبع نولای ۱۲۷۹، ۲: ۲۶۹)۔ لوگ اے نوزائیدہ جیسے کے نام کا انتخاب بعض اوقات سحارے کے درجے کرتے تھے (Snouck Hurgronje، Mecca، ۲: ۱۳۹، ص ۱)۔ اس قسم کی مثالوں کی بھی کمی نہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض مشکل فقیہی مسائل کا مصلہ کرنے کے لئے عقلی دلائل کی تائید استحارے کے درجے کی حابی بھی (مثلاً النووی: بہدیت، طبع وینٹیلٹ، ص ۲۳۷، ص ۳۰۳)۔ مصمیں اپنی مصایب کے دیباچوں میں اکثر اپنی کتابوں کا سب تالیف یا وجہ اشاعت استحارہ



کی جانب واقع قرون وسطیٰ کے گرگان۔ عربی: حرحا۔  
سے ملتیں نہ کرنا چاہیے)۔

اس شہر کی اسلام سے پہلے کی تاریخ معلوم نہیں اور یہ بھی یہیں سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ اسلام سے پہلے موجود تھا، اگرچہ Mordtmann، Dr. Bayr AK، ۱۸۶۹ء، ص ۵۳۶، کے حوالہ میں یہ وہی شہر ہے جو قدیم زمانے میں رڈر کارٹا Zadrakarta کہلاتا تھا۔ اس کے نام کا اشتقاق بھی غرو واضح ہے۔ عوام کے نزدیک اس نام کی سبب فارسی لفظ ”ستارہ“ یا ”آستر“ (یعنی حجر) سے ہے، جبکہ اس شہر کی ابتدا کے بارے میں اسی سلسلے سے کچھ حکایتیں بھی سنائی جاتی ہیں۔

اسلامی دوروں میں استرانا۔ گردن کے صوبے میں دوسرے درجے کا شہر تھا اور اسے بھی دارالسلطنت گرگان ہی کے سے حالات سے واسطہ پڑتا رہا۔ اس صوبے پر حلیفہ ثالث [حضر] عثمانی کے عہد میں عربوں نے تاج کی (البادری: فتح، ص ۳۴) اور پھر [اسیر] معاویہ کے عہد حکومت میں سعد بن عثمان نے، لیکن جب تک یرد بن المہلب نے ۵۹۸/۷۱۶ء میں اس علاقے کے حکمران ترکوں کو شکست نہ دی وہ فتح نہ ہو سکا۔ ایک روایت یہ ہے کہ استراناڈ کی ساد اسی یرید نے ایک گاؤں کی جائے وقوع پر رکھی تھی، جو آسترک کہلاتا تھا

اموی اور عباسی دونوں حاکموں کے دوران میں گرگان میں اکثر بغاوتیں ہوتی رہی۔ مؤرخین شاذ و نادر ہی کبھی استراناڈ کا ذکر کرتے ہیں اور جعفر الیانوس بھی اس کے بارے میں بہت کم معلومات مہیا کرتے ہیں۔ الإضطحری، ص ۲۱۳، کے سن کے مطابق یہ ریسٹم کا ایک مرکز تھا۔ بحرہ حر پر استراناڈ (اور گرگان) کی سدرگہ آسٹکوں ایک اہم تجارتی مرکز تھی۔ حدود العالم، ص ۱۳۴، میں بیان کیا گیا ہے کہ استراناڈ کے لوگ دو زبانیں

بولتے تھے، جن میں سے ایک غالباً اس مقامی بولی میں محفوظ ہے، جو حروفی فرقے کے لوگ استعمال کرتے ہیں۔

معلوں کی فتح ایران کے بعد استراناڈ گرگان کی جگہ اس علاقے کا اہم ترین شہر بن گیا۔ یہ صوبہ آخری ایلخانوں، تیموریوں اور مقامی ترک قبائلی سرداروں کے مابین جنگ و جدال کا میدان بنا رہا اور اسی زمانے میں کسی وقت ترکمانوں کے قحار قسلی کو استراناڈ میں برتری حاصل ہو گئی۔ ان میں سب سے پہلا قحاری حاکم آغا محمد استراناڈ میں پیدا ہوا تھا۔ شاہ عباس اول، نادر شاہ اور آغا محمد ان سب نے استراناڈ میں عمارتیں بنائیں۔ گامی میدانوں میں واقع ہونے کی وجہ سے اس شہر کو ترکمانوں کی تاج و تاراج سے برابر نقصان پہنچتا رہا۔

استراناڈ میں بہت سی مسجدیں اور درگاہیں ہیں (دیکھئے راسو Rabino، بیچے) اور وہ دارالمؤسب کہلاتا تھا، غالباً اس لیے کہ وہاں بہت سے سادات رہتے تھے۔

رضا شاہ (پہلوی) کے عہد میں اس شہر کا نام بدل کر گرگان کر دیا گیا اور ۱۹۵۰ء میں اس کے باشندوں کی تعداد تقریباً پچیس ہزار تھی۔ قدیم آثار شہر میں بہت کم رہ گئے ہیں اور ان میں سے صرف دو قابل ذکر ہیں، یعنی [مقبرہ] امام زادہ نور اور مسجد گلستان۔ راسو Rabino نے (بیچے، ص ۳۷ تا ۵۷) اس شہر کی ریاہت گاہوں اور کموں کی فہرست دی ہے۔

قحار حکمرانوں کے عہد میں استراناڈ کا صوبہ شمال کی جانب دریائے گرگان سے محدود تھا، جنوب میں الرر کے پہاڑوں سے، مغرب میں بحرہ حر اور مارندران سے اور مشرق میں حاکم کے ضلع سے۔ ضلع (شہرستان) استراناڈ مقابلہ چھوٹا تھا۔ اس صوبے کو دو حصوں

امام ابو نعیم عبدالملک بن عدی الاسترآبادی، تنقید حدیث پر ایک رسالے کے مصنف (۸۳۲.م / ۱۴۳۲ھ) اور قاضی الحسن بن الحسن بن محمد بن الحسن بن رابیع الاسترآبادی، سیر و سیاحت کے ایک دلدادہ دانشور، حوصوفیوں کی صحت میں رہتے تھے (۸۴۱.م / ۱۰۲۱ - ۱۰۲۲ھ میں بغداد میں وفات پائی) کا ذکر کرنا ہے۔ صفوی دور میں متعدد نامور استرآبادی علماء و فضلا گزرے ہیں، جن میں احمد بن ناح الدین حسن بن سب الدین الاسترآبادی، رسول اللہ ﷺ کی ایک سیرت کا مصنف، عماد الدین علی الشرف القاری الاسترآبادی، مرآت پر ایک رسالے کا مصنف اور محمد بن عبدالکریم الانصاری الاسترآبادی، جس نے عربی علم الاحلاق پر ایک رسالہ مصنف کیا، شامل ہیں۔ الاسترآبادی کی سبب بعض مقابلہ کم معروف علماء کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے، جسے کہ الحسن بن احمد الاسترآبادی، نحوی اور لغوی، اور محدث محمد بن علی۔

مآخذ: (۱) ناقوب، ۱: ۲۴۲، (۲) Storey، ص ۴۲، ۱۷۷، ۱۹۲، (۳) السیوطی: بحہ الوعاء، القاہرۃ ۸۱۳۲۶ / ۱۹۰۸ء، ص ۲۱۸؛ (۴) Catalogue of Ethé، 'Persian MSS in the Library of the India Office'، اوکسفورڈ ۱۹۰۳ء تا ۱۹۳۷ء، ص ۷۲ تا ۸۲۶ (شمارہ ۱۱۶۲)، (۵) Catalogue of Arabic MSS in the Library of the India Office، لندن ۱۸۷۷ء، ۱: ۲۵۸؛ (۶) محمد بن اسمعیل ابو علی الحائری: منہی المقال (طبع سگی، تہران ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء؛ محمد بن علی الاسترآبادی، مسہح المقال اس کے ایک صمیم کے طور شائع کی گئی ہے)؛ (۸) علی اکبر دہ خدا، لغت نامہ، تہران ۱۳۳۲ھ / ۱۹۵۳ء، بدیل مادۃ استرآبادی۔

(A J MANGO)

میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: پہاڑی علاقہ اور میدان۔ اول الذکر میں ہامی کی اصراط کے ساتھ درخت بکثرت ہیں، بحالکہ مؤخر الذکر بھی رحیمز اور مص حکمہ دلدلی ہے، لیکن شمال کی طرف یہ رنگساں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہاں گیہوں اور تما کو کی کثرت وسیع پیمانے پر ہوتی ہے۔ ادنی مخلوط ہے، اس طرح کہ پہاڑی علاقے اور نہروں میں فارسی بولنے والوں کی اکثریت ہے اور مسابوں میں زیادہ تر ترکمان آباد ہیں۔

مآخذ: (۱) استرآبادی کی ایک تاریخ کسی ادیبی (۸۰۰.م / ۱۰۱۳ھ) نے لکھی تھی، جسے نامی نہیں رہی۔ دیکھیے براہمان Brockelmann، مکملہ، ۱: ۲۱۰؛ (۲) Māzandarān and Astarābād H L Rabino، لندن ۱۹۱۲ء، ص ۷۱ تا ۷۵؛ (۳) ناقوب، ۱: ۲۴۲؛ (۴) Das stadt Ufer des Kaspischen G Melgunov، لائپزگ ۱۸۶۸ء، ص ۱۰۱ تا ۱۲۳؛ (۵) Mevri، لائپزگ ۱۸۶۸ء، ص ۱۰۱ تا ۱۲۳؛ (۶) Mission scientifique en Perse J de Morgan، پیرس ۱۸۹۳ء، ۱: ۸۲ تا ۱۱۲؛ (۷) Le Strange، ص ۳۷۸ تا ۳۹۹، گرگان کے شہر اور صوبے سے متعلق حالات معلومات کے لیے دیکھیے (۷) فرہنگ جغرافیای ایران، طبع روم، آ، ح ۳، بہران ۱۹۵۱ء، ص ۲۵۴ تا ۲۵۵؛ (۸) شہر کا ایک نقشہ رسمای ایران، تہران ۱۹۵۲ء، ص ۲۰۵، میں درج ہے؛ دیکھیے نیز (۹) مقالۃ استرآباد، در دہ خدا، لغت نامہ، تہران ۱۹۵۲ء، ص ۲۱۴ تا ۲۱۶۔ (۱۰) (R N FRYE فرائی)

\* الاسترآبادی: کئی مسلمان علماء کی سبب، جن میں رضی الدین استرآبادی اور رکن الدین ترمذی (دیکھیے بیچے) سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ ناقوب استرآباد کے نام میں کہتا ہے کہ وہ حملہ علوم میں دستگاہ رکھنے والے دانشوروں کا گہوارہ ہے، اور اس میں قاضی ابو نصر سعد بن محمد بن اسمعیل المظفری الاسترآبادی (م تقریباً ۵۵۰ھ / ۱۱۵۵ - ۱۱۵۶ء)،

الاسترآبادی: رضی الدین محمد بن الحسن، اس العاحب کی معروف العام نحوی تصنیف الکافیہ پر

درمبانی) بھی کہلائی ہے، کیونکہ تین شرحوں میں سے یہ دوسری ہے۔ السیوطی تاریخ تعداد سے ماحقہ محمد بن رافع کے ضمیمے سے نقل کرتے ہوئے (یہ عمارت ۱۹۳۸ء کے مختصر تعدادی نسخے میں شامل نہیں) کہتا ہے کہ مراسہ میں، جہاں وہ فلسفہ پڑھانا تھا اور جہاں اس نے طوسی کی تجرید العقائد اور قواعد العقائد پر شرحیں تالیف کیں، اسے نصیر الدین طوسی [رکن ناں] کی سرپرستی حاصل رہی۔ ۵۶۷۲/۱۲۷۴ء میں وہ طوسی کے ہمراہ بغداد گیا اور اسی سال اسے مرتبی کی وفات کے بعد موصل میں مقیم ہو گیا، جہاں اس نے نوریہ مدرسے میں پڑھایا اور اس العاحب پر انسی شرح لکھی۔ موصل سے وہ سلطاسہ چلا گیا، جہاں اس نے فقہ شافعی کا درس دیا۔ اس کی وفات ۵۷۱۵/۱۳۱۵ء یا ۵۷۱۸/۱۳۱۸ء میں واقع ہوئی (Bibliothèque Nationale کے دو مخطوطوں میں اس کا سنہ وفات ۵۷۱۷/۱۳۱۷ء - ۱۳۱۸ء اور ۵۷۱۸/۱۳۱۹ء - ۱۳۲۰ء درج ہے)۔ رکن الدین اپنی مسکرا المراحی کے لیے، سر اس احترام کی وجہ سے مشہور تھا جو محل دربار میں اسے حاصل تھا۔

مآخذ: (۱) السیوطی بقیۃ الوعاء، ص ۲۲۸؛ (۲) الشکی، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، القاہرہ ۱۹۰۶ء، ص ۸۶؛ (۳) Ethé، Catalogue of Persian MSS in the Library of the India Office، اوکسورڈ ۱۹۰۳ء تا ۱۹۳۷ء، ص ۷۲ تا ۸۲۹ (شمارہ ۱۱۶۲)؛ (۴) وہی مصنف، Arabic MSS in the British Museum، لندن ۱۸۹۳ء، ص ۹۳۶؛ (۵) Biblio- thèque Nationale Catalogue des Manuscrits Arabes، پیرس ۱۸۸۳ء تا ۱۸۹۵ء، ص ۲۳۶۹، ص ۳۰۳؛ (۶) براکمان Brockelmann، ۱: ۳۰۵ و تکملہ، ۱: ۵۳۶؛ (۷) A Grammar of the Classical Arabic Language، مقدمہ، ص ۷۔

(A. J. MANGO)

ایک مشہور و معروف شرح کا مصنف۔ السیوطی، جو اس شرح کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے اسے بے مثل قرار دیتا ہے، یہ اعتراف کرتا ہے کہ اسے رمی الدین کی زندگی کے بارے میں اس کے سوا کچھ معلوم نہیں کہ اس کی یہ تصنیف ۵۶۸۳/۱۲۸۴ء - ۱۲۸۵ء میں مکمل ہوئی اور یہ کہ اردو روئے روایت رضی الدین نے ۵۶۸۴/۱۲۸۵ء یا ۵۶۸۶/۱۲۸۸ء میں وفات پائی۔ اس نے ایک کم تر معروف شرح ابن العاحب کی الشافیہ پر بھی لکھی تھی۔ قاضی نور اللہ شوشتری تمہدی دعاء میں ایک حوالے کا تاویلاً یہ مطلب سمجھتا ہے کہ الکافیہ کی شرح نجف میں لکھی گئی تھی، لیکن لفظ حرم سے، جو عربی نسخے میں ہے، مکہ [مکرمہ] بھی ایسی ہی موروثی سے مراد ہو سکتا ہے، جہاں السیوطی نے رمی الدین کی تاریخ وفات کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔ بہر حال اس میں کوئی شبہ نہیں معلوم ہوا کہ رمی الدین سیدی تھا۔

مآخذ: السیوطی: بقیۃ الوعاء، القاہرہ ۱۳۳۶ھ/

۱۹۰۸ء، ص ۲۳۸؛ (۲) محمد بن الحسن الحرّاعلیّ آمل الایل، طبع سگی، تہران ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء، ص ۶۱؛ (۳) قاضی نور اللہ شوشتری، مجالس المؤمنین، مجلس ہجیم؛ (۴) براکمان Brockelmann، ۱: ۲۱، ۳۰۳، ۳۰۵ و

تکملہ، ۱: ۵۳۲، ۵۳۵، ۷۱۳؛ (۵) M S Howell، A Grammar of the Classical Arabic Language، الدآباد ۱۸۹۴ء مقدمہ، ص ۱۱- الکافیہ پر رمی الدین کی شرح قاہرہ میں ۱۳۰۸ھ/۱۹۳۹ء میں شائع ہوئی۔

(A. J. MANGO)

الاسترآبادی: رکن الدین الحسن بن محمد بن شرف شاہ العلوی، معروف بہ ابو الفصائل رکن الدین، ایک شافعی عالم، جو زیادہ تر العاحب کی نحوی تصنیف الکافیہ پر اپنی شرح کی وجہ سے مشہور ہے۔ یہ شرح، جس کا نام الوافیہ ہے، المتوسط (=

Kaiser-Friedrich Museum، برلن، میں ایک نمونہ موجود تھا)۔ ۱۳۹۵-۱۳۹۶ء کے موسم سرما میں سموریے اس شہر اور سرائے [رک ناں] (شامی: طغرنامہ، طبع Tauer: ۱۰: ۱۵۸ نا ۱۶۲) دوہوں کو تباہ کر دیا۔ مؤخرالد کر سہر کے برعکس اسراخان دوبارہ آباد ہو گیا اور بالآخر ایک بحاری مرکز کے طور پر اس نے اپنی اہمیت ارسہر نو حاصل کر لی۔ اس دوراں میں اسے ہمسایہ حرر سہر ایل (ایل) [رک ناں] کی طرح، جس نے اس سے پہلے یہ حشہ حاصل کر لی تھی، وہ آخر کار بحر حرر اور اس کے بحاری علاقوں کی بحارب کا مرکز بن گیا۔

۸۷۱ھ / ۱۴۶۶ء میں الون اردو (Golden Horde) (قہ ناہو، حانداں Batuids) کے زمانہ روال کے دوراں میں اسراخان میں نوعائی اسروں کا ایک اناری حکمران حانداں مسٹکی ہو گیا، جس کی انتداء نابارخان کٹوچوک مجید سے ہوئی تھی۔ جس علاقے درخان فاسم (۸۷۱ھ / ۱۴۶۶ء تا ۸۹۶ھ / ۱۴۹۰ء) اور اس کا بھائی خان عبدالکریم (روسی اور بولی زناں میں Ablumgrym، ۸۹۶ھ / ۱۴۹۰ء تا ۹۱۰ھ / ۱۵۰۳ء) حکومت کرتے تھے وہ موجودہ سٹاوروپول Stavropol، اور برگ Orenburg (Čkalov)، سمارہ Kuybishev) اور سرائوف Saratov تک پھیلی ہوئی مملکت پر محیط اور محلف الوسون میں منقسم تھا۔ یہاں کے ناسدے اسی گزر اوقاب زیادہ بر مویشیوں کی پرورش، شکار اور ماہی گیری سے کرتے تھے۔ نگوں سے سارغاب کے بعد خانوں کی سرعت تبدیلی اور کریمیا کے تاناریوں اور نوعائوں کی مداخلت نے اس حابی سلطنت کو مشکلات میں مبتلا کر دیا۔ خان عبدالرحمن (۹۱۱ھ / ۱۵۳۴ء تا ۹۴۵ھ / ۱۵۳۸ء) نے ان کے اور عثمانی برکوں کے خلاف روسی زار Czar سے مدد مانگی (خانوں کی مہربس کے لیے دیکھیے زساور Zambaur، ص ۲۷ اور ان کے

• استراخان: شہر اور صلیح۔ سہر دریائے وولگا Volga کے نائیں کنارے پر اس مقام سے تقریباً ساٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے جہاں یہ دریا بحر حسرر (Caspian Sea) میں جا کر گرتا ہے، حائے وقوع: ۴۶ درجے ۲۱ دقیقے شمال، ۴۸ درجے ۰ دقیقے مشرق، معمولی سطح سمندر سے ۲۰۰ میٹر نیچے، بحر حرر کی سطح سے ۷۰۶ میٹر بلند۔ اس بطوطہ (۲: ۱۰۰ نا ۱۲۰)، جو ۱۳۳۳ء میں یہاں سے گزرا تھا، پہلی مرتبہ ایک ایسی نوآبادی کا ذکر کرتا ہے جس کے بارے میں فاس ہے کہ اس کی بناد ایک رائٹر مکتہ نے رکھی تھی اور اس کی دیداری کی سمرب کی وجہ سے یہ صلیح سرکزی لداں سے مسشی کر دیا گیا تھا۔ اسی سے یہ سمعھا جاتا تھا کہ اس نام کی نوحہ ہوئی ہے۔ رمی حابی درخان (معلوں میں بعد کے زمانے میں درخان سے مراد وہ شخص ہوتا تھا حولکاں سے مسشی ہو، یعنی کوئی اسر)۔ اس نام کی دوسری سکلاں یہ ہیں: Cytrykan یا Ambr Contarini Zytrykhan کے مان (۱۸۷۰ء) میں Citricano، سربرکی۔ ناباری متحدہ میں: اردر خان اور استراخان۔ سہر کی آبادی دریائے وولگا کے دائیں کنارے بر شرنی Sharenny نا زرنی Zarenny نہاری کے اوپر واقع تھی۔ سب سے پہلے سکتے جو یہاں دستاب ہوئے ۱۳۷۶ھ / ۱۳۷۴ء - ۱۳۷۵ء اور ۱۳۸۰ھ / ۱۳۸۱ء سے شروع ہوتے ہیں۔ (۱۳۷۷ھ / ۱۳۷۵ء - ۱۳۷۶ء Chr Fráhn Munzen d Chane, etc، سٹ شٹربرگ ۱۸۳۲ء، ص ۲۲، سمارہ ۱۰۲، وہی مصنف Recensio, etc، سٹ شٹربرگ ۱۸۲۶ء، ص ۳۰۰، عدد ۱، A K Markov Inv Katalog، سٹ شٹربرگ ۱۸۹۶ء، ص ۸۶، ۱۳۸۰ء تا ۱۳۸۱ء: وہی کتاب، ص ۴۷۶: P S Savel'ev Monety Džučidov، سٹ شٹربرگ ۱۸۵۸ء، ۲: ۱۸، سمارہ ۴۱۶، بیر عجائب خانہ قصر فریڈرک

شجرۂ نسب کے لیے کتاب مذکور، ص ۲۳۱)۔

۱۸۶۲ء/۱۵۵۴ء میں اس حابی سلطنت کو (جو ۱۸۵۱ء/۱۵۴۴ء سے سمورچای یا بمعورچی کے زہر لگی تھی) روسیوں نے فتح کر لیا۔ چونکہ خان درویش علی (روسی میں دریس) ہے، جسے انھوں نے نامزد کیا تھا، کریمیا کے باباریوں اور بوزغانوں سے اتحاد کر لیا تھا، اس لیے اسے ۱۸۶۴ء/۱۵۵۶ء میں معزول کر دیا گیا اور اس پر اس روسی سلطنت میں شامل کر لیا گیا۔ روسیوں کے علاوہ اس ملک میں قلموں [وگہاں] آکر آباد ہو گئے۔ ان میں سے جو لوگ دریائے وولگا کے مشرق میں رہتے تھے وہ ۱۷۷۰-۱۷۷۱ء میں مشرقی ممالک کو واپس چلے گئے، حالانکہ جو دریائے وولگا کے مغرب کی جانب آباد ہوئے تھے انھیں ۱۹۴۴ء میں وہاں سے نکال دیا گیا۔ اس کے بعد روسوں کی امارت سے فارغ [وگہاں] ۱۸۰۱ء سے وہاں آ گئے۔ ۱۷۵۰ء میں آبادی کا تناسب قائم رکھنے کے لیے پچیس ہزار افراد، جو اسرا حابی فارغ (Cossack) کہلاتے تھے، وہاں آباد کئے گئے۔ (حدید نظم ۱۸۱۷ء میں ان کی جمعیت (corporation) ۱۹۱۹ء میں مسوخ کر دی گئی)۔ ۱۷۷۱ء میں روسوں نے استراخان کی حکومت (Gouvernement) قائم کی۔ ۱۷۸۵ء سے لے کر ۱۸۳۲ء تک یہ علاقہ مغار سے متعلق رہا۔ اسراخان کی ارسر نو قائم شدہ حکومت میں ۱۸۶۰ء میں نئے علاقے شامل کر دیے گئے (دو لاکھ آٹھ ہزار ایک سو اسی، دوسرے پچیسوں کے مطابق دو لاکھ چھتیس ہزار پانسو پچیس مربع کلومیٹر)۔ ۱۹۱۸ء تا ۱۹۲۰ء میں یہ علاقہ جمہوریۂ سوویٹ روس کا ایک جبروت بن گیا اور ۲۷ دسمبر ۱۹۴۳ء سے (قلموں مملکت کے حاتمے کے بعد) یہ ایک چھیا نوے ہزار تین سو مربع کیلومیٹر رقبے کا صوبہ (oblast) چلا آتا ہے۔

۱۵۵۸ء میں روسیوں نے استراخان کو دریا کے نائین کنارے پر ساب میل بیچے کی طرف دوبارہ تعمیر کیا اور اس وقت سے لے کر اس میں ہمیشہ روسی آبادی کی خاصی بڑی اکثریت رہی ہے۔ یہاں ایک تاتاری اور ایک ارمی بواہی سستی تھی۔ سولہویں صدی کے ہمدوستانی آباد کار تاتاریوں میں مل جل گئے ("Agryžans")۔ ۱۵۶۹ء میں ایک ترکی۔ کریمیا۔ تاتاری فوج نے اس شہر کو خطرے میں ڈال دیا (قت احمد روسی: بحرر۔ قرہ در قالی واژدرخان سقری، در TOEM، ۸: ۱ تا ۱۴؛ حلیل ابالحک: عثمانی روس رقاسک سشائی وڈوں وولگا مالی سشائی، در Bell، ۱۹۴۸ء، ص ۳۴۹ تا ۳۵۲، قت سرقاران)، اس لیے ۱۵۸۲ء میں روسوں نے ایک شہر کی فصل اور ۱۵۸۹ء میں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اس کے باوجود تاتاری اور قاری تاتار اس شہر کو ناحب و ناراح کر رہے (بالخصوص Stenka Razin، ۱۶۶۷-۱۶۶۸ء) علاوہ ازیں رلرلوں اور وناؤں سے بھی اسے رابر نقصان پہنچتا رہا۔ یہ شہر ۱۷۲۲ء سے ۱۸۶۷ء تک بحر حرر کے لیے بحری بندرگاہ تھا (اس کے بعد سے ناکو)۔ ۱۹۱۸-۱۹۲۱ء کی خانہ جنگی کے دوران میں ایک بحری بڑہ یہاں سے مصروف کار رہا۔ ۱۸۹۷ء میں استراخان کے ناسدوں کی تعداد ایک لاکھ سترہ ہزار ایک تھی (ان میں بارہ ہزار مسلمان تھے، ایرانی، تاتاری وغیرہ، اور چھ ہزار دو سو ارمی۔ یہاں چھ سیمی مساحد، ایک سیمی مساحد، بہتر مدر سے اور دس مسکت تھے۔ ۱۹۳۹ء میں اس شہر میں دو لاکھ تری ہزار چھ سو پچیس (۲۵۳۶۵۵) ناسدے تھے اور دس سے زائد تاتاری مدارس اور متعدد تاتاری احزاب۔ سوویٹ یونین کے لیے اس کی زیادہ تر اہمیت بحر حرر میں مہاروں کے مقام روانگی کے طور پر اور مچھلی کی تجارت (شمول کوپار (caviar) سمدری حاسوروں کی حری

(Slovian) میں اوسٹری ہوم Ostrihom اور ہنگاری میں استرگوم Esztergom یا استرگون Esztergon - برکی میں اس کی متعدد سکلیں ہیں، مثلاً استرعوں، اوسترعون، اوسترعوم وغیرہ۔

آرپد Arpad خاندان کے عہدِ حکومت میں گراں لٹی نار ساہی مسکن رہا۔ سلطنتِ ہنگری کا بانی سٹیفن اول Stephen I (سیٹ سٹمن) یہیں پیدا ہوا تھا اور اسی دور میں یہ ہنگری کے آسقف اعظم (یعنی سٹمن اول کی قائم کردہ دس اسمعتوں کے صدر) کا مستقر بھی تھا اور پھر تقریباً ۱۲۰۰ء میں بلا شرکتِ عمرے اسی کے قلعے میں آ گیا۔

فتح سودا Buda (۱۵۴۱ء / ۱۵۳۸ء) کے بعد گراں کا نام نارنج برکہ کے صفحات پر نظر آئے آگے۔ بودا اس وقت ایک سرحدی قلعہ تھا، چنانچہ اسے محفوظ بنانے کے لیے سلطان سلیمان نے اسی افواج کو گراں فتح کرنے کا حکم دیا، جو صرف دو ہفتوں کے محاصرے کے بعد ترکوں کے ہاتھ آ گیا (۱۵۴۰ء / ۱۵۳۳ء)۔ اس محاصرے کے تفصیلی حالات کے برکی مآخذ یہ ہیں: حلال راہ مصطفیٰ (حسن کا ترجمہ) مخطوطہ وی انا سے J Thury نے Torók Történetűk [برک مؤرخین] میں کیا، بوڈاپسٹ ۱۸۹۶ء، ۲: ۲۳۳۔ بعد اور سان جاؤس (وہی کتاب، ۲: ۳۲۵ بعد)۔

۱۵۱۰ء / ۱۵۰۹ء میں گراں کو ترکوں سے چھپنے کی کوشش کی گئی، جو ناکام رہی (اس لڑائی میں ہنگریوں کی طرف سے ہنگری کا ہمارا عائی ساعر B Balassi مارا گیا)، تاہم ۱۵۰۳ء / ۱۵۰۵ء میں گراں پر دھاوا کاسا رہا اور وہ یوں کہ مدافعی قلعہ کے پانی اور حوراک کے دھائر کم ہو جانے پر ترکوں کی حفاظتی فوج نے تعاون کر دی اور محاصرے کے کماندار نکولس پالفی Nicholas Pálffy کو (جسے اولنا چابی سے قتلوش [ہنگاری: مکلوس Miklós] لکھا ہے، ۶: ۲۰۸)

(blubber) کے کارحاسوں کے) اور ساہی گری کی وجہ سے ہے۔

مآخذ: (۱) آٹری، بذیل مادہ (از Rahmeti R

(Arat): 'Entsklop Slovar' Brockhaus-Efron (۲) ۳۴۹-۳۶۶، صمیمہ، ۱: ۱۶۸؛ (۳) Bol'shaya

Sovetskaya Entsiklopediia، طبع اول، ۱۹۵۱ء تا ۱۹۵۲ء؛ طبع ثانی، ۳: ۲۷۸ تا ۲۹۰؛ (۴) A N Shtyl'ko

Illyustrirovannaya Astrakhan' Očerki proshlagogo i nostoyashchego goroda (Saratov) ۱۸۹۶ء؛

(۵) Astrakhan i Astrakhanskaya guberniya، سیٹ پینربرگ ۱۹۰۲ء؛ (۶) Astrakhan Spravochnaya kniga، مثالیں گراڈ ۱۹۳۷ء؛ (۷) G Peretyatkovich

Povol'ye v 15-16 vekakh، ماسکو ۱۸۷۷ء؛ (۸) Zaseleenie Astrakhanskogo P G Lyubomirov

kiaya v XVIII v., in Nash Krai، استرخان ۱۹۲۶ء؛

شمارہ ۴: (۹) Die Sowjetunion W Leimbach، شٹ گارٹ ۱۹۵۰ء، ص ۲۸۳، ۲۸۹؛ (۱۰) T Shabad

Geographv of the USSR، نیویارک ۱۹۵۱ء، ص ۹۳؛ (۱۱) Opyt khronologicheskago F Spirk

ukazatelya literatury ob Astrakhanskum Krae (۱۳۷۱ تا ۱۸۷۷ء)، سیٹ پینربرگ ۱۸۹۲ء۔

(B SPULFR) (سپولر)

• استرخون: Esztergom (گراں Gian)،

ہنگری میں ایک قلعہ بند شہر، جو دریائے ڈیویوٹ کے دائیں کنارے پر بوڈاپسٹ سے تقریباً ۸۰ کلومیٹر شمال مغرب کی جانب واقع ہے۔ ترکوں کے عہدِ حکومت میں یہ اسی نام کی سجن کا سب سے بڑا شہر تھا۔

اس مقام کا نام Esztergom اصلاً فرانکی (Frankish) سان کیا جاتا ہے (osterringun =

مشرقی قلعہ)۔ حرب میں اس جگہ کا نام گراں Gran ہے، لاطینی میں سٹریگونیم Strigonium، سلوویسی

مشکل ہے کہ یہ شہر - گراں سے متعلق کن واقعات پر مبنی ہے۔

۵۹۷۳/۱۰۶۵ء اور ۵۹۹۱/۱۰۸۲ء کے دوران کے گراں کے کوئی دس سال کے دفاعی مقاطعہ اب تک موجود ہیں (وی انا، مہرست ولوگل، شمارہ ۱۳۵۹)۔ ان میں گراں سے تعلق رکھنے والے بدرجہ دیل جعفری نام درج ہیں: قلعه بالا، قلعه زیر اسکیٹہ بالا، اسکیٹہ زیر، ایلچہ، وروسی ڈسر وروس صہ (با وروس برٹ و وروسی کوچک)۔ انہوں نے ان دفاعی میں تحریر ہے کہ قلعه بالا، اصل شہر اور چکر دیل کی مصافی سنی میں واقع ہیں مساحد کے ملازمین کو مجبوراً سرکاری حرائق سے ملتی ہیں۔ اولیا چلی (۶، ۱۲۷۱-۱۲۷۲) نے ۵۱۰۷۳/۱۶۶۳ء میں اسی مساحد گراں - حال میں تحریر ہوئے مسلمانوں کی کئی مساحد اور ان میں سے چند ایک کے انہوں کے بارے میں اطلاعات فراہم کی ہیں۔

دربارے دیسوت کے نام کے بارے میں چکر دیل "چکر دیل نار دی" (= "چکر چھدیے والا"، "چکر چھدیے والا قلعه"، جس سے آگے چل کر ہنگاروی نام Párkány ماحود ہوا) کا مورخہ بھی قلعه گراں سے متعلق تھا۔ بعد ازاں اس شخص میں جو جعفری توسیع ہوئی وہاں حائے کا واسطہ یہیں سے شروع ہوتا تھا۔

مول اولیا چلی (۶: ۲۷۳) لالا محمد ناسا ہی نے دربارے دیسوت کے دائیں کنارے پر گراں کے بروبی دفاعی استحکامات، یعنی سساس Szentgyörgy کا پہاڑی قلعه، تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اسی نے اس کا نام پیر دیل (= سر چھدیے والا) رکھا تھا (اسی نام کا ایک مقام البانیا میں بھی موجود تھا، مگر پیر دیل لی علی ناسا)۔

قریباً ۱۵۷۰ء سے ترکوں کا مریب بنا ہوا گراں کے گھروں کا ایک حائرہ بھی محفوظ چلا آ

چند شرائط منظور کر کے قلعے پر قابض ہوئے کا موقع مل گیا۔ بعد ازاں ترکوں نے متعدد بار قلعه واپس لینے کی کوشش کی اور انجام کار ۱۶۰۵ء میں وزیر اعظم لالا محمد پاشا، جس نے دس سال قبل "یہ قلعه مغلوں کے زیر حفاظت دے دیا تھا" (اولیا چلی، ۶: ۲۵۹)، اسی طرح دہم شرائط منظور کر کے قلعه واپس لینے میں کامیاب ہو گیا۔ ان محاصروں کی تاریخ برکوں کے ہاں پچوی (۲: ۱۷۵) بعد و (۳: ۱۷۵)، جو قلعے کی نئے بعد دیکھنے انعام گزاری کی گفت و شنید کے دونوں موعوں پر مداب حود موجود تھا، اور چند سترام بنانا سے قطع نظر اولیا چلی (۶: ۲۵۷) نے فاسد کی ہے۔ اسی طرح یہ ہنگاریوں کے ہاں، *Historiarum M Istvánffy de Ribus Ungaricis*، باب ۳، کولوں ۱۶۲۲ء، میں ملی ہے۔ *Thury J* اور *Gomóry G* کے بارے میں مطالعات *Haditörténelmi Közlemények* [مجلات درازہ تاریخ

حربی]، ۱۸۹۱ء و ۱۸۹۲ء، میں ملیں گے اس کے بعد ۱۶۸۳/۱۰۹۳ء تک قلعه مد دور پر ترکوں کا قبضہ ملا سوسس و خطر قائم رہا۔ ۱۶۸۳ء کے موسم خزاں میں دچہ رناده لڑے بھڑے بعد انک سمجھوتے کے تحت گراں پر "مصریوں" (Imperialists) کا قبضہ ہو گیا۔ اسے دوبارہ فتح کرنے کے لئے ترکوں کی دوسری بار آور نہ ہوئی۔ گراں، یعنی اسرعوں، ترکوں کے ہاں انک صرب المثل سہرت کا حامل ہے (احبار یکتی صاحب، مؤرخہ ۱۹ اپریل ۱۹۵۶ء، کے پہلے صفحے پر ایک قلعے کی تصویر شائع ہوئی تھی، جس کے اوپر چھپا تھا: "اسرعوں قلعه سی"۔ اس کے ساتھ ہی طور عنوان غارب دیل درج بھی، جس کا اشارہ مسدیس کی حکومت کی طرف تھا، جو اس وقت تک بہت مستحکم طور پر قائم تھی: "مسدیس قلعه استرعوں [کی طرح مستحکم] ہے"۔ لیکن یہ ناسا

برلن میں جو مالیہ کا رجسٹر ہے وہ ہنگروی میں بھی دستیاب ہے (Az Esztergomi szandzsák. L. Fekete) 1570 évi adóösszeírása [”رجسٹر مالیہ، سحی گران، ناب ۱۵۷۰ء“] بوڈا پست ۱۹۴۳ء - اس رجسٹر کی رو سے سحی میں سارہ ”وروش“ یعنی شہر بھی، تیس سو بیسٹھ دیہات (فریے) اور براہوے سرروہ اراضی کے متروک قطعات (puszta، پڑعہ)، جس کے گھروں (حانہ) کی مجموعی تعداد ۴۲۰۶ بھی - متعدد دیہات و آقاؤں کو مالیہ ادا کرنے بھی - یہی وجہ تھی کہ گران کے آسقف اعظم نکولس اولہ Nikolaus Oláh نے ۱۵۸۰ء کے لگ بھگ بارہد Nyárhíd نام کی سستی کے نواح میں ترکوں کی مرید سنی قدسی کو روکنے کی حاضر ایک قلعہ عمر کرایا (احوار Újvár، بعد ارآن ایرسک احوار Érsekújvár، جرمن: Neuhausel)، جس کا محل وقوع ترکی سحی کے تقریباً بیچوں بیچ تھا - ۱۵۷۴ء/۱۶۶۳ء میں جب ترکوں نے سوہاؤسل Neuhausel فتح کر لیا تو سحی گران کے متعدد دیہات کا الحاق سوہاؤسل / احوار کی نوساحہ بیگلک سے کر دیا گیا - ۱۵۹۳ء/ ۱۶۸۳ء میں ”قصریوں“ کے ہاتھوں گران کی حمی سحر کے بعد گران کی حسیب بطور سحی ختم ہو گئی۔

(L FEKETE)

❖ استسقاء: (بانی طلب کرنا) - اسساک ناراں

کی صورت میں نارش کی دعاء، جس میں دو رکعت نماز ناصاع ادا کی جاتی ہے - صلوة استسقاء حدیب سے ثابت ہے - انجاری، انواب الاستسقاء، میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوة استسقاء ادا کی اور حسا کہ ان انواب میں مذکور ہے آپؐ نے لوگوں (انواب ۳، ۱۱) حتیٰ کہ مشرکین کی درخواست (ناب ۱۲) پر بھی نارش کے لیے دعاء فرمائی، بلکہ قحط کے آثار کو دیکھتے ہوئے خود

ہے (وی آنا، نهرسب کرامٹ Krafft، عدد cxcx) - اس حائرے میں مسلمانوں اور ان سے کم تعداد میں کیسے یونان کے پروسیحون (Pravoslav: Orthodox) کے مکانات دکھایا گیا ہے، لیکن ان میں کسی ہنگروی کا نام نہیں ملتا - معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں گران میں ہنگروی رعتے ہی نہیں بھیے۔

اسرغون کی سحی کا قیام ۱۵۴۰ء/۱۵۴۳ء میں قلعہ فتح ہو جانے کے بعد عمل میں لایا گیا - اول ابتدائی طور پر یہ سحی ڈیسوب کے دائرے کے بارے پر واقع تقریباً تیس دیہات پر مشتمل تھی، لیکن پھر یہ ڈیسوب کے بائیں کنارے پر جگر دلی کے علاقے سے باہر کی جانب پھیلنے لگی تا آنکہ سحی نگوں کی وسیعی سرگرموں کی بدولت اس کی حدود شمال اور مغرب میں دور تک پہنچ گئیں اور سحی کا صدر مقام گران اصل انتظامی علاقے کی اندرونی سرحد پر نظر آئے لگا (ہنگری میں اسی پیموے کی وسیعی اور مالی بھی ملتی ہیں، مثلاً صولنوک Solnok) (Szolnok)، اسسلی بلغراد Istulni Belghrad اور سب (Szigetvár) Sighet کی سحی کہ ان میں سے ہر سحی اپنے صدر مقام کے نام سے موسوم ہو گئی تو بدیع نہ شہر بالآخر اصل انتظامی علاقے کی اندرونی سرحد پر آگیا - اسی طرح جو ”مالسانی سرحد“ اور علاقائی انتظامہ وجود میں آئی اسے آسٹریویں نے، حواب روز بروز فوب ہکڑ رہے بھی، اور ہنگروی سب نے سلام نہیں کیا، جس کا یہ بیجہ نکلا کہ نبی دیہات دو مالکوں کو مالہ ادا کرنے بھیے - ہر صورت حال کے باعث سولہویں صدی میلادی کے اوائل سے بے شمار مسافشات پیدا ہوئے۔

اس سحی کے کئی مالیہ کے رجسٹر (”نحریر“) - اسول میں محفوظ ہیں، بلکہ ایک رجسٹر، جو ۱۵۷۷ء سے شروع ہونا ہے، برلن میں بھی ہے (برلن، برنیں سٹیٹ لائبریری، Pet II، Nachtr I) -



يَذِيهِ، ثُمَّ قَلَّتْ رِذَاهُ الْاَيْمَنُ عَلَى الْاَيْسَرِ وَالْاَيْسَرُ عَلَى الْاَيْمَنِ)۔ ایک دعا کے الفاظ ہیں : اَللّٰهُمَّ اَسْتَعِثْنَا عَنْنا هِمًّا مَرِيئًا طَقًّا عَدُوًّا عَاجِلًا غَيْرَ رَائِبٍ۔ اے اللہ ہمیں ناریں دے اچھی چھائی ہوئی نکتہ نہایت بغیر تاحر کے (حوالہ مذکور)۔ ایسے ہی امام محمد الباقی سے روایت ہے : [کان] یصلی الاستسقاء رَكَعَتَيْنِ وَ یَسْتَقِی وَ هُوَ قَائِدٌ وَ قَالَ نَدَأُ بِالصَّلَوةِ قُلِّ الْعِظَةُ وَ حَزَّ بِاَبْرِاهَ (الْقَمِی : مَنْ لَا یَحْضِرُهُ الْحَقِیْقَةُ، دُیَابِ اَصْلُوهُ)۔ امام جعفر الصادق فرماتے ہیں : کَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ عَلَیْ آلِهِ وَ سَلَّمَ اِذَا اسْتَقِی قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عِنَادٌ وَ اَنْتَ رَحِمٌ اِلَی بِلَادِكَ الْمَنَّةِ (حوالہ مذکور)۔

نہ حال کہ صلوة الاستسقاء واجب ہے صحیح نہیں، البتہ سب سرور ہے۔ اسی طرح اس کی ادائیگی میں نہ صبح کی فید ہے، نہ کسی خاص لباس کی (سرور ہے تو صرف حصوع و خسوع اور اللہ تعالیٰ کے حضور بصرع کی)، نہ دو خطوں، نہ کسی روحانی یا جسمانی رصاص، نہ کسی خاص ٹاپے اور نعلے کی۔ صلوة استسقاء کا کسی مسرکہ رسم سے کوئی تعلق نہیں، نہ کسی مسلمان نے ایسا کوئی حال آ سکتا ہے۔ اسلام میں "نہو۔

نصاری اور محوس کو بھی کسی کھلی جگہ میں نماز استسقاء پڑھنے کی اجازت ہے۔ اگر وہ اسے کرنے کو مصائقہ نہیں، لمکی نماز میں ناقوس اچانے نا کوئی اور خلافِ رسم ادا کرنے کی اجازت نہیں ہے، چنانچہ اس حرم کہتے ہیں۔ لا یسمع اليهود ولا المحوس ولا البصاری من العروج ائی الاستسقاء لیدعاء فقط ولا یباح لهم اِحْراج ناقوس ولا سنی یخالف دین الاسلام = یہود و نصاری کو استسقاء کے لیے حروج میں کوئی ممانعت نہیں، مگر شرط نہ ہے کہ صرف دعا کے لیے، انہیں ناقوس نکالنے کی اجازت ہے نہ کسی اسی شے کی خودیں اسلام کے خلاف ہو،

بھی (باب ۲)۔ نہر یہ بھی ثابت ہے کہ آپ سے مختلف موقعوں پر طرح طرح سے یہ دعا کی ہے، مثلاً حطیہ جمعہ میں (باب ۸)، نا برسرِ منبر (باب ۷)، علیٰ ہذا آبادی سے باہر کھلے میدان میں (ابواب ۱۵ و ۱۶)، جہاں آپ قلمرو ہو۔ اول تحویل روا کریں، یعنی اپنی چادر کے دائیں کنارے کو دائیں اور دائیں کو دائیں سے بدل دیں (ابواب ۱۷ و ۱۸)، پھر دو رکعت نماز ادا کریں اور اس میں الحمد آوار سے فراموش فرمائیے (ابواب ۱۶ و ۱۷)۔ آپ نے دعاے استسقاء میں ہاتھ بھی اٹھائے ہیں (باب ۲۰)، بلکہ ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے ہاتھ اٹھائے ہیں تو صرف اسی دعا میں (۲۱)۔

صلوة استسقاء کی بروقہ کل یہ ہے کہ کسی امام کی افتاء میں نماز کے بعد ناریں کے لیے دعا کی جائے۔ احادیث میں دعاے استسقاء کے الفاظ بھی مذکور ہیں، دیکھئے البخاری، ابواب الاستسقاء، ۲۲، التسانی : سن، کتاب الاستسقاء، حسن میں صلوة استسقاء اور اس میں دعا کا مفصلی نام موجود ہے، ص ۱۵۴، ص ۱۶۳۔ سر دیکھئے التذاری۔ سن، صلوة الاستسقاء اور اس باب : ابواب صلوة الاستسقاء اور دعا فی الاستسقاء، حسن میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس موقع پر نواضع، انکسار اور خسوع و حصوع کے ساتھ ساتھ ٹھہر ٹھہر کر دو رکعتیں پڑھیں جسے عبد میں .... انک رور آپ استسقاء کے اے نکلے ہمارے ساتھ دو رکعتیں ادا کسی بغیر اداں اور بغیر اقامہ کے۔ پھر حطیہ دیا اور دعا کی قلمرو ہو کر ہاتھ اٹھائے اور اپنی چادر کو دائیں سے دائیں اور دائیں سے دائیں بدل دیا۔ (خرج مواضعاً متبدلاً متحسناً مترسلاً متصريعاً فصلی رَكَعَتَيْنِ کَمَا یصلی فی الْعِیدِ ... خرج یوماً یستقی فصلی بنا رَكَعَتَيْنِ بِلَا اِذَاں وَلَا اِقَامَةٍ۔ ثُمَّ حَطَّیَا وَ دَعَا اللّٰهُ وَ حَوَّلَ وَ حَمَّہُ نَحْوَ الْقَلْبِ رَافِعاً

⊗ استصحاب: ایک فقہی اصطلاح، لغوی معنی: باقی رکھنا، یعنی ار روئے استدلال یہ طے کرنا کہ کسی چیز کا وجود یا عدم وجود علی حالہ قائم رہے یا آنکہ تبدیلی حالات سے اس میں تبدیلی پیدا نہ ہو جائے۔ یہ گویا وہ دلیل عقلی ہے جس کی بناء نہ نص رہے، نہ اجماع پر اور نہ قیاس پر — جیسا کہ الآمدی بے کہا ہے: *هو عبارة عن دليل لا نكون صا ولا اجماعا ولا قياسا* (الاحکام، ۴، ۱۶۱)۔ استدلال کی دو قسمیں ہیں: ایک استدلال منطقی، جس کو مثلاً دونوں مانا گیا ہے کہ بیع ایک معاملہ ہے اور ہر معاملے کا سب سے بڑا حروہ ہے، دوسری، جسے اگر مسلم اثر لیا جائے تو یہ ایک ایسا قول ہو گا جس کے ساتھ ایک دوسرا قول بھی مسلم کرنا پڑے گا اور وہ نہ کہ بیع کا سب سے بڑا حروہ ہے دوسری، کیونکہ نہ منطقی سبب ہے قول اول کا، جس پر ار روئے عقل کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا اور جسے اس لیے من و عن صحیح مانا پڑے گا، اس کی دوسری قسم ہے استدلال عقلی، جسے اصطلاحاً استصحاب الحال کہا جاتا ہے اور جس کی تعریف یوں کی جائے گی کہ یہ وہ دلیل عقلی ہے کہ اگر کوئی اور دلیل (یعنی نص، اجماع یا قیاس کی) موجود نہیں تو پھر اسی سے کام لیا جائے، مثلاً اس صورت میں جب کسی چیز کے وجود یا عدم وجود کو نامی رکھا مقصود ہے (جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے) جی کہ حالات بدل جائیں۔ امام الشافعی کے مسمیٰ میں سے اکثر، مثلاً العربی، الصیرفی اور العزلی، ایسے ہی امام احمد ان حبل اور ان کے اکبر پر اور اسی طرح سببہ امامیہ خاص خاص صورتوں میں استصحاب کے قائل ہیں، البتہ احواف میں سے بعض کو اور متکلمین کی ایک جماعت کو اس سے انکار ہے۔

اس قیام نے استصحاب کی تعریف ان الفاظ میں کی

صلوہ استسقاء کے بارے میں مذاہب اربعہ کے رہنما اختلافات کے لیے دیکھئے عبدالرحمن الحارثی: *كتاب الفقه على مذاهب الاربعه، حرو اول، قسم لعناداب، ص ۳۵۸ تا ۳۶۲*۔ مختصراً یہ کہ اسلام سے اسان کی اس حائر خواہش کو کہ حق کی حاضر اللہ تعالیٰ کے حضور طلب ناراں کی دعا کرے ہر قسم کے کفر و سرک سے ناک رکھا ہے خواہ دوسری قوموں یا ایام قدیمہ میں لوگوں کا اس بارے میں تعجب بھی عمل رہا ہو [مثلاً دیکھئے ا، ترکی، سدیل مادہ، جہاں دعا استسقاء سے مدعی بعض ایسی رسوں کا ذکر ہے، جو اندلو کے حواء میں رائج رہی ہیں]۔

مآخذ: (۱) کتب حدیث: (۲) التووی المجموع، (۳) اس حرم: المجلد، (۴) السوکانی: بیل الاوطار، (۵) Goldzih، در Rev del hist des Rel، ۵۲ (۱۹۰۵) ۲۲۰ تا ۲۲۹، (۶) وہی مصنف، در Oriental Studien، ۱: ۳۸ تا ۳۱۲ و در Th Noldeke gewidmet، ۳: ۶ (۷) Der Islam، ۳: ۶ (۸) A J Wensinck، ۲۶ تا ۲۹، (۹) Mohammed en de Joden te Mediu، لائڈن ۸، ۱۹، (۱۰) Handh des islām Juynboll، ۹۳، (۱۱) Etude sur le Biarnay، ۱۰، (۱۲) Dialecte des Beftious، الحرائر ۱۹۱۱، ص ۲۳۱ تا ۲۳۳، (۱۳) Magie et Religion dans Doulté، الحرائر ۹، ۱۹، ص ۵۸۲ تا ۵۸۸، (۱۴) طبع لائڈن، تدبیر مادہ، (۱۵) ترکی، تدبیر مادہ (امامہ ار پر نو نائی نوراتاو)، (۱۶) اس حجر - بلوع الحرام، (۱۷) عبد الرحمن الحارثی: کتاب الفقه، شرک فی الطاعه، مصر۔

(سید مدیر بیاری)

کیسٹ کو حوضاً دست ہے قائم اور برقرار رکھا ناوقتیکہ اس میں تبدیلی ثابت نہ ہو جائے۔ یوں ماضی کا حکم حال میں باقی رکھا جاتا ہے جسے المحمضاتی بے استصحاب الماضی بالحال سے تعبیر کیا ہے۔ بقول اس قسم الحوریہ (دیکھئے اعلیٰ الموقعین) یہ استصحاب ایک حجت ہے جب تک اس کی بھی کسی دوسری حجت سے نہ ہو جائے، مثلاً نکاح کے معاملے میں کہ جب تک اس کی بھی نہ ہو جائے نامی رہے گا۔

قسم ثالث (استصحاب حکم الاحماع فی محل النزاع) کے بارے میں علمائے اصول کی دو راہیں ہیں۔ بعض کے نزدیک حکم اجماع حجت ہے، مثلاً المرئی، الصری، اس سافلا اور ابو عبد اللہ الراری وغیرہ کے نزدیک۔ بعض ایسے حجت مسلم نہیں کرتے، مثلاً ابو حامد، ابوالطیب اور فاضل ابو علی وغیرہم۔ لیکن اس اختلاف میں دیکھئے کی بات صرف یہ ہے کہ جس اجماع کے بارے میں نزاع ہے اس کی صورت کیا تھی۔ گویا اس میں مضلہ دن امر خود اس اجماع کی نوعیت ہے کہ اسے حجت سمجھا جائے یا نہیں۔

رہا استصحاب العموم الی ان یرد بحصص و استصحاب النص الی ان یرد سح (الحصری، دیکھئے اوپر)، جسے المحمضاتی (ص ۱۴۴) نے دو سقوں، یعنی استصحاب العموم الی ان یرد التحصص اور استصحاب النص الی ان یرد السح، میں تقسیم کر دیا ہے سو سق اول سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی وجہ بحصص موجود نہیں تو حکم عام کی عموییت پر قرار رکھی۔ بالفاظ دیگر عام ص کا حکم عام ہی ہوگا ناوقتیکہ کوئی دوسری نص بعض افراد کی بحصص نہ کر دے، لہذا یہ حائر نہ ہوگا کہ ایک ایسے حکم میں جو عام ہے بلا وجہ کوئی استثناء کر دی جائے۔

ہے: اس سے مراد ”حوثات“ ہے اس کا اثبات اور جس کی نفی ہو چکی ہے اس کی بھی کو قائم رکھا ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں“ (استدامہ اثبات ما کان ثاباً او نفی ما کان منفیاً و هو ثلاثہ اقسام۔ اعلیٰ الموقعین، ۱: ۲۹۴، اداره الطاعہ الہیریہ، مصر): (۱) استصحاب الرأہ الاصلہ یا بقول الحصری استصحاب حکم العقل بالرأہ الاصلہ قبل الشرح (۲) استصحاب الوصف المشب الشرعی حتی یشب خلافہ، بحسب ما الحصری میں ہے: استصحاب حکم دل السرع علی ثبوتہ ودواہیہ اور (۳) استصحاب حکم الإجماع فی محل النزاع۔ الحصری نے قسم ثانی کو استصحاب علی العموم الی ان یرد السح کہا ہے، دیکھئے الحصری: اصول الفقہ، ص ۳۴۶ البتہ المحمضاتی (فلسفہ شریعہ اسلام، ص ۱۴۴) نے الحصری کی قسم ثانی کو دو قسموں میں تقسیم کر دیا ہے: (ا) استصحاب النص الی ان یرد السح اور (ب) استصحاب العموم الی ان یرد التحصص اور قسم ثانی کو استصحاب الماضی بالحال بھی کہا ہے۔ لہذا المحمضاتی کے نزدیک استصحاب کی ایک ناہوین قسم بھی ہے، یعنی استصحاب القلوب یا استصحاب الحال بالمایہ۔

قسم اول (استصحاب الرأہ الاصلہ) کا مطلب ہے رأہ کو نامی رکھا ان معنوں میں کہ کسی شخص پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوئی جب تک کوئی دلیل شرعی اسے اس کا ذمہ دار نہ ٹھہرائے: لہذا علمائے اصول اور فقہ میں سے بعض، مثلاً حمہ، کی رائے ہے کہ اندر بن صورت استصحاب ”دفع“ کے لیے ہے نہ کہ ”انقائہ“ کے لیے۔

قسم ثانی (استصحاب الوصف المشب الشرعی حتی یشب خلافہ) سے مطلوب ہے کسی ایسی

ق ثانی کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی نص ہے اس کا حکم علیٰ حالہ باقی رکھا جائے تاوقتیکہ کوئی دوسری نص ایسے مسوح نہ کر دے۔

استصحاب القلوب یا استصحاب الحال می 'ماضی سے (جو المحمضانی کے نزدیک استصحاب کی باجوبی قسم ہے) مطلب ہے کسی ایسی چیز کے وجود یا عدم وجود کو جو زمانہ حال میں ثابت ہے۔ زمانہ ماضی میں بھی ثابت ٹھہرانا، مثلاً ہمارے زمانے ایک مروج الوقت دستوری ضابطہ ہے اور سوا یہ نہ آنا یہ ضابطہ حضور رسالت صلعم کے زمانے میں بھی مروج تھا تو اس کا جواب اثبات میں ہے تاوقتیکہ ہمیں اس کے خلاف کوئی دلیل مل جائے۔ لیکن مول المحمضانی اس قسم کے 'استصحاب کو دلیل پرستی ٹھہرانا غلط ہوگا۔

یہاں صما ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ شریعت اسلامی کما سرائع قبل اسلام کی ناسخ ہے، علمائے اسلام مثلاً آل آمدی نے اس مسئلے پر طویل بحث کی ہے (الاحکام، ۴: ۱۸۷)۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سوائے ان احکام کے جن کو شریعت اسلام نے برقرار رکھا تاہی سب احکام مسوح تصور ہوں گے۔ علمائے اصول کا یہی قول ہے۔

سطور بالا سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ استصحاب الحال سے فقہاء کی مراد کما ہے، محضراً یہ نہ خواہر حال میں ہے اور ار روعے سرعت جس اس کے لئے ایک خاص حکم ہے، اسے علیٰ حالہ باقی رکھا جائے گا جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس حالت میں بغیر واقع ہو گیا ہے۔ اسے ہی جس امر کے حکم کی نہ ہی ثابت ہے، نہ ہوا تو استصحاب الحال کا تقاضا ہے کہ اسے برقرار رکھا جائے، کیونکہ اس دوسری حالت کے باعث اس کا وجود قائم رکھا فرض ہو جاتا ہے جب تک اس میں تبدیلی کی کوئی دلیل نہ ملے۔ مل جائے

تو حکم بھی بدل جائے گا، جیسے مثلاً مفہود الحبر کا معاملہ ہے کہ ہمیں نہیں معلوم وہ رندہ ہے یا مردہ، لہذا اسے رندہ ہی ماننا فرض ٹھہرنا ہے جب تک اس کی موت پر کوئی دلیل قائم نہ ہو جائے۔ پس استصحاب الحال میں کوشش یہ ہوتی ہے کہ حکم اور حال میں ربط تلاش کیا جائے، یعنی حال کو ربط دیا جائے تو اس حکم سے جو نتیجہ ہے، لہذا یہ بھی ایک طریق ہے حبث اور برہان کے درمیان احکام کو قائم کرنے کا، اگرچہ مسرور نہ سرائع، حسا کہ اوپر بنا ہو چکا ہے۔ اسد یہ ماننا پڑے گا کہ اس کی اساس ہے "طن"، ان معنوں میں حبث طن کا تقاضا اقلے حکم ہو، حسا کہ آل آمدی نے کہا ہے مَا يَحْقِقُ وجوده وَ عَدَمَهُ فِي حَالِهِ مِنَ الْأَحْوَالِ فَإِنَّهُ يَسْتَلْزِمُ طُنَّ بَقَائِهِ وَالطَّنَّ حُجَّةً مَسْبُوعَةً فِي السَّرْعَانِ (جس کا وجود اور عدم کسی حالت میں محقق نہ ہو سکے تو طن اس کو باقی رکھنا لازم آتا ہے اور طن حجة مسعہ ہے سرعت میں (آل آمدی، الاحکام، ۴: ۱۷۲)۔

مآخذ: (۱) آل آمدی: الاحکام فی اصول الاحکام، مطبع المعارف، مصر ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء: (۲) العزالی: المستصفی، مطبع امیرہ، مصر ۱۳۲۲ھ: (۳) ابوہریرہ: اس بیہ، طبع اول، دارالفکر العربی، (۴) ابن القیم العزوری: اعلام الموقعین، ادارہ الطاعة المیریہ: (۵) العزری: اصول الفقہ، طبع ثالث، مطبعہ الاستقامہ، قاہرہ ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۸ء: (۶) المحمضانی: فلسفہ شریعت اسلام، مجلس ترقی ادب، لاہور، (۷) السیوطی: الاشیاء والطائر، مطبع مصطفیٰ محمد، ۱۹۳۶ء: (۸) ابن العجم: الاشیاء والطائر، مطبعہ حسیہ مصریہ، ۱۳۲۲ھ: (۹) الکاملی:

عناوین الاصول، بغداد ۱۳۳۳ھ: (۱۰) Goldziher I

Das Prinzip des Istishāb in der Muhammedan  
The Wiener Zeitschrift für d. Rechtswissenschaft

Kunde d Morgenl، ۱۲۸۰ تا ۲۳۶۔

(چوٹول Th W JUYNBOLL [وسید ندیر یاری])

### ⑤ استصلاح: طلب مصلحت؛ استحسان سے

ملتا جلتا وضع احکام کا ایک طریق، جس کی بناءً استحسان ہی نئی طرح ترک قیاس ظاہر پر ہے اور جس میں اور مصالحِ مرسلہ (رکّ نان) میں نہایت قریب کا تعلق ہے، اس لیے کہ استصلاح کا تصور اگرچہ مصالحِ مرسلہ سے متاخر ہے، مگر بطور ایک دلیل فقہی مصالحِ مرسلہ ہی سے مأخوذ ہے، لہذا نہ سب استحسان زیادہ محدود، زیادہ معین اور زیادہ مسلم۔ یہی وجہ ہے کہ نہ سب استحسان اس کی مخالف بھی بہت کم ہوئی۔ فقہائے اسلام اس رائے میں تو متفق ہیں کہ سربیع کے ہر امر میں مصالحِ عوام اور رفاہیہ حلیٰ کا حمال رکھا، لیکن اختلاف ہے تو اس میں کہ اگر شریعت کسی معاملے میں خاموش ہے، یعنی دلائل شرعیہ کی رو سے اس کی مصلحت واضح نہیں ہوئی، تو کیا اس صورت میں مصالحِ عامہ سے استصواب کرنا جائز ہوگا، جس میں ظاہر ہے کہ ہم اپنی عقل و فکر اور تجربے ہی سے کام لیں گے۔ یہ گویا استدلال کی وہ شکل ہے جسے رعایا المصالحہ کہتے ہیں اور جسے امام مالک نے حائر رکھا، مگر مصالحِ مرسلہ کے نام سے ایک نئی دلیل فقہی بھی وضع کی، چنانچہ استحسان کی بعض شکلیں ایسی بھی ہیں جن کی تعریف بعض مالکی فقہاء یوں کرتے ہیں کہ اس سے مقصود ہے: الْإِلتِمَاتُ إِلَى الْمَصْلَحَةِ وَالْعَدْلِ = مصلحتِ عامہ اور عدل کا لحاظ رکھنا (المخصصاتی، فلسفۃ شریعت اسلام، ص ۱۳۸)؛ لہذا استصلاح کا دارومدار بھی استحسان کی طرح قیاسی حمی پر ہے اور اس کی اساس یہ کلیہ ہے کہ شریعتِ اسلامہ سرنا سر مصلحت ہے، سرتا سر عدل اور سرنا سر احسان۔ اس سلسلے میں حدیث لَا ضَرَرَ وَلَا ضَرَارَ فِي الْإِسْلَامِ کو بھی پیش کیا جاتا ہے۔ جو مسند امام احمد انس حیل، موطن اور مستدرک میں موجود ہے اور جسے علمائے حدیث

نے حسن ٹھہرایا ہے اور جس نے گویا انک اصول فقہی کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ سرید یہ کہ ایسے فقہائے امامیہ نے بھی صحیح مانا ہے (دیکھیے من لا یحضرہ الفقیہ، ۳: ۱۴۷، حسا کہ ابو جعفر امام محمد باقرؑ نے اسے روایت کیا۔ بقول نعم الدین الطوفی، جو اگرچہ مذهب حیل کے پیرو ہیں، لیکن جنہوں نے اپنے رسالے المصالح المرسلہ میں استصلاح کی اس شد و مد سے حمایت کی ہے کہ اس لحاظ سے انہیں آئمہ فقہ میں ایک مستقل درجہ حاصل ہے، اگر نص یا اجماع کا مصلحت یا وقت سے مقابلہ ہو جائے تو مصلحت کو نص اور اجماع پر ترجیح دی جائے گی، کیونکہ اس صورت میں سمجھنا نہ جائے کہ نص اور اجماع کا تعلق کسی خاص مصلحت یعنی وقتی خصوصیت سے تھا۔ حالانکہ یہ بات کسی خاص نص اور خاص اجماع کے نازے ہی میں کہی جا سکتی ہے اور وہ بھی تامل۔ بہر حال اگر الطوفی کی یہ تصریح قبول کر لی جائے تو استصلاح کا دائرہ امام مالک کے اصول المصالح المرسلہ سے زیادہ وسیع ہو جاتا ہے۔ اندرین صورت اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عبادات اور معتقدات تو ہر لحاظ سے نص اور اجماع پر موقوف ہیں، لیکن معاملات دنیوی مصالحِ عامہ سے وابستہ؛ لہذا اگر کسی دنیوی مسئلے کے نازے میں سربیع خاموش ہے تو مصلحتِ عامہ سے استصواب کیا جا سکتا ہے، اس لیے کہ سیاسی اور معاشری مصالح کا معیار ہے رسم و رواج، عقل اور استدلال، مگر یہاں یہ نہایت صحیح اعراس پیدا ہوتا ہے کہ جب سارا قانون سربیع مصالحِ انسانی کا مدد و معاون ہے تو کیا رعایا المصالح کے ناوجود، جو گویا ہر حکم میں مصمم ہے، استصلاح کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ امام انس تیمیہ کہتے ہیں: القول الجامع ان الشریعة لاتہمل مصلحتہ قط بل ان الله تعالیٰ قد اکمل هذا الدین واتمّ المعملہ... لکن ما اعتقده

العقل المصلحة وان كان الشرع لم يروه فاحد الامر  
 لازم له - اما ان الشارع دل عليه من حيث لم يعلم  
 هذا الناظر او انه ليس بمصلحة و اعتقله مصلحة  
 (مجموع الرسائل و المسائل، بحواله ابو رهبره :  
 ۱۹۶ ص) اور جس کا مفاد یہ ہے کہ  
 یہ ہے سے مصلحت کو نظر انداز نہیں کیا۔ اگر  
 ہم انسانی یہ خیال درستی ہے کہ اس کی نظر کسی  
 سی مصلحت پر ہے جس کا شریعت نے لحاظ نہیں  
 رکھا تو یہ مصلحت یا جو پہلے ہی سے شریعت میں  
 موجود ہو گی یا وہ ایک حتمی مصلحت ہے، جس کا  
 حتمیت سے کوئی تعلق نہیں۔ دراصل امام صاحب  
 یہ - بدھ رہے تھے کہ فرسایرواناں وہ اور عام انسان  
 استصلاح کے نہانے سے خود قانون ساز بن بیٹھے ہیں۔  
 جس ڈر تھا کہ اگر رعایت المصالح کے پس منظر  
 قانون سازی میں عقل و استدلال کو مدار بحث ٹھہرا  
 لیا تو اس حادثہ شریعت سے دور ہٹ جائے گی،  
 مخصوص اس لیے نہ اگر دہن انسانی مصلحتوں  
 سے کام لیا شروع کر دے تو یہ بھی امکان ہے کہ  
 انسانی غلطیوں کا سکار ہو جائے۔ پھر یہ خطرہ اس  
 صورت میں اور بھی بڑھ جاتا ہے جب نص اور  
 مصلحت میں بظاہر کوئی مطابقت نہ ہو۔ یہی  
 وجہ ہے کہ مذہب طاہری (ولک ناں) نے صرف  
 نص ہی کو دلیل شرعی تسلیم کیا ہے، گو یہ دعائے  
 مولانا انصاری ہمدانیہ موف ہے۔ امام الشافعی  
 نے بھی استصلاح سے بحث نہیں کی، لیکن استحسان  
 کے مخالف میں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس سے  
 جو یہی مترشح ہوتا ہے کہ انہیں استصلاح سے بھی  
 یہ ایک قیاس حتمی ہے، اختلاف ہوتا، ہاں امام  
 صاحب کے زمانے میں انہی اس اصطلاح کا چرچا بھی  
 نہیں ہوا تھا۔ الحصری کے نزدیک قیاس حتمی کی  
 اس شکل کو استصلاح سے تعبیر کیا تو امام العزالی  
 نے (اصول الفقہ، ص ۳۰۳) - المستصحب میں امام

صاحب نے استصلاح سے بحث کرتے ہوئے یہ رائے  
 قائم کی ہے کہ رعایت المصلحة کا سوال اسی وقت  
 پیدا ہوتا ہے جب یہ ثابت ہو جائے کہ جس  
 مصلحت کا لحاظ رکھا جا رہا ہے وہ ضروری اور قطعی  
 اور مفاد جماعت کے عین مطابق ہے، گو بظاہر نص  
 کے خلاف، مثلاً کفار کی ایک جماعت مسلمان  
 قیدیوں کو ڈھال بنا کر حملہ آور ہوئی ہے۔ اب یہ  
 امر کہ مسلمانوں کو قتل کریں نصاً ممنوع ہے،  
 لیکن اس صورت میں نقصان مصلحت یہ ہے کہ ان  
 کے قتل سے درج نہ کیا جائے ورنہ کفار کامیابی  
 سے آگے بڑھتے ہوئے سب مسلمانوں کو قتل کر  
 ڈالیں گے: لہذا امام صاحب کے نزدیک یہاں  
 مصلحت سے کام لیا جائے، کیونکہ یہ مصلحت  
 قطعی بھی ہے اور کئی بھی اور مفاد جماعت کے عین  
 مطابق۔ ورنہ یوں تو شریعت نے رعایت المصلحة کا،  
 جو گویا صد ہے دفع المفسدہ کی، ہر امر میں التام  
 رکھا ہے، لہذا بعد مستثنیات کے امام صاحب  
 کو رعایت المصلحة سے کام لینے میں مانع نہ تھا۔  
 ان کا حال تھا کہ ان مستثنیات میں استصلاح کی  
 حیثیت قیاس کی ہو جاتی ہے، اس لیے اگر کوئی  
 مصلحت قیاس کے عام طریقے سے مستسط نہیں ہوئی تو  
 اس کا فیصلہ بدلائل کر لیا جائے بشرطیکہ ان دلائل  
 میں نص سے بغاوت نہ ہوئے ہائے۔ اس سے امام  
 صاحب کو صرف اس امر کی بیس بندی مقصود ہے  
 کہ ہم اسی عقل اور مصلحت کے عذر میں شریعت  
 سے انحراف نہ کرنے لگیں، کیونکہ شریعت سر با سر  
 مصلحت، سر با سر حیر اور سر با سر عدل و احسان ہے۔  
 ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ اللّٰهَ يَأْتِي بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ  
 وَيُخَيِّرُ بَيْنَ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالتَّقْيِ يَعِطُكُمْ  
 لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (۱۶ [التحل]: ۹۰)۔ پس ثابت  
 ہوا کہ فلاح عامہ ہو یا اصلاح حلق، کوئی مصلحت  
 ایسی نہیں جو شریعت میں پہلے سے موجود نہیں۔

\* پھر ہر حکم میں علت اور مصلحت کی تلاش ضروری ہے ورنہ قیاس ناممکن ہو جائے گا اقیاس ایک مسلمہ فقہی اصول ہے، جس میں اگرچہ مذہب ظاہری اور شیعہ امامیہ کو اختلاف ہے، لیکن جو جمہور فقہائے اسلام اور شیعہ ربذیہ کے نزدیک قابل قبول ہے، لہذا ماننا پڑے گا کہ استصلاح کا دار و مدار مصالح مرسلہ پر ہے، جس میں ان تمام شرائط کا لحاظ رکھنا ہوگا جو رعایت المصلحت کے لیے ضروری ہیں، تاکہ وضع احکام میں ہمارا قدم حدود شریعت سے تجاوز نہ کر جائے۔ پھر اگر استصلاح کو بھی قیاس حقیقی کی حیثیت دے دی جائے تو مصائدہ نہیں، کیونکہ اس صورت میں نہ تو اس سے نص اور اجماع کی کمی ہوگی نہ کسی مصلحت کے نظر ادا ہوئے گا اسکا نامی رہ جائے گا، بالخصوص جب ہم یہ بھی سمجھ لیں کہ مصلحت کے معنی فی الحقیقت کیا ہیں، جو بقول امام ابن تیمیہ شریعت کے ہر حکم میں مضمر ہے۔ امام العزالی (المستصفی، ۱/۲۸۵) کے نزدیک مصلحت کی دین صورتیں ہیں: ایک وہ جو شرعاً معسر ہے (سُهِدَ الشَّرْعُ لِاعْتِبَارِهَا) دوسری وہ جو شرعاً باطل ہے (سُهِدَ الشَّرْعُ لِطِلَاقِهَا) اور تیسری وہ جس کو شرع نے یہ معسر ٹھہرانا نہ باطل (لَمْ يَسْهُدِ الشَّرْعُ لَا لِطِلَاقِهَا وَلَا لِاعْتِبَارِهَا)۔ اب معسر تو مصلحت ہے اور باطل بافائل قبول، کیونکہ اس کا لحاظ نہ لیا گیا تو شریعت کے حدود اور نصوص سب بدل جائیں گے، البتہ ہمارے لیے قابل غور وہ تیسری قسم ہے جس کے بارے میں گونا گونا شریعت حامیوں نے اور اس لیے سوال پیدا ہوا ہے کہ مصلحت ہے کیا؟ بظاہر مصلحت عارض ہے حلیہ معسر اور دفع مصرب سے اور اس کا تعلق ہے مقاصد انسانی سے تاکہ ان کا حصول بہترین طریق پر ہوتا رہے؛ لیکن امام صاحب کے نزدیک مصلحت سے مراد ہے لوگوں کے مابین مقاصد شرعی کی حفاظت (الْمَحَافَظَةُ

عَلَى مَقْصُودِ الشَّرْعِ) اور وہ یوں کہ ان کا دین، ان کی جان، ان کی عقل، ان کی نسل اور ان کا مال محفوظ رہے (أَنْ يَحْفَظَ عَلَيْهِمْ دِينُهُمْ وَنَفْسُهُمْ وَعَقْلُهُمْ وَنَسْلُهُمْ وَآلَهُمْ)۔ (دیکھئے حوالہ مذکور) لہذا ہر وہ بات جس سے اس اصول کا اثبات ہوتا ہے مصلحت ہے اور جس سے اس کی نفی ہوتی ہے وہ مفسدہ۔ اس کے بعد وہ ایک طویل بحث کرتے ہوئے بالآخر یہ نتیجہ قائم کرتے ہیں کہ رعایت مصلحت کا حوالہ بھی اسی اصول کے تحت ممکن ہے ورنہ کہا پڑے گا: میں استصلاح فقد سرع (ص ۱۳۵)۔ جسے استحسنان کے بارے میں امام السامعی نے کہا تھا: مَنِ اسْتَحْسَنَ فَقَدْ سَرَعَ۔ حناجہ یہی مسلک ہے جسے امام صاحب نے بعد دوسرے، افعیٰ فقہاء، مثلاً الصاوی، الآمدی، السکری اور السبائی وغیرہم نے احسان کیا، حتیٰ کہ امام ابن تیمیہ اور بھی مصالح مرسلہ کا اس حد تک فائل ہونا بڑا نہ اکر اس طرح مجتہد کو کوئی مصلحت راجحہ حاصل ہوتی ہے اور شریعت میں کوئی چیز اس کے خلاف نہیں (إِنْ يَرَى الْمُجْتَهِدُ أَنَّ يَحْتَاجُ هَذَا الْفِعْلَ مَصْلَحَةً رَاجِحَةً وَتَنْسُ فِي الشَّرْعِ مَا يَنْقُضُهَا)۔ مجموع الرسائل، بحوالہ ابن حجر، اس نسخہ، ص ۹۵)۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ استصلاح کی سادہ چونکہ مصالح مرسلہ پر ہے اس لیے امام صاحب کو بھی اس پر اعتراض نہ ہوا، بشرطیکہ ہم اسے ایک مثبت، محدود اور معین شکل دے سکیں۔ مگر اس صورت میں استصلاح کی بحث در اصل مصالح مرسلہ کی بحث ہو جاتی ہے، جس سے یہاں اعساء لیا گیا تو اس لیے کہ امام العزالی اور دوسرے سامعی فقہاء نے یہ اصطلاح مصالح مرسلہ ہی کے پس منظر احسان کی۔ استحسنان کی طرح وہ استصلاح کو بھی مستقل دلیل فقہی نہیں مانتے تھے، اس لیے کہ جب استصلاح کی حیثیت محض ایک قیاس حقیقی کی ہے تو کیا ضرورت ہے کہ قیاس کے ہوتے ہوئے ایک





رعایت المصلحہ سے بطریق نہ دی جا سکے تو کیا کرنا چاہیے؟ اور پھر خود ہی جواب میں کہتے ہیں کہ روز مرہ کے معاملات کا تعلق ہے تو رعایہ المصلحہ کا اصول فصلہ کن ہے۔ عبادات اللہ اس سے مستثنیٰ ہیں، گو اس کا وہ مطلب نہیں کہ نص اور اجماع کو سرے سے نظر انداز کر دیا جائے، اس لیے کہ اگر رعایت المصلحہ کو ان پر ترجیح دی جاتی ہے تو مقتضیات وہم کے بشر نظر اور پھر حدیث 'لا ضرر ولا ضرار' کا حوالہ دیے ہوئے اسے اس دعوے کی بابت مرید کریں ہیں: لکن طاهر ہے کہ الطّومی کا یہ موقف مالک کے دائرہ استصلاح سے بہت آگے نکل جانا ہے جس سے بجا طور پر ان سب غلطیوں کا اندیشہ ہے جس کا اظہار امام العزالی اور امام ابن قیمہ کر چکے ہیں۔ بہر حال الطّومی کا کہنا یہ ہے کہ افراد میں باہم حقوق قانونی روابط کام کر رہے ہیں ان کی مصلحت ان لوگوں پر بحوبی واضح ہے جس کو ان روابط سے ساتھ پڑنا ہے، لہذا اگر کسی قصے میں وہ مصلحہ جو قانون شریعت سے مستسط ہونا ہے مصلحت کے خلاف ہے تو اس مصلحت کے حصول کے لیے ہمیں مصلحت ہی سے کام لیا چاہیے (اذا رأینا دلیلاً السّرع سقاعداً عن إقادیہا علماً أنا أجلنا فی تخصیلہا علی رعایتہا)؛ لکن یہاں پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب شریعت نے کسی مصلحت کو بطر انداز نہیں کیا تو نصوص شرعی سے کوئی ایسا نسخہ کیونکر مترتب ہو سکتا ہے جس سے ان قانونی روابط یا معاملات میں جس کی طرف الطّومی نے اشارہ کیا ہے کسی ایسی صورت کے امکان کا اندیشہ ہو جو مصلحت عامہ کے خلاف ہے؟ اس قسم کی کوئی صورت حالات پیدا ہو جائے تو اس کی ذمہ داری ہمارے فہم پر ہے نہ کہ نصوص شریعت پر؛ لہذا مصالح مرسلہ سے بھی ایک قدم اور آگے بڑھتے ہوئے

استصلاح کے نام سے ایک نئی دلیل کا اضافہ غیر ضروری ہے۔ یہ اگر کوئی دلیل ہے تو قیاس میں پہلے سے موجود ہے۔ الطّومی کو شاید خود بھی خیال تھا کہ وہ اپنے مساک میں سواد اعظم کے راستے سے دور ہٹ گئے ہیں، مگر ان کے نزدیک سواد اعظم سے مراد ہے اس دلیل کا راستہ جو واضح بھی ہے اور روس بھی اور جو گویا اصول رعایہ المصلحہ میں موجود ہے، مگر پھر الطّومی نے استصلاح کی بحث چونکہ المصالح المرسلہ کے تحت کی ہے اور ان کے نزدیک اس کی ضرورت پیش آتی ہے تو صرف معاملات دسوی میں، لہذا وہ اسے ایک نئی دلیل فقہی ٹھہرائے میں کوئی مباحث نہیں دیکھتے۔

مآخذ: (۱) العزالی: المستصفی، ۱: ۲۸۷ تا ۳۱۵؛ (۲) البیضاوی: مساجد الوصول، مع شرح نہایت السؤل ارحمال الدین اسوی بر حاشیۃ التقریر والتجیر اراہن امیر العاج، بولاق ۱۳۱۶-۱۳۱۷، ۳، ۵، ۱۳۱۷-۱۳۱۸، ۱۳۱۹-۱۳۲۰ (۳) تاج الدین السکی جمع العوامع، شرح حمال الدین المعلی و حواشی ار السانی، مطبوعۃ قاہرہ، ۲۲۹۰ تا ۲۳۳۰ (۴) ابن الہمام بن امیر العاج التقریر والتجیر، ۳: ۱۳۱ تا ۱۶۷؛ (۵) معب الدین عبد الشکور السہاری و ملا عبد العلی نظام الدین بحر العلوم: مسلم الثبوت، مع شرح مواتع الرّحموت (المستصفی میں ۲: ۲۹۰، بعد، بالخصوص ص ۲۶۶ بعد و ۳۰۱، (۶) ابن قیمہ: مجموعۃ الرسائل و المسائل، ۵: ۲۲، قاہرہ ۱۳۴۱، ۵۱۳۴۷ (۷) الشاطبی الاعتصام، ۲: ۳۰۷، طبع اول، مطبع سار، مصر ۱۳۳۲ھ؛ (۸) القزازی شرح تفتیح المصنوع، قاہرہ ۱۳۰۹ھ، ص ۱۷۰ بعد (۹) نعم الدین الطّومی: رسالۃ فی المصالح المرسلۃ (مجموع الرسائل فی اصول الفقہ، بیروت ۱۳۲۳ھ، ص ۳۷ تا ۷۰)؛ یہی کتاب السید رشید رضا کے رسالۃ المار، ۱۰: ۷۷ تا ۷۷ (تفسیر المار کی رو سے ۵، قاہرہ ۱۳۲۸ھ: ۲۱۲) میں شائع ہوئی (۱۰) محمد العسری:

*Technical Terms* (طبع شہرنگر Sprenger)، ص ۱۱۰۰ تا ۱۱۰۶؛ (۴) لین *Arabic-English Lexicon*، ص ۲۴۵۳؛ (۵) *Arabic Grammar Wright*، ۱: ۲۷۴ الف تا ۳۱۷ ب، ۲۸۲ ب تا ۲۸۸ الف؛ ۲: ۳۰۶ ب تا ۳۱۷ ب، ۳۳۶ ب، (۶) *Gramm of the Class Howell*، (۷) *Arabic Language*، حصہ ۳، ص ۶۱۰ تا ۶۲۴۔  
(ROBERT STEVENSON سٹیونس)

- \* **استقبال**: علمِ ہئت میں اس سے مراد سورج اور چاند کا بالمقابل ہونا (opposition) ہے، یعنی ایک دوسرے کے مقابلے میں ان کے مقامِ حب ان کے طول بلد کا فرق ۱۸۰ درجے ہو، جیسا کہ خاص طور پر [چاند] گرہن کے موقع پر ہوتا ہے۔ کبھی کبھی اس مفہوم میں لفظ مقابلہ بھی استعمال کیا جاتا ہے، لیکن مجہیں عام طور پر اس اصطلاح کو دو ستاروں کے تقابل کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ استقبال کی ضد اجتماع (conjunction) ہے، یعنی سورج اور چاند کے وہ اضافی مقامِ حب ان کا طول بلد مساوی ہو، جیسا کہ سورج گرہن کے موقع پر ہوتا ہے۔ علم نجوم میں عام طور پر سیاروں کے ایک دوسرے کے ساتھ یا سورج اور چاند کے ساتھ اجتماع کے لیے اور اصطلاحیں بھی رائج ہیں، مثلاً مقارنہ، افتراں اور قراں۔

ان مقاموں (استقبال و اجتماع) کے علاوہ علم نجوم میں سدیس (hexagonal)، ربیع (tetragonal) اور ثلث (trigonal) کی اصطلاحات بھی استعمال کی جاتی ہیں، جب کہ ان دو سیاروں اور کرۂ ارض کا درمیانی راویہ علی التریب ۶، ۹، اور ۱۲ درجے ہوتا ہے۔  
مآخذ: (۱) النائی (طبع Nallino)، ۲: ۳۴۹؛ (۲) *Dictionary of Technical Terms* (طبع شہرنگر)، بذیل مادہ استقبال، اجتماع و قراں؛ (۳) الحواری۔

مفاتیح العلوم (طبع van Vloten)، ص ۲۳۲۔  
(H. SUTER سوتر)

اصول الفقہ، ص ۳۸۱ تا ۳۹۲، (۱۱) الآمدی: الاحکام فی اصول الاحکام، مطبع المعارف، مصر ۱۳۳۲ھ، ۲۱۰۰م تا ۲۱۶؛ (۱۲) انور مرہ: ابن قیمیۃ: دارال فکر العربی، طبع تول، ص ۲۵۰ بعد: (۱۳) المحمضان فی فلسفۃ شریعت اسلام، مجلس ترقی ادب، لاہور؛ (۱۴) *Die I Goldziher*، *Zahuriten ihr lehrsystem und ihr Geschichte*، لاہور ۱۸۸۸ء، ص ۲۰۶؛ (۱۵) مصنف مذکور *Das Princip des Istislah in der Muhammadan Gesetzswissenschaft*، *Wien Zeitschrift f d Kunde des Morgenl*، ۱: ۲۲۰ تا ۲۳۰؛ (۱۶) عبدالرحیم: *Principles of Muhammadan Jurisprudence*، لاہور ۱۹۰۸ء، ص ۱۱۱، اطالوی ترجمہ: *I Principi della Giurisprudenza Musulmano*، ار Guido Cimino، روما ۱۹۰۲ء، ص ۱۸۱ تا ۱۸۴؛ (۱۷) *D Santilana*، *Istituzioni di Diritto Musulmano Malchitta*، روم ۱۹۲۶ء، ص ۵۶ بعد۔

(سید ندیر بیاری)

- \* **استفہام** (اصل مفہم (سمجھا) سے ناب استعمال، کسی سے سمجھا دینے کی درخواست کرنا، یعنی سمجھا،) نحو عربی کی ایک اصطلاح، جس سے مراد "سوال" یا سوالیہ جملہ ہوتا ہے۔ جملہ استفہامیہ اسمیہ ہو ۵ یا فعلیہ اور حملے سے متعلق عام قواعد جوی کا تابع۔ استفہام محض آوار کے لہجے سے بھی ظاہر کیا جاسکتا ہے، لیکن بالعموم اس سے پہلے حروف استفہام، ا، ہل، ام، وغیرہ میں سے کوئی ایک حرف، کوئی استفہامیہ ضمیر یا تابع فعل استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً میں (کون)، ما (تو)، کف (کیسے) وغیرہ۔

مآخذ: (۱) البیویہ کتاب (طبع درانورع-Deren) ۱: ۳۹، ص ۲۲، ص ۶۱، ص ۱۱ بعد، ص ۲۵۰، ص ۱۲، ص ۳۹۴ مواضع کثیرہ؛ (۲) ابن یعیش (طبع Jahn)، *Dictionary of*، محمد اعلیٰ: (۳) ۱۲۰م تا ۱۲۰م

استنبول : دیکھیے اسما سول۔

\* **ایستنجاء** عربی زبان دلفظ ہے اور اس کے معنی ہیں دھو کر لی۔ حائل کرنا۔ جس کی پوری تسرح و سد کی گمانوں کے مات استنجاء میں دی گئی ہے ہر شخص کے لئے وضو واجب ہے۔ حد استنجاء واجب ہے (امام) 'وہ جس کے ہر قدم پر (دھوے) دھو کر لی ہو اور [استنجاء واجب ہے]۔ مسلمان جواب استنجاء میں اس وقت تک کہ وہ نہ لڑے فی اعانت ہے جب وہ جا (حائض) ادا کرے تو ہو، یا کسی اور سے اسے دے دیا ہے۔ ہر ایک کی حالت میں ہوا ضروری ہو

مآخذ. (١) التسمي رحمة الامه في احلاف الامة  
(نولاء ٥١٣)، ص ٤، (٢) A. J. Wensinck، در  
De Islam، ١، ١، ١ بعد

(جوہول و لکھنؤ) (W H)

\* استہشاق۔ [اساس سے] ناک سے اندر نالی  
 ہم حال، - رادر دہاے کے برکت - میل (ارتکاب)  
 اور وضو (یعنی اہلارت برکتی اور - ناک سے برکتی)  
 دونوں میں سے بہت حال (یا حال سے) (یعنی ایک  
 مسیحی حسن اعلیٰ، مگر احمدی و حال کے برکت  
 واحد ہے)

• **آحمد (۱)** انتدبني رحمه الله في احوال الآند  
(نولاي ۱۳) ص ۸ (۲) العوارمي • مفاسح العلو  
(طبع van Vloten)، ص ۱، سطر ۶

(In W Jeyaraj) (حوسول)

آستورگہ : (Astorga) داجے اشر

⑩ اسحق علیہ السلام : حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے (حضرت اسمعیل علیہ السلام سے عمر میں ۱۳، ۱۴ برس چھوٹے)، جس کی ہدائیس کی ساری باتیں اور ان کی نبی سارہ کو پسرانہ سالی میں ملی - معلوم ہونا ہے ان کی ولادت حبروں (دوسرا نام الجلیل) میں ہوئی،

ان مہمانوں نے حضرت اسراہیم علیہ السلام سے یہ بھی کہا کہ اسے اللہ کے نام پر قربانی کے لیے دبح کیا جائے تو یہ بھی صحیح نہیں؛ علیٰ ہذا یہ روایت کہ اسحاق علیہ السلام سات سال کے ہوئے تو حضرت اسراہیم علیہ السلام انہیں بیت المقدس لے گئے جہاں حوٰب میں انہیں حکم ملا کہ انہیں اللہ کے لیے قربانی دیں۔ صبح ہوئی تو انہوں نے ایک بیل اللہ کے نام پر دبح کیا، مگر رات کو حوٰب عیسیٰ کی بھر آوار آئی: ”اللہ اس سے زیادہ قیمتی قربانی چاہتا ہے“ لہذا اب انہوں نے ایک اونٹ دبح کیا۔ اس پر رات کو بھر انہوں نے یہ آوار سی کہ اللہ تمہارے بٹے کی قربانی چاہتا ہے اور بھر دبح کے اس واقعے کو حضرت اسحق علیہ السلام سے مسبوت کرنے ہوئے ان کو دبح اللہ قرار دیا ہے، حالانکہ سورب اور قرآن محمد سے ان دونوں روایوں کی تردید ہو جاتی ہے۔ دبح اللہ کی بحث کے لیے دیکھئے مدیل مادہ اسماعیل علیہ السلام۔

حضرت اسحق کے حالات زندگی بہت کم معلوم ہیں۔ اسرائیلی روایات میں بھی زیادہ تر واقعہ دبح کا ذکر آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے چالس برس کی عمر میں ان کی سادی رفا (Rebecca) سے ہوئی (العقوبی: تاریخ، ۱: ۲۸)، مگر دیر تک اولاد نہیں ہوئی۔ آخر بس برس کے بعد دو بٹے، عمصو (عص) اور یعقوب، پیدا ہوئے (حوالہ مذکور، ص ۲۹ اور اس حلدوں، ۱: ۵۸)۔ دونوں نواسے تھے۔ کہا جاتا ہے اول عمصو کی ولادت ہوئی پھر حضرت یعقوب کی۔ روایات میں ہے کہ دونوں میں عمر بھر چشمک رہی۔ والد حضرت یعقوب کی طرف مائل تھے اور والدہ عمصو (یا عص) کی طرف، لکن ہمیں ان باتوں کو زیادہ اہمیت نہیں دینا چاہیے، اس لیے کہ اسرائیلی روایات میں سی اسرائیل

میں اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو، آخر میں اس کی حمد کرو اور پھر انہیں ایک بٹے کی بشارت دی۔ قرآن مجید میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے، ایکی درجہ مختلف انداز میں: چنانچہ فرمایا: وَلَقَدْ جَاءَتْ رَسُلًا اِبْرٰهِيْمَ بِالْبَشْرٰی قَالُوْا سَلٰمًا قَالْ سَلٰمٌ فَمَا لَبَّ اَنْ حَاۡءَ بِعَجَلٍ حَسِيْدٍ فَلَمَّا رَاْ اٰیٰتَهُمْ لَا يَنْصِلُ اِلَیْہِمْ نٰکِرُهُمْ ۝ اَوْحٰی مِنْہُمْ حَقُّہٗۤ اَلَاۤ اَنْتَ خَشِیْتَ اِنَّاۤ اٰسَلٰمًا اِلٰی یَوْمٍ اَوْطٰیۤ وَاٰتٰہُ فَاٰتَمَّ فَصَبَّحْتَ فَسَبَّحَہَا یٰۤاِسْحٰقُ لَاۤ اَمِنْ وَّرَآہُ اِسْحٰقُ یَعْقُوْبُ ۝ (۱۱) [ہود]: ۶۹ تا ۷۱ اور پھر فرمایا: عَلٰی اَنْتَ حَدٰثٌ صَبَّ اِبْرٰہِیْمُ اَلْمَکْرَہَیْنِ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْہِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالْ سَلٰمٌ فَاَوْحٰی مِنْہُمْ حَقُّہٗۤ اَلَاۤ اَنْتَ خَشِیْتَ اِلٰی اٰہِلِہٖ فِجَاۡءَ بِعَجَلٍ سَمِیۡ لَاۤ اَمِنْہُمْ ۝ اَلَاۤ اَنْتَ کَاوُنَ ۝ فَاَوْحٰی مِنْہُمْ حَقُّہٗۤ قَالُوْا اَلَاۤ اَنْتَ خَشِیْتَ وَاٰتٰہُ یُعَلِّمُ عٰلِمٌ ۝ (۱۱) [الدرب]: ۲۸ تا ۳۸۔ ان آداب کا مادہ یہ ہے کہ حضرت اسراہیم علیہ السلام کے پاس کچھ لوگ مہمان آئے تو وہ ان کے لیے ایک بٹھا ہوا اچھڑا لے آئے اور انہیں کھانے کی دعوت دی، مگر انہوں نے ہاتھ روک لیا، جس پر حضرت اسراہیم علیہ السلام کچھ ڈر سے گئے۔ انہوں نے کہا: ”ڈرو نہیں، ہمیں لوط (علیہ السلام) کی سستی کی طرف بھجوا گیا ہے“، اور اس کے بعد انہوں نے حضرت اسراہیم علیہ السلام کو ایک بٹے کی بشارت دی، یعنی حضرت اسحق کی پیدائش کی۔ اس کا نام بھی سورہ ہود کی آیات میں صاف صاف مذکور ہے: لہذا روایات سے قطع نظر کر لیں گے۔ خواہ یہ روایات اسرائیلی ہوں خواہ بعض مسلمانوں کے ہوں، مثلاً الثعلبی اور الکسانی، بے غلطی سے انہیں اختیار کر لیا ہو) تو حضرت اسحق علیہ السلام کی ولادت کے بارے میں قرآن مجید ہی کا بیان اربوے تاریخ صحیح ہے۔ پھر بحث مستشرقین مدرائش [Gen R، ۵۵، Tanchuma Gen، ۴۰] کی بعض غاروں کے حوالے سے یہ کہتے ہیں کہ

اس الاثر، ۱: ۸۷ تا ۸۹؛ (۷) *Beiträge Grünbaum* ص ۱۱۰ تا ۱۲۰؛ (۸) *Abraham in der Eisenberg*؛ (۹) *Encyclop arab Legende*، ص ۳ تا ۳۱؛ (۱۰) *Hebrew*، نیویارک، ۱۸: ۵، بدل مادۃ Isaac؛ (۱۱) *Jewish Encyclop*، بذیل مادۃ؛ (۱۲) *ایس حلدوں: تاریخ، حلد اول، جروت: ۱۳۷۹؛ (۱۳) اس حلدوں: تاریخ، حلد اول، ص ۵۱۹۳.*

(سید ندیر بیاری)

اسحق بن حنین: بن اسحق الیمادی [عماد ایک عسائی المذہب عربی قلمہ تھا اور عراق میں حرہ کے قریب آباد] ابو یعقوب حنین بن اسحق [رکبان] کا نسا، طیب اور فلسفی، جو یونانی سے — رنادرہ ریاضی اور فلسفے کی کتابوں کا — عربی میں ترجمہ کرنے کی سادہ پر مشہور ہے۔ حلیفہ المعتمد، اور المعتمد کا وزیر فاسم بن عید اللہ اس پر بہت مہربان تھا۔ اس کی وفات بغداد میں ربیع الثانی ۲۹۸ یا ۵۲۹۹ / نومبر ۹۱۰ یا ۹۱۱ء میں ہوئی۔ اس کے مشہور ترین راجح میں سے چند قابل ذکر یہ ہیں: (۱) اقلیدس: کتاب الاصول (Elements) جس کی بعد میں ثابت بن قرہ نے اصلاح کی؛ (۲) کتاب المعطیات (Data)؛ (۳) بطلمیوس: المجسطی اس کی اصلاح بھی ثابت بن قرہ نے کی؛ (۴) ارسطیدس: کتاب الکمرہ والاسطوانہ؛ (۵) میلاس Menelaus: کتاب الاسکال الکریہ؛ (۶) افلاطون: مکالمہ سوفسطس، مع سرح ار Olympiodorus؛ (۷) ارسطو: مقولات (Catagories)؛ (۸) الحدل Topica؛ (۹) العبارہ والتفسیر (Hermeneutica)؛ (۱۰) الحطانۃ (Rhetorica)؛ (۱۱) السماء والعالَم (de Coelo et Mundo)؛ (۱۲) الکون والفساد (de Generatione et Corruptione)؛ سیز (۱۳) مانعد الطسعات (Metaphysica) کا ایک حصہ۔ ان میں سے بعض تراجم طبع ہو چکے ہیں، نعمان Aristotelis *Categoriae cum versione arabica Isaaci Honeini et variis lectionibus textus graeci e versione arab*

نے ایسے ہی اسرائیل کو اپنی ہی زندگی کے آئینے میں دیکھا۔ [بعض] مسلمان مؤرخین اور بدکرہ نگاروں نے بھی، جو روایات کو روایات کے طور پر نقل کرتے چلے گئے ہیں، تاویہی تحقیق و معص سے کام نہیں لیا اور لیا تو بہت کم۔ دائرہ المعارف یہود *Jewish Encyclop* (۶: ۶۱۷) میں ہے کہ حب Lahai-roi نامی ”نثر“ (لنواں) میں، جہاں ان کی سکونت بھی، قحط پڑا جو خدا نے حصرت اسحق علیہ السلام کو اشارہ کیا کہ مصر نہ جائیں بلکہ فلسطی ہی کی حدود میں قیام کریں، جہاں وہ اور ان کی اولاد بڑی حوسعالی کی زندگی بسر کرے گی۔ لہذا حصرت اسحق علیہ السلام حوار (Gera) کے قریب فلسطیوں میں اقامت پذیر ہو گئے اور کھیتی باڑی کرنے لگے، جس میں رفتہ رفتہ انہی برقی کر لی کہ فلسطی ان سے حسد کرنے لگے، لیکن حصرت اسحق علیہ السلام نے ان کی سختیاں خوشی سے برداشت کیں۔ آخر الامر وہ نرالسع Beer Sheba منسل ہو گئے، جہاں پھر خدا نے ظاہر ہو کر انہیں ترکب دی۔ یہیں حصرت اسحق علیہ السلام نے ایک مشکل معمر کا (سمایل = اللہ کا گھر) اور پھر اما اثر پیدا کر لیا کہ فلسطی نادساہ بھی ان سے انجاد کا حواسگار ہوا۔ اسرائیلی روایات میں ہے کہ حصرت اسحق علیہ السلام کی بڑھاپے کی زندگی خوشگوار نہیں گزری۔ ان کی نصارت جانی رہی بھی اور سٹوں، یعنی عصو (یاعیص) اور حصرت یعقوب، کی رقابت سے بھی رنجیدہ خاطر رہتے تھے۔ انتقال حروں میں ہوا، بڑی طویل عمر پائی اور حروں ہی میں حصرت اسراہم اور حضرت سارہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

مآخذ: (۱) الرمشری، ۱: ۲۲۴؛ (۲) الیصاوی،

۱: ۲۳۳؛ (۳) الثعلبی: قصص الانبیاء، (قاہرہ ۱۳۱۲ء)،

ص ۳۸ تا ۶۰؛ (۴) الکسانی: قصص الانبیاء، ص ۱۳۶ تا

۱۴۰؛ (۵) الطبری، طبع لائنڈن، ۱: ۲۷۲ تا ۲۹۲؛ (۶)

اور تربیت ہو تعلیم (یا سو دارم؛ قَبّ المہرست) کے درمیان کوفے میں ہوئی۔ اسحق کو بڑی اچھی تعلیم دی گئی۔ اُس نے حدیث ہشیم بن شہیر سے حاصل کی، قرآن الکسائی [رَکَ نَان] اور المراء سے پڑھا، حالص ادب کی تعلیم الاَصَمی [رَکَ نَان] اور ابو عینیدہ المثنی [رَکَ نَان] سے حاصل کی اور علم موسیقی ابیہ چچا زلزال [رَکَ نَان]، عاتکہ بنت شہیدہ اور انے والد سے حاصل کیا۔ اسحق کے سب سے پہلے سرپرست ہارون الرشید [رَکَ نَان]، یحییٰ بن خالد الترمکی اور اس کے بیٹے تھے۔ یحییٰ کے بیٹوں نے اس نوجوان صاحبِ فن کو ایک مکان خرید کر دیا اور اس مکان کے سامان آرائش کے لیے ایک لاکھ درہم دیے۔ حب فصل بن یحییٰ الترمکی کو خراسان کا والی مقرر کیا گیا (۷۹۴ - ۷۹۵ء) جو اس نے اسحق کو ایک سفر کے صلے میں، جو اس نے اس تقریب پر موروں کا تھا، ایک ہزار دینار عایب کیے۔ حلفاء اور اُن کے امراء کی فاضی کی نارش اسحق پر مسلسل ہوئی رہی، چنانچہ وہ بھی اپنے والد کی طرح اسہاء درجے کا مالدار ہو گیا؛ تاہم وہ اپنی دولت فاضی کے ساتھ خرچ کرنا بھا اور اس کے وطنیہ حواریوں میں لعب نویس اس العربی [رَکَ نَان] بھی بھا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد اُسے اس زمانے کا بہترین معنی قرار دیا گیا۔ حلفاء میں سے الامیں، الماموں، المعبصم، الوائق اور المتوکل اس کے بہت زیادہ مداح تھے اور اس پر نکترب نوارسین کرنے رہتے تھے۔ الماموں نے ایک نارکھا کہ اگر اسحق ایک معنی کی حشیش سے اس قدر مشہور نہ ہوتا تو میں اُسے فاضی کا عہدہ دے دیتا۔ دربار کی محفلوں میں اسحق کو بڑے بڑے علماء اور آدناہ کی صف میں کھڑے ہونے کی اجازت بھی اور وہ لباس پھسے کی بھی حوقھاء کے لیے مخصوص بھا۔ الوائق کہتا تھا کہ حب اسحق میرے سامنے گانا بھنو

*Ductis*، طبع Lipsiac، J Th Zenker، ۱۸۴۶ء۔ ہم اس حگہ اس مسئلے پر بحث نہیں کر سکتے کہ ان تراجم میں سے کون کون سے سریانی سے کیے گئے اور کون کون سے براہ راست یونانی سے، لہٰذا ہم قاری کو متحد کی طرف رجوع کرنے کا مسورہ دیں گے۔ ان میں سے بہت سے تراجم کی ناسب ابھی تک شک ہے کہ آیا یہ اسحق نے لکھے یا اس کے باپ حنین نے۔

[سارٹن Sarton] لکھا ہے اس سے بعض طبی تصنیفات بھی مسوب ہیں، مثلاً اس کے ناپ کا یہ قول کہ اسحق نے دو حالیوسوسی کتابوں کا ترجمہ سریانی اور دس کا عربی میں کیا، سر نہ کہ بعض اوقات وہ عربی ترجمے کا معائنہ یونانی متن سے بھی کر لیتا تھا۔  
مآخذ: (۱) المہرست (طبع میلر Müller)، ص ۲۸۵ و ۲۹۸؛ (۲) اس جیلان (قاہرہ ۱۳۱۰ھ)، ۱، ۶۶؛ ترجمہ دسلان، ۱، ۱۸۷؛ (۳) ابن ابی اصیبعہ (طبع میلر)، ۱، ۲۰۰؛ (۴) Die arab Steinschneider (۴)؛ (۵) Übersetzn aus d Griech Centralblatt f d، ۱۲، ۱۸۹۳ء، ص ۱۶ تا ۱۷ اور ZDMG، ۱، ۱۶۱ تا ۳۳۷، ۳۱۹ تا ۳۱۷؛ (۶) Abhandlgn z Gesch Suter (۶)، ۲، ۶۱ تا ۶۲؛ (۷) d math Wissens h، ۱۰، (۱۹۰۰ء)، ۳۹؛ (۸) Introduction to the History of Science Sarton، ۱، ۶۰۰۔

(H. SUTER)

\* اسحق الموصلی: ابو محمد اسحق بن ابراہیم بن ماہان (میمون) بن تہمان، اوائل عہد عباسیہ کا مشہور ترین معنی اور ایک نامور معنی کا بیٹا (قَبّ ابراہیم الموصلی)، ۱۵۰ھ/۷۶۷ء میں الرے میں پیدا ہوا اور بغداد میں رمضان ۲۳۵ھ/اگست ۸۵۰ء میں فوت ہوا (قَبّ براکلیمان، ۱، ۷۸، ۸۴)۔ وہ ایک فارسی نژاد امیر گھراے کا فرد بھا، گو اس کے والد کی بیدایش

مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرے مقبوضات میں اضافہ ہو گیا ہے۔ جب اس شہرہ آفاق معنی کا انتقال ہوا تو المتوکل ہکاڑا اٹھا کہ ”اسحق کی موت نے مری سلطنت کو بڑی ریب اور امحار سے محروم کر دیا“۔

ایک جامع کمالات معنی ہونے کی حیثیت سے اسحق کو عربی موسیقی کی تاریخ میں نمائندہ مقام حاصل ہے، گو اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس کی آواز اپنے زمانے کے دو ایک معنوں سے حوی میں کمتر بھی، لیکن اس کی اعلیٰ فن کاری کے سامنے کسی کا چراغ نہ جلتا تھا۔ ایک نقاد نے درجہ فصاحت کے لحاظ سے اسے اس سربیع [رک نان] اور معد [رک نان] کے درمیان حکمہ دی ہے۔ کہتا جاتا ہے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے بغشت falsetto کا استعمال کیا۔ عودنوازی میں وہ اپنا جواب نہ دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ کتاب الأغانی میں اس کی عود نوازی کے قبی جمال کی کئی مثالیں مذکور ہیں۔

نعمہ ساری میں وہ طرہ حدید کا موجد تھا۔ اپنے سب گانوں کی ابتداء وہ سر اور بلند سر سے کرتا تھا اور اس وجہ سے اس کا لقب التلسوع (بچھو کا کاٹا ہوا) پڑ گیا تھا۔ کتاب الأغانی میں اس کی عمر معمولی قابلیت کا اعراف ان الفاظ میں لکھا گیا ہے: ”اسحق موسیقی میں اپنے عہد کا فانی ترین انسان تھا اور وہ اس کے تمام شعبوں میں اعلیٰ درجے کا کمال رکھتا تھا“۔ گو وہ البکندی [رک نان] وغیرہ جیسا، جنہیں یونانی مصنفین کے تراجم سے اسفادے کے مواقع حاصل تھے، علم موسیقی کی علمی تاریکیوں کا نکتہ داں نہ تھا، تاہم اس نے عربی موسیقی کے داستانِ حال کے فکر و عمل کو (وقت موسیقی)، جس کے معدوم ہو جانے کا خطرہ تھا، ایک معین ضابطے کی شکل دے دی اور شاید اس طرح میں

کی سب سے بڑی خدمت انجام دی۔ اسحق نے بحیثیت ایک شاعر، لغوی، فقیہ اور مصنف کے بھی نام پیدا کیا۔ ادھر الف لیلہ نے بھی اس کی شہرت میں چار چاند لگا دیے۔ الفہرست میں اس کی تقریباً چالیس تصانیف کا ذکر آیا ہے۔ ان میں سے اکثر موسیقی اور معنیوں سے متعلق ہیں، خصوصاً اس کی تصنیف کتاب الأغانی الکسر، لیکن باقی کتابیں مثلاً کتاب احبار دی الرمد (حکایات دی الرمد)، کتاب حواہر الکلام، کتاب مفصل السمر، اور کتاب موارث الحکمہ، اس کی وسیع دوز پر شاہد ہیں۔ الفہرست میں اسحق کا ذکر یوں کیا گیا ہے: ”سمر اور آثار قدیمہ کا فلسفہ کرنے والا، شاعر اور علوم و فنون میں ہمہ گیر صلاحیت کا مالک تھا۔“ اس کا لقب حاتم، جو تعداد کے عظیم کتب خانوں میں سے ایک تھا، بالخصوص کتب لغت عربی کا مخزن تھا۔ اس کے تلامذہ میں ابن خردادہ [رک نان]، ربیع [رک نان] اور عمر بن ناہ شامل تھے۔ اس کی سوانح عمری اس کے بٹھے حماد نے لکھی ہے، جو خود بھی ایک نامور محدث اور مصنف تھا (الفہرست، ص ۱۴۲ - ۱۴۳)۔

مآخذ: (۱) کتاب الأغانی، بولاق، ۵۲ تا ۱۳۱، (۲) الفہرست، لائپرگ ۱۸۷۱-۱۸۷۲ء، ص ۱۳۱ تا ۱۴۳، (۳) ابن عبد ربہ: الیعد الفرید، قاہرہ ۵۱۳ھ، ۱۸۸۰ء، (۴) الثوری: نہایہ الآرت، ۵۱ تا ۹۹، (۵) Notices anecdotiques sur les Caussin de Perceval ۵۶۹ء (۶) اہلوارث Abū Nowās Ahlwardt، ص ۱۳ تا ۱۹۹، (۷) Ibrahim, fils de Barbier de Meynard، (۸) Mehdi، در JA، ۱۸۶۹ء، ص ۲۰۱ بعد؛ (۹) محمد کابل حجاج: الموسیقی الشرقیہ، قاہرہ ۱۹۲۴ء، ص ۲۵ بعد؛ (۱۰) Farmer، History of Arabian Music، لندن ۱۹۲۹ء، ص ۱۲۴ بعد؛ (۱۱) وہی

مصنف : *Historical facts for the Arabian Musical Influenc*، لندن ۱۹۳۰ء، ص ۲۴۷ بعد اور اشاریہ۔

(فاربر H G Farmer)

۱۔ الاسد: (عربی) جمع عمومًا الاسود، الاسد، الاسد عام طور سے شیر نر کا معروف نر نام، جو تک مسلے یا شخص کے نام کے طور پر بھی پکرتا۔ عمل ہے (دیکھیے بعد کا مقالہ) اس کے پیاسی اسماء اور دوسرے مادوں سے تعلقات کے لیے دیکھیے بحث از C de Landberg، ۲/۲: ۱۱۳۷ تا ۱۱۴۰۔ عربی۔ اعری کا قدیم لفظ، جس کی جگہ اس از پس الاسد نے لے لی ہے، اللہ ہے۔ یہ لفظ د ف سامی راہوں میں نہیں ملتا (قسط)۔ عربی راہ میں "نسو"، مگر یہ عمومًا صرف نر پر آتا ہے، لہذا برگر Landsberger، ص ۷۶ بلکہ Kœtli کے ہاں کے مطابق (*Lex in VT Libris*)، ص ۸۱ (ب) یونانی میں بھی: (ἀεῖς·ῥεῖς)، جہاں یہ ہوہر اور اس کے بعد کے شعراء کے ہاں۔ اگرچہ سادو نادر۔ استعمال ہوا ہے۔ (مصنف مد نور، ص ۷۷ الف، ان کے محال اکادی زبان کے لٹو Labbu وعبرہ کے ساتھ اس کے عربی موب: لٹوہ کا ذکر کرتا ہے (مع اس کی متعدد صورتوں کے جو عربی سے استعمال ہوئی ہیں) اور ἰεὺ·λαῖνα (leo) لٹو ایک استثنائی لفظ قرار دیا ہے بحوالہ ZDPV، ۶۲ (۱۹۳۹ء)۔ ۱۲۱ تا ۱۲۴ (اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ یہ الفاظ کس ممالک میں مستعمل ہیں)۔ اوسپر H Ošir، در Symb Rozwadonski، ج ۱ (لڑا دو Cracow ۱۹۲۷ء): ص ۲۹۵ تا ۳۱۳، سامی زبانوں میں (سمول عربی اسکا لٹوہ ولس) نر مصری قسطنطینی، یونانی، لاطینی، حرش اور سلامی زبانوں میں۔ سر کے نام کو ایک الارودی (Alarodic) اصلی نام اور اس کی مختلف سکلوں سے مشق ٹھہرانا ہے۔ حال ہی میں انڈو۔ حرش زبانوں کے ماہروں نے دوبارہ

سامی زبانوں اور "سیر نر" (lion) کے ناموں کے مابین کسی قسم کا تعلق یا رشتہ مسلم کرنے سے انکار کیا ہے، مگر وہ کوئی متبادل انڈو۔ حرش نام پیش نہیں کر سکتے (Die Heimat der idg. Paul Thieme، Wiesbaden ۱۹۵۴ء، ص ۳۲ تا ۳۹، سر Walde-Hotmann، Lat etym Wb، طبع ثالث، ہانڈل برگ ۱۹۳۸ء، ۱: ۷۸۵، دیر-Pauly Wissowa، در RE، ج ۱۳، عمود ۹۶۸)۔ محفل زبانوں میں، سیر، ہابھی وعبرہ کے لیے جو الفاظ ہیں ان میں بلاشبہ ایک رشتہ پایا جاتا ہے، لیکن ان کے ساتھ جو اوازیں وابستہ ہیں وہ انہی تک ایک فانی طور مسئلہ بنی ہوئی ہیں۔ یہ اثر قابل لحاظ ہے کہ یہ تمام قصے صرف ان جانوروں سے متعلق ہیں جو کہانیوں اور قصوں وعبرہ میں کرداروں کے طور پر پس ہوئے ہیں اور جن کا ادب اور ارائس دونوں میں بہت بڑا حصہ ہے (دیکھیے بحث، سر Indogerm Jahnbuch، ۱۳ [۱۹۲۹ء]: ۹۴، شمارہ ۸۵)۔

یہ بات سب جانتے ہیں کہ عرب میں سر کی مختلف مقامات میں موجودگی کی بات متعدد مفروضات پس آتے کئے ہیں۔ گزورٹ M Gruneit (محلّ ما نور، ص ۳ تا ۱۱) ہاں کرتا ہے کہ سیر کے لیے عربی زبان میں جو بے شمار الفاظ موجود ہیں (بہ عربی ماہرین لسان جیسے سو بلکہ اس سے بھی زیادہ الفاظ گواہی میں ایک دوسرے پر سبب کی کوسس کرتے ہیں) صاحب ناح العروس نے لکھا ہے کہ اس کے ایک ہزار نام ہاں آتے جانتے ہیں) ان میں سے دو نہانی نو ضرور قدیم عرب شعراء کے ہاں نائے جانتے ہیں۔ اس کے نزدیک اس نے [سر کے] جو اسمائے توصیفی جمع آئے ہیں وہ مساندہ فطرت کے ایک ایسے طریق ادراک کا ثبوت ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض عرب شعراء نے واقعی سر نر کو دیکھا ہوگا، لیکن یہاں اسمائے توصیفی کی کثرت یا



فلت کا سوال نہیں ہے، بلکہ فصلہ اس پر ہوگا کہ ان اسمائے توصیفی سے ظاہر کیا ہوتا ہے؟ ان الفاظ سے اس حایور کی کوئی زیادہ واضح تصویر ہمیں نہیں ملی [؟]، بلکہ (جیسا کہ عربی لغات کی خصوصیت ہے) اس کے عام تصور کے لیے بہت سے مترادف الفاظ ضرور مل جائے ہیں، مثلاً ”نارہ پارہ کر دیے والا [منصم]، کچل دیے والا [حطام]، اچانک ہلاک کر دیے والا“ وغیرہ (قبّ وہی کتاب، وری ۱۰ بعد) - B Moritz نے (محلّ مدکور، وری ۱۰ بعد) بھی زیادہ تر مرادفات کی اسی کثرت کی بنا پر گزوبرٹ Grünert کی رائے کی تائید کی ہے (نہ سمع اس سبب: کتاب المخصّص، ۸: ۵۹ تا ۶۴)۔ اس کے برخلاف ہمارے پاس G Jacob (محلّ مدکور، ص ۱۷)، بولڈیکہ Th Nöldeke (در ZDMG، ۴۹ (۱۸۹۵ء: ۱۳۷) اور H. Lammens (Le Berceau de l'Islam، روم ۱۹۱۳ء، ۱: ۱۲۸ بعد) کے اعتراضات موجود ہیں۔ ان تمام اعتراضات کے علاوہ یہ امر واقعہ ہے کہ حیوانات کے ادسائے اور اسی لیے ساھی افتدار و احیاء کی محسّم تصویر کی حشبت سے شر کا ذکر نہایت قدیم زمانے سے اُن مقامات میں ملتا ہے جہاں شر کا کبھی وجود تک نہ تھا (مثلاً سلون، انڈونشیا اور یورپ کے بعض حصّے، قبّ M Ebert: محلّ مدکور، ۷: ۳۱۸ الف)۔ یہی ایسے مقامات تھے جہاں سیر سے بہ سہولت تمام ایک سم اسطوری حاسور کی شکل اختیار کر لی ہوگی اور اُس قوت متحله کو اپنی طرف متوجّہ کیا ہوگا جس نے پہلے ہی اسے اُن مثالی اوصاف سے متصف کر دیا تھا جو اس کی شکل و شہادت سے دہن میں پیدا ہوئے ہیں۔ اسی سے شاید اس کی طرف بعض اور ایسی صفات، مثلاً جرأت، شجاعت، عالی طرمی وغیرہ، کے مسوب کیے جانے کی توجیہ ہو سکتی ہے جو بعض ماہرین کے

نردیک یک یقناً حقیقی شیر میں موجود نہیں ہیں (قبّ The Royal Natural History R Lydekker لسڈن - سویارک ۱۸۹۳ - ۱۸۹۴: ۱۰۶: ۲۵۷ بعد برخلاف Brehm، محلّ مدکور، ۱: ۱۴۴، ۱۵۰)۔ مرد برآں ملک عرب، جس کا اکثر حصّہ خشک صحراء ہے، مشکل ہی شیر جیسے حایور کا مولد و مسکن ہو سکتا ہے [؟]، جو طبعاً کسی قدر سرہ بسد کرنا ہے (Jacob: محلّ مدکور، ص ۱۶)۔ جہاں تک عرب کی اصل سررس کا تعلق ہے عرفانگاران کو قدیم سحرہ [کے کلام] میں اس میں سر کی صرف چند کچھاروں (ماسدہ) کا ذکر مل سکا ہے، لکن آج کل وہاں بھی سر کا نام و نشان نہیں۔ کچھ اور کچھاریں، جن کی جائے وقوع کا بعض دسوار ہے، شمالی سرحد پر، خصوصاً مال کی دلدلوں میں، ہیں [قبّ البطحہ]، مگر وہاں بھی آج کل یہ ناسد ہے (قبّ M Streck: محلّ مدکور، ص ۱۶ بعد Sachindex zu Jāqūṭ's O, Reiser "Mu'ğam"، ص ۲۲ بعد: Hommel: محلّ مدکور، ص ۲۸ بعد: Grünert: محلّ مدکور، ص ۱۳، Landsberger محلّ مدکور، ص ۶۷، Jacob، Lammens، Moritz: کتب مدکورہ)۔ رنگ اور گرہ کے نالوں کی نالندگی کے لحاظ سے شیر کی مختلف قسمیں ہیں، مگر ان اسماء کے زیادہ معصّل حالات (قبّ مثلاً Jacob: وہی کتاب اور Moritz: محلّ مدکور، ص ۱۴ بعد) بہت کمات ہیں - Brehm: محلّ مدکور، ۱: ۱۴۴ بعد، کے مان کے مطابق آج کل اسلامی ممالک میں نربری شیر، سیگالی شیر، ایرانی سر اور گجراتی شیر ملتے ہیں۔

عرب سروں کو گڑھے کھود کر پکڑا کرتے تھے۔ یہ ایک نہایت قدیم طریق تھا، جو اب بھی بعض ملکوں میں پایا جاتا ہے (Grünert، محلّ مدکور، ص ۱۴ Ebert: محلّ مدکور، ۶: ۱۴۶ Brehm:

ایرانی مٹی کے برسوں میں (بالخصوص ٹوٹی دار برسوں اور مجمروں میں)‘

(۲) برسوں پر اُتھرے ہوئے اور مسطح کام میں، فی نقاشی کے متعدد میدانوں میں اور تقریباً ہر ایک قسم کی مصنوعات میں، اور دیل کی مختلف اوصاف میں:-

(الف) پہلو کے رخ سے جلتا ہوا، کھڑا ہوا، اگلی ٹانگیں سیدھی کر کے کولہوں پر بٹھا ہوا، اگلے پاؤں اوپر کر کے پھلی ٹانگوں پر کھڑا ہوا، اٹلا یا مادہ کے ساتھ، علاماتِ حاندانی (heraldic) کے اسلوب میں؛

(ب) نا تو دوسرے جانوروں، مثلاً سانڈوں، ہروں اور اونٹوں، کے ساتھ لڑے ہوئے نا اُن پر حملہ کرنے ہوئے (گویا قدمِ ایرانی روایت کے سبب میں)؛

(ج) نا اصرارِ حاندانی علامت کے طور پر جسے کہ ایرانی طعراہ (coat-of-arms) میں (جہاں نہ سورج کے ساتھ دکھایا جاتا ہے) اور مملوکِ حاندان کے حکمران سرس اور ساید سلاجقہ روم کے فلیج ارسلان نامی فرمانرواؤں کے طعراؤں میں‘ سر سگوں کی تصاویر میں؛

(د) سیر کا چہرہ (mask) صرف گردن تک متاخر رہنے کے خالحوں اور تے ہوئے کپڑوں پر۔

(۳) سر کے جسم کے مختلف اعضاء کی نمائندگی نہایت کمات ہیں، سب سے زیادہ عام یہ ہیں:- سیر کے سحرے، [نہج وغیرہ کے] جو رہائشی پایوں کے طور پر استعمال ہوئے ہیں‘ سیروں کے سر، جو صرف مجسمے کی شکل میں بنائے گئے ہیں، جسے درلوپ (knockers)، [برسوں وغیرہ کے] دستے اور اسی طرح کی دوسری چیزیں، جو کاسی (bronze) کی بنی ہوئی ہوتی ہیں۔

[شیر کی مسلمانوں کے عہد کی تصاویر میں] بظاہر

محبلی مذکور، ۱: ۱۵۱ بعد - Pliny کے قول کے مطابق یہی طریقہ [رومی] سرکس کے لیے جانوروں کو بکڑنے کے لیے استعمال ہوتا تھا (RE، ۱۳: عمود ۹۸)۔ قدیم مشرقی فرمانرواؤں، سر ہخامنشیوں (Achaemenids)، ساسانیوں اور قنصرہ [روم] کی تقلید میں مسلمانوں کے بعض خلفاء میں شیروں کے شکار کے لیے ندابِ خود باہر جاتے تھے؛ چنانچہ عہدِ اسلام میں یہ شکار فرمانرواؤں کا ایک مخصوص حق تصور ہونے لگا۔ وہ سیروں کو جڑباکھروں میں رکھتے تھے، انہیں اسبانوں میں باندھنے کے لیے باندھتے تھے اور روسوں کے طریقے پر ان کے لیے نمائش کا اہتمام کرتے تھے (RE، ۱۳: عمود ۹۷، بعد Ebert: محبلی مذکور، ۱۳: ۱۴۶ نا ۱۴۶: G Contenau: La vie quotid de Bab et en Assyrie، برس ۱۹۵۰ء، ص ۱۴۰ نا ۱۴۱، Herrscher im AO W von Soden، برس ۱۹۵۰ء، ص ۱۳۴: C de Wit: محبلی مذکور، ۱۰: ۱۰ نا ۱۰: Streck: کتاب مذکور Mez: Renaissance، ص ۳۸۵، بعد M F Koprulu: محبلی مذکور، ۱: ۵۹۹ بعد۔

”مسلم فی نقاشی میں سیر کی تصاویر سب سے زیادہ اور بہت سی مختلف صورتوں میں ملتی ہیں۔ ان تصاویر سے دفع سر (apotropaic) کے معنی ساد و نادر ہی مراد ہوتے ہیں اور مستحمانہ یا رمزی معانی صرف بعض اوقات، بلکہ عام طور سے ان کی عرض محض رتب و رتب ہونی ہے اور کوئی زیادہ گہرا مقصد پوشیدہ نہیں ہونا۔ سیر کی تصویر کی بڑی سی سکیں نہ ہیں:-

(۱) مجسمے کی شکل میں، جسے کہ الحمراء کے سیروں کے قوارے میں، فوسہ کے تنہروں سے گھڑے ہوئے سیر، فاطمی اور سلجوقی دہات کے کام میں اور نارہویں نا چودھویں صدی میلادی کے

صورت میں ٹھیک ٹھیک اس کا بتا لگانا کہ وہ ان غلط نتائج پر کنوں کر پہنچے غیر ممکن ہے“ (دیکھئے وہی کتاب، ص ۱۵۲ تا ۱۵۹، ۱۶۸، ۲۰۰ تا ۳۱، ۵۲ بعد، ۲۵۲ بعد، ۲۷۲، ۲۷۹، ۳۱۷ بعد، ۴۰۹ بعد، ۴۲۲)۔ اہل نابل پہلے ہی ”رج اسد میں آسمانی طغاب ساہی کا نقشہ دیکھ چکے تھے“ (sarru = L. leonis، بعد میں Regulus = ملکی = ”ساہی“، سر قبت الاسد = ”سیر کا دل“: وہی کتاب، ص ۱۶۴ بعد اور Handt A Jeremias ed. do Geistes kult طبع ثانی، ۱۹۲۹ء، ص ۲۰۳، ۲۱۸ بعد، ۳۴۷)۔ انہوں نے اسے حیوانات کے ناموں سے دو منطقہ الروح کے اس مقام پر رکھا تھا جہاں انقلاب صیفی (summer solstice) واقع ہوتا ہے، لہذا یہ مقام آفات کی فتح و کامرانی کی علامت ہے اس کا (قبت RE، ج ۱۳، عمود ۹۸۳، Keller، محل مد نور، ۱: ۵۲)۔ جس طرح [حصر] عسی [علیہ السلام] کو یہودا (Judah) کا سر نہیں ہیں (قبت لغت نجاشی)، تو کہ آپ نے موت پر غلبہ حاصل کیا (Apoc، ۵: ۵)، اسی طرح سب سے لوگ [حصر] علی راہی کو ”اسد اللہ“ (”سر خدا“) کہتے ہیں (قبت Cassel: محل مد نور، ص ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴)۔ [حصر] حمزہ راہی کو ”اسد اللہ“ کہلاتے ہیں: Grunert: محل مد نور، ص ۴)۔ ایرانی طغراء میں سر اسے سمیر دوالہ مار [رک ناں] کہتے رہا ہے اور نکلتا ہوا آفات پس منظر میں ہے [موت نسروی: تاریخہ سر و خورشید، بہراں ۱۳۰۹ھ، ص ۲۸، سیر کے پچھلے میں بلوار کا اشارہ ناصر الدین شاہ فاجار کے زمانے میں ہوا]۔ جب آفات ۲۰ جولائی کو برج اسد میں ہونا ہے تو درجائے نل کی طغائی شروع ہوئی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہائی کی ٹوٹیاں اور قواروں کا اوپر کا حصہ سیر کے سر کی شکل کا پایا جاتا ہے (قبت Keller:

قدیم مشرقی یا یونانی فن نقاشی سے براہ راست کوئی استفادہ نہیں کیا گیا۔ نہ کہ کم از کم سر کی صورت کا انداز، تقریباً ہمیشہ مسلمانوں ہی کا قائم کردہ رہا ہے۔ بمصلاط اور طرر رسایس دونوں میں اسلامی فن مصوری میں سر کی تصویر کا انہی تک کوئی مطالعہ نہیں کیا گیا۔“ [یہ معاونات بروفسر گوہل E. Kühnel کے ایک خط میں مہتا کی کٹی ہیں]

بارگہ نور Fr P Bargebuhr نے Journal of the

Warburg and Courtauld Institutes، ۱۹۵۷ء، میں بعض اسیے مواقع کا ذکر کیا ہے جہاں عربی ادب میں سر کے منی وعبرہ سے سے ہوئے (plastic) مجسموں کا ذکر آیا ہے اس کی تصویات کی رو سے الحمراء کے سر انچوں / کناروں صدی کی ساخت ہیں۔

حاندانی طغراءوں میں سر کی [تصویر بی]

بہرین مثال، جس کا مالک سکا ہے، ایرانی ساہی اسان میں ہے [دیکھئے پچھلے]، جس کا نمونہ دور ماہل کے سگنوں سے لیا گیا ہے۔ اس کا محمد فواد دوانرواؤ: محل مد نور، ۱: ۶۰۹ نے بتایا ہے اس سٹال کا استعمال فتح علی شاہ [فاجار] کے عہد حکومت (۱۷۹۷ تا ۱۸۳۴ء) سے شروع ہوا۔ آسیدی یا آرسلائی سگنوں کے لیے دیکھئے وہی کتاب، ۱: ۶۱۵۔

ان تمام دائروں میں سیر کا استعمال زیادہ تر علم ہشت نا علم نجوم کی شکل پر مبنی ہے۔ Untersuchungen über den Ursprung L. Ideler، ۱۸۰۹ء، u. die Bedeutung der Sternnamen، ۱۸۰۹ء، کے قول کے مطابق برج اسد کے ”۲۷ سارے اور ۸ غیر معین سارے ان نجومیوں [خدا] کی محض ایک حدود ساحہ نام ہے جو فلکیات سے بالکل بے خبر تھے اور جس کی بناء ساروں کے پرانے ناموں کی بے قاعدہ ہنگامی تبدیلیوں اور ان کی غلط و باطل تعبیرات پر ہے۔ ہر حرفی

محلّی مذکور، ص ۱۷)۔

دوسری جانب اس کی حیوانی صفات، مثلاً اس کی حراب، قوت اور وحشت (بالخصوص اس کی گرج) پر بار بار زور دیا جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ شر کے متعلق بعض موهوم تصورات بھی شامل ہو گئے ہیں، مثلاً زمانہ قدیم کی یہ کہانی کہ وہ (سعد) مرغ سے نا اُس کی نانگ سے دم دنا کر بھاگ جانا ہے، جس کا یہ مطلب ہے کہ وہ اصل میں صبح کی روشنی سے، جس کی بعد میں وہ خود ایک علامت بن گیا (دیکھئے اوپر)، گھبرانا بھا (قَب RE، ح ۱۳: عمود ۹۷۵ بعد Cassel: محلّی مذکور، ص ۵۹: Grunert: محلّی مذکور، ص ۱۸)۔ یہی بات اُس کے بدن کے بعض حصّوں، یعنی دماغ، دانت، پتے (پتے کی رطوبت)، گوشت، چربی وغیرہ کے بطور دوا استعمال کیے جانے کی بات بھی کہی جا سکتی ہے، یہ چربی اسے مادونما ان کے لحاظ سے بے خطا مانی جاتی ہیں۔ سٹنگارٹ Stuttgart کا درنازی دوا فروش ۱۵۶۱ء تک سر کا فصلہ بطور دوا فروخت کرنا رہا (قَب Keller: محلّی مذکور، ۱: ۴۴: Pauly-Wissowa، در RE، ح ۱۳: عمود ۹۸۲: Grunert: محلّی مذکور، ص ۱۹ بعد)۔

ناموں سے صاف ہوا جلتا ہے کہ انسان کی تاریخ ثقافت میں شیر کس قدر دخل ہے؛ چنانچہ اس اثر (م ۵۶۳۲/۱۲۳۴ء) نے ابھی سرب صحانہ کا نام ”اسدالغانہ“ (حکمل کے شیر) رکھا ہے۔ ”اسد“ (ی) اور ”لیب“ (ی) سے سے والے نام بے شمار ہیں، (بعض اوقات اُن میں دیسی چھلک بھی پائی جاتی ہے: J. Wellhausen، در RAH، طبع ثانی، ۲: ۶۴)۔ ترکی میں ایسے نام ہیں جو آرتلان سے مل کر رہتے ہیں (بالخصوص سلاحقہ کے ہاں) چنانچہ محمد فواد کو/پروٹو: محلّی مذکور، ص ۶۰۰ تا ۶۰۴ نے اس قسم کے اشخاص اور مقامات کے ناموں اور القاب

محلّی مذکور، ۱: ۷۷ بعد: C de Wit: محلّی مذکور، ص ۸۴ تا ۹۰، ۳۹۶ بعد)۔ شیر کی دماغ فطرت پر دستِ اہمیت رکھی ہے۔ ابھی شد ر سحاک صورت کی وجہ سے، جو تمام معاندانہ بلوں کو زور کے لئے کافی ہے، وہ بچہ - اہی، وزوں، ایوانوں اور مقاسر کا محافظ اور نگہبان بنا ہے (قَب Keller، محلّی مذکور، ۱: ۵۸: Bonn، محلّی مذکور، ص ۴۹: انوالہول کی مد: C. de Wit: محلّی مذکور، ص ۶۶ بعد)۔ شیر کی بعض صورتیں شاید ایسی ہیں جو جس مستحسار کے بقی طبع کا نسخہ ہیں؛ تاہم (ی Dargestelltes u Verschlusseltes) W Andrae in der an kw، در Welt d Or، ۳/۲ (۱۹۵۶ء): ۵۰۳) سے ثابت کیا ہے کہ اس میں نہ کچھ زیادہ گہرے معانی بھی پوشیدہ ہوئے۔ بالخصوص حب سیر، سائنڈ اور عقاب ایک کہ اٹھنے دکھانے جاتیں۔ اس سلسلے میں لمحوں نے بہت کچھ قدیم مقاموں سے مستعار لے ہے، یہ درناف کیے بغیر کہ اس کا مفہوم کیا۔ سا اوقات قدیم مصری میں مانی ہوئی موثر کی مرید وصاحب سے اس کا جواب مل جاتا ہے (قَب C de Wit: محلّی مذکور، بالخصوص ۷۸، ۸۴ تا ۹۰، ۱۵۹ بعد، ۳۹۸ بعد، ۴۶۱، ۴۶۸)۔

اساطیری ادب میں سر کا جو حصّہ ہے، کی مرید تفصیل بیان کرنا یہاں ممکن نہیں (اس کا چھ بیان محمد فواد کو/پروٹو: محلّی مذکور، ۱: ۶۰۱ تا ۶۰۳)، حکایات (مثلاً حکایات لقمان، دیاب حیوانات میں وہ سا اوقات الاسامہ کے لقب سے کیا جاتا ہے، جو ہمارے ”شریف حیوان“ noble bea سے ملتا جلتا ہے) اور امثال میں، سکتا ہے (المیدانی میں سے مثالیں، در Grunert:

(۸) M. Streck، در 'Vorderas Bibliothek'، ح ۲/۷  
 (۱۹۱۶ء): ۱۶ الف بعد، (۹) H Bonnet  
 'Reallex. d. agypt. Religionsgesch'، برلن ۱۹۵۲ء،  
 مقالات "Löwe" اور "Sphinx" وغیرہ،  
 بالعصوم (۱۰) C de Wit، 'Le rôle et le sens du lion dans l'Egypte anc'، لائڈن ۱۹۵۱ء،  
 کثیرہ - عام طور پر عربی اور سامی امور کے متعلق وہ  
 (۱۱) Die Namen der Säugetiere bei F Hommel  
 'den südsem. Völkern'، لائپزگ ۱۸۷۹ء، ص ۲۹۷  
 'Etudes sur les dia-' C de Landberg (۱۲) تا ۲۹۳  
 'lectes de l'Arabie méridionale'، لائڈن ۱۹۰۹ء،  
 ۱۲۳۷ تا ۱۲۴۰ (۱۳) Altarab G Jacob  
 'Beduinenleben'، طبع ثانی، برلن ۱۸۹۷ء، ص ۱۶ تا  
 ۱۸ (۱۴) 'Arabien B Moritz'، ہونور Hanover  
 ۱۹۲۳ء، ص ۴۰ تا ۴۱ - بالعموم علم الحیوان کے  
 لیے: (۱۵) Tierleben Brehm، طبع ثانی، ۱  
 (۱۸۹۳ء)۔ ۱۴۴ تا ۱۵۲۔

(H KINDERMANN کیڈرمان)

آسَد: ایک قدیم عربی قسملہ، 'Ασάθωνοι'،  
 جس کا ذکر نطلمیوس نے کیا ہے، ۶: ۷، فصل ۲۰  
 (سپرنگر Sprenger، ص ۲۰۶) - اس کا سن ہے  
 کہ یہ لوگ وسط عرب میں Θανούται = نوح  
 [نوح] کے معرب میں افامہ پذیر تھے - انہیں کی  
 طرح اور شاید انہیں کے ساتھ (نو) اسد نے بہری  
 صدی کے وسط میں دریائے فرات کے متصل علاقے  
 کی طرف رحلت کی تھی - حیرہ کے دوسرے اعلیٰ  
 فرمانروا کے لوح مرار (در البحارہ، ۷۳۸ء) میں  
 ان کا ذکر نوح کے ساتھ لفظ الأسدین ("دواسد")  
 کیا گیا ہے - یہاں شبیہ کا یہ صغہ شاید اس لیے  
 مسجح کیا گیا ہو کہ نوح کے حادثات کی یاد،  
 جس کے فرمانروا حیرہ میں لحم کے پشرو تھے،  
 مع ان کے نام و سنان کے دلوں سے محو کر دی

جسے بحث کی ہے) - فارسی میں لفظ "نیر" اکیلا اور  
 دوسرے الفاظ کے ساتھ مل کر بھی آتا ہے، مثلاً  
 "ظیر دل" و "شیر مرد"، (ایسے ہی اسد: Landberg،  
 محفل مذکور، ۲/۲: ۱۲۳۹ بعد: Fr Wolff  
 'Glossar zu Firdōsi's Šāhnāma'، ۱۹۳۵ء، ص ۵۸۴  
 تا ۵۸۷) - آج کل کی ترکی میں عام طور سے لفظ 'اسلن'  
 Aslan [اسلان] مستعمل ہے، اس کے معنی بھی بہادر،  
 راست باز اور شک کے ہیں - اسلان جیم - "میرا  
 چھوٹا سا سیر" - عملاً بچوں کے لیے ہمار کا لفظ ہے -  
 اس طرح جانور مذکور (سیر) کی سسیدہ صفت،  
 اس کے روایتی معانی، اس کی صورت و شکل کا وقار  
 و رعب ہر جگہ غالب رہا ہے۔

مآخذ - حکمہ کی تفسیر کے باعث اس موضوع پر

سرسری سی بحث ہو سکے گی - (۱) Max Grünert  
 'Der Löwe in der Literatur der Araber'، پراگ  
 ۱۸۹۹ء، لفظ کے نقطہ نظر سے ایک مطالعے سے زیادہ  
 نہیں ہے: (۲) محمد مواد کسورپروٹو کا مقالہ اسلان،  
 درآ، بری، ۱۰۹۸ الف تا ۹۰۹ الف، ترکی زبان اور  
 دیگر زبانوں میں بھی آج تک نہرین سناں ہے - اسلامی  
 دنیا سے متعلق ادنیٰ عام حائرہ موجود نہیں ہے، نہ  
 مخصوص علاقوں ہی پر کوئی رسالہ موجود ہے - قدیم  
 زمانے کے ساتھ مطالعے کے لیے سدرجہ دیل حوالے معید  
 ثابت ہوئے: (۳) مقالہ "Löwe"، (ار Steier)، در  
 'RE'، Pauly-Wissowa، ح ۱۳ (۱۹۲۷ء): عمود ۹۶۸  
 تا ۹۹۰: (۴) 'Die antike Tierwelt' Otto Keller  
 (۵) لائپزگ ۱۹۰۹ء: ۲۸ تا ۶۱، بیر (۵) Max Ebert،  
 'Reallex. d. Vorgesch'، ۱۱۴ الف تا ۱۱۶ ب: ۷۔  
 ۳۱۸ الف تا ۳۱۹ ب: اور بالعصوم (۶) Paulus Cassel  
 'Löwenkämpfe von Nemea bis Golgatha'، برلن ۱۸۷۵ء،  
 جو مشرقی احوال کے لیے بھی کارآمد ہے - مشرق قدیم سے  
 تعلق کے لیے دیکھیے: (۷) Die B Landsberger،  
 'Fauna des alten Mesopotamien'، لائپزگ ۱۹۳۴ء:

بنو اسد کا لہسہ (Line) کے چشمے پر، جو دھماہ [رَکَ نَاں] کے پار تھا، اور اس کے متصل شمالی جانب حَرَن (حَجْرہ) کے حطے پر مقصد تھا۔

بنو اسد کی قبل از اسلام تاریخ کا سب سے زیادہ اہم واقعہ اُن کی وہ شورش ہے جس میں کُندہ کے آخری بڑے فرمانروا کا بیٹا اور ابراہ القس [رَکَ نَاں] کا ناپ حجر مارا گیا اور جس میں انہوں نے کُندہ کی رو نہ انتشار مملکت کو ایک باری صرب لگائی۔ بنو اسد کے اپنے قریبی اور زیادہ دور کے ہمسایوں بمم اور وادی سے پار کے قائل کے ساتھ جو تعلقات تھے ان میں بددلیاں ہوئی رہیں۔ اس کے مقابلے میں چوبیسویں صدی میلادی کے چھٹے عشرے کے آخر اور سانبیس عشرے کے شروع میں طی اور عَطْفَان [رَکَ نَاں] کے ساتھ اُن کے مسلسل اور بایدار تعلقات قائم ہو چکے تھے، جس میں دُسان [رَکَ نَاں] اور آخر میں عس بھی شامل ہو گئے، مگر حد عشروں کے بعد ان حملوں میں اختلاف رونما ہو گیا، جس کا سبب نہ ہوا کہ ان میں ناہمی بھادام ہوئے لگے، بالخصوص اسد اور طی کے مابین، یہاں تک کہ اسلام نے آخر کار مسائل کے درمیان اس قائم کر دیا۔

بنو اسد کا ایک گھرانہ عثم نامی، جو عرصہ دراز سے مکہ [معظمہ] میں آباد تھا [حضر] محمد [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم] کے اصحاب کے اندرونی حلقے سے تعلق رکھتا تھا، لیکن یہ تعلقات بنو اسد کے بڑے قسلی پر کسی طرح سے اثر انداز نہیں ہوئے۔ ۵۴ھ / ۶۲۵ء کے آغاز میں رسول اللہ [صلی اللہ علیہ وسلم] نے بنو اسد کے کنبوں پر، جو قطر میں تھے اور جہاں بنو اسد کی ساح قس اپسے سردار طَلْحَہ (طلحہ) کی زیر سرکردگی ڈیرے ڈالے ہوئے تھی، ایک حملہ آور فوج روانہ فرمائی۔ بروے روایت یہ لوگ مسلمانوں

جائے۔ یہ بات واضح نہیں ہے کہ اس اصطلاح کی بنیاد کیا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ آپس کی قرابت داری ہو۔ علمائے اسات بھی اسے تسلیم کرتے ہیں کہ نوح کی اصلی جڑ اسد ہی تھی۔ العمارہ کے کتبے ۴۰۰ مرقوم ہے: ”یہ ناساہ اسد کی دونوں ساحوں . . . اور ساہاں اسد دونوں پر حکومت کرتا تھا“۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اسد کتنی مدت تک لجم کے زیر نگین رہے۔ اُن کے بعض احلاف، یعنی نَلْقِی (سو النقی) [رَکَ نَاں]، عہد اسلامی تک حوران کے جنوب اور جنوب مسری کی جانب تلاف کی بحری سرحد پر رہے تھے اور عرب تک پہلے ہوئے تھے۔ اسد کی دیگر ساحیں نوح میں آملی تھیں۔  
مأخذ: اس الکلی: حجرہ الاسات، معطوطہ  
اسکوریاں، وری ۴۵۰، ۴۹۰۔

(W CASKEI)

\* اسد، بنو: (بعد کی بول چال میں: بنی اسد)، ایک عرب قس، جس کا تعلق (بنو) کمانہ سے ہے [رَکَ نَاں] اس ناہمی تعلق کا شعور نمایاں طور پر نا ادا رہا، اگرچہ ایک دوسرے کے درمیان زیادہ قریبی کے سبب عملی طور پر اس کا اثر کچھ نہ تھا۔  
میلہ اسد کا اصلی وطن شمالی عرب میں اُن ہم آڑوں کے دامن میں تھا جہاں پہلے کسی زمانے میں مینہ طی [رَکَ نَاں] آباد تھا۔ بنو طی کے برعکس بنو اسد زیادہ تر حانہ بدوسی کی زندگی گزارتے تھے۔ اُن کی چراگاہیں یفود کے جنوب اور جنوب مسری میں، حمال سمر [رَکَ نَاں] سے لے کر - وہ ہیں وادی الریمہ تک اور اُس سے آگے آلتانان کے ساح میں رس کی جانب اور مرید مسری کی جانب - تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہاں اُن کا علاقہ بنس [رَکَ نَاں] کے علاقے کے ساتھ اور شمال میں رنوع [رَکَ نَاں] کے علاقے کے ساتھ، جو بنیم میں سے تھے [رَکَ نَاں]، مل جاتا تھا، کیونکہ وہاں

اسلام قبول کر لیا تھا، عراق اور ایران میں شریک جنگ رہا۔ بیشتر سواسد کوئے میں آباد ہو گئے، جہاں وہ مروڑ زمانہ کے ساتھ صاحب شمشیر سے صاحبِ قلم ہو گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں نے نسعی روایات نقل کی ہیں ان میں سے بہت سے کوئے کے سواسد بھیے۔ ان کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں شام کی فوج میں بھری ہو گئیں اور انعام کار حلب میں اور دریائے فرات کے پار آباد ہو گئیں۔

دسویں صدی ہجری / نویں صدی میلادی کے نصف آخر میں (سو) نکر [رَکْ نَاں] اور نسیم کے واس چلے آئے برآں برسماں کی راہ نکل گئی اور انہوں نے انہی حراۓ کوئے کے حاجیوں کی ساہراہ کے ساتھ ساتھ البطان (بطانہ) سے، حوالہ دہاں میں ہے، لے کر واقعہ تک پہنچا لیں۔ بعد ازاں ان کا علاقہ شمال کی جانب اور بھی دور تک پھیل گیا، یعنی السواد کی سرحد فادیسہ [رَکْ نَاں] تک۔ مسرو کی جانب اسد بڑھ کر نصرے تک اور مغرب میں عَن التمر [رَکْ نَاں] تک پھیل گئے۔

چوبیسویں صدی ہجری / دسویں صدی میلادی کے نصف آخر میں سواسد مسعل آبادی کے علاقوں کے اندر گھسی آئے، چنانچہ ان کی ایک سیاح بابرہ کے سردار سیح مرید نے نہر نل پر مقام الجبلہ [رَکْ نَاں] اقامت اختیار کر لی اور ایک دوسرے سردار دنیس نے درناے دحلہ پار کر کے اس مقام کے اس پاس ڈیرے ڈال دیے جو بعد میں حویزہ (دیکھیے حویزہ) (خورسان) کہلایا۔

آل نوبہ [رَکْ نَاں] کے عہد حکومت میں داخلی حلل و اشار نے سو مرید [رَکْ نَاں] کو معاویہ پر اکسایا اور ۵۴۰۳ / ۱۰۱۲-۱۰۱۳ء میں علی بن مرید کو آل نوبہ کے ناجگرار کی حیثیت سے اپنے عہدے پر مستقل کر دیا گیا۔ اس کا بیٹا دنیس ۵۴۰۸ / ۱۰۱۸ء تا ۵۴۲۴ / ۱۰۸۲ء میں اور

کے غزوہ اُحد میں کمزور ہو جانے کے باعث مدینہ [منورہ] پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر رہے تھے۔ یہ قرنِ قیاس ہے کہ طَلْحَہ نے مدینہ [منورہ] کے اس محاصرے میں حصہ لیا ہو جو عام طور سے عروہ حدود (۵۶۲ / ۵۶۱ء) کے نام سے مشہور ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف بہت سی ناکام لڑائیوں کے بعد سواسد [کے علاقے] میں محط بڑ گیا اور طَلْحَہ، چند دیگر سرداروں کے ساتھ ۵۶۰ / ۵۶۱ء کے شروع میں مدینہ حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا، اگرچہ نہ یقینی نہیں ہے کہ سورہ [العنکبوت] کی آیات ۱۱ تا ۱۲ [فَالْبِ الْأَعْرَابِ أَمَّا قُلْ لَمْ يُؤْمَرُوا وَلَكِنْ قَوْلُوا اسْلُمْنَا . . .] انہیں وفود کے حق میں نازل ہوئی تھی، حسا کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے، تاہم بلا سہ ان آباد میں اسلام کے ساتھ ان کے روئے کا عکس نظر آتا ہے۔ بہر حال ان کے سردار کی اب نہا جانا ہے کہ اس نے حضور [علیہ الصلوٰۃ والسلام] کے حبیبِ جانب ہی میں نبوت کا دعوے کر دیا تھا؛ چنانچہ منہ اربداد کے زمانے میں حب ہر طرف مصائب رونما ہوئے تو طَلْحَہ غطفان اور طی کے ساتھ اتحاد پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا، جس کے ساتھ عس اور قرارہ (دنان) کے بعض حصے بھی شامل ہو گئے۔ خالد بن الولید [رَکْ نَاں] کے خلاف قرارہ کی جنگ میں حب قرارہ [رَکْ نَاں] کے سپہ سالار نے طَلْحَہ کا ساتھ چھوڑ دیا تو اس نے راہ فرار احسار کی (۵۶۲ / ۵۶۱ء)۔ مسلمانوں کی اس فتح و کامیابی نے شمالی عرب میں باغیوں کی قوتِ مدامت کو توڑ دیا اور وہ سارا علاقہ اس وقت پہلی مرتبہ حلفہ اسلام میں داخل ہوا۔ انہیں اسلام لانے والوں میں سواسد بھی تھے۔

اس کے بعد [اسلامی] فتوحات کا حوالہ سلسلہ شروع ہوا اس میں سواسد نمایاں طور پر عراق کے محاذ پر نظر آئے ہیں۔ حود طَلْحَہ، جس نے دوبارہ

تھا، بنو بنو اسد نے اس کی مدد کی۔ اس یاداش میں حلیفہ المُنْتَحِد [رَکَ نَان] نے بنو اسد کو الحِلَّة سے نکال باہر کرنے کا عزم کر لیا۔ نہ لوگ گرد و نواح میں حیدقین کھود کر حصارشیں ہو گئے اور آخر کار المُنْتَقِی کی اعانت سے ہتھیار ڈال دیے ہر محور کر دیے گئے۔ اُن میں سے چار ہزار کو بنو نہ سع کر دیا گیا اور بقیہ کو ہمسہ کے لئے الحِلَّة سے جلاوطن کر دیا گیا

اس کے بعد (بنو) اسد مستمر ہو گئے، لیکن بعد میں وہ ضرور پھر اُنہیں غور گئے ہوں گئے، بہر صورت چودھویں اور پندرہویں صدی ہجری میں وہ واسطہ کے جنوب مشرق میں رہتے تھے۔

مرور زمانہ کے ساتھ آخر کار انہیں الحرائر میں ایک مستقل وطن نصیب ہوا، بنو اسد یا بنی اسد، جسا کہ وہ مقامی نوبی میں کہلاتے ہیں، بظاہر یہاں دسویں صدی ہجری / سولہویں صدی میلادی سے نائے جانے ہیں۔

ایسویں صدی میلادی میں انہوں نے محسوس کیا کہ الجبائش کا علاقہ، جہاں وہ رہتے تھے، ان کے لئے بہت تنگ ہے۔ لہٰذا انہیں ان صدی کے چوتھے عشرے میں وہ سبج چساح کی سرکردگی میں عمارہ کے مشرقی علاقے تک بڑھ گئے اور بعد میں اسی کے شئے جنوں کے ربیر فنادب یجر اصغر (Little Medjer) تک بڑھ آئے۔ ۱۸۹۴ - ۱۸۹۵ء میں ترکی فوجوں نے انہیں مدیہ (الجبائش کے بیچے دریاے فراب کے کنارے پر) کو آگ لگا دینے کے حرم کی نادان میں سرا دی۔ یہ آگ حسن الجبوں کی ربیر فنادب لگائی گئی تھی، چنانچہ حسن کو الجبائش سے خارج کر دیا گیا اور وہ حور الحرائر میں (قریباً ۱۹۰۳ء میں) نہایت کڑی مصیبتیں جھیل کر وفات پا گیا۔ اس کا بیٹا سلیم، حاندان سند طالب کے اثر کی بدولت ۶۱۹ء میں بنو اسد کے شیع کے

کا بیٹا منصور (۵۴۴ھ / ۱۱۴۲ء تا ۵۴۹ھ / ۱۱۴۷ء) مثالی رؤسائے عرب میں شمار ہوتے تھے۔ بنو منصور [رَکَ نَان] (۵۴۹ھ / ۱۱۴۷ء تا ۵۴۸ھ / ۱۱۴۶ء) ذاتی شراف اور سیاسی بصیرت و سب میں ان دونوں سے باری لے گیا تھا۔ بنو بقیاروی [رَکَ نَان] اور اس کے بھائی محمد بن شاہ کی ماہمی کشمکش میں اُس نے ملک ساء ساتھ دیا اور کوفہ (۵۴۹ھ / ۱۱۴۷ء)، ہب، ہب، بصرے اور نکرین پر قبضہ کر لیا اور عراق کے بے بدوی قبائل اسے ربر اثر کر لے۔ اس لحاظ وہ "ملک العرب" کا لقب اختیار کرنے میں حق س تھا۔ آگے چل کر وہ اپنے سرپرست سلطان محمد بڑ بڑا، جس نے ۵۵۰ھ / ۱۱۴۸ء میں اسے ن کے مقام پر سکست دے دی۔ صدقہ اس جنگ مارا گیا۔ اس کی ذاب میں بیک وقت قدیم عرب جنگی اوصاف اور ایک اسلامی ساہرادے کے س جمع تھے۔ اس کا موقف گویا بدوی اوصاف کی سے نکل کر سموری بہدب و ثقافت میں ل ہوئے کے دروازے پر ہے، گو انداء میں وہ بھی میں سکوت رکھتا تھا، لیکن ۵۴۹ھ / ۱۱۴۷ء میں اس نے الحِلَّة میں اسے کے اندر بود و پاس احتیار کر لی تھی۔ اس کے اور حائسین دُتس نانی [رَکَ نَان] نے ایک ن اور پُر خطر زندگی گزاری اور آخر کار مراغہ میں بنو سلطان مسعود بن محمد [رَکَ نَان] کے دربار قتل کر دیا گیا (۵۴۹ھ / ۱۱۴۷ء) اس کی الحِلَّة میں ۵۴۵ھ / ۱۱۵۰ء تک حکمران رہی۔ [بنو] اسد بنو مرید کے ساتھ الحِلَّة چلے آئے تھے جب ان کا حکمران حاندان حتم ہو گیا تب بھی عربین مقیم رہے۔ جب سلطان محمد نانی بن محمود [نَان] نے بغداد کا ناکام محاصرہ کیا (۵۵۱ھ / ۱۱۴۸ء)، حو عراق میں سلجوقیوں کا آخری کارنامہ



کی سرحدوں پر نئی کامیاب حملے نے - ۱۰۷/۱

میں خود چند ماہ بعد وفات پا گیا ( ۵۱۲ / ۵۱۳ء )۔ اپنے دوسرے اور ولایت میں بھی رہے۔ کی طرح اسے محوراً مقامی مقامی [رک آن] میں اور کارکنوں کے خلاف سخت اقدامات کرنا۔ نے، نیک اس کے ساتھ ہی اس نے مقامی نظم و نسق کی اصلاح کی کوشش کی اور اسے بہت سے دھقانوں کی موختی حاصل ہو گئی، جو اسے صوبے کے دوران دس خط (تحتدا) کے طور پر اس کی حمد و سپاس کرتے تھے۔ دوسرے رؤساء کے علاوہ اس نے سامانی حاکم Samānkhui کو، جو سامانیوں [رک آن] کا مورب اعلیٰ تھا، مسرف سے اسلام لیا اور اس نے اس کے اقرار میں سے۔ سے بڑے سے کا نام اسد رکھا۔ ہاں لیا جانا تھا نہ بسا پور کے قرب و حوا میں اسد آباد کا سر جی اسی کا بنایا ہوا ہے اور عبداللہ بن طاهر کے حمد و ثناء میں اس کی اولاد و امتداد کے قصے میں رہا۔ ہے میں سو اسد نامی دروہی سنی جی اسی کی ہے، ر اردہ اور اسی کے نام سے موسوم ہے۔

مآخذ: اس حرم، حمیرہ (طبع لیوی پروواسان، Lévi-Provençal، ص ۳۶۶، (۲) الطبری، ہمد اشارہ (۳) الحلاوی فتوح البلدان، ہمد اشارہ، (۴) توشیحی (طبع Schefer)، ص ۷۰، بعد (۵) شینر Ch. Schefer، Chrestomathie persane، تاریخ تلخ؛ (۶) Van Vloten، Recherches sur la domination des Arabes، (ایمسترم، ۱۸۹۰ء، ص ۲۳ تا ۳۰، ۳۵، (۷) J. Wellhausen، Arab Rich، ص ۲۸۳، ۲۹۱ تا ۲۹۵، (۸) H A R، Arab Canquests in Central Asia Gibb، (لندن ۱۹۲۳ء)، ص ۶۰ تا ۸۹؛ (۹) Il Califfato di F. Gabrieli، (اسکندریہ ۱۹۳۵ء)، ص ۳۸ تا ۴۱، ۵۳، ۶۳، ۷۳۔

(H A R Gibb)

سید بن القرات: بن سنان، ابو عبداللہ، دوسری ہز تیسری صدی ہجری / آٹھویں اور نویں صدی

میلادی) کے ایک عالم دین اور فقیہ، جو ۵۱۲ / ۵۰۹ء میں مقام حران [نا مجران] (الحریرہ) پیدا ہوئے۔ دو سال کی عمر میں وہ اسے والد کے ساتھ افریقہ میں رہنے کے لیے چلے گئے۔ اپنی ابتدائی تعلیم انہوں نے وہیں بوری کی اور ۵۱۲ / ۵۸۸ء میں وہ مدینہ [مصر] چلے گئے، جہاں انہوں نے راہ اسب [حضر] مالک بن انس<sup>(۱)</sup> سے مالکی مذهب کی سند حاصل کی۔ وہاں سے وہ عراق گئے، جہاں انہوں نے [حضر] امام ابو حنیفہ<sup>(۲)</sup> کے متعدد ساگردوں سے اسناد لیا۔ [حضر] امام مالک<sup>(۳)</sup> سے انہوں نے جو دچھ سیکھا تھا اس سے انہیں بھی مسرور باب الاسدیہ کا مواد مل گیا۔ افریقہ و اس آنے پر انہوں نے ایک محب اور فقیہ کی نسبت سے مدنی شروع کی، اعلیٰ امر زیادہ اللہ ہے انہوں نے (۳ / ۵۲ / ۵۸۱۸ء میں) او محیر کے ساتھ مرواں کا قاضی مقرر کر دیا اور یہ اس منصب کی دو عہدہ داروں میں ایک غیر معمولی متمتع تھی۔ ان کی جامع میں چونکہ بڑی بہت تھی اس لیے وہ اندرافات اسے رمی کر کے لڑ بڑے۔ انہوں نے مسرور و معروف مالکی امام سخون کے ساتھ بھی اختلاف کیا، جن کی کتاب الحدیث ان کی الاسدیہ کے دور کامی کے بعد بھی معروف و مسرور تھی۔ ان کے حدیثی معمدات اور سائد ان کی محاصمت سند فوب عمل ان کے امر مقرر کر دیے جائے گا تاہم بن گئی، یعنی انہیں اس مہم کا فائدہ نہ دیا گیا جو ۵۱۲ / ۵۸۲ء میں یورپی صلیب سے حملے کی عرص سے سوس سے روانہ ہوئی۔ انہوں نے مسلمان فوج کی مسادت کی اور مزارہ (Mazzara) کو مسخر کر کے حریرہ صلیب کی فتح کے سلسلے میں پہلا قدم اٹھایا۔ وہ ۵۱۳ / ۵۸۲ء میں سرسطنہ (Syracuse) کے سامنے راجوں کی وجہ سے نا تعارضہ طاعون وفات پا گئے۔

کا بیان ہے کہ ۱۸۷۲ء میں اسد آباد ایک حوش ناما  
 دوں تھا اس میں کوئی دو سو مکاں تھے، جس میں  
 سے بعض میں کچھ یہودی خاندان آباد تھے۔  
 یورپی سیاحوں کے بیانات کے مطابق ایرانی اسے  
 اسد آباد (Bellev, Petermann)، سعید آباد (Duprée)،  
 (Petermann) یا سہد آباد (Ker Porter) کہتے تھے۔  
 ۵۰۱۴ / ۱۱۲۰ء میں اسد آباد کے قریب دو  
 سلجوقی سلطانوں، یعنی موصل کے والی مسعود  
 اور اصفہان کے والی محمود کے درمیان جنگ ہوئی  
 جس میں مؤخر الذکر بے فتح حاصل کی۔ اسد آباد  
 سے تین فرسج کے فاصلے پر ساسانیوں کے زمانے کی  
 ہر شکوہ عمارات کھڑی تھیں، جنہیں عرب مطبع نامہ  
 مطابخ لیسری (یعنی ایرانی سہسناہوں کا ناورجی خانہ  
 نا ناورجی خانے کہتے) تھے۔ اس نام کی وضاحت  
 کے لیے دیکھئے مسعود بن مہملہ کے رسالہ سے ماحود  
 داستان، درناہوت، ۳ : ۵۹۳، بدیل مادۃ مطبع  
 لیسری۔

• آجند (۱) ناقوت، ۱ : ۲۷۵ (۲) کارمیر  
 Hist des Mongols de la Perse Quatremère  
 ۱۸۳۶ء، ص ۱۱ : ۲۶۴ تا ۲۶۶، ۲۷۷ بعد (۳)  
 Le Strange، ص ۱۹۶ : (۴) Gesch Weil  
 d Chalfen، ۲۱۸ : ۳ (۵) Tomaschek، در SBAK  
 ۱۸۸۳ء، ص ۱۵۲ : (۶) Erdkunde Ritter  
 Reisen im Orient H Petermann (۷) ۳۴۴ :  
 ۱۸۶۱ء، ۲ : ۵۵۲ (۸) H W. Bellew،  
 to the Tigris، لندن ۱۸۷۳ء، ص ۳۱ : (۹) de Morgan  
 Mission scientf in Perse, étud géogr  
 ۱۲۷ : ۱۲۸ بعد، (۱۰) ۱۳۸ : (۱) فرہنگ جغرافیائے ایران، تہران  
 ۱۹۵۳ء، ۵ : ۱۱۱۔

(M. STRECK)

اسد اللہ اصفہانی : ساہ عباس اول کے عہد کے  
 مشہور و معروف سمیرسار۔ کہتے ہیں کہ عثمانی

مآخذ : (۱) ابوالعرب : Classes des savants de

l'Ifrigue، طبع و ترجمہ ابن شیبہ، ص ۸۱ تا ۸۳،  
 ۱۵۳ تا ۱۵۶ : (۲) R. Basset و Houdas،  
 Bulletin de Correspon- scientifique en Tunisie  
 dance africaine، ۱۱ (۱۸۸۸ء) : (۳) اقتباس از ابن  
 الناحی، بحالہ الاحسان [۲۰۰ تا ۱۷۱] : (۴) Amari  
 Bibliotheca arabo-slcula، حدود الادریہ : (۵) وہی مصنف  
 Storia dei Musulmani di Sicilia، ۱ : ۳۸۲ بعد  
 (۶) محمد بن شیبہ، در Centenario M Amari، ۱ :  
 ۲۷۲ تا ۲۷۴ : (۷) قصائد الاناس، ص ۵۷ : (۸)  
 دلائل العوس، ۱ : ۱۸۹ تا ۱۸۹ : (۹) المسلمون فی حربہ  
 صقلیہ، ص ۶۲ ]

(G MARÇAIS)

\* اسد آباد : الحمال کا ایک شہر، جو ہمدان  
 سے جنوب مغرب میں ۷ فرسج یا ۷۵ کلو میٹر کے  
 فاصلے پر آئوڈ کوہ کی مغربی ڈھلان پر واقع ہے،  
 جہاں سے آگے ایک رستہ اور سر اصل سرروہ  
 میدان (بلندی ۵۹۵۹ فٹ) شروع ہو جاتا ہے۔ یہ  
 شہر ہمدان (Ekbatana) سے ہمداد (یا بابل) کو  
 جانے والی مشہور ساہراہ پر فاصلوں کا مسلسل تزاؤ  
 ہونے کی حشیت سے بہت قدیم زمانے کی ایک سہی  
 ہے اور (Tomaschek کے بیان کے مطابق) غالباً  
 وہی شہر ہے جس کا ذکر چارکس Charax کے اسدور  
 Isidor نے Aδραπάνα کے نام سے کیا ہے اور Tabula  
 Peutingeriana میں پینٹرا Beltra کے نام سے مذکور ہے  
 (قب Weissbach، در Pauly-Wissowa، ۳ : ۲۶۴)۔ عربی  
 ارسطو وسطی بلکہ معلوں کے دور میں بھی اسد آباد  
 ایک حوش حال اور گچاں آباد شہر تھا۔ یہاں  
 کے بازار بہت شاندار تھے اور اس شہر کے باشندوں  
 کو متمول اور خوشحال متصور کیا جاتا تھا،  
 کیونکہ ان کا علاقہ، جسے متعدد بہرین سراب  
 کرنی تھیں، پیداوار سے مالا مال تھا۔ Bellew

دوسری جانب علی بن احمد نے، حوآرائ کے ایک امیر ابو ذلف کے دربار میں متعین تھا، ایک وزیر کے مسورے سے اس گرساسپ نامہ نظم کیا، جو فردوسی کے شاہنامہ کی طور میں قدیم ترین مشوی ہے۔ یہ نصف نہ صرف اسی پرچوس قوت نماں اور اسلوب نظم کی وجہ سے حادب بوجہ ہے بلکہ اس لیے بھی کہ اس میں بعض فوق الطبعہ حوادث اور فلسفیانہ احوال مدروح ہیں، جن سے فارسی رسمہ مشوی کے آئندہ ارتقاء کی سائن دہی ہوئی ہے۔ جس نمب لعب فرس، جو نادر العاط کی ایک فرہنگ ہے اور جن کی مد میں فارسی اسعار بس لیے گئے ہیں، سالنا مد نورۃ نالا مشوی کے بعد لکھی گئی۔ اس فرہنگ میں العاط کی برتب ان کے امیری حروف کی را بر رہی کئی ہے، یعنی فافے کی برتب بر، جو پہلے سہل الحوہری (رک ناں) نے انبی عربی لعب (الصباح) میں اسعار کی بھی، ناہم دیگر لعب سے العاط کو یہ کہے ہیں سے جمع نما گنا ہے۔ ہرات کے ابو منصور موفق بن علی کی فرمانادیں کا ایک نسخہ، مؤرخہ ۵۴۷ھ / ۱۱۵۵ - ۱۱۵۶ء، جو فارسی کے قدیم ترین مخطوطات میں سے ہے، علی بن احمد کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور اس نے اس پر اپنے دستخط مع تاریخ بس لیے ہیں۔ K 1 Tcharkin نے یہ نائ کرے کی توسس کی ہے کہ نہ سب تصانیف انک ہی مصنف کی ہیں، یعنی ابو منصور علی بن احمد کی (Izdatel'sto Akademii Nauk SSSR)، لس کراد ۱۹۳۴ء، ص ۱۱۹ - ۱۱۵۹، خلاصہ ار H Massé، در مقدمہ گرساسپ نامہ)۔

مآخذ: (۱) Le Livre de Gerchāsp، طبع و ترجمہ

Cl Huart، ج ۱، پیرس ۱۹۲۶ء (PELOV)، ترجمہ

از H Massé، ج ۲، وہی کتاب، ۱۹۵۰ء (حسن میں)

انک معقل دیباچہ دیا گیا ہے) (۲) لعب فرس، طبع

P Horn، گوٹنگن ۱۸۹۷ء و تہران ۱۹۳۱ء، طبع

سلطان نے شاہ عباس کو ایک حود اور اس کے ساتھ نچہ رقم بھجی اور کہا کہ جو شخص اس حود کو اپنی بلوار سے دو ٹکڑے کر دے اسے یہ رقم دے دی جائے۔ اسد نے ایک شمیر ساز کی، جس سے سرے یہ کار نمایاں کر دکھایا۔ اس برساہ عباس نے بطور اعادہ شمیر سازوں پر سے ٹکس اٹھا لیا اور وہ فاحاری مدد تک ٹیکس سے برار مشتی رہے (دیکھیے Islamic Society in Persia A K S Lambton، ۱۹۵۴ء، ص ۲۵)۔ اسد اللہ کے فن (سمسرسازی) کے لیے دیکھیے Survey of Persian Art، ۳، ۲۵۷۰ (R M SAVORY)

\* اسد اللہ: ایک اعراری لعب، جس سے

بہت سے ساہرادے ملے ہوئے۔ ان میں سب سے

آدہ مسطور صالح بن برداس [رک ناں] تھا

\* اسد اللہ: ابوالحارث: دیکھیے سر نوہ

\* اسدی: غالباً دو ساعروں کا بخلص، جو طوس

احساسات میں پیدا ہوئے، یعنی ابو نصر احمد بن

مصور الطوسی اور اس کا نسا علی بن احمد۔

دولت شاہ کے ایک بیان کے مطابق، جو انسائی درجہ

س کوآک ہے، ان میں سے ناب فردوسی (بیداس

سریما، ۳۲ یا ۳۲۲ھ / ۹۳۲ یا ۹۳۴ء) کا ساگرد

تھا، حالانکہ علی بن احمد کی رسمہ مشوی کی تاریخ

واضح طور پر ۵۸۰ھ / ۱۱۶۶ء ہے H Ethé نے

اس سے یہ نتجہ نکالا ہے کہ اسدی کے نام سے جو

تصانیف بائی حابی ہیں انہیں ایک ہی شخص کا

دہ قرار دینا ناممکن ہے اس طرح ابونصر، جس کی

اب فقط اسما معلوم ہے کہ اس نے مسعود عربوی کے

عہد حکومت میں وفات پائی، ساطرات کا مصنف قرار

ناتا ہے۔ کتاب ساطرات فرانس کے علاقہ Provençal کے

tenson سے مسابہت رکھتی ہے اور اس وجہ

سے تاریخ ادب کے نقطہ نظر سے بہت وضع ہے

مرد برآں اس کا مواد اور اسلوب تحریر بھی بیا ہے۔

جدید محمد دہر سیاقی، تہران: (۳) *Code & Vundobonensis*،  
 طبع عکسی ار Schigman، وی آ ۱۸۵۹ء (جرمن ترجمہ از  
 Achundow مطبوعہ Halle بلا تاریخ) (۴) H. Ethé، در  
 ۳۸ ۲ *Verhandlungen des 6 intern Orient Congr*  
 بعد، Notices (Gr I U Ph Ethé) ۲ ۱۲۵ بعد،  
 بعد؛ (۵) *A Lu Hist of Persia* E G Browne،  
 ج ۱ و ۲، بمبئی اشاریہ (۶) دولت شاہ [تذکرہ]، ص ۳۵  
 بعد، (۷) *Archæo-lexicography* J A Haywood،  
 لائڈن، ۱۹۶۰ء، ص ۱۱۷ (۸) *آل ب بریر مادہ*۔

(J A HAYWOOD)

✽ اسراء: یہ لفظ سری سے اب افعال کا  
 مصدر ہے۔ اسری آئے معنی ہیں "راب کے دہانے"  
 جیسے "س چلا"۔ عموماً اسراء اور سری (نلانہی مجرد)  
 کو ہم معنی سمجھ جاتا ہے، لیکن اسراء کا  
 لفظ راب کے ابتدائی حصے میں سر کے اے  
 استعمال ہونا ہے اور سری کا لفظ راب کے آخری  
 حصے میں چلنے کے لیے۔ سر اور اسراء میں یہ  
 فرق ہے کہ سر کا لفظ محض دھاب، یعنی جانے کے  
 معنوں میں استعمال ہوتا ہے، روانگی، روانہ دن کے  
 وقت ہو یا راب کے وقت، لیکن اسراء صرف راب کے  
 وقت سر کے لیے مخصوص ہے۔ جب اسراء کا صلہ  
 حرف ب ہو اور لکھا جائے "اسری بہ" تو اس کے معنی  
 ہوں گے، "اسے راب کے وقت لیے گا"، "اسے راب  
 دو روانہ لیا (سُورہ)"

اصطلاح میں اسراء کا تعلق نبی اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی زندگی کے اس واقعے سے ہے جس کا  
 ذکر خود قرآن مجید میں موجود ہے، جہاں فرمایا  
 گیا ہے: *سُجِّرَ الَّذِي أُسْرِيَ بَعْدَهُ لَمَّا بَسَّ الْمَسْجِدِ  
 الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا الَّذِي نَزَّلْنَا حَوْلَهُ (۷۱)*  
 [نبی اسرائیل: ۷۱]۔ یہ بیوری سورہ اسراء کے  
 حقائق و اسرار، نتائج و عواقب اور احکام و اوامر و  
 منہیات، ہے۔ واقعہ اسراء کے معنوں، اسلام اعتقاد یہ

ہے کہ اس سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی آنکھوں سے شرائط رؤیت کے تمام حجابات ہٹا  
 دیے گئے، اسباب سماعت کے غامق قوایں دور کر دیے  
 گئے اور رماں و مکن کی وسعتیں آپ کے لیے سمٹ دی  
 گئیں۔ ہر جہد کہ تمام اسماء علیہم السلام اپنے اپنے  
 مقام و مرتبے کے مطابق اسے بند و بالا مشاہدات  
 سے نوازے جاسے رہے ہیں، لیکن اس ارے میں  
 جہاں تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم پہنچا  
 اس کی عظمت، رفعت اور بلندی سب سے بڑھ کر جی

اسراء کتب ہوا، اس پر اتفاق ہے کہ اس  
 واقعے کا تعلق بعثت اور آثار وحی کے بعد اور ہجرت  
 سے پہلے کے زمانے کے ساتھ ہے اور یہ راب کے  
 وقت مکہ مکرمہ میں ہوا۔ اس سے زیادہ بعثت کی  
 راہ میں یہ سواری ہے کہ یہ، جیسا کہ سان ہوا  
 ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے جبکہ انام ماحدثہ  
 قرب تھا اور تاریخ و سہ کی بدولت نہیں ہوئی تھی۔  
 محدث کے دن کسی سے بھی روایت صحیحہ اس کے  
 زمانے کی تصریح نہیں ملتی۔ ارباب سیر کے ہاں اس  
 بارے میں دس سے زیادہ مختلف اقوال ملتے ہیں

سرہ اس ہشام میں اسے ابوطالب اور حضرت حدیجہؓ  
 کی وفات سے قبل کا واقعہ قرار دیتا ہے اور ابوطالب  
 اور حضرت حدیجہؓ کی وفات سے بعد ابی طالب میں  
 محاصرے کے بعد ہوئی۔ حضرت عائشہؓ کی روایت  
 ہے کہ حضرت حدیجہؓ نے ہجرت سے دس سال  
 پہلے وفات پائی اور دوسرے راویوں نے سان کیا ہے  
 کہ ان کا انتقال ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوا تھا۔  
 ان معدیات کو یکجا کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے  
 کہ معراج و اسراء کا واقعہ بقول ابن الأثیر و ابن  
 ہشام ہجرت سے دس سال پہلے ہوا؛ بقول قاضی  
 عیاض پانچ سال پہلے ہوا؛ متأخرین نے امام زہری  
 سے اسباب کر کے لکھا ہے کہ یہ واقعہ بعثت سے  
 پانچ سال بعد ہوا۔ علامہ ابن حجر ر فتح الباری

اس سلسلے میں اس مردویہ ہے اس عمرؑ سے روایت کی ہے : اُسری نالتی صلی اللہ علیہ وسلم سب عشرہ میں شہر ربیع الاول قبل الہجرہ سنہ (حصائص الکبریٰ، ۱ : ۱۶۱)، یعنی آنحضرتؐ کا اسراء ۱۷ ربیع الاول سنہ ۱ھ سے ایک سال قبل ہوا۔ یہی روایت اس سعدیؒ سے ملتی ہے۔ اس سے مان کی ہے۔ اس سعدیؒ نے الوافدی ہی کے حوالے سے ۱۷ رمضان کی روایت بھی درج کی ہے۔ بعض لوگوں نے ربیع الثانی اور شعبان کی نعمت کی ہے (الترغابی، ۱۰ : ۶۰۳)۔ اس قسمہ الذہبی (۲۶۷ھ) اور ابن عبد البر (۴۳۴ھ) نے ماہ ربیع کی نعمت کی ہے۔ متأخرین میں امام الزہبی اور امام التووی نے رجبہ میں یہی تاریخ یہیں کے ساتھ لکھی ہے۔ محدث عبدالحی المجدسی نے ۲۷ رجب لکھی ہے۔ علامہ الزہبی فرماتے ہیں کہ لوگوں کا اس پر عمل ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ یہی وہی تاریخ روایت ہے، چونکہ اصول یہ ہے کہ سب کے ہاں سب کسی امر میں اختلاف نہ ہو جائے اور جیسا کہ پہلو کو راجع نہ قرار دیا جاسکتا ہو تو بطور غالب وہ پہلو درست قرار دیا جائے گا جس پر عمل درآمد ہے اور حوالوں میں منقول ہے (الترغابی، ۱ : ۳۵۵ بعد)۔ اس امر میں اختلاف ہے کہ آنا معراج اور اسراء ایک ہی چیز ہے یا نہ علیحدہ علیحدہ روحانی مشاہدات ہیں۔ عام رجحان اس طرف ہے کہ اسراء اور معراج ایک ہی حقیقت کے دو الگ الگ نام ہیں۔ معراج کا لفظ عروج سے نکلا ہے، جس کے معنی اوپر جانے کے ہیں اور اسراء رات کے وقت لیے جانے کو کہتے ہیں۔ گویا مکانی حیثیت سے اس کا نام معراج ہے اور زمانی حیثیت سے اسراء، لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسراء اور معراج دو علیحدہ علیحدہ روحانی مشاہدات ہیں۔ اس بناء پر انہوں نے کہا ہے کہ معراج دو دفعہ ہوئی، جس میں سے ایک کو وہ اسراء کہتے ہیں اور دوسری کو معراج۔ ان کے نزدیک

۱۵۵۰ء (مضوعۃ مصر) میں بھی قول درج کیا ہے۔ اس طرح یہ واقعہ تقریباً سات سال قبلِ ہجرتِ عربی ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کے ہاں اسدلال کی صورت یہ ہے کہ ہمارے محکمہ نالائقی معراج میں عرض ہوئی اور ہمارے آغارِ بحث کے حلیہ ہی حد میں ہو گئی تھی، اس لیے واقعۃً معراج و اسراء کا میں آغارِ بحث کے زمانے سے ہے

انبساطی راویوں کی ایک کثیر جماعت، اس  
 میں حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت ام  
 ابیہؓ، حضرت انسؓ، عمرو بن العاصؓ اور  
 ان میں سے فسادہؓ، منابلؓ، اس حربہؓ  
 اور عروہؓ و سمرہؓ وغیرہ شامل ہیں، اس نظریے کی حامی  
 ہے کہ یہ ہجرت، یعنی ربیع الاول سنہ ۱ھ سے ہونا  
 ایک سال پہلے کا واقعہ ہے۔ حضرت امام بخاری  
 نے اسی صحیح میں گو توئی معنی تاریخ میں ان  
 کی کثیر ترسیب میں وقائع قبل ہجرت کے بیان میں  
 --- سے آخر میں اور بعد عقبہ (بعد عقبہ اول  
 سنہ ۱۰ھ، ہجری) اور ہجرت (ربیع الاول سنہ ۱ھ) سے  
 خلا پہلے واقعہ اسراء و معراج کو لکھ دی ہے۔  
 اس سعد بن ابی وقاصؓ کا بھی موقع ترسیب  
 میں رکھا ہے۔ اس سے یہ استدلال ہو سکتا ہے  
 کہ ان دو محققین کے نزدیک ہجرت سے نصف عرصہ  
 پہلے اس واقعے کا زمانہ متعین ہوا ہے۔ مسلم بن  
 زیادؓ نے ہجرت سے ۱۸ ماہ اور السدیؓ نے سترہ یا  
 سوہ ماہ بیشتر کا زمانہ متعین کیا ہے، اسکی معلوم  
 ہے کہ السدیؓ نایبۃ اعصار سے ساقط ہے۔ بہر حال  
 اس جماعت کے نزدیک ہجرت سے کچھ ہی زمانہ  
 --- خواہ وہ زمانہ ایک سال ہو یا کچھ کم و بس،  
 اسراء و معراج کا واقعہ منسب آیا۔

مسیحی مصنفین نے اسے سنہ ۱۲ ہجری میں تسلیم کیا ہے۔ (Life of Muhammad W Muir) ص ۱۲۱  
مطبوعہ ۱۹۲۳ء)۔ یہ واقعہ کس مہرے میں ہوا؟

دور ہو جانا ہے۔ پھر اسراء یا معراج کے موقع کا راوی صرف ایک ہے، یعنی حضرت ام ہانیؓ سے امی طالب۔ وہ فرماتی ہیں کہ اسراء کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے کمر میں سرسبز رہے تھے۔ ام ہانیؓ سے ہم ار دم سات محدثین نے چار مختلف واسطوں سے اپنی اپنی کتاب میں اس واقعے کے متعلق روایت کی، لیکن ان میں سے ہر روایت میں اسراء کا ذکر نہیں ہوئے۔ حضور علیہ السلام کے صرف سب المقدس تک جانے کا ذکر ہے اور اس واسطے کی کسی ایک روایت میں ہی حضور علیہ السلام کے آسمان پر جانے کا کوئی اشارہ تک بھی نہیں ہے۔ چنانچہ اس مسعودیؒ ستادؒ بن اوس، عائشہؓ، ام سلمہؓ کی روایات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف سب المقدس تک ہی جانے کا ذکر ہے، آئے آسمان پر جانے کا ذکر نہیں، جو معراج کا محوری حصہ ہے۔ پھر اس واقعے کے قدیم راویوں میں سے حضرت ابودرّہؓ اور مالکؓ بن صفصہؓ ہیں، ان میں سے حضرت ابودرّہؓ بہت انداز میں اسلام لا چکے تھے۔ وہ دونوں جلیل القدر صحابی اسی روایات میں کہ معراج کا ذکر نہیں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمان پر جانے کے ذکر میں بیت المقدس یا یروشلم کا ذکر نہیں کرتے گویا اس قدیم صحابہؓ نے معراج کا ذکر نہ کیا ہے وہ آسمان پر جانے کا ذکر ضرور کرتے ہیں اور سب المقدس کا ذکر نہیں کرتے اور جنہوں نے سب المقدس کا ذکر دیا ہے وہ آسمان پر جانے کا ذکر نہیں کرتے۔ اس سے ظاہر ہونا ہے کہ ان کے نزدیک اسراء کا واقعہ آور ہے اور معراج کا واقعہ بالکل دوسرا ہے۔ پھر اس بعد سے مختلف روایات میں بیان کردہ بعض دوسری تفصیل کے اختلاف کے علاوہ یہ اختلاف کہ وہ منگی رنگی کے ابتدائی حصے میں ہوا یا آخری حصے میں بہت حد تک

اسراء مکہ مکرمہ سے سب المقدس تک ہوا اور معراج زمین سے آسمان تک۔ ان لوگوں کے نزدیک صحابہؓ میں اسراء کا لفظ دونوں واقعات کی سبب مستعمل تھا۔ صحابہؓ نے بھی اسراء کا لفظ ولئے نہیں۔ اور ان کی مراد صرف معراج ہوئی تھی۔ اور انہی اسراء کا لفظ صرف اسراء کے معنوں میں استعمال کرتے تھے۔ پھر یہ دونوں واقعات رات کے وقت ہوئے، جس کے لئے اسراء کا لفظ مشہور ہے۔ اور دونوں مسافروں کے بعض واقعات ہی ملتے جلتے تھے، مثلاً براہ کی سواری، اثناء سے ملاقات اور حب و دورج کے نظارے۔ عرصہ ام اور دم کی تفصیلات میں چونکہ ایک حد تک اسراء کا بیان ہونا اور حالہ مالکوت کے عجب و غریب نظاروں کا ذکر ہونا، اس لئے حد میں بعض راویوں کے دھنوں میں دونوں واقعے مخلوط ہو گئے اور انہوں نے دونوں کو ایک ہی سمجھ لیا انہیں ملا کر بیان کرنا شروع کر دیا اور اس سے بعض مسافروں کو یہ دھوکا ہوا کہ یہ یہ ایک ہی واقعے کی تفصیلات ہیں۔ ان کے نزدیک معراج اثناء بعثت میں یا زیادہ سے زیادہ سورہ النجم کے برول (ہ سو) سے پہلے ہوا اور اسراء عجب سے ایک دو سال پہلے۔ ان کے نزدیک اسراء کے واقعے کا ذکر قرآن مجید کی سورہ می اسرائیل میں ہے، جس کی تفصیل حضرت انسؓ کی روایت میں ملتی ہیں اور معراج کا سورہ النجم میں جس کی تفصیل ابودرّہؓ اور مالکؓ بن صفصہ وغیرہ کی روایات میں بیان ہوئی ہیں۔ ان لوگوں نے اس اسراء کی ضرورت اس لئے سمجھی کہ قرآن مجید کی سورہ می اسرائیل میں اسراء کا بیان ہے اس میں صرف مکہ معظمہ سے سب المقدس تک کے سفر کا ذکر ہے، جبکہ معراج میں آسمان تک کا سفر ہوا اس قسم سے ان کے نزدیک اسراء و معراج کے سلسلے میں بیان کردہ بعض تفصیل کا اختلاف بہت حد تک

سورہ نبی اسرائیل میں اسراء کا ذکر کر کے فرمایا ہے ۔ وَمَا حَقَّلْنَا الرَّؤْيَا اَلَّتِي آتَيْنَاكَ (۱۷ : ۹۰)، اس حکم صاف لفظ میں اسے رؤیا کہا گیا ہے اور رؤیا عالم خواب میں ہوا ہے، چنانچہ مرداب راعب میں ہے : الرَّؤْيَا مَا يَرَى فِي السَّمَاءِ، یعنی رؤیا اسے کہتے ہیں جو آسمان بید کی حالت میں دیکھا ہے ۔ دوسرے یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھارے حسنہ عسری کے ساتھ اور جانے کا مطالبہ کیا اور کہا اَوْ تَرَفِي فِي السَّمَاءِ (۱۷ : ۹۳) تو اس کا جواب قُلْ سَخَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ اِلَّا نَسْرًا رَسُولًا كَرِ الْفَاطِ سَيِّدَا، جس میں تو یہ بتانا گیا کہ یہ نصابے سیرت کے خلاف ہے کہ آسمان اس حسنہ عسری کے ساتھ اس کائنات کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلا جائے ۔ دوسرے الجاری کے الفاظ میں فَمَا تَرَى فَنَهُ وَنَمَاءً عَلَيْهِ وَلَا يَمَاءُ فَلَهُ، یعنی معراج اس حالت میں ہوئی کہ آپ کا قلب دیکھا تھا اور آپ کی آنکھ سوبی بھی اور قلب محفوظ خواب نہ تھا ۔ اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں : وَاسْقُطْ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، یعنی آپ ہمدار ہو گئے اور آپ مسجد حرام میں تھے ۔ ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ نہ سب کچھ آپ پر حالت خواب میں وارد ہوا ۔ چونکہ جب اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے تو پھر کسی شخص کا نقل مکان کر کے ”اوپر“ آسمان کے کسی حصے میں اللہ تعالیٰ سے ملنا اور وہاں جا کر فَاَتَ فَوْسِيْ اَوْ اَذْنِيْ کا فاصلہ رہ جانا تو بکر اپنے ظاہری اور مادی معنوں میں لیا جا سکتا ہے ۔ ناجوین جو نوح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر معراج و اسراء میں دیکھا اس کا اس رسم میں بحالت نشہ و رؤیا دیکھا ممکن بھی ہے اور ثابت بھی اور اس میں کوئی محال بات نہیں، یعنی آپ نے مسجد حرام میں موجود رہے ہوئے سب المقدس کا نظارہ کیا، چنانچہ حدیث میں ہے

دور ہو جانا ہے، کیونکہ اس طرح جس لوگوں نے اسے سہہ سوبی سے پہلے کا واقعہ قرار دیا ہے وہ معراج کا ذکر کرتے ہیں اور جنہوں نے اسے سہہ سوبی سے بعد کا واقعہ قرار دیا ہے ان کا یہ مان گویا اسراء کے بارے میں ہے ۔ انسی ہی وجوہ سے بعض نوک دو سے بھی زیادہ معراجوں کے قائل ہیں، چنانچہ علامہ سیوطی کا سنان معراجوں کے تعدد کی طرف ہے (روص الألف، ۱ : ۲۴۴، مطبوعہ مصر) لیکن علامہ ابن کثیر نے ایسی تفسیر میں تعدد معراج کے قول کو غیر مستند قرار دیا ہے اور الترقانی نے صریح کی ہے کہ اسراء و معراج ایک ہی چیز ہے اور لکھا ہے کہ ”بھی جمہور محدثین، مکلمین اور فقہاء کی رائے ہے اور روایات صحیحہ کا بواتر صہر اس پر دلالت کرتا ہے“ (شرح مواہب، ۱ : ۲۵۵)۔

اسراء نامعراج آسمانی تھا یا روحانی، خواب میں تھا یا بیداری میں؟ اس بارے میں بعض نوکوں کا طریقہ ہے کہ یہ آسمانی اور حالت بیداری میں تھا ۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں ظاہر اور کھلے الفاظ میں اس واقعے کو بیان کیا گیا ہے، اس لیے تاویل کی ضرورت نہیں، چنانچہ صابی عناصر نے سماء میں اور امام ابوہی نے شرح مسلم میں لکھا ہے اَحْمَلُ النَّاسِ فِي الْاَسْرَاءِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتَلَ اِمَّا دَانَ اَحْمَقَ دَلِيْكَ فِي السَّمَاءِ وَالْحَقُّ الَّذِي عَلَيْهِ اَلْاَنْبِيَاءُ وَرَبُّ الْمَعْدِنِ وَرَبُّ الْمَآخِرِ مِنَ الْفَقَهَاءِ وَالْمُحَدِّثِيْنَ وَالْمُكَلِّمِيْنَ اَنَّهُ اُنْزِلَ بِحُسْنِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَادْبَارَ بَدَلْ عَلَيْهِ لَمْ يَطْلَعْهَا وَنَحَبَ عَلَيْهَا وَلَا يُعْدَلْ عَنْ ظَاهَرِهَا اِلَّا بِدَلِيْلٍ وَلَا اِسْحَالَهُ فِي حَمْلِهَا عَلَيْهِ فَيُجَاحُ اِلَى تَاوِيْلٍ (شرح مسلم، باب الاسراء)۔

دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ محض رات کے وقت کا ایک خواب تھا ۔ دلیل یہ ہے کہ



صورتوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت نمائی میں کوئی فرد نہیں آیا۔ اسی طرح اسراء میں ہوا کہ بیت المقدس اپنی جگہ پر رہا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر اور پھر بھی تمام درسیاتی حجابات اٹھ گئے اور آپؐ سے اس کا نظارہ کر لیا اور یہ واقعہ ایک رؤیا تھا۔ صحابہ میں سے حضرت معاویہؓ ایسے رؤیا ہی قرار دیتے تھے چنانچہ ان حریر و مایے میں عن محمدؐ بن اسحق قال حدثنی یعقوب بن عتبہ بن المعمرہ ان معاویہ بن ابی سنان کان اذا سئل عن اسراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کانت رؤیا من اللہ صادقہ (اس حریر، مسر سورہ نبی اسرائیل و سورہ ان ہشام ذکر معراج و در مسور، ص: ۱۹۷)۔ یعنی محمدؐ بن اسحق کہتے ہیں کہ یعقوب بن عتبہ سے معمرہ نے بیان کیا کہ جب اسر معاویہؓ سے اسراء کے متعلق پوچھا جانا تو وہ کہنے لگے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سچا جواب تھا، لیکن یہ روایت قطع ہے کیونکہ یعقوب حضرت معاویہؓ کے ہم عصر نہ تھے۔ اس حریر میں ہے: حدثنا ابن حشد قال حدثنا سیدہ عن محمدؐ قال حدثنی بعض آل ابی بکر ان عائشہ کانت تقول ما یقعد حسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولكن أسرى روحه (اس حریر، تحت مسر سورہ نبی اسرائیل و ان ہشام، ذکر الاسراء)۔ اس روایت میں بھی محمدؐ بن اسحق اور حضرت عائشہ صدیقہ کے درمیان ایک راوی، یعنی خاندان ابوبکر کے ایک شخص کا نام مذکور نہیں، بہر حال ان لوگوں کے نزدیک معراج و اسراء اس حسد عصری سے نہیں بلکہ اس نورانی جسم کے ساتھ تھا جو اللہ تعالیٰ غالب کسب و رؤیا میں ایسے برگزیدہ بندوں کو عالم روحانی کی سر کے لئے عطا کرنا ہے۔ مسری جماعت کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ یہ بین القطع و النور، یعنی ساداری اور سادگی درسیاتی حالت نہیں۔ جیوہا قطعہ نگاہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسراء

کہ جب کفار نے اسراء کے بارے میں آپؐ کی تاب نہ مانی اور امتحان کی طرح سے بیت المقدس کے حالات دریافت کئے تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپؐ کے سامنے کر دیا، یعنی شہمی حالت میں اور آپؐ نے ان کے تمام سوالات کا جواب دیا۔ اس بارے میں حضور علیہ السلام کے یہ الفاظ امانت میں آئے ہیں: تمت فی الحجر علی اللہ لی بیت المقدس قطعت احرامہ عن آثارہ و ابنا انظر الیہ، یعنی میں خطیمہ میں لہرا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے ساتھ کر دیا اور میں انہیں اس کی علامات و غیرہ بتائے گا اور میں بیت المقدس کو دیکھنا جانا تھا، تو بیت المقدس کو آپؐ نے خطیمہ میں لہرے لہرے بحالت شہم دیکھ لیا۔ پھر بیت و بار کے متعلق حدیب نسوف میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: مجھے اس جگہ سے دیکھ دیا جانا ہے یہاں تک کہ بیت و مہم نہ ہو۔ اور یہ اس وقت ذکر ہے جب آپؐ مدینے سے نماز نسوف پڑھا رہے تھے (بخاری، ابواب الکسوف)۔ پھر اس طرح معراج میں دنیا مدلی کا نظارہ ہوا اس طرح مسند احمد بن حنبل اور امام السیوطی میں معراج کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو اس صورت میں دیکھا اور یہ اس رمی کا ذکر ہے۔ ان تمام نظاروں کے لئے ہل مکہ کی ضرورت نہیں ہوئی۔ اس طرح اسراء و معراج میں بھی آپؐ نے عملاً ہل مکہ نہیں فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کو جس طرح یہ قدرت ہے کہ کسی انسان کو اپنا کر لے جائے اور بیت و بار دیکھا دے اسے یہ بھی قدرت ہے کہ بیت و بار کو اپنا کر لے آئے، یہاں تک کہ ایک انسان اپنی جگہ پر موجود رہے ہوئے بھی انہیں دیکھ لے۔ پھر اسے یہ بھی قدرت ہے کہ بیت و بار اپنی جگہ پر رہیں اور انسان اپنی جگہ پر رہے ہوئے اور نقل مکہ کی بغیر ان کا نظارہ کر لے۔ سنوں

رؤیا اور کسی نے بیداری اور کسی نے بین الیقظہ و النوم، یہی ایک حالت ربودگی و عبودگی، کے الفاظ سے اس کا اظہار کیا ہے۔ جنہوں نے اسے کشف و رؤیا قرار دیا تو اس وجہ سے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر مشاہدہ فرمایا اور جس طرح شرائط رؤیت و سماعت کے دیبوی فواہ اس آپؐ کے اُسے مسح کر دے کئے اور رماں و مکاں کی وسعتیں سمجھیں وہ ہمارے عام مشاہدے سے ماوراء تھا، اور عالم رؤیا کیونکہ نفس اور روح کے عجائبات کا ایک حربہ انگریز طلسم ہے۔ حالت خواب میں روح کے طاہری اور جسمانی تعلقات کم ہو جاتے ہیں اور انسان سپر سائیملکوب کی سر ڈر سکتا ہے۔ اور پھر روح کی حاضری خارجی سے بے تعلقی جس قدر زیادہ ہوتی ہے عالم ملکوت میں اس کی سر اس قدر آگے بڑھ جاتی ہے، اس لیے اس عمر معمولی نہ۔ کے اظہار کے لیے، جس کا مشاہدہ ہم عام بیداری میں نہیں کر سکتے، انہوں نے رؤیا و کشف کے الفاظ استعمال کر لیے، ورنہ رؤیا و کشف سے بھی ان کی مراد نہ ہمارے روزمرہ کے حربہ نہیں جو اس میل و ہم و تبدیل ہوتے ہیں اور جن میں کیفیت بسی اور رہ-ر سیاسی نہیں ہوتی۔ جنہوں نے نہ سمجھا نہ بعض انسان اس عالم جسمانی کی بندشوں میں رہ کر بھی ان میں معتد و گرفتار نہیں ہوئے، ان کے اُسے عالم بیداری بھی افلم روح اور عالم مثال کے مشاہدے میں روک نہیں سکا اور وہ جاگئے ہوئے بھی زور بصیرت اور ادراک و عرفان اسی عالم میں جمع کئے ہیں جو عام حد انسانی سے ماوراء ہے، اور بیداری تو بیداری وہ سوئے میں بھی بیدار ہوئے ہیں، اس لیے انہوں نے اسے خواب و رؤیا قرار دینے کی ضرورت نہ سمجھی اور کہا کہ نہ واقعہ عین بیداری میں ہوا اور وہ عین عالم بیداری میں انک عظیم الشان اور عمر معمولی کشف تھا، جس کی کوئی

نہ سراج نہ تو محض ایک عام اور معمولی درجے کے خواب تھا، جو عموماً لوگ دیکھا کرتے ہیں اور معمولی عالم بیداری کا واقعہ تھا، بلکہ وہ بیداری میں عام بیداری سے برائے بڑھی ہوئی بسی اور اس میں آپ کے حواس کو وہ رفعت، وہ بلندی اور وہ احساس دی گئی تھی جس کے مقابل میں ہماری بیداری بھی محض ایک خواب ہے۔ اور اگر نہ اسے اور کشف تھا تو اس کا خواب اور کشف جس راز بیداریاں قربان کی جاتی ہیں، بلکہ خود ہی نہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے حربوں اور حربے سے درجہ بڑھا ہوا تھا۔ نہ وہ حالت بسی و طرح بظاہر خواب ہو، لیکن دراصل بیداری اور بیداری، بلکہ مافوق بیداری اور بیداری۔ ان کے کشف دراصل جن لوگوں نے اسے بیداری کا واقعہ سمجھا ہے وہ بھی مانتے ہیں کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حواس عمر معمولی طور پر کشف ہوئے اور جو اسے کشف و رؤیا کا معاملہ قرار دیا ہے انہوں نے بھی اس واقعے کے لیے سماء اور رؤیا کے الفاظ استعمال کر کے درجہ سمجھا اور ہمارے لیے کام لیا ہے اور وہ بھی اسے اس کا رؤیا قرار دینے میں جو مشاہدہ عسی کی طرح پس آتا ہے، بلکہ کہ امام خطابی صاحب معالم التمس نے لکھا ہے (فتح الباری، ۱۰۰۲ م)۔ گویا مقصود دونوں ہی کیفیت روحانی اور بسی حالت ملکوتی ہے جو عام بیداری سے بلند اور عام خواب و رؤیا سے بلند و ارفع و اعلیٰ ہے، جس میں ہمارے طاہری حواس کے مادی قوانین طبعی کی رو سے جو حربوں، حیل و محال قرار پاتی ہیں وہ محال نہیں رہیں۔ بلکہ اس بلند و بالا کیفیت کا، جس میں بی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسراء ہوا، پورا احاطہ نہیں کیا جاسکتا تھا، اس لیے اے اقص درایتہاں اور انسانی ستہ ادا کے قصور کے باعث کسی نے کشف و

دوسرے اقطارِ عالم میں لے جایا گیا ہے، حالانکہ درحقیقت اس کی روح نہ بلند ہوئی نہ کہیں گئی، صرف یہ ہوا کہ جواب کے فرشتے نے اس کے سامنے ایک تمثیل پس لے دی اور جو لوگ یہ کہیں ہیں کہ آنحضرتؐ کو آسمان پر لے جایا گیا ان کے دو فریق ہیں۔ ایک فریق جو نہ کہتا ہے کہ آپؐ کو معراج روح و جسم دونوں کے ساتھ ہوئی اور دوسرے فریق یہ کہتا ہے کہ وہ صرف روح کے ساتھ ہوئی اور بدن اسی جگہ پر موجود رہا: ان لوگوں کا بھی نہ مقصد نہیں کہ یہ محض ایک معمولی جواب تھا، بلکہ نہ مقصد ہے کہ حیدِ ہدایہ روح کو معراج ہوئی اور وہی اوپر لے جائی گئی اور اسے وہی احوال پس آئے جو اسے جسم سے مفارقت کے بعد پس آئے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسراء کے موقع۔ جس احوال سے کرے اور جو کچھ آپؐ کو حاصل ہوا وہ اس سے بھی کامل تر تھا جو روح کو مفارقت جسم کے بعد حاصل ہونا ہے اور ظاہر ہے کہ نہ درجہ اس سے بڑا ہے جو سوئے والا عالمِ حجاب میں دیکھتا ہے۔ اگر سیکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عاری عادت احوال کے مقام پر بھی تھے تو آپؐ کا سہہ مالکؐ لے لیا اور آپؐ رہے لیکن آپؐ کو تکلف نہ ہوئی، اسی طرح آپؐ کی روح ہدایہ اور اٹھائی گئی، اس کے بعد نہ آپؐ پر موت طاری کی جائے اور آپؐ کے علاوہ کسی دوسرے کی روح جو موت اور مفارقت کے بعد یہ عروج نصیب میں ہوا۔ اساء کی روحیں جو یہاں ٹھہری نہیں وہ مفارقت جسم کے بعد نہیں، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ناکِ زندگي کی حالت میں وہاں گئی اور واپس آئی، مگر اس کے نا وصف روح بالہ کو اسے جسم کے ساتھ یک گونہ تعلق اور رابطہ رہا۔ اس تعلق سے آپؐ نے (اس موقع پر) حضرت موسیٰؑ کو دیکھا کہ اسی فریق میں ہمارے پڑے

دوسری مثال نہیں ملتی۔ عرض ان لوگوں نے اس واقعے کو عالمِ بیداری کا واقعہ قرار دیا ہے۔ جنہوں نے اسے جس یقینہ و التزم، یعنی حالتِ ربودگی و غیورگی، کا نام دیا ہے، جسے مالکؐ نے صمصمہ کی روایت میں یہ (بحاری، مات دسر الملائکہ)۔ یعنی ہدای میں اسے اسی کی نسبت، جس میں اسماں دیا و مافہا سے بالکل مافہا دیا ہے۔ تو اس میں بھی وہ بھی بنا چاہتے ہیں کہ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں بھی موجود تھے اور ان کے روابط عالمِ بالا سے بھی قائم تھے۔ عرض سب کا مفہوم دراصل ایک ہی ہے اور ایک ہی مدعا کو محفل لوگوں نے محفل الفاظ میں ادا کیا ہے۔

علاوہ ان قسمِ العوہہ نے بھی اس حقیقت کے ایک پہلو کو بیان کیا ہے۔ وہ اسراء کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس اسحاق نے حضرت عائشہؓ اور معاویہؓ سے پل کیا ہے کہ ان دونوں نے کہا کہ معراج میں آپؐ کی روح لے جانی گئی اور آپؐ کا جسم اس دنیا میں اپنی جگہ پر موجود رہا اور ٹھویا نہیں گیا۔ جس نصیریؓ سے بھی اسی قسم کی روایت ہے، لیکن معلوم رہے کہ نہ کہا کہ اسراء حالبِ حجاب و مقام میں ہوا اور یہ کہا کہ اسراء روح کے ساتھ تھا جس میں (نہ مادی) جسم شریک نہ تھا ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ حضرت عائشہؓ اور معاویہؓ نے نہ نہیں فرمایا کہ اسراء محض ایک جواب تھا۔ انہوں نے بویہ فرمایا ہے کہ نہ اسراء میں آپؐ کی روح لے جائی گئی بھی اور آپؐ کا جسم (سنتر) سے مفقود نہیں تھا۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے، کیونکہ سوئے والا جو کچھ دیکھتا ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بعض معلومہ اساء کی تمثیل اس کے سامنے لائی جاتی ہیں، پس وہ دیکھتا ہے کہ گویا اسے آسمان پر یا مگرے یا

دراصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات غیر متماہہ کا نقشہ کھسچا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ آپ اس بلند و بالا مقام تک پہنچے ہیں جہاں کوئی دوسرا انسان یا فرشتہ نہیں پہنچا۔ واقعہ اسراء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے جانے میں یہ اشارہ ہے کہ بیت المقدس جو اسامیٰ نبی اسرائیل کا مقام تھا اب مسلمانوں کو دیا جائے گا اور یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبی الصلیٰ ہیں اور ابراہیمی وراثت حوصلوں سے دو بیٹوں میں بٹی چلی آئی بھی وہ داب محمدی میں پھر ایک جگہ جمع کر دی گئی ہے۔ یہود حو اب تک بیت المقدس کے وارث چلے آئے تھے اب ان کی تولد کی مدت حسب وعدہ الہی ختم ہوئی ہے۔ پھر اس میں کفار مکہ کو اتنا ہے کہ صداب اسلام کے ثبوت کے لئے جس عذاب کے ہم طلب گار تھے وہ آنا چاہا ہے، یعنی روسائے کفر کی شکست و ہلاکت اور اسلام کا علم، لیکن اس سے پہلے یہ رسول مکہ سے مدینے کی طرف ہجرت کر جانے کا چنانچہ اس سورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کی یہ دعا سکھائی گئی ہے: وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مَدْخِلَ صِدْقٍ وَاَخْرِجْنِيْ مَخْرَجَ صِدْقٍ وَاَعْمَلْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا بَصِيْرًا (قُبَّ الْحَارِي، کتاب الہجرہ)۔ اس کے بعد حاء الحق وَ زَقْنِ الْبَاطِلِ کے الفاظ میں اسلام کے ایک نئے دور فتح و نصرت کی شہادت اور فتح مکہ کی نوید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رباں مبارک پر یہی ایب جاری تھی (الحجاری، باب فتح مکہ)۔

حصر شاہ ولی اللہ نے بھی معراج و اسراء کی حقیقت بنا کر کے بعد دونوں کے مشاہدات میں سے ایک ایک کی تفسیر کی اور بتایا کہ اس عالم مثال میں فطرت کو دودھ اور گمراہی کو

ہے، پھر آپ نے انہیں چھٹے آسمان پر بھی دیکھا، حالانکہ معلوم ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو ان کی قبر میں سے اٹھا کر نہیں لے جایا گیا تھا اور نہ پھر انہیں وہاں واپس لایا گیا تھا۔ یہ گرہ یوں دھمی ہے کہ حب آسمان پر آپ نے حضرت موسیٰؑ کو دیکھا وہ ان کی روح کا مقام و مستقر تھا اور ساتھی قرآن کے جسم کا۔

حصر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا اسراء و معراج کے بارے میں یہ خیال تھا کہ واقعہ اسراء و معراج بیداری میں اور جسم کے ساتھ ہوا تھا، لکن یہ عالم حسد اور عالم روح کے درمیان ایک سرے مانہ، یعنی عالم روح اور عالم مثال کی سر بھی، جہاں آپؐ کے جسم پر روحانی خواص طاری کر رہے تھے اور معانی و واقعات مختلف اسکاں و صور میں مشاہدہ کرائے گئے۔ آپ فرماتے ہیں: اسراء میں آپؐ کو مسجد اقصیٰ لے جانا گنا، پھر سدرہ المسمیٰ اور ان مقامات تک جہاں اللہ تعالیٰ نے بسند بنا اور ہم سب کچھ آپؐ کے جسم کے ساتھ بیداری کی حالت میں ہوا، لکن اس کا تعلق اس عالم کے ساتھ ہے جو عالم مثال اور عالم طاہر میں طور برج ہے اور جو دونوں عالموں کے قوانین کا جامع ہے: اس لئے جسم پر روح کے احکام وارد ہوئے تو روح پر روحانی معاملات جسم کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ یوں ان واقعات میں سے ہر واقعے کی تعبیر آسکارا ہو جاتی ہے۔ اس طرح کے واقعات دوسرے انبیاء مثلاً حضرت حزقیلؑ اور حضرت موسیٰؑ وغیرہ کے لئے بھی ظاہر ہوئے تھے اور اسی طرح اس امت کے اولیاء کے لئے ظاہر ہوئے ہیں۔

جو امور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسراء و معراج میں مشاہدہ کرائے گئے وہ اپنی حکم پر بھی درس ہیں، لیکن وہ بعض دوسری حقیقتوں کے لئے بطور نشان بھی تھے۔ اس میں

شراب کے رنگ میں دکھایا گیا ہے۔ مسعد اقصیٰ میں آپؐ کو اس لیے لے جایا گیا کہ وہ مقام شعائر الہی کے ظہور کی جگہ اور ملکہ اعلیٰ کے ارادوں کی نعلی گاہ اور انبیاء علیہم السلام کی نگاہوں کی نظارہ گاہ ہے؛ گویا وہ ملکہ اعلیٰ کی طرف ایک روستا ہے، جہاں سے نور چھن چھن کر اس رب مسکون پر گریا ہے۔ آپؐ کی انبیاء علیہم السلام کی امامت سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ یہ سب لوگ حظیرہ القدس سے ایک ہی رشتے میں مربوط ہیں اور ان پر آپؐ کو امامت اور حشاش کمال حاصل ہیں۔ اس طرح حضرت شاہ صاحب نے درجہ بدرجہ تمام مشاہدات اور احوال کی تعمیر بنا کر فرمائی ہے (حجۃ اللہ الباعث، باب الاسراء)۔

قرآن مجید کے علاوہ احادیث و کتب تفسیر و سیرہ میں اسراء اور معراج کا ذکر بہت سے راویوں نے کیا ہے۔ الرافعی نے بسالسیں صحابہؓ کو نام نام کیا ہے اور حدیث و سنن و تفسیر کی حد تک کتب میں ان کی روایات موجود ہیں ان کی تصریح کی ہے۔ اس ذخیرے سورہ نبی اسرائیل کی تفسیر میں ان میں سے اکثر روایات کوا کھٹا کر دیا ہے۔

الصباح السہ میں اسراء و معراج کے واقعات مستقل امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں بنا کر دیے ہیں۔ ہمدی اور سانی وغیرہ میں صفا اور محضراً یہ واقعات مختلف ابواب میں کہیں کہیں آگئے ہیں۔ صحابہؓ میں سے ان واقعات کے بارے میں موقع کی شہادت ام ہانیؓ کی ہے، لیکن ان کی روایت حدیث واسطوں سے ہم تک پہنچی ہے اس میں ایک راوی الکلی ہے، جس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ صحیحین نے اس واقعے کو ابوذرؓ، مالکؓ بن صعصعہ، اسؓ بن مالک، ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ، حذیفہؓ بن یمانؓ اور ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے۔ ان میں سے مؤخر الذکر

چار صحابہؓ نے صرف چند متفرق حرویات بیان کی ہیں۔ بخاری اور مسلم میں اس عظیم الشان مشاہدے کا مفصل اور مسلسل بیان ابوذرؓ، مالکؓ بن صعصعہ اور اسؓ بن مالک سے مروی ہے۔ اس بن مالک نے یہ واقعات مالکؓ بن صعصعہ (بخاری، باب ذکر الملائکہ) اور ابوذرؓ (بخاری، کتاب الصلوٰۃ) سے بھی۔ جس تابعینؓ کے واسطے سے اسؓ کی روایت ہم تک پہنچی ہے ان میں سے محمود بن سنان نائب انسانیؓ کا ہے۔ سیک بن عدنانؓ کے واسطے سے بھی اسؓ کی روایت بیان ہوئی ہے، لیکن اس روایت کے حصے کتاب کی روایت کے خلاف ہیں۔ اسی لیے امام مسلم نے اسی صحیح کے باب الاسراء میں اس کی طرف اشارہ کر کے چھوڑ دیا ہے اور لکھ دیا ہے کہ ان کی روایت میں تقدم و تأخر اور کمی سہی ہے۔ ابوذرؓ اور مالکؓ بن صعصعہ نے یہ تصریح کی ہے کہ انہوں نے معراج کے واقعات کو لفظ بلفظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے۔

اسراء باب المقدس کا واقعہ زیادہ تفصیل سے اس تحریر نے حضرت اسؓ کی روایت سے بنا کر کیا ہے۔ اسؓ بن مالک کہتے ہیں کہ جب حبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سراپا لائے تو اس نے اپنی دم کو ادھر ادھر مارا۔ اس برحبرئیلؓ نے اسے کہا: اے سراپا آرام سے لٹھا رہ، بعد ازاں بچہ پر اسبا سوار کھی سوار نہیں ہوا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس پر سوار ہو کر) روانہ ہوئے تو راستے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑھا راستے کے ایک طرف کھڑی ہے۔ آپؐ نے حبرئیلؓ سے پوچھا: یہ کون ہے؟ حبرئیلؓ نے (اس وقت اس کا بوجھ نہ دیا صرف یہ) کہا: محمدؐ آگے چلے۔ راوی کہتا ہے کہ پھر آپؐ حتا اللہ تعالیٰ کا منشاء تھا چلے پھر

کنا دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص راستے کی ایک جانب آپؐ کو بلارہا ہے اور کہتا ہے: اے محمدؐ! ادھر آئیے۔ اس پر حزقیلؑ نے (آپؐ کو خطاب کرتے ہوئے) کہا: آگے بڑھیے۔ پھر حنا اللہ تعالیٰ کا مشاء آپؐ چلے۔ راوی کہتا ہے پھر آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے کچھ آدمی ملے اور انہوں نے کہا: اے اول آپؐ پر سلام! اے آخر آپؐ پر سلام! اے حنا! آت پر سلام۔ اس پر حزقیلؑ نے آپؐ سے کہا: اے سلام کا جواب دیجئے تو آپؐ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ پھر آپؐ کو ایسی ہی ایک اور جماعت ملے۔ اس نے بھی آپؐ کو پہلے لوگوں کی طرح سلام کیا۔ (پھر آپؐ آگے بڑھے) یہاں تک کہ وہ۔۔۔ المقدس تک پہنچے۔ وہاں آپؐ کے سامنے دس تانبے کے گئے۔ ایک یابی کا، ایک دودھ اور ایک سراب کا۔ آپؐ نے دودھ کا سالہ لے لیا (اس کثرت کی روایت میں (۶: ۸) تانبے کے بعد سراب اور پھر دودھ کے پتالوں کا ذکر ہے) (سر دیکھئے الحصائص النکری، ۱۵۹۰ و ذکر مشور)، اس پر حزقیلؑ نے کہا: آپؐ نے فطرت صحیحہ کو ہا لیا۔ اگر آپؐ تانبے ہی لیے تو آپؐ بھی عری ہوئے اور آپؐ کی امت بھی عری ہوئی اور اگر آپؐ سراب ہی لیے تو آپؐ بھی گمراہ ہوئے اور آپؐ کی امت بھی گمراہ ہو جاتی۔ پھر آپؐ کے سامنے آدمؑ اور دوسرے اسماء لائے گئے اور اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی امامت کی۔ پھر آپؐ کو حزقیلؑ نے بتایا کہ جو بڑھا آپؐ نے راستے کے ایک طرف دیکھی بھی وہ دنیا بھی اور دنیا کی عمر ایسی ہی نامی رہ گئی ہے جیسی عمر اس زمانہ کی باقی ہے اور جو شخص راستے سے ہٹ کر آپؐ کو بلانا بھاٹا کہ آپؐ اس کی طرف مائل ہوں وہ دسمن خدا ابلیس بھا اور جس لوگوں نے آپؐ کو سلام کیا وہ ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ بھی (اس

حریر، ۱۵: ۶)۔

مآخذ: (۱) کتب تفسیر، تحت تفسیر سورہ ۱۷

(نبی اسرائیل) و سورہ ۵۳ (الحجم) و سورہ ۸۱ (تکویر)،

خصوصاً اس حریر، کشف، روح المعانی، بحر معط، تفسیر

کبیر: (۲) کتب حدیث مثلاً (الف) بخاری: کتاب الصلوٰۃ،

باب ۱، کتاب الحج، باب ۶، کتاب المناقب، باب ۲۲ و

۲۳؛ کتاب التوحید، باب ۳۷، کتاب الانبیاء، باب ۷؛

حضرت یعقوب<sup>۳</sup>۔

قرآن مجید میں حضرت یعقوب<sup>۳</sup> کی سات  
یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے ستر مرگ پر  
اپنے ساتوں کو دیں ابراہیمی پر قائم رہے کی وصیت  
کی (۲) [القرہ: ۱۲۶] بعد: یہ کہ اکثر پیغمبروں  
کی طرح ان پر بھی وحی نازل ہوئی (۲) [القرہ]۔  
(۳) وغیرہ)۔

اسلامی روایات میں سیرت یعقوب<sup>۳</sup> کے  
وہ سب سڑے سڑے واقعات موحود ہیں جو  
بوراب میں ناں کیے ہیں اور ان کے علاوہ جید  
ایسے واقعات بھی جو بوراب میں نہیں ہیں۔  
مآخذ: (۱) جن آیات قرآنی کا اوپر حوالہ دیا جا  
چکا ہے ان کی تفسیریں: سر دیکھیے (۲) الطبری: تاریخ،  
۳۵۳ بعد (۳) الیعقوبی (طبع Houtsina)، ۱۰۱: ۲۶  
بعد (۴) التعلی: قصص الاساء (۵) ۱۲۹۰ھ، ص ۸۸  
بعد۔

(ویسک A J WENSINCK و سید نذیر بیاری)

اسرافیل: ایک رئیس فرسے کا نام ہے۔ جس  
کی اصل عالمًا عراقی سرافیم ہے۔ جس کا کہ اس کی  
دیگر سکونوں سرافیل اور سرافین (باج العروس، ۷:  
۳۷۵) سے ظاہر ہوا ہے۔ حروف دلی (یا الدولتہ  
liquids، نا Lingual Letters، یعنی یہ چھ حروف:  
س، ن، ل، ر، ب، ف، م، ق، ب، ج، ح، خ، ع، گ، ح)  
اس طرح کے کلمات کے آخر میں آئیں تو ان کا آس  
میں ایک دوسرے سے بدل جانا بہت عام ہے۔

کہتے ہیں کہ ارض طلماب میں پہنچنے سے پہلے  
دوالقرس کی اسرافیل سے ملاقات ہوئی۔ وہ وہاں ایک  
پھاڑی پر کھڑے تھے اور صور مہ میں تھا، گونا  
گونا رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

مآخذ: (۱) الکسانی: عجائب الملکوت، مخطوطہ  
لائڈن، شمارہ Warner ۵۳۸، ورق ۴۴ بعد: (۲) الطبری:  
تاریخ، ۱۲۸۰: ۱ بعد، ۱۲۵۵: (۳) الفرائی: الدرۃ

کتاب المناقب، باب ۲۲: کتاب بدہ العلق، باب ۶، (ب)  
ہسلم، باب المعراج: (ج) احمد: مسند، ۱: ۲۵۲۵۷:  
۳۵۳: ۳۵۳: ۱۸۲: ۱۲۴: ۲۳۱: ۲۳۹: ۳۶۶: ۱۴۳:  
۵۹۲۰۷: ۱۴۳: ۳۸۷: (۳) ابن هشام: سیرہ: (۴) ابن  
سعد: طبقات، ۱/۱: ۱۴۳: ۱۷۶: (۵) الطبری، ۱: ۱۱۵۷:  
بعد: (۶) سہلی: الروص الأثف، ح ۴۰: (۷) ابن العربی،  
کتاب الاسراء الی مکان الآسری: (۸) ابن القیم العوریہ:  
زاد المعاد، ۱: ۳۰۴: (۹) شاہ ولی اللہ: جمعہ اللہ النالعة:  
(۱۰) سید سلیمان ندوی: سیرہ النبی، ۳: ۳۹۰ بعد:  
(۱۱) آ، طبع اول اور وہ مآخذ جو وہاں مذکور ہیں:  
(۱۲) نعم الدین محمد بن احمد بن احمد التیطی (موجود  
۹۸۱ھ) الانتہاج فی الکلام علی الاسراء والمعراج، نوال  
۵۱۲۹۵/۵۱۸۹۱۔

(عبدالمنان عمر)

✱ اسرائیل: یہودیوں کے جڈ اعلیٰ حضرت

یعقوب<sup>۳</sup> کا نام، جو فران کریم میں صرف ایک  
حکم آنا ہے، اگرچہ یہودیوں کے لیے اسرائیل کا نام  
بار بار آیا ہے، یعنی ۳ آل عمران: ۹۳ میں، جہاں  
ارشاد ہوا ہے: کُلِّ الطَّعَامِ كَانَ حَلَالًا لِّمَنِ اسْرَائِيلُ اِلَّا  
مَا حَرَّمَ اسْرَائِيلُ عَلٰی نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّرْسَلَ التَّوْرَةُ۔  
ہر قسم کا کھانا ہی اسرائیل کے لیے حلال تھا،  
سوا ان چیزوں کے جنہیں اسرائیل نے بوراب کے  
نارل ہونے سے پہلے اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا۔

اس کے سوا فران محمد میں اسرائیل کی سات  
جو کچھ لکھا گیا ہے وہ یعقوب کے نام سے ہے  
چنانچہ جس آیت میں حضرت سارہ<sup>۳</sup> کو اولاد کی  
خوشخبری دی گئی اس میں کہا گیا ہے: قَسْرٰہَا  
يٰۤاِسْحٰقُ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يٰۤعَقُوْبُ (۱۱) [ہود: ۷۱]۔  
ہم نے اسے اسحق<sup>۳</sup> کی بشارت دی اور اسحق<sup>۳</sup> کے بعد  
یعقوب<sup>۳</sup> کی، قسب Het Mekkaansche Snouck Hurgronje  
Fest، ص ۳۲، یعنی یہ خوشخبری دی کہ حضرت  
سارہ<sup>۳</sup> سے حضرت اسحق<sup>۳</sup> پیدا ہونگے اور پھر ان سے

کہ فرغانہ خانے کا راسہ یہاں سے ہو کر گزرنا تھا۔ جغرافیادان سمرقند سے جحد خانے والے بہت سے راستوں کی تفصیل بیان کرتے ہیں، جو سب کے سب ساناٹ اور رابن کے شہروں میں سے ہو کر گزرتے تھے، جن کے نام آج تک زندہ ہیں۔ اہم ترین شہر۔۔۔ جہاں دسویں صدی میں والی رہا تھا۔ غالباً تو سنجک کہلاتا تھا۔ متعدد محطرات کی تم و تسس عریقی فرادیوں کی ساد غالباً یہی شکل ہوگی (قبلاً خصوصاً اللادری، ص ۴۲)۔ سکل سنجک [قاموس الاعلام، سنجک الفصح]، جو یاقوت نے دی ہے (دیکھئے ۱: ۴۴۷) لیکن ۴: ۳۰۷ بھی دیکھئے، جہاں اسے نسب لیا گیا ہے) اور جسے بارٹولڈ Barthold نے احسار کر لیا، بعد کے زمانے کی تحریف ہے۔ نہ تمام ساحراہ اعظم سے کسی قدر جنوب میں واقع تھا اور ۱۸۹۴ء میں بارٹولڈ نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ وہ لہندہ جہیں اب سہرسان لیا جاتا ہے اور جو آرائش کے موجودہ شہر کے جنوب میں واقع ہیں سنجک ہی کے ہیں۔ ان آثار کو لچھہ عرصے بعد سکوارسکی P S Skvarsky نے بھی دیکھا تھا۔ جغرافیادان اس شہر کا حال تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ وہ دو شہر جنہیں لچھہ اہمیت حاصل بھی رہی اور دیرت بھی اور ان کے علاوہ بہت سے اور مقامات بھی مد نظر ہیں۔ اس میں نعر فصاحت کے زرعی علاقے بھی تھے اور العموی (BGA، ۷: ۲۹۴) لیا گیا ہے کہ اس علاقے میں چارسو قلعے تھے۔ دسویں صدی میں یہاں ترسمندہ نامی ایک بڑی اہم سلاطین بھی۔ اس علاقے کے متعلق لچھہ سریدہ جغرافیہ حالات تاریخیہ میں ملتے ہیں۔

عرب حب پہلے پہل قسہ س مسلم کی سرکردگی میں یہاں حملہ آور ہوئے (۱۲۷۲ء تا ۱۲۷۴ء) جو اسروشنہ میں ایرانی آباد تھے، جن پر خود

الغفرہ، طبع Gautier، ص ۴۲ (۴) M Wolff  
Sale (۵) 'Muhammed Eschatologie' ص ۹۹، ۹۸  
'The Koran, Preliminary Discourse' ص ۹۴ (۶)  
Die Chadu legende und der Alex. Friedländer  
'anderromen' ص ۱۷۱، ۸، ۲ (۷) Manners Lane  
'and Customs' ولڈن ۱۸۹۹ء، ص ۸۰

(وینسک A J WENSINCK)

اسروشنہ ماوراء النہر کے ایک ضلع کا نام ہے اعتبار اعراب اس کی [شکل اسروشنہ معروف ہے، کریمہ یاقوت (۱: ۲۵۵) اسروشنہ کو قابل ترجیح لیا ہے [قاموس الاعلام میں بھی یہ نام اسی طرح درج ہے]، الامطحری کی کتاب کے فارسی تراجم اور حدود العالم بطبع بارٹولڈ (Barthold) کے فارسی میں میں رہا۔ اسروشنہ پایا جاتا ہے، حالانکہ اس حردادہ بھی نہیں اسروشنہ لکھا ہے اصل صورت شاید سرو۔۔۔ ہو۔۔۔ نہ ضلع سمرقند کے شمال مغرب میں اس شہر اور جحد کے درمیان، سر درنا (سجوں) کے جنوب میں واقع ہے اور اس طرح وادی فرسانہ میں۔ اہمیت کا راستہ اس میں سے گزرتا ہے۔ اس کے شمال مغرب میں گناہی میدان (steppe) واقع ہے اور اس کا عمومی حصہ کوہستان تم پر مشتمل ہے، جو درنا کے دریاں کے بالائی حصے کے ساتھ ساتھ جلا جاتا ہے۔ انہا ریوں کو عموماً اسروشنہ کا ایک حصہ مسلم لیا جاتا ہے۔ اس حصے کے جغرافیہ حالات تقریباً تمام دسویں صدی کے جغرافیادانوں کی اطلاعات پر مبنی ہیں۔ متأخر جغرافیادان۔۔۔ حاجی حلیہ کے زمانے تک۔ محض انہی سس رووں کے بنانا کو دھرائے ہی لیا جاتا ہے، لہذا معلوم ہوتا ہے کہ اسروشنہ وسنی کے احسام سے پہلے یہ نام اسروشنہ استعمال میں نہیں رہا تھا۔ ان نکتہ بندیوں کی وجہ سے جو میر دریا میں گرتی ہیں کسی زمانے میں یہ ایک زرخیز علاقہ تھا، جہاں اکثر سیاح آتے تھے، اس لیے



۱۶۵ تا ۱۶۹، (۲) کتاب مذکور کے دوسرے حصے میں تمام تاریخی حوالعات موجود ہیں (قب اشاریہ) (۳) برقت *The Lands of the Eastern Le Strange Caliphate*، ص ۳۷۳ بعد۔

(J H KRAMIRS کرامیر)

اسریک، Eszék (ایسک) ۱۹۱۹ء تک ہنگری (سلاویا Slavonia) کا ایک شہر، جو درناے دراو Drave کے دائیں کنارے پر دیسوت سے اس کے سنگم پر پوڑے ہی فاصلے پر واقع ہے اور ۱۹۱۹ء سے یوگوسلاویا میں شامل ہے۔ سری۔ لروپ ریاں میں اس کا نام اوسپیک Osljak، ہنگروی میں اسریک Eszék اور جرمن میں ایسک Essek ہے، برکی میں اسے اوسک Osek لکھا جاتا تھا۔

برکی ہنگروی حکموں کے ابتدائی مصلہ ۱ دو، میں اس شہر کا ذکر سب سے پہلے ان واقعات کے سلسلے میں آتا ہے جس کا تعلق برکی کی تاریخ سے ہے۔ جب برکیوں نے سیریم Sirmium (ہنگروی Szécsény) کو فتح کر لیا تو اس وقت کے ہنگروی فوج کے سپہ سالار پال توموری Paul Tomori نے لوسس کی لہ برکیوں کو درناے ڈراو پر روک دیا، لیکن سلطان سلیمان کی افواج ناسابی اسریک پر فاض ہو گئیں انہوں نے دراو پر ایک بل باندھا اور اسے نار کر کے موہا کس Mohács کی جانب بڑھیں (۱۵۲۶/۵۹۳ء)

اسریک کے قریب درناے دراو کو نار کر کے ۵۱ نہ راستہ ڈنڑھ صدی تک ہنگری میں بسفیدی کر کے

وقت برکیوں کے لئے ایک نڑاؤ کا کام دیتا رہا

۱۵۳۱ء، ۱۵۳۳ء کے دوران میں سلطان سلیمان نے لڑائی اس کے قریب کستوں کا ایک بل بونا (قت J Thury Török Toréneurok = برکی مؤرخین)۔

انہیں کے بادشاہ حکومت کرتے تھے اور آفسس شہلانی تھے (ان خردادہ، ص ۴۰)۔ عربوں کا شہلا حملہ فتح پر منع نہیں ہوا۔ ۱۳۷۷ء میں شہلا کے والی اسد کے برک مخالف اسروہ کی طرف سے ہونے (الطبری، ۲: ۱۶۱۳)۔ نصر بن سوار [رک ناں] نے ۱۳۷۹ء میں اس علاقے پر غیر مکمل مقصد لیا (الملاذری، ص ۲۹۰، الطبری، ۲: ۱۶۹۹) اور آفسس نے دوبارہ المہدی کی رائے نام اطاعت عدال کرنی (المعمونی: تاریخ، ۲: ۹۰)۔ الماموں کے لئے اس علاقے کو دوبارہ فتح کرنا پڑا اور اس کے علاوہ ہی بعد ۸۲۲ء میں ایک اور سیم سمجھنے کی ضرورت پڑی۔ اس اداری موقع پر مسلمان لیسکر کی دھماکی آفسس ڈاؤس کا سا بندر کر رہا تھا، جس نے حامدانی پھکیڑوں کے باعث بغداد میں سہ لئے ر لہی تھی۔ اس دفعہ [اس علاقے کی] سحر مکمل ہو گئی۔ ڈاؤس رجب سے دست بردار ہو گیا اور اس کی جگہ ۱۰ در رجب سس ہوا، جو بعد میں بغداد میں المعصم کے دربار کا سرآوردہ امیر بنا اور آفسس [رک ناں] کے لقب سے معروف ہوا۔ ادرسجان کا سہی حامدان بھی سہمی نسل سے تھا۔ اس حامدان نے ۸۹۳ء تک حکومت کی (آداری حاکمان مٹر بن عبداللہ کا ایک سکہ، ۵۹۷/۵۸۹ء) ہے، لیس گراد کے "صومعے" (Hermitage) میں موجود ہے۔ اس تاریخ کے بعد سے نہ علاقہ سامانیوں کا ایک صوبہ بن گیا، اس کی اراد حسب جم ہو گئی اور آبادی کے ایرانی عنصر کی جگہ تقریباً پورے طور پر برکیوں نے لے لی۔

مآخذ: (۱) جغرافی معلومات (ان خردادہ، الیعقوبی، الاضطعری، اس خوقل، المقدسی) کا ترجمہ کر کے آئے W Barthold سے اپنی نصف *Turkestan down to the Mongol Conquest*، طبع ثانی، میں اس شعبان کیا ہے، در GMS، سلسلہ جدید، ۵ (لندن ۱۹۲۸ء)۔

ہی فاصلے پر، داردہ کی چوکی کو محض لکڑی کے ٹھمنوں سے مستحکم کیا گیا تھا، لکن اسٹریک کے قریب کے استحکامات انتوں سے تعمیر کیے گئے تھے، اگرچہ یہ زیادہ مضبوط نہ تھے۔ ترکوں کو ان استحکامات پر حملے کا کوئی طریقہ نہیں تھا کیونکہ یہ دو سو سے بھی سو لٹومٹر تک برقی سرحد کے اندر واقع تھے، لہذا جب ساعر نکولاس زرنگی Nicholas Zrínyi نے ۱۶۶۴ء کے موسم سرما میں، برکی کے قلعوں سے بچے ہوئے، حملہ کیا اور اسٹریک ایک پہنچ کر یکم فروری کو بل میں آگ لگا دی تو ان کی حیرانی کی انتہا نہ رہی، لکن ترکوں نے دل از سر نو تعمیر کر دیا۔ اسٹریک کا بل ایک سرحد پر ۱۶۸۵ء میں جنرل ایرلی Leslie کے قلعوں میں تھا اور ۱۶۸۷ء میں سپہسالاروں نے اسے مسلح طور پر ترکوں سے چھین لیا

اولنا جلی (۶، ۷، ۸، ۹) کے قلعہ ساناب سے حسب ذیل معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں: اوہیک Ök درجہ Pozeđa کی سرحدوں میں ایک ووڈوولک Vovodalik ہے۔ وہاں ایک قلعہ بھی رہتا ہے، جسے دیڑھ سو اچھے وطنیہ ملتا ہے۔ اس کے استحکامات ایک اندرونی اور ایک بیرونی قلعے (ایچ قلعہ و اوربہ حصار) پر مشتمل ہیں، سپر (وزوس) بیرونی استحکامات کے باہر واقع ہے۔ اولنا جلی اس کا ذکر خاص طور پر ایک مضبوط قلعے کے اعشار سے نہیں کرتا، اس کے برعکس وہ مذہبی عمارات کا ذکر تعریف سے کرتا ہے (سب سے زیادہ جامع فاسم ناسا اور جامع مصطفیٰ ناسا کا) اور اسی طرح وہاں کے بنگلہ (بکھ) اور دوسری "گراں" [تاسسات -ر] (مدرسہ، سہل اور حمام) کا۔ وہ اس تجارتی محلے (نابر) کا بالخصوص ذکر کرتا ہے کہ سال میں ایک دفعہ لگتا تھا اور اس مسقف بازار کا بھی جو مدرسہ کے ابراہیم ناسا نے تعمیر

۱ : ۳۲۹، ۳۳۱، ۳۵۱ و ۲ : ۱۱۰۳، ۱۱۰۷)۔  
 دراو پر مستقل بل صرف اس وقت مویا گیا جب سگتھ (سرگوار Szigetvár) کے خلاف سلطان -۱۶۹۷/۱۷۰۱ء میں اپنا آخری حملہ کر رہا تھا۔  
 جیسا کہ بالخصوص ملاحظہ ساناب سے معلوم ہوتا ہے، درجے دراو پر جو مشتمل بل تعمیر ہوا وہ بھی آسمانوں ہی پر ماحول ہوا تھا، لکن اس کے سر دراو کے بائیں سارے پر تھا وہ اونٹنی آٹھ۔  
 ویدہ جوڑی دلدلی زمین پر سے گزرتا تھا اور ترکوں کے ٹھمنوں پر قائم تھا (اولنا جلی، ۶، ۷، ۸، ۹)۔  
 ترکوں کے دونوں پہلوؤں پر مدرس (فروری) میں ور -رمان میں رگمے کی حکمت، یعنی برج (فسر) سے بنے گئے تھے، تا کہ بدل حملے والا وہاں نہ آئے۔  
 اور بل پر آمد و رفت میں رگوب تھا نہ ہو۔  
 بل کی ری سڑک پر دو چھترے پہلو پہلو کر رکھے تھے۔ کسی کھوڑے سوار کو دورے بل پر لے کر رہنے میں دیڑھ کھینٹہ لگتا تھا۔ معری ملاحظہ۔  
 یہ بھی اسٹریک کے بل کو تعمیر کا ایک اعلیٰ نمونہ سمجھایا گیا ہے۔ اوٹنڈورف H Ottendorf (وی آنا، Heeresarchiv, Kartenabteilung K VII K 1) نے اس کے دو شعبہ سال کی ہے وہ مذکورہ بالا سال ہی سے ملتی جلتی ہے۔ اس کے سفرنامے From Buda to Belgrade in the year 1791 کے ایک حصے کا ترجمہ 'بیرونی زبان میں، چھپ چکا ہے (Budáról Bel- Pécs, ۱۷۹۳)۔ بل کا ایک جامع مطالعہ جی موحود ہے: Az eszékeli P Z Szabó [اسٹریک 'بل']، Pécs, Majorossy Imre-Múzeum értesítője ۱۹۰۱ء۔

دریا کے دونوں کناروں پر حفاظت کے لیے برقی چوکیاں بنا دی گئی تھیں، شمالی کنارے پر دلدلی زمین کے اُس پار داردہ Dárda کے قریب اور جنوبی کنارے پر اسٹریک کے قریب، دراو سے پھوڑے

حکومت ہے - ۱۸۶۹ء میں وسیع مستعمرات کی سر و اشاعت کرنے والے ایک اطالوی سیاح اور سابق مدھی متلع سپیٹو Giuseppe Sapeto نے (نابینو Rubattino) جہازراں کمپنی کے کارکن کی حشہ سے اس شہر کو رہتہ Rahayta کے سلطان سے حاصل کیا اور کمپنی نے اسے [جہازوں کے لیے] ٹوبہ لینے کا ششیں مالا - ۱۸۸۲ء میں یہ اطالہ کی ایک نوآبادی بن گیا اور اطالوی حکومت کی نوسہ جو حاشے پر ایک نظارت (Commissariato) کا صدر مقام قرار پایا - ۱۹۲۸ء میں حشہ کو آسٹ کے ساتھ بحارہ کرنے کی آزادی مل گئی اور اس مقام کی بحارہ اہمیت برقی گئی۔

مآخذ: (۲) G Sapeto 'Assab e i suoi critici'

Genoa ۱۸۷۹ء (۲) G B Licata 'Assab e i suoi critici'

Danachili 'Milan ۱۸۸۵ء (۳) A Issel 'Viaggio nel'

'Mar Rosso' ۱۸۸۵ء (۴) 'Guda deu' Africa

'Oriente Italiana' Milan ۱۹۳۸ء۔

(یکتہم C F BICKINGHAM)

اسطرلاب: یا اسطرلاب (عربی کا لفظ ہے

اعراب کے لیے بر دیکھئے اس حشہ کا، شمارہ ۷۷۹ء طبع بولاق، شمارہ ۷۷۹ء)، انگریزی میں Astrolabe - ۷ یونانی لفظ ἀστρολάβος (ὄργανον) یا ἀστρολάβος سے منسوب ہے اور ایسے متعدد فلکی آلات کا نام ہے جن سے مختلف نظری اور عملی مقاصد سرانجام دے جاتے ہیں، مثلاً ثروی حشہ کے بہت سے مسائل کی توضیح اور ان کا برسمی حل، ارتفاعات کی پیمائش دن اور رات کے اوقات کی تعیین اور رائجے سال - عربی میں جب لفظ اسطرلاب بہا استعمال ہوا ہے تو اس کا مفہوم ہمیشہ چینا یا کرہ مطبوعہ کا اسطرلاب (Planispheric astrolabe) ہوتا ہے، جو سطحی صورتی (stereographic projection) کے اصول پر منسب ہے - یہ قروں وسطی کے اسلامی اور مغربی

کیا تھا - اولیا چلی کے سان کے مطابق یہاں کے باشندوں کی زبان ہنگاری بھی، لکن Ottendorff کے نزدیک برقی۔

(L Fickell)

آسٹ: ارتریا Eritrea کے ساحل پر حلیع آسٹ کے شمال مغربی سرے پر ایک شہر اور بندرہ - اس کے آس پاس کا علاقہ حشہ اور بحر ہے اور اس میں افر Afar (دباکی) آباد ہیں - عام طور پر سال لیا جاتا ہے کہ آسٹ سے مراد قدیم سابا (Sabae) ہے، جسے سٹرابو Strabo (۱۶: ۷۷۱) سے πολὺς εὐμεγέθης کہا ہے - اسے اپنے محل وقوع کی وجہ سے اہمیت حاصل ہے، چونکہ یہ محل کے مقابل اس ثروانی سڑک کے اسامہ پر واقع ہے - جو حشہ کی سطح مربع کی طرف جاتی ہے - اس مقام پر بحرہ قمرہ اور ساحلی صحراء دونوں چوڑاں میں بسہ ملے ہیں - ۱۹۳۶ء تا ۱۹۳۹ء میں اطالویوں نے آسٹ سے ایک موٹری سڑک تعمیر کی، جو مقام دسائی Dessye کے قریب آدیس آنا Addis Ababa اور آسمرہ Asmara کی درمیانی ساہراہ سے جاملتی ہے - سترہویں صدی کے اوائل کے نسوعی (Jewitt) متلعین بھی آسٹ سے واپس بھیے، انہوں نے اسے حشہ کا علاقہ قرار دیا ہے - یورپی بحری ساح وقتاً فوقتاً یہاں آنا کرتے بھیے، چونکہ انہیں یہاں اپنے جہازوں کو مرمت و عمرہ کے لیے لہڑا کرنے میں سہولت رہی تھی - ۱۹۱۱ء میں اس کی بات کہا گیا تھا کہ یہ "بہت اچھی گوردہ ہے"۔ جہاں پانی اور لکڑی دونوں بکترہ دسات ہوئے ہیں اور نقدی یا موٹے سوئی لہڑے کے عوض سامان بریج بھی مل سکتا ہے" (فوسٹر Sir W Foster, Letters received by the East India Company from its servants in the East, ۱: ۱۳۱) - کمپنی کی یادداشتوں میں اس کا ذکر وقتاً فوقتاً آتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہاں ایک مسلم "بادشاہ" کی

Letters received by the East India Company from its

servants in the East, ۱: ۱۳۱) - کمپنی کی یادداشتوں میں اس کا ذکر وقتاً فوقتاً آتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہاں ایک مسلم "بادشاہ" کی

(حس سے کُرمے کے دائرے دائروں ہی سے تعبیر کئے جانے ہیں اور کُرمے کے متقاطع دائروں سے بنے ہوئے راویے سطح سطح پر غیر متعزّز رہتے ہیں) سراج اِنرجس Hipparchus (۱۵۰ ق۔ م) تک لگا ہے۔ ناظم بطلمیوس کی تصنیف *Planisphaerium* (کُرمہ سطح) اس موضوع پر قدیم ترین مخصوص رسالہ ہے۔ (اس کا مُسلّمہ المَحْرِیطی کے عربی میں کا ہرمانوس دلمانا Hermannus Dalmata کا کَلَماءِ اِلاسی رحمہ ہے، جسے مائیک J L Heiberg نے بغداد کے ساتھ ضمیمہ کیا ہے اور حساب ہو سکتا ہے *Cl Ptolemaei Opera quae exstant omnia*، لائبرگ ۷، ۱۹۰۷۔ ۲۲۵ - ۲۵۵، جس پر رحمہ از ڈریکر J Drecker *Das Planisphaerium des Cl Ptolemaeus*، در ۱۹۰۷، ۱۹۲۷: ۶۱۹ - ۲۵۵ (۲۷۸)۔ اس کے باب ۱۴ میں *Holoscopium Instrumentum* (آلہ رائجہ ساری) کے *aranea* (عنکبوت) کا حود ذکر *Tetrab*، ۳/۳) اس طرح سے لیا گیا ہے کہ ساعت ولادت کی عین کے لئے وہی ایک ڈار آمد آلہ ہے، اس سے اس باب میں سک و سہ کی دوئی گجائیں نہیں رہتی کہ بطلمیوس واقعی کُرمہ سطح کے اسطرلاب سے واقف تھا (Neugebauer [۱]، ۲۴۲، ہارٹنر (Hartner) [۱]، ۲۵۳۲، حاسہ ۱)۔ عربوں کی فتح [مصر] سے پہلے کے اسطرلاب کے مآثر حوالہ جات (اسکندریہ کے Theon، Cyrene کے Severus، Johannes Philiponus، Synesius کے Sebokpt) کے نامدانہ بحریہ کے لئے دیکھئے Neugebauer [۱]۔ قدیم ترین عربی کتابیں، جن کا ذکر الفہرست میں ہے، ماساء اللہ (Messahalla، م حدود ۵۲۰ / ۸۱۵ء، روٹر Suter، شماره ۸)، علی اس عسی (حدود ۵۲۱۵ / ۸۸۳، روٹر Suter، شماره ۲۳) اور محمد بن موسی الجوارزی (م حدود ۵۲۲ / ۸۳۵ء) کی ہیں۔ اسطرلاب کا نام اور اس کا استعمال ہمیشہ سے اسلامی ہنر دانوں کا ایک مرغوب مشغلہ رہا ہے۔ سب سے قدیم اسلامی آلات، حوا اب تک دستاویز ہوئے ہیں،

علم ہنر کا اہم ترین آلہ ہے۔ خطّی اسطرلاب (linear astrolabe)، جو اسی اصول پر مبنی ہے، کُرمہ سطح کے اسطرلاب کی ایک مدّت آسرا سادہ شکل ہے۔ یہ عملی طور پر بہت کم استعمال ہوا ہے۔ کروی اسطرلاب (spherical astrolabe) میں اور مساوی کرویوں کو بلا کسی سطح کے منظر کرنا ہے۔ خطّی یا کروی اسطرلاب کا ظاہر ۱۔ کوئی حوہ موجود نہیں۔ واضح رہے کہ بطلمیوس اسطرلاب، جس کا ذکر المحسطی، ص ۱۱۰ میں ہے، باب الجلی (armillary sphere) کی ایک دقیق پامہ شکل ہے اور اس کا صرف نام میں آلات کے ساتھ استراک ہے جن کا ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں۔ جس اسطرلاب کا *Tetrab*، ۳/۳ میں ذکر ہے غالباً اس سے کُرمہ سطح کا اسطرلاب مراد ہے (ادیکھیے بحس)۔

۱۔ حیثا (سطحہ یا سطح) اسطرلاب، صحیح معنوں میں اسطرلاب یہی ہے۔ لاطینی میں *planisphaerium* (astrolabium) اور عربی میں باب 'سائنج'، (بأحد از صفحہ - لاطینی *alzafea, saphaea* و سہر معنی قُرس) کے نام سے بھی موسوم ہے۔ یعنی 'و، آلہ جس میں قُرس ہوں یا حو قُرسوں پر مشتمل ہے'۔ یگر مرادفات *wazalcora* (سر *wazzalcora*، *walazara* وغیرہ) دوائے جانے ہیں، جو عربی سطرلاب (کہ کہ وضع الکرمہ) کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتے۔ (دیکھیے میلاس Millas [۱]، ۱۶۹، سعد)۔ اس کے معنی "کُرمے کا پھیلا ہوا" ہیں اور اس کا صرف ان لاطینی محطوطات سے ملتا ہے جو سین میں منسب ہوئے ہیں۔ ظاہر اس لفظ سے اصول سطح پر ہے کہ حود آلہ، اور اس کی نمایاں مسابہت ۵ اصہار بطلمیوس کے *Planisphaerium* (کُرمہ سطح) کے اصل نام سے ہونا ہے، جسے Suidas (طبع آڈلر A Adlur، لائبرگ ۱۹۲۸ - ۱۹۳۸، ۷، ۲۵۴) نے یوں درج کیا ہے *ἡ ἀπλωσις ἐπιφανείας σφαίρας* تاریخ: گو سطح صوری کے طریقے کا

چونہی / دسویں صدی کے نصف آخر سے تعلق رکھتے ہیں۔ یورپ کے علمی حلقے اسطرلاب اور اس کے نظریات سے بہت متاثر ہوئے۔ Gerbert d'Aurillac جو بعد میں پوپ سلوسٹر (Pope Sylvester) بنی (سیریا ۹۳۰-۹۹۹ء) اور مغربی انک نامیہ رائے (Hermann the Lang of Reichenau) (۱۰۱۱-۱۰۵۳ء) کی (معلیٰ) - پلاٹ Millán [۱] باب ۶) تحریروں سے رہنمائی ملے۔ یورپ کی تمام ممالک میں بعد کی طرح صحیح طور پر اسلامی تہذیبوں سے زیادہ متاثر ہوئے۔ Geoffrey Chaucer کی تصنیف (Conclusions of the astrolabe) (Bread and milk for children) میں مذکور خاص جاناں ہے۔ دیکھئے Gunther [۲] - ۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵-۱۵۲۶-۱۵۲۷-۱۵۲۸-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۵۳۱-۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۵۳۴-۱۵۳۵-۱۵۳۶-۱۵۳۷-۱۵۳۸-۱۵۳۹-۱۵۴۰-۱۵۴۱-۱۵۴۲-۱۵۴۳-۱۵۴۴-۱۵۴۵-۱۵۴۶-۱۵۴۷-۱۵۴۸-۱۵۴۹-۱۵۵۰-۱۵۵۱-۱۵۵۲-۱۵۵۳-۱۵۵۴-۱۵۵۵-۱۵۵۶-۱۵۵۷-۱۵۵۸-۱۵۵۹-۱۵۶۰-۱۵۶۱-۱۵۶۲-۱۵۶۳-۱۵۶۴-۱۵۶۵-۱۵۶۶-۱۵۶۷-۱۵۶۸-۱۵۶۹-۱۵۷۰-۱۵۷۱-۱۵۷۲-۱۵۷۳-۱۵۷۴-۱۵۷۵-۱۵۷۶-۱۵۷۷-۱۵۷۸-۱۵۷۹-۱۵۸۰-۱۵۸۱-۱۵۸۲-۱۵۸۳-۱۵۸۴-۱۵۸۵-۱۵۸۶-۱۵۸۷-۱۵۸۸-۱۵۸۹-۱۵۹۰-۱۵۹۱-۱۵۹۲-۱۵۹۳-۱۵۹۴-۱۵۹۵-۱۵۹۶-۱۵۹۷-۱۵۹۸-۱۵۹۹-۱۶۰۰-۱۶۰۱-۱۶۰۲-۱۶۰۳-۱۶۰۴-۱۶۰۵-۱۶۰۶-۱۶۰۷-۱۶۰۸-۱۶۰۹-۱۶۱۰-۱۶۱۱-۱۶۱۲-۱۶۱۳-۱۶۱۴-۱۶۱۵-۱۶۱۶-۱۶۱۷-۱۶۱۸-۱۶۱۹-۱۶۲۰-۱۶۲۱-۱۶۲۲-۱۶۲۳-۱۶۲۴-۱۶۲۵-۱۶۲۶-۱۶۲۷-۱۶۲۸-۱۶۲۹-۱۶۳۰-۱۶۳۱-۱۶۳۲-۱۶۳۳-۱۶۳۴-۱۶۳۵-۱۶۳۶-۱۶۳۷-۱۶۳۸-۱۶۳۹-۱۶۴۰-۱۶۴۱-۱۶۴





ہے۔ بعض میں ایسا صفحہ ہوتا ہے جو سارے عروص بلاد پر حاوی ہوتا ہے (الجميع العروص)۔ اسے ”صفحة آفاقہ“ (tablet of the horizons) یا ”العامة“ (general tablet) بھی کہتے ہیں۔ اس میں صرف خط نصف النہار اور متعدد عروص بلاد کے لیے افق کی بسطیح درج ہوئی ہے۔ افق کی بسطیح سا اوقات ہر افق کی نصف قوس تک محدود ہوئی ہے۔ یہ قوس کسی عرص بلد کے لیے ستاروں کی ساعات طلوع و غروب اور السموت (azimuth) کے مسائل حل کرنے میں کام آتا ہے (قب Michel [۱]، ۹۱-۹۲)۔ کامل اسطرلاب میں مرید برآں، دائرۃ تبدیل الشمس (circle of the sun equation) بھی ہوتا ہے۔ بالآخر صفحہ کے چار ربعوں کی آس میں تبدیلی سے محبت عرب اسکال، مثل ایک نو کدار محرابی بختی (ogival tablet)، حاصل ہوئی ہیں (دیکھئے Michel [۱]، ۹۱ اور شکل ۴۴)۔ اگرچہ یہ سبک علم ہندسہ میں محض ایک کھل کی حشہ رکھتی ہیں، تاہم ان سے وہی سماس کی جاسکتی ہے جو ایک معمولی صفحہ سرانجام دیتا ہے۔ ایسے اسطرلاب کو جس پر سب کے سب ۹۰ مقطرات نشان زد ہوئے ہیں ”نام“ complete (لاطینی solipartitum) کہتے ہیں۔ اگر صرف ہر دوسرا، بسرا، پانچواں، چھٹا، ہواں یا دسواں مقطرہ نشان زد ہو تو اسے ”نصفی“ (bipartitum)، تلتی (tripartitum) حسی، سدسی، نسعی یا عسری کہتے ہیں۔

عنکوب گونا گواکت ثانتہ کا ایک گند ہے، جو ساکی زمین کے گرد، جسے صفحہ نعر کرنا ہے، گھومتا ہے۔ اس عرص سے کہ صفحہ کا ہشہ جہاں تک ممکن ہو واضح طور پر دیکھا جاسکے یہ ایک حالی دار بختی کی شکل کا بنایا جاتا ہے، جس میں اس کی مصوطی اور اس حکمہ کا جہاں آگے کو نکلی ہوئی نوکیں یا نمائندے (واحد شطہ یا سبطہ) بڑھے ہوئے

افق سے بیچے کے خطوط مساوی یا غیر مساوی ساعات (ساعات الاعتدال، لاطینی horae aequales اور الساعات الرماضہ، لاطینی horae inaequales seu temporales) کو، جس کا شمار سورج کے غروب و طلوع ہونے سے ہوتا ہے، ظاہر کرتے ہیں۔ انہیں دو بجے کے لیے دیکھئے ہارٹر [۱]، ۲۵۴-۲۵۵۔ دوپہر اور نصف شب سے مساوی ساعتوں کے شمار کا یورپی دورہ اسلامی ہیئت دانوں کو معلوم تھا لیکن وہ اس دورہ کی تدکی میں استعمال نہ کرتے تھے۔ اس لیے ۱۲۸۰- ساعتوں میں ذخیرہ کی دوسری تقسیم شد۔ اور ۱۸۰ سے شروع ہوئی ہے، جس کا شکل ۱۰۰ نے بیرونی کنارے سے ظاہر ہے۔ اکثر یہی اسطرلابوں میں ملی ہے، لیکن مشرقی اسطرلابوں میں کبھی نہیں پائی جاتی۔ جس عرص بلد کے لیے نوٹی صفحہ بنایا جاتا ہے وہ عام طور پر قوس کے وسط کے قریب لگتا ہوتا ہے۔ یہ نئی طریقوں سے ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ درجوں اور دہموں میں (مثلاً عرص بلد ۳۸°، ۴۵°، کے لیے)، کسی خاص سہر کے نام سے (”عرص بلد مکہ کے لیے در آمد“) یا طویل رن دن کی مدت سے (”۴۴ ساعت ۴۵ دہمے کے لیے کار آمد“)۔ واضح رہے کہ یورپی کتابوں میں اسطرلابوں کے متعلق دیے ہوئے بات ہیں بعض اوقات شدید غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ احمد کے اعداد غلطی سے سہروں کے نام سمجھے گئے ہیں (جس کا کوئی وجود نہیں)۔ صفائح کی تعداد کم و سب ہوئی ہے۔ ایک اچھے آلے میں تو اس سے بھی زیادہ ہو سکتے ہیں۔ بعض اسطرلابوں میں ایک ایسا صفحہ بھی ہوتا ہے جو کسی مخصوص جغرافی عرص بلد کے لیے دوائر و مع (circles of position) کی بسطیح کا کام دیتا ہے، جس کی علم نجوم (علم احکام المحوم) میں تفسیر (directiones) کے حساب میں ضرورت پڑتی

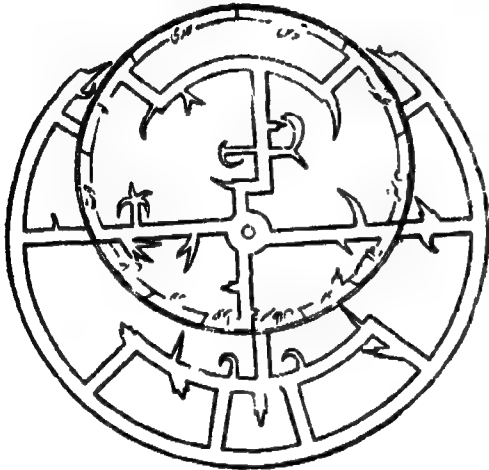


ساتھ ملانے سے بروحی منطقہ عجیب و غریب شکلیں اختیار کر لیتا ہے، جس کے لیے ایسے ہی عجیب و غریب نام سراسر لیے گئے ہیں۔ السروسی اور بعض دوسرے فصلا طلی (ڈھول کا سا)، اسی (کل) نابوہ کا سا)، سرطانی یا مسرطی (نیکڑے کی شکل کا)، صدی (سپ کی وضع کا)، نوری (سُل کی شکل کا) یا سقائقی (از سائو العمان [ایک پھول anemone]) اسطرلابوں وغیرہ کا ذکر کر رہے ہیں، احمد السعری [ابو سعید بن محمد بن عبدالحلہ] (۸۰ھ/۹۰۰ء) کا اسطرلاب رومی (کسی نما) بھی غالباً اسی رسمے میں شامل ہے۔ زیادہ تفصیلی معلومات کے لیے دیکھیے فرانک Frank [۱]، ۹ بعد اور میسل Michel [۱]، ۶۹ بعد

نثر منطقہ کے دوسرے اسطرلاب، جو سطحی صورتی کے علاوہ دوسری قسم کی سطحیات پر مبنی ہیں، محض نظری احراغاب ہیں، جن کی عملی اہمیت کچھ نہیں۔ مثلاً وہ اسطرلاب حوالیہ رومی نے ایجاد کیا تھا اور جسے اس نے اس کی سطح کی بناء پر اسطوائی کے نام سے موسوم کیا تھا (نظموس کا آنا لیا "Analemma") اور اب ہم اسے عمودی (orthographic) کہتے ہیں۔ اس میں کرے کے دائروں کی سطح خطوط مستقیم، دائروں اور قطعات ناقصہ (ellipses) میں کی جاتی ہے۔ سطح (چٹا) اسطرلاب، جس کا ذکر السروسی نے Chronology (آثار النابید، ص ۳۵۸-۳۵۹) میں کیا ہے، بظاہر ہم فاصلہ قطبی سطح میں کواکب کا محض ایک نقشہ تھا اس میں دائرہ الروح کا قطب سطح کا مرکز تھا۔ اس میں دائرہ الروح کے سواری دائرے یا دوائر العرض (circles of latitude) ہم فاصلہ و ہم مرکز دائروں سے معرکتے کئے تھے اور دوائر الطول (circles of longitude) ہم فاصلہ نصف قطروں سے۔ واضح رہے کہ یورپی

ہیں، مناسب لحاظ رکھا جاتا ہے۔ یہ نمائندے نواب کی طرف اشارہ کرنے کا کام دیتے ہیں۔ ابھی حالی دار شکل ہی کی وجہ سے یہ عنکبوت (مکڑی) کے نام سے موسوم ہے، جس سے دراصل اسے مکڑی کے حالے سے سسہ دیا مقصود ہے (یونانی arachne اور لاطینی aranea کا مفہوم مکڑی بھی ہے اور اس کا حال بھی)۔ عنکبوت کی وضع بخوبی لرے میں بچل کر ٹوٹی مود عائد نہیں۔ ہر قسم کا نمونہ سادہ برس ہندسی نمونے سے آئے لر حہ صورت برسوں اور سالوں کے نمونے تک، جن کا تصور کیا جاسکے، بنا جاتا ہے۔ جیسا کہ شکل ۲ سے ظاہر ہے، اس کا سب سے اہم حہر منطقہ الروح (circle of the zodiac) ہے، جو بالکل ایسی طرح سے بنایا جاتا ہے جیسا کہ صفحہ ۶۹ دوسرے دائرے سے ملے جاتے ہیں۔ یہ بارہ درجوں میں، جو برس برس درجوں کے ہوتے ہیں، منقسم ہوتا ہے، لیکن یہاں یہ بات قابل سوچ ہے کہ یہ منقسم جو دائرہ الروح (یا فلک الروح) کے قطب سے شروع نہیں ہوتی بلکہ دائرہ الاعتدال کے قطب سے شروع کی جاتی ہے اظہار دائرہ الروح (ecliptical longitudes) کو ظاہر نہیں کرتی بلکہ منطقہ الروح کے ان سطحوں کو سامی ہے جن کے صعود مستقیم ("right ascensions") ۰°، ۳۰° وغیرہ اور درجوں میں ان کی دلی قسمیں ہوں ("meditationes coeli")، دیکھیے Michel [۱]، ورق ۶۷ بعد، اور ہارلبر [۱]، ۲۵۳)۔ مدار جنوبی کے نقطہ تماس پر منطقہ الروح میں ایک چھوٹا سا نقطہ نا سونی لگی رہی ہے، جو حجرہ ہر درجوں کے بڑھے میں مدد دیتی ہے۔ عنکبوت انک یا کٹی دسوں کے درمے، جنہیں مدبر یا محرک کہتے ہیں، گھمایا جاتا ہے۔ منطقہ الروح کی شمالی سطح کے بعض حصوں (آدھے، چوبھائی، چھٹے بلکہ بارہویں حصے یعنی ایک برج تک) کو جنوبی سطح کے حصوں کے

اصطہانی کے نٹوں احمد اور محمد نے ۵۳۷ھ / ۹۸۴ء - ۵۹۵ء میں بنانا تھا Oxf Lew Evans Coll، نہیں نائی حابی) سمائیں آئردہ ارتفاعات کے ظل (tangents) اور ظل نماہ (cotangents) کو تعمیر کر سکتی ہے، اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسطرلاب کی سب سے بڑی سائنسی فعالیت (trigonometrical function) کی رسمی (graphical) توضیح ہے۔



سکن ۲ - عکسِ اسطرلاب

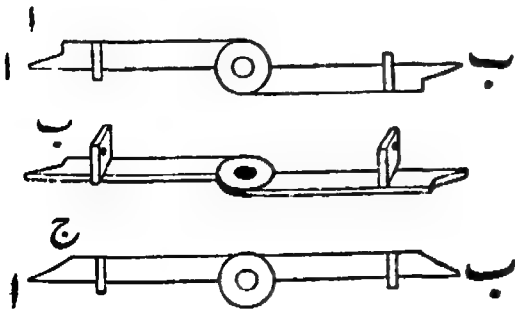
ان تقسیمات کے علاوہ ہر قسم کی موسمی، مسلمانہ اور مذہبی معلومات بھی ملتی ہیں۔ خاص اختلافات کا ذکر یہاں ضروری ہے۔ ہسپانوی - مراشی اسطرلابوں میں ہمیشہ یورپی تقویم (Julian calendar) اور مصری اسطرلابوں میں یورپی تقویم نائی حابی ہے۔ ایرانی اسطرلابوں میں کبھی کوئی شمسی تقویم نہیں نائی حابی؛ اسی طرح سے معلوم ہوتا ہے کہ اوقات نماز ظاہر کرنے کے خطوط صرف مغربی اسطرلابوں میں (جن میں ہسپانوی - مراشی اسطرلاب بھی شامل ہیں) M Henri Michel کی ایک نجی تحریر کے مطابق) پائے جاتے ہیں۔

العصا (alidade) ایک جیٹا بستر ہوتا ہے، جو اسطرلاب کی پشت پر قطب کے گرد گھومتا ہے۔

منہ میں نہ دوائر عظیمہ جو دائرہ الروح کے نص میں سے گزرتے ہیں غیر منطقی طور پر دائرہ العرض (circles of latitude) کے نام سے موسوم کیے جاتے ہیں۔ وہ دوسری سطح جس پر ۳۵۹ درجے اس سطح کی ایک تبدیل شدہ شکل ہے جو الرقالی (Arzachel) نے اختراع کی تھی۔ (پہلے سے تھی)۔

(ب) اسطرلاب کی پشت پر نما ہمیشہ چاروں طرف سے تقسیم کی جاتی ہے۔ دو بالائی ربعوں کا وہی دائرہ ہے۔ وہ ایک درجوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ابتداً خط اقصیٰ سے کی جاتی ہے۔ سورج سے مارنے کا ارتفاع جو العصا (alidade) کی سے معلوم کیا جاتا ہے ان درجوں پر براہ راست لکھا جاتا ہے۔ اگرچہ سب سے بڑی تقسیم کے قواعد نسبتاً کم سے ہیں، تاہم یہ لکھا جاتا ہے کہ اکثر صورتوں میں سکولوں کی تقسیم سے بدل ہوئی ہے۔ نائیں طرف کے بالائی ربع اقصیٰ موادی ہوئے ہیں، جو سین (sines) اور کوسین (cosines) کو تعمیر کرتے ہیں۔ دائیں طرف کے دائیں ربع پر سجی خطوط کے متعدد مجموعے ہوئے ہیں، جن میں سے ایک سورج کا اس وقت کا ارتفاع ہے جب وہ منہ کی سمت الراس میں ہو۔ یہ عدد سب سے بڑی سطح الروح میں سورج کے ہر لمحے کے لیے صحیح طور پر نکار ہوتا ہے۔ ایک اور مجموعہ مختلف جغرافیائی عروس بلد کے لیے سال کے تمام موسموں میں دوبارہ کے وقت سورج کا ارتفاع بنانا ہے۔ دو درجوں میں طلی مرتبے ہوئے ہیں۔ ان سے ایک سب سے قدم (فٹ) لمبے "سج" (gnomon) کے لیے اور دوسرا بارہ اصع (انگل) لمبے "سج" کے لیے بنانا جاتا ہے۔ چونکہ ربعوں کی یہ سمت جو پہلے پہل الرقالی نے تجویز کی تھی (اسی سے قدیم ترین آلات مثلاً اس آلے میں جو ابراہیم

”عکس“ کا بدل جانے کے لیے کافی ہے۔ ایک سلاح (افی مائل “oblique horizon”) جس کے ساتھ ایک عمودی مسطر لگا ہوا ہے اور جو دونوں درجے دار چہرے کے مرکز کے گرد گھوم سکے، ایک عام اسطرلاب کے صفائح کا کام اچھا دیتا ہے۔ اسے دائرہ الاعتدال کے خط سے مناسب، اوپر پرچھتا۔ ہم مقام مساعدہ کا افق حاصل کر سکتے ہیں اور پھر اس کے درجوں سے مشرقی یا مغربی سمت (amplitudes) احد یا ثروی ہیئت کا کوئی اور مسندہ حل کر سکتے ہیں۔ یعنی کی سمت پر مساعدہ اور درجوں کے وہ سانات ہوئے ہیں جو عام اسطرلابوں کی سمت پر ملتے ہیں، لیکن الزرقالی نے اس پر مدار (فلک) القمر (circle of the moon) کا مرید اضافہ کیا تھا، جس سے وہ ہمارے اس تابع ارض (satellite) کے مدار کی بھی تحقیق کر سکتا تھا۔ اس سادہ اور مکمل اسطرلاب کو دوسرے عرب الفصحہ الزرقالیہ کہتے تھے، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ دائرہ افطاب اربعہ کو سطح کا مسوی قرار دینے کا حال بظاہر سب سے پہلے السروی کو آیا تھا، کیونکہ اس کی Chronology [آثار السافہ] الزرقالی کی بنیاد سے سب سال پہلے ثابت ہوئی تھی، لیکن بعد ۸ مقام ہے کہ (ص ۳۵۹) اس نے سطحی ہمسے کی بجائے محض ایک قیاسی ہمسے ہی پر اکتفا کیا ہے، جس میں دوائر الطول اور دوائر العرض نصف قطروں کے ہم فاصلہ حصوں میں سے کھینچے گئے ہیں۔



شکل ۳ - مساعدہ کی مختلف اقسام

شکل ۳ الف اور ۳ ح میں اس کی دو بڑی قسمیں جو مستعمل ہیں دکھائی گئی ہیں۔ شکل ۳ ب شکل ۳ الف کا صوری (perspective) نقشہ ہے۔ خط مسقیم و ب کو جو مرکز سے گزرنا ہے مقرر کہتے ہیں۔ لاطینی نام linee fiduciae یا fidei ہے۔ مساعدہ کے دونوں نارو ایک بیرونی (نقطہ یا نقطہ) پر حتم ہوئے ہیں۔ ہر ایک پر ایک مستطیل یعنی (لبہ، دقہ، هدف) ہوتی ہے، جو حود مساعدہ کے مسوی پر راویہ قائمہ جانے والے کھڑی ہوئی ہے۔ اس میں lineae fiduciae کے اوپر ایک سوراخ (نقہ) بنا ہوا ہے۔ اس دقہ کو آدھ ہو عرض بلد کے لیے ایک خاص صفحہ کی ضرورت پڑتی ہے جیسا کہ عرب الزرقالی (Arzachel, Azarquiel) نے دونوں حل بنا دیا تھا۔ یہ نقطہ اعتدال رسمی یا حرمی نو مرثر اور دائرہ افطاب اربعہ (solstitial colure) یعنی اس خط نصف النهار کو جو افلاک سے گزرنا ہے) سطح کا مسوی قرار دیا تھا۔ اسی آخری شکل میں، جسے الزرقالی نے ساتھ اسلسلہ المعتمد بن عباد (۱۰۶۱-۱۱۳۸) کے نام پر انعقاد سے موسوم کیا تھا، سارا الہ صرف ایک یعنی دو چھوٹی چھوٹی دیلی حصوں پر مشتمل تھا۔ یعنی کے ساتھ روح پر سطح صوری ”افی“ میں (بجائے معمولی ”عمودی“ کے) دائرہ الاعتدال مع اپنے مدارات (parallels) اور دوائر المثل (circles of declination) یا ممرات کے اور دائرہ الروح مع اپنے دوائر العرض اور دوائر الطول کے دکھائے گئے تھے۔ اس طرح ہر دائرہ الاعتدال اور دائرہ الروح کی سطح مرکز سے گزرنے والے دو مسقیم خط بنائی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح ایک ہی یعنی ہر جغرافیہ عرض بلد کے لیے کارآمد ہوگی۔ علاوہ بریں چونکہ دونوں نصف آکروں کی سطح ایک دوسرے پر پوری پوری مطبق ہوئی ہے اس لیے اس میں بڑے بڑے ستاروں کا اضافہ اسے معمولی اسطرلاب کے

اس نئے حقیقہ اس نئی قسم کے اسطرلاب کی اختراع  
 - سہرا الرزقانی ہی کے سر ہے - *Libros del Saber*  
 (۳) (مسلک ۱۸۶۴ء: ۱۳۵ - ۲۳۷ *Libro de la*  
*uqaydu*) کے درجے یہ آلہ عوام میں اور Saphaea کے  
 - ت - مشہور ہوا - عملاً یہ آلہ گنما فرسسی  
 Gemma Frisius کے ۱۵۵۶ء والے *Astrolobum (sic)*  
 Cotholien کی مانند ہے - گنما کے ساگر - D Juan de  
 Roias Sarnuenu کا اسطرلاب (طبع ۱۵۵۰ء) اسی کی  
 - ۸ - قسم ہے - اس میں سطح صوری کی بجائے سطح  
 و غیر (orthogonal projection) استعمال کی گئی ہے  
 اور یہ عجوبہ بالا السروی کی اسطوائی سطح - الرزقانی  
 کے اسطرلاب کی ایک اور ابتدائی قسم صفحہ سکارید  
 (۱۱) (دائرہ) ہے جس کے متعلق اب تک ہمیں صحیح  
 معلومات حاصل نہیں ہوئی  
 ان فلکی مسابھات سے جن پر ٹوبی اسطرلاب  
 میں عدا ہے (مثلاً نقطہ اعتدال ربیع کے مقام،  
 - ۱۰ - کے طول اور بعض صورتوں میں - حصص کے  
 - ۱۱ - کے) اسطرلاب کی صنعت کا سال احد درجے کے  
 مشکل مسئلے کے لیے دیکھئے Michel [۱]، ۱۳۳  
 - ۱۱ - اور Pouille [۱] - اس باب کی توضیح کے لیے  
 یہ مکتب کے جدید طریقوں کے اطلاق سے لازماً  
 منتج مبرم ہوئے ہیں دیکھئے سرعارنر Hartner  
 [۱] ۱۳۵۰ء یا ۱۳۸ - دائرہ البروج کے مثل  
 (۱۱) (میل کبی = obliquity of the ecliptic) کے (یہ اسباب  
 - ۱۲ -) معاون سے بھی کوئی سجدہ برآمد نہیں کیا  
 - ۱۳ - کیا - اسطرلابوں نے ہمیشہ ہر زمانے میں اسے ٹھیک  
 - ۱۴ - درجے تصور کیا ہے۔

۳ - تروی (کبری یا اُتری) اسطرلاب: یہ  
*Libros de Sabor*، ۲ (محرط ۱۸۶۳ء): ۱۱۳ - ۲۲۲،  
 میں مؤلفہ (Isaa b Sid Isaa ha-Hazzan، موسوم بہ  
 Rabbi Zag) میں *astrolabio redonde* کے نام سے  
 موسوم ہے - یہ مقام مسابھہ کے افق کے اعشار سے  
 کرۂ ارض کی - رکت کو بلا سطح ظاہر کرنا ہے -  
 اس کی تاریخ کم از کم ایسی ہی طویل ہے جتنی کہ  
 سطحہ اسطرلاب کی - ٹیری P Tannery *Recherches*  
*sur l'hist de l'astronomie ancienne*، برس ۱۸۹۳ء،  
 ص ۵۳ بعد، میں آخر الدکر کے اصول سے بحث کرتے

۲ - اسطرلاب خطی، جسے اس کے موحد  
 مظفر بن مظفر الطوسی (م حوالی ۱۰۶۱ھ/۱۲۱۳ -  
 ۱۱۲۱ء) کے نام پر عصا الطوسی بھی کہتے ہیں،  
 صرف ایک ٹکڑے پر مستعمل ہونا ہے - یہ ایک  
 سلاح ہے، جس کے وسطی نقطے (یعنی قطب شمالی

مشتمل ہے:-

(الف) دھات کا ایک ٹرہ، جس پر بن مکمل دوائر عظیمہ کدہ ہوئے ہیں، حواف، نصف السہار اور اول السموب کو پندرہ حصے ہیں۔ مریدہ بن بالانی نصف کرے میں مقطرات اور عمودی دائروں کے وہ نصف حصے حواف اور سمت الراس کے درمیان آئے ہیں واقع ہوئے ہیں۔ ربریں نصف کرے پر سطح اسطرلاب کی طرح عمر مساوی ساعوں کے خطوط سے ہوئے ہیں (مساوی ساعتیں دائرہ الاعتدال سے براہ راست معلوم کی جا سکتی ہیں)۔ خط نصف السہار پر قطراً مقابل سوراخوں کی متعدد جوزبان ہوئی ہیں، جن سے آلے کو ہر عرض بلد کے لیے مسوروں بنا جا سکتا ہے۔ (ب) چھری یا رحے دار ”عکبوب“ جو دائرہ الروح، دائرہ الاعتدال، جید اواکب نامہ، ارتفاع کے ایک ربع اور (صرف افاسی اسطرلاب میں) ایک طلی ربع دائرہ (quadrant) اور ایک تقویم پر مشتمل ہوتا ہے۔ (ج) نصف دائرے کی شکل کی دھات کی ایک ہلی سی سی، جو ”عکبوب“ کی سطح سے بالکل دیوست ہوئی ہے اور اس کا مرکز دائرہ الروح کے قطب سے جڑا ہوتا ہے جس کے گرد یہ نہ آسانی گھمائی جا سکتی ہے۔ اس کے دونوں سروں پر وہ پیمبر (dioptrés) نصب ہوئے ہیں جو کرے پر مماس اور ایک دوسرے کے موازی ہوئے ہیں۔ ”نروی اسطرلاب میں“ یہ تہی العصا کا کام دیتی ہے۔ (د) ایک محور جو کرے کے سوراخوں کی موروں جوڑی اور ”عکبوب“ کے قطب دائرہ اعتدال (equatorial pole) میں سے گزرتا ہے۔ افاسی اسطرلاب میں دائرہ الاعتدال کی، جسے بصورت دیگر ہمیشہ ایک نصف دائرہ عظیمہ سے پندرہ بنا جاتا ہے، ایک چھوٹے دائرے (۱) کی شکل دی جاتی ہے، جو اصل دائرہ الاعتدال کے متوازی ہوتا ہے۔ المراسی کے اسطرلاب میں

نوی واضح کرنا ہے کہ کس آسانی سے ایک کرے کا مقصور، جس پر بڑے بڑے مجمع الکواکب درج ہوں اور حواف اور ساعی خطوط کے حامل ایک سم نروی ”عکبوب“ سے گھرا ہو، سم نروی دھوب گھڑی  $\sigma\alpha\lambda\eta$  سے (جسے Eudoxus نے  $\alpha\rho\alpha\chi\eta$  کے نام سے موسوم بنا تھا) اُحد کیا جاسکتا تھا۔ المبرس (مراجعہ روٹر Suter، در *Abh = Gesch d math Wiss*، ۱۹: ۶، ۱۸۹۰ء) میں لکھا ہے کہ بطلموس نروی اسطرلاب کا سم سے پہلا صانع تھا، لیکن یہ بظاہر اس الناس کی بنا پر ہے جو المحسّی، ۱۰، میں مذکور انعام  $\alpha\sigma\tau\rho\lambda\beta\omicron\nu \delta\omicron\rho\gamma\alpha\nu\omicron\nu$  سے پیدا ہوا ہے (دیکھئے مقدمہ مادہ ہذا)۔ نہ آسانی کے مرتبہ الہ (Op asir) طبع نالسو، ۱: ۳۱۹ (بعد) ہی نو اسطرلاب نروی کہہ سکتے ہیں: کیونکہ نہ ایک ذرہ سماوی اور داب الحلی کا مرتب ہے اور اسطرلاب کی ضروری اول درجے کی خصوصیت یعنی ”عکبوب“ سے معرا ہے۔ شاہ الفاس العاسر (Alphonse X) سے پہلے نروی اسطرلاب کے ارتفاع کے ضروری مرحلے مدد دینے والے اصحاب کے رسالوں میں درج ہیں: قسطا بن لونا (م حوالی ۵۳۰ / ۹۱۲ء)، ابو العباس الترسری (م حوالی ۵۳۱ / ۹۲۲ء)، النروی (ناب فی اسعاب السوحوہ الممکنہ فی سمعہ الاطرلاب) اور اسوالجس ابن علی بن عمر المرادی (م حوالی ۵۶۶ / ۱۲۶۲ء، دیکھئے *Mém sur les instruments astron des arabes*، ج ۱، پیرس ۱۸۳۴ء میں نروی اسطرلاب کی فصل کا ترجمہ ارسندیلو (L A Sédillot)۔

نروی اسطرلاب بھی وہی کام دیتا ہے جو کرے سطح کے اسطرلاب سے بنا جا سکتا ہے، لیکن اس کا بڑا حصہ نہ ہے نہ آرائد لبر کے مقابلے میں یہ بہت کم سہل الاستعمال ہے اور پھر بھی اس سے اچھے نتائج حاصل نہیں ہوئے۔ جس آلے کا *Libros del Saber* میں ذکر ہے وہ احراء دیل پر

بروسلر Brussels ۱۹۴۳ء، شمارہ ۳-۴، (۱۱) Millás  
 Assaig d'histria de les J Millás-Vallicrosa = [۱]  
 idees fisiques i matemàtiques a la Catalunya  
 medieval، ح، نارسلوبا ۱۹۳۱ء؛ (۱۲) مارلے [۱]  
 Description of a planispheric astro- W H Morley  
 labe constructed for Shah Sultan Husain Safawi  
 لندن ۱۸۵۶ء (طاعت مکرر، در گنہر [۱]، ۱۰-۱۱-۱۲، ۱۳)  
 ایک پیر اور سہایت جامع تحقیق جو موجود ہے؛ (۱۳)  
 The early O Neugebauer = [۱] Neugebauer  
 history of the astrolabe (Studies in ancient  
 astronomy IX) در Isis، ۱۹۴۹ء، ۲۴ تا  
 Peut-on dater E Pouille = [۱] Pouille، ۲۵۶  
 Revue d'hist d sc، در les astrolabes médiévaux  
 D J Price = [۱] Price، ۳ تا ۳۲۲؛ (۱۵) پرائس [۱]  
 Arch intern، در An intern checklist of astrolabes  
 d hist d sc، ۱۹۵۵ء، ص ۲۴۳ تا ۲۶۳  
 Atib 'Isā, Das C Schoy = [۱] Schoy، ۳۸۱  
 Astrolab und sein Gebrauch، در Isis، ۱۹۲۷ء، ۹-  
 ۲۳۹ تا ۲۵۴، ترجمہ سن عربی، طبع P L Cheikh  
 در المشرق، سردب ۱۹۱۳ء؛ (۱۶) ابوالحسن عبدالرحمن  
 بن عمر الموصی (م ۹۸۶ء)؛ رسالہ داب الصنائع،  
 معطوطہ]۔

(W HARTNLR)

- \* اسعد افندی احمد: (۱۱۵۳/۱۷۴۰ء تا ۱۲۳۰/۱۸۱۴ء) عثمانی سچ الاسلام، سچ الاسلام  
 محمد صالح امیدی [رکے نان] کا فرزند، یہ نیک بعد  
 دیگرے ازمیر (۱۱۸۴/۱۷۷۰ء سے)، ترسہ (۱۱۹۲/۱۷۷۸ء سے)  
 اور اسانول (۱۲۰۱/۱۷۸۷ء) کا  
 فاضی رہا۔ پھر بھوڑی مذہب تک (۱۲۰۴/۱۷۹۰ء تا ۱۲۰۶/۱۷۹۱ء) انادولو کے فاضی  
 عسکر کے عہدے پر فائز رہا۔ یہ ان سر پر آوردہ  
 اسخاص میں سے ایک تھا جن سے سلیم ثالث

العصاہ کی جگہ ایک دھاب کا صفحہ ہوا ہے،  
 دائرہ الاعتدال کے قطب کے گرد گھومنا ہے اور  
 اس پر ایک چھوٹا سا "سحق" (gnomen) عموداً لگا  
 ہوا ہے، جو اس طرح دائرہ الاعتدال کے کسی نقطے پر  
 نہ آ سکتا ہے۔ مفصل معلومات کے لیے دیکھئے  
 Seemann [۱]۔

مآخذ: (۱) فرانک [۱] Zur J Frank -  
 Geschichte des Astrolabs (Habilitationsschrift)  
 ارلانگن Erlangen، ۱۹۲۰ء، (۲) دانک [۲] - وہی مصنف  
 Die Verwendung des Astrolabs nach al-Chwārizmī  
 د Abh Z G L Natw und Med، حصہ ۴، ارلانگن  
 ۱۹۲۰ء، (۳) فرانک [۳] J Frank و M Meycrhof  
 Ein Astrolab aus dem indischen Mogulreich،  
 Heidelberg Akten d von Portheim-Stiftung،  
 ۱۳، مایندلر تک ۱۹۲۵ء؛ (۴) گنٹر [۱] Gunther  
 The astrolabes of the world، R T Gunther، ح، و  
 اوکسفورڈ ۱۹۳۲ء (متن میں بہت غلطیاں ہیں)  
 Gunther [۲] = وہی مصنف، Chaucer  
 and Messahalla on the astrolabe، در Early Science  
 and Messahalla on the astrolabe، (طبع لیسٹر) ح ۵، اوکسفورڈ ۱۹۲۹ء، (۶)  
 The principle and use of W Hartner = [۱]  
 the astrolab، در Survey of Persian art، (طبع یوب  
 ۱۳۹۷ تا ۲۵۳۰، معاویہ در ۱۳۹۷-۱۳۹۸  
 تا ۱۴۰۱)، اوکسفورڈ ۱۹۳۹ء، (۷) ہارنر [۲]  
 The Mercury horoscope of mercantonio  
 Michel of Venice، در Vistas in Astronomy، (طبع  
 A B ۱، ح ۱، لندن ۱۹۵۵ء، ص ۸۴-۱۳۸) (۸)  
 Islamic astrolabists: L A Mayer = [۱]  
 and their works، ۱۹۵۶ء؛ (۹) Michel [۱]  
 Traite de l'astrolabe، H Mayer، پیرس ۱۹۳۷ء  
 (۱۰) Michel [۲] = وہی مصنف:  
 L'astrolabe méaire d al-Tusi، در Ciel et Terre

فایح میں سیان آغا کی مسجد کے خطیرے میں مدفون ہوا)۔

مآخذ: (۱) واصف، تاریخ، استانبول، ۱۲۱۹ھ،

۲: ۱۵۱؛ (۲) عاصم، تاریخ، استانبول، ۱۲۱۹ھ،

۲۹۱۱ھ، ۲۵۰؛ (۳) شامی زادہ، تاریخ، استانبول، ۲۹۰۹ھ،

۱: ۲۴۵، ۲۳۹-۱۳۶؛ (۴) حودب، تاریخ، استانبول

۱۳۰۹ھ، ج ۶-۹ (انبارہ)؛ (۵) محمد مسب: دوحۃ

مسانح، تار دہلی (مخطوطہ): (۶) سلیمان دہلی دوحۃ

مسانح، تار دہلی (مخطوطہ)؛ (۷) احمد رفعت، دوحۃ

المسانح، استانبول (طبع سنگ)، دونوں تاریخ، ص ۱۱۹

۱۱۹؛ (۸) حسن ابوالسرائی، حدیثہ الحوائج، استانبول

۱۳۸۱ھ، ۱۲۳؛ (۹) علمہ سالنامہ سی، استانبول

۱۳۳۷ھ، ص ۵۰ (۱۰) A، دلیل مادہ (مذکورہ بالا

اسی کا ملخص ہے)

(M. MUNIR AKILPE)

اسعد امیدی، صحائف، مسیح زادہ سید محمد

(۱۲۰۸ھ / ۱۷۸۹ء تا ۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۸ء)، عثمانی

وفات، یونس اور فاضل، اپنے والد کی نا نہانی موت

(دسمبر ۱۸۰۸ء) کی وجہ سے، جو انک دادنے میں

ہوئی، اس وقت جب کہ وہ مدینے کے قاضی کے عہدہ

سنبھالے جا رہا تھا، تنگ و ترس حالات میں پھر

لنا۔ معمری (clerical) کی معمری اساموں پر لٹی

حکے کام کرنے کے بعد صفر ۱۲۴۱ھ / ۱ اکتوبر ۱۸۲۵ء

میں وہ سانی زادہ عطاء اللہ امیدی [رک نان] کی حکم

وفات یونس کی اسامی پر معمری کر دیا گیا اور مرے

دم تک اسی عہدے کے فرائض انجام دے رہا۔ اس

کی نصف آس طغرے محمود ناسی کی مسفقانہ بوجہ

حاصل کر لی۔ ۱۸۲۸ء میں وہ قاضی عسکر ہوا۔

اس کے بعد اسکودر کا قاضی مقرر ہوا اور سرکاری

کرب (نقویم الوفات، دیکھئے مقالہ حریده، عمود

۶۵ ب) کا مدیر بنا دیا گیا، جو ۱۲۴۷ھ /

۱۸۳۱ء میں پہلی نارسائے ہوا۔ ستمبر ۱۸۳۳ء میں

[رک نان] نے امور سلطنت کی ضروری اصلاحات کی

باب مشورہ کیا اور جس نے خصوصیت کے ساتھ

فوجوں کی کارکردگی کی فائیت بڑھانے کی معاونت

پیس دی۔ اصلاحات کا مشہور حامی ہونے کی

بدولت اس نے رومیلی کے قاضی عسکر کا عہدہ دو

مرتبہ سنبھالا (رجب ۱۲۰۸ھ / فروری ۱۷۹۴ء سے

اور رجب ۱۲۱۳ھ / ستمبر ۱۷۹۸ء سے) اور پھر

۲۹ محرم ۱۲۱۸ھ / ۲۱ مئی ۱۸۰۳ء سے اسے

شیخ الاسلام بنا دیا گیا۔ رجب ۱۲۲۱ھ / ۱۸۰۶ء میں

اس امر کی توسیس کی گئی کہ نظامہ جدید [رک نان]

رومیلی میں جاری کیا جائے و اسعد امیدی نے

قوی جاری کیا کہ جو اس کی معاونت کرنے کا وہ

سراوار ملا۔ ہوگا، لیکن جب سلطان نے اصلاحات کے

رہنمائی نامہ کرنے کا ارادہ چھوڑ دیا تو خود

اس کی درخواست پر اسے اس کے عہدے سے سبکدوش کر

دیا گیا (یکم رجب ۱۲۲۱ھ / ۱۴ ستمبر ۱۸۰۶ء)۔

شیخ الاسلام عطاء اللہ امیدی کے اثر سے اور علماء نے،

کانکچی مصطفیٰ [رک نان] کی معاونت کے زمانے میں،

اس کی جان بچائی۔ جس وقت مصطفیٰ ناسا برہدار

[رک نان] پر سر امداد بنا تو اسعد امیدی دوبارہ

شیخ الاسلام مقرر ہوا (۲۲ جمادی الثانیہ ۱۲۲۳ھ /

۱۵ اگست ۱۸۰۸ء) اور ان بحثوں میں حصہ لیا

جس کا جرہ سید ابراہیم میں ظاہر ہوا (دیکھئے مقالہ

دسور، ۲)۔ جب مصطفیٰ ناسا کا روال ہوا تو پھر

بھی علماء نے اسعد امیدی کی جان بچائی۔ ۳ سوال

۱۲۲۳ھ / ۲۲ نومبر ۱۸۰۸ء کو اسے ملازم سے

برطرف کیا اور خود اس کی حمایت کی حاضر اسے

معینا Ma'nisa میں، جو اس کی اپنی ارپالیک arpalik

بھی، بھیج دیا گیا۔ کچھ دن بعد اسے استانبول

واپس آنے کی اجازت مل گئی اور ۱ محرم ۱۲۳۰ھ /

۲۳ دسمبر ۱۸۱۴ء کو کنلجہ Kanlidja میں اپنی

یلی Yali کے اندر اس نے وفات پائی [اور مرستان

‘Kültüpaneleri tarih-coğrafya Yazmaları Kotalogları’  
 ۱ / ۲، استانبول ۱۹۴۴ء: ۱۷۴-۱۷۶، JA، ۴ :  
 ۳۶۴ ب؛ (۲) آس طغر (متضمن فوائد ۱۲۴۱ھ)،  
 بنگی چریوں کے قلع قمع کا بیان ہے (جسے فوائد حیرہ  
 بھی کہتے ہیں، دیکھئے مقالہ ”بنگی چری“)، جو  
 ۱۲۴۱ھ / ۱۸۲۶ء میں واقع ہوا، مخطوطہ اسعد امجدی  
 شماره ۷۱ ۲ مصنف کا دستخطی نسخہ لہلہا ہے،  
 ترکی زبان میں دو بار طبع کیا جا چکا ہے (اسانول  
 ۱۲۴۳، ۱۲۹۳، ۱۲۹۳-۱۲۹۳) اس کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا گیا  
*Précis historique de la destruction* A P caussin de Perceval  
*destruction*، نرس ۱۸۳۳ء) [اس کا ترجمہ  
 اطالوی، زبان میں بھی ہوا ہے] اور اس کا کچھ  
 حصہ روسی زبان میں طبع ہو چکا ہے (۳)  
 سیرقاب قدیمہ، اس کا موضوع مملکت کی عدالتی  
 رسمیات اور سود معاہدات ہے (اسانول [۱۲۸۷ھ])  
 (۴) رسالے نوارنج، لاری [رک نان] کی فارسی  
 مرآہ الادوار کا نامکمل ترجمہ ہے (خود مصنف کا  
 دستخطی مسودہ، مخطوطہ اسعد امجدی، شماره ۲۱۰)  
 (۵) سفرنامہ بحر (۱۲۴۳ھ کا مرقع حوادث)،  
 محمود ثانی کے مسرے بھرس کے سفر کا بیان ہے  
 (دستخطی نسخہ: اسانول، اسکی اسر پر موضع سی  
 لائیری، مخطوطہ رکائی زادہ پرم، شماره ۱۵۷) (۶)  
 آیات الحیر، محمود ثانی کے صوبہ ڈیوب کے  
 ۱۲۵۳ھ میں سفر کا تذکرہ (۷) (محققہ صفا اندور  
 ۱۳۵۱ھ کا مرقع حوادث)، اس میں ان شعراء کا  
 تذکرہ ہے جو ۱۱۳۵ھ / ۱۷۲۳ء اور ۱۲۵۱ھ /  
 ۱۸۳۶ء کے درمیان موجود تھے (دستخطی مسودہ:  
 مخطوطہ اسعد امجدی / اسعد عارف نے، شماره ۴۰۴)  
 (۸) منیاب: دو خودنویس کتاب ملاحطاب  
 (مخطوطہ اسعد امجدی، شماره ۳۸۴، ۳۸۵) ان میں  
 وہ خطوط وغیرہ ہیں جو محفل موقعوں پر لکھے گئے؛  
 (۹) شاہد المؤرخین (۱۲۴۳ھ کا مرقع حوادث)،

وہ اسانول کا قاضی ہوا اور ۱۸۳۵ / ۱۸۳۶ء میں  
 محمد شاہ کی محبت نشینی پر سارک ناد دیے سفیر  
 خاص بنا کر ایران بھیجا گیا۔ ایک بیماری کی وجہ  
 سے وہ مدت دراز تک بیکار رہا، لیکن ”مصلحتات“  
 [رک نان] کے بعد وہ دو سال تک ”مجلس احکام  
 عالیہ“ کا رکن رہا۔ ۶ اگست ۱۸۴۱ء کو وہ  
 سب الاسراف“ بنایا گیا اور ۳۰ مئی ۱۸۴۳ء  
 سے ۱۳ اکتوبر ۱۸۴۴ء تک روسی کا قاضی عسکر  
 رہا۔ ۱۸۴۵ء میں وہ اس کمیس (نقصد) کا رکن  
 ہوا جو اساتئی معلم کی اصلاح کے لیے مقرر کیا گیا  
 تھا۔ ۱۸۴۶ء میں ”مجلس معارف عمومیہ“ کا رکن  
 اہم حواری ۱۸۴۸ء کو اس کا صدر بنا دیا گیا  
 اور اس کے بعد تقریباً صدر جسے کے ساتھ ہی وفات  
 پائی (۳ صفر ۱۲۶۶ھ / ۱۰ جنوری ۱۸۴۸ء) اور اس  
 کے حانی کے آج میں جو اس نے اسانول کے محلہ  
 ”پرس“ میں خود ہی قائم کیا تھا دفن کس دیا  
 ۱۱۔ اس نے اسی جمع کی ہوئی کتابوں کا ڈھیر،  
 ۱۲۔ کئی میں ۱۰۰ کتابوں سے زیادہ تھا (اور  
 جس میں ۳۷۱۹ مخطوطے تھے)، ایک کتب خانے  
 میں جمع کر دیا، جسے اس نے ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۶ء  
 میں وقت کر دیا تھا۔ آج کل وہ ”سلمانہ یلک  
 لائیری“ کی عمارت میں رکھا ہوا ہے اور ترکی  
 میں اس وقت تک کتابوں کا سب سے زیادہ اہم  
 دکانہ مانا جاتا ہے۔ اس کی بڑی بڑی مصائب  
 ۱۔ اس کی سرکاری تاریخ (جو چھپی نہیں)  
 ۲۔ جس میں ۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۱ء تا ۱۲۴۱ھ /  
 ۱۸۲۶ء کے حوادث درج ہیں۔ اس کی ابتدا وہاں  
 ہوئی ہے جہاں تک اس سے پہلے کے وقائع نویس  
 نے ان کی کتاب میں درج کیا تھا۔ اور خود اس کی  
 تحریرات متاخر زمانے کی ثابت اس کے بعد کے  
 وہ نہ نویس لطفی امجدی [رک نان] نے استعمال کیں  
 (مخطوطات کے لیے دیکھئے نانگر، ص ۳۵۵ Istanbul)



یہ تاریخ گوئیوں کا تذکرہ ہے (خود نوشتہ نسخہ : کتب خانہ "فتح ملب" معطوطات علی امیری، تاریخ، شماره ۳۶۲-۳۶۳)۔ اشعبد افندی نے بطون کی ایک ڈیر بغداد اور مغربی رسالہ جات بھی چھوڑے ہیں (مفصل کے لئے دیکھئے RA اور برسلی محمد طاہر : عثمانی مواب گیری، ۳ : ۲۴ نا ۲۶) [اس کی تفصیل کی کل بغداد ۱۹ ہے]۔

مآخذ (۱) نانی زادہ عطاء اللہ، تاریخ، استانبول ۱۲۹۲ھ، ج ۴ (۲) خود تاریخ، استانبول ۱۳۰۹ھ، ج ۱ اور ۱۲ (۳) احمد لطیف، تاریخ، استانبول ۱۲۹۰-۱۳۰۶ھ، ج ۱ نا ۲ (۴) تاریخ لطیف، ج ۸، طبع عبدالرحمن شریف، استانبول ۱۳۲۸ھ (۵) رفعت دوحہ النساء، استانبول ۱۲۸۳ھ، ص ۵۷ بعد؛ (۶) قطب، تذکرہ، استانبول ۱۲۷۱ھ، ص ۱۳ (۷) جمال الدین ابنہ طرفاء، استانبول ۱۳۱۴ھ، ص ۹ بعد (۸) ابن الامس محمود جمال صوٹک عصر بر شاعر گیری، استانبول ۱۳۱۴ھ، ۱ : ۳۱ بعد؛ (۹) سعد الدین سرھب ارکون ترک شاعر گیری، استانبول ۱۹۴۴ھ، ۳ : ۱۳۲۵ (۱۰) نعیم وقائع، سال ۱۲۴۷-۱۲۶۴ھ (۱۱) نانگر، ص ۳۵۴ تا ۳۵۵؛ (۱۲) The Ottoman 'ulema and U Heyd 'westernization in the time of Selim and Mahmūd Scripta Hierosolymitana ۱۸, studies in Islamic history and civilization، یروشلم ۱۹۶۱ء، ص ۶۳ بعد؛ (۱۳) RA، تبدل مادہ (حسن کا بیان نالا ملخص ہے) [۱۴ سامی نے، فاموس الاعلام، ۲ : ۹۰۲ (۹۰۲)]

(میر آں بہ M. MUNIR AKTEPL)

\* اشعبد افندی محمد : (۱۱۱۹/۱۷۷۷ء) نا ۱۱۹۲/۱۷۷۸ء عثمانی سنج الاسلام - یہ شیخ الاسلام وصاف عبداللہ افندی (حواس عہدے بر ۱۱۶۸/۱۷۵۵ء میں تھا) کا فرزند ہے۔ برقی کر کے وہ غلطہ کے قاضی کے عہدے تک پہنچا (۱۱۶۳/۱۷۴۹-۱۷۵۰ء)۔ اس کے بعد مدب

دراں تک نے روزگار رہا، کیونکہ اس کے والد کے مخالفوں کا روز بھا - ۱۱۸۲/۱۷۶۸ء میں وہ انادولو کا اور ۱۱۸۶/۱۷۷۳ء میں روسنی کا قاضی عسکر ہوا۔ حوالہ ۱۱۹۰/۱۷۷۶ء دسمبر ۱۷۷۶ء میں وہ سنج الاسلام مقرر ہوا۔ حامدی الآخرة ۱۱۹۲/۱۷۷۸ء جولائی ۱۷۷۸ء میں وہ صحت کی خرابی کی وجہ سے اس عہدے سے علیحدہ کر دیا گیا اور اس کے بھوڑے ہی عرصہ بعد اس نے وفات پائی۔ [اس کا شمار صوفیوں میں ہوتا ہے۔ وہ سائر بھی تھا اور حوس نویس بھی۔ حظ بعلی کی تعلیم اس سے کاتب زادہ رفیع افندی سے نائی تھی]

مآخذ (۱) واصف : حقائق الاحبار، استانبول

۱۲۱۹ھ، ۱ : ۱۹۹ (۲) خود تاریخ، استانبول ۱۳۰۹ھ، ۴ : ۸۸ (۳) مسقیم زادہ دوحہ مسانج کتار (مخطوطہ) (۴) وہی مصنف، رحمة خطاطی، استانبول ۱۲۲۸ھ، ص ۷۱ (۵) احمد رفعت دوحہ المسانج (طبع سبک، بدون تاریخ)، ص ۹۸، ۱۶ (۶) علمہ سالنامہ سی، استانبول ۱۳۳۴ھ، ص ۵۳۵-۵۳۷ (۷) RA تبدل مادہ (بیان نالا حسن کا ملخص ہے) [۸] سامی نے، فاموس الاعلام، ۲ : ۹۰۲

(میر آں بہ M. MUNIR AKTEPL)

اشعبد افندی محمد : (۱۱۷۸/۱۷۶۵ء) نا ۱۱۳۴/۱۷۲۵ء عثمانی سنج الاسلام، مسرور و معروف سعد الدین [رک ناں] کا دوسرا فرزند تھا۔ اسے والد کے اثر کی بدولت اس نے اپنے دینی مشاغل میں بہت جلد برقی کی اور محرم ۱۱۰۷/۱۷۰۵ء اگست ۱۵۹۸ء میں استانبول کا قاضی ہو گیا۔ اسے بڑے بھائی محمد کے پہلی مرتبہ سنج الاسلام ہونے کے زمانے (۱۱۰۰/۱۶۹۱ء نا ۱۱۰۱/۱۶۹۳ء) میں وہ کچھ دن انادولو کا قاضی عسکر رہا اور دو بار بھوڑے دن تک رومیلی کا قاضی عسکر رہے کے بعد وہ خود سنج الاسلام مقرر ہو گیا اور

سعبان ۱۰۳۳ھ / ۲۲ مئی ۱۶۲۵ء کو اس نے وفات پائی اور اسے والد کے پاس ”ایوب“ میں دفن کیا گیا۔ اسعد افندی نے نسیان سعدی کا ترجمہ کیا، جس کا نام گل حیدان ہے (استانول لدون تاریخ)۔ اس کی دیگر تصانیف یہ ہیں: ایک دیوان، فارسی (عبدہ Bagdath اسمعیل بابا، کشف الطیون دیلی، استانول ۱۰۴۱ھ / ۱۰۶۹: ۸۹ اور دیگر تصانیف) (مفصل کے لئے دیکھیے J.A.)

مآخذ (۱) عطائی: دہل الشعانی، استانول ۱۲۶۸ھ، ص ۶۹۰-۶۹۲ (۲) صولای زادہ: تاریخ، استانول ۱۲۹۷ھ، ص ۷۰۵ بعد، ۷۱۹، ۷۳۷ بعد (۳) پیچوی Pichewi تاریخ، استانول ۱۲۸۳ھ، ۲۳۶، ۳۵۶ بعد، ۳۷۰ (۴) نعیمی: تاریخ، استانول ۱۲۲۸ھ، ۲: ۲۱۳، ۲۳۲، ۲۹۳ (۵) کاتب جلیلی قد لکھ، استانول ۱۲۸۷ھ، ۲: ۱۲ بعد (۶) قراچلی زادہ عبدالعزیز: روضہ الانوار، بولاق ۱۲۳۸ھ، ص ۳۸۱، ۵۲۹، ۵۴۱ (۷) قیالی زادہ حسن حلمی، اور (۸) ریاض (مخطوطہ)، اور (۹) رما کے تذکرات (the redhkires)، استانول ۱۳۱۶ھ، ص ۱۰: (۱۰) حسن ابواسرائی: حرمہ الجوامع، استانول ۱۲۸۱ھ، ص ۲۷۱ بعد (۱۱) مستقیم زادہ: نعمۃ حطاطین، استانول ۱۹۲۸ھ، ص ۴۴۵ (۱۲) علمیہ سالنامہ سی، استانول ۱۳۳۳ھ، ص ۴۳۷ (۱۳) J.A. دہل مادہ (بیان بالا جس کا اختصار ہے)۔

(سیر آں تپہ M MUNIR AKTEPE)

- اسعد افندی محمد: (۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء تا ۱۱۶۶ھ / ۱۷۵۳ء) عثمانی سیح الاسلام، یہ سیح الاسلام ابواسحق اسمعیل افندی کا فرزند اور سیح الاسلام اسحق افندی کا بھائی ہے۔ پہلے بہت سی اساسوں پر تعیش مدرس معنی رہا، پھر سلاطین کا قاضی اور اس کے بعد (محرم ۱۱۱۷ھ / جون ۱۷۳۴ء) مکے کا قاضی ہوا۔ حب ۱۱۵۰ھ /

حمادی الآخرہ ۱۰۲۴ھ / ۲ جولائی ۱۶۱۵ء سے بے بھائی کے عہدے پر اس کی جگہ فائر ہوا۔ بے عہدے کے سات سال کے دوران میں اس نے بے بھائی کے ترسورشی حوادث میں بھانان حصہ لیا۔ عثمانی ناہی [رکھ ناں] (زمانہ حکومہ، ار ۱۰۱۸ھ / ۱۶۱۸ء تا ۱۰۳۱ھ / ۱۶۲۲ء) کی دسمی کے فی، کنوینک ۲۶ / ۱۰۱۷ھ میں احمد کی وفات کے بعد اس نے کونس کر کے مصطفیٰ لے لیا۔ اس کا جاسوس بنا دیا گیا۔ وہ دسمی اس کے او جی زیادہ بڑھ گئی۔ جب اسعد افندی نے مان کے بھائی محمد کے قتل کے حوالے کے حوالے سے سے انکار کر دیا اور اگرچہ سلطان اسعد افندی کی دھم سے سادی کر لی پھر بھی نہ۔ جی میں دھم سی وہ ائی، عثمان نے ددی دھم کی اساسوں پر کارائی مقرر کرنے کا اشارہ دیا۔ اسلام سے لے کر اسے حوالہ عمر افندی لیا گیا۔ جب ۱۰۳۱ھ / ۱۶۲۲ء میں عثمان نے حوالہ حج ادا کرنے کا سہہ لیا تو اسعد افندی نے اب بھیدنا۔ وہ سلطان کے دھم حج کرنا فرض میں ہے۔ اور جب حکمرانوں کی معاونت بھوت بڑی ہو گئی تو بھائی نے آجروار سلطان اس میں، قتل کیا گیا۔ اس نے ایک قوی صادر لیا جس میں دھم کے ان سہ بڑھے رؤساء کی مدد کی جس کی وہ بے بھائی اٹھ بھڑے ہوئے تھے، لکن عثمان کے مات میں مصطفیٰ اول کے سلطان مسلم نے دھم کے اعراض لیا۔ اس کے عثمان کے دھمے سے، بھائی نے دھم لگایا گیا کہ وہ اسے سیح الاسلام کے عہدے سے مستعفی ہو گیا۔ ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۳ء میں وہ دوبارہ سیح الاسلام مقرر کیا گیا، لکن بھوڑے ہی دن میں وہ اسے حامی وزیر اعظم کیمائیکس علی پاشا سے کڑ بیٹھا۔ وہ اسی عہدے پر فائر تھا جب کہ ۱۰۴۱ھ /

۱۷۳۷ء میں وہ فوج کا قاصی بنا اس نے آسٹریا کے بحلاب کارروائیوں میں شہرت حاصل کی اور صلحنامہ بلرراد میں عثمانی وفد کا رکن تھا۔ بھوڑی بھوڑی مذہب کے لیے دوبار رومیلی کا قاصی عسکر رہ چکے کے بعد۔ ایک مار محرم ۱۱۵۷ھ / مارچ ۱۷۴۴ء میں اور دوسری مار سوال ۱۱۵۹ھ / اکتوبر ۱۷۴۶ء میں۔ وہ ۲۴ ربیع ۱۱۶۱ھ / ۲۰ جولائی ۱۷۴۸ء کو سح الاسلام ہو گیا۔ لیکن ایک سال پورا ہوئے میں ابھی بچہ دن نامی تھے نہ اسے اس کے عہدے سے علیحدہ کر دیا گیا اور وطن سے نکال کر پہلے سینوپ Sinop اور اس کے بعد گنلی بولو Gelibolu بھیج دیا گیا۔ ربیع الثانی ۱۱۶۵ھ / مارچ ۱۷۵۲ء میں اسے معاف کر دیا گیا اور وہ اسانول واس آ گیا۔ اسکی اس کے دوسرے سال وفات پائی (۱ شوال ۱۱۶۶ھ / ۹ اکتوبر ۱۷۵۳ء) اور اسے اس مسعد کے حطریے میں جو اس کے والد نے جامع سلطان سلیم کے قریب تعمیر کی تھی دفن کیا گیا۔

اسعد افندی کے فرزند سرمد افندی نے دو مرتبہ سح الاسلام کا عہدہ سنبھالا۔ ساعیرہ قطب [رکناں] اس کی دختر تھی۔ وہ خود بھی درجہ ادنیٰ کا ایک شاعر اور ایک نامور ماہر موسیقی تھا۔ اس کی سب سے زیادہ مشہور تصانیف یہ ہیں:

(۱) لہجہ الاعراب، ایک ترکی لعب، اسانول ۱۲۱۶ھ

(۲) اطرب الآثار فی تذکرہ عرفاء الادوار (حسے تذکرہ خواستہ دین بھی کہتے ہیں) اس میں ایک سو کوئوں کی سوانح حیات میں (مکتب کے اندر رہوں حال صورت میں چھپا، سال سوم، اسانول ۱۳۱۱ھ، شمارہ ۱ تا ۷ اور ۱۰) [اس نے سی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سال میں چار مشہور قصیدوں (نردہ، ہمریہ، دیماطہ اور مصریہ) کی بحسن بھی لکھی۔ اس نے متعدد سکول اور مدرے بھی قائم کیے]۔ اس کی دیگر تصانیف (نظموں

اور نسیں) کی تفصیل کے لیے دیکھیے JA.

مآخذ: (۱) سالم۔ تذکرہ، اسانول ۱۳۱۵ھ، ص ۷۲-۷۶: (۲) واصف۔ تاریخ، اسانول ۱۲۱۹ھ، ۱: ۱۷۷ (۳) سامی شاکر صحنی۔ تاریخ، اسانول ۱۱۹۸ھ، ص ۵۳، ۱۲۱، ۱۰۷، ۱۸۷، الف، ۲۰۱، (۴) عری: تاریخ، اسانول ۱۱۹۹ھ، ص ۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۲۰۶، الف، ۲۶۲، الف، (۵) احمد رفیع دوحہ التناجیح، اسانول (طبع سنگ، دون تاریخ)، ص ۸۶، (۶) سعد الدین بربھ ارگی ترک شاعر لری (Türk şairleri) ۳۲۹، بعد، (۷) برلی Buralt محمد طاہر۔ عثمانی مؤلف لری (Osmanlı mu'ellifleri) ۲۳۸-۲۳۹، (۸) JA نہ دیل مادہ (تیاں نالاحس کا خلاصہ ہے)

(جاوید بسون M CAVID BAYSUN)

اسعد سوری: سسوکا ایک بڑا شاعر حمید عربی اور سور کے سوری خاندان کے ابتدائی مہم۔ میں (رکناں) نہ تاریخ افغانستان، قسمت غوریاں و امیر (روڑ) سوربوں کے دربار میں جاہ و مراتب رکھا تھا۔ اس کے اب کا نام محمد تھا۔ سح اسعد نے ۵۴۰ھ کے قریب غور کی سرزمین میں شاعری کا غم بلند کر رکھا تھا۔ اس نے ۵۴۵ھ میں بغیس کے شہر (غور اور رستدار کے درمیان ایک شہر تھا اب اسے بھٹ کہتے ہیں) میں وفات پائی۔ ولادت کا سال معلوم نہیں۔

نہ حراتہ میں سح کٹھ کی نالیف لرغوی سناہ (نواح ۵۷۵ھ) کے حوالے سے اسعد سوری کے متعلق کچھ معلومات درج ہیں۔ سح کٹھ مؤلف لرغوی ہستائے نے یہ معلومات محمد بن علی الحسی کی کتاب تاریخ سوری سے لی نہیں (سب بالستان کا ایک شہر تھا، جو غور کے جنوب میں واقع تھا۔ اب اس علاقے کو والستان کہتے ہیں)۔ پٹہ حراتہ میں لکھا ہے: ”حب سلطان محمود نے غور پر حملہ کیا تو قلعہ آہگراں (غور کے قلعوں میں سے ایک تھا۔

مناظر کی تصویر، جو امیر محمد سوری کی موت پر  
عرا دار ہوئے، ساغرانیہ طمطرائی اور فطرب کلام کے  
ساتھ کھسچی گئی ہے۔ اس قصدے پر گہری نظر  
ذالغے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ نسو رنان پر اس  
وقت ورن و حر و فافہ اور بھل اور معنی پروری کے  
احصار سے عربی عروض اور فارسی قصیدہ گوئی کا اثر  
اس حد تک غالب آ چکا تھا، کہ اس قصدے  
میں دربار محمودی کے قصائد کی طور پر سیب و  
گریب بھی ہے اور فارسی و عربی کی ادبی مصطلحات  
بھی ہیں۔ یہ قصیدہ اس قصدے کی ہو نہو نظر  
لے کر جو فرحی نے محمود کی وفات پر مرثیے کے طور پر  
لکھا (دیوان فرحی، مطبوعہ بہران، ص ۹۲)۔ اس سے  
نائب ہونا ہے کہ عربیوں کے عہد میں نسو رنان  
بہری طرح اپنے زمانے کے ادبی اصول و آداب کے  
مناصب اچکی بھی۔

مآخذ: اسعد سوری کے لئے دیکھئے (۱) محمد ہوک:  
پتہ حرانہ، مع تعلقات ارعبدالعی حسی، کابل ۱۹۴۴ء  
(۲) عبدالعی حسی تاریخ ادب ہسپو، ح ۲، کابل  
۱۹۵۰ء (۳) صدیق اللہ مختصر تاریخ ادب ہسپو، کابل  
۱۹۴۶ء، بعض کے لئے دیکھئے (۴) حدود العالم، بہران  
۱۹۳۲ء، ص ۶۴ (۵) الاضطری، المسالک و الممالک،  
لائڈن ۱۹۲۷ء، ص ۲۴۴ تا ۲۵۲، امیر محمد سوری  
اور فلفہ آہکراں کے لئے دیکھئے: (۶) مسہاج السراج:  
طبقات ناصری، ۱، ۳۸۸، طبع حسی، (۷) بیہقی: تاریخ،  
تہران ۱۹۳۹ء، ۱: ۱۱۷ (۸) اس الاثر: الکامل،  
مطبوعہ مصر، ۹، ۹۱ (۹) حمد اللہ المسومی: تاریخ  
گریڈہ، لندن ۱۹۳۰ء، ص ۴۰۶ تا ۴۰۷؛ (۱۰) دیوان  
فرحی، تہران ۱۹۳۱ء، ص ۹۲ (۱۱) سورسکی: شرح و  
ترجمہ حدود العالم، آکسفورڈ ۱۹۳۷ء، ص ۳۳۳۔

(عبدالعی حسی افغانی)

\* آسفار بن شیرویہ: اخیر سپاہ کا ایک دیلمی  
سردار، جسے حیلی یا گیلانی کہا زیادہ صحیح

اس کے باقی ماندہ آثار اب بھی اس نام سے ہری رود کی  
ساتھ علیا میں موجود ہیں) میں امیر محمد سوری کو  
محمود کر لیا۔ اسعد سوری بھی آہکراں کے قلعے میں  
۱۰۰۔ امیر محمد کو گرفتار کر کے عربہ لے  
لا اور وہ وہیں موت ہو گیا تو اسعد نے، جو امیر  
نہروست تھا، اس کی موت پر ایک 'بوللہ' (قصیدہ)  
'۹۔۹' (مرثیہ) کے امداد میں لکھا (پتہ حرانہ،  
ص ۳۰)۔

آہکراں کی جنگ اور امیر محمد سوری  
ساندہ دور عربیوں کے مشہور واقعات میں سے ہے۔  
مسہاج السراج کے ہاں کے مطابق محمد سوری اس لڑائی  
میں، محمود کے ہاتھ گرفتار ہو گیا اور رہ رہ لیا،  
جو اس نے اپنی انگوٹھی کے نگے کے بجائے حصار لیا  
تھا، مگر گنا (طبقات ناصری، ۱، ۳۸۸)۔ سبھی نے عور  
نی۔ گ اور فتح کا سال ۴۰۵ھ دیا ہے۔ اس الاثر  
لکھا ہے کہ اس سوری نے دس ہزار کالسکر لے کر  
سندھ محمود کے لشکر سے آہکراں میں سب  
جنگ کی اور اس معرکے میں گرفتار کر لیا گیا اور  
اس نے رہ رہ لکھا کر خود کسی کر لی (الکامل،  
۹۱۰۹)۔

سج اسعد سوری امیر محمد سوری کا دوست  
اور رہنمائی ساعر تھا۔ اس نے امیر کا بڑا  
مددگار ہرہ لکھا۔ یہ قصیدہ قدیم سسوادب کے  
امتیاز قصاید میں سے ہے۔ اسے پتہ حرانہ کے مؤلف  
سے کتاب لرغونی ہنسانہ سے نقل کیا ہے۔  
اس میں، تمثالیں انیاب ہیں۔ ان شعروں میں امیر  
محمد سوری کی بہادری، سراف اور اس کے عدل و  
انصاف کی بہت تعریف کی گئی ہے اور سلطان محمود  
کے حملہ آور لشکر کے ہاتھوں اس کی گرفتاری پر  
اظہار اسوس کیا گیا ہے۔ یہ قصیدہ دور محمودی  
کے نرے نرے ساعر فرحی، عنصری اور سوچہری کے  
قصاید سے بہت مشابہ ہے۔ اس میں عور کے عماک

کہانی اور داعی لڑائی کے دوران میں مُردَ آویج کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس طرح طرستان میں غلوؤں کے امداد کا حاتمہ ہو گیا، کیونکہ اسفار نے دوسرے غلوؤں کو گرفتار کر کے آلِ سامان کے پاس بھاگا بھیج دیا (۵۳۱/۶ - ۹۲۸ - ۹۲۹ء)۔

طرستان پر دوری طرح قابض ہو جانے کے بعد اسفار نے اپنا امداد حرجان، رے (جہاں سے اس نے ماکان کو نکل دیا)، مروہ اور الجبل کے دوسرے سپروں تک بڑھا لیا، لیکن اس نے آمل کا سپر ماکان کے پاس اس شرط پر رکھ دیا کہ وہ طرستان کے نامی حصے پر قبضہ جانے کی کوشش نہیں کرے گا۔ اس نے سامانوں کی حکومت اور امداد کا اعلان کر دیا اور اپنے حامدان اور حراجوں کو الثوب (اس الاثیر، قلعه الثوب) نے کیا، جو مروہ کے شمال میں واقع ہے اور جو بعد میں اسماعیلوں کا مشہور قلعہ بنا۔ بھڑے ہی عرصے میں اس نے ایک آزاد حکمران کا سا طریقہ عمل اختیار کر لیا اور رے میں امداد ساہی کے طاہری سادات (یعنی طلانی نعت و ناح) بھی اختیار کر لیے اور آلِ سامان اور حاتمہ کی اطاعت سے معزف ہو گیا۔ اس موقع پر حاتمہ المقدس نے اس کی سرکوبی کے لیے ایک لشکر اپنے ماموں ہارون بن عریب کی سرکردگی میں بھیجا، جسے اسفار نے مروہ کے قریب شکس فاس دی، لیکن [اس کا سچہ یہ ہوا] کہ اسفار ماکان اور آلِ سامان دونوں کی دسمی کا هدف بن گیا، کیونکہ ماکان اب بھی طرستان اور حرجان کے دعوے سے دست بردار نہیں ہوا تھا اور ادھر سامانوں نے بھی اس پر لشکر کشی کی اور شہنور تک پہنچ گئے۔ اسفار نے وزیر نے اپنے آقا کو سامانی حکمران سے صلح کر کے اسے حراج دیے اور اس کا اقتدار تسلیم کر لیا اور راضی کر لیا۔ اس طرح اسفار جنگ سے بچ گیا اور اس نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر مکر و فریب

ہوئے۔ اس نے ان حامد جنگوں میں جو طرستان کے علوی حکمران حسن الاطرش [رک نان] کی وفات (۹۱۷ء) کے بعد برپا ہوئیں اور جس کی وجہ سے اس علاقے میں علوی اقتدار کا حاتمہ ہو گیا بڑا اہم حصہ لیا۔ ۵۳۱/۶ - ۹۲۳ء میں حسن الاطرش کے داماد اور حامی حسن بن القاسم المعروف بہ الداعی الصمیر اور الاطرش کے بیٹوں ابوالحسن اور ابوالقاسم کے درمیان حصول اقتدار کے لیے کشمکش شروع ہوئی۔ اسفار اپنے حصے ایک اور دیلمی جنگی سردار ماکان بن کا لوئی (عربی نام: کا لسی) کی معیت میں نمودار ہوا۔ [بعد ازاں] اس نے ماکان کے خلاف بغاوت کی، ماکان نے اسے اس کی فانی بفر روشن کی وجہ سے اسی فوج سے اتحاد کر دیا تو اس نے شہنور کے سامانی نوبال کی ملازمت اختیار کر لی۔ ۵۳۱/۶ - ۹۲۵ء میں ابوالقاسم کی وفات پر ماکان نے ابوالقاسم کے بھتیجے ابوعلی کے مقابلے میں، جسے اس نے حرجان میں قید کر رکھا تھا، اس کے بیٹے اسماعیل کے نعت سے ہوئے کا اعلان کر دیا۔ ابوعلی اپنے محافظ کو قتل کر کے، ماکان کا بھائی تھا، رندان سے بھاگ نکلے میں کامیاب ہو گیا اور اسفار سے مدد کا حواس ڈر ہوا (۵۳۱/۵ - ۹۲۷ - ۹۲۸ء)۔ اسفار حرجان آیا اور اس نے ابوعلی کی فوج کے سالار علی بن حورسد دیلمی کے ساتھ مل کر ماکان سے جنگ کی اور اسے شکست دے کر طرستان سے نکل دیا۔ ابوعلی اسی سال فوت ہو گیا اور ماکان نے پھر طرستان پر قبضہ کیا لہذا اسفار حرجان واپس چلا گیا اور سامانی امر نصر نے اسے وہاں کا والی مقرر کر دیا۔ اس کے بعد اسفار نے مُردَ آویج بن ریاز جیلی کی مدد سے طرستان پر پھر قبضہ کیا لہذا [اس اثنا میں] ماکان داعی حسن کو پھر اس اقتدار لے آیا تھا۔ ان دونوں نے اسفار سے طرستان واپس لینے کی کوشش کی، لیکن شکست

سے ایسا اقتدار آور بھی بڑھا لیا۔ وہ پہلے سے زیادہ  
 ۱۔ وسم کرنے لگا۔ فروں کے ناسدوں سے ہاروں  
 ۲۔ عرب کی مدد کرنے کے حرم میں بے حد وفات  
 ۳۔ نام لیا اور سامانی ناساہ کو جراح دیے کے لیے  
 ۴۔ مقبوضات کے ہر اسدے حتی کہ حیرملکی  
 ۵۔ فروں سے بھی ایک دیار فی کس کے حساب سے  
 ۶۔ کس وصول کیا، گویا حربے کی شکل میں (المسعودی  
 ۷۔ اس موقع پر یہی لفظ استعمال کیا ہے)۔

اس کے ظلم و ستم کا سدھ یہ ہوا کہ اس کے  
 ۱۔ مات مردآویج نے اس سے سرکسی احسار کر لیا۔  
 ۲۔ اس نے طارم کے سپہر سحران کے امیر سار اور  
 ۳۔ سب کے ساتھ اتحاد قائم کیا اور اسفار کی فوج کے  
 ۴۔ ایک بڑے حصے کو اپنا ہم حال بنا لیا۔ اسفار نے  
 ۵۔ کی طرف بھاگ گیا، جہاں وہ صرف بھوڑا سا روہ  
 ۶۔ جمع کرنے میں کامیاب ہوا۔ یہاں سے وہ حراساں  
 ۷۔ جانے کے ارادے سے چلا اور سہی پہنچا۔ جہاں سے  
 ۸۔ وہ پھر رتے واپس آیا۔ اب اس کا ارادہ تھا کہ وہ  
 ۹۔ اُتوب پہنچ کر اپنے حرائے پر دوبارہ قبضہ کرے  
 ۱۰۔ اور نئی فوج جمع کر کے از سر نو جنگ شروع کرے،  
 ۱۱۔ مردآویج نے اسے راستہ ہی میں جا لیا اور  
 ۱۲۔ اس کا گلا کاٹ دیا (اس واقعے سے متعلق مختلف  
 ۱۳۔ روایات ہیں)۔ ۳۱۶ھ اور ۳۱۹ھ کے درمیان واقعات  
 ۱۴۔ کی سرسب رمانی متحقق نہیں۔ اس الاثر ان کی  
 ۱۵۔ تاریخ ۳۱۶ھ لکھا ہے اور اس اسدیار ان واقعات  
 ۱۶۔ ۳۱۹ھ کے تحت فلم بند کرنا ہے۔ اسفار کی وفات  
 ۱۷۔ کی اغلب تاریخ ۳۱۹ھ ہی ہے۔ اسفار ہی سے ایران  
 ۱۸۔ کے شمال مغربی حصے میں دیلموں کے اقتدار کا  
 ۱۹۔ دعویٰ اُغار ہوتا ہے، جسے مائین اور مردآویج نے  
 ۲۰۔ جاری رکھا اور اس کے بعد نویہوں نے۔ المسعودی  
 ۲۱۔ کے سان کے مطابق، جس نے فروں میں اسفار کی  
 ۲۲۔ روس کا الحصوص ذکر کیا ہے (مؤد کو مبارک  
 ۲۳۔ سے بچے گرا دیا، ہاروں کی سدس اور مساحد کی

بناھی)۔ وہ مسلمان نہیں تھا۔

مآخذ: (۱) حمزہ اصفہانی: تاریخ ستم ملوک  
 الارض و الانبیاء، طبع حواد الایرائی التبریزی، تہران  
 ۱۳۳۸ھ، ص ۱۵۲ تا ۱۵۳، (باب ۱) (۲) المسعودی:  
 مروج، ۶۰۹ تا ۶۱۰، (۳) یسکویہ: معارف الامم، طبع  
 مرحلوٹ، ۱: ۱۶۱ تا ۱۶۲، (۴) عرب، طبع د حویہ،  
 ص ۱۳۷، (۵) التوخی: بشوار المعاصر، طبع مرحلیوٹ،  
 ۱: ۱۵۶، (۶) مورسکی V Minorsky  
 La domination des Daylamites، ص ۹، (۷) H Bowen  
 علی اس عیسیٰ، ص ۳۰۷ تا ۳۰۹، (۸) B Spuler  
 Iran in fruhislamischer Zeit، ص ۸۹

(M CANARD)

- \* اسفرائین: کدسہ رمانے میں ایک جھوٹا سا  
 واقعہ بند سہر، جو حراساں سے شمال مغرب اور آئرک  
 کے جنوب کی طرف صوبہ نساہور میں سہر  
 نساہور سے نابع مرادل کے فاصلے پر واقع تھا۔ اس نام  
 سے وہ میدان اب تک سہرور چلا آتا ہے جہاں کبھی  
 یہ سہر نساہ تھا۔ عام روایت کی رو سے یہ نام  
 اسپر آیین (سہرما) سے منسوب ہے، کیونکہ یہاں  
 کے ناسدے عادیہ اپنے ساتھ ایک سیر رکھا کرتے  
 تھے، لیکن اس کا نام سہرماں [بھی] تھا، جو یاقوت  
 کے رمانے سے اس کے قریب کے ایک کاؤن کو دے  
 دیا گیا۔ اس کی حفاظت کے لیے جو قلعہ بنایا گیا  
 تھا اسے قلعہ زر (سورے کا قلعہ) کہتے تھے۔ اس سہر  
 کی بڑی مسجد میں ایک نسل کا لکڑی کا کھنڈ، جس کا  
 دور بارہ کر کا تھا۔ اس صلح میں انگور سہر اچھی  
 قسم کے پیدا ہونے لگے اور دھان کے کھیت بھی  
 نہ کرتے تھے۔ یہاں کے لوگ سامعی مذہب کے  
 نیرو تھے اور ان میں فقہاء کی اچھی خاصی تعداد  
 پیدا ہوئی۔ ۶۱۷ھ / ۱۲۲۰ء میں اسے معلوں نے  
 ناراج کیا اور ۱۰۰۶ھ / ۱۵۹۷ء سے کچھ پہلے  
 ازبکوں کے حملے سے تباہ ہو گیا۔ آج کل اس کی

*The Lands of the Eastern Caliphate* G Le Strange

ص ۳۹۳ (۷) سائیکس *Hist of Persia* Sykes

۲۵۸، ۱۵۲

(CL HUARI)

اسفندیار: دیکھیے مادہ سروار.

اسفندیار اوغلو: ایک ترکمانی خاندان د

نام، جس نے قدیم ہلنگوسا Paphlagonia میں

جائے وقوع پر شہر بلقیس کے کھنڈر نظر آئے ہیں.

مآخذ: (۱) *Bibl Geogr Arab* ۳۱۸، ۲ و ۷

(۲) انوالعداء: *Géographie*، ۲۷۸، ۱۷۱

(۳) باقوت: معجم (طبع و شیعہ)، ۲۳۶، ۱۷۱

جس حان: مرآۃ اللدان، ۳۸: ۱ (۵) Barbier de

*Dur de la Perse* Meynard، ص ۳۴ (۶) لیستریج

### اسفندیار اوغلو کا شجرۂ نسب

(۱) یمن خاندان

(بھائی یمن پر خاندان (۲))

(۲) - جس الدین (= مسور نے سمسی ناسا (۵))

(۴) امیر یعقوب

(۸) عادل نے (علی)

(۹) نابرد نوواروم (ولی)

(۱۲) اسکندر (۱۳) (بٹی)

(۱۵) قرہ پیچی

(۳) سراج الدین سلمان ناسا

(۵) ابراہیم ناسا (۶) علی بک (۷) سیریسوس  
(ناصر الدین (۸))

(۱۱) سارز الدین اسفندیار

(۹۵ سے ۵۸۳ تک  
حکومت کی)

(۱۰) سلمان ناسا

(۱۴) بٹی  
(جو مراد اول سے بیاہی گئی)

(۲۰) خدمہ  
(۵۸۲۸ میں مراد ثانی  
سے بیاہی گئی)

(۲۵) حس  
(جسے ۵۸۵۵ میں قتل  
کیا گیا)

(۱۹) مراد

(۱۸) حصر نے

(۱۷) قوام الدین قاسم بک  
(۵۸۲۸ میں مراد ثانی کی  
ہمسره سے شادی کی)

(۱۶) ابراہیم  
(عہد حکومت ۸۴۳ تا  
۵۸۴۷)

(۲۴) اسکندر  
(جسے میرزا نے کھانا ہا ہے)

(۲۳) حدیجہ

(۲۲) قول احمد

(۲۱) کمال الدین ابوالحسن اسماعیل  
(عہد حکومت ۸۴۷ تا ۵۸۶۴)  
(۵۸۴۴ میں اس نے مراد ثانی کی ایک  
بیٹی سے شادی کی)

(۲۶) حس

(۲۷) محمد

(جسے میرزا کھانا ہا ہے، اس نے نابرد ثانی  
کی ایک بیٹی سے شادی کی)

(۲۹) مصطفیٰ پاشا

(۲۸) سمسی پاشا

اس موضوع کے لیے قسب اسمعیل نے کا سجزہ سدرجۃ حلویات سلطانی، در *Catal of Turkish MSS.* Rieu *in the British Museum*، ص ۱۱ اور پیچوری Peccori، ۲: ۱۰۔ ۱۱ بعد میں سمسی پاسا کا سجزہ -  
 (۱) ساند سلیمان پاسا کا بھائی، جسے اس بطوطہ الایندی کہتا ہے، سلیمان پاسا کے بیٹوں (۵) نا (۷)  
 (۲) در در اس بطوطہ، ۲: ۳۳۸، ۳۳۹، سمس الدین و Pachymeres، ۲: ۳۲۷، بعد، ۶۱۱ (۸) معجم ناسی  
 کے نام کے مطابق سلیمان پاسا کا بھائی (۱۳) سعد الدین، ۱: ۱۹۲ کے نام کے مطابق، اسعدیاری کی  
 (۱۴) اور نہیں اور اس نہیں کے بیٹے نا در کلایو Clavijo، ص ۹۲، نے کہا ہے، لیکن اس نہیں کا نام  
 (۱۵) یا (۱۴) تاریخ صاف [لدا، وصاب]، ۱: ۳۹۰، بعد کے نام کے مطابق، ۱۷ کے لیے دیکھے  
 (۱۶) ۲۷۷: ۲۸۳، بعد، ۲۸۳، بعد، ۳۱۸، بعد، ۳۲۲، بعد، ۱۳۵، بعد (۱۸) کے لیے  
 (۱۹) کے لیے سعد الدین، ۱: ۳۱۸، بعد (۲۱) یہ لقب فردوں [بے] ۱: ۲۵۰ میں  
 (۲۲) مراد ناسی کی ایک لڑکی سے اس کی بادی کی نائب دیکھے Dukas، ص ۲۴۳، سعد الدین، ۱:  
 (۲۳) کے لیے قسب *Rev Hist*، ص ۳۹۰، بعد (۲۴) کے لیے حمد وہی، ص ۱۳۵: (۲۶) کے لیے  
 بعد، ۱: ۳۷۳، ۳۷۶۔

کر لی۔ لیکن بعد میں خود محار بن بٹھا اور سوپ  
 Sinope فتح کر لیا، جو اس وقت تک مسعود ناسی کی  
 ایک بیٹی کے حصے میں تھا۔ سمس الدین کا ذکر  
 سدرجۃ دہل مصنف نے کیا ہے: (۱) اس بطوطہ  
 (۲: ۳۴۳، بعد) (۲) سہاب الدین (۳) *et Extr*،  
 ۱۳۰۰، ۳۶۱، بعد) اور (۳) احوال *Geographie*،  
 طبع Re naud، ۲ / ۳۵۰، ۲ / ۱۴۲، ۱۴۵:  
 Pachymeres، ۲: ۳۴۵، بعد اور ۳۵۶، بعد، نے  
 اس کا ذکر Σολυμάρπας کے نام سے کیا ہے۔  
 اس کے حاشیوں میں یہ بھی: (۱) اس کا بیٹا  
 اسراہم پاسا: (۲) عادل ہے، امیر یعقوب کا بیٹا  
 اور سمس الدین کا پوتا (قریباً ۷۴۶ھ) (۳) عادل ہے  
 کا بیٹا لال الدین بایرید، جسے عثمانی ترک  
 کوٹوروم Kötürum [= معلوح] کہتے تھے، ۵۷۸ھ  
 میں فوت ہوا: (۴) بایرید کا بیٹا سلیمان ہے، ۵۸۷ھ  
 نا ۵۹۵ھ۔ سلطان بایرید اول نے اسے قتل کر کے  
 اس کی ملکہ چھین لی (*Rev Hist*، ص ۳۸۹، کے  
 مطابق عثمانی وقائع نگار سلیمان نے کا بالکل  
 ذکر نہیں کرے اور بایرید کوٹوروم کا عہد حکومت  
 ۵۷۹۵ تک بتاتے ہیں): (۴) ۵۸۰۰ میں بایرید کے

بے کوچک کے شمال مغرب میں سادوں صدی  
 ۵۷۹ / ۵۸۰ھ میں صدی میلادی کے احیام پر،  
 (۱) کی سلجوقی سلطنت کے روال کے بعد، قسطنطینی  
 (۲) خود محار سلطنتی سادہ دلی۔ یہ نام اس خاندان  
 نے مشہور میں فرمانروا اسعدیاری کے نام سے  
 ماحود ہے [چنانچہ اسی طرح] سولہویں صدی میں  
 عمن فرل احمد، برادر اسمعیل بگ، کے نام سے  
 ماحود فرل احمد او نام ملا ہے۔ نورطی اسعدیاری  
 اوسو نو "Amurias" یا "عمر" کہا کرتے تھے۔  
 اس خاندان کا نام بظاہر سمس الدین اس میں  
 سدار تھا، جسے اعلانی کا صلح جاگس کے  
 صورت ملا تھا۔ اس نے مسعود ناسی کے خلاف  
 (۱) کی (۶۸۱ یا ۵۶۹)، قسطنطین کے قلعے پر  
 نصیب کر لیا اور ۵۶۹ھ میں (بحوالہ معجم ناسی)  
 حاشی حکمران کی جانوں کے حکم سے ان صلحوں کا گورنر  
 - - اگاس پر وہ متصرف ہو چکا تھا۔ معلوم ہونا ہے  
 نہ شخص وہی ستور نے سمسی پاسا ہے جس نے اولیا،  
 ۲: ۱۱۷۳ کے بیان کے مطابق توہیں کو فتح کیا۔  
 اس کے بیٹے سجاج الدین سلیمان پانا (۷۰۰ یا  
 ۵۷۴) نے اول اول تو ایل خانوں کی سیادت تسلیم



رشتہ داروں کے ساتھ کثرت ہوئی رہی تھیں  
 مآخذ: (۱) مخم باشی صحائف الاحبار، ص ۲۹  
 بعد، (۲) حمید وہی مشاہیر اسلام، عدد ۳۳ (= مکمل  
 سلسلے کا ص ۱۳۲۹ تا ۱۳۵۸) (۳) *Revue Historique*  
 'publiee par l'Institut d'Histoire Ottomane'  
 ص ۳۸۲ تا ۳۹۲ (احمد نوحید کا مخصوص مقالہ)،  
 (۴) یورپی مصنف *Pachymeres*، *Dukas*،  
*Clavijo*، *Phrantzes*، *Chalkokondyles* - اسعدیاری اوغلو  
 کے سگروں کے لیے (۵) اسمعیل غالب، *بقوتم مسکوکات*  
 سلجوقیہ، ص ۱۲، بعد؛ (۶) احمد نوحید، *مسکوکات قدیمہ*  
 اسلامیہ، ص ۴۴ بعد.

(J H MORDTMANN)

اسہید دیز: دیکھیے قلعہ سمند.

الاسکافی ابواسحق محمد بن احمد (یا ابراہیم)

الفراریطی، وزیر الممتی [نائب] - ۵۳۲۳/۵۳۴ -  
 ۵۳۴ء میں اس کا دیر بعداد کے صاحب السطرہ  
 محمد بن یاقوب کے نائب کی حیثیت سے آیا ہے۔  
 سوال ۵۳۲۹/حون - جولائی ۵۳۴ء میں حلقہ نے  
 اسے وراثت کا عہدہ دیا، لیکن صرف چھ مہینے  
 بعد دوالقعدہ (جولائی - اگست) میں اسرائیرا  
 ٹوریکس نے اسے برطرف کر دیا۔ ٹوریکس کی  
 معرولی کے بچہ دن بعد اسے پھر یہ عہدہ مل گیا،  
 مگر وہ اس پر صرف چالیس دن تک قائم رہ سکا۔  
 سوال ۵۳۳۰/حون - جولائی ۵۳۴ء میں اسے پھر یہ  
 عہدہ دیا گیا، لیکن آٹھ ماہ سولہ دن وراثت کرے گا  
 تھا کہ ناصر الدین محمد بن [رک نان] نے اسے برطرف  
 کر دیا

مآخذ: (۱) ابن الطیفی، *المحری* (طبع درسونج  
 Derenbourg)، ص ۳۸۶ بعد؛ (۲) ابن الاثیر (طبع  
 ٹورن برگ Tornberg)، ج ۸، مواقع کثیرہ.

(K V ZETTERSTEEN)

الاسکندر: اسکندر اعظم Alexander the

بچے سازالدین اسعدیاری کو دیموریے پھر بچہ پر  
 پٹھایا۔ اس کی وفات ۲۲ رمضان ۵۸۳ھ میں ہوئی۔  
 ۵۸۲ھ کے قریب اسے طوسہ، کناگری [نعمری] اور  
 قلعہ حک کے سپہ اور حاکم د سارا صلح [سلطان]  
 محمد بوق کے اور کچھ دن بعد دایے کی بھرپور کاس  
 [سلطان] مراد ثانی کے حوائے کرنا۔ (۵) ابراہیم  
 ابن اسعدیاری، ۸۶۳ تا ۸۶۷ھ (۶) اسمعیل بن  
 ابراہیم، (۷) ۸۶۳ تا ۸۶۷ھ میں اسمعیل بن اس  
 کے بھائی فرل احمد کے آکسایے برسدعان محمد ثانی  
 نے بچہ سے انار دیا اور اس کی وفات قلعہ (Philippolis)  
 میں، جو سلطان نے اسے رہائش دہ کے طور پر عطا  
 کر دیا تھا، ہوئی۔ وہ ایک بہت ہی سداول نائب  
 حلب و بسلطانی کا مصنف ہے، جس میں مصرہ  
 اسلامی عبادات کے احکام درج ہیں۔ مسلمانوں کے  
 چھ جانے کے بعد فرل احمد بھاک دیر اوروں جس  
 کے پاس چلا گیا، لیکن محمد ثانی کی وفات کے بعد  
 پھر مسلمانوں سے چلا آنا اور بادرید ثانی نے احرام نے  
 ساتھ اس کا اسماعیل کیا۔ اس کے بچے مرمر محمد نے  
 سلطان کی ایک لڑکی سے سادی کر لی اور اس کے  
 بوبے - سمس اور مصطفیٰ ہاسا - سلم ثانی اور مراد  
 ثالث کے عہد میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے،  
 خصوصاً سمس ہاسا کا دانی اثر و رسوخ مراد ثالث کا  
 مصاحب ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ تھا۔ اس نے  
 "فرل احمدلو اسعدیاری اوغلو" کا ایک جعلی  
 نسب نامہ گھڑا، جو خالد بن الولید تک پہنچا تھا اور  
 اسعدیاری اوغلو کے حاندان کے لیے "فرل احمدلو" کا  
 نام ایجاد کیا۔ اس حاندان کے پس ماندوں اب تک  
 باقی ہیں اور جب سرھوس صدی میلادی کی ابتدا  
 میں عثمانی حکمران گھرانے کے بالکل ختم ہو جانے  
 کا خطرہ پیدا ہو گا تھا تو محملہ اور حاندانوں کے  
 فرل احمدلو کو بھی بچہ سلطنت کا حقدار سمجھا  
 جانے لگا تھا کیونکہ ان کی شادیاں سلطان کے

کی بیٹی سے سادی کر لی، جس کا نام وہ ہلای Hilai لکھے ہیں (فردوسی میں کچھ اور نام ہے) تاکہ اسکندر کے نام کا انک عجب و عرب استقام پیدا ہو جائے۔ اکثر اس کی قربانگر ندی کی وجہ سے داراب نے اسے فوراً طلاق دے کر اس کے باپ کے ہاں، واس بھیج دیا۔ لوگوں نے سندروس نامی انک دوا سے اس عجب کا علاج کرنے کی کوشش کی، لیکن ناکام رہے۔ جب سہرادی کے ہاں عجب پیدا ہوا تو اس کا نام اس کی والدہ اور اس دوا کے نام پر الکسندروس (ہلای سندروس) رکھا گیا۔ بچے کی پرورش نانا کے دربار میں ہوئی اور ارسطو اس کا امانی مقرر ہوا۔ فلوس کی وفات کے بعد اسکندر بچہ شاہی پر اس کی جگہ ممکن ہوا۔ اسکندر نے بھوڑے ہی دن بعد حراج ادا کرنا بند کر دیا اور جب اس کے علانی چائی دارا نے، جواب ایران کا نادرشاہ تھا، حراج کا مطالبہ کیا تو اسکندر نے فائدہ کے ہاتھ کھلا بھیجا کہ جو سرعی سوئے کے اندے دیسی بھی اسے میں دج کر کے کھا گیا۔ ہم یہاں ان رسیہ عجائب کا ذکر نہیں کرتے جو دارا نے اس موقع پر اسکندر کو بوجھے اور نہ اسکندر نے جواب کا، اگرچہ اس کا ذکر اطریشی، ۱، ۶۹۹ء سے قدیم مصنف نے بھی کیا ہے۔ اس کے بعد اسکندر نے جنگ کی تیاری شروع کر دی اور ایک بڑی فوج اٹھلی کر کے سب سے پہلے مصر لیا، جہاں اس نے نہایت سی عمارتوں کی بنادیں رکھیں (دیکھئے مادۃ الاسکندریہ)۔ ادھر اسی مذہب میں دارا بھی اپنی فوجیں جمع کر چکا تھا۔ اسکندر فوج لے کر دارا کی طرف بڑھا۔ دونوں فوجوں کی مڈبھڑ دریا سے قریب ہوئی، جہاں ایک بڑی حویر پر جنگ ہوئی (میدان جنگ کی جگہ ایک اور بھی بتائی گئی ہے) اور اس میں اسکندر کو فتح ہوئی۔ دارا نے راہ فرار اختیار کی، لیکن اس کے اسے دو ساتھیوں نے اسکندر کی حوسودی

Great (عرب مصنف عموماً اس (یونانی) نام کے پہلے دو حرفوں کو عربی اداہ تعریف ال سمجھے ہیں)۔ اس فایع عالم کے جو احوال مسلمانوں نے کہے ہیں ان میں کہیں کہیں جملہ تاریخی روایات کی جھلک ضرور دکھائی دیتی ہے، مگر معلوم ہمیں اسے افسانوں ہی سے واسطہ پڑتا ہے۔ ان کی اصل اسکندر کی رومانی داستان ہے (دیکھئے جیسے مقالہ اسکندریہ) اور ان میں بعد کے مصنفین نے نہ صرف بہت کچھ اضافہ کر دیا ہے بلکہ نئے نئے ونگار بھی شامل کر دیے ہیں۔ یہاں ہم اس موضوع پر قدیم عرب مؤرخین کے بیانات کا ایک مختصر سا خاکہ دینے پر اکتفا کریں گے۔ سب سے پہلے یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اسکندر نے بحرہ سب کو گھڑ کر نئی طرف سے مرتب کیا تھا، جس کا Die Chadr- Friedlander سے معلوم ہو سکتا ہے۔ تاہم ان سب میں اس کے باپ کا نام، یعنی فلپ، صحیح دیا گیا ہے۔ اکثر فیلسوف، فیلسوف یا کسی اور بگڑی ہوئی شکل میں۔ اسی طرح اس کی والدہ کا نام اولمپاس Olympias بھی صحیح دیا گیا ہے (اگرچہ بریٹانمشہ کسی محرف شکل میں)، بلکہ بعض مؤرخوں نے اس کے دادا کا نام، آمینتا Aminta یا آمینتاس Amintas بھی لکھا ہے۔ تاہم ہمیں قدیم ترین مؤرخین کے ہاں یہی یہ سنا ملتا ہے۔ اور اس کی بناد ایران کا افتخار ہوتی ہے۔ کہ اسکندر دراصل فیلسوف کا بیٹا نہ تھا بلکہ داراب (دارا الاکسر) کا تھا اور اس طرح وہ دارا (دارا الاکسر)، آخری ایرانی نادرشاہ، کا علانی بھائی تھا۔ اس کا قصہ بعض مآخذ میں یوں بیان ہوا ہے کہ داراب نے فیلسوف پر فوج پائی اور موحرائہ کر پر یہ حراج عائد کیا گیا کہ وہ ہر سال سوئے کے انڈوں کی ایک معین تعداد ادا کیا کرے۔ داراب نے فیلسوف

Candance [ملکہ العرب] کے ساتھ اس کی ملاقات کا ذکر کرتا ہے اور آکرکار وہ خطہ ملقات میں پہنچا اور حصر (حصر) سے ملاقی ہوا۔ بظاہر مؤرخین کو ان تمام باتوں کی نکتہ بہت کچھ معلوم تھا، لیکن وہ یا تو اس لیے اس کا یہاں ذکر نہیں کرتے کہ ان کے خیال میں یہ دارا کا ہم عصر نہ تھا بلکہ ایک قدیم سر دوالقربین تھا، جو ان واقعات کا اصلی بطل تھا، یا کسی اور وجہ سے۔ ہم آگے چل کر اس مسئلے پر بحث کریں گے۔ یہاں اس لیے دیا کافی ہے کہ اسکندر کی وفات ایران و اس اکثر شہر رور یا بابل میں (دنیوری کے ہاں کے مطابق یہ المقدس) میں چھتر سال کی عمر میں سرہ یا حودہ سال حکومت کرنے کے بعد ہوئی (اس کی مدد حکومت میں بہت اختلاف ہے)۔ بعض باتوں کے مطابق اسے رہر دیا گیا اور قرب موب کو محسوس کرتے ہوئے اس نے اسی والدہ کو اسکندریہ میں بسلی و عرب کا خط لکھا۔ اس کی لاس کو سوئے کے نابوب میں رکھا گیا، جس پر فلسفوں نے باری باری تقریر کی اور اپنی محضر تقریروں میں دنیوی عظمیٰ کی بے حقیقی پرور دیا۔ نابوب کو اسکندریہ لے جایا گیا اور وہاں ایک مقررے میں دفن کر دیا گیا، حوالہ مسعودی کے بیان کے مطابق ۵۳۲ھ / ۹۶۴ء [کدا، ۹۳۳ - ۹۴۳ء] تک موجود تھا۔

مشرقی لوگوں میں اسکندر صرف دنیا کا فاتح اور شہروں کا بانی ہی نہیں ہے۔ مشہور ہے کہ اس نے بارہ شہر آباد کئے، جس میں سے ہر ایک کا نام اسکندریہ تھا۔ بلکہ وہ ایک ایسا شعاع بطل ہے جو دنیا کے آخری حدود تک پہنچا (قب Macc، ۳: ۱ [آکسفورڈ، ۱۹۵۱ء، ص ۳۱۱])۔ اس کا اصل مقصد فتوحات ملکی نہ تھیں بلکہ حصول علم کا شوق تھا، اسی لیے ہر حکم فلسفی اس کے ساتھ ہوتے تھے اور عجائب عالم اور چستان نامہ

حاصل کرنے کے لالچ میں اسے دھوکے سے رومی کر کے مار دیا۔ بعض باتوں کے مطابق اسکندر اور دارا کے درمیان کئی جنگیں ہوئیں، لیکن بہر حال آخری بیچہ یہی ہوا اور دارا کے مرے وقت اسکندر نے اس سے ملاقات کی۔ دارا نے اپنی بیوی کو اسکندر کی حفاظت میں سونپا اور کہا کہ وہ اس کے قابلوں کو سزا دے اور دیگر امور کے انتظام کا مدد سب کرے۔ اس نے یہ خواہش بھی کی کہ اسکندر اس کی بیٹی رُشنگ (Roxana) سے شادی کرے۔ اسکندر نے اس کی وصیوں پر عمل کرنے کا وعدہ کیا اور حکم دیا کہ اس کی بھرپور و نکمیں سادہ طرز پر ہو۔ رُشنگ سے شادی کا نہ ہو، نہ وہ ایران کا حاکم حکمران ہو کر تخت نشین ہوا، انتظام سلطنت کے بارے میں احکام جاری نہ اور [راجا] پور (پورس Porus) کو، جو دارا کا حریف تھا، رہر کر کے لے ہندوستان کا رخ کیا۔ پور کے ساتھ اس کی سبب جنگ ہوئی اور فتح سے پہلے اس وقت حاصل ہوئی جب اس نے ایک بندر سے پور کے ہاتھوں کو نے گزند کر دیا اور پھر سہا مقابلے میں اسے رہر کر لیا۔ ہندوستان کے ایک اور بادشاہ کُید (Kaid [کُدار]) نے ارما و رعیت اس کی اطاعت قبول کر لی اور چار قسمی تحفے بھیجے (ایک بدیع الجمال دوسرہ، ایک کتھی نہ حالی ہوئے والا مدح، ایک طیب اور ایک فلسفی جو ہر سوال کا جواب دے سکتا تھا)۔ اس کے بعد اس نے برہمنوں (gymnosophists = برہمہ فلسوفوں) میں دلچسپی لے کر شروع کی اور ان کے ساتھ ایک مجلس منعقد کر کے ان سے مختلف سوالات کئے، جن کے انہوں نے جواب دیے۔ ہندوستان سے اس طرح آشنا ہو جانے کے بعد اسکندر نے تمام دنیا کا مابعدانہ دورہ شروع کیا، جسے مؤرخین بالعموم اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ ہندوستان کے بعد چین اور تبت کی باری آئی (الدنیوری قدادہ

- \* اسکندر بیگ: دیکھیے سکندر بگ۔
- \* اسکندر بیگ منشی: اسکندر بگ منشی، تقریباً ۱۵۶۸ء/۱۵۶۰ء میں پیدا ہوا۔ کچھ عرصہ محاسب کا پسند احسان دینے کے بعد وہ پورے اہمیاک کے ساتھ میں اسات کے حصول کی طرف متوجہ ہو گیا، جس میں اس نے بہت جلد مہارت پیدا کر لی اور شاہ عباس اول (۱۵۹۶ء/۱۵۸۷ء تا ۱۶۲۸ء) کا منشی مقرر ہو گیا۔ ۱۵۹۹ء/۱۶۱۱ء میں اُردہ کے محاصرے کے دوران میں وربر اسماعیل الدولہ کی اچانک موت کے وقت اسکندر بگ اس کے ناس تھا۔ وربر کا بیٹا اور حامدیں ابو طالب خان اس کا مرنے تھا۔ اسکندر بگ کا انتقال ۱۶۲۸ء/۱۶۳۸ء میں ہوا۔ وہ تاریخ عالم آرای عباسی کا مصنف ہے، جس میں شاہ عباس اول کے عہد کی مفصل تاریخ اور اس کے مشرووں کے حالات درج ہیں۔ اس کتاب کے اساسات ذورن Dorn نے *Muh Quellen zur Gesch der südl Künsten des Kasp Meeres*، ص: ۲۳۸ تا ۳۷۳ میں دیے ہیں، چاپ سنگی بہران ۱۳۱۴ھ۔
- مآخذ: (۱) *مرآۃ العالم*، وزی ۸۸۳، (۲) *JA*، ۵، ۱۸۲۴، ۸۶ تا ۸۹؛ (۳) *A Descr Cat Morley* etc، ص: ۱۳۳؛ (۴) *De Manuscripto V Erdmann*؛ (۵) *Iskenderi Menesii*، فاران ۱۸۲۲ء؛ (۶) وہی مصنف۔ *Iskender Munschi u sein Werk*، در ZDMG، ۱۵: ۳۵۷ تا ۵۰۱؛ (۷) *Rieu Cat of Pers Mss.*، ۱۸۵: ۱۸۵؛ (۸) *Br Mus Persian Literature— C. A Storey*، ۳۶۱: ۲؛ (۹) *A Bibliographical Survey Materials A A Romaskevich*، لندن ۱۹۳۶ء، ۳۰۹: ۲ تا ۳۱۴؛ (۱۰) *po istorii turkmen i Turkmenii Akad Nauk, SSSR*، ماسکو۔ لیس گراڈ ۱۹۳۸ء، ۲: ۱۱ تا ۱۳ (۱۰) آ، ترکی، بدیل مادہ]۔

(مجموعہ ہدایت حسین)

نیل خاص طور پر اس کی دلچسپی کا باعث ہونے لگا۔ لہذا مشور بن فایک اور الشہروری (جس کا الہ مر حواند نے دیا ہے، روضۃ الصمد، معنی ۱۹۲۰ء) حکمائے یونان کی دلیل میں اسکندر نے بھی تحریر ہے، قتب Meissner، در ZDMG، ۸۳: ۵۸۳۔ ساتھ ہی وہ صحیح ایمان کا حامی رہا۔ دیا جاتا ہے کیونکہ اس کے لقب دو القریں میں کی مختلف سرچیں کی گئی ہیں، قتب مادہ (۱۸) کی وحد سے بعض لوگ اسے وہی سمجھتے ہیں۔ دیکھیں اس کا ذکر قرآن [محمدا]، ۱۸ [الکھف]: ۵۸، میں آیا ہے۔ تاہم سب مفسر اس جہال کی نہیں کرتے، تاکہ ان میں سے اکثر دو القریں کے مؤخر میں فرو کرتے ہیں، یہ مؤخر دو القریں کے نزدیک اسکندر ہے۔ مرید غصلاک کے اور موسیٰ کے قصے کے ساتھ، جس کا ذکر قرآن [۱۸] [الکھف]: ۵۹، بعد میں آیا ہے، قصہ سر کے نام کے لئے دیکھیے مادہ های حصیر ساحو و ماحو، جہاں ان قصوں اور بعض ایب قدیم سرزمینی بصورت اور اساطیر (مثلاً gilgami:h) کے ان ناہمی تعلقات کا ذکر کیا ہے، جس کی طرف Meissner-Lidzbarski اور دیگر لوگ نے اشارہ کیا۔

مآخذ: تمام عالمگیر تاریخوں میں اسکندر کا ذکر خود ہے، اس لئے یہاں صرف قدیم عرب مؤرخین کا ذکر کافی ہے۔ (۱) الیمقونی، طبع ہوتسما Houtsma، ۱۶۱، ۹۰ بعد؛ (۲) الدبوری، طبع گیرگس Gargas، ۳۱: ۳ بعد؛ (۳) الطبری، مطبوعہ لائڈن، ۶۹۳: ۱ بعد؛ (۴) المسعودی، مطبوعہ پیرس، ۲۵۰: ۲ بعد؛ (۵) Eutychius، طبع Pocock، ص: ۲۸۱ بعد؛ (۶) عیسیٰ عرائس، قاہرہ ۱۳۱۴ھ، ص: ۲۰۳ بعد؛ بیرق حوالے ہو مادہ اسکندر نامہ میں دیے گئے ہیں۔

اسکندر آغا: دیکھیے انکاریوس۔



جمال الدیس کی مسموم صدف قصہ سکندری  
ع ۱۴۷۱ (الف) کا۔ ملائی حاوی اور بوگسر Buginese  
در اسکندر کے قصوں کا مفصل ذکر مدونہ دیل  
ابن میں ملے گا: (۱) Cat van de Vreede  
Javaansche en Madoereesche Hss  
۳ بعد (۲) Cat van de H H Juynboll  
Malaische en Soendaneesche Hss  
۱۹۴ بعد اور (۳) Cat van de Mal Hss v Ronkel  
(مطبوعہ ساویا)، ص ۲۵۵ بعد۔ مردیکھے مقالہ Ali  
de groot 'Encyclopaedie van Nederlandisch-Indie'  
لیع ابی، ۱۹۲۹ بعد (Gravenhage-Leiden، ۱۹۱۷ء)۔  
مآخذ: جو چپرس متی مادہ میں مذکور سہر  
در ان کا بہت مفصل ذکر Friedlaender کی کتاب میں  
موجود ہے۔ فہرست Bibliographie des Chauvin  
ouvrages arabes ۷۹۷ بعد۔

\* اسکندرون: (Alexandretta) عربوں کا  
اسکندرونہ یا اسکندرنہ (دیکھئے الاضطحری اور ان حوقل  
نے قلمی سحر کی مختلف قراءتیں)، بحرہ روم  
لئے ساحل] بحر حلب کی بندرگاہ، قدیم Αλεξάνδρεια  
κατὰ Ἰσάνην، جسے آگے چل کر چھوٹا اسکندرونہ  
بھی کہا گیا ہے Αλεξάνδρεια ἡ μικρά، در Malahia  
صحیح بون Bonn، ص ۲۹۷)، جس میں عربی نام  
اسکندرونہ کو آرامی اسم بصیر کی شکل میں نس  
یا گیا ہے، اسے اسی نام کے ایک اور سہر کے ساتھ،  
جو مرور اور عکا کے درمیان ہے، منسلک نہیں کرنا  
چاہئے، قسّم المقریری Hist des Mamlukes، طبع  
۱۸۶۰، Quatremere، ۲/۲: ۲۵۶ بعد؛ الدمشقی،  
مترجمہ Mehren، ص ۲۸۰-۲۸۱، Skylitzes، ۲: ۶۶۷، کا  
Αλεξανδρών اسکندرونہ سے بنا ہے اور اس  
Αλεξανδράς سے بعد میں Αλεξανδρός ἡ بن کیا  
(Michael Attal، ص ۱۲۰، Zonaras، ۳: ۶۹۱؛

مآخذ: (۱) Erdkunde Ritter، ج ۱۷: ۲؛  
۱۸۱۶ بعد، (۲) La Turquie d'Asie Cuinet، ۲:  
۲۰۸ تا ۲۱۰، (۳) Zur hist Topographie Tomaschek،  
۲۰۸ تا ۲۱۰، (۴) von Kleinasien im Mittelalter، ص ۷۱ بعد، (۵)  
اولیا چلی، ۳: ۳۶ بعد؛ (۶) کاتب چلبی: جہان نامہ،  
ص ۵۹۷: (۷) Les six Voyages Tavernier، ۱: ۱۲۹  
بعد؛ (۸) Reizen Cornelis de Bruyn، Delft،

اس حریرے کو ایک سنگیں ٹل کے دریعی ساحل سے ملا دیا گیا تھا جس کی لمبائی سبب شدید [یونانی سمناہ = ۶۰۰ فٹ یونانی = ۵۸۲ فٹ انگریزی] بھی اور اسی لیے ہپتاسادیوم (Heptastadium) کہلاوا تھا۔ حریرے کے شمالی مسرفی کوئے میں نظمیں سور (Ptolemy Soter) کا سوايا ہوا روسی کا ملد۔ سار فاروس تھا۔ یہ مسہور عمارت، جس نے ہمارے سب روسی کے ساروں کے لیے نمونے کا کام دیا اور جسے عام طور پر دنیا کے عجائبات میں سے شمار نا جانا تھا، عربی صبح کے بعد کئی صدیوں تک ناہی رہی۔ عرب مصنفین کے ماتاب سے پتا چلتا ہے کہ یہ مسد سہ کی بہت بڑی اور بلند عمارت تھی۔ نہ مربع شکل کی تھی اور نیچے کے حصے کی ساوٹ ٹھوس اور وری تھی۔ اس ٹھوس اور وری ساد پر ایٹوں اور جوئے کا ہس پہلو سار تھا، جو اوپر حا کر گول ہو جانا تھا اور اس کی حوٹی برانک فہ تھا۔ اس سار کی لمبائی کے نارے میں ان کے ماتاب بہت مختلف ہیں۔ اس مات کی سہادیں موجود ہیں کہ فاروس کو رڑے سے نقصان پہنچا اور مسلمانوں کے عہد میں نارھا اس کی مرمت ہوئی۔ ۵۷۲ م / ۱۱۳۲ م میں اس کا ایک بڑا حصہ گر گیا، لیکن معلوم ہونا ہے کہ اس کے کچھ حصے ایک صدی بعد تک بھی قائم تھے۔ اس کے بھوڑے ہی عرصے بعد یہ سارے کا سارا منہدم ہو گیا اور ۵۸۲ م / ۱۱۷۷ م میں قایم ہے [رکے ناں] نے اس کے کھنڈروں پر موجودہ قلعہ فاروس (Fort Phoros) سوايا۔ حریرہ سار کی مشرقی بندرگہ ابتداء میں الاسکندریہ کی اصلی بندرگہ تھی اور (بحلاف اس کے جو بعض اوقات کہا جاتا ہے) اسلامی عہد میں بھی عام طور پر یہی استعمال ہوئی تھی۔ سترھویں صدی کے وسط تک بھی مغربی بندرگہ میں صرف چپووں سے چلے والی بڑی کشتیاں (galleys) آتی تھیں، لیکن بعد میں تجارتی جہاز بھی آئے

۱۶۹۸ء، ص ۲۶۴ (مع مظر)؛ (۸) Voy P Lucas 'dans la Grèce, l'Asie Mineure etc.' ۲۴۸ بعد (۹) 'Descr. of the East Pococke' ۱/۲ : ۱۷۸ (۱) Walpole 'Reisebeschr. Niebuhr' ۱۸ : ۳ بعد (۱۱) 'Travels in various parts of the East' ص ۳۵۱ بعد : (۱۲) [آ، ترکی، بدیل مادہ]

(J H MORDTMANN)

### الاسکندریہ۔ جسے دہی دہی الاسکندریہ

اور اڈر سکندریہ یا انگریڈریا Alexandria تھی کہتے ہیں، مصر کی سب سے بڑی بندرگاہ، عہد بطالامہ (Ptolemies) میں دنیا کا دوسرا عظم ترین شہر اور اب بحرہ روم کے اہم ترین بحاری مراکز میں سے ایک۔ اس کی آبادی تقریباً چار لاکھ ہے، جس میں عربی کی اقوام کی ایک بڑی تعداد بھی شامل ہے۔ [دریائے نیل کے] ڈیلٹا Delta کے مغربی زاویے پر ۳۰°، ۱۱' عرض بلد شمالی اور ۲۹°، ۱۱' طول بلد مغربی پر واقع ہے۔ اس کی ساد اسکندر اعظم نے ۳۳۲ م میں رکھی۔ جب یہ سہر عربوں کے مصر میں آیا تو مصر کا دارالحکومت تھا اور اگرچہ اس کی اپنی گزسہ عظم و سوکت کم ہو چکی تھی، تاہم اس وقت بھی ایک بڑا اور عالی شان شہر تھا۔ مسلمانوں کے عہد میں اس کا انحطاط ویرانی کی آخری حد تک پہنچ گیا۔ اس کی ساد ثابہ کا آغار گزسہ صدی کے اوائل سے ہوا۔ الاسکندریہ کا موجودہ شہر تقریباً پورے کا پورا نئے زمانے میں تعمیر ہوا ہے، جس کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں۔ بیا شہر اسی مقام پر واقع ہے جہاں قرون وسطیٰ کا الاسکندریہ آباد تھا اور جس کا محض معدودے چند آثار کے سوا اب کچھ باقی نہیں رہا۔ مقامی جغرافیہ حالات : الاسکندریہ کی بندرگہ ایک جریرہ نما سے تشکیل ہوئی ہے، جو پہلے ایک جزیرہ تھا اور فاروس Pharos کے نام سے مشہور تھا۔

نویں صدی سے لے کر سترھویں صدی تک کے  
 عرب مورخین کے تصانیف کو دیکھا مریٹ کسا جائے تو  
 ان سے خود اس شہر کی احمائی نسبت معلوم ہو جاتی  
 ہے۔ اس کی تعمیر ایک نافعہہ نقشے کے مطابق  
 ہوئی تھی اس میں آٹھ سیدھی سرکس، آٹھ دوسری  
 سیدھی سڑکیوں کو راوندہ قائمہ ر قطع دربی ہوئی  
 گزری تھیں اور سوں صریح کی ساط کا اسسا نمونہ  
 ن۔ انا ہا جس میں ساہراہن سطح مسقیم، بلا  
 سج و جم، حلی حابی تھیں۔ یہ نقشہ مسری  
 -ہروں کے ان نقشوں کی تصانیف صد ہا جس میں  
 سڑکیں عموماً بحدار اور گاہاں "اندھی" ہوئی  
 تھیں۔ سڑکیوں کے آٹھ ارے سوں دار مسقف راستے  
 تھے اور اکثر عمارتوں میں بھی سوں استعمال کیے  
 گئے تھے بہت سے ستوں سنگ مرمر کے تھے۔  
 عمارتوں میں سنگ مرمر بکثرت استعمال ہوتا تھا،  
 یہاں تک کہ بعض ساہراہوں کا فرش بھی سنگ مرمر  
 ہی کا تھا۔ شہر میں ایک سرب دار کے لیے  
 مخصوص بھی، جس کی لمبائی ایک فرسخ پائی حابی  
 ہے۔ اس بازار کی دو اس اور عرس دوئوں سنگ مرمر  
 کے تھے۔ سوں اور بھر بالعموم بہت بڑی صفاہ کے  
 ہوئے تھے اور عمر معمولی حجم کی سلوں کو عمارتوں  
 کے اوچے سے اوچے حصوں پر چڑھا دیا جاتا تھا۔  
 [ان عمارتوں کی تعمیر میں] بہت سے خوش نما  
 رنگوں اور نفس صفت سے کام لیا جاتا تھا؛ مثلاً  
 ایسے سوں کا ذکر ملتا ہے جو رستہ اور  
 سنگ سلمانی سے مسابہ اور سب کے سب اسبا درجے  
 کے چمکے اور حوس وضع تھے۔ شہر کے اندر انگور کے  
 (لروم) اور سامی احجروں (sycamores، حمیر = چار)  
 کے درجہ تھے۔ اس شہر کی تعمیر کی ایک عجیب و  
 غریب خصوصیت یہ بھی کہ مکاں ایسے نہ جانوں  
 پر تعمیر کیے جاتے تھے جہیں سوں سہالے ہوئے  
 ہوتے تھے اور ایک دوسرے کے اوپر بن طبقوں تک

لکھے۔ تاہم ۱۸۰۳ء تک عسائیوں کے جہازوں کو  
 اس میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ نہ سپین  
 کے ناگڈ کے آگینا ہو جائے سے کچھ عرصے میں  
 آرمیڈ آہستہ آہستہ دیوم، جو پہلے بہت بنگ تھا،  
 ایک خانہ بن گیا، جس کی چوڑائی تقریباً ۲ میل  
 سی قرون وسطیٰ میں اس پر کوئی عمارت نہ تھی۔  
 پھر جنوب کی طرف واقع تھا اور مستقبل سنکل کے  
 مرکز میں کمپوٹر اے اور ایک کلومیٹر چوڑے رقبے میں  
 تھا۔ اس کی دیواریں ۱۸۱۱ء تک موجود تھیں۔  
 اس میں ایک بیرونی دیوار تھی، جس کی بندی پس  
 تھی اور اس کی نسبت ہر حصہ ۱۲ سپر حصوں  
 میں سے ہر حصہ کے فاصلے ۱۲ ایک راہ موٹی اور  
 اندرونی دیوار تھی۔ ان دونوں دیواروں کے بیچ  
 میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر برج بنے ہوئے تھے۔  
 ماحول کا مزید انتظام ایک حدی کے ذریعے کیا  
 گیا تھا، جسے اس طرح بنایا گیا تھا کہ ضرورت کے  
 وقت اسے دریائے نیل کے پانی سے بھرا جاسکے۔ پھر  
 ۱۲۰۰ء دروازے تھے: باب البحر، جس سے ہمسایہ دیوم  
 کی طرف راستہ تھا، باب رسید، باب السیدہ، المغرب  
 کے جانب والی سڑک کے شروع میں اور باب  
 المنصر، جہاں سے فرسان کی طرف راستہ جانا تھا۔  
 [سلطان] [سرس [رک باں] کے عہد میں دیواروں کی  
 مرمت کی گئی اور ایک ریلوے کے بعد، جس میں  
 اس نے سربراہی کر گئے تھے، ۱۸۰۳ء/ ۱۳۰۳ء میں  
 پھر اس کی مرمت ہوئی۔ [سلطان] العوری نے بھی  
 اس عہد میں اس کے درجوں کی مرمت کرائی۔ یہ  
 سارا نظام قرون وسطیٰ کی دفاعی تعمیر کا ایک عجیب  
 و غریب نمونہ تھا۔ یہیں کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا  
 کہ یہ کب تعمیر ہوا۔ اس تعمیر کا صرف ایک  
 نشان، جسے برج رومیان (Tour des Romains) کہتے  
 ہیں، زمانہ حال تک زمانہ کے ریلوے سٹیشن کے  
 پاس موجود تھا۔



ہلند بھی ۔ اس زیرِ زمین تعمیر کا مقصد یہ تھا کہ پانی جمع کرنے کے لیے حوض بن سکیں ۔ یہ پانی دریاے نیل اور نارش سے حاصل کیا جاتا تھا کیونکہ اسکندریہ میں موسم سرما میں خاصی بارس ہو جاتی ہے ۔ [قدیم] شہر کے پتھر کے ٹکڑے اور سیر نو مار کرنے کے لیے ہمارے پاس کافی مواد موجود نہیں ہے، لیکن جن یادگاروں اور عمارتوں کا ذکر موجود ہے انہیں بنی صوفوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ۔ پہلی قسم، یعنی ان عمارتوں میں جن کا تعلق زمانہ قدیم سے ہے، مدرجہ ذیل عمارتیں شامل ہیں : پومپی Pompey کا محل یا دیلڈیانوس (Diocletian) کا ستون (عمود السواری) وہ سمہا اہم قدیم یادگار ہے جو اب تک ایسی جگہ پر قائم ہے ”فلوٹرہ کی سونٹاں“ یا المستان، دو محروطی مار (obelisks)، جن میں سے ایک کو حال ہی میں لندن اور دوسرے کٹر امریکہ میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ القصرانہ (Caesarian)، ایک معروف ترین عمارت، جو اصل میں ایک مندر تھا اور بعد میں بطریق کا گرجا یا کلیسا بنا ۔ اس کا ذکر ایک تاریخی تصدیق کے نام سے آیا ہے اور غالباً یہ وہی گرجا ہے جسے کتبہ آسفل الارض کہتے ہیں اور جس کا ذکر ایک اعجازی کے طور پر کیا گیا ہے، اس سے بھی زیادہ مشہور سراسوم (serapeum) کے آثار، جو بے شمار سونوں پر مشتمل اور سواری سلیمان کے نام سے معروف ہیں۔ ان سونوں میں سے اکثر برہویں صدی میلادی تک ایسی جگہ پر قائم تھیں؛ ایک عالیشان گنبد، جسے قبۃ الخضر کہتے ہیں اور جس کا ذکر بہت سے مصنفین نے کیا ہے؛ ہسل کا ایک بہت بڑا محسمہ، جو عربوں میں شریعت کے نام سے معروف تھا اور سمندر میں ایک چٹان پر کھڑا تھا ۔ اس محسمے کا ایک پاؤں اس قدر لمبا تھا حتیٰ ایک سیدھے لیٹے ہوئے آدمی کی لمبائی؛ اس محسمے کو الولد کے

عہد میں پگھلا دیا گیا ۔ عمارتوں کی دوسری صف میں وہ گرجے شامل ہیں جن کا ذکر مسلمان مصنفین نے شاد و نادر ہی کیا ہے ۔ مذکورہ بالا بطریق گرجے کے علاوہ، جسے القديس ميخائيل (St Michael) کے نام پر وقف کیا گیا تھا، وہاں دو گرجے القديس مرقس (St Mark) کے، ایک گرجا القديس يوحنا (St John) کا، ایک القديس السوطين (the Saviour) اور اس کے علاوہ لئان القديس ثورياس (St Cosmas) و القديس دميان (St Damian)، القديس ماري دوروثيا (St Mary Dorothea)، القديس موسي (St Faustus)، القديس ثيودور (St Theodore)، القديس اثاناسوس (St Athanasius) اور ایک القديس سا (St Saba) کا یونانی گرجا تھا ۔ اس مہرب میں مرید اصافے کے حاکم تھے، لیکن عموماً گرجاؤں کے ناموں کے سوا ان کے متعلق اور کوئی بات معلوم نہیں ہو سکتی، گو ان میں سے دو ایک کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ بہت خوبصورت بنا آرائش و سراسہ تھے ۔ القديس مرقس (St Mark) کا بڑا گرجا، جس میں اس قديس کی قبر تھی، اب شرقی کے اندر داخل ہوئے ہوئے دائیں طرف پھوڑے فاصلے پر واقع تھا ۔ سولہویں صدی میں بھی لوگ اس مزار سے واقف تھے ۔ یہ بات واضح نہیں کہ آنا القديس مرقس کا موجودہ گرجا اسی جگہ پر واقع ہے یا نہیں جہاں اس نام کا پرانا گرجا تھا، لیکن کم از کم یہ بات ظاہر ہے کہ موجودہ گرجے اگر قدیم گرجاؤں کے محل وقوع ہی پر سے ہوئے بھی ہوں تو بھی ان میں دلچسپی کی کوئی چیز نامی نہیں رہی۔ اسلامی عہد میں بھی الاسکندریہ میں گرجاؤں کے تعمیر ہونے کی مثالیں ملتی ہیں ۔ اس کے خلاف ایسا بھی ہوا کہ بعض گرجے عوامی مساجد میں بنا ہو گئے یا بالقصد مہدم کیے گئے اور بعض کو مسجودوں میں تبدیل کر دیا گیا ۔ عمارتوں کی دوسری

میں تبدیل کر دیا گیا۔ ایک بڑی مسجد، جسے تھوڈور الحمالی [آرک ناں] نے ۵۷۷ء / ۶۰۸ء میں تعمیر کیا تھا، غالباً وہی مسجد ہے جو اب جامع العطارین کے نام سے معروف ہے اور گزشتہ دور میں اٹھارہویں صدی میں (St Athanasius) کا گرجا بھی۔ اس طولوں پر فاروس Pharos پر ایک مسجد بنوائی۔ اسدانی مقامات مقدسہ میں سے فاروس کے قریب موسیٰ<sup>[۱۳]</sup> کی مسجد، سلمان<sup>[۱۴]</sup>، الحصر<sup>[۱۵]</sup>، اور داسال<sup>[۱۶]</sup> کی مساجد شامل ہیں۔ ان میں سے مسجد داسال اب بھی موجود ہے۔ مسجد دوالقرین یا اسکندر اور مسجد الرحمہ سے اس مقام کی سادھنی ہوئی ہے جہاں عمرو [بن العاص] نے الاسکندریہ میں دوسری بار داخل ہونے پر قتل عام کر دیا تھا۔

ایک یورپی سیاح کی روایت کے مطابق چودھویں صدی میلادی میں الاسکندریہ نہایت خوبصورت، محفوظ اور ”نہایت صاف سہرا“ سہرا تھا اور اس کی نگہداشت پر ”انتہائی بوجہ صرف کی جاتی تھی“۔ ایک اور روایت کے مطابق ۱۵۰۷ء میں ”یہاں سہروں کے ایک بڑے ڈھیر کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا“ اور ”سلسلہ بازار نو کہیں ساد و نادر ہی دیکھے میں آئے تھے“۔ ۱۶۳۴ء میں یہ سہر ”کھنڈروں کے ایک سمندر ڈھیر کے سوا کچھ ہی نہ تھا“۔ یہاں کا کہا ہے کہ تقریباً ۱۵۸۰ء میں ہپتاسادیوم پر یہودیوں کے نہت سے گھر تھے، جو یہاں کی [صاف] ”ہوا کی وجہ سے نائے گئے تھے“؛ حریرہ نما پر آبادی کی موجودگی کے بارے میں بظاہر یہ سب سے پہلا نشان ہے۔ بھوڑی نہت آبادی جو وہاں باقی تھی وہ کچھ ہی عرصے بعد اس مقام پر اکٹھی ہو گئی اور اس طرح یہاں ”ایک نہت معمولی سا سا سہر“ بن گیا اور فصلوں کے اندر کا شہر تقریباً بالکل اٹھ گیا۔ یورپی علماء کے مطالعے میں ایسی نہت سی چیزیں آتی ہیں جس سے پوری طرح

سم میں وہ عمارتیں آتی ہیں جو مسلمانوں نے تعمیر کی۔ ان میں غالباً اس قلعے (حصن) کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے جس کے متعلق سن ۱۷۸۵ء میں وہ نہت مصوٹ تھا اور مغرب کی طرف سمندر دیا ہی اس سے ٹکرانا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر کے شمال مغربی گوشے میں واقع تھا۔ قلعہ اٹھویں صدی میں بھی موجود تھا۔ ایک برتھم قلعے میں، جو غالباً اسلامی عہد سے پہلے کا تھا اور دسویں صدی میں موجود تھا، ایک دارالامارہ تھا، جسے ابتدائی عہد کے کسی عرب والی سے تعمیر کیا تھا۔ مملوک سلطانوں کی بھی اسی قسم کی اور عمارت (دارالسلطان) تھی، جو ساحل سمندر پر واقع تھی۔ اس میں رنگا رنگ کے نہت سے مرمریں تھیں اور صحنوں کا فرش بھی سنگ مرمر کا تھا۔ یہ ایک قدیم محل بھی تھا، جسے مملوکوں نے اپنے استعمال کے لیے مخصوص کر رکھا تھا، لیکن شاید ہی کبھی استعمال کیا ہو۔ کمانوں میں المؤید کے ایک قلعہ یا انوار کا ذکر بھی ملتا ہے۔ یہاں ایک نارود خانہ یا اسلحہ خانہ تھا، جو ”مصر کے [سب] لوگوں کو مسلح کرنے کے لیے کافی تھا“۔ عبادت گاہوں میں ایک مصلیٰ بھی شامل ہے، جو فسطاط کے مصلیٰ کی طرح صحن کے بعد دو صدیوں کے اندر ہی کھنڈر ہو گیا تھا۔ یہاں ایک مسجد بھی تھی، جسے عمرو بن العاص [آرک ناں] سے منسوب کیا جاتا تھا، جس پر یہ بات مسکوک ہے کہ آیا یہ مسجد اسی حکم پر بھی جہاں موجودہ مسجد عمرو واقع ہے یا نہیں اور۔ دوسری بڑی مسجد، جسے مغربی مسجد، سبسی (Septuagint) کی مسجد، یا ایک ہزار ایک ستونوں والی مسجد بھی کہا جاتا ہے، نویں صدی میلادی کے آخر تک ایک حلقہ بھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسے نویں صدی کے آخر اور دسویں صدی میلادی کے وسط تک کے درمیانی زمانے میں مسجد

روال ہوا۔ بحرہ الاسکندریہ، جو آج کل کی خشک  
 چھل اَنَوَقِر ہی کا دوسرا نام ہے، مسلمانوں کے عہد  
 میں نار نار کبھی خشک رہیں اور کبھی دریا سا رہا۔  
 تاریخ . ۵۲۱ / ۶۴۲ء میں جب الاسکندریہ  
 عربوں کے قبضے میں آنا تو معاہدے کی شرائط سے  
 فائدہ اٹھائیے ہوئے بہت سے یونانی اسے کھروں کو  
 چھوڑ کر یہاں سے رخصت ہو گئے۔ عربوں نے سہ  
 پر قبضہ کرنے کے بعد سہریوں کو بالکل نہیں  
 پایا۔

[اسر المؤسین حضرت] عمرؓ کے حکم سے  
 الاسکندریہ کے بڑے کتب خانے کو حلالیہ کا  
 حصہ عام طور سے مشہور ہے اسے صحیح نسخہ نہیں  
 کہا جاتا۔ ۵۲۵ / ۶۴۶ء میں موبل Manuel  
 کے حملے کے بعد جب عرب دوبارہ الاسکندریہ  
 میں داخل ہوئے تو انہوں نے اسکا اہل سہر  
 دو مل لیا، گرجاؤں کو آگ لگا دی گئی اور  
 لہا جانا ہے کہ سہر کی دیواریں گرا دی گئیں۔  
 پہلی صدی ہجری میں الاسکندریہ بحری مقام ہونے  
 کی وجہ سے عربوں کے لیے بہت اہم تھا، اسی لیے  
 بلاسہ یہاں کی حفاظتی فوج کی تعداد میں، جس  
 ایک حصہ مدینہ منورہ سے بھری کیا جانا تھا، اضافہ  
 ہونا رہا اور عہد اموی میں مصر کے عامل بھی یہاں  
 اثر آئے خانے رہے۔ شروع شروع میں عربوں کا  
 قبضہ حالص عسکری نوعیت کا تھا۔ اس صدی کے  
 اواخر تک ایک پادری اسے عہدے پر فائز تھا، جو  
 اس بات کی علامت ہے کہ سہری نظام ایک مذہب تک  
 تبدیل نہیں کیا گیا۔ جب آخری اموی حلیہ بھاگ  
 کر مصر چلا گیا تو عقبہ بن نافع کے ہونے آؤد نے  
 الاسکندریہ میں عباسیوں کی خلافت کا اعلان کر دیا۔  
 اس کے ساتھیوں میں بخیرہ اور مریوط کے بیس ہزار  
 مسلمان بھی شامل تھے، لیکن اس فوج کو مروان  
 نے ۵۰۰ آدمیوں کا دستہ الاسکندریہ بھیج کر منتشر

ثابت ہو جانا ہے کہ الاسکندریہ ماضی میں بڑا  
 شاندار شہر تھا۔ ہومی کے منار کے علاوہ یہاں کے  
 مشہور آثار میں سے آج کل صرف چند حوص باقی ہیں۔  
 الاسکندریہ کو ایک لمبی نہر کے ذریعے دریا سے  
 مل سے ملا دیا گیا تھا۔ اس نہر میں عموماً ریت  
 اور مٹی اکٹھی ہو جاتا تھی اور اس کے  
 بجائے کہ اسے نافاعدنی سے صاف کر کے جاری  
 رکھا جاتا، یہ بھوری بھوڑی مٹی کے بعد بالکل  
 بند ہو جاتی تھی اور پھر اسے ارسر کو کھودا جاتا  
 تھا۔ دوبارہ لہدائی کے بعد لہی تو یہ دورے  
 سال تک، لیکن عموماً سال کے بچے حصے میں آمد و  
 رفت کے قابل رہتی تھی [مثلاً] ۱۸۵۰ء میں وہ  
 مذہب جس میں یہاں بہار رانی کی جاسکی صرف بس  
 دن بھی۔ بعض اوقات بانی کے واسطے سے آمد و رفت  
 بالکل مسقط ہو جاتی اور الاسکندریہ کے لوگوں کو  
 بسے کے بانی کے لیے اسے حوصوں ہی پر بھروسا کرنا  
 پڑتا۔ مسلمانوں کے ابتدائی عہد میں یہ نہر شاہنور  
 کے مقام پر دریا سے نکلتی تھی۔ گیارہویں صدی  
 میں بانی کا ایک اور راستہ استعمال میں آنے لگا، جو  
 قوہ کے بچے دریا سے نکل کر اذقو اور ابوقر  
 کی چھلوں سے ہونا ہوا الاسکندریہ کے قرب و حوار  
 تک پہنچتا تھا۔ چودھویں صدی میں ناصر نے نا  
 اس دوسری نہر کی اصلاح کی یا اسے دوبارہ تعمیر کیا  
 اور شاہنور سے نکلنے والی نہر کا استعمال بند کر دیا  
 گیا۔ آگے چل کر کئی معمولی تعمیر و تبدل ہوئے  
 رہے۔ اس نہر کی طرف سے غلبہ درجے سے حوصاں  
 ہوا اس کا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔ یہ  
 غلبہ بھی ان اسباب میں سے ایک ہے جس کے باعث  
 شروع انیسویں صدی میں الاسکندریہ کے مصائب  
 کم و بیش سحر ہو گئے۔ ایک زمانے میں مریوط  
 بہت باروبتی اور پھلتا پھولتا شہر تھا اور اس بات  
 کا سراغ لگانا آسان ہے کہ کس طرح اسے تدریج

کر دیا۔ حملہ کے آدمی سہر میں گھسی گئے اور وہاں ایک مرسہ بھر قبل عام ہوا۔ عتاسوں نے اڈیوڈ کو الاسکندریہ کی وہ زمیںیں اعمام میں دیں جو پہلے عالیا امویوں کی ملکیت تھیں۔ الامر اور عتاسوں نے ناہمی جھگڑے کے دوران میں تھم اور شہر کے عربی مسلح الاسکندریہ حاصل کرنے کے لیے آپس میں "جھگڑے"۔ اندلس کے عرب حاکموں نے ایک دستہ، مواعاوی سے اس وقت بدرگہ میں تھا، موقع سے فائدہ اٹھا کر سہر پر قابض ہو گیا اور سولہ سال تک (۹۶۱/۱۰۱۱ء) اس مذہب میں جاریا نتائج نار معاصرہ ہوا۔ ۱۰۱۱ء ہمارے پاس زیادہ تفصیلات موجود نہیں ہیں۔ تاہم یہ بات واضح ہے کہ یہ فتنہ و فساد اور فتنہ و استبداد کا زمانہ تھا، جو مجموعی اعتبار سے الاسکندریہ کے لیے حد درجہ ناہکس ثابت ہوا۔ انہیں دونوں اکثر مذہبی انقلاب پسندوں کی ایک جماعت، جو اپنے آپ کو صوفی کہتی تھی، ظاہر تھی۔ اس زمانے سے تقریباً ایک صدی پہلے بھی الاسکندریہ میں اسی قسم کے کچھ حالات کا تاثر چلتا ہے۔ ۸۴۴/۸۵۸ء میں المونکل نے (نہ کہ اس طولوں نے) یونانوں کے حملے کے خوف سے الاسکندریہ کی دیواروں میں کھدائی کرائی۔ اگر ۱۸۰۰ء کی دیواروں کی اصل یہی دیواریں تھیں۔ جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ تو اس کا یہ مطلب ہو جاتا ہے کہ یہ سہر اس زمانے کے مقابلے میں حب صبح ہوا جا صرف آدھا رہ گیا تھا، سہر حال اس کے بعد کی دو صدیوں میں کوئی نمایاں بات نہیں ہوئی۔ ۱۰۱۱ء [۱۰۱۱ء] مصر کو پوری طرح فتح کرنے سے پہلے بھی الاسکندریہ سہر پر دو یا تین مرسہ قبضہ کر چکے تھے۔ فاطمی عہد کا ایک مشہور واقعہ یہ ہے کہ قطی بطریقوں کا مرکز الاسکندریہ سے قاہرہ منقل ہو گیا۔ علاموں کی معاون کے

دوران میں کچھ عرصے کے لیے (تقریباً ۸۴۶/۸۶۷ء) الاسکندریہ حنی علاموں کے قبضے میں رہا۔ ۸۷۹ء اور ۸۸۷ء میں یہ تعاونوں کا مرکز تھا اور دونوں موقعوں پر محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کیا گیا۔ تاریخ میں مذکور ہے کہ ۸۵۰/۱۱۵۰ء میں مقتدہ کے نامی لوگوں نے الاسکندریہ پر حملہ کیا۔ یروسلیم کے ناساہ عموری Amaury نے ساور اور مصری فوجوں کے ساتھ او، سرا Pisa کے بحری بیڑے کی مدد سے ۸۶۲/۱۱۶۶ء میں الاسکندریہ کا محاصرہ کیا۔ اس وقت یہ سہر سامی حقیقی فوج کے قبضے میں تھا اور اس فوج میں صلاح الدین بھی شامل تھا۔ ۸۶۹/۱۱۷۳ء میں صفیہ والوں کا ایک زبردست حملہ ہوا، جس میں حملہ آوروں کو شکست ہوئی۔ تشریں نے الاسکندریہ میں جنگی جہاز سوائے اور انہیں ان کی سابقہ حالت میں بحال کیا۔ ۸۶۲/۱۳۶۵ء [۱۳۶۵ء] میں مصر کے ناساہ نے الاسکندریہ پر احاطہ کر کے یہاں لوٹ مار کی۔ اس بات کی سہادت موجود ہے کہ اس زمانے تک اس سہر کی اہمیت بہت کم ہو چکی تھی، اس لیے کہ یہاں کے والی بہت ہی ادنیٰ درجے کے لوگ تھے۔ سلوک سلاطین ساد و نادر ہی یہاں آتے تھے اور وہ اس سہر کو برابر سیاسی محرموں کے قیدخانے کے طور پر استعمال کرتے رہے۔ پندرہویں صدی میں اس کے حفاظتی نظام میں بوس نہیں شامل کر لی گئیں اور حب العوری کو ترکوں کے حملے کا خوف ہوا تو اس پر ۸۹۲/۱۵۱۶ء میں یہاں بوسوں کی بڑی تعداد بھجی۔ ترکوں کی فتح کے بعد الاسکندریہ کے لگان مصر کے مالے میں شامل نہیں کیے جاتے تھے، بلکہ براہ راست قسطنطنیہ بھیجے جاتے تھے۔ سولہویں صدی میں الاسکندریہ ان ترکی جہازوں کی بدرگہ کا کام دیتا تھا جنہیں موسم سرما میں نوڑ کر ایک جگہ

کھڑا کر دیا جاتا۔ یہ حمار آسمانے جبل الطارق تک یلغار کرتے تھے۔ الاسکندریہ کے میدانوں میں بہت سے ایسے عیسائی میدان تھے جنہیں ڈاکو پکڑ کر لائے تھے۔ اس شہر کے لہندروں کو اب مسعودوں اور قسطنطینیہ کی دوسری عمارتوں کی رہائش و آرائش کا سامان مہیا کرنے کے لیے استعمال کیا جائے لگا۔ فرانسیسوں نے ۱۷۹۸ء میں الاسکندریہ پر قبضہ کیا۔ ان سے یہ شہر برطانیہ نے چھین لیا اور وہ اس پر ۱۸۰۳ء تک قابض رہا۔ برطانیہ نے ۱۸۰۷ء میں اسے ایک بار بھر فتح کیا، لیکن ملوک نیکوں کی حمایت میں انہوں نے جو مہم شروع کی تھی اس کی سادہ ناکامی کے بعد اس سے دست بردار ہو گئے۔ محمد علی نے اس کی خوشحالی کو پھر بحال کیا: اس کی دیواروں کو دوبارہ تعمیر کیا (۱۸۱۱ء)، محمودیہ کی بہر سوانی (۱۸۱۹ء)، بوہجہ نا گودی سوانی (۱۸۲۹ء)، نصر رأس النہر کی تعمیر کرائی اور مختلف طریقوں سے ترقی کی صورتیں پیدا کیں۔ ۱۷۷۷ء میں یہاں کی آبادی کا اندازہ چھ ہزار کے قریب کیا گیا ہے، لیکن اس اندازے میں غالباً غلطی سے کام لیا گیا ہے۔ البتہ ۱۷۹۸ء سے ۱۸۰۱ء تک کے واقعات کے بعد یہاں کی آبادی غالباً اس اندازے سے کچھ زیادہ نہیں ہوگی۔ ناں کیا جاتا ہے کہ ۱۸۲۸ء میں یہاں کی آبادی ۱۲۵۲۸ تھی، یعنی رسد (Rosetta) کی آبادی سے بھی کم تھی۔ ۱۸۳۸ء تک اس کا اندازہ ۴۰۰۰۰ کیا گیا ہے۔ اور ۱۸۶۲ء میں ۱۶۴۴۰۰ - ۱۸۷۱ء میں آبادی ۲۱۹۶۰۲ تک پہنچ گئی تھی۔ [۱۹۴۷ء کی مردم شماری کی رو سے الاسکندریہ کی آبادی ۱۹۰۲۴ تھی]۔ ۱۸۸۲ء میں اعرابی ہائے [رکناں] کی شورش کے دوران میں برطانیہ کے بحری بیڑے نے حوالائی میں الاسکندریہ کے قلعوں پر گولہ باری کی۔ دوسرے دن

فلوٹوں نے شہر کے ایک حصے کو تباہ کر دالا۔ صعب و تجارت: الاسکندریہ نامزدگی کے لیے مشہور تھا۔ یہاں کے تھے ہوئے کپڑوں کو بے مثل بنانا تھا اور کہا گیا ہے کہ انہیں دنیا کے اطراف و اکناف میں بھجوا جاتا تھا (قہ مصر)۔ الاسکندریہ کے تھے ہوئے بعض کتابتیں کپڑے اس قدر نفیس ہوتے تھے کہ ان کے تھے کا کتان ہم ورن چاندی کے عوض فروخت ہوتا تھا اور ان پر نل جوئے تھے کا نار ابے ورن سے کٹی گیا چاندی کے تھے۔ فاطمی عہد کی مہرستوں میں الاسکندریہ کے رسمی کپڑوں کا ذکر ملتا ہے (دسویں یا بارہویں صدی) اور حال ہے کہ بعض کپڑے جو ناباؤں نے سانبوں اور نویں صدیوں میں اطالیہ کے گرجاؤں کو بھجے کے طور پر بھیجے وہ الاسکندریہ کے کاریگروں کے سارکارہ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مغربی رسم کی بہت سی صنعتیں، جن کی تفصیل ناں نہیں کی گئی، یہاں موجود تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ الاسکندریہ کی مخصوص تجارت اس سادہ پر بھی کہ وہ محض مصر کی نہیں بلکہ حرائر سرور الہند کی ہداواروں، خاص طور سے گرم مسالے، کالی سرخ، لونگ، حائل، الانجی اور ادراک و عرہ، کی مڈی بن گیا تھا گو مال تجارت کی مہرست میں اور اساء، مثلاً موسیٰ اور قمتی ہتھروں جیسی چیزیں بھی شامل تھیں۔ ان چیزوں کو بحیرہ احمر کے مغربی ساحل پر انا نے اور کاروانوں کے ذریعے دریاے نیل تک لے جانے کے بعد دریا اور نہر کے ذریعے انہیں الاسکندریہ پہنچا جاتا تھا۔ ان چیزوں کی یورپ اور دیگر ممالک میں بڑی مانگ تھی اور اس لیے دنیا کے ہر حصے کے لوگ تجارت کی عرص سے یہاں آتے تھے۔ قیاس ہے کہ اسلامی عہد کے ابتدائی زمانے میں یہ تجارت قائم نہ رہ سکی ہوگی اور بہت سے اسباب کی بنا پر اس کا امکان نظر نہیں آتا کہ فاطمیوں کے عہد

کے لوگوں نے بھی اپنا اپنا ایک قصبہ مقرر کر لیا۔ فلورنس Florence نے اپنا فوئصل حانہ پندرھویں صدی میں قائم کیا اور پہلا انگریزی قصبہ ۱۵۸۳ء میں مقرر ہوا۔ بحاری معاہدوں، محصولوں اور ان تارروائوں کے متعلق جو سلطان بحار کے سلسلے میں عمل میں لائے گئے، پیر عسائیوں اور سہر کے ناسدوں اور ان کے علاوہ عیسائیوں کے باہمی جھگڑوں اور اسی طرح کی دوسری باتوں کے متعلق بہت سی تفصیلات موجود ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ باہروں کو کس حالات اور کس دشواریوں سے سابقہ پڑتا تھا۔ ۱۴۹۸ء میں راس امید (Cape of Good Hope) کی دریافت پر ہندوستانی بحار الاسکندریہ سے منتقل ہو گئی اور اس سے اس سدرگہ کی بحاری اہمیت بہت کم رہ گئی۔ حب تقریباً ۱۶۹۰ء میں مہوے اور دیگر اشیاء کی تجارت کو کسی قدر فروغ ہوا تو الاسکندریہ میں بھی اسے نو زندگی کے آثار پیدا ہو گئے۔

مآخذ: (۱) الاسکندریہ کی قرون وسطیٰ کی تاریخ سے

متعلق مواد بہت سی تألیفات میں موجود ہے؛ چنانچہ مصر کی ہر بڑی عربی تاریخ میں اس پر کچھ نہ کچھ لکھا گیا ہے۔ دیکھئے مقالہ مصر۔ جن تصانیف کا خاص طور پر ذکر ضروری ہے وہ یہ ہیں: (۱) ابن عبدالحکیم [فتوح مصر و المغرب] (طبع Massé، قاہرہ ۱۹۱۴ء)؛ طبع Torre (ابھی تیار کی جا رہی ہے)؛ (۲) المسعودی: مروج الذهب (قاہرہ ۱۳۰۳ء، پیرس ۱۸۶۱ء تا ۱۸۷۷ء)؛ (۳) Bibliotheca Geographorum Arabicorum، ج ۱، تا ۸؛ (۴) الأدریسی، طبع ڈوری و دخویہ (لائن ۱۸۶۶ء)؛ (۵) ابن حثیر، سلسلہ یادگار گب، ۵؛ (۶) یاقوت: معجم البلدان؛ (۷) عبد اللطیف: کتاب الافادۃ والاعتبار وغیرہ (طبع White، آکسفورڈ ۱۸۰۰ء)؛ قاہرہ ۱۲۳۲ھ؛ مترجمہ و شرحہ د ساسی de Sacy، پیرس ۱۸۱۰ء)؛ (۸) المقریری: الخطط والآثار؛ (۹) ابن

یہ پہلے اس میں دوبارہ سرگرمی پیدا ہوئی ہو۔ مویوں کے عہد کے حاتمے پر یا عباسوں کے عہد کے شروع میں عسائیوں کے حمایہ اس سدرگہ میں آنا شروع ہوئے اور ۸۲۸ء میں القندیس مرفس (St Mark) نے سربک کو ویس لے جانے کے متعلق حوقصہ۔ مسور ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ویس کے ساتھ بحاری مراسم قائم تھے۔ اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ رقع اور فاس کے خلاف صلیبی جنگوں کی وجہ سے یہ عربی ملکوں کے ساتھ بحاری روابط میں برقی ہوئی۔ بارھویں صدی تک، یہ روابط اچھی طرح قائم ہو چکے تھے اور سب عسائی ممالک سے لوگ اس سلسلے میں الاسکندریہ آتے تھے۔ ایک معاصر نے اٹھائیس اسے عسائی سمہروں یا ملکوں کے نام دیے ہیں جن کے باہر یہاں آنا کرتے تھے۔ ناموں میں آمالفی Amalfi اور حسوا Genoa بھی شامل ہیں، جو ویس کے ساتھ اس مہداں میں سب سے پہلے داخل ہوئے اور [ان کے علاوہ] اروسه Ragusa، سرا Pisa، پروونس Provence اور بطلونہ Catalonia بھی۔ عسائیوں کے علاوہ یہاں اندلس، مراکسی، الحریرہ، سام اور ہندوسان کی طرف کے ملکوں کے مسلمان بھی نظر آتے تھے۔ مسور ہے کہ الاسکندریہ کے حمایہ اسی زمانے میں اندلس کے مقام النمریہ Almeria تک جانے لگے۔ الاسکندریہ کے ہر عسائی قریے کا ایک الگ قندو (Fondaco) تھا، یعنی ایک ایسی عمارت جس میں باہر اسل اپنا مال بحار رکھتے اور رہتے تھے۔ ویس کے ملک نے سب سے بڑی بحاری طاقت ہونے لگا۔ ہر دوسری رعایتوں کے علاوہ پیرھویں صدی میں ایک اور قندو بھی حاصل کر لیا اور ان کا ایک قندو قوۃ میں بھی تھا۔ ان کی نوآبادی کا سدر ایک قصبہ (Consul) ہوتا تھا اور تیرھویں صدی میں پیرا، مارسیلر Marseilles اور جیوا

hanaels؛ (۳۲) الاسکندریہ کا نقشہ ۱ : ۱۰۰ . . .  
مطوعہ محکمہ مساحہ الارض، مصر ۱۹۰۹ء۔ ابھی  
س رہا ہے، (۳۳) علی باشا مارک، العظمت الحیدرہ.  
حصہ ۷ .

(RHUVON GUFST)

الاسکندریہ : اسکندرونہ (دیکھیے اسکندرون)  
ناح العروس (۳ : ۲۷۶) کے مطابق الاسکندریہ  
سولہ محلف حکموں کا نام تھا جو اسکندر اعظم کے  
نام سے منسوب ہوئی۔ ان سولہ مقامات میں بلج  
کا سہر اور مذکورہ بالا دو سہر بھی شامل ہیں

(RHUVEN GUEST)

اسکوب : (سربی زبان میں Skoplye) قدیم برکی  
ولایت قوصوہ (سربی میں Kosovo) کا دارالحکومت  
اور اب یوگوسلاویا کی حکومت میں Vaidar hanat  
(وردر تبت) کا صدر مقام۔ یہ سہر سطح سمندر  
سے ۶۹۰ فٹ کی بلندی پر ایک سرسبز و آباد وادی  
کے وسط میں واقع ہے، جو حاروں طرف برف بوس  
نہاڑوں سے گھری ہوئی ہے اور دریاے وژدر کے  
دونوں کناروں پر آباد ہے۔ ۱۹۳۱ء میں اس کی  
آبادی حوستھ ہزار آٹھ سو ساٹ (۱۹۳۱ء میں  
صرف ستر ہزار دو سو اسی) تھی، جس میں آٹھویں  
ایک بھائی سے زیادہ مسلمان ہیں۔ دریا کے بائیں  
کنارے پر سہر کے قدیم محلے آباد ہیں (یعنی قلعہ  
اور برکی محلہ وغیرہ)۔ دائیں کنارے موجودہ طبر  
کی عمارتیں اور ریلوے سٹیشن ہیں۔ اسکوب میں  
آٹھ ہزار نو سو اٹھاون گھر، پندرہ مسجدیں، چھ  
سربی راسخ العقیدہ (Serbian Orthodox) اور ایک  
رومن کیتھولک گرجا ہے۔ خاص مسلمانوں کی  
عمارتوں میں ہم حسب ذیل کے نام لے سکتے ہیں  
(۱) مجلس علماء (یعنی فقہاء کا مدرسہ، جو عموماً  
”علماء مجلس“ کہلاتا ہے) (۲) ”وقوف معارف“  
کونسل (Vakufsko-mearifsko veće) (قسط ۱ : ۷۶۰

یاس : بذائع الترهور فی وقائع الدهور، عیسائی مصنف  
(۱۰) Severus، طبع Evetts اور طبع Seybold (قسط  
ابن القطیع، ۲) اور (۱۱) المکتب Elmezin، در Lugd. Bar  
۱۹۶۳ء، چند ایسے حقائق بیان کرتے ہیں جو اور حکم  
میں پائے جاتے؛ (۱۲) ندانہ Tudela کے سامنے  
Benjamin (متعدد صفحات) کا بیان اترجہ مختصر ہے  
لیکن بہت اہم ہے۔ یورپی ساحوں اور بیانات میں، جو  
مغربی زبانوں میں ہیں؛ (۱۳) Arculfus (۶۸۰ء)،  
(۱۴) Bernard the Wise (۶۸۷ء) اور (۱۵) Ludolf von  
Suchem (۱۳۵۰ء) کے بیان شامل ہیں اور تسوں Palestine  
Pilgrims' Text Society's Series میں دیے ہیں (۱۶)  
M Baumgarten (۱۵۰۷ء)، در Travels Churchill  
(۱۷) Leo Africanus (۱۵۱۷ء)، Hakluyt Soc، ص ۹۲  
تا ۹۸، Voyages Hakluyt، ح ۵، میں متعدد مقالے،  
جو سولہویں صدی سے متعلق ہیں (۱۹) Sunday (۱۹۱۰ء)  
کے حالات سیاحت، (۲۰) Blount (۱۶۳۳ء)، در Pinker  
Voyages ton، ح ۱۰؛ (۲۱) Maillet (۱۶۹۲ء)؛ (۲۲)  
Pococke (۱۷۳۷ء)؛ (۲۳) Volney (۱۷۸۳ء) وغیرہ۔  
حدید بھاسف (۲۴) Description de l'Egypte،  
État Moderne، ۲/۲، ۲۷۰ بعد، اس میں ۱۸  
میں الاسکندریہ کا مکمل بیان ہے، (۲۵) Planches،  
ص ۸ تا ۹۱، نقشہ ۱ : ۱، ماسٹر اور خاکے،  
نمبر (۲۶) Antiquites، ح ۲؛ (۲۷) T D Néroutsos  
L'ancienne Alexandrie، (پیرس ۱۸۸۸ء، مع نقشہ)  
(۲۸) Arab conquest of Egypt A J Butler  
(آکسفورڈ ۱۹۰۲ء)، ص ۳۶۸ بعد، اس میں  
فتح کے وقت کے الاسکندریہ کا مکمل اور محتاط  
بیان ہے اور بعد کے عہد پر بھی خیالات کا اظہار کیا  
گیا ہے؛ (۲۹) الاسکندریہ کا نقشہ، ار R Blomfield، در  
Bulletin de la Société Archéologique d'Alexandrie  
عدد ۱۸، ۱۹۰۵ء؛ رہنما کتابیں : ار (۳۰) Murray و  
Geschichte des Levante- Heyd (۳۱) Baedeker

نام یہی ہے اور اسی لیے اڈریسی کے نقشہ زمیں میں،  
 ۱۱۵۴ء میں کس ہوا تھا، اسے اسکوپا ہی کے  
 نام سے دکھانا گیا ہے [طبع K. Miller، Stuttgart،  
 ۱۹۲۸ء] زیادہ تر یورپوں کے حصے میں رہا، ان  
 طویل و پشاور و ترن کے پاس کہ جب اس پر بلغاری  
 (Jirček، ۲۱۱۰، ۲۲۲) یا سرب (وہی کتاب، ۱:  
 ۲۰۱) مصروف رہے

۱۲۸۲ء کے قریب سکوپلی Skoplye مسئل  
 طور پر یورپوں کے ہاتھ سے نکل کر سربوں کے  
 قبضے میں چلا گیا (کتاب مدائن، ۱: ۲۴۵) اور  
 ارسطو وسطی میں سرب نادساہوں اور سمساہوں کا  
 دستہ بن گیا تھا۔ اسی جگہ عظیم و طاہور  
 نادساہ دوسان Dusan نے پہلے سرب سہشاہ کی  
 حیثیت سے اصابطہ اور تمام رسوم و آداب کے ساتھ  
 تاج پہنا (۱۳۴۶ء)۔ اس مرنہ سکوپلی Skoplye  
 در سربوں کی حکومت ایک سو دس برس تک رہی،  
 یعنی ۱۲۸۲ سے ۱۳۹۲ء تک۔ یہی زمانہ ہے  
 جسے اس شہر کی تاریخ کا عہدِ زرین کہا جا سکا  
 ہے، خصوصاً ۱۳۷۱ء تک کا وقت۔

میدان ہلک بڈ black bird، جو سرب  
 زبان میں قوصوہ بولد (kosova polye) [سربکی:  
 قوصوہ] کہلاتا ہے، کے معرکے کے بعد ۱۳۸۹ء میں  
 سکوپلی کو عثمانی سربوں نے خاص اہمیت دی  
 اور سلطان نا برد اول کے اسدائی عہد میں انہوں  
 نے اس پر قبضہ کر لیا۔ قدیم عثمانی وفائع نگاروں  
 نے مثلاً آرخس عادل، ص ۲۶، عاسق پاسارادہ، طبع  
 Giese، ص ۵۸، [مطبوعہ اسانول، ص ۶۴]، پشری -  
 بولڈیکہ Nöldeke، در ZDMG، ۱۵: ۳۳۳،  
 اسی طرح گمام نصف، طبع Giese، ص ۷۳ (لیکن  
 صرف حصہ نصرہ و بقید میں، لہذا ترجمے میں  
 یہ چہر نہیں)۔ اسکوپ کے پہلے فاتح اور حاکم  
 کی حیثیت سے پاسا یگک (Yiyit=Yigit) یگ نام

بعد، (۳) عدالہ العالیہ السریہ (جہاں سرعی  
 ۲۰۰۰ء کا مراجعہ ہوا ہے)، (۴) مسلمان طلبہ کے لیے  
 ایک سرکاری ہائی سکول، نام ولیکا مدریہ مرانہ  
 (Vulikamedressa Kralya Aleksandra I)  
 یہاں مروجہ علوم کے علاوہ حساب، عربی اور کچھ  
 دینان کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اسے سادار  
 بہرہ نوع کی بناء بر اسکوپ معاسی اور مقامی اعتبار  
 سے جنوبی سربیا کا مرکز بن گیا ہے۔

مقامی میں بھی اس شہر کی بھی اہمیت جی -  
 اسدائی عہد میں ایلیری (Illyrian) یونانی  
 کی نسبت سے اس کا نام اسکوپ (Scupi) تھا -  
 بعد میں اسے رومن حکومت کے صوبہ درداد  
 دار الحکومت بنا دیا گیا۔ پہلے وہ درداد کے اور  
 دومیں اور کو آباد تھا، جہاں اب موقع زلو کوسانی  
 Zlokutina ہے (یعنی موجودہ Skoplye سے شمال مغرب  
 کی طرف)۔ لیکن ۱۸۵۰ء میں حورلرنہ انا اس سے تمام  
 شہر بالکل تباہ ہو گیا۔

سر آرٹھر ایویر Sir Arthur Evans نے حال ظاہر کیا  
 ہے کہ قدیم شہر کے قریب و حوالہ میں موجودہ  
 اسکوپ Skoplye کے محل وقوع پر سہساہ یوسسانوس  
 Justinian (۵۲۷ء تا ۵۶۵ء) نے شہر بنا کر اس کا نام  
 Justiniana Prima رکھا، لیکن یہ نام  
 ہم نامی نہ رہ سکا۔ برخلاف اس کے W Tomaschek  
 نے رائے قریب فاس نہ ثابت پائی ہے کہ یوسستانا پرما  
 کی عمر موجودہ اسکوپ سے شمال کی طرف خاصے  
 خاصے سر کی گئی تھی۔ بروفسر N Vulic نے بھی اول  
 ہی رائے اختیار کی تھی (Où était Justiniana Prima?)  
 Le Musée Bleu، ۳۲ (۱۹۲۸ء): ۶۵ تا ۷۱،  
 لیکن اب وہ ایویر Evans کا ہم حال ہو گیا ہے۔

ساتویں صدی میلادی کے اواخر میں اس  
 سٹی پر صقالہ کا قبضہ ہو گیا۔ پھر بعد کی  
 صدیوں میں اسکوپا Skopia (اس شہر کا یورپی



ہوا (مسجد سلطان مراد، نمبر ۵۸۸۰ / ۱۳۲۶۔  
 ۱۳۳۷ء؛ مسجد اسحق بیگ (الذواہ Aladza)  
 نمبر ۵۸۸۲ / ۱۳۳۸-۱۳۳۹ء، مسجد عسی  
 بیگ، نمبر ۵۸۸۰ / ۱۳۷۵-۱۳۷۶ء، مسجد  
 قوحہ مصطفیٰ، نمبر ۵۸۹۰ / ۱۳۸۵ء، مسجد تریو  
 [فارلو] زادہ ("نور ملی زامعہ")، نمبر ۵۹۰ /  
 ۱۳۹۵ء (یہ مسجد ۱۹۲۵ء میں مسہدم ہو گئی)  
 اور سولہویں صدی میلادی کی ابتداء میں مسجد  
 یعنی ناسا کی تعمیر ہوئی (۵۹۰۸ / ۱۵۰۲-۱۵۰۳ء)۔  
 اسکوب کے بعض مدارس نے شروع ہی سے بہت  
 سہرت حاصل کر لی تھی۔

سولہویں اور سترہویں صدی میں بھی اسکوب  
 نے برکی ساعری اور علم و ادب کے ارضاء میں بہت  
 حصہ لیا۔ اس بات کا اندازہ حسب ذیل معروف  
 ناموں سے ہو سکتا ہے (۱) عطاء، ساعر، ۵۹۰۰ /  
 ۱۵۲۳-۱۵۲۴ء (گبب Gibb، در HOP، ۲ : ۱۹۱،  
 حاسبہ ۳)، (۲) اسحق چلی (اسکوبی)، عرب گو ساعر  
 اور عالم، ۵۹۴۹ / ۱۵۴۲-۱۵۴۳ء (Gibb)،  
 ۳ : ۴۰۰ نا ۴۰۵؛ (۳) عاشق چلی (بیر محمد)، ساعر ۵  
 بد کرمہوس اور حود ساعر، ۵۹۷۹ / ۵۷۱۰۔  
 ۱۵۷۲ء (گبب، ۳ : ۷ نا ۸ و ۱۶۲، حاسبہ ۴؛ قس  
 بر اولیا، ۵ : ۵۶۰)؛ (۴) ویسی (اویس بن محمد)  
 اپنے وقت کا ایک بہترین اشاء بردار، ۵۱۰۳ میں  
 اسکوب کے فاضی کے عہدے پر فائز تھا کہ ۵۱۰۳ /  
 ۱۶۲۷-۱۶۲۸ء میں وفات پائی (Gibb، ۳ : ۸ نا  
 ۲۱۸، اولیا، ۵ : ۵۶۰)؛ (۵) بوعلی زادہ عطائی،  
 مشہور ساعر، جس نے طاس کوبرو زادہ کی تالیف  
 السفاتی التعمانہ کی تکمیل کی، اس کا آخری عہدہ  
 قصا اسکوب میں تھا، ۵۱۰۴ / ۱۶۳۴-۱۶۳۵ء  
 (گبب، ۳ : ۲۳۲ نا ۲۴۲)؛ بروہ لی محمد طاہر  
 عثمانی مؤلفی، ۳ : ۹۵ نا ۹۶؛ ناسگر Babinger،  
 در GOW، ص ۱۷۱ تا ۱۷۲۔

لیا گیا ہے، جو "اسحق بیگ کا ادلیق (اسحق بیگ  
 ہندی سی) اور اس کے والد کی طرح تھا"۔ اس فتح کی  
 حاصل تاریخ ان وقائع نگاروں میں سے کسی سے  
 نہیں دی، مگر یہ اس زمانے کے ایک سرخی کتبے میں  
 موجود ہے، یعنی ۶ حوری ۱۳۹۲ (Lj Stojanovic)  
 ۱۰. Starl srpski zapisi (نمبر ۱۹۰۲) : ۵۶،  
 شماره ۷۷، لیکن اولیا چلی (۵ : ۵۵۳) نے  
 بتایا ہے کہ یہ شہر اورینوس بیگ Ewrenos Beg  
 نے فتح کیا تھا۔ اس کے برعکس سمس الدین سامی  
 کا کہنا ہے (فاموس الاعلام، ۱۸۸۹ء، ۲ : ۹۳۲  
 نا ۹۳۳) کہ وہ ترکی فاتح حسن کے ہاتھ پر ۷۹۲ء  
 میں (حسن کی ابتداء ۲۰ دسمبر ۱۳۸۹ء سے ہوئی)  
 اسکوبلی فتح ہوا سمور طاش پاسا تھا [اور پہلا  
 حاکم پاشا نکس]، لیکن سامی نے کوئی حوالہ نہیں  
 دیا۔ علی جواد نے بھی (تاریخ و حرامنا لعانی،  
 ۱۳۱۱ / ۱۸۹۵ء، ۱ : ۸۷) سمور طاش پاسا ہی  
 کا نام دیا ہے، لیکن اس کا مآخذ بھی بظاہر فاموس  
 الاعلام ہی ہے۔ اسکوب پر قصہ ہونے کے بعد  
 وہاں ترکی نوآبادی فوراً قائم کر دی گئی (Hammer،  
 در GOR، طبع ثانی، ۱ : ۱۸۳) اور کچھ مدت تک  
 یہ شہر ادرہ سے دوسرے درجے پر عثمانی سلاطین  
 کی ثانوی ماموریت بنا رہا (قب مثلاً اولیا چلی، ۵ :  
 ۵۵۳)۔ اسکوب ہی شمالی ممالک کی مرید فتوحات  
 کے لیے عثمانیوں کا مرکز بنا اور یہیں سے ان کے  
 حکام ان کے مسیحی ناہنگراؤں کو فاقو میں رکھتے  
 تھے (Jireček، ۱ : ۹۷)۔ امتداد زمانہ کے ساتھ  
 یہاں تجارت میں بھی سرگرمی پیدا ہو گئی، جس میں  
 راجوسہ Ragusa کے باشندوں کا نمایاں حصہ تھا۔  
 نمبر کے کام نے بھی خاصی ترقی کی، جس میں زیادہ تر  
 توحہ مسیحی، مدرسے اور حمام وغیرہ بنانے پر  
 مرکوز رہی۔ سب سے بڑی اور سب سے زیادہ شاندار  
 مساجد کی تعمیر کا سلسلہ پندرہویں صدی میں شروع

سولہویں اور سترہویں صدی میلادی کے  
عربی ستاح (مثلاً T. Petančić [۱۵۰۲ء]، نامعلوم  
اصاوی [۱۵۵۹ء]، M. Bizzi [۱۶۰۴ء]، Dr. Brown  
[۱۶۶۹ء]) بیان کرتے ہیں کہ سکوپلی Skoplye  
نک نڑا اور خوبصورت شہر ہے۔ سترہویں صدی  
میلادی کے دو برکی سانوں سے بھی اس کی تصدیق  
ہوئی ہے۔ ان میں سے ایک حاجی حلقہ (م نواح  
۱۶۴۸ء) کا ہے، جس نے اسکوپ کی، حیو انبی  
نام کی مسجد کا صدر مقام بنایا، محض یہی معروف  
ہے کہ وہ ایک خوبصورت ڈھیر تھا دیکھ  
ایک گھٹھ گھر کا بھی ذکر کیا ہے جو کفار کے  
زائے سے چلا آتا تھا اور تمام مسیحی دنیا میں سب  
سے بڑا تھا۔ دوسرا سان اولنا جلیسی کا ہے جو  
سرے کچھ مذہب بعد کا ہے اور ناوجود انسی  
مباحہ امیری کے اس شہر کا بہترین سان ہے۔ جب وہ  
اسکوپ گیا (۱۶۶۱ء) تو اس وقت شہر میں ستر محلے،  
اس ہزار ساٹھ کے قریب مصبوط اور نچہ مکان،  
اس میں بعض مسہور و معروف سرائیں شامل تھیں،  
دو ہزار ایک سو پچاس عمدہ نی ہوئی دکانیں، ایک  
سو س بڑی اور چھوٹی مسجدیں (تسالیس مسجدوں  
میں جمعہ ہونا تھا)، متعدد گرجے اور صومعے، تس  
ساہیں، ایک سو دس ہزارے وغیرہ تھے۔ کاروبار،  
عازب اور صعب و حرف کی گرم بازاریں بھی اور  
ان و بکوں اس درجہ مستحکم تھا کہ صرف بین  
سو ہر کی قلعہ تس موح کافی سمجھی جاتی تھی۔

لیکن اس صدی کے آخر میں آسٹروی حزل  
کواومینی Piccolomini نے ناعی سربوں کی مدد  
سے دیوب Danube اور ساوے Sava کو نار کر کے  
ملع ورتڈر نہ حملہ کر دیا اور اسکوپ میں مل و  
حارب کا نارار گرم کر کے ۲۶-۲۷ اکتوبر ۱۶۸۹ء  
کو اسے حلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا (م Kostić  
در Južna Srbija، ۱ (۱۹۲۲ء) : ۱۲۱ تا ۱۲۸)۔

اٹھارہویں صدی میں اس علاقہ میں طاعون کا زور  
ہوا اور نوٹ نہاں نک پہنچی کہ اس صدی کے  
حتم ہوئے نک نہاں کی آبادی صرف چھے ہزار رہ  
گئی۔

بہر حب اسسویں صدی شروع ہوئی تو اسکوپ  
میں بھی سرعت کے ساتھ جان بڑے لگی اور قرب و  
حوار کے علاقوں سے لوگ آ آ کر نہاں آباد ہوئے لگے۔  
عمر ہانس لٹس Latas کی اصلاحات کی بدولت ۱۸۴۰ء  
کے بعد سے اس پورے علاقے میں امن و امان اور نظم  
و وسط کا دور دورہ ہو گیا اور بحارب نے بھی ایک  
از بہر شروع نایا۔ ۱۸۷۵ء کے بعد سے جب مسلمان  
مہاجر سربیا اور بوسنہ سے آئے لگے تو اسکوپ کی آبادی  
میں معدنیہ اضافہ ہو گیا۔ ۱۸۷۳ء میں آمد و رفت  
کے لئے ایک ریلوے لائن کھل گئی، جو اسکوپ  
ہوئی ہوئی سلونیکا اور میروویچہ Mitraouica کے  
درمیان جلیسی تھی۔ اس کے بعد ۱۸۷۵ء میں ولایت  
کا دارالحکومت بھی پرنسپسہ Pristina سے اسکوپ میں  
مستقر کر دیا گیا۔ ۱۸۸۸ء میں ایک اور ریلوے لائن  
فائم کی گئی، جو بلگراد تس سکوپلی (سالویکا) کے  
درمیان جلتی تھی اور جس کی وجہ سے اس شہر کا  
تعلق براہ راست سربیا اور وسطی یورپ سے ہو گیا۔  
اسسویں صدی کے اواخر تک اسکوپ میں سکون کی  
بعداد چار ہزار خار سو چوہتر اور ناشدوں کی  
تس ہزار نک تسح چکی تھی (سرہ ہزار مسلمان،  
چودہ ہزار دو سو عیسائی اور آٹھ سو یہودی) [۱۹۵۳ء  
کی مردم شماری کے مطابق اسکوپ کی، حو اب  
یوگوسلاویا کے صوبہ مسیڈویا Macedonia کا صدر  
مقام ہے، آبادی ۱۲۲،۱۴۳ تھی]۔

۱۹۱۲ء کی جنگ بلقان کا نتیجہ یہ ہوا کہ  
اسکوپ میں ترکوں کا پاسو تس برس پرانا دور  
حکومت حتم ہو گیا۔ ۱۹۱۸ء میں یہ شہر باقاعدہ  
طور پر یوگوسلاویا کے قبضے میں آ گیا۔ اس زمانے

ساتھ کام میں لائی جائے)؛ (۱۳) Radovanović، v، در  
 Narodna enciklopedija، (۴) (عرب Zagreb ۱۹۲۹ء)۔  
 ۱۵۶ تا ۱۶۰، (۱۴) Jov Hadži Vasiljević، بلغراد، ۱۹۳۰ء، ص ۳۱ تا  
 ۱۸۰ (مع تصاویر اور نقشہ شہر، لیکن اکثر باتیں محققانہ  
 نہیں)؛ (۱۵) Almanah Irtatjevine Jugoslavije، رتب  
 Zagreb بعد از ۱۹۳۰ء، ۱ تا ۶۲۵ تا ۶۲۶۔

(FEHIM BAJRAKTARLIĆ)

اسکودار: آناے نامورس کے اسیائی ساحل  
 پر اور بلغورلو Bulghurlu پہاڑی کے داس میں  
 ترکی قسطنطنیہ کا سب سے قدیم اور سب سے بڑا محلہ،  
 اسی مقام پر اسیائی ساحل مغرب کی طرف توسعہ  
 سے زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ قریبہ سی (Tower of Leander)  
 اس کے نامتبادل ہے۔ برائے زمانے میں یہیں ایک  
 چھوٹا سا سمہر کریمبولس Chrysopolis آباد تھا  
 (حس کا بد کردہ ریمون Xenophon کی کتاب Anabasis،  
 ح ۶، باب ۶: ص ۳۸، میں بھی موجود ہے۔ اس وقت  
 یہ اس سے بھی پرانی یونانی حلفہ Chalcidon  
 کی سرحدی سٹی تھی، جو آج کل قاضی کوی کہلاتی  
 ہے)۔ یونانی سلطنت کے آخری ایام میں اس کا نام  
 سوطری مشہور ہو گیا تھا (Phrantz، Bonn،  
 ۱۸۳۸ء، ص ۱۱۱، 'πρότερον δὲ Χρυσόπολις')۔ یہ نام بقسیمی نہیں کہ  
 آیا یہ نام فوج کے سر بردار دسے کے نام  
 سے منسوب ہے جو سپہسالار Valens کے زمانے  
 میں وہاں مقیم تھا (Cuiet و G Young،  
 Constantinople، لندن ۱۹۲۶ء، ص ۲۰۳)۔ براہ راست  
 اس اسماء کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ  
 کمسوی Comnenoi کے زمانے میں یہاں ایک محل  
 تھا، جو Scutarion کہلاتا تھا (Cuiet)۔ اس کے ساتھ  
 ہی ترکی لفظ اسکودار بھی ایک معروف لغوی  
 معنی رکھتا ہے، جیسے کہ فارسی لفظ اسکدار (حسے)

یہ اس کے باشندوں کی آبادی دگنی ہو گئی ہے اور  
 شہر نے ہر میدان میں ترقی کی ہے (یونیورسٹی کی  
 کتابت، فلسفہ، سکول کی سائنٹیفک سوسائٹی، جس کا  
 ایک محلہ، نام، Glasnik sokopskog naučnog društva،  
 [Bulletin de la société scientifique de Skoplje] بھی ہے،  
 جنوبی سربیا کا ایک عجائبات گھر، موسمی بیٹھر اور  
 ادارہ حمامات صحت وغیرہ قائم ہو گئے)۔

مآخذ: علاوہ ان کے جو متی میں مذکور ہیں،

(۱) Antiquarian Researches in Illyricum A J Evans،

حصہ ۳ و ۴ (= Archaeologia، ح ۹۷)، ویسٹ منسٹر

۱۸۸۵ء، ص ۷۹ تا ۱۵۲ (مع سکوپا۔ سکوپا کے نقشے

کے)؛ (۲) Pauly-Wissowa، در R E، تبدیل مادہ Scupi،

شٹٹگارٹ Stuttgart، ۱۹۲۱ء، (۳) Jireček (در

سربی ترجمہ از Radonić، Istorijs Srba، ح ۱، بلغراد

۱۹۲۲ء؛ (۴) حامی حلفہ، Rumeli und Bosna،

ترجمہ از ہامر Hammer، J v، وینا Vienna، ۱۸۱۲ء،

ص ۹۰؛ (۵) اولیا چلی: سیاحت نامہ، ح ۵، قسط طیسہ

۱۳۱۰ء، ص ۵۰۳ تا ۵۶۲؛ (۶) St Novaković،

Sbrti Turci XIV i XV veka، بلغراد ۱۸۹۳ء، ص ۲۲۲

تا ۲۲۳؛ (۷) وہی مصنف، Balkanska pitanja، بلغراد

۱۹۰۶ء، ص ۲۱ تا ۴۹، اور خصوصاً ص ۷۶ تا ۸۵،

(۸) History of Ottoman Poetry E J W Gibb،

جل ۱، لندن ۱۹۰۰ء تا ۱۹۰۹ء؛ (۹) K N Kostić،

Naši novi gradovi na Jugu، بلغراد ۱۹۲۲ء، ص ۱۲ تا

۲۵؛ (۱۰) R M Grujić، Skoplje u prošlosti، در

Južna Srbija، (۱۱) وہی مصنف، Skoplje als Kulturzentrum،

Südserbiens، در مجلہ Slavische Rundschau، (پراگ

۱۹۲۹ء)؛ (۱۲) Gl Elezović، Turski،

Spomenici u Skoplju، در Glasnik sokopskog naučnog

društva، ۱: ۱۳۰ تا ۱۷۶، ۳۹۷ تا ۴۷۹ و ۵۰۳ تا ۶۲۳

تا ۲۶۱ و ۷ تا ۸: ۱۷۷ تا ۱۹۲ (یہ کتاب احتیاط کے

اور ان کے نئے قائم ہو گئے تھے اور اس طرح یہ - ارحلامہ کی مصروفانہ زندگی کا ایک اہم مرکز بن گیا تھا۔ ان میں معروف سرس سسج محمود (سترہویں صدی کے شروع میں گزرے ہیں) کے "خلوصہ نکہ" اور "رباعہ نکہ" تھے۔ اس کے علاوہ سقوطی میں متعدد قابل دید مساجد ہیں، جن میں سب سے بڑی ساہی سنگماں کی تعمیر کردہ ہیں۔ سب سے زیادہ قابل ذکر یہ ہیں (۱) مہر و ماہ جامع یا اسکالہ جامع، جو ۱۵۹۵ء / ۱۵۴۷ء میں تعمیر ہوئی اور بڑی سدرکہ کے مقابل واقع ہے (۲) اسکی والدہ جامع، در' زیادہ خوب کی طرف، جو ۱۵۹۱ء / ۱۵۸۳ء میں مکمل ہوئی؛ (۳) چسلی لی جامع، خوب مسرمی کوئے پر، جو ۱۵۰۰ء / ۱۶۴۳ء میں مکمل ہوئی اور (۴) نکی والدہ جامع، جو ۱۱۲۰ء / ۱۷۰۸ء میں مکمل ہوئی (۵) سلمہ جامع، اس کی ماہ [سلطان] سلم نالٹ نے رکھی تھی اور ان عمارتوں میں سے ہے جو اس سلطان نے اپنی بیوی فوج موسومہ نظام حیدر کے نام کے لیے تعمیر کی تھیں۔ آخر میں یہ ترونی سستی اس بڑے درستان کی وجہ سے بھی مشہور ہے جو اس کے مسرمی جانب پھیلا ہوا ہے۔

محکمہ قضا کے مختلف مدارج میں اسکودار کا ملا غلطہ اور ایوب کے ملاؤں کا ہم سرسہ تھا اور یہ سب قصا کے اعلیٰ طبقے میں سب سے نیچے کے درجے میں شمار ہوئے تھے (دوساں d'Ohssen Tableau، ۲: ۲۷۱)۔ نظم و نسق کے اعتبار سے سقوطی عرصہ دراز سے استاسول ہی کا ایک حصہ سمجھا جاتا رہا ہے (Cuinet)۔ جمہوریہ ترکہ کی جدید اسطامی تقسیم میں یہ ولایت استاسول کی ایک قضا ہے (دولت سالنامہ سی، برائے ۱۹۲۶ء، ص ۶۱۲۔ اس سالنامے کے ص ۶۳۵ پر سقوطی کی آبادی ایک لاکھ پچیس ہزار ناوے دکھائی گئی ہے)۔

مآخذ: (۱) حامی خلیفہ: جہاں نما، ص ۶۶۳

اسکودار بھی لکھتے ہیں) کا مفہوم ڈاک کی چوکی تھی: برید) ہے۔ ابیہ جمرامی محل وقوع کی بناء پر اسکودار درجہ صوبہ دارالحکومت کی طرف سے سلطنت کے تمام ایشیائی علاقوں میں بھیجی جانے والی ہونی بڑی مہموں کے لیے نگہ کا کام دینے لگا (قے Das anatolische Wegenetz F Taeschner، لاٹرگ ۱۹۰۶ء و ۱۹۲۶ء)۔ حناجہ ترونی سسی کے نام میں اس وسیع میدان کے اندر جہاں سہر کا وہ حصہ واقع ہے جو اب حیدر ناسا کہلاتا ہے عموماً بڑی بڑی موحدیں حیدر رہتی تھیں۔ اس کے علاوہ بھی اولیا جلی کے اسکودار [کے نام] کی ایک اور شاخ بھی تھی (یعنی اسکی دار [برانا گھرا])۔

تاریخی مآخذ سے یہ بتا نہیں جاتا کہ عثمانیوں نے اسکودار کو کس طرح فتح کیا تھا، لیکن یہ بات یقینی ہے کہ یہ اورخان کے عہد میں مفتوح ہوا۔ اس کی توثیق کی فتح (۱۳۳۱ء) کے فوراً بعد، اس کے موصیہ اہلی [رک تان] کے دوسرے علامے فتح (۱۳۳۱ء) نے (Nicephoros Gregoras، نوں ۱۸۴۰ء، ص ۸۰۲) یا پھر ناساہ اندرویسوس Andronicos کی موت کے بعد (۱۳۳۱ء، قے Phrantzes، ص ۴۱)۔ موصیہ عثمانی و فائے میں پہلی مرتبہ اس کا تذکرہ [سلطان] محمد اول کے زمانے میں ملتا ہے، لیکن مقامی روایتیں، جنہیں اولیا جلی نے بیان کیا ہے، اسکودار کا ان مختلف مہموں سے گہرا تعلق بتاتی ہیں جو سید نطال غازی کی قیادت میں مسططیسہ کے خلاف جاری رہیں۔

ترکوں کے زمانے میں سقوطی دارالحکومت بن گیا۔ اس سے بھی زیادہ بنیادی حصہ بن گیا تھا کہ نطاع نورطی دور میں رہا تھا، گو اولیا جلی نے بیان کے مطابق اس کی مکمل آباد کاری (سلطان) سلیمان اول کے زمانے میں ہوئی۔ اس کی ایک بڑی وجہ یقیناً یہ تھی کہ یہاں درویشوں کے متعدد حلقے

آبادی ۱۵۳۱۹۰ ہے (یہ اعداد و شمار ۱۹۶۰ء کے ہیں)۔ اسکی شہر اپنے گرم چشموں کی وجہ سے مشہور ہے اور اس کے قریب ”سرسام“ بھی پانا جاتا ہے اور اس کا وجود اس کی شہر میں امانہ کرنا ہے (دیکھئے Remhardt، در Pet Mitt، ۱۹۱۱ء: ۲۰۶، اس کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ یہ استانبول سے افرہ اور استانبول سے قریب ریلوے کا مقام اتصال (junction) ہے۔

اسکی شہر بے قدم ڈوری لوں (جسے عرب درویش کہتے تھے) کی جگہ لی ہے، جو موجودہ شہر انوں کے شمال میں بن کیلیوٹر کے فاصلے پر تھا۔ یورپی زمانے میں ڈوری لوں کا وسیع میدان وہ مقام تھا جہاں مصر کے لشکر عرب اور سلجوق ترک کے حلال جنگ کرنے کے لیے اپنے مسرقی عربوں کے زمانے میں جمع ہوئے تھے (وقت اس حردادہ، ص ۱۰۹)۔ سال ۵۸۹/۸ء میں العباس بن الولید بے ڈوری لوں کو فتح کیا (الطبری، ۱۱۹۷: ۱، Theophanes، ۳۷۶، طبع د بوئر (de Boer)، اور حسن بن عطفہ لڑھکا ہوا اس جگہ تک ۵۱۶۲/۵۷۸ء میں جا پہنچا تھا (الطبری، ۳: ۴۹۳، ہیوسٹر، ۱: ۴۵۲)۔ ۱۰۹۷ء کو صلیبی محاربتیں بے ڈوری لوں کے قریب لڑائی ہوئی، جس سے وہ اس قابل ہو گئے کہ وہ سلجوق مملکت (قونہ) کے اندر سے گزر سکیں، لیکن صلیبوں نے کونارڈ Conard سوم کی فائد میں ۲۶ اکتوبر ۱۱۴۷ء کو ایسی تری طرح شکست کھائی کہ اس علاقے میں ان کا آگے بڑھنا رک گیا۔ ۱۱۷۵ء میں جب سلجوقیوں نے اس شہر کو تباہ کر ڈالا تو فیصلر میسول کامینوس Manuel Comnenos نے اسے کھو بیٹھا اور اس نے حانہ بدوش یورکوں کو وہاں سے پس پا کر دیا (کیناموس Kinnamos، ص ۲۹۴: ۲۹۷: نکتے Niketas، ص ۲۳۶، بعد، ۲۴۶)؛ لیکن

بعد: (۲) اویا چلی: سیاحت نامہ، ۱: ۳۷۹، بعد: (۳) حافظ حسین الابواسرائی: حدیقہ العوام، قسطنطنیہ، ۱۸۲: ۲، بعد: (۴) J von Hammer، Constantinopolis und der Bosphorus، Pesth، ۱۸۲۲: ۳۱۱، بعد: (۵) V Cuinet، La Turquie، ۴: ۵۹۵، بعد: (۶) J H Krammers،

\* اسکی: ترکی میں معنی پرانا قدیم۔۔۔ یہ لفظ مقامات کے ناموں میں اکثر پانا جاتا ہے، مثلاً اسکی شہر (پرانا شہر) اور اسکی حصار (پرانا قلعہ)۔ یہ مؤثرالد کر نام علاوہ اور جگہوں کے قدم ذکرہ Dakibyra (دیکھئے Tomaschek، در Sitz-Ber der Wiener Akad، ۱۸۸۱: ۸، ۶) اور لاوڈیشا Laodicea اور لائسم Lycum (دیکھئے Denizli، ۱: ۹۳۹) کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ ایک بہت عام دستور کی پیروی کرتے ہوئے ترک بالعموم قدم وبران شہروں کی جائے وقوع کو کسی قریب کے بڑے شہر کے نام سے اداہ سامہ ”اسکی“ بڑھا کر موسوم کر دیتے ہیں جسے اسکی شام ”قدم دمشق“، یعنی نصری [رک ناں]، اسکی موصل، یعنی قدم شہر بلد (دیکھئے لسترنج Eastern Caliphate، ص ۹۹) اسکی بعداد کے لیے دیکھئے [۱]، لائڈن، طبع اول، ۱: ۵۶۴، الف اور ۹۲۶ ب [و معالہ بعداد]۔

\* اسکی شہر: (موجودہ جسے Eskischir) وسطی اناطولیہ کے مغربی حصے کا ایک شہر، عرص بلد شمالی ۳۹ درجہ ۷۴ دقیقہ؛ طول بلد شرقی ۳۰ درجہ ۳۳ دقیقہ؛ بلندی (ریلوے سٹیشن پر) ۷۹۲ میٹر (= ۲۵۹۷ فٹ) سے (دریائے پورسک پر حو سکریا کا معاون ہے) ۸۱۰ میٹر (= ۲۶۵۷ فٹ) تک؛ یہ ایک ولایت کا، جس کی آبادی ۳۸۹۱۲۹ ہے، صدر مقام ہے۔ اس کے ضلع کی آبادی ۵۶۰۷۷، اور خود شہر کی

اس کے ایک ہی سال بعد (قلج آرسلاں دوم سے ناکام لڑائی لڑنے کے بعد) اسے اس کے استحکامات کو مسہدم کرنا پڑا اور غالباً اس کے بھوڑے ہی دن بعد یہ شہر آخری طور پر صلاحقہ کے قبضے میں آ گیا۔

تیرھویں صدی میں ارطغرل اسکی سپہر کے ریگ سواعوب کے علاقے میں ”سلطان یونیوگی“ (سنان اوسو) کی مملکت کے اندر آسا (شہر) طبع (Lusat و Koymen ۱۰: ۷۲)۔ علاء الدین بن قرامر نے اعر سال ۵۶۸۸ھ / اکتوبر ۱۲۸۹ء کے مشور میں، جو اس سے اپنے فرزند عثمان کی خاطر لکھا اور جس کی صحت میں شک ہے (فریدوں، طبع دوہ، ۱۰: ۶)، ”اسکی شہر“ کا علامہ عثمان کو بطور سچاوی خطا لکھا گیا (قت، Hist Mus Leunclavius، ص ۱۱۲۵، ۱۲۶ بعد)۔ فلعلہ فوجہ حصار [رتک نان] کی ناک، جو شہر کے جنوب مغرب میں ہے، حال ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جسے عثمانیوں نے سب سے پہلے فتح کیا، (قت، سیری، ص ۶۴)۔

آگے چل کر ”اسکی شہر“ (لواہ) انوانو کی حاوی کا، جو آبادولو کی ایالت میں ہے، خاص مقام ہو گیا اور وہ حجاج کے راستے میں تھہرے کی حکہ رہ گیا۔ انیسویں صدی میں وہ ولایت ترسہ کے سناوی کی ایک فصا کا صدر مقام بنا، اور Cuinet کے سہرے کے مطابق اس صدی کے دوراں میں اس کی آبادی ۱۹۰۲۳ بھی ۱۹۲۲ء کی یونانی۔ برکی حکہ، یہ شہر تقریباً پورے طور پر تریاد کر دیا گیا، لہذا حکم ہوئے کے بعد اسے صنعتی مرکز کے طور پر پھر تعمیر کیا گیا۔ یہاں برکی میں ریلوے کی سب کا سب سے زیادہ اہم کارخانہ ہے۔

ایک شخص نے، جس کا نام مصطفیٰ ہانسا تھا، جامع گرشلو تعمیر کی (۵۹۲۱/۱۰۱۵ء) اور یہی اس شہر کی سب سے زیادہ مشہور عمارت ہے۔ اس کے علاوہ یہاں ایک وسیع ”حاں“ ہے، جسے دو

حصوں (حاں اور پیدستان) میں تعمیر کیا گیا ہے۔ مسجد علاء الدین کو، جو عہد صلاحقہ میں بنائی گئی تھی، پورے طور پر نئے سرے سے تعمیر کر دیا گیا ہے، لیکن اس کے سارے کے قاعدے پر جعبہ بیگ کا ایک کتبہ لکھا ہوا ہے۔ اس پر ۵۶۶۶ھ (۱۱۶۸/۱۲۶۸ء) کتبہ ہے (RCEA، ۱۲، قاہرہ ۱۹۴۳ء) : ۱۳۱، عدد ۵۵۹۶ھ، جس سے اس کی [تاریخ] تعمیر کا پتا چلتا ہے۔ ۱۹۲۷ء تک یہاں ایک چھوٹا سا ہل موجود تھا، جو بظاہر سلجوقی دور میں بنایا گیا ہوگا۔ یہ ہل سیری سو کے اوپر تھا، جو پورسک میں جا گرتا ہے، لیکن اس ہل کا ۱۹۵۵ء میں کچھ پتا نہیں چلا۔ غالباً اسے اس وقت جب صناعی عمارتیں بنائی گئی ہوں گی مسہدم کر دیا ہوگا۔

مآخذ: (۱) Pauly - Wissowa، ۱۵۷۷ بعد (ثوری لون سے معاف)؛ (۲) اولنا چلی: حساب نامہ، ۱۲۔ ۳، (۳) کاتب چلی: سماں نام، ص ۶۴۱ بعد؛ (۴) محمد ادیب مساکت الحج، ص ۲۸ بعد؛ (۵) Asie Mineure Ch Texier، ص ۸۰۸ بعد؛ (۶) سانی: قاموس الاعلام ۱۹۳۸، (۷) J. H. Mordtmann، (۸) J. H. Mordtmann، (۹) J. H. Mordtmann، (۱۰) J. H. Mordtmann، (۱۱) J. H. Mordtmann، (۱۲) J. H. Mordtmann، (۱۳) J. H. Mordtmann، (۱۴) J. H. Mordtmann، (۱۵) J. H. Mordtmann، (۱۶) J. H. Mordtmann، (۱۷) J. H. Mordtmann، (۱۸) J. H. Mordtmann، (۱۹) J. H. Mordtmann، (۲۰) J. H. Mordtmann، (۲۱) J. H. Mordtmann، (۲۲) J. H. Mordtmann، (۲۳) J. H. Mordtmann، (۲۴) J. H. Mordtmann، (۲۵) J. H. Mordtmann، (۲۶) J. H. Mordtmann، (۲۷) J. H. Mordtmann، (۲۸) J. H. Mordtmann، (۲۹) J. H. Mordtmann، (۳۰) J. H. Mordtmann، (۳۱) J. H. Mordtmann، (۳۲) J. H. Mordtmann، (۳۳) J. H. Mordtmann، (۳۴) J. H. Mordtmann، (۳۵) J. H. Mordtmann، (۳۶) J. H. Mordtmann، (۳۷) J. H. Mordtmann، (۳۸) J. H. Mordtmann، (۳۹) J. H. Mordtmann، (۴۰) J. H. Mordtmann، (۴۱) J. H. Mordtmann، (۴۲) J. H. Mordtmann، (۴۳) J. H. Mordtmann، (۴۴) J. H. Mordtmann، (۴۵) J. H. Mordtmann، (۴۶) J. H. Mordtmann، (۴۷) J. H. Mordtmann، (۴۸) J. H. Mordtmann، (۴۹) J. H. Mordtmann، (۵۰) J. H. Mordtmann، (۵۱) J. H. Mordtmann، (۵۲) J. H. Mordtmann، (۵۳) J. H. Mordtmann، (۵۴) J. H. Mordtmann، (۵۵) J. H. Mordtmann، (۵۶) J. H. Mordtmann، (۵۷) J. H. Mordtmann، (۵۸) J. H. Mordtmann، (۵۹) J. H. Mordtmann، (۶۰) J. H. Mordtmann، (۶۱) J. H. Mordtmann، (۶۲) J. H. Mordtmann، (۶۳) J. H. Mordtmann، (۶۴) J. H. Mordtmann، (۶۵) J. H. Mordtmann، (۶۶) J. H. Mordtmann، (۶۷) J. H. Mordtmann، (۶۸) J. H. Mordtmann، (۶۹) J. H. Mordtmann، (۷۰) J. H. Mordtmann، (۷۱) J. H. Mordtmann، (۷۲) J. H. Mordtmann، (۷۳) J. H. Mordtmann، (۷۴) J. H. Mordtmann، (۷۵) J. H. Mordtmann، (۷۶) J. H. Mordtmann، (۷۷) J. H. Mordtmann، (۷۸) J. H. Mordtmann، (۷۹) J. H. Mordtmann، (۸۰) J. H. Mordtmann، (۸۱) J. H. Mordtmann، (۸۲) J. H. Mordtmann، (۸۳) J. H. Mordtmann، (۸۴) J. H. Mordtmann، (۸۵) J. H. Mordtmann، (۸۶) J. H. Mordtmann، (۸۷) J. H. Mordtmann، (۸۸) J. H. Mordtmann، (۸۹) J. H. Mordtmann، (۹۰) J. H. Mordtmann، (۹۱) J. H. Mordtmann، (۹۲) J. H. Mordtmann، (۹۳) J. H. Mordtmann، (۹۴) J. H. Mordtmann، (۹۵) J. H. Mordtmann، (۹۶) J. H. Mordtmann، (۹۷) J. H. Mordtmann، (۹۸) J. H. Mordtmann، (۹۹) J. H. Mordtmann، (۱۰۰) J. H. Mordtmann، (۱۰۱) J. H. Mordtmann، (۱۰۲) J. H. Mordtmann، (۱۰۳) J. H. Mordtmann، (۱۰۴) J. H. Mordtmann، (۱۰۵) J. H. Mordtmann، (۱۰۶) J. H. Mordtmann، (۱۰۷) J. H. Mordtmann، (۱۰۸) J. H. Mordtmann، (۱۰۹) J. H. Mordtmann، (۱۱۰) J. H. Mordtmann، (۱۱۱) J. H. Mordtmann، (۱۱۲) J. H. Mordtmann، (۱۱۳) J. H. Mordtmann، (۱۱۴) J. H. Mordtmann، (۱۱۵) J. H. Mordtmann، (۱۱۶) J. H. Mordtmann، (۱۱۷) J. H. Mordtmann، (۱۱۸) J. H. Mordtmann، (۱۱۹) J. H. Mordtmann، (۱۲۰) J. H. Mordtmann، (۱۲۱) J. H. Mordtmann، (۱۲۲) J. H. Mordtmann، (۱۲۳) J. H. Mordtmann، (۱۲۴) J. H. Mordtmann، (۱۲۵) J. H. Mordtmann، (۱۲۶) J. H. Mordtmann، (۱۲۷) J. H. Mordtmann، (۱۲۸) J. H. Mordtmann، (۱۲۹) J. H. Mordtmann، (۱۳۰) J. H. Mordtmann، (۱۳۱) J. H. Mordtmann، (۱۳۲) J. H. Mordtmann، (۱۳۳) J. H. Mordtmann، (۱۳۴) J. H. Mordtmann، (۱۳۵) J. H. Mordtmann، (۱۳۶) J. H. Mordtmann، (۱۳۷) J. H. Mordtmann، (۱۳۸) J. H. Mordtmann، (۱۳۹) J. H. Mordtmann، (۱۴۰) J. H. Mordtmann، (۱۴۱) J. H. Mordtmann، (۱۴۲) J. H. Mordtmann، (۱۴۳) J. H. Mordtmann، (۱۴۴) J. H. Mordtmann، (۱۴۵) J. H. Mordtmann، (۱۴۶) J. H. Mordtmann، (۱۴۷) J. H. Mordtmann، (۱۴۸) J. H. Mordtmann، (۱۴۹) J. H. Mordtmann، (۱۵۰) J. H. Mordtmann، (۱۵۱) J. H. Mordtmann، (۱۵۲) J. H. Mordtmann، (۱۵۳) J. H. Mordtmann، (۱۵۴) J. H. Mordtmann، (۱۵۵) J. H. Mordtmann، (۱۵۶) J. H. Mordtmann، (۱۵۷) J. H. Mordtmann، (۱۵۸) J. H. Mordtmann، (۱۵۹) J. H. Mordtmann، (۱۶۰) J. H. Mordtmann، (۱۶۱) J. H. Mordtmann، (۱۶۲) J. H. Mordtmann، (۱۶۳) J. H. Mordtmann، (۱۶۴) J. H. Mordtmann، (۱۶۵) J. H. Mordtmann، (۱۶۶) J. H. Mordtmann، (۱۶۷) J. H. Mordtmann، (۱۶۸) J. H. Mordtmann، (۱۶۹) J. H. Mordtmann، (۱۷۰) J. H. Mordtmann، (۱۷۱) J. H. Mordtmann، (۱۷۲) J. H. Mordtmann، (۱۷۳) J. H. Mordtmann، (۱۷۴) J. H. Mordtmann، (۱۷۵) J. H. Mordtmann، (۱۷۶) J. H. Mordtmann، (۱۷۷) J. H. Mordtmann، (۱۷۸) J. H. Mordtmann، (۱۷۹) J. H. Mordtmann، (۱۸۰) J. H. Mordtmann، (۱۸۱) J. H. Mordtmann، (۱۸۲) J. H. Mordtmann، (۱۸۳) J. H. Mordtmann، (۱۸۴) J. H. Mordtmann، (۱۸۵) J. H. Mordtmann، (۱۸۶) J. H. Mordtmann، (۱۸۷) J. H. Mordtmann، (۱۸۸) J. H. Mordtmann، (۱۸۹) J. H. Mordtmann، (۱۹۰) J. H. Mordtmann، (۱۹۱) J. H. Mordtmann، (۱۹۲) J. H. Mordtmann، (۱۹۳) J. H. Mordtmann، (۱۹۴) J. H. Mordtmann، (۱۹۵) J. H. Mordtmann، (۱۹۶) J. H. Mordtmann، (۱۹۷) J. H. Mordtmann، (۱۹۸) J. H. Mordtmann، (۱۹۹) J. H. Mordtmann، (۲۰۰) J. H. Mordtmann، (۲۰۱) J. H. Mordtmann، (۲۰۲) J. H. Mordtmann، (۲۰۳) J. H. Mordtmann، (۲۰۴) J. H. Mordtmann، (۲۰۵) J. H. Mordtmann، (۲۰۶) J. H. Mordtmann، (۲۰۷) J. H. Mordtmann، (۲۰۸) J. H. Mordtmann، (۲۰۹) J. H. Mordtmann، (۲۱۰) J. H. Mordtmann، (۲۱۱) J. H. Mordtmann، (۲۱۲) J. H. Mordtmann، (۲۱۳) J. H. Mordtmann، (۲۱۴) J. H. Mordtmann، (۲۱۵) J. H. Mordtmann، (۲۱۶) J. H. Mordtmann، (۲۱۷) J. H. Mordtmann، (۲۱۸) J. H. Mordtmann، (۲۱۹) J. H. Mordtmann، (۲۲۰) J. H. Mordtmann، (۲۲۱) J. H. Mordtmann، (۲۲۲) J. H. Mordtmann، (۲۲۳) J. H. Mordtmann، (۲۲۴) J. H. Mordtmann، (۲۲۵) J. H. Mordtmann، (۲۲۶) J. H. Mordtmann، (۲۲۷) J. H. Mordtmann، (۲۲۸) J. H. Mordtmann، (۲۲۹) J. H. Mordtmann، (۲۳۰) J. H. Mordtmann، (۲۳۱) J. H. Mordtmann، (۲۳۲) J. H. Mordtmann، (۲۳۳) J. H. Mordtmann، (۲۳۴) J. H. Mordtmann، (۲۳۵) J. H. Mordtmann، (۲۳۶) J. H. Mordtmann، (۲۳۷) J. H. Mordtmann، (۲۳۸) J. H. Mordtmann، (۲۳۹) J. H. Mordtmann، (۲۴۰) J. H. Mordtmann، (۲۴۱) J. H. Mordtmann، (۲۴۲) J. H. Mordtmann، (۲۴۳) J. H. Mordtmann، (۲۴۴) J. H. Mordtmann، (۲۴۵) J. H. Mordtmann، (۲۴۶) J. H. Mordtmann، (۲۴۷) J. H. Mordtmann، (۲۴۸) J. H. Mordtmann، (۲۴۹) J. H. Mordtmann، (۲۵۰) J. H. Mordtmann، (۲۵۱) J. H. Mordtmann، (۲۵۲) J. H. Mordtmann، (۲۵۳) J. H. Mordtmann، (۲۵۴) J. H. Mordtmann، (۲۵۵) J. H. Mordtmann، (۲۵۶) J. H. Mordtmann، (۲۵۷) J. H. Mordtmann، (۲۵۸) J. H. Mordtmann، (۲۵۹) J. H. Mordtmann، (۲۶۰) J. H. Mordtmann، (۲۶۱) J. H. Mordtmann، (۲۶۲) J. H. Mordtmann، (۲۶۳) J. H. Mordtmann، (۲۶۴) J. H. Mordtmann، (۲۶۵) J. H. Mordtmann، (۲۶۶) J. H. Mordtmann، (۲۶۷) J. H. Mordtmann، (۲۶۸) J. H. Mordtmann، (۲۶۹) J. H. Mordtmann، (۲۷۰) J. H. Mordtmann، (۲۷۱) J. H. Mordtmann، (۲۷۲) J. H. Mordtmann، (۲۷۳) J. H. Mordtmann، (۲۷۴) J. H. Mordtmann، (۲۷۵) J. H. Mordtmann، (۲۷۶) J. H. Mordtmann، (۲۷۷) J. H. Mordtmann، (۲۷۸) J. H. Mordtmann، (۲۷۹) J. H. Mordtmann، (۲۸۰) J. H. Mordtmann، (۲۸۱) J. H. Mordtmann، (۲۸۲) J. H. Mordtmann، (۲۸۳) J. H. Mordtmann، (۲۸۴) J. H. Mordtmann، (۲۸۵) J. H. Mordtmann، (۲۸۶) J. H. Mordtmann، (۲۸۷) J. H. Mordtmann، (۲۸۸) J. H. Mordtmann، (۲۸۹) J. H. Mordtmann، (۲۹۰) J. H. Mordtmann، (۲۹۱) J. H. Mordtmann، (۲۹۲) J. H. Mordtmann، (۲۹۳) J. H. Mordtmann، (۲۹۴) J. H. Mordtmann، (۲۹۵) J. H. Mordtmann، (۲۹۶) J. H. Mordtmann، (۲۹۷) J. H. Mordtmann، (۲۹۸) J. H. Mordtmann، (۲۹۹) J. H. Mordtmann، (۳۰۰) J. H. Mordtmann، (۳۰۱) J. H. Mordtmann، (۳۰۲) J. H. Mordtmann، (۳۰۳) J. H. Mordtmann، (۳۰۴) J. H. Mordtmann، (۳۰۵) J. H. Mordtmann، (۳۰۶) J. H. Mordtmann، (۳۰۷) J. H. Mordtmann، (۳۰۸) J. H. Mordtmann، (۳۰۹) J. H. Mordtmann، (۳۱۰) J. H. Mordtmann، (۳۱۱) J. H. Mordtmann، (۳۱۲) J. H. Mordtmann، (۳۱۳) J. H. Mordtmann، (۳۱۴) J. H. Mordtmann، (۳۱۵) J. H. Mordtmann، (۳۱۶) J. H. Mordtmann، (۳۱۷) J. H. Mordtmann، (۳۱۸) J. H. Mordtmann، (۳۱۹) J. H. Mordtmann، (۳۲۰) J. H. Mordtmann، (۳۲۱) J. H. Mordtmann، (۳۲۲) J. H. Mordtmann، (۳۲۳) J. H. Mordtmann، (۳۲۴) J. H. Mordtmann، (۳۲۵) J. H. Mordtmann، (۳۲۶) J. H. Mordtmann، (۳۲۷) J. H. Mordtmann، (۳۲۸) J. H. Mordtmann، (۳۲۹) J. H. Mordtmann، (۳۳۰) J. H. Mordtmann، (۳۳۱) J. H. Mordtmann، (۳۳۲) J. H. Mordtmann، (۳۳۳) J. H. Mordtmann، (۳۳۴) J. H. Mordtmann، (۳۳۵) J. H. Mordtmann، (۳۳۶) J. H. Mordtmann، (۳۳۷) J. H. Mordtmann، (۳۳۸) J. H. Mordtmann، (۳۳۹) J. H. Mordtmann، (۳۴۰) J. H. Mordtmann، (۳۴۱) J. H. Mordtmann، (۳۴۲) J. H. Mordtmann، (۳۴۳) J. H. Mordtmann، (۳۴۴) J. H. Mordtmann، (۳۴۵) J. H. Mordtmann، (۳۴۶) J. H. Mordtmann، (۳۴۷) J. H. Mordtmann، (۳۴۸) J. H. Mordtmann، (۳۴۹) J. H. Mordtmann، (۳۵۰) J. H. Mordtmann، (۳۵۱) J. H. Mordtmann، (۳۵۲) J. H. Mordtmann، (۳۵۳) J. H. Mordtmann، (۳۵۴) J. H. Mordtmann، (۳۵۵) J. H. Mordtmann، (۳۵۶) J. H. Mordtmann، (۳۵۷) J. H. Mordtmann، (۳۵۸) J. H. Mordtmann، (۳۵۹) J. H. Mordtmann، (۳۶۰) J. H. Mordtmann، (۳۶۱) J. H. Mordtmann، (۳۶۲) J. H. Mordtmann، (۳۶۳) J. H. Mordtmann، (۳۶۴) J. H. Mordtmann، (۳۶۵) J. H. Mordtmann، (۳۶۶) J. H. Mordtmann، (۳۶۷) J. H. Mordtmann، (۳۶۸) J. H. Mordtmann، (۳۶۹) J. H. Mordtmann، (۳۷۰) J. H. Mordtmann، (۳۷۱) J. H. Mordtmann، (۳۷۲) J. H. Mordtmann، (۳۷۳) J. H. Mordtmann، (۳۷۴) J. H. Mordtmann، (۳۷۵) J. H. Mordtmann، (۳۷۶) J. H. Mordtmann، (۳۷۷) J. H. Mordtmann، (۳۷۸) J. H. Mordtmann، (۳۷۹) J. H. Mordtmann، (۳۸۰) J. H. Mordtmann، (۳۸۱) J. H. Mordtmann، (۳۸۲) J. H. Mordtmann، (۳۸۳) J. H. Mordtmann، (۳۸۴) J. H. Mordtmann، (۳۸۵) J. H. Mordtmann، (۳۸۶) J. H. Mordtmann، (۳۸۷) J. H. Mordtmann، (۳۸۸) J. H. Mordtmann، (۳۸۹) J. H. Mordtmann، (۳۹۰) J. H. Mordtmann، (۳۹۱) J. H. Mordtmann، (۳۹۲) J. H. Mordtmann، (۳۹۳) J. H. Mordtmann، (۳۹۴) J. H. Mordtmann، (۳۹۵) J. H. Mordtmann، (۳۹۶) J. H. Mordtmann، (۳۹۷) J. H. Mordtmann، (۳۹۸) J. H. Mordtmann، (۳۹۹) J. H. Mordtmann، (۴۰۰) J. H. Mordtmann، (۴۰۱) J. H. Mordtmann، (۴۰۲) J. H. Mordtmann، (۴۰۳) J. H. Mordtmann، (۴۰۴) J. H. Mordtmann، (۴۰۵) J. H. Mordtmann، (۴۰۶) J. H. Mordtmann، (۴۰۷) J. H. Mordtmann، (۴۰۸) J. H. Mordtmann، (۴۰۹) J. H. Mordtmann، (۴۱۰) J. H. Mordtmann، (۴۱۱) J. H. Mordtmann، (۴۱۲) J. H. Mordtmann، (۴۱۳) J. H. Mordtmann، (۴۱۴) J. H. Mordtmann، (۴۱۵) J. H. Mordtmann، (۴۱۶) J. H. Mordtmann، (۴۱۷) J. H. Mordtmann، (۴۱۸) J. H. Mordtmann، (۴۱۹) J. H. Mordtmann، (۴۲۰) J. H. Mordtmann، (۴۲۱) J. H. Mordtmann، (۴۲۲) J. H. Mordtmann، (۴۲۳) J. H. Mordtmann، (۴۲۴) J. H. Mordtmann، (۴۲۵) J. H. Mordtmann، (۴۲۶) J. H. Mordtmann، (۴۲۷) J. H. Mordtmann، (۴۲۸) J. H. Mordtmann، (۴۲۹) J. H. Mordtmann، (۴۳۰) J. H. Mordtmann، (۴۳۱) J. H. Mordtmann، (۴۳۲) J. H. Mordtmann، (۴۳۳) J. H. Mordtmann، (۴۳۴) J. H. Mordtmann، (۴۳۵) J. H. Mordtmann، (۴۳۶) J. H. Mordtmann، (۴۳۷) J. H. Mordtmann، (۴۳۸) J. H. Mordtmann، (۴۳۹) J. H. Mordtmann، (۴۴۰) J. H. Mordtmann، (۴۴۱) J. H. Mordtmann، (۴۴۲) J. H. Mordtmann، (۴۴۳) J. H. Mordtmann، (۴۴۴) J. H. Mordtmann، (۴۴۵) J. H. Mordtmann، (۴۴۶) J. H. Mordtmann، (۴۴۷) J. H. Mordtmann، (۴۴۸) J. H. Mordtmann، (۴۴۹) J. H. Mordtmann، (۴۵۰) J. H. Mordtmann، (۴۵۱) J. H. Mordtmann، (۴۵۲) J. H. Mordtmann، (۴۵۳) J. H. Mordtmann، (۴۵۴) J. H. Mordtmann، (۴۵۵) J. H. Mordtmann، (۴۵۶) J. H. Mordtmann، (۴۵۷) J. H. Mordtmann، (۴۵۸) J. H. Mordtmann، (۴۵۹) J. H. Mordtmann، (۴۶۰) J. H. Mordtmann، (۴۶۱) J. H. Mordtmann، (۴۶۲) J. H. Mordtmann، (۴۶۳) J. H. Mordtmann، (۴۶۴) J. H. Mordtmann، (۴۶۵) J. H. Mordtmann، (۴۶۶) J. H. Mordtmann، (۴۶۷) J. H. Mordtmann، (۴۶۸) J. H. Mordtmann، (۴۶۹) J. H. Mordtmann، (۴۷۰) J. H. Mordtmann، (۴۷۱) J. H. Mordtmann، (۴۷۲) J. H. Mordtmann، (۴۷۳) J. H. Mordtmann، (۴۷۴) J. H. Mordtmann، (۴۷۵) J. H. Mordtmann، (۴۷۶) J. H. Mordtmann، (۴۷۷) J. H. Mordtmann، (۴۷۸) J. H. Mordtmann، (۴۷۹) J. H. Mordtmann، (۴۸۰) J. H. Mordtmann، (۴۸۱) J. H. Mordtmann، (۴۸۲) J. H. Mordtmann، (۴۸۳) J. H. Mordtmann، (۴۸۴) J. H. Mordtmann، (۴۸۵) J. H. Mordtmann، (۴۸۶) J. H. Mordtmann، (۴۸۷) J. H. Mordtmann، (۴۸۸) J. H. Mordtmann، (۴۸۹) J. H. Mordtmann، (۴۹۰) J. H. Mordtmann، (۴۹۱) J. H. Mordtmann، (۴۹۲) J. H. Mordtmann، (۴۹۳) J. H. Mordtmann، (۴۹۴) J. H. Mordtmann، (۴۹۵) J. H. Mordtmann، (۴۹۶) J. H. Mordtmann، (۴۹۷) J. H. Mordtmann، (۴۹۸) J. H. Mordtmann، (۴۹۹) J. H. Mordtmann، (۵۰۰) J. H. Mordtmann، (۵۰۱) J. H. Mordtmann، (۵۰۲) J. H. Mordtmann، (۵۰۳) J. H. Mordtmann، (۵۰۴) J. H. Mordtmann، (۵۰۵) J. H. Mordtmann، (۵۰۶) J. H. Mordtmann، (۵۰۷) J. H. Mordtmann، (۵۰۸) J. H. Mordtmann، (۵۰۹) J. H. Mordtmann، (۵۱۰) J. H. Mordtmann، (۵۱۱) J. H. Mordtmann، (۵۱۲) J. H. Mordtmann، (۵۱۳) J. H. Mordtmann، (۵۱۴) J. H. Mordtmann، (۵۱۵) J. H. Mordtmann، (۵۱۶) J. H. Mordtmann، (۵۱۷) J. H. Mordtmann، (۵۱۸) J. H. Mordtmann، (۵۱۹) J. H. Mordtmann، (۵۲۰) J. H. Mordtmann، (۵۲۱) J. H. Mordtmann، (۵۲۲) J. H. Mordtmann، (۵۲۳) J. H. Mordtmann، (۵۲۴) J. H. Mordtmann، (۵۲۵) J. H. Mordtmann، (۵۲۶) J. H. Mordtmann، (۵۲۷) J. H. Mordtmann، (۵۲۸) J. H. Mordtmann، (۵۲۹) J. H. Mordtmann، (۵۳۰) J. H. Mordtmann، (۵۳۱) J. H. Mordtmann، (۵۳۲) J. H. Mordtmann، (۵۳۳) J. H. Mordtmann، (۵۳۴) J. H. Mordtmann، (۵۳۵) J. H. Mordtmann، (۵۳۶) J. H. Mordtmann، (۵۳۷) J. H. Mordtmann، (۵۳۸) J. H. Mordtmann، (۵۳۹) J. H. Mordtmann، (۵۴۰) J. H. Mordtmann، (۵۴۱) J. H. Mordtmann، (۵۴۲) J. H. Mordtmann، (۵۴۳) J. H. Mordtmann، (۵۴۴) J. H. Mordtmann، (۵۴۵) J. H. Mordtmann، (۵۴۶) J. H. Mordtmann، (۵۴۷) J. H. Mordtmann، (۵۴۸) J. H. Mordtmann، (۵۴۹) J. H. Mordtmann، (۵۵۰) J. H. Mordtmann، (۵۵۱) J. H. Mordtmann، (۵۵۲) J. H. Mordtmann، (۵۵۳) J. H. Mordtmann، (۵۵۴) J. H. Mordtmann، (۵۵۵) J. H. Mordtmann، (۵۵۶) J. H. Mordtmann، (۵۵۷) J. H. Mordtmann، (۵۵۸) J. H. Mordtmann، (۵۵۹) J. H. Mordtmann، (۵۶۰) J. H. Mordtmann، (۵۶۱) J. H. Mordtmann، (۵۶۲) J. H. Mordtmann، (۵۶۳) J. H. Mordtmann، (۵۶۴) J. H. Mordtmann، (۵۶۵) J. H. Mordtmann، (۵۶۶) J. H. Mordtmann، (۵۶۷) J. H. Mordtmann، (۵۶۸) J. H. Mordtmann، (۵۶۹) J. H. Mordtmann، (۵۷۰) J. H. Mordtmann، (۵۷۱) J. H. Mordtmann، (۵۷۲) J. H. Mordtmann، (۵۷۳) J. H. Mordtmann، (۵۷۴) J. H. Mordtmann، (۵۷۵) J. H. Mordtmann، (۵۷۶) J. H. Mordtmann، (۵۷۷) J. H. Mordtmann، (۵۷۸) J. H. Mordtmann، (۵۷۹) J. H. Mordtmann، (۵۸۰) J. H. Mordtmann، (۵۸۱) J. H. Mordtmann، (۵۸۲) J. H. Mordtmann، (۵۸۳) J. H. Mordtmann، (۵۸۴) J. H. Mordtmann، (۵۸۵) J. H. Mordtmann، (۵۸۶) J. H. Mordtmann، (۵۸۷) J. H. Mordtmann، (۵۸۸) J. H. Mordtmann، (۵۸۹) J. H. Mordtmann، (۵۹۰) J. H. Mordtmann، (۵۹۱) J. H. Mordtmann، (۵۹۲) J. H. Mordtmann، (۵۹۳) J. H. Mordtmann، (۵۹۴) J. H. Mordtmann، (۵۹۵) J. H. Mordtmann، (۵۹۶) J. H. Mordtmann، (۵۹۷) J. H. Mordtmann، (۵۹۸) J. H. Mordtmann، (۵۹۹) J. H. Mordtmann، (۶۰۰) J. H. Mordtmann، (۶۰۱) J. H. Mordtmann، (۶۰۲) J. H. Mordtmann، (۶۰۳) J. H. Mordtmann، (۶۰۴) J. H. Mordtmann، (۶۰۵) J. H. Mordtmann، (۶۰۶) J. H. Mordtmann، (۶۰۷) J. H. Mordtmann، (۶۰۸) J. H. Mordtmann، (۶۰۹) J. H. Mordtmann، (۶۱۰) J. H. Mordtmann، (۶۱۱) J. H. Mordtmann، (۶۱۲) J. H. Mordtmann، (۶۱۳) J. H. Mordtmann، (۶۱۴) J. H. Mordtmann، (۶۱۵) J. H. Mordtmann، (۶۱۶) J. H. Mordtmann، (۶۱۷) J. H. Mordtmann، (۶۱۸) J. H. Mordtmann، (۶۱۹) J. H. Mordtmann، (۶۲۰) J. H. Mordtmann، (۶۲۱) J. H. Mordtmann، (۶۲۲) J. H. Mordtmann، (۶۲۳) J. H. Mordtmann، (۶۲۴) J. H. Mordtmann، (۶۲۵) J. H. Mordtmann، (۶۲۶) J. H. Mordtmann، (۶۲۷) J. H. Mordtmann، (۶۲۸) J. H. Mordtmann، (۶۲۹) J. H. Mordtmann، (۶۳۰) J. H. Mordtmann، (۶۳۱) J. H. Mordtmann، (۶۳۲) J. H. Mordtmann، (۶۳۳) J. H. Mordtmann، (۶۳۴) J. H. Mordtmann، (۶۳۵) J. H. Mordtmann، (۶۳۶) J. H. Mordtmann، (۶۳۷) J. H. Mordtmann، (۶۳۸) J. H. Mordtmann، (۶۳۹) J. H. Mordtmann، (۶۴۰) J. H. Mordtmann، (۶۴۱) J. H. Mordtmann، (۶۴۲) J. H. Mordtmann، (۶۴۳) J. H. Mordtmann، (۶۴۴) J. H. Mordtmann، (۶۴۵) J. H. Mordtmann، (۶۴۶) J. H. Mordtmann، (۶۴۷) J. H. Mordtmann، (۶۴۸) J. H. Mordtmann، (۶۴۹) J. H. Mordtmann، (۶۵۰) J. H. Mordtmann، (۶۵۱) J. H. Mordtmann، (۶۵۲) J. H. Mordtmann، (۶۵۳) J. H. Mordtmann، (۶۵۴) J. H. Mordtmann، (۶۵۵) J. H. Mordtmann، (۶۵۶) J. H. Mordtmann، (۶۵۷) J. H. Mordtmann، (۶۵۸) J. H. Mordtmann، (۶۵۹) J. H. Mordtmann، (۶۶۰) J. H. Mordtmann، (۶۶۱) J. H. Mordtmann، (۶۶۲) J. H. Mordtmann، (۶۶۳) J. H

يَقْلِبُ سَلَامٌ (۲۶ [الشُّعْرَاءُ: ۸۹]) بمعنی صلح ر  
امان، مثلاً: فَلَا تَهَيَّأُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ (۴۷ [محمد]  
(۳۵) وَإِنْ جَعَلُوا لِلْسَّلَامِ فَاجْتَنِبْ لَهَا (۸ [الأنفال: ۶۱])  
بمعنی اطاعت و فرما برداری، مثلاً: نَلْ هُمْ الْيَوْمَ  
مُسْتَسْلِمُونَ (۳۷ [الصف: ۲۶]) بمعنی سپردگی،  
مثلاً: اسَلَّمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (۲ [البقرہ: ۱۳۱])۔

حدیث میں آیا ہے: الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ  
مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ (الحارثی، ۲: ۸۱، ۲۶ مسلم،  
۱: ۶۵: ابو داؤد، ۱۵: ۲: الترمذی، ۳۸: ۱۲،  
السانى، ۴: ۸: بعد الدارمی، ۲۰: ۸۰)۔  
اس حدیث میں سَلِمَ کے معنی ہیں 'محفوظ رہے'۔  
حدیث میں لفظ اسلام اور اس کے مشتقات کے مرید  
حوالوں کے لیے دیکھئے ولسک A J Wensinck  
المعجم المفہرس، بدیل مادہ۔

اسلام کے شرعی معنی۔ کتاب احکام العہد  
فی اصول الاحکام میں سیف الدین ابوالحسن الامدی  
(م ۵۶۳۱/۱۲۳۳ء) کی مفصل بحث ہے۔ یہ نسخہ  
نکلتا ہے کہ علمائے اسلام کے نزدیک لفظ اسلام کے  
شرعی معنی اس کے لغوی معنوں ہی سے نکلتے ہیں  
اور دونوں کا ناہم مصبوط معلق ہے۔ اہل لغت نے  
اسلام کی شرعی تعبیر یہ کی ہے: الْاِسْلَامُ مِنَ  
الشَّرِيعَةِ اِطِهَارُ النَّحْوِ وَ اِطِهَارُ الشَّرِيعَةِ وَاتِّرَامُ لِمَا  
اُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِدَلِكِ يَحْقِرُ الدِّمَ  
وَ سَتَدْفَعُ الْمَكْرُوهَ (لسان العرب)، یعنی اسلام کا  
اصطلاحی شرعی مفہوم اطہار اطاعت و تسلیم،  
اطہار شریعت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی  
سب سے تمسک ہے۔ اسی سلسلے میں امام الرازی  
(م ۵۶۰۶/۱۲۰۹ء) نے بدیل آیت اِنْ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ  
الْاِسْلَامُ (۳ [آل عمران: ۱۹]) چار معنی بیان کیے  
ہیں: (۱) الْاِسْلَامُ هُوَ الدَّخُولُ فِي الْاِسْلَامِ اَي فِي  
الْاِتِّبَادِ وَالْمُتَاعَةِ، یعنی اسلام کے معنی اطاعت و  
فرمان برداری میں داخل ہو جانا ہے؛ (۲) الْاِسْلَامُ

(بکسر سین) اور سَلِمَ (بفتح سین، بکسر لام) سخت  
پتھر کو کہتے ہیں کیونکہ وہ نرمی کی صف سے  
محفوظ (سالم) ہوتا ہے اور سَلِمَ (بفتح سین و لام)  
بیول کے ماسد حاردار درخت کو کہتے ہیں، جو  
آفات سے محفوظ و بری (سليم) ہوتا ہے (دیکھئے:  
لِسَانَ الْعَرَبِ، الْاِسْتِثْقَا؛ الْمَعْرَدَاتُ، الصَّحاحُ،  
غریب القرآن۔ لفظ السَّلام میں بھی، جو اللہ تعالیٰ کے  
اسماء حسنی میں سے ہے، ہر کمزوری سے پاک  
(خالص) ہوئے کا مفہوم موحود ہے۔ روح المعانی  
میں لفظ السَّلام کی تفسیر یوں مرقوم ہے: (۱)  
دَوَالِئِهِ مِنْ كُلِّ نَقْصٍ وَ آفَةٍ (۲) هُوَ الَّذِي تَرَحَّى  
مِنْهُ السَّلَامَةُ (۲۸: ۶۳)؛ بقول اس الاثیر:  
السَّلَامُ اِسْمُ اللَّهِ تَعَالَى لِسَلَامَتِهِ مِنْ الْغَيْبِ وَالنَّقْصِ  
(الہادیہ، ۲: ۱۹۲) اور بقول اسام راعب: وَصِفَ  
بِدَلِكِ مَنْ حَيْثُ لَا يَلْحَقُهُ الْعِيُوبُ وَالْآفَاتُ الَّتِي تُلْحَقُ  
الْخَلْقَ (المعردات، ص ۲۳۹)۔ اسی طرح سلام بمعنی دعا  
ہے، کیونکہ یہ بھی آب اور مکروہ و مسکر سے پاک  
(خالص) کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ اسی مادے سے  
اسَلَمَ (يَسْلُمُ اِسْلَامًا) لارم اور متعدی دونوں طرح  
استعمال ہوتا ہے۔ لفظ اِسْلَام میں، جو اسَلَمَ کا  
مصدر ہے، وہ سب مفہوم شامل ہیں جو شروع میں  
بیان ہوئے ہیں اور ان میں خالص ہونا یا کرنا بھی  
شامل ہے؛ لہذا اسلام کے ایک معنی ہیں: عبادت،  
دین اور عقیدے کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنا،  
نیر بمعنی اِسْتِسْلَام، اِتِّبَاد، اطاعت اور فرمان برداری:  
الْاِسْلَامُ: الدَّخُولُ فِي السَّلَامِ (المعردات، ص ۲۴۰)،  
الْاِسْلَامُ وَالْاِسْتِسْلَامُ: الْاِتِّبَادُ (لسان العرب)۔

قرآن مجید میں اس مادے کے بہت سے  
مشتقات انہیں لغوی معانی میں وارد ہوئے ہیں،  
چنانچہ یہ مادہ (بمعنی خلوص اور طاہری و ناطی  
برامت از الائنش) چند آیات میں آتا ہے، مثلاً:  
مُسْلِمَةً لِّأَشِيَةِ فِيهَا (۲ [البقرہ: ۷۱])؛ اِلَّا مَنْ آتَى اللَّهَ

ایمان سے واقف کئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”احسان یہ ہے کہ تو اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر، اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور آخرت پر اور سک و بد تقدیر پر ایمان لے آئے۔“ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس پر وہ شخص سولا۔ ”آپ نے سچ فرمایا۔“ پھر اس شخص نے پوچھا: ”اب مجھے احسان کے بارے میں بھی کچھ بتائیے۔“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے جسے تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ حالت مسر نہ ہو تو تم اسے نہ دیکھ رہا ہے۔“ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”اے عمرؓ! احسانے ہو کہ وہ سائل کوں تھا؟“ حضرت عمرؓ نے جواب دیا: ”اللہ اور اللہ کا رسول بہر حال ہے۔“ اس پر آپؐ نے فرمایا: ”وہ حریل، تھا، اور تم لوگوں کو بھارا دیں سکھائے کے لیے آنا تھا“ (الحاری، ۵۹: ۶۰ و ۱: ۸۲ و ۱: ۹۷ و ۲۸: مسلم، ۳۳: ۱۲۲ بعد و ۳۳: ۱۶۸ و ۳۶: ۱۱۱، البرمندی، ۳۱: ۷۷ و ۳۴: ۲۱، ۲۲ و ۳۰: ۴، ابو داؤد، ۱۸۰۳۹، اس ماحہ، مقدمہ، ۱۰، الطیالسی، ۲۹۸، ۲۰۷۳، در دیکھیے المعجم المہرس، ۲: ۵۱۸ بعد مفتاح نور السنہ، بدیل مادۃ الاسلام والایمان۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بِیَ الْإِسْلَامِ عَلَى حَمْسٍ: شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَ إِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَالْحَجُّ، وَ صَوْمُ رَمَضَانَ“ (=اسلام پانچ چیزوں پر مبنی ہے: (۱) اس بات کی شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں: (۲) صلوٰۃ قائم کرنا: (۳) زکوٰۃ ادا

تقائه اخلاص الدین والیقینۃ . . . . . وَالْمُسْلِمُ إِلَى الْمُخْلِصِ لِلَّهِ عِبَادَتَهُ. یعنی اسلام کے معنی دس اور عیسے کا حالص کرنا ہے . . . . . اور مسلم سے اس کا معنی ہے جو اپنی عبادت کو اللہ کے لیے حالص کرتا ہے“ (۳) ”فِي عَرَفِ الشَّرْعِ فَلَا إِسْلَامَ هُوَ“ ”ایمان، یعنی عرفِ شرعی میں ایمان کا دوسرا نام اسلام ہے“ (۴) ”الْإِسْلَامُ عِبَادَةُ عَنِ الْإِعْمَادِ، عَنِ الْإِسْلَامِ“ طلب فرمان برداری اور اطاعت ہے (بصیر کبر، ۶۲۸، مصر، ۱۳۱ھ، سر رکہ ایمان)۔

حدیث میں اسلام کے شرعی معنوں کی تسکین و عیصل اس فرمان نبوی میں ہے جو مسند احمدؒ (۲۸، ۷۷) میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ناگہ ایک شخص سوداگر ہوا، جس کے کتھے بہت اچھے اور سفید اور سیاہ سیاہ تھے۔ اس شخص پر سفر کا کچھ اثر معلوم نہ ہوا تھا اور ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا بھی نہ تھا، یہاں تک کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اور اس نے ادا کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رانوں سے ملا دیا اور اپنی ہتھیلیاں رانوں پر رکھ کر عرض کرتے ”اے محمدؐ مجھے بتائیے کہ اسلام کیا ہے؟“ آپؐ نے فرمایا: ”اسلام یہ ہے کہ تو اس امر کی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ تو نماز قائم کرے اور نہ کہ تو رکوہ دے اور یہ کہ تو رمضان کے روزے رکھے اور یہ کہ اگر استطاعت ہے تو بیت اللہ کا حج کرے۔“ اس شخص نے کہا: ”آپ نے درست فرمایا۔“ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم اس سے متعجب ہوئے کہ یہ شخص خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی اس کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر اس شخص نے پوچھا: ”آپ مجھے



اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: اَيُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ؟  
 قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْاِيْمَانُ (احمد بن حنبل:  
 المسند، تنويع جديد، ۱: ۷۷)۔ حضرت انس عاصم  
 سے مروی ہے کہ وفد بنی عبدالقیس کے سامنے آنحضرت  
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایمان کی وضاحت یوں فرمائی:  
 كَلِمَةُ شَهَادَةٍ، يَوْمَ صَلَوةٍ، اِدَاءِ رُكُوعٍ، صَوْمِ رَمَضَانَ  
 (المسند، حدید، ۱: ۷۱، ۷۲)۔ اسی طرح حضرت حریر  
 ابن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ ایک بدوی کو آنحضرت  
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایمان سکھائے ہوئے فرمایا:  
 بَوَّ شَهَادَتِ دَعَا اللّٰهَ كَيْ سَوَا كَوْنِي مَعُودَ نَهِي،  
 اَوْرَ مُحَمَّدٌ اللّٰهُ كَيْ رَسُوْلَ هِي، اَوْرَ بَوْنَارَ فَاثِمَ كَرِي،  
 رُكُوعَ اِدَا كَرِي، اَوْرَ رَمَضَانَ كَيْ رَوْرِي رَكْعِي اَوْرَ  
 سَبَّ اللّٰهُ كَا حَجَّ كَرِي۔ نعيمہ ایک بورا اور کامل  
 مسلمان وہ ہے جس کے اعمال و جوارح سے اطاعت  
 کا اظہار ہو اور اس پر وہ ایمان بھی رکھتا ہو۔  
 الْمُسْلِمُ النَّامُ الْاِسْلَامُ مَطْهَرٌ لِلطَّاعَةِ، مُؤَيِّنٌ بَهَا (لسان  
 العرب، ۱۵: ۱۸۶)۔

(۳) اسلام و ایمان میں ”ترادف“ ہے، یعنی  
 دویوں الفاظ متحد المعنی ہیں، جیسا کہ فرمایا:  
 فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ  
 غَيْرَ تَبٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ۖ (۱۵۱: [الذِّرِّي: ۳۵، ۳۶])،  
 نیز دیکھیے الرازی و ابن جریر ندیل تفسیر آیہ: اَنْ  
 الْيَدَيْنِ عِندَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ، (۳: [آل عمران: ۱۹])،  
 الطبرسی: مجمع البیان (۱: ۱۷۵)، ایران ۳۰: ۱۳۸  
 نیز دیکھیے: وَقَالَ مُوسَىٰ يَا قَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰتَمْتُمْ بِاللّٰهِ  
 فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا اِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ (۱۰: [يونس: ۸۳])۔  
 اس صر میں دلیل کے چند حوالے بھی قابل توجہ  
 ہیں:

(الف) اسلام کے معنی اللہ تعالیٰ کے اوامر و  
 احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے۔ اگرچہ لغوی  
 اعتبار سے ایمان اور اسلام میں فرو ہے مگر دہی  
 لحاظ سے نہ ایمان اسلام کے بغیر پایا جاتا ہے

کرنا“ (۳) حج کرنا اور (۵) رمضان کے روزے رکھنا  
 (دیکھیے البخاری، ۲: ۲ و ۶۵: ۳۰، مسلم، ۱:  
 ۱۹ نا ۲۲، الترمذی، ۳۸: ۳، السنائی، ۳۷: ۱۳،  
 احمد بن حنبل: المسند، ۲: ۲۶، ۹۲: ۱۴۳ و ۴:  
 ۳۶۳)۔ انہیں پانچ امور کو ارکان اسلام (رُكُوكُ النَّانِ)  
 کہا جاتا ہے۔

اسلام و ایمان کی بحث: قرآن مجید کی آیت:  
 قَالَبِ الْاَعْرَابُ اَنَّا طُغْلٌ لَّمْ نُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قَوْلُوا اَسْلَمْنَا  
 وَلَمَّا تَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِي قُلُوْبِكُمْ (۹۹: [الْحَجَرَات: ۱۴])۔  
 اعراب کہتے ہیں کہ ہم اسماں لے آئے ہیں، لیکن  
 آپ نہ نہہ دہجے نہ ہم اسماں نہیں لائے بلکہ  
 ہمیں یہ نہہا چاہے نہ ہم اسلام لائے ہیں  
 کیونکہ ابھی تک اسماں ہمارے دلوں میں داخل  
 نہیں ہوا۔ ایسی ہی بعض آیت سے یہ گماں ہونا  
 ہے نہ اسلام اور ایمان دو الگ الگ چیزوں یا  
 حالوں کے نام ہیں۔ اس مسئلے پر ابن حرم نے  
 الفصل میں، العرالی نے احقاء میں اور الشہر رسانی نے  
 الملل میں تفصیل سے مختلف حالات یکجا کر دیے  
 ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) بعض کے نزدیک اسلام و ایمان میں  
 ”تعالف“ ہے، یعنی ان کے معنی الگ الگ ہیں  
 جیسا کہ اوپر آیا ہے یا ان میں عموم و خصوص کا  
 فرو ہے، یعنی اسلام کے معنی عام افرا ہے مگر  
 ایمان کے معنی اس عام افرا کی فلی بصدیق ہے،  
 بقول نعلب: الْاِسْلَامُ بِاللِّسَانِ وَالْاِيْمَانُ بِالْقَلْبِ  
 (لسان العرب، ۱۵: ۱۸۶)۔

حضرت اسؓ سے مروی ہے: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ  
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: الْاِسْلَامُ عَلَايَةِ،  
 وَالْاِيْمَانُ فِي الْقَلْبِ (المسند، تنويع جديد، ۱: ۶۶)۔

(۲) اسلام و ایمان میں ”نداخل“ ہے۔ مراد  
 یہ ہے کہ ایمان در اصل اسلام ہی کا ایک مقام  
 ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صَلَّى

نہیں۔ (مستحب الدین طریحی جمی (م ۱۰۸۵) : مجمع التحریز، بذیل مادۃ سلم، مطبوعۃ ایران، بلا تاریخ)۔ سلام و امان کی مثال کعے اور حرم کی ہے۔ ایک شخص حرم میں ہو تو کعے میں ہونا لازم نہیں، لیکن خوشخص کعے میں ہے وہ حرم میں نہر حال ہے (سند محمد حسین طباطبائی: المیران فی تفسیر القرآن، ۱ : ۳۰۰، مطبوعۃ بہران، چاپ حدیدہ الکافی، جلد ۲)۔

احادیث میں بعض اوقات اسلام سے مراد حصائل اسلام بھی لی گئی ہے مثلاً ایک شخص نے 'انحصر بصلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ائی الاسلام؟' قَالَ: نَطْعُ اطْعَامٍ وَ تَقْرَأُ السَّلَامَ، یعنی اسلام میں توسیٰ حاصل بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: تو کھانا کھلانے اور سلام کہے (بخاری)۔ ایسی احادیث میں اسلام سے مراد حصائل اسلام ہیں۔ اسلام کے مراتب میں سے ایک مرتبہ حسن اسلام بھی ہے، جس کی احادیث میں ایک تعبیر یہ بھی ہے: من حسن اسلام المرء ترک ما لا یغنیہ (بخاری)۔ یہاں غیر معلومہ اور بے کار باتوں سے اعراض کو حسن اسلام قرار دیا ہے۔

اسلام ایک دیں ہے: اوپر یہ موقف اعتبار کیا جا چکا ہے کہ اسلام جامع لفظ ہے۔ اس کی جامعیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس کو دیں بھی کہا گیا ہے اور دیں کل زندگی کے دستور العمل کی حیثیت سے وسیع تر مفہوم رکھتا ہے۔

دیوں کے لغوی معنی ہیں اِتیاد و اِحلاص، مگر استعارہ و اصطلاحاً اس سے مراد ملت اور سریر ہے (دیکھیے السجستانی اور مرداب، بدیل دیں و شریعت)۔ قرآن مجید میں آیا ہے: اِنَّ الدِّینَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (۳ [آل عمران]: ۱۹)۔ اسی طرح اسلام کے لیے دین الحق (۹ [التوبہ]: ۳۳)، دین اللہ (۱۱۰ [النمل]: ۲) اور الدین القیم (۳۰ [الروم]: ۳۰)

اور یہ اسلام ایمان کے بغیر۔ دونوں ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں (الفقہ الاکبر، مع شرح ملا علی القاری، مصر ۱۹۵۶ء، ص ۸۹، ۹۰)۔

(ب) حقیقت شرعیہ کی رو سے اسلام و ایمان مترادف و ہم معنی ہیں اور اس معنی کی رو سے اسلام اور ایمان ایک ہیں اور اِنَّ الدِّینَ بِسْمِ اللّٰهِ لَاسْلَامٌ سے یہی مراد ہے (اس حجر: فتح الساری، جلد اول، بحث کتاب الايمان)۔

(ج) اسلام اور ايمان حکماً حداً نہیں ہیں، صدیق میں دونوں متحد ہیں، البتہ مفہوم میں مختلف ہیں۔ ایمان کا مفہوم تصدیقِ قلب ہے اور اسلام کا مفہوم اعمالِ حواجز۔ سرع میں یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی کو موس کہیں اور مسلم نہ کہیں، نا مسلم نہیں اور موس نہ کہیں اور واجب سے ہماری یہی مراد ہے (القسطانی: ارشاد الساری، جلد اول، بحث کتاب الايمان)۔

ان آرا میں سے آخری رائے زیادہ وقیع سمجھی گئی ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس پر یہ اضافہ کیا جا سکتا ہے کہ ايمان اسلام کی تکمیلی حالت کا نام ہے، جسے اس کے بعد کسی کے اسلام کو مکمل نہیں سمجھا جا سکتا یا یہ کہ ان میں عموم خصوص ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا: ناہم جامع لفظ اسلام معنی ہے۔

اس سلسلے میں حضرات سعه کا نقطہ نظر یہ ہے۔ اسلام و ايمان میں فرقی یہ ہے کہ ہر عبادت اسلام اقرار توحید (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) اور تصدیق رسول (محمد رسول اللہ) کا نام ہے۔ اس کے بعد جان محبط، نکاح جائز، استحقاق میراث حاصل ہوتا ہے۔ ايمان کا مطلب ہے ہدایہ اور اسلام کی صفت کا یہ ہیں بیٹھ جانا اور عمل کا اظہار۔ ایمان اسلام سے ایک درجہ بلند ہے۔ ایمان اسلام میں شامل ہے مگر لفظ اسلام میں ایمان لازماً شامل

اطمینان قلب، عدل گستری اور احروری بحاب ہے۔  
 اسلامی عقائد میں توحید (رکّ نآن) کو  
 اساسی اور بنیادی حثیت حاصل ہے۔ توحید کا مفہوم  
 یہ ہے کہ اللہ ایک ہے، پاک اور بے عیب ہے۔  
 وہی سب کا خالق، مالک اور پروردگار ہے۔ زندگی  
 اور موت اسی کے اختیار میں ہے۔ وہی سب کا  
 حاجت روا ہے۔ صرف وہی عبادت و استعانت کے  
 لائق ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ توحید ہر  
 قسم کے خفی و حلی شریک کی نفی کرتی ہے۔  
 عقدہ توحید سر بلندی اور بے حویٰ بندا کرنا ہے، او،  
 تمام سرکرنہ رسوم و عقائد کی تردید بھی (سر رک نہ  
 اللہ، الاسماء الحسنی)۔ خدا کی وحدت کے حوالے سے  
 درد کی داخلی زندگی انتشار سے بحاب نا کر نظم و  
 ضبط سے بہرہ ور ہو جاتی ہے۔ توحید کا عقدہ  
 انسانی احوب کے تصور کو استحکام بخشتا ہے اور  
 اس کے دریمے نفس انسانی کو زندگی کے اسباب کے  
 بارے میں توکل و اعتماد حاصل ہوتا ہے۔ قرآن  
 مجید میں توحید پر بڑا ہی زور دیا گیا ہے۔ اللہ  
 تعالیٰ نے پیغمبروں کی بعثت و رسالت ۵ اوہیں مقصد  
 تبلیغ توحید بتاتا ہے۔ ہر پیغمبر نے سب سے پہلے  
 توحید کا بیعام سنا یا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 بیہ سالہ مکہ کی زندگی میں بالخصوص توحید ہی کی  
 تبلیغ کی۔ قرآن مجید نے اللہ کے ساتھ دوسروں کو  
 شریک کرنے کا نام شرک رکھا اور شرک کو  
 ”ظلم عظیم“ ٹھہرایا ہے (۳۱ انعام : ۱۳)۔  
 اسی طرح مشرک کے تمام اعمال کو ناقابل قبول  
 قرار دیا ہے (۶ الانعام : ۸۸) اور اس پر حث  
 حرام کر دی ہے (۵ المائدہ : ۷۲)۔

توحید کے عقیدے کے علاوہ خدا کی دوسری  
 حملہ صفات بھی، جو اسمائے حسنی کے دریمے بیان  
 ہوئی ہیں، ذہن انسانی کے لیے سکون اور رہمائی  
 کا باعث ہیں۔ ان میں رب ایک عظیم نام ہے

کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ ۱۰ میں حب دیں کے  
 کائنات ہونے کی خوش خبری سنائی گئی تو اس وقت  
 بھی اسلام کے لیے دیں کا لفظ استعمال ہوا : اَلْیَوْمَ  
 اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی وَ رَضِیْتُ  
 لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (۵ المائدہ : ۳)۔ بقول امام  
 ابو حنفہ ”لفظ دیں کا اطلاق ایمان، اسلام اور جملہ  
 احکام شرعیہ پر ہوتا ہے (اللقہ الاکبر، مع شرح ملام  
 علی العاری، ص ۹۰)۔ سند شریف حرثانی کے  
 نزدیک دیں اللہ تعالیٰ کا معرر کردہ دستور بحاب ہے  
 جو اصحاب عمل و فکر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے پیش کردہ لائحہ عمل کو قبول کرنے کی دعوت  
 دیتا ہے (کتاب التعریفات، ص ۳۷)۔

ان سب بحثوں سے یہ واضح ہوا کہ اسلام  
 عقدہ و اصرار بھی ہے، عمل بھی اور مکمل  
 صابطہ بحاب و دستور العمل بھی، اور اس کا مجموعی  
 نام دین ہے، جس میں (۱) عقائد، (۲) عبادات اور  
 (۳) معاملات (انفرادی، سرلی، اجتماعی، سیاسی،  
 اقتصادی، عسکری، عدالتی اور بین الاقوامی) سب  
 شامل ہیں۔ ویسے تو دین اسلام سب پیغمبروں نے  
 پیش کیا، جس میں اتحاد باعتبار اصول دیں ہے اور  
 اختلاف باعتبار مروع کے، لیکن یہاں اسلام سے مراد  
 وہ شریعت اور دین ہے جو حضرت محمد رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے دریمے اللہ تعالیٰ نے ہی نوع  
 انسان کے لیے بھیجا۔

اسلامی عقائد و عبادات کی روح : اسلامی  
 عقائد و عبادات ایک طرف تعلق باللہ کو مستحکم  
 کرنے کا وسیلہ ہیں اور دوسری طرف اسی کے توسط  
 سے، زندگی سے ناہ کرنے اور اسے ہر معنی سانے کی  
 خاطر، کردار کی تعمیر کا مقصد لیے ہوئے ہیں۔  
 یہ کردار انفرادی زندگی میں بھی راحب و سکون کا  
 ذریعہ بنتا ہے اور اجتماعی و معاشرتی امور میں بھی۔  
 غرض اسلام کا نصب العین ترکیہ نفس، سکین روح،

(تفصیل کے لئے رُكْ نہ الاسماء الحسنیٰ)۔

رسول کا حذبہ ابھرا ہے (دیکھیے العزالی: احیاء علوم الدین، ساء ولی اللہ: حجبہ اللہ النالعه)۔

ملائکہ میں اعماد اور تقدیر حق و سر کے ساتھ صائب کا عقیدہ، زندگی کے لیے ایک عابد متعین کرنا ہے اور اعمال نیک کی سرعت دیتا ہے اس سے اس خیال کی نفی ہوتی ہے کہ زندگی عت ہے حسا کہ آج کل کے وجودی (Existentialists) مایوس ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّهُ خَشَنَکُمْ عَنَّا وَاَنکُمْ اِلَیَّ لَا تُرْجَعُونَ (۲۳) [المؤمنون] (۱۱) (=) لہذا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں تو نہیں حب بند کر دیا ہے اور نہ کہ تم کو ہماری طرف لوٹانا نہیں جائے گا۔ اسلام میں زندگی کا ایک مقصد ہے اور اس مقصد کا علو احرب سے ہے۔ اسلام نے آخری زندگی کے عقدے لوفی الحصف بڑی اہمیت دی ہے۔ نیک لوگوں کے لئے حب اور اس کی نعمتیں ہیں اور بد لوگوں کے لئے دوزخ اور ان کا عذاب ہے۔ نیک اعمال کی حرا اور برے کاموں کی سرا کے لئے حب و دوزخ کے صور ہمیں کنا گیا۔ اس تصور کے ساتھ گناہ اور استعمار کا نظریہ بھی اسلامی خصائص میں حاضر ہوجہ کے لائق ہے۔ اسلام نے دیگر مذاہب و ادیان کے مقابلے پر اس مسئلے میں بھی ایسی را اعتدال احسار کی ہے جو بڑی وری اور معقول ہے۔ اسلام نے کہا ہے کہ حب کوئی شخص گناہ کا ارتکاب کرنا ہے اور بھر صدق دل سے توبہ و استعمار کرنا ہے۔ اپنے گناہ کی معافی کے ساتھ یہ وعدہ بھی کرنا ہے کہ میں آئندہ ایسے گناہ کا مرتکب نہیں ہونگا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں پر حظ مسیح کھیچ دیتا ہے اور اللہ کے عفران اور رحم و کرم کا یہی نفاذ ہے۔ توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے اور اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست بھی رکھتا

رسالت کا عقدہ بھی ایک مسلم کے لئے سادی رحہ رہا ہے۔ خدا کی عبتی غیر مرئی ہے۔ ابتدا اس کے احکام کی بلیغ کے لئے کسی محسوس رحے کی ضرورت بھی۔ یہ دریعہ اسل و رسل کا سود ہے، جو وحی الہی کے دریعے لوگوں کو مفری و عملی گمراہوں سے رکاں کر صراط مستقیم پر ڈرن کرنے ہیں۔ یہ درست ہے کہ اسلام میں ساسی عمل و فکر کی بڑی قدر و مرلب ہے، انکی ہر اسانی نو علم و معرف کا مصدر وحد الہی قرار نہیں دنا گیا، بلکہ اسلام کی نظر میں علم و ریر کا صحیح سرس سر حشمہ اور اعلیٰ مصر و الہی اور موب و رسالت (رک ناں) ہے۔ صرف الہی کے دریعے اسان حصص بوحیدہ نو سمجھ رہا ہے اور گناہ، سر، فساد اور دوسرے انفرادی او اجتماعی جرائم سے آکاھی اور نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اسکی نعت کا مقصد اسان کی ہدایت و رار کے لئے سعادت دارین کا حصول ہے۔ وہ اس سے شریف لائے ہیں کہ معاصرے میں گمراہی اور بدحی کا حاتمہ کر دیں، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اب و صفات و افعال سے آکاہ کریں، دنا کے آغار و انعام سے متعلق الہامی معلومات ہم پہنچائیں، سر بد تائیں کہ اسان نو موب کے بعد لہا مراحل ہیں اے والے ہیں۔ اور یہ سب مسائل ایسے ہیں کہ جس پر بحث و محض کے لئے ہمارے پاس سدایات و مقدمات موجود نہیں ہیں۔ ہر ہمعمر نے خاص اللہ تعالیٰ کی عادت کی دعوت دی (۱۶) [انجیل: ۳۶]، رشد و ہدایت اور دین و شریعت کے بارے میں بیعمر اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے، وہ تو صرف احکام الہی کی بلیغ کرتے ہیں (۳۰) [الحکم: ۳۰]۔ عقیدہ رسالت سے اللہ کی تعلیمات اور حکمتوں پر تیش پیدا ہوتا ہے اور محبت و اطاعت

ہے (رُكَّ نہ توبہ)۔

عبادات میں سار انفرادی برکتیہ نفس کے علاوہ اجتماعی ربط و نظم اور یک جہتی پیدا کرتی ہے اور فحشاء اور منکر سے روک دیتی ہے (رُكَّ نہ صلوة)۔ رُكَّ نہ دولت میں ہا کیرگی پیدا کرتی ہے، دوسروں کی ضروریوں کا احساس دلا کر انہیں پورا کرنے کے جذبے کو ابھارتی ہے اور معاصرے میں باہمی ہمدردی اور معاون کا مؤثر ذریعہ ہے۔ (رُكَّ نہ رُكَّ نہ)۔ ورہ صبط نفس کا ذریعہ ہے اور حج ملت کا یہی الانوامی اجتماع اور روایات ملی کی یاد کو مارہ کرائے کا ذریعہ (رُكَّ نہ صوم : حج)۔ اسلامی عبادات کا مقصد برکتہ و بطہر اور محاسبہ نفس ہے، جس کے ذریعے انسان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نقوی، طہارت اور نوارن پیدا کرنا رہا ہے۔ نقوی کو قرآن مجید میں حیر الراد کہا گیا ہے۔ نقوی کا مطلب ہے حرثات تک ان چہروں سے بچا جو خدا کو ناپسند ہیں اور اللہ تعالیٰ کو سپر بنانا۔

مستشرقین کا یہ خیال صحیح نہیں نہ اسلام خوف کا مذہب ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام میں خوف کے ساتھ ساتھ رحم و محبت کا عنصر غالب ہے، چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی رحم کا ذکر نکتہ آتا ہے، ایک دو مقامات پر خاص طور پر قابلِ توجہ ہیں، مثلاً اپنی جانوں پر ظلم کرے والوں کو معاف کر کے فرمایا: لَا تَقْطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ (۳۹ [الرمر] : ۵۳) = ہم اللہ کی رحم سے مایوس نہ ہونے پاؤ۔ ایک جگہ یہ فرمایا کہ اللہ کی رحم ہر چیز کو محیط ہے: رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً... الْآيَةُ (۴۰ [المؤمن] : ۷)۔ دوسری جگہ فرمایا: رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (۷ [الاعراف] : ۱۵۶)، یعنی میری رحم ہر چیز کو شامل و محیط ہے۔ علاوہ ازیں رحیم، رحمن اور ارحم الراحمین

(سب سے زیادہ رحم کرنے والا) ایسے العاط بھی اللہ تعالیٰ کے لیے اکثر و بیشتر استعمال ہوئے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے لیے مان سے بھی زیادہ شفیق و رحیم ہے۔ اگر خوف ہے بھی تو اس قسم کا جو محبت سے پیدا ہونا ہے اور محبت کی حفاظت کرنا ہے۔

اسلام میں دین چونکہ کئی حقیقت ہے اس لیے آداب اور اخلاق بھی دیں کا حصہ ہیں۔ مسلمانوں کی دل زندگی اگر دیسی اصولوں کے تابع ہے تو عبادت ہے اور اس لحاظ سے اخلاق کی پاسداری بھی عبادتوں میں شامل ہے (دیکھیے العرالی۔ کلمات سعاد، اس مسکوہ : العور الأصغر)۔

اسلامی اخلاق : اسلام میں یوں تو ہر اچھا عمل عبادت ہے، تاہم امور و افعال کا ایک سلسلہ ایسا بھی ہے جو اصطلاحاً عبادات اور معاملات کے مابین ہے۔ امور کا یہ سلسلہ نہ تو عبادات کی طرح محض داخلی ہے اور نہ معاملات کی طرح بیحدی اور خارجی۔ یہ وہ افعال و عبادات ہیں جن میں قانون کا اثر نہیں بلکہ ان کا صدور برضا و رغبت ہوتا ہے اگر قلب انسانی روحانی طور پر صحیح ہو تو یہ افعال حسین اور خوشگوار ہوتے۔ اگر برعکس تو بالعکس۔ حدیث میں ہے: إِنْ فِي الْحَسَدِ مَضْعَةٌ أَدَا صَلَاحٌ، صَلَحَ الْحَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ، فَسَدَ الْحَسَدُ كُلُّهُ، إِلَّا وَهِيَ الْقَائِبُ (الحارثی۔ کتاب الایمان، باب فصل من استبرأ لدينه) = حسم انسانی میں ایک (گوشت کا) ٹکڑا ہے، وہ اگر صحیح حالت میں ہے تو تمام حسم صحیح حالت میں ہوگا اور اگر وہ ٹکڑا جائے تو سارا حسم ٹکڑا جائے گا، اور یہ ہے دل۔ وجدان صحیح سے اچھائی یا پرانی دہیوں کا پتا چل جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: أَلْبَسَ مَا أَلْبَسَ إِلَيْهِ الْقَلْبُ وَاطْمَنَّتْ إِلَيْهِ النَّفْسُ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي الْقَلْبِ وَتَرَدَّدَ فِي النَّفْسِ = بھلائی

وہ ہے جس سے قلب مطمئن ہوں اور ہدی وہ ہے جس سے دل میں کھٹکا ہو اور نفس متردد ہو (احمد: المسند، ۴: ۲۲۸)۔ ایک موقع پر موسیٰ کامل کی علامت بیان کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا: "سَرَّيْكَ حَسْبُكَ وَ سَاءُ نَكَ سَتَتُكَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ" (احمد: المسند، ۵: ۲۵۱)۔ یعنی جب تجھے اپنی مکی پر حوشی ہو اور اپنی ہی بر ما گواری محسوس ہو تو تو موسیٰ ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ اخلاق عادات کے ظاہری حسن کا نام نہیں بلکہ یہ اندرونی ناکسریگی اور ناطقی صورت انسانی کے اوصاف و معانی کا نام ہے، اس کا معیار وحدانِ صحیح اور صبر ہے، غرض کہ ان کی جمعیت داخل، وحدانی اور روحانی ہے، اگرچہ ان کا صدور خارجی ہے، ان افعال سے دوسرے افراد متاثر ہوئے ہیں اور ان سے معاشرتی زندگی میں ایک طرح کا حسن پیدا ہوتا ہے یہ اسلامی تصور اخلاق کا سنگ بنیاد ہے، خلق کے مفہوم میں دیں، طبع اور عادات، ہوں شامل ہیں (لسان)۔

اسلامی اخلاق کے مآخذ دو ہیں: (۱) قرآن مجید اور (۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور آپ کا حبیب عظیم۔ قرآن مجید میں آیا ہے: وَ اَنْتَ لَعَلَّیْ خَلْقٌ عَظِیْمٌ (۶۸: [العلم: ۴])، پیر فرمایا: اَمَّا دُنَ لَكُمْ فِی رَسُوْلٍ اَللّٰهُ اَسْوٰهُ حَسَنَةً (۳۲: [الاحزاب: ۲۱])۔ قرآن مجید کی سورۃ المؤمنوں کی اساتذہ آیات (۲۳: ۱ تا ۱۱) میں بندہ موسیٰ کے اوصاف میں اخلاق حسنہ کو بھی شامل کیا گیا ہے، سورہ البقرہ (۲: ۱۷۷) اور سورہ الفرقان (۲۵: ۶۳ تا ۷۵) میں بھی عباد الرحمن کے اوصاف کا ذکر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکارم اخلاق کا سب سے بڑا نمونہ بھی تھے اور اعلیٰ اخلاق کے عظیم معلم تھے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرمانا ہے: وَ

الَّذِیْ نَعَتْ فِی الْاَمَمِیْنَ رَسُوْلًا مِنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُرَکِّہُمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ وَ اِنْ کَانَوْا مِنْ قَبْلِ لَیْسَ سَلٰی سَیِّئٌ (۶۲: [الجمعه: ۲])، اس آیت میں "رَکِّہُمْ" اور "الْحِکْمَۃَ" کے الفاظ سے "رکعت" نفس اور اخلاق و سب نبوی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ آپؐ کی داب میں جو صفات اخلاقی جمع تھیں وہ سائیت کے اعلیٰ معیار کا مظہر تھیں (ان کے لیے دیکھئے اترمدی: السَّعَائِلُ وَ نامداد مفتاح کور السنہ، مادۃ ادب)۔ اس عملی نمونے کے علاوہ آپؐ نے جو نچھ عمومی خلق حسن اور اخلاق کے خصوصی احرا کے بارے میں فرمایا اس کا اجمال یہ ہے: اَنْحَصِرْ صَلٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کسی نے دریافت کیا: اَبٰی الْاِیْمَانُ اَفْضَلُ؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: خَلْقٌ حَسَنٌ (احمد: المسند، ۴: ۳۸۵)، ابو داؤد میں ہے: مَا مِنْ شَیْءٍ اَثْقَلَ فِی الْمِزَانِ مِنْ حَسَنِ الْخَلْقِ (السنن، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نعمت کا مقصد یہ بیان فرمایا ہے کہ میں حسن اخلاق کو کمال تک پہنچانے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ نَعَتْ لَا تَمِّمُ حَسَنَ الْاَخْلَاقِ (الموطأ، کتاب الجامع، باب ما جاء فی حسن الخلق)۔ پیر احمد: المسند، ۲: ۳۸۱)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو مکارم اخلاق کا حکم دنا کرتے تھے (البحاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق)۔ آپؐ نہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ بہترین انسان وہ ہے جسکے اخلاق سب سے اچھے ہوں: حَبَارِکُمْ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا (حوالہ مد کور) ایک اور جگہ آپؐ نے اخلاق کے دینی فضائل و شرافت سے تعبیر کیا کیا ہے: حَسَنَةُ خَلْقِهِ (المسند، ۲: ۳۶۵)۔ ایک حدیث کے مطابق تکمیل ایمان کے لیے حسن خلق کو معیار قرار دیا: اَتَمَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنَهُمْ خَلْقًا (ابو داؤد- السنن، کتاب السنۃ، باب ۱۶) اور دوسری حدیث میں حسن خلق کو صوم و صلوة جتنا مرتبہ

(اَوْفُوا بِالْعُقُودِ) [۵] [المائدہ: ۱] یعنی عہد و پیمان پورے کرو۔ چنانچہ بیک موس کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے عہد و پیمان کو پورا کرتا ہے: وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا (۶) [المعرہ: ۱۷۷]۔ کیونکہ اس ایفائے عہد پر تمام معاشرے کی ساکھ اور معاملات انسانی کی کمال تنظیم موقوف ہے۔ حدیث میں آیا ہے: لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ (احمد: المسند، ۳: ۱۳۵) حوالے سے یہ نہیں کرنا وہ دین سے بھی بیگانہ ہے۔ (اسلامی اخلاق کے دوسرے اجرا کے لیے دیکھئے الترمذی السعائل و دیگر کتب حدیث نامداد مفتاح دور السنہ)۔

ان بنیادی اخلاقی صفات کی اساس پر، مسلمانوں میں علم اخلاق کی ساد پڑی، جس میں رہنہ رفتہ بعض دوسرے عناصر بھی شامل ہوئے گئے۔ ان میں رُہد کا ایک خاص تصور بھی درآنا۔ اسی طرح مسکت اور تدلل بھی (اصل اسلامی اخلاق میں موجود نہ تھا۔ پھر یونانی اخلاقیات کے برحموں کے درمیں، یونانی فکر کے عناصر بھی شامل ہوئے (رک نہ دیل مادۃ اخلاق)۔ اسی طرح عجمی و ہندی عناصر (مسلمانوں کے علم اخلاق کے لیے ملاحظہ ہوالعراقی: کیمیائے سعادت: اس مسکوہ، العور الاصغر: نصیر الدین طوسی: اخلاق ناصری دوانی: اخلاق حلالی رکی مسارک: الاخلاق عبدالعراقی، اردو ترجمہ ار نورالحسن حان)۔

(خلاصہ بحث یہ ہے کہ اسلام میں اخلاق کا تصور اصلاً روحانی اور دینی ہے مگر اس کا دائرہ عملی اور عمرانی بھی ہے۔ اس کا سرچشمہ نیکی کی فطری صلاحیت ہے لیکن اس کی ترقی، صحیح تعلیم، ترکیب نفس اور نیکی کی عملی مشق پر منحصر ہے، اسلامی اخلاق کا مطمح نظر فرد کی ذاتی تسکین ہی نہیں بلکہ اس کا ایک معاشرتی پہلو بھی ہے۔ عدل

عطا کر دیا: اِنَّ الْمُوْسٰی لَیْسِدْرِکَ بِعُیْسٰی خُلِقَہٗ دَرَجَۃُ الصّٰلِحِیْنَ الْقٰنِیْمِ (ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی حسن العلق)۔ اسلامی اخلاق میں متعدد صفات پر خاص زور دیا گیا ہے اور قرآن و حدیث میں بعض اہم اخلاقی حقائق کی غیر معمولی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ قرآن مجید کی یہ آیت لائق ذکر ہے: وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَامْعَلُوْا الْحَیْرَ تَعْلَمُوْنَ (۲۲) [الحج: ۷۷]۔ یہاں حیر میں انفرادی حسن خلق بھی شامل ہے اور انسانوں کے ساتھ وہ نیکان بھی جو معاشرتی اخلاق کا حصہ ہیں۔

قرآن محمد میں صفت عدل و انصاف کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ عدل کے معنی ہیں، بوار، مساوات، انصاف، ظلم سے احتساب، ہر کسی کو اس کا جائز حق دینا، اس میں کسی طرح کی جانب داری نہ کرنا اور افراط و تفریط سے بچنا۔ توار کی یہ صفت بردار میں بھی حسن اور عظم پیدا کرتی ہے۔ اس کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ قرآن مجید میں دشمن کے بارے میں بھی عدل کا حکم دیا گیا ہے: وَلَا یَحْرِمُکُمْ شَنَاۡنُ قَوْمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا (۸) [المائدہ: ۸] عدل کے علاوہ صبر و شکر بھی اہم ہیں۔ قرآن مجید میں صبر و شکر کی کثرت تلقین فرمائی گئی ہے، مصائب اور نامواہی حالات میں صابر رہنا اور اللہ کے انعامات کا شکر ادا کرنا اعلیٰ اخلاق کا حصہ ہے۔ اسان چوبکہ بالطبع کمزور اور بقرار پیدا کیا گیا ہے (اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّہٖ لَکٰرٌ اِذَا مَسَّ الشَّرَّ خَرُوْعًا) (۷۷) [المعارج: ۱۹، ۲۰] اس لیے ایک موس کا صحیح کردار یہ ہے کہ ہر حال میں نظر خدا پر رکھے۔ یہ استقامت، صبر و شکر کی ریاضت سے حاصل ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ ایثار، رحم، ہمدردی، صلہ رحمی، وقار نفس اور احترام آدمیت پر بھی زور دیا گیا ہے۔ اسلام میں ایفائے عہد دینی فرائض میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔

وفات پر ختم ہوتا ہے، مدینے کی دس سالہ زندگی میں، قرآن مجید کے درجے دیں کی تکمیل ہوئی۔ انہیں قوانین الہیہ پر آگے کی فقیہی تفریعات کی اساس رکھی گئی۔

دوسرا دور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے لے کر خلافت راشدہ کے اختتام تک ہے، یہ خلفاء اور صحابہ کی سرپرست کا دور ہے۔ دوسرے دور میں اہل السنہ کے مذاہب اربعہ کی باقاعدہ ساد پڑی۔ چوتھے دور میں فقہائے اہل ائمہ کے مسلک خاص کی تشریح و تعبیر کی طرف توجہ کی۔ بعد کے دو ادوار میں سے علامہ حصری کے قول کے مطابق، ایک میں مسائل کی تحقیق کے لیے حدل و مفاہیم کی گرم ناراری ہوئی اور دوسرے میں تحقیق و احکام کے بحالے بغلہ ہی کو اصول کار قرار دیا گیا۔ اور یہ دور آج تک قائم ہے (الحصری، تاریخ فقہ اسلامی، اردو ترجمہ، از عبدالسلام بدوی، ص ۲)۔

اسلامی قانون کی تشکیل میں، حسا کہ قرآن مجید سے ظاہر ہونا ہے، بنی سادی اصول مد نظر ہیں:

- ۱۔ عدم حرج، یعنی سگی کو دور کرنا، سختی اور شدت کے بحالے آسانی پیدا کرنا۔

۲۔ قلب تکلیف، یعنی احکام کی وہ صورت جس پر آسانی سے عمل ہو جائے۔

۳۔ تدریج، یعنی حو عادیں راسخ ہو چکی نہیں انہیں دور کرنے میں تدریج سے کام لینا۔

اسلامی قانون کا حتمی مأخذ قرآن مجید ہے، اور اس کے ساتھ دوسرا مأخذ سنت نبوی ہے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتاً فوقتاً حو تعبیر و توجیہ کی یا اپنے عمل سے کسی حکم کی صورت متعین فرمائی (= احادیث رک بہ سنت و حدیث)، وہ بھی ایک

اور سکی سے معاشرے کی زندگی حوش گوار ہو جاتی ہے اور فرد بھی اس سے راحت و سکون پا کر رصاع الہی کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اور یہی موسیٰ کی زندگی کی کل غایت ہے۔ (الطاعة لاسرائل و سمعة علی خلق اللہ)

اسلامی قانون: اسلامی قانون کے سر حشم۔ جاسی ہیں، لیکن ان کی روح انسانی، عقلی، عملی اور معانی ہے (دیکھیے سر عبدالرحمن: *Muhammudan Jurisprudence*، ص ۵۰۰)۔ اس کا نصب العین بدوں بر افتدار و حکمرانی نہیں بلکہ خدا کے بدوں کی حرج حواہی ہے، یہ کسی قسم کے حرج پر مبنی نہیں بلکہ اس کی نوعت مصلحتانہ ہے۔ اسلامی قانون میں تعبیر ہے لیکن اس سے پہلے حود انبی اصلاح اور احکامات نفس کے کنہی مراحل ہیں۔ اسی سے قانون کے ضمن میں نبوی، بر لئے نفس اور دونه بر رور دیا گیا ہے۔

اسلامی قانون میں فرد کا وفار نفس اور احترام اہم ہر حال میں ملحوظ ہے۔ اسلامی قانون کے بنی بڑے مقاصد ہیں: (۱) خدا کی ناساہت اور حائیم کا بغاد قرآن و سنت کی روسی میں (ان احکم الا للہ، ۱ [الانعام: ۵۷]) (۲) حموں اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا قیام تدریجاً اولی الامر (۳) اعلیٰ معاشرتی زندگی کی تنظیم کے علاوہ موس کی با تیرگی کی خاطر صفات عدل و حیر کی حفاظت۔ اسلامی قانون کسی فرد یا فریق کے لئے استحصال کا درجہ نہیں بلکہ انسانی معاشرے میں احوب، مساوات اور عدل و انصاف کی صفات پیدا کرنا ہے۔

اسلامی قانون کے بپادی اصول کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ملتی ہے۔ ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی قانون کی تشکیل چار مراحل میں ہوئی۔ پہلا دور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے شروع ہوتا ہے اور آپ کی



وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَبَسَاتٍ وَأَتَقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ (م [النساء]: ۱)۔ اس آیت سے دو اصول نکلتے ہیں: (۱) تمام انسان نفس واحد سے پیدا ہوئے، لہذا برابر ہیں۔ (۲) اس احوب کا قیام و دوام یعنی اللہ پر منحصر ہے۔ اسلامی معاشرہ انہیں دو اصولوں پر قائم ہے۔ یعنی تمام نسلِ انسانی کی بنیادی احوب اور اس کے لیے روحانی حوالے کو، ضرور۔ سورۃ الفاحشہ کا آغاز، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ سے ہوتا ہے۔ سابقہ آیت اور اس میں بھی خدا کو اس کی صفت رب سے یاد کیا گیا ہے اور ربوب کا دائرہ محدود نہیں رکھا گیا تاکہ پہلی آیت میں اس کو الناس سے معلق نہ رکھا گیا ہے اور دوسری آیت میں الْعَالَمِينَ سے وابستہ نہ کیا گیا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کا معاشرتی نصب العین یہ ہے کہ زندگی کی ضروریوں اور فعالیتوں میں حملہ نوعِ انسانی انک برادری کے مانند ہے، اور اس خاص دائرے میں رہتے ہوئے اور بھلے بھولے کا حق سب کو حاصل ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے خود توحید کا عقیدہ بھی نسلِ انسانی کی شیرازہ بندی کو مستحکم کرتا ہے، حدیث میں آیا ہے: اَلْحَقُّ دَوْرُهُ عَالِ اِلٰہ (ابو یعلیٰ والبرار)

نسلِ انسانی کی وحدت کے اس استحکام کے لیے روحانی دعوت کو خاص اہمیت دی گئی ہے کیونکہ صرف مادی وسائل کے ذریعے جو شیرازہ بندی ہوئی ہے وہ یقینی نہیں ہو سکتی، اس لیے روحانی عقیدوں کے ذریعے وحدت و تنظیم پر زور دیا گیا ہے۔ یہ کام انبیاء کرام کرتے رہے اور اس سلسلے کی آخری دعوت آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی تھی۔ اسلامی معاشرے کی ابتدا مدینے میں ہوئی۔ جس میں انصار و مہاجرین اور اہل کتاب کو ایک تنظیم کی شکل دی گئی۔ اس سے اس

اہم مآخذ ہے، تسرا ماخذ قیاس (رک نان) ہے یعنی قرآن و حدیث کی روشنی میں، مہا یے اپنے زمانے کے خاص مسائل پر بذریعہ قیاس جو مصلحے صادر کیے وہ بھی قابلِ لحاظ ہیں اور چونکہ مآخذ اجماع (رک نان) ہے یعنی کسی مسئلے میں کسی زمانے کے جملہ یا اکثر علما کا اتفاق رائے، مگر نہ بھی دراصل قابلِ اعتبار ہوگا جب کہ قرآن و حدیث سے ٹکراؤ نہ ہو بلکہ فیصلہ ان کی روح اور مشائخ کے مطابق ہو (دیکھئے سر عبد الرحمن: کتاب مذکور)، نہ آخری دو اصول اس لیے ہیں کہ ہر زمانے میں صورتِ حال بدلتی رہی ہے اور ان بدیلیوں کے بارے میں شرعی مصلوں کی ضرورت ہوئی ہے لہذا قرآن و سب کی روشنی اور راہنمائی میں، نئے مصلوں کے لیے دروازہ کھلا رکھا گیا ہے، اسلام چونکہ ہر زمانے کے لیے ہے اس لیے ہر زمانے کے احوال کے بارے میں شرعی مصلوں کی ضرورت ظاہر ہے (دیکھئے اقبال: مشکل الہبات اسلامہ: باب الاحیاء فی الاسلام)۔

علامہ الحصری نے ابی کتاب میں ہر دور کے بڑے بڑے فقہاء کی فہرست پس کی ہے اور اس میں اہل السنہ اور سعی مسلک کے ائمہ کی نام درج کیے ہیں۔ اہل السنہ میں فقہ صحابہ کے بعد امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ اور شیعہ مسلک میں حضرت علیؒ کے بعد امام ابو جعفر محمد باقرؒ اور ان کے صاحبزادے امام جعفر صادقؒ اور دوسرے ائمہ و مجتہدین کے نام آتے ہیں (دیکھئے الحصری، ممد اشاریہ۔ سر تفصیل کے لیے دیکھئے بدیل مادہ فقہ۔ اسلامی قانون کا دوسرے اہم عالمی قوانین سے مقابلے کے لیے دیکھئے مادہ قانون و شریعت)۔

اسلام کا تصور معاشرت:

قرآن مجید میں آیا ہے: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَكُمْ

ان کے مابین صلح و مصالحت کی کوشش کرو،  
اللہ سے ڈرنے رہو تاکہ ہم پر رحم ہو۔ اسی طرح  
ارشاد ہے: فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ (۸)  
[الانفال: ۱] = اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو  
[پھر دیکھیے حطۃ حجة الوداع]۔

احوب کی یہ روح معاشرے کے تمام اعمال و  
مظاہر میں منعکس ہے۔ اسی سے وہ مساوات پیدا  
ہوئی جس کی نظر دنیا میں نہیں ملتی۔ اس کی  
نمایاں مثال معاملہ دیگر امور کے حج میں ملتی ہے۔  
حاجہ اس موقع پر مختلف اقوام اور مختلف افراد کی  
حصصی حشہ کالعدم ہو جاتی ہے۔ شام کا ایک امیر  
جملہ بن الایہم غسانی، جس نے حضرت عمر فاروقؓ  
کے زمانے میں اسلام قبول کر لیا تھا، ایک نارحج  
کے دوران میں نعرے کا طواف کر رہا تھا کہ اچانک  
اس کی حادہ کے گوسے پر ایک ندوی کا پاؤں جا پڑا۔  
جملہ نے طس میں آ کر اس ندوی کے ایک بھڑ  
مارا۔ اس ندوی نے یہ معاملہ حضرت عمرؓ کے روبرو  
نہیں لیا۔ انہوں نے مسئلہ دیا کہ حوانا وہ ندوی  
بھی امیر جملہ کے ایک بھڑ مارے۔ اس پر جملہ  
نے پدارسار میں لپکا کہ ہم تو وہ ہیں نہ اگر  
کوئی شخص ہم سے گستاخی کے ساتھ پیش آئے تو  
وہ قتل کا سراوار ٹھہرتا ہے۔ حضرت عمرؓ بن  
الحظاب نے فرمایا: حاضری میں ایسا تھا، مگر اسلام  
نے شاہ و گدا اور پس و بلند کو ایک کر دیا ہے۔  
جملہ نے لپکا: اگر اسلام ایسا مذہب ہے جس میں  
اعلیٰ و ادنیٰ کا امتیاز نہیں تو میں اس سے نار آتا  
ہوں۔ مگر حضرت عمرؓ نے اس کی کوئی پروا نہ کی  
(فت سلی: الفاروق، ج ۲)۔

احترام آدمیت اسلامی معاشرے کا دوسرا اہم  
اصول ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي  
آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَ  
فَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا (۱۷) [ہن]

عظیم معاشرے کی تاسیس ہوئی جو دنیا بھر میں  
درجہ دہل حصائص کے لیے اختیار رکھتا ہے :  
(۱) مساوات: رنگ، سل، مسلہ اور داب ہات  
پر رک کر کے نبوی کو فضیلت کا معیار قرار  
دیا گیا ہے۔

(۲) سادی انسانی ضروریوں میں سب کے  
برابری کا سلوک  
(۳) انسانی حاکمیت کی جگہ خدا کی حاکمیت  
تاکہ سب انسانوں کے لیے عدل و انصاف  
کی سہولت مہیا کرنا۔

اسلام نے مذہبی رواداری اور آزادی ضمیر کا  
اعلان کیا۔ دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کے  
محطہ ہا میں دلایا، ایمانے عہد کو لایسی قرار  
تا، اور معاشرتی زندگی کی ایسی تنظیم کی جو  
انسان و تربط سے محفوظ ہے۔ اسلامی معاشرہ رنگ و  
سلا اور علاقے کے تعصبات سے نالا ہے۔ اسلام  
میں داب ہات کی کوئی پیم نہیں، چنانچہ گورے  
تو دلیے پر یا عربی کو عجمی پر کوئی فویہ  
حاصل نہیں۔ اور نہ فائل و سعوب کی نشا پر  
سی و کسی پر برتری ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے  
بریک صرف نبوی ہی ناعب فصیل ہے: اِنَّ  
اَدْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اَتْقٰىكُمْ ط (۹۹) [الحجرات: ۱۳]۔  
ان معید میں آیا ہے فائل و سعوب تو بعض بعارف کے  
ہے (حوالہ مد نور)۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي  
خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ (۱۰۰) [النساء: ۱]۔ اے لوگو  
اسے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک وجود سے پیدا  
کیا۔ اس آیت سے سب انسانی کی وحدت کی طرف  
وجہ دلانی ہے۔ اسلام نے داخلی طور پر حدیث احوب  
اسلامی پر نرا رور دیا ہے تاکہ صالح معاشرے کے  
یاد و استحکام میں مدد ملے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اُخُوَّةٌ  
بَيْنَهُمْ اَبْنَاءُ وَاقْوُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (۹۹)  
[الحجرات: ۱۰] (= تمام مومن بھائی بھائی ہیں،

اسرائیل]: ۷۰) = ہم نے ہی آدم کو بررگی دی اور انہیں خشکی اور تری میں سواریاں عطا کیں اور انہیں پاکیزہ چیلروں سے رو دیا اور اہی بہت سی مخلوقات پر موقیت بحشی - اسلام نے اسان کی بہ حیثیت اسان عرب و حرمہ تسلیم کرائی ہے - مان، باپ، بیوی و سیرہ افراد حاندان کو جدہائی اور اسانی سیادوں پر اہم مرنہ دیا - مرد کو حہاد رندگی کا نمیب قرار دیا اور عورت کو مرد کا موس مرار دے کر ایے باوفا ر حیثت دی، علامہ نو ارادی کی بشارت دی، مسکن کی دل داری کی، مسافر کی حفاظت و مہمانداری کی کفالت کی، تنم کو عزت کا مقام بخشا، ہمسائے کے ساتھ ہمدردی پیدا کی، سوہ کو ناعرب رندگی کا پورا حق دیا۔

احترام اسان کے سلسلے میں قابل ذکر اس نہ ہے کہ اسلام نے علامی کے مسئلے کو بھی نہایت خوش اسلوبی سے حل نا - اور اس رسم مسح کو حود دنا میں راسخ بھی بڑی حکمت سے مثایا - اسلام نے علاموں ("موالی") کو اپنے اراد آقاؤں کے برابر کر دنا - اراد مسلم آقاؤں نے بھی ان کے ساتھ کسی قسم کا فرق روا نہ رکھا - وہ اپنے "موالی" کو ایک ہی دستر حواں ہر ساتھ ٹھا کر کھانا کھلائے بھیے - اسلام نے موالی کو ہر مدت سے نکال کر نام عرب تک پہنچے کے مواقع عطا کئے اور ان کے دہے سے احساس لمتری کو دور کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علاموں اور لونڈیوں کو معاشرے میں بڑا شریفانہ اور ناعرب مقام دلایا، ہجرت کے بعد مدینے میں شریف لا کر احوب کی بنیاد رکھی تو اپنے جیا حضرت حمزہؓ کو اپنے خادم اور اراد کردہ علام حضرت زیدؓ کا بھائی ٹھیرایا، حضرت خالد بن رویحہ الحثمیؓ کو حضرت بلال حبشیؓ کا اور حضرت اسونکر صدیقؓ کو خارجہ بن زیدؓ کا - فتح مکہ کے بعد کعبے کی

چہت پر چڑھ کر اداں دیے کا سرف بھی حضرت بلال حبشیؓ کے حصے میں آیا اور حب سرداران قرینس کو یہ ناب ناگوار گری بو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان آ کرتمکم عبد اللہ انکم والی آس (۹۰ [الحجرات]: ۱۳) نازل فرما کر مساوات کا درس دی اور وصاحت کر دی کہ بررگی اور عرب ہ معار حاندان نہیں بلکہ نبوی اور دانی سکی ہے - آپؐ نے ایک مشہور حدیث میں حکم فرمایا: تمہارے بھائی ہی تمہارے خادم ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارا دست نگر نایا ہے، جس شخص کے قصے میں اس کا بھائی ہو، ایسے چاہیے کہ وہ ایسے وہی بھلانے ہو حود لھاتا ہے اور وہی بھائے ہو حود بہتا ہے، ان پر انکی طاعت سے زیادہ بوجہ نہ نا، اگر اس با بوجہ ڈالو بھی تو پھر انکی اعانت کرو - ہم میں سے کوئی شخص نہ نہ لھے نہ سرا علام ہ مری لونڈی، بلکہ لڑکے یا لڑکی لھے کر نکرو (دنکھے صبحی الصالح: الطم الاسلامہ ۶۸۸ م بعد)، چانچہ اسلام کی بدولت "موالی" بھی بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے - حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے چند موالی کو قاہرہ میں ناصی ممر نا (المعمری: الحطط، ۲: ۳۲۲) - ہندوسان میں حاندان علامان (رک ناں) اور مصر میں محالیک (رک ناں) کی سلطنت موالی کے اہم مرنے کی نمائند مثالیں ہیں۔

اسلام نے علاموں کو اراد کرنے کے فصائل پر رور دیا ہے اور ان کے ساتھ احسان اور یک سلوٹ کرنے کی تاکید کی ہے - اور سب سے بڑھ کر یہ کہ رکوہ کی آمدنی کی ایک خاص مدد اسی طقے کے لیے نامرد کیا ہے نا کہ یہ رقم علاموں کو ارادی دلانے پر صرف کی جائے - اور چونکہ عام طور سے کسی غلام کو اراد کرنے کی پوری قیمت با اسکی ارادی کا زر مدیہ ادا کرنا ہر شخص برداشت نہیں

کر سکتا اس لیے رکوہ کی مجموعی رقم سے اجتماعی غور پر اس فرض کو ادا کرنے کی صورت تحویر کی گئی ہے۔ اسلام بے علاموں کے حقوق کی رعایت پر اس قدر زور دیا ہے اور ایسے احکام و فیاض نافذ کئے ہیں کہ علامی علامی نہ رہی بلکہ معاشرے کا ایک مساویانہ عنصر بن گئی

بہی ہیں بلکہ اسلام بے عمر مسلم قوموں کے ساتھ بھی یک سلوٹ کرے گا حکم دنا اور ان کے حقوق کی حفاظت کی۔ یعنی ان کی جان، مال اور دین کی حفاظت دہمہ لیا۔ مثال کے طور پر حضرت عمرؓ بن الخطاب نے ایسے دورِ خلافت میں نبی المقدس کے مسائلوں کو اڑ روئے معاہدہ جو حقوق دیے ان کی بعضیل یہ ہے۔ "یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے اور المومنین عمرؓ نے اہل ایلیا کو دی۔ یہ امان جان، مال، گرجا، صلب، بندوبست، شمار اور ان کے تمام اہل مذہب کے لیے ہے، اس لیے نہ ان کے معدوں میں سکوت اختیار کی جائے گی اور نہ وہ سہم لے جائیں گے۔ نہ ان کے احاطے کو نقصان پہنچانا جائے گا (یعنی کمی نہ کی جائے گی)، نہ ان کی صلیوں اور ان کے مال میں نیچہ نصف کی جائے گی۔ مذہب کے بارے میں ان پر کوئی حق نہ لیا جائے گا" (الطبری، ۱: ۲۶۵۸: اللادری، ص ۱۴۵)۔ یہ حقوق صرف اہل ایلیا ہی کے لیے مخصوص نہ تھے بلکہ تمام مسموحہ اقوام کو دیے گئے اور دیے جائے رہے اور ان کے عہد ناموں میں سمجھد ہیں۔

قرآن مجید نے اسلامی معاشرے کے لیے جس ماحول کی تشکیل کی اس سے بعض خاص صفات کا انسان سامنے آتا ہے۔ یہ صفات دو لمظوں میں یوں بیان کی جاسکتی ہیں: (۱) متقی اور (۲) صالح۔ متقی سے مراد وہ انسان ہے جو اللہ کے خوف سے گناہ کی ہر شکل سے احتیاب کی کوسس کرے اور صالح سے

مراد وہ انسان ہے جو وہ تمام اعمال صالحہ بجا لانے کی سعی کرے جس سے حساب میں ہا کیرگی، معاشرے میں نیکی اور زندگی کے بیک مقاصد کو ترقی نصیب ہو سکتی ہے۔ اسلام میں اعمال صالحہ کی بڑی اہمیت ہے اور اس سے مراد صرف عبادتیں نہیں بلکہ زندگی کے وہ تمام انفرادی و اجتماعی اعمال ہیں جس کا مقصد معرف حقائق الہیہ، رصائے الہی کا حصول، خدا کے بندوں کی خیر خواہی، نیکی کی حدوں کی توسیع، برائی کا استیصال اور بربر معاشرے کا بہام ہے۔ اس سے نہ سچہ نکلتا ہے کہ صالح انسان یعنی مسلمان، اپنی نیکی کے ساتھ علم و حکمت سے بہرہ ور، مسعد اور سرگرم عمل، نا حلال مگر سقیم انسان ہو گا، قرآن کے تصور عمل میں ہک مقاصد (معرفت، بروری، مسعودی، مسعودی، مسعودی) کے لیے ہر سعی کے علاوہ، اس عالمے فصل اللہ کے لیے ہر سعی کے علاوہ، اس عالمے المعروف اور بھی جس المکر کے لیے ہر اقدام سامبل ہے، معرف حقائق سے لے کر مسعودی، ڈانبات نک اور جہاد نفس سے لے کر مسکرات کے خلاف جہاد ناسف (= ہدی اور ظلم کے خلاف ہر قسم کی انفرادی اور اجتماعی جنگ) تک ہر عمل، اس انسان کے بردار کا حر ہو گا جس پر اسلام کے معاشرتی اصول زور دیتے ہیں۔

اسلامی تصور ریاست: اسلام میں ریاست کا تصور دو اہم سادوں پر قائم ہے: اول اس آیت پر: أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (النساء: ۵۹) = اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکمران کی بھی، اور اگر ہم میں کسی معاملے میں نزاع واقع ہو جائے تو فصلی کے لیے خدا اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔ دوسری بنیاد یہ آیت ہے: وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ (الشورى: ۳۸) = اور وہ آپس کے مشورے سے

کے تحت دیں و دیا کے معاملات میں معاشرے کے امور کا انتظام اور حقوق اللہ و حقوق العباد کی سمید اور مختلف طبقات انسانی کے درمیان عدل و انصاف کے اصول پر مساوات اور خوش حال زندگی کے نظام کا قیام ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حاکم اسلامی ریاست کے وہ رہنما اصول بیان فرمائے ہیں جن پر اسلام پوری انسانی زندگی کا نظام قائم کرنا چاہتا ہے مثلاً: وَ قَضَىٰ رَبِّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ إِنَّمَا يُبَلِّغُنَّكَ عِندَكَ أَكْثَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٌ وَلَا تَهْزُمَهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۖ وَ اخْضَعْ لَهُمَا طَاحَ الدِّلَّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْتَنِي صَغِيرًا ۖ رَبِّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي بُرُوسِكُمْ ۖ إِنَّ تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَمُورًا ۖ وَ ابِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَ الْمَسْكِينِ وَ الْوَالِدَيْنِ غَمُورًا ۖ وَ ابِ بَدِيرًا ۖ إِنَّ الْمَدِيرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ ۖ وَ كَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ۖ وَ إِنَّمَا يُعَرِّضُ عَنْهُمْ رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ يُرْجُوهُمَا فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مَّسُورًا ۖ وَ لَا تَجْعَلْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُمَا سَبِيلًا ۖ وَ لَا تَسْطِطْ عَلَىٰ كُلِّ الشَّيْطَانِ فَتَقَعَهُ مُلُومًا مَّخْشُورًا ۖ إِنَّ رَبَّكَ بِسَطِّ الرِّزْقِ لَمِّنْ يَّشَاءُ وَ يَقْدِرُ ۖ إِنَّهُ كَانَ بِعَادِهِ خَيْرًا ۖ وَ تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةً أَمْلَأُوا ۖ نَحْسَ بُرُوسِهِمْ وَ إِيَّاكُمْ ۖ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطَاً كَبِيرًا ۖ وَ لَا تَقْرَبُوا الرِّبَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً ۖ وَ سَاءَ سَبِيلًا ۖ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۖ وَ مَن قَتَلَ مَطْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلِيهِ سُلْطَانًا فَلَا يَسْرِفُ فِي الْقَتْلِ ۖ إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا ۖ وَ لَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَ أَوفُوا بِالْعَهْدِ ۖ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ۖ وَ أَوفُوا الْكَيْلَ إِذَا كُنْتُمْ وَ زِنُوا بِالْقِسَاسِ الْمُسْتَجِيمِ ۖ ذَلِكُمْ خَيْرٌ وَ أَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۖ وَ لَا تَقْبَلْ مَا لَيْسَ لَكَ

کام کرتے ہیں ۱۰ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (۳) [آل عمران]: (۱۰۹) = اور ان سے امور میں مشورہ لے۔ ان آیات سے دو بڑے اصول نکلتے ہیں: اول یہ کہ اصل بادشاہت خدا کی ہے: إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ (۶) [الانعام]: (۷۰)، جس کی بنیاد خدا کے رسول کو ملی۔ ان دونوں کی اطاعت اصولی حتمی رکھی ہے، اس اطاعت کے تابع ان حکمرانوں کی اطاعت ہے جو خدا اور رسول کے احکام کے مطابق دیں گے مشا کو پورا کریں اور مملکت کا انتظام کریں، ان معنوں میں اسلامی ریاست ہر حال میں دینی ریاست ہوگی، یہ دینی ریاست ساتھ ہی دیوبی ریاست بھی ہے کیونکہ اسلام زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے لیکن یہ مدھی پیشوائت (Theocracy) سے مختلف ہے جس میں نیک و بد کا معیار مدھی پیشواؤں کے اموال ہوتے ہیں۔ مشاورت دوسرا اہم اصول ہے، اس مشاورت کا طریقہ کیا ہے؟ اس کی تفصیل آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اپنے اسوۂ حسنہ اور صحابہ کرام کے تعامل سے معلوم ہو سکتی ہے۔

طبرانی لحاظ سے اسلامی ریاست کے بارے میں سی اور شیعہ نقطہ نظر الگ الگ ہے۔ سی نقطہ نظر خلافت کے اصول کا قائل ہے، جس میں امیر کا انتخاب مشاورت کے کسی طریقے سے ہونا ہے، لیکن حب امیر مستحب ہو جانا ہے تو وہ مدت العمر کے لیے ہونا ہے اور کسی معمول وجہ کے بغیر معزول نہیں کیا جاسکتا (رک نہ خلاف)۔ شیعہ نقطہ نظر امامت کے اصول پر قائم ہے، یعنی امام صرف اہل بیت سے ہو سکتا ہے اور وہ معصوم ہوتا ہے اور پہلے امام حضرت علیؑ تھے (رک بہ امام و امیر المومنین، نیز دیکھیے الماوردی: الاحکام السلطانیہ)۔

اسلامی ریاست کا نصب العین احکام خداوندی

۱۰ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ  
بِهِ عِلْمٌ مَشْهُورٌ ۖ وَلَا تَمْسِي فِی الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ أَتَنْكَرُ  
تُتَعْرِقُ الْأَرْضُ وَلَنْ تَلْعَلُ الْحَالُ طَوْلًا ۖ كُنْ ذَلِكِ  
بِهِ سَيِّئَةً عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ۖ ذَلِكِ مِمَّا أَوْحَى إِلَيْكَ  
رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ . . . الْآيَةُ (۱۷) [نہی اسرائیل]:

(۳۹۱۲) = میرے رب نے مصلہ کر دیا ہے کہ: (۱) ہم  
وہ کسی کی عادت نہ کرو، مگر صرف اسی کی،  
(۲) والدین کے ساتھ مک سلوک کرو۔ اگر تمہارے  
باپ یا ام سے کوئی ایک، یا دونوں، بڑھاپے کو  
بھینچ رہے ہو انہیں اب تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک  
کر جواب دو، بلکہ ان سے احسان کے ساتھ بات  
سرو اور نرمی و رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر  
سو اور دعا کیا کرو کہ پروردگار! ان پر رحم  
رہا جس طرح انہوں نے رحم و شفقت کے ساتھ  
مجھے بچیں میں ہالا بھلا۔ تمہارا رب خوب جانتا  
ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے۔ اگر تم صلح  
نہ کر رہو تو وہ ایسے سب لوگوں کے لیے درگزر  
نہ کرے والا ہے جو اپنے قصور پر متنبہ ہو کر سدگی  
کے رویے کی طرف ہلٹ آئیں، (۳) رشتے دار کو  
سب کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق،  
۴، فصول خرچی نہ کرو۔ فصول خرچ لوگ شیطان  
کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکر ہے،  
(۵) اگر ان سے (یعنی حاحتمد رشتے داروں، مسکینوں  
اور مسافروں سے) تمہیں کترا نا ہو، اس سے پرہیز  
کریں ہم اللہ کی اس رحمت کو جس کے ہم امیدوار ہو  
لائش نہ کر رہے ہو، تو انہیں نرم جواب دے دو،  
(۶) نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے  
تکلیف ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملاحت ردہ اور  
مناہر س کر رہ جاؤ۔ تیرا رب جس کے لیے چاہے  
رہی کشادہ کرنا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے  
تک نہ دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر  
ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے، (۷) اپنی اولاد کو

املاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو۔ ہم انہیں  
بھی رہی دیں گے اور تمہیں بھی۔ درحقیقت ان کا  
قتل بہت بڑا گناہ ہے، (۸) رہا کے قریب نہ بھٹکو۔  
وہ بہت برا فعل ہے اور بڑا ہی برا راستہ، (۹) قتل  
نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے  
مگر حق کے ساتھ اور جو شخص مطلوبانہ قتل کیا  
گناہ اس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبے کا  
حق عطا کیا ہے۔ پس چاہیے کہ وہ قتل میں حد  
سے نہ گزرے، اس کی مدد کی جائے گی، (۱۰) مال  
نہیں کے پاس نہ بھٹکو، مگر احسن طریق سے، یہاں  
تک کہ وہ اپنے نساب کو پہنچ جائے، (۱۱) عہد  
کی پابندی کرو بشک عہد کے دارے میں تم کو  
جواب دہی کرنی ہوگی، (۱۲) ہمارے سے دو تو  
پورا بھر کر دو، اور بولو تو ٹھیک برابر سے بولو۔  
یہ اچھا طریقہ ہے اور ملحوظ انجام بھی یہی  
بہتر ہے، (۱۳) کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو  
جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ بسا اُنکھ، کان اور دل  
سب کی ناز پرس ہوئی ہے، (۱۴) زمین پر اکڑ  
کر نہ چلو، ہم نہ تو اس کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ  
سہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔ ان امور میں  
سے ہر ایک کا برا پہلو تیرے رب کے نزدیک  
ناپسندیدہ ہے۔ نہ وہ حکمت کی نایں ہیں جو  
میرے رب نے تم پر وحی کی ہیں۔

اس سلسلے میں حلقائے راشدین خصوصاً حضرت  
ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے مختلف فیصلوں اور  
حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے خطبات و ہدایات سے  
ان اہم اصولوں کا پتا چل سکتا ہے جو اس ابتدائی  
دور اسلامی میں مدنظر تھے۔ اس دور اول میں  
عملی طور پر جو اصول قائم تھے ان میں سے ایک اہم  
امر یہ ہے کہ حلیفہ المسلمین عام حقوق میں سب  
کے برابر تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر  
فرمایا: ”مجھے تمہارے مال (یعنی بیت المال) میں

نارے میں خدا کے سامنے میرا عذر پورا ہو کر رہے گا اور میں اپنی تلوار سے مجھے مار کر جہنم رسید کر دوں گا۔ قسم خدا کی! اگر حسد و حسرت بھی وہ کرتے ہو تو نے کیا ہے تو ہرگز مجھ سے کوئی رعایت نہ ہاتے اور کسی طرح کی برمی نہ دیکھتے، یہاں تک کہ میں خدا کا حق ان سے اگلوالتا اور ان کے ظلم سے پیدا ہوئے والے ناطل کو مٹا دے۔“ (نہج البلاغہ ۲: ۶۶، ۶۷ طبع عیسیٰ النابی، مصر)۔

اسلامی تصور حکومت میں دوسرے مذاہب کے لوگوں کو عبادت کی پوری آزادی اور شہریت کے تمام حقوق حاصل ہیں۔ دین کی تبلیغ کے مسئلے میں قرآن مجید نے واضح طور سے لہجہ دیا کہ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (۲ [البقرہ]: ۲۵۶)۔ اس کا نتیجہ عملی طور سے اس معاہدے میں نظر آتا ہے جو حضرت عمرؓ نے نبی اللہ کے عسائیوں کے ساتھ کیا، اس کی تفصیل الطبری نے فتح نبی اللہ کے ضمن میں دی ہے (۱: ۲۶۵۸)۔

مملکت کے امور میں دفاع کا مسئلہ بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے، اسلام نے جو قوانین صلح و جنگ پیش کیے ہیں ان کا اصل مقصد آزادی، انصاف اور امن و سلامتی کی حفاظت ہے، اور جنگ کو ایک آخری صورت حال قرار دیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے جنگ کی اجازت دی ہے اور فرمایا:

أَدِّينَ لِلدِّينِ يَمْلُؤُونَ بِأَنفُسِهِمْ طُلُوعًا وَإِنْ اللَّهُ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدْ نَصَرَهُمُ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۲۲ [الحج]: ۳۹ و ۴۰) (حک)

کے سلسلے میں دوسری ہدایات کے لیے دیکھیے شلی: سیرہ النبی، طبع ششم، ۱: ۶۰۶ (بعد)۔ ایک اہم اصول اس آیت میں بیان ہوا ہے: وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاؤُكُمْ عَلَى أَنْ تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى

اسی قدر حق ہے حتیٰ یتیم کے مربی کو اس کے مال میں۔ اگر میں مال دار ہونگا تو کچھ نہ لونگا اور مگر ضرورت پڑے گی تو دستور کے مطابق کھانے کے لیے لوں گا۔ صاحبوا! مجھ پر آپ لوگوں کے متعدد حقوق ہیں جن کا آپ کو مجھ سے مواخذہ کرنا چاہیے۔ مثلاً: (۱) ملک کا خراج اور مال غنیمت بے جا طور پر نہ جمع کیا جائے۔ (۲) جب میرے ہاتھ میں خراج اور مال غنیمت آئے تو بے جا طور سے صرف نہ ہونے پائے۔ (۳) میں تمہارے روپیے بڑھاؤں اور سرحدوں کو محفوظ رکھوں۔ (۴) ہم کو خطرے میں نہ ڈالوں۔“ (ابو یوسف: کتاب الخراج، ص ۶۷)۔ اس کا سچہ نہ تھا کہ سرعام لوگ حضرت عمرؓ سے ہار پرس کریں اور آپ سب اعتراضات کا بخوشی جواب دیں۔ علاوہ اس حضرت عمرؓ ہر سال حج کے موقع پر تمام عاملوں کو جمع کر کے ان کا محاسبہ کیا کرتے تھے۔

اس کے حقوق پر دست درازی کرنے والے کے لیے کسی رعایت کی گنجائش نہیں۔ حضرت علیؓ کو اپنے ایک عہدے دار کے نارے میں، جو آپ کا قریبی رشتے دار بھی تھا، یہ خبر ملی کہ اس نے بہت المال میں خباب کی ہے۔ آپ نے اسے تحریر فرمایا: ”اے وہ شخص جسے ہم عقلمند سمجھا کرتے تھے! میرے حق کو کھانا پینا کیسے لگتا ہے جب کہ تو جانتا ہے کہ حرام کھا رہا ہے، حرام پی رہا ہے، تو کسیریں خریدتا ہے، عورتوں سے نکاح کرتا ہے، مگر کس مال سے؟ بٹمنوں، مسکیوں، موسموں، مجاہدوں کے مال سے! اس مال سے جو خدا نے موسموں اور مجاہدوں کو غنیمت میں دیا تھا اور جس سے اس ملک کی حفاظت کربی مقصود تھی۔ کون نہ ایسا ہو کہ اب بھی تو خدا سے ڈرے اور اس کو اس کا مال لوٹا دے۔ اگر تو یہ نہیں کرے گا اور خدا مجھے میرے قرضے میں کر دے گا تو تیرے

ہے۔ حکومت کے نشے اور عرور سے بچنا چاہیے۔  
اپنے برائے سب سے انصاف کیا جائے، اور ظلم سے  
بچنا جائے۔ رعایا کا خاص خیال رکھا جائے۔ . . .  
دین کا اصل سون، مسلمانوں کی اصلی جمعیت،  
دشمن کے مقابلے میں اصلی طاقت، اس کے عوام  
ہیں، لہذا عوام ہی کا زیادہ سے زیادہ خیال  
رکھنا چاہیے۔ بعض و کسہ اور عداوت و غیبت  
کے اسباب کو ختم کر دینا چاہیے اور بحل و  
حریص انسان کو اپنے مشوروں میں شامل نہ کیا  
جائے۔

”نیک اور دانا دارور بر ممر لے جائیں۔  
”نیک و بد کو برابر نہ سمجھا جائے۔ ایسا  
کرنے سے دیکوں کی ہمب بست ہو جائے گی، اور  
مظاکر اور بھی سوج ہو جائیں گے۔ . . . رعایا  
بر رحم و نرم کر کے اس کا حسن ظن حاصل کرنا  
چاہیے۔

”رعایا میں نئی طمع ہوئے ہیں۔ یہ طمع  
انک، دوسرے سے واسطہ رکھتے ہیں اور اس میں  
لہمی بے بسا نہیں ہو سکتے۔ ایک طمعہ وہ ہے  
جسے خدا کی فوج لینا چاہیے۔ . . . یہ رعایا  
کا قلعہ ہے۔ حاکم کی دست ہے، دس کی قوت ہے،  
اس کی صواب ہے۔ رعایا کا تمام فوج ہی سے ہے  
لکن فوج کا تمام حراج سے ہے۔ حراج ہی سے سپاہی  
جہاد میں تقویت پاتے اور اپنی حالت درست کرنے  
ہیں۔ پھر ان دونوں طمعوں (فوج اور اہل حراج) کی  
بنا کے لیے ایک سراسر طمعہ ضروری ہے، یعنی قصا،  
عمال اور کتاب کا طمعہ، اور ان طبقوں کی ثقا کے لیے  
ناحر اور اہل حرفہ ضروری ہیں۔ آخر میں حاجت  
میدوں اور مسکینوں کا طمعہ آنا ہے اور اس طبقے  
کی امداد و اعانت ارس ضروری ہے۔ خدا کے یہاں  
سب کے لیے گنجائش ہے۔ اور حاکم ہر سب کا  
حق فائز ہے۔

(۱۰) [المائدہ] = ہمیں کسی قوم کی دشمنی اس امر  
پر مجبور نہ کر دے کہ ہم (اس قوم کے ساتھ حالت  
جنگ میں بھی) انصاف نہ کرو۔ بس انصاف کرو  
کیونکہ یہی تقویٰ کے مطابق ہے۔

امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے  
اپنے ایک حکم نامے میں مصر کا والی مقرر کر کے وقت  
مہاب احتصار اور بلاغت سے حکمرانی اور سیاست  
سنان کے اصول بیان فرمائے ہیں۔ نہ دستاویز  
۲ : ۲ (بعد طبع عسبی النابی، مصر) میں  
محموط ہے جس کے آٹھ حصوں کا معاد نشان  
لیا جاتا ہے۔ ان سے بنا جاتا ہے نہ ریاست کی  
۱۰۱، فکری، اخلاقی، تمدنی، معاشی، سیاسی اور  
سی اصولوں پر نہی گئی ہے، والی کے فرائض کی  
وصاحت کرنے ہوئے فرمانا کہ وہ ملک کا حراج جمع  
کرتے، اور دسمنوں سے لڑے، ملک کے ناسدوں  
کا نلاح و تہود کا خیال رکھے اور اس کی رہی  
بواناد کرتے۔

بر حکم دیا کہ وہ نبوی و اطاعت خداوندی  
نو مقدم رکھے اور کتاب اللہ کے مقرر کیے ہوئے  
برائے و سس کی پیروی کرے۔ نہ بھی حکم دیا  
نہ وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت میں اپنے دل و زبان سے  
سرگرم رہے۔ پھر فرمایا

”اپنے لیے عمل صالح کا دھرمہ پسند کیا جائے  
اور حرام چیزوں سے احتساب لیا جائے“۔

”اپنے دل میں رعایا کے لیے رحم اور محبت  
و لطف پیدا کرے۔ اور جیر بھاڑ کھائے والا درندہ  
نہ بن جائے۔ اپنے عمو و کرم کا دامن خطا کاروں کے  
لیے اس طرح پھیلائے رکھے جس طرح اس کی آورو  
ہے کہ خدا اس کی حفاظت کے لیے اپنا دامن عمو و کرم  
پھیلا دے۔

”یہ بھی یاد رکھے کہ وہ رعایا کا نگران ہے،  
حلیہ اس کا نگران ہے اور خدا حلیہ کے اوپر حاکم



اور باشندوں کی غربت کا سبب یہ ہوتا ہے کہ حاکم دولت سمیٹے پر کمر باندھ لیتے ہیں۔ ”ہر محکمے کی کڑی نگرانی بھی ضروری امر ہے۔۔۔ دھیرہ اندوری کی قطعی معاف کر دی جاہیے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔۔۔ دھیرہ اندوری کرنے والوں کو اعتدال کے ساتھ عرب ناک سزا دی جائے۔۔۔ پھر فقر، مسکین، محتاج، قلائس، اہل حق لوگوں ایسے سے سہارا انسانوں کے بارے میں جو فرض خدا نے عائد کیا ہے اس پر نگاہ رکھی جاہیے۔ سب المال میں ایک حصہ ان کے لیے خاص کر دیا جائے۔

”اپنے وقت کا ایک حصہ فریادیوں کے لیے مخصوص کرنا ضروری ہے۔ ان کی شکایات سہانی میں سی جائیں تاکہ وہ بے حوصی سے اپنے خیالات کی برحمانی کر سکیں۔

”بعض معاملات کو اپنے ہاتھ میں رکھا ضروری ہوتا ہے۔ خاص مراسلوں کا جواب خود لکھا جاہیے۔ سرکاری آمدنی میں سے مستحق لوگوں کا حصہ فوراً ادا کرنا جاہیے۔ اور کام رور کا رور حتم ہونا جاہیے۔

”اگر رعایا کو کبھی حاکم پر ظلم کا شہ ہو جائے تو بے دھڑک رعایا کے سامنے آکر اس کا شہ دور کرنا بھی ضروری ہے۔۔۔ الخ“۔

دنیوں کی حفاظت کا انتظام اور اہتمام اہل اسلام نے ہمیشہ عمدگی سے کیا۔ اور سفر و حضر میں ان کے جان و مال اور اہل و عیال کی صیانت و حفاظت کا دمہ اٹھایا (ابن القیم، احکام اہل الدیمہ، ص ۱۵۷)، اور ان شہری آسائشوں کے معاوضے میں ایک نہایت قلیل رقم بصورت جزیہ (رکۃ نان) وصول کی۔ اگر دنیوں سے کسی سال فوجی خدمت لی گئی تو اس سال کا جزیہ انہیں معاف کر دیا گیا جیسے کہ

”فوج کے لیے ایسے پاک دل اور بے داغ لوگوں کو منتخب کرنا چاہیے، جو ہمت و شجاعت اور خود وسخا سے آراستہ ہوں۔۔۔ ان کے معاملات کی ویسی ہی فکر کرنا چاہیے جیسی فکر والدین کو اولاد کی ہوتی ہے۔ ان کی ضروریوں کی دیکھ بھال اور درستی حال کے لیے جو بھی بے پڑے، کسرتے رہنا چاہیے تاکہ وہ پوری نیکسوئی سے دشمن سے جنگ کو اپنا مطمح نظر بنائے رکھے۔“

”حاکم کی آنکھ کی تھنڈک ملک میں انصاف قائم کرنے میں ہے۔ عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے ایسے لوگ منتخب کیے جائیں جو نہ تو تک نظر و سنگ دل ہوں اور نہ حریص و خوشامد پسند۔

”مشکل اور شبہ معاملات میں قرآن و سنت سے راہنمائی حاصل کی جائے۔

”عمال حکومت کا نعر بھی پوری جانچ پڑتال کے بعد کیا جائے۔ عہدیداروں کو سب اچھی سچواری دی جائیں، تاکہ یہ لوگ مالی پریشانیوں سے بے سار ہو کر اپنے فرائض انجام دے سکیں

”محکمہ خراج کی اہمیت کے پیش نظر اس کی پوری نگرانی کی جائے۔ لکن خراج سے زیادہ زمینوں کی آبادکاری پر بوجہ دی جاہیے۔ کیونکہ خراج کا انحصار بھی بواسی نام پر ہے۔ جو حاکم زرعی ترقی کے بغیر خراج چاہتا ہے اسکی حکومت یقیناً چند روزہ ثابت ہوگی۔

”اگر کاشت کار خراج کی زیادتی یا کسی آسمانی آفت یا آب پاشی میں حراہی آجانے یا سیلاب یا خشک سالی کی شکایت کریں تو خراج کم کر دیا ضروری ہے کیونکہ کاشتکار ہی اصل حراہہ ہیں۔۔۔

”ملک کی آبادی و شادابی ہر بوجہ اٹھا سکتی ہے، لہذا اس کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیے۔ ملک کی بربادی تو باشندوں کی غربت ہی سے ہوتی ہے

کے لیے ہیں۔ امام ابو یوسف کے نزدیک یہاں فقرا سے مراد مسلم نادار لوگ ہیں اور مساکین سے مراد اہل کتاب ہیں (کتاب الخراج، ص ۲۷)۔

دمیوں کو اسلامی معاشرے میں حملہ شہری حقوق حاصل رہے۔ مثال کے طور پر ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روکھو گئی اور ایک نصرانی کے ہاتھ لگ گئی۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وہ روکھو اس نصرانی کے پاس دیکھ کر پہچان لی اور قاصی شرج کی عدالت میں دعوے کیا۔ نصرانی نے جواب میں کہا کہ یہ روکھو میری ہے۔ قاصی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں۔ قاصی شرج نے اس نصرانی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ نصرانی پر اس فیصلے کا ایسا اثر ہوا کہ وہ حلقہ نگوش اسلام ہو گیا اور کہا: یہ تو انہا جیسا انصاف ہے کہ حلقہ وقت مجھے اپنے ماتحت شہر کے قاصی کے سامنے پس کر رہے ہیں اور قاصی خلیفہ کے خلاف فیصلہ دیا ہے (ابن الاثیر، ۳: ۱۶۰)۔

دیا میں معاشی مساوات اور برادری پیدا کرنے کے لیے جو نقشہ اسلام نے پیش کیا ہے نہ صرف معمول اور قابل عمل ہے بلکہ حد درجہ مؤثر بھی ہے۔ اسلام نے اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے مال کو رنگی کی ایک اہم بنیاد قرار دیا اور اسے ”حیر“ اور ”اللہ کا فصل“ کہہ کر اس کے کسب و حصول کو ضروری بلکہ باہر کتب مریضہ قرار دیا (۲ [القرۃ]: ۱۸۰؛ ۶۲ [الجمعة]: ۱۰)۔ اس کے لیے کسب حلال اور محنت کا اصول قائم کیا۔ اور اس سلسلے میں اس پر خاص نظر رکھی کہ کسب مال کے لیے بد دیانتی، خود غرضی اور اسان کشی کی صورت کبھی پیدا نہ ہونے پائے۔

اہل جرحان سے معاہدہ ہوا: سہاری حفاظت ہمارے دماغ اس شرط پر ہے کہ تم بقدر استطاعت سالانہ حزیہ ادا کرتے رہو۔ اگر ہم تم سے مدد نہیں گئے تو اس کے بدلے میں حزیہ معاف کر دیا جائے گا (الطبری، ۱: ۲۶۶)۔

رموٹ (رک نان) کے معرکے میں حب مسلمان حمص کے دمیوں کی حفاظت سے معدوم ہو گئے تو حریر کی تل رقم انہیں واپس کر دی۔ حضرت ابو عیینہ ابن الجراحؓ نے سام کے تمام مفتوحہ علاقوں کے حکام کو لکھ بھیجا کہ جتنا حریر وصول کیا جا چکا ہے واپس کر دنا جائے (الملاذری: ۱۳۷)۔ عوریں، بچے، نادری، زر حرید علام، نادار، بے کس، صعیف اور معدوم دمی حریر سے مستثنی تھے، بلکہ یہاں المال سے ان کی لغالت بھی کی جانی تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک صعیف العمر یمودی دمی کو بھیک مانگتے دیکھا تو پوچھا کہ بھیک کون مانگتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اپنی ضروریات اور حریر چورا کر کے لیے۔ حضرت عمرؓ نے اسے اپنے گھر لے جا کر کچھ دیا، پھر نہ صرف اس دمی کا جزیہ معاف کر دیا، بلکہ یہاں المال سے اسکا اور ایسے دوسرے دمیوں کا وظیمہ بھی مقرر کر دیا (ابو عیینہ القاسم بن سلام: الاموال، ۴۵) اور استدلال کے طور پر قرآن مجید سے رکوع سے متعلق یہ آیت پیش کی۔ اَمَّا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَنَةِ قُلُوبِهِمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَالْغُرَبَانِ وَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ اِنَّ السَّبِيلَ (۹ [التوبہ]: ۶۰) یعنی یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں ہی کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اور ان کے لیے جس کی تالیف قلب مطلوب ہو، نر یہ گردنوں کے چھڑائے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں اور مسافر نواری میں استعمال کرنے

(ابوداؤد؛ احمد)۔ احادیث میں پڑوسیوں کی ضروریات کا خیال رکھنے پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ ان سب باتوں کا مقصد یہ ہے کہ عریب لوگوں کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کیا جائے اور کوئی ضرورت مند یہ محسوس نہ کرے ہائے کہ اس کی ضروریاتِ زندگی پوری نہیں ہو سکیں۔ اس بات پر عمل پیرا ہونے کے لیے جہاں انسان می سبیل اللہ پر قرآن مجید پر زور دیا وہاں یہ بصورتِ مالِ خدا کا کہ سب مال اللہ کا ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے، کسی کو زیادہ، کسی کو کم، ایک مسلمان کو اس مال کا حصہ اس کے حقیقی مالک اللہ ہے (۲۰ [الحديد] : ۲۰)۔ [القرہ] : ۳)۔

قانونِ وراثت کے ذریعے جائداد کی تقسیم اور رکوع کے ذریعے ضرورت مند کی امداد عام کا اصول نافذ کر کے نیکی کا ایسا راستہ کھولا جس نے اسلامی معاشرے میں اعتدال پیدا کیا، اور امیر و

عریب میں کبھی دشمنی پیدا نہیں ہوئے دی اسلام کے نظامِ وراثت میں یہ بھی حکمت ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر نہ رہ جائے۔ پھر حائر اور قانونی وارثوں کے علاوہ معاشرے کے عریب اور مستحق افراد کے لیے بھی گنجائش رکھی ہے۔ ایسے رشتے دار اور غریب جن کو وراثت کا شرعاً حق نہیں پہنچتا، ان کے لیے بھی مرنے والا اپنے مال کا ایک حصہ الگ کر سکتا ہے۔ مال دار آدمی کو اپنے مال کا ایک نہائی حصہ اعمالِ خیر میں دینے کی ترغیب بھی دلائی ہے۔

معاشرے کی عدائی اور معاشی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے زکوٰۃ و صدقات کا سلسلہ قائم کرنے کے علاوہ اسلام نے اور بھی طریقے اختیار کیے ہیں، مثلاً قول ابن حرم جب رکوع اجتماعی ضرورتوں کو پورا نہ کر سکے اور یہ مال بھی اس

اسلام نے روزی کے کسی جائز ذریعے پر پابندی نہیں لگائی، مثلاً زراعت، تجارت، صنعت و حرفت سب اپنی اپنی جگہ درست ہیں بشرطیکہ ان کے حصے میں مندرجہ بالا برائیاں پیدا نہ ہوں پائیں۔

عام انسانی ضرورتوں کے لیے فرصِ حسد پر زور دیا اور بنویمعی سود کو حرام ٹھہرایا۔ اسلام کے نظامِ معیشت میں عام انسانی ہمدردی کا تصور موجود ہے۔ اصحابِ ثروت پر فرصِ کر دیا کہ وہ اپنے محتاج اور ضرورت مند بھائیوں کی ضروریاتِ زندگی کا ہر طرح حائل رکھیں، ان کی کھانے پینے، رہنے سہنے، تعلیم و ترویج اور دیگر ضرورتوں کو پورا کرنا دولتمندوں پر لازمی ٹھہرایا۔ قرآن مجید نے مالداروں کے مال میں یتیموں اور عریبوں کا حق مقرر کر دیا، فرمایا: وَ مِمَّا آتٰوَالِيہُمْ حَتّٰی تَلْسَٰنِیْلٍ وَالْمَحْرُوْمِ (۱۰ [الدرب] : ۱۰)۔

حدیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا دولت مندوں سے لے کر محتاجوں اور ضرورت مندوں کو دنا جائے۔ ایک اور حدیث میں فرمایا کہ وہ شخص موسیٰ نہیں جس کا پڑوسی بھوکا رات بسر کرے (الحجاری)۔ قرآن مجید نے اس روبرے میں معروض اور مسافر کو بھی شامل کر دیا تا کہ وہ بھی مالی پریشانی سے نجات حاصل کر سکیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے رکوع اور صدقات و خیرات کے مختلف طریقے رائج کیے۔ کفارۃ یمیں کے لیے دس مسکینوں کا اوسط درجے کا کھانا یا کپڑے مقرر کیا (۱۰ [المائدہ] : ۸۹)۔ کفارۃ ظہار کے لیے ساٹھ مسکینوں کا کھانا (۸۰ [المجادلہ] : ۸) اور روزے کا مدیہ طعام مسکین ٹھہرایا (۲ [البقرہ] : ۱۸۴)۔ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں سی نوع انسان کے لیے مشترک ہیں: پانی، چارہ اور آگ

وقف کی سب صورتیں اسی مسئلے کا حل ہیں (رک نہ رکھو، صدقہ، وقف)۔

اس سلسلے میں فقرے تصور کا ذکر بھی لاری می ہے۔ قرآن محمد میں آیا ہے: عی صرف اللہ ہے ہم سب فقرا ہو۔ واللہ العنی و انتم الفقراء (۷۴) [محمد: ۳۸]۔ اسان کی فطری ضرورت سدی کے حوالے سے سب کو فقیر کھا گیا ہے۔ فقر کے معنی افلاس نہیں بلکہ احتیاج و ضرورت سدی ہے۔ عی صرف خدا کو مان لے سے، دولت پرستی اور سرمایہ داری کا مرض مسلمانوں میں بہت کم پیدا ہوا ہے۔

داتی ملکیت اسلام میں حائر ہے، کیونکہ اسی فطرت اس کی معافی ہے اس کی وجہ سے محنت کا سوو پیدا ہونا ہے مگر یہ احتیاط کی گئی کہ دولت و سرمایہ کو معاشرے کے چند افراد کی ملکیت میں جائے۔ روکا جائے۔ نفع عام کی چیزیں افراد کے بجائے جماعت کی ملک قرار دیں، ملکیت یا سہ شاہی کے بجائے جمہور اور اہل حق کی حکومت قائم کی اور زمینداری کی پرانی صورت حق میں دھقان محض علام کی حشیت رکھتا تھا، بدل دی۔ اب وہ ایک کارکن اور محنت سے کمانے والا فرد بن گیا۔ اسلام نے یہ نہیں کیا کہ اسی فطرت کے خلاف سرمایہ و محنت کے مسئلے میں دوسری تقریبات اختیار کرے اور جبری محنت کا اصول نافذ کر دے۔

اساعب اسلام: طہور اسلام کے وقت دنیا کی روحانی، اخلاقی اور تمدنی حالت انتہائی پست تھی۔ توحید اور خدا پرستی کا نور نجوم پرستی، اصنام پرستی، اوہام پرستی اور کہانت کی عالم گیر باریکی میں چھپ چکا تھا۔ اخلاقی امدار کو جذبات فاسدہ نے پامال کر دیا تھا۔ اقوام عالم کے باہمی جدال و قتال اور وحشت و بربریت کے باعث انسانیت کا سرازہ پراگندہ اور منتشر ہو گیا تھا۔ بڑے بڑے مذاہب (ہندومت، بدھ مت، مجوسیت، یہودیت

کا متحمل نہ ہو سکے تو پھر نظام اسلامی کی رو سے ہر شہر کے باشندوں پر فرض عائد ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقے کے حاجت مندوں کی عدائی اور معافی ضرورتوں کو پورا کریں (المحلی ۶-۱۵۶)۔ علاوہ ازیں اوقاف حیرہ کا سلسلہ بھی اجتماعی اور رفاهی ضرورتوں کو پورا کرنے کا بہت اچھا طریقہ ہے۔ مساجد و مدارس کی آباد کاری، ہلوں اور سڑکوں کی مرمت و تعمیر کے ساتھ مسافروں کی سہولت و آسائش کے لیے سرائوں، محامدین کی چھاؤنوں، بلکہ کسانوں اور مراعاتی نے سے بھون کی فراہمی، سر ضرورت مند باہروں کو فرض حسہ سے، اندھوں اور ابا بھون کی امداد کرے، یتیموں کی نگرانی و نفع، جانوروں کے علاج معالجے پر بھی وقف املاک سے خرچ کیا جاتا ہے۔ دمشق میں "المزج الاخصر" کے نام سے ایک چراگاہ ہمار اور ناکارہ حیوانات کے رنگی بھر چرے کے لیے وقف بھی۔ بچوں کی پرورش و تربیت کے پس نظر سلطان صلاح الدین ایوبی نے قلعہ دمشق میں ماؤں کو دودھ اور جینی مہم مہیا کرنے کے لیے "مطہ الحلیب" (دودھ کا مرکز) کے نام سے ایک وقف قائم کیا تھا جہاں ماؤں کو یہ دونوں چھریں فراہم کرنے کے لیے ہفتے میں دو دن معر کر دیے گئے تھے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے نسیم سائیم کے وقت عربیوں اور محتاحوں کا اکثر خیال رکھا اور اس طرح آپؐ مہاجرین و انصار میں اجتماعی سوارن برقرار رکھنے کی کوشش فرمائی رہے۔ عرض کہ اسلام نے یہ مختلف طریقے اس لیے اختیار کیے کہ ہر واقعہ، جہالت و بیماری اور دلت و مسک کے خلاف جہاد کیا جائے۔

آج کے زمانے میں اس مسئلے کے حتمی حل پس کیے گئے ہیں ان میں طقانی حسد اور دشمنی کا پیدا ہونا لاری می ہے۔ لیکن رکھو و صدقات اور

علیہ وسلم کے بعد بھی پورے خلوص اور مستعدی سے جاری رہیں اور یہ انہیں کوششوں کا نتیجہ تھا کہ قلیل مدت میں بحر اوقیانوس کے ساحل سے بحرالکاہل کے کناروں تک ہزارہا میل کی مسافت میں ادیان سابقہ کے حلقہ بگوش،

مختلف رنگ و نسل کی قومیں، مذہب اور ہمدیوں کے داعی، حکما اور سلاطین، صحراؤں میں بادیدہ پیمائی اور جنگلوں اور پہاڑوں میں وحشیانہ زندگی بسر کرنے والے اسلام کی حقایق اور مسلمین اسلام کے اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ اس حیرت انگیز کامیابی کا راز تبلیغ نبوی کے اصولوں میں مضمر تھا۔ مہرۂ دہل آب سے بین سادی اصول مستسط ہوئے ہر

أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَحَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (۱۶) [الحل]: (۱۲۵) یعنی ہدایت کی گئی ہے کہ لوگوں تک اسلام تین طریقوں سے پہنچایا جائے: (۱) عقل و حکمت، (۲) موعظۂ حسہ اور (۳) احسن طریقے سے بحث

ان ربانی ہدایات کی تعمیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حواصول مقرر فرمائے وہ مختصراً یہ ہیں: (۱) قول لیں: (لزم و مشفقانہ گفتگو) دعوت و تبلیغ میں رفت و نرمی اور لطف و محبت سے کام لیں کہ سحتی اور درستی دوسرے کے دل میں غم و عناد پیدا نہ کریں

(۲) یسر و تسر: (آسانی پیدا کرنے اور بویہ آمیز بات چیت) دین کی حائر آسانی اور سہولت کو پیش کرنا، اسے سخت، درشت اور مشکل نہ بنانا، اللہ تعالیٰ کے لطف و شفقت سے دلوں کو ہر امید اور مسرور بناتے رہنا اور بات بات پر اس کی قہاری و جباری کے ذکر سے خوف زدہ اور مایوس نہ کرنا (یسر) وَلَا تُعْصِرُوا وَبَشَرًا وَلَا تُنْفِرُوا - البخاری، ح ۲، بحث معاذ الی الیمن)۔

مسیحیت) بے روح اور ٹری ٹری سہدیبیں (ہدی، ایرانی، رومی) بے جان ہو چکی تھیں۔ اس اثنا میں آفتاب نبوت طلوع ہوا جس کی سیارہاشیوں سے دیکھتے ہی دیکھتے ملاح و ہدایہ کا احالا ہر طرف پھیل گیا۔

رسالت کا سیادی فرض پیغام انہی لوگوں تک پہنچانا ہے۔ (يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ) (المائدہ: ۶۷)، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کے بعد مکی زندگی کے تیرہ برس اور مدنی زندگی کے دس برس تبلیغ و دعوت دیں میں اس طرح سر فرمائے کہ جب آپ نے دینا کو جھوڑا تو نہ صرف پورا عرب مشرف باسلام ہو چکا تھا بلکہ اسلام کا پیغام حریرۂ عرب سے باہر بھی پہنچ چکا تھا۔ پھر چونکہ اسلام کسی مخصوص قوم کے لیے نہیں بلکہ کل عالم کے لیے پیغام ہدایت ہے اور اس سلسلے میں قرآن مجید کی واضح آیات موجود ہیں، مثلاً: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔ الآیہ (۳۴ [سبا]: ۲۸) = اور ہم نے تم کو تمام انسانوں کے لیے خوش خبری سنانے والا اور سب سے کرنے والا بنا کر بھیجا، وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (۲۱ [الانساء]: ۷۰) = اور ہم نے تم کو ساری دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا، اور صاحب فرما دی: قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ خَمِيعًا (۷ [الاعراف]: ۱۵۸) = کہو کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف خدا کا پیغام دے کر بھیجا گیا ہوں، هَذَا نَبَأُ لِّلنَّاسِ (۱۳ [انراہیم]: ۵۲) = یہ (قرآن) تمام انسانوں کے لیے پیغام ہے۔ اِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ (۳۸ [ص]: ۸۷)۔ یہ (قرآن) تو دنیا کے لیے نصیحت ہے، لہذا وصال نبوی کے وقت تمام ہمسایہ ممالک کے سربراہوں کو بھی دعوت حق دی جا چکی تھی۔ اشاعت اسلام کی کوششیں رسول اللہ صلی اللہ

ربردستی مسلمان ناسی کا حکم نہیں دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں کہ کسی کو ربردستی مسلمان بنایا گیا ہو، بلکہ قرآن مجید میں صریحاً فرمایا گیا ہے: **وَ اِنْ اَخَذَ بَيْنَ الْمَشْرِكَيْنِ اَسْتَحَارَكَ فَاَجْرُهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلِمَ اللّٰهِ ثُمَّ ابْلِغْهُ مَا نَزَّلَ** (۹ [التوبہ]: ۶)۔ اگر (لڑائی میں) کوئی مشرک پہا کا طالب ہو تو اسے پہا دو، پہا نک کہ وہ خدا کا کلام سن لے، پھر اس کو وہاں پہنچا دو جہاں وہ بے خوف ہو۔ کلام الہی سن کر اسے غور و فکر کا موقع ملے گا اور حسن سلوک اس کے دل کو عباد سے پاک کر دے گا۔ یوں تلوار تبدیلی مذہب کی محرک نہیں رہے گی۔

(۶) مسلمانوں کی تعلیم و تربیت: اسلامی مبلغ کا درس اولین قرآن مجید ہے، چنانچہ مسلمان کو قرآن مجید کی سورتیں یاد کرائی جاتی تھیں، انہیں لکھا پڑھا سکھایا جاتا تھا، شب و روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے اس موقع ملتا تھا اور وہ آپ کے مکارم اخلاق سے متاثر ہوئے تھے۔ آنحضرت اور دوسرے مبلغ صحابہؓ مبلغ و دعوت میں قرآن کی سورتیں پڑھ کر سناتے تھے اور لوگوں کو اسوۂ رسولؐ کی طرف متوجہ کرتے تھے۔ تعلیم کی سادگی اور معلم نا عمل کی زندگی اس قدر مؤثر تھی کہ پیام حق دلوں میں اترتا چلا جاتا تھا۔ یہی وہ ہتھیار تھا جس کی کاٹ نے کبھی خطا نہیں کی۔

اسلام کی وسیع اور عالم گیر اشاعت کے اسباب و درائع پر عاثر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سب سے مقدم اور اصلی دربعہ معجزہ قرآنی ہے۔ عقائد، عبادات، اخلاق، ہر چیز کو قرآن اس مؤثر طریقے سے بیان کرتا ہے کہ دل میں گھر کر جاتا ہے۔ پھر اس کا اعجاز جس قدر عبارت و انشا میں ہے اس سے کہیں زیادہ معانی و مطالبہ

(۳) تدریج: غیر قوم کو دعوت دیتے وقت شریعت کے تمام احکام کا بوجھ یکایک نہ ڈالنا، بلکہ رفتہ رفتہ پیش کرنا، مثلاً توحید و رسالت، پھر عبادات اور آخر میں معاملات۔

(۴) تالیف قلب: غیر مسلموں اور متشککوں کو لطف و محبت، امداد و اعانت اور محاورے و ہمدردی سے اسلام کی طرف مائل کرنا تاکہ وہ شرمناک حدتات سے مسموم ہوں اور ان کے دلوں سے حسد اور حسد دور ہو جائے۔

(۵) عقلی طریق دعوت: اسلام کو پس کرتے وقت عقل اور غور و فکر کو دعوت دینا اور مفہم و مدبر کا مطالبہ کرنا، چنانچہ خدا کا وجود، توحید، رسالت، قیامت، حرا و سراء، عبادت، نماز، روزہ، حج، ملاقات وغیرہ کی تعلیم و تلقین کرے وقت ان کی صاف کی عقلی دلائل دینا اور ہر مسئلے کی مصلحت اور حکمت ظاہر کرنا خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں چنانچہ اس کی ہدایت کی ہے۔

(۵) ربردستی سے احتساب: مذہب کے معاملے میں حر و اکرہ سے پرہیز کرنا: **لَا اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ** (۲۵۶: [البقرہ]) = دین میں کوئی ربردستی نہیں۔ اسلام میں مذہب کا اولین حر ایمان ہے۔ ایمان نہیں کا نام ہے اور دنیا کی کوئی طاقت کسی کے دل میں، یقین کا ایک درہ بھی پرور پیدا نہیں کر سکتی **وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِرْ وَمَنْ سَاءَ فَلْيُكْفُرْ** (۱۸ [الکہف]: ۲۹) = اور کہہ دیجئے نہ حق تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے، سو جو چاہے قبول کرے اور جو چاہے انکار کرے۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام حق کی حمایت اور باطل کی شکست کے لیے لڑنے کا حکم دیتا ہے، لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ جہاد کا مقصد لوگوں میں تلوار کے زور سے اسلام پھیلانا ہے۔ قرآن مجید کی ایک آیت میں بھی کسی کافر کو

میں ہے۔

اس کا ایک اور بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اسلام میں مذہب کسی خاص طبقے یا جماعت کا اجارہ نہیں ہے، بلکہ ہر مسلمان کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ دعوت و عمل کے درجے تبلیغ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان جہاں بھی گئے پیام حق اپنے ساتھ لے گئے اور اجنبی سر زمین میں اس کی تغم ربری کرتے رہے۔ علماء، فضلا، صوبہ اور قرا کا نو کام ہی یہ تھا کہ لوگوں کو سمجھا بچھا کر، ان کو وعظ و نصیحت کر کے، ان کو اسلام کے معاس بتا کر اور شرک کے نقائص واضح کر کے اور اہل بیک نمونہ دکھا کر صلات و گمراہی سے نکالیں، لیکن تاجر اور سٹاح بھی اس فریضے کو بڑی خوبی اور کامیابی سے ادا کرتے رہے (مثلاً جبوسی ہد میں)۔

وسیع پیمانے پر اشاعت اسلام کا ایک اہم سبب یہ بھی رہا ہے کہ اسلام عقل و فکر کی دعوت بھی دیتا ہے اور اگر آپے تمام نعصاب سے بلند ہو کر تحقیق و تدقیق اور فکر و مطالعہ سے کام لے تو ایک ناشعور انسان اس کی حقایق اور صداقت کو تسلیم کرے بغیر نہیں رہتا، چنانچہ ہمیں کئی ایسے واقعات ملتے ہیں کہ غیر مسلم فرمانرواؤں اور اہل علم و دانش نے بطور خود غور و فکر کر کے اسلام اختیار کیا۔

بلیغ اسلام کا ایک مؤثر دریمہ اسلام کا بے نظیر اصول مساوات ہے جس کی رو سے کسی عرب کو کسی غیر عرب پر فضیلت نہیں اور صب سے زیادہ معزز وہ ہے جو اللہ کا سب سے زیادہ فرمانبردار ہے۔ عہد نبوت اور دورِ خلافت ہی پر منحصر نہیں، اسلام کی پوری تاریخ اس اصول پر مسلمانوں کے عمل کی آئینہ دار ہے۔

اس سلسلے میں اسلامی تمدن کو بھی نظر

اندار نہیں کیا جا سکتا۔ مسلمان جس ملک میں بھی فاتحانہ پہنچے ان کا تمدن اور ان کے اطوار و عادات اتنے اعلیٰ اور ہمدیدہ تھے کہ اس ملک کے ہی نہیں بلکہ ہمسایہ ممالک کے عوام بھی ان کی طرف کھنچے چلے گئے اور انہیں فاتحین سے جس قدر واسطہ پڑا اور ان سے جس قدر تعلق پڑا وہ ان کے تمدن کے شیدا اور ان کی عادات و خصائل کے گرویدہ ہوتے گئے اور بالآخر یہی سبب بہت سے لوگوں کے قبول اسلام کا موجب ہوا۔ (اسلام دنیا کے کس کس ملکوں میں کس کس طرح پھیلا اس کی تفصیل کے لیے دیکھیے Preaching of Islam Arnold بیر رک نہ مسلم)۔

اسلام کا اثر دنیا کے دیسی و علمی فکر پر اسلام کے بنی اہم عقیدوں نے تہذیب انسانی پر خاص اثر ڈالا:

(۱) عقیدہ بوحید (۲) عقیدہ احوب سب انسانی و مساوات (۳) عملی اور معقول تصور زندگی۔

بوحید نے بے پرستی، نجوم پرستی، اور دوسرے اوہام و حرامات کا خاتمہ کر دیا۔ اس طرح خوف غیر اللہ دور ہو کر، انسان کے لیے کائنات کی تسخیر ممکن ہوئی۔ دنیا کے سب مذاہب نے کسی نہ کسی صورت میں اسلامی توحید کا اثر قبول کیا اور آپے اپنے ضابطہ عقائد میں ترمیم قبول کی۔

مارٹن لوبہر کی تحریک تطہیر عیسویہ پر اسلام کا اثر ثابت ہے، مسیحی افکار دیسی میں طامس اکویاس پر اسلام کے اثرات سے بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ انسانی مساوات و احوت کے عقیدوں نے عجم کے علاوہ، یورپ، ہندوستان، جاوا سمائرا اور چین تک کے لوگوں کو متاثر کیا۔ ہندوستان میں طبقات (دات پات) کے گہرے عقیدے کے باوجود، جتنی اصلاحی تحریکیں نمودار ہوئیں ان پر اسلام کا اثر واضح اور ثابت شدہ ہے۔

ان وحوہ سے، جن میں اقوام کا اسلام سے رابطہ پیدا ہوا، انہوں نے اسے انسانی فطرت کے مطابق سمجھ کر، اس کا اثر قبول کیا۔ اسلام نے جہاں صراط المستقیم پر رور دیا ہے وہاں راہ متوسط (راہ اعتدال) پر چلنے کی بھی اہمیت جتلائی ہے جیسے فرمایا: اُمَّةٌ وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (۲ [البقرة: ۱۴۳]) قدرتی طور پر اسلام کی ان تعلیمات کی وجہ سے، عصر قدیم و جدید دونوں میں، بالاعتراف اور بلا اعتراف، اسلام کے اثرات کو عملاً قبول کیا گیا ہے۔

غیر اسلامی دنیا نے اسلام سے جو اثرات قبول کیے ان کا مطالعہ کئی پہلوؤں سے کیا جا سکتا ہے۔ مذہب اور اخلاق کے نقطہ نظر سے، تہذیب و تمدن اور حکومت و جہاں نامی کے لحاظ سے، انسانی روابط اور عالم انسانی کی عام ترقی کی رعایت سے۔ جہاں تک آخری باب کا تعلق ہے اسلام نے فرد اور معاشرے کا تعلق اس خوبی سے جوڑا کہ نہ صرف ان کے مطمح نظر میں وسعت اور بلندی پیدا ہوئی بلکہ وہ ایک دوسرے سے راہ و رسم قائم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ یوں انسان کو انسان سے وحشت اور احتیاب کا جو احساس تعصب اور تنگ نظری اور طرح طرح کی تفریق و امتیاز پر ابھار رہا تھا دور ہو گیا۔ اسلام نے، قطع نظر اس سے کہ کسی کے عقائد کیا ہیں یا حسب و نسب کیا ہے یا اسے اپنے معاشرے میں کیا مقام حاصل ہے، ہر کسی کو تہذیب و تمدن کے اس عالمگیر عمل میں شریک کر لیا جو اس کے زیر اثر جاری ہوا اور جس سے صدیوں کی ہمسایہ اقوام کے علاوہ ان لوگوں میں بھی ایک نئی زندگی اور ترقی کا ایک نیا ولولہ پیدا ہوا جو مذہب، اخلاق اور تہذیب و تمدن میں دعوئے سیادت کے باوجود روال و انحطاط کا شکار ہو رہے تھے۔

ہندوستان میں شرک، سب پرستی اور دانت پات کے بندھنوں کے خلاف مختلف تحریکیں مثلاً کبیر کی بھکتی تحریک اور نانک کا سکھ ہتھ اسلام ہی سے میل جول کا نتیجہ تھا۔ اس سے ہندو فلسفی اور مفکر بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہے، مثلاً رامانج، جین اند، گورو نانک وغیرہ۔ اسی طرح سوامی دیانند نے آریا سماج تحریک میں، یوحید کے عقیدے کو اسلام کے واضح اثر کے تحت روح دیا

اسلام نے جو تصور زندگی دیا، وہ معمول اور عملی بھی ہے اور اخلاقی و روحانی بھی۔ اس میں فوایں فطرت اور طبع انسانی کے بقاصوں کا خاص حال رکھا گیا ہے، چنانچہ لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُجْعَهَا (۲ [البقرة: ۲۸۶]) = اللہ کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دے گا، کی آیت اس کی تائید کرتی ہے۔ اسی طرح یہ دعا حوا کے بیان ہوئی ہے رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْنَا مَالًا طَاقِدَ لَنَا بِهِ (۲ [البقرة: ۲۸۶]) = اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں

اسلام چونکہ دین الحق ہے اس لیے اس میں سب اللہ اور آیات الہیہ کی پاسداری ملحوظ ہے اور وہ احکام موجود نہیں جو فطرت اللہ الثی فطر الناس علیہا (۳۰ [الروم: ۳۰]) کے خلاف ہوں یا سب اللہ کے خلاف ہوں۔

اس لحاظ سے اسلام ایک عملی، عملی اور ترقی پذیر صابطہ حیات ہے، اس نے زندگی سے پورا فائدہ اٹھانے کی ذریعہ دی ہے اور انعامات خداوندی پر خدا کا سکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے اس وجہ سے، راہانہ اور راہدانہ نفس کشی سے بھی روکا ہے اور اسراف و تعیس سے بھی۔ کُلُوا وَاسْرَبُوا رِزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعَثُّوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ (۲ [البقرة: ۶۰])، دوسری جگہ فرمایا: کُلُوا وَاسْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (۷ [الاعراف: ۳۱])



قوم تبع، قوم لوط کے احوال کی طرف بطور خاص متوجہ کیا ہے۔ اس سے تاریخی، ارضیاتی اور جغرافیائی علوم کے راستے کھلے، اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس معاملے میں، مسلمان ہی دنیا کے رہنما ثابت ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور آپ کی سیرت کی جستجو کے حص میں سوانح نگاری، علم الاسباب و العائل، سوانحی نقسبات اور جغرافیہ و تاریخ کے علوم برقی پذیر ہوئے۔ سحر کا ثاب کا حدیث بھی قرآن مجید ہی سے انہرا۔ قرآن مجید میں آتا ہے: **وَسَحَّرَ لَكُمْ الْفُلْکَ لَتَجْزِيَ بِی الْبَحْرَ بَاسْرَةً وَ سَحَّرَ لَكُمْ الْاَنْهَارَ وَ سَحَّرَ لَكُمْ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَاسِرًا وَ سَحَّرَ لَكُمْ النَّیْلَ وَ النَّهَارَ (۱۴) [ابراہیم: ۳۲، ۳۳]:** **اللّٰهُ الَّذِیْ سَحَّرَ لَکُمُ الْبَحْرَ لِتَجْزِيَ الْفُلُکَ فِیْهِ بَاسْرَةً وَ لَتَتَعَوَّا مِنْ فُجْوَیْهِ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۚ وَ سَحَّرَ لَکُمُ مَا فِی السَّمَوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ حَمِیْمًا مِّنْهُ اِنْ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (۳۵) [الباقیہ: ۱۲ تا ۱۳]** **وَ اَنْتُمْ الْاَعْلَوْنَ (۳) [ال عمران: ۱۳۹]** اور **کُتِبَ حَیْرَامَةُ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (۳) [ال عمران: ۱۱۰]** کی بود کے ساتھ سحر کا ثاب کی یہ دعوت، بر و بحر اور صفا پر غالب آ جانے کی دعوت تھی، جس کی ابتدا اسلامی تعلیم کے زیر اثر مسلمانوں نے کی اور اب اس کی ترقی میں اہل مغرب کوساں ہیں۔

فلسفہ حدید بھی اسلام کے اثرات کا مرہون ہے۔ اسلام نے اول تو یونانی فلسفے کا سحر توڑا، جس کا سارا رور استخراج اور نظریہ سازی پر تھا، پھر مجوسیت کا کھوکھلائی ظاہر کیا، جس سے انسان ثنویت کا شکار ہو رہا تھا اور ویدانت اور بدھ تصورات کے برعکس فکر کا رشتہ محض طن و قیاس اور تحرید کے بجائے محسوس اور حقیقی و واقعی سے جوڑا۔ دیکارت *Descartes* کا منہاج، جس سے فلسفہ حدید کی ابتدا منسوب کی جاتی ہے، الغرالی کے

سارٹن کے قول کے مطابق یہودی اور مسیحی علم کلام دونوں اسلامی علم کلام کی صدائے نازکشت ہیں۔ پھر ایک اہم باب یہ ہے کہ مسیحی دنیا نے یہودیت کے درجے بھی اسلامی اثرات قبول کیے۔ یہود کی علمی سرگرمیوں کو سانبوں صدی عیسوی میں بالخصوص نہریک ہوئی جب حضرت علیؑ نے ارض بابل کی سورا اکیدی نو یہود کے رئیس اعلیٰ کے نصرت سے نجات دلائی۔ یہودی مسکلمین الہیاب اسلامیہ سے اس حد تک متاثر ہوئے کہ انہوں نے عبرانی کے بجائے عربی میں فلم اٹھایا۔ موسیٰ بن مسمون القرطبی الاسرائیلی نے متکلمین اسلام، خصوصاً امام الغرالی کی حوشہ چپی کی اور اس کی داب میں یہودی الہیاب کا شو و سما سراج کمال نو بھنچا۔

قرآن مجید کا اثر علمی و فکری دبا ہر بھی غیر معمولی ہوا۔ یونانیوں کی حدی کمال یہ تھی کہ انہوں نے کائنات کے بارے میں فکر اور عقلی استدلال کی تحریک کی رہمائی کی۔ لیکن قرآن مجید نے نار نار مشاہدہ، بدر اور بحریہ پر رور دے کر، اس بحریہ تحریک کو انہارا جس کی بنیاد پر حکمت یعنی اشیا کا علم نمودار ہوا۔

علم اشیا (علم اسما)، حدامے تعالیٰ کی آیات کے تدکر و مشاہدہ کے سلسلے میں انہرا۔ قرآن مجید کی رو سے کائنات کی ہر شے ایک آب حدادی ہے: **اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاٰیٰتِ کَیْفَ خَلَقَ ۙ وَ اِلَی السَّمٰوٰتِ کَیْفَ رُفِعَتْ ۙ وَ اِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ بُصِّرَتْ ۙ وَ اِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سَطَّحَتْ ۙ (۸۸) [الغاشیہ: ۱۷ تا ۲۰]** اس آب میں جو تجرباتی طرر بیان اختیار کیا گیا ہے اس سے علم اشیا کے ساتھ ساتھ، اشیا کی خاصیتوں کی طرف رہمائی ملتی ہے۔ سائنسی حقائق کے انکشاف کی طرف یہ پہلا قدم تھا۔ قرآن مجید نے اسم ساہقہ مثلاً قوم نوح، عاد، ثمود، اصحاب الرس، اصحاب الایکھ،

حیالات کے احد و بدل سے مول کیسے جانتے ہیں، اور دوسرے وہ جو اس کے عملی نمونوں سے مترتب ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ازمنہ وسطی میں جس حیر کو شجاعت و حماسہ (Chivalry) کہتے تھے، یعنی اداے فرس اور اطہار شرافت بالخصوص برم و رزم میں عورتوں کے بارے میں نوجوانوں کا رویہ، وہ عربوں ہی سے احتلاط و ارتباط کا نتجہ تھا۔ بعینہ ہم جسے مغربی تہذیب کہتے ہیں اور جس کی ابتدا اہل یورپ شاہ ناسہ سے لڑتے ہیں دہی، اخلاقی اجتماعی ہر اعصار سے اسلامی تہذیب و تمدن کی مرہون بنت ہے اور یہ وہ موضوع ہے جس پر بریغولٹ نے سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس اعتراف کے بعد اب نہ ممکن نہیں رہا کہ مغربی تہذیب، بالفاظ دیگر عصر حاضر کے ظہور میں اسلامی اثرات سے انکار کیا جا سکے۔

اسلامی تہذیب و تمدن کی روح شروع ہی سے آفاقی اور بین الاقوامی ہے۔ یہ کسی خاص نسل یا قطعہ ارض سے مخصوص نہیں رہی۔ اس سے پوری دنیاے انسانیت متاثر ہوئی اور اس کے اثرات مشرق و مغرب میں ہر جگہ نمایاں ہیں۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے فرد کو ضروری حدود و قود، تفریق و تعصبات اور اوہام و خرافات سے اور معاشرے کو سیاسی، معاشی، مذہبی اور اخلاقی استبداد سے نجات دلائی۔ اس سے ہی نوع انسان کے دل و دماغ میں ارسر و نازگی پیدا ہوئی اور اسے معلوم ہوا کہ یہ مادی تحصیل و طلب کے لیے ایک وسیع میدان عمل ہے جس میں اسلام نے اس کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے صحیح راہ متعین کر دی ہے، لہذا یہ کہا غلط نہ ہوگا کہ دنیا نے اسلام سے جو اثرات قبول کیے ان کا تعلق صرف ماضی سے نہیں، بلکہ مستقبل میں بھی اس سے ویسے ہی

اصول تشکیک کی صدائے ناز گشت ہے۔ لائبنٹس Leibnitz کے نظریہ حی فرد کا سلسلہ اشعارہ سے جا ملتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کسے ہی اثرات ہیں جو اسلامی عورت و فکر سے مغربی فلسفے مثلاً کانٹ Kant کے نظریہ عقل پر مترتب ہوئے۔ اس خلدوں نے دو اب بحث شعور اور اس سیارے تحلیل نفسی کی طرف قدم اٹھاتے ہوئے نہ صرف نفسیات بلکہ مذہبی واردات اور تصوف کے مطالعے میں بھی ایک نئے باب کا افتتاح کیا۔ اسی طرح سیاست و جمران میں علمائے اسلام، مثلاً الفارابی اور ابن خلدون کے مطالعات و نظریات نے اجتماعی عورت و فکر کو اس مرحلے سے آگے بڑھایا جہاں اہل یونان ایسے جھوڑ گئے تھے۔ اس اجتماعی فکر اور اس کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشرے کی جمہوری روح، اس کی انصاف پسندی، احوب، مساوات، آزادی صبر و رائے اور احترام قانون کے عملی نمونوں نے عبر اسلامی معاشروں میں سیاسی اور اجتماعی استبداد کا طلسم توڑا۔ یہ بجا طور پر لکھا جا سکتا ہے کہ یورپ میں حریب فرد، آزادی رائے اور جمہوریت پسندی کی جو تحریکیں اٹھیں اس میں بلا واسطہ یا بالواسطہ اسلامی اثرات کام لڑ رہے ہیں، چنانچہ روسو Rousseau کے نظریہ عدلیہ اجتماعی سے سنی نظریہ حلافت کی یاد نازہ ہو جاتی ہے جس کی بنا اس اور ریاست کے درمیان ایجاب و مول بر ہے اس سلسلے میں کامریڈ ایم۔ این۔ رائے کی کتاب Historical Role of Islam اور کرسٹوفر کاڈویل کی Studies in a Dying Culture کا مطالعہ مفید رہے۔ فلسفہ اور عمرانیات سے ادب کا رج کیجیے تو وہاں بھی اسلامی اثرات نظر آئیں گے۔

جب کوئی تہذیب کسی دوسری تہذیب سے متاثر ہوتی ہے تو اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک وہ اثرات جو معلومات کی اشاعت، تعلیم اور

اثرات مترتب ہوتے رہیں گے۔

مشکل ہے۔ یورپ اور امریکہ میں مردم شماری سا اوقات جس کے اعتبار سے تو کی جاتی ہے مگر مذہبی اعتبار سے نہیں، لہذا ان ممالک میں مسلمانوں کی صحیح تعداد متعین کرنا آسان نہیں۔ مؤتمر عالم اسلامی کی سعی و محبت سے مسلمانوں کی آبادی کا ایک جامع گوشوارہ تیار ہوا تھا (دیکھیے World Muslim Gazetteer، کراچی ۱۹۹۵ء)۔ پاکستان کی مؤتمر عالم اسلامی نے مدرجہ دہلی بارہ تہیں اعداد و شمار فراہم کیے ہیں :

آئیوری کوسٹ	۱۹۹۵۴۶۵	۵۵	فیصد
اہر وولٹا	۳۰۳۸۷۵۰	۵۵	فیصد
اردن	۱۶۸۹۳۴۰	۹۱	فیصد
افغانستان	۱۵۶۳۷۳۳۷	۹۹	فیصد
البانیا	۱۳۳۱۷۰۷	۷۳	فیصد
الجزائر	۱۱۰۰۳۰۱۴	۹۲	فیصد
انڈونیشیا	۱۰۱۶۳۳۰۹۰	۹۴	فیصد
ایران	۲۳۳۷۴۰۴۰	۹۸	فیصد
پاکستان	۹۶۸۰۰۰۰۰	۸۸	فیصد
ترک	۹۲۶۰۴۰	۹۹	فیصد
تونس	۶۳۶۷۱۰۳	۹۱	فیصد
ٹوگو	۴۲۹۹۹۲۶	۹۳	فیصد
چاڈ جمہوریہ	۱۶۳۵۸۲۵	۵۵	فیصد
دھومی	۲۴۸۳۰۲۰	۸۵	فیصد
سعودی عرب	۱۳۳۰۷۰۰	۶۰	فیصد
اسٹرال افریقہ	۱۲۰۰۰۰۰۰	۱۰۰	فیصد
اری پلک	۸۰۶۲۳۲	۶۰	فیصد
سی گال	۳۰۷۶۲۹۰	۹۵	فیصد
سوڈان	۱۱۴۴۵۶۸۰	۸۲	فیصد
سیرالیون	۱۶۳۵۸۲۵	۶۵	فیصد
شام	۴۷۳۸۹۱۰	۸۷	فیصد

مسلمان کرۂ ارض کے ہر گوشے میں موجود ہیں۔ اگر ہم دنیا کے نقشے پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا کہ ایشیا اور افریقہ کا بہت سا رقبہ ایسا ہے جسے ہم مسلم اکثریت کا علاقہ قرار دے سکتے ہیں۔ اسلامی ممالک پر مشتمل یہ علاقہ، یعنی مراکش سے صومالیہ تک پورا شمالی و وسطی افریقہ (ناستھائے سرائیہ) اور بحیرہ روم کے ساحل سے سکیانگ تک ایشیا کا مغربی و شمالی حصہ (ناستھائے مشرقی پاکستان، بلشیا اور انڈونیشیا) جغرافیائی اعتبار سے ناہم ملحق ہیں۔ ان کے علاوہ شاید ہی کوئی ایسا ملک ہوگا جہاں مسلمان تھوڑی بہت تعداد میں آباد نہ ہوں اور بعض ملکوں میں تو انہیں سب سے بڑی یا بھر پور لحاظ اقلیت کی حیثیت حاصل ہے۔

ساسی اعتبار سے مسلمانوں کی آبادی کی تقسیم کچھ یوں کی جا سکتی ہے کہ اول تو وہ اسلامی ممالک میں جو آزاد اور خود مختار ہیں، دوم وہ اسلامی ممالک جو ابھی تک آزادی سے محروم اور غیر مسلم حکومتوں کے زیر اختیار و سیادت ہیں اور سوم غیر اسلامی ممالک جہاں مسلمان ایک اقلیت کے طور پر آباد ہیں۔

ہر ملک میں مسلمانوں کی علیحدہ علیحدہ تعداد یا دنیا بھر میں ان کی کل آبادی کا صحیح اندازہ پیش کرنا بہت مشکل ہے۔ بہت سے علاقے ایسے ہیں جہاں آج تک مردم شماری ہی نہیں ہوئی۔ بعض علاقوں میں لوگوں کا قیام مستقل طور پر ایک جگہ نہیں ہونا بلکہ وہ بدویانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اکثر ممالک میں مردم شماری کا کام غیر مسلم حکومتوں اور اداروں کی طرف سے انجام پایا ہے جس میں ان کے اپنے مفاد کار فرما رہے ہیں، چنانچہ ان کے اعداد و شمار پر مکمل اعتبار کرنا

صومالیہ	۰	۳۸۳۷۵۰۰	۰	۱۰۰	فیصد	تاجکستان	۹۸	۲۲۲۱۶۶۰	فیصد	ریر اختیار
عراق	۰	۶۷۵۷۲۱۵	۰	۹۳	فیصد	USSR				
کویت	۰	۵۱۹۷۵۰۰	۰	۹۹	فیصد	ترکمانیہ	۹۰	۱۵۶۸۷۰۰	فیصد	ریر اختیار
لیبی	۰	۲۹۰۱۲۶۳	۰	۵۵	فیصد	USSR				
گنی	۰	۳۱۳۹۲۵۰	۰	۹۵	فیصد	حشہ	۶۰	۱۳۰۳۷۰۰۰	فیصد	مسیحی
لسان	۰	۱۰۳۶۷۳۱	۰	۵۷	فیصد	نارشاہ				
لسا	۰	۱۳۳۳۷۵۰	۰	۱۰۰	فیصد	سکیانگ	۸۲	۳۶۲۳۸۰۰	فیصد	ریر اختیار چین
مائی	۰	۷۱۶۵۰۸۷	۰	۹۰	فیصد	حد	۸۰	۱۲۶۳۰۰	فیصد	برطانوی
مراکش	۰	۱۲۷۳۸۲۸۵	۰	۹۸	فیصد	(نوآبادی)				
{ مصر (جمہوریہ) سعدہ عرب }	۰	۲۸۳۰۹۶۳۲	۰	۹۲	فیصد	حد (زیر)	۹۹	۷۹۲۰۰۰	فیصد	ریر حفاظت
	۰	۶۱۰۷۱۰۶	۰	۵۱	فیصد	حفاظت)				
میشیا	۰	۷۸۲۰۰	۰	۱۰۰	فیصد	عمان و مسقط	۱۰۰	۵۵۰۰۰۰	فیصد	ریر حفاظت
موریتانیہ	۰	۲۸۲۵۴۵	۰	۸۹	فیصد	برطانیہ				
اشعر	۰	۳۱۷۲۵۰۰۰	۰	۷۵	فیصد	فلسطین	۸۷	۱۳۵۰۰۰۰	فیصد	اسرائیل کا
نائیجیریا	۰	۵۳۶۹۷۵۰	۰	۹۹	فیصد	ناجائرمبہ				
نم	۰		۰			فارقستان	۶۸	۷۶۶۱۵۶۰	فیصد	ریر اختیار
						USSR				
						قطر	۱۰۰	۵۵۰۰۰	فیصد	ریر حفاظت
						برطانیہ				
						کرعربہ	۹۲	۲۱۶۸۶۸۰	فیصد	ریر اختیار
						USSR				
						کشمیر	۷۸	۳۹۰۰۰۰۰	فیصد	بھارت کا ناجائز
						قبضہ				
						گنی، پرتگالی	۵۵	۳۳۰۰۰۰	فیصد	ریر اختیار
						پرتگال				
						گیسا	۸۳	۳۳۶۰۰۰	فیصد	برطانوی
						نوآبادی				
						مالدیو (حرائر)	۱۰۰	۱۲۰۰۰۰	فیصد	ریر حفاظت
						برطانیہ				
						ہسپانوی صحرا	۹۵	۳۳۲۰۰۰	فیصد	زیر اختیار
						ہسپانیہ				
</										

علاوہ ازیں غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کی تعداد ۱۷۲۱۶۴۲.۲ بتائی جاتی ہے۔ پروفیسر محمود بریلوی کی رائے میں اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے (*Islam in Africa*، لاہور ۱۹۶۴ء)۔ مؤرخ عالم اسلامی، کراچی کے فراہم کردہ جدید ترین اعداد و شمار کے مطابق مسلمانوں کی کل تعداد ۷۱۲۶۹۴۵۴۳ یعنی اکھتر کروڑ سے زائد قرار پاتی ہے، لیکن اگر پوری دس میں مدھی پیاد پر مردم شماری پوری دیانتداری سے کی جائے تو اس میں اور بھی معتدہ اضافہ ہو جائے گا۔

مآخذ قرآن مجید اور احادیث نبوی کے علاوہ دیکھئے (عربی): (۱) الآمدی، احکام الحکام فی اصول الأحکام، مصر ۱۹۱۴ء؛ (۲) ابن جریر: جامع البیان (مفسر الطبری)؛ (۳) ابن حجر المصنف: فتح الباری (الحرہ الاول)؛ (۴) ابن حرم: الاحکام فی اصول الاحکام (طبع احمد محمد شاہ)، قاہرہ ۱۳۴۰ھ؛ (۵) وہی مصنف: البصیر فی الملل والایہواء والجل، قاہرہ ۱۹۲۸ء؛ (۶) ابن رشد: ہدایہ المحتشد، قاہرہ ۱۳۷۱ھ؛ (۷) ابن قتیبہ الامامیہ والسیاسہ، قاہرہ ۱۹۱۴ء؛ (۸) ابن قیم: احکام اہل الذنب، دمشق ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء؛ (۹) وہی مصنف: اعلام التوقیع، قاہرہ؛ (۱۰) ابن مطہور: لسان العرب؛ (۱۱) ابوالحسن الأشعری: الایمان عن اصول الدیانہ، حیدرآباد (دکن)؛ (۱۲) وہی مصنف: مقالات الاسلامیین، قاہرہ؛ (۱۳) ابو حنیفہ: الفقہ الاکبر (مع شرح ملا علی القاری)، مصر ۱۹۵۵ء؛ (۱۴) ابو عیاد القاسم بن سلام: الآموال، قاہرہ ۱۳۵۳ھ؛ (۱۵) ابویعلی الحلی: الأحکام السلطانیہ (طبع محمد حامد العقی)، مصر ۱۹۳۸ء؛ (۱۶) ابو یوسف: کتاب العراج، قاہرہ ۱۹۵۲ء؛ (۱۷) احمد بن حنبل: المسند (میر بتویب حیدر طبع احمد عبدالرحمن الساعاتی)؛ (۱۸) البخاری: الجامع الصحیح؛ (۱۹) الطبرانی: المعجم، مصر ۱۳۲۱ھ؛

(۲۰) حرثی ریدان: تاریخ التمدن الاسلامی، قاہرہ؛ (۲۱) القصاص: احکام القرآن، آستانہ ۱۳۲۸ھ؛ (۲۲) حسن ابراہیم حسن: النظم الاسلامیہ، قاہرہ؛ (۲۳) الرازی: اعتقادات فرق المسلمین و المشرکین، مصر ۱۹۳۸ء؛ (۲۴) وہی مصنف: معایج العیب (التفسیر الکبیر)؛ (۲۵) الراغب: المفردات؛ (۲۶) السجستانی: تفسیر غرر القرآن؛ (۲۷) سعید الاعرابی: الاسلام والمرأه، دمشق ۱۹۶۴ء؛ (۲۸) سند قطب: السلام العالمی و الاسلام، قاہرہ؛ (۲۹) الساطی: الموافقات فی اصول الشریعہ، قاہرہ؛ (۳۰) ضعی الصالح: النظم الاسلامیہ، بیروت ۱۹۶۵ء؛ (۳۱) عباس محمود العقاد: حقائق الاسلام و اناطیل، قاہرہ؛ (۳۲) عبدالعزیز عامر: حواطر حول قانون الآمرہ فی الاسلام، بیروت ۱۹۶۱ و ۱۹۶۲ء؛ (۳۳) عبدالقادر العدادی: الفرق بین الفرق، قاہرہ ۱۹۱۰ء؛ (۳۴) عبدالوہاب خلاف: السیاسہ الشرعیہ، قاہرہ؛ (۳۵) علی عبدالرازق: الاسلام و اصول الحکم، مصر؛ (۳۶) علی مصطفی العرابی: تاریخ افریق الاسلامیہ، قاہرہ ۱۹۳۸ء؛ (۳۷) المرالی: احیاء علوم الدین، قاہرہ ۱۳۴۶ھ؛ (۳۸) مؤید شاط: الحقوق الدولیہ العامہ، دمشق ۱۹۵۹ء؛ (۳۹) القرطبی: الجامع لاحکام القرآن، مصر ۱۹۳۹ء؛ (۴۰) انقسطانی: ارشاد الساری (الحرہ الاول)؛ (۴۱) الماوردی: الاحکام السلطانیہ، مصر ۱۳۵۷ھ؛ (۴۲) محمد ابوزہرہ: الأحوال الشخصیہ (قسم الزواج)، قاہرہ ۱۹۵۰ء؛ (۴۳) وہی مصنف: التكافل الاجتماعی فی الاسلام، قاہرہ ۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۴ء؛ (۴۴) محمد رشید رضا: الإمامہ و الخلافۃ العظمی، قاہرہ؛ (۴۵) محمد صیاء الدین الرس العراج و النظم النالیہ، قاہرہ ۱۹۶۱ء؛ (۴۶) وہی مصنف: الطریقات السیاسیہ الاسلامیہ، قاہرہ ۱۹۶۶ء؛ (۴۷) مرتضی الزبیدی: تاج العروس؛ (۴۸) مصطفی الساعی: اشتراکیۃ الاسلام، دمشق ۱۹۵۹ء؛ (۴۹) وہی مصنف: شرح قانون الاحوال الشخصیہ، دمشق؛ (۵۰) وہی مصنف: المرأة بین

نصیر (مترجمہ مصلح الدین صدیقی) حیدرآباد (دکن)؛  
(۲۲) عبدالوہاب طہوری، اسلام کا نظام حیات، لاہور  
۱۹۵۹ء (۲۳) علامہ دستگیر رشید: اسلام کے معاشی  
نصورات، حیدرآباد ۱۹۵۵ء (۲۴) فرید وحیدی، اسلام  
کے عالم گیر اصول (مترجمہ احمد حسن نقوی)، لاہور  
۱۹۵۸ء (۲۵) محمد تقی امسی، اسلام کا زرعی نظام،  
دہلی ۱۹۵۵ء (۲۶) محمد حبیب الرحمن، تعلیمات  
اسلام، دیوبند، ۱۹۲۸ء (۲۷) محمد طیب: تعلیمات  
اسلام اور مسیحی اقوام، دیوبند ۱۳۵۶ھ (۲۸) محمد قاسم  
نادوی، صدائق اسلام، لاہور ۱۹۵۶ء (۲۹)  
مصر الدین صدیقی: اسلام میں حیثیت سوان، لاہور  
۱۹۵۸ء (۳) وہی مصنف، اسلام کا معاشی  
نظم، لاہور ۱۹۵۱ء (۳۱) وہی مصنف، اسلام  
کا نظریہ اخلاق، لاہور ۱۹۵۱ء (۳۲) ساطر احسن  
گیلانی، دس قسم، لاہور ۱۹۳۸ء (۳۳) وہی مصنف،  
و علامہ دستگیر رشید اسلامی اشتراکیت، کراچی  
۱۹۳۹ء (۳۴) بدر احمد: الحقوق و العرائض؛  
(۳۵) (سید) نعیمی ندوی، اسلام کا مہدیبی نظام،  
کراچی ۱۹۶۳ء۔

(انگریزی وغیرہ): (۱) Abdul Hakim, Khalifa -  
*Islam and Communism* لاہور ۱۹۶۲ء (۲) وہی  
مصنف: *Islamic Ideology* لاہور ۱۹۵۳ء؛  
(۳) *The Principles of Muhammadan* Abdur Rahim  
*Jurisprudence* لاہور ۱۹۵۸ء (۴) *Abu'l A'la*  
*Towards Understanding Islam* Maududi لاہور  
۱۹۶۰ء (۵) *Islam and Modernism* Adams, C C  
*in Egypt*، آؤکسفرڈ ۱۹۳۳ء (۶) *Aghnides, N P*  
*Mohammedan Theories of Finance* لاہور ۱۹۶۱ء؛  
(۷) *Islam* Ameer Ali, Syed لندن ۱۹۰۹ء؛  
(۸) وہی مصنف *Personal Law of Mohammedans* لندن  
۱۸۸۰ء؛ (۹) وہی مصنف: *The Spirit of Islam*،  
لندن ۱۹۲۲ء؛ (۱۰) *Andrae, Tor*،  
*The Man and his Faith* لندن ۱۹۳۶ء؛

العقہ و القانون، دمشق ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء؛ (۵۱)  
محمد یوسف موسیٰ: احکام الاحوال الشہیدیہ، قاہرہ؛  
(۵۲) ولی اللہ، محمد اللہ النالہ، مصر ۱۳۸۱ھ (۵۳)  
رہۃ الرحیل: آثار الحرب فی العقہ الاسلامی، دارالہکر،  
مشق ۱۹۶۲ء؛ (۵۴) یحییٰ بن آدم کتاب الحراج  
طبع احمد محمد شاہ (کر)، قاہرہ ۱۳۳۷ھ۔  
(اردو): (۱) ابوالاعلیٰ مودودی: اسلام کا نظام حیات،  
لاہور ۱۹۵۳ء؛ (۲) وہی مصنف، اسلامی تہذیب  
اور اس کے اصول و مبادی، لاہور ۱۹۶۱ء؛  
(۳) وہی مصنف، عہدات، لاہور ۱۳۵۹ھ؛  
(۴) ابوالکلام آزاد، اسلامی جمہوریہ، لاہور  
۱۹۵۶ء؛ (۵) احسان اللہ عاسی و ابوالمصل محمد:  
اسلام، گورکھپور، ۱۹۰۲ء (۶) اصغر علی روحی:  
سلفی الاسلام، لاہور ۱۳۵۵ھ (۷) اقبال، تشکیل حدید  
الشیات اسلامیہ (مترجمہ بدر ساری، سید)، لاہور  
۱۹۵۸ء (۸) نواز اللہ ہانی پتی: حقوق الاسلام (مترجمہ  
محمد الدین سلیم) کراچی ۱۹۶۲ء (۹) حامد الانصاری،  
ساری، اسلام کا نظام حکومت، دہلی ۱۹۵۶ء (۱۰)  
حظ الرحمن سوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام، دہلی  
۱۹۳۲ء؛ (۱۱) حیدر ربان صدیقی، اسلام کا معاشیاتی  
نظام، لاہور ۱۹۴۹ء (۱۲) رئیس احمد جعفری:  
اسلام اور رواداری، لاہور ۱۹۵۵ء (۱۳) رشید رضا  
(السید) الوحی المحدثی (مترجمہ رشید احمد ارشد)  
لاہور ۱۹۹۶ء وحی محمدی (مترجمہ عبدالبرار  
سلیم آبادی) (۱۴) سعید احمد: الرق فی الاسلام، دہلی  
۱۹۶۱ء؛ (۱۵) سید قطب: العداۃ الاجتماعیہ فی الاسلام  
مترجمہ نجات اللہ صدیقی، اسلام کا نظام عدل، لاہور  
۱۹۶۳ء (۱۶) شاویش عبدالعزیز، الاسلام دین العظرة  
مترجمہ افتخار احمد، کراچی ۱۳۷۱ھ (۱۷) شلی  
نعمانی و سید سلمان ندوی: سیرۃ النبی، حصہ اول کا  
مجموعہ، اعظم گڑھ (۱۸) عبدالجلی حقانی، عقائد  
الاسلام، دیوبند ۱۳۹۲ھ (۱۹) (حلیفہ) عبدالحکیم:  
اسلام کا نظریہ حیات (مترجمہ قطب الدین احمد)، لاہور  
۱۹۵۷ء (۲۰) عبدالسلام ندوی، تعلیمات اسلام، دہلی  
۱۹۶۱ء (۲۱) عبداللطیف: اسلام میں معاشرت کا

*Economics of Islam* Mahmud Ahmad (۳۷) ۱۹۶۲ء  
 Mahmud Brelvi (۳۸) ۱۹۶۴ء، لاہور  
*Islam in Africa* لاہور ۱۹۶۴ء، (۳۹) وہی مصنف:  
*Islamic Ideology and its Impact on our times War and Peace in* Majid Khadduri (۴۰) ۱۹۶۷ء  
*the Law of Islam* ورجسسیا ۱۹۶۲ء، (۴۱) *Law in the Middle East* H J Liebsy و Majid Khadduri  
*Origins and Development of* حلد اول  
*Islamic Law* واشنگٹن ۱۹۵۰ء، (۴۲) Margo-  
*The Early Development of Moham-* liouth, D S  
*medanism* سویارک و لندن ۱۹۱۴ء، (۴۳)  
*Islam and Theocracy* Mazharud Din Siddiqi  
 لندن ۱۹۵۳ء، (۴۴) A Book of Merchant, M V  
*Quranic Laws* لاہور ۱۹۶۶ء، (۴۵) Motamar  
*Some Economic Aspects of al-Alam al Islam*  
*Islam*، لاجی ۱۹۶۴ء، (۴۶) Muhammad Ali  
*The Religion of Islam* لاہور ۱۹۴۵ء، (۴۷)  
*Islam at the Cross Roads* Muhammad Asad  
*The Road to Mecca* وہی مصنف (۴۸) ۱۹۵۵ء  
 لندن ۱۹۵۴ء، (۴۹) Muhammad Hamidullah  
*Muslim Conduct of State* لاہور ۱۹۵۴ء، (۵۰)  
*The Reconstruction of Reli-* Muhammad Iqbal  
*gious Thought in Islam* لندن ۱۹۳۴ء، (۵۱)  
*Development of Muslim* Muhammad Nui Nabi  
*Religious Thought in India* علیگزہ ۱۹۶۲ء، (۵۲)  
*Studies in Islamic Mysticism* Nicholson, R A  
*Arabic Thought* O'leary (۵۳) ۱۹۲۱ء  
*and its Place in History* لندن ۱۹۲۲ء، (۵۴)  
*Studies in Mohammedanism* John J Poole  
 ۱۸۹۲ء، (۵۵) Lane Poole, S  
*The Mosque* انڈ ۱۸۸۳ء، (۵۶) Rafiud Din  
*Manifesto of Islam* کراچی: (۵۷) R Roberts  
*The Social Laws of the Quran* لندن ۱۹۲۵ء، (۵۸)  
*An Introduction to the Science of* Robson, J  
*Tradition* لندن ۱۹۵۳ء، (۵۹) Rosenthal, E I J

*Revelation and Reason in Islam* Arberry, A. J (۱۱)  
 لندن ۱۹۵۷ء، (۱۲) *The Preaching* Arnold, T W  
*of Islam* لندن ۱۹۱۳ء، (۱۳) Guillaume, Arnold  
*The Legacy of Islam*، آوکسفورڈ ۱۹۳۱ء  
*An Introduction to Sufi* Burckhardt, T (۱۴)  
*Islam*, Daniel, N (۱۵) ۱۹۵۹ء، لاہور  
*Europe and Empire*، ایڈنبرگ ۱۹۶۶ء  
*Letters on Islam* M Fazil Jamali (۱۶) لندن ۱۹۶۵ء  
 (۱۷) ایم، ایم پکتنال *Islamic Culture*، لاہور:  
 Moslems on the March Fervan, F W. (۱۸) لندن  
 ۱۹۵۰ء، (۱۹) A Modern Fyzee, A A A  
*Approach to Islam*، بمبئی ۱۹۶۳ء، (۲۰) وہی مصنف:  
*Outlines of Muhammadan Law*، آوکسفورڈ ۱۹۵۰ء  
*Modern Trends in Islam* Gibb, H A R (۲۱)  
 شکاگو ۱۹۴۷ء، (۲۲) وہی مصنف *Mohammadanism*  
 لندن ۱۹۴۹ء، (۲۳) Goldziher, I  
 Halle, nische Studien ۱۸۹۰ء، انگریزی ترجمہ  
*Muslim Studies*، از S M Stern، لندن ۱۹۶۷ء  
 (۲۴) *Islam* G E Von Grumebauni، لندن  
 ۱۹۶۱ء، (۲۵) *Islam* Henri Masse، سربو  
 ۱۹۶۶ء، (۲۶) Hitti, Philip, K  
*West*، نیویارک ۱۹۶۲ء، (۲۷) Hossein Nasr  
*Ideals and Realities of Islam* (Seyyed) لندن  
 ۱۹۶۶ء، (۲۸) وہی مصنف *Islamic Studies*، بیروت  
 ۱۹۶۵ء، (۲۹) *Dictionary of Islam* Hughes  
 ۱۹۶۵ء، (۳۰) *The Religion of Islam* Klein, T. A  
 لندن ۱۹۰۶ء، (۳۱) *Islam, Believes* H Lammens  
 and Institutions، لندن ۱۹۲۹ء، (۳۲) Levy, R  
*An Introduction to the Sociology of Islam* لندن  
 ۱۹۳۳ء، (۳۳) وہی مصنف: *The Social Structure*  
*of Islam*، کیمبرج ۱۹۶۲ء، (۳۴) Lin Chai Lien  
*The Arabian Prophet*، شکھائی ۱۹۲۱ء، (۳۵)  
*Development of Muslim* MacDonald, D. B  
*Theology*، لندن ۱۹۰۳ء، (۳۶) Mahmasani, S  
*The Philosophy of Jurisprudence in Islam* لندن

چودھری ندیر احمد حان اور حان اہمام اللہ حان نے  
معید مسورے دیے۔]

- اسلام آباد: شہشاہ اورنگ زیب نے حوشہر  
ہندو راجاؤں سے فتح لیے ان میں سے کم سے کم  
سے کا نام اسلام آباد رکھا گیا: (۱) چٹاگانگ  
(جائگام) [رک نان]، حوخلع نکال کے دھاریے پر ہے؛  
(۲) چاکا، - ٹس میں اور (۳) مہرا، جو جہا کے  
سارے واقع ہے۔ اورنگ زیب کے زمانے سے لے کر  
ساہ عالم ثانی کے عہد تک ان میں سے کسی  
اسلام آباد میں سوئے اور حادثی کے سگن کی نکسال  
بھی اور شاہ عالم ثانی کے عہد میں تو یہاں تانبے  
کے سکے بھی بستے تھے۔ عام طور سے حال کما جاتا ہے  
کہ نہ نکسال جائگام میں بھی، لیکن C J Rogers  
کی رائے میں نہ نکسال مہرا میں بھی۔ حاکم کا  
نام اسلام آباد ۱۱۰۷ھ / ۱۶۹۹ء میں ہوا اور  
جائگام کا ۱۱۰۷ھ / ۱۶۹۹ء میں، لیکن یہ نام  
اب ان سوں مقامات میں سے کسی کے لیے بھی  
استعمال نہیں ہوتا۔

مآخذ (۱) Catalogue of C J Rogers  
'Coins in the Lahore Museum'، ڈلکٹہ ۱۸۹۳ء  
- بیاجہ، ص ۱۷ (۲) Some Longworth Dames  
'Coins of the Moghal Emperors'، در 'Num Chron'  
'History of India' Elliot and Dowson (۳) ۱۹۰۲ء  
'Catalogue of Whitehead' (۴) ۱۹۰۷ء  
'Coins in Lahore Museum'، ح ۲، آؤکسفرڈ ۱۹۱۳ء  
(M LONGWORTH DAMES)

- ⊗ اسلام آباد: [پاکستان کا سا دارالحکومت،  
حو ابھی زیر تعمیر ہے۔

حکومت برطانیہ نے ۳ جون ۱۹۴۷ء نو دو  
آزاد اور خود مختار مملکتیں (ہندوستان اور پاکستان)  
قائم کرنے کا اعلان کیا تھا جس پر اسی سال  
۱۴ اگست سے عمل ہوا۔ ہندوستان کو تو

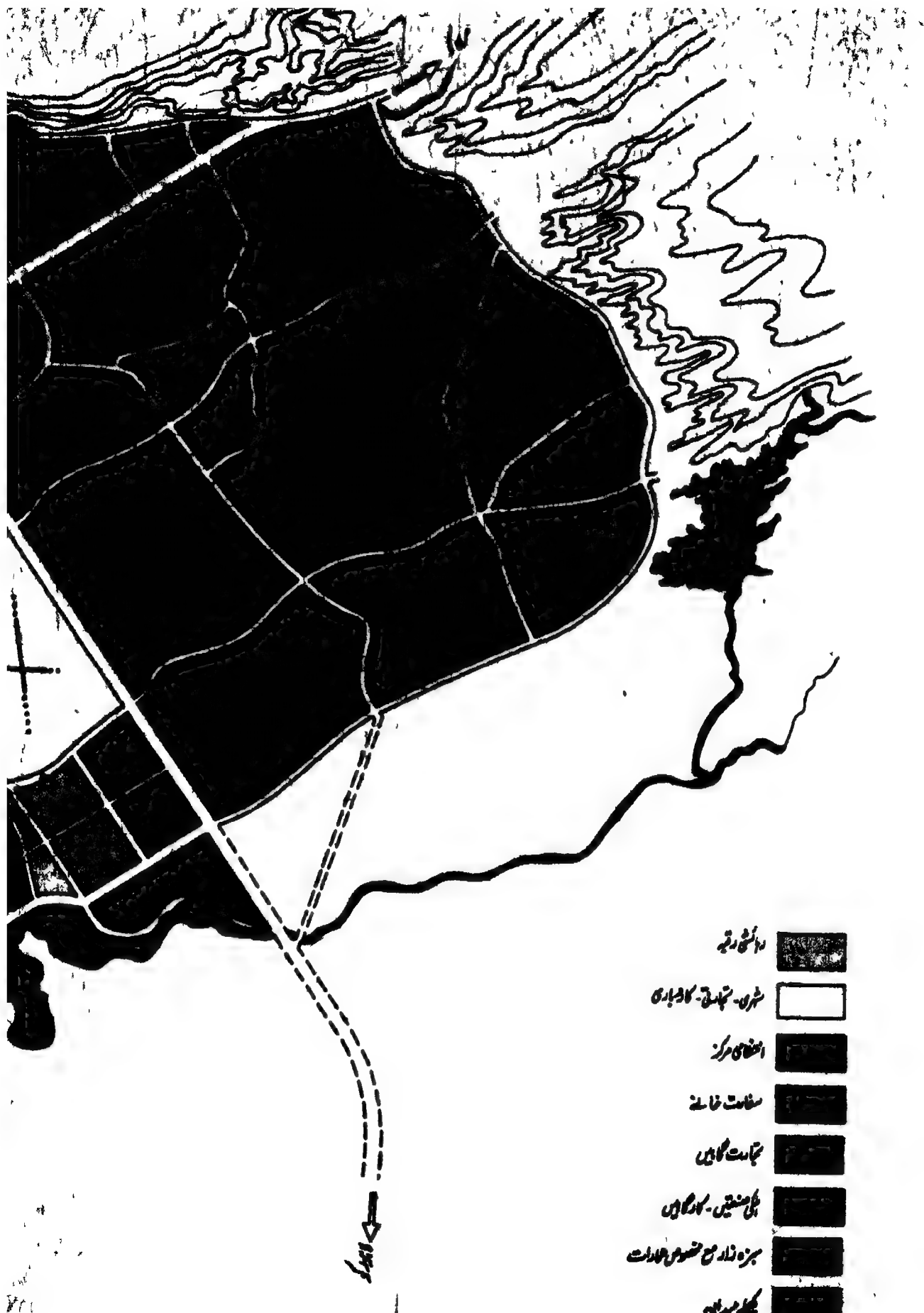
'Political Thought in Medieval Islam' کی طرح  
Political Theory and Salem E A (۶۰) ۱۹۵۸ء  
'Institutions of the Khwariy' Baltimore ۱۹۵۶ء  
'An Introduction to Islamic Law' Schacht, J (۶۱)  
آؤکسفرڈ ۱۹۶۳ء (۶۲) وہی مصنف: 'The Origins  
of Muhammadan Jurisprudence' آؤکسفرڈ ۱۹۴۲ء  
(۶۳) 'Outline of Islamic Culture' Shushtari، لاہور  
۱۹۶۶ء (۶۴) Mohammed and Smith R B  
'Mohammadanism' لندن ۱۸۷۰ء (۶۵) Tara Chand  
'Influence of Islam on Indian Culture'  
Islam in India and Titus, Murray (۶۶) ۱۹۶۱ء  
'Pakistan' آؤکسفرڈ ۱۹۶۱ء (۶۷) Trimmingfair J S  
'A History of Islam in West Africa' لندن ۱۹۶۵ء  
(۶۸) وہی مصنف 'Islam in East Africa' لندن  
(۶۹) 'Islam' Tritton, A S لندن ۱۹۶۶ء  
'The Quranic Sufism' Valiud Din, Mir (۷۰) دیہلی  
'Islam Its Origin' Verhoeven, F R J (۷۱) ۱۹۵۹ء  
'and Spread' سوپارٹ ۱۹۶۲ء (۷۲) Watt W M  
'Free Will and Predestination in Early Islamic  
Islamic Philosophy and' وہی مصنف (۷۳) ۱۹۸۱ء  
'Theolog' انڈرگ ۱۹۶۲ء (۷۴) Wensinck, A J  
'The Muslim Creed' نسمرج ۱۹۳۲ء (۷۵)  
'Islam, The Ideal Religion' Yusuf al-Daghaw  
لاہور ۱۹۵۳ء (۷۶) de Zayas, F  
'Philosophy of Zakat' دمشق ۱۹۹۶ء  
مر نوربی رباؤں  
میں اسلام کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی مقالات کے لیے  
دیکھیے Index Islamicus Pearson، کی طرح ۱۹۵۸ء۔ بعض  
'سب معاونانہ ہیں ان کا مطالعہ بڑی احتیاط سے کیا جائے۔  
[مقائے کا ابتدائی خاکہ ڈاکٹر رانا احسان الہی  
سے تیار کیا، جس پر پروفیسر علاء الدین صدیقی نے  
تعزاتی کی، تدوین و تکمیل ادارے میں ہوئی، اور  
مولانا غلام مرشد، سید مرتضیٰ حسین فاضل، مولانا  
محمد حبیب بدوی کے علاوہ پروفیسر حمید احمد حان،  
ڈاکٹر حسنین ایس۔ اے۔ رحمن، سید یعقوب شاہ،

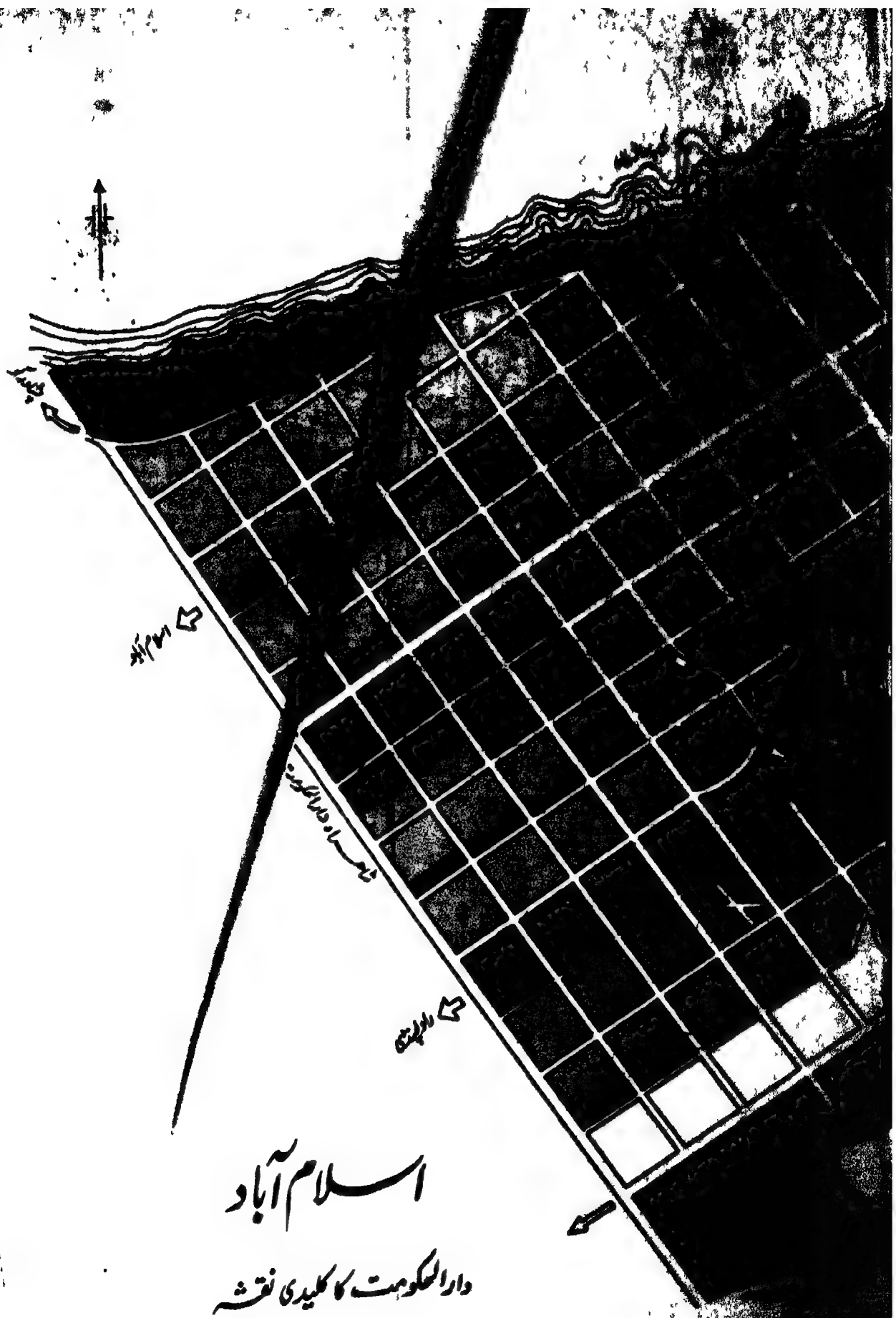


آئی ہو پروار میں کوناہی، (اردو ترجمہ)، ص ۱۵۸،  
[۱۵۹]۔

اکتوبر ۱۹۵۰ء کے انقلاب کے بعد جب ملک  
میں ولولہ دارہ کے ساتھ ہر جہتی منصوبہ بندی اور  
بمعمر و برقی کا دور شروع ہوا تو قومی دارالحکومت  
کے مسئلے کی طرف بھی توجہ دی گئی اور فروری  
۱۹۵۹ء میں صدر محمد ایوب خان نے جنرل یحییٰ خان  
کے تحت ایک کمیشن (Site Selection Commission)  
مقرر کیا کہ وہ محل وقوع، ریل و وسائل،  
دفاع، آب و ہوا اور مصافحہ کی رجحیری کا  
لحاظ رکھتے ہوئے اس امر کا جائزہ لے کہ  
کراچی یا پاکستان کا کوئی اور شہر مستقل  
دارالحکومت بنائے جانے کے لیے موزوں ہے یا  
نہیں۔ اس کمیشن نے، جس کے ساتھ چودہ مختلف  
کمیشن کام کر رہی تھیں، ہر پہلو کی پوری پوری  
جہاں میں کے بعد سفارش کی کہ پاکستان کا کوئی  
موجودہ شہر اس مقصد کو پورا نہیں کرنا۔  
[کمیشن نے تمام بنیادی باتوں کو مد نظر رکھتے  
ہوئے اپنی رپورٹ میں لکھا: ”کسی ملک کا  
دارالحکومت شہر ہی نہیں ہوتا بلکہ شہروں  
کا سربراہ ہوتا ہے۔ اس شہر میں نظم و نسق،  
سیاسیات، حربہ و تجارت، ادب و فن، مذہب اور  
سائنس کے سربراہاتے ہیں۔ ہمیں سے فکر اور خیال  
کا دھارا پھوٹتا ہے، جو قوم کی زندگی کو سیراب  
کرنا ہے۔ یہ ہماری امیدوں کی علامت، ہماری  
آرزوؤں کا آئینہ، قوم کا دل اور روح و رواں ہوتا  
ہے، اس لیے لازم ہے کہ اس کی فصا اور ماحول ایسا  
ہو جس سے قوم کو ہمیشہ توانائی حاصل ہوتی رہے۔“]  
کمیشن نے اس مقصد کے لیے سطح مربع پونٹھوار کے  
اس قطعے کو موزوں قرار دیا جہاں اب شہر اسلام آباد  
تعمیر ہو رہا ہے۔ پہاڑیوں، ندیوں اور وادیوں  
کی وجہ سے یہ علاقہ انتہائی خوش سطر ہے اور سیلاب

نئی دہلی میں بنا دیا دارالحکومت مل گیا مگر  
پاکستان کو اپنی مرکزی حکومت کے لیے صدر مقام  
تلاش کرنا تھا۔ موری ضرورت کے پیش نظر اس وقت  
کراچی سے بہتر کوئی جگہ خیال میں نہ آ سکی،  
چنانچہ پاکستان کی نئی آزاد مملکت وجود میں آئی  
تو سندھ کی صوبائی حکومت نے کراچی میں اپنے  
سکرٹریٹ کی عمارت حالی سر دی اور اس میں  
مرکزی سکرٹریٹ کی داغ بیل ڈال دی گئی۔ کراچی  
بہر حال دفاعی، انتظامی، جغرافیائی، معاشی اور  
آب و ہوا کے نقطہ نظر سے دارالحکومت کے لیے  
کوئی موزوں شہر نہ تھا۔ مغربی پاکستان کی واحد  
بندرگاہ ہونے کے علاوہ اسے غیر ملکی تجارتی  
اداروں کا مرکز ہونے کی حیثیت آزادی سے پہلے ہی  
حاصل ہو چکی تھی۔ آزادی کے بعد بہت سے  
ایسے افراد ہمدوستوں سے کراچی پہنچ گئے، جن کے  
پاس روپیہ بھی تھا اور تجارتی سمور بھی، چنانچہ  
یہ شہر دیکھنے ہی دیکھنے ملک کا سب سے بڑا  
تجارتی اور صنعتی مرکز بن گیا۔ مہاجرین کی آمد  
اور صنعتی برقی کے باعث اس کی آبادی تیزی سے  
بڑھنے لگی (۱۹۴۱ء: اڑھائی لاکھ، ۱۹۵۱ء:  
دس لاکھ، ۱۹۶۱ء: سس لاکھ) اور شہری سہولتوں  
میں ابتری آئے لگی۔ اس کا اثر انتظامیہ پر بھی پڑا۔  
آب و ہوا کی خرابی سے انتظامی عملہ جستہ حال  
نظر آئے لگا اور ناخروں کے ساتھ ہر وقت کے مل حول  
سے سرکاری اداروں میں بھی ناکڑ پیدا ہونے لگا۔  
یہی وجہ ہے کہ انقلاب ۱۹۵۸ء سے پہلے ہی  
مرکزی حکومت کسی صحیح معنی مقام کو مستقل  
ہو جانے پر غور کر رہی تھی اور اس سلسلے میں  
کراچی سے کوئی بیس میل دور ایک مقام گڈاپ  
کا نام لیا جا رہا تھا، مگر بعض لوگوں کے  
دباؤ کے باعث کوئی فیصلہ نہ ہو سکا (دیکھیے  
محمد ایوب خان، صدر پاکستان: جس رزق سے





اسلام آباد  
دارالحکومت کا کلیدی نقشہ

فکر سے تیار کیا گیا ہے۔ اس میں شہری زندگی کی تمام سہولتوں اور ضرورتوں کا ہر ممکن خیال رکھا گیا ہے۔ پورے شہر کو مختلف علاقوں (sectors) میں اس لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے کہ یہ علاقے ایک دوسرے سے الگ بھی ہوں گے اور پیوستہ بھی۔

ایوان صدر، مرکزی وزارتوں کے دفاتر، اسمبلی، سپریم کورٹ، قومی عجائب گھر اور بعض دوسری اہم قومی عمارات انتظامی حلقے (administrative sector) میں واقع ہوں گی۔ سفارت خانوں کے لیے ایک الگ علامہ مخصوص ہے۔ اسی طرح عام رہائش، تجارت و صنعت اور تفریح کے لیے الگ الگ علاقے ہیں۔ شہر کے ایک نازو پر ایک وسیع رقبے کو قومی پارک (National Park) کا نام دیا گیا ہے، جس میں اسلام آباد یونیورسٹی، قومی مرکز صحت (National Health Centre)، دوسرے اہم قومی ادارے، باغات اور کھلے میدان ہوں گے۔

رہائشی علاقوں کی منصوبہ بندی میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ آبادی سلسلہ وار بڑھتی جائے۔ ہر محلہ بجائے خود ایک جھوٹا سا قصبہ ہوگا، جس میں روزمرہ زندگی کی ہر سہولت صرف چند قدموں پر دستیاب ہوگی۔ مسجد، سکول، مارکیٹ، ڈسپنسری، ہر چیز۔

نئے شہر کی تعمیر کا کام اکتوبر ۱۹۶۱ء میں شروع ہوا تھا۔ نادم تحریر (جولائی ۱۹۶۵ء) سرکاری عملے کے مختلف درجوں کے پانچ ہزار مکان بن چکے ہیں اور مزید بارہ سو زیر تعمیر ہیں۔ ان مکانوں کے علاوہ لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے دکانیں اور مارکیٹ، مسجدیں، لڑکے اور لڑکیوں کے لیے سکول، کالج، شہا حائے، ڈاک حائے، ٹیلیفون اور نار گھر، بینک، پولیس سٹیشن، بسوں کے اڈے، سینما وغیرہ بن چکے ہیں یا زیر تعمیر ہیں۔ شہر کی بنیادی ضروریات میں پانی کو خاص اہمیت

سے بھی محفوظ ہے اور یہاں کی آب و ہوا معتدل اور صحت افزا ہے۔ یہ جگہ راولپنڈی سے اس قدر قریب ہے کہ تعمیر کے ابتدائی مراحل میں یا شہر راولپنڈی کی سہولتوں سے بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

اسلام آباد ۳۳ درجے ۳۶ دقیقے سے ۳۳ درجے ۴۹ دقیقے شمالی عرض بلد اور ۷۲ درجے ۵۰ دقیقے سے ۷۳ درجے ۲۴ دقیقے طول بلد پر واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۳۵۱ مربع میل ہے، جو سطح سمندر سے ۱۶۵۰ فٹ سے ۲۰۰۰ فٹ تدریج بلند ہونا چلا گیا ہے۔ شمال میں مارگلہ کی قوسی پہاڑیوں کے علاوہ تنہا گلی کی برف پوش چوٹیاں ہیں، شمال مشرق کی طرف دری کی سادات وادیوں کا سلسلہ ہے، مغرب کی جانب ٹیکسلا کا تاریخی شہر ہے اور جنوب میں دلفریب دری حوض پر علامہ پھیلا ہوا ہے۔ موسم سرما میں زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت ۶۴.۳ اور کم سے کم ۳.۷ تک ہوتا ہے اور گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت ۱۰۳.۵ اور کم سے کم ۷۵.۹ تک۔ یہاں بارش کی اوسط ۴۵ انچ سالانہ ہے۔

حکومت نے جون ۱۹۵۹ء میں ان سفارشات کو منظور کر لیا۔ ستمبر ۱۹۵۹ء میں وفاقی دارالحکومت کا کمیشن (Federal Capital Commission) مقرر ہوا اور فروری ۱۹۶۰ء میں نئے دارالحکومت کا نام اسلام آباد قرار پایا۔

دارالحکومت کے کمیشن نے مئی ۱۹۶۰ء میں ابتدائی کلیدی نقشہ (Master Plan) تیار کر کے پیش کیا، جسے کابینہ نے ایک خاص اجلاس میں منظور کر کے اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے ستمبر ۱۹۶۰ء میں دارالحکومت کا ترقیاتی ادارہ (Capital Development Authority) قائم کر دیا۔ اکتوبر ۱۹۶۰ء میں اسلام آباد کے پہلے پانچ سالہ منصوبے اور ایک جامع لائحہ عمل کی حکومت نے منظوری دے دی۔

اسلام آباد کا ابتدائی کلیدی نقشہ انتہائی عورو

حاری ہے۔

مسلمانوں کے فی عمر میں درختوں، سرے اور  
ہے نامی کی قدرتی خوبصورتی سے بہت فائدہ اٹھایا  
گیا ہے، جیسا کہ اسلام آباد میں بھی ان باتوں کا خاص  
حال رکھا جا رہا ہے۔ سبک پارک، ناع اور کھلے  
سرسر علاقوں کے علاوہ، چھوٹے سے چھوٹے سرکاری  
مکان میں پھلوں اور پھولوں کے پودے اور سب  
لگا دی گئی ہیں۔ اب تک تقریباً سب لاکھ درجہ  
آگاہی حاصل کی ہے، جس میں سے تقریباً تین لاکھ  
درجہ مارعلہ پہاڑ کے اس پہلو پر ہیں جو  
اسلام آباد کی طرف ہے، تاکہ پہاڑ سرسبز نظر آئے۔  
اسلام آباد کی آبادی نائس ہزار تک پہنچ  
چکی ہے، جس میں بڑی بیری سے اضافہ ہو رہا ہے۔  
ہماری موسمی اسگوں اور آرووں کا یہ سہر، جو آج  
سے بائیس سال قبل ایک ”حواب“ معلوم ہونا تھا، اب  
ایک زندہ حقیقت بن چکا ہے۔

(سد علی بحمل واسطی)

### 8 اسلام آباد: وادی کشمیر کے جنوب مشرقی

حصے میں درنایہ جہلم پر ایک مقام، جس کا محل  
ووقع ۳۳۰ - ۳۷' عرض بلد شمالی اور ۷۵ - ۱۲'  
طول بلد مشرقی ہے۔ یہاں اب ناگ نام کا ایک  
جسمہ ہے اور اس وجہ سے اسے اب ناگ بھی کہتے  
ہیں۔ سلطان رس العابدس [۵۸۲/۵۸۷ء تا ۵۹۷ء/۵۸۷ء  
۵۹۷ء] نے پندرہویں صدی میلادی میں جب اسلامی  
حکومت قائم کی تو اس کا نام اسلام آباد رکھا۔  
پہلے زمانے میں یہاں کی سائیں بہت مشہور تھیں۔  
موجودہ زمانے میں سفید بندے، کارچونی کام کے موٹے  
ٹنٹل اور دیر پوٹی سیار ہوئے ہیں۔ قریب ہی  
مندیوں کا مارند نامی مشہور مندر اور اچھال میں  
جہانگیر کے مشہور نصاب ہیں۔

(قاضی سعید الدین احمد)

اسلامبول: دیکھیے استاسول۔

حاصل ہے۔ اس مقصد کے لئے سیدپور اور نورپور  
کے مقامات پر ہیڈ ورکس تعمیر کیے جا چکے ہیں،  
جو اس ہزار کی آبادی کو بچاس گیلی ہائی می کس  
یومہ مہیا کر سکتے ہیں۔ آب زمینی کی سرمد  
ضرورت کے لئے شہر سے بیس میل کے فاصلے پر ایک  
اور ذخیرہ آب درائے سوان پر تعمیر کیا جا رہا ہے۔  
گندے پانی کے نکاس کے لئے کئی پلانٹ لگائے  
جائیں گے؛ ان میں سے ایک مکمل ہو چکا ہے

اسلام آباد کا مواصلاتی نظام بھی جدید ترین  
ہیادوں پر استوار کیا گیا ہے، جو موجودہ عاصوں  
کے عین مطابق ہے۔ اس میں شاہراہیں، بڑی  
اور چھوٹی سڑکیں اور فٹ پاتھ شامل ہیں۔ سسرے  
پنج سالہ منصوبے کے ماتحت اسلام آباد ٹوریل کے  
ذریعے ملک کے دوسرے حصوں سے ملا دیا جائے گا۔

ہلکے عمارات میں سب سے پہلے پاکستان ہاؤس  
نامی عمارت نیشنل اسمبلی کے آرڈن کے لئے بنی  
تھی۔ اس کی گنجائش کو بڑھا کر اب دو سو پچھتر  
آدموں کے لئے کر دیا گیا ہے۔ اس کے قریب  
ایک ہوٹل بھی بن رہا ہے، جس میں تقریباً ڈیڑھ  
سو افراد رہ سکتے ہیں۔ سرکاری عملے کی رہائش  
کے ہندوسب کے ساتھ ساتھ دفاتر کے لئے بائج عمارتیں  
بن چکی ہیں، ہر ایک اور قریب الاحشاء ہے۔  
اصل سکریٹریٹ کی آٹھ عظیم الشان عمارتیں زیرِ تعمیر  
ہیں۔ ان میں سے پہلی ۱۹۶۵ء کے آخر تک  
مکمل ہو جائے گی اور پھر ایک ایک ماہ کے بعد  
ایک ایک اور عمارت بنا رہی جائے گی اور اس  
طرح اکتوبر ۱۹۶۶ء تک مرکزی سکریٹریٹ کا تمام  
عملہ اسلام آباد میں مشغول ہو جائے گا۔

سفارت خانوں کے علاقے میں اس وقت تک  
چھتیس سفارت خانوں سے اراضی خرید لی ہے۔ اس  
علاقے میں اور باقی کے علاقوں میں ضروریات رہ گئی،  
مثلاً سڑکیں، پانی، بجلی اور نالیاں بنانے کا کام

۱۷ جون ۱۶۵۴ء میں پچاس سال کی عمر میں وفات پائی۔ مآخذ کے لئے دیکھئے مقالہ ”ناعچہ سرا“، بیر وہ دساویرس جنہیں پروف (Velaminof Zernof) نے نام۔  
 ‘Matériaux pour servir a l’histoire du Khanat de Crimée’  
 طبع کیا ہے (ص ۳۴ بعد)۔ آخری دساویر، جو سلام گرای کی وفات سے کچھ پہلے لکھی گئی، خاص طور پر اہم ہے۔ نہ حان کی طرف سے رار روس Alexei Michaelovitch کے نام ایک بھیدید اسر خط ہے (ص ۷۵ بعد)۔

(W. BARTHOLD (بارٹولڈ

\* اسلی: (Isly) بربری زبان میں ایسلی Isli، بمعنی مسگر، شمالی افریقہ کا ایک دریا، جس کا منبع مغربی مراکش میں آئندہ کے جنوب مغرب میں ہے اور جو جنوب مغرب سے شمال مغرب کی طرف آنکدہ کی سرزمین سے بہا ہوا آئندہ کے قریب سے گزرتا ہے اور اس کے بعد ویدہ نو نعم کے نام سے مولہ Mulla سے جا ملتا ہے، جو بقیہ کے دائیں کنارے کی جانب ایک معاون ندی ہے۔

اسلی کے کناروں پر متعدد جنگیں وقوع میں آئی ہیں۔ حاسدان عبدالواد کے سلطان تعمیر میں ۱۶۳۸ء / ۱۲۵۰ء اور ۱۶۷۰ء / ۱۲۷۱ء میں وہاں برٹنی مائل سے شکست کھائی۔ ۱۴ اگست ۱۸۴۴ء کو مارسل ورو Bugeaud نے وہاں مراکش کو اوجہ کر، جو سلطان مولائی عبدالرحمن کے بیٹے مولائی محمد کے زیرِ قیادت تھے، ایک فاصلہ کن فتح حاصل کی۔ اہل مراکش دریا کے دائیں کنارے پر بمقام حرف الاخضر حمہرن تھے۔ مراکش کی لاسکرگاہ پر قبضہ کر لیا گیا اور مراکش سپاہ کو منتشر کر دیا گیا۔ اس فتح کے صلے میں بوزو کو اسلی کے ڈیوک (Duc d’Isli) کا خطاب عطا ہوا۔

(ایور G. YVER)

اسلام گرای: کریمیا Crimea [قرم] کے ہیں حوانس کا نام:

(۱) اسلام گرای اول بن محمد گرای، برادر عاری گرای اول [رک ناں]، اس نداسی کے زمانے میں حواس کے ناپ کی وفات کے بعد پیدا ہوئی وہ اپنے بھائیوں کی طرح ہوزے عربی کے لیے (۱۵۳۹ء / ۱۵۴۲ء سے چند سال تک) بحب پر فائز رہے میں کامیاب ہو گیا، لیکن سلطان ترکی نے اسے تسلیم نہ کیا۔ اپنے چچا صاحب گرای کے بفر کے بعد اس نے سلطان کے خلاف بغاوت کی اور ۱۵۴۴ء / ۱۵۴۷ء میں اسے قتل کر دیا گیا۔

(۲) اسلام گرای ثانی بن دولت گرای، حو عاری گرای ثانی [رک ناں] (۱۵۹۲ء / ۱۵۸۴ء تا ۱۵۹۹ء / ۱۵۸۸ء) کا بھائی اور دس رو بہا، اسے حاسین کے برخلاف اسے ملک میں ہر دل عرب نہ بہا اور اپنے امداد کو محض ترکوں کی مدد سے قائم رکھ سکا۔

(۳) اسلام گرای ثالث بن سلامت گرای (۱۵۵۴ء / ۱۶۴۴ء تا ۱۶۵۴ء / ۱۶۵۴ء) اسی نام کے دوسرے دونوں حوانس کے متعلقے میں یہ اسلام گرای رنادر ہوئی اور جنگ جو حکم راں بہا۔ اس سے اپنے دس رو کے متعلقے میں ناب عالی کی جانب رنادر آرادانہ روئے اخبار دیا اور اسے زمانے کے سیاسی واقعات میں زیادہ نمایاں حصہ لیا، بالخصوص روس کو حک (Little Russia) کو روس کی حکومت سے اراد کرانے کے سلسلے میں اپنی حوانی کے دیوں میں وہ سات سال تک روس میں قید رہا۔ اس نے روس پر کئی حملے کیے۔ تقریباً ۱۶۵۰ء میں اس نے سوئڈن کی ملکہ کرسٹینا Christina کے ساتھ تعلقات قائم کرنے اور اس سے روس پر حملے کرنے کے لیے روپیہ حاصل کرنے کی کوشش کی، لیکن اسے اس کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اسلام گرای نے دس سال پانچ ماہ حکومت کرنے کے بعد اتدائے شعبان ۱۰۶۳ھ /

متغف کا گنا ہے۔

اسماء میں اولاً بلا سہ اسے سب نام شامل ہیں جن کے لئے کوئی خاص اصطلاح موجود نہیں، یہ مخصوص حروف کے نام، یعنی اسم علم (دیکھیے علم) جسے اسم جنس، یعنی ایک ہی قسم کی چیزوں کے [مستلک] نام سے مستلک کیا جاتا ہے۔ مؤخرالذکر کی مراد اسم اسم العن اور اسم المعنی (دیکھیے اسمصن، فصل ۳) میں اس لحاظ سے کی جاتی ہے کہ وہ دیسی جیسی (یا مادی concrete) چیز کا نام ہے۔ یا دیسی جیسی (یا سر مادی abstract) چیز کو ظاہر کرتا ہے۔ وہاں اور وہاں کی طرح عربوں کے ناماں جنی صفت (جنسہ، [رک ناں] جسے وصف یا صفت بھی کہا جاتا ہے) اسم میں شامل ہے، یہ عدد جی (اسم اعداد)، ممکن یونانیوں اور رومنوں کے برملاف عربی نظام اسانی میں مذکور [رک ناں] کو بھی اسماء اسم میں شامل کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ تھو و متعدد اسماں کے معانی ہیں، جن میں اسماء کی مخصوص مائی جاتی ہے، اور تھو ان کی صرف (inflection) کی نسبت، یہ اسماء اسماں، جنہیں مسماں [رک ناں] میں شمار کیا جاتا ہے، اور اسماء موصولہ اور مصدر [رک ناں] اور۔ جس کا یہ روای (Stoics) کہتے تھے۔ اسم فاعل اور اسم مفعول بھی۔ اس کے ساتھ عرب ان نامی گہرے تعلقات سے بھی کسی طرح بے خبر نہ رہے جو اسماء، معانی اور نسبت کلام کے اعتبار سے اسم فاعل اور اسم مفعول اور فعل کے درمیان موجود ہیں اور جنہیں ملحوظ رکھنے والے یونانی، بحویوں نے اسم اور فعل کے درمیان ایک اور قسم کا کلمہ کو داخل کرنے ضروری سمجھا تھا، جسے سرعنی طور پر μετοχή کہا جاتا تھا۔ آخر میں کلمات تعجب اور حروف بداء تک کو بھی، جو مختلف لسانی نوعیت کے ہوتے ہیں، اسم بصورت کیا جاتا ہے، جنہیں انگریزی

اسم: (ع) (جمع: اسماء) اس کا صحیح مفہوم ”نام“ ہے اور عربی علم الصرف میں اصطلاحاً کلمے کی قسم اول، یعنی noun یا nomen کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ اصطلاح یونانی لفظ ονομα (جو ارسطو نے بیان کیا ہے) سے مستعمل تھا اور سسکرت کے لفظ نام کے اس مطابق ہے، جو پانسی سے بھی لٹی نسبت رکھتا ہے، یعنی چوٹی صدی قبل مسیح کے مسند مسند نا کا کی الف ”پر نام“ میں، ایک مادہ اصطلاح کے طور پر ناما جاتا ہے۔ تاہم ان لفظوں میں اوی نامی رابطہ نہیں ہے، بلکہ یہ اصطلاح کے ساتھ صورت اور ظاہر و مادہ کی گہرے استعمال عربی بھی، اور نام، اسم اور ονομα میں، یہ صرف اسماء معروفہ بلکہ تمام اسماء فاعل میں جو کسی بھی چیز کو تصور کرتے ہیں، یا مخصوص کسی اس چیز جس کا ادراک یا اسسانی سے ہو سکتا ہو۔ یہی الحقیقت اس قسم کے الفاظ کی قسم اول سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہاں وہی کے عنصر غالب کی بنیاد کی گئی ہیں (وقت ۷۰۶، ۳۸۰۔۶۳) بعد) لہذا اس اصطلاح کے عمدهوں، یونانیوں اور عربوں کے درمیان اسراف کسی صرعی یا نحوی اعتبار سے نہیں ہے بلکہ الفاظ کے معنوی ارتقاء سے متعلق ایک مادے اور اس سے تعلق نظر پر مبنی ہے۔ یہی مادہ اسمے کی دوسری قسم، یعنی فعل، کے بارے میں بھی درست ہے، جس کا مفہوم کوئی ”کام“ (action) ہے۔ جس کا لفظ ρημα (ولیا saying)، جو ارسطو کے وقت سے رائج اور انگریزی لفظ ”verb“ سے سرو ہے، اور سسکرت آدھانم، جس کا استعمال ناسد کرتا ہے اور جس کے معنی ”تثانی ہوئی“، ”نام کی ہوئی“، چیر کے ہیں، ایک بنیادی عمل ظاہر کرتے ہیں۔ یعنی انہیں ایک منطقی یا نحوی نقطہ نظر سے

(م ۵۲۹۱ / ۷۰۷) کی وضع کردہ ہیں اور اس الٹاری کی کتاب الانصاب، ص ۲، میں درج ہیں، ان کی نوعت۔ حسا کہ خود اس الٹاری کہا ہے۔ زیادہ تر انک اسماعی سرسج کی سی ہے۔ اول الذکر، حواسم کو س۔ م۔ و کے حروف اصلہ سے اخذ کرنا ہے اور جس کے نام بمعمل (سمی) کے معنی ”نام رکھا“ ہیں، اس نام سے کہا ہے۔ ”الاسم ما دل علی مستی نحتہ“، یعنی اسم وہ ہے جو کسی اسم سے مستی پر دلالت کرنا ہے جو اس کی دہلیز میں ہو۔ ثعلب، حواسم کا اسماء و۔ س۔ م سے کرنا ہے، جس کے معنی ہیں ”داع سر سناں کرنا“، کہا ہے: ”الاسم سیمۃ یوضع علی السی تعریف بها“، یعنی اسم انک سناں ہے جو کسی چیز پر سناں کرنا ہے، جس سے اس کی سباحت ہوئی ہے۔ نہ سرسج اسی سناں سمانب کی وجہ سے Priscian (طبع ۱، ۷: ۵۷، س ۳) کی سرسج کی ناد دلانی ہے، یعنی Vel, ut alii, nomen quasi notamen, quod hoc notamus unius cuiusque substantiae qualitatem - ارسطو نے اسم کی حوالہ دہی کی بھی، یعنی Φωνή σημαντική κατά συνθήκην ἀνεν χρόνου κατ' لغت کے زمانے میں جا کر عرب بحویوں کی نصف میں روساس ہوئے ہیں، حوالہ الصبرانی (م ۵۳۶۸ / ۷۰۷) لکھا ہے: ”کل سبب دل علی معنی عمر مقرر زمان محصل میں مبی او عمره فهو اسم“ = ہر چیز جو کسی معنی وقت، یعنی ماضی وغیرہ سے تعلق رکھنے کے بعد کوئی تصور بس کرنا ہے وہ اسم ہے (Sibawaihi's Buch über die Grammatik Jahn) حاشیہ ۵، فصل ۱، ابن یعیش، ص ۲۵، س ۱۹۔ یہی وہ تعریف ہے جو حصف بدلیوں کے ساتھ بعد میں عام ہو گئی (دیکھئے ابن یعیش، ص ۱۶، س ۱۳)۔ بحالے ”معنی زمانے“ کے الکافہ میں ”ہیں زمانوں میں کسی ایک“ کہا گیا ہے

صرف و نحو میں interjections کے عموروں نام کی دہلیز میں رکھ دیا گیا ہے، نہاں نک کہ اسی برائیک کو بھی اسم قرار دیا گیا ہے جو داعہ آواروں پر مبی ہیں، جس سے کہ توے کی اور غای۔ ایسے الفاظ کو عرب اسماء الافعال سے بھی، اس صورت میں کہ وہ کسی فعل کا ہو۔ (عموماً امر کا) رہتے ہوں، ورنہ انہیں سوات (واحد۔ صوب)، یعنی اوارس، کہتے ہیں۔ اس اسماء کی دہلیز میں رکھا جانا دراصل محض اس سے ہوا کہ انہیں کلام کے نظام دہلیز میں نام اور حکتہ نہیں دی جاسکتی تھی۔ اس بات کا ر اس الحاح سے اسی سرسج دہلیز (مستطیضہ) سے، ص ۵۷، س ۸ بعد) میں بالکل صاف طور دیا ہے: ”حاجت وہ کہا ہے: وَالَّذِي نَدُلُ عَلَيَّهَا نَعْدُرُ الْمُعْلِيَّةَ وَالْحَرْفِيَّةَ، یعنی جس نام سے آن کی اسمی نوعت ظاہر ہوئی ہے وہ نہ ہے کہ حرف اور فعل کے خواص سے عاری ہیں“ تاہم عرب بحویوں کے ساتھ انصاف کرنے ہوئے ہیں نہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ احراے کلمہ کی حوالہ ہمارے نہاں مروح ہے اور جو ہدیم بحویوں کے زمانے سے حلی آئی ہے وہ نے فاعلہ نوعت کی ہے، چر نہ کہ کسی حالص مطقی نظام کی تسکین دہلیز عمل ہے (Prinzipien der sprachges- H Paul، طبع ثالث، فصل ۲۴۷)۔

بسیویہ اسمی نصیف کی پہلی فصل میں کلمے کی ہں اسماء پر نصیرہ کرنے ہوئے اسم کی کوئی تعریف نہاں نہیں کرنا، کیونکہ نہ اصطلاح دہلیز الی مہم بھی، جیسا کہ وہ صرف ہں مثالیں ہں لہجے پر ماعب کرنا ہے: رَحَلْ (آدمی)، قَرَسْ (گھوڑا) اور حَانِطْ (دیوار)، جو محض مادی اسماء کی بعض انواع کے نام ہیں۔ اسم کی دو تعریفیں، جو التمدد الصبری (م ۵۲۸۵ / ۷۰۷) اور ثعلب الکوفی



میں ہونا ہے۔

آنحضرت صلعم نے ہجرت کا ارادہ فرمانا اور حضرت ابوبکرؓ کے یہاں سیریف لائے تو حضرت اسماءؓ نے سامان خورد و نوش بنا کر لیا، لیکن جب یہ دیکھا کہ بحر بظاں (کمر بند، سی) کے اور کوئی خیر نہیں جس سے اسے ناندھ سکیں تو حضرت ابوبکرؓ کے ارشاد پر اپنا بظاں خاک کر ڈالا۔ اس کے دو حصے کیے۔ ایک بکڑے سے ناسہ داں اور دوسرے سے مسکرت ڈال دیا۔ وہ اپنا لب داب الطافیں عوا

آپ کے بادی آنحضرت صلعم کے بھوپتی رہی۔ بھائی حضرت زبیرؓ بن العوامؓ "حواری رسول اللہ" بنے ہوئے بیوی۔ ہجرت کے فوراً بعد جب اب مدینہ منورہ سیریف لائے تو اول ما میں تمام فرمایا۔ یہیں ہجرت کے سال اول میں آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ بن الزبیرؓ کی، چھوٹے آگے حل کر ڈیا نام انا، ولادت ہوئی۔ ان سے پہلے جو کہ اسی مسلمان گھیرائے میں ڈوئی جہ مدینہ میں ہوا تھا، امدا وہ اواس وادود اسلام پہلائے۔ حضرت عبداللہؓ کے علاوہ ان کے اور بیٹے اور سہاں جی تھے۔ ثنی سال کی اردو اجمی زندگی کے بعد حضرت زبیرؓ نے انہیں حلاق دے دی، جس کی وجہ ان کی سری مزاج تھی، جس سے حاس میں ناخامی بڑھتی تھی۔ اس کے باوجود ۳۰ء میں جب حضرت زبیرؓ واقعہ حمل سے واس آئے ہوئے وادی السباع میں اس حرمور کے ہاتھوں شہد ہوئے اور حضرت اسماءؓ کو نہ خبر پہنچی تو انہیں نے حد رنج عوا۔ حلاق کے بعد وہ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ کے ہاں حل آئیں اور نا آخر عمر بھییں پیام فرمایا۔ حضرت عبداللہؓ بھی ان کے بڑے خدمت گزار تھے۔

حضرت اسماءؓ کی زندگی کا سب سے

(نئی زبانوں سے مراد ماضی، حال اور مستقبل ہے)۔ ابن الجاحظ (مقام مذکور، ص ۷) *āveu xpóvous* کی اس توسیع کے اسباب کی بوری شریح کرنا ہے، میرا مشکل کی بھی جو اس معنی میں بھی عربی زبان کی مخصوص نوبت سے۔ ادا ہوئی ہیں۔

اسماء کی بھرپور کے بارے میں عربیوں کے نظریات کا ایک عام مادہ "اخبار" میں بھی لکھا گیا ہے۔ علاوہ اس ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ عربی اصطلاحات میں اگر بوری لفظ "number" اور "gender" کے مترادف الفاظ موجود نہیں ہیں۔ لفظ جنس، جو یونانی *γένος* (*génos*) سے مستعار ہے، بھی بھوی *gender* کے لئے استعمال نہیں ہوا، جیسا کہ *Historia Mev* *artus grammaticae apud Syros* (۱۵۱۰ء) سے لحاظ نادر پر فرض کر لیا ہے۔ عربوں تک کے یہاں بھی اس سے مراد صرف وہ جنس ہے جس کے صاحب کوئی نوع (*species*) ہو (ان جنس، ص ۲۲ تا ۲۷)۔ عربیوں کے نظام میں اسم کے نظریے کی مکمل تفصیلات کے بارے میں ہمیں نے اپنے اصل صاحب سے رجوع کرنا ضروری ہے، جس کے متعلق *Heisch* کی تصنیف *Beitrag zur arab Sprachkunde* وحی توصیحات میں آ کر رہی ہے

(J. Weiss)

⊗ اسماءؓ حضرت اسماءؓ، لب داب الطافیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سب سے سری صاحبزادی، جو ہجرت سے ستر سال پہلے منہ عبداللہؓ کے بظاں سے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ وہ سر سوز کو پہنچیں تو اسلام کا ظہور ہو چکا تھا۔ انہوں نے بھی الساموں الاولوں کی طرح مولد اسلام میں سب فرمائی اور وہ سب سختان حوشی سے رداس آئیں جو اس زمانے میں مسلمانوں کو پس آ رہی تھیں۔ حضرت اسماءؓ کا شمار بڑی حلیل القدر صحابیات

بھی - دراز قد اور لحیم و شحیم نہیں - ہوش و حواس نا دم آخر قائم رہے - داب بھی کوئی نہیں گرا تھا - پیرانہ سالی میں بینائی البتہ جابی رہی تھی - سو برس کی عمر پائی ۔

ان کی حراب اور عرب کا یہ عالم تھا کہ حبس حجاج نے انہیں بیعام دیا کہ اس سے ملیں تو باوجود دھمکیوں کے انکار کر دیا - حتیٰ کہ حجاج خود آنا اور حبس عبداللہؓ کی سان میں توہیں امیر کلمات کہے - آپ نے اس کا منہ بوڑا جواب دیا ۔

حبس اسماءؓ نالطع قاص نہیں، ٹڑی صابر اور فامع، افلاس اور ہنگ دستی کو بھی حوسی حوسی برداسب کیا - اپنے سوہر کی رمیں سے کھجوروں کی گتھلناں جن حن کر خود سر پر اٹھائیں اور اچھا خاصا راسہ طے کر کے گھر آئیں - اللہ تعالیٰ نے مال و دولت عطا کی تو سخاوت سے ہاتھ نہ روکا - اعزہ و اقرباء اور حاجب مندوں پر بے دریغ خرچ کیا - حبس عائشہؓ نے برکے میں ایک جنگل چھوڑا تھا - انہیں ملا تو اسے ایک لاکھ درہم پر فروخت کیا اور ساری رقم غریبوں میں تقسیم کر دی - باندی سرعب، نبوی اور اسماءؓ کی یہ کسب بھی کہ ایک مسرہ حب ان کی والدہ مدینہ منورہ آئیں اور امداد کی خواہش کی تو آپ نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ وہ اپنی مسرک والدہ کی خدمت کر سکتی ہیں یا نہیں؟ حضورؐ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ صلہ رحمی سے نہیں روکا“ - حبس اسماءؓ کے رھد و ایثار کے بارے میں متعدد روایات ہیں۔

وہ ٹڑی خود دار نہیں اور ہر ایک سے ہم دردی اور حیر خواہی سے پیس آئیں - انہوں نے متعدد حج کئے - صحیحین میں ان سے متعدد حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔

مآخذ: (۱) ابن سعد: طبقات، ۸: ۱۸۲ تا ۱۸۶؛

الم ناک واعدہ، جس سے ان کی غیر معمولی شجاعت، قوت ایمانی اور ضبط و تحمل کا پتا چلتا ہے، حضرت عبداللہؓ بن ربیعؓ کی شہادت ہے - ہمیں معلوم ہے کہ مروان بن الحکم کی وفات پر سو اسہ کی حکومت صرف سام میں محدود ہو کر رہ گئی تھی - سام سے باہر سارا عالم اسلام حبس عبداللہؓ کے زیرِ اقدار تھا، لیکن عبدالملک بن مروان بحسب سبب ہوا تو اس نے یکے بعد دیگر چھپے ہوئے علاقے و اس لینا شروع کر دیے، نا آں کہ حجار پر بھی فوج کشی کی تو ب آگئی - حجاج بن یوسف فاجانہ پیس قدمی کر رہا تھا - ۳۷ھ میں حب اس کے ہاتھوں مکہ معظمہ کے محاصرے کی سعی اس حد تک پہنچ گئی کہ حبس عبداللہؓ کے رفقاء اب کا ساتھ چھوڑ کر حجاج سے امان طلب کرنے لگے تو حبس عبداللہؓ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ”گسی کے چند حان ثار میرے ساتھ رہ گئے ہیں - اگر میں ہمارا ڈال دوں تو انہیں امان مل جائے گی“ - حبس اسماءؓ نے فرمایا: ”تم نے جو حکومت اور امداد حاصل کیا اگر دینا کے لیے کیا تھا تو تم سے برا کوئی آدمی نہیں“ - انہوں نے کہا: ”میں نے جو کچھ کیا راہ حق کے لیے کیا، لیکن مجھے ڈر ہے میں قتل ہو گیا تو اہل سام میری لاس کی بے حرسی کریں گے“ - فرمانا ”کوئی مصایبہ نہیں - راہ حق پر قائم رہو“ - پور انہیں گلے لگایا، ہمت بڑھائی اور دعا کی - حبس عبداللہؓ سہد ہوئے - ان کی لاشیں دن تک سولی پر لٹکی رہی - بالآخر اسے یہود کے قبرستان میں بھسک دیا گیا - حبس اسماءؓ نے ٹڑے صبط اور تحمل سے اس منظر کو دیکھا - ان کی آرزو بھی کہ حب تک شے کی لاش نہ دیکھ لیں تو نہ آئے - یہ آرزو پوری ہوئی - چند دنوں کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا - آپ کی صحت نہایت اچھی

ان میں حلالی اور حمالی کا امتیاز پیدا کیجیے نا  
 ان کی تقسیم کسی اور نقطہ نظر سے کیجیے، ان سے  
 اس کے کمال داب اور محمودیت ہی کا اظہار ہوگا۔  
 اسلام سے پہلے کفر و سرک کی لعب عام تھی۔  
 بوجد کا تصور بھی بڑا ناقص اور اساء علیہم السلام  
 کی تعلیمات کے ناوجود کسی نہ کسی رنگ میں  
 مسح ہو چکا تھا۔ اسلام آنا اور اس نے سمجھانا کہ  
 معبود حسی صرف اللہ ہے لا الہ الا اللہ، معبودانِ باطل  
 کا نبوی وجود نہیں کہ ہمارا سرِ سار ایک  
 حالت میں انک کے اور دوسری میں دوسرے کے  
 آگے ہم ہو۔ اس حاشیے پر حالت اور ہر امر میں  
 اس سے رجوع کریں۔ دل نہ سکھ میں، حوسی اور  
 عم میں، یعنی حسی بھی ہمارے احوال ہیں  
 نا حسی بھی نبوی ہمارے دل کی نسبت ہے،  
 جب ہم اللہ تعالیٰ سے رجوع کرتے ہیں تو باعتبار  
 اپنے حالات اور نسبتِ دلی کے اسماء الحسنی میں  
 سے کوئی ایسا نام ہماری زبان پر آ جائے گا جو اس  
 حالت اور نسبت کے عین مطابق ہو، مثلاً اگر  
 کسی کو رزق کی تنگی ہے تو اس کی زبان پر نار ہار  
 رزاق ہی آئے گا، گو رزاق کے ساتھ اسم داب بھی،  
 جو اصطلاح صوفیہ اسم اعظم ہے (اللہ سارے  
 اسماء الحسنی کا جامع)، اس کے دہن میں موجود  
 رہے گا، کیونکہ وہ جاننا ہے کہ بحر اس کے اور کوئی  
 رزاق نہیں۔ یوں عملاً جہاں یہ نام سمجھ میں آجائی  
 ہے نہ علاوہ اسم داب کے اللہ تعالیٰ کے اور بھی  
 کئی نام ہیں۔ سب کے سب اچھے، سب کے سب  
 مرغوب اور دل بستہ، یعنی ”حسی“۔ وہاں یہ بھی  
 نہ حسی حسی کے مؤمن کا گھر رہدگی کے ایک  
 مرحلے سے دوسرے مرحلے میں ہونا ہے یا حسی  
 حسی بھی اس کے مساعدا اور واردات ہیں، وسے  
 ہی اس کا قلب اسمائے حسی میں سے کسی ایک  
 سے نہایت گہرا تعلق پیدا کر لیتا اور نار نار سے

(۲) ابن حنبل: مسند، قاہرہ ۱۳۱۲ھ؛ (۳) ابن عبدالبر:  
 الاستیعاب، ۴: ۲۲۸؛ (۴) ابن حجر: الاصابۃ، ۴: ۲۲۴؛  
 (۵) ابن الاثیر: أسد الغابۃ، ۵: ۳۹۲؛ (۶) خلاصۃ تذهیب  
 الکمال، ص ۴۲۰؛ (۷) ابویعیم: حلیۃ الأولیاء، ۲: ۵۵؛  
 (۸) صفۃ الصفتۃ، ۲: ۳۱؛ (۹) Gibb، بدیل مادۃ اسماء،  
 دراء، لائنڈن؛ (۱۰) الجمع بین رجال الصحیحین، ۶۰۲۔  
 (سید مدیر نیازی)

⊗ \* الاسماء الحسنی۔ ”نہایت اچھے اسماء“،  
 اللہ تعالیٰ کے نام، جہوں میں نام ”حسی“  
 کہا گیا ہے، اس لیے کہ ان ناموں پر جس پہلو  
 سے سوچ لیجئے۔ نام و حکمت کی ہے، باعتبار عقل  
 و فکر نا باعتبار حدیث قلب ان میں حسی ہی  
 حسی نظر آئے گا۔ وہ ہر لحاظ سے اچھے، مرغوب اور  
 دل بستہ ہوں گے نہ بھی معنی میں حسی لے  
 (راعب: مفردات، مادۃ حسی) لہذا اگر ہم  
 اللہ کو مان لیا ہے اور اس صفت و احوال لے آئے  
 ہیں کہ وہی ایک داب ال سر اور حمد ہے  
 (الحمد لله رب العلمین) تو ہم اسے اسم داب اللہ کے  
 علاوہ حسی نام سے بھی پکاریں گے نسبتاً کوئی بڑا  
 ہی اچھا اور بڑا ہی پسندیدہ نام ہوگا۔ اس کا  
 ناپسندیدہ ہونا ممکن ہی نہیں۔ قرآن مجید میں  
 ہے: ”اسے اللہ کہہ کر پکارو نا رحمٰن، حسی  
 بھی پکارو گئے اس کے اچھے ہی نام ہیں“ (۱۷) [نہی  
 اسرائیل: ۱۱۰]۔ پھر انک دوسری حکمت اس ارشاد کے  
 بعد کہ اللہ کے سب نام اچھے ہیں حکم دیا گیا ہے کہ  
 اسے اچھے ہی ناموں سے پکارو (۱۸) [الاعراف: ۱۸]  
 سزدیکھے، ۲ [طہ: ۱۰]۔ دراصل انسانی طبع کا خاصہ  
 ہے کہ کسی شے کے اسم داب کے ناوجود، باعتبار اس کی  
 ماہیت یا باعتبار اس تعلق کے جو اس شے سے ہے، ہم  
 اس کے لیے طرح طرح کے نام تجویز کرتے اور ان سے  
 لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ان اسماء کو صغائی نہیں  
 یا کچھ اور، یعنی جہاں تک داب اللہ کا تعلق ہے،

سے کوئی ایسا تصور پیدا ہونا ہے جو داب ناری  
 تعالیٰ کے کمالِ مطلق کے خلاف ہے، سو انہیں  
 سرے سے رد کر دینا چاہیے؛ مثلاً ہم اللہ تعالیٰ کو  
 عارف نہیں کہہ سکتے، نہ عاقل اور فقیہ ٹھہرا  
 سکتے ہیں، کیونکہ ان ناموں میں کسب کا تصور  
 مصر ہے اور کسب اللہ تعالیٰ کے کمالِ مطلق کے  
 معارض۔ وآن متحد ہے اسمائے الہی کے باب میں  
 ہمیں الحاد، یعنی کج روی، سے روکا ہے۔ ارساد  
 ہونا ہے: ”اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو  
 ان کے ناموں میں کج روی احساں کر رہے ہیں“  
 (۷ [الاعراف]: ۱۸۰)۔ کج روی کا مطلب یہ ہے کہ  
 ہم اپنے حال یا فکر میں نا ارا روئے عقل یا عقیدہ،  
 برائے علو یا توحید کے ناص اور گمراہ کن تصور  
 کے رب رائے نا کسی اور وجہ سے اللہ تعالیٰ کا کوئی  
 ایسا نام رکھیں جس سے کفر اور سرک کی بو آئے  
 یا جس سے اس کی ساری کمال اور محمودیت کی نفی  
 ہوئی ہو۔ حاصل کلام یہ کہ اسمائے الہی نا تو  
 قرآن و حدیث میں واضح طور پر مذکور ہیں نا ان  
 افعال اور صفات سے منسوب جن کا ان میں صریحاً  
 ذکر آنا ہے۔

الہابِ اسلامیہ نے توحید کی بحث میں  
 الاسماء الحسنی سے بھی تفصیل بحث کی ہے۔ مطقی  
 اعتبار سے اس بحث کی ابتداء یوں ہوتی ہے کہ اسم  
 کیا ہے؟ ہم اس کی تعریف کن الفاظ میں کریں گے؟  
 کیا اسم اپنے مسمی (یا تعریف) کا عین ہے؟  
 اس مسئلے سے صملاً کئی ایک فلسفیانہ مسائل پیدا  
 ہوئے، مثلاً بحثِ داب و صفات، عام مباحث کے لیے  
 دیکھئے مادۂ اسم۔

علمائے الہاب اور صوفیہ نے الاسماء الحسنی کے  
 بارے میں طرح طرح سے اظہارِ حال کیا ہے؛ بعض  
 ارا روئے مطلق و فلسفہ ان پر طرح طرح سے نظر ڈالی  
 گئی؛ مثلاً اشاعرہ کے نزدیک الاسماء الحسنی میں

دوہرانا ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جسے بصوف کی  
 زبان میں ”ذکر“ نا اسمائے الہی کے ورد سے تعبیر  
 کیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر ایک حالت  
 میں ان کے معنی تمام و کمال شعور میں ابھر آئے  
 اور بطور ایک جمیع کے ہمارے سامنے ہوئے ہیں  
 دوسری میں اگرچہ ہمارا ذہن ان سے بے خبر نہیں  
 ہوتا، لیکن قلب سے دانیِ غلو نہ ہونے کے باعث ہم  
 اسے مسطور ہی کہہ سکتے ہیں (فت حجاب الاسم)۔

الاسماء الحسنی سب کے سب توصیفی ہیں،  
 معنی وہ ہمارے بخوبر بردہ نہیں تاکہ سب مسئلے  
 الہی کے مطابق جاننا اور باعتبار موقع و محل  
 قرآن متحد میں مد تصور ہیں؛ البتہ سوال یہ ہے کہ  
 ہم اسی عقل و فکر سے کام لے کر ہوئے کیا خود بھی  
 اللہ کے لیے ”کوئی“ نام بخوبر کر سکتے ہیں، یعنی  
 نا الاسماء الحسنی میں اضافہ ممکن ہے؟ معبرلہ  
 اور تراسہ کے بردہ، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر  
 سلا ثابت ہو جائے کہ کوئی صفت وجودی،  
 سدی، نا فعلی اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے تو  
 اس کے نیس بطر کوئی مناسب نام بخوبر کیا جاسکتا  
 ہے۔ العرالی کی رائے میں اس کا حوالہ صرف اس  
 صورت میں پیدا ہونا ہے جب اس سے کسی ایسے  
 مفہوم کی تعبیر ہو جس سے داب الہیہ پر کسی  
 رائد معنی کا اضافہ ہو سکے، ورنہ نہیں۔ العرالی کی  
 رائے میں یہ امر تو بہر حال نا جائز ہے کہ ہم  
 اسی عقل و مفہم کی بناء پر اللہ تعالیٰ کا کوئی نام  
 نہیں۔ اشاعرہ کا موقف یہ ہے کہ اگر ار رہے  
 قرآن و حدیث کوئی صفت اللہ سے منسوب ہے یا  
 اسے کسی فعل کا فاعل قرار دنا گنا ہے تو قواعد  
 شان کے مطابق اور اس صفت یا فعل کی رعایت سے  
 ہم کوئی ایسا نام بھی بخوبر کر سکتے ہیں جو  
 قرآن و حدیث میں صراحۃً مذکور نہیں۔ رہے وہ  
 نام جن کی سریت میں کہیں تصریح نہیں اور جن

ورد یا مراقبہ ہمارے۔ جن میں اس کے دونوں معنی موجود ہوئے ہیں، 'النتہ ممکن نہیں تو یہ کہ اس کا ترجمہ کسی دوسری مثلاً معربی زبان میں ہو سکے۔

ناموںے اسماء حسنی کی تفصیل: (۱) اللہ۔ یہ اسم داب ہے، داب الہیہ سے مختص، لہذا اس کا اطلاق صرف اللہ پر ہونا ہے۔ بحر عربی زبان کے اللہ کے لیے اور کسی زبان میں اسم داب موجود نہیں، (۲) الرحمن اور (۳) الرحیم: بحسب سانس گر (نا مہرنا)، رحم کرنے والا۔ العزالیؒ کا قول ہے اور ہر اعشار سے درس نہ رحم کا اطلاق سوائے اللہ کے اور کسی پر نہیں ہونا اور رحم کا اطلاق آوروں پر بھی ہو سکتا ہے [رحم کا لفظ اس صفت پر دلالت کرنا ہے حوالہ کی داب میں قائم ہے، رحم اس صفت پر جو اس شخص کے بطن سے پیدا ہوتی ہے جس پر رحم کیا گیا]، (۴) الملک: فرمان روا، بادشاہ، ہر طرح سے صاحب اختیار و اقتدار، جسے کسی سہارے کی ضرورت نہیں، اسی قدرت اور قوت میں کامل، (۵) القدوس: مبرا، سب سے الگ، یعنی ہر عیب سے پاک۔ ناصر ہو نا معجلہ، دونوں کی رسانی سے نافر، (۶) السلام: جس کے لیے سلامتی ہی سلامتی ہے، اپنی مخلوق کو بھی سلامتی، راحت، سکون، حیر اور صلاح دینے والا، جس کے اطمینان و سکون میں کوئی نقص نہیں، (۷) المؤمن: خود اپنی داب سے کایہ مأمون اور اپنے بندوں کے لیے حفظ و امان کا حامی، (۸) المہتمم: نگہبان، (۹) العزیز: صاحب قوت، گرامی قدر العزالیؒ کے نزدیک قادر، نہایت قیمتی، مشکل الحصول، بے نظیر، ہر لحاظ سے یکتا، جسے چاہے سرا دے۔ سرا و حرا اسی کے منصب قدرت میں ہے، (۱۰) الحنّان: بڑی قوت والا، سب کو اپنے ماتحت رکھنے والا، جس کی معاویہ کوئی چیز اور کوئی شخص نہیں کر سکتا، درست کرنے والا، جو اپنی مخلوقات کی حالت اپنی مشیت

باعتبار تفصیلت ایک بریب پائی جاتی ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں ان میں مقدم تو وہی نام ہے جو مالک پر القاء کیا جائے یا وہ جسے زبان سے و ادا نہیں کیا جا سکتا لیکن جس کا مراتب سلوک میں عارف کو باطنی طور پر ادراک ہو جاتا ہے۔

الاسماء الحسنی کی مہربان محدود ہے نہ معین۔ ان میں متبادل ناموں کے اضافے کی گنجائش ہمیشہ قائم رہتی ہے: البتہ اس متبادل مہربان کو جو قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے سب پر ترجیح حاصل ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ الاسماء الحسنی کی تعداد ناموںے ہے جس میں اللہ کا نام شامل نہیں۔ مفسرین نے اسے الاسماء الحسنی کی مہربان میں اس لیے جگہ نہیں دی کہ یہ اسم داب ہے، پھر اسے ہم سوواں اسم کہہ سکتے ہیں، مگر جب بھی نام سر مہربان ہوتا ہے اور اس کے ساتھ یہ التمام بھی کہ الاسماء الحسنی کی تعداد ناموںے ہی رہے تو سڑسٹھویں نام الواحد کو حذف کر کے اسے اڑسٹھویں نام الاحد سے ملا دیا جاتا ہے (دیکھئے العزالیؒ: المعصدا الاسمی، ماہرہ ۱۳۲۲ء، بالخصوص ص ۲۲ تا ۷۲، در عضد الدن الانعی: موافق اور اس کی شرح از العزالیؒ (شرح المواف)، ماہرہ ۱۳۲۵ء/۱۹۰۷ء، ۸: ۲۱۱ تا ۲۱۷، جس نے العزالیؒ اور سب الدن الآمدی کا حوالہ دیا ہے)

اسماء الحسنی کی ترتیب میں بالعموم پہلے برہ نام (نا دو سے لے کر جودہ تک، شرطکہ ان کی ابتداء اللہ سے کی گئی ہو) آئے ہیں، جسے نہ سورۃ حشر ۵۹: ۲۲ تا ۲۴، میں مذکور ہے، پھر باعشار سہولب حافظہ، بحسب سوسی اور سناہ و صناد کے۔ آخری صورت میں بعض اسماء دو دو کے مجموعوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں، اس لیے کہ ان کا عربی مادہ دو متضاد معنوں کا حامل ہے، لہذا جب اس طرح کے کسی اسم کا ورد کیا جاتا ہے تو بحالیہ

مفہوم ہیں: (الف) فتح مند، جو تمام مشکلات پر غالب رہتا ہے اور فتح آسان کر دیتا ہے، (ب) فیصلہ کرنے والا۔ حکم سنا کر یا فیصلہ جتا کر؛ (ج) کسب، جو انسانوں پر وہ بابر جو ان سے مخفی ہیں ظاہر کرنا ہے (العرالی<sup>(۲)</sup>)؛ (۲۰) العلم: ہر چیز کو جو حائے کے قابل ہے پورے طور پر حائے والا۔ یہ اسم بلا واسطہ صفت علم سے وابستہ ہے۔

اگلے چھ ناموں کا مادہ نو قرآن مجید میں پایا جاتا ہے، مگر تعبہ اس میں مذکور نہیں ہیں؛ اس لیے انہیں اسمائے حدیث حمال کیا جاتا ہے۔ ان کا دو دو کا جوڑا ہے، جس میں بعض اوقات ایک نام تک وہ دوسرے کی ضد اور اس کا متضاد ہے؛ (۲۱) العاص: روک لیے والا اور (۲۲) الناصط: پھلائے والا (اپنے سدوں کی زندگی اور ان کے دل اور علم اور طاف و عسرہ کا)؛ (۲۳) الحافض: پس اور عاصر کر دینے والا اور (۲۴) الرافع: مرسہ اور درجہ بلند کرنے والا؛ (۲۵) المعز: عزت اور طاف بخشے والا اور (۲۶) المدل: دلت دے والا، درجہ گھٹائے والا؛ (۲۷) السمع: حوس سے والا اور (۲۸) البصیر: حوس دیکھنے والا۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھا اور سنا ہے؛ (۲۹) الحکیم: اپنے احکام کی بات حود فیصلہ کرنے والا۔ اس نام میں حکمت اور عانت کا تصور موجود ہے (العرالی<sup>(۳)</sup>)؛ (۳۰) العدل: انصاف کرنے والا، جو سارے مصعموں اور قاصیوں سے نالائز ہے اور کوئی ستر اس سے صادر نہیں ہو سکتا؛ (۳۱) اللطیف: محسن، سک حواء، جو اپنے خاص بندوں میں لطف اور حیر حواہی کی حوی پیدا کرنا ہے اور اس بات میں ان کی مدد کرنا ہے؛ (۳۲) الحیر: بھد حائے والا۔ اس اسم کا علیم سے نڑا ہی فریبی نعلو ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ مخلوقات کے سارے چھپے ہوئے بھیدوں سے واقف ہے؛ (۳۳) العلیم:

کے مطابق بحال کر دیتا ہے؛ (۱۱) المتکثر: ہر تمکین، بقول العرالی<sup>(۴)</sup> اس کے حوہر کے مقابلے میں ہر شے کم تر ہے۔ الایحی اور العرحانی کے نزدیک اس کا ایک مفہوم ”عظیم“ کے بہ ہی مراد ہے، (۱۲) الحالی اور (۱۳) الناری: الایحی اور العرحانی کے نزدیک دونوں کے معنی ایک ہی۔ اسیاء کا پیدا کرنے والا؛ (۱۴) المصور: نظم و ترتیب دے والا، جو اشیاء کی صورتوں کو معرر کرنا اور شکل دینا ہے۔ یہ آخری ہی نام اس کی صفت فاعلی کی فرع ہیں، العرالی<sup>(۵)</sup> نے ان کی شریح و تفسیر زیادہ بدھ سے کی ہے؛ سوں کے مفہوم میں عدم سے وجود میں لانے کا عمل مستلزم ہے۔ الحالی بموجب فیصلہ ارلی (تدر) اسماء کی تعبیر کرنا ہے۔ الناری سے ان کا وجود میں لانا سمجھ میں آتا ہے۔ المصور کا اشارہ اسماء کی صورتوں کو بہتر صواط کے مطابق ترتیب دینے کی طرف ہے۔

۲ سے ۱۴ تک اسماء کی ترتیب وہی ہے جو قرآن مجید، ۵۹ [الحشر]: ۲۲ تا ۲۴، میں دی گئی ہے۔ اس کے بعد وہ نام آئے ہیں جو ناخسار برہیم ترتیب دیے گئے۔

(۱۵) العفار: درگزر کرنے والا، اس بات سے بحوبی واقف کہ محرم کی سرا میں کسے بحصص کرنا چاہیے؛ (۱۶) النهار: علہ رکھنے والا، جو ہمہ دوسروں کو معلوب کرنا ہے اور حود غالب رہتا ہے، جو کبھی معلوب نہیں ہوتا؛ (۱۷) الوهاب: لگاتار دینے والا، جو بہات کے ساتھ دنا ہے اور کوئی معاوضہ نہیں لسا؛ (۱۸) الرزاق: ساری ممد چپروں کا نائے والا، جو ہر ایک کو حو چاہتا ہے دینا ہے۔ اس کا اولیں نعلی افراد انسانی کی مادی ضرورتوں سے ہے (الرحانی)، لکن اس میں تمام دوی العقول کی روحانی ضرورتیں بھی شامل ہیں (العرالی<sup>(۶)</sup>)؛ (۱۹) الفتاح: اس کے ہیں متمایز

لحاظ سے البرزای کا ہم معنی ہے، (ب) قسمتوں کا  
 متصلہ کرنے والا، یعنی مقدر کو مقرر اور معین کرنے والا؛  
 (ج) شاعر، چھپی ہوئی نائیں (العیب) حائے والا  
 اور (د) حاضر، (۴۱) الحسب: (الف) محاسب،  
 کہ حسابوں کا نصفہ کرنا ہے؛ (ب) کفایت عطا  
 کرنے والا، نہ سامان ضرورت اسی مقدار میں پیدا  
 کرنا ہے جو اس کے بندوں کے لیے کافی ہو؛ (ج)  
 اپنے بندوں سے ان کے پہلے اور برے اعمال کی تاب  
 بردہس کرنے والا، (۴۲) الحلیل: برکتہ، صاحب  
 حلال، لائق بعظم۔ العرالی کا قول ہے کہ نہ نام  
 المکتر اور اعظم ہے، جن کے معنی اس کے قریب  
 قرب ہیں، مہار ہے۔ الایحی کے قول کے مطابق  
 نہ المکتر کا مرادف ہے۔ الحرحانی کی رائے میں  
 اس نے معنی نہ ہیں نہ وہ حلال و حمال۔ یوں  
 صفا سے منصف ہے، (۴۳) الکریم: صاحب خود  
 و سخا، یعنی (الف) کرم اور خود کا مالک ہے؛  
 (ب) فاضل کا معیار معنی کرنا ہے؛ (ج) سرف اور  
 وحاہب اسی سے ہے، (د) حطاحس ہے، (۴۴)  
 الروب: سرف مند، نگہاں۔ قول العرالی اس نام  
 میں نہ حس کا مفہوم الحفظ کے قرب ہے کامل  
 اور لڑی حفاظت پر زور دنا گیا ہے، (۴۵) العجب:  
 حواب دیئے والا، دعائیں سنے والا۔ قول العرالی  
 وہ اسی مخلوق کی حاحس سوزی کرنے میں خلہی  
 کرنا ہے، بلکہ مانگنے سے پہلے ہی پوری کر دتا  
 ہے، (۴۶) الواسع: جو ہر جگہ موجود ہے، جو  
 ساری اساء پر محیط اور مسلم ہے۔ اس کا علم ہر  
 قابل معلوم سے یک پہنچا ہے۔ اس کی قدرت تمام  
 مددورات بر علی الاطلاق حاوی ہے۔ اسے جیروں کو  
 اپنے فیض علم اور قدرت کے تحت لانے کے لیے ان کی  
 طرف نکلے بعد دیگرے موحہ ہونے کی ضرورت نہیں  
 (الحرحانی)، (۴۷) الحکم: حکم والا، العلیم کا  
 مترادف (الایحی)، صاحب داس، یعنی جو افعال

جو دیر میں سرا دیتا ہے؛ (۴۸) العظیم:  
 بھر (قوت العتار کا مفہوم، جو اس کی دلیل  
 ہوتا ہے)، قول العرالی اسان کی سمجھ سے  
 بالاتر، جسے مثال کے طور پر زمین و آسمان تک  
 نظر تمام و کمال نگاہ میں نہیں آئے، (۴۹)  
 العور: بہت چشم پوسی کرنے والا، جسے حد معاف  
 کرنے والا۔ الایحی اور الحرحانی بقول ہے کہ اس کے  
 معنی وہی ہیں جو العفا کے العرالی کے نزدیک  
 ہیں۔ العفار کا مطلب یہ ہے کہ وہ بار بار دئے ہوئے  
 گناہ تک معاف کر دیتا ہے۔ العور سے مطلق  
 بخشش کا اظہار ہوتا ہے، جس میں کسی طرح کی  
 کوئی حد نہیں۔ اللہ کی بخشش اور عفو لامحدود  
 ہے، (۵۰) الشکور: بہت ہی مدرداں، بھڑکی سی  
 دیکھی کا بہت زیادہ اجر دینے والا، جو اسے ہر بار  
 بندوں کی تعریف کرنا ہے، (۵۱) العالی: بندہ  
 الایحی کے نزدیک المکتر کا مرادف ہے۔ العرالی  
 کی رائے ہے کہ اللہ جو کہ علہ العلیں ہے، لہذا  
 موجودات کے سلسلے میں بندہ جس درجے پر ہے  
 (۵۲) الذکیر: برک، الایحی کے نزدیک المکتر  
 کا مرادف اور العرالی کے نزدیک العظم کا  
 ہم معنی ہے؛ (۵۳) الحفظ: ہوسار، نگہاں۔ اس کا  
 مفہوم الایحی کے نزدیک علم کے قرب ہے،  
 کیونکہ حفظ عفا اور بھول کی ضد ہے اور اس لیے  
 اس کا مادہ علم ہے۔ اس کے فعل میں لہی حلال  
 اور بغیر واقع نہیں ہونا، لہذا وہ ساری کائنات کی  
 حفاظت تک وقف کر رہا ہے، لیکن اس طرح نہیں  
 کہ ہر شے کی طرف نکلے بعد دیگرے موحہ کرے۔  
 محالوں کے دائمی مہم کا سامن، جس میں کوئی  
 بغیر اور نقص واقع نہیں ہونا، (۵۴) العیب:  
 جزئی اختلافات کے ساتھ اس کے جار مفہوم میں:  
 (الف) ہائے والا، کیونکہ سامان عدا کا پیدا کرنے والا  
 وہی ہے (جسمانی بوی اور روحانی بھی) اور اس

اس سے سرور ہوئے ہیں اسے ان کا علم ہے۔ وہ موقع کے مناسب کام کرتا ہے، اپنے فیصلوں میں تمام کا خیال رکھتا ہے، لہذا مخلوقات کی عداوت سے اس کی تدبیر بہت متین اور سلیم ہے اور اس سے جو مصلحے کسے ہیں ان کے احراء میں سدوں کی خبر و صلاح مبصر ہے، (۴۸) الودود : بہت محبت کرنے والا، وہ جو اپنی مخلوقات کی بہتری کا خواہاں ہے اور محض اپنے فصل سے اسے بہا کرنا ہے، (۴۹) المحمد : حلیل القدر، رفع السان، ناان درحسان، جس کے افعال لامع اور درحسان ہیں اور جس کے احسانات وافر۔ جس نساء کا نہ وہ مستحق ہے وہ اسی کے لیے مخصوص ہے، (۵۰) الباعث : دوبارہ زندہ کرنے والا، جو سرور تمام ہر ایک مخلوق کو دوبارہ اٹھانے کا (نہ نام فقط حدیث میں وارد ہوا ہے) (۵۱) الشہید : گواہ۔ (الف) جو بیباؤں سے واقف ہے، (ب) جو حاضر ہے۔ قسب کا مفہوم (۵۲) الحق : حقیقی اور واقعی، حقیقی ذات کے لحاظ سے واجب الوجود، اپنے قول میں ہمیشہ طور پر سچا، (ج) حقیقت اور صداقت کو ظاہر کرنے والا، (۵۳) الوکیل : معتمد علیہ، جس کی بیرونی گئی میں ہر حیر ہے، جو اپنی تمام مخلوقات کی ضروریوں کا خیال رکھتا ہے، (۵۴) القوی : قوت والا، جس کے زیر اقتدار ہر چیز ہے، (۵۵) الباس : راسخ، جسے ہلایا نہیں جا سکتا، جس کی قوت لامحدود ہے، (۵۶) الولی : دوست، ساتھی، حامی، مددگار، بچانے والا، سر صاحب اقتدار، (۵۷) احمد : لائق حمد و ثناء، (۵۸) المخصی : شمار شدہ، صاحب ادراک، قابل شمار اشیا کا جامع طور عالم اور ان میں سے ہر چیز پر قادر، (۵۹) البصیر : آغاں کمدہ، (الف) تمام ہمسوں کا حالی مطلق، (ب) جس کی بوجہات حالص حیر خواہانہ ہیں، (۶۰) المعید : دوبارہ زندہ کرنے والا، کسی

چیز کو اس کی تباہی کے بعد بحال کرنے والا، (۶۱) المعجی : ریسب کا حالی، اور (۶۲) الممیت : لوگوں کا حالی، جو حلائی اور ماریا ہے، (۶۳) الحی : زندہ، یہ نام صفات دانہ میں سے ہے۔ ہستی کے بلندیوں اور کامل برس درجے میں ہست، بوجہ اپنے کمال مطلق، علم مطلق اور فعل مطلق کے (العرالی)؛ (۶۴) القوم : قائم بالذات، (الف) وہ خود بخود اپنی ذات سے قائم ہے اور اس کے وجود کی علت سوا اس کی ذات کے اور کوئی نہیں ہے، (ب) جو تمام کائنات پر کامل قدرت رکھتا ہے اور ان کے احراء کو جسے چاہے برعکس دیتا ہے اور کوئی اس کے بغیر موجود نہیں رہ سکتا، (۶۵) الواحد : جس کے نام ہر چیز نائی حالی ہے (کامل، نام)، جسے کسی حیر کی نہ کمی ہے نہ حاجت، (۶۶) العاقد : صاحب عرب و بر، درجے میں سب سے بلند (العالی)، جسے سبط مطلق اور امداد مطلق حاصل ہے۔

اسماء حسنی کی اکثر مہرسوں میں اس جگہ اسم الواحد (اکلا) درج ہے، لیکن العرالی اور الأیچی نے اسے حذف کر دیا ہے۔ اس کا مفہوم آئندہ نام کے ذیل میں آئے گا۔

(۶۷) الاحد : الاحد صفت دانی ہے کہ ذات الہیہ ہر لحاظ سے یکتا ہے۔ اس کی صفات سب سے اعلیٰ اور بے نظیر ہیں۔ الواحد کا مطلب ہے معبود واحد، جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، (۶۸) الصمد : جس کے اندر کوئی چیز نفوذ نہیں کر سکتی، جسے کسی کی حاجت نہیں، جس کے سب حاجت مند ہیں، جسے نہ کوئی ضرر پہنچا سکتا ہے نہ مائنر کر سکتا ہے، بلند اور محکم، ”بحریت“، یعنی ہر قسم کی آفریں اور احراء کی تقسیم سے ناک، (۶۹) القادر : صاحب قدرت اور (۷۰) المقتدر : سب پر غالب، (۷۱) المقدم اور (۷۲) المؤخر : قرب دینے والا اور دور کرنے والا۔ وہ جسے چاہتا



جمع کرنے والا، جو قول الأیچی والحرانی محانوں کو پرور قیامت نامہ ملا دے گا' (۸۸) المعنی : بے بار، جسے کسی چیز کی کمی نہیں، اہل ثروت سے بے سروا؛ (۸۹) المعنی : اہل ثروت کو دیے والا، جو ہر مخلوق کو اس کی ضروریات دیتا ہے، جس سے مخلوقات اپنا اپنا کمال حاصل کرتی ہیں' (۹۰) المانع (نہ نام فقط حدیث میں وارد ہوا ہے) : ایسے ربر حفاظت ہر ایک کہ بچانے والا - اس نام کو الحفظ سے بڑی مطابقت ہے - اس کے معنی ہیں ہوسار اور محافظ - الحفظ کا رور نگہبانی اور حفاظت پر ہے اور المانع میں عرائق کو روکنے اور دور کرنے پر' (۹۱) الصّار: ضرر پہنچانے والا اور (۹۲) النافع : فائدہ پہنچانے والا - ان دو ناموں کا، جو فقط حدیث میں وارد ہوئے، اشارہ اس طرف ہے کہ بھلائی اور برائی، مصیبت اور خوش حالی، نقصان اور مع سب اللہ کے ہاتھ میں ہیں؛ (۹۳) النور : روشنی، معنی اپنے وجود کی کامل اور نمایاں شہادت دینے والا، ہر چیز کو عدم سے وجود میں لانے، ظاہر اور حاضر کرنے والا (۹۴) الہادی : راہ نما، جو انسان والوں کے دلوں میں راستے کی صحیح سمت ظاہر کرتا ہے اور ہر مخلوق کو، خواہ ناطق ہو یا غیر ناطق، اس کے انحاء کی طرف رہنمائی کرتا ہے' (۹۵) الدیج : سب سے پہلا بننے والا، ہر چیز کی اسداء، ہر چیز کو تعمیر لسی نمونے کے حلق اور موحود کرنے والا، جو مطلقاً سب سے پہلے موحود ہے اور کوئی چیز اس کے مثل نہیں' (۹۶) الباقی : ہمیشہ رہنے والا، جس کا وجود دائمی ہے، جو کبھی ختم نہ ہوگا' (۹۷) الوارث : ہر شے کو ترکے میں پانے والا، جو اسی مخلوقات کے فنا کے بعد موحود رہے گا، جس کے منصب میں ہر چیز، جو اس کی مخلوق کے منصب میں ہے، حلی جانے گی' (۹۸) الرّسّد : راستے پر ڈالنے والا، جو عدل و انصاف کے ساتھ راستہ دکھانا ہے، جو بیکی کے راستے پر

ہے اپنا قرب عطا کرتا ہے اور اسے پسند کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنے سے دور کر دیتا ہے' (۹۳) الأوّل اور (۹۴) الآخر : سب سے پہلا اور سب سے بچھلا - وہ سب سے پہلے تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی - وہ سب کے بعد رہے گا اور اس کے بعد کوئی چیز نہیں ہوگی (العرالی) کی اسے میں عتہ العلل، سلفہ عانی' (۹۵) الظاهر اور (۹۶) الباطن : کھلا ہوا اور چھپا ہوا' (الف) ظاہر، دلائل قطعیت کے ذریعے معلوم کھلے کھلا اور ہر چیز پر غالب؛ (ب) پوشیدہ، جسے حواس ادراک نہیں کر سکتے اور جو چھپی ہوئی حیرت جانتا ہے؛ (۹۷) الوالی : متسلط' (۹۸) المعالی : سب سے اعلیٰ، سب سے بلند مرتبہ - العالی نا معنی معنی ہے، لیکن اس میں نور اور علیے کے معنی زیادہ ہیں (۹۹) الرّ : دل کے اندر رکھی ہو مفسدہ عمل بنانے والا، معد ناموں ذمہ' (۱۰۰) السّواب : رجوع کرنے والا - اللہ معص اپنے فضل و کرم سے اسے سدوں کی طرف رجوع کرتا ہے بشرطیکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں اور اپنی حفاظت نہ نادم ہوں' (۱۰۱) المستم : بدلہ لےنے والا، نامہ ناموں کو سرا دینے والا (۱۰۲) العمّو : جو نامہ اعمال کے اوزار سے گناہوں کو محو کر دیتا ہے (۱۰۳) الرّؤف : رحم دل، مہربان، جو جیاعا ہے کہ سدوں کا بوجھ ہمدرد کر دے (اس کا مفہوم العرالی کے نزدیک رحم کے مفہوم کے قریب ہے)؛ (۱۰۴) مالک الملک : جسے تمام عالم پر اور ہر ایک مخلوق پر کامل خود مختارانہ امداد حاصل ہے' (۱۰۵) دوالحلال والا کرام : عظم اور فیاضی کا مالک - الأیچی اور الآمدی کے قول کے مطابق اس کا مفہوم الحلیل کے قریب ہے' (۱۰۶) المسبّط : انصاف کرنے والا؛ (۱۰۷) الجامع : اکٹھا کرنے والا - قول العرالی اساء کو ان کے ساتھ، اختلاف اور تضاد کے لحاظ سے مختلف گروہوں میں

میں، جن کی تعداد بہت بڑی ہے، باب الاسماء الحسنی بھی دیکھا جاہیے: (۳) صوفی فکر کی متعدد مثالوں میں سے ایک اس عطاء اللہ الاسکندری: القصد المعبر فی معرفة الاسم المعبر، طبع الارز، قاہرہ ۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۰ء؛ حوالہ دات در کتب یورپ: (۴) *Muslim A J. Wensinck Creed*، کیمرج ۱۹۳۲ء، ص ۱۹۶، ۲۳۹، الاسماء الحسنی کی غیر متداول مہرست در صمیمہ، (۵) *J Windrow Islam and Christian Theology Sweetman* ۱/۱، ۱۹۴۰ء، Lutterworth Press، ص ۲۱۵ تا ۲۱۶، (۶) *El justo medio en la Creencia, Miguel Asin Palacios compendio de teologia dogmatica de Algazel* (اقتصاد کا ترجمہ، جس کے ساتھ مقصد کے بعض احراء کے معنی ترجمے ملے ہیں)، میڈرڈ ۱۹۲۹ء، ص ۴۳۰ تا ۴۴۱، (۷) *Les Noms, titres et attributs de Dieu dans le Coran et leurs correspondants en épigraphie sud-sémitique, Muséon*، ۱۹۰۵ء، ص ۸۶ بعد (۸) الحارثی الصحیح، کتاب الشروط، باب ۱۸ و کتاب الدعوات، باب ۶۸ و کتاب التوحید، باب ۱۲، (۹) مسلم: الصحیح، کتاب الذکر والدعاء؛ (۱۰) احمد بن حنبل: المسند، ۲: ۲۵۸، ۲۶۷، ۳۱۴، ۴۲۷، ۴۹۹، ۵۰۳، ۵۱۶۔

(گاردے L. GARDET و ادارہ)

- ⊗ اسماء الرجال: یعنی رواہ حدیث کے سوانح و سیرہ کے سان کا من۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زندگی قرآن مجید کا عملی نمونہ بھی۔ قرآن مجید نے آپ کی داب مبارک کو بطور اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے اور کہا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [الاحزاب: ۲۱] ”محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہیں“۔ اسی بناء پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ مجھ سے جو کچھ سو اور دیکھو اسے دوسروں تک پہنچاؤ۔

چلاتا ہے: (۹۹) الصّور: بہت صبر کرنے والا، حوسرا دہر میں دیتا ہے، جو ہمیشہ ٹھیک وقت پر کام کرنا ہے۔ اس کا مفہوم العلم کے مفہوم کے قریب ہے۔ یہ نام فقط حدیث میں وارد ہوا ہے۔

ناسوے اسماء الحسنی کی اس مہرست کے علاوہ اور بھی مہرستیں ہیں، جن میں بعض اسماء الحسنی کی تعداد ناسوے سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ ان مہرستوں میں الرّب (خداوند)، المبعّم (ولی نعمت)، المّعطی (بخشدہ عطا، عطیات کا دینے والا)، الصادق (محض، سچا)، السّار (برہہ پوش) وغیرہ اسے اسماء ملیں گے۔

الاسماء الحسنی پر لکھے والے چید سب سے مؤلفین: حضرت علیؑ سے جو الاسماء الحسنی مروی ہیں وہ کتاب دعاء الحوش میں مذکور ہیں۔ متعدد لوگوں نے ان پر مستقل کتب لکھی ہیں، مثلاً ابراہیم بن سلمان القطعی (م ۹۴۵ھ)، ابراہیم الکفعمی (م ۹۰۵ھ) (المقصد الاسنی)، محمد ناصر المحلی (م ۱۱۱۱ھ)، محمد بن عبد الرحمن الطّبرانی (م ۱۲۸۸ھ)، حسب اللہ بن علی مدد السّاویحی الکلبانی، حسن الکلبانی (المرصد الاسنی)، صالح بن عبد الکرم الکرمکائی (م ۱۰۹۸ھ)، عبدالمہر بن کاطم، علی بن ابی طالب الحرّبی (مفسر الاسماء)، علی بن سہاب الدین النّعمانی (م ۸۶۸ھ)، ربیع الدین علی بن محمد النّاصبی (م ۱۱۰۳ھ) (المقام الاسنی)، ابو جعفر محمد بن احمد بن نطّہ الفمی (مفسر اسماء اللہ)، علاء الدین محمد گلستانہ (کاسف الاسماء)، محمد الکرمانی (م ۱۲۹۲ھ)، سید نعم اللہ (معانی المعانی)، ہادی سرّوای (م ۱۲۸۹ھ)، اسمعیل بن عباد (م ۳۸۵ھ، اسماء اللہ تعالیٰ و صفاتہ)۔

مآخذ: (۱) ان عرب مصنفین کے علاوہ جن کے نام متنی مقالہ میں دیے گئے ہیں قرآن (محمد) کی مشہور تفاسیر سے بھی رجوع کرنا چاہیے، بالخصوص وہ آیات جن کے تحت یہ نام آئے ہیں: (۲) اسی طرح کتب کلامیہ متداولہ

محفوظ رکھا کہ کسی شخص کے حالات آج تک اس جامعیت اور احتیاط کے ساتھ قلم بند نہیں ہو سکے اور نہ آئندہ کی توقع کی جا سکتی ہے“ (شلی : سیرہ النبی، طبع ششم، ۱: ۱۱)۔

اس لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال و احوال کی روایت، تحریر اور تدوین کا کام سرانجام دیا انہیں رواہ حدیث و آثار کہتے ہیں۔ ان میں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور بعد کے چوتھی صدی ہجری تک یا اس کے بعد تک کے لوگ شامل ہیں، جس کی تعداد سپرنگر Sprenger کے اندازے میں تاجع لاکھ ہے (انگریزی دیناچہ، الآصانہ فی احوال الصحابہ)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھے اور ملے والوں میں سے تم و بس بارہ ہزار اسخاص کے نام اور حالات ہمیں ملے ہیں۔

ان راویوں کی سب سے مقدم اور قابل اعتماد روایتیں ہمیں کتب حدیث میں ملی ہیں، جسے صحاح ستہ، سنن ابن ماجہ اور مسند احمدؒ حاصل وغیرہ میں۔ پھر کتب سیرہ و معاری ہیں۔ انداء میں جامع روایت کی خاص معاری کی طرف توجہ نہ تھی۔ سب سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیز (م ۱۰۱ھ) نے اس فن کی طرف ایک مخصوص رنگ میں توجہ کی اور ان کی تحریک سے حضرت امام البخاری کے سیر الشوخی امام الزہری (م ۱۲۴ھ) نے معاری اور سیرہ پر ایک مستقل کتاب لکھی، جس کے متعلق سہیلی (م ۵۸۱ھ) نے تصریح کی ہے کہ یہ اس فن کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ اس کے بعد معاری اور سیرہ نگاری کا عام مذاق پیدا ہو گیا۔ الزہری کے متعدد تلامذہ میں سے اس ضمن میں دو نام سر عنوان ہیں : موسیٰ بن عقبہ (م ۱۴۱ھ) اور محمد بن اسحاق (م ۱۵۱ھ)۔ کہا جاتا ہے کہ یہی دو شخص ہیں جن پر متقدمین میں سے اس فن کا سلسلہ

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے فرمایا فَلْيَتْلَمِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، یعنی جو مجھے دیکھ رہے ہیں اور مجھ سے من رہے ہیں اور میری زندگی جن کے سامنے ہے وہ ان امور سے ان لوگوں کو مطلع کر دیں جو اس وقت یہاں موجود نہیں یا آئندہ نہ رہیں گے۔

صحابہ نے اپنے معتمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو حرر کیا اور وہ حالات نبویؐ اور آغارِ نبوت کے واقعات ابھی اولاد، اسے حویس و افارب، دوست و احباب اور ملے والوں کو ہمارے اور سامنے رہے۔ اسی نام میں ان کی زندگیوں پر ہوئی ہیں اور یہی ان کے نسب و روزِ قی دل چسپی تھی۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد اسی جوش و خروش، اسی سادگی اور اہل و عیال کے ساتھ تابعین کرام نے اس نام کو سنبھالا۔ وہ صحابہ کے نقش قدم پر چلے اور ان کی سان کردہ ایک ایک باب کو غور سے سنا، اچھے یاد رکھا اور ہر جہت سے اس کی حفاظت کی۔ انہوں نے دیوانہ وار اس حرس کے ایک ایک دائرے کو سمٹا۔ تابعین کے بعد تبع تابعین اسی کام پر زور سے دو گئے۔ انہیں نابوں کی واقعہ اور آکاہی کا نام اس زمانے میں علم تھا (کشف الطون، عمود ۶۳)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی، اسوۂ حسنہ اور احوال و اعمال کو مسلمانوں نے جس طرح محفوظ و مدون کیا اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ انہوں نے روایات کے ذریعے اس عظیم ہستی کے احوال و احوال کا گویا ایک پیکر محکمہ عمارت سامنے لا کھڑا کیا۔ دحیرہ احادیث میں ہمیں اس عظیم جامع کی زندگی کا بروہ اور عکس ملتا ہے۔ علامہ شلی نے صحیح لکھا ہے کہ ”مسلمانوں کے اس فکر کا قیام تک کوئی حرف نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے اپنے پیغمبرؐ کے حالات و واقعات کا ایک ایک حرف اس استقصاء کے ساتھ

بن سعد القرطبی نے لکھا (مطبوعہ لائڈن ۱۸۹۷ء)؛ پھر تفسیر القرآن میں بھی اسناد کے طریق کو اختیار کیا گیا؛ چنانچہ علامہ ابن حجر کی تفسیر جامع البیان (مطبوعہ الامریہ ۱۳۲۲ تا ۱۳۳۰ھ) کا بھی انداز ہے۔ آہستہ آہستہ مستند طریق پر کتب لکھنے کو اس حد تک مقبول ہوئی کہ فقہ، لغت، تصوف، کلام، نثر و بلاغت اور صرف و نحو تک کی متعدد کتب میں اسے اختیار کر لیا گیا۔

کتب حدیث، سیر اور تفسیر و تاریخ میں تدریجاً روایت جو مواد محفوظ کیا گیا وہ عموماً عہدِ نبویؐ سے ایک صدی بعد سمیٹا گیا۔ یہ تو نہیں کہ یہ سب مواد ایک صدی تک محض ربانی روایات تک محدود تھا، کیونکہ خود عہدِ نبویؐ میں خاصاً تحریری سرمایہ جمع ہو چکا تھا اور عہدِ صحابہ و تابعین میں اس پر اضافہ ہوا؛ تاہم بعد کے مؤلفین کا بشرِ مآخذ ربانی روایات نہیں اور تحریری سرمایہ کی بوثوں بھی وہ ربانی شہادت کے بغیر نہیں کرتے تھے۔ ان روایات کے احد و اختار میں محدثین اور دوسرے مسند مؤلفین نے جو راہ اختیار کی وہ یہ نہ تھی کہ ہر سی سائی باب درج کر کے آگے بڑھنا دی جائے۔ ان کے سامنے ہی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان موجود تھا: ”کفی بالمرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع“۔ ”کسی کے جھوٹے ہونے کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ وہ ہر سی سائی باب آگے نثر کرنا شروع کر دے“؛ اس لئے انہوں نے روایات کے احد و اختیار میں روایت و درایت کی کڑی شرطیں بجاویر کیں اور اس سلسلے میں زبردست اصول مدون کیے۔

روایت : مرویات کے اخذ و اختیار کا ایک اصول یہ تھا کہ جو باب بھی اختیار کی جائے اس شخص کی اپنی زبان سے سن کر اختیار کی جائے جو خود شریک واقعہ اور اس باب کا سب سے پہلا راوی ہے اور اگر وہ خود شریک واقعہ

حتم ہوتا ہے۔ اس اسحق کی کتاب ترمذی و تسیخ کے بعد اس هشام (م ۲۱۸ھ) کی روایت میں موجود ہے (مطبوعہ گوٹنگن ۱۸۵۸-۱۸۶۰ء)۔ اس کی ح ۱۱، ص ۱۱۱ (مطبع حمالہ، ۱۳۳۱ھ) کے نام سے پہلی نے لکھی ہے، لیکن موسیٰ بن عقبہ کی کتاب ب رد زمانہ کی سدر ہو چکی ہے، لیکن اس کا ایک ٹکڑا جو اتفاقاً بچ گیا رخاؤ ہے SBBA، ۱۱، ص ۱۱۱، میں سائے کا: تاہم یہ مدد تک لوگوں کے پاس موجود رہی اور سیرۃ کی جامع ترمذی نامیقات میں نثر اس کے حوالے ملتے ہیں۔ اس میں اس سعد (م ۲۳۰ھ) کی طبقات کا مقام بھی بہت بلند ہے۔ اس بلند پایہ کتاب کی پہلی دو حدیثیں سیرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہیں اور باقی دس صحابہ کرام اور تابعین عظام کے حالات میں ہیں۔ سمائل میں سب سے مقدم مقام ترمذی (م ۲۹۹ھ) کی السمائل السویہ والحصائل المصطفویہ (مطبوعہ آستانہ ۱۲۶۶ھ) کا ہے۔ اس کی نسوں میں لکھی جا چکی ہیں، جس میں سے سب سے اہم فاضل عباس (م ۵۴۴ھ) کی السقاء بتعریف حقوق المصطفیٰ (مطبوعہ مصر ۱۲۷۶ھ) ہے، جن کی شرح علامہ العقابی (م ۱۰۶۹ھ) نے سیم الریاض (مطبوعہ آستانہ ۱۲۶۶ھ) کے نام سے لکھی۔ اس سلسلے میں ہم نے الوادی (م ۲۰۷ھ) کا نام چھوڑ دیا ہے، جس نے سیرہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دو کتابیں لکھیں: کتاب السیرہ اور کتاب تاریخ و اسماء اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت امام الشافعی (م ۲۰۴ھ) نے لکھا ہے کہ الوادی کی تمام تصانیف جھوٹ کا انبار ہیں۔

حدیث و سیرہ کے سلسلوں سے الگ کچھ تاریخی نالیقات بھی ہیں، جو محدثانہ طریق پر اسناد کے ساتھ لکھی گئی ہیں، جیسے علامہ ابن حجر الطبری (م ۳۱۰ھ) کی تاریخ الرسل والملوک (مطبوعہ لائڈن ۱۸۷۹ء بعد)۔ اس کا مکملہ العربی

ان سے اوپر کے لوگوں سے ان کے حالات دریافت کئے۔ اس طرح وہ عظیم الشان فی معرض وجود میں آیا جسے فی اسماء الرجال کہا جاتا ہے، یعنی اصحاب روایہ حدیث و آثار کے اسماء، التاب، سوانح، سیرہ اور اوصاف کا حال، ان کی حرج و تعدیل اور ان کے طبقات کی تعیین۔ اس بارے میں مشہور مستشرق ڈاکٹر سیرنگر نے الاضاحہ فی احوال الصحاح کے انگریزی دیباچے میں لکھا ہے۔ ”دنا میں نہ کوئی قوم اسی گری نہ آج تک موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فی ایجاد نہ کیا ہو“۔

حوادث اس اہم کام کے درجے ہوئے انہوں نے اسے فرض منصبی کی انجام دہی میں نہ لوبہ لائم کی کوئی پروا کی، نہ کسی کی دوا و رسوخ انہیں بے راہ کر سکا، نہ کسی کا علم و ہر سید راہ بنا اور نہ ان کا فلم بلوار ہی سے دنا۔ اس طرح نامی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرہ و سوانح اور آثار اسلام کے حالات تاریخ و روایت کی حسب سے بالکل مستند ہو گئے اور ان کی حسب فرضی قصوں، حمالی نہایتوں اور مسندہ دیومالاؤں کی نہ رہی بلکہ وہ تاریخی اسناد کے معیار پر پورے اترنے لگے اور وہ قدامت کی تاریکیوں میں گم ہوئے سے بھی محفوظ رہے۔ نول رپورٹڈ ناسورٹڈ ستمہ Rev Bosworth Smith ”یہاں پورے دن کی روسی ہے، جو ہر چیز پر پڑ رہی ہے اور جو ہر شخص تک پہنچ سکتی ہے“ (Mohammed and Mohammedanism) مطبوعہ ۱۸۸۹ء، ص ۱۵)۔ یوں نہ صرف اسلام اور نامی اسلام کے حالات یکسر تاریخی بن گئے بلکہ ہر اس شخص کے بہت سے حالات بھی محفوظ ہو گئے جس کا کسی نہ کسی رنگ میں کوئی تعلق اس داب افسس سے تھا۔ یقیناً اس اعتناء و توجہ کا کسی دوسری قوم کے سرمایہ روایت و تاریخ میں

نہ تھا تو شریک واقعہ تک تمام راویوں کا سلسلہ محفوظ ہونا ضروری ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ تمام راویوں کا نام ترتیب بتایا جائے اور روایت کا سلسلہ اصل واقعے تک کہیں مسطح نہ ہوئے پائے اور اس کے ساتھ بوزی چھان بین کے بعد یہ بھی تعیین کر لیا جائے کہ جس لوگوں کا نام سدا، یعنی سلسلہ روایت میں آتا ہے وہ کون ہیں؟ روایت و درایت میں ان کا کیا مقام ہے؟ ان کا حافظہ کبسا ہے؟ وہ کس سوچ و سوچ کے مالک ہیں؟ ان کی لغات و عدالت کبسی ہے؟ حال حل کا کیا حال ہے؟ ان کے معصبات کیا ہیں؟ وہ دقت رس ہیں یا تند دھن اور موٹی سمجھ کے مالک؟ ذہن سدا اور کتب قوت ہوئے اور انہوں نے کس ماحول میں زندگی بسر کی؟ سرس ہر راوی کے متعلق اس قسم کی جزئیات اور تفصیلات کی چھان بین کی جانی بھی۔ پھر رواہ کے مدارج قائم کئے جائے ہوں، کیونکہ ظاہر ہے کہ بعض راوی نہایت دھن و فہم اور دقت رس ہوئے ہیں اور بعض میں یہ اوصاف کم درجے میں پائے جاتے ہیں۔ کسی کا حافظہ اور عدالت زیادہ بہتر ہے اور کوئی اس مقام تک نہیں پہنچا ہوا ہوتا۔ اس اختلاف مراتب کی بناء پر بڑے بڑے معرکہ الآراء مسائل تصفیہ پائے ہیں؛ کیونکہ اصول یہ ہے کہ واقعہ جس درجہ اہم ہو سہادت بھی اسی مرتبے کی ہوگی چاہے (رب الدین العرفانی (۸۰۶ء)۔ فتح المعص، ص ۱۲۰)۔

روایہ حدیث کے حالات معلوم کرنے اور ان کے طبقات قائم کرنے میں ہزاروں اکابر نے اپنی عمریں صرف کر دیں۔ وہ فرقہ نہ فرقہ پہنچے، راویوں سے ملے، ان کے متعلق ہر قسم کی معلومات مہیا کیں اور حول و گود ان کے زمانے میں موجود نہیں تھے ان کے ملے والوں سے یا ان کے توسط سے

عشر عشر بھی نہیں ملتا۔

صحابہ کرام کو سب کے سب عدول بھی تھے، ان کے بعد قرنِ اول میں بھی کذاب راویوں میں بھی جید گنتی ہی کے نام ملتے ہیں۔ اس دور میں حارث الاثر (م حدود ۶۵ھ) اور مجاز الکذاب (م ۶۷ھ) وغیرہ کے ناموں کا خاص طور پر مسطور ہوا تھا ہی بنا تھا کہ اس عہد میں ایسی کمزوری معاشرے میں جس طرح سناں ہو جاتی تھی۔ اس کے بعد زمانے کے رُغمے کے ساتھ کمزور رواہ کی تعداد بھی بڑھتی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ انداء میں افساد کی طرف رجحان نہ رہی اور نہ اس کی ضرورت ہی تھی، لیکن افسوس کہ آہستہ آہستہ اس دور میں اس کی نسبت افسار بڑی اور اس پر پورا زور دیا جائے۔ درجہ امام دارقطنی (م ۵۳۵ھ) و زمانے میں۔ دوا لا دلائل من الاسناد ابداً بعد (س)۔ انداء، باب ۳)۔ محدثین انداء میں رواد کے روئے میں تحقیق و محقق نہیں آئے تھے، لیکن بعد میں ایسا لگتا جائے کہ اور راویوں پر حرج و عدل کے نئے نئے اسباب پیدا ہونے لگا۔ بعد از الحسب (م ۶۹ھ)، سعد بن حسان (م ۹۵ھ)، اشعری (م ۱۰۳ھ)، محمد بن سیرین (م ۱۱۱ھ)، باحان الاعسن (م ۱۳۸ھ)، معمر (م ۱۵۳ھ)، سعد (م ۱۶۹ھ)، دیمان الوری (م ۱۶۱ھ)، حماد بن سائد (م ۱۶۷ھ)، ثوب بن سعد (م ۱۷۵ھ)، امام مالک (م ۱۷۹ھ)، عبد اللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ)، سر بن المفضل (م ۱۸۷ھ)، وکیع بن الخراج (م ۱۹۰ھ)، دیمان بن عسہ (م ۱۹۸ھ)۔

اس اسماء الرجال میں سب سے پہلے سائد ابوسعید یحییٰ بن سعد بن قزوح (م ۱۹۸ھ) نے ایک کتاب لکھی۔ حوا اب ناسد ہے۔ ان کے ساگردوں میں یحییٰ بن معین (م ۲۳۳ھ)، امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ)، ابو حفص عمرو بن علی القلاس (م ۲۴۹ھ)،

علی بن المدنی اور نزار (م ۲۵۲ھ) وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔ پھر ابوبکر بن ابی سیبہ (صاحب مصیبت)، عبد اللہ بن عمر التماریری (م ۲۳۵ھ)، اسحق ابن راہویہ، ابو جعفر محمد بن عبد اللہ الموصلی (م ۲۴۲ھ)، ہارون ابن عبد اللہ الخصال (م ۲۴۳ھ) اور ان کے بعد انور زہہ الرازی، ابو حاتم، البخاری (م ۲۵۶ھ)، مسلم (م ۲۶۱ھ)، ابو داؤد السجستانی (م ۲۷۵ھ) اور ہی بن مخلد (م ۲۷۶ھ) ہیں۔

اسماء الرجال کی تألیفات میں سب سے مقدم امام بخاری کی کتابیں ہیں، یعنی التاریخ الکبیر، التاریخ الصغیر (مطبوعہ ہند ۱۳۲ھ)، الصغیر الصغیر (حو التاریخ الصغیر کے ساتھ بھی طبع ہوئی، لیکن اس سے پہلے حیدرآباد دکن سے ۱۳۲۳ھ میں سائے ہوئی تھی)، کتاب المفردات والوجدان (مطبوعہ ہند ۱۳۳۲ھ)۔ ان کے بعد پہلے ہیں کہ مسلم بن الحجاج (م ۲۶۱ھ) نے تصانیف کے نام سے بخاری کی انوار الکبر کا دہل لکھا، لیکن ان حوا ہی کتاب ہے کہ اسلئے خود مسلمہ کی اپنی کتاب المظاهر کا دہل ہے۔ بخاری کی التاریخ کا ایک نکلہ اندازِ عظیم ہے اور ایک اس محب الدین نے لکھا۔ حطب العدادی (م ۲۶۳ھ) نے التاریخ پر ایک تہمت نام الموضح لا وہام الجمع والمفرد لکھا۔ البخاری کی التاریخ پر ایک اسدراک ابن ابی حاتم (م ۲۴۷ھ) کا ہے۔ امام بخاری کے بعد امام مسلم نے کتاب المفردات والوجدان (مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۲۰ھ) کے نام سے اسماء الرجال پر کتاب تألیف کی۔ امام مسلم ہی کے عہد میں احمد بن عبد اللہ المعلی (م ۲۶۱ھ) کی کتاب الحرج والعدیل کا نام ملتا ہے۔ اس کے بعد ابوبکر المرار (م ۲۹۲ھ) کی بڑی شہرت تھی؛ پھر امام نسائی (م ۳۰۳ھ) نے کتاب الصغیر والمتروکین (مطبوعہ ہند ۱۳۳۳ھ) لکھی۔ چوتھی صدی کے مصنفین میں سے چار اور قابل ذکر ہیں: محمد بن احمد بن حمار الدولانی (م ۳۱۰ھ)، صاحب کتاب الاسماء والکنی

کچھ احراء محفوظ ہیں (البرکبی، ۸: ۱۹۶)۔ علامۃ  
الدہمی (م ۷۳۸ھ) نے مذہب شہدیت الکمال فی  
اسماء الرجال کے نام سے اس کی تلخیص کی، جس کی  
تلخیص اور جس میں کسی قدر اضافہ احمد بن  
عبد اللہ الحریری (مولود ۹۰۰ھ) نے خلاصہ مذہب  
شہدیت الکمال فی اسماء الرجال کے نام سے کیا (مطبوعہ  
بولاق ۱۳۱ھ)۔ یہی تلخیص خلاصہ مذہب الکمال  
فی اسماء الرجال کے نام سے مطبع البحرہ مصر سے  
دو بار ۱۳۲۲ھ میں شائع ہوئی۔ مضافاً یہ جمع  
اوہام الشہدیت اور ذیل علی المؤید والمجہد  
لاس نظم بھی تالیف اس۔ احراء ذیل کتاب کا  
ذکر آئے انا ہے۔ الکمال فی اسماء الرجال کی تلخیص  
محمد بن علی الدمشقی (م ۷۶۵ھ)، ابو العباس احمد  
سعد العسکری (م ۷۷۵ھ)، ابوبکر بن ابی النجم (م  
۷۸۰ھ) وغیرہ نے بھی کی۔ افعال الشہدیت کے  
نام سے اس التمش (م ۷۸۰ھ) نے ایک کتاب لکھی،  
جس کی تلخیص مامی اس سہمہ (م ۷۸۵ھ) نے کی۔ مختصر  
الشہدیت کے نام سے ایک کتاب حافظ الاندلسی  
نے بھی قلم بند کی تھی۔ الحمیری کی کتاب کا  
بلکہ اس بر الدہمی کی تلخیص کا ایک مکملہ سی الدس  
انوالفصل محمد بن محمد بن فہد (م ۷۷۱ھ) نے  
بہانہ العرب و تکمیل الشہدیت کے نام سے قلم بند  
کیا۔ اس میں الدہمی اور ابن حجر کی اس کتاب پر  
تلخیصات کا مواد بھی سمٹا گیا ہے، جس کی شہدیت  
اس کے نئے حجم اندس عمر نے کی۔ ان دسر الدس  
نے مد لوزہ نالامواد لوبدیعہ السن فی وفات ادعیان  
کے نام سے مخطوط کیا ہے، پھر خود ہی السیاح فی  
بدیعہ السن کے نام سے اس کی سیرج بھی لکھی، جس میں  
ذیل کے بیان کردہ ناموں میں اور بابوں کا اضافہ کیا  
ہے۔ اس فہد کی ایک کتاب لحظ الاعطاف بذیل  
طبقات الحنطاط بھی مطبوعہ موجود ہے۔  
حافظ عبدالعزیز المقدسی کی کتاب الکمال فی

(مطبوعہ حیدرآباد دکن، ۱۳۲۲ھ) اس ابی حاتم،  
جس نے العرج والتعذیل کے نام سے اس موضوع پر  
ایک مسند کتاب تالیف کی (مطبوعہ حیدرآباد دکن  
۱۹۵۲ء)۔ ان کی اور تالیفات کتاب المرسل (مطبوعہ  
حیدرآباد دکن ۱۳۲۱ھ) اور کتاب الکئی ہیں:  
امام دارقطنی (م ۷۸۵ھ)، جنہوں نے ضعف رواہ  
کے حالات قلم بند کیے۔ اس کا محفوظہ محفوظ ہے،  
مفسر کے ہاں اس میں کی سب سے مشہور کتاب  
ابو احمد علی بن عدی بن علی الحنطاط (م ۷۶۵ھ)  
کی الکامل فی العرج والتعذیل ہے۔ اس کا  
دوسرا نام الکامل فی معرفہ الضعفاء والمروئین  
بھی ہے۔ اہل کتاب سے اس کا ایک نام الکامل فی معرفہ  
الضعفاء والمروئین دیا ہے۔ اس کے محفوظہ محفوظ  
ہیں۔ امام دارقطنی اس کی بہت تعریف کرتے تھے۔  
اس پر ابن المسیرانی محمد بن ناصر الدمشقی (م ۷۷۵ھ) نے  
ایک ذیل لکھا۔ الدہمی نے میزان الاعمال (۷۵: ۳)  
میں ابن المسیرانی کی تالیف کے بارے میں اچھی رائے  
کا اظہار نہیں کیا۔ احمد بن محمد بن مفرج بن الرومہ  
(م ۷۳۸ھ) نے الحافل کے نام سے ایک مختصر ذیل  
لکھا اور الکامل کی دو جلدوں میں تلخیص بھی کی۔  
اسی طرح ایک ذیل احمد بن اسبک الدمشقی  
(م ۷۴۹ھ) کا ہے۔ اس عدی نے ایک کتاب الاسماء  
الصغیرہ بھی تالیف کی تھی اس کا محفوظہ محفوظ  
ہے۔ مؤخرین کی تالیفات میں سے ایک بہانہ  
عمدہ کتاب عبدالعزیز المقدسی (م ۷۹۰ھ) کی الکمال  
فی اسماء الرجال کے نام سے ہے، جس کی شہدیت و  
تکمیل یوسف بن الرقی البرقی (م ۷۳۲ھ) نے شہدیت  
الکمال فی اسماء الرجال کے نام سے کی۔ یہ بارہ  
جلدوں میں محفوظ ہے (البرکبی، ۹: ۳۱۳)۔ یہ  
جلدوں میں اس کا مکملہ ابو عبد اللہ علاء الدین  
المغلطائی بن فلیج (م ۷۶۲ھ) نے افعال شہدیت  
الکمال فی اسماء الرجال کے نام سے لکھا۔ اس کے

کہا کرتے تھے۔ انہوں نے صحابہ کرام کے حالات میں الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (مطبوعہ حدرآباد دکن ۱۳۱۸ھ) کے نام سے ایک بڑی بلند پایہ کتاب تالیف کی ہے۔ خاص صحابہ کے حالات میں سب سے پہلی تالیف عالماً علی بن المدینی کی معرفۃ من تزل من الصحابہ سائر البلدان ہے۔ یہ انک مختصر سی بائج حروکی کتاب تھی۔ ان کے بعد امام البخاری کی تالیف ہے۔ پھر ابو القاسم العوی (م ۲۱۰ھ)، ابوبکر بن ابی داؤد، عدنان بن محمد المروری (م ۲۹۳ھ)، ابی علی سعد بن ابی محمد عبداللہ بن علی بن حرود (م ۳۰۷ھ) صاحب الاحادی فی الصحابہ، ابو القاسم عبدالصمد بن سعد الخنسی (م ۳۲۳ھ)، جنہوں نے ان صحابہ کا ذکر کیا جو حصص گئے، عبدالغنی ابوالحسن بن الغنی (م ۳۵۱ھ)، عثمان بن السکن (م ۳۵۳ھ) صاحب کتاب الحروف فی الصحابہ، ابو حاتم محمد بن حبان الشیبی (م ۳۵۴ھ)، الطبرانی (م ۳۶۰ھ) معجم کبیر میں، ابو الفضل محمد بن حسن (م ۳۶۷ھ)، ابوحفص بن شاہین (م ۳۸۵ھ)، ابو منصور الماوردی (م ۳۸۷ھ)، ابو نعیم الاصفہانی (م ۳۹۳ھ) صاحب حلیہ الاولیاء، الخطیب (م ۴۰۶ھ)، ابو عبداللہ بن منہ (م ۵۱۱ھ) صاحب کتاب د کبریا عانی میں ماہ و عشرین سے من الصحابہ (ابو موسیٰ محمد بن عمر المدینی (م ۵۸۱ھ) نے اس منہ کی کتاب پر دبل لکھا، حسن کا حجم اس منہ کی کتاب کا دو پہائی تھا، الدولابی (حسن کا د کبریا پر ہو چکا ہے)، ابو احمد الحسن بن عبداللہ العسکری (م ۳۸۲ھ) جنہوں نے فائل کی ترتیب سے صحابہ کا ذکر کیا اور محمد بن الربیع الحیری (جنہوں نے مصر خانے والے صحابہ کا ذکر کیا، دیکھیے الصوۃ الساری، Journal of the Palestine Oriental Society، ۱۹: ۱۶۶، ۱۹۳۹ - ۱۹۴۰ء) کے نام ملتے ہیں۔ ان عبدالبر نے متعدد مؤلفین کی معلومات کو جمع کیا

اسماء الرجال، حسن کی تہذیب یوسف المری نے کی تھی۔ صحاح سہ کے رواہ کے بارے میں بڑی اہم کتاب ہے اور ارباب عقل و دانش کی نظر میں اس کا درجہ بہت بلند ہے، خصوصاً المری کی تہذیب کا، حواسم نامی ہے۔ لیکن المری نے بہت غلو و اطبات سے کام لیا ہے، گو اس اصافے میں بھی حق و صواب کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹے نہیں ہوا، اس دراز گوئی کا سجدہ نہ ہوا نہ اس کی صحافت کی وجہ سے اس سے اسفندہ نہ کیا جا سکا۔ حافظ دہلی نے اس کتاب کی کشف کے نام سے تلخیص کی اور لوگوں نے اسی پر اتکا کر لیا، لیکن حب علامہ ابن حجر نے اصل کتاب نو دیکھا و محسوس کیا کہ اس میں لوگوں کا خود تر کیا گیا ہے وہ بعض جگہ محض عنوان کی سی حشمت رکھا ہے اور طبعوں میں ان کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنے کا سوچ پیدا ہے۔ علامہ نے اس پر تہذیب التہذیب کے نام سے دو۔ انک کتاب تالیف کی۔ ابن حجر نے تہذیب التہذیب کا ہر م التہذیب (مطبوعہ لکھنؤ ۱۲۷۱ھ) کے نام سے احصاء بھی بنا رکھا تھا۔ آخر میں علامہ السیوطی (م ۹۱۱ھ) نے رواند الرجال علی تہذیب الکمال کے نام سے ایک کتاب لکھی۔

۱۲ جنویں صدی کے مؤلفین میں سے دو نام اور قابل ذکر ہیں۔ ایک مشہور محدث السہمی (م ۴۵۸ھ) اور دوسرے علامہ ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ)۔ ابوبکر احمد بن حسین السہمی کی کتاب الاسماء واصحاب (مطبوعہ آہ آہاد ہند ۱۳۱۳ھ) بڑی قابل قدر ہے۔ فضلاء فربطہ میں ابو عمر جمال الدین یوسف بن عمر بن عبدالبر کا مقام شاید سب سے بلند ہے۔ ابوالولید اسحاق ان کے متعلق کہتے تھے: لم یکن بالاندلس من ابی عمر بن عبد البر فی الحدیث (ان حاکان، ۲: ۳۳۸) = علم حدیث میں ابن عبدالبر کا اندلس میں کوئی مثیل نہیں اور وہ انہیں ”احفظ اهل المغرب“





اسماء الرجال پر عام انداز کی نالغاب کے علاوہ بعض محدثین نے خاص خاص اسالب اختیار کر کے ان پہلوؤں پر بھی کتب لکھی ہیں، مثلاً المؤلف والمختلف، یعنی ملے جلے ناموں میں الناس کو دور کرنے کے لیے دہل کے محدثین نے نالغاب کیں: حافظ ابوالحسن الداروطی (م ۵۳۸۵) : المختلف والمؤلف فی اسماء الرجال؛ طبیب العدادی (م ۵۴۶۳) المؤلف بکملہ المختلف، جس پر ان ماکولا الغلی (م ۵۴۸۷) نے اضافہ کیا اور ابھی کتاب کا نام الاکمال فی المختلف و المؤلف من اسماء الرجال رکھا (ربرطیع)۔ اس نالغاب میں انہوں نے ابو محمد عبدالعی بن سعد الاردی (م ۵۴۰۹) کی کتب المؤلف والمختلف فی اسماء نعلہ الحدیث (۵۱۳۷) اور مستہ السنہ (پہلی کتاب کے ساتھ سائے ہوئی) سے بھی مدد لی، جو اس سے پہلے لکھی جا چکی تھیں۔ اس موضوع پر ان ماکولا کی ایک اور کتاب بھی ہے: نہدب مستمر الاوهام علی دوی المعرفہ و اولی الامہام (مخطوطہ محفوظ ہے)۔ پھر اس نقطہ (م ۵۶۲۹) نے الاکمال کا دہل لکھا۔ اسی موضوع پر اس نقطہ نے التفسیر لمعرفہ رواہ السی و الامام کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اس نقطہ کی کتاب کا ایک دہل ابو حامد ابی الصابونی (م ۵۶۸۰) کا اور ایک مصبور بن سلم بن العبادہ (م ۵۶۳۳) کا: الدہل علی تدہیل ان نقطہ علی الاکمال لاس ماکولا (مخطوطہ محفوظ ہے) کا ہے۔ پھر ان دونوں کی کتابوں پر علاء الدین المغلطائی (م ۵۷۶۲) نے ایک دہل لکھی، لیکن المغلطائی کی کتاب میں راویان حدیث کے علاوہ شعراء کے حالات بھی شامل ہیں۔ المختلف و المؤلف کے نام سے حصر موب کے اس الطحان ابوالقاسم یحییٰ بن علی (م ۵۴۱۶) اور ابوالمظفر محمد بن احمد ابی وردی (م ۵۰۷۰) کی نالغاب بھی ہیں۔ کچھ لوگوں نے خاص خاص کتب

۱۸۸۳ء، ۱۳۰۱ھ، مصر ۱۳۲۵ھ)۔ علامۃ ابن حجر نے لسان المیران (مطووعۃ حیدرآباد دکن ۱۳۲۹ نا ۱۳۳۱ھ) کے نام سے چھ جلدوں میں اس کی تلخیص کی، جس کی نظر ثانی خود مؤلف کے کہنے پر السجاوی، صاحب الاعلان، نے کی اور اس پر کچھ اضافے بھی کیے تھے۔ ابن حجر نے خود بتویم اللسان اور تقریب اللسان کے نام سے لسان المران کی دو تلخیصیں لکھیں۔ مران الاعمال کا ایک دہل سبط اس العجمی رہاں الدین ابراہیم بن محمد الجلی (م ۵۸۱۴) اور ایک سجع عراقی نے لکھا۔ السوطی نے ایک کتاب لکھی بھی: ردہد اللسان علی المران۔ ابن اعداء عماد الدین ابن کشر (م ۵۷۷۷) نے بکملہ فی معرفۃ النشاء والنصحاء والمجاهل کے نام سے کتاب لکھی، جس میں السری کی نہدب اور الدہلی کی مران کے مواد ہی کو نہیں سمٹا بلکہ اس پر اضافہ بھی کیا ہے۔ اس صدی کے ایک مشہور محدث محمد بن محمد بن سعد الناس المعمری (م ۵۳۴۷)، صاحب جصل الاصابہ فی تفصل الصحابہ میں۔

دسویں صدی کے مؤلفوں میں سے ابن حجر کا دہل اور متعدد حکم ہو چکا ہے۔ انہوں نے ان رواہ کا ذکر ایک علاحدہ کتاب میں لکھا شروع کیا تھا جو نہدب میں مذکور نہیں، لیکن وہ کتاب امام نہ ہو سکی۔ اس صدی کے مؤلفوں میں سے ناصر بن احمد بن یوسف الفزاری الشکری (م ۵۸۲۳) کے متعلق، جو اس مزی کے نام سے مشہور ہیں، ابن حجر نے لکھا ہے کہ انہوں نے رواہ حدیث کی تاریخ پر سو جلدوں میں ایک حجم کتاب لکھی بھی، لیکن معلوم ہوا ہے کہ یہ کتاب دس برد رمانہ کی بدر ہو چکی ہے مؤلف نے ابھی اس کا مسہبہ سار نہیں کیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں السجاوی (م ۵۹۰۲) اور السوطی (م ۵۹۱۱) پر اسماء الرجال پر لکھے والوں کا دستاں مکمل ہو جانا ہے۔

کی شرح معانی الآثار کے رجال پر ندرالدین العینی نے ۔ بعد میں مولوی سعید احمد حسن نے تہذیب الرواہ فی احادیث مشکاۃ (مطبوعہ ہند ۱۳۳۳ھ) تالیف کی۔

اسماء المدتسین پر غالباً سب سے پہلی کتاب حسن بن علی بن برید الکرائسی صاحب التہذیب نے لکھی ۔ اس کے بعد اسماء السانی اور الدارقطنی نے ۔ حافظ الدہلی نے ان پر ایک ارجوزہ لکھا تھا ۔ بعد میں لوگ وقتاً فوقتاً ان ناموں میں اضافے کرتے رہے، مثلاً رکن الدین عبدالرحیم العرامی (م ۸۰۶ھ)، ان کے سب سے ولی الدین احمد بن عبدالرحیم اور زرعہ (م ۸۲۶ھ)، برہان الدین الجلیلی ابراہیم بن محمد سبط ابن العجمی (م ۸۴۱ھ) اور ابن حجر نے معروف اہل القدس مراتب الموصوفین باللہدیس، حسن کا دوسرا نام طغاب المدتسین بھی ہے (مطبع الحبشہ، ۱۳۰۲ھ)۔ پھر دیکھیے اسی مصنف کی دوسری مطبوعہ کتاب مراتب المدتسین ۔ خاص لمرور رواہ بن حنی بن معین، اور زرعہ الرازی، البخاری، السانی، الفلاس، ابن عسلی، ابو حامد بن جہان العسلی، الدارقطنی، الحاتم، ابوالفتح الارذی، ابن السکین اور ابن الجوزی نے کتب تالیف کیں ۔ مرنبا یہ سارا مواد الدہلی کی المراتب میں آچکا ہے ۔ الدہلی نے خاص لمرور رواہ پر دو مستقل کتب بھی تالیف کی ہیں : ایک المعنی اور دوسری الصنعاء والمروءین، حسن کا خود ہی ایک دلیل بھی بنا رہا۔

اسانہ کے بیوج پر مسلسل معامہ لکھی کتب ۔ السحاوی نے الاعلان (ص ۱۱۸) میں لکھا ہے کہ میرے اندازے میں ایسی کتابیں ایک ہزار سے بھی زیادہ ہوں گی ۔ ایسے مصنفین میں السلفی، قاضی عیاض، السمعانی، ابن البخار، المذہبی، رسل الدین اعطار، البرزالی، ابن العدیم، الطبرانی وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔ السحاوی نے الاعلان (ص ۱۶۴) بعد میں تفصیل

حدیث کے رجال کا ذکر کیا ہے، مثلاً ابونصر احمد بن محمد الکلاباذی (م ۳۹۸ھ)، اسماء رجال صحیح بخاری، بیر ابوالولید الناحی اور بھر ابوبکر احمد بن علی ابن معویہ (م ۴۲۸ھ)، اسماء رجال صحیح مسلم) نے کتب لکھی ۔ بعد میں ابوالنصل محمد ابن طاہر (م ۵۰۷ھ) نے ابودیسر اور ابن معویہ کی کتب کو جمع کیا ۔ اس میں محمد بن طاہر کے کچھ اسدراکاب بھی ہیں ۔ رجال الصحیحین پر ابوالناسم ہبہ اللہ بن الحسن الطبری (م ۴۱۸ھ)، ابوعلی الحسن العسلی (م ۴۹۸ھ)، مسد المہمل والمستر المسکلی فی رجال الصحیحین، حیدرآباد دکن (۱۳۲۱ھ) اور عبدالعسیٰ احرابی (م ۱۰۱۱ھ)، فرد العسلی فی صفا اسماء رجال الصحیحین، حیدرآباد دکن (۱۳۲۳ھ) نے بھی کتابیں لکھی ۔ اس موضوع پر الفصل بن طاہر اور الجاہل کی کتب بھی ہیں ۔ الموطا کے اسماء الرجال پر محمد بن یحییٰ ابن فتحہ (م ۴۱۶ھ) اور ہبہ اللہ بن احمد الانصاری نے رجال الموطا کے نام سے اور اسماعیل الموطا کے نام سے علامہ سبوطی نے تالیفات کیں ۔ ابوعلی الحسن العسلی نے اسمہ شوح ابن داؤد لکھی (مخطوطہ محفوظ ہے) ۔ رجال احمد بن ابوعبداللہ محمد بن علی الحسنی (م ۶۵۵ھ) نے الا ثمال عن میں فی مسد احمد بن الرجال لکھی (مخطوطہ محفوظ ہے، برا دلمان میں یہ نام اس طرح درج ہے : الا ثمال فی د کثر میں لہ روانہ فی مسد الامام احمد بن حنبل) ۔ بھر سور الدین الہبسی نے ان رجال کا ذکر کیا جو الحسنی سے چھوٹ گئے تھے ۔ اس حجر سے رجال الاربعہ، یعنی موطا، مسد الشافعی، مسد احمد، مسد ابن حبشہ، ار الحسین بن محمد، پر معجل الصنفہ بروائد رجال آلائمہ الاربعہ (حیدرآباد دکن ۱۳۲۴ھ) تالیف کی اور رجال موطا محمد (م ۱۸۹ھ) پر رکن الدین الفاسم ابن قطلونفا (م ۸۷۹ھ) نے اور الطحاوی (م ۴۲۱ھ)

کے ساتھ ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے صحابہ سے لے کر ان کے دور (۸۹۷ھ) تک اس اسماء الرجال پر کام کیا ہے۔ اس کتاب میں (انگریزی ترجمہ، ص ۴۰) مختلف مدارج رکھے گئے وہ الفاظ بنائے ہیں جو محدثین رجال کی حرج و بعدیل میں استعمال کر رہے ہیں؛ اس کے لئے یہ دیکھئے ترجمہ الطر، مطبوعہ ککتہ، ص ۶۷ بعد۔

”الموضح“ کے موضوع پر مسلسل کتب بھی ملتی ہیں، یعنی ایسے رواہ کا۔ کرحوائے نام، کتب، لقب و سرہ و ن سے کسی ایک سے مشہور ہوں، لیکن سلسلہ سند میں ان کا وہ مشہور نام نا لقب و رہ نہیں بلکہ عمر مشہور نام نا لقب وغیرہ دیا گیا ہو۔

”من حدّث و تَبَيَّنَ“ یعنی کسی شخص نے اسی وقت کوئی روایت بنان کی لیکن بعد میں جب اس کے سامنے وہ روایت رکھی گئی کہ آپ نے یہ کہا تھا تو وہ اس کا بیان کرنا بھول چکا ہو۔ ارفطی کی کتاب من حدّث و تَبَيَّنَ ایسے ہی رواہ کے ذریعے ہیں۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض راویوں نا ان کے آباء و اجداد کے نام نا کسی نا لقب نا نسب ملتی چلی ہوئی ہیں تو اس سے بھی التباس پیدا ہوتا ہے ان التباس سے بچنے کے لئے محدثین نے مسلسل کتب تالیف کی ہیں۔

محدثین نے بڑی کاوش سے راویوں کے طبقات قائم کیے ہیں۔

اسماء الرجال پر سمعوں کے ہاں دلیل کے مضمین خاص طور پر قابل ذکر ہیں: عبد اللہ بن حسین الشسر، ابو محمد عبد اللہ بن حبلہ الواقفی (م ۲۱۹ھ)؛ ابو جعفر احمد بن محمد البرقی (م ۲۴۴ھ)؛ ابو عبد اللہ محمد بن الحسن المعاری (م ۳۰۰ھ)؛ ابو عمرو محمد بن عمر الکتبی (م ۳۴۰ھ، معروف اخبار الرجال، نمئی ۱۳۱۷ھ)؛

ابن ناویہ النمئی (م ۳۸۱ھ)؛ ابن الکوفی ابو العباس احمد بن علی بن احمد الحنسی الصرمی (م ۴۵۰ھ، الرجال، نمئی ۱۳۱۷ھ)؛ عبد اللہ بن محمد حسن بن عبد اللہ المامنی (م ۱۳۵۱ھ، تفتح المقال فی علم الرجال۔ یہ کتاب رجال مامقانی کے نام سے بھی مشہور ہے؛ اس کی تعلقات ابو محمد تھی السستری، تفتح المقال کی فہرست نام تشعہ السطح)؛ محمد اسرآبادی: مسیح المقال فی احوال الرجال اور مسیح المقال کے نام سے ان دونوں کی تلخیص ابو علی؛ حسن بن علی بن داؤد الحلّی، مریضی بن محمد درفولی؛ الحواسری محمد بن ناصر

راحم رجال کے میں نے آخر بہت وسعت احصار کر لی اور تقریباً ہر میں کے رجال پر مسلسل کتب لکھی گئیں، مثلاً طبقات القراء (عثمان الدانی، م ۴۳۳ھ)، طبقات المفسرین (السوطی)، طبقات الصوفیہ (ابو عبد الرحمن محمد بن حسن، م ۴۱۲ھ)، طبقات الاولیاء (ابن الملقن، م ۴۸۰ھ)، طبقات السعرا، ابن مسہ، م ۴۷۶ھ)، طبقات الادباء (ابن الأنباری، م ۵۷۷ھ)، طبقات الحکماء (ابن صاعد، م ۴۵۰ھ)، طبقات الحمہ (ابن محمد النرسی، م ۷۵۵ھ)، طبقات المالکہ (ابن فرحون، م ۷۹۹ھ)، طبقات الحائله (ابن الفراء، م ۵۲۶ھ)، طبقات السافعه (ابن السکری، م ۷۷۱ھ)، طبقات اللعوبین و النجاء (ابوکر الرندی، م ۷۳۹ھ)، طبقات الاطباء (ابن ابی اصعہ، م ۶۶۷ھ)، طبقات الخطاطین (سوطی) وغیرہ پر مستهل کتب تالیف ہوئیں؛ لیکن عموماً یہ رجال حدیث سے تعلق نہیں، اس لئے ہم انہیں اصطلاحی طور پر اسماء الرجال کی کتب نہیں کہہ سکتے۔

مأخذ: (۱) ابن ابی حاتم: الحرج والتعدیل (۱)؛ (۳۸) حیدر آباد دکن ۱۹۵۲ء (۲) ابن الأثیر: اسدالغابہ، دیباچہ؛ (۳) الدہلی: میزان الاعتدال، دیباچہ؛ (۴) وہی مصنف: تعرید اسماء الصحابہ، دیباچہ؛ (۵) ابن حجر:

ہیں اور حصرت ابراہیمؑ کی سب سے پہلی اولاد (Jewish Encyclopaedia ۶: ۶۴۷، بدیل مادہ)۔ حب ان کی ولادت ہوئی تو حصرت ابراہیمؑ کی عمر چھاسی سال تھی (نکویں، ۱۶: ۱۶)۔ آپ کے بھائی حصرت اسحقؑ، جو حصرت سارہ کے نظر سے تھے، آپ سے تیرہ چودہ برس چھوٹے تھے۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ حصرت ابراہیمؑ نے دعا کی تھی کہ مجھے صالح اولاد عطا کر، سو ہم نے اسے ایک حلم سننے کی سزا دی (۳۷: [القصص]: ۱۰۱)۔ یہ دعا قبول ہوئی اور "سلام حلم"، یعنی حصرت اسمعیلؑ پیدا ہوئے۔ بعض اور حضرات سب کا زمانہ اسے والد ماجد حصرت ابراہیمؑ کے رب ربست گزارا۔ روایت ہے کہ حصرت اسحقؑ سدا ہوئے تو حصرت سارہ نے حصرت ابراہیمؑ کو منحور کیا کہ حصرت ہاجرہ اور حصرت اسمعیلؑ کو ان سے الگ کر دیں، لہذا حصرت ابراہیم حصرت ہاجرہ و حصرت اسمعیلؑ کو اس نے آب و گناہ وادی نا بنانا (سورہ میں ساراں Paran۔ فاران) میں چھوڑ آئے، جہاں بعد میں مکہ معظمہ آباد ہوا، گو خانہ کعبہ کی موجودگی اس سے پہلے بھی ثابت ہے۔ عہدنامہ عسوی، سفر نکویں، میں ہے: اسمعیل کے حق میں میں نے بڑی دعا سی۔ دیکھ اسے میں بربت دوں گا اور بروسد کروں گا اور اس کو بہت بڑھاؤں گا۔ اس سے ماہ سردار سدا عوں گے، میں اس کو بڑی قوم ساؤں گا (۱۷: ۲۰)۔ اور پھر یہ کہ "ابراہیم" عم نہ کر۔ سارہ کی ناب ماں لے۔ بڑی نسل اسحق سے کہلائے گی۔ بڑے بٹے حادمہ رادہ کو بھی ایک قوم ساؤں گا کہ یہ بھی بیری ہی نسل ہے" (۲۱: ۱۳)۔ نالغاط نکویں، حادمہ رادہ، یعنی حصرت اسمعیلؑ کے بارے میں یہ روایت کہ ان کی والدہ حضرت ہاجرہ ایک مصری کبیر تھیں، جنہیں مرغوی مصر نے حصرت ابراہیمؑ کی خدمت میں پیش کیا تھا اور وہ

الاصابة فی تسمی الصبا، دہاچہ اور اس کی طبع کلکتہ کے شروع میں شہر نگر کا مقدمہ؛ (۶) وہی مصنف: تہذیب التہذیب، دہاچہ؛ (۷) وہی مصنف: لسان المیران، دہاچہ؛ (۸) وہی مصنف: تہذیب المعجم، دہاچہ؛ (۹) سرکیس: معجم المطبوعات، بمبایہ کثیرہ، میں مقالہ میں مدرج مصنف کے تحت؛ (۱۰) حامی حلیہ: کشف الطون، بمبایہ کثیرہ، میں مقالہ میں مدرج تحت کے تحت؛ (۱۱) براکمان، بمبایہ کثیرہ، میں مقالہ میں مدرج کتب و مؤلفین کے تحت؛ (۱۲) او علی مسہی المقال، مطبوعہ ۱۳۰۰ھ؛ (۱۳) السحاوی الاعلان بالوئح لمن دم اهل التاریخ، دمشق ۱۳۴۹ھ اور اس کا انگریزی ترجمہ Rosenthal، لندن ۱۹۵۲ء۔

(عبدالمنان عمر)

⊗ اسمعیلؑ: حصرت ابراہیمؑ کے چہرے اور سب سے بڑے صاحبزادے۔ اسمعیلؑ عبراوی مادی ہے جماع ایل (جماع سب، ایل اللہ: اعطی معنی: خدا اس لیا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حصرت ابراہیمؑ اور حصرت ہاجرہ کی دعا سنی)۔ حصرت اسمعیلؑ کو بھی مصنف دوت سے سرور فرمایا گیا (مریم [۱۹]، ۵۵، ۵۶)۔

علاوہ دوت کے حصرت اسمعیلؑ کو ایک سرف ہو نہ ملا کہ آپ اپنے والد برکوار حصرت ابراہیمؑ کے ساتھ خانہ کعبہ کی تعمیر میں سرک تھے، (۲: [البقرہ]: ۱۲۷)، دوسرا یہ کہ حصرت ابراہیمؑ نے جواب میں دیکھا کہ اسے انکوئے بٹے کو اللہ کی خوشبودی کے لئے دج کر رہے ہیں تو حصرت اسمعیلؑ نے بلانامل اپنے آپ کو اس قربانی کے لئے پیش کر دیا، لہذا ان کا لقب دج اللہ ہوا۔ حصرت اسمعیلؑ حصرت ہاجرہ کے نظر سے

اسرائیلی الاصل نہیں، ایسے ہی یہ روایت کہ حضرت سارہ کو اپنی سوت حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسمعیلؑ سے برخاست تھی اور وہ نہیں چاہتی تھیں کہ حضرت اسمعیلؑ اپنے والد ماجد کے وارث بنے۔ مؤرخین اور مفسرین نے اس روایت کو طرح طرح سے تفسیر کیا ہے نہ اختصار میں کیا ہے اور نہ مختلف نتائج قائم کرنے چلے آئے ہیں، مثلاً یہ کہ (۱) حضرت اسمعیلؑ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ بحال شیرخوارگی ارضِ حجاز میں شریف لائے۔ اس وقت حب سے شعور کو پہنچ چکے تھے؛ (۲) اسرائیلی روایات نے اس سلسلے میں حبسِ حطیٰ کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے مراد کیا واقعی سرزمینِ مکہ ہے (۳) دسیج کون ہے؟ حضرت اسمعیلؑ یا حضرت اسحقؑ؟ قرآن مجید کا مصلہ اس باب میں کیا ہے؟ عہدنامہ عتیق کے اسباب کیا ہیں؟ تاریخ کیا کہتی ہے؟ اس میں کیوں شک نہیں کہ عہدنامہ عتیق ہی حاواۃ ابراہیمی کے متعلق معلومات دینے میں ماحد ہے اور ہم اسے نظر انداز نہیں کر سکتے، لیکن یہاں دو نادر قابلِ لحاظ ہیں : ایک تو یہ کہ عہدنامہ عتیق میں برابر بحریف ہی رہی، حبس کا یہود و نصاریٰ کو بھی اعتراف ہے۔ نایباً قرآن مجید نے ان روایات سے مطلق اعتناء نہیں کیا۔ قرآن پاک (سورہ الصّٰفّٰت) کا اشارہ تو صریحاً اس امر کی طرف ہے کہ حضرت ہاجرہ سے حضرت سارہ کی علحدگی اس وقت ہوئی جب حضرت اسمعیلؑ سے رسدِ کعبہ پہنچ چکے تھے، نہونکہ جب تک حضرت اسحقؑ کی ولادت نہیں ہوئی تھی اس علحدگی کا حبس کی طرف شہدنامہ عتیق میں اشارہ کیا گیا ہے سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ قرآن مجید نے اگرچہ حضرت اسمعیلؑ کا نام نہیں لیا کہ وہ حضرت اسحقؑ سے بڑے تھے، جیسا کہ عہدنامہ عتیق میں صاف مذکور ہے،

لیکن حضرت ابراہیمؑ کی دعا، جیسا کہ بحوالہ ۳۷ : ۱۰۱ اور بیان ہو چکا ہے، حضرت اسمعیلؑ ہی کے لیے تھی۔ وہ حب سے شعور کو پہنچے اور حضرت ابراہیمؑ نے جواب میں دیکھا کہ آپ انہیں دبیج کر رہے ہیں، پھر اس سلسلے میں ان کی ناہم گفتگو ہو چکی تب کہیں حضرت اسحقؑ کا ذکر کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ”ہم نے اسے اسحقؑ کی بشارت دی، جو نبی ہوگا صالحین میں سے (۳۷ : الصّٰفّٰت) : ۱۱۲)۔ اسے ہی ایک دوسری جگہ حضرت ابراہیمؑ کہتے ہیں : ”حمد ہے اللہ کے لیے، جس نے بڑھاپے میں مجھے اسمعیلؑ اور اسحقؑ عطا کیے۔ بسک میرا رب سے والا ہے دعا کا“ (۱۲۰ : ابراہیم) : ۳۹)۔ ناین ہمہ نورا میں ہے : ”ابراہیم صبح کو اٹھا، روٹی اور پانی کا مشکریہ ہاجرہ کو دنا اور اس کے کندھے پر رکھ دنا اور اسمعیلؑ کو“ (نکون، ۲۱ : ۱۴)۔ کندھے پر رکھے کا اشارہ اگر مشکریے اور حضرت اسمعیلؑ دونوں کی طرف ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت ہاجرہ کی حضرت سارہ سے علحدگی اس وقت ہوئی جب حضرت اسمعیلؑ ابھی شیرخوار تھے، لیکن پھر اسرائیلی روایات ہی کی رو سے حضرت اسحقؑ اس وقت پیدا ہوئے جب حضرت ابراہیمؑ بہت بوڑھے تھے اور حضرت سارہ بھی اولاد سے مانوس ہو چکی تھیں (نکون، ۱۸ : ۱۴ و ۲۱ : ۳)۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے جہاں کہیں حضرت اسمعیلؑ کا ذکر کیا ہے حضرت اسحقؑ سے پہلے کیا ہے۔ یوں بھی حضرت سارہ کو حضرت اسحقؑ کی بشارت دی گئی تو یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت ابراہیمؑ ارضِ فلسطین میں مقیم تھے اور حضرت اسمعیلؑ ارضِ حجاز میں آباد ہو چکے تھے۔ قرآن پاک میں ہے : ”کیا تجھے ابراہیم کے معرر مہمانوں کی بات پہنچی جب وہ اس کے گھر آئے

تو انہوں نے کہا سلام۔ اس نے کہا سلام ہو اے  
 اوپرے لوگو۔ وہ جلدی سے لوٹا اپنے اہل میں اور  
 لے آیا ایک بچہڑا بلا ہوا۔ ان کے سامنے رکھا اور  
 کہا تم کیوں نہیں کھاتے۔ وہ اپنے ہی میں ان  
 سے ڈگھڑکا گیا۔ انہوں نے کہا خوف مت کر اور  
 اسے اشارت دی ایک حلقہ بننے کی ہوسامیے آئی اس کی  
 ہوی ہوئی ہوئی اس نے اپنا ماٹھا ہٹا اور کہے  
 لگی میں ہوں ناجہڑا بڑھیا“ (۱۰ [الدرب]: ۲۴ نا  
 ۲۹)۔ عہدنامہ عقیق میں علام حلقہ اور علام حلقہ  
 کے اس اشارہ کو کوئی ذکر نہیں جو قرآن مجید نے  
 کیا ہے۔ بہر حال حضرت اسحقؑ کی اشارت کا  
 زمانہ وہ ہے جب حضرت سارہ اولاد سے مایوس ہو  
 چکی تھیں (نکویں، ۱۸۰: ۱۴) اور اس کے برعکس جب  
 حضرت اسمعیلؑ کی اشارت دی گئی تو نہ صورت  
 نہیں تھی۔ سورہ ۱۱ [ہود]: ۷۱ تا ۷۳ میں بھی  
 حضرت سارہ کی اس مایوسی کا ذکر موجود ہے؛  
 چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحقؑ اور  
 حضرت اسحقؑ کے بعد حضرت یعقوبؑ کی اشارت  
 دی گئی تو حضرت سارہ کہنے لگیں، ”ہائے میں—  
 کیا میں جنوں کی— میں تو بوڑھی ہوں اور میرا  
 حادہ بھی بوڑھا ہو چکا ہے— یہ عجیب بات ہوگی۔“  
 اس پر حضرت ابراہیمؑ کے مہمانوں نے کہا: ”کیا  
 بچھے اللہ کی بات پر تعجب ہے، اللہ کی رحمت اور  
 برکت ہے کھر والوں پر شک وہ حمد و حمد  
 ہے“؛ لیکن یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ حضرت  
 ہاجرہ کی حضرت سارہ سے علحدگی اگر حضرت  
 اسحقؑ کی بددائسی پر ہوئی، جیسا کہ عہدنامہ عقیق  
 کا نشان ہے (نکویں، ۲۱: ۱۴) تو یہ زمانہ  
 حضرت اسمعیلؑ کی سرحواریگی کا نہیں ہو سکتا۔  
 مگر پھر احادیث میں بھی اس مطلب کی ایک روایت  
 موجود ہے، گو غیر مرفوع اور بقول سید سلیمان  
 ندوی اس کا تعلق اسرائیلیات سے ہے (سید سلیمان

ندوی: ارض القرآن، ج ۲، طبع چہارم، اعظم گڑھ  
 ۱۹۵۶ء)، لہذا غیر معتبر۔ سید صاحب کے  
 نزدیک (وہی حوالہ) اس سلسلے میں صحیح ترین  
 روایت بھی غیر مرفوع ہے اور اس میں اور نالمود  
 اور مدرائش کی روایات میں معاً کوئی فرق نہیں۔ نہ  
 وہ روایات ہیں جن پر ہم اعتنا نہیں کر سکتے،  
 جیسا کہ مولوی حمد الدین العراہی، صاحب  
 نظام القرآن کا حال ہے (دیکھئے حروی رحمہ  
 مقدمہ تفسیر نظام القرآن، عنوان قرآنی کی حقیقت)۔  
 قرآن مجید میں بہر حال ایسا کوئی اشارہ نہیں جس سے  
 اس اسرائیلی روایت کی نائید ہوئی ہو، لہذا ہمارے لیے  
 دیکھنے کی بات ہے تو نہ کہ اگر یہ زمانہ حضرت  
 اسمعیلؑ کی سرحواریگی کا تھا تو حضرت سارہ کی  
 علحدگی کی وجہ وہ نہیں ہو سکتی جو عہدنامہ عقیق  
 میں مذکور ہے۔ اندرین صورت یہ امر بھی  
 ناقابل تسلیم ہوگا کہ حضرت ابراہیمؑ کا سرحوار  
 محض اس علحدگی کی وجہ سے پس آیا، اس کے  
 اسباب کچھ اور ہوں گے اور اپنی جگہ نہایت اہم،  
 خواہ نہ سراسر اس وقت لیا گیا جب اسمعیلؑ سرحوار  
 تھے (جیسا کہ روایات میں ہے) خواہ تعالیٰ پس رسد۔  
 عہدنامہ عقیق کے انبات سے مقصود غالباً نہ ہے کہ  
 اس سر کی اہمیت کم کی جائے (چنانچہ دیکھئے  
 ”دائرہ المعارف یہود“، تدبیر مادہ)۔ اگر نہ مان لیا  
 جائے کہ حضرت ابراہیمؑ کی اس مہاجر کا زمانہ حضرت  
 اسمعیلؑ کی سرحواریگی کے دن ہیں، لیکن اس کی  
 وجہ بہرحال وہ نہیں جو عہدنامہ عقیق میں بیان کی  
 گئی ہے۔ اس کے لیے ہمیں قرآن مجید سے رجوع کرنا  
 پڑے گا، جس کی تاریخ بھی نائید کرے گی۔ دوسرا غور  
 طلب امر یہ ہے کہ نالفاظ بوراہ حضرت اسمعیلؑ  
 کو جس بیان میں لایا گیا کیا فی الواقع وہی  
 سرزمین بھی جہاں آگے چل کر مکہ معظمہ آباد  
 ہوا۔ قرآن مجید کا اشارہ تو صریحاً اسی سرزمین کی

طرف ہے جہاں اللہ کا ”پاک گھر“ (یعنی حانہ کعبہ) پہلے سے موجود تھا اور جس سے گویا اس سرزمین کی نصیب مرید ہو جاتی ہے۔ سورہ ۳۱ [ارہم]: ۲۷ میں ہے: ”اے سرے رب میں نے اپنی اولاد میں سے ایک کو بسایا جس کھیتی کی زمین میں، ترے پاک گھر کے پاس“۔ آئیے اب نہ دیکھیں کہ حضرت ابراہیمؑ حجار کون شریف لائے اور اس کے علاوہ بھی دور دور کے سفر کون احساں کیے (عراق ان کا مولد ہے، سام و فلسطین، مصر اور حریرہ العرب میں ان کی سریر اور باب ہے، حریرہ العرب میں حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمعیلؑ آباد ہوئے اور ارض فلسطین میں حضرت سارہ اور حضرت اسحاقؑ)۔ نہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب ہمیں قرآن مجید ہی سے ملے گا، اس لئے کہ عہد نامہ عتیق میں اس کی بوجہ جس رنگ میں کی ہے واقعات سے اس کی نائید نہیں ہوئی۔ سورہ ۳۱ [القصص]: ۸۳ میں جہاں حضرت ابراہیمؑ کا ذکر اس طرح شروع کیا گیا ہے: ”انہوں نے کہا بناؤ اس کے لئے ایک گھر اور ڈال دو اسے آگ کے ڈھیر میں۔ پس انہوں نے اس کے ساتھ ایک داؤ کرنا چاہا تو ہم نے انہیں بیچا دکھانا“ وہاں حضرت ابراہیمؑ کہتے ہیں ”میں اسے رب کی طرف جاتا ہوں۔ وہ سری رہی کرے گا“ (۳۱: ۹۹)۔ ان آیات سے قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ سفر اس مخصوص اور عالم گیر دعوت کے لئے اختیار کیے جس کے لئے ان کی نصیب ہوئی۔ نہ مقصد تھا متمدن دنیا میں دس حق کی تبلیغ اور اساعت، حسا کہ مصیبت نبوت کا نصیب تھا (دیکھئے اس کثیر: تفسیر، ۷: ۱۴۵، سر النعوی: معالم التریل، انہیں صفحات کے تحت میں) لہذا ارض حجار میں ان کی مہاجر، حانہ کعبہ کی ارسیر تو نعم، ایک انت اور ایک رسول کے

طہور کی دعا، ان سب کا تعلق اسی مقصد سے تھا جسے دوسرے لفظوں میں دعوت ابراہیمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حضرت اسمعیلؑ بھی اس دعوت میں شریک بلکہ اپنے والد بررگوار کے، جنہیں امام عالم کا رتبہ ملا، حاشیہ بھی اور یہ وہ امر تھا جس کی حضرت ابراہیمؑ نے دعا بھی کی تھی (قرآن مجید، ۲ [القرہ]: ۶)۔ رہی توراہ کی یہ روایت: ”سو وہ حلی گئی (یعنی حضرت ہاجرہ روایت مذکور بالا، حب مسکسہ ان کے کندھے پر رکھا گیا) اور شریع کے بنانا میں آوارہ بھرے لگی اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا۔ وہ بڑا ہوا اور بنانا میں رہنے لگا۔ خدا اس بچے کے ساتھ ہوگا۔ وہ بنانا میں رہا اور بر انداز ہوا۔ وہ فاران کے بنانا میں رہا“ (تکون، ۲۱: ۲۰، ۲۱) تو یہاں بھی بنانا (یا فاران) کا اشارہ اسی سرزمین کی طرف ہے جہاں مکہ معظمہ آباد ہوا۔ قرآن مجید نے اس بنانا (فاران) کو ’وادی عردی روع‘ کہا ہے اور اس کا اطلاق حجازی اور تاریخی جس پہلو سے دیکھئے مکہ معظمہ ہی کی سرزمین پر ہونا ہے، اس لئے کہ الفاظ ”عِندَ نَبِّكَ الْمُحَرَّم“ سے اس کی مرید و صاحب ہو جاتی ہے۔ ناس ہمہ عسائی اور یہودی مصنفین کو اصرار ہے کہ یہ بنانا یا فاران کوہ سنا سے مصر کی جانب مغرب میں یا شاید کوہ سینا کے داس میں واقع تھا۔ وہ بھولے ہیں کہ طہور اسلام سے نہ پہلے شمالی اور وسطی عرب کے فائل اپنا سلسلہ سب حضرت اسمعیلؑ سے ملا چکے تھے اور اسی لئے عرب المستعربہ کہلاتے تھے بمقابلہ عرب العارہ، جن کا تعلق جنوبی عرب سے ہے۔ یہ اصطلاحیں یونہی وضع نہیں ہو گئی تھیں۔ ان کا سرچشمہ ایک تاریخی حقیقت ہے، لہذا بنانا (فاران) کا اشارہ سرزمین مکہ ہی کی طرف ہے، جسے اس وقت ’وادی عردی روع‘ ہی سے تعبیر کیا جاسکتا تھا،



حضرت اسمعیلؑ ہی کو حاصل ہے کچھ ایسی روایات بھی ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ دسج حضرت اسحقؑ ہیں۔ اس معاملے میں الطبری سب سے پیش پیش ہے، لکن الطبری نے اپنے اسباط کی بناء قرآن مجید کے بحالے تاریخ پر رکھی، حسا کہ اسرائیلی روایات کے مطابق مؤرخین کو بھیجی بھی اور یوں امت کی مسندہ رائے کے معاملے میں کہ دسج حضرت اسمعیلؑ ہیں اس سے ایک غلط موقف اختیار کیا۔ مقدمہ میں حافظ اس کثیر نے اس مسئلے پر روانہ اور درایہ نہایت سر حاصل بحث کی اور دلائل ثابت کیا ہے کہ الطبری کا یہ حمال کہ ذبیح حضرت اسحقؑ ہی کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ وہ کہتے ہیں (تفسیر، ص ۱۵۴) اس قسم کے نہت سے احوال کتب احبار سے مأخوذ ہیں۔ یوں بھی حب ان روایات میں نقص اور تحسین سے کہ لیا گیا بناسنتائے الطبری، جس کی قطعی رائے حضرت اسحقؑ کے حق میں ہے، مفسرین و محدثین نے یا تو اس مسئلے میں مخالف اور موافق دونوں راہیں سن کر دس یا بھر قطعی طرز پر حضرت اسمعیلؑ ہی کو دسج ٹھہرایا، لکن یہاں قابل لحاظ امر یہ ہے کہ اس اختلاف کا حقیقی سرچشمہ روایات میں نہ کہ قرآن مجید۔ یہ دوسری بات ہے کہ حب طرح طرح کی مختلف اور متضاد روایتیں سامنے آئیں اور حمالاب میں انتشار پیدا ہوا تو تفسیر میں بھی اس واقعے نے جس میں اختلاف کی کوئی گھاس نہیں بھی ایک مسئلے کی شکل اختیار کر لی۔ عیہ اسرائیلی روایات کی چھاں میں کیجیے اور علمی نقطہ نظر سے انہیں تاریخ کی کسوٹی پر رکھیے و یہود و نصاریٰ کے اس دعوے کی نائید نہیں ہوئی کہ دسج حضرت اسحقؑ ہیں۔ رہائے حال میں سید سلیمان ندوی (ارض القرآن، ج ۲، ندیل مادہ) سے مختصراً اور مولینا حمید الدین الغراہی نے

اس لیے کہ جس طرح عرب کے معنی سامان کے ہیں۔ جسے عرب کہا گیا تو آگے چل کر۔ عیہ مکتہ معلکہ بھی، جس کا برا نام نکتہ ہے (قرآن مجید میں بھی یہ نام آیا ہے جسے دوسری صدی میلادی میں بھی ایسے مکارنا بھی کہا جاتا تھا)، بعد میں آباد ہوا۔ حجاز کی اصطلاح بھی آگے چل کر وسیع ہوئی۔ نہیں نالفاظ نوراہ اللہ نے حضرت اسمعیلؑ کو برومند کیا، بڑھانا اور ان کی اولاد میں بارہ سردار پیدا ہوئے (نکور، ۱۷ : ۲۰)۔ نہیں وہ آرمابس پیش آئی جس کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ حب وہ غلام حلام جس کی حضرت ابراہیمؑ کو شارب دی گئی بھی ان کے ساتھ دوڑے بھرے کے قابل ہوا تو انہوں نے کہا: "اے اے" میں نے جواب میں دیکھا ہے میں جوں۔ بح کر رہا ہوں۔ سو بنا بیری بنا رائے ہے؟ اس نے کہا اے میرے باپ، وہ کہتے جس کا آپ کو حکم ملا ہے۔ ان ذاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے" (۳ : الصّٰفّٰت)۔ ۱۰۲، ۱۰۳)۔ ان آیات کا اشارہ ظاہر ہے قطعی طور پر غلام حلام، یعنی حضرت اسمعیلؑ، کی طرف ہے اور نہ اس وقت کی بات ہے حب انہی حضرت اسحقؑ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ حناچہ قرآن مجید سے ان کے متعلق شارب دی سو اس واقعے کا ذکر کرنے کے بعد (۳ : ۱۱۲)۔ بھر اس سلسلے میں کہ حضرت اسمعیلؑ ہی دسج ہیں ایک دوسری حکمہ ارشاد ہونا ہے: "اور اسمعیلؑ اور ادریس اور ذوالکفل نہ سب اہل صر میں سے تھے"، یہاں صر کا اشارہ حضرت اسمعیلؑ کے ان الفاظ کی طرف ہے جو اپنے والد باحد کا جواب سن کر انہوں نے کہے تھے کہ "اللہ نے جاہا تو آپ مجھے صر پائیں گے" (۲ : النساء : ۸۵)۔

لہکن معجب ہے کہ قرآن مجید کے ان واضح ارشادات کے باوجود کہ ذبیح اللہ ہوئے کا شرف



اسمعیل: پہلے ترکوں کا ایک قلعہ تھا \* اور اب سارابا Bessarabia کی روسی حکومت کے ایک ضلع کا صدر مقام، جو دریائے ڈینیوب Danube کی ساحل کھایا Kilia کے نائیں کنارے پر چھیل چڈرٹش Jalpuch اور کتلبوش Katlabuch کے درمیان واقع ہے۔ اس کی آبادی [حکب عظم سے قبل] تقریباً ۳۰۰ (۱۸۹۷ء میں: ۳۱۲۹۳) تھی۔ [۱۹۳۰ء میں آبادی ۲۶۱۲۳ تھی۔ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا]۔ کہا جاتا ہے کہ [اس کا] نام اسمعیل (مولدائی) (Moldavian) زبان کا سمیرل Smeril، سمل Smi، یا سمل Smeil، سر سیمیل (Simil) صعلی (Slav) زبان کے لفظ رمی (zmir) سے نکلا ہے، جس کے معنی سانپ نا اڑدھا کے ہیں اور جو مولداویا کے کئی شہزادوں کے القاب ہیں سے ایک لقب تھا۔ ترکوں کی عوامی اشتقاقیات کے مطابق اس لفظ کی نسبت قبودان اسمعیل نامی ایک مسیح فوج سے بنا کی جاتی ہے، جس نے ۱۳۸۴ء میں بایرید ثانی کے عہد میں اس شہر پر قبضہ کیا تھا۔

معلوم نہیں کہ اس شہر کی بنیاد کب پڑی، لیکن کہا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں اس پر اہل حسوا کا قبضہ تھا۔ اس شہر کو ترکوں کے زمانے میں بطور ایک قلعے کے اہمیت حاصل ہوئی، جو اس لیے بنایا گیا تھا کہ ایک طرف تو ان بحالی ناریوں کو کھلا جا سکے جنہیں ۱۵۹۹ء میں وہاں آباد کیا گیا تھا اور دوسری طرف یہ روسیوں کی پس قدمی کے خلاف مورچے کا کام دے، اس لیے کہ عسکری نقطہ نظر سے اس کا محل وقوع بڑا اہم تھا۔ ایک نو یہ شمال کی سمت سے دنیوچ Dobruja پر دھاوا بولنے کے لیے بہترین مقام تھا اور دوسرے حالات Galatz، خوتین Khotin، بندر Bender اور کھایا Kilia سے آنے والی سڑکیں یہاں آ کر ملتی

میں شادی کی۔ یہ وہ قبیلہ ہے جو حرم کعبہ کے آس پاس آباد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد دی اور انہیں برومند کیا، یہاں تک کہ ان کی نسل شمالی عرب میں پھیل گئی اور عرب غارہ۔ یعنی قدیم اور زماناں میں سب سے والے عربوں۔ کے مقابلے میں عرب مستعربہ۔ یعنی آباد کار عربوں۔ کی اصطلاح وضع ہوئی۔ ان کے تعلقات اپنے عہدہ بھائیوں سے کبھی خیرشگوار رہے کبھی کشیدہ۔ حضرت اسمعیل<sup>۳</sup> کے بارہ بیٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی یہی تھا کہ ان کی نسل سے بارہ سردار پیدا ہوں گے (پا، ۱۷: ۲۰)۔ ان میں بنیائیں کا مورث اعلیٰ۔ جنہوں نے شمالی عرب میں ساں و۔ و۔ لٹ حاصل کی۔ اور مدار (نا مدماہ)۔ سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ قیدار ہی سے واسطہ عدنان ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب حضرت اسمعیل<sup>۳</sup> تک پہنچا ہے۔

مآخذ: قرآن مجید، کتب حدیث اور تفسیر کے علاوہ: لکھنے بالخصوص (۱) اس کثیر، تفسیر القرآن، ۱۳۵۰ تا ۱۵۹، مطبع سار، قاہرہ ۱۳۳۷ھ (۲) حمید الدین الفراهی: مقدمہ تفسیر نظام القرآن اور اس میں مقالہ 'الرأی الصحیح فی سہو الدسح'، اردو ترجمہ، بعنوان قربانی اور اس کی حقیقت، ار امین احسن اصلاحی، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور؛ (۳) سید سلیمان بدوی: ارض القرآن، ۲: ۴ تا ۹، مطبع معارف اعظم گڑھ، ۱۹۵۶ء۔ (۵) اس حلدوں: تاریخ، طبع امیر شکیب ارسلان، ح ۱، مکتبہ التحاریر، فاس و طیطوان ۱۹۳۹ء: (۶) البیہقی: تاریخ، ح ۱، سرب ۱۹۹۰ء (۷) ابن الأثیر: تاریخ الکامل، ح ۱، مطبعہ ارہریہ، مصر ۱۳۰۱ھ: (۸) The Holy Bible، انگریزی سجدہ، کیسرح یونیورسٹی پریس، کتات تکوین، ابواب ۱۸، ۲۰، ۲۱ (۹) Jewish Encyclopaedia، ح ۶، بدیل مادہ: (۱۰) البیہقی: معالم التنزیل، تفسیر سورۃ القمۃ۔

(سید مدیر نیازی)

میں چلا گیا اور ۱۸۱۲ء میں صلحنامہ بخارست Bucharest کی رو سے انہیں کے قصبے میں رہا، جیساچہ بہت سے آبادکار یہاں آکر آباد ہو گئے، مثلاً روسی نارک الوطن اور برقدہ پرست (sectarians)، خاص طور پر راسکولیسک (Raskolniki)، رومانوی، یونانی، بلغاری، آرمین، یہودی اور چھپی (gipsies) وغیرہ۔ ۱۸۱۰ء میں جنرل تشکوف Tutchkov نے اسمعیل سے نوڑے ہی فاصلے پر اپنے نام پر شہر تشکوف کی بنیاد رکھی، جو آہستہ آہستہ اس پھیلا کہ اسمعیل کے ساتھ مل کر ایک ہی شہر بن گیا۔ ۱۸۵۶ء میں صلحنامہ پیرس کی رو سے قلعہ اسمعیل کی دیواروں کو گرا دینے کے بعد اور اس میں سارانا کا کچھ حصہ بھی شامل کر کے اس کا الحاق ملداویا Moldavia کے ساتھ کر دیا گیا۔ یوں یہ علاقہ رومانیہ والوں کے قصبے میں رہا، تا آنکہ آخری جنگ برکھ و روس کے دوران میں ۱۴ اپریل ۱۸۷۷ء کو روسیوں نے اسے پھر فتح کر لیا اور بالآخر معاہدہ برلن کی رو سے یہ مستقل طور پر ان کے قصبے میں آ گیا۔

اب اس قلعے کے چند کھنڈر ہی باقی ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ جنگ و جدل کے حوادث (مثلاً قارتوں کی غارتگری) کے ناوجود یہ شہر بچھلی، پھل اور اناج کی تجارت کا ایک اہم مرکز تھا اور بڑا آباد تھا۔ اُس حالص ناباری آبادی کے برخلاف جو اس شہر کے ارد گرد بھی یہاں کی آبادی ہمیشہ محاصرہ رہی، لیکن جنگوں اور ساریا کی سابقہ آبادی کے بحری احراج کی وجہ سے اسے بہت نقصان پہنچا۔ بحاری نابرداری کی سہولتیں حاصل نہ ہونے کے ناوجود ان دنوں یہاں کی تجارت کو پھر مروج حاصل ہو رہا ہے۔

مآخذ: (۱) اولیا چلی: سیاحت نامہ، قسطنطنیہ

تھیں۔ جب ۱۷۷۰ء میں روسیوں نے پہلی جنگ برکھ و روس میں اسمعیل کے قلعے پر بغیر جنگ کے قبضہ کر لیا تو ترکوں نے غیرملکی احمیثروں کی مدد سے سہر کو، جو ۱۷۷۴ء میں صلحنامہ کوچوک مارچہ Küçük Kainardje کی رو سے انہیں واپس مل چکا تھا، دریائے ڈینیوب کے نائیں کنارے پر مضبوط قلعے کی شکل میں تعمیر کرنے کی کوشش کی۔ یہ ایک فوجی قلعہ (اردو قلعہ سی) یا نالفاظ دیگر دفاعی طور کی مستقل جھاؤنی تھی، جہاں روح کی ایک بڑی تعداد رکھی جاسکتے۔ یہ قلعہ ناپائلی سحر خیال بنا جانا تھا، لیکن ۱۱ (۲۲) دسمبر ۱۷۹۰ء ہی کو روسیوں نے سووروف Suvorov کی قیادت میں سر عسکر اندوسلی محمد پاسا کی بہادری پرانہ مدافعت کے ناوجود اسے فتح کر لیا۔ اس دن کے صل غام میں چوبیس ہزار ترک، جن میں یہاں کی ساری مسلم آبادی شامل تھی، شہید ہوئے، وہ ہزار قتل ہوئے اور صرف ایک شخص زندہ بچا، جو درناے ڈینیوب پار کر کے یہ دردناک خبر لے کر پہنچا۔ اس جنگی کارنامے سے، جسے نائیں Byron اور جنرل Djerzhavin نے بڑے ہمدردانہ انداز سے [اپنے اشعار میں] سراہا ہے، یورپ میں سخت سستی پھیلا دی۔ قسطنطنیہ میں اس کا اثر یہ ہوا کہ وہاں اغلاب برتا ہو گیا اور وزیر اعظم کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

۱۷۹۱ء میں صلحنامہ یاسی Jassy کے مطابق اسمعیل کا قلعہ پھر ترکوں کو واپس دے دیا گیا اور انہوں نے ایک بار پھر اس کے استحکامات درست کر لیے (سلیم ثالث کے طعنے والے وہ عالی شان پتھر جو اس باب کے شاهد ہیں کہ یہ قلعہ ۱۷۹۴ - ۱۷۹۵ء میں واپس دیا گیا تھا، اب الودھا (Odessa) کے عجائب گھر میں محفوظ ہیں)؛ لیکن ۱۸۰۹ء میں اسمعیل پھر روسیوں کے قبضے

امر قابل ذکر ہے کہ ان کے عقائد میں ہجر اہل بیت کی محبت کے شیعہ عقائد کی کوئی خاص جھلک نظر نہیں آتی۔ شیخ موصوف نے اپنی زندگی ہی میں حاصی شہر حاصل کر لی تھی اور ارباب حکومت بھی انہیں عرب و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے، لہذا ان کا سلسلہ بھی رور اوروں وسعت حاصل کرنا چلا گیا، جس کی پیشوائی یکے بعد دیگرے ان کے حادان میں سقل ہوئی رہی رفتہ رفتہ اگر ایک طرف محبت اہل بیت نے شعیب کا رنگ اختیار کیا تو دوسری جانب علاوہ دسی و جامع کے اس حادان نے دیوبی اعتبار سے بھی اس حد تک حاد و امدار حاصل کر لیا کہ شیخ حمید کے زمانے میں، حو شیح صلی الدین کے چوتھے حاشیں تھے، اسے اچھی خاصی موحی طاب حاصل ہو گئی اور شیخ سلسلہ بھی سج کے بجائے شاہ کہلانے لگے، چنانچہ شیخ حمید کی سادی بھی دیار نکر کے آؤ بیولو ناحدار اوروں جس کی ہمیشہ سے ہو گئی، جس سے ان کے بیٹے شیخ حیدر پیدا ہوئے۔ ان کی سادی آگے چل کر اسے ماموں اوروں جس کی بیٹی سے ہوئی۔ شیخ حمید کے مریدوں میں سے اس وقت کوئی دس ہزار سپاہی ان کے پرچم تلے جمع تھے علاوہ ازیں انہیں اوروں حسن کی تائید بھی حاصل تھی۔ یہ دیکھ کر ترکمان فرمانروا جہاں شاہ نے، حو سرواں شاہ کے نام سے مشہور ہے اور اس زمانے میں آذربائیجان، عراق عرب اور عراق عجم پر حکومت کر رہا تھا، ان سے لڑائی چھیڑ دی، جس میں شیخ حمید مارے گئے۔ ان کے بیٹے اور حاشیں شیخ حیدر کا بھی سرواں شاہ سے لڑائی میں یہی انجام ملا (۲۰۔ رحب ۵۸۹۳ / ۳۰۔ جولائی ۱۸۸۸ء)۔ ان کے دوسرے بیٹے شاہ اسمعیل کی عمر اس وقت صرف ایک سال تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اپنے بھائی اور بیٹوں سمیت موت کے گھاٹ اتار دیے

۱۵۱۳:۱۰۶:۵ (۲) تاریخ حودت، طبع ثانی، قسطنطنیہ  
Zinkeisen (۳) : ۹۴ : ۵ و ۳۲۶ : ۴  
۱۹۴۱ : ۵ : Geschichte des Osmanischen Reiches  
۶ و ۸۰۰ : بعد و ۷ : ۶۰۰ : (۷) A Zashčuk  
Matjerialy dlja geografii, در: Bessarabskaja Oblast  
statistiki Rossi (۵) : ۱۸۶۲ :  
Istoria Bessarabii s drevnejshikh · A. Nakko  
Shurm N Orlov (۶) : ۱۸۷۳ : Odessa (wremjen  
Izmailo Suworowym y 1790 godu  
Bessarabia P N Batjushkow (۷) : ۱۸۹۰ :  
Istoričeskoje opisanije (۸) : ۱۸۹۲ :  
Statističeskoje opisanije Bessarabii ili Budjaka  
s 1822 po 1828 g Izdaniye Akkarmanskago  
Zemstwa (۹) : ۱۸۹۹ : Akkarman  
Materialy dlja geografii i statistiki Mogiljanskij  
Kishinev, Bessarabii ۱۹۱۳

(میرل THIODOR MENZEL)

⊗ اسمعیل اول : (تاریخ ولادت : ۵۸۹۲ /

۱۸۷۷ : رحب نشی : ۵۹۰۵ / ۱۸۹۹ : وفات : ۵۹۳۰ / ۱۵۲۳) دولت صفویہ کا بانی، جس سے گویا ساسانیوں کے بعد ایرانی قومیت کا ارس پر آغاز ہوا، گویا ایک دوسرے، یعنی اسلامی رنگ میں اور وہ بھی ایک فاطمی۔ عربی حادان اور چند اسے ترکی مائل کی بدولت حو اس حادان کے عقیدہ مند تھے، جیسا کہ آگے چل کر ظاہر ہو جائے گا۔ گویا برعکس ساسانیوں کے ایرانی قومیت کے اس احیاء میں حاضیر ایرانیوں کا کوئی حصہ نہیں تھا۔ اسمعیل کے مورث اعلیٰ شیخ صلی اندین (م ۱۳۳۴ء)، جن ۵ سلسلہ نسب امام موسیٰ کاظمؑ سے ملتا ہے، شیخ زاہد گیلانی (م ۱۳۰۰ء) کے مرید اور داماد تھے۔ انہوں نے اردبیل میں سکونت اختیار کی اور اپنی خانقاہ میں تصوف کی تعلیم دیتے رہے۔ یہاں یہ

حائیں گے، اس لیے کہ اوروں جس کے حاشس بھی ان کے دشمن ہو گئے تھے؛ لیکن ان کے مریدوں کی حاش نثاری ہے انہیں دسموں کے ہاتھ سے محفوظ رکھا۔ سرہ برس گزر گئے، جس میں انہیں بڑی حاش جوکھوں سے کئی ایک جگہوں میں پہاہ لسا پڑی۔ اسی عمر کے پیرہویں سال میں بالآخر شاہ اسمعیل نے مریدوں کو ساتھ لے کر لامحاش اردسل کا رح کیا۔ جسے جسے سر کی سراں طے ہوئی مریدوں اور حاش نثاروں کی بعداد نرہی گئی۔ اردسل سے شاہ اسمعیل نے بحرہ حرر کا رح کیا نا آن کہ ۱۰۰۰ء کے موسم بہار میں ان ساب ترکی مائل (اساحلو، نکراو، نہارلو، دوالدر، شاملو، فاجار، افسار) کی بدولت، جو خاندان نہری کے پست پہاہ رہے، انا بڑا لشکر بار ہو گیا کہ شاہ اسمعیل نے سرواں شاہ فرح سار سے جنگ جھڑ دی اور پہلے ہی معرکے، یعنی گرہستان کے شہر کسان کی لڑائی میں اسے سکست فاش دی۔ رواں شاہ مارا گیا اور اسمعیل نے بڑی رحمی سے اسے باپ کے مائوں سے بدلہ لیا۔ نا کو فتح کرنے کے بعد اسمعیل آدریجان کی طرف بڑھا نا آں موئو اواح نے اسے روکنے کی کوسس کی، مگر انہیں ہی ہریمب اٹھانا پڑی اور اسمعیل نے اول اریجان اور پھر نریر ہر فابعانہ فصہ کر لیا، جہاں اس کی رسم ناح ہوسی بڑی دھوم دھام سے ادا کی گئی اور علاوہ ”شاہ“ کے اس نے ”خافان اسکندر شاہ“ اور ”شاہ دین پہاہ“ کے القاب اختیار کئے۔

تحت نشینی کے بعد اسمعیل نے سب سے پہلا دم یہ کیا کہ ایک اعلان کے درمے سعه (اماسہ) مذهب کو ریاست کا سرکاری مذهب قرار دیا، حالانکہ تبریر میں اس وقت سنی مسلمانوں کی اچھی حاشی تعداد موحود بھی اور اس لیے ڈر نہا کہ اس اعلان سے صفوی طاقت کو نقصان پہنچے گا؛ لیکن

اعیان سلطنت کے مشورے کے ناوجود اسمعیل اپنے فیصلے پر قائم رہا۔ اس اعلان سے جہاں دولت عثمانیہ میں بددلی کی لہر دوڑ گئی، وہاں ایران کے مختلف حصے بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ یہ در حقیقت طوائف الملوکی کا وہ زمانہ نہا جس کی انتداء تمور کی وفات کے بعد ہوئی اور جس میں اس کی وسیع سلطنت کئی ایک خودمختار فرمان رواؤں میں بٹ گئی۔ حراساں اور بلخ میں سموری شہزادے حکمراں بھیے اور دیار نکر میں آں قوئو۔ اسی طرح عراق (عرب و عجم)، برد، قندھار، کرمان اور کسان کے علاوہ بعض دوسرے علاقوں میں بھی خودمختار حکومتیں قائم تھیں۔ ۱۰۰۳ سے لے کر ۱۰۱۳ء تک شاہ اسمعیل نے ایک ایک کر کے اپنے حریفوں کو سکست دی اور طوائف الملوکی کا حاشہ کر دیا؛ یوں بعداد اور دیار نکر سے لے کر ہراب تک سارے علاقے صوبوں کے قصبے میں آ گئے۔ ۱۰۰۶ اور ۱۰۱۰ء کے درمیان اس نے ہمدان، بعداد، اورسان اور فارس کے صوبے فتح کئے اور پھر مغربی اور شمال مغربی ایران پر فصہ کر لیا۔ ان علاقوں، یعنی مغرب میں اپنے حریفوں کو سکست دیے کے بعد اس نے مسری کا رح کیا۔ ہراب میں سلطان حسین حکومت کر رہا نہا۔ فرغانہ میں ایک اور نیموری دعوے دار سلطنت، یعنی نادر—جس نے آگے چل کر ہندوستان میں محل سلطنت قائم کی—اپنے تحت و ناح کے لیے لڑ رہا نہا، گو اس کے محالوں نے بالآخر اسے فرغانہ سے نکال باہر کیا۔ اسمعیل چاہتا نہا کہ خراساں میں بھی جبراً سعی عقائد پھلا دے۔ نادر نے بھی، کہ سنی المذهب نہا، اس معاملے میں مذاہب نری، حتی کہ اسمعیل اور نادر نیموریان ہراب کے خلاف متحد ہو گئے، لیکن موج کشی کی دوت نہیں آئی، اس لیے کہ انہیں دونوں میں شیبانی حاش ارنک نے سمرقند اور بخارا پر

قبضہ کر لیا (۱۵۰۰ء) اور پھر حراساں پر حملہ آور ہو کر (۱۵۰۶ء) بحر نائر اور ندیہ الیرمان کے پیموری خاندان کا ہمیشہ کے لیے حاکم کر دیا (بدیع الیرمان سے شاہ اسمعیل کے ہاں بہاؤ لی اور باہر سے افغانستان میں)۔ اب ایک طرف اسمعیل تھا، جو ایران کو حیرت انگیز شیعہ بنا رہا تھا اور اس کے ہاتھوں شیعوں پر بڑے بڑے مظالم ہوئے، چنانچہ ۱۵۱۲ء میں اس نے فرسی میں ان کے قتل عام کا حکم دیا، جس میں بڑے بڑے سنی علماء مارے گئے، دوسری جانب شیعہ حاکم تھا۔۔۔ بڑا راسخ الاعمال سنی۔ ناممکن تھا ان دونوں میں صدام نہ ہوتا۔ بالآخر ۱۵۱۰ء میں مرو کے قریب ایک لڑائی ہوئی مگر نہ پہنچا، اس میں سنی حاکم مارا گیا اور گو اسمعیل نے فتح حاصل کی، لیکن بحر اسامی حدبات کی تسکین کے اس کام ناپی سے کوئی سچہ نکلا تو یہ کہ اس کا روبرو سنی حریف ایسے ایران میں ایک مستقل شیعہ حکومت قائم کرنے سے نہ روک سکا، حتیٰ کہ باوجود اختلاف عقائد کے ایک اور صغوی پھر ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہو سکتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے کا حاکم کر دے۔ بہر حال شیعہ حاکم کی موت کے باوجود وسط ایشیا میں صدیوں تک ایک سلطنت قائم رہی۔ دوسری طرف دولت عثمانیہ کی جانب سے جو خطرہ لاحق تھا وہ نہایت تسکین بخش تھا۔ عثمانی ترکوں کا سارہ اس وقت غروج پر تھا۔ ان کے دندنے، طاقت اور سطوت کی نہ نسبت بھی کہ سلطان سلیم نے سنی دنیا میں اپنی خلافت کا اعلان کیا تو اس نے خلاف کسی کو آوار بلند کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ ایران میں اسمعیل کے ہاتھوں شیعوں پر جو گرر رہی تھی اس سے ترک نہایت خفا تھے۔ اس پر قیامت یہ ہوئی کہ ایشیائے کوچک میں شیعوں نے بغاوت کر دی، جسے بڑی سختی سے فرو کیا گیا اور

اسامان ہزارہا سچہ قتل کر دیے گئے۔ اسلام کی سیاسی طاقت کو ان واقعات سے جو صعب پہنچا اس کا اہل یورپ نے بھی اعتراف کیا ہے۔ بالآخر وہ دن بھی آگیا جب دونوں طاقتیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ بربر سے بربر فرسنگ کے فاصلے پر چاندراں میں ایک زبردست جنگ کے بعد اسمعیل نے بڑی طرح سے شکست کھائی۔ ترکی لشکر آگے بڑھ کر بربر پر فائز ہو گیا، جہاں سلطان سلیم نے کوئی ایک ہفتہ قیام کیا اور اپنی فتح کی حسی میں ہر طرف نامہ و نعام ارسال کیے۔ ان لڑائیوں میں چونکہ مرنہ دارانہ بعض کام کر رہا تھا اس لیے شاہ اسمعیل کی طرح ترکوں نے بھی مغربوں پر شدید کیا۔ اس ہفتہ سلطان سلیم کی اس فتح کی بوقت ایک حد تک وسیع بھی حسی اسمعیل کی سبائی حاکم بر، اس لیے کہ اگرچہ شاہ اسمعیل کے دل پر اس شکست کا مرنے دم تک اثر رہا اور اس کی سنگین مزاحمتی عم و اندوہ سے بدل گئی (صرف نہیں نہیں بلکہ اس نے ایک معدرت نامہ بھی سلطان سلیم کی خدمت میں بھیجا)، لیکن اس کے باوجود ترکوں کی فتح و نصرت ایران میں سنی حکومت کے قیام کو روک نہ سکی، نوبہ حسی اسمعیل کی فتح کے باوجود ترکستان میں سنی حکومت قائم رہی۔ معلوم ہوتا ہے تاریخ کا کچھ ایسا ہی فیصلہ تھا کہ شمال مغربی ایشیا کی سرزمین آئندہ چند صدیوں تک ترکستان کی سنی (ارک)، ہندوستان کی سچہ (سہ سنی) (مغلیہ)، ایران کی سنی (صغوی) اور دولت عثمانیہ میں بنی رہے۔ اس سلسلے میں ایک افسوس ناک امر یہ بھی ہے کہ یہ سچہ سنی نراع نہ صرف اسلام کی سیاسی طاقت کے لیے مہلک ثابت ہوا بلکہ یہی نراع تھا جس کی بدولت دولت یورپ کو ایران اور ترکی کے معاملات میں مداخلت کرنے کا موقع ملا، گو بہت

۵۷۹ تا ۵۸۲: (۴) *The History of Persia* Malcolm  
 ۳۲۰: ۱ تا ۳۲۸: (۵) *La perse* Dubeux  
 ۱۸۳۱ء، ص ۳۵۳ بعد: (۶) P. M. Sykes  
*History of Persia*، لنڈن ۱۹۱۰ء، ۱: ۲۴۱ بعد: (۷)  
*Der Islam etc* A Müller ۳۵۷ تا ۳۵۸: ۲  
 تا ۳۶۰: (۸) احوال شاہ اسمعیل (ایک قدیم مجہول  
 المؤلف نسخہ)، جو ڈاکٹر رانا کے پاس ہے۔

(ادارہ)

### اسمعیل ثانی: ایران کا صفوی [نادساہ]،

شاہ طہماسپ اول کا نسا اور حاشیں - ۱۵ صفر  
 ۹۸۸ھ / ۱۴ مئی ۱۵۷۶ء کو شاہ طہماسپ کی وفات  
 کے بعد اس کے بیٹے حیدر مرزا نے ترکی قبیلہ آساحلو  
 کی مدد سے تخت عصب کرنے کی کوشش کی، لیکن  
 اس کی محبششی کے اگلے ہی روز اسے اس کی بہن  
 پری خانہ کی اطلاع پر گرمار کر لیا گیا اور اس  
 سورش کے دوران میں قتل کر دیا گیا جس میں  
 آساحلو اور اشار مل کر قتل ہونے سے لڑے تھے۔  
 اسمعیل کو، جسے طام اور سنگ دل ہونے کی ساء ہر  
 اس کے باپ نے ولی عہد بنانے سے انکار کر دیا تھا اور  
 ساڑھے آٹھ سال سے قہقہہ کے قلعے میں محبوس تھا،  
 قتل ہونے سے مدد سے نکالا اور ۲۷ جمادی  
 [اولیٰ] ۹۸۸ھ / ۲۲ اگست ۱۵۷۶ء کو اس کی  
 نادساہ کا اعلان کر دیا۔ اسمعیل اپنا طامع اور  
 حرص تھا کہ جو بحائف اس کی خدمت میں پیش  
 کئے جائے تھے انہیں اپنے حرایے میں رکھ لیتا تھا  
 اور ان کے بدلے میں کسی کو کوئی انعام نہ دیتا  
 تھا۔ وہ اپنی معمر ماں کے پاس حایے میں بھی غلب  
 برتا تھا، جو شاہ عبدالعظم کی مسجد میں خلوت کش  
 ہو گئی تھی۔ اس طرح اس کی کل رعایا اس سے  
 متبر ہو گئی۔ اس نے ۹۸۵ھ / ۱۵۷۷ء میں شاہی  
 حادان کے سپہرادوں کو یہ بہانہ تراش کے قتل کرا  
 دیا کہ وہ ترکی درویشوں کی مدد سے اس کے خلاف

آگے چل کر - سہر حال یہ ساء اسمعیل تھا جس نے  
 ایک باقاعدہ اور سوچے سمجھے ہوئے منصوبے کے  
 ماتحت یہ کوشش کی کہ لو ۱۵۷۰ دہیم اور  
 میکسمیلیان اول سے دوستانہ تعلق قائم  
 کرے۔ ۱۵۱۴ء، یعنی چاندراں کی سکست، کے  
 بعد اس نے چارلس Charles پنجم کو بھی اپنے  
 ساتھ ملانا چاہا تاکہ دونوں متحد ہو کر اپنے  
 مشترکہ دسم (دولت عثمانیہ) سے انتقام لیں، لیکن  
 اس وقت ان سفارتوں سے کوئی نتجہ برآمد نہ ہوا۔

حاندراں کی لڑائی نے اگرچہ اسمعیل کو الحریرہ  
 اور ارمینیا کے مغربی حصوں سے محروم کر دیا تھا  
 لیکن ۱۵۱۵ء میں اس نے گرجستان کو پھر سے  
 واپس لیے لیا اور ہوں اس سکست کی بھوڑی بہت  
 تلامی کر لی۔ سلطان سلم کے نام اس کا معذرت نامہ  
 بھی بے سرحہ رہا اور پھر ناوحدیکہ دول  
 حادانہ اربکوں کو صفویوں کے خلاف اکسابی رہی  
 اور مرو اور چاندراں کی لڑائیوں کے بعد نہ طامس  
 ایک دوسرے سے ٹکرائی رہیں تاہم ان میں کوئی  
 مسئلہ کن معرکہ پس نہیں آنا۔

شاہ اسمعیل نے اڑدس سال کی عمر میں وفات  
 پائی اور اردبیل میں اسے حاندانی قبرستان میں  
 دفن ہوا۔ اس کے حاشیں (اور سب سے بڑے بیٹے)  
 شاہ طہماسپ کی عمر اس وقت دس سال تھی۔ صفوی  
 حادان کی تاریخ کا وہ بڑا خوبصورت اور قیمتی  
 محفوظہ، جو اب لین (پٹرو) گراڈ Petrograd کے  
 شاہی کتب خانے میں محفوظ ہے، اس کتب خانے  
 سے لایا گیا تھا جو شاہ صفی الدین کے معمرے سے  
 منسوب ہے۔

مآخذ: (۱) خواند میر: حبيب السیر، ج ۳ / ۴:

۲۳ بعد: (۲) *Estat. Le P Raphael du Mans*

*de la Perse en 1660* پیرس ۱۸۹۰ء، ص ۲۶۳ تا

۲۷۶: (۳) P. Horn، در *Grundr. der iran. philol*



حق میں اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔ خراسان میں محمد بن رید، امیر طبرستان، صفاریہ کے ملک پر اہل حق وراثت حمانا تھا۔ اسمعیل کے سپہ سالار محمد اس ہاروں نے نہ صرف اسے خراسان سے نکال باہر کیا بلکہ طبرستان بھی فتح کر لیا، مگر اس کے بعد اس نے اپنے آقا کے خلاف بغاوت کر دی اور سعد رنگ۔ جو مسلمہ حکومت کے داعیوں کا رنگ تھا۔ احمار کر کے (الطبری، ۳: ۲۲۰۸) رے پر معصہ کر لیا۔ اسمعیل کو اس ناعی سپہ سالار کی۔ کبھی کے لیے نداد خود سداں میں اترنا پڑا۔ اس کی شکست کے بعد رے اور فروں کو سامانی حکومت میں سامان کر لیا گیا اور یوں مغرب میں اس کی سرحدیں حتمی طور پر قائم ہو گئیں (۵۲۸۹/۶۹۰۲)۔ ۵۲۹۱/۶۹۰۴ میں مسعود نے کی افوام کا حملہ دیگر مسلم ممالک کے رضاکاروں کی مدد سے سبھا کیا گیا (الطبری، ۳: ۲۲۰۹)۔ اسمعیل کی تاریخ وفات ۱۴ صفر ۵۲۹۵/۲۴ نومبر ۹۰۷ء بتائی جاتی ہے۔ اس کا مفرہ بخارا میں، جسے اس نے سامانی سلطنت کا دارالحکومت بنا دیا تھا، آج بھی موجود ہے، لیکن اس کی صحت وقوع عمارت کے کسوں سے ثابت ہوئی ہے وہ لوح مرار سے۔

مآخذ: (۱) نرشچی، طبع شیمر Schefer، ص ۷۰ بعد: (۲) میر حواند: *Histoire des Samanides*، متن فارسی وغیرہ، طبع M Defremery، پیرس ۱۸۴۰ء، ص ۶ بعد، ۱۱۷ بعد، (۳) بارٹولڈ W Barthold *Turkestan w epokhu mongol'skago nashestviya*، ۲: ۲۳۰ بعد۔

(W BARTHOLD)

اسمعیل: بن ہبیل، ابو الصقر، المعتمد کا وزیر۔ ابو الصقر کو ۵۲۶۵ / ۸۷۸-۸۷۹ء میں المعتمد کا وزیر مقرر کیا گیا؛ لیکن اصلی حاکم المعتمد کا بھائی الموقی تھا۔ آغار صفر ۵۲۷۸ / مئی ۸۹۱ء

بغاوت کی تیاری کر رہے ہیں۔ اس نے شیعوں کو بن اکابر پر تبرا کرنے سے منع کیا جن کی سنی تعظیم کرنے ہیں۔ اپنے آپ کو عادل کے لقب سے موسوم کرنے کا اسے بڑا شوق تھا، حالانکہ حقیقت وہ اس لقب کا ہرگز مستحق نہ تھا۔ دو سال سے کچھ اوپر حکومت کرنے کے بعد [رمضان] ۵۹۸۶ / نومبر ۱۵۷۸ء میں وہ اپنے دارالسلطنت مرو میں کوئی کشتہ کھا لے کی وجہ سے بیمار ہو کر فوت ہوا۔

مآخذ: (۱) رضا قلی خان: *رویداد الصفا ناصری*،

ح ۸ (صنعون کے اعداد درج نہیں)، (۲) P. Horn، در *Grundriss der Iran philol.*، ۲: ۵۱۳، (۳) Malcolm، *History of Persia*، لندن ۱۸۲۹ء، ۱: ۳۳۵ بعد؛ (۴) M Sykes، *Hist. of Persia*، ۲: ۲۰۳، (۵) Müller، *Der Islam*، ۲: ۳۶۱ بعد۔

(CL HUARI)

اسمعیل: بن احمد، ابو ابراہیم، ماوراء النہر کا ایک سامانی امیر، جس نے اپنے خاندان میں سلطنت کی بنیاد رکھی، سوال ۵۲۳۴ / ۲۸ اپریل تا ۲۶ مئی ۸۴۹ء میں تمام فرغانہ سدا ہوا۔ ۵۲۶۰ / ۸۷۷ء سے ۵۲۷۹ / ۸۹۲ء تک وہ اپنے بھائی نصر کی طرف سے بخارا کا گورنر رہا۔ اپنے بھائی کی وفات پر ماوراء النہر کا امیر بن جائے اور ۵۲۸۰ / ۸۹۳ء میں حلیہ کی جانب سے اس عہدے پر مسلط ہو جائے کے بعد بھی وہ بخارا ہی میں مقیم رہا۔ اسی سال اس نے طرار (آج کل کا اولیا انا، وک نان) تک یلعاری، اس سہر کو فتح کر لیا اور یہاں کے سب سے بڑے گرجے کو مسجد بنا دیا۔ ماوراء النہر میں اس کی عمرو بن الدت صفاری کے ساتھ جنگ کے لیے دیکھے مادہ عمرو بن الیث۔ اگرچہ حلیہ [المسلمین] نے اسمعیل کی معرولی کا اعلان اور اس کا صوبہ عمرو کے حوالے کر دیا تھا لیکن لڑائی کا نتیجہ برآمد ہوئے پر اس نے فاتح کے

میں یہ ابواء عام ہوئی کہ الموق، حوان دون سحت بیمار تھا، بغداد میں وفات پا گیا ہے۔ بغداد میں اس کے بیٹے ابوالعاس -- آگے چل کر خلیفہ المعتصد -- کے طرفداروں کی بھی ایک طاقتور جماعت موجود تھی۔ حب ابوالصقر نے خلیفہ المعتصد کو مع اہل و عیال مدائن سے بغداد لا کر الموق کے محل میں رکھے کے بجائے خود اپنے محل میں رکھا تو ابوالعاس کے طرفداروں کو یقین ہو گیا کہ ابوالصقر اس کمزور اور بے حقیقت خلیفہ کی طرف داری کرے گا۔ اس بنا پر انہوں نے زبردستی ابوالعاس کو، جسے ۵۲۵ھ / ۷۸۸ھ میں باپ کی نافرمانی کے حرم میں قید کر دیا گیا تھا، محبس سے رہا کر دیا۔ ادھر حب لوگوں کو اس باب کا علم ہوا کہ الموق ابھی زندہ ہے تو ابوالصقر کے حب سے سانبھوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس بیچارے کو الموق کے پاس پناہ لینا پڑی اور اس کا گھر نارائٹ لیا گیا۔ حب ماہ صفر میں الموق کی وفات ہو گئی تو ابوالصقر کو قید کر لیا گیا اور اس کے تمام مکانات لوٹ لیے گئے۔

مآخذ: (۱) الطبری، ج ۳، ہمد اشاریہ، (۲) ابن

الأثیر (طبع تورنبورج (Tornberg)، ۲: ۲۲۷، ۲۹۴،

۳۰۶ بعد، (۳) ابن الطقطی: المغری (طبع درنورج

(Derenbourg)، ص ۳۴۴ تا ۳۴۷، (۴) المسعودی:

مروج (مطبوعہ پیرس)، ۸: ۱۰۵، ۲۱۱، ۲۵۸ بعد؛

(۵) Gesch der Chalifen Weil، ۲: ۴۶ بعد.

(K V ZETTERSTÉEN)

\* اسمعیل بن سبکتگین: اسمعیل غرنہ کے امیر سبکتگین کا چھوٹا بیٹا تھا، حوالہ پتگیں کی ایک دُحتر کے بطن سے پیدا ہوا۔ شعبان ۵۳۸ھ / اگست ۱۱۹۷ء میں سبکتگین نے ستر مرگ پر اسے اپنا حاشیہ نامزد کر دیا اور اپنے تمام امراء سے اس کا حلف وفاداری لے لیا۔ اسمعیل بلخ میں تعبدشیں

ہوا۔ اس کے بڑے بھائی محمود [رک بان] نے، جو سامانی والی بخارا کی جانب سے "صاحب حیوش خراسان" تھا، اس سے مفاہمت کی کوشش کی اور اسے غرنہ کے عوض صوبہ بلخ یا خراسان پیش کیا، لیکن اسمعیل نے انکار کر دیا اور محمود نے غرنہ پر چڑھائی کر دی۔ اس کا اسمعیل سے مقابلہ ربیع الاول ۵۳۸ھ / مارچ ۱۱۹۸ء میں غرنہ کے میدان میں ہوا۔ اسمعیل کو شکست ہوئی اور وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گیا۔ اسمعیل کی حکومت محض سات ماہ رہی۔ محمود نے اس کے ساتھ نہایت نرمی کا سلوک کیا۔ اس کے بھڑے ہی دنوں بعد اسمعیل نے محمود کو قتل کرنے کی سازش کی، مگر اس سازش کا انکشاف ہو گیا اور اسمعیل کو پوری حراست میں رکھے کی عرض سے حورحاناں بھیج دیا گیا، جہاں اس نے اس سے اسی زندگی کے دن پورے کئے۔ اسمعیل ایک ادبی دوں رکھے والا کمزور طبع انسان تھا۔ اس نے عربی اور فارسی میں متعدد مختصر رسائل تصنیف کئے اور بطس لکھیں۔ وہ ایک دس دار مسلمان تھا اور کہا جاتا ہے کہ اپنے مختصر عہد حکومت میں خلفائے راشدہ کی پیروی کرنے ہوئے ہمار جمعہ کی امامت وہ خود ہی کیا کرنا تھا۔

مآخذ: (۱) الثعنی تاریخ یمنی، مطبوعہ لاہور،

ص ۱۱ تا ۱۱۸؛ (۲) ابن الأثیر، طبع تورنبورج (Tornberg،

۹: ۱۰۳ تا ۱۰۵، (۳) حمد اللہ مستوفی: تاریخ گریہ،

ص ۳۹۳، (۴) روضة الصفاء (نولکشور پیرس)، ص:

۷۳۳-۷۳۴.

(محدث ناظم)

اسمعیل بن شریف: مولای، سلطان مراکش،

حساناں علوی یا شرفاں بلالی کا، جسے حسنی

[آن شریفوں کے سلسلہ نسب کے لیے رک بان] بھی

کہے ہیں، دوسرا بادشاہ.

سلطان مولای الرشید کی وفات پر مراکش کی ممالک کا شیرازہ بکھڑ گیا۔ مولای اسمعیل کو، جو مکناسہ کا عامل اور حوٹوئی سلطان کا بھائی تھا، مکناسہ میں سلطان تسلیم کر لیا گیا۔ اس نے فوراً دارالحکومت فاس پر، جس نے اس کی مخالفت کا اعلان کر دیا تھا، چڑھائی کر دی اور اس پر قبضہ کر لیا۔ فاس میں اس کی سلطانی کا اعلان ۱۱ دوالحجہ ۸۱۰۸۲ / ۱۳ اپریل ۱۶۷۲ء کو کیا گیا۔ اس وقت وہ چھبیس برس کا تھا۔

اس کے خلاف ہیں حریف میدان میں اتر آئے :

(۱) اس کا بھائی مولای الحُرانی۔ نابیلاب میں؛

(۲) اس کا بھتیجا احمد بن محرز، جس کے سلطان ہوئے

کا اعلان مراکش اور سوس میں کیا گیا اور (۳) شمال مغرب میں بے قاعدہ چھاپہ ماروں کا سردار الخضر علان۔ الجرائر کی ولایت کے برف ان کی مدد پر بڑے ڈوبکے انہیں اس بات کا خوف تھا کہ انہیں المغرب کے مغرب میں ایک مضبوط حکمران قائم نہ ہو جائے اسی لیے انہوں نے وہاں - ورش پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مولای اسمعیل نے اسدہ میں جو اپنے بھتیجے احمد بن محرز کو مراکش کے شہر سے باہر بڈالا اور پھر علان کو فاس کے شمال میں سکست دیے اور موت کے گھاٹ اتروا دیا۔ لیکن احمد بن محرز نے پھر جنوبی علاقوں اور بلاد اطلس Atlas کے اندازاً اور حصول اس کی عرص سے اسمعیل کو مجدراً اپنے بھتیجے کو اطلس کے جنوبی علاقوں کا اور اپنے بھائی الحُرانی کے نابیلاب کا امیر بنام کرنا پڑا۔

یہ خانہ جنگی - جو پانچ سال تک جاری رہی - ابھی پوری طرح ختم نہ ہوئے پائی بھی کہ دلا کے مرابطوں کے ایک فرد محمد الحاج الدلانی نے الجرائر کے ترکوں کی مدد سے نادلہ کے علاقے اور مغربی مراکش کے صوبوں میں ایک خوفناک بغاوت برپا

کر دی، لیکن اس کی بربر فوج کے قدم اسمعیل کی برسرِ یافتہ فوج، بالخصوص توپخانے، کے مقابلے میں نہ جم سکے۔ مولای اسمعیل نے فتح پانے کے بعد لوگوں کو مرعوب کرنے کے لیے انہیں دھشتزدہ کر دیا؛ چنانچہ دس ہزار سے زائد لوگوں کے نو سر فلم کرا دیے اور ہزاروں جنگی قیدیوں کو عیسائی غلاموں کے ساتھ مکناسہ میں، جسے اس نے اپنا فوجی مستقر قرار دیا تھا، اپنا محل تعمیر کرنے پر لگا دیا۔ اسی زمانے میں عرب اور ریف کے علاقوں میں ہزارہا حابیں طاعون کا شکار ہو کر تلف ہو گئیں (۸۱۰۹۰ / ۱۶۷۹ء)۔

بربروں کی بغاوت کی سرکوبی کے لیے متشددانہ حکمتِ عملی پر عمل کرنے پر ونا کے بھلے کی بدولت مولای اسمعیل کو کسی حد تک دم لسنے کی مہلت ملی۔ اس سے فائدہ اٹھا کر اس نے ایک نافعہ فوج تیار کر لی۔ اس نے سابق حسنی غلاموں کو بھرتی کر کے ان کی سادیاں کرائیں، جاگیریں عطا کیں، اسلحہ کے استعمال کی تربیت دلوائی اور اس طرح مشہور ”عبید بھاری کی ساء محافظ فوج [الحرس الاسود]“ تیار کی، جس نے آگے چل کر پورے مراکش میں اس کی سیادت قائم کر دی۔

اس کے ساتھ ہی بظاہر تو کٹر مذہبی جماعت کو خوش کرنے، لیکن در حقیقت سدراکھوں میں بر لوں اور اعلیٰ یورپ کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے اور بحری قزاقوں کا اثر و رسوخ رائل کرنے کے لیے، اس نے ”مختہدوں“، یعنی ”رضا کاران دیں“، کے دستے منظم کیے۔ ان مؤخرالذکر دستوں نے، جن کی جمیعت نہایت احتیاط سے مستحکم کیے ہوئے تھی سو عییدیوں پر مشتمل تھی، یورپی مقبوضات کے خلاف ایک مسلسل اور غیر منظم جنگ شروع کر دی۔ انہوں نے اچانک حملہ کر کے المعمورہ، یعنی موجودہ المہدیہ، ہسپانیوں سے چھین لیا۔ یہاں

حائے بھی۔ سلطان نے اس اتحاد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرانس کی مدد سے، جہاں کے سوداگر اس کے لیے اسلحہ اور نارود مہیا کیا کرتے تھے، ترکوں کے خلاف فوجی کارروائیاں کیں، لیکن مراکش کی فوجوں کی سبب روی کے باعث سلطان وہ فائدے نہ اٹھا سکا جس کی اسے توقع تھی۔ اس نے ترکوں کو یہاں تک موقع دے دیا کہ وہ قسطنطنیہ (Constantine) کے قریب اس کے حلیہ بوس کے لیے کو سکست دے دیں۔ اس کے بعد ترکان الحرائر اس قابل ہو گئے کہ ۱۷۰۱ء میں اپنی پوری قوت کے ساتھ مجتمع ہو کر اہل مراکش سے المغرب میں بردارما ہوں اور انہیں پسپا کر دیں۔

ترکوں کے خلاف اگرچہ مولای اسمعیل کو اسی مہمات میں نسبت کم کامیابی حاصل ہوئی، تاہم ان کی بدولت وہ اس قابل ہو گیا کہ اپنی سرحدوں پر اس و امان قائم کر کے اپنے استحکامات کی تعمیر و تجدید کر لے۔ اس نے جبل بو یعلیٰ میں حصہ رحادہ تعمیر کرایا، جہاں سے وادی سرب کی بلند وادی اور عرب قبائل کی مریض زمیں دکھائی دیتی تھیں۔ اس نے اتحاد کے میدان میں حصہ عیون سیدی ملوک اور طریقہ کے علاقے میں حصہ سلوان تعمیر کروایا۔ اس طرح اس نے اسی شمال مشرقی سرحدوں سے باہر حائے والے راسے مسدود کر دیے۔ ہر فیملے کے علاقے میں قلعے تعمیر ہونے سے ملک میں اس و امان قائم ہو گیا، بالخصوص مراٹوں کو، جو ترکوں کے فطرہ حذب تھے، بالکل قابو میں آ گئے اور انہیں جو مراعات اور امتیازات حاصل تھے وہ اور ان کی عطمت اب سرفاء کی طرف منتقل ہونے لگی۔ سرفاء نے تدریج مذہبی عناصر کی قنابد اپنے ہاتھ میں لی اور ان میں احوال اور دیہی برادریاں قائم کر کے انہیں منظم کرنا شروع کر دیا۔ ادھر اسمعیل نے فوجی منظمے قائم کر کے

انک سو سے زائد نوینی مولای اسمعیل کے ہاتھ لگیں (۱۶۸۱ء)۔ انہوں نے طبعہ میں انگریزوں کو اس قدر ہراساں کیا کہ وہ قلعے کے سنگی پشتے اور دوسرے استحکامات کو نارود سے اڑا کر سمہر حالی کر گئے (۱۶۸۳ء) (قُب ڈیوس 'The History of the Second Queen's Royal Regiment'، لندن ۱۸۸۳ء، ۱: ۱۱۸)۔ مسند)۔ مسندوں کے موانر حملوں کی تاب نہ لا کر لاراش Larache سے بھی محصوراً ۱۶۸۹ء میں ہتھیار ڈال دیے، علیٰ ہذا ۱۶۹۱ء میں اصیلا Azila سے، لیکن ملیہ او: ستہ کو فتح کرنے کی تمام کوششیں ناکام رہیں۔ مولای اسمعیل نے نہ کوششیں بھی کی کہ ہسپانہ کے خلاف لوئی Louis چہاردہم اس کی مدد کرے، لیکن یہ بھی بے کار ثابت ہوئی اور نتیجہ کچھ عرصے کے لیے فرانسیسیوں کی محارب کو دھچکا لگا۔

لیکن ۱۶۹۷ء میں صلح نامہ ریوٹک Ryswick کی بدولت اپنے دشمنوں کے مقابلے میں لوئی چہاردہم اوفار بہت بڑھ گیا۔ اب مولای اسمعیل نے ترکان الحرائر کے مقابلے میں، جو بلاد اطلس میں قائمے فاس کے خلاف ہوئے والی تمام سارسوں میں سربیک تھے، لوئی سے اتحاد کرنا چاہا۔ اس پر وائس، بوس کے بے اور سلطان فاس کے مابین موافق قائم ہو گئی۔ سلطان فاس نے نو اسے مصاہرہ کے درجے اور بھی مسیحک کرنا چاہا؛ چنانچہ سہرادی دوتی de Conti سے سادی کرنے کی درخواست کی (قُب 'Mouley Ismail et la Princesse de Conti Planet' بیرس ۱۸۹۳ء)۔ اگرچہ یہ آخری منصوبہ ناکام رہا، تاہم اس اتحاد سے فرانس کو سلا، یطوان اور سینی میں بہت سے بحاربی مفاد حاصل ہو گئے۔ سلطان کے محالوں، سڑکوں اور قلعوں کی تعمیر کی نگرانی فرانسیسی کرتے تھے اور بعض اوقات کچھ افراد (مثلاً Pillet) اس کے نوپ حائے کے ساتھ بھی

پرس ۱۸۸۸ - ۱۸۸۹ء، متن ص ۳۰۸ تا ۳۰۹، ترجمہ ص ۵۰۴ بعد؛ (۴) السیراتی: الترجمان، طبع Houdas، ص ۲۴ تا ۵۰؛ (۵) السلاوی: کتاب الاستقصاء، قاہرہ ۱۳۱۲ھ، ص ۳۱ تا ۵۰؛ (۶) Histoire des Conquestes de Mouley Archy et de Mouley Ismail son frère، پرس ۱۶۸۳ء؛ (۷) F de Meneçes، Historia de Tangore، لیزن ۱۶۳۲ء، ص ۲۷۷ بعد؛ (۸) Mahomet, fils de M Ismael Seran de la Tour، حیوا ۱۷۹۴ء؛ (۹) Etat de Pidoux de Saint Olon، پرس ۱۶۹۰ء، ص ۶۰ تا ۷۰ و مواضع کثیرہ؛ (۱۰) ابوراس: Voyages extraordinaires، مترجمہ Arnaud، الحرائر ۱۸۸۵ء، ص ۱۱۹ بعد، ۱۲۴ بعد؛ (۱۱) Recherches historiques sur les Chénier، پرس ۱۷۸۷ء، ص ۳ تا ۳۶۲؛ (۱۲) Maures، Description et Histoire der Maroc، پرس ۱۸۶۰ء، ص ۵۱۰ بعد؛ (۱۳) l'Afrique Septentrionale، پرس ۱۹۰۴ء، ص ۱۹۳ تا ۲۱۸۔

(A COUR کو)

اسمعیل بن عبّاد: دیکھیے اس عباد۔

اسمعیل: بن عبدالرشید بن مٹھا حان بن حبیب بن یوسف بن ساء ملک بن سلطان بن محمد ابن تلحی بن دوسا بن نارا حد، نرساہ کی اولاد میں سے تھا اور احمی کا ایک عالم مستعلی (نورہ) سیح، ۱۱۸۳ھ / ۱۷۶۹ء یا ۱۱۸۴ھ / ۱۷۷۰ء میں فوت ہوا۔ وہ اور اس کا بیٹا ھما اللہ دونوں نورہ عالم احمی وحید الدین لقمان حمی (م ۱۱۷۳ھ / ۱۷۶۰ء) کے ساگرد تھے۔ حلقہ مشایخ کی سارشوں سے برار ہو کر انہوں نے فرقہ ھبتیہ (ھبہ اللہ کی طرف مسوب) کے نام سے ایک نئی تحریک کا آغاز کیا، جسے راسخ الاعتقاد نورہوں نے جبر و تشدد کا نشانہ

اپنے غلبہ و اقتدار کی تکمیل کی۔ تارہ Taza کی پرانی دیواروں کی ازبیر نو تعمیر علی الحصص قابل نوحہ واقعہ ہے۔ یہ شہر مشرقی حصے میں فوجی نقل و حرکت کا مرکز بن گیا۔ اڑھائی ہزار عیدیوں پر مشتمل محافظ فوج نے درۃ نازہ کے راستے مغربی مراکش اور مشرقی مراکش کے درمیان کا سلسلہ آمد و رفت قائم کیا۔ اس فوج کا یہ کام بھی تھا کہ اس گھنائی کے شمال میں ریف کے اور حوب میں وسطی اطلس کے برہروں کو قابو میں رکھا جائے۔

اس انتظام اور ان تعمیرات کے احراہاب کے لیے اسمعیل نے اس طرح روپہ حاصل کیا کہ ایک طرف تو ایسی نندردھوں کی بحارب پر احارہ داری قائم کر لی اور دوسری طرف ان فائل پر مسلسل حملے جاری رکھے جس کی وفاداری مشکوک تھی۔ احارہ داری قائم کرنے سے محض حراہ ہی تھرورس ہوا بلکہ گھوڑوں اور مہیاروں کی حلاب قانون آمد و رفت بھی مسدود ہو گئی۔

لیکن پچاس سال حکومت کرنے کے بعد انہی سلطان نے۔۔۔ حسن بدیر سے لہجے یا دبیش انگری سے۔۔۔ اہمے ممانک میں پوری طرح اس و اماں قائم کیا ہی تھا کہ اس کے بٹوں کی ناہمی رقابت نے اس کی تمام امدادوں پر پانی پھر دیا۔ اس نے ایسی تمام ندایر برکان الحرائر کو لچلے پر مر نور کر رکھی تھیں، لیکن اس کا یہ حواب سرمندہ نمیر نہ ہو سکا اور عین اس وقت جب بیاب الحرائر اپنے داخلی مسامشات کے باعث بارہ بارہ ہوئے تو بیوی اور کچھ عجب نہ تھا کہ آئے اپنا مقصد حباب حاصل ہو جانا وہ ۲۷ رحب ۱۱۳۹ء / ۳۰ مارچ ۱۷۲۷ء کو وفات پا گیا۔ اس کا سنا مولای احمد الدھمی اس کا حاشین ہوا۔

مآخذ: (۱) القادری: نشر الثانی، لاس ۱۳۰۹ھ،

بمواضع کثیرہ؛ (۲) الوترانی: نرۃ العادی، طبع Houdas،

- \* اسمعیل پاشا: حدیو مصر (۱۸۶۳ تا ۱۸۷۹ء)، ابراہیم پاشا [رَکَ نَاں] کا دوسرا بیٹا، ۱۸۳۰ء میں پیدا ہوا۔ اس کی تعلیم بیرس میں ہوئی اور اس کے چچا سعد پاشا [رَکَ نَاں] نے اسے بابائے روم، بیولین نائٹ اور سلطان ترکی کے ناس متعدد سفارتی مہموں پر بھیجا۔ ۱۸۶۱ء میں اس نے سودا میں ایک معاویہ فرو کی اور دو سال بعد وہ واپس مصر کی حبش سے اپنے چچا کا حاشیہ ہوا۔ محمد علی [رَکَ نَاں] کی اولاد میں یہ پہلا شخص ہے جو حدیو کے لقب سے ملقب ہوا۔ یہ لقب اسے ۱۷۶۷ء میں سلطان عبدالعزیز [رَکَ نَاں] نے عطا کیا، جس کی سبکیں و مسرت کا سامان وہ ایک سال قبل فراہم کر چکا تھا اور وہ یوں کہ مصر ترکی کو جو حراج دیا کرنا تھا اس کی رقم میں لاکھ چھتر ہزار روپے بھی بڑھا کر اس نے سات لاکھ سس ہزار روپے کر دی بھی اور اس کے انعام میں اسے فانیوں وراثت میں یہ ترسم کرنے کی اجازت مل گئی بھی کہ آئندہ حاشیہ کا حق ناپ کے بعد براہ راست اس کے صلی بیٹے کو ملے گا نہ کہ ترکوں کے دسور کے مطابق حادان میں سب سے بڑی عمر والے مرد کو۔ ۱۸۷۳ء میں سلطان کے ایک اور فرمان کی رو سے حدیو کو کئی اعتبار سے خود مختار ناساہ بنا دیا گیا۔
- اسمعیل کے حالات میں بڑی وسعت بھی۔ اس کا دیہ بہت سی اصلاحی ناسر سے معمور تھا۔ اس نے چنگی کے دستور کو نئی طر پر ڈھالا، ڈاک خانے کا نظام قائم کیا، قاہرہ، اسکندریہ اور سویر میں گس، پانی اور دیگر سہولتیں رائج کیں، سکر ساری کی صعب شروع کی اور ریلوے اور نار کی لائن کی توسیع، گودیوں اور بندرگاہوں کی تعمیر اور آب پاشی کے لیے نئی نہروں کی کھدائی سے تحاری برقی کے سامان مہیا کیے۔ اس نے تعلیم کی حوصلہ افزائی کرے ہوئے مصر میں لڑکیوں کے اولیٰ مدارس

نایا۔ کسی دیوائے نے بیٹے کی ناک کاٹ ڈالی؛ چنانچہ ناپ بیٹے دیووں کے لیے ”مجدوع“ کا عرف استعمال ہونے لگا (حالانکہ ناپ کی ناک نہیں کٹی تھی)۔ اسمعیل بن عبدالرشید کئی مدھی کسانوں کا مصف تھا، لیکن اس کی سب سے گرانہ تصف اسمعیلی آب کی مصف مہر سب کتب ہے، جو ۱۱۷۳ھ/ ۱۷۶۷ء سے پہلے مرتب ہوئی اور عام طور پر مہر سب المجدوع کے نام سے مشہور ہے، لیکن اس کا اصل نام المجموع فی مہر سب الکتاب ہے۔ یہاں صاف یہ بات بھی تائی حاسکی ہے کہ فرقہ ہستہ کے بیرو ابھی تک اخیر میں موحود ہیں اور بعض اسمعیلی مصاف کے سحرے اسمعیل کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے اس کے احلاف کے گھرانوں میں محفوظ ہیں۔

(W IVANOW)

- \* اسمعیل بن القاسم: دیکھئے ابو العباسہ۔
- \* اسمعیل: بن اوج، ابو ابراہیم المتصر، جو حادان سامان سے تھا۔ ۵۳۸۹ھ/ ۱۱۹۹ء میں حب اس کے حادان پر روال آیا تو اسے قند کر کے ارغانہ کے شہر اور گند میں لے جایا گیا۔ وہاں سے وہ بھس بدل کر بھاگ جانے میں کامیاب ہو گیا اور کئی سال تک ترکی فوجیوں کے ساتھ ماوراء النہر کی حکومت دوبارہ حاصل کرنے کے لیے لڑتا بھڑتا رہا۔ حب اسے آخری سکسب ہو گئی تو اس نے صرف اٹھ خانہ داروں کے ساتھ راہ فرار اختیار کی اور دریائے جیحون کے اس پار آ گیا۔ [یکم] ربیع الاول ۵۳۹۵ھ / ۱۶ دسمبر ۱۱۰۰ء نا [یکم] ربیع الثانی ۵۳۹۵ھ / ۱۲ [کدا، ۱۵] فروری ۱۱۰۰ء میں ایک عربی قبیلے کے شیع نے اسے مرو میں قتل کر ڈالا؛ قت اصل مآخذ کا مجموعہ، در نارتولڈ *Turkestan v epokhu mongol* W Barthold

skago nashestviya، ۲: ۲۸۲ سعد۔

(W BARTHOLD (نارتولڈ)

جو کیا تھا کہ اس کے معمولی درائع آمدن نظم و نسق کی نہایت اہم ضروریات کے لیے بھی مکتبی نہ رہے تھے۔ جب اس نے دیکھا کہ یورپ کی منڈیوں سے اب مرید قرص نہیں مل سکتا تو اس نے ۸ اپریل ۱۸۷۶ء کو سرکاری منڈیوں کی ادائیگی ملتوی کر دی۔ اس ہر دولِ یورپ نے قرض حوالہوں کی حمایت میں دخل اندازی کرتے ہوئے ملکی قرص پر ایک کمیشن مقرر کر دیا اور [مالیات پر] دوپہری نگرانی (dual control) نافذ ہو گئی، جس کی رو سے ایک انگریز امسر کو مالیات کا اور ایک فرانسیسی امسر کو ملک کے مصارف کا محاسب اعلیٰ (controller general) مقرر کیا گیا۔ ۱۸۷۸ء میں ایک تحقیقاتی کمیشن نے حدیو کی صرفِ خاص کی وسیع حایداد غیر منقولہ بھی اسی قسم کی نگرانی میں دے دی اور اسمعیل کو ایک آنسی وزارت ممول کرنا پڑی، جس میں ٹونار پاشا [رک ناں] کی رہبر صدارت انگریز اور فرانسیسی وزراء بھی شامل تھے، لیکن فروری ۱۸۷۹ء میں ایک موحی شورش کے دوران میں، جس کی فسادِ عرانی ہاسا [رک ناں] کے ہاتھ میں بھی، اسمعیل ہاسا نے ٹونار کو معزول کر دیا۔ دو ماہ بعد اس نے یورپی وزراء بھی برحساب کر دیے اور انگلستان اور فرانس کی حکومتوں کے اس مطالبے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ فرانسیسی اور برطانوی وزراء کو بحال کیا جائے۔ ۲۶ جون ۱۸۷۹ء کو اسے محبت سے انار دیا گیا، جس کے چار روز بعد وہ قاہرہ سے بیپل روانہ ہو گیا، جہاں شاہِ اطالیہ نے اسے ایک مکان سکوت کے لیے دے دیا۔ بعد ازاں وہ قسطنطنیہ چلا گیا، جہاں ۲ مارچ ۱۸۹۰ء کو اس نے وفات پائی۔

مآخذ: (۱) N Ronchetti *L'Egypte et ses*

*progrès sous Ismail-Pacha* مارسیلز ۱۸۶۸ء؛ (۲)

*L'Instruction publique en Égypte* V E Dor

پیرس ۱۸۷۲ء؛ (۳) *The Khedive's*. Edwin de Leon

جاری کیے اور موحی امسروں کی تربیت کے لیے دارالعلوم (polytechnic school) پیر انک طتی کالج قائم کیا۔ اس کی محنت بشیمی کے وقت مصر میں کل ایک سو پچاسی پبلک سکول تھے، لیکن اس کے عہد میں ان کی تعداد بڑھ کر چار ہزار آٹھ سو سترو ہو گئی۔ ۱۸۶۹ء میں اس نے مہر سوئر کا افتتاح بڑی شان و شوکت سے کیا۔ اس تقریب میں آسٹریا کے شہنشاہ، ملکہ یوحی Eugénie اور دیگر شہزادوں نے شرکت کی۔ اس موقع سے اس نے نہ فائدہ اٹھایا کہ اب اس کا شمار شاہانِ یورپ کی صف میں ہوئے لکا۔ ۱۸۷۵ء میں دیوانی معذبات میں قدیم قسطلی نظام عدلیہ کے بجائے محالوط عدالتوں کا دستور جاری دیا۔

اس نے مصر کی مہجہ در سوداں کو بھی برقی دیے اور وہاں علاموں کی بحار ۵ اسداد کرنے کی کوشش کی۔ ۱۸۶۵ء میں اس نے سلطان ترکی سے ایک فرمان حاصل کر لیا تھا، جس کی رو سے سوا دن اور مروج کا نظم و نسق بھی اس کے سرور کر دنا گیا تھا اور اس کے بعد (۱۸۷۰ تا ۱۸۷۵ء) اس نے اپنا اقدار بحیرہ احمر کے ساحل در سوئر سے لے کر راس غردفوی Guardafui تک وسیع کر لیا۔ ۱۸۷۴ء میں اس نے دارفور Darfur [رک ناں] در موحی چڑھائی کی اور علاموں کے ماحر رتیر پاشا [رک ناں] کی افواج کو شکست دے کر اس علاقے کو اپنے ملک میں شامل کر لیا؛ لیکن اہل حشہ کی مزاحمت کی وجہ سے مشرق کی طرف مرید پیش قدمی نہ ہو سکی۔

مصر کی برقی کی یہ تمام تدابیر بہت مہنگی ثابت ہوئیں۔ حدیو نے رفاہ عامہ، بیز اپنے دانی طمطراں پر حرج کرنے کے لیے بڑے کھلے دل سے روپیہ قرض لیا اور صرف کیا؛ چنانچہ ۱۸۷۶ء میں مصر کے دیے غیر ملکی سرمایہ داروں کا قرض دس کروڑ پونڈ تک پہنچ چکا تھا اور ملک اس قدر قلاش

مل گیا (۱۰۹۸ھ / ۱۶۸۷ء)۔ سلیمان ثانی کی حبسِ نسبی کے موقع پر یگی چریوں کی معاونت کے دوران میں سیاوشی ناسا مل کر دیا گیا، جس پر اسماعیل پاشا کو وزیر اعظم بنا دیا گیا، لیکن وہ اس عہدے پر صرف اسی دن فائز رہا اور اس کے بعد یکم رجب ۱۰۹۹ھ / ۲ مئی ۱۶۸۸ء کو اسے معزول کر کے قوالہ کے قلعے میں قید کر دیا گیا۔ بھڑے ہی دن بعد اسے روڈس Rhodes میں حلاوطن کر دیا گیا۔ روملی (رومیلی) کے سکرٹریں العادیں پاشا کے وارثوں پر۔ جسے اسماعیل ناسا کے حکم سے بے گناہ مل گیا کیا تھا، اس پر مقدمہ چلایا اور رجب ۱۱۰۱ھ / اپریل ۱۶۹۰ء میں، جب کہ اس کی عمر ستر سال تھی، اسے وزیر اعظم کوزوواؤ مصطفیٰ پاشا کے حکم سے قصاص کے قانون کے مطابق قتل کر دیا گیا۔ اگرچہ اسماعیل انہی جوانی کے زمانے میں نرم مزاج تھا لیکن اپنا اقتدار سوائے کے سلسلے میں وہ زور برور ظالم اور مستبد ثابت ہوا گیا۔ فوجوں کی لٹاں اسے عادیہ میں لیے کے بجائے اس بے سہایت بالائی لوگوں کو جن جن کر حرمیل سانا، مثلاً باغی یگی عثمان پاشا۔

- مآخذ: (۱) سامی بیگ، قاموس الاعلام، ۲: ۹۳۸؛  
(۲) عثمان زادہ احمد ثانی: حدیثہ الوزراء، ص ۱۱۳؛  
(۳) راشد: تاریخ، ۲: ۳۹، ۱۱۹؛ (۴) ہامر Hammer v  
Gesch des osman Reiches، ۶: ۵۰۶، ۵۰۹، بعد،  
۔ ۵۵۳

(CL HUART ہوا)

- اسماعیل حقّی: ایک ترکی ادیب اور مؤرخ \*  
ادبیات، رسالہ مکتب کا مدیر، قدیم ایشیائی دستاویز  
کا اعتدال پسند حامی اور توپخانے کا ایک سابق افسر۔  
چند ایک نظموں، کہانیوں، ترجموں اور محلات  
میں شائع شدہ مقالات کے علاوہ ادبی تاریخ کے موضوع  
پر ایک سلسلہ رسائل بھی اس کے قلم سے نکلا ہے۔

- Egypt، لندن ۱۸۷۷ء (۴) [P Van Bemmelen]  
L'Egypte et l'Europe, par un ancien juge mixte  
لندن ۱۸۸۲ء (۵) Der Sudan unter R Buchta  
agyptischer Herrschaft، لاہرگ، ۱۸۸۸ء (۶)  
Egypt in the Nineteenth Century D A Cameron  
لندن ۱۸۹۸ء؛ (۷) Egypt under J C McCoan  
لندن ۱۸۹۹ء (۸) J Charles-Roux  
L'Isthme et le Canal du Suez، پیرس ۱۹۰۱ء (۹)  
L'Egypte de 1789 à 1900 L Bréhier  
پیرس ۱۹۰۱ء (۱۰) The Story of the Khedivate E Dicey  
لندن ۱۹۰۲ء (۱۱) La Question C de Freycinet  
L'Egypte، پیرس ۱۹۰۵ء (۱۲) Sii A Colvin  
The Making of Modern Egypt، لندن ۱۹۰۶ء  
Modern Egypt، Earl of Cromer، لندن  
۱۹۰۸ء (۱۳) Egypt and its betrayal C E Farman  
سوارک ۱۹۰۹ء؛ (۱۴) حرمی ریدان، تراجم مشاہیر  
الشیخ، طبع ثانی، قاہرہ ۱۹۱۰ء، ۱: ۳۵ تا ۴۸ (۱۵)  
Agypten Hermann Winterer، برلن ۱۹۱۵ء؛ (۱۶)  
Gesch Agyptens im 19 Jahrhundert A Hasenclever  
1798-1914 (Halle a S) ۱۹۱۷ء، باب ۴: پیر دیکھیے  
The Literature of Egypt and the Soudan، لندن ۱۸۸۶ء تا ۱۸۸۸ء، ۱: ۳۲۶ تا ۳۲۷  
(دلیل مادہ اسماعیل)۔

(آرنلڈ T. W. ARNOLD)

اسماعیل پاشا: الملقب بہ شاجی، ترکی  
سلطان سلیمان ثانی کا صدر اعظم، جو صوبہ انقرہ کے  
مروجہ آبائش کا ناشدہ تھا۔ پہلے پہل وہ سلطان کا  
ہو دار (جو عہ اٹھانے والا) مقرر ہوا۔ اس کے بعد  
اسے رومیلی بیگلر بیگ کا منصب دے کر اس خدمت سے  
بکدوش کر دیا گیا۔ ۱۰۸۹ھ / ۱۶۷۸ء میں وہ  
ضرابویسوں میں ملازم ہو گیا اور جب سلطان محمد  
چہارم کے عہد میں بے چبی پھیلی تو اسے وزیر کا عہدہ



[Russie] ("تاریخ شمال یا تاریخ روس") پر مبنی تھی  
مآخذ: (۱) اس کی اپنی تصانیف کے علاوہ چند سرسری

بیانات کے لیے دیکھیے (۱) *Türkische Moderne Horn*  
ص ۵۱: (۲) *Očerki po nowoi osmankoi*. Gordlewski.  
*injeranurye* ماسکو ۱۹۱۲ء، ۶: ۷۱، ۱۱۶۔

(ٹیرل THEODOR MENZEL)

اسمعیل حقی: شیخ اسمعیل حقی البروسوی یا  
الاسکوداری، عہدِ آل عثمان کے ایک نامور ترکی عالم  
اور شاعر، جس کا شمار کثیرالتصانیف صوفیہ میں  
ہوتا ہے۔ وہ ۱۰۶۳ھ / ۱۶۵۲-۱۶۵۳ء میں  
روم اہلی کے مقام ایدوس Aidos میں پیدا ہوئے،  
جہاں ان کے والد قسطنطین کی عظیم آسردگی کے  
بعد گوسہ نشیں ہو گئے تھے۔ ابتدائے عمر ہی میں  
انہیں حلوی سماعِ فصل اللہ عثمان کی تعلیم و تربیت  
سے مستفید ہوئے کا موقع ملا۔ ادرہ میں انہیں علم  
کے اعلیٰ مدارج اور حلوی طریقہِ تصوف سے آسا بنا  
گیا۔ بس برس کی عمر میں انہوں نے بروسہ میں  
تألیف و تصنیف کا سلسلہ شروع کر دیا، جس کے  
بڑے عمدہ نتائج برآمد ہوئے۔ بعض رسائلِ تصوف  
کی بناء پر علماء ان کے خلاف ہو گئے اور ان کے  
اصرار پر انہیں رودوسو Rodosto میں حلاوطن  
کر دیا گیا۔ سوچ جہاں بوردی ہے، جو نہایت سے  
مسلمان صوفیوں کا شعار رہا ہے، انہیں کہیں بھی  
مستقل طور پر مقیم نہیں ہونے دیا، اس پر مسترادیہ  
نہ علماء کا مدھیہ جیوں بھی ان کے لیے کچھ کم  
ادب رساں نہ تھا۔ مکہ [معظمہ] میں دو سال تک  
حج کے لیے قیام کرے اور اسکوب (Iskub)، دمشق  
اور اسکودار میں حاضری حاصل مدب ٹھہرنے کے بعد  
انہوں نے بالآخر بروسہ میں سکونت اختیار کر لی۔  
یہاں انہوں نے ۱۱۳۵ھ میں ایک مسجد اور حلقہ  
بنوائی اور ۱۱۳۷ھ / ۱۷۲۴-۱۷۲۵ء میں وفات  
پا گئے۔ ان کی تاریخ وفات ۱۱۳۷ھ بھی تثنائی حاتی

۸۱۳۰۸ / ۱۸۹۰-۱۸۹۱ء میں اس کی نظموں  
کا مجموعہ سوزائے حراں یا حود بحسب ("عشی حراں")  
یا "دیرپشیمانی" مطبع عام بر آیا۔ ذوملی نہاسان،  
جو فرانسیسی ادبیات کے زیر اثر لکھی گئی تھیں، بعنوان  
ایکٹی حقیقت ("دوسج") محلہ اراکل کتاب خانہ سی  
حیث رومان لری، شمارہ ۱۱۳۱۱ / ۱۸۹۳ء۔  
۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی۔ رسالہ مکتب میں  
طالعیر کے عنوان سے Octave Feuillet کی تصنیف  
*Roman d'un jeune homme pauvre* کا ترجمہ شائع  
ہوا۔ اس نے Lamartine کی تصانیف *Raphaël* اور  
*Graziella* کا ترجمہ بھی کیا۔ اہمیت کے اعتبار  
سے اس کے اشعار ادبہ کہیں بڑھ کر ہیں،  
لہذا کہ عثمانی ادب میں اس قسم کی تصانیف  
کچھ زیادہ تعداد میں نہیں ملیں۔ اسی کتاب  
اون دردوہی عصر کٹ نورث معرراری ("چودھویں  
صدی کے ترکی مصنفین") کی چار جلدوں (۸ / ۱۳۸۰  
۱۸۹۰ء تا ۱۳۱۱ / ۱۸۹۳ء) میں وہ احمد مدحت  
افندی، اڈرم نے، جودت پاشا اور سمن الدین سامی نے  
کا ذکر کرنا ہے۔ اس کی کتاب معاصر شاعرانہ  
("ہمارے عصر شعراء") کا صرف پہلا حصہ  
۱۳۱۱ / ۱۸۹۳ء میں شائع ہو سکا، جس میں اس نے  
نابی زادہ ناظم نے، علی روحی نے، امیر ہمانی سنگ اور  
معلم حودی افندی کا نمونہ کلام پیش کیا ہے۔ اس کی  
کتاب عثمانی مشاہیر اداسی ("عہد عثمانی کے  
مشہور ترین مصنف") کی اشاعت بھی پہلی جلد:  
معلم حاجی (۱۳۱۱) کے بعد بند ہو گئی۔  
اس کی کتاب مسحبات تراجم مشاہیر بھی  
پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔ حقی نے سر علی سر  
اور چغتائی شعراء کے بارے میں بھی لکھا ہے۔  
۱۹۰۷ء میں اس نے روس کی ایک نہایت صعب  
تاریخ ہال Paul اول کے عہد تک لکھی، جو ایک  
فرانسیسی مآخذ [Nouvells du Nord on Histoire de]

ہے، لیکن یہ ان کی متعدد کتابوں کی تاریخ تصنیف کے مطابق نہیں بیٹھتی۔

حقّی نے ایک سو سے اوپر مدھی کتابیں اور وسائلِ تصوف لکھے۔ انہیں آج بھی بڑی قدر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور ان میں سے چند ایک چھپ بھی چکے ہیں۔ ان کی بہترین تصانیف حسبِ ذیل ہیں : روح البیان (نولای ۱۲۷۶ھ / ۱۸۵۹ء - ۱۸۸۶ء، چار جلدوں میں)، قرآن [معید] کی مشہور تفسیر 'روح المشوی'، شرح مشوی حلال الدن رومیؒ اور 'روح الروح' ('روح کی حوسی')، نارحی اوعلو محمد بن صالح بن کاتب کی محمدیہ کی شرح، نولای ۱۲۵۲ھ و ۱۲۵۸ھ، قسطنطنیہ (طبع سک) ۱۲۵۸ھ - مدرجہ ذیل تصانیف کا بھی اکثر ذکر کیا جاتا ہے : شرح الاربعی حدیب، قسطنطنیہ ۱۲۵۳ھ، طبع ملا علی الحافظ، کتاب حجتہ النالغہ اور ریحانہ عن الحجاب (۱۲۹۱ھ) 'نجمہ اسماعیلیہ' (۱۲۹۲ھ) 'شرح الکائنات'، ۱۲۷۷ھ / ۱۸۸۱ء، 'شرح سبع الایمان'، ۱۳۰۵ھ اور آخر میں شرح ند نامہ عطائی۔

مآخذ (۱) معلّم نامی، اسامی (۱۳۰۸ھ)، ص ۵۸  
(۲) سامی : قاموس الاعلام، ۲ : ۹۵، (۳) ہامر  
پُرگشتال Gesch der Osmanis- Hammer-Purgstall  
Flugel ۱۳۵ : ۱۳۷ تا ۱۳۷ : ۱۳۷ (۴) ملوکل  
'Die arab, pers u. türk Handschr zu Wien  
۱۳۳ : ۱۵۰، بعد ۱۳۷ تا ۱۳۸۔

(ٹئودور منسل THEODOR MENSEL)

⊗ اسمعیل شہید، شاہ : مولانا شاہ محمد اسمعیل

ابن شاہ عبدالعسی بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے بھتیجے، ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ / ۲۹ اپریل ۱۷۷۹ء کو پیدا ہوئے (حیاتِ ولی : حیاتِ طیبہ : ولی اللہ)۔ ایک روایت میں تاریخ ولادت ۲۸ شوال ۱۱۹۶ھ / [۶ اکتوبر] ۱۷۸۱ء بتائی گئی ہے (۱۱، لائیڈن، طبع اول، ۲ :

۱۱۹۶ء)، لیکن اس کا مآخذ معلوم نہیں ہو سکا۔ والد کا نام ایک روایت میں فاطمہ (حیاتِ ولی) اور دوسری میں فصیح الساء بن مولوی علاء الدین (شاہ اسمعیل شہید، انگریزی) مرقوم ہے۔ آخری روایت کے مطابق مولانا شاہ اسمعیل بمقام بھل، ضلع مظفرنگر، اپنے بھپال میں پیدا ہوئے۔

قرآنِ محمد کے علاوہ انہوں نے صرف و نحو کی معمولی درسی کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ آٹھ سال کی عمر میں حافظِ قرآن ہو گئے (حیاتِ ولی)۔ ۱۶ ربیع ۱۲۰۳ھ / ۱۲ اپریل ۱۷۸۹ء کو شاہ عبدالعسی نے وفات پائی تو شاہ عبدالقادر نے یتیم بھتیجے کو سنا بنا کر اس کی تعلیم و تربیت خود سنبھال لی۔ (انار الصادید، طبع اول، انجاف السلاء)۔ دوسری روایت کے مطابق شاہ عبدالعزیز نے ہونہار بھتیجے کو اپنے ساتھ عاطف میں لے لیا (حیاتِ ولی)۔

شاہ عبدالقادر نے اپنی زندگی ہی میں کل جائداد سرعی حصص کے مطابق اسی اکلوسی صاحبزادی بی بی ریس اور اسے بھائیوں کے نام کر دی تھی۔ شاہ اسمعیل کو چونکہ بٹے کی طرح پالا گیا تھا اس لیے اسی صاحبزادی اور بھائیوں کی احارب سے کچھ حصہ ان کے نام بھی کر دیا گیا اور اپنی نواسی بی بی کثوم ان کے نکاح میں دی گئی تھی (ارواحِ ثلاثہ)۔

شاہ اسمعیل اوائلِ حال میں مطالعہ کتب کی طرف چندان انجاف نہ فرماتے تھے۔ شاہ عبدالقادر کی خدمت میں سنی کے لیے حاضر ہوتے تو بے پروائی کے باعث یاد نہ رہتا کہ سب کچھ کہاں سے شروع کرنا ہے۔ کبھی بعد کی عبارت پڑھے لکھے؛ شاہ عبدالقادر نوکتے نو کہہ دیتے کہ اس مطلب کو آسان سمجھ کر نہیں پڑھا۔ اگر وہ مقام مشکل بھی ہوتا تو اس کی تشریح میں ایسی تقریر کرتے کہ اعلیٰ و ادنیٰ حیرت زدہ رہ جاتے۔ بعض اوقات ماقبل سے شروع کر دیتے؛ شاہ عبدالقادر متنبہ فرماتے تو ایسے شبہات

والہ گو دیتے کہ فاضل استاد کو ان کے رفع کرنے میں بھائی رحمت اٹھانا پڑی (آثار الصادقہ)۔

جلالاد اسعداد کی بناء پر سترہ سولہ سال کی عمر میں بھولہ او معنول کی تحصیل سے فارغ ہو گئے۔

دیاب کی دھوہ شہر بھر میں بھی۔ اکثر دفعہ سچ اہل کمال اہمیتاً پر راہ کوئی مشکل مسئلہ

ہوچہ اسے نو کتابوں کی کتاب کے بعد اسی شرح تومانیہ کہ ہوجھے والوں کو حجاب ہونی (آثار

الصادقہ)۔ جوہر کاوب بہت سے معمولی بہا، مشکل عبارتوں اور حلد سے حد سمجھ کر معر سچ

نک پہنچ جائے۔ ان کی دیاب کی حد میں اہل عام کی ہر معمول کے اسے صاحب بہت نہیں (انصاف السلاہ)۔

نعمان سے فارغ ہوئے ہی، اسمعیل نے اصلاح و ارشاد کا کام شروع کر دیا۔ وہ جہاں کسی

بدستہ اور بدعمل گروہ کی سرسارے وعد و بصرہ کے لیے بے نکات وہاں پہنچ جاتے۔ شہر میں دو

دن جمعے اور سہوارہ کو جامع مسجد میں وعظ فرماتے (حباب ولی، آثار الصادقہ)۔ ہزاروں سامعین

ان وعظوں کو سوں و وجہ سے سچے۔ درمیان ہی میں بعض اہل لوٹ مخالف اصحاب کے دل

میں سہاگ پیدا کر دیے۔ شاہ صاحب آئندہ وعظ کے آثار میں یہ طریقہ سمجھ حد کلمات اسے

فرما دیے جس میں ہر شخص کے سہ کا جواب عطا۔ ضرور کا یہ عالم تھا کہ عائم اور عامی ان کے ارشادات

سے یکساں مسند ہوئے۔ ان کے وعد و بصرہ کی ہر لب سے اعلام سب کا آواز ہر شخص کے کان

نک پہنچ گیا، شہر و ندب کی بناء مسجد ہو گئی، حلبی حدائے سب نبوی کے احبار اور ندعاب کے ترک کی بونوں پائی۔ جامع مسجد میں ہمار

جمعہ کے لیے اس کثرت سے ہماری جمع ہوئے لگے جیسے عیدگاہ میں ہمار عیدیں کے لیے جمع ہوا کرتے

ہیں (آثار الصادقہ)۔ لوگوں کی اسی بڑی تعداد

ہدایات ہوئی کہ موافق و مخالف دونوں کو اس کا اعتراف ہے۔ اسلام کی جو روپی نظر آرہی ہے یہ

شاہ اسمعیل اور مولوی عبدالجلی ہی کی حد و حید کا ثمرہ ہے۔ یہ دونوں بزرگ اسے سچ سید احمد شہید

کے وزیر تھے۔ جن یہ ہے کہ احباب اسلام کے لیے نام کرنے والے ایسے آدمی سر زمین ہند پر نادر

سوا سال میں پیدا نہیں کئے (انصاف السلاہ)۔ بعض سوانح نگاروں نے اندائی دور کی ورسوں

کے ذکر میں خاصے سالے سے کام لیا ہے (حباب طہ)۔ ممکن ہے شاہ صاحب نے وقت کے رواج کے مطابق

سراکی، سہسواری، سراسداری، بنگلہ دہی وغیرہ سکھ لی ہو۔ لیکن ان کتاب کا اسناد معجز نظر ہے۔

اسی طرح سکھوں کے صاحب مسلمانان حجاب کا حال معلوم کرنے کے لیے جس دورے کا مقصد

دائر لیا لیا ہے (حباب طہ) معاصر روایات میں اس کا سراج نہیں ملتا۔

۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء میں سید احمد ندوی نواب امر حاکم سے الگ ہو کر دہلی پہنچے جو پہلے

مولوی عبدالجلی نے پھر شاہ اسمعیل نے ہمار کی دو رخصت سے حضور قلب سید صاحب کی امداد ادا

کر کے معیت کر لی (محرر احمدی، سطورہ، وفائے) اس وقت سے سید صاحب کا دامن یوں مضبوط چام لیا

کہ جسے جی نہ چھوڑا اور زندگی کے بقیہ اوقات کا سر حصہ سید صاحب ہی کی معیت میں گزار دیا۔

اگرچہ ان کا خاندان عوام کا مرجع احرام تھا، لیکن وہ اسے سچ کی نفس برداری کو سرمایہ معاش

سمجھتے تھے۔ کمال ادب کا یہ عالم تھا کہ سید صاحب کے روبرو نقش ندیوار سے رہے۔ کبھی

کبھی ہماری کے علیے سے سبب و برحاسات کی طاقت بھی سلب ہو جاتی، تاہم سید صاحب کا حکم ملنے

ہی مہتاب جنگ کے انصرام کے لیے بے درنگ تیار ہو جاتے (وصایا الوریر)۔

سید صاحب نے اصلاحِ مسلمین اور تنظیمِ جہاد کی عرص سے جسے دُورے کیے شاہ اسماعیل رائے ان میں شریک رہے۔ سید صاحب کے ایماء سے جہاد میں سببِ اللہ کی تبلیغ شروع کی تو ان کی صفتی مدد سے مسلمانوں کا آئینہ باطل محلاً ہو گیا۔ وہ جاننے لگے کہ ان کے سرِ راہِ خدا میں کٹیں اور جانیں والے دینِ محمدیؐ کی سرِ بلندی کے لیے قربان ہوں (انار الصفاء، د)۔

سید صاحب نے نکاحِ بنوکن کا اجراء کیا تو شاہ اسماعیل کی بیوہ ہمسرہ، جو عمر میں ان سے بڑی اور حدِ یاس کو مہرِ حکی نہیں، ان کا نکاح نہ عرصۂ امان سے سببِ مواویٰ عبدالجبار سے کر دیا۔ وصّانہ (اورنگ) سارِ حق (آخر سوال ۱۲۳۶ھ یا اواخر ۱۲۳۹ھ) میں مع والدہ و ہمسرہ سید صاحب کے ساتھ تھے۔ والدہ نے مکہ مکرمہ میں وفات پائی (وفاغ وصّانہ اورنگ)۔ سید صاحب نے حمادی الآجرہ ۱۲۴۰ھ میں نہ قصدِ جہاد دارالحرپ ہند سے ہجرت کی و شاہ صاحب ہمراہی و معاہدے کے پہلے نالے میں شریک تھے (وفائغ، منظورہ وغیرہ)

دورانِ تمام سرحد میں وعظ و تذکرہ، دعوت و اعلام، دفاع و اقامہ، تدبیر و سیاست وغیرہ تمام مسائل میں وہ جتنی جتنی رہے۔ مجاہدانہ کارناموں کے لیے دیکھئے مادّۂ احمد شہید، سید۔ جس کارناموں میں شاہ اسماعیل دو درجہ امتیاز حاصل ہوا ان کی اجمالی فہرست یہ ہے: (۱) مقامِ ہند میں نہ سلسلۂ امامیہ جہاد علماء و خواص سے تمام مذاکرہ شاہ صاحب ہی نے کیے تھے (۲) جنگِ سندو میں وہ سید صاحب کی خلافت کے نائب ان کے ساتھ ہانہی بر سوار تھے۔ درآوں کے فرار کے بعد سگھوں نے سید صاحب کا تعاقب کیا تو شاہ صاحب نے ہانہی کو مددِ جنگ سے ناہر نکال کر سید صاحب کو گھوڑے پر سوار کرایا اور ایک جماعت کے ہمراہ روانہ کر دیا۔

سگھوں کو ان کے تعاقب سے باز رکھنے کے لیے خود ہانہی ہی بر سوار رہے اور بعد میں سید صاحب سے جا ملے (۳) ہزارہ میں محاذِ جہاد کی ابتدائی تنظیمات انہیں نے کیں: (۴) شکاری کی جنگ میں گروہ کو شکست دے کر بھاگ دیا۔ شاہ صاحب کی قیادت میں گولوں سے جھلنی ہو گئی اور ہانہی کی چھنگلا پر سببِ رحم لگا۔ شاہ صاحب اس چھنگلا کو سراخا اپنی انگشتِ شہادت کہا کرتے تھے (۵) آرمی سرگرمی کے لیے اڑھائی ہزار علماء و خواص کو شاہ صاحب ہی نے پیسی نظر مقصد پر مسافر رائے لیا تھا (۶) گھوڑے سے غاروں کے ساتھ ہند کا مسیحکملہ قلعہ مسخر کر لیا اور اس میں عزم کی جانب سے صرف دو جانبوں کا نقصان ہوا (۷) رندہ کی جنگ میں صرف سات سو غازیوں (بیس سو ہندوستانی، چار سو ملکی) کے ساتھ یارِ محمد خان بر فتح پائی، جس کے پاس دس ہزار فوج اور سات ہونے نہیں، اس جنگ میں صرف دو غازی شہید ہوئے (۸) نائندہ خان بنولی کو شکست دے کر آرمی و غیرہ بر قصدِ در لیا: (۹) مانار کی جنگ میں بیس ہزار غازیوں کے ساتھ، جس میں ستر ملکی تھے، اٹھ ہزار درآوں کو شکست فاش دی (۱۰) فتح پور کے بعد سلطان محمد درآئی سے صلح کی گفتگو میں سید صاحب نے شاہ صاحب ہی کو مختار بنایا تھا (منظورہ، وفائغ وغیرہ)۔

۲۴ دوالقعدہ ۱۲۴۶ھ/۶ مئی ۱۸۳۱ء کو شاہ صاحب نے نالا کوٹ میں شہادت پائی۔ آخری وقت کی کیفیت یہ تھی کہ سر نا کبٹی پر گولی کا حنفِ رحم تھا، ڈاڑھی حوں سے تر ہو گئی تھی، سر بگا تھا، بھری ہوئی بندوں کدھے پر بھی اور بگی بلوار ہانہ میں۔ ایک هجوم میں گھس گئے پھر کسی نے انہیں رندہ نہ دیکھا۔ جنگ کے

اپنے گھوڑے پر کسی دوسرے کو سوار کرا دیتے۔  
 تب یہ ہوتی کہ خدا کا کام ہے؛ اپنے جسم کو  
 حسی منتف میں ڈالیں گے اتنا ہی نواب ہوگا (وقائع  
 احمدی)۔ ہمیشہ عریص کا عملی نمونہ پس فرمائیے۔  
 اگرچہ جسم کمزور تھا، لیکن ایک موقع پر بیماری  
 رسورٹ چند ریموں سے اٹھوائی اور اصرار فرمایا  
 نہ میرے کندھے پر رٹھ دو، حالانکہ رسورٹ  
 کندھے پر رٹھتے ہی پاؤں لڑ لڑائیے لگے (مسطورہ)۔  
 پہاڑ کی چڑھائی میں چند قدم پر دم بھول جانا تو  
 کسی ٹھہر پر سوار کر وعظ شروع کر دیے اور  
 راہ حق میں مستثنیٰ اٹھائیے کی فصیل میں بیان کریں،  
 سانس درست ہو جانا تو پھر چڑھائی شروع کر دیے  
 (مسطورہ)

بالا ٹوٹ میں ایک مرتبہ بیمار بڑھائے ہوئے  
 دو ریموں میں نوری سورہ نبی اسرائیل پڑھی۔  
 سید جعفر علی نبوی لکھتے ہیں کہ اس بیمار میں حولیت  
 حاصل ہوئی وہ عمر بھر کسی دوسری بیمار میں کسی  
 امام کے پیچھے حاصل نہ ہوئی (مسطورہ)۔ سید صاحب  
 سے اگرچہ انتہائی عقیدت تھی اور ان کا ادب بھی  
 بہت دورے بھی لیکن سرعی اور جماعتی معاملات  
 میں اسی رائے اس نے ناک سے ظاہر کرتے کہ خود  
 سید صاحب نے ایک مرتبہ اعراف لیا کہ اب رہی  
 کے اظہار میں ایسی بے ناک میں نے اسے بھانجے سید  
 احمد علی کے سوا کسی میں نہیں دیکھی (مسطورہ)

کتابت کی مسق نہ تھی (مسطورہ)۔ ایک مرتبہ  
 دہلی کے مشہور حفظ میر بمعہ کش بے پوچھا کہ  
 حوش خطی کون نہ سکھی؟ فرمایا: انا ہی کمی  
 ہے کہ لکھا ہوا سمجھ میں آ جائے، باقی فصول  
 (ارواح ثلاثہ)۔ صرف ایک بیٹا شاہ محمد عمر یادگار  
 چھوڑا۔ اس کی عمر غالب حدب میں گزری اور  
 ۱۸۶۸ء/۱۸۵۱-۱۸۵۲ء میں لاولد فوت ہوا۔  
 عرصہ شاہ اسمعیل اپنے کمالات کے باعث رب

بعد نعش شہد صاحب کی شہادت گاہ سے تقریباً نصف  
 میل پر قصبہ بالا ٹوٹ کے شمال میں سب سے نالے  
 کے پار ملی۔ وہیں انہیں دفن کیا گیا۔

جلال علم کی یہ نیاں بھی کہ شاہ عبدالعزیز  
 نے ایک خط میں انہیں ”حجۃ الاسلام“ لکھا۔ ایک  
 مرتبہ فرمایا: ”اس لوگوں نے میرے عہد سبب کا  
 علم دیکھا ہے انہیں اس کا نمونہ دیکھا ہو تو  
 اسمعیل کو دیکھ لیں“۔ شاہ اسمعیل اور شاہ اسحق  
 (سوا شاہ عبدالعزیز) کو خاص عقیدۃ الہی قرار  
 دیتے ہوئے یہ آیت مبارکہ پڑھا کر بے بیچے:  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ  
 (۴۱) [انراہم]: ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳

ذوالجلال کی قدرت کا ایک نمونہ ہے (آثار الصّادید)۔

تصانیف: سید صاحب سے وابستگی کے بعد شاہ اسمعیل کی زندگی اصلاح و ارشاد اور دعوت و انتظام جہاد کے لیے وقف ہو گئی اور نصف و نائف کا موقع بہت کم ملا، پھر بھی ان کی تصانیف مشہور علماء کے مقابلے میں نہ اعسارِ تعدد و اہمیت بطورِ خاص قابلِ قدر ہیں۔ ان کی سرسری کتب یہ ہے:

(۱) ردّ الاسراک (عربی): یہ ترک اور غیر مشروع مراسم کے رد میں آیات و احادیث کا مجموعہ ہے۔ اس کے دو باب ہیں۔ نواب صدیقی حسن خان نے اسے ایک مرتبہ فقط الثمر کے ساتھ شائع کیا تھا اور احادیث کی تخریج کر کے اس کا نام الادراک تخریج احادیث ردّ الاسراک رکھا تھا۔ یہ رسالہ ایک ہی شائع ہو چکا ہے [پیر دیکھئے تراکمان، ۸۵۳] (اس میں محمد اسمعیل پڑھیں بجائے محمد بن اسمعیل اور محمد صدیقی حسن خان پڑھیں بجائے محمد صدیقی حسن خان)۔

(۲) نقوب الایمان (اردو) ان آیات و احادیث کے پہلے حصے کا سریخی اردو ترجمہ ہے جو ردّ الاسراک میں جمع ہو چکی تھیں۔ یہ کتاب اب تک لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ اس کے ایڈیٹسوں کا شمار نہیں ہو سکتا۔ رافق کے عام کے مطابق پہلی مرتبہ مطبع دارالاسلام، دہلی نے ۱۸۴۷ء میں شائع کی تھی۔ اس کا انگریزی ترجمہ مولوی سہاس علی نے غالباً ۱۸۵۲ء میں شائع کیا تھا۔ ردّ الاسراک کے دوسرے حصے کا سریخی اردو ترجمہ مہادی محمد سلطان نے تذکیر الاحوان کے نام سے چھپا تھا۔

(۳) منصب امامت (فارسی) [نانام]: مسئلہ امامت کے متعلق جامع اور محققانہ رسالہ ہے، جو صرف ایک مرتبہ چھپا۔ اس کا اردو ترجمہ بھی شائع

ہو چکا ہے۔

(۴) ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت و الصریح (فارسی) [نانام]: اسے پہلی مرتبہ مطبع فاروقی، دہلی نے ۱۲۹۷ھ میں مع ترجمہ اردو شائع کیا تھا۔ بعض مشہور علماء کی رائے ہے کہ ردّ بدعات میں اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی گئی۔ یہ کتاب دوبارہ ۱۳۵۶ھ میں کتب خانہ اسرمہ، دہلی نے نئے اردو ترجمے کے ساتھ شائع کی۔

(۵) رسالہ یتک روزی (فارسی): نقوب الایمان پر مولانا فصلی حق حیرآبادی نے چند اعتراضات کیے تھے۔ شاہ صاحب نے ایک مجلس میں ان کا جواب مرتب فرما دیا۔ ۱۵ ذوالحجہ ۱۲۴۱ھ کو اس کی نسخہ ہوئی، حب شاہ صاحب ہجرت نہ عرصہ جہاد کے سلسلے میں سکارپور پہنچے ہوئے تھے۔ یہ رسالہ ایضاح الحق، طبع اول، کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ (۶) رسالہ اصول فقہ (عربی): در یک کراسہ۔ (۷) نور العین فی اثبات رفع البدن۔ جسا کہ نام سے ظاہر ہے اس میں وہ احادیث جمع کر دی گئی ہیں جن سے رفع یدیں کا اثبات ہوتا ہے۔ یہ کئی مرتبہ بن السطور اردو ترجمے کے ساتھ شائع ہو چکا ہے [انعام، ص ۴۴]۔

(۸) بقند الحوائی در اثبات رفع البدن: اس کا ذکر صرف انعام السلاہ [ص ۴۴] میں ہے۔ موضوع نام سے ظاہر ہے۔

(۹) عطاء (عربی): یہ حقائق تصوف میں ہے، صرف ایک مرتبہ چھپا، اب کم یاب ہے۔

(۱۰) صراط مستقیم (فارسی): اس کتاب کا مصنف سید احمد شہید کا ہے۔ صرف پہلا باب شاہ اسمعیل نے مرتب فرمایا [دیکھئے JASB]۔

(۱۱) رسالہ منطوق: اس کا ذکر مرتبہ احمد خان نے آثار الصّادید میں کیا ہے۔

(۱۲) مشوی سلک نور (نانام): یہ چھپ

چکی ہے۔

علاوہ بریں شاہ صاحب کا ایک لہا قصیدہ نعت میں اور ایک قصیدہ سید احمد شہید کی تعریف میں موجود ہے، جس کے مفرق اسعار بعض کتابوں میں چھپ چکے ہیں۔ خطوں، مردوں اور مسافروں کا حد و شمار نہیں۔ مصائبِ جہاد میں بعض خطبے نواب صدیق حسن خان نے ایک مجموعہ خطبہ میں شائع کر دیے تھے۔ نواب مرحوم پر حسب انگریزوں کا عتاب نازل ہوا جو یہ مجموعہ خطبہ تلف کر دیا گیا۔ شاہ صاحب کے متعدد مکاسب بھی موجود ہیں۔ سید صاحب کے مکاسب اور اسلام نامہ حاج بھی شاہ صاحب ہی کے اکھوائے ہوئے ہیں اگرچہ ان کا مضمون سید صاحب کا ہے۔

- ۱) مآخذ (۱) مرزا حرب دہلوی حیات طیبہ (اردو)، دہلی ۱۸۹۵ء؛ (۲) سر سید احمد خان، آثار الصنادید (اردو)، طبع اول، دہلی، (۳) نواب صدیق حسن خان انعام السلاہ (فارسی)، کابور ۱۲۸۸ھ، ص ۴۱۶، بعد (۴) وہی مصنف انجم العلوم (عربی)، بھوپال ۱۲۹۵ھ (۵) ارواح ثلاثہ (اردو)، سہارنپور ۱۳۷۷ھ (۶) محمد حمزہ بھائی سری : نواربح عجمہ یا سوانح احمدی (اردو)، دہلی ۱۸۹۱ء، ساڈھوہ ۱۹۱۴ء؛ (۷) نواب وزیر الدولہ، والی ٹونک وصافا انور علی طریق السیر والندیر (فارسی)، (۸) سید محمد علی بریلوی (مستشرق زادہ سید احمد شہید)، محرن احمدی (فارسی)، طبع ۱۲۹۹ھ (۹) جعفر علی نقوی منظومہ السعداء معروف بہ ناریح احمدی (فارسی)، (خطی)، در دانش گاہ بحاب، (۱۰) نواب وزیر الدولہ وقائع احمدی (اردو)، خطی (سجے رائے بریلی اور ٹونک میں اور نگارندہ مقالہ کے پاس)؛ (۱۱) سید ابوالحسن علی ندوی : سیر سید احمد شہید (اردو)، ح ۱، لکھنؤ ۱۹۳۹ء (۱۲) The Indian Musalmans . W. W. Hunter، لندن ۱۸۷۱ء؛ (۱۳) رحیم بخش : حیات ولی، لاہور ۱۹۰۰ء؛ (۱۴) رحمن علی : تذکرہ علمای ہند، لکھنؤ ۱۹۱۴ء

ص ۱۷۹: (۱۵) محمد اسمعیل گودھروی : ولی اللہ (جامعہ ملیہ پریس، دہلی)؛ (۱۶) شاہ اسمعیل شہید، (انگریزی و اردو) (مقالات یوم اسمعیل شہید، شائع کردہ قومی کتب خانہ، لاہور)۔

(علامہ رسول مہر)

اسمعیل عاصم افندی : دیکھئے چلی زادہ۔

اسمعیلیہ : ایک سہر، جو سہر سوہر کے تقریباً

وسط میں واقع ہے۔ اسے ۱۸۶۳ء میں سہر کی کھدائی کے دوران میں سانا گیا تھا اور اس کا نام حدود اسمعیل کے نام پر [اسمعیلیہ] رکھا گیا تھا۔ حسب یک کھدائی کا کام۔ اری رہا اس سہر کی بڑی اہمیت تھی، لیکن سہر کی تکمیل کے بعد بہت جلد اس کا احفظا شروع ہو گیا۔ اب حد برس سے فائبرہ اور ڈاک کے جہازوں کے درمیان سلسلہ حمل و نقل جاری ہوئے ہیں یہاں پھر حویس حالی کے کچھ آثار نظر آئے لگتے ہیں۔ اس سہر کو ریل کے درجے پورٹ سعید، فائبرہ اور سوہر کے ساتھ ملا دیا گیا ہے اور یہاں اچھے عویل اور حمام وغیرہ موجود ہیں۔ سہر کے ارد کھیت اور باغات ہیں اور جنوب کی طرف چھل بساچ واقع ہے۔ [۱۹۳۷ء میں اس کی آبادی ۳۶۳۹۷ تھی۔] مآخذ : محمد اسحاق العنابی، معجم العنبران فی المستدرک علی معجم اللدان، فائبرہ ۱۳۲۵ھ، ۱۰، ۲۶۵ بعد، (۲) Egypt Baldeker، لندن ۱۸۹۸ء، ص ۱۶۸۔

(T H Weir)

اسمعیلیہ : ایک سیعی فرقہ، جو اس نام سے

اس نے مشہور ہے کہ اس کے نزدیک امام جعفر الصادق (آرکے نان) کے بعد ان کے فرید اکثر اسمعیل امام ہوئے کہ امام موسیٰ کاظم، حسب کہ امامیہ (قب انا عسری) کا عقیدہ ہے۔ گویا اسمعیل سابقین امام ہیں اور اسی لیے اسمعیلیہ کو سعیہ بھی کہا جاتا ہے۔ التہ کتب ناریح میں ان کا

ذکر بعض اور ناموں کے مانع بھی آیا ہے۔ ان میں قدیم ترین نام قرابطہ ہے، پھر دروریہ اور ناطبہ کا ظہور ہوا۔ بحالب موحودہ وہ فارس میں برہہ بن آغا حاکم مجلاتی، وسط ایسٹ میں ملائی نا ولانی اور ہندوستان میں حوجے (براری) اور [داؤدی یا سلیمانی] بوہرے (مستعلیان) وغیرہ پھیلے ہیں۔

۱۔ اسمعیلی تحریک کی تاریخ: یہ جو کہانیاں مشہور ہیں کہ اسمعیلی عقائد کتبہ سرور عدا اللہ بن مسعود افتاح کے اختراع کردہ ہیں، جس نے چالاک سے یہ منصوبہ گھڑا تھا کہ اسلام کی جڑ کاٹ دے۔ اس کی جگہ زردیوں کا بول بالا بنا جائے، جو سب سے گھڑب ناس ہیں، جو عباسیوں کے دعویٰ خلافت کو درست ثابت کرنے کے لیے ان کے طرفداروں نے پھیلائیں۔ اصل میں یہ فرقہ اس گروہ سے تعلق رکھتا تھا جس میں مسیح مسطر کی فائل سمی برادران شامل ہیں اور یہ برادران دوسری صدی ہجری / آٹھویں میلادی کے وسط میں ہر جگہ موحود نہیں۔ اس فرقے نے حضرت علیؑ کی اولاد میں سے ایک خاص فرد کو مہدی موعود قرار دیا اور یہ لوگ واقعہ کے نام سے مشہور ہوئے، یعنی وہ جنہوں نے اماموں کے لگاتار سلسلے کو ایک خاص شخص تک پہنچا کر ٹھہرا دیا (وقف)۔ اسمعیلیوں کے ہاں اس سلسلے کے آخری امام محمد بن اسمعیل بن جعفر ہیں جو امام جعفرؑ کی وفات (قریباً ۸۱۸/۷۶۵ء) کے تھوڑے دن بعد عائب ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اسمعیل امام جعفر صادقؑ کی وفات سے پانچ سال پہلے ہی ۸۱۸/۷۶۱ء میں مدینہ منورہ میں وفات پا گئے تھے اور شیعہ کے قبرستان میں دفن ہوئے اور حضرت امام جعفرؑ نے متعدد گواہوں کے ذریعے اس امر کی شہادت لے رکھی تھی کہ ان کے بیٹے کا

انقال ہو گا ہے۔ اسمعیل کے حامیوں نے یہ مانے سے انکار کر دیا۔ ان کا دعویٰ ہے کہ امام جعفر کی وفات (نواح ۸۱۸/۷۶۵ء) سے پانچ سال بعد بھی اسمعیل زندہ تھے۔ ایک سو سال سے کچھ زیادہ مدت تک یہ فرقہ جنوبی عراق، عرب، شام اور یمن میں پھیلتا رہا۔ اس کے بعد ۸۲۶/۷۹۹ء کے لگ بھگ اس نے اپنے قائد [احمد بن قریط] کی سب سے قرابطہ کے نام سے شہر حاصل کی۔ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب ۸۲۶/۸۷۳ء میں اثنا عشری اماموں کا سلسلہ ٹوٹ گیا تو ۸۲۸/۸۹۵ء [کد۹۳۹ء] کے قریب اس فرقے کے عقائد میں ایک تبدیلی عمل میں آئی، جس کی رو سے اُس نے پھر امام کے سلسلے دائمی کا اثنا عشری عقدہ احساہ کر کے یہ عقدہ ترک کر دیا کہ محمد بن اسمعیل امام عائب مہدی موعود ہو کر واپس آئیں گے۔ اس تبدیلی کی وجہ سے وہ قرابطہ سے، جنہوں نے اس کی سب سے مخالفت کی، علیحدہ ہو گئے۔ اس نئے عقدے کو فاطمیوں نے احساہ کیا اور اس کے حق میں ایک پررور تحریک شروع کر دی۔ ۸۲۹/۹۰۹ء میں انہوں نے شمالی افریقہ میں اسی خلافت کی ساد ڈال دی۔

پھر حال دسری صدی ہجری / نویں صدی میلادی کے اواخر تک اسمعیلی فرقہ جنوبی مصر ہو چکا تھا۔ ایران، یمن اور شام میں اس کی جڑیں مصیوطی سے جم چکی تھیں اور شمالی افریقہ میں بھی سرعت کے ساتھ پھیلتا جا رہا تھا۔ المہدی اور دیگر فاطمی خلفاء سے سب واقف ہیں (دیکھئے اُن کے ناموں کے تحت اُن کی تاریخ)۔ چوتھی صدی ہجری / دسویں صدی میلادی میں اس عقیدے کی تبلیغ و اشاعت نئے رور سے کی گئی اور پانچویں صدی کے وسط تک اسمعیلی بحر اوقیانوس سے لے کر عالم اسلام کے بعدترین مشرقی علاقوں، یعنی



مدد سے اس پر قبضہ کر بیٹھا۔ مصر کے اسماعیلی حلقوں نے اس واقعے کی طرف سے بے یوچہی برنی۔ نزار کو صرور کے مطابق طرف دار نہ مل سکے۔ وہ گرفتار ہو گیا اور اس کے بھائی کے حکم سے اسے (اس کے بیٹے سمب) قیدخانے میں قتل کر دیا گیا۔ تب یہ خبر پھیلی تو سام میں اور سارے مشرق میں اس کے خلاف سخت ناراضی اور بے چینی پھیلی اور یہ لوگ اسماعیلی جمہور (جماعت سے) علیحدہ ہو گئے اور اس نعلی فقط نصِ اولیٰ کے ساتھ قائم رہا

مصر کے فاطمی اماموں کا سلسلہ ہم ہوئے بر مصر کے اسماعیلیوں میں بھی اسی قسم کے بفرے ٹھوٹ پڑے۔ الابر کے قبل (۵۰۲۳ / ۱۱۳۰ء) اسماعیلی مآخذ کی رو سے (۵۰۲۶ / ۱۱۳۲ء) بر اس کا لمس بچہ، الطیب (حسن کے وجود کے بارے میں مؤرخین نے کافی شک و شبہ کا اظہار کیا ہے) نہیں چھپا دیا گیا۔ مصر کے چار آخری فاطمی خلفاء خود اپنے آپ کو اماموں میں شمار نہ کرتے تھے اور خطبہ القائم کے نام سے، جو امام موعود تھا اور یومِ آخر میں ظاہر ہوگا، پڑھا جاتا تھا۔ اسماعیلیں کا، جو سی فاطمہ کی روایات کے پیرو ہیں، اب تک یہ اعتقاد ہے کہ الطیب کے حاسین امام اپنی زندگیوں کسی بہت ہی حقیہ مقام میں سر کر رہے ہیں اور ”وقت آئے بر“ اپنے آپ کو ظاہر کر کے رہیں گے۔

مستعلیوں کا انتظامی مرکز یمن میں مستقل ہو گیا اور یہیں سے ان کی ساری جماعت میں ان کے داعی مطلق ہدایات و احکام جاری کرتے تھے۔ مصر اور شمالی افریقہ سے اسماعیلی مذہب حیرت انگیز سرعت کے ساتھ عائب ہوا۔ یمن میں بھی ... سال تک یہ بے حیثیت رہا؛ لیکن ہندوستان میں واقعات نے اور ہی رنگ اختیار کیا۔ یہاں کی

ماوراء النہر، ہندوستان اور ہندوستان میں خوب مستحکم ہو چکے تھے۔ ایران میں انہیں بالخصوص اضلاع حاصل تھا؛ چنانچہ صوبہ جاب بحر حرہ، آذربائیجان، رتے، قویس، اصفہان، فارس، خورستان، کرمان، خراسان (شمال و جنوب)، قہستان، ہندوستان اور ماوراء النہر میں ان کے سر و بسط کے اہم مراکز موجود تھے۔ ایران ہی میں چوٹی کے اسماعیلی فلاسفہ پیدا ہوئے، جنہیں حقیقی معنوں میں ان کے اصول و عقائد ناموسہ (esoteric) نامی قرار دیا جا سکتا ہے، جسے ابو حامد رازی (وفات چوتھی / دسویں کے وسط میں)، ابو یوسف سجستانی (م بعد ۵۳۸۶ / ۱۱۴۶ء)، حمد اللہ کرمانی (نواح ۵۴۱۲ / ۱۱۴۱ء) اور المؤید السمراری (۵۵۷ / ۱۱۰۷ء)۔

اسماعیلی تحریک کو ایک خطرناک سیاسی تحریک قرار دے کر ہر حکم، مخالفت و اسداد کا سلسلہ بنانا جاتا تھا، لہٰذا اس کے اس قدر معتبر العہد کامدانی کے بعد اسی سری سے لڑ جانے کی وجہ نہ رہی ہے۔ اس کے لیے جو بات سب سے زیادہ مہر ثابت ہوئی وہ اس کے نسواؤں کے طبقے کا ناظم اختلاف تھا، نہاں تک کہ خود ان کے اماموں کے خاندان میں بھی بغاوت پایا جاتا تھا۔ سب سے پہلا قابلِ ذکر بغاوت، حسن کی اہمیت فقط مقامی تھی، حاکمہ، یعنی دُرُوز (Druzes) [رُکّ نَاں] کا تھا، جس کا عقیدہ یہ ہے کہ الحاکم (۵۴۱ / ۱۱۴۱ء) کی وفات نہیں ہوئی، چنانچہ وہ اُس کی واپسی کی آس لٹانے بٹھتے ہیں۔ اس کے بعد ہزاروں کا شوق ہوا، جو ایک نئی مصیبت ثابت ہوا۔ ۱۸ ذوالحجہ ۵۴۸ / ۱۱۴۹ء دسمبر ۱۱۴۹ء کو المسمر [رُکّ نَاں] کی وفات پر اس کا نژادینا ہزار بعد سلطنت سے محروم کر دیا گیا اور اس کی حکم اس کا بھائی المستعلی [رُکّ نَاں] سپہ سالارِ اعلیٰ کی

۸ اگست ۱۶۴۷ء کو اس نے قیامب گٹری (قیامہ القیامہ) کے قائم ہو جانے کا اعلان کیا۔ اس نے اپنے متبعین پر ناطی عبادتِ مرص کی اور ان کی طاہری اہمیت کو گھٹا دیا، کیونکہ نجاب یافتہ لوگوں کے لئے، جو روحانی حُب میں داخل ہو چکے ہیں، عبادت کی یہی شکل موروں ہے۔ مؤمنوں کی یہی روحانی بہشتی حالت، ار روئے گمانِ اعلیٰ، اس نہایت مشہور اساطیری ناع کی اصل ساد ہے جسے حُب کے نمونے پر حسن بن صباح نے اپنے مریدوں کو مرتب دیئے کے لئے الموب کی بے محل و گناہ چٹانوں پر بنایا تھا۔

آلموب کے دیگر چار خداوندوں، یعنی علاء الدین (یا صباہ الدین)، حلال الدین، علاء الدین ثانی اور رکن الدین حور ساء، کی تاریخ کسی حد تک معلوم ہے (اس کا بہترین خلاصہ Literary E G Browne History of Persia، ۲: ۴۵۳ تا ۱۶۴۰ میں ملتا ہے)۔ سام میں براریوں کی کثیر تعداد موجود بھی اور انہوں نے اپنے ہوسار فائد رسد الدین سنان (۵۵۷/۱۱۶۲ء تا ۵۸۸/۱۱۹۲ء) کی سرکردگی میں صلاح الدین کی جانب سے صلیبی معاریں کے خلاف لڑائیوں میں خاصا حصہ لیا (قف Stan Guyard Un Grand Maître des Assassins، در FA، ۱۸۷۷ء، ص ۳۲۷ تا ۳۸۹)۔

رکن الدین حور ساء کا سنا شمس الدین محمد ابھی بچہ ہی تھا کہ اسے بڑی احباط کے ساتھ چھپا دیا گیا۔ وہ اور اس کے حاشیہ یا نو مکمل طور پر مسور رہتے تھے اور یا بھر صوفی شیوخ کی صورت میں سامے آتے تھے، جس کی اس زمانے میں بہت کثرت تھی۔ روایت کے مطابق ان میں سے کئی ایک بڑے بڑے عہدوں پر سربرار ہوئے، انہیں صوبوں کی گورنری ملی اور ان کے اور صوفی بادشاہوں کے درمیان شادیاں ہوئیں، لیکن اب تک ان کے

ابتدائی [اسمعیلی] نوآبادی گیارہویں / سترہویں صدی کے اوائل میں بہت وسیع ہو گئی تھی۔ اس کی اہمیت ابتدائی جماعت کے مقابلے میں کم نہیں زیادہ بڑھ چکی تھی، جس کی وجہ سے ضروری ہو گیا کہ داعیوں کی قیام گاہ ہندوستان میں مستقل کر دی جائے۔ اس تبدیلی کے ساتھ ایک نیا امراؤ پیدا ہو گیا، جس کی ساء مدھی پسواؤں کی ناہمی رفاقت پر تھی۔ چھبیسویں داعی داؤد بن عجب ساء کی وفات (۵۹۹/۱۲۰۱ء) کے بعد، جو احمد آباد میں واقع ہوئی، اکبریت (داؤدی) داؤد بن قطب شاہ کی تابع فرمان ہو گئی اور اسے اپنا ستائسواں داعی تسلیم کر لیا؛ لیکن یمی جماعت (سلمانی) سلمان بن حسن سے واسطہ ہو گئی (دونوں ساحوں کے داعیوں کے ناموں کے لیے دیکھئے آصف علی اصغر مضمی: A Chronological List of the Imams and Da'is of the Musta'lian Ismailis، در FBRAS، ۱۹۳۷ء، ص ۵۴ تا ۵۶)۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے چھوٹے چھوٹے افتراقات ہوئے، لیکن ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ داؤدیوں اور سلمانیوں میں حقیقی اصولی اختلاف کوئی نہیں۔

نزاری: اسمعیلی روایات کے مطابق، جس میں مذاہب کا ایک معتد بہ عصرِ موحود معلوم ہوتا ہے، ار کا فرزند الہادی اپنے باپ کے ساتھ ہی قندھارے میں قتل کر دیا گیا، لیکن اس کے سرحوار بٹے "مہندی کو وفادار خدام ایران میں بمقام آلموب لے آئے اور وہاں اسے حسن بن صباح نے ایک بہت ہی حتمہ حگہ میں حفاظت کے ساتھ پرورش کیا۔ جب ۵۵۷/۱۱۶۲ء میں اس کی وفات ہو گئی تو اس کا فرزند القاہر باحکم اللہ حسن (براریوں کے روایتی سب نامے میں، جو آج کل رائج ہے، اس کی حگہ دو اماموں کے نام دیئے ہیں: قاہر اور حسن) علائہ طور پر تعہد نشین ہو گیا اور ۱۷ رمضان ۵۵۹/

تک ہندوئی معیار پر پوری اسری ہے اور ان کے ہاں بعض ہندوانہ مذہبی اور فلسفیانہ اصطلاحات بھی بحال رکھی گئی ہیں۔

۲۔ اسمعیلیوں کی موجودہ تقسیم: براری آج کل حسبِ دلیل علاقوں میں موجود ہیں: شام میں حما کے قریب، ایران میں حراساں اور کرمان کے صوبوں میں، افغانستان میں جلان آباد کے شمال اور بدخشاں میں: روسی اور چینی ترکستان میں بالائی حیعوں کے اصلاخ اور یارقد وغیرہ میں، شمالی ہند میں چرال، گلگت، ہمرہ وغیرہ میں اور مغربی ہند [و پاکستان] میں سدھ، گجرات، بمبئی وغیرہ میں۔ ان کی نوآبادیاں پورے ہند [و پاکستان] اور مشرقی افریقہ میں پائی جاتی ہیں۔ براریوں کی مجموعی تعداد ۲۵۰۰۰۰ کے قریب ہوئی۔

دوہرے یا ہندوستان کے مستعبدین زیادہ تر گجرات، وسط ہند اور بمبئی میں مقیم ہیں۔ ہندوستان کی آخری مردم شماری کی رو سے ان کی تعداد دو لاکھ بارہ ہزار ہے، مشرقی افریقہ میں ان کی بہت سی نوآبادیاں ہیں۔ ان میں سے سلیمانی صرف چند سو ہیں اور باقی سب کے سب داؤدی ہیں۔ یمن میں ابھی تک چند ہزار اسمعیلی موجود ہیں، جن میں اکثریت سلیمانیوں کی ہے۔

۳۔ عقائد: اسمعیلیوں کے عقائد کے بارے میں ہمیں اب تک حتمی علم حاصل ہو سکا ہے وہ ان معلومات پر مبنی ہے جو راسخ العقیدہ مؤرخین اور ملحدانہ عقائد کے محققین کی مختلف کتابوں سے ماحود ہیں، لیکن جب ان کا مقابلہ خود اسمعیلیوں کی لکھی ہوئی مستند تصنیفات سے کیا جاتا ہے تو ان کی قدر و قیمت بہت کم نظر آنے لگتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ارادہ یا بلا ارادہ واقعات کو اتنا پیچیدہ اور مسح کر دیا ہے اور انہیں اس قدر توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے

بارے میں بہت کم تفصیلات اور تاریحیں معلوم ہو سکی ہیں۔

بعض مآخذ میں ذکر آتا ہے کہ سمس الدین کے بعد اس کے حاشیہ مؤمن شاہ اور اس کا بیٹا قاسم شاہ ہوئے، لیکن سرکاری تذکرۂ انساب میں ان کا نام نہیں ملتا۔ ان کے علاوہ حسبِ ذیل اشخاص مسند نشین ہوئے۔ قاسم شاہ دوم، اسلام شاہ اول، اسلام شاہ دوم، مستنصر باللہ دوم، عبدالسلام، عرب میرزا (بیز المعروف بہ مستنصر باللہ سوم)، بودر علی، مراد علی (عالم دسویں / چودھویں صدی کے آخر میں)، دوالفار علی (گنارہویں / سترہویں صدی کے آغاز میں)، نورالدہر علی (قریباً ۱۱۰۶ھ / ۱۶۹۶ء)، حلیل اللہ اول، عطاء اللہ برار (م ۱۱۳۶ھ / ۱۷۲۲ء)، سعد علی حس بنگ (ابو الحسن علی)، جو نادر شاہ کا ہم عصر ہے) قاسم علی شاہ، سدھ حس علی (= ناصر علی) نے سترہویں صدی ہجری کے اوائل / اٹھارہویں صدی۔ لادی کے اواخر میں وفات پائی، اس کا حاشیہ اس کا بیٹا حلیل اللہ دوم ہوا، جو ۱۲۳۲ھ / ۱۸۱۷ء میں مارا گیا۔ اس کے بیٹے حس علی شاہ کی شادی فتح علی شاہ قاجار کی ایک بیٹی سے ہوئی اور وہ کرمان کا گورنر مقرر ہوا، لیکن بھڑے دن بعد درباری سازشوں کے باعث اُسے بھاگ کر ہندوستان آنا پڑا، جہاں ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۱ء میں اس نے وفات پائی۔ اس کا حاشیہ علی شاہ ہوا، جس نے بمبئی میں سکونت اختیار کی اور ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء میں وفات پا گیا۔ اس کے فرزند سلطان محمد شاہ، آغا خان، کا ۱۹۵۷ء میں انتقال ہوا اور ان کا پوتا کریم خان [ابن شہزادہ علی خان] ان کا جانشین ہوا۔

ہندوستان کے براری یا حوچے [رک نان] تقریباً آٹھویں / چودھویں صدی میں ہندو سے مسلمان ہوئے۔ ان کی مذہبی کتابیں سدھ اور گجراتی میں ہیں۔ ان کی ہیئت ایرانیوں کے مقابلے میں کسی حد

کہ صحیح اور غلط واقعات کو الگ الگ کرنے میں ایک مدد درکار ہوگی۔ سب سے بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سب سے اُن سے قطع نظر کرتے ہوئے بعض ایسے اہم ترین امور کا ذکر کر دیا جائے جس کا پتا ان کی اصلی نصیحات اور شیعہ روایات سے چلتا ہے۔ یہ امر سلیم کیا جا سکتا ہے کہ سلسلہ ائمہ کے علاوہ، جس کے بارے میں مختلف شیعہ فرقوں نے مختلف راستے اختیار کیے، تمام شیعہ متقدمین ایک دوسرے سے بہت ہی کم اختلاف رکھتے ہیں (بلکہ سنی فرقوں سے بھی ان کا بہت زیادہ اختلاف نہیں ہے)۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ اسمعیلی نظامِ فقہ کی معیاری کتاب قاصی نعمان (م ۵۳۶۳/۵۹۷۳ء، رکن نان) کی دعائم الاسلام اثناء عشریہ کی روایات سے اس قدر فریب ہے کہ اُن کے بہت سے علمائے الہیات اسے اپنے فرقے کی کتاب سمجھتے ہیں۔

فاطمی اسمعیلوں سے پہلے کی تصانیف اس وقت بہت کم محفوظ رہ گئی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ترین کتاب چوبھی / دسویں صدی کے آثار میں تصنیف ہوئی تھی۔ یہ بھی پتا چلتا ہے کہ ان کے طاہری اور باطنی دونوں قسم کے عقائد کا ارتقاء اس وقت تک عمل میں آچکا تھا اور وہ ان میں خاصا رواج پا چکے تھے۔ اسمعیلی عقائد کو عدائے بن مینوں القداح کی برائے حُث باطنِ احتراع قرار دیے کی مشہور روایت بالکل بے بنیاد ہے۔ غالباً یہ بات زیادہ قریبی صداقت ہوگی کہ یہ نظام آہستہ آہستہ اور خود بخود قائم ہونا چلا گیا۔ اسمعیلی عقائد کے بطور کا دور، یعنی دوسری۔ تیسری صدی ہجری / آٹھویں۔ نویں صدی میلادی، وہی زمانہ تھا جب مسلمانوں کے فرقے بالخصوص شیعہ مذہب کے تعلیم یافتہ طبقے یونانی علم و فلسفہ میں ہر جگہ گہری دلچسپی کا اظہار

کر رہے تھے۔ یاد ہوگا کہ ٹھیک یہی وہ زمانہ تھا جب مسلمانوں کے تمام علمی، طنی اور فلسفیانہ نظام کے اصول کی بنیاد حلفائے بنی عباس کے ربرسپرستی رکھی گئی، جنہوں نے یونان کی فاصلانہ تصانیف کے تراجم کی ہر طرح حوصلہ افزائی کی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ ہی مدت بعد بعینہ اُن عناصر کو جو اسمعیلیوں میں اپنا کام کر چکے تھے سلسلہ نصوف و الہیات عالیہ سے متعلق انتہائی متدین افراد نے بھی اس سرے سے اُس سرے تک قبول کر لیا۔ الحاد اور غیر اسلامی رجحانات رکھنے کے الزام میں اسمعیلیہ کی اسی وسیع ہمنامی پر جو بدنامی ہوئی اس کا سراج دو محفل امور میں مل سکتا ہے: اسمعیلی عہد بنی فاطمہ میں ثقافت کے اعلیٰ مراحل طے کر چکے تھے؛ دوسرے یہ کہ سیاسی تصادم اور رقابت کی وجہ سے اُن کے عقائد کو اکثر ارادہ نوڑا مروڑا اور مسخ کر کے پیش کیا گیا، جیسا کہ ملحدین کے بارے میں لکھنے والوں کی تصانیف میں دیکھا جا سکتا ہے۔

باطن سے مراد کسی اسلامی حکم کے وہ اندرونی معنی ہیں جسے امام مسکسف کرے۔ اس بات کی احتیاط ضروری ہے کہ نہیں طاہر کے معنی 'کھلے ہوئے' اور باطن کے معنی 'چھپے ہوئے' کے نہ لے لے جائیں۔ یہ دونوں الفاظ اسم عین ہیں، اسم صفت نہیں۔ طاہر سے مراد 'لفظی ترجمہ' اور 'لفظی مطلب' لیا مناسب ہے اور باطن سے 'رموز و اشارات' جو [امام کی] مستند شریعت ہی سے سمجھ میں آسکتے ہیں۔ بہت سے باطنی تصورات اور نظریات حقیقہ باطن نہیں اور بہت سی معمولی باتوں (جیسے دعوت کے نظام کی تعمیرات، جماعتی تنظیم وغیرہ) کو نہایت حقیقہ رکھا جاتا تھا۔

۴۔ باطنی نظریہ: اسمعیلیہ کے باطنی عقائد کو انتہائی ملحدانہ اور مخالف اسلام قرار دینے والی

تکمیل نہیں ہو سکتی۔ لہذا اب ان کی صرف نقل ہی کی جا سکتی ہے۔ عامیانہ رنگ اختیار کرنے کا یہ رجحان رور رور بڑھتا گیا۔ ”ائمہ“ کے اقوال طوطے کی طرح رٹے جانے لگے، جس کا مطلب اکثر یہ سنہرے طوطے سمجھا جاتا ہے یا مسخ ہو جاتا ہے۔

نظام کا خاکہ: ”حقانی“ نے اس پر بڑی سبب سے رور دیا ہے کہ عالم کبیر اور عالم صغیر میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ اس میں اسلامی یوحنا کو حد انتہا تک پہنچا دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ (الغیب) میں کوئی ایسی صف نہیں ماسی گئی ہے جس کا تصور حواس کے دریغے پیدا ہوا ہے۔ احد مطلق نے اپنی مشیبت قبل از ازل سے مسخ سابق کو صادر کیا، جو عقل کل ہے یا وہ اصولوں کو ساری کائنات میں جاری و ساری، ہر سے کا صورت گر اور دنا کا اولین ابتداء کسبہ (مندی) ہے۔ مسخ ثانی، جو مسخ اول سے ظاہر ہونا ہے، نامعلوم زندگی بحسن اصول ہے۔ جسے مس الککل کہتے ہیں اور یہ اصل افلاطونی ثلث کا بسرا صلح ہے۔ اس کے بعد ہمیں ایک نئی تبدیلی نظر آتی ہے جو ندیہی طور پر اس نظریے کو نظام مظلمیوس سے مطابقت دینے کی کوشش کا نتیجہ ہے، چنانچہ اس سلسلے میں یہاں چند اور عقول داخل کی گئی ہیں۔ یہ محتلف کرون، یا افلاک، یعنی فلک ثواب، فلک منطقہ الروح، فلک حمسہ سیارکان و شمس و قمر، کے ”منطقی“ محرک اصول ہیں۔ مؤخرالذکر عقل، نہ کرہ ارض کا انتظام اس نے دے ہے، العقل العقال ہے۔ یہی حقیقہ حالیہ صور ہے اور اسے مندی ثانی کہا جاتا ہے۔ اس کی طرف وہ سام افعال مستقل کر دیے جاتے ہیں جو نظام مظلمیوس میں مس الککل کو نمویص کیے ہوئے ہیں۔ مادے کے طبقہ ربیب پر کارفرما صور یا عیولی (vlln)، جو عالم مرئی کی تخلیق کرتے ہیں،

مشہور عام روایت سے متاثر طالب حق حسب اسمعیلیوں کی نہایت دوحہ محفی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے تو اسے بے حد مایوسی ہوئی ہے، مثلاً حمید الدین کرمانی کی رآحہ العمل، المؤید شیرازی کی اسرار باطنیہ سے متعلق چند محالس، ابراہیم العامدی کی کسر الولد، علی بن محمد بن الولد کی ذخیرہ، عماد الدین ادریس کی زہر المعانی وغیرہ۔ ان مصنیعات سے بلاشبہ نہ ناپ ہو جاتا ہے کہ اعلیٰ ترین باطنی عقائد کے پیادے اصول وہی ہیں جو اسلام کے اساسی امور سمجھے جاتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن مجید کے وحی الہی ہونے پر غیر منزل ایمان۔۔۔

اسمعیلیوں کے باطنی عقائد دو شعبوں میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں: ایک تاویل، جس سے مراد قصص قرآن اور صور عبادات (جس میں امام پر ”حقانی عالمہ“ کے رسوم کے طور پر لیا جاتا ہے) کے گہرے اندرونی معانی کا انکشاف ہے اور یہ فقط اماموں ہی کا حق ہے، دوسرے حقانی، جو یونانی علم و فلسفہ، علم النجوم، علم الاسرار، علم السحر اور دیگر بصورات و اوہام کے بافتاب کا مجموعہ مرکب ہے: ہمیں بعض ایسے اسمعیلی مصنفین کا سراغ ملتا ہے جو مسیحی مذہبی پیشواؤں کی تصانیف سے واقف تھے۔ بہر حال نہ ملحوظ خاطر رہے کہ اس اصول میں کبھی لرلرل پیدا نہیں ہونا تھا نہ ”سادہ مذہبی بیان“ کو محسوس اور بہر صورت بھیسوئی نظریات پر موقوف دینا چاہیے۔ صرف فاطمی ”کلاسیکی“ ادب کے قدیم ترین دور میں کہیں کہیں تخلیقی مساعی اور ارتقاء کی علامات کا پتا چلتا ہے۔ پانچویں / گیارہویں صدی سے ان کی حکمہ ”معین“ حقانی نے لے لی اور یہ تسلیم کر لیا گیا کہ یہ ان کے مکمل ہیں کہ ان کی مرید

انہیں کے مکمل مثنیٰ ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سب  
بچہ افلاطون کے نظریۂ اعیان ہی کی، جسے سبط  
طور پر سمجھا گیا ہے، ایک شکل ہے۔ یہاں گویا  
یہ مذہب اور فلسفے کے درمیان ایک رابطے کا کام  
دیتا ہے۔ اساست کا اگر کوئی مکمل نمونہ، یعنی  
انسانِ کامل ہو سکتا ہے تو اس کا وجود ہمیں، اسی  
عالم میں، ہوا چاہیے کیونکہ بصورتِ دیگر انسانیت  
کے وجود کا امکان پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس نمونے پر  
انسانِ کامل دیا میں اس برگزیدہ انسان کے  
سوا اور کسوں ہو سکتا ہے جو اللہ کے آخری اور  
عظیم ترین رسول اور اس کے پیغمبر ہیں، یعنی  
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ انسان چونکہ  
مخلوقات کا سربراہ ہے اور انسانِ کامل اساست کا،  
لہذا رسول کی وہی حیثیت ہے جو عالمِ کائنات میں  
عمل الکمل کی۔ اس کے بعد نفس الکمل کا مُثُل دیا  
میں رسول کے سوا وصی (رسول کی وصیت کو پورا  
کرنے والے)، یعنی علی مرتضیٰؑ کے، اور کوئی  
نہیں ہو سکتا۔ ائمہ، جن کے ہاتھ میں مستقل طور  
پر دنیا کا انتظام ہے، عملِ فعال کے مشعل ہیں۔ نفس  
چونکہ انسان کی ”صورہ“ ہے، لہذا اس کا تعلق عالمِ  
’علی‘، یعنی روحانی دنیا سے ہے، لیکن وہ عالمِ کون و  
مساد میں بھس کر رہ گیا ہے۔ اگر وہ اپنے قرب ترین  
حوہرِ اعلیٰ، یعنی امام، سے تعلق قائم کر لے  
تو وہ بلند ہو کر اور اپنے مصدرِ اصلی کی طرف  
مراجعت کر کے بحالِ آخروی حاصل کر سکتا ہے۔  
اس قرب کے حاصل کرنے کا ذریعہ العبادہ العلمیہ  
ہے، یعنی اس علم کی تحصیل جسے ائمہ نے دنیا میں  
ظاہر کیا اور ان کے حکم کی تعمیل۔ ”جو شخص  
امام وقت کو تسلیم کرے عمر مر جائے تو وہ کافر کی  
موت مرے گا“۔

یہ نظام مستعلی روایات میں کالقبس فی الحجر  
محموط ہے، لیکن براریوں نے اس میں کسی قدر

اسمعیلیہ کی اصلی تصفیات یا روایات میں ویسے  
”مراتبِ تعلیم و تربیت“ (degrees of initiations)

یہ نظام مستعلی روایات میں کالقبس فی الحجر  
محموط ہے، لیکن براریوں نے اس میں کسی قدر

بلکہ اسمعیلی تحریک کے محالوں کے پروپیگنڈے یا ان کے طبع راد ”انکشافات“ اور بے خبر ”محققین“ کے نظریات پر مبنی ہیں۔ فی الوقت اس سلسلے میں مفید ترین کام کی صورت اصل اسمعیلی تصانیف کے ترجمے اور ان کی تریب و طاعت کا اہتمام ہے، چنانچہ اس جانب ایک اہم قدم اس وقت اٹھایا گیا جب ۱۹۳۱ء میں اسمعیلی سوسائٹی، بمبئی، قائم ہوئی۔ جہاں قبل ازیں محض درجن بھر مستند متون طبع کیے گئے تھے وہاں ۱۹۳۱ء سے لے کر اب تک ایک سو کے قریب متن چھپ چکے ہیں، جن میں سے بیس کتابیں خود مدکورۃ بالا سوسائٹی چھپوا چکی ہے۔ ان سارے متون اور تراجم کی مکمل فہرست پیش کرنا طوالت سے حالی نہیں، لہذا یہاں صرف اہم ترین اصناف و عنوانات کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اسمعیلی سوسائٹی نے تراجم کی فارسی تصانیف پر خصوصی توجہ دی۔ جامعۃ قاہرہ کے محمد کامل حسینی فاطمی عہد کے متون کا ایک سلسلہ چھپوایا ہے، جن کی کل تعداد گیارہ ہے۔ ان میں حمید الدین الکرمانی کی عظیم تصنیف راحة العقل بھی شامل ہے۔ پروفیسر H Corbin نے ناصر خسرو اور بعض دیگر مصنفین کے فارسی متون کے ترجمے و ترتیب کا اہتمام کیا۔ پروفیسر R Strothmann نے فاطمی عہد کے بعد ہمسایہ دستاں سے متعلق متون کا ایک مفید سلسلہ طبع کیا۔ پروفیسر آصف علی اصغر فیضی نے [فاطمی نعمان بن محمد کی] دعائے الاسلام (دو جلدوں میں) اور فقہ اسمعیلی کی بعض کتابیں طبع کیں [اور ڈاکٹر محمد وحید مرزا نے اسی مصنف کی کتاب الاختصار]۔ قاہرہ، دمشق، بغداد اور تہران کے عرب فصول نے اچھی خاصی تعداد عمدہ طباعت کی شائع کی اور بیروت میں گھٹیا طباعتوں کا ایک انار شائع ہوا۔ پورے اسمعیلی ادب کی بابت محمل معلومات کے لیے دیکھیے W Ivanow۔

A Guide to Ismaili Literature، لندن ۱۹۳۳ء۔ اس کا جدید ایڈیشن جس میں بہت اضافہ کیا گیا ہے، بڑی تیزی سے تیار ہو رہا ہے۔

کا لٹوئی ہا ہیں چلتا، جسے ”فری مسنون“ کے ہاں ملے ہیں، جن میں ہر مریے کے رکن کا اپنا نمبر مخصوص ”رار“ ہوتا ہے۔ نظام ناطقہ کے انکشاف کا انحصار ہر فرد کی تعلیمی سطح اور اس کے مہم و دفا پر موقوف تھا۔ اعلیٰ عہدہ داروں کے مراتب (”حدود النہیں“) کا بھی سلسلے میں داخلے کے مطابق عالما قدیم ترین زمانے میں تھا جب نہ معلم فقط پشتوایاں دیں کے طبقے نے اندر محدود بھی۔ آگے چل کر ”حدود“ میں بغیر و بدل کر دیا گیا تھا، یا یوں کہے کہ ان کی حکمہ ایک اور نظام قائم کر دیا گیا تھا۔ سادی مراتب حسب دلیل تھے: مسیحی (نو داخل)، ماہوں (تعلیم دیے کا معیار)، دانی (مسلح) اور حجتہ (”ایک خاص حلقے (ہریرہ) کا ماہور“)۔ سب کے عدد کا شمار تراسرار اعداد میں ہونا تھا: اماموں کے ادوار سب تھے سب سب ہزار سال کے بعد اسبابے نظام کی دنیا میں نبی (آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم)، جن میں سے ہر ایک کے ساتھ ان کا ایک وصی تھا: امام ”مسطر“ (”فائم“) ان میں سادوں امام ہیں وغیرہ وغیرہ۔

یہ کے نظام میں، جس کی فاضی نعمان [رکناں] نے ساد رکھی اور جو مستعلیں کے ہاں محفوظ ہے، کبھی برسم و اصلاح نہیں ہوئی۔ مستعلیوں کی تعویذ عام مسلمانوں سے مختلف ہے اور ایک یا دو دن اس سے آگے رہتی ہے اس لیے کہ قمری مہینوں کے آغاز کا حساب علم ہیئت کے اصول پر کیا گیا ہے اور یہ چاند دیکھے پر موقوف نہیں ہے۔

مآخذ: اسمعیلیہ کے موضوع پر مشرقی اور مغربی مصنفین کی لکھی ہوئی ان گنت کتابیں موجود ہیں، مگر چند مستثنیات سے قطع نظر یہ انبار بالکل بیکار ہے۔ یہ کتابیں مستند اسمعیلی تصانیف کے مطالعے پر نہیں

سے مشہور ہے، جو نطلموسی زمانے سے چلا آتا ہے اور جس میں کئی یورپی سہشاہوں کو فراعنہ مصر کے لباس میں دکھایا گیا ہے۔ [یہ صدر پہلے کوڑے ڈرکٹ کے ڈھیر میں دبا ہوا تھا اور محمد علی باننا کے حکم سے اسے پاک و صاف کیا گیا۔] اسلامی عہد میں اسے ایک یاروقی معصلائی قصہ تھا۔ اذوقی کے سان مقولہ المقریری کی رو سے یہاں دس ہزار مکانات تھے اور ہر سال چالیس ہزار اُردب [ایک اُردب = تقریباً ڈھائی ٹاؤنڈ] کھجوریں اور چالیس ہزار اُردب کسمنس پیدا ہوتی تھیں۔ [اسے آج کل صعیہ مصر کا اہم ترین اور سب سے خوش نما سہرہ، بازار قاعدے کے اور مکاں خوب صورت ہیں۔ ملانہ نام کی مشہور شالیں اور نلے روغی برس وغیرہ بنتے ہیں۔ سودا اور بونہ سے ہابھی داب، اوٹ کا اون وغیرہ لانے والے قافلے یہیں سے گزرتے ہیں اور محارب برقی پر ہے]

مآخذ: (۱) یاقوت، ۲۶۰۰ بعد، (۲) المقریری:

حط، ۱: ۲۳۷، (۳) *Géographie de Amélineau*

*l'Egypte*، ص ۱۷۲: (۴) *Dictionnaire A Boinet Bey*

*géographique de l'Egypte*، قاہرہ ۱۸۹۹ء، ص ۱۸۳:

(۵) سب سے زیادہ مفصل بیان، جس میں اقتصادی حالات کا

بھی حائرہ لیا گیا ہے، یہ ہے: علی سارک، الحط الحیدرہ،

۸: ۵۹، (۶) *Egypte Baediker*، طبع ششم [نیز دیکھیے

(۷) قاموس الاعلام، بریر مادہ]۔

(رٹٹر H RITTER)

اسناد: (عربی)، یعنی محدثین کا سلسلہ روایت،

دیکھیے مادہ پای [اسماء الرجال، اصول حدیث]،

حدیث، یہودی روایت سے اس کے معنی کی ناس قبہ

ہوروونٹر *Alter und Ursprung des Isnād* J. Horovitz

در *Der Islam*، ۸ (۱۹۱۷ء): ۳۹ تا ۴۷۔

اسوان: (اسوان Assuan, Aswan)، مصر

کے اسی نام کے صوبے کا ہمارے تخت، جو

اسماعیلی فرقے کی ناس اصل مآخذ پر مبنی معلومات کا ایک جامع خلاصہ پیش کرنے کی کوشش فقط W Ivanow نے اسی کتاب *Brief Survey of the Evolution of Ismailism* (بمشی ۱۹۵۲ء) میں کی ہے۔ اسی کا ایک وسیع پیمانے پر اضافہ کیا ہوا نسخہ، جو اسی مصنف نے تیار کیا ہے، زیر طبع ہے۔ اس کا نام *Introduction to the study of Ismailism* ہے۔ [نہر دیکھیے (۱) الفہرست، ۱۸۶۰ بعد؛ (۲) الشہرستانی، طبع Cureton، ص ۱۴۰ بعد؛ (۳) ابن حرم، المصل، ۲: ۱۱۶: (۴) اس الاثر: الکمل، طبع تورسورغ Tornberg، ۱۰: ۲۱۳ بعد؛ (۵) ابن خلدون، مقدمہ، طبع کاترمیر Quatremer، ۱۰: ۳۶۲ بعد؛ (۶) وہی مصنف، العمر، ۵: ۲۶: (۷) حواید امیر: حیات السیر، ۲: ۴۸ بعد؛ (۸) معجم ناشی، ۲: ۴۸ بعد؛ (۹) براؤن *A Literary History of Persia* Edward G Browne، ۱: ۳۹۱ بعد و ۲: ۲۰۴ بعد و اشاریہ: (۱۰) وہ مآخذ جو مقالہ اسماعیلیہ در آ، لاندن، طبع اول، میں ہیں]۔

(W Ivanow [بعد نظر ثانی از مصنف و ادارہ])

اسنا: Esne (مصری: پ - سنب Te-snet، قبطی سنبه Sne؛ عربی: اسنا، یونانی: لائوپولس Latopolis، لاتوس Latos مچھلی کی نسب سے، جس کی وہاں درستش ہوئی تھی)، صعیہ مصر کا ایک قصہ، جو دریائے نیل کے نائیں کنارے پر الافصر (Luxor) اور ادفو Edfu کے درمیان دونوں سے مساوی فاصلے پر [اور قدیم شہر سنبه (Thebes) کے شکستہ آثار سے اکتالیس کیلومیٹر دور] واقع ہے۔ کچھ عرصے کے لیے یہ ایک مدیریہ کا صدر مقام رہا تھا اور اب قا Kēnē کی مدیریہ کا مرکز ہے۔ اس کی آبادی [۱۹۲۷ء میں ۱۰۲۲۰۰ تھی، ۱۱ء عربی، ار روے قاموس الاعلام: پوری مدیریہ کی آبادی ۲۳۷۹۶۱ ہے]۔ یہ قصہ حوم Chnum دیوتا کے سندر کی وجہ



کے اٹھارھویں ساہی حامداں سے سار کیے تھے، ۱۸۲۰ء تک موجود تھے۔ دریائے نیل کے مغربی کنارے کی دھلوان چٹانوں کے سلسلے پر فراعہ کے چہنئے اور بارھویں ساہی حامداں کے بادشاہوں کے مقبرے ہیں، جو ۱۸۸۵-۱۸۸۶ء میں لارڈ گرینفل Grenfell نے برآمد کیے تھے۔ بعض قدیم مصری تحریریں جو دریافت ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوا ہے کہ بائیسویں صدی قبل مسیح کے یہودیوں کی کچھ نوآبادیات یہاں موجود تھیں اور ان کی ایک عبادت گاہ کا بھی پتا چلتا ہے، جس کی تعمیر انیسویں صدی کے حملہ مصر (۱۸۸۳ء قبل مسیح) سے پہلے ہو چکی تھی۔ روموں کے عہد میں یہ شہر صحرائی فائل کے حملوں کے خلاف ایک بیرونی چوکی کا کام دیتا تھا، جہاں وہ اپنی چھاؤنی سے شہر کی مدافعت کرتے تھے۔ عسائت کے ابتدائی زمانے میں اسوان قطعی عسائتوں کا مرکز بن گیا تھا اور اس علاقے میں قطعی حاکموں کے ٹھکانوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اب بھی اس شہر میں فسطوں کی خاصی تعداد موجود ہے۔ سولہویں صدی میں حب مصر ترکوں کے قبضہ امدار میں آیا تو (سلطان) مسلم اول نے فوج کا ایک مضبوط محافظ دستہ اسوان میں متعین کر دیا [جو بوسوی اور البانوی سپاہیوں پر مشتمل تھا]۔ اس شہر کے کچھ موجودہ لوگ انہیں فوجوں کی نسل سے ہیں۔ اسوان مہدی سوداں کی بحریک کا مرکز تھا اور انیسویں صدی کے یورپ اور دسویں عشرے میں اس بحریک کی بدولت اسوان کی شہریت دور دور تک پھیلی۔ کچھ دنوں کے بعد یہ مصری اور برطانوی افواج کے زیرِ نگیں آیا اور مصر سے انگریزوں کے حروج تک یہ شہر حکومتِ برطانیہ کے ماتحت رہا۔

اسوان بند: مصر کی آمدنی کا سب سے بڑا

دریہ راعب ہے اور رراعب کے لیے وافر پانی کا

[عرصہ البلد ۲۳۰' ۵۴۳۰ شمالی اور طول البلد ۸۰' ۵۰۰ مشرقی پر] بالائی قاہرہ سے (ریل کے ذریعے) ۵۵۲ میل کی دوری پر واقع ہے۔ یہ جدید نام قدیم قطعی لفظ سوان (بحارار، مہدی) سے ماخوذ ہے، اس لیے کہ اس جگہ دو قدیم زمانے میں سوداں اور حبس کے دریاں بحار کا ایک اہم مرکز ہوئے کی وجہ سے سڑی اہمیت حاصل تھی، یونانوں نے اسے Syene کر لیا اور عربی میں یہ لفظ اسوان بن گیا، جو آج تک مستعمل ہے [نقو یاموت بعض عربی کتابوں میں بھی یہ نام بحر الف کے سوان لکھا گیا ہے۔ دیکھئے معجم البلدان، بدیل مادہ]۔ موجودہ نوآباد شہر دریائے نیل کے مشرقی ساحل پر آباد ہے، جہاں ایک وسیع شہر تعمیر کر دیا گیا ہے۔ یہ شہر حبوب کا وہ آخری مقام ہے جہاں دریائے نیل میں عام طور پر چہارزائی ہوتی ہے۔ اسوان سے ریل کی لائن حبوب میں چند میل اور آگے جاتی ہیں، جہاں ایک قبضہ الشلال مصری ریلوے کا آخری سٹیشن ہے۔ صحرا کے جانبہ بدوؤں اور وادی نیل کے فلاح اسوان پہنچ کر اپنا مال بحار مروجہ کرتے ہیں۔ اسوان کے معتدل موسم نے (جہاں بارش برائے نام ہوتی ہے) اس مقام کو موسم سرما کی ایک اہم تفریح گاہ اور صحت بخش مقام بنا دیا ہے۔ کچھ ستاح یہاں اسوان کا عظیم الشان بند دیکھئے آئے ہیں، جو یہاں سے تقریباً چار میل حبوب میں واقع ہے اور کچھ ان قدیم مصری معدوں کی ربارب کرتے آئے ہیں جو قریب ہی واقع ہیں۔ یہاں سے کچھ اور حبوب میں طرح عمارتی بھروں کی کابین ہیں، جہاں سے قدیم مصری معمار اپنی عمارتوں اور مجسمہ سار اپنے مجسموں کے لیے پتھر حاصل کرتے تھے۔ آج بھی اسوان بند کی تعمیر میں نہ چٹانیں استعمال کی جا رہی ہیں۔ قدیم معدوں کے علاوہ دو چھوٹے لیکن نہایت خوبصورت معد، جو مصر

دحیرہ ضروری ہے۔ وادیِ نیل میں زراعت بہت وسیع پیمانے پر ہو سکتی ہے، لیکن اس میں سب سے بڑی رکاوٹ بانی کی کمی بانی ہے۔ مصر میں صدوں سے معمول رہا ہے کہ نیل کی طبعانی کے زمانے میں سیلاب کا بانی نہروں اور نالوں میں جمع کر لیتے تھے اور کسٹکار سال میں ایک بار اپنے گھمب اس بانی سے سیراب کر لے لے لے، لیکن اسیویں صدی میں آبادی کی کثرت کے باعث دریائے نیل سے مرید بانی حاصل کرنا ضروری ہو گیا۔ محمد علی خدیو، والی مصر (۱۸۰۵ء تا ۱۸۴۹ء) کے عہد میں دریائے نیل پر لچھہ بند تعمیر کئے گئے اور زراعتی نہروں کی وجہ سے مصر کی قابلِ زراعت زمینوں کو سال بھر سیراب ہونے کا موقع ملا۔ بعد میں حکومتِ برطانیہ کی نگرانی میں اس طرح کار کی مرید توسیع ہوئی۔

ان تعمیر شدہ بندوں اور نہروں کی مدد سے زراعت میں لچھہ سہولتیں ضرور مسر ہوئیں، لیکن مصر کے کسٹکاروں کے لئے وسیع پیمانے پر آب ناسی کا مسئلہ پھر بھی بدستور اسی جگہ قائم رہا۔ اس مسئلہ کا حل اسیویں صدی کے آخر میں تلاش کیا گیا اور ۱۸۹۸ء میں اسوان کے مقام پر حوسودان کی مرحد سے کوئی ۲۰۰ میل شمال میں واقع ہے، ایک ایسے بند کی تعمیر شروع ہوئی جو دریائے نیل کے بانی کو قابو میں رکھے اور ضرورت کے وقت موسم گرما میں وہ ذخیرہ استعمال کیا جا سکے۔ بند کی تعمیر کا نقشہ سر ولیم ولکاکس Sir William Willcocks نے مرتب کیا تھا اور John Aird & Co نے اس کی تعمیر کی ذمہ داری قبول کی۔ اس کی وسعت کوئی سو میل اور بلندی ۱۷۶ فٹ ہے۔ مصر کے لوگ اس بند کی تعمیر کے بعد سے دو بار اس کی بلندی میں اضافہ کر چکے ہیں۔ اس کی تعمیر سے وادیِ نیل میں ایک وسیع دحیرہ آب مہیا ہو گیا ہے، جس میں

۵۳۰۰۰ ملیں ٹن (تقریباً دس لاکھ ملین گیلن) بانی کا دحیرہ جمع ہو سکتا ہے۔ اس بند سے عہدِ وسطی کے قدیم طریقہ آب پاشی میں، جو مصر میں مروج تھا، ایک بڑا انقلاب پیدا کر دیا اور اس سے مصر کی وسیع ریگستانی زمینیں، جس کا رقبہ حدودہ لاکھ آٹھ ہزار ایکڑ ہے، انسانی سے سیراب ہو سکتے گی اور بہت سی بحرِ زمینیں قابلِ کاشت زمین میں تبدیل ہو سکتے گی۔ بند کی تعمیر ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء کو مکمل ہوئی، اس پر ایک کروڑ اسی لاکھ ڈالر خرچ آیا۔ ۱۹۰۷ء اور ۱۹۱۲ء کے درمیان انجینئروں نے بند کی دیوار کی بلندی اور موٹائی میں مرید اضافہ کیا اس طرح بانی کے دحیرے کی مقدار میں مرید ۱۱ ارب مکعب میٹر کا اضافہ ہوا۔ ۱۹۳۴ء میں اس کی بلندی ۳ فٹ اور بڑھا دی گئی۔ دریائے نیل اس طرح بند سے اوپر ۲۰۰ میل لمبی ایک چھل بن گیا، جس سے خشک سالی کے زمانے میں انجینئر ۱۵۰۰ ٹن بانی فی سکند کے حساب سے چھوڑ کر خشک زمینوں کو سیراب کر سکتے ہیں۔ بند کی اصلاح و اضافہ پر مرید ساڑھے سات لاکھ ڈالر خرچ ہوئے۔ اندازہ کیا گیا تھا کہ ایک ارب مکعب میٹر بانی سے سوا دو لاکھ ایکڑ زمین کی کاشت کو موسم گرما میں بانی مل سکے گا اور حکومت کے خزانے کو بحسب لاکھ ڈالر کی مالیت کا فائدہ حاصل ہوگا

سید عافی: لیکن لچھہ ہی دنوں کے بعد اندازہ ہوا کہ مصر کی بڑھتی ہوئی ضرورت کے لئے یہ دحیرہ آب بھی کافی نہیں۔ ملکِ حسن میں، جہاں سے وادیِ مصر کو بانی پہنچتا ہے، نارن کی مقدار مقرر نہیں کی گئی نارن خوب ہونی ہے کبھی کم۔ علاوہ ازیں سودان کی حکومت اسی زمانے میں خود ایک دحیرہ آب آٹھ لاکھ ایکڑ مرید زمین کی سیرابی کے لئے تعمیر کرنا چاہتی تھی۔ اگر یہ حال عملی جامہ پہن لیتا تو دریائے نیل کے بانی کا حاصِ حصہ ہر سال سودان

میں رہ جانا اور اسوان سد تک کبھی نہ پہنچ سکتا۔  
 مصری حکومت برابر اس مسئلے کے حل کی تلاش میں  
 لگی رہی، آخر کار مصر میں مقیم ایک یونانی انجینئر  
 کو ۱۹۴۷ء میں پہلی ورسہ اسوان سد کے خوب سے  
 سب کاومیٹر کے فاصلے پر ایک ایسے بلند اور  
 عظیم الشان سد بنانے کا حوالہ پیدا ہوا جو مصنوعی  
 چھیلوں میں دنیا کی سب سے بڑی چھیل ثابت ہو گئی۔  
 اس سد کی تعمیر کا جائزہ مختلف ملکوں کے ماہرین  
 کو رکھا گیا۔ مغرب اور مشرق شر حکمہ اس  
 منصوبے کی افادیت اور اس کی تعمیر کے بعد مصر کی  
 آئندہ اہمیت کا اندازہ لو لوں کو اچھی طرح ہوا۔ پہلے  
 جمال عبدالناصر، صدر مصر، نے ماہرین کی رائے طلب کی  
 اور برطانوی، فرانسیسی اور جرمن ماہرین نے مناسب  
 مسورے دیے۔ ۱۹۵۴ء میں جب مغربی ممالک اس  
 منصوبے میں دلچسپی لینے لگے تو عبدالناصر نے مالی  
 امداد کا مسئلہ ان کے سامنے پیش کیا۔ یورپ کی  
 مدد دوزہ بالا سون حکومتیں اس منصوبے میں دلچسپی  
 رکھتی تھیں اور مالی امداد کے لیے بھی تیار تھیں،  
 لیکن اس میں بعض خطرات بھی تھے اور سیاسی  
 الجھاؤ بھی۔ آخر ان حکومتوں نے حکومت امریکہ کو  
 بھی سربک کر کے حوالے کیا اور اب برطانیہ اور  
 امریکہ میں اس معاملے پر خط و کتابت اور گفتگو  
 شروع ہوئی۔ دسمبر ۱۹۵۵ء میں برطانیہ، امریکہ  
 اور عالمی بینک نے مصر کے اس منصوبے کی مالی امداد  
 منظور کی، جس میں دس بارہ سال سد کی تعمیر میں  
 لگنے اور پھر ایک ارب نو کروڑ ڈالر خرچ ہوئے،  
 لیکن حالات نے کچھ ایسا بنا دیا کہ ۱۹ جولائی  
 ۱۹۵۶ء کو حکومت امریکہ نے حکومت مصر کو  
 مطلع کیا کہ ”ہائی ڈیم“ کی مالی مدد بعض وجوہ  
 سے موجودہ حالات میں ممکن نہیں، دوسرے ہی  
 دن انگلستان نے امریکہ کی پیروی کی اور پھر ۲۳  
 جولائی کو عالمی بینک نے بھی اس منصوبے کی امداد

سے ہاتھ روک لیا۔ امریکہ کے پانچ کروڑ ساٹھ لاکھ  
 ڈالر کے ساتھ انگلستان سے ملنے والی ایک کروڑ  
 چالیس لاکھ ڈالر اور عالمی بینک کی بیس کروڑ ڈالر  
 کی رقم بھی شامل نہیں ہوئی اس سد کی تعمیر کے لیے  
 مجموعی طور پر ستر سو کروڑ ڈالر ملنے والے تھے، بینک  
 امریکہ کی دس لکھ ڈالر کی وحد سے مصر دفعہ ان ساری  
 رقموں سے محروم ہو گیا۔ جمال عبدالناصر نے پھر بھی  
 ہمت نہ ہاری اور ۲۶ جولائی ۱۹۵۶ء کو انہوں نے  
 نمر سویر کو قومی ملکیت بنا دینے کا اعلان کیا اور  
 اس پر مقصد کر کے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ اس کی آمدنی  
 سے یہ سد تعمیر کیا جائے گا۔ دو سال تک وہ مصر  
 کے وسائل اور دوسرے ملکوں کی امداد کا جائزہ لیتے  
 رہے۔ ۱ ستمبر ۱۹۵۸ء میں فلڈ مارسل عبدالحمک عامر  
 کتب و سند کے لیے ماسکو گئے۔ ۲۳ اکتوبر کو  
 فرس کی شرائط کی تفصیلات سامنے ہوئیں اور ۲۸ اکتوبر  
 کو روسی ماہرین کی ایک جماعت اس منصوبے کا تفصیلی  
 جائزہ لینے کے لیے مصر پہنچی۔ ۲۷ دسمبر ۱۹۵۸ء  
 کو مصر اور روس کے درمیان ایک رسمی معاہدہ ہوا  
 اور اس پر دونوں حکومتوں کے نمائندوں کے دستخط  
 ہوئے۔ اس معاہدے کے تحت حکومت روس چالیس کروڑ  
 روپے (س کروڑ پھر لاکھ پانچ سو ہزار روپے) کی  
 رقم بطور قرضہ بین الاقوامی کی تعمیر کے لیے حکومت مصر  
 کو فراہم کرے گی۔ روس سے دوسرے قرضے کی رقم  
 شامل کر لی جائے تو یہ رقم ایک ارب نو کروڑ روپے  
 (گیارہ کروڑ دس لاکھ مصری روپے) ہوگی۔ یہ رقم  
 بارہ سو سو سو سو سو سو سو سو سو سو سو سو سو سو  
 مصر ادا کرے گی۔ اس کی پہلی قسط ۱۹۶۴ء میں  
 ادا کی جائے گی۔ قرض کی رقم سے حکومت مصر تعمیر  
 کے سلسلے کی ساری ضروریات خریدے گی۔ ضروری  
 اساء مصر ہی میں خریدی جائیں گی۔ سد کی تعمیر  
 کی پہلی سرل میں کام آنے والے ضروری سامان اور  
 بہاری مشینیں اور انجینئر اور ماہرین میں خود حکومت

کے اسدائی اور سیادی کام کچھ پہلے ہی شروع ہو چکے تھے، جیسے کہ اسوان سپر کوریئر تعمیر بند سے ملانے والی سڑکوں کی تعمیر، عرب اور روسی انجینئروں کے لیے سکونسی مکانات اور نازکوں کی تعمیر، بحلی کی فراہمی کی بندر اور ان کے علاوہ کچھ اور دوسرے کام۔ ۱۹۵۵ء کے ایک بحری کے مطابق بند کی تعمیر کی پہلی سمرل ۱۹۶۳ء میں تمام ہوئی تھی (الاکرام، ۲۰ جنوری ۱۹۶۲ء)، لیکن عمر ملکی ماغرس کا پہلے ہی اندازہ تھا کہ نہ سہم کچھ باہر کے بند ہی سر ہو سکے گی۔ نوع ہے کہ پہلی سمرل کی تکمیل کے بعد باقی کے حرائے میں جنوری ۱۹۶۵ء میں حارارب، ۱۹۶۶ء میں چھے ارب اور ۱۹۶۷ء میں آٹھ ارب مکعب سٹر فاصل باقی جمع ہو سکے گا۔

اس بند کو، جسے مصری ”ہرم حدید“ کہتے ہیں، سنس ہرار مردور اور انجینئر مل کر بنا رہے ہیں۔ نہ میں مل لیا اور ساڑھے بی سو فٹ بلند ہوگا اور اندازہ ہے کہ اس کی تکمیل میں نو سال لگیں گے۔ مصریوں کا خیال ہے کہ اس کی تعمیر میں ہرم عظیم سے سرہ گنا رانڈ سامان لگے گا، دوسرے لفظوں میں بند عالی کی تعمیر میں جس قدر سامان درکار ہوگا اس سے سرہ اہرام مصری تعمیر ہو سکتے ہیں۔ بند عالی کی تعمیر کے احراہاب کا موجودہ اندازہ اکس کروڑ بیس لاکھ مصری پونڈ کنا گیا ہے۔ اس میں حو رقیں آب پاشی کے منصوبوں، سڑکوں اور مکانات کی تعمیر اور دوسرے ضروری امور پر خرچ ہوں گی جمع کر لی جائیں تو ریر تعمیر بند پر مجموعی خرچ کی رقم اکتالیس کروڑ پچاس لاکھ مصری پونڈ ہوگی۔

عرص مصر کا یہ بند عالی دنیا کے اہم ترین منصوبوں میں سے ایک ہے۔ اس کی تعمیر اگر جلد مکمل ہو گئی تو جمال عبدالناصر کو زندگی جاوید بخشے کے لیے ان کا یہی ایک کارنامہ کافی ہوگا۔

روس فراہم کرے گی۔ اس معاہدے کے مطابق ۱۹۵۹ء ہی میں دریائے نیل میں گرما کی طبعانی کے فوراً بعد کام شروع ہوا طے ہوا تھا، لیکن بعض ناگزر محوریوں کے سبب ۹ جنوری ۱۹۶۶ء سے پہلے کسی طرح کام کی ابتدا نہ ہو سکی۔ (روسی۔ مصری معاہدہ اسوان کی دفعات اور تفصیلات کے لیے دیکھیے MEA، جنوری ۱۹۵۳ء، ص ۷۸)۔

بند عالی کی تعمیر کے بعد حسب دہل فوائد حاصل ہونے کی توقع ہے۔ دس لاکھ فدان (فدان = ۱۰۰۳۸ ایکڑ یا ۳۲۰۰ مربع سٹر) سرحد کھسوں کی آب پاشی ہوگی اور سات لاکھ فدان بحر رقیں کو قابل کسب رقیں میں اس طرح تبدیل کر دیا جائے گا کہ سال بھر اس میں زراعت ممکن ہو۔ اس طرح قابل زراعت رقیں میں ہر ما پچاس صد کا اور بحیر کی دوسری آمدنی میں چھے کروڑ بیس لاکھ مصری پونڈ کا اضافہ ہو جائے گا۔ ساتھ ہی ساتھ مصر میں سال بھر ہر قسم کی کسب کاری کے لیے آب پاشی کی سہم رسانی ہوگی اور سات لاکھ فدان رقیں میں چاول کی کسب ممکن ہو سکے گی، جس سے باج کروڑ ساٹھ لاکھ پونڈ سالانہ حکومت مصر کو حاصل ہوگا۔ اس کے علاوہ بند کی تعمیر سے سلاب کی روک تھام اور حہار رانی کی سرتی ممکن ہو سکے گی، جس سے حکومت کو علی التبع ایک کروڑ اور پچاس لاکھ مصری پونڈ سالانہ کا فائدہ ہو سکے گا۔ حو بحلی اس بند سے حاصل ہوگی اس سے دس کروڑ مصری پونڈ بفع ہوگا۔ اس طرح ہر سال حکومت کے حرائے میں بیس کروڑ چالیس لاکھ مصری پونڈ جمع ہونا رہے گا۔ نہ فوائد نو مصر کو حاصل ہوں گے۔ جمہوریہ سودان کو جو فائدے حاصل ہوں گے وہ ان کے علاوہ ہیں (اندازہ ہے کہ سودان کا ریر کسب رقبہ کوئی دوسو گنا ہو جائے گا)۔ بند کی تعمیر کا کام سرکاری طور پر ۹ جنوری ۱۹۶۰ء کو شروع ہوا، اگرچہ اس سلسلے

مأخذ: (۱) یاقوت الحموی: معجم البلدان،

بیروت ۱۹۵۰ء، ۱: ۱۹۱، [طبع وینٹنٹ، ۱۹۶۹ء۔

۲۷۰]؛ (۲) السد العالی، نشریہ وزارت الجمهوریة

العربیة المتحدة، قاہرہ ۱۹۶۳ء، (۳) *The High Dam*،

نشریہ محكمة اظلاعات، قاہرہ ۱۹۶۴ء؛ (۴) Joachim

*Nasser, The rise to power* Joesten لندن ۱۹۶۰ء،

ص ۱۳۰-۱۳۱، (۵) *Nasser's New Keith Wheelock*

*Egypt*، بیونارک ۱۹۶۰ء، ص ۱۷۳ تا ۲۰۵، (۶)

*Egypt in Revolution* Charles Issawi لندن

۱۹۶۳ء، ص ۱۲۷ تا ۱۳۰؛ (۷) *The Encyclopedia*

*Americana*، بیونارک ۱۹۵۴ء، ص ۸۸؛ (۸) *Aswan*

*and after*، در *MLA* (۱۹۶۶ء)، ۶۳: ۶۶، (۹)

سامی بک، قاموس الاعلام، بدیل مادہ: (۱) *Statesman's*

*Year Book* ۱۹۶۴-۱۹۶۵ء، بدیل مادہ: *UAR*؛

(۱۱) *Arab Affairs*، مطبوعہ مڈل اسٹ ریسرچ سٹڈ

شمارہ ۴۰ (۱۲) آ، لائن، طبع اول]۔

(معار الدین احمد)

\* **الأسود بن كعب العنسی**، مؤرخ سے تھا

اور اس میں پہلی "ردہ" ۵ راہ دیا۔ اس کا اصلی نام

عنبہ بن عنبہ تھا، اس کے علاوہ

وہ ذوالجہار، یعنی نقاب پوش (یا ذوالجہار، یعنی

گدھے والا) کے نام سے بھی معروف تھا۔ ۶۲۸ء میں

حسرو دوم پرویز (عربی: أنرویز) کے قتل کے بعد (اور

عالمًا فتح مکہ، یعنی ۶۳۰ء سے پہلے اس) میں کے

ایرانوں سے نازام [نا نازان] کی قیادت میں

آنحضرت ﷺ سے اتحاد قائم کر لیا، کیونکہ انہیں

احساس ہو گیا تھا کہ اب وہ انراں سے مزید مدد

حاصل نہیں کر سکتے۔ عربی مآخذ کا بیان ہے کہ ان

ایرانوں نے اسلام بھی قبول کر لیا تھا، لیکن بعض

علمائے یورپ ان کے قبول اسلام کی تاریخ ردہ

(یا "ترک دین") کے بعد مقرر کرتے ہیں۔ ان کے

قبول اسلام کی تاریخ حواہ کچھ بھی ہو مسلمانوں

کے ساتھ اتحاد قائم کر لینے کے معنی یہ بھی کہ

اس کا وہ حصہ جس پر ایرانی قاص بھی اسلام

کے سیاسی نظام میں مسلک ہو گیا۔ معلوم ہوا

ہے کہ نازام کی وفات کے بعد نبی [اکرم] نے

اس علاقے میں مدینے سے کچھ عمال بھیجے گئے

علاوہ یہاں کے محافل حصول کے بعض مقامی

راہنماؤں کو اس کا سردار مقرر کیا۔ ضعیف کا

بواہی علاوہ نازام کے بیٹے سہر کے زیر تصرف رہا۔

اواخر ۵/مارچ ۶۳۲ء میں مسئلہ مذبح کے لوگوں

سے الاسود العنسی کی قیادت میں علم بغاوت بلند

کر کے رسول اللہ [صلی اللہ علیہ وسلم] کے دو سہارا،

(حالیہ سید اور عمرو بن حرم) کو بھڑا کر اور اس کے

بواہی علاقے سے باہر نکل دیا، شہر کو سکس

دے کر قتل کر دیا اور ضعیف کو قتل کر دیا۔

اس کے بعد حصے پر الاسود کا امداد نام

لرا دیا۔ اس بغاوت میں قس بن امیسجہ اترادی ہے

مسئلہ مراد کی قیادت حاصل کرنے کے لیے اسے حریص

فرہ بن مسک کے مقابلے میں الاسود کا ساتھ دیا۔

فرہ رسول اللہ [صلی اللہ علیہ وسلم] کی طرف سے مسئلہ

مد دور ۵ مسئلہ سردار تھا۔ لونا الاسود کی حرکت

ایرانوں کے امداد کے خلاف ہونے کے بجائے اس

نظام کے خلاف تھی جو رسول اللہ ﷺ سے یمن میں

قائم کیا تھا، کیونکہ بغاوت کے بعد بھی متعدد

ایرانی ضعیف میں اہم رسوں پر فائز رہے۔ اس

ردہ کا مدھی پہلو اس لیے نمایاں نہیں تھا کہ وہ

مقامات پر ہوا، تاہم الاسود نے دعویٰ کر کے کہ وہ

کعبہ (عب کو) ہے اور وہ جو کچھ کہا ہے اللہ

یا الرحمن کی طرف سے کہتا ہے، سر ہاتھ کی صنائی

(سعدہ ناری) کی بناء پر اپنا اور رسوخ بڑھا لیا۔

اس کا عقیدہ یوحید الوہیت اسلام کے بجائے

عالمًا عسائیب یا الیم کی یہودیت سے ماہود ہے۔

الاسود کی حکومت صرف ایک دو ماہ قائم رہی،

عمر کے آخری حصے میں لکھا تھا: اس قصیدے میں  
رندگی کے عام آلام و مصائب کا ذکر کیا گیا ہے،  
مثلاً موت کی آمد کا خیال، شباب کی گریز پائی اور  
پیرانہ سالی کے عوارض وغیرہ۔

مأخذ: (۱) شیخو Cheikho L نے شعراء الصربانہ  
میں اس کا کلام جمع کر دیا ہے، ص ۷۵ تا ۸۵؛  
(۲) معضلیات، ۱: ۴۴۵ تا ۴۵۷، ۸۴۹ تا ۸۵۹، میں  
اس کے دو قصیدے درج ہیں: (۳) ابن قتیسہ: الشعر، ص  
۱۳۴ بعد، (۴) وہی مصنف: المعارف، قاہرہ ۱۳۵۳ھ /  
۱۹۳۴ء، ص ۲۸۲، (۵) الحمصی: طبقات، ص ۳۴ تا ۳۵؛ (۶)  
المختاری: حماسہ، یہ امداد اشاریہ: (۷) ابن درید: الاشتقاق،  
ص ۱۴۹؛ (۸) الأغانی، ۱۱: ۱۳۹ تا ۱۴۰؛ (۹) العددادی:  
خرانہ، ۱: ۱۹۳ تا ۱۹۶؛ (۱۰) ابکاربوس: روضۃ، ص  
۴۴ بعد؛ (۱۱) Abriss O Rescher، ۱: ۱۷۸۔

(CH. PELLAT پیلا)

اسہام: (ترکی: اسہام)، عربی لفظ سہم  
(ترکی: سہم) کی جمع، بمعنی حصہ۔ ترکی میں یہ  
لفظ حراسے سے جاری شدہ بعض دستاویزات، مثلاً  
نسکات، زر کا عادی اور سالانوں کے لیے استعمال  
ہوا تھا۔ ہامر Hammer (Leibrenten) سے  
اسہام کو سالیانے قرار دیا ہے، اور ۱۸۶۲ء تا  
۱۸۶۳ء کے عثمانی مزانے میں بھی، جہاں انہیں  
rentes viagères (سالیانہ یا حین حساب) کے نام  
سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہ شریع پورے طور پر  
درست نہیں، کیونکہ اگرچہ قانص کی وفات کے بعد  
اسہام مملکت کی طرف مستقل ہو جائے بھی پھر بھی  
ان کی فروخت کی اجازت بھی اور مملکت ایسے ہر  
انتقال پر ایک سال کی آمدنی بطور محصول لے لیتی  
تھی۔ مصطفیٰ نوری پاشا کے بیان کے مطابق اسہام  
کا اجراء پہلی بار مصطفیٰ ثالث کے اوائل عہد میں  
ہوا تھا۔ اس وقت استاسول کی گمرک اور دیگر  
معاصل کی آمدنی پر زر کا عادی مملکت کو قرضہ دینے

اس لیے کہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی موت وصال  
بوی<sup>۱۶</sup> سے پہلے واقع ہو گئی تھی، ایسے اس کے رفاہ ہی  
میں سے بعض افراد، یعنی قیس بن المکشوح اور ایرابی  
السل المیرور (یا میرور) الدیلمی اور دادویہ نے شہر  
کی بیوہ کی مدد سے، جس کے ساتھ الاسود نے سادی کر لی  
تھی، موت کے گھاٹ اتار دیا۔ . . .

مأخذ: (۱) الطبری، ۱: ۱۷۹۵ تا ۱۷۹۹،  
۱۸۵۳ء تا ۱۸۶۸ء، (۲) اللادری: فتوح، ص ۱۵ تا  
۱۰۷، (۳) ولہاؤرن J Wellhausen Skizzen und  
Vorarbeiten، برلن ۱۸۹۹ء، ۶: ۲۶ تا ۳۴؛ (۴)  
کائتانی Annali Caetani، ۱/۲: ۶۷۲ تا ۶۸۵؛ (۵)  
منگمری واٹ Muhammad W Montgomery Watt  
at Medina، اوکسمورڈ ۱۹۵۶ء، ص ۱۲۸ تا ۱۳۰  
وغیرہ: (۶) Watima's Kitāb W Hoenerbach  
ar-Ridda، Weisbaden، ۱۹۵۱ء، ص ۷۱ بعد، ۱۰۰  
تا ۱۰۲، جس میں ابن حجر: الاصابہ کے اقتباسات ان  
لوگوں کے بارے میں درج ہیں جنہوں نے الاسود کی  
معاملت کی تھی۔

(منگمری واٹ W. MONTGOMERY WATT)

اسود بن یعقر: (جسے یعقر اور یعقر بھی  
کہا جاتا ہے) بن عبدالاسود التمیمی، ابو الحراح،  
عہد قبل از اسلام کا ایک عرب شاعر، جو غالباً  
چھٹی صدی مسلامی کے آخر میں رندہ تھا۔ بیان کیا  
جاتا ہے کہ وہ قبائل کے درمیان گھومتا پھرنا اور  
لوگوں کی مدح یا ہجو میں اسعار کہا کرتا تھا۔  
وہ کچھ عرصے تک النعمان بن المدر کا مصاحب  
بھی رہا۔ بعض اوقات اسے سوتھنل کا الاعشی بھی  
کہا جاتا ہے، کیونکہ اسے سب کوری بھی۔ بیان کیا  
جاتا ہے کہ اس نے بڑی طویل عمر پائی، جس کے  
آخری ایام میں اس کی بشارت جانی رہی تھی۔ اس کا  
جس قدر کلام ہم تک پہنچا ہے اس میں سب سے  
زیادہ مشہور ایک قصیدہ دالیہ ہے، جو اس نے غالباً اپنی

اسہام ہمارے رکھا گیا۔ اس کے بعد مزید فرصوں، یعنی اسہام جدیدہ، اسہام غریبہ، اسہام غادیہ، وغیرہ کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ انیسویں صدی کے وسط کے ان فرصوں کا ذکر مجموعی طور پر کبھی کبھی اسہام عثمانیہ کے نام سے آتا ہے۔

مآخذ: (۱) مصطفیٰ پوری پاشا، نتائج الوقوع،

۳۔ ۱۱۴ تا ۱۱۵، (۲) تاریخ لطیف، ۶: ۱۲۷، (۳)

تاریخ حود، ۳ (۱۳۰۹) ۱۰۱ تا ۱۰۲، ۱۳۸ تا ۱۳۹،

۲۶۹ Charles White (۴) Three Years in Constantinople

لندن ۱۸۳۵ء، ۲: ۷۱، بعد (۵) Ubicini

Letters sur la Turquie، مکتوب ۱۳: (۶) Hammer

Des osmanischen Reichs Staatsverfassung und staats-

verwaltung، ویانا، ۲: ۱۶۱: (۷) [F A] Belin

Essais sur l'histoire economique de la Turquie

(مقول از JA)، پیرس ۱۸۶۵ء، ص ۲۴۵، ۲۶۲، ۲۶۵،

۲۹۳، ۲۹۸، ۳۰۲ تا ۳۰۳، (۸) Esat A Du Velay

sur l'histoire financiere de la Turquie، پیرس ۱۹۰۳ء،

ص ۱۲۲، بعد، ۱۵۳، بعد، ۲۶۹، بعد (۹) C Morawitz

Les Finances de la Turquie، پیرس ۱۹۰۲ء، ص ۱۶

بعد، ۲۰، بعد، (۱۰) A Heiborn Les Finances

ottomanes، ویانا۔ لائپرگ ۱۹۱۲ء، (۱۱) محمد رکی

پتکلیں (Pakalın) عثمانی تاریخ دیم لری و مرم لری

سیرلیمی (Osmanlı Tarih Deyimleri ve Terimleri)

(Sozlugu)، ۱ (استانول ۱۹۹۶ء): ۵۵۲، (۱۲)

عبدالرحمن ومی، نکالیف قواعدی، استانول ۱۳۲۸ء، ۱

۱۰۴ تا ۱۰۶، ۳۰۴، ۳۳۶۔

(لیوس B Lewis)

اسیر: فصیحی ہروی کے ساگرد اور فارسی  
ساعر مسرا حلال الدین محمد بن مسرا مؤمن کا  
تخلص، حائے پیدائیس: اصفہان، تاریخ وفات: غالباً  
۱۱۰۹ھ/۱۶۳۹ء۔ ۱۶۴۰ء، اگرچہ بعض مآخذ  
میں بعد کی تاریخیں بتائی گئی ہیں۔ اپنے دوسرے

والوں اور دوسرے درخواست گزاروں کے لیے جاری  
کیا گیا تھا۔ اس کا سالانہ منافع نانچ فی صد تھا۔  
عبدالرحمن وثیق نے لکھا ہے کہ اس آمد کا زیادہ تر  
حصہ اس جنگ میں صرف ہوا تھا جو ۱۱۸۲ھ/۱۷۶۸ء  
سے روس کے ساتھ شروع ہوئی تھی۔ اس کے سال  
کے مطابق اسہام کا کاروبار پہلے ایک "مقاطعه حی"  
کے سپرد تھا اور آگے چل کر ایک "محاسبہ"  
کو منتقل کر دیا گیا۔ استانبول کے محافظ خانوں  
میں "اسہام محاسبہ سی قلدی" کی یادداشتیں ۱۱۸۹ھ/  
۱۷۷۵ء سے شروع ہو کر ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء پر  
جا کر ختم ہوئی ہیں۔ حود کا قول ہے کہ اسہام  
پہلے پہل اسر مالیات پر کی جس آمدی نے جاری  
کیے تھے، جو پہلے ۱۱۹۲ھ/۱۷۷۸ء میں ناش دھردار  
مقرر ہوا تھا۔ نسل ارس وہ دوسرے اسی بھی رہ چکا  
تھا۔ صوبے کے محاسب کی صمات پر اسہام کے  
احراء کی یادداشتیں ۱۱۹۸ھ/۱۷۸۳ء تا ۱۲۰۰ھ/  
۱۷۸۵ء میں درج ہے۔ اسہام کے احراء کا طریقہ بعد  
کے سلاطین نے بھی جاری رکھا۔ محمود ثانی نے  
اسہام سے ان ہماردارندوں کو معاوضہ دینے کا کام  
لے لیا جو ۱۸۳۱ء کی اصلاحات اراضی کے باعث اسی  
معاوضہ میں سے محروم ہو گئے تھے۔

یورپی طرز کے باقاعدہ ہمسکاک کا احراء  
۱۲۵۶ھ/۱۸۴۰ء سے شروع ہوا، جب حامل کو  
وصول شدہ ہمسکاک حراہ جاری ہوئے۔ ان کی  
شرح سود بہت زیادہ رکھی گئی تھی۔ یہ ہمسکاک، جو  
بنک نوٹوں کی طرح رائج ہوئے، فائیدہ اسہام اور  
قائمہ معمرہ مدیہ کے نام سے موسوم کیے گئے  
(دیکھیے مادہ قائمہ)۔

۱۸۶۴ء کی اصلاحات بنظام [رک ناں] کے  
دوران میں پرانا اسہام محاسبہ سی قلدی موقوف کر  
دیا گیا، لیکن دریں اثناء، یعنی ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء  
میں، ایک نیا داخلی قرضہ جاری کیا گیا، جس کا نام

حو اس وقت کڑھ کا مقطع (جھوٹا سا جاگیردار) تھا، دکن پر اپنے دھاوے سے واپس آئے ہوئے اس پر حملہ کیا (دیکھیے *Annals and Antiquities of Tod Rajasthan*، طبع کرک Crooke، ۱۹۲۰ء، ۳: ۱۴۶۳ و ۱۴۶۷ جس میں [حملے کی] تاریخ سب ۱۳۵۱ درج ہے)، لیکن اسلامی افواج نے اس پر ۱۸۰۲ء / ۱۲۰۰ء تک مستقل طور پر قبضہ نہیں کیا۔ اس سال ملک ناصر خان فاروقی نے اسے فتح کیا اور یہ سرعومہ طور پر حاندیش کے سلاطین فاروقی کا ایک ناقابلِ سحر قلعہ بن گیا (دیکھیے فرسہ، متن، طبع Briggs، ۲: ۴۴۴، آئن آکسری، مس، طبع Blochmann، ۱: ۴۷۵، *Bombay Gazetteer*، جلی مدکور۔

اسیر گڑھ کی سحر آکسری کے ہاتھوں ۱۸۰۹ء / ۱۲۰۰-۱۱۶۰ء میں ہوئی اور یہ داندس کے سرحدی صوبے کے مرہاں کا صدر مقام قرار پایا (آکسری فتح کے بارے میں دیکھیے *Akbar Vincent Smith the Great Mogul*، حصہ مدکور، مطبوعہ ۱۹۰۲ء، ص ۲۷۲-۲۸۶)۔

۱۸۰۳ء / ۱۲۲۳ء میں شاہ جہاں نے جہان گور کے خلاف اپنے اہلکار کے دوران میں اسیر گڑھ میں شاہ لی اور آگے حل کر حدود ۱۸۰۶ء / ۱۲۰۵-۱۲۵۱ء میں وہاں ایک مسجد تعمیر کروائی۔ ۱۸۳۲ء / ۱۲۲۰ء میں یہاں مالوے کے صوبے دار نظام الملک کا قبضہ ہو گیا اور جب ۱۸۷۳ء / ۱۲۶۰ء میں مرہٹہ دستاویز راؤ نے اس پر قبضہ کر لیا تو یہ پوری طرح معلوم کے ہاتھ سے نکل گیا۔ برطانوی حکومت نے اسیر گڑھ کو پہلی مرتبہ ۱۸۰۳ء / ۱۲۱۸ء میں فتح کیا اور بالآخر ۱۸۲۳ء / ۱۸۱۹ء میں اس پر مستقل قابض ہو گئے۔

مآخذ: دیکھیے متن؛ نیز (۱) *Gazetteer of the Central Provinces*، طبع گرانٹ C. Grant، ناگپور

معاصرین کے برعکس اس نے دکن و طس کر کے علیحدہ دربار سے وابستگی اختیار نہیں کی، بلکہ شاہ عباس اول کا بے تکلف ندیم اور قریبی سریر (ایک روایت کے مطابق داماد) ہو گیا۔ اس کی تحقیق سے ری بیشتر سراب نوشی کی مرہوں سے ہے اور اسی کی کثرت اس کی موت کا سبب بنی۔ اس کا دیوان، حو قصدوں، شویوں، برجہ، دون اور غزلوں پر مشتمل ہے، ۱۸۸۰ء میں لکھنؤ میں طبع ہوا۔ مآخذ: (۱) Rieu کی مہر سب مخطوطات (برٹش میوزیم) ۲: ۶۸۱، (۲) Pertsch کی مہر سب (برلن)، عدد ۹۳۸؛ (۳) *قصص العاقبات*، ور ۱۶۳، چپ، (۴) Ethé، *GI Ph*، ۲: ۳۱۱۔

(سیوری R. M. SAVORY)

\* اسیر گڑھ: ایک قلعہ، حو مدھاندرسی [بھارت] کے صلح بھارت کی تحصیل برہاں پور میں ۲۱ درجہ ۲۸ دقہہ، حالی، ۶۷ درجہ ۱۸ دقہہ مشرقی سر واقع ہے۔ اسیر گڑھ سطح سمندر سے تقریباً ۲۲۰۰ فٹ بلند ہے۔ قلعے کی کرسی ۸۵۰ فٹ اونچی ہے۔ دریائے سندھ اور دریائے سانی کے درمیان کوہ سب پڑا کے سلسلے میں سے ہوئی ہوئی حو واحد ٹرک شمالی مغربی سمت سے دکن کی سمت حابی ہے اس پر یہ قلعہ مشرف ہے۔

اصلیاً یہ شہر نہایت قدیم ہے (دیکھیے *Lists of Antiquarian Remains in the H Cousens Central Provinces and Berar Arch Sur India*، در ۱۸۹۷ء، ص ۳۹، کنگھم Cunningham *Report on A Tour in the Central Provinces*، کلکتہ ۱۸۷۹ء، ص ۱۲-۱۳، *Gazetteer*؛ ۱۲۱-۱۲۲، (حاندس) نمٹی، ۱۸۸۰ء، ص ۵۵۷-۵۵۸)۔ اسیر گڑھ سوری صدی ہجری/نویں صدی میلادی کے بعد سے یقیناً چوہاں راجپوتوں کی ٹک Tak تاج کا بہت بڑا گڑھ بن چکا تھا۔ ۱۲۹۵ء / ۱۲۹۶ء کے موسم سرما میں علاء الدین خلجی نے،



۱۸۷۰ء؛ (۲) Imperial Gazetteer، ح ۶، اوکسفرڈ  
 ۱۹۰۸ء؛ (۳) Arch Sur. India Report، ۱۹۲۲ -  
 ۱۹۲۳ء.

(ہارڈی P HARDY)

آسیوٹ: آبادی اور گہما گہمی کے اعتبار سے  
 اسیوٹ بالائی مصر کا سب سے بڑا شہر ہے اور  
 دریائے نیل کے مغربی ساحل پر ۲۷ درجہ ۱۱ دقیقہ  
 عرض بلد شمالی پر واقع ہے۔ چونکہ یہ نہر وادی نیل  
 کے انتہائی رحرر اور محفوظ علاقے میں آباد اور  
 صحرائے اعظم کی طرف سے آنے والی شاہراہوں کا قدرتی  
 مقام اتصال و اختتام ہے، اس لیے زمانہ قدیم میں اسے  
 (Syowi، یونانی Lykopolis) بڑی اہمیت حاصل بھی  
 اور یہ ایک صوبے (Nomos) کا صدر مقام تھا۔ اسلامی  
 عہد میں یہ شہر ایک کُورہ (موجودہ مرکز، یعنی  
 صلح) کا صدر مقام رہا اور حب صوبوں کی تقسیم  
 باصاطہ طور پر عمل میں آئی تو وہ ایک صوبے (عمل،  
 موجودہ مدیریہ) کا صدر مقام بن گیا۔

آسیوٹ عام بول چال کا لفظ ہے، جس کا صحیح  
 ادبی تلفظ آسیوٹ ہے۔ یہ دونوں الفاظ ببطی لفظ  
 سیوٹ (Siout) کا معرب ہیں اور ارسہ وسطی کے  
 کاغذ اب ارامی میں سیوٹ اور سیوٹ کی شکل میں ملتے  
 ہیں؛ لیکن الفہرستہ (م ۸۲۱/۱۸۱۸ء) کے  
 وقت تک اس کا عام تلفظ آسیوٹ ہو چکا تھا۔

آسیوٹ کی تاریخ سان نہیں کی جاسکتی کیونکہ  
 مؤرخین کے یہاں اس کا ذکر کم ہیں نہیں ملتا۔  
 صرف مملوکوں کے عہد کے آخری اٹام میں علی پے  
 کے زیر حکومت اس شہر پر تاریخی اعتبار سے کچھ  
 نام پایا، یعنی حب ۱۱۸۳/۱۶۶۹ - ۱۷۷۰ء  
 میں یہ ایک معاون کا مرکز بنا۔ جغرافیہ نویسوں  
 اور سیاحوں کے بیانات سے یہ ثابت ثبوت کو  
 پہنچتی ہے کہ پورے اسلامی عہد میں یہ شہر  
 خوش حال اور فارع البال رہا۔ انیسویں صدی کے اواخر

میں، بالخصوص اس وقت سے کہ حب ۱۲۹۲/۱۸۷۰ء  
 میں اسے ریلوے کے ذریعے قاہرہ سے ملا دیا  
 گیا، اس شہر پر بہت اہمیت حاصل کر لی۔ اس کی  
 آبادی ۱۲۹۳/۱۸۷۶ء میں اٹھائیس ہزار تھی،  
 جو پہلی جنگ عظیم سے قبل بیالیس ہزار تک پہنچ  
 گئی اور آج کل ایک لاکھ بیس ہزار ہے۔

ارسہ وسطی میں اسیوٹ اپنی زرعی پیداوار،  
 صنعت و حرفت اور تجارت کے لیے مشہور تھا۔ انار  
 اور کھجور کے علاوہ یہاں غیر معمولی حسامت کا  
 نہی (quince) بھی ہوتا تھا۔ یہاں کی اہم  
 صنعتیں اون، روئی اور کتان کی ہی ہوتی چیزیں  
 نہیں۔ قریب کے نعلستانوں سے پھٹکری اور نیل  
 آسانی سے دستیاب ہو جاتے تھے، اس لیے رنگائی کا  
 کام بھی یہاں وسیع پیمانے پر ہوتا تھا، مثلاً دارفور  
 بھیجے کے لیے حومال یہاں تیار کیا جاتا تھا اس کی  
 رنگائی بھی یہیں ہوتی تھی۔ اس کی مخصوص  
 سوغات ایک نو کتان کا عمدہ مال تھا، جسے اس کی  
 پیداوار کے اہم مرکز بالائی مصر کے ایک شہر  
 دینی کے نام پر دستی کہا جاتا تھا اور دوسرے  
 عمدہ اوبی مال اور قدیم ارسہ دستکاری کے طرز کے  
 قالین۔ آج کل بھی آسیوٹ میں سیاہ اور سفید رنگ کی  
 جالی دار ریشمی شالیں تیار کی جاتی ہیں، جن پر  
 چاندی کے سلحے ستارے کا کام ہوتا ہے۔ یورپ میں  
 ان کی بہت مانگ ہے۔ یہ اس صنعت کی بچی کھچی  
 یادگار ہے جس کا کسی زمانے میں سارے مشرق میں  
 شہرہ تھا۔ مرید برآں آسیوٹ افیوں کی پیداوار اور قدیم  
 نمونوں کے اعلیٰ قسم کے مٹی کے برتن بنانے کے لیے  
 بھی بہت مشہور تھا۔ یہ برتن سیاہ و سرخ آسیوٹی برتن  
 کہلاتے ہیں اور اب بھی ان کی بڑی مانگ ہے۔

ان جملہ اشیاء کی تجارت مصر اور دوسرے  
 ملکوں میں بڑے روروں پر تھی؛ سودا کے ساتھ  
 براہ راست تجارت بالخصوص مشہور ہے۔ دارفور

۸۷ ب: (۶) علی مبارک: القِطَطُ الحَدِيدُ  
 بعد: (۷) ابن حیمان، ص ۱۸۷؛ (۸) ناز  
 سقرانہ، ص ۶۱ (ترجمہ، ص ۱۷۳)؛ (۹) کاترم  
*Mémoires géograph et histor sur Quatremère*  
*La Amélineau* (۱۰) بعد: ۲۷۳؛  
*géographie de l'Égypte à l'époque copte* ص ۶۶  
 بعد: (۱۱) *Dictionnaire géographique Boinet Bey*  
 ص ۸۸؛ (۱۲) *Histoire de l'Égypte Marcel*  
 باب ۱۶ (طبع l'Univers، ص ۲۳۶)؛ (۱۳) Baedeker  
*Égypte*، بذیل مادہ: (۱۴) *Description de l'Égypte*  
 طبع ثانی، موحودہ کیمپ، ۱۷: ۲۷۸ بعد: (۱۵)  
*Matériaux pour servir à la G Wiet et J Maspero*  
*géographie de l'Égypte*، ص ۱۶؛ (۱۶) علی بے تہمت  
*Un décret du Sultan Khoshqadam*، در BIE، سلسلہ  
 پنجم، ۵: ۳۰ تا ۳۵؛ (۱۷) *Guide Bleu, Égypte*  
 ۱۹۰۶ء، ص ۲۵۸ بعد.

(تگر C A BICKER)

- اشبیرتال، [فرانسسی: Ichebertal] انگریزی: \*
- Spartel: ایک راس، حو مراکس اور افریقہ کے اسپانی  
 شمال مغربی نقطے پر طحہ سے سات یا آٹھ میل  
 مغرب کی طرف واقع ہے۔ الاڈریسی نے اس کا ذکر  
 نہیں کیا، البتہ الکری نے اس کے بارے میں یہ لکھا  
 ہے کہ یہ ایک نہاڑی ہے، جو آردلہ سے بیس میل  
 اور طحہ سے چار میل کے فاصلے پر سمندر کے اندر  
 نکلی ہوئی ہے، اس میں نارہ بانی کے چشمے ہیں  
 اور ایک مسجد ہے، جو بطور رباط استعمال ہوتی  
 ہے۔ اس کے نامقابل اندلسہ کے ساحل پر کوہ الاعتر  
 واقع ہے (= طرف الاعتر = Trafalgar)۔ یہاں کے اصلی  
 باشندے اسپرنال (عالمًا اس کا تعلق لاطینی Spartaria  
 سے ہے، یعنی وہ حکمیں جہاں Esparto گھاس کی  
 کثرت ہو) کے نام سے، جو الکری نے اسے دیا ہے،  
 ناواقف ہیں۔

کا سالانہ بحاری قافلہ (جو پندرہ سو اونٹوں پر مشتمل  
 ہوتا تھا) علام، ہابھی داب، تتر مرع کے پر اور  
 سودان کی دوسری میداوار لے کر آتا تھا اور ان چیزوں  
 کے مبادلے میں مصری صعب و حرف کی اشیاء،  
 خصوصاً پارچاہ لے جاتا تھا۔ بولیں کی مہم کے  
 دوران میں حو اہل علم آئے انہوں نے اس بحار  
 کے متعلق، جس پر اب رواں آچکا ہے، بڑی احیاط سے  
 تحقیق کی تھی۔

مصر کے دوسرے صنعتی شہروں کی طرح اسیوط  
 میں بھی عسائی کثرت آباد ہیں۔ ایک سان کے  
 مطابق اس شہر میں ساٹھ اور دوسرے کے مطابق  
 ستر ہزارے اور چھوٹے گرجے اور کسا موحود ہیں۔  
 اس شہر میں یہودی ناکل نہیں ہیں اور یہ ناب  
 خاص طور سے سان کی جانی ہے۔

کاروان سرائیں، بازار، حمام (ان میں سے ایک  
 حمام بہت قدیم اور مشہور ہے)، مسجداں اور دیگر  
 حوامی عمارتیں آج بھی پہلے کی طرح اس شہر  
 کے لیے ناعب ریب ہیں۔ ایک مسجد میں ایک سر  
 نہا، جسے بعض موسموں میں لوگ عتے سے بھر کر  
 محمل کی طرح نارازوں میں بھرانے بھی (اب دُفماق)۔  
 موحودہ مصر کے ناروی شہروں کی طرح اسیوط میں  
 بھی خطہ بحیرہ روم (لیوانٹ) کے ناسدوں کا بہت  
 احتلاط پایا جاتا ہے۔

اسیوط افلوطنی (Plotinus)، القدیس یوحنا المیطی  
 (the Coptic Saint John of Lykopolis) اور السیوطی  
 نام کے متعدد عرب اہل علم کی رادبوم ہے۔ ان میں  
 مشہور ترین حلال الدین [السیوطی] (۱۱۱۴/۵۰۵ء)  
 ہیں، جو ربردسب مؤرخ [اور محدث] ہوئے ہیں۔

مآخذ: (۱) یاقوت، ۱: ۲۷۲ و ۳: ۲۲۲؛ (۲)  
 الاڈریسی: المغرب، ص ۸۸؛ (۳) القلقشنڈی: صوہ المسح  
 السفر، ص ۲۳۰ (مترجمہ و شیفٹ Wüstenfeld،  
 ص ۱۰۶)؛ (۴) ابن دُفماق، ۵: ۲۳؛ (۵) ابو صالح، ورق

کبھی نہیں تھکتے۔ تمام حریرہ نما میں صرف یہی ایک صلع تھا جہاں کپاس پیدا ہوتی تھی، جس کی برآمد بڑی اہم تھی۔ دوسری مخصوص پیداواریں زعفران اور مشکر تھیں۔ ملک کی آبادی نہایت گنجان تھی۔ الاڈریسی کے زمان کے مطابق کم سے کم آٹھ ہزار گاؤں کسب معاش کے لیے ہائے بحث کے مرہون بنت تھے۔

اسبیلہ کا نام آئی سری (Iberian) اصل کے قدم نام Hispalis سے نکلا ہے، جسے اہل روم نے اس سہر کے لیے ہرمار رتھا تھا۔ جولیس سرر Julius Caesar نے اسے ۴۶ قبل مسیح میں فتح کیا اور اسے "Colonia Julia Remula" (جولیس کی رومی نوآبادی) کا درجہ دیا۔ اہل روم کے زیر حکومت اس نے بڑی اہمیت اختیار کر لی تھی، عہد سلطنت [امپراطوریہ] میں اسبیلہ، قرطبہ Cardova (بائیس Baetis) اور طالقہ (Italica) باری باری سے صوبہ قرطبہ (Baetica) کے صدر مقام بنے رہے۔ اس کے بعد یہ ایک وندال Vandal سلطنت کا نامیہ حصہ بن گیا (۴۶۱ء - ۵۳۱ء) سے یہ وروطی Visigothic بادشاہوں [ملوک القوط العربی] کا مسقر بنا، تا آن کہ ۷۱۱ء میں الماناحدا Athanagilde نے اپنا دارالحکومت طلسطہ Toledo میں منتقل کر دیا۔

۵۹۴ / ۷۱۲ء کا موسم بہار تھا جب سدوہ (Medina Sidonia) اور قرموبہ Carmona کی سحر کے بعد اشبیلہ کی باری آگئی اور بعض مؤرخوں کے زمان کے مطابق ایک مہینے کے محاصرے کے بعد اس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا، تاہم اگر ہم ایک گم نام مصنف کے تذکرے احبار مجموعہ پر اعتماد کریں، جس میں سحیر شہر کے بارے میں زیادہ تفصیلی بیان ملتا ہے، تو مانا پڑے گا کہ شہر کے فتح ہونے میں زیادہ وقت لگا تھا۔ عیسائی آبادی کے ایک حصے نے ناخہ Beja میں پناہ لی۔

مأخذ: الکری: [کتاب المغرب فی ذکر بلاد الریفۃ و المغرب، فراسیسی ترجمہ: Description de l'Afrique Septentrionale، الجزائر ۱۹۱۱ء، ص ۱۱۳۔ (کولن G S COLIN)

\* اشبیلہ: [انگریزی: Seville] ہسپانوی: Sevilla (اسلی اعتبار سے اسلی): ہسپانیہ کا ایک بڑا شہر، جس کی آبادی [۱۹۹۴ء میں ۲۷۰۱۲۶ تھی]۔ اسانی کاؤپڈیا بریشیکا، اسی نام کے صوبے کا صدر مقام اور زمانہ سابق میں سلطنت اشبیلہ کا ہائے بحث: سطح سمندر سے اوسطاً ۱۰۰ میٹر کی بلندی پر ایک وسیع و عریض میدان میں دریائے وادالکسر (وادی الکسر = بڑا دریا) (Guadalquivir) کے نائیں کنارے پر واقع ہے، جو اسے طربانہ Triana (فست) نامیہ: معجم البلدان، بدیل مادہ کے مصنفات سے الگ کرنا ہے۔ اگرچہ یہ شہر سمندر سے ساٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے، تاہم اسے نہایت بندر بنی آثار کے باعث بندرگاہ کے تمام فوائد حاصل ہیں، حواریہائی لہر اشبیلہ کے اوپر تک دیکھی جا سکتی ہے (فست) لاطینی شاعر Ausonius کے ہاں (aequoreus amnis)۔ آب و ہوا گرم خشک ہے۔

اشبیلہ کا صوبہ مسلمانوں کے عہد میں وادالکسر کی ساری شہسی وادی پر مشتمل تھا اور نہایت ہی خوش حال علاقے میں، جسے نہ دریائے اعظم سہراب کرتا ہے، مشرق کی طرف جبل الارک (Sierra d'Arcos) اور فادیس Gádiz تک اور مغرب کی سمت آنہ کی وادی تک پھیلا ہوا تھا۔ ہائے بحث کے قریب دریں سواح میں جبل السرف (Aljarafe) یا (Axarafe) کی ڈھلانی خاص مورد بحشایش ہیں۔ اس علاقے میں انجر اور ریسوں کے باغات ابے پھلوں کے لیے سارے اسلامی آندلس میں مشہور تھے۔ عرب جغرافیائیں اس ملک کی قدرتی دولت و ثروت کی فراوانی پر حیرت و استعجاب کے اظہار میں

کو چار چاند لگا دیے اور اس کی بندرگاہ کی اہمیت بہت بڑھ گئی۔

حب الاندلس میں مکانات اور فوجی حاکمیں مصر و سام کے لشکریوں (حنود) میں بٹے لگیں تو اشبیلیہ حمص (Emesa) کے جند کے حصے میں آیا، جسے گورنر ابوالحطار الحسام بن صرار الکلسی نے ۱۲۵ھ/۷۴۲ء میں فائم کیا تھا۔ انہیں ایام میں دمنی کے جند کو الیرا Elvira، اردن کے جند کو ریہ Reyro (مالعہ Malaga)، فیسس کے جند کو حنا Jaen، فلسطین کے جند کو شدوبہ Sidonia اور مصر کے جند کو ندیمیر (ولایہ مرسہ Murcia) دیا گیا۔ بعض اوقات اسبیلیہ کو حمص کا نام بھی دیا گیا (قت یاقوت: معجم البلدان، ندیل مادۃ حمص، خانمے در)۔

حب عبدالرحمن الاول بن معاویہ الداخل اور اس کے حاشیوں کے عہد میں اندلس کے اندر اموی خلافت فائم ہو گئی تو اسبیلیہ کا انتظام عاملوں (مثلاً ناہب عبدالملک بن عمر) کو تفویض کر دیا گیا اور ملک کے دوسرے بڑے شہروں کی طرح یہ بھی اکثر تعاون کا اکھاڑا سا رہا۔ ۱۴۹ھ/۷۶۶ء میں دو تعاونوں کو، جن میں سے ایک سعد النخعی المطری التلی نے اور دوسری ابوالصاح بن یحیی النخعی نے رہا کی تھی، یکے بعد دیگرے دنا دیا گیا۔ ۱۵۶ھ/۷۷۳ء میں حلیہ کو ایک نار پھر وہاں کے عامل عبدالعافر (یا عبدالعفار) التلی اور حنا بن ملایس (یا ملایس) کی حود مختار فرما روا جسے کی مساعی کی سرکوبی کرنا پڑی۔

عبدالرحمن ثانی نے شہر کے ارد گرد ایک دھبہ فصل سوا دی تھی۔ اس نے اس میں ایک بڑی مسجد بھی بنوائی تھی۔ اسی فرمان روا کے عہد حکومت میں نارمن بحری لٹیروں نے ۲۳۰ھ/۸۴۴ء میں پہلی بار اشبیلیہ پر قبضہ کیا۔ انہوں نے اس

فاح موسیٰ<sup>۱۲۱</sup> بن نصیر نے شہر کے اندر ایک یہودی نوآبادی قائم کی اور عیسیٰ بن عبداللہ الطویل المدنی کو وہاں کا عامل بنا کر اس کے ماتحت ایک محاط فوج وہاں چھوڑ دی۔ اشبیلیہ کے عیسائیوں نے اسی سال ماہ جولائی میں ناحہ اور لبلہ (Niebla) میں اپنے ہم مذہب باشندوں کی مدد سے سورش رہا کرنے کی کوشش کی، مگر اسے آنا مانا دنا دیا گیا اور شہر کو موسیٰ<sup>۱۲۱</sup> بن نصیر کے لڑکے عبدالعزیز نے قطعی طور پر دوبارہ فتح کر کے سارے ناعوں کا قتل عام کر دیا۔ حب اس کا والد (یعنی موسیٰ بن نصیر) مشرق کی طرف چلا گیا تو عبدالعزیز اسلامی اندلس کا عامل بن گیا۔ اس نے اسبیلیہ کو ایما پائے تحت بنا لیا۔ وہاں اس نے وروطی Visigoth ناساہ لدیری (Roderick) کی سوہ (بہ کہ لڑکی، حسا کہ اکثر کہا گیا ہے) اعلونہ Egilona سے (جسے عرب مؤرخین ایلو [اور ام عاصم] لکھتے ہیں) سادی درلی۔ اس نے سینٹ روینا St Rufina کے قدم کھڑے کر دنا مسخر بنایا اور اس کے بالمقابل ایک مسجد تعمیر کرائی۔ یہی مقام تھا جہاں اس کے سپاہیوں نے حلیہ دمنی سلمان کا اشارہ نا کر اسے رحب ۹۷ھ/مارچ ۷۱۶ء میں قتل کر دیا۔

اس کی موت کے بعد عربی نظام حکومت کا مرکز قرطبہ میں منتقل کر دیا گیا۔ ناین ہمہ اشبیلیہ کا شمار اندلس کے متمول ترین شہروں میں ہونا رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ حتا نہ سمر اپنے فوجیوں کے اثرات سے محفوظ رہا انا کوئی دوسرا شہر نہیں رہا۔ اس میں سہ نہیں کہ یہاں کی آبادی نے اپنا قدیم مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کیا تھی تو بہت آہستہ آہستہ۔۔۔ اس شہر کا بڑا حصہ رومن یا گنہک تھا اور اشبیلیہ کے عمائدین کے ناموں میں مذہب تک اس دواصلت کی یاد باقی رہی۔ حزیرونا میں اسلام کی اساعت نے تجارت اور زراعت

کے بیچے حانداں ہو حجاج کے رئیس اور حویہ اندلس کے دوسرے عرب اور سرسرعما جمع کر لیے۔ اس نے اسیلیہ کے تمام علاقے کو آتش و شمشیر سے تاح و تاراج کر ڈالا اور بعد ازاں۔۔۔ بعض اوقات خود خلیفہ کی اعانت سے۔۔۔ اسلسہ کے تمام نارکسی دیں کو ساء و نرناد کر دیا (۸۷۸/۸۹۱ء)۔ سہر میں عرب محسار کل ہو گئے اور چار سال گرر حانے کے بعد کہیں حا کر حلسہ (بادساہ) نے ان کے خلاف فوجی سہم بھیجے کا فصلہ کیا۔

۸۷۸/۸۹۹ء میں دونوں حانداؤں کے رئیس، حواب تک برابر صلح و آسے سے رہتے چلے آئے تھے، ایک دوسرے سے برسرِ انکار ہو گئے۔ ابراہم بن حجاج کامیاب رہا اور اس نے گریٹ کو قتل کر ڈالا۔ مشہور و معروف باغی عمر بن حفصون [رکے ناں] کے ساتھ اتحاد کر لیے کے بعد اس نے نالآحر قرطبہ کے حلسہ کی اطاعت قبول کر لی، مگر عملاً اسلسہ میں اسے عمر محدود اختیارات حاصل رہے۔ وہاں اس نے اپنی نافاعدہ ناساعب فائیم لکری۔۔۔ سڑے سڑے طماع ساعر اور نامور معنی اس نے دربار کی ریس تھے۔ حانداں ہی امہ سے اس کے عہد وفاداری کی بعدد سے الاندلس میں ار سر نو اس و نظم کے دور کا آغار ہوا۔ حلسہ لکری عبدالرحمن الثالث کے عہد میں اسیلیہ اہمیت کے اعشار سے اگرچہ قرطبہ کا مد مقابل ہو نہیں سکا، باہم اس و حوش حانی کے دور میں داخل ہو گیا اور مرکزی حکومت کا وفادار بنا رہا۔

لیکن اس کا سب سے زیادہ روس اور درحسدہ عہد اور ساسی راویہ نگاہ سے بھی اہم ترین دور وہ ہے جو اموی خلافت کے روال کے بعد شروع ہوا، جب ۸۷۸/۸۹۱ء سے عبادیوں (قب مادہ سو) عباد کے خود مختار حانداں نے اسے اپنا بائے تحت

شہر کو مختصر سے محاصرے کے بعد ہلہ نول کر سرکبر لنا چانچہ اسے دوبارہ فتح کرنے کے لیے خلیفہ کو اپنی افواج حرک میں لانا پڑیں اور طلیطلہ کی فیصلہ کن لڑائی میں اس نے حملہ آوروں کو مار بھگایا۔ شہر پر محوس (نارمنوں) کے دوبارہ حملے کا سد باب کرنے کے لیے حلسہ نے احتیاطاً اسلسہ میں ایک سلاح خانہ تعمیر کرایا اور سرسرعما جہار سوائے۔۔۔ ناس ہمدہ نے انتظامات نارمن نانشاہ سے دوستانہ روابط قائم کرنے میں سراہم نہ ہوئے۔ یہی نہیں بلکہ اس نے نارمن نانشاہ کے دربار میں یعنی بن العتکم العرال کو سمر بنا کر بھیج دیا۔ ۸۷۸/۸۹۹ء میں، جب کہ اس کے شہر محمد کا عہد حکومت تھا، نارمنوں نے اندلس پر دوبارہ چڑھائی کی، لیکن مؤخر الذکر، جو اس دفعہ وادی الکبر کے دیائے پر اترے تھے، سالنا اسلسہ کی طرف تھے، گئے بلکہ سدھے العورہ الحصر (Algeciras) پر فائیم ہوئے کے لیے بڑھے گئے، باہم اس حلدوں اور النوری کا حمال ہے کہ نارمن اس نار بھی اسلسہ میں اترے تھے (مست بالخصوص ڈوری *Les Normands en Espagne* R Dozy در *Recherches*، طبع سوم، ص ۲۵۹ تا ۲۶۳ و ۲۷۹ تا ۲۸۳)۔

حلسہ عبداللہ کے عہد حکومت میں اسلسہ مدب تک دو یمی الاصل حانداؤں۔۔۔ سو حلدوں اور ہو حجاج۔۔۔ کے عرائم اور سرکردہوں کی آمناحہ ما رہا۔ یہ عرب ملک بھر میں بڑی بڑی حا کروں کے مالک تھے اور ان کے امالی موالی بھی بے شمار تھے۔ انہیں اسیلیہ کے نومسلم اندلسیوں سے بھی اسی ہی برب بھی جتنی کہ قرطبہ کے اموی حلفاء سے۔۔۔ اول الذکر حانداں کے رئیس گریٹ اس حلدوں نے عبداللہ کے مسدشین ہوئے ہی الشرف کے تمام علاقے میں شورش برپا کر دی اور اپنے علم معاوب

سا لیا۔ اس حامدان کا نابی قاصی ابوالقاسم محمد الاول ایک لحمی السمل نامور انداسی فقیہ اسمعیل بن عتاد کا بیٹا تھا۔ اس نے اول اول حمودی ناساہ یحییٰ بن علی کی سیادت تسلیم کر کے قوت حاصل کی، ایکس حلد ہی اسے مسترد بھی کر دیا، کیونکہ وہ محض برائے نام بھی۔ اس کی وفات پر ۵۴۴ھ / ۱۱۴۲ء میں اس کا بیٹا ابو عمرو عتاد، جو المعتمد کے نکریمی لقب سے زیادہ معروف ہے، اس کا حاکم ہوا۔۔۔ مشرق اور جنوب میں واقع ہمسایہ ریاستوں کا بے ناچا کر کے اس نے اپنی سلطنت کو توسع دی اور اس سلسلے میں اسے صرف ایک ہی سخت دشمن سے نالا پڑا، جو عرباطہ کا زہری ناساہ نادیس تھا۔ المعتمد ۴۶۱ / ۱۰۶۸ء میں فوت ہو گیا۔ اس کا بیٹا ابوالقاسم محمد نابی المعتمد اپنے شعری دوی اور صلاحیت کے لئے مشہور ہے۔ اس کے عہد میں اسپیلیہ اپنے دور کے بہترین فصلاہ کا مرجع بن گیا۔ اس نے سو حوہر سے فرطہ چھن لیا، مگر حلد ہی سیاہ فستالہ (Castile) الفاسو Alfonso سیم کی ہوس ملک گیری اس سے استصدام ہوئی اور اسے المغرب کے مغربی حصے کے نئے سلطان یوسف بن ناسس المرابطی کے سامنے دستِ اعاب درار کرنا پڑا۔ مؤخرالذکر انسی افواج سمب سمندر عبور کر کے اندلس پہنچا اور ۱۲ رحب ۵۷۹ھ / ۲۳ اکتوبر ۱۰۸۶ء کو رلافہ کی فتح عظیم حاصل کی۔ المرابطیوں حب مراکس کو لوٹ گئے تو عیسائیوں نے اسے حارحانہ اقدامات بھر شروع کر دیے۔ المعتمد کو اس نار استمداد کے لیے لمتونی سلطان کے پاس نداب حود حانا پڑا۔ یوسف نے اس کی درخواست منظور کر لی، جس نے حلد ہی اسے اس کی سلطنت سے محروم کر دیا۔ یوسف کے سپہ سالار سیر بن ابی نکر بن ناشیں نے ۵۸۴ھ / ۱۰۹۱ء میں اسپیلیہ اور اس کے ساتھ ہی قرطہ، المریہ، مریہ اور دابیہ پر قبضہ

کر لیا۔ بربر فوحوں نے شہر کو تاخت و تاراج کر دیا، نالاحانوں سے لے کر مدحانوں تک تمام مقامات لوٹ لے، عتادیوں کے محلات کو ساہ و برہاد کر دیا اور ندنصیب المعتمد کو گرفتار کر کے مراکش کی طرف حلاوطن کر دیا گیا، جہاں وہ اعمات کے مقام پر ۵۸۸ھ / ۱۰۹۵ء میں اپنے مصائب و آلام پر نوحے لکھے کے بعد فوت ہو گیا۔ ادب کا دوی رکھے والے مسلمان آج بھی ان نوحوں کو بحال طور پر داد و تحسین کا مستحق سمجھتے ہیں۔ اس نے اپنے بچھے انک فاص، شجاع اور شائستہ فرمان روا ہوئے کی سہر چھوڑی۔ عہدِ ابو عتاد کے اسلسلہ سے متعلق تمام سوں ذوری Dozy نے اپنی کتاب *Scriptorum Arabum Loca de Abbādidis*، ۳ حلد، لائڈن ۱۸۴۶ء تا ۱۸۶۳ء میں جمع کر دیے ہیں۔ المرابطی سپہ سالار سیر اپنے آقا کے نمائندے کی حسب سے اسلسلہ پر حکومت کرنا رہا اور فقیہ اسلامی اندلس کی طرح یہ سہر بھی سلاطین المغرب کے زیر نگین رہا۔ رحب ۵۲۶ھ / مئی ۱۱۳۲ء میں طنطلہ سے عسائوں کی ایک فوج نے اسلسلہ کے آس ناس کے علاقے پر نورش کی۔ ایک لڑائی کے دوران میں عامل سہر عمر بن مگور مارا گیا۔ اسلسلہ کے ناسدوں نے افریقہ میں المرابطوں کے روال اور الموحدوں کے عروج کی حروں کو پورے الماساں سے سا۔ سلطان عبدالمؤس کے سپہ سالار ترار بن محمد المصوفی نے حریرہما کا جنوب مغربی حصہ فتح کرنے کے بعد اسپیلیہ کا محاصرہ کر لیا اور سیمان ۵۴۱ھ / جنوری ۱۱۴۷ء میں اسے فتح کر لیا اور المرابطی محافظ فوج کو مار بھگایا۔ اگلے سال قاصی ابونکر العربی کی سرکردگی میں سرفاے اسپیلیہ کا ایک وفد الموحد سلطان کی نارگاہ میں اپنے شہر والوں کی طرف سے بیعت کرنے کی عرص سے حاضر ہوا۔ حب یہ وفد واپس جا رہا تھا

ان دونوں سلطاسوں کے عہد میں۔ اشیلیہ بوعداد کے آسودہ ترین آوارہ فرماں روائی کی عظمت و اقبال کا حوالہ پیش کر رہا تھا۔ اس زمانے میں اس کی آبادی قرطبہ کی آبادی سے بھی بڑھ گئی تھی۔ الموحد ناساھوں اور ان کے دربار کے اکابر امراء نے وہاں محلات بنوائے اور مسجدوں، حماموں، کاروان سراؤں اور بازاروں کی تعداد بے حد بڑھ گئی۔ ابو یعقوب ہی کے عہد حکومت میں وہ نئی عظیم الشان مسجد تعمیر ہوئی جس کے محل وقوع پر ہندروہویں صدی میں موحودہ گرجا بنے والا تھا۔ روض القرطاس (طبع نورنورج Tornberg، ص ۱۳۸) میں اس جامع مسجد کی تاریخ تعمیر ۵۰۶ھ / ۱۱۱۲ء درج ہے۔ العالی المویسہ (مطبوعہ تونس، ص ۱۲) کا گم نام مصنف ۵۰۷ھ / ۱۱۱۳ء بنا ہے۔ اس اسی رزع کے سال کے مطابق اس مسجد کی تعمیر صرف گیارہ ماہ میں پایہ تکمیل ہو پہنچ گئی تھی، جو بالکل عمارت معلوم ہونا ہے۔ اسی مصنف کے ہاں یہ ذکر ملتا ہے کہ اسلسلہ میں اسی سال کے دوران میں وادی الکسر پر ایک دل کی، دو "فصوں" کی، دندسوں اور حیدوں کی، دریا کے ساتھ ساتھ بستوں کی اور ایک کاربر کی تعمیر ہوئی۔ اسلسلہ میں الموحد کی ساں دار مسجد کا سال تک بھی باقی نہیں رہا، سوا صحن کے (حو اب Patio de los Naraujos = "ناریگی کے درختوں کا صحن" کہلاتا ہے) اور ایک دروازے کے، جسے "Puerta del Perdon" (باب معفرت) کہتے ہیں اور اس کے مسہور ترین مار Giralda کے (کیونکہ اس کی چوٹی پر ایمان کا ایک مجسمہ Statue of Faith) نصب ہے، جو ہوا کے ہلکے سے ہلکے جھونکے کے ساتھ مڑھاتا ہے، ہسپانوی زبان میں Girar مڑنے کو کہتے ہیں)۔ بحیثیت مجموعی یہ مار اپنے مثیل ماروں، یعنی رباط الفتح میں حسان کے مار اور مراکس میں جامع الکتیین کے مار، جیسا عمدہ نہیں، جو اسی

تو راستے میں ناس کے مقام پر قاضی ابوبکر نے ولایت بھائی (قبت مادہ مذکور)۔ عبدالؤمن نے الموحد یوسف بن سلیمان کو شہر کا عامل مقرر کیا، لیکن ۵۰۱ھ / ۱۱۰۶ء میں خود شہر والوں کی درخواست پر اپنے لڑکے ابویعقوب یوسف کو اس کی جگہ مقرر کر دیا۔ یہ منصب مؤخرالد کر ہی کے ناس رہا، تا آن کہ ۵۰۸ھ / ۱۱۶۳ء میں اس نے اپنے باپ کا تخت سنبھالا۔ اس کے دور حکومت میں اشیلیہ اندلس کی الموحد افواج کا صدر مقام بن گیا۔ ابویعقوب وٹان ۵۰۸ھ / ۱۱۱۲ء سے ۵۰۱ھ / ۱۱۱۰ء تک مقیم رہا اور رحمت ہوئے وقت اپنے بھائی ابواسحق محمد ابراہیم کو سالار افواج محمد بن یوسف بن وانودین اور امیر البحر عبداللہ بن جامع کی معیت میں بحالیہ عامل چھوڑ گیا۔ یہیں اسلسلہ ہی میں ابویعقوب نے ۵۰۸ھ / ۱۱۸۳ء میں ستریں (Santarem) کی مہم کے لئے ناریاں کیں، جس میں وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اس کا بیٹا ابویوسف یعقوب المصور (۵۰۸ھ / ۱۱۸۳ء تا ۵۰۹ھ / ۱۱۹۹ء)، جو اس کا حاشیہ ہوا، الموحد فوج کو اسلسلہ میں واپس لے آیا اور اپنے بچھے حصی سردار ابویوسف کو اسلسلہ کا عامل بنا کر وٹان کو لوٹ گیا۔ مؤخرالد کر کے بلانے پر ابویوسف یعقوب ۵۰۶ھ / ۱۱۹۰ء میں شلب (Silves) کی دوبارہ تسخیر کے لئے، جسے عسائی اپنی افواج و اسلحہ کے بل پر جہیں چکے تھے، ایک بار پھر اشیلیہ آیا۔ الارک (Alarcos، قبت مادہ مذکور) کی شاندار فتح کے بعد، جو ۸ شعبان ۵۰۹ھ / ۱۹ جولائی ۱۱۹۰ء کو قشتالہ کے شاہ الفاسو ہستم پر حاصل ہوئی، سلطان ایک طویل عرصے تک اشیلیہ میں مقیم رہا۔ اسی اقامت کے دوران میں اس نے قرطبہ کے شہرہ آفاق فلسفی ابن رشد (Averroes) کو فید کر دیا۔ ۵۰۹ھ / ۱۱۹۸ء، یعنی اپنی موت سے ایک سال پہلے تک وہ مراکش واپس نہیں گیا۔

دور میں بنائے گئے تھے۔ سطح زمین پر اس کا قاعدہ پینتالیس مربع فٹ ہے۔ اس کی چٹائی اینٹوں کی ہے اور دیواریں سب فٹ موٹی ہیں، جن میں بے شمار ریچھے نکلے ہوئے ہیں، جو عربی اور ورقوطی (Visigothic) سرستونوں پر قائم ہیں۔ روشنی کا برج سار کی چھت کے اوپر بنایا گیا تھا: اب اس کی حکہ ایک گھنٹہ گھر بے لے لی ہے۔ اس کی موجودہ سدی کل بس سو فٹ ہے۔

۹/۵۶۱۲ء میں المنصور کے حاسین الموحد محمد الناصر نے اسلحہ کی فصل دے وہ لسكر عزم جمع کیا تھا جسے آگے چل کر اندلس کا حصہ دوبارہ فتح کرنا تھا جو اس وقت عیسائیوں کے قبضے میں تھا۔ اس فوج کو اسی سال ۱۵ صہر/ ۱۶ جولائی کو حصہ العباب (las Novas de Tolosa) نے مقام پر شکست ہو گئی اور سلطان اور اس کی فوج کو تباہ حال ہو کر اسلحہ واپس آنا پڑا۔

اس سے تھوڑے ہی عرصے بعد ۵۶۱۷ء/ ۱۲۲۰ء میں الموحد یوسف ثانی المنصور کے عہد حکومت میں یہاں کے عامل ابوالعلاء بے وادی الکسر کے نادرے ایک برج بنایا، جس سے ساہی محل (موحدہ المنصر Alcázar، جسے چودھویں صدی میں پدرو الطاعیہ (Pedro the Cruel) نے ار سر دو تعمیر کیا) اور دریا کی حفاظت مقصود تھی۔ ایک ہسپانوی ترجمے میں اس کا عربی نام "برج الذهب" (Torre del Oro = "سار زر") دربار رکھا گیا ہے۔ اس کا دریں حصہ، جو ایک دوسرے کے اوپر بنے ہوئے سارہ حصوں پر مشتمل ہے اور اس کے اوپر کا بندارے دار برج اور اس کی چوٹی پر سب سے چھوٹی برجی اب تک قائم ہیں۔

چند سال بعد اسپین ایک بار پھر الموحد سلطان ادربس المائوں کا صدر مقام بن گیا اور ۵۶۲۶ء/ ۱۲۲۸-۱۲۲۹ء میں اس کے مراکس چلے جانے

پر شہر پر ناعی محمد بن یوسف بن ہود کا اقتدار قائم ہو گیا تھا، جس نے بالآخر الموحدین کو سرزمین اندلس سے باہر نکال دیا۔ فرڈیننڈ Ferdinand ثالث نے غرناطہ کے ناصری خاندان کے پہلے سلطان محمد اول بن الأحمر کے ساتھ اتحاد کی داع بیل ڈال کر اپنی قوت مستحکم کر لی اور ۱۲۳۷ء میں اسپین کا محاصرہ کر لیا۔ سولہ مہینوں کی ناکہ بندی کے بعد یکم ستمبر ۵۶۴۶ء/ ۱۹ نومبر ۱۲۳۸ء کو، یا بعض مصنفین کے خیال کے مطابق اس سے چار دن بعد، اسے فتح کر لیا۔ یہاں کے مسلمان باشندوں کی جان بخشی کر دی گئی اور انہیں احارب دی گئی کہ وہ یا تو اندلس کے اس حصے میں ہجرت کر جائیں جو ابھی تک مسلمانوں کے قبضے میں تھا یا پھر افریقہ چلے جائیں۔ مراکس کے مرینی سلاطین نے اگلے چند سالوں میں عیسائیوں کے ہاتھوں سے یہ شہر ایک بار پھر جہیں لے کر کوششیں کیں، جو کام ناکہ ہوئیں۔ ۵۶۷۴ء/ ۱۲۷۵ء میں ابو یوسف یعقوب بن عبدالحق نے حرل ڈوں بویو د لارا Don Nuño de Lara کی فوجوں سے فتح حاصل کرنے کے بعد اسلحہ اور سرپیس (Jerez) کے علاقوں کو بالکل تاراج کر ڈالا، لکن اسے بہت جلد پائے محب کا محاصرہ اٹھانا پڑا۔ ۵۶۷۶ء/ ۱۲۷۸ء میں اندلس کی دوسری مہم کے دوران میں وہ ایک دفعہ پھر اسپین کی دیواروں تک پہنچ گیا اور اس نے اعلیم الشرف کے علاقے کو تاراج کر ڈالا۔ اس نے ۵۶۸۳ء/ ۱۲۸۵ء تک اپنے یہ حملے جاری رکھے، جن کی تفصیل روض القرطاس میں موجود ہے۔ آخر ڈوں سانچو Don Sancho محصوراً صلح کا طالب ہوا، جو ابو یوسف کے حاشین ابو یعقوب یوسف کے عہد، یعنی ۵۶۹۰ء/ [۱۲۹۱ء]، تک قائم رہی۔ بالآخر طریف Tarifa کی دیواروں کے بیچے جب اسی خاندان کے سلطان ابو الحسن علی نے



ادوار حکومت کے لیے (۱۳۱۰) ڈوری Dozy *Histoire des Musulmans d'Espagne* ح ۲ و ۳: ۴ (۱۴) وہی مصنف: *Recherches sur l'histoire et la littérature des Arabes d'Espagne*، پارسوم، پیرس و لائڈن ۱۸۸۱ء، ۱: ۵۳ تا ۵۷، ۲۵۹ تا ۲۶۴ (۱۵) کوڈرا Deca- F Codera *dencia y desaparicion de los Almoravides en España*، سرقسطہ ۱۸۹۹ء، ص ۲۴، ۲۸۴: (۱۶) *restomatia arábigo-Simonet و Lerchnudi* *española*، غرناطہ ۱۸۸۱ء، ص ۴۰، ۴۱ (۱۷) *Madoz* *Diccionario geográfico-estadístico-histórico de España*، میڈرڈ ۱۸۴۹ء، ۱۴: ۲۰۹ تا ۲۳۴ (۱۸) *Anales eclesiásticos y Seculares* Ortiz de Zúñiga *de la ciudad de Sevilla*، اشبیلیہ ۱۸۹۳ء، بعد، ح ۶: (۱۹) *Sevilla monumental y Gestoso y Perez* (۱۹) *artística*، اشبیلیہ ۱۸۸۹ء تا ۱۸۹۲ء، ۳ جلد: (۲۰) *Antigüedades y principado de la* Rodrigo Caro *ilustrísima ciudad de Sevilla*، اشبیلیہ ۱۸۹۶ء، ۲ جلد: (۲۱) *Guichot* *Historia de la ciudad de Sevilla y pueblos importantes de su provincia*، اشبیلیہ، ۲ جلد: (۲۲) *Rodrigo Amador de los Rios* *Inscripciones árabes de Sevilla*، میڈرڈ ۱۸۷۵ء (۲۳) *Estudio descriptivo de los monumentos* Contreras *árabes de Granada, Sevilla y Córdoba*، نارسو، میڈرڈ ۱۸۸۵ء (۲۴) *Moorish Remains in Spain* A F Calvert (۲۴) لئڈن ۱۹۰۶ء۔

(لیوی پرووینسال (E LÉVI-PROVENÇAL)

الأشتر، مالک بن الحارث التیمی - الأشتر 8

کے معنی ہیں اللہ کے رسولوں والا اور اس کا یہ نام اس لیے ہوا کہ جنگ یرموک (۶۳۶/۵) میں آنکھ پر رحم کھانے کی وجہ سے اُس کے پیوٹے الٹ گئے تھے۔  
فیلة نخع حانداں مذہج کی ساج ہے۔ سہر  
کوفہ آباد کیا گیا تو اس قبیلے نے وہاں سکونت

شکست کھائی تو مسلمانوں کو اشبیلیہ کی باریاب  
ہے ہمیشہ کے لیے ہاتھ دھونا پڑا۔

یہاں ان تمام مشاہیر اسلام کی فہرست درج  
کرنا طولِ عمل ہوگا جو اسلسلہ میں پیدا ہوئے یا  
اس شہر میں رہے۔ یہاں شعراء میں سے اس حمدیس،  
ابن ہانی اور ابن قرمان، محدثین میں سے ابن العربی  
کا اور سوانح نگاروں میں سے ابوبکر بن حمر کا ذکر کر  
دیا اور قاری لوگوں کے بارے میں الگ الگ مقالات  
کی طرف متوجہ کر دیا کہی ہوگا۔

مآخذ: (۱) الأدریسی: *Description de l'Afrique*

*et de l'Espagne*، طبع و ترجمہ ڈوری Dozy و دھونہ  
de Goeje، متن، ص ۱۷۸ و ترجمہ، ص ۲۱۵ (۲) یاقوت:  
معجم البلدان، طبع و تصحیف Wüstenfeld، بدیل مادہ (۳)  
ابن عبد اللہ بن الحمیری الروص المعطار (عریطوعد  
معطوطہ، در فاس و Salé، بدیل مادہ اشلسہ) (۴)  
ابوالفدا، معجم البلدان، طبع رینو Renaud و دیسلان  
de Slane، پیرس ۱۸۸۰ء، ص ۱۷۸ تا ۱۷۵ (۵) فایان  
*Extraits inédits relatifs au Maghreb* E Fagnan  
الغرائر ۱۹۲۴ء، ص ۸۵، ۱۳۷، ۲۰۹ (۶) احبار مجموعہ  
*Ajhar Machmu'd*، طبع و ترجمہ E Lafuente y  
(Alcantara)، میڈرڈ ۱۸۶۷ء، متن، ص ۱۶ تا ۱۸ و  
ترجمہ، ص ۲۸ تا ۳۰ (۷) ابن العدار: *البيان المغرب*،  
طبع ڈوری Dozy R، ترجمہ فایان E Fagnan، ح ۲،  
اشارے: (۸) ابن الأثری، الکلیل، طبع نوربورج Tornberg،  
حسروی ترجمہ از فایان E Fagnan *Annales du*  
*Maghreb et de l'Espagne*، الغرائر ۱۹۰۱ء، اشارہ:  
(۹) المراكنى، المعجب، طبع ڈوری Dozy R، ترجمہ  
فایان E Fagnan، اشارہ: (۱۰) المقرئ، فتح الطیب،  
مطبوعہ لائڈن (Analectes)، ۱۹۰۱ء (۱۱) ابن ابی زرع  
روض القرطاس، (۱۲) ابن حلدون: *العبر*، طبع و ترجمہ  
دیسلان (Histoires des Berbères) de Slane (آخری  
دو المراتبی سلاطین، بیز الموحّدوں اور نومرین کے

اختیار کر لی۔ یہی وجہ ہے کہ اس حجر نے الأشتر کو کوئی لکھا ہے، جہاں اس نے اچھا خاصا اثر پیدا کر لیا تھا۔

ناریج و رجال کی کتابوں میں اس کی تاریخ ولادت اور عمر کا کوئی ذکر نہیں۔ اس حجر نے صرف اس لکھا ہے کہ ”عہدِ جاہلیت ہادا بها“ (تہذیب التہذیب، ۱۰ : ۱۲)۔ اس سعد نے تابعین کے طبقہ اولیٰ میں پہلا نام الأشتر ہی کا لکھا ہے۔

حضر عثمانؓ کے عہد میں جو وہ روہما ہوا اس سے پہلے الأشتر کا ذکر خاص طور پر صرف واقعہ یرموک ہی کے سلسلے میں آیا ہے، جس میں اس نے یوریطیوں کے مقابلے میں بڑی کامیابی سے جنگ کی اور ان سے لڑے ہوئے ذرب تک چلا گیا اور یہی دسری کی بدولت بڑا امیہ حاصل کیا۔

ان روایتوں کی بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ مالک کی ہندیس رمانہ قبل نعت میں کسی وقت ہوئی اور وہاب کے وقت ہچاس ساٹھ سال کی عمر ہو گئی۔

ابونمام حسب بن اؤس الطائی (م ۲۳۱ھ) نے مالک کو سمراء میں شمار کیا ہے، الحماسہ میں مالک کے یہ چار شعر موجود ہیں:

وَقَيْتُ وَفِي وَ انْحَرَفْتُ عَنِ الْعَلَى  
وَلَقَبْتُ اَصْحَابِي بِوَحْدَةِ عَوْسٍ  
اَنْ لَمْ اَسْرِ عَلَى اَنْ حَرِبَ عَارَهُ  
لَمْ نَحْلُ يَوْمًا مِنْ يَهَابِ نَفَوسٍ

ابونمام کے علاوہ نصر بن مزاحم اور ابن جریر الطبری وغیرہ نے بھی اس کے متعدد اسعار و حطے نقل کیے ہیں (واقعہ صغیر کے متعلق تقریباً سب حطے ہیں)۔

الأشتر کا شمار ان لوگوں میں ہونا ہے جنہوں نے حضرت عثمانؓ اور اس عہد کے دوسرے حکوم طبعی کے خلاف متواتر سورش برپا رکھی اور جنہوں نے

(غیر منقولہ جاہداد، جو مالِ عیبت کے طور پر ہاہ آئے) کے معاملے میں لڑنے والوں کے حقوق و دعاوی کی حمایت کی، چنانچہ اس سلسلے میں حب والی کوفہ سعیدؓ بن العاص کے سامنے لوگوں نے ایک سندِ آدمیر مظاہرہ (۵۳۳ / ۶۵۳ - ۶۵۴) کا نو الأشتر کو بھی دس اور سورش پسندوں کے ساتھ شام میں جلاوطن کر دیا گیا، مگر کچھ دنوں کے بعد اس معاویہؓ نے اسے بھر عراں واپس بھیج دیا، جس پر سعیدؓ بن العاص نے اسے والی جنص کے پاس روانہ کر دیا۔ ناین ہمہ کوفے میں سورش جاری رہی اور الأشتر بھی حلد ہی واپس آکر عوام کے ساتھ سریک ہو گیا (الطبری، ۱ : ۲۹۰ تا ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳ تا ۲۹۴)۔ اس واقعے کے بعد الأشتر کا نام اس وقت سے میں آیا ہے جب اس نے سعیدؓ بن العاص کو کوفے واپس آنے سے روکا اور حضرت عثمانؓ پر زور ڈالا کہ ابو موسیٰ الاشعریؓ [رَکَ بَانَ] کو کوفے کا والی مقرر کیا جائے (۵۳۴ / ۶۵۴ - ۶۵۵) (الطبری، ۱ : ۲۹۲ تا ۲۹۳؛ المسعودی: مروج، ۴ : ۲۶۲ تا ۲۶۵)۔ مدینہ منورہ میں بلوائیوں کی سورش کے موقع پر (۵۳۵ / ۶۵۶)، جس کا حاتمہ حضرت عثمانؓ کی شہادت پر ہوا، الأشتر کوئی دوسو آدمی لے کر کوفے سے آیا تھا (اس سعد، ۳ / ۱ : ۴۹؛ المسعودی: مروج، ۲ : ۳۵۲) اور ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا تھا (الطبری، ۱ : ۲۹۸ تا ۲۹۹ وعمرہ)، بلکہ اس کا نام قابلیہ عثمانؓ میں بھی لیا جاتا ہے (اس عساکر، در کائنات، Annali Caetani، ج ۳، ۵۳۵، ۱۳۷ و ۱۶۹، اس عساکر: العقد، نولای ۵۱۲۹۳، ۲ : ۲۷۸ وغیرہ)۔ کہا جاتا ہے حضرت علیؓ کے انتخاب کے موقع پر بھی اس نے خاصے شہد کا اظہار کیا تھا (الطبری، ۱ : ۳۰۶ تا ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸ تا ۳۰۹، الذہیری، ص ۱۵۲)؛ لیکن

عاری صلیح کے فیصلے کی اطلاع ملی تو اس کے باوجود وہ چاہتا تھا کہ لڑائی بد نہ کی جائے، کیونکہ اس کا خیال تھا کہ فتح قریب ہے۔ اس موقع پر اس سے جو تقریر کی وہ محتجب باحد میں موجود ہے (نصر بن مزاحم البقری: وقعه صفین، ص ۵۶۲ بعد، الطبری، ۱: ۳۳۱ بعد، قب الدینوری، ص ۲۰۴)۔ چنانچہ لڑائی بد ہو گئی تو جب بھی الأشتر نے کوشش کی کہ معاہدہ بحکیم پر دستخط نہ ہوں۔ واقعہ صفین کے بعد حصر علیؑ نے اسے موصل اور اس سے ملحقہ عسراں اور شام کے شہروں کا والی مقرر کیا، جہاں اسے اسر معاویہؓ کے والی الصّحاک بن قس البھری کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ لہذا وہ مجبور ہو گیا کہ موصل کی طرف ہٹ آئے۔ اب حصر علیؑ نے اسے مصر کا والی مقرر کیا، لیکن قطعی طور پر معلوم نہیں کہ فیس بن سعد کی واپسی یا محمد بن ابی بکرؓ کی معرونیہ (الکندی: الولاء، ص ۲۲ تا ۲۴) المقبری، ۲: ۳۳۶، الطبری، ۱: ۳۲۲، الیعقوبی، ۲: ۲۲۷ المسعودی: مروج، ۴: ۹۲، کانسائی Cactani، Annali، ج ۵۳، پارہ ۲۲۱ تا ۲۲۳)۔ بہر کیف واقعات کچھ بھی ہوں الأشتر کو مصر کے راستے ہی میں ہلاک کر دیا گیا۔ وہ قلمرو کے مقام پر پہنچا تھا (۵۳۷/۶۵۸ یا ۹۳۸) کہ مقامی حایستار ("quaestor")، یعنی خزانچی نہیں بلکہ "logistarius"، یعنی لشکر کی رسد وغیرہ کا ناظم، دیکھیے J. Maspero، در BIFAO، ۱۱: ۱۵۵ تا ۱۶۱) نے اسے زہر دے دیا، جس سے وہ حال ہی نہ ہو سکا (الطبری، ۱: ۳۳۹ تا ۳۴۰)۔ اس کی موت کی خبر سن کر حصر علیؑ اور حصر امیر معاویہؓ نے جو کلمات کہے وہ آگے چل کر بہت مشہور ہوئے۔ حصر علیؑ نے کہا "لَبِیْذِیْنِ وَلِقَمٌ" دوہوں ہاتھوں اور منہ کے بل [گرا]۔" (ان کلمات سے اس

یہ واقعات غالباً صحیح نہیں یا آگے چل کر سیاسی اختلافات کی وجہ سے ایسی روایات مشہور ہو گئیں جن میں الأشتر کی مخالفت اور مواظب میں بڑے مسائل کا کام لیا گیا اور جنہیں ارباب تاریخ و سیر نے بعد تحقیق و تدقیق کے نقل کرنے چلے گئے: چنانچہ بعض روایات میں تو یہاں تک کہا گیا ہے کہ الأشتر ان لوگوں میں سے تھا جو حصر علیؑ کو بھی اپنی رائے کا پابند بنانا چاہتے تھے، البتہ انکار نہیں کیا جا سکتا تو اس امر سے کہ الأشتر کو حصر علیؑ سے والہانہ عقیدت بھی اور وہ ان کی حمایت میں ہمیشہ سہ سپر رہا تھا۔ حصر علیؑ نے اس سے نہ صرف مشکل ترین موقعوں پر کام لیا بلکہ الحریرہ میں کئی ایک مقامات کا والی بھی مقرر کیا۔ وہ واقعہ حمل ۵۳۹/۶۵۹ میں سریک تھا اور اس نے کوفے سے حصر علیؑ کے لیے کمک بھی فراہم کی تھی۔ ایسے ہی امیر معاویہؓ کے خلاف ایک معرکہ میں وہ حصر علیؑ کی فوج کے طلائیہ کا سالار تھا، جس کے دوران میں اس نے اہل رتہ سے دریائے فرات پر حیرا ایک پل بندھوایا، تا کہ فوج اس پر سے گزر سکے (الطبری، ۱: ۳۲۵ تا ۳۲۹)۔ جنگ صفین میں وہ مجسمہ کا فائدہ لیا اور لڑائی میں بھی اس نے بڑے حوش اور بہادری سے کام لیا (الطبری، ۱: ۳۲۸، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱،

ص ۲۷۷؛ (۱۸) التبریزی: شرح الحاشیة، ۱: ۷۰؛  
 (۱۹) المغرب فی حلی المغرب، ۵/۱: ۶۸؛ (۲۰)  
 محمد تقی الحکیم، مالک الأشتر؛ (۲۱) کائناتی  
 Annali Caetani، به امداد اشاریه وح ۷ تا ۱۰  
 بمواضع کثیره، مآخذ کے متعدد حوالے: وہی کتاب،  
 تحت ۵۳۷، پیرا ۳۳۲ تا ۳۳۹.  
 (L. VECCHIA VAGLIFRI [و مرتضیٰ حسین فاضل و ادارہ])

الأشجع: دیکھیے غطفان

الأشجع بن عمرو السلمي: ابوالولید، دوسری  
 صدی ہجری / آٹھویں صدی میلادی کے آخر کا عرب  
 شاعر۔ وہ یسّم بھا اور بچیں ہی میں اپنی والدہ کے  
 ساتھ بصرے میں آ کر مقیم ہو گیا تھا۔ اس میں  
 اہاف و دکاب کے آثار دیکھ کر اس شہر کے موقع  
 پر، جس میں سّارن ترد (سوغقل کے مولیٰ) کی وفات  
 کے بعد کوئی نامور شاعر نہ رہا تھا، اسے اپنے اندر  
 شامل کر کے اس کا ایک قسی سبب نامہ لکھ لیا۔  
 حب اس کی تربیت کا زمانہ ختم ہو چکا تو وہ جعفر  
 بن یحییٰ البرمکی کے پاس الرقة چلا گیا، جس نے اسے  
 ہارون الرشید کے سامنے پیش کر دیا۔ اس وقت سے  
 وہ حلقہ اور اس کے درباریوں (نوابک، القاسم بن  
 الرشید، الأبن، الفصل بن الریح، محمد بن منصور بن  
 ریاد وغیرہ) کا مدح سرا ہو گیا۔ اس کا جس قدر کلام  
 ہم تک پہنچا ہے اس کا بیشتر حصہ ان مضامین پر  
 مشتمل ہے جنہوں نے بصرے کے بومس کی بدولت  
 ریاد سے ریادہ شہر پائی۔ ان کے علاوہ کچھ  
 مرتبے بھی ہیں، جس میں قابل ذکر وہ مراثی ہیں جو  
 اس نے الرشید اور حود اپنے بھائی احمد کی وفات پر  
 کہے۔ احمد حود بھی شاعر تھا، مگر اس نے اپنے آپ کو  
 صرف عشقیہ شاعری تک محدود رکھا (اس کے بارے  
 میں دیکھیے الصولی: الآوار، ص ۱۳۷ تا ۱۴۳)۔

مآخذ: (۱) الصولی: کتاب الآوار، طبع دُن

J. H. Dunne، القاہرہ ۱۹۳۴ء، ۱: ۷۳ تا ۱۳۷،

حوشی کا اظہار ہوتا ہے جو کسی کے کرنے سے  
 حاصل ہو) (المیدانی: أمثال، ۲: ۴۷۰؛ قسب Caetani  
 Annali، تحت ۵۳۷، پارا ۲۲۴، حاشیہ ۱) اور  
 'میر معاویہ' نے کہا: "لَقَدْ الْعَاكَرُ مِنْهَا الْعَسَلُ = خدا  
 کے لشکر شہد کی شکل میں بھی ہوئے ہیں۔"  
 اسر معاویہ کا قول تھا کہ الأشتر حصرب علی  
 کا ایک اور عمار بن یاسر ان کا دوسرا  
 نارو ہیں۔

حسامی اعتبار سے الأسر بہت حسین، مصبوط  
 اور قوی شکل انسان تھا۔ اس کی بنوار کا نام  
 "الآج" تھا، جس کے معنی ہیں "آب رواں کی چمک"  
 (ناج العروس، ۲: ۹۳)۔

مآخذ: (۱) الطبری: تاریخ، مطبوعہ حسیہ،  
 مصر: (۲) ابن الأثیر: الكامل، مصر ۱۳۱۳؛ (۳)  
 المسمودی: مروج الذهب، طبع محمد معی الدین،  
 ۱۹۴۸ء؛ (۴) مصر بن سراحم المقری: وقعة صفین،  
 طبع عبدالسلام و محمد ہارون، قاہرہ ۱۳۶۵ء، بعد  
 اشاریہ: (۵) ابو عمرو محمد بن عمر الکتبی: معرفة اصحاب  
 الرجال، مطبوعہ بمبئی؛ (۶) ابن ابی الحدید:  
 شرح نهج البلاغہ، قاہرہ ۱۳۲۹ء، ۱: ۱۵۸ تا  
 ۱۶۰ و ۲۸: ۳۰، ۸۰ و ۳: ۱۱۶، ۱۱۷؛ (۷)  
 شیع عباس قسّی: تحفۃ الاحباب، تہران ۱۳۶۹ء؛ (۸)  
 عبدالعسین احمد الامینی: العذیر، حرہ ۹ بعد،  
 تہران ۱۳۷۲ء؛ (۹) نور اللہ شوستری: معالیٰ المؤمنین؛  
 (۱۰) حسن سندوی: حواشی و تحقیقات، مصر ۱۹۳۳ء؛  
 (۱۱) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ، بیروت ۱۹۵۷ء؛  
 (۱۲) شیع عباس قسّی: الکتبی و الألقاب، نجف ۱۹۵۶ء؛  
 (۱۳) ابن حجر: الأمّانة، ۳: ۴۵۹، مصر ۱۳۵۸ء؛  
 (۱۴) وہی مصنف: تہذیب، ۱۰: ۱۱؛ (۱۵)  
 ابو عمر محمد بن یوسف الکندی: الولاة و القضاة،  
 ص ۲۸؛ (۱۶) المرتزبان، ص ۳۶۲، (۱۷) سبط اللّٰی،

افلاطون - ان اعلام کو بالعموم پیغمبر یا حکماء ملہم قرار دیا گیا ہے - ابتدا سے لے کر آج تک اس فلسفے نے، جس میں وحی اور الہام کو خاص درجہ علم ٹھہرایا گیا ہے، اسلامی فلسفے پر بڑا گہرا اثر ڈالا ہے - ان مسلمان حکماء پر جنہیں مشائخ کہا جاتا ہے اس کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہے۔ گو ابی رشد پر اس کا اثر سب سے کم ہے۔

مآخذ: (۱) حاجی خلیفہ، طبع فلوکل، ۳: ۸۷  
(۲) د بور T J de Boer، *Urāns*، (عورانی)، در *Zuschr* ۲۷: ۸ (۱۹۱۲ء) بعد؛ (۳) کارا ڈ وو *La philosophie illuminative d'après Carra de Vaux*، در *Suhrawardi Meqtoul*، *JA*، سلسلہ نہم، ۱۹: ۱۹۰۲ (۱۹۰۲ء) بعد؛ (۴) *Ibn Thofail* L. Gauthier، (۴) بعد؛ (۵) *M Horten*، ۱۹۰۹ء، ص ۵۹ بعد؛ (۶) *Die Philosophie der Erleuchtung nach Suhrawardi* Halle ۱۹۱۲ء (۶) وہی مصنف؛ *System von Schirazi*، شتراس بورگ ۱۹۱۳ء؛ (۷) *De tempels van het licht door S v d Bergh*، در *Tijdschr* voor *Wysbegeerte* ۱۰: ۳۰ (۱۹۱۶ء) بعد۔

(د بور T J DE BOER)

- اشرف: دیکھیے شریف۔
- اشرف: ایران کے صوبہ مازندران کا ایک شہر اور اسی نام کے صاع (سُلوک) کا صدر مقام، جو ۳۶ درجہ، ۱۴ دقیقہ، ۵۵ ثانیہ شمال، ۳۵ درجہ، ۳۲ دقیقہ، ۳۰ ثانیہ مشرق میں بحیرہ احمر سے پانچ میل دور، ساری سے بیتیس میل مشرق میں اور استر سے بیتالیس میل مغرب میں ان دونوں شہروں کو ملائے والی سڑک پر واقع ہے - یہ شہر رفیع و بلند سلسلہ کوہ البرز کی سادات سے ڈھکی ہوئی، باہر نکلی ہوئی، نوک دار چٹانوں کے داس میں واقع ہے، جہاں سے شمالی جانب حلیح استر آباد کا نہایت

جس میں اس شاعر کے اشعار کا اہم حصہ موجود ہے؛ (۲) الجاحظ: البیان، طبع السندوی، ۳: ۱۹۴ تا ۱۹۵؛ (۳) ابن المعتز: طبقات، در *GMS*، سلسلہ جدید، ۱۳: ۱۱۷ تا ۱۱۸؛ (۴) ابوتام: حماسہ، بامداد اشاریہ: (۵) ابن قتیبہ: الشعر، ص ۵۶۲ تا ۵۶۵؛ (۶) الأغانی، ۱۷: ۳۰ تا ۵۱؛ (۷) الرزاسی: موضح، ص ۲۹۵؛ (۸) تاریخ بغداد، ۷: ۴۵؛ (۹) ابن عساکر، ۳: ۵۹ تا ۶۳؛ (۱۰) رفاعی: عصر المامون، ۴: ۴۱۹ تا ۴۲۲؛ (۱۱) براکلمان، تکملہ، ۱: ۱۱۹۔  
(پلا Ch PELLAT)

- الأشدق: دیکھیے عمرو بن سعید۔
- الاشرافیتون: (بالفاظ دیگر "الحکماء") یعنی ہروان حکماء الاشراف یا حکماء المشرقیہ (جسے بہت سے [مستشرقین]، مثلاً پوکوک Pococke، منک Munk اور ریمان Renan نے مشرقیہ، بمعنی اہل مشرق، پڑھا ہے) - یہ نام خاص طور پر السہروردی (م ۱۱۹۱ء) کے مریدوں کو دنا جاتا ہے؛ لیکن یہ نام اور موضوع اس سے کہیں زیادہ قدیم کا حامل ہے (اس نام کے لیے قب مادہ حکماء) - در اصل یہ مسئلہ یونان کے یونانی فلسفے [جس میں گونا گوں فلسفی عقائد کو متحد کیا جائے] کا ہے، جو فلسفہ نو افلاطونی، فلسفہ ہرمسی (Hermetic) اور ان جسے اور ماحد کے ذریعے مشرق میں آیا اور وہاں پہنچ کر اسے قدیم ایرانی اور دیگر مروج نظریوں کے ساتھ مخلوط کر دیا گیا - یہ ایک روحانی فلسفہ ہے، جس میں علم کا نظریہ مصوبانہ ہے - اس میں خدا کو نور اور عالم ارواح کو منہبط انوار قرار دیا گیا ہے اور ہمارے علم کو وہ نور جو اس عالم سے عقولِ افلاک کے ذریعے ہم پر اترتا ہے - اس عقیدے کے لیے مندرجہ ذیل حکماء خاص طور پر حجت مانے جاتے ہیں: ہرمس Hermes، اعانادیمون Agathodaemon، ابیادقلس Empedocles، فیثاغورس Pythagoras وغیرہ، اور ارسطو (کم از کم حقیقی ارسطو) سے بڑھ کر

ہی دل آویز سطر دکھائی دیتا ہے۔ اگرچہ وہ علاقے جن میں سے ہو کر ہم اشرف پہنچتے ہیں بڑے شاداب و روحیر ہیں اور وہاں بہترین قسم کی روٹی اور گندم پیدا ہوتی ہے، ناہم اشرف کا اپنا میدان دلدل بنتا جا رہا ہے۔ یہاں سرو، جنگلی انگور، برنج اور باریکی کی پیداوار نامرط ہوتی ہے۔

پہلے زمانے میں یہ ایک غیر اہم شہر تھا اور حکمران کے نام سے موسوم، مگر اشرف کے نئے شہر کی تاریخ کا آغاز ۱۶۰۲ء/۱۶۱۲ء-۱۶۱۳ء سے ہوتا ہے، جب اس کی بنیاد شاہ عباس اول نے رکھی۔ شاہ کا ارادہ یہ تھا کہ جنگل میں اپنے لیے ایک دہلی تفریح گاہ بنائے، چنانچہ اس نے انتہاء میں اشرف صرف مراعات کے چند بڑے بڑے مکان کے مجموعے پر مشتمل تھا، جو قصر شاہی کے ارد گرد واقع اور ساری حائے والی سڑک کے ساتھ ساتھ پھیلے ہوئے تھے، لیکن شدہ شدہ شاہی عمارات بہت بڑے وسیع و عریض رقبے پر پھیل گئیں اور چھ حداثہ آبادیوں کی صورت اختیار کر گئیں، جن میں سے ہر ایک کا اپنا ایک باغ تھا۔ فریر Frazer کے سن کے مطابق ان میں سے پانچ عمارتیں، یعنی باغ شاہی، عمارت صاحب زمان (جس سے صیاف حائے کا کام لیا جاتا تھا)، حرم، خلوت اور باغ تہ ایک ہی فصیل کے اندر محصور تھیں اور چھٹی عمارت، یعنی عمارت چشمہ، باہر واقع تھی۔ مہمانوں اور سیاحوں کے قیام کے لیے بہت وسیع جگہ مہیا کی گئی تھی۔ محلات اور [ان کے درمیان] مشہور سنگ سب راسنے کی تعمیر میں ہر مادی کے پورے جوہر دکھائے گئے تھے۔ ان کے لیے ناکو سے پتھر اور سنگ مرمر کی بڑی بڑی سلیں مگوانی گئی تھیں اور انہیں سلاخوں سے پیوست کر کے سسے سے جوڑا گیا تھا۔ ناعوں میں روشیں سی ہوئی تھیں، جن کے کناروں پر صنوبر اور سنگتروں اور دوسرے پھلوں کے

درخت لگے ہوئے تھے۔ ان باغوں کی آب پاشی کے لیے بڑے بڑے نالوں، حوضوں اور مصنوعی نہروں کا نہایت اعلیٰ نظام قائم کیا گیا تھا۔ ان میں پانی ایک چشمے سے آتا تھا اور اسی چشمے سے متعدد آشوروں اور موآروں کو فراہم کیا جاتا تھا۔ اوپر پہاڑیوں پر صی آباد کی مشہور رصدگاہ بھی اور ایک سد تھا جو اشرف کے گرد و نواح میں دھاں کے کھیتوں کے لیے پانی مہیا کرنا تھا

اٹھارھویں صدی کے آغاز میں صفوی خاندان کی حکومت پر روال آ گیا، جس کے باعث ہوئے والی حاندہ جنگیوں، سر شمال مشرق کی طرف سے ترکمانوں کے حملوں سے اشرف کو سب مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ اسے پہلے افغانوں نے اور پھر زند کی فوجوں نے لوٹا۔ چہل ستوں کا عظیم الشان ایوان نادر شاہ کے عہد میں حلا لہ راکھ کر دیا گیا اور اس کی جگہ نادر شاہ نے جو عمارت کھڑی کی وہ اس سے کہیں گھٹیا تھی۔ محمد حسن خان قاجار نے کچھ مرتبہ کرانیں، لیکن شاہی عمارات میں سے جو کچھ باقی رہ گیا تھا اسے ماریدراں کے حاکم خان سواد کوہ نے سہ و بر باد کر دیا۔ یوں اسراف صحیح معنوں میں ایک قریۃ ویران ہو کر رہ گیا، تاآنکہ آقا محمد خان قاجار زندان زند سے، جو شیراز میں واقع تھا، نکل بھاگا اور ماریدراں کو اپنا مستقر بنا کر اشرف کو ۱۱۹۳ھ/۱۷۷۹ء میں اس پر نو تعمیر کرایا۔ اگرچہ اس کی ترقی کی رفتار بہت سست رہی، تاہم ۱۸۲۶ء میں یہاں پانچ سو ۱۸۵۹ء میں آٹھ سو پینتالیس اور ۱۸۷۴ء میں بارہ سو سے زائد گھر آباد تھے۔ اشرف کو ابھی کھوئی ہوئی حوٹن حالی اور شان و شوکت دوبارہ نصیب نہ ہو سکی اور اب اس کے ویران و تباہ شدہ محلات کا مصرف بھی محض یہ رہ گیا ہے کہ ابھی عظیم رومہ کو یاد دلانے رہیں۔

مآخذ: (۱) اسکندر مشی: تاریخ عالم آرائے

مسعود کی تعجب شیشی کے خلاف ہے؛ چنانچہ اس نے سلمان تک اشرفی کو قونیہ سے بلوایا اور اسے ان سے ملنے فرمان روا بچوں کا سرپرست مقرر کر دیا (۸) ربيع الاول ۵۶۸ھ / ۱۴ مئی ۱۲۸۵ء)۔ معلوں کی اغائب و حمایت سے مسعود نے، جو اس وقت قیصری میں تھا، ان دونوں بچوں کو قتل کر دیا اور خود مالک و محتار بن بیٹھا۔ یہ دیکھ کر سلمان تک نے سہری چلا گیا۔ بعد ازاں (۵۶۸ھ / ۱۲۸۸ء میں) اس نے مسعود کی اطاعت اختیار کر لی اور قونیہ چلا آنا مسعود چاہا تھا کہ ایسے بھائی سیاوش کو، جسے وہ ابا حریف سمجھتا تھا، قید کر دے۔ اس خیال سے اس نے اسے بے سہری بھیج دیا، بظاہر اس عرصے سے کہ وہ اشرفی کی بیٹی کو اس کی دلہن بنا کر واپس لے آئے۔ ادھر اشرفی سے پہلے ہی سارنار ہو چکی تھی، چنانچہ اس سارنار کے مطابق اشرفی نے سیاوش کو گرفتار کر کے قید کر دیا، لیکن پھر گسری تک فرامانی کی دھمکی سے، جو سیاوش کا طرف دار تھا، وہ اس کے رہا کرنے پر مجبور ہو گیا (سلحوں نامہ، پیرس، قومی کتب خانہ (Bibliothèque Nationale)، فارسی معطوطہ، عدد ۱۰۵۰۳)۔

اس وقت تک سلجوقی مملکت ابنا اقتدار نہوچکی تھی اور سلیمان تک ہر وقت کسی نہ کسی سے لڑائی میں الجھا رہا تھا۔ بعض اوقات اپنے ہمساحوں سے اور بعض اوقات سلجوقی گوربروں کے خلاف۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ وہ فرامانی کے ہاتھ پڑے پڑے بیچ گیا، جس نے بے سہری کے حملہ کر دیا تھا؛ لکن بعد میں اسے فتح حاصل ہوئی۔ اسی زمانے میں اسے اپنے علاقے پر گنجائتو ایل حانی کے حملوں سے شدید نقصان اٹھانا پڑا۔

۲ محرم ۵۷۰ھ / ۲۷ اگست ۱۳۰۲ء کو درور دوشہ سیف الدین سلیمان تک نے وفات پائی اور اسے اس مقبرے میں دفن کیا گیا جو

عربی، تہران ۱۸۹۷ء، ص ۶۰۰ تا ۶۰۶؛ (۲) *An Historical Account of the British Hanway*، لندن ۱۸۰۳ء، ص ۱؛ ۲۹۲ بعد؛ (۳) فریئر J B Frazer *Travels and Adventures etc. on the Southern Bank of the Caspian Sea*، لندن ۱۸۲۶ء، ص ۱۲ تا ۱۳؛ (۴) *Collection of Journals and Reports*، G C Napier، لندن ۱۸۷۶ء؛ (۵) رابینو H L Rabino *Māzandarān and Astarābād*، لندن ۱۹۲۸ء، (۶) ہانتشے Haentzsch، *DMG*، ۱۸۶۲ تا ۱۸۶۹؛ (۷) *Erdkunde* K Ritter، ۵۲۳ تا ۵۲۷۔

(سیوری R M SAVORY)

الاشرف المملک: دیکھئے ابویہ

اشرف اوغللری: تیرھویں صدی کے نصف آخر میں سلجوقیوں کی طرف سے اناطولیہ میں سرحدوں کے نگران۔ یہ لوگ ایک زمانہ دلیہ کے افراد تھے، جنہیں اناطولیہ کی سلجوقی حکومت نے اپنی معری سرحدوں پر آباد کر دیا تھا۔ انہوں نے گورگرم سہر کو خوب آراستہ و پراسہ بنا اور اس کے بعد بے سہری کو، اور اس علاقے میں اپنی ایک رہائش قائم کر لی۔

اس خاندان کا پہلا فرد، جس سے ہم روساس ہیں، سلجوقی امیر اسرف اوغلو سمعان الدین سلمان تک ہے، جس نے عنات الدین کیخسرو ثالث اور عنات الدین محمود ثانی کے عہد حکومت میں کارہائے نمایاں دکھائے۔ جب معری معلوں، یعنی ایل حاسوں نے کیخسرو کو قتل کر دیا تو انہوں نے مسعود ثانی کو اس کی جگہ حکومت کرنے کے لیے کہا (ربیع الاول ۵۶۸ھ / جون ۱۲۸۳ء)۔ اس پر کیخسرو کی والدہ نے، جو اس وقت قونیہ میں تھی، ایل خانیوں کی رضامندی سے اعلان کر دیا کہ کیخسرو کے بیٹے اس کے جانشین ہیں۔ یہ گویا اس امر کا اظہار تھا کہ وہ

کر دیا گیا۔ اس نے اناطولیہ کے بیگوں کو، جو خود مختارانہ اور ناعمانہ انداز میں کام کرنے کے جوگر ہو چکے تھے، زیر کرنے کی عرص سے سب سے پہلے قوسہ کو مسح کیا (۱۳۲۰ء)، جو قرہمانوں نے زیر اقتدار آچکا تھا۔ چند سال بعد اس نے بے شہری پر چڑھائی کی، سلیمان نک کو پکڑ لیا اور قتل کر کے اس کی لاش چھل بے شہری میں بھنکوا دی (مصحف مسالک الانصار لکھتا ہے کہ اسے نہایت ادب دے دے کر مارا گیا، اس کی انکھیں نکال دی گئیں، اس کی ناک اور کان کاٹ دیئے گئے اور اس کے حصے کاٹ کر اس کی گردن میں لٹکا دیئے گئے)۔ اس کے قتل کی تاریخ ۱۱ ذوالقعدہ ۷۲۶ھ / [۹] اکتوبر ۱۳۲۶ء ہے (یہ تاریخ سانحوں نامہ کے معطوطہ پیرس میں مذکور ہے: تقویم عمومی میں اس کی تاریخ وفات ۷۲۲ھ / ۱۳۲۲ - ۱۳۲۳ ۷۲۳ء درج ہے)۔

سلیمان ثانی کی وفات کے ساتھ ہی اشرفی ریاست کا چراغ گل ہو گیا۔ دیرناش کے عہد حکومت کے بعد ان کے علاقے کچھ نو حامدیوں کے قبضے میں چلے گئے اور کچھ قرہمانوں نے ہتھ لایے۔ اشرافیوں کے متکے اب تک کہیں دستیاب نہیں ہو سکے، لیکن اس امر کا امکان ہے کہ محمد نک کے کچھ سگے موحود ہوں۔ شہاب الدین عمری نے اپنی کتاب مسالک الانصار میں ذکر کیا ہے کہ اشرافیوں کے پاس ستر ہزار سوار فوج بھی اور ان کی مملکت میں ساٹھ شہر اور ایک سو پچاس گاؤں تھے۔

سلیمان نک نے بے شہری (جسے وہ سلیمان شہری کہتا تھا) کے قلعے کے دروازے پر حمادی الاولیٰ ۷۶۸ھ / مئی ۱۲۹۰ء میں جو کتبہ لگوا دیا تھا اس میں اس کے حوالہ سے درج ہیں (مثلاً ”امیر معظم“)، پیر جو دوسرے کتبوں میں مذکور ہیں (مثلاً ”الامیر العادل“ : دیکھیے

اس نے بے شہری میں اپنی ماہ کردہ مسجد کے متصل اپنی موت سے ایک سال پہلے خود تعمیر کرایا تھا۔ سلیمان نے بے شہری میں، جس کا نام اس نے سلیمان شہری رکھا تھا، متعدد عمارات تعمیر کروا کر ہر کی روبرو میں بڑا اضافہ کیا۔ اس نے اس کے قلعے کی مرمت کرائی اور قلعے کے دروازے پر ایسا نشہ نصب کرایا (۷۶۸ھ / ۱۲۹۰ء)۔ اس نے ۷۶۹ھ / ۱۲۹۶ء میں اپنی مسجد تعمیر کرائی۔ جو فی تعمیر کا ایک مختار نمونہ ہے اور ۱۳۲۰ء میں اپنا مقبرہ تعمیر کرایا اور اپنے وقت کے (وقیفہ) میں اس نے اپنے بیٹوں محمد اور انور کو ان عمارات کا متولی نامزد کیا (حیل ادم ۰ ادولو اسلامی کتب خانہ، در TOEM، سال ہجری ۱۳۹۰ء؛ یوسف آں یورپ بے شہری کتب خانہ لری و اشرف اوغلو حامی و برہ سی)۔

اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا سارالدین محمد نک اس کا حاشیہ ہوا، جس نے اپنی مملکت میں دو شہروں، آں شہر اور تولویدین Bolvidin کا اضافہ کیا۔ اشرفی امیر صیاء الدین نکاری نے ۷۲۰ھ / ۱۳۲۲ء میں شہر (آں شہر Akshehir) کے اندر بازار کی مسجد سوائی (۱-ح۔ اوروں چارسلپی ۰ نشانہ لری، ۲: ۲۶)۔ حب ایل حاشیہ والی ولہ امیر چوہان ۱۳۱۰ء میں اناطولیہ آیا تو اناطولیہ نے ان بیگوں میں جو اس کی خدمت میں عرصہ لشکر اطاعت و وفاداری حاضر ہوئے ایک اشرفی امیر بھی تھا (مسامرہ الاحار، ۳۱۱)؛ یہ امیر ضرور سارالدین محمد ہوگا۔

محمد نک ۷۳۲ھ کے بعد وفات پا گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا سلیمان ثانی حاشیہ ہوا، جس کی حکومت بہت ہی تھوڑی مدت تک رہی۔ اناطولیہ میں چونکہ ایل حاشیہ کا اثر وہ نہ انحطاط تھا، لہذا امیر چوہان کا لڑکا دیرناش اناطولیہ کا والی مقرر



مآخذ: (۱) ح - اوزون چار شیلی: اندلو بیلکلیری  
قرہ قویونلو و آق قویونلو دولتری، انقرہ ۱۹۳۷ء؛ (۲) کتابہ لہر،  
ج ۲، استانبول ۱۹۲۹ء؛ (۳) اندلو ترک تاریخہ اوج  
سہم سیم: دمیتراش، اردنہ و قاسی، برہان الدین احمد،  
در TEM، ج ۷، ۱۹۳۱ء؛ (۴) سلجوق نامہ، بزبان فارسی،  
کتب خانہ ملیہ پیرس، فارسی مخطوطہ، شمارہ ۱۰۰۳  
پیرس و ترجمہ، ار دکتور فریدون نافذ اورلوق،  
۱۹۵۲ء؛ (۵) مناقب العارفین، سلیمانہ کتب خانہ،  
مخطوطہ حالت افندی، شمارہ ۳۲۱؛ اور محشی ترکی ترجمہ،  
ارتعصین یاریعی، ۱۹۵۴ء؛ (۶) خلیل ادم: آندلود اسلامی  
کتابہ لہر، در TOEM، سال ہجری ۷۰۰؛ یوسف آق یورت:  
پیر شہری کتابہ لہری و اشرف اوغلاری حامی و تربی،  
در ترک تاریخ، آرکیولوجیہ و اتنوگرافیہ درگیسی، سال  
چہارم ۱۹۳۰ء؛ (۸) خلیل ادم: دول اسلامیہ، استانبول  
۱۹۱۷ء؛ (۹) مسامرۃ الأخبار، طبع عثمان توران، انقرہ  
۱۹۳۳ء؛ (۱۰) مسالک الابصار، طبع Fr Taeschner،  
لانہرگ ۱۹۲۹ء۔

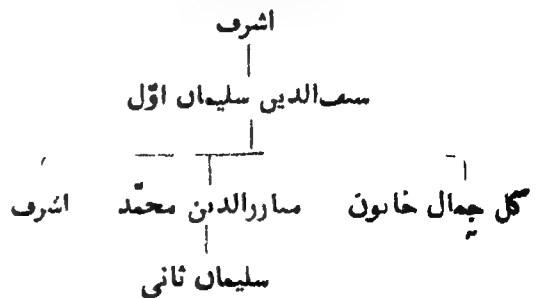
(اسمعیل حقّی ازون چار شیلی)

اشرف جہانگیر (۱۸۷۱): بن سید محمد ابراہیم،  
۱۸۸۸ء / ۱۲۸۹ء میں مقام السّمان (حراسان)، حو  
ان کے والد کے زیرِ حکومت تھا، پیدا ہوئے۔ ان کی  
والدہ حدیجہ احمد بیوی [رکّ نان] کی بیٹی تھیں۔  
وہ قرآن [محمّد] کی ساتوں قراءتوں کے حافظ بھیے اور  
انہوں نے ابھی تعلیم چودہ سال کی عمر میں ختم کر  
لی تھی۔ تصوف سے شعب انہیں کشان کشان  
علاء الدولہ السّمانی [رکّ نان] کی خدمت میں لے  
گیا، حو ابھی وقت کے مشہور صوفی تھے۔ انہیں کی  
خدمت میں وہ اکثر حاضر رہتے تھے۔ ابھی والد کی  
وفات پر ۱۲۰۵ء / ۱۳۰۵-۱۳۰۶ء میں وہ ریاست کے  
وارث ہوئے، مگر بھوڑے ہی دنوں بعد ابھی بھائی  
محمد کو تخت سپرد کر کے سلطنت سے دست بردار  
ہو گئے اور ہندوستان کی طرف چل پڑے، جس کی

یوسف آق یورت و خلیل ادم)، ان سے ظاہر ہوتا ہے  
کہ وہ سلحقہ کا ایک امیر تھا۔

سلیمان نک کی مسجد اور اس کا سر اور  
محراب فن تعمیر کے نہایت عمدہ نمونے ہیں۔  
مسجد کی مرین اندرونی چوب، جو شکل میں مستطیل  
ہے، لکڑی کے ازبالیس ستونوں پر کھڑی ہے اور  
آویزوں (stalactites) سے آراستہ ہے۔ محراب کو  
چھپی کی کاشی کاری، قرآن [محمّد] کی آیات اور احادیث  
سے مزین کہا گیا ہے۔ سر فی چوب مراشی کا  
شاہ کار ہے اور آپوس کے ٹکڑوں کو جوڑ کر بنایا  
گیا ہے۔ سر کے سامنے کے دروازے کے گردا گرد  
سلجوقی خط نسخ میں پوری آیہ الکرسی کندہ ہے  
اور دروازے کے اوپر حلقے اربعہ [رضوان اللہ علیہم  
احمیں] کے اسماء کو فی خط میں لکھ دیے ہیں۔  
سلیمان نک کا مقبرہ اگرچہ فی تعمیر کا بہترین نمونہ  
ہے لیکن امتداد زمانہ سے حراب اور شکستہ ہو چکا ہے۔  
عربی زبان میں فلسفے کی ایک کتاب مسمیٰ بہ  
المصوّل الاشریہ فی اصول الرّہانیہ و الکشمیہ  
موجود ہے، جس کی نو فصلیں ہیں اور جسے  
شمس الدین تشتری نے سار الدین محمد نک اشرفی  
کے لیے تصیف کیا تھا۔ مصف کا حود نوشتہ قلمی  
نسخہ، حو قویہ میں ۱۲۱۰ء / ۱۳۱۱ء میں لکھا  
گیا تھا، آیاصومہ کے کتب خانے میں موجود ہے  
(عدد ۲۴۴۵)۔

#### خاندان اشرفیہ



مصنف ہیں۔ مؤخر الذکر کتاب کی شاہ عبدالحق دہلوی [رک نان] نے بڑی تعریف کی ہے۔ ان کا روضہ آسپردہ اور دماغی امراض کے ہزاروں مریضوں کی زیارت گاہ ہے، جو وہاں صحت و سفا کی اسد میں خاص ہوئے ہیں۔

مآخذ: (۱) نظام النہی لطائف اشرفی، ۲ جلد، دہلی ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰-۱۸۸۱ء (۲) علام سرور لاہوری حرثہ الامنیہ، کانپور ۱۹۱۳ء، ۱: ۳۷۱ تا ۳۷۷؛ (۳) عبد اللہ حویثی: معارج الولایہ، (پنجاب یونیورسٹی قلمی سہ)؛ (۴) عبدالرحمن چشتی: مرآۃ الاسرار، دارالمصنفین اعظم گڑھ (قلمی سہ، وری ۵۲۹)؛ (۵) صلاح الدین عبدالرحمن ترم صوفیہ (آردو)، اعظم گڑھ ۱۳۶۹ھ/۱۹۴۸ء، ص ۳۱ تا ۳۸۲؛ (۶) [شیخ] عبدالحق محدث دہلوی: احبار الاحیاء، دہلی ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۳ء، ص ۱۰۶؛ (۷) عبد الحی: برہۃ الحواطر، (جہاں ان کی متعدد تصانیف کے نام گوائے گئے ہیں)، حیدرآباد (دکن) ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۱ء، ۳: ۳۲ تا ۳۴؛ (۸) محمد اختر: تذکرۃ اولیائے ہند، دہلی ۱۹۵۰ء، ۲: ۱۷۷ تا ۱۷۹ (ابوسعید ترمی انصاری)

اشرف حسن غزنوی: (سید حسن) بن محمد الحسینی، م ۵۵۶ھ (اس حسن سے مختلف جو محمد بن ناصر علوی کا بیٹا تھا، کیونکہ مؤخر الذکر حسن کا برٹھ مسعود سعد سلمان (م ۵۱۰ھ) نے لکھا تھا، جس میں وہ کہتا ہے:-

برنو سید حسن دلیم سورد  
لہ چو بوجع عم گسار نہ داسب  
سی شد سال عمر بو ویجک  
سال راہ برا شمار نہ داسب

سید اشرف حسن کا ایک اسناد محمد بن مسعود بن رکی عربی تھا، جو (ار روے تمتہ صوان الحکمہ) فلسفی، ادیب اور مہندس تھا اور فلسفے کی کتاب احیاء الحق کا مصنف تھا۔ عماد زورنی (مادح طعان شاہ

انہیں ایک خواب میں ہدایہ کی گئی تھی۔ ماوراءالنہر سے ہوئے ہوئے وہ بخارا اور سرمد آئے، وہاں سے وہ اُچ [رک نان] پہنچے، جہاں ان کی ملاقات حلال الدین بخاری<sup>۱۳۱</sup> سے ہوئی، جو جہانساں جہاں گشت [رک نان] کے لقب سے معروف ہے۔ مسلسل اور دور دراز سفر کے بعد، جس کے دوران میں وہ دہلی، سدھ و گنگا کے سدانی علاقے اور سگال و بہار (سمول سارگڈوں، جو ڈھاکے کے نواح میں ہے) بھی گئے، انعام کار وہ روح آباد (لچھویچہ ٹا برانا نام، فص آباد سے ۵۳ میل پر ایک، گڈوں) میں بسیم ہو گئے اور وہیں ۲۷ محرم ۸۰۸ھ/۶ جولائی ۱۴۰۵ء کو انہوں نے وفات پائی اور اسی ہی حاشا میں سر حاکم نے گئے۔

لچھویچہ میں سکونت اختیار کرنے کے پھوڑے دن بعد وہ پھر روئے زمین کی سر و ساحت کے لیے نکل پڑے۔ اس مرتبہ وہ مکہ [معظمہ] (دو دفعہ) گئے، پھر مدینہ [مسورہ]، کربلا، نجف، ترکی، دمشق، بغداد، کاشان، السیمان، مسجد اور غریب سے ہوئے ہوئے براہِ ملباں و دہلی واپس روح آباد پہنچ گئے۔ مکہ [معظمہ] کے پہلے سفر میں تدبیر الدین شاہ مدار [رک نان] ان کے رفیق سفر تھے۔

لطائف اشرفی (۲: ۱۵ تا ۱۰۶) کا یہ بیان کہ فاضل سہاب الدین دولت آبادی نے ان کے ہندوستان پہنچنے کے کچھ ہی عرصے بعد سلطان ابراہیم رقی (۸۰۴ھ/۱۴۰۱ء تا ۸۲۸ھ/۱۴۲۳ء) کو ان سے ملوایا تھا بظاہر غلط معلوم ہوتا ہے، کیونکہ سلطان مذکور ۸۰۴ھ/۱۴۰۲ء میں نجف بس ہوا اور ولی موصوف اس کے چار سال بعد، یعنی ۸۰۸ھ/۱۴۰۵ء میں انتقال کر گئے، لہذا یہ ملاقات سرور اشرف جہانگیر<sup>۱۳۲</sup> کی زندگی کے آخری سالوں میں ہوئی ہوگی۔

وہ سارہ المریدیہ اور مکتوبات اشرفی کے

ہلاکت کے بعد حسین ابراہیم علوی گورنر مقرر ہوا۔ بہرام شاہ کی واپسی پر حب اس کی (سوتیلی؟) ماں کا انتقال ہوا نو ساعر نے مرثیہ لکھا :-

آراستہ روضہ آرام گاہ حان

یک سر کسادہ شد ہمہ درغای آسمان

پھر کچھ عرصے کے بعد حراساں میں سحر کے دربار کا رج کیا :-

ایں مہم یارب کہ چرخ سوی احترامی کشد

چشمہ روشنی و چاہِ بیرہ ام برمی کشد

سحر کے وزیر ابوطاہر سعد بن علی قمی کے مقرر ہونے پر ۵۰۱۰/۱۱۲۱ء میں ایک ترجیع بند لکھا، جو یوں شروع ہوا ہے :-

در ہمہ عالم یکی محرم نہ ماند

ایست بی یاری مگر عالم نہ ماند

۲۵ محرم ۵۰۱۶/۵ اپریل ۱۱۲۲ء کو اس وزیر کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ نعری طعان بیگ مقرر ہوا۔ ساعر نے قصیدہ لکھا؛ مطلع ہے :-

رہی و روی رہیں برگزیدہ شاہ برا

در آسمان شرف دادہ پایگاہ برا

پھر ۵۰۲۶ء میں ابوالقاسم ناصر بن حسین سحر کا وزیر مقرر ہوا نو ساعر نے ایک اور قصیدہ لکھا :-

چو عزم کردم سوی سفر برای صواب

بریدہ گشت اسدم ر دیدن احباب

اسی زمانے میں ”سید اہل دہرالدین نقیب القہار حراساں ابوالقاسم رید بن حسن“ اور ان کے بھائی شاہ حسن کی مدح کی، پھر رے کے ایک رئیس محمدالدین ابوالحسن عمرانی (مدوح انوری، جو ۵۰۴۰ء تک ضرور زندہ تھے۔ کلیات انوری، ص ۶۵۱) کو مدوح بنایا اور عزیرالدین عبدالصمد طعمرانی اور اصمہاں کے علی بن عثمان وغیرہ کی مدح بھی کی۔ پھر ۵۰۴۰ء میں ناح الدین ابوطالب بن دارست سراری کی وساطت سے، جو بورانہ کی وجہ سے مسعود

ابن ہودہ آئی اوہ (م ۵۰۸۱ء)، تکش حوارم شاہ (م ۵۰۹۹ء) اور مخطوطہ انڈیا آفس، شمارہ ۹۳۱، کا مقدمہ نگار اس حسن کے بنا کرد بھیے۔

اس کے دلام میں سب سے قدیم قصیدہ ۵۰۰/

۱۱۰۶ء ہے، جو صدرالدین محمد بن محمد الملک

بن نظام الملک کے عہدہ وزارت حاصل ہوئے پر لکھا گیا تھا اور جس کا مطلع ہے :-

سیم عدل ہی آید ار ہوائی جہوں

سباع بعد غمی ماند ار لقای جہوں

۵۰۱۰/۱۱۱۶ء میں بہرام شاہ غزنوی کی حب ششی پر اس نے ایک قصیدہ لکھا تھا، جو یوں شروع ہوا ہے :-

سادی بر آمد ر ہم آسمان

نہ بہرام شاہ سب شاہ جہاں

یہ شعر راورٹی Raverly کے فول کے مطابق بہرام شاہ کے ایک سنگے پر بھی کندہ تھا۔

حب ۵۰۱۲/۱۱۱۹ء میں والی بہاب محمد

ابو حاتم نے ملک آسلاں کی شکست پر اس کے بھائی

بہرام شاہ کے خلاف بغاوت کی نو شاعر عربی میں

لکھا۔ بہرام شاہ نے اسے شکست دی، لیکن معاف

کر کے اسے اپنے عہدے پر بحال کر دیا، اس کی

طرف اشارہ کرتے ہوئے حسن لکھا ہے :-

حدایگانا گر مدبری خطابی کرد

ہوائی ہاویہ ار حان شان بخارگرف

محمد ابو حاتم نے ناگور (سوالک) میں ایک

قلعہ تعمیر کرایا اور ۵۰۱۳ء میں دوبارہ حودمحماری

کا اعلان کر دیا۔ بہرام شاہ سرکوبی کے لیے

پھر ہندوستان آیا۔ شاعر بھی ساتھ لکھا، چنانچہ

کہتا ہے :-

چون ز عربیں کردم آہنگِ رہ ہندوستان

ار سپاہِ روم حیلِ رنگ می بستد جہاں

۵۰۱۳ء میں محمد ابو حاتم کی شکست اور

سَلَمُوا يَا قَوْمِ بَلْ صَلَّوْا عَلَى الصِّدْرِ الْأَمِينِ  
مُصْطَفَى مَاحَاةِ الْإِلَهِ رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ  
بعد ازاں وہ سب المقدس بھی گیا ہوگا، کیونکہ ایک  
قصیدے میں کہا ہے :-

در حاضرتِ خدا و نہ بالینِ مصطفیٰ  
گفتم دعایِ ملک و نمودم ولایِ سادہ  
اُنوں عزیزِ سیرِ قدسِ کردہ ام

ہم کردہ دان نہ دولِ بی مسہایِ سادہ  
اس ”سیرِ قدس“ کے بعد شاعر عراقی پہنچا، لیکن  
سلطان مسعود بن محمد بن ملک سادہ کا ۵۰۴ھ میں  
انقال ہو گیا تھا، اس لیے مرثیہ لکھا۔ مسعود کے  
انقال پر اس کا بھتیجا ملک شاد بن محمود بن ملک سادہ  
نوحِ بشیر ہوا تو شاعر نے ترجیع بند کہا :-

صبحِ ملک از بشریِ اقبال سر بر می رند  
نورِ خورشیدِ علمِ نر چرخِ احصا بر می رند  
عراقی ہی سے شعر کی مدح میں ایک قصیدہ بھجا،  
حسن کا مطلع ہے :-

ہر نسیمی نہ منِ بویِ حراسانِ آرد  
چوں دمِ عیسیٰ در کالدمِ حانِ آرد  
لیکن قنہٴ غر اور سحر کی قد (حمادی الاولیٰ ۵۰۸ھ /  
اکتوبر ۱۱۵۳ء) پر شاعر خوارزم چلا جانا ہے اور  
وہاں آنسیر (م ۵۰۱ھ / ۱۱۰۶ء) کی مدح کرنا ہے،  
لیکن وہاں شاعر زیادہ نہیں رہتا۔ سحر کی وفات  
(۵۰۲ھ) پر حبِ محمد حانِ نیراحانی نوحِ بشیر ہوا  
ہے تو شاعر کہتا ہے :-

وہ آسب کہ مسانِ طرب از سرگرد  
طرہٴ نسب رِجِ رورِ ہمی سرگرد  
ملعِ معجوب میں بھی دو قصیدے اس کی مدح میں  
لکھے تھے۔ پھر شاعر نے ہمدان میں سلمان سلجوقی کی  
نوحِ شعی (۱۲ ربیع الاول ۵۰۵ھ) پر یہ قصیدہ پڑھا :-  
شاہِ شاہانِ حہانِ بر حبِ سلطانی شش  
مردمِ چشمِ سلاطینِ در حہانِ نابی نشست

بن محمد بن ملک شاد کا وزیر مقرر ہوا تھا، سلطان  
مسعود تک پہنچنے کی درخواست کی :-

احلِ باجِ دینِ قطعہ و رقعہ میں  
فرو خواں و بندِ مرا عودِ گردان  
تفصیل کن و رورِ محوسِ مارا  
نہ دیدارِ مسعود مسعود گردان

عداد میں حدیقہ سائی والے برہاں اندن ابو الحسن  
علی بن ناصر عربوی کی مدح بھی کی، پھر غریب  
واس ہوا، جہاں غالباً ایسے بہرام سادہ نے بلوایا تھا۔  
عربی آکر متعدد لوگوں کی مدح کی اور ۵۰۳ھ /  
۱۱۰۸ء میں حبِ وہاں سب الدین سوری قاص  
ہو گیا اور بہرام شاد بھاگ کھڑا ہوا تو شاعر نے  
سوری کی مدح بھی کی، لیکن جلد ہی معرم ۵۰۴ھ /  
۱۱۰۹ء میں بہرام سادہ نے پھر سریں پر قصد  
نا تو شاعر نے کہا :-

سردگرِ حرثیل آید نریں فرورہ گوں مسر

کند آفاق را حطہٴ نامِ شادِ دینِ پرور

اور غریبوں سے وابستہ ہو جانے پر شاعر نے بہرام سادہ  
سے معافی چاہی، لیکن اس کا دل مشکل سے صاف  
ہوا ہوگا۔ پھر حبِ شاعر کی بند و موعظ کو سسے  
کے لیے بکثرت لوگ اس کے گرد جمع ہوئے لکے تو  
بعض بدکروں میں ہے کہ بہرام سادہ نے دو ہزار  
اور ایک غلام بھیج دیا [اشارہ یہ : دو شمشیر در نامی  
نگجد]؛ اس لیے شاعر حصار کو روانہ ہو گیا۔

لُبابِ اللَّبابِ میں سہقی نے لکھا ہے کہ  
”۵۰۴ھ میں جب سید حسن حج کو حاکم رہا تھا تو  
شاپور میں میری اس سے ملاقات ہوئی“۔ اغلب ہے  
نہ ۵۰۵ھ میں وہ حج کرنے کے بعد مدینہ طیبہ پہنچا  
اور ایک ترجیع بند لکھا جو یوں شروع ہوتا ہے :-

یارب این مایم و این صدرِ رفیعِ مصطفاست

یارب این مایم و این مویِ عزیزِ محتاس

اسی میں ترجیعی بیت یہ تھا جو بہت مشہور ہے :-

سہ میں سید حسن ربی ربانہ  
ر دل نجمہ عدای حان فرستد  
(ابوبکر بن حیدر کرمانی)  
سید حسن کا ایک مشہور بحریہ قصیدہ ہے :-

داند حہاں کہ قرہ عیب پیہرم  
سانستہ سوز دل رہرا و حیدرم  
اس قصیدے کا ایک شعر نصر اللہ بن محمد بن  
عبدالحمید کی کتبہ و دمنہ میں آنا ہے اور اس  
قصیدے پر جمال الدین عبدالرزاق، محیر بیلماہی،  
کمال اسمعیل، سح آری وغیرہ نے قصیدے لکھے  
ہیں۔ روحانی عربوی، فلکی شروانی، شرف الدین  
محمد سفروہ اصفہانی، عمادی شہرپاری،  
نجیب الدین حرنادمانی وغیرہ نے بھی سید حسن کی  
تقلید کی ہے

عربوی محدوحی کی تعریف میں جو قصے  
ہیں ان میں طویل نمہدیں، لطیف سسیہات و  
استعارات اور مختلف صنائع ہیں، لکن سلحوی  
محدوحوں والے قصیدے سادے اور سلیس ہیں۔  
ترجیع بند اور ترکیب بند میں آخری بند کے بعد ترجیع و  
ترکیب کا شعر نہیں ہے۔ عربوں میں رندی اور مستی  
کے مضامین سائی کی طرح ہیں اور دونوں کے یہاں  
مقطع کی باندی کے سوا سب خصوصیات مشترک  
ہیں، اس لیے خیال ہوتا ہے کہ متأخر شاعر نے  
کوئی اضافہ کیا نہ اپج سے کام لیا اور کہا پڑنا  
ہے کہ سائی کی مسئلہ اولیاب عرب میں سید حسن  
سریک غالب ہے۔ رباعیات اور دوبیتیاں بھی اسی  
قسل کی ہیں۔

مأخذ: (۱) دیوان حسن (مخطوطہ انڈیا آفس، عدد  
۹۳۱)؛ (۲) صمیمہ اورینٹل کالج میگزین، لاہور (اگست  
۱۹۳۸ء تا مئی ۱۹۵۱ء)؛ (۳) Islamic Culture، حیدرآباد  
دکن (جوری - اپریل - جولائی ۱۹۴۹ء)؛ (۴) لباب الالباب؛  
(۵) حذیقہ سائی؛ (۶) تاریخ بیہقی؛ (۷) طبقات ماصری  
(طبع راولپنڈی)؛ (۸) آثار الوریاء؛ (۹) حیات السیر۔

شاعر کے دیوان (مخطوطہ انڈیا آفس، عدد ۹۳۱) کے  
مقدمے میں اس کا شاگرد لکھتا ہے: ”در حال اربحال  
وصیب فرمود کہ اسعار نازی و باری و انواع بضاع  
مراسم ابو القاسم محمود بن محمد بن

نصرالحاں ہمیں امور المؤمنین خالد اللہ ملکہ  
جمع کنند“، یعنی شاگرد نے محمود خان (م ۵۵۷ء)  
کی زندگی میں نہ مقدمہ لکھا تھا اور اس وقت تک  
:اعر انتقال کر چکا تھا۔ چونکہ ۵۵۵ء میں سلمان  
سلحوی کی مدح میں سید حسن نے قصیدہ لکھا تھا،  
لہذا ظاہر ہے کہ اس کے بعد اور ۵۵۷ء سے پہلے،  
یعنی ۵۵۶ء / ۱۱۶۱ء میں، شاعر کا انتقال ہوا ہوگا۔  
۵۵۶ء اس لیے بھی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ  
مجمع المصنعا اور مرآۃ الجنان و سمرہ میں سال وفات  
۵۵۶ء درج ہے، جو ۵۵۶ء کی تحریف ہوگا۔

شاعر کی مرثیوں کے اہم قصے آزادوار میں  
بھی، لکن عربی میں مشہور ہے کہ بعد میں وہاں  
سے کسی وہ لاش عربی میں مسلسل تر دی گئی تھی،  
چنانچہ دونوں جگہ اس کی مرثیہ بھی موجود ہے  
اشرف حسن کا دلام نسب لعل کے اسشہادات  
میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا نہ شعر بہت مشہور  
ہے۔ سلموا یا قوم الح  
اور یہ شعر بھی :-

وہ نور می فساد و سگ نانگ می رید  
مہ را چہ حرم حاد ب سگ چہاں فاد  
مستند معاصرین نے اشرف حسن کی تعریف کی ہے :-

شاح دیگر جمال دین حسنی  
آن جو نام خود از نگو سحنی

(سائی: کارنامہ دلخ)

اشرف و وطواط و ادوری سہ حکیم اند  
کر سخن ہر سہ بند شگفتہ بہارم  
(جمال الدین عبدالرزاق اصفہانی)

حسن کہ آیتہ نور بمی ناطقہ اوس  
ازو جگوبہ برم گوی بظی در میدان

(۱) بیان القرآن (اردو زبان میں قرآن [مجید]

کی ایک تفسیر، بارہ جلدوں میں۔ یہ اڑھائی سال میں مکمل ہوئی اور سب سے پہلی مرتبہ ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔ اصافے اور نظر ثانی کے بعد اس کا ایک ایڈیشن ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴-۱۹۳۵ء میں بھانہ بھون سے اور پھر ۱۳۴۹ھ بعد میں دہلی سے شائع ہوا۔ اس کے بعد سے اب تک اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

(۲) ہفتی ربور، دس حصوں میں۔ یہ بھی اردو زبان میں ہے اور علمات اسلامی کا خلاصہ ہے، جو عربوں کے لیے لکھا گیا۔ گیارہویں جلد مردوں کے لیے خود انہوں نے بعد میں اصافہ کی۔ یہ کتاب کئی مرتبہ پاکستان اور ہندوستان میں طبع ہو چکی ہے اور اب بھی اس کی مانگ بہت ہے؛ (۳) ان کے ”ماوی“ کا ایک مجموعہ، جو آٹھ جلدوں میں ہے اور جو ان کی وفات کے بعد مرتب ہوا، زیر طبع ہے۔

مآخذ: (۱) عزیزالحسن: اشرف السوانح، چار جلد — جلد ۱ تا ۴، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء و جلد ۵، جس کا نام خاتمة السوانح ہے (اس میں ان کی حملہ تصانیف کی مہرب بھی شامل ہے، ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵-۱۹۳۶ء تک) ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء میں شائع ہوئی اور لکھنؤ سے بھی، (۲) عبدالساجد دریابادی: حکیم الامتہ، اعظم گڑھ ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۱ء؛ (۳) عبدالرحمن خان: سیرت اشرف، ملتان ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء؛ (۴) مجلۃ الاسلام (کراچی)، جولائی ۱۹۵۳ء، ص ۵۶؛ (۵) عبدالباری ندوی: جامع المجددین، لکھنؤ ۱۹۵۰ء؛ (۶) وہی مصنف: تجدید تصوف و سلوک، لکھنؤ ۱۹۴۹ء؛ (۷) وہی مصنف: تجدید تعلیم و تبلیغ، مطبوعہ لکھنؤ (تاریخ ندارد)؛ (۸) وہی مصنف: تجدید معاشیات، لکھنؤ ۱۹۵۶ء؛ (۹) سلیمان ندوی: یاد رفتگان، کراچی ۱۹۵۰ء، ص ۲۸۱ تا ۳۰۱؛

اشرف علی [تھانوی]: بن عبدالحق الماروقی،

مقام تھانہ بھون (صلح مظہرنگر، ہندوستان) ۱۲ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ/ ۱۹ مارچ ۱۸۶۳ء کو پیدا ہوئے اور ۶ رجب ۱۳۶۲ھ/ ۹ جولائی ۱۹۴۳ء کو انتقال کر گئے۔ انہوں نے تعلیم بھانہ بھون اور دیوبند [رقہ نان] میں حاصل کی۔ ۱۳۰۱ھ/ ۱۸۸۳ء میں دیوبند سے فارغ التحصیل ہو کر انہوں نے کابور میں بطور معلم ابھی زندگی کا آغاز کیا۔ اسی سال انہوں نے مکہ [مطعمہ] کا حج کیا، جہاں ان کی ملاقات حاجی امداد اللہ الہدی امہار الہدی سے ہوئی، جس سے ان کی پہلے سے عطا و کتاب بھی۔ انہوں نے حاجی صاحب موبوب سے عائبانہ بیعت کر رکھی تھی، اب اس کی تجدید کی اور باقاعدہ طور پر ان کے مرید ہو گئے۔ ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹-۱۸۹۰ء میں وہ پھر مکہ [مطعمہ] گئے اور کئی مہینے پیہم حاجی امداد اللہ صاحب کی خدمت میں رہے۔ ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷-۱۸۹۸ء میں انہوں نے کابور کو حرناد کہا اور عمر بھر کے لیے بھانہ بھون میں سکونت پذیر ہو گئے۔

وہ ایک ممتاز فاضل، عالم دین اور صوفی تھے اور انہوں نے نہایت ہی مصروف زندگی گزاری۔ ان کے اعمال تعلیم و تدریس، وعظ، خطابت اور تصنیف و تالیف تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے وقتاً فوقتاً سفر بھی کیے۔ آپ بہت پرسوس تھے؛ چنانچہ ان کی تصنیف کردہ کتابوں کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔ یہ کتابیں زیادہ تر تفسیر، حدیث، مطلق، کلام، عقائد اور تصوف میں ہیں۔ ان کی سب سے سی تصنیف، بعسوان رسر و سم، ان کے عہد طالب علمی کی یادگار ہے اور آخری تصنیف النوادر و النوادر ہے، جو ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۵-۱۹۴۶ء میں شائع ہوئی اور ان کی بے شمار تحریروں کا انتخاب ہے۔ ان کی زیادہ مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں:-

وہ ایک اچھا شاعر تھا، مگر اس کی شاعری نہایت نالچ قسم کی محو سے داغ دار اور پھٹیوں سے مملو ہے۔ اس کا اردو اور فارسی کا دیوان ۱۹۵۰ء میں کراچی سے شائع ہوا۔

مآخذ: (۱) کارسان د تاسی Garcin de Tassy *Histoire de la Littérature Hindoue et Hindoustanie*، طبع دوم، پیرس ۱۸۷۰ء، ۱: ۷۶۵ تا ۷۶۶؛ (۲) قدرت اللہ قاسم: *مجموعہ نعر*، لاہور ۱۹۳۳ء، ۲: ۷۲ تا ۷۶؛ (۳) فتح علی حسینی گردیزی: *تذکرہ راجتہ گویان*، اورنگ آباد ۱۹۳۳ء، ص ۱۲۱؛ (۴) علامہ ہمدانی مصحفی: *تذکرہ ہندی*، دہلی ۱۹۳۳ء، ص ۱۵۹ تا ۱۶۵؛ (۵) وہی مصنف، *ریاض الصفا*، دہلی ۱۹۳۴ء، ص ۲۴۷ تا ۲۴۸؛ (۶) وہی مصنف، *عقد ثریا*، دہلی ۱۹۳۴ء، ص ۴۴؛ (۷) میر حسن: *تذکرہ شعرائے اردو*، دہلی ۱۹۴۰ء، ص ۱۱۵ تا ۱۱۸؛ (۸) میر تقی میر: *نکات الشعراء*، اورنگ آباد ۱۹۳۵ء، ص ۷ تا ۹؛ (۹) قہام الدین قائم: *معجزاتِ بکات*، اورنگ آباد ۱۹۲۹ء، ص ۴ تا ۴۳؛ (۱۰) لچھی نرائش شمع، *چمستانِ شعراء*، اورنگ آباد ۱۹۲۸ء، ص ۴۸۲ تا ۴۸۳؛ (۱۱) مرزا علی لطیف: *گلشنِ ہند*، (برہانِ اردو)، لاہور ۱۹۰۶ء، ص ۱۳۰ تا ۱۳۱؛ (۱۲) مصطفیٰ خان شیمتہ: *گلشنِ بے حار*، دہلی ۱۸۸۳ء، ص ۲۲۰؛ (۱۳) عبدالغفور خان ساخ: *سحی شعراء*، لکھنؤ ۱۹۱۱ء/۱۸۷۴ء، ص ۳۶۹؛ (۱۴) محمد حسین آزاد: *آبِ حیات*، دہلی ۱۳۱۴/۱۸۹۶ء، ص ۱۱۳ تا ۱۱۷؛ (۱۵) *مجلۂ معارف* (اعظم گڑھ)، ج ۹، شمارہ ۴ (اپریل ۱۹۲۲ء)؛ (۱۶) اس کے دیوان پر پیش لفظ، از صباح الدین عبدالرحمن، (۱۷) رام بابو سکسینہ: *A History of Urdu Literature*، الہ آباد ۱۹۴۴ء، ص ۵۲ تا ۵۳؛ (۱۸) علی ابراہیم خان: *گلزارِ ابراہیم*، علی گڑھ ۱۳۵۲/۱۹۳۴ء، ص ۱۸۴ تا ۱۸۵؛ (۱۹) شہرنگر A. Sprenger: *Oudh Catal*، اردو ترجمہ: یادگار شعراء، الہ آباد ۱۹۳۴ء، ص ۱۵۷ تا ۱۵۸۔

(ابو سعید بزمی انصاری)

(۱) *تذکرہ محمد: حیاتِ اشرف*، کراچی ۱۹۵۱ء۔

(ابو سعید بزمی انصاری)

اشرف علی خان [فغان]: احمد شاہ، بادشاہ دہلی (۱۱۳۱/۱۷۲۸ء تا ۱۱۶۷/۱۷۵۴ء)، کا رضاعی بھائی، جو تقریباً ۱۱۴۰/۱۷۲۷ء میں بمقام دہلی پیدا ہوا۔ اس کا باپ مرزا علی خان "نکتہ" محمد ساء [رنگ بان] کا ایک درباری تھا اور اس کا چچا ایوب شاہ احمد شاہ کے دورِ حکومت میں مریدانہ کا ناظم۔ وہ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں "فغان" (یا فغان) کے نعت سے شعر کہتا تھا اور احمد شاہ بادشاہ کی طرف سے بطریق الملک کو کلہاں خان بہادر کے لقب سے ملقب تھا۔

وہ احمد شاہ بادشاہ کے تحت سے انارے حایہ (۱۱۶۷/۱۷۵۴ء) تک دہلی میں رہا اور بعد ازاں مرشد آباد چلا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا چچا اُس سے بے رخی سے ہش آنا، اس لیے بھوڑے دن اس کے پاس ٹھہر کر وہ بھر واپس دہلی چلا آیا۔ حب ۱۱۷۴/۱۷۶۱ء میں درآسوں بے ہندوسان پر دوبارہ حملہ کیا تو وہ ہمیشہ کے لیے دہلی چھوڑ کر فیض آباد چلا گیا، مگر وہاں بھوڑے ہی دیوں میں اپنے مرتی شعاع الدولہ [رنگ بان] سے لڑ بٹھا اور عظیم آباد (پٹنہ) چلا گیا۔ وہاں راجہ شتاب رائے سے، جو نکال اور بہار کا گورنر اور علم و علماء کا بڑا قدردان تھا، اس کی بڑی آؤ بھگت کی۔ شتاب رائے کے کسی دل آزار کام سے ناراض ہو کر اس بے اس سے بھی علیحدہ ہو جائے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے کچھ ہی عرصے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کے بعض عہدے داروں کے ساتھ اس کی روشناسی ہو گئی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس بے کمپنی مذکور کی ملازمت قبول کر لی۔ اس کے بعد اس نے اپنی زندگی آرام سے گزاری اور ۱۱۸۶/۱۷۷۲ء - ۱۷۷۳ء میں بمقام عظیم آباد وفات پائی۔

اس سے بھی زیادہ مشہور اشعث الطمّاع کی یہ کہانی ہے کہ ایک دفعہ بجے اسے بہت ستا رہے تھے۔ ان سے بیچھا چھڑا کر لے لے اس نے ان سے کہا: ”حاؤ فلاں حکہ بڑی اچھی اچھی چیریں ممت بٹ رہی ہیں، ہم بھی لو“۔ اس پر بچے ادھر بھاگے، مگر یہ سوچ کر کہہ کہیں یہ واقعی صحیح نہ ہو اشعث خود بھی ان کے پیچھے بے تحاشا بھاگنے لگا۔

مآخذ: (۱) الأغانی، ۱۷: ۸۲ تا ۱۰۰؛ (۲) Abriss O Rescher، ۱: ۲۳۵ تا ۲۳۹؛ (۳) Humor in Islam and its Historical F Rosenthal Development، لائلڈ ۱۹۰۶ء، جس میں اشعث کو مرکزی کردار کی حیثیت حاصل ہے۔

(F ROSENTHAL)

- \* الأشعث: ابو محمد معدیکرب بن قیس بن معدیکرب، الحارث بن معاویہ کے خاندان سے تھا اور خضریموت کے کبذہ کا سردار۔ اس کے لقب الأشعث کے، جس سے وہ سب سے زیادہ معروف ہے، معنی ”نر کنگھی کیے یا پریشان نال“ ہیں۔ اس کا ایک اور لقب، جو کم پر مشہور ہے، الأشع (داغ دار چہرے والا) ہے اور اسی طرح عرف النار (حوی عرب کی اصطلاح میں ”عدار“) بھی۔ آغاز جوانی میں اس نے قبیلہ مراد پر چڑھائی کی تھی، کیونکہ انہوں نے اس کے باپ کو قتل کر دیا تھا، لیکن انہوں نے اسے قید کر لیا اور اس نے تین سو اوٹ فدیہ دے کر وہاں سے خلاصی پائی۔ ۱۰ / ۶۳۱ء میں یہ اس وفد کا سردار تھا جس نے مدینہ [متورہ] میں رسول اللہ [صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم] کی خدمت میں حاضر ہو کر کبذہ کے کچھ لوگوں کی اطاعت پیش کی۔ [اسی ملاقات میں] یہ طے ہوا کہ الأشعث کی بہن قبیلہ کا نکاح آنحضرتؐ کے ساتھ کیا جائے، لیکن قبیلہ کے مدینہ [متورہ] پہنچنے سے پہلے آپؐ کا انتقال ہو گیا۔ آنحضرت [صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم] کی وفات کے بعد (۱۱ / ۶۳۲ء) الأشعث مع اپنے کنبہ کے

\* اشرفی: نیر شریفی؛ ندقی (sequin) وینس کی انٹرفی (سات روپے)؛ دیوار کا طلائی سکہ؛ قب ڈوری Dozy و انگلمان Engelmann Glossaire des mots espagn et portug dérivés de l'Arabe طبع دوم، ۳۵۳۔

\* اشرفیہ: دیسان d'Ohsson کی تصریح کے مطابق درویشوں کے ایک سلسلے کا نام۔ اس کا یہ نام عبداللہ اشرف [یا اشرف] رومی کی سب سے ہے، جو ۸۹۹ھ / ۱۴۹۳ء میں چین اربس Cin Izniک میں فوت ہوئے۔

\* اشعب: الملقب نہ ”الطمّاع“ [= لالچی]، مدینے کا ایک مسعرہ نقال، جو... ادھر ادھر گھومنا کرنا تھا اور جس نے اپنے پٹے میں آٹھویں صدی میلادی کے اوائل میں سہرب حاصل کی۔ ساں کیا جانا ہے کہ وہ ۱۰۴ / ۷۷۱ء تک زندہ تھا۔ اس سے متعلق تاریخی معلومات خاصی محدود ہیں، اگرچہ ان میں بہت سا انسانی مواد بھی شامل ہو گیا ہے، تاہم ان سے ہمیں سواسیہ کے زمانے کے ایک پیشہ ور بھانڈ کی زندگی کا کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہو جاتا ہے۔ جو لطیفے اور قصے اس کے نام سے منسوب ہیں وہ سلسب، مذہب اور درمیانی طبقے کے لوگوں کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ متوسط طبقے سے متعلق لطیفے زمانے کے اعتبار سے اشعث کی روایت میں سب سے آخر میں آتے ہیں؛ پھر بھی عباسی عہد کے اوائل سے لے کر مسلمانوں میں سب سے زیادہ مقبولیت انہیں کو حاصل رہی ہے... اشعث کہتا ہے: ”میں نے عکرمہ (یا کسی اور مشہور راوی) کو کہتے سنا کہ رسول اللہ [صلی اللہ علیہ وسلم] نے سچے مؤمن کی دو نشانیاں بتائی ہیں۔“ لوگوں نے پوچھا: ”وہ دو نشانیاں کیا ہیں؟“ اشعث نے جواب دیا: ”ان میں سے ایک تو خود عکرمہ ہی بھول گئے اور دوسری میں بھول گیا۔“



Islamicia، سنہ ۱۵۴۰ھ، فصل ۲۹: (۲) ابن سعد، ۶: ۱۳، نام ۱: (۳) محمد بن حبيب: المعبر، بحد اشارہ، (۴) نصر بن مراحم: وقعة صفین (قاہرہ ۱۳۶۵ھ)، بمواضع کثیرہ: (۵) خلافت کی عمومی تواریخ۔

(H RECKENDORF)

الاشعری: ابوسردہ، عامر بن ابی موسیٰ الاشعری، مسلمہ روایت کے مطابق کوفے کے اولبر قاصیوں میں سے ایک۔ اس کے سوا کہ وہ ابو موسیٰ الاشعری [رک ناں] کے بیٹے تھے، ان کی زندگی اور نام کی بات ہمارے پاس کوئی ایسی معلومات نہیں ہیں جنہیں مستند کہا جاسکے۔ چوں کہ وہ مسلمان سرفاء کے طبقے سے تھے اس لیے یہ ایک بالکل طبعی بات بھی کہ انہیں محکمہ حراہ کے کسی منصب پر مامور کر دیا جائے (ابن سعد)۔ وہ ۵۰۱ھ / ۶۷۱ء میں مسابہر کوفہ کے زمرے میں نظر آئے ہیں، جب کہ انہوں نے حجر بن عدی [رک ناں] کے مسعی کے خلاف شہادت دی (الطبری، ۲: ۱۳۱۔ سعد، الأغانی، ۱۶: ۷) اور پھر ۵۷۶ھ / ۶۹۵ء۔ ۶۹۶ء میں، جب انہوں نے خارجی ناعی شیبہ بن یزید [رک ناں] کے زہر و اطہار عقیدت کیا (الطبری، ۲: ۹۲۸)۔ یہ دو عام طور پر مان لیا گیا ہے کہ وہ کوفے کے قاصی تھے، لیکن اس بارے میں کہ الحجاج نے ان کا مرعومہ تقرّر کن حالات میں کیا (المرّد: الکامل، ص ۲۸۵، ص ۲۰ بعد؛ وکیع، ۲: ۳۹۱ سعد)، ان کے پیش رو کون تھے (شریح۔ بقول ابن سعد، کتاب المعبر اور وکیع، محلّ مذکور؛ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ۔ بقول وکیع، ۲: ۴۰۷)، ان کا حاشیہ کون ہوا (سعید بن جبیر۔ بقول کتاب المعبر؛ شعبی۔ بقول وکیع، ۲: ۳۹۲، ۴۱۳ بعد؛ ان کے بھائی ابونکر۔ بقول وکیع، ۲: ۴۱۲ بعد)، اور ان کے منصب قصا پر مامور رہنے کی مدت کتنی تھی (بہت قلیل۔ بقول وکیع، ۲: ۳۹۲؛ تین سال۔

باغی ہو گیا اور اسلامی فوج نے قلعہ العجیر میں اس کا محاصرہ کر لیا۔ روایت ہے کہ اس نے یہ قلعہ اس شرط پر مسلمانوں کے حوالے کر دیا کہ خود اس کی اور نو دوسرے اشخاص کی جان بخشی کی جائے، لیکن وثیقہ سلیم میں اپنا نام درج کرنا بھول گیا اور یہ مشکل قتل ہوئے سے بچا؛ تاہم اسے مدینہ [منورہ] بھیج دیا گیا، جہاں [حصرت] ابونکر [ر] نے یہ صرف اسے معاف کر دیا بلکہ اپنی بہن ام قزوہ یا قرنہ سے اس کی شادی بھی کر دی (ایک اور روایت یہ ہے کہ یہ شادی اس سے پہلے ہی اس وقت جب وہ وفد کے ہم راہ مدینے آیا تھا ہو چکی تھی)۔ شام کی لڑائیوں میں وہ شامل تھا اور عروہ بن مویک میں اس کی ایک آنکھ کی سمائی جانی رہی تھی۔ اس کے بعد [حصرت] ابونکر [ر] نے اسے اور اس کے قسملے والوں کو سعد بن ابی وقاص کے پاس فادسہ بھیج دیا، اور وہ ان عرب فوجوں میں سے ایک کا قائد تھا جنہوں نے شمالی عراق فتح کیا۔ اس کے بعد وہ کندی حصہ آبادی کے سردار کی حیثیت سے کوفے میں قیام پذیر ہو گیا اور بظاہر آدرسحان کی مہم (۵۲۶ھ / ۶۴۶ء - ۶۴۷ء) میں شریک ہوا۔ جب صفین میں اس نے لڑائی اور صلح کی بات چیت میں نمایاں حصہ لیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے [حصرت] علی [ر] کو مجبور کیا کہ وہ اصول بحکیم کو منظور کر لیں اور عراق کی جانب سے ابو موسیٰ [الاشعری، رک ناں] کو حکم مقرر کریں (دیکھیے مادہ علی [ر] بن ابی طالب)۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ روایات میں اسے اور اس کے سارے گھرانے کو ہکا بکار قرار دیا گیا ہے۔ اس نے [حصرت] حسن بن علی [ر] کے عہد حکومت (۴۰ھ / ۶۶۱ء) میں، جن سے اس کی ایک بیٹی منسوب تھی، وفات پائی۔ اس کے اخلاف کے لیے دیکھیے مادہ ابن الأشعث [در ۱۱، لائڈن، طبع دوم]۔

مآخذ: (۱) کائناتی Chronographia. L. Caetani

کا کام مدینہ [سورہ] میں نہیں بلکہ عراق میں ہو رہا تھا، لہذا وہ سب روایات جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حب ابورثہ کو ان کے والد نے تحصیل علم کے لیے مدینہ [سورہ] بھیجا تو ان کے استاد نے انہیں ربو کے بارے میں اہل عراق کے مسامحات کے خلاف متنبہ کیا تھا یقیناً بعد کے زمانے کی اختراع ہیں، گواں میں نصرے کے اسناد موجود ہیں (اس سورب حال کے لیے دیکھیے صاحب *Origins Schacht*، ص ۱۳، سعد)۔ ابورثہ کو روایات حدیث میں شمار اس لیے بھی کیا جاتا ہے کہ ان کا نام ان حاندانی اسناد میں مذکور ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ایسی حدیثوں کو قابل اعتماد قرار دیا جائے جس کے متعلق ان کے والد کا دعویٰ تھا کہ انہوں نے آنحضرت [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] سے براہ راست سنا کر سنا کی ہیں۔ اس سعد اس امر کی پہلے ہی نوٹی کر چکا تھا، لیکن خود روایات کو پہلی مرتبہ وکیع ہی نے نقل کیا ہے۔ ان میں سے بعض میں حکومت کا منصب قبول کرنے سے انکار کا اظہار ہے (وکیع، ۱: ۶۵ سعد و ۲: ۲۲)، حالانکہ اس رویے کا چلن محض عہد عباسی میں جا کر ہوا (قہ *Organisation judiciaire E Tyan*، ۱: ۳۸۷، حاشہ ۲، *N J Coulson*، در *BSOAS*، ۱۸/۲ (۱۹۵۶ء): ۲۱۱ سعد)۔ ایک اور روایت (وکیع، ۱: ۱۰۰) سے غرض یہ ہے کہ ابورثہ کے والد ابوموسیٰ کی شہرت کو (حضرت) معاذؓ کے حل کے مقابلے میں بڑھا کر دکھایا جائے (اس میں اس مشہور روایت کو اولاً مان لیا گیا ہے جس میں آنحضرت [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کا [حضرت] معاذؓ کو [حاکم یمن مقرر کرنے وقت] ہدایات دینے کا ذکر ہے اور اس بناء پر یہ دوسری صدی ہجری کے آخری ثلث سے پہلے کی نہیں ہو سکتی) اخیر میں وہ مرعوبہ ہدایات کو [حضرت] عمر [رضی اللہ عنہ] نے

قبول وکیع، ۲: ۱۳۳؛ تین اور آٹھ سال کے مابین ایک غیر معینہ عرصہ ۵۷۹ / ۶۹۸-۶۹۹ء سے شروع کر کے۔ بقول الطبری، ۲: ۱۰۳۹، ۱۱۹۱)؛ قدیم مآخذ میں بھی متضاد بیانات دیے گئے ہیں۔ ایسے بیانات کہ شریع نے الحجاج سے سفارت کی بھی کہ ابورثہ اور سعید بن حنظلہ مشترکہ طور پر ان کا جانشین بنایا جائے (وکیع، ۲: ۳۹۲) یا یہ کہ ۵۹۰ / ۶۹۸ء میں امیر معاویہ نے اپنے سرمرگ پر اپنے نئے پرید کو ابورثہ کے بیک مشوروں سے مستفید ہونے کی وصیت کی تھی (ابن سعد، ۴ / ۱: ۸۲؛ الطبری، ۲: ۲۰۹) یسنا جعلی ہیں (قہ لامسر *Mo'awia Premier Lammens*، ص ۱۳۹)۔ ایک اور حکایت (وکیع، ۲: ۴۰۹ سعد اس عند ربہ: العقد العرند، بولای ۵۱۲۹۳، ۳: ۱۴۰) میں کہا گیا ہے کہ ابورثہ نے [امیر] معاویہؓ کے دربار میں ایک شاعر کے خلاف نگو کر شکایت کی کہ اس نے اس کی ہجو کی ہے، لیکن ان حلقوں اور اس کے بعد کے زمانے سے تو ابورثہ کی شخصیت کو ایک مثالی شخصیت بنا دیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابورثہ نے ۵۱۰۳ / ۷۲۱ تا ۵۷۲ / ۶۹۲ء یا ۵۱۰۴ / ۷۲۲ تا ۵۷۲ء میں اسی قمری سال سے رائد کی عمر میں داعی اہل کو لٹک کہا۔

ابورثہ کے روایاتی حالات زندگی میں قطعی معلومات کا فقدان نظر آتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ خواہش کارفرما معلوم ہوئی ہے کہ ان کے نام کو پہلی صدی ہجری کی فقہ اور اسلامی عدلیہ کے رائج الوقت نظام کی ... تصویر میں کسی نہ کسی طرح ننھا دیا جائے۔ انہوں نے کوفے کے فقہی مذہب کی تاسیس و تشکیل میں کسی قسم کا کوئی حصہ نہیں لیا اور نہ ان کا شمار وہاں کے مستند فقہاء میں ہوتا ہے۔ ... ان کے عہد میں حرمت ربو سے پیدا ہونے والے صمی مسائل کی تحقیق و تفتیح

۲۲۰: (۱۳) ابن خبَر: نہ پہلے ج ۱۲، عدد ۹۰۔

(J SCHACHT شاحت)

الاشعری: ابوالحسن علی بن اسمعیل، ایک ۶۰

مشہور عالمِ دین اور اہلِ سب کے علمِ کلام کے بانی، جو انہیں کی طرف منسوب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ۸۲۶/۸۷۳ - ۸۷۴ء میں نصرے میں پیدا ہوئے اور [احصرب] انوموسی اشعری کی بیوی پشت میں تھے [ایک روایت میں ان کا سحرہ سب یوں بیان کیا گیا ہے: علی بن اسمعیل بن اسحق بن سالم بن اسمعیل بن عبداللہ بن موسیٰ بن ابی بردہ - دیکھیے رٹر Ritter، در آ، برکی، بذیل مادہ] - ان کی زندگی کے حالات بہت ہی کم معلوم ہیں۔ وہ نصرے کے رئیس المعتزلہ الحنائی کے بہترین تلامذہ میں سے تھے اور اگر وہ معتزلہ کو چھوڑ کر قدیم طریقے والوں (اہل السنہ) کی جماعت میں شامل نہ ہو جائے تو یقیناً اس کے حاشیہ ہوتے۔ اس بذیل رائے کا انقلاب عقائد کی تاریخ ۵۳۰/۹۱۲ - ۵۹۱۳ء (یا اس سے ایک دو سال قبل) سن کی حاتی ہے [اور کہا جاتا ہے کہ اس کا اعلان انہوں نے جامع نصرہ کے منبر سے لیا تھا]۔ زندگی کے آخری دنوں میں انہوں نے بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی اور ۵۳۲/۹۳۵ - ۵۳۶ء میں وہیں وفات پائی۔

الاشعری کے تذیلِ عمائد کی جو داستان بیان کی جاتی ہے، اس کی تفصیلات میں کئی اختلافات نظر آتے ہیں۔ مشہور روایت یہ ہے کہ وہ حواب میں رمضان المبارک کے مہینے میں آنحضرت [صلی اللہ و آلہ وسلم] کی زیارت سے تین مرتبہ مشرف ہوئے۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ صحیح ست کی پیروی کریں۔ انہیں یقین ہو گیا کہ یہ حواب سچا ہے اور چونکہ اہل ست عقلی دلائل (علم الکلام) کو ناپسند کرتے تھے اس لیے انہوں نے بھی اسے (یعنی کلام) کو چھوڑ دیا؛ تاہم تیسرے رویہ میں انہیں حکم ملا

ابو موسیٰ (ع) کو بطم و نسق عدالت کے بارے میں دی گئی اور جن کا ذکر پہلی مرتبہ و کعب نے کیا ہے (۱: ۷۰ بعد)، یقیناً تیسری صدی ہجری سے پہلے کی نہیں ہیں (قَب Tyan، ۱: ۱۰۶ بعد)۔ حدیث کے ایک ایسے راوی کی دانی حثیت سے، جس نے کثیر التعداد مستند اساتذہ سے احادیثِ احد کی تھیں، انورہ کی شہرت ابو حاتم الرازی کے وہ تک بعربی قائم ہو چکی تھی اور اس کے بعد نہ شہرت برابر ترقی کرنی چلی گئی اور اس کے ساتھ ہی ان شيوخ کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا چلا گیا جس سے وہ روایت کرنا ہے، حتیٰ کہ اس خبَر نے اس سعد کی طرف یہ قول منسوب کر دیا کہ "انورہ ثقہ اور بہت سی احادیث کا راوی ہے"؛ حالانکہ اس سعد نے اس قسم کا کوئی سان نہیں دیا تھا [۲]۔

ابو بردہ کا ایک بیٹا ہلال بانی نصرے کا قاضی مقرر ہوا اور اس سے متعلق بہت سی قابلِ اعتماد معاصرانہ معلومات موجود ہیں (قَب مثلاً و کعب، ۲: ۲۱ بعد، پیلا Le Milheubasrien Pellat، ص ۲۸۸ بعد)۔

مآخذ: (۱) ابن سعد، ۶: ۱۸۷؛ (۲) معتدل ابن حبيب: کتاب المغر، حیدرآباد ۱۳۶/۱۹۱۴ء، ص ۳۷۸؛ (۳) ابن قتیبہ: کتاب المعارف، طبع وینٹفلٹ Wüstenfeld، ص ۱۳۶؛ (۴) و کعب: احصار القصص، قاہرہ ۱۳۶۹/۱۹۱۴ء، ۲: ۸۰۸ بعد؛ (۵) الطبری، بحد اشارہ؛ (۶) ابو حاتم الرازی: کتاب الجرح و التعديل، ۱/۳، حیدرآباد ۱۳۶۰، عدد ۱۸۰۹؛ (۷) الاغانی، بحد اشارہ؛ (۸) ابن القيسرائی: کتاب الجمع، حیدرآباد ۱۳۴۳، عدد ۱۳۳۷؛ (۹) النوى: تهذيب الأسماء، طبع وینٹفلٹ Wüstenfeld، ص ۶۰۳ بعد؛ (۱۰) ابن خلکان: وفیات، بذیل مادہ عامر بن ابی موسیٰ؛ (۱۱) الذہبی: تذکرۃ الحفاظ، حیدرآباد ۱۳۳۳، ۱، شمارہ ۸۶؛ (۱۲) البیہقی: مِرآة الجنان، حیدرآباد ۱۳۳۷، ۱:

کونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ جسم رکھتا ہے، الأشعری یہ مانتے ہیں کہ اللہ کا دیدار آخر میں یقیناً حاصل ہوگا، مگر اس کی صورت اور کیفیت سے ہم ناآسا ہیں۔

(۵) معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ انسان اپنے افعال میں اختیار کا مالک ہے۔ اس کے مقابلے میں الأشعری اس پر زور دیتے ہیں کہ ہر چیز اللہ کے ارادے اور اس کی قدرت کے تحت ہے۔ ہر حیر و شر خدا کی مشیت سے ہے۔ وہ انسان کے فعل کا حالی ہے، اس حثیت سے کہ وہ اس کے اندر فعل کی قوت پیدا کر دیتا ہے (عقدہ ”کسب“ [رکۃ ناں] کا، حو بعد میں اشعریہ کی ایک خصوصیت قرار پایا، موحد بالعموم حود الأشعری کو قرار دیا جاتا ہے، لیکن گو وہ اس نظریے سے واقف تھے تاہم حود ان کا یہ عقیدہ معلوم نہیں ہوا؛ قس JRAS، ۱۹۴۳، ص ۲۴۶ بعد)۔

(۶) معتزلہ اپنے اصول ”المبرلہ بین المنرلیتیں“ کی بناء پر فائل ہیں کہ کسرہ گناہ کا مرکب مسلمان نہ موسیٰ رہتا ہے نہ کافر ہو جاتا ہے۔ الأشعری اس پر مصر ہیں کہ وہ مؤمن ہو رہتا ہے، لیکن اپنے حرم کی پاداش میں عذاب جہنم کا مستحق ہو سکتا ہے۔

(۷) الأشعری معاد کے مختلف احوال و نوعیات، مثلاً حوص کوثر، پل صراط، المیران، میں آنحضرت [صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم] کی شفاعت کی حقیقت و اصلیت کے قائل ہیں، لیکن معتزلہ یا تو اس کا انکار کرتے ہیں یا ان کی عقلی توجیہ کرتے ہیں۔

الأشعری وہ پہلے شخص نہیں تھے جنہوں نے قدیم اہل السنہ کے عقائد کی تائید اور ان کے اثبات کے لیے علم کلام سے کام لیا۔ ان لوگوں میں جنہوں نے اس سے پہلے اس قسم کی کوشش کی الحارث بن اسد المحاسی بھی ہے۔ الأشعری کو

کہ وہ صحیح سنت پر قائم رہیں، مگر ”کلام“ کو چھوڑیں۔ اس روایت کی حقیقت اور اصلیت کچھ ہی ہو، بہر حال الأشعری کے موقف کا یہ ایک سہا سہا مختصر لیکن مکمل خاکہ ہے کہ انہوں نے معتزلہ کے اعتقادی نظریات کو حیرناباد کیا اور ان کے مخالفین، مثلاً [امام] احمد بن حنبل رحمہ، کا مسلک اختیار کیا، جس کا بدرو وہ اپنے آپ کو علی الاعلان کہتے تھے، اس کے ساتھ ہی اسے ان نئے عقائد کا اسی قسم کے عملی دلائل و براہین سے خوب ہم ہم چھایا جس سے معتزلہ کام لیتے تھے۔

وہ بڑے بڑے مسائل حرم میں انہوں نے معتزلہ کی مخالفت کی حسب دلیل ہیں:-

(۱) انہوں نے رائے قائم کی کہ اللہ کی صفا، بلا علم، نصر، کلام، ارلی و اندی ہیں اور انہیں کے درمیان وہ عالم ہے، نصر ہے، متکلم ہے۔ اس کے برعکس معتزلہ کا اعتقاد یہ ہے کہ خدا کی صفا اس کی ذات سے جدا نہیں ہیں [یعنی اس کے لیے قط ذاب ہے، صفا نہیں ہیں]۔

(۲) معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ قرآن [محد] میں جو اللہ کے ہائے اور چہرے (وجہ) وغیرہ کا ذکر آیا ہے اس میں ان الفاظ سے مراد اس کا فصل اور اس کی ذات وغیرہ ہے۔ الأشعری اگرچہ اس امر سے اتفاق کرتے ہیں کہ ان الفاظ سے مراد کوئی جسمانی چیز نہیں ہے، تاہم یہ سب چیزیں اس کے لیے حقیقہ ثابت ہیں، گو ہمیں ان کی اصلی اہمیت معلوم نہیں: وہ خدا کے ”استواء علی العرش“ (تحت پر بیٹھے) کو بھی ایہیں معنی میں تسلیم کرتے ہیں۔

(۳) معتزلہ کے اس عقیدے کے خلاف کہ

قرآن مخلوق ہے الأشعری کا عقیدہ یہ ہے کہ ”کلام“ اللہ کی ارلی صفت ہے اور اس لیے قرآن غیر مخلوق ہے۔

(۴) معتزلہ کے اس عقیدے کے خلاف کہ خدا کو حقیقی معنی میں دیکھا نہیں جا سکتا،

تالیف شدہ اکیس کتابوں کے نام ان فورک نے ذکر کیے ہیں اور ان عسا کرے ان پر ہیں کتابوں کے ناموں کا اضافہ کیا ہے (بین، ص ۱۲۸ تا ۱۳۶؛ قوام الدین، ص ۱۶۳ تا ۱۶۸؛ Spitta، ص ۶۳ بعد)۔ قاضی ابوالمعالی بن عبدالملک کا دعویٰ ہے کہ ان کی کتابوں کی تعداد بیس سو ہے (بین، ص ۱۳۸)۔ یہ بالیغ چند قسموں میں بانٹی جاسکتی ہیں۔ (۱) وہ کتابیں جو معتزلی دور میں لکھیں، مگر بعد میں خود انہیں ترک کر دیا یا ان کا رد کیا (۲) وہ کتابیں جو خارج اسلام ربوں (مثلاً فلاسفہ، طبیعیوں، دہریوں، براہمہ، یہود، صابری، محوس، ارسطو اور ابن الراوندی) کے عقائد کے رد میں لکھیں (۳) وہ کتابیں جو خارجہ، جہمیہ، سجدہ، معتزلہ، طاعریہ جسے اسلامی فرقوں کے رد میں لکھیں (۴) وہ کتابیں جن میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مقالات کی طرح کی چیزیں مل کی گئی ہیں؛ (۵) وہ رسالے جن میں ان سوالات کا جواب دیا ہے جو خود ان سے مختلف مقامات کے لوگوں نے پوچھے تھے۔ ان کتابوں میں سے ہم تک مدرجہ دہلی پہنچی ہیں:

- ۱۔ بڑی کتابوں میں سے ہم تک صرف مقالات الاسلامیین نامی کتاب پہنچی ہے (طبع C. H. Ritter، در BI، استاسول ۱۹۲۸ - ۱۹۳۳ء)۔ یہ کتاب میں حصوں سے مرکب ہے: ۱۔ اسلامی فرقوں (شیعہ خارجی، مرجعی، معتزلی، مجسمہ، جہمیہ، صراریہ، بخاریہ، نگریدہ و نساک) اور اہل سب و جماعت کے عقیدے (القطان، رہیر الاثری، ابو معاد التونی) کے عمومی افکار تائیں گئے ہیں۔
- ۲۔ علم کلام کے دقیق مسائل (ص ۳۰۱ تا ۴۸۱) اس حصے میں بالخصوص معتزلہ کے دینی و فلسفی عقائد کی وضاحت کی گئی ہے؛ ۳۔ اسماء و صفات باری کے حق میں اختلاف (ص ۴۸۹ - ۵۸۲) اور قرآن

البتہ اس بات میں اولیت حاصل ہے کہ انہوں نے [طریقہ کلامیہ سے] اس طور سے کام لیا جو جمہور اہل السنہ کی نظر میں قابل قبول تھی۔ انہیں یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ وہ معتزلہ کے عقائد و آراء کا گہرا اور تفصیلی مطالعہ کر چکے تھے (جس کا کہ ان کی بیانیہ تہنیت مقالات الاسلامیین، استاسول ۱۹۲۹ء سے پتا چلتا ہے۔ قس R. Strothmann، در Islam، ۱۹: ۱۹۳ - ۲۴۲)۔ ان کے کثیر العدد پیرو الأشعریہ [رک ناں] یا اساعرہ کے نام سے مشہور ہوئے، اگرچہ ان میں سے اکثر بعض حرثات میں اسی الگ رائے رکھتے تھے۔

نسی یورپی طالب علم کو نادی النظر میں ان کا طرز استدلال [امام] احمد بن حنبل کے متبع سے، جو انتہا درجے کے مذہب پسند ہیں، زیادہ مختلف نہیں معلوم ہوا، کیونکہ ان کے سب سے دلائل قرآن و حدیث کی تعبیر پر مبنی ہیں (قس Muslim Creed، A. J. Wensinck، کمرج ۱۹۰۲ء، ص ۹۱)۔ اگرچہ اس کی وجہ یہ بھی کہ ان کے مخالفین، بشمول معتزلہ، خود اس قسم کے دلائل استعمال کرتے تھے اور الأشعری ہمیشہ مخالف کے طرز استدلال ہی سے کام لیتے تھے، تاہم جب مخالف کسی حاصر علی معروضے کو تسلیم کر لیتے تو الأشعری ان کی تردید میں اسے بھی بے دھڑک استعمال کرتے تھے۔ آخر کار جب عقلی دلائل کا جوارمول کر لیا گیا تو اشعریہ کے لیے کم سے کم الأشعری کے سب سے متبعین کے لیے۔ اس قسم کے طریق استدلال کو آگے بڑھانا یا بری دینا بالکل آسان ہو گیا، تا آنکہ بعد کی صدیوں میں علم کلام بالکل معقولات ہی پر مبنی رہ گیا، حالانکہ یہ خیال الأشعری کی افتاد طبع سے کوسوں دور تھا۔

[۳۰۰ء تک تالیف شدہ اپنی چوبیس کتابوں کے ناموں کی فہرست خود الأشعری نے اپنی العمد (العمد؟) نامی کتاب میں دی ہے۔ ۳۰۰ء اور ۳۲۴ء کے درمیان

۴۔ رسالۃ الایمان : Spitta نے اس رسالے کا جرمن میں ترجمہ کیا ہے (ص ۱۰۱ تا ۱۰۴)۔  
 ۵۔ رسالۃ کتب بہا الی اہل الثغر ساب الأبواب : اس رسالے میں اہل سنت و جماعت کے عقیدے کی مفصل وصاحت کی ہے۔ قوام الدین نرسلان نے اسے برکی برحمے کے ساتھ نشر کرا دیا ہے (الہیاب فاکنٹسی مجموعہ سی، شمارہ ۷ : ص ۱۰۴ تا ۱۰۶ و شمارہ ۸ : ص ۵۰ تا ۱۰۸)۔  
 ۶۔ قول جملہ اصحاب الحدیث و اہل السنۃ فی الاعتقاد (چھپا نہیں ہے)۔

۷۔ رسالہ استحسن الحوص فی علم الکلام : (حیدرآباد ۱۳۴۴ھ) : یہ کتاب خصوصاً اہل حدیث کے رد میں ہے، حوا اصول علم کلام کا عقلی دلائل سے، یعنی دیسی عقائد کا بطریق حجت ثابت کرنا پسند نہیں کرتے۔ کتاب میں یہ دکھایا گیا ہے کہ قرآن میں اور احادیث نبویہ میں حجت کے عناصر موحود ہیں۔ دوسری طرف یہ بتایا گیا ہے کہ خود اہل حدیث نے ان مسائل سے بحث کی ہے جس سے قرآن و حدیث بحث نہیں کرتے، مثلاً بحالیکہ قرآن کے غیر مخلوق ہونے کے بارے میں کوئی بھی صحیح حدیث موجود نہیں ہے اہل حدیث کا یہ ادعاء کہ قرآن غیر مخلوق ہے ثابت کرتا ہے کہ وہ ان مسائل سے بھی بحث کرتے ہیں جو قرآن و حدیث میں موجود نہیں ہیں۔ چونکہ اس رسالے میں سمعیات کے ساتھ عقلیات کو بھی جگہ دی گئی ہے اس لیے الجبرہ الذی لایتحرری و طفرہ کی طرح کے زیر بحث معتزلی موضوعوں کے حق میں مباحثہ بھی ضروری تھا؛ بیر یہ کہ قرآن میں توحید و عدل کے اصول موحود ہیں۔ ان مباحث سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب کسی معتزلی سے لکھی ہے۔ چونکہ اس کتاب کا نام الأشعری کی کتابوں کی فہرست میں موحود ہے، لہذا یہ کتاب غالباً اس

کے حق میں مختلف فرقوں کے اقوال (ص ۵۸۲ تا ۶۱۱)، یہ تیسرا حصہ ایک مستقل کتاب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ از سر نو حتملہ (یعنی الحمد للہ) سے شروع ہوا ہے۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ ان کی کتابوں کی فہرست سے متبادر ہوتا ہے کہ الأشعری کی ایک کتاب میں کئی تالیفیں اکٹھی کر دی گئی ہیں۔ کتاب کے مقدمے میں وہ لکھتے ہیں کہ مختلف فرقوں کے اقوال سب سے لاگ طور میں بیان کیے جائیں گے؛ چنانچہ حقیقت بھی یہ ہے کہ وہ عقیدہ با رد بالکل نہیں کرتے اور اپنا فکر بھی قطعی طور پر سنا نہیں کرتے۔ اہل حدیث کا عمدہ سنا کرنے کے بعد اس اتنا بتاتے ہیں کہ انہوں نے بھی یہ مقدمہ قبول کیا ہے۔

۲۔ الابانہ عن اصول الدیانہ : الأشعری نے اس کتاب میں اپنے، یعنی اصحاب حدیث کے، عقیدے کو چھوڑ کر دیگر مختلف اسلامی عقائد کے رد میں دلائل پیش کیے ہیں۔ یہ کتاب حیدرآباد (۱۳۲۱ھ) اور قاہرہ (۱۳۴۴ھ) میں چھپ چکی ہے اور Walter C. Klein نے اس کا انگریزی میں بڑی احتیاط سے ترجمہ کیا ہے اور اس کے ساتھ ایک مفید مقدمہ چھاپا ہے (The Elucidation of Islam's Foundation، بیویپیون، ۱۹۴۰ء، نیز American Oriental Series ۱۹)۔

۳۔ النعم : یہ دس ابواب پر مشتمل تالیف ہے، جس میں قرآن، مشیت الہی، رؤب باری تعالیٰ، قدر، استطاعت، تعدیل، تحدید ایمان، حزمہ و کل، وعدہ و وعید اور امامت سے بحث کی ہے۔ یہ کتاب ابھی تک نہیں چھپی، البتہ Spitta نے اس کے مدرجات کا اختصار کیا ہے (ص ۸۳ بعد) اور تین ابواب کا Joseph Hell نے جرمن میں ترجمہ کیا ہے (Jena، Vom Mohammed big Ghazali، ۱۹۲۳ء، ص ۴۹ تا ۵۹)۔

ذور کی ہے حب وہ معتزلی بھی]۔

مآخذ: (۱) القمع ورسالة استعسان الغوض فی علم الکلام، طبع و ترجمہ از میکارتهی R C McCarthy، بیروت ۱۹۵۳ء، *The Theology of al-Ash'ari* (۲) الابانة، حیدرآباد ۱۳۲۱ھ، وغیرہ و قاہرہ ۱۳۳۸ھ، مترجمہ W C Klein، نیوہیون ۱۹۷۰ء (کب Thomson W) در MW: ۳۲ تا ۲۴۲ (۶): (۳) ابن عساکر: تئیں کادب آلمعری، دمشق ۱۳۴۷ھ (تلخیص از میکارتهی McCarthy، کتاب مذکور و A F Mehren، در رویداد (Travaux) سوم بی الانوامی اجتماع مستشرقین، ۱۶۷: ۲ تا ۲۳۲)؛ (۴) W. Spitta *al-Zur Geschichte* Goldziher لاہرگ ۱۸۷۶ء (۵) گولڈزہیر *Goldziher's Vorlesungen*، طبع ثانی، ص ۱۱۲ تا ۱۳۲ (۶) میکلونڈ *Development of Muslim D B Macdonald* *Theology*، نیویارک ۱۹۰۳ء (۷) A. S. Tritton *Muslim Theology*، لندن ۱۹۷۷ء، ص ۱۶۶ تا ۱۷۷، مع دیگر حوالعات (۸) منگمری واٹ *W Montgomery* *Free Will and Predestination in Early Islam*، Watt لندن ۱۹۳۸ء، ص ۱۳۵ تا ۱۵۰ (۹) L Gardet *Introduction à la Théologie M M Anawati* *Musulmane*، بیروت ۱۹۳۸ء، خصوصاً ص ۵۲ تا ۶۰ (۱۰) شاحت *Schacht*، در *Studia Islamica*، ۱: ۳۳ بعد (۱۱) ابن الدہیم: فہرست، ص ۱۸۱؛ (۱۲) ابن حنکال، عدد ۳۷؛ (۱۳) العظیم: تاریخ بغداد، ۱: ۳۴۶ بعد (۱۴) السکنی: طبقات الشافعیۃ، ۲: ۳۵۰ تا ۳۰۱؛ (۱۵) الحوانساری: روایات الجنات، ص ۴۷ تا ۴۷؛ (۱۶) براکلمان، طبع ثانی، ۱: ۲۰۶ تا ۲۰۸ و (۱۷) تکملة، ۱: ۳۴۰ بعد (۱۸) *Zur Geschichte des As'ariten- M Schreiner* *thums*، در *Actes du VIII Congres International des Orientaliste*، ۱۸۹۱ تا ۱۸۹۳، ۱: ۷۷ تا ۱۱۷؛ (۱۹) وہی مصنف: *Belträge zur Geschichte der theo-logischen Bewegungen im Islam*، در ZDMG، ۵۲

(۱۸۹۸ء): ۳۸۶ تا ۵۱۰؛ (۲۰) O. Pretzl *Die frühislamische Atomenlehre*، در *Der Islam*، ۱۹ (۱۹۳۱ء): ۱۱۷ تا ۱۳۰]۔

(منگمری واٹ M MONTGOMERY WATT)

[و رٹر Ritter، در آ، ت]

الاشعری، ابو موسیٰ (ع): ابن قیس الأشعری سی (کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابی اور سپہ سالار، جو ۶۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصلی وطن یمن تھا۔ آپ اپنے بہت سے رشتہ داروں اور افراد قبیلہ [الأشعر] کے ساتھ جنوبی عرب سے سمدر کے راسے روانہ ہوئے اور [حضر] محمد [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کی نارگاہ میں اس وقت حاضر ہوئے حب آپ ۵۷/۶۲۸ء میں یہود کے خلاف حیر کے مشہور مجلسات میں صف آرا بھی۔ چنانچہ آپ یسع کر کے حدام رسالت پناہ کی صف میں شامل ہو گئے (بعض مآخذ، مثلاً ابن حجر: تہذیب، ۲: ۱۲۶۵، میں جو کہا گیا ہے کہ وہ ان مہاجرین میں سے بھی جنہوں نے حسہ کی طرف ہجرت کی، بموجب طے حال صحیح نہیں ہو سکتا، ابن عبدالبر: الاستیعاب، حیدرآباد ۱۳۱۸ھ، ص ۳۹۲، عدد ۱۶۲۲ و ص ۶۷۸ تا ۶۷۹، عدد ۶۷۸ - ۵۸/۶۳۰، ص وہ عزوہ حیی میں شریک ہوئے (الطبری، ۱: ۱۶۶۷ - ۵۱۰/۶۳۱ - ۶۳۳ء میں انہیں [حضر] معاد س جبل [رسمی اللہ تعالیٰ عنہ] کے ساتھ یمن میں اشاعت اسلام کے لیے بھیجا گیا اور اسی علاقے کے وہ [حضر] محمد [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کی جانب سے اور آپ کے بعد [حضر] ابوبکر [رسمی اللہ تعالیٰ عنہ] کی طرف سے عامل رہے - ۵۱۷/۶۳۸ء میں [حضر] عمر [رسمی اللہ تعالیٰ عنہ] نے معیرۃ لعمان شعبة [رک بان] کو معزول کرنے کے بعد انہیں مصر کے عامل مقرر کر دیا (الطبری، ۱: ۲۵۲۹؛ نیز دیکھیے ص ۲۳۸۸ -

اہل کوفہ کی درخواست پر [حصر] عمر [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] نے ۵۲۲ / ۶۴۲-۶۴۳ میں انہیں وہاں کا عامل مقرر کیا۔ اس عہدے پر وہ چہ ماہ مأمور رہے، پھر حب مصرہ کو ان کے منصب پر بحال کر دیا گیا تو انہیں دوبارہ (الطبری، ۱: ۲۶۷۸) سعدی حصرے کی ولایت (گورری) پر واپس بھیج دیا گیا۔ انصاری کے فرائض کے متعلق ان کے نام حصرہ صر فاروقی نے جو خط لکھا اس کے لیے دیکھئے [JAS، ۱۹۱۰ء]

بغیث والی نصرہ ابو موسیٰؓ نے حورسان کی سحیر کی ساری کی (۵۱۷ / ۶۳۸ء تا ۵۲۱ / ۶۴۲ء) ورائے پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور انہیں سو اس کا فاتح سمجھا چاہے (کائناتی Annali Caetani، بدل ۵۱۶، بارہ ۲۶۱)۔ حورستان کا دارالسلطنت یوں الأھوار (یا صرف الأھوار) نو ۵۱۷ / ۶۳۸ء ہی میں فتح ہو گیا تھا، لکن جنگ جاری رہی، جس میں نہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ تعدد مستحکم اور مصبوط قلعہ بند شہروں کا یکے بعد دیگرے مسخر کرنا تکمیل فتح کے لیے ضروری تھا اور ان میں سے بعض کو حورستان کے دوسرے صدر مقام بستر (= شستر یا شستر) کی سحیر کے بعد ارسر نو فتح کرنا پڑا۔ ابو موسیٰ نے الحریرہ کی سحیر میں بھی حصہ لیا (اواخر ۵۱۸ / ۶۳۹ء تا ۵۲۰ / ۶۴۱ء) اور اس مقصد کے لیے اپنی فوجوں کو عاصیؓ بن لحم کی فوجوں کے ساتھ ملا دیا۔ علاوہ ازیں وہ ایرانی سطح مرتفع کی فتح میں شریک ہوئے، چنانچہ نہاوند کے معرکے میں ان کا موحود ہونا مذکور ہے۔ اس علاقے کے نہت سے شہروں کی سحیر انہیں کی طرف منسوب ہے (مثلاً الدیور، قم، قاشان وغیرہ)۔

بغیث والی نصرہ ابو موسیٰؓ نے حورسان کی سحیر کی ساری کی (۵۱۷ / ۶۳۸ء تا ۵۲۱ / ۶۴۲ء) ورائے پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور انہیں سو اس کا فاتح سمجھا چاہے (کائناتی Annali Caetani، بدل ۵۱۶، بارہ ۲۶۱)۔ حورستان کا دارالسلطنت یوں الأھوار (یا صرف الأھوار) نو ۵۱۷ / ۶۳۸ء ہی میں فتح ہو گیا تھا، لکن جنگ جاری رہی، جس میں نہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ تعدد مستحکم اور مصبوط قلعہ بند شہروں کا یکے بعد دیگرے مسخر کرنا تکمیل فتح کے لیے ضروری تھا اور ان میں سے بعض کو حورستان کے دوسرے صدر مقام بستر (= شستر یا شستر) کی سحیر کے بعد ارسر نو فتح کرنا پڑا۔ ابو موسیٰ نے الحریرہ کی سحیر میں بھی حصہ لیا (اواخر ۵۱۸ / ۶۳۹ء تا ۵۲۰ / ۶۴۱ء) اور اس مقصد کے لیے اپنی فوجوں کو عاصیؓ بن لحم کی فوجوں کے ساتھ ملا دیا۔ علاوہ ازیں وہ ایرانی سطح مرتفع کی فتح میں شریک ہوئے، چنانچہ نہاوند کے معرکے میں ان کا موحود ہونا مذکور ہے۔ اس علاقے کے نہت سے شہروں کی سحیر انہیں کی طرف منسوب ہے (مثلاً الدیور، قم، قاشان وغیرہ)۔

۵۲۳ / ۶۴۳-۶۴۴ء میں ایک نہایت ہی خون ریز، مگر غیر فیصلہ کن جنگ میں انہوں نے

نہت سے شکر مائل کو شکست دی، جو بحالانہ ارادے کے ساتھ (الأھوار کے صوبے میں) نیرود کے مقام پر جمع ہو گئے تھے اور جہوں سے اس علاقے کے نہت سے باشندوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ انہوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا، جہاں باغیوں کے نامی ماسہ سپاہی ماسہ گریں ہو گئے تھے؛ پھر باقی ماندہ ملک کو فتح کرنے کے بعد اس پر قبضہ بھی کر لیا۔ اسی موقع پر مال عصب کی تقسیم کے بارے میں ان کے خلاف دربار حلام میں سکايت پہنچائی گئی اور انہیں امیر المؤمنین کے سامنے اپنی صفائی پس کرنا پڑی (الطبری، ۱: ۲۷۰۸-۲۷۱۳)۔ اس کامرانی کے بعد الاشعریؓ نے فارس پر چڑھائی کی (اواخر ۵۲۳ / ۶۴۴ء) اور نہت سے معرکوں میں عثمان بن ابی العاص کی مدد کی، جہوں سے اس صوبے کی فتح کا آثار بحرین اور عمان سے کر دیا تھا (البلادی: فتح البلدان، ص ۳۸۷)۔

اس موقع پر ایک صمی حادثے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو موسیٰؓ کے خلاف پہلے ہی سے (۵۲۶ / ۶۴۶-۶۴۷ء) عدم اطمینان کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ (الطبری نے بذیل ۵۲۹ ان کی فوجوں میں عدول حلی کی تحریک رہا ہونے کا ذکر کیا ہے (۲۸۲۹۰۱)، جو در حقیقت ۵۲۶ میں معرض طہور میں آئی تھی۔ کائناتی Annali Caetani، ۲۶، ہجری، بارہ ۳۸) لکن ان کی [مرعوبہ] کوتاہیوں کے خلاف نہایت سگین احتجاج وہ تھا جو اہل نصرہ کے ایک وفد نے ۵۲۹ / ۶۴۹-۶۵۰ء میں مدینہ [سورہ] میں حاضر ہو کر کیا (الطبری، ۱: ۲۸۳۰)، جس پر [حصر] عثمانؓ نے ان کی جگہ عبداللہ بن عامر کو مأمور کرنے کا فیصلہ کیا۔ ناپن ہمہ ابو موسیٰؓ کو اپنے لوگوں کے دلوں میں اس قدر گھر کر چکے تھے کہ انہوں نے ۵۳۳ / ۶۵۳-۶۵۵ء میں وہاں کے والی سعید ابن العاص کو شہر سے نکال دینے کے بعد وہاں



ابو موسیٰ <sup>ؓ</sup> کی دوبارہ تقرری کا مطالعہ کیا (الطبری، ۲۹۳: ۱۱، ۱۲: ۳۱)؛ جہاںچہ الاشعری [حضرت] عثمان [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] کی شہادت تک برابر وہاں کے والی رہے۔ [حضر] علی <sup>ؓ</sup> کے انتخاب پر ابو موسیٰ <sup>ؓ</sup> نے کوفیوں کی طرف سے اُن کی بیعت کی (الطبری، ۱: ۳۰۸؛ المسعودی: مروج، ص ۲۹۶ وغیرہ) اور وہ اپنے منصب پر بحال رہے، جب کہ [حضر] عثمان [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] کے مقرر کردہ دوسرے تمام عامل معرول در دیے گئے (الیقوبی، ۲: ۲۰۸)، لیکن جب [حضر] علی <sup>ؓ</sup> کی [حضر] سیدہ صدیقہ [عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا] اور [حضر] طلحہ و زبیر [رضی اللہ تعالیٰ عنہما] سے جنگ چھڑ گئی تو ابو موسیٰ <sup>ؓ</sup> نے اپنی رعایا کو عمر حاکم دار رہے کا حکم دیا (الطبری، ۱: ۳۱۳۹، الذہبی، ص ۱۵۳ بعد وغیرہ) اور باوجود پورا دباؤ پڑنے کے انہوں نے اپنے رویے میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیعیاں حلی <sup>ؓ</sup> نے انہیں اولیں موقع پر شہر بدر کر دیا (الطبری، ۱: ۳۱۴۵ تا ۳۱۵۲، ۳۱۵۳ تا ۳۱۵۴) اور امیر المؤمنین نے انہیں نہایت ہی تہدید آمیز الفاظ میں معرولی کا حکم بھیج دیا (الطبری، ۱: ۳۱۷۳؛ المسعودی: مروج، ۳: ۳۰۸؛ فہرست الیقوبی، ۲: ۲۲۰)، مگر چند ماہ بعد انہیں امان دے دی گئی (نصر بن مزاحم البقری: وقعة صفین، طبع عبدالسلام محمد ہارون، قاہرہ ۱۳۶۵ھ، ص ۵۷۲؛ الطبری، ۱: ۳۳۳۳)۔

ابو موسیٰ <sup>ؓ</sup> ان دو حکموں میں سے بھی جو جنگ صفین (۳۷/۶۵۷ء) میں [حضر] علی <sup>ؓ</sup> اور [حضر] معاویہ <sup>ؓ</sup> کے مابین سارع چکانے کے لیے مقرر کیے گئے تھے بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ انہیں [حضر] علی <sup>ؓ</sup> کی طرف سے ثالث مقرر کیا گیا تھا، اس بناء پر کہ ان کے طرفداروں نے اصرار کیا تھا کہ ثالث ایک غیر جانب دار شخص ہونا

چاہیے، کیونکہ انہیں اپنے موافق فیصلے کا پورا پورا یقین تھا (تحکیم کی تفصیل کے لیے دیکھیے مادہ علی <sup>ؓ</sup> ابن ابی طالب)۔ آذرح کی مجلس کے بعد [جہاں تحکیم کے لیے نمائندے جمع ہونے تھے] ابو موسیٰ <sup>ؓ</sup> سگہ [معظمہ] چلے گئے پھر جب [حضر] معاویہ <sup>ؓ</sup> نے پسر بن ابی ارقطہ کو ۵۴۰/۶۶۰ء میں حرمین پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا تو ابو موسیٰ <sup>ؓ</sup> کو خوف ہوا کہ کہیں محو سے انتقام نہ لیا جائے، کیونکہ انہوں نے آذرح میں [حضر] معاویہ <sup>ؓ</sup> کے انتخاب کی مخالفت کی تھی۔ بعض مآخذ کی رو سے وہ وہاں سے چلے گئے۔ پسر نے انہیں ار سر پر اطمینان دلایا اور ان کا حدشہ دور کیا (اس واقعے کے مختلف و محسّس بیانات کے لیے دیکھیے Caetani، Annali، ۵۴۰، پارہ ۸، حاسیہ ۳)۔ اس کے بعد ابو موسیٰ <sup>ؓ</sup> نے ملکی سیاسیات میں کوئی حصہ نہیں لیا اور یہ اس سے بھی ظاہر ہے کہ ان کی تاریخ وفات یقینی طور پر معلوم نہیں (۴۱، ۴۲، ۵۰، ۵۲، ۵۳ مگر ۵۴۲ سب سے زیادہ قابل وثوق ہے)۔

ابو موسیٰ <sup>ؓ</sup> کو ان کی قراءت قرآن و صلوة کی سادہ پر بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، ان کی آواز بہت دل کش تھی (اس سعد: طبقات، ۲/۲: ۱۰۶)، لیکن ان سب چیزوں سے زیادہ ان کا نام علوم قرآنیہ کے ساتھ وابستہ چلا آیا ہے۔

مآخذ: ابتداء اسلام کے تمام وقائع نگار اور تمام سوانح نویس اور سیر سلف کے سب ذخائر ابو موسیٰ <sup>ؓ</sup> کا ذکر کرتے ہیں (ان میں سے اہم مآخذ کا تذکرہ نفس مقالہ میں آ گیا ہے)۔ کثیر التعداد اقتباسات ان کتابوں میں موجود ہیں: (۱) کائناتی Chronographia، Islamica، بذیل ۴۲ ہجری: (۲) وہی مصنف: Annali، صحیحات و ح ۷ تا ۱۰، ہوائج کثیرہ: (۳) ابن ابی الحدید: شرح نہج البلاغہ، قاہرہ ۱۳۲۹ھ، ۳: ۲۸۷ تا ۲۸۹، ۲۹۱، ۲۹۳ بعد و ۴: ۱۹۹ بعد، ۲۳۷

بعد؛ فتح خورستان کی تسخیر پر دیکھیے (۴) ولهاؤرن  
*Skizzen und Vorarbeiten Wellhausen*، ۶ (برلن)  
 ۱۸۹۹ء: ۹۴ تا ۱۱۳۔

(L. VECCHIA VAGLIERI)

• اشعریہ: ایک دستاویزی، اسوالحسن  
 الاشعری [رک ناں] کے ہیرو، جنہیں بعض اوقات  
 اشاعرہ بھی کہتے ہیں۔ (اس فرقے کی تاریخ کا [محرری  
 واحد ہیں] زیادہ مطالعہ نہیں کیا گیا، لہذا اس مقالے  
 میں درج شدہ بعض حقائق کو وقتی (provisional)  
 خیال کرنا چاہیے)۔

حارثی تاریخ: الاشعری نے اپنی عمر کے  
 آخری پس سال کے اندر اپنے گرد بہت سے الامدہ  
 ادیبوں کو لیے بھیے اور اس طرح ایک دستاویز  
 قائم ہو گیا۔ عمدہ مدہنی کے اعصار سے اس نئے دستان  
 کے موبہ پر مختلف اطراف سے اعتراض ہو سکتا تھا،  
 چاہے معتزلہ کے علاوہ اہل السنۃ والجماعہ کے کئی  
 گروہوں نے بھی ان پر اعتراض کیے۔ حیدوں  
 [رک نہ الحبالہ] کے نزدیک ان کا عقلی دلائل سے  
 کام لیا ہی انک قابل اعتراض مدع بھی۔ دوسری  
 جانب ماتریدہ [رک ناں] کو، جو خود بھی راسخ  
 عقائد کو عقلی دلائل سے ثابت کرتے بھی، یہ لوگ  
 بعض مسائل میں کچھ ضرورت سے زیادہ ہی قدامت پرست  
 نظر آئے (قب اس فرقے سے تعلق رکھنے والے  
 شروع زمانے کے ایک عالم کی نقدات شرح  
 الفقہ الآخر میں، حوماتریدی کی طرف مسوب ہے)۔  
 اس مخالفت کے باوجود الاشعریہ کا مسلک حلاقب  
 عباسیہ کے عربی بولنے والے علاقوں میں سب پر  
 غالب آ گیا (اور غالباً حراساں میں بھی)۔ الاشعریہ  
 بالعموم الشافعی<sup>(۱۷)</sup> کے دستان فقہ کے مؤید و موافق  
 تھے۔۔۔ اس کے مقابلے میں ان کے حریف،  
 یعنی ماتریدیہ، تقریباً سب کے سب جہمی تھے۔

پانچویں صدی ہجری / گارہویں صدی میلادی کے  
 وسط میں نویں سلاطین کے ہاتھوں اشعریہ نے  
 بہت ادیب اٹھائی، کیونکہ یہ سلاطین معتزلہ اور  
 سنیہ عقائد کے ملے جلے مسلک کو پسند کرتے بھی؛  
 لیکن جب سلجوق برسر اقتدار آئے تو پاسہ پلٹ  
 گیا اور اشعریہ کو حکومت اور خصوصاً ان کے  
 حامل القدر وزیر نظام الملک کی سرپرستی حاصل  
 ہو گئی۔ اس کے عرصہ انہوں نے فائزہ کے فاطمہوں کے  
 مقابلے میں حلاقب [عباسیہ] کی فکری مدد کی۔ اس  
 وقت سے انہوں نے صدی ہجری / چودھویں صدی  
 میلادی تک اشعریہ کی تعلیم اہل السنۃ والجماعہ  
 کے عقائد کے ساتھ تقریباً متحد رہی اور ایک معنی  
 میں اب تک، یہی ہے۔ حلی رد عمل کا اثر، جس کے  
 روح و رواں اس سلسلہ [رک ناں] (م ۵۷۲۸ / ۶۳۲۷ء)  
 بھی، محدود ہی رہا؛ البتہ تقریباً سچ السوسنی  
 (م ۵۸۹۵ / ۶۴۹۹ء) کے وقت سے سرکردہ علمائے دین  
 اپنے اب کو اشعریہ میں شمار نہیں کرتے بھیے  
 اور درحقیقت اصحاب پسند (eclectic) بھی، تاہم  
 الاشعری اور ان کے دستان کے بڑے بڑے علماء کی  
 عرب و مقبولیت باقی رہی۔

اشعریہ کے ائمہ مشاہیر (دیکھیے علیحدہ  
 علیحدہ مقالات) :-

- (۱) الباتلانی (م ۵۴۰۳ / ۶۱۰۱۳ء)؛ (۲)  
 ابن قورک (ابونکر محمد بن الحسن) (م ۵۴۰۶ /  
 ۱۰۱۵-۱۶ء)؛ (۳) الاسرائیلی (م ۵۴۱۸ /  
 ۱۰۲۷-۲۸ء)؛ (۴) البعدادی (عبدالقادر بن  
 طاہر) (م ۵۴۲۹ / ۱۰۳۷-۳۸ء)؛ (۵) السمنانی  
 (م ۵۴۴۴ / ۶۱۰۵۲ء)؛ (۶) الحویسی اسام الحرمین  
 (م ۵۴۷۸ / ۱۰۸۵-۸۶ء)؛ (۷) العبرالی  
 (ابو حامد محمد) (م ۵۵۰۵ / ۶۱۱۱ء)؛ (۸) محمد  
 ابن تومرت (م تقریباً ۵۵۲۵ / ۶۱۰۳۰ء)؛ (۹)  
 الشہرستانی (م ۵۵۴۸ / ۶۱۱۵۳ء)؛ (۱۰) فخرالدین

تغیر رومنا ہوا۔ اس حَلْدُون (ترجمہ دیسلان de Slane، ۳: ۶۱) نے العزالیؒ کو جدید اشاعرہ میں پہلا کہا ہے اور اس کی وجہ بلا شک و شبہ یہ نظر آتی ہے کہ وہ ارسطو کے ”قیاس“ کے ہرجوش حامی تھے، لیکن ان سے پہلے ہی الجویسی کے ہاں مسہاجیات کو آگے بڑھانے کے آثار پائے جاتے ہیں (قَبّ Anawati و Gardet: کتاب مدَنور، ربر ص ۷۳)۔ تاہم العزالی پہلے شخص تھے جنہوں نے اس سیما اور دیگر فلاسفہ کی تعلیمات کا نالاسیعات مطالعہ کیا اور ان پر حدود انہیں کے میدان میں تباہ کن کام بانی سے حملہ کر سکے۔ اس کے بعد سے فلاسفہ کا دگر بہت کم سسے میں آنا ہے، لیکن اس وقت سے ارسطاطالسیسی منطق اور دیوالطوبی مانعہ الطسیعات کا بہت سا حصہ اشعریہ کی تعلیمات کا جزو بن گیا۔ بہت جلد یہ تعلیمات بری فاسیانہ بحثوں کا مجموعہ بن کر رہ گئیں، جس سے کوئی کارآمد نتیجہ برآمد نہیں ہوا اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ ایسی آراء اختیار کر لی گئیں جن کا عقائد راسخہ میں شمار مشتبہ نہا۔ رفتہ رفتہ مقدمات فلسفہ کو تصایب میں زیادہ جکھ دی جانے لگی اور حاصر دینی عقائد کی طرف بوجہ کم ہو گئی (بالخصوص الایجی اور اس کے شارح الحرحانی کے ہاں)۔ کہا جاسکتا ہے کہ اشعریہ کا داستان فلسفے کے شعلوں میں حل کر جاکستر ہو گیا۔

مآخذ: (بیر دیکھیے مآخذ بدیل مادۃ الأشعری اور ان کے دبستان کے انفرادی مشاہیر) (۱) ابن عساکر: تمہیں کتب المفتی، دمشق ۱۳۴۷ McCarthy و Mehren کے ترجمے کے بارے میں دیکھیے مادۃ الأشعری؛ (۲) Zur Geschichte des M. Schreimer (۳) Actes du 8<sup>e</sup> Congr. des Orient Carra de Vaux (۴) الف: ۷۹ بعد؛ (۵) کارا دوو Les Penseurs de l'Islam، پیرس ۱۹۲۳ء، ص: ۱۳۳

الترانہ (م ۸۶۰۶/۱۲۱۰ء)؛ (۱۱) الایجی (م ۸۱۶/۱۳۰۰ء)؛ (۱۲) الحرحانی (م ۸۱۶/۱۳۰۰ء)۔

داخلی ارسفائہ: بابی فرقہ کی وفات کے بعد کی نصف صدی میں اشعریہ کے دو عقائد بھی ان کے بارے میں تقریباً کچھ بھی معلوم نہیں۔ السافلانی پہلا شخص ہے جس کی نصیف موحود ہے اور مل بھی سکتی ہے، اور یہ بات قابل لحاظ ہے نہ اس کے ربائے تک اشعریہ معتزلہ کے بعض نظریات کام میں لائے گئے تھے (بالخصوص ابو ہاشم کا نظریہ حال) اور غالباً وہ مائردیدہ کی نقداب سے بھی متأثر ہو چکے تھے۔ ایک بات جس میں الأشعری کے متبعین ان سے اختلاف کرنے لگے تھے ناری معالی سے منسوب بعض جسمانی اصطلاحات، مثلاً ہانہ (ید)، چہرہ (وحدہ)، نجہ پر حلوس (اسواہ علی العرش) کی تعبیر بھی۔ الأشعری کا قول اس کے بارے میں یہ تھا کہ ان الفاظ کو نہ تو لفظی معنوں میں لیا جائے اور نہ معاری معنوں میں، بلکہ انہیں ”بلا لب“ مانا جائے، لیکن السعدادی اور الجویسی نے ہانہ (ید) کا مفہوم معاراً قوب اور وحدہ کا داب یا وعود لیا ہے۔ بعد کے اکثر اشاعرہ کا بھی ایسا ہی مسلک رہا (قَبّ مشگبری واٹ Some Muslim Discussions of Montgomery Watt Anthropomorphism Transactions of the Glasgow University Oriental Society، ۱۳: ۱ تا ۱۰)؛ سر بحالیکہ الأشعری نے اس پر زور دیا تھا کہ انسان کا ”نسب“ بھی محلوں ہے اور اس سے اس کی عرض انسان کی مسئولیت کے علی الرغم اللہ کی مدرب مطلقہ کی تاکید تھی، الجویسی نے یہ رائے ظاہر کی کہ اشعریہ کا مسلک بین العبر و الاختیار ہے۔

پانچویں صدی ہجری / گیارہویں صدی میلادی کے وسط کے قریب اشعریہ کے طریق کار میں کچھ

تا ۱۹۴۸؛ (M. M. Anawati و L. Gardet) Intro-  
duction à la Théologie Musulmane، پیرس ۱۹۴۸ء،  
مخصوصاً ص ۵۷ تا ۷۶۔

(M. MONTGOMERY WATT) (سنگری واٹ)

اشکچگی: بیر اسکچی، ترکی میں اس لفظ کے  
میں وہ شخص جو میری سے آگے بڑھے، جو کسی  
مہم پر جانے (محمود کاشمیری نے [دیوان لغات ترک،  
۱۰۰۰] = نسیم اتالای کا ترجمہ ترکی؛ ۱: ۹۰ [۱  
سکے کے معنی لئے سفر کے لکھے ہیں اور اشکچی  
کے "جیرو ہرکارہ" سر قبط طائر ایلہ طرامہ  
سورلغو، طبع ترک دل کورمو، ج ۱، نا ۴، بدیل مادہ  
معل اسبک۔۔۔ معنی "کسی مہم پر جانا"۔ کی جگہ  
لئے چل کر عثمانی ترکی میں لفظ ملازم استعمال  
ہوئے لگا، عربی: ملازمہ)۔

عثمانی فوج میں اس اصطلاح سے مراد الموم  
وہ سپاہی ہونا تھا جو کسی مہم کے لئے فوج میں  
اہل ہونا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اشکچی۔ ہماری  
ادیکھے ہمار) جو فوج میں شامل ہوئے بھی ان میں  
اور فاعل آری یا مستحیط میں، جو قلعے کے اندر  
وہ نہ اس کی حفاظت کرتے، فرو کا جانا تھا (قب  
صورت دفتر سبھی آروید، طبع حلیل ایلحق  
H. Inalcik، انقرہ ۱۹۵۴ء، ص ۱۰۸، ۹۰)۔

بطور ایک مخصوص اصطلاح کے لفظ اشکچی  
استعمال ان معاون سپاہیوں پر ہونا تھا جن کے  
امراہات "رعایا" [رک بان] کی حیثیت کے لوگ مہما  
ثریے بھی، بمقابلہ جہلو کے، جن کے سار و سامان کی  
نئے داری "عسکری" [رک بان] پر ہوتی تھی۔  
نہ نئے داری لگان میں اس جھوٹ کے عوض ہونی  
نہی حواں سزوعہ رمیوں پر دی جاتی تھی جنہیں  
اصولاً حکومت کی ملک سمجھا جاتا تھا (قب  
لیمان دوشاندن عثمانی امپراطورلغہ، در فواد  
لوپرولو ارمغانی، استانبول ۱۹۵۳ء، ص ۱۳۴،

حاشیہ ۱۲۱)۔ یورو، جان نار، یایا، مسلم، تاتار  
اور ایسی ہی دوسری نظمات میں ہر دس، چوبیس،  
پچیس یا بیس اشخاص کا گروہ ہر سال ایک  
اشکچی کے مصارف فراہم کیا کرتا تھا۔ ان میں  
سے تین یا پانچ کو اشکچی مقرر کیا جاتا۔ باقی  
بمابقی، یعنی مددگار ہوتے۔ اشکچی ان، حاوین (یماقون)  
سے سال میں ایک بار نوٹ سوب ایک مقرر رقم،  
جسے حراج لوق کہتے تھے (عموماً پچاس اچچہ  
می کس) وصول کرنا اور سلطان کی فوج میں، کہ جب  
وہ کسی مہم پر جا رہی ہوئی، سربک ہو جاتا  
(نایرید ثانی کی حکومت میں حراج لوق صرف اس  
وقت وصول کیا جاتا تھا کوئی مہم نہیں آتی)۔  
اس کے عوض میں اشکچوں اور یماقوں کو وہ  
لگان اور محصول حرثی یا کٹی طور پر معاف کر دیے  
جائے حواں کی چھ لک [رک بان] (= مرروعہ زمیں) پر  
واحد الادا ہوں (قب Kânûnname Sultan Mehmeds  
des Eroberers، طبع Fr Kraelitz، در MOG، ۱  
۱۹۲۱ - ۱۹۲۲ء)؛ ۲۵، ۲۸؛ گوک بنگین  
T. Gökbilgin: روسلی دہ یوروکر، نایارلر و اولاد  
فانجان، استانبول ۱۹۵۷ء، ص ۲۴۴ تا ۲۴۶)۔  
وویوقون (voynuks) اور املاقون (Eflaks) کو بھی  
اشکچی نظمات ہی میں شامل سمجھنا چاہیے (قب  
حلیل ایلحق: کتاب مدکور، ص ۲۴۱)، یہاں تک کہ  
بعض علاقوں میں دوغاجوں [رک بان] کا بھی، جن کی  
نظم اسی طریق پر کی جاتی، فرض تھا کہ اشکچی  
مہما کریں۔

ایک دوسری قسم کے اشکچی مالکان اوقاف و  
املاک کی طرف سے مہما لئے جاتے۔ محمد فاتح  
کو چونکہ نئے سپاہیوں کی پیش از پس ضرورت  
پیش آتی لہذا اس نے رمضان ۸۸۱ھ / دسمبر ۱۴۷۶ء  
میں یہ حکم جاری کیا کہ آئندہ بعض قسم کے اوقاف  
اور املاک بھی فوج کے لئے اشکچی مہما کریں گے

(قُب) فاتح دوراندہ قردمان ایالتی و قاری مہرستی،  
طبع اہزلوک F. N. Uzluk، انقرہ ۱۹۵۸ء، نقل عکسی،  
شمارہ ۳)۔ اس حکم کو ملک بھر میں دور دور تک  
نافذ کیا گیا، بالخصوص مروری اور شمالی اطولہ  
میں، جس سے سلطان کے آخری ایام حکومت میں  
ہر طرف بے چینی پھیل گئی (قُب آ، ت، بدل مادہ  
محمد ثانی: ترکان Ö L Barkan: مالکۃ دیوانی  
سیستمی، در THITM، ۲ (۱۹۳۲ تا ۱۹۳۹) ۱۱۹۔  
تا ۱۸۳)۔ دراصل یہ مرض کر اما گیا تھا کہ  
اسے وہب اور ملک کو زیادہ عثمانی عہد سے پہلے  
فائم ہوئے اسی صورت میں سلیم آئے جائیں گے کہ  
سلطان ان کی منظوری دے۔ زیادہ صورتوں میں  
وہ محض اس بنا پر ان کی توثیق نہ کرنا کہ وہ  
مطلوبہ شرائط پوری نہیں کر رہے ہیں، چنانچہ  
ان میں سے اکثر سرکاری ملک فرار دے دیے گئے  
اور بھر انہیں بطور سمار [رک نان] عطا کیا جائے  
لگا تا ان کے مالکوں سے کہ مطالبہ کیا جاتا کہ وہ  
لگانوں اور محصولات کے عوض بھی فوج کے لئے اشکنجی  
مہیا کریں۔ اس قسم کے اوقات اور املاک اشکنجی او  
کملائے تھے۔ تاہم ثانی کے عہد حکومت میں،  
جس کا سلوک زیادہ مفاہانہ تھا، اس طرح کے سماروں  
کو بھی اشکنجی لو ملک بنا دیا گیا، اگرچہ دفاتر  
میں آگے چل کر جو اندراجات ہوئے (دیکھئے  
دفتر حاقانی) ان سے پتا چلتا ہے کہ انہیں بھر سے  
بیمار بنا دیا گیا تھا۔

یوروک Yürük نظم کے ہر اشکنجی کے پاس  
ایک برہ، بیرکمان، ایک تلوار اور ڈھال ہوتی تھی  
اور ہر دس اشکنجیوں کو مشترک استعمال کے  
لئے ایک کھوڑا اور ایک حیمہ دیا جاتا تھا۔  
(قُب Kānūnnāme Sultan Mehmeds des Eroberers،  
ص ۲۸)۔

نویں صدی ہجری/پندرہویں صدی میلادی میں

عثمانی فوج کا ایک بڑا حصہ اشکنجیوں پر مشتمل  
ہوا تھا، بالخصوص محمد ثانی کے عہد حکومت  
میں، لیکن دسویں صدی ہجری/سولہویں صدی میلادی  
کے وسط سے جب عثمانی فوج زیادہ تر آتشیں اسلحہ  
سے آراستہ بیدل سپاہیوں سے مرتب کی جانے لگی تو  
اشکنجیوں اور ان کے ساتھ ساتھ ان محفل تنظیمات  
کی اہمیت بھی معدوم ہوئی گئی جس سے ان کا تعلق  
بہا اور نہ بدرجہ ان کا وجود ہی ختم ہو گیا۔

(حبیل ایالوک HALIL INALCIK)

اشموئیل: (Samuel)۔ مشہور اسرائیلی نبی،  
جنہوں نے تقریباً ایک ہزار سال قبل مسیح اسرائیل  
حکومت قائم کرنے میں اہم حصہ لیا۔ ان کے نام  
کا نام نائیل (۱)۔ سموئیل، (۱) بعد) بے القانہ  
Elkanah بنا دیا ہے، جو نوہسماں افرائیم Ephraim  
میں راماتسم موسم Ramathaim Zophium کا رہنے والا  
اور نبی اسرائیل کا قاضی تھا۔ القانہ کی پہلی  
سوی ختمہ کے بطن سے شروع میں عرصے تک نوئی  
اولاد نہ ہوئی، آخر بڑی دعاؤں کے بعد اشموئیل  
مقام رامہ Ramah پیدا ہوئے، جہیں ماں نے صومعہ  
کی بدر کر دیا۔ انہوں نے اپنا بچپن علی El کا  
کے پاس سلا (Shilah) میں بسر کیا۔ اشموئیل کے  
بعد ان کی والدہ کے ہاں پانچ بچے اور پیدا ہوئے،  
بیں لڑکے اور دو لڑکیاں۔ اشموئیل نام ان کی والدہ  
کا رکھا ہوا ہے، جس کی وجہ خود ان کے الفاظ میں  
یہ ہے کہ میں نے یہ نام اس لیے رکھا کہ ”میں  
نے اسے خداوند سے مانگ کے پایا“ (۱)۔ سموئیل،  
(۲: ۲۰)۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اشموئیل  
شیم Sheme اور ایل سے مرکب ہے: شیم کے معنی  
ہیں نام اور بعض دفعہ یہ بٹنے کے معنی میں آتا  
ہے اور ایل کے معنی ہیں اللہ: اس طرح اشموئیل  
کے معنی ہیں اس اللہ۔ بعض نے اس کے معنی کیے ہیں  
سمع ایل، یعنی اللہ نے سن لیا (Jewish Encyclopaedia،

بائبل کے بارے میں سد سمجھا جاتا ہے،  
 فرضی قرار دیا ہے، لیکر اسرائیل کا پہلا نادرشاہ  
 مستحب کرنے میں حواہم کردار انہوں نے ادا  
 کیا اسے سہر حال تاریخی صداقت سے معمور قرار  
 دیا ہے (Encyclopaedia Britannica، ۱۹ : ۹۲۵،  
 عمود ۲)۔ بائبل میں لکھا ہے کہ حب اشمونیل<sup>۳</sup>  
 بوڑھے ہو گئے تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو مقرر کیا  
 کہ اسرائیل کی عدالت کریں۔ ان کے بیٹے ان کی راہ  
 پر نہ تھے بلکہ معاد پرست، رسوب پسے والے اور عدالت  
 میں طرف داری کے مرتکب ہوتے تھے۔ یہ سارے  
 اسرائیلی بزرگ جمع ہو کر رامہ میں اشمونیل<sup>۳</sup> کے  
 پاس آئے اور ان سے کہا کہ دیکھیے آپ بوڑھے  
 ہو چکے ہیں اور آپ کے بیٹے آپ کے نقش قدم پر نہیں،  
 اب آپ کسی کو ہمارا نادرشاہ مقرر کجیے جو ہم پر  
 حکومت کرے؛ چنانچہ انہوں نے الہی ہدایت  
 کے مطابق ساؤل Saul بن قیس بن ایل کو  
 بنی اسرائیل کا نادرشاہ نامزد کیا۔ بنی بلعال نے اس  
 انتخاب پر اعتراض کیا اور ساؤل کی تحقیر کی۔ اس کی  
 مرید بمصیلا۱۔ سمونیل، باب ۸ بعد، میں  
 ملتی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :  
 اِذْ قَالُوا لَنَبِيِّنَا اَنْتُمْ اَنْتُمْ لَنَا مَلِكًا فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ  
 . . . الح (۲) [القرہ] : ۲۴۶ = حب بنی اسرائیل کے  
 سرداروں نے اپنے ایک بنی سے کہا ہمارے لیے ایک  
 نادرشاہ مقرر کر دیجیے تا کہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ  
 کریں۔ اس کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں  
 جس بنی کی طرف اشارہ ہے وہ اشمونیل<sup>۳</sup> تھے۔ یہ  
 وہ وقت تھا کہ بنی اسرائیلی فلسطیوں سے بار بار  
 شکست کھا چکے تھے؛ اس پر اشمونیل<sup>۳</sup> نے فرمایا : ہم  
 سے کچھ نعیہ نہیں کہ اگر جنگ کرنا ہم پر ضروری  
 ٹھہرایا گیا تو جنگ کرنے سے انکار ہی کر دو۔  
 بنی اسرائیل کے سرداروں نے کہا کہ ہمارے لیے

۱۱ : ۷، عمود ۲)۔ علم اللسان کے نقطہ نگاہ سے  
 اشمونیل کے معنی ہیں اسم اللہ، یعنی اللہ تعالیٰ کا  
 نام (Hastings، ۴ : ۳۸۱)۔ علی کا بنی ابھی زندہ  
 ہی تھا کہ اشمونیل<sup>۳</sup> کو شرف مکلمہ و مخاطبہ انہیہ  
 حاصل ہوا؛ چنانچہ بائبل میں لکھا ہے : ”اور  
 ان دونوں میں خداوند کا کلام کمیاں تھا کہ ”توئی  
 رؤیا نہ ملا نہ ہوئی تھی“ اور اسی وقت ایسا ہوا کہ  
 حب بنی ابھی جگہ لیٹا تھا اور اس کی آنکھیں  
 دھملانے لگیں، ایسا کہ وہ دیکھ نہ سکتا تھا اور  
 خداوند کا چراغ خداوند کے ہیکل میں، جہاں خدا کا  
 صندوق تھا، اب تک نہ بجھا تھا اور سمونیل<sup>۳</sup> لیٹا تھا  
 کہ خداوند نے سمونیل<sup>۳</sup> کو پکارا“ (۱۔ سمونیل،  
 ۳ : ۱ تا ۴)۔

اشمونیل<sup>۳</sup> نے اپنے عہد میں اسرائیلی حکومت کے قیام  
 میں ساؤل Saul کے ساتھ اہم کردار ادا کیا۔ اس وجہ  
 سے انہیں بہت سے قصے کہانیوں کا ہیرو قرار دے دیا  
 گیا اور اس طرح ان کے متعلق تاریخی واقعات  
 کے ساتھ متعدد فرضی داستانیں مل جل گئیں،  
 جنہیں اصل واقعات سے جدا کرنا آسان نہیں  
 (Encyclopaedia Britannica، ۱۹ : ۹۲۵، عمود ۱،  
 مطبوعہ ۱۹۵۰ء)؛ چنانچہ بائبل میں جو لکھا ہے  
 کہ اشمونیل<sup>۳</sup> کی وجہ سے اسرائیلیوں نے فلسطیوں پر  
 فتح پائی (۱۔ سمونیل، ۷ : ۲ تا ۱۳) اس کے متعلق  
 بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ صحیح نہیں اور  
 بائبل میں ساؤل Saul کو، جو فتح کا ہیرو تھا،  
 نصیب سے سمونیل<sup>۳</sup> کی صورت میں بدل  
 دیا گیا ہے (Jewish Encyclopaedia، ۱۱ : ۷  
 عمود ۲)؛ اس طرح بائبل کے اس ماں کو جس میں  
 بتایا گیا ہے کہ کس طرح اشمونیل<sup>۳</sup> کی والدہ نے  
 اپنے بچے کو شیلہ Shiloh کے ہیکل کی ندر گرانہ  
 اسائیکلوپیڈیا برٹینیکا کے مصمون نگار مانیچسٹر کے  
 ڈاکٹر William Lansdell Wardle نے، جنہیں

یہ ممکن ہی کسے ہو سکتا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ نہ کریں حالانکہ ہم اپنے گھروں اور بھائیوں سے علیحدہ کیے گئے ہیں، چنانچہ اشموئیل<sup>۱</sup> نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت ایک شخص کو ان کا بادشاہ مقرر کر دیا۔ نائل میں اس ناسا کا نام ساؤل Saul لکھا ہے اور اسے خداوند کا مسح کہا گیا ہے (۲۔ سموئیل، ۱: ۱۶)۔ قرآن مجید نے اس کے لئے طالب کا لفظ استعمال کیا ہے، جو طول سے مشتق ہے اور مد کی لمبائی پر دلالت کرتا ہے، اور ساؤل مد میں بھی سب سے لمبا تھا (۱۔ سموئیل، ۱۰: ۲۳)۔ جب اشموئیل<sup>۲</sup> ساؤل کو بادشاہ بنا چکے تو بعض لوگوں نے اس انتخاب پر اعتراض کیا اور کہا یہ شاہی خاندان سے نہیں اور نہ اس کے پاس زیادہ مال و دولت ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہ دیا: اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰ عَدَّتْکُمْ وَ زَادَہٗ سُلْطٰہٗ فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ کہ اول تو اللہ نے اس کی سبکی اور تقویٰ کی وجہ سے اسے چنا ہے، دوسرے وہ زیادہ علم رکھتا ہے، تیسرے اسے جسمانی قوت و طاقت حاصل ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حاکم کے انتخاب میں قرآن مجید ان اصول کو مد نظر رکھنے کی تلقین فرماتا ہے اور موروثی بادشاہت یا دولت مند ہونے کی وجہ سے حاکم اعلیٰ کا انتخاب صحیح نہیں۔ پھر اشموئیل<sup>۳</sup> نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اس کی بادشاہت کا سننا یہ ہے کہ وہ تمہارے پاس التائب لائے گا۔ اس ”التائب“ سے کہا مراد ہے؟ نائل کا بیاں تو یہ ہے کہ یہ ایک صدوی تھا، جو لمبائی میں اڑھائی ہاتھ اور چوڑائی اور اونچائی میں ڈیڑھ ڈیڑھ ہاتھ تھا اور اوپر سے سوئے سے مٹھا ہوا تھا، اس کے اوپر سوئے کا کلس تھا (حروج، ۲۵: ۱۰ تا ۱۷) اور اس صدوی میں عبرانیوں (۹: ۴) کے مطابق ”سوا پتھر کی ان دو لوحوں کے چھپیں موسیٰ“ نے حور پر اس میں

رکھا تھا“ اور کچھ نہ تھا، مگر عبرانیوں (۹: ۴) کے مطابق اس میں سوئے کا ایک برس من manna سے بھرا ہوا اور ہارون<sup>۴</sup> کا عصا اور عہدنامے کی الواح تھیں۔ یہ نابو یا صدوی ایک مرسہ بنی اسرائیل کے قصبے سے نکل کر فلسطیوں کے قصبے میں چلا گیا تھا، پھر یہ بنی اسرائیل کو واپس بل گیا۔ نائل میں جہاں فلسطیوں کے اس نابو کو لئے جانے اور پھر واپس کرنے کا ذکر ہے وہ ذکر ایسے بے ربط طریقہ سے ہے کہ پادری ڈملو ایسے تفسیری نائل تک کو اعتراض ہے کہ وہاں سے ہرگز بنا نہیں چلتا کہ یہ کس زمانے کا واقعہ ہے۔ بہر حال بعد میں کسی وقت حضرت داؤد<sup>۵</sup> اسے یروشلیم میں لے آئے اور حضرت سلیمان<sup>۶</sup> کے زمانے میں اسے سب المقدس میں رکھا گیا: پھر یہ لاسا ہو گیا اور نبی ناث نہی ہوا کہ کہیں گیا، لکن لسان العرب میں نابو کے معنی دل بھی دیے ہیں اور امام راعت نے اپنی کتاب مفردات میں لکھا ہے کہ نابو سے مراد قلب اور سبکیت ہے۔ اسی طرح بعض تفسیر میں بھی نابو کے معنی قلب مقبول ہیں (الذی صاوی، بحث آیہ)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم التائب سے طالب (ساؤل) کے قلب کی طرف اشارہ ہے اور بتایا گیا ہے کہ جس ساؤل پر تم معترض ہو اس کا قلب وہ پہلا سا نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں سبکیت اور طمأنینہ رکھ دی ہے اور وہ کسی سے مرغوب ہوئے والا نہیں اور نہ وہ ہوا و ہوس کا بندہ ہے، گویا اسے ایک دوسرا دل دے دیا گیا ہے۔ خود نائل سے ان معنوں کی تصدیق ہوئی ہے، چنانچہ ۱۔ سموئیل، ۱۰: ۹ میں لکھا ہے، ”اور ایسا ہوا کہ جو نہیں اس نے سموئیل<sup>۷</sup> سے رحمت ہوتے وقت پیشہ پھیری وہیں خدا نے اسے دوسری طرح کا دل دیا“۔ پھر قرآن کہتا ہے کہ اس نابو میں وہ اچھی باتیں تھیں جو موسیٰ<sup>۸</sup> اور ہارون<sup>۹</sup>

(Judges) کے اختتام سے ہوا ہے۔ خود اشموئیل<sup>۳</sup> آخری قاضی تھے اور حصرب داؤد<sup>۴</sup> کے عہد کے اختتام پر یہ سانحہ ہوا تھا۔ ان کتابوں کے انداز بیان سے ظاہر ہوا ہے کہ حو واقعات ان میں بیان ہوئے ہیں وہ کسی ایسے شخص کے فلم سے ہیں جو خود اس وقت موجود نہ تھا جب یہ واقعات ظہور پذیر ہو رہے تھے اور اس طرح متعدد متضاد بیانات اس میں جمع ہو گئے ہیں؛ یہی یہ کتب اس وقت جس شکل میں ہمارے پاس موجود ہیں ان کا لکھے والا حاصیہ بعد کے زمانے کا کوئی شخص ہے، جس نے مختلف تحریروں اور ربانی روایات کی روشنی میں انہیں تالیف کیا (Jew Ency، ۱۱، ۱۱، عمود ۲)۔ اشموئیل<sup>۳</sup> نے ناسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔

مآخذ (۱) تفاسیر قرآن مجید، تحت ۲ (الفرقة)؛  
(۲) عہد نامہ قدیم، کتاب سموئیل، اول و دوم،  
(۳) Jewish Encyclopaedia، ۱۱ : ۵ تا ۱۳، (۴)  
Encyclopaedia Britannica، ۱۹ : ۹۵ تا ۹۷، مطبوعہ  
۱۹۰۰ء؛ (۵) S R Driver Notes on the Hebrew

Text of the Book Samuel (۶) H P Smith  
Old Testament History، نیویارک ۱۹۰۳ء، ۱۰۷ تا  
۱۵۵ (۷) A Critical and Exegetical Commentary  
J Hastings (۸) on the Books of Samuel  
Dictionary of the Bible، ۴ : ۳۸۱ تا ۳۹۱؛ (۹)  
Black's Bible Dictionary، ص ۶۴۱ تا ۶۴۳۔  
(عبدالمتن عمر)

### الاشموئیلین : صحیح بر الاشموئیلین؛ صغید مصر

میں ایک قصے کا نام، جو دریائے سل اور [اس کے ایک معاون] بحریوسف کے درمیان تقریباً ۲ درجہ، ۷۷ دقیقہ عرض البلد شمالی میں واقع ہے۔ یہ مقام ریلوے سٹیشن روصہ سے زیادہ دور نہیں ہے اور ایک چھوٹا سا دیہاتی قصہ ("ناحہ") ہے، جس کی

کے برگزیدہ متبعین نے اپنے پیچھے چھوڑیں اور اسی طرح ساؤل دو بیویاں گروہوں کی اچھی نابوں کا وارث بنا۔ عرص طالب (ساؤل) کو ربام حکومت سپرد کر دی گئی اور اس کے ذریعے ہی اسرائیل کو فلسطین پر فتح نصیب ہوئی اور فلسطین کا ہیرو غالب، جس کے لیے نائل میں حانی حولب (Goliath of Gath) کا لفظ آیا ہے (۱۔ سموئیل، ۱۷ : ۴)، ہلاک ہو گیا۔ یہاں فران مجید کا جانا حتم ہو جاتا ہے۔ اشموئیل<sup>۳</sup> کے سوانح حساب کا حاکم ناڈل کی کتاب سموئیل میں درج ہے (لیکن ناڈل کی اس کتاب کے سان کردہ واقعات پر اس قدر ونوی نہیں لیا جاسکتا کہ اس کی تاریخی صحت پر سہ نہ ہو سکے۔ تاہم ناڈل کے نقادوں کے نزدیک بھی اشموئیل<sup>۳</sup> کا نادرشاہ گروہ ہونا اپنے اندر تاریخی صداقت ضرور رکھتا ہے (Ency Brit، ۱۹ : ۹۲۵، عمود ۲)۔

اشموئیل<sup>۳</sup> کو عہدہ فصا پر مسمیٰ ہوئے نو سال ہو چکے تھے جب اسرائیلیوں نے ان سے مطالبہ کیا کہ ہمارے لیے کوئی بادشاہ مقرر کجے، حناچہ ناڈل کا سان ہے کہ آپ نے مصفاہ (Mizah) میں لوگوں کو جمع کیا اور بذریعہ فرعہ اندازی ساؤل کا انتخاب ہوا (۱۔ سموئیل، ۱۰ : ۱۷ بعد)؛ ہر اشموئیل<sup>۳</sup> نے لوگوں کو سلطنت کے آداب سائے اور اس بارے میں ایک کتاب لکھی۔ اس کے بعد حلحال میں باقاعدہ ساؤل کی ناح ہونی ہوئی (۱۔ سموئیل، ۱۱ : ۱۴)۔

اس وقت عہد نامہ قدیم میں روب کے بعد سموئیل کے نام سے دو کتابیں ہیں۔ ابتداء میں یہ دو علیحدہ علیحدہ کتابیں نہ تھیں۔ ان میں کل بیتالیں ابواب ہیں، ان کتب میں اسرائیلیوں کی تاریخ کا وہ حصہ بیان ہوا ہے جس کا آثار عہد قاصیوں



۱۷۲۰ء میں دریائے نیل کی گزرگاہ کے دوبارہ نل جانے کی وجہ سے قریب کا شہر ملوی نژا شہر بن گیا اور انہیں حلاب کے تحت بعد کے زمانے میں یہ حثیب بنبہ (بنبہ، مئۃ الحثیب) کو حاصل ہو گئی قرون وسطیٰ میں اشموئیں اپنی رجحیری کی وجہ سے مشہور تھا۔ ارسى قمرى قاین یہاں بھی رہے جاتے تھے۔ ہیٹروں کی پرورش کی وجہ سے، جو اس کے مصافح میں جیہڑن عربوں کا بنبہ تھا، یہ حکم اُن کی صعب کا مرکز بن گئی اور یہاں کی ہداوار، یعنی اوبی پارچہ حاب باہر بھیجے جاتے تھے۔

المقبرۃ ہمیں ہر قسم کی اسامیری عمارات کے متعلق معلومات بہم پہنچاتا ہے، بالخصوص ایک ایسی سربک کے بارے میں جو دریائے نیل کے نیچے بیچے اُنصا تک چلی گئی تھی، جسے قدیم زمانے میں انتویہ (Antinoe) کہتے تھے۔

مصر میں اسی نام کے دو اور مقامات ہیں، جن سے اس شہر کو ملتس نہ کرنا چاہیے: "اشموئیں" (اشموئیں) اترمان، جو دمیاط کے قریب ہے اور اشموئیں (الخریسات)، جو صوبہ منویہ میں ہے۔

مآخذ: (۱) یاقوت: معجم (طبع ویشیلٹ)، ۱: ۲۸۳؛ (۲) ابن جیمان، ص ۱۷۳؛ (۳) المقبری: العطف، ۱: ۲۳۸؛ (۴) علی مبارک: العطف الجدید، ۸: ۷۴؛ (۵) الفلکشڈی (ترجمہ ویشیلٹ)، ص ۹۴، ۱۰۰؛ (۶) کاترمیئر *Mémoires sur l'Egypte* Quatremère ۱: ۹۰؛ (۷) *Géographie de l'Egypte* Amélineau؛ (۸) *Papyri Schott Reinhardt* ۱۶۷؛ (۹) *Dictionnaire géographique* Boinet Bey ۲۱؛ (۱۰) *de l'Egypte* Baedeker ۱۰۰؛ *the Sudan* طبع ششم، ص ۲۱۳۔

(پگنر C H BECKER)

اشموئیں: (اشنبہ، اشویہ)، آدریجیاں کا ایک قصہ

مجموعی آبادی [۱۷۲۰ء-۱۱۹۲ء] دوس پر مشتمل تھی (دائرۃ المعارف الاسلامیہ، بدیل مادہ)؛ یہ ناحیہ صوبہ اسیوط کے ضلع (مرکز) ملوی سے متعلق ہے۔

یہ مقام، جو اب بالکل غیر اہم ہے، کسی زمانے میں مصر کے بڑے شہروں میں سے تھا۔ اس کے نام کی عربی صورت قدیم مصری نام حمونو، *Chmunu* اور منطی نام *Shmon* کے مطابق ہے۔ یونانی اور رومی اسے *Hermopolis Magna* کہتے تھے۔ کچھ آثار قدیمہ اب بھی اس کی گزشتہ شان و شوکت کے شاہد ہیں۔ منطی - عربی اسمائے (Saga) میں اشموئیں [یا اشمن - یاقوت] بن مصر کو، جس کے نام پر اس کا نام رکھا گیا، اشموئیں کا نانی سمجھا جاتا ہے۔ موجودہ صورت بنبہ نام سے، جس کی اس شکل کے متعلق دور عرب کے شروع زمانے سے بھی شہادت ملتی ہے، دو اشموئوں کا ہوا چلتا ہے اور یہ صورت صرف دور عرب ہی میں پیدا ہو سکتی تھی اور فی الواقع پہلی اور دوسری صدی ہجری کے اوراق بردی میں دو جگہوں کا ہوا چلتا ہے: الاشموئیں السفلی اور الاشموئیں العللی [لدا؟ العللی]، یعنی ریریں و بالائی اشموئیں۔ ان میں سے ایک نو قدیم ہرموپولس *Hermopolis* ہے اور دوسرا بلاشبہ بعد میں آباد ہوا اور اس کی آباد کاری بحریوسف کے حاکم ہوحانے یا دریائے نیل کی گزرگاہ کی تبدیلی کی بناء ہی پر ممکن ہو سکی ہوگی۔ اس معاملے کے متعلق محتاج بیانات ملتے ہیں پھر عبوری دور کا صیغہ بنبہ جس سے یہ نام ہے شہر کو دے دیا گیا۔ شروع میں چونکہ اشموئیں قدیم زمانے میں ایک یونانی اقلیم (*voμōc*) کا پایہ نہ تھا، لہذا اشموئیں بھی اسلامی زمانے میں ایک ٹورے کا مرکزی شہر بن گیا اور فاطمی سلطان المستنصر کے زمانے میں صوبہ جانی تقسیم کے بروئے کار آئے پر ایک صوبے کا صدر مقام ہو گیا۔ مملوک عہد میں دیر تک یہ شہر خوش حال رہا، لیکن

اور الغریبہ کو ہوتی تھی۔ اس کا گیاهی میدان (steppe) (نادیہ = لاهجان؟) ہڈبانی کردوں کی ملکیت تھا، جو موسم گرما یہیں گزارتے تھے (یعنیوں)۔ ویسے ان کردوں کی اصل جاگیر اربل کے علاقے میں بھی (قبّ مادّہ تکر)۔

آشنو کے علاقے میں زوزا قبیلے کی آمد کا ہمیں کوئی علم نہیں (ممکن ہے وہ بھی ہڈبانی کردوں ہی کی ایک شاخ ہو)، لیکن زوزی کردوں کا۔ کر سہاب الدین العمری کی کتاب مسالک الانتصار میں بھی آیا ہے، جو ۱۳۳۵ء میں مصر میں لکھی گئی تھی (قبّ NE، ۱۳، ۱۸۳۸ء) : ۳۰۰ نا (۲۹)۔ اس مصنف نے اس نام کے معنی وَلَدُ الدَّهَب (بھڑیے کی اولاد) کہے ہیں، لیکن کاتربیشتر Quatremère نے اس کی اصلاح کر کے ہوئے وَلَدُ الدَّهَب کر دیا، یعنی ”آل زر“ (کردی زبان میں زار + رار)۔

زوزا قبیلے کے متعلق شرف نامہ کی سمجھ میں جس فصل کا ذکر ہے وہ تمام فلمی سچوں میں مفقود ہے۔ ان لوگوں کے تصرف میں یقیناً خاصا بڑا علاقہ ہوا۔ ایک مسح شدہ عبارت (۱ : ۲۸۰) میں شرف الدین بظاہر یہ کہتا ہے کہ لاهجان کو زوزا قبیلے سے پیر توفیے چھین لیا تھا، جو ناناں قبیلے کا پہلا سردار تھا (پندرھویں صدی میلادی)۔ اسی مصنف نے (۱ : ۲۷۸) اس شکسب کا بھی ذکر کیا ہے جو سلطان مراد ثالث (۹۸۲ تا ۱۰۰۳ھ) کے عہد میں سلیمان بگ سہراں نے زوزا قبیلے کو دی تھی۔

آشنو اس شاہراہ پر واقع ہے جو موصل اور جھیل آرسہ کو ملاتی ہے (موصل جو روان دز جو درۂ کلمہ نہیں [بلندی تقریباً دس ہزار فٹ] جو آشنو جو آرسہ یا مراغہ)۔ چونکہ یہ شاہراہ سردیوں میں برف سے آٹ جاتی ہے اس لیے اس سڑک سے بہت کم آرام دہ ہے جو روان دز سے رباب ہوئی ہوئی درۂ گروشنک سے گزرتی ہے

اور صلح۔ آشنو آرمیہ [رک نان] کے جنوب میں واقع ہے اور اسی سے اس کا نظم و نسق عموماً متعلق رہا ہے۔ اس ضلع کو دریائے گدر (Gader، عادر؟) کا بالائی حصہ سراب کرتا ہے، جو صلح سلڈز [رک نان] میں سے گرتا ہوا جنوب مغرب کی طرف سے جھیل آرمیہ میں جا گرتا ہے۔ آشنو سے جنوبی سمت صلح لاهجان ہے، جس کا صدر مقام سوح تلی ہے۔ قصۂ آسو (۱۰۷ گھر)، دریائے کادر (چیم چلس، یعنی چالیس ہنچکوں کا دریا) کے نائن کنارے واقع ہے۔ یہ دریا وادی گداس سے نکلتا ہے اور اسی وادی کے درمیانے اس ضلع اور مارگار مارگار Mergavar کے مابین ریل و رسائل کا انتظام ہے [قبّ مادّہ ارسہ]۔

اس ضلع میں تکر آمد ہیں۔ سہر اور اس کے مواقع میں زوزا قبیلے کے لوگ بستے ہیں اور باقی پچیس مواقع میں قبیلہ منشی کے افراد آباد ہیں اور اسی قبیلے کے کچھ لوگ لاهجان اور سلڈز میں بھی رہتے ہیں۔

ممکن ہے کہ خلدی (وابی) کسوں میں جو ایک نام آئشی آیا ہے وہ آسو ہی کا مترادف ہو۔ رائسن Rawlinson نے آسو سے جنوب مشرق کی طرف ہی میل کے فاصلے پر) ایک گاؤں سگان کو fluxap تصور کیا ہے، جس کا ذکر بطلمیوس (Ptolemy) نے میڈیا میں کیا ہے (۶ : ۲)۔ عربی مآخذ میں آشنو کا ذکر الاضطحری (ص ۱۸۶) کے وقت سے آیا ہے۔ اس مصنف کا قول ہے کہ اشنۃ الآدریہ تورڈینی کے علاقے میں ہے۔ اور اس علاقے میں ذاققان اور نریر (نریر؟) بھی شامل تھے، لیکن اس حوالے (ص ۲۷۰) پہلے ہی بتا چکا ہے کہ یہ قبیلہ کھی کا نابید ہو چکا تھا۔ ص ۲۳۹ پر وہ اشنہ کے علاقے میں سزے اور بھلوں کی فراوانی کا ذکر کرتا ہے۔ اس کی پیداوار (یعنی شہد، بادام، حوز اور مویشی) کی برآمد موصل

کیونکہ یہ جگہ مسلمانوں اور مسیحیوں دونوں کے نزدیک قابل احترام ہے۔ رالسن Rawlinson نے (ص ۱۷) وہاں اسو کے اسقف ابراہیم کا مقبرہ دیکھا تھا، جو ۱۲۸۱ء میں سطوری حائلیق پہلا التالٹ (Nestorian Catholicos Yahballaha III) کی مسند نشینی کے وقت موحود تھا۔

مآخذ قَب مَادَّة اَرَبِیَّہ (۱) Rawlinson (۱) Notes on a Journey from Tahriz: ۱۰ (۱۸۳۰ء) : ۱۰ تا ۲۴، (۲) Fraser Travels in Koordistan (۱۸۳۴ء)، لڈل ۱۸۳۰ء : ۱ تا ۸۹، (۳) Der Bittner Kurdegau U'chnúje etc، در Sitzungs Ak Wien، ج ۱۳۳، وانا ۱۸۹۰ء، (۴) Lehmann-Haupt Armenien، ۱، ۲۳، ۲۶، (۵) De Morgan Mission scientifique en Perse، در Recherches archéologiques، ۱ : ۲۶۱ تا ۲۸۳ (کلہشیں)۔ قَب میر (۶) Etudes Géographiques، ۱۸۹۰ء، ج ۲، لڈل اشاریہ، کلہشیں کے متعلق دیکھیے Lehmann-Haupt کے مآخذ، معق مد کور، اور زیادہ تفصیل سے (۷) سورسکی Kella-Shin Minorsky، در Zap، ۱۹۱۷ء، ۲۳، ۱۴۶ تا ۱۹۳۔

(سورسکی MINORSKY V)

آشیر : شمالی افریقہ کا ایک قدیم حصار شدہ شہر، جو نوہستان نظری میں الحرائر سے ایک سو کلومیٹر کے فاصلے پر جنوب مغرب کو واقع ہے۔ تاریخ میں اس شہر کا ذکر چوبھی صدی ہجری / دسویں صدی میلادی میں آیا ہے۔ یہ اس حصہ ملک سے متعلق تھا جس پر صہاحہ قائل فاضل تھے اور ان کے علاقے کی معری سرحد پر واقع تھا۔ اس شہر کی بنیاد صہاحہ کی اہم شاخ کے سردار ربڑی بن مہاد نے رکھی تھی اور اس کی بناء اس کش مکش عظیم کی داستان کا ایک حصہ ہے جس میں کوہستان کے بربری قائل، جو افریقہ کے فاطمیوں کے حامی تھے، اور ان کے میدانوں

کے کلہشین کے جنوب میں ہے، جس کی بلندی سات ہزار آٹھ سو فٹ سے زیادہ نہیں۔ درۂ کلہشیں (کردی راں میں معنی "سرچٹاں") کی وجہ بسمیہ وہ لوح ہے جس پر آنوری اور دنادی (خلدی Khaldic) دونوں زبانوں میں ایک متنہ لکھا ہے اور جسے ۸۰ قبل مسیح میں دنادی بنایا۔ اسوینی Ishpuini اور اس کے فرزند مینوا Menua کے زمانے میں نصیب کیا گیا تھا۔

مسالک الانصار (ترجمہ ڈارمستر Quatremère، ص ۳۱۰) میں حبل الخمرس ("لوہ دو سک") کا مصلد ذکر ہے، یعنی ایک نوکلہس کی لوح اور دوسری اس سے مماثل بھراوا کی، جو کلہس سے جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔ موصول نے علامے میں نادساہ یمن (رائس بن مس کی جنگوں کے اساطیری بناں میں الطبری (۱ : ۴۴۰) نے بنایا ہے کہ اس نادساہ کے سپہ سالار شورش العطف نے اس کے کارناموں ۵۵۵ء اور دو مہروں (خمریں) پر لکھا لرایا تھا، جواب بھی آدرجاں میں موحود ہیں۔ یہ دونوں میں G. Hoffmann نے Auszüge میں شائع کر دیے ہیں (ص ۲۳۹ تا ۲۵۰)۔ اس صلیح (ارامی زبان میں آشوح اور آسنہ)

کے مقامی ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں کسی زمانے میں ایک مسیحی عنصر موحود تھا، جواب معمود ہو چکا ہے (قَب سرخس، دہنہ اور نم رزہ جسے دیہات کے نام)۔ ۹۵۸ء ہی میں اسو کے ایک مسیحی باشندے نے مَنظفہ کے قریب سرخوس Sargius اور ناحوس Bacchus کا گرجا بنایا تھا۔ پھر ۱۲۷۱ء میں دہنہ کے سطوری لٹھولک اسقف نے آشوریہ کے دارالحکومت کا صدر مقام آسنو منتقل کر دیا تھا تاکہ محل حکم راں اس کی زیادہ اچھی طرح حفاظت کر سکیں (Assemani، ۲ : ۳۵۰، ۳۵۶)۔ ایک اور قدیم مکسا مکر ہے بسکان کے قریب دیر شیخ ابراہیم کے کھنڈروں میں پوشیدہ ہو،

۱۰۳۸ء کے فوراً بعد یوسف بن حماد نے اس پر قبضہ کر لیا اور اس کے لشکریوں نے اس شہر کو پوری طرح ناراج کیا۔ ۱۰۳۸ھ/۱۰۷۶ء میں رباہ نے اس کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کیا، لیکن سوحماد نے آگے چل کر یہ شہر واپس لے لیا۔ ۱۰۹۵ھ/۱۱۱۱ء میں بلسان کے المرابطی والی ناشین بن بامر نے اس شہر کو سر کر کے تباہ کر دیا۔ اس کے حمادی فرمان رواؤں نے اس ویرانے کو نئے سرے سے آباد کیا، لیکن اب وہ سو عاسہ کے حلف غاری الصہاحی کے ہاتھ لگ گیا (تقریباً ۱۰۵۸ھ/۱۱۸۳ء)۔ اس کے بعد تاریخ کے اوراق سے اشیر کا نام غائب ہو جاتا ہے

اشیر کی تباہی اور زوری یا تلفیق سے اس کی نسب کے بارے میں جو عدم یقین پایا جاتا ہے اس کا مظاہرہ ایک حد تک حود اس کے حاتمے وقوع پر اس کے نامی ماندہ آثار کا مطالعہ کرنے والے کو نظر آ سکتا ہے۔

نوشہاں پٹری کے اسی خطے میں، جو دور سے جنوبی الحرائر کے درمیان میدانیوں پر چھانا ہوا نظر آتا ہے، میں سابقہ آبادیوں کے آثار نظر آتے ہیں، جو دیکھنے میں گو ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن سب میں ان کے اسلامی الاصل ہونے کی خصوصیات نمایاں ہیں۔

(۱) ان میں سے ایک مقام متبرہ بن السلطان ایک محکم حصار ہے، جو ۲۷۶ میٹر لمبی ایک چٹان کے اوپر تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کے ارد گرد عمیق کھائیوں ہیں، جو کاف لحد کے سلسلہ کوہ سے شمال کی طرف کو باہر نکلی ہوئی ہیں۔ اس کے مرکز کے قریب ایک عمارت کھڑی بھی، جو محاط حاتمے یا گودام کا کام دینی ہوگی۔ یہاں ایک بڑا حوض بھی تھا، جو اس مورچے پر متعین مختصر سے فوجی دسے کے لیے عارضی طور پر بسد بہم پہنچانے کے

میں آباد رباہ قبائل سے متصادم ہوئے، جو قریب سے سو ادبہ کے حاسی اور طرفدار تھے۔

زوری نے اپنی ان خدمات کے صلے میں جو اس نے فاطمیوں کے لیے الحصوص انورید "دوالحمار" کی ہولناک محابوب کے دوروں میں ۱۰۳۲ھ/۱۰۳۵ء میں سرانجام دیں فاطمی خدمہ القائم سے یہ شہر سبائے کی احارب حاصل کر لی اور اس طرح اس قبائلی سردار کو کسی حد تک ایک صاحب حسب حیدر مختار حکمران کا مرتبہ حاصل ہو گیا۔ تاہم یہ بات قابل توجہ ہے کہ التکری اور اس الاثر نے اس حصار بند شہر کی تباہی کو زوری کے بیٹے تلفیق سے مسبوب کیا ہے اور التکری سے اس کی تاریخ تباہ ۱۰۳۶ھ/۱۰۷۶ء اور اس الاثر نے ۱۰۳۶ھ/۱۰۷۶ء بتائی ہے۔

اس نئے شہر کو تباہ مسئلہ اور قہرہ (وجودہ نوزہ) سے آدمی لا کر مصنوعی طور پر آباد کیا گیا اور حد آراں بندساں سے بھی، جو رباہ قبائل کے مرکز احصاء کا کام دینا رہا تھا۔ اس شہر میں محل، درواں سرائیں اور حمام تعمیر کرائے گئے۔ جب فاطمی خدمہ الصیر نے، جس نے قہرہ حاتمے کے لیے اربعمہ کی حکومت چھوڑ دی تھی (۱۰۳۳ھ/۱۰۷۳ء)، تلفیق کو مسند آرائی کا فرمان عطا کر دیا تو تلفیق اسیر سے القروان چلا گیا، تاہم مرکز حکومت کی یہ نقل مکانی تدریج مکمل ہوئی اور اس قبائلی دار کا کتبہ اشیر ہی میں مقیم رہا۔

زوری مملکت کے اس سرحدی خطے کی حفاظت سوحماد (بن تلفیق) کے سپرد ہوئی اور جب ۱۰۸۰ھ/۱۰۱۰ء کے سمجھوتے کے مطابق سوحماد کی علیحدگی تسلیم کر لی گئی تو اسیر کا شہر ان کی مملکت میں شامل ہوا۔ علاوہ ازیں شہر اسیر پر سوحماد کے قبضے کے سلسلے میں حود اس حادان کے افراد میں جھگڑے شروع ہو گئے۔ ۱۰۳۰ھ/

لیجے پایا گیا تھا۔

(۲) اسی سلسلے کی حو ڈھلاہیں خوب کی طرف پھیلی ہوئی ہیں ان پر ایک مستطیل احاطہ پھیلا ہوا ہے، جس کی چار دیواری کا بچہ حصہ دو میٹر موٹی فصیل سے گھرا ہوا تھا۔ اس کے اندر حو دیواریں ہیں ان سے مختلف سطحوں کی چھتوں کا پتا چلتا ہے؛ لیکن اس کے سوا یہاں اور کوئی عمارت نظر نہیں آتی۔ ایک گھاٹی کے ساتھ ساتھ حو احاطے کے کنارے واقع ہے۔ یسیر نامی ایک چشمہ بہتا ہے۔ Rodet کا نام ہے کہ شیر حود اس احاطے کا نام ہے۔

کالون M L Golvin نے حال ہی میں حو کھدائی کی ہے اس سے اس احاطے کے باہر پتھر سے تعمیر کردہ ایک قلعے کی موجودگی کا سراغ ملا ہے، جس کا نقشہ بہت مناسب ہے۔ حوی روکار کے وسط میں آگے کو نکلی ہوئی ایک ڈبوڑھی ہے۔ اس کے پیچھے قلعے کے اندر داخل ہونے کا دالان ہے، جس کی سانسے کی دیوار بند ہے۔ باقی عمارت میں حائے کے لیے اس دالان کے دونوں پہلووں میں دو راستے رکھے گئے ہیں۔ دروازے کی یہ شکل فاطمی خلیفہ القائم کے محل کے دروازے سے بہت ملتی جلتی ہے، جسے حال ہی میں مہدیہ میں رہیں کھود کر نکالا گیا ہے (دیکھئے: M. S. Zbiss، در JRA، ۱۹۵۶ء، ص ۷۹ تا ۹۳)۔

(۳) ایک اور قلعہ بند شہر کے آثار یسیر اور قلعہ مدکور کے بالمقابل اڑھائی کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں اور انہیں ایک وادی قلعے اور یسیر سے جدا کرنی ہے۔ یہ شہر بیہ (نیہ) ہے اور اس کے آثار اس ڈھلان کے رقبے پر پھیلے ہوئے ہیں جو کف نسیمال Tsamsal سے شمال کی طرف جاتی ہے۔ قلعے کی فصیل اس ڈھلان کے زیریں حصے کے قریب چٹان کی کھڑی دیوار (escarpment) پر، حو وادی

کے کنارے ہے، تعمیر کی گئی ہے اور اس کا ایک سرا [کوہ] کاف تک چلا گیا ہے، جس کے پہلو میں شہر آباد تھا۔ اس بلند چٹان کے عین سچے کسی زمانے میں ایک رہاں تھا۔ فصیل میں تین دروازے بنائے گئے ہیں۔ ساری رہیں عمارتوں کے کھنڈروں سے بٹی پڑی ہے۔ ان میں سے ایک مسجد کے آثار سے زیادہ آسانی سے نساحب لیے جاسکتے ہیں۔ مسجد کے دالان میں، جس سے پہلے صحن ہے، سات محرابیں اور چار حوروں کے (bays) ہیں۔ متعدد وسیع چشمے شہر میں آ کر گرتے ہیں۔

ہو سکا ہے کہ ایک ہی خطے میں ان رہیں شہروں کی موجودگی سے یہ سمجھا جائے کہ یہ ریری صحاح کے تاریخ کے تین ادوار کی سان دہی کرے ہیں اور ان سے یکے بعد دیگرے تین تعمیرات کا اظہار ہونا ہے۔ مزہ بہ سلطان شہر نہیں، بلکہ صحاح کی حائے بہ اور دیدگاہ ہے اور یہ عمارت غالباً اصلی شہر کی بہ رکھنے سے پہلے بنائی گئی ہوگی۔ یسیر کے قریبی قلعے اور مہدیہ کے محل کی مماثلت سے یہ قیاس ممکن ہو جاتا ہے کہ اس قلعے اور شہر کی عمارت ریری (۵۳۲ء/۵۴۳ء) سے بنائی تھی، جس کی احارت القائم نے دی تھی اور حو غالباً افریقیہ کے کسی معمار کی ہدایات کے مطابق تعمیر کیے گئے تھے۔

دوسری جانب بیہ غالباً تلبقین (۵۳۶ء/۵۴۷ء) کا بنا کردہ تھا، جس کا بہت ہی صحیح حال الکری نے بیان کیا ہے۔

مآخذ: (۱) التوری و ابن خلدون، ترجمہ de Slane، ۱۸۷۷ء تا ۱۸۹۳ء؛ (۲) ابن خلدون، متن، ۱۹۷۷ء بعد، ۳۲۶، ترجمہ، ۶۰۲ بعد، ۲۰۹؛ (۳) ابن العداری البیان، طبع Dozy، ۱: ۲۲۳، ۲۳۸، ۲۵۸ بعد و ترجمہ ارفایان Fagnan، ۱: ۳۱۳، ۳۵۰، ۳۶۵، ۳۶۷ بعد، (۴) ابن الأثیر، ۸: ۴۵۹ و ۹: ۲۳، ۳۸، ۴۷

سٹی میٹر = ۹۰۔ انچ ہے۔ ترکی میں زیادہ تر دراع خلی رائج ہے، جو ۶۸.۵۸ سٹی میٹر کا ہونا ہے اور حس کا اصبع = ۲.۸۵۷ سٹی میٹر = ۱۰۱۰ انچ ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ لفظ اصبع کا استعمال دورمرہ کی زندگی میں مدب سے مروک ہو چکا ہے اور دورمرہ میں جہاں کہیں سٹری (metric) نظام ہے دیسی نظام پیمائش کی ابھی پورے طور پر حگہ نہیں لی، دراع عام طور پر چار حصوں (ربع) اور چونس حصوں (مراط) میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

مآخذ (۱) *Essai sur Don Vasquez Queipo*  
*les Systèmes métriques*، مواضع کثیرہ: (۲) *M van Corp Inscr Arab Berchem* : ۲۲ : (۳) *Mémoire sur le Meqyas de l'île J. J. Marcel* : ۱۰، *Descr de l'Égypte, État moderne*، *de Roudah* : ۱۰۳، *Tract. de legal* : ۶۶ : (۵) *المقیزی* : *v. Vloten* : ۶۶، *Arabum ponderibus*، طبع *Tychsen*، *Rostock* : ۱۸۰۰ء، ص ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷۔

(E. V. ZAMBAUR (زمباور)

اصحاب ارحا: دیکھیے صحاح ارحا۔

اصحاب الاخدود: ”حذق والے“، ایک لقب، جو قرآن مجید کی سورہ ۸۰ [البروج] کے شروع میں آیا ہے اور جسے سمجھنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ آیات ۴ تا ۷ میں یوں ہے: [قَتَلَ اصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ الْبَارِذَابَ الْوَقُوْدِ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قَعُوْدًا وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُُوْدٌ] ”مارے گئے اُس حدو، والے جو ایدھن والی بھی حب وہ اُس (آگ) کے پاس بٹھے تھے تو اس کو جو وہ ایماں والوں کے ساتھ کر رہے تھے آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔“ قرآن [محمد] کے قدیم مفسر اور مؤرخ ان آیات کے مختلف محمول بتائے ہوئے یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان کا اشارہ بحراں میں عیسائیوں کی اس عقوبت کی

۹۰، ۱۰۷، ۱۱۰، ۱۷۷، ۱۸۰ اور ترجمہ ارفایان *Fagnan*، *Annals du Maghreb et de l'Espagne*، ص ۳۷ تا ۳۷۰، ۳۹۳ تا ۳۹۵، ۳۹۷ تا ۳۹۸، ۴۰۲ تا ۴۰۴، ۴۰۶، ۴۰۸، ۴۱۸، (۵) القیروانی (اس اسی دیار)، ترجمہ *ar Rémusat و Pellussier*، ص ۱۲۴ تا ۱۳۴: (۶) الکری، من، طبع دبستان *de Slane* (۱۹۱۱ء)، ص ۶۰ و ترجمہ (۱۹۱۳ء)، ص ۱۲۶ تا ۱۲۷، (۷) الاستخبار، ترجمہ ارفایان *Fagnan*، ص ۱۰۰ تا ۱۰۶، (۸) الادریسی: المغرب [فی تاریخ المغرب]، ص ۹۹، (۹) *Atlas Geeli*، *Archéologique de l'Algérie*، ورق *Bughar*، شماره ۸، ۸۲، ۸۳، *Le Kef Berbrugger و Chabassière* (۱۰)، *el-Akhdar et ses ruines*، *RAfr*، ۱۸۶۹ء، ص ۱۱۶ تا ۱۲۱، (۱۱) *Capitaine Rodet*، *Les ruines d'Achir*، *RAfr*، ۱۹۰۸ء، ص ۸۶ تا ۱۰۴، (۱۲) *Achir (Recherches d'archéologie*، *G Marçais*، *musulmane*)، *RAfr*، ۱۹۲۲ء، ص ۳۸ تا ۳۹، (G MARÇAIS)

• اِصْبَع: (عربی) انگشت یا انچ، لمبائی کا ایک عربی پیمانہ، یورپ کی طرح قدم (فٹ) کا بارہواں اور دراع (یا ایل ell) کا چوبیسواں حصہ۔ اصبع عربوں کے لمبائی کے قدیم درس پیمانوں میں سے ہے اور غالباً شروع زمانے ہی سے حریرہ الرومہ کے نیل پیمانہ پر اس کے شان بنائے گئے تھے، جس کی تعمیر ۸۹۶ [۱۷۱ھ] میں ہوئی (دیکھیے مقیاس)۔ وہاں اس کی لمبائی ۲۰۲۹۲۰ سٹی میٹر = ۱ انچ ہے (دراع = ۵۴۰۰ سٹی میٹر = ۲۱.۸ انچ)۔ چونکہ اصبع ایک مشتق پیمانہ ہے اس لیے اس کی لمبائی ہمیشہ یکساں نہیں ہوئی؛ مثلاً آج کل قاہرہ میں دراع مہلسہ کا اصبع = ۳.۱۹۰ سٹی میٹر = ۱۰.۲۵ انچ، دراع استانبولی کا = ۲.۸۲ سٹی میٹر = ۱۰.۱ انچ، دراع ہندارہ کا = ۲.۶۵۸ سٹی میٹر = ۱۰.۵ انچ اور دراع تلدی یا مضرری کا = ۲.۴۰۴

تفسیر۔ خصوصاً الطبری۔ تفسیر، قاہرہ ۱۳۲۱ھ، ۳۰ :  
 ۷ تا ۷۰ (قب Loth، در ZDMG، ۱۸۸۱ء، ص ۶۱۰  
 تا ۶۲۲) (۲) ابن ہشام (طبع ویسٹمنلٹ (Wüstenfeld)،  
 ص ۲۸ بعد؛ (۳) الطبری: تاریخ، ۱: ۹۲۶ تا ۹۲۵؛  
 (۴) نولڈیکہ Geschichte der Araber und Nöldeke  
 Perser zur Zeit der Sasaniden، ۱۸۷۹ء، ص ۱۸۲ تا  
 ۱۸۷ (۵) المسعودی مروج، ۱: ۱۲۹ بعد؛ (۶) الثعلبی:  
 قصص الأنبياء، قاہرہ ۱۲۹۲ھ، ص ۳۸۰ تا ۳۸۲؛ (۷)  
 Essai sur l'histoire des Arabes Caussin de Perceval  
 ۱۲۸: ۱ بعد؛ (۸) Acta Sanctorum, Octobris T. X  
 برسلر Bruxelles، ۱۸۶۱ء، ص ۷۲ تا ۷۳؛ (۹) Fell، در  
 La Lettera I Guidi، ۱۸۸۱ء، ص ۷ تا ۸؛ (۱۰) Raccolta di scritti،  
 ۱۸۹۵ء، ۱: ۱ تا ۶؛ (۱۱) The Book of the Himyarites A Moberg  
 Lund، ۱۹۲۴ء، خصوصاً ص ۱۱۱ تا ۱۱۷؛ (۱۲) Ueber einige  
 christliche Legenden in der Ueber einige christliche Legenden in der  
 islamischen Tradition، ۱۹۳۰ء، ص ۱۸ تا ۲۱؛  
 (۱۳) Littérature syriaque Duval، ۱۹۰۷ء، ص ۱۳۶  
 تا ۱۴۱؛ (۱۴) Der Ursprung des Islams. T. Andrae،  
 ۱۹۲۶ء، Uppsala، ص ۱۱ تا ۱۳؛ (۱۵) Christliches im Quran K Ahrens،  
 ۱۹۳۰ء، ص ۱۳۸ تا ۱۵۰؛ (۱۶) Horovitz J،  
 Koranische Untersuchungen، ۱۹۲۶ء، ص ۱۲، ۹۲  
 بعد؛ (۱۷) Die biblischen Erzählungen H Speyer،  
 Gräfenhainichen im Quran، ص ۲۴۴۔

(R. PARET)

أَصْحَابُ الْإِيكَةِ : (یعنی تِس کے لوگ)  
 جس کی طرف حضرت سعیدؓ [رَکَ نَان] مسعود  
 ہوئے، قرآن مجید میں اصحاب الایکہ کا ذکر چار  
 بار آیا ہے، یعنی ۱۵ [الحجر]: ۷۸؛ ۲۶ [الشعراء]: ۱۷۶؛  
 ۳۸ [ص]: ۱۳ اور ۵۰ [ق]: ۱۴۔

طرفہ ہے جو یہودی بادشاہ دو نواس [رَکَ نَان] کے  
 قتلے میں اور، جہاں تک تاریخ سے ثابت ہو سکا  
 ہے، ۵۰۳ء میں عمل میں آئی۔ بیان کیا جاتا  
 ہے کہ عیسائی شہداء کو ایک حدی میں، جو اسی  
 غرض کے لیے لکھودی گئی تھی، بندہ حلا دیا گیا تھا۔  
 کبھی کبھی اس قرآنی عبارت کو اس قصے سے بھی  
 مربوط کیا گیا ہے جو آخر میں دانیال Daniel، [باب] ۳،  
 تک جاتا ہے ("حلتی بھٹی میں کے آدمی")۔

ناہم حقیقت میں اس عبارت کا مفہوم عاقبت سے  
 متعلق سمجھا جاوے۔ [بھی مفہوم] گیم Grimme نے  
 بیان کیا ہے اور ہورویٹز Horovitz نے بھی اسی کی زیادہ  
 تفصیلی طور پر تشریح کی ہے، یعنی ان آیات میں [رور]  
 جبراء کا ایک منظر کھینچا گیا ہے، جسے کہ قرآن میں  
 اثر بیان ہوا ہے؛ گویا اصحاب الاحدود کھنکار لوگ  
 ہیں، جو اس سلوک کی پاداش میں جو انہوں نے مؤمنوں  
 سے لیا تھا جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے (آیہ ۷)۔ اس  
 تعبیر کے خلاف K Ahrens، ZDMG، ۱۹۳۰ء، ص ۱۴۹  
 اور R Blachère، Le Coran، ۱: ۱۲۰ نے جو اعتراض  
 اٹھائے ہیں وہ منسلک نہیں ہیں [بیر قب محفل  
 باسفر]۔

[اس تشریح کے بعد بھی] لفظ اُحْدُود کی  
 تشریح میں اشکال باقی رہ جاتا ہے۔ A. Moberg کا  
 خیال ہے (گو لڑی احساظوں کے ساتھ) کہ اس میں  
 عبرانی Gē Hinnōm (وادی ہوم)، بمعنی دوزخ، کا اثر  
 نظر آتا ہے (Legenden، ص ۲۱، قب Speyer، ص ۴۴)۔  
 R. Bell کی رائے ہے کہ "حدی والے" میں  
 ان قریب کی طرف اشارہ ہے جو بدر کے دن قتل  
 ہوئے اور جن کی لاشیں ایک کنویں میں پھسک  
 دی گئی تھیں (قرآن، ۲ [الفرہ]: ۶۴۶)۔ آیات کی  
 یہ دونوں تعبیرات محل نظر ہیں [بعض نے اسے عروہ  
 حدی (۵۰) پر بھی چسپاں کیا ہے]۔

مأخذ: (۱) [قرآن مجید]: ۸۰ [الروح]: ۴ تا ۷، کی

سے کسی قدر فاصلے پر حجار عرب میں کوہ سہا کے جنوب مشرق میں کھلے راستے پر (وَ اِتَّهَمَا لَبِامَامِ مِیْنِ - ۱۵ [الحجر: ۹۷]) سکونت اختیار کر لی۔ رفتہ رفتہ وہاں ایک بستی آباد ہو گئی اور وہ مدین کے نام سے مشہور ہو گئی۔ بطلمیوس کے جغرافیے (لائبرگ ۱۸۳۵ء، ص ۹۷) میں اس کا نام موڈیانا *Modiana* لکھا ہے۔ یہ شہر اب ویران ہے۔ کچھ کھنڈرات اب بھی وہاں موجود ہیں۔ یہ مقام اب سعودی عرب میں شامل ہے۔

مفسرین نے داں کیا ہے کہ اس شہر کے عرب گھنے درختوں کا تنہا، جہاں کے ناسی بحار میں ناپ بول ہوا نہ کرے تھے، لوگوں کو حصارہ پہنچانے تھے اور افساد فی الارض پر نلے رہے تھے۔ حصرت سعیت<sup>۳</sup> نے انہیں سمجھایا اور اللہ سے درجے نو کہا، مگر انہوں نے سعیت<sup>۳</sup> کو ”سُخْرُ“ (= مسحور) کہہ ڈرنا ل دیا اور کہا کہ اگر آپ سچے ہیں تو آئیے ہم پر آسمان کا ٹکڑا لا گرائیے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر عذابِ یومِ الطَّلّٰہ (ساناں والے دن کا عذاب) نازل فرمایا۔ پہلے تو ان پر گرمی اور پس مسلط کر دی، پھر عذابِ نادل کی شکل میں بھیج دیا۔ جب نادل قریب ہوا تو یہ لوگ نہ سکیں نہ بچنے کی خاطر اس کی طرف بڑھے۔ جسے ہی وہ اس کے بچے پہنچے تو نادل میں سے آگ نرسے لگی۔

اصحابِ مدین اور بھی عذابِ نازل ہوا۔ اصحابِ مدین سرک میں مسلا بھیے اور ان کے ہاں بھی ڈنڈی مارنا اور کم بولنا رواج پا چکا تھا۔ حصرت سعیت<sup>۳</sup> نے انہیں بھی بہت سمجھایا، مگر وہ استکبار اور سرکشی سے نار نہ آئے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر رُخہ (: رلرے) اور ضحہ (: چچ) کی صورت میں ابرا۔

مآخذ: (۱) تفسیر کی کتابوں (مثلاً تفسیر الطبری،

ناح، اس کثیر اور ابن عامر نے سورہ الشعراء اور سورہ ص میں ”الْاَیْکَہ“ کے بجائے ”لَیْکَہ“ (غیر مصروف) پڑھا ہے، جو بظاہر غلط ہوئے کے باعث کسی مقام کا نام ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ الحوہری کا قول ہے کہ ایک سے مراد بیسہ، گہا جنگل ہے اور لیکہ ایک گاؤں کا نام ہے (الصحاح، ۱۵۷۴)۔ ابو حنیٰ الاندلسی نے ایک اور تصریح بھی کی ہے کہ لیکہ ایک خاص مقام کا نام ہے اور ایک تمام ملک کا نام ہے (البحر المعیط، ۷: ۳۷)۔

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اصحاب الایکۃ اور اصحابِ مدین [رَکَ نَاں] ایک ہی آیت کے دو نام ہیں، یہ دو الگ الگ قومیں نہ تھیں (مثلاً دیکھئے الطبری: تاریخ، ۱: ۳۶ تا ۳۹؛ اس کثیر، ۲: ۲۳۱)۔ العاکم نے بھی ایک روایت وہم بن منہ سے منقول بیان کی ہے کہ اصحاب الایکۃ اہلِ مدین ہی ہیں (المستدرک، ۲: ۵۶۸)۔

لیکن اکثر مفسرین اس طرف کئے ہیں کہ اہلِ مدین اور اصحاب الایکۃ دو جداگانہ آدمیں تھیں اور حصرت سعیت<sup>۳</sup> کو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ مفسرین کا استدلال یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں کے حصرت سعیت<sup>۳</sup> سے سوال و جواب اور ان کی طرف خطاب مختلف ہے اور احکام کار عذاب اور طریق عذاب بھی مختلف ہے۔ مزید یہ کہ اہلِ مدین خود سعیت<sup>۳</sup> کی اپنی قوم بھی؛ چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: وَ اِلٰی مَدِیْنٍ اَآھَمُ سَعِیًّا ۱ [الاعراب: ۸۵] اور (اہلِ مدین کی طرف ان کے بھائی سعیت کو) مبعوث کیا؛ مگر اصحاب الایکۃ سے حصرت سعیت<sup>۳</sup> کی نسبت واضح نہیں، چنانچہ یہ دونوں الگ الگ آیتیں ہی بصورت کی جاسکتی ہیں۔ مدین (*Madīna*) در اصل حصرتِ ابراہیم<sup>۴</sup> کے ایک بیٹے کا نام تھا، جو قطورا (*Qatoura*) کے نطن سے پیدا ہوا۔ مدین نے حلیج عقبہ کے کنارے



(وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ، یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں بدر کے مقام پر مدد دی جب کہ تم کمزور تھے) وارد ہوا ہے اور قرآن کے ساتھ بدر اور اصحاب بدر ۵ ذکر متعدد بار آیا ہے (مثلاً) سورہ ۸ [الأنفال] میں بار بار — آیات ۷ تا ۱۲، ۱۷، ۱۰۰، ۱۱۱ یا ۱۱۲ سورہ ۹ [التوبة] : ۱۰ سورہ ۱۱ [الدخان] : ۱۶ سورہ ۵۴ [الفرقان] : ۴۰ سورہ ۷۵ [الحديد] : ۱۰۔

عروہ بدر نو "يوم النزال" ۸ [الانفال] : ۱۱، یعنی فصلے ۵ دن سے بھی تعبیر کیا گیا ہے، دونوں دن اس روز حق و باطل کی کشمکش مکس کا لہلا مضلہ ہو گیا۔ اسے "النفسه الكثری" (= نزی گروہ) (۱۱ [الدخان] : ۱۶) بھی کہا گیا ہے (دیکھیے الطبری : تفسیر، ۲۵ : ۶۴ تا ۷۰، اس قصبہ : تفسیر عربیہ العرنا، ص ۲۰۲ : التمهیدی، ص ۲۷۷)۔ بعض مفسرین نے "السابقون الاولون" (۹ [التوبة] : ۱۰۰) سے مراد اصحاب بدر لی ہے (الطبری، بذیل آیت مذکورہ: التمهیدی، ۲ : ۳۰۷)۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب بدر سے وعدہ کیا کہ دو دنوں سے ایک گروہ (نیز یا بغیر) پر وہ انہیں فتح و غلبہ عطا کرے گا، حق ثابت کر دے گا اور کافروں کی جڑ کاٹ دے گا (۸ [الانفال] : ۷)۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک ہزار ملائکہ اصحاب بدر کی مدد کے لیے بھیجا منظور فرمایا (۸ [الانفال] : ۹) بلکہ یہ بھی فرمایا کہ میں ہزار ملائکہ مدد کے لیے بھیج دیے جائیں گے، یا پانچ ہزار ملائکہ (۳ [آل عمران] : ۱۲۷ تا ۱۲۸) : قرآن کریم میں ایسی کوئی صیغہ ناضی موجود نہیں کہ ملائکہ نے واقعی بدر میں جنگ کی۔ انوکھ الاصم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ملائکہ کے آسمان سے اتر کر مقاتلے میں شرکت کرنے سے انکار کیا ہے۔ سرسید احمد خاں اور شیخ محمد عسلہ کا بھی یہی نظریہ معلوم

تتویر القیاس، الکشاف، انوار التریل، معالم التریل، البحر المحیط، روح المعانی، تفسیر اس کثیر، التفسیر المظہری، تفسیر المنار، وغیرہا، بذیل آیت محولہ بالا کے علاوہ (۲) لغت کی کتابیں (مثلاً راغب الاصفہانی کی المعردات : الصحاح للجوهری، القاموس، تاج العروس، لسان العرب، وغیرہا، بذیل مادہ ایک) : میر دیکھیے (۳) : التووی : تہذیب الاسماء، ص ۲۴۶ : (۴) الدہمی : مہراں الاعتدال، ص ۱۸۱، عدد ۱۶۱۷ : (۵) الدایہ و السہایہ، ۱۸۹۰ تا ۱۹۰۰ : (۶) فتح الباری، ۶ : ۳۲۳ تا ۳۲۴ : (۷) عمدۃ القاری، ۷ : ۳۱۶ : ۹ : ۷۸ : (۸) المسعودی : تروج، پیرس ۱۹۱۷ء، ۱ : ۹۳ و ۳ : ۳۰۱ تا ۳۰۳ : (۹) Ency Brit، مطبوعہ ۱۹۱۹ء، ۱۰ : ۴۵۶ : (۱۰) Ency Amer، مطبوعہ ۱۹۱۹ء، ۱۹ : ۴۴ : (۱۱) Classical Dictionary، W Smith، لندن ۱۸۵۳ء، ص ۴۰۰ : (۱۲) ہنگ Analysis of Scriptura، Pinnock : History، مطبوعہ کیمبرج، بدوی تاریخ، ص ۳۶، ۱۱۰ : (۱۳) The Unveiling of Arabia، R H Kiernan، لندن ۱۹۳۷ء، ص ۱۸۷ تا ۱۸۹ (نقشہ ۱۳۷) : (۱۴) محمد باقر مجلسی : حیات القلوب، لکھنؤ ۱۹۲۰ء، ص ۳۲۵ بعد : (۱۵) عبدالرشید نعمانی : لغات القرآن، دہلی ۱۹۶۹ء، ص ۱۱۸ بعد، ۳۱۷ تا ۳۱۸ : (۱۶) سید سلیمان ندوی : ارض القرآن، اعظم گڑھ ۱۹۶۶ء، ۲ : ۲۱ تا ۲۷ : (م۔ن۔احسان الہی)

⊗ اصحاب بدر : (یا اہل بدر، یا تدریوں = بدر والے) وہ صحابہ کرامؓ جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہو کر مکہ مکرمہ کے شمال مغرب اور مدینہ منورہ کے جنوب مغرب کی طرف یسوع کے قریب مقام بدر [ربک نان] میں ۱۷ رمضان ۶۲ / ۱۳ مارچ ۶۲۷ء کو مشر نہیں مکہ کا مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد سے مظہر و منصور ہوئے۔

اصحاب بدر کا ذکر قرآن مجید میں صراحہ کے ساتھ ایک بار ۳ [آل عمران] : ۱۲۳ میں

ہوتا ہے (سرسید، ۲ : ۶۶ تا ۷۱، تفسیر المسار، ۴ : ۱۱۳)۔ اللہ جل ثناؤہ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ اصحاب بدر کے دلوں کو تاب و مصبوط کر دیں اور اللہ تعالیٰ نے خود دھار کے دلوں میں دہشت اور رعب ڈال دیا، ملائکہ کو مرید حکم دیا کہ اہل بدر کے ساتھ ہو کر کفار کی گردنوں پر تلوار ماریں اور ان کی نور ہور کاٹ ڈالیں (قب قرآن مجید، ۸ [الانفال] : ۱۲)۔

بعض مفسروں نے "اِذَا انْتُمْ قِلَلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِی الْاَرْضِ" (۸ [الانفال] : ۲۶) کو بھی عروہ بدر سے متعلق بتایا ہے۔ ان کے نزدیک اصحاب بدر نو علم ہو چکا تھا کہ وہ طامع اور بعداد ہیں قلیل ہیں اور ضعف و معلوف سمجھے جاتے ہیں۔ وہ ملک (؟ یا مکہ) میں ڈرے پھرے ہیں، کہیں انہیں لوگ آپک نہ لے جائیں؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نھنکا دیا اور اپنی مدد سے انہیں قوت عطا کی اور ہاتیرہ چرس عمایب فرمائیں۔

اصحاب بدر کی بعداد میں احوال ہے۔ عام روایت یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر { میں سو درہ کے قریب معاندین } لے کر چلے، جس میں سے ۳۷ مساحرا اور باقی انصار تھے۔ ان میں سے آٹھ کو انہوں نے پیچھے چھوڑ دیا یا لوٹا دیا یا کسی اور مقام پر روانہ کر دیا۔ ان کے نام یہ ہیں : عثمانؓ بن صفان (جنہیں ان کی اہلہ محترمہ، یعنی سی درہم صلعم کی صاحبزادی رقیہؓ کی بیمار داری کے لیے مدینے میں چھوڑ دنا گیا)؛ طلحہؓ بن عید اللہ اور سعیدؓ بن رید (جنہیں سی اکرم صلعم نے انوسعیان کے قافلے کی ٹوہ لیبے کے لیے سام کی طرف روانہ کیا)؛ ابو ثابہ رباعہؓ بن عبدالمنذر (جنہیں آنحضرت صلعم نے الروحاء کے مقام پر پہنچ کر مدینہ سورہ واپس بھیج دیا)؛ عاصمؓ بن عذیقہ اللوی (جنہیں قنا اور عوالی کا امیر بنا کر پیچھے چھوڑ دیا گیا)؛

الحارثؓ بن الصمہ (جنہیں چوٹ لگ جانے کی وجہ سے الروحاء سے مدینے کو لوٹا دیا گیا) اور حواتؓ بن حنیر (جس کے صفراء پہنچ کر باؤں میں پتھر لگا اور آنحضرت صلعم نے انہیں مدینے واپس بھیج دیا)۔ ان سب کو مال غنیمت کا حصہ دیا گیا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ انہیں سرکب کا اجر و ثواب بھی ملے گا۔

بعض نے کہا ہے کہ اصحاب بدر اصحاب طالوت کی بعداد میں تھے، یعنی ۳۱۳، بعض نے ۳۱۴ بتائے ہیں اور بعض نے ۳۵۰ سے بھی اوپر نام گنوانے ہیں۔ اس معرکے میں چودہ اصحاب شہید ہوئے، چھ مساحرا اور آٹھ انصار۔

اصحاب بدر کا درجہ سب سے بلند و ارفع ہے، ان کا مرتبہ کسی اور کو نصیب نہیں (۷۰ [الحديد] : ۱)۔ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلعم نے اہل بدر سے فرمایا : "قَدْ وَجَّهْتُ لَكُمْ الْعَهْدَ (البخاری، ۵ : ۷۸) = بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے حب واجب کر دی ہے،" چنانچہ اصحاب بدر معذور ہیں۔ اللہ نے ان کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے۔ ۵۸ / ۶۲۹ میں حب مگے پر حملے کی ساریاں ہو رہی تھیں اور عیم کو بے خبر رکھنے کے لیے تمام احتیاطی تدابیر عمل میں لائی جا رہی تھیں تو حاطب بن ابی ثلغہ نے مگے میں مقیم اپنے احباب کو ایک خط لکھا کہ خبردار رہو کہیں لشکر اسلام کی رد میں نہ آجانا، اور یہ خط ایک عورت کے ذریعے بھیجا۔ نبی کریم صلعم نے صل از وق۔ بتا دیا کہ کوئی خبر مگے کو جا رہی ہے۔ انہوں نے حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ کو اللہ وجہہ، البربرؓ بن العوام اور القنادؓ بن الأسود کو نلائ کا حکم دیا۔ ان اصحاب نے بہت جستجو کے بعد حمراء الأسد کے قریب روضہ خاخ میں ایک عورت کو جا لیا اور اس سے خط برآمد کر لیا۔ جب

چنانچہ حضرت عثمانؓ بن عفان کی شہادت کے بعد مسند خلافت میں دن تک حالی رہی۔ لوگوں نے حضرت علیؓ سے نار نار درخواست کی اور اس منصب کو قبول کرنے کے لیے سخت اصرار کیا، لیکن انہوں نے اس نار گراں کو اٹھانے سے انکار کیا، پہلے تو یہ کہا کہ میں کونکر آپ لوگوں سے بیعت لوں جب کہ میرا بھائی انہی تک ہوں میں لب پہ بڑا ہے۔ اس پر لوگ حضرت عثمانؓ کی تعہد و نکمہ اور بدویں میں مصروف ہو گئے۔ اس کے بعد لوگوں نے پھر درخواست کی تو حضرت علیؓ نے کہا: ”میں ان لوگوں سے کچھ نہ بعت قبول کر سکتا ہوں جو میرے بھائی کے قاتل ہیں“۔ بسرے روز شدید اصرار کی تاب نہ لا کر حضرت علیؓ نے اصحاب بدر کو طلب کیا اور پہلے انہیں سے بعت لی، پھر دوسروں کو بعت کی اجازت دی گئی۔ جنگ حمل میں لیکر علیؓ کے حارسو صحابہ میں سے ستر بدری تھے۔ واقعہ صفیں میں حضرت علیؓ کی طرف سے ساسی بدری سرنگ ہوئے، جن میں سرہ سپاہر اور ستر انصار تھے۔ اس موقع پر پچیس بدری شہید ہوئے۔

بعض علماء کا قول ہے کہ لفظ ”بدریوں“ (یا اہل بدر) کا اطلاق اُن مسرہیں کے پر بھی ہوتا ہے جنہوں نے ۱۷ رمضان ۵۲ھ کو صحابہ کرام کے خلاف جنگ آزمائی کی، بدر کے مقامی لوگ بھی ”بدری“ کی سب سے معروف ہیں۔

مآخذ (۱) قرآن مجید کی مشہور و متداول تفاسیر بدیل آیات مذکورہ، (۲) صحاح ستہ، نامداد اشاریہ، ار Wensinck و فؤاد عبدالقادی، (۳) تاریخ کی مشہور کتب، بدیل حوادث سنہ ۵۲ھ، (۴) ابن سعد: طبقات، ۱/۲: ۶ بعد ۱/۲: ۲۱۲ و مواضع کثیرہ، (۵) الواقدی: کتاب المعازی، برلن ۱۸۸۲ء، ص ۵۴ بعد و مواضع کثیرہ؛ (۶) ابن ہشام: سیرۃ، طبع و شیعہ، ص ۲۷ بعد و مواضع کثیرہ، (۷) محمد بن حنیف: المعثر، نامداد

معاملہ نبی کریم صلعم کے حضور میں پیش ہوا تو مخاطبؓ نے عرض کی: ”یا رسول اللہ! میرے معاملے میں عجلت نہ فرمائیے۔ قریش مکہ کے چند افراد کے ساتھ میرے روابط عرصہ قدیم سے ہیں اور میں ان کا احسان مند ہوں۔ اب تک دیگر سپاہر بھی اسے مکتی اعزہ و قلاب کی حمایت و مساعدت کرتے رہے ہیں، اس لیے میں سے بھی اس احسان کا معاوضہ ادا کرنے کی خواہش کی ہو میرے مکتی دوست میرے عربوں کے ساتھ مرعی رکھتے ہیں ورنہ ان سے میرا کوئی سنی بھائی نہیں اور نہ میں ارنداد کا مرتبک ہوا ہوں نہ میں نے نہر کو اسلام پر ترجیح دی ہے۔“ حضرت عمرؓ بن الخطابؓ نے انہیں حائل اور مافی فرار دے کر اجازت چاہی کہ ان کی گردن اڑا دی جائے، مگر نبی اکرم صلعم نے فرمایا: ”کیا حاطبؓ میرے بدر میں سرنگ نہ تھے؟“ کیا اللہ تعالیٰ نے اصحاب بدر سے جنت کا وعدہ نہ کیا تھا اور ان کے اگلے پچھلے کلمہ معاف نہ کر دیے تھے؟“ اس پر حضرت عمرؓ الفاروقؓ کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔ حضرت حاطبؓ نے پھر کسی بے تعرض نہیں کیا، اللہ مستطیعؓ بن اثاثہ ہے بھی عروہ بدر میں سرنگ کی بھی، لیکن وہ مسابھوں کے دام فریب میں آ گئے اور قصہ ایک میں ماحود ہوئے، چنانچہ اُن پر حد جاری ہوئی۔

معدّد علماء نے اصحاب بدر کے فضائل، ان کے نام کی برکات و انعامات اور اس ضمن میں ایسے دانی بحراب کا ذکر کیا ہے۔ حضرت عمرؓ الفاروقؓ اصحاب بدر کا بہت احترام فرماتے اور انہیں حد درجہ محبوب سمجھتے تھے، چنانچہ جب انہوں نے ”دیوان“ مرتب کروایا تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد اصحاب بدر کو سر مہرست رکھا؛ اسی طرح حضرت علیؓ بن ابی طالب کو بھی اصحاب بدر بہت محبوب تھے؛

مسئلے میں اپنی دانی رائے کو ان کے مقابلے میں زیادہ وسیع سمجھنے پر استعمال کرے بھی اصحابِ الرائے کہنے لگے اور حو لوگ واقعی رائے کا استعمال کرے بھی ان کے اے ایسے ماننا اور شروع اسلامی کی بناء پر حائر فرار دنا ممکن ہو گیا۔ فقہ میں کوئی دستانہ مکر ایسا نہیں ہے جو اپنے آپ کو اصحابِ الرائے کہتا ہو نا کہاوانا پسند کرنا ہو، اس لیے اہلِ حدیث اور اصحابِ الرائے میں فرو بڑی حد تک مصوبی ہے۔ اہلِ حدیث کے نقطہ نظر سے [امام] ابو حسمہ<sup>(۱۲)</sup> مع ایسے مقلدوں کے اور [امام] مالک<sup>(۱۳)</sup> مع ایسے مقلدوں کے دونوں اصحابِ الرائے میں سے ہیں اور درحقیقت [امام] الشافعی<sup>(۱۴)</sup> اس قسے و عمرہ نے انہیں اصحابِ الرائے کہا بھی ہے۔ بعض اہلِ حق و حوہ کی بناء پر [حضر] ابو حسمہ<sup>(۱۲)</sup> اور ان کے مقلدین خاص طور پر اہلِ حدیث کے موردِ طعن بنے اور اس سے وہ غلط خیال پیدا ہو گیا کہ اہلِ الرائے خاص حسموں ہی کا لقب ہے۔ رائے اور اس کے حاسوں کے خلاف بغدادی احوال—کبھی کبھی [امام] ابو حسمہ<sup>(۱۲)</sup> اور ان کے متبعین کے ناموں کے بالقراب ذکر کے ساتھ—رسول اللہ<sup>(ﷺ)</sup> آپ کے صحابہ اور تابعین سے منسوب کیے جانے لگے اور اس طرح ان احوال نے خود احادیث کی حشمت احسار کر لی۔

مآخذ: (۱) الشافعی<sup>(۱۴)</sup> کتاب الآم، ج ۲، مواضع کثیرہ؛ (۲) الدارمی، سنن، مقدمے کے ابواب، (۳) ابن قتیبہ: المعارف (طبع ویسٹفیلڈ Wüstenfeld)، ص ۲۳۸ بعد؛ (۴) وہی مصنف: مختلف الحدیث، ص ۶۲ بعد؛ (۵) الخطیب البغدادی: تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۳ بعد (امام ابو حسمہ پر طعن)؛ (۶) الشہرستانی، ص ۱۶۱؛ (۷) Sachau، در Sitzungsber Ak Wien، (۸) Phil-Inst Classe، ۱۸۷۰، ص ۷۱۳ بعد؛ (۹) Kulturgeschichte von Kremer، ۱: ۳۹ بعد؛ (۱۰) Zährten Goldzehr، ص ۲ بعد؛ (۱۱) ۶۳۰، ۲۱۷، ۳۲۲، ۳۳۳، ۳۳۶، (۱۲) ۳۸۸ تا ۳۸۷، (۱۳) ابن عبد ربہ: العقد، (۱۴) ۳۸۸ تا ۳۸۷، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶

Horowitz J. 'Koranische Untersuchungen' ۱۹۲۶ء، ص ۹۴ بعد.

(ویسک A. J. WENSINCK)

اصحابِ الفیل: (= ہانہی یا ہاتھیوں والے) یہ لفظ قرآن مجید میں ایک ہی بار وارد ہوا ہے (۱۰۵ [الفیل]: ۱) اور اس کا حلقہ مکہ مکرمہ کے ایک مشہور تاریخی واقعے سے ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے کچھ عرصہ قبل رونما ہوا۔ تفصیل یہ ہے کہ شاہ حشہ کی طرف سے یمن کے ایک حسنی حاکم نے، جسے عرب مؤرخ نالتوار ابنہ الاسرم او یکسوم (رک ناں) سلاتے ہیں، محرم الحرام ۵۳ ھ / فروری ۵۷۰ء میں مکہ پر فوج کشی کی۔ چونکہ اس مہم میں ابنہ نے "محمود" نامی ایک گنہگار ہانہی کو ساتھ جہد آور (یعنی ساتھ، یا بروایتیہ نازہ) ہانہوں کے ساتھ یورش کی تھی، اس لیے عرب اس واقعے کو "واقعہ الفیل" اور اس سال کو "عام الفیل" کہتے ہیں۔ اپنی اہمیت کی بناء پر یہی واقعہ الفیل عربوں کی تاریخ میں مبدأ کی حیثیت اختیار کر گیا؛ چنانچہ عرب ایک مذہب تک عام الفیل ہی سے حساب و نمونہ رہے، مثلاً قس بن محرمہ بن عبدالمطلب نے کہا: "ولدت انا و رسول الله صلعم عام الفیل، و نحن لدان" ابنہ نے اپنے ہائے بچہ صغاء میں انک عجوہ روزار معبد (الفلیس یا القلیس) تعمیر کیا۔ اس یاد دہان عالم عمارت کے کھنڈراب اب تک موجود ہیں۔ ابنہ نے یمن کے عربوں کو حج کی عرص سے اس گرجے کی زیارت اور اس میں عبادت کرنے کی دعوت دی، مگر عرب ادھر متوجہ نہ ہوئے۔ ابنہ نے محمد بن حراعی بن علقمہ السلمي کو قاتل مصر پر مقرر کیا اور حکم دیا کہ لوگوں کو زیارت القلیس کی ترغیب دلائے، چنانچہ جب یہ سو کسان کے بلاد میں وارد ہوا تو اسے عروہ بن حیاص الکسانی

وہی مصنف: Muh. Stud. ۲۰: ۷۳ بعد (ترجمہ Études sur la tradition islamique · Brocher ص ۸۸ بعد)؛ (۱۱) سابلانا Istituzioni · Santillana ۱؛ ۳۶ بعد؛ (۱۲) شاح Origins of · J Schacht ص ۹۸ بعد و مواضع کثرت: (۱۳) وہی مصنف: Esquisse d'une histoire du droit musulman ص ۵۳ بعد.

(شاح J. SCHACHI)

اصحابِ الرمس: "کھانی والے" یا "لبوں والے"، جس کا ذکر قرآن [مجد] میں دو دفعہ (۲۵ [المرقات]: ۳۸ و ۵۰ [ق]: ۱۲) عاد، ثمود اور دیگر مسکریں کے ساتھ آتا ہے۔ تفسیروں کو ان لوگوں کے بارے میں یمن کے ساتھ کچھ معلوم نہیں؛ چنانچہ انہوں نے بہت ہی مصادر و حسابات کی ہیں اور طرح طرح کے عجب و غریب سناات دیے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ الرمس ایک حکم کا نام ہے (رک نہ یاقوت، بدیل مادہ)؛ بعض کا خیال ہے کہ نہ قوم ثمود کے کچھ بچے ہوئے اوگ تھے، جنہوں نے اپنے پیغمبر حشہ کو لبوں (رمس؛ قدیم: رس) میں ڈال دیا تھا، جس کی ہاداس میں وہ ہلاک کر دیے گئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پہاڑ جس پر برکہ عشاء [رک ناں] کا آستانہ تھا اسی قوم کے علاقے میں تھا۔ الطبری نے کہا ہے: "ممکن ہے کہ یہ وہی لوگ ہوں جن کو دوسری حکم اصحاب الاخذود [رک ناں] کے نام سے یاد کیا گیا ہے؛ اس کے سوا اسے ان کی ناس کچھ علم نہیں"؛ اور ہمیں بھی اس اسامی ہی علم ہے [جتنا الطبری کو تھا]۔

مآخذ: آیات متعلقہ کی تفاسیر، خصوصاً (۱) الطبری

تفسیر، قاهرة ۱۳۲۱ھ، ۱۹: ۹ بعد؛ (۲) التیمی

حیوة العیوان، بدیل مادہ عشاء؛ (۳) التملی: قصص

الانبياء، قاهرة ۱۳۹۲ھ، ص ۱۲۹ تا ۱۳۳ (۴) ہورویٹر

پر لشکر کے ساتھ کر دیا۔ یہ ابو رعال بمقام المعتمس (جو مکہ مکرمہ سے دو سہائی فرسح کے فاصلے پر واقع ہے) مر گیا۔ ارہہ کے لشکر نے یہاں چار روز پڑاؤ ڈالا

ابو رعال کوئی اسطوری یا سم اسطوری - حصصت نہیں - الرکلی (۶: ۴۱) کا ناں کہ ابو رعال (الموقی حدود ۵۰ و ۵ / ۵۰۰) کا نام قسّی بن السب بن منہ بن یعدم بنا اور وہ "ثقیف" کے لقب سے مشہور بنا علط ہے، التہ قوم ثمود کا ابو رعال (الطبری، ۱: ۳۵۰-۳۵۱) الگ شخص ہے۔ اب ارہہ کی طاقت بڑھ گئی اور اس کے لیے مکہ کا راستہ صاف ہو گیا۔ ارہہ کا لشکر الصباح میں، جو سوکمانہ کی ایک گھائی المحصن کی جانب میں ہے، ابرا۔ ارہہ کا ایک حشی سپہسوار الأسود بن مفعود بن ہرار کے ہراول دستے کے ساتھ وادی مجیر (جو سی، عرہ، المدلہ اور مکہ کے مابین ہے) تک بڑھ آیا اور اس نے رسول اللہ صلم کے دادا حصر عبدالمطلب کے دو سواوٹ بکڑ لیے۔

اسی اثناء میں دوئم نے اس فیل بانوں کو حصر عبدالمطلب کے پاس بھیجا۔ ادھر ارہہ نے، جو لشکر کے بچھے بنا، حاطہ الحمیری کو مکہ روانہ کیا تا کہ کعبے کے متولی اعظم عبدالمطلب سے کہے کہ اہل مکہ کو اس سے، کیونکہ ہم جنگ کی سب سے نہیں آئیں۔ حصر عبدالمطلب ارہہ کے پاس آئے۔ ان کے ہم راہ بنو نکر کے ایک سردار یعمر بن ثمانہ الکلبی اور سو ہدیل کے رئیس حویلہ بن والہ بھی گئے۔ ارہہ حصر عبدالمطلب کے وقار و وحاش کو دیکھ کر بہت متعجب و متاثر ہوا۔ اس نے سریر سے اتر کر ان کا استقبال کیا اور بساط پر اکھٹے بیٹھ کر برحمان کی وساطت سے گفت و شنید کی۔ حصر عبدالمطلب نے کہا: "حب نادنہ کو ہم سے پرہاش نہیں ہے تو ہمارے اوٹ، جو اس کے

مے تیر مار کر ہلاک کر دیا۔ اس کا بھائی قس اس حراعی بھاگ کر ارہہ کے پاس جا پہنچا اور سارا حال بیان کیا۔ اس پر ارہہ نے قسم کھائی کہ جب تک وہ سوکمانہ پر چڑھائی کر کے کعبہ معصمہ کو مسہم نہ کر لے گا میں سے نہیں ہٹھے گا۔ سوکمانہ ہی میں فلاسہ (واحد قدس) تھے، جنہوں نے قویم ساری (سی) کا منصب حاصل کیا۔ وہ ارہہ کے عزم کا حال سن کر سخت حسمگین ہوئے۔ کہتے ہیں کسی نے سب سے میں آ کر قدس میں علاط کر دی۔ بعض کہتے ہیں حد بدویوں نے قریب آگ جلائی، جو کہ ہوا سے اڑ کر اس عمارت میں لگ گئی۔ ارہہ نے جھجکا کر سگے پر موج کشی کا حکم دیا۔ یمن کے کچھ ہندی ساہرادے بھی اس کے ہم راہ ہو لیے۔ ارہہ قنابل عرب کو سکسٹ پر سکسٹ دینا ہوا بڑھا گیا۔ پہلے ایک یمنی سردار دوئم نے قدر امکان اپنی قوم کے بوجھانوں کو لے کر مقابلہ کیا، مگر ہریمب کھائی اور وہ گر مار ہوا۔ پھر بو حثعم نے ناخصوص دو قتلوں۔ شہراں اور ناہس۔ نے مراحمب کی، مگر ارہہ کی رنل پیل کے آگے زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے، چنانچہ ان کا ایک سردار فیل بن حسب (یا ابن عبد اللہ) الحثعمی پکڑا گیا۔ اس نے حان حشی کا سوال کیا اور کہا: "فاتی دلیلک نارص العرب (یعنی میں بلاد عرب میں بیری راہ نمائی کروں گا)۔" اس کے بعد ارہہ کا لشکر بو ثقیف کے علاقے میں حا داخل ہوا۔ بو ثقیف کے چند مائل نے اس سے مصالحت کر لی اور سامان رسد سے مدد کی تا کہ وہ ثقیف کے صم کدہ "اللہ" کو سناہ نہ کرے۔ ارہہ حب الطائف کی طرف بڑھا تو وہاں کے سردار مسعود بن معتب بن مالک الثقفی نے بھی استقبال کر کے اس سے مصالحت کر لی اور اپنے ایک علام ابو رعال (ولک ناں) کو دلیل راہ کے طور

جھنڈ کے جھنڈ (انابیل) اُسڈ آئے اور اصحاب الفیل پر کمکریاں برسائے لگے۔ انہوں نے لشکریوں کو کھائے ہوئے ٹھس (عصف ماکول) کی مانند کر کے رکھ دیا۔ اس طرح اصحاب الفیل کے داؤ پیچ غلط اور ان کی سب تدبیریں بے کار کر دیں، جیسے کہ قرآن مجید (۱۰۰) [الفیل]: ۲ تا ۵ میں اجمالاً مذکور ہے۔ لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ کہتے ہیں کہ لشکریوں کے رحموں میں چیچک کا مواد پھوٹ پڑا اور وہ سب اسی وناہ میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گئے۔ ان کمکریوں کے چند نمونے ام ہانی سب انی طالبہ کے پاس بھی تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کا قول ہے کہ میں نے بچپن میں ہانپی کے چرکٹے اور مہاو کو دیکھا کہ یہ دوہوں اندھے اور لُجے تھے اور بھیک مانگا کرتے تھے۔ عتاب بن اسد نے بھی ان لُجے فیل بانوں کو بھکاریوں کے روپ میں دیکھا ہے۔ حضرت اسماء سب ابی بکرؓ کی سبب بھی روایت ہے کہ انہوں نے ان دوہوں لُجے فیل بانوں کو ایسا اور نائلہ کے پاس بیٹھے دیکھا ہے کہ بھیک مانگا کرتے تھے۔

یعقوب بن عتبہ بن المعیرہ (م ۱۲۸ھ) نے روایت کی ہے کہ عرب چیچک (: الحَصَّة اور الجَدْرِي) سے ناواقف تھے اور اسی عام الفیل سے واقف ہوئے۔

مأخذ: (۱) قرآن مجید، سورۃ ۱۰۰ [الفیل]، مع تفسیر (جارج سیل Sale نے واقعۃ الفیل کو ممکن الوقوع بتایا ہے، ۴۰۰ ج: (۲) تفسیر الخطیم: دیوان، لائبرک ۱۹۱۴ء، ۱۴: ۱۰؛ (۳) لید بن ربیعہ: دیوان، الکویت ۱۹۶۲ء، ۱۰۸، ۲۷۵، ۳۳۵؛ (۴) حسان بن ثابت: دیوان (طبع یورپ)، ۶۲: ۱؛ (۵) مؤرخ السدوسی: حدیث من نسب قریش، ص ۴۰؛ (۶) ابن هشام: سیرۃ (طبع وینٹن)، ص ۲۸ تا ۳۱، ۱۳۸ بعد، ۱۷۸ بعد؛ (۷) ابن سعد: طبقات (طبع زخاؤ)، ۱/۱: ۶۱ بعد، ۱۲۳ بعد، ۱۵۱ بعد؛ (۸) مصعب الزہیری: نسب قریش، ص ۹۲؛ (۹) الجہمی:

لشکریوں نے ہکڑ لیے ہیں، واپس دلائے جائیں۔ اس پر ابرہہ نے ناحوش ہو کر ترجمان سے کہا کہ اس سے کہہ دو کہ اول مرسہ میں بے بچھے دیکھ کر ایک عاقل و بلند ہمت مرد خیال کیا تھا، اب میرا گنا بدل گیا ہے۔ تجھے اپنے اونٹوں کی فکر ہے اور کعبے کے منہدم ہونے کا خیال نہیں، جو تیرا اور میرے آباء و اجداد کا شرف و ناموس ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا: ”اونٹ میرے نہیں، مجھے ان کی فکر ہے۔ کعبہ اللہ کا ہے، جو سب پر غالب ہے؛ وہ خود اس کی تدبیر کرے گا؛ اللہ سہامہ کے ایک تنہائی مال کی پیش کش کرتا ہوں تاکہ وہ اس ناپاک ارادے سے باز رہے۔“ ابرہہ نے یہ سب کش ٹھکرا دی اور عبدالمطلب کے اونٹ لوٹا دیے۔

حضرت عبدالمطلب سراسیمگی کے عالم میں اٹھ آئے اور در کعبہ پر پہنچ کے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی:

لَا هُمْ اَنْ الْمَرْءُ بِمَسْجِدِ [رحله] فاسح [رحاله]  
لَا يعلَسُ صليهم و بهالهم اُندا معالك  
ان كس بارهم و كع ستا فامر ما ندا لك  
(یعنی اے اللہ! ہر شخص اپنے گھر کا دفاع کرنا ہے تو بھی اپنے گھر کا دفاع کر۔ ان کی صلیب اور ان کی قوت بری قوت کے مقابلے میں کبھی غالب نہیں آ سکتی۔ اگر تو انہیں اور ہمارے کعبے کو چھوڑنا ہی چاہتا ہے (کہ وہ بلا روک اس پر حملہ آور ہو جائیں) تو تیری مشیت ہی سہی) اور وہ قریش کو لیے کر آس پاس کی پہاڑیوں پر متحصن ہو گئے۔

آخر الامر ایوار کے دن ۲۷ محرم کو ابرہہ نے کعبے کو گرا دینے کے لیے ہانپوں کو ریلے کا حکم دیا۔ ”محمود“ نے سر جھکا دیا اور ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا، حالانکہ مہاوٹوں نے بہتیری کوشش کی۔

اسی اثناء میں سمندر کی جانب سے پرندوں کے

علیہ وسلم کا امتحان لیں۔ یہود نے تین امور کے متعلق استفسار کرنے کو کہا: (۱) اصحاب کہف؛ (۲) دوالقرین اور (۳) روح۔ اصحاب کہف اور دوالقرین (آیات ۸۳ تا ۹۸) کا ذکر اس سورہ میں ہے اور روح کے متعلق سورہ ۱۷ [سی اسرائیل] آیہ ۸۵ میں ارشاد موحود ہے۔

اصحاب کہف کو قرآن حکیم میں ”اصحاب الکہف و الرقیم“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کہف عربی میں غار کو کہتے ہیں اور اس معنی میں کسی کو اختلاف نہیں۔ رقم کے لغوی معنی ایسی لوح یا تختی کے ہیں جس پر کوئی تحریر ہو؛ گویا رقم بمعنی مرقوم ہے۔ اکثر لغویں اور مفسرین کی یہی رائے ہے کہ اس آیت میں رقم کے معنی ایسی لوح اور تحریر ہی کے ہیں۔ ثعلب اور قرطبی نے بھی رائے ہے، بلکہ قرطبی نے اس آیت کی تفسیر میں صراحت کی ہے کہ رقم ایک دھات کی تختی تھی، جس پر اصحاب کہف کے اسماء، اسباب اور قصہ منقوش تھا (اس الاثر، ۱: ۲۰۶، معجم البلدان: ”هو لوح رصاص“، نز لسان)۔ دوسرا نظریہ رقم کے متعلق یہ رہا ہے کہ یہ کسی حکم کا نام ہے۔ رباح نے کہا ہے کہ یہ اس پہاڑی کا نام ہے جہاں وہ غار تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ اس گاؤں کا نام تھا جہاں اصحاب کہف رہتے تھے۔ ایک موقع پر ابن عباس نے بھی یہی کہا ہے (لسان)؛ ایک اور موقع پر انہوں نے اعتراف کیا کہ مجھے علم نہیں کہ رقم تحریر بھی یا جگہ (معجم البلدان، بدیل مادہ رقم)۔ اس میں شبہ نہیں کہ رقم یا رقم سے مشابہ ایک حکم کا نام توراث میں مذکور ہے (Rakam یا Rekem: یسعیا، ۱۸: ۲۷۔ عربی توراث میں راقم ہے، جو زیادہ صحیح نہیں، کیونکہ عبرانی میں اس کی حوا ملتا ہے اسے رقم پڑھا جا سکتا ہے)۔ یہ رقم ایک غیر متعین حکم ہے (Black's Bible

طلقات، ص ۶۹؛ (۱۰) الأزرئی، اخبار مکتہ (طبع فیستیک)، ص ۸۸، ۹۳، ۳۸۵، ۳۹۲، (۱۱) الامام ابن حبل: مسند، ۲: ۳۱۵؛ (۱۲) محمد بن حبيب: المعبر، حیدرآباد ۱۹۴۲ء، ص ۷۰، ۱۰، ۲۳۰، (۱۳) کتاب التیجان، قاہرہ ۱۳۴۷ھ، ۳: ۳۰۳؛ (۱۴) ابن قتیبہ: المعارف (مطبوعہ مصر)، ص ۶۵، ۲۷۸؛ (۱۵) الترمذی: المعجم، ۲: ۲۰۳، (۱۶) الطبری: تاریخ (طبع دہلی)، ۱: ۲۵، بعد، ۹۳۰۔ ۹۴۰؛ (۱۷) ابن درید: الاشتقاق (طبع فیستیک)، ص ۶، (۱۸) السعودی: مروج (مطبوعہ بیروت)، نامداد اشارہ؛ (۱۹) الاصمہانی: کتاب الاعانی، بولاق ۱۲۸۳ھ، ۳: ۱۸۶ و ۳: ۴۔ تا ۱۶۰، ۱۳۱، (۲۰) ابن عبد البر: الاستیعاب (طبع مصر)، ۳: ۱۵۳ تا ۱۵۴، ۳۱۹ و دیگر مواضع؛ (۲۱) السہیلی: الروص الأنف، قاہرہ ۱۳۳۲ھ، بدیل واقعة الفیل؛ (۲۲) الشہرستانی: الملل، لائبرک ۱۹۲۳ء، ص ۳۳۵؛ (۲۳) یاقوت الحموی: معجم البلدان، مواضع کثیر؛ (۲۴) النوری: تہذیب الاسماء (مطبوعہ قاہرہ)، ۱: ۶۴، ۳۱۸ تا ۳۱۹، (۲۵) ابن حجر العسقلانی: الاصابہ، قاہرہ ۱۳۲۸ھ، ۱: ۵۱۰، ۵۱۱ تا ۵۱۲، ۳: ۲۵۹، ۵۱۲ و دیگر مواضع؛ (۲۶) الشوکانی: فتح القدیر (مطبوعہ مصر)، ۵: ۴۸۳؛ (۲۷) فرید وحیدی: دائرۃ المعارف، بدیل مادہ؛ (۲۸) سلیمان بدوی: آرض القرآن، ۱: ۳۰۶، بعد؛ (۲۹) عبدالرشید: لغات القرآن، ۱: ۱۳۴، بعد؛ (۳۰) جواد علی: تاریخ العرب قبل الاسلام، ۱۹۵۴ء، ۲: ۱۹۶، بعد۔

(احسان الہی رانا)

اصحاب کہف: قرآن کریم میں اصحاب کہف کا قصہ مختصراً سورہ ۱۸ [الکہف]: ۹ تا ۲۶، میں مذکور ہے اور اسی نام پر یہ سورہ الکہف کہلائی ہے۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ قرین نے مدینے کے اخبار (علماء) یہود سے کہا کہ وہ انہیں چند ایسی باتیں بتائیں جن سے وہ رسول اللہ صلی اللہ



(Dictionary)

اس سے قبل کہ یہ فیصلہ کیا جائے کہ قرآن کریم میں رقیب سے کیا مراد ہے، مناسب ہے کہ اصحاب کہف کا قصہ، حسب قرآن کریم میں مذکور ہے، بیان کر دیا جائے؛ لیکن اس قصے کے سمجھنے کے لیے (جیسا کہ ور بعض قرآنی کے مہم کے لیے) یہ ضروری ہے کہ حکایہ قصص کے لیے جو قرآنی اسلوب بیان ہے اُسے سمجھا جائے اور ساتھ ہی اس مقصد کو بھی پیش نظر رکھا جائے جس کی خاطر وہ قصہ بیان کیا گیا۔ اگر مقصد کو سمجھ لیا جائے تو اسلوب بیان آسانی سے سمجھ میں آ جاتا ہے۔ کیونکہ مؤخر الذکر اول الذکر کا تابع ہوا ہے۔ قرآن حکیم میں کوئی قصہ محض داستان گوئی کے لیے بیان نہیں کیا گیا، بلکہ اس سے سبق آموزی اور عبرت انگیزی مقصود ہوئی ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا ہے کہ اس قصے میں سے تمام غیر ضروری تفصیل حذف کر دی جانی ہیں اور اس مقصد کے پیش نظر فقط اہم حقائق بیان کی جانی ہیں؛ اس طرح تمام حشو و روائد کے حذف کے بعد قصے میں نہایت انحراف پیدا ہو جاتا ہے۔ دوسرے دوران قصہ میں چونکہ موقع موقع انسان کو عبرت آموز امور کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے، اس لیے اس قصے میں بحثِ قصہ سلسل قائم نہیں رہا۔ قصہ اصحاب کہف میں بھی یہی قرآنی اسلوب اماناں ہے۔ اس میں سے تمام حشو و روائد حذف کر دیے گئے ہیں اور درس میں حکم حکم سے سبق آموزی سے کام لیا گیا ہے (دیکھئے آیات ۱۷، ۲۲ تا ۲۳، ۲۶)۔

قرآن کریم سے جو قصہ اسقاط ہوا ہے وہ یہ ہے کہ چند بوجوان تھے، جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت میں اضافہ کر دیا تھا (وَزِدْنَاهُمْ هُدًى) اور انہیں استقامت عطا فرمائی تھی۔ ان کے برعکس ان کی قوم نہ صرف شرک میں

مستلا تھی بلکہ ایمان داروں پر طرح طرح کے مظالم کرتی تھی (آیت ۲)۔ انہوں نے یہ طے کیا کہ اپنے ایمان کی سلامتی کی خاطر ان لوگوں سے اور ان کے معبودوں سے کنارہ کشی اختیار کی جائے اور اللہ کی رحمت پر بھروسہ کرے ہوئے ایک عار میں بہاہ گریں ہو جائیں۔ جب وہ عار میں بہاہ گریں ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سد طاری کر دی اور وہ اس حالت میں رہے کہ کوئی دیکھے والا گمان نہ کرنا کہ وہ حالت بیداری میں ہیں۔ ایک مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے جب انہیں ہمدار کیا تو انہیں یہ محسوس ہوا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم سوئے ہیں۔ انہیں اس مدت کا اندازہ اس وقت ہوا جب انہوں نے اپنے ایک آدمی کو وہ سگے دو ان کے پاس بھیے اور حوا اب پر اسے ہو چکے تھے، دے کر شہر میں اسیلے حور دینی لانے کے لیے بھجوا، اس طرح شہر والوں کو ان کی خبر ہو گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب ایمان والوں کا علہ ہو چکا تھا، لیونکہ انہوں نے اصحاب کہف کے سرے کے بعد اس عار کے قریب ایک عبادت گاہ تعمیر کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قصے کو اپنی شاہیوں (آیات) میں سے ایک عجب شاہی قرار دیا ہے، ایک نواں اس لیے کہ اصحاب کہف کو برسوں کی بیدار سلا دیا، اپنے عرصے کے لیے کہ حکومت بدل گئی، نئے سگے رائج ہو گئے اور ایمان والوں کا علہ ہو گیا، دوسرے اس طویل مدت میں ان کے احسان کو صحیح سلامت رکھا اور اس حالت میں کہ دیکھے والے کو گمان ہوا کہ وہ حالت بیداری میں ہیں۔ غالباً وہ جس حالت میں عبادت میں مصروف تھے ان کی وہی حالت برقرار رکھی گئی۔ جب وہ اس طویل عرصے کے بعد ہمدار ہوئے تو وہ آپس میں گفتگو کرنے لگے اور مل و حرکت بھی کر سکتے تھے؛ چنانچہ ان میں سے ایک آدمی نارار جاتا ہے، وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے اس خفیہ عادت کا مقصد بھی واضح کر دیا ہے، وہ یہ کہ جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں لائے وہ جاں لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ قیامت کے متعلق حق ہے اور یہ کہ اسان پر موب کی سی کمپٹ خواہ کتنی ہی مذہب طاری کیوں نہ رہے وہ رہندہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کبھی کبھی اپنا یہ کرشمہ اس دنیا میں بھی انسانوں کو مشاہدہ کرا دیا ہے (دیکھیے قصۃ ابراہیم علیہ السلام۔ ۲ [القرہ] : ۲۶۰ : قصۃ حضرت عزیر، ۲ [القرہ] : ۲۵۹)۔ دوسرے اس اور کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح اصحاب کہف بے برسوں کی مدت کے بعد جاگے پر نہ محسوس کیا کہ وہ انکے دل نا اس سے بھی ٹم سوئے ہیں، اسی طرح رور حشر اسان بھی محسوس کریں گے (دیکھیے : قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ تَفْسٌ يَوْمٌ — ۲۳ [المومنون] : ۱۱۳)۔

معلوم ہوا ہے کہ اہل کتاب میں اس پر بہت بحث ہوئی رہی کہ اصحاب کہف کی تعداد کیا تھی؟ قرآن حکم دے اسے کوئی اہمیت نہیں دی۔ تاکہ ایسی فاس آرائیوں سے جس کا کوئی فائدہ نہ ہو منع فرماتا (۱۸ [الکہف] : ۲۲)؛ پھر بھی اگر کوئی مقرر ہو تو قرآن کریم میں دو اشارے موجود ہیں، جس سے ان کی تعداد معین ہو سکتی ہے : ایک یہ کہ اصحاب کہف کے لئے لفظ فتنہ استعمال کیا گیا ہے، جو جمع فتن ہے اور جس کا اطلاق دس سے زائد افراد کے لئے نہیں ہوا، گویا ان کی تعداد بہر حال دس سے زائد نہ تھی؛ دوسرے ہیں اور چار کی تعداد کے متعلق قناس کو رحمًا نالعب سے تعبیر کیا ہے اور سات کی تعداد کو اس کے بعد ذکر کیا ہے۔ اس آیت میں مَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ بھی ارشاد ہے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ اس ”قلیل“ میں وہ شامل ہیں؛ چنانچہ ان کے قول کے مطابق اصحاب کہف کی تعداد سات تھی۔ جس مفسرین نے

سات کی تعداد اختیار کی ہے ان کا استدلال بھی یہی ہے (المرآی، الططاوی وغیرہ)۔ دوسری بحث یہ ہے کہ اصحاب کہف کتنی مذہب غار میں سوئے رہے؟ قرآن کریم میں دو حکم مذہب کا ذکر ہے۔ ایک تو شروع قصے (آیت ۱۱) میں محملاً مینن عَدَدًا کہا ہے، جس سے کوئی مذہب متعین نہیں ہوئی؛ دوسری جگہ (آیت ۲۵ میں) ارشاد ہوا ہے کہ وہ غار میں نو اوپر دین سو سال رہے، لیکن اس کے فوراً بعد یہ کہہ کر کہ قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا اسے بظاہر حتمی نہ کیا؛ چنانچہ بعض مفسرین نے اسی ساء پر وَ لَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ الْحِ كَوْسَيِّوَلُونَ (آیت ۲۲) کا باع قرار دیا ہے، یعنی یہ ان لوگوں کا قول ہے۔ یہ نو واضح ہے کہ اگرچہ اصحاب کہف ایک طویل مذہب تک غار کے اندر عالم خواب میں رہے، لیکن قرآن کریم نے تعداد اصحاب کہف کی طرح بعض مذہب نو بھی زیادہ اہمیت نہیں دی، کیونکہ مقصد قصہ کے لئے یہ دونوں امور غیر ضروری ہیں۔ بعض مفسرین نے اور اوربعان البیرونی نے نو سال کے اصحاب تے انک نکتہ نکالا ہے (المرآی؛ الططاوی؛ البیرونی : آثار)، وہ یہ کہ ۳۰۰ سال شمسی سال ہیں، جس کے ۳۰۹ قمری سال بنتے ہیں کیونکہ ہر ۱۰۰ سال شمسی کے بعد دین سال کا اضافہ قمری سالوں میں ہو جاتا ہے۔ البیرونی نے یہ ایک بہت ندع نکتہ نکالا ہے، کیونکہ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ جس زمانے کا اور جس ملک کا یہ واقعہ ہے وہاں شمسی سال رائج تھا اور چونکہ عرب میں قمری سال رائج تھا اس لئے قرآن حکیم نے اس حساب سے بھی مذہب کا تعین کر دیا : لَتَعْلَمُوا عَدَدَ السَّيِّئِ وَالْحَسَنَاتِ۔

بعض مفسرین نے اس امر سے بھی بحث کی ہے کہ اصحاب کہف کا واقعہ قبل مسیح کا، یعنی قصہ بنی اسرائیل میں سے ہے یا بعد مسیح کا

پر گرحے بنائے گئے، مثلاً روم، مارسیلر اور حرسی کے مختلف شہروں وغیرہ میں۔

حس مشرقی زبانوں میں یہ مسیحی روایت موجود ہے وہ سریانی، قطی، عربی، حبشی اور ارمنی ہیں۔ ان سب سے قدیم روایت ہانچویں صدی میلادی کے اواخر کی سریانی میں یعقوب (Jacob)، مطابق *En Brit* 'En Brit' لیکن *James*، مطابق *Encl of Rel and Ethics* (م ۴۰۲۱) کی ہے اور یہ ٹرنس سوریم میں چھٹی صدی میلادی کے اواخر کے ایک مخطوطے میں محفوظ ہے اور معتبر سمجھی جاتی ہے۔ اس میں یہ قصہ بہت مفصل درج ہے۔ اس قصے کے اہم واقعات تقریباً وہی ہیں جو قرآن کریم نے بیان کئے ہیں، فقط اس میں مکاں اور زمانہ کو معین کر دیا گیا ہے اور ان نوحوان سوئے والوں کو دیے مسیحی کے متبعین میں شمار کیا ہے۔ اس واقعے کی ابتداء رومی شہنشاہ دیموس یا دیمائوس (Decius، ۲۰۱ تا ۲۵۱ء) کے زمانے میں ہوئی، وہ اس طرح کہ اس نے اپنے عہد میں کوشش کی کہ رومنوں میں جو مسیحی رائج بھی اس کا احیاء اور عیسائیت کا قلع قمع کرے۔ اس نے عیسائیوں پر بہت ظلم ڈھائے، انہیں سب پرستی پر مجبور کیا اور بے شمار کو بیانیہ کیا۔ مقام افسوس (Ephesus) کے یہ سب (روایات دیگر آئے) نوجوان عیسائی تھے، جو ایک عمارت میں پناہ گزین ہوئے۔ دقپوس نے اس عمارت کا دھانہ پتھروں سے پاٹ دیا، گویا انہیں زندہ در گور کر دیا اور وہ اس حالت میں سو گئے۔ ان کے دو عیسائی دوستوں نے دھاب کی تختیوں پر ان کا قصہ لکھ کر ان پتھروں کے بیچے دنا دیا تاکہ آئندہ زمانے میں لوگوں کو ان کے احوال سے واقف ہو جائے۔ مدتوں بعد شہنشاہ تھیودوسیوس (Theodosius ثانی، ۴۰۸ تا ۴۵۰ء) کے زمانے میں، جب عیسائیت کا عروج ہو چکا تھا، ایک قتلہ برپا ہوا۔

اور اصحاب کھف مسیحی تھے۔ جو لوگ اس قصے کو اسرائیلیات میں شمار کرتے ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ یہ ان بین سوالات میں سے ہے جو یہودیوں نے آپ سے کئے تھے: لیکن روایت ہے، جیسا اوپر بیان ہوا، یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نصاریٰ نے بھی آپ سے اس کے متعلق استفسار کیا تھا۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ آیا یہ قصہ یا اس سے مشابہ کوئی قصہ کسی زمانے میں عیسائیوں یا یہودیوں میں رائج تھا اور تھا تو کس طرح روایت کیا جانا ہوا؟ یہ تو ہم نے دیکھ لیا کہ اصحاب کھف کے متعلق یہودیوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ ان میں معروف تھا؛ نہ بھی دیکھ لیا کہ بحران کے نصاریٰ کو بھی اس کا علم تھا۔ بہر حال اس وقت جس صورت میں یہ قصہ محفوظ ہے وہ مسیحی روایات کا ایک حصہ ہے اور اس روایت کے اہم اجزاء قرآنی قصہ اصحاب کھف سے اسے مشابہ ہیں کہ یہ سجدہ احد کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ قرآن کریم کا اشارہ اسی روایت کی طرف ہے جو اس وقت شام کے نصاریٰ میں رائج بھی اور جس سے یہود بھی واقف تھے۔ فریبی فاس معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اسی قصے کے متعلق استفسار کیا ہوگا جو ان میں رائج تھا اور قرآن کریم نے بھی ان کو اسی سے آگاہ کیا ہوگا۔

اس میں شبہ نہیں کہ یہ قصہ مسیحی دنیا میں بہت مشہور تھا اور اسے مذہبی تقدس کا رنگ دے دیا گیا تھا۔ مسیحی روایات میں یہ قصہ ”افسوس کے سب سوئے والوں“ (Seven Sleepers of Ephesus) کے نام سے مشہور ہے، گرجاؤں میں ایک مقررہ دن ان کی یاد سائی جاتی ہے (البیرونی)؛ اور مذہبی ترانے گائے جاتے ہیں۔ یورپ کے بعض شہروں میں ان کے نام

وغیرہ۔ البیرونی نے خلیفہ معتصم کے زمانے کا ایک واقعہ روایت کیا ہے کہ اس نے علی بن یحییٰ معتمد کو اصحاب کہف کا غار دیکھنے کے لیے بھیجا؛ چنانچہ اس نے ان کی لاشوں کو دیکھا بھی اور چھو بھی، لیکن البیرونی کا خیال ہے کہ وہ اصلی اصحاب کہف کی لاشیں نہیں تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں یہ دستور تھا کہ عسائی راہوں کی لاشوں کو عاروں میں رکھ دیا جاتا تھا اور وہ مدت تک تقریباً اپنی اصلی حالت میں محفوظ رہتی تھیں (البیرونی: آثار)۔

یہ ظاہر ہے کہ نبی کریمؐ کے زمانے میں جو قصہ یہود و نصاریٰ میں رائج تھا انہوں نے اسی کے متعلق آپؐ سے استفسار کیا ہوگا۔ اب تک جو تاریخی ثبوت محفوظ ہیں ان میں اسوس Ephesus کے سات سوئے والوں ہی کا قصہ مذکور ہے، بلکہ جس شکل میں محفوظ ہے اس سے اس نام کی پوری وضاحت بھی ہو جاتی ہے جس سے قرآن کریم نے ان سوئے والوں کو تعبیر کیا، یعنی اصحاب الکہف و الرقم۔

قرآن کریم نے جس انداز بیان سے اس قصے کو شروع کیا ہے (أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا) اس سے ایک نکتہ اور نکلا ہے، یعنی لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ قصہ اللہ تعالیٰ کی ایک عجیب شای ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے بڑے لطیف پیرایے میں اشارہ کیا ہے کہ اس سے زیادہ عجیب بے شمار شایاں ارض و سماوات میں موجود ہیں (الططاوی، المراعی اور العازن)۔

مأخذ. علاوہ ان کے جو متن مادہ میں مذکور ہیں (۱) Encycl Britt، بذیل مادۃ Seven Sleepers؛

(۲) Encycl. of Religion and Ethics؛ (۳) Gibbon

Decline and Fall of the Roman Empire، باب ۲۳؛ (۴)

البیرونی (طبع زحاف Sachau)، ص ۲۸۰؛ (۵) Black's Bible Dictionary؛ (۶) نیسٹرینج

ایک پادری نے قیامت کے روز مردوں کے زندہ ہونے سے انکار کر دیا۔ شہنشاہ بہت پریشان ہوا کہ اس قسم کے رد کس طرح کیا جائے۔ اتفاق سے کسی نے غار کے دہانے سے پتھر اٹھا لیے۔ یہ نوجوان صحیح و سالم حالت میں سدا رہ گئے۔ اس طرح سہسہا کو اس قسم کے رد کا ثبوت مل گیا (وَكَذَلِكَ أَغْتَرْنَا عَنْهُمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ مِنْهَا) یہ نوجوان پھر اندی سدا سو گئے اور یہیودوسس نے وہاں ایک معبد بنا دیا۔

اس قصے میں جو امر قابل غور ہے وہ مدتورۃ بالا کدہ بحر ہے جو اس سار کے دہانے پر پتھروں کے بچے بنا دی گئی تھی اور جس سے اصحاب کہف کے واقعے کی تصدیق ہوئی۔ غالب گمان یہی ہے کہ قرآن کریم نے اسی کدہ لوح کو لفظ رقم سے تعبیر کیا ہے۔ قرآن کریم کے اسلوب بیان سے بھی یہی معنی فریب میاس معلوم ہوتے ہیں (دیکھئے اصحاب الکہف و الرقیم) اور حسا اوپر بیان ہوا اکثر لغوی و مفسرین نے یہی نظریہ اختیار کیا ہے۔ اس الانیر کی بھی یہی رائے ہے (و الرقیم حرهم کتب فی لوح — ۱ : ۲۰۶) میر دیکھئے تفسیر اس کثیر و النعوی، ۵ : ۲۰۲)۔

قرآن کریم نے اس قصے میں ایک اضافہ کیا ہے، یعنی اصحاب کہف کے کتبے کا ذکر کیا ہے، جو مسیحی روایتوں میں مذکور نہیں ہے۔ ممکن ہے مسیحی روایتوں نے اسے غیر اہم سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہو یا ان کی نظروں سے قصے کا یہ جزء اوجھل ہو گیا ہو، لیکن علام العیوب سے کوئی جزء بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتا (قُلْ أَنزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ)۔

یاقوب نے معجم البلدان میں (بذیل مادۃ رقیم) اس قسم کے اور عاروں کا بھی ذکر کیا ہے، مثلاً نواح دمشق میں، اندلس میں، قسطنطنیہ کے قریب

جاتا ہے) کی تنگ وادی میں واقع ہے، جو درآسی دور جا کر مڑو دشت کے حوش نما اور سیر حاصل میدان میں نکلتی ہے، جس کا کچھ حصہ آج کل عراق ہو گیا ہے۔ ہمارے پاس اس شہر کی نیاہ کی باب صحیح معلومات نہیں ہیں، لیکن یقین کے ساتھ یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ ہخامنشی دارالحکومت پرسپولس Persepolis کے روال کے (جس کا باعث اسکندر اعظم ہوا) بھڑے ہی دن بعد اس شہر کی تباہی رکھ دی گئی ہوگی۔ بہر حال پرسپولس کے ٹھنڈے پتھروں کی ایک کان بن گئی، جو جدید شہر کی تعمیر میں بہت کام آئے۔ ابتدائے میں اصطخر محض فارس کے صلیح کا صدر مقام تھا، جس کا مرکز غالباً ہمیشہ اسی حکم کے آس پاس رہا تھا۔ ارسکی حکومت کے سقوط سے بس چالیس سال پہلے یہ مقام مقامی سرداروں کی حاکمیت میں آ گیا۔ ساسانی اصطخر کے علاقے ہی سے آئے تھے، چنانچہ ارد سر اول کا دادا ساساں اسی شہر کی دیوی آناہد کے آس پاس کا نگران تھا (الطبری، ۱: ۸۱۴)۔ جس کی آگ کی تاب مشہور ہے کہ آنحضرت [صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم] کی ولادت کی رات یکایک بچہ گئی تھی اور اس کا بچہ ایران کے لیے سگوں کے تاب ہوا۔ ساسانی حکومت کی تباہی رکھے جانے کے بعد یہ شہر حکومت کا مذہبی مرکز بھی بن گیا۔ ساسانی بادشاہ مقتول دشمنوں کے سر، جن میں عسائی شہداء کے سر بھی شامل تھے، فتح کی یادگار کے طور پر اس شہر [کی فصیل] پر لٹکا دیا کرتے تھے۔ اس وقت سے اصطخر جدید ایرانی سلطنت کا سرکاری صدر مقام تصور ہوئے لگا، جس طرح کہ ہخامنشی عہد میں پرسپولس Persepolis تصور ہوا تھا؛ لیکن جیسا کہ ہخامنشی عہد میں سوسہ عملی طور پر حکومت کا مرکز تھا اسی طرح ساسانیوں کے عہد میں دارالحکومت درحقیقت مدائن (Ktesiphon) تھا۔ فارس کا دور افتادہ اور دشوار گزار علاقہ کسی طاقتور

*Palestine under the Muslims: Le Strange* ص ۲۷۴

پیدل (۷) تصنیف ابن کثیر و البیہوی، ۲۵۲۰ (۸) ابن الأثیر.

۲۰۶: ۱۰ (مصر ۱۳۴۸ھ)؛ (۹) الطبرانی: تصنیف،

۱۲۳: ۱۰ (۱۰) المراحی: تصنیف، ۱۵: ۱۱۸: (۱۱)

مجمع البلدان (بدیل مادہ های رقیم، المسوس وغیرہ)؛ (۱۲)

لسان العرب (بدیل مادہ رقیم)؛ (۱۳) العارن: لسان التاویل،

۱۹۸: ۳

(سید عابد احمد علی)

\* اصطخر: فارس [آرک ہاں] میں ایک شہر۔

غالباً اس کا اصلی نام ستخر تھا، جیسا کہ پہلوی میں لکھا جاتا ہے: اریہی شکل ستخر اور ساسانی سگوں میں اس کی معنی شکل سے بھی اس کی نائید ہوئی ہے۔ یہ نئی شکل، جس کے ابتدائے الف رائد آتا گیا ہے، جدید فارسی کی ہے۔ عموماً اسے اصطخر یا ستخر "سی" نو حر لب دے کر ستخر، ستخر، ستخر بھی لکھا جاتا ہے، قس Vullers

Lex Pers-Lat، ۱: ۹۴ الف، ۲: ۲۲۳ اور

نولڈیکہ Nöldeke، در Grundr der Iran Philol، ۲:

۱۹۲۔ سریانی شکل استخر (شاید طور پر استخر) ہے،

بالمود میں غالباً استخر ہے (Mogilla، ص ۱۳ الف، وسط)۔ فارسی مصنفین کے

بیان کے مطابق اس شہر کا نام وہاں کی چیلوں یا

دلدلوں کے نام پر رکھا گیا، تاہم شاید یہ شہر ہو

کہ Spiegel (Erânische Altertumskunde، ۱: ۹۴،

حاشیہ ۱) اور Justi (Grundr der Iran Philol، ۲:

۴۴۸) نے ساتھ اتفاق کرے ہوئے اسے اوستا کے

لفظ ستخر (معصوط، پایدار) سے مستق نہ مانا جائے۔

اس مؤخرالد کر لفظ کے لیے قس Chr Bartholomae

Altiran Worterbuch، ص ۱۵۹۱۔

اصطخر ۲۹ درجہ ۵ دقیقہ عرض بلد شمالی اور

قریباً ۵۳ درجہ طول بلد مشرقی میں مدائن (پرسپولس

Persepolis) سے شمال کی جانب کوئی گھنٹہ بھر کی

مسافت پر پلور یا مرغاب (جسے سیوند رود بھی کہا

۵۲۸/۶۸۸ء مدرج ہے (قب ولہاؤرن J. Wellhausen :  
 ۶ Skizzen und Vorarbeiten (۱۸۹۹ء) : ۱۱۱ -  
 عرب کے اصطخر پر دیگر حملوں کی تفصیل کے لیے  
 دیکھیے السلاذری (طبع دہلیہ)، ص ۳۸۹، بعد الضری  
 تاریخ (مطبوعہ لائڈن)، ۲۵۶-۲۵۹ء، ۲۶۹۶،  
 بعد، ۲۸۳۰، اس الاثر (طبع ٹورن برگ)، ۲۰ : ۲۲۰ بعد  
 و ۳۰ : ۳۱، بعد، ۷۷، بعد، Chronique de Tabari (تاریخ  
 ضری کا فارسی ترجمہ ارتعمی)، مرحلہ Zotenberg، ۳۰  
 ۵۲۸/۶۸۸ء Gesch der Chalifen Weil ۸۷۶-۸۷۷ء  
 ۱۶۳، سر اس در مارٹمان A.D. Mordtmann کے  
 ملاحظیات، در Zeitschr der Deutsch Morgenl  
 ۶ Gesellch ۲۵۵-۲۵۶ء، کائناتی Annali Caetani  
 dell' Islam، ۴ : ۱۵۱، بعد و ۱۹ : ۵ و ۷۷ : ۷۸  
 ۲۱۹ تا ۲۲۰، ۲۳۸ تا ۲۵۶.

اصطخر، جو ساسانی عہد میں وسعت میں تھی  
 طرح قدیم پرسپولس Persepolis سے کم نہ تھا،  
 اسلامی عہد کی ابتدائی صدیوں میں بھی خاصا اہم  
 سہر رہا، مگر کھنڈے گھنٹے محض ایک صوبے کا  
 بڑا سہر رہ گیا اور ابھی ہی نام کے ضلع (نورہ) کا  
 صدر مقام بن گیا، جو ان پانچ ضلعوں میں، جس  
 میں فارس کا صوبہ تقسیم تھا، سب سے بڑا تھا اور  
 جس میں اس صوبے کے شمالی اور شمال مشرقی حصے  
 شامل تھے۔ اس سہر کو، جو انتہی ساسانی حکومت  
 کا صدر مقام تھا، سب سے زیادہ تباہی صدمہ  
 ۵۶۸/۶۸۸ء میں سرار کی ناسخ سے پہنچا (جو  
 اصطخر سے جنوب کی طرف ایک دن کی مسافت در  
 تھا)۔ سرار بہت جلد صوبہ فارس کا صدر مقام  
 بن گیا اور اس نے بڑی ترقی کی، بالخصوص نسری  
 صدی ہجری / نویں صدی میلادی سے۔ اس کے بعد  
 سے اصطخر نمایاں طور پر گھٹتا ہی چلا گیا۔  
 حمرایا نویس الاضطحری کے بتا ہے، جو اسی سہر  
 کا ناسخ تھا، معلوم ہوتا ہے کہ یہ سہر چوتھی

حکومت کا مرکز بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ معلوم  
 ہوتا ہے کہ یورپیوں کو اصطخر کا کوئی علم نہ  
 تھا، بلکہ ان کے نزدیک فقط مدائن (Ktesiphon) ہی  
 ساسانی حکومت کا صدر مقام تھا۔ درحقیقت اصطخر بے  
 تاریخ میں کوئی نمایاں کردار ادا نہیں کیا اور  
 اسی لیے اس کا ذکر آٹھ گھنٹے ہی آتا ہے۔

عراق پر قبضہ کرنے کے بہت جلد بعد عربوں  
 نے فارس کو فتح کر لیا۔ اصطخر کے لوگوں نے خاص  
 طور پر مسلمانوں کی پسندیدگی کا مقابلہ سعی سے  
 کیا۔ ۵۱۹ / ۶۸۰ء میں اعلیٰ حضرت بنی، سبیل  
 عربی، کے زیرِ قیادت اس سہر کو فتح کرنے کی  
 پہلی کوشش، جو ناری فوج کے ساتھ اور [حضرت]  
 عمرا کے صریح احکام کے خلاف عمل میں آئی تھی،  
 پورے طور پر ناکام رہی۔ سرحد شہر بنے، جو  
 اس وقت فارس کا حاکم تھا، اسی فوج الہی  
 کر لی تھی کہ اس [حضرت] اس کا مقابلہ نہ کر سکے  
 اور بدقت اس فوج کی مدد سے جو اسے نصرے سے  
 بھیجی گئی تھی حلیج فارس کے ساحل کے ساتھ ساتھ لڑنا  
 بھڑنا نصرے پہنچے۔ میں کامیاب ہوا۔ اس کے بعد  
 ۵۲۳ / ۶۸۳ء میں جا کر اصطخر کو اس عرب فوج  
 نے سامنے ہتھیار ڈالنا پڑے جس کی قیادت ابو موسیٰ  
 الاسیری اور عثمان بن العاص کر رہے تھے، لیکن بعد  
 میں وہاں کے لوگوں نے معاویہ کو دی اور اس  
 حرب حاصل ہو جو ان پر مامور تھا قتل کر دیا۔  
 مامیل نصرہ عبداللہ بن حابر [رک ناں]، جسے حلیہ  
 ے ناعیوں کے خلاف روانہ کیا، سب جنگ کے بعد  
 نہیں جا کر سہر فتح کر سکا۔ معاویہ کے سرو  
 سرے میں بہت سے ایرانی مارے گئے۔ عرب  
 حلیہ کے اندازوں... میں دشمنوں کے مقتول کی  
 عداد بعض اوقات چالیس ہزار اور بعض اوقات ایک  
 لاکھ بتائی گئی ہے۔ اصطخر کی یہ دوبارہ فتح عائلاً  
 ۵۲۹ / ۶۸۹ء میں ہوئی، لیکن بعض بابا میں

عہد سے لے کر حاندان کے اختتام تک کے ان سٹکوں کے نکتہ نمونے موجود ہیں۔ مسلمانوں کے عہد میں بھی یہ پہلوی نفس اسی محقق صورت میں حاصلے عرصے تک قائم رہا، چنانچہ اس قسم کے ان سٹکوں کے نازے میں جو حلقہ یا والی کے نام پر مصروب لیے گئے تھے ۵۰/۶۸۹ء تک بتا چلنا ہے، قے مثال کے طور پر حوالہ جات در ZDMG

۸ : ۱۳، ۱۴، بعد و ۱۲ : ۵۶ و ۱۹ : ۲۰، ۳۱ : ۱۳۸ و ۳۳ : ۱۲۰، ۱۳۱ - دوسری طرف ان پہلوی سٹکوں کو جن پر نکسال کا نام ایران (ایران) اور نانا (نانا) دیا گیا ہے۔ -- برخلاف مارٹمان Mordtmann (محلہ مذکور، ۳۳، ۱۱۳ نا ۱۱۵ و S'iz-Ber d Bayr Akad d Wiss ۱۸۷۳ء، ص ۲۵ نا ۲۵۱)۔ اصطخر کی طرف منسوب نہیں لڑنا چاہئے، قے نولدکے Nöldeke، در ZDMG، ۳۳، ۶۹۱ نا ۶۹۲۔ عرب سٹکوں میں سے، جو اصطخر میں ڈھالے گئے، ۵۸۸/۶۷۰ء اور ۵۹۰/۶۷۸ء سے لے کر ۵۱۶/۶۰۸ء تک کے نمونے معلوم ہیں : Stanley Lane-Poole Cat of Orient H Lavoix 'Coms in the Brit Mus' ۱۰ : ۱۱۱، 'Cat des monnaies musulmanes de la Bibl Nat' ۱۸۰۱ء، سر شریحہ، در ZDMG، ۹ : ۲۴۹، ۲۵۰ و ۱۶ : ۷۷۶ و ۲۲ : ۲۸۶ و ۲۹ : ۳۸، ۱۹

اصطخر کے کھنڈروں کا موجودہ سلسلہ، جو ابھی تک مفصل تحقیقات کا مستط ہے، خاصاً وسیع (قریباً پانچ سے چھ میل تک کے حلقے کے اندر) ہے۔ پلور ندی اور ایک چھوٹی سی آب پاشی کی بہر، جو اس میں سے نکال کر کھنڈروں کے ناز لے جاتی گئی ہے، اس رقبے کو تقریباً دو برابر حصوں میں تقسیم کرتی ہیں۔ سہر کے قدیم آثار زیادہ تر مختلف بلندی کے مٹی کے ٹیلوں سے بھجائے

صدی ہجری / دسویں صدی میلادی کے وسط میں اوسط درجے کا شہر تھا، جس کا رقبہ تقریباً ایک عربی (پہلوی) میل تھا اس کی فصل آبادی ہو چکی تھی۔ المقدسی، جس نے دس سال بعد ۹۸۵ء میں اسی کتاب [احسن التمام] تصنیف کی، اصطخر کے دریا کے عالی شان بن اور خوبصورت باغ کی تعریف لڑا ہے۔ بڑی مسجد کے صحن میں، جو بازار میں ہے، وہ ان قابل دید سبوتوں کا ذکر لڑتا ہے جس کے گمبستے (capitals) بناؤں کی شکل کے ہیں۔ غالباً اس سے مراد دسویں قدیم حمامی عمارت نہیں، بلکہ ایک ساسانی عمارت ہے۔ المقدسی نے لکھا ہے کہ لوگوں کا خیال تھا کہ یہ مسجد پہلے ایک آسن لڑا تھی، جس کی تعمیر میں پرسپولس Persepolis سے برآسہ بھر کے ٹکڑے لا کر استعمال لیے گئے ہوں گے۔ جس زمانے کا المقدسی نے ذکر لڑا ہے اس کے چند ہی سال بعد اس سہر پر ایک بڑی آف نازل ہوئی، جس کا سبب یہ تھا کہ یہاں کے ناندے اپنے فرمان روا صمصام الدولہ بن غصداالدولہ [رک ناں] کے خلاف ناعانہ روش اختیار کر بیٹھے تھے۔ صمصام الدولہ نے اسرقلیس کی سرکردگی میں ایک فوج یہاں بھیجی، جس نے اس شہر کو بھڑر بنا دیا۔ اس واقعے سے اصطخر کی باہمی پر سہر لگ گئی۔ صوبہ فارس سے متعلق ساموین / سہویں صدی کی ابتداء کے ایک سان میں، جو فارسی کتاب فارس نامہ میں دیا گیا ہے، اسے ایک معمولی گاؤں سان کا ہے، جس کی آبادی بمشکل ایک سو ہو گئی۔ غالباً قدیم شہر کا تمام رقبہ قرون وسطیٰ کے اختتام سے پہلے ہی بالکل غیر آباد ہو چکا تھا۔

رہی اصطخر کی نکسال نو اس میں ساسانی عہد میں جو سٹکے ڈھالے جاتے تھے ان پر مختصر طور پر پہلوی حروف میں ST (۵۵) کندہ ہے، جس سے مراد یقیناً اصطخر ہے۔ پردھرد ثانی (ار ۴۳۸ء) کے

بھی سے میں آنا ہے۔ اسی قسم کے مقبول عام نام، مثلاً رنداں، حریم (قَبّ مدکورۃ نالا حریم حمشید)، ایران اور حراں کے اور مقامات میں بھی پائے جاتے ہیں، قَبّ مائۃ دَسَحَرْد، سرِ مری نصف seleucia und Ktesiphon (لائبرٹ ۱۹۱۷ء)، ص ۵۵۔ مسہر عالی ساں عمارتوں اور یادگاروں کو اکثر حمشید کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جو قدم ایران کا ایک اسیاوی فرمان روا تھا اور جسے ایرانی مسلمان اسطوری سلساں حنا، کرے ہیں (قَبّ بجے نجب حمشید)

تاریخی اہمیت کا ایک اور مقام نقیہ رحب، ایک اسیاوی شخصیت ہے، جو اصطخر سے تقریباً دس میل جنوب مغرب میں واقع ہے۔ یہ پلور کے جنوبی کنارے پر ایک حثانی دیوار میں کھائی کی مانند ایک سگاف ہے، جو دس ساسانی آٹھری ہوئی تصاویر (reliefs) سے آراستہ ہے۔ Sarre کا خیال ہے (Iranische Felsreliefs, Herzfeld و Sarre، ص ۹۸) کہ یہ ان نقوش کی وجہ سے ہو سکتی ہے کہ یہ مقام (ہربرد اللہ کی عبادت گاہ) ایک خاص مقصد یعنی ساسانی بادشاہوں کی تاج پوشی کی رسم ادا کرنے کے لیے وہاں تھا

ایران کے قدم اور اوسط زمانوں کے آثار کی شرب کی وجہ سے نجب حمشید اور نقیہ رستم مسہر ترین مقامات ہیں۔ ان میں سے پہلا پلور کے جنوبی کنارے پر اصطخر کے جنوب میں اس سے ایک کھٹے کی مسافت پر اور دوسرا اسی ندی کے شمالی کنارے پر اصطخر سے تقریباً ڈیڑھ میل دور واقع ہے۔ مسہر لاکوں میں ”نجب حمشید“ پرسپولس کے محاسنی محلوں کے مجموعے کا معروف ترین نام ہے۔ یہ ایرانی عوام کے تخیل کا حصہ ہے کہ شان دار عمارتوں کا نام اکثر گزشتہ زمانے کے کسی مشہور اسیاوی بادشاہ کا نجب رکھ دیا جاتا ہے۔ نجب حمشید

جا سکتے ہیں۔ کہیں کہیں سپر کی دیواروں کے حصے اب بھی موجود ہیں۔ سب سے زیادہ حادب بوجہ وہ جگہ ہے جو حاجی آباد کے کھن کی جانب واقع ہے اور جسے J Morier اور Kerporter (قَبّ بحرے) جسے ستاحوں نے حریم حمشید (= حمشید کا حریم) کہا ہے۔ یہاں ایک اسیے رقبے کے درمیان جو، تیوں کے کھڑوں سے ڈھکا ہوا ہے ایک [نائب] سوں سندھا لٹھا ہے۔ اس کے کلدسے (capital) تھے، جس میں تیلوں کی صورتیں سی ہر، ہوا جا حل جاتا ہے کہ وہ یہاں پرسپولس Persepolis سے لایا ہے۔ اگر ہم اس مسعد کے محل وقوع، جس کے حال آلمندسی سے لکھا ہے، یہاں سلاں لٹر، سو کے جانہ ہوگا۔ اصطخر کے لٹندروں کا مقصد ریں سان Flandin اور Coste نے دیا ہے، جنہوں نے ۱۸۴۰ء کے آخر میں اس کے بواج میں دو ماہ -رف لیے، قَبّ الواح کے صحنہ مجموعے کی تصاویر، Voyage en Persie، ج ۲ (پرس ۱۸۴۳ء بعد)، لوح ۵۸ تا ۶۲ اور اس [مجموعے] کے ساتھ آثارِ ہندیہ سے متعلق ص ۶۹ تا ۷۲، سر Flandin • Relation du Voyage، ۲ (۱۸۵۲ء)، ۱۳۷

اصطخر کے قرب و حوار میں اور بھی ایسے مقامات ہیں جو اسی ایرانی عمارتوں یا تاریخ کی وجہ سے قابل ذکر ہیں، مثلاً سابق ساسانی دارالحکومت کے ویراں سندہ رقبے کے شمال مسہر کو سے سے بالکل قریب، موضع حاجی آباد کے شمال میں وہاں سے ٹوٹی سب سو گر کے فاصلے پر، وادی ٹنگ سیاہ سرواں میں قدرتی عمار ہیں۔ ان میں سے ایک پر سپور اول (۲۴۱ تا ۲۷۲ء) کا ایک تاریخی اہمیت کا نشہ ہے اور ایران کے لوگ اسے سح علی کہتے ہیں، کیونکہ اس نام کے ایک متقی راہد نے اس سار میں اپنی عمر بسر کی تھی، اس کے ساتھ ہی اس کا نام ”رنداں حمشید“ (حمشید کا قیدخانہ)







المصور (م ۵۷۶۵ / ۱۳۶۷ء) کے ایک کتبے کا ذکر کیا ہے۔ اس کی دیواروں پر جو متعدد اشعار لکھے ہوئے ہیں ان سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایرانی پرسپولس کے ہمنسہ سے فدرداں رہے ہیں۔ ایران کے موجودہ شعراء بالعموم اسے منک کے اس قدیہ دارالحکومت کا اثر دکر دیتے ہیں۔

جہاں تک نفس رستم کا تعلق ہے، اس سے دراصل مراد حسن نوہ نامی طویل و بلند جتانے بودے کی محض وہ اوجھی حویلی دیوار ہے جس کے اندر دئی طاووس میں چار حمامسی ناساھوں کی مہیں اور ساسانی عہد کی آنہری ہوئی بصویریں ہیں، لیکن اثر اس ام نو وسعدے لرسارے حسن نوہ نو نفس رسم لہہ دیتے ہیں۔ نفس رسم کی وہ سمنہ یہ ہے کہ عام لوگوں کے حال میں وہاں جو ہتھر کی نراسیدہ صوسریں ہیں وہ ایران کے قومی بطل رسم کی ہیں۔ مقبروں کی دیوار کے سامنے ایک حادب بظرح نما عمارت ہے، جسے آج کل نعمہ رزدست کہتے ہیں۔ اس عمارت کی اصلی عرس و غایت کی ناس علماء میں اختلاف ہے، غالباً اس کا تعلق کسی سابق آشن کدے سے ہو۔ ان دو اور عمارتوں کے متعلق بھی غالباً یہی سمجھنا چاہیے جو کعمہ رزدست کے قریب ہی ایک چٹان کی چوٹی پر، جسے سگ سلیمان (سلیمان کا ہتھر) کہا جاتا ہے، واقع ہیں، قسٹ آورلی Ouseley کتاب مدکور، ۲: ۳۰۰۔ یہاں یہ ذکر تکرید بھی مناسب ہوگا کہ ہرمہ دیک کی نراسیدہ ساسانی بصاویر بھی نقش رستم کہلاتی ہیں، حوشیراز سے مشرق حوب مشرق کی جانب پانچ میل کے فاصلے پر ہے۔

بلور کے حویلی کنارے پر ہتھر کا جو دو طبقہ چوسرہ ہے (نفس رحب سے مغرب کی جانب پانچ سو گر کے فاصلے پر) آتے اس صلع کے

(دیکھئے آورلی Ouseley، ۲: ۳۸۰، بعد، ۳۸۷ بعد)۔ ان دونوں کے بیان کے مطابق ان حراہوں کے سون ٹوپیا (ربک آکسائیڈ Zinc Oxide) کا مسع ہوئے کی حیثیت سے مشہور ہیں، حوطی ضروریات کے لیے اک اہم چہر ہے۔ محب حشید (اور اس سے بھی نرہ لکھش رسم) کی آنہری ہوئی مورتوں کے چہروں کو وندلی انداز (vandal) سے نڈا دیئے کا سب زیادہ بر۔ معقب مدھی جا، جس کی رو سے انسانی چہروں کی سمنہ سانا قابل اعتراض ہے۔

جامعہ المصور (۵۷۶ یا ۵۷۷ء) پرسپولس کے نوڈروں نو المدائن۔ طسموں (Al-madain) کے نوڈروں کی طرح ہتھر حاصل کرنے کے لیے اسے حال کرنا چاہا تھا، لیکن اس کے ورہر حالد ارہکی نے اسے یہ لہہ لڑکا سے روکا کہ پرسپولس میں [حضر] علی راے ہمار نرہی ہو، دیکھئے *Fragm Hist Arab* (طبع د حونہ)، ص ۲۵۶۔ متعدد مسلمان حکمرانوں نے پرسپولس میں اپنی آمد کی نادمہ قائم رکھنے کے لیے لے لندہ لروانے ہیں، چنانچہ یہاں نویہی حانداں (چوہنی / دسویں صدی) کے افراد کے ہیں عربی لے لومی حروب میں پائے جاتے ہیں، سمور (نوس / ہندروہوں صدی) کے ہوئے ابوالفتح انراہم کے ہیں لے لے (دو فارسی م س اور ایک عربی میں) موجود ہیں اور اسی طرح اوروں حسن (نوس / ہندروہوں صدی) کے ہوئے علی بن حلیل کے ہیں لے لے (دو عربی میں اور ایک فارسی میں) ہیں۔ د ساسی de Sacy نے اپنی کتاب *Mém sur diverses antiquités de la Perse* (پرس ۱۷۹۳ء)، ص ۱۳۹، بعد، میں ان کتبوں پر پوری بحث کی ہے، نوالدیکہ Nöldeke نے *Persepolis* ۲: ۱۶، میں اس پر چند اصلاحات کی ہیں۔ پیٹرمان *Relsen im Orient* H Petermann، ۲: ۱۸۸، نے بھی مظفری حانداں کے محمد بن المظفر بن المظفر بن

کے بکڑوں کی بناء پر جو ان قلعوں کے درساں پائے جانے میں مصلحت تھیں تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ کسی وقت یہ سب قلعے حصار مندوں کے درمیان ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے۔

فارسی اور ناچھوڑ اصطخر کی اسلامی تاریخ میں ان دسوار کثیر قلعوں نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ انہیں ارد گرد کے علاقے پر قبضہ کرنے کے لیے بہت اہم فوجی براہر سمجھا جاتا تھا، چونکہ یہاں سے ایک نامیاتی پہنچ سکتی تھی۔ ان میں سے بہت سے ناماں "قلعہ اصطخر" ہے، جس کی بناء ایرانی روایات کی رو سے اساطیری زمانے میں زبانی لکھی تھی کیونکہ قلعہ بنا جاتا ہے کہ آئے نادرہ حمید نے تعمیر کیا تھا۔ جانا ہے کہ ایران کے قدیم نادرہ کسانوں نے ۵۰۰ سال قبل مسیح کے بعد اوسا کو سب کے قلعوں میں سے ایک کی بنیاد اور اسی لیے اس قلعے کو ڈیڑھ (قلعہ سب) یا کوہ سب (جیسا کہ حمد اللہ مسعودی میں ہے) بھی کہا جاتا ہے، قلعہ الطبری، ۱: ۶۷۶ و ابن الأثیر، ۱: ۱۸۲، ۱۹۰ میں اور Ouseley کے قراہم کردہ ایرانی ناماں، کتاب مدکور، ۲: ۳۳۳، ۳۶۴، ۳۷۰ تا ۳۷۱، ۳۷۵، ۳۸۴ - علاقہ [اسلامیہ] کے زمانے میں فارسی کے صوبے کا والی اکثر اسی قلعے میں رہا کرتا تھا۔ کیونکہ اپنے قدرتی وقوع کی بدولت اس کی حفاظت بہت سہل تھی؛ چنانچہ [حصار] علی ایضا وفات کے بعد یہاں کا والی ریاد میں اسے [اسر] معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حاصیہ عرصے تک دتا رہا، قلعہ ولساؤں *Das arabische Reich, etc. Wellhausen* (برلن ۱۹۰۲ء)، ص ۷۶ - نویسی حکمرانوں نے، جو اکثر اصطخر کے علاقے میں رہا کرتے تھے (قبل ان کے وقت کے مدکورہ بالا قلعے، جو بہت حمید میں ہیں؛

اسد کے بہت رسم کرتے ہیں - یہ چوتھہ کیونکہ محدود طول و عرض کا ہے اس لیے یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ محض کسی قلعے یا اس کے قلعہ درسی کا کام دینا ہوگا، قبل Coste و Flandin: *Voyage en Perse*، ۲: ۷۲ تا ۷۳ (ولوح ۶۳) - اس رسم کے علاوہ بہت طاؤس بھی سہلا ہے۔ بہت رسم کا نام ایران میں اور حاکم نے لیا جاتا ہے قبل اورلے Ouseley کتاب مدکور، ۲: ۵۲۲)۔

اصطخر سے کسی قدر زیادہ فاصلے پر، اس سے بال معرب کی جانب مغرب میں ناچار قلعے کی ایک رہ، پہاڑی قلعوں کے اور ایک دوسرے کے درمیان سے لے کر دو میل تک دور میں قلعے ملے ہوئے ہیں۔ ان میں سے قلعوں کو، جو ہاں تک مشہور ہیں، ملا کر اس قلعہ یا کوہ اصطخر کا نام دیا جاتا ہے اسے کوہ راہجر۔ اس میں ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ دریائے کریم میں سابق القہر تلور کرنا ہے) کے ناں کے نام کا ایک صانع واقع ہے۔ فردوسی نے ایک نام سے یہ گسداں اصطخر کا ذکر کیا ہے (قبل اورلے Ouseley: کتاب مدکور، ۲: ۳۸۶) - اس کے ساتھ ساتھ ان میں سے قلعوں کے اپنے الگ الگ نام بھی ہیں، جو قدیم تر مؤرخوں اور ساحلوں کے ناماں کے مطابق بہرور ایام نار نار بدلے گئے ہیں۔ ان میں سے بہت سے زیادہ اہم ایک محدود مشہور قلعہ اصطخر ہے، جو ناکی دو قلعوں کے درمیان واقع ہوئے کی وجہ سے میان قلعہ (= وسطی قلعہ) بھی کہلاتا ہے۔ Coste اور Flandin نے اوکوں کو اسے قلعہ سرو بھی کہتے سنا تھا، کیونکہ وہاں سرو کا ایک اکتلا درخت موجود ہے۔ ایرانی صنف نامی دو قلعوں کو قلعہ سستہ (ویران قلعہ) اور اسگنواں (سگنواں اور اسی قسم کے اور نام) سے ہیں۔ اگر ہم سادوں کے آثار اور ان دیواروں



عدد ۱، ۱۹۱۱ء میں دیے ہیں، علمانی یادگاروں اور کتبوں کے لیے خاص طور پر دیکھیے (۲۵) دسائی de Sacy: کتاب مذکور، ص ۲۳ تا ۱۲۴؛ (۲۶) A. D. Mordtmann، در ZDMG، ۳۴: ۱ بعد (بموضع کثیرہ): (۲۷) Noldeke، در Stolze، حوالہ مذکور، ۲: ۶ تا ۷؛ (۲۸) West، در Grundr. der iran Philol، ۷: ۲۶ تا ۲۷؛ (۲۹) Sarre، در Herzfeld و Sarre: کتاب مذکور، ص ۶ تا ۸۸، ۹۲ تا ۹۹، Flandin اور Coste نے اصطخر - پرسپولس اور اس کے نالکل قرب و حوار کے بہترین نقشے دیے ہیں، ج ۲، لوحہ ۵ اور ۶۴

(M. STRECK)

### \* الاِصطخري: ابو اسحاق ابراهيم بن محمد

الفارسی، ایک عربی جغرافیہ نگار، جس کے سوانح حیات نہیں نہیں ملتے، کیونکہ کتاب جغرافیہ المسالک و الممالک میں، جو اس کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور د حویہ de Goeje کی Bibliotheca Geogr Arab کی پہلی جلد میں چھپ چکی ہے، اس کی سرب کی نام اچھ معلومات نہیں دی گئیں، لیکن د حویہ de Goeje نے نام لکھا ہے کہ الاِصطخري کی کتاب ابو رند البلمی کی ایک قدم پر کتاب کا بنا روپ ہے، ٹھیک اسی طرح حسین کہ اس کے بعد اس حوقل [رک ناں] نے الاِصطخري کی کتاب کو اپنی کتاب کی ساد قرار دیا اور اپنے بہنے ارادے کو برک کر دیا کہ الاِصطخري کی کتاب میں چند انک اصلاحات کر دی جائیں، اگرچہ خود الاِصطخري نے، جس سے اس حوقل ۵۳۴ / ۹۵۱-۹۵۲ء میں ملا تھا، اس سے صرف یہی کام لے لیا تھا۔ اس سے کم ار نہ یہ نام نو یقینی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ چوتھی / دسویں صدی کے نصف اول میں رہتا تھا۔ J H Moeller نے اسے مت کا جو ایڈیشن ۱۸۳۹ء ہی میں شائع کیا تھا اس میں کتاب کا محض ایک خلاصہ مندرج ہے۔ [الاِصطخري کی المسالک والممالک

Travels of various countries of the East (۱۸۲۱ء) ۳۳۹ تا ۴۱۱، مشرقی - زیادہ تر فارسی - مآخذ پر مبنی اصطخر - پرسپولس کے معقل حالات؛ (۹) Reisebeschr nach Arabien, etc. C Niebuhr (Copenhagen ۱۷۷۸ء) ص ۱۲۰ تا ۱۶۵، (۱۰) آؤرلے Ouseley: کتاب مذکور، ۲: ۱۸۷ تا ۱۹۱، ۲۲۴ تا ۲۴۰؛ (۱۱) رٹٹر Frdkunde، ۸: ۸۵۸ تا ۹۴۱؛ (۱۲) رچ Collected Memoirs A J Rich (لندن ۱۸۳۹ء) ص ۲۳۱ تا ۲۶۱؛ (۱۳) Flandin و Coste Voyage en perse، ۱۲ پیرس ۱۸۴۳ء بعد، لوحہ ۵۰ تا ۱۱۲، اور اس کے ساتھ مت کی جلد، ص ۶۸ تا ۱۵۵؛ (۱۴) Relation du Voyage Flandin، ۲ (۱۸۵۳ء) ۸۸ تا ۲۱۴؛ (۱۵) Persepolis F Stolze، برن ۱۸۸۲ء، ۲ جلد، (۱۶) وہی مصنف، در Vchandl d، ۱۰: ۲۵۱ تا ۲۷۶؛ (۱۷) نولڈیکہ Aufsätze zur pers Nöldeke Geschichte (لائپزگ ۱۸۸۷ء) ص ۱۳۴ تا ۱۴۶؛ (۱۸) Geiger، در Grundr de iran Philol، ۲ (۱۸۹۶ء) بعد: ۳۹ بعد؛ (۱۹) Justi، در محلہ مذکور، ۲: ۴۴۷ تا ۴۵۶؛ (۲۰) Persia Past and Present، A W Jackson، نیویارک ۱۹۰۶ء، ص ۲۹۴ تا ۳۲، (۲۱) E Herzfeld، در Klio، ۸ (۱۹۰۷ء) ۶۸ تا ۷۸ (مواضع کثیرہ)؛ (۲۲) Fr Sarre و E Herzfeld Iranische Felsreliefs، برن ۱۹۱۰ء (اصطخر کے لیے خاص طور پر ص ۱۰۰ تا ۱۰۲)؛ (۲۳) پرسپولس اور نقش رستم کے قدیم ایرانی کتب کے بہترین بیانات کے لیے Die Keilinschriften der Achazmeniden، Weissbach، Vorderasiat Bibl، ج ۳ (لائپزگ ۱۹۱۱ء)؛ (۲۴) Weissbach، حوالہ مذکور، ص xiv تا xv، xvii تا xx- یادگاروں کا بیان مع حوالہ جات) اور (۲۵) Die Keilinschriften am Grabe des Darius Hystaspis، Abhandl der sächs Ges der Wiss، ج ۲۹ =

توصیح بھی اسی طرح بہترین طریق پر کی جا سکتی ہے۔ اس سلسلے میں دوسرے نظریات کے لیے دیکھیے ZDMG، ۳۳: ۶۴۷، ۶۴۶، ۶۴۷۔ اگر اہل اساتذہ نے اصغر کی تشریح اسی طرح کی ہے کہ وہ ایسو [عصر، اس اسحق] کے بوسے (Σωφάρα) در Septuagint کتاب ہدائیس، ۳۶: ۱) اور روم کے حذیبہ رومل (رئوایل، رعوائیل، در کتاب ہدائیس، ۳۶: ۱۱) کے ناپ کا نام تھا۔ د ساسی (De Sacy) (Not et Extr. ۹، ۱۸۳۷، جلد ۳، حصہ ۱، ص ۹۴) کی تشریح، جسے Franz Erdmann نے قبول کیا ہے (ZDMG، ۲: ۲۳۷ تا ۲۴۱)۔ یہ ہے کہ نو اصغر کا لقب دراصل حادان فلونہ کے نام کا لفظی ترجمہ ہے، جو بعد میں پھیلا کر اقوام مغرب کے لیے استعمال ہوئے لگا۔ تئیرہ [رک ناں] میں اسے سمر کا حال بنا کر دئے ہوئے H Lammens نے لکھا ہے کہ تئیری سپہاہ روس کو ملک الاصغر کا لقب دیئے ہیں (Au pays des Nosairis، در Rev de l'Or Chrétien، برس ۱۹۰۰ء، حذاکانہ طبع کا ص ۴۲)۔

مآخذ: (۱) گولڈتسیہر Goldziher 1

Muhammedantische Studien، ۱: ۲۶۸ بعد؛ (۲)

کائناتی Annali dell' Islam، Caetani، ۲: ۲۴۲؛ (۳)

ZDMG، ۳۶۳-۳: ۲۶۳، سلسلہ ۱۰، ۱۹۱۰ء، ۲۳۰

وسلسلہ ۱۰، ۱۲: ۱۹۰۔

(گولڈتسیہر Goldziher)

اصفہاں: (Ἀσπαδάνα، ظلموس، ۶: ۴۰) فردوسی، سپاہاں؛ عربی میں اصفہاں ایران کا ایک مشہور شہر، ایک زمانے میں صفویوں کے عہد میں دارالحکومت اور آج کل صوبہ عراق عجم کا صدر مقام۔ اس نام کے معنی ”افواج“ کے ہیں (حجرہ الاصفہانی)، لیکن ایک عوامی اسقاف کے مطابق اور مذاق میں اسے آسپاہ سے منسوب کیا گیا ہے، جس کے معنی مقامی زبان میں کتے کے ہیں (Median σπάδα،

کا نیا ایڈیشن قاہرہ سے چھپ گیا ہے (طبع محمد جابر عبدالعال، قاہرہ ۱۹۶۱ء)۔

مآخذ: (۱) د حویہ Die Istakhri- De Goeje

Balkhi Frage، در ZDMG، ۳۲: ۳۲، ص ۳۲ بعد؛ (۲)

السنائی، دائرہ المعارف، ۳: ۴۴؛ (۳) مرکسی

معجم المطبوعات، عمود ۴۵۳، (۴) الرزکی، الأعلام،

۵۸: ۵۸؛ (۵) الاصطخری، المسالك و الممالك، طبع

محمد جابر عبدالعال، قاہرہ ۱۹۶۱ء، خصوصاً ص ۷

۱۱۱]۔

\* اضطراب۔ دیکھیے اضطراب۔

\* اصغر: زر۔ سر سبز کے معانی میں محض ہلکے رنگ کا۔ عربی کے بعض ماہر اساتذہ اور شارح اصغر کے معنی سبز بھی لکھے ہیں۔ اس بحث کے لیے دیکھیے: حرائر الأدب، ۲: ۴۶۵۔ الطبری کے ہاں (طبع د حویہ de Goeje، ۱۰: ۳۵۷، ص ۱۱، ۳۵۴، ص ۱۵) کے مطابق عرب یونانیوں کو نو الاصغر کہتے تھے (مؤید، کتاب الاصفہر، اسد العانہ، ۱: ۲۷۴، ص ۶ سچے سے)، جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ وہ ”سرخ رنگ والے“ (ایسو [عصر، اس اسحق]) کی اولاد ہیں۔ حدیث نبوی [صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم] میں نو اصغر کے ساتھ عربوں کی عمر نہ آرائی اور ان کے دارالسلطنت قسطنطنیہ کی فتح کی سبب دی گئی ہے (احمد بن حنبل: مسند، ۲: ۱۷۴)۔ ملوک بنی اصغر (الأغابی، طبع اول، ۶: ۹۵، ص ۱۸) سے عسائی حکمران، بالخصوص روم کے عسائی حکمران مراد ہیں (وہی کتاب، ص ۹۸، ص ۷ سچے سے)۔ قس ابو نعام: دیوان، بیروت، ص ۱۸ اوپر سے، اس نظم میں جو عموریہ کی جنگ کے بعد المعتصم کو مخاطب کر کے لکھی گئی)۔ آگے چل کر یہ لقب عموماً اہل یورپ کے لیے (بالخصوص ہسپانیہ میں) استعمال ہوئے لگا۔ تاریخ الصغر (ہسپانوی دور) کی

حراج اور حریرے کی معززہ شرائط عائد کر کے قصبہ کا (انٹلاڈری، ص ۳۱۲)۔ ان مختلف زبانوں کے لیے دیکھئے کائناتی *Annali Caetani*، ج ۵، سال ۵۲۳، فصل ۳ یا ۲۵۔ المعسر کے عہدِ خلافت میں، موسیٰ بن نعما کی طبرستان کے علویوں پر چڑھائی کے دوران میں (۵۲۳ء / ۸۶۱ء) ایک بغاوت کے بعد اصمہاں دوبارہ فتح کیا گیا۔ اس موقع پر شہر کی آبادی کے ایک بڑے حصے کو قتل اور اس کے سربراہان کو گولہ باری اور حلاوطن کر دیا گیا (انٹلاڈری، ص ۳۱۳)۔ اس کے بعد یہ اصمہاں ایک اہم شہر، ایک بڑے صوبے کا دارالحکومت اور ہر طرح کے صنعت و تجارت بن گیا۔ اس رستہ پر، جو یہاں کا ناسدہ تھا اور جس پر اسی کتاب غالباً ۵۲۹ء / ۱۱۳۷ء میں لکھی گئی تھی، اس کے چار دروازوں اور ایک سو سواروں کا ذکر کیا ہے۔ مہندس اس لڑے سے اس کے فطری بھانئیں کی (اس شہر کا حصہ کول شکل کا تھا) اور اسے چھ ہزار ذراع (cubits) یا نصف فرسنگ مانا۔ رکن الدولہ ٹوہمی نے اس شہر کو مرید وسعت دی اور اس کی دیواروں کی مرمت کی، جو پانچویں / گیارھویں صدی تک قائم تھیں۔ وہاں ایک قلعہ نما عمارت تھی، جس کا وہی نام تھا جو ہمدان کے قلعے کا ہے، یعنی ساروی (ساروینہ، الفہرست، ص ۲۳۰، ص ۱۶، ۲۷، ص ۲۴۱، ص ۱۳۱، حمزہ، ص ۱۹۷، اس الفیہ، ص ۱۹، ۲۱، ۲۲، ۲۳)۔ شہر کے قرب و جوار میں چاندی کی کانیں پائی جاتی تھیں، جن سے فائدہ اٹھانا اسلامی فتح کے زمانے سے ترک کر دیا گیا تھا۔ نائے، سرمے اور حسب وغیرہ کی کانیں بھی موجود تھیں۔ آبپاشی کے لیے رسد رود کے پانی کی تقسیم اور اس کا نام زریں رود، یعنی سونے کا دریا (قب *Voyage Flandin*، ۲ : ۳۳۶)، جو اس رستہ پر استعمال کیا ہے، اردشیر بن بابک کی طرف منسوب ہے۔ پوسٹ، روٹی اور نمک کی کالٹ آج

Hérod (۱ : ۱۱۰)۔ پہلے اس میں ایک دوسرے سے متصل دو شہر شامل تھے، یعنی حتی، جو اس مقام پر آباد تھا جہاں بعد میں شہرستان، یعنی اصل شہر اصمہاں بسایا گیا اور یہودیہ ("the Ghetto")، جس میں یہودیوں کی ایک نوآبادی، جس کی ابتدا کیا گیا ہے کہ نوحہ نصر نے وہاں قائم کی تھی (Schreiner, *Revue des Etudes Juives*, ۱۲ : ۲۰۹، اس الفیہ، ص ۲۶۱، ص ۲۰)، اور نا یزدجر، اول سے اسی یہودی سوی سوس ڈھب کی دیوالت پر (الموجہ *Liste des Villes* : E Blochet، فصل ۵۵، در *Recueil des Travaux*، ج ۱، ۱۸۹۵ء، J Marquart، *Erānshahr*، ص ۲۹)۔ قدیم اساطیر میں، جہیں اس رستہ پر نقل کیا ہے، قلعے کی تعمیر لشکروس [آرک ناں] کی طرف منسوب کی گئی ہے اور لکھا ہے کہ اسے بعد میں اسفندیار [اسفندیار] کے بیٹے نے جسے دو بارہ تعمیر کیا تھا۔ مسلمانوں کے اصمہاں کو فتح کرنے کی نائب دو روایتیں ملی ہیں۔ توفی دستان کے مؤرخین کے مان کے مطابق اصمہاں مسلمانوں نے ۵۱۹ء / ۶۸۰ء میں فتح کیا۔ حلقہ عمرامہ کے حکم سے عبداللہ بن عباس نے حتی پر چڑھائی کی، جس کی حکومت اس وقت ایرانی سلطنت کے چار نادوسان میں سے ایک کے ہاتھ میں تھی (نادوسانان = والسان، *Gesch d Perser u. Araber* Nöldeke، ص ۱۵۱، *L'empire des Sassanides*، A Christensen، ص ۸۷)۔ اس حاکم نے کئی جنگوں کے بعد اس شرط پر اطاعت قبول کر لی کہ شہر پر حریرے کی جگہ سالانہ حراج مقرر کر دیا جائے۔ الطبری (لائڈن، ۱ : ۲۶۳، بعد) فتح اصمہاں کی تاریخ ۵۲۱ بیان کرتا ہے، لیکن بصری دستان کے مؤرخ کہتے ہیں کہ ۵۲۳ء / ۶۸۴ء میں انو موسیٰ الاسعری (آرک ناں) نے نہاوند کے بعد اصمہاں کو فتح کیا یا یہ کہ ان کے نائب عبداللہ بن ندیل نے شہر پر



بھی اس سرزمین کی موش حالی کا ذریعہ ہے۔

اصفہان ۵۳۰۱/۹۱۳ء کے بعد سے سامانیوں کے قبضے میں رہا، پھر ان کے قبضے سے نکل کر ۵۳۱۶/۹۲۸ء میں مرداویج بن ربیع کے تصرف میں آ گیا پھر بعد ازاں پھر محمود غزنوی نے ۵۴۲/۱۱۰۳ء میں اپنی وفات سے پہلے غزنویوں سے لے لیا۔ اصفہان ملک شاہ ساجوقی کی قلمبند جاے سکونت تھا۔ چھٹی صدی ہجری / بارہویں صدی میلادی کی ابتداء میں اسمعیلیوں نے یہاں کے بہت سے لوگوں کو اپنا ہم سرب بنا لیا۔ مغلوں کے حملے کے دوران میں شاہ حواریم سلطان حلال الدین منگوبردی کے زیرِ نمان اس شہر کی دیواروں کے بجائے ایک تنگ لڑی لٹی اور اگرچہ یہ متصلہ کن نہ تھی، لیکن اس کی بدولت شہر بچ گیا (۵۶۲۵/۱۲۲۸ء) تاہم [بعد میں] نہ شہر سلطنت مغلیہ کا ایک حصہ بن گیا۔ محمد بن مظفر نے اسے ۵۷۷/۱۳۵۶ء میں انواسخی ایلخو سے لے لیا۔ جب سمور نے اس پر قبضہ کیا تو وہاں کے باشندوں نے معاویہ کی اور ان کا قتل عام کیا (سمرقند سرور کے معروطنی سار [نسائے گئے]، ۵۹۰/۱۳۸۸ء)۔ عثمانی سلطان سلیمان نے شہزادہ اقصیٰ میرزا کی معاویہ (۵۹۵۵/۱۵۸۸ء) کے دوران میں اس پر قبضہ کر لیا۔ گنگوں آباد کی جنگ (۵۱۱۳۴/۱۷۲۱ء) کے بعد محمود افغان نے اصفہان کا محاصرہ کیا۔ شہر کو سخت محط کا سامنا کرنا پڑا اور اس نے ناچار اطاعت قبول کر لی، جس کا سبب یہ ہوا کہ شاہ حسین کو سخت چھوڑنا پڑا۔ مروہ کی کام یاب معاویہ (۵۱۱۳۶/۱۷۲۳ء) کے بعد یہاں کے باشندوں کا دو ہفتے تک قتل عام کیا گیا۔ طہماسپ ملی خان (نادر شاہ) نے ۵۱۱۴۱/۱۷۲۹ء میں اس نلا سے اس کا بچھا چھڑایا۔ شاہ عباس اول [رک نانا] نے اصفہان کو اپنا

دارالسلطنت منتخب کیا اور اسے ایک وسیع اور خوب صورت شہر بنا دیا۔ اس کی آبادی بھی بہت بڑھ گئی (سترہویں صدی میں کم از کم چھ لاکھ) اور اسی سے فارسی میں یہ کہاوت بن گئی کہ "اصفہان نصفِ جہاں"، یعنی اصفہان آدھی دنیا ہے۔ یہ شہر رندہ رود (جسے اب رابندہ رود کہا جاتا ہے) کے کنارے واقع ہے اور دریا کو عبور کرنے کے لیے یہاں بنی خوب صورت پل ہیں جس میں سے ایک شہر کے وسط میں ہے۔ اسے پلِ خلفہ یا پلِ اللہ وردی کہا جاتا ہے، اس لیے کہ اس پر سے خلفہ [رک نانا] نامی نواحی بستی کو راستہ جاتا ہے اور اسے عباس اول کے ایک موحی امیر (اللہ وردی) نے تعمیر کیا تھا۔ آج کل یہ "سی و منہ حسہ" (سبب فوسوں والا پل) کہلاتا ہے۔ نامی دو پل شہر کے دونوں سروں پر ہیں۔ جسے کی طرف کے پل کو بلِ نانا رکھتے ہیں، جس پر سے اس قبرستان کی طرف راستہ جاتا ہے جہاں اس بام کے درویش کا مقبرہ ہے۔ آج کل نہ بلِ حسن آباد کے نام سے مشہور ہے۔ دریا کے اوپر کی جانب پل ماروں (شاردان Chardin میں Marenon یعنی مارٹو، ایک ضلع کا نام) ہے، جسے پلِ شہرستان بھی کہتے ہیں۔ ایک چوبھا پل اور بھی تھا، جسے پلِ چوبی (لکڑی کا پل) کہتے تھے۔ یہ پل سعادت آباد کے محل کے دونوں حصوں کو ملاتا تھا۔

شہر کے گرد مٹی کی ایک دیوار تھی، جو بے عوری کی حالت میں رہتی تھی اور جگہ جگہ لوگوں کے گھروں اور باغیچوں سے گھر گئی تھی۔ اس دیوار میں آٹھ دروازے تھے۔ پہلے بارہ۔ لیکن ان میں سے چار کو سد کر دیا گیا تھا (ان کے ناموں کے لیے دیکھئے Voyage en Perse : Dupre، ۱۸۱۹ء، ۲: ۱۵۸)۔ اصفہان دو حصوں میں مقسم تھا: خوترہ اور دزدست، اور ان میں دو معاند

اس دارالسنط کی رسم جن حو بصورتیں  
آثار سے بھی وہ نہ بھی: 'الحراسانی کی کارواں سرایے'  
مہ صود عصار (= دلی) کی کارواں سرایے صدر موفوفا  
(= مستطیم اوقات) دسی کا محل، جسے رسم حان نے  
نصر لدا تھا، کارواں سرایے خللی، حو عباس ثانی  
کے حکم سے تعمیر ہوئی تھی، سار حواہ عالم،  
جسے عام طور پر کُنتر (= پھولوں سے لدا ہوا)  
نہے اس، کُتہ سار، حو اوپر سے سجے نک ان  
وحسی حانوروں کے سسکوں اور سروں سے ڈھکا ہوا  
تھا حو ٹرے ٹرے سکاروں کی یادگار بھی اور قلعہ،  
جسے طُرو لدا حانا ہے (Chardin: قلعة تَرَک  
= ترک والا قلعہ)۔ باع ہرار حرب میں نارہ چوہرے  
بھیے اور پندرہ راسے بھیے، جن پر دو روبہ درجہ  
لکھے ہوئے بھیے۔ ان میں سے بعض کو ایک دہر کے

فرق، نعمت الہی اور حدری، آباد تھے۔ میدان  
ساہ (= ساہی چوک) لمبی مستطیل شکل کا ہے،  
میں کے گرد ایک نہر ہے جو اسٹون کی سی ہوئی ہے  
اور ان پر ایک قسم کے چوٹے کی، جسے آٹھک ساہ  
(= ساہ جوتہ) کہتے ہیں، لٹائی کی ہوئی ہے۔ اس  
نہر کے بچھے کنارے کے ساتھ ساتھ مکان ہیں،  
جو چوٹ کو اس بار بار سے جدا کرتے ہیں جو داہر  
کی طرف سے آتے کہتے ہوئے ہے اور بعض سری  
ری عمارتوں سے بھی، مثلاً ساہی محل، پانک  
در کی مسجد، گھنٹہ گھر کا برج، جنوب میں ساہی  
مسجد اور شمال میں اسی مٹی۔ چوٹ کے وسط  
میں ایک لمبا آؤٹا ڈاڈا بنا ہوا ہے، جسے  
خاندان ساری کے لیے استعمال بنا ہوا ہے اور دو  
سیک رہنے کے سونے ہیں، جو حود کے پھل میں  
لوگوں (gods) کا کام دیتے ہیں۔ مسجد ساہ، جو  
میں بھی موجود ہے اور حاروں طرف سے کسی کی  
اسٹون سے ڈھکی ہوئی ہے، ساہ عباس اول نے  
سولہویں صدی کے آخر میں تعمیر کرائی تھی۔ یہ  
اس کی خوبصورت ترین عمارتوں میں سے ہے۔  
ساہ عباسی اول نے اس کے دروازوں کی حاندی کے  
پرے کرائے۔ مسجد ساہ، جسے مسجد فتح اللہ بھی  
کہتے ہیں، اس سے ہم۔ چھوٹی ہے۔ گھنٹہ گھر  
میں سرح ساہ عباسی کی تعمیر کے لیے بنایا  
گیا تھا۔ اس گھنٹے میں دن کی ہر ایک ساعت پر  
میری گھنٹاں (chimes) بجتی ہیں۔ گھنٹے  
میں ایسے کل پورے لگائے تھے کہ پوری شہر  
جو رہنے والوں سے بڑھی ہوئی تھی، دیوار کے  
ساتھ ساتھ حود حود حرکت میں آتی تھی اور اسی  
صرح رنگیں لکڑی کے پے ہوئے پردے اور دوسرے  
حاور بھی۔ ساہی مٹی (مضبوط) میں داخلہ  
چوٹ کی دیگر عمارتوں کی طرح، چپے کی اینٹوں  
تے ڈھکے ہوئے دروازے سے ہوتا تھا، پر لری



بعد؛ (۳۵) *Persia Past* A V. Williams Jackson (۳۵) and Present (نیویارک ۱۹۰۶ء)، باب ۱۸، ص ۲۶۲ بعد؛ (۳۶) *History of Persia* Sykes (لنڈن ۱۹۱۰ء)، ۲ ۲۴۴ بعد، ۳۱۶ بعد؛ (۳۷) *Jewish Encyclopaedia* Ch E Stewart (۳۸) ۶۹۹ بعد، (لنڈن - نیویارک ۱۹۱۱ء)، ص ۲۴۷ بعد؛ (۳۹) *Persia* Curzon (لنڈن ۱۸۹۲ء)، ۲۰: ۲ بعد، [ (۴۰) سامی نک: قاموس الاعلام، ۱۹۱۰ء تا ۱۹۱۲ء، (۴۱) آء، برکی، بریر مادہ]۔

(CL HUART) (ہوار)

#### \* الاصفہانی: ابوکر محمد بن داؤد بن علی -

یہ قصہ ۲۵۵/۲۶۸ء میں پیدا ہوا اور سولہ برس کی عمر میں دس سالہ قاضی کے رئیس کے طور پر اپنے باپ کا حاکم بن گیا (قصد داؤد بن علی)۔ وہ بغداد میں ۵۲۹ھ/۹۰۹ء میں فوت ہوا۔ اس سے بعد الناسی الاثر، الخلیج اور الطبری سے اس کے قصباتہ مساطروں کا ذکر آتا ہے، لیکن جس چیز سے اسے رسدہ حیوید بنانا وہ اس کی حیوانی کی نصیب کتاب الرہراء (مخطوطہ قاہرہ، مہرست، ۲۶۰۰) ہے، جس میں نجاس نانیوں میں بیچ ہزار ہند اسعار درج ہیں، جو اس نے شعراء کے کلام سے ”عسوی کے مختلف احوال، اس کے فوائس اور اختلافات“ سے متعلق مستحب کہے ہیں اور ان کے ساتھ نہایت رنگین تر میں ایسی طرف سے حواسی بھی لکھے ہیں۔ اس میں اس نے حب العذری کے اطلاطوبی بطریب کی ایسی حواسی اسلوبی سے شریح کی ہے کہ اس سے بہر کسی اور نے نہیں کی۔ محمد بن جامع الصندلانی کے ساتھ جس کے نام پر یہ کتاب لکھی گئی، اس کی دوستی، جو مرے دم تک قائم رہی، زبان و دہلائی ہو چکی ہے (قصد ابن فضل اللہ العمری: مسالک الانصار، حزمہ قضاہ، باب ۵، بدیل مادہ: براکمان، ۱: ۲۴۹)۔

(L. MASSIGNON) (ماسنون)

ار C Speelman، طبع Hotz A، ایسٹرڈم ۱۹۰۸ء، ح ۵، بعد اشاریہ؛ (۱۴) *Etat Le P Raphael du Mans* (۱۴) *de la Perse en 1660* (پرس ۱۸۹۰ء)، ح ۵، ح ۵ اشاریہ؛ (۱۵) *Voyages faits en Moscovie, Tartarie . Olearius* (۱۵) *et Perse* مترجمہ Wicquefort (ایسٹرڈم ۱۷۲۷ء)، ص ۵۱ تا ۸۲ (مع اصفہان کے ۱۶۳۷ء کے ایک منظر کے)؛ (۱۶) *Nouvelles relations du Levant Poullet* (پرس ۱۷۶۸ء)، ۲۲۵: ۲ بعد؛ (۱۷) *Descript- Ch Texier* (۱۷) *tion de l'Arménie, la Perse* (پرس ۱۸۸۲ء)، ۱۱۶: ۲ تا ۱۳۷؛ (۱۸) *Voyage Coste و Flandin* (۱۸) *۳۵۸ و ۱۰۲ تا ۳۰۵* (۱۹) *Perse moderne*، لوحہ ۴۰ بعد، (۲۰) *Denkmale persischer Fr Sarre* (۲۰) *Baukunst*، عدد ۴ و ۷، منی ص ۷۳ بعد؛ (۲۱) *Travels Ker Porter* (لنڈن ۱۸۲۱ء)، ۵۰: ۱ بعد؛ (۲۲) *Voyages Chardin* (مطبوعہ ۱۷۰۰ء)، ح ۸ و ۱۱، *Langles*، مطبوعہ ۱۸۱۱ء، ۴۲: ۸ بعد؛ (۲۳) *Monuments modernes de la Persie* (۲۳) *Erkunde C. Ritter* (۲۴) *Reise der k preus- H Brugsch* (۲۵) *sischen Gesandtschaft nach Persien* (لاہرک ۱۸۶۳ء)، ۲۸: ۲ تا ۴۸ بعد؛ (۲۶) *Vers Pierre Loti* (۲۶) *Isphahan*، ص ۱۸۸ بعد؛ (۲۷) *Lycklama à Nijeholt* (۲۷) *Voyage en Russie, au Caucase et en Perse, etc* (۲۸) *Land of the Lion and C.J Wills* (۲۸) *Sum* (۱۸۸۳ء)، ص ۱۴۵ بعد؛ (۲۹) *Mme J Die- La Paerse : ulafo* (پرس ۱۸۸۷ء)، ص ۲۱۵ تا ۳۱۱، (۳۰) *Journey . Morier* (لنڈن ۱۸۱۲ء)، ص ۱۵۹ بعد؛ (۳۱) *Second Journey* (لنڈن ۱۸۱۱ء)، ص ۱۲۹ بعد؛ (۳۲) *Edw G Browne* (۳۲) *A year amongst the Persians*، ص ۱۹۷ بعد؛ (۳۳) *Journeys in Persia and Kurdistan . Mrs Bishop* (لنڈن ۱۸۹۱ء)، ۲۴۴: ۱ بعد؛ (۳۴) *Arthur Arnold* (۳۴) *Through Persia by Carava* (لنڈن ۱۸۷۷ء)، ص ۳۰۹

• الأصفهانی، أبو الفرج: دیکھیے ابوالفرج۔  
• الأصل: دیکھیے اصول۔

• الأصلح: مناسب یا موزوں نہیں، ایک عطف جسے منکدم میں نے ایک اصطلاحی معنی میں استعمال کیا ہے۔

”القائلون بالأصلح“ معترکہ کے ایک فرقے سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ نے وہی دنیا کو نوع انسان کے لیے سب سے بہتر بنا دیا اس کا ذکر نہیں نہیں ملتا کہ اس فرقے میں لوگ اوّل سہل تھے۔ ابوالہدیل کا مساک نہ تھا کہ اللہ نے وہی نظام قائم کیا جو انسان کے لیے سب سے بہتر تھا۔ النظام اس میں ایک دقیق دیکھے کا اضافہ کیا۔ اس نے کہا کہ کتاب کا نظام قائم کرنے کے لیے لا محدود طریقے تھے، جو حویلی میں ایک دوسرے کے برابر تھے اور اللہ چاہتا تو ان میں سے کسی [اور] کو بحالے موجودہ طریقے کے احسار کر سکتا تھا: اس اصناف سے وہ اس سے نو دور کرنا چاہتا تھا جو پہلے طریقے میں مضمر تھا، یعنی یہ کہ اللہ کی قوت محدود ہے۔ چونکہ دوسرے لوگوں کے لیے اس بات کو مان لینا مشکل تھا کہ نظام عالم جس صورت میں موجود ہے وہی ساری ممکن صورتوں میں بہترین صورت ہے اس لیے وہ صرف اس بات کے قائل ہو سکے کہ انسان کی دسی ہدایت کے لیے اللہ نے جو طریقہ احسار کیا وہ الہ بہترین طریقہ تھا، یعنی اس نے انہیں صحیح راستہ سمجھانے کے لیے رسولوں کو مبعوث کیا۔ خود معمرہ کے درمیان اصلح کے مسئلے میں بہت زیادہ اختلاف رائے تھا۔ آگے چل کر اہل سنت نے اس طریقے کی سخاوت ثابت کرنے کے لیے دس بھائیوں کی کہانی سن کی، جو یوں بھی کہ ایک بھائی بچپن میں مر گیا اور حبت میں گیا؛ ایک زندہ رہا اور تک مرد بن کر اس نے حبت میں ایک بلند مقام حاصل کیا؛ ایک بدکار

ہو گیا اور دورح بن داخل ہوا۔ اب پہلے بھائی کو حبت میں اعلیٰ ترین مقام حاصل کرنے کا جو موقع نہیں ملا اگر ایسے اس ماہ پر حائر ہزار دے کی کوشش کی جائے کہ اللہ جانتا تھا کہ وہ زندہ رہا تو برا آدمی ہوگا اور دورح میں جائے گا، تو الاصلح کے حائبے والوں کو اس بات کا جواب دینا ناممکن ہوا کہ پھر اللہ نے بسرے کو بھی بچپن میں ہی لوگوں نہ مار دالا [تا کہ وہ بھی دورح سے نجات حاصل کرے] (فتا العدادی: اصول الدرس، استنبول ۱۳۴۶ء، ۱۹۲۸ء، ص ۱۵۰ بعد)۔ معلوم ہوتا ہے کہ بسرے کے مآثرین معمرہ نے بھی معمرہ بعداد پر اسی قسم کی پسند کی ہے۔ تاہم الاصلح کے طریقے میں سے اس حصے کو حذف کرنے کے بعد کہ اللہ کے لیے کوئی ایک طریقہ احسار کرنا واجب تھا اہل سنت نے اسے ”حکمہ اللہ“ کا مراد قرار دے کر قائم کر دیا اور دینی ادب میں داخل کر دیا ہے، مثلاً ابن النفس [رکۃ ناں] کے الرسالہ الحمدہ

میں (فتا صاحب Schacht ج ۱ در Homenaje a Millás Vallicrosa، بارسلونا ۱۹۵۶ء، ۲، ۳۲۵ بعد)۔

مآخذ: (۱) الأشعری: مقالات، استنبول ۱۹۲۹ء، ۱: ۲۳۶ تا ۲۵۱ و ۲: ۵۴۳ تا ۵۴۸، (۲) العیال، الانتصار، القاہرہ ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء، ص ۸ بعد، ۲۰ بعد، ۶۴ بعد، (۳) العدادی: الفرق، ص ۱۱۶، ۱۶۷، (۴) العوینی، الإرشاد، پیرس ۱۹۳۸ء، ص ۱۶۵ بعد (= ترجمہ ۲۵۵ بعد)؛ (۵) گولڈتسیر Goldziher Vorlesungen، طبع دوم، ص ۹۹، (۶) وینسک [A Muslim Creed Wensinck، کیمبرج ۱۹۳۲ء، ص ۷۹ تا ۸۲، اس اصطلاح کی ابتداء اور پس منظر کے لیے دیکھیے (۷) شاحت Schacht ج ۱، در Studia Islamica، ۱: ۲۹۰

(منٹگمری واٹ W Montgomery Watt) الأصم: (بہرہ) ایک عرف، جس کا اضلاع متعدد اشخاص پر ہوتا ہے، بالخصوص ان دو پر:

۸۲۳/۸۵۱ء میں واشعرد (مأوراء النهر) میں وفات پائی۔

مآخذ: سامی تک، قاموس الاعلام، ہدیل مادہ۔

(R. BLACHERE)

\* الأصمعی: ابوسعید عبد الملک بن قریب، مہاجر

امان عربی، م ۵۲۱۳/۸۲۸ء (اس کی وفات کی اور تاریخیں بھی یاقوت: الایاد میں ہیں اور مسأخر مستقیم نے بھی دی ہیں)۔ اس کی تاریخ تدوین، جو ۵۱۲۳/۸۲۷ء سامی حاشی ہے، اسے خود معلوم نہ تھی (دیکھیے الایاد، ۶، ۸۶)۔ سبب اصمعی اس کے آباء و اجداد میں سے ایک سے، اُحود ہے، جس کا نام اصمیع تھا اور الساہلی ایک بدنام قبیلہ الباہلہ سے لی گئی ہے اور نہ ایسا رسد ہے جس کی طرف اس کے ایک معاصر ساحر نے ایک قسیدہ ھجویہ میں اشارہ کیا ہے (دیکھیے اس المعمر: طباط السعراء، ص ۱۳، و السیرامی، ص ۸۵ بعد)۔ ادب حکایت میں اس نے اپنے آپ کو سو أعصر بن سعد بن قس غیلان کی اولاد میں سے ظاہر کیا ہے (دیکھیے القالی: الامالی، ۱: ۱۱۷)۔

یہ فاضل اور اس کے ہم عصر ابو عسده [رک نان] اور ابو رید الأنصاری [رک نان] باہم مل کر بی آدموں کا ایک گروہ بنائے ہیں اور مہاجرین رہاں عربی، عام اللغہ اور علم الشعر کے سلسلے میں ان کے مرہون مت ہیں۔ یہ سوں نصرے کے سربراہان مہاجر لغہ ابو عمرو بن ابی العلاء [رک نان] کے ساتھ ہیں۔ ان کے کثیر التعداد شاگردوں میں سے ادب الحاحط نے اپنی تصانیف میں ان کی فائز علمی کی یاد در قائم کر دی ہے۔ حیرانگر حافظہ اور غیر معمولی نقدی طبع الأصمعی کی امتیازی سان ہے۔ اپنے استاد سے اس نے ان حدود کا جو علم اللغہ کے لیے مقرر کر دی گئی ہیں مکمل شعور حاصل کر لیا تھا (دیکھیے ابوالعلاء کا ایک ملفوظ، جو السیوطی نے

(۱) سمیان بن الأثرود الکلبی، معروف بہ الأصم، ایک اموی سپہ سالار، جو اپنی مصاحب لسانی کے لیے مشہور تھا۔ اس نے حوارج کے خلاف متعدد مہمات کی شہرت کی، جن میں سے اہم ترین ۶۷۸/۶۷۷ء [۱۵؟ ۶۹۷ء] یا ۶۷۹/۶۷۸ء کی تھی۔ اس مہم میں ارزنی حارثی، قطری بن الفحاح [المازنی] [رک نان] نے سکتب فانی لکھائی اور مارا۔

مآخذ: (۱) الطبری، تاریخ، طبع د حویہ، ۲، ۱۰۸، (مطبوعہ قاہرہ، ۱۲۶) (۲) جاحظ، السان، طبع عارون، ۱: ۶۱، ۷۳، ۳۶۳۔

(۲) ابوالعلاء محمد بن یعقوب التیسابوری، المعروف بہ الأصم، مذهب شامی کا نامور فقیہ اور محدث، تاریخ پیدائش ۵۲۷/۸۶۱ء، تاریخ وفات ۵۸۶/۶۹۷ء۔ وہ ربیع الترادی (م ۵۲۷/۸۸۳ء) اور السربی [رک نان] (م ۵۲۶/۸۷۶-۸۷۷ء) کا شاگرد تھا۔ اس کی مدد سے موالذکر کی تصنیف المعتمر لوگوں میں زیادہ مشہور ہو گئی، کیونکہ اس نے اس کتاب کا ایک تصحیح کردہ نسخہ شائع کیا، جو بہت مقبول ہوا؛ دیکھیے المہرست، ص ۲۱۲۔ اس کے ایک شاگرد سہل بن محمد الصنعلی الشامی (م ۵۳۸/۶۹۷ء) نے بھی، جو نیشاپور میں رہتا تھا، بہت شہرت حاصل کی۔

مآخذ: (۱) المہرست، ص ۲۱۲، ۲۱۱، (۲) ابن حنک: وفيات، قاہرہ، ۱۳۱۰، ۲۱۹، و طبع عبدالحمید، قاہرہ بلا تاریخ [۶۱۹۸۸]، ۲، ۱۵۸، (۳) انڈمی، طبقات الحفّاط (Liber Classnum, etc)، طبع وٹسٹلٹ، کوٹنگی ۱۸۳۳ء، بعد، ۲، ۹۸، شمارہ ۶، السبکی: طبقات السافیۃ الکبریٰ کی حواشی ہمارے پاس ہے اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔

(۳) حاتم الاصم، ابو عبد الرحمن بن علوان، مشہور عالم اور بررگ، جو بلخ میں پیدا ہوئے اور شعیق البلخی کے ساتھیوں میں سے تھے۔ ان سے بہت سے حکیمانہ اقوال اور راہدانہ ہد و نصائح منقول ہیں۔ انہوں نے

المرمر، ۱ : ۳۲۳ پر نقل کیا ہے)۔ فواعل لسان اور علم اللہ کی نابت بدوتوں سے معلوبات حاصل کرنے کا طریقہ، جو معاہدہ ہونا ہے نصرے میں ابو عمرو کی ہیئت الفرائی سے پہلوا پہلا، اس کے ساردوں نے اشتبا سے سمجھا لیا۔ نصرے کے بدوی استادوں کی ایک مہربان اللہ سے، ص ۳۴۴، ۱۰۰ (نہد)۔ نصرے کے عیوہ (فست المرمر، ۲ : ۴۰۱)۔ نصرے کے عیوہ اس کی علمی دلچسپی سے واقف تھے اور اپنے کسی اسے صحیح کا نام ہا سکے تھے جو علم اللہ میں احوال رکھتا ہو (دیکھئے المرمر، ۲ : ۳۷۷)۔ حکایات میں نہ بھی موجود ہے کہ وہ سوار ہو کر دیہات میں بدوتوں سے ملے جانا دیا تھا، نہ کہ ان کے ساتھ سے اسعار کے قطعات سے جمع کرنے۔ انہی وہ بوجواں ہی تھا کہ ضلالت علم اس کی تلاش میں رہے لکھے اور اس وقت اس کی "جلس" دور دور تک مشہور ہو چکی تھی۔ علم اللسان کے مختلف شعبوں میں سے، جو اس وقت تک سرمدی ہا حکے تھے، اس کا دھن علم اللہ سے خاص مطابقت رکھتا تھا اور اسو رند فواعل لسان میں اس سے بڑھ کر مانا جاتا تھا۔ التحلل ورنہ سر کے بارے میں اس سے مایوس تھا (دیکھئے اس جی : العصائص، ص ۳۶۷)۔ جن حالات کے تحت الأصمعی بغداد آیا اور ہارون الرشید کے دربار میں رسائی پائی ان کی نابت چند روایات پائی جاتی ہیں۔ ایک حکایت میں، جو المرمرانی نے ناں کی اور الیافعی، ۲ : ۶۶، نے اسے نقل کیا، ناں کیا گیا ہے کہ وہ نصرے میں خلفہ سے پہلے ہی مل چکا تھا۔ محمد الأمین نے اپنی ولی عہدی کے زمانے میں اسے بلا بھجا اور وزیر الفصل بن الریمع نے اسے حلقہ سے ملا دیا (دیکھئے تاریخ بغداد، ۱۰ : ۴۱۱)۔ الجہساری : الوراق، ص ۱۸۹، کے مطابق جعفر بن یحییٰ الترمکی نے اسے ہارون الرشید سے ملا لیا۔ ترمکوں نے اسے

بہت نوازا (دیکھئے ابن المعمر : کتاب مذکور، ص ۹۸)۔ تاہم جب انہیں روال ہوا تو الأصمعی ان کی جھوٹ سے نہ چوکا (دیکھئے الجہساری، ص ۲۰۶)۔ چونکہ وہ جعفر کا گہرا دوست تھا اس لیے جب جعفر ۱۸۷ھ / ۸۰۳ء میں بغداد میں گر کر نا آئے بھی اسی حال کا خوف ہوا (دیکھئے الجہساری، ص ۲۰۶)۔ الأصمعی کی رائے میں ساعر اسخی بن اداہم الموصلی، جو دربار میں اس کا مددگار تھا، اسی طراف طبع کی بدولت حلقہ سے بعد روئے کا اعادہ لے کر اس سے زیادہ کامیاب تھا (دیکھئے الأغانی، ۵ : ۷۷، الحضری : زہر الآداب، طبع ثانی، ص ۳۱، ۱ اور الآسناد، ۲ : ۵۵)۔ ان عذرہ کی القصد میں بہت سی سرمدی حکایات (نوادیر) اور ہمسائے والی کہانیاں (ملح) ہیں، جن میں سے ساعر در الأصمعی حلقہ کا دل پہلایا کرتا تھا۔ ہارون کی وفات کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ الأصمعی نصرے چلا آیا۔ فقط ایک سہا شہادت کی رو سے الأصمعی کی وفات مرو میں ہوئی (دیکھئے ابن حنکاء، عدہ ۳۸۹)۔

الأصمعی کے ساردوں میں اور اس سے متعلق رکھنے والے نصرے اور بغداد کے حلقوں میں بہت سی کہانیاں زبان زد ہیں، جو خود اس کی کہی ہوئی نا اس سے متعلق نہیں اور جنہوں نے عربی ادب میں مقام پایا۔ ان میں سے بعض کہانیاں یقیناً اس کے احلاق کی صحیح آئینہ دار ہیں، چنانچہ ان کہانیوں میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ اسے انتہائی عروج کے زمانے میں حاصی املاک کا مالک ہونے کے باوجود الأصمعی کو ایک مجلس شخص کی طرح رہے بر اصرار تھا۔ ایرانیوں کی ٹھات ٹھات کی زندگی کے مقابلے میں وہ اس سادہ بود و باش کو جو [حصہ راب] عمرہ بن الخطاب اور الحسن البصری<sup>(۱۲)</sup> کی طرف منسوب ہے عرب کی حاکم زندگی





۱: ۷۳)، لیکن اس کا شاگرد ان شاعروں کی قدر کرتا ہے جنہوں نے لغت میں کمال حاصل کر لیا تھا (مثال کے طور پر دیکھئے اس الخراج: الورقہ ص ۶۰، اس نے حوالہ مولدوں کی تنقید کی ہے اس کے لئے دیکھئے Arabiya J Flick، ص ۲۲ بعد)۔

نوامیس لغت سے متعلق اپنے جمع کئے عربی مواد میں وہی منظم طریقے جاری رکھتے ہوئے، ماہران لسان نے ان دراست کی نام سرائی میں۔ وہی سے جاری کر رکھے ہیں، یعنی ایک قسم کے مواد کو ایک ہی باب میں اکٹھا کر دیا، الاصمعی نے چھوٹے چھوٹے رسالے تصنیف کیے، جن سے وہ الفہرست، ص ۵۵ میں دیے ہوئے ہیں۔ انسی۔ حریرہ العرب میں۔ جس کی اصل نہیں ملنی، لکن جس کے اصحاب یاقوت نے انسی معجم میں یہ سب جمع کر دیے ہیں۔ الاصمعی اما ان عرب کے معنی خود حاصل کردہ علم کا ثبوت دیتا ہے (مثلاً دیکھئے معجم، ۱: ۷۵)۔ ان رسائل کے حجم کی

باب ہمیں الفہرست سے فقط اتنا پتا چلتا ہے۔ حریرہ الحدید دوسو ورو دیں لکھی گئی تھی۔ بہر حال ان رسائل کی خاصی تعداد محفوظ رہی۔ کئی ہے (دیکھئے تراکماں، ۱: ۱۰۴ و ۱۰۵، ۱: ۱۶۴)۔ لیکن الاصمعی کی لغوی تصانیف کی آخری شکل کا ان نمونوں سے اندازہ نہیں لگایا جاسکتا اور حوثی مثلاً اس کی کتاب الساب و السحر نے نہایت ناقص متن (طبع Haffner، بیروت ۱۹۸۱ء) کا ابو حنیفہ الدیسوری کے ان وافر اصحاب سے مقابلہ کرے گا جو اس نے اس تصنیف سے اپنی کتاب الساب میں نقل کیے ہیں اس پر یہ امر عجوبہ واضح ہو جائے گا۔

الاصمعی کے شاگردوں میں سے ابو عمر احمد ابن حاتم الناهلی اس کا ”راویہ“ مشہور تھا۔ اس کی باب کہا گیا ہے کہ اس نے اپنے استاد کی کتابیں

(دیکھئے الإرساد، ۴: ۱۴۰ اور الحریر، ۲: ۴۰۶، قسماً Blachère، ص ۹۹ بعد)۔ رمانہ حاہلیہ کے بڑے بڑے شاعروں کے قصائد مکمل اور صحیح شکل میں جمع کرنے کے لئے اس نے اسے لوگوں کو تلاش کیا جو روایات ناقص و بنوی علم رکھتے تھے۔ اسی تصانیف میں اس نے ایک ایسا تنقیدی رویہ اختیار کیا جو اس زمانے کے لحاظ سے حادث ہوا تھا۔ حریرہ نامے عرب کے، ان کی کمرہ علم، قائل کے اسباب کی پوری معرفت اور اس سے مراد کر لغت اور جو سے پوری واقفیت اس کا طرہ امتیاز تھا۔ اس کے شاگردوں نے اسی طریقے کو آگے چلانا اور یہ سہمی خصوصیات بعد کے سارحین لازم عرب میں عام طور پر رائج ہو گئیں۔ الاصمعی کی رہی ہوئی بنیاد پر اس کے شاگردوں۔ اس حسب، علی بن عبد اللہ القوسی اور احمد بن السکری۔ نے دواویں کے معنی اور درست صورت میں سجے بنا دیے۔

رمانہ قبل اسلام اور اندامے اسلام کے شعراء کے بہتر قطعات سے، جو اس نے اپنے مجموعہ اشعار الاصمعیات میں جمع کیے (طبع Samml. Ahlwardt ungen alter arabischer Dichter، ج ۱، برلن ۱۹۰۲ء) ہم الاصمعی کے ادبی دور کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ”بعد الشعر“ کے موضوع پر الاصمعی کے بہت سے مکتوبات بعد کے مصنفین نے نقل کیے ہیں۔ ایک خاص میں، جس کا نام فتوحہ الشعراء ہے (طبع ZDMG، Torrey، ۱۹۱۱ء، ص ۸۷) یا (۵۱۶)، اس کے شاگرد ابو حاتم السجستانی نے اس کے وہ ارشادات جمع کیے ہیں جو اس کے استاد نے اس سوال کے جواب میں دیے تھے کہ لوں سے شاعروں کو فعل کہا جاسکتا ہے۔ الاصمعی کے قول کے مطابق ابو عمرو کو کسی نے کسی اسلامی شاعر کا شعر پڑھتے نہیں سنا (ابن ریسق: العمدة،

سا کی حروف کا مجموعہ)، وَد [رَکَ نَاں]، اور فاصلہ [رَکَ دَاں] (یعنی س یا چار حروف صحیح کا مجموعہ، جس کے بعد ایک حرف سا آئے)، انہیں سے ارکان برکت نامے ہیں۔ مری دیکھیے مادہ عروض۔ (عبدالصالح عمر)

- \* اصول تفسیر: دیکھیے مادہ قرآن۔
- \* اصول حدیث: دیکھیے مادہ حدیث۔
- \* اصول فقہ: دیکھیے مادہ فقہ۔

- \* اصیلة: (آج کل فرانسیسی اور برٹشلی میں Arzila اور عسائیوی میں Arcila)، مراکش میں بحر اوقیانوس کے ساحل پر ایک سمیر اور بندرگاہ، جو طرہ سے بچاس ٹیلومٹر کے فاصلے پر جنوب مغرب میں واقع ہے اور وادی الخلو کے دہانے سے لچھ زیادہ فاصلے پر نہیں ہے۔ عسائیوی مردم شماری کی رو سے اس کی آبادی ۱۹۳۵ء میں چھ ہزار سے لچھ اور بھی اور ۱۹۴۹ء میں ٹڑھ کر سولہ ہزار سے لچھ ہو گئی۔ ہم رہ لٹی۔ اس میں مسلمانوں کی اکثریت ہے، یہودی اقلیت باقابل اعشاء ہے اور لچھ نیوڑے سے نورسی بھی ہیں، جس میں زیادہ تر عسائیوی ہیں

معلوم ہونا ہے کہ یہ نام اصیلة (Strabo) Zēlās، Zilis (Antoninus) Itinerary [مہر سب مقامات] اور Ravenna کی Annoymus [کم نام تصنیف] یا Zilia (Ptolemy اور Pomponius Mela) سے نکلا ہے، لیکن قدیم مصنف نے اس سمیر کی نام ہمیں لچھ نہیں بتایا، جو ممکن ہے کہ وہ سورج میں مسموں کا بخاری مقام ہو۔ اس کے مطالعے میں عرب مؤرخوں اور جغرافیہ نویسوں نے اس کا نہ کرب ذکر کیا ہے اور اس کے حالات بھی ناں لیے ہیں، جس میں من حملہ آور مسموں کے اس حوقل اور انگری بھی ہیں۔ انگری لکھتا ہے کہ سوری صدی ہجری / نویں میلادی میں نارس (Normans) دو دفعہ اصلہ میں آئے۔

لب کو بہیجائیں (دیکھیے الارشاد، ۲، ۱۴۰)۔ کتابوں کی روایت کوئے والوں میں ابو عبد العاسم [رَکَ نَاں] کا بھی ذکر آتا ہے، جس نے الاصمعی کتابوں کو ابواب میں تقسیم کیا اور ابو رید انصاری اور کوفی ماہران لسان کی مدد سے اس معلومات کا اضافہ بھی کیا (دیکھیے الارشاد، ۱۶۲۰)۔

ماہر معجم گروں کو الاصمعی کے جمع سے دوسرے ذخیرہ معلومات کا علم اذہنی کی مدد سے لیا گیا۔ اس کتاب کے دساحے میں الارری واسطہ اور بلاواسطہ واحد کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے اس نے یہ علمی مدد حاصل کیا

مآخذ (۱) السیرانی *Biographies des grammair*

*tens de l'école de Basra* (طبع Krenkow)، پیرس۔ بیروت

۱۹۳۶ء، ص ۵۸ تا ۶۸ (۲) القہرست، ص ۵۵ تا ۵۶،

(۳) الرئیعی: المصنفی من احبار الاصمعی، طبع الدوحی،

دمشق ۱۹۳۶ء، (۴) تاریخ بغداد، ۱۰، ص ۱۰ تا ۱۲،

(۵) یاقوت: الارشاد، بمواقع کثیرہ، (۶) الاعانی، جدول

tables: (۷) ابن الانباری: برہہ، ۱۵۰ تا ۱۷۲ (۸) ابن

حلیکان، عدد ۳۸۹: (۹) الیامعی: مرآة العیون، ۲، ص ۶۳ تا

۷۰: (۱۰) السیوطی: المرہر، بمواقع کثیرہ، (۱۱) وہی

مصنف: بقیہ، ص ۳۱۳ بعد: عربی مصنف میں اور

نہ سے موقع نہ موقع حوالہ دات، (۱۲) گولٹ سیہر

*Muh St. I Goldzihet*، ۱۹۵۰، ۱۹۹۱، ۲۰۱۷

(۱۳) تراکمان، ۱: ص ۱۰ و تکملہ، ۱: ص ۱۶۵ تا ۱۶۵

(۱۴) *Litt R. Blachère*، ۱: ص ۱۱۳ بعد، ۱۴۲،

*Le milieu basrien et la C Pellat* (۱۵) ۱۴۹

*formation de Gāhūs*، ص ۱۳۴۔

(لیون Lewin) (B)

الاصمعیات: دیکھیے الاصمعی

اصول: علم عروض میں اصول سے مراد ہے (یعنی دو متحرک حروف یا ایک متحرک اور ایک

بچھی صدی مہجری / بارہویں صدی مسلاوی میں  
 اڈریسی اس کی نائب لہتا ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا  
 قصبہ ہے جو بالکل وراں ہو چکا ہے۔ بہر حال نویں  
 صدی مہجری / سترہویں صدی مسلاوی میں یہاں بحار  
 کی کئی قدر گرم بازاری مدور رہی ہوئی، لیونکہ  
 پرتگالیوں کو حب طحہ کے سامنے سامی کا ساما  
 درنا ہوا (۱۴۳۷ء) ہو وہاں یہودی سوداگر اور  
 مسلمان اور مسلمانہ (Castile) کے باخر موجود  
 ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ فاس (Fez) کے وٹاسی  
 سلاطین نے اسے اپنا ایک بڑا دربار بنا رکھا تھا۔  
 نابینہ اس سہر کی تاریخ ۵ صبح سلم در اصل  
 اس زمانے سے ہوا حب اس پر رنگیوں نے قصبہ  
 بنا (۱۴۷۱ء تا ۱۵۵۰ء)۔ اصلہ پر ان کا قصبہ  
 ساہ الفاسو حاس، المعروف بہ الأفرنسی (the African)،  
 کے دربار اس کے نزدیک ہوا۔ جو آئے حل  
 در جان John ثانی کے نام سے مشہور ہوا، ۲۱ سب  
 ۱۴۷۱ء کو عمل میں آیا۔ اس کے فتح کرنے میں ایک  
 حد تک یہ عرص بھی بھی کہ طحہ کو حب سے لپس  
 لیا جائے، حابہ اصلہ کے بعد بہت جلد طحہ بھی  
 فتح ہو گیا اور پرتگیزی اس سہر میں بلا حبک و حدل  
 داخل ہو گئے۔ ان جدید حکمرانوں نے اصلہ میں ایک  
 مصوط قلعہ بنانا، جس میں ایک دربار میں محسں بنا  
 اور ایک وسیع فصل تعمیر کی، جس کے اندر پورا سہر  
 آگیا تھا، نہ سب استحکامات آج تک باقی ہیں۔  
 پرتگیزیوں کی قلعہ سنی فوج کو سہ، القصر الصعیر  
 اور بالخصوص طحہ کی حفاظتی فوجوں کے ساتھ مل کر  
 لگاتار مراٹوں، مماسی سرداروں (جیل غرب)،  
 ٹائیڈین القصر الکبیر، لراسہ Larache، بطوان Tetuan  
 و چچاوائی Chechaouen (مولائی ابراہیم)، سرفاس کے  
 وٹاسی سلاطین، بالخصوص محمد الترقالی، کے حملوں  
 کا مقابلہ کرنا پڑا۔ انہیں کئی محاصروں کا سامنا ہوا،  
 جن میں سب سے سخت ۱۵۰۸ء کا تھا۔ پرتگیزیوں

کے قصبے سے سہر کل گیا اور قلعے پر ان کا  
 قصبہ رہ گیا۔ ان کی جان بریکال سے ایک دستہ فوج  
 کے آجائے سے بھی، جسے بعد میں سندرو سوارو  
 Pedro Navarro کے ہمسایوں نے کی لبک بھی مل  
 گئی۔ علاوہ برس قلعے کی لمزوری کا سب اس کی  
 سندرو کا عدم استحکام ہو گیا، جس کا راسہ ایک  
 ریر آب جٹاں (reef) کے بیچ میں آجائے سے رہ  
 گیا تھا۔ اگست ۱۵۵۰ء میں ساہ جان John تاس  
 (۱۵۲۱ تا ۱۵۵۷ء) نے یہ سہر حالی در بنا۔ اس سے  
 چند ہفتے پہلے القصر الصعیر بھی اس عرصے سے  
 جوڑ دیا گیا تھا کہ ساری فوج سمائی برا لیس میں  
 طحہ اور سہ کے مقامات پر جمع کر دی جائے۔  
 ۱۵۷۷ء میں ساہ سباسب Sebastian (۱۵۵۷ء  
 تا ۱۵۷۸ء) نے اصلہ در دوبارہ قصبہ کر لیا  
 کہ قصبہ سعیدی فرمان روا محمد الملولج کے ساتھ  
 اتحاد قائم کر لیے کی قصبہ بھی اور معصہ نہ گیا  
 کہ معرکہ "ساہان ثلاثہ" یا حرب القصر الصعیر  
 میں حصہ لے کے لیے فوج بھیجی جائے، جس میں  
 اسے اسی جان سے ہاتھ دھوا ہوا (۱۵ اگست  
 ۱۵۷۸ء)۔ عسائی لشکر اصلہ ہی میں جہاز سے  
 ابرا اور وہیں سے ۲۹ جولائی ۱۵۷۸ء کو  
 مراکس کی فوج سے مرد آرماء ہونے کے لیے روانہ ہوا۔  
 فلپ مانی ساہ بریکال نے، جو ۱۵۸۰ء سے کارڈیل  
 Cardinal مہری کی وفات کے بعد حکومت کر رہا  
 تھا، ۱۵۸۹ء میں اصیلہ سعیدی سلطان المصور کو  
 واس دے دیا۔ اس وقت سے آج تک اصیلہ ایک  
 برسکوں اور کم نامی کی زندگی سر کر رہا ہے۔  
 ۱۹۱۲ء میں حب عسائوں نے قصبہ کر کے اسے  
 اپنی مملکت میں شامل کیا تو یہ سہر ٹریف  
 ریسونی کے ریر امداد علاقے میں شامل تھا۔

مآخذ: (۱) اصیلہ سے متعلق ۱۵۸۹ء سے پہلے کی

تمام ضروری معلومات Historia : David Lopes

= نادساہ کی جو صورت بنی (۲) مصاف اور مصاف الہ دونوں کا مفہوم معین ہوگا یا غیر معین؛ دونوں حالتوں میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ مصاف کو مصاف الہ سے ایک خاص قسم کی نسبت و تعلق حاصل ہو جاتی ہے، اور [اسی لئے] ایسے دو روئے 'قاعدہ' یعنی لام 'عریف' اور 'عبر' دونوں 'کچا' جاتا ہے اور کی مثال سے 'بیت' ملک سے ایک 'بیت' (۱) کی سی)۔ صرف ایک صورت اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے اور وہ 'بیت' مصاف اسم صفت ہو اور کسی اسم معرفہ کی بعد واقع ہوا ہو، کیونکہ اس صورت میں مصاف ر لام 'عریف' ضرور آئے گا [مثلاً 'بیت' ملک 'الحسبہ الوحہ']۔ ایسے اضافہ غیر الحسبہ نا 'عبر' اضافہ نہیں ہے۔ صحیح عربی معرر کی رو سے مصاف الہ کے محرور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس پر 'یونی' مفعول یا مقدر حرب کا عمل کرنا ہے، مثلاً 'بیت' رید (رید کا گہرا) = البیت الہی لربنا کبر ہو رید کی ملک ہے)

مآخذ (۱) سورہ الکتاب (طبع Deren-bourg)، ۲، ۱۶۳، ص ۹، بعد (۲) الترمذی المصنوع (طبع روح Broch)، طبع ثانی، ص ۳۶، نا ۴۴؛ (۳) ابن قیس (طبع Jahn)، ص ۳۰۳، نا ۳۵۶، (۴) معتمد اعلیٰ [تہانوی]، [کشاف اصطلاحات الفنون] Dictionary of Technical Terms (طبع شہرینگر Sprenger)، ص ۸۸۸ تا ۸۹۳، (۵) Arabic-Lane Wright، رائٹ، English-Lexicon، ص ۱۸۱۳، (۶) Wright، Arabic Grammar، طبع ثالث، ۲: ۱۹۸-الف، ۲۳۴-ب۔

(سٹیونس ROBERT STEVENSON)

- اُضداد، (عربی) (جمع صِدّ، یعنی "ایسا لفظ جس کے دو متضاد معانی ہوں")، ایسے الفاظ جس کے عرب ماہرین لسانیات کی تعریف کے مطابق دو معنی ہوں جو ایک دوسرے کے نالغز ہوں، مثلاً باغ، جس کے معنی بچا بھی ہیں اور خریدنا (اُستری) بھی۔

Coimbra 'de Arzila durante o domínio português ۱۹۲۴ تا ۱۹۲۵ء، میں جمع کر دی گئی ہیں (یہ کتاب [مستند] مآخذ، خصوصاً Bernardo Rodrigues, Anais de Arzila، طبع David Lopes، ۲، جلد، ۱۹۱۵ء تا ۱۹۱۹ء برسی ہے) اس کے علاوہ دیکھیے (۲) Adolfo 'Arzila durante la ocupación Portuguesa L. Guevara، طبع ۱۹۴۷ء اور (۳) David Lopes 'Pierre de Cenival و Robert Ricard 'Les Sources inédites de l'histoire du Maroc، پرنکال، ۵، جلد، ۱۹۳۴ء تا ۱۹۵۲ء، اور پرنکیری عہد کے لئے (۶) مآخذ تبدیل مادہ اُضدی، رائدہ حال کے واقعات کے لئے دیکھیے (۷) Tomás Garcia 'Materia de estudios históricos sobre Figueras Larache (Mattheus)، ۱۹۴۹ء، ص ۲۱، بعد (۸) (R. Ricard)

اصافۃ، (ع) (مصدر، باب افعال ارس-ی-ف، عربی 'آنا'، [مائل ہونا])، ایک جس کو دوسری نے ساتھ ملانا، الحاق - عربی نحو کی ایک اصطلاح، جسے عام طور پر نسبت اضافہ (genitive relation)، حالت برکتہ (construct state) کہتے ہیں، دو نملوں کا ایسا ناہمی تعلق جس کے درمیان دوسرا ملے ہو معین یا مخصوص نہ رہتا ہے۔ پہلا مط (المصاف = الحاق کردہ) حالت امرکسی میں پہلانا ہے اور دوسرا (المصاف الہ = جس سے الحاق لیا جائے) حالت حرری میں۔ دونوں امطوں کے اس اہدی تعلق سے ملکیت، صفت مادہ، سب یا مست، مرہ یا کل اور مفعول یا فاعل کی برکتہ اضافی ظاہر ہوتی ہے اور اس تعلق کی اساری خصوصیات یہ ہیں کہ (۱) اس کے دونوں حرب مل کر ایک صورت بنائے ہیں اور کتابت میں انہیں ایک دوسرے سے لگ نہیں لکھا جاسکتا، لہذا کوئی اسم صفت یا اس سے مشابہ لفظ جو مصاف کی بعد کر رہا ہو مصاف الہ کے بعد آئے گا، مثلاً 'بیت' ملک 'الحسبہ

طبع Haffner: کتاب مدکور، ص ۷ تا ۱۰۵: (۵) ان السبک (م ۵۲۴۳ / ۸۵۷)، طبع Haffner: کتاب مدکور، ص ۱۶۳ تا ۲۰۹، (۶) ابوبکر ابن الأثری (م ۵۳۲۷ / ۹۳۹)، طبع موسما M Th Houtsma لائنڈن ۱۸۸۱ء، سر فاعرہ ۱۳۲۵ھ (۷) ابو الطیب الحلبی (م ۵۳۸۱ / ۹۹۱)، دیکھیے تراکماں: نکمہ، ۱: ۱۹، (۸) الصغانی (م ۵۶۵ / ۱۲۵۲)، طبع Haffner: کتاب مدکور، ص ۲۲۱ تا ۲۴۸.

مدنوں سے نہ حال چلا آ رہا تھا کہ عربی زبان میں دوسری سامی زبانوں کے برعکس اصدا کی بہت بڑی تعداد ہے، لیکن اب نہ خیال قابل قبول نہیں رہا۔ اگر ہم ان سب الفاظ کو جو غلط طریقے پر اصداد سمجھے جاتے ہیں اور ان الفاظ کو جو اس دائرے سے قطعی خارج ہیں الگ کر دیں تو عربی زبان میں بھی اصداد کی بہت بھڑی تعداد نامی رہ جاتی ہے۔ اسی لئے المرد (مخطوطہ لائنڈن، شمارہ ۴۳، ص ۱۸۰) اور ابن درستویہ (مقول در السیوطی: المرد، ۱: ۱۹۱) جو عربی زبان میں اصداد کا وجود سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتے۔ ان الأثری نے اسی کتاب میں چار سو سے زیادہ اصداد کا ذکر کیا ہے، ان کتاب کی اس جامعہ کے ناوحد "اَنَکَر" اور "وَلَّى" وغیرہ جسے الفاظ اس میں موحود نہیں ہیں۔ Redslob پہلے ہی نہ حاکم ہے کہ اس تعداد کا خاصا حصہ حذف کر دینا چاہیے اس لئے کہ مصنفوں نے یا تو "اصداد" کے تصور کو حد سے زیادہ وسعت دے دی ہے یا مصنوعی طریقے پر حسا زیادہ سے زیادہ مواد اکٹھا ہو سکا تھا اکٹھا کر لیا ہے [اس سلسلے میں یہ امور قابل لحاظ ہیں]: (۱) سب سے پہلے دیکھیے کی بات یہ ہے کہ اکثر الفاظ، جنہیں اصداد سمجھ کر یکجا کیا گیا ہے، عربوں کے ہاں صرف ایک ہی معنی میں معروف یا مستعمل تھے اور دوسرے معنی

حود لفظ مد بھی الفاظ کے اسی زمرے میں شامل ہیں لیونکہ "لا مد لہ" جسے حملوں میں اس کے معنی "برعکس" کے نہیں بلکہ "برابر" لے ہیں۔ اہل عربین لسانیات کے نقطہ نظر سے "اصداد" ایک خاص زمرے کے الفاظ ہونے کی حیثیت سے "ہم نام" الفاظ (المشتق من [رک نأں]) کی صف میں آتے ہیں، صرف صرف مد ہے کہ مؤخرالد سے دو ایسے الفاظ مراد لیے جاتے ہیں جن کی آوار ہو ایک ہی ہو لیکن معنی الگ الگ ہوں (امعاناً مختلفان)، لیکن "اصداد" میں دونوں معنی ایک دوسرے کے بالکل برعکس ہوتے ہیں۔ عربوں نے لغت کے اس مسئلے پر بھی اسی دو اور صحیح تصدی کے ساتھ بحث صرف کی ہے جسے زبان کے دوسرے مسائل پر۔ انہوں نے نا تو اپنی عام تصانیف میں اس موضوع پر چند جگہ ابواب قائم کیے ہیں (مثلاً السیوطی، المرد، بولاق، ۱: ۱۸۶ تا ۱۹۳، ان سیدہ: المحقق، ۱۳: ۲۵۸ تا ۲۶۶) یا مستقل رسائل اکٹھے ہیں۔ ان مخصوص رسائل کی تفصیل ہم نے M Th Redslob نے Die arabischen Wörter mit entgegengesetzter Bedeutung، گوٹنگن ۱۸۷۳ء، ص ۷ تا ۹، میں بیان کی تھی (ناہم اس مہربان سے الحاح کا نام حذف کر دینا چاہیے)۔ ان کتاب میں سے بعض کا علم تو بعض حوالہ جات کے ذریعے ہوا ہے، لیکن کتاب الاصداد کے عنوان سے حسب دہل مصنف کی کتاب مخطوط ہیں اور ان میں سے کچھ حرہ شائع بھی ہو چکی ہیں: (۱) قطرب (م ۵۲۰۹ / ۸۲۱)، طبع H Kofler، در Islanica، ۱۹۳۲ء، (۲) الأضعی (م ۵۲۱۶ / ۸۳۱)، طبع (م ۵۲۲۳ / ۸۳۷)، دیکھیے تراکماں نکمہ، ۱: ۱۶۷، (۳) ابوعبیدہ (م ۵۲۲۳ / ۸۳۷)، بیروت ۱۹۱۳ء، ص ۵۵ تا ۶۱، (۴) ابوعبیدہ (م ۵۲۲۳ / ۸۳۷)، دیکھیے تراکماں نکمہ، ۱: ۱۶۷، (۵) ابوحاتم السیجستانی (م تقریباً ۵۲۵ / ۸۶۴)،

معنی رکھتے ہوں (مثلاً 'رال') وغیرہ؛ لکن ان صورتوں میں سے کسی کو بھی حقیقی مفہوم میں 'اصداد' کی دل میں شمار نہیں کیا جاسکتا؛ (۵) اسی طرح وہ الفاظ بھی مہربسب 'اصداد' سے خارج کر دیئے گئے ہیں جو بعض اوقات طبعاً استعمال ہوئے ہیں (اعراضاً یا عکساً)، مثلاً 'موف' دو 'عادل'، 'ما حائے' یا 'سماز' دو 'عادل' کے طور پر 'سماز' کہا جائے۔ دونوں جگہ معارف معنی کے اندر ارف [محض] بولنے والے کی مرضی پر موقوف ہے، (۶) ان نحووں پر جو حکم اور تکلف کی حد میں کر دی ہے جو 'نقلہ' (معنی بانی کا بدل اور ہمار) جسے الفاظ کو بھی اصداً میں شمار کرتے ہیں دونوں نہ بانی بحیثیت کی طرف نہیں ہے اور ہمار اور دو جزوہا ہے۔ اس الٹاری پر اصداد کی حسی مثالیں دی ہیں ان میں سے اکثر ان مدثورہ بالا بیوں میں سے کسی نہ کسی کے تحت آجاتی ہیں، لہذا انہیں 'اصداد' نہیں سمجھا جائے، اس کے بعد 'اصداد' کی تعداد بہت کم رہ جاتی ہے۔

ان مختلف احوال و فوائد کی تشریح و توجہ کی توسیع عرب نحووں پر بھی اپنے زمانے میں کی تھی، لکن ان میں سے صرف ایک وجہ قابلِ اعماء ہے، کم از کم اس لحاظ سے کہ اس توجہ کی بدولت ہم اس اصل تک پہنچ جاتے ہیں جہاں سے لفظ کے دو معنی نکلیے ہیں (اس الٹاری، محل مدثور، ص ۵، المیز، ۱: ۱۹۳ بعد)۔ دوسری سرحدات میں صرف ان معانی کا حائرہ لیا گیا ہے جو عملاً پائے جاتے ہیں اور ان میں یا تو حملہ اصداد کو ایسے معانی سمجھا گیا ہے جو مختلف احوالوں پر ایک دوسرے سے مستعار لیے گئے ہیں (اس الٹاری، محل مدکور، ص ۷، المیز، ۱: ۱۹۳) اور یا یہ توسیع کی گئی ہے — اور وہ بھی اکثر بدسلیکی سے — کہ ان [متضاد]

س ان کا استعمال یا بوساد ہے اور یا کبھی کبھی تارعمہ فیہ حوالوں میں ملتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا روزہ سہ کی رسدگی میں بہت سی مضامیناں دیا ہو جایا کر دیں، حالانکہ اس الٹاری پر ایسے دے (ص ۱) میں کسی قسم کے اہماء سے انکار ما ہے، (۲) یہ طریقہ سراسر سبط ہے کہ الفاظ کو ف ان کی ممبرہ حیش میں حاجا جائے تاکہ سے میں ان کی سر لسب جوی کو بھی ملحوظ نہما چاہیے، اور جب مصرعے کی مختلف تر — دن او دنوں سے دو مضاد معنی ممکن نظر آئے لکن دو الفاظ پر 'اصداد' ہونے کا حکم لگا دیا جائے الٹاری، محل مدثور، ص ۶، نا ۶۸، (۱) 'ان، بن، ان، او، ما، هل' جسے ح و ف و اصداد کی مہربسب سے خارج کر دیا جائے۔ دلیل کہ 'ان' کے معنی 'الر' جی ہیں 'ر' میں بھی، معنی نہ کسی حر کے احوال اور دونوں کو ظاہر کر سکتا ہے، بہت کم روزہ — اسی طرح یہ حال بھی کوئی ورں نہیں کر لیا کہ فعل کی سکلیں ('کاں' یا 'یکوں') مختلف زمانوں و مابہ کرتے ہیں، سر یہ کہ اعلام (اسحا، ب، یعقوب) کے نابوی معنی بھی ہو سکتے ہیں، اسے الفاظ جو محض بعض مخصوص حالات میں عام معنی کے برعکس معنی دیئے ہوں ان تعداد میں مل سکتے ہیں، مثلاً 'کاس'، ان کے معنی پتالہ بھی ہیں اور وہ حر بھی ہوئے کے اندر ہو، اور 'نخن'، معنی ہم و میں۔ یہ برآں اس ضمن میں فاعل کی وہ سب سکلیں آجانی ہیں جو مفعول بھی ہیں (مثلاً 'واپس'، 'ناغ'، سر فعل کی وہ سکلیں جو اسم فاعل بھی ہیں (مثلاً 'ابن')، وہ مشتقات جو مجرد یا مردومہ میں کے اسم حالہ (Participle) سے بنائے گئے ہیں؛ ایسے افعال جو اپنی مجرد شکل میں بھی

الفاظ ابتداء ہی سے ایک معنی کے حامل ہوئے ہیں۔ لہذا ہر 'صِدّ' کے معاملے میں اس کے ایک معنی کو اصلی مانا پڑے گا اور دوسرے کو ثانوی۔ ماہرین لسانیات کا کام یہ ہے کہ وہ

متضاد معانی رکھنے والے ہر لفظ کے اصل معنی کی تدریجی تبدیلی کا سراع لگائیں، اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ ہر 'صِدّ' کے سلسلے میں صحیح معاومات فراہم نہیں ہو سکتے۔ حقیقت میں عرب ماہرین لسانیات اصولاً اس طریقے کو تسلیم کرتے چلے آئے ہیں کہ لفظ اصل میں ایک ہی معنی کا حامل ہونا ہے (الأصلُ لغوی واحد)۔ اگر ان کی تصفیات اسے مواد کی جامعیت کے باوجود اس مسئلے کو حل کرنے میں بہت کم مدد دیتی ہیں تو اس کا سبب اس معاملہ دوسرے اسباب کے یہ ہے کہ وہ 'اصداد' کے وجود کی توضیح کو کوئی علمی مسئلہ سمجھتے ہیں۔ بحالے محض ایک عملی مسئلہ تصور کرتے ہیں۔ عربوں کے نزدیک یہ بات بنیادی اہمیت رکھتی تھی کہ جہاں تک ممکن ہو وہ روزمرہ کی بول چال اور تحریر میں آنے والے ایسے الفاظ کی مکمل ترسیل مہربس مرتب کر دیں جو متضاد معانی رکھتے ہیں، اس لیے بسا اوقات وہ محض صوتی ہم آہنگی کو اپنا رہنما بناتے ہیں، مثلاً انہوں نے 'اصداد' کی مہربس میں لفظ 'مُودِی' کو بھی رکھا ہے، جس کے معنی ہیں: (۱) تلب ہوئے والا، [ار] اصل ودی اور (۲) طامور، مصبوط، [ار] اصل 'ء دی۔

گیرے F. Giese نے اپنی کتاب *Untersuchungen über die Addad auf Grund von Stellen aus altarabischen Dichtern*، برلن ۱۸۹۴ء، میں ان اصداد میں سے بیشتر کو حوالے سے قدیم [عربی] شاعری میں ملے مختلف معنوی (semasiological) انوای میں ترتیب دے کر یہ دکھایا ہے کہ وہ کس طرح متضاد معنی تک پہنچ گئے: (۱) محارِ مرسل (Metonymy)۔

معانی کے درمیان ہم آہنگی پیدا کی جانے، مثلاً عرب لفظ 'نصر' کے مفہوم 'گل' کی توحید اس دلیل سے کرتے ہیں کہ ہر گل کسی دوسرے گل کا حرہ ہوتا ہے (اس الٹاری، ص ۶)۔

• *Über den Gegensinn der Urworte* Abel  
لائبرگ ۱۸۸۶ء، (طبع نامی، در مصنف مد لور، Sprachwissenschaftlichen Abhandlungen، لائبرگ ۱۸۸۵ء) نے ایک واحد نقطہ نظر سے اشار کر کے 'اصداد' (enantiosemia) کے پورے مسئلے کی ایک عمومی تشریح تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے نزدیک ابتدائی دور کا انسان جو الفاظ استعمال کرتا تھا ان سے عموماً بصورتِ کاظہار نہیں ہوتا تھا، بلکہ ان سے دو متضاد حیروں کے درمیان باہمی تعلق کا اظہار ہوتا تھا، مثلاً 'موی' کا صحیح مفہوم 'صعب' سے متبادل کرنے ہی پر سمجھا جا سکتا تھا اور اس تضاد کے دونوں پہلو صوتی تعبیرات کی بناء پر بتدریج ایک دوسرے سے سمیز ہوئے۔ ماہرین لسانیات نے Abel کے اس نظریے کو قبول نہیں کیا، لکن تحلیل نفس کے ماہرین کے ہاں آئے مفسرین حاصل ہوئی۔

*Words of mutually opposed meaning*، در *Am. J. Semit Lang* ۱۹۳۸ء، ص ۲۷۰ تا ۲۸۰، نے بھی ایسی توحید تلاش کرنے کی کوشش کی ہے جو حملہ 'اصداد' پر صادق آسکے۔ لسانیات کے جدید ترین نظریات سے آغار کر کے اس نے 'اصداد' کا سلسلہ ابتدائی دور کے بحریم و حواز سے ملایا ہے اور اس نسخے پر پہنچا ہے کہ مجموعی حیثیت سے انسان کے کلام میں متضاد معانی رکھنے والے الفاظ ابتدائی دور کے اندازِ فکر کی یادگار ہیں۔

ان نظریات کے برخلاف عام ماہرین لسانیات کی عام رائے یہ ہے کہ 'اصداد' کے وجود کی تشریح کسی واحد اصل کی بناء پر نہیں کی جا سکتی۔

مثبت یا منفی دونوں مفہوموں میں استعمال ہو سکتے ہیں، مثال کے طور پر 'قرع'، بمعنی اوپر چڑھنا اور سجھنا (قَتَّ عَرَايَ 'سیریس'، 'سقیل')۔ علاوہ تین عربی میں مترادف سائے والے حروف جر کے تبادلا سے بھی انتہاء کا امکان بڑھ جاتا ہے (قَتَّ السُّوْطِ، ص ۱۸۹: 'وَلَّى' - 'اَقْبَلَ'، بمعنی کسی طرف سے کرنا اور - 'اَتَوَّزَ'، بمعنی کسی کی طرف سے منہ پھرا لیا 'سَمِعَ' بمعنی سنا اور کان دھرنا، جواب دیسے کے مفہوم میں - تردد برآں عربی میں بہت سی صواب مفہم (voces ambiguae) - مستورات الاصل (communis genays) الفاظ ایسے ہیں جن کے دو مفہوم ہو جاسکتے ہیں، مثلاً 'اَمَمَ'، صحیح طور پر بمعنی مقصد ایک ایسی جہر جو معمولی یا بڑی اہمیت کی ہو، 'اَمَمَ'، غوربوں کے اجتماع کی جگہ، عم کے موقع پر ہونا جیسی کی عرب پر 'روح'، بمعنی سوہر اور نبوی - آخر میں مقامی عربی بولندوں سے تعلق رکھنے والے 'اصداد' بھی اس سلسلے میں اہمیت رکھتے ہیں - عرب اساسی ہے اس کی مثالیں دی گئی ہیں، مثلاً 'سَدَقَ'، موسم کی بولی میں بمعنی تاریکی اور سوؤس کی بولی میں بمعنی روسی، 'وَتَبَ'، حمیری بولی میں بمعنی بیٹھا (= عرابی 'یا شہ')، عربی زبان میں عام طور پر بمعنی لودنا، چھلانگ لگانا، سر 'سَمِدَ'، 'قرع'، وغیرہ - (قَبَّ لَسْدُنَرُ C. Landberg *La langue arabe et ses dialectes* لاٹڈن ۱۹۰۵ء، ص ۶۴۷)۔

'اصداد' کے وجود کا یہ مظہر جملہ ساسی زبانوں میں ملتا ہے - سائریس E. Landau کا رسالہ 'Die gegensinnigen Wörter im Alt-und Neuhebräischen' برلن ۱۸۹۶ء، عربی کے اعداد کے مسئلے کو سمجھنے میں بھی مدد دیا ہے - اس مضمون کا جامع ترین اور بہترین قیادانہ جائزہ بولڈیکہ Th. Nöldeke نے *Wörter mit Gegensinn (Aldad), Neue Beiträge zur Semitischen*

حب کسی لفظ کے ایک معنی اس کے دوسرے معنی کا سببی یا ربانی نتیجہ ہوں، مثلاً 'نَهَّ'، بمعنی بوجھ کو دقت سے اٹھانا، اُتَ اٹھا کر اے جانا؛ ناہل'، بمعنی جو بائی کی طرف جائے، بنانا، وہ جو پیاس بجھا کر بائی کی طرف سے اٹھتا ہے (۱) مختلف اقسام کے مصورات کا رابطہ، مثلاً 'زَر'، بمعنی جدا ہونا اور ملنا (اس لحاظ سے کہ آنا کوئی حصہ سمہا ایک گروہ سے الگ لیا جاتا ہے یا دوسرے گروہ کے ساتھ ملا کر)، نا 'حَلَلَ'، بمعنی سینا جانا، لہذا وری، امکان بسر بمعنی لہنا جانا اور گھما کر اور پھینکا جانا، اُتَ اٹھا، حیر، - ک' (۲) کسی مصور کا انصاف، یا بوجھد اور یا بغاوت سے، جیسے کہ اس کی حشمت کو بلند کر لئے، - ل' 'رَمَ'، معر کی مانند ہونا، طامبور اور بے معر دونا، 'سَمَرُور' (۳) حدیثے اور تو کے رابطہ کے ایسے براگھنکی کے اصلی عربی نا عربیات دار بمعنی لینے جاتے ہیں، اس سے قطع نظر کہ یہ براگھنکی اچھے مفہوم میں ہے یا بُرے، مثلاً راع'، بمعنی ڈرنا اور حوش ہونا؛ 'طَرِبَ'، بمعنی شگبی ہوا اور مسرور ہوا؛ 'رَحَا'، 'خافَ'، بمعنی ترامد ہونا اور خوفزدہ ہونا - 'دَقَرَ'، 'نَهَّ'، بمعنی حوش نا اور ندو - اسی دلیل سے وہ افعال ساسی ہی آجائے ہیں جو 'حاشے' اور 'ند حاشے' دونوں معنوں میں استعمال ہوتے ہیں، مثلاً 'طَرَبَ'، 'حَسِبَ'، 'حَال'؛ (۵) بعض الفاظ، جو اصلاً ایک ہی معنی رکھتے تھے، تمدنی اثرات کے باعث الگ الگ معنوں میں استعمال ہونے لگے، مثلاً 'بِيعَ' اور 'سَرِی'، بمعنی بیچنا اور خریدنا، - ر اصل دونوں بمعنی نادلہ' (۶) اسمیہ جات (Denominatives)، بالخصوص دسرے [نعمیل] اور چوبھے [اعمال] ابواب میں، ر کے اصلی معنی کسی کام کو ایک معینہ حد کے تحت ہاتھ میں لینے کے ہیں اور اس لیے





عدوی الدّاعی الکسر الحسن بن رید کے عہد۔  
 کموب میں الطُروش طبرساں آئے (دیکھیے الحسن  
 بن رید بن محمد)۔ چونکہ اس کے بھائی اور حاشی  
 قائم بالحق محمد بن رید نے انہیں اعتماد کی  
 غروں سے نہ دیکھا لہذا انہوں نے نہ اویس کی  
 نہ مسروق میں وہ انہی ایک حکومب ایک قائم  
 رہیں۔ ابتداء میں انہیں اس دوس میں مسانور  
 والی محمد بن عبداللہ الحسینی کی نائند و حمایت  
 اصل بھی، جس سے حرجاں کا علاقہ الائمہ  
 چھپیں لیا تھا: امکس حملہ پور لوگوں سے  
 حساسی دو الطُروش کی طرف سے نہ کماں دردا،  
 اچھ اس نے انہیں مسانور نا حرجاں میں مدد کر دیا  
 ر کوزے لکوائے، جس سے ان کی فوج سامعہ نو  
 مدد پہنچا اور اسی وجہ سے ان کا عب الطُروش  
 بہرا ہو گیا۔ مدد سے رہائی کے بعد وہ القائم  
 حمد کے پاس چپے گئے۔ ۲۸۷ تا ۵۲۸۸ میں یا  
 بول ابوالفرح الاصمہانی، مقابل القائلین، نہراں  
 ۱۳ھ، ص ۲۲۹ (س ۱۳) ۵۲۸۹/۹۰۰-۹۱-۹۰۰  
 بعد جب القائم نے حرجاں میں محمد بن ہارون کے  
 انہوں شکست کھائی جو نہ اس زمانے میں اسمعیل  
 احمد سامانی [رکناں] کا حلف تھا تو انہیں بھی  
 کے نتائج کا سامنا کرنا پڑا۔ القائم ایک  
 ہم کے سب ہلاک ہو گیا۔ الطُروش وہاں سے  
 ار ہو کر دوسرے مقامات کے علاوہ دامغان اور  
 نے پہنچے۔ ۵۲۸۹/۹۰۰-۹۱-۹۰۰ میں حلیفہ المعتمد نے  
 ان نائی نو وہ پھر میدان میں آ کر، خصوصاً  
 نے کہ محمد بن ہارون، حوسامیوں سے معروف  
 و لیا تھا، ان کی حمایت کر لیا۔ حساں دیلمی  
 اس کے فرزند و قسودان) نے الطُروش کو  
 وس آمدید کہا (فت Islamica Vasmer ۳: ۱۶۵  
 مد)، لیکن حساسیوں کی دوسی، جس کی ابتداء  
 ن وہ ہوئی بھی جب وہ لوگ اور الطُروش

القائم کے ساتھ تھے، بے ثبات نکلی۔ اس طرح  
 ان کی لٹی مسٹر نہ مہموں کا کوئی سجدہ نہ نکلا۔  
 اب الطُروش نے نہ ضرورت محسوس کی نہ سب سے  
 پہلے نے سرووں کی ایک جماعت ساز کی جائے اور پھر  
 ان کی وساطت سے حساسیوں کے ہوا حواہوں کو بھی  
 انی طرف لے لیا جائے، الطُروش نے ہوسہ سے  
 حجرہ حرز کے اسے فائل کے درساں جو انہی  
 مسلمان نہ ہوئے کلاں میں سلیم اسلام اور  
 دعویٰ عدویٰ کے اسب شروع کر دی اور مساحد  
 ہمس لرائیں

احمد بن اسماعیل سامانی نے ۵۲۹۸/۹۱۰  
 میں محمد بن ضعاف کو ان احکام کے ساتھ طبرساں  
 پہنچا نہ وہ اس میں سلطنت کے مقام سے پہلے ضروری  
 کارروائی کرے، لیکن حراسانی فوج نے، جو تعداد  
 میں اور اس سے بڑھ کر سارو سامان میں۔ بہت  
 بربر بھی، حمادی الاولیٰ (۵۳۰/۵۳۱ دسمبر ۹۱۳ء میں  
 سائوس کے مقام پر الطُروش کے رابر فساد دیلمیوں  
 کے ہاتھوں شکست فاس کھائی، بہت سے بھائے  
 والے سمندر میں ڈھکیل رہے گئے۔ ابوالوفاء حلیفہ  
 بن یوح کی سرکردگی میں ایک دستہ سائوس کے  
 منبرے تک پہنچے میں کامیاب ہو گیا اور اس نے بھی  
 الطُروش کے سامنے اس شرط پر ہتھیار ڈال دیے کہ  
 انہیں معاف کر دیا جائے، لیکن چند ہی دن بعد  
 اس کے امیر عسکر اور داماد الحسن بن القاسم بن  
 الحسن بن علی بن عبدالرحمن بن القاسم بن الحسن  
 بن رید بن الحسن بن علی<sup>۱</sup> بن امی طالب نے ان سب  
 کو یہ سچ کر دیا۔ اس اثناء میں الطُروش سبہ  
 فوج کے ساتھ آمل میں تھے، لیونکہ وہاں کے  
 خوف زدہ باشندوں نے خود انہیں بلایا تھا اور ان کا مقام  
 اس وقت اس محل میں تھا جس میں کبھی القائم  
 سکونت پذیر تھا۔ یہاں وہ اس قابل ہو گئے تھے کہ  
 سامانیوں کی مداخلت سے بے خوف ہو کر سائوس سے

افادہ، دیکھیے مآخذ)، لیکن ان کی خاص توجہ علم العقائد، حدیث اور فقہ سر مرکب رہی (قَب) اس التذیم: المہرست، ص ۱۸۳ س ۱۱ (بعد)۔ ان کی کتاب الابانہ محفوظ تو ہے، مگر بالواسطہ (دیکھیے مآخذ)۔ مراسم بدوں، اور وراثت کے بعض حرثی احکام میں انہیں اہل یں سے اختلاف ہے۔ اسی طرح وہ یں نار متواتر صغہ طلاق دہرائے تو باقاعدہ یں طلاقوں کے مساوی مانتے تھے اور اس کی وجہ سے انہیں اشاعری فرقے کی مخالف کا سنا لڑنا پڑا، جو شمالی علاقوں میں خاصی شدید تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کا ایک بٹا ابو الحسن علی باقاعدہ اثنا عشریوں سے جا ملا۔ خود الاطروش بھی [وصوہ میں] پاؤں دھوئے یا مسح کرنے کے بارے میں اثنا عشریوں سے سبق الراء تھے۔ وہ دوسرے مذاہب کے پیروں کے خلاف ہم سبب ترسے تھے اور اس کی وجہ ان کی سیاسی اور بلعی سرگرمیوں کے پس نظر [آسانی سے] سمجھ میں آسکتی ہے۔ ریدیوں کا ایک خاص فرقہ انہیں کے نام پر ناصریہ کہلاتا تھا، جسے آخر در مد ثورہ بالا الحسن بن القاسم کے بیٹے امام المہدی ابو عبد اللہ محمد نے فاسیہ فرقے میں ضم کر دیا، جو یں میں روروں پر تھا۔

مؤخرالد لہ [الحسن بن القاسم]، جو الداعی الصغیر کے نام سے معروف تھا، الاطروش کا حاسی ہوا اور اس سے ۵۳۰۸/۴۲۰ء میں اپنے پیروں کے ایک سرسندہ امیر عسکر لیلیٰ بن نعمان کے دریمے تسانور فتح کرنے میں کامیابی حاصل کر لی، بلکہ اس قابل بھی ہو گیا کہ طوس پر لشکر کشی کر سکے، لیکن حب وہ ۵۳۱۶/۴۲۸ء میں آں کو چھڑائے کے لیے، جس پر افسار بن شیروہ الدبلی اور ابو الحجاج مرداویج بن ربار قابض ہو گئے تھے رے سے جا رہا تھا تو راستے میں قتل ہو گیا۔ اس کے

لے کر ساریہ تک کے علاقے میں اپنے عمال متعین کر سکے، کیونکہ اسی زمانے میں احمد بن اسمعیل قتل ہو چکا تھا اور اس کا فرزند نصر اس فکر میں تھا کہ اپنے حامدان اور امراء دربار کے مقابلے میں اپنی حسبت مضبوط بنائے۔ آخر اسہد سربوں بن رسم نے بھی الاطروش سے صلح کر لی۔ یہ جس حامدان ناوند سے عتیٰ رہا تھا اور شروع کے علوتوں کے حق میں بڑا خطرناک تھا۔

جو بحرہ عموماً علوی حکوموں کی ناسس کے سلسلے میں ہونا رہا تھا اس کے مطابق زیادہ تر دشواری حامدان کے متعدد افراد کا تعاون حاصل کرنے میں پس آئی۔ حب الاطروش آں میں داخل ہوئے تو ان کی عمر کم از کم ستر برس کی بھی اور ان کے بیٹے بظاہر ایک حد تک نااہل تھے، لہذا جو تشدد کی پہلے القائم محمد اور الاطروش کے درمیان رہی تھی وہی اب الاطروش اور ان کے سابق الد لہ امیر عسکر الحسن بن القاسم میں پیدا ہو گئی: چنانچہ آخرالد لہ نے کچھ عرصے کے لیے تو الاطروش سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور ایک موقع پر انہیں گرفتار بھی کر لیا، لیکن اس سے جو عام ناراضی پیدا ہوئی اس کی وجہ سے اُسے دہلم کی طرف فرار ہونا پڑا۔ بایں ہمہ سب امراء کی طرف سے یہ مطالبہ بھی عام طور پر پس آتا جا رہا تھا کہ الاطروش اسی الحسن کو اپنا حاشی مقرر کر دیں اور ان کے انتقال کے بعد ان سب سے فوراً الحسن سے سبب بھی کر لی۔

الاطروش کی برمی کا سبب محض یہی نہیں تھا کہ انہوں نے بحر حر کے علاقے میں سیاسی انتشار سے بہت ہشیاری کے ساتھ فائدہ اٹھایا بلکہ اس میں ان کی غیر معمولی ذہانت کا بھی دخل تھا۔ وہ شاعر بھی تھے (قَب مخطوطات برٹش میوزیم، ضمیمہ، شمارہ ۱۲۵۹، ح ۴، سر نمونہ [کلام]، در

دیلیم، س حششیں [پیراویں الحسن بن الصباح] پر  
سالم نہ آسکا۔ اس حادثاں میں گیلان کے مرعومہ  
علوی حادثاں کیاحیسی کا شمار مشکل ہے، جو  
آٹھویں صدی ہجری / چودھویں صدی سلادی کے  
اختتام سے لے کر نویں صدی ہجری / سترھویں صدی  
سلادی تک حکم راں رہا۔ ابو طالب ہے، جو امام  
الطای ابو طالب (دیکھیے مآخذ) کے بھائی کا پرپوتا  
ہوا اور ۵۳۴ / ۹۵۱ء میں پیدا ہوا، حسن الأطروش  
کے نام سے مشہور، اہم معلومات فراہم کی ہیں، جو  
عسی ساعدوں، سلا اس کے اپنے والد، کے سان لورہ  
توں پر مبنی ہیں۔

مآخذ: (۱) الطای نالقی ابو طالب یعنی بن

احسین بن ہارون الطحانی: الإفادة فی تاریخ الائمة  
السادة، مخطوطة برلی، شماره ۹۶۶م، ص ۶۱ تا ۶۸ و  
شماره ۹۶۶م، ورق ۳۴ ب نا ۴۴ ب: (۲) ابو جعفر محمد  
بن یعقوب الہوسنی: شرح الإفادة علی مذهب الناصر للحق،  
مخطوطة بیون Munich، گلارر Glaser، ورق ۸۵، و  
مواضع کثیرہ: (۳) احمد بن علی بن المہدی: عمده الطالب  
فی اسباب آل سی طالب، مثنی ۸۱۳۱۸، ص ۲۷۴ تا  
۲۷۶؛ (۴) الطبری، ۳: ۱۰۲۳، ص ۱۳ بعد (دیکھیے  
اشارہ): (۵) غریب، دیلم [تاریخ] الطبری، ص ۴۷؛ (۶)  
ابو المعاسن ابن تعری بردی: التجوم الراہرہ، طبع چوتنول  
Juynboll، ۲: ۱۹۳، (۷) السمعودی: مروج الذهب، طبع  
Barbier de Meynard، ۷: ۳۴۳؛ (۸) حمزہ الأصفہانی:  
تاریخ سبی ملوک الأرض و الأنبیاء، طبع کاویانی، برلی  
۸۱۳۴، ص ۱۵۲ بعد؛ (۹) ابن مسکویہ: تغار، طبع  
Caetani، در GMS، ۷: ۵۰۰ و ۱۰۲؛ (۱۰) ابن الأثیر:  
الکامل، طبع ٹورنبرگ Tornberg، ۸: ۶۰ بعد؛ (۱۱)  
طہیر الدین بن نصیر الدین المرعشی: تاریخ طبرستان و  
رویان و مارندران، طبع ڈورن Dorn، سیٹ پیٹرز برگ  
۱۸۵۰ء، ص ۳۰۰ بعد؛ (۱۲) ابن اسمعیل: تاریخ  
طبرستان، مترجمہ براؤن Browne، در GMS، ۲: ۴۹،

احساراب ہمیشہ الأطروش کے بیٹوں کی وجہ سے  
معدود رہے، چنانچہ ابوالقاسم جعفر بن الأطروش  
نے ۵۳۰ / ۹۱۸ء میں امیر رے محمد بن ضعلو ک  
کی مدد سے اور ایک بار پھر ۵۳۱ / ۹۴۷ء میں  
آمل پر قصبہ آدر لیا تھا۔ تاہم یہ قصبہ دونوں  
مرتبہ بھڑی ہی مدت تک رہ سکا۔ ۵۳۱ / ۹۴۷ء  
میں اس کا بھائی ابوالحسن احمد آمل میں داخل  
ہوا تھا۔ اسی طرح اس کے بیٹے ابوعلی حسن اور  
اس کے بھائی اور حاشی ابوجعفر آمل بھی آئے۔  
حزب امام، یعنی اسماعیل بن جعفر، سے لڑنا  
سرا، لیکن مؤخرالہ نو ۵۳۱ / ۹۴۷ء میں  
آمل دے دیا گیا۔ اس عرصے میں الأطروش کا ایک  
اور رے دار ابوالفضل جعفر نمودار ہوا، جس نے  
الشامی فی اللہ کا لقب احسار کیا اور ۵۳۲ / ۹۴۷ء  
لے بچہ ہی عرصے بعد بھڑی مدت کے لئے آمل پر  
قصبہ لڑے میں کامیاب ہو گیا۔ اس میں آئے اس  
حکب عملی سے مدد ملی کہ وسنگر [ن ریاری] اور  
آل بویہ کی جنگ میں، جو اس وقت طاقت بکڑ رہے  
تھے، اس نے کبھی ایک کا ساتھ دیا اور کبھی  
دوسرے کا، خصوصاً اس لئے کہ الحسن فیروانی اور  
مادوسپانیوں کا ایک اُستدار بھی، جنہیں ایک مرتبہ  
الداعی الکبیر الحسن بن زید معلوب کر چکا تھا، اس  
جنگ میں دخل دے رہے تھے۔

علویوں کی یہ جھوٹی سی شمالی حکومت  
اندرونی حلسار کے ناوحد مقامی جھوٹی جھوٹی  
مکومتوں، یعنی فیروانیوں — بالخصوص ماکاں بن  
ڈالی — اور حسانیوں، ریاریوں، حادثاں ناوند کے  
سمندوں، بویہوں اور سامانیوں کے درمیان اپنی جگہ  
پر برابر قائم رہی، اگرچہ اس کی اہمیت اور وسعت  
میں ہمیشہ بغیر ہوتا رہا۔ یہ سلطنت ۵۴۰ /  
۱۱۲۶ء، یعنی ابوطالب الصغیر یعنی بن الحسن  
الطحانی بن المؤید کے انتقال تک قائم رہی، جو

ہیں وہ سب اس کے لاکر دیے ہیں۔ اس کا کتب خانہ،  
حو معطوطات، مطبوعات اور لٹھو کی کتابوں کا ایک  
نادر الوحود مجموعہ ہے، بی اسکوتس (Béni Isguen)  
میں وقف کی صورت میں موجود ہے۔ اس میں اس کے بہت  
سے ایسے ہاتھ کے لکھے ہوئے معطوطات بھی شامل ہیں  
اس کی بڑی بڑی تصانیف یہ ہیں: قرآن  
[محمّد] کی تفسیر: (۱) ہمایاں الرّاد الی دار المعاد  
۱۴ جلد، ربحار، ۱۳۵۰ھ (۲) تفسیر التفسیر، ۹ جلد،  
الحرائر، ۱۳۲۶ھ، حدیث: (۳) وفاء الصّامہ، ۳ جلد،  
قاہرہ ۶ ۱۳ نا ۱۳۲۶ھ، فقہ: (۴) شرح التّیل  
(حدالعربر بن ابراہیم المصنّعی، ۱۲۲۳ھ/۱۸۰۸ء،  
کی کتاب التّیل کی شرح، براکمان Brockelmann  
۲ (۸۹۲) قاہرہ ۱۳۰۵ نا ۱۳۳۳ھ (۵) شامل الاصل  
والفرع، ۲ جلد، قاہرہ ۱۳۴۸ھ (۶) شرح دعا  
اس النظر (اس مصنف کے لئے دیکھیے براکمان،  
۲ (۵۳۸)، ۲ جلد، الحرائر، ۱۳۲۶ھ (۷) تفسیر العامر  
الحرائر، ۱۳۱۵ھ، حائذ (۸)، شرح رسالہ التّوحد  
(ابو حفص عمر ابن حَمَیج: عقدہ بر نقد و مضمونہ  
براکمان: یکمہ، ۲ (۳۵۷)، الحرائر، ۱۳۲۶ھ  
(۹) الذّہب الحاصل، قاہرہ ۱۳۳۳ھ: صرف و نحو اور  
علم اللّسان پر بھی اس کی کتابیں ہیں، علاوہ اس  
اس کے کچھ اسعار اور مختلف مصامیں بھی  
ملنے ہیں۔

مآخذ: (۱) انواسعی ابراہیم اطفیاش (نادر رادہ  
مصنف) الدّعاہ الی سبل المؤمنین، قاہرہ ۱۳۴۲ھ /  
۱۹۲۳ء، ص ۱۰۰ تا ۱۰۹ (اس میں اطفیاش کے حالات  
زندگی ہیں) (۲) شاحت J. Schacht Bibliothèques  
et manuscrits arabes، در R Afr، ۱۹۵۶ء، ۱۰،  
۳۷۳ بعد۔

(J SCHACHT شاحت)

أطفیح: وسطی مصر کا ایک شہر (جسے  
انفج بھی لکھے ہیں)۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر

۱۹۰ بعد (دیکھیے اشاریہ): (۱۳) وائل Weil Ges-  
chichte der Chalifen، بیونج ۱۸۴۶ تا ۱۸۵۱ء،  
۳: ۶۱۳ بعد: (۱۴) The Life and Times Bowen  
of Ali Ibn Isa، کیمبرج ۱۹۲۸ء، ص ۳۰۶ بعد: (۱۵)  
Staatsrecht der Zaidien، شتراسبرگ  
۱۹۱۲ء، ص ۵۲ بعد: (۱۶) وہی مصنف، در Isl  
۶: ۶۰ بعد و ۱۳: ۳۱ بعد۔

(R STROTHMANN شٹروٹمان)

\* اطفیاش: محمّد بن یوسف بن عسی بن  
صالح، المذنب نہ مطب الاثمہ، مراب میں بی اسکوتس  
(معرب سکل، نو نسخ) ۵ ایک اناصی عالم،  
جس نے ۱۳۲۲ھ / ۱۹۱۴ء میں عمر چورائوے سال  
وفات پائی۔ وہ فصلا کے ایک خاندان سے تھا اور  
اس نے اپنی وسیع علمی سرگزشتوں کے ذریعے، جس کا  
صحیح اندازہ ان جلد کتاب سے نہیں ہو سکتا  
جس ۵ دُرِ راکمان سے اسے مکملہ، ۲: ۸۹۳  
میں لیا ہے، المعروف میں اناصی کے مذہبی علوم  
میں واقعی ایک نئی روح بھونک دی۔ اس احاء کے  
ساتھ ساتھ اناصیہ کی مذہبی رسوم اور معاشری زندگی  
میں رور افزوں نفس و سدد انا کیا، جس کے اثرات  
کا نقشہ A M Goichon (در REI، ۱۹۳۰، ۲۳۱ بعد)  
مراب کی غوربوں کی نظر سے دیکھے ہوئے لہجہ  
ہے۔ بلاد مشرق میں رہنے والے ایسے ہم مذہب  
لوگوں کے ساتھ سنج اطفیاش کے مہاسب کہہ رہے  
روابط تھے۔ مشرق میں ایک اور اناصی عالم، عبداللہ  
ابن حمید السّالبی، اس کا ہم عصر تھا (براکمان  
Brockelmann: یکمہ، ۲: ۸۲۳)۔ اس نے اسے عمدے  
کی پورے شد و مد کے ساتھ حمایت کرنے ہوئے  
اباصوں کو عام مسلمانوں سے متعارف لیا اور ان کے  
دلوں میں ان کا وہاں بھی پیدا کر دیا، اور اسی  
سبب سے سلطان عبدالحمید ثانی سے اس کی ملاقات  
ہوئی۔ آج کل مزاب میں جو چوٹی کے اباصی فصلا

Wustenfild، ص ۹۳، ۱۰۴)؛ (۲) المقریری:  
حطط، ۱، ۳۰۷؛ (۳) علی سارک، الحطط الجدیدة، ۸:  
۷۷، (۴) اس دقماو، ۳: ۱۳۳، (۵) یاقوت، ۱: ۳۱۱؛  
(۶) ابوصالح، ص ۵۶، الف بعد، (۷) اس حردادہ، ص  
۸۱، 'Géographie de l'Égypte a Amélineau (۸)  
Dictionnaire Bonnet، ص ۳۰۶، (۹) 'l'époque Copte  
, Baedeker (۱۰)، 'geographique de l'Égypte  
, Égypte، نلی مادہ، (۱۱) المقریری، حطط، طبع IFAO،  
۱، ۳۱۲؛ (۱۲) G Wiet و J Maspero،  
'pour servir a la géographie de l'Égypte' ص ۲۱.  
(C H BÉLAFR پیکر)

اطلس، (Atlas) شمالی افریقا (سراسر)،  
انجرائر اور نوس) کے پہاڑوں کا عام نام، جس کی  
بدول یہ صحراء کے یکساں بلند علاقے کے مقابلے  
میں ایک حدانہ اور مسوع ساں کا حامل  
ہو نا ہے۔ اگرچہ یہ نام، جس کا مآخذ نامعلوم  
ہے، یونانی بھی استعمال رہے ہیں، تاہم دلالت کی  
مصنف، سٹراٹو Strabo (کتاب ۱۷)، ہمیں  
نوئی تفصیل پہنچاتی ہے۔ عرب حمرافانگاروں کے  
عالم صحیح ہمیں مفود ہے اور وہ سٹراٹو کی طرح  
اس نام کا اطلاقی ان پہاڑی سلسلوں پر کرتے ہیں  
جس کا دوسرا نام اڈرارین (Adrar n-Deren) ہے۔ ایک  
اصطلاحی نام، جو دراصل بلند مرا لسی اطلس اور  
انجرائر کے صحرائی اطلس کے لیے مخصوص ہے (الٹکری،  
مرحمہ دیسلان de Slane، طبع نانی، ص ۲۸۱، ۲۹۵)  
بعض مصنفین (الٹکری، ص ۳۰۳ تا ۳۰۴؛ الإدریسی:  
المغرب، ص ۳۷ تا ۳۸؛ اس خلدون: Hist des Berbères،  
مرحمہ دیسلان de Slane، ۱: ۱۵۸) اسے علی سے  
نقوسہ اور مصر، بلکہ اس سے بھی آگے تک وسعت دے  
دیتے ہیں۔ شمالی دوہستانی سلسلوں۔ ریب اور  
نل اطلس۔ سے سٹراٹو (کتاب ۱۷) اور ریب سے الٹکری  
(ص ۲۱۴) بھی واقف تھے؛ قول اس خلدون (۱: ۱۲۸)

ہے جس کی آبادی ۳۰۰۰ ہے اور قیوم کے عرض بلد  
پر دریائے نل کے مسرقی کنارے پر واقع ہے۔  
قدیم مصری زبان میں اس سہر کا نام یہ ہے  
Tep-yeH یا ہرعاہور یہ ہے Per Hathor nebt  
Tep-yeH، یعنی "یہ آپ کی حاتوں ہاتھور  
ن گہر" تھا۔ مخطوطات اس نام کو بدل کر یہ ہے  
Petpeh کر دیا اور پور عربوں نے "آٹفج" یونانیوں نے  
Hathor (مصریوں کے ہاں اسماء کی دیوی) اور  
امرو دینہ Aphrodite [یونانیوں کے ہاں حبس کی دیوی،  
ویس Venus، اعدنا رعدہ] نوانک سمجھ کر سہر کا نام  
Aphro di topolis پر لہذا جسے محض Aphrodite ہے۔  
سچی دور تک یہی اس سہر کو ور اعمت حاصل  
رہی ہوگی، کیونکہ اس میں بس سے رائد تھے ہیں،  
جس میں سے دس پیرہوں صدی تک یہی موجود ہے۔  
ہیم vovm کو، جو آگے چل کر نورہ اٹفج نام لانا،  
نورہ ہی نہیں ہے، اس لیے کہ وہ دریائے نل کے  
شرقی کنارے پر واقع تھا۔ فاطمی دور کے احساء کے  
قرب حب مصر مختلف صوبوں میں تقسیم ہو نا ہو  
کے پورے صوبے کو سہر کے نام پر اٹفج  
ہے لگے۔ ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۴-۱۸۳۵ء میں حاکم  
ہی اٹفج کا علاقہ دوبارہ حیرہ کے صوبے میں شامل  
ہوا، جب کہ یہ ایک صلع (مرکز) قرار دیا گیا  
اٹفج کے متعلق ہماری معلومات بہت کم  
ہیں۔ اس میں کوئی سمہ نہیں کہ مملوٹوں  
نے کے عہد میں یہ نانکل بنا و حسنہ حال ہو چکا  
تھا۔ مملوٹوں کے بعد حدیوی عہد میں حکومت نے اس  
علاقے میں دوبارہ پوری بہت دلچسپی لیا شروع کی۔  
ناویوں اور مملوٹوں کے ہم حملوں کا حاتمہ ہو گیا  
اور سہریں لہودی کٹیں یا ان کی مرمت کی گئی۔ آج کل  
اصحیح کی حیثیت ایک مقامی مدردہ سے زیادہ نہیں؛  
عرب بھی بڑے مختصر زمانے پر ہوئی ہے۔  
مآخذ: (۱) القلقشندی، مرقہ الصبح المسفر (مترجمہ







تاہم اس کے تین ہوتھائی حصے پر پرانی دریائی مٹی کی نہ کمی ہوئی ہے (سطح عری اور سطح شرقی اور ضمیر کے طاس)۔ محض بالائی حلف (Upper Chelif: Qued Toul) سمندر تک پہنچ جاتا ہے۔ زیادہ مشرق کی طرف ہودنا Hodna پہاڑیوں کا سکہ سلسلہ اور یلیرمہ کا تڑا بودہ کوہ ہودہ کے انتہائی نشی طاس (۱۰۰ میٹر) کو الحرائر کے مشرقی اور وسطی حلافوں کے بلند میدانوں (۸۰۰ سے ۱۰۰۰ میٹر) سے جدا کرے ہیں۔ مغرب و مشرق رویہ ناوی سلسلے، جن پر وہ مشتمل ہیں، گندما چوے کے پہاڑوں کا مسلسل پہاڑوں (ridges) کی شکل میں ہیں اور ان کے سطح سج میں جلا ہے۔ وہ سطح کے بلند میدانوں کے آبار و فوس کے بعد بھلے ہوئے ہیں اور کثی، مشرق کی بندی تک پہنچے ہوئے ان میدانوں میں بہت نمایاں حست رہے ہیں۔ نام نہاد سطح Rhumel علاقہ، جو حوب کی طرف ہے، رھویل Rhumel سوسہ Seybouse اور مسکناہ (mellégue) meskiana پہاڑیوں کے فالو نابی سے محفوظ رہتا ہے [لوں ان پہاڑیوں کا فالو ابی اس میں بہہ کر جاتا ہے قتا، فرانسیسی]۔ نامی رہے مشرقی سوس کے میدان، یوان کا نابی نامکمل طور پر ساحل Sahel کے محدب علاقے کے بچنے بہہ کر جلا جاتا ہے۔

بحیرہ قلیہ کے کنارے پر ایک دوسری برکیہ طہور میں آئی ہے، حوطعہ (Tangiers) سے بڑہ Bizarta تک چلی ہوئی ہے، اور جس کی مکمل ریف اور نلی اطلس کے کوہستانی سلسلوں سے ہوئی ہے۔ یہ پہاڑ صاحب میں بہت سے معتد عناصر سے مرکب ہیں۔ ثانوی (Secondary) اور ثالثی (Tertiary) سطح اور نرم دردی یہیں عصر اوقات بہت زیادہ نہ نہ ہو گئی ہیں۔ ساحلی منطقے کے ابتدائی ترکیبی پہاڑی بودوں نے، جو صرف

تاہم انہیں دو جگہ پر چوڑائی میں کاٹتے ہوئے کوہستانی سلسلے ہیں، یعنی وسطی اطلس اور ہودنا Hodna کے پہاڑ۔ وسطی اطلس میں چٹانیں اسی نوعیت اور صاحب کی ہیں جیسی کہ مرکزی اطلس بلند کی ہیں اور اس میں سنگ، ناص، وری خط سے پرے ہٹی ہوئی نہیں (anticlines) میں (حل سے نصرا، ۳۳۵۰ میٹر) اور ساتھ ہی مرکزی خط کی طرف مائل وسیع سطح بھی۔ لیکن بحال مغرب کی جانب نہ پہاڑ بلند سطحات مرتفعہ کی شکل میں بچا ہو گیا ہے۔ ان سطحوں کو حوافص حصے (faults) جدا کرے ہیں وہ نرمی اور محروابی شکل کی پہاڑیوں اور چوہوں سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ اس پہاڑی سلسلے (وسطی اطلس) میں چونکہ نارس زور کی ہوئی ہے اس لیے مرا دیں کے بڑے درا اسی سے نکلتے ہیں، یعنی امارت Oum-el-Rabia، سشو Schou اور مولونہ Moulouya - وسطی اطلس مرا دیں کے مینہ Meseta (مرکزی سطح مرتفع، رجاء Rehama اور جیبیل Djebilet کی پہاڑیاں، دردی فاسط اور مراکشی حوط کے نرم مٹی کے میدان) کے ابتدائی سلسلہ پہاڑی سلسلوں کے سطح اور سدھے بودے کو مراکشی سرحدوں کے اس ابتدائی سلسلے سے جدا کرنا ہے جو تقریباً مکمل طور پر ناپوی دردی یہوں سے ہوسدہ ہے۔ حل رفاہ Rokam، مولونہ Moulouya کے مشرق میں، دندو اور حوادہ کی مرتفع سطحوں سے، جو مراکش میں واقع ہیں، مل جاتا ہے، مرا اوراں کے نلی اطلس کی سبب و فراز والی ناص سطحات مرتفعہ، یعنی بلسمان، بکڑہ، صندہ اور فریدہ کے پہاڑوں سے۔ صحرائی اطلس کے شمال میں الحرائر اور مراکشی کے بلند میدان، جو مغرب میں ۱۲۰۰ میٹر اونچے ہیں اور الحرائر کے خط نصف النهار پر ۸۰۰ میٹر، ویسی ہی صاحب کے ہیں اور شکستہ پتھریلی یہوں سے سے ہیں،

۱۵۷۹ میٹر) اور جنوب کی طرف Tassala،  
اولاد علی Ouled Ali اور سی جعفریہ Beni Choughrane  
کے پہاڑ ہیں، جو سیدی بل عیس (سو العباس)  
اور مسکرہ Mascara کے اندرونی علاقے کے  
میدانوں کے کنارے پر ہیں اور جن کی جگہ  
مشرق میں اوارسیس Ouarsenis کا بڑا بودہ نوہ  
(۹۱۵ میٹر) نے لیا ہے، جو براہ راست بلند میدانوں  
کے رخ میں سرحد ہے۔ طولانی نسب میدیا  
Medea کے مشرق میں دواہ شروع ہو جاتا ہے  
اور وادی ساحل سم Sahel Soummam کے ساتھ  
ساتھ حل کر جاتا ہے Bouje نک پہنچتا ہے۔ اس  
نے مالی امارے کے ساتھ ساتھ میجہ Mitidja  
اطلس حلا گیا ہے جو مسجہ کے نرم دریائی مٹی  
کے میدان اور الجزائر کے ساحل کی پہاڑیوں کے اوپر  
بلند ہوتا ہے، جس کے بعد اس کے کنارے حریرہ  
مائلہ Djurdjura Kabylia آ جاتا ہے اور  
للہ حبیبہ Lalla Fhasidja (جولائی ۲۳۰۸ میٹر) پر  
مستہی ہوتا ہے۔ جنوب کی سمت میں تیری Titeri  
پہاڑ ہیں اور بن Biban کا طویل سلسلہ ہے۔ بحایہ  
کے مشرق میں نوہ بابو Babor (۲۰۰۴ میٹر) اور  
نومیدیہ Numidia کا سلسلہ مشرقی مائلہ سے  
متصل ہیں اور فرجیویہ Ferdjouiہ اور قسطن  
کی لہر بلند پہاڑیوں کے عین رخ میں سرحد  
ہیں۔ مشرقی مائلہ کے بلوری علامے (crystalline  
terrains) کا نچو حصہ مٹی کی پہوں اور ریب کے  
پتھروں سے ڈھکا ہوا ہے، جس میں کارک cork  
کے جنگل لہرے ہیں۔ انہیں ریب کے پہوں  
سے وہ پہاڑ بھی ہے جو نوہ Bone کے ساحلی  
(littoral) میدان کو اور بوس میں خرو میرہ  
Khrou Mira اور موگود Mogod کے علاقوں کو  
کھیرے ہوئے ہیں۔

اطلس کی بدولت شمالی افریقہ ایسے پہاڑی

نستہ Coute اور قنالیہ کے اور بھی جنوب میں باقی  
رہ گئے ہیں، ان پہاڑوں کو جنوب کی طرف دھکیل  
دیا ہے اور وہ ان پر چھا گئے ہیں۔ یہ بڑے بودے  
جنوب کی سمت میں جبالہ Djebala، بوکوا Bokkoya  
امرا لہر) حریرہ Djurdjura کی بلند چوٹی کے  
پہر کی حوٹوں اور نومیدیہ Numidia کے سلسلے  
نے درمیان نمائیاں نظر آئے ہیں۔ باقی سب حصہ  
مٹی ریم چمکی مٹی کی بڑی مقدار اور بلوری  
(schistous) درمی پہوں سے بنا ہوا ہے، جو عموماً  
جیادروں کی شکل میں پھسل ڈ نکلتی ہیں اور  
رسم میں صاف طور پر جنوب کی سمت جاتی ہیں  
ہیں۔ ان مختلف عناصر سے مرکب ساحل کے پہاڑوں  
نومرخص ہیں اور طولانی ایسی وادیاں جو بحر۔ روم  
کے ناو کی رودار قطع و برد سے بن گئی ہیں  
دتی اور بوڑبی رہی ہیں۔ ریب کے سلسلہ سہ  
سے پیلہ Melila نک پہاڑوں کا ایک ہلال  
سنگین لہر ہے (جبل بدیعہ در ۲۴۵ میٹر)،  
جسے جنوب کی سمت وہ مختلف نوعت کی پہاڑیاں  
برد و سم سے دیتی ہیں جو ریب اور میل ریب  
کے میدانوں (sheets) کے اوپر Ouergha اور  
سمو Sebou کے دریاؤں کی معاون بدیوں نے کاٹ  
ڈٹ کر بنا دی ہیں۔ حریرہ مائے پیلہ سے براہ  
Trara کے بودہ نوہ تک یہ بدست طے سہ  
مقطعہ نک بر ہو جاتا ہے اور مولوہ Moulouya،  
ریں نوہ ساساں می ساساں Snassen اوراں کے بل  
کی سطح مرتفع کے ساتھ ساتھ چلا گیا ہے، یہ  
بہ دو ساحوں میں تقسیم ہو جاتا ہے اور ایک  
طویل شیب کے دونوں طرف برہتا ہوا اوراں  
کے سچہ سے لے کر حلیہ Chelid اوسط کی  
نہی (elbow) تک چلا جاتا ہے۔ شمال کی جانب  
اوراں کے ساحل Sahel کی پہاڑیاں ہیں، جن کے بعد  
ذیرہ اور ملانہ Miliana کے پہاڑ (ریر Zeccar،

۱۲۰۲ھ کے دن اطفری کے محل میں رونق افروز ہوئے اور اسے طبقہ امراء میں سرنگ کر لیے کے ساتھ وعدے کی خوشی کی، نہ نہت سا رویہ بھی دیا اطفری نے ایک مرتبہ ایسے مید اسعار—ترکی، فارسی اور راجہ میں—اور ایک قطعہ تاریخ حادثہ فاعہ علام قادر روہلہ کے متعلق سنس لیا، جسے ناساہ نے پسند فرمایا تھا۔ وہ قطعہ تاریخ یہ ہے:-

حوں "میں دھب ترنماہ" مردہ  
اس سال ہوا نصیب سایہ عالم  
نیا فکر میں تاریخ کے بولا ہاں  
ہے اطفری تاریخ "یہ عالم کا عم"

۱۲۰۲ھ

اس قطعے میں اطفری نے حدیب سرب "میں سعت ترنماہ وحدت لہ الحد" کی طرف اشارہ لیا ہے جس کے معنی ہیں: "جس کی دونوں انکھیں حاسی ہیں اس کے لیے ضرور حب ہے۔"

اطفری نے اس پرآسوب زمانے میں ناساہ کی بہانہ قابل قدر حدوت انجام دی اور نہت بہادری سے محل کی عصمت و ناموس کی حفاظت کی، مگر بالآخر ناساہ نے اطفری سے کچھ اچھا سلوک نہ کیا۔ سچہ یہ ہوا کہ ۳ ربیع الاول ۱۲۰۳ھ / ۲ ستمبر ۱۷۸۸ء کو وہ قلعے سے بھاگ نکلا اور حے پور پہنچا۔ وہاں سے خوددھور اور اودے پور گیا اور پھر واس حے پور پہنچا۔ حے پور اور اودے پور کے راجاؤں نے نہت آؤنہنگ کی۔ راجہ خوددھور نے جس چالس ہزار فوج دیے کا وعدہ کیا تاکہ مرغٹوں کو سکس دی جا سکے اور سموری حکومت قائم ہو، مگر اطفری نے یہ بیس بس فول کرے سے انکار کر دیا۔ وہاں سے وہ لکھنؤ پہنچا، جہاں اودے کے حکمراں آصف الدولہ نے اس کا حیرتقذہ کیا۔ اطفری نے سات سال [دو ماہ کے قریب] لکھنؤ ہی میں [عرب و آرو سے] زندگی بسر کی، [جہاں اس کے خانی،

سلسلوں کا ایک ملک بن گیا ہے جو ہند اور ننجر میدانوں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ سطح کی یہ بلندی آب و ہوا کے ان بصادوں کو جو بحیرہ روم اور صحراء کے قرب سے پیدا ہوئے ہیں اور بڑھاتی اور ان میں موسم پیدا کر دیتی ہے۔ بل کے حلقوں، بلند میدانوں کے ہموار گدھائی میدانوں (steppes) کے علاقے اور صحرائی ڈنڈموٹ Piedmont کے رنگستان میں ہماناں حنسر رہتے ہوئے نہ بڑے بڑے ٹوہی بودے وہ اندائی جعفری ماحول سکھل کرے ہیں جس نے العرب کی تاریخ میں ایک معینہ، اگرچہ زیادہ نہ مہی، کردار ادا کیا ہے۔

سأخذ: دیکھیے مادہ مراکش، العرائر اور بوس

(دہوائے DESPOIS J)

\* ⊗ اطفری: محمد ظہیر الدین سرور اعلیٰ بعد بہادر کوردی، [مہروں بہ سرورائے نالان] اس سلطان محمدولی عرف مجھلے صاحب واد سلطان محمد عسلی، جو ناساہ اور بگ ریب کے احلاف رتبہ میں سے اور محمد معزالدین ہادساہ (جہاں دارساہ)، فرید ساہ عالم (بہادر شاہ اول) کی بٹی عقب آرا سکیم کا پربونا تھا [عقب آرا سکیم کے شوہر کا نام حواحہ موسیٰ ہمسندی المعاطبہ سر بلند حان (قبہ معوی لکھنوی) اور بولی خود نواب موسوی حان تھا (مرعوب الفؤاد، حقانی، وری ۲ ب)۔ اطفری کی والدہ حضرت مر ابوالعلا لہر آبادی ہدس سرہ کی اولاد سے تھیں]۔ وہ ۱۱۷۲ھ / ۱۷۵۸ء میں دہلی کے لال قلعے میں پیدا ہوا اور اسی قلعے میں اس نے تعلیم پائی۔ سموری حانداں کے دوسرے شہزادوں کی طرح اطفری نے بھی [اس دستور کے مطابق جو جہاں دارشاہ کے زمانے سے چلا آ رہا تھا اپنی عمر کے پہلے جس سال میں سلطانی میں گرا رہے۔ علام قادر روہلہ کے قتل کے بعد جب شاہ عالم دوبارہ تخت سنی ہوئے تو فرط محبت و فرزند نواری سے محبت شاہانہ کے ساتھ عیدالغفر



نہ بود کھنی ہندوسانی ہو سکتا ہے اور نہ ہندوستانی دکنی... السح“۔ اس کتاب کا ایک مخطوطہ کتاب خانہ سالار جنگ، حیدرآباد میں اور دوسرا انجم برقی اردو، علی گڑھ کی لائبریری میں موجود ہے۔

اظفری مدراس سے صرف ایک مرتبہ ۱۰۱۹ء یا اس کے بعد سمندر کے راستے اپنے بھائی کی ملاقات کے لئے مرشدآباد گیا اور مختصر سے قیام کے بعد مدراس واپس آ گیا۔ اظفری کی آخری زندگی عمدہ الامراء کے افعال کے بعد بچہ بے لطف گزری، چنانچہ لکھا ہے، ”راویہ حمل سستہ مانند نفوس معطل بیکار و بے اسرار محض گردیدہ انفاس حیات مستعار می سما، ہم و بده داریم نہ ناکے داسی اہل رسد“۔ اظفری ۱۲۳۳ھ میں عمر ۶۵ سال وفات پائی (گلزار اعظم، مضموعہ مدراس)۔

فارسی، ترکی اور اردو کے علاوہ اظفری نے اسی زندگی کے آخری سالوں میں بچہ انگریزی بھی سیکھ لی تھی۔ وہ متعدد مضموم، مکتوبات، نجوم، رمل موسیقی، سرانداری اور علم عروض و فاضل سے بھی واقف تھا، اگرچہ زیادہ تر سبب شعر و سخن سے رہتا تھا۔ اردو دیوان کے علاوہ اس کا ایک دوسرا دیوان تھا، جس میں اس نے اپنے فارسی، ترکی اور اردو اشعار جمع کئے تھے۔ یہ مجموعہ اور اس کی اثر-یگر تصانیف، جس کی مہربان [واقعات اظفری کے آخر میں دی ہے]، اب نایاب ہیں۔

[تصانیف:] اس کی اہم ترین تصانیف واقعات اظفری ہے (مخطوطہ برلن، شماره ۴۹۶، ريو Rieu ۳۰ ۱۰۵۱ ب؛ [مہربان] مدراس، ج ۱، شماره ۳۵۰ و ۳۵۱)، [جس کا اردو ترجمہ قمر حسین محوی نے کیا اور ۱۹۳۷ء میں مدراس یونیورسٹی نے طبع اور شائع کیا]۔ اظفری نے ۱۲۱۱ھ/۱۷۹۷ء میں [میرزا حان طہس کی خواہش پر] بمقام مرشدآباد شروع کیا اور ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء میں مدراس میں پایہ تکمیل کو

تک پہنچا، جو راقم کے استاد اور بے نظیر شاعر ہیں... الحج۔ نواب کے الفاظ یہ تھے: ”حدا بے چاہا تو میر محمد بقی میر کو آپ کی معرفت بلوانا ہوں“ (غلام حسنی: عمدہ الامراء)۔

اس سے ریحہ میں نا اخصوص سررا معل اور سررا طعل (۹) نے برماند سکوت قطعہ معلی اصلاح لی تھی۔ مدراس کے لامدہ میں یہ لوگ شامل تھے: (۱) علامہ علی الدین خان المحاطبہ بے سابق علی خان سابق (۱۲۰۲ تا ۱۲۱۴ھ) (۲) محمد معروف خان عالم خان بہادر، دھلوی فاروق (۱۲۰۷ تا ۱۲۱۷ھ)۔ انہیں عربی، فارسی، ترکی اور انگریزی میں خاصی مہارت تھی، اردو میں اظفری کے اثر سے بھی اور ان موسیقی میں بھی مہارت تھی (۳) محمد علی الدین المحاطبہ بے سحر رام خان سحر، جنہوں نے عروض کی حد تک اظفری سے بڑھی تھی۔ یہ حفاظ بھی تھے، فارسی شعر کہنے بھی اور دربار والا بھی کے۔ اعر ہے (۴) نادر، مؤلف منوی رسک فر و مدہ جس۔ اس نے اس منوی میں صفا اپنے زمانے کے شعراء، علماء اور برنگوں کا ذکر کیا ہے، جس میں مولانا عبدالعلی بحر العلوم بھی ہیں (رسالہ اردو، ۱۹۴۰ء، ص ۲۰۰ تا ۳۰۸)۔

بعض معاصرین اظفری: دوالفقار علی خان صفا بریلوی، بلمد سودا (بقول بعض مرتبہ میر)؛ مرزا احسن لکھنوی؛ علامہ باقر آدہ مدراسی؛ ناظم مدراسی۔ ناظم مدراسی سے صفا کی شاعرانہ نوک چھوٹ رہتی تھی؛ چنانچہ ایک رسالہ صفا نے مناظرہ صفا و صفا کے نام سے حوالا لکھا تھا، جس میں مدراسی شعراء پر نکتہ چسپی کی ہے۔ آخر میں دکنی زبان اور شعراء کے متعلق اظفری کی رائے درج کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے: ”اہل زبان اعلیٰ زبان ہی ہے۔ غیر اگر سائبا سال اعلیٰ زبان کی صحبت میں رہے سب بھی اس کی ضرب اور زبان نہیں بدل سکتی۔

ہاں میں عربی کے ایک رسالے کا، جو قراطیہ مسلوب ہے، فارسی میں مقفی ترجمہ، [حکیم حسن رضا خان کی فرمائی نثر] (۱) عروض راہ، میں سدر کے اصول پر منحصر سامان مطوم رسالہ، جو نابز کے ترکی رسالہ عروض (عروض رسالہ سی، مخطوطہ در لیس، حاتمہ اہلہ برس، *Cal des MSS turchi E Blochet*، عدد ۱۳۰۸) پر مبنی ہے، ۱۱۹۸ء میں رتب ہوا۔ اس کا اقصیٰ الآخر مسجہ رسالہ، ۱۱۹۸ء (مجموعہ سرائی) میں ہے، (۱۱) دیوان، سرلیکاردو (قدیم)، مرتبہ مقام سجدہ معنی (۱۲) دیوان، اردو، حسن کا احباب مصنف نے خود مقام مدراس لیا اور حسن میں مرتباً ایک سو بارہ عربی مع مقدمہ و حواشی ہیں، مدراس و مورثی نے طبع کیا (۱۳) دیوان، فارسی و ترکی و ترجمہ، قلعہ دہلی میں مرتب ہوا، (۱۴) لغات ترکی جعفری نافرہنگ اظہری، مقام لکھنؤ ایک سال میں تالیف کی، حسن میں ترکی زبان کے معنی بہت سے جدید قواعد اسان عبارت میں لکھے ہیں۔ اس کی طرف اسی تالیف میراں ترکی میں اس طرح اشارہ کرنے ہیں: "اس میراں را در فرہنگ کہ تالیف اس غاصی است سر داخل مردم ربرا نہ آن فرہنگ فراگردہ ہمہ مصادر است و باللہ التوفیق۔" اس کا نام *Ethe* کی مہر سب مخطوطات انڈیا آفس، ح ۱، مطبوعہ ۱۹۹۳ء، شمارہ ۲۴۳۹، میں غلطی سے معروف اللغات لکھ دیا گیا ہے، غالباً نہ مسجہ نادر الوحود ہے (دیکھئے رسالہ اردو، اپریل ۱۹۹۴ء، ص ۲۱۱ تا ۲۱۲)۔

مآخذ (۱) محمد عوث خان، صبح وطن، مدراس

۱۲۵۸/۱۸۴۱ء (۲) کارسان د تاسی *Garcin de Tassy*

*Hist de la litt Hindoue et Hindoustane*، طبع ثانی، ۸:

۲۳۴ (۳) شپرنگر *Oudh Cat A Sprenger*، ص ۲۰۸:

(۴) مہرست مخطوطات فارسی، برلن، شمارہ ۴۹۹: (۵)

صباح الدین عبدالرحمان: برم تیموریہ (اردو)، اعظم گڑھ

بہنچایا۔ اس میں [۱۲۰۲ء سے ۱۲۲۱ء تک کے واقعات درج ہیں اور] میرا کی سر و صاحب اور دانی عربوں کے ہاں کے علاوہ علامہ قادر رومینہ (رک ناں) کے چند روزہ اقتدار کے بارے میں قیمتی تاریخی مواد بھی موجود ہے۔ اس نصاب کے آخری حصے میں اظہری نے اسی حسب دلیل نصاب کا ذکر کیا ہے۔

(۱) لغت ترکی و جعفری (پیام لکھنؤ کے رسالے میں، رتب دہلی) (۲) مسجہ صاحب، [جو ۱۲۲۱ء تک در تالیف تھا اور جس میں ۱۱۹۸ء کے ساجے درج کر چکے

ہے، رنادرہ مرتبہ کے یاد و ضائع ہو گئے ہیں]۔

(۳) [مترتب القواد]، سر علی بیروانی (رک ناں) کی ترکی نصاب، محبوب القلوب کا مقفی ترجمہ فارسی ترجمہ

(۱۲۰۸/۱۷۹۳ء)۔ [اس کا ایک نسخہ مدراس

الاول مسجہ صاحب حاتمہ داس دہ صاحب میں موجود

ہے۔ موضوع و ماحصل کے لئے دیکھئے اور فیشنل

ناج منگراں، لاہور اگست ۱۹۹۳ء، ص ۱۷ تا ۱۸۔

محبوب القلوب کا ایک عمدہ مسجہ بھی اسی صاحب

میں ہے (مہر سب آرر، خطی، ص ۸۱) (۴) میراں

ترکی، جعفری ترکی زبان کی نحو در۔ مصنف کے

خود نوشتہ سجدے کے لئے دیکھئے ی۔ بی ساسری:

*A Descriptive Catalogue of the Islamic Manuscripts*

*in the Govt Oriental MSS Library, Madras*

۱۹۰۷ء۔ ممکن ہے یہ رسالہ وہی ہو جس کا ذکر

واقعات اظہری (اردو)، ص ۱۹۵، شمارہ ۱، میں کیا

ہے] (۵) سگری ناری، [۹۵ اسعار]، بطور حلقہ ناری

(حسن غلطی سے اسر حیسرو سے مسلوب کیا جانا ہے)

(۶) فوائد المتدی، [بطور آمد نامہ، یعنی اس میں افعال

کی گرداس دی ہیں] (۷) نصاب ترکی جعفری [۲۵۲

اسعار]، مقام عظیم آباد، فرمایاں حاتمہ زاد موروی

اظہری، رائے ٹیکہ رام کشمیری المتخص نہ ظفر،

مرتب ہوا (۸) فوائد الاطفال، طبع میں ہے، حسب

مقام قلعہ معنی] (۹) رسالہ قریہ، علامہ مرک کے

کیلیاب عمل کے ساتھ ہونا ہے اور یہ قرعہ اور عمدہ کہلاتے ہیں، اور بعض کا تعلق بصدیق قلی (اعتقاد) کے ساتھ ہوتا ہے اور انہیں اصلیت اور اعتقادیت کہتے ہیں (فتاویٰ حاشیہ علی شرح ابن قاسم، قاہرہ ۱۳۲۱ھ، ۱: ۲۰) حاشیہ علی متن السنوسیہ، قاہرہ ۱۳۲۸ھ، ص ۱۱ بعد 'Luciani' *Les prolegomènes* 'théol. de Senoussi'، ص ۳۰ بعد ' [بیانوی:] ] کتب اصطلاحات المصنوع (Dict of Techn Terms)، بدل مادہ حکم)۔ اسی بنا پر الاعتقادات کا لفظ بہت حد تک العائد (قوائیں سرعت) کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اعماد کی ٹھیک ٹھیک حریف بناں کے میں بظاہر متکلم کو دسواں سہ آئی۔ کتب اصطلاحات المصنوع (ص ۹۵) میں اس لفظ کے دو الگ الگ استعمال بنائے گئے ہیں: ایک تو عام مشہور معنی میں، یعنی "اسی بات جو دل میں کم و سبب راسخ ہو" اور دوسرے نادر معنی، یعنی "ایمان، یقین"۔ پہلے معنی ایک حکم دہی ہے، جو قطعی (حارہ) ہے، سبب اس میں سبب کی گنجائش رہتی ہے (یقین التشنک) اور دوسرے معنی ایسا حکم دہی ہے جو مطلق یا راجح ہونا ہے اور اس میں علم بھی شامل ہے۔ [کونا] وہ ایک ایسا حکم دہی ہے جس میں شک یا گمان یا طعن کی کوئی گنجائش نہیں۔ بعض اوقات دوسرے مفہوم کو عام الیقین کہتے ہیں، جس سے پہلے مرکب خارج ہے، یعنی اسی مقامات جو اسی نادانی سے رہے ہو۔ دوسرے لوگ اعتقاد کی دو قسمیں کرتے ہیں: ایک وہ اعتقاد جو حقیقت کے مطابق ہو اور دوسرا وہ جو حقیقت کے مطابق نہ ہو؛ دیکھئے مادہ "ایمان"۔

مآخذ: متن مادہ میں دے دیے گئے ہیں۔

(مکڈونالڈ D. B. MACDONALD)

اعتقاد خان: محمّد مراد کشمیری کا لقب، جس نے سہسہا قرح ستر [رک ناں] پر اس قدر قابو

۱۹۳۸ء، ص ۲۶ تا ۲۷؛ (۶) سٹوری Storey، ص ۲۶ تا ۲۷؛ (۷) اورینٹل کالج میگزین، لاہور ج ۱۱، شمارہ ۴ (اگست ۱۹۳۵ء) ص ۱ تا ۳۸؛ (۸) واقعات اطفوی (اردو ترجمہ، ارشد السنتار)، مدراس ۱۹۳۷ء، (۹) سری رام دہلوی، محفّات حاوید، ۱: ۳۳۱؛ (۱۰) غلام غوث خان المتخلّص بہ اعظم: گزارش اعظم، مدراس ۱۹۲۷ء؛ (۱۱) محمد کریم خیرالدین حسن سلام صاحب بن انتصار الدولہ: سوانح ممتاز، مکتوبہ ۱۲۵۲، مخطوطہ سٹرل لائبریری حیدرآباد دکن، ص ۳۲ تا ۳۳؛ (۱۲) انجمن ترقی اردو کا رسالہ اردو، اپریل ۱۹۳۸ء، اشاعت دہلی، ص ۱۷ تا ۲۲ (مقالہ از محمد حسین معوی)؛ (۱۳) ذوالفقار علی خان صفا: سطرۃ صفا و فیما، مخطوطہ کتاب خانہ سالار جنگ، حیدرآباد دکن؛ (۱۴) سور محمد بہادر گوہر: سخورآن بلند فکر، مدراس ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء؛ (۱۵) اطفوی: دیوان اطفوی، اردو، مخطوطہ، عدد ۱۱۱۲ (سٹرل لائبریری حیدرآباد دکن) [برمی انباری [و سحاب مرزا]]

\* اعتقاد: دیکھئے عند۔

\* اعتقاد: یہ ماننا کہ فلاں بات یوں ہے۔ اس [اصطلاح] کا مفہوم محض وہ بھی ہو سکتا ہے جو انگریزی لفظ "thinking" یا جرمن "glauben" [سمجھنا، حال کرنا] سے ادا ہوتا ہے اور اس سے مراد ایسا وعدہ بھی ہو سکتا ہے جس میں مکمل وثوق پایا جائے، لہذا یہ لفظ بالخصوص تعلیمات مذہبی میں عقیدے کے لیے استعمال ہوتا ہے (Lane و Dozy Supplement)۔ اس صورت میں یہ کلمہ بصدیق کا مترادف ہے، یعنی کسی چیز کو دل سے بالکل صحیح مان لیا۔ اس میں اور ایمان میں یہ فرق ہے کہ ایمان میں بعض کے نزدیک کام (عمل) اور اعتراف (اقرار) [دونوں] شامل ہیں۔ التّعتارانی نے اپنی شرح عقائد السنوسی (قاہرہ ۱۳۲۱ھ، ص ۷) میں اس کی یوں تشریح کی ہے کہ بعض احکام شرعہ کا تعلق

- ۱۸۱ [شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ ... إلخ]۔ یہ مسئلہ صاف طور پر طے نہیں ہوا کہ لیلہ القدر کون سی رات قرار دی جائے، لیکن اکثر مسلمان علماء کی رائے میں ۱۰ رمضان کی آخری دس راتوں (بالخصوص پانچ طاق راتوں، یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ اور ۱۶) میں سے کوئی سی ایک رات ہے۔ دیگر علماء کا خیال ہے۔ اور یہی [امام] ابو حنیفہؒ کی رائے تھی۔ نہ اس رات کی کوئی دلیل نہیں ہے نہ لیلہ القدر سال کے اس حصے [ماہ رمضان] سے مخصوص ہے۔
- [اعتکاف رمضان کی کس تاریخ کو نبھا جائے؟ ایک مدید کے الفاظ ہیں: کان الی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد ان یتکب صلی الصبح ثم دحل المکان الذی تردد ان یمکف فہ (اس ماحہ، حدیث ۱۷۷۱)۔ جب انھیں اعتکاف کا ارادہ فرمائیے تو آپ صبح کی نماز ادا کر کے وہاں شریف لے جائے جہاں آپ کو اعتکاف بٹھایا جاتا تھا۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ اعتکاف فجر کی نماز کے بعد بٹھا جائے، لیکن تاریخ نویسی ہو، بعض کا خیال ہے کہ اعتکاف اسی رمضان کو صبح کی نماز پڑھنے کے بعد بٹھا چاہیے، لیکن اگر اس کی صبح سے اعتکاف شروع کیا جائے تو ممکن ہے کہ رمضان کی اکیسویں رات لیلہ القدر ہو، جو گھر حکمی ہے، اس سے صحیح قول یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس رمضان کی صبح کو اعتکاف بٹھا جائے۔ یہی قول شاہ عبد الغنی محدثی سے منقول ہے۔
- مآخذ: (۱) حدیث اور فقہ کی کتابوں میں رمضان اور اعتکاف کا باب، (۲) الدمشقی: رحمة الائمة فی اختلاف الائمة (بولاق ۱۳۰۰ھ)، ص ۵۰؛ (۳) جوئسول Handbuch des Islām Gesetzes Th W Juynboll (جوئسول [و ادارہ])
- اعتماد الدولہ: (عربی: تکتہ گاہ سلطنت)، صوفیوں کے عہد میں ایران کے وزیر اعظم کا خطاب؛ اسے وزیر اعظم، نواب (قائم مقام) یا ایران مداری [ترکی
- نا بنا تھا کہ وہ اس کا مسٹر معتمد بن گیا، اس سے رکن الدولہ اعتقاد خان فرح شاہی کا لقب حاصل کیا اور بالآخر اس کا وزیر مقرر ہوا۔ حب ۱۱۲۴ھ / ۱۷۱۳ء میں فرح سیر کو اندھا کر کے معزول کر دیا گیا تو اعتقاد خان کو بھی وہ کر دیا گیا اور اس کی حاداد ضبط کر لی گئی، لیکن بعد میں اسے رہا کر دیا گیا اور اس نے محمد شاہ [رکن خان] کے عہد میں واپس باقی۔
- مآخذ: (۱) حامی خان، مسند اللہ، ۲، ۷۹
- ۷۹۔ (۲) History of India Dowson و Elliot، ۷۹۔ ۸۶ تا ۸۷، ۸۷ تا ۸۹، ۸۹ تا ۹۰، ۹۰ تا ۹۱، ۹۱ تا ۹۲، ۹۲ تا ۹۳، ۹۳ تا ۹۴، ۹۴ تا ۹۵، ۹۵ تا ۹۶، ۹۶ تا ۹۷، ۹۷ تا ۹۸، ۹۸ تا ۹۹، ۹۹ تا ۱۰۰، ۱۰۰ تا ۱۰۱، ۱۰۱ تا ۱۰۲، ۱۰۲ تا ۱۰۳، ۱۰۳ تا ۱۰۴، ۱۰۴ تا ۱۰۵، ۱۰۵ تا ۱۰۶، ۱۰۶ تا ۱۰۷، ۱۰۷ تا ۱۰۸، ۱۰۸ تا ۱۰۹، ۱۰۹ تا ۱۱۰، ۱۱۰ تا ۱۱۱، ۱۱۱ تا ۱۱۲، ۱۱۲ تا ۱۱۳، ۱۱۳ تا ۱۱۴، ۱۱۴ تا ۱۱۵، ۱۱۵ تا ۱۱۶، ۱۱۶ تا ۱۱۷، ۱۱۷ تا ۱۱۸، ۱۱۸ تا ۱۱۹، ۱۱۹ تا ۱۲۰، ۱۲۰ تا ۱۲۱، ۱۲۱ تا ۱۲۲، ۱۲۲ تا ۱۲۳، ۱۲۳ تا ۱۲۴، ۱۲۴ تا ۱۲۵، ۱۲۵ تا ۱۲۶، ۱۲۶ تا ۱۲۷، ۱۲۷ تا ۱۲۸، ۱۲۸ تا ۱۲۹، ۱۲۹ تا ۱۳۰، ۱۳۰ تا ۱۳۱، ۱۳۱ تا ۱۳۲، ۱۳۲ تا ۱۳۳، ۱۳۳ تا ۱۳۴، ۱۳۴ تا ۱۳۵، ۱۳۵ تا ۱۳۶، ۱۳۶ تا ۱۳۷، ۱۳۷ تا ۱۳۸، ۱۳۸ تا ۱۳۹، ۱۳۹ تا ۱۴۰، ۱۴۰ تا ۱۴۱، ۱۴۱ تا ۱۴۲، ۱۴۲ تا ۱۴۳، ۱۴۳ تا ۱۴۴، ۱۴۴ تا ۱۴۵، ۱۴۵ تا ۱۴۶، ۱۴۶ تا ۱۴۷، ۱۴۷ تا ۱۴۸، ۱۴۸ تا ۱۴۹، ۱۴۹ تا ۱۵۰، ۱۵۰ تا ۱۵۱، ۱۵۱ تا ۱۵۲، ۱۵۲ تا ۱۵۳، ۱۵۳ تا ۱۵۴، ۱۵۴ تا ۱۵۵، ۱۵۵ تا ۱۵۶، ۱۵۶ تا ۱۵۷، ۱۵۷ تا ۱۵۸، ۱۵۸ تا ۱۵۹، ۱۵۹ تا ۱۶۰، ۱۶۰ تا ۱۶۱، ۱۶۱ تا ۱۶۲، ۱۶۲ تا ۱۶۳، ۱۶۳ تا ۱۶۴، ۱۶۴ تا ۱۶۵، ۱۶۵ تا ۱۶۶، ۱۶۶ تا ۱۶۷، ۱۶۷ تا ۱۶۸، ۱۶۸ تا ۱۶۹، ۱۶۹ تا ۱۷۰، ۱۷۰ تا ۱۷۱، ۱۷۱ تا ۱۷۲، ۱۷۲ تا ۱۷۳، ۱۷۳ تا ۱۷۴، ۱۷۴ تا ۱۷۵، ۱۷۵ تا ۱۷۶، ۱۷۶ تا ۱۷۷، ۱۷۷ تا ۱۷۸، ۱۷۸ تا ۱۷۹، ۱۷۹ تا ۱۸۰، ۱۸۰ تا ۱۸۱، ۱۸۱ تا ۱۸۲، ۱۸۲ تا ۱۸۳، ۱۸۳ تا ۱۸۴، ۱۸۴ تا ۱۸۵، ۱۸۵ تا ۱۸۶، ۱۸۶ تا ۱۸۷، ۱۸۷ تا ۱۸۸، ۱۸۸ تا ۱۸۹، ۱۸۹ تا ۱۹۰، ۱۹۰ تا ۱۹۱، ۱۹۱ تا ۱۹۲، ۱۹۲ تا ۱۹۳، ۱۹۳ تا ۱۹۴، ۱۹۴ تا ۱۹۵، ۱۹۵ تا ۱۹۶، ۱۹۶ تا ۱۹۷، ۱۹۷ تا ۱۹۸، ۱۹۸ تا ۱۹۹، ۱۹۹ تا ۲۰۰، ۲۰۰ تا ۲۰۱، ۲۰۱ تا ۲۰۲، ۲۰۲ تا ۲۰۳، ۲۰۳ تا ۲۰۴، ۲۰۴ تا ۲۰۵، ۲۰۵ تا ۲۰۶، ۲۰۶ تا ۲۰۷، ۲۰۷ تا ۲۰۸، ۲۰۸ تا ۲۰۹، ۲۰۹ تا ۲۱۰، ۲۱۰ تا ۲۱۱، ۲۱۱ تا ۲۱۲، ۲۱۲ تا ۲۱۳، ۲۱۳ تا ۲۱۴، ۲۱۴ تا ۲۱۵، ۲۱۵ تا ۲۱۶، ۲۱۶ تا ۲۱۷، ۲۱۷ تا ۲۱۸، ۲۱۸ تا ۲۱۹، ۲۱۹ تا ۲۲۰، ۲۲۰ تا ۲۲۱، ۲۲۱ تا ۲۲۲، ۲۲۲ تا ۲۲۳، ۲۲۳ تا ۲۲۴، ۲۲۴ تا ۲۲۵، ۲۲۵ تا ۲۲۶، ۲۲۶ تا ۲۲۷، ۲۲۷ تا ۲۲۸، ۲۲۸ تا ۲۲۹، ۲۲۹ تا ۲۳۰، ۲۳۰ تا ۲۳۱، ۲۳۱ تا ۲۳۲، ۲۳۲ تا ۲۳۳، ۲۳۳ تا ۲۳۴، ۲۳۴ تا ۲۳۵، ۲۳۵ تا ۲۳۶، ۲۳۶ تا ۲۳۷، ۲۳۷ تا ۲۳۸، ۲۳۸ تا ۲۳۹، ۲۳۹ تا ۲۴۰، ۲۴۰ تا ۲۴۱، ۲۴۱ تا ۲۴۲، ۲۴۲ تا ۲۴۳، ۲۴۳ تا ۲۴۴، ۲۴۴ تا ۲۴۵، ۲۴۵ تا ۲۴۶، ۲۴۶ تا ۲۴۷، ۲۴۷ تا ۲۴۸، ۲۴۸ تا ۲۴۹، ۲۴۹ تا ۲۵۰، ۲۵۰ تا ۲۵۱، ۲۵۱ تا ۲۵۲، ۲۵۲ تا ۲۵۳، ۲۵۳ تا ۲۵۴، ۲۵۴ تا ۲۵۵، ۲۵۵ تا ۲۵۶، ۲۵۶ تا ۲۵۷، ۲۵۷ تا ۲۵۸، ۲۵۸ تا ۲۵۹، ۲۵۹ تا ۲۶۰، ۲۶۰ تا ۲۶۱، ۲۶۱ تا ۲۶۲، ۲۶۲ تا ۲۶۳، ۲۶۳ تا ۲۶۴، ۲۶۴ تا ۲۶۵، ۲۶۵ تا ۲۶۶، ۲۶۶ تا ۲۶۷، ۲۶۷ تا ۲۶۸، ۲۶۸ تا ۲۶۹، ۲۶۹ تا ۲۷۰، ۲۷۰ تا ۲۷۱، ۲۷۱ تا ۲۷۲، ۲۷۲ تا ۲۷۳، ۲۷۳ تا ۲۷۴، ۲۷۴ تا ۲۷۵، ۲۷۵ تا ۲۷۶، ۲۷۶ تا ۲۷۷، ۲۷۷ تا ۲۷۸، ۲۷۸ تا ۲۷۹، ۲۷۹ تا ۲۸۰، ۲۸۰ تا ۲۸۱، ۲۸۱ تا ۲۸۲، ۲۸۲ تا ۲۸۳، ۲۸۳ تا ۲۸۴، ۲۸۴ تا ۲۸۵، ۲۸۵ تا ۲۸۶، ۲۸۶ تا ۲۸۷، ۲۸۷ تا ۲۸۸، ۲۸۸ تا ۲۸۹، ۲۸۹ تا ۲۹۰، ۲۹۰ تا ۲۹۱، ۲۹۱ تا ۲۹۲، ۲۹۲ تا ۲۹۳، ۲۹۳ تا ۲۹۴، ۲۹۴ تا ۲۹۵، ۲۹۵ تا ۲۹۶، ۲۹۶ تا ۲۹۷، ۲۹۷ تا ۲۹۸، ۲۹۸ تا ۲۹۹، ۲۹۹ تا ۳۰۰، ۳۰۰ تا ۳۰۱، ۳۰۱ تا ۳۰۲، ۳۰۲ تا ۳۰۳، ۳۰۳ تا ۳۰۴، ۳۰۴ تا ۳۰۵، ۳۰۵ تا ۳۰۶، ۳۰۶ تا ۳۰۷، ۳۰۷ تا ۳۰۸، ۳۰۸ تا ۳۰۹، ۳۰۹ تا ۳۱۰، ۳۱۰ تا ۳۱۱، ۳۱۱ تا ۳۱۲، ۳۱۲ تا ۳۱۳، ۳۱۳ تا ۳۱۴، ۳۱۴ تا ۳۱۵، ۳۱۵ تا ۳۱۶، ۳۱۶ تا ۳۱۷، ۳۱۷ تا ۳۱۸، ۳۱۸ تا ۳۱۹، ۳۱۹ تا ۳۲۰، ۳۲۰ تا ۳۲۱، ۳۲۱ تا ۳۲۲، ۳۲۲ تا ۳۲۳، ۳۲۳ تا ۳۲۴، ۳۲۴ تا ۳۲۵، ۳۲۵ تا ۳۲۶، ۳۲۶ تا ۳۲۷، ۳۲۷ تا ۳۲۸، ۳۲۸ تا ۳۲۹، ۳۲۹ تا ۳۳۰، ۳۳۰ تا ۳۳۱، ۳۳۱ تا ۳۳۲، ۳۳۲ تا ۳۳۳، ۳۳۳ تا ۳۳۴، ۳۳۴ تا ۳۳۵، ۳۳۵ تا ۳۳۶، ۳۳۶ تا ۳۳۷، ۳۳۷ تا ۳۳۸، ۳۳۸ تا ۳۳۹، ۳۳۹ تا ۳۴۰، ۳۴۰ تا ۳۴۱، ۳۴۱ تا ۳۴۲، ۳۴۲ تا ۳۴۳، ۳۴۳ تا ۳۴۴، ۳۴۴ تا ۳۴۵، ۳۴۵ تا ۳۴۶، ۳۴۶ تا ۳۴۷، ۳۴۷ تا ۳۴۸، ۳۴۸ تا ۳۴۹، ۳۴۹ تا ۳۵۰، ۳۵۰ تا ۳۵۱، ۳۵۱ تا ۳۵۲، ۳۵۲ تا ۳۵۳، ۳۵۳ تا ۳۵۴، ۳۵۴ تا ۳۵۵، ۳۵۵ تا ۳۵۶، ۳۵۶ تا ۳۵۷، ۳۵۷ تا ۳۵۸، ۳۵۸ تا ۳۵۹، ۳۵۹ تا ۳۶۰، ۳۶۰ تا ۳۶۱، ۳۶۱ تا ۳۶۲، ۳۶۲ تا ۳۶۳، ۳۶۳ تا ۳۶۴، ۳۶۴ تا ۳۶۵، ۳۶۵ تا ۳۶۶، ۳۶۶ تا ۳۶۷، ۳۶۷ تا ۳۶۸، ۳۶۸ تا ۳۶۹، ۳۶۹ تا ۳۷۰، ۳۷۰ تا ۳۷۱، ۳۷۱ تا ۳۷۲، ۳۷۲ تا ۳۷۳، ۳۷۳ تا ۳۷۴، ۳۷۴ تا ۳۷۵، ۳۷۵ تا ۳۷۶، ۳۷۶ تا ۳۷۷، ۳۷۷ تا ۳۷۸، ۳۷۸ تا ۳۷۹، ۳۷۹ تا ۳۸۰، ۳۸۰ تا ۳۸۱، ۳۸۱ تا ۳۸۲، ۳۸۲ تا ۳۸۳، ۳۸۳ تا ۳۸۴، ۳۸۴ تا ۳۸۵، ۳۸۵ تا ۳۸۶، ۳۸۶ تا ۳۸۷، ۳۸۷ تا ۳۸۸، ۳۸۸ تا ۳۸۹، ۳۸۹ تا ۳۹۰، ۳۹۰ تا ۳۹۱، ۳۹۱ تا ۳۹۲، ۳۹۲ تا ۳۹۳، ۳۹۳ تا ۳۹۴، ۳۹۴ تا ۳۹۵، ۳۹۵ تا ۳۹۶، ۳۹۶ تا ۳۹۷، ۳۹۷ تا ۳۹۸، ۳۹۸ تا ۳۹۹، ۳۹۹ تا ۴۰۰، ۴۰۰ تا ۴۰۱، ۴۰۱ تا ۴۰۲، ۴۰۲ تا ۴۰۳، ۴۰۳ تا ۴۰۴، ۴۰۴ تا ۴۰۵، ۴۰۵ تا ۴۰۶، ۴۰۶ تا ۴۰۷، ۴۰۷ تا ۴۰۸، ۴۰۸ تا ۴۰۹، ۴۰۹ تا ۴۱۰، ۴۱۰ تا ۴۱۱، ۴۱۱ تا ۴۱۲، ۴۱۲ تا ۴۱۳، ۴۱۳ تا ۴۱۴، ۴۱۴ تا ۴۱۵، ۴۱۵ تا ۴۱۶، ۴۱۶ تا ۴۱۷، ۴۱۷ تا ۴۱۸، ۴۱۸ تا ۴۱۹، ۴۱۹ تا ۴۲۰، ۴۲۰ تا ۴۲۱، ۴۲۱ تا ۴۲۲، ۴۲۲ تا ۴۲۳، ۴۲۳ تا ۴۲۴، ۴۲۴ تا ۴۲۵، ۴۲۵ تا ۴۲۶، ۴۲۶ تا ۴۲۷، ۴۲۷ تا ۴۲۸، ۴۲۸ تا ۴۲۹، ۴۲۹ تا ۴۳۰، ۴۳۰ تا ۴۳۱، ۴۳۱ تا ۴۳۲، ۴۳۲ تا ۴۳۳، ۴۳۳ تا ۴۳۴، ۴۳۴ تا ۴۳۵، ۴۳۵ تا ۴۳۶، ۴۳۶ تا ۴۳۷، ۴۳۷ تا ۴۳۸، ۴۳۸ تا ۴۳۹، ۴۳۹ تا ۴۴۰، ۴۴۰ تا ۴۴۱، ۴۴۱ تا ۴۴۲، ۴۴۲ تا ۴۴۳، ۴۴۳ تا ۴۴۴، ۴۴۴ تا ۴۴۵، ۴۴۵ تا ۴۴۶، ۴۴۶ تا ۴۴۷، ۴۴۷ تا ۴۴۸، ۴۴۸ تا ۴۴۹، ۴۴۹ تا ۴۵۰، ۴۵۰ تا ۴۵۱، ۴۵۱ تا ۴۵۲، ۴۵۲ تا ۴۵۳، ۴۵۳ تا ۴۵۴، ۴۵۴ تا ۴۵۵، ۴۵۵ تا ۴۵۶، ۴۵۶ تا ۴۵۷، ۴۵۷ تا ۴۵۸، ۴۵۸ تا ۴۵۹، ۴۵۹ تا ۴۶۰، ۴۶۰ تا ۴۶۱، ۴۶۱ تا ۴۶۲، ۴۶۲ تا ۴۶۳، ۴۶۳ تا ۴۶۴، ۴۶۴ تا ۴۶۵، ۴۶۵ تا ۴۶۶، ۴۶۶ تا ۴۶۷، ۴۶۷ تا ۴۶۸، ۴۶۸ تا ۴۶۹، ۴۶۹ تا ۴۷۰، ۴۷۰ تا ۴۷۱، ۴۷۱ تا ۴۷۲، ۴۷۲ تا ۴۷۳، ۴۷۳ تا ۴۷۴، ۴۷۴ تا ۴۷۵، ۴۷۵ تا ۴۷۶، ۴۷۶ تا ۴۷۷، ۴۷۷ تا ۴۷۸، ۴۷۸ تا ۴۷۹، ۴۷۹ تا ۴۸۰، ۴۸۰ تا ۴۸۱، ۴۸۱ تا ۴۸۲، ۴۸۲ تا ۴۸۳، ۴۸۳ تا ۴۸۴، ۴۸۴ تا ۴۸۵، ۴۸۵ تا ۴۸۶، ۴۸۶ تا ۴۸۷، ۴۸۷ تا ۴۸۸، ۴۸۸ تا ۴۸۹، ۴۸۹ تا ۴۹۰، ۴۹۰ تا ۴۹۱، ۴۹۱ تا ۴۹۲، ۴۹۲ تا ۴۹۳، ۴۹۳ تا ۴۹۴، ۴۹۴ تا ۴۹۵، ۴۹۵ تا ۴۹۶، ۴۹۶ تا ۴۹۷، ۴۹۷ تا ۴۹۸، ۴۹۸ تا ۴۹۹، ۴۹۹ تا ۵۰۰، ۵۰۰ تا ۵۰۱، ۵۰۱ تا ۵۰۲، ۵۰۲ تا ۵۰۳، ۵۰۳ تا ۵۰۴، ۵۰۴ تا ۵۰۵، ۵۰۵ تا ۵۰۶، ۵۰۶ تا ۵۰۷، ۵۰۷ تا ۵۰۸، ۵۰۸ تا ۵۰۹، ۵۰۹ تا ۵۱۰، ۵۱۰ تا ۵۱۱، ۵۱۱ تا ۵۱۲، ۵۱۲ تا ۵۱۳، ۵۱۳ تا ۵۱۴، ۵۱۴ تا ۵۱۵، ۵۱۵ تا ۵۱۶، ۵۱۶ تا ۵۱۷، ۵۱۷ تا ۵۱۸، ۵۱۸ تا ۵۱۹، ۵۱۹ تا ۵۲۰، ۵۲۰ تا ۵۲۱، ۵۲۱ تا ۵۲۲، ۵۲۲ تا ۵۲۳، ۵۲۳ تا ۵۲۴، ۵۲۴ تا ۵۲۵، ۵۲۵ تا ۵۲۶، ۵۲۶ تا ۵۲۷، ۵۲۷ تا ۵۲۸، ۵۲۸ تا ۵۲۹، ۵۲۹ تا ۵۳۰، ۵۳۰ تا ۵۳۱، ۵۳۱ تا ۵۳۲، ۵۳۲ تا ۵۳۳، ۵۳۳ تا ۵۳۴، ۵۳۴ تا ۵۳۵، ۵۳۵ تا ۵۳۶، ۵۳۶ تا ۵۳۷، ۵۳۷ تا ۵۳۸، ۵۳۸ تا ۵۳۹، ۵۳۹ تا ۵۴۰، ۵۴۰ تا ۵۴۱، ۵۴۱ تا ۵۴۲، ۵۴۲ تا ۵۴۳، ۵۴۳ تا ۵۴۴، ۵۴۴ تا ۵۴۵، ۵۴۵ تا ۵۴۶، ۵۴۶ تا ۵۴۷، ۵۴۷ تا ۵۴۸، ۵۴۸ تا ۵۴۹، ۵۴۹ تا ۵۵۰، ۵۵۰ تا ۵۵۱، ۵۵۱ تا ۵۵۲، ۵۵۲ تا ۵۵۳، ۵۵۳ تا ۵۵۴، ۵۵۴ تا ۵۵۵، ۵۵۵ تا ۵۵۶، ۵۵۶ تا ۵۵۷، ۵۵۷ تا ۵۵۸، ۵۵۸ تا ۵۵۹، ۵۵۹ تا ۵۶۰، ۵۶۰ تا ۵۶۱، ۵۶۱ تا ۵۶۲، ۵۶۲ تا ۵۶۳، ۵۶۳ تا ۵۶۴، ۵۶۴ تا ۵۶۵، ۵۶۵ تا ۵۶۶، ۵۶۶ تا ۵۶۷، ۵۶۷ تا ۵۶۸، ۵۶۸ تا ۵۶۹، ۵۶۹ تا ۵۷۰، ۵۷۰ تا ۵۷۱، ۵۷۱ تا ۵۷۲، ۵۷۲ تا ۵۷۳، ۵۷۳ تا ۵۷۴، ۵۷۴ تا ۵۷۵، ۵۷۵ تا ۵۷۶، ۵۷۶ تا ۵۷۷، ۵۷۷ تا ۵۷۸، ۵۷۸ تا ۵۷۹، ۵۷۹ تا ۵۸۰، ۵۸۰ تا ۵۸۱، ۵۸۱ تا ۵۸۲، ۵۸۲ تا ۵۸۳، ۵۸۳ تا ۵۸۴، ۵۸۴ تا ۵۸۵، ۵۸۵ تا ۵۸۶، ۵۸۶ تا ۵۸۷، ۵۸۷ تا ۵۸۸، ۵۸۸ تا ۵۸۹، ۵۸۹ تا ۵۹۰، ۵۹۰ تا ۵۹۱، ۵۹۱ تا ۵۹۲، ۵۹۲ تا ۵۹۳، ۵۹۳ تا ۵۹۴، ۵۹۴ تا ۵۹۵، ۵۹۵ تا ۵۹۶، ۵۹۶ تا ۵۹۷، ۵۹۷ تا ۵۹۸، ۵۹۸ تا ۵۹۹، ۵۹۹ تا ۶۰۰، ۶۰۰ تا ۶۰۱، ۶۰۱ تا ۶۰۲، ۶۰۲ تا ۶۰۳، ۶۰۳ تا ۶۰۴، ۶۰۴ تا ۶۰۵، ۶۰۵ تا ۶۰۶، ۶۰۶ تا ۶۰۷، ۶۰۷ تا ۶۰۸، ۶۰۸ تا ۶۰۹، ۶۰۹ تا ۶۱۰، ۶۱۰ تا ۶۱۱، ۶۱۱ تا ۶۱۲، ۶۱۲ تا ۶۱۳، ۶۱۳ تا ۶۱۴، ۶۱۴ تا ۶۱۵، ۶۱۵ تا ۶۱۶، ۶۱۶ تا ۶۱۷، ۶۱۷ تا ۶۱۸، ۶۱۸ تا ۶۱۹، ۶۱۹ تا ۶۲۰، ۶۲۰ تا ۶۲۱، ۶۲۱ تا ۶۲۲، ۶۲۲ تا ۶۲۳، ۶۲۳ تا ۶۲۴، ۶۲۴ تا ۶۲۵، ۶۲۵ تا ۶۲۶، ۶۲۶ تا ۶۲۷، ۶۲۷ تا ۶۲۸، ۶۲۸ تا ۶۲۹، ۶۲۹ تا ۶۳۰، ۶۳۰ تا ۶۳۱، ۶۳۱ تا ۶۳۲، ۶۳۲ تا ۶۳۳، ۶۳۳ تا ۶۳۴، ۶۳۴ تا ۶۳۵، ۶۳۵ تا ۶۳۶، ۶۳۶ تا ۶۳۷، ۶۳۷ تا ۶۳۸، ۶۳۸ تا ۶۳۹، ۶۳۹ تا ۶۴۰، ۶۴۰ تا ۶۴۱، ۶۴۱ تا ۶۴۲، ۶۴۲ تا ۶۴۳، ۶۴۳ تا ۶۴۴، ۶۴۴ تا ۶۴۵، ۶۴۵ تا ۶۴۶، ۶۴۶ تا ۶۴۷، ۶۴۷ تا ۶۴۸، ۶۴۸ تا ۶۴۹، ۶۴۹ تا ۶۵۰، ۶۵۰ تا ۶۵۱، ۶۵۱ تا ۶۵۲، ۶۵۲ تا ۶۵۳، ۶۵۳ تا ۶۵۴، ۶۵۴ تا ۶۵۵، ۶۵۵ تا ۶۵۶، ۶۵۶ تا ۶۵۷، ۶۵۷ تا ۶۵۸، ۶۵۸ تا ۶۵۹، ۶۵۹ تا ۶۶۰، ۶۶۰ تا ۶۶۱، ۶۶۱ تا ۶۶۲، ۶۶۲ تا ۶۶۳، ۶۶۳ تا ۶۶۴، ۶۶۴ تا ۶۶۵، ۶۶۵ تا ۶۶۶، ۶۶۶ تا ۶۶۷، ۶۶۷ تا ۶۶۸، ۶۶۸ تا ۶۶۹، ۶۶۹ تا ۶۷۰، ۶۷۰ تا ۶۷۱، ۶۷۱ تا ۶۷۲، ۶۷۲ تا ۶۷۳، ۶۷۳ تا ۶۷۴، ۶۷۴ تا ۶۷۵، ۶۷۵ تا ۶۷۶، ۶۷۶ تا ۶۷۷، ۶۷۷ تا ۶۷۸، ۶۷۸ تا ۶۷۹، ۶۷۹ تا ۶۸۰، ۶۸۰ تا ۶۸۱، ۶۸۱ تا ۶۸۲، ۶۸۲ تا ۶۸۳، ۶۸۳ تا ۶۸۴، ۶۸۴ تا ۶۸۵، ۶۸۵ تا ۶۸۶، ۶۸۶ تا ۶۸۷، ۶۸۷ تا ۶۸۸، ۶۸۸ تا ۶۸۹، ۶۸۹ تا ۶۹۰، ۶۹۰ تا ۶۹۱، ۶۹۱ تا ۶۹۲، ۶۹۲ تا ۶۹۳، ۶۹۳ تا ۶۹۴، ۶۹۴ تا ۶۹۵، ۶۹۵ تا ۶۹۶، ۶۹۶ تا ۶۹۷، ۶۹۷ تا ۶۹۸، ۶۹۸ تا ۶۹۹، ۶۹۹ تا ۷۰۰، ۷۰۰ تا ۷۰۱، ۷۰۱ تا ۷۰۲، ۷۰۲ تا ۷۰۳، ۷۰۳ تا ۷۰۴، ۷۰۴ تا ۷۰۵، ۷۰۵ تا ۷۰۶، ۷۰۶ تا ۷۰۷، ۷۰۷ تا ۷۰۸، ۷۰۸ تا ۷۰۹، ۷۰۹ تا ۷۱۰، ۷۱۰ تا ۷۱۱، ۷۱۱ تا ۷۱۲، ۷۱۲ تا ۷۱۳، ۷۱۳ تا ۷۱۴، ۷۱۴ تا ۷۱۵، ۷۱۵ تا ۷۱۶، ۷۱۶ تا ۷۱۷، ۷۱۷ تا ۷۱۸، ۷۱۸ تا ۷۱۹، ۷۱۹ تا ۷۲۰، ۷۲۰ تا ۷۲۱، ۷۲۱ تا ۷۲۲، ۷۲۲ تا ۷۲۳، ۷۲۳ تا ۷۲۴، ۷۲۴ تا ۷۲۵، ۷۲۵ تا ۷۲۶، ۷۲۶ تا ۷۲۷، ۷۲۷ تا ۷۲۸، ۷۲۸ تا ۷۲۹، ۷۲۹ تا ۷۳۰، ۷۳۰ تا ۷۳۱، ۷۳۱ تا ۷۳۲، ۷۳۲ تا ۷۳۳، ۷۳۳ تا ۷۳۴، ۷۳۴ تا ۷۳۵، ۷۳۵ تا ۷۳۶، ۷۳۶ تا ۷۳۷، ۷۳۷ تا ۷۳۸، ۷۳۸ تا ۷۳۹، ۷۳۹ تا ۷۴۰، ۷۴۰ تا ۷۴۱، ۷۴۱ تا ۷۴۲، ۷۴۲ تا ۷۴۳، ۷۴۳ تا ۷۴۴، ۷۴۴ تا ۷۴۵، ۷۴۵ تا ۷۴۶، ۷۴۶ تا ۷۴۷، ۷۴۷ تا ۷۴۸، ۷۴۸ تا ۷۴۹، ۷۴۹ تا ۷۵۰، ۷۵۰ تا ۷۵۱، ۷۵۱ تا ۷۵۲، ۷۵۲ تا ۷۵۳، ۷۵۳ تا ۷۵۴، ۷۵۴ تا ۷۵۵، ۷۵۵ تا ۷۵۶، ۷۵۶ تا ۷۵۷، ۷۵۷ تا ۷۵۸، ۷۵۸ تا ۷۵۹، ۷۵۹ تا ۷۶۰، ۷۶۰ تا ۷۶۱، ۷۶۱ تا ۷۶۲، ۷۶۲ تا ۷۶۳، ۷۶۳ تا ۷۶۴، ۷۶۴ تا ۷۶۵، ۷۶۵ تا ۷۶۶، ۷۶۶ تا ۷۶۷، ۷۶۷ تا ۷۶۸، ۷۶۸ تا ۷۶۹، ۷۶۹ تا ۷۷۰، ۷۷۰ تا ۷۷۱، ۷۷۱ تا ۷۷۲، ۷۷۲ تا ۷۷۳، ۷۷۳ تا ۷۷۴، ۷۷۴ تا ۷۷۵، ۷۷۵ تا ۷۷۶، ۷۷۶ تا ۷۷۷، ۷۷۷ تا ۷۷۸، ۷۷۸ تا ۷۷۹، ۷۷۹ تا ۷۸۰، ۷۸۰ تا ۷۸۱، ۷۸۱ تا ۷۸۲، ۷۸۲ تا ۷۸۳، ۷۸۳ تا ۷۸۴، ۷۸۴ تا ۷۸۵، ۷۸۵ تا ۷۸۶، ۷۸۶ تا ۷۸۷، ۷۸۷ تا ۷۸۸، ۷۸۸ تا ۷۸۹، ۷۸۹ تا ۷۹۰، ۷۹۰ تا ۷۹۱، ۷۹۱ تا ۷۹۲، ۷۹۲ تا ۷۹۳، ۷۹۳ تا ۷۹۴، ۷۹۴ تا ۷۹۵، ۷۹۵ تا ۷۹۶، ۷۹۶ تا ۷۹۷، ۷۹۷ تا ۷۹۸، ۷۹۸ تا ۷۹۹، ۷۹۹ تا ۸۰۰، ۸۰۰ تا ۸۰۱، ۸۰۱ تا ۸۰۲،



**اُعراب:** (ح) عربی نحو کی اصطلاح، جس نے بحرفہ بالعموم "inflection" کیا جاتا ہے، لیکن جس کا مفہوم اس سے بہت زیادہ محدود ہے، لیونکہ اسماء میں اس کا اطلاق صرف ان کی حالت رفعی، نصبی یا حرّی کی تشکیل پر ہوتا ہے۔ واحد، تشدید، جمع پر نہیں۔ اور افعال میں اس کا تعلق محض مضارع [کے صغوں میں آخری صرف] کی محال حالوں کے ناظمی فرق سے ہوتا ہے؛ لہذا اس کا اطلاق، حسا لہ فلوجل *Die gramm. Schulen der Araber*، ص ۱۵، بے غلطی سے فرض کر لیا ہے، فعل کی بدلتی و ثابت اور اس کے محال پر وں کی تشکیل پر نہیں لیا جاتا بلکہ ثابت، حاضر و مستقبل سکلوں کے بنائے پر بھی نہیں، جنہیں اسے اسمی عناصر سمجھا جاتا ہے جس کا اصل عمل پر اضافہ کر دیا گیا ہے [یعنی صائری متصلہ]۔

عرب نحویوں کے حوالہ کے مطابق عملاً اُعراب جہاں بھی واقع ہو سہلے سے نہ فرض کر لیا جاتا ہے نہ اس کا مؤثر سبب کوئی عامل [رک ناں] ہے۔ اُعراب کے مقابلے میں بناء [رک ناں] ہے، جس کا اطلاق ان سبب الفاظ پر ہوتا ہے جو بدلہ لے کر بحرفہ اُعراب کے اپنی شکل قائم رکھتے ہیں، خاصہ کہ کسی لفظ کو اس اعتبار سے مغرب یا مسمی کہتے ہیں کہ اس پر اُعراب آسکتا ہے یا نہیں؛ لہذا عامل اور اُعراب کو دو ایسے تصور سمجھنا چاہیے جس کے گرد عرب نحویوں کا نظریہ نحو چکر لگتا ہے۔ جہاں نہیں بھی صریح اور نحو (اس کے محدود مفہوم) میں فرق لیا جاتا ہے وہاں نظریہ اُعراب کو (جیسے کہ علی الحرحانی: کتاب التعریقات، ضع فلوجل *Flugel*، ص ۶۱ س ۱۰۰ - میں بجا طور پر لیا گیا ہے) ہمارے خیال کے برعکس، بصرف سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ دوسری جانب علم النحو کو بھی فی الواقع علم الاُعراب بھی کہہ دیتے ہیں (فلوجل

ترکیب مدار ابراہ) بھی کہتے ہیں۔ حکومت کا عظیم اعلیٰ ہوئے کی وجہ سے اسے بہت وسیع احکامات حاصل بھیے اور بادشاہ کا کوئی فرمان اس کی سہر کے بغیر معتبر نہ سمجھا جاتا تھا۔ اس کی نسبت چونکہ سرنا سر اپنے آقا کی حوسودی پر موقوف ہوئی تھی اس لیے اس کا منصب حدیث زیادہ معرض خطر میں رہا تھا۔ بادشاہ ۵ مقرر کردہ ایک محاسب (ناظر) بگرام) اس کے نائب کی حیثیت سے رہا کرتا تھا۔ وزیر اعظم کی جائے حکومت اصحاب میں سامعی محل کے قریب بھی اور اسی کی دیوڑھی میں وہ لوگوں سے ملاقات لیا کرتا تھا۔ دربار عام کے موقع پر وہ بادشاہ کی دائیں جانب ٹھہرا ہوتا تھا اور جب بادشاہ کی سواری سہر سے گزرتی تو اس وقت بھی وہ بادشاہ کی دائیں طرف رہتا تھا؛ اسی وجہ سے اس کا نام "وربر راست" پر لیا گیا۔ جب وہ معزول ہوتا تو اسے کسی اور سہر میں حلا وطن کر دیا جاتا، جہاں وہ ایک معمولی سہری کے طور پر زندگی بسر کرتا تھا۔ اس کی سخواہ ایک معتد رقم پر مشتمل ہوتی تھی، جسے رسوم لیا جاتا تھا۔ یہ رقم وہ ان حواس نا فائز کے سرداروں سے سالانہ وصول لیا کرتا تھا جس کے مفاد کی دربار میں نگہبانی اس بے اپنے دینے لے رہی ہو۔ ۱۶۵۰ء میں اس کی آمدنی کا اندازہ ۹۰۰ سے ۱۰۰۰ ٹومان یا ۱۴۰۰۰ سے ۱۶۰۰۰ پاؤنڈ تک لیا گیا تھا۔

مآخذ (۱) *Amoenitates exoticae* Koempffer

ص ۶۰ بعد؛ (۲) *Voyages Tavorner*، ۲: ۲۹۶ (۳)

*Voyages en Perse* · Chardin (طبع ۱۷۱۱ء) ۶۰: ۹۲

*Eastate de la Perse* · P Raphaël du Mans (۴)

ص ۱۴، ۱۵؛ (۵) *Nouvelles relations du Pouillet*

*Levant* (پیرس ۱۶۹۸ء) ۲: ۲۱۱۔

(ہوار *CL HUART*)

اُعراب: دیکھئے ندوی۔

Gramm. Schulen. Flügel، ص ۱۰۵، حاشیہ ۱)۔

جہاں تک نحوی بصورت کا تعلق ہے اعلیٰ یورپ اور عربوں میں ایک مرید فرق نہ ہے کہ مؤخراند کر کے ہاں حالِ اسم (case) اور حالِ فعل (mood) کے لئے کوئی جامع اصطلاحات نہیں ہیں، بلکہ وہ بلا اسماء اسم اور فعل کی مختلف حالتوں کے لئے ایک ہی سی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں، بشرطیکہ ان کے صوبی کردار یکساں ہو۔ یہ اصطلاحات اسماء جمعہ کے ثلاثی مجرد واحد کی اسمی حالتوں کی آئری حرکات سے احد کی حاسی ہیں اور اسی طرح فعل صحیح کے مضارع کی فعلی حالتوں کی غیر الحاقی [یعنی بلا ضمائر مشملہ] اسکل سے چنانچہ اس کے سحرے میں حد۔

دبل بضم بن حای ہے: (۱) رفع (صمہ) = حالِ باغی (مبلا رَحَل) اور مضارع مرفوع (Indicative) (یَقْل) (۲) حر (نصرہ) = حالِ اصافی (رَحَل) (۳) نصب (مجد) = حالِ مفعولی (رَحَل) اور مضارع منصوب (یَقْل) (۴) حر (عدم اعراب) = مضارع محروم (یَقْل)۔

یہ تیرہ اقسام میں سے پہلی تین دراصل محض حرکات (vowels) کے نام ہیں۔ اس حسب سے ان کا استعمال قدیم نحویوں کے ہاں کثرت پایا جاتا ہے۔ اور اعراب کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ انہیں کسی لفظ کے درہ یابی حروف کی حرکات کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ استعمال سیویہ کے ہاں بھی پایا جاتا ہے، حالانکہ اس نے صراحت یہ اصطلاحات اعراب کے لئے مخصوص فرار دی ہیں (۱: ۲ س ۳)۔

نہر حال سیویہ کے ہاں ان کے عام استعمال سے ثابت ہوتا ہے کہ انہیں اُس زمانے میں بھی ان کے متواری حالات اسمی (cases) و فعلی (moods) کے لئے حقیقی اصطلاحات سمجھا جاتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ سیویہ نے یہ اصطلاحات ایسی حالتوں میں بھی استعمال کی ہیں، جہاں نصریف مدرجہ بالا حرکات سے بالکل مختلف طریقے سے کی گئی ہو: مثلاً

جمع مذکر سالم کی حالِ رسمی (مُسَلِمُونَ) کو رفع اور مفعولی و اصافی (مُسَلِمِينَ) کو [حسب موقع] کبھی حر اور کبھی نصب کہا گیا ہے، حالانکہ یہ عرب نحویوں کے نزدیک یہاں نصریف حروفِ عتب 'و' اور 'ی' کے درمیان ہوتی، عیسہ بھی صوبہ شہ کی ہے۔

اسماء میں اسم مجرد (وسیع ارس معنی ہیں، یعنی شمول جمع مکسر) کی قسمیں بلحاظ نصریف دو ہیں: اسم نا نہ منصوب ہو، یعنی اس پر تینوں حرکات آئیں کسی (triptote) اور تیس بھی نا نہ منصوب ہو، یعنی اصافی اور مفعولی دونوں حالتوں میں اس پر صرف فتح آئے گی (diptote) اور تیس بھی نہیں آئے گی۔ اس سلسلے میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اسماء ثلاثی مجرد معتل اللام، (مبلا عصا) میں تینوں حالات میں حرکات میں نہ ہوتی تھیں، لیکن پھر بھی بعض معشہ مواضع صوبی سے کام لے کر ان کے متواری اسماء سالمہ سے مطابقت دے دی جاتی ہے اور مؤخراند کر کے طرح انہیں۔ اگرچہ تکمیل شدہ نظام [نحوی] کی رو سے محض مدبراً مغرب سمجھا جاتا ہے، بلکہ منصوب اور عرسصرف بھی۔ علاوہ ارس اسم (مغرب) کا اعراب ناقابلِ تغیر نہیں، مثلاً رَحَل نوا کرچہ عموماً مغرب مانا گیا ہے، مگر اس کے ناوجود مبادی کی صورت میں یا رَحَل اور لا یقی جس کے ساتھ لا رَحَل تھا میں عرب نحوی رَحَل اور رَحَل نو حالِ رفع اور نصب میں شمار نہیں کرتے بلکہ انہیں مخصوص نوع کے مبی فرار دیتے ہیں۔ عرب نحوی کی توجہ ہمیشہ [کسی لفظ کی] انفرادی شکل پر مرکوز رہتی تھی، نہ کہ کسی نظامِ اعراب و نصریف میں اُس لفظ کے مقام پر جس کے لئے اُس کے پاس کوئی نام ہی نہیں۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ مضارع میں بھی وہ جمع مؤنث عائت اور

جمع مؤنث مخاطب کے صیغوں (يَقْتُلْنَ اور تَقْتُلْنَ) کو مبنی شمار کرتا ہے، کیونکہ ان میں نون مفتوحہ سے پہلے، جسے صمیر کا قائم مقام سمجھا جاتا ہے، فعل میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا اور یہی صورت سالم مادوں کی تینوں حالتوں (cases) میں رہتی ہے۔ مضارع کے دوسرے صیغوں میں، جن کے آخر میں ی، ا، یا ون آئے ہیں، ہ، ہ اور ہ، یا عرب صورت کے مطابق حروف ی، ا اور و کو صمیر فاعلی کا قائم مقام مانا جاتا ہے۔ اور ن کا مع ابی حرکت کے نامی رہا علامت رفع سمجھا جاتا ہے اور اس کا سقوط علامت حرم بعد از آن علامت نصب۔ عرب نحوئیوں کے ہاں فعل کی ناکندی (energetic) حالت کا کوئی علیحدہ نام نہیں رکھا گیا، بلکہ ان کے ہاں ناکند کے لیے محض مضارع کے آخر میں نون ناکند (نون مؤکدہ) لگا دنا جاتا ہے اور اس نون سے پہلے فعل مضارع، ہی ہو جاتا ہے۔ چونکہ ان کا یہ نون کوئی سبکی نہیں ہو جبرہ فعل ن جاتا ہو، بلکہ اسے ایک علیحدہ حرف سمجھا جاتا ہے، اس لیے عربی جو میں حالت ناکند کا ذکر حروف کی بحث میں لیا جاتا ہے، جو ہمارے لیے ایک عربانوس سی بات ہے۔

مؤخر عرب نحوئیوں نے اس مسئلے پر بہت دماغ سواری کی ہے نہ اس مظہر لسانی کا نام، جس پر یہاں بحث کی گئی ہے، اعراب کون رکھا گیا، اور مختلف، لیکن عربی لسانی، توصیفات لسانی کی ہیں (فتن ابن الأثری: اسرار العربیہ، ص ۹ و ۱۰) (بعد - Wetzstein (Ztschr f Völkerpsychologie، ۷: ۱۶۱) کی رائے میں اعراب کے معنی ندوی مانا، یعنی بدویوں کی زبان میں مستقل کرنا، ہیں۔ روپن Rosen V v (ZDMG، ۲۸: ۱۷۰) نے بھی اسی طرح اس کا مفہوم ”خالص ندوی عرب کی طرح بولا“ لیا ہے۔ (Vollers: Volksprache und schriftsprache im alten

Arabien، ص ۱۴۱) Wetzstein کی رائے سے بالکل متفق ہے: دوسری جانب نوالدیکہ (Nöldeke Beiträge zur semitischen Sprachwissenschaft، ص ۵) کہتا ہے کہ لفظ اعراب کا بدویوں سے انتساب، اس لحاظ سے کہ اس وقت صرف وہی ایسے لوگ تھے جو خالص عربی بولتے تھے، ”بقسماً ممکن ہو ہے، لیکن یقینی نہیں“۔ ہو سکتا ہے، یہاں جو چیز ندیبی ہے وہی اغلب بھی ہو، یعنی فعل اعراب، (جس کا مصدر اعراب ہے) کے ابتدائی معنی ہوں معرب کرنا، کسی لفظ کو عربی صورت دینا۔ لفظ کو صحیح عربی لہجے میں ادا کرنا۔ اس لفظ کو عام طور پر علماء نے اور خصوصاً کے ساتھ سببہ نے بھی عربی کے معنی میں استعمال کیا ہے، یعنی احسی الفاظ کو کسی قدر تغیر کے ساتھ لفظ عربی میں داخل کر لیا، ایسی صورت میں بدویوں کے ساتھ اس لفظ کے تعلق کا کوئی امکان ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ عرب اور عجم، عرب عرب اور عرب کے درمیان فرو بالکل واضح ہے۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ علوم عربیہ کا گہوارہ عراق تھا، جہاں کی آبادی مشتر آرمی اور ایرانی تھی، اور ان کی زبان میں اسم اور فعل کی مختلف حالتوں (cases اور moods) کا بالکل کوئی اسباب نہ تھا، نہ یہ کہ یہ چیز ان ندوی زبانوں کے برعکس، جن سے وہ واقف تھے، عربی زبان کی نمایاں ترین خصوصیت تھی ہوگی، کیونکہ اس کی خاصی سہادت موجود ہے کہ عرب عربیوں کے لیے، جن میں سے خاصے لوگ علماء علم لسان ہوئے، یہ چیز خصوصیت سے دشوار بھی، بلکہ نون کہیں ایک سبک راہ معلوم ہوئی تھی، اس صورت میں یہ بات بالکل طبعی معلوم ہوگی کہ اعراب، بمعنی عربی، کے مفہوم کو تنگ کر کے اسے مذکورہ بالا محدود اصطلاحی معنی دے دیے گئے، گویا دراصل اعراب، بمعنی عربی، xat' éðoxήv ہی ہے۔

مؤخر عرب نحوئیوں نے اس مسئلے پر بہت دماغ سواری کی ہے نہ اس مظہر لسانی کا نام، جس پر یہاں بحث کی گئی ہے، اعراب کون رکھا گیا، اور مختلف، لیکن عربی لسانی، توصیفات لسانی کی ہیں (فتن ابن الأثری: اسرار العربیہ، ص ۹ و ۱۰) (بعد - Wetzstein (Ztschr f Völkerpsychologie، ۷: ۱۶۱) کی رائے میں اعراب کے معنی ندوی مانا، یعنی بدویوں کی زبان میں مستقل کرنا، ہیں۔ روپن Rosen V v (ZDMG، ۲۸: ۱۷۰) نے بھی اسی طرح اس کا مفہوم ”خالص ندوی عرب کی طرح بولا“ لیا ہے۔ (Vollers: Volksprache und schriftsprache im alten



صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوتِ عامہ کا ذکر ہے اور میثاق شریعت سے میثاقِ مطرب کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

مآخذ: (۱) الطبری: تفسیر، قاہرہ ۱۳۲۱ھ، ۷:

۱۲۶ تا ۱۲۹: (۲) *The Men of the R Bell*

*A'raf* (در *MW*، ۱۹۳۲ء، ص ۴ تا ۸): (۳) آندریے

*Der Ursprung des Islams und des Tor Andrae*

*Christentum*، Uppsala، ۱۹۲۶ء، ص ۷۔ بعد

(برے R PART)

اعشار: دیکھیے عشر

الاعشى "سب نور" [وہ شخص جسے رات نو

کچھ نہ سوجھے، رہنماد] متعدد قدیم عرب شعراء کا لقب

(جس کی مجموعی تعداد سترہ ہے۔ دیکھیے الاعدی:

المؤلف، ص ۱۲ بعد: الاعرابی، بعد: اسارہ:

لسان العرب، ندیل مادہ)۔ ان میں سے ہر ایک

دسی بہ دسی قلمی سے متعلق ہے (عشی ہی قلات) اور

ان میں سے مشہور ترین، دعی الاعشى انکری (یا الفسی)

[رک باں] اور الاعشى ہمدان [رک باں]، بے علاوہ

مدرجہ ذیل قابل ذکر ہیں: (۱) الاعشى الناهلی

(عاصر بن الحارث بن رباح)، جسے ابن سلام: طبقات،

طبع ساثر، ص ۱۹۹، ۱۷۵ (مع حوالہ جات) بے اصحاب

المرانی میں شمار کیا ہے۔ سر دیکھیے الجحری۔

الخصامہ، بعد: اسارہ، ابو ربیع الفریسی، حمیرہ، ص

۱۳۵: الحاحط: الجوان، ۱: ۳۸: ابن السحری:

المجارب، قاہرہ ۱۳۰۹ھ، ص ۹ تا ۱۲، (۲)

الاعشى الماربی (عند اللہ بن الاغور) جس کا شمار اصحاب

رسول [صلی اللہ علیہ وسلم] میں ہے، دیکھیے ابن

حجر: الإصابہ، عدد ۲۲۰، (۳) الاعشى التھلی

(الأسود بن یقظ) [رک باں]، (۴) الاعشى الرعی

(عند اللہ بن حارثہ)، جو پہلی صدی ہجری (ساتویں

صدی میلادی) کا کوفی شاعر ہے، دیکھیے الاعرابی،

۱۶: ۱۵۵ تا ۱۵۷: نالیو *Letteratura C A. Nallino*

عدد اشاریہ، براکلمان *Brockelmann*: نکتہ، ۱: ۵

(۵) الاعشى التسانی، دیکھیے السحری: حما،

ص ۱۵۶، ابن سلام، ص ۳۷۷ و حوالہ جات

(۶) الاعشى التعلی (م ۵۹۲ / ۷۱۰ء)، دیکر

الاعرابی، ۹۸.۱۰ تا ۱۰۰: ابن قتیبہ: عم

۳: ۲۶۳، براکلمان *Brockelmann*: نکتہ، ۱: ۵

(۷) الاعشى السلمی، دوسری صدی ہجری / آٹھ

صدی میلادی کا ایک شاعر، دیکھیے الحاحط: العیو

عدد اسارہ، (۸) الاعشى الطرودی (یا انطرودی

ایاس بن عامر، دیکھیے المعدادی: حراہ، ۱: ۱

تا ۳۱۲ [وطح نواف، ۱: ۱۶۵ تا ۱۶۶]۔

(ادارہ)

الاعشى . [ابو بصیر] مثنویں میں

حدل، مشہور قدیم عرب شاعر، حو فیاض انکر

وائل [رک باں] کی ساح میں بن ثعلبہ سے ہو

[اس کا ناب میں قبل الجوح لہلہا تھا، اس

دہ وہ ایک عمار میں رہا ہو سر بھوکا بہ

سر کا تھا]۔ وہ ۷۵۰ء میں مقام ذرنی *rnā*

بدا ہوا، حو جلسان مہو حہ (راض سے حہ،

حبوب) کا ایک قصہ ہے اور وہیں ۶۲۵ء میں

ہوا حسا اس کے لقب سے ظاہر ہوتا ہے،

آنکھ کی ٹوٹی ہماری بھی، جس کی وجہ سے وہ حو

ہی میں بالکل اندھا ہو گیا تھا۔ اوائل عمر

وہ گھر سے دولت کی تلاش میں نکلا اور عالتا بسد

بحار برسوں سفر میں رہا۔ اسی نہانے سے وہ نالا

اور ربیع غرا، سام، حو بنی عرب اور حسہ

حکہ پھرا۔ حب وہ نابیا ہو گیا تو صرف اس

مں دریعہ معاش رہ گیا، یعنی قصیدہ گوٹ

لیکن اس حالت میں بھی اس بے سفر کے: چنانچہ

حیرہ کے عامل ایاس بن قتیبہ (م ۶۱۱ء) کے

گیا، فس بن معذیکربہ (الاشعث کے والد) سے

حصر سوب گیا اور حودہ بن علی کی ملاقات

میں اس نے [نو] شیان کو چھوڑ کر [نو] قیس بن ثعلبہ سے تعلقات قائم کر لیے، کیونکہ اُسے خیال تھا کہ [نو] شیان نے اس کے قبیلے کی اہانت کی بھی (۶، ۹)۔ یہی وجہ ہے کہ جب اُسے (چند سال بعد) خود اس کے وطن ہی میں ملزم ٹھہرایا گیا اور اُس کی ساتھ جانی رہی تو اُسے بہت صدمہ ہوا۔ درحقیقت وہ اس کے لیے بالکل یار تھا کہ معاملہ صلح صفائی کے ساتھ طے ہو جائے، لیکن اس کے مخالف نے یہ ستم بھایا کہ اس کے مقابلے میں ایک مشاعرہ کھڑا کر دیا، جس کا نام جہتہم (جہتہم، در اعانی) تھا۔ اَعشی اور جہتہم دونوں مکے کے قریب ایک محلے میں ٹھہرے ہوئے۔ جہتہم کے بھڑکائے پر ایک مجمع نے، جس کے پاس لوڑے اور سروں کے گڈھے تھے، اَعشی کو گھس لیا، مگر حب الاعشی کے شعر سے تو یہ لوگ ہکا بکا رہ گئے، کیونکہ ان اشعار میں اَعشی نے پہلی مرتبہ اپنے سلطان (ہمراہ) سے محفل کو ہموار ہونے کی احاطہ دی بھی (۱۸: ۱۰)۔ اس سے پہلے بھی اس نے ایک موقع پر حدی سے ایک فی البدیہ نظم کہہ کر ایک نڑے خطرے سے اپنی جان بچائی بھی (یہ نظم سموال [رک ناں] کے بارے میں تھی)۔ اس کے بعد اُس نے عامر بن الطفیل [رک ناں] اور علقمہ بن علائکہ کے نامی جھگڑے میں۔ معلوم نہیں ان کی مرضی سے یا بغیر مرضی کے۔ مداخلت کی بھی (۱۸: ۱۹)۔ اس نے ہارہ (عظمان [رک ناں]) کے عینہ اور حارحہ کی رتوں میں ستار کے مقابلے میں، جو ہارہ ہی کا مشہور سردار تھا، حمایت کی (۲۰، ۲۷ تا ۳۷)۔ Oriens - : ۳۲ - یہ واقعہ غالباً ۶۲۰ تا ۶۲۹ء کے شروع میں ہوا۔ جیسا کہ ۱: ۳۹ و ۳۲، ۳۵ و ۵۰: ۶۲ تا ۶۳ و ۱۳: ۳۳ سے ظاہر ہوتا ہے، اَعشی عیسائی تھا [۹]۔

اس شاعر کی تعلیم حیرۃ میں ہوئی تھی۔

بہمچا، جو یمامۃ کے ایک علاقے الحو Djauw کا حاکم تھا۔ وہ آغار جوانی ہی میں قصیدہ گوئی کے درجے قسمت آزمائی کر چکا تھا، لیکن اس کا پہلا قصیدہ، جو حیرہ کے شاہراہہ الاثود (برادر بادشاہ نعمان) کی سدگاہ فتح کی مبارک باد میں لکھا گیا تھا، بظاہر چنداں کامیاب نہیں ہوا۔ یہ سانس ساسی جھگڑوں میں بہت زیادہ الجھا ہوا تھا۔ جب ادباء نعمان کو روال ہوا (۱، ۵ تا ۲، ۴) تو [نو] نکر نے عراق کی سرزورہ زمین پر دھاوے مارا۔ شروع کر دیے۔ یہ زمین قراب کے نمارے کنارے پہلی ہوئی تھی، جہاں اَعشی رہا تھا۔ مگر شیان بن ثعلبہ کے ساتھ، جو ایک طاقتور رئیس تھا اور اس علاقے کا حصہ دار تھا جہاں دو کمر حارحہ بدوش قیس بن ثعلبہ کے ساتھ کرمی گزرے جایا کرتے تھے۔ [ایک مرتبہ] حب خسرو ثانی، اہ ابراہ، نے اس سے یرعمال (hostages) طلب کیے تو اس نے اسے ایک گستاخانہ جواب لکھا اور دھمکی دی کہ وہ وادی قراب کو نہیں نہیں لڑے رکھ دے گا۔ ایسی ہی حراب نے ساتھ وہ قس اُس مسعود سے بھی پس آیا، جو شیان کا سردار تھا، اور جس نے قصبات کے بوجھ تلے دب کر دربار شاہی کی طرف رجوع کیا تھا (عدد ۳۴، ۲۶)۔ اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ یہ شاعر دوقار کی لڑائی (۴۰، ۴) کا باعث بنا۔ اگر منتشر اور بحریف سہ اشعار، عدد ۳۲، ۵۰، میں درحقیقت ایاس بن قیسہ کی طرف اشارہ ہے، تو پھر شاید اس اشعار کے پیچھے بھی وہی سرگرم کار تھا جس کی وجہ سے فانیان دوقار دوبارہ ابراہ کے زیر اثر آ گئے۔ اپنے وطن کے اندرونی معاملات میں اس نے حب کے حائر وارث شاہراہہ ہودہ کی، جس کا وہ سمون احسان تھا، حمایت اور طرف داری اور عاصب حارث بن وعلہ کی تصحیک کی (عدد ۲، ۳ تا ۶، ۳۰)۔ اسی اثناء

[الأعشى آغار اسلام تک زندہ تھا چنانچہ روایت ہے کہ وہ رسول اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قول اسلام کے ارادے سے گھر سے چلا، لیکن بعض لوگوں کے بہنڈے سے اس نے اپنا یہ ارادہ سال بھر کے لیے ملتوی کر دیا، مگر سال حتم ہوئے سے پہلے ہی وہ مر گیا۔ ایک اور روایت یہ ہے کہ وہ صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلعم سے ملاقات کو نکلا تھا۔ راستے میں اُسے ابو سفیان مل گیا، جس نے اُسے سو سرخ اونٹ دے کر واپس جانے پر راضی کر لیا، کیونکہ اُسے یہ اندیشہ ہوا کہ ایک ایسے فادر کلام شاعر کے اسلام لے آنے سے مسلمانوں کو بہت فواید ہو جائیں گے۔ واپس جانے ہوئے وہ یمن کے قریب کسی مقام پر اونٹ سے گر کر ہلاک ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اُس سے رسول اللہ صلعم کی مدح میں یہ اشعار بھی کہے تھے:

ألم تكمحل (لم يعمص) عسا ف ليلة ارمدا

و عاد ف ما عاد السلم المسهدا

و ألب لا ارثي لها من كلاله

ولا من حفي حفي حرور محمدا

نبي بري ما لا يروو و ذكره

آغار لعمرى في السلا و ابجدا

(دیکھئے اس قصہ: الشعر و السعيراء، لاڈل ۱۹۰۲ء، ص ۱۳۵ تا ۱۳۶، الأعشى، ۸: ۷۶ تا ۸۷؛ سامی نک: قاموس الأعلام، ۲: ۹۹۵، ب، وغیرہ)۔ اس کا کوئی صریح ثبوت نہیں کہ وہ مدحاً عسائی تھا۔ مقالہ نگار نے جس اشعار کی بناء پر یہ نتیجہ نکالا ہے ان میں محض وجود ناری تعالیٰ کا عقیدہ اور بعض دیگر ایسے عقائد پائے جاتے ہیں جو عربوں کے ہاں حضرت اسماعیلؑ کے زمانے سے نامی چلے آئے تھے اور جس کا اظہار کئی دوسرے جاہلی شعراء کے کلام میں بھی ہوا ہے، اگرچہ

جہاں دامتائ کوئی اور شاعری کی روایت تمام دوسرے قبائل کے مقابلے میں وسیع تر تھی۔ اس کے اسلوب میں مصباح و بلاغ پائی جاتی ہے اور کبھی کبھی خاصا فصیح بھی (خصوصاً قصیدہ، عدد ۱، میں)۔ اس سلسلے میں وہ صوبی رجعات اور غیر رباعیوں (فارسی) کے پرشکوہ الفاظ کو ترجیح دیتا ہے اور اسی طرح اثر انداز مقطعوں کو بھی۔ بعض اوقات وہ قصیدے کے روایتی موضوعات سے بڑے مستحکم انداز میں بے اعتنائی برتا ہے۔ وہ محفل قسم کے کنایات و تلمیحات پسند کرتا ہے، مثلاً قصیدہ عدد ۹ کا مطلع: [مَرْتَرَةٌ وَدَعْمَا وَ إِنْ لَأَ لَانِيْمَ] قاری نو اس کے لیے بار در دیا ہے کہ یہی موضوع، محض الفاظ (motto) کو ہلٹ کر، قصیدہ عدد ۶ میں دوبارہ آئے گا [وَدَعْ هَرِيرَه اَنْ الرَّ لَبْ، مرجل]۔ مکہ [مکرمہ] کی تعریف [۱۰: ۳۵ تا ۳۶] اور عطفان کے سرداروں کی مدح (۲۰: ۲۷ تا ۳۷) دونوں کو کسی لحاظ سے اہم نہیں کہا جاسکتا، لیکن ان سے یہ بنا جاتا ہے کہ الأعشى اس زمانے میں نہاں تھا، کیونکہ ان دونوں موقعوں پر اس کے پاس اپنے وطن سے دور رہنے کے کافی وجوہ تھے۔ علاوہ بریں پہلے قصیدے سے اس حکم کا پتا ملتا ہے جہاں وہ حبشہ سے برسرِ پیکار ہوا، اور دوسرے سے رآن کی مخالفت کا ارادہ ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ عطفان کے سرداروں کی مدح کرے وہ اس بے رآن کا نام نظر انداز کر دیتا ہے۔

اس شاعر کو ظاہر سب سے پہلے اپنے گم نام (عسائی؟) شاگردوں اور محرموں سے واسطہ پڑا، جو الاعتصاف کی سرپرستی حاصل کرنے کے امدوار تھے۔ اس کے دیوان کا دوسرا حصہ (عدد ۵۲ تا ۸۲) انہیں کے ساتھ فصائد سے بھرا پڑا ہے، گو پہلے حصے میں بھی اکثر ایسے قصیدے موجود ہیں جنہیں صحیح طور پر الأعشى کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

الأشعث کے زیر قیادت اُعشی نے حو کارگری دیکھائی وہ سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اُعشی اس جنگ میں شامل تھا حو ترکوں کے مقابلے میں لڑی گئی۔ اس جنگ میں وہ مدد کر لیا گیا، لیکن وہاں سے ایک ترک حو کی مدد سے نکل بھاگا، اسے اس سے محبت ہو گئی تھی۔ جب اس الأشعث نے الحجاج کے خلاف خروج کیا تو اس نے ربا ساعر نے ہجوئے نظمیں لکھ کر اُس کی مدد کی۔ ر الحجاج کی مصلحتوں لڑائی میں بددستی سے ان لوگوں کو شکست ہوئی۔ اس الأشعث نے راہ فرار ہمار کی اور اُعشی گرفتار ہو کر الحجاج کے سامنے پیش کیا گیا، جس نے فوراً اسے اُس کے ہجوئے اسعار یاد دلوائے۔ ساعر نے فی المذیبہ نملی آس اسعار پڑھے، لیکن ان کا ثبوتی نسخہ نہ نکلا اور الحجاج کے حکم پر اسے اسی وقت سرائے موت دے دی گئی (۵۸۳/۵۰۲ء)

اُعشی ہمدان کی حو سطومات ہم کہ پہنچی ہیں وہ اس کے کارناموں اور سیاسی حدیث کی آسندار ہیں۔ اس کی ساعری کا پاند، حو بعت ہے نہ مدنی ساعر کی حدبندی سے متاثر نہیں ہوئی، خاصا بلند ہے اور یہ بات اس کی حسہ دارانہ نظموں اور غسمہ ساعری [سب] کے روایتی موضوعات کو ناں کرے دونوں پر صادق آتی ہے۔ اس کے الفاظ کی صاحب و ارداہ کا روز موضوعات کی ادائیگی کو بھی خاصا دل کس بنا دینا ہے۔

مأخذ: (۱) الأعشى، ۱۴۶: ۵، بعد، ۱۶۲، بعد؛ (۲) السعدی: ترجمہ، ۳۵۵: ۵، بعد؛ (۳) الطبری، بعد؛ اشاریہ؛ (۴) دیوان الاعشى، طبع R Geyer، لندن ۱۹۲۸ء، ص ۳۱۱ تا ۳۳۵ (۵۰ قصیدے)؛ (۵) تراکلمان، ۶۲: ۱، تکملہ، ۱: ۹۵؛ (۶) Abriss Rescher، ۱: ۱۴۹ تا ۱۵۰؛ (۷) Der Guido Edler von Goutta، مقالہ Aganartikel über 'A'sà von Hamdān

الأعشى، ۸: ۷۹، کی ایک روایت کی رو سے الاعشى مدری تھا اور اس نے یہ عمدہ حیرہ کے عسائی عادیوں سے سکھا تھا، جس سے وہ سراب حریدا کرنا تھا: چنانچہ وہ کہتا ہے: استأثر الله الوفاء والعدل وولى الاملاءه الرحلا۔ وہ سراب نوسی کا بہت دلدادہ تھا اور سراب کی تعریف میں اس کے اسعار اسی نوعیت کے بہترین اسعار میں شمار ہوئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی وفات کے بہت بعد تک رنگین سراج بوحوان مسموحہ میں اس کی قبر کے پاس بٹھ کر شراب نوسی پیا کرتے تھے اور اب اسے اسی بیالوں میں سے لکھ سراب اس کی قبر پر ہی لکھا رہا کرتے تھے، الأعشى، ۸: ۸۶]۔

مأخذ: (۱) دیوان الاعشى، طبع R Geyer (وقیفہ گب، سلسلہ حدید، لندن ۱۹۲۸ء؛ (۲) تراکلمان، ۱: ۳۷، تکملہ، ۱: ۶۵ تا ۶۷؛ (۳) محمد بن سلام، طبقات، ص ۱۸، بعد؛ (۴) Oriens Caskel، ۷: ۳۰۲؛ (۵) ان قبیلہ: السفر والشعر، طبع دحویہ de Gneje، لاہنڈ ۱۹۰۲ء، (۶) الأعشى، ج ۸، (۷) سامی نک، قاتوس الاعلام، ۲: ۹۹۵-ب]۔

(کاسکل W CASKEL [و ادارہ])

\* اُعشی ہمدان: اصل نام عبدالرحمن بن عبداللہ، ایک عرب ساعر، حو پہلی صدی ہجری/ سابعیوں صدی میلادی کے نصف آخر میں کوفے میں رہا تھا۔ ابتداء میں اس کا شغل درس قرآن و حدیث تھا۔ اس کی سادی مشہور عالم دین السعفی کی نہیں سے ہوئی تھی اور حود السعفی کی سادی اُعشی کی نہیں سے۔ بعد ازاں اُس کی توجہ زیادہ تر ساعری پر مرکوز رہی اور حب کہی موقع ملتا، وہ یمیں فائل کی ترجمانی کیا کرتا تھا۔ اس نے ان لڑائیوں میں عملی حصہ لیا حو الحجاج کے عہد ولایت میں لڑی گئیں اور معلوم ہوا ہے کہ مکران کی ایک مہم میں اس کی صحت پر مصر اثر پڑا۔ عبدالرحمن بن



Freiburg، ج ۱ - ب، ۱۹۱۲ء میں الاعشی کے تقریباً سب  
ہی محفوظ نمائند کا ترجمہ موجود ہے۔

(A. J. WENSINCK اور G. E. VON GRUNERBAUM)

✓ اعظم گڑھ : اُتر پردیش (بھارت) میں ایک  
شہر، جو اسی نام کے ضلع کا صدر مقام بھی ہے۔ یہ  
شہر ۲۶° - ۵' عرض بلد شمالی اور ۸۳° - ۱۲' طول  
بلد مشرقی در دریاے بنارس کے کنارے پر واقع ہے،  
جو اپنی ناہی حیر اور مونس طعنائوں کی وجہ سے  
ہندنام ہے۔ اس شہر کو راجپوتوں کے ایک نارسوج  
خاندان کے ایک فرد اعظم خاں اول نے ۱۰۷۶ھ /  
۱۶۶۵ - ۱۶۶۶ء میں آباد کیا۔ اس خاندان کے  
مورث اعلیٰ انھماں سنگھ نے جہانگیر کے عہد  
(۱۶۰۵ء / ۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۷ء / ۱۶۲۷ء) میں  
دین اسلام قبول کر لیا تھا اور اس کا نام دولت خاں  
رکھا گیا تھا۔ ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے مطابق  
شہر کی آبادی ۲۶۶۳۲ اور ضلع کی آبادی  
۲۱۰۲۳۳ بھی ہے۔ اعظم خاں اول کے جانشینوں اور  
اودھ کے نوابوں کے درمیان سیاسی اقتدار کے لیے  
جنگ و جدال کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر کار ۱۱۷۵ھ /  
۱۷۶۱ - ۱۷۶۲ء میں حوٹپور کی لڑائی میں  
اعظم گڑھ کا راجا اور نظام آباد (اودھ) کا عامل  
(محصل دار) دونوں مارے گئے۔ اس کے بعد  
غازی پور کے حکمران فضل علی خاں نے اعظم گڑھ  
پر قبضہ کر لیا۔ حب شجاع الدولہ [نواب اودھ] نے  
۱۱۷۸ھ / ۱۷۶۳ - ۱۷۶۵ء میں نکسر کے مقام  
پر برطانوی فوجوں کے ہاتھوں شکست کھائی تو  
اعظم خاں دوم اپنی حدی جاگیر میں لوٹ آیا۔  
۱۱۸۵ھ / ۱۷۷۱ - ۱۷۷۲ء میں وہ دوبارہ ہو گیا تو  
اس کی ساری جاگیر مملکت اودھ میں شامل کر لی  
گئی۔ ۱۲۱۶ھ / ۱۸۰۱ - ۱۸۰۲ء میں اودھ کے  
نواب سعادت علی خاں نے یہ جاگیر ایسٹ انڈیا  
کمپنی کے حوالے کر دی۔ ۱۸۵۷ء کی فوجی بغاوت

میں یہاں سخت ہدامنی رہی؛ چنانچہ اس کے  
حل خانے پر حملہ کر کے وہاں کے تمام قیدی آزاد  
کر دیے گئے۔

اس شہر کی صرف دو عمارتیں، یعنی اعظم خاں  
اول کا شکستہ قلعہ اور ناربھویں صدی بھری /  
اٹھارھویں صدی میلادی کا ایک مندر قابل ذکر  
ہیں۔ اعظم گڑھ میں بڑی کثرت سے خطرناک  
سلاط آئے اور ناہی لائے گئے ہیں۔ ۱۸۷۱ء -  
۱۸۹۳ء، ۱۸۹۶ء، ۱۸۹۸ء، ۱۹۰۶ء کے سلاط  
خاص طور پر شدید تھے۔ یہ شہر ہندوؤں اور  
مسلمانوں کے ناہمی فسادات کی وجہ سے بہت  
ہندنام رہا ہے جو کثرت سے وقوع پذیر ہوئے ہیں۔

آج کل اعظم گڑھ انی علمی اور نباتی  
سرگرمیوں کی دولت مشہور ہے۔ یہاں دارالمنصفین  
(سلی اکڈمی) قائم ہے اور ایک ماہانہ اردو مجلہ  
معارف کے نام سے شائع ہوتا ہے۔

• مآخذ : (۱) Azamgarh District Gazetteer

۱۹۳۵ء، ص ۳۹ بعد (۲) Imperial Gazetteer of India

۱۹۰۸ء، ۶ : ۱۵۵ تا ۱۵۶، ۱۶۲ تا ۱۶۳، (۳) سلیمان

بدوی : حیات شلی، اعظم گڑھ ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء، ص

۵۰ تا ۵۵، (۴) گردھاری (لال)، انتظام راج اعظم گڑھ

(ایڈن برا یوبورسٹی کا مخطوطہ، شمارہ ۲۳)، (۵) امیر علی

رستوی، سرگربش راجہ خاں اعظم گڑھ (ایڈن برا

یوبورسٹی کا مخطوطہ، شمارہ ۳۷)، (۶) لاعلم : تاریخ

اعظم گڑھ (انڈیا آفس لائبریری، مخطوطہ، شمارہ ۳۸)؛

(۷) صاحب الدین عبدالرحمن : A History of Azamgarh

(ریپرٹس)۔

(برسی انصاری)

الاعظم الشتمری : دیکھیے الشتمری۔

الاعلیٰ : اعلیٰ کے لمبی معنی ہیں بلندی،

بلندترین۔ اس کی نایت علیا ہے اور جمع علی۔

الاعلیٰ قرآن مجید کی ستاسویں سورہ کا نام بھی ہے۔

الأعمش : ابو محمد سلیمان بن مہران، محدث

و قاری، حو ۵۶۰ / ۶۷۹ - ۶۸۰ء میں یا ۱۰  
محرم ۵۶۱ / ۱۰ اکتوبر ۶۸۱ء کو پیدا ہوا۔  
اس کا باپ ایرانی تھا۔ اس نے انکوفہ میں زندگی  
بسر کی اور غالباً ربیع الاول ۵۱۸ھ / مئی ۷۶۵ء میں  
موت ہوا۔ حدیب الرہری اور اس بن مالک سے  
سنی اور قراء میں اس کے اسناد مجاہد الشعمی،  
یحییٰ بن وثاب اور عاصم بنہے، حمزہ اس کا ساگرد  
تھا۔ اس کی "مراء"، حو اس مبعود اور اسی کی  
روایت کے مطابق بھی، "جودہ [مستلمہ] قراءوں کی  
مہرست میں شامل تھی۔

وہ [حضر] علیؑ کا بہت مداح تھا اور  
کہتے ہیں کہ ساعر السہ الحمری [رکہ نان]  
نے اپنی مدح میں حو قصائد لکھے ہیں ان کے لیے  
مواد ایسی بے مہا کیا تھا۔

مآخذ : (۱) ابن قتیبہ المعارف، قاہرہ ۵۱۳۰ھ /  
۱۱۹۳ء، ص ۲۱۸، ۲۳۰، ۲۳۹؛ (۲) ابن العزری :  
قراء، بمدد اشاریہ، (۳) التوری، ہدیب، ص ۶۵، (۴)  
ابن ابی داؤد، مصابیح، ص ۹۱؛ (۵) A Jeffery  
Materials، لائنڈ ۱۹۳۷ء، ص ۳۱۸، بعد؛ (۶)  
Introduction au Coran R Blachère، ص ۱۲۳، ۱۲۷  
(براکلمان C BROCKELMANN [و CII PELLAT])

الأعشى الطیلبی : "تبطلہ کا اندھا"،  
ابو العباس (یا ابو جعفر) احمد بن عبد اللہ بن  
ہریرہ العتبی (ناقیسی)، ایک اندلسی عرب ساعر،  
جو تبطلہ میں پیدا ہوا، لیکن جس نے اسلہ میں  
تربیب پائی، م ۵۲۵ھ / ۱۱۳۰ - ۱۱۳۱ء۔ اس کا  
دیوان، حو قدیم طرز کی ساعری پر مشتمل ہے،  
مخطوطات کی شکل میں لندن اور قاہرہ میں موجود  
ہے (دیکھیے براکلمان، ۱ : ۳۲۰ و نکلہ، ۱ : ۸۸)،  
لیکن اس کی زیادہ تر سہرت ایک نثرے موشح گو  
کی حیثیت سے ہے۔ اس کے موشحات [سعر و شاعری پر]

عام بصائب میں مندرجہ اقتباسات کے علاوہ اس  
مخصوص صیف کلام کے ایسے مجموعوں میں محفوظ  
ہیں جسے کہ (۱) ابن سہا الملک : دار الطرار (طبع  
Rukaby، شماره ۱، ۳۰، ۳۴) : (۲) ابن نسری :  
عند المجلس (۳) ابن الخطیب : حسن التوسیع  
(باب ۲) و (۴) الصمدی : توسیع التوسیع، (شمارہ ۱۴)  
از، ۱۶ الف آخری دو کے معنی S M Stern  
در Arabica، ۱۹۵۵ء، ص ۱۵۰، بعد) سر قہ مادہ  
"موشح"۔

مآخذ : (۱) ابن سہا، مدیرہ، مخطوطہ اوکسورڈ  
سہ ۷۳۹ء، وری ۱۶۷ ب بعد، (۲) ابن حافا، ۱۰ فلاند  
العمان، ص ۷۷ تا ۲۷۸، (۳) الصمدی : الوافی،  
مخطوطہ اوکسورڈ شماره ۶۶۸، وری ۷۳ بعد؛ (۴)  
النقري [تفتح الطنب]، Analects، ۱۳۹۰۲ (= ۱۶۲)،  
۲۲۵، ۲۲۶، ۳۳۶، ۳۶۰، ۶۵۲؛ (۵) ابن سعید، در  
ابن خلدون، مقدمہ، ۲ : ۳۹۲، (۶) Poésie H Pérès  
andalause، بمدد اشاریہ، بدیل مادہ "L'Aveugle de  
Tudèle"

(سٹرن S M STERN)

اعوذ باللہ : (عربی) قرآن میں آتا ہے : "قَادَا  
قَرَاتِ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذَ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ" (۱۶)  
[الحل] : (۹۸) : "فاسْتَعِذَ بِاللَّهِ اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ"  
(۴۱ [حم] : ۳۶)۔ پہلی آیت کے مطابق امام سافعی<sup>(۱)</sup>  
کا کہنا ہے کہ قرآن کی تلاوت شروع کرنے وقت  
سملہ سے پہلے "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم"  
کہنا واجب ہے۔ امام ابو حنفہ<sup>(۲)</sup> کا مسلک بھی  
یہی ہے۔ امام احمد<sup>(۳)</sup> بن حنبل بیر کچھ اور بررگوں  
نے انہیں آیتوں کی سند پر "اعوذ باللہ السميع العليم  
من الشیطان الرجیم" پڑھا بہتر سمجھا ہے۔ بیہقی  
نے اپنی س میں روایت کی ہے کہ سی [اکرم صلی  
اللہ علیہ وسلم] راب کو بیدار ہوئے وقت میں بار  
نکیر کہنے کے بعد یہی حملہ پڑھا کرتے تھے۔

امام نووی اور امام آوزاعی سے ”اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم اِنَّ اللہَ هو السميع العليم“ کی ترکیب کو ترجیح دی ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ ہمارے میں سورۃ فاتحہ سے پہلے پھر اس کے بعد کی سورہ کے شروع میں اعوذ پڑھنا لازم ہے یا نہیں؟ پیش امام محراب میں ہٹ کر دعا مانگتے وقت اس صورت سے پڑھتے ہیں: ”اعوذ باللہ السميع العليم من الشیطن الرجیم“۔ جس موقعوں پر سملہ پڑھی جانی ہے، وہاں اس سے پہلے اعوذ بھی پڑھے ہیں، دیکھیے ابن الحریری: التمر الکسر (دمشق ۱۳۴۵) ص ۲۴۲۔ ۲۵۸ و دیلمی: انساب (مصر ۱۱۱۷ھ) ص ۱۲۔ (محمد شرف الدین یالب فانا [درا، ص])

\* اعیان: عربی لفظ ہے، یہ معنی قابل ذکر شخص یا شخصیت کی جمع، حوالہ دوز خلافت اور بعد کی اسلامی سلطنتوں کے معرّیوں کے لئے استعمال ہوا ہے (قہر اس حاکم کی مشہور کتاب وفات الاعیان، یعنی مسامحہ کی وفات کا تذکرہ)۔ سلطنت عثمانیہ میں پہلے پہل یہ اصطلاح کسی علاقے یا شہری محلے کے ممتاز رہنماؤں کے لئے استعمال ہوئی تھی۔ پھر اٹھارہویں صدی میں۔ سلاواک صغہ واحد میں۔ یہ زیادہ صحیح معنوں میں ان لوگوں کے لئے مخصوص ہو گئی جنہیں پہلے سے سیاسی اثر و رسوخ حاصل ہو جانے کے باعث کوئی سرکاری مرتبہ دے دیا جاتا تھا۔ ایسے اثر و رسوخ تک پہنچنے کا ایک درجہ ناب عالی کی حالت سے سترہویں صدی میں ”مالکانہ“ زمینداروں کا مقام بھی تھا، یعنی ایسی زمینداریاں جو لوگوں کو عمر بھر کے لئے پٹے پر دے دی جاتی تھیں، کیونکہ اس قسم کی بہت سی زمینداریاں ایسے سرکردہ مقامی لوگوں کے لئے لیں جواں سے مالی مسعت حاصل کرنے کے علاوہ ان اصلاح کے نظم و نسق پر بھی عملی طور پر حاوی ہو گئے جن میں یہ پٹے کی

اراضی واقع تھیں۔ جنگ برکیہ و روس (۱۷۶۷ء تا ۱۷۷۴ء) میں ناب عالی نے روپیہ جمع کر کے اور رنگروٹ بھرتی کرنے کے لئے زیادہ تر پوری مملکت کے ان اعیان ہی سے رجوع کیا؛ چنانچہ کچھ عرصے بعد وہ سرکاری طور پر حکومت کے سامنے عوام کے منتخب نمائندوں کی مثل تسلیم کر لیے گئے اور صوبوں کے والیوں نے ایک رقم اعیانہ کے ادا کرنے پر انہیں اس کی سہولت دے دیں جنہیں اعیانہ لبق سورولسو (ayanlık buyurultusu) کہا جاتا تھا۔ ۱۷۷۹ء میں ان سہولت کے دیے کا احیاء والیوں سے ان کی بدعنوانی کی بنا پر چھین کر وزیر اعظم کو عویض کر دیا گیا اور ۱۷۸۶ء میں اعیانہ لبق کا دستور ہی ختم کر دیے کا فیصلہ کر دیا گیا تاہم جب اگلے ہی سال جنگ چھڑ گئی تو پہلے کی طرح ناب عالی نے محسوس کیا کہ ان مقامی سرکردہ لوگوں کی امداد حاصل کرنے بھر چارہ نہیں؛ چنانچہ ۱۷۹۰ء میں اعیانہ لبق کا دستور بحال کر دیا گیا۔ [سلطان] سلم ثالث اور مصطفیٰ الرابع کے عہد حکومت میں روسیہ اور اناتولہ کے دونوں صوبوں میں اکثر اعیان نے سلطنت عثمانیہ کے معاملات میں بھی کردار ادا کیا جو دری سنی dere-beyis [حاکم دار (feudal chieftains)] [آرک ناں] ادا کیا کرتے تھے، یعنی اکثر اوقات مذہب ناب عالی کے احکام کی تعمیل نہ کرتے اور جس علاقوں پر ان کا تصرف ہو گا تھا وہاں عملاً خود مختاری کے ساتھ حسا چاہتے خود انتظام کرتے؛ تاہم جنگ چھڑنے پر وہ اکثر ترکی افواج کے لئے سپاہی فراہم کر دیتے تھے۔ ان اعیان میں ممتاز ترین افراد عالنا حسب دیل تھے: پاشا اوعلو [آرک ناں] (جو اگر صحیح معنوں میں خود اعیان میں سے نہیں ہوا ایک اعیان کا بیٹا ضرور تھا)؛ بیرو دار مصطفیٰ پاشا [آرک ناں] (جو ابتدائی عمر ہی میں اعیان ہو گیا تھا) اور بیرو کا

معیل ہے۔ سلطان محمود ثانی نے اپنے عہد کے  
عہد اول میں اپنا وقت زیادہ تر صوبوں کے اعلان  
زداری (بٹی) کی قرب کو بوڑھے ہی میں صرف کیا  
اس میں وہ کام پایا بھی ہوا۔  
مآخذ: (۱) آ، ترکی، بدیل مادہ (مقالہ ار آئی۔  
بج - اورون چارشیلی)، (۲) دیسان Mouradjea  
Tableau de l'Empire Ottomann d'Osso، ۷  
۲۸؛ (۳) احمد جودب: تاریخ، ۱۰، ۸۷، ۱۱۶ نا  
۱۱، ۱۴، ۱۹۱، ۱۹۴، ۱۹۷، ۲۰۹، ۲۱۰؛ (۴)  
طی: تاریخ، ۱۱ تا ۱۲، (۵) مصطفیٰ ثوری نتائج  
مقدمات، ۳، ۷۳ تا ۷۵، ۳۶، ۳۷، ۷۱ تا ۷۲،  
۹۱ تا ۹۹؛ (۶) احمد راسم: عثمانی تاریخ، ۳، ۲۹  
۴، ۱۶۶۳ تا ۱۶۶۴، ۱۷۱، ۱۷۲، (۷) سئلہ امور ندیہ،  
استاسول (۱۹۲۲ء): ۱۶۵۴ بعد، (۸) A F Miller  
Mustafa Pasha Bayraktu، در Ottomans-kaya  
Imperia v Načale XIX vek، مسکو ۱۹۴۷ء، ص ۳۶۳  
۱، ۳۶۵؛ (۹) اورون چارشیلی: علمدار مصطفیٰ پاشا،  
ستاسول (۱۹۴۲ء)، ص ۲ تا ۷؛ (۱۰) H A R Gibb  
Islamic Society and the West II Bowen، ح ۱،  
وکسمورڈ، ۱۹۵۰ء، ہمد اشاریہ۔  
(H BOWEN) (نوٹ)

آغا (Aga): دیکھیے آغا۔  
آغاثوڈیمون: Aghathodaemon - اس نام  
صحیح استساح (transliteration) مثلاً اس ابی  
سید، ۱۶، میں آنا ہے۔ دوسری سکلیں  
انادیمون، آغادیمون اور ایسے ہی دیگر جمع  
نام سے بھی زیادہ سبکی طور پر مسح شدہ ہیں۔  
بی سے لاطینی ترجموں میں صحت کے اعتبار سے  
ماوت شکلیں ملتی ہیں، مثلاً Turba Philosophorum  
Agmon، Adimon، Agadimon،  
یونانی - مصری دیوتا اغاثوڈیمون (دیکھیے  
Ganschinie، در Pauly-Wissowa، ح ۳، Suppl-Bd

بدیل مادہ) کو عربوں کی روایات میں مصر قدیم  
کے حکماء یا انبیاء میں سے ایک طاہر کیا گیا ہے؛  
جہاں نام نہاد Manetho نے اپنے زمانے میں اغاثوڈیمون  
کو مصر کا سہرا ناسا لکھا ہے اور دوسری حکمہ  
ایسے ہیرس Hermes ثانی کا سٹا اور طط Tat کا باپ  
طاہر بنا ہے اس المعنی، ص ۲، کا ساں ہے کہ  
اغاثوڈیمون حضرت ادیس / احوح Henoch / ہیرس  
اساد بنا ان ابی اصیغہ نے المشر بن فایک کے  
حوالے سے لکھا ہے کہ اغاثوڈیمون اسفلوس  
(Asclepius) کا اساد بنا۔ صانی [رک ناں] ایسے [حضرت]  
ادہ کا سٹا سٹ [۱۳] حال کرتے ہیں۔ اس وجہ سے مجھلی  
اور لونا کی حرمت و معانت اس کی جانب مسوب  
نرا ہے، جس کی شمت بعد میں آرمن / ہیرس نے  
کے سر بن قدم اجدوں (alphabets) کی ایجاد  
بھی - احوال الصفا (بٹی)، ص ۲۹۶، نے یہی  
دیگر حکماء کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے، جنہوں نے  
حکمت و فلسفہ کے چار سببوں میں سے ایک  
ایک دسٹاں کی ساد رہی، جہاں اغاثوڈیمون نے  
دسٹاں فناعورب کی مخلوق کی - حاضر بن حناں نے  
اس کا ذکر متعدد مقامات رسراط کے ساتھ اور  
نام نہاد معریطی نے دیگر حکماء کے ساتھ کیا ہے،  
اور السہرسانی نے اس کے بعض احوال نقل کئے ہیں۔  
اغاثوڈیمون علوم سیری کا اساد اعظم بنا۔  
حاضر اور نام نہاد معریطی نے اس سے ایک ایسی  
گھڑی کی ایجاد مسوب کی ہے جو سببوں، بچھووں  
وغیرہ کو ان کے بلوں سے باہر نکال لاتی تھی۔ ان  
الذیم نے اس کا ذکر علم کیمیا کے مصنفین میں  
کیا ہے اور اس میں کے متعدد مصنفین نے، جی کہ  
اونکر الزاری نے بھی اپنی کتاب سیر الاسرار میں،  
اس کے حوالے دیے ہیں۔

نہ سے مصنفین کا خیال ہے کہ مصر کے  
دوبوں نرے اہرام ہیرس اور اغاثوڈیمون کے مقبرے

ہیں (نہ مرقم)۔

مآخذ: (۱) Manetho، طبع Waddell، ۱۹۴۰ء؛ (۲)

Die Ssabier: Dr. Chwolsohn، ہمد اشاریہ، بدیل مادہ، (۳) وہی مصنف: Ueber die Ueberreste der alibaby-

Ionischen Literatur، ۱۸۵۹ء؛ (۴) Hammer J: Ancient alphabets and hieroglyphic characters

Die nabataische A v. Gutschmid (۵) ۱۸۰۶ء؛ (۶) Landwirtschaft, kleine Schriften، ح ۲، ۱۸۹۰ء؛ (۷)

Jabir b Hayyan P Kraus، ح ۲، ۱۹۴۲ء؛ (۸) الشہرستانی،

ہمد اشاریہ، بدیل مادہ: (۹) نام نہاد معرطی غایہ الحکیم (طبع Ritter)، ص ۶، ۳۲۷ء؛ (۱۰) W. Fück، ص ۲۴۱؛ (۱۱) المہرب، ص ۳۵۳، ف W. Fück

Ambix، ۱۹۵۱ء، ص ۹۲؛ (۱۲) Tabula J Ruska

Smaragdina، ۱۹۲۹ء، ہمد اشاریہ، بدیل مادہ، (۱۳) وہی مصنف: Turba Philosophorum، ۱۹۳۱ء، ہمد اشاریہ،

بدیل مادہ: (۱۴) وہی مصنف: Al-Rāzī's Buch Geheimnis der Geheimnisse [== کتاب الموسوم فی سرائع الحکیم]،

۱۹۳۷ء، ص ۲۱؛ (۱۵) Hermes. M Plessner، ۱۹۳۷ء، در Trismegistus and Arabic Science،

ج ۱۲، ۱۹۵۴ء، ص ۴۵ بعد۔

(پلسنر M PLESSNER)

آغاچ: دیکھئے آغاچ۔

\* آغادیر: (Agadir، سر احادیر) بربری لفظ،

حو عربی لفظ سور (دوار) پختہ دوار، حو لسی قلعے

یا شہر کے گرد بطور فصل تعمیر کی گئی ہو) کے

متبادل ہے اور بظاہر فسطی الاصل معلوم ہوتا ہے۔

آغادیر چند بربری مواضع کا نام ہے، حو خاص طور پر

جنوبی مراکش میں واقع ہیں۔ یہ لفظ حب نہا

آئے ہو اس سے عموماً آغادیر اعیان [رک نان] مراد ہوتا

ہے، جو سمندر کے کنارے مراکش کے مہدان سوس کا

ایک شہر ہے اور ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ اے لوگ

چہت کم جاتے ہیں (اس کا ایک چھوٹا سا نقشہ

Maroc moderne. Erckmann، ص ۵۰، میں موجود

ہے)، کیونکہ یہ ایک ایسی ڈھلوان پہاڑی پر واقع

ہے جہاں پہنچا دشوار ہے۔ اس کے قریب ہی ساحل

سمندر پر ایک ویران کاؤں بھی آباد ہے، جسے فونٹی

Fonti کہتے ہیں۔ مراکش میں بحر انکھل کے ساحل

پر آغادیر نہریں لنگرٹھ ہے، کیونکہ وہ ہر طرف

کی ہواؤں سے محفوظ ہے۔ آغادیر کی ساد برنگیوں

نے ۱۵۰۰ء کے قریب دلی بھی۔ سروع سروع میں

یہ ماہی گروں کا ایک میدھا سادا سا مچاں تھا،

جسے خود انہوں نے بھی طور پر تعمیر کر لیا۔ ہوگا۔

اس نئے شہر کا نام عام طور پر سانتا کروز Santa Cruz

نہا۔ مقامی باشندے ہو اسے پہلے یگمی روسی

Tigemmi Rūmī یا دار رومیہ (= فرنگی گھر) کہا

تھے۔ بعد ازاں اسے راس اکثر (بربری میں

اعبر اور اس سے عیبر، عر، اگر وعمرہ) کا سانتا کروز

نہیے لگے۔ اس مقام کو سانتا کروز د مار پیکویا

Santa Cruz de Mar Pequena سے ملس نہ کرنا

چاہئے، حو انک ہسابوی چوکی کا نام تھا۔ یہ چوکی بعد

میں قائم ہوئی بھی اور اس کا صحیح محل وقوع اب

معلوم نہیں۔ [حسن الریاب] Leo Africanus آغادیر کو

Guarguessem لکھتا ہے۔ اگر کا سانتا کروز کیونکہ

مراکش میں ایک اہم برنگری مقام بن چکا تھا اس لیے

۱۵۳۶ء میں سریف مولای محمد نے اس پر حملہ کیا۔

اس زمانے میں یہاں کا حاکم Dom Guttierrez de

Monroi تھا۔ محاصرہ طول بکڑ گیا اور اس دوران میں

کئی واقعات پس آئے۔ آخر کار پریگال کی مدد

کے ناوہود سانتا کروز پر یورش کر کے اسے فتح کر

لیا گیا اور Dom Guttierrez نے ہتار ڈال دیے۔

اس کا داماد Dom Ian de Corval اس جنگ میں مارا

گیا اور اس کی بیوی ڈونا میسیا د مورونی Doña

Mencia de Monroi کو قید کر لیا گیا۔ سریف

کو اس عورت سے ایسی محبت ہو گئی کہ اس

بھی نہیں کیا گیا (Eckmann، محلّ مدکور)۔  
برنگزی قلعہ ابھی تک اچھی حالت میں ہے اور  
معلوم ہوا ہے کہ وہاں سے کچھ کتاب بھی  
مل رہے ہیں۔

مآخذ (۱) [حسن الریات] Descrip- Leo Africanus  
tion de l'Afrique (طبع شہر) ۱۰۶: ۱ (۲) Marmol  
Description de l'Africa Caravajal، غرناطہ ۱۵۷۳ء،  
۱۹ بعد (۳) Erckmann، Maroc moderne؛  
(۴) Meakin، The Land of the Moors، ص ۲۷۸ تا  
۳۸۲؛ (۵) Castollanoz، Hist de Marruecos،  
ص ۳ تا ۲۲۰

(E DOUTTÉ)

اغالبہ، یا سو الاغلب، ایک مسلم حکمران\*

خاندان، دسویں صدی ہجری / نویں صدی میلادی  
میں، تقریباً سو برس تک سو عباس کے نام پر افریقہ  
پر قابض رہا۔ اس کا دارالحکومت القیروان تھا۔

(۱) سام حائرہ (۲) مدھی رنگی (۳) ہان  
واعاب نہ بریب ناریحی۔  
(۱) عام حائرہ :-

[اعالہ کا مورث اعلیٰ ابراہیم بن اعلیٰ ۸۱۸ھ /  
۸۰۰ء میں افریقہ کا عامل مقرر ہوا، جو اموی رہائے  
ہی سے ایک الگ بھلک صوبہ چلا آنا تھا، لیکن  
حسن سے ۱۰۱ - ۱۰۲ / ۸۸۸ء میں مراکش سے  
ادریسوں [رکناں] کے ماتحت علیحدگی اختیار کر  
لی تھی اور ڈر تھا کہیں اس کے دوسرے حصے بھی  
الگ ہوئے نہ چلے جائیں۔ باعتبار نظم و نسق بھی  
اس امر کی ضرورت تھی کہ یہاں کوئی مستحکم  
حکومت قائم ہو۔ عباسیوں کو مشرق سے تو کوئی  
خطرہ تھا نہیں۔ حراساں ان کی دعوت کا مرکز تھا،  
لیکن دولاب امویہ کے حامی اور مغرب بر سلط کے  
ناوجود انہیں مصر اور افریقہ سے کوئی خاص تائید  
حاصل نہیں تھی، لہذا اس امر کے پیش نظر کہ

نئے اس سے شادی کر لی۔ بہت عرصے تک تو  
ایسے عیسائی مذہب پر عمل کرنے اور یورپی طریقہ  
زندگی بسر کرنے کی اجازت تھی، لیکن بعد میں  
اس نے اپنا مذہب ترک کر دیا، یا کہ اگر کم  
بظاہر اسلام قبول کر لیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے  
کہ اس کی وجہ سے دونوں شریفوں، یعنی مولای محمد  
اور مولای احمد کے درمیان جنگ کی دوسرے پہنچ  
گئی، کیونکہ وہ دونوں اسے چاہتے تھے۔ اول الذکر  
غالب رہا اور اس کے بعد ان دونوں بھائیوں  
میں مصالحت ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوا ہے کہ  
شریف کی دوسری بیویوں نے، جو اس سے حلا کر لی  
تھیں، اسے رہ رہ کر ہلاک کر دیا۔ شریف  
نے اپنے حشر کو رہا کر دنا اور گراں بہا بجائے  
دے کر برنگال بھیج دیا۔ اعادہ برکی مدرّہ اور وہاں  
کے چشمے کی حفاظت کے لیے، جس سے سہر میں پانی  
آتا تھا، مولای عبداللہ نے ۱۰۵۲ء میں ایک طانیہ  
(جسکی چوکی battery) سوانی، جس کے ارد گرد بچہ  
مکاناب بھی تعمیر ہو گئے۔ اس آبادی کا نام فونی  
Fonta پڑ گیا، جو برنگیری لفظ fonte [= چشمہ]  
سے مشتق ہے۔ اعادیر ساحلی مقامات میں ایک اہم  
بحاربی مرکز بنا رہا۔ ۱۰۹۰ء میں یہاں فراسیسیوں  
کی مراکش میں واحد بحاربی لوبھی قائم کی  
گئی۔ ۱۰۵۵ء میں اہل ڈیمارٹ نے یہاں ایک  
قلعہ بنانے کی کوشش کی۔ ۱۰۷۳ء میں مولای  
عبداللہ نے (معاذیر Megader) کے نام سے ایک سہر  
آباد کیا اور تمام فرنگیوں کو محصور کیا کہ وہ  
اغادیر کو چھوڑ کر اس نئے سہر میں جا کر آباد  
ہوں۔ اس وقت سے اعادیر اہل یورپ کی تجارت  
کے لیے مسدود ہے۔ نائیمہ ۱۸۸۲ء میں قحط سالی  
کی وجہ سے یہاں اناج کی تجارت کی اجازت دے دی  
گئی تھی، لیکن باہروں کو حدود ساحل سے باہر  
حاصل کی اجازت نہ تھی اور ان سے اچھا سلوک

کے آثار جس سے علوم و فنون کو تحریک ہوئی اور ملک میں فارع البالی اور خوش حالی کی لہر دوڑ گئی آج بھی جگہ جگہ موجود ہیں اور اٹالیا کی شاں و شوکت اور بلند نظری کی شہادت دے رہے ہیں۔

افریقہ کے حالات جو سکل اختیار کر چکے تھے ان کی اصلاح میں اٹالیا کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان پر قابو پانے کے لیے ہم اور سیاسی سوجھ بوجھ کی ضرورت تھی؛ چنانچہ ابراہیم بن الأعلب (۵۱۸۳ / ۵۸۰۰ تا ۵۱۹۷ / ۵۸۱۲) کو بربر بغاوت کے آخری فتنہ و فساد کو فرو کرنا پڑا۔ اعلیٰ مملکت کی سرحدوں پر افریقہ کے حبش، آفراس اور عرب قریب قریب تمام مغرب وسطیٰ سرحدوں کا تسلط تھا اور راب اس حکومت کی مغربی سرحد تھا۔ ادھر فانیلا (Lesser Kabylia) کے کسان کی نسبت سے واسطی آگے چل کر اس خاندان کے روال کا باعث بنے کو تھی، لیکن سبکی سرس بحران اعلیٰ حکومت کے عین قلب میں مرکوز تھے۔ یوں اور خود فرواں بھی مخالف کے مرکز تھے اور سب سے زیادہ سورس انگریز الجند کے عرب تھے، جنہیں اعلیٰ حکومت کا طامبور بریں جانی ہونا چاہیے تھا۔ جن سپروں میں انہیں رکھا گیا تھا وہاں کے مقامی ناسدوں سے نفرت و عناد کا برتاؤ کرنے اور ملک کے حکمرانوں کے ساتھ معاملات میں لالچی اور جھگڑالو بنات ہوئے۔ ابراہیم اول کو دو عرب معاونوں کو فرو کرنا پڑا، یعنی حمڈیس بن عبدالرحمن الکندی کی (۵۱۸۶ / ۵۸۰۲) اور عمران بن محمد کی (۵۱۹۴ / ۵۸۰۹)؛ ان دونوں معاونوں میں فیروانوں کا ہاتھ تھا۔ اسی خطرے کے بیسی نظر امر نے القسروان سے دو میل حبش کی طرف القصر القديم (یا العنسیة [آرک ناں]) تعمیر کرایا اور وہیں مقیم ہو گیا تھا۔ یہاں اس نے اپنے ارد گرد الجند کے

سلطنت مزید انتشار سے محفوظ رہے ہارون الرشید نے افریقہ کے بارے میں ایک نیا اور حراستدانہ قدم اٹھایا۔ اس نے ابراہیم بن الأعلب عامل راب کو، جو اس علاقے میں بڑی کامیابی سے امن و امان قائم کر چکا تھا، دعوت دی کہ افریقہ کی حکومت سنبھالے۔ جس کے اندرونی معاملات تمام سر اس کے اختیار میں ہوں گے؛ چنانچہ طے ہوا کہ (۱) جو امدادی رقم مرکز کی طرف سے ہر سال افریقہ کو دی جانی ہے بند کر دی جائے گی؛ (۲) افریقہ کو اندرونی معاملات میں پوری آزادی حاصل ہوگی؛ (۳) مگر اسے چالیس ہزار دسار سالانہ خراج خزانہ عمارت کو ادا کرنا پڑے گا۔ یہ شرائط نہیں جن کی بنا پر ابراہیم بن الأعلب افریقہ کی حکومت پر مستحق ہوا اور اس کا نظم و نسق کاملاً اس کے ہاتھ میں دے دیا گیا، حتیٰ کہ وہ اپنے بھائی یا بھتیجے کو، یعنی جسے چاہے، اپنا حاکم مقرر کر سکتا تھا۔ یہی اختیارات آگے چل کر اس کے حاکموں کو بھی حاصل رہے۔ اندرونی طور پر خود احسان (autonomus) صوبوں کے تمام کا یہ پہلا تجربہ تھا جو دولت عباسیہ نے کیا اور حسنا کہ واقعات سے ظاہر ہوتا ہے بڑا کامیاب رہا۔

افریقہ کے ان عرب حکمرانوں کے متعلق ہمیں خاصی معلومات حاصل ہیں اور اس لیے ان کی سرب اور کردار کے خط و حال تمام و کمال ہمارے سامنے ہیں۔ یہ عالی مرتبہ حکام آرام کی زندگی بسر کرنے اور کبھی کبھی سحر اور سحر پر بھی اتر آئے، لیکن انہیں تدبیر و جہان بینی سے خاصا بہرہ ملا تھا۔ انہوں نے رفاہ عامہ کو بڑی ترقی دی۔ تہذیب و تمدن کے نشو و نما میں حصہ لیا اور اپنی لیاقت اور قابلیت سے ریاست کی آمدنی کو اس طرح صرف کیا کہ ان کے سر امداد شمالی افریقہ میں ایک نئی زندگی پیدا ہو گئی؛ چنانچہ اس سناہ ثانیہ

ایسے آدمی جو قابل اعتماد سمجھے جائے تھے اور علامہ، جو اسی مقصد سے خریدے گئے تھے، جمع کر لیے۔ مؤثرانہ ذکر ہی سے ایک سال دار سہ فام محافظ دسے کی تشکیل ہوئی تھی۔

دوسرے اعلیٰ امیر، ابو محمد زیادہ اللہ (۵۲۰/۵۸۱ء تا ۵۲۳/۵۸۳ء) کے عہد حکومت میں، جس نے اللہ کے ساتھ حد سے زیادہ سختی رہی تھی، ایک اور بھی زیادہ سبکیں عرب معاویہ روہما ہوئی، جس کا محرک منصور بن ہرثمہ بنی تھا۔ سادہ میں اپنے قلعے سے، جو یوں کے قریب واقع تھا، اس نے عرب سرداروں کو جنگ آزمائی کی دعوت دی اور اسے ان کی مدد حاصل ہو گئی (۵۲۳/۵۸۳ء)۔ مختلف حالات سے گزرے کے بعد انہوں نے واسوا فاس اور اس کے گرد و بس کے علاقوں کے عہدہ دورے اور قبضہ پر قبضہ کر لیا لیکن الحرد کے یروں کی مدد سے زیادہ اللہ نے اسے امداد دوبارہ حاصل کر لیا۔ الشہدی نے ہتھیار ڈال دیے اور اسے قتل کر دیا گیا۔ اس نے باغیوں کے وفای کا حاتمہ ہو گیا اور زیادہ اللہ نے باغی سرکس سرداروں کو معاف کر دیا۔ اس بار بھی مرواسوں نے باغیوں کا ساتھ دیا تھا۔

[ان داخلی سوریوں کے علاوہ بعض موقعوں پر علماء اور بلعاء بھی ان کے اے کچھ مشکلات پیدا کر دیئے تھے۔ وہ لوگوں سے بہت قریب رہے اور رائے عامہ کی رہنمائی کریں۔ انہیں اس سے نال نہیں تھا کہ حکام وقت کے اخلاق پر نکتہ حساس کریں۔ وہ چاہتے تھے کہ ہر امر میں سرعیت کا لحاظ رکھا جائے اور طاعت کا بے حاشا استعمال نہ ہو۔ یوں رعایا حکام کے تعلقات میں اکثر کسب و کار ہو جاتی، جس کی بڑی وجہ یہ بھی کہ علمائے مذہب کے احرام کے ناوجود ناممکن تھا کہ امور حکومت میں انہوں نے جو روش اختیار کر رکھی ہے اسے پیادگی

طور پر بدل دیں:] چنانچہ دوسرے اعلیٰ امیر ابوالعاس عدائہ بن ابراہیم (۵۱۹/۵۸۱ء تا ۵۲۰/۵۸۱ء) نے ایک مالی اصلاح نافذ کی، جو پہلی مسلمان حکومتوں کے طریق کے خلاف تھی، یعنی فصلوں پر عشر کی شکل میں حراج بالغس کی جگہ ایک عہدہ نقد رقم کی صورت میں لگاں۔ اس اقدام کے خلاف شدید احتجاج رونما ہوا اور اس کے چوڑے ہی عرصے بعد امیر کی موت کو عذاب الہی صورت بنا کر

[اغالبہ کے دور کا ایک بہت بڑا کارنامہ حریرہ شدہ کی تسخیر ہے، جس سے جنوبی ایتالیا میں بلغار کا راسخہ کھل گیا۔ دراصل صلیبہ بر فوج لسی کی ادراہ امیر معاویہ ہی کے عہد سے ہو چکی تھی، لیکن اس کے ناوجود عربوں کو وہاں کامیابی سے قائم حمانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ دراصل بحرہ روم کی سادہ کے لیے عربوں اور یورپوں میں برابر کسب و کار جاری تھی، لہذا دوسرے اعلیٰ امیر زیادہ اللہ کے عہد میں جو معاویہ روہما ہوئی اس سے فائدہ اٹھانے ہوئے یورپی حکومت نے ساحل افریقیہ پر ناحب و ناراج شروع کر دی۔ اس نے زیادہ اللہ بحرہ کو گناہ صلیبہ کی تسخیر کے لیے نافاعدہ قدم اٹھانے، کیونکہ یہ حریرہ بھی یورپی بحری طاق کا مسخر تھا۔ ۵۲۱/۵۸۲ء میں مشہور فقہ فاضل اسد بن القراء کے ماتحت ایک مہم ساری گئی، جو سوسہ [رک ناں] پہنچی تو محامدین کی ایک بہت بڑی جماعت اس سے آملی۔ یہیں چھ سال پہلے ایک رباط قائم کی گئی تھی اور یہیں سے یہ مہم پہاروں میں شہ کر مرل مقصود کو روانہ ہوئی۔] یہ رباط اب بھی موجود ہے۔ اشاری ترجمہ کے پیچھے جو کتبہ ہے اس میں زیادہ اللہ کا نام اور تاریخ ۵۲۰/۵۸۱ء درج ہے۔

القیروان [رک ناں] کی بڑی مسجد کی دوبارہ



تعمیر بھی اسی امیر سے منسوب ہے۔ یہ شاندار عمارت، جس کی بنا تقریباً ۶۷۰ء میں عقیقہ بن نافع نے ڈالی تھی اور جس میں آٹھویں صدی کے دوراں میں دو دفعہ زلزلہ و شدید ہونٹ، دراصل سواعلی ہی نے بنوائی تھی۔ زیادہ اللہ کے علاوہ دو اور امیروں، ابو ابراہیم اور ابراہیم ثانی، نے اس میں مزید تعمیرات کیں اور اس کے ایوان کو وسیع کیا۔

اغالہ تعمیر کے بہت سائی تھے۔ زیادہ اللہ کے حاشیہ ابو عقال الأعلیٰ کے عہد (۸۲۲/۸۲۳ء) میں وہ چھوٹی مسجد جو ابو مینانہ کے نام سے مشہور ہے سوسہ میں تعمیر ہوئی اور اس میں تقریباً اسی زمانے میں مزید تعمیرات عمل میں آئیں۔ ابو العباس محمد بن نثری مسجد کے ساتھ اس کے لیے وقف قائم کیا، جو اب تک موجود ہے۔ احاطے کی دیواریں بھی اب تک محفوظ ہیں اور یہ ابو ابراہیم احمد کے زمانے (۸۵۶/۸۵۷ء تا ۸۶۹/۸۷۰ء) میں بنی تھیں، جسے افریقہ کو عمارتی تاریخ میں اپنے دورے حاندان میں مہارتیں حقیقت حاصل ہے۔ سوس کی جامع لیر کی تعمیر اسی کی طرف منسوب ہے، جو الفیروان کی مسجد کی طرح ایک قدم سر مسجد کی جگہ بنائی گئی تھی، جسے اب ناکافی سمجھا جانے لگا تھا۔ اس امر کی تعلیمی سرگرمی اور دریا دلی کا اظہار سب سے بڑھ کر اس کے رفاہ عام کے کاموں سے ہوتا ہے۔ اس حلدوں، جو نالعموم اپنے ساناب میں زیادہ محتاط رہا ہے، کہتا ہے کہ ابو ابراہیم احمد نے افریقہ میں تقریباً دس ہزار قلعے تعمیر کئے، جو پتھر اور گچ سے بنائے گئے تھے اور جن میں لوہے کے دروازے نصب تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس نے ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ دیر معرہ سرحد پر بہت سے قلعے بنوائے، جن میں سے کئی شاید سورنطی limes کے مستحکم مقامات تھے،

جنہیں اس نے از سر نو تعمیر کیا۔ سوسہ میں فصیل، جو ایک کتے کی رو سے ۸۲۴۰/۸۵۹ء سے چلی آئی ہے، بظاہر ہڈروستیم Hadrumetum کی قدیم دیوار پر بنائی گئی تھی۔ اسی طرح مہرس Mahres کے جنوب میں موس کے ساحل پر برج نگہ بھی، جو اعلیٰ عہد کا ہے، ایک یورپی قلعہ تھا، جس کی بنیادوں پر مسلم معماروں نے نئی عمارت لٹری کر دی۔

یہی بات غالباً اب رسائی کے کئی کاموں کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے: تاہم یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ سواعلی ہی نے ان میں سے بہت سے کام اس عرصے سے انجام دیے کہ ان خطوں میں جہاں پانی کی صرف کم مقدار دستیاب ہوئی تھی خوش حالی کو بحال کیا جائے، نالعموم ”سوسی سلیس“ کے جنوب میں۔ زمانہ حال کی ایک کتاب مصنفہ سولگناک M Solignac سے، جو تعمیر کے استعمال کردہ طریقوں اور مستعملہ مسالوں کی نوعیت اور الفیروان کے قریب کے حوضوں اور نالوں سے مقابلے پر مبنی ہے، اس امر میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔

اپنے عوامی کاموں، اپنی دفاعی نالیسیات اور نالعموم اپنی عمارتوں کے لیے اعلیٰ امیر یقیناً ایسے مردوروں کی جماعت پر انحصار کرتے تھے جنہیں مقامی طور پر بھرتی کیا جاتا تھا۔ کارخانوں کی نگرانی غیر مسلم آزاد کردہ علاموں، یعنی ان کے موالی کے سپرد کی جاتی تھی جن کے نام خود ان عمارتوں پر ثبت ہیں۔ ان کے سگنوں پر بھی ایسی ہی اصل و نسل کے عمال کا ذکر ہے جو ٹکسال کی دیکھ بھال کرتے تھے۔

اگرچہ عسائی افریقہ کی موروثہ روایات کا ان عمارتوں کی صاحب اور آرائش پر خاص اثر ہوا (فرش کے لیے رومی پچی کاری mosaic) کا نمونہ

فتح کا کام شروع کیا۔ مغربی سرحد کی چوکیاں، جن میں سے نہض غائب ناندیشی سے قلعہ نشیں عرب فوجیوں سے، حوا، اعیم کے شدد کا سکار بن گئے، حالی رہ گئی تھیں۔ اس قابل نہ تھیں کہ ان پہاڑی مذہبی دیوانوں کے حملوں کو روک سکیں۔ امیر ابو عمر رباعہ اللہ کو خطرے کا احساس تھا، لہٰذا اس کے اقدامات میں بھی معمول تدبیر کا فقدان تھا اور وہ سامی نوٹالنے کے لئے ناکافی تھے۔ اس نے الفرواں کی فصلوں کی تحدید کی اور کتامة کے مقابلے میں کئی فوجیں روانہ کیں، جنہیں ہریمت ہوئی۔ پھر ایک بڑی فتح کا اعلان کر کے اس نے فرار کی ساریاں کیں۔ اس نے رقادہ کے شاہی سپہ سالار کو، جسے ابراہیم بنی نے الفرواں سے ساڑھے چار میل جنوب کی طرف آباد کیا تھا، حیرانہ کہا اور جتنا روئے ہنسہ اپنے ساتھ لے جا سکا تھا لے کر مصر کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں سے وہ رقم گنا، لیکن دوبارہ مصر کی طرف واپس آیا اور راسے میں یروسلیم میں قوت ہو گیا۔

مآخذ: (۱) ابن حلدون: (العصر، ۴: ۱۹۵ تا ۲۰۷)

(مترجمہ: Noel Des Vergers *Hist. de l'Afrique*)

*sous la dynastie des Aghlabides* پیرس ۱۸۸۱ء: (۲)

الثویری، طبع M Gasper Remiro (ترجمہ، در صمیمہ

ابن حلدون: *Histoire*) (۳) ابن العداری: البیان،

(مترجمہ فائان E Fagnan ۱۰: ۱۱۱ تا ۲۰۴): (۴)

ابن الأثیر: الکامل، ج ۷ (مترجمہ فائان E Fagnan

*Annales du maghreb et de l'Espagne*، الجزائر ۱۸۹۸ء

۵ تا ۲۹۹: (۵) الکری: *Descr. de l'Afrique sept.*

مترجمہ دیسلان de Slane، ص ۵۲ تا ۵۴: (۶) المالکی:

رباعص العوس، طبع ایچ۔ موس، قاہرہ ۱۹۵۳ء: (۷)

عیاض: مدارک، مواضع کثیرہ: (۸) ابوالعرب: *Classes des*

*savants de l'Ifrikiya*، طبع و مترجمہ محمد بن شب، مواضع

کثیرہ: (۹) *La Berbérie orientale* . Vonderheydon

اس وقت تک استعمال ہوتا تھا) تاہم اعلیٰ ہی تعمیر نے مشرقی مآخذ سے بھی استفادہ کیا ہے، چنانچہ شام، مصر اور عراق کے اثراث نمایاں ہیں اور ایک بنا اور مخصوص طور پر اسلامی فن طہر میں آتا ہے، جس کا سب سے زیادہ نمایاں مضامین، نقیرواں کی جامع کتب میں ہوتا ہے۔

اس حانداں کی خوش حالی کے آخری سال ابو اسحق ابراہیم ثانی کے عہد حکومت میں تھے، جو ابو عبد اللہ محمد کا حائس ہوا، جسے ابو العباس (بگلوں کا باپ) کہتے تھے۔ اس کے عہد بردار میں اسے حانداں کی حوٹاں اور رائتاں دونوں ہی سامنے کی حد تک پہنچ گئی تھیں۔ کبھی تو وہ ایک مصنف مراح بادشاہ بن حانباہا، جسے اپنی زمانا کی یہود کا فکر رہا اور کبھی ایک ظلم پسند حائر، جس نے حور و سم کی رد سے اس کے حانداں کا کوئی فرد بھی محفوظ نہ تھا۔ عباسی حلیفہ المعتمد کے حکم سے، جسے اس کے بارے میں سکایات موصول ہوئی تھیں، وہ ۵۲۸۹/۹۰۲ء میں اپنے بیٹے ابو العباس عبد اللہ کے حق میں دست بردار ہو گیا اور اس کے بعد سے توبہ و استعمار کی بہت ہی اطمینان بخش زندگی بسر کر رہا۔ چونکہ حسکی کے راستے سفر حج ممکن نہ تھا اس لیے وہ صمدہ گنا اور وہاں تاورمینہ Taormina پر قصبہ کر لیا۔ بعد ازاں وہ کلتربیہ Calabria کی طرف روانہ ہوا، لیکن راستے میں ڈوینسرہ Cosenza کے سامنے اس کا انتقال ہو گیا (۱۹ دوالقعدہ ۵۲۸۹/۲۹ اکتوبر ۹۰۲ء)۔

ابراہیم ثانی کے عہد میں افریقہ میں سیعی داعی ابو عبد اللہ [رکۃ ناں] کا ورود ہوا، جس کے ہاتھوں اعلیٰ حانداں کا سقوط اور فاطمی حلیفہ عبید اللہ المہدی کی کامیابی عمل میں آئے کو بھی۔ کتامة بربروں کی مدد سے، جنہیں اس نے شیعہ مذہب کا حلقہ بگوش بنا لیا تھا، اس نے اعلیٰ سلطنت کی

حق کی بصایف کم و بیش باقی رہ گئی ہیں، حسب دلیل ہیں: (۱) اسد بن القرواہ (آرک ناں)، م ۵۲۱۳) (۲) سَحَوْن (آرک ناں) م ۵۲۴۰، مصنف المدونہ، حوقہ مالکی کی ایک صحیحہ بلخیص ہے، (۳) یوسف بن یحییٰ (م ۵۲۸۸) (۴) ابو رزینا یحییٰ بن عمر الیکسانی (م ۵۲۸۹)؛ (۵) عسسیٰ بن بسکین (م ۵۲۹۵) اور (۶) ابو عثمان سعید بن محمد اس الحداد (م ۵۳۰۲)۔ بنو اعلب کے زمانے کے ان اور دیگر علماء کی تصانیف کے محفوظ اب تک القیروان کی بڑی مسجد کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔ علم دلام کے مباداں میں بھی اغالبہ کے عہد میں القیروان متعدد آراء و حالات کا محل اجتماع، اور روردار حب و مباحثے کا شمع بنا رہا۔ نہ مباحثے، جو بعض اوقات سدد اور ایدارسانی کی شکل اختیار کرتے تھے، راسخ العمیدہ لوگوں، حریدہ، مرجئہ اور معمرلہ اور آخر میں، حسن کی اہمیت کم نہ تھی، انصاف کے درمیان ہوا کرتے تھے (دیکھئے مادے)، مثلاً اسد بن القرواہ نے سلمان بن القراء پر حملہ کر دیا، جو مؤمنوں کی رؤیت باری تعالیٰ کا مسکر تھا، اسی طرح حب سَحَوْن قاضی ہوا تو اس نے اسے بسرو عبداللہ بن ابی الحواد کو رفتہ رفتہ بٹوا کر ہلاک کر دیا، کیونکہ اس کی نہ رائے تھی کہ قرآن محلوں ہے۔ اس آخری عہد کے نامے میں اغالبہ کی مدھی روس حلقائے بغداد کی روس کے تابع تھی۔ سُرو میں جو ”رجہ“ [آرک ناں] ہوئی اس کے بھوڑے ہی عرصے بعد، راسخ عہدے کے علم برداروں کو اسی طرح کے، گو اس سے دراکم بر مصائب مدعی سلطنت احمد بن رمان کے زمانے میں برداشت کرنا پڑے۔ خود سَحَوْن بھی اس موقع پر معرض خطر میں تھا، لیکن کسی بڑی اقتاد سے محفوظ رہا۔ سُرو کی طرح یہاں بھی راسخ العقیدہ رد عمل کا رور ہوا، لیکن معتزلی عقائد محو نہیں ہوئے اور ایک مسلم معتزلی،

‘sous la dynastie de Benou l’Aghlab (800-909)

پرس ۱۹۲۷ء؛ (۱۰) ‘Les Berbers Founel

G Marçais و Ch Diehl (۱۱) ۱۸۵۷ء تا ۱۸۵۸ء

Hist. générale) ‘Le monde orientale de 395 a 1061

(de G Glotz. م ۱۳ تا ۱۹؛ (۱۲) ایچ۔ ایچ۔

عبدالوہاب: خلاصہ تاریخ تونس، تونس ۱۳۷۲ء، ص ۶۴ تا

Recherches sur les install- M. Solignac (۱۳) ۱۸۷۶ء

ations hydrauliques de Kairouan et des steppes tunis-

iennes du VIIe au XIe Siècle (۱۴) ۱۹۰۳ء؛

La Berbérie musulmane et l’Orient au G Marçais

‘Moyen Age’ م ۷ تا ۱۰۱؛ (۱۵) وہی مصنف:

‘L’architecture musulmane d’Occident’ پرس

۱۹۰۴ء، باب اول۔

(G MARCAIS [وسید بدر بیاری])

(۲) مدھی رنگی:-

بنو اعلب کے عہد حکومت میں القیروان بحالے خود اور اسلامی سُرو و معرب کے مابین ایک درمیانی مقام ہوئے کی حسب سے اسلامی مدھی زندگی، علم اور ادب کا ایک دائرہ بکھلا۔ اپنے قانونِ سرعی کی ایک مشرف مقامی تعبیر کو برقی دیئے بعد القیروان کے علماء کسی نہ کسی سُرمی دستانِ فکر کی پیروی کرنے لگے اور بعض اوقات ایک استعجاب پسند (electric) طرز عمل بھی اختیار کر لیتے تھے۔ اس استعجاب کی شہادت نہ صرف اس القرواہ کی الاسدہ سے ملی ہے بلکہ اور تصانیف سے بھی۔ اغالبہ کے القیروان میں عوامی اور مدنی عقائد کی نمائندگی یکساں طور پر بخوبی کی جاتی تھی، لیکن الشافعی کی تعلیم وہاں کبھی جاگزیں نہیں ہوئی۔ مخصوص طور پر اغالبہ کے مانع القیروان مالکی دستان کا مصوطہ میں مرکز بن گیا، بلکہ اس معاملے میں مدینے اور قاہرہ سے بھی باری لے گیا۔ اس زمانے کی بعض ممتاز ترین فہمی شخصیتیں،

ابراہیم بن اسود الصّدیقی کو خاندان کے حامی سے درا پہلے ابراہیم بن احمد کے عہد حکومت میں القبرواں کا قاضی مقرر کیا گیا۔ مجمع ماہمی زندگی کی بنیاد گئی بہت سے دین دار لوگ اور اولاء اللہ کرتے رہے، حوالہ دہی علماء سے رابطہ رہے بھی، اگرچہ مساوفاں اُن سے رسی حلاف بھی رہے تھے۔ یہ دونوں گروہ امامہ کے رہے ہیں بہت نا ابر بھیے اور دونوں انک آرادانہ۔ سلک کا اظہار اور حکومت کے حلاف نافدانہ طریقہ عمل احبار کبریہ بھی قاضی کبھی کبھی گورر اور سہ سالار بھی ہوا رہے بھیے۔ ابراہیم رحال کے کئی مجموعے، جن میں سے مدیم برس زمانہ رہے بہت سے رہے۔ اُن کے ہر امامہ کے عہد میں القبرواں (اور افریقہ کے دور رہے سمروں) کی دیسی اور دہی زندگی کی بہت حال اور تصویریں کیں ہیں۔

مآخذ (۱) ابوالعرب (م ۵۳۳) طبقات علماء افریقہ، (۲) وہی مصنف۔ طبقات علماء تونس، (۳) الحبشی (م ۵۳۱) طبقات علماء افریقہ (ان سوں کو محمد ر شت نے طبع و ترجمہ کیا ہے، العراق۔ پیرس ۱۹۱۰ء، ۱۹۱۲ء) (۴) ابوبکر المالکی (م بعد ۵۴۴) ریاض القوس (طبع ح۔ تونس، ح ۱، قاہرہ ۱۹۵۱ء)، مکمل کتاب کی تلخیص اراج۔ آئی۔ ادیس، در REI، ۱۹۳۵ء، ص ۱۰۵ بعد، ۲۷۳ بعد و ۱۹۳۶ء، ص ۳۵ بعد؛ (۶) ابن النّاحی (م ۸۳۷) : معالم الايمان، تونس ۱۳۰۰ یا ۱۳۲۰ء

(شاحت J SCHACHT)

(۳) نصرة رباني :-

یہ خاندان ان گیارہ فرمان رواؤں پر مشتمل

ہے :-

(۱) ابراہیم بن الأعلی بن سالم بن عقال التیمی (۱۲ حمادی الآخر ۵۱۸۳ / ۹ جولائی ۸۰۰ء یا ۲۱ شوال ۵۱۹۶ / ۵ جولائی ۸۱۲ء)، بانی خاندان۔ اس کا باپ الأعلی، حو ابو مسلم کا

مرید مآخذ: (۱) البادری: قح، ص ۲۳۳ بعد (۲) کتاب العیون (Frag Hist arab)، ص ۳۰۲ بعد، (۳) ابن تغری بریدی التّحوم، ۱: ۳۸۸، ۵۱۱، ۵۳۲، ۵۳۸ (۴) انور کریا، Chronique، ترجمہ از Masqueray، ص ۱۲۱ یا ۱۲۶، (۵) الشّماخی: سیر، قاہرہ، ص ۱۵۹ تا ۲۳۱؛ افریقہ میں افرنجی سفارتوں کے لیے قس Eginhard Annales Francorum، سال ۸۰۱ء، (۷) Reinaud Invasion des Sarrazins en France، پیرس ۱۸۳۶ء، ص ۱۱۷۔

(۲) ابو العباس عبداللہ اول بن ابراہیم (صبر ۵۱۹۷ / اکتوبر۔ نومبر ۸۱۲ء تا ۶ ذوالحجۃ ۲۰۱ / ۵۲۰ء)

۲۰ جون ۸۱۷ء) اپنی خوب روئی اور بدسراخی کے لیے مشہور تھا؛ اسے بالخصوص بعض عبرقرآنی اور خاص طور پر بھاری لکڑی عاید کرنے کی بناء پر مورد ملامت پایا جاتا تھا۔

(۳) ابو محمد زیادہ اللہ اول بن ابراہیم (۵۲۰۱/۸۱۷ء تا ۱۴ رجب ۵۲۲/۱۰ جون ۸۳۸ء)، اس حانداں کے سب سے عظیم الشان امیروں میں سے تھا، السیدی کی معاون کے علاوہ، اس کے عہد کا ممتاز کارنامہ صقلیہ کی فتح (۵۲۱۷/۸۲۷ء [لد۱؟ ۸۳۲ء] بھی، جو البیرواں کے قاصی اسد بن الفراء [رک۱ بان] کے زیر قنابد عمل میں آئی۔ دو سال بعد اس نے ان سابق تابعیوں کو امان دے دی اور افریقیہ میں ایک عام اس وچس کے دور کا آغاز ہوا۔ القرواں کی جامع کمر کی مرمت اور مہبود عوام کے دوسرے کام بھی اس سے مسوب ہیں۔

(۴) ابو عیال الأعلم بن ابراہیم (۵۲۲۳/۸۳۸ء تا ربیع الثانی ۵۲۶/فروری ۸۴۱ء)، ایک روشن صبر اور مہذب امیر تھا، جس نے افریقیہ کے نظم و نسق کی درستی کی جانب خاص توجہ کی اور صقلیہ کے حہاد کو مرید نقویب پہنچائی۔

(۵) ابو العباس محمد اول بن الأعلم (۵۲۲۶/۸۴۱ء تا ۲ محرم ۵۲۴/۱۱ مئی ۸۵۶ء)، جسے بخت شیبی کے چھ سال بعد اس کے بھائی احمد نے برطرف کر دیا، لیکن سال بھر بعد ہی محمد نے اسے شکست دے کر مشرق میں حلاوطن کر دیا، جہاں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے عہد میں دو بغاوتیں رونما ہوئیں: سالم بن علون کی ۵۲۳/۸۳۷-۸۳۸ء میں اور عمرو بن سالم التحیبی کی ۵۲۳۵/۸۵۰ء میں۔ محمد مالکیوں اور بالخصوص قاصی سخنوں [رک۱ بان] کا پرجوش حامی تھا۔

(۶) ابو ابراہیم احمد بن محمد (۵۲۴۲/۸۵۶ء تا ۱۳ ذوالقعدہ ۵۲۹/۲۸ دسمبر ۸۶۳ء)،

سابق الذکر کا بھتیجا تھا۔ اس کا عہد پرامن رہا اور اس کی نمایاں خصوصیت رفاہ عام کے کام تھے۔ (۷) زیادہ اللہ ثانی بن محمد (۵۲۴۹/۸۶۳ تا ۱۹ ذوالقعدہ ۵۲۵/۲۳ دسمبر ۸۶۴ء)، سابق الذکر کا بھائی تھا۔

(۸) ابو العرائق محمد ثانی بن احمد (۵۲۵۰/۸۶۳ء [لد۱؟ ۸۶۴ء] تا حمادی الاولیٰ ۵۲۶/۱۶ حوری ۸۷۵ء)، ابو ابراہیم کا بیٹا، اپنے صد و سکا کے اسمانی یوں کی بناء پر مشہور تھا۔ اس کے عہد کا نمایاں کارنامہ مالٹا کی فتح ہے (۵۲۵۵/۸۶۸ء)۔

(۹) ابواسحق ابراہیم ثانی بن احمد (۵۲۶۱/۸۷۵ء تا ۱۷ ذوالقعدہ ۵۲۸/۱۸ اکتوبر ۸۹۰ء) عوام کی رفاہدہی سے اپنے بھتیجے ابو عیال کی حگہ بخت شیبی ہوا۔ ۵۲۶۴/۸۷۸ء میں اس نے اپنے لیے ایک نیا معمل رقادہ [رک۱ بان] تعمیر کر لیا، لیکن بعد میں اسے چھوڑ کر بوس میں سکونت اختیار کر لی۔ اس کے عہد کے بڑے بڑے واقعات یہ ہیں: سرقسطہ (Syracuse) کی تسخیر (۵۲۶۴/۸۷۸ء) حمل نقوسہ کے ناطیوں کے ہاتھوں احمد بن طولون کے بیٹے العباس کے افریقہ پر حملے کی پسپائی (۲۶۶-۵۲۶۷/۸۷۹-۸۸۰ء) الراب کے سردروں کی ایک معاون کی سرکوبی (۵۲۶۸/۸۸۱-۸۸۲ء) اور افریقہ کے شمالی حصے میں ایک اور معاون کا قلع قمع (۵۲۸۰/۸۹۳ء)۔ اس کے بیٹے عبداللہ نے، جسے ۵۲۸۷/۸۹۰ء میں صقلیہ کا والی مایا گیا، پلرمو Palermo اور رجیو Reggio پر قبضہ کر لیا اور ابراہیم کی تخت سے دست برداری پر اسے واپس بلا لیا گیا (دیکھئے اوپر)۔

(۱۰) ابوالعباس عبداللہ ثانی بن ابراہیم (۵۲۸۹/۸۹۰ء تا ۲۹ شعبان ۵۲۹/۲۳ جولائی ۸۹۳ء)، اس نے شیعی خطرے کی روک تھام کی کوشش کی، لیکن اس کے بیٹے زیادہ اللہ کے آکسانے پر اسے قتل کر دیا گیا۔



سجی کا صدر مقام)، الشیکرب (سابقاً الشکرد یا الشکرد)، پتوس (سابقاً عنتاب)، تنک - اس ولایت کے نام کے مجھے [انگریزی میں] اب Agri کہیے جاتے ہیں۔  
 مأخذ: (۱) V Cuinet : 'La Tarquie d'Asie' : ۲۲۷ تا ۲۳۹؛ (۲) سامی نک : قاموس الاعلام، ۲ : ۱۲۳۵ [بذیل مادۂ نابرد]۔

(F TAESCHNER تیشیر)

اغری طاع: (بعض اوقات اسے اغری طاع بھی کہا جاتا ہے)، جمہوریۂ ترکیہ کی مشرقی سرحد پر دو چوٹوں والا ایک پہاڑ (سردسہ آتش نشان) جو ۳۰° - ۳۵° عرض بلد شمالی اور ۴۴° - ۲۰° طول بلد مشرقی پر واقع ہے اور ارس (Araxes) و وان کے علاقے کی سطح مربع (ارارات کی اویچی سطح مربع) کا بلند ترین مقام - ارمی میں ماسیس Masis یا ماسیک Masic، فارسی میں کوه نوح کہلاتا ہے - اہل یورپ اسے ارارات Ararat کہتے ہیں، کیونکہ اسے وہی ارارات (عربی اراراط، در اصل ارارطو قوم کے علاقے کا نام اور بعد میں پہاڑ کا نام) سمجھا جاتا تھا جس پر عام روایت کے مطابق [حصر] نوح [۳] کی کشتی آکر ٹھہری تھی (ابتداء میں جبل خودی [رک نان] کو، جو عراق میں حریرۂ اس عمر کے قریب واقع ہے، ارارات سمجھا جاتا تھا) [حقیقۂ خودی ہی وہ پہاڑ ہے جہاں بالآخر حصر نوح کی کشتی ٹھہر گئی تھی (۱۱ [ہود] : ۴۴)] - یہ پہاڑ سطح میدان ارس سے، جو آٹھ سو میٹر سے زیادہ بلند ہے اور پہاڑ کے شمال و مشرق میں بھینلا ہوا ہے، ایک دم بلند ہو گیا ہے - سچ میں کوئی سلسلۂ کوہ حائل نہیں - جنوبی و مغربی جانب ایک اویچی بیچی لہر یا سطح مرتفع ہے، جس کی بلندی ۱۸۰۰ سے ۲۰۰۰ میٹر تک ہے - اس سطح مرتفع سے دوسرے سردسہ آتش نشان پہاڑ کے سلسلے بلند ہوتے ہیں اور مغربی بہر شمالی و مغربی سمت جا کر

français Annales de Géographie ۱۸۹۰ء؛ (۵) وہی مصنف: 'Dans le Grand Erg'، پیرس ۱۸۹۶ء؛ (۶) وہی مصنف: 'Mon neuvieme voyage au Sahara et au pays Touareg'، پیرس ۱۸۹۸ء؛ (۷) وہی مصنف: 'Documents scientifiques de la mission saharienne'، پیرس ۱۹۰۵ء، باب ۸ (۸) 'Le Sahara Largeau'، ج ۱، پیرس ۱۸۸۱ء؛ (۹) 'Géologie et G Rolland'، پیرس ۱۸۹۰ء 'hydrographie du Sahara algérien'، جلدیں ۲ اور ایک حریطہ: (۱۰) 'Ministère Documents relatifs à la des Travaux Publics mission dirigée au Sud de l'Algérie par le lieutenant-colonel Flatters'، پیرس ۱۸۸۳ء؛ (۱۱) 'Le Shara Schirmer'، پیرس ۱۸۹۳ء۔

(G YVER نور)

اغری: جمہوریۂ ترکیہ میں مشرقی اناطولیہ کی ایک ولایت (ال)، جس کا مسر حصہ وہی ہے جو سابق سجی نابرد [رک نان] پر مشتمل تھا - اغری نام اغری طاع [رک نان] (نائل کا کوہ ارارات) کے نام پر رکھا گیا - یہ پہاڑ ولایت فارس اور ایران کے ساتھ ولایت اغری کی شمالی و مشرقی سرحد ہے - ولایت کا رقبہ ۱۲۶۵۹ مربع کلومیٹر، آبادی ۱۸۸۹ء میں (بقول سامی) ۲۳۶۴ نفوس تھی، جس میں سے ۸۳۶۷ ارس اور باقی سب مسلم تھے، ۱۸۹۱ء میں (بقول Cuinet) آبادی ۵۲۵۴۴ نفوس تھی، جو زیادہ برکرد مسلمانوں (۱۴۷۱) اور ۱۰۴۸۵ عربوں پر مشتمل تھی، ۱۹۳۵ء میں کل آبادی ۱۳۳۵۰۴ تھی، جو تمام برمسلمان تھی - ان میں ۷۸۹۸۷ کرد اور ۵۴۴۷۲ ترک تھے؛ صدر مقام قرہ کوسہ (آبادی ۱۹۴۵ء میں ۸۶۰۰؛ اسے پہلے قرہ کایسا کہا جاتا تھا) - یہ ولایت چھ قصاؤں (النجہ) پر مشتمل ہے: قرہ کوسہ، دیادی، دوتو بایرب (سابقاً نابزید [رک نان]، اسی نام کی

اب ایک سنگلاخ ویرانہ ہے، یہ پہلے آباد تھا (موصح آرگری، ارتفاع ۱۷۳۷ میٹر اور سیٹ جیمز کی حاقاہ)۔ ازارات حرد (حَل الحَوْرِب) کی شکل ایک خوب صورت باقاعدہ محروط کی سی ہے۔

یہ علاقہ اکثر ریلوں کی آماج گاہ بنا رہتا ہے۔ ماضی قریب کا سب سے زیادہ خوفناک رلرلہ ۲۰ جون ۱۸۸۷ء کا تھا؛ اس سے ایک سہ ہزاری پہاڑی دھسل نڑی اور قدیم آرگری کی حوش حال سستی (قدیم ارس) ران میں اٹوری، فب Hubschmann، در Indogerm Forsch ۱۶ : ۳۶۷-۳۹۵) کو اس کے تمام باشندوں سمیت (تعداداً ۱۶۰۰)، سر ۳ کلومیٹر اور واقع سسٹ حمر کی حاقاہ کو مع اس کے جملہ رانوں اور سسٹ حمر کے معدس کوں کے ساتھ در دیا۔

ارازاب کے نورے علامے میں پھر حلے ہوئے اور ٹھیکریے ہوئے ہیں۔ ان کے مسام دار ہوئے کے باعث پانی کی قلت ہے، اگرچہ ارازاب کلان کی چوٹی پر نہ اثر برف جمی رہی ہے، تاہم اس کی ڈھلان پر صرف دو اہم چشمے ہیں (چشمہ سردار بولا، ارتفاع ۲۲۹۰ میٹر، اور سیٹ حمر کا کنواں [جو چشمے پر بنا دنا کا تھا]۔ یہ ۱۸۸۰ء کے [رلرلے کے] بعد ایک اور حگہ سے پھوٹ نکلا ہے)۔ ارازاب حرد پر کوئی چشمہ نہیں اور اس کی چوٹی اس بلندی تک نہیں پہنچی جہاں ہمیشہ برف جمی رہی ہے۔ پہاڑ کے صرف شمالی اور مشرقی داس، یعنی ارس کے میدان میں، بانی رہیں سے رس رس کر نکلتا ہے اور بعض مقامات پر دلدی قطعات بنا دیتا ہے۔

بانی کی قلت کا نتیجہ یہ ہے کہ یہاں نباتات بہت کم ہے۔ کہیں کہیں سد کے درجہ ضرور نظر آجائے ہیں، ورنہ کوہ ارازات بھی گرد و نواح کے تمام پہاڑوں کی طرح جنگلاب سے نالکل حالی ہے اس انتہائی عریانی کا ایک سبب خود آسانی دس برد

مشرقی طوروس Taurus کے سلسلہ کوہستان، میں مستقل ہو جائے ہیں۔ کوہستان ارازاب کا پورا سلسلہ ایک ہزار مربع کلومیٹر کے رقبے میں پھیلا ہوا ہے اور اس کا محیط ایک سو کلومیٹر سے کچھ اوپر ہے۔ اس سلسلے کی دو چوٹیاں سب سے بلند ہیں، یعنی شمال مغرب میں کوہ ارازاب، بلندی ۵۱۷۲ میٹر) اور خوب مشرق میں کوہ ارازاب حرد (بلندی ۳۲۹۶ میٹر)۔ یہ دونوں چوٹیاں 'نک' تک، گول اور ماسی سب ہم وار، نیلے (ارتفاع ۲۶۸۷ میٹر) کے درمیان میں ملی ہوئی ہیں، جو دیرہ حدودہ کلومیٹر لگاتار ہے اور جس کا نام ایک چشمے کے نام پر، جو تقریباً ۸ کلومیٹر پیچھے رہا ہے، سردار بولا ہو گیا ہے۔ ایک درمیان میں سے ہو کر اس پہاڑ پر جائے ہیں۔ مطای بلندی کے اعتبار سے کوہ ارازاب کو یورپ کے تمام پہاڑوں پر فوقت حاصل ہے اور اسے ۳۰۰ میٹر اونچی ارتفاع کے باعث دوسرے براءطموں کے سترے سے بڑے پہاڑوں سے بھی باری لے گیا ہے۔ سبائی حاس سے اس پر نگاہ ڈالی جائے تو گرد و نواح کے وسیع میدان پر چھایا ہوا یہ پہاڑ ایک ساں دار منظر پیش کرتا ہے۔

ارازاب کلان (حل العارب) درا گولانی لی ہوئی محروطی شکل کا ہے۔ اس کی چوٹی سے، جو تقریباً ایک گول سطح برصغیر کی شکل میں ہے، (اس کا گھیرا ڈنڈھ سو سے دو سو فٹ تک ہے اور یہ چاروں طرف سے ایک دم ڈھلوان ہے) ایک ہزار میٹر نیچے تک برفانی میدان اور دریا چلے گئے ہیں (برفانی خط چار ہزار میٹر سے اوپر ہے)۔ ارازاب کلان کی شمالی و مشرقی ڈھلان کو بیچے کی طرف ایک کھری وادی (سیٹ جیمز کی وادی) قطع کرتی ہے، جس کا بلند ترین حصہ ایک وسیع طاس ہے، جو پتھر کی عمودی چٹانوں سے گھرا ہوا ہے، بیچے کا حصہ،



عمل ہوا) ایران نے بھی وہ تھوڑا سا علاقہ حو  
ارارات حرد کی مشرقی ڈھلانوں پر مشتمل ہے، بری  
کو دے دیا (قَب MSOS، ۱۹۳۴ء، ۲: ۱۱۶)۔  
اس طرح اس عظیم کوهستان کا پورا علاقہ اب  
برکی کے پاس ہے (قَب Die Nordost- G Jaschke  
'grenze der Turkei und Nachitschen an  
Geschichte der'، ۱۱۱ تا ۱۱۵، وہی مصنف،  
'nassisch-turkischen Kaukasusgrenze Archiv des Völ-  
'herrechts'، ۱۹۵۳ء، ص ۱۹۸ تا ۲۰۶)۔

مآخذ: (۱) سامی نک: قاموس الاعلام، ۱: ۷۲  
(ارارات)، ۲۳۰ (آغری طاع)، ۲: ۱۰۱۵ (آغری طاع)؛  
(۲) رِٹیر Erdkunde K Ritter، ۱۰: ۱۰۷، ۲۷۳، ۲۷۴  
تا ۳۴۵، ۳۴۶ تا ۳۸۶، ۳۷۹ تا ۵۱۴ (۳)؛  
Nouv geogr Univers E Reclus، ۶: ۳۷۷  
تا ۲۵۲ (۴) H Abich، Geolog Forsch in den  
'Kaukasischen Ländern'، ویانا ۱۸۸۲ء بعد، ۲  
۳۵۱ بعد و مواضع کثرہ، (۵) The Ararat Ivanoviski  
(برنار روسی)، ماسکو ۱۸۹۷ء، (۶) لیسٹریج Le Strange  
ص ۱۸۲، (۷) یاقوب، ۲: ۱۸۳، ۷۷۹، (۸) آریسیہ کے  
متعلق اہم سفرناموں کے لیے قَب مآخذ مادہ آریسیہ  
(۹) ارارات کے خصوصی حالات کے لیے دیکھیے  
Reise zum Ararat Parrot، برلن ۱۸۳۳ء، ۱: ۱۳۸  
بعد: (۱۰) Voyage F Dubois de Montpereux  
'autour du Caucase etc en Geogrgie Arménie etc  
پیرس ۱۸۳۹ء بعد، ۳: ۳۵۸ تا ۳۸۸ (۱۱)  
'Reise nach dem Stuttgart Ararat M Wagner  
۱۸۳۸ء، ص ۱۶۳ تا ۱۸۶ و مواضع کثیرہ: (۱۲)  
Geognost Reise zum Ararat Monstsber H Abich  
der Verhandl der Gesellschaft f Erdk  
۱۸۳۶-۱۸۳۷ء اور Dr Bullt de la Societe de geogr  
پیرس ۱۸۵۱ء: (۱۳) وہی مصنف: Die Ersteigung  
'des Ararat'، سیٹ پیٹرزبرگ ۱۸۳۹ء (۱۴)

بھی ہے۔ نباتات کی طرح حیوانات کی بھی قلت ہے۔  
وادی سینٹ حیمر میں انسانی بستوں کی مادی کے بعد  
سے ارارات کا ضلع ایک عبرآباد مقطع صحرا بن گیا  
ہے، لیکن ازمہ وسطی میں حالات سراسر محلی  
تھے۔ الاضطحری (ص ۱۹۱) و صاحب سے لکھا ہے  
کہ ارارات پر گھما جنگل ہے اور خاصا سکار ملتا  
ہے۔ المقدسی اس سان پر یہ اضافہ کرتا ہے کہ  
ارارات کے بلند حصوں پر ایک ہزار سے زائد  
چھوٹے چھوٹے گاؤں آباد تھے۔ ارس مؤرخ ٹامس  
ساکن آرتسرونی (Thomas of Artsruni) (دسویں صدی  
میلادی) بھی اس بات پر زور دیتا ہے کہ ان  
افطاع میں ہرن، جنگلی سور، شیر، گر اور کورجر  
بکثرت تھے (قَب Thopdschian، در MSOS، ۱۹۰۴ء،  
۲: ۱۵۰)۔

سلطان مسلم اول [عثمانی] اور سلمان  
اول [عثمانی] کی حکموں کے بعد ارارات صدیوں تک  
ایران کے مقابلے میں سلطنت عثمانیہ کا شمالی حفاظتی  
روح بنا رہا، اگرچہ ارارات کلاں کی چوٹی اور شمالی  
ڈھلانیں ہر ارارات حرد کی مشرقی ڈھلانیں ایران یا  
اس کی ناح گزار ریاست نچچوان کے علاقے میں تھیں۔  
معاہدہ ترکمان چای (۲ تا ۱۴ فروری ۱۸۲۸ء)  
کی رو سے ایران نے ارارات کے شمال میں ارس کا میدان  
(سرمہلو، کلپ اور اگدیر کے اضلاع) روس کے حوالے  
کر دیے۔ اس طرح اس پہاڑ کی شمالی ڈھلانیں اور  
ارارات کلاں کی چوٹی روس کی حویل میں چلی گئیں  
اور ارارات حرد میں سلطنتوں، یعنی برکی، ایران اور  
روس کے درمیان ایک نیا سرحدی سنا بن گیا۔  
۱۶ مارچ ۱۹۲۱ء کو ایک معاہدہ برکی اور روس  
کے درمیان ماسکو میں ہوا، جس کی رو سے روس نے  
میدان ارس ترکی کے حوالے کر دیا۔ ۲۳ جنوری  
۱۹۳۲ء کے معاہدہ برکی و ایران (ائتلاف نامہ  
[سعد آباد] کے مطابق، جس پر ۳ نومبر ۱۹۳۲ء سے

میں فاسوں کے باعث ایسی بہت سی صورتیں نکل آئیں گی جس میں اعل ناموں اور نسلوں کے ساتھ مل کر آئے گا۔

اس لفظ کا ہم مصدر اعلان بمعنی ”لڑکا“، ”سوان“ یا ”نودر“ ہے۔ یہ لفظ چند مرکبات میں بھی پایا جاتا ہے، مثلاً: اعل اعلان بمعنی سلطان کا حسب کار خاص، یا علام جہ، ذل اعلان بمعنی نان کا لڑکا یا رحمان۔ اعلان سے اعل کا لفظ بھی مشتق ہے، جو قوح کے ہم مسلح رسالے کا نام ہے۔

(FRANZ BALINGER)

- \* الأعلب العجلی: (الأعلب بن عمرو بن عسیدہ بن ارنہ بن ذلف بن حشم) عرب شاعر، جو ذوی حاکمیت میں پیدا ہوا اور اسلام لانا۔ بعد میں وہ کوفہ میں حاکم اور حاکم بہاورد (۵۲۱/۶۴۲ء) میں، حب روای عام کے مطابق وہ نوے سال کا تھا، شہادت پائی۔ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں شمار نہیں کیا جاتا۔ عام خیال یہ ہے کہ الأعلب سب سے پہلا عرب شاعر تھا جس نے قصدے کی ہر کی طویل طلموں کے لیے بحر زحر استعمال کی [اس قسم: الشعر والسعر، ص ۳۸۹: ”خس نے بحر کو قصدے کے مقابل بنا دیا اور اسے طول دیا، ورنہ اس سے پہلے بحر محض دو یا تین سطروں پر مشتمل ہوتی تھی، جو کوئی شخص لڑائی، ہجو یا اظہارِ بحر کے موقع پر کہہ دیتا تھا، قبّر الرّاعی، ۱۸: ۱۶۴: ”ہو اول من زحر اراحر الطوال الح“]۔ لیکن اس کے کلام کے بہت کم نمونے باقی ہیں۔ قاداتِ سخن اس کی ایک نظم کی تعریف بالخصوص کرتے ہیں، جو اس نے مدعہ موت سحاح [رک ناں] پر لکھی تھی، ہر ایک حکایت نقل کرتے ہیں جس سے خیال ہو سکتا ہے کہ اسلام نے اس کے دل میں مدھی شاعری کا کچھ زیادہ شوق پیدا نہیں کیا تھا، [دیکھیے الرّاعی، ۱۸: ۱۶۵:

Life among the mounts of Ararat Parmelee  
Travels in the D W Freshfield (۱۵) ۱۸۶۸ء  
Central Caucasus and Baskan لندن ۱۸۶۹ء (۱۶)  
Streifzüge im Kaukasus, in M v Thuelmann  
Persien etc لایپزک ۱۸۷۵ء، ص ۱۵۲ بعد، (۱۷)  
Transcaucasia and Ararat J Bryce لندن ۱۸۷۷ء  
Eine Besteigung des grossen E. Markoff (۱۸)  
Ararat Ausland ۱۸۸۹ء ص ۲۴۴ بعد، (۱۹)  
Voyage au mont Ararat J Leclercq ۱۸۹۲ء  
Pastuchow's Besteigung des Ararat Seidlitz (۲۰)  
Globus ۱۸۹۴ء ص ۳۰۹ بعد، (۲۱) Rickmer-  
Der Ararat dans la Zeitschr des Richmers  
Deutsch-Österr, Alpenver ۱۸۹۵ء (۲۲)  
Der Ararat M Ebeling وہی محلہ، ۱۸۹۹ء  
ص ۳۴ تا ۱۶۳، (ص ۱۶۳ پر چند مامد اور نقشہ کئی سے متعلق حوالے درج ہیں)۔

(M STRUCK - F TAESCHNER)

اعل: یہ لفظ تمام ترکی بولوں میں مسرت ہے اور اس کے معنی ”لڑکا“، ”بچہ“ یا ”حاکم“ کے ہیں۔ اس میں بحر زحر کی حاکمیت بوجہ دلائل حاکمیت ہے، مثلاً ”احی اعلو“ بمعنی اچھے کپورائے کا لڑکا، ”قل اعلو“، جس کا اطلاق یمنی جزیروں کے بیٹوں پر ہوتا تھا۔ اعل (یا اوسل) حاکمانی ناموں کے ساتھ فارسی ”زادہ“ یا عربی ”ان“ کی جگہ اکثر استعمال ہوتا ہے، مثلاً ان الحکم کے لیے حکم اعلو یا حکیم زادہ یا رمضان اعلو کے لیے رمضان زادہ یا ان رمضان (یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ عربی میں ”ان“ کے معنی صرف بیٹے ہی کے نہیں بلکہ اس سے اولاد بھی مراد ہے)۔ ایسے مرتکبات کی ایک نا تمام فہرست جو اگلے زمانے میں زیرِ استعمال تھے سحر عثمانی، ص ۷۷۸ تا ۸۱۲ پر دی گئی ہے۔ حاکمانی اعلام کے متعلق

سے اڑھائی سو میل جنوب کی طرف ۲ درجے ۵۵ ثانیہ مشرقی طول بلد اور ۳۳ درجے ۴۸ ثانیہ شمالی عرض بلد پر واقع ہے اور اس کی بلندی سطح بحر سے دو ہزار چار سو فٹ ہے۔ اس کی آبادی ۱۹۱۱ء میں ۵۵۹۸ باشندوں (مشمول بھی) جس میں سے ۵۹۵ یورپ کے رہنے والے تھے۔ الاغواط علاقہ غردایہ (Ghardaia) کا حصہ ہے اور ایک محلوٹ اور ایک دیسی [الحرانری] صلیح (Commune) کا صدر مقام ہے، جس کا رقبہ ۶۶۵۰ مربع میل اور آبادی ۱۹۸۱ء ہے۔

قصہ اور مجلسان وادی المری (Wēd Mzi) کے دائیں کنارے واقع ہیں۔ یہ ندی جبل آسور سے آتی اور آخر کار وادی جیدی (Wēd Djedi) کے نام سے سطحِ بحر میں داخل ہو جاتی ہے، حوضہ قسطنطینہ کے جنوب میں ہے۔ مکان دو چٹانی پہاڑیوں کی ڈھلانوں پر طبقہ طبقہ بنے ہیں۔ یہ پہاڑیاں جبل طغرینہ کی سادیں ہیں۔ اہل یورپ کے مکانات شمال مغربی ڈھلان پر اور مقامی باشندوں کے شمال مشرقی ڈھلان پر ہیں۔ بستی کی حفاظت ایک فصیل پر پہاڑی کی چوٹی پر واقع دو قلعوں کے درمیان ہوئی ہے۔ مجلسان نصف دائرے کی صورت میں سہر کے شمال مغرب اور جنوب مغرب میں پھیلا ہوا ہے۔ شمالی و مشرقی حصہ زیادہ وسیع ہے۔ اس میں کھجور کے درختوں کے جھنڈ اور اناج کے کھیت پانے حائے ہیں۔ ناعوں کی آب پاری ایک نہر کے درمیان ہوئی ہے، جو وادی میری پر بند بنادھ کر نکالی گئی ہے اور وادی الکبیر Lekbier کہلاتی ہے، کھجور کے درخت تعداد میں بیس ہزار ہیں اور ان میں معمولی قسم کی کھجوریں لگتی ہیں، مگر ان سے باشندوں کی حوراک مہیا ہو جاتی ہے، الاغواط جنوبی وهران Oran اور جنوبی قسطنطینہ کے درمیان اس قطعے پر واقع ہے جہاں سڑکیں مغربی جانب اولاد سیدی سج کی طرف، جنوبی جانب مزاب اور

یہ نظم آسن نے مسیلمہ الکذاب سے صحاح کی شادی کے بارے میں کہی تھی۔ جس حکایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حضرت معمرہ بن شعبہ عامل کوہ کو لکھا کہ تمہارے پاس جو سفراء ہیں ان سے کہو اسلام کے بارے میں انہوں نے جو کہہ لیا ہے وہ سناؤں۔ جب معمرہؓ نے الأغلب کو بلا کر یہ بات کہی تو اس نے یہ ۹۰ ہر بڑھا۔

لقد سألته فها موجه۔

أرحباً رابداً ام قصداً

جس سے شاید یہ سچہ ہو احد دا جاسکا ہے کہ اس وقت تک، الأغلب نے اسلام کے بارے میں کوئی نظم نہیں کہی تھی، لیکن یہ کہ اس کے دل میں اس قسم کا سوچ نا حدیہ موجود ہی نہ تھا۔ [اسلام سے دلی محبت کے لیے یہی ثبوت کافی ہے کہ الأغلب نے ایک مہارت اہم اسلامی معرکے میں جان دے دی]

مأخذ: (۱) الحمی: طبقات، ماہر، ص ۲۱۸ (۲)

التجستائی: المعمرین (Guldziher) Abhandlungen

ج ۲، شمارہ ۱۰۷، (۳) الأصمعی: مقولہ، در ZDMG

۱۹۱۱ء، ص ۳۶۶ تا ۳۶۷ (۴) العناط: الجوان،

طبع ثانی، ۲: ۲۸۰ (۵) ابن مسہ: الشعر، ص ۳۸۹ (۶)

الأغانی، طبع اول، ۱۸: ۱۶۴ تا ۱۶۷ (۷) العددی:

حواہ، ۱: ۳۳۲ تا ۳۳۳ (۸) ابن حجر: الأصباع، شمارہ

۲۲۵: (۹) آمدی: المؤلف، ص ۲۲: (۱۰) ابن دُرَید:

الأشتان، ص ۲۰۸: (۱۱) Abriss O Rescher، ۱

۱۱۴: (۱۲) براکلمان: تکرہ، ۱: ۹۰ (۱۳) نالینو

Scritt Nallino، ۶: ۹۶ تا ۹۷ (ترجمہ فرانسسیسی،

ص ۱۴۹ تا ۱۵۱)۔

(بیللا CH PELLAT)

\* الاغواط: (لگ هٹ Laghuat) جنوبی الجزائر کے ایک قصبے اور نغلسان کا نام، جو شہر الجزائر

رعلة کی طرف، مشرقی جانب رباں اور بسکڑہ کی رف نکلتی ہیں اور اسے اس محل وقوع کی بدولت یہ یک عمدہ تجارتی مرکز ہے۔

تاریخ : دسویں صدی ہی میں وادی بڑی کے دنارے ایک چھوٹا سا قصبہ بنا، جس کے ناسدے اطمیوں کی سیادت تسلیم کر لے کے بعد بھی ابوریث النکاری، [رک ناں] کی معاونت میں شامل ہو گئے تھے۔ اس پاس کے علاقے میں مغارہ کسے کے نانہ بدوش بربر مقیم تھے۔ ہلالی حملے [دیکھیے ابوریث بلالی و سولہلال] کی وجہ سے یہاں اسی نسل کے دوسرے قسے بھی آ گئے۔ ان میں کیسل سلے کا نام نمایاں ہے، جسے راب [الحرائر میں، نائب قسطنطینہ کا حبشی حصہ، دیکھیے فاموس الاعلام، ریل مادہ] سے نکال دیا گیا تھا۔ انہوں نے بن بونہ امی ایک گاؤں آباد کیا۔ دوسرے مہاجرین نے، بن میں سے بعض عربی السسل بھی (دواودہ، اولاد وریاں) اور کچھ عرب سے آئے تھے، دوسرے محلات توبندلہ، نعل سیدی میٹوں، ندلہ اور قصبہ بن قنوج) ہی تعمیر کئے، یہ سب گروہ مل کر الاعواط کے ام سے پکارے جانے لگے۔

ہمیں اٹھارہویں صدی تک اس قصبے کے ارے میں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں۔ ولہوویں صدی کے اواخر میں یہ سہر سلطان مراکش کو حراج ادا کرنا تھا۔ ۱۶۶۶ء میں قصور ندلہ در قصبہ [بن] قنوج کی سکوت ترک کر دی گئی۔ ۱۶۹۱ء میں ایک مرابطہ جو اصلاً بلعسان کا اشدہ تھا اور سیدی الحاح عیسیٰ Tsāissa کے ام سے پکارا جاتا تھا، بن بونہ میں آباد ہو گیا۔ بن نے اپنی حکومت باقی ماندہ بیوں قصور اور رنہ کے ہمسایہ قبیلے پر جمالی۔ اس کی سرکردگی میں اہل الاعواط نے قصر الاصفیہ کے لوگوں کو شکست دی، لیکن مولای اسمعیل سلطان مراکش کو

حراج دینے پر مجبور ہو گئے، جس نے ۱۷۰۸ء میں شہر کی دیواروں کے نیچے اپنے حصے نصب کر دیے تھے۔ سیدی الحاح عیسیٰ کی وفات (۱۷۳۸ء) کے بعد الاعواط کی تاریخ صفین (two sofs یعنی دو صوفوں) کی کشمکش تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے، جو اپنے تسلط کے لیے جھگڑتے تھے۔ ان کا نام اولاد سرعہ اور ہلال تھا اور علی الترتیب قصبے کے حبشی و عربی اور شمالی و مشرقی حصے میں رہتے تھے۔ اس احلاف و نزاع کے درمیان، جس کی وجہ سے یہ بلعستان حوں میں بٹھا گیا، ترکوں نے اسی بالا دستی مساوی - تیری Titeri کے حاکم (= بنے) ۱۷۷۲ء میں اہل قصور پر سالانہ حراج لگا دیا۔ مراب والے بلعستان سے نکال دیے گئے۔ یہاں وہ ناعوں کا ایک حصہ حاصل کر چکے تھے اور حبش کے نانہ بدوشوں سے متحد ہو گئے۔ اہل الاعواط نے قسطنطینہ کی اعانت سے ان اعدادیوں پر فتح حاصل کی۔ اٹھارہویں صدی کے آخر میں ترک دوبارہ نمودار ہو گئے اور پھر اپنی حاکمیت قائم کر لی، جس کا حوا یہاں کے ناسدے آہستہ آہستہ اپنی گردنوں سے اتار پھینک رہے تھے۔ پہلی مہم (۱۷۸۴ء) میں بلاد الحبل (Medea) کا حاکم (= بنے) مارا گا، لیکن وهران کے بے محمد الکسر نے شہر پر قبضہ کر کے اولاد سرعہ کا محلہ بنا کر دیا (۱۷۸۶ء)؛ پھر اس کے حاشی عثمان نے ہلال سے جنگ کی اور انہیں مسخر کر دیا (۱۷۸۷ء)۔

ان دو محاصم فریقوں نے جلد ہی پھر اپنے آپ کو منظم کر لیا اور دوبارہ خانہ جنگی شروع ہو گئی، حتیٰ کہ ہلال کا سردار احمد بن سلیم الاعواط اور ہمسایہ قصور پر اپنا سیکہ ٹھانے میں کامیاب ہو گیا (۱۸۲۸ء)، لیکن اس زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ اولاد سرعہ ۱۸۳۷ء میں امیر عبدالقادر کی امداد و اعانت سے بر سر اقتدار آ گئے۔ اس نے ان کے سردار الحاح عربی کو حلیفہ مقرر کیا لیکن

(۴) *Un été dans Le Sahara*، پیرس ۱۸۷۷ء؛ (۵) *Expédition de Laghouat*، الحرائر *Voyages dans le sud*؛ (۶) مولائی احمد: *de l'Algérie*، ترجمہ از Berbrugger، پیرس ۱۸۴۶ء۔ (نور YVER G)

آفار: دیکھیے ذابکل۔

افامیہ: یا فامہ، دریائے عاصی (Orontes) کے دائیں کنارے در سلووس Seleucus کا بنا کردہ شہر آپامہ Apamea، جو حمصہ کے شمال مغرب میں پچیس میل کے فاصلے پر اُس جگہ واقع ہے جہاں یہ دریا شمال کو بڑتا ہے [اس شہر کا نام سلوقس نے اپنی واند، (یہ سوی قس Smith Classical Dictionary, etc لندن ۱۸۵۴ء، ص ۶۰) کے نام پر رکھا تھا]۔ ساسانی شاہشاہ خسرو اول (۵۰۰ء) کی سامی مہم کے دوران میں اس شہر پر قبضہ کرنے کے اسے تاراج کر دیا گیا۔ عربوں کی فتح سام کے بعد یہاں ہو عذرہ اور دو بحراء مسللوں کے لوگ آباد ہو گئے۔ اس شہر نے حلب کی ایک بیرونی چوکی کی حیثیت سے حدادی دور، پھر صلیبی جنگوں کے آغاز میں اہمیت حاصل کر لی۔ سام میں سلجوقی طاقت کے انصراف کے بعد افامہ در ۱۰۹۶/۵۸۹ء میں (فاطموں کی طرف سے عرب نراد حلف بن ملاعب متصرف ہو گیا۔ حب حسینی فدائوں نے اسے قتل کر دیا تو ۱۱۰۶/۵۰۰ء میں ٹانکرڈ Tancred نے اس پر قبضہ کر لیا اور یہ لاطینی مظراں (آرچ بشپ) کا مستقر بن گیا۔ ۱۸ ربیع الاول ۵۰۴/۲۶ جولائی ۱۱۰۹ء کو آیت کے مقام پر فتح حاصل کرنے کے بعد نورالدین محمود [رنگی] اس پر قابض ہو گیا۔ ۵۰۴/۱۱۰۷ء کے خوف ناک زلزلے میں اس کے استحکامات بباہ ہو گئے۔ قدیم شہر کے کھنڈر اب تک موجود ہیں اور مغرب کی سمت ان کے پہلو میں بعد کے تعمیر شدہ گرجا کی عمارت

وہ اپنا تسلط قائم نہ رکھ سکا اور مراب بھاگ جانے پر مجبور ہو گیا۔ اس کے جاشیں عبدالسامی کے پاس اگرچہ ایک سوپ اور سات سو ناقاعدہ سپاہی تھے، لیکن وہ بھی زیادہ کامیاب ثابت نہ ہوا۔ امیر کے احکام کی تعمیل میں اس نے وہاں کے سرور آورده لوگوں کو قتل کرنا چاہا۔ اس سے فساد پھوٹ پڑے اور اسے الاعواط جھوڑ پڑا (۱۸۳۹ء)۔ الحاح عربی کو پھر حلدہ مقرر کیا گیا مگر احمد بن سلیم نے ابن مہدی کے ایک رابطہ نجاشی سے مل کر اسے شکست دی اور مدد در لیا، یوں دوبارہ الاعواط کا مالک بن کر احمد بن سلیم نے اپنے آپ کو فراسیسیوں کی خدمات میں دے دیا۔ انہوں نے اسے ۱۸۴۴ء میں اسی طرف سے حلدہ مقرر کیا۔ اس موقع پر ڈریل مارینی موح Marey-Monge کے رہبر فساد فراسیسی موح کا ایک دستہ الاعواط کے دروازوں پر حملہ رن ہوا۔ فراسیسی ۱۸۴۷ء میں دوبارہ واپس آئے، لیکن انہوں نے وہاں اپنا قطعی تسلط ۱۸۵۲ء تک قائم نہ کیا۔ اس دوران میں روف محمد ابن عبداللہ، دو پہلے ہی ورغلہ کا مالک بن چکا تھا، ہلاک کے ڈچھ لوگوں کی امداد سے شہر پر قابض ہو گیا تھا۔ اس سے شہر کو واپس لے کے لیے حیرل پلسیہ Pelissier کی مامی میں موح کا ایک دستہ روانہ کیا گیا۔ شدید لڑائی کے بعد، حس میں حیرل بوسکارن Bouscaren اور کمان دار Morand مارے گئے (دسمبر ۱۸۵۲ء) الاعواط پر قبضہ کر لیا گیا۔ یہاں پر ایک مستقل حفاظتی موح معین کر دی گئی اور الاعواط جنوب میں فراسیسیوں کے جنگی اقدامات کے لیے مرکز بن گیا۔

مآخذ: (۱) ہاسے R Basset *Les dictons* *satiriques attribues a sidi Ahmad ben Yousof*، در *JA*، ۱۸۹۰ء؛ (۲) دوما E. Daumas *Le Sahara*، *Algerien*، پیرس ۱۸۴۰ء؛ (۳) فرومٹان Fromentun

ہے، جسے اب قلعه المصیق کہتے ہیں (المصیق یعنی دریا وغیرہ کا پایاب مقام نا گھاٹ)۔

مآخذ: (۱) یعقوبی: بلدان، ص ۳۲۴؛ (۲) باقوت،

۱: ۳۲۲ تا ۳۲۳؛ (۳) ابن القلابی: دیل تاریخ دمشق،

بمدد اشارہ؛ (۴) ابن العديم: تاریخ حلب، ج ۱، ص ۱۰۵، دمشق

۱۹۵۱ تا ۱۹۵۴، بمدد اشارہ؛ (۵) ابن الاثیر، ۱: ۱۱

۹۸ (سال غلط ہے)، (۶) Origrenze E. Honigmann

des byzantinischen Reiches، برسلر ۱۹۳۵ء، بمدد

اشارہ، (۷) La Syrie du Nord à l'époque C Cahen

des Croisades، پیرس ۱۹۴۰ء، بمدد اشارہ، (۸)

Notes sur l'archidiocèse d'Apamée J Richard

Syria، ۲۵: ۱۰۳ تا ۱۰۸، (۹) رهاؤ E Sachau

Syrien u Mesopotamien، لائبک ۱۸۸۳ء، ص ۷۱

تا ۸۲، (۱۰) Topographie historique R Dussaud

de la Syrie، پیرس ۱۹۲۷ء، ص ۱۹۶ تا ۱۹۹

افامیہ کی جہیں (بحیرہ) اور اس کے نواح میں دریائے

عاصی کی ریاست کے لیے نیر دیکھیے فلسطی در

La Syrie à l'époque des G Demombynes (۱۱)

Mamluks، پیرس ۱۹۲۳ء، ص ۱۷، ۲۰ تا ۲۲

[صبح الأعشی، ص ۸ بعد]؛ (۱۲) J. Weulersse

Tours, L'Oronte, étude de fleuve، ۱۹۳۰ء؛ (۱۳)

سامی نک: تائوس الاعلام، ۲: ۹۹۹-ب۔

(گ H. A. R GIBB)

افراسیاب: ایرانی روایت کے مطابق نوراسون

کا افسانوی ناساہ - اوستا (بالخصوص یشت ۱۹) کی

رو سے ”فرنگ رستین توری (Frangrasyan the Turian)

کوی ہنو سروہ“ (کیخسرو) کا ایک حریف تھا،

جس نے کیخسرو (Kavi Haosrava) کے ناپ سیاوش

Syavarshan (سیاوش) کو دعا باری سے قتل کر

دیا تھا - اس نے آریاؤں کی ہورن (hvarna) یعنی

شان و شوکت حاصل کرے کی بے سود کوشش

کی اور اسے کیخسرو (Kavi Haosrava) نے انتقاماً

قتل کر دیا - ممکن ہے وہ اصل میں کوئی

تاریخی شخصیت اور توری قبائل کا (حو عالاً

خود بھی ایرانی نسل سے تھے (قت نوران))

سردار ہو - اس نام کی پہلوی صورت فراساب ہے -

اس کے متعلق بعض مرید معلومات مدھی بصایف

(بندہ ہنس Bundahishn وغیرہ) میں دی گئی ہیں -

اس کا سلسلہ نسب بھی موجود ہے، جس کی رو

سے اس کا مورب اعلیٰ نوح (نور، نوراسون کا جد امجد)

اس فریدون [رتک ناں] تھا - کہا جاتا ہے کہ افراساب

کی ترکاریوں کی ابتدا منشن چہر کے عہد حکومت

میں ہوئی، یعنی اس نے مؤخرالد کر کو شکست دی

اور ایران پر قبضہ کر لیا - بعد ازاں آرو (رو یا راب)

نے ایران کو اس کے تسلط سے رہائی دلائی -

افراسیاب نے دوبارہ شان و شوکت حاصل کر لے کی

کوشش کی، جسے اس نے سانوں کیخسرو میں تلاش

کیا - افراساب کی حامی سکوت ”یشوں“ کا رپرہ میں

قلعہ، جہاں فرنگ رستین ”لوہ سے محصور“ رہتا

تھا) کا یہ تفصیل ذکر کیا گیا ہے - آخر میں

افراساب کیخسرو کے غائبوں مارا گیا - اس طرح

آگے چل کر افسانے میں ”یستون“ کے زمانے کے بعد

افراساب نوراسون کی تمام جنگوں میں ان کا سردار

ہی گیا، یہ صرف کسانوں کے خلاف بلکہ ان کے

پس رو پس دادیوں کے خلاف بھی - گویا وہ

منشن چہر اور آرو کا معاصر ہو گیا ہے - تاہم اس کے

حامی کا تعلق پھر بھی قطعاً کیخسرو ہی کے

ساتھ رہا۔

اسلامی مصنفوں نے قومی روایات سے متعلق

اپنی معلومات غیر مدھی کتابوں، بالخصوص حوڈای

نامک، سے اخذ کیں - ان کے ہاں بہت سی مرید

تفصیلات ملتی ہیں - افراساب منشن چہر سے طبرستان

میں لڑا، پھر ان میں تاہم عہد و پیمان ہو گیا، جس کی

رو سے دریائے بلخ (آمو یا حیجون) دونوں کی مملکتوں کے

Frāsīyab و syan (یع . سلم مصنف کے مرید حوالوں کے)؛

(۲) ولف F Wolff 'Glossar zu Firdosis Schahname'

برلن ۱۹۳۵ء، بدیل مادہ، قہ میر شدادی، کیاہی.

(S M STERN)

- افراسیاب . والیاں نصرہ کے ایک سلسلے (آل افراساب) کی نانی . یہ ایک مہجول السب عامل تھا، جس نے سربراہ ۲۱ / ۵۱، ۶۱۲ء میں مقامی ناسا سے نصرے کی حکومت خرید لی۔ ۵۱، ۳۴ / ۱۹۳۴-۱۹۳۵ء میں ایرانی فوجوں نے نصرے پر حملہ کیا تو افراساب کا نسا، علی، باپ کا حاسبی معزز ہوا اور اس کی طرف سے سدرہ راحہ کی ندولت یہ حملہ ناکام ہو گیا۔ ایران کی طرف سے دوسرا حملہ ۵۱، ۳۸ / ۱۹۳۹ء میں ہوا، نہ بھی ناکام رہا۔ جب بغداد کے متعلق برکوں اور ایرانیوں کی ناہمی پس منظر کا آغاز ہوا تو علی ناسا عسکری حاکم دار رہا اور اپنے صوبے پر خود مختارانہ حکومت کا ساملہ جاری رکھا۔ علی کے بیٹے حسن کی حاسبی بر (حوالی ۵۱، ۶۲ / ۱۹۵۲ء میں) داخلی چپکڑے اٹھ کھڑے ہوئے، جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بغداد کے حاکم درخصی ناسا نے ۵۱، ۶۴ / ۱۹۵۴ء میں حسن کو برطرف کر کے علی ناسا کے بھائی احمد کو حاکم نصرہ بنا دیا۔ بعد میں جب درخصی نے احمد کو قتل کر دیا تو مقامی آبادی اور مائٹوں نے بغاوت کر دی۔ سجدہ نہ ہوا کہ حسن ناسا کو بحال کر دیا گیا۔ جب اس نے الحسا پر سلطہ حمانے کی کوشش کی تو بغداد کے حاکم ابراہیم (طویل) نے اس کے خلاف نڈرے سمائے برچڑھائی کی۔ قرۃ کے طویل محاصرے کے بعد حسن اپنے بیٹے افراساب کے حق میں دست بردار ہو گیا، لیکن نائب السلطہ (regent) کی حشمت سے حکومت کرنا رہا، یہاں تک کہ بغداد سے فرہ مصطفیٰ (فراری) کے زیر قیادت ایک اور مہم بھیجی گئی، جس نے حسن کو نصرے

پہنچان حد فاصل قرار پایا۔ ساوش نے، جسے کیکاؤس نے افراساب کے خلاف فوج دے کر بھیجا تھا، اس سے عارضی صلح کر لی، جسے کیکاؤس نے تسلیم نہ کیا۔ ساوش نے افراساب کے ہاں پناہ لی اور افراسیاب نے اپنی بیٹی وفتا قرید ساوش سے (۱۰۰ دی) الطبری، فردوسی: فرہنگس، پھر وہی اسے حسد کی بنا پر قتل کر ڈالا۔ وفتا قرید، جس نے حسن کے جیسرو تھا، بح کئی اور اسے مشہور پہلوں (تو، تو) واو) ایران لیے لایا۔ پھر رسم اور موس سے ساوش کے اسام میں بورا کی سر رہی ناسا کر ڈالی۔ جیسرو ۵۰۰ ہزار حکومت افراساب کے خلاف حکوں سے معذور رہا (تصنیف بر الطبری، ۱: ۶۵ بعد، قہ سر اساریہ، لیل مادہ، الثعلبی: *Histoire des rois de la Perse*، (طبع زونبرگ Zotenberg) ص ۲۲۲ بعد، فردوسی: شاہنامہ (طبع Vullers)، ۲: ۶۴۷-۶۴۸ (۱۰۴۴)۔ آخری نرائی نے بعد افراساب پر اسمان سے اہاٹ کر آدر جان میں رہے تو ہو گیا، لیکن نکلنا اور اسے جیسرو نے اپنے غائب سے قتل کیا.

چونکہ وراثتوں سے ترک ورا لیے جانے میں (دیکھئے بورا) لہذا افراساب کو ترک ہی مانا جاتا تھا۔ شاہنامہ میں اس امر پر خاص زور دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات ترک حادان اسے اپنا مورث اعلیٰ قرار دیتے رہے ہیں، حاجہ فراہابی حادان [آرک ناں] آل افراساب بھی نہ لانا ہے اور سلجوق افراساب ہی کی اولاد سے ہونے کا دعویٰ کرتے بھی [میرا غالب نے کئی مرتبہ کہا ہے کہ میں سلجوقی، افراسابی اور ہسنگی ہوں، دیکھئے کتاب نظم فارسی] (قہ بارٹولڈ Hist W Barthold *des Turcs d Asie Centrale*، ص ۷۰، ۸۰).

مآخذ: (۱) *Les Kayanides* A Christansen

کوہن ہیکن ۱۹۳۲ء، بدیل اشاریہ، بدیل مادہ ہی- Irayra

۷ نکال کر ۱۰۷۸/۱۶۶۸ء میں سلطانِ برکی کی حکومت دوبارہ قائم کر دی۔

مآخذ: (۱) مرتضیٰ بطمی رادہ، گلشنِ حلقاء، استاسول، ۱۷۳۰ء؛ (۲) فتح اللہ الکفوی: زاد المسافر، بغداد ۱۹۲۴ء؛ (۳) محمد آغا خواجہ رادہ، تاریخ السلفدار، ج ۱، بغداد ۱۹۲۸ء؛ (۴) سید علی عثمانی، ۱۸۰۱ء۔ ۱۹۰۵ء: ۳۰۱۳ و ۳۰۱۴، J B Tavernier (۵)؛ (۶) Les Six Voyages، پیرس ۱۶۷۶ء وغیرہ، انگریزی ترجمہ لندن ۱۶۷۸ء، (۷) لونگرگ S H Longrigg، Four Centuries of Modern Iraq، اوکسفرڈ ۱۹۲۵ء، ص ۹۹ تا ۱۱۷، (۸) عباس الراوی، تاریخ العراق میں اختلاط، ۲۱ تا ۱۰۱، بغداد ۱۹۵۳ء۔  
(کتاب H A R Gibb)

افراسیابیہ: حانودۃ ماربندراں کا ایک چھوٹا حکمراں حانداں، جسے رابینو Rabino نے کیاں حلاب حلاب کا نام بھی دیا ہے (آمل کے آٹھ ٹوکوں سرگوں) میں سے ایک کے نام پر) اور رھاؤ Sacha نے کیا حلاوی کا۔ اس حانداں کا نام براسات بن کیا جس کے نام پر نژاد، جو اسے پہوئی فخرالدولہ حسن ناوند (دیکھئے مادۃ ناوند) ملازم میں سپہ سالار کے عہدے پر فائز تھا۔ لہذا افراسات نے اسی نام سے، جس کی ایک حواں کی پہلے حاوند سے بھی، سازش کر کے فخرالدین کے راءام لگایا کہ اس لڑکی کے ساتھ اس کے ناخاثر ملقات ہیں اور آمل کے علماء سے اس مصیبت کا بوی حاصل کر لیا کہ ایسا شخص واجب القتل ہے۔ اسی رسالے میں ناوند نے اسے وزیر کیا حلال الدین احمد بن حلال کو قتل کرا دیا، جو امور حانداں کماے حلالی کا ایک رکن تھا۔ اس سے امراء بہت ناراض اور خوف زدہ ہو گئے اور وند محصور ہوا کہ کیاں حلاب کی دوسی حاصل کرے، جو کماے حلالی کے راءام حریف حلے آ رہے

تھے۔ ان دونوں حانداؤں کی آپس میں صلح ہو گئی، جس سے کیا افراسات کو آزادی کے ساتھ کام کرنے کا موقع مل گیا اور بالآخر ۲۷ محرم ۵۷۰ھ / ۱۷ اپریل ۱۱۳۹ء کو افراسات کے دو بیٹوں علی اور محمد (نا نھول Justu صرف محمد) نے ناوند کو کسی حمام میں قتل کر دیا۔ فخرالدولہ کی موت پر حانداں ناوند، جس نے سات سو پچاس سال حکومت کی تھی، حرم ہو گیا اور کیا افراسات نے آمل (اور ساری) JA، ۱۹۴۳ء تا ۱۹۴۵ء، ص ۲۳) [ساریہ، جسے ساری بھی کہتے تھے دیکھئے لستریج مسالک حلاوت سرمدہ، ص ۳۷] کی حکومت سنبھال لی۔ یہ دیکھ کر کہ اس کے سابق آقا کے آئیں منصب دار اطاعت سے منکر ہیں افراسات نے مذہب کا سہارا لیا اور درویش طریقت فوام الدن مرغشی کا مرید ہو گیا، جو ”میر برگ“ کہلاتے تھے۔ اس مذہب سے افراسات کو اسد بھی کہ آمل کے ناسدے، جو سح کو انتہائی احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اس کے خلاف تعاون کرنے سے معذور رہے، لیکن دس سال حکومت کرنے کے بعد کیا افراسات نے ۵۷۶ھ / ۱۳۵۹ء میں حلالک مار رھن کی لڑائی میں انہیں درویشوں کے ہاتھوں شکست کھائی اور اسے دس بیٹوں کے ساتھ مارا گیا۔

اب میر برگ آمل کے حکمراں ہو گئے اور ان سے مرغشی [رک ناں] سادات کے حکمراں حانداں کا سلسلہ حلا (۵۷۶ھ / ۱۳۵۹ء تا ۱۳۸۹ھ / ۱۷۵۸ء)۔ اسی سال افراسانی قبیلے کے ایک رکن کیا فخرالدین حلاوی نے میر برگ کے بیٹے عبداللہ کو قتل کر دیا۔ اس حرم کی پاداش میں اسے نیز اس کے چار بیٹوں کو موت کی سزا دی گئی۔ اس کے علاوہ آخری ناوند حکمراں کا ایک اور سستی بھائی کیا گستانسٹ (ویسن) بھی اپنے سات بیٹوں کے



مانہ مارا گی .

کیناں چلاب کا یہ دوبارہ ظہور کیا افراسیاب کے آٹیوپیئٹے اسکندر شجاعی ہی سے ہوتا ہے، جس نے ہرات میں پہا لی بھی اور عرصے تک مبالغہ آرائی کرنے کے بعد آخر کار نیمور کی ملاریٹ میں داخل ہو گیا۔ ۵۷۹۰ء / ۳۹۲ - ۱۳۹۳ء میں نیمور نے مارتدراں پر حملہ کیا، امل کے قریب ماہانہ سر کا قلعہ فتح لیا، امل اور ساری کو ناراج کر ڈالا اور مرغشی سیدوں کو دلاوطن کر کے اسکندر کو حاکم بنا دیا۔ اسکندر چونکہ حملہ آور کے ساتھ واپس آیا تھا اس لیے عوام میں بہت کم مقبولیت حاصل کر سکا۔ مقبولیت میں سرید لئی اس لیے ہوئی کہ اس نے میں بربرگ نے سرے کو مسہدم کرنے کا حکم دے دیا، حوساری میں تھا۔ ۵۸۰۲ء / ۱۴۰۰ - ۱۴۰۱ء میں سکندر عراق، آذربائیجان، انڈولہ اور ساء کی نیموری مہمات میں شامل رہا۔ پھر احارب نے لڑ امل کو لوٹا اور یہاں پہنچ کر نیمور کے خلاف، تعاون کا علم بلند کر دیا۔ ۵۸۰۵ء / ۱۴۰۳ - ۱۴۰۴ء [کدا؟ ۱۴۰۲ - ۱۴۰۳ء] میں نیمور اسکندر نے نعام کرنا ہوا مارتدراں میں داخل ہوا۔ اسکندر اپنی سوی اور دو چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ جنگل میں بھاگ گیا۔ وہاں آتے یہ خوف لاحق ہوا کہ وہ سادا بچوں کے چھپے چلابے کی وجہ سے ہکڑا جائے، لہذا دونوں بچوں اور ان کی ماں کو قتل کر دیا۔ بالآخر وہ خود شیروڈ دو ہزار کے مقام پر مارا گیا۔ نیموری سرداروں نے اس کے سر کاٹ کر اس کے بیٹے حسین کینا کے پاس بھیجا، جو فیروز کوہ کے قلعے میں محصور ہو کر لڑ رہا تھا۔ اس پر اس نے فی الفور قلعہ نیموری فوج کے حوالے کر دیا۔ اسکندر کا ایک اور بیٹا علی کیا نیموری فوج کے ہاتھوں گرفتار ہو چکا تھا۔ تیمور نے دونوں بھائیوں کو معافی دے دی اور حسین کیا فیروز کوہ

میں حکومت کرنا، ۱۲۔ اس کے بیٹے لٹھراسپ (نہ حسہ  
 بن اسکندر) نے ۵۸۸۰ / ۱۴۷۹ - ۶۱۴۸۰ [کدا؟  
 ۱۴۷۵ - ۱۴۷۶ء] میں طاقان میں حکومت کی، پھر  
 امیر حسہ (حسہ ۵، قسٹ رھاؤ Sachau) بن -- لی  
 بن لٹھراسپ کی باری آئی سو اس نے رسم دار کے اہک  
 جتھے سر میرور کوہ، دماوند اور ہری رود کے کوہستانی  
 علاقے پر حکومت کی۔ ۵۹۰۹ / ۱۵۰۳ء میں [صفوی]  
 شاہ اسماعیل اول نے گلی حیدان اور سرور کوہ کے  
 قلعے سر کر لیے کے بعد وستہ کے قلعے کا محاصرہ کر  
 لیا، جہاں امیر حسہ گیا پناہ گیر ہوا تھا۔ قلعے  
 کی حوالگی پر محصور ہو کر اس نے کچھ عرصے بعد  
 ایوان رسول واد (کنود گند) میں خودکشی کر لی۔  
 اس حادثہ کا آخری رکن امیر سہراب جلات ساوج  
 ٹولای میں آزدی کا قلعہ دار تھا، شاہ [اسماعیل]  
 نے اسے اس عہدے پر بحال رکھا۔

مآخذ: (۱) ژنرال Zambaur، ص ۱۸۸، (۲)

Verzeichniss mehr Dynastien F Sachau رحاؤ

ص ۷؛ (۳) Justi *Iranisches Namenbuch* ص ۱۰۳.

*Istorikogengraf obzor* W Barthold مارثولد (۴)

Iran, ص ۱۵۵ تا ۱۶۱، (۵) رابینو H L

*' JA ' Dynasties alaouides du Mazandaran*

١٤١٩٢٤ ص ٢٥٣ تا ٢٤٤ (٦) وهي مصنف :

*Dynasties de Mazandaren*، جزء ۱، ص ۲۹۱ تا

۳۷۳ (۷) وهی مصف، *L'histoire du Mazandaran*، در

*J.*, ١٩٣٣ء تا ١٩٥١ء، ص ٢١٨، ٢٢١، ٢٢٦، ٢٣٤؛

(۸) وہی مصنف : *Mazandaran and Astrabad* :

١٩٢٨ هـ ص ٣ ١٣٢ .

(B. NIKITINE)

الأقرانی : دیکھیے القرآن.

افرن : ایک نر قبیلہ، جس نے ہعرہ کی پہلی بی بیوں کے اندر شمالی افریقہ میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ نر ستائیں افرن کا نسب نامہ افری

اسویوں کا ساتھ دیا اور اس کسمکش سے فائدہ اٹھا کر اپنا علاقہ وسیع کر لیا۔ ان کے سردار یعلیٰ بن محمد نے حشمہ الناصر سے وسطِ مغرب کے ورے مغربی حصے کی حکومت حاصل کر لی اور اپنے دندے کا ڈنکا وهران (Oran) کے دور و دراز علاقے تک بٹھا دیا، جسے اس نے ۸۳۴ھ / ۹۵۴ء میں فتح کر کے بالکل تباہ کر ڈالا۔ ۸۳۸ھ / ۹۴۹ء میں اس نے معسکرہ Mascara کے جنوب مغرب میں اپنا دارالسلطنت ایفگان (ایفگان) تعمیر کر کے اسے کرد و بواح کے ناسدوں سے آباد کیا، لیکن یعلیٰ کی حکومت دیرپا ثابت نہ ہوئی۔ ۸۳۷ھ / ۹۵۸ء میں وہ فاطموں کی فوج سے لڑنا ہوا مارا گیا، جس کے سہ سالار جوہر [رکناں] نے ایفگان کو تاج و تاجدار کیا۔

اس کے بعد ایفگان قبائل کی کروہ بندی ٹوٹ گئی۔ ان کی بعض شاخیں اندلس چلی گئیں، جہاں ان کا ایک سردار ابو نور ۸۴۰ھ / ۱۴۴۰ء میں شہر روندہ Ronda پر بسنت و تصرف میں کامیاب ہو گیا۔ دوسروں نے پہلے تو صحراء کے کنارے پناہ لی اس کے بعد صہاحہ کے خلاف مغراوہ Maghrawa کے ساتھ مل کر وسطِ مغرب میں ایک دفعہ پھر قدم حمایہ کی کوشش کی۔ ۹۷۰ء میں سلجکیں بن زیری سے دوبارہ سکسب کھانے اور مسیر شوئے کے بعد انہوں نے مغرب کے اسپانیائی حصے میں قسمت آزمائی شروع کی۔ ندو بن یعلیٰ نے پہلے نو امویوں کے ساتھ بڑی واسگی کا اظہار کیا، لیکن بعد میں ان کی حسد حالی سے فائدہ اٹھا کر انہی حذاکاتہ حکومت قائم کرنے کی کوشش کی۔ اس نے مغرب کے گورنر زیری بن عطیہ سے فاس دو مہرہ جیسا، لیکن اسے فصے میں نہ رکھ سکا۔ اس کے ایک عزیز حاتمہ نے ایفگان کی قسمت کا ستارہ پھر چمکا دیا۔ اس نے نادلہ کا علاقہ فتح کیا اور

اس اقلیتی بن مسرا بن راکنا بن ارسک بن ادینت اس حانا سے ملائے ہیں۔ یہ سلسلہ عربوں کے فوجانہ اقدام کے وہ زمانہ قائل میں سب سے زیادہ ملاحظہ تو ہے۔ اس کی مختلف شاخیں تمام جنوبی افریقہ (سوازیلینڈ، موزمبیق) اور اجرائر کی بلند سطح پر مربع پر مغرب اور بلحاظ کے علاقوں میں پھیلی ہوئی ہوئی ہیں۔ اسلام لائے کے بعد ایفگان نے کرم حوسی سے اباضی [رکناں] سائنس قبول کر لے اور نویں صدی مسیحی کی زریعی معاہدوں میں بہت بڑا حصہ لیا۔ ان کے ایک سردار ابو فرہ نے بلحاظ کے کرد و بواح میں زریعی حکومت قائم کر لی۔ شروع میں نو اس نے عرب سالاروں کے ہاتھوں شکست کھائی لیکن ۹۷۷ء [۸۳۶ھ] میں اس نے پھر جارحانہ اقدامات شروع کر دیے۔ ۹۷۷ء [۱۰۳۷ء] میں حاکم ہرار کی جمعیت کے ساتھ وہ ان جارحی فوجوں سے جا ملا جو صہاحہ میں افریقہ کے گورنر عدو بن حشمہ کا راستہ روکے ہوئے تھے۔ حاکم ہرار دینار نے زریعی اس وقت نو واس حاتمہ پر راضی ہو گیا، لیکن ۹۷۷ء [۸۳۷ھ] میں انہی فوجوں کے ہمراہ اس نے المروان کے محاصرے اور سحر میں حصہ لیا۔

آئندہ صدی میں نو ایفگان جارحی عقائد ترک کر کے راسخ العہدہ مسلمان بن گئے۔ لیکن ان میں سے کچھ پھر بھی جارحی ہی رہے، مثلاً نو وارگو، جس میں سے فاطموں کے زمانے میں ابو یزید [رکناں] "صاحب الحمار" پیدا ہوا۔ یہ معاہدہ نو وارگو کی ماہی کا باعث ہوئی، جنہوں نے فاطموں کے ہاتھ سے سب سرائے کر آئندہ کے لیے ایک نیم حانہ بدوسانہ زندگی اختیار کر لی

وسط مغرب کے ایفگان بلحاظ اور آس پاس کے میدانوں پر قابض رہے، لیکن نویں صدی مسیحی میں انہیں ادریسیوں کی سیادت تسلیم کرنا پڑی۔ بعد کی صدی میں انہوں نے فاطمیوں کے خلاف اندلس کے

مفراوہ (فاسی) کے حملوں پر بھی سرلزل یہ رہا۔ اس کے بھائی اور حاشیہ ابو الکمال رحمہ اللہ نے ترغاطہ کے خلاف حماد میں اپنی کی قیادت کی۔ ان کے ملحدوں کی طامہ لچل ڈالی اور خود سلا میں حکمراں بن بیٹھا۔ تاکہ مفراوہ سے دس بھی اے نہ لیا، لیکن ۵۴۹ھ / ۱۱۳۰ء میں وہاں سے پھر نکال دیا گیا۔ ۵۶۶ھ / ۱۱۷۱ء میں وہ

نہالا میں قوت ہو گیا۔ اس کی مائیں کردہ سلطنت بعد میں رانادہ ماتک تک قائم رہ رہ سکی۔ اسے المرائطوں نے تباہ کر دیا، جنہوں نے تمام مسووحہ علاقوں میں افوں کا قتل عام کیا۔ اس مسئلے کے نامی ماندہ لوگ، جنہوں نے بلعمان میں تباہی لی تھی، اس وقت مانا مات کر دیے گئے جب یوسف نے نامیں اس شہر پر قابض ہوا۔

• آحاد • (۱) اس حلدوں • *Histoire des Berberes*

ترجمہ دیسلان de Slane ۲۰۸۶ء بعد (۷) Journal

*Les Berbers*، موامع نشره.

(G YVIR 22 )

\* آفریدون : دیکھیے قرندوں.

\* **افرییدی :** پاکستان کی شمالی و مغربی سرحد پر ایک بڑے اور شاہ-ور پنہاں پہلے ۵ ناہ، جس میں لڑنے والوں کی تعداد ۵ حصہ بچاس ہزار افراد لگا رہا ہے۔ جن علاقوں میں افرییدی آباد ہیں وہ تھوہ سمنہ کی سرحدی پھاڑوں سے شروع ہو کر براہ کے نصف شمالی اور سہ-ہزار [وگناں] میں سے گزر کر ضلع پشاور کے مغرب اور جنوب کی طرف پہلے ہوئے ہیں۔ مغرب کی طرف ان کی حد پاکستان کے وہ اضلاع ہیں جو راہ راسہ حکومت کے تابع ہیں، شمالی جانب مہمندوں کے علاقے، مغربی جانب شیرازی، جنوب میں اورنگزی اور سنگس پہلے ہیں۔ افرییدی آٹھ گروہوں (clans) پر مشتمل ہیں۔ درہ سر میں اور اس کے آس پاس ٹوکی جبل،

علوم ہوئی ہے کہ اگرچہ اوردی دشمنوں نے ان میں اعلیٰ نہیں ہو سکا۔ سلی عنصر ان رگوں کا سرور موجود ہے جو ان ہستوں والے منہ آوروں سے بیشتر راہ میں آباد ہو چکے تھے اور ہوں بے پردہوں اور سوہونی صدی کے درساں رہائے سندھ کے مغربی جانب کی پہاڑیوں اور دریا کی (alluvial) میدانوں کی پٹی میں رسمہ رفتہ سے قدم جما لیے تھے۔

درہ حیر کے آثار، جو سندھوستان کو افغانستان سے ملاتا ہے، محل نادساہوں کے لیے اسے دور امانہ صوبہ بل سے محفوظ طریقے پر سلسلہ مواصلات قائم رکھا۔ ریدیوں کی وجہ سے بے حد دسوار ہو گیا تھا۔ اگر دساہ کے عہد حکومت میں ہونے کی رو سے [رک ناں] نے نانی بایرند اور اس کے بیٹے حلال اندر کی تھی۔ بے حوس میں آکر انہوں نے معلوم کیا کہ ان فوجیوں اور فاعلوں پر حملے شروع کر دیے جو درہ حیر میں سے گزر رہے تھے۔ اندر کی فوجوں نے ۱۵۸ء میں انہیں ہتھیار ڈال دیے اور اطاعت قبول کر لیں۔ پر محصور کر دیا اور آئندہ سال کچھ وظائف کے بدلے میں انہوں نے درہ حیر کو آمد و رفت کے لیے کھلا رکھنے کا وعدہ کر لیا، مگر یہ اطاعت حص عارضی ثابت ہوئی، کیونکہ جہاں کٹر اور رنگ ریب کے دور حکومت میں بھی ان کے خلاف ہی مہمیں روانہ کرنا پڑیں۔ جہاں کٹر نے بہت سے ریدیوں کو سندھوستان اور دکن کی طرف حلا وطن کر دیا، جہاں ان کی اولاد اب تک موجود ہے۔ مدد سادہ درانی نے افغانی سلطنت قائم کر لی۔ اوردی کے نام اس کے تابع فرمان رہے۔ احمد سادہ کے دیوان افواج میں بھی ان کا نام آتا ہے، اس کی سے اوردی قلعے میں اس ہزار جنگ حوسمار دیے تھے۔

برطانوی فوجوں سے اوردیوں کی ابتدائی آویرس

پہلی جنگ افغانستان (۱۸۳۹-۱۸۴۲ء) کے دوران میں ہوئی۔ النان بحال (۱۸۳۹ء) سے شمالی و مغربی سرحدی صوبہ سے نک (۱۹۰۱ء) اوردیوں کے خلاف آٹھ سے کم مہمیں نہ بھیجی پڑیں۔ پہلی درہ کوھاٹ کے اوردیوں کے خلاف (۱۸۵۰ء) اور دوسری حواکی اوردیوں کے خلاف (۱۸۵۳ء)، جو آدم حل اوردیوں کی ایک ساح ہیں۔ پھر رکا حل اوردیوں کے خلاف مغربی سندھ میں ناگپور ہو گئیں (۱۸۵۵ء)۔ حواکی اوردیوں کے خلاف مہمیں ۱۸۷۷ء اور (۱۸۷۸ء) رکا حل اوردیوں کے خلاف ۱۸۷۸ء اور ۱۸۷۹ء۔ تمام اوردی وائل میں سے درہ حیر اور اس سے ملحقہ وادی بازار (نراہ) کے اوردی سب سے زیادہ سخت ہیں۔ وہ ان علاقوں میں آباد ہیں جو سندھ کوہ کی دھلاؤں سے اطراف پشاور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ انہیں ان علاقوں میں سے رعایت کر کے لیے وہ ہمسایوں کو بھاری ناواں ادا کرنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ رکا حل کے ساتھ پہلا معاہدہ ۱۸۵۷ء کے دوران میں ہوا (ایچیسن Aitchison، ۱۱: ۹۲ تا ۹۶)۔ اس معاہدے پر اوردی دوسری جنگ افغانستان ۱۸۷۸-۱۸۸۰ء تک کاربند رہے، جب نہ صرف حیر بلکہ پورے سرحدی علاقے کے اس و امان میں غیر معمولی حل روسا ہو گیا تھا۔ رکا حلوں نے حیر کے خطوط مواصلات پر حملے کیے۔ برطانوی فوج نے ان کے علاقے میں گھس کر فصلیں سادہ کس، گڑھماں اور کاؤں مسمار کر دیے (۱۸۷۸-۱۸۷۹ء)۔ ۱۷ فروری ۱۸۸۱ء کو حیر کے اوردیوں اور لٹڈی کونسل کے لڑگی Leargi سواریوں نے مل کر حیر کے علاقے میں اس و امان قائم رکھنے کی ذمہ داری سنبھال لی اور اپنی آزادی تسلیم کیے جانے کے عوض کسی دوسری خارجی حکومت سے کوئی راہ و رسم نہ رکھے گا عہد کر لیا۔ ساتھ ہی حیر کی حفاظت کے لیے

سرحد پر سب سے بڑا خطرہ رہا ہے کیونکہ دوسرے قائل عموماً افریدیوں ہی کی بیروی پر آمادہ رہے ہیں۔

۱۹۱۳ - ۱۹۱۸ء کی عالمی جنگ کے دوران بعد ۱۹۱۹ء میں بھارتی سرحدیں کھول دی گئیں۔ جو گویا پوری سرحد کو آمادہ ہتھیار کر دینے کا اشارہ تھی اور خطرہ تھا کہ لارڈ کرزن نے ملشیا کا جو منصوبہ بنایا تھا وہ بالکل درہم برہم ہو جائے گا۔ ۱۹۲۱ء تک افریدی قائل نے پوری طرح اطاعت قبول کر لی۔ جس رائے کے فوجی دستہ نوڑ دیا گیا اور اس کی جگہ خاصہ داروں نے لے لی، یعنی قائل رگروٹوں نے جس کے احکامات حکومت عمداً کر رہی تھی، مگر وہ اپنے لیے شہار اور گولی نارود خود فراہم کر رہے تھے، لہذا انہیں کے ملا سدا اندر کی۔ سرگرموں کے بیس نظر سخت خطرہ پیدا ہوا تھا کہ افریدی بھر چھاپوں کا سلسلہ شروع کر دیں گے، لہذا ملاے موصوف ان تمام قائل کی مدد کرنا تھا جنہوں نے حکومت ہند کی شرطیں مان لی تھیں۔ اپریل ۱۹۲۱ء میں افریدیوں کے قائل حاکم نے جسے رگروٹوں کی تعمیر کے سلسلے میں مرید دمداریاں قبول کرنے ہوئے نئے مقرر ہوئے۔ وطنیہ لسا منظور کر لیا (Secret Border Report) ۱۹۲۱ - ۱۹۲۲ء، ص ۱)۔

[رطانوی عہد میں حمزہ سے لڑی جانے تک ریل جاری ہو جانے سے صلح و امن کو کوئی نفی نہ پہنچی۔ ۱۹۲۷ سے ۱۹۳۰ء تک بڑا مدھی لسمکس کا اٹھاڑا سا رہا۔ ۱۹۳۷ء سے حکومت پاکستان نے تمام انتظامات سہاں سے اور قائلوں کے لیے فلاحی منصوبوں کے مطابق وسیع پیمانے پر کام شروع کر دیا۔ اب بیس سال سے ہر حصے میں کمال اس ہے اور یہ حصہ ملک ترقی کر رہا ہے]۔

قائل چیلوں (قائل رگروٹوں) کا ایک دستہ رگروٹوں کے انتظامات بھی عمل میں آئے، جس کی بحوالہ حکومت ہند نے اپنے دہے لے لی (ایچ ایس Aitchison، ۱۱: ۹۷ تا ۹۹)۔ ۱۸۹۷ء میں سرحد اور حوالہ سورڈز پر ہونے والی اس میں افریدی سب سے آخر میں شامل ہوئے اور ۱۸۹۷ء - ۱۸۹۸ء کی مہم بھارت میں سدا جنگ کے بعد ہی صلح پر آمادہ ہوئے۔ اس مہم کے حاکم اور وائٹ فوجی پرانا طریقہ کار اختیار کر لیا گیا جو سترہ سال تک (۱۸۸۱ء تا ۱۸۹۷ء) سدا کادیاں ثابت ہو چکا تھا، ساتھ ہی ساتھ رگروٹوں (جس کا مقامی نام) کو برطانوی فوجوں کے ماتحت اور سر جو سظم بنا کر ان کی مدد کے لیے پشاور میں ایک محفل فوجی دستہ معین کر دیا گیا۔ اس معاہدے کے مطابق حکومت برطانیہ جس کے فوجی دستوں اور درہ جس کے اس واسا کی مدد داروں نے، یوں برطانیہ اور افریدیوں کے نامی تمام ۱۸۹۸ء تک اسوار رہے (Parliamentary Papers، ۱۹۸ء، ج ۳، شماره ۲۱۰، ص ۱۵۱)۔

۱۹۰۳ء کے اواخر میں بہت سے افریدی قائل آئے۔ اس کے بعد برطانوی علاقے میں چھوٹے پیمانے پر چھاپوں کی چند واردائیں ہوئی، جس میں زیادہ تر رگروٹوں کا شامل ہوا۔ ان کی امداد کے لیے بعض دوسرے افریدی قائل، سر اور لڑائی و سرہ ذی شریک تھے۔ ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک افریدیوں کے دستے، جو ہر طرح مسلح تھے، برطانوی علاقوں پر چھاپے مار رہے تھے۔ ۲۸ جنوری ۱۹۰۸ء کی رات کو اسی افریدیوں کا ایک دستہ پشاور پر حملہ آور ہوا آخر میجر جنرل سر جسٹس کی سرکردگی میں فوجی دستے جمع کر رگروٹوں کو دبا دیا گیا۔ نومبر ۱۹۱۳ء میں برکی پہلی عالمی جنگ میں [انہادیوں کے خلاف] شامل ہوا اس سے سرحد میں خاصا جوش پھیلا۔ افریدیوں کا رویہ ہمیشہ

اس نام کے معنی ملکہ آسمان کے ہیں؛ بعض کی رائے ہے کہ یہ نام افریقوس بن آفرہہ الراسس کے نام پر رکھا گیا ہے، جس نے بربر علاقے پر فوج کشی کی بھی اور شہر افریقہ تعمیر کیا تھا (قُبَّ المسعودی، مطبوعہ پارس، ۳: ۲۲۴)؛ بعض اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ نام [حصرب] ابراہیم<sup>(۴)</sup> کے بیٹے افریب سے ماخوذ ہے، جو ان کی بیوی مٹورا کے بطن سے پیدا، یا فارو بن مضرائم سے لیا گیا ہے۔ اس حلدوں کے قول کے مطابق افریقہ کا نام یس کے ایک نواسہ افریقوس بن قس بن صفی کے نام سے ماخوذ ہے۔ المفریری کے بیان کے مطابق (مقول در اس ابی دیار) افریقوش بن آفرہہ بن ذی القرنین نے المغرب کو فتح کر کے وہاں ایک شہر تعمیر کیا اور اس کا نام افریقہ رکھا۔ ابن السَّاط (حوالہ در ابی دیار) افریقہ کے لفظ کو تریقی ”صاف“ [== چمکیلا] سے مشق بتاتا ہے ”کیونکہ افریقہ کے آسمان پر نادل بالکل نہیں ہوتے۔ الحسن بن محمد الوان الریابی (لسو افریما بوس Leo Africanus) اور ابن ابی دیار افریقہ کا ماخذ قزو ”حدا کرنا“ ٹھہراتے ہیں، اس لیے کہ اسے بحرہ روم یورپ سے اور دریائے نیل ایشیا سے الگ کرنا ہے، یا اس لیے بھی کہ یہ مشرق و مغرب کے درمیان واقع ہے۔

المکبری کے بیان کے مطابق افریقہ کی حد مشرق میں ترقہ اور مغرب میں طنجہ بھی۔ شمالاً جنوباً یہ بحرہ روم کے ساحل سے اس ”ریگسٹان تک پھیلا ہوا تھا جہاں سے حبشیوں کا ملک شروع ہو جاتا ہے۔“ اس حساب سے رومیوں کے مخصوص صوبہ افریقہ کے علاوہ افریقہ میں طرابلس (Tripoli) اور سومیڈیا Numidia بلکہ موری نایا Mauretania بھی شامل ہو جاتے ہیں، لیکن البکری سے قدیم بر اور مساجر جغرافیا نویس اس کی حدیں تنگ تر بتاتے ہیں، مثلاً الأصطخری (چونہی صدی

ماخذ: (۱) ایچی سن C U. Aitchison Treaties, Engagements and Sanads ۱۹۰۹ء، ح ۱۱، (۲) ڈیویس C C Davies The Problem of the North-West Frontier کیسبرج ۱۹۳۲ء؛ (۳) وہی مصنف: British Relations with the Afridis of the Khyber Frontier and Tirah در Army Quarterly ۱۹۳۲ء، (۴) H D Hutchinson وصیمہ اف، ۱۹۰۸ء، (۵) مچسن The Campaign in Tirah لندن ۱۸۹۸ء؛ (۶) ہولڈج The Indian Borderland Th Holdich لندن ۱۹۰۱ء، باب ۱۵ و ۱۶؛ (۷) Province Administration Reports (حو سال بہ سال شائع ہوتی تھیں)؛ (۸) پیجٹ W H Paget و میسن Record of Expeditions against A H Mason the N. W. F. Tribes since the Annexation of the Punjab ۱۸۸۸ء، (۹) Parliamentary Papers ۱۹۰۰ء، ح ۷، شمارہ ۲۰۱، (۱۰) واربرٹن R Warburton Eighteen years in the Khyber ۱۸۷۹ تا ۱۸۹۸ء، ۱۹۰۱ء۔

(ڈیویس C COLLIN DAVIS [و ادارہ])

\* افریقہ: (بقول فلائسر Kleinere Fleischer Schriften، ۱: ۲۳۹) نہ املاہ نہ سبب افریقہ، جو اب تک مستعمل رہا، زیادہ درست ہے، بربرستان (Barbary) کے مشرقی حصے کا عربی نام، حالانکہ المغرب کا نام مغربی حصے کے لیے مخصوص ہے۔ افریقہ لاطینی لفظ افریکا Africa کی فقط ایک بدلی ہوئی شکل ہے اور یہ نام رومیوں نے شروع میں اُس صوبے کو دیا تھا جس کی تشکیل انہوں نے قرطاجنہ (Carthage) کی تباہی کے بعد کی۔ بعد ازاں اس نام کا اطلاق بربرستان اور بالآخر پورے براعظم افریقہ پر ہونے لگا۔ اس نام کے متعدد قیاسی استقاقات بھی دیے گئے ہیں: مثلاً المکبری لکھتا ہے کہ ”بعض کے نزدیک

کے دہانے سے بیزرتا Bizerta کی طرف قاس (Capès) تک۔ بالآخر سترھویں صدی میلادی میں اس اپنی دیوار ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ”علماء الأفریقیہ سے القروان کا علاقہ مراد لیتے ہیں“۔

اوائل سپیہ مغرب میں الأفریقیہ دستور روم (Byzantines) کے مصرے میں تھا۔ یہاں بربر قبائل (ہوارہ Huwāra، لواطہ Luwāta، اوریعہ Awrighta، نفوسہ Nefusa، افرن Ifren، نفراوہ Nefzāwa وغیرہ) اور ان لوگوں کے احلاف آباد تھے جو یروپی ممالک سے آ کر افریقہ میں بس گئے تھے اور جنہیں عرب مصری افاری کہتے تھے۔ اس میں بہت سے سپہ اور کڑوں اور بکثرت ہرے بھرے کھیت بھی عربوں نے فتح مصر کے فوراً ہی بعد یہاں حملے شروع کر دیے۔ حقیقی معنی میں فتح اس وقت سے شروع ہوئی جب عقبہ بن نافع نے ۵۰/۶۷۰ء میں القروان کی بنیاد رکھی۔ تاہم اس ملک میں عربوں کی حکومت ساہون صدی میلادی کے احسام تک بہت سرلرل حالت میں رہی۔ اہم ترین سپہ اس وقت تک یونانیوں کے مصرے میں تھے، دوسری طرف بربری معاہدوں کی وجہ سے عقبہ کا حاسن زمر بن قیس دو مختلف موقعوں پر الأفریقہ حالی کر دیے کے لیے مجبور ہو گیا۔ حسان ان نعمان ہی کے عہدِ ولایت میں بربروں کو برور سمسّر نافع فرمان پایا حاسکا اور روسوں کے مصرے سے مرطاحہ اور ملک کے دوسرے ٹڑے ٹڑے شہر نکل گئے۔

افریقہ کو پہلے نو مصر کے گورنر کے ماتحت رکھا گیا، پھر ۵۸۶/۷۰۰ء میں موسیٰ بن نصر کے ماتحت کر دیا گیا، جو براہِ راست حلیمہ دمشق کے زیرِ فرمان تھا۔ گویا اسے ایک مستقل صوبہ بنا دیا گیا۔ اس سپہ سالار کی فتوحات نے صوبے کی حدیں آسائے حل الطارق تک وسیع کر دیں، لکس آتھون صدی میلادی کے وسط سے جاری

مغربی) افریقہ کی حالت وقوع ترقہ اور باقرب کے درمیان جتنا ہے (Bibl Gegr. Arab، طبع د حویہ de Goeje، ۱: ۳۳ اور ۴۰)۔ ابوالعداء کے نزدیک افریقہ کی حد سرزمین بحایہ (Bougie) [رک ناں] کے مشرقی سرے سے شروع ہوئی ہے، جو اس کے نزدیک المغرب الاوسط کا ایک حصہ ہے اور ترقہ بر حاکم حصہ ہوئی ہے۔ تاہم عام طور پر ہم افریقہ کی مغربی حد کو بحایہ کے دائرہ نصف النهار (Meridian) کے مطابق سمجھ سکتے ہیں۔ جنوب کی طرف الاڈرنسی اور بعد میں الحسن بن محمد الوراں الرنابی (لیو افریقانوس Leo Africanus) (canus) الأفریقہ کو بلاد البحرید سے، جسے الحسن بومیدیا Numidia کہتا ہے، بالکل الگ سمجھتے ہیں۔ اس حلدوں کے نزدیک صحراء [اعظم] میں وادی مراب Mzāh، صحرائے افریقہ اور صحرائے مغرب کے درمیان حد فاصل ہے۔ درندہ دریاں معلوم ہونا ہے کہ اس عام مفہوم کے علاوہ افریقہ کا لفظ اثر ایک محدود بر معنی میں بھی استعمال ہونا رہا ہے، چنانچہ ان حلدوں سے لکھی جگہ بوس کے درمیان اور شمالی حصے کے لیے استعمال کرنا ہے اور کہتا ہے کہ افریقہ کے ایک طرف طرابلس (Tripolitania) اور البحرید (شرقی بوس)، دوسری طرف صوبہ قسنطہ یا قسنطس (Constantine، الجزائر) ہے (قسنطس بالخصوص اس مصنف کے زمانہ حر میں وہ ہلالی حملے کا ذکر کرتا ہے)۔ ابوالعداء بحایہ (Bougie)، بونہ Bone اور قسنطہ Gafsa کو الأفریقہ سے خارج بناتا ہے۔ اس کے قول کے مطابق اس ملک کی حدود وہی ہوں گی جو مارمول Marmol نے صوبہ بوس (”جسے افریقہ کہا جاتا ہے“) کی بنا کی ہیں۔ نالفاظ دیگر افریقہ کی حدیں یہ ہونیں: مغرب میں قسنطہ، مشرق میں صوبہ طرابلس، جنوب میں کوہستان اطلس، صوبہ راب، بومیدیا کا ایک حصہ اور مشرقی لیس، شمال میں بحیرہ روم مجرہ (Mejerade)

مملکت کا ایک محکوم صوبہ بن گیا، لیکن سو حصہ [رَکَ نَان] کے ماتحت اس نے بہت جلد دوبارہ اپنی آزادی حاصل کر لی۔ ابتداء میں ان حکمرانوں کی حکومت بوس، طرابلس (Tripolitania)، مسطیہ، بحایہ (Bougie) اور راب تک پھیلی ہوئی تھی، پندرھویں صدی کے آخر سے بوس (نہ مفہوم محدود) تک رہ گئی۔ اس کے بعد سے الافریقہ کی تاریخ بوس کی تاریخ میں سم ہو گئی۔

مآخذ: (۱) الکری: *Descr de l'Afrique septentrionale*، طبع و ترجمہ دسلاں de Slane، ص ۲۲ تا ۲۴، ترجمہ ص ۵۲؛ (۲) ابوالمداء: *Géographie*، ترجمہ رینو Renaud، پیرس ۱۸۴۸ء، جلد ۲، باب ۳؛ (۳) ابن خلدون: *Berbères*، طبع دسلاں de Slane، متن ۱۰۶، ۱۰۵؛ ترجمہ ۱۰۶، ۱۰۵؛ (۴) الحسن بن محمد الوران الریانی *L'Afrique: Leou Africain*، طبع شیمر Schefer، ۱۰۱؛ (۵) مارمول *Africa Marmol*، ۲؛ ۳۳۱؛ (۶) ابن ابی دینار القسروانی: *المؤنس فی احبار افریقہ*، ترجمہ Pellissier اور Remusat، پیرس ۱۸۴۹ء، کتاب ۲؛ (۷) *Mémoire géographique et numismatique sur la partie orientale de la Bérberie appelée Afrikia par les Arabes*، میلان ۱۸۲۶ء؛ (۸) Fournel *Les Berberes*، پیرس ۱۸۷۵ء، ۱: ۳۱؛ بعد؛ (۹) *Der Islam, etc* A Müller، ۳۵۱؛ ۱: ۳۵۱؛ بعد، ۲۲۳ تا ۲۴۶، ۴۵۱ تا ۴۸۶، ۴۸۹ تا ۵۴۷، ۵۵۶ تا ۶۰۶، ۶۲۲ تا ۶۲۳؛ ۲: ۵۱۳ تا ۵۱۶، ۶۱۳ تا ۶۱۷، ۶۲۱ تا ۶۳۱، ۶۴۵ تا ۶۵۳۔ پیر دیکھیے وہ متحدہ الحرائر، طرابلس العرب (Tripolitania) اور بوس کے تحت دیے گئے ہیں۔

(یور YVER G)

\* افسنتین: افسنتین یا ساد و نادر افسنتین (یونانی *αφθιον* سے) زیادہ تر مراد ورم وڈ Wormwood (لاطینی نام *Artemisia Absinthium*)

ھاوتوں کی بدولت عربوں کا علاقہ بہت کم رہ گیا۔ جو حصہ خاص طور پر الافریقہ کہلاتا تھا اسے شرق کے انصاری ربروں (ہوارہ، وقرحومہ) اور وسطی عرب کے زبانہ بے ناحب و ناراح کہا۔ یہاں تک کہ کچھ مذہب کے لئے یہ علاقہ عباسی خلفاء کے ماتھے سے نکل گیا۔ پھر حال ۵۱۴ھ / ۷۶۱ء اور بعد کے برسوں میں المصور افریقہ کو دوبارہ عباسی حکومت کے زیرِ نگیں لانے میں کامیاب ہو گیا؛ ماتھے ہی العرب میں چند آزاد ربرو ریاسی قائم ہو گئیں۔ ناہم اعلیٰ حاندان [رَکَ نہ اعالہ] (بوس ہندی سلادی) حلقہ کی سادت کو حصہ برائے نام ہی تسلیم کرتا تھا۔ جب فاطموں نے اعلیوں کو شکست دی تو الافریقہ سبوں کے قبضے میں چلا گیا، جنہوں نے المہدیہ کے نام سے اس کا ایک نا اراستہ تسلط بنایا اور جب وہ مصر میں اپنے قدم جما چکے تو انہوں نے ربروں کے ماتحت اسے ایک لگ ولایت بنا دیا، لیکن حمادیوں نے سلطنت کی ساد کٹھنے سے کچھ عرصے بعد ربروں کو الافریقہ کے عربی حصے سے نکال باہر کیا۔ دوسری جانب ہلالی حملے نے، جس کا باعث فاطمی حکومت سے ۵۴۰ھ / ۱۰۴۰-۱۰۴۹ء میں المعبر الربری کی سرسائی ہی (قہر واطمہ)، اس ملک کو سہایب بوف ناک مصستوں کی آماح کا بنا دیا۔ وہ الافریقہ کو پہلے بہت خوش حال تھا، انگوروں کے باغات و رکھتوں سے بھرا ہوا تھا، حاشہ بندوسوں کی احب و ناراح کے باعث تقریباً سارے کا سارا ماہ ویرباد ہو گیا۔ بعض عرب قبائل، بالخصوص ریاح اور حشم وہاں اسے قدم حملے اور بد نظمی و عارگری ن عادیں جاری رکھیں۔ انجام کار آئندہ صدی کے بروج میں صقلیہ کے نارمنوں نے ساحل کے اہم مقامات رقصہ کر لیا۔ الموحیدیں کی فتح کا تسخہ یہ ہوا کہ افریقہ عبدالوہس [رَکَ نَان] کی بنا کردہ وسع



(Colin) عدد ۱.

(L. KOPF)

افسوس : سرشیر علی بن سید علی مظفر خان کا  
 بخش، آپ کا سلسلہ نسب امام جعفر صادقؑ سے ملت  
 ہے۔ آپ کے آبا و اجداد ایران میں بہ مقیم  
 حواف سکونت پذیر تھے۔ ان میں سے ایک برنگ سید  
 بدر الدین برادر سید عالم الدین حاجی حافی ہندوستان  
 میں آئے اور [ریواڑی] کے نزدیک قصہ ناربول میں  
 تمام کیا۔ محمد شاہ (۱۷۱۹ تا ۱۷۴۸ء) کے عہد  
 میں افسوس کے دادا سید علام مصطفیٰ دہلی آئے  
 اور نواب حسن الدولہ خان کے زمرہ مصاحبین میں  
 داخل ہو گئے۔ ان کے والد اور چچا سید علام علی خان،  
 عمدہ الملک امیر خان کے مصاحب تھے۔ افسوس  
 دہلی میں پیدا ہوئے اور وہاں آزادانہ تعلیم پائی۔  
 جب نواب ۱۷۷۷ء میں قتل ہوئے تو افسوس کی عمر  
 گیارہ سال کی تھی۔ اس وقت ان کے والد انہیں  
 اپنے ساتھ اپنے لئے گئے اور نواب جعفر علی خان  
 معروف بہ سر جعفر کی ملازمت احسار کر لی۔ نواب  
 موصوف کی معرولی (۱۷۷۰ء) تک وہ بٹھے ہی رہے  
 رہے۔ اس کے بعد لکھنؤ میں اور وہاں سے حیدرآباد  
 چلے گئے اور وہیں ان کا اقبال ہو گیا۔ افسوس  
 اپنے والد کے حیدرآباد حافی سے دو سال پہلے لکھنؤ  
 میں اقامت کریں ہو چکے تھے۔ نواب سالار جنگ  
 اس اسحق خان کی طرف سے ان کا وطفہ مقرر کیا اور  
 وہ شاہ عالم نانی کے بڑے بیٹے مرزا حواں نعت  
 (جہاں دار شاہ) کے (جو دہلی سے لکھنؤ آ گئے تھے)  
 مصاحب ہو گئے تھے۔

انہوں نے چند سال لکھنؤ میں بسر کیے، پھر نواب  
 آصف الدولہ کے نائب مرزا حسن رضا خان نے ان کی  
 ملاقات وہاں کے ریڈیڈنٹ کرنل سکٹ W Scott سے  
 کرا دی، جس کی سفارش سے وہ ۱۸۲۵ء / ۱۸۰۰  
 ۱۸۰۱ء میں کلکتے چلے گئے اور وہاں فورٹ ولیم کالج

ایک کڑوی بوٹی) ہوتی ہے، لیکن اس کے علاوہ  
 دوسری اقسام کے بودے بھی ہیں۔ طبی کتابوں میں اسے  
 اکثر ثبوتِ روسی لکھا جاتا ہے۔ اس کی محتاس  
 شکل اسیمٹ (shanth-wino) کا ذکر قدیم عرب شاعری  
 میں بھی ملتا ہے (نولڈیکہ، در Low، ص ۳۸۹)۔

افسستین سے متعلق عربوں کی پس سرکہ  
 معلومات کا معتد بہ حصہ یونانی و لاطینی مآخذ  
 سے لیا گیا ہے۔ اس کی قسم ہندی عموماً اصل کے  
 مطابق کی جاتی ہے، مثلاً ایرانی، نسطی، ساسی،  
 مصری، حراسانی وغیرہ۔ سور (Tyre) اور طرسوس کی  
 افسستین بہرہیں سمجھی جاتی تھی۔ اس کے زرد پھول  
 سے خصوصاً مختلف طبی کام لیے جاتے تھے۔ اس  
 بوٹی کو یہ صرف موقی اور گرم کس سمجھا جاتا  
 تھا بلکہ دھن لٹا اور پستان آور ہونے کے علاوہ چند  
 اور خواص بھی اس کی طرف منسوب لیے جاتے تھے۔  
 مثلاً رھر کے اثرات کو دور کرنے کے لئے بھی اسے معد  
 سایا جاتا تھا۔ خارجی طور پر یہ صماد (پلاسٹر) اور پل  
 میں استعمال کی جاتی تھی۔ حال تھا کہ اگر اس کا  
 عرق روغنائی میں ملا دیا جائے تو کاغذ محفوظ رہتا  
 ہے۔ چند دوسری دھاریوں کے علاوہ سر سے نال کرنے  
 (داء النعلب) سے رو لئے کے لئے بھی اسے معدمانا جاتا تھا۔  
 مآخذ: (۱) علی الطبری، مردوس الحکمہ (طبع  
 صدیقی)، ص ۱۸ تا ۱۹؛ (۲) داؤد الأنطاکی تدویر،  
 قاہرہ ۱۹۳۰ء، ۱: ۹۹ تا ۱۰۰؛ (۳) عافی (طبع  
 Meyerhof-Sobhy)، عدد ۲۷؛ (۴) ابن العوام: فلاحہ،  
 (ترجمہ Clément-Mullet) ۲ الف، ۳۰۲ تا ۳۰۳؛ (۵)  
 ابن الیطار: جامع، بولاق ۱۲۹۱ھ، ۱: ۱۱ تا ۱۲  
 (۶) قروبی (Wustenfeld)، ۱: ۲۷۲؛ (۷)  
 Aram Pflanzennamen I. Löw، ص ۸۱، ۸۲؛ (۸)  
 وہی مصنف: Die Flora der Juden، ۱۰: ۳۸۶ تا ۳۸۹  
 (۹) ابن میمون (Maimonides): شرح اسماء العقار (طبع  
 Meyerhof)، عدد ۳؛ (۱۰) تحفہ الأحباب (طبع Renaud)

میں ہم عصر مآخذ، ص ۴ تا ۵۰ (لاہور ۱۹۰۶ء)؛ (۴) نواب محمد مصطفیٰ خان شیفہ، گلشن بیجار (فارسی)، ص ۲۳ و ۲۴ (لکھنؤ ۱۸۷۳ء)؛ (۵) معتمد یحییٰ نسہا، سرالمصطفیٰ (اردو)، ۱: ۷۹ تا ۸۷ (دہلی ۱۹۲۳ء)؛ (۶) سید محمد: ارباب نثر اردو (اردو)، مطبوعہ حیدرآباد دکن، ص ۹۱ تا ۱۰۰، (۷) رام نائو سکسیہ: *A History of Urdu Literature*، ص ۲۴۴ و ۲۴۵ (الہ آباد ۱۹۲۷ء)۔

(بلوم ہارٹ J. F. BLUMHARDT و شمع غایب اللہ)

\* افسون (فارسی) سحر و غریب، حادو، مسر؛ اس لفظ کے استقائ اور قدیم فارسی میں اس کے استعمال کے لیے دیکھیے Salemann، در *Gr. I Ph*، ۱/۱ ص ۳۰۳، خصوصاً H. W. Bailey، در *BSOAS*، ۱۹۳۳-۱۹۳۵ء، ص ۲۸۳ بعد۔ ایران میں اب یہ لفظ خصوصاً سے اس مسر کے لیے مستعمل ہے جو زہریلے جانوروں کے کاٹے پر پڑھا جاتا ہے۔ بعض درویش، جو ساپ، بچھو وغیرہ کو مسحور کرنے کے مدعی ہیں، تچھو انعام لیے کراسی مصوب دوسروں کی طرف بھی سفیل کر دیتے ہیں۔ مسر سے عموماً جسم کے کسی ایک حصے کو محفوظ کر دیا جاتا ہے، مثلاً دایاں یا نایاں ہاتھ اور اسی سے اس قسم کے جانوروں کو بکڑیا جاتا ہے (Polak *Persien*، ۱: ۳۳۸) [مجازاً افسوں مکر و حیلہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور فارسی ادب میں حواسدن، دسندن، سس، کردن وغیرہ کے ساتھ مستعمل ہے]۔

(ہوار Ci HUART)

\* افسشار: یا اوسار اعر (عر [رک نان])  
فلسفہ، جس کا ذکر سب سے پہلے کسیری نے اپنی کتاب دیوان لغت الثرک، ۱: ۵۶، میں کیا ہے؛ قت میرسدالدین: جامع الوریج (طبع Bérzinc)، ۱: ۳۲، جس کے نان کے مطابق اوسار، پلدرخان کا پونا تھا، جو اعرخان کا تیسرا بیٹا تھا (لہذا

کے سبب ہندوستانی میں ہیڈ مسی مقرر ہو گئے۔  
لکھنؤ کے زمانہ مام میں افسوس نے ایک ہندوستانی دیوان مرتب کیا اور گلستان سعدی کا اردو ترجمہ بھی کیا، جس کی تکمیل ۱۲۱۶ھ/ ۱۸۰۲ء میں اے اردو کے نام سے ہوئی۔ اس ترجمے کے معنی میں افسوس نے اسے حالات خود لکھے ہیں اور ان کی ابتدائی رد کی کے معنی ہماری مملوہات کا سب سے بڑا مآخذ یہی ہے۔ کاکے کے مام میں افسوس نے کتاب سودا کی تربیت و تدوین کی اور فارسی کی حد بصرانہ کے ان اردو ترجموں پر نظر ثانی بھی کر لی جو دلچ کے دوسرے مسوں سے کیے تھے۔ انہوں نے مشی سحران رائے [نالوی] کی فارسی تاریخ ۱۱۰۷ھ/ ۱۶۹۵-۱۶۹۶ء خلاصہ الوریج کے پہلے حصے کا ترجمہ بھی اردو میں کیا۔ یہ ترجمہ، جو مورنگٹن J. H. Morington کی فرانسیسی پر سرج ہوا تھا، ۱۲۲۰ھ/ ۱۸۰۵ء میں آریس محفل کے نام سے مکمل ہوا اور ۱۸۰۸ء میں کاکے میں پہلی مرتبہ طبع ہوا۔ جان سکسز John Shakespear نے اس کتاب کے پہلے دس باب انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے انہی کتاب مصحاح ہندی میں شامل کیے (ڈنن ۱۸۴۷ء)۔ اس کا مکمل انگریزی ترجمہ کورٹ M. J. Court نے کیا، جو ۱۸۷۰ء میں الہ آباد سے شائع ہوا (۱۲ دوم، کاکہ ۱۸۸۲ء)۔ کارسان د ناسی Litt Hind Garcin de Tassy اور سپرنگر Oudh Catalogue، ص ۱۹۸ کے فول کے مطابق افسوس نے ۱۸۰۹ء میں وناب پائی۔

مآخذ: (۱) کارسان د ناسی Garcin de Tassy

*Histoire de la Littérature Hindoue et Hindoustanie*

طبع ثانی، پیرس ۱۸۷۰ء، ۱: ۱۲۰ تا ۱۳۶، (۲)

ناوم ہارٹ Catalogue of Hindi, Panjabi Blumhardt

and Hindustani Mss in the British Museum، عدد ۷۷

(لنڈن ۱۸۹۹ء)؛ (۳) مرا علی لطف: گلشن ہند (اردو زبان)

’یازیبی اوعلیو‘ : سلجوق نامہ، مخطوطہ :  
ایوانوغاری، سچیرہ سرکی (طبع Desmaisons)، ص  
۷۲؛ وہی مصنف : شجرہ سرا لکھ، استانبول  
۱۹۳۷ء، ص ۴۲۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ  
دوسرے ستر مائیل کے ساچہ بر لب وطر کر کے  
مغرب کی طرف چلے گئے تھے۔ ایک اشار سردار،  
حسن کا نام آئی دوسو بن قسوں دوساں اور عرف سملہ  
بھا، سلجوقوں کے ناح کرا، کی حشبت سے حورستان میں  
حکومت کرتا تھا (السرداری، طبع هوسما Houtsma،  
ص ۲۳۰، ۲۸۷ : الراوندی، راجع السدور، ص ۲۶۰  
ابن الاثیر، بعد اسارہ، بدیل مادہ سملہ، وصاب  
(مطوعہ بمبئی، ۲ : ۱۴۹) اسے یعقوب بن ارسلان  
الافشاری لکھا ہے، ”حسام الدین شہلی“، در  
حمد اللہ المسعودی : تاریخ کریدہ، ۱ : ۵۷۰۔ اور  
اسی سے بدلیسی، شرف نامہ (طبع Velyaminov-  
Zarnov)، ۱ : ۴۳۔ سے بظاہر یہی محض مراد ہے  
اور غالباً محض میں کی غلطی کی بناء پر ہے۔ سملہ  
نے ۵۸۳/۵۱۴ تا ۵۷۰/۵۱۷ء حکومت  
کی اس نے بعد اس کا بنا عرس (یا عیر) الدولہ  
بحشبت ۵۰۰ وا (الراوندی، ص ۳۷۷)۔ اس کی وفات  
(۵۹۰/۱۱۹۴ء) پر اس حانداں کی حکومت ختم  
ہو گئی۔ ان امدائی صدیوں میں اشار سے متعلق  
اس سے زیادہ معلومات نہیں ملے۔ اس کی وجہ  
محض یہ معلوم ہوئی ہے کہ مصنفین اکثر بر لمانوں  
کا ذکر ان کے قلعے کی محض کیے بغیر مجموعی  
طور سے کرتے ہیں۔

حسابہ دعویٰ معلوم ہے اس وقت کا عام  
دستور یہ تھا کہ ایک خاص علاقہ بطور اقطاع  
(بیول)، یعنی حاگیر کسی سردار کو عطا کر دیتے  
تھے، جو اپنے حابوادے کو ساتھ لے جاتا اور  
اس کا منصب اس کی اولاد میں سلا بعد سلا  
منتقل ہوتا رہتا۔ بلا شبہ یہی طریق عمل افشار کے

معاملے میں بھی اختیار کیا گیا۔ اشار سرداروں کا  
ذکر آق قویونلو کے عہد حکومت میں آتا ہے (مثلاً  
(۱) مصور بیگ اشار (۵۸۷/۱۴۷۲ - ۶۱۴/۱۲۱۷)،  
دیکھئے حسن روملو : احسن التواریخ، قلمی، آق قویونلو  
پر باب، ذوانی : عرض نامہ، در MIM، ۵ : ۲۹۸ و  
انگریزی ترجمہ، در BSOAS، ۱۹۴۰، ۱۹۴۲ء،  
ص ۱۵۶، ۱۷۴ : (۲) مصور بیگ، صلح سرار (۵۹۰/۱۱۹۸ -  
۱۳۹۸ - ۱۴۹۹ء و ۵۹۰/۱۱۹۸ - ۱۵۰۱/۱۵۰۲ء)،  
دیکھئے وہی مصنف، طبع Seddon، ٹرودہ ۱۹۳۱ء، ص ۲۱  
بعد، ۶۹ : (۳) بیری بگ سیرار (۵۹۰/۱۱۹۸ -  
۶۱۴/۱۲۱۷)، دیکھئے کتاب مذکور، ص ۲۴۔ صفوی  
حانداں کی حکومت کے قیام میں اشار کا بھی ہاتھ تھا  
(قت مادہ ہائے قبلانش، اسفعل اول)۔  
صفویوں کی تواریخ میں بلند پایہ اشار منصب داروں  
کا ذکر اکثر آیا ہے (مثلاً احسن التواریخ،  
ص ۲۳۶، ۲۳۷، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۸ : اسکندر  
سنی : تاریخ عالم آرائے عباسی، ۱ : ۱۵۵، ۱۸۵،  
۱۹۰، ۲۵۱، ۳۰۹ بعد، ۴۰۰ و ۳ : ۷۶۳ :  
بد لره الملوك (طبع مورسکی Minorsky، ص ۱۶)۔  
صفوی حانداں کے عہد حکومت میں افشار کی  
ساحس اکثر اصلاح میں پھیلی ہوئی تھیں اور ان کے  
سردار صوبوں کی حکومت پر متمکن تھے۔ اشار  
حوابیں کوہ گیلو کے علاقے میں حکم راں تھے۔ اس  
علاقے کے اکثر قبائلی گندراو اور آرسلو برادریوں  
سے تعلق رکھتے تھے (دیکھئے تاریخ عالم آرائے  
عباسی، ص ۱۹۹، ۳۴۰ تا ۳۵۸، اور مادہ لڑ)۔  
۵۱۰۰/۱۵۹۶ - ۵۱۵۶ء کی بغاوت کے بعد  
ان کی حکومت کا حاتمہ ہو گیا۔ بہت سے حانداں،  
حوقلوب سے بچ نکلے، منتشر ہو گئے اور آبیسون  
صدی کی ابتداء تک ان میں سے صرف تھوڑے سے  
لوگ باقی رہ گئے۔

گندراو اور آرسلو نے حورستان میں بہت

حایان کام کیے۔ سولہویں صدی کی ابتداء میں صلاح درقول اور ششتر میں مہدی قلی سلطان اور ہیدر سلطان ایسے والی ملتے ہیں جو قسلہ افشار سے تھے۔ حب صوبے دار مہدی قلی نے ۱۵۳۹/۵۹۴۶ء میں معاہدہ کی جو حیدر قلی افشار کو اس کی تادیب کے لیے مقرر کیا گیا (احسن التواریخ، ص ۲۹۴، بعد)۔ ششتر کے افسار والوں کے لیے دیکھے مادہ ششتر)۔ نادر شاہ کے بعد اس علاقے میں اس باس کے عرب قبائل کے ہمہ حملوں کی وجہ سے افشار کا رور ٹوٹ گیا۔ دودے CA de Bode کے نوں کے مطابق (Travels in Luristan and Arabistan، لندن ۱۸۴۵ء) بعض افسار اورک سے نکوز اسدآباد اور آرمہ میں مستقل کر دیے گئے اور ایک چھوٹی سی جماعت درقول اور ششتر میں بسا دی گئی۔

کارروں [رک ناں] میں افسار والوں نے تقریباً اڑھائی صدی، یعنی شاہ عباس اول [صوبی] کے زمانے سے ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۴-۱۸۳۵ء تک حکومت کی۔ دوسرے علاقوں میں بھی محلیہ افسار حابادوں کے افراد حکومت کر رہے تھے، مثلاً ایبال لو برد، کرمان شاہ، موصل اور رومہ میں اور آلپ لو، کوسہ احمد لو اور بری لو خراسان (انورد، براہ، اسفرار) میں۔

افشار آرمہ کے نواح میں شاہ عباس اول کے عہد میں آباد ہوئے تھے (Nikitine کے ترجمہ کردہ میں کی یہ روایت کہ وہ ۱۸۰۲/۱۸۰۰ء میں سمور کے ساتھ یہاں آئے تھے، بالکل بے سادہ)۔ عباس اول کا نہایت مختار اور مشہور سپہ سالار واسم حان قبیلہ ابن لو [کدا، ایبال لو؟] کا سردار تھا، اور ۱۸۰۳/۱۸۰۲-۱۸۲۳ء میں آرمہ، سائن قلعہ، اور سلڈر کے علاقوں میں اپنے قبیلے سمیت بس گیا تھا (تاریخ عالم آرائے عباسی، ص ۶۳)۔ اس کا بیٹا

کلب علی حان ۱۸۰۳/۱۸۰۲-۱۸۲۸ء میں صوبے دار تھا۔ اس کے بعد کئی اور افشار صوبے دار ہوئے۔ خداداد نگ قاسم لو نے (قاسم لو کا قسلہ عالم قاسم حان ہی کے نام پر اپنے کو موسوم کرنا تھا) ۱۸۱۱/۱۸۰۷ء میں ہنگریک کا لقب احیار کا (مرید بمصیلا کے لیے دیکھے B Nikitine، Les Avšar d'Urumiyeh، در ۱۹۲۹ء، ص ۱۷، بعد، اور مادہ آرمہ: قبہ بر مادہ سائن قلعہ)۔

صوبوں کی جو جنگیں ترکوں اور آرنکوں سے ہوئیں ان میں افسار بے عام طور پر اہم حصہ لیا، اگرچہ عباس اول نے، جیسا کہ ہم اوپر نہں کر آئے ہیں، اسی عام حکم عملی کے مطابق ہمیشہ فائل کے رححاناب قبیلہ بندی مٹانے کی کوشش کی۔ نادر شاہ کے عہد حکومت میں، جو خود بھی صلح انورد کی فرو لو ساح سے تعلق رکھتا تھا، افسار امراء ممتاز رہے۔ ان میں سے بعض نے نادر شاہ کی وفات کے بعد کے ترأسوب دور میں بڑے بڑے کام دیے۔ افسار کے فوجی دسے ناچاری سپاہ کا ایک اہم عنصر تھے۔ ان سے اندرونی معاہدوں کے استیصال اور بیرونی دشمنوں کے مقابلے کا کام لیا جاتا تھا۔

یوانس Joannin کے قول (مقولہ در Langles، Voyages du Chevalier Chardin en Perse، پیرس ۱۸۱۱ء، ۱: ۲۴۳) کے مطابق آسویں صدی کے آغاز میں قسلہ افسار کے افراد کی تعداد اٹھاسی ہزار بھی (رٹر Ritter نے Asien، ۸: ۴۰۰ تا ۴۰۵، اس کی اعادہ کیا ہے)، مگر یہ تعداد ممکن ہے ان کے حصوں کی ہو (اس میں موضع وار بمصیلا اعداد و شمار بھی دیے گئے ہیں)۔ اسی عہد کے لیے قبہ بر Voyages en Arménie et en Perse، P. A. Joubert، ص ۲۲۵: رس العادین شروانی: ستان السیاحہ، طبع دوم، ص ۱۰۶ (تعداد مبالغہ آمیز معلوم ہوتی

بواج میں آباد بھی (قَبّ مثلاً القلقشندی :  
 صبح الأعشی: ابن نعری بردی (طع Popper)، ۶ :  
 ۲۲۵، ۳۶۴، ۳۸۶، ۵۵۷)۔ ایسا معلوم ہونا ہے  
 کہ انہوں نے فرماں اوسلو [رَکَ ناں] کی ریاست کے  
 قیام میں حصہ لیا تھا۔ دیکھیے Cl Cahen، در Bizantion،  
 ۱۹۳۹ء، ص ۱۳۳)۔ عثمانی عہد میں بھی اشار  
 کی متعدد ساحوں کا ذکر ملتا ہے (مثلاً رحب اوعلو  
 قلعة حعفر کے آس پاس، دیکھیے حاجی حلقہ جہاں نما،  
 ص ۵۹۳، دساوہروں میں : رحب اوساری،  
 دیکھیے ورمس : آندلود ترک عسر بلری  
 اسانول، ۱۹۳۰ء، ص ۱۴۵، ۱۶۵ تا ۱۷۶، ۱۸۶،  
 ۲۰۹، ۲۳۹، قرہ اوسار، قرہ گندزلو اوساری،  
 تہرلی اوساری، دیکھیے کتاب مدکور، ص ۱۲،  
 ۱۰۶)۔ یہ مثال، جو یگی ایل کے مجموعی نام سے  
 بھی معروف ہے، موسم سرما، سام میں اور موسم گرما  
 اناطولیہ میں زمستانی Zamanı کے آس پاس  
 سر کرتے تھے۔ حکومت برادر انہیں سامنے  
 کی ٹوپس ڈرتی تھی (استرہ کے فریب اوار کے  
 دیہات، دیکھیے جہاں نما، ص ۶۴، اناطولیہ میں  
 دوسرے دیہات جہیں اوسار کہتے تھے)۔ اسیویں  
 صدی میں ڈرویس ناسا نے چہور اووہ [ولایہ آطہ  
 میں ایک حریرہ] میں افسار فائل کے خلاف فوجی  
 اقدام کر کے حرا انہیں [ولایہ حلب میں] گورکسوں  
 کے قرب اور مصری اور دوسرے دیہات میں  
 آباد کر دیا (TTEM، ۸۸ : ۳۴۸ اور سلسلہ مذکورہ ۵  
 عمومی اساریہ)۔ چہور اووہ، مرغس (قَبّ Besim Atalay  
 مرغس تاریخی، اسانول، ۱۹۳۴ء، ص ۷۰ بعد)  
 اور اناطولیہ میں اچل (İçel) اور قیصری اور شام میں  
 الرقہ کے گرد و نواح میں (علی رضا یلتمس : جنوب دہ  
 ترکمان اویمالری، آطہ ۱۹۳۹ء، ۲ : ۱۰۵، بعد)  
 بعض حانہ دوش قیلے ابھی تک موجود ہیں۔  
 مآخذ (۱) آت، تبدیل مادہ Avşar (ار محمد فواد

ہے)۔ عہد حاضر کے 'بچے دیکھیے مسعود کشہاں :  
 جغرافیائے مقصّل ایران، تہران، ۱۳۱۰-۱۳۱۱ھ،  
 ۲ : ۸۶ (صوبہ فارس کے ایماں لو، ایلات حمسہ کے  
 حرہ کے طور پر)، ص ۱۰۶، بعد، ۱۱۲، ۳۶۳  
 [ایماں لو اور افسار آردبیل، مشک، رزید اور بالخصوص  
 ساوہ اور بیرون کے قرب و جوار میں] (قَبّ پر مادہ پای  
 شاہ یوں و حمسہ)، ص ۹۰ (مسلمہ مسمی افسار،  
 کوہ گیلو میں آنجری کے حصے کے طور پر۔ قَبّ  
 پر فارس مادہ ناصری ۲ : ۲۰۲)، ص ۹۲ (سشیر  
 اور درتول کے فریب گندزاسو، جو بالکل حد  
 ہو گئے ہیں)، ص ۹۲، ۲۵۳، (اشار در کردان)،  
 قَبّ پر ص ۷۵ اور ۳۷۱ (ال نام جغرافی اور اداری  
 اصطلاحات میں)؛ محمود حسن تہرانی :  
 آذربجان، نا دو ۱۹۲۱ء، ص ۷۳ (اشار در جمہوریہ  
 آذربجان)۔ رہانہ مامل کے لیے قَبّ اولیاء حلبی :  
 صاحب نامہ، ۲ : ۲۵۹، ۸۵۹ و ۳ : ۲۸۴، ۳۳۷)  
 On the distribution of Turk tribes in G. Jarring  
 Afghanistan، لڈ ۱۹۳۹ء، ص ۶۱ (بعض افسار  
 جہیں اساس اول نے (اندھوی میں) ناسا اور  
 بعض دوسرے جہیں سادرساہ نے آباد کیا)۔  
 جس طرح بعض افسار عناصر دوسرے فائل کے  
 ساتھ مسلک کر دئے گئے تھے (حساکہ اور بان  
 ہوا) اسی طرح ہم بعض افسار کے ایسے بھی دیکھیے  
 ہیں جن کے ناموں سے اندازہ کرتے ہوئے ذمہ سکے  
 ہیں کہ شروع میں وہ اور فیلوں کا حرہ رہے ہوں گے،  
 مثلاً آرمہ میں شامل اور حالانہ (جن کا ذکر Nikit ne  
 نے کیا ہے)، جو غالباً انہیں ناموں کے بڑے فائل  
 سے الگ ہو گئے تھے۔ یہی باب نکہلو (Tekelu)  
 اور امیرلو پر بھی صادق آتی ہے (Das O Mann  
 Mujmil et-Tārikh-i ba'd Nādirīje، ص ۳۱)۔

اشار ان سرکمانوں میں بھی ملتے تھے  
 جو مملوک عہد میں شام، بالخصوص حلب، کے

کئے گئے تھے۔ وہ الافشین ہی کی سعی سے مرتب ہوا تھا۔  
المعتصم کے عہد (۵۲۱۸ / ۸۳۳ء یا ۵۲۲۷-۵۸۴۱) میں الافشین کا سب سے اہم کارنامہ وہ مسلسل اور باہر دانہ جنگ ہے جو اس نے آدرسحاں میں خربی ناغیوں کے خلاف ۵۲۲۰ / ۸۳۵ء سے ۵۲۲۲ / ۸۳۷ء تک جاری رکھی، جن کی مادب بانک [رکھ ناں] کر رہا تھا۔ اس کامیابی کے صلے میں حلیہ نے اسے ایک ناح، دو مریض تلواریں اور آدرسحاں و آرمینا کے علاوہ سندھ کی حکومت عطا کی۔ عموریہ (Amorium) کی مشہور مہم میں بھی، جس کی مادب ۵۲۲۳ / ۸۳۸ء میں خود المعتصم نے کی تھی، الافشین نے نمایاں حصہ لیا۔ آگے چل کر عبداللہ بن طاہر سے وفات بروئے کار آئی (ماوراءالنہر کا اہم ترین رئیس ہوئے کے باعث الافشین اپنے وطن پر نو دولت طاہریوں کا امداد ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنا تھا)؛ حلیہ اس نے در پردہ الماریار (محمد بن فارن) ”اصیہاد“ (سپہبد، یعنی رئیس و سالار) طمرستان کو معاویہ نراکسایا۔ سچہ یہ ہوا کہ خود اسے بھی ماریار کی سکس کا حصارہ بھگتنا پڑا، اس ردس سے برگسہ ہو جانے کا الرام عائد ہوا اور ایک مشہور مقدمے کے بعد سامرا کے مدحانے میں اسے قافوں سے ہلاک کر دیا گیا (سماں ۵۲۲۶ / مئی - جون ۸۴۱ء)۔

وسط ایشیا کے بعض دوسرے امراء و روساء کا لقب بھی افشین تھا؛ بقول البقوی (۲: ۳۴۴) حب سمرقند کے امیر عورک نے قتیہ بن مسلم سے معاہدہ صلح کیا جو اسے نام کے ساتھ ”احمد سعد و افشین سمرقند“ لکھا تھا، قس بن B Spuler Iran in früh-islamischer Zeit، ص ۳۵۷، حاسہ ۱۴۔

مآخذ: (۱) الطبری، ۲: ۱۱۰۵، ۱۱۷۱ تا ۱۳۱۸

و مواقع کثیرہ، ترجمہ روتسبرگ Zotenberg، ۴: ۲۰۰

تاہم: ترجمہ E Marin The Reign of al-Mu'tasim

کواپرولو) (۲) احمد آقا سریری، در آئندہ Ayanda، جلد ۴ و ۵، ہر حصہ دوم و ہشتم، تہران ۱۹۲۶-۱۹۲۸ء (۳) وہی مصنف: تاریخ ہامد سالہ حورستان، تہران ۱۳۱۱ھ: (۴) F W Hasluck Christianity and Islam under the Sultans، مدد اشاریہ: (۵) میوزسکی Ajnallul Inallu, Rocznik Orientalis- V Minorsky ۱۹۵۱-۱۹۵۲ء، ص ۱ بعد۔

(محمد فواد کواپرولو)

\* افشین: سرسخت کے معانی امراء و رؤساء کا لقب، جو اسلام سے سرانہوں نے احبار کر رہا تھا۔ یہ ایک بہاڑی علاقہ ہے جو سمرقند اور حجد کے درمیان واقع ہے اور دریائے فرساں کا بالائی بحری بھی اس میں شامل ہے۔ (بارتولڈ Turkistan Barthold، طبع دوم، ص ۱۶۵ تا ۱۶۹)۔ اس صوبے کو ایک موحی مہم کے درمیان، جس کی مادب الفصل بن بخی الترمیکی نے کی تھی (۵۱۷۸ / ۷۹۴-۷۹۵ء)، حراساں کے عرب گورنروں کی بحویل میں دنا کیا، لیکن داخلی کشمکش کے بعد ۵۲۰۷ / ۸۲۲ء میں احمد بن ابی خالد کے رہبر مادب ایک اور مہم بھیجی گئی۔ پھر حکمراں اسی کو ویں نے اسلام قبول کر لیا۔ کو ویں کے بعد اس کا نسا حیدار مسد سین ہوا (عربی مذکوروں میں عموماً اسے حیدار لکھا گیا ہے)، جو اسلامی تاریخ میں عام طور پر الافشین کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی جانب لوگوں کی توجہ سب سے پہلے المأمون کے عہد میں معط ہوتی، وہ اس طرح کہ جن دنوں المأمون کا بھائی ابواسحق المعتصم برائے نام مصر کا گورنر تھا، الافشین کو ترقہ (Cyrenaica) کا نظم و سق نبویص ہوا اور اس نے دریائے نیل کے ڈیلٹا میں قبطوں اور عربوں کی معاوی بڑی مستعدی سے فرو کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ المعتصم کے جس دستہ فوج کو ”المعاربہ“ کہتے تھے۔ اور اس میں ڈیلٹا ہر صحرائے عربی کے عرب بھری

نیوہیوں ۱۹۰۱ء؛ (۲) اللادری، ص ۴۳۰ بعد؛ (۳) الکندی، ص ۱۸۹ تا ۱۹۳، (۴) التہقی (طبع Morley)، ص ۱۹۹ بعد؛ (۵) یعقوبی: تاریخ، ۲: ۵۷۷ تا ۵۸۴ (مطبوعہ نصف ۱۳۵۸ھ، ۱۹۹۳ تا ۲۰۰۳)؛ (۶) یعقوبی: بلدان، ص ۲۵۹، ۲۶۲، ۲۹۳، (۷) اوتتام، دیوان، ص ۱۰۷، ۲۶۲، ۳۲۶ بعد؛ (۸) بارٹولڈ Barthold: Turkestan، طبع دوم، ص ۲۱۰ تا ۲۱۱؛ (۹) Browne: Gesch der Stadt F Herzfeld (۱۲)؛ ۳۳۰ بعد؛ ۱: ۱۵۲، ۱۳۸، ۱۰۱، ۱۰۲۔

(بارٹولڈ W Burthold و کب H A R Gibb)

الأفصل بن بدر الجمالی: ابو القاسم شایہ شاہ، فاطمی وزیر، جو تاریخ میں عموماً وزارتی لقب سے معروف ہے۔ اس کی بدادس ۵۴۵ھ/۱۱۰۶ء کے قریب ثانی حانی ہے اور ۵۴۶ھ/۱۱۰۸ء کے ایک لمبے سے رہا چلتا ہے۔ ثہ [حدود وزیر ہونے سے پہلے] وہ اپنے والد کی وزارت میں سرنگ کار تھا۔ بدر کی وفات پر اس رسدہ حلیہ المستنصر [۵۷۲ھ/۱۱۷۵ء تا ۵۸۸ھ/۱۱۹۴ء] فوجی دباؤ کے زیر اثر الأفصل کو وزیر اعظم بنانے پر مجبور ہوا۔ چند ماہ بعد وہ فوت ہو گیا۔ حلیہ المستعلی کی مسند نشینی نے بالواسطہ اثرات و نتائج کے باعث انتہائی اہمیت حاصل کر لی۔ المستنصر خاصا بوڑھا ہو چکا تھا، مگر رندہ ہی تھا۔ وہ اس کی حاشی کا مسئلہ موضوع بحث بن گیا تھا۔ ایران کے اسمعیلی مبلغ حسن بن الصباح نے اپنی طرف سے حلیہ کے بیٹوں میں سے ارار کے حق میں مصلہ کر لیا، لیکن الأفصل نے وزیر کی حشمت سے المستنصر کے انک چھوٹے بیٹے احمد کو تخت پر بٹھا دیا، جسے المستعلی کا لقب دیا گیا۔ محروم الارث برار فوج فراہم کرنے کے ارادے سے اسکندریہ بھاگ گیا، مگر اسے گرفتار کر کے ایک زمیں دور قندھارے میں ڈال دیا گیا؛ تاہم بعض لوگوں کو یقین تھا وہ قید سے بچ نکلسے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

حسن بن الصباح نے آتے امام [برحق] تسلیم کر لیا، اور سردسب فرقہ حشیشین کی ساء ڈالی۔ مسکوکات پر کچھ عرصے تک برار کا نام نقش ہوا رہا اور مصری حامیاں برار "براری" کہلانے لگے۔ الأفصل ان نتائج کی پیش بینی نہ کر سکا۔ اس کی روش ذاتی حاشہ طلبی پر مبنی تھی، اسی لئے اس نے ایک نو عمر شہزادے کو تخت پر بٹھا دیا، جو اس کی مرسی کے مطابق چلنے پر مجبور تھا

بدر الجمالی نے [اپنے عہد وزارت میں] مصر کو ساهی سے بحال کیا اور ساتھ ہی ایک آمرانہ حکومت کی ساد ڈال دی تھی۔ اب الأفصل نے بھی اسی کے نقش قدم پر حل کر حلیہ المستعلی کو، جس کی عمر تحت نشینی کے وقت بیس برس کے لگ بھگ تھی، مصر ساهی میں نظر بند کر دیا۔ المستعلی نے آٹھ برس سے لیجہ کم عرصے تک حکومت کی (۵۸۷ھ/۱۱۹۴ء تا ۵۹۵ھ/۱۱۰۱ء)۔ بعض مؤرخوں کا خیال ہے کہ ممکن ہے حلیہ کو براریوں نے رہر دے دنا ہو۔ اس کے بعد الأفصل نے المستعلی کے ایک بیع سالہ بیٹے کو الامر باحکام اللہ کا لقب دے کر تخت پر بٹھا دیا اور اس محار مطلق وزیر کی حکومت کسی مداخلت کے بغیر جاری رہی، لیکن حلیہ حوال ہوا تو وزیر کے سکھنے سے نکلنے کے لیے بے باکی کا اظہار کرنے لگا۔ آخر اس نے چند حشیشی فدائوں کی خدمات حاصل کر لیں اور انہوں نے ۵۹۵ھ/۱۱۲۱ء میں اسے وزیر کے چنگل سے نجات دلوا دی۔ الأفصل ستائیس برس تک وزیر اعظم رہا اور اس تمام عرصے میں مملکت کے اندر ایسا امن و امان تھا جو سالہائے ما بعد کی انتہائی بدنامی کے پیش نظر اور بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔

الأفصل کی آمرانہ حیثیت سامنے رکھی جانے تو مصریوں پر یہ دہ داری عائد کرنا بالکل حق نہ ثابت ہے کہ انہوں نے فلسطین پر صلیبیوں کے

مملے کے وقت عملت و سے اعتنائی سے کام لا۔  
 گر ہم یہ حقیقت پسپی نظر رکھیں کہ حدود  
 مصر سے باہر فاطمی حکومت کس قدر غیر ہر دل عزیز  
 تھی تو اسے ایک حد تک قابل معافی سمجھا جا سکتا  
 ہے۔ اس حکومت نے بعض اقدامات یقیناً کیے، مثلاً  
 چند قلعوں کی مرمت و تجدید کی (کم از کم ۵۴۹/۵۴۸  
 ۱۰۹۸ء میں سدرگاہ صیدا کی تجدید کے متعلق ہمارے  
 پاس کتنا سی سہادت موجود ہے)؛ انک سال پہلے  
 فاطمی فوج ایک عتار والی سے [سدرگاہ] صور (Tyre)  
 چھین چکی تھی اور آخر ۵۴۹/۵۴۸ء میں  
 یروشلم کو ان آرمی عتال سے حر و وہاں حمے ہوئے  
 بھی سرور چھین لیا گیا۔ مصری اس حتم سے نے خبر  
 یہ تھی کہ صلیبوں کا نصب انہیں فتح یروشلم بھا  
 اور یہ امر میں یقین نہیں کہ انہوں نے یروشلم کو  
 سرنگوں (Franks) کے حوالے کر دیے کے لیے فتح  
 کیا تھا۔ یہ درست ہے کہ جب صلیبی ابطا کہ کے  
 سامنے حیدر بن بھی ہو ۵۴۹/۵۴۸ء میں مصری سفراء  
 وہاں گئے بھی اور صلیبوں نے بھی انہیں سفراء قاہرہ  
 بھیجے بھی۔ ممکن ہے یہ آمدورفت کسی معاہدے  
 کے سلسلے میں ہوئی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ سام کے  
 شمالی حصے سر سی سلاطین کی حکومت بھی اور  
 فاطمی ان سے الجھا نہیں چاہتے بھی۔ سلجوقوں  
 کو بھی ان کی مداخلت ہر گر گوارا نہیں ہو سکی  
 تھی۔ واضح اور غیر مبہم دستاویز ان موجود نہ ہونے  
 کے باعث ہم صرف مفروضات ہی سن کر سکتے ہیں۔  
 نہر صورت مصری فوجوں کی بے عملی یا کم از کم  
 غیر مستعدی نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ انہوں  
 نے یروشلم کی حفاظت کے لیے قطعاً قدم نہ اٹھایا،  
 جس کا سقوط سری طرح محسوس کیا گیا اور  
 الأفضل ایک فوج لیے کر عسقلان کے شمال میں  
 ایک مقام پر پہنچ گیا، لیکن وہاں اس سے فوج  
 سے کوئی کام نہ لیا اور ان کمکی دستوں کا راستہ

دیکھتا رہا جس کی آمد سحر کی راہ سے متوقع تھی؛  
 نیز اس بات کا منتظر رہا کہ فلسطین سے بدوی دستے  
 جمع ہوئیں۔ [سجہ یہ ہوا کہ] فرنگیوں نے خود  
 جارحانہ اقدام کر کے مصری فوج موت کے گھاٹ اتار  
 دی۔ الأفضل نے بھاگ کر عسقلان میں پناہ لی  
 یہاں تعجب تمام قاہرہ لوٹ گیا۔ ۵۴۹/۵۴۸ء  
 میں فلسطین و فرنگی مسلط ہو گئے اور وہاں کے  
 باشندوں نے مصر میں پناہ لی۔ بعد کے برسوں میں  
 ورنہ صلیبوں کے مطالبے پر کسی حد تک سرسرا  
 رہا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کی مہمیں سادو نادر  
 ہی حوالی عسقلان سے آگے بڑھیں۔ قیدیوں اور  
 مال غنیمت کے سوا ان کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔  
 سام کی بڑی بڑی سدرگاہیں اس وقت ان آربا احبار  
 کے ہاتھوں میں نہیں حیو وقتی مصلحت کے مطابق  
 سی یا سعه رحم لہرائے رہتے بھی۔ زیادہ اہم  
 حملوں میں سے ایک کی فادب الأفضل کے ایک  
 بیٹے نے کی اور رملہ لیے لیے میں کامیاب ہوا۔  
 ۵۴۹/۵۴۸ء میں عتکہ ہاتھ سے نکل گیا، کیونکہ  
 اس کے فاطمی حاکم نے کمک نہ ملنے پر ہتھیار  
 ڈال دیے بھی۔ طرابلس [الشام] کے خود مختار حکمراں  
 کی سدید مراجعت نے الأفضل کو اس امر پر آمادہ  
 کیا کہ بحری بیڑے سے جند حہار ادھر روانہ کرے،  
 لیکن یہ حہار دیر سے نہ چھے۔ ۵۴۹/۵۴۸ء  
 میں فرنگی خطرہ دوچند ہو گیا، جب سہر قریبا  
 بدر آس کر دیا گیا۔ اس واقعے نے ساہ یروشلم  
 (بالڈون اول (Baldwin I)) کی اتفاقہ موت کے باعث  
 نہت شہر حاصل کر لی، وہی صلیبی مہم کی  
 قیادت کر رہا تھا۔ گو اس عم انگر دور میں  
 مسلمان سلاطین ایک دوسرے کو بے حد سہ کی  
 نگاہوں سے دیکھتے بھی، تاہم الأفضل نے دمشق  
 کے یوریوں سے تعاون کی استدعا کی اور اسے حاصل  
 کرنے میں کامیاب بھی ہو گیا۔



حفظ، ۱: ۳۵۶ بعد، ۲۲۳ و ۲۹۰: (۸) S Lane-  
*History of Mediaeval Egypt* Poole ص ۱۶۱ بعد؛  
 (۹) *Histoire de la Nation égyptienne* G Wiet ص ۳  
 ۲۵۵ تا ۲۶۷: (۱۰) وہی مصنف: *Matériaux pour un*  
*Corpus Insc Arab*، ج ۲ (MIFAO، ج ۵۲) (اس میں  
 ایک بہت معتقل مہر سب متحد دی گئی ہے) (۱۱)  
*History of the Crusades*، فلاڈلفیا ۱۹۵۰ء، ۱:  
 ۹۰ تا ۹۷

(G Wiet)

الافضل، ابوعلی احمد: تلف بہ کیفیت،

وربر الافضل کا نسا۔ حلیفہ الامر کے انتقال (۱۲)  
 دوالقعدہ ۵۵۲ھ / ۱۷ اکتوبر ۱۱۳۷ء) پر ربام  
 حکومت مرحوم حلیفہ کے دو بقیوں ہزار مرد اور  
 برعس کے ہاتھ آ گئی، جنہوں نے حبشہ الامر کے  
 ایک عمراد بھائی عبدالحمید کو عارضی طور پر  
 مولیٰ حکومت بنا دیا۔ چار روز بعد فوج نے کشتاف  
 کو (جس نے الافضل کا لقب احسار کر لیا تھا)  
 مسند وزارت پر بٹھا دیا۔ کچھ عرصہ بعد وربر نے  
 ایک اعلان کے ذریعے سے فاطمی حکمرانی برطرف کر  
 دی اور سلطنت پر اسماعیری ستموں کے امام مسطر کی  
 سادہ قبول کر لی۔ عبدالحمید کو عہدے سے  
 ہٹا کر محسوس کر دیا گیا اور کشتاف نے ایک آمر مطلق  
 کی حیثیت سے عمان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔  
 ہمارے پاس ۵۵۲ھ کے اسے سیکے موجود ہیں جس پر  
 امام محمد ابوالقاسم المستظرف لامر اللہ کا نام مصروب ہے  
 کچھ سیکے ۵۵۲ھ کے ہیں، جس پر الامام المہدی قائم  
 بامر اللہ حمہ اللہ علی العالمین کی عبارت کندہ ہے۔  
 ان میں وربر کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے، کیونکہ  
 ان پر ”الافضل ابوعلی احمد نائبہ و حلیفہ“ بھی لکھا  
 ہے۔ اگرچہ اس کا مطلب یہ تھا کہ ”اسمعیلیہ“  
 مذہب سلطنت نہیں رہی، تاہم وربر نے اس مذہب  
 کو خلاف قانون قرار نہ دیا، بلکہ اس سے کچھ

ظاہر ہے کہ عشی و بحمل کے ان سامانوں  
 کو دیکھ کر دل پر بہت برا اثر پڑا ہے جس میں  
 خلیفہ الامر اور اس کا وربر محصور تھے۔ معلوم ہوا  
 ہے کہ جتنے زیادہ شہر فرنگیوں کے قبضے میں  
 شامل رہتے تھے اسے ہی زور زور سے دعوتوں  
 اور حسنوں کا اہتمام ہوا رہا تھا۔ اس غلبے و  
 بے اعتنائی کی جتنی بھی ذمہ داری حکمہ مصر پر عائد  
 ہوئی ہے اس میں حلیفہ کا کوئی حصہ نہیں، کیونکہ  
 وہ تو محض بچہ تھا، بلکہ وہ پوری کی پوری محتار کل  
 وزیر کے سر ہے، جو سک سرائہ بے حسنی کا جو کر  
 تھا۔ بدر کی بانی ہوئی عمارتوں۔۔ جس میں سے صرف  
 قاہرہ کی فصل اور اس کے عظیم السان دروازوں ہی کا  
 ذکر یہاں کافی ہے۔ اور ان عمارتوں میں جو اس کے  
 بٹھے الافضل نے سائن نمایاں بصاد ہے۔ مؤخرالذکر  
 کے پس نظر محض دانی آئینہ بھی اور اسی لیے  
 اس نے قاہرہ اور قسطنطنیہ میں متعدد تفریحی ٹوسک  
 بنوائے۔ اس کے اسفال پر حلیفہ الامر نے اس کی  
 املاک ضبط کر لی، قسسی اسماء، خواہرات اور  
 ریشمیں نارچہ حباب ہی کو مسلسل لڑنے میں پورے  
 دو مہینے صرف ہوئے۔ جہاں تک اس کی زندگی کے  
 روش بہلو کا تعلق ہے، مورخین لکھتے ہیں کہ  
 اس نے ماساب مصر کی نظم اسریو کی، جس سے  
 سلطنت کی آمدنی میں اضافہ ہو گیا تھا  
 الافضل کے بٹھے الملقب بہ کشتاف کے لیے  
 دیکھئے اگلا مقالہ۔

مآخذ: (۱) ان المیسر (طبع Massé)، ص ۳۰ تا  
 ۳۴، ۵۶ تا ۶۰: (۲) ان الاثیر، مدد اشارہ (۳)  
 ان الصیرفی: الإشارة الی من مال الوزارة، قاہرہ ۱۹۲۷ء،  
 ص ۷۰ تا ۶۱: (۴) ان القلابی: دبل تاریخ دمشق (طبع  
 Amedroz)، ص ۱۲۸ تا ۲۰۷، و مواقع کثیرہ (۵) ان  
 تغری بردی (طبع Popper)، ج ۲ (مطبعة قاہرہ، ۵:  
 ۱۴۲ تا ۲۲۲): (۶) ابن خلیکان، عدد ۲۸۵ (۷) المقرری،

کا حکمران اور ایوبی حایدان کا رئیس سلیم کر لیا گیا، لیکن اپنی نااہلی اور خودکامی کے باعث وہ یکے بعد دیگرے دمشق، مصر اور تمام سامی حاکمیں کھو بیٹھا؛ آخر میں روم کے سلجوقی سلطان کا نواح گزار ہو کر رہ گیا: دیکھیے مادۃ ایوبہ۔

مآخذ: ابن حنک، عدد ۳۵۹؛ (۲) انوشامہ؛  
دیل آروستین، ص ۱۳۵؛ (۳) ابن نعری بردی؛  
التجوم، ج ۶، متعدد اشاریہ، (۴) المقرری، سلوک، ج ۱،  
بمعد اشاریہ

(H A R Gibb)

\* اُفتار: دیکھیے صوم۔

\* الافطس، بنو: پانچویں صدی ہجری /

گیارھویں صدی میلادی میں ہسپانوی مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا شاہی حایدان، جس نے اندلس کے دورِ ملوک الطوائف میں جزیرہ نمائے آئی ہیریا کے مغربی حصے میں ایک وسیع علاقے پر حکمرانی کی اور جس کا دارالحکومت بطلوس (نادا پور Badajoz) تھا۔

حلاب قرطبہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے پر اندلس کے رُسرن سرحدی علاقے (الشعرالادنی)، حو وادی آنا (Guadiana) کے وسطی اور موحودہ پربگل کے مرکزی حصے پر مشتمل تھے، الحکم ثانی کے ایک آزادسہ علام سانور کے قصبے میں آ گئے، جس نے وہب کے اسلامی ہسپانوی دسور کے مطابق حاجب کا لقب اختیار کر لیا۔ سانور نے، جس کی لوح مزار محفوظ ہے اور حو ۱۰

شعبان ۸۳۱۳ / ۸ نومبر ۱۰۲۲ء کو فوت ہوا، بربری اصل کے ایک ادیب اور عالم عبد اللہ بن محمد بن مسلمہ المعروف بہ ابن الافطس کو وزیر مقرر کیا۔ یہ شخص مکناسہ کی جماعت کا ایک فرد تھا، جو قرطبہ کے شمال میں محض البلوط کے علاقے میں آباد بھی۔ سانور کی وفات پر (جس کے دو نانالغ بھی تھے) عبد اللہ بن محمد مذکور نے

رعایت ہی برتی؛ چنانچہ اس کے دارالقضاء میں حیمی و شامی اور امامی قاضیوں کے ساتھ ایک اسمعیلی قاضی بھی بیٹھا کرنا تھا۔ اسمعیلی عناصر کے لیے یہ امر نا قابلِ برداشت تھا کہ وہ ایک ایسے مرقے کے افراد شمار ہوں جن کا مذہب سرکاری حیثیت کھو چکا تھا، چنانچہ تکفیر کو، جب وہ گھوڑے پر سوار شہر سے باہر جا رہا تھا، قتل کر دیا گیا اور عبدالمحید کو محسن سے نکال لیا گیا (۱۶ محرم ۵۵۲۶ / ۸ دسمبر ۱۱۳۱ء)۔ اس واقعے کا سالانہ جشن فاطمی حایدان کے احتمال تک مسایا جانا رہا (المقرری: حطط، ۱: ۳۵۷، ۴۰۹)۔ کچھ دنوں تک عبدالمحید نے نائب منصب کی حیثیت سے حکومت کی، لیکن مختصر سے وہی کے بعد الحافظ لدن اللہ کے لقب سے اس کی حلاوت کا اعلان کر دیا گیا۔

مآخذ: (۱) ابن العسیر (طبع Massé)، ص ۳۰ نا ۷۰، (۲) رومی (مخطوطہ اوکسفرڈ، عدد ۸۶۵)، مقالہ "الحافظ"؛ (۳) ابن الأثیر، ص ۵۲۴، ۵۲۶ [مطبوعہ مصر ۱۳۰۰ھ، ۱۰: ۲۸۶ بعد]؛ (۴) ابن نعری بربری (طبع Popper)، ۲: ۳۲۸ نا ۳۲۹ و ۳: ۱ بعد (مطبوعہ قاہرہ، ۵: ۲۳۷ تا ۲۴۰)؛ (۵) G Wiet *Matériaux pour un Corpus Insc Arab* ج ۲ (MIFAO، ج ۵۲، ۱۹۳۰ء)؛ ص ۸۵ بعد؛ (۶) *The Succession to the Fatimid Imam* S. M Stern *Oriens, al-Amir* ۱۹۵۱ء، ص ۱۹۳ بعد (مکتل مسکوکاتی حوالوں کے ساتھ)۔

(S M Stern)

\* الافضل: رسولی حکمران، دیکھیے رسولہ۔

\* الافضل بن صلاح الدین: پورا نام الملک

الافضل ابوالحسن علی نورالدین، صلاح الدین [رک بان]

کا سب سے بڑا بیٹا، ولادت: ۵۶۵ / ۱۱۶۹۔

۱۱۷۰ء اور انتقال: ۶۲۲ / ۱۲۲۵ء، بمقام

سمیسط۔ صلاح الدین کی وفات پر اسے دمشق

اس حہور (قَب مَادَّہ حہوریہ) نے ثالثی کے درجے چھگڑا طے کرائے کی بہت کوشش کی، مگر معاندانہ کارروائیاں برابر جاری رہیں، جن کی وجہ سے سلطنتِ بظلیوس بہت کمزور ہو گئی اور مشتالہ (Castile) و لئون Leon کے مسیحی ناساہ فرڈینڈ اول کو حوصلہ ہوا کہ وہ حملہ کر کے حکمراں کو اداے حراح پر مجبور کر دے۔ اس طرح ۱۱۴۹ء / ۱۰۵۷ء میں مملکتِ انطسہ کی شمالی سرحد کے دو قلعے سرو یا نارو (Vizeu) اور لمعہ (Lamego) مسیحی ناساہ کے قبضے میں چلے گئے۔ ۱۱۴۶ء / ۱۰۶۳ء میں اس نے سہر قلمبرہ (Coimbra) سر دریاے دوبرہ (Douro، Duero) اور دریاے سدیی (Mondego) کا پورا درمسانی علاقہ سر کر لیا اور نہ فصیح اندلس کی مسیحی نارواہ (Reconquista) کے مراحل میں ایک فاصلہ کن مرحلہ بھی۔

المصفر انبی مملکت کی اس افسوس ناک فتح و برید کے بعد زیادہ دیر تک زندہ نہ رہا۔ وفات پر اس کا بیٹا یحییٰ المصفر تخت سیں ہوا، لیکن اس کا بیٹائی عمر، جو مورہ (Evora) کا والی تھا، اس کے مقابلے پر آگیا اور یحییٰ حلد ہی بطرون سے حائب ہو گیا۔ عمر بھی، جس نے المتوکل کا لقب احسار کیا، اپنے وفات کے دوسرے ملوک الطوائف کی طرح مسیحی ناساہ الفاسو سئم کے زور افروں مطالبات کی زد میں آگیا، جس نے ۱۱۷۱ء / ۱۰۷۹ء میں اس سے مورہ Coria کا قلعہ چھین لیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے سب سے پہلے (اور ظنظہ پر الفاسو سئم کے قبضہ حمانے سے قبل ہی) المرابطون سے اندلس میں مداخلت کی التجا کی تھی، لیکن بالآخر اپنے دوسرے ہمسایوں کی طرح وہ بھی مسیحی ناساہ کے جارحانہ اقدامات کا مقابلہ نہ کر سکا اور حراح کے بارے میں اس کے مطالبات کے سامنے چھکے پر مجبور ہو گیا۔ ۱۱۷۲ء / ۱۰۸۰ء میں

مسند اقتدار کے عصب میں قطعاً نامل نہ کیا اور بظلیوس میں حادانِ انطسہ کی بنیاد رکھ دی، جسے بعض اوقات بنو مسلمہ بھی کہتے ہیں۔

عبداللہ بن المصور کا اعراری لقب احسار کیا اور اپنی وفات تک حکمراں رہا، جو محفوظ جوح مرار کے مطابق، بظلیوس میں ۱۱ جمادی الآخرہ ۵۴۳ھ / ۳۰ دسمبر ۱۱۴۵ء کو واقع ہوئی۔ اس کے عہدِ حکومت کے بمبلی حالات بہت کم معلوم ہیں، جو بظاہر شروع میں ہراس اور مملکت کے لیے ناعب و نکتہ تھا لیکن بعد میں فتنہ و فساد شروع ہو گیا۔ وجہ نہ بھی کہ حلد ہی اس کے تعلقات اپنے ہمسایہ، یعنی محمد ابن عتاد (قَب بنو عتاد)، حاکم اسلئہ سے حراب ہو گئے، تاکہ ایک دفعہ اس عتاد بن المصور کو نہ مقام ناہہ (Beja) گرفتار کر کے بچہ سرے مد بھی ر لیا تھا۔

عبداللہ کی وفات پر اس کا بیٹا محمد حادش ہوا، جو زیادہ تر المطفر کے لقب سے معروف ہے۔ مؤرخین بالاتفاق اس کی لہری علمیت اور اعلیٰ ادبی دوی کی معرفت کرتے ہیں۔ وہ اپنے ہم عصر سعراہ میں سے کسی کو بھی خاطر میں نہ لانا تھا، لہذا اس کی رائے میں وہ اسی کوئی حیر پس نہیں کر سکتے تھے جسے المسی اور المعری کے نلام سے دور کی بھی نسبت ہو۔ اس سے ایک صحیح کتاب کی نالیف مسوب ہے کہ مسحت اسعار کی ایک ناص بچاس حلدوں پر مشتمل تھی، جس کا نام المطفری تھا۔ چونکہ اس کے حوالے نناد ہی ملے ہیں، اس لیے سمجھا جائے کہ یہ کتاب اندلس میں بھی عام طور پر مشہور نہ تھی۔

المطفر کا سب سالہ عہدِ حکومت سیاسی زاویہ نگاہ سے بدرجہ غایت برآشوب تھا اور پورے کا پورا المعتصد شاہ اسلئہ کے خلاف مسلسل، لیکن بے نتیجہ، جد و جہد میں گرا۔ اگرچہ قرطبہ کے امیر

تَلِکِی [رَکَ نَان] کی خود پوش سرگشت، جس میں المتوکل کے عہد حکومت کے حالات مرقوم ہیں، سب سے زیادہ معقل اور قابل وثوق مآخذ ہے: (۵) Hoogvliet.

*Specimen e litt orient d regia Aphthasidarum familia*، لائنڈ ۱۸۳۹ء، اب ہرانی ہو چکی ہے: سر دیکھے (۶) ڈوری R Dozy *Hist Mus Esp*، طبع ثانی، ح ۳، متعدد اشاریہ: (۷) A. Prieto و *Los reyes de las Vives*، منڈرڈ ۱۹۲۶ء، ص ۶۵ تا ۶۸: (۸) R. Menéndez Pidal *La España del Cid*، منڈرڈ ۱۹۳۷ء، متعدد اشاریہ: (۹) لیوی پرووینسال *Inscriptions arabes d'Espagne* E Lévi-Provençal، ص ۳۵ تا ۵۵: (۱۰) وہی مصنف: *Islam d Occident*، ص ۱۲۵ تا ۱۲۶: (۱۱) وہی مصنف *Hist Esp mus*، ح ۳ (زیر ملاحظہ).

(لیوی پرووینسال E Lévi-Provençal)

### افعال: دیکھے فعل.

- \* افعی: اس سے مراد نہ صرف زہریلا سانپ (viper) [یا adder] ہے۔ حساً کہ عام طور پر فرض کیا جاتا ہے۔ بلکہ اسی قسم کے دوسرے سانپ بھی (بولڈیکہ Wöldeke، در Wiedmann، ص ۲۷۱): باہم علم۔ حوانات کی عربی کتابوں میں جو خصوصیات درج ہیں (کوڑیالا یا چتلا، چکلا سر، ہلی کردن چھوٹی دم، بعض کے دو سیگ [قَب] کتاب الحیوان (۴: ۵۹): و داب العربیہ میں الافاعی صماء لا تسمع صوت الداعی: نہ سگ آنکھوں کے اوپر دو انہری ہوئی ہ۔ ڈیاں ہونی ہیں] وغیرہ، وہ بڑے سانپوں کی بعض مخصوص اقسام کے مناسب حال ہیں: (echus، echus carinatus) اکٹر مآخذ میں (aspis cerastes cerastes، coloratus)۔ اکثر مآخذ میں ہے کہ افعی مادہ سانپ کے لیے استعمال ہوتا ہے اور بر سانپ کو ”افعوان“ کہتے ہیں، لیکن پہلی اصطلاح ہمیشہ اسم حس کے طور پر استعمال کی

س بے طلیطلہ کے ناسدوں کی ہشکشی بر اس ملک کو اپنی مملکت کے ساتھ ملانا چاہا۔ اگرچہ وہ دوالتون کے دارالحکومت میں دس ماہ قیام پدید ہا، مگر اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ وہ رلاقہ [رَکَ نَان] کی جنگ میں ندای خود موجود ہا، جو ۱۲ رجب ۵۴۹ھ/۲۳ اکتوبر ۱۰۸۶ء کو سی کی مملکت میں اڑی گئی اور ان سارسوں ہی شامل ہوا جس کے باعث بالآخر المرابطون نے یہ حملہ کیا کہ الاندلس کے حملہ منوکت الطوائف کو برطرف کر کے ان کی مملکتیں اپنی سلطنت میں شامل کر لی جائیں۔ حمر المتوکل اپنی امارت نے لیے خطرہ محسوس کرتے الفاسو نسیم کو نرس (Santaren)، السونہ (Lisbon) اور سترہ (Cintr) دے کر امداد کا طلب گار ہوا، لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ المرابطی سالار سترہ بر اپنی نگر نے ۵۴۸ھ/۱۰۹۵ء کے اواخر میں ہاں کے ناسدوں کی جسم نویسی سے، جو اپنے دساہ کے مالی مطالبات سے بہت بگ آ گئے تھے، ظلموں کو سر کر لیا۔ المتوکل اور اس کے دو بیٹے بعل اور سعد اسیر ہوئے۔ انہیں اسلحہ بھیجا گیا، لیکن وہاں پہنچے سے پہلے ہی قتل کر دیے گئے۔ المتوکل کا ایک اور بیٹا المصور حان بچا کر ہاگ گیا، کچھ عرصہ وہ فاصرس (Cáceres) کے وحوہ صوبے کے حصار مسانچس (Montanchez) میں قلعہ بند رہا، بالآخر اپنے ساتھیوں کو لے کر فاسو نسیم کی مملکت میں چلا گیا، جہاں اسے سجی بنا لیا گیا۔

وآخذ: ملوک الطوائف کے دور کی حملہ نواریح، العصوص (۱) اس حیاں، جس کا اقتباس اس تمام بے حیرہ میں دنا ہے: (۲) ابن العداری: بیان، ح ۳، متعدد اشاریہ: (۳) ابن العطیہ: اعمال الاعلام، (طبع لیوی پرووینسال (Lévi-Provençal)، ص ۲۱۱ تا ۲۱۵: (۴) عبد اللہ بن

سرہ خط سے ترا کاکل سرکس نہ دنا  
یہ رمرد بھی حریب دم افعی نہ ہوا  
خود میرا غالب ایک مکتوب (موسومہ صاحب  
عالم مارہروی) میں رمرد سے افعی کے اندھا ہو جانے  
یا چاندی میں کتاش کے پھٹ جانے کو محملہ  
مصائب شعری بتاتے ہیں۔

صحیح بیانات میں سے ایک یہ ہے کہ افعی، اپنی  
حسن کی زیادہ تر انواع کے سرحلاف [اندھے نہیں  
بلکہ] بجتے دیکھنے والا حاور ہے [قبہ ناہیہ  
کتاب الحیوان (۴: ۳۹) میں ہے: "وہی بلد و بیض  
و دلک آتھا ادا طرف بصبھا بحطم می حوفا فتوسی  
بمراحمہ اولاداً حی کاٹھا من الحیوان الدی بلد  
حیواناً منلہ" گویا الافعی کے اندھے بھی ہوئے  
ہیں اور بجتے بھی۔ الحاحط نے اس سلسلے کی ایک  
اور خصوصیت یہ بتائی ہے کہ سیر، چمے اور نر  
کی دارج اس کی آنکھیں اندھیرے میں چمکتی ہیں  
اور مرنے کے بعد بھی اس کی آنکھوں کی یہ صفت  
رائل نہیں ہوتی، وہی کتاب، ۴: ۳۰]۔

مآخذ (۱) ابو حیان الوحیدی، الأستیع، ۱۶۰۰،  
۱۷۴، ۱۹۲؛ (۲) الدبیری: [حیاء الحیوان]، تبدل مادہ  
(مرجمہ از Jayakar، ۱: ۵۶ تا ۵۸) [عربی متن، مطبوعہ  
مصر، ۱: ۳۸ تا ۵۷]؛ (۳) الحاحط، الحیوان، طبع ثانی،  
بمقدد اشارہ، (۴) اس الأثیر: بھانہ، ۱: ۳۴؛ (۵)  
اس الیطار: العام، بولاق، ۱۲۹۱ھ، ۱: ۳۶ تا ۳۸؛  
(۶) اس قتیئہ: عیون الأحبار، قاہرہ ۱۹۲۵ء تا ۱۹۳۰ء،  
۲: ۷۹، ۹۶، ۹۸، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۴، (ترجمہ از

Kopf، ص ۷۲، ۷۴، ۷۵، ۷۷، ۸۰)؛ (۷) القروسی (طبع  
وینٹیکٹ)، ۱: ۳۲۸ تا ۳۲۹؛ (۸) اس سیدۃ: المحصص، ۸  
۱۰۷ تا ۱۰۸؛ (۹) Arabic Zool - Dict - A. Malouf،  
قاہرہ ۱۹۳۲ء، بمقدد اشارہ؛ (۱۰) البویری: نہایۃ الأرب،  
۱: ۱۳۳ بعد؛ (۱۱) Beitr z E. Wiedemann

Gesch d Naturwiss، ۵۳: ۲۳۹ تا ۲۵۰.

(L KOPF)

جاتی تھ۔ عبرانی اور حشی زبانوں میں افعی کے  
لفظ کی خوشکلیں پائی جاتی ہیں ان سے ظاہر ہونا  
ہے کہ یہ لفظ سامی زبانوں کے قدیم ترس الفاظ  
میں سے ہے۔

افعی عربی ادب میں قدیم ساحری، امثال اور  
حدیث سے ان متاثر کتابوں تک میں پایا جاتا ہے  
اس میں علم حیوانات اور فردا فردا حیوانات سے  
باقاعدہ بحث کی گئی ہے۔ قدیم شاعری میں اس کا  
دکر حاشیہ دشمن کی زور و علامت کے طور پر آیا  
ہے، یعنی ایسا دشمن جو فل کا انقام لے کے  
دریے ہو۔ اس کی سرورسانی اس مثل سے ظاہر کی  
گئی ہے کہ "افعی کا کٹا رسی ہاتھ میں لے کر  
ڈرتا ہے" [من لدنہ الافعی حاف من الحل]۔ الحاحط  
نے اس کے بارے میں بہت سی معلومات مہیا کی  
ہیں۔ افعی ایک اچھا بھاری مال بھی تھا۔ کیونکہ  
اس کے دھڑ سے سریاں (theriac) بنائے جاتے تھے۔  
بعض لوگوں نے اس کی بھاری کو دریمہ معاش  
بانا لیا تھا اور اسے زیادہ تر سچسپاں سے در آمد کرنے  
تھے۔ الحاحط کے زمانے میں اس سے افعی دو دینار  
میں بکتے تھے۔ افعی کو کچھ بدوی لوگ لٹھائے  
بھی تھے، چنانچہ بعض شعراء نے ان کی اس عادت  
کی طرف اشارہ کیا ہے [دنکھنے الدمیری:  
حیاء الحیوان، ۱: ۵۷، مصر، ۱۳۳ھ، جہاں ایک  
شخص کا ذکر ہے کہ وہ بدویوں کے ہاں مہمان رہا  
اور افعی کا گوشت کھا کر اس نے مرض استسقاء  
سے نجات پائی]۔

افعی کے بارے میں بہت سی معلومات  
امسابوی حیثیت کی ہیں، مثلاً یہ کہ وہ ایک  
ہزار سال تک زندہ رہتا ہے، جب اندھا ہو جاتا  
ہے تو سونے کے ہودے (زاربانج) پر اپنی آنکھیں  
مل کر اس پر نوپسانی حاصل کر لیتا ہے [یا یہ کہ  
وہ زمرّد کو دیکھ کر اندھا ہو جاتا ہے؛ غالب:

افغان: (۱) قوم (۲) پشتو زبان (۳) پشتو

ادب:

(۱) قوم: مختلف افغان قبائل سلا ایک

دوسرے سے بہت مختلف ہیں - B S Guha

(Census of India, ۱۹۳۱ء، ج ۱، حصہ ۳ الف،

ص ۱۱) کے بیان کے مطابق ناجوڑ کے پٹھان جتال

کے کشتوں سے بہت قریبی رشتہ رکھتے ہیں،

عالمی اس لیے کہ وہ افغانوں کے رنگ میں رنگے

ہوئے دُرد ہیں۔ دوسری طرف بلوچستان کے چوڑے سر

والے پٹھان ابیہ بلوچ مسابیوں سے ملتے جلتے

ہیں۔ شاہور اور ذیرہات کے سدای علاقے میں

کسی قدر ہندی خون کی آمیزش ہے اور بعض قبائل

میں ترک۔ معمول اثر کی علامتیں پائی جاتی ہیں،

لیکن عام طور پر کہا جاسکتا ہے کہ افغان بحیرہ

روم کی لمبوری کھوڑی والی نسل کی ایرانی۔

افغانی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ کون Coon

(Races of Europe، ص ۱۹۷) کے بیان کے مطابق

افغانوں کا کسٹہ سر ۲ تا ۷ والی مہرست میں ہے، اور

اوسط لمب ۱۷۰ سٹی میٹر (سرحد پاکستان کے

پٹھانوں میں) اور ۱۶۳ سٹی میٹر (افغانستان کے

افغانوں میں)۔ ناک کھڑی اور اکثر خم دار ہونی

ہے، جو عموماً ساموں سے مخصوص سمجھی جاتی ہے۔

اس قسم کی ناک بلوچوں اور کنسیریوں وغیرہ میں

بھی پائی جاتی ہے۔ افغانوں کے بال عام طور پر

سیاہ ہوتے ہیں، لیکن ساتھ ہی ان میں مستقل طور پر

ایک اقلیت بھورے یا سپرے بالوں والی بھی چلی

آتی ہے، اور اس سے ان میں شمالی نارڈی (Nordic)

خون کی آمیزش ظاہر ہوتی ہے۔ ان کی داڑھیاں

گھسی ہوتی ہیں (کون Coon، ص ۱۶۷)۔

بعض اوقات افغان اور پٹھان کے درمیان امتیاز

کیا جاتا ہے۔ افغان کی اصطلاح درازیوں اور ان سے

متعلقہ قبائل کے لیے استعمال کی جاتی ہے، لیکن

یہ فرق عالمی محض نام کا ہے، یعنی ایرانی نام

افغان (حس کا استقائ معلوم نہیں) قدرتی طور پر

معربی قبائل کے لیے استعمال ہونا ہے اور پٹھان کا

اطلا، جو مقامی نام کی بدلی ہوئی ہندی شکل ہے،

مشرقی قبائل پر کیا جاتا ہے۔

دیسی نام، جسے سب قبائل استعمال کرتے

ہیں، پستوں یا پستون ہے (شمال مشرقی ہولی میں

پستوں)۔ جس کی جمع "پستابہ" ہے - Lassen

یہ اور اس کے سب سے بعض اور لوگوں نے لفظ

پستوں کا موارنہ ہروڈوٹس کے پکتویس Πάστους

سے کیا ہے، اور آفریدیوں کے نام کو اپاروہانی

Απαρύται سمجھا ہے۔ یہ مؤخرالذکر شاخ ممکن

ہے صحیح ہو، اگرچہ بقسی نہیں؛ مگر مقدم الذکر

کو صوبی اور دیگر وجوہ کی بناء پر رد کر دیا

لارم ہے (آخری حصہ "اؤں" "آہ" سے مشتق ہے

اور یہ ممکن نہیں کہ زمانہ قدیم کا صوبی مرکب،

جس کے نشجے میں پسوکا "سب" (نعد کی ہولی میں حب)

معرب و خود میں آیا، ہونانی حروف x سے ادا کیا گیا

(ہو)۔ زیادہ مزید قیاس وہ ثابت ہے جو سب سے پہلے

مارکوارٹ Marquart نے کہی تھی کہ اس نام کا

تعلق بظلموس (Ptolemy) کے Παροπανά سے ہے، یعنی

ایک قبیلہ، جو پاروپامیسس Paropamisus [کوہ بابا و

سند کوہ] میں آباد تھا۔ نشوکا "سب" زمانہ قدیم کے

"س" سے مشتق ہو سکتا ہے (دیکھئے Morgenstierne

etc "Pathan"، "Pashū"، در AO، ۱۹۴۰ء، ص ۱۳۸

بعد) اور عالمی نام کی قدیم شکل پرسوانہ Parsw-āna

بھی، جو پرسو Parsu سے مشتق تھا، قب آشوری۔

نالی پرسوا Parsu (n)، یعنی فارسی؛ مگر اس سے یہ

لارم نہیں آتا کہ ان دو زیر بحث ایرانی قبیلوں کے

درمیان کوئی خاص طور پر قریبی رشتہ تھا (قب بیر

پشت، پختہ—وریریوں کے علاقے میں افغانوں کے

معروضہ وطن کا نام)۔ افغانوں کی زبان کا دیسی نام

لاحقہ زئی سے، لیکن بعض صورتوں میں زئی سے مراد پورا قبیلہ ہوتا ہے۔

افغانوں کا ذکر پہلی مرتبہ ہمدی ہیستدان وراہہ سپہرہ (چھٹی صدی میلادی کے اوائل) کی کتاب بڑھت سنہتہ *Brhat-Samhita* میں (اوگاہ کی شکل میں) آیا ہے۔ اس سے کچھ عرصہ بعد، غالباً جیسی سیاح ہوان سانگ *Huuen-Tsang* کے سیواح حساب میں، حسن قوم انو کی *A-P'o-Kien* (اوگاہ ۹) کا ذکر ملتا ہے اور جو کوشسان سلیمان کے شمالی حصے میں آباد بھی اس سے بھی غالباً اعلان ہی مراد ہیں

(دیکھئے *La vieille route de l'Inde de A Foucher*، *Bactres à Taxila*، پیرس ۱۹۰۴ء، ۲ : ۲۳۵، ۲۵۲ حاشہ ۱)۔ ابتدائی دور کے مسلمان مصنفوں کی کتابوں میں سے افغانوں کا ذکر سب سے پہلے حدود العالم (۵۳۷ء / ۶۹۸ء) میں ملتا ہے۔ اس کے بعد الغنی (تاریخ دمشق) اور البیرونی نے بھی ان کا ذکر کیا ہے۔ لفظ پٹھان سولہویں صدی میلادی سے پہلے کی کسی کتاب میں نظر نہیں آتا، لیکن ”سب“ کی تبدیلی ”پ“ سے بنا چلتا ہے کہ یہ لفظ [پٹھان] ہمدی آریائی زبان میں اس سے بہت پہلے لے لیا گیا ہوگا۔ الغنی (ماہرہ ۱۲۸۶، ۷ : ۸۴) کے سان کے مطابق محمود عربوی نے طحارستان پر ایک لشکر لے کر چڑھائی کی، جو ہمدی، خلیج، افغان اور عربوی سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ ایک اور وقت میں اس نے افغانوں پر حملہ کر کے انہیں سرا دی۔ البیہقی، حسن نے اپنی کتاب اس سے بھوڑا عرصہ بعد لکھی، مذکورہ بالا بیان کی تائید کرتا ہے۔ البیرونی افغانوں کے بہت سے نسلوں کا ذکر کرتا ہے، جو ہندوستان کی مغربی سرحد کے پہاڑوں میں بود و نائی رکھتے تھے (البیہقی، سرحد رحاؤ *Sachau*، ۱ : ۱، ۲۰۸، ق ۱۹۹)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغانوں کا اولیٰ

پشتو (پختو) کا تعلق غالباً ایک صفت موٹ برسوا *Parasau* (بمعنی غالب زبان) سے ہے۔ ٹوٹوگر کے آرمیہ افغانوں کو کانں اور کانی گرام کے اردو ویریوں کو کسی (صغہ جمع) کہتے ہیں۔ اس لفظ کا واحد معلوم نہیں، لیکن یہ ٹوٹوگر کے قریب سے والیے ایک اعلان قبیلے موسوم بہ کاسی (*Travels Masson*، ۱ : ۳۳۰) اور کوشستان سلیمان کے بشو نام ”(د) لاسہ غر“ سے تعلق رکھتا ہے۔

لفظ پشتو افغانوں کے خاص صافطہ معاشرہ ”پشتوں ولی“ وغیرہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس صافطے کے اہم ارکان حسب ذیل ہیں : (۱) تنوائے : شاہ لیسے کا حق، (۲) نڈل : بدلے کے درمے انشاء، (۳) پٹھانستان، مہمان نوازی۔ جو چھگڑے ”نڈل“ (انعام) کا نام سے ہے، رن اور رہی ان کی اصل بنائے جاتے ہیں۔ اذہر مائل کی تنظیم جمہوری ہے اور موروثی جان کو، حدود احساسات حاصل ہوئے ہیں۔ زیادہ اہم امور قسملے کی ساحوں اور حیلوں کے سرداروں کے نامی مسورے سے طے کیے جاتے ہیں اور قسملے یا ڈوؤں کی مجلس (حرکہ) کو بہت اہمیت حاصل ہوئی ہے۔۔۔ افغان اور غیر افغان موالی (مہمائیے) زیادہ تر مائل سے وابستہ ہیں، انہیں کی پناہ میں رہے ہیں اور انہیں سے وابستہ ہوئے ہیں۔ رہی تو وقتاً فوقتاً ار سر نو تقسیم کرنے کا پرانا رواج (ونس) اب اکثر مقامات پر معقود ہونا چلا جا رہا ہے۔ افغان مائل اگرچہ سیاسی لحاظ سے سیر متحد اور آپس میں لڑتے چھگڑتے رہے، تاہم انہیں ایک قسم کے اتحاد کا احساس تھا، جو ان کی زبان، رسم و رواج اور روایات کے اشتراک پر مبنی تھا۔ دوسری جانب ہر قبیلہ شاخوں، خاندانوں اور گروں میں بٹا ہوا ہے۔ ان شاخوں کے نام اکثر لفظ خیل سے بنتے ہیں یا

معلوم وطن کوهستان سلمان نہا۔ یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ افغان معربی جانب کس حد تک پھیلے، لیکن ابتدائی دور کے مصنفین نے عربی کے مغرب میں افغانوں کی کسی بستی کا ذکر نہیں کیا۔ یہ بات فرض کرنے کے لیے کوئی سہادہ موجود نہیں کہ غور کے ناسدے شروع میں بشو بولتے تھے (قب Dames، در آ، طبع اول)۔ اگر ہم پٹہ حراہ کے سان پر اعتبار کریں (دیکھئے بیجے (۳) بوسنٹ (آٹھویں صدی میلادی) کا ہونا، افسانوی امر ترور، شتو کا شاعر نہا، لیکن یہ بات متعدد وجوہ کی بنا پر بہت غیر اعلیٰ ہے۔ سب سے دور کے معربی افغان قبلے دری (اندالی) [رک نان] کی اصل اور اس کی ابتدائی تاریخ ردہ حفاء میں ہے۔ علرنوں [رک نان] کے نازے میں بظاہر ممکن ہے کہ ان کا نام ترکی مائل نام خلیج۔۔۔ خلیج کے ایک عام نسد اسفاں ("چور کا بیٹا")۔ بر مبی ہے۔ خلیج کی حائے وقوع الاضطحری نے دریائے ہلمند کے وسطی طاس اور حدود العالم نے عربی کے علاقے میں سان کی ہے (دیکھئے مادہ خلیج)، لیکن خود علرنوں میں سے بعض بلکہ شاید بیشتر لوگ افغانی الاصل ہو سکتے ہیں۔ بہر حال معلوم ہونا ہے کہ افغانوں نے عربیوں کے دور میں سیاسی اعتبار سے کوئی اہم مقام حاصل نہ کیا۔ چند قدیم اشارے، جن کا ذکر آگے آئے گا، لانگ ورث ڈیمز M Longworth Dames نے کیے ہیں (در آ، طبع اول) اور ان پر ہارڈی P Hardy نے اضافہ کیا ہے۔ ۱۰۳۹/۵۴۳۱۔ ۱۰۴۰ء میں مسعود [عربی] نے اسے شے ایرڈیارکو عربی کے کوهستانی علاقے میں باغی افغانوں کی سرکوبی کے لیے بھجوا (گرڈیری، طبع محمد ناظم، ص ۱۰۹)۔ ۵۰۱۲/۱۱۱۸-۱۱۱۹ء میں آرسلاں شاہ [عزوی] نے ایک لشکر فراہم کیا، جو عربوں، عجمیوں،

افغانوں اور خلیج پر مستمل نہا۔ آئی میں مذکور ہے کہ ۵۴۳/۱۱۰۲-۱۱۰۳ء میں بہرام شاہ نے افغانوں اور خلیجوں کا ایک لشکر جمع کیا۔ عربوں کے برسر افتدار آنے پر بھی یہی صورت حال قائم رہی۔ فرسہ (بمبئی ۱۸۳۱ء، ص ۱۰۰ بعد) کا بیان ہے کہ معرالدین محمد بن سام کا لشکر ترکوں، تاجکوں اور افغانوں پر مستمل نہا اور اس کے ہندی مد مقابل ہتھورائے (پربھوی راج) نے راجپوت اور افغان سواروں کا لشکر اکٹھا کیا۔ گویا ہندوؤں اور مسلمانوں کی اس جنگ عظیم میں افغانوں کے ناسدے دونوں طرف سے لڑنے دکھائے گئے ہیں، جس سے حالاً مرشح ہونا ہے کہ اس وقت تک ان سب نے اسلام قبول نہیں کیا تھا، اگرچہ بعض روایات موضوعہ میں سان کا کیا ہے کہ وہ قوم [حصر] حالدارا [س الولد] ہی کے رہائے میں مسلمان ہو گئی تھی۔ یہ بات واضح نہیں کہ فرسہ نے اپنا سان کہاں سے اخذ کیا ہے۔ سماع السراج کی طباق ناصری میں اس جنگ کا جو سان ہے اس میں یہ مذکور نہیں، [بلکہ واقعہ یہ ہے کہ] یہ مصنف عربی اور عسوری ناساھوں کے حالات میں افغانوں کا ذکر کسی جگہ بھی نہیں کرتا۔ اس نے اس قوم کا ذکر صرف ایک ہی مرتبہ اپنے رہائے، یعنی ۵۶۵۸/۱۲۶۰ء میں دہلی کے ناساھ ناصرالدین محمود کے عہد حکومت میں کیا ہے، جہاں وہ لکھتا ہے (برحمہ Raverty، ص ۸۵۲) کہ آٹع حال نے راجپوتانے میں سواب کے پہاڑی مائل کی سرکوبی کے لیے بن ہزار بہادر افغان استعمال کیے۔ حویبی (۱: ۱۴۲) کے سان کے مطابق خلیج، عربی اور افغان، معلوں کی فوج کا حصہ تھے، جس نے ۵۶۱۹ء میں مرو کو تاراج کیا تھا۔ بعد کی دو صدیوں کے اندر ہندوستان کی تاریخ میں کبھی کبھی افغانوں



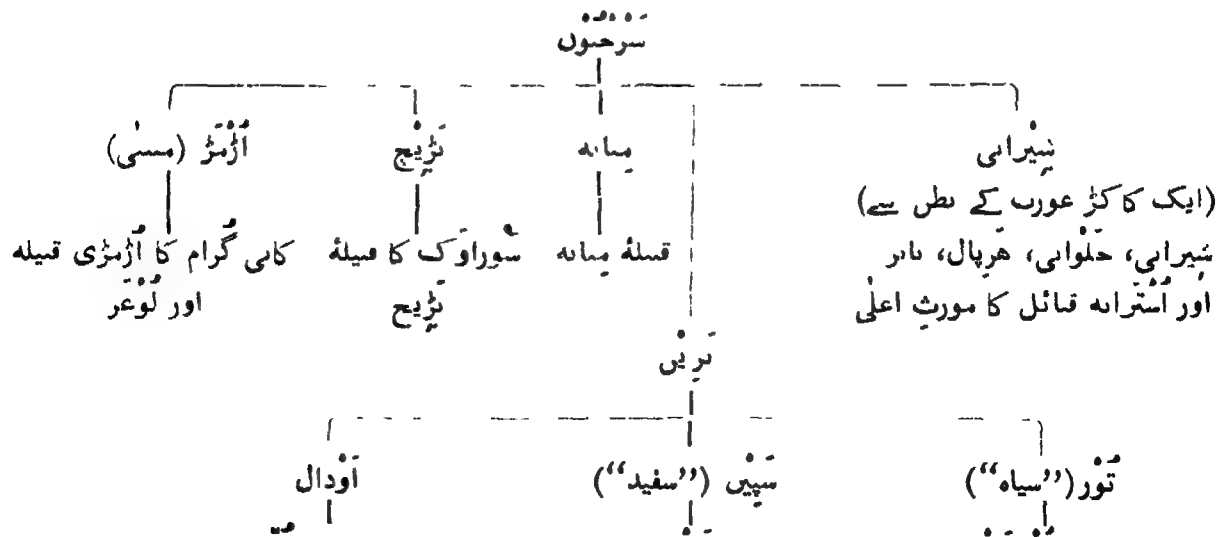
ہے ہندوستان میں اقتدار حاصل کر کے انہیں (افغانوں کو) درجہ شہرہ عام پر پہنچا دیا۔ یہ دولت خان لودھی تھا، جو غلٹیوں کی ساح لودھی سے منسلک تھا۔ وہ برقی کرے کرتے سلطنت ہند کی اہم شخصیتوں میں شامل ہو گیا۔ پہلوں لودھی نے ۱۸۵۵ء / ۱۸۵۰ء [کدا ۱۹۵۱ء] میں حب دہلی پر قبضہ کیا لہذا (دیکھئے مادہ لودھی)۔ نار نے ۱۸۳۲ء / ۱۸۲۵ء میں اس حادان کی حکومت کا حاتمہ کر دیا، لیکن شیرساہ سوری نے محصر سے وقت (۱۸۳۳ء / ۱۸۳۷ء تا ۱۸۶۳ء / ۱۸۵۵ء) کے لیے افغانوں کو پھر حب حکومت پر بٹھا دیا (دیکھئے مادہ سور)۔ اس عہد میں غلٹیوں اور دوسرے بٹھانوں کی بھاری تعداد ہندوستان میں آباد ہو گئی۔ بعد کے ایک دور میں اورنگ زیب نے معتد قنائل کے بٹھانوں کو روہیل کھنڈ [رک ناں] (مست بریلی وغیرہ) میں حاکمیں عطا کیں (میر دیکھئے مادہ رام پور)۔ روہیل کھنڈ کا نام پستو کے لفظ "روہیلہ" سے منسوب ہے، جس کے معنی "کوہستانی" اور "پٹھان" کے ہیں۔ حب Darmesteter نے ۱۸۸۶ء میں رام پور کی صاحب کی نو اس وقت بھی نواب رام پور کے دربار میں بعض افغان روایات باقی نہیں، لیکن روتہ رسد ہند میں آباد ہوئے والے بٹھان، یہاں آبادی میں گھل مل گئے، صرف اسہائے شمال مغرب کے بٹھان مستثنیٰ ہیں۔

ارسطو وسطی کے آواخر میں افغان قنائل نے ادھر ادھر بھیلنا شروع کیا۔ ہندوستان میں ان کی آمد اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ اس پھیلاؤ کا ہمانہ انا وسیع تھا کہ Dames (اطمع اول) کا قول۔ افغان عوریوں کے عہد حکومت تک بھی غیر اہم پہاڑی لوگ تھے، جو ایک محدود علاقے میں رہتے تھے۔ تسلیم کرنا مشکل ہے۔ سلیمان خیل غلٹیوں نے لوہائیوں کو کوہستان

کا ذکر آ جاتا ہے، مثلاً برنی تاریخ فیروز شاہی، ص ۵۰، میں لکھتا ہے کہ بٹن نے ۱۲۶۶ھ / ۱۲۶۵ء میں گوبال پور کے آس پاس چھوٹے چھوٹے قلعے بنوائے اور ان کی حفاظت کا کام افغانوں کے سپرد کر دیا۔ میں اور قصے بھی ڈاکوؤں کے حملوں کا تختہ مٹی بنے ہوئے تھے۔ ان کی حفاظت بھی ایسے قلعوں کے ذریعے کی جاتی تھی جو افغانوں کے زور انگریزی تھے [امیر خسرو نے بھی اپنی ایک مشہور میں ایسے قلعہ شہس افغانوں کا ذکر کیا ہے اور ان کی وضع قطع اور بول چال کی کتب مراجعہ انداز میں بیان کی ہے (دیوان نعمۃ الصبر)، دیکھئے محمد وحید مرزا: *Life and Work of Amir Khusrav*، طبع ثانی، ص ۵۱، بعد]۔ یہی مصنف (ص ۸۴) لکھتا ہے کہ محمد بن تغلق کے عہد میں افغانوں کی ایک جماعت نے ملتان مل (یہ نام ملتان ریاناں میں محافظ ملتان کے معنی میں آتا ہے اور غالباً کسی افغان سردار کا نام نہیں تھا) کے زور و مباد ملتان میں عالم معاویہ بلند کیا تھا۔ سرحدی (تاریخ سارک شاہی، کلکتہ ۱۹۳۱ء، ص ۱۰۶) میں لکھا ہے کہ یہ معاویہ ۱۲۴۳ء میں رونما ہوئی تھی۔ پھر عمرملکی اہرام میں ایک منج افغان کا ذکر آیا ہے، جس نے دیوگر میں معاویہ کی - ۱۲۷۸ء / ۱۲۷۶ء - ۱۳۷۷ء میں بہار کی حاکمیں ملک پیر افغان کو عطا ہوئی (تاریخ سارک شاہی، ص ۱۳۳)۔ امیر سمور نے انہیں دستور پہاڑی راہوں سے پایا، چنانچہ مملوٹاب نیموری، طبرنامہ، اور مطلع السعدین میں مذکور ہے کہ اس نے اوغانی (یا اغانی) کے وطن کو (کوہستان سلیمان میں رہتے تھے) ناراج کا۔ اس طرح یہ لوگ - چند قسم آزما سپہگروں کو مستثنیٰ کرے ہوئے - عموماً کوہستانی لٹیروں کی تدخول نسل سے رہے، یہاں تک کہ ایک طالع آرمہ

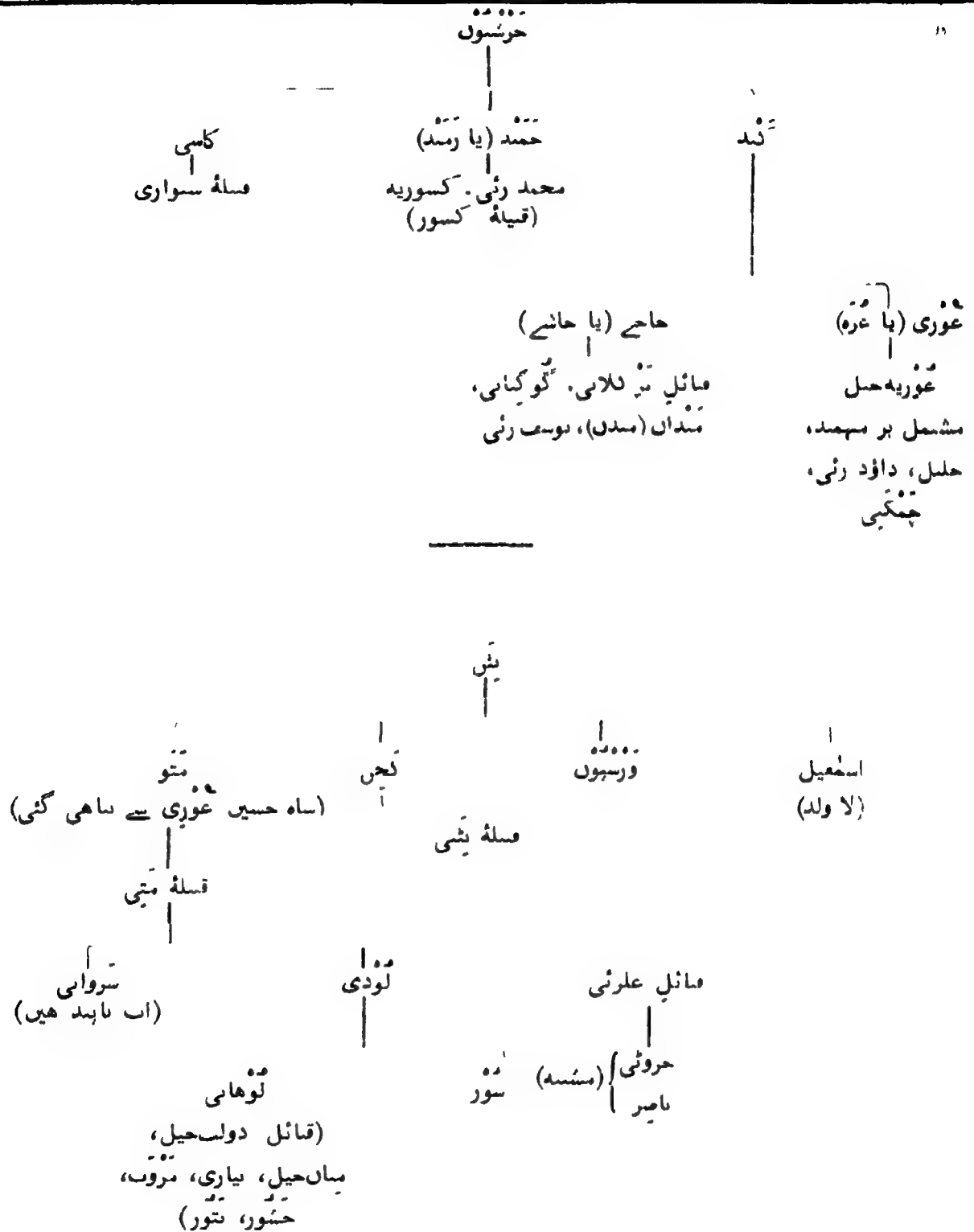
کی سرکردگی میں اور زیادہ مستقل طور پر احمد شاہ درانی کے زیر قیادت اٹھارویں صدی میلادی میں قائم ہوئی (دیکھئے مادہ افغانسان، حصہ تاریخ)۔

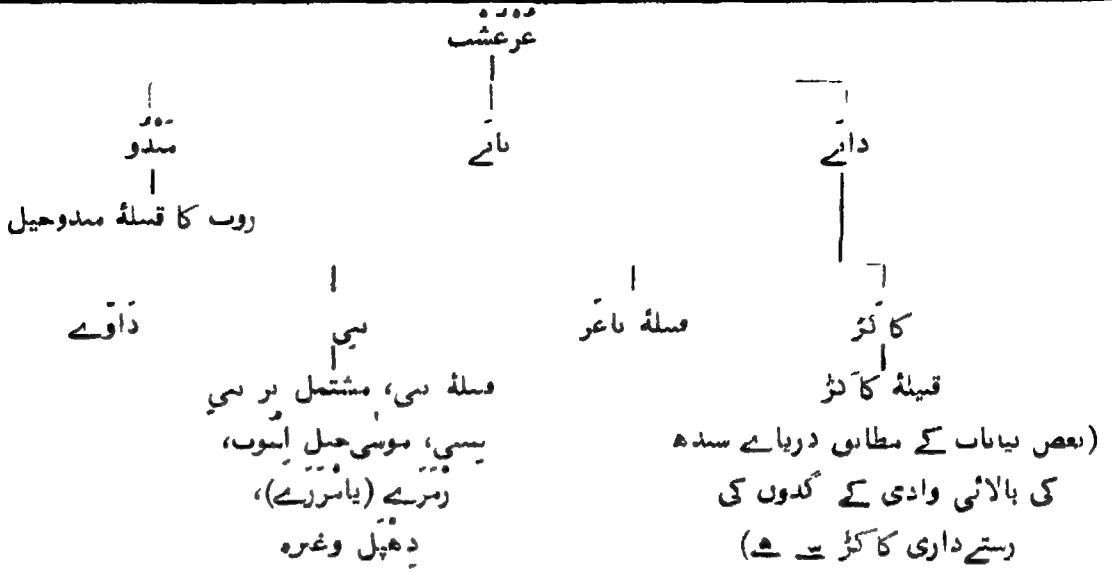
افغانوں کی قبائلی روایات کے موٹے موٹے حدود حال اوانعصل (اکبرنامہ) نے بیان کیے ہیں۔ سلیمان ماکو: بدکترہ الاولیاء (سیرتھویس صدی میلادی کی تالیف) اور بٹہ حرانہ (ان کے لیے مکہ مقام ہذا، شمارہ ۳) میں اس سے کسی قدر مختلف بنیاد درج ہیں۔ قبائلی روایات کے متعلق ہمارا اہم مآخذ نعم اللہ کی محرن افغانی ہے، جو ۱۹۱۳ء میں مکمل ہوئی۔ اس کتاب میں حو نسب نامے دیے گئے ہیں اور وہ بعد کی تصانیف، مثلاً حیات افغانی وغیرہ، میں نقل ہوئے تاریخی مآخذ کے طور پر قابل اعتماد نہیں، تاہم ان روایتوں کی سہادت کے سلسلے میں حو سترھویں صدی میلادی میں افغانوں میں مشہور نہیں قابل قدر ہیں۔ ان روایات کے مطابق ستر افغانوں کا سرک مورب اعلیٰ مس عبدالرسید شاہ، حو [حسرت] خالد [ابن ولید] کے ہاتھ پر مشرف نہ اسلام ہوا اور حو ناساہ طائوب یا ساؤل Saul کے ایک بونے افغانہ کی نسل سے تھا۔ اس قبیلے کے بن بٹھے تھے: سرتی، تیش (نا تیش) اور عرب عیش۔ پھر سرتی کے ہاں دو بٹھے ہوئے: سرحون اور حرسون۔ بعد کی ساخوں کی جدول یوں بنائی جا سکتی ہے:



عربی سے نکال دیا اور پندرھویں صدی میلادی میں ہنسیوں کو درہ گومل کے راستے مشرق کی طرف دھکیل دیا۔ اس سے سو دو سو سال پہلے حٹک [آرٹہ ناں] اور نگن ہتھانوں نے کوھاٹ کے علاقے میں اپنے موجودہ اوطان کی طرف نقل و حرکت شروع کی تھی اور روایت کے مطابق یوسف زئی اور ان کے حسب قبائل بارھویں صدی میلادی میں برٹک اور آرتسان کے علاقے چھوڑ کر کابل حلیے گئے تھے۔ بعد ازاں چودھویں صدی میلادی کے دوران میں انہیں کابل سے نکال دیا گیا اور وہ پساور کے میدان میں علاموں میں آ گئے، جہاں سے انہوں نے دلآزاک لودھجے دھکیل دیا، حو عجب نہیں افغانوں کی کسی مذہب پر دھرت کے نمایندے ہوں۔ پھر وہ پساور کے شمالی پہاڑوں کی وادیوں میں جا گھسے (قب یوسف زئی)۔ ان کے بچنے نہ رہے صدی کے شروع میں غوریہ حمل (مہمند و سہرہ) آئے اور بعض قبائل دریائے سندھ عبور کر کے پنجاب میں جا رہے تھے۔

معاون کے اقتدار سے آزادی حاصل کرنے کی خاطر سرحدی افغان قبائل کو مجتمع کرنے کی پہلی کوشش سترھویں صدی کے آخر میں حٹکو شاعر خوشحال خان حٹک نے شروع کی، لیکن افغانوں کی پہلی قومی سلطنت علزئی سردار میر ولس





نامی مادہ فائل میں سے ربابہ، کرکڑاں (یا کٹرلاں) کی اولاد سے سائے جانے ہیں، جن کا سب مسکوک ہے۔

### کٹرلاں

کودے

نچے

(قائل وردک، دلاراک، اورک رئی، منگل)

(فائل آریدی، حٹک، خدران، انماں حیل، ہوگامی،

حاحی، توری، سر عالیا سٹک (مع شاحہای دوری

و توحی) و حوسب وال)

بعض روایات کے مطابق تنگس (تنگج) اور وزیری بھی تنگس کی اولاد ہیں۔ دوسروں کے نزدیک وزیری اور دوڑ مذکورہ بالا اسباب میں کسی سے تعلق نہیں رکھتے۔

بعض کہے نسل سید ہوئے کے مدعی ہیں۔ ایسے حاندان شیرانی، کاکڑ، کرژائی، داوی، تریں، میانہ اور نئی فائل میں پائے جاتے ہیں۔ گنداپور اور استرانہ فائل بھی یہی دعویٰ کرتے ہیں؛ اصلاً یہ شیرانی قبیلے کی شاحیں تھیں۔ تنگس

قریشی الاصل ہوئے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مخزن افغانی میں تنگس، وزیری اور تنگس کی ساح سے تعلق رکھنے والے کرژائی (آریدی وغیرہ) کے سوا مذکورہ بالا تمام فائل کو صراحہ افغان مسلم کہا گیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ کرژائی قبیلے کا علم مصف کو نہ تھا۔

نہ جان لیا موجب دل چسپی ہے کہ پشتو کی وہ تمام بولیاں جن میں حرکات مدودہ بدل جاتی ہیں (مثلاً آ کی حکہ او وغیرہ، دیکھیے نیچے،

ہیں، انہیں سلیماں خیلوں میں سے آتے ہیں۔  
 خروٹی غلڑیوں کے قریب ہیں۔ کاکڑ اور ریں  
 بلوچستان کے اصلاع پشین اور روف میں آباد ہیں۔  
 سسی کے نی ان کے ہمسائے ہیں۔ روف کے شمال  
 مغرب میں بحر سلیمان کے آس پاس سیرانی  
 ملتے ہیں۔ وریری [رک ناں] (جو درویش خیل اور  
 مجسود میں مشتم ہیں) درباے گوئل اور درباے  
 کرم کے درمیانی کوہستانی علاقے میں سرحد  
 کے دونوں طرف آباد ہیں۔ مشرقی جانب کی پہاڑیوں  
 میں پٹی اور اُوہانی ملتے ہیں اور کرم ریں کے  
 جنوب میں جو میدان ہیں، ان میں مڑوب بستے ہیں۔  
 وادی ٹوچی میں ڈوڑی اور ٹوچی آباد ہیں۔  
 ٹنک کوہاٹ کے میدانوں میں سے ہوئے ہیں، اور  
 ان کا سلسلہ آبادی ایک ایک جاتا ہے۔ درباے کرم کی  
 بالائی وادی میں ٹنگس، سبھ ٹوری خیل اور دیگر  
 قبائل پائے جاتے ہیں اور سرحد کے بار افغانستان کی  
 جانب حاجی ایچ ہمسایہ مکمل اور حوسٹ وال کے  
 ساتھ آباد ہیں۔ ٹنگس کے شمال میں اورک رٹی (بعض  
 سبھ خاندانوں کے ساتھ) بستے ہیں۔ پیراہ اور  
 حیر و کوہاٹ کے دروں میں سرحد کے دونوں طرف  
 آرمی [رک ناں] دیں اور سواروں ان کے شمال میں  
 ہیں۔ درباے کابل کے شمال میں صلیع پشاور  
 اور افغانستان دونوں طرف ایک وسیع علاقے پر  
 مشتمل فاصلہ ہیں۔ صلیع پشاور کے حلیل ان کے  
 رشتہ دار ہیں۔ مشرق کے مشرق میں پشاور کے  
 علاقے اور سماں کے پہاڑوں (پیر، سواب، دیر  
 وغیرہ) میں یوسف رٹی اور ان کے حلیف قبائل  
 (سداں) وغیرہ آباد ہیں، جو داریوں کو پیچھے  
 دھکتے اور اپنے اندر ملاتے چلے جا رہے ہیں۔ انہیں  
 سوانی کہا جاتا ہے اور وہ مخلوط نسل کے لوگ ہیں،  
 جنہیں یوسف رٹیوں نے درباے سندھ کے پار صلیع  
 ہزارہ میں دھکیل دیا ہے۔ وادی گکڑ اور افغانستان

شمارہ ۲) کرڈانی گروہوں یا وریریوں سے تعلق  
 رکھتی ہیں۔ قبائلی نظام کی انتہائی پیچیدگی کو  
 واضح کرنے کے لیے یوسف رٹی کی متعدد شاخوں کی  
 مثال پیش کی جا سکتی ہے۔ اس قبیلے کی پنج  
 شاخوں میں سے ایک، آٹو رٹی، قبیلہ رانی رٹی اور  
 دوسرے قبیلوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ رانی رٹی  
 کے پنج خیلوں میں سے ایک اپنی حکم عسی خیل  
 اور دوسرے خیلوں میں مشتم ہے۔ عسی خیل  
 کی دو شاخوں میں سے ایک شاخ نور محمد خیل  
 ہے، جو دود عرب خیل اور دوڑ خیل میں بٹ گئی  
 ہے۔ یہ نام بھی قبائلی دگر ہے کہ خٹکوں کے  
 ایک حید امجد کا نام سالیانہ یورپانہ کی دوسری شکل  
 ہے، جو ہندوستان کے ایک من بادشاہ اور شاہی  
 خاندان [the Shāhids] کے ایک رٹی کا نام تھا۔  
 اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسطوری اعمالوں اور ان  
 بادشاہوں کے درمیان کسی قسم کا تاریخی تعلق  
 تھا، بلکہ صرف یہ کہ مقامی روایات میں مذکورہ بالا  
 نام محفوظ رہا

اعمال قبائل کی جغرافیائی تقسیم : درانی  
 [رک ناں] دربا کی ریں وادیوں میں سرور اور  
 ریں داؤر سے ہندھار اور چمن کے جنوب مشرقی  
 علاقے تک آباد ہیں۔ اسی کی شاخوں میں بول رٹی  
 (یہ شمولیت خاندان سامی سدو رٹی) اور نارک رٹی  
 ہیں۔ دربانوں کے بعد سب سے زیادہ طاقتور قبیلہ  
 غلڑی [رک ناں] ہے، جو مذہب تک دربانوں کا  
 حریف رہا۔ یہ قبیلہ قلاب علی رٹی سے حلال آباد  
 تک کے علاقے میں آباد ہے۔ ہونک پہلے ان کی  
 سرکردہ شاخ تھی۔ اب سب سے زیادہ اہم شاخ  
 سلیمان خیل ہے۔ پاونڈہ، یعنی وہ چاند بدوش لوگ  
 جو موسم خزاں میں گوئل اور ٹوچی کے راستے  
 نیچے آ کر درباے سندھ کے کناروں تک جاتے  
 ہیں اور موسم بہار میں افغانستان واپس ہو جاتے

مستمل ہیں جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ گیارھویں صدی میلادی میں لکھی گئی تھیں۔ ۱۹۴۴ء میں حسنی بے کابل میں محمدھونک کی کتاب بٹہ حرانہ (یکمل ۱۷۲۹ء) سایع کی، جس کے متعلق دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ سدھار میں لکھی گئی تھی اور ۱۸ویں صدی میلادی سے مؤلف کے وقت تک کے نسخہ ہرہ کے مسحِ نلام کی ایک خاص ہے، لیکن وہ نامیں متعدد لسانی اور تاریخی گجراکین پیدا کر رہی ہیں اور ان کے صحیح و مسند ہونے کا سوال حسنی طور پر اس وقت تک طے نہیں ہو سکتا جب تک اصلی مخطوطات لسانی بحقیقت کے لیے سامنے نہیں لائے جاتے۔ اگر محمدھونک کے بٹہ حرانہ کی صحیح تسلیم ہی کر لی جائے تو وہ امر پھر بھی مشہور رہا ہے کہ محمدھونک نے قدیم نظمیں کی جو تاریخی لکھی ہیں وہ کہاں تک درست ہیں۔ راورٹی Raverty لکھتا ہے کہ سچ مٹی بے ۱۴۱۷ء میں یوسف رشون کی ایک تاریخ لکھی تھی، لیکن اس بصر کے متعلق اور کچھ معلوم نہیں [وقت مادہ یوسف رشون]۔ ایک مخطوطہ موجود ہے جو نارید انصاری (م ۱۵۸۵ء) کی حرالساں پر مشتمل ہے۔ اور اس کا معاہدہ بھی کیا جا سکتا ہے سترھویں صدی میلادی کے ابتدائی دور سے ہمارے پاس اس کے راسخ العہدہ مد مقابل احوسد درویش (دیکھئے مادہ روسد) کی دستی اور تاریخی کتابیں (محرر افغانی، محرر اسلام) موجود ہیں، جو طعن و تشنیع سے لرز رہی ہیں۔ سترھویں اور اٹھارویں صدی میں متعدد شعراء پیدا ہوئے، لیکن ان میں سے زیادہ تر فارسی نمونوں کے قائل ہیں۔ یورپی معیاروں کی رو سے اور جدید افغانستان کے قومی شاعر کی حشبت سے ان میں سب سے نمایاں خوش حال خان [رک نان، ۱۰۲۲/ ۱۶۱۳ء تا ۱۱۰۶/ ۱۶۹۴ء] ہے، جو حثک قوم کا

کے دوسرے شمالی و مشرقی حصوں میں صافی نائے جاتے ہیں۔ رہانہ حال میں نسخہ نولنے والے افغان نوہستان ہندو نس کے شمال میں مختلف مقامات پر، ہر ہرہ کے علاقے میں، آباد ہو چکے ہیں یا آباد کیے گئے ہیں۔

مآخذ (۱) دیکھئے تصنیف محمد حیات، یلو Bellow، راورٹی Raverty، المسٹی Elphinstone، جس کا حوالہ مادہ افغانستان کے مآخذ میں دیا گیا ہے، (۲) روز A Glossary of Tribes and Casts of H A Rose the Punjab and the N W Frontier Province، لاہور ۱۹۱۱ء تا ۱۹۱۹ء، خصوصاً مدیل مادہ پٹھاں؛ (۳) From the Black Mountain to H C Willey Waziristan لندن ۱۹۱۲ء (سرحد کے پٹھاں قبائل کے بارے میں)۔

(۲) دستوربان: مسوحووی و مسرفی افغانسان میں حلال آباد کے شمال سے سدھار اور وہاں سے مغرب کی جانب سرور تک بولی جاتی ہے (کابل کے علاقے میں زیادہ تر فارسی بولتے ہیں، اسی طرح عربی میں بھی)۔ شمالی اور مغربی افغانسان میں نوآباد لوگ بھی نسو بولتے ہیں۔ پاکستان میں [باقی] شمالی و مغربی سرحدی صوبے کے اکثر باشندے دیہ اور سوات سے جنوب کی طرف، در پنجاب کے بعض اضلاع میں اور بلوچستان میں جنوب کی جانب کوٹلی تک نسو ہی رائج ہے ان لوگوں کی مجموعی تعداد غالباً چالیس لاکھ ہے۔ سرحد فصلا کے لیے دیکھئے مادہ نسو۔

(۳) پشتو ادب: اب سے کچھ عرصہ پہلے تک پشتو کی کوئی کتاب سترھویں صدی میلادی سے قدیم تر شائع نہیں ہوئی تھی، انکی ذکر کمال اللہ (سالنامہ کابل)، ۱۹۴۰ - ۱۹۴۱ء میں عبدالحی حسنی نے سلسلہ ماسکو کے مدکرہ الاولیاء کے کچھ احراء شائع کیے۔ یہ ایسی نظمیں پر

*Afghans*، لنڈن ۱۸۶۳ء؛ (۷) *Grammar* · H.W Bellew، لنڈن ۱۸۶۷ء؛ (۸) وہی مصنف: *Dictionary*، لنڈن ۱۸۶۷ء؛ (۹) *Grammar* Trumpp، لنڈن۔ ٹوبکنی ۱۸۷۳ء؛ (۱۰) *Chants populaires* J Darmesteter، پیرس ۱۸۸۸ - ۱۸۹۰ء؛ (۱۱) *des Afghans*، پشاور ۱۸۷۲ء و ترجمہ ار *T P Hughes* کلید افغانی، لاہور ۱۸۷۵ء؛ (۱۲) *J G Lorimer*، *Plowden*، لاہور ۱۸۷۵ء؛ (۱۳) *Grammer and Voc of Waziri Pashto*، کلکتہ ۱۹۰۲ء؛ (۱۴) *Syntax of Colloquial Pashto* D L R Lorimer، اوکسفرڈ ۱۹۱۵ء؛ (۱۵) *Some Current* · Malyon، کلکتہ ۱۹۰۲ء؛ (۱۶) *Pushtu Folk Stories*، کلکتہ ۱۹۰۲ء؛ (۱۷) *Gilbertson*، لنڈن ۱۹۳۲ء؛ (۱۸) *The Pakhto Idiom, A Dictionary*، لنڈن ۱۹۳۲ء؛ (۱۹) *Notes on Pushtu Grammar* Cox، لنڈن ۱۹۱۱ء؛ (۲۰) *Etymological* G Morgenstierne، *Voc of Pashto*، اوسلو ۱۹۲۷ء؛ (۲۱) وہی مصنف: *Archaisms and Innovations in Pashto Morphology*، *Norsk Fidskrift for Sprogvidenshap*، ح ۱۲؛ (۲۲) وہی مصنف: *The Wanetsi Dialect*، درمحلہ مذکور، *Sammlungen zur afghanischen*، W Lentz، ح ۲۰؛ (۲۳) *Listeratur-und Zeitgeschichte*، در ZDMG، ۱۹۳۷ء؛ (۲۴) *Die Pāsto Bewegung*، وہی مصنف: (۲۵) *H Penzl*، ZDMG، ۱۹۴۱ء، ص ۱۱۷ بعد؛ (۲۶) *On the Cases of the Afghan Noun, Word*، ح ۶؛ (۲۷) وہی مصنف: *Description of the Afghan Verb*، *JAOS*، ۱۹۵۱ء؛ (۲۸) وہی مصنف: *Die Substantiva*، *nach Afgh Grammatikern*، در ZDMG، ۱۹۵۲ء، مع فہرست مآخذ؛ (۲۹) محمد اعظم ایاری: *لس رسرہ پشتو لغتوہ*، کابل ۱۹۴۱ء؛ (۳۰) محمد گل مہمند: *پختو سید*، کابل ۱۹۳۷ء؛ (۳۱) *د پختو کلبی*، کابل ۱۹۳۹-۱۹۴۰ء، شریف پختو ٹولہ؛ (۳۲) *پختو قاموس*، کابل ۱۹۵۲ تا ۱۹۵۴ء۔

(G MORGENSTIERNE)

مردار، نژاد محب وطن، جیگ جو اور مختلف مصائب پر لکھنے والا پرتویس مصنف تھا۔ خوش حال حال کی برحسنگی، قوت بیان اور آزادی فکر نے اس کی بہترین نظموں میں ایک مخصوص کیفیت بھر دیا ہے۔ اس کی اولاد میں بھی متعدد شاعر گزرے ہیں اور اس کے بوجے افضل حال نے تاریخ مرصع کے نام سے افغانوں کی ایک تاریخ لکھی ہے۔ قدیم ترین صوفی شاعر میرزا تھا، جو نابیرد انصاری کے حادثاں سے متعلق رہا تھا، لیکن مقبول ترین صوفی شاعر عبدالرحمن اور عبدالحمید تھے (دونوں ۱۷۰۰ء کے قریب)۔ ذرا سی حادثاں شاعری کا نابی احمد شاہ بھی شاعر تھا۔ علاوہ بریں فارسی ادب کے بہت سے تراجم سر ایرانی و افغانی داستانیں، مثلاً آدم حاک و ذرا حاک مظلوم کی کہیں۔ نشو کے وہ لوگ کتب اور مظلوم فقیر وغیرہ بھی خاص دل چسپ ہیں جنہیں Darmesteter نے جمع کر کے شائع کیا ہے۔ حال ہی میں افغان اکادمی (اشو ٹولہ) کابل نے لوگ کتب کی ایک جلد طبع کی ہے، جنہیں اکثر بدلتے یا مصرعے دہا جاتا ہے اور جو ایک مخصوص بحر میں غزلہ اسات پر مشتمل ہیں۔ ان اشعار میں سے بعض بہت حسن ہیں۔ افغانستان میں ان دنوں جدید پشتو نظموں کی نصف و اشاعت روروں پر ہے اور پسو اکادمی دیگر ادبی کتابیں بھی شائع کر رہی ہے۔

مآخذ (برائے ۲ و ۳): (۱) W Geiger

*Sprache der Afghānen*، در *Grundriss der Iran* *Philologie* ۲/۱، (مع فہرست مآخذ) (۲) G A. Grierson، *Lingulstic Survey of India*، ح ۱۰ (وسیع اور جامع فہرست مآخذ کے ساتھ، ص ۱۴ تا ۱۶)؛ (۳) H G Raverty، *Grammar*، طبع ثالث، لنڈن ۱۸۶۷ء؛ (۴) وہی مصنف: *Dictionary*، لنڈن ۱۸۶۷ء؛ (۵) وہی مصنف: *Gulshan-i-Roh* (چند اقتباسات)، لنڈن ۱۸۶۰ء؛ (۶) وہی مصنف: *Selections from the Poetry of the*

افغانستان: (۱) جغرافیا؛ (۲) نسلیات؛ (۳) رہائش؛ (۴) مذہب؛ (۵) تاریخ۔

(۱) جغرافیہ

جو ملک اب افغانستان کے نام سے موسوم ہے اس کا یہ نام صرف اٹھارہویں صدی [سلادی] کے وسط سے شروع ہوا، یعنی جب سے افغان قوم کو ایک مستحکم سیادت حاصل ہو گئی۔ اس سے پہلے [ملک] کے اقطاع کے الگ الگ نام تھے، لیکن پورا ملک ایک معتمد سیاسی وحدت نہیں تھا اور اس نے مشمولہ حقے نسلی یا نسبی یکسانیت سے ناہم مربوط نہ تھے۔ افغانستان کا قدیم تر مفہوم محض ”افغانوں کی سرزمین تھا“، یعنی ایک محدود علاقہ، جس میں موجودہ مملکت کے بہت سے اقطاع شامل نہ تھے، البتہ بعض بڑے بڑے اصلاع شامل تھے جو اب آزاد ہیں یا پاکستان کی حدود میں آچکے ہیں۔ افغانستان اسی موجودہ شعبہ برکسی کے مطابق نارک رٹی سادساہوں کے (جو پہلے امیر کہلاتے تھے) رتبہ امداد ایک بے قاعدہ سی شکل کے علاقے پر مشتمل ہے، جو ۲۹ درجے ۳۰ دقیقے اور ۳۸ درجے ۳۰ دقیقے طول بلد شمالی اور ۶۱ درجے اور ۵۰ درجے عرض بلد مشرقی کے درمیان واقع ہے (یا اگر وہاں کی لمبی بٹی کو الگ کر دیا جائے تو ۶۱ درجے اور ۱۰ درجے ۳۰ دقیقے عرض بلد مشرقی کے درمیان)۔

ارضی ساحب: یہ ایران کی عظیم سطح مربع کا شمالی و مشرقی حصہ ہے (قبلاً مادہ ایران)، جس کی شمالی حد وسط ایشیا کا شیمی علاقہ اور مشرقی حد دریائے سندھ کے میدان اور پاکستان کا [سابقہ] شمالی مغربی سرحدی صوبہ ہے۔ مغرب اور جنوب کی طرف یہ ملک ڈھلوان ہونے والے اس شیمی علاقے سے حاملتا ہے جو مذکورہ بالا سطح مربع کے وسط میں ہے اور جنوب و مشرق میں بلوچستان کے سلسلہ

کوہستان سے بسوسٹ ہو جاتا ہے۔ اس کی سطوح مربع کی شمالی حد وہ سلسلہ کوہ ہے جو پامیر سے مغرب کی جانب پھیلتا چلا گیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک درا ہٹی ہوئی ماہی پشت پہاڑی (ridge) بند ترکستان نام بھی شامل ہے، جس کے آگے ریب اور چمکی مٹی کا میدان دریائے جیخون (Oxus) تک پھیلا ہوا ہے۔ مشرق میں نہ سطح مربع ایک دم نیچی ہو کر دریائے سندھ کی وادی میں آ جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکستان کے چمکی مٹی کے میدان کے سوا یہ پورا ملک سطح مربع میں شامل ہے۔ یہ سطح مربع خود تکمیل طبقات الارض کے متاخر دور ثالث (tertiary period) میں وجود پذیر ہوئی، اس لیے زیادہ تر ریب اور چوٹے کے بتیروں سے بنی ہے۔ اس کا شمالی و مشرقی حصہ کسی زمانے میں ایک بڑے سمندر کا حصہ تھا، جو بحرہ خزر کے سب کو پاکستان کے میدانوں سے ملاتا تھا۔ ارتفاع ارضی کا یہ عمل، جس سے یہ علاقہ بلند ہو گیا، ابھی تک جاری ہے۔ ہولڈن Holdich کے نزدیک دریاؤں کی گرہوں میں زیادہ گہرائی کا سبب یہ ہے کہ وہ زمیں کو اسی سری سے کاٹتے نہیں جیسی سری سے یہ اوپر اٹھی اور ابھرنی آ رہی ہے۔

کوہستان: افغانستان کے پہاڑی سلسلوں کا نمایاں ترین پہلو شمالی کوہستان ہے، جو مشرق سے مغرب کو پھیلا ہوا ہے اور جس کے بارے میں اوپر بتایا جا چکا ہے کہ وہ سطح مربع کی شمالی حد بناتا ہے۔ یہ سلسلہ شمال کے ترکستانی اصلاع (زمانہ قدیم کے ناحترہ Bactria) کو کابل، ہرات اور قندھار کے جنوبی صوبوں (زمانہ قدیم کے اریانہ Arana اور ارکوسہ Arachosia) سے الگ کرنا ہے۔ یہ بڑا سلسلہ محتلف ناموں سے موسوم ہے، مثلاً مشرق میں ”ہندوکش“ کے نام سے، جہاں یہ



کبارے پر مراد شمال کی طرف دریائے کرم اور دریائے گومل کے درمیان جو پہاڑ واقع ہیں وہ اور بھی بے قاعدہ سا مجموعہ بنائے ہیں اور ان کی بعض چوٹیاں ۱۱۰۰۰ فٹ = ۳۳۵۳ میٹر تک بلند ہیں۔ اس کے اوپر شمال میں دریائے کرم اور دریائے کابل کی وادیوں کے درمیان سفید کوہ واقع ہے، جو افغانستان میں ہندو کش اور کوہ نانا کے بعد سب سے اونچا کوہستان ہے (بلند ترین چوٹی کوہ سیدرام : ۱۵۶۰۰ فٹ = ۴۷۵۳ میٹر)۔

دریائی نظام : ہندو کش کے شمال میں زیر کی سطح وادی جنھوں کی طرف پیری سے بھی ہوئی چلی گئی ہے، جنوبی جانب اس کی وادیاں مدرج سسپان کے سبب کی طرف ڈھلتی ہیں، جس پر ہلمند و سواہ (پھل ہلمند) اور اس کی ساحل کو درجہ واقع ہے۔ دریائے سندھ کے معاونوں کو چھوڑ کر باقی تمام دریا، جو کوہستان ہندو کش کے جنوب میں واقع ہیں، اسی پھل میں گرتے ہیں۔ تمام دریا افغانستان کے دریا قدرتی طور پر ہی زمروں میں بٹ جائے ہیں، جنھیں زمرد، سندھ، زمرد ہلمند اور زمرد جنھوں کہہ سکتے ہیں۔ زمرد سندھ میں دریائے کابل [آرک ناں] اور اس کے معاون ہیں، جن میں شمال کی طرف ہندو کش سے نہ گرنے والے دریا ٹگاو Tagao اور گیکڑ اور جنوب کی طرف گل کوہ سے آنے والا دریا لوغر بہت اہم ہیں۔ جنوب میں اس زمرد کا دریا کرم ہے، جو کوہ پیواڑ سے نکلتا ہے اور اس کا معاون ٹوچی ہے جس کے زمردیں جیسے کو گمبلہ کہتے ہیں۔ یہ دریا کوہستان کے نیچے پاکستانی علاقے میں پہنچ کر دریائے کرم سے مل جاتا ہے۔ مزید جنوب کی طرف گومل ہے، جو دریائے کندر اور زوب کے اتصال سے بنا ہے اور ویرستان کے پہاڑوں کو تخت سلیمان سے جدا کرنا ہے۔ اگرچہ یہ دریا چنداں بڑے نہیں،

ہاں یہ بڑے پھوٹتا ہے: آگے مغرب میں ”کوہ نانا“ اور ہرات کے قریب کوہ سفید [یہ کوہستان سلیمان کا ایک حصہ ہے، جسے ہمیشہ برف پوش رہنے کے باعث کوہ سفید یا پشوو میں ”سپین سر“ کہتے ہیں] اور ”سیاہ نک“ کے ناموں سے نکالا جاتا ہے۔ مؤخراند در عام طور سے پاروپامیسیس Paropamisus کہلاتا ہے، اگرچہ اصلی پاروپامیسیس (یا پطلیموس کے Paropamisus) میں ہندو کش بھی شامل تھا۔ اس سلسلے سے جنوب کی طرف جو علاقہ ہے اس کے نام پر حصے ہیں متعدد صوبے پہاڑی سلسلے نالہمی لمی کوہستانی ساحل موجود ہیں، جو مشرق سے مغرب کو عام طور پر شمال مشرق سے جنوب مغرب کو جاتی ہیں۔ ہرات اور مہار کے صوبوں کا بڑا حصہ انہیں پہاڑی سلسلوں اور ان کی درمیان کی وادیوں سے بنا ہے، حالانکہ مشرقی ہندو کش کے جنوب میں پہاڑوں کا جو الجھا ہوا سلسلہ ہے اس میں دریائے کابل اور دریائے کرم کی وادیاں سر کابل و نورستان کے صوبے شامل ہیں۔ شمالی سلسلہ کوہ کی بلند ترین چوٹی کوہ نانا میں ۱۶۸۷۰ فٹ = ۵۱۵۸ میٹر) اور جو لمبی ساحل جنوب مغرب کو بکھل گئی ہے اس میں متعدد چوٹیاں تقریباً ۱۱۰۰۰ فٹ = ۳۳۵۳ میٹر تک بلند ہیں۔ جو ماہی بہت پہاڑی (ridges) ہلمند، تونک، آرغنداب اور آرغستان کی وادیوں کو ایک دوسری سے جدا کرتی ہیں وہ بھی اسی سلسلہ کوہ کی سروبی شاخیں ہیں اور اس کا سراع جنوب مشرق میں بلوچستان کے اندر تک لگایا جا سکتا ہے۔ کوہستان سلیمان [آرک ناں]، (بلند ترین چوٹی نجیب سلیمان : ۱۱۲۰۰ فٹ = ۳۴۱۵ میٹر) — جو بالآخر وادی سندھ میں اتر کر ختم ہو جاتا ہے اور سطح مرتفع کا مشرقی کنارہ ہے۔ افغانستان کی سیاسی حدود سے باہر ہے۔ سطح مرتفع کے اس مشرقی

سے مغرب کی طرف واقع اور جنوب مغرب کی طرف بہتے ہوئے ہاموں می میں جا گرتے ہیں، یہ ہیں : حاش رود [یا حواش رود]، قراہ رود، اور قروہ رود [لشتریخ نے نام "لارود" لکھا ہے۔ دراصل اس کا پرانا نام "اسرار رود" تھا کیونکہ یہ دریا اسرار یا سروار عراب سے آتا ہے]۔

ہاموں [رَکَ نَاں] ایک طاس ہے، جو بعض اوقات بہت کم چوڑا ہوتا ہے اور طعانی کے زمانے میں حوب کی طرف بے حد پھیل جاتا ہے۔ اس وقت کوہ حواحہ کا پہاڑی قلعہ حریرہ بن جاتا ہے۔ پھر اس کا پانی پُساخ نامی ایک نالی کی راہ سے پست درشت گودرہ میں جا گرتا ہے۔ موجودہ حد بندی کے مطابق سسناں نسیم ہو گیا ہے، لہذا اب ہاموں کا ایک حصہ افغانی علاقے اور ایک حصہ ایرانی علاقے میں چلا گیا ہے۔ ہاموں سطح بحر سے صرف ۱۵۸۰ فٹ بلند ہے اور گودرہ اس سے بھی پست تر ہے۔ ہاموں کا پانی بطور اوسط دس سال میں ایک مرتبہ اسٹ کر گودرہ میں پہنچتا ہے۔ اس میں کھاری بن بہت کم ہے اور پانی کے کام آسکتا ہے۔ کھاری بن میں کمی یقیناً وماً فوقاً اسٹ پڑنے ہی کا نتیجہ ہے۔ اگرچہ ان دریاؤں کا پانی باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں اور یہ کادمی کی بھاری مقدار نشی علاقوں میں لائے ہیں، تاہم سسناں کی سطح روانہ قدیم کے مقابلے میں اویچی نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ سال کا بستر حصہ اس علاقے میں شمال مغرب کی سد اور سر ہوائیں چلتی رہتی ہیں، جو سطح زمین کی ہلکی مٹی اڑا دیتی ہیں۔

سیرا سلسلہ، یعنی رمرہ ححوں (دیکھئے مادہ آمودریا) دریائے ححوں اور اس کے جنوبی معاونین، مرعاب [رَکَ نَاں] اور قری رود [رَکَ نَاں] پر مشتمل ہے۔ یہ بھی جانب شمال میدانی علاقے میں بہتے

تاہم وسیع علاقوں کا پانی کھسچ کر لائے ہیں نیز ہندوستان اور سطح مریخ (افغانستان) کے درمیان کوہستان میں سے اہم عسکری اور تجارتی راستے جاتے ہیں۔ دوسری چھوٹی ندیاں بھی، مثلاً وھوا، لونی، کھا اور ناری، جو زیادہ حوب کی طرف واقع ہیں، یہی کام دیتی ہیں۔ یہ باب خاص طور پر قابلِ توجہ ہے کہ ان میں بہت سی ندیاں ان قدر بے وادیوں کے ساتھ ساتھ نہیں بہتیں جو پہاڑوں کے ساتھ رکھی ہیں، بلکہ کوہستان سلیمان کے ریم اور چوہے کے پتھروں کی ماہی پُست پہاڑوں کو عرصاً کاٹ کر اپنا راستہ بناتی ہیں اور ان پہاڑوں میں انہوں سے عمودی کناروں والی گہری گھاٹیاں بنادی ہیں۔

دوسرا سلسلہ، یعنی رمرہ ہلمند، دریائے ہلمند اور اس کے معاونین سزاں دریاؤں پر مشتمل ہے جو مشرق مغرب کی طرف حوب مغرب کو بہتے ہیں۔ ان میں اہم ترین ہلمند [رَکَ نَاں] یا ہرمند (اویسا کا ہئے پُست اور قدیم یونانی و رومی مصنفین کا اپنی سندرس Etymandrus) ہے۔ یہ دریا کابل کے قرب و حوار سے نکلتا ہے اور سنگ کوہستانی وادیوں میں سے گزرتا ہوا "رمداور" کے زیادہ کھلے علاقے میں پہنچتا ہے، جہاں اس میں نائیں طرف سے دریائے ارغنداب (ہرہ ویتی Harahwanti، ارسویس Arachotis) مل جاتا ہے۔ ارغنداب حقیقہً بالائی ارغنداب، نرنک اور آرغسان (یا آرغستان) کے اتصال سے بنا ہے۔ یہ ندیاں شمالی و مشرقی اور جنوبی و مغربی رخ رکھنے والی کئی قریب قریب متوازی وادیوں کا پانی لاتی ہیں۔ اسی زمرے کی ایک اور رکن وہ ندی ہے جو عربہ سے حوب کی طرف بہتی ہے۔ یہ دریائے ہلمند یا اس کے معاونین تک نہیں پہنچتی، بلکہ "آب استادہ" میں جذب ہو جاتی ہے، جو آب شور کی جھل ہے۔ جو دریا ہلمند

نہیں، لیکن دریائے حیحوں تک نہیں پہنچتے۔ یہ تمام دریا عظیم کوهستانی فصیل کی شمالی جانب سے نکلتے ہیں؛ صرف دریائے ہری رود کوہ نانا کے جنوب سے نکلتا ہے اور لوہ سفید اور کوہ سیاہ کے درمیان کی تک وادی میں سے مغرب کی طرف بہتا ہوا ہراب کے میدانی علاقے میں پہنچتا ہے۔ یہاں وہ شمال کی طرف مڑتا ہے اور پہاڑوں کے درمیان ایک شب میں سے گزرنا ہوا دوالقار کے آگے روسی بردستان کے میدانوں میں جا کر ختم ہو جاتا ہے۔

ملک کی عمومی مساوٹ: جنوب اور مغرب کی طرف کوهستانی سلسلوں کی بلندی عموماً کم ہو گئی ہے، لہذا آبد و آب کی جو مشکلات شمالی علاقے میں پس آتی ہیں۔ یہاں مفعود ہو جاتی ہیں۔ بہاہ برس ہراب سے مدھار تک جانے کے لیے نھاری کارواہوں یا عسکری مہموں کا اسان راستہ قدیم زمانے سے وہ رہا ہے جو سُروراز، قرآہ اور گِریشک ہونا ہوا آتا ہے اور اس میں چکر ہے، اس کے برعکس مدھار سے عربس اور کابل کو جانے ہوئے وادی ترنگ کا سدھا راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔ ہراب سے،

میں، لیکن دریائے حیحوں تک نہیں پہنچتے۔ یہ تمام دریا عظیم کوهستانی فصیل کی شمالی جانب سے نکلتے ہیں؛ صرف دریائے ہری رود کوہ نانا کے جنوب سے نکلتا ہے اور لوہ سفید اور کوہ سیاہ کے درمیان کی تک وادی میں سے مغرب کی طرف بہتا ہوا ہراب کے میدانی علاقے میں پہنچتا ہے۔ یہاں وہ شمال کی طرف مڑتا ہے اور پہاڑوں کے درمیان ایک شب میں سے گزرنا ہوا دوالقار کے آگے روسی بردستان کے میدانوں میں جا کر ختم ہو جاتا ہے۔

ملک کی عمومی مساوٹ: جنوب اور مغرب کی طرف کوهستانی سلسلوں کی بلندی عموماً کم ہو گئی ہے، لہذا آبد و آب کی جو مشکلات شمالی علاقے میں پس آتی ہیں۔ یہاں مفعود ہو جاتی ہیں۔ بہاہ برس ہراب سے مدھار تک جانے کے لیے نھاری کارواہوں یا عسکری مہموں کا اسان راستہ قدیم زمانے سے وہ رہا ہے جو سُروراز، قرآہ اور گِریشک ہونا ہوا آتا ہے اور اس میں چکر ہے، اس کے برعکس مدھار سے عربس اور کابل کو جانے ہوئے وادی ترنگ کا سدھا راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔ ہراب سے،

میں، لیکن دریائے حیحوں تک نہیں پہنچتے۔ یہ تمام دریا عظیم کوهستانی سلسلوں کی بلندی عموماً کم ہو گئی ہے، لہذا آبد و آب کی جو مشکلات شمالی علاقے میں پس آتی ہیں۔ یہاں مفعود ہو جاتی ہیں۔ بہاہ برس ہراب سے مدھار تک جانے کے لیے نھاری کارواہوں یا عسکری مہموں کا اسان راستہ قدیم زمانے سے وہ رہا ہے جو سُروراز، قرآہ اور گِریشک ہونا ہوا آتا ہے اور اس میں چکر ہے، اس کے برعکس مدھار سے عربس اور کابل کو جانے ہوئے وادی ترنگ کا سدھا راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔ ہراب سے،

کابل کا محل وقوع ہر لحاظ سے مستحکم نہیں ہے، اس لیے یہ دیگر اصلاص کی نہ سب ہمیشہ زیادہ آزاد رہا ہے، اس کے برعکس ہراب مغرب اور شمال کی جانب سے حملوں کی بہت زد میں ہے اور جب کبھی کوئی خارجی طاقت ہراب سر کر لیتی ہے جو مدھار کو می المور خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ جب تک ہراب بر مصب قائم ہے اس وقت تک مدھار مغربی جانب کے حملوں سے محفوظ ہے اور پاک و ہند کے تعلق میں بھی اس کی وضعیت مستحکم ہے، اگرچہ کابل کے برابر نہیں۔

سلسلہ کا علاقہ، جو ہاموں سے متصل ہے، ررحیر اور آب یاری کے لیے موزوں ہے۔ چونکہ یہ علاقہ مشرق کی طرف مدھار جانب والی شاہراہ پر اور مغرب کی جانب ہراب جانب والے راستے کے ناکے پر ہے اس لیے افغانستان کے حکمرانوں کے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ . . .

آب و ہوا: پورے ملک میں دونوں طرح کے انتہائی درجہ حرارت مل سکتے ہیں۔ ایک طرف سیستان، صلع گرم سیر اور وادی حیحوں کی شدید گرمی ہے اور دوسری طرف موسم سرما میں ان علاقوں کی بے پناہ سردی، جہاں تند سرفانی طوفان آ جاتا

یوں طبعی محل وقوع کے اعتبار سے ہراب، مدھار اور کابل، دونوں شہر ملک کے اہم ترین نقطے بن گئے ہیں۔ ان میں سے ہر شہر ایک ررحیر وادی میں واقع ہے اور اپنی ضروریں خود مہیا کر سکتا ہے۔ ہر ایک دوسرے شہروں نیز ہندوستان، ایران اور وسط ایشیا کو جانے والی

خودرو ناک، عشق پچیاں (ivy) اور گلاب پائے جانے ہیں۔ پستیر اور خشک پہاڑوں پر خودرو پستہ (Pistacia Khinjuk) خشکی ریبوں (Olea europea)، سداسہار صنوبر (Juniper axcelsa) اور عشق پچیاں (Tecoma undulata) عام ہیں۔ انگڑہ (انگورہ)، یعنی ہیگ (Ferula assafoetida) سب سے اقطاع میں یہ افراط پیدا ہوتی ہے۔ موسم بہار میں خودرو پھول، بالخصوص سوس، لالہ اور گلزار بھی بکثرت ہوتے ہیں۔

سامی تقسیم: ملک کی تقسیم اس کی طبعی ساحل کے مطابق ہوتی ہے۔

(۱) کابل: ولایت کابل دریائے کابل، دریائے لوئر اور دریائے نکو (نگو) کے نالائی حصوں کی ررحیر اور مربع وادیوں، عربہ، بیر حلال آباد [رک نان] کے قریب وادی کابل کے ریریں حصے پر مشتمل ہے۔ پہلے اس علاقے کا اہم ترین شہر عربہ [رک نان] تھا، لیکن گرنسہ چار سو سال سے کابل [رک نان] نے اس کی جگہ لے لی ہے۔ محل شہشاہوں کے عہد میں کابل کو حکومتی مرکز تسلیم کر لیا گیا تھا اور درانی بادشاہوں نے بحالے قندھار کے اسی کو اپنا دارالسلطنت بنا لیا تھا۔ اس کا قدیم حریف پشاور [رک نان] ہے۔ یہ ان مسائل کا قدرتی مرکز ہے جو دریائے سندھ کے آس پاس سدانی علاقے میں رہتے ہیں۔

(۲) قندھار: ولایت قندھار زمین داور کے قدیم صوبے پر مشتمل ہے۔ اس میں دریائے ہلمند، تریک، ارزنداب اور آرخساں کی ریریں وادیاں شامل ہیں۔ درانی زیادہ تر یہیں آباد تھے۔ موجودہ شہر قندھار [رک نان]، جو دریائے ارزنداب پر واقع ہے، چودھویں صدی میلادی سے اس ولایت کا حکومتی مرکز چلا آ رہا ہے اور اس نے گیشک [رک نان] اور سب [رک نان] کے قدیم شہروں کی

بھی غیر معمولی تاب نہیں۔ تاریخ میں ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ بوجوں کو حد درجہ شدید سردی کے مصائب پھیلنا پڑے، مثلاً حوالی ہراب سے کوہستان ہزارہ میں سے کابل کی طرف شہشاہ ہابر کا سفر۔

ربانہ قریب کی مثالوں میں سے وہ مصیبتیں ہیں جو امیر عبدالرحمن کی فوج کو ۱۸۶۸ء میں اور حدیدی کے برطانوی کمسنس کو ۱۸۸۵ء میں مقام نادغیس پس آئیں۔ افغانستان میں ہر جگہ درجہ حرارت کا یومیہ انار چڑھاؤ سب زیادہ ہے؛ چنانچہ زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم درجہ حرارت میں عموماً سرہ سے لے کر سس درجہ فارن ہیٹ تک کا تفاوت پایا جاتا ہے۔ بہار و حران میں بلند وادیوں کی آب و ہوا معتدل اور حوٹن گوار ہوتی ہے، جو پھلوں، خصوصاً انگور، سردے، کرہزے، آڑو، آلوچیر، حوانی، احروث اور بسے کی بدادار کے لیے موروں ہے۔ نواحی کابل کی تعریضوں کے حوطوبار شہشاہ ناسر نے ناندھے دور حاضر کے سیاحوں نے انہیں بے حاشا نہیں پایا۔

ہندوکش کے زیادہ مربع علاقوں میں .... صحیح معنی میں حالص آلپی Alpine [کوہستانی] آب و ہوا پائی جاتی ہے، جو کوہستان ہمالیہ کے بعض حصوں کی آب و ہوا سے ملی جلتی ہے۔

ساناں مجموعی حشبت سے وہی ہے جو ایرانی سطح مربع کی ہے اور ہندوستان کے سدانی علاقوں کی ساناں سے یکسر مختلف ہے۔ سدانی علاقوں میں ان درختوں کے سوا جو ناعوں میں کاشب کیے جاتے ہیں — یعنی پھل والے درخت یا چار اور بید مجوں — دوسری قسموں کے درخت سب کم ہوتے ہیں؛ لیکن اونچے پہاڑوں پر کئی قسم کے صنوبر (چیر pines)، سدا بہار ناوط،

جنگہ لے لی ہے۔

(۳) سیستان: سیستان [دیکھیے مادۂ سیستان]

اُس گرم، ررحیز اور سیراب علاقے کا نام ہے جو هاموں کے ارد گرد واقع ہے، مگر اس کا بڑا حصہ ایران کی مملکت میں شامل ہے۔ اس میں کوئی بڑا شہر آباد نہیں۔

ہراب: ولایت ہراب ہری رود کی ررحیز وادی اور اس کھلے میدانی علاقے پر مشتمل ہے جو کوهستان ہزارہ اور سرحد ایران کے درمیان واقع ہے۔ اس میں ان پہاڑوں کا بھی بڑا حصہ شامل ہے جن میں ہزارہ [رَکَ بَانَ] اور چہار آیمای [رَکَ بَانَ] شامل آباد ہیں۔ اس ولایت کا دارالحکومت شہر ہراب نارنج مشرق میں بہ مشہور و معروف ہے۔ اگرچہ یہ سابقہ عظیم و سان بہت بڑی حد تک لہو چکا ہے تاہم اب بھی ایک اہم مقام ہے اور رہے گا۔ اس اور وسائل حمل و نقل کی سہولت کے ساتھ بلا سہ بہت پھولے پھلے گا۔ اس ولایت کے جنوبی حصے میں سروار [رَکَ بَانَ] بھی ایک نارنجی شہر ہے۔

(۵) ہارسان [رَکَ بَانَ]: ہزارہ اور چہار آیمای

قائل کا وطن اس کوهستان کے حاکمیت میں واقع ہے جو شمال میں کوہ بانا، مغرب میں ہراب کے کھلے میدان اور مسروی و جنوب میں وادی ہلمند سے محدود ہے۔ یہ وہ علاقہ ہے جو قدیم زمانے میں عور [رَکَ بَانَ] کے نام سے مشہور تھا۔ شہر عور کے کھنڈر غالباً قدیم زمانے کے دارالحکومت فیروز کوہ کے محل وقوع کی شان دہی کرتے ہیں، جہاں بارہویں صدی میلادی میں شاہان عور حکمرانی کرتے تھے۔ اب اس علاقے میں کوئی اہم شہر آباد نہیں۔

(۶) ترکستان: کوہ بانا کے شمال میں

دریائے جیحون تک جو علاقہ چلا گیا ہے اسے

ترکستان کہتے ہیں۔ اس کا پرانا حکومتی مرکز تلج [رَکَ بَانَ] اب اپنی گریستہ اہمیت کھو چکا ہے۔ اس کے موجودہ انتظامی مراکز مرار سیر [رَکَ بَانَ]، ناش کُرگان (باسقرغان) اور میمنہ [رَکَ بَانَ] ہیں۔

(۷) ندھسان: جو علاقہ ہندوکش کے شمال اور ترکستان کے مشرق میں دریائے جیحون کے سانس کنارے واقع ہے اسے ندھسان [رَکَ بَانَ] کہتے ہیں۔ اس علاقے کو دریائے قندھار اور اس کے معاون سیراب کرتے ہیں۔

(۸) وحاں: سرحد مسروی میں جو طویل کوهستانی وادی پامیر تک پھیلی ہوئی ہے اسے وحاں [رَکَ بَانَ] کہتے ہیں۔

(۹) نورسان: ہندوکش کا ایک پہاڑی حصہ، جو وادی کابل کے شمال اور کُنڈ کے مغرب میں واقع ہے۔۔۔ اس کا نام پہلے کفرستان تھا، لیکن جب ۱۸۹۶ء میں امیر عبدالرحمن خان نے اس ملک کو سر کیا تو اس کا نام بدل کر نورسان رکھ دیا گیا۔ [آج کل مملکت افغانستان سات بڑے صوبوں، یعنی کابل، مرار، قندھار، ہراب، قطع، سگرہار (سابق مشرقی صوبہ) اور پاکشا (سابق جنوبی صوبہ) اور گیارہ چھوٹے صوبوں، یعنی ندھشان، فراء، غزنی، پروں، گریشک، میمنہ، سرغان، غوروات، طالقان، ناساں اور ارزگان پر مشتمل ہے۔ ہر بڑے صوبے کا گورنر نائب الحکومت اور چھوٹے کا حاکم اعلیٰ کہلاتا ہے]۔

(۲) سیلیاب

افغانستان کی آبادی حسب ذیل بڑے سلی گروہوں پر مشتمل ہے: (۱) افغان؛ (۲) تاجیک اور دوسرے ایرانی؛ (۳) ترکی منگولی اور (۴) ہندوکش کے انڈو آریائی (جن میں کافر بھی شامل ہیں)۔ ۱۹۴۷ء میں جو اندازہ کیا گیا تھا اس کے مطابق افغانستان کی کل آبادی ایک کروڑ بیس لاکھ تک پہنچ جاتی

ہے۔ ان میں سے تہیں فی صد افغان، چھتیس فی صد تاجیک، چھ فی صد ازبک، دس فی صد ہزارہ اور دس فی صد دیگر اقوام کے افراد بیان کئے جاتے ہیں؛ لیکن یہ اعداد و شمار یقینی نہیں۔ کسی بھی ”حاضر سلسلہ“ کے لوگ یہاں موجود نہیں، ہر لسانی گروہ متعدد سلسلی انواع پر مشتمل ہے اور ناسدوں کے ناہمی اختلاط سر فارسی اور پشتو کو ثانوی زبان کے طور پر اختیار کر لیتے ہیں وہ امتیاز، جو شاید پہلے کبھی موجود ہوگا، خاصا دھندلا پڑ گیا ہے۔ سلسلی نوعیں میں نظریات کے اختلاف کی جو مشکلات حائل ہیں ان سے قطع نظر ان مقامی گروہوں کے متعلق جو صاف طور سے علیحدہ علیحدہ ہیں ایسی سلسلسائی معلومات بھی بہت قليل ہیں جس میں ان کی تقسیم صاف صاف کی گئی ہے۔ یہ سب اسباب ہمیں متنبہ کرتے ہیں کہ اس باب میں جو کچھ بیان کیا جائے اس میں ہم بوری احاطہ سے کام لیں۔

(۱) افغانوں کے متعلق دیکھے خداگانہ مادہ ”افغان“۔

(۲) ناحیک افغانستان کے فارسی بولنے والے ناسدوں کا عمومی نام ہے (قَت مادہ ناحیک)، جہیں اکثر پارسی وان بھی کہتے ہیں یا جو مشرقی اور جنوبی حصوں میں دھنگاں اور دھوار بھی کہلاتے ہیں۔ یہ دیہاتی لوگ ہیں۔ ان کے علاوہ اکثر سہروں کے ناسدے بھی فارسی بولتے ہیں۔ بعض دورافتادہ اقطاع کے سوا ناحیکوں کی کوئی قباٹلی تنظیم نہیں۔ دیہات میں یہ لوگ ہر اس مراغ ہیں۔ ہراب اور سیستان میں ان کا سلسلہ براہ راست ایران کے ایرانیوں سے ملتا ہے اور شمالی افغانستان میں (ہیمہ سے ندخشاں تک) یہ لوگ روس کے ناحیکوں سے رابطہ رکھتے ہیں۔ جنوبی و مشرقی افغانستان میں ناحیک عربہ کے اردگرد کے اصلاع

اور حلقہ کابل (کوہ داس، ہج شیر وغیرہ) کے نہایت ررحیر زرعی اقطاع میں آباد ہیں۔ سلسلی اعتبار سے یہ لوگ نہایت مخلوط ہیں، لیکن ندخشاں کے پہاڑی ناحیک اور شمالی افغانستان کے ناحیک بالعموم سلسلہ ”آلی“ نمونے کے ہیں۔ ہندو کس کے جنوب میں سرسے والے بہت سے ناحیک عالتاً ایرانی افغانی سلسلے سے ہیں۔ ندخشاں کے بعض کوہستانی ناحیکوں نے اپنی قدیم ایرانی زبانوں کو ابھی تک محفوظ رکھا ہے۔ یہی کمیٹ شمالی کابل کے ہراجیوں اور وادی ٹوگر [لوگر] کے آرمڑوں کی ہے۔ فریانش ایرانی ترکوں کی سلسلے سے ہیں، جہیں نادر شاہ نے ہراب اور کابل میں آباد کیا تھا۔ (۳) برکی اور مگولی قباٹل: شمالی افغانستان کے میدانی علاقوں میں برکی قباٹل آبادی کا اہم بلکہ غالب عنصر ہیں۔ ان کی اکثریت ازبک [رک ناں] ہے، جو دیہات اور شہروں میں آباد ہیں۔ جارج Jarring نے ان کی اعداد کا اندازہ تقریباً پانچ لاکھ کیا ہے۔ ان کے مغرب میں آندھونی اور بالا مرغاب کے دریاں جادہ بدوش ترکماں [رک ناں] رہتے ہیں، جو ریادہ برآسری ہیں، (اعداد کا اندازہ دو لاکھ ہوس ہے)۔ افغانی پاسیر میں کوئی نس ہرار فریر [رک ناں] خاصہ بدوش ہیں۔ ان کے علاوہ بعض دوسرے برکی قباٹلوں کے افراد بھی افغانستان میں پائے جاتے ہیں۔ کابل کی شمالی جانب کوہستان اور کوہ داس میں جو ترک بستے ہیں وہ عالتاً سب کے سب اب اپنی موسی زبان ترک کر چکے ہیں۔

عربہ سے ہراب اور نامیاں کے شمال سے وسط ہندک کا کوہستانی علاقہ مگولی قباٹل یا مخلوط برکی مگولی سلسلے اور وضع قطع کے قباٹل سے آباد ہے، جو ایران میں بھی پھلتے چلتے گئے ہیں۔ اس علاقے کا مشرقی حصہ ہزارہ [رک ناں]

(ہاں) قائل کا گھر ہے۔ وہ متعدد قائل میں  
 جے ہوئے ہیں، مثلاً دے کندی، دے رنگی، حاعر  
 و غرہ۔ وزارتہ اوگ دیہات میں آباد ہیں اور ان کے  
 سردار، جو عہد ساوی میں بہت طاقتور تھے، اپنے  
 امراہہ قلعوں میں رہتے ہیں۔ یہ لوگ شعبہ میں  
 اور امیر عبدالرحمن کے عہد تک انہوں نے  
 اپنی سبب آزادانہ حذب ہر قرار رکھی۔۔۔  
 مرید معرب کی جانب ہری رود کے دونوں طرف  
 ہم حانہ بدوش سنی چہار آتماں [رک ناں] (چار قلعے)  
 ملتے ہیں۔ یہ اصطلاح بظاہر قدرے بے احیاطی  
 سے بولی جاتی ہے، لیکن ناہموم اس کا اطلاق تسمی  
 (ہری رود کے جنوب میں)، فیروز کوپی (ہری رود  
 کے شمال میں)، خمندی (شک)، سموری (ہرات  
 کے معرب کی طرف انراں میں) اور ہراری  
 (قلعہ سو) قائل پر ہوتا ہے۔ یہ ہراری مشرق  
 کے ہزارہ قائل سے الگ ہیں اور انہیں ان کے  
 ساتھ ملتے نہیں کرنا چاہیے۔ ہزارہ کو سا اوقات  
 چمگر ہاں کے اشکریوں کی اولاد حمال بنا جاتا  
 ہے۔ گماں غالب یہ ہے کہ چمگر ہاں اور اس کے  
 حاشیوں نے ان علاقوں کو اجاز دیا تھا ان میں  
 بدرجہ زیادہ تر مسکول اور کم تر ترک عناصر آسے  
 (دیکھئے سک Bacon: وہی کتاب)

(۴) انڈو آریائی اور کافر: افغانستان کے  
 انڈو آریائی "دردی" قائل میں سب سے زیادہ اہم  
 لوہساں کابل نعمان اور کٹر کی ربریں وادی کے  
 پشانی ہیں (ان کا مقامی نام دھگان بھی ہے)۔ یہ  
 لوگ کہسا اور نگرہار کے قدیم ہندو اور بدھ  
 باشندوں کی نامی مادہ اولاد ہیں۔ کٹر کے علاقے  
 میں انڈو آریائی اصل کی کچھ اور چھوٹی چھوٹی  
 جماعتیں بھی موجود ہیں۔ نورستان (سابقہ کافرستان)  
 میں متعدد قائل آباد ہیں، جو لسانی اعتبار سے  
 حقیقی انڈو آریائی لوگوں سے معیر ہیں (قب مادہ

کافرستان)۔ ان قائل کو امیر عبدالرحمن نے ۱۸۹۶ء  
 میں قطعی طور پر مغلوب کر لیا اور مسلمان بنا لیا۔  
 دردی قائل میں سے بعض لوگ سب سے قریب زمانے  
 تک لا مذہب رہے۔ اب کافروں کو نورستانی یا  
 حدیدی، یعنی نومسلم، کہا جاتا ہے۔ ان کا قدیم  
 مذہب ہندوؤں کے نمونے کی اصنام پرستی تھا،  
 جس میں ہر قلعے کے دیوتا الگ تھے۔ ان کے ہاں  
 بہت سی قدیم رسمیں بھی باقی رہ گئی ہیں۔  
 ان کے بونابی الاصل ہونے کے متعلق (حساب کہ بعض  
 اوقات دعویٰ کیا جاتا ہے) کوئی سہادت نہیں  
 ملی۔ ہمسایے انہیں دو گروہوں میں تقسیم  
 کرتے ہیں: اول "ساہدوش" (کٹی اور کام)،  
 اور دوسرے "سمسدوش" (وانگلی، آسکی اور  
 ترسوں یا ترونی)۔ سبلی اعتبار سے کافر لوگ مسرہ  
 دینی (Dinaric) اور نوریدی (Nordic = قدیم شمالی)  
 عناصر پر مشتمل ہیں۔ علاوہ تریں ان میں چھوٹی  
 لمبیری ٹھوسری والی نسل کے لوگ بھی ہیں،  
 جن کا تعلق مغربی ہمالیہ کے لوگوں سے ہے۔  
 بعض قائل ہیں پھورے رنگ کے بالوں اور ملی  
 آنکھوں والے لوگوں کی تعداد خاصی ہے۔

افغانستان میں کچھ حٹ "بحارے" (gipsies)  
 [رک ناں] اور کچھ گوہر [رک ناں] بھی ہیں، جو  
 وادی کٹر میں آباد ہیں۔ ہندو کابل اور دوسرے  
 شہروں میں باہروں اور مہاجروں کی طرح اور کوہ داس  
 میں باغیانوں کی حیثیت سے رہتے ہیں۔

### (۴) ربائیں

باہر نے لکھا ہے کہ کابل کے خطے میں گیارہ  
 ربائیں بولی جاتی ہیں، لکن پورے ملک میں بولی  
 جانے والی بولیوں کی واقعی تعداد اس سے بہت زیادہ  
 ہے۔ باشندوں کی اکثریت پشتو یا فارسی بولتی ہے۔  
 یہ دونوں ربائیں ایرانی الاصل ہیں۔ پشتو کے لیے  
 دیکھیے مادہ افعان۔

مختلف بولیوں پر مشتمل ہے نر لوک گتوں سے مالا مال ہے۔ وادی گٹر میں چترال کی سرحد کے قرب گاؤں بانی بولی جانی ہے، کافری زبانیں (کتی، وانگلی، اشکن اور تراسوں) قدرے جداگانہ حشیہ رکھتی ہیں اور ضرور ویدوں سے بیشتر کے زمانے میں انڈو آریائی زبان سے الگ ہو گئی ہوں گی، لکن ان زبانوں پر اب بڑی حد تک حاشیہ انڈو آریائی عناصر کی بھاری نہیں چڑھ چکی ہیں۔

عمر انڈو آریائی زبانیں: شمالی افغانستان کے اڑبک برلمان اور فریر برکی بولیاں بولتے ہیں، ہزارہ کی اکثریت اپنی زبان ترک کر چکی ہے اور غالباً چہار اقسام کا بھی نہیں حال ہے۔ ناہم ایک بھی مراسلت کے مطابق سکری Mackenzie ۱۹۰۱ء میں بھی ہندو کے ہزارہ اور شمال مشرق کے مگولوں کے ہاں اسے رائج الفاظ کی فہرست بنا کر رکھا جس کی اصل مگولی ہے۔ مرار سرپس کے مغرب کے بعض حاشیہ دوش فائل کے بارے میں ناں کتا جانا ہے کہ وہ ابھی تک عربی بولتے ہیں۔ باحکسان کے بعض عربوں کا بھی یہی حال ہے [دیکھئے مادہ عرب]۔

(۴) مذہب

مسول اسلام کے وقت سے افغانستان کی پوری آبادی مسلمان ہے۔ بہت بڑی اکثریت سنیوں کی ہے۔ ہزارہ، بلتاش، سستان و ہرات کے کشانی، چند ایک سرحدی بٹھان قبائل (توری خیل اور سہرا کے سیدوں کے علاوہ اوزبک رتوں اور تنگس کی بعض ساحیں)، کچھ کوهستانی اور بدحشی (خاص کر علیچہ) شیعہ ہیں۔ ان میں سے بدحشان کے ناشدے (شعناں اور وحان وغیرہ سمیت) اور لغمان بیر بواہی وادیوں کے بہت سے ہشتی اسمعیلی ہیں۔ بدحشی اپنے کوملانی کہتے ہیں اور ہشتی علی اللہی کہلاتے ہیں (قب ایوانوف Gulde to Ism. Lit. : Ivanow)

دیگر ایرانی زبانیں: ان فارسی بولیوں میں جو افغانستان میں رائج ہیں، زیادہ تر مشرقی نمونے کی ہیں (رک سے مادہ ایران، حصہ زبان)، جنہوں نے بای محمول، واو محمول اور بای معروف، واو معروف کا فروغ قائم رکھا ہے۔ ہرات کے علاقے میں یہ بولیاں مغربی رنگ میں رنگی ہوئی ہیں اور ہزارہ کی بولی اپنی استازی خصوصیات رکھتی ہے۔ بلوچی سرحد کو عبور کر کے صرف جنوبی صحراؤں تک پہنچی ہے۔ کابل کے جنوب میں وادی لوگر [لوغر] کے اندر اڑبکی جسم ہو رہی ہے، لکن وریستان کے علاقہ کانی گرام میں ابھی تک بولی جانی ہے۔ ایک اور قدیم مقامی ایرانی زبان تراچی ہے، جو شمال کابل کے چند ایک دیہات میں بولی جاتی ہے۔ ہندوئیس کے شمال میں بدحشان کے پہاڑوں میں نام نہاد نامری یا علیچہ زبانیں نا حال نامی ہیں، لکن ان کا استعمال غالباً رور رور کم ہو رہا ہے اور ان کی جگہ مدریج ناحکی فارسی لیے رہی ہے۔ ان میں مدریجہ دیل شامل ہیں: سخی، جو بدحشان میں بولی جاتی ہے (اس کی ایک ساح۔ یدغہ۔ چرال میں ہے)؛ وخی، جو وحاں کی نہایت قدیم زبان ہے (اور اے علاقے سے باہر نکل کر گلگت اور چترال میں بھی پہنچ گئی ہے)؛ سنگلیچی، ریباکی اور اسکسمی دریائے جیحون کے موڑ پر، سروردوچ کی نالائی وادی میں، شعنی اور روسانی، اسکسم کے شمال کی جانب جیحون کی وادی میں۔

انڈو آریائی اور کافر زبانیں: تہدا زبان کے علاوہ، جسے ہندو بولتے ہیں، شمالی و مشرقی افغانستان میں نورستان کی سرحدوں پر متعدد انڈو آریائی زبانیں اور بولیاں پائی جاتی ہیں۔ یہ سب انڈو آریائی زبانوں کی نام نہاد دردی شاح سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان میں متاربریں ہشتی ہے، جو متعدد اور نہایت



ص ۹)۔۔۔۔

راسخ المقتدہ اسلام افغانستان میں بہت مضبوطی کے ساتھ جاگریں ہو چکا ہے اور اسلامی شریعت کو مانا جاتا ہے۔ ہندوؤں اور شعوں کے ساتھ رواداری کا برتاؤ کیا جاتا ہے، لیکن احمدیوں کو ملک میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ عیسائی مذہبی جماعتوں کا داخلہ بھی ممنوع ہے، مقامی اولیاء اور ان کے سربراہ [بی معظمت میں اکثر حد سے تجاوز کیا جاتا ہے]۔ سرحد کے پٹھان قبائل میں ملاؤں بے مقامی سلسلے اور جہاد کی تلقین میں ہر اوقات بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ (۵) تاریخ

(۱) زمانہ قبل از اسلام: ان علاقوں میں جو اب افغانستان کہلائے ہیں پہلے اور دوسرے ہزار سالہ دور و۔ م۔ میں، حب آریائی اقوام کی قبل مکانی جاری تھی، ایرانی قبائل سسے تھے، جنہیں کوروش (سائرس، خورس، خسرو) نے [چھٹی صدی قبل مسیح میں] ہخامنشی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ سکندراعظم کی فتوحات [۳۳۰ ق۔ م تا ۳۲۳ ق۔ م] کے بعد (قب Alexander the Great : W. W. Tarn) تخریج ۱۹۳۸ء) یہ علاقے یونانی ناخبروں اور پارٹیوں کے درمیان موجب براہ نے رہے (قب The Greeks W W Tarn In Bactria and India، تخریج ۱۹۴۲ء)۔ پہلی صدی قبل مسیح میں یوہی جی (یوہی Yuch-chi) قوم کے مسئلہ کوشان Kushan کے زیر قیادت ایرانی قبائل کی ایک نئی رو ان اطاع میں داخل ہوئی۔ کوشانی سلطنت، جس کی برقی پہلی صدی میلادی میں کورولو (کھولو) کڈفیزس Kujula kadphises کے زیر قیادت اور دوسری صدی میلادی میں کشک کے زیر علم معراج کمال کو پہنچی (قب Cambridge History of India، ج ۱، ۱۹۳۵ء، Bēgram Recherches archéologiques : R Ghirshman et historiques sur les Kouchans، قاہرہ ۱۹۴۶ء،

بالآخر غالباً چوتھی صدی میلادی کے وسط سے پہلے شاہپور ثانی کے عہد میں ساسانیوں سے مغلوب ہو گئی۔ ۳۵۰ء کے بعد حلد ہی یوہی جی (یوہی) قبائل پر، جو کاسگریہ [کاسغر] میں رہ گئے تھے، مشرقی جانب سے برکی اور منگولی عناصر کا دناؤ پڑا تو وہ باخترہ میں نمودار ہوئے۔ ان کے مددگاروں میں اس نسل کے دوسرے قبائل کی متحدہ جمعیّت بھی شامل تھی، جنہیں چیبوی (Chionites) کہا جاتا ہے (دیکھیے Les Chionites-Hephtalites R Ghirshman، قاہرہ ۱۹۳۸ء، ص ۶۹ بعد) اگرچہ شاہپور رومیوں کے خلاف برسرپیکار تھا، تاہم وہ لشکر لے کر ان حملہ آوروں کے مقابلے پر آیا، مگر صلح پر مجبور ہو گیا۔ انہیں باخترہ اور بواہی علاقوں میں آباد ہونے کی اجازت دے دی گئی اور شرط یہ ٹھہری کہ وہ رومیوں کے مقابلے میں مدد نہ دیں۔

یوہی جی یا "کوسانی ٹائے ہرد" کے نواسہ کیدارا Kidara نے حلد ہی فوجا ب کا دائرہ کوہستان ہندوکش کے جنوب تک بڑھا کر پاروپامیسد Paropamisad [کابل و عربی] اور گندھارا [سوات و پشاور کا علاقہ] کو اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔ عربی کے علاقے میں چیبویوں کے ایک قسملے رائل کا آباد ہونا بوسیع مملکت کے اسی دور کا واقعہ قرار دینا چاہیے۔ بعد ازاں حب کیدارا نے آزادی کا حق سوائے کی کوشش کی اور نتیجے میں شاہپور سے ارسر نو بمصادم کی نوبت آئی تو چیبوی قبائل نے شاہپور کا ساتھ دیا۔ کیدارا کی مملکت بھی چھٹی گئی اور غالباً اس کی جگہ بھی گئی۔ باخترہ چیبویوں کے قبضے میں آگیا، خواہے حکم راں خاندان کے نام پر یعنی Hephtalites [ہیاطلہ] کے نام سے معروف ہوئے۔ ۴۰۰ء کے قریب کوہ ہندوکش کے شمال و جنوب کی سر زمین چیبوی قبیلوں کے قبضے میں بھی، جنہیں ہندوکش کے سلسلہ کوہستان

نے دو شاہوں میں تقسیم کر رکھا تھا، مگر حوی، یعنی قیاسہ رائل کی ساح، شمالی ساح کی برتری کو تسلیم کرتی بھی اور دونوں ریاستیں ایرانی سامانیوں کی ناح گزرار تھیں۔ ایران کا شاہی خاندان جب تک طاقتور اور مضبوط رہا ناح گزراری کی یہ حیثیت قائم رہی، لیکن پانچویں صدی میلادی کے آغاز ہی میں جب ہندوؤں نے دیکھا کہ ایران کے لیے روموں کے خلاف رزم و تکرار اور وحشی قاتل کے مقابلے میں کوہ ف کے دروں کی حفاظت مشکلات کا باعث ہو رہی ہے تو وہ ایرانی اقتدار کا حوالہ اپنی گردن سے اتار بھسکے کے اے ہاتھ باؤں مارنے لگے، مگر انعام کار ہرام گور نے دوبارہ انہیں مغلوب کر لیا، ادھر گپتا خاندان کے راجاؤں نے ہندوستان کی سر زمین میں ان کا اقدام روک دیا تھا۔

پانچویں صدی میلادی کا وسط ایرانیوں اور ہندوؤں [ہماطلہ] کے ناہمی تعلقات میں انقلاب کا وقت تھا، درور کے عہد (۴۸۸ء) میں یسویوں نے ایرانیوں پر فتح پائی۔ جس کا سچہ سدہ ہوا کہ یسوی ناح گزرار رہے کے بجائے ایرانیوں کے حاکم بن گئے اور ساسانی بادشاہ نصف صدی سے زیادہ عرصے تک ہندوؤں کو حراج دیتے رہے۔ آخر ۵۶۰ء کے قریب وسط ایشیا کی ساسی ساط پر ایک نئی قوم نمودار ہوئی، یعنی مغربی ترک۔ ان کے اور ہسرو اول (توسروان) شہنشاہ ایران کے اتحاد نے یسویوں کی مرکزی سلطنت کا حاکمہ آخر دیا (ساسانیوں کے ساتھ ان کے تعلقات کا حال جاننے کے لیے قتب *L'Iran sous les Sasanides* . A Christensen، طبع ثانی، ۱۹۴۴ء)۔

رائی ناساھی، یعنی حوی چوہوں کی مملکت ابے ہجارج پر قائم رہی۔ پانچویں صدی میلادی کے اواخر میں ہندوؤں کی حوی حاکم ایک بیا خاندان برسر حکومت تھا۔ اس کے دو بادشاہوں تورامانا

Toramana اور مے ہیرا کولا (مہر گل Mihiracula) نے ہندوستان میں وسیع فتوحات حاصل کیں (۵۱۵ء تا ۵۴۷ء)۔ مؤرخ الدکر (مہر گل) نے، جو سورج دیونا مہرہ کا برسرار تھا، طالمانہ دار و گیر کی نہایت ہی بلج یاد بچھے چھوڑی۔ ظلم و ستم اس وقت تک جاری رہا جب تک ہندوستان کے ایک قومی وفاق نے اس کا سر نہیں کچل دیا۔ حوی چوہوں کی ناساھی کا حاکمہ شمالی افطاع میں ہندوؤں کے اقتدار کی سامی سے چند سال پہلے ہو چکا تھا۔

ان دو سلطنتوں کی سامی کے بعد ان کے علاقے چھوٹے چھوٹے امراء کے قبضے میں رہے، جن میں سے بعض ساسانیان ایران کے ناح گزرار تھے اور بعض برٹوں کی اطاعت کا دم بھرتے تھے۔ سابعیوں کی صدی میلادی کے وسط میں مغربی افغانستان کی ساسی کمیت کا نقشہ چسی ساح ہوں سانگ Hioun-Tsang کے سفرنامے میں کچ بچا گیا ہے۔ ایک تاریخی مآخذ میں افغان قوم کا یہ اولی ذکر ہے، یعنی ہوں سانگ نے ان افطاع کو جو کوہ سلیمان کے شمال میں واقع ہیں "اے، ہٹو، کیں" کا ملک قرار دیا ہے (دیکھئے *La vieille route de A. Foucher*، *l'Inde de Bacires à Taxila*، پریس ۱۹۴۷ء، ۲: ۲۳۵، ۲۵۲، حاسہ ۱۷)۔

ہوں سانگ کی صاحب کے کچھ عرصہ بعد چس کے سامی خاندان ٹانگ Tang نے مغربی ترکوں کا قلع قمع کر دیا اور اپنا اقتدار پامیر کے مغربی علاقے تک قائم کر لیا۔ تقریباً سو سال تک (۶۵۹ء تا ۷۵۱ء) ہندوؤں کے شمال اور جنوب کی سولہ ناساہیاں چسوں کی نالادسی تسلیم کرتی رہیں، جو حصی کے بجائے زیادہ تر برائے نام تھیں۔ عرب فاتحین کو، جنہوں نے بڑی سری سے ایران کی ساری مملکت سر کر لی تھی، افغانستان کے ان حصوں کے آخری چھوٹے چھوٹے فرمان رواؤں کی

راحاؤں کی حکومت ٹیکسلا اور ویہٹ (موحدہ ہند، علاقہ صوانی میں)، یعنی دریائے اٹک کے مغربی کنارے سے کابل، راج، سب اور سیستان تک پھیلی ہوئی تھی اور ان کے القاب بگن اور تچن تھے۔ اس سلسلے کا بانی ترہانگیں تھا اور آخری حکمران لکھ نورس (پشتو میں بمعنی شمشیرن)۔

اس حاندان کے علاوہ بعض مقامی امراء و رؤساء کا اقتدار پہاڑی دروں میں قائم تھا۔ یہ حاندان کوشاؤ بختی کے بجائے کھجے اوراد تھے، مثلاً برو میں ماہوی، باساں میں شیر، سرخس میں رادویہ، عرخسان (سرپل اور نادغیس کے درمیانی علاقے) میں شار یا ترارندہ، سخسان میں فرور، فوشخ اور ہراب میں راراں، نادغیس میں یرکک خان، طغارستان (موحدہ قطع) میں یغو اور علاقہ سور و سور میں جہاں پہلوان۔ مقامی نادشاہوں کے جس آخری سلسلے نے عربوں کا مقابلہ کیا وہ درہم شاہوں یا رایان کابی کا حاندان تھا۔ یہ حاندان پہلے وزارت کے مرتبے پر فائز تھا اور اس کی ساد سابیوں صدی میلادی کے نصف اول میں کٹر Kallar (بیز موسومہ نہ لائیہ Lallia) نے ڈالی۔ السرونی کے ہاں رایان کابی میں سے حسب دلیل کے نام ملتے ہیں: ساند (سانتہ دیوہ)، کملو (کمرہ؟)، بھیم (بھیمہ دیوہ)، جے پال (جیہ پالہ)، آندہ پال (آندہ پالہ)، تروخ پال (نرلوچن پالہ)۔ علاوہ ازیں چار اور حکمرانوں کے نام کا بتا مشرقی افغانستان اور پنجاب سے دستیاب شدہ سگوں سے چلا ہے، یعنی سپالہ پتی۔ پدمہ، ہودوویکھ Khuduwayaka (?) اور ونگہ دیوہ۔ یہ حاندان ورود اسلام سے ۵۴۱ھ / ۱۱۰۳ء تک موجود رہا۔ جب افغانستان کے مشرقی حصوں پر اسلامی لشکر کا قبضہ ہو گیا تو اس کا دارالحکومت گردیر اور کابل سے اوہٹ (ویہٹ) میں منتقل ہو گیا۔

اس طرح ظہور اسلام کے وقت سلطنت افغانستان

طرف سے شدید اور مسلسل مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ کہیں نوین صدی میلادی کے اواخر میں جا کر کوہ ہندو کش کی جنوبی جانب مسلمان پوری طرح کامیاب ہوئے۔ یہ اس ہمہ پختی موحدہ افغانستان کی سلی ہیٹ ترکیبی میں اپنے آثار چھوڑے بغیر ناپید نہ ہوئے۔ بدحشاں میں آبادی کا ایک بڑا گروہ اب بھی بختل (ہیٹل) کے نام سے موجود ہے۔ ابتدائی زمانے کے تاریخی پس منظر کے لیے قہ The Early Empires of Central W M McGovern Asia، ۱۹۳۹ء۔

(R GHIRSHMAN)

افغانستان میں ظہور اسلام

۔ نویں صدی میلادی میں، جب آفتاب اسلام افی بطحا سے طلوع ہو رہا تھا، مملکت افغانستان دو ساسوں اور دو مذہبوں سے متاثر تھی: مغربی حصے، یعنی سخسان (سیستان)، ہراب اور اس کے ملحقہ پر ایرانی ساسوں کے ساسی، ادبی اور مذہبی امدار قائم تھا، جس کا مذہب زردشتی تھا اور زبان پہلوی، مشرقی حصے، یعنی وادی دریائے کابل (گندھارا) میں کابل سے مدھار تک ندہ اور برہمی مذاہب رائج تھے۔ مشہور چینی ستاحوں، ہیون سانگ Hioun Tsang (۶۳۰ء) اور وانگ ہیون سی Wang Hioun Tso (۶۵۷ء) کی صاحب کے وقت ولایات گندھارا (وادی دریائے کابل)، لمپا (لیمان) اور نگرہارا (نگرہار) آریائی کشتری حاندان کے کابلشاہوں کے زیر اقتدار تھیں۔ ان کا مرکز کاپیسا (موحدہ بگرام، کابل کے شمال میں) تھا۔ انہیں اسلامی مؤرخین نے رینیل اور رینیل لکھا ہے (نارہربن تحقیقات کے مطابق یہ دراصل رندہ پیل، یعنی فارسی کا ژندہ پیل، بمعنی پیل ژیاں، تھا۔ قہ فردوسی: بہ بن ژندہ پیل و نہ خان حرئیل۔ دوسری صورتیں اسی کی تصحیف ہیں)۔ ان کشتری

یہ علاقے افغانستان کی موجودہ مغربی سرحد، یعنی گرم سر، سے متصل ہیں۔

۲۲-۵۲۳ میں عبداللہ بن عامر نے کرمان کی فتح کے بعد سجستان (سیستان) پر حملہ کر دیا، جہاں کا مہربان (حاکم) زرنج (عربی: زرنج) میں قلعہ بند ہو گیا۔ جب اس نے دیکھا کہ اسلامی لشکر قندھار بلکہ سندھ کی حدود تک پہنچ چکا ہے تو زرنج مسلمانوں کے حوالے کر کے صلح کر لی۔

ایک اور اسلامی لشکر سیستان سے مشرق کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ اعداد میں ریشیل کے لشکر نے مقابلہ کیا اور ریشیل مارا گیا (۵۲۳/۶۶۴)۔ البلادری نے ہاتھ ملکہ کے نام سے اس کی مملکت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ہر اب تک بھیلی ہوئی تھی۔

عہد عثمانی (۲۵ یا ۳۵ھ): عہد عثمانی میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ اور بڑھا۔ عبداللہ بن عامر نے شدید محاصرے اور جنگ کے بعد کابل فتح کر لیا، لکن جب عربوں کا لشکر واپس ہوا تو وہاں مرید پانچ سال کے لیے مقامی فرمانرواؤں کی حکومت قائم ہو گئی۔ محاصرہ عثمانی نے احمد بن قس کو مرو و ہرات میں، جب بن قرقہ البرہوی کو بلخ و طحارساں میں اور عبداللہ بن عمرو لیشی کو سیستان میں حاکم مقرر کیا۔ ان دنوں افغانستان میں معاویہ رہا ہو گئی؛ چنانچہ حاکم سیستان نے ناعیوں کو شکست دے کر کابل کو مستقر کر لیا، مشاحج بن مسعود، حاکم کرمان، نے قبائل قفص (= کوچ = کوچ = موجودہ قبیلہ کوچی اور علاقہ گرم سیر۔ جنوبی افغانستان) کے بلوچ کو حوں ریز لڑائی کے بعد مطیع کیا، احمد بن قس نے ۵۳۲/۶۵۲ تک بلخ اور طحارساں کو سنگاں تک ناعیوں سے صاف کر دیا اور ایک عرصے تک افغانستان کے شمالی صوبوں بلخ، مروالروہ، گوزگان اور تالقان میں جنگ جاری رکھی۔ اسی سال اس کا

قبائلی حکمرانوں میں مقسم بھی اور یہاں پشتو، پھلوی، مغولی نیز مسکرت کی پراکرتیں رائج تھیں۔ مغرب میں زردشتی مذہب کے پیرو تھے اور مشرق میں مذہب، برہمنی دھرم اور یسویہ کے نام لیا۔ گویا یہاں یونانی، ہندی، مع اور ایرانی عناصر کا ایک مخلوط تمدن ظہور پذیر ہو چکا تھا۔

عہد فاروقی: انہی تیر اسلام کو طلوع ہوئے زیادہ مذہب نہیں گزری تھی کہ محاصرہ عمر فاروق کے عہد خلافت میں عربوں کے جہاں گیر لشکر نے ایران میں ساسانیوں کی قدیم سہسناہی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ ان کے آخری سہسناہ یرد گرد کے حلوٰ اور بہاؤ کی لڑائیوں میں شکست کھانے کے بعد حراساں اور بلخ کی طرف راہ فرار اختیار کی اور جب اسے ماوراءالنہر کے حاکمان سے کوئی مدد نہ ملی تو مرو کے علاقے میں ماہوی سوری کے ہاں پناہ لی۔ جو افغانستان کے عربی حصوں اور عور کا حاکم تھا اور قول مردوسی و الطبری حراساں کا فرمان روا سمجھا جاتا تھا۔ محاصرہ عمر کے حکم سے احمد بن قیس نے یرد گرد کا تعاقب کیا اور بعد جنگ کے حراساں فتح کر لیا۔ چونکہ ماہوی سوری، حکمرانان ماوراءالنہر کے ساتھ یرد گرد کے تعلقات سے حائف تھا، لہذا اسے ایک بن چکی والے کے ہاتھوں مروا دیا (۵۳۱/۶۵۱) اور قول مردوسی اپنی حکومت بلخ، ہرات اور بخارا تک وسیع کر لی۔ احمد نے ماہوی کو بھی حراساں اور مرو میں شکست دے کر حیعوں پار کے علاقے تک پہنچے ہٹا دیا اور آخر عمر تک خلافت کی طرف سے خراساں کا عامل رہا، جس کی مشرقی سرحد مروالروہ سے چار فرسنگ کے فاصلے پر تھی۔

ادھر جنوب میں بھی عبداللہ بن ہذیل حراعی کے زیر قیادت عربوں کا ایک لشکر حراساں کے دروازوں۔ طسین (قلعہ طس اور قلعہ کریں)۔ تک پہنچ چکا تھا۔

عہدہ مرتضوی (۳۰ تا ۳۱ھ): حضرت علیؓ نے عبدالرحمن بن حرد الطائی کو سیستان کا حاکم مقرر کیا (۳۶ھ / ۶۵۶ء)، لیکن وہ خستہ بن عتاب سے لڑتا ہوا ہلاک ہو گیا۔ اب عبداللہ بن عباسؓ حاکم نصرہ، یعنی بن کاس عسری کو چار ہزار فوج دے کر روانہ کیا۔ اس عتاب مارا گیا اور سیستان یعنی کے زیر اقتدار آ گیا۔

۳۸ھ / ۶۵۸ء میں ثامر بن دعور اور حارب ابن مرہ کے زیر قیادت اسلامی اسکر سیستان سے نکلا اور مغان (موحدہ قلاب) تک بڑھتا چلا گیا، جہاں بس ہزار مغانوں نے پر زور مدافعت کی۔ حور ربہ لڑائی اور طویل محاصرے کے بعد مسلمانوں نے ان کے ہزارہا افراد گرفتار کر کے انہیں مسخر کر دیا، لیکن اس لڑائی میں حارب شہید ہو گئے۔

۳۹ھ / ۶۵۹ء میں حضرت علیؓ نے زیاد کو حراساں بھیجا اور اس نے وہاں اس وقتوں قائم کیا۔ اسی زمانے میں مرو کا حاکم ماہویہ کو قتل چلا گیا۔ اس نے مرو کے مسنداروں اور سرداروں کو اسلامی طریقہ حریہ دینے کی ترغیب دی تھی، جس پر لوگوں نے شورش برپا کر دی۔ اسے مرو کرنے کے لیے جعدہ محروسی کو بھیجا گیا۔

عہدہ اموی (۳۱ تا ۴۱ھ): ۴۰ھ / ۶۶۰ء میں امیر معاویہؓ نے حراساں کی طرف لشکر روانہ کیا۔ شمال میں قس بن الہیثم السلمی نادمیس اور فوسح (ہرات سے جنوب مغرب میں) کو فتح کر کے بلخ بھیجا اور عبادت خانہ یونہار کو تباہ و برباد کیا۔ اس کے نائب، عطاء نے بلخ کے دریاؤں پر پل بنادھے، حواب تک اس کے نام سے مسجود چنے آئے ہیں۔ ۴۵ھ / ۶۶۵ء تک عبداللہ بن حارم بلخ میں، امیر بن احمد مرو میں، قس بن الہیثم طالقان، فاریاب اور مرو الرود میں اور حکم بن عمرو القفاری حراساں کے دوسرے حصوں میں

مقابلہ مرو الرود کے مقامی فرمانروا ہاراں سے ہوا، جس کے ساتھ بیس ہزار فوج بھی اور اسے شکست فاش دی۔ خالد بن عبداللہ نے ہرات، نادمیس، خور اور حراساں پر قبضہ کر لیا۔ سرحد کے مقامی حاکم رادویہ نے حریہ ادا کرنا قبول کیا اور صلح کر لی۔ ۴۲ھ / ۶۵۳ء ہی میں فارز ہراتی چالیس ہزار لشکر لے کر عربوں کے خلاف صف آرا ہوا، لیکن عبداللہ بن حارم، حاکم شاور نے زبردست لڑائیوں کے بعد اسے بچل کر رہ دیا۔

۴۳ھ / ۶۵۰ء کے لگ بھگ ربيع بن زیاد سیستان میں آنا اور نہرہ (نہر) اور رالی (حالی) کو فتح کر لیا۔ پھر ہلمند سے گزر کر وہ روست میں پہنچا، حوز ریح (دارالحکومت سجستان یا سیستان) سے بنی ہل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں سب لڑائی کے بعد سیستان کے دھماں یا موریاں (حاکم) اپروہر (ایران میں رسم) نے مصالحت چاہی اور ربيع مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ بعد ازاں ربيع سارود اور فرس پر قبضہ کر کے حواش (حارود) اور سب تک پہنچ گیا۔ سیستان سے ربيع کی مراجعت کے بعد سیستانوں نے شورش برپا کر کے اس کے نائب کو ربيع سے نکل دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اب ایک برگزیدہ صحابی عبدالرحمنؓ بن سمرہ کو حسن نصریؓ اور سعد ہماہ کی معیت میں ربيع بھیجا، جس کا انہوں نے ۴۳ / ۶۵۳ء میں محاصرہ کر لیا۔ اپروہر نے اطاعت قبول کی، بس لاکھ درہم اور دو ہزار غلام دیا قبول کیا اور ہماہ کی مدد سے اسلام کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہو گیا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی اطلاع ملنے پر عبد الرحمنؓ نے امیر بن احمد کو ربيع میں اس کا قائم مقام بنایا اور نصرے کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کی عمر حامری میں اہل سیستان نے پھر تعاون کر دی اور امیر کو وہاں سے نکل دیا۔

امارت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۵۰۱/۶۷۱ء میں ربیع بن ریاہ حارثی، حاکم حراساں، نے دریائے آمو کے اس پار (نائیں جانب) بچاس ہزار عربوں کو سبایا۔ سعید بن عثمان کے عہدِ امارت میں پہلی بار آمو کے اس پار (دائیں جانب) عربوں کا لشکر بھیجا۔ یرید بن معاویہ کی وفات کے بعد نوگوں نے حراساں کے امیر مہلب کے خلاف بغاوت کر دی، چنانچہ مرو، طالقان اور گورگن میں مسلمانوں پر حملہ کیا۔ گورگن کے دوسرے حصوں میں عبداللہ بن حارہ کو عمدۂ امارت پر فائز کر دیا گیا، لیکن اس اثنا میں سب سرداروں کے درمیان بھوٹ بڑ گئی۔ عبداللہ نے ہرات میں بی رہے اور اسی نیم کا محاصرہ کر لیا اور ایک سال کی خونریز جنگ کے بعد، جس میں آٹھ ہزار افراد ہلاک ہوئے، ہرات پر قبضہ کر کے اسے اپنے بیٹے موسیٰ کے حوالے کر دیا (۵۶۴/۶۸۳ء کے بعد)۔ ۶۹۴/۷۰۵ء میں . . . . . ایک شخص وکیل نامی عبداللہ بن حارم کو قتل کر کے حراساں پر قابض ہو گیا۔ ۵۷۹/۶۹۸ء میں عراق و حراساں کے عامل حجاج نے نہ ملک مہلب کے سپرد کر دیا، جو مروالروہ سے بڑھ کر روہ بلخ تک اور وہاں سے دریائے آمو کو عبور کر کے علاقۂ ماوراءالنہر میں دو برس مصروف جنگ رہا۔ ۵۸۵/۶۰۴ء میں مہلب کے بھائی مفصل بن ابی صمرہ نے نادعس فتح کیا۔ ۵۸۶/۶۰۵ء میں مشہور فاسح مہلب بن مسلم کو حجاج کی سفارش پر عبدالملک نے حراساں کا حاکم بنا دیا۔ قتیبہ بن بلح، طالقان اور طخارستان فتح کر کے، پھر ماوراءالنہر میں فتوحات کا سلسلہ شروع کر دیا (حدود ۵۸۹/۶۰۸ء)۔ اس نے طخارستان کی آخری حدود تک حراساں کے تمام مخالف عناصر کو کچل ڈالا۔ شمالی افغانستان میں جس لوگوں نے مقابلہ کیا ان میں سے یرک نادعیسی بالخصوص قابل ذکر ہے۔

وہ معاویہ کی طرف سے طخارستان کا حاکم بنا اور ایک عرصے تک ماوراءالنہر میں قتیبہ کا ہم رکاب رہا تھا۔ جب وہ سونہار (سلج) پہنچا تو خود بخوبی کا اعلان کر دیا اور بلخ، مروالروہ، طالقان، فاریاب (موجودہ شمالی سمہ) اور گورگان (موجودہ سرخس) کے ناسدوں کو اسے ساتھ شریک کر لیا۔ قتیبہ نے بلخ سے طخارستان پر حملہ کیا۔ طالقان میں مقابلہ ہوا، جس میں یرک نے شکست فاش کھائی اور قتیبہ حار فرسخ تک یرک کے ساتھیوں کو بھاسی پر لٹکانا چلا گیا۔ یرک نے صدر مقام تالقان میں چلا آیا۔ قتیبہ نے سمگان پر قبضہ کرنے کے بعد دو ماہ تک یرک کو محصور کر رکھا۔ آخر انک شخص اس ناعی کو پناہ دلانے کی استد پر لایا، قتیبہ نے عداروں اور ناعیوں کو عرب دلانے کے لیے اسے اس کے ساتھ سو ہم راہوں کے ساتھ موٹ کے گھاٹ ابار دیا۔ نہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ اس کی بغاوت میں خدا جانے کتنے مسلمان خون شہادت میں آئے تھے۔ اس طرح شمالی افغانستان کا موجودہ علاقہ تمام غل و غس سے پاک ہو گیا (۵۹۱/۶۰۹ء)۔ چند برس بعد مرکزی حکومت سے قتیبہ کا اختلاف ہو گیا؛ چنانچہ اس نے حراساں میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور ۵۹۶/۶۱۴ء میں طویل جدوجہد کے بعد اموی حلقہ ولید نے اپنے سہ سالار و کعب کے ذریعے اس کا حاکم کر دیا۔ قتیبہ کے بعد کوئی قابل ذکر واقعہ اس حصے میں خاصے عرصے تک رونما نہ ہوا، البتہ بعض لوگ سو اس کے مخالف تھے اور چاہتے تھے کہ حلابہ بن ہاشم کے حصے میں آجائے۔ سو ہاشم اور سو اسہ کی باہمی مخالفت ہی کے باعث حضرت علیؑ کی اولاد میں سے یحییٰ بن زید غارم بلخ ہوئے، جہاں کے حاکم عقل بن مفصل نے انہیں گرفتار کر کے زندان میں

ڈال دیا۔ ہشام اموی کی وفات (۵۱۰/۷۲۳ء) کے بعد نئے حلقہ ولید بن یزید نے ان کی رہائی کا حکم دیا، لیکن چند ہی روز بعد یحییٰ اپنے ساتھ سو رقاء کے ساتھ بنو امیہ کے کارندوں کے قابو میں آ گئے۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی، جس میں یحییٰ شہید ہو گئے۔ اس زمانے کا دوسرا اہم واقعہ غورو عرہستان پر اسد بن عبداللہ، حاکم حراساں، کی پیش قدمی ہے۔ اسد نے وہاں کی شورسین فرو کیں اور عرہستان کے مقامی حاکم نمرون کو مشرف سے اسلام کا

(۵۱۰/۷۲۵ء)۔

اب حموی افغانستان کی طرف آئے۔ ۵۴۳/۷۶۳ء میں اسر معاویہؓ نے عبدالرحمن بن سمرہ کو سسناں کا حاکم بنا کر بھیجا تھا۔ اس نے ۵۴۴/۷۶۴ء تک وہاں کی شورسین کچلنے کے علاوہ نسب، پیش (مصافحہ ہلمند)، ریں داوڑ اور ریح کی طرف پیش قدمی کی۔ وہ کوہرور کے عباد حائے میں (دیکھئے مادہ سوری) ایک بہت بڑا طلائی بے پاش پاش کمر کے راسل اور وادی برنک سے ہوا ہوا پہلے عرب، پھر کابل پہنچ گیا۔ ۵۴۵/۷۶۵ء میں معسقوں کی مدد سے کابل فتح کر لیا گیا۔ اس فتح کے دوران میں ایک بڑے فاضل صحابی ابو رفاعہ عدویؓ بمسم بن اسد (الأصاہ، ۱۰: ۱۸۵) نے اور بروایت دیگر ابو قتادہ العدویؓ نے حام شہادت بوش کیا۔ ان کا مرار اب تک کابل میں مشہور ہے۔ اسی سال اس سمرہ کے حکم سے مہلب بن ابی صمرہ ایک لشکر لے کر درہ خیبر کے راستے ہمسور کی طرف بڑھا اور کابلشاہ کو شکست دی، جس کے پاس سب ”ژندہ پیل“ اور ہر ”ژندہ پیل“ کے ساتھ چار ہزار سوار تھے۔ اس کے بعد مہلب نے دریائے سندھ عبور کیا اور لاہور و ملتان ہوا قندابیل (گدھا پھل)۔ حدود ملات میں قصدار سے ہانچ فرسخ شمال مشرق میں) کو فتح

کر کے بہت سا مال غنیمت لے کر واپس ہوا۔ ۵۴۷/۷۶۷ء میں ربیع الحارثی، والی سیستان، نے بہت اور ریح (رحد) پر حملہ کیا اور ریشیل کو ہدوستان کی طرف بھگا دیا۔ ربیع نے رابلستان، وادی ارعداب اور سیستان میں حراج، محاسبہ اور استیفاء (وصول مواصبات سرکار) کے دفاتر کھولے اور حسن بصریؓ کی مدد سے یہاں اسلامی قوانین و مواظ نافذ کیے۔ ۵۵۱/۷۷۱ء میں عبداللہ بن ابی کمرہ نے سیستان میں آتش پرسیوں (”گسرگان“) سے، پھر نست، ریح اور کابل تک پیش قدمی کر کے ریشیل سے معرکہ آرائی کی۔ مؤخرالذکر نے بیس لاکھ درہم دے کر اطاعت قبول کر لی۔ ۵۵۹/۷۷۹ء میں سیستان کے نئے حاکم عباد بن زیاد نے کابل کے قریب ایک ہندی لشکر پر فتح پائی۔ ۵۶۲/۷۸۱ء میں افغانستان کے ناسدوں نے ساہ کابل کی سرکردگی میں بغاوت کر دی۔ سیستان کے نئے اسر یرد بن زیاد اور سپہ سالار ابو عبیدہ بن زیاد نے کابل پر حملہ کیا، جہاں ان کی شدید مراحمہ کی گئی۔ بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور ابو عبیدہ کو قید کر لیا گیا۔ ساہ بریں دمشق سے طلحہ الطالعبات کو سیستان کی نظم کے لیے بھیجا گیا۔ اس نے باغیوں کی دلجوئی کی اور ۵۶۴/۷۸۳ء میں اپنے بیٹے عبداللہ کو سیستان کا امیر بنا دیا۔ طلحہ کی وفات کے بعد عرب سردار ایک بار پھر اختلافات کا شکار ہو گئے اور ان میں سے ہر شخص نے افغانستان کے کسی نہ کسی حصے پر قبضہ کر لیا۔ مروان الحکم کے عہد خلافت میں عبدالعزیز بن عبداللہ عامر سیستان کا حاکم مقرر ہوا۔ اس نے ۵۶۴ء میں وہاں پہنچ کر طلحہ کے لشکر کو مجتمع کیا اور باغی افغانوں کی سرکوبی کے لیے نست اور کابل کا رخ کیا۔ ریشیل نے شکست کھائی۔ ۵۷۲/۷۹۲ء میں عبداللہ بن امیہ نے، جسے

۷۰۶-۷۰۷ء میں بمقام نسب رستخیز سے جنگ کی اور پھر قتیہ کے بھائی عمرو نے مؤخرالذکر کو آٹھ لاکھ درہم دے کر صلح کر لی لیکن ۷۰۶/۷۰۷ء میں حب قتیہ خراسان کی مہمات سے واپس ہوا تو رستخیز نے دس لاکھ درہم سالانہ حراج ادا کرنا منظور کر لیا۔ ۷۱۰/۷۱۱ء میں محمد بن حنفیہ نے سیستان سے نکل کر رستخیز سے سب لڑائیاں کیں۔ اس کے بعد یہاں عربی قبائل میں جھگڑے پیدا ہو گئے، چنانچہ سلطنت سیامیہ کے زوال تک سیستان حاکم حنکی کا مرکز بنا رہا۔ اگرچہ دوسری طرف اسلامی لشکر سمندر کے راستے ہندوستان پہنچ کر سندھ و ملتان فتح کر چکے تھے (۷۱۱/۷۱۲ء) اور اس طرح افغانستان کے عرب میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ برقرار جاری رہا، تاہم افغانستان کے باشندے آخر تک مقابلہ کرتے رہے۔

عہد عباسی (۷۵۰ تا ۱۵۱۷ء) : خلافت راشدہ اور اموی سلطنت کا ایک سو بیس سال کا دور جنگ و جدال ہی میں گزرا۔ حب تک سو ہاشم اور سو امیہ کے حامی قبائل میں اختلافات جاری رہے، افغانستان کے باشندے آل ہاشم کے طرفدار رہے۔ جب سو امیہ پر روال آنے لگا تو خراسان کے ایک ناثر شخص عبدالرحمن المعروف بہ ابو مسلم مروزی (پیدائش ۷۱۰ء) نے شہر انار سے خلافت سی ہاشم کی تحریک کا آغاز کر دیا۔ ۷۱۲/۷۱۳ء میں اس نے کوفہ حاکم عباسی امام ابراہیم سے ملاقات کی اور لوگوں کو آل عباس کی حمایت پر ابھارا۔ ۷۱۲/۷۱۳ء میں اس نے مرو سے طحارستان تک کے باشندوں کی حمایت حاصل کر کے سو عباس کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ ۷۱۳/۷۱۴ء میں حب حلیفہ مروان کے حکم سے ابراہیم (بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباسؓ) ہلاک کر دیے

خراسان کے عامل حجاج نے سیستان بھیجا تھا، نسب پر حملہ کر کے رستخیز کو بھاری تاوان ادا کرنے پر مجبور کیا۔ ۷۰۵/۷۰۶ء میں عبداللہ معروف ہوا تو انتظام بھر بگڑ گیا۔ ۷۰۸/۷۰۹ء میں عبداللہ بن ابی نکرہ (عبیدہ بن نکرہ) ساہان کے راستے نسب، رائل اور کابل پر حملہ آور ہوا، لیکن اسے رستخیز کو سات لاکھ درہم دے کر صلح پر معذور ہونا پڑا۔ ۷۰۹/۷۱۰ء میں عبداللہ نسب میں فوت ہو گیا اور اس کا بٹا نورددعہ رستخیز سے سات لاکھ درہم چھپ کر سیستان آ گیا۔ ۷۱۱/۷۱۲ء میں حجاج کے حکم سے عبدالرحمن ابی اشعث نے سیستان میں خارجی سالار ہمام بن عدی کے سردار لشکر کو شکست دی۔ پھر اس نے نسب پر حملہ کر کے رستخیز سے جنگ کی اور مہم سا سال عیسیٰ حاصل کیا۔ سیستان، رائل اور کابل پر پورا اقتدار قائم کرنے کے بعد عبدالرحمن نے حجاج سے مقابلے کی ٹھانی، لیکن ہریمب اٹھا کر ررنج لوٹ آیا۔ حجاج کی ہدایت پر شمالی خراسان کے حاکم مہلب نے معقل کو بھاری لشکر دے کر عبدالرحمن کی سرکوبی کے لیے بھجوا۔ وہ نسب کی جانب پیچھے ہٹ گیا، لیکن معقل نے بغاوت کیا۔ ست اور ررنج کے درمیان عبدالرحمن نے شکست کھا کر رستخیز کے پاس پناہ لی اور حب رستخیز نے دائمی دوستی اور لگان کی معافی کے وعدے پر اسے اور اس کے رفیق ابوالعمر کو حجاج کے ایلچی کے سپرد کرنا چاہا تو دونوں نے چھب سے گود کر حان دے دی۔ یہ تمام واقعات ۸۳-۸۵ء میں ۷۰۴ء میں طہور پذیر ہوئے۔ ۷۰۶/۷۰۷ء میں مسمع بن مالک نے سیستان میں ابوحلدہ خارجی سے کئی لڑائیاں لڑ کر اسے گرفتار کر لیا۔ اسی سال مسمع کی وفات پر قتیہ بن مسلم یہاں کا حاکم مقرر ہوا، جس کے قائم مقام اشعث بن عمرو نے ۷۰۸ء



یہ وہ زمانہ تھا جب وہاں خارجیوں کی شورش روروں پر تھی۔ ۱۰۹۹ھ/۱۷۰۰ء میں حلقہ مہدی کی طرف سے حمزہ بن مالک نے آکر سیستان میں بوج خارجی کا قلع قمع کر دیا۔ اس دور میں یہاں کا دوسرا اہم واقعہ یہ ہے کہ ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۵ء میں نعم بن سعید نے سیستان کا حاکم مقرر ہو کر سب اور ریح کی طرف لاسکر کشی کی، پھر کابلشاہی رسل سے جنگ کر کے اس کے بیٹائی کو گرفتار کیا اور عراوی بھیج دیا۔ ہارون الرشید کی نعت سیمی کے سال میں سیستان میں ایک نار پھر شورش برپا ہوئی اور وہاں کا عرب حاکم کثیر بن سالم بغداد بھاگ گیا۔ اس کے بعد عثمان بن عمارہ سیستان کو اسے حلقہ امداد میں لے آیا اور ریح کے مقام پر کابل شاہ سے سرد آرمہا ہوا؛ علاوہ ازیں اس نے سر بن فرید اور حصی سیستانی سے سخت لڑائیاں کیں، جنہوں نے سب اور سیستان میں سرکشی احساہ کر لی تھی۔ ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء میں داؤد بن سُر، حاکم سیستان، نے حصی کا حامیہ کیا۔ پھر اس کے حاشیہ یرید بن حریر نے ۱۱۷۸ھ/۱۷۶۴ء میں رابل اور کابل پر حملہ کیا۔ ۱۱۸۲ھ/۱۷۶۸ء میں سیستان کا شاہ حاکم عسی کابل تک بڑھ گیا۔ اب حراساں کی طرف آئیے۔ الہاروں کے عہد میں فصل بن یحییٰ برمکی وہاں کا حاکم مقرر ہوا (۱۱۷۷ھ/۱۷۶۳ء)۔ اس نے "لسکر بغداد" کے نام سے بائچ لاکھ افراد پر مشتمل ایک مصوط لاسکر کی تشکیل کی اور نژا اثر و رسوخ حاصل کر لیا۔ البرامکہ کے زوال (۱۱۸۷ھ/۱۷۷۲ء) کے بعد ۱۱۹۰ھ/۱۷۷۵ء میں علی بن عسی بن ماہان، ۱۱۹۱ھ/۱۷۷۶ء میں هرمہ بن اعین اور ۱۱۹۳ھ/۱۷۷۸ء میں عباس ابن حمزہ حراساں کے حاکم مقرر ہوئے۔

افغانستان کے جن مقتدر خاندانوں نے حلابہ نبی عباس کے قیام میں ابو مسلم حراسانی کا ساتھ دیا

مکھے اور ان کا بیٹائی عبداللہ السجاح کومے کی طرف بھاگ گیا تو ابو مسلم حراساں سے اپنا لشکر لے کر بڑھا، کوفیے میں داخل ہو کر جامع مسجد میں السجاح کے نام کا خطہ پڑھا اور سلطنت ہی اسے کے حاسبے کا اعلان کر دیا (۱۱۳۲ھ/۱۷۱۹ء)۔ ابو عباس کی خلافت قائم ہونے کے بعد ابو مسلم واپس مرو چلا گیا اور ۱۱۳۵ھ/۱۷۲۲ء تک وہاں کا نظم و نسق درست کرنا رہا، پھر ماوراءالنہر بھی فتح کر لیا۔ ۱۱۳۶ھ/۱۷۲۳ء میں وہ بڑے بزرگ و ادشام کے ساتھ خارجہ مکہ ہوا اور ۱۱۳۷ھ/۱۷۲۴ء میں السجاح کے بیٹائی منصور الدوانسی کے ہاتھوں ہلاک ہو گیا، کیونکہ منصور اس کے رورافروں اثر و رسوخ سے حائف تھا۔ ۱۱۳۲ھ/۱۷۱۹ء میں فرور سما زردسی نے تعاون کر دی اور ہراب کے معرب میں رہے اور ہمدان تک بڑھا چلا گیا، لیکن بعد ازاں حلقہ منصور کے بیٹے مہدی کی فوج کا مقابلہ کرے ہوئے مارا گیا۔ ۱۱۴۴ھ/۱۷۳۱ء میں سب اور مدہار میں سورن ہوئی، جسے سیستان کے حاکم زہر بن محمد الوردی نے فرو کیا۔ ۱۱۵۰ھ/۱۷۳۷ء میں اسناد سس مروی نے علم تعاون بلند کیا۔ حلقہ کے حکم سے خازم بن هرمہ چوبیس ہزار کا لشکر لے کر اسے کچلنے کے لیے آگے بڑھا۔ ادھر طحارساں سے مسہ کے بیٹوں عمرو اور ابی عوان نے اس پر حملہ کر دیا۔ اسناد سس گرفتار ہو گیا اور اس کی بیٹی مرحلہ کی سادی الہاروں سے کر دی گئی، جس کے بطن سے الماموں پیدا ہوا۔ ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۸ء میں مع بن رائدہ سیستان کا حاکم مقرر ہوا اور وہاں کی شورشیں فرو کرنا ہوا ریح تک بڑھا گیا۔ مع نے ریشل سے بھی جنگ کی اور اس کے داماد ماوید (ماوید) کو بیس ہزار فوج کے ساتھ گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا، لیکن ۱۱۵۲ھ/۱۷۳۹ء میں اہل سیستان نے مع کا پیٹ چاک کر دیا۔

ان میں غور کا سوری خاندان قابل ذکر ہے۔ عہد ہی امیہ کے آخری دنوں میں اسی خاندان کا ایک فرد شمس بن خربک غور کے پہاڑوں میں حکومت کر رہا تھا۔ اس کے بیٹے امیر پولاد نے مساب خراسان میں ابو مسلم کا ساتھ دیا (۱۳۰ھ/۷۴۷ء) کے آس پاس دیکھئے مادہ های غور، غوریہ، سور (۱۸۲-۱۸۳ھ/۷۹۸ء میں امیر حمزہ بن عبداللہ نے، جو روطہماسپ کی نسل سے تھا، عیسیٰ بن علی، حاکم سیستان، کو ہنگامہ کر روج (رہبر) کر لیا اور عیسیٰ کا نائب کر رہا ہوا ہر اب اور فوشیح تک بڑھتا چلا گیا۔ لیکن پھر عیسیٰ کے ہاتھوں شکست کھا کر سیستان کی طرف ہسپا ہو گیا۔ یہاں اس نے ایک بارہ دم فوج منظم کر کے ہشاپور پر حملہ کیا اور حوں ریز لڑائیوں کے بعد ۱۸۸ھ/۸۰۴ء میں سیستان لوٹ آیا۔ ۱۹۳ھ/۸۰۸ء میں ہارون الرشید نے ہس بن ہس خراسان آیا۔ حمزہ بنس ہرار کا لشکر لے کر ہسپور کی طرف بڑھا۔ ربیع الآخر ۱۹۳ھ میں حلیہ نے طوس میں وفات پائی اور حمزہ لڑے بعد واپس ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے بلوچستان اور سندھ پر حملہ کیا۔ وہاں سے وہ ۱۹۹ھ/۸۱۴ء میں لوٹا اور ۲۱۳ھ/۸۲۸ء میں مارا گیا۔ اسی زمانے میں حاس (سیستان) کے ایک ناشدے حرب بن عسہ نے سب سے حروج کیا اور ۱۹۹ھ تک عباسی افواج سے سرس نہکار رہا۔ اس کے بعد سیستان میں عباسیوں کی حکومت محض برائے نام قائم رہی ورنہ حقیقت میں اقتدار آل طاهر کے قبضے میں آ چکا تھا۔

سو اسہ اور سو عباس کے عہد میں افغانستان کے مدنی اور اجتماعی حالات: ہجرت کی پہلی دو صدیوں ہی میں اسلام نے افغانستان میں مذہبِ رشد، مذہب اور برہمن دھرم کی جگہ لے لی۔ عربی زبان اور رسم الخط پورے ملک میں پھیل گیا، تاہم مشرقی علاقوں میں تقریباً اڑھائی سو

سال تک سنسکرت (یعنی سردا اور ناگری مخلوط) رسم الخط عربی کے کوئی رسم الخط کے ساتھ ساتھ جاری رہا؛ چنانچہ عربی کا قدیم ترین کتبہ (حمادی الاولیٰ ۵۲۳ھ/۸۵۷ء)، جو ٹوچی کی وادی میں دستیاب ہوا ہے، عربی اور سنسکرت دونوں زبانوں میں ہے (عجائب حاشہ یشاور)۔ خراسان، ہراب اور سیستان میں بھی پہلی زبان نے اسی جگہ موجودہ دری فارسی کے لیے حالی کر دی اور اسلامی علوم، یعنی ہس، حدیب، رجال اور سرب بھی افغانستان میں رواج پا گئے۔ رنج، بلج، ہراب، سرو وغیرہ میں بڑے بڑے اسلامی مدرسے کھل گئے اور اس سر زمین سے مشہور راہد اور برگ عالم پیدا ہوئے، مثلاً امام اعظم ابوحنیفہؒ بن ثابت بن روطی کابل، ابن المارک مروزی، محمد بن کرام سسانی، بابی مذہب کرامہ، ابراہیم بن طہمان محدث ناشانی (ہرابی)، ابواسحق بن یعقوب محدث مورجانی، مشہور صوفی ابراہیم ادھم بلخی، ابوسلمان موسیٰ بن سلیمان مورجانی (فقیہ حنفی)، ابراہیم بن رسم مروزی (جو حضرت ابوحنیفہؒ کے تلامذہ میں سے تھے)، ابو داؤد سجستانی (صاحب سنن)، ابی حاتم سہل بن محمد محدث سجستانی، ابو معمر بلخی (متجم)، ابن قسہ مروزی (مؤرخ)، شار بن برد طعارستانی (عربی شاعر) اور علی بن الحہم خراسانی (عربی شاعر) وغیرہ۔ اہل خراسان، مثلاً الرامکہ، کے ذریعے ایرانی تمدن اور عجمی آداب معاشرت عباسیوں کے دربار خلافت میں منتقل ہوئے۔ عربی زبان اور دری زبان نے مل کر موجودہ فارسی کی صورت اختیار کی۔ عرب فانیچ افغانستان کے بڑے بڑے شہروں میں بہت زیادہ تعداد میں آباد ہو گئے۔ اس طرح ایک مخلوط مذہب اور ایک مخلوط نسل وجود میں آئی اور یہاں عربی آداب و رسوم کی اشاعت ہوئے لگی۔ مستقل آباد ہونے والے عربوں سے قطع نظر اس ملک کے اندر مقیم افواج

اسی مقام سے قردار اور کیرکان (قلات) اور مکران جانے ہیں اور شمال (کوئٹہ)، درۂ بولان اور سی کے راستے سندھ سے بھی تجارت جاری ہے۔ حدود العالم میں ہے کہ بلہاری بھی ایک ہندوستانی تجارتی مرکز تھا۔۔۔ اور وہاں ہندوستانی اور حراسانی باہر آباد تھے۔ حراسان ایک آباد اور پررونق علاقہ تھا۔ جس میں بمبیں، میسر، سونا، چاندی اور حواہرات کی کانیں موجود تھیں۔ یہ گھوڑوں، مسروروں، ادویہ، ریشم اور روئی کا گھر تھا۔

حراسان اور سیستان میں بڑے بڑے تجارتی مرکزوں کی موجودگی اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت زراعت، آب پاری، تجارت، کان کنی اور صنعت و حرفت وغیرہ کو برقی اور عروج حاصل تھا۔ عرب حکومت کو اس سرزمین سے وصول ہونے والے محاصل و مالیات کی مقدار بہت زیادہ تھی۔ الجہساری اور اس حلدوں کے قول کے مطابق عباسی حکومت نے ان اطراف پر مندرجہ ذیل محاصل حراج، رکوہ، عنائم اور عسری کی صورت میں عاید کئے تھے: حراسان: دو کروڑ اسی لاکھ درہم، دو ہزار روپے (قطعہ) برہ، چار ہزار لڈو حانور، ایک ہزار علام، بیس ہزار ملبوسات، بیس ہزار رطل ہلہلہ، سحسان: چالیس لاکھ درہم، بیس سو ملبوسات، بیس ہزار رطل سکر سمد، نوزان و مکران: چار لاکھ درہم۔ فدائہ بن جعفر۔ کتاب الحراج کے مطابق زمانہ صلح میں سلطنت عباسیہ کے محاصل یہ تھے: حراسان: بیس کروڑ ستر لاکھ درہم، سحستان: دس لاکھ درہم، نوزان و مکران: دس لاکھ درہم۔

اموی اور عباسی خلفاء کے سکنوں کے علاوہ حراسان میں سندھ کی گرگاہ تک عبر اسلامی سلطنتوں کے سکنے بھی رائج تھے۔ بعض اوقات ساسانی بادشاہوں اور گندھارا، بھارت اور ناختر کے بدھ یا

میں عربوں کی بڑی تعداد موجود تھی؛ چنانچہ بقول ابن الاثیر عہد اموی میں صرف قندھ کے زیر قیادت نو ہزار نصری، سات ہزار نکری، دس ہزار نسبی، چار ہزار عبد قیسی، دس ہزار اردی اور سات ہزار کوفی، یعنی کل سستالیس ہزار خالص عربی السبل سپاہی موجود تھے۔

اموی اور عباسی دور میں ملتان، دہلی، منصورہ، وینہ، المور (روڑ)، قندابل (گنداپی) قردار (حصدار) وغیرہ اور شمر سے درناے مہراں (سندھ) کے دباے تک وادی سندھ اور نوزان (بلوچستان) کا ایک حصہ کے آباد اور پررونق شہروں اور تجارتی مراکزوں سے ہندوستانی مصنوعات حراسان، سیستان اور ہرات کے راستے ایران، عراق اور سام کے شہروں میں لائی جاتی تھیں۔ الاصلطحری اور اس حوالہ کی روایت کے مطابق قردار، مکران اور نوزانی چسی کی تجارت سارے حراسان اور عراق میں ہوئی تھی۔ قول شامی مقدسی نوزان میں سمد دانہ دار چسی کے کارخانے موجود تھے۔ بھارت کے تجارتی قافلے کابل، عربی، حراسان، بھارا اور ماوراء النہر میں سے گزر رہے تھے اور وہاں سے چسی کے برتن ہندوستان لے جاتے تھے۔ مشہور سامان تجارت میں حراسان اور مرو کا رسمی کپڑا بھی ہوتا تھا۔ ہڈی کی ”ناریج تجارت اموی“ میں لکھا ہے کہ اس دور میں تجارت نے خاصی وسعت اختیار کر لی تھی؛ چنانچہ افغانستان کے راستے عربی ولایت کے مغربی حصوں میں ہندوستانی برتن، حراسانی لوہا، رنگیں کسمیری کپڑا، چسی عود، مشک اور دار چینی، بح کے ملبوسات، ناریل، لونگ، عود نر ہندوستانی اور سندھی ہاتھی پہنچاتے جاتے تھے۔ ابو زید سیرامی لکھتا ہے کہ ”ہندوستان اور خراسان کے درمیان قافلوں کی آمدورفت رہتی ہے۔ ان قافلوں کا راستہ رابلستان (مدھار) ہے کہ

ہندو فرمان رواؤں کے سگنوں پر حلیہ کا نام اور کلمہ طیبہ صرب کر دنا چاہا تھا۔ علاوہ ازیں ہر حراسانی بادشاہ اپنے اور حلیہ وقت کے نام کے سوئے اور چاندی کے سگنے کوئی رسم الحط میں جاری کرنا تھا، البتہ آگے چل کر عربی دور میں بعض سگنے مسسکرت رسم الحط میں بھی مصروب ہوئے۔ الاضطحری اور ابن حوقل کے مطابق سندھ کے ساحلی علاقوں میں ایک سگہ گندھارا کے نام سے مسسوب تھا (قہری = گندھاری)۔ یہ سگنے ملتان سے اسمعیلی اور لودھی حکمرانوں نے صرب کروائے تھے۔ چاندی کا سگہ پانچ درہم عراقی اور حالص طلائی سگہ بن درہم ہندی کے برابر تھا۔ مسصورہ، ملتان قندھار اور نوراں میں ”س“ کا وزن ”ہی مکی“ کے برابر تھا۔ اسی طرح ایک اور نمائہ ”دھی“ کچھ اور نوراں میں رائج تھا اور چالس میں کے برابر تھا۔

سلطنت اموی کی سیاسی تقسیم دوں بھی کدہ حراساں و ماوراءالنہر سے کابل، پنجاب اور سندھ تک کا تمام مفتوحہ علاقہ ولایت عراق عجم میں شامل تھا، جس کے والی کی طرف سے دو گورنر مقرر کئے جاتے تھے: ایک حاکم حراساں ہونا تھا، جس کا صدر مقام مرو تھا اور دوسرا حاکم کابل، جو پنجاب اور سندھ کے نظم و نسق کا ذمہ دار ہونا تھا۔ افغانستان میں اسلامی فتوحات کی وسعت کے ساتھ عہد عباسیہ میں اس ملک کی تقسیم یوں ہو گئی: (۱) ولایت حراساں، جو پشاپور اور ہرات سے بلخ اور طحارسان (موجودہ قطع) کے علاقے پر مشتمل تھی؛ (۲) ولایت سیستان، جو کابل تک پھیلی ہوئی تھی؛ (۳) ولایت نوراں و مکران، جو سندھ کی حدود تک وسیع تھی۔ ان ولایتوں میں باقاعدہ دفتری اور مالی نظام قائم تھا جس کی تفصیل الحواری: مناقب العلوم میں ملتی ہے۔ لگان مدرجہ ذیل تین صورتوں میں سے

کسی ایک صورت میں حکومت وقت کو ادا کیا جانا تھا: (۱) محاسبہ (نقد یا جس)؛ (۲) مقاسمہ (بیداوار پر عاید کردہ مالیت)؛ (۳) مقاطعہ (حکومت اور کاستکار کے مابین طے شدہ مالیت)۔ تمام ولایتوں میں مالیات، ڈاک، فوج، رسل و رسائل، صدقات، مصادرات، اوقاف، وظائف (سجواہ)، پولیس اور عدالت کے محکمے موجود تھے۔ لشکر عموماً سوار اور پیادہ فوجوں پر مشتمل ہوتے تھے، بلوار، زرہ، حود، نیرہ، سر، کمان، محسوس، دنانہ، اور صبور (ٹسک کی ابتدائی شکل) سے مسلح فوج کی وردی قصص، اونچی سلوار اور چھلی پر مشتمل تھی، یعنی آج کل کے بھاڑی امانوں کا لباس۔ لشکروں کے دسے پانچ حصوں میں تقسیم کئے جاتے تھے: (۱) قلب، جو فائدہ عمومی کی کمان میں ہونا تھا؛ (۲) میمنہ، یعنی دائیں ہاتھ کا لشکر؛ (۳) میسرہ، یعنی بائیں ہاتھ کا لشکر؛ (۴) کتیہ یا مقدمہ، یعنی سامنے کا یا درمیانی لشکر، جو زیادہ تر سواروں پر مشتمل ہونا تھا؛ (۵) سافہ، جو لشکر کے پیچھے رہنا اور اس میں لشکر کے ٹرے ٹرے فائدہ (عالیٰ عرب) رھتے تھے۔

عہد سیانیہ میں عدلیہ کے انتظام کی تفصیل یہ بھی کہ صحابہ کرام اور تابعین کو حلیہ کی طرف سے ٹرے ٹرے سپروں میں مقرر کیا جانا تھا جو قرآن، سنت، اجماع اور قیاس کے مطابق جھگڑوں کا فیصلہ کرتے تھے۔ وہ اپنے اجتہاد اور بغاوت سریع میں امراء کی ساس کے اثر سے آزاد تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز فرمانے ہیں قاضی میں پانچ صفات کا ہونا ضروری ہے، یعنی علم، حرص سے پاک ہونا، بردباری، ائمہ کی پیروی اور اہل علم اور اصحاب الراے سے صحبت رکھنا۔ امربالمعروف و نہی عن المنکر، پیمائش و اوراں، لین دین کے معاملات کی نگرانی اور احکام دین کی تبلیغ کے لیے شرعی محتسب مقرر تھے۔ علماء و صلحاء مفتوحہ

علاقوں میں تبلیغ اسلام کے لیے آتے رہتے تھے۔ ۶۹۲/۵۴۷ء میں سیستان اور رابلستان کے عرب حاکم ریح العارثی نے مشہور عالم اور زاہد بزرگ حضرت حبیب بصری کی مدد سے ابی ولایت میں اسلامی قوانین رائج کیے تھے۔

عہد خلافت عباسیہ کی مرید شریح اور تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل کتابوں کے ابواب متعلقہ حلقے عباسیہ دیکھیے۔ حدود العالم؛ تاریخ الاسلام الساسی، الشارح الاضطحری؛ تاریخ التمدن الاسلامی؛ کتاب الوزراء و الکتاب؛ مقدمہ اس حلدوں؛ سفرنامہ سراسی؛ تاریخ بغداد در عصر اموی، از ابن حوقل؛ حصارہ الاسلام؛ قدامہ؛ کتاب الخراج؛ کتاب الہد و السد؛ مختصر تاریخ عرب؛ فتوحات عرب در آسیائے مشرق؛ اس الاثر؛ الکامل؛ تاریخ سدہ؛ تاریخ ادب فارسی؛ اس مدیم؛ الفہرست؛ تاریخ افغانستان، ج ۳، تاریخ سسنان نیز عجائب خانہ بشاور کے کتاب۔

اسلامی دور، افسانوں کی فوسلی ملک کے قیام تک:

عہد طاہریاں (۲۰۰ تا ۵۲۰۹): یہ فوسخ (موجودہ زندہ خان، مغربی ہرات میں) کا ایک مختار حانداں تھا، جس کا ایک فرد مصعب بن زریں بن ماہان عباسوں کے عہد میں فوسخ کا حکمراں اور ادب و بلاغت کے مشاہیر میں شمار ہوتا تھا۔ اس کا بیٹا حسین ۱۰۵۸-۵۱۰۹ء میں پیدا ہوا اور عباسی دربار کی طرف سے شام اور بغداد کا حاکم مقرر ہوا۔ ۵۱۸۰/۷۹۶ء میں وہ فوسخ کا حاکم بنا۔ الہاروں کی وفات (۵۱۹۲) کے بعد اس کے بیٹوں امین اور ماموں کے درمیان اختلافات رونما ہوئے جو حسین کے بیٹے طاہر [رک ناں] نے ماموں کا ساتھ دیا۔ امین نے، جو بغداد میں خلیفہ ہو گیا تھا، علی بن عیسیٰ کو ساٹھ ہزار فوج دے کر ماموں کے خلاف

لڑنے کے لیے روانہ کیا۔ اس کا مقابلہ ماموں کی طرف سے طاہر نے اپنی چار ہزار حراسانی فوج کی مدد سے کیا۔ لشکر بغداد کو شکست ہوئی اور اس کا سردار مارا گیا (۵۱۹۵/۸۱۱ء)۔ طاہر نے ۵۱۹۸/۸۱۳ء میں بغداد فتح کیا اور امین کو موت کے گھاٹ اتار کر ماموں کو حبس پر ٹٹھا دیا۔ ان خدمات کے عوض پہلے تو طاہر شام کا حاکم، بغداد کا صاحب الشرطة (کوسوال) پھر حراسان کا حاکم بنا گیا اور ذوالجیمین کے لقب سے ملقب ہوا (۵۱۹۹/۸۱۴ء)۔ اس نے کرمان، سیستان، ہرات، شاتور، مرو، جوزجان، بلخ اور طحارستان کو اپنے قبضے میں لانے کے بعد ۲۴ جمادی الاخریٰ ۵۲۰۷/۱ نومبر ۸۲۲ء کو حطہ جمعہ میں ماموں کا نام ترک کر کے ابی حود مختاری کا اعلان کر دیا، لیکن اسی رات وہ اس دنیا سے چل بسا۔ طاہر کے بعد حراسان کی حکومت پر خلافت بغداد کی طرف سے اس کے احلاف فائر رہے، یعنی طلحہ بن طاہر (م ۵۲۱۳/۸۲۸ء)، عبداللہ بن طاہر (تا ۵۲۲۰/۸۲۴ء)، طاہر بن عبداللہ (تا ۵۲۴۸/۸۳۰ء) اور محمد بن طاہر (تا ۵۲۵۹/۸۳۳ء)۔ جسے یعقوب بن لب الصقاری [دیکھیے مادہ صقاریہ] نے قتل کرنے میں ڈال کر طاہری حانداں کے سلسلے کو ختم کر دیا (تفصیل کے لیے دیکھیے مادہ ہائے طاہریہ و ایران)۔

طاہریوں کا اثر و رسوخ مغربی و شمالی افغانستان تک محدود تھا اور جنوبی و مشرقی افغانستان پر کابلشاعی ہندو حکمراں تھے۔ آل طاہر نے خلافت بغداد سے دوسانہ مراسم قائم رکھے۔ ان کی درباری اور ادبی زبان عربی تھی۔ انہوں نے افغانستان میں بچے کھچے وردشتیوں کے خلاف متعدد اقدامات کیے۔

عہد صقاریاں (۲۴۷ تا ۵۳۹۳/۸۶۱ تا

۹ جون ۸۷۸ء، برور شہدہ مرصہ قولنج میں مبتلا ہو کر حدیثاپور (فارس) میں فوت ہو گیا۔ یعقوب ایک مصنف، کریم النفس اور شجاع انسان تھا۔ وہ پہلا مسلمان حکمران ہے جس نے دریائے آمو سے سیستان تک اور بادغیس، مرو اور ہرات سے کابل، گردیز اور رابلستان تک پورے افغانستان پر قبضہ کیا۔ اس نے اپنی فوجوں اور اسلحہ خانوں کی نظم اور خزانے کی آمدنی بڑھانے کے لیے بڑی حد و جہد کی۔ (المسعودی (مروج الذهب، ج ۲) نے اسے دنیا کے بڑے بادشاہوں میں شمار کیا ہے اور اس کی خوبی تدبیر و سیاست کے بارے میں ایک سیر حاصل یاب لکھا ہے۔ اس کے لشکر میں پانچ ہزار تختی اور دس ہزار صقاری حجر بھیے۔ اس کی وفات کے وقت سیستان کے خزانے میں پانچ کروڑ درم اور آٹھ کروڑ دینار بھیے۔

یعقوب کا جانشین اس کا بھائی عمرو بن لیث ہوا۔ خلیفہ نے اسے حراسان، سیستان، فارس، کرمان، سندھ اور ماوراءالنہر کا حاکم تسلیم کر لیا۔ ۵۲۶۶/۸۷۹ء میں احمد بن عبداللہ حسستانی نے، حوٹاہریوں کا ایک امیر بھا، حراسان میں شورش برپا کی اور ہرات و سیستان کی حدود تک بڑھ آیا، لیکن بالآخر عمرو کے ہاتھوں شکست کھائی (۵۲۶۷/۸۸۰ء)۔ اس اثنا میں حلیفہ نے عمرو کی موفقی کا اعلان کر کے رافع بن ہرثمہ کو روانہ کیا، جس نے ہرات اور فراء پر قبضہ کر لیا۔ عمرو ان دنوں فارس اور عراق میں مصروف جنگ تھا۔ وہاں سے لوٹ کر اس نے رافع کو شکست دی۔ اب رافع نے ماوراءالنہر میں حا کر سامانی بادشاہ نصر بن احمد سے مدد مانگی، لیکن عمرو اسے حراسان سے حوارزم تک پسپا ہی کرنا چلا گیا، جہاں وہ عمرو کے نائب السلطنت محمد بن عمرو حوارزمی کے ہاتھوں قتل ہوا (۵۲۸۳/۸۹۶ء)۔ ۵۲۸۷/۹۰۰ء

(۱۰۰۳): سی امیہ اور سی عباس کے عہد میں سیستان ہمیشہ سیاسی تحریکوں، خصوصاً حوارج کا مرکز رہا۔ انہیں دنوں نہاں ”اہل قتب“ نے رور پکڑا، جو موجودہ سیاسی جماعتوں کی طرح کی ایک جمعیہ بھی۔ اس کے ایک رکن یعقوب نے، جو سیستان کے ایک گاؤں قرین کے ایک ٹھہیرے لیث کا بیٹا تھا، اپنے بھائی عمرو بن لیث کی معیت میں صالح بن نصر، حاکم سیستان، کے دربار میں رسائی حاصل کر لی اور سیستان کے نائب حاکم درہم بن نصر کے ہاں سپہ سالاری کے عہدے پر جا پہنچا۔ ۵۲۴۷/۸۶۱ء میں اس نے درہم اور حوارج کو شکست دے کر اہل سیستان سے بیعت لے لی۔ صالح نے کابلشاه زنتیل سے مدد چاہی تو یعقوب نے اسے بھی شکست فاش دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا اور نسبت پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں رابل میں اس نے صالح کو گرفتار کیا، پھر اسے مدحائے ہی میں مار ڈالا (۵۲۵۱/۸۶۵ء)۔ ۵۲۵۷/۸۷۱ء میں یعقوب نے فارس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تو اس کی نوجہ ہٹانے کے لیے حلیفہ نے اسے بلخ، طعارستان اور سندھ کے علاقے جاگیر میں دے دیے۔ ۵۲۵۸/۸۷۱ء تک وہ رجع، بلخ، نامیان، ربیع داور، والشان، نگیں آباد، قندھار، غزنہ اور کابل فتح کر چکا تھا۔ ۵۲۵۹/۸۷۲ء میں اس نے آل طاہر کا حاتمہ کر کے حراسان کو بھی اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔ بقول ابن خلکان ۵۲۵۹/۸۷۲ سے ۵۲۶۳/۸۷۶ء تک اس نے تمام اطراف و اکناف (مثلاً ملتان، رجع، طینی، رابلستان، سندھ، مکران) کے بادشاہوں کو مطیع کر لیا۔ چونکہ حلیفہ نے اس کی حکومت تسلیم نہیں کی تھی اس لیے وہ حاکم فارس کو شکست دے کر حورستان کے راستے بغداد کی جانب بڑھا، لیکن شکست کھا کر حورستان کی طرف پسپا ہوا اور سترہ سال کی حکمرانی کے بعد ۱۴ ذوال ۵۲۶۵/

یعقوب بن محمد بن عمرو بن لیث کو مولیٰ سدلی کی سر پرستی میں آگے لا کر سامانی حکمراں کو گرفتار کر لیا گیا، لیکن سامانی دربار کی طرف سے جس میں اس علی مروی کو سستان بھیجا گیا اور دانش سد سامانی وزیر ابو منصور حیسابی نے ۵۳۰۳/۵۹۱۰ء میں رانستان اور رمیں داور نک کا علاقہ فتح کر لیا۔ بعد ازاں سامانی امراء نے رنج اور وادی ارضداد نک یہ ملک اپنے قصبے میں لے لیا اور ہندوان (طرابلس) کے باقی ماندہ ساسی حریفوں کو رانستان میں گرفتار کر لیا (۵۳۱۰/۵۹۲۲ء)۔ اب سستان کا نظم و نسق احمد بن قدام اور عرب بن عبداللہ کے ہاتھ میں آ گیا۔ ۵۳۱۱/۵۹۲۳ء میں یہاں کے باشندوں نے بھر سورش ہا کی اور ابو جعفر احمد بن احمد بن محمد بن حلب بن لٹ کی امارت کا اعلان کر دیا۔ ابو جعفر رنج اور ہرات کی حدود نک تمام ملک پر قابض ہو گیا تا آنکہ ۵۳۰۲/۵۹۱۳ء میں اسے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد ابو جعفر کے بیٹے حلب بنو (۵۳۰۳ء) اور امیر طاہر بنو علی (۵۳۰۴ تا ۵۳۰۹ء) کے درمیان دسمی پیدا ہو گئی، جو یعقوب بن لٹ کے دادا کے بھائی کی نسل سے تھا۔ ۵۳۰۹/۵۹۱۶ء میں طاہر قوت ہو گیا تو اس کا بیٹا امیر حسن (۵۳۰۹ تا ۵۳۲۳ء) امیر حلب بنو سے برسرِ پیکار رہا۔ ۵۳۲۳/۵۹۸۳ء میں امیر حلب نے امیر سککین، حاکم عربی، کی امداد حاصل کر کے حسن سے صلح کر لی اور حب حسن نے وفات پائی تو وہ بلا سرکب غیرے سستان کا حاکم ہو گیا۔ ۵۳۶۰/۵۹۹۹ء میں امیر حلب بنو نے ایک لاکھ دینار سالانہ حراج ادا کرنے کے اقرار پر سلطان محمود بن امیر سککین کی اطاعت قبول کر لی۔ ۵۳۹۳/۱۰۰۲ء میں سلطان محمود نے قلعہ طای سپہد میں اس کا محاصرہ کیا اور بعد ازاں اسے گورگان و حراساں کی طرف جلاوطن کر دیا۔

میں عمرو بن الخ میں اسمعیل بن احمد سامانی سے لڑتا ہوا گرفتار ہو گیا۔ اسے بعد ازاں بھیج دیا گیا، جہاں اس نے موت کی سرا پائی۔ بقول ابن حلیکان وہ بھی حسن سباسب اور تدبیر مملکت میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ اس الاثر کے مطابق اسے اپنے لشکر اور ملک کے حالات کا کما حقہ علم تھا۔ اس نے ایک ہزار رباط، ہانچ سو جامع مسجدیں، بہت سے ہل اور کئی سڑکیں تعمیر کرائیں۔ عمرو کے بعد صفاریوں کو روال آ گیا اور ہارا کے سامانوں نے حدود سستان نک شمالی افغانستان اور ہرات پر قبضہ کر لیا؛ اللہ سستان پر کچھ مدت تک صفاری حکمراں رہے۔ ۵۳۸۹/۵۹۰۱ء میں عمرو کا نواسہ طاہر بن محمد اور اس کا بھائی یعقوب سستان پر قابض ہو گئے اور لڑنے بھڑنے ۵۳۹۱/۵۹۰۳ء میں نسب اور رنج نک بڑھ گئے۔ ۵۳۹۶/۵۹۰۸ء میں اسی خاندان کے ایک فرد لٹ بن علی ابن لٹ نے عمرو بن لٹ کے علام سکری کی مدد سے طاہر اور یعقوب کو گرفتار کر کے بعد ازاں بھیج دیا اور خود سر تبادہ کے لقب سے سستان کا امیر بن گیا۔ نسب، کنش اور براہ نک اس کے نام کا خطہ پڑھا جانا تھا۔ ۵۳۹۸/۵۹۱۰ء میں سکری نے حلیہ المقتدر کی سہ پا لٹ کو گرفتار کر کے بعد ازاں وہ در دنا بنو اہل سستان نے علی (ابو علی محمد) بن علی بن لٹ الاول کے ہاتھ پر معیت کر لی۔ کابل، نسب اور عربہ نک اس کے نام کا خطہ پڑھا جائے لگا (۵۳۹۸/۵۹۱۰ء)، لیکن وہ اسی سال رنج کے مقام پر احمد بن اسمعیل سامانی کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ اسے سکری کے ساتھ بغداد بھیج دیا گیا اور سستان میں آل سامان کا خطہ پڑھا جائے لگا۔ ۵۳۹۹/۵۹۱۱ء میں سستان کے سامانی حکمراں اسحق کے خلاف بغاوت ہو گئی اور ایک دہ سالہ صفاری بچے ابو حفص عمرو بن

اس کا بیٹا ابو حفص ہمیشہ سلطان محمود کی خدمت میں حاصر رہتا تھا۔ یوں سیستان میں صفاریوں کی خود مختار حکومت کا حاتمہ ہو گیا، گو ۵۸۸۰ھ / ۱۱۸۰ء تک یہاں صفاری امراء عربیوں، غوریوں اور مغلوں کی سلطنت کے ماتحت حکومت کرتے رہے (دیکھئے مادۂ صفاریہ)۔

صفاری مصلحت، مجلس بسند اور علم دوست تھے۔ وہ افغانستان کے پہلے مسلمان بادشاہ تھے جنہوں نے سلطنت کو دینی اور سیاسی وحدت کا رنگ دیا۔ ان کے عہد میں فارسی کو درباری اور ادبی زبان کا مقام ملا۔ اسی زمانے میں مشرقی افغانستان کے بعض علاقوں نے (مثلاً کابل سے گرددر تک) بدھ اور ہندو حکمرانوں کے اقتدار سے نجات حاصل کی (بیر دیکھئے مادہ ھامے صفاریہ و ایران)۔

عہد سامانیان (۲۷۹ تا ۵۳۸ھ / ۸۹۲ تا ۹۹۹ء)۔

اس حادثہ کا بانی سامان حداثہ، جو بہرام چوہدری کی نسل سے تھا، مرو میں ماموں کے ہاتھ پر مسلمان ہوا (۵۱۹۷ھ / ۸۱۲ء) اور اس کے بیٹے (اسد) اور بیویوں (نوح، احمد، یحییٰ اور الناس) کو سلطنت عباسیہ میں دہ دار عہدوں پر فائز کیا گیا۔ ۵۲۶۱ھ / ۸۷۷ء میں حلیفہ معتمد نے نصر بن احمد بن سامان کو ماوراءالنہر کا امیر مقرر کیا، جس نے بخارا کی حکومت اپنے بھائی اسمعیل بن احمد کے سپرد کر دی۔ ۵۷۲۵ھ / ۸۸۸ء میں ان دونوں بھائیوں کے درمیان شدید جنگ ہوئی، نصر نے سکسٹ کھائی اور اسے سرمہ کی طرف بھج دیا گیا، جہاں ۵۷۷۹ھ / ۸۹۲ء میں وہ اس دنیا سے حل ہوا۔ ماوراءالنہر اور خراسان اسمعیل کے قبضے میں آ گیا اور حلیفہ نے بھی رسمی طور پر اسے وہاں کا حکمران تسلیم کر لیا۔ یہی آل سامان کے سلسلے کا اصل بانی ہے۔ اس نے ۵۷۸۷ھ / ۹۰۰ء میں طحارستان سے مرو اور ہرات تک ایران کا شمالی علاقہ، ماوراءالنہر اور مغربی

افغانستان کا علاقہ اپنی سلطنت میں شامل کر لیا اور ۵۷۹۵ھ / ۹۰۷ء میں راہی ملک عدم ہو گیا۔ اس کا حاشیہ اس کا بیٹا احمد ہوا، جس کے عہد میں حسین بن علی مروزی نے اس کی طرف سے نسب اور رنج تک کے علاقے پر قابض صفاری حکمرانوں معطل اور بوعلی کا حاتمہ کیا۔ ۵۷۰۱ھ / ۹۱۳ء میں احمد اپنے غلاموں کے ہاتھوں قتل ہوا اور اس کا بیٹا، سالہ بن نصر ثانی بن احمد نجیب پر بیٹھا۔ اس کے دور کا قابل ذکر واقعہ منصور بن اسحق سامانی اور حسین بن علی مروزی کی بغاوت ہے۔ ۵۷۰۶ھ / ۹۱۸ء میں منصور فوت ہو گیا اور حسین نے اطاعت قبول کر لی۔ اس زمانے میں سیستان کبھی مقامی حکمرانوں کے قبضے میں رہا اور کبھی سامانی امراء کے۔ ۵۷۳۱ھ / ۹۴۲ء میں نصر نے وفات پائی اور اس کا بیٹا نوح اول نجیب بن ہوا۔ اس کے عہد میں شمالی افغانستان اور خراسان کے حکمران بوعلی جعانی بن محتاج نے بغاوت کی۔ نوح نے اسے سکسٹ دی، لیکن ۵۷۴۱ھ / ۹۵۲ء میں اسے پھر خراسان کا امیر مقرر کر دیا۔ ۵۷۴۳ھ / ۹۵۴ء میں نوح کی وفات پر اس کے بیٹے عبدالملک کو سلطنت ملی۔ ۵۷۴۵ھ / ۹۵۶ء میں ابوالحسن سمجور خراسان کا سپہ سالار مقرر ہوا، پھر اس کی جگہ ۵۷۴۹ھ / ۹۶۰ء میں ابو منصور عبدالرزاق اور اس کے بعد حاجب الحجاب الہیگیں نے لی۔ ۵۷۵۰ھ / ۹۶۰ء میں عبدالملک نے انتقال کیا اور اس کا بھائی منصور بن نوح اول اس کا حاشیہ فرار پایا۔ اس نے ابو منصور عبدالرزاق کو خراسان کی حکمرانی اور الہیگیں کی مدافعت پر مقرر کیا۔ الہیگیں ۵۷۵۰ء میں شاپور سے پسپا ہو گیا اور عربہ پہنچ کر عربی سلطنت کی سیاد رکھی۔ ۵۷۵۳ھ / ۹۶۴ء میں سرہنگ ابو علی محمد بن عباس نے ہرات کے قلعہ بولک میں بغاوت برپا کی، جسے ابو الحسن سیمجور کی طرف سے



عبدالملک دوم کو پہلے قید، پھر قتل کر دیا۔ سامانیوں کا آخری حکمران ابو ابراہیم مستمر بن نوح دوم تھا۔ وہ محمود کے بھائی نصر اور ایلک خاں کے خلاف بہادری سے لڑتا رہا اور آخر کار مارا گیا (۵۳۹۵ / ۱۱۰۰ء)۔ اس طرح سامانی حکومت کا خاتمہ ہوا (مرید مصلاب کے لیے دیکھیے مادہ ہائے ایران؛ سامانیہ؛ عبدالملک؛ منصور؛ نصر؛ نوح وغیرہ)۔

اس عہد کے مشاہیر میں سے دو وزیر بہت مشہور ہیں: محمد بن احمد جیہانی، جس نے حمراہی کی ایک کتاب مرتب کی، لیکن وہ اب مفقود ہو چکی ہے اور محمد بن محمد بلعی، جس نے تاریخ طبری کا ترجمہ فارسی میں کیا۔ قدیم فارسی شعراء میں سے رودکی، ابونکور بلعی اور ذہبی اور پشتو شعراء میں سے ابومحمد ہاشم (م ۸۹۷ء) قابل ذکر ہیں۔ سامانیوں کے دور میں فارسی ادب اور زبان کے ساتھ ساتھ دین اسلام اور تمدن اسلام کا بل تک پھیل گیا، التہ افغانستان کے مشرقی سرحدی علاقوں (مثلاً سگرہار، لیمان، حوس، سگل وغیرہ) میں قدیم زبانیں، مذاہب اور تمدن باقی رہے۔

عہدِ دودمانِ پشتوں (حدود ۸۳۰ء): تیسری صدی ہجری میں کوہ سلیمان اور اس کے نواحی علاقے پر ایک پٹھان خاندان حکومت کرتا تھا۔ اس خاندان میں یں بھائی تھے: غرغش، پٹی اور سزنی۔ وہ عبدالرشید قیس نامی پٹھان کے بیٹے تھے۔ اگرچہ ان کے بارے میں بہت سے مقامی افسانے پشتو میں رائج ہیں، لیکن قدیم تذکرہ نگاروں، مثلاً سلیمان ماسکو: تذکرہ الاولیاء (حدود ۸۶۱۲ / ۱۲۱۵ء)؛ ابو الفیصل غلامی: آئین اکبری (۸۱۰۰۶ / ۱۵۹۷ء)؛ احوند درویرہ (م ۸۱۰۳۸ / ۱۶۳۸ء): تذکرہ الارار اور محزون اسلام، نعمت اللہ ہروی: محزون اعاب (۸۱۰۱۸ / ۱۶۰۹ء) اور

ابوجعفر نے فرو کر کے تولک کے علاوہ غور کے بھی بعض قلعے فتح کر لیے۔ منصور کو سیستان کے حاکم حلف بن احمد کے خلاف سات سال تک برسرِ پیکار رہنا پڑا۔ بالآخر ان میں صلح ہو گئی، لیکن بقول ابن الاثیر یہ واقعات سامانی سلطنت کے ضعف کا باعث ہوئے۔ ۵۳۶۶ء میں منصور نے وفات پائی اور اس کی جگہ اس کے بیٹے نوح دوم نے لی۔ اس کے عہد میں حراسان پر ابو الحسن سیمجور نا دم مرگ (۵۳۷۸ / ۹۸۸ء) حکومت کرنا رہا۔ ادھر عربہ میں الہنگین کی وفات سے کچھ عرصے بعد حکومت اس کے داماد سبکتگین کے ہاتھ آئی۔ ابو الحسن کی وفات کے بعد اس کے بیٹے ابو علی نے بلخ کے حکمران فائق خاصہ کے ساتھ مل کر سرکشی اختیار کی۔ نوح دوم نے سبکتگین سے اعانت طلب کی۔ سبکتگین اپنے بیٹے محمود کے ساتھ پہنچا اور ہرات کے قریب ۵۳۸۳ / ۹۹۴ء میں ابو علی اور فائق کو شکست دے کر انہیں دیلمیوں کے علاقے میں بھگا دیا۔ نوح نے سبکتگین کو ناصر الدین کا لقب دے کر عربہ، کابل اور بلخ تک حراسان کا اور محمود کو سیف الدولہ کا لقب دے کر نیشاپور کا حاکم مقرر کیا۔ امیر نوح اور سبکتگین دونوں کا ۵۳۸۷ / ۹۹۷ء میں انتقال ہوا۔ نوح دوم کا نائب بیٹا منصور دوم تخت پر بیٹھا، لیکن آل سامان کا شیرازہ بکھر گیا۔ ایلک خاں نے بخارا پر قبضہ کر لیا، فائق اور نکتوروں نے منصور دوم کو اندھا کر کے (۵۳۸۹ / ۹۹۸ء) اس کے بھائی عبدالملک دوم کو تخت پر بٹھایا۔ منصور کا بدلہ لے کے لیے محمود نے چڑھائی کر دی۔ آخر ان شرطوں پر صلح ہوئی کہ ہرات اور بلخ (یعنی کابل تک موجودہ افغانستان کا علاقہ) محمود کے قبضے میں رہیں اور نیشاپور و مرو و نکتوروں و فائق کے حوالے ہوں۔ ۵۳۸۹ء میں محمود کے واپس ہونے ہی ایلک خاں نے بخارا پر قبضہ کر کے

شیخ امام الدین حلیل (م. ۱۰۶۰ھ): تاریخ افغانی سے پتا چلتا ہے کہ یہ بیسویں بھائی ۵۲۰۰ سے ۵۲۰۰ تک افغانستان میں کوہ غور سے کوہ سلیمان تک حکومت کرتے تھے۔ فائلی رسوخ کے علاوہ روحانی اعتبار سے بھی ان کا بڑا اثر تھا۔ سیح ہشی کی بعض ہستو مباحث مقول و موحود ہیں۔ کوہ سلیمان سے آگے کوہ غورڈان تک فلاب علرئی ہر برسوں بن سڑن کا فصدہ تھا۔ وہ ۱۱۱۱ھ/ ۱۰۲۰ء میں کوہ سلیمان کے حوسی داس سرعہ میں فوت ہوا۔ اسمعیل بن ہشی کو کوہ سلیمان میں روحانی اثر و رسوخ کے علاوہ حکومت حاصل بھی۔ اس کا علاقہ کوہ سلیمان کے شمال مغرب (وارہ حواہ) میں عربی تک پھیلا ہوا تھا۔ ان دونوں کے اشعار بھی قدیم ہسو مس مہول ہیں۔ حرشوں کے بن بنٹے کشد، رند اور کسی افغان اقوام کے مسہور اسلاف میں ہیں (دیکھئے علم الانساب و براد ساسی افغانستان)۔

عہد فریعوساں (۲۵۰ تا ۳۱۰ھ): یہ خاندان قبل اسلام کے ناساعوں (گورگناناں حدادہ) کی نسل سے تھا، سامانوں اور عربویوں کے عہد میں گورگناناں پر حکم راں رہا۔ اس کے ناساہ صلح دوس اور علم پرور تھے، سامانیوں اور عربویوں دونوں کے ساتھ ان کے دوستانہ مراسم تھے۔ ان کی سلطنت شمال کی طرف دریائے آمو اور جنوب کی طرف عربستان، غور (جہاں کا حکم راں عرساہ فریعوساں گورگناناں کے ماتحت تھا) اور طالقان میں ہلمند کے گرد و نواح تک بھی۔ خود گورگناناں کا اطلاق موحودہ سرپل کے گرد و نواح پر ہوتا تھا۔ بقول العتبی اس سلسلہ خاندان کا سردار فریعوں تیسری صدی ہجری میں رباط افریعوں کی حدود میں رہتا تھا، حوالہ مقدسی کی رو سے اندھود (موحودہ اندھوی) اور کرکی سے ایک دن کی مسافت پر واقع بھی۔ اس خاندان میں

فریعوں کا بیٹا احمد پہلا شخص ہے جس کا ذکر ہمیں تاریخ اسلام میں ملتا ہے۔ بقول ہرشعی ۵۲۸۷ھ/ ۱۰۰۰ء میں، حب امیر اسمعیل سامانی بلخ میں عمرو لب صفاری سے بر سر پیکار تھا بو عمرو نے احمد فریعوی کو بلخ کا حاکم مقرر کیا۔ قابوس نامہ سے پتا چلتا ہے کہ وہ بہت سے گلوں کا مالک تھا۔ الاضطحری سے زمین داور سے رباط کروان (ہری رود بالائی کے قریب) تک کی سرزمین ان فریعوں کے علاقے میں شمار کی ہے۔ اس خاندان کے ایک اور حکم راں ابوالحارث محمد بن احمد کا ذکر فارسی زبان کے قدیم حفرامے حدود العالم میں ملتا ہے۔ یہ کتاب ۵۳۷۲ھ/ ۱۱۲۲ء میں اسی علم دوس حکم راں کی ندر کی گئی بھی۔ اس کے عہد میں یہ خاندان ابے عروح پر تھا۔ الاضطحری نے ۵۳۳۰ھ/ ۱۱۱۰ء کے لگ بھگ اس کے کاتب حعفر بن سہل کا ذکر کیا ہے۔ نارٹولڈ کے قول کے مطابق اس نے ۵۳۶۵ھ/ ۱۱۲۵ء میں اپنی ایک بیٹی کی شادی حواں سامانی ناساہ نوح بن منصور کے ساتھ کر دی۔ ۵۳۸۰ھ/ ۱۱۲۰ء میں اس نے نوح بن منصور کی مدد کرے ہوئے امر فائق خاصہ سے جنگ کی، لیکن شکست کھائی۔ اس الاثر نے لکھا ہے کہ ۵۳۸۳ھ/ ۱۱۲۳ء میں نوح حراساں سے گورگناناں کی طرف آیا اور ابوالحارث اس سے حاملا۔ حب سکتگیں نے ۵۳۸۵ھ/ ۱۱۲۵ء میں فائق پر چڑھائی کی تو ابوالحارث اول الذکر کی مدد کے لیے ہرات آیا۔ اسی زمانے میں العسی کے قول کے مطابق اس نے اپنی دوسری بیٹی کی شادی محمود سے کی اور سکتگیں کی ایک بیٹی کا نکاح اپنے بیٹے ابوالنصر احمد بن محمد کے ساتھ کر دیا۔ ۵۳۸۶ھ/ ۱۱۲۶ء میں حب سکتگیں اس جہاں سے رخصت ہوا تو ابوالحارث نے محمود اور اس کے بھائی اسمعیل کے درمیان صلح کرادی اور خود محمود کے ساتھ عربہ چلا گیا۔

شمالی و مغربی افغانستان کے ان بادشاہوں نے علوم پروری اور عدل و انصاف میں بڑی شہرت پائی۔ ان کے درباری علماء میں ہدیہ الزمان ہمدانی اور ابو الفتح نستی، صاحب مفاہیح العلوم، کے علاوہ حدود العالم کا گم نام مؤلف قابل ذکر ہے۔

عہد لودیائی ملتان (۳۷۰ تا ۵۴۰) : غرنہ پر سکتگیں کا اقتدار قائم ہو جانے کے بعد (۵۳۶/۵۳۶) طہارستان و بلخ سے گورگانان نک اور ہرات، سیستان، بسب اور کابل سے گردیز تک افغانستان کا سارا علاقہ سرہ سے ملحق ہو گیا (۵۳۶۸/۵۴۷۸)۔ ان دنوں لاہور سے حیر تک راہہ جے پال حکومت کرتا تھا اور مشرقی افغانستان کے بعض حصے ماورائے سندھ اور ملتان تک ملتان کے مشہور حاندان لودیاں سے متعلق تھے۔ جب جے پال نے دوسری نارسکتگیں سے شکست کھائی (۵۳۸۱/۵۴۹۱) تو سح حمید لودی، حاکم ملتان، نے سکتگیں کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا (۵۳۸۲/۵۴۹۲)۔ اس کا حاشیہ اس کا ہتھکا شیخ رسی ہوا، جو اخبار اللودی میں احمد لودی کی روایت کے مطابق پشتو کا ساعر تھا اور حمید لودی کے عہد میں کہسار افغاناں (کوہ سلیمان) میں نلیم کیا کرنا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دریائے سندھ اور عربہ کے درمیان علاقوں کے بعض افعانوں نے اس زمانے تک اسلام قبول نہیں کیا تھا؛ چنانچہ الاضطخری غور کو ایسا دارالکفر قرار دیتا ہے جہاں مسلمان بھی نستیے ہیں۔ ۵۳۷۲/۵۴۸۲ میں حدود العالم کا مصنف قندھار شہر (کابل سندھ) کو برہمنوں اور بتوں کی جگہ، نعمان کو بت خانوں کا مرکز اور نیہار کو بت پرستوں کا مقام خیال کرتا ہے۔ اس وقت سب، رنج اور رنج اسلامی شہر تھے اور کابل شہر کی نصف آبادی مسلمانوں کی اور نصف ہندوؤں

۵۳۹۸/۵۴۹۸ میں محمود نے اسمعیل کی گرفتاری سے بھی انوالحارث کے سپرد کیا تھا۔ اوراق میں اس کے متعلق یہ آخری ذکر ملتا ہے۔

العتیٰ نے ۵۳۹۴/۵۴۰۳ میں ایک شخص فریعون بن محمد کا ذکر کیا ہے، جسے محمود نے آخری سامانی شہزادے مستمر کے تعاقب میں بلخ سے اندھود اور مرو رود کی حدود تک بھیجا تھا، لیکن اس کے متعلق کوئی تحقیق نہیں ہو سکی۔

العتیٰ اور گردیزی کے مطابق اس حاندان کا ایک اور فرد ابونصر احمد بن محمد ابوالحارث معروف بہ والی گورگانان، قراخانیوں اور محمود کے بھائی کے درمیان حکم پل چرخان (۵۳۹۸/۵۴۰۷) میں محمود کے قلب لشکر کا فائدہ تھا اور بھیم نگر کی لڑائی (۵۳۹۹/۵۴۰۸) میں بھی محمود کے ہم رکاب تھا۔ اس سے ۵۴۱۰/۵۴۱۹ میں وفات پائی۔ السہمی نے اسی سال کے واقعات کے ذیل میں لکھا ہے کہ محمود غوری کی مہمات سرگنا اور اس کے شہزادے۔ مسعود اور محمد۔ امیر افریغون گوزکاناں کے بیٹے جس کے ساتھ رہیں داور میں رہے۔ یہی جس، جو سکتگیں کا نواسہ تھا، گورگانان کے بعد کا وارث ہوا۔ العتیٰ اور عوفی کا مان ہے کہ سلطان محمود نے امیر ابونصر کی بیٹی کا نکاح اپنے بیٹے محمد کے ساتھ کر دیا تھا اور گورگانان کا علاقہ ابونصر کو واپس کر کے وہاں کے نظم و نسق کے لیے اس کے ساتھ ابونصر محمد جس بن مہران کو مقرر کیا تھا۔ گویا یہ خطہ ۵۴۰۸/۵۴۱۷ میں غزنویوں کے زیر اقتدار آ گیا تھا۔ ناصر خسرو کے اس شعر میں اسی طرف اشارہ ہے :

کجاست آنکہ فریغویان ر ہست او  
ز دست خویش ندادند گورگانان را

۸۵۵ء میں سلطان بہلول لودی کے زیر قیادت اپنی حکومت ہندوستان میں قائم کی، جو ایک سو برس تک (۸۹۳۲/۱۵۲۵ء) جاری رہی، لیکن افغانستان کی تاریخ سے اس کے حانداں کا براہِ راست کوئی تعلق نہیں۔ (عبدالحمید حسنی [تلخیص: سید امجد الطاف]) اسلامی دور: افغانوں کی قومی مملکت کے قیام تک جس علاقوں سے افغانستان کی شکل ہوئی وہ اسلامی تاریخ کے ابتدائی ہزار سالہ دور میں مختلف صوبوں میں مقسم تھے۔ اگرچہ یہ صوبے اکثر ایک سے اقلاب کا حصہ مشرقی تھے رہے، تاہم وہ کسی بھی وقت باہم مل کر ایک جداگانہ وحدت نہ بنے اور نہ افغانوں نے میر و س، بلکہ احمد شاہ درانی کے وقت تک اپنی کوئی سلطنت قائم کی۔ پشتر کی تاریخ افغانستان کے متعلق . . . مرید بمصلاط کے لیے دیکھے مختلف صوبوں پر مقالات، مثلاً خراسان، سجستان، رابلستان، ربین داور، طعارساں، کابلستان، سر مختلف حانداؤں کے متعلق مقالات، جو ان افطاع پر حکم راں رہے اور وہ مقالات جو اہم۔ ہروں، مثلاً بلخ، غزنہ، ہرات، کابل وغیرہ پر لکھے گئے ہیں۔

اسلامی فتوحات کے وقت اس ملک کے جو صوبے ساسانیوں کی سلطنت میں شامل تھے جلد ہی سر ہو گئے۔ اسلامی حملوں کی ایک روسخسان میں سے ہو کر گری، لیکن اس مرکز سے کابل کو فتح کرنے کے لیے جو کوششیں ابتدائی صدیوں میں ہوتی رہیں وہ حانداں صفاریہ [رکھ ناں] کے برسرِ عروج آنے کے وقت تک مستقل نتیجہ حیر ثابت نہ ہوئیں۔ ولایت، کابل نے دوسرے مشرقی صوبوں کی نہ سب اسلام [کی یلغار] کا مقابلہ زیادہ دیر تک کیا اور صرف غریبوں کے عہد میں جا کر فتوحات کا یہ عمل پایہ تکمیل کو پہنچا۔

[عزنیہ (۸۳۵۱/۹۶۲ء تا ۵۸۳۳/۱۱۸۶ء):

کی تھی۔ شیخ رسی کے بعد ملتان کی حکومت نصر بن حمید کے ہاتھ میں آئی (۸۹۹/۵۹۰ء)۔ جب سلطان محمود نے ملتان پر پہلا حملہ کیا (۸۹۹/۵۹۰ء) تو وہاں کا حاکم ابو الفتح داؤد بن نصر (۸۹۵ تا ۸۹۰ء) تھا۔ اس پر سلطان نے دیں اور اسماعیلی ملحد ہونے کا الزام عائد کیا، لیکن پشتو ملحد، مثلاً پٹہ حرانہ اور خود اس کے ایک پشتو شعر سے ظاہر ہوا ہے کہ وہ نے دیں اور ملحد نہ تھا۔ محمود کے حملے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ایک سال قبل (۸۹۵/۵۹۰ء) جب اس نے ہائیک حکم راں ناحی راؤ پر حملہ کیا تھا تو داؤد نے نے اعتنائی برنی تھی۔ بہر حال سات روز کے محاصرے کے بعد داؤد لودی نے ناواں جنگ اور سالانہ خراج ادا کرنے کے وعدے پر صلح کر لی۔ ۸۹۰/۵۹۰ء میں محمود پھر ملتان پر حملہ آور ہوا اور داؤد کو قلعہ غورک میں قید کر دیا، جہاں وہ دیا سے رخصت ہو گیا۔ اگرچہ اس سے لودیوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا لیکن وہ ملتان میں دستور موحود رہے؛ چنانچہ صحر مدبر کے قول کے مطابق سلطان مسعود کی وفات (۸۹۲/۵۹۲ء) کے بعد داؤد کے بیٹے شیخ (۹) نے معاون کر دی۔ جب سلطان مودود کا بھیجا ہوا لشکر واپس کے قلعے میں پہنچا تو شیعہ منصورہ کی طرف چلا گیا اور ملتان پر عربوی لشکر کا قبضہ ہو گیا۔ تاریخ میں لودیوں ملتان کا آخری ذکر اسی قدر ملتا ہے۔

یہ حانداں ہندوستان میں افغانی اور اسلامی تہذیب و تمدن کا پہلا نالی ہے۔ اس کے دوسرے، شیخ رسی اور نصر بن حمید، پشتو کے شاعر تھے۔ ان کے اسماء مع سوانح کے لیے دیکھیے پٹہ حرانہ و تذکرہ شعرائے پشتو (بحوالہ احمد بن سعید اللودی، ۵۹۸۶/۱۲۸۷ء کتاب اللودی فی احبار اللودی)۔ فرشتہ نے انہیں افغان بتایا ہے۔ لودیوں نے دوبارہ

[آرک ناں] کا نامی تھا اور عربہ (عربی، عربی) اس کا دارالحکومت تھا۔

[امیر سکتگیں ایک داسمہ اور بہادر شخص تھا۔ تاریخ گزیدہ کے نام کے مطابق اس نے رائل کے رئیس کی بیٹی سے سادی کی۔ اس طرح وہ افغانوں کا داماد بن گیا اور تمام افغان اس کے لشکر میں شامل ہوئے لگے۔ اس نے نسب، فصدار (موجودہ سردار۔ قلات کے حبوب میں)، زمین داور، نامیاں، طحارستان، سور، رابلستان اور کابل کو، حو قرائتگیں کے کماستوں کے قصبے میں بھی، فتح کر کے پروان (سمالی کابل) میں اس کا سگہ جاری کیا۔ اس نے لعلان میں، جہاں بڑے مستحکم قلعے اور بے کدے تھے، ویسٹ کے برہمن فرمان روا حے پال کے ایک لاکھ کے لشکر کو شکست دے کر پساور تک کے علاقے پر قبضہ کر لیا اور وہاں دین اسلام کی تبلیغ کی (۵۳۸۱/۶۹۹۱ء)۔ ان لڑائیوں میں کثیر مالی سمب ملے سے سکتگیں کی قوت بہت مستحکم ہو گئی اور بقول ابن الأثیر اس کے بعد افغان اور حلیجی اس کے دائرہ اطاعت میں آ گئے۔ اس کے عہد کا دوسرا اہم واقعہ جنگ ہراب (۵۳۸۸/۶۹۹۸ء) ہے، جس میں فتح پا کر اس نے سامانی ناساھوں کے دسموں کے پاؤں اکھاڑ دیے۔ اکیس برس حکومت کرنے کے بعد ۵۳۸۷/۶۹۹۷ء میں سکتگیں نے مدرسی کے مقام پر وفات پائی اور عربہ میں دفن ہوا۔ اس وقت وہ دریائے آمو سے فصدار تک اور دریائے سندھ سے سشاپور اور سیستان تک اپنی سلطنت کی شکل کر چکا تھا اور وہاں کے مقامی حکمراں خاندانوں، مثلاً سیستان میں صفاریوں کے حاشی، گورگان میں فریموی امراء اور ملتان میں لودی ناساھوں نے اس کی سیادت تسلیم کر لی تھی۔ سکتگیں کے چھ بیٹوں میں سے اسمعیل عربہ پہنچ کر اس کا حاشی ہو گیا۔ چونکہ اسے کوئی

بھائی نہیں تھا اس کی وفات کے بعد حراساں کے بیٹے سالار امیر صاحب الہتگیں نے اس کے حاشی منصور بن بوج کے خلاف بغاوت کر دی (۵۳۵۰/۶۹۶۱ء) اور ۵۳۵۱ء میں [سپر عربہ وہاں کے حکمراں (ابوعلی ابوب یا امیر ابوبکر لاویک) سے چھٹی لیا۔ [لاویک غالباً کابل کے امراء کو شایو بقتلی میں سے تھا۔ خود الہتگیں اور اس کے جاشین، جس کے ناموں کے آخر میں لفظ نکین آتا ہے، برکی۔ افغانی معلوط اسٹیل بادشاہوں کی اولاد تھے، جو چینی سیاح وو کوک Wou Kong کے نام کے مطابق ۷۶۰ء میں افغانستان کے مشرقی حصوں پر سرحدوں کے حبوب میں حکومت کرنے تھے، چنانچہ سلطان محمود کے احلاف کے عہد تک موجودہ مہاراجے شمال مغرب میں ان کی یادگار ایک سپر نکین آباد نامی تھا۔ عربہ کے بعد الہتگیں نے [رابلستان کا ملک سر کیا اور اس جنگ اپنی آزاد ریاست قائم کر لی، جو پہلے اس کے بیٹے اسحق (۳۵۲ تا ۳۵۵ء) کو وراثہ ملی، بعد ازاں اس کے ایک علام [اور رضی] بلکانگیں [نا ملکائیں] کے قصبے میں آئی۔ [بلکانگیں بڑا مقامی، جنگ جو اور انصاف پسند تھا۔ اس نے دس سال تک حکومت کی، ۵۳۵۹/۶۹۶۹ء میں اپنے نام کا سگہ جاری لیا اور محاصرہ گردیر کے دوران ۵۳۶۵/۶۹۷۵ء میں قوت ہوا۔ اس کے بعد الہتگیں کے رشا میں سے ایک مفید شخص امیر بیری نکین عربہ پر قابض ہو گیا (۵۳۶۵ء)۔ لوگوں نے ناحوش ہو کر امیر لاویک کو بلا بھجا، جس نے کابلشاہ کے بیٹے کی مدد سے چرخ (لوگر۔ جنوبی کابل) پر حملہ کر دیا، لیکن الہتگیں کے داماد امیر سکتگیں سے شکست کھائی اور وہ دس ماہیوں پر قبضہ کر کے انہیں عربہ لے آیا، جہاں لوگوں نے اسے امیر بنا لیا (۲۷ شعبان ۵۳۶۶/۲۱ اپریل ۶۹۷۶ء)۔ [یہی سکتگیں خاندان عربیہ

ہیں اور قریب قریب کوئی رسم الخط میں ہیں، اس کی وفات کے فوراً بعد لکھے گئے تھے، ان میں اس کا نام ”الامیر الاحل السید نظام الدین ابی القاسم محمود بن سکین“ مندرج ہے اور یہی سب سے قدیم اور مسند ثبوت ہے۔

[ہندوستان پر محمود کے چھوٹے بڑے متعدد حملوں اور وسط ایسا میں اس کی سلطنت کی تشکیل کے بارے میں تفصیلات کے لیے دیکھئے مادہ ۱۷۱ عربیہ و محمود عزیزی.]

ابھی عمر کے آخری ایام میں محمود ایک وسیع مملکت پر حکومت کر رہے تھے، جس میں جانبِ عرب حراساں، حال کا حصہ اور طبرستان اور مشرق کی طرف پورا پنجاب شامل تھا؛ شمال کی جانب اس کا امداد دربارے جنہوں کے آگے پہنچ چکا تھا، لیکن اس سلطنت کا مرکزی حصہ وہ سارا ملک تھا جو اب افغانستان کہلاتا ہے [اس طرح اس نے اصفہان، عراق، ہمدان اور طبرستان سے مشرق میں گنگا کے کنارے تک، شمال میں امو نیک اور جنوب میں سواحلی بلوچستان اور کاتھواواں تک کا علاقہ مطیع کر لیا تھا۔ وہ بہت لائق، بہادر، سخی اور امورِ سلطنت سے کما حقہ آگاہ ناسا تھا۔ ہولِ العتبی اس کے ترک، افغان، تاجک، ہمد اور حلجی (=علجی، برکی اور افغانی مخلوط النسل لوگ، جو ہولِ الاضطحری و ناقوت حراساں اور سسساں، سرکانل تک کے علاقے میں آباد تھے) عناصر سے مرکب لشکر کی تشکیل کی، افغان قبائل کو کوشسار عور، کوہ سلیمان اور کوہِ سفید (سپیں عر) وغیرہ میں مطیع کر کے مشرق نہ اسلام کیا اور بقول الدہلی و ابن الاثیر معتزلہ، ناطقہ، حمہ، مسہہ اور روافض وغیرہ فرقوں کو عرب ناک سرانیں دے کر کچل ڈالا۔ اس کا دربار ہمیشہ بڑے بڑے شعراء (مثلاً فردوسی، فرخی

تحریر نہ تھا اس لیے محالین نے سرکشی اختیار کی اور اس کے بڑے بھائی محمود نے، جو بشارپور میں حراساں کا حاکم تھا، اس پر چڑھائی کر دی۔ غریب کے دربارے پر دونوں بھائیوں کا مقابلہ ہوا۔ بازی محمود کے ہاتھ رہی۔ اسمعیل صرف سات ماہ حکومت کر سکا اور اس سکست کے بعد مدحانہ ہی میں چل سا۔ اسی سال (۵۳۸۷) محمود نے شمالی افغانستان بھی فتح کر لیا اور بلخ میں سریر آرائے سلطنت ہوا۔ اس سے فارغ ہو کر محمود عبدالملک بن یوح سامانی سے جنگ ارمائی کے لیے مرو کی طرف بڑھا، لیکن بالآخر سامانی حکمران نے طعنارساں سے بلخ اور ہرات تک حراساں کی حکومت محمود کو سرحد کر کے صلح کر لی (۵۳۸۸/۶۹۹۸ء)۔ اس سے کچھ ہی عرصے بعد عباسی حاتمہ القادر باللہ نے اسے ”یمین الدولہ امیر الملہ ولی امیر المؤمنین“ کا خطاب عطا کر کے حراساں اور غریب کا فرمان روا تسلیم کر لیا (دوالعہدہ ۵۳۸۹/اکتوبر ۶۹۹۹ء)۔ اس خطاب کے علاوہ محمود کو نظام الدین، ملک الممالک اور ملک الملوک کے القاب سے بھی نوازا گیا ہے۔ فردوسی اسے ”ساہ“ لکھتا ہے۔ العتبی اسے کبھی کبھی ”سلطان“ اور دوسرے عربی مؤرخین، مثلاً السہمی اور گردیزی، اسے ”امیر“ کہتے ہیں۔ نظام الملک (ساس نامہ)، ابن الاثیر (الکامل) اور مسہاح سراج (طبقات ناصر) نے لکھا ہے کہ سلطان کا لقب پہلی بار محمود نے احساں کیا تھا اور محمل الواریح والقصص (مطبوعہ بہران) کے مؤلف کا قول ہے کہ اس نے یہ لقب امیر حلب صفاری کی تقلید میں اختیار کیا تھا، تاہم اس کے اور اس کی اولاد کے سکون پر یہ لقب نظر نہیں آتا؛ پہلی بار یہ ابراہیم عربی (۴۰۱ - ۴۹۲ھ) کے سکے پر کندہ کیا گیا تھا۔ محمود کے کتب مرار میں سے جو باقی رہ گئے

لے کر ہندوستان کا رخ کیا، لیکن ابھی وہ (ٹیکسلا اور راولپنڈی کے درمیان) مارگلہ تک پہنچا تھا کہ سپاہ نے بغاوت کر کے محمد کو نادرشاہ ہا دیا اور مسعود کو قلعہ گیری میں قید کر کے طاہر بن محمد کے دربارے ہلاک کرا ڈالا (۱۱ حمادی الاولیٰ ۵۳۲ھ / ۱۷ موری ۱۷۰۱ء)۔ اس کے مفصل حالات کے لیے دیکھیے مادہ مسعود۔

غربہ میں امیر مودود ناپ کا حاشیہ ہوا اور لشکر لے کر ہندوستان کی طرف چلا۔ نگرہار میں نہ مقام دیپور اپنے چچا محمد کی فوج کو شکست فاش دی اور اسے ہیر اس کے بیٹے طاہر کو گرفتار کر کے قتل کر دیا (۵۳۲ھ / ۱۷۰۱ء)۔ مودود نے سلجوقوں سے دوستانہ مراسم قائم کرنے کی کوشش کی، حتیٰ کہ چہری بیگ کی بیٹی سے شادی بھی کر لی، لیکن اس کے باوجود وہ ان کے شر سے محفوظ نہ رہ سکا (دیکھیے مادہ عربیہ)۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ہندوؤں کے دل حشرے کی بھی خاصی کوشش کی، چنانچہ اس کے سگنوں پر شو کے نیل کی تصویر اور ”سری سمہ دیوہ“ کی عبارت دیکھیے میں آتی ہے۔ یہ نفس اوہڈ کے نادرشاہوں کے سگنوں سے ماحود ہیں۔ مودود نو سال حکومت کرنے کے بعد ۵۳۱ھ / ۱۷۰۰ء میں فوت ہوا۔ عربیوں کی سلطنت دو ماہ تک مسعود دوم، اس مودود اور اس کے چچا علی بن مسعود کے نام پر قائم رہی۔ پھر عبدالرسید بن سلطان محمود ان پر علیہ ہا کر مالک تخت بن گیا (۵۳۱ھ)۔ اس کے عہد میں حراسان کا حاکم داؤد سیستان کے راستے سب اور رمیں داؤد اور اس کا بیٹا آلپ ارسلان طہارستان کی طرف سے عربہ تک آ پہنچا۔ عبدالرسید کے سپہ سالار طہرل نے، جو سلطان محمود کا غلام تھا، درہ حمار (موحدہ پل حمیری) میں آلپ ارسلان کو، دست میں داؤد کو اور سیستان میں داؤد کے چچا

منوچہری، حمیری) اور علماء (مثلاً البیرونی، ابن سینا، الثعالبی، حمار اور العتبی) کا ملحق و ماوی رہا۔ آخر طہرل میں محمود دق کی بیماری میں سلا ہو گیا تھا؛ چنانچہ وہ تین سال کی حکمرانی کے بعد اکسٹھ برس کی عمر میں ۲۳ ربیع الآخر ۵۳۱ھ / ۲۰ اپریل ۱۱۰۳ء کو اس جہاں فانی سے رحلت ہو گیا۔ اس فاتح اعظم کی شخصیت نے عوام کے دلوں پر گہرا نشان ثبت کیا اور وہ اس سر زمین کا قومی نطل قرار پایا۔ [محمود کے بعد اس کا بیٹا محمد گوزگانان سے غربہ اکر باپ کا حاشیہ ہوا، لیکن فوج اور اکثر امراء محمود کے ایک اور بیٹے مسعود کے حامی بھی؛ چنانچہ حب مسعود ہرات سے عربہ کی طرف روانہ ہوا تو خود محمد ہی کے سپہ سالار اور صاحب نے اپنے آقا کو پکڑ کر اندھا کر دیا اور شوال ۵۳۱ھ / اکتوبر ۱۱۰۳ء میں مسعود کو بعت پر بٹھا دیا۔ مسعود نے ۵۳۲ھ / ۱۷۰۳ء میں کرمان اور بکران پر قبضہ کیا اور ۵۳۵ھ / ۱۷۰۳ء میں آمل، ساری اور طہرستان پر علیہ پایا۔ ۵۳۷ھ / ۱۷۰۵ء میں اس نے ہاسی اور ہندوستان کے دوسرے قلعے فتح کیے اور ۵۳۸ھ / ۱۷۰۶ء میں اپنے بیٹے محدود کو لاہور کا حاکم بنا کر عربہ لوٹ گیا۔ اس کے بعد چند سال حراسان اور بلخ میں سلجوقی ترکمانوں کی شورشیں سرور کرنے کی سعی کرنا رہا، لیکن بالآخر سکائیل سلجوقی کے بیٹوں طہرل اور چہری سگ نے حراسان پر شاپور، ہرات، ناخ اور سیستان تک قبضہ کر لیا اور دنداقان کی لڑائی میں مسعود کو شکست دی۔ پشاپور میں مسعود کے نام کا آخری سگہ ۵۳۱ھ / ۱۷۰۹ء میں صرب ہوا اور اس کے بعد یہاں ۵۳۳ھ میں طہرل کا سگہ جاری ہو گیا۔ سلطنت کے حالات کو مخدوش ہا کر مسعود نے اپنے بیٹے مودود کو عربہ میں چھوڑا اور خود محمود کے خزانوں، لشکر اور اپنے نابینا بھائی محمد کو

گئی تھی اور سگہ بھی سلطان سحر کے نام پر جاری ہو گیا تھا۔ بہرام شاہ نے بھی ہندوستان پر لشکر کشی کی۔ ۵۰۱۲ھ / ۱۱۱۸ء میں اس نے محمد ہاہلم کا حادان سمب صفایا کیا، جس نے ملتان میں سرکشی اختیار کر لی تھی اور شوالک میں ناگور کے قلعے کی ساد رکھی۔ جب وہ واپس عربہ پہنچا تو اسے علاؤالدین جہاں سور عوری سے برسرِ پیکار ہونا پڑا۔ بہرام شاہ کا بیٹا جنگ میں کام آیا، خود بہرام ہندوستان کی طرف پسپا ہو گیا اور عزہ عوریوں کے قصبے میں آ گیا۔ عوریوں کی سراجعت پر بہرام شاہ عربہ لوٹا اور ۵۰۵۲ھ / ۱۱۵۷ء میں اس نے داعی اہل کو لیک کر کہا۔ اس کا بیٹا خسرو شاہ حاسین ہوا، لیکن اسے عروں نے عربہ سے نکال دیا اور وہ لاہور آ گیا، جہاں ۵۰۵۵ھ / ۱۱۶۰ء میں اس دیا سے رحمت ہو گیا اور اس کا بیٹا خسرو ملک لاہور کا فرمان روا ہوا۔ عریوں کی سلطنت اب سمٹ کر صرف ہندوستانی مقبوضات تک محدود رہ گئی تھی۔ ۵۰۸۳ھ / ۱۱۸۷ء میں یہاں بھی ان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور وہ یوں کہ سلطان معزالدین بن محمد سام عوری [رتک نان] نے اسے سکسب دے کر گرفتار کر لیا اور قلعہ بلروان (عرجستان) میں قید کر دیا، جہاں اس نے ۵۰۸۷ھ / ۱۱۹۱ء میں وفات پائی۔

عریوں کی حکومت اڑھائی سو برس تک افغانستان، ایران اور ہندوستان کے علاقوں میں درناے دخلہ سے دریائے گنگا کے کناروں تک قائم رہی اور عربہ، بلخ اور لاہور ان کے دارالحکومت رہے۔ اس دوران میں اسلامی تمدن اور فارسی زبان نے بڑی ترقی کی، اسلام پوری سلطنت میں رائج ہو گیا اور سلطنت کے مشرقی حصوں میں ہندو شاہی مذہب اور حکومت کے آثار نابود ہو گئے۔ ابو العباس اسفرائینی، احمد بن حسن میمنی، حسن بن محمد

یہمو کو شکست دی، پھر عربہ پہنچ کر عبدالرشید بیز چند عرفی شہزادوں کو مار ڈالا (۵۰۴۴ھ / ۱۰۵۲ء) اور محب پر قابض ہو گیا، لیکن باشندگانِ عربہ نے اس کے خلاف بغاوت کر دی اور ہشتنگین نے اسے قتل کر کے فرج راد بن مسعود کو تخت پر بٹھا دیا (۵۰۴۴ھ)۔ فرج راد نے سات سال حکومت کرنے کے بعد صفر ۵۰۵۱ھ / مارچ ۱۰۵۹ء میں وفات پائی اور اس کا بھائی ابراہیم بن مسعود حکمراں بن گیا۔ اس نے الپ ارسلان سے صلح کر لی۔ مشرقی افغانستان کے بعض حصے لاہور تک اس کے قصبے میں رہے۔ اس نے متعدد بار ہندوستان پر لشکر کشی کی، بہت سے محل، مدرسے اور قلعے (ایمن آباد اور حیر آباد) تعمیر کرائے اور اکتالیس سال تک اطمینان و سکون سے حکومت کرنے کے بعد ۵۰۹۲ھ / ۱۰۹۹ء میں وفات پا گیا۔ پھر ابراہیم کا بیٹا علاؤالدین مسعود سوم محب نشین ہوا، جس کی شادی سلطان سحر کی نہیں سے ہوئی تھی، چنانچہ سلجوقیوں سے اس کے مراسم بڑے خوش گوار رہے اور اس طرح اسے ہندوستان میں سرید فتوحات کا موقع ملا۔ ۵۰۰۸ھ / ۱۱۱۵ء میں اس کا بیٹا شیراد محب پر بٹھا، لیکن وہ اپنے بھائی ارسلان شاہ کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ ارسلان نے اپنی سوبیلی ماں (سلطان سحر کی ہمشیرہ) کی بویہ کی اور محب پر قصبہ کر لیا۔ اس کے دوسرے بھائی بہرام شاہ نے سحر کے ہاں سہ لی، جس نے لشکر کشی کر کے ارسلان کو ہندوستان کی طرف بھگا دیا اور بہرام شاہ عربہ کے تخت پر بیٹھ گیا۔ سلجوقوں کے رحمت ہوتے ہی ارسلان پھر عربہ میں پہنچا اور بہرام شاہ کو نکال باہر کیا، لیکن حلد ہی سحر نے عربہ فتح کر لیا اور ارسلان موب کے گھاٹ اتار دیا گیا (۵۰۱۱ھ / ۱۱۱۷ء)۔ بہرام شاہ کے عہد میں غزنیوں کی حکومت محض برائے نام رہ



مرکزی حکومت کی طرف سے حاکم مقرر کیے جانے لگے، جس کا انتخاب سپہ سالاروں، حاکموں، شہزادوں اور دوسرے شاہی مقربوں میں سے ہونا تھا۔ بیہقی کا بیان ہے کہ وزیر مالیہ اور صدر اعظم کے عہدے وزیر دیوان و خواجہ بررگ کے سپرد تھے۔ وزارت دفاع کا دوسرے سپہ سالار کے ماتحت تھا، محکمہ سفارت اور دفتر تحریرات سلطنت دیر بررگ اور دیوان وکالت حاجب بررگ کی تحویل میں تھے۔ علاوہ اس دربار میں بدیم، وزیر، حارث اور کونوال کے عہدے بھی تھے۔ صوبوں کے ساتھ مصبوط رابطے اور اس و امان کے باعث مالیات میں معتد بہ اضافہ یقینی تھا، چنانچہ ہم مختلف صوبوں سے حکومت کے خزانے میں آمدنی کا اندازہ بس کروڑ درہم کر سکتے ہیں؛ سوئے، خواہرات اور مال غنیمت کی بھاری مقدار جو ہندوستان کی لڑائیوں میں حاصل ہوئی تھی، اس سے مستثنیٰ ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں نظام حکومت چلانے کے لیے محکمہ ڈاک، محکمہ حاسوسی اور محکمہ پولیس قائم تھا۔ حلاوت بغداد اور حواہی ماوراءالنہر کے ساتھ عربیوں کے سیاسی تعلقات بہت دوستانہ تھے اور آس میں سفیروں کا تبادلہ ہونا رہتا تھا۔

سلاجقہ، حوازم شاہی اور ملوک سیستان (۵۲۹ تا ۵۶۳ھ): سلطان محمود نے عرب ترکوں کی سوریوں سے نجات پانے کے لیے ان کے ایک رئیس یسوعا ارسلان (المعروف بہ اسرائیل) سے سلحوں کو بطور برعمال کالحرر میں بضرمد کر دیا تھا (۵۱۶ھ/۴۱۰ء)، لیکن اس کے بھائی میکائیل کے بیٹوں طغرل بگ، اور چغری بگ داؤد نے سلطنت عربہ کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا، پھر دبدائقان میں سلطان مسعود کو شکست فاش دے کر طغرل (۵۲۹ تا ۵۵۰ھ) نے بيشاپور میں حکومت قائم کر لی۔ سلطان مودود کے عہد میں سلاجقہ

میکالی، خواجہ عبدالقہد اور خواجہ طاہر سوفی وغیرہ غزنویوں کے مشہور و معروف وزیر تھے۔ ایران، افغانستان، ہندوستان اور ماوراءالنہر وغیرہ ممالک آباد تھے اور وہاں تعارف روروں پر بھی۔ اس عہد کے مشہور علماء، مؤرخین اور معتمدین یہ ہیں۔ البیرونی، ابن سینا، ابو الفتح نستی، بدیع الزمان ہمدانی، ابو علی مسکویہ، ابو منصور الثعالی، ابوالفضل السہمی، عبدالحماد العسی، ابوبکر بنان، نصر اللہ (صاحب کتبہ و دہ)، ابومحمود مؤفی ہروی (صاحب کتاب الانس و حقائق الادویہ)، عبدالعزیز گردیری (صاحب رس الاحبار)، محمد بن سارک ساء (صاحب آداب الحرب و السجاده) اور ابوالحسن المہویری العربی (صاحب نسف المحبوب)۔ شعراء میں فردوسی، طوسی، فرخی، عنصری، سوجہری، عسجدی، سنائی، مسعود سعد سلمان، ناصر خسرو، اسد طوسی، سعد حسن عربوی، ابوالفرج رومی لاہوری اور مختاری غزنوی اس دور کے مشاہیر ہیں۔ ایشیا میں عربیوں کا دربار شعراء، علماء اور ارباب فن کی بربکاہ بنا ہوا تھا۔ خود سلطان محمود ایک عالم فرمان روا تھا۔ مول ابن حلیکن علم حدیث میں اسے بید طولی حاصل تھا اور اسی وجہ سے اس نے شافعی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ بعض علماء نے اسے فقہ کی بعض کتابوں کا مصنف قرار دیا ہے اور عومی نے اس کے اسعار میں سے بعض قطعات نقل کیے ہیں۔ عربیوں کے زمانے میں نفس مصنوعات، موزن لطیفہ اور تحشیہ مجموعی ثقافت نے خاصی برقی کی۔ معلوں کی وحشانیہ دست برد سے جو آثار بچ گئے ہیں (سکتکیں اور محمود کے مرار، عربہ کے دو سار، نسب کی چھاؤنی کے باقی ماندہ آثار وغیرہ) وہ عربوی عہد کے فن سگ تراشی، فن تعمیر اور حطاطی کی تر و نازگی کا ثبوت ہیں۔

غزنوی عہد میں صوبوں کے نظم و نسق کے لیے

نا ۵۵۰۱/۱۱۵۶ء)، لیکن کئی بار سحر سے برسرِ پیکار ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ایل ارسلان (۵۵۰۱/۱۱۵۶ء تا ۵۶۷۷/۱۱۷۱ء) پھر علاؤالدین نکش بن ایل ارسلان (۵۶۷۸/۱۱۷۲ء تا ۵۶۹۶/۱۱۹۹ء)۔ علاؤالدین محمد بن نکش (۵۶۹۶/۱۱۹۹ء تا ۵۶۱۷/۱۲۲۰ء) اور سلطان حلال الدین مسکبری بن علاؤالدین محمد (۵۶۱۷/۱۲۲۰ء تا ۵۶۲۸/۱۲۳۰ء) نے افغانستان کے مغربی اور شمالی حصوں پر حکومت کی۔ عوریوں سے حواریں ساہوں کی لڑائی اس عہد کا سب سے بڑا واقعہ ہے۔ عوری مدب سے عور اور نامیاں میں حکومت کر رہے تھے، لیکن ۵۶۱۱/۱۲۱۴ء میں علاؤالدین محمد نے عور، فیروز کوہ اور عربہ تک ہرات پر قبضہ کر کے انہیں باہر نکال دیا۔ آخری حواریں ساہی نادر حلال الدین منکبری نے افغانستان میں ناہاریوں سے کئی جنگیں کیں، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ اس حاسداں کا ایک فرد ناح الدین نالتگی سسناں، نہ، عور، بولک اور استمرار پر قابض ہو گیا تھا (۵۶۱۳/۱۲۱۵ء)، لیکن ناہاریوں کے ہاتھوں سسناں کے قلعے میں محصور ہو کر مارا گیا (دیکھئے مادہ ہائے سلحوں، آل؛ حواریں شاہ؛ قرہ حطائی)۔

اس وقت افغانستان چار حصوں میں تقسیم تھا: (۱) طحارساں سے مرو تک شمالی صوبے براہ راست سجری دربار سے ملحق تھے، (۲) عور، نامساں اور گورکاناں (ہرات کی حدود تک) کے علاقے عوریوں کے ماتحت تھے، (۳) علاقہ رابل ہلمد سے عربہ و کابل تک اور نگرہار سے پشاور و لاہور تک آل محمود عربوی کے پاس تھا اور (۴) ولایت سیساں (سب اور رمن داور سے رنج، فراہ اور بیہ تک) ملوک سیستان کے تابع تھی۔ ملوک سیستان صفاری اور مقامی امراء کے

کا اقتدار جنوب میں سیساں اور شمال میں بلخ و طحارساں تک بڑھ گیا تھا، چنانچہ جعفری بیگ کا بیٹا آلپ ارسلان (۴۴۵/۱۰۶۳ء تا ۴۶۵/۱۰۷۲ء) طحارساں، بلخ، ترمذ، قبادیان، وحشی اور ولوالج پر قابض تھا۔ آلپ ارسلان اور اس کے بیٹے ملک شاہ (۴۶۵/۱۰۷۲ء تا ۴۸۵/۱۰۹۲ء) نے سلطان ابراہیم عربوی سے دوستانہ مراسم قائم رکھتے ہوئے راندستان اور کابل کے علاقے کو لاہور تک سلطنت عربہ میں تسلیم کر لیا۔ ملک شاہ کے بیٹے سلطان سحر (۵۰۱۱/۱۱۱۷ء تا ۵۰۵۲/۱۱۵۷ء) نے بہرام ارسلان کے مقابلے میں شاہ عربہ کی حمایت کی اور اسے اپنے ماتحت لاہور تک عربہ کا نادر شاہ بنا دیا (۵۰۱۱/۱۱۱۷ء)۔ انوں اس کی حکومت کی حدود لاہور تک پہنچ گئیں۔ ۵۰۵۰/۱۱۵۵ء میں سلطان سحر کی لڑائی ہرات کے بہاڑوں میں سلطان علاؤالدین حسین حہاں سور سے ہوئی اور حہاں سور کو ہکڑ کر عور و اس بھیج دیا گیا۔ اس کے بعد قرہ حطائیوں اور عربوں کے ہم وحشی قتلوں نے وہ ایشیا کے کوہسار سے معاون کر کے سجری حکومت کا صفایا کر ڈالا (۵۰۵۲/۱۱۵۷ء) اور عربہ، رابل اور سیستان پر یورش کر کے خسرو شاہ عربوی کو لاہور تک پسپا کر دیا؛ لیکن عوریوں اور حواریں شاہوں نے عربوں کا منہ جلد ہی دنا دیا۔

افغانستان میں حواریں ساہوں کی حکومت کی ابتداء یوں ہوئی کہ ملک شاہ سلحوقی نے ابوسنگین عربہ کو حراساں کا حاکم مقرر کر دنا تھا (۵۴۷۰/۱۱۷۷ء)۔ سحر نے ۵۴۹/۱۰۹۶ء میں اس کے بیٹے قطب الدین احمد کو اسی عہدے پر مامور کیا۔ وہ فوت ہوا (۵۵۲۲/۱۱۲۸ء) تو اس کا بیٹا علاء الدولہ اسر سحر کے زیر سیادت حراساں کی حکومت پر قابض ہو گیا (۵۵۲۲/۱۱۲۸ء)

ہولاد کے ایک بیٹے امیر کروڑ (= سحت اور مصبوط [رک نان])، المعروف نہ جہاں پہلوان (۱۳۹۱ تا ۱۵۰۵ھ) کے عہد میں اس حادثات کا اقتدار رہیں داور، بس اور والستان پر چھایا ہوا تھا۔ امیر کروڑ پشتو کا اچھا ناعر بھی تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا امیر ناصر (۱۶۰۰/۵۷۶ء) حکمراں ہوا۔ نقول مسہاح سراج ۱۷۰۰ میں امیر نجی بن بہاراں نسسی عور کا نادرشاہ تھا۔ جو اپنے سپہ سالار سشن بن بہرام کے ساتھ ہارون اترند کے دربار میں پہنچا، جہاں اسے ”قسم امیر المؤمنین“ کا خطاب ملا۔ صفاریوں کے عہد میں عور کی امارت امیر سوری کو مل چکی تھی (سواح ۲۵۳/۸۶۷ء)۔ سلطان سکتگیں کے عہد میں عور پر حملے ہوئے، لیکن اس حادثات کی خود مختاری کو نوئی گریہ نہ پہنچا۔ سلطان محمود نے تول السہقی ۸۰۰/۱۰۱۳ء اور نقول اس الانیر ۸۰۱/۱۰۱۰ء میں دس ہزار فوج کے ساتھ حملہ کر کے عور کے حکمراں امیر محمد سوری کو قلعہ آہنگراں میں محصور کر دیا، جس نے کچھ عرصے کے بعد ہتار ڈال دیے۔ سلطان اسے اور اس کے جھوٹے بیٹے سپس کو اسے ساتھ عربہ لے گیا، لیکن اس نے قید کی دلت بر موب کو ترجیح دی اور راستے ہی میں رہ کر کھا لیا۔ اس کی وفات کے بعد سلطان نے اس کے بیٹے امیر ابو علی بن محمد کو عور کا حکمراں مقرر کیا، جو ایک علم دوست انسان تھا۔ اس نے عور میں کئی مدرسے، مسجدیں اور محلات بنوائے۔ مسعود عربوی کے عہد میں اس کے بھتیجے عباس بن شمس نے اسے قند کر کے نجب پر قبضہ کر لیا (۸۲۵/۱۰۳۳ء)۔ اسے علم نجوم کا سو ہوا، چنانچہ مدینہ میں قلعہ سگھ کے اندر اس نے ایک رصد گاہ قائم کی؛ لیکن عباس بہت ظالم اور ستم گر تھا۔ لوگوں نے نیک آ کر سلطان ابراہیم عربوی

احزاب میں سے تھے اور ان کے تعلقات سلجوقیوں، غوریوں، غوریوں، حتیٰ کہ چنگیزی ناباریوں کے ساتھ بھی دوستانہ رہے۔ ان میں سے طاہر بن محمد (م ۵۲۰/۱۱۲۶ء) اور قاج الدین بن طاہر (م ۵۵۹/۱۱۶۳ء) سلطان منجر کے سیاسی اقتدار کے مانع تھے۔ شمس الدین سائیس بن قاج الدین (م ۵۶۲/۱۱۶۶ء)، اس کا بھتیجا قاج الدین حرب (م ۵۶۴/۱۱۶۸ء تا ۵۶۱۲/۱۲۱۵ء)، ناصر الدین عثمان (م ۵۶۲/۱۱۶۸ء)، بہرام شاہ بن قاج الدین حرب (م ۵۶۳/۱۱۶۹ء تا ۵۶۱۸/۱۲۲۱ء) اور ناصر الدین بن بہرام شاہ (م ۵۶۱۸/۱۲۲۱ء) شاہان عور کے ساتھ رسمہ دارانہ اور دوسانہ مراسم رکھتے تھے۔ بعد ازاں محمود بن بہرام شاہ، محمود ابن حرب، شمس الدین علی مہربانی (م ۵۶۳/۱۲۳۵ء)، سار الدین بن مسعود (م ۵۶۴/۱۲۳۹ء) اور آل کرب (دیکھئے سطور آئندہ) کے ناساھوں نے بھی ناباری حملہ آوروں سے سار نار کٹر کے سسماں دو اسے حصے میں رہا۔ سسسانی ملوک کے اس صفاری حادثات میں سے شاہ حسن بن ملک عثمان الدین مؤلف احیاء الملوک نے زمانہ قدم سے اپنے زمانے تک صفاریوں کی تاریخ لکھی۔ سستان میں اس نسل کے امراء ایک ہزار سال تک نامی رہے۔ عوری (سوری) (۸۰۵ تا ۹۱۲ھ) : حراساں و غور کے ایک قسملے ”سوری“ کے امراء سبوع اسلام سے پہلے طحارسان، عور، ہراب اور حراساں کے کوہستان میں حکومت کرتے اور عرساہ کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے (غر = بہاڑ)۔ سسب بن خرنک (۸۰ تا ۸۸۰ھ)، جس نے حصہ علی کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا، اس حادثات کا پہلا مسلمان حکمراں ہے۔ اس کے بیٹے امیر ہولاد (۸۳۰/۱۱۳۷ء) نے ابو مسلم حراسانی کی اعانت کرتے ہوئے عباسی تسلط کے قیام میں بڑا حصہ لیا۔

حملے کے بعد التتمس کے دربار میں دہلی چلا گیا اور وہیں ۸۶۲۰ میں اس نے وفات پائی ۔  
(۴) ملک شجاع الدین علی حرماس کا حاکم تھا (۸۵۵۰)، جس کا حاشیہ اس کا بیٹا علاؤالدین ابن علی ہوا (۸۵۹۹ / ۱۲۰۲ء)۔ سلطان غیاث الدین نے نسب، وحیر، گرم سیر، درستان، زورگان اور عزبہ کا حصہ اس کے سپرد کر دیا۔ فتح حراساں کے وقت وہ بساپور میں حکم رواں تھا۔ سلطان معزالدین نے اسے عرجستان اور رسی داور کا حاکم بنا دیا۔ ۸۶۰۱ / ۱۲۰۴ء میں اس نے ملاحدہ کوہساں کا قلعہ کاج حساناد فتح کر لیا، لیکن سلطان معزالدین کی سپہداری کے بعد اسے قلعہ عرجساں میں قید کر دیا گیا۔

(۵) علاؤالدین حسینی (۸۴۵ء تا ۸۵۵۱ء)، حاکم وحیرستان، ملک بہاؤالدین کی وفات کے بعد فیروز کوہ میں ممالک عور کے تحت رہا تھا۔ اسے بھائیوں کے حوں کا بدلہ لینے کے لیے وہ بگن آباد کے فریب بہرام ساہ عزبوی سے نبرد آزما ہوا اور شکست دے کر عربہ پر قابض ہو گیا، سہر کو آگ لگا دی اور ناسدوں کا قتل عام کیا۔ نسب کا بھی یہی حشر ہوا۔ اسی بناء پر اسے جہاں سور کا لقب ملا۔ اس نے طحارستان فتح کر کے اسے اپنے بھائی معزالدین کے سپرد کر دیا، پھر سلطان سحر سے ٹکرائی، لیکن گرمار ہو گیا۔ سلطان نے ار راہ نوارش اسے واس عور بھیج دیا۔ وہ نامان، گرم سیر، داور، نسب، بولک، جمال ہراب، عرجساں اور مرغاب کو بھی حکومت عور کے قصبے میں لے آیا۔ وہ قوت ہوا تو ان کا بیٹا سب الدین فیروز کوہ کے تحت رہا تھا۔ اس نے ملاحدہ کے داعیوں کا قتل عام کیا اور عروں کے مقابلے کی سعی کی، لیکن ایک سال سے زیادہ زندہ نہ رہا اور اسے ہی سپہ سالار کے ہاتھوں ہلاک ہو گیا۔

سے فریاد کی، جس نے عور پر لشکر کشی کر کے اسے عربہ میں قید کر دیا اور اس کے بیٹے امیر محمد کو عور کا حکم رواں بنا دیا۔ وہ ایک علم نوار، نیک سیر اور عادل انسان تھا (۸۴۵۰ / ۱۰۵۸ء)۔ اس کا بیٹا اور حاشیہ قطب الدین جس (۸۴۶۰ / ۱۰۶۷ء)، حوسلا میں عور کا حاکم ہوا، ۸۴۹۳ / ۱۰۹۹ء میں داعیوں سے لڑتا ہوا مارا گیا اور اس کا بیٹا ملک عزالدین حسینی (۸۵۱۰) وارث بن گیا۔ سحری سلطنت سے اس کے دوستانہ مراسم تھے۔ اس کے سات بھائیوں نے حراساں، عور، رابل، عربہ، نامیاں اور طحارستان کے علاقے فتح کر کے ان پر حکومت کی، جس کی تفصیل یہ ہے :-

(۱) قطب الدین محمد، المعروف بہ ملک الجلال (۳۰ عرشہ) نے شہر فیروز کوہ سانا اور قلعہ نعمر کیا۔ ولایت ورساد پر بھائیوں سے اس کا جھگڑا ہو گیا اور وہ عربہ چلا گیا، جہاں بہرام ساہ عزبوی کے ہاتھوں مارا گیا (۸۵۴۱ / ۱۱۴۶ء)۔ یہی قبل عوریوں اور عربویوں کے اختلاف کا باعث بنا۔

(۲) بہاؤالدین ساہ، حاکم سندس عور (۸۴۵۵ء تا ۸۵۵۴ء) : قطب الدین محمد عربہ جانے ہوئے فیروز کوہ بہاؤالدین کے حوالے کر گیا، جہاں وہ ۸۴۴۴ / ۱۱۴۹ء میں تحت سب ہوا۔ اس نے لئی قلعے تعمیر کرائے اور ملک بدرالدین گیلان کی لڑکی سے نکاح کیا، جس کے بطن سے سلطان معزالدین محمد سام اور سلطان غیاث الدین پیدا ہوئے۔ اس نے اپنے بھائی کے قتل کا انتقام لینے کے لیے عربہ پر یورش کی لیکن راستے ہی میں مقام گیلان اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

(۳) مادین کا حصہ ملک سہاب الدین محمد حربک (۸۵۵۰) کے حصے میں آیا۔ اس کا بیٹا ملک ناصر الدین ابونکر، حو ۸۶۱۸ / ۱۲۲۱ء میں گریو اور تیران (شمالی قندھار) کا حاکم ہوا، ناناریوں کے

(۶) سلطان سیف الدین سوری (۵۵۴/۵۱۳۸ء)

قائم (۵۵۴/۵۱۳۹ء)، حاکم استیہ، غوریوں کا پہلا حکم راں تھا جس نے سلطان کا لقب اختیار کیا۔

اس نے اپنے بھائی قطب الدین کے حوں کا بدلہ لیے کے لیے غزہ پر چڑھائی کی اور بہرام شاہ کو بھاگ کر غزہ پر قابض ہو گیا؛ لیکن بہرام شاہ نے حلد ہی افغانوں اور حلیوں کی موج لے کر یلعار کر دی اور سلطان سوری نے اس کے وزیر سعد محمد الدین موسوی کو گرفتار کر کے ہل طاق پر پھانسی دے دی۔ جہاں سور نے اسی کے انتقام میں عرنہ کو ویران کیا تھا۔

(۷) ملک محمد الدین مسعود (۵۵۴ء)

بھائیوں میں سب سے بڑا اور نشی کا امیر تھا۔ جہاں سور نے طعارتان اس کے سپرد کر دیا۔ بعد ازاں اس نے جمال نعمان، بردروار، وحس اور ندحشاں تک قبضہ کر لیا۔ حیک راعرر میں اپنے ہسحوں کے ہابھوں گرفتار ہوا اور اسے ناماں میں بھج دیا گیا وہیں حان بھی ہو گیا (۵۵۰/۵۱۰۰ء)۔

اب اس کا بٹا شمس الدین محمد ناماں کا امیر بنا۔ اس نے سلطان عیث الدین کی نائند سے افغانستان کے ایک وسیع علاقے پر قبضہ کر لیا اور حوارم ساہوں کے مقابلے کے لیے عور کے لشکر میں شرکت کی۔ اس کی وفات کے بعد اس کا علم دوسرے بٹا بھاؤ الدین سام تحت نشی ہوا، جس کے دربار میں امام محمد الدین راری، شیح الاسلام حلال الدین ورسل (۹) اور مولانا سراج الدین حورحانی جسے علماء موحود بھیے اس کی سلطنت کشمیر سے کشعر، برمد سے بلخ اور جنوب میں عور و عرستان کی حدود تک بھلی ہوئی بھی۔ سلطان معز الدین کی شہادت کے بعد امراء نے اسے غزہ بلایا، لیکن وہ گیلان کے مقام پر فوج ہو گیا (۵۶۰/۵۱۲۰ء)۔ اس نے چودہ برس حکومت کی۔

اس کے بٹے حلال الدین علی نے حکومت سہالی اور

اپنے بھائی علاؤ الدین کو غرنہ کے محب پر بٹھا دیا۔ حب ناح الدین یلدوز نے مؤخرالذکر پر حملہ کیا اور حلال الدین اس کی مدد کے لیے گیا تو اس کے چچا علاؤ الدین مسعود نے ناماں کے محب پر قبضہ کر لیا، لیکن حلال الدین نے عرنہ کا قبضہ کرنے کے بعد واپس حا کر چچا کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کچھ عرصے بعد یلدوز نے پھر عرنہ پر حملہ کیا اور علاؤ الدین شکست کھا کر محصور ہو گیا۔ حلال الدین اس کی مدد کے لیے بھیجا، لیکن دویوں بھائی یلدوز کے ہتے چڑھ گئے اور نامیاں کی طرف لوٹا دیے گئے۔ وہیں انہوں نے وفات پائی (نواح ۵۶۱۲/۵۱۲۱۰ء)۔

یہ بھا عوری حکومت کی شکل کرنے والے سات بھائیوں کا مختصر سا حال۔ ان کے بعد سلطان عیث الدین محمد سام ناساہ ہوا۔ اسے اور اس کے بھائی معز الدین کو ان کے چچا علاؤ الدین نے قلعہ وحرسان میں قید کر دیا تھا، لیکن سلطان سیف الدین اس علاؤ الدین (۵۵۰) نے انہیں رہا کر دیا۔ سف الدین کو اس کے سپہ سالار ابو العباس سیس نے قتل کر کے عیث الدین کے ہابھ پر تخت کر لی اور اسے فیروز کوہ میں تحت پر بٹھا دیا (۵۵۸/۵۱۲۶۲ء)۔ عیث الدین کے عہد کے اہم واقعات یہ ہیں : اس نے ابو العباس سیس کو مار ڈالا۔ راعرر کے مقام پر اپنے چچا ملک محمد الدین مسعود اور اس کے حلیوں (ملک علاؤ الدین ناح سحری، حاکم بلخ اور ناح الدین یلدوز، حاکم ہراب) کی متحدہ افواج کا مقابلہ کر کے انہیں شکست دی۔ ناح ہلاک ہو گیا اور ملک محمد الدین مسعود کو پکڑ کر احرام کے ساتھ نامیاں کی طرف لوٹا دیا گیا۔ بعد ازاں عیث الدین نے گرم سیر، رمیں داور، قادس، کالیوں، فوار، سیف رود (عرستان)، طالقان، سرو اور گریواں کو سلطنت عور سے ملحق کر لیا۔ اس کے

بھائی معزالدین نے ۵۰۲۹ھ/۱۱۷۳ء میں عروں کو عربہ سے پسپا کر کے اسے بھی حدود سلطنت میں شامل کر لیا۔ ۵۰۷۱ھ/۱۱۷۵ء میں ہرات ۵۰۷۳ھ/۱۱۷۷ء میں فوسج کا بھی الحاق ہو گیا، ملوک سیستان نے بھی گھٹنے ٹیک دے اور شمالی ممالک، مثلاً مرغاب، اندخود، محمد، فاریاب، پجندہ وغیرہ بھی فتح کر لیے گئے۔ ۵۰۸۸ھ/۱۱۹۲ء میں عیث الدین نے حلال الدین محمود بن ایل ارسلان حوارم شاہ کو سکس دی، جس نے مملکت کے شمالی علاقوں کو گریڈ پہنچایا تھا۔ ۵۰۹۶ھ/۱۱۹۹ء میں حراساں کو صاف کر کے ساہور تک پیس قدمی کی گئی۔ اس طرح عیث الدین کی حدود سلطنت ہندوستان سے عراق تک اور دریائے حیحوں سے آسائے ہرمز تک پھیلی ہوئی تھی۔ حلیفہ بغداد نے سلطنت عور کو قانونی طور پر تسلیم کر لیا اور دونوں درباروں میں سفارتی تعلقات قائم ہو گئے۔ عیث الدین نے ہرات میں تاریخ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۵۰۹۹ھ/۱۱ فروری ۱۲۰۳ء وفات پائی۔ وہ علم دوست اور انصاف پرور نادشاہ تھا۔ شروع میں مدھنہ اپنے اسلاف کی طرح محمد کرام سیستانی کا دیرو تھا، لیکن بعد ازاں اس نے شافعی عقیدہ اختیار کر لیا۔ اس کی مہر پر کلمہ ”حسی اللہ وحدہ“ کندہ تھا۔ اس کا گرمائی دارالحکومت ویرور کوہ اور سرمائی دارالحکومت رمیں داور تھا۔

سلطان عیث الدین محمد سام کے حکم سے اس کا بھائی ابوالمظفر معزالدین محمد بن سام قسم امیر المؤمنین عربہ کے نائب بن بیٹھا تھا (۵۰۶۹ھ۔ ۵۰۷۰ھ/۱۱۷۳ء)۔ ۵۰۷۰ھ/۱۱۷۳ء میں اس نے گردیر فتح کیا اور قرامطہ سے ملتان چھین لیا؛ ۵۰۷۳ھ/۱۱۷۷ء میں سقراں کے ناعیوں کی گوش مالی کی ۵۰۷۴ھ میں بھیم دیو بہروالہ کے خلاف اس کی مہم ناکام رہی،

۵۰۷۵ھ میں اس نے فرشور (پشاور) اور ۵۰۷۷ھ/۱۱۸۱ء میں لاہور پر قبضہ کر لیا اور آخر عمر تک ہندوستان کو فتح اور اسے نور اسلام سے متور کرنے میں کوشاں رہا (بمصلاب کے لیے دیکھیے مادۂ عوریہ)۔ ۳ شعبان ۵۶۰۲ھ/۱۵ مارچ ۱۲۰۶ء کو، جب وہ کھوکھروں کی بغاوت فرو کر کے ہندوستان سے عربہ جا رہا تھا فرقہ ملاحدہ کے ایک فدائی نے اسے شہید کر دیا۔ سلطان محمد غوری نے ایسا کے وسط میں ایک وسیع مملکت کی بنیاد رکھی اور ہندوستان میں گنگا کے کنارے تک اسلامی پرچم لہرا دیا۔ اس کی سلطنت مشرق میں سارس سے مغرب میں حراساں تک اور شمال میں حوارم سے جنوب میں بحیرہ عرب تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے پرچم دائیں طرف سے سرخ اور بائیں طرف سے سیاہ تھے اور بول مسباح سراج خزانوں میں مال و دولت کی کثرت تھی۔

سلطان عیث الدین محمد کی وفات (۵۰۹۹ھ) پر سلطان معزالدین نے اس کے بیٹے عیث الدین محمود کو نائب، براہ اور اسرار کا حاکم مقرر کیا تھا۔ سلطان معزالدین کی شہادت کے بعد وہ غوری سلطنت کو عرہستان، طالقان، گرہوان، فادس اور گرم سیر سمیت اپنے حیطۂ اقتدار میں لے آیا۔ اس نے ناح الدین یلدوز کو عربہ اور قطب الدین امیک کو ہندوستان کی حکومت کا فرمان عطا کیا۔ بعد ازاں اس نے علاؤ الدین اسر سسی کے لسكر کو، جسے سلطان محمد حوارم شاہ کی اعانت حاصل تھی، سکس دی اور علی شاہ بن نکس حوارم کو، جو غوری کی طرف بھاگ گیا تھا، قسیر برکوسک میں قتل کر دیا۔ ۵۶۰۷ھ/۱۲۱۰ء میں عیث الدین محمود کو علی شاہ کے ملازموں نے اچانک قتل کر دیا۔ اس کا چہارہ سالہ بیٹا نہاؤ الدین سام صرف بیس ماہ تک تخت نشین رہ سکا اور سلطان علاؤ الدین اتسز بن

توسط سے دہلی تک پہنچ گیا۔ پشتو شعر و ادب کی ریاں ہی۔ اسلام پورے افغانستان نیر ہندوستان کے بہت بڑے حصے میں پھیل گیا۔ اس تعمیر نے بڑی ترقی کی (جامع مسجد ہراب، قطب مینار دہلی)۔ نامور علماء اور شعراء کی سرپرستی سے علوم و فنون کو فروغ حاصل ہوا۔ ان میں سے امام محمد الدین رازی، نظامی عروضی سمرقندی، احمد میدانی بيشاپوری (صاحب مجمع الامثال)، علی ناخوری (صاحب دمنہ القصر)، قاضی مسیح سراج (صاحب طغات ناصری)، ابو نصر فراہی (صاحب تصانیف)، محمد عوفی (صاحب لہاف) وغیرہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

ناناریوں کا خروج (۶۱۶ تا ۵۶۴) : عربوں اور غوریوں کا امداد مٹ چکنے کے بعد سستان میں مقامی نادشاہ، مشرقی افغانستان کے علاقوں میں غوریوں کے مقرر کردہ امراء، ہراب میں آل کرب اور شمالی افغانستان میں حواریم شاہی حکومت کر رہے تھے۔ چنگیز خان (موجیں، ولادت: ۵۴۹ / ۱۱۵۴ء) منگولیا میں ایک وسیع سلطنت کی بنیاد رکھ چکا تھا۔ ۵۹۱۶ / ۱۲۱۹ء میں اس کا بھادام سلطان محمد حواریم شاہ سے ہوا، جس کے ایک عامل نے ناناریوں کے ایک بھاری قافلے کو لوٹا اور چنگیز خان کے سپر کو موٹ کے گھاٹ انا دیا تھا۔ چنگیز خان اپنے کثیر لشکر کے ساتھ ایک بے پناہ سلاط کی طرح اٹھا، سلطان کی فوج کو شکست دے کر بھارا، سمرقند، ناک، جند، جند اور ماوراءالنہر کے دوسرے شہروں کو تاراج کر کے ظلم و بربریت کی ایک عظیم الشان مثال قائم کر دی۔ حواریم شاہ بھاگ کر مقابلہ کے لیے بلخ پہنچا اور افغانستان کے مشہور شہروں کو ناناریوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مختلف امراء کے سپرد کر دیا۔ ربیع الاول ۵۹۱ / [سنی] ۱۲۲۰ء میں ناناریوں نے بلخ فتح کر کے حواریم شاہ کے تعاقب میں ہرات کا رخ کیا اور ہوشج تک قتل عام

علاءالدین حمان سور نے اسے نکال کر میرو کوہ پر پناہ لے کر لیا۔ اس نے چار سال حکومت کی، پھر ملک نصیرالدین حسین، امیر سکار، نے عربہ سے غور پر حملہ کر کے اس کو حرمان کے مقام پر قتل کر دیا (۵۹۱۱ / ۱۲۱۴ء) اور غور غزنوی حکومت میں شامل کر لیا گیا۔ ۵۹۱۱ء میں ناح الدین یلدوز نے علاؤالدین دیر سور کو میرو کوہ کے محل پر بٹھا دیا، لیکن اگلے ہی سال وہ سلطان حواریم شاہ کے قابو میں آ گیا اور پورا غور حواریم شاہی سلطنت میں شامل ہو گیا۔

سلطان محمد غوری کی شہادت (۵۶۰۲) کے بعد ہی غوریوں کی وسیع سلطنت کا سراہہ نکھر گیا تھا اور مختلف سلاطوں پر سلطان کے مختلف امراء کی حکومت قائم ہو گئی تھی۔ ناح الدین یلدوز، حاکم عربہ، کی ایک بیٹی قطب الدین ایبک (حاکم ہند) اور دوسری ناصر الدین قباچہ (حاکم سندھ) سے بڑھی گئی تھی۔ جب ایبک نے عربہ پر حملہ کیا تو یلدوز پنج ند کے مقام پر شکست کھا کر کرم کی طرف چلا گیا۔ ایبک عربہ پر چالیس روز حکومت کرنے کے بعد ہندوستان لوٹ گیا اور یہ علاقہ یلدوز ہی کے قبضے میں رہ گیا؛ تاہم سلطان محمد حواریم شاہ کی فوجوں سے ہریمب اٹھا کر یلدوز کو ہندوستان کی طرف فرار ہونا پڑا، جہاں وہ سلطان التمش کے خلاف لڑتا ہوا گرفتار ہوا اور ہدایوں میں مارا گیا (۵۹۱۱ / ۱۲۱۴ء)۔

حکومت غوریہ کے خاتمے (۵۹۱۲ / ۱۲۱۵ء) پر حواریم شاہوں نے شمالی علاقوں اور غور و ہراب پر قبضہ کر لیا۔ سستان سے نسب تک کا علاقہ سرنگین آباد اور رانستان مقامی ملوک سستان کے قبضے میں آ گئے۔

غوریوں کے عہد میں عربی تمدن پورے کمال کو پہنچا۔ فارسی ادب غوری فاضلین کے

کرتے ہوئے طوس پہنچ گئے۔ حوارزم شاہ نے بحرہ حرز کے جزیرے آسکوں میں وفات پائی (شوال ۶۱۷ھ) اور ناباریوں نے اس کے دارالسلطنت ارگج کو، حویشیا کا نہایت پر رونق شہر اور علم و دانش کا مرکز بنھا، ویران کر ڈالا۔ اس کا حادثان اسر ہو گیا، المتہ اس کا بیٹا حلال الدین نیشاپور اور بست ہونا ہوا ہر اب پہنچ گیا۔ اس کے بعد چنگیز خان نے برمد اور پنج کو فتح کر کے لوگوں کا قتل عام کیا اور اس کے بیٹے تولی سے مرو، سہی اور سا سے فیروز کوہ، آستہ اور بولک تک کے شہروں کو مسح اور سہ و بر باد کر دیا۔ اس کے بعد ہر اب، حورحانان، اندھود، میسہ، ماریاب، نامیان سر طہارستان کے شہروں کا بھی یہی حشر ہوا (۶۱۸ھ/ ۱۲۲۱ء)۔ اس وقت آخری حوارزم شاہ حلال الدین مسکرمی نے ہر اب سے عربہ پہنچ کر اعلان رؤساء کی اعانت سے ایک لشکر حرا جمع کیا اور یروان (وحدودہ جبل السراج) میں جنگری فوجوں کو، جس کا سپہ سالار موبوہو بنھا، سکست فاسی دی، انہیں بد قسمتی سے حوارزم شاہ کے سرداروں میں بھوٹ پڑ گئی اور چنگیز خان سکست کا انتقام لینے کے لیے طالمان فتح کر کے عربہ پر چڑھ آیا۔ حوارزم شاہ نے بڑی حرأت اور حواس بردی سے اس کا مقابلہ کیا۔ دریائے سندھ کے کنارے اس کا بٹا شہد ہو گیا، اہل حرم عرقاب ہو گئے اور حود لڑنا بھڑنا دریا کو غور کر گیا۔ چنگیز خان نے بین ماہ تک پشاور اور پنجاب کی سرحدوں پر چترال تک قتل عام اور لوٹ مار کی، پھر اپنے دو بیٹوں اوگدائی اور چغتائی کو یہاں چھوڑ گیا۔ حلال الدین حوارزم شاہ کی مثال سے حوصلہ پا کر ہر اب اور نیشاپور میں لوگوں نے معاون کی، لیکن تاتاریوں نے ہر جگہ معاونوں کو سختی سے کچل دیا۔ اس سلسلے میں نیشاپور تاراج ہو گیا۔ مرید برآں چغتائی کے ہاتھوں سندھ، مکران اور

وادی کرم کے شہر ویران و بر باد ہوئے۔ ۶۱۹ھ میں چنگیز اپنے بیٹوں سمیت ماوراءالنہر لوٹ گیا۔ رمضان ۶۲۰ھ / اگست ۱۲۲۷ء میں اس کی موت نے دنیا کو ایک بڑے عذاب سے نجات دے دی اور افغانستان اس کے بیٹے تولی خان کے حصے میں آیا۔ آذر حلال الدین نے ہندوساں پہنچ کر ایک جماعت بنی کر لی اور ناصر الدین قباچہ، حاکم سندھ، کو سکست فاسی دے کر ٹھٹھہ تک پیش قدمی کی۔ پھر وہ ۶۲۱ھ / ۱۲۲۸ء میں کرمان (ایران) چلا گیا، جہاں اس نے بفس، حلاط، گرہستان اور ارہستان تک کے علاقے فتح کر لیے۔ ۶۲۸ھ / ۱۲۳۰ء میں اس نے متافرقس میں کردوں کے ہاتھوں شہادت پائی اور اس طرح حوارزم شاہی حادثان کا آخری چراغ گل ہو گیا۔

ناباریوں کی مابعتی میں ۶۲۲ھ / ۱۲۲۵ء سے ۶۳۳ھ / ۱۲۳۵ء تک سب الدین حسن قریح نے عربہ اور نامان پر حکومت کی اور عباسی خلیفہ کے نام کا سکہ چلایا۔ ۶۲۶ھ / ۱۲۲۹ء میں جب حراسان کے باشندوں نے علم معاویہ بلند کیا اور سرکشی کے شعلے پورے افغانستان میں بھلے ہو ناباریوں نے دوبارہ قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ بعد ازاں حتمور حراسان کا حاکم مقرر ہوا (۶۳۰ھ / ۱۲۳۲ء)۔ اس نے ملک نہاؤالدین کو حراسان کا امیر بنا دیا۔ پھر ۶۳۵ھ / ۱۲۳۷ء کے قریب نوسال اور ۶۳۸ھ / ۱۲۴۰ء میں گرگورو اور ۶۴۱ھ / ۱۲۴۳ء سے ۶۵۴ھ / ۱۲۵۶ء تک امیر ارغون ناباری دربار کی طرف سے حراسان کے حاکم رہے۔ اس دوران میں آل کرب ناباریوں کے زیر اطاعت ہر اب، فیروز کوہ اور گرہستان پر حکومت کرنے لگے، چنانچہ جب ۶۴۳ھ / ۱۲۴۵ء میں چنگیز کا پوتا ہلاکو (۶۳۹ھ / ۱۲۴۱ء تا ۶۴۹ھ / ۱۲۵۱ء) حراسان میں آیا تو ملک شمس الدین کرت نے اطہار اطاعت کیا۔ ماوراءالنہر میں مقیم چغتائی



ان کے حکم ناموں کو موچلکا، خاں کے مہر بردار کو نمعاچی اور مہر کو تمعا کہتے تھے۔ جس فرمان پر نمعا ثبت ہونا تھا اس کی اطاعت لازم سمجھی جاتی تھی۔ بسا اوقات ناناری سرداروں کی مجلس شوریٰ (قوریلای) تشکیل دی جاتی تھی۔ جگہ جگہ فوجی جھاڑیاں (بور، اردو) قائم تھیں۔ اس عہد میں چین کے فنِ نقاشی کو خاصا فروغ حاصل ہوا۔ کاشی کاری، معماری اور ریشمی کپڑے، رزم، قالین و عمرہ نسے کی صنعت بے ترقی کی۔ چین سے افغانستان، ہند، ایران، عراق اور روم کے تعلقات قائم ہوئے لگے اور ان ممالک میں شاہ راہیں بن گئیں، لیکن صنعت و تجارت کی یہ ترقی اس وقت عمل میں آئی جب چنگیز کے مرنے کے بعد اس کے احلاف میں وحش و بربریت کم ہو گئی۔ ناناریوں کے دور کے علماء و شعراء میں مولانا روم، سحیح نجم الدین دایہ (مرصاد العباد)، نصیر الدین طوسی، معین الدین خویسی (نگارستان)، سحیح فرید الدین عطار، مولانا جامی، امامی ہروی، امیر حسینی عوری (برہہ الارواح) اور سلمان ما کو (ند کثرۃ اولیاء، سنو) کے نام لسے جا سکتے ہیں۔

اعاسان بر حسب ذیل ناناری ناساھوں نے حکومت کی: (۱) چنگیز (۶۱۶ تا ۶۱۸ھ)؛ (۲) اوگدائی بن چنگیز (۶۱۸ھ)؛ (۳) جغتائی بن چنگیز (۶۱۸ تا ۶۳۹ھ)؛ (۴) قراہولاگو (۶۳۹ تا ۶۶۹ھ) اور (۵) ارغون بن اناقا (۶۶۳ھ) کے علاوہ (۶) تولی بن چنگیز (۶۲۰ھ)۔

آلِ کرب اور ناناریوں کے عہد میں افغانستان کے داخلی امراء (۶۰۰ تا ۸۳۳ھ) : سلطان محمد عوری کے عہد میں اس کے بھیالی رستہ داروں میں سے دو بھائی تاج الدین عثمان مرعی اور عرالدین عمر مرعی معرر درباریوں میں شمار ہوتے تھے۔ رکن الدین محمد بن تاج الدین کو چنگیزی ایلچوں سے اچھا

سردار غزنہ اور کابل تک کے علاقے پر بالواسطہ یا پہلا واسطہ سنوار کے دل پر مسلط رہے اور انھوں نے بیس برس کے عرصے میں جان و مال کے علاوہ یہاں کے علوم و تمدن کو بھی تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ افغانستان کے تمدن میں، حو مدیم آریائی اور عربی اسلامی تمدنوں کا مزوج تھا، ناناری عنصر بھی شامل ہو گیا، جس کا اثر زبان و لغت، آداب معاصر، عادات و اخلاق، ہر باب پر پڑا۔ نظم و نسق اور دفتری و سیاسی امور بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ چنگیزی سپہ سالاروں نے پاسا، یعنی ناناریوں کے قوانین و احکام، سختی سے نافذ کر دیے۔ مول کابرمنتر (مقدمۃ جامع التواریخ، ار رستہ) ناناری خوانین اپنے مسلمان مشیروں (حاحوں اور فاصیوں) کے ذریعے اسلامی احکام و آداب کی نگہداشت بھی کرتے تھے۔ ناناریوں کے مذہبی پشوا (کشنس یا بؤس) سحر و جادو کے اثبات رائل کرتے میں مشغول رہتے تھے۔ ان کے ہاں اویغوری رسم الخط رائج تھا۔ مورچی (ہزار اٹھائے والا)، چربی (دربار)، آھہچی (گھوڑوں کا محافظ)، یساوول (نقشب)، فراول حاصہ اور تشکچی (محافظ)، بہادر (سارر)، داروعہ (آمر)، بؤس یا بونان (شہزادہ)، آلع بویاں (بڑا سپہزادہ)، ترھاں (لشکر کا سردار) و عمرہ دربار کے معرر لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ نادرشاہ کو قاآن اور خانان کہتے تھے۔ لشکر دس دس ہزار کے دستوں (بومان) پر مشتمل اور میدان جنگ میں حربہ ہار (مسرہ)، برہار (مسمہ)، قول (تلب، جہاں خاں کی مقام ڈھ ہونی بھی)، چنداول (سامہ)، ہراول (مقدمہ) اور قراول (طلایہ) میں مقسم ہونا تھا۔ خوراک، سار و سامان اور عورتوں کے حصے کو اعروو کہتے تھے۔ شاہ راہوں پر مسافروں کے لیے سرائیں (یام) بنی ہوئی تھیں، جہاں ڈاک کے گھوڑے (الاع) موجود رہتے تھے۔ قصا کے محکمے کو یرغو، قاصی کو یرعوجی،

سلوٹ کرنے کی بناء پر خیساہ غور اور اس کے متصل شہروں کی حکومت سونپی گئی۔ اس کی وفات (۵۶۶۳ / ۱۲۴۵ء) کے بعد اس کا بھانجا ملک شمس الدین محمد مہیں رانی بکر کرب جانشین ہوا، جو ناتاریوں کا مقرب تھا۔ ۵۶۴۴ میں اس نے ناتاری سپہ سالار صالح بنوین سے مل کر لاہور اور ملتان کو مطیع کیا، لیکن آگے چل کر وہ مسلمانوں اور افغانوں کی حمایت سے متہم ہو کر مورد عتاب ہوا اور اسے پہلے طایر بہادر، پھر منکو خان کے ہاں پناہ لیا بڑی۔ مؤخر الذکر نے قدیم تعلقات کے پیش نظر اسے سدھ اور خراسان تک موجودہ افغانستان کا حاکم مقرر کر دیا (۵۶۴۵ / ۱۲۴۸ء)۔ ۵۶۴۷ میں طالقان، اسمراہ، خاف، گردوان، بولک، فراہ اور سیستان کے حاکموں نے اس کی اطاعت قبول کی۔ ۵۶۴۸ میں اس نے افغانستان کو فتح کرنے کا ارادہ کیا، جس کا اطلاقی ان دنوں قندھار اور عربی سے دریائے سدھ تک کے علاقے پر ہونا تھا اور اس پر محمد الدولہ و الدین ملک شامشاہ اپنے دارالحکومت مستونگ سے حکمراں تھا۔ ملک شمس الدین نے اس کی شرائط مصالح مسترد کر کے ۵۶۵۲ میں مستونگ کا محاصرہ کر لیا۔ سخت لڑائیوں کے بعد ملک شامشاہ اپنے بیٹے بہرام شاہ اور نوے دوسرے اقربا سمیت مارا گیا۔ اس کا داماد میران شاہ بچ کر سسنان کی طرف نکل گیا، لیکن ۵۶۵۸ / ۱۲۵۹ء میں واپس آیا تو وہ بھی شمس الدین کے خلاف ایک لڑائی میں ہلاک ہو گیا۔

افغانوں کے ایک اور مرکز قلعہ بیر کے امیر المار افغان نے طایر بہادر اور اس کے برادر سستی بنوین کو دو بار شکست دی تھی۔ شمس الدین نے حمہ کمر کے اسے موب کے گھاٹ اتار دیا اور قلعہ امیر حسام الدین حامل کے سپرد کر دیا (صفر ۵۶۵۳ / مارچ ۱۲۵۵ء)۔ اسی سال اس نے قلعہ

کھیرا میں شعیب افغان، پھر قلعہ دوکی میں اس کے چچیرے بھائی سداں کو سخت لڑائیوں کے بعد مار ڈالا۔ ۵۶۵۵ میں افغانی امراء کا دوسرا مرکز قلعہ ساحی بھی فتح ہو گیا۔ ۵۶۶۶ تک شمس الدین پورے افغانستان کو مطیع کر چکا تھا۔ اسی زمانے میں ہرات چنگیزی شاہزادوں کی حاکمہ جنگی کا مرکز بن گیا اور شمس الدین خسار میں پناہ گرین ہو گیا۔ اناقا خان نے فتح یاب ہو کر قدیم حاکموں کا فرمان اس کے نام جاری کر دیا اور اسے ہرات میں بلا لیا (۵۶۷۲ / ۱۲۷۴ء)، لیکن چنگیزی شہزادے خراسان پر کسی مقتدر حراسانی کو حاکم نہیں دیکھا چاہتے تھے اس لیے اسے ۵۶۷۶ میں بریر بلا کر رہ دے دیا۔ اس کے بعد اس کا نشا ملک رکن الدین (الملک نہ شمس الدین کہیں) ہرات میں اس کا حاشین ہوا۔ اس نے چنگیزی شہزادوں سے بدسور مراسم قائم رکھے اور ۵۶۷۸ تک غور و خسار اور ۵۶۸۰ میں قندھار کے قلعے فتح کیے۔ اس کا بیٹا ملک معزالدین ایک علم پرور اور ادیب نادر شاہ تھا، جس کی حکومت کو امیر غار خان نے ہرات سے دریائے مندھ تک تسلیم کر لیا۔ اس کی وفات (۵۷۰۶ / ۱۳۰۷ء) [لین پول کے مطابق ۵۷۰۸ / ۱۳۰۸ء] کے بعد امر اولعایتو نے ہرات، سیستان، عرہستان وغیرہ کی حکومت اس کے بھائی ملک عیث الدین محمد (۵۷۰۶ تا ۵۷۲۹ء) کے سپرد کی۔ پھر اس کے حسب ذیل بیٹوں نے یکے بعد دیگرے حکومت کی: ملک شمس الدین دوم (۵۷۲۹ تا ۵۷۳۰ء)، ملک حافظ (۵۷۳۰ تا ۵۷۳۲ء)، ملک (۵۷۳۲ تا ۵۷۳۴ء)، [لین پول، ۵۷۳۲ / ۱۳۳۰ء]۔ ملک معزالدین کی وفات (۵۷۳۱ء) کے بعد اس کا بیٹا ملک عیث الدین تحت سسین ہوا۔ ۵۷۸۳ / ۱۳۸۱ء میں امیر تیمور نے ہرات فتح کر کے اسے، بیٹے پیر محمد اور بھائی محمد سمب ماوراءالنہر کی طرف ملک بدر کر دیا اور ۵۷۸۷ / ۱۳۸۵ء

اس پیش قدمی کے وقت بیز واپسی پر وہ بیوں سے گزرا تھا؛ لہذا غالباً اس نے درۂ ٹوچی کی راہ اختیار کی ہوگی، جو علرئیوں اور وریریوں کے علاقے سے گزرتی ہے۔ اس کی فوج میں افغانوں کی موجودگی کے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملتی، حالانکہ ناحیک اس کے لشکر میں شامل تھے۔

حب تمور فوب ہوا (۵۸۰ء / ۱۱۴۰ء) تو ہر محمد [بن عیث الدین جہانگیر بن تیمور] کابل میں حکومت کر رہا تھا، لیکن یہ حیل [بن میراں شاہ بن تیمور] تھا جس نے حب سلطنت پر قبضہ کر لیا (جاشیہا تیمور کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھئے مادۂ تیمور، سو)۔ تشعہ جو جنگ ہوئی اس کا حامیہ پیر محمد کے قتل پر ہوا۔ تھوڑے عرصے بعد حلیل کو معزول کر دیا گیا اور شاہ رخ حکم راہ اعلیٰ بن گیا۔ اس کا عہد حکومت، جو چالیس سال تک رہا، اس و امان کا دور تھا۔ اس عہد میں ملک سال ہائے ماسی کی مادی و بریادی سے سہلے کے قابل ہو گیا۔ [شاہ رخ نے تمام شورشوں کا قلع قمع کیا، اندھود، شرعان، طحارستان، حیلان، بلخ، بدخشان اور سیستان کے علاقے اپنی سلطنت میں شامل کیے اور کئی شاہ دار عماریں، خانقاہیں اور مدرسے بنوائے۔ ۲۵ دوالحجۃ ۸۵۰ / ۲۳ مارچ ۱۴۴۷ء کو اس نے وفات پائی۔ بعد ازاں اس کی وسیع سلطنت میں تیموری سپہرادوں کے درباروں کئی جھگڑے رونما ہوئے اور [بکے بعد دیگرے] الع بگ [بن شاہ رخ (۸۵۰ تا ۸۵۳ء) — ریح الع بگ اور اولوس اربعہ کا مؤلف]، عبد اللطیف [بن الع بگ] (۸۵۳ تا ۸۵۴ء) اور ناصر میرزا [بن نایسقر بن شاہ رخ (۸۵۴ تا ۸۶۱ء)] وغیرہ تحت نشیں ہوئے، لیکن ان سب کا عہد حکومت مختصر تھا۔ ۵۸۶ / ۱۴۵۶ء میں [سلطان] ابوسعید [گورگان بن سلطان محمد بن میران شاہ بن تیمور] تحت نشیں ہوا، لیکن

میں انہیں قتل کر دیا۔ اس طرح آل کرت کا سلسلہ ختم ہو گیا [بن پول کے مطابق ۵۹۱ / ۱۳۸۹ء میں]۔ آل کرت کے معاصرین میں سے ملوک سیستان [رک بان] کے علاوہ ہونک امراہ قابل ذکر ہیں، جو ترنگ کے کنارے قلات غرنی میں حکومت کرتے تھے۔ ان میں سے نانا ہونک ولد تولر (۶۶۱ تا ۷۴۰ء) اور اس کے بیٹے شیخ ملک یار (۷۴۹ / ۱۳۴۸ء) نے نانا یوں کے خلاف کئی لڑائیاں کیں۔ اسی خاندان نے بارہویں صدی ہجری میں قندھار کی ہونکی سلطنت کی بنیاد رکھی۔

تیموریان ہراب (۷۷۱ تا ۹۲۰ء) : تیمور [رک بان] نے ۵۸۲ / ۱۳۸۰ء میں دریائے آمو کو پار کیا، اندھود، سرخس اور فوشج کو سر کرنے کے بعد ہراب کو مسخر کرنے کا ارادہ کیا اور آل کرت کے آخری حاکم غاث الدین پر علی کا قبضہ پاک کر دیا۔ اس کا دوسرا حملہ ۵۸۵ / ۱۳۸۳ء میں سبزوار اور فراہ سے شروع ہوا اور زره (زرنج) اور سیستان کو ناراج کر کے رکھ دیا۔ اسی بلغار میں بس اور قندھار بھی ویراں ہو گئے۔ اس طرح سارا ملک تیموری سلطنت کا حصہ بن گیا۔ ۵۸۰ / ۱۳۹۷ء میں تیموری مشرق کا رخ کیا، اپنے پوتے پیر محمد خان کو کابل، عربہ اور قندھار کا والی بنایا اور اپنے بیٹے شاہ رخ کو حاگیر کے طور پر ولایت ہراسان کی بادشاہ دی، جس کا صدر مقام ہراب تھا۔ پیر محمد خان نے سلیمان کوہ کے افغانوں پر چڑھائی کی، پھر ہندوسان میں پیش قدمی کر دی۔ خود تیمور نے یہ اطلاع پا کر کہ ملتان میں پیر محمد خان کی مراجعت کی گئی ہے اندراب سے کوہستان ہندوکش پر لشکر کشی کی، پھر لیمان سے دوسری طرف ہلٹ کر اس نے سیاہ پوش اور کتور [کیتور] کافروں پر حملہ کیا۔ اس مہم کے بعد اس نے ناعی افغانوں پر چڑھائی کی اور دریائے سندھ عبور کیا۔

ناہوڑ، سواب اور کشمیر تک کے علاقے پر حکمران  
بھا (نواح ۸۰۰)۔ جب وہ فوت ہوا تو بیٹوں  
کی حاسبہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر اس کے بھائی  
سلطان بہرام نے حکومت پر قبضہ کر لیا (نواح  
۸۱۰)۔ اس کی حدود کابل سے کشمیر تک پھیلی  
ہوئی تھیں۔ اس کے بعد زمام سلطنت سلطان بوسا  
کے ہاتھ میں آئی (نواح ۸۵۰)۔ اس خاندان کی  
حکومت نہاڑی سلسلوں میں محدود رہی۔

آپ دہور کے عہد میں کئی افسانہ قائل  
مدھار، گومل وغیرہ سے ہجرت کر کے کابل کے  
دروں میں آباد ہو گئے۔ ۸۵۰/۱۳۶۵ء میں  
الغ بیگ بن ابوسعید، حاکم کابل، نے ملک سلطان شاہ  
یوسف رٹی سمیت ان قائل کے سرکردہ لوگوں کو  
اکٹھا کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا، لیکن سلطان شاہ  
کا بھتیجا احمد بچ نکلا۔ بعد ازاں حصارک میں  
یوسف رٹی اور مہمند رٹی قبیلوں میں لڑائی چھڑ گئی  
اور نتیجہ مہمند رٹیوں نے بگڑھار کے علاقوں پر  
قبضہ کر لیا۔ یوسف رٹیوں نے ناہوڑ، سر اور سواب  
کا رخ کیا اور اسغر [ہٹ نگر، مرکز چارسدہ] کی پوری  
سرزمین اور پشاور کے شمالی دوائے پر قبضہ کر کے ناوگی  
سے اوہڈ تک کے علاقے کے مالک بن گئے۔ ان کے  
حکمرانوں میں سے ملک ملی (شیخ ادم) بن یوسف  
بالخصوص قابل ذکر ہے۔ وہ عالم اور متقی ہونے  
کے علاوہ ایک اعلیٰ مقام بھی بھا، چنانچہ اس نے  
اجتماعی قوانین مومی اور تقسیم اراضی پر ایک کتاب  
دفتر سیخ ملی لکھی (۸۲۰/۱۳۱۷ء)، جس پر  
مدیوں عمل درآمد ہونا رہا۔ اس کے بعد حکومت  
کچو خان رانی رٹی کے قبضے میں آگئی (۹۰۰/۱۴۹۳ء)،  
جس نے شیخ پتور میں غوریہ حیل اور  
لنگرکوٹ میں دلارا کوں کو شکست دی۔ کچو خان  
کے بعد دو اور فرمانرواؤں۔ شاہ منصور ولد ملک  
سلیمان اور سلطان اویس۔ کا نام ملتا ہے (۹۱۰/۱۵۰۳ء)۔

خراسان و افغانستان کی حکمرانی کے لیے حسین  
[بن منصور بن باقر بن عمر سج بن تیمور] نے جھگڑا  
کیا۔ اسے ۸۷۰/۱۴۶۵ء میں شکست ہوئی؛  
مگر ابوسعید دو سال بعد فوت ہو گیا۔ اس کا حاسب  
سلطان احمد خراسان پر ایک دن کے لیے بھی قابض  
نہ ہوا بلکہ حسین نامہرا جھگڑے کے بعد اپنے  
ہائے رحمت ہرات سے خراسان، سیستان، غور اور  
زمیں داور پر حکمرانی کرنا بھا (۸۷۲ تا ۹۱۱ء)۔  
شاہ رخ اور حسین بایقرا کے طویل عہد حکومت میں  
شعر و سحر اور علم و فن کے مرکز کے طور پر ہرات  
اپنی سہرت کے کمال پر پہنچ گیا۔ [اس کا وزیر  
میر علی شیر نوائی (م ۹۰۶/۱۵۰۰ء) جہاں نامی  
اور علم و ادب میں لائانی بھا۔ اس عہد کے مشاہیر  
میں حسین واعظ کاشی، سر خواند، خواند امر،  
عبدالرزاق سمرقندی، مولانا حاسبی اور بہراد فاس  
قابل ذکر ہیں۔ اس زمانے میں ہرات کا سیاسی اور  
علمی اثر و نفوذ استانبول اور جنوبی ہندوستان تک  
پہنچ گیا اور یہ شہر ایسیا میں علم و ادب، فلسفہ  
اور صنعت و حرفت کا مرکز بن گیا۔] حسین بایقرا  
کے عہد حکومت کے آخری سیں میں اس کا اقتدار  
شمال کی جانب سے شسانی خاں اور اس کے اربکوں  
کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خطرے میں پڑ گیا۔ [اس کی  
وفات (۱۱ ذوالحجہ ۹۱۱/۵ مئی ۱۵۰۶ء) کے  
بعد ہرات کی مرکزی حکومت، حواس کے سپہرادوں  
بدیع الزمان اور مظہر حسین کے ہاتھوں میں آئی  
تھی، شیک خاں نامی ایک چنگیزی لشکر کے  
ہاتھوں بباہ و بر باد ہو گئی] اور افغانستان کے اطاع  
الگ الگ حکومتوں میں مقسم ہونے لگے۔

[کٹر اور یوسف زئی حکمران (۸۰۰ تا ۹۰۰ء) :  
تیمور کی بلغار کے وقت کٹر کے دروں میں ایک  
مقامی خاندان ”سلطان“ حکومت کرتا بھا۔ اس  
زمانے میں سلطان پکھل بن کھجاس لیمان سے کٹر،

شیبانی حان نے حملہ کیا۔ [دوالوں بیگ ازنکوں کے خلاف پہلی ہی لڑائی میں مارا گیا اور ۱۳/ ۱۵۰۰ء میں شیبانی بے ہراب پر قصبہ کر لیا۔

شاہ بگ اور مقیم اب نابر اور شیبانی کے بیچ میں تھے۔ نابر ایک حد تک بحال طور پر سلطنت بزموریدہ کا وارث ہوئے کا مدعی تھا۔ اس بے قندھار پر چڑھائی کی۔ ارغونی امیروں بے شیبانی سے اتحاد کر لیا، لیکن نابر بے انہیں شکست دے کر قندھار لے لیا اور [اپنے بھائی] ناصر سررا کو وہاں کا والی مقرر کر دیا، جس پر شیبانی فوراً حملہ آور ہوا۔ نابر اس وقت ہراب جا رہا تھا تاکہ سلطان حسین سے مل کر ازنکوں کے مقابلے میں دفاعی تدبیریں اختیار کرے۔ انہی وہ راستے ہی میں تھا کہ اسے سلطان حسین کے قوت ہو جانے کی خبر ملی، تاہم وہ مرعاب پر اس کے بیٹوں کی معرکہ آرائی میں شریک رہا۔ وہاں سے وہ ہراب گیا اور موسم سرما میں کوہستان کی راہ سے کابل لوٹا۔ اس سفر میں اسے اور اس کی فوج کو سخت مصائب برداشت کرنا پڑے۔ وہ ۱۲/ ۱۵۰۰ء میں عین اس وقت کابل پہنچا جب اس کے اپنے حویس و افاربت ایک خطرناک سازش کر رہے تھے۔ نابر نے کابل پہنچتے ہی سارش کا قلع قمع کیا۔ اس کے بعد گرمی کے موسم میں وہ قندھار کی مہم پر گیا اور حمادی الاولیٰ ۱۳/ ۱۵۰۰ء میں کابل لوٹ آیا۔ وہ ہندوستان پر مہم کی تیاری کر رہا تھا، بلکہ کوچ کر چکا تھا، کہ اسے اطلاع ملی، شیبانی بے قندھار فتح کر کے وہاں ارغویوں کا اقتدار بحال کر دیا۔ یہ خبر اس وقت ملی جب نابر حگدک اور بگرہار کے افغان قبائل کے خلاف برسرِ بیکار تھا، حوتھوڑی ہی مدت پہلے وادی کابل پر قساض ہو گئے تھے۔ اس زمانے میں نابر کابل کو بھی مشکل سے اپنے قبضے میں رکھ سکا، جہاں

۱۵۰۰ء تا ۱۵۱۹/ ۱۵۱۹ء۔ نابر بے شاہ منصور کی بیٹی سے شادی کی تھی۔

تیموریان ہند، نیز ارغویوں، ازنکوں اور صموویوں کا نفوذ (۱۵۰۰ تا ۱۵۱۱ء) : ہراب میں تیموریوں کا آخری دور تھا کہ طہیر الدین محمد نابر بن عمر شیخ میرزا بن ابوسعید گورکان [رک نان] فرغانہ میں تخت نشین ہوا (۱۵۱۱/ ۱۵۱۲ء)، لیکن اپنے اعراء کی ریشہ دوازیوں کے باعث اسے وہاں سے نکلتا پڑا۔ انہیں دونوں جوحی بن چکیس کی نسل سے ایک شخص شیبانی حان بن ابراہیم (۱۵۰۰/ ۱۵۱۱ء) سمرقند پر قابض ہو گیا تھا۔ ۱۵۰۹/ ۱۵۰۳ء میں اس سے نابر کی جنگ ہوئی، لیکن جب اس بے حریف کو قوی دیکھا تو افغانستان کا رخ کر لیا، جہاں اس زمانے میں حاندان ارغویں (اہلحانی) [رک نان] برسرِ عروج آگیا تھا۔ اس کے نانی دوالوں بگ کو، جو غور اور سیستان کا والی تھا، ہزارہ اور بیکوداری قبائل کو سکست دیے کے بعد رابلستان اور گرم سر کے صوبے بھی مل گئے، چنانچہ وہ قندھار کو دارالحکومت بنا کر خود مختار بن بٹھا اور اس بے اپنے بیٹے شاہ بگ کی مدد سے سلطنت کو خوب کی طرف درخ بولان اور سوسستان تک وسعت دے دی۔ ۱۵۰۴/ ۱۵۰۸ء میں اس نے غور، زمیں داور اور قندھار کی آبادیوں سے لشکر بھرتی کر کے، حوالاً ناحیکوں اور افغانوں پر مشتمل تھا، ہراب پر بھی چڑھائی کی۔ اس کے بیٹے مقیم نے کابل پر حملہ کر کے [اسر عبد الراہی بن الغ بیگ کو لعمان کی طرف بھگا دیا (۱۵۰۸/ ۱۵۰۲ء)]، لیکن کابل پر اس کا قصبہ بہت مختصر وقت کے لیے تھا۔ [۱۵۰۴/ ۱۵۰۸ء میں نابر کی آمد کی اطلاع پا کر وہ قندھار چلا گیا اور یوں نابر کابل پر قابض ہو گیا۔ ادھر دوالوں بیگ پر

تھیں۔ اسے ہراب میں قید کر لیا گیا تھا، جہاں سے وہ بھاگ نکلا۔ اس وقت سے وہ سندھ میں اپنی بادشاہت قائم کرنے کے لیے لگ و دو کر رہا تھا۔ ۸۹۱ء / ۱۵۱۱ء میں بعض بلوچ قبائل کی مدد سے اس نے سندھ پر چڑھائی کی۔ نادر قندھار کو سر کرنے میں دو ار ناکام رہا، تاآنکہ ۸۹۲ء / ۱۵۲۱ء میں وہ کامیاب ہو گیا۔ اب شاہ بیگ نے شال (کوئٹہ) کو اپنا گرمائی اور سسی کو سرمائی صدر مقام بنا لیا اور سندھ کے لیے اپنی کد و کاوش جاری رکھی، قندھار کا پورا صوبہ نادر کے قبضے میں آگیا تھا۔ اب نادر اپنے آپ کو اساطور محسوس کرنے لگا تھا کہ طالع آزمائی کی وہ مہمیں اختار درے حق کا سلسلہ ہندوستان کے لودھی افغانوں کی سلطنت کا بختہ اٹھے پر ختم ہوا۔ [اس وقت سے نادر نے اپنا مستقر ہندوستان میں قائم کر لیا، جہاں سے افغانستان، کابل، بلخشاہ اور قندھار تک حکومت ہوئی ہوئی۔] نادر ہمیشہ کابل کو ہندوستان کے مہذبوں پر ترجیح دیتا تھا [جیہاںچہ اس کی وفات (یکم جمادی الاولیٰ ۸۹۳ء / ۲۱ دسمبر ۱۵۳۰ء) کے بعد اس کی میت حسب وصیت کابل کے حوالی میں دفن کی گئی]۔

اس وقت افغانستان، ہندوستان اور ایران کی دو بڑی سلطنتوں کے زیر اثر ایک سستہ منظم اور ہر امن دور میں داخل ہو چکا تھا۔ وہ ان دونوں سلطنتوں کے درمیان اس طرح بٹ گیا تھا کہ ہراب اور سیستان کی ولایتیں ایران کے پاس رہیں، اگرچہ ان پر ارنکوں کے حملے کچھ عرصے تک پریشانی کا موجب بنتے رہے؛ کابل سلطنت علیہ کا حصہ بنا رہا اور قندھار پر کبھی معل اور کبھی ایرانی قابض ہو جاتے تھے۔ معل شہنشاہوں کا اقتدار بتدریج ہندوکش کے جنوب تک محدود ہو کر رہ گیا۔ ہندوستان کے شمال میں [نادر کے چچیرے

معاونت اور روح کی سرکشی سے اس کے اقتدار کو زبردست خطرہ لاحق ہو رہا تھا۔ اب شیبانی حراسان کا مالک اور قندھار کا نالادست حکمراں بن چکا تھا، لیکن اس کی طاقت رو بہ زوال تھی۔ اس کے عساکر بے کوردستان شور کی ایک مہم میں شدید نقصانات اٹھائے۔ مرید برآں انک اور جنگ ہو بادشاہ، یعنی ایران کی سلطنت صوبہ کا نانی شاہ اسماعیل، مغرب کی طرف سے دناؤ ڈال رہا تھا۔ ۸۹۶ء / ۱۵۱۰ء میں اسماعیل نے حراسان پر چڑھائی کی۔ شیبانی نے درو کے قریب صوبوں سے شکست کھائی اور مارا گیا۔ اب شاہ اسماعیل کے قبضے میں حلا گڑا، جہاں شیعی عقاید انتہائی حر و سبند سے رائج تھے گئے۔ اب نادر نے شاہ اسماعیل سے اتحاد کرنا اور بچہ درو کے لئے وسط ایسا میں اپنی موروثی مملکت پر فوری فاص ہو گیا۔ کابل کی مملکت اس نے اپنے بھائی ناصر مہررا کے لئے چھوڑ دی، لیکن شاہ اسماعیل سے اتحاد قائم کرنا عوام الناس کو سبب ناسد تھا۔ ازبک دوبارہ مجتمع ہوئے۔ نادر نے ۸۹۸ء / ۱۵۱۲ء میں بخارا کے قریب عجدواں کے مقام پر شکست کھائی اور بڑی مشکل سے خان بچا کر کابل کی طرف ہسپا ہوا، جہاں سبب بدبظمی پھیلی ہوئی تھی۔ یہاں اسے اسی مغل فوج، بیر افغان قبائل کی شورشیں فرو کرنا پڑیں۔ یوسف زئی قبائل نقل مکان کر کے بشاور کی وادی میں آگئے تھے اور انہوں نے اسے بشورو دلاراکوں کو ناحوڑ اور سوات کے پہاڑوں سے باہر نکال دیا تھا۔ نادر نے بڑی سہمتی سے ان کی سرکوبی کی اور قتلِ عظیم کے بعد ناحوڑ پر قبضہ کر لیا۔ اسے ہرارہ قبائل کی معاونتوں کو بھی کچلنا پڑا۔ اس کے بعد اس نے قندھار کی طرف اپنی بوجہ مدبول کی، جہاں ابھی تک شاہ بیگ ارغون متمکن تھا اور اس نے شاہ اسماعیل کے ساتھ سمجھوتا کرنے کی لاج حاصل کوششیں کی

بھائی] سلیمان مرزا ہے، جسے نادر نے بدحشاں کا وال بنا دیا تھا، ایک بیم آزاد سے ناہی خاندان کی بنیاد قائم کر لی اور ملک کے باقی ماندہ اقطاع شہاسوں کے زیر نگیں رہے۔

نادر کا بٹا ہمایوں اس کا حاشین ہوا۔ اس کے بھائی کامران، ہندال اور نسکری مختلف ولایتوں کے والی تھے۔ کابل اور قندھار کی ولایتوں کو پنجاب کے ساتھ ملا کر کامران کے ماتحت کر دیا گیا۔ ادھر شاہ اسماعیل [م ۹۳۰ھ / ۱۵۲۳ء] کے جانشین طہماسپ نے اسے بھائی سام مرزا کو قندھار کا والی مقرر کر دیا۔ صفوی نادرشاہ قندھار کو مملکت خراسان کا (حو اب ان کے قصبے میں بھی) ناح گزار علامہ حمال کرے تھے، اس لیے وہ قندھار پر معلوں کے قصبے کو غاصبانہ سمجھتے تھے۔ ۹۴۱ھ / ۱۵۳۵ء میں سام مرزا نے احانک قندھار پر حملہ کر دیا۔ اہل قندھار نے اس کی مزاحمت کامیابی سے کی اور آٹھ ماہ بعد کامران نے [لاہور سے آکر سام مرزا کو شکست دی اور قندھار حواض کلان کے سپرد کر کے واپس چلا گیا]۔ سام مرزا کی عمر حاضری میں اربکوں نے عبداللہ کے زیر سرکردگی خراسان پر چڑھائی کی اور قندھار کا بدقسمت شہر پھر مسخر اور ناراج ہوا۔ طہماسپ نے یہ سہرا سر نو فتح کیا، سام مرزا کو معزول کر دیا، قندھار پر چڑھائی کی اور اسے بھی سر کر لیا؛ [ناہم ۹۴۳ھ / ۱۵۳۶ء میں] کامران نے پھر قندھار پر قبضہ کر لیا۔ اندرین انا [ورد خان، المعروف] شہشاہ [سوری] کے زیر قادت افغانوں نے ہمایوں کے خلاف بغاوت کردی، جس کے نتیجے میں ہمایوں نے ہندوستان کا رنج چھوٹ گیا۔ [رحم ۹۴۷ھ / نومبر ۱۵۴۰ء میں] وہ سندھ پہنچا اور وہاں سے [قندھار کے حوالی صحرا میں سے ہونا ہوا] سیستان اور ایران گیا (۹۵۰ھ / ۱۵۴۳ء)، جہاں شاہ طہماسپ نے اس کے

ساتھ مہمان نواری کا سراؤ کیا۔ [اس دوران میں کامران بدحشاں سے قندھار تک اور کابل سے وادی سندھ تک پورے علاقے پر حکمرانی کرنے لگا تھا اور اس کا دارالحکومت کابل تھا۔ ۹۵۱ھ / ۱۵۴۴ء میں ہمایوں دربار صفوی سے امداد حاصل کر کے قندھار کی راہ دریائے ہلمند کے کنارے آپہنچا اور شاہم علی اور میر حلیج کو، حو نسب میں کامران کی طرف سے حکومت کرتے تھے، محصور کر لیا۔ پھر چھ ماہ کے محاصرے کے بعد ۹۵۲ھ / ۱۵۴۵ء میں نسکری مرزا سے قندھار بھی چھوٹ گیا اور طہماسپ سے معاہدے کے مطابق یہ سہرا ایرانی سپہرائے مراد صفوی کے سپرد کر دیا۔ اس کم عمر شہزادے کی وفات کے بعد ہمایوں نے اسے اسے قصبے میں لے لیا اور اسے نرم خان کے سرد کر کے کابل پر حملہ آور ہوا، جسے اس نے رمضان ۹۵۳ھ / ۱۵۴۶ء میں سر کر لیا۔] بعد کے چند سال بھائیوں کے درمیان لڑائی میں سر ہوئے۔ کبھی ایک فریق حب خانہ اور کبھی دوسرا۔ کامران نے دو مرتبہ کابل پر قبضہ کیا، لیکن بہت بھڑے عرصے کے لیے۔ . . . بعد ازاں اس نے کچھ وقت افغانوں کے قبیلوں مہمند اور حلیل میں گزارا اور انہیں وادی کابل کو ناراج کرنے پر ابھارا۔ بالآخر ۹۶۱ھ / ۱۵۵۳ء میں اس نے ہمایوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور اس کی آنکھوں میں سلاخی پھروا دی گئی۔ اب ہمایوں قندھار اور کابل کا مالک بن گیا اور اسے آپ کو اساطعت و رسم چھوٹے لگا کہ ہندوستان کو دوبارہ فتح کرنے کی کوشش کرے؛ چنانچہ اس نے سور نادرشاہوں پر فتح حاصل کی [اور یکم رمضان ۹۶۲ھ / ۲۰ جولائی ۱۵۵۵ء کو پھر رنج دہلی پر متمکن ہو گیا۔ ۱۲ ربیع الاول ۹۶۳ھ / ۲۶-۲۷ جنوری ۱۵۵۶ء کو ایک حادثے کا شکار ہو کر اس نے دہلی میں وفات پائی اور

اس کا فرزند حلال الدین اکبر تیرہ سال کی عمر میں بروز جمعہ بتاریخ ۲ ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ / ۱۴ فروری ۱۸۵۶ء بمقام کلانور (حجاب) ناساہ نا۔ نوحواں شہزادہ ابھی ہندوستان کی ارسر نو سحر کو پایہ تکمیل تک پہنچائے میں مصروف تھا کہ طہماسپ بے موقع کو غصب حان کر قندھار پر قبضہ کر لیا (۱۲۸۵ھ / ۱۸۵۸ء)۔ یہ سہر ایزانوں کے قبضے میں رہا، نا آنکہ ۱۲۸۵ھ / ۱۸۵۸ء میں شہزادہ مطہر حسن بے اسے اثر کے حوالے کر دیا اور شاہ بگ ڈبلی قندھار کا حاکم مقرر ہوا۔ عہد اکبری میں حواہم واقعات افغانستان میں رونما ہوئے وہ حسب دیل ہیں۔ اثر کی حب شہنی کی خبر سننے ہی سلمان مرزا بے محمد حکیم میرزا بن ہمایوں کو کابل میں محصور کر لیا۔ مگر اثر کی فوجیں کابل پہنچیں نو سلمان ندھان کو لوٹ گیا (۱۲۸۶ھ / ۱۸۵۹ء)۔ ۱۲۸۶ھ / ۱۸۵۹ء میں ابوالمعالی بریدی دربار اکبری سے فرار ہو کر کابل پہنچا اور شہزادہ محمد حکیم کی والدہ اور چند اور امراء کو قتل کر دیا۔ شہزادے بے سلمان مرزا سے مدد طلب کی، جس بے پل عورسد پر ابوالمعالی کو قتل کر کے کابل پر قبضہ کر لیا (۱۲۸۷ھ / ۱۸۶۰ء اپریل ۱۹ء)، پھر کابل کی حکومت شہزادے کے سپرد کر کے واپس بدھشان چلا گیا۔ دربار اکبری سے مدد ملنے پر محمد حکیم کو کابل سے دریائے سندھ اور قندھار سے سلسلہ ہندوکس تک کی مستقل حکمرانی نصیب ہوئی اور سلمان مرزا کا اثر رائٹ ہو گیا۔ اس سے کچھ عرصے بعد محمد حکیم بے لاہور پر حملہ کر دیا، لیکن اکبر بے اسے ساور کی طرف ہٹا کر دیا (۱۲۸۸ھ / ۱۸۶۱ء)۔ بعد ازاں سلمان مرزا کو اسے نواسے شاہرح مرزا کے ہاتھوں ہندوستان کی طرف بھاگا پڑا (۱۲۸۹ھ / ۱۸۶۲ء)۔ ۱۲۸۹ھ / ۱۸۶۲ء

۱۲۸۹ھ میں اس بے محمد حکیم کی مدد سے بدھشان پر حملہ کیا، جس پر شاہرح نے صلح کر لی اور طالقان سے ہندو کسی تک کا علاقہ سلیمان کو دے کر خود بدھشان پر اکٹھا کیا (۱۲۸۸ھ / ۱۸۵۸ء)۔ محرم ۱۲۸۹ھ / [فروری] ۱۲۸۹ء میں اکبر بے پھر اک بار محمد حکیم نو شکست دے کر ہٹا کر اس کا عتاب کرنا ہوا کابل حاکم پہنچا؛ لیکن صفر ۱۲۸۹ھ میں وہ کابل و راندلسان کا علاقہ پھر محمد حکیم کے سپرد کر کے ہندوستان چلا آیا۔ ادھر سلمان مرزا اور شاہرح کے ناہمی اختلاف سے فائدہ اٹھا کر عبداللہ حان ارنک، حاکم بلخ، بے دونوں کو کابل کی طرف بھاگا دیا۔ حب شہزادہ محمد حکیم بے وفات پائی (۱۲۸۹ھ / اگست ۱۲۸۹ء) نو اکبر بے ماں سگھ کو بارہ دم فوجیں دے کر کابل کی حفاظت کے لیے بھیجا اور رن حان کو کہہ کر وہاں کا حاکم بنا دیا؛ اس طرح کابل کا علاقہ اکبر کی سلطنت کا مستقل حصہ بن گیا (۱۲۸۹ھ / ۱۸۶۲ء)۔ اس کے بعد اثر کی فوجیں سواب اور بادخوڑ کے علاقوں میں جنگ ہو پشوں قبائل سے ببرد آ رہا ہوئیں۔ ۱۲۸۹ھ میں اکبر بے بھی ایک ماہ تک کابل میں فام کیا اور فاسم حان کابی کو وہاں کی حکومت سپرد کی۔ ان جنگوں میں روسانی حلال الدین بن نایزید کے مقابلے میں سامی افواج کو بہت زیادہ نقصان پہنچا اور اثر کے یورپوں میں سے ایک نعمی بریل بھی مارا گیا (۱۲۸۹ھ / ۱۸۶۲ء)۔ اس صرح عربہ کی حکومت روناسوں کے ہاتھ آ گئی۔

۳ جمادی الآخرہ ۱۲۸۹ھ / اکتوبر ۱۲۸۹ء نو اثر بے وفات پائی اور اس کا بیٹا نورالدین جہاں گر حب شہن ہوا۔ ہرات کے صفوی حکمراں حسین حان ساملو بے قندھار پر حملہ لیا، شاہ بگ بے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ایرانی



فوجیں بے یل واپس ہو گئیں۔ اب جہاں گیر نے قندھار، سندھ اور ملتان کی حکومت شاری خان کے سپرد کی۔ ۱۰۱۵ھ/۱۶۰۶ء میں اس نے سرِ کابل کے دوران میں شاہ بیگ کو افغانستان کا حاکم مقرر کیا، لیکن جب ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء میں احمد داد روشانی نے کابل پر حملہ کرنا بوقلغ خان کو کابل کی حکومت پر بھیج دیا گیا۔ ۱۰۳۱ھ [۱۶۲۱ء] میں شاہ عباس [صفوی] نے قندھار دوبارہ فتح کر لیا۔ اس کے بعد جہاں گیر کو اس پر فوج کشی کرنے کی مہلت نصیب نہ ہوئی۔

۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ/۸ نومبر ۱۶۲۷ء کو جہاں گیر کی وفات ہوئی اور شاہ جہان کو ہندوستان کا تخت ملا۔ بیراہ، پشاور، کابل، عربہ اور بکس کے علاقوں میں لڑائیاں شاہ جہاں کی محبت بخشی تک جاری رہیں۔ اس جنگ کو عظیم خان کر بلخ کے حاکم ندر محمد خان سے شمالی افغانستان کا علاقہ سر کر کے کابل کا محاصرہ کر لیا؛ تین ماہ تک معرکہ جاری رہا، تا آنکہ شاہی افواج نے کابل پہنچ کر اسے پسپا کر دیا (۱۰۳۸ھ/۱۶۲۸ء)۔ اسی سال افغانی قبائل نے متحد ہو کر شورش پنا کردی اور پشاور کا محاصرہ کر لیا، لیکن سعید خاں، حاکم کابل، نے انہیں مار بھگایا۔ عہدِ اکبری کے آخری دور میں پشی (بلوچستان) کا ایک رئیس حسن خان برن بھا، حسن کے بیٹے شیرخان ترین نے صفوی اور مغلیہ حکومتوں کے درمیان ایک مستقل حکومت قائم کر لی تھی۔ اس نے ۱۰۴۱ھ/۱۶۳۱ء میں سیوستان فتح کرنے کی ٹھانی، لیکن قندھار کے صفوی حاکم علی مردان خان سے شکست کھائی۔ ۱۰۴۷ھ/۱۶۳۷ء میں شاہ جہاں نے قندھار پر چڑھائی کے لیے لشکر بھیجا اور علی مردان خان نے شہر شاہ جہان کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد گریشک بھی لے لیا گیا اور زمیں داور پر

بھی مغلوں کا قبضہ ہو گیا۔ [۱۰۴۹ھ میں شاہ جہاں نے کابل کا سفر کیا، جہاں یوسف زئیوں نے شورش برپا کر رکھی تھی۔ اسے فرو کرنے کے بعد ہندو کش سے قندھار تک کا علاقہ سلطنتِ دہلی کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔ ۱۰۵۶ھ میں شاہ جہاں نے افغانستان کے شمالی علاقوں پر بھی حملہ کیا اور بدخشان سے بلخ تک کی سر زمینیں زیر کر کے اپنی سرحد دریائے آمو تک پہنچا دی۔] ۱۰۵۸ھ/۱۶۴۸ء میں ایران نے حواں سال بادشاہ عباس ثانی نے، حواں اس وقت سولہ سال کا تھا، قندھار پر لشکر کشی کر کے اسے فتح کر لیا۔ بعد ازاں یہ شہر پھر کبھی سلطنتِ مغلیہ کا جزو نہیں بنا۔ شاہ جہاں کی افواج نے اسے دوبارہ فتح کرنے کی [بار بار] کوشش کی۔ تاہم حریف شہزادے اورنگ زیب اور دارا سکھو اس شہر کے خلاف مہمیں لے کر گئے [۱۰۵۹ھ، ۱۰۶۱ھ، ۱۰۶۲ھ]، لیکن دونوں ناکام رہے۔ [یوں شاہ جہاں کے ہاتھ میں صرف کابل و عربہ کا علاقہ رہ گیا۔ شمالی ولایات (میسہ، اندھود، بلخ، طحارستان اور ہندو نس) پر ۱۰۵۷ھ/۱۶۴۷ء سے تورانی حکمران قاضی ہو چکے تھے۔ قندھار، سیستان اور ہرات صفویوں کے زیر تسلط آچکے تھے۔ ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب عالم گیر تخت نشین ہوا۔ اس کا عہد افغانستان کی تاریخ کا سب سے زیادہ پر شورش زمانہ ہے۔ ۱۰۷۷ھ/۱۶۶۶-۱۶۶۷ء میں اورنگ زیب کو یوسف زئیوں کی سرکوبی کرنا پڑی، جنہوں نے پشاور کے شمال میں ملا چالاک اور سلطان محمود جندوں وغیرہ کے زیر قیادت پکھلی پر حملہ کیا تھا۔ ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء میں ایمل خان مہمند نے مشہور جنگِ حوش حال خاں جنگ کی معیت میں خیر سے نرد آرمائی کا آغاز کیا۔ ۱۰۸۱ھ/۱۶۷۰ء

۱۶۷۱ء تک افغانوں کے خلاف کئی لڑائیاں لڑی گئیں۔ ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۶ء میں عالم گیر نے وہاب ہائی اور شہزادہ معظم نے کابل سے آکر علم شاہی نصب کر دیا۔ دہلی کی تیموری حکومت کے آخری دور میں کابل و پشاور کی حکمرانی ناصر خان کے سپرد تھی اور عزنہ کی باقر خان کے۔ قندھار پر ہوتکی نادشاہوں کا قصہ تھا، جس کی حکومت ہشیں، مستونگ اور ڈیرہ باب نک تھی۔ بالآخر ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۸ء میں نادر شاہ افشار نے انہوں آل نادر کی دو سو چالیس سال کی حکومت افغانستان سے اٹھ گئی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ اڑھائی صدیاں افغانوں سے جنگ اور ناہمی حوالہ دہی میں صانع ہوئیں اور تیموریہ ہند کی تہذیب کا اثر افغانستان پر کچھ زیادہ نہیں ہوا۔

اس دور میں افغانستان پر تین عظیم حکومتوں، یعنی معلوں (کابل، عرنہ، قندھار)، صموویوں (ہرات و قندھار) اور نورانیوں (بلخ و بدخشان)، کی سرحدیں ملتی تھیں۔ اس سہ طرفہ دباؤ سے پشتونوں میں دفاع اور داخلی خود مختاری کا جذبہ بیدار ہو گیا، پشتو ادب میں پختگی پیدا ہوئی اور یہ رہاں اپنے شباب کو پہنچی۔

افغانستان میں تیموریوں نے ملکی و عسکری نظام وہی رکھا جو لودھیوں اور سوریوں نے ہندوستان میں جاری کیا تھا۔ بقول سمٹھ Vincent Smith دولاتور شیر شاہی نظام ہی تھا۔ افغانستان چار حصوں میں منقسم تھا: (۱) صوبہ کابل، عہدہ باری سے نادر شاہ کی فتح تک برابر دہلی کے تحت رہا؛ (۲) صوبہ قندھار، کبھی دہلی سے اور کبھی دربار صہوی سے وابستہ ہونا رہا؛ (۳) بدخشان، تیموریہ دہلی اور ان کے ہم جدوں کے درمیان باعثِ براع رہا؛ (۴) بلخ، جو کبھی تیموریہ دہلی کے تحت آیا اور کبھی شاہانِ توران کے۔ عہدہ شاہ جہانی میں

عبدالحمید نے آمدنی کی یہ تفصیل دی ہے:-(۱) کابل = سولہ کروڑ دام؛ (۲) قندھار = چھ کروڑ دام؛ بلخ = آٹھ کروڑ دام؛ (۴) بدخشان = چار کروڑ دام؛ (۵) دام = ۲ آئے)۔ ابو الفضل کی تصریح کے مطابق ہر صوبہ چند سرکاروں، شہروں، قلعوں اور تھانوں میں منقسم تھا۔ ملکی اور انتظامی امور کا حاکم اعلیٰ صوبے دار کہلاتا تھا۔ اس کے ماتحت فوجی مددگار اور موج دار ہوتے تھے۔ سرکاری قلعوں اور شاہ راہوں کی اہم چوکیوں کی نگہداشت کوہالوں اور بھائے داروں کے دے تھی۔ بعض اوقات صوبہ کسی امیر یا شہزادے کو بطور حاکم (تسلط یا اقطاع) بھی عطا کر دیا جاتا تھا۔ اس صورت میں اسے تیولدار کہتے تھے۔ ہر صوبے اور شہر میں محاسبے اور مالی امور کی نگرانی دیوان کرتے تھے۔ امور عدلیہ اور شرعی مقدمات قاضیوں کے روپر پیش ہوتے تھے۔ فوجی عدالیں قاضی عسکر کے سپرد تھیں۔ لشکر کی تحواہ اور ضروریات کا بندوبست بحشی کا کام تھا۔ واقعہ نویس حاسوسی اور حررسانی کرتے تھے۔

افغانستان میں تیموریہ دہلی کے حسبِ ذیل آثار قابلِ ذکر ہیں: (۱) طای چہل ربہ، کوہ سرپورہ قندھار پر، ۹۳۰ تا ۹۵۳ھ؛ (۲) چار باغ، قندھار؛ (۳) کابل میں باغ سہرآرا، چار باغ، باغ جلوخانہ، اور باغ وعمرہ، ان میں طای چہل ربہ شہزادگان کامراں، ہمدان و عسکری نے تعمیر کرایا تھا اور باغ نادر نے۔ ان کے علاوہ (۴) چہار چہتہ، کابل (علی مردان خان)؛ (۵) مسجد شور نارار (اورنگزیب)؛ (۶) باغ صفا، ہمسود جلال آباد (نادر)؛ (۷) قلعہ شہباز (آذر، ۹۹۸ھ)؛ (۸) باغ استالہ، مسجد سگ مرمر، قبر نادر، باغ نملہ (شاہ جہان، ۱۰۵۶ھ)؛ (۹) بالاحصار (جہانگیر، ۱۰۱۵ھ)؛ (۱۰) قلعہ پروان شمال، موجودہ حمل السراج (ہمایوں، ۹۵۵ھ)۔ کابل، قندھار، بلخ اور بدخشان میں ٹکسالیں بھی تھیں،